ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن

خادم رب

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

نظر ثانی

جمع وترتیب

مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
لقمان اللہ میر برادران
سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ

1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الفاتحۃ

(پہلا پارہ مکمل)

جلد ------ ۱

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ پاکستان

نام کتاب ـــــ "ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن"

ازافادات ـــــ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامتہ برکاتہم

مرتب ـــــ مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

نظر ثانی ـــــ حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی

ناشر ـــــ میر محمد لقمان، برادران ہیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

سرورق و کتابت ـــــ محمد خاور بٹ (کاتب قرآن) کھوکھر کی، گوجرانوالہ

تعداد ـــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ـــــ ۳۰۰ روپے

تاریخ طبع اوّل ـــــ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ، بمطابق مئی ۲۰۰۲ء

تاریخ طبع دوئم ـــــ شعبان ۱۴۲۷ھ بمطابق ستمبر ۲۰۰۶ء

ملنے کے پتے

- مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، مغلپورہ، گوجرانوالہ
- معارف اسلامیہ اکیڈمی، نت کلاں روڈ، گکھڑ، گوجرانوالہ
- مکتبہ مجددیہ الکریم مارکیٹ، لاہور
- والی کتاب گھر، اُردو بازار، گوجرانوالہ

پیش لفظ

نحمدہٗ نبارک وتعالیٰ ونصلّی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ
آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واتباعہٖ اجمعین

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز برِّصغیر پاک وہند بنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار و زوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دُوری اور دوسرا باہمی اختلافات و تنازعات اس لیے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد و مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر انکے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلّے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے نئے جذبہ و لگن کے ساتھ مصروفِ عمل ہو گئے۔ اس سے قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندان حضرت

شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اُردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا قرآن کریم کے ساتھ فہم و شعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر و ضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار و نظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی۔ بالخصوص پنجاب میں بدعات و اوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات و رسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن و سنّت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا لیکن اس کے لیے جن اربابِ عزیمت نے عزم و ہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن و تشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہٗ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم و استقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول و عرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درس قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی۔ کم و بیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کے ساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

سے اور ترجمہ و تفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ اجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب و طرز پر انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں۔ ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نماز فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کے لیے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم و معارف کے موتی ان کے دامن قلب و ذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے جامع مسجد گکھڑ والا درس قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض مرتبہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا

پورا ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لیے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آکر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے اس لیے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا ہے جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرض کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور ان گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ درس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لیے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس و بیان کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اسکے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کے لیے سالہا سال تک پابندی کے ساتھ خدمت سرانجام دی۔ اللہ تعالٰی انہیں جزاءِ خیر سے نوازے۔ آمین یا ربّ العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی
خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

یکم مارچ ۲۰۰۲ء

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے مطابق تاقیامِ قیامت علماء حق کی ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری و ناگزیر ہے جو نسلِ انسانی کی اعتقادی اصلاح اور فکری نشو و نما کے لیے جدوجہد کرتی رہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثتِ علمی کی تقسیم کے لیے اپنی تمام جسمانی توانائیاں اور علمی و فکری صلاحیتیں صرف کر دے، کیونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کی بناء پر تمام تر تبلیغی ذمہ داریاں علماء حق کے کندھوں پر ہیں، اور علماء حق نے اپنی ان شرعی اور ملی ذمہ داریوں کو کماحقہ نبھا کر امتِ مسلمہ پر جو احسانِ عظیم کیا ہے وہ تاریخِ اسلامی کا ایک روشن اور سنہری باب ہے۔ علماء حق کے اس مقدس قافلۂ علم و عمل کا یوں تو ہر فرد گوہرِ یکتا کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کاروانِ زہد و اتقا کے کچھ میرِ کارواں ایسے بھی گزرے ہیں جو دین و ملت کے لیے اپنی ذات میں انجمن و ادارہ تھے، ان کی تقریری و تحریری اور دینی و ملی خدمات اس قدر ہیں کہ ان کے پیشِ نظر بآسانی یہ فیصلہ کرنا محال ہے کہ یہ خدمات فرد کی ہیں یا جماعت کی۔

اس قافلۂ علم و عمل اور کاروانِ زہد و اتقا کے ایک میرِ کارواں عصرِ حاضر کے جید عالمِ دین، فقیہ العصر، محدثِ اعظم پاکستان، شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی ذاتِ گرامی ہے۔ شیخ الحدیث صاحب کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، کیونکہ ان کا شمار عصرِ حاضر کی ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے۔

جن کے علم و عمل، زہد و تقویٰ اور شرافت و دیانت پر بلا خوف تردد اعتماد کیا جاسکتا ہے
بے لوث خدمات اور بے داغ کردار کی بنا پر وہ علمی، ادبی اور عوامی حلقوں میں
یکساں طور پر ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

پیدائش: آپ ۱۹۱۴ء میں ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ (موجودہ ضلع مانسہرہ)
کی ایک غیر معروف بستی ڈھکی چیڑاں داخلی "کڑمنگ بالا" کے ایک متوسط گھرانہ
میں جناب نور احمد خان بن گل احمد خان کے گھر پیدا ہوئے۔ قومیت کے اعتبار
سے سواتی (پٹھان) ہیں۔ اس وقت غالباً کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر عزم و
استقلال کی چٹان بن کر خداوندانِ ظلم و استبداد کے سامنے سینہ سپر ہوگا۔ کسی کو خبر
نہ تھی کہ یہ بچہ علم و عمل کا آفتاب بن کر سرزمین ہند و پاک کو اپنی روشن کرنوں سے
منور کرے گا۔ کسی کو علم نہ تھا کہ اس بچہ کے سینہ میں قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر
اور علوم اسلامیہ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر موجزن ہوں گے، اور ہزاروں
انسان بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کے علم کے نور سے روشنی پائیں گے۔ لیکن تقدیر
اس بچہ کے مستقبل پر رشک کر رہی تھی۔

ابتدائی تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، جو ناظرہ قرآن
پاک اور سکول کی چند کلاسوں تک محدود تھی۔ اور گھر کے دیہاتی اور پہاڑی ماحول
میں اس سے زیادہ تعلیم کا انتظام نہ تھا جس کی وجہ سے زیادہ تر وقت پہاڑی ماحول
کے مطابق بھیڑ بکریاں چرانے میں گزرتا، لیکن آپ کے قلب و فکر میں تو فطرتاً
اس تعلیم کے تصورات غالب تھے جس تعلیم کے ذریعے آپ نے انسانی
افکار کی تسکین اور انسانی قلوب کی آبیاری کرنا تھی۔ انسانیت کو گمراہی کی تاریکیوں
سے نجات دلا کر ہدایت کی روشنی سے منور کرنا تھا۔ نسلِ انسانی کو شرک و بدعات
کی آلودگیوں سے پاک کر کے توحید و سنت کے پاکیزہ تصورات کی طرف اس کی

راہنمائی کرنا تھی۔ معاشرہ کی رسوماتِ باطلہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرکے اسکی جگہ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا تھی اور خداوندانِ ظلم واستبداد کو عدل وانصاف کا پیغام دینا تھا۔

دینی تعلیم کے لیے سفر

بچپن میں ہی والدہ محترمہ اور والد محترم کا انتقال ہوگیا اور تعلیم میں آگے بڑھنے کا بظاہر کوئی امکان باقی نہ رہا تو کسی نیک دل بزرگ نے انہیں اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کو دینی تعلیم کے لیے دینی مدرسہ کا رُخ کرنے کا مشورہ دیا اور آبائی گاؤں کے قریب قصبہ بفہ میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مدرسہ میں پہنچا دیا جہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ، ملتان، کوئٹہ وغیرہ کے مدارس میں درسِ نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی، لیکن دل ابھی ذوقِ تعلیم سے سیراب نہ ہوا، مزید تعلیم کے لیے گوجرانوالہ کی قدیم دینی درسگاہ مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا عبدالقدیر رحمہ اللہ سے مزید تعلیم حاصل کی۔ آپ کا فرمان ہے کہ میرا تعلیمی ذوق وشوق اور علمی استعداد استاد محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ کی خصوصی شفقت اور توجہ کی مرہونِ منت ہے اور اکثر وبیشتر کتب آپ نے مولانا عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ سے ہی پڑھیں۔ مولانا رحمہ اللہ کی ایک خصوصی شفقت آپ پر یہ بھی تھی کہ طالب علمی کے زمانہ میں ہی جو کتب پڑھائیں۔ وہ اپنی نگرانی میں آپ سے طلباء کو پڑھواتے یعنی مہربان اُستاد کی شفقت و توجہ اور خصوصی نگرانی میں قابل و ہونہار شاگرد اپنی علمی فکری استعداد کی خصوصی نشوونما کے لیے تعلیم و تدریس کے ابتدائی مراحل یکساں طور پر طے کرتا رہا۔ مہربان اُستاد کی خصوصی توجہ کے اثرات جو آپ کی تدریسی زندگی میں مؤثر ہوئے ان کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جن کو ان حالات سے واسطہ پڑا ہو۔ اس لیے جب بھی حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ اپنے تمام معمولات (جن کو عام حالات میں ترک کرنا تقریباً ناممکن ہوتا تھا)

ترک کر کے ہمہ وقت اُستادِ محترم کی خدمت میں مصروف رہتے۔

آپ کے برادرِ خورد حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی مدظلہ (مہتمم و بانی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ) بھی آپ کے ساتھ زیرِ تعلیم تھے لیکن اسباق میں آپ سے دو سال پیچھے تھے۔ آپ نے تکمیل کے لیے عالمِ اسلام کی شہرۂ آفاق یونیورسٹی دار العلوم دیوبند جانا تھا لیکن شوق تھا کہ دونوں بھائی اکٹھے تکمیل کریں چنانچہ اس شوق میں تکمیل یعنی دورہ حدیث کو دو سال کے لیے مؤخر کر دیا۔ اور اسی دوران استاذِ محترم کے حکم و شفقت کی تعمیل میں مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ ہی میں استاذِ محترم کی زیرِ نگرانی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اور پھر ۱۹۴۰ء میں تکمیل کے لیے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں آپ نے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے ۱۹۴۱ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ قیامِ دار العلوم دیوبند کے دوران آپ نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ وغیرہم کے اسماءِ گرامی نمایاں ہیں۔

سیرت و صورت کے خدّوخال:

وسعتِ مطالعہ، ذہانت و فطانت اور فکر و تدبر کے اعتبار سے بے مثل، ظاہر و باطن میں یکساں، سنجیدگی ان کی خوبی، علم ان کا کمال، عمل ان کا جمال، شرافت ان کا وقار اور سادگی ان کا شعار، گفتار اور کردار کی پختگی ان کے اسلامی افکار کی ترجمان ہے، لباس میں سادگی، انداز میں اپنائیت، چہرے پر نورانیت، افکار میں بلندی، آواز میں پستی، گفتگو میں ٹھہراؤ ارادوں میں سختی اور عزم میں پختگی کسی دیکھنے والے کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی، کلام و طعام، نشست و برخاست اور سیرت و صورت میں دیکھنے والے کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نظر آتی ہے۔ زندگی عاجزانہ، چال باوقار، مزاج عارفانہ انداز ناصحانہ اور کلام عالمانہ سننے والے کی دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جاتا ہے مضبوط بدن

کی طرح عزم بھی قوی، بڑھاپے میں بھی ارادے جوان اور اس پر بیماریوں کا سیل رواں لیکن کوئی چیز ان کے عزم واستقلال کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔

رُوحانی سلسلہ: علمی وفکری صلاحیتیں اور قابلیتیں اپنے مقام پر لیکن واردات نفسانی اور وساوس شیطانی سے پوری طرح تحفظ حاصل کرنے کے لیے کسی مرشدِ کامل کے دامانِ محبت وعقیدت سے وابستگی ضروری وناگزیر ہے۔ جیّد و مستند اساتذہ سے تحصیل وتکمیل کے بعد آپ کو کسی مرشدِ کامل کی تلاش ہوئی جس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر وہ اپنے لیے رُوحانی تسکین کا سامان فراہم کرسکیں۔ انھی دنوں پنجاب میں رئیس الموحدین، سرتاج المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ (واں بھچراں ضلع میانوالی) کے دورۂ قرآن کا غلغلہ مچا ہوا تھا اور ہزاروں شائقین علوم قرآنیہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے اس دورۂ تفسیر قرآن میں شرکت کرتے۔ آپ بھی یہی شوق لے کر ان کے دورۂ تفسیر قرآن میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے اور دیدہ ودل ان کی اتباعِ سنت میں ڈوبی ہوئی زندگی پر نچھاور وقربان کرکے چلے آئے۔ نقشبندی سلسلہ میں ان سے بیعت کی۔ مرشدِ کامل نے بھی اپنی ایمانی فراست سے اس جوہرِ قابل کو پہچاننے میں تاخیر نہ کی۔ اور خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مرشدِ کامل کے ساتھ آپ کے انتہائی قلبی تعلق ومحبت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب سبق کے دوران مرشدِ کامل کا نام آجائے آپ انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ مرشدِ کامل کا تذکرہ فرماتے ہیں، یعنی ہمارے حضرت نے یہ فرمایا، ہمارے حضرت نے اس کی تفسیر اس طرح کی، ہمارے حضرت نے اس کا ربط اس طرح بیان کیا، غرضیکہ آپ کے الفاظ اور انداز میں مرشدِ کامل کے ساتھ جس سچی اور والہانہ عقیدت کا اظہار نمایاں ہوتا ہے ان سے سننے والا بآسانی آپ کی دلی کیفیت کا اندازہ کرسکتا ہے۔

سلسلۂ مُریدین: مرشدِ کامل سے خلعتِ خلافت حاصل ہونے کے باوجود بیعت کا سلسلہ بہت محدود پیمانہ پر رکھا ہے بلکہ اکثر و بیشتر بیعت کرنے سے انکار فرما دیتے ہیں. کسی کی طرف سے بیعت پر بہت زیادہ اصرار ہو تو بیعت فرماتے ہیں ورنہ انکار فرما دیتے ہیں۔ پیشہ ور پیروں کی طرح نہ لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دیتے ہیں، اور نہ مریدین کی فہرستیں تیار کرتے ہیں اور بیعت کا طریقہ بھی انتہائی مختصر اور سادہ ہے۔ عام پیروں کی طرح پُرتکلف اور طویل نہیں، مثلاً بیعت کے الفاظ عموماً یہ ہوتے ہیں "میں شرک و بدعت سے توبہ کرتا ہوں اوامر کے بجالانے اور نواہی سے اجتناب کی پوری کوشش کا وعدہ کرتا ہوں، بالخصوص نماز کی پابندی کا وعدہ کرتا ہوں" یہی وہ مختصر سے الفاظ بیعت ہیں جن کے ذریعے کوئی بھی عقیدت مند آپ کے حلقۂ بیعت میں شریک ہو سکتا ہے، اور اس کے بعد آپ اسے مرشدِ کامل کے ذریعے حاصل ہونے والے نقشبندی وظائف و اوراد بتلاتے ہیں اور ان کی تلقین فرماتے ہیں۔

مریدین کے ساتھ سلوک: عام پیروں کی طرح مریدین کے گھروں کا ماہانہ سالانہ چکر نہیں لگاتے۔ مریدین سے نذرانہ وصول کرنے کے لیے ان کا اجتماع طلب نہیں فرماتے حتیٰ کہ مریدین کو تحائف وغیرہ لانے سے سختی کے ساتھ منع فرماتے۔ اور ایسا کوئی ہدیہ قبول نہیں فرماتے جو ان کے علم کے مطابق مریدین کے لیے تکلف کا باعث ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے غریب اور نادار مریدین کو اپنی استطاعت کے مطابق اپنی جیب سے کرایہ اور سفر خرچ وغیرہ دیتے ہیں مریدین کی تعداد اگرچہ ہزاروں سے متجاوز ہے مگر چونکہ ان کا کوئی سالانہ اجتماع وغیرہ نہیں ہوتا اور نہ اپنے مریدین کی نمائش ان کا مقصود ہے۔ اس لیے بظاہر ان کا حلقۂ مریدین بہت قلیل معلوم ہوتا ہے۔

تعویذ اور دَم کی عام اجازت: آپ اپنے تعویزات اور دم کی دعاؤں کو دوسرے پیروں کی طرح سنبھال کر نہیں رکھتے بلکہ اپنے تلامذہ کو اپنے تعویزات کی عام اجازت دیتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہوتی ہے کہ تین روزے رکھیں، نماز کی پابندی کریں اور معاصی سے بچنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔

معمولات میں استقامت: جب تک صحت نے اجازت دی اپنی ڈیوٹی اور معمول میں حتی الوسع ناغہ نہیں کرتے تھے اور نہ تاخیر کرتے تھے۔ کالج ڈیوٹی میں ایک دفعہ لڑکوں نے سوال کیا کہ آپ کبھی ناغہ بھی کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ہاں۔ جب یہاں موجود نہ ہوں یا ایسا بخار ہو جائے جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے قاصر ہوں۔ اور واقعتاً تیز بارش میں بھی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے۔ درس کا عموماً ناغہ نہ کرتے۔ اگر باہر کہیں تبلیغی سلسلہ میں جانا ہو تو یہی شرط ہوتی کہ رات کو واپسی ہوگی تاکہ صبح کا درس اور اسباق کا ناغہ نہ ہو۔ ۱۹۵۴ء سے مدرسہ نصرت العلوم میں تدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے۔ ۱۹۷۷ء میں مدرسہ کی طرف سے آپ کو لانے اور چھوڑنے کے لیے گاڑی خریدی گئی۔ اس دوران تقریباً بائیس سال تک وہ بس یا ریل کے ذریعے سبق پڑھانے کے لیے گکھڑ سے گوجرانوالہ جاتے رہے۔ اس دوران آپ کے معمولات میں استقامت کا یہی عالم تھا۔ بسا اوقات ایسا منظر بھی دیکھنے میں آتا کہ تیز بارش کی وجہ سے طلباء یقینی چھٹی سمجھ کر کمروں میں آرام کرنے لگتے، لیکن آپ کی آمد کی اطلاع کی گھنٹی طلباء کو نیند اور آرام سے جھنجھوڑ ڈالتی۔ بے یقینی کے عالم میں کمروں سے باہر نکل کر دیکھتے تو آپ چھتری ہاتھ میں لیے مدرسہ میں موجود ہوتے۔ معمولات میں استقامت آپ کی خصوصی انفرادیت ہے۔ آج کے دور میں معمولات کی یہ استقامت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی۔

معمولات : وہ کون سے معمولات ہیں جن میں استقامت آپ کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ رات کو نمازِ عشاء کے بعد جلدی سو جانا آپ کا معمول ہے۔ اگر گھر میں موجود ہوں اور کوئی مجبوری (مہمانوں وغیرہ کی) نہ ہو تو اس معمول میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی صبح تہجد کے لیے بیدار ہونا، اذان کے بعد نماز سے پہلے ناشتہ کر لینا۔ نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں جانا، درس دینا اور درس سے فارغ ہو کر اسباق پڑھانے کے لیے گوجرانوالہ چلے جانا، اسباق سے فارغ ہو کر دوپہر کے وقت واپس آنا، کھانا کھا کر قیلولہ کرنا۔ ظہر کی نماز پڑھا کر بچیوں کو اسباق پڑھانا جو وقتاً فوقتاً آپ کے زیرِ درس رہتی تھیں اور گکھڑ کی بہت سی بچیوں نے آپ سے براہِ راست درسِ نظامی کے مختلف اسباق اس طرح پڑھے ہیں۔ مہمانوں کے پاس بیٹھنا اور تصنیفی کام کرنا، عصر کی نماز کے بعد اپنی (قرآن پاک کی) منزل پڑھنا، تصنیفی کام کرنا اور مقامی تعویذ کرانے والوں کے لیے تعویذ کرنا۔ نمازِ مغرب کے بعد کھانا کھانا اور تعویذ وغیرہ کرنا، نمازِ عشاء کے بعد آرام کرنا۔

جب تک صحت نے اجازت دی معمولات کا یہ تسلسل قائم رہا اور جُوں جُوں عمر، ضعف اور علالت میں اضافہ ہوتا گیا بتدریج ان معمولات کا متاثر ہونا بھی فطری بات تھی۔

پابندیٔ وقت : آپ کی پابندیٔ وقت ضرب المثل رہی ہے۔ نماز کے مقررہ وقت سے ایک منٹ پہلے آپ مسجد میں موجود ہوتے۔ امامت کے فرائض خود سر انجام دیتے۔ درس کے لیے نصف گھنٹہ مقرر ہے اس میں ایک منٹ کی بھی کمی دبیشی نہیں ہوتی تھی۔ اسباق میں بھی پابندیٔ وقت کا پورا لحاظ ہوتا۔ پابندیٔ وقت پر آپ ایک لطیفہ سنایا کرتے ہیں کہ استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمہ اللہ نے ایک دفعہ مجھے جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں درس دینے کا حکم فرمایا

میں ان کے حکم پر درس دینے کے لیے چلا گیا۔ آدھا گھنٹہ درس دیتا رہا۔ جو مضمون میں نے شروع کیا تھا وہ وقت سے دو منٹ پہلے ختم ہوگیا، لہذا میں نے درس ختم کر دیا۔ ایک آدمی فوراً بولا کہ ابھی وقت ختم ہونے میں دو منٹ باقی ہیں میں نے یہ سوچ کر کہ انہیں دین کا کافی شوق ہے ان کے اصرار پر دوسرا موضوع شروع کر دیا۔ جب وقت سے دو منٹ اوپر ہو گئے تو پھر وہ آدمی بولا کہ دو منٹ اوپر ہو گئے ہیں۔ اس سے حضرت شیخ مدظلہ کی پابندئ وقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایفائے عہد : تبلیغی پروگراموں کے سلسلہ میں آپ پابندئ وقت اور ایفائے عہد کا پورا پورا اہتمام کرتے اور حتی الوسع کوشش کرتے کہ وعدہ کے مطابق پروگرام پر پہنچیں۔ اور اس کے لیے طوفان باد و باراں بھی آپ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔ ضلع گوجرانوالہ میں منڈیالہ تیگہ اور فیروزوالہ سے آگے کوٹلی ناگرہ ایک بستی ہے جہاں عرصہ دراز سے مدرسہ تعلیم القرآن قائم ہے۔ اور قاری محمد عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ایک عرصہ تک وہاں فی سبیل اللہ تدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں انہی کے زیراہتمام وہاں تبلیغی جلسے بھی ہوتے تھے وہ ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ہمارے ہاں تبلیغی جلسہ تھا اور حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد سرفراز خان صفدر) دامت برکاتہ نے تشریف لانا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ نمازِ عصر سے قبل تیز بارش شروع ہوگئی۔ بارش کی وجہ سے کوٹلی ناگرہ دوسری بستیوں سے تقریباً کٹ جاتا تھا۔ اب تو کسی حد تک کچا راستہ موجود ہے۔ پہلے یہ بھی نہ تھا مغرب کے بعد قریبی بستیوں سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے عقیدت و محبت میں ڈوبے ہوئے دیوانے وپروانے موسم کی خرابی کے باوجود سینکڑوں کی تعداد میں اکٹھے ہو گئے۔ بارش اگرچہ مغرب سے پہلے ختم ہو چکی تھی لیکن راستے بند ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے آنے کی امید ہرگز نہ تھی لیکن

جب مغرب کے بعد بیرونی مہمانوں کو جو مختلف دیہاتوں سے آئے تھے۔ کھانا کھلانے سے فارغ ہوئے تو اچانک دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب شلوار گھٹنوں تک اٹھائے۔ کیچڑ میں بھرے ہوئے مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوگئے، ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ تو ان سے معلوم ہوا کہ منڈیالہ تیگہ سے پیدل چل کے آیا ہوں۔ اور منڈیالہ تیگہ سے کوٹلی ناگرہ کا فاصلہ تین میل ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایفائے عہد اور تبلیغی خدمات کا شوق آپ کے دل میں کس قدر ہے۔

آپ پر پابندیاں: آپ کی تقریر انتہائی اصلاحی اور موثر ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود دیگر علماء کی طرح آپ پر بھی مختلف اضلاع میں داخلہ پر پابندیاں عائد ہوتی رہی ہیں اور داخلہ بند کر دیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ دورِ آمریت میں ضلع ہزارہ میں آپ کے داخلہ پر پابندی عائد ہوگئی۔ ضلع ہزارہ آپ کا آبائی علاقہ ہے۔ آپ کو پابندی کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا۔ آپ جب راولپنڈی کراس کر گئے تو مختلف مقامات پر آپ کی تلاش کے لیے پولیس بس کی تلاشی لینے لگی لیکن اتفاق سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پولیس آپ کو شناخت نہ کرسکی۔ اور آپ اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں ساتھیوں کے مشورہ پر آپ نے اصل نام کی بجائے "کٹر منگ اُستاذ" کے نام سے تقریر فرمائی، کٹر منگ آپ کا آبائی گاؤں ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد شہروں میں وقتاً فوقتاً آپ کا داخلہ بند ہوتا رہا۔

دیانت: آپ کی دیانت وامانت اپنوں اور غیروں کے ہاں مسلم ہے۔ شدید تر اختلافات کے باوجود آج تک آپ کی دیانت پر کوئی حرف گیری نہیں کرسکا۔ آپ کی دیانت داری کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے اور واپسی پر انھوں نے

آپ کو کرایہ کے لیے ایک لفافہ ہاتھ میں تھما دیا۔ آپ نے لفافہ اسی طرح جیب میں رکھ لیا۔ کیونکہ آپ کا معمول ہے کہ آپ تبلیغی سلسلہ میں کرایہ وغیرہ طلب نہیں کرتے اگر وہ خود دے دیں تو لے لیتے ہیں۔ جب واپسی پر آکر اس لفافہ کو کھولا تو اس میں پانچ سو روپے تھے آپ کو بڑی حیرت ہوئی کہ ساہیوال کی آمد و رفت کا کرایہ (اس دور میں) پینتیس روپے سے زائد نہیں۔ انھوں نے پانچ سو روپے کیسے دے دیئے؛ فوراً اسی دن خط لکھ کر انھیں مطلع کیا کہ آپ نے غلطی سے پانچ سو روپے مجھے دیئے ہیں ان کی واپسی کی صورت کیا ہوگی۔ بذریعہ بنک ڈرافٹ بھیجوں یا بذریعہ منی آرڈر چنانچہ ان کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ واقعی ناظم صاحب نے غلطی سے پچاس کی بجائے پانچ سو روپے لفافہ میں بند کر دیئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ساڑھے چار سو روپے بذریعہ منی آرڈر فوراً واپس بھیج دیئے۔ اس واقعہ سے آپ کی دیانت کا اندازہ ہوتا ہے۔

گھریلو زندگی

آپ کی گھریلو زندگی بھی ایک نمونہ ہے۔ آپ نے دو شادیاں کیں دونوں بیویاں فوت ہو چکی ہیں۔ دونوں بیویوں کی زندگی تک ان کا اور ان کی اولاد کا کھانا پینا اور رہنا سہنا ایک جگہ رہا ہے۔ دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کا باہمی اتحاد و اتفاق آپ کی خصوصی توجہ اور گھریلو کنٹرول کی زندہ مثال ہے۔ دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے ساتھ آپ کا مساویانہ حسن سلوک ضرب المثل ہے۔

آپ کی اولاد

دونوں بیویوں سے آپ کے ۹ بیٹے اور ۳ بیٹیاں ہیں۔ تین بیٹے (عبدالکریم، عبدالرشید اور راشد) بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ بڑی اہلیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ جبکہ چھوٹی اہلیہ سے چھ لڑکے اور ایک لڑکی ہے آپ کی تمام بیٹیوں اور بیٹوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے ان میں اکثر باضابطہ عالم دین ہیں اور دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

اولاد کی تربیت

: اولاد کی تعلیم و تربیت میں بھی آپ نے اخلاقی و شرعی تمام ذمہ داریوں کو کما حقہٗ پورا کیا ہے۔ دنیوی تعلیم صرف ضروری حد تک دلوائی ہے۔ صرف دینی تعلیم کی طرف توجہ دی ہے۔ اسی طرح اب تک آپ کے بیٹے (۱) مولانا زاہد الراشدی (۲) مولانا عبد القدوس قارن (۳) مولانا عبد الحق خان بشیر (۴) مولانا شرف الدین حامد (۵) مولانا رشید الحق خان عابد (۶) مولانا عزیز الرحمٰن خان شاہد (۷) مولانا منہاج الحق خان راشد درس نظامی کے فاضل ہیں اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں جب کہ قاری محمد اشرف خان ماجد اور قاری عنایت الوہاب خان ساجد حافظ و قاری ہیں اور قاری ماجد مرحوم ایک عرصہ تک جامع مسجد گکھڑ میں قرآن پاک کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان کے علاوہ حضرت مدظلہ کی تینوں بیٹیاں قرآن کریم کی حافظ ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم دیتی ہیں منجھلی صاحبزادی جہلم کے قاری مولانا خبیب احمد عمر کی اہلیہ ہیں اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام کے شعبہ بنات میں دورۂ حدیث کے اسباق پڑھاتی ہیں۔

علمی و دینی خدمات

: مولانا نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صرف احیائے دین کی غرض سے متعدد کتابیں تحریر کی ہیں جو بحمد اللہ کئی کئی بار طبع ہو چکی ہیں اور خواص و عام نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے۔ اور ان میں درج ٹھوس اور واضح دلائل اور معقول پیراہن اور صریح عقلی و نقلی حوالوں کی بہت ہی زیادہ قدر کی گئی ہے۔ اور ان کے معرضِ وجود میں آنے کو بے حد سراہا گیا ہے اور قدردان حضرات نے خوب دادِ تحسین دی ہے۔ مگر کچھ حضرات کو ان سے بعد کوفت ہوتی ہے اور ان سے خاصے سیخ پا ہوتے ہیں۔ ان مدلل کتابوں سے ان کا پریشان ہونا ایک نفسیاتی امر ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت حقہ سے شرک و بدعت اور رسم و رواج کے دبیز پردے دُور ہو جائیں۔ دین اسلام

اپنی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے اُجاگر ہو جائے اور محفوظ ہو جائے جس پر کاربند ہو کر دونوں جہانوں میں سرخرو ہو جائیں تو یہ ہمارے لیے سب سے بڑی سعادت ہے آخر بدعات و رسومات کی شب ظلمت اور تاریکی کب تک فضا پر چھائی رہے گی؟ حکمتِ خداوندی کے تحت آخر آفتابِ ہدایت کا ظہور بھی تو ایک فطری امر ہے

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

امامت و خطابت

امامت و خطابت: دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ اور اُستاذ محترم کے حکم سے انھی کی نگرانی میں تدریس شروع کر دی۔ آپ کی علمی شہرت کا چرچا سن کر گکھڑ منڈی (ضلع گوجرانوالہ تحصیل وزیرآباد) کے چند مخلص بزرگوں کی تحریک پر آپ گکھڑ تشریف لے آئے وہاں اپنی نئی علمی جدوجہد کا آغاز کیا اور جامع مسجد بوہڑ والی میں خطابت و امامت کے فرائض سنبھال لیے۔

گکھڑ منڈی میں اصلاح عوام کی جدوجہد

گکھڑ منڈی میں اصلاح عوام کی جدوجہد: گکھڑ منڈی کی عمومی فضا اس وقت شرک و بدعت کی آلودگیوں کا شکار تھی۔ اور ہر طرف بدعاتِ فاسدہ اور رسوماتِ باطلہ کا دور دورہ تھا۔ پیشہ ور اور پیٹ پرست ملاؤں کی حکومت تھی ہر طرف گمراہی کے اندھیرے تھے اور عام آدمی کے لیے یہ حالت انتہائی مایوس کن تھی۔ لیکن اس مردِ درویش نے کسی چیز کی پروا کیے بغیر اصلاحِ احوال کے لیے بے لوث جدوجہد جاری رکھی۔ مسجد میں نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن پاک کا آغاز کیا۔ عوام کے دینی رجحان کا عالم یہ تھا کہ ابتداء میں آپ کے درسِ قرآن میں صرف ایک آدمی بیٹھتا اور صرف ایک آدمی کے لیے آپ پورا درس دیتے اور اس درس کے لیے باقاعدہ تیاری کرتے۔ بعض بزرگوں نے مشورہ دیا کہ جب لوگ درس میں نہیں بیٹھتے تو

آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے سامنے چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے استقلال کا کامل و مکمل نمونہ موجود تھا۔ اس لیے آپ نے یہ سلسلہ ترک نہ کیا۔ اور درس قرآن دیتے رہے۔

درس قرآن کی مقبولیت

درس قرآن کی مقبولیت: آپ کا یہ عزم و استقلال بالآخر رنگ لایا اور آپ کے درس قرآن کا چرچا ہونے لگا۔ اور آہستہ آہستہ اس کی رونق بڑھنے لگی اور آپ نے معمول میں تبدیلی پیدا کرلی۔ ہفتہ کے پہلے تین دن (ہفتہ، اتوار، پیر) درس قرآن اور آخری تین دن (منگل، بدھ، جمعرات) درس حدیث شروع کردیا۔ اور قرآن پاک کا کئی دفعہ درس مکمل کیا۔

حدیث کی چھ مستند کتب صحاح ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ کا درس بھی مکمل کیا اور ان کے علاوہ مستدرک حاکم اور دیگر کئی کتب حدیث کا ترتیب کے ساتھ درس دیا۔ ایک دور میں آپ کے درس میں حاضری تقریباً ایک سو کے قریب افراد کی ہوتی رہی ہے۔ نماز فجر کے بعد کا آپ کا یہ درس قرآن و حدیث انتہائی مؤثر ثابت ہوا جس نے گکھڑ منڈی کے باشعور افراد میں دینی شعور کو پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ آپ کے خطبات جمعہ نے بھی عوام کی فکری و اعتقادی اصلاح کا عمدہ سامان فراہم کیا۔ آپ کے خطبہ جمعہ میں ہزاروں افراد شریک ہوتے۔

انداز بیان

انداز بیان: آپ کے انداز بیان میں بے پناہ خوبیاں ہیں، اور اسی انداز بیان کی کشش اپنوں اور بیگانوں کو بے ساختہ آپ کے حلقہ درس میں کھینچ لاتی ہے۔ آپ کا طرز استدلال خالص علمی اور انداز بیان خالص عوامی ہوتا ہے۔ گکھڑ منڈی میں آپ کی تقریر ہمیشہ پنجابی زبان میں ہوتی تھی۔ اور دیگر علاقوں اور شہروں میں اردو زبان میں۔ علمی طور پر آپ کا طرز استدلال اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ پیش نظر مسئلہ

کی تمام گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں مسئلہ پوری طرح سامعین کے ذہن میں بیٹھتا چلا جاتا ہے اور مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ و نامکمل نہیں رہتا۔ سامع زیر بحث مسئلہ کے بارے میں مکمل طور پر تسلی و تشفی حاصل کر کے اٹھتا ہے۔ آپ کا انداز مقررانہ نہیں بلکہ واعظانہ اور ناصحانہ ہوتا ہے۔ اور آپ کی کوشش ہوتی ہے کہ مجلس میں موجود کند ذہن سے کند ذہن آدمی بھی مسئلہ کی پوری حقیقت و اصلیت کو جان لے۔ اسی طرزِ بیان کی بنا پر آپ کے خطباتِ جمعہ اور مجالس میں دیہاتی عوام کی بھی کثیر تعداد موجود ہوتی تھی آپ کا بیان بھی تعمیری اور اصلاحی ہوتا۔ تخریبی بیان سے آپ ہمیشہ گریز کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے نظریاتی مخالفین بھی آپ کا بیان سننے کے لیے آپ کے خطبۂ جمعہ اور درس میں بکثرت شریک ہوتے تھے۔ آپ کے بڑے بڑے مخالفین بھی تمام تر نظریاتی اختلافات کے باوجود آپ کی علمی حیثیت کو مُسلّم مانتے ہیں۔

تبلیغی خدمات: ملک کے مختلف حصوں میں دینی مدارس کی سالانہ تقریبات اور دیگر تبلیغی اجتماعات میں شرکت بھی فرماتے رہے ہیں۔ بڑی بڑی کانفرنسوں میں آپ کا خطاب بڑی توجہ اور شوق سے سُنا جاتا تھا۔ عوام کے علاوہ علما حضرات بھی آپ کے بیان کو بڑے شوق سے سُنتے۔ موضوع کو اس کے تمام ضروری پہلوؤں سے نبھانا آپ کی خصوصیت ہے۔ آپ کے بیان میں فضولیات بالکل نہیں ہوتیں اور نہ موضوع سے ہٹ کر بات ہوتی ہے بلکہ موضوع سے متعلق دلائل و براہین سے مزین ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں سے اُترتا چلا جاتا ہے۔ اور موضوع کا ہر پہلو ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے

ظرافت: طبیعت میں ظرافت کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ تقاریر میں بسا اوقات ظرافت کا یہ عنصر سامعین کو بے حد محظوظ کرتا ہے۔ لیکن عام پیشہ ور مقررین کی طرح آپ کی ظرافت خلافِ حقیقت اور خلافِ واقعہ نہیں ہوتی۔ بلکہ

اس ظرافت میں بھی آپ پورا مسئلہ سمجھا دیتے ہیں۔
ایک دفعہ جمعہ کی تقریر میں ایک شخص نے چٹ لکھی کہ جیب میں اگر تصویر ہو تو نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ آپ نے ازراہ مزاح فرمایا کہ جس کو شبہ ہو وہ اپنی جیب میں سے وہ تمام نوٹ جن پر بانیٔ پاکستان کی تصویر ہے وہ مجھے دیدیں سامعین اس مزاح پر کافی محظوظ ہوئے اور مسئلہ بھی سمجھ آگیا۔ پھر آپ نے مسئلہ کی وضاحت فرمائی کہ تصویر بنوانا۔ اپنے مقام پر بہت بڑا گناہ ہے۔ بغیر کسی عذر اور مجبوری کے تصویر بنوانا جائز نہیں۔ مثلاً حج، پاسپورٹ، امتحان وغیرہ کے لیے اور شناختی کارڈ کے لیے بھی تصویر بنوانا مجبوری ہے۔ لیکن اگر کسی مجبوری کی وجہ سے تصویر جیب میں ہو اور سامنے نظر نہ آتی ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔

زیرِ تربیت اساتذہ کے لیے درسِ قرآن

: گکھڑ منڈی میں زیر تربیت اساتذہ کے لیے عرصہ دراز سے ایک کالج قائم ہے جس کا نام پہلے گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ تھا۔ اور بعد میں اس کا نام تبدیل کر کے گورنمنٹ ایلیمنٹری آف دی ٹیچرز کالج رکھا گیا۔ جس میں پی۔ ٹی۔ سی اور سی۔ ٹی اور او۔ ٹی اور ایس وی کی کلاسین ہیں ان کلاسوں کے زیرِ تربیت اساتذہ کے لیے ۱۹۴۳ء میں کالج کے پرنسپل صاحب ملک عبد الحمید مرحوم نے اپنے دینی جذبہ اور مذہبی رجحان کی وجہ سے مستقل درسِ قرآن کا فیصلہ کیا۔ اور اس نیک مقصد کے لیے ان کی نظرِ انتخاب بھی آپ پر پڑی چنانچہ ان کی پُرخلوص تحریک پر آپ نے ۱۹۴۳ء میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اگرچہ اس درس کا سلسلہ ملک عبد الحمید مرحوم کی ذاتی دلچسپی اور توجہ کا مرہونِ منت تھا۔ لیکن آپ کے عالمانہ طرزِ بیان اور محققانہ طرزِ استدلال کی وجہ سے اس درسِ قرآن کی خوب شہرت ہوئی۔ اور اس شہرت کی وجہ سے ملک عبد الحمید مرحوم کے بعد بھی درس کا یہ سلسلہ مستقل جاری رہا۔ اگرچہ بعض متعصب پرنسپلوں نے مسلکی اختلافات کی بناء پر اپنے انتظامی دور میں اس سلسلہ درس کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے

مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس درسِ قرآن کے سلسلہ میں جن پرنسپلوں نے
پوری توجہ اور کوشش سے دلچسپی لی ان میں ملک عبدالحمید مرحوم کے علاوہ میاں عمرالدین
اور میاں منیر احمد کے نام نمایاں ہیں۔

یہ زیرِ تربیت اساتذہ چونکہ فراغت کے بعد ملازمت کے سلسلہ میں ملک بھر
کے تعلیمی اداروں میں پھیل جاتے ہیں۔ اس لیے ملک بھر کے جن تعلیمی اداروں میں
بھی اس درسِ قرآن میں شریک ہونے والے اساتذہ پہنچے وہیں وہیں اس درس
کے حوالہ سے صاحبِ درس کی علمیت کا چرچا ہوتا چلا گیا۔ اور علمی حلقوں میں اسی
درسِ قرآن کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس علمی شہرت کی بنا پر پرنسپل مرزا نثار عرف
(لسّان وَالی سرکار) نے محض مسلکی اختلاف کی بنا پر اس سلسلہ درس کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش
کی حالانکہ اس درسِ قرآن میں نہ تو آپ اختلافی مسائل پر معاندانہ انداز میں بحث کرتے
ابتدائی دور میں صرف پندرہ روپے ملتے تھے۔ آخر میں پچاس اس سے زیادہ نہیں ہوئے۔ آخری سالوں
میں پرنسپل مذکور نے یہ بھی بند کر دیا اور کئی سال درس مفت ہوتا رہا۔ جب گھٹنوں کی تکلیف شروع ہوئی تو
موقوف کر دیا اور یہ یاد رہے کہ یہ درس چالیس سال ہوتا رہا۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں
کہ ان کی یہ خدمات سراسر رضائے الٰہی کے لیے تھیں۔ کوئی دنیوی مفاد ان کے
پیشِ نظر نہیں تھا۔ اور پھر کالج آپ کے گھر سے تقریباً ایک میل دُور ہے اس چالیس
سال کے عرصہ میں گرمیوں میں عصر کے بعد اور سردیوں میں عشائ کے بعد کا یہ درس
ان کی مستقل مزاجی کی بیّن دلیل ہے جبکہ ان کے پاس سواری کا بھی کوئی انتظام نہیں
ایک میل پیدل جانا اور ایک میل پیدل آنا محض درسِ قرآن کے لیے آپ کے خلوص
اور اہلیت کا کھلا ثبوت ہے۔ جب تک جسمانی صحت نے اجازت دی۔ یہ
سلسلہ جاری رہا مگر معذوری بڑھ جانے پر مجبوراً اسے منقطع کرنا پڑا۔

تدریسی خدمات

: گکھڑ منڈی میں آپ نے ابتداءً ہی اپنے تعلیمی ذوق
کے مطابق تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس دوران بیس پچیس طلباء عموماً آپ کے

زیر درس رہتے تھے۔

۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں آپ کا تقرر مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں ہوا۔ اور اس وقت سے ۲۰۰۱ء تک وہاں مسلسل تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ درس نظامی کی کم و بیش سبھی کتابیں بار بار پڑھائیں اور خاص طور پر بخاری شریف، ترمذی شریف اور ترجمہ قرآن کریم مع تفسیر تو سالہا سال تک آپ کے زیر درس رہا

دورۂ تفسیر قرآن: ۱۹۷۶ء میں بھٹو گورنمنٹ نے مدرسہ نصرۃ العلوم اور اس سے متصل جامع مسجد نور کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا تو ارباب مدرسہ نے اس کے خلاف باقاعدہ احتجاجی تحریک کا اعلان کر دیا۔ چھ ماہ کی اس مسلسل تحریک میں تین سو کے قریب افراد گرفتار ہوئے جن میں آپ کے تین صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس قارن اور حافظ عبدالحق خان بشیر بھی شامل ہیں۔ اسی تحریک کے دوران مدرسہ کی سالانہ چھٹیاں ہوگئیں۔ کسی بھی مدرسہ کی حفاظت کے لیے مدرسہ کے طلباء ایک مستحکم اور مضبوط قوت ہوتے ہیں سالانہ تعطیلات کی وجہ سے جب خالی مدرسہ پر جبری قبضہ کا اندیشہ پیدا ہوا تو دانشوران مدرسہ نے سالانہ تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر قرآن کا اعلان کر دیا تاکہ ان سالانہ تعطیلات کے دوران بھی مدرسہ طلباء سے خالی نہ رہے۔ چنانچہ اس مجبوری کے تحت آپ نے دورۂ تفسیر قرآن کا آغاز فرمایا۔ جسے بعد میں اس کی علمی اہمیت کی بناء پر مستقل طور پر جاری کر دیا گیا جو کم و بیش پچیس برس جاری رہا اور اس میں ہر سال تقریباً تین سو سے پانچ سو تک طلباء شامل ہوتے رہے۔ ان میں اکثر و بیشتر فارغ التحصیل علماء ہوتے تھے۔ چونکہ یہ تقریباً دو ماہ کا مختصر کورس ہوتا تھا۔ اس لیے اس میں جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی بکثرت شامل ہو جاتے تھے

آپ کا انداز تفسیر بعینہ اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحب جیسا ہے۔ ربط آیات اور ردّ شرک و بدعات کی جو اہمیت و انفرادیت آپ کے شیخ

کا خاصا تھا۔ وہی طرز یہاں بھی موجود تھی۔

تفسیر قرآن کی عصری ضرورت: یوں تو قرآن پاک کی بے شمار تفسیریں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ لیکن آپ کا تفسیرِ قرآن کا منفرد انداز اس بات کا متقاضی ہے کہ اس طرز پر تفسیرِ قرآن لکھی جائے۔ آپ اگر خود یہ کارنامہ سرانجام دیتے تو بہتر تھا کیونکہ آپ کے قلم میں خدا تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی ہے۔ لیکن مصروفیات کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا البتہ آپ کے فرزند مولانا عبدالقدوس قارن نے آپ کے ترجمہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ کر لیا اور اسے صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں۔ حوالہ جات کے اصل مآخذ کی طرف رجوع کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے۔ مکمل ہونے پر یہ علمی تحفہ بھی قارئین کے سامنے آجائے گا۔

آپ کے فتاویٰ: فتویٰ نویسی ایک مستقل فن ہے جو اہم بھی ہے اور نازک بھی۔ اگرچہ گزشتہ صدی میں فتویٰ نویسی کا قلمدان بہت سے ناتجربہ کار یا ناعاقبت اندیش ہاتھوں میں چلا گیا۔ جس کی وجہ سے عرب و عجم کی پوری امت مسلمہ فتویٰ کفر و ارتداد کے ثقیل پتھر کے نیچے کراہنے لگی۔ فتویٰ نویسی انتہائی دشوار کام ہے جس میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھ کر فتویٰ دینا ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق اگر ایک لفظ کے سو معنی ہوں۔ ایک اسلام کا اور ننانوے کفر کے تو اس لفظ کے استعمال کرنے والے پر اس وقت تک فتویٰ کفر نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ اپنی مراد معنی کفر سے معین واضح نہ کر دے فتویٰ نویسی میں تو حتی الامکان آدمی کو کفر سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے حتیٰ کہ یہ اصول ہے کہ اگر کسی نے ایسا جملہ استعمال کیا ہے جو بظاہر کفریہ ہے لیکن اس کی تاویل ہو سکتی ہے تو اس پر فتویٰ کفر نہ دیا جائے گا۔

فتویٰ نویسی جیسے دشوار ترین کام میں بھی آپ کا قلم اپنے اکابر و اسلاف کے

نقش قدم میں راہِ اعتدال سے نہیں ہٹا۔ آپ مدرسہ نصرۃ العلوم میں صدر مفتی بھی رہے ہیں اور ملک بھر کے علمی و تحقیقی حلقوں میں آپ کے فتاویٰ کو خاص قدر و منزلت اور اہمیت حاصل ہے۔ ملک بھر کے بڑے بڑے مفتیانِ کرام بھی اپنے فتاویٰ پر آپ کے تائیدی و تصدیقی دستخط کروانے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ اگرچہ آپ کی دیگر مصروفیات کی بناء پر مدرسہ نے دو مفتی رکھے ہوئے ہیں لیکن بڑے بڑے اور اہم فتوے پھر بھی آپ کی طرف سے جاری ہوتے رہے ہیں۔

سیاست کے میدان میں

مزاجاً آپ اگرچہ سیاسی نہیں ہیں لیکن اپنے اکابر و اسلاف سے گہرے تعلق و ربط کی بناء پر سیاست سے دلچسپی ضرور رکھتے ہیں۔

۱۹۴۰ء میں جب آپ دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے تو فرنگی دور تھا۔ تحریکِ آزادی عروج پر تھی۔ انگریزی حکومت نے آپ کے استادِ محترم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو گرفتار کر لیا۔ مولانا مدنی کی رہائی کے لیے دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا جو پہلا احتجاجی جلوس نکالا گیا اس کی قیادت آپ نے کی۔ فراغت کے بعد تدریسی مشاغل کی وجہ سے آپ عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے۔

۱۹۵۶ء میں جب جمعیت علماء اسلام کے دوسرے دور کا آغاز ہوا تو آپ بھی ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریک کے لیے جمعیت میں شامل ہو گئے اور عرصہ دراز تک جمعیت کے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور ضلع گوجرانوالہ کے امیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۶۸ء میں جمعیت کے وفد کے ساتھ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کا دورہ کیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں خود تو تدریسی مصروفیات کی بناء پر حصہ نہ لیا۔ لیکن جمعیت کے منتخب کردہ امیدواروں کی تائید و حمایت میں بھرپور کردار

ادا کیا۔ ۱۹۷۳ء کی تحریک سول نافرمانی (بحالیٔ جمہوریت) میں گرفتاری کے لیے کارکن مہیا کرنے میں بھی آپ نے بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ اس تحریک میں آپ کے خصوصی تلامذہ قاری محمد یوسف عثمانی اور قاری عبدالقدوس عابد نے گرفتاریاں پیش کیں اور ظلم و بربریت کا نشانہ بنے۔

۱۹۷۳ء کے سیلاب زدگان کے لیے جماعتی سطح پر آپ نے امدادی رقوم اور ضروریاتِ زندگی کی اشیاء فراہم کیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوت میں بھی آپ نے مجلسِ عمل تحفظ ختمِ نبوت کے پلیٹ فارم پر خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۷۵ء میں جمعیت علماء اسلام نے شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں آل پاکستان نظامِ شریعت کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ تو بھٹو حکومت نے شیرانوالہ باغ میں کانفرنس کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہ کانفرنس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوئی۔ حکومت نے سیاسی انتقام کے طور پر مدرسہ نصرت العلوم اور اس سے ملحقہ جامع مسجد نور کو اوقاف کی تحویل میں لینے کا اعلان کر دیا۔ اس وقت کے صوبائی وزیر اوقاف رانا محمد اقبال نے اپنی تمام سیاسی و حکومتی سرگرمیاں اس مقصد کے لیے وقف کر دیں۔ ادھر جمعیت علماء اسلام نے شہر کے نوجوان سیاسی راہنما نوید انور نوید کی سربراہی میں ایکشن کمیٹی تشکیل دے دی اور باقاعدہ تحریک کا آغاز کر دیا۔ تین سو کے قریب افراد گرفتار ہوئے۔ اس تحریک میں بھی آپ نے پوری پوری سرپرستی کی اور آپ کے تین بیٹے مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس قارن اور مولانا عبدالحق خان بشیر اس تحریک میں گرفتار ہوئے جو تقریباً چار ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں زیرِ حراست رہے۔ مجبوراً حکومت نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔

۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے مقابلہ کے لیے دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل پاکستان قومی اتحاد کے نام سے نو جماعتی اتحاد معرضِ وجود میں آیا اور انتخابات میں دھاندلی کے بعد ان کے نتائج کو مسترد کرتے ہوئے تحریک

نظامِ مصطفےٰ کا آغاز ہوا۔ اس تحریک میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اور ایک ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں گرفتار رہے۔ اس تحریک میں آپکے صاحبزادہ حافظ عبدالحق خان بشیر بھی گرفتار ہوئے اور آپ کے ساتھ جیل میں رہے جبکہ آپ کے بڑے فرزند مولانا زاہد الراشدی نے پاکستان قومی اتحاد صوبہ پنجاب کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے بھرپور کردار ادا کیا۔ ایک ماہ کیمپ جیل لاہور میں قید رہے اور جناب حمزہ، اقبال احمد خان مرحوم اور دیگر قائدین کے ساتھ مل کر صوبائی سطح پر تحریک کی قیادت کی۔

آپکے استقلال کا ایمان افروز واقعہ

تحریک نظامِ مصطفےٰ کے دوران حسبِ معمول جب آپ جلوس کی قیادت کر رہے تھے۔ آپ کی قیادت میں جلوس مسجد بوہڑ والی سے باہر نکلا۔ تو فیڈرل سیکورٹی فورس (ایف۔ ایس۔ ایف) کے کمانڈر نے جلوس کو روکنے کی کوشش کی لیکن جلوس نہ رُکا۔ اس نے لکیر کھینچی اور اعلان کیا کہ اگر کسی نے یہ لکیر عبور کی تو گولی سے اُڑا دیا جائے گا۔ آپ نے انتہائی شانِ قلندری سے فرمایا:

"مَیں تریسٹھ برس کی مسنون عمر پوری کر چکا ہوں اور شہادت کی تمنا و آرزو رکھتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے کمانڈر کی کھینچی ہوئی لکیر عبور کر گئے۔ اس مردِ درویش کی شانِ قلندری کے سامنے فیڈرل سیکورٹی فورس کی سنگینیں اور رائفلیں ندامت سے جھک گئیں اور یہ مردِ قلندر جلوس لے کر آگے بڑھ گیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت

قادیانیت کے خلاف تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں دیگر علماء کی طرح آپ بھی گرفتار ہوئے اور ۹ ماہ تک سنٹرل جیل ملتان میں رہے

آپ کے برادرِ خورد مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بھی اس تحریک میں چھ ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں گرفتار رہے۔ اس دوران آپ کو ملتان جیل میں زہر دینے کی کوشش بھی کی گئی جو کامیاب نہ ہو سکی۔

خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیدار :

اسی دوران جیل میں ہی رات کو خواب میں آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیدار ہوا فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جیل میں ہی ہوں اور مجھے کسی نے اطلاع دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیرے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں، میں پریشان ہو گیا کہ جیل میں میرے پاس ان کی خدمت کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے دری بچھائی، اتنے ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ میں نے انہیں دری پر بٹھایا اور عرض کی حضرت جیل میں اس وقت میرے پاس آپ کی خدمت کے لیے کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں قہوہ بنالوں۔ آپ نے فرمایا فوراً بنالو کیونکہ میں نے جلدی جانا ہے اور دجال کو قتل کرنا ہے۔ میں نے جلدی سے قہوہ بنایا۔ آپ نے نوش فرمایا اور تیزی سے چلے گئے۔

تصنیفی کارنامے :

تصنیف کے میدان میں بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ کی تصانیف میں قاری کے لیے تمام دلچسپیوں کا سامان فراہم ہوتا ہے۔ اردو ادب کی چاشنی، دلائل و براہین کی بھرمار، ظرافت، اندازِ بیان میں شائستگی اور نفسِ مسئلہ کے ہر پہلو پر نظر آپ کی تصانیف کی انفرادی خصوصیات ہیں۔ اب تک ۶۰ کے قریب کتب تالیف فرما چکے ہیں جو علماء اور عوامی حلقوں میں بے حد مقبول ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے مختلف موضوعات مثلاً ردّ بدعات، فاتحہ خلف الامام، سماع الموتٰی وغیرہ پر متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی تعداد

تقریباً ساٹھ تک جا پہنچی ہے۔ ان کتب میں "راہ سنت" جو رد بدعات پر مفصل اور باحوالہ کتاب ہے۔ اس کو اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ اس کے تقریباً پندرہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور مانگ بدستور جاری ہے۔ آپ کی کتابوں پر

۱۔ حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۴۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات موجود ہیں۔

آپ کی کتابوں کا طرز و اسلوب یہ ہے کہ مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ مسئلہ کے مخالف پہلو کو لے کر اس کے جوابات اس انداز سے دیئے جاتے ہیں کہ کتاب میں مناظرانہ رنگ نمایاں محسوس ہوتا ہے۔ راہ حق کا متلاشی آپ کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد منزل کو پالیتا ہے۔ حضرت صاحب کی مشہور کتابیں:

۱۔ راہ سنت	۲۔ احسن الکلام	۳۔ گلدستہ توحید
۴۔ تبرید النواظر	۵۔ باب جنت	۶۔ حکم الذکر بالجہر
۷۔ چالیس دعائیں	۸۔ طائفہ منصورہ	۹۔ تسکین الصدور
۱۰۔ سماع موتیٰ	۱۱۔ مقام ابی حنیفہؒ	۱۲۔ تنقید متین
۱۳۔ ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں		۱۴۔ عمدۃ الاثاث
۱۵۔ تفریح الخواطر	۱۶۔ ارشاد الشیعہ	۱۷۔ ازالۃ الریب
۱۸۔ اظہار العیب	۱۹۔ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ اول)	

۲۰۔ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ دوم)

۲۱۔ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ سوم)

۲۲۔ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ چہارم)

۲۳۔ ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر

۲۴۔ الشہاب المبین ۔۔۔ ۲۵۔ المسلک المنصور
۲۶۔ عباراتِ اکابر ۔۔۔ ۲۷۔ بانی دارالعلوم
۲۸۔ ضوء السراج ۔۔۔ ۲۹۔ عیسائیت کا پس منظر
۳۰۔ الکلام المفید ۔۔۔ ۳۱۔ مسئلہ قربانی
۳۲۔ آئینہ محمدیؐ ۔۔۔ ۳۳۔ تبلیغ اسلام
۳۴۔ اخفاء الذکر۔ (حصہ دوم) ۔۔۔ ۳۵۔ راہِ ہدایت
۳۶۔ حلیۃ المسلمین ۔۔۔ ۳۷۔ دل کا سرور
۳۸۔ شوقِ حدیث ۔۔۔ ۳۹۔ صرف ایک اسلام
۴۰۔ انکارِ حدیث کے نتائج ۔۔۔ ۴۱۔ ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح
۴۲۔ درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ وغیرہ

درسِ قرآن کریم کے افادات

درسِ قرآن کریم کے حوالے سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تین جداگانہ معمول رہے ہیں۔ ایک درس وہ تھا جو جامع مسجد گکھڑ میں نمازِ فجر کے بعد روزانہ ہوتا تھا اور کئی بار مکمل ہوا۔ دوسرا ترجمہ و تفسیر وہ ہے جو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں روزانہ صبح اسباق کے آغاز سے قبل حضرت مدظلہ پڑھاتے رہے، یہ درس دو سال میں مکمل ہوتا ہے اور کافیہ سے اوپر کے تمام طلبہ کی حاضری اس میں ضروری ہوتی ہے جبکہ تیسرا درس قرآن وہ ہے جو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی سالانہ تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کے عنوان سے کم و بیش ربع صدی تک تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

مدرسہ نصرۃ العلوم والے دونوں درس چونکہ علماء کرام اور طلبہ کے لیے ہوتے تھے اس لیے ان میں علمی مباحث زیادہ ہوتی تھیں جن سے علماء کرام اور منتہی طلبہ ہی صحیح معنوں میں استفادہ کر سکتے ہیں جب کہ گکھڑ والا درس عوام کے لیے ہوتا تھا جو زیادہ تفصیلی ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی تھا اور عام لوگوں کے لیے اس کی

افادیت بھی بہت زیادہ ہے۔

بہت سے دوستوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس درس کو منضبط کرکے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے مگر اس میں اُلجھن یہ تھی کہ یہ درس پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ جناب کی محنت اور ذوق کے باعث ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مکمل محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے اُردو میں منتقل کرنے اور پھر زبان کا معیار قائم رکھتے ہوئے مفہوم کو ادا کرنے کا مرحلہ خاصا مشکل تھا اس لیے بہت سے احباب شدید خواہش اور تمنا کے باوجود اس سمت عملی پیش رفت نہ کر سکے۔

اب حضرت شیخ مدظلہ کے خصوصی تلمیذ و مرید مولانا محمد نواز بلوچ نے حضرت مدظلہ کے خادم خاص حاجی میر محمد لقمان کی توجہ اور اصرار سے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور حضرت شیخ مدظلہ کے گکھڑ والے تفصیلی اور عوامی درس قرآن کریم کو کیسٹوں کی مدد سے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنے کا کام شروع کیا ہے جس کا پہلا حصہ آپ کے سامنے ہے۔

مولانا محمد نواز بلوچ کا طریق کار یہ ہے کہ وہ مضمون کو پنجابی سے اُردو میں منتقل کرتے ہیں اور اسکے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے فرزند اکبر اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی صاحب اس پر نظرثانی کرتے ہیں پھر اس کی کتابت ہوتی ہے اور دونوں حضرات باری باری اس کو دوبارہ مطالعہ کرکے چیک کرتے ہیں۔

اس کے باوجود ان حضرات کی طرف سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی یا جھول رہ گئی ہو تو اسے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے کاتبین کی کوتاہی پر محمول کیا جائے اور اس کی انہیں اطلاع دی جائے تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے لیے مسلسل دعا

کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ سے نوازیں اور ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھیں نیز یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ درس قرآن کے ان افادات کو کتابی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرنے والے سب حضرات کی اس محنت کو قبول فرمائیں اور انہیں اس کی بحسن وخوبی تکمیل کی توفیق سے نوازیں تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان بھائی حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ان گراں قدر افادات سے فیض یاب ہو سکیں آمین

یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

فہرست کتاب

حالات واقعی

ختم قرآن کے موقعہ پر میں نے بتایا تھا کہ پاکستان بننے سے پانچ سال قبل جولائی ۱۹۴۳ء میں گکھڑ میں آیا اور ۱۰ جولائی ۱۹۴۳ء سے درسِ قرآن کریم شروع کیا تین دن قرآن پاک کا درس ہوتا رہا اور تین دن حدیث شریف کا درس ہوتا رہا۔

الحمدللہ! درس سننے والوں نے قرآن کریم کے ساتھ ساتھ صحاح ستہ یعنی بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابنِ ماجہ شریف، ابوداؤد شریف کے علاوہ مستدرک حاکم کی چار جلدیں اور ابو داؤد طیالسی، ادب المفرد، الترغیب و الترہیب اور جامع الصغیر بھی دروس میں سنیں یہ سب حدیث کی کتابیں ہیں میں ان احادیث کے الفاظ بھی باقاعدہ پڑھتا تھا تاکہ تمہارے کان آنحضرت ﷺ کے الفاظ کے ساتھ مانوس ہو جائیں۔

میں ڈائریاں تو نہیں دیکھ سکا مگر میرے خیال کے مطابق (کیونکہ حافظہ کمزور ہو گیا ہے اور اس عمر میں ہونا بھی چاہیے) یہ دسویں مرتبہ قرآن کریم درس میں ختم ہوا ہے۔ اگر قرآن کریم کے ساتھ حدیث کا درس نہ ہوتا تو اس سے زیادہ مرتبہ ختم ہو چکا ہوتا ساتھی درس کی کیسٹ کر رہے ہیں اور کچھ درس کیسٹ سے رہ گئے ہیں۔ اس لئے یہ طے کیا ہے کہ دو دن تسلسل کے ساتھ درس ہوگا اور تیسرے دن جن آیات اور سورتوں کا درس کیسٹ سے رہ گیا ہے ان کا اعادہ ہوگا تاکہ قرآن کریم کا جو حصہ

کیسٹوں سے رہ گیا وہ بھی درج ہو جائے۔

آج صرف قرآنِ کریم کے کچھ فضائل بیان کیے جائیں گے۔ قرآنِ کریم آسمانی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے۔ اور صرف قرآنِ کریم کو نیہ شرف اور فخر حاصل ہے کہ اپنی اصلی شکل میں موجود ہے توراۃ انجیل زبور بھی برحق ہیں اور باقی جتنے صحیفے نازل ہوئے ہیں تمام کے تمام برحق ہیں۔ اور ہمارا سب پر ایمان ہے مگر قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اور صحیفہ اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہے ان میں تحریف کر دی گئی۔

قرآنِ کریم اپنی اصلی شکل وصورت میں محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا اور جب تک دنیا میں قرآن کریم موجود ہے قیامت نہیں آئے گی۔ قیامت قائم ہونے سے پہلے ورقوں سے الفاظ صاف کر دیئے جائیں گے۔

رات کو لوگ قرآن پڑھ کر سوئیں گے صبح کو جب اٹھیں گے تو ورقے صاف ہوں گے اور حافظوں اور قاریوں کے سینوں سے بھی قرآنِ کریم نکال لیا جائے گا یہ ان کی توہین کے لئے نہیں ہوگا بلکہ دنیا کے نظام کو سمیٹنے کے لئے ایسا کیا جائے گا۔ اور جب قیامت قائم ہوگی اس وقت دنیا میں اللہ، اللہ کہنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ فَعَلٰی اُولٰٓئِكَ تُقَامُ السَّاعَةُ پس ان لوگوں پر قیامت برپا ہوگی۔

بہرحال اس وقت آسمانی کتابوں میں صرف قرآنِ کریم اصلی حالت میں موجود اور محفوظ ہے۔ اس کے لفظوں کی بھی حفاظت ہوئی ہے۔ ترجمے کی بھی حفاظت ہوئی ہے۔ اس کی تفسیر کی بھی حفاظت ہوئی ہے۔ اور اس کے لب و لہجے کی بھی

حفاظت ہوئی ہے۔ آخری پیغمبر کی امت نے جس طرح قرآنِ کریم کی حفاظت کی ہے اس طرح کوئی امت بھی اپنی کتاب کی حفاظت کی ہے اس طرح کوئی امت بھی اپنی کتاب کی حفاظت نہیں کرسکی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم بہترین امت ہو۔

اور قرآنِ کریم میں ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ تمام امتوں میں سے تم بہتر امت ہو یہی وجہ ہے کہ قیامت والے دن سب سے پہلے اس امت کا حساب ہوگا حالانکہ قاعدے اور دستور کے مطابق اس کا حساب آخر میں ہونا چاہیے کیونکہ آخر میں آئی ہے اور پل صراط سے سب سے پہلے یہ امت گذرے گی اور جنت بھی سب سے پہلے یہ امت داخل ہوگی آنحضرت ﷺ کے بعد ترتیب یوں ہوگی جنت میں پہلا قدم آنحضرت ﷺ کا اور دوسرا قدم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوگا اور تیسرا قدم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چوتھا قدم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہوگا اور پانچواں قدم حضرت علی رضی اللہ عنہ رکھیں گے۔ کیونکہ تمام پیغمبروں کے بعد ان کا مقام ہے۔ پھر باقی امت داخل ہوگی۔ اس امت کو آخری پیغمبر اور قرآنِ کریم سے تعلق کی وجہ سے یہ مقام عطا ہوا ہے۔

قرآنِ کریم بڑی عظیم کتاب ہے صحاح ستہ میں سے ابن ماجہ بھی حدیث کی کتاب ہے۔ ابنِ ماجہ میں روایت آئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت سیکھ لے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے تو اس سے بہتر ہے کہ تو سو رکعت پڑھے اور اگر تو صبح کو ایک باب سیکھ لے علم کا اور عمل کرے یا نہ کرے تو ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔

یعنی ایک آدمی قرآنِ کریم کی ایک آیت سیکھتا ہے بغیر ترجمہ اور تفسیر کے اور

ایک آدمی سو نفل پڑھتا ہے تو سو نفل پڑھنے والے سے ایک آیت کریمہ سیکھنے والے کی فضیلت زیادہ ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے اور ایک آدمی قرآنِ کریم کی ایک آیت ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھتا ہے اس کی شان فضیلت اور ثواب ہزار رکعت نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔

مثلاً ایک آدمی نے صحیح تلفظ کے ساتھ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ پڑھنا سیکھا تو اس کا درجہ سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔ اور اس کا معنٰی اور تفسیر سمجھ لے تو اس کا درجہ ہزار رکعات نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔ ہزار رکعات پڑھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ایک رات میں ایک ہزار نفل پڑھا کرتے تھے۔ ورد وظیفے جتنے بھی ہیں اپنی اپنی جگہ تمام کے تمام برحق ہیں۔ مگر قرآنِ کریم پڑھنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ اور ترتیب کے ساتھ تمام کا تمام قرآنِ کریم پڑھنا چاہیے۔

بعض مرد اور عورتیں اس بیماری میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے پانچ سورتے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ انہیں پانچ سورتوں کو ہی پڑھتے رہتے ہیں۔ اور بعضے صرف سورۃ یٰسین کو ہی پڑھتے رہتے ہیں۔ بے شک یہ بھی قرآنِ کریم کا حصہ ہیں۔ مگر قرآنِ کریم سارا پڑھنا چاہیے۔ تھوڑا پڑھو زیادہ پڑھو۔ اول سے لے کر آخر تک پڑھو۔ اور قرآنِ کریم روزانہ پڑھنے کا معمول بناؤ۔ بلکہ آج کے دن سے عہد کرلو کہ ہم سے جتنا بھی ہوسکا پارہ آدھ پارہ یا پاؤ ہم روزانہ ضرور پڑھیں گے۔ باقی وہ سورتیں جو اپنے مطلب کے لئے پڑھتے ہو بے شک وہ بھی پڑھو ان کی افادیت سے انکار نہیں ہے۔

اور پڑھو بھی صحیح تلفظ کے ساتھ کہ معلوم ہو کہ عربی پڑھ رہا ہے۔ اور لوگ تلفظ کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ تلفظ اتنا تو ضرور ہو کہ پتہ چلے کہ عربی ہے یا پنجابی ہے۔ اسی طرح اذان اور تکبیر کا بھی تلفظ صحیح ہونا چاہیے۔ الفاظ صحیح ہوں اعراب صحیح ہوں، لہجہ صحیح ہو۔ اگرچہ اب تم قاری تو نہیں بن سکتے مگر کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ سننے والا سمجھ جائے کہ یہ عربی پڑھ رہا ہے پنجابی اور گرمکھی نہیں پڑھ رہا۔

مردوں کی طرح عورتیں بھی صحیح تلفظ کی طرف توجہ دیں۔ اس سلسلے میں پہلے تو خاصی دقت اور پریشانی ہوتی تھی۔ اب تو الحمدللہ ثم الحمدللہ قاری بھی آپ کے پاس موجود ہیں ان کے پاس جائیں اور تلفظ درست کریں۔

قرآنِ کریم کے کچھ آداب بھی سن لیں..........

①...... قرآنِ کریم کا پہلا ادب یہ ہے کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ پڑھا ہے پھر قرآنِ کریم پڑھنا شروع کریں اور یہ ادب خود قرآنِ کریم میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ اور جب تو پڑھے قرآن تو پناہ لے اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے۔

کیونکہ آدمی جب نیکی کرنے لگتا ہے تو شیطان درمیان میں کود پڑتا ہے کہ یہ نیکی نہ کرے۔ اور وہ ہمیں نظر بھی نہیں آتا اور ہے بھی ہم سے طاقتور اور مضبوط اور رب تعالیٰ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے پروردگار! تو مجھے اس کے شر سے محفوظ فرما۔ میں تیری پناہ چاہتا ہوں تو مجھے اس مردود کے شر سے اپنی

پناہ میں رکھتا کہ وہ میرے دل میں وسوسے نہ ڈالے اور انسان جب نیکی کرتا ہے تو شیطان بڑے وسوسے ڈالتا ہے وہ کام جو آپ کو پہلے اور پیچھے یاد نہیں آتے نماز میں اور قرآنِ کریم پڑھتے وقت وہ یاد آجاتے ہیں کہ میں نے فلاں کام بھی کرنا ہے فلاں کام بھی کرنا ہے۔ فلاں جگہ ضروری جانا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ شیطان آکر کہتا ہے اُذْکُرْ کَذَا ، اُذْکُرْ کَذَا فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر۔

②...... قرآنِ کریم کا دوسرا ادب یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّ أَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَھُوَ أَقْطَعُ ہر ذیشان کام جو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع نہ کیا جائے تو وہ دُم کٹا ہوتا ہے، بے برکت ہوتا ہے۔

دیکھو! جانور کی دم کٹی ہوئی ہو تو وہ کیسا برا لگتا ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی اچھا اور جائز کام کرو تو اس سے پہلے بسم اللہ پڑھو ورنہ اس کام میں برکت نہیں ہوگی۔ مکمل بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ پڑھے صرف بسم اللہ کہہ لے تو بھی ٹھیک ہے۔

مگر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مکمل پڑھنی چاہیے۔ وضو کرنے سے پہلے، کھانا کھانے سے پہلے، پانی پینے سے پہلے وغیرہ۔

اور یاد رکھنا کہ برے اور ناجائز کام سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شراب پینے سے پہلے کہے بِسْمِ اللّٰہِ

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تو ایسا شخص کافر و مرتد ہو گیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ تو قرآنِ کریم کے آداب میں سے پہلا ادب ہے تعوذ پڑھنا۔ اور دوسرا ادب ہے تسمیہ پڑھنا۔

③...... اور قرآنِ کریم کے ادب میں سے یہ بھی ہے کہ بے وضو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ البتہ بغیر وضو کے زبانی پڑھ سکتا ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حیض کی حالت میں عورت قرآنِ کریم نہیں پڑھ سکتی اور مرد جنابت کی حالت میں نہیں پڑھ سکتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَاتَقۡرَءُ الۡحَائِضُ وَالۡجُنُبُ شَیۡئًا مِّنَ الۡقُرۡاٰنِ حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھے البتہ اس حالت میں ذکر کر سکتے ہیں۔ سُبۡحَانَ اللهِ، اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ، اَسۡتَغۡفِرُ اللهَ پڑھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ وظیفے قرآن سے نہ ہوں۔

④...... قرآنِ کریم کا جتنا ادب و احترام کیا جائے کم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کو پست جگہ پر نہ رکھا جائے۔

⑤...... اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے۔ قرآن سے بلند ہو کر نہ بیٹھا جائے۔

⑥...... ایسے مدرسہ میں جہاں طلبہ کی تعداد زیادہ ہو اور جگہ کم ہو تو پڑھنے والے آگے پیچھے بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، ایسی صورت میں اگر پیٹھ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ مجبوری ہے۔

⑦...... قرآن مجید کا پڑھنا اور سمجھنا کارِ ثواب ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ قرآن کو دیکھنا بھی ثواب ہے۔ ہاتھ لگانا بھی ثواب ہے۔

⑧...... اس کے ورقوں کا پلٹنا بھی ثواب ہے۔ قرآن کریم میں تو ثواب کی

گھڑیاں ہیں مگر ہم حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

⑨...... جو لوگ قرآن کے ترجمہ میں شریک نہیں ہیں ویسے سننے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں ان کو چاہیے کہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں۔ بعض لوگ اپنی سہولت کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

⑩...... اس طرح بچوں کو بھی درمیان میں نہ بیٹھنے دیں۔ وہ بے چارے کیا سمجھیں گے۔ اور آپ حضرات قرآن کریم کو سامنے رکھو اور غور سے سمجھو اس سے بڑی عبادت اور کوئی نہیں ہے۔

قرآن کریم آنحضرت ﷺ پر اتارے جانے سے پہلے لوحِ محفوظ میں تھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے رمضان المبارک کے مہینہ میں لیلۃ القدر کی رات کو سارے کا سارا قرآن کریم ایک دفعہ آسمانِ دنیا پر بیت العزت کے مقام پر اور اس کو بیت العظمت بھی کہتے ہیں اتارا گیا۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر بیت العزت اور بیت العظمت کے مقام سے آنحضرت ﷺ پر تیئس سال میں آہستہ آہستہ نازل ہوا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے لے کر عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ تک کی پانچ آیتیں غارِ حرا میں آپ ﷺ پر نازل ہوئیں۔ اور آخری آیت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝ ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقعہ پر جمعہ کے دن عرفات کے میدان میں نازل ہوئی۔

تقریباً چھیاسی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور باقی سورتیں مدینہ منورہ

میں نازل ہوئیں۔ قرآنِ کریم کے یہ بڑے بڑے آداب میں نے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں۔

اصولِ تفسیر :

قرآنِ کریم کی تفسیر کا قاعدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی تفسیر قرآن کریم سے ہوگی اور آپ حضرات کے علم میں ہے کہ جب کوئی مشکل آیت کریمہ آجاتی ہے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ فلاں صفحہ کی فلاں آیت کریمہ نکالو اور اس کے لئے ایک اصطلاح اور قاعدہ بھی سمجھ لیں۔ پہلے پارے کا آخری رکوع نکالو تا کہ یہ قاعدہ آسانی سے سمجھ آجائے۔

''عین'' کا استعمال اور معنیٰ :

دیکھو! جہاں آخری رکوع ختم ہوتا ہے کنارے پر ''ع'' کی علامت تو ''ع'' کا معنیٰ جز اور حصہ ہے اس ''ع'' کے اوپر سولہ کا ہندسہ ہے اور اس کے پیٹ میں بارہ کا ہندسہ ہے اوپر والا ہندسہ سورۃ کے رکوع بتاتا ہے اور نیچے والا ہندسہ پارے کے رکوع بتاتا ہے کہ یہاں تک اتنے رکوع ہوگئے ہیں اور پیٹ والا ہندسہ یہ بتاتا ہے کہ اس رکوع میں اتنی آیتیں ہیں۔ لہٰذا اس ''ع'' کا اوپر والا سولہ کا ہندسہ کا بتارہا ہے کہ یہاں تک سورۃ کے سولہ رکوع ہوگئے ہیں۔ اور نیچے والا ہندسہ بتارہا ہے پارے کے سولہ رکوع ہیں اور پیٹ (درمیان) والا ہندسہ بتارہا ہے کہ اس رکوع میں بارہ آیتیں ہیں۔ بہرحال قرآن کریم کی تفسیر.........

①...... پہلے نمبر پر قرآن کریم سے ہوگی۔

②...... دوسرے نمبر پر حدیث پاک سے ہوگی۔ کیونکہ جس ذات پر قرآن

نازل ہوا ہے اس سے بہتر قرآن کریم کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اور آپ ﷺ کی تفسیر سب پر مقدم ہوگی۔

⑶...... تیسرے نمبر پر قرآن کریم کی تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوگی۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیونکہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے مفسر قرآن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امت سے دو امتیازی خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔

۱)...... ایک تو وہ قرآن پاک کے پہلے نمبر کے مفسر ہیں۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے وہ خود فرماتے ہیں مجھے رب کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے سے زیادہ کوئی قرآن کریم کو جاننے والا ہے اور میری اونٹنی وہاں تک مجھے لے جاسکتی ہو تو میں ضرور جا کر اس سے حاصل کروں۔

۲)...... اور دوسری اور سب سے بڑی صفت ان کی یہ ہے کہ وہ اَفْقَهُ الْاُمَّةِ ہیں۔ تمام امت میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے کامران اساتذہ سے فقہ حاصل کی ہے اور ان سے قرآن وسنت کو سمجھا ہے اس لئے تفسیر قرآن اور فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد نمبر ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا۔ جن کے لئے آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ ''اے پروردگار! ان کو قرآن کریم کا ماہر بنادے''۔ ان کے بعد پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کا درجہ اور مقام اور ان کے بعد تبع تابعین اور ان کے بعد درجہ بدرجہ سلف صالحین کا مقام ہے۔ یہ بات پختہ اور یقینی ہے کہ ہم ان پر اعتماد کئے بغیر از خود قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتے یہ حضرات ہمارے دین کا سرمایہ ہیں۔

قرآن کریم کی طرح حدیث پاک ہم ان کے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ حدیث کی سند محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھیں گے اور اس کا معنیٰ اور مفہوم فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھیں گے تو قرآن کریم کی تفسیر اس ترتیب سے ہوگی جو میں نے بیان کیا ہے اور امید ہے کہ درس سننے والوں کی حاضری پہلے سے زیادہ ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ اور بہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ جو ساتھی نہیں آئے ان کو لے کر آنا اور عورتیں بھی اپنی سہیلیوں کو ساتھ لے کر آیا کریں تا کہ ان کو بھی قرآن کریم کی سمجھ آئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۞ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۞ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۞

لفظی ترجمہ :

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ میں پناہ حاصل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ شیطان مردود سے بِسْمِ اللّٰہِ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے الرَّحْمٰنِ جو بے حد مہربان ہے الرَّحِیْمِ نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا اَلرَّحْمٰنِ بے حد مہربان ہے الرَّحِيْمِ نہایت رحم کرنے والا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جو مالک ہے جزا اور بدلے کے دن کا اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ چلا ہم کو سیدھے راستے پر صِرَاطَ الَّذِيْنَ راستہ ان لوگوں کا اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ جن پر تو نے انعام کیا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا وَلَا الضَّآلِّيْنَ اور نہ گمراہوں کا آمین رب تعالیٰ ایسا ہی کرے۔

فضائل :

اس سورۃ کا نام سورۃ الفاتحہ ہے فتح کا ایک معنیٰ کھولنا بھی ہے چونکہ یہ سورۃ قرآن کریم کو کھولنے والی ہے، اس سے قرآنِ کریم کی ابتداء ہوتی ہے اس لئے اس کو فاتحہ کہتے ہیں۔

جس طرح کسی شئے کا عنوان ہوتا ہے یہ سورۃ قرآنِ کریم کا عنوان ہے اور اس کا نام سوال بھی ہے کہ اس میں سوال کرنے کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ کسی سے سوال کرنے اور مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ سائل جس سے مانگتا ہے پہلے اس کی تعریف کرتا ہے کہ تم بڑے ہمدرد ہو، خیر خواہ ہو اور سخی ہو پھر اپنا تعلق بتاتا ہے میں تمہارا شہر دار یا محلہ دار ہوں اور تمہارے زیر سایہ ہوں پھر اپنی کمزوری اور عاجزی کا اظہار کرتا ہے،

پھر اپنا سوال پیش کرتا ہے کہ یہ میری ضرورت ہے جو تمہارے سے مانگنے آیا ہوں۔ اس سورۃ میں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا بے حد مہربان ہے نہایت رحم کرنے والا ہے جو مالک ہے جزا اور بدلے کے دن کا۔ پھر اپنا تعلق بتایا......

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور آگے سوال ہے.........

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ چلا ہم کو سیدھے راستے پر۔ اس سورۃ کا نام شافیہ بھی ہے۔ یعنی شفا دینے والی۔ حقیقتاً تو شفا دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے جس کی وجہ سے روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔

بخاری شریف صفحہ ۳۰۴ میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک محاذ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو روانہ فرمایا کامیابی کے بعد جب واپس ہوئے رات ایک چھوٹے سے قصبے میں ہوئی وہاں رات گزارنے کا ارادہ کیا لیکن وہاں کے لوگوں نے ان کی مہمانی سے انکار کیا کہ ہم صابیوں کو یہاں نہیں رہنے دیں گے۔ جس طرح آج کل اہل حق کو وہابی کہتے ہیں اس وقت اہلِ حق کو صابی کہتے تھے۔ کہنے لگے کہ ہم نے صابیوں کو یہاں نہیں رہنے دینا۔

اس طرح سمجھو جس طرح ہمارے ساتھی تبلیغی جماعت والے بعض قصبات میں جاتے ہیں تو وہ لوگ ان کے بستر ے اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں اور ان کو

ہاتھوں اور کانوں سے پکڑ کر باہر نکال دیتے ہیں کہ لوگ ان کی باتیں سن کر متاثر ہوں گے اور ہمارے ریوڑ سے نکل جائیں گے۔ ورنہ یہ لوگ ان سے کچھ مانگتے تو نہیں ہیں۔ اپنا کھانا اور اپنا پینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

بہرحال انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قصبے سے باہر نکال دیا چونکہ اندھیرا تھا انہوں نے قصبے کے قریب ہی ڈیرہ لگا لیا کہ رات گزار لیں اور صبح کو چلیں گے اتفاق ایسا ہوا کہ قصبے کے بڑے سردار کو زہریلے قسم کے موذی جانور نے ڈنگ مارا۔ روایت میں ہے کہ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ انہوں نے ہر طرح کی کوشش کی یعنی وہاں جتنے چھومنتر اور دم کرنے والے تھے کسی کا بس نہ چلا۔ مجبور ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے کہ ہمارے سردار کو کوئی زہریلی چیز لڑ گئی ہے کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں دم کریں گے مگر تیس بکریاں لیں گے۔ تیس اس لئے کہا کہ یہ آدمی تیس تھے ہر ایک کو ایک، ایک آ جائے گی۔

چنانچہ ان کے ساتھ گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا كَاَنَّهَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ گویا کہ اس کو گرہ سے کھول دیا ہے۔ یعنی اس کو اس طرح محسوس ہوا کہ کبھی تکلیف ہوئی ہی نہیں ہے۔ فرمایا شرط پوری کرو کہ تیس بکریاں ہمارے حوالے کرو۔ چنانچہ تیس بکریاں گن کر ان سے لیں۔ مگر تقسیم نہ کیں کہ مدینہ طیبہ میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں گے اگر ہمارے لئے جائز ہوں گی تو تقسیم کریں گے ورنہ مالکوں کو واپس کر دیں گے۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ

اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللهِ" بیشک جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب زیادہ حق رکھتی ہے کہ تم اس پر اجر لو۔ اور فرمایا کہ اس مزدوری میں سے میرا بھی حصہ نکالو۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا حرص اور لالچ نہ تھا بلکہ صرف ان کا وہم دور کرنا مقصود تھا کہ یہ تم نے کوئی گناہ نہیں کیا اگر اس میں کسی قسم کا شبہ ہوتا تو حضور ﷺ یہ نہ فرماتے کہ مجھے بھی حصہ دو۔

اس روایت کے پیش نظر تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی تعویذ گنڈے اور دم کرنے پر اجرت لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو اس سورۃ کو شافیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا معنٰی ہے کہ میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہاں چونکہ کتاب کو شروع کرنا ہے اس لئے شروع کا فعل نکالتے ہیں ورنہ جس کام کے لئے پڑھو گے وہی فعل نکالیں گے مثلاً کھانا کھانا ہے تو وہاں ١ كُلُ کا فعل نکالیں گے اور ترجمہ ہوگا میں کھانا کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر کچھ پینا ہے تو اَشْرِبُ کا فعل نکالیں گے کہ میں پیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور پڑھنے کے وقت اَقْرَءُ نکالیں گے کہ میں پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بغیر مانگنے اور سوال کرنے کے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں جو مانگنے اور سوال کرنے کے

بعد دے۔ تو اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے وجود ملا ہے، کان ملے ہیں، آنکھیں ملی ہیں، ناک ملا ہے، دل، دماغ ملا ہے، زبان ملی ہے، سب کچھ اس نے بغیر مانگنے کے دیا ہے اور کتنی چیزیں ہیں جو اس نے بن مانگے عطا فرمائی ہیں۔ کیونکہ جب اس نے عطا کی ہیں ہمیں اس وقت سوجھ بوجھ ہی نہیں تھی کہ مانگتے اور مانگنے پر بھی وہی دیتا ہے کہ رحیم بھی ہے اس کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ فرمایا..........

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ایک ہے حمد اور ایک ہے مدح۔ حمد ایسی تعریف کو کہتے ہیں جو کسی کے ذاتی افعال پر کی جائے ذاتی اوصاف پر کی جائے۔ مدح عام ہے کسی کی خوبی ذاتی ہو یا غیر ذاتی ہو۔ اس پر جو تعریف کی جائے تو اس کو مدح کہتے ہیں۔

لہٰذا حمد صرف رب تعالیٰ کیلئے ہے کہ اس کی تمام خوبیاں اور اوصاف ذاتی ہیں مستعار اور مانگی ہوئی نہیں ہیں۔ اور ''تمام'' کا معنٰی الف لام کا ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔ رب کا معنٰی ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا۔ اگر رب کا مفہوم ہی سمجھ لے تو شرک کے قریب نہیں جا سکتا کیونکہ تربیت کے لئے رہائش کی ضرورت خوراک کی ضرورت، پانی کی ضرورت، ہوا کی ضرورت، حفاظت کی ضرورت اور جتنی بھی چیزیں تربیت کے لئے ضروری ہیں وہ سب رب تعالیٰ کے پاس اور اسی کے اختیار میں ہیں۔ تو کوئی اور اس کا شریک اور حصے دار کس طرح بن گیا؟۔ اور اس کے سوا کسی اور کے پاس حاجت روائی کے لئے جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟۔ اور تربیت کرنے والا صرف رب تعالیٰ ہے۔

عٰلَمِيْنَ جمع ہے عالم کی اور عالم کے معنٰی ہیں جہان اور جمع کا صیغہ اس لئے

لائے ہیں کہ عالم میں کئی عالم ہیں انسانوں کا عالم ہے، حیوانوں کا عالم ہے، پرندوں کا عالم ہے، حشرات الارض کا عالم ہے، تو تمام عالموں کا پالنے والا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ بے حد مہربان اَلرَّحِیْمِ نہایت رحم کرنے والا ہے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ جو مالک ہے جزا اور بدلے کے دن کا۔

دِیْن کا معنیٰ بدلا اور جزا ہے۔ آج بھی حقیقی مالک تو وہی ہے مگر عارضی طور پر بندوں کو بھی مالک بنایا ہے۔ اور تیری میری کہتے ہیں۔ کہ ادھر تیری حکومت ہے اور ادھر میری حکومت ہے۔ فلاں چیز تیری ہے اور فلاں چیز میری ہے۔ تیرا اقتدار ہے اور میرا اقتدار ہے۔ مگر قیامت کے دن جب تمام کائنات جمع ہوگی رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ؟ بتاؤ آج کس کا ملک اور شاہی ہے؟۔ دنیا میں تم بادشاہ اور ڈکٹیٹر بنے ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ میرا ملک اور میری شاہی ہے۔ اس وقت سب کی زبان سے نکلے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ آج اللہ واحد، قہار کی شاہی ہے۔ وہاں میری، تیری کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اِیَّاكَ نَعْبُدُ اے پروردگار! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ قاعدے کے مطابق تو نَعْبُدُكَ ہونا چاہیے تھا۔ کہ نعبد پہلے اور ''کاف'' ضمیر بعد میں ہونی چاہیے تھی کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں مگر ضمیر کو فعل فاعل پر مقدم کر دیا تاکہ حصر پیدا ہو جائے۔ اب معنیٰ ہوگا کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ زبانی عبادت بھی اور بدنی عبادت بھی اور مالی عبادت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور التحیات میں بھی ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ زبانی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے ہیں وَالصَّلَوٰتُ اور بدنی عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وَالطَّیِّبٰتُ اور مالی عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ہر طرح کی عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کے سوا معبود کوئی نہیں ہے۔ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

استعانت کی مختلف صورتیں :

استعانت کا مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں استعانت کی دو قسمیں ہیں..........

①...... ایک ظاہری اور اسباب کے تحت استعانت ہے کہ مثلاً بیمار آدمی حکیم اور ڈاکٹر سے مدد لیتا ہے۔ غریب امیر سے مدد لیتا ہے۔ کمزور آدمی کوئی وزنی کام خود نہیں کرسکتا طاقت ور سے بدنی مدد لیتا ہے کہ میرا ہاتھ بٹاؤ یہ ظاہری اور اسباب کے تحت استعانت ہے۔ اس کے جائز ہونے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اسی استعانت کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی نیکی اور تقوے کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ تو اسباب کے تحت جو مدد اور معاونت ہے یہ جائز ہے۔

②...... دوسری استعانت ہے مَافَوْقُ الْاَسْبَابْ اسباب سے بالاتر کسی سے مدد طلب کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مثلاً میں کہوں کہ میرے گھٹنوں میں درد ہے اس کو دور کردے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ ہاں یہ کہوں کہ مجھے درد کیلئے کوئی گولی دے دو، پھکی دے دو، یہ اسباب کے تحت ہے یہ جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا فرمائی جس کا علاج نہ ہو سوائے دو بیماریوں کے ایک بڑھاپا اور دوسری موت۔ تو ماتحت الاسباب استعانت اور ہے، اور مافوق الاسباب استعانت اور ہے۔ دونوں میں گڑبڑ نہ کرنا۔

ایک شخص یہاں کھڑا ہے اور کہتا ہے اے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میری مدد کر یہ مافوق الاسباب استعانت ہے۔ اس طرح کہنے میں ان کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب ماننا پڑے گا اور متصرف فی الامور سمجھنا پڑے گا اور یہی کفر کی بنیاد ہے۔ تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ "مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ" شامی، عالمگیری، البحر الرائق اور بزازیہ میں ہے کہ جو آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ پکا کافر ہے کیونکہ یہ مافوق الاسباب استعانت ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے جائز نہیں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے لے کر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تک اللہ تعالیٰ کی تعریف تھی اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں اپنا تعلق بتایا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، مانگتے کیا ہیں؟ آگے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا.........

صراطِ مستقیم :

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ چلا ہم کو سیدھے راستے پر صِرَاطَ الَّذِيْنَ راستہ ان لوگوں کا اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ جن پر تو نے انعام کیا۔ کل میں نے عرض کیا تھا

کہ قرآن کریم کی بہترین تفسیر وہ ہے جو خود قرآن کریم سے ہو تو اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ کی تفسیر خود قرآن کریم نے کی ہے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ یہ لوگ ہیں فرمایا..........

انعام یافتہ قومیں :

فَاُولٰٓـئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وہ نبی ہیں، صدیق ہیں، شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔ان چاروں پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔

① ...... پہلے درجے میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جو انعام اپنے پیغمبروں پر کیا ہے۔وہ اور کسی پر نہیں کیا۔

② ...... دوسرے نمبر پر صدیق ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔

③ ...... تیسرے نمبر پر شہداء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

④ ...... چوتھے نمبر پر صالحین ہیں۔کہ وہ نہ تو پیغمبر ہیں نہ صدیق ہیں، نہ شہید ہیں۔بلکہ ایمان لا کر نیکیاں کر کے اخلاق حسنہ کے ساتھ نیکوں کی صف میں شامل ہوگئے ہیں۔

یہ چار گروہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔یہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے ہیں۔اور صراطِ مستقیم کیا ہے؟۔اس کی تفسیر بھی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں فرمائی

ہے۔آٹھواں پارہ چھٹا رکوع نکال کر دیکھ لیں.........

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

اے نبی کریم! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیں آؤ میں پڑھ کر سناؤں تمہیں وہ چیزیں جو حرام فرمائی ہیں تمہارے پروردگار نے تم پر وہ یہ ہیں کہ تم شریک نہ ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو غربت کی وجہ سے ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی اور نہ قریب جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہری ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ ہوں ان میں سے اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ ان باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تم کو تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقے سے جو بہتر ہو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوت کو اور پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب تم بات کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اگرچہ قریبی رشتہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اس پر تم چلو۔

تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور اصول بیان فرمائے ہیں اور اس پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ آگے فرمایا.........

مغضوب علیہم :

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ ان لوگوں کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا وَلَا الضَّآلِّیْنَ اور نہ گمراہوں کا۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۲۴ امسند احمد ج ۴ ص ۳۷۸ میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ یہودی ہیں اور ضَآلِّیْنَ نصاریٰ ہیں۔

یہودی حقیقت کو جانتے اور سمجھتے تھے پھر ایمان نہیں لائے۔ قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وہ اس پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں مگر ضد کی وجہ سے مانتے نہیں تھے۔
گمراہی کے دو ہی طریقے ہیں.........

① ...... ایک یہ کہ لاعلمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حق کو نہ حاصل کر سکے۔

② ...... دوسرا یہ کہ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی انکار کر گئے۔

یہودی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو پہچاننے اور قرآن کریم کو حق جاننے کے باوجود محض ضد کی وجہ سے انکار کرتے تھے اور نصاریٰ کے پاس اس وقت اتنا علم نہیں تھا جتنا یہود کے پاس تھا۔ تو نصاریٰ لاعلمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔ اور یہود کے مرد تو درکنار ان کی عورتیں بھی عالم تھیں۔ اور آنحضرت ﷺ اور قرآنِ کریم کے حق ہونے کے متعلق معلومات رکھتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ :

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی پھوپھی توراۃ کی بڑی ماہر تھیں اور بتایا کرتی تھیں کہ اس طرح ایک پیغمبر نے آنا ہے اور اس کے یہ یہ اوصاف اور خوبیاں ہوں

گی۔ اور وہ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئیں گے تو ان کے ساتھیوں نے سفید لباس پہنا ہوا ہوگا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کھجوریں اتارنے کیلئے کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے تھے اور ان کی پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں کھجور کا خوشہ تھا میں نے مکہ مکرمہ کی طرف سے کچھ آدمیوں کو آتے ہوئے دیکھا میں نے پھوپھی کو آواز دی کہ یہ آدمی مکہ کی طرف سے آرہے ہیں۔ اور سفید لباس پہنے ہوئے ہیں۔

پھوپھی نے کہا کہ یہ وہی پیغمبر اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کھجور کے خوشے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے خوشی خوشی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خوشی کی وجہ سے خوشے بھی نہ رکھ سکے۔ آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا تو کہنے لگے اِنَّ الْوَجْهَ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ بے شک یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ اور اسی مجلس میں مسلمان ہو گئے۔ جب یہ آپ ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے اس وقت آپ ﷺ یہ بیان فرمارہے تھے کہ لوگو!............

مدینہ طیبہ پہنچنے پر حضور ﷺ کا پہلا خطبہ مبارکہ :

☆...... اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور

☆...... اَفْشُوا السَّلَامُ اور سلام کو عام کرو، اکرام مؤمن ملحوظ رکھو، ایک دوسرے کی قدر کرو۔

☆...... اَطْعِمُوا الطَّعَامَ غریبوں کو کھانا کھلاؤ۔

☆...... وَلَيِّنُوا الْكَلَامَ اور نرم گفتگو کرو۔

☆...... صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ لوگ جب سوئے ہوئے ہوں تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یہ پہلا درس تھا آنحضرت ﷺ کا۔

مسلمان ہونے کے بعد واپس گئے پھوپھی کو بتایا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تو پھوپھی نے کہا کہ ابھی اپنے ایمان کا اعلان نہ کرنا ورنہ یہودی تجھے قتل کر دیں گے۔ تو یہود دیدہ دانستہ حق کے راستے کو چھوڑ کر گمراہ ہوئے یہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ہیں۔ لہٰذا اے پروردگار! جن پر تیرا غضب ہوا ان کے راستہ پر نہ چلا اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ اور نہ ان کے راستہ پر چلا جو غلط فہمی میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوئے۔ یعنی نصاریٰ۔

”آمین“ اور اس کا معنٰی :

آمین ، آمین کا معنٰی ہے اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما۔ امین کا ذکر حدیث پاک میں آتا ہے۔ اور قرآن کریم میں اس لئے نہیں لکھی گئی کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ قرآن پاک کا حصہ ہے۔ اتنی احتیاط کی گئی ہے یہ سورۃ فاتحہ کا خلاصہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ (اللہ پاک سمجھ عطا فرمائے ، امین)۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ ۚۛ فِیْہِ ۚۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۲﴾ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَۃِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

لفظی ترجمہ :

الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ یہ کتاب ہے لَارَیْبَ فِیْہِ اس میں کوئی شک نہیں هُدًى ہدایت ہے لِّلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کے لئے الَّذِیْنَ

پرہیز گار وہ لوگ ہیں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ جو ایمان لاتے ہیں بن دیکھے وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو وَمِمَّا اور اس چیز سے رَزَقْنٰھُمْ جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے یُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ ہیں یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں بِمَآ اس چیز پر اُنْزِلَ اِلَیْكَ جو نازل کی گئی آپ کی طرف وَمَآ اور اس چیز پر اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ جو نازل کی گئی آپ سے پہلے وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام سورۃ البقرہ ہے اور قرآن کریم کی ترتیب کے لحاظ سے اس کا دوسرا نمبر ہے اوپر دیکھو یہاں سورۃ البقرہ لکھا ہوا ہے اس سے پہلے دو کا ہندسہ ہے یہ بتا رہا ہے کہ اس سورۃ کا دوسرا نمبر ہے اور سورۃ الفاتحہ پہلی سورۃ ہے۔

اس سورۃ کا نام بقرہ ہے۔ بقرہ گائے کو بھی کہتے ہیں اور بیل کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی نر اور مادہ دونوں پر بقرہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس سورۃ کا نام بقرہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں عامیل نامی ایک شخص کو اس کے بھتیجوں یا چچازاد بھائیوں نے اس کی جائیداد پر قبضہ کرنے کی خاطر قتل کر دیا تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ فیصلہ تو گواہوں پر ہوتا ہے اور موقع کا گواہ تو کوئی نہیں ہے لہذا بات آئی گئی ہو جائے گی۔

چنانچہ قتل کرنے کے بعد یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے کہ ہمارے چچا کو کسی

نے قتل کر دیا ہے ہماری داد رسی کی جائے اور معلوم کیا جائے کہ قاتل کون ہے؟۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے............
فَاذْ بَحُوْا بَقَرَۃً پس تم گائے کو ذبح کرو۔ اور اس کا ایک حصہ مثلاً دل اس مردے کو مارو وہ زندہ ہو کر خود بتادے گا کہ میرا قاتل کون ہے۔ چنانچہ انہوں نے کافی لیت ولعل کے بعد گائے کو ذبح کیا تھا جب اس کا ایک حصہ مردے کو مارا گیا تو اس نے بتایا کہ میرے قاتل فلاں ہیں۔ تو چونکہ اس سورۃ میں اس بقرہ کا ذکر ہے اس لئے اس سورہ کا نام بقرہ رکھا گیا ہے۔ یعنی وہ سورۃ جس میں گائے کے ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

اگر چہ اس سورۃ میں اور بھی کئی واقعات ہیں مگر اس واقعہ کی مناسبت سے اس کا نام بقرہ رکھا گیا ہے۔ یہ سورۃ قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سے سب سے بڑی سورۃ ہے۔ اور مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے اور لفظ مدینہ کے بعد ستاسی کا ہندسہ لکھا ہوا ہے جو یہ بتا رہا ہے کہ نازل ہونے کے اعتبار سے اس سورۃ کا ستاسواں نمبر ہے۔ اس کے چالیس رکوع اور دو سو چھیاسی آیات ہیں۔

الٓمٓ : الف۔ لام۔ میم مستقل آیت کریمہ ہے اور اس میں تین حرف ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کو دس نیکیاں ملیں گی (اور قرآن کریم سننے والے کو بھی ہر ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں)۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

پھر فرمایا میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم الگ حرف ہے۔ گویا الٓمٓ پڑھنے والا تیس نیکیوں کا حقدار ہے۔

اسی طرح سننے والا بھی تیس نیکیوں کا حق دار ہے۔ الٓـمّٓ حروفِ مقطعات ہیں یہ حروفِ مقطعات قرآن مجید کی انتیس سورتوں کے شروع میں آتے ہیں یہاں الٓـمّٓ ہے۔کہیں الر ہے کسی جگہ یٰسین ہے اور کہیں طٰهٰ ہے اور کہیں حم ہے۔

حروفِ مقطعات کا معنیٰ :

مقطع کا مفہوم آپ اس طرح سمجھیں کہ کسی لفظ کو اختصار کے ساتھ لکھنے اور بولنے کے لئے اس سے ایک حرف الگ کرلیں اور وہ حرف لکھ کر یا بول کر وہ لفظ مراد لیں جیسے............

۱)...... مردم شماری کا نمبر لکھتے ہوئے تو اس طرح لکھ دیتے ہیں (م۔ش نمبر ۱۰۰) مردم سے ''م'' لے لی اور شماری سے ''ش'' لے لیا۔ تو م،ش نمبر ۱۰۰ سے مراد مردم شماری نمبر ۱۰۰ ہے۔

۲)...... یا جس طرح نوائے وقت کا مشہور کالم نویس تھا محمد شفیع مرحوم تو لفظ محمد سے میم لے لی شفیع سے شین لے لی محمد شفیع کا مخفف م،ش بنا۔ چنانچہ م،ش کی ڈائری مشہور تھی۔

۳)...... یا جس طرح ڈپٹی کمشنر کا مخفف ڈی سی ہے۔ اور اسسٹنٹ کمشنر کا مخفف اے سی ہے۔ اسی طرح یہ حروف مقطعات بھی مخفف ہیں۔ پھر یہ کس سے مخفف ہیں؟۔ اور ان کا مخفف کیا ہے؟۔

① ...... تو اس کے متعلق اکثر تو فرماتے ہیں کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذٰلِكَ ان کی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمیں صرف ان کے پڑھنے اور سننے کا ثواب ہوگا۔ ان کی حقیقت اور مراد کو ہم نہیں جانتے۔

② ...... اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ هِيَ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ پھر ان کے قول کی تشریح میں اختلاف ہے کہ آیا بعینہ "الم ، حٰم" اللہ تعالیٰ کے نام ہیں یا یہ حروف ناموں کے مخفف ہیں۔

① ...... تو ایک گروہ کہتا ہے کہ بعینہ یہی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ ان پر اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں تو یہ نہیں آتے تو اس کا جواب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن کثیر میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں یہ دیا ہے کہ ننانوے نام تو اللہ تعالیٰ کے مشہور ہیں۔ اور غیر مشہور تو شمار سے باہر ہیں البتہ جو بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں ان کی تعداد خمسة الآف پانچ ہزار ہے۔ جو پہلی کتابوں اور صحیفوں میں نازل ہوئے ہیں۔

② ...... دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ حروف بعینہ نام نہیں ہیں بلکہ ناموں کے مخفف ہیں مثلاً الف مخفف ہے اللہ سے اور لام مخفف ہے لطیف کا۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔ ذاتی نام تو اللہ جل جلالہٗ ہے باقی سب صفاتی نام ہیں۔ جیسے رحمٰن ہے رحیم ہے جبار ہے وکیل ہے۔

عملیات کا علم جاننے والے بتاتے ہیں کہ جس مرد یا عورت کی شادی میں رکاوٹ ہو تو وہ یا رحیم یا کریم یا لطیف کا وظیفہ کرے رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ (طریقہ وظیفہ یہ ہے کہ جس نے وظیفہ کرنا ہے وہ اپنے نام اور اپنی والدہ کے نام کے عدد نکالے اس عدد کے برابر ان تینوں لفظوں کو کسی ایک نماز کے ساتھ اکتالیس دن پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ نواز بلوچ گوجرانوالہ)۔

اور اگر آپس میں عداوت کو دور کرنا ہو تو یا رحیم یا کریم یا ودود کا وظیفہ کرے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اور ودود کا معنیٰ ہے محبت کرنے والا۔(اس وظیفے کی ترکیب بھی وہی ہے جو میں نے اوپر ذکر کی ہے۔ بلوچ)۔

اور اگر رزق کی تنگی ہو تو یا رحیم، یا کریم، یا رزاق ہر نماز کے ساتھ تین مرتبہ پڑھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء میں برکت ہے۔ اور ہر نام کی الگ الگ خاصیت ہے۔ تو الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور لام سے مراد لطیف ہے اور میم سے مراد مالک ہے۔ مالک بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جزا کے دن کا مالک ہے۔ اور میم سے مراد مقتدر بھی ہو سکتا ہے اور مقیت بھی ہو سکتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

③...... اور تیسری بات ان حروف مقطعات کے متعلق قاضی بیضاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ انتیس سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مقطعات ہیں سِرٌّ بَيْنَ اللهِ تَعَالٰى وَبَيْنَ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہیں۔ ان کے بغیر ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا اور ان کا یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ کہ الف سے مراد اٰلَآءُ اللهِ ہے۔ اٰلَآءُ، اِلٰى یا اِلْوٌ کی جمع ہے اٰلَآءُ کا معنیٰ نعمتیں ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور لام سے مراد لطف اللہ ہے۔ اور میم سے مراد مُلْكُ اللهِ ہے۔ معنیٰ ہے گا نعمتیں بھی اللہ تعالیٰ کی، مہربانی بھی اللہ تعالیٰ کی اور ملک بھی اللہ تعالیٰ کا۔ یہ ان حروف کی مختلف تعبیریں بیان کی گئی ہیں۔ صحیح مفہوم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ یہ کتاب جو ہمارے سامنے موجود ہے لَا رَيْبَ فِيهِ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور منبع رشد و ہدایت ہے۔ اور اس کی ہر بات حقیقت پر مبنی ہے۔ اس پر بظاہر یہ سوال ہوتا ہے کہ شک کرنے والوں نے تو قرآن کریم پر شک کیا۔ چنانچہ خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ نکالو اسی پارے کا تیسرا رکوع اس کی دوسری آیت دیکھو۔ (ایسا میں اس لئے کرتا ہوں تاکہ تم صرف سنو ہی نہیں بلکہ خود دیکھو کہ تمہیں کچھ شد بدھ حاصل ہو جائے)۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ اور اگر ہو تم شک میں اس جز کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمائی ہے تو لاؤ تم اس جیسی کوئی ایک سورت۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ شک کرنے والوں نے قرآن کریم پر شک کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

قرآنِ کریم میں شک کا مطلب :

لَا رَيْبَ فِيهِ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں تو کوئی شک نہیں ہے یہ ان کے ذہنوں میں شک تھا تو یہ الگ الگ چیزیں ہیں آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ جیسے شہد ہے کہ اس کے میٹھے ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے لیکن صفراوی مزاج والے آدمی کو بخار ہو تو اسے شہد کڑوا لگتا ہے۔ شہد تو کڑوا نہیں ہے اس کا مزاج کڑوا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں تو کوئی شک نہیں ہے ان کے ذہنوں میں شک ہے۔

یا اس طرح سمجھو کہ بعض آدمی بھینگے ہوتے ہیں۔ ان کو ایک کی بجائے دو چیزیں نظر آتی ہیں تو چیز تو ایک ہوتی ہے مگر اس کی آنکھوں میں خلل ہوتا ہے۔ جیسے

کیمل پور (فیصل آباد) میں غلام جیلانی برق بھینگا تھا اس نے دو قرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس بھینگے کو ایک قرآن دو نظر آتے تھے اسی طرح اس نے دو اسلام نامی کتاب بھی لکھی ہے۔ اس کا جواب میں نے صرف ایک اسلام نامی کتاب لکھ کر دیا ہے۔ اور یہ میں نے ملتان جیل میں لکھی تھی۔ تو اس بھینگے کو ایک کی بجائے دو اسلام نظر آتے تھے۔ اور اس کی کتاب دو قرآن کا جواب قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا۔ لہٰذا قرآن کریم میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ ان کے ذہنوں میں شک تھا۔

هُدًى یہ تو نری ہدایت ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیز گاروں کے لئے۔ اس پر بھی بظاہر اعتراض ہوتا ہے کہ جو پہلے ہی پرہیز گار ہیں ان کے لئے ہدایت ہونا کیا کمال ہے۔ کمال یہ تو تھا کہ نافرمانوں اور مجرموں کے لئے یہ کتاب ہدایت ہوتی۔

اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم ہدایت تو تمام انسانوں کے لئے ہے جیسا کہ دوسرے پارہ میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ اور سورۃ فرقان میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان نازل فرمایا اپنے بندے پر تاکہ تمام جہانوں کے لئے نذیر بنے۔ مگر چونکہ فائدہ اس سے پرہیز گار اٹھاتے ہیں دوسرے لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے اس لئے ان کے لئے ہدایت پہنچنے کے اعتبار سے کہ متقی اس کو قبول کرنے والے ہیں آگے کون لوگ ہیں فرمایا............

﴿مومنین کی صفات﴾

① ......متقیوں کی پہلی صفت :

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ پرہیز گار وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں بن

دیکھے۔ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھی ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ذات ہے جو تمام صفات وکمالات کو جامع ہے اور سارا جہان اس کے تصرف اور قبضے میں ہے۔اس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ہے، نہ اس کا باپ ہے، نہ ماں ہے، نہ وہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ وہ بیمار ہوتا ہے، نہ اسکو موت آئے گی، وہ تمام کمزوریوں اور عیبوں سے پاک اور مبرا ہے۔

جس طرح ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا مگر اس پر ہمارا ایمان ہے اسی طرح ہم نے پیغمبروں کو بھی نہیں دیکھا مگر ان پر بھی ہمارا ایمان ہے۔سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ان کے درمیان بھی جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ اپنے اپنے زمانے میں برحق پیغمبر تھے۔

اسی طرح ہم نے فرشتوں کو بھی نہیں دیکھا اور دعا کرو کہ جلدی جلدی نظر بھی نہ آئیں کیونکہ موت کے وقت فرشتے ہر ایک کو نظر آتے ہیں۔مگر ہمارا ایمان ہے کہ فرشتے موجود ہیں۔

اسی طرح جنت ودوزخ پر بن دیکھے ہمارا ایمان ہے۔پلصراط، میدان محشر کو بن دیکھے مانتے ہیں، قبر کی راحت اور تکلیف کو نہیں دیکھا مگر اس پر ایمان ہے۔اللہ تعالیٰ قبر کی تکلیف سے سب کو محفوظ فرمائے۔تو متقیوں کی پہلی صفت ایمان بالغیب ہے یعنی عقیدے کا درست ہونا۔

②.....متقیوں کی دوسری صفت :

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اور وہ قائم کرتے ہیں نماز کو۔قائم کرنے کا معنٰی ہے کہ

نماز کو تمام شرائط اور واجبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ جو لوگ رکوع، سجود، قومہ، جلسہ اطمینان کے ساتھ ادا نہیں کرتے ان کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ٹکریں مارتے ہیں۔

اسی طرح جو آدمی بغیر مجبوری کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا اکیلے پڑھ لیتا ہے۔ اس کی بھی کامل نماز نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ مسجد کے قریب رہتے ہیں وہ اگر مسجد میں نماز نہ پڑھیں تو ان کی نماز بھی نہیں ہوگی۔

حدیث پاک میں آتا ہے لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہی ہوتی ہے۔ ہاں کوئی بڑھاپے کی وجہ سے گھٹنوں اور ٹخنوں سے رہ گیا ہے یا بیمار ہے یا بارش کی وجہ سے مسجد میں نہیں آسکتا یا سفر پر ہے یا اندھیرا ہے یا اور کوئی ایسی وجہ ہے تو اس کو گھر میں نماز پڑھنے پر بھی پوری نماز کا ثواب ملے گا۔

③...... متقیوں کی تیسری صفت :

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس چیز سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ اکثر حضرات تو فرماتے ہیں کہ چیز سے مراد مال ہے یعنی ہم نے ان کو جو مال دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں عشر نکالتے ہیں، فطرانہ ادا کرتے ہیں اور نفلی صدقات بھی کرتے رہتے ہیں بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ بیشک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

بعض لوگ بڑے کنجوس ہوتے ہیں زکوٰۃ کے مال کے علاوہ مال خرچ کرنے

کیلئے تیار نہیں ہوتے رشتہ داریاں بھی زکوٰۃ کے ساتھ نبھاتے ہیں۔ مثلاً ان کے عزیزوں، رشتہ داروں کی شادیاں ہوں تو آکر مسئلہ پوچھتے ہیں کہ ہمارے عزیز کے بچہ بچی کی شادی ہے وہاں ہماری زکوٰۃ لگ سکتی ہے؟۔ بھائی! ٹھیک ہے اگر وہ مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ لگ جائے گی مگر زکوٰۃ کے علاوہ دوسرا مال بھی تو تمہارے پاس موجود ہے وہ کیوں نہیں دیتے؟ زکوٰۃ پر کیوں ٹرخاتے ہو؟۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر :

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ سے مراد صرف مال ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نعمت اور قوت عطا فرمائی ہے، علم ہے، عقل ہے، بدنی طاقت ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے وہ اس کو خرچ کرتے ہیں کہ دوسروں کو تعلیم دیتے ہیں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس شریعت کا ایک مسئلہ بھی ہے تو اس کو دوسروں تک پہنچانا تمہارے فریضہ میں داخل ہے۔ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی ہے تو وہ دوسروں کو اچھا مشورہ دے ان کی راہنمائی کرے کسی کو رب تعالیٰ نے قوت بدنی عطا فرمائی ہے تو وہ کمزوروں کی بدنی مدد کرے کہ ان کے کام آئے ان کا ہاتھ بٹائے۔

④...... متقیوں کی چوتھی صفت :

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو نازل کی گئی آپ کی طرف۔ قرآن کریم اور حدیث شریف پر ایمان

لاتے ہیں۔ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ اُتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ کان کھول کر سن لو! مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی دیا ہے اور حدیثیں بھی عطا کی ہیں۔

قرآن اور حدیث میں فرق یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے الفاظ وہ ہیں جو لوحِ محفوظ سے نازل ہوئے ہیں اور حدیث کے الفاظ وہ ہیں جو آپ ﷺ نے تلفظ فرمائے ہیں۔ اور مفہوم قرآن وحدیث دونوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مفہوم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حدیث میں مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کی تعبیر آپ ﷺ اپنے الفاظ میں فرماتے تھے۔

جبرئیل علیہ السلام جو حکم آپ ﷺ تک پہنچاتے آپ اس کا ترجمہ اپنی زبان میں کر دیتے تو قرآن بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ لہٰذا جس طرح قرآن کریم کا منکر کافر ہے اسی طرح مجموعی حیثیت سے احادیث کا منکر بھی پکا کافر ہے۔

⑤ ...... متقیوں کی پانچویں صفت :

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور اس چیز پر جو نازل کی گئی آپ سے پہلے۔ جتنی بھی آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہے اور ایمان مفصل میں ہم پڑھتے ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقی وہ لوگ ہیں جو

ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کی گئی اگر آپ ﷺ کے بعد کسی نے آنا ہوتا تو فرماتے اور ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ ﷺ کے بعد نازل کی جائے گی مگر یہ نہیں فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کے بعد نازل ہونے والی کوئی چیز تھی ہی نہیں اس لئے مِنْ بَعْدِكَ نہیں فرمایا۔ اگر آپ ﷺ کے بعد نبوت ہوتی اور وحی آنی ہوتی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے متعلق بھی فرماتے۔

⑥......متقیوں کی چھٹی صفت :

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ قیامت حق ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور یاد رکھنا قیامت دور نہیں ہے آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو شخص مرتا ہے پس تحقیق اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ جنت دوزخ سامنے آجائے گی بلکہ آنکھیں بند ہوئے سے پہلے دنیا کی زندگی کے آخری لمحات میں ہی فرشتے نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ مرنے والے کے علاوہ دوسرے لوگوں کو نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ایمان بالغیب ہے۔

اور مرنے والے کو جان نکالنے والا فرشتہ اور اس کے ساتھ جو اس کے معاون ہوتے ہیں، نظر آتے ہیں۔ نیک ہے تو جنت کا لباس اور خوشبوئیں لے کر آتے ہیں اور اگر بد ہے تو جہنم کے ٹاٹ اور بد بوئیں لے کر آتے ہیں۔ اس لئے قبر کو نہ بھولو جزا سزا کو نہ بھولو آخرت کو نہ بھولو۔

جوانی میں عبادت :

نوجوانو یادرکھو! عبادت تو عبادت ہے نماز تو نماز ہی ہے چاہے نوجوان پڑھے یا بوڑھا مگر نوجوان کی عبادت اور نماز کا لطف ہی اور ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے نیچے جن لوگوں کو جگہ ملے گی ان میں ایک وہ شَابٌّ نوجوان ہوگا نَشَاءَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی جس کی جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزری ہوگی۔

لہٰذا جوانی کی حالت میں عبادت کا بڑا درجہ ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اس کو صرف سنو ہی نہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۗ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

لفظی ترجمہ :

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًى یہی لوگ ہدایت پر ہیں مِّنْ رَّبِّهِمْ اپنے پروردگار کی طرف سے وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ برابر ہے ان پر ءَاَنْذَرْتَهُمْ کیا آپ ان کو ڈرائیں اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ یا نہ ڈرائیں لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللّٰهُ مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر وَعَلٰى سَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ اور

ان کی آنکھوں پر پردہ ہے وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اوران کے لئے عذاب ہے بڑا۔

ربط کی اہمیت :

کل کے درس میں آپ نے سنا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوااوراس میں کوئی شک نہیں ہے۔اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے۔پھر پرہیز گاروں کے اوصاف بیان فرمائے کہ پرہیزگار وہ لوگ ہیں.........

①...... يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہیں اس کے پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں اس کی کتابوں کو مانتے ہیں۔

②...... اوران کی دوسری خوبی یہ ہے کہ نماز قائم کرتے ہیں نماز ایسی عبادت ہے کہ جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔اگر نماز کو اسلام سے نکال دیا جائے تو اسلام کی عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ نماز دین کا ستون ہے۔ ستون کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی۔

③...... اور تیسری صفت بیان فرمائی کہ ہم نے جوان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ مال ہے علم ہے قوۃ بدنی ہے مشورے کی صلاحیت ہے۔

④...... چوتھی صفت بیان فرمائی کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، قرآن و سنت سے اس پر ایمان لاتے ہیں۔

⑤...... اور پانچویں صفت بیان فرمائی کہ آپ سے پہلے جو کچھ نازل ہوا ہے

توراۃ، انجیل، زبور اور صحیفے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

⑥...... اور چھٹی صفت یہ بیان فرمائی کہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

آگے اس کا نتیجہ بیان فرمایا..........

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ یہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے **وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

یہاں ایک بات اور سمجھ لیں وہ یہ کہ آیا قرآن کریم آپس میں مربوط ہے یا نہیں اس طرح کہ سورتوں کا سورتوں کے ساتھ ربط رکوعوں کا رکوعوں کے ساتھ ربط آیتوں کا آیتوں کے ساتھ آپس میں ربط اور جوڑ ہے یا نہیں۔ تو اس سلسلہ میں مفسرین کرام ﷭ کے دو گروہ ہیں۔

①...... ایک گروہ کا نظریہ ہے کہ کوئی ربط نہیں ہے، یہ شاہی فرمان ہے، بادشاہ اپنے ایک وزیر کو حکم دیتا ہے کہ تو نے یہ کام کرنا ہے دوسرے وزیر کو حکم دیتا ہے کہ تو نے وہ کام کرنا ہے۔ باورچی کو اس کے متعلق حکم دیتا ہے۔ دھوبی کو اس کے متعلقہ حکم دیتا ہے کہ تو نے کپڑے دھونے ہیں، ان کو استری کرنی ہے۔ کسی کو بوٹ پالش کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یعنی ہر ایک کے حال کے مطابق حکم دے گا۔ ان کے درمیان ربط کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ بادشاہ کے احکام ہیں بس ٹھیک ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر ایک کے حال کے مطابق احکام جاری فرمائے ہیں ان میں ربط تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس شاہی فرمان ہے، اس کو مانو اور اس پر عمل کرو۔

②...... اور مفسرین کرام ﷭ کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ بیشک قرآن کریم

شاہی فرمان ہے مگر شاہی فرمان ہونے کے باوجود اس میں ربط موجود ہے۔ اور قرآن کریم کی تفسیر میں جو خاصی مشکل چیزیں ہیں ان میں ایک ''ربط'' بھی ہے۔

جو حضرات ربط کے قائل ہیں ان میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے پیر و مرشد مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچرانوالے) کے علاوہ کئی دیگر بزرگ شامل ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ اور سورۃ بقرہ میں یہ ربط ہے کہ سورۃ فاتحہ میں صراط مستقیم کا مطالبہ تھا۔ اور سورۃ بقرہ میں اس کی منظوری ہے کہ تم نے جو ہدایت مانگی تھی وہ میں نے اس کتاب کی شکل میں تمہیں دے دی ہے.........

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور یہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جب بھی کوئی مصلح پروگرام لے کر لوگوں کے پاس آیا ہے تو اس کا واسطہ تین قسم کے لوگوں کے ساتھ پڑا ہے.........

① ...... **ایک وہ جنہوں نے اس کو دل اور زبان سے مانا اور یقین کیا یعنی انہوں نے اس کو ظاہراً اور باطناً تسلیم کیا أُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** تک اس گروہ کا ذکر تھا۔ یہ مومن متقی کہلاتے ہیں۔

② ...... اور دوسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو نہ دل سے مانتا اور تسلیم کرتا ہے اور نہ زبان سے یہ کافر جابر کہلاتا ہے اگلی دو آیتوں میں اس گروہ کا ذکر

ہے۔

③...... اور تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو زبان سے مانتے ہیں مگر دل سے تسلیم نہیں کرتے، یہ منافق کہلاتے ہیں۔ اگلے سارے رکوع میں یعنی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تک ان کا ذکر ہے۔ اور ایسے لوگوں سے چونکہ زیادہ خطرہ ہوتا ہے کہ یہ اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ ہوتے ہیں لوٹے کی طرح پھرتے رہتے ہیں اس لئے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ان دو آیتوں میں جابر کافروں کا ذکر ہے۔ جو نہ دل سے مانتے ہیں اور نہ زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ یعنی انہوں نے قرآن کریم کو اور رسول ﷺ کو نہ دل سے مانا اور نہ زبان سے اقرار کیا۔ فرمایا......

منکرین کا انجام :

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ برابر ہے ان پر ءَاَنْذَرْتَهُمْ کیا آپ ان کو ڈرائیں اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ یا نہ ڈرائیں لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیتِ کریمہ پر دو اشکال وارد ہوئے ہیں......

①...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کفار کو آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے تو جب ان کے حق میں ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے تو ان کو ایمان کی دعوت دینا اور تبلیغ کرنے کا کیا فائدہ ہے؟۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذمہ ایسا مہمل کام کیوں لگایا ہے؟۔

اس کے جواب میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ فرمایا ہے سَوَآءٌ عَلَیْکَ نہیں فرمایا۔ یعنی ان کافروں کے لئے برابر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے لئے تبلیغ کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کو دعوت اور تبلیغ کا ثواب ملے گا۔ کوئی مانے یا نہ مانے اور اب بھی یہی مسئلہ ہے کہ جو مبلغ حق کی تبلیغ کرتا ہے اس کو بیان کرنے کا ثواب ملے گا اگر کوئی خوش قسمت مان لے تو نور علیٰ نور اور اگر کوئی نہ بھی مانے تو اس کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

②...... دوسرا اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ حالانکہ بہت سارے کافر ایمان لائے دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلے کافر مشرک ہی تو تھے اس کے جواب میں مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مصداق وہ کافر ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان کی استعداد خراب ہے اور ان کا خاتمہ کفر پر ہونے والا ہے۔ جیسے ابو جہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ جن کا خاتمہ کفر پر ہی ہوا اور جن کی قسمت میں ایمان تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ اس میں داخل نہیں ہیں۔

اگلی آیت کریمہ کو ذرا غور اور توجہ کے ساتھ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَعَلٰی سَمْعِھِمْ اور ان کے کانوں پر وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں۔

دلوں پر مہر کا مطلب :

یہاں پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی

کانوں میں ڈاٹے چڑھا دیئے اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے یعنی ان کی ہدایت کے سارے راستے بند کر دیئے تو اس کے بعد اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان کا کیا قصور ہے؟ وہ رب تعالیٰ سے زور آور تو نہیں ہیں کہ خود پردے اٹھالیں، ڈاٹے نکال لیں اور دلائل کو دیکھ سن کر ایمان لے آئیں۔رب، رب ہے اس سے زیادہ طاقت ور کون ہے۔اور کافر بھی رب کو رب مانتے تھے اور مشرک بھی رب تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے بلکہ ظاہر طور پر اگر دیکھا جائے تو نام کے مسلمانوں سے مشرکوں کو رب تعالیٰ سے عقیدت زیادہ تھی۔اور یہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

شرک کا وسیلہ :

چنانچہ آٹھویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا دستور بتایا ہے فرمایا وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ نَصِيْبًا اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی سے اور مویشیوں سے ایک حصہ فَقَالُوْا پھر کہتے ہیں هٰذَا لِلّٰهِ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

تو مشرک پہلے رب تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے پھر خود ساختہ معبودوں کا حصہ نکالتے تھے جبکہ یہ نام کے مسلمان جن کو دین کی حقیقت کا علم نہیں ہے یہ صرف بزرگوں کے پیچھے پھرتے رہتے ہیں انہیں کا دھواں دھاتے رہتے ہیں پھر تھک ہار کے رب تعالیٰ کی طرف آتے ہیں۔

اور سورۃ یونس میں آتا ہے کہ مشرک کہتے تھے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات بہت

بلند ہے اور ہم بڑے گھٹیا اور حقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ یہ ہماری سفارش کرتے ہیں۔ کہتے تھے کہ اس طرح سمجھو کہ صدر مملکت کو رعیت کا ہر آدمی تو بغیر واسطہ کے نہیں مل سکتا بلکہ ڈی، سی، کمشنر، وزیر اعلیٰ وغیرہ کا واسطہ تلاش کرے گا۔ جن کے ذریعے سے وہاں تک پہنچے گا اسی طرح ہم ان کے ذریعے خدا تک پہنچتے ہیں۔

اور سورۃ زمر میں ہے کہ وہ کہتے تھے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے یہ ہماری سیڑھیاں ہیں۔ ہماری ان کے آگے اور ان کی خدا کے آگے۔ مشرک ان کو رب نہیں مانتے تھے بلکہ رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں بناتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل میں فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ط پس تم خدا کے لئے ایسی مثالیں نہ بیان کرو اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے حالات اور ضروریات کا علم ہے۔ اس کو کسی کے ذریعہ سے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور تمہارے صدر وغیرہ کچھ نہیں جانتے۔ بلکہ وہ تو پہلے ملاقاتیوں کی تسلی کرے گا کہ کہیں کوئی مجھے گولی مارنے کے لئے تو نہیں آرہا، پھر ملاقات کی اجازت دے گا۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی مثال بھی دیتے تھے کہ مکان کی چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھیوں کی ضرورت ہوتی ہے اُڑ کر تو کوئی نہیں جا سکتا تو یہ بزرگ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ہماری سیڑھیاں ہیں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس طرح دیا فرمایا.........

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ تو یہاں کون سی سیڑھی لگاؤ گے اس ساری گفتگو سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا بلکہ بظاہر بڑا عقیدت مند ہوتا ہے۔ اور رب تعالیٰ کو بڑا سمجھتا ہے تو جب رب تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی، کانوں پر مہر لگادی، آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تو وہ ان کو ہٹا کر کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ تو وہ ایمان نہ لائیں تو ان کا کیا قصور ہے؟ ایمان لانے کے راستے بھی بند کر دیئے جائیں اور ان کو کہا جائے کہ ایمان لاؤ یہ تو اس طرح ہے جس طرح فارسی زبان کا شاعر کہتا ہے

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

کہ کسی شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں پھینک دیا جائے اور اسے کہا جائے کہ تر نہ ہونا۔ بھائی! وہ پانی سے تر نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ تو جب رب تعالیٰ نے مہریں لگا کر ان کے راستے بند کر دیئے تو اب وہ اگر ایمان نہ لائیں تو ان کا کیا گناہ ہے؟۔

اسی طرح سورۃ مدثر میں آتا ہے یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہدایت اور گمراہی تو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے تو پھر گمراہیوں کا کیا قصور ہے؟۔ اس کا جواب سمجھنے سے پہلے ایک اصول سمجھ لیں وہ یہ کہ قرآن کریم میں ایک جگہ اجمال ہوتا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ قرآن پاک نے کسی مسئلے میں اشتباہ

نہیں رہنے دیا بلکہ دوسری جگہ اس کی وضاحت کردی ہے کوئی نہ سمجھے تو اس کی مرضی ہے۔

اس اشکال کا جواب سمجھنے کے لئے آپ سورۃ حم سجدہ نکالیں یہ پہلی آیات تو میں تبرک کے طور پر پڑھتا ہوں۔ حٰمٓ ○ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ یہ رحمٰن اور رحیم کی طرف سے اتارا گیا ہے کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ یہ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس کی آیات تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا قرآن عربی زبان میں ہے۔ لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ اس قوم کے لئے جو جانتی ہے کہ یہ قرآن ہے۔ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا یہ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔لیکن قرآن کریم کے ساتھ قوم نے کیا، کیا؟ فرمایا........

فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ پس ان کی اکثریت نے اعراض کیا اس جملے کو نہ بھولنا کہ ان کی اکثریت نے قرآن کریم سے اعراض کیا اس سے چہرہ پھیرلیا۔ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ پس وہ سنتے نہیں ہیں یعنی مانتے نہیں ہیں اور کہتے کیا ہیں۔ وَقَالُوۡا اور انہوں نے کہا قُلُوۡبُنَا فِيۡۤ اَكِنَّةٍ ،اَكِنَّةٌ ، كِنَانٌ کی جمع ہے اور کنان کا معنٰی ہے پردہ اور غلاف۔ معنٰی ہوگا ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔

مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ اس چیز سے جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو یعنی ہم نے اپنے دلوں کو پردوں میں سنبھال رکھا ہے تمہاری دعوت کا ہمارے اوپر کوئی اثر نہیں ہے۔ وَفِيۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹے ہیں، ہم نے کانوں میں ڈاٹے چڑھائے ہوئے ہیں۔

وَمِنۡۢ بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے

ہم نے اپنی آنکھوں کے آگے پردہ لٹکایا ہوا ہے ہم ان نگاہوں سے تجھے دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں جن نگاہوں سے تجھے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) دیکھتے ہیں۔

فَاعْمَلْ پس تو اپنا کام کر اِنَّـنَا عَامِلُوْنَ ہم اپنا کام کرنے والے ہیں۔

اب دیکھو! جن لوگوں نے اپنے کسب، اختیار اور ارادے سے اپنے دلوں پر غلاف چڑھا لئے، کانوں میں ڈاٹے ٹھونک لئے، اپنی آنکھوں پردے لٹکائے اور اپنے اُنے ہدایت کے تمام راستے بند کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی عمل کیا کیونکہ قانونِ خداوندی ہے.........

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی جدھر کوئی جانا چاہتا ہے ہم اس کو ادھر ہی بھیج دیتے ہیں۔

تو جب انہوں نے پردے لٹکا لئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا ٹھیک ہے تم اس پر راضی ہو تو خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَعَلٰى سَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں۔ جو انہوں نے پسند کیا اللہ تعالیٰ نے ویسا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے کے بعد اختیار دیا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو دونوں راستے دکھا دیئے، فرمایا وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور ہم نے اس کو دکھا دیئے دونوں راستے خیر کا بھی اور شر کا بھی۔

اسی طرح قرآن کریم کی اس آیت کریمہ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے کی تفصیل

بھی متعدد مقامات پر موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتا ہے اور کس کو گمراہ کرتا ہے۔ تیرہواں پارہ سورۃ رعد میں ارشادِ ربانی ہے............

وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور اپنی طرف کا راستہ اسے دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو ہدایت اس کو نصیب ہوتی ہے جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ فرمایا............

فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (سورۃ صف) پس جب ان لوگوں نے کجی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے جبراً کسی کو گمراہ نہیں کیا ان آیات کو یاد کرو اور سمجھو تا کہ کوئی تمہیں دھوکہ نہ دے سکے کہ بندے کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ تو مجبور ہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے............

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے جبر اور اختیار کے متعلق دو فرقے ہیں ان کے نظریات بھی سمجھ لیں............

معتزلہ اور جبریہ کے عقائد باطلہ :

①...... ایک فرقہ ہے معتزلہ، معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ اگر ہم تقدیر مانتے ہیں تو ہمیں کس نیکی کا صلہ ملے گا؟ کیونکہ جو لکھا ہے وہی کرتے ہیں اس میں ہمارا کیا اختیار ہے؟۔ لہٰذا انہوں نے سرے سے تقدیر کا انکار کر دیا۔

②...... اور دوسرا فرقہ ہے جبریہ وہ کہتے ہیں کہ ہم رب تعالیٰ کے ہاتھ میں کٹھ

پتلی ہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے رب تعالیٰ ہی ہم سے سب کچھ کرواتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مجبورِ محض ہیں۔

لیکن اہلِ حق اہل السنۃ والجماعت کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو مجبور محض بھی نہیں بنایا اور ہر چیز کا اختیار بھی نہیں دیا اور جتنا اختیار دیا ہے اس سے اتنا ہی پوچھا جائے گا۔ (کتنا اختیار دیا ہے اس کو اس طرح سمجھو کہ ایک ٹانگ اٹھانے کا اختیار دیا ہے بیک وقت دونوں ٹانگوں کو اٹھانے کا اختیار نہیں دیا۔ اگر ایسا کرے گا تو گر جائے گا۔ بلوچ)۔

البتہ ایک سوال خاصا مشکل ہے وہ یہ کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے یا ہو رہا ہے سب کچھ پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا ہے اور اس لکھے ہوئے کو ہم بدل نہیں سکتے تو پھر ہم مجبورِ محض ہوئے۔ یہ بات اسی طرح ہے کہ سب کچھ پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ علماءِ متکلمین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور عَلِيْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے وہ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔ اسے علم تھا کہ کس نے اپنی مرضی سے ایمان لانا ہے اور کس نے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرنا ہے کس نے نیکی کرنی ہے اور کس نے بدی کرنی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے سب کچھ لکھ دیا ہے کہ یہ کچھ ہوگا اور کریں گے اپنی مرضی سے اس طرح نہیں لکھا فلاں کو اس طرح کرنا پڑے گا جو انہوں نے کرنا تھا وہ لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا آدمی مختار ہے ایمان لانے میں اور کفر اختیار کرنے میں مجبور نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کا نتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ جو متقی ہیں اُولٰٓئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی فلاح پانے والے ہیں اور جو کافر ہیں وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کفر سے بھی اور اس کے نتائج سے بھی ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر طرح کے عذاب سے بچائے اور محفوظ فرمائے...... آمین۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩﴾ ؕ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿١٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْاۤ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿١١﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْاۤ اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْاۤ اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْاۤ اِنَّا مَعَكُمْ ۙ

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں وہ ایمان لانے والے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ اور وہ نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں بیماری ہے فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا پس زیادہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دردناک بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ نہ فساد مچاؤ زمین میں قَالُوْٓا کہتے ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ

پختہ بات ہے ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں اَلَآ اِنَّھُمْ خبردار بے شک وہ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وہی ہیں فساد کرنے والے وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ اور لیکن ان کو شعور نہیں ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ جیسے ایمان لائے ہیں لوگ قَالُوْٓا کہتے ہیں اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لائیں كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَآءُ جیسا کہ ایمان لائے ہیں بے وقوف۔

اَلَآ خبردار! اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ بے شک یہی ہیں بے وقوف وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن وہ جانتے نہیں ہیں وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جس وقت ملاقات کرتے ہیں ایمان والوں سے قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی مؤمن ہیں۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ اور جس وقت جاتے ہیں اپنے شیطانوں کی طرف قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ پختہ بات ہے ہم تو مومنوں سے مذاق کرتے ہیں اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اللہ تعالیٰ ان کو استہزاء کا بدلہ دے گا وَيَمُدُّهُمْ اور ان کو مہلت دیتا ہے فِىْ طُغْيَانِهِمْ ان کی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ وہ سرگرداں اور حیراں پھرتے ہیں۔

ربط :

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال کیا تھا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا اور ہدایت عطا کر دی اور فرمایا ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یہ پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے۔ ہدایت نامے کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں تین گروہ ہیں۔

① ...... ایک وہ جو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور زبان سے اقرار کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک ان کا ذکر تھا۔

② ...... دوسرا گروہ ہے جو نہ تو زبان سے اقرار کرتا ہے اور نہ دل سے تسلیم کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے لے کر وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ تک ان کا ذکر تھا۔

③ ...... اور تیسرا گروہ وہ جو زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل سے تسلیم نہیں کرتا جس کو شریعت کی اصطلاح میں منافق کہتے ہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تک ان کا ذکر ہے۔ فقہاء کرام، محدثین عظام، اور مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔

منافقین کے دو طبقے :

(۱)...... ایک نفاق اعتقادی ہے۔ (۲)...... اور دوسرا نفاق عملی ہے۔

① ...... اعتقادی منافق وہ ہوتا ہے جو دل سے بالکل تسلیم نہیں کرتا یعنی اس

کے دل میں بالکل ایمان نہیں ہوتا۔لوگوں کودھوکہ دینے کے لئے کہتا ہے کہ میں مومن ہوں۔ یہ منافق کافر اور مشرک سے بھی بدتر اور خطرناک ہوتا ہے۔اس لئے اس کی سزا بھی سب سے زیادہ سخت ہوگی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے جو سب سے زیادہ سزا والا طبقہ ہے۔

۲...... دوسرا نفاق عملی ہے۔عملی منافق اسے کہتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہوتا ہے مگر عمل منافقوں والے کرتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے عملی نفاق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں جس شخص میں ایک علامت ہوگی وہ ایک درجے کا منافق ہوگا۔جس میں دو علامتیں ہوں گی وہ دوسرے درجے کا منافق ہوگا۔جس میں تین علامتیں پائی گئیں وہ تین درجوں کا منافق ہوگا۔اور جس میں چاروں علامتیں پائی گئیں......

كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وہ پکا منافق ہے ہمیں خالی الذہن ہوکر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ کہیں ان میں سے کوئی علامت ہمارے اندر تو نہیں ہے۔اگر ہے تو بہت بری بات ہے۔وہ علامتیں کیا ہیں؟۔فرمایا......

منافقین کی نشانیاں :

۱)...... اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔یہ منافق کی پہلی علامت ہے۔جھوٹ کسے کہتے ہیں ہر وہ بات جو واقعہ کے خلاف ہو شریعت اسے جھوٹ کہتی ہے۔اب ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم نے کبھی زندگی میں جھوٹ تو نہیں بولا اگر بولا ہے تو ہمیں اپنے آپ کو ایک

درجے کا منافق سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان بالکل حق اور سچ ہے۔

ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جگہ تشریف لے جارہے تھے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بڑے بلند پائے کی صحابیہ ہیں ان کا بچہ بچوں میں کھیل رہا تھا ان کو اپنے بچے سے کوئی کام تھا اس کو بلایا وہ نہ آیا بچوں کو کھیل پیارا ہوتا ہے۔ بار بار بلانے کے باوجود جب نہ آیا تو انہوں نے کہا کہ آؤ میں تمہیں کوئی چیز دوں گی یہ بچے کو لالچ دیا تو وہ بچہ آگیا۔ آنحضرت ﷺ کھڑے ہو گئے کہ بچے کو کوئی چیز دیتی ہے کہ نہیں؟۔

پھر فرمایا مائی اس کو کوئی چیز دے تاکہ تو جھوٹ سے نکل جائے۔ اگر نہیں دے گی تو یہ تیرا جھوٹ ہوگا۔ یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔ خصوصاً عورتوں کو کہ یہ بچوں کو لالچ دیتی ہیں۔ مگر دیتی کچھ بھی نہیں ہیں۔ اور یہ جھوٹ ہے۔ اور چیز بھی وہ ہو جس سے بچہ مطمئن ہو ریت مٹی نہ ہو، اس طرح جھوٹ سے نہیں نکلو گے۔

اور ہماری حالت تو یہ ہے کہ جھوٹ بول بول کر جھوٹ سے نفرت ہی ختم ہوگئی ہے۔ اور ہیں ہم پکے مومن۔ ہونٹوں کے پاس فرشتے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ذمہ ڈیوٹیاں ہیں کوئی درود شریف پہنچانے پر مقرر ہے، کوئی سبحان اللہ، الحمدللہ پہنچانے والا ہے۔ مگر جھوٹ کی اتنی بدبو ہوتی ہے کہ جب کوئی آدمی جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں۔ لہٰذا جھوٹ سے بچنا چاہیے۔

۲)...... منافق کی دوسری نشانی فرمایا اِذَا وَعَدَ خَلَفَ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ اور جب وہ معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔ وعدہ اور معاہدہ میں فرق ہے جب کسی سے انفرادی طور پر وعدہ ہو تو وعدہ

کہلاتا ہے۔اور جماعتی شکل میں یا قومی یا حکومتی سطح پر کسی سے کوئی بات طے کی جائے تو اس کو معاہدہ کہتے ہیں۔ وعدے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنا یہ بھی منافق کی علامت ہے۔آج اس وقت دنیا میں جتنی بھی حکومتیں ہیں ساری اس مد میں ہیں الا ماشاء اللہ کہ ان کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں آتا ہے......

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُلًا وعدے کے بارے میں سوال ہوگا لہٰذا وعدہ کسی سے کرو تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس کو پورا بھی کرسکوں گا کہ نہیں اگر پورا نہیں کر سکتے تو وعدہ کرو ہی نہ اور اگر کسی سے وعدہ کرلیا ہے تو اسے پورا کرو البتہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس وقت وعدہ کیا تھا اس وقت نیت اور ارادہ اس کو پورا کرنے کا تھا مگر بعد میں کوئی عارضہ پیش آگیا ہے تو وہ الگ بات ہے۔

۳)...... منافق کی تیسری نشانی ہے اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔پھر امانت کی کئی قسمیں ہیں علم بھی امانت ہے اور علمی خیانت یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح بات نہیں بتاتا غلط باتیں بتاتا ہے۔مشورہ بھی امانت ہے اور مشورے میں خیانت یہ ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے سے مشورہ طلب کرتا ہے تو تم اسے صحیح مشورہ نہیں دیتے غلط رائے دیتے ہو جب کوئی مشورہ طلب کرے تو اسے صحیح رائے دو بات بھی امانت ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی مجلس میں ادھر ادھر دیکھ کر بات کرے تو سمجھ جاؤ کہ یہ بات اس کی امانت ہے۔اس مجلس کی بات باہر کسی سے نہیں کرنی۔مال بھی امانت ہے۔اور مالی خیانت یہ ہے کہ اس میں کچھ خرچ کرے یا اس

کو تبدیل کرے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے درہم یا دینار کا تھیلا کسی کے پاس امانت رکھا ہے، درہم چاندی کے سکے کو کہتے ہیں اور دینار سونے کے سکے کو کہتے ہیں اور پہلے زمانے میں لوگ یہ تھیلوں میں رکھتے تھے تو اگر وہ تھیلا کسی کے پاس امانت رکھا ہے اور اس کا منہ جس دھاگے سے بندھا ہوا ہے اور وہ دھاگا میلا ہو گیا ہے تو یہ شخص اس دھاگے کو بدلنے کا مجاز نہیں ہے۔ رقم کو چھیڑنا تو درکنار اگر اس دھاگے کو بدلے گا تو یہ بھی خیانت ہے۔

۴)...... منافق کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔ یاد رکھنا! آج کے معاشرے میں ہم نے تو منافق کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ تو جب لڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے اور ہم تو ہنسی مذاق میں گالیاں دیتے ہیں۔ جس طرح پہلے نیک لوگوں کی زبان سے سبحان اللہ نکلتا تھا اس طرح ہماری زبان سے گالیاں نکلتی ہیں۔ چھوٹوں کو بڑوں کو یہاں تک کہ گدھوں اور مرغیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی یہ چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں اگر کسی بدبخت میں یہ چاروں علامتیں پائی جاتی ہیں تو وہ پکا منافق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی منافق کی کچھ علامتیں بیان فرمائی ہیں، فرمایا..........

اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہونے میں سستی کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں نفاق کی علامت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ..........

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا منافق اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ ناولوں کے پیچھے پڑے رہیں گے، کھیلوں میں مشغول رہیں گے یعنی اور سارے کام ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے وقت نہیں ہوتا۔ یہ منافق کی موٹی موٹی علامتیں ہیں چار حدیث شریف میں اور یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔ اور دو علامتیں قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں۔ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھ لو اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے کسی میں یہ علامتیں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ ، مِنْ تبعیضیہ ہے معنٰی ہوگا اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر (رب تعالیٰ فرماتے ہیں)...... وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ حالانکہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ صرف زبانی، زبانی کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ دل سے انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ دھوکہ تو اس کو دیا جا سکتا ہے جس کو علم نہ ہو اور رب تعالیٰ سے تو کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ تو یہ رب تعالیٰ کو کس طرح دھوکہ دے سکتے ہیں؟۔

جواب :

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں صَنِيْعُهُمْ كَصَنِيْعِ خَادِعٍ ان کا یہ معاملہ اس طرح ہے جس طرح دھوکے بازوں کا ہوتا ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ایسا

معاملہ کرتے ہیں جو دغابازی کا ہوتا ہے۔ ورنہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کو دھوکہ کون دے سکتا ہے؟۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اٰمَنَّا کہہ کر کہ ہم بھی مومن ہیں۔ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ اور وہ نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ کیونکہ اس کا وبال ان کی جانوں پر ہی پڑے گا وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

ایک ہوتا ہے علم اور ایک ہوتا ہے شعور۔ علم تو عقل والی مخلوق کے ساتھ خاص ہے جیسے انسان جنات ہیں فرشتے ہیں اور شعور کا معنیٰ ہے اپنے اوپر آنے والے حالات کا احساس وادراک کرنا جیسا کہ حیوانوں کو گرمی سردی کا احساس ہوتا ہے۔ بھوک پیاس کو محسوس کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق فرمایا کہ وہ شعور نہیں رکھتے۔ یعنی یہ منافق ایسے ہیں کہ ان کو حیوانوں جیسا شعور بھی نہیں ہے کہ اپنے نقصان کا اتنا بھی شعور واحساس کرلیں جتنا کہ حیوان کو ہوتا ہے۔ فرمایا..........

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے۔ جوں جوں دن گزرتے ہیں نیک لوگ نیکیاں کمارہے ہیں اور اعمالِ صالحہ میں آگے بڑھ رہے ہیں اور منافق..........

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا پس زیادہ کردیا اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو ان کا نفاق دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دردناک۔ سب سے زیادہ سخت عذاب منافقوں کے لئے ہے۔

بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹ اس طرح کہ زبانی، زبانی کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لائے اور آخرت کے دن پر بھی۔ اور دل سے نہیں مانتے تو اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ زبان کسی طرف اور دل کسی طرف۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو لَاتُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ نہ فساد مچاؤ زمین میں۔ کیونکہ جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، خیانت کرنا فساد فی الارض ہے۔

پاکستان اور منافقت کا نتیجہ :

آج بدقسمتی سے دنیا میں جتنے بھی ملک ہیں مسلم یا غیر مسلم پاکستان ان تمام ملکوں میں سے بددیانتی میں نمایاں ہے۔ اخبارات میں تجزیہ شائع ہوا ہے کہ تمام بددیانت ملکوں میں پاکستان دوسرے نمبر پر ہے۔ یہاں بڑے چھوٹے سب بددیانت ہیں۔ بڑے بددیانتی کرتے ہیں بڑوں کو دیکھ کر چھوٹے بھی بددیانتی کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اور تیز ہو جاتے ہیں۔ اگر بڑے احتیاط کریں اور دیانت داری سے کام لیں تو چھوٹوں کو جرأت نہیں ہوسکتی تو جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ مچاؤ تو............

قَالُوْا کہتے ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ پختہ بات ہے ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جس طرح آج کل کے لیڈر کرتے فساد ہیں اور اس کو نام امن کا دیتے ہیں۔ بھائی امن کے نام سے تو کچھ نہیں بنے گا دنیا تو حقیقت کو دیکھتی ہے۔ افسوس! آج دنیا فساد سے بھری پڑی ہے اخبارات دیکھو تو سو میں سے ایک بات

اچھی ہوگی اور ننانوے باتیں بُری ہوں گی۔ یعنی قتل، اغوا، ڈاکے، بدمعاشیاں، بدکرداریاں، فراڈ اور وہ بھی معمولی قسم کے نہیں بلکہ اربوں، کھربوں کے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

یہ سب کچھ اس ملک میں ہو رہا ہے جو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ جس مقصد کے لئے اس کو حاصل کیا گیا اگر اس کے مطابق چلتا تو آج اس کا یہ حشر نہ ہوتا۔ اور نہ ہی بنگال ہم سے کبھی جدا ہوتا وہ لوگ بڑے دیندار ہیں، پاکستانی سو سال تک بھی اتنے دیندار نہیں ہو سکتے وہ محض ہماری بددیانتیوں اور خیانتوں کو دیکھ کر ہم سے جدا ہوئے ہیں۔

پاکستان ہمیں مفت میں تو نہیں ملا اس کے پیچھے مسلمانوں کی بڑی قربانیاں ہیں۔ اور علماء کرام کی شہادتیں ہیں۔ تحریک شہیدین، ۱۸۵۷ء کی تحریک اور تحریک ریشمی رومال ہے۔ جنہوں نے انگریز کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کیا۔ مگر بظاہر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ کی تحریک کے نتیجے میں بلا شرکت غیرے پاکستان معرضِ وجود میں آیا ہے اور یہ مسلم لیگ کا کارنامہ ہے۔

البتہ یہ بات حقیقت ہے کہ پاکستان میں بلا شرکت غیرے کئی سال مسلم لیگ کی بااختیار حکومت رہی ہے۔ ان سالوں میں اگر وہ کسی درخت کے پتے پر بھی اسلامی قانون کے نافذ ہونے کا حکم لکھ دیتے تو اسلامی قانون نافذ ہو جاتا کیونکہ ان کے لئے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ نہ ان کے سامنے کوئی سر اٹھا سکتا تھا، نہ ہی کوئی جماعت نمایاں تھی۔ مگر یہ لوگ اسلام کے لئے مخلص نہیں تھے اور ان کے دل صاف نہیں تھے سوائے چند حضرات کے، کہ وہ مخلص تھے کہ پاکستان میں اسلامی

قانون نافذ ہو۔ اگر تمام حضرات مخلص ہوتے تو آج ہمیں یہ حالات نہ دیکھنے پڑتے۔تو خیر فرمایا......

لَاتُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ نہ فساد مچاؤ زمین میں۔ قَالُوْا کہتے ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ پختہ بات ہے ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں......

اَلَآ خبردار اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ بے شک وہی ہیں فساد کرنے والے وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ اور لیکن ان کو شعور نہیں ہے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو کہ سچا ایمان لے آؤ كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ جیسے ایمان لائے ہیں لوگ قَالُوْآ کہتے ہیں اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لائیں كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ جیسا کہ ایمان لائے ہیں بے وقوف۔

منافق لوگ سچے، مخلص اور دیانتدار مومنوں کو بے وقوف کہتے تھے، کہتے تھے کہ کوئی عقل مندی ہے کہ جس طرح وہ ان کو کہتا ہے بے سوچے سمجھے اسی طرح کرتے چلے جاتے ہیں۔ گھر، بار سب کچھ اس کے کہنے پر قربان کردیا ہے۔ اگر عقل مند ہوتے تو کوٹھیاں بناتے دولت اکٹھی کرتے، تجارت بڑھاتے انہوں نے تو پہلا بھی سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے۔ پہلے کتنے آسودہ حال تھے اور ایمان لانے کے بعد اب ان کا کیا حال ہے؟۔ یہ بے وقوف ہیں ہم ان بے وقوفوں جیسا کام کیوں کریں؟۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا......

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ خبردار! بے شک یہی ہیں بے وقوف وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن وہ جانتے نہیں ہیں وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جس وقت

ملاقات کرتے ہیں ایمان والوں سے تو ان کو دھوکہ دینے کے لئے قَالُوْآ اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی مومن ہیں۔

جس طرح آج کل ووٹ مانگنے والے منتیں سماجتیں کرتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں چومتے ہیں۔ پوری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ممبر بن جانے کے بعد کبھی شکل بھی نہیں دکھاتے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم کون اور تم کون؟۔ یقین جانو جتنے منافق پاکستان میں ہیں شاید دنیا کے کسی اور خطے میں ہوں۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ اور جب یہ اپنے لیڈروں کے پاس جاتے ہیں، اپنے سرداروں، راجوں، چوہدریوں، خانوں اور وڈیروں کے پاس جاتے ہیں تو قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ باقی تم نے سنا ہوگا کہ ہم نے مومنوں کو کہا کہ ہم بھی مومن ہیں تو یقین جانو........

مومنوں سے استہزاء :

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَہْزِءُوْنَ پختہ بات ہے ہم تو مومنوں سے مذاق کرتے ہیں۔ دل لگی کرتے ہیں، ہم کہاں مومن ہیں؟ وڈیرے جب کان کھینچتے ہیں تو ان کو اس طرح مطمئن کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں........

اَللّٰہُ یَسْتَہْزِئُ بِہِمْ اللہ تعالیٰ ان کو استہزاء کا بدلہ دے گا وَیَمُدُّہُمْ اور ان کو مہلت دیتا ہے فِیْ طُغْیَانِہِمْ ان کی سرکشی میں یَعْمَہُوْنَ وہ سرگرداں اور حیراں پھرتے ہیں۔ جتنا دھوکہ دے سکتے ہیں دے لیں، جو حرام کما، کھا سکتے ہیں

کرلیں۔ رسی ڈھیلی چھوڑ دی ہے۔ احادیث میں آتا ہے.........

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُمْلِی ظَالِمًا حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ

بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو سختی سے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ہے آگے منافقوں کی بدکاریوں اور بدمعاشیوں کا ذکر ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا
رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٦﴾
مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ
اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ
وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧﴾ صُمٌّۢ
بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿١٨﴾ اَوْ
كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّ
بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْ اٰذَانِهِمْ مِّنَ
الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ
بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ
اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ
وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٠﴾ ع

لفظی ترجمہ :

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ جنہوں نے خریدا گمراہی کو بِالْهُدٰى ہدایت کے بدلے میں فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ پس نفع مند نہ ہوئی تجارت ان کی وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ اور نہ ہوئے وہ ہدایت پانے والے۔

مَثَلُهُمْ مثال ان کی كَمَثَلِ الَّذِي اس شخص کی طرح ہے اسْتَوْقَدَ نَارًا اس نے آگ جلائی فَلَمَّآ اَضَآءَتْ پس جب روشن کردیا اس آگ نے مَا حَوْلَهٗ اس جلانے والے کے اردگرد کو ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ لے گیا اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ اور چھوڑ دیا ان کو اندھیروں میں لَّا يُبْصِرُوْنَ وہ نہیں دیکھ سکتے صُمٌّ بہرے ہیں بُكْمٌ گونگے ہیں عُمْيٌ اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وہ نہیں لوٹتے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ یا ان کی مثال ہے بارش کی طرح مِّنَ السَّمَآءِ جو آسمان کی طرف سے نازل ہوئی ہے فِيْهِ ظُلُمٰتٌ اس میں اندھیرے ہیں وَّرَعْدٌ اور کڑک ہے وَّبَرْقٌ اور بجلی ہے يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ کرتے ہیں اپنی انگلیاں فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں

مِّنَ الصَّوَاعِقِ بجلی کی وجہ سے حَذَرَ الْمَوْتِ موت سے ڈرتے ہوئے وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۔ اوراللہ تعالیٰ گھیرنے والا ہے بِالْكٰفِرِيْنَ کافروں کو يَكَادُ الْبَرْقُ قریب ہے کہ بجلی يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ اچک لے ان کی آنکھوں کو كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ جب کبھی روشنی ہوتی ہے ان کے لئے مَّشَوْا فِيْهِ اس میں چل پڑتے ہیں وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے ان پر قَامُوْا تو ٹھہر جاتے ہیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ البتہ لے جائے ان کے کانوں کو وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھوں کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر قادر ہے۔

منافقوں کا ذکر چلا آرہا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

منافقین کا مقاطع :

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ جنہوں نے خریدا گمراہی کو بِالْهُدٰى ہدایت کے بدلے میں ۔یعنی ہدایت دی اور اس کے بدلے میں گمراہی لے لی اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو پہلے کافر تھے ان کے پاس تو ہدایت نہیں تھی تو انہوں نے ہدایت دے کر گمراہی کیسے خرید لی؟۔

مفسرین کرام ﷭ اس کے دو جواب نقل کرتے ہیں.........

پہلا جواب :

①...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بچے میں پیدائشی طور پر صحیح فطرت رکھی

ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ ہر پیدا ہونے والا بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا اس کو مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اگر بچے کو اسی فطرت پر چھوڑا جائے جس پر وہ پیدا ہوا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اگر اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے تو وہ فوراً قبول کرے گا۔ فطرت صحیحہ اس کو قبول کرنے پر آمادہ کرے گی۔

دوسرا جواب :

②...... فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا (سورۃ روم) اللہ تعالیٰ کی فطرۃ جس پر پیدا کیا لوگوں کو۔ یعنی ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد رکھی لیکن ماحول کی وجہ سے لوگوں نے اس فطرۃ سلیمہ یعنی حق کو قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد کو خراب کرلیا تو اب مطلب یہ بنے گا کہ ان منافقین نے وہ صلاحیت اور استعداد دے دی اور اس کے بدلے میں گمراہی خرید لی۔

کفار کے نابالغ بچے :

یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ کافروں اور مشرکوں کے وہ بچے جو چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں وہ جنتی ہیں یا دوزخی؟۔ اس سلسلے میں فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کے تین قول نقل کئے گئے ہیں......

پہلا قول :

①...... یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر دوزخ میں جائیں گے یہ

حضرات اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو باب الجہاد میں آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ہم کافروں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے لڑ رہے ہوتے ہیں کہ ان کے بچے بھی آجاتے ہیں رات کے وقت افراتفری میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں ہوتی تو اس دوران جو بچے مرجاتے ہیں ان کا کیا بنے گا؟۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ان کو قصداً نہ مارو ضمنی طور پر مارے گئے تو ھُمْ تَبْعٌ لِابَآئِهِمْ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر دوزخ میں جائیں گے۔ محققین حضرات اس روایت کا مفہوم بیان فرماتے ہیں کہ روایت جہاد کے موقع کی ہے کہ مارنا تو تم نے بڑوں کو تھا اتفاقاً اس موقعہ پر جو چھوٹے قتل ہو گئے ہیں ان کی وجہ سے تم پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ کیونکہ لڑائی کے دوران ایسا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہیں۔

دوسرا قول :

②...... فقہاء کرام رحمہم اللہ کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے بچے جنتی ہیں کیونکہ جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے وہ مکلّف نہیں ہوتا یعنی اس پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے حدیث پاک میں آتا ہے کہ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھالی گئی ہے۔ ان میں اَلصَّبِیُّ حَتّٰی یَحْتَلِمْ بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے اس پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ جب اس پر شرعی احکام ہی لاگو نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس کو دوزخ میں پھینکے۔

پھر طبرانی شریف جو حدیث کی کتاب ہے اس میں روایت آتی ہے آنحضرت

ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت کافروں کے جو چھوٹے بچے فوت ہو جاتے ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَطْفَالُ الْمُشْرِكِيْنَ خَدَمُ اَهْلِ الْجَنَّةِ مشرکوں کے بچے جنتیوں کے خادم ہوں گے۔

مودودی صاحب مرحوم کا غلط موقف :

اور مودودی صاحب مرحوم سے حوروں کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ حوریں کافروں کی لڑکیاں ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے فوت ہوگئی ہیں۔ یہ بات انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر میں لکھی ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حوروں کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے.........

خُلِقَتْ مِنَ الْمِسْكِ حوریں کستوری سے پیدا کی گئی ہیں۔ لہٰذا جو علماء مسائل میں مودودی صاحب کی تردید کرتے ہیں وہ غلط نہیں کرتے بلکہ صحیح کرتے ہیں۔ قاضی حسین احمد بڑا ہوشیار آدمی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے اپنے منشور میں لکھوا دیا ہے کہ ہم مودودی صاحب کے غلط مسائل کی تردید کرتے ہیں ویسے ہم سیاسی طور پر ان کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ اس نے بڑی جرأت کی بات کی ہے۔ اس نے منشور بدل دیا ہے۔ اور اس بات کی وجہ سے اب عوام ان کے ساتھ مل گئی ہے بہر حال حوروں کا مادہ مٹی نہیں ہے وہ جنت ہی کی مخلوق ہیں۔

تیسرا قول :

③...... فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کا تیسرا گروہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اللہ تعالیٰ جس طرح چاہیں گے فیصلہ فرمائیں گے۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ کافروں کے بچے جو چھوٹی عمر میں فوت

ہو جاتے ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟۔ جنتی ہیں یا دوزخی ہیں؟۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے بڑے ہو کر کیا کرنا تھا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان :

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کو نہ تو قطعی طور پر جنتی کہتے ہیں اور نہ قطعی طور پر دوزخی کہتے ہیں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ بہر حال بات یہ ہو رہی تھی کہ کافروں کے پاس تو ہدایت تھی ہی نہیں تو انہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کس طرح خرید لی؟۔

تو مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس کے درج ذیل جوابات دیئے ہیں......

① ...... اس کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فطرۃ سلیمہ اسلام کے قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد عطا ہوئی تھی اس کے بدلے میں انہوں نے گمراہی خرید لی۔

② ...... دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس جہان کی حیثیت منڈی اور دوکان کی ہے کہ دوکان میں' ایک نمبر کی چیزیں بھی ہوتی ہیں اور دو نمبر چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ مہنگی چیزیں بھی ہوتی ہیں اور سستی چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ تو ان بے وقوفوں نے ایک نمبر چیز ہدایت کو خریدنے کی بجائے دو نمبر کی چیز گمراہی خرید لی کیونکہ دنیا میں ہدایت بھی ملتی ہے گمراہی بھی ملتی ہے۔ اس طرح انہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدی ایسا نہیں ہے کہ پہلے ان کے پاس ہدایت تھی وہ دے کر اس کے بدلے گمراہی لے لی۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ پس نفع مند نہ ہوئی تجارت ان کی۔ کیونکہ تجارت تو ہوتی ہے فائدے کے لئے اور انہوں نے اچھی چیز کے بدلے بری چیز لے لی یہ تو بڑے خسارے کا سودا ہوا ہے۔

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ اور نہ ہوئے وہ ہدایت پانے والے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دو مثالوں کے ذریعہ ان کی حالت کو بیان فرمایا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے......

مَثَلُهُمْ مثال ان کی كَمَثَلِ الَّذِىْ اس شخص کی طرح ہے جس نے اندھیرے اور تاریکی میں اسْتَوْقَدَ نَارًا آگ جلائی تا کہ اس کی روشنی سے فائدہ حاصل کرے فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ پس جب روشن کر دیا اس آگ نے اس جلانے والے کے ارد گرد کو اور وہ خوش ہو گیا کہ روشنی ہو گئی ہے تو اچانک آندھی اور طوفان آیا اس نے آگ بجھا دی۔

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ لے گیا اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو نہ وہ آگے کے رہے نہ پیچھے کے۔ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ اور چھوڑ دیا ان کو اندھیروں میں لَّا يُبْصِرُوْنَ وہ نہیں دیکھ سکتے۔

منافقین کی پہلی مثال :

یہ مثال ان پر اس طرح فٹ آتی ہے کہ یہ منافق کفر، شرک کے اندھیروں میں پھنسے ہوئے تھے تو جس طرح اندھیرے میں پھنسا ہوا آدمی آگ جلاتا ہے کہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھائے انہوں نے کلمہ پڑھا تا کہ اس سے فائدہ اٹھائیں چنانچہ اس سے ان کو مالِ غنیمت ملا، زکاتیں ملیں، صدقات اور خیراتیں حاصل ہوئیں۔

مسلمانوں کی سختی سے بچے۔ زبانی کلمہ پڑھنے سے ان کو یہ کچھ حاصل ہوا۔ مگر کتنی دیر تک صرف سانس نکلنے کے وقت تک اس روشنی نے نہ تو ان کا ساتھ قبر میں دیا نہ حشر میں ساتھ دے گی۔ اگر وہ کلمہ اخلاص کے ساتھ پڑھتے تو ہمیشہ کے لئے ساتھ دیتا۔

اب جب اللہ تعالیٰ نے ان کی جان نکال لی تو اندھیرے میں رہ گئے......

بہرے، گونگے، اندھے کا معنیٰ :

صُمٌّ ، بہرے ہیں بُكْمٌ گونگے ہیں عُمْيٌ اندھے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں جتنے کافر اور منافق ہیں وہ نہ تو سنتے ہیں نہ بولتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ حق بات سننے سے بہرے ہیں حق بات کہنے سے گونگے ہیں، حق کے نشانات دیکھنے سے اندھے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے حکمران ہیں کہ ساری باتیں سنتے ہیں مگر مظلوم کی فریاد نہیں سنتے۔ لمبی لمبی تقریریں کریں گے کہ سننے والا کہے گا کہ ان سے زیادہ مخلص کوئی نہیں ہے لیکن حق کی بات زبان سے نہیں نکلے گی۔ حق کے معاملے میں گونگے ہیں۔

زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ، دریا سب ان کو نظر آتے ہیں مگر کمزوروں پر ظلم ہوتا ان کو نظر نہیں آتا۔ غریب اور مظلوم عوام کی غربت اور بے کسی ان کو نظر نہیں آتی۔ لوگوں کی تکلیفوں اور پریشانیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس سلسلے میں اندھے ہیں۔

آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کی بات ہے جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں، میں پڑھتا تھا حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے استاد تھے گکھڑ میں بھی میرے پاس کئی دفعہ تشریف لائے ہیں کچھ عرصہ ہوا ہے فوت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان

کی مغفرت فرمائے۔ مشکوٰۃ شریف کے سبق کے دوران ایک حدیث آئی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگوں پر ایسے لوگ حکمرانی کریں گے جو صُمٌّ ، بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے گونگے اندھے ہوں گے۔ ہم نے استاذِ محترم سے پوچھا کہ حضرت اس وقت آنکھوں والے، کانوں والے اور بولنے والے نہیں ہوں گے؟ کہ لوگ اندھوں، بہروں، گونگوں کو اپنا بادشاہ بنائیں گے۔

بخاری شریف میں حدیث کے الفاظ ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اَنْ تَرٰی صُمًّا بُکْمًا عُمْیًا مُلُوْکَ الْاَرْضِ یہ کہ تو دیکھے گا بہرے، گونگے، اور اندھے زمین کے بادشاہ ہیں۔

حضرت کا تکیہ کلام ہوتا تھا ''میاں'' فرمایا میاں آنکھیں ہوں گی، کان بھی ہوں گے اور زبانیں بھی ہوں گی مگر حق کو سنیں گے نہیں، حق بولیں گے نہیں۔ حق کے نشانات دیکھیں گے نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ایک ایک بات حق بن کر سامنے آرہی ہے۔ تو معنیٰ ہوگا صُمٌّ وہ حق بات سننے سے بہرے ہوں گے بُکْمٌ حق بولنے سے گونگے ہوں گے عُمْیٌ صحیح بات کو دیکھنے سے اندھے ہوں گے۔

منافقین کی دوسری مثال :

اَوْ کَصَیِّبٍ یا ان کی مثال ہے بارش کی طرح مِّنَ السَّمَآءِ جو آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے فِیْہِ ظُلُمٰتٌ اس میں اندھیرے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جب بارش ہوتی ہے تو اس وقت اندھیرا سا چھا جاتا ہے۔

وَّ رَعْدٌ اور کڑک ہے وَّ بَرْقٌ اور بجلی ہے۔ بات سمجھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی بارش نازل ہوئی۔ قرآن پاک کی شکل میں اس میں کفر پر جو وعیدیں ہیں

اور عذاب کا ذکر ہے اس کو تشبیہ دی ہے رَعْدٌ کڑک کے ساتھ اور قرآن کریم میں جو حقانیت کے دلائل ہیں ان کو بَرْقٌ چمک کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

یعنی جب قرآن کریم نازل ہوا ہے ہر طرف کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی تو قرآن کریم نے کفر شرک پر وعید سنائی اور قرآن کریم میں بڑے واضح دلائل ہیں جن سے حق اور باطل میں تمیز ہوسکتی ہے لیکن جب دلائل کی بجلی چمکتی ہے تو یہ منافق......

یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ کرتے ہیں یعنی ڈالتے ہیں اپنی انگلیاں فِیْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں مِّنَ الصَّوَاعِقِ بجلی کی وجہ سے۔ کیونکہ جب بجلی گرتی ہے تو اس سے آدمی جانور بھی مرجاتے ہیں اور بھی بڑا نقصان ہوتا ہے تو یہ قرآن کریم کے دلائل کو بجلی سمجھتے ہیں۔

حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے ڈر سے ایسا کرتے ہیں۔ ان میں طاقت نہیں ہے کہ قرآن کریم کی آیتیں سنیں۔ اس لئے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔ اور ساتویں پارے میں آتا ہے..........

وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَیَنْئَوْنَ عَنْهُ اور وہ کافر قرآن پاک کو سننے سے منع کرتے ہیں۔ اور وہ خود قرآن کریم سے دور بھاگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں لَاتَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ نہ سنو اس قرآن کو اور جب قرآن کی تلاوت ہو رہی ہو تو وَالْغَوْ فِیْهِ شور مچاؤ۔ تاکہ کوئی اور بھی نہ سن سکے۔

وَاللّٰهُ مُحِیْطٌ م بِالْكٰفِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ گھیرنے والا ہے کافروں کو۔ قدرت کے لحاظ سے بھی اور علم کے اعتبار سے بھی۔

یَكَادُ الْبَرْقُ قریب ہے کہ وہ بجلی یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ اچک لے ان

کی آنکھوں کو۔ وہ بجلی اتنی تیز ہے کہ ان کی آنکھوں کی روشنی کو ختم کر دے۔ حکماء نے لکھا ہے کہ جب بجلی چمکے اس کی طرف نہ دیکھو اور اطباء نے بھی لکھا ہے کہ اس کی چمک اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس کی طرف دیکھنے سے بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سورج گرہن ہو تو اس وقت سورج کی طرف دیکھنے سے بھی بینائی ختم ہو جاتی ہے۔

نظامِ قدرت بڑا عجیب ہے۔ فرمایا............

کُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ جب کبھی روشنی ہوتی ہے ان کے لئے، بجلی کے چمکنے سے۔ مَّشَوْا فِيْهِ اس میں چل پڑتے ہیں وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے ان پر قَامُوْا تو ٹھہر جاتے ہیں۔ اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ ان منافقوں کو جب مالِ غنیمت میں سے یا صدقہ، خیرات اور مال زکوٰۃ میں سے کچھ مل جاتا ہے تو اس کی چمک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ساتھ چل پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب کچھ نہیں ملتا تو اندھیرا چھا جاتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کافروں کو کہتے ہیں اِنَّا مَعَكُمْ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ البتہ لے جائے ان کے کانوں کو وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھوں کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر قادر ہے۔

پنڈت دیانند سرسوتی کا اعتراض :

یہاں ایک بات ذہن نشین کرلیں وہ یہ کہ قرآن کریم جب سے نازل ہوا ہے بد باطن لوگ اس پر اعتراض کرتے آئے ہیں اور اپنے منہ کی کھاتے آئے ہیں۔

اعتراض کرنے والوں میں سے ایک بہت بڑا خبیث پنڈت دیانند سرسوتی گزرا ہے یہ آریا سماج کا لیڈر تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے ستیارتھ پرکاش اس کے چودھویں باب میں قرآن پاک پر اعتراضات کئے ہیں۔ اور بڑی گندی زبان استعمال کی ہے۔

قرآن کریم کے نازل کرنے والے یعنی رب تعالیٰ کو اس نے بے ایمان، جاہل اور بدو کہا ہے العیاذ باللہ۔ اور اپنے آپ کو محقق کہتا ہے۔ اور اس کا انداز یہ ہے کہ پہلے قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ نقل کرتا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ محقق کہتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس آیت کریمہ پر بھی اعتراض کیا ہے لکھتا ہے...... اے مسلمانو! تم قرآن میں پڑھتے ہو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ چوری اور زنا پر بھی قادر ہے؟ تو ہمارے اور اللہ کے درمیان کیا فرق ہوا؟۔ اور اگر قادر نہیں ہے تو پھر تمہارا قرآن سچا نہیں ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب :

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے اس دور میں بہت ساری کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک کتاب انتصار الاسلام ہے جس میں انہوں نے اس کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس اعتراض کا حضرت نے جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ پنڈت جی چوری کی تعریف ہے کہ آپ غیر کی ملک میں ہاتھ ڈالیں۔ اپنی ملک میں سے کسی چیز کے لینے کو چوری نہیں کہتے پہلے کسی چیز کے متعلق یہ ثابت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملک نہیں ہے۔ اور فلاں کی ملک ہے، پھر چوری کی

بحث آئے گی جب دنیا کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں تو ان میں چوری کا سوال کس طرح پیدا ہو گیا؟۔

اور رہی بات زنا کی تو زنا کے لئے زنانہ مردانہ آلات کی ضرورت ہے پہلے رب تعالیٰ کے لئے وہ آلات ثابت کرو پھر زنا کی بات ہوگی۔ رب تعالیٰ کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے رب تعالیٰ تمام اوصاف سے متصف ہے اور اس کی وہ صفتیں ہماری طرح نہیں ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے..........

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کے مثل کوئی شیٔ نہیں ہے۔ اس کے کان ہمارے کانوں کی طرح نہیں ہیں۔ اس کی زبان ہماری زبان کی طرح نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہیں۔ اس کے پاؤں ہمارے پاؤں کی طرح نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسمانیات سے پاک ہے۔ اور پنڈت جی اس بات کو تم بھی مانتے ہو لہٰذا تمہارا یہ سوال کرنا حماقت ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ
وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ لا
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً
ص وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ
اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا
نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج
صلے اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ

رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

لفظی ترجمہ :

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ عبادت کرو اپنے رب کی الَّذِیْ خَلَقَكُمْ جس نے تم کو پیدا کیا ہے وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ اوران لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ الَّذِیْ وہ ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو بنایا چھت وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اس نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی فَاَخْرَجَ بِهٖ پھر اس نے نکالے اس پانی کے ذریعے مِنَ الثَّمَرٰتِ پھل رِزْقًا لَّكُمْ تمہارے لئے روزی فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا پس نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور تم جانتے ہو۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ اور اگر ہو تم شک میں مِّمَّا اس چیز کے بارے میں نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا جو اتاری ہم نے اپنے بندے پر فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ پس لاؤ تم کوئی سورت اس جیسی وَادْعُوْا شُهَدَآءَ

کُمْ اور بلالو اپنے امدادیوں کو مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہ کرسکو وَلَنْ تَفْعَلُوْا اور ہرگز نہ کرسکو گے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ پھر ڈرو تم اس آگ سے وَقُوْدُھَا جس کا ایندھن ہوں گے النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ لوگ اور پتھر اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور آپ خوشخبری سنادیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ بے شک ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْھَا جب بھی ان کو دیا جائے ان جنتوں میں مِنْ ثَمَرَۃٍ رِّزْقًا پھلوں سے رزق قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ کہیں گے یہ تو وہی ہے رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ جو اس سے پہلے ہمیں روزی دی گئی وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِھًا اور وہ اس میں دیئے جائیں گے ایک دوسرے سے ملتا جلتا وَلَھُمْ فِیْھَآ اور ان کے لئے ہوں گے ان جنتوں میں اَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ جوڑے پاکیزہ وَّھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

ربط :

سورۃ فاتحہ میں ہدایت کا مطالبہ تھا اور سورۃ بقرہ کے شروع میں اس ہدایت

نامے کے ملنے کی بشارت تھی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کہ جو ہدایت تم مانگتے ہو وہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی شکل میں تمہیں دے دی ہے۔ پھر اس ہدایت کے متعلق تین گروہوں کا ذکر ہوا۔

۱)...... ایک وہ جو ظاہراً باطناً ماننے والے ہیں۔

۲)...... دوسرے وہ جو نہ دل سے مانتے ہیں اور نہ زبان سے اقرار کرتے ہیں۔

۳)...... اور تیسرے منافق جو زبان سے تو مانتے ہیں مگر دل سے تسلیم نہیں کرتے۔

قرآنِ کریم کی بنیادی دعوت :

اب یہ بتلایا جارہا ہے کہ وہ ہدایت نامہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ملا ہے وہ کہتا کیا ہے؟ اور یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ اصل الاصول عقیدے تین ہیں......

① ...... توحید ② ...... رسالت ③ ...... قیامت

باقی جتنے عقیدے ہیں وہ ان تین کی طرف لوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس رکوع میں ان تینوں بنیادی عقیدوں کا ذکر فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا میں توحید کا ذکر ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ میں رسالت کا ذکر ہے۔ اور وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ اَمْوَاتًا میں قیامت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے......

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! آنحضرت ﷺ کی بعثت تو جنوں اور انسانوں

سب کے لئے ہے۔اور خطاب صرف انسانوں کو اس لئے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی خلافت انسانوں کے سپرد فرمائی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر نزول کے بعد زمین پر خلیفہ انسان ہی ہے۔اور جنات انسانوں کے تابع ہیں۔اور خطاب اصل کو ہی ہوتا ہے۔اس لئے فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو!۔اور یہ خطاب تمام انسانوں کو ہے کالے گورے اور عربی، عجمی کی تخصیص کے بغیر.........

اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ عبادت کرو اپنے پروردگار کی الَّذِیْ خَلَقَكُمْ جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفت خلق اتنی واضح ہے کہ جو پکے سکہ بند مشرک تھے وہ بھی مانتے تھے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔قرآن پاک میں آتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں مَنْ خَلَقَهُمْ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟۔لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبادت اس کی کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور صرف تمہیں ہی نہیں پیدا کیا بلکہ.........

وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے۔اللہ تعالیٰ ہر ایک کا خالق ہے۔پہلوں کا بھی اور پچھلوں کا بھی قیامت تک سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور عبادت کا حکم اس لئے دیا ہے کہ.........

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ۔اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے۔اللہ تعالیٰ اگرچہ نظر نہیں آتا مگر اس کی قدرت کی دلیلیں اتنی واضح ہیں کہ کوئی اندھا بھی انکار نہیں کرسکتا البتہ ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ پر دلائل :

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر تین واقعات نقل فرمائے ہیں..........

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال :

① ...... پہلا واقعہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اس علاقے میں کچھ لوگ دہریے تھے جن کا نظریہ تھا کہ یہ نظام خود بخود چل رہا ہے اس کا چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ یعنی وہ خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر تھے۔ یہ لوگ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم رب تعالیٰ کو نہیں مانتے آپ ہمیں رب تعالیٰ کے وجود پر کوئی دلیل دیں کہ رب کہاں ہے اور اس کی صورت کیا ہے؟۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک فکر میں ہوں (اور یاد رکھنا کہ بات سمجھانے کے لئے کوئی کہانی بیان کی جائے تو وہ جائز ہے)۔

فرمایا کہ میں ایک فکر میں ہوں کہ میرے سامنے ایک درخت تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ گر گیا اور خود بخود اس کے پھٹے اور تختیاں بن گئیں اور خود بخود وہ آپس میں جُڑ گئیں اور کشتی تیار ہو کر دریا میں آ گئی اور لوگوں کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے لے جاتی اور کرایہ بھی خود ہی وصول کرتی کوئی اس کا ملاح نہیں اور مسافروں کو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پہنچا رہی ہے۔

امام صاحب نے جب یہ بات فرمائی تو وہ دہریے ملحد اور بے دین ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو آپ کی بہت تعریف سنی تھی کہ بڑے صاحب علم اور بصیرت والے ہیں۔ اور امام اعظم ہیں۔ مگر آپ نے جو گفتگو کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے بڑا کوئی بے وقوف نہیں ہے۔ بھلا یہ کس طرح

ہوسکتا ہے کہ درخت خود بخود کٹے اور خود بخود اس کے تختے بن کے جڑنے لگ جائیں اور خود بخود ان میں میخیں لگ جائیں اور وہ خود بخود کشتی بن کر دریا میں چلی جائے اور خود بخود مسافروں کو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پہنچانے لگ جائے اور کرایہ بھی خود ہی وصول کرے یہ بھی کوئی کرنے والی بات ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک کشتی کا بغیر بنانے والے کے خود بخود بن جانا اور بغیر چلانے والے کے چلنا تمہاری سمجھ میں نہیں آتا۔

او ظالمو! یہ آسمان اور زمین اور پہاڑ بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود کس طرح بن گئے۔ ایک کشتی کا بغیر ملاح کے چلنا تو تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تو یہ سارا کارخانہ کائنات خود بخود کس طرح چل رہا ہے بغیر کسی چلانے والے کے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ فَاَسْلَمُوْا عَلٰی یَدَیْہِ پس وہ تمام کے تمام امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ یہ دیکھو میرے سامنے تپائی پڑی ہے اس کو کسی نے بنایا ہے تو بنی ہے خود بخود تو نہیں بن گئی۔ مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

کوئی چیز خود بخود چیز نہیں بن سکتی اور کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بن سکتا۔ بلکہ بنانے والا بناتا ہے تو بنتی ہے۔ یہ مثنوی کا شعر ہے پہلے زمانے میں مرد عورتیں گھروں میں مثنوی پڑھتے تھے اور اب ناولوں نے لوگوں کے دماغ خراب کر دیئے ہیں۔ پھر مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں

مولوی نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نہ شد

میں ویسے ہی تو مولوی نہیں بن گیا شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں سیدھی کی ہیں ان کی خدمت کی ہے تو مجھے علم حاصل ہوا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال :

②...... دوسرا واقعہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے فرمایا کہ یہ شہتوت کا درخت ہے کہ اس کے پتے کو ریشم والے کیڑے کھاتے ہیں تو ان کے جسموں سے ریشم کے دھاگے نکلتے ہیں اگر شہد کی مکھیاں کھاتی ہیں تو شہد بنتا ہے اور انہیں پتوں کو اگر گائیں اور بکریاں کھائیں تو گوبر اور مینگنیاں بنتی ہیں اور اگر ہرنی کھائے تو کستوری بنتی ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پتے وہی ہیں باقی سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال :

③...... اور تیسرا واقعہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟۔ فرمایا ایک قلعہ ہے جس کا نہ تو کوئی دروازہ ہے اور نہ کھڑکی ہے اوپر سے چاندی کی طرح سفید ہے اور اندر سے سونے کی طرح ہے پس اچانک اس کی دیواریں پھٹ جاتی ہیں اور اس میں سے ایک خوبصورت پیاری آواز والا حیوان نکل آتا ہے جو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ قلعہ سے مراد انڈہ ہے اور اس سے چوزہ نکل آتا ہے

جو بڑا خوبصورت اور پیاری آواز والا ہوتا ہے۔جس ذات نے بند قلعے سے جس میں نہ خوراک کا راستہ اور نہ ہوا یہ بچہ پیدا فرمایا ہے وہی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا بنانے والا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کے وجود کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں

ہر گیاہ کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

جو گھاس زمین سے پیدا ہوتا ہے وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔کیونکہ گھاس یا کوئی بھی پودا زمین سے اگتا ہے تو پہلے اس کی ایک کونپل نکلتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک لہ ہونے پر دلالت کرتی ہے پھر شاخیں اور ٹہنیاں نکلتی ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عبادت اس کی کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے سب کو پیدا فرمایا ہے تاکہ تم اس کے عذاب سے بچ جاؤ۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو چھت۔اور تم اسی زمین میں رہ رہے ہو اور اسی چھت کے نیچے چلتے پھرتے ہو۔

وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اس نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی بارش کی صورت میں فَاَخْرَجَ بِهٖ پھر اس نے نکالے اس پانی کے ذریعے مِنَ الثَّمَرٰتِ پھل رِزْقًا لَّکُمْ تمہارے لئے روزی۔براہ راست بھی پھل کھاتے ہو اور پھلوں کو فروخت کر کے اناج خرید کر بھی کھاتے ہو اور دیگر اپنی ضروریات بھی پوری کرتے ہو۔یہ تمام انتظام کرنے والا کون ہے زمین، آسمان کس نے بنائے؟ بارش کس نے برسائی؟ اور اس کے ذریعے سے پھل کس نے زمین سے نکالے؟

روزی کا انتظام کس نے کیا؟ جب یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے تو..........

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا پس نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے لئے شریک وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ خالق وہی ہے پھر شریک کیوں بناتے ہو؟۔

آگے رسالت کے مسئلہ کا بیان ہے۔کافر، مشرک لوگ کبھی تو آنحضرت ﷺ کو ساحر اور کبھی مجنون کہتے تھے۔(معاذ اللہ تعالیٰ)۔اور کبھی کہتے کہ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہمیں سناتا ہے۔بے شک قرآن کریم میں آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات ہیں مگر ان واقعات سے محض دماغی عیاشی نہیں ہے بلکہ ان کے اندر ایک حقیقت ہے جس سے عبرت اور سبق حاصل ہوتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے..........

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ پس آپ ﷺ واقعات بیان کریں تاکہ یہ لوگ غور وفکر کریں اور کبھی کہتے کہ یہ مفتری ہے یعنی قرآن خود بنا کے ہمیں سنا دیتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

مقابلہ کے لئے قرآن کا چیلنج :

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ اور اگر ہو تم شک میں مِّمَّا اس چیز کے بارے میں نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا جو اتاری ہم نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ، سُوْرَةٍ میں تنوین قلت کے لئے ہے معنی ہوگا پس لاؤ تم کوئی چھوٹی سی سورت۔ مِّنْ مِّثْلِهٖ اس قرآن جیسی۔

قرآن پاک میں تین سورتیں تمام سورتوں سے چھوٹی ہیں۔

① ...... سورۃ العصر ② ......سورۃ الکوثر ③ ......سورۃ النصر

اور قرآن کریم کی کوئی سورت تین آیتوں سے کم نہیں ہے۔ اسی لئے فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نماز کی ایک رکعت میں کم از کم تین آیتیں پڑھنی چاہییں۔ یا ایک آیت اتنی لمبی ہو کہ جو تین آیتوں کے برابر ہو تو پھر بھی صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد اگر آیت بھی اتنی بڑی پڑھ لیں کہ جو کم از کم تین آیتوں کے برابر ہو تو نماز صحیح ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چیلنج دیا اگر تمہیں اس چیز کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے تو تم اس قرآن کے مثل کوئی چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔ یہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری چیلنج تھا۔ پہلے یہ چیلنج دیا کہ.........

لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا یعنی انسان اور تمام جن مل کر بھی اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے اگرچہ یہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں گویا ساری مخلوق عاجز ہے۔ اس بات سے کہ قرآن جیسا کوئی کلام پیش کر سکیں۔ پھر چیلنج دیا کہ اگر سارے قرآن کی مثل نہیں لا سکتے تو تمہیں مزید چھوٹ دے دیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں ایک سو چار سورتیں تمہیں معاف ہیں.........

فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ پس اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ۔ معلوم ہو جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ انسان بھی اس جیسا کلام پیش کر سکتا ہے۔ مگر کوئی بھی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکا۔ پھر آخر میں یہ چیلنج دیا کہ اس قرآن جیسی کوئی چھوٹی سی سورۃ ہی لے آؤ اور پہلے تو انسانوں اور جنوں کو چیلنج تھا اور

اب فرمایا..........

وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ، شُهَدَآءَ ، شَهِيْد کی جمع ہے اور یہاں شہید کے معنٰی مددگار کے ہیں معنٰی ہوگا اور بلالو اپنے امدادیوں کو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ چاہے انسان ہوں چاہے جنات ہوں، چاہے فرشتے ہوں۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہ کرسکو۔ یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے وَلَنْ تَفْعَلُوْا اور ہرگز نہ کرسکو گے۔ پندرہویں صدی شروع ہے آج تک کوئی ماں کا لال قرآن پاک جیسی ایک سورت بھی نہ لاسکا۔ حالانکہ سحبان وائل جیسے بڑے بڑے فصیح اور بلیغ اس دنیا میں آئے ہیں۔

فصیح عرب سحبان وائل قرآن کے سامنے مہر بلب :

سحبان وائل تمام فصحاء کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ اتنا فصیح تھا کہ اس نے بالغ ہونے کے بعد ساری زندگی مکرر جملہ نہیں بولا۔ یعنی اپنے مطلب کی ادائیگی کے لئے اس نے جو جملہ ایک دفعہ بولا ہے دوبارہ اسے زبان پر نہیں لایا۔ اگر وہ بات دوبارہ بیان کی ہے تو دوسرے جملہ کے ساتھ بیان کی ہے۔ مگر اس کو بھی قرآن جیسی سورۃ لانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ نہ آج تک کوئی لاسکا نہ قیامت تک کوئی لاسکے گا۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ پھر ڈرو تم اس آگ سے وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ جس کا ایندھن ہوں گے لوگ اور پتھر۔ یعنی جس طرح اس میں انسان جلیں گے اسی طرح پتھر بھی جلیں گے اور وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی۔

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے، منکروں کے لئے، یہ تو کافروں کا انجام ہوگا اب ماننے والوں کا انجام بھی سن لو تا کہ دونوں باتیں سامنے

آ جائیں فرمایا.........

مومنوں کو بشارت :

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور آپ خوشخبری سنا دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے۔ کس چیز کی خوشخبری؟ فرمایا.........

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ بے شک ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا جب بھی ان کو دیا جائے ان جنتوں میں پھلوں سے رزق قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ جو اس سے پہلے ہمیں روزی دی گئی تھی وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا اور وہ اس میں دیئے جائیں گے ایک دوسرے سے ملتا جلتا۔

مثلاً تیسرے دن جو پھل ملے گا اس کی شکل وصورت وہی ہوگی جو داخل ہونے کے بعد دوسرے دن ملا تھا مگر ذائقہ الگ الگ ہوگا اور لذت روز بروز بڑھتی جائے گی پہلے دن کے پھل کا جو ذائقہ ہوگا دوسرے دن کا اس سے زیادہ ہوگا تیسرے دن کا اس سے زیادہ ہوگا اسی طرح روز بروز بڑھتا جائے گا۔ جس طرح کافروں کے متعلق فرمایا......

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس چکھو تم ہرگز نہیں بڑھائیں گے تمہارے لئے مگر عذاب ہی۔ یعنی ان کے عذاب میں دن بدن اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور مومنوں کے لئے مزید کیا ہوگا؟۔ فرمایا.........

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور ان کے لئے ہوں گے ان جنتوں

میں جوڑے پاکیزہ۔ ایمان والوں کو وہاں حوریں بھی ملیں گی اور دنیا والی عورتیں بھی ملیں گی اور ان کا درجہ حوروں سے زیادہ ہوگا۔

دنیا کی عورتوں اور حوروں کا مکالمہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا والی عورتوں کو حوریں کہیں گی کہ ہم جنت کی مخلوق ہیں کوئی کستوری سے پیدا ہوئی ہوگی کوئی عنبر سے کوئی کافور سے کوئی زعفران سے اور تم خاکی مخلوق ہو۔ مگر تمہارا درجہ اور حسن ہمارے سے زیادہ ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔

یہ عورتیں جواب دیں گی لِصَلٰوتِنَا وَصِيَامِنَا ہم نمازیں پڑھتی تھیں اور روزے رکھتی تھیں۔ اس وجہ سے ہمیں یہ مقام ملا ہے تم تو یہاں مفت میں کھاتی پیتی ہو۔ دنیا والی عورتوں کو نمازوں اور روزوں کی برکت سے اور دین کے سلسلے میں مشقتیں برداشت کرنے کی وجہ سے حوروں پر سرداری ملے گی۔ اور ان کا حسن و جمال حوروں کے حسن و جمال کو مات کردے گا مگر شرط یہ ہے کہ مومن ہوں۔ کیونکہ آخرت کی کامیابی کے لئے ایمان شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور مہربانی سے عورتوں کو سہولت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے گھر میں ہی نماز پڑھیں۔

عورتوں کو بطورِ خاص نصیحت :

وہ عورت بڑی خوش قسمت ہے جس کا خاوند نماز روزے کا پابند ہے۔ اور یہ اس کی خدمت کرتی ہے روٹی پکا کر دیتی ہے۔ کپڑے دھو کر استری کر کے دیتی ہے۔ خاوند کے گھر مال، عزت کی حفاظت کرتی ہے۔ تو یہ خاوند کے ثواب میں برابر کی شریک ہے۔ یعنی جتنی وہ نیکیاں کرتا ہے جتنا ثواب اس کو ملے گا اس کو بھی اتنا ثواب

ملے گا۔ وہ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گا اس کو گھر میں بیٹھے ہوئے اس کے برابر ثواب ملے گا۔

اور بیبیو اور بیٹیو! یہ مسئلہ یاد رکھنا کہ نفلی روزوں اور نفلی نمازوں سے گھر کے کام کاج کا ثواب زیادہ ہے۔ مگر آج کل عورتیں کم کوس ہیں گھروں میں مشینیں آگئی ہیں سارا کام مشینوں سے لیتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتیں۔ اس وجہ سے صحت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ ہاتھ پاؤں حرکت نہیں کریں گے تو جسم میں ضعف اور کمزوری آئے گی۔ بیماریاں حملہ کریں گی تجربہ شاہد ہے کہ بوڑھی عورتیں آج کل کی نوجوان عورتوں سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ اور بوڑھے نوجوانوں سے زیادہ طاقت اور ہمت رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے بدن کو حرکت دی ہے اور ہاتھ پاؤں کے ساتھ کام کیے ہیں۔ اور ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ کام کرنے میں اللہ تعالیٰ نے صحت رکھی ہے اور اجر و ثواب بھی رکھا ہے۔ لیکن آج کل کے تمام کام مشینوں کے ذریعے سرانجام دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ صحت اور طاقت نہیں ہے۔

تو خیر! فرمایا کہ ایمان والوں کو جنتوں میں جوڑے ملیں گے عورتوں کو خاوند اور مردوں کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کے انعامات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا

بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ

يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ

فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ

تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ

يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ

سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَسْتَحْيٖٓ نہیں شرماتا اَنْ يَّضْرِبَ یہ کہ بیان کرے مَثَلًا مَّا کوئی مثال بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا مچھر کی ہو یا اس سے بڑی فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے فَيَعْلَمُوْنَ پس وہ جانتے ہیں اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ کہ یہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور بہرحال وہ لوگ جو کافر ہیں فَيَقُوْلُوْنَ پس وہ کہتے ہیں مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ساتھ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اس کے ذریعے بہتوں کو وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا اور ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے بہتوں کو وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اور نہیں گمراہ کرتا اس کے ذریعے اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ مگر نافرمانوں کو۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ نافرمان وہ ہیں جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ اس کو مضبوط کرنے کے بعد وَيَقْطَعُوْنَ اور توڑتے ہیں مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اس چیز کو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اَنْ يُّوْصَلَ یہ کہ اس کو جوڑا جائے

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد مچاتے ہیں زمین میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ کیسے تم انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا حالانکہ تم بے جان تھے فَاَحْيَاكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زندہ کیا ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر تمہیں مارے گا ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پھر تمہیں زندہ کرے گا ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا جو کچھ زمین میں ہے سارا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ پھر اس نے ارادہ کیا آسمان کی طرف فَسَوّٰىهُنَّ پس برابر کر دیا ان کو سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

ربط :

اس سے پہلے درس میں میں نے بتایا تھا کہ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ توحید، رسالت اور معاد کا اللہ تعالیٰ نے چیلنج دیا کہ اگر تمہیں شک ہے اس قرآن کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو قرآن کریم کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے کسی ایک چھوٹی سی سورت کے مثل کوئی سورت لے آؤ۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم لوگ عربی اور فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود سب

مل کر بھی نہ لاسکو وَلَنْ تَفْعَلُوْا اور تم ہرگز نہ لاسکو گے تو بچو تم اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

قرآنِ کریم پر مشرکین کا اعتراض :

مشرکین مقابلہ کرنے سے تو عاجز آگئے مگر دنیا کی عادت ہے کہ خاموش کوئی نہیں رہتا۔ جب ان سے کچھ نہ بن پڑا تو قرآن پاک پر اعتراض اور شوشے چھوڑنے شروع کر دیئے۔ کہنے لگے کہ تم قرآن کی بڑی تعریف کرتے ہو کہ یہ بڑی عظیم کتاب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو پھر اس میں مکھی، مچھر، مکڑی، کتے اور خنزیر کا ذکر کیوں آتا ہے؟۔ کیونکہ قرآن پاک میں مختلف مقامات پر موقع محل کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا.........

قرآنِ کریم کی عام فہم مثالیں :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ حرام کر دیا گیا تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کی بے بسی کو ذکر کرتے ہوئے سورۃ الحج میں فرمایا.........

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! ضُرِبَ مَثَلٌ ایک مثال بیان کی جاتی ہے فَاسْتَمِعُوا لَهُ اس کو غور سے سنو إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ بے شک جس کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس سمجھ کر پکارتے ہو لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وہ ہرگز نہیں بنا سکتے ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہو جائیں۔ اور اسی طرح شرک کی تردید کرتے ہوئے بیسویں پارے کے آخر میں

فرمایا.........

مَثَلُ الَّذِیْنَ مثال ان لوگوں کی اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ جنہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ مکڑی کی طرح ہے اِتَّخَذَتْ بَیْتًا جس نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ اور بے شک تمام گھروں سے کمزور البتہ مکڑی کا گھر ہے یہ مکڑی کا جالا نہ اس کو گرمی سے بچا سکتا ہے۔ نہ سردی سے اور معمولی سا تنکا لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

غرضیکہ تمام گھروں میں کمزور ترین گھر مکڑی کا جالا ہے۔ مکڑی سے کوئی پوچھے کہ اتنا بڑا مکان کوٹھی مضبوط قلعہ تیرے لیئے کافی نہیں ہے کہ اس کی چھت کے نیچے یہ جالا بناتی ہے۔ یہی حال ہے مشرکوں کا کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق پر اس کو یقین نہیں آتا اس سے نیچے نیچے چھوٹے چھوٹے کارساز حاجت روا، مشکل کشا، دستگیر بناتے ہیں۔ جو نہ ان کا کچھ بنا سکتے ہیں نہ بگاڑ سکتے ہیں۔

پھر یہ جو مکڑی جالا بناتی ہے اس کا میٹریل باہر سے نہیں لاتی بلکہ اسکا میٹریل اس کے پیٹ سے لعاب کی شکل میں باہر نکلتا ہے۔ ایسے ہی مشرک کے پاس اپنے شرکیہ عقیدے پر خارج سے کوئی دلیل نہیں ہوتی نہ قرآن کریم سے، نہ سنت رسول سے، نہ اعمالِ صحابہ سے، نہ بزرگوں کے اقوال سے بلکہ جو کچھ نکلتا ہے اندر سے ہی نکلتا ہے......

کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ (سورۃ الکھف) بڑی سخت بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ ظالم مشرک اپنے شرک پر ساری دلیلیں اپنے پیٹ سے ہی نکالتا ہے اسی طرح قرآن کریم میں کتے کا بھی ذکر آتا ہے۔ تو

مشرکوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اس میں ان چیزوں کا ذکر کیوں ہے؟۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں، فرمایا.........

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَسْتَحْیٖٓ نہیں شرماتا اَنْ یَّضْرِبَ یہ کہ بیان کرے مَثَلًا مَّا کوئی مثال، جو تمہیں سمجھانے کے لئے ہو۔ بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (فرض کرو) مچھر کی ہو یا اس سے بڑی ہو۔ باریک ہونے میں اس سے بڑی ہو۔ یا موٹا ہونے میں اس سے بڑی ہو۔ مثالیں تو سمجھانے کے لئے ہوتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہودیوں کے پیروں اور مولویوں نے دین کا نقشہ بگاڑ دیا تھا۔ جس طرح آج کل اہلِ بدعت نے صحیح دین اسلام کا نقشہ بگاڑ دیا ہے۔ یہودی اس طرح کرتے تھے کہ چھوٹی باتوں کی طرف توجہ دیتے تھے لیکن بڑی باتوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ ''تم مچھروں کو چھانتے ہو اور اونٹوں کو نگلتے ہو''۔ یعنی چھوٹی باتوں کا خیال کرتے ہو اور بڑی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔

لطیفہ :

ایسا ہی ایک واقعہ **''المستطرف فی کل فن مستظرف''** نامی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں وعظ و نصیحت کی باتیں بھی ہیں اور ہنسی مذاق کی باتیں بھی ہیں۔ واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک آدمی نے کنواری عورت کے ساتھ بدکاری کی جس سے وہ حاملہ ہو گئی اس بدکار نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ ولادت ہو جائے گی اور میری بدنامی ہو گی لہٰذا مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اس کو مشورہ دیا گیا کہ کسی دائی سے مل کر

اسقاط حمل کردے کہنے لگا کہ حمل گرانا تو مکروہ ہے۔اس نے اتنا خیال نہ کیا کہ حمل گرانا مکروہ اور کیا بدکاری جائز ہے۔یہی حال تھا یہودیوں کا کہ چھوٹی چیزوں کا خیال کرتے تھے اور بڑی چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔تو مثالیں سمجھانے کے لئے ہوتی ہیں..........

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے فَيَعْلَمُوْنَ پس وہ جانتے ہیں اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ کہ یہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور بہرحال وہ لوگ جو کافر ہیں فَيَقُوْلُوْنَ پس وہ کہتے ہیں مَا ذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ساتھ کہ کہیں مکڑی کا ذکر کیا، کہیں مکھی کا۔ ان کے دماغ ٹیڑھے تھے اس لئے اس طرح کے اعتراض کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اس کے ذریعے بہتوں کو۔جن کے دماغ صاف نہیں،ضدی ہیں۔اور ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا اور ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے بہتوں کو۔جو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کے لئے مثالیں دی ہیں۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ اور نہیں گمراہ کرتا ان مثالوں کے ذریعے مگر نافرمانوں کو۔ جو حق کو نہیں مانتے اور فاسق ،فاجر ہیں۔آگے فاسقین کی صفات کے ساتھ ان کی وضاحت فرمائی ہے..........

فاسقین کی علامات

①......فاسقین کی پہلی صفت :

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ فاسق، فاجر، نافرمان وہ ہیں جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو مِنْ ، بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ اس کو مضبوط کرنے کے بعد۔ اس عہد سے کون سا عہد مراد ہے؟ تو مفسرین کرام رحمہم اللہ کے درج ذیل مختلف اقوال ہیں.........

①...... مفسرین کرام رحمہم اللہ کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ اس سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انسانوں سے لیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک جو بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں پیدا ہونے والے تھے چیونٹیوں کی مانند سب کو ظاہر فرمایا اور ان کو عقل اور شعور دیا پھر ان سے پوچھا.........

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ''قولِ الست'' کا یاد ہونا :

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰی سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔ بعض ملحدوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر ہم نے یہ عہد کیا ہوتا تو ہمیں یاد ہوتا۔ ہمیں تو یہ عہد یاد نہیں ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن کے حافظے کمزور ہیں ان کو تو یاد نہیں ہے اور جن کے حافظے مضبوط ہیں ان کو یاد ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے الست والا عہد یاد ہے۔ اسی طرح حضرت سہیل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اولیاء میں سے گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ عہد مجھے بھی یاد ہے۔ اور کئی بزرگ ہیں جو فرماتے ہیں کہ الست والا عہد ہمیں یاد ہے۔

رہی ہماری تمہاری بات تو ہمارے حافظے کا حال تو یہ ہے کہ ہمیں تو یہ بھی یاد نہیں ہے کہ روٹی کا لفظ ہمیں کس نے بتایا، پانی کا لفظ ہمیں کس نے بتایا، ماں نے بتایا، باپ نے بتایا، بھائی نے بتایا۔ آخر کسی کے بتانے سے ہی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ روٹی ہے اور یہ پانی ہے۔ اسی طرح ہاتھ ہے، آنکھ ہے، ناک ہے، پاؤں ہے کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ ہمیں کس نے سکھائے ہیں۔ اور کس وقت بتائے ہیں۔ رات کے وقت بتائے ہیں دن کے وقت بتائے ہیں۔ کس جگہ بتائے ہیں۔ آخر کسی کے بتانے سے ہی معلوم ہوئے ہیں۔ لہٰذا اگر وہ عہد یاد نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عہد لیا ہی نہیں گیا۔ بلکہ عالمِ ارواح میں وہ عہد لیا گیا ہے۔ تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ''عہد'' سے وہ عہد مراد ہے۔

② ..... مفسرین کرام رحمہم اللہ کا دوسرا گروہ فرماتا ہے کہ اس عہد سے کلمے والا عہد مراد ہے۔ کہ ہم جب کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** تو اس میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو معبود نہیں مانیں گے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ باقی کتنے لوگ ہیں جو اس عہد کو قائم رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اور کتنے عہد کو توڑنے والے ہیں یہ سب کے سامنے ہے

عیاں را چہ بیاں

کھلی چیز کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو یہ عہد مراد ہے کہ وہ اس عہد کو توڑتے ہیں۔

اور اسی طرح جب ہم ایمان مجمل اور ایمان مفصل پڑھتے ہیں تو اس میں بھی

عہد کرتے ہیں وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اور میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو قبول کیا۔ اس پر بھی غور کرلو اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ ہم نے کتنے احکام مانے ہیں اور کتنے توڑے ہیں۔ الست والے عہد پر کتنے قائم ہیں۔ اور کلمے والے عہد پر کس قدر قائم ہیں۔ اور قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ والے عہد پر کتنا عمل کر رہے ہیں؟ غور کرلو کیونکہ عہد توڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے فاسقون فرمایا ہے۔

②...... فاسقین کی دوسری صفت :

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اور توڑتے ہیں اس چیز کو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اَنْ يُّوْصَلَ یہ کہ اس کو جوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور اپنا تعلق میرے ساتھ جوڑو میرے پیغمبروں کے ساتھ تعلق جوڑو، میری کتابوں کے ساتھ تعلق جوڑو، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑو اور صلہ رحمی کرو۔ یہ نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑتے ہیں، نہ اس کے پیغمبروں کے ساتھ، نہ اس کی کتابوں کے ساتھ، نہ رشتہ داروں کے ساتھ اور صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کرتے ہیں۔

③...... فاسقین کی تیسری صفت :

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد مچاتے ہیں زمین میں۔ خلافِ شریعت کام کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، چوریاں کرتے ہیں، قتل، زنا، جوا کھیلتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں فساد فی الارض ہیں۔ اور ناپ تول میں کمی کرنا، ملاوٹ کرنا بھی فساد فی الارض ہے۔ ملاوٹ کا تو یہ حال ہے کہ نمک، مرچ، ہلدی، دودھ، گھی تک کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ دنیا میں فساد ہی فساد ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ فرمایا.........

اُولٰٓـئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔ یہاں تک توحید، رسالت اور قرآن کریم پر اعتراض کا جواب دیا گیا آگے معاد کا بیان ہے۔ فرمایا......

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ کیسے تم انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا۔ یعنی اس کی قدرت اور اس کے احکامات کا وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا حالانکہ تم بے جان تھے۔ رحم مادر میں تخلیق انسان کی کیفیت یہ ہے کہ چالیس دن تک نطفہ ہی رہتا ہے۔ پھر خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پھر لوتھڑا گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ پھر گوشت کا ٹکڑا ہڈیاں بن جاتا ہے۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھ جاتا ہے۔ جب انسانی شکل بن گئی تو چار ماہ بعد اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ اب اس میں جان آ گئی۔ اور اس نے ماں کے پیٹ میں نقل و حرکت شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک کا انتظام اس طرح کیا کہ حیض والی نالی کا اس کی ناف کے ساتھ ناڑو لگا دیا۔ ماں کے بدن کے ساتھ اس کو جوڑ دیا اس کے ذریعے سے اس کو خوراک ملتی ہے۔ جان پڑنے کے بعد پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے، پلتا ہے، سانس بھی لیتا ہے، خوراک بھی مل رہی ہے۔

خدا کی قدرت دیکھو! نہ کوئی کھڑکی ہے، نہ دروازہ ہے، نہ گرمی سردی سے بچنے کا انتظام ہے۔ مگر وہ پل رہا ہے، موٹا بھی ہو رہا ہے اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ پیدائش کے بعد آواز بھی نکالتا ہے۔ جبکہ دنیا میں حالت یہ ہے کہ گرمی میں چھوٹے سے کمرے کی کھڑکیاں، روشن دان، دروازے بند کر دیں تو انسان کو سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ دم نکلتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ اس نے کس طرح انتظام

فرمایا ہے کہ وہ ماں کے چھوٹے سے پیٹ میں سانس بھی لے رہا ہے، خوراک بھی مل رہی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھو وہ قادرِ مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ فرمایا.........

فَاَحْيَاكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندہ کیا۔ کہ ماں کے پیٹ میں جان ڈالی ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر تمہیں مارے گا ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پھر وہ تمہیں قبر میں زندہ کرے گا۔

قبر میں زندگی :

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زندگی سے مراد قبر کی زندگی ہے۔ انسان جب فوت ہوتا ہے تو اس کی روح نکل جاتی ہے پھر جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو تُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ اس کی روح اس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے فرشتے آجاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں.........

مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟۔ مَنْ نَبِيُّكَ تیرا نبی کون ہے؟۔ مَادِيْنُكَ تو کس دین پر تھا؟۔ وہ سوالوں کو سمجھتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ اس کے بعد اگر نیک ہے تو اس کو قبر میں جو راحت اور آرام ملتا ہے اس کو وہ سمجھتا بھی ہے اور محسوس بھی کرتا ہے اور اگر بد ہے تو اس کو جو سزا ملتی ہے اس کو وہ سمجھتا بھی ہے اور محسوس بھی کرتا ہے۔

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ قیامت قائم کی جائے گی۔ تمام کے تمام رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے رتی رتی کا حساب ہوگا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی چند نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہارے پہلوؤں کو پیدا کیا اس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا، آسمان کی طرف سے بارش نازل فرمائی۔ اور اس کے ذریعے پھل پھول پیدا فرمائے۔ آگے دیگر انعامات کا ذکر ہے، فرمایا.........

کوئی چیز بے فائدہ نہیں :

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا جو کچھ زمین میں ہے سارا۔ زمین میں جو کچھ ہے انسان کے فائدے کے لئے ہے۔

فائدہ کی مختلف صورتیں :

بعض ملحدین اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بتاؤ سانپ کے پیدا کرنے میں انسان کو کیا فائدہ ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سانپ کے فوائد تو بہت ہیں، میں آپ کو سمجھانے کے لئے صرف ایک فائدہ بتاتا ہوں۔

دیکھو! عذابِ قبر کے بارے میں آتا ہے کہ بروں کے پیچھے ننانوے اژدھے لگے ہوں گے وہ اتنے زہریلے ہوں گے کہ اگر ایک دفعہ سانس لیں تو دنیا میں کوئی چیز ہری نہ رہے۔ تو ان کا ڈنگ کتنا زہریلا ہوگا۔ اب اگر دنیا میں سانپ نہ ہوتا تو یہ بات کس طرح سمجھ آتی اور انسان عبرت کس طرح حاصل کرتا؟۔

حالت یہ ہے کہ مجمع میں اگر چھوٹا سا سانپ نظر آ جائے تو مجمع بدحواس ہو کر بکھر جاتا ہے۔ اور قبر میں اتنے زہریلے سانپ ہوں گے وہ ڈنگ ماریں گے اور آدمی بھاگ بھی نہیں سکے گا۔ تو یہ فائدہ ہے کہ نہیں کہ اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

فائدے کا معنٰی صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی پیٹ میں ڈالے۔ بلکہ عبرت حاصل کرنا بھی فائدے میں شامل ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ پھر اس نے ارادہ کیا آسمان کی طرف۔ زمین کی طرح آسمان بھی آٹے کے پیڑے کی طرح گول تھا۔

فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پس برابر کر دیا ان کو سات آسمان اپنی قدرت سے۔ یہ تمام چیزیں زمین، آسمان اللہ تعالٰی نے تمہارے فائدے کے لئے بنائے ہیں۔

وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور وہ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔ کوئی چیز اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی

وَاسْتَكْبَرَ ق وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۴

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ اور جب فرمایا تیرے رب نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اِنِّیْ جَاعِلٌ بے شک میں بنانے والا ہوں فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً زمین میں نائب قَالُوْٓا کہا فرشتوں نے اَتَجْعَلُ فِیْهَا کیا تو بناتا ہے اس زمین میں مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا اس کو جو فساد مچائے گا زمین میں وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ اور بہائے گا خون وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ اور ہم فرشتے تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ وَنُقَدِّسُ لَكَ اور ہم تیری پاکیزگی کا اقرار کرتے ہیں قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں جانتا ہوں مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ اور تعلیم دی آدم (علیہ السلام) کو الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سب ناموں کی ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر ان کو پیش کیا فرشتوں پر فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دو بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ ان چیزوں کے ناموں کی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر تم سچے ہو۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ کہا فرشتوں نے تیری ذات پاک ہے لَا عِلْمَ لَنَآ ہمیں کوئی علم نہیں ہے اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ بے شک تو ہی ہے علم والا اور حکمت والا قَالَ

یٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم خبر دے ان کو بِاَسْمَآئِهِمْ ان چیزوں کے ناموں کی فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ پس جب خبر دی آدم (علیہ السلام) نے ان کو بِاَسْمَآئِهِمْ ان چیزوں کے ناموں کی قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ بے شک میں جانتا ہوں غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے غیبوں کو وَاَعْلَمُ اور میں جانتا ہوں مَا تُبْدُوْنَ اس چیز کو جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اور اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو تم آدم (علیہ السلام) کو فَسَجَدُوْٓا پس انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ اس نے انکار کر دیا اور تکبر کیا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور تھا وہ کافروں میں سے۔

ربط :

ان آیات کا پچھلی آیات کے ساتھ کیا ربط ہے؟۔ اس کے متعلق علماء کرام فرماتے ہیں کہ نعمتیں دو قسم کی ہیں........

① ..... ایک ظاہری اور حسی کہ نظر آتی ہیں اور محسوس ہوتی ہیں۔ جیسے آسمان، زمین، انسان کا وجود، خوراک اور لباس ہے کہ یہ نظر بھی آتی ہیں اور محسوس بھی ہوتی ہیں۔

② ...... دوسری نعمتیں باطنی اور معنوی ہیں جو نہ تو نظر آتی ہیں اور نہ محسوس

ہوتی ہیں جیسے علم، اخلاقِ حسنہ وغیرہ ہیں۔ کہ جو نہ تو نظر آتے ہیں اور نہ محسوس ہوتے ہیں۔ کیونکہ اخلاقِ حسنہ کا پتہ تو معاملہ کرنے کے بعد چلے گا۔ ویسے نہیں معلوم ہوسکتا۔

خلافت ارضی :

تو پہلے ظاہری اور حسی نعمتوں کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور اب باطنی اور معنوی نعمتوں کا ذکر ہے کہ اے انسانو! تم اس بزرگ کی نسل سے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے نوازا جس کی بدولت وہ فرشتوں سے آگے نکل گیا اور مسجود الملائکہ بنا۔ اور انسانوں کی توجہ اس طرف بھی کرائی ہے کہ تم شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہو اس نے جو تمہارے ساتھ کیا تھا وہ بھی سن لو۔ اور اس کے نقش قدم پر چلنا چھوڑ دو اور اپنی اصل کو نہ بھولو۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ اور جب فرمایا تیرے رب نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو۔ مَلٰٓئِكَةٌ، اُلُوْكَةٌ سے مشتق ہے۔ اور اُلُوْكَةٌ کا معنیٰ ہے پیغام پہنچانا۔ اور فرشتوں کے ذمہ بھی مختلف ڈیوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ کوئی وحی لاتا ہے کوئی رحمت کا پیغام پہنچاتا ہے۔ کوئی نیکوں کے لئے رحمت کی دعائیں کر رہا ہے۔ کوئی مجرموں پر لعنتیں پہنچا رہا ہے۔ کوئی احکامات پہنچانے کی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ اس لئے ان کو ملائکہ کہا جاتا ہے۔ اور فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی ہے۔

فرشتوں کے ''نور'' سے مراد :

چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ فرشتے نور سے پیدا کئے

گئے ہیں لیکن یہ نور وہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام نور بھی ہے یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس سے کوئی چیز نہیں نکلی فرشتے جس نور سے پیدا کئے گئے ہیں وہ مخلوق ہے جس طرح مٹی مخلوق ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ آگ مخلوق ہے جو جنات کی اصل ہے۔

اسی طرح نور بھی مخلوق ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا ہے۔ وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ اور نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ اور ان کی اعلیٰ ترین عبادت ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا..........

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً بے شک میں بنانے والا ہوں زمین میں نائب۔ خلیفہ کا معنٰی ہے نائب۔ اللہ تعالیٰ کی نیابت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اللہ تعالیٰ سے وصول کر کے اس کی مخلوق پر نافذ کرے۔ مخلوق کو پہنچائے تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔

فرشتوں کا اشکال :

قَالُوْٓا کہا فرشتوں نے اَتَجْعَلُ فِیْھَا کیا تو بناتا ہے اس زمین میں مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا اس کو جو فساد مچائے گا زمین میں وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ اور بہائے گا خون وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ اور ہم فرشتے تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھتے رہتے ہیں۔

وَنُقَدِّسُ لَکَ اور ہم تیری پاکیزگی کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ تو تمام عیبوں اور کمزوریوں سے پاک اور صاف ہے۔ اس سے فرشتوں کا مدعا یہ تھا کہ اے پروردگار! کسی اور مخلوق کو جو خلیفہ بنانا چاہتا ہے ہمیں بنا دے ہم ہر وقت تیری تسبیح اور تقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔

انسان کی فضیلت :

قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں جانتا ہوں مَا لَاتَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے۔ تمہارے ذہن میں صرف فرمانبرداری اور اطاعت ہے کہ جس کو تو نے پیدا کرنا ہے اس نے بھی تیری فرمانبرداری اور اطاعت کرنی ہے۔ اور وہ ہم کر رہے ہیں لہٰذا اس کو بنانے کی کیا ضرورت ہے؟۔

ٹھیک ہے تم فرمانبردار ہو اور رہو گے کیونکہ تمہارے خمیر میں خواہشات نہیں ہیں۔ میں ایک ایسی مخلوق بنانا چاہتا ہوں جس میں ہر طرح کی خواہشات بھی ہوں گی لیکن اس میں ایسی قابلیت اور صلاحیت ہوگی کہ وہ ان تمام خواہشات کو دبا کر میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے فرمانبردار رہے گا۔ اس بات کو تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔ اور اس وجہ سے انسان کو فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے کہ فرشتے لمبی راتوں میں بھی ساری رات سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتے رہتے ہیں۔ کوئی قیام میں پڑھ رہا ہے، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدے میں۔ نہ ان کو وضو کی ضرورت ہے کیونکہ ان کا وضو ٹوٹتا ہی نہیں ہے۔ نہ ان کو نیند کی حاجت ہے اور انسان کے ساتھ یہ ساری حاجتیں اور ضرورتیں لگی ہوئی ہیں۔ پھر وہ فرمانبردار ہے۔ اس لئے اس کی عبادت کا درجہ فرشتوں کی عبادت سے زیادہ ہے۔

مسلم شریف میں حدیث ہے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور پھر فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو یوں سمجھو کہ اس نے ساری رات عبادت میں گزاری ہے۔یعنی عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر سو گیا اور صبح کو اٹھ کر فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔تو اس کا سونا بھی عبادت شمار ہوگا۔کیونکہ یہ گرمی،سردی کی پرواہ کئے بغیر اٹھتا ہے،وضو کرتا ہے پھر چل کر مسجد میں جاتا ہے۔اور فرشتوں کو نہ گرمی کی تکلیف اور نہ سردی کا احساس،نہ چلنے سے تھکاوٹ اس لئے انسان کی پانچ منٹ کی عبادت فرشتوں کی ساری رات کی عبادت سے افضل ہے۔اگرچہ مقدار میں تھوڑی ہے۔اور فرشتوں نے یہ بھی کہا کہ یہ زمین میں فساد مچائے گا اور خون ریزی کرے گا۔

فرشتوں کے اشکال کی وجہ؟ :

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس چیز کا فرشتوں کو کس طرح پتہ چل گیا۔غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔تو انہوں نے قبل از وقت یہ بات کس طرح کردی؟۔اس سلسلے میں مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بہت ساری باتیں بیان فرمائی ہیں۔ان میں سے ایک بات یہ بھی فرمائی ہے کہ.........

①...... آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے زمین میں جنات کی حکومت تھی اور وہ قتل وغارت اور فساد وغیرہ سب کچھ کرتے تھے تو ان پر قیاس کرتے ہوئے کہ جو ان کی جگہ آرہے ہیں یہ بھی وہی کچھ کریں گے گویا کہ فرشتوں نے ایک نوع کا دوسری نوع پر قیاس کیا قَاسَ اَحَدَ النَّوْعَیْنِ عَلَی الْاٰخَرِ انہوں نے ایک نوع کا

دوسری نوع پر قیاس کیا۔

(۲)...... اور اس کے جواب میں دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ لفظ خلیفہ سے انہوں نے یہ سمجھا کہ حاکم اور خلیفہ کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں جھگڑا ہو فتنہ فساد ہو اور جہاں جھگڑا، فساد نہ ہو وہاں خلیفے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ساری جنت میں ایک بھی تھانیدار نہیں ہوگا۔

(۳)...... اور تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ فرشتوں نے لوح محفوظ میں دیکھا تھا کیونکہ جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے لوحِ محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لکھ دیا ہے کہ فلاں یہ کرے گا، فلاں یہ کرے گا، فلاں یہ کرے گا۔ تو اس کے ذریعے فرشتوں کو معلوم ہوا کہ آنے والی مخلوق یہ کچھ کرے گی۔ ملائکۃ المقربین نے لوحِ محفوظ کو دیکھا تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا تھا اور فرشتوں نے پڑھا تھا۔ وہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

اس وقت فتنے عروج پر ہیں اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی فتنے زیادہ ہوں گے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے کہ جوں جوں قیامت قریب آئے گی فتنے زیادہ ہوں گے لوگ اتنے پریشان ہو جائیں گے کہ آدمی قبر کو دیکھ کر کہے گا کاش! یہ میری قبر ہوتی۔ یعنی میں مر چکا ہوتا۔ اور فتنوں سے محفوظ ہو جاتا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو لفظ نکلا ہے وہ کبھی خطا نہیں جا سکتا۔ جوں جوں قیامت قریب ہوگی دن بدن فتنوں میں اضافہ ہوگا۔ کمی کی توقع نہیں ہے۔ کمی تب ہوگی جب امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ان کی کمائی کریں گے بدمعاش ختم ہوں گے اور اللہ والے کونوں سے باہر نکل آئیں گے۔ تو فرشتوں نے کہا

اے پروردگار! تو ایسے کو بنانا چاہتا ہے جو زمین میں فساد مچائے گا اور خون ریزی کرے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بے شک ان میں ایسے بھی ہوں گے۔ مگر بے شمار ان میں نیک بھی ہوں گے۔

12

انقلابِ روس اور استقامت دین :

پہلے زمانے تو خیر کے تھے ہر طرف نیک لوگ تھے مگر اس زمانے میں بھی زمین کے ہر کونے میں نیک لوگ موجود ہیں۔ اور انہوں نے مظالم کو برداشت کر کے بھی ایمان بچایا ہے اور اسلام کا تحفظ کیا ہے۔

روسی انقلاب کو ہی دیکھ لو کہ انہوں نے اسلام پر پابندی لگا دی ستر سال تک روسی مظالم نے لوگوں کے ذہن مسخ کیے حکومت سے منظوری لئے بغیر نومولود بچے کا نام کوئی نہیں رکھ سکتا تھا۔ کہ کوئی مسلمانوں والا نام نہ رکھ دے کہ بڑا ہو کر اس کو معلوم ہو جائے کہ ہم مسلمان ہیں اس حد تک پابندیاں تھیں۔ اس کے باوجود وہاں لوگوں نے تہہ خانوں میں چھپ کر اپنے بچوں کو دین سکھایا اور ایمان کا تحفظ کیا۔ الحمد للہ! اس وقت بھی ان علاقوں میں مسلمان موجود ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا امتحان :

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور تعلیم دی آدم (علیہ السلام) کو سب ناموں کی ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر ان کو پیش کیا فرشتوں پر فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دو بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ ان چیزوں کے ناموں کی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو کہ ہم خلافت کے حقدار ہیں۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ کہا فرشتوں نے تیری ذات پاک ہے لَا عِلْمَ لَنَآ ہمیں

کوئی علم نہیں ہے اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ بے شک تو ہی ہے علم والا اور حکمت والا۔

قَالَ یٰاٰدَمُ اَنْبِئْھُمْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم خبر دے ان کو بِاَسْمَآئِھِمْ ان چیزوں کے ناموں کی فَلَمَّآ اَنْبَاَھُمْ پس جب خبر دی آدم (علیہ السلام) نے ان کو بِاَسْمَآئِھِمْ ان چیزوں کے ناموں کی قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ بے شک میں جانتا ہوں غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے غیبوں کو لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ اس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

وَاَعْلَمُ اور میں جانتا ہوں مَا تُبْدُوْنَ اس چیز کو جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ اور اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو۔ ظاہر تو یہ کرتے تھے کہ اے پروردگار! ہم تیری تسبیح پڑھتے ہیں، تیری پاکیزگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور چھپاتے تھے کہ ہمیں خلافت ملنی چاہیے۔

آدم علیہ السلام کی برتری کی وجہ بمعہ امثلہ :

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے تعلیم تو دی آدم علیہ السلام کو اور امتحان میں فرشتے بھی مبتلا کیے گئے۔ بظاہر یہ بات انصاف کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ یا تو فرشتوں کو بھی تعلیم دی جاتی پھر امتحان لیا جاتا۔

① ...... مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بیان القرآن میں اس کا بڑا مختصر جواب دیا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی موجودگی میں آدم علیہ السلام کو ان چیزوں کے نام بتائے۔ مثلاً آدم علیہ السلام کو سمجھایا کہ یہ دہی ہے، یہ ہانڈی ہے، اس کو

چمچہ کہتے ہیں، یہ نمک ہے، اس کو ہلدی کہتے ہیں، یہ مرچ ہے وغیرہ، وغیرہ۔ تو جب آدم علیہ السلام کو نام بتائے فرشتے وہاں موجود تھے مگر وہ سمجھ نہ سکے۔ کیونکہ یہ چیزیں ان کی ضرورت کی نہیں تھیں۔ اور آدم علیہ السلام سمجھ گئے کیونکہ یہ چیزیں ان کی ضرورت کی تھیں۔

(۲)...... پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو اس طرح سمجھو کہ جیسے کوئی استاد اقلیدس (جیومیٹری) پڑھائے اور کہے کہ ایک زاویہ قائمہ ہوتا ہے اور ایک زاویہ کادہ ہوتا ہے، ایک شکل خماسی ہوتی ہے اور ایک مربع ہوتی ہے، ایک مثلث ہوتی ہے اور ایک مسدس ہوتی ہے۔ یہ وہی سمجھیں گے جن کو اس سے کچھ نسبت ہوگی۔ وہاں بیٹھے ہوئے عوام بے چارے کیا سمجھیں گے کہ زاویہ کیا ہوتا ہے؟ اور مثلث کیا ہوتی ہے؟۔ اور مربع کیا ہوتا ہے؟۔ اسی طرح فرشتے بھی نہ سمجھ سکے، کیونکہ ان کا ان چیزوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔

(۳)..... یا اس طرح سمجھو کہ جس آدمی کو پشتو کے ساتھ تعلق نہ ہو وہ عبدالرحمٰن بابا کے شعر کو نہیں سمجھ سکتا۔ صوبہ سرحد میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں عبدالرحمٰن بابا۔ یہ بڑے اونچے درجے کے اشعار بولتے تھے۔ ان کا دیوان بھی پشتو زبان میں بڑا مشہور ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

مار چه سورے لـه ورشی هلـه سم شی
تـو پـگـور ڈڈے تـه سـم شـولـے رحمانا هه

اب جن کو پشتو کے ساتھ تعلق ہے اور پشتو جانتے ہیں وہ تو سمجھ گئے ہوں گے اور جن کو تعلق نہیں وہ نہیں سمجھ سکے۔ بابا جی فرماتے ہیں کہ سانپ جب بل میں داخل ہوتا ہے تو بالکل سیدھا ہو کر داخل ہوتا ہے۔ اے عبدالرحمٰن تو مرنے کے قریب ہو گیا

ہے، قبر کے قریب ہو گیا ہے اور تیرے بل نہیں نکلے جو دنیا سے عشق اور محبت کے بل تیرے بدن میں ہیں۔

تو انہوں نے تصوف کی بہت بلند بات فرمائی ہے اور یاد رکھنا جو صحیح تصوف ہے اس کے بغیر بھی مسلمان کو چارہ نہیں ہے۔ نفس کا تزکیہ کرنا اخلاق حسنہ کو اخذ کرنا بڑی چیز ہے۔ مگر آج کے دور میں اس کو سمجھنا خاصا مشکل ہے۔

فرشتوں کو سجدہ کا حکم :

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو تم آدم (علیہ السلام) کو فَسَجَدُوْٓا پس انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ اس نے انکار کر دیا اور تکبر کیا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور تھا وہ کافروں میں سے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرنے کا حکم تو فرشتوں کو دیا تھا۔ اور ابلیس تو جنات میں سے تھا كَانَ مِنَ الْجِنِّ تو اس کے متعلق کیوں فرمایا کہ اس نے انکار کر دیا۔ اور تکبر کیا تو جب اس کو حکم ہی نہیں تھا تو اس نے انکار کس طرح کیا تو یاد رکھنا! قرآن کریم میں ایک جگہ اجمال ہوتا ہے اور دوسری جگہ اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ یہاں تو صرف فرشتوں کو سجدے کا حکم ہے اور سورہ اعراف کے دوسرے رکوع میں آتا ہے کہ.........

ابلیس کا انکار و تکبر :

يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ اے ابلیس! تجھے کس نے منع کیا سجدہ کرنے سے جب میں نے تجھے حکم دیا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ابلیس

کو بھی سجدہ کرنے کا حکم تھا۔ مگر اس نے انکار کر دیا اور فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ اور......

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا جس طرح جماعت میں امام کے پیچھے سارے مقتدی اکٹھے رکوع سجود کرتے ہیں۔ کیونکہ اَجْمَعُوْنَ کا لفظ ہے جو کہ یہ بتا رہا ہے کہ سب نے اکٹھا سجدہ کیا اور کیا بھی تمام فرشتوں نے ایسا نہیں ہے کہ بعضوں نے کیا ہو اور بعضوں نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ كُلُّهُمْ کا لفظ بتا رہا ہے کہ کوئی فرشتہ اس حکم سے خارج نہیں ہے۔ تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا اور ابلیس نے نہ کیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے کہا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو کہنے لگا کہ......

① ... اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے آگ میں شعلہ اور بلندی ہے۔ اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے جو پاؤں کے نیچے کچلی جاتی ہے اس کو میں کیوں سجدہ کروں۔ اور دوسرے مقام پر ہے کہنے لگا......

② ... ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سب سے پہلے بشر کو حقیر سمجھنے والا ابلیس ہے۔ پندرہویں پارے میں ہے، کہنے لگا......

③ ... اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ یہ وہ ہے جس کو تو نے میرے اوپر فضیلت دی ہے۔ رب تعالیٰ کے ساتھ طعن بازی کی ہے۔ جیسے عورتیں لڑتی ہیں تو طعنے دیتی ہیں۔ اور بشر کی تعریف اور تعظیم سب سے پہلے فرشتوں نے کی ہے۔ بشر کا

مقام بہت بلند ہے، لہٰذا اے انسانو! تم مسجود الملائکہ کی نسل سے ہو۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر جو فضیلت حاصل ہوئی تو علم کی وجہ سے ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں معنوی اور روحانی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس کو یاد رکھو اور اعمالِ صالحہ کرو.................. واللہ الموفق۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ
وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا
هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾
فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا
فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ
اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ
فَتَابَ عَلَيْهِ ۗ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾
قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَقُلْنَا يَآ اٰدَمُ اور کہا ہم نے اے آدم! اسْكُنْ اَنْتَ رہ تو وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور تیری بیوی جنت میں وَكُلَا مِنْهَا اور کھاؤ تم دونوں اس جنت سے رَغَدًا وسعت اور کشادگی سے حَيْثُ شِئْتُمَا جس جگہ سے چاہو وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور قریب نہ جانا اس درخت کے فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس ہو جاؤ گے ناانصافوں میں سے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا پس پھسلایا ان دونوں کو شیطان نے اس درخت سے فَاَخْرَجَهُمَا پس نکالا ان دونوں کو مِمَّا كَانَا فِيْهِ ان خوشیوں سے جن کے اندر وہ تھے وَقُلْنَا اهْبِطُوْا اور کہا ہم نے اترو تم بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض تمہارے دوسرے بعض کے لئے دشمن ہوں گے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ ہے ایک مدت تک۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ پس حاصل کئے آدم علیہ السلام نے مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب سے كَلِمٰتٍ چند کلمات فَتَابَ عَلَيْهِ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع کیا ان پر اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا کہا ہم نے اترو تم یہاں سے سارے

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ پس اگر آئے تمہارے پاس مِّنِّىْ هُدًى میری طرف سے ہدایت فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ پس جس نے پیروی کی میری ہدایت کی فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ پس ان پر نہ خوف ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جنہوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ وہ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اس دوزخ میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔

ربط :

پچھلے سبق میں آپ نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا امتحان لیا اس علمی امتحان میں آدم علیہ السلام کامیاب ہوگئے اور فرشتے کامیاب نہ ہوسکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فرشتوں نے بغیر کسی قیل وقال کے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور ابلیس لعین نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ میں اپنے سے گھٹیا اور پسماندہ کو سجدہ کیوں کروں؟۔ میں اس سے بہتر ہوں۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان کرکے فرماتے ہیں کہ کاش! ابلیس سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے غلام ایاز سے ہی سبق سیکھ لیتا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بڑے عجیب قسم کے بزرگ تھے انہوں نے مثنوی شریف میں کہانیوں کی شکل میں توحید وسنت اخلاص تصوف بہت کچھ سمجھایا ہے اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے

زمرہ میں تو نہیں آتا جس طرح سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان بایزید یلدرم (ترکی) اور سلطان الپ ارسلان سلجوقی رحمۃ اللہ علیہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے نہیں تھے مگر بڑے نیک اور مجاہد قسم کے بادشاہ گزرے ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں یورپ والوں کو لگام ڈال رکھی تھی۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت میں ایک نوعمر لڑکا جس کا نام ایاز تھا اور یہ بہت ذہین اور سمجھ دار تھا کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔ اور وزیروں کو مشیروں کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی انہوں نے کہا کہ حضرت یہ چھوٹا سا بچہ آپ کے پاس بیٹھا رہتا ہے۔ کسی بڑے آدمی کو اپنے پاس بٹھایا کریں اس وقت تو غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔

مگر جب انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا اور سومنات کا مندر گرایا اور ہندوستان کے قیمتی ہیرے اور جواہرات افغانستان پہنچے ان میں ایک بڑا قیمتی ہیرا تھا اپنے غلام کو حکم دیا کہ ایک پتھر اور ہتھوڑا لا کر میرے سامنے رکھ دو۔ غلام نے پتھر اور ہتھوڑا لا کر رکھ دیا جب مجلس جم گئی تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے وہ قیمتی ہیرا نکالا اور ایک وزیر کو کہا کہ اس کو پتھر پر رکھ کر توڑ دو اس نے کہا بہت قیمتی ہیرا ہے اس کو نہیں توڑنا چاہیے۔ اور نہ توڑا۔ دوسرے وزیر کو کہا اس نے بھی نہ توڑا۔ تیسرے کو کہا اس نے بھی نہ توڑا۔

الغرض! وزیروں، مشیروں میں سے جب کسی نے ہیرے کو نہ توڑا تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایاز کو کہا لو بیٹے تم اس ہیرے کو توڑ دو ایاز نے ہیرے کو پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایاز کو کہا بیٹا یہ بڑا قیمتی ہیرا تھا سب مشیروں، وزیروں نے توڑنے سے انکار کر دیا اور تو نے اس کو کیوں توڑ دیا ہے؟۔ ایاز نے کہا بے شک ہیرا قیمتی تھا مگر میرے آقا کا حکم اس سے زیادہ قیمتی تھا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ کاش! کہ ابلیس ایاز سے ہی سبق سیکھ لیتا ایک منٹ کے لئے مان لیتے ہیں کہ تو بہتر ہے۔ اگر چہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ آگ سے خاک بہتر ہے مگر یہ تو دیکھتا کہ تجھے حکم کون دے رہا ہے مگر یہ ساری باتیں سمجھ سے تعلق رکھتی ہیں۔

وَقُلْنَا يَآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ اور کہا ہم نے اے آدم! رہ تو وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور تیری بیوی (حوا علیہا السلام) جنت میں۔

جنت سے مراد :

جنت سے مراد اصل جنت ہی ہے نہ کہ ملک اردن کا باغ جیسا کہ بعض ملحدوں نے کہا ہے کہ اردن میں ایک باغ تھا اس میں ان کو بھیج دیا یہ سب خرافات ہیں بلکہ وہی جنت ہے جس میں حساب کے بعد مومنوں نے داخل ہونا ہے۔ اور وہ آسمانوں کی طرف ہے جس کے مقابلہ میں دوزخ ہے۔ جس میں کافروں اور مشرکوں نے داخل ہونا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھی ہے۔

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا اور کھاؤ تم دونوں اس جنت سے وسعت اور کشادگی سے حَيْثُ شِئْتُمَا جس جگہ سے چاہو۔ اور جو چاہو کھاؤ، پیو کوئی پابندی نہیں ہے مگر وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور قریب نہ جانا اس درخت کے۔ کیونکہ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھایا تو......

شجر ممنوعہ کون سا تھا؟ :

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس ہو جاؤ گے ناانصافوں میں سے۔ یہ کس چیز کا درخت تھا تفسیروں میں مختلف اقوال منقول ہیں.........

۱)...... انگور اور کھجور کا ذکر بھی ہے۔

۲)...... بادام اور املوک کا ذکر بھی ہے۔

۳)...... لیکن اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ گندم کا درخت تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ گندم کا تو درخت نہیں ہوتا بلکہ پودہ ہوتا ہے۔تو بات یہ ہے کہ جنت کا معاملہ الگ ہے۔ دنیا میں جو پودے ہیں وہ جنت میں درخت ہوں گے ان کو اس درخت سے کھانے پر ابلیس نے اکسایا تھا۔قرآن کریم میں ہے.......

وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ابلیس لعین نے دونوں کے سامنے قسم اٹھائی کہ میں تمہارا بڑا خیر خواہ ہوں اور تمہاری بھلائی کی بات تم سے کر رہا ہوں۔ وہ یہ کہ اس درخت سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے منع فرمایا ہے اگر تم اس درخت سے کھالو گے تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے الٹی گنگا چلائی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے خیال فرمایا کہ ہے تو ابلیس مگر رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر تو جھوٹ نہیں بولتا ہوگا۔ پھر حضرت حوا علیہا السلام نے بھی اکسایا۔ بخاری شریف میں حدیث آتی ہے کہ ''اگر حوا علیہا السلام خیانت نہ کرتیں تو کوئی عورت خیانت نہ کرتی''۔ بہر حال دنیا میں آنا مقدر تھا۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ پس جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو چکھا بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا کھل گئے ستر ان کے وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ

وَّرَقِ الْجَنَّةِ (اعراف) وہ لگے اپنے اوپر جوڑنے بہشت کے پتے کھانا تو دور کی بات ہے دونوں نے چکھا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان دونوں کے کپڑے اتار دو۔ دونوں ننگ دھڑنگ ہو گئے اللہ تعالیٰ کی شان کہ درخت بھی بگڑ گئے ستر پوشی کے لئے پتے پتے کے لئے جس درخت کے قریب جاتے اس کی ٹہنیاں اوپر ہو جاتیں۔ بالآخر انجیر کے درخت نے قربانی دی کہ پتے توڑ دیئے۔ اب انہوں نے پتوں کے ساتھ پتے جوڑ کر آگے پیچھے رکھ کر ستر ڈھانپا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا..........

حضرت آدم علیہ السلام کا اعتراف وتوبہ :

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ میں نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا وَاَقُلْ لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اور تمہیں کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت بازی نہیں کی۔ حالانکہ اگر منطق لڑاتے تو کہہ سکتے تھے کہ اے پروردگار! ابلیس سے پوچھو اس نے جھوٹی قسمیں کھا کر کیوں دھوکہ دیا ہے؟۔ اصل مجرم تو وہ ہے اور بھی بہت کچھ کہہ سکتے تھے مگر آدم علیہ السلام نے سوچا کہ تمام چکر کاٹنے کے بعد بھی عاجزی کا اقرار کرنا ہے۔ تو شروع سے ہی تسلیم کرو۔ قیل وقال کی کیا ضرورت ہے؟۔ اس سے انسان کی شرافت کا پتہ چلتا ہے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تو ہمیں معاف کر دے تو اگر ہمیں معاف نہیں کرے گا تو ہم کس سے معافی

معانگیں گے تو اگر ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارے میں ہوں گے یہی انسان کی شرافت ہے کہ رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے اکڑتا نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطاء کیوں ہوئی کہ اس درخت کا پھل کھالیا؟۔

① ...... **امام بغوی** رحمۃ اللہ علیہ بڑے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا لَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب نہ جانا تو جس درخت کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا انہوں نے وہ مخصوص درخت سمجھا اور اس کے قریب نہیں گئے۔ اس نوع کے دوسرے درخت سے کھالیا یہ غلطی ہوگئی۔

② ...... **دوسری وجہ** یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس نہی کو نہی تحریمی نہیں سمجھا بلکہ نہی تنزیہی سمجھا اور نہی تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بچنا بہتر ہے اگر کرلو تو گناہ نہیں ہے۔

③ ...... **تیسری وجہ** یہ بیان فرماتے ہیں کہ شیطان کی قسم سے مغالطہ ہوا کہ یہ جو قسم اٹھا کر کہہ رہا ہے کہ تم کھالو۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم اٹھالیا ہے اور ابلیس کو اس حکم کے منسوخ ہونے کا علم ہو گیا ہے۔

بہر حال کچھ بھی ہوا ہو یہ مقدر تھا کہ آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے زمین پر اترنا تھا۔ سو اتار دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا پس پھسلایا ان دونوں کو شیطان نے اس درخت سے۔ نتیجہ یہ نکلا فَاَخْرَجَهُمَا پس نکالا ان دونوں کو مِمَّا كَانَا فِيْهِ ان خوشیوں سے جن میں وہ تھے وَقُلْنَا اهْبِطُوْا اور کہا ہم نے اتر جاؤ تم

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض تمہارے دوسرے بعض کے لئے دشمن ہوں گے۔ یعنی تمہاری نسل میں ایک دوسرے کی دشمنی چلے گی۔ یہ بات سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج دنیا میں انسان ایک دوسرے کی کتنی گردنیں کاٹ رہے ہیں شمار سے باہر ہیں۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے اترنے کی جگہیں:

کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو سری لنکا کے جزیرہ سراندیپ میں اتارا گیا اور حوا علیہا السلام کو سرزمین عرب میں دونوں ایک دوسرے کو تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ عرفات کے میدان میں دونوں کی ملاقات ہوگئی۔

''عرفات'' کا معنیٰ:

"عرفات" کو عرفات اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کیونکہ عرفات کا معنیٰ ہے ''شناخت کی جگہ''۔ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام نے ایک دوسرے کی اس جگہ شناخت کی تھی۔ فرمایا......

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے۔ یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے وَّ مَتَاعٌ إِلَى حِينٍ اور فائدہ اٹھانا ہے ایک مدت تک۔ ایک عرصہ تک زمین میں رہو۔ پھر دنیا سے جانا ہے۔

فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَّبِّهِ كَلِمٰتٍ پس حاصل کئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات۔ وہ کلمات یہ ہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یہ آٹھویں پارے میں موجود ہیں۔

فَتَابَ عَلَيْهِ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع کیا ان پر۔ یعنی ان کی توبہ قبول

فرمائی۔ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا کہا ہم نے اترو تم یہاں سے سارے۔ یعنی آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام اور ان کے ضمن میں جو ان کی اولاد ہے وہ تمام کے تمام سب کو خطاب ہے۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى پس اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت۔ اِمَّا اصل میں اِنْ مَا ہے۔ "اِنْ" شرطیہ ہے اگر ہدایت آئے۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پیغمبر بھیجنے اور کتابیں نازل کرنے پر مجبور نہیں تھا۔ اگر نہ بھیجتا تو اس سے کون پوچھ سکتا ہے اگر ضرورت ہوئی تو تمہاری طرف پیغمبروں اور کتابوں کی شکل میں ہدایت بھیجوں گا......

خوف/حزن میں فرق :

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ پس جس نے پیروی کی میری ہدایت کی فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ پس ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔ آئندہ کسی شی کا خدشہ ہو تو اس کو خوف کہتے ہیں۔ اور گزشتہ کسی چیز پر افسوس ہو تو اس کو غم کہتے ہیں۔ جب میں داخل ہونے کے بعد نہ تو آئندہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ گزشتہ زندگی پر کسی قسم کی پریشانی ہوگی کیونکہ نیکیاں کر کے گئے ہوں گے۔

سوال :

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت والے دن تو اتنا ہولناک منظر ہوگا کہ سب کے طوطے اڑے ہوں گے۔ یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ کہہ رہے ہوں گے۔ اے رب سلامتی فرما، اے رب سلامتی فرما۔ تو پھر

لَا خَوْفٌ کا مطلب کیا ہوگا؟۔

جواب :

13

اس کے جواب میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوف دوطرح کا ہوتا ہے..........

① ...... کبھی تو خوف کا باعث ڈرنے والے میں پایا جاتا ہے جیسے مجرم بادشاہی جو بادشاہ سے ڈرتا ہے۔اس خوف کا سبب مجرم ہے جو مجرم کی طرف رجوع کرتا ہے۔

② ...... اور کبھی خوف کا سبب مخوف عنہ یعنی جس سے ڈرتے ہیں اس میں کوئی امر ہوتا ہے۔مثلاً کوئی شخص صاحب جاہ و جلال بادشاہ کے سامنے ہوتو اس کے خوف زدہ ہونے کی یہ وجہ نہیں کہ اس نے بادشاہ کا کوئی جرم کیا ہے بلکہ اس کا قہر و جلال سلطانی اور ہیبت خوف کا سبب ہے۔

آیت کریمہ میں پہلی قسم کی نفی ہوتی ہے جو خوف کسی جرم کی وجہ سے ہو۔یہ خوف ان پر نہیں ہوگا اور نیک لوگوں پر جو خوف ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کا ہوگا۔لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ اور لوگوں پر اعمال کی وجہ سے جو گھبراہٹ ہوگی نیک لوگوں پر وہ نہیں ہوگی۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور جنہوں نے کفر کیا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اور جھٹلایا

ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ وہ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اس دوزخ میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ اور جلیں گے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

13
13

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ
عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ
وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝٤٠ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَاِيَّايَ
فَاتَّقُوْنِ ۝٤١ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٤٢
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ
الرّٰكِعِيْنَ ۝٤٣ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ
وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٤٤ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ
وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝٤٥ الَّذِيْنَ
يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ

رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع

لفظی ترجمہ :

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اے بنی اسرائیل! اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ جو میں نے تم پر انعام کیں وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اور پورا کرو میرے عہد کو اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ میں پورا کروں گا تمہارے عہد کو وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ اور خاص مجھ ہی سے ڈرو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے نازل کی ہے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ جو تصدیق کرنے والی ہے اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے وَلَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ اور نہ ہو جاؤ تم پہلے منکر اس کے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ اور نہ خریدو میری آیتوں کے بدلے ثَمَنًا قَلِیْلًا تھوڑی قیمت وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ اور خاص مجھ ہی سے ڈرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اور خلط ملط نہ کرو حق کو باطل کے ساتھ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ اور نہ چھپاؤ تم حق کو وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور حالانکہ تم جانتے ہو وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور قائم کرو تم نماز کو اور ادا کرو تم زکوٰۃ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ اور رکوع کرو تم رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تم حکم دیتے ہو لوگوں کو نیکی کا وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ اور بھول جاتے ہو اپنی جانوں کو وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اور مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ وَاِنَّهَا لَکَبِیْرَۃٌ اور بے شک یہ نماز البتہ بھاری ہے اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ مگر ان لوگوں پر جو عاجزی کرنے والے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ بے شک وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اور بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ربط :

ان آیات کا پچھلی آیات کے ساتھ ربط یہ بیان فرماتے ہیں کہ پہلے نعمت عامہ بر عامہ کا ذکر تھا یعنی نعمتیں بھی عام اور تھیں بھی عام مخلوق پر۔ اور اب نعمت خاصہ بر خاصہ کا ذکر ہے یعنی نعمتیں بھی خاص اور جس قوم پر ہوئی ہیں وہ بھی خاص ہے۔ یعنی بنی اسرائیل۔ ان نعمتوں کی تفصیل آگے کئی رکوعوں تک بیان ہوگی۔

''اسرائیل'' کا معنیٰ :

''اسرائیل'' حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اسراء کا معنیٰ ہے عبد اور ایل کا معنیٰ ہے اللہ۔ مکمل معنیٰ بنے گا ''عبداللہ''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ ان بارہ بیٹوں میں سے صرف حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے باقی بھائی جمہور کے نزدیک پیغمبر نہیں تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد در اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً چار ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے۔ ان کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جن کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے

بنی اسرائیل پر انعامات :

وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور چار مشہور آسمانی کتابوں تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید میں سے تین پہلی ان کو دی گئیں۔ اور مشہور اس لئے فرمایا کہ ان کے علاوہ اور کتابیں اور صحیفے بھی ہیں مگر وہ مشہور نہیں ہیں۔

تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں ایسے پیغمبر بھی تھے جن کو نبوۃ کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی ملی۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام آخری دور میں مصر کے بادشاہ بھی تھے۔ اور پیغمبر بھی تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبر بھی تھے بادشاہ بھی تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر بھی تھے بادشاہ بھی تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری باطنی نعمتیں عطا فرمائی تھیں۔ اور عام بنی اسرائیلیوں پر جو انعامات ہوئے ان کا ذکر اگلے دو رکوعوں میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اے اسرائیل علیہ السلام کی اولاد! اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ جو میں نے تم پر انعام کیں۔ یاد کرنے کا

مطلب ہے کہ ان کا شکر ادا کرو۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اور پورا کرو میرے عہد کو جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ میں پورا کروں گا تمہارے وعدے کو جو میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ یہاں پر اجمال ہے اور چھٹے پارے کے ساتویں رکوع میں اس کی تفصیل ہے کہ انہوں نے رب تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا وعدہ کیا تھا.........

بنی اسرائیل کا میثاق :

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور البتہ تحقیق پختہ عہد لیا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنِّیْ مَعَكُمْ میں تمہارے ساتھ ہوں لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ اگر تم نے قائم کی نماز وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ اور تم زکوٰۃ دیتے رہے وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اور تم ان کی عزت اور قدر کرتے رہے وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے رہے یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہے۔ یہ کام بنی اسرائیلوں کے ذمہ تھے وہ پورا کرتے رہیں۔

وَاُوْفِ بِعَهْدِكُمْ اور میں نے جو تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے اے بنی اسرائیلیو! وہ میں پورا کروں گا وہ وعدہ کیا ہے؟۔ فرمایا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ البتہ میں ضرور مٹا دوں گا تمہاری خطائیں وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ اور میں تمہیں ضرور داخل کروں گا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اس معاہدے کی تفصیل ہے۔ فرمایا.........

وَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ ، فَارْهَبُوْنِ اصل میں فَارْهَبُوْنِیْ تھا۔ یا کو تخفیف کے طور پر حذف کر دیا گیا۔ معنٰی بنے گا اور خاص مجھ ہی سے تم ڈرو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے نازل کی ہے۔ یعنی قرآن کریم۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ اور یہ قرآن کریم تصدیق کرتا ہے ان چیزوں کی جو تمہارے پاس ہیں۔ توراۃ، انجیل، زبور جو اصل آسمانی کتابیں تھیں۔

وَلَا تَكُوْنُوْآ اَوَّلَ كَافِرٍ ۭبِهٖ اور نہ ہو جاؤ تم پہلے منکر اس کے۔ اے بنی اسرائیل! اگر تم انکار کرو گے تو تمہاری طرف دیکھ کر دوسرے بھی انکار کریں گے۔ تو ان کا وبال بھی تمہارے اوپر پڑے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے.........

لوگوں کے سامنے اچھی چیز کا پیش کرنا :

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً جس کسی نے اچھی چیز لوگوں کے سامنے پیش کی کسی سنت کو زندہ کیا اور اس کو دیکھ کر اور لوگوں نے بھی عمل کیا تو ان لوگوں کے برابر اس کو بھی اجر ملے گا۔ اور ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ رائج کیا۔ اس پر جتنے لوگ چلیں گے۔ جتنا گناہ ان کو ہوگا اس رائج کرنے والے کو بھی ان سب کے برابر گناہ ہوگا۔ اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اس ضابطے کے مطابق یہ امت جتنی نیکیاں کر رہی ہے وہ تمام کی تمام آنحضرت ﷺ کے نامہ اعمال میں درج ہو رہی ہیں۔ اور جو لوگ نیکیاں نہیں کرتے نماز نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم صرف اپنا نقصان کر رہے ہیں بلکہ وہ آنحضرت ﷺ کا بھی نقصان کر رہے ہیں۔ اور عام مسلمانوں کو جو دعائیں پہنچنی تھیں وہ نہیں پہنچ رہیں تو ان کا بھی حق مار رہے ہیں۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول :

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ ساتویں یا آٹھویں صدی کے بڑے بزرگ اور بڑے عالم تھے۔ طالب علموں کو سبق پڑھا رہے تھے بڑا مجمع تھا۔ فرمانے لگے اگر میں قاضی اور جج ہوتا اور کوئی شخص میرے پاس آ کر مقدمہ درج کراتا کہ فلاں آدمی نے نماز نہ پڑھ کر میرا حق مارا ہے تو میں مقدمہ درج کر کے اس کے خلاف کارروائی کرتا کہ واقعی اس نے اس کا حق مارا ہے۔

طالب علموں نے کہا حضرت نماز تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس میں بندے کا حق کیسے آ گیا؟۔ فرمایا بخاری شریف اور مسلم شریف میں حدیث آتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب دعا کرتے تھے تو اس طرح کہتے تھے......

اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبرِیل اَلسَّلَامُ عَلٰی میکائیل اَلسَّلَامُ عَلٰی عِزْرَائِیل ...... اِلٰی آخِرِہٖ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَاتَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ نہ کہو اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے سلامتی کی دعا تو اس کو دی جاتی ہے جس کو کوئی خطرہ اور خدشہ ہو۔ اس لئے کہ السلام علیکم کا معنٰی ہے اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی میں رکھے تو اللہ تعالیٰ کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے کہ تم اس کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہو۔

اور فرشتوں کا نام لے، لے کر کتنوں پر سلام بھیجو گے اور پھر کتنے فرشتوں کے نام تمہیں آتے ہیں پھر اسکے بعد پیغمبر ہیں تو کتنے پیغمبروں کا نام لے کر سلام بھیجو گے۔ لہٰذا تم اس طرح کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کہ ہم پر سلامتی ہو تو اس جملے میں انبیاء علیہم السلام، صلحا، جن، فرشتے تمام آ جائیں گے اور یہ دعا

اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ لِلّٰهِ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو پہنچتی ہے۔ چاہے وہ آسمانوں میں یا زمین میں شرق میں ہو یا غرب میں، شمال میں ہو یا جنوب میں۔

لہٰذا جو بندہ نماز نہیں پڑھتا وہ سب کا حق مارتا ہے کہ وہ اس دعا سے محروم ہو گئے۔ تو علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں فیصلہ کرتا کہ واقعی اس نے اس کا حق مارا ہے۔ کہ اس کو دعا سے محروم رکھا ہے۔ یا اس طرح سمجھو کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس نے درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ بھی نہیں پڑھا۔ الِ محمد سے مراد تمام مومن ہیں تو اس نے تمام مومنوں کا حق مارا ہے۔ لہٰذا بے نماز صرف رب تعالیٰ کا ہی حق نہیں مارتا بلکہ مخلوق کا بھی حق مارتا ہے۔

دنیا کی حیثیت :

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور نہ خریدو میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زیادہ قیمت کے بدلے بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب قلیل ہے۔

چنانچہ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ ہمارے نزدیک تو سونے، چاندی، ڈالرز اور پونڈز کی قیمت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اس کی حیثیت نہیں ہے۔

لہٰذا ساری دنیا بھی قرآن کریم کی ایک آیت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ یوں

سمجھو کہ "ق" ایک آیت ہے سارے دنیا کے خزانے جمع ہو کر "ق یا حم" کی قیمت نہیں بن سکتے۔ فرمایا وَ اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ اور خاص مجھ ہی سے ڈرو۔

کتمانِ حق کی مختلف صورتیں :

وَلَاتَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اور خلط ملط نہ کرو حق کو باطل کے ساتھ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ یہاں لَا مقدر ہے، اصل میں ہے وَلَاتَكْتُمُوا الْحَقَّ اور نہ چھپاؤ تم حق کو۔ حق کے مٹنے کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں ....

(۱)...... ایک یہ کہ حق کو بیان نہ کیا جائے اور ظاہر بات ہے کہ جب حق کو بیان نہیں کیا جائے گا تو آنے والی نسلوں کو کیا پتہ چلے گا کہ حق کیا ہے؟۔ اور باطل کیا ہے؟۔

(۲)...... اور دوسرا یہ ہے کہ حق کو ملغوبہ بنا دیا جائے کہ حق اور باطل کو اس طرح خلط ملط کر دیا جائے کہ پتہ ہی نہ چلے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟۔ اسی لئے بدعت کا بہت سخت گناہ ہے کہ بدعت سے دین خلط ملط ہو جاتا ہے کتنا سخت گناہ ہے۔

بدعت کی نحوست :

ایک آدمی مسجد میں بیٹھ کر سو بوتلیں شراب کی پیئے تو اس کا کتنا گناہ ہے۔ ویسے تو ایک بوتل کا بڑا گناہ ہے۔ سمجھانے کے لئے کہہ رہا ہوں کہ سو بوتلیں شراب کی پیئے تو کتنا گناہ ہوگا ایک بدعت کا گناہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ گناہ سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا۔ گناہ کرنے والا بھی گناہ کو گناہ سمجھتا ہے اس سے توبہ بھی کر سکتا ہے۔ دین نہیں سمجھتا۔ اور بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ بدعتی

، بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے۔ اور ثواب سمجھتا ہے اس لئے اس کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ اور جن لوگوں نے دین کو سنبھالا ہوا ہے بدعات ان کا دین ہیں۔ اگر تم بدعات کا رد کرو تو وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی ہے۔ اس لئے سو گناہ کبیرہ ایک طرف اور ایک بدعت ایک طرف ہو تو بدعت کا گناہ زیادہ ہے۔ کیونکہ اس سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اور بدعتی، بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے۔ اسی لئے اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اس کو کارِ ثواب سمجھتا ہے۔ اور ثواب کے کام سے کیوں توبہ کرے۔

مثلاً ابھی آپ نے صبح کی نماز پڑھی ہے اور درس سن رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ اب تم یہ نہیں کہو گے کہ اے پروردگار! یہ جو میں نے نماز پڑھی ہے اس سے میری توبہ اور یہ جو میں نے قرآن سنا ہے اس سے میری توبہ۔ بلکہ شکر ادا کرو گے کہ الحمد للہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے نماز کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور بدعتی جب بدعت کو دین سمجھ کر کرے گا تو اس سے توبہ کب کرے گا؟۔

بدعتی سے توبہ کا سلب ہو جانا :

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ حَجَبَ التَّوْبَۃَ عَنْ کُلِّ صَاحِبِ بِدْعَۃٍ بے شک اللہ تعالیٰ نے بدعت کرنے والے پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ بدعت کی اتنی نحوست ہوتی ہے کہ دل میں توبہ کی صلاحیت باقی ہی نہیں رہتی۔ جس طرح غالی کافروں میں ایمان کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔

رسومِ باطلہ ''تحفۃ الہند'' کی روشنی میں :

مولانا عبید اللہ نومسلم (مرحوم) پہلے پنڈت تھے اور لدھیانہ کے رہنے والے تھے بڑے پڑھے لکھے آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ مسلمان ہوگئے انہوں نے کتاب لکھی ''تحفۃ الہند'' ہندوؤں کے لئے تحفہ۔ یہ کتاب بڑی نایاب تھی۔ اب گوجرانوالہ کے ساتھیوں نے ہمت کر کے چھپوائی ہے۔ اس کو لے کر ضرور پڑھو اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تیجہ، ساتواں، دسواں، برسی منانا، عرس لگانا یہ تمام ہندوؤں کی رسمیں ہیں جو ہمارے اندر آ گئی ہیں۔

مسلمان آئے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہندو، سکھ مسلمان ہوئے مگر ان کی جو رسمیں تھیں ان کو نہیں چھوڑا وہ ابھی تک ساتھ چلی آرہی ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے ایمان لانے کا سبب یہی کتاب بنی، ان کا پہلا نام بوٹا سنگھ تھا۔

اور عورتوں کو بھی سمجھاؤ اور ان کا ذہن صاف کرو بدعات کا ایک سبب یہ بھی ہیں۔ جب تک ان کا ذہن صاف نہیں ہوگا۔ بدعات ختم نہیں ہوں گی تم حاجی بن جاؤ نمازی بن جاؤ، عورتوں کے ذہن صاف نہیں ہیں تو بدعتیں ختم نہیں ہوں گی۔ اور جن گھروں میں عورتیں سمجھدار ہیں الحمد للہ وہاں بدعتیں اولاً تو ہوتی ہی نہیں اور اگر ہوتی بھی ہیں تو بہت کم۔ بدعت کی دین میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد :

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے کسی نے آکر اطلاع دی کہ حضرت فلاں مسجد میں لوگ اکٹھے ہو کر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَوَيَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ کیا ایسی کارروائی

یہاں ہو رہی ہے؟۔لوگوں نے کہا ہاں حضرت ہو رہی ہے۔فرمایا کل جس وقت یہ کارروائی ہو مجھے آ کر اطلاع دینا چنانچہ اطلاع دی گئی۔حضرت کا ہلکا پھلکا چھوٹا سا قد تھا،نقاب پوشی کی تاکہ کوئی پہچان نہ لے۔ بڑے تیز چلتے تھے وہاں پہنچ کر منہ سے کپڑا اتارا اور فرمایا..........

مَنْ عَرَفَنِیْ ، عَرَفَنِیْ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اور جو نہیں پہچانتا تو میں عبداللہ بن مسعود کو نے کا گورنر ہوں۔اوظالمو! ابھی تک آنحضرت ﷺ کے مٹی کے برتن نہیں ٹوٹے ابھی تک آپ ﷺ کے کپڑے میلے نہیں ہوئے اور..........

اَتَیْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءِ یہ تم مسجد میں اکٹھے ہو کر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہو بدعتیں کرتے ہو۔ مَا اَرَاکُمْ اِلاَّ مُبْتَدِعِیْنَ میں نہیں دیکھتا تمہیں مگر یہ کہ تم سارے کے سارے بدعتی ہو۔ فَاَخْرَجَهُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ پس ایک ایک کو پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیا اس سے اندازہ لگاؤ کہ بدعت کتنی قبیح ہے۔یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اَفْقَهُ الْاُمَّةِ ہیں۔

تمام امت میں سب سے بڑے فقیہ تمام امت میں سب سے بڑے مفسر قرآن جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا رَضِیْتُ لَکُمْ مَارَضِیَ لَکُمْ اِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعود پسند کرے میں بھی اس پر راضی ہوں۔ وَمَا اَسْخَطَ لَکُمْ اِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ فَقَدْ سَخِطْتُ لَکُمْ اور جو چیز تمہارے لئے ابن مسعود ناپسند کرے میں پسند نہیں کرتا۔لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو بدعات نہ کرے وہ وہابی ہے اور جو بدعات کرے وہ سنی ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ

الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ تو فرمایا کہ حق کو نہ چھپاؤ۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور حالانکہ تم جانتے ہو وَاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور قائم کرو تم نماز کو اور ادا کرو تم زکوٰۃ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اور رکوع کرو تم رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تم حکم دیتے ہو لوگوں کو نیکی کا وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ اور بھول جاتے ہو اپنی جانوں کو۔آج ہمارے وعظ و تبلیغ میں اسی وجہ سے اثر نہیں ہے کہ ہم کہتے زیادہ ہیں اور کرتے کم ہیں۔ اور پہلے لوگوں کے وعظ اور تبلیغ اس لئے مؤثر ہوتے تھے کہ وہ جو کچھ کہتے تھے پہلے کر کے دکھاتے تھے۔

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم (اتنی موٹی باتیں بھی) نہیں سمجھتے۔

استعانت کا غلط مفہوم :

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اور مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ۔صبر اور نماز مدد طلب کرنے کا ذریعہ ہیں۔صبر اور نماز سے مدد نہیں مانگی بلکہ مدد اللہ تعالیٰ سے مانگی ہے۔جس کا سبق سورۃ فاتحہ میں دیا گیا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔بات اچھی طرح سمجھ لو غلط قسم کے لوگ بڑا دھوکہ دیتے ہیں۔

چنانچہ ایک بدعتی مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے کہنے لگے دیکھو سنو! یہ وہابی کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد نہ مانگو۔میں غیر اللہ سے مدد مانگنا قرآن سے ثابت کرتا

ہوں۔ دیکھو! قرآن کہتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ مدد مانگو صبر سے اور مدد مانگو نماز سے۔ کیا صبر اور نماز غیر اللہ نہیں ہیں؟۔ تو غیر اللہ سے مدد مانگنا قرآن سے ثابت ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

کیسا دھوکہ دے رہا تھا کہ ''حرفِ با'' جو صبر پر داخل ہے اور نماز پر داخل ہے اس کو حلوا سمجھ کر کھا گیا۔ کیونکہ ''با'' کا معنٰی سبب اور ذریعہ ہے۔ اور معنٰی یہ ہے کہ مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ذریعہ سے اور مانگنی کس سے ہے؟ اللہ تعالیٰ سے۔ فرمایا......

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اور بے شک یہ نماز البتہ بھاری ہے اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ مگر ان لوگوں پر جو عاجزی کرنے والے ہیں۔ جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان پر بھاری نہیں ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ عاجزی کرنے والے وہ ہیں جو یقین رکھتے ہیں اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ بے شک وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اور بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ایسے مومنوں پر نماز کوئی بھاری نہیں ہے۔

14

يٰبَنِىْ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

14/14

لفظی ترجمہ :

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وہ (نعمتیں) جو میں نے تم پر انعام کیں وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ اور بے شک میں نے تمہیں فضیلت دی عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں پر

وَاتَّقُوْا يَوْمًا اور ڈرو اس دن سے لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس کسی نفس سے شَيْئًا کچھ بھی وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ اور نہ قبول کی جائے گی اس کی طرف سے سفارش وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ اور نہ لیا جائے گا اس کی طرف سے جرمانہ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور جب ہم نے تم کو نجات دی فرعونیوں سے يَسُوْمُوْنَكُمْ جو چکھاتے تھے تمہیں سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِىْ

ذٰلِكُمْ بَلَاۤءٌ اور اس میں امتحان تھا مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بڑا۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ اور جس وقت پھاڑا ہم نے تمہارے لئے سمندر کو فَاَنْجَيْنٰكُمْ پس ہم نے تمہیں نجات دی وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور غرق کیا ہم نے فرعونیوں کو وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم دیکھ رہے تھے۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اور جس وقت ہم نے وعدہ کیا موسیٰ (علیہ السلام) سے اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً چالیس راتوں کا ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ پھر بنالیا تم نے بچھڑے کو معبود مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور تم ظالم تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ پھر ہم نے معاف کیا تم کو مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور جب دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب وَالْفُرْقَانَ اور حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔

ربط :

اس سے پہلے رکوع میں يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ کے ذکر

میں، میں نے کہا تھا کہ یہ اجمال ہے اور آگے تفصیل آئے گی۔ یہاں سے ان نعمتوں کی تفصیل شروع ہورہی ہے۔ کچھ اس رکوع میں اور کچھ اگلے رکوع میں۔ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

بنی اسرائیل کی فضیلت :

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اے بنی اسرائیل۔ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وہ (نعمتیں) جو میں نے تم پر انعام کیں وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ اور بے شک میں نے تمہیں فضیلت دی عَلَی الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں پر۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ظاہری نعمتیں بھی عطاء فرمائیں اور باطنی نعمتوں سے بھی مالا مال فرمایا۔

باطنی نعمتیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے کسی قوم میں ایک پیغمبر آجائے تو ان کا سر فخر سے آسمان کے ساتھ جا لگتا ہے۔ اور جس قوم میں چار ہزار پیغمبر آئیں اُن کے لئے یہ کتنے فخر کی بات ہے پھر تین مشہور آسمانی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء فرمائیں۔ توراۃ حضرت موسیٰ، زبور حضرت داؤد اور انجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔

اور ظاہری نعمتیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہت بھی عطاء فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے حقیقی بیٹے تھے۔ پھر داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو حکومت عطا فرمائی۔ ان کے علاوہ اور کئی نیک بادشاہ ان میں گزرے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری نعمتوں کو یاد کرو اور میری ان

نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا اور ڈرو اس دن سے (مراد قیامت کا دن ہے)۔ لَّاتَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے کچھ بھی وَّ لَايُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ اور نہ قبول کی جائے گی اس کی طرف سے سفارش وَّ لَايُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ اور نہ لیا جائے گا اس کی طرف سے جرمانہ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ دیکھو! عادتاً جو آدمی گرفتار ہوتا ہے اسے عقلی طور پر چھڑانے کے چار طریقے ہیں......

مجرم چھڑانے کے چار طریقے :

۱)...... ایک یہ کہ اس کا کوئی شخص ضامن بن جائے کہ یہ بھاگے گا نہیں میں اس کو عدالت میں پیش کروں گا یا جو کچھ اس کے ذمہ ہے رقم وغیرہ اس کی ضمانت دے کر چھڑا لے۔

۲)...... دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سفارش کے ذریعے چھڑا لیا جاتا ہے۔

۳)...... تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جرمانہ دے کر چھڑا لیا جاتا ہے۔

۴)...... چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ہلہ بول کر تھانے سے چھڑا لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت والے دن ان میں سے کوئی طریقہ بھی کام نہیں آئے گا نہ تو کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے کفایت یعنی ضماعت دے سکے گا، نہ سفارش قبول کی جائے گی۔ اور نہ جرمانہ لیا جائے گا اور نہ ہلہ بول کر کوئی چھڑا سکے گا۔ آگے ان انعامات کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل پر مختلف اوقات اور مختلف زمانوں میں ہوئے......

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور جب ہم نے تم کو نجات دی فرعونیوں سے يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ جو چکھاتے تھے تمہیں برا عذاب يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو۔

''فرعون'' کا معنیٰ اور منصب :

''فرعون'' عبرانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنیٰ ''بادشاہ اور صدر'' ہے اس وقت کے بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا بہت سارے ایسے صدر اور فرعون گزرے ہیں نام ان کے مختلف تھے۔ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام تھا ''ریان بن ولید رحمۃ اللہ علیہ'' یہ بڑا نیک آدمی تھا اس نے اپنی مرضی اور خوشی سے حکومت چھوڑ دی تھی۔ حالانکہ حکومت چھوڑنا آسان بات نہیں ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جس کو کرسی سے اتار دیا جائے وہ کس طرح تڑپتا ہے اور مارا مارا پھرتا ہے جس طرح مچھلی کو پانی سے باہر پھینک دیا جائے تو وہ تڑپتی ہے۔ یہی حال معزول حکمرانوں کا ہوتا ہے۔ مگر اس اللہ کے بندے نے بخوشی و رضا تاج شاہی یوسف علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام تھا مصعب بن ولید یہ بڑا ہوشیار چالاک آدمی تھا۔ آج کل لیڈروں کی طرح کہ سب کچھ کر کے بھی بے گناہ ثابت ہوتے ہیں۔

فرعون کو نجومیوں نے بتایا کہ دو تین سالوں میں بنی اسرائیلیوں میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو تیری حکومت کے زوال کا باعث بنے گا وہ نجومی کبھی درست بات بھی کرتے تھے۔

چنانچہ فرعون نے عورتوں کا ایک الگ محکمہ قائم کیا اوران کو ذمہ داری سونپی کہ بنی اسرائیلیوں کی حاملہ عورتوں کی نگرانی کریں۔ بنی اسرائیلی اس وقت کافی تعداد میں تھے۔ حاملہ عورتوں کی نگرانی سخت کردی جاتی اگر بچی پیدا ہوتی تو اس کو کچھ نہیں کہتے تھے اگر بچہ ہوتا تو حکم ہوتا کہ اس کو قتل کردو۔

① ...... شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں۔ ''بارہ ہزار بچے اس ظالم حکمران کے قانون سے ذبح ہوئے''۔

② ...... علامہ بونی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہوئے ہیں انہوں نے عملیات کے موضوع پر عربی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے شمس المعارف یہ چار جلدوں میں ہے اور عملیات کی سب سے بڑی کتاب ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق ''ستر ہزار بچے قتل ہوئے''۔ لیکن بارہ ہزار تعداد بھی کوئی کم نہیں ہے۔ اور نوے ہزار ماؤں نے دیدہ دانستہ حمل گرادیئے کہ بچہ ہمارے سامنے ذبح ہوگا تو ہم سے گوارہ نہ ہوسکے گا۔

③ ...... اکبر الٰہ آبادی مرحوم بڑے طنز نگار شاعر تھے۔ طنز کے طور پر وہ بڑی بات سمجھادیتے تھے وہ کہتے ہیں ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

مطلب یہ ہے کہ فرعون بچوں کو قتل کر کے بدنام ہوگیا کالج بنا کران کے ذہن بگاڑ دیتا کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑتی۔ کیونکہ کالج میں آسانی سے ذہن مسخ کیے جاتے ہیں۔ انگریز نے کالج کے ذریعے ہی مسلمان نسل کے ذہن بگاڑے ہیں۔

معاف رکھنا! حالات تمہارے سامنے ہیں۔ چند انگریزی خانوں کو نکال کر کہ جنہوں نے انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی ہے یہ تو مستثنیٰ ہیں اور جنہوں نے صرف انگریزی تعلیم حاصل کی ان کے ذہن صاف نہیں ہیں۔ وہ وہی بات کرتے ہیں جو انگریز کہتا ہے۔

خدائی تدبیر :

بہرحال فرعون نے اپنی حکومت بچانے کے لئے بڑے بچے ذبح کروائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر فرمائی۔ جس کی تفصیل سولہویں پارہ میں ہے کہ جس بچے سے خطرہ تھا وہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے گھر پال کر دکھایا۔

حکایت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرعون کی اس کارروائی کو مثال کے ذریعے سے سمجھاتے ہیں فرماتے ہیں۔۔۔ ''ایک آدمی بڑا مالدار تھا اس کے پاس سونا، چاندی، جواہرات اور بڑے قیمتی ہیرے تھے۔ اور مکان اس کا قلعہ نما تھا۔ ڈاکوؤں نے مشورہ کیا کہ اس کے لوٹنے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے کہ نہ تو دروازے توڑ سکتے ہیں اور نہ ہی دیوار پھلانگ کر اندر جا سکتے ہیں۔ طے یہ پایا کہ دن کو جب دروازہ کھلا ہو ایک ہلکا پھلکا سا آدمی اندر چلا جائے اور کسی حصے میں پلنگ وغیرہ کے نیچے چھپ جائے۔ رات کو فلاں وقت اندر سے کنڈی کھول دے ہم اندر داخل ہو جائیں گے۔

چنانچہ ایک پھرتیلے جسم کا چور اندر داخل ہوا اور کہیں چھپ گیا رات کو اس نے اٹھ کر باہر والے دروازے کی کنڈی کھول دی صاحب خانہ کو کنڈی کھلنے کی آواز آئی اس نے محسوس کیا کہ گھر میں کوئی ہے وہ جلدی سے اٹھا اور کنڈی لگا دی۔ حالانکہ چور

اندر ہی تھا مگر اس نے سمجھا کہ نکل گیا ہے''۔

درِ بہ بست و وزد اندر خانہ بود

حیلہ فرعون زیں افسانہ بود

دروازہ بند کر دیا حالانکہ چور اندر ہے اسی لئے فرعون کی تدبیر ایک کہانی بن گئی کامیاب نہ ہو سکی۔

اے ظالم! تو نے بارہ ہزار بچے ذبح کروائے اور جس نے تیرا بیڑا غرق کرنا ہے وہ تیرے گھر میں پرورش پا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں تیرے گھر پال کر دکھاؤں گا۔ مکمل تیس سال تک موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر پلتے رہے۔ بچوں کو ذبح کرتا اور عورتوں کو زندہ چھوڑتا۔ فرمایا..........

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ اور اس میں امتحان تھا مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بڑا۔

بنی اسرائیل کی نجات :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم اپنے بھائی ہارون علیہ السلام اور ان ساتھیوں کو جو ہزاروں کی تعداد میں مرد عورتیں اور بچے تھے لے کر یہاں سے ہجرت کر کے چلے جاؤ۔ اور فلسطین میں جا کر رہو۔ بنی اسرائیلی جتنا سامان اٹھا سکتے تھے وہ لے لیا اور رات کو یہاں سے نکل گئے۔ اتنی مخلوق جب اکٹھی نکلتی ہے تو شور تو ہوتا ہے فرعون اور اس کے وزیر اعظم ہامان کو جب پتہ چلا تو انہوں نے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا فرعون اپنی فوج لے کر ان کے تعاقب میں نکل پڑا۔ بنی اسرائیلی سحری کے وقت دریا قلزم کے قریب پہنچے۔ جو خاصا گہرا تھا پیچھے فرعون کی فوجیں بھی ڈھول

بجاتی، گاتی اچھلتی کودتی پہنچ گئیں۔ بنی اسرائیلی فرعون کی فوجوں کو دیکھ کر پریشان ہوگئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ اب ہم کیا کریں گے پیچھے فرعون ہے اور آگے دریا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا......

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِیْ بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ میری راہنمائی فرمائے گا۔ اور حفاظت فرمائے گا۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تو اپنی لاٹھی دریا میں مار۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی دریا پر ماری تو رب تعالیٰ نے بارہ راستے بنا دیئے۔

فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ وہ پانی اس طرح کھڑا ہوگیا جس طرح دیواریں ہوتی ہیں۔ راستے بالکل خشک ہوگئے بلکہ بعض تفسیروں میں آتا ہے کہ پانی کی دیواروں میں کھڑکیاں لگادی گئیں۔ تاکہ ایک دوسرے کو دیکھتے جائیں کہ وہ بھی جارہے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دریا پار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

فرعون کی غرقابی :

فرعون بھی اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گیا۔ اور اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا کہ تو فوج کے آگے چل اور میں پیچھے رہوں گا۔ اور دریا میں داخل ہوجاؤ۔ اور ان کا تعاقب کرو۔ جب وہ تمام کے تمام دریا میں داخل ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ تو جاری ہوجا۔ سارے جہنم رسید ہوئے اور فرعون جب غرق ہونے لگا تو اس نے بڑا واویلا کیا اور کہا......

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ میں ایمان لایا کہ

بے شک اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔

جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا.........

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ اب ایمان لاتا ہے حالانکہ پہلے تو انکار کرتا تھا اور اکڑتا تھا۔ اب یہ کریں گے کہ اَلْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً آج ہم تیرا وجود دریا سے نکال کر باہر پھینک دیں گے تاکہ پچھلے لوگ دیکھیں کہ یہ تھا وہ کہتا تھا.........

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمہارا رَبُّ الْاَعْلٰى یعنی ''سب سے بڑا رب'' ہوں۔ اب ناک سے پانی بہہ رہا ہے اور بھی جہاں جہاں سے بہنا تھا بہہ رہا ہے۔ آج تک اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی فرعونوں کی لاشیں پڑی ہیں اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں.........

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ اور جس وقت پھاڑا ہم نے تمہارے لئے سمندر کو فَاَنْجَیْنٰكُمْ پس ہم نے تمہیں نجات دی وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور غرق کیا ہم نے فرعونیوں کو وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم یہ سارا نقشہ دیکھ رہے تھے۔

صحرائے سینا:

دریا پار کر کے موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر جب وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل کے جغرافیے میں ''وادی سینائی'' کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی چوبیس میل ہے۔ اور سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

اس پر ۱۹۶۷ء کی جنگ میں یہودیوں نے قبضہ کر لیا تھا پھر مصر نے جنگ لڑ کر اس کا کچھ حصہ حاصل کیا۔ لیکن وہ حصہ جس میں تیل ہے اور فوجی اہمیت کا حامل ہے وہ

آج تک اسرائیل کے قبضہ میں ہے۔ بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادی تیہ میں پہنچے تو قوم نے کہا اے موسیٰ! کوئی قوم آئین کے بغیر وقت پاس نہیں کرسکتی۔ اور ضابطے اور قانون کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا لہٰذا اللہ تعالیٰ سے کوئی کتاب لاکردو تاکہ ہم اس کے مطابق وقت گزاریں۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ پہلے تیس راتیں پھر بڑھا کر چالیس راتیں کردی گئیں۔ چالیس راتوں کے اعتکاف کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دے دی گئی۔ لیکن اس دوران پیچھے قوم میں ایک واقعہ پیش آگیا۔

سامری کی کارستانی :

ہوا اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک آدمی تھا جس کا نام ''موسیٰ بن ظفر'' تھا۔ یہ قبیلہ سامرہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور سامرہ قبیلہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ یہ آدمی منافق تھا۔ اس نے سونے چاندی کا ایک بچھڑا بنایا اور حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی جو اس نے اٹھائی ہوئی تھی وہ مٹی اس بچھڑے میں ڈالی تو اس بچھڑے نے ٹیں ٹیں کی آواز نکالنی شروع کردی۔

سامری نے لوگوں کو کہا کہ بچھڑے کے اندر جو ٹیں ٹیں کررہا ہے یہ رب ہے۔ بے وقوف لوگوں نے اس کی پوجا شروع کردی۔ قرآن کریم میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب واپس تشریف لائے تو حضرت ہارون علیہ السلام سے غصے ہوئے ان کی ڈاڑھی پکڑی سر کے بال پکڑے اور کہا کہ تم نے لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کی؟۔ انہوں نے کہا......

یَا ابْنَ اُمَّ اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو میں نے قوم کو یہاں تک سمجھایا کہ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ قریب تھا کہ مجھے قتل کر

دیتے۔ اس کا ذکر ہے فرمایا..........

موسیٰ علیہ السلام طور پر :

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اور جس وقت ہم نے وعدہ کیا موسیٰ (علیہ السلام) سے
اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً چالیس راتوں کا۔ پہلے تیس راتوں کا وعدہ تھا پھر دس کا اضافہ ہوا۔
فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً پس چالیس راتیں پوری کیں۔ روزانہ ایک تختی ملتی تھی۔ اور یہ تختیاں تیس راتوں کے بعد ملنا شروع ہوئیں۔ کل دس تختیاں تھیں۔ پھر تم نے کیا، کیا۔ فرمایا......

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ پھر بنالیا تم نے بچھڑے کو معبود مِنْ بَعْدِہٖ ان کے جانے کے بعد وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور تم ظالم تھے۔ کہ جس رب کی تم نے اتنی نعمتیں دیکھیں اس کو چھوڑ کر صرف بچھڑے کی ٹیں، ٹیں کے پیچھے لگ گئے۔ لوگ شعبدہ بازی اور کرشمے دیکھ کر پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اور کچھ سوچتے سمجھتے نہیں ہیں۔

''دجال'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی :

چنانچہ جب دجال آئے گا۔ اور وہ رب ہونے کا دعویٰ کرے گا لوگ اسے کہیں گے کہ اگر تو رب ہے تو بارش برسا کیونکہ بارش نہیں ہو رہی تو وہ مسمریزم اور جادو کے ذریعے مصنوعی بادل اکٹھے کرے گا اور بارش برسائے گا لوگ کہیں گے واقعی یہ سچا رب ہے۔ کچھ لوگ اس کو کہیں گے ہم بڑے غریب ہیں بھوکے ہیں ہمیں مال چاہیے۔ وہ زمین پر، پَر مارے گا زمین سے سونا، چاندی نکل آئے گا۔ لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے۔ دنیاداروں کو اور کیا چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں کہ دجال

اَعْوَرُ یعنی کانا ہوگا وَاِنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرٍ اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ تو بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنالیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْکُمْ پھر ہم نے معاف کیا تم کو مِّنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور جب دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب۔ توراۃ، جس کا تمام آسمانی کتابوں میں قرآنِ کریم کے بعد بہت بلند مقام ہے اور بڑی جامع کتاب ہے۔

وَالْفُرْقَانَ اور معجزے دیئے جن کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق ہوتا تھا۔ بہت سارے معجزے تھے ان میں سے ایک وہ عصا مبارک بھی تھا کہ جب اس کو پھینکتے تھے تو وہ اژدھا بن جاتا تھا اور مقابلے میں آنے والے جادوگروں کے سارے سانپوں کو نگل جاتا تھا۔ پھر جب اس کو ہاتھ لگاتے تھے وہ عصا ہو جاتا تھا۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کے ذریعے حق کو ظاہر کیا اور ان کی کارروائی کو باطل کیا۔

لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ
ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ
فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٤﴾ وَاِذْ
قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى
اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٥﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ
الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ
كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذْ
قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا

حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے يٰقَوْمِ اے میری قوم! اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بے شک تم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ بوجہ بنا لینے بچھڑے کو معبود فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ پس توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ پس قتل کرو تم اپنی جانوں کو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں عِنْدَ بَارِئِكُمْ تمہارے پیدا کرنے والے کے ہاں فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رجوع کیا اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى اور جب کہا تم نے اے موسیٰ! (علیہ السلام) لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز تیری تصدیق نہیں کریں گے حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو کھلے طور پر فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑ لیا تمہیں بجلی نے وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم دیکھ رہے تھے۔

15

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ تمہارے مرنے کے بعد لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ اور سایہ کیا ہم نے تم پر بادلوں کا وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اور نازل کی ہم نے تم پر کھیر اور بٹیرے كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا وَمَا ظَلَمُوْنَا اور انہوں نے ہم پر کوئی زیادتی نہیں کی وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

وَاِذْ قُلْنَا اور جب کہا ہم نے ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ داخل ہو جاؤ اس بستی میں فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا پس کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ اور کہو تم حِطَّةٌ یعنی ہمارے گناہ گرا دے نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ معاف کر دیں گے ہم تمہاری

خطائیں وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ اور ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو۔

15/15

فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا پس تبدیل کرلیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا بات کو غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ سوائے اس کے جو ان کو کہی گئی تھی فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا پس نازل کیا ہم نے ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کیا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ عذاب آسمان کی طرف سے بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

ربط :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر چلا آرہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے توراۃ لے کر جب واپس تشریف لائے اور دیکھا کہ قوم نے بچھڑے کو معبود بنالیا ہے۔ اور اس کی پرستش کررہے ہیں۔ پہلے تو حضرت ہارون علیہ السلام پر ناراض ہوئے کہ تم نے ان کو اطلاع کیوں نہیں کی اور تمہارے ہوتے ہوئے یہ کیوں گمراہ ہوئے ہیں۔ جب پوری طرح مطمئن ہوگئے کہ ہارون علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا کی ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی تو پھر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اس کا ذکر ہے.........

بچھڑے کی پوجا، توبہ اور قتل :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے یٰقَوْمِ اے میری قوم! اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بے شک تم نے ظلم کیا اپنی جانوں

پر۔ کیونکہ اس کارروائی کا وبال تمہاری جانوں پر پڑے گا بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ جو تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر تم اپنی آخرت سنوارنا چاہتے ہو تو............

فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ تو، توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ پس قتل کرو تم اپنی جانوں کو۔ (اس کی مختلف تفاسیر درج ذیل ہیں)......

(۱)...... اس کی ایک تفسیر تو اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ہر مجرم کو حکم تھا کہ وہ اپنے آپ کو خود قتل کرے۔

(۲)...... اور دوسری تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی وہ ان کو قتل کریں جنہوں نے پوجا کی اور طریقہ یہ ہوگا کہ اگر ایک بھائی نے پوجا کی ہے اور دوسرے نے نہیں کی تو جس نے پوجا نہیں کی وہ اس کو قتل کرے جس نے پوجا کی ہے۔ اگر باپ نے پوجا کی ہے اور بیٹے نے نہیں کی تو بیٹے کو حکم تھا کہ باپ کو قتل کر۔ اور اگر بیٹے نے پوجا کی ہے اور باپ نے نہیں کی تو باپ کو حکم تھا کہ بیٹے کو قتل کر۔ تو اس طرح انہوں نے اپنی جانوں کو قتل کیا۔

اس زمانے میں مرتد کی توبہ قتل کے بغیر قبول نہیں ہوتی تھی۔ یہ تو آنحضرت ﷺ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سہولت دی، نرمی فرمائی کہ مرتد کو تین دن کی مہلت ہے اگر توبہ کرے تو فبہا چھوڑ دیا جائے گا اگر توبہ نہیں کرتا اور کفر پر مُصر رہتا ہے تو تین دن کے بعد قتل کر دیا جائے گا۔ فرمایا اس طرح توبہ کرنا............

ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں عِنْدَ بَارِئِکُمْ تمہارے

پیدا کرنے والے کے ہاں۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ انہوں نے گردنیں کٹوا کر اپنی آخرت بنالی۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رجوع کیا اِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

بنی اسرائیل کا توراۃ پر ردّعمل :

آگے ایک اور واقعہ کا بیان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام توراۃ لے کر قوم کے پاس آئے۔ اور بچوں، بوڑھوں، جوانوں اور عورتوں کو اکٹھا کیا تمام کے تمام اکٹھے ہو گئے بڑا مجمع تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ ضابطہ حیات عطا کیا ہے قوم نے کہا کہ ہمیں پڑھ کر سنایئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساری توراۃ پڑھ کر ان کو سنا دی۔ تو قوم نے کہا کہ یہ کتاب بہت سخت ہے اور اس کے احکام بہت مشکل ہیں۔ ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس کو تم واپس اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاؤ اور اس کے بدلے کوئی آسان کتاب لاؤ۔ یا اس میں ترامیم کرادو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے شریعت سے آزاد زندگی گزاری ہے۔ اور آزاد زندگی گزارنے والے پر جب کچھ پابندیاں لگتی ہیں تو اس کو خاصی مشکل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو تمہاری طاقت سے باہر ہو۔ ان احکامات پر جب عمل شروع کرو گے تو آسان ہو جائیں گے۔ مشکل اس لئے نظر آ رہے ہیں کہ پہلے تم نے یہ کئے نہیں ہیں۔

اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ جو حضرات نماز پڑھتے ہیں ان کو نماز پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اور جو بے نماز ہیں ان کے لئے نماز پڑھنا پہاڑ اٹھانے کے برابر ہے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی پڑھی نہیں ہے۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھایا مگر

وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے؟۔

اور یہ بات بھی انہوں نے کہی کہ ہمارے پاس کیا ثبوت ہے کہ واقعی یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔ یا آپ خود بنا کر لائے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب فرمائے۔ جو کہ سردار تھے کہ تم میرے ساتھ کوہِ طور پر چلو تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور میں تمہارے سامنے درخواست کروں گا کہ اے پروردگا! میری قوم کہتی ہے کہ یہ کتاب بہت مشکل ہے لہٰذا اس میں ان کی خواہش کے مطابق ترمیم کر دیں۔

بنی اسرائیل کے نمائندے طور پر :

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر آدمی ساتھ لے کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے پروردگار! تو قادرِ مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے مشکل حکم بھی دے سکتا ہے اور آسان حکم بھی دے سکتا ہے۔ میری قوم کا مطالبہ ہے کہ اس کتاب کے بدلے ہمیں کوئی آسان کتاب مل جائے یا اس میں کچھ ترمیم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو تمہاری طاقت سے باہر ہو۔ لہٰذا اس پر عمل کرو اور اگر بمقتضائے بشریت تم سے کوئی غلطی ہوگئی تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کے جو سردار گئے تھے یہ باتیں سننے کے بعد کہنے لگے کہ آواز تو آ رہی ہے مگر ہمیں کیا معلوم کہ رب بول رہا ہے یا جن بول رہا ہے یا کوئی فرشتہ بول رہا ہے۔ لہٰذا ہم تو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب تک

رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھ نہ لیں۔ اس کا ذکر ہے فرمایا.........

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى اور جب کہا تم نے اے موسیٰ! (علیہ السلام) لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز تیری تصدیق نہیں کریں گے حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو کھلے طور پر فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑ لیا تمہیں بجلی نے وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم دیکھ رہے تھے۔ ان کی گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر بجلی گرادی۔ ستر کے ستر مارے گئے۔ نویں پارے میں آتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا پروردگار!......

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا کیا ہمیں ہلاک کردے گا اس کام کی وجہ سے جو کیا ہمارے احمقوں نے، یا اللہ یہ سب تو بے وقوف تھے ان کو تو میں لایا تھا اپنی تائید کیلئے اب جب میں اکیلا واپس جاؤں گا تو میں قوم کو کیا جواب دوں گا؟۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ یہ سب تیری آزمائش ہے۔ یا اللہ! تو مارنے پر بھی قادر ہے اور زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ ستر کے ستر باوجود اس گستاخی کے زندہ فرمادیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

موت اور پھر زندگی :

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ تمہارے مرنے کے بعد لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو۔ یہ لوگ جب واپس آئے قوم کے پاس تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ عمل ہو سکے تو کر لینا اور نہ ہو سکے تو نہ کرنا میں معاف کردوں گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو کہا تھا کہ اگر بتقاضائے بشریت کوئی غلطی ہوئی تو میں معاف کردوں گا۔

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ کا ذکر آتا ہے۔کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیتے تھے وہ اس طرح بدلتے تھے مگر ان کی تمام تر گستاخیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو انعامات سے نوازا۔آگے ان انعامات کا ذکر ہے،فرمایا..........

بادلوں کا سایہ :

وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ اور سایہ کیا ہم نے تم پر بادلوں کا۔بنی اسرائیل جب بحرقلزم عبور کر کے وادی تیہ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ اے بنی اسرائیل!تم قابض قوم عمالقہ جو عملیق نامی ایک شخص کی نسل سے تھے بڑے قدآور موٹے تازے صحت منداور جنگجو تھے ان سے جہاد کرو تاکہ شام اور فلسطین کی زمین تمہارے قبضے میں دے دی جائے۔بڑا طویل قصہ ہے چھٹے پارے میں اس کی تفصیل آئے گی ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا..........

انکارِ جہاد اور اس کا انجام :

اِنَّ فِیْھَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ بے شک اس سرزمین میں ایک زبردست،جبار قوم ہے وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَھَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْھَا اور بے شک ہم ہرگز داخل نہیں ہوں گے اس میں جب تک کہ وہ یہاں سے نکل نہ جائیں فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ پس اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (فاتحانہ انداز میں) داخل ہوں گے۔اورانہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی کہا..........

فَاذْھَبْ اَنْتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ تو جا اور تیرا رب پس تم دونوں جا کے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک اس میدان سے نکلنا ان پر حرام کر دیا اور یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے بوڑھے، بچے،

جوان، مرد، عورتیں سب ان میں شامل تھے۔ اور چالیس سال وہاں رہنا تھا۔

میدان ایسا تھا کہ اس میں کوئی قابل ذکر سایہ دار درخت نہیں تھا کوئی معمولی قسم کا درخت ہوتو ہو۔ اور دھوپ وہاں شدید پڑتی تھی۔ مکان بھی وہاں نہیں بنا سکتے تھے اور باہر سے کوئی چیز لا کر سائے کا انتظام بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوئی۔ اور بادلوں کے ذریعے ان کے لئے سائے کا انتظام فرمایا جونہی سورج چڑھتا سایہ ہو جاتا سورج غروب ہوتا سایہ ختم ہو جاتا قوم کے جرم دیکھو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھو۔ اسی لئے آتا ہے......

اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ بے شک میری رحمت ہر شئ پر وسیع ہے۔

ایک دو دن کی بات نہیں پورے چالیس سال ان پر سایہ رہا۔ وہاں خوراک کی بھی ضرورت تھی کیونکہ انسان عالمِ اسباب میں اس کے بغیر بھی زندہ نہیں رہ سکتا اللہ تعالیٰ نے خوراک کا بھی انتظام کیا۔ اس کا ذکر ہے............

من وسلویٰ کا نزول :

وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی اور نازل کی ہم نے تم پر کھیر اور بٹیرے۔ کیسے؟..........

① ...... تفسیر کی کتابوں میں اس کی ایک شکل یہ لکھی ہے کہ عین موقع پر ان کے سامنے ایک رکابی (پلیٹ) میں کھیر اور ایک رکابی (پلیٹ) میں بھنے ہوئے بٹیر آ جاتے تھے۔ جتنا جی چاہے اتنا کھالیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی شئ بعید نہیں ہے عموماً کھانے دو طرح کے ہوتے ہیں نمکین اور میٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم

کے کھانوں کا انتظام فرمایا۔

(۲)...... اور بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ تیار ہو کے نہیں آتے تھے بلکہ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں جن کے پتے چوڑے تھے رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز برستی تھی جس کی تہہ ان پتوں پر جم جاتی تھی یہ تھی وہ کھیر جوان کو بطور خوراک کے ملتی تھی۔ یہ اعضاء کے لئے بڑی طاقت بخش تھی اس کو اس طرح سمجھو کہ جس طرح پہاڑی علاقوں میں برف باری ہوتی ہے تو اس کی تہہ جم جاتی ہے اور بٹیر بھی انہیں جھاڑیوں میں ہوتے تھے۔ جن کو یہ آسانی سے پکڑ کر کھاتے تھے۔ اور پانی کا ذکر اگلے رکوع میں آ رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ''من وسلویٰ'' نازل کیا اور فرمایا......

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے وَمَا ظَلَمُونَا اور انہوں نے ہم پر کوئی زیادتی نہیں کی وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ کہ انہوں نے ''من سلویٰ'' کے بدلے پیاز، لہسن اور دالیں مانگیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کیا تم بدلتے ہو عمدہ چیزوں کے بدلے گھٹیا کہنے لگے ہمیں گھٹیا ہی چاہیے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی وفات اور جائے مدفن :

آگے بنی اسرائیل کے ایک اور واقعہ کا ذکر ہے اور یہ واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی وفات کے بعد پیش آیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال پہلے فوت ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا جب وقت آیا تو انہوں نے پروردگار سے دعا کی کہ اے پروردگار! مجھے وادی تیہ (وادیٔ سینائی) سے

بیت المقدس کی طرف جانے کی اجازت دی جائے تا کہ میری موت بیت المقدس کے قریب آئے۔ اور میں ان مجرموں میں نہ رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور یہ بیت المقدس کی طرف چل پڑے۔ ایک سرخ رنگ کا ٹیلا تھا جب وہاں پہنچے تو روح قبض کی گئی۔ اور وہیں ان کی قبر بنی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو نبی بنایا۔ یہ یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم تھے اور تفسیروں میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے سفر میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اور مچھلی انہی کے پاس تھی جو بھول کر راستے میں چھوڑ گئے تھے۔ وادی تیہ میں چالیس سال کا عرصہ ختم ہوا، نئی پود (نیو جنریشن) جوان ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ذریعہ ان کو حکم دیا کہ تم اس شہر بیت المقدس اور اس کو ایلیاء بھی کہتے ہیں۔ پہلے یہ بیت المقدس وادی تیہ سے کچھ مسافت پر تھا۔ مگر اب ساتھ مل گیا ہے۔ جیسا کہ گوجرانوالہ اور راہوالی تقریباً آپس میں مل ہی گئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ذریعے ان کو حکم دیا کہ تم اس شہر بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ اس کا ذکر ہے فرمایا.........

بنی اسرائیل کو بستی میں داخل ہونے کے احکام :

وَاِذْ قُلْنَا اور جب کہا ہم نے ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ داخل ہو جاؤ اس بستی میں یعنی بیت المقدس یا ایلیاء میں فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا پس کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو کشادہ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے۔ پہلے زمانے میں شہر کے اردگرد ایک دیوار

ہوتی تھی اس کو سُوْرُ الْبَلَدْ کہتے تھے۔

اس میں مختلف دروازے ہوتے تھے لوگ ان دروازوں کے ذریعے شہر میں داخل ہوتے تھے جس طرح شہر گوجرانوالہ میں بھی مختلف دروازے ہیں، لاہوری، سیالکوٹی، کھیالی، گرجاکھی۔ اسی طرح اس شہر کے بھی دروازے تھے تو اس شہر کا جو اہم مقام تھا فرمایا اس دروازے سے تم داخل ہو جاؤ۔ اور داخل ہوتے وقت تم نے دو کام کرنے ہیں ایک یہ کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کہ تو نے ہمیں طاقتور قوم پر غلبہ عطا فرمایا ہے اور دوسرا کام..........

وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ اور کہو تم حِطَّةٌ یعنی ہمارے گناہ معاف کر دے۔ حَطَّ یَحُطُّ کا معنی ہے گرانا اور حِطَّةٌ کا مکمل جملہ بنے گا مَسْئَلَتُنَا حِطَّةٌ ہمارا سوال یہ ہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما دے۔

نَّغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ معاف کر دیں گے ہم تمہاری خطائیں وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا پس تبدیل کر لیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا بات کو غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ سوائے اس کے جو ان کو کہی گئی تھی۔

بنی اسرائیل کی حیلہ سازی :

ان کو تو کہا گیا تھا حِطَّةٌ کہنا مگر انہوں نے حِطَّةٌ کی بجائے حِنْطَةٌ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہمیں گندم چاہیے۔

اور یہ الفاظ بھی مفسرین نے لکھے ہیں کہ انہوں نے کہا حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ ہمیں وہ دانے چاہییں جو خوشوں میں ہوں اور پہلے حکم کی مخالفت اس طرح کی کہ

بجائے سجدہ کرنے کے چوتڑ گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے۔ جس طرح چھوٹے بچے گھسیٹیاں کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انہوں نے قول بھی بدل دیا اور فعل بھی بدل دیا پھر کیا ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پس نازل کیا ہم نے ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کیا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ عذاب آسمان کی طرف سے۔ وہ عذاب طاعون کی شکل میں نازل ہوا تین چار گھنٹوں میں ستر ہزار کے قریب آدمی مر گئے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات نازل کئے مگر انہوں نے نافرمانیاں بہت کیں۔

یہودی ''من حیث القوم'' سب سے زیادہ ذہین :

دنیا میں جتنی قومیں ہیں افراد کے لحاظ سے نہیں بلکہ مِنْ حَيْثُ الْقَوْم یہودی سب سے زیادہ ذہین ہیں۔ ہائیڈروجن بم اور کلاشنکوف کے موجد یہی ہیں۔ قوموں کی تباہی کے اسباب انہوں نے ہی پیدا کئے ہیں۔ اور جتنے ذہین ہیں اتنے ہی ضدی ہیں۔ اپنی بات پر اَڑ جاتے ہیں اس کے مقابلے میں صحیح بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ آنحضرت ﷺ کو يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ضد پر اڑے رہے، قبول نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان کی طرف سے عذاب نازل فرمایا۔

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّ

كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾

لفظی ترجمہ :

وَإِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جس وقت پانی طلب کیا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ پس کہا ہم نے مار اپنی لاٹھی پتھر پر فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ پس پھوٹ پڑے اس سے اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا بارہ چشمے۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ تحقیق جان لیا ہر گروہ نے مَّشْرَبَهُمْ اپنے پینے کی جگہ کو كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ کھاؤ اور پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہوئے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى اور جب کہا تم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک کھانے پر فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ پس دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُخْرِجْ لَنَا نکالے ہمارے لئے مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ اس چیز سے جو اگاتی ہے زمین مِنْ بَقْلِهَا اپنی ترکاریوں سے وَقِثَّآئِهَا اپنی ککڑیوں سے (یعنی تریں) وَفُوْمِهَا اور اپنے لہسن یعنی تھوم سے وَعَدَسِهَا اور اپنے مسور سے وَبَصَلِهَا اور اپنے پیاز سے۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ فرمایا کیا تم بدلے میں لیتے ہو الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی اس چیز کو جو گھٹیا ہے بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اس چیز کے ساتھ جو بہتر ہے اِهْبِطُوْا مِصْرًا اتر جاؤ کسی شہر میں فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ پس بے شک تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جو تم نے مانگا وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اور مسلط کردی گئی ان پر ذلت اور مسکینی وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ بے شک كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ تھے انکار کرتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ اور قتل کرتے تھے پیغمبروں کو بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا یہ اس لئے انہوں نے نافرمانی کی وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ اور وہ حد سے آگے نکل جاتے تھے۔

ربط :

اس سے پہلے رکوع میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو لے کر وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل کے جغرافیہ میں وادیٔ سینائی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرو۔ جو اس وقت شام، کنعان، فلسطین میں آباد تھی۔ اس زمانے میں شام، کنعان، فلسطین ایک علاقہ تھا اور لبنان، اردن اس میں شامل تھے۔ اور اس علاقے کو شام بھی کہتے تھے۔ کنعان بھی اور فلسطین بھی کہتے تھے اور وادیٔ تیہ وغیرہ سب اس میں شامل تھے۔

عربوں کے خلاف فرنگی سازش :

خبیث انگریز نے ۱۹۱۷ء میں اپنے مفاد کی خاطر اس علاقے کو مختلف ملکوں میں تقسیم کر دیا۔ اور مسلمان حکمرانوں کے ایک دوسرے کے خلاف ایسے ذہن بنا دیئے کہ وہ مسلمان ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ شام اسرائیل کے ساتھ تو مل سکتا ہے مگر مصر وغیرہ کے ساتھ نہیں۔ لبنان کا بھی یہی حال ہے کہ یہود کے ساتھ تو مل سکتا ہے مگر شام کے ساتھ ملنے کو تیار نہیں ہے۔ سعودیہ امریکہ کے ساتھ تو مل سکتا ہے مگر عراق کے ساتھ مل بیٹھنے کو تیار نہیں ہے۔ یہ تمام خباثتیں انگریز اور اس کے بین الاقوامی حواریوں کی ہیں۔

بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو جہاد کا حکم سنایا تو انہوں نے جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر چالیس سال کے لئے اس میدان سے نکلنا حرام کر دیا اور بنی اسرائیلی خاصی تعداد میں تھے ان کے لئے سائے کا انتظام کرنا، کھانے پینے کا انتظام کرنا تھا کیونکہ جاندار مخلوق اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بلکہ پانی کے بغیر تو نباتات بھی نہیں رہ سکتیں۔ تو پہلے سائے اور کھانے کے انتظام کا ذکر تھا اب اس آیت کریمہ میں پانی کا ذکر ہے۔ فرمایا...........

پانی کے چشمے :

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ اور جس وقت پانی طلب کیا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے۔ سُقْیٰ کے معنیٰ ہیں پانی اِسْتَسْقٰی باب استفعال ہے اس کی خاصیت ہے "طلب ماخذ" یعنی اس میں مصدر کے طلب کے معنیٰ پائے جاتے ہیں۔

تو وَاِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی کے معنٰی ہیں ''جب موسیٰ (علیہ السلام) نے پانی طلب کیا''
لِقَوۡمِهٖ اپنی قوم کے لئے۔ کیونکہ ان کو پینے کے لئے، نہانے کے لئے اور دیگر
ضروریات کے لئے پانی چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے............

16

فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ پس کہا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو مار اپنی
لاٹھی پتھر پر۔ اب سوال یہ ہے کہ جس پتھر پر موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ماری تھی وہ کوئی خاص
پتھر تھا یا عام پتھر تھا۔ دونوں باتیں تفسیروں میں منقول ہیں جو کہ مندرجہ ذیل
ہیں............

۱)...... یہ عام پتھر تھا جو وہیں پڑا ہوا تھا اس پر لاٹھی ماری۔

۲)...... یہ کہ عام پتھر نہیں تھا بلکہ وہ پتھر تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا تھا۔

وہ قصہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ............

موسیٰ علیہ السلام کا تنہا غسل اور پتھر کا کپڑوں سمیت بھاگ جانا :

''موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل کرتے تھے کہ ان پر کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ اور دوسرے لوگ اکٹھے نہاتے تھے تو ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ موسیٰ (علیہ السلام) علیحدگی میں نہاتے ہیں۔ لگتا ہے ان کے بدن میں کوئی بیماری ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ الحمد للہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لیکن لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ''اُدرہ'' کی بیماری ہے۔ یعنی ان کے خصیتین پھولے ہوئے ہیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ بری بات بڑی جلدی مشہور ہو جاتی ہے تو عام لوگ یہ باتیں کرنے لگ گئے اللہ تعالیٰ کو اس کی صفائی منظور ہوئی۔

ایک دن موسیٰ علیہ السلام کپڑے اتار کر تنہائی میں غسل کرنے لگے۔ فارغ ہو کر جب کپڑوں کی طرف آئے تو پتھر جس پر کپڑے رکھے تھے بھاگ پڑا۔ پتھر آگے، آگے اور موسیٰ علیہ السلام ثَوْبِیْ حَجَرْ کی آواز لگاتے ہوئے پتھر کے پیچھے پیچھے کہ اے پتھر میرے کپڑے دے دے۔ مگر پتھر کو تو رب تعالیٰ کا حکم تھا وہ وہاں جا کر رکا جہاں لوگوں کا مجمع تھا سب نے موسیٰ علیہ السلام کو آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے بدن میں تو کوئی تکلیف نہیں ہے''۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی مارو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری.........

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا پس پھوٹ پڑے اس سے بارہ چشمے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے اور ان کی آپس میں نوک جھونک ہوتی رہتی تھی اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ گھر میں چند افراد ہوتے ہیں ان میں بھی بات ہو جاتی ہے۔ اور یہ تو بارہ خاندان تھے اور تھے بھی سخت مزاج۔ تو ان میں جھگڑے کا ہو جانا قدرتی امر تھا تو انتظامی امور کی وجہ سے ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کیا تھا۔ لہٰذا ہر ایک کے لئے الگ چشمہ جاری کیا گیا۔ کہ مثلاً یہ یوسفیوں کا ہے، یہ روبیلیوں کا ہے، یہ بن لاویوں کا ہے یہ بن یامینیوں کا ہے۔ تا کہ آپس میں لڑیں نہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ تحقیق جان لیا ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو۔ رب تعالیٰ نے فرمایا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللهِ من سلویٰ کھاؤ اور پانی پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور نہ پھرو زمین میں

فساد مچاتے ہوئے۔ایک دوسرے کی دل آزاری نہ کروانسانوں میں یہ مادہ بہت پایا جاتا ہے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ عرصہ درازتک وہ من سلویٰ کھاتے رہے پھر اکٹھے ہوکر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ہماری خوراک بدل دو اس کا ذکر ہے..........

دال سبزی کا مطالبہ :

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی اور جب کہا تم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودیوں کو یہ بات یاددلائی جارہی ہے کہ تمہارے بڑوں نے یہ کہا تھا)..........

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک ہی قسم کے کھانے پر۔یہ کیا ہوا کہ صبح کو بھی من سلویٰ اور شام کو بھی من سلویٰ۔ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ پس دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے یُخْرِجْ لَنَا نکالے ہمارے لئے مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ اس چیز سے جو اگاتی ہے زمین مِنْۢ بَقْلِهَا اپنی ترکاریوں سے۔"بقل" ہر قسم کی سبزی کو کہتے ہیں۔ساگ،مولی،گاجر،آلو وغیرہ سب پر بقل کا لفظ بولا جاتا ہے۔اور سبزی فروش کو بَقَّالَۃٌ کہتے ہیں۔

"قِثَّاءٌ" کی تحقیق :

وَقِثَّآئِهَا اپنی ککڑیوں سے (یعنی تریں)۔ قِثَّاءٌ عربی زبان میں کھیرے کو بھی کہتے ہیں اور تر کو بھی جو لمبی ہوتی ہے۔اور دونوں کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تر پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلدی سے کھجوریں لاؤ۔کھجوریں لائی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر اور

کھجوریں ملا کر کھائیں۔تا کہ اعتدال پیدا ہو جائے۔

’’فُوْم‘‘ کی تحقیق:

وَفُوْمِهَا اور اپنے لہسن یعنی تھوم سے۔’’فُوْم‘‘ گندم کو بھی کہتے ہیں اور لہسن کو بھی۔’’فوم‘‘ کے دونوں معنٰی ہیں۔تو کہا کہ ہمارے لئے لہسن پیدا فرما۔پہلے حکیم بھی کہتے تھے اور آج کل ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ تھوم ’’لہسن‘‘ دل کی بیماریوں کے لئے بہت مفید ہے۔حکیم تھوم کا سیرا بنا کر دل کی بیماریوں کے لئے استعمال کراتے تھے۔ تھوم کچا بھی کھایا جاتا ہے اور پکا کر بھی۔لیکن کچا تھوم کھا کر فوراً مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔اسی طرح کچی مولی اور دیگر بو والی چیزیں کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا رکھا گیا۔اس کے ساتھ سلاد بھی۔آج کل کی طرح پہلے بھی کھانے کے ساتھ سلاد رکھتے تھے۔سلاد میں تھوم تھا۔آپ ﷺ نے سلاد نہ کھایا۔دوسرے حضرات نے بھی نہ کھایا۔(ثوم عربی میں تھوم کو کہتے ہیں) آپ ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! کیا تھوم حرام ہے۔فرمایا جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا۔حضرت پھر آپ نے کھایا کیوں نہیں؟۔

فرمایا میں نے اس لئے نہیں کھایا کہ اس سے بو آتی ہے اِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَّا تُنَاجُوْنَ میں ان (فرشتوں) کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہوں جن کے ساتھ تم ہم کلام نہیں ہو سکتے۔البتہ فرشتے جب جان نکالنے کے لئے آتے ہیں تو اس وقت ہر آدمی سے جس کی جان نکالتے ہیں ہم کلام ہوتے ہیں۔نیک آدمی کو کہتے ہیں اُخْرُجِیْ طَیِّبَۃً اے پاکیزہ روح! نکل آ۔وہ آسانی سے نکل آتی ہے۔اور برے سے کہتے ہیں یَآاَیُّهَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃُ اے ناپاک روح! جلدی نکل رب تجھ سے ناراض

ہے۔اب تیری مرمت ہوگی۔

تو بہر حال تھوم سے چونکہ بو آتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے نہ کھایا۔اور یہ بھی فرمایا کہ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسَاجِدَنَا جس نے تھوم کھایا وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔کیونکہ عام جگہوں کی بنسبت مسجد میں فرشتے زیادہ ہوتے ہیں۔اور فرشتوں کو پیاز، تھوم اور مولی وغیرہ کی بو سے سخت نفرت آتی ہے۔اور اس سے سگریٹ اور حقے کی بو کا اندازہ خود لگالو جو کافی دور سے آجاتی ہے کہ وہ پی کر مسجد میں آنا کیسا ہے؟۔

حقہ پینے کی وجہ سے حضور ﷺ کا خواب میں پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا :

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک نیک آدمی تھا اس کو تبخیر کی بیماری لگ گئی معدے میں گیس پیدا ہو جاتا تھا۔حکیم کے پاس گیا اس نے کہا کہ تم حقہ پیا کرو۔اس نے حقہ پینا شروع کر دیا۔آنحضرت ﷺ خواب میں تشریف لائے اور اس بزرگ کی پیٹھ کے پیچھے تشریف فرما ہوئے۔وہ جب آپ ﷺ کی طرف منہ کرتا آپ ﷺ پیٹھ کے پیچھے ہو جاتے۔بڑا پریشان ہوا۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں خوابوں کی تعبیر کے بڑے ماہر تھے صبح کو ان کے پاس گیا اور اپنا خواب سنایا۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ تو حقہ پیتا ہوگا؟۔کہنے لگا جی ہاں! حقہ تو پیتا ہوں۔فرمایا آنحضرت ﷺ کو حقے سے نفرت ہے۔اس لئے سامنے نہیں بیٹھے۔

"عَدَسْ" کی تحقیق :

وَعَدَسِهَا اور اپنے مسور سے۔ عَدَسْ کا لفظ اصل تو مسور کی دال پر بولا

جاتا ہے مگر آج کل تمام کے تمام عربی ہر قسم کی دال کو عَدَسْ کہتے ہیں۔ چاہے چنے کی ہو یا مونگ، ماش کی۔

وَبَصَلِهَا اور اپنے پیاز سے۔ یعنی ہمیں پیاز چاہییں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارے آرائیں اکٹھے تھے۔

ناقدری کی سزا :

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ فرمایا کیا تم بدلے میں لیتے ہو الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی اس چیز کو جو گھٹیا ہے بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اس چیز کے ساتھ جو بہتر ہے۔ کہاں کھیرا اور بٹیرا اور کہاں لہسن، پیاز اور دال اور پھر وہ بغیر مشقت کے اور یہ چیزیں تمہیں خود بیجنی پڑیں گی۔ اور نکالنی پڑیں گی۔ ہاں اگر تم لینا ہی چاہتے ہو تو............

اِهْبِطُوْا مِصْرًا اتر جاؤ کسی شہر میں۔ وادئ تیہ چونکہ بلندی پر تھی اور باقی شہر نیچے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ اتر جاؤ کسی شہر میں وہاں سے ان چیزوں کے بیج لاؤ اور کاشت کرو اور جس دن تم نے بیج ہاتھ میں پکڑا تمہارا آسمانی راشن بند ہو جائے گا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''قنسرین'' نامی شہر ان کے قریب تھا۔ وہاں سے جا کر یہ تمام چیزوں کے بیج لائے۔ فرمایا.........

فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ پس بے شک تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جو تم نے مانگا وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اور مسلط کر دی گئی ان پر ذلت اور مسکینی۔ پہلے من سلویٰ کھاتے تھے اب جاؤ گرد غبار کھاؤ۔

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔ اپنا نقصان بھی کیا اور رب تعالیٰ کی ناراضگی بھی مول لی۔ یہ غضب کیوں ہوا ؟۔

فرمایا.........

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ بے شک تھے انکار کرتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات آتے انکار کر دیتے اللہ تعالیٰ کے دو جلیل القدر پیغمبر موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ان کے پاس آئے مگر انہوں نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی۔ اگرچہ ماننے والے بھی تھے مگر اکثر نافرمان تھے۔ اور حکم اکثریت پر لگتا ہے۔ عربی زبان کا مقولہ ہے لِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ اکثریت پر کل کا حکم ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل انبیاء :

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور قتل کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق۔ اسی مضمون کی آیت تیسرے پارے میں آتی ہے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ اور وہ قتل کرتے تھے انبیاء علیہم السلام کو ناحق اور ان کو بھی قتل کرتے تھے جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتے ہیں۔

اس آیت کی تشریح میں مفسرین کرام رحمہم اللہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک علاقے میں مختلف قومیں آباد تھیں۔ جن کی تعداد تینتالیس تھی۔ اور ہر قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے الگ الگ پیغمبر بھیجا تھا۔ ان قوموں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ پیغمبر ہمیں ہر وقت تنگ کرتے رہتے ہیں لہٰذا ان پیغمبروں کا صفایا کر دینا چاہیے۔

چنانچہ سورج طلوع ہونے کے بعد تقریباً گیارہ بجے تک انہوں نے تینتالیس پیغمبر اور ایک سو ستر ان کے صحابیوں اور حواریوں کو شہید کیا''۔ یہ تو صرف ایک دن کی

کارروائی تھی ان کے علاوہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ حضرت شعیا علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ :

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس وجہ سے شہید کیا گیا کہ اس علاقہ کا جو حاکم تھا اس کی ایک بھانجی تھی بڑی خوبصورت اس نے اپنی بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہا۔ باوجودیکہ اس کے نکاح میں اور عورتیں اور لونڈیاں بھی تھیں۔ اور بھانجی کے ساتھ نکاح ان کی شریعت میں بھی ناجائز تھا۔

اس بات کا جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو علم ہوا تو اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے اس کے پاس گئے۔ اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے تجھے مسئلہ بتانے کے لئے آیا ہوں۔ تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔ وہ یہ کہ بھانجی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ تیرے پاس اور عورتوں کے علاوہ لونڈیاں بھی ہیں۔ اور تو بادشاہ ہے ان کے علاوہ اور عورتوں کے ساتھ بھی جہاں چاہے نکاح کرسکتا ہے۔

لہٰذا یہ ناجائز کام نہ کر۔ وہ کہنے لگا کہ بادشاہی تیری ہے یا میری؟۔ فرمایا ظاہر بات ہے کہ بادشاہی تو تیری ہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا حکم سنانا میرا فریضہ ہے۔ میں تو اپنا فرض ادا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کہنے لگا یہ کون ہوتا ہے میری مجلس میں آکر مجھے یہ کہنے والا کہ تو اس طرح کر اور اس طرح نہ کر۔ ظالم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ یہ قتل ناحق تھا۔ اور قتل حق کی تین صورتیں ہیں..........

قتل حق کی تین صورتیں :

۱)...... یہ کہ کوئی آدمی مرتد ہو جائے دین سے پھر جائے تو اس کو تین دن کی

مہلت دے دی جائے گی کہ توبہ کر لے اگر اس نے تین دن تک توبہ نہ کی تو اس کے بعد اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور پیغمبر تو معصوم ہوتے ہیں ان کے مرتد ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲)...... دوسری صورت یہ ہے کہ شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو اس کو رجم کیا جائے گا جس کو انگریزی تعلیم یافتہ ظالم حکمران وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں حالانکہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے غافل ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُمْلِیَ الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب پکڑتا ہے تو حرکت نہیں کرنے دیتا۔ اب یہ کہنے والے ظالم حکمران تڑپ رہے ہیں۔ او ظالمو! اپنے دور میں جو تم نے ظلم کئے تھے وہ تو یاد کرو۔

۳)...... تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے اور اس کو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے۔

اسلام میں ان تین صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور پیغمبروں کے متعلق ان تینوں باتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان ظالموں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ کیوں قتل کیا؟۔ فرمایا......

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی

اور وہ حد سے آگے نکل جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جاتے تھے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سزائیں دیں۔جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى
وَالصّٰبِـِٔيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ وَاِذْ
اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ
خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا
لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٔيْنَ ﴿۶۵﴾ ۚ فَجَعَلْنٰهَا
نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہیں وَالنَّصٰرٰی اور جو نصرانی ہیں وَالصّٰبِئِیْنَ اور جو صابی ہیں مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو شخص بھی ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے عمل کیا اچھا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس ان کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ اور جب لیا ہم نے تم سے پختہ عہد وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو خُذُوْا مَا اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑو اس چیز کو جو ہم نے تمہیں دی ہے قوت کے ساتھ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ اور یاد کرو جو اس میں ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم بچ جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ پھر، پھر گئے تم مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ پس اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ البتہ تم ہو جاتے نقصان اٹھانے والوں میں سے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ اور البتہ تحقیق تم جانتے ہو الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ ان لوگوں کو جنہوں نے تجاوز کیا تم میں سے فِي السَّبْتِ ہفتے کے دن فَقُلْنَا لَهُمْ پس کہا ہم نے ان کو كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ہو جاؤ بندر ذلیل۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا پس بنایا ہم نے اس واقعہ کو عبرت لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا ان لوگوں کے لئے جو اس سے پہلے تھے وَمَا خَلْفَهَا اور جو پیچھے آنے والے ہیں وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ اور نصیحت پرہیزگاروں کے لئے۔

ربط :

اس سے پہلے یہودیوں کا ذکر تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین پر چلنے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا مگر انہوں نے بے قدری کی آگے وہ فرقے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے ان میں سے بعض کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مشرکین عرب اپنی نسبت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کر کے اپنے آپ کو مؤمن کہتے تھے کہ ہم ابراہیمی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مومن تھے۔ لہٰذا ہم بھی مؤمن ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مؤمن ہونے میں تو شک شبہ کی گنجائش نہیں ہے مگر ان کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔

یہود کی وجہ تسمیہ :

وَالَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہیں۔ یہودیوں کو یہودی کیوں کہتے ہیں؟۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس سلسلے میں مختلف باتیں بیان کی ہیں......

①...... ایک یہ کہ هَادَ، یَهُوْدُ کے معنیٰ ہیں رجوع کرنا تو وہ لوگ جو بچھڑے کی پوجا کرنے کی وجہ سے قتل کر دیئے گئے وہ تو قتل ہو گئے جو بچ گئے انہوں نے کہا تھا اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ اے پروردگار! ہم نے تیری طرف رجوع کیا چونکہ ان کے بڑوں نے ''ھودا'' کا لفظ بولا تھا اس وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

②...... دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

③...... علامہ خازن رحمہ اللہ نے یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ یہ لوگ جب توراۃ پڑھتے تھے تو حرکت کرتے تھے جس طرح قرآن کریم حفظ کرنے والے بچے آگے پیچھے ہلتے اور حرکت کرتے ہیں۔ اور تَهَوَّدَ کا معنیٰ حرکت کرنا بھی آتا ہے۔ تو اس وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو توراۃ پڑھتے وقت حرکت کرتے ہیں، جھومتے ہیں۔

وَالنَّصٰرٰی اور جو نصرانی ہیں......

نصاریٰ کی وجہ تسمیہ :

①...... نصٰریٰ، نصران کی جمع ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس محلے میں

پیدا ہوئے تھے اس کا نام تھا ''ناصرہ'' اس کی طرف نسبت کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو ناصری کہا جاتا ہے۔ چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) ناصری نے کہا۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی اور مدنی کہا جاتا ہے۔ مکی تو اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی اور مدنی اس وجہ سے کہ مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الھجرت ہے اور دس سال وہاں گزارنے کے بعد وہیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں مدفون ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کو محلہ ناصرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے ناصری کہا جاتا ہے۔ اور ان کے ماننے والوں کو ''نصرانی'' کہا جاتا ہے۔

②...... اور نصاریٰ کہنے کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میں بیان کرتا ہوں اور لوگ مجھے تکلیف پہنچانے کے درپے ہیں مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ کون میری مدد کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللہِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ساتھیوں نے کہا ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے تمہاری مدد کرنے والے۔ نصرت کے معنیٰ مدد کرنا ہے۔ چونکہ انصار کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس وجہ سے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔

''صابئین'' کا گروہ :

وَالصّٰبِئِیْنَ اور جو صابی ہیں۔ ''صباء'' کا لفظی معنیٰ ہے ایک دین سے دوسرے دین کی طرف پھر جانا۔ اسی وجہ سے مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو ''صابی'' کہتے تھے۔ جس طرح آج کل حق والوں کو لوگ ''وہابی'' کہتے ہیں۔ کہ یہ لوگ آبائی دین سے پھر کر دوسرے دین کی طرف چلے گئے

ہیں۔ حالانکہ یہ صرف ان کا وہم تھا پیغمبر تو پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے۔ اور شرک کے قریب تک نہیں جاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کو تبلیغ کا حکم اس وقت ہوتا ہے۔ جب ان کو نبوت عطا کی جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں تاجِ نبوۃ پہنایا گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کی مگر وہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ پہلے ہمارے ساتھ تھے اور اب پھر گئے ہیں۔ تو یہ ''صابی'' کون لوگ تھے تفسیروں میں ان کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے ان میں سے ایک وجہ یہاں لکھی جاتی ہے.........

(۱)...... ''صابی'' ایک فرقہ تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی مانتے تھے اور زبور پر ایمان رکھتے تھے نماز روزے کے قائل تھے اور قیامت کو بھی مانتے تھے اور بھی دین کی بہت ساری صحیح باتوں کو مانتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ یعنی شرک کی بیماری ان کو لگ گئی تھی۔ جس طرح عرب صدیوں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سچے دین پر چلتے رہے۔ مگر بعد میں شرک میں مبتلاء ہو گئے۔

عرب میں شرک کی ابتدا :

پہلا بد بخت انسان جس نے عرب میں شرک پھیلایا وہ ''عمر بن لحی بن قمعہ'' تھا۔ اس سے قبل سارے لوگ موحد ہوتے تھے۔ اور یہ شخص اخلاق میں اتنا گرا ہوا تھا کہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران کسی کے کندھے پر عمدہ چادر دیکھتا تو کنڈی کے ذریعہ وہ اٹھالیتا تھا جس طرح مچھلی پکڑنے کی کنڈی ہوتی ہے اس طرح اس نے کنڈی بنائی ہوئی تھی۔ اور کسی لکڑی کے

ساتھ جوڑی ہوئی تھی۔ لوگ اپنے شوق میں طواف کرتے اور یہ آرام سے چادر اڑا لیتا تھا اور اپنے پیچھے ایک تھیلا رکھا ہوا تھا اس میں ڈال لیتا تھا۔

اس وقت منع کرنے والے آدمی تو بہت کم ہوتے تھے۔ اگر کوئی دیکھ لیتا تو معذرت کر لیتا کہ اتفاقاً کنڈی اڑ گئی ہے جو اتنا اخلاق سے گرا ہوا اور فاجر ہو کہ طواف کرتے وقت لوگوں کے کپڑے اتار لے اس پر اعتماد کرنے کا کیا معنٰی ہے؟۔ اور اس کے ایجاد کردہ دین کو کیا اختیار کرنا ہے۔ مگر لوگ تو انتہائی بدکردار کے پیچھے بھی لگ جاتے ہیں۔ اور وہ اس چیز کو دلیل بنا لیتے ہیں کہ اتنے لوگ ہمارے ساتھ ہیں اگر جھوٹے ہوتے تو اتنے لوگ ہمارے ساتھ کیوں ہوتے؟۔

جیسا کہ گوجرانوالہ میں ایک آدمی نے ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے متعلق اخبارات میں بھی آیا تھا کچھ بے وقوف لوگ اس کے اردگرد بھی جمع ہو گئے تو کیا یہ اس کے ''مہدی'' ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کپڑے پہن کر بازار سے گزرو تو آپ کے آس پاس لوگ جمع نہیں ہوں گے اور اگر کپڑے اتار دو تو کتنا بڑا مجمع تمہارے اردگرد جمع ہو جائے گا۔ اور نعرے مفت میں لگیں گے۔

تو ''صابیوں'' کی بات ہو رہی تھی کہ وہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کو مانتے تھے زبور پر ایمان رکھتے تھے، نماز روزے کے قائل تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ ان فرقوں کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

ایمان باللہ کی جامعیت :

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو شخص بھی ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔ رب تعالیٰ پر سچے دل سے ایمان لائے کہ اس کے پیغمبروں پر ایمان

لائے۔ اس کی کتابوں کو بھی مانے، فرشتوں کا قائل ہو۔ قیامت کو مانے، جنت ،دوزخ کا قائل ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں مگر پیغمبروں اور کتابوں اور فرشتوں کا قائل نہیں ہوں۔ جنت دوزخ کو نہیں مانتا، حشر نشر کا قائل نہیں ہوں۔

تو یہ تو رب تعالیٰ کو ماننے والا نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کا ماننا تو یہ ہے کہ جو اس نے کہا ہے اس کو بھی مانے اور آخرت کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کو مانتے ہیں کہ وہ آنے والی ہے اور صرف بات ہی کافی نہیں ہے کہ ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر بلکہ............

وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے عمل کیا اچھا۔ یعنی ایمان کے ساتھ، ساتھ اعمال بھی اچھے کرے۔ کیونکہ اچھے برے عمل کا اثر ہوتا ہے۔ اور اس کا دیکھنے والوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اور لوگ ان چیزوں کو محسوس کرتے ہیں۔ آدمی خود محسوس کرے یا نہ کرے؟ خصوصاً وہ حضرات جو وعظ و تبلیغ کرتے ہیں حق بیان کرتے ہیں ان کو خاص خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایک آدمی دوسروں کو حق بتاتا ہے، نیکی کی تبلیغ کرتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا تو......

۱)...... ایک تو اس کا روحانی طور پر اثر کم ہوتا ہے کہ لوگ اس کی بات سے متاثر نہیں ہوتے۔

۲)...... اور دوسرا یہ کہ لوگ متنفر ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر آدمی کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے اور اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ خصوصاً ''داعی الی اللہ'' جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ

پہلے وہ اپنی اصلاح کرے۔

ٹی، وی دیکھنے کے بارے میں سوال :

ایک جگہ کسی نے سوال کیا کہ ہمارے امام صاحب ٹی، وی دیکھتے ہیں اور گفتگو میں فحش گوئی سے بھی کام لیتے ہیں ایسے آدمی کی امامت کا کیا حکم ہے؟۔

جواب :

میں نے کہا ٹی، وی دیکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے اور فحش گوئی کرنے والے کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے۔ اور اگر ایسا آدمی سچے دل سے توبہ کرے تو اس کا گناہ بھی مٹ جائے گا اور کراہت بھی ختم ہو جائے گی ہر آدمی کو اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیے۔ خصوصاً درس دینے والوں کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ میں سناسنا کے بوڑھا ہو گیا ہوں اور تم سن، سن کے بوڑھے ہو گئے ہوا گر اثر نہ ہوا تو کچھ بھی نہ ہوا۔ فرمایا......

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس ان کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ پہلے بھی بنی اسرائیل کے واقعات کا ذکر تھا آگے بھی انہی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ............

بنی اسرائیل نے وادئ سینائی میں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ پہلے ہم فرعون کے غلام تھے اور اب ہم آزاد قوم ہیں۔ ہمارے لئے کوئی قانون اور دستور ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو توراۃ عطا فرمائی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کے احکام تو بہت مشکل ہیں ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان سے

عہد لیا اس کا ذکر ہے فرمایا............

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو، حکم ہوا خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ پکڑو اس چیز کو جو ہم نے تمہیں دی ہے یعنی توراۃ، قوت کے ساتھ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ اور یاد کرو جو اس میں ہے اور اس پر عمل بھی کرو۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ رب تعالیٰ کی گرفت سے اور آخرت کے عذاب سے۔

سوال :

اب یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے کوئی مانتا ہے، مانے نہیں مانتا نہ مانے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ دین میں زبردستی نہیں ہے اور ان سے جبراً توراۃ منوائی جارہی ہے۔ طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر رکھ کر سائبان کی طرح کہ اگر نہیں مانو گے تو یہ پہاڑ تمہارے سروں پر گرا دیا جائے گا۔ چنانچہ قرآن میں ہے............

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَھُمْ کَاَنَّہٗ ظُلَّۃٌ اور ہم نے پہاڑ اکھیڑ کر ان کے سروں پر معلق کر دیا گویا کہ سائبان ہے۔ اس طرح منوانا تو جبر ہے؟۔

جواب :

یہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کی مد میں نہیں آتا کیونکہ ان کو جبراً اسلام میں داخل نہیں کیا جارہا بلکہ وہ اسلام لا چکے ہیں۔ اور حالت اسلام میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا تھا کہ ہمیں کتاب دو ہم اس پر عمل کریں گے۔ مگر اس عہد پر وہ قائم نہ

رہے۔چنانچہ چھٹے پارے میں آتا ہے.........

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ بوجہ ان کے عہد کو توڑنے کے ہم نے ان پر لعنت کی چونکہ انہوں نے عہد کو توڑا اس لئے ان کے ساتھ یہ کارروائی کی گئی۔اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ.........

مرتد کی سزا :

''کسی کافر کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ اس کو کہا جائے کہ تو اسلام قبول کر، ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔ہاں اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کو ضابطے کے مطابق قتل کیا جائے گا۔اور اب اس کو قتل اس لئے کیا جائے گا کہ اس نے اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جو عہد کیا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کو توڑ دیا ہے۔تو ان پر جبر عہد توڑنے کی وجہ سے ہوا۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ پھر، پھر گئے تم مِّنْ، بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد کہ تورات پر تم نے پورا عمل نہ کیا فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ پس اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ البتہ تم ہو جاتے نقصان اٹھانے والوں میں سے۔لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی رحمت کا دامن پھیلائے رکھا، تمہیں صحت دی، رزق دیا، اولاد دی، مال اور دولت سے نوازا۔

بنی اسرائیل پر ہفتے والے دن شکار پر پابندی :

آگے بنی اسرائیل کے ایک اور واقعہ کا ذکر ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ تھا بحر قلزم کے کنارے ''ایلہ'' نامی ایک شہر آباد تھا جس کو آج کل ''ایلات'' کہتے ہیں۔

اور یہودیوں کی بندرگارہ ہے بحرقلزم میں مچھلیاں بہت تھیں ۔اوران کا پیشہ مچھلیوں کی تجارت تھا۔مچھلیاں پکڑکر کھاتے بھی اور دور دراز تک سپلائی بھی کرتے ۔ان پر ہفتے والے دن شکار کھیلنے پر پابندی تھی کہ باقی چھ دن مچھلیاں پکڑ سکتے ہیں اور ہفتے والے دن کے چوبیس گھنٹے ـــــ اس طرح سمجھو کہ جمعہ والے دن غروب آفتاب سے لے کر اگلے دن غروب آفتاب تک مچھلیاں پکڑنی جائز نہیں تھیں ـــــ اسلامی تاریخ غروب آفتاب کے ساتھ بدلتی ہے اور انگریزی تاریخ رات بارہ بج کر ایک منٹ پر بدلتی ہے۔

بہرحال ان پر ہفتے والے دن شکار کرنے پر پابندی تھی جس طرح ہمارے لئے جمعہ والے دن پہلی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک پابندی ہے کہ اس دوران ہر وہ کام جس کا تعلق نماز جمعہ سے نہ ہو حرام ہے جیسے سودا سلف خریدنا، بیچنا لکھنا، پڑھنا، کھانا، پینا سب حرام ہے۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ کہیں اذان پہلے ہو جاتی ہے اور کہیں بعد میں ہوتی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟۔

جواب :

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے محلے کی اذان مراد ہوگی۔جس محلے میں وہ رہتے ہیں اور اس مسجد کی اذان مراد ہوگی جس میں وہ جمعہ پڑھتے ہیں۔اور دوسرا سوال یہ ہے کہ..........

سوال :

نمازِ جمعہ کے ساتھ کن کاموں کا تعلق ہے؟۔

جواب :

اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے بعد وضوء کر سکتا ہے غسل کر سکتا ہے، مسواک کر سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے، خطیب، امام نے تو جمعہ کے متعلق عنوان کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ حوالے دیکھ سکتا ہے۔ قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ دیکھنی ہے یا حدیث پاک دیکھنی ہے تو دیکھ سکتا ہے کیونکہ ان سب کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے اور جن چیزوں کا تعلق نماز کے ساتھ نہیں ہے اچھی طرح سمجھ لو کہ وہ اذان اوّل سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک حرام ہیں۔

مگر اچھے بھلے لوگ خرید وفروخت کرتے رہتے ہیں اور حلال کو حرام کر کے کھاتے ہیں۔ پھر ہمارے لئے تو ڈیڑھ دو گھنٹوں کا وقت ہے اور ان کے لئے چوبیس گھنٹے تھے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا اور کوئی کام جائز نہیں تھا۔ وہاں کے لوگ تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

شکار کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں تین گروہ :

۱)...... ایک گروہ نے ہفتے والے دن مچھلیوں کا شکار شروع کر دیا۔

۲)...... دوسرا گروہ، وہ تھا جنہوں نے ان کو ایک آدھ مرتبہ منع کیا جب دیکھا کہ یہ لوگ باز آنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

۳)...... تیسرا گروہ، وہ تھا جو آخر دم تک ان کوتاہی کرنے والوں کو سمجھاتا

رہا۔

پھر جو شکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مزید آزمائش کردی کہ ہفتے والے دن مچھلیاں باقی دنوں کی نسبت زیادہ ہوتی تھیں۔ یہ دیکھ کر برداشت نہیں کرتے تھے اور وہ حیلے بہانے کے ساتھ شکار کھیلتے تھے کہ بحر قلزم سے چھوٹے چھوٹے راجباہ نکالے اور ان کے ذریعہ پانی تالابوں کو لگاتے، جدھر پانی جاتا مچھلیاں بھی ساتھ جاتیں۔ پھر پیچھے سے پانی بند کردیتے اور پھر پورا ہفتہ پکڑتے رہتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا حلیہ بگاڑ دیا۔

شکلوں کا مسخ ہوجانا :

جب ان سے کہا جاتا کہ یہ کام نہ کرو شریعت کی خلاف ورزی ہے تو کہتے کہ ہم ہفتے والے دن تو شکار نہیں کھیلتے۔ بھائی! شکار کسے کہتے ہیں؟۔ جب ایک چیز کی آزادی ختم ہوگئی تو وہ شکار ہوگئی۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم میں چالاکی کی تو اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کو بندروں کی شکل میں مسخ کردیا اور بوڑھوں کو خنزیروں کی شکل میں بدل دیا کیونکہ وہ ان کو روکتے نہیں تھے۔ بندر اور خنزیر بننے کے بعد وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے مگر اب کیا ہوسکتا تھا؟۔

یہ تین دن تک زندہ رہے۔ تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ یہ جو آج بندر اور خنزیر موجود ہیں یہ ان لوگوں کی نسل نہیں ہے۔ یہ مستقل حیوانوں کی نسل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ اور البتہ تحقیق تم جانتے ہو الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ ان لوگوں کو جنہوں نے تجاوز کیا تم میں سے فِي السَّبْتِ ہفتے کے دن فَقُلْنَا لَهُمْ

پس کہا ہم نے ان کو کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خٰسِئِیۡنَ ہوجاؤ بندر ذلیل۔ یہاں پر ''بندروں'' کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر خنزیروں کا بھی ذکر ہے۔

فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا پس بنایا ہم نے اس واقعہ کو عبرت لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا ان لوگوں کے لئے جو اس سے پہلے تھے وَمَا خَلۡفَهَا اور جو پیچھے آنے والے تھے۔ جس طرح آج کل کوئی واقعہ ہو تو وہ مشرق، مغرب والوں کے لئے شمال، جنوب والوں کے لئے عبرت ہوتا ہے۔

گانے بجانے کا وبال بصورت مسخ اشکال :

بخاری شریف، ترمذی شریف اور ابو داؤد شریف میں حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب میری امت میں بھی کچھ لوگ بندر اور خنزیر بنائے جائیں گے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت! وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ..........

يُصَلُّوۡنَ وَيَصُوۡمُوۡنَ وَيَحُجُّوۡنَ نماز بھی پڑھتے ہوں گے، روزے بھی رکھتے ہوں گے اور حج بھی کرتے ہوں گے مگر گانے بجانے کے بڑے دلدادہ ہوں گے۔ پہلے صرف ریڈیو ہوتا تھا اب ٹی، وی/ وی، سی، آر/ کیبل آگئے۔ نہ جانے اور کتنی چیزیں بنائی جائیں گی۔ جن کے ذریعے گانے بجانے کا شوق پورا کیا جائے گا؟۔

ایسے لوگ رات کو گانے بجانے کی مجلس میں بیٹھے ہوں گے انسانوں کی شکل میں اور صبح کو بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کر دیئے جائیں گے۔ نہ نمازیں بچا سکیں گی، نہ روزے۔ تو ایسی نمازوں اور روزوں کا کیا فائدہ کہ برے کام نہ چھوڑیں۔

صرف نماز پڑھ کر خوش نہ ہوں۔ بلکہ ان کو بچانے کا بھی سوچیں۔ ان کو ضائع نہ کریں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ ٹی، وی/ وی، سی، آر دیکھنا حرام ہے اگر کوئی شخص ان کو حرام سمجھتے ہوئے دیکھتا ہے تو گنہگار ہے اور اگر ان کو حلال سمجھ کر دیکھے گا تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا بڑا سخت گناہ ہے۔ مغربی قوموں نے ماحول ایسا بنادیا ہے کہ ہم ان چیزوں کو گناہ سمجھتے ہی نہیں۔

حفاظت اعمال :

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو نہیں دیکھتے مگر اولاد کے مجبور کرنے پر ان کو لا کر دیا ہے۔ تو اس طرح تم معذور تو نہیں ہو سکتے۔ (حاشا وکلا)۔ کیونکہ تم گھر کے سربراہ ہو اور بااختیار ہو۔ کیوں لا کر دیا ہے؟۔ اکڑ جاؤ، انکار کر دو۔ تم نے جب خود لا کر دیا ہے تم گناہ میں شریک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری زبانوں اور نگاہوں کی حفاظت فرمائے۔

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ اور (یہ واقعہ) نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔ لیکن ایسے واقعات سے نصیحت اور عبرت وہی حاصل کرتا ہے کہ جس میں انسانیت کا مادہ ہو۔ رب تعالیٰ ہمیں انسان بنائے اور گناہوں سے ہماری حفاظت فرمائے اور خود بھی نماز، روزہ، حج، عمرہ، کلمہ کو بچاؤ اور ٹی، وی دیکھ کر سب کچھ برباد نہ کرو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً کہ تم ایک گائے ذبح کرو قَالُوْا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا کہنے لگے کیا بناتا ہے تو ہمیں ٹھٹھہ کیا ہوا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ فرمایا میں پناہ میں آتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ اس بات سے کہ ہو جاؤں میں جاہلوں سے۔

قَالُوْا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر اپنے پروردگار سے ہمارے لئے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ بیان کرے وہ ہمارے لئے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ بے شک وہ گائے لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ نہ بوڑھی ہو اور نہ بالکل نو عمر ہو عَوَانٌ ۢ بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان میں ہو فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ پس کرو تم جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا بیان کرے ہمارے لئے اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا بے شک وہ کہتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ بے شک وہ گائے ہے زرد رنگ کی فَاقِعٌ لَّوْنُهَا خالص ہے

رنگ اس کا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ خوش کرتی ہے دیکھنے والوں کو۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ بیان کرے ہمارے لئے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا بے شک گائے مشتبہ ہوگئی ہے ہم پر وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اور بے شک ہم اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو لَمُهْتَدُوْنَ ہدایت پانے والے ہوں گے۔

قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ فرمایا موسیٰ (علیہ السلام) نے بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ بے شک وہ گائے ایسی ہو جو نہ تابع کی ہوئی ہو تُثِیْرُ الْاَرْضَ کہ اس نے ہل چلایا ہو زمین میں وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَ اور نہ اس نے پانی پلایا ہو کھیتی کو مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا ان چیزوں سے محفوظ ہو اس میں داغ نہ ہو قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ کہنے لگے اب لایا ہے تو حق فَذَبَحُوْهَا پس انہوں نے گائے کو ذبح کیا وَ مَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ اور وہ ایسا کرنے کے قریب نہیں تھے۔

ربط :

بنی اسرائیلوں کی کوتاہیاں ان کے عیب اور ان کے جرائم کا ذکر اوپر چلا آرہا ہے۔

بنی اسرائیل میں واقعہ قتل :

یہ واقعہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا۔ ایک شخص تھا جس کا نام تھا عامیل بروزن قابیل۔ یہ بڑا مالدار آدمی تھا اور ایک روایت کے مطابق تھا بھی لاولد یعنی بے اولاد تھا۔

ایک تفسیری روایت میں آتا ہے کہ اس کے چچازاد بھائی بڑے غریب تھے انہوں نے اس کو کہا کہ ہم بھوکے رہتے ہیں اور تیرے بھائی ہیں تیرے پاس اتنا مال ہے اور کھانے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری امداد کر لوگ کہتے ہیں اور عموماً دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ لاولد آدمی بڑا بخیل ہوتا ہے۔ کہنے لگا مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟ کماؤ اور کھاؤ۔

انہوں نے کہا کہ ہم فارغ تو نہیں رہتے۔ مگر ہماری قسمت کہ کبھی کام مل جاتا ہے اور کبھی نہیں ملتا۔ اور جو ملتا ہے اس سے ہماری ضروریات پوری نہیں ہوتیں اور تیرے پاس اتنی دولت ہے جو شمار میں بھی نہیں آتی۔ اس سے ہماری مدد کر مگر اس نے کوئی بات نہ سنی۔ تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے سوا اس کا کوئی اور وارث تو ہے نہیں ہم اس کے چچازاد ہی وارث ہیں لہٰذا اس کو راستہ سے ہٹاؤ، اس سے جان چھڑاؤ اور مال پر قبضہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا قتل کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے کہ ہمارے چچازاد کو کسی نے قتل کر دیا ہے اس کی تحقیق کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ان کا چچا تھا۔ اور یہ اس کے بھتیجے تھے۔ بہر حال ان کا خیال تھا کہ موقع کا گواہ تو ہے کوئی نہیں کیونکہ ہمیں قتل کرتے ہوئے کسی نے

دیکھانہیں ہے۔اور ضابطہ یہ ہے کہ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو منکر پر قسم آتی ہے۔اور ہم خود مدعی ہم پر تو کسی نے شبہ کرنا نہیں اور ہم نے بھی کسی پر شبہے کا اظہار نہیں کرنا اور اگر ہمیں قسم کا کہا گیا تو قسم اٹھانی کون سی مشکل ہے؟۔اٹھالیں گے اس طرح معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔اور اس کا مال ہم سمیٹ لیں گے مگر ان کا خیال باطل ثابت ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم سن لو اس کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

قاتلوں کی حیلہ سازی :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے۔قوم سے مراد وہ آدمی ہیں جو قتل کر کے خود مدعی بن گئے تھے ان کو کہا.........

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔عربی زبان میں ''بقرہ'' گائے کو بھی کہتے ہیں اور بیل کو بھی۔اس لئے بعض مفسرین نے بیل کا ترجمہ کیا ہے جیسے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیونکہ آگے ہل چلانے کا ذکر آرہا ہے کنویں پر جوتنے کا ذکر آرہا ہے۔اور عموماً یہ کام بیل سے لئے جاتے ہیں اور بعض علاقوں میں یہ کام گائے سے بھی لیتے ہیں اس لئے دونوں ترجمے صحیح ہیں۔بہر حال جب موسیٰ علیہ السلام نے گائے یا بیل کے ذبح کرنے کا فرمایا تو.........

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا کہنے لگے کیا بناتا ہے تو ہمیں ٹھٹھہ کیا ہوا۔ہمارے ساتھ مسخرہ کرتے ہو کہ ایک تو ہمارے گھر آدمی مرا پڑا ہے اور دوسرا ہمیں کہتے ہو کہ

گائے ذبح کرو۔

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں پناہ میں آتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ اس بات سے کہ ہوجاؤں میں جاہلوں میں سے۔کیوں محض مسخرہ اور مذاق جاہلوں کا کام ہے۔ہاں اگر ظرافت کے طور پر ہو اور اس میں خلاف واقعہ بھی کوئی بات نہ ہو تو اسکا مسئلہ جدا ہے۔یعنی ایسا مذاق جائز ہے۔لیکن اگر خلاف واقعہ ہو اور دوسرے کی دل آزادی مقصود ہو تو گناہ ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسا مذاق جھگڑے کا باعث ہو جاتا ہے۔اور نوبت قتل تک جا پہنچتی ہے۔تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جاہلوں میں سے نہیں ہوں کہ تمہارے ساتھ مذاق کروں۔

لہٰذا تم اس گائے کو ذبح کرو اور اس کے بعض حصے کو میت کے بدن پر مارو بس وہ زندہ ہو کر تمہیں بتا دے گا کہ میرا قاتل کون ہے۔اب رہا یہ سوال کہ گائے کا کون سا حصہ میت کے ساتھ لگایا گیا..........

☆.......... بعض نے کہا ہے کہ ''زبان'' تھی۔

☆.......... بعض نے کہا ہے کہ ''دل'' تھا۔

☆.......... بعض نے کہا ہے کہ ''جگر'' تھا۔

☆.......... اور بعض نے ''دُم'' لکھی ہے۔

بہر حال اس حصے کی تعیین کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔کیونکہ بِبَعْضِهَا کے لفظ ہیں۔چونکہ ان کے دل صاف نہیں تھے کج بحثی میں پڑ گئے۔ان کا خیال تھا کہ اس طرح معاملہ ٹل جائے گا۔

بلاضرورت سوالات :

قَالُوْا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کرا پنے پروردگار سے ہمارے لئے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ بیان کرے وہ ہمارے لئے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ قَالَ إِنَّهُ يَقُوْلُ فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّهَا بَقَرَةٌ بے شک وہ گائے لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ نہ بوڑھی ہو اور نہ بالکل نوعمر ہو عَوَانٌ م بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان میں ہو۔

ادھیڑ عمر کی حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو کفایت کر جاتی مگر فَلَمَّا شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ شَدَّدَ اللّٰهَ پس انہوں نے جب اپنی جانوں پر سختی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سخت پابندی لگا دی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ حکم ہوا.............

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ پس کرو تم جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا بیان کر ہمارے لئے اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ تا کہ ہم تعیین کرسکیں قَالَ إِنَّهُ يَقُوْلُ فرمایا بے شک وہ کہتا ہے إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ بے شک وہ گائے ہے زرد رنگ کی فَاقِعٌ لَّوْنُهَا خالص ہے رنگ اس کا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ خوش کرتی ہے وہ گائے دیکھنے والوں کو۔ بڑی صحت مند اور خوبصورت ہے۔

نظر کا لگ جانا حق ہے :

جس طرح انسانوں میں خوبصورت ہوتے ہیں اسی طرح جانوروں میں بھی خوبصورت ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے نظر بھی لگ جاتی ہے نظر کا لگ جانا بھی حق ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اَلْعَیْنُ حَقٌّ نظر کا لگ جانا حق ہے۔نظر لگنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جب کسی شئ کی صحت اور خوبصورتی پر تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ اتنی صحت مند ہے، اتنی خوبصورت ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس میں عیب پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ اس کا کمال بھی میرے اختیار اور اس کا زوال بھی میرے اختیار میں ہے۔ اس میں بندے کا کوئی دخل اور اختیار نہیں ہے۔سوائے تعجب کے اظہار کرنے کے۔

حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر کا دم ہے مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ اگر کسی کو شبہ ہو کہ میری نظر لگ گئی ہے تو وہ پڑھے اور جس کو نظر لگ گئی ہے پڑھ کر اس کو دم کرے۔ باقی دم میں اثر اللہ تعالیٰ نے رکھنا ہے۔ اور عموماً بغیر محنت اور مشقت کے تعویذات اور دم کا اثر کم ہوتا ہے۔ ہاں آدمی نماز، روزے کا پابند ہو اور تین روزے نفلی رکھے مسلسل پھر دم کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دم میں اثر رکھے گا اور دم اس لئے کہ اس کا بھی لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا بھی نیکی ہے۔ مگر کوئی عمل اور تعویذ اور اس کا طریقہ کار شرع کے خلاف نہ ہو۔ بہر حال جب ان کو رنگ بتایا گیا تو............

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ بیان کرے ہمارے لئے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا بے شک گائے مشتبہ ہوگئی ہے ہم پر۔ کہ زرد رنگ کی بھی گائیں بہت ہیں اور ادھیڑ عمر کی بھی بہت ہیں اور وضاحت فرماویں............

وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ اور بے شک ہم اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو

ہدایت پانے والے ہوں گے قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا موسیٰ (علیہ السلام) نے بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ بے شک وہ گائے ایسی ہو جو نہ تابع کی ہوئی ہو عمل میں تُثِيْرُ الْاَرْضَ کہ اس نے ہل چلایا ہو زمین میں وَ لَا تَسْقِى الْحَرْثَ اور نہ اس نے پانی پلایا ہو کھیتی کو۔ یعنی وہ کنویں پر نہ جوتی گئی ہو۔

گائے ذبح کرنے کا حکم :

ان دو لفظوں کی وجہ سے کہ اس نے نہ ہل چلایا ہو اور نہ اس کے ذریعے کھیتی کو سیراب کیا گیا ہو۔ سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ''بقرہ'' کا ترجمہ ''بیل'' سے کرتے ہیں۔ کہ عموماً یہ دونوں کام بیل سے لئے جاتے ہیں۔ اور میں نے پہلے بتایا ہے کہ ''بقرہ'' کا اطلاق گائے، بیل دونوں پر کیا جاتا ہے۔

اور کیمل پور (موجودہ اٹک) کے علاقہ میں بعض لوگ گائے کے ذریعہ بھی ہل چلاتے ہیں کہ ان کی تھوڑی زمینیں ہوتی ہیں۔ اور بیل بہت مہنگے ہیں اس لئے وہ لوگ گائے سے دودھ بھی حاصل کرتے ہیں۔ اور ہل بھی چلاتے ہیں اور بعض دفعہ کنویں پر بھی جوت لیتے ہیں۔ تو فرمایا کہ نہ تو اس کے ذریعے ہل چلایا گیا ہو اور نہ کنویں پر جوتی گئی ہو۔

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ان چیزوں سے محفوظ ہو اس میں داغ نہ ہو۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایسی گائے تلاش کی وہ ایک نوجوان کے پاس تھی۔ جو اَلْبَارُّ بِاُمِّهٖ اپنی والدہ کی بڑی خدمت کرنے والا تھا۔ اور اس کا باپ فوت ہو گیا تھا کہتے ہیں کہ اس زمانے میں عموماً گائے بیل کی قیمت تین دینار ہوتی تھی۔ مگر اس نوجوان سے بات کی گئی کہ ہمیں اس گائے کی ضرورت ہے تو اس

نے کہا کہ میرے پاس صرف گائے ہی ہے میں یہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں جب انہوں نے مجبور کیا تو نوجوان نے کہا کہ اس قیمت پر دیتا ہوں کہ اس کو ذبح کر کے چمڑا اتار کر چمڑے میں جتنا سونا آئے مجھے دے دو اور یہ لے لو وہ مجبور تھے انہوں نے گائے لے لی اور اس کا چمڑا سونے سے بھر کر اس کو دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اخراجات کا انتظام کر دیا اور ان کا بھی کام چل گیا۔

چیز مہنگی بیچنے کا شرعی حکم :

اگر کوئی آدمی اپنی ذاتی چیز کو مہنگا بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے بشرطیکہ حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو۔ مثال کے طور پر یہ میرا کمبل ہے اس کی قیمت تو دوسو روپیہ ہے۔ اگر کوئی میرے سے خریدنا چاہے اور میں کہوں کہ دوسو کا نہیں دوں گا اڑھائی سو کا دوں گا اگر لینے والا راضی ہے تو لے، لے یہ جائز ہے۔

ہاں! یہ بات بھی ذہن میں بٹھالیں کہ ایک چیز کی جو قیمت منڈی میں ہے اس کے مطابق چلنا چاہیے۔ یعنی منڈی کی قیمت سے ملتی جلتی قیمت لینی چاہیے۔ منڈی کے بھاؤ سے نکلنا بری بات ہے۔ یہ اصول ہے اگر حکومت نے ایک چیز کا بھاؤ مقرر کر دیا ہے۔ تو پھر بات جدا ہے۔ اور اسلامی حکومت کے احکامات سے اعراض کرنا منع ہے۔ آج کل کی حکومتوں کے حکم سے نکلنا اگرچہ حرام تو نہیں مگر قانون کی مخالفت کرنا بری بات ہے۔ اور لوگوں کو لوٹنا شروع کر دے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ کہنے لگے اب لایا تو اے موسیٰ (علیہ السلام) حق۔ ان کا اپنے پیغمبر کو طرزِ خطاب دیکھو کیا انہوں نے جو کچھ پہلے فرمایا تھا وہ حق نہیں تھا وہ بھی حق تھا اور اس وقت وہ جو بھی گائے ذبح کر دیتے کفایت ہو جاتی۔

مسئلہ :

آدمی عبادت میں اپنے اوپر تشدد نہ کرے فرض تو رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں ان میں تو کمی بیشی نہیں ہوسکتی اور نفلی عبادت آسانی کے ساتھ جتنی ہوسکے اتنی کرے۔ مثلاً نفل ہیں یا قرآن کریم کی تلاوت ہے اتنی کرے جتنا نفس برداشت کرتا۔ تھوڑی کرے روزانہ یہ بہتر ہے اس سے کہ ایک دن بہت زیادہ کرے اور دوسرے دن بالکل نہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَدْوَمُھَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عمل زیادہ پسند تھا جو ہمیشہ ہوتا رہے بے شک تھوڑا ہو۔

فَذَبَحُوْھَا پس انہوں نے گائے کو ذبح کیا وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ اور وہ ایسا کرنے کے قریب نہیں تھے۔ کیونکہ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ بات آئی گئی ہوجائے اور قتل ہم پر نہ پڑے۔ چنانچہ گائے کا ایک حصہ جب مقتول کو مارا گیا اس نے اٹھ کر بتا دیا کہ میرے قاتل یہی ہیں۔ تو ان کو قصاص میں قتل کردیا گیا۔ اور وراثت سے محروم ہوگئے۔

قاتل وراثت سے محروم ہوجاتا ہے :

قاتل وراثت سے محروم ہوجاتا ہے۔ مثلاً کسی آدمی نے باپ کو قتل کردیا یا بھائی کو قتل کردیا تو ان کو وراثت نہیں ملے گی۔ شریعت نے اس صورت میں قاتل کو وراثت

سے محروم رکھا ہے۔ آج کل تم اخبارات میں پڑھتے رہتے ہو کہ زمین کی وجہ سے باپ کو قتل کر دیا یا بھائی کو قتل کر دیا۔ از روئے شرع یہ ان کے وارث نہیں بن سکتے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا اور جب تم نے قتل کیا ایک نفس کو فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا پس اس قتل کو تم ایک دوسرے پر ڈالنے لگے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ جس کو تم چھپاتے ہو

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا پس کہا ہم نے مارو اس مردہ کو گائے کے بعض حصے کے ساتھ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى اسی طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ مردوں کو وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ اور دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تا کہ تم سمجھ جاؤ

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ پھر سخت ہو گئے دل تمہارے مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ پس وہ دل پتھروں کی طرح ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یا ان سے بھی زیادہ سخت ہیں وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ اور بے

شک بعض پتھروں میں سے لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ البتہ وہ ہیں جن سے پھوٹتی ہیں نہریں

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ اور بے شک ان پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں البتہ جو پھٹ جاتے ہیں فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ پس نکلتا ہے اس پتھر سے پانی وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ اور بے شک ان پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں جو گر پڑتے ہیں مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے خوف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو

اَفَتَطْمَعُوْنَ کیا تم طمع رکھتے ہو اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ کہ وہ تمہاری تصدیق کریں گے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اور تحقیق تھا ایک گروہ ان میں سے يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ سنتا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ پھر وہ اس کو بدل دیتا تھا مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ بعد اس کے کہ اس کو انہوں نے سمجھ لیا تھا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے بھی تھے

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جب وہ ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ اور جب الگ ہوتے ہیں ان میں سے بعض بعض کے پاس قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ کہتے ہیں کیا تم بیان کرتے ہو ان کے سامنے

بِمَا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ وہ چیز جو ظاہر کی اللہ تعالیٰ نے تم پر لِیُحَآجُّوْکُمْ بِہٖ تاکہ وہ جھگڑا کریں اس کے ذریعے عِنْدَ رَبِّکُمْ تمہارے رب کے ہاں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے

اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا یُسِرُّوْنَ جس چیز کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جس چیز کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

ربط :

گزشتہ رکوع میں آپ نے پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کچھ لوگوں کو اپنے عزیز چچا یا چچازاد بھائی کو قتل کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے کہ ہمارے چچا کو کسی نے قتل کر دیا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے قتل کیا ہے؟۔ لہٰذا آپ تحقیق کریں کہ قاتل کون ہے؟۔ اور مقصد ان کا یہ تھا کہ بات آئی گئی ہو جائے اسی لئے گائے کے متعلق کج بحثی میں پڑ گئے تھے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے.........

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا اور جب تم نے قتل کیا ایک نفس کو۔ قتل ناحق بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کتنا بڑا جرم ہے حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.........

لَزَوَالُ الدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّؤْمِنٍ ساری دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں آسان ہے بنسبت ایک مومن آدمی کے ناحق قتل ہونے سے جو اللہ اللہ کرتا تھا۔ اب تو قتل کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی اور آدمی کسی جگہ

بھی محفوظ نہیں ہے۔ نہ گھر میں نہ سکول میں نہ کالج میں بلکہ ہسپتال میں قتل کر جاتے ہیں۔ اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی یہی کچھ ہوگا۔ مسجدوں اور مدرسوں میں قتل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ مسجد سے بڑی امن والی جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور مسجد ایسی جگہ ہے کہ جہاں دشمن سے بھی تعرض نہیں کیا جاتا۔

نجران کے عیسائی مدینۃ النبی ﷺ میں :

چنانچہ ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم غریب آدمی ہیں ہمارے پاس ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں ساٹھ/۶۰ آدمیوں کو اکٹھا ٹھہرا سکیں۔ مختلف ساتھیوں پر دو، دو تین، تین آدمی تقسیم کر دیتے ہیں۔ ان کے بڑوں نے کہا کہ نہیں ہم تو اکٹھے رہیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان تبلیغ کرنے والی قوم ہے کہیں ہمارے ساتھیوں کو ورغلا کر مسلمان نہ بنا ڈالیں۔

لہٰذا یہ بھیڑیں ہمارے ساتھ ہی رہیں تو بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر اکٹھے تو مسجد میں رہ سکتے ہیں۔ اور تو کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں ساٹھ آدمیوں کو اکٹھا ٹھہرا سکیں۔ کہنے لگے ہم مسجد میں ہی رہیں گے۔ مگر ہم نے اپنی طرز پر نمازیں بھی پڑھنی ہیں، فرمایا پڑھتے رہو۔

بعض صحابہ آئے جن کو حقیقت حال سے آگاہی نہیں تھی انہوں نے جب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے کہا یہ کیا کرتے ہو؟ ان کے افعال پر اعتراض کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کرنے دو جو کچھ کرتے ہیں۔ ان کا مذہب ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ عیسائیوں نے آنحضرت ﷺ کے

سامنے مسجد نبوی (زَادَاللّٰہُ تَعَالٰی شَرَفًا وَ کَرَامَۃً) میں اپنے مذہب کے مطابق شمال کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔ کتنا حوصلہ اور بردباری ہے مگر آج مسجدیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا اور جب تم نے قتل کیا ایک نفس کو فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا پس اس قتل کو تم ایک دوسرے پر ڈالنے لگے۔ ایک نے کہا اس نے قتل کیا ہے دوسرے نے کہا اس نے قتل کیا ہے۔ اس کو عربی میں "تدارء" کہتے ہیں وَاللّٰہُ مُخْرِجٌ اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ جس کو تم چھپاتے تھے۔ قاتلوں کا ارادہ تھا کہ قتل ظاہر نہ ہو اور ہم پکڑے نہ جائیں۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا پس کہا ہم نے مارو اس مردہ کو گائے کے بعض حصے کے ساتھ۔ یہ کون سا حصہ تھا؟ تفسیروں میں زبان، دل، جگر، اور دم کا ذکر بھی آتا ہے۔ بہر حال وہ حصہ ساتھ لگانے کے ساتھ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا جس طرح بٹن دبانے سے بلب جل جاتا ہے۔ مخلوق خدا جمع تھی اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے؟۔ اس نے بتایا کہ میرے قاتل فلاں، فلاں ہیں۔ چنانچہ ان قاتلوں کو قصاص میں قتل کیا گیا اور وراثت سے محروم ہو گئے۔

کَذٰلِکَ یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی اسی طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ مردوں کو جس طرح اس کو زندہ کیا ہے مرنے کے بعد۔ اور یہ 'احیاء' موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا واقعہ ہے۔ ستر آدمیوں کو موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر لے گئے ان کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ اور دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ پھر سخت ہو گئے دل تمہارے مِّنْ ، بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد کہ کتنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ مثلاً من، سلویٰ کا نازل ہونا، بادلوں کا سایہ، پتھر سے چشموں کا جاری ہونا، دریا میں (فرعونیوں کا) غرق ہو جانا اور مردوں کا زندہ ہونا اتنی نشانیاں دیکھنے کے باوجود ان کے دل نرم ہونے کی بجائے سخت ہو گئے۔ کیسے سخت ہوئے؟۔

فرمایا......

فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ پس وہ دل پتھروں کی طرح ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یا ان سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ مثلاً پتھر سے لوہا زیادہ سخت ہے۔ اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو گھستی نہیں ہیں۔ جیسے کہ ہیرا، کہ ٹوٹ جائے گا مگر گھسے گا نہیں۔ لوہا، تانبا، سونا، گھس جاتے ہیں۔ ہیرا چونکہ گھستا نہیں ہے۔ اس لئے بعض گھڑیوں کی جولیں ہیرے کی ہوتی ہیں۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ ہیرے کو آدمی استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟۔

جواب :

ہیرے کو آدمی استعمال کر سکتا ہے اور مرد کے لئے چار ماشے چاندی کی انگوٹھی جائز ہے۔ زیور کے طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ زیور کے علاوہ چاندی کا استعمال جائز نہیں ہے۔ مثلاً گھڑی یا گھڑی کا چین یا جیبی گھڑی کی زنجیر یا بازو اور گلے کی زنجیر یہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔ اور سونا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ سونے چاندی کا دانت لگوا سکتا ہے۔ اگر ناک کٹوا بیٹھے تو وہ بھی سونے چاندی کی لگوا

سکتا ہے۔

سونے کا دانت اور ناک :

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں لڑائی کے دوران ایک شخص کی دشمنوں نے ناک کاٹ دی اب وہ بڑا برا لگتا تھا تو اس نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوائی۔ کہ چلو اصلی کی جگہ مصنوعی ہی سہی کچھ نظر تو آئے گا چند دنوں کے بعد اس سے بو آنی شروع ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت میں نے چاندی کی ناک لگوائی تھی مگر اس سے بو آنے لگ گئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سونے کی لگوا لے۔ اور سونے کی یہ خاصیت ہے کہ اس سے بو نہیں آتی۔ اور عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ سونا چاندی زیور کے طور پر استعمال کر سکتی ہیں۔ البتہ زیور کے علاوہ کسی اور شکل میں استعمال نہیں کر سکتیں۔

مثلاً سونے چاندی کا ''سرمچو'' استعمال نہیں کر سکتیں، سونے چاندی کے برتنوں میں عورت کھاپی بھی نہیں سکتی۔ ''کروشیا'' جس سے عورتیں کڑھائی کرتی ہیں وہ بھی سونے چاندی کا جائز نہیں ہے۔ صرف زیور کی حد تک اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ تو فرمایا کہ ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہوگئے ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ..........

پتھر میں خشیت الٰہی :

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ اور بے شک بعض پتھروں میں سے لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ البتہ وہ ہیں جن سے پھوٹتی ہیں نہریں۔ دنیا میں بہت سارے ایسے مقامات ہیں جہاں پتھروں سے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اور اتنی مقدار میں کہ آگے ان

سے نہریں دریا بن جاتے ہیں۔ یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَشَّقَّقُ اور بے شک ان پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں البتہ جو پھٹ جاتے ہیں فَیَخْرُجُ مِنْہُ الْمَآءُ پس نکلتا ہے اس پتھر سے پانی تھوڑی مقدار میں وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ اور بے شک ان پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں جو گر پڑتے ہیں مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے خوف سے۔

پہاڑوں میں کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے کہ پتھر خود بخود گر پڑتے ہیں بظاہر ان کو گرانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ وہ رب تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا خوف ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے..........

ہر چیز کا حمد الٰہی بیان کرنا :

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح کرتی ہے درخت، ان کے پتے، ریت کے ذرات، پانی کا ایک ایک قطرہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ اور لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ کوئی زبان حال سے اور کوئی زبان قال سے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

حجر کا آنحضرت ﷺ کو سلام کرنا :

آنحضرت ﷺ تاج نبوت پہنائے جانے سے پہلے مکہ مکرمہ میں ایک پتھر کے پاس سے گزرے تھے وہ آپ ﷺ کو سلام کہتا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں یہ شعور رکھا تھا کہ وہ آپ کو پہچانتا تھا کہ آپ ﷺ اللہ

تعالیٰ کے رسول ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے پتھر بیان فرمائے ہیں.........

☆...... ایک وہ ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں۔

☆...... دوسرے وہ ہیں کہ ان سے تھوڑی مقدار میں پانی نکلتا ہے۔

☆...... تیسرے وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے نیچے گر پڑتے ہیں۔

اسی طرح بعض دل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی معرفت اور اپنے احکامات کو دور دور تک پہنچاتا ہے اور بعض دل ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں علم تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے۔لیکن جتنا بھی ہوتا ہے اس سے وہ فائدہ پہنچاتے ہیں اور کچھ دل ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نافرمانی کے بلند مقام سے نیچے گر پڑتے ہیں۔یعنی ان کی اپنی اصلاح ہوتی ہے اگرچہ دوسروں کو فائدہ نہ پہنچا سکیں۔مگر ان کے دل ایسے سخت ہیں کہ نہ تو دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نافرمانی کی بلڈنگ سے نیچے گرتے ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔تمہاری نیکی بدی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

یہاں تک یہودیوں کی خرابی کا ذکر تھا آگے اللہ تعالیٰ مومنوں کو خطاب فرماتے ہیں اَفَتَطْمَعُوْنَ کیا تم طمع رکھتے ہو اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ اس بات کا کہ وہ تمہاری تصدیق کریں گے۔جبکہ ان کے بڑے اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی راہِ راست پر نہ آئے۔

حکم الٰہی میں تحریف :

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اور تحقیق تھا ایک گروہ ان میں سے يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ سنتا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ پھر وہ اس کو بدل دیتا تھا

مِنْ ، بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ بعد اس کے کہ اس کو انہوں نے سمجھ لیا تھا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے بھی تھے۔ انہوں نے کس طرح بدلا؟۔ اس کی مختلف تفسیریں ہیں............

۱)...... اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ توراۃ ان کی زبان میں تھی اس کو پڑھا اور سمجھا مگر اس کی تفسیر اپنی مرضی سے کرتے اور اپنی خواہشات کو توراۃ سے ثابت کرتے تھے۔ جس طرح آج کل اہلِ بدعت حضرات کرتے ہیں کہ قرآنی آیات کی غلط تشریح کر کے ان سے اپنا عقیدہ اور عمل ثابت کرتے ہیں۔ تو اس طرح وہ تحریف کرتے تھے۔

۲)...... تحریف اور بدلنے کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب توراۃ اپنی برادری کو لا دی اور انہیں پڑھ کر سنائی تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت مشکل کتاب ہے۔ ہم تو اس پر عمل نہیں کر سکتے اور یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے دی ہے یا آپ خود لکھ کر لائے ہیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی برادری کے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا کہ تم میرے ساتھ کوہِ طور پر چلو تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں خود آواز دے کر کہیں گے کہ یہ میری کتاب ہے۔

جب یہ آدمی کوہِ طور پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ میری کتاب ہے اور تمہیں مشکل اس سے لئے نظر آرہی ہے کہ تم نے آزاد زندگی گزاری ہے اور اب پابندیاں لگی ہیں جب تم اس پر عمل کرو گے مشکل نہیں رہے گی۔ اور اس کے باوجود اگر بشری تقاضے سے کوئی غلطی ہوئی تو میں معاف کر دوں گا۔ لیکن یہ لوگ جب واپس قوم کے

19/19

پاس آئے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب میری ہے اگر تم اس پر عمل نہیں بھی کرو گے تو میں تمہیں معاف کردوں گا۔ اب دیکھو کتنا بڑا فرق ہے اس طرح کلام اللہ کو سن کر بدل ڈالا۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا اور جب وہ ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے قَالُوا آمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ اور جب الگ ہوتے ہیں ان میں سے بعض بعض کے پاس۔ یعنی چھوٹے جاتے ہیں اپنے رئیسوں اور مذہبی سرداروں کے پاس اور وہ ان کی بے عزتی کرتے ہیں اور......

قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ کہتے ہیں کیا تم بیان کرتے ہو ان کے سامنے بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وہ چیز جو ظاہر کی اللہ تعالیٰ نے تم پر کہ اسلام سچا مذہب ہے اور ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ کیونکہ اس کی سچائی کا پہلی کتابوں میں ذکر ہے تو یہ لوگ تمہارے اس اقرار کو قیامت والے دن تمہارے خلاف حجت کے طور پر پیش کریں گے۔

لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تاکہ وہ جھگڑا کریں اس کے ذریعے تمہارے رب کے ہاں۔ اے نادانو! ان کے سامنے ایسی باتیں نہ کہا کرو اور آمَنَّا بھی نہ کہا کرو۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ کہ دشمن کے سامنے اقرار کرتے ہو کہ اسلام سچا مذہب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

أَوَلَا يَعْلَمُونَ کیا وہ نہیں جانتے کہ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا يُسِرُّونَ جس چیز کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا يُعْلِنُونَ اور

جس چیز کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ انسانوں سے تو چھپا سکتے ہیں مگر اس ذات سے کس طرح چھپا سکتے ہیں جو ظاہر باطن کو جانتی ہے اور رب تعالیٰ کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اسلام کی صداقت ان کو بتائی ہے اور ان کی کتابوں میں ان کی صداقت کی نشانیاں ذکر کی ہیں۔ تو یہ اگر آج ان کو ظاہر نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے چھپ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں..........

یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھُمْ یہ آخری پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہودیوں کے بڑے عالم تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے اس بات کا اقرار کیا اور کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شکل وصورت اور نشانیوں سے اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں۔

ابوجہل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ:

"خصائص الکبریٰ" امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جس میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات احادیث اور تاریخ کے حوالے سے بیان فرمائے ہیں اس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ..........

''ابوجہل جس کا نام عمرو بن ہشام تھا اور بڑا سخت اور تلخ مزاج کا آدمی تھا اپنے ہاتھ میں موٹے موٹے کنکر پکڑ کر لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہنے لگا کہ ان کو وعظ تبلیغ بعد میں کرنا پہلے میرے ساتھ بات کرو۔ وہ یہ کہ تو جو نبی ہونے کا دعویدار ہے اور آسمانوں کی خبریں دیتا ہے زمین کی

باتیں بیان کرتا ہے، جنت و دوزخ کے حالات بیان کرتا ہے۔ بتا میری مٹھی میں کیا چیز ہے؟۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چچا جی اگر یہ مٹھی والی چیز خود بول کر بتادے تو پھر ٹھیک ہے؟۔ کہنے لگا پھر تو بڑی بات ہے۔ چنانچہ ان کنکریوں نے پڑھنا شروع کیا............

سُبْحَانَ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ کنکریوں نے پڑھنا شروع کیا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو ابوجہل نے کنکر دور پھینک دیں اور کہنے لگا کہ تم بھی اس کی طرفدار ہوگئی ہو"۔ تو اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

اسی طرح یہودی، عیسائی آنحضرت ﷺ کو جانتے، پہچانتے تھے کہ یہ وہی آخری پیغمبر (ﷺ) ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ مگر ضد کی وجہ سے مانتے نہیں تھے۔ اللہ رب العزت ضد سے بچائے..........(امین)۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

لفظی ترجمہ :

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ اور ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ جو نہیں جانتے کتاب کو اِلَّآ اَمَانِيَّ مگر چند جھوٹی آرزوئیں وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ پس خرابی ہے ان لوگوں کے لئے يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ جو لکھتے ہیں کتاب بِاَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ پھر کہتے ہیں هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا تاکہ خریدیں اس کے ذریعے قیمت تھوڑی۔

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا پس خرابی ہے ان کے لئے اس چیز سے كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ جو لکھی ہے ان کے ہاتھوں نے وَوَيْلٌ لَّهُمْ اور ہلاکت ہے ان کے لئے مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ اس کمائی سے جو وہ کماتے ہیں وَقَالُوْا اور کہتے ہیں لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو آگ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً مگر گنتی کے چند دن۔

قُلْ آپ (ﷺ) فرمادیں اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا کیا تم نے پکڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی عہد فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ پس ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے عہد کا اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ یا

کہتے ہو تم اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو کچھ تم نہیں جانتے۔

بَلٰی کیوں نہیں (چھوئے گی آگ) مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً جس نے کمائی برائی وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ اور گھیر لیا اس کو اس کی برائی نے فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ وہی لوگ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے اس میں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وہی لوگ جنتی ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

ربط :

پہلے ان کا ذکر تھا جو تعلیم یافتہ تھے اور اب اَن پڑھوں کا ذکر ہے کہ دین دشمنی میں سب برابر ہیں۔ فرمایا.........

اَن پڑھ یہودی :

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ اور ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ جو نہیں جانتے کتاب کو اِلَّآ اَمَانِيَّ مگر چند جھوٹی آرزوئیں وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے۔ جیسا کہ اکثر جاہل سینہ بہ سینہ نقل ہونے والی عجیب، عجیب کہانیاں سناتے رہتے ہیں۔ کتاب کا علم کچھ بھی نہیں ہوتا۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ پس خرابی ہے ان لوگوں کے لئے يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ جو لکھتے ہیں کتاب بِاَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ پھر

کہتے ہیں هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اس دور میں پریس تو ہوتا نہیں تھا۔ ہاتھوں سے کچھ آیات تو، توراۃ کی ہوتی تھی اور کچھ اپنی طرف سے لکھ کر کہتے یہ توراۃ ہے۔ اور ہم تمہیں سستی دے رہے ہیں۔ لوگ خریدتے تھے۔ تیسرے پارے میں آئے گا وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ جوانہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ ایسا کیوں کرتے تھے؟۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر جھوٹے قصے :

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا تاکہ خریدیں اس کے ذریعے قیمت تھوڑی۔ چونکہ اس میں انہوں نے آسان مسئلے لکھے ہوتے تھے اس لئے لوگ شوق سے خریدتے تھے جس طرح آج کل کہانیوں والی کتابیں عام لوگ لیتے اور ٹھوس کتابیں جن میں عقائد اور اعمال کا بیان ہوتا ہے۔ وہ نہیں لیتے یا جس طرح روافض نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اور حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ چھپوایا ہوا ہے اور رافضی عورتیں ان کو عورتوں میں تقسیم کرتی ہیں، پھیلاتی ہیں۔ اور اس طرح وہ عورتوں کی ذہن سازی کرتی ہیں۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ چیزیں پکاؤ اور کھاؤ اور کسی کو نہ بتاؤ۔ یہ سب خرافات ہیں اور بزرگوں کے ذمے لگائی ہوئی ہیں۔ اسلام کے ساتھ ان چیزوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بزرگوں کے ساتھ عقیدت بڑی بات ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ان کے ذمے غلط باتیں لگاؤ۔

''ویل'' کی تعریف :

''ویل'' جہنم کے ایک نچلے طبقے کا نام بھی ہے۔ جب آدمی کو جہنم میں پھینکا جائے گا تو سڑتا گلتا ستر سال کے بعد نیچے گرے گا یہ حال ہوگا ایسے لوگوں کا۔

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ پس خرابی ہے ان کے لئے اس چیز سے جو لکھی ہے ان کے ہاتھوں نے وَوَيْلٌ لَّهُمْ اور ہلاکت ہے ان کے لئے مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ اس کمائی سے جو وہ کماتے ہیں۔ توراۃ میں تحریف کر کے اور اپنی طرف سے قصے کہانیاں شامل کر کے لوگوں کے آگے فروخت کرتے اور رقم بٹورتے اور یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی کہتے.........

دوزخ اور یہود و نصاریٰ :

وَقَالُوْا اور کہتے ہیں لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو آگ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً مگر گنتی کے چند دن۔ وہ گنتی کے چند دن کتنے ہیں؟ اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں.........

① ...... یہودیوں کا ایک اعتقاد یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے کچھ حدیثیں بھی بیان کی گئی ہیں کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے مگر محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بَاطِلَةٌ لَا اَصْلَ لَهَا ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن یہودی دوزخ میں رہیں گے گویا کہ سات دن دوزخ میں رہیں گے۔ پھر جنت میں چلے جائیں گے۔

② ...... دوسرا نظریہ یہ ہے کہ جتنے دن موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر اعتکاف بیٹھے تھے اور ہمارے بڑوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی یعنی چالیس دن، ہم بھی چالیس دن دوزخ میں رہیں گے۔ پھر دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جائیں گے۔

بھائی! بڑی عجیب منطق ہے کہ پوجا تو کریں تمہارے بڑے اور دوزخ میں سزا تم بھگتو۔ یہ کیا نظریہ ہوا کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی نظریئے کا

رد کرتے ہوئے فرمایا کہ.........

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جس طرح یہودی کہتے ہیں کہ ہم بڑوں کی وجہ سے چالیس دن دوزخ میں رہیں گے اس کے برعکس عیسائیوں نے یہ نظریہ بنایا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہمارے منجی ہیں۔ اس طرح کہ وہ سولی پر لٹک کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔

ارے بے ایمانو! گناہ کرو تم دو ہزار سال بعد اور وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے سولی پر لٹکیں دو ہزار سال پہلے۔ بڑی عجیب منطق ہے؟۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا بڑا واضح حکم موجود ہے۔ فرمایا.........

لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْئًا نہیں کفایت کرے گا باپ بیٹے کی طرف سے اور نہ بیٹا باپ کی طرف سے۔ ہر ایک نے اپنے کیے کا پھل کھانا ہے۔ انہیں غلط نظریات کی وجہ سے وہ کہتے تھے.........

وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی اور وہ کہتے ہیں کہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوں گے مگر وہ جو یہودی ہیں یا عیسائی ہیں۔ یہودی کہتے تھے جنت ہماری اور عیسائی کہتے تھے جنت ہماری جاگیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ.........

قُلْ آپ (ﷺ) فرمادیں اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا کیا تم نے پکڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی عہد، کہ سات دن یا چالیس دن دوزخ میں رہنے کے بعد تم جنت میں چلے جاؤ گے۔

فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ پس ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے عہد کا

اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ یا کہتے ہو تم اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو کچھ تم نہیں جانتے بَلٰى کیوں نہیں (چھوئے گی آگ) مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً جس نے کمائی برائی۔اور اس سے بڑی برائی کیا ہو سکتی ہے کہ..........

قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ٌۢ ابْنُ اللّٰهِ یہودیوں نے کہا عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرٰى مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔او ظالمو! اس سے بڑا گناہ اور کیا ہوگا کہ تم نے بندوں کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور خدائی میں شریک بنا دیا۔

اور اے یہودیو! تم تو عیسیٰ علیہ السلام کو حلال زادہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہو عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا حضرت مریم علیہا السلام پر بہتانِ عظیم باندھا۔معاذ اللہ تعالیٰ۔ان باتوں کے ہوتے ہوئے تم دوزخ میں نہیں جاؤ گے کیوں نہیں چھوئے گی آگ تمہیں؟۔

مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً جس نے کمائی برائی وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ اور گھیر لیا اس کو اس کی برائی نے ،دل کو بھی اور ظاہر کو بھی فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ وہی لوگ دوزخ والے ہیں هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ بخلاف اس کے..........

اصحابِ جنت :

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور خالی ایمان ہی نہیں لائے؟

بلکہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وہی لوگ جنتی ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کو جنت سے کبھی نکالا نہیں جائے گا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ

اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا

قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا

مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ

دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ

عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ

الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ

يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْىٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ۧ

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ اور جب لیا ہم نے عہد بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل سے لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ کہ نہیں عبادت کرنی تم نے سوائے اللہ تعالیٰ کے وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا وَّذِى الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں سے وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کے ساتھ۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا اور کہو لوگوں کو اچھی بات وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور نماز کو قائم کرو وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے رہو ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ پھر، پھر گئے تم اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ مگر تھوڑے تم میں سے وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور تم اعراض کرنے والے ہو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا

لَاتَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ نہیں بہاؤ گے تم اپنے خون وَلَاتُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ اورنہیں نکالو گے تم اپنی جانوں کو مِّنْ دِيَارِكُمْ اپنے گھروں سے ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ پھر تم نے اقرار کیا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ اور تم اس پر گواہی دیتے ہو۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ پھر تم یہی تو ہو تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ قتل کرتے ہو اپنی جانوں کو وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ اور نکالتے ہو ایک گروہ کو اپنے میں سے ان کے گھروں سے تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ چڑھائی کرتے ہو تم ان پر بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ گناہ اور زیادتی کے ساتھ۔

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى اور اگر آئیں تمہارے پاس قیدی بن کر تُفٰدُوْهُمْ فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ حالانکہ حرام تھا تم پر اِخْرَاجُهُمْ ان کو گھروں سے نکالنا اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ کیا تم ایمان لاتے ہو کتاب کے بعض حصے پر وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ اور انکار کرتے ہو بعض حصے کا

فَمَا جَزَآءُ پس نہیں ہے بدلا مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ جو کرتا ہے یہ کارروائی تم میں سے اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اور قیامت کے دن لوٹائے

جائیں گے اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ سخت عذاب کی طرف وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ وہ، وہ لوگ ہیں اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ جنہوں نے خریدا دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ پس نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

ربط :

پہلے سے بنی اسرائیل کی زیادتیوں اور خرابیوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اس رکوع میں بھی ان کی زیادتیوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور جب لیا ہم نے عہد بنی اسرائیل سے۔ نزول قرآن کے زمانے میں جو بنی اسرائیلی موجود تھے ان کو ان کے بڑوں کے کارنامے سنا کر شرمندہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے بڑوں نے بھی حق کو نہیں مانا تھا اور تم بھی نہیں مانتے۔ عہد یہ تھا..........

عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی :

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ کہ نہیں عبادت کرنی تم نے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں انہوں نے پہلا سبق یہی دیا..........

20

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے میری قوم! عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ کوئی مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے، نہ کوئی پیر نہ کوئی مولوی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں بتوں کی نفی ہے یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ مولویوں اور پیروں کو بھی رب بنایا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کے دسویں پارے میں ہے......

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اور حضرت عیسیٰ کو انہوں نے رب بنالیا۔ یہ جو کچھ کہتے تھے مانتے تھے اور ان کے سامنے جھکتے تھے تو کیا مولوی اور پیر بت تھے۔ اور کیا عیسیٰ بت تھے؟۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے ان کی عبادت شروع کردی، سجدے بھی کرتے تھے اور ان کے سامنے جھکتے بھی تھے اور کہتے تھے کہ ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ عبادت تو نہیں کرتے تو ایک تو یہ حکم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور دوسرا حکم تھا............

والدین سے حسن سلوک :

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے یہ ایسے حکم ہیں کہ حضرت آدم سے لے کر آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانے تک یہی حکم رہے ہیں۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے اور ان کی ہر وہ بات ماننی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف نہ ہو۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ اس کے متعلق ایک فقہی ضابطہ بیان فرماتے ہیں کہ ماں باپ اگر ایسے حکم کو چھوڑنے کا حکم دیں جو فرض اور واجب ہے تو پھر ان کی بات نہیں ماننی؟۔ مثلاً کہیں کہ نماز نہ پڑھو، یا روزہ نہ رکھو، عورتوں کو شریعت نے پردے کا حکم دیا ہے اور وہ کہیں کہ پردہ نہ کرو یا لڑکوں کو کہیں کہ ڈاڑھی منڈھواؤ۔ یہ تمام چیزیں فرض یا واجب کے درجے میں آتی ہیں۔ مختصر یہ کہ والدین کسی فرض یا واجب کے چھوڑنے کا نہیں کہتے تو پھر ان کی بات ماننی ضروری ہے، ورنہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ رب تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ اور اگر تجھے ماں باپ مجبور کریں میرے ساتھ شرک کرنے پر مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ جس کا تجھے علم نہیں ہے فَلَا تُطِعْهُمَا تو ان کی بات بالکل نہیں ماننی۔ البتہ وہ احکام جو سنت مؤکدہ ہیں جیسے نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

اور اگر کوئی آدمی تین نمازیں بغیر کسی عذر کے جماعت کے ساتھ نہ پڑھے تو وہ فاسق ہو جاتا ہے۔ اور شریعت میں اس کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اگر والدین ایسے حکم کے متعلق ایک آدھ مرتبہ کہیں نہ کر، تو مان لو۔ اور اگر عادت بنا لیں اور کہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھا کر تو پھر ان کی بات نہیں ماننی۔

اور وہ احکام جو مستحب ہیں اگر والدین ان کو چھوڑنے کا حکم دیں تو والدین کی بات پر عمل کرے اور ان کو چھوڑ دے۔ مثلاً کہیں کہ نفلی نماز نہ پڑھ، نفلی روزہ نہ رکھ، اور

ہماری خدمت کر، تو مستحب پر والدین کی خدمت مقدم ہے۔

بعض احکامِ الٰہی کا ماننا اور بعض کا انکار کرنا :

وَّ ذِی الْقُرْبٰی اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ بول چال میں لین دین میں ان کا پورا پورا خیال رکھنا۔

وَالْیَتٰمٰی اور یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ یہ تمہارے فرائض میں داخل ہے کہ اپنے محلہ یا شہر یا قصبے میں یتیموں کو تلاش کرو اور ان کی ضرورتوں کا انتظام کرو۔ اور ان کو پورا کرو۔ یتیموں کا تمہارے پاس آنا ضروری نہیں ہے۔

وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ان کا خیال رکھنا، مسکین اسے کہتے ہیں جو صاحب نصاب نہیں ہوتا۔ تھوڑی بہت آمدن ہوتی ہے مگر اخراجات آمدن سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور اخراجات سے مراد جائز ضروریات ہیں نہ کہ آج کل کی عیاشیاں اور آسانیاں۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا اور کہو لوگوں کو اچھی بات۔ کسی کو چھڑانے والی بات نہ کرو، ٹیڑھی اور ضد کی بات نہ کرو، شرافت اور ادب کو ملحوظ رکھ کر بات کرو۔ کیونکہ بہت سارے جھگڑوں کی بنیاد غلط گفتگو ہوتی ہے۔ مثلاً کسی سے فحش مذاق کرتا ہے وہ برداشت نہیں کرتا اور جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا زبان کو محتاط رکھنے کا بڑا حکم ہے۔

وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور نماز کو قائم کرو۔ ان پر صرف دو نمازیں فرض تھیں۔

وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ ان پر زکوٰۃ کا حکم بہ نسبت ہمارے سخت تھا۔ ہم پر زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے اور ان پر چوتھا حصہ فرض تھا۔ یعنی چار سو میں سے ان کو ایک سو دینا پڑتا تھا اور چار ہزار میں سے ایک ہزار دینا پڑتا تھا۔ اور ہمیں سو میں سے

اڑھائی روپے اور ہزار میں سے پچیس روپے دینے کا حکم ہے۔ بڑی سہولت ہے۔
اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے ان کاموں کا پختہ عہد لیا تھا.........

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ پھر، پھر گئے تم اِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ مگر تھوڑے تم میں سے۔ جنہوں نے احکامات کی پابندی کی اکثریت بالکل ان سے غافل ہوگئی۔ جس طرح آج کل دیکھ لو کہ کتنے لوگ ہیں۔ نمازیں پڑھنے والے اچھی بات کرنے والے یتیموں، مسکینوں کا خیال رکھنے والے۔

عیاں را چہ بیاں؟

جو چیز واضح ہو اس کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ اور اس زمانے کے بنی اسرائیلیو! وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور تم بھی ان چیزوں سے اعراض کرنے والے ہو۔ آگے بھی بنی اسرائیلیوں کی عہد شکنی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ تین وعدے بھی لئے تھے.........

① ...... پہلا وعدہ :

پہلا وعدہ یہ لیا کہ کسی کو ناحق قتل نہ کرنا، جس طرح آج کل چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں پر قتل ہوتے ہیں۔ مثلاً الیکشن پر قتل، لین دین پر قتل، رشتے ناطے پر قتل، اس وقت بھی اسی طرح ہوتے تھے۔ پہلا وعدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ اے بنی اسرائیلیو! لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ نہیں بہاؤ گے تم اپنے خون۔ برادری، رشتہ داروں کو قتل کرنا اپنا ہی خون بہانا ہے۔ حقوق العباد میں سب سے بڑا گناہ قتل ناحق ہے۔ اسی لئے قیامت والے دن بندوں کے حقوق میں سے سب سے پہلے قتل کا

مقدمہ دائر ہوگا۔اور حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔لہٰذا اس چیز کو سامنے رکھ کر اپنی اصلاح کرو۔تا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔دنیا میں تو لوگ داؤ وغیرہ لگا کر جھوٹ بول کر، عدالتوں سے بچ جاتے ہیں۔مگر اس سچی عدالت میں کوئی کسی کو نہ تو دھوکہ دے سکے گا اور نہ ہی وہاں جھوٹ چلے گا۔اگر وہاں کوئی جھوٹ بولے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے.........

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ دیکھو! کیسے اپنی جانوں پر جھوٹ بول رہے ہیں؟۔اصل واقعہ اس طرح ہے کہ مشرک جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لائے جائیں گے اور رب تعالیٰ ان سے کہیں گے کہ جب میں نے تمہیں شرک سے منع کیا تھا پھر تم نے شرک کیوں کیا؟۔تو وہ قسم اٹھا کر کہیں گے.........

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اللہ تعالیٰ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم نے تو کوئی شرک نہیں کیا۔اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ دیکھو ان کو کیسے جھوٹ بولتے ہیں اپنی جانوں پر۔

۲......دوسرا وعدہ :

وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اور نہیں نکالو گے تم اپنی جانوں کو اپنے گھروں سے۔ وہ اس طرح کرتے تھے ان میں سے جو طاقتور تھے وہ کمزوروں کو ان کے بنے بنائے مکانوں سے نکال دیتے اور ان پر قبضہ کر کے خود داخل ہو جاتے۔

فلسطینیوں پر یہودیوں کے مظالم :

اور ان کا یہ طریقہ کار آج تک چلا آرہا ہے کہ فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے

نکال دیا ہے اور یہودی ان کے گھروں میں رہ رہے ہیں۔ اور بیس ہزار سے زیادہ فلسطینی کیمپوں میں گزارہ کرر ہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارے وجود کو تسلیم کرو۔ ان کے وجود کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے فلسطینیوں کے مکانوں پر ان کے باغوں پر ان کی زمینوں پر جو قبضہ کیا ہے اس کو تم جائز قرار دو کہ انہوں نے صحیح کیا ہے۔

بھائی! ہم کس طرح تسلیم کریں؟ زمینیں ان کی ہیں، باغات ان کے ہیں، مکان فلسطینی بے چاروں نے محنت مشقت کر کے دکھ، سکھ برداشت کر کے بنائے ہیں اور یہودیو! تم ان کے مالک بن کہ بیٹھ گئے ہو۔ وہ بے چارے چیختے ہیں ان کا کوئی پرسانِ حال ہی نہیں ہے ان کی چیخ و پکار کوئی سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہے۔

بلکہ بعض بے غیرت حکومتوں نے اسرائیل کو اس ظلم کے باوجود تسلیم بھی کر لیا ہے کہ تم نے جو کچھ کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ کتنا ظلم ہے ان پر۔ پھر ان بے چاروں کو ملازمتیں دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان کو کہتے ہیں کہ تم مزدوری کرو، سڑکیں بناؤ، باغوں میں کام کرو، سب گھٹیا کام ان سے لیتے ہیں۔ اور معاوضہ بھی کم دیتے ہیں۔ آخر وہ بھی انسان ہیں ان کے ساتھ بھی پیٹ لگا ہوا ہے۔ تو خیر! یہودیوں کو حکم تھا کہ تم اپنی برادری کو ان کے گھروں سے نہیں نکالو گے فرمایا.........

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ پھر تم نے اقرار کیا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ اور (اس وقت کے اسرائیلیو!) تم اس پر گواہی دیتے ہو کہ ہاں ہمارے بڑوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ لیا تھا۔ اس کے باوجود.........

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ پھر تم یہی تو ہو قتل کرتے ہو

اپنی جانوں کو وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ اورنکالتے ہوایک گروہ کواپنے میں سے ان کے گھروں سے۔قتل نہ کرنے کا وعدہ بھی تم نے پورا نہ کیا اورگھروں سے نکالنے کاوعدہ بھی تم نے پورا نہ کیا۔

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ چڑھائی کرتے ہوتم ان پر بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ گناہ اورزیادتی کے ساتھ۔رب تعالیٰ کے حکم کوتوڑنے کو ''اثم'' کہتے ہیں اور بندے کے حق کوضائع کرنے کو ''عدوان'' کہتے ہیں۔رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم قتل نہ کرو، انہوں نے قتل کر کے رب تعالیٰ کا حکم توڑا۔''اثم'' کا ارتکاب کیا۔اور بندوں کوقتل کیااوران کوگھروں سے نکال کر''عدوان'' کاارتکاب کیا۔

③......تیسراوعدہ :

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى اوراگرآئیں تمہارے پاس قیدی بن کر تُفٰدُوْهُمْ فدیہ دے کران کوچھڑالیتے ہو۔مدینہ طیبہ میں دو بڑے قبیلے''اوس اور خزرج''جواکثرآپس میں دست وگریبان رہتے تھے۔یہودیوں کا قبیلہ بنوقریظہ اوس کا حامی تھااور بنونضیر قبیلہ خزرج کے طرفدار تھے۔ان کی آپس میں اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔جب ایک قبیلہ دوسرے پر غالب آجاتاتو ان کوقتل بھی کرتے۔ گھروں سے بھی نکالتے اور قیدی بھی بنالیتے۔اب ان کی برادری کے لوگ جب قیدی بن جاتے وہ ان سے اپنی زمینوں اور باغوں میں کام کرواتے اور وقت پر صحیح معنیٰ میں روٹی بھی نہیں دیتے تھے۔توپھر یہ چندہ اکٹھا کر کے ان کورہا کراتے۔کیونکہ ان کوحکم تھا کہ اگرتمہارے آدمی گرفتار ہوجائیں توانہیں رہا کراؤ، ان کی مالی امداد کرو۔ تواس حکم پرتوعمل کرتے ہو............

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ حالانکہ حرام تھا تم پر ان کو گھروں سے نکالنا۔ اس حکم پر عمل نہیں کرتے پہلے دشمنوں کے ساتھ مل کر ان کو گھروں سے نکال دیتے ہو۔ قیدی بنوادیتے ہو۔ اور پھر ان کو رہا کرانے کے لئے چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیتے ہو۔

یہودی چندہ اکٹھا کرنے کے بارے میں بڑے مشہور تھے، چندہ اکٹھا کرتے کچھ قیدیوں پر خرچ کرتے، باقی خود ہڑپ کر جاتے۔ اور عموماً چندوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ چاہے جلسوں کے لئے ہو یا مجاہدوں کے لئے ہو یا اور کسی کام کے لئے ہو۔ بے شک سو میں سے دو چار دیانت دار بھی ہوتے ہیں۔ مگر بڑی مشکل سے۔ باقی سب نے کھانے، پینے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔

اور یاد رکھنا! تمہارے پاس جب تک مجاہدین کا کوئی بااعتماد آدمی نہ آئے کسی کو چندہ نہ دینا کئی لڑکوں نے اور جماعتوں نے اس کو پیشہ بنایا ہوا ہے۔ اور انہوں نے باقاعدہ رسیدیں بھی چھپوائی ہوئی ہیں۔ اور ہزاروں، لاکھوں روپے اکٹھے کر کے کھا جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ حالانکہ حرام تھا تم پر ان کو گھروں سے نکالنا۔

دنیا کی زندگی میں رسوائی :

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ کیا تم ایمان لاتے ہو کتاب کے بعض حصے پر وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ اور انکار کرتے ہو بعض حصے کا فَمَا جَزَآءُ پس نہیں ہے بدلا مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ جو کرتا ہے یہ کارروائی تم میں سے اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں۔ دنیا کی زندگی میں

یہودیوں کے لئے رسوائی کی ایک صورت اس طرح ہوگی کہ تمہیں مسلمانوں کی حکمرانی مانی پڑے گی اور جزیہ دینا پڑے گا۔

آخرت کا عذاب :

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ لوٹائے جائیں گے سخت عذاب کی طرف۔ جہنم میں بھی طبقات ہیں۔

①...... سب سے کم درجے کا عذاب سب سے اوپر والے طبقے میں ہوگا۔ جس میں کلمہ پڑھنے والے گنہگاروں کو ڈالا جائے گا۔ لیکن اس کی آگ بھی دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی اللہ تعالیٰ اس ہلکے عذاب سے بھی بچائے۔

②...... اور اس سے نیچے والے طبقے میں نصاریٰ ہوں گے

③...... اور اس سے نیچے والے طبقے میں یہودی ہوں گے۔

④...... اور منافقین سب سے نیچے والے طبقے میں ہوں گے۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (پارہ:۵) بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے درجے میں ہوں گے۔ کیونکہ منافقت کا فتنہ سب سے زیادہ ہے۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ وہ، وہ لوگ ہیں اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ جنہوں نے خریدا دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں۔

اخبارات میں آپ روزانہ پڑھتے ہیں کہ جو وزیر اور افسر اور دوسرے لوگ گھپلے کرتے

ہیں یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے ہیں۔فرمایا............

فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ پس نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب۔بلکہ دن بدن عذاب میں اضافہ ہوگا۔ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس چکھو تم پس ہرگز نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب کو۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ﴿۹۰﴾

لفظی ترجمہ :

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب وَقَفَّیْنَا مِنْ ، بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ اور بھیجے ہم نے لگا تار ان کے بعد کئی رسول وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اور دیں ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہما السلام) کو الْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اور ہم نے تائید کی اس کی پاکیزہ روح کے ساتھ۔

اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ ، بِمَا کیا جب بھی کوئی رسول لایا تمہارے پاس وہ چیز لَاتَھْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ جسے تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے اسْتَکْبَرْتُمْ تو تم نے تکبر کیا فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ پس پیغمبروں کے ایک فریق کو تم نے جھٹلایا وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ اور ایک فریق کو تم نے قتل کیا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور کہا انہوں نے ہمارے دل غلافوں میں ہیں بَلْ لَّعَنَھُمُ اللّٰہُ بِکُفْرِھِمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ان کے کفر کی وجہ سے فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ پس بہت تھوڑے ہیں

جو ایمان لاتے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ اور جب آئی ان کے پاس کتاب مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو ان کے پاس ہیں وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ اور تھے وہ اس سے پہلے يَسْتَفْتِحُوْنَ فتح کے لئے توسل حاصل کرتے تھے عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ پس جب آ گئی ان کے پاس مَّا عَرَفُوْا وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا كَفَرُوْا بِهٖ تو اس کا انکار کر گئے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کافروں پر

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی اپنی جانوں کے لئے اَنْ يَّكْفُرُوْا یہ کفر کرتے ہیں بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ان چیزوں کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں بَغْيًا سرکشی کرتے ہوئے اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یہ کہ نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ پس لوٹے وہ غضب پر غضب لے کر وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور کافروں کے لئے عذاب

ہے رسوا کرنے والا۔

ربط :

اس سے پہلے بنی اسرائیلیوں کے جرائم اوران کی نافرمانیوں کا ذکر تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو جھٹلایا قیامت کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا، یہاں تک کہ پیغمبروں کو شہید بھی کیا تو ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ کیا ان کو سمجھایا نہیں گیا؟۔ ان کی راہنمائی نہیں کی گئی کہ وہ ایسی حرکتیں کرتے رہے؟۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب۔ توراۃ کا آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد بہت بلند مقام ہے اور بڑی جامع مانع کتاب ہے۔

وَقَفَّيْنَا مِنْ ۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ اور بھیجے ہم نے لگاتار ان کے بعد کئی رسول۔ قَفَا کا لغوی معنٰی ''گُدِی'' ہے۔ اور پچھلی جانب جہاں سر ختم ہوتا ہے وہ گدی ہے جب آدمی پیچھے پیچھے کھڑے ہوں تو پچھلے آدمی کی نگاہ اگلے آدمی کی گدی پر پڑتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے لگاتار پیغمبر بھیجے ان کو کتاب بھی دی اور بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور دیں ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) کو واضح دلیلیں۔

لفظ ''عیسیٰ اور مریم'' کا معنٰی :

''عیسیٰ'' عربی زبان کا لفظ ہے اور عبرانی زبان میں اس کی اصل ''اَیشُوْ یا

یَسُوْع'' تھا۔جس کا معنٰی ''مبارک اور سردار'' ہے۔اور مریم کا معنٰی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''عابدہ'' کرتے ہیں۔عبادت کرنے والی۔حضرت مریم علیہا السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ قرآن کریم میں ان کے سوا کسی عورت کا نام نہیں آیا۔نہ پہلی امتوں میں سے اور نہ اس امت میں سے اور ان کا نام تیس مرتبہ آیا ہے۔گویا کہ اوسطاً فی پارہ ایک دفعہ ان کا نام آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ان کی والدہ کی طرف کی اور عیسیٰ بن مریم فرمایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔اگر ان کا باپ ہوتا تو اس کی طرف نسبت ہوتی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ضابطہ بیان فرمایا ہے اُدْعُوْا لِاٰبَآءِ هِمْ باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔

مرزا قادیانی کی خرافات :

مرزا غلام احمد قادیانی ملعون نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلیظ زبان استعمال کی تو علماءِ کرام نے اس کے خلاف آواز بلند کی تو شیطان نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں پہلے تو مولویوں کو خاصی گالیاں دیں کہ یہ مولوی بڑے بدذات ہیں یہ لوگوں کو میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم نہیں کرتا۔میرے سے زیادہ تعظیم کرنے والا کون ہے؟۔

میں تو عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تعظیم کرتا ہوں اور ان کے چھ بہن بھائیوں کی بھی تعظیم کرتا ہوں اور ان کے باپ یوسف نجار کی بھی تعظیم کرتا ہوں یہ ہے اس کی تعظیم۔معاذ اللہ تعالیٰ۔اور اس نے اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین نانیاں اور تین دادیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ یہ ہے اس کی تعظیم، بڑا خبیث آدمی تھا۔ بھائی! جب ازروئے قرآن ان کا باپ ہی نہیں ہے تو دادیاں کہاں سے آگئیں؟۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واضح دلیلیں دے کر مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاَیَّدۡنٰـہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ اور ہم نے تائید کی اس کی پاکیزہ روح یعنی جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ۔ تاکہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ جبرائیل علیہ السلام کی تائید کی ضرورت اس لئے پڑی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کی اصلاح کا کام شروع کیا اور ان کو بتایا کہ یہ، یہ چیزیں تم نے بگاڑ دی ہیں اور اس سے دین کا نقشہ بگڑ گیا ہے تو چھوٹے بڑے سب کے سب ان کے مخالف ہوگئے۔ کیا مولوی یا پیر یا عوام اور کیا خواص سب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لڑنا شروع کردیا۔

جس طرح آج کل اہلِ بدعت نے دین کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور عوام کا ایسا ذہن بنادیا ہے کہ اگر بدعات کی تردید کرو تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ ان کے ذہنوں کو بدلنا خاصا مشکل کام ہے۔ اور بدعات کی تردید سے زیادہ ان کو چھوڑنا مشکل ہے۔ تمہیں درس سنتے ہوئے پچپن سال ہوگئے ہیں مگر بدعات کو چھوڑنے کے لئے تم بھی تیار نہیں ہو۔ بدعات کو چھوڑنے والا بہت بڑا مجاہد ہے۔

اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا کیا جب بھی کوئی رسول لایا تمہارے پاس وہ چیز لَاتَھۡوٰۤی اَنۡفُسُکُمُ جسے تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے اسۡتَکۡبَرۡتُمۡ تو تم نے تکبر کیا فَفَرِیۡقًا کَذَّبۡتُمۡ پس پیغمبروں کے ایک فریق کو تم نے اے ظالمو جھٹلایا وَفَرِیۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ اور ایک فریق کو تم نے قتل کیا۔ جیسے

شعیاعلیہ السلام، زکریاعلیہ السلام، یحیٰ علیہ السلام اوران کے علاوہ اور بہت سارے پیغمبروں کوتم نے شہید کیا۔ جب بھی کسی پیغمبر نے ان کی مرضی کے خلاف بات کی اس کوانہوں نے شہید کرڈالا۔

21

حضرت یحیٰ علیہ السلام اورفریضہ رسالت :

حضرت یحیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حاکم وقت اپنی بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یحیٰ علیہ السلام اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ میرے پاس اس طرح کی بات پہنچی ہے۔ اس لئے میں تحقیق کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کیا تم اپنی بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو؟۔ اس نے کہا کہ تو کون ہوتا ہے اس طرح کی باتیں کرنے والا۔ فرمایا......

''میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور یہ بات میرے فریضہ میں داخل ہے کہ میں ناجائز کام کوروکوں میں اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے آیا ہوں لہٰذا اگر واقعی کوئی بات ہے تو باز آجا، تیرے لئے اور عورتوں اور لونڈیوں کی کمی نہیں ہے''۔ اس نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے اس بیان کو اپنی توہین سمجھا اور انہیں قتل کرادیا۔ اور جب انہیں حق کی دعوت دی گئی تو.........

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور کہا انہوں نے ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔ غُلْف ، اَغْلُفٌ کی جمع ہے جس کے معنٰی ہیں ''غلاف''۔ جو قرآن شریف اور دیگر کتابوں پر چڑھایا جاتا ہے۔ تا کہ ان پر گرد وغبار نہ پڑے مکھی نہ بیٹھے دھواں نہ لگے بے حرمتی نہ ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، علم ہے اور بڑی پاکیزہ چیزیں ہیں ان پر ہم نے غلاف چڑھائے ہوئے ہیں تا کہ تمہاری

گرد وغبار اور دھوئیں کی مانند باتیں ہمارے دلوں تک نہ پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ یہ بات نہیں ہے کہ ان کے دل بڑے صاف ہیں اور ان کے عقیدے اور نظریات درست ہیں اور تمہاری باتیں گرد وغبار والی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ان کے کفر کی وجہ سے فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ پس بہت تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ تقریباً سارے یہودی آنحضرت ﷺ کو جانتے تھے کہ واقعی یہ سچا پیغمبر ہے۔ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام سے پہلے اور بعد میں یہودیوں کی نظر میں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو بڑا عجیب واقعہ ہوا۔ بخاری شریف میں ہے کہ وہ جب کلمہ پڑھ کر بیٹھے تو دیکھا کہ اور یہودی بھی آرہے ہیں تو پردے کی اوٹ میں ہوگئے اور آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ حضرت یہودی آرہے ہیں پہلے ان سے آپ ﷺ میرے متعلق پوچھیں کہ میں کون ہوں؟ پھر ان کو اسلام کی دعوت دیں۔

چنانچہ جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا كَيْفَ فِيْكُمْ ابْنُ سَلَامٍ؟ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا آدمی ہے؟۔ کہنے لگے........

○ ...... خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا ہم میں سے بہتر ہے اور بہتر کا بیٹا ہے۔

○...... اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمُنَا سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔

○...... سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلے تو تمہارا کیا رویہ ہوگا؟ تم کیا کروگے؟ کہنے لگے اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاِسْلَامِ اللہ تعالیٰ اسے اسلام سے پناہ میں رکھے۔ یہ باتیں ہورہی تھیں کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے باہر آگئے اور ڈٹ کر کہا......

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وہ یہودی جنہوں نے ان کی اتنی تعریف کی تھی کہنے لگے شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا ہم میں سے بڑا اشرارتی ہے اور بڑے شرارتی کا بیٹا ہے اندازہ لگاؤ وہی آدمی ہیں، وہی زبانیں ہیں پہلے کیا کہا اور اب کیا کہہ رہے ہیں؟۔ مگر ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ جانتے پہچانتے ہوئے بھی ایمان نہیں لائے۔ سوائے عبداللہ بن سلام اور پانچ سات اور کے (رضی اللہ عنہم)۔

قرآنِ کریم اور پہلی کتابیں :

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور جب آئی ان کے پاس کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یعنی قرآنِ کریم مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو ان کے پاس ہیں۔ تو قرآن کریم کو نہ ماننے سے ان کتابوں کا بھی انکار ہے جن کا یہ مصدّق ہے۔ ہاں اگر قرآنِ کریم ان کتابوں کے

خلاف ہوتا تو پھر وہ کہہ سکتے تھے کہ ہماری کتابوں میں کچھ اور ہے اور قرآنِ کریم کچھ اور کہتا ہے؟ لہٰذا ہم نہیں مانتے؟ مگر یہ تو ان کا مصدق ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ اور تھے وہ اس سے پہلے يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فتح کے لئے توسل حاصل کرتے تھے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں۔ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں تمام تفسیروں میں نقل کی گئی ہیں.........

①...... ایک یہ کہ فتح کے معنٰی کھولنے کے ہیں تو اس لحاظ سے معنٰی یہ ہوگا کہ بنی اسرائیل کفار پر اس بات کو کھولتے تھے یعنی بیان کرتے تھے کہ آخری نبی آنے والے ہیں۔

②...... اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ فتح کا معنٰی ''کامیابی'' بھی ہے۔ تو یہودی آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے کافروں کے مقابلے میں فتح اور کامرانی کے لئے دعا کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ''اے پروردگار! نبی آخر الزمان کے وسیلے سے ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطاء فرما''۔ اب وسیلہ تو اسی کا دیں گے جس کے ساتھ کچھ تعظیم کا تعلق ہوگا؟ آپ ﷺ کی تعظیم کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کے وسیلے سے دعائیں کرتے تھے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ پس جب آگئی ان کے پاس مَّا عَرَفُوْا وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا كَفَرُوْا بِهٖ تو اس کا انکار کر گئے فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کافروں پر۔

وسیلہ کا شرعی مفہوم اور حکم :

یہاں وسیلے کا مسئلہ بھی سمجھ لیں وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اس طرح دعا کرے کہ

اے پروردگار! آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے میرا یہ کام کردے یا یوں کہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل سے میرا یہ کام کردے یا یوں کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے میرا یہ کام کردے یا یوں کہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حرمت سے میرا یہ کام کردے۔ وسیلہ، طفیل، صدقہ، حرمت، جاہ اور حق سب کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ اپنی لغت، زبان اور عرف کے اعتبار سے الفاظ مختلف ہیں۔ تو اس میں تفصیل ہے..........

۱)...... اگر توسل کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس کا میں وسیلہ دے رہا ہوں وہ میرے پاس حاضر و ناظر ہے۔ اور عالم الغیب ہے اور تمام کاموں میں اس کو تصرف حاصل ہے اور وہ میرا کام کرا سکتا ہے۔ تو ایسے وسیلے کے کفر اور شرک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے؟۔ ایسا توسل کرنے والا کافر اور مشرک ہے۔

۲)...... اور اگر توسل کرنے والا جس کا وسیلہ دے کر دعا کر رہا ہے اس کو عالم الغیب، حاضر و ناظر نہیں سمجھتا اور اس کو مُتَصَرِّفْ فِی الْاُمُوْر بھی نہیں سمجھتا، حاضر و ناظر، عالم الغیب، مختارِ کل صرف رب تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔ اور اس کا یہ نظریہ بھی نہیں ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے جبراً کام کرا سکتا ہے۔ اور محض ان کے ساتھ اور تعلق کا واسطہ دے کر دعا کرتا ہے تو جائز ہے۔

مثلاً یوں کہتا ہے کہ اے پروردگار! میرا تیرے پیغمبر پر ایمان ہے اور میں ان سے محبت کرتا ہوں، یا اولیاء کی محبت کا واسطہ دے کر میں تیرے ولیوں سے محبت کرتا ہوں اور یہ میرا ان سے محبت کرنا ایک نیک عمل ہے اور اس نیک عمل کی وجہ سے میں توسل کرتا ہوں۔ اور آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

چونکہ میں تیرے پیغمبر پر ایمان رکھتا ہوں اور ان سے محبت کرتا ہوں اس کی وجہ سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ تو یہ وسیلہ جائز ہے۔ اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ اور یہ وسیلہ اسی آیت کریمہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی اپنی جانوں کے لئے۔ اپنی جانوں کے لئے انہوں نے کفر خرید کر برا سودا کیا۔ کس چیز کا کفر کیا.........

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یہ کفر کرتے ہیں ان چیزوں کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں بَغْيًا سرکشی کرتے ہوئے اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یہ کہ نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔ اس پر کسی کا زور اور اختیار نہیں چلتا۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا.........

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ان کے کفر اور انکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ پس لوٹے وہ غضب پر غضب لے کر۔ ایک غضب پہلے پیغمبروں کی نافرمانی کا اور دوسرا غضب آخری پیغمبر ﷺ کے انکار کرنے کا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور کافروں کے لئے عذاب ہے رسوا کرنے والا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۗ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۗ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۗ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے اٰمِنُوْا ایمان لاؤ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے قَالُوْا کہتے ہیں نُؤْمِنُ ہم ایمان رکھتے ہیں بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ اور انکار کرتے ہیں اس کے علاوہ کا وَهُوَ الْحَقُّ حالانکہ وہ حق ہے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے۔

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ پس تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى اور البتہ تحقیق لائے تمہارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلیلیں ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ پھر تم نے بنالیا بچھڑے کو معبود مِنْۢ بَعْدِهٖ ان کے جانے کے بعد وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور تم ظالم تھے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑو اس کو جو ہم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی کے ساتھ وَّاسْمَعُوْا اور سنو۔

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور ہم نے مانا نہیں وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ اور پلادی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے۔

قُلْ بِئْسَمَا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں بری ہے وہ چیز يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ جس کے لئے حکم کرتا ہے تمہیں تمہارا ایمان اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن۔

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اگر ہے تمہارے لئے آخرت کا گھر عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً اللہ تعالیٰ کے ہاں

خالص مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ پس تم موت کی تمنا کرو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا اور وہ اس موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس وجہ سے کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اور البتہ آپ ضرور پائیں گے ان لوگوں کو اَحْرَصَ النَّاسِ سب لوگوں سے زیادہ حریص عَلٰی حَيٰوةٍ زندگی پر وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور ان سے بھی زیادہ حریص جنہوں نے شرک کیا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ ان میں سے ہر ایک پسند کرتا ہے لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ کاش کہ اس کو ہزار سال عمر دے دی جائے۔

وَمَا هُوَ حالانکہ نہیں ہے وہ عمر بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ دور کرنے والی اس کو عذاب سے اَنْ يُّعَمَّرَ یہ کہ اگر اس کو عمر دے دی جائے وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

ربط :

بنی اسرائیل اور یہودیوں کی برائیوں اور تخریب کاریوں کا ذکر چلا آرہا ہے اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

توراۃ وانجیل کی تصدیق :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان (یہودیوں) سے کہا جاتا ہے اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ایمان لاؤ اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ یعنی قرآن پاک پر اور آخری پیغمبر کا تشریف لانا بھی تمہارے علم میں ہے اور تم بخوبی جانتے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی پیغمبر ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ اور تم اس بات کو بھی جانتے ہو کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوگا۔ لہٰذا جب تم ان تمام علامتوں اور نشانیوں سے واقف اور آگاہ ہو تو اب اس کتاب قرآنِ کریم پر ایمان لاؤ۔ اس کے جواب میں.........

قَالُوْا یہودیوں نے کہا نُؤْمِنُ ہم ایمان رکھتے ہیں بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی۔ ہم تو توراۃ پر ایمان لانے کے پابند ہیں۔ وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ اور انکار کرتے ہیں اس کے علاوہ کا۔ کہ توراۃ کے علاوہ کسی اور چیز پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں پابند نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے دو جواب دیے ہیں

① ...... ایک تحقیقی ② ...... دوسرا الزامی۔

تحقیقی جواب یہ ہے۔ فرمایا..........

① ...... وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ حالانکہ وہ حق ہے تصدیق کرنے والی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے۔ ایک تو یہ کہ قرآنِ کریم حق ہے اور اس میں تمام مسائل حق پر مبنی ہیں۔ تو کیا حق پر ایمان لانا ان کے فریضہ میں داخل نہیں ہے؟۔

(۲)...... اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم ان کی کتابوں توراۃ، انجیل، زبور کا مصدِّق ہے۔ ان کی تصدیق کرتا ہے کہ ان کتابوں میں جو عقائد اور نظریات بیان کئے گئے ہیں، صحیح ہیں۔ اور مصدِّق کو ماننا اور تسلیم کرنا دراصل مصدَّق جس کی وہ تصدیق کر رہا ہے کو ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔ تو مصدِّق کا انکار کرنا مصدَّق کا انکار کرنا ہے۔

کیونکہ قرآنِ کریم اگر عقائد اور نظریات ان کتابوں سے مختلف بیان کرتا تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہماری کتابوں میں عقائد اور نظریات اور ہیں اور اس کتاب میں عقائد اور نظریات اور ہیں۔ اس لئے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ بات تو ہے نہیں؟۔ لہٰذا ان کا یہ دعویٰ کہ ہم اپنی کتاب کو مانتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔ بلکہ فقط زبانی دعویٰ ہی ہے۔ بلکہ ان کا توراۃ پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے۔ آگے تین شقوں میں ان کو الزامی جواب دیا گیا ہے......

پہلی شق :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ پس تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو اس سے پہلے؟ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو۔

توراۃ کو مانتے ہو تو کیا ظالمو! توراۃ میں لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو قتل کرو۔ یہ موجودہ یہودیوں کو ان کے بڑوں کے کارنامے سنا کر شرمندہ کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ قاتل تو ان کے بڑے تھے۔ اگر توراۃ کو مانتے ہوتے تو پیغمبروں کو قتل

نہ کرتے۔ لہٰذا تمہارا توراۃ کو ماننے کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔

دوسری شق :

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق لائے تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام واضح دلیلیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دریا کو پھاڑ کر راستے بنائے دشمن کو ان کے سامنے غرق کیا۔ وادی تیہ میں بادلوں کے ذریعے سائے کا انتظام فرمایا۔ کھانے کے لئے کھیرا اور بٹیرے نازل فرمائے۔ پینے کے لئے پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری فرمائے۔ اور بے شمار نشانیاں لے کر موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ ، بَعْدِهٖ پھر تم نے بنالیا بچھڑے کو معبود ان کے جانے کے بعد۔ یہ ہے تمہارا ایمان کہ جو آڑ بنا کر قرآنِ مجید کو ماننے سے انکار کرتے ہو کہ ہمیں تو حکم ہے کہ ہم صرف اس پر ایمان لائیں۔ جو ہماری طرف اتارا گیا ہے۔ تو کیا موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں غیر اللہ کی عبادت سے منع نہیں کیا تھا۔ اگر تم ان کی بات مانتے تو بچھڑے کی پوجا نہ کرتے۔

بچھڑے کے متعلق پہلے بھی بیان ہوا ہے اور اس کی تفصیل سولہویں پارے میں آئے گی۔ یہ بنی اسرائیلی جب مصر سے آئے تھے تو ان کی عورتیں قبطی عورتوں سے (فرعونیوں کی قوم قبطی تھی) زیور مانگ کر لائی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ان زیورات سے منع فرمادیا کہ ان کا استعمال کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی شریعتوں میں مالِ غنیمت کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہماری شریعت میں مالِ غنیمت کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

''سامری'' اور مکر و فریب :

تو انہوں نے وہ زیورات جنگل میں پھینک دیئے۔ بنو اسرائیل کی ایک شاخ تھی ''قبیلہ بنو سامرہ'' اس خاندان کا ایک آدمی تھا ''موسیٰ بن ظفر سامری'' اس نے وہ زیورات اٹھالئے اور ان کو ڈھال کر بچھڑا بنا دیا۔ اور حضرت جبریئل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی بھی اس کے پاس تھی وہ اس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا گھوڑا جب پاؤں اٹھاتا تو وہاں ہریالی ہو جاتی تھی اس نے محسوس کیا کہ اس میں کوئی کرشمہ ہے۔ تو اس نے وہ مٹی اٹھا کر اپنے پاس رکھی ہوئی تھی۔

بچھڑا بنا کر وہ مٹی اس میں ڈالی تو بچھڑے سے ٹیں، ٹیں کی آواز آنے لگی۔ اس نے لوگوں کو کہا کہ یہ جو ٹیں، ٹیں کی آواز آرہی ہے یہی تمہارا رب ہے جو اس کے اندر بول رہا ہے۔ اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو آنے میں دیر ہوگئی ہے کیونکہ رب تو یہاں ٹیں، ٹیں کر رہا ہے۔ اور وہ کوہِ طور پر بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ ان میں ایسے بے وقوف بھی تھے جنہوں نے بچھڑے کو رب مان کر اس کی پوجا شروع کر دی کوئی اس کے رکوع میں ہے کوئی سجدہ کر رہا ہے۔ کوئی عطر لگا رہا ہے کوئی اس پر چادر چڑھا رہا ہے۔ کوئی کچھ کر رہا ہے اور کوئی کچھ کر رہا ہے۔ تو اس طرح انہوں نے (سب نے نہیں کچھ نے) بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد۔ فرمایا.........

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور تم ظالم تھے۔ کہ بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ اور وہ بچھڑا ان زیورات سے بنایا گیا تھا۔ جن کا استعمال تمہارے لئے جائز نہیں تھا تو ان سے رب تیار کرنا کس طرح جائز ہو گیا۔

تیسری شق :

کہ بنی اسرائیلی جب وادی تیہ (وادیٔ سینائی) میں پہنچے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے کوئی قانون اور ضابطہ حیات ہونا چاہیے۔ کیونکہ کوئی قوم آئین کے بغیر نہیں چل سکتی۔ پہلے ہم فرعون کے غلام تھے ان کا آئین ہم پر نافذ تھا۔ اب چونکہ ہم آزاد قوم ہیں لہٰذا اب ہمارے لئے اپنا قانون ہونا چاہیے۔ اس مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ان کو توراۃ عطا فرمائی اور یہ لوگ توراۃ کو سن کر کہنے لگے کہ اس کے احکامات تو بہت سخت ہیں اس پر ہم عمل نہیں کر سکتے۔ تو تمہارا یہ کہنا کہ ہم تو اس کو مانتے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے۔ کس طرح درست ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

رفعِ طور :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو۔ اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو اکھیڑ کر ان کے سروں پر اس طرح کھڑا کر دیا جس طرح یہ مسجد کی چھت ہمارے سروں پر ہے۔ اور کہا ہم نے..........

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑو اس کو جو ہم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی کے ساتھ وَّاسْمَعُوْا اور سنو قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور ہم نے مانا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کتاب ہم نے سن لی ہے مگر اس پر عمل نہیں کریں گے تو کیا تمہارا ایمان تمہیں یہ سبق دیتا ہے کہ وعدہ کر کے بگڑ جاؤ؟۔

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ اور پلا دی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے

کی محبت بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں بری ہے وہ چیز جس کے لئے حکم کرتا ہے تمہیں تمہارا ایمان اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو۔ کیا تمہارا ایمان تمہیں بچھڑے کی پوجا کا حکم دیتا ہے۔ اور تمہارا ایمان یہ ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دو تم کس منہ سے کہتے ہو کہ ہم اس کو مانتے ہیں۔ جو ہمارے اوپر نازل کی گئی ہے۔ پھر یہ سب کچھ کرنے کے باوجود کہتے تھے کہ آخرت کا گھر جنت تو صرف ہمارا ہے۔ چنانچہ اسی بارہ میں آگے آئے گا.........

قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى یہودیوں نے کہا کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں داخل ہوسکتا اور عیسائیوں نے کہا کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں داخل ہوسکتا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے......

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اگر ہے تمہارے لئے آخرت کا گھر عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً اللہ تعالیٰ کے ہاں خالص تمہارے ہی لئے مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ پس تم موت کی تمنا کرو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو۔ کیونکہ تمہارے اور اللہ کے درمیان صرف موت ہی حائل ہے۔ لہٰذا جلدی موت کی تمنا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! ہمیں جلدی موت دے تاکہ ہم جنت میں چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا اور وہ اس موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے۔ (کبھی بھی)۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس وجہ سے کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا

ہے۔ان کو اپنے کرتوتوں کا علم ہے۔لہٰذا یہ موت کی تمنا کبھی بھی نہیں کریں گے۔ او ر جن لوگوں نے آخرت کی تیاری کی ہوتی تھی ان کے متعلق اس مقام پر تفسیروں میں بڑے عجیب وغریب واقعات نقل کئے گئے ہیں.........

22

موت سے مؤمنین کی محبت کے واقعات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

①...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ تیروں کی بارش ہورہی تھی نماز کا وقت ہوگیا باوضو تھے گھوڑے سے چھلانگ لگادی اور اپنی چادر بچھا کر نماز شروع کر دی ان کے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا اباجی تیروں کی بارش ہورہی ہے اور آپ نے نماز شروع کردی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا......

لَا یُبَالِیْ اَبُوْكَ عَلَی الْمَوْتِ سَقَطَ اَمْ سَقَطَ عَلَیْهِ الْمَوْتُ بیٹا تیرے باپ کو کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ موت پر گرے گا یا موت اس پر گرے۔ یہ حضرات تو موت کو تلاش کررہے تھے موت اپنا کام کرے گی اور ہم اپنا کام کریں گے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

②...... حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اس طرح زخمی ہوئے کہ نیزہ بدن کے ایک طرف سے لگا اور دوسری طرف نکل گیا اور خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَةِ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ ساتھیو! مجھے مبارک دو۔ ساتھیوں نے کہا حضرت آپ کے

بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ فرمایا کہ میں تو موت سے خوش ہو رہا ہوں اَلْآنَ اَلْاَقِیْ الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَہٗ اب میری ملاقات ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دوسرے ساتھیوں سے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی موت سے محبت :

③...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایران کے ایک محاذ پر ایرانیوں کے خلاف لڑ رہے تھے رستم بن فرخ زار ایرانیوں کا بڑا قابل جرنیل تھا۔ اس نے دھمکی آمیز خط لکھا کہ دیکھو انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہوئے میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ انسانی ہمدردی کی وجہ سے تمہیں کہتا ہوں کہ تم واپس اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ یہ جو تمہارے ساتھ جوشیلے نوجوان ہیں ان کو نہ مرواؤ۔ کسی کی ماں روئے گی کسی کی بیوی روئے گی، کسی کے بچے یتیم ہوں گے، موت کے منہ میں نہ آؤ۔ اور اپنی بھیڑ، بکریاں، اونٹ جا کے چراؤ۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا، فرمایا یاد رکھو! فَاِنَّ مَعِیَ قَوْمٌ بے شک میرے ساتھ ایسی قوم ہے یُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ وہ موت کو اس طرح پسند کرتے ہیں کَمَا یُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ جس طرح (تم) عجمی (لوگ) شراب کو پسند کرتے ہو۔ ان کو موت سے ڈرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی یہ موت سے ڈرتے ہیں ؎

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

شہادت کی موت کو یہ لوگ حیات سمجھتے ہیں۔ رستم دھمکی دے کر چلا گیا اس

کے بعد دوسرا جرنیل آیا ''بامان ارمنی''۔

☆...... اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے پاس کتنے فوجی ہیں؟۔

❀...... سچے لوگ تھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی فرمایا میرے ساتھ صرف سات سو فوجی ہیں۔

☆...... اس نے کہا میرے پاس تیرہ ہزار سے زائد فوجی ہیں۔ لہٰذا تم موت کے منہ میں نہ آؤ۔ یہاں سے واپس چلے جاؤ۔

❀...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَوَاعِظٌ اَنْتَ اَمْ مُقَاتِلٌ تو ہمیں نصیحت کرنے کے لئے آیا ہے یا لڑنے کے لئے؟۔

☆...... کہنے لگا لڑنے کے لئے آیا ہوں۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے لئے پیچھے سے کمک (مدد) کہاں سے آئے گی؟۔ کیونکہ میرے پاس تیرہ ہزار فوج ہے اور پیچھے سے مزید فوج بھی آسکتی ہے۔

❀...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَمَّا فِی الْاَرْضِ فَلَا زمین سے تو ہمارے لئے کمک نہیں آئے گی۔ بلکہ آسمان سے مدد آئے گی۔

چنانچہ جنگ ہوئی سات سو نے تیرہ ہزار کو شکست فاش دی۔ کافروں کا ہزار آدمی مارا گیا۔ اور ادھر صرف سات مسلمان شہید ہوئے۔ جو جنت کا طالب ہوتا ہے وہ موت سے نہیں ڈرتا۔ تو فرمایا یہ یہودی کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ م بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو۔

یہ موت کی تمنا تو کیا کریں گے بلکہ وَلَتَجِدَنَّھُمْ اور البتہ آپ ضرور پائیں گے

ان لوگوں کو اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوۃٍ سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اوران سے بھی زیادہ حریص جنہوں نے شرک کیا۔ اور مشرکوں میں سے ایسے بھی تھے جو قیامت کے منکر تھے۔ عیسائی اور یہودی قیامت کے قائل تھے مگر ان کو اپنے ایمان کا پتہ تھا کہ اس کے نتیجے میں ہمیں وہاں جو کچھ ملنا ہے لہٰذا وہ کہتے تھے کہ اسی دنیا میں کھا، پی لو اور جو کچھ کرنا ہے یہیں کر لو۔ اس لئے کہ.........

یَوَدُّ اَحَدُھُمْ ان میں سے ہر ایک پسند کرتا ہے لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ کاش کہ اس کو ہزار سال عمر دے دی جائے وَمَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِہٖ مِنَ الْعَذَابِ حالانکہ نہیں ہے وہ عمر دور کرنے والی اس کو عذاب سے اَنْ یُّعَمَّرَ یہ کہ اگر اس کو عمر دے دی جائے۔ یعنی اگر ان کو ہزار سال عمر دے دی جائے تو کیا یہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ ابلیس لعین کتنے ہزار سال سے زندہ ہے؟ تو کیا جب وہ مرے گا عذابِ الٰہی سے بچ جائے گا۔ اور یہ بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے ان کی زبانیں حق کے خلاف بڑی تیز ہیں۔ اور ان کے اعمال بہت برے ہیں۔ لہٰذا ان کو ہزار سال عمر کا مل جانا عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اس کے مطابق ان کو بدلا دے گا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙۗ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

لفظی ترجمہ :

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں مَنْ كَانَ عَدُوًّا جو شخص دشمن ہے

لِّجِبْرِيْلَ جبرائیل (علیہ السلام) کا فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ پس بے شک اسی نے نازل کیا ہے اس قرآن کریم کو عَلٰى قَلْبِكَ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل پر بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُصَدِّقًا قرآنِ کریم تصدیق کرنے والا ہے لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں وَهُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ جو شخص دشمن ہے اللہ تعالیٰ کا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں کا وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کا وَجِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ اور جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) کا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ دشمن ہے کافروں کا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اور البتہ تحقیق ہم نے نازل کیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ صاف صاف آیتیں وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اور نہیں انکار کرتے ان آیتوں کا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ مگر نافرمان لوگ۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا اور جب کبھی وعدہ کیا انہوں نے عَهْدًا نَّبَذَهٗ وعدہ کرنا پھینک دیا اس کو فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ان میں سے ایک فریق نے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ ان میں سے اکثر ایمان

نہیں لاتے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ اور جب آیا ان کے پاس رسول مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والا ہے اس چیز کی جو ان کے پاس ہے نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ پھینک دیا ایک گروہ نے ان میں سے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب دی گئی كِتٰبَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں کے پیچھے كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔

شانِ نزول، فدک کا باغ :

ان آیات کا شانِ نزول اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے قریب تین دن کی مسافت پر ایک مقام تھا جس کا نام تھا ''فدک'' یہاں پر کھجوروں کے باغ بھی تھے۔ رافضیوں نے جس باغ فدک کی رَٹ آج تک لگائی ہوئی ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے غصب کر کے اہلِ بیت کا حق مارا ہے۔ وہ باغ اسی علاقہ ''فدک'' میں تھا اسی وجہ سے اس کو ''باغ فدک'' کہتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مالک نہیں تھے بلکہ وہ مال وقف تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متولی تھے۔ اس کی آمدنی سے آپ اپنے گھر کا خرچہ بھی چلاتے تھے اور اصحاب صفہ (رضی اللہ عنہم) آپ کے مدرسہ کے جو طالب علم تھے ان پر بھی خرچ کرتے تھے اور مساکین اور ضرورتمندوں پر بھی

خرچ کرتے تھے۔ اور مہمانوں کی خدمت بھی اس سے کرتے تھے۔ تو وہ آنحضرت ﷺ کی ملکیت نہیں تھا کہ وراثت میں حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو ملتا۔ بلکہ آپ کی ملکیت بھی ہوتا تو ان کو نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ کے مال میں وراثت نہیں چلتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے.........

نَحْنُ مَعْشَرُ الْأَنْبِيَاءِ لَانُوْرِثُ وَلَانُوْرَثُ مَاتَرَكْنٰهُ صَدَقَةٌ ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ، خیرات ہوتا ہے۔ بلا وجہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتے ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان حضرات نے یہ باغ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ دے کر اہلِ بیت کا حق مارا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تو ان کو یہ حق نہیں دیا۔ کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور تقریباً چار سال خلیفہ رہے۔ ان کو اختیار تھا۔ اگرچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو فوت ہو چکی تھیں مگر ان کی اولاد تو موجود تھی۔ یہ باغ ان کی اولاد کے حوالے کر دیتے۔ مگر انہوں نے اولاد کو نہ دیا۔ تو پھر جس طرح اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نہ دے کر ظالم ٹھہرے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس ظلم میں برابر کے شریک ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ رافضیوں کا نظریہ بالکل غلط اور بے سروپا ہے تو خیر یہ فدک کا مقام بڑا مشہور تھا اور اس کی شہرت کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے علاقہ میں یہودیوں کا سب سے بڑا عالم جس کا نام عبداللہ بن صوریا تھا وہ اس علاقہ میں رہتا تھا۔ ایک آنکھ سے کانا تھا۔ اور بڑا شریر قسم کا آدمی تھا۔ چونکہ اپنے مذہب کا بڑا پیشوا تھا

اور لوگ دور دراز سے اس کو ملنے کے لئے آتے تھے یہ لوگوں کو الٹی سیدھی باتیں پڑھا سکھا کر بھیجتا کہ جا کر نبی سے یہ سوال کرو۔ اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے یہ سوال کرو۔ عمر (رضی اللہ عنہ) سے یہ سوال کرو۔

فدک میں یہودیوں کا ''بیت المدارس'' کے نام پر ایک کالج تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کالج میں تشریف لے گئے کہ ان میں سے جو لوگ خود میرے پاس نہیں آتے اور میں بھی تعلیم یافتہ لوگوں میں اپنا پروگرام پیش کروں تاکہ حجت تمام ہو جائے۔ اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے علم میں نہیں تھا اتفاق کی بات ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ابن صوریا بھی کالج میں تھا سوال و جواب شروع ہوئے۔ ہر بات میں وہ لاجواب ہوا۔

آخر میں کہنے لگا اچھا بتاؤ کہ تمہاری طرف وحی کون سا فرشتہ لاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جبرئیل علیہ السلام'' کہنے لگا یہ تو ہمارا دشمن ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہماری چغلیاں کھاتا ہے۔ کہ ان کے بڑوں کے کئے ہوئے کرتوت بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیتا ہے۔ اگر جبرائیل علیہ السلام کی جگہ میکائیل علیہ السلام ہوتے جن کے ذمہ بارشوں کا نظام ہے تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آتے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ جو شخص دشمن ہے جبرائیل (علیہ السلام) کا۔

''جبرائیل'' کا معنیٰ :

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جِبْرٌ'' جیم کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھ

سکتے ہیں۔اور ''جَبر'' جیم کے فتحہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ''جِبر'' کا معنیٰ عبرانی زبان میں ''بندہ'' ہے۔اور ''اِیل'' کا معنیٰ ''اللہ'' ہے۔تو ''جبریل'' کا معنیٰ ''عبداللہ'' ہوا۔میکائیل کا معنیٰ بھی عبداللہ ہے۔کیونکہ ''میک'' کا معنیٰ ''عبد'' اور ''ایل'' کا معنیٰ ''اللہ'' ہے۔اسی طرح اسرافیل کا معنیٰ بھی ''عبداللہ'' ہے۔یہ تینوں معانی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں بیان فرمائے ہیں۔اور عزرائیل (علیہ السلام) کا نام کسی حدیث کی کتاب میں نہیں آیا۔قرآنِ کریم میں ''ملک الموت'' کا لفظ آیا ہے۔

البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدث ہیں انہوں نے فتح الباری میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے عزرائیل نام نقل فرمایا ہے۔تو تینوں کی مناسبت سے معلوم ہوتا ہے کہ ''عزرائیل'' کا معنیٰ بھی ''عبداللہ'' ہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دو دفعہ دیکھا ہے۔

۱)...... ایک دفعہ زمین پر۔

۲)...... اور دوسری مرتبہ معراج کی رات آسمانوں پر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور انہوں نے سارے افق کو گھیرا ہوا تھا۔ان دو مرتبہ کے علاوہ جب بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ہیں یا تو حضرت ''دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ'' کی شکل میں یا پھر کسی دیہاتی کی شکل میں تشریف لاتے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

یہود کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دشمنی :

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ جو شخص دشمن ہے جبرائیل (علیہ السلام) کا فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ پس بے شک اسی نے نازل کیا ہے اس قرآن کریم کو عَلٰى قَلْبِكَ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل پر بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اس کے ساتھ کسی کی دشمنی کا کیا جواز ہے؟۔ وہ تو کلامِ الٰہی آپ کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل کرتا ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاتا ہے۔ خواہ وہ حکم آپ کی موافقت میں جائے یا مخالفت میں۔ اس میں اس کا کیا قصور ہے؟۔ وہ تو سفیر محض ہے۔ سفیر سے کیا دشمنی دنیا میں بھی کسی کے قاصد اور سفیر کے ساتھ لڑنا نادانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت بھی بین الاقوامی قانون یہی تھا کہ سفیروں کو کچھ نہ کہا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ''ثمامہ بن اثال'' اور ''عبداللہ بن نواحہ'' آئے۔

❀ ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟۔

☆ ...... کہنے لگے ہم ''یمامہ'' سے آئے ہیں۔ ''یمامہ'' عرب کے ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے۔ وہاں کے ایک بڑے رئیس مسیلمہ کذاب خبیث نے نبوۃ کا دعویٰ کیا تھا۔ تو کہنے لگے کہ ہم ''یمامہ'' سے آئے ہیں ہمیں ہمارے نبی ''مسیلمہ'' نے بھیجا ہے۔ اس کا پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے کے لئے آئے ہیں۔

اس نے کہا ہے کہ تم میرے ساتھ صلح کرلو اس طرح کہ شہری علاقے کے تم نبی اور دیہاتی علاقوں کا میں نبی ہوں یا تم مجھے لکھ دو کہ تمہاری وفات کے بعد میں نبی ہوں گا۔ اور تمہارا خلیفہ ہوں گا۔

❀ ...... آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ وہ حقیقتاً سچ، سچ نبوۃ کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور تم اس کے ماننے والے ہو؟۔

☆ ...... کہنے لگے: ہاں!

❀ ...... ابوداؤد شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَوْ لَا اَنَّ الرُّسُلَ لَاتُقْتَلُ لَقَتَلْتُکُمَا اگر بین الاقوامی طور پر یہ قانون نہ ہوتا کہ قاصدوں اور سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا میں تمہیں قتل کر دیتا اس قول کی وجہ سے کہ تم مسیلمہ کو نبی مانتے ہو۔ کیونکہ ختم نبوۃ کا منکر قاعدے کے مطابق واجب القتل ہے۔

منکر ختم نبوۃ کی سزا:

وقت گزر گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر مقرر ہوئے ایک دن کوفے کے چوک میں تشریف لائے۔ ایک آدمی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔ حالانکہ کھڑے ہونے کا نہ ہی معمول تھا اور نہ ہی عادت تھی۔ اور نہ ہی اس طرح غور سے دیکھتے تھے۔ اچھی طرح قریب سے جاکر دیکھا اور فرمایا..........

❀ ...... بھائی جی! آپ کا نام کیا ہے؟۔

☆ ...... اس نے بتایا کہ میرا نام "عبداللہ بن نواحہ" ہے۔

❀ ...... فرمایا تم آنحضرت ﷺ کے دور میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے؟۔

☆ ...... کہنے لگا، ہاں! میں تھا اور میرے ساتھ ایک اور ساتھی تھا ہم اپنے نبی

مسیلمہ (کذاب) کا پیغام لے کر آئے تھے۔

❀...... فرمایا: اب بھی تو مسیلمہ کو نبی مانتا ہے؟۔

☆...... کہنے لگا، ہاں! اب بھی اس کو نبی مانتا ہوں۔

❀...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے کارندوں کو حکم دیا خُذُوْہُ اس کو پکڑو۔ چنانچہ اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ فرمایا: اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ تو قاصد اور سفیر تھا۔ آج تو قاصد نہیں ہے۔ اپنے اس گندے عقیدے سے توبہ کر لے ورنہ میں تیرا سر قلم کرا دوں گا۔

☆...... اس نے کہا کہ عقیدہ تو کوئی نہیں چھوڑتا۔ (جس طرح آج کل قادیانی ڈٹے ہوئے ہیں)۔

❀...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے کارندوں کو حکم دیا کہ سولی گاڑھ دو۔ حالانکہ نہ تو اس کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور نہ ہی اس نے بیڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ چوراہے پر اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ کہ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کی یہ سزا ہے۔

لیکن نوجوانو یاد رکھنا! یہ سزا دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ شریعت عوام کو اجازت نہیں دیتی کہ جو کافر ہو، مرتد ہو اس کو قتل کر دو۔ اور چور کے ہاتھ کاٹ دو۔ زانی (اگر شادی شدہ ہے تو اس کو) سنگسار کر دو۔ اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو کوڑے مارو۔ اور شرابی کو کوڑے مارو۔ عوام اس کی مجاز نہیں ہے اگر از خود کوئی ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ تو جبرائیل علیہ السلام تو سفیر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دل پر قرآن اتارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قرآنِ کریم تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور ہے ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے۔ ماننے والوں کو رب تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔ فرمایا............

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ جو شخص دشمن ہے اللہ تعالیٰ کا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں کا وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کا وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ اور جرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) کا۔ ان دونوں فرشتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا حالانکہ ملائکہ میں یہ بھی شامل ہیں کیونکہ ابن صوریا نے ان کے نام لئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ پس بے شک اللہ تعالیٰ دشمن ہے کافروں کا۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے ہیں اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے فرشتوں کا انکار کرتے ہیں۔ جرائیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں حدیث قدسی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں............

اولیاء اللہ کی توہین پر اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ :

مَنْ عَادٰى وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزْتُهٗ بِالْحَرْبِ جو شخص میرے دوست کے ساتھ دشمنی کرے گا میرا اس کو جنگ کا الٹی میٹم ہے۔ یاد رکھنا! کوئی آدمی اللہ والوں کے ساتھ عداوت کر کے سکون میں نہیں رہا۔

''بہاری'' اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

بہاریوں کی ذلت تمہارے سامنے ہے کہ در بدر ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ نہ بنگلہ دیش ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے اور نہ پاکستان۔ ان بہاریوں نے اللہ تعالیٰ کے ولی ''مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ'' کی توہین کی تھی۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ صوبہ بہار میں ایک مقام تھا ''بھاگل پور'' حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تقریر کرنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت لیگ اور کانگرس کا بڑا زور تھا۔ ان بہاریوں نے حضرت کو اسٹیشن پر روک لیا اور کہا کہ ہم تمہاری تقریر نہیں سنتے۔

حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے نہ سنو، مگر مجھے اپنے دوستوں کو تو ملنے دو۔ یہ لوگ بدتمیزی پر اتر آئے اور وہیں اسٹیشن پر حضرت کی ڈاڑھی میں شراب ڈالی تھی۔ اختلافِ رائے ہوتا رہتا ہے۔ رائے کے ساتھ اختلاف کرو۔ مگر توہین کا کیا مطلب ہے؟۔ اس اللہ والے کی ناقدری کا نتیجہ بھگت رہے ہیں اور ذلیل وخوار ہوتے پھر رہے ہیں۔

قیامِ پاکستان اور بزرگوں کی پیش گوئی، تجاویز:

دیکھو! بات آئی گئی ہوگئی۔ تو یہ بھی سمجھ لو کہ اصولی طور پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ملک کی تقسیم کے قائل نہیں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اور حقیقت ہے کہ دس سال بعد تمہیں اقرار کرنا پڑا کہ ان حضرات نے جن خرابیوں کی نشاندہی کی تھی وہ اسی طرح سچ ثابت ہوئی ہیں۔

بہرحال حضرت تقسیم ہند کے قائل نہیں تھے۔ مگر جب پاکستان بننے کا فیصلہ

ہوگیا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے ''رفیع قدوائی'' کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ''محمد اسماعیل نواب آف چتاری'' کے پاس یہ اس وقت ہندوستان میں مسلم لیگ کا بہت بڑا لیڈر تھا۔ اور صوبے کا امیر تھا۔ پیغام یہ بھیجا تھا کہ بھائی! تم مقدمہ جیت گئے اور ہم ہار گئے۔ مگر ہماری ایک بات تم مان لو اور فیصلہ کرنے والوں تک یہ بات پہنچاؤ۔ کیونکہ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ آپ چونکہ صوبے کے امیر ہیں۔ لہٰذا ہماری یہ بات وہاں تک پہنچادو وہ یہ کہ پاکستان کے لئے دہلی تک کا رقبہ لے لینا اور بنگال نہ لینا۔ یہ بنگالی تمہارے ساتھ تیس سال بھی نہیں رہیں گے۔ انہوں نے یہ بات سہارن پور میں خطبے کے دوران بھی کہی تھی میں خود اس خطبے میں موجود تھا ان کی تقریر کانوں سے سنی تھی۔

جو بزرگوں نے کہا تھا وہ حقیقت ثابت ہوا ان کا وہ خطبہ پاکستان میں طبع نہیں ہوسکتا یہاں پابندی ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''ہندوستان میں مسلمانوں کی خیر نہیں اور پاکستان میں اسلام کی خیر نہیں ہوگی''۔ خیر بات دور چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:.........

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ اور البتہ تحقیق ہم نے نازل کیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف صاف صاف آیتیں وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ اور نہیں انکار کرتے ان آیتوں کا مگر نافرمان لوگ اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا اور جب کبھی وعدہ کیا انہوں نے عَهْدًا نَّبَذَهٗ وعدہ کرنا۔ پھینک دیا اس کو فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ان میں سے ایک فریق نے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور جب آیا ان کے پاس رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے (یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والا ہے اس چیز کی جو ان کے پاس ہے۔تورات، زبور، انجیل اور دیگر صحیفے۔

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ پھینک دیا ایک گروہ نے ان میں سے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب دی گئی كِتٰبَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں کے پیچھے۔یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات سے روگردانی کی اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کسی درجے میں بھی تسلیم کرتے تو خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لے آتے۔کیونکہ ان کی کتابوں میں آخری پیغمبر کا ذکر موجود ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

اَلرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ (پارہ : ۹)۔جو رسول نبی امی ہے جس کو وہ لکھا ہوا پاتے ہیں تورات اور انجیل میں۔آج بھی آپ ﷺ کی آمد کی بشارتیں ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔باوجودیکہ پادریوں نے بڑی تحریفات کی ہیں بلکہ جن کتابوں میں آپ ﷺ کا ذکر مبارک صراحت کے ساتھ موجود ہے ان کو ماننے کے لئے ہی تیار نہیں ہیں کہ یہ ہماری کتابیں ہیں۔

''انجیل برنباس'' اور عیسائی :

چنانچہ انجیل ''برنباس'' جس کا اردو نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ہماری کتاب نہیں ہے۔ بھائی! یہ تمہاری کتاب کیوں نہیں ہے؟۔''برنباس'' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہیں۔یہ ان کی مرتب کی ہوئی ہے اس

لئے اس کا نام ''انجیل برناباس'' ہے۔ اور ''متی، لوقا، مرقس اور یوحنا'' تو تابعی ہیں۔ تابعین کی جمع کی ہوئی اناجیل منظور اور صحابی کی منظور کی ہوئی انجیل نامنظور۔ یہ کیا بات ہوئی؟۔

نامنظور کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس میں صاف اور صریح الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''لوگ مجھے رب کا بیٹا اور شریک بنائیں گے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ آ کہ میری صفائی دیں گے۔ بس ان الفاظ کی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ ہماری کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے عیسائیت پر ضرب کاری لگتی ہے اور انجیل برناباس میں دو جگہوں پر صاف لفظ ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو فرمایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔

کَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں اور ان میں یہ تمام باتیں لکھی ہوئی ہیں۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ

سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ

الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

ۗ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ

مَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَ

مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ

مِنْ خَلَاقٍ ؕ قف وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا

وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا

یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاتَّبَعُوْا اوران لوگوں نے پیروی کی مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ اس چیز کی جو پڑھتے تھے جنات عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ سلیمان (علیہ السلام) کے عہد حکومت میں وَمَا کَفَرَ سُلَیْمَانُ اور نہیں کفر کیا سلیمان (علیہ السلام) نے وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا اور لیکن جنات اور شیطانوں نے کفر اختیار کیا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو۔

وَمَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ اور وہ چیز جو اتاری گئی دو فرشتوں پر بِبَابِلَ بابل (شہر میں) ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ہاروت اور ماروت (علیہما السلام پر) وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ اور وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے تھے حَتّٰی یَقُوْلَآ یہاں تک کہ وہ دونوں کہتے تھے اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ بے شک ہم آزمائش ہیں فَلَا تَکْفُرْ پس تو کفر اختیار نہ کر۔

فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْھُمَا پس سیکھتے تھے لوگ ان دونوں سے مَا یُفَرِّقُوْنَ بِہٖ تفریق کرتے تھے اس کے ذریعے بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِہٖ مرد اور عورت کے درمیان وَمَا ھُمْ بِضَارِّیْنَ بِہٖ اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے جادو کے ذریعے مِنْ اَحَدٍ کسی کو اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ مگر

اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ اور سیکھتے ہیں مَا يَضُرُّهُمْ وہ چیز جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے وَ لَا يَنْفَعُهُمْ اور ان کو نفع نہیں دیتی وَلَقَدْ عَلِمُوْا اور البتہ تحقیق وہ جانتے ہیں لَمَنِ اشْتَرٰهُ البتہ وہ شخص جس نے جادو کو حاصل کیا مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ نہیں ہے اس کے لئے آخرت میں مِنْ خَلَاقٍ کچھ حصہ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اور البتہ بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ جانتے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا اور اگر بے شک وہ لوگ ایمان لے آتے وَاتَّقَوْا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ البتہ بدلا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتر لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ لوگ جانتے۔

جادو کی شرعی حیثیت :

دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان میں بعض کا تعلق تو اسباب کے ساتھ ہے کہ وہ اسباب کے ذریعے معرضِ وجود میں آتی ہیں۔ مثلاً چھری کے ذریعہ گلا کاٹنے سے آدمی مرجاتا ہے۔ سینے میں گولی لگنے سے آدمی مرجاتا ہے۔ بعض دوائیں مفید ہوتی ہیں کہ ان کے کھانے سے اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ اور زہر کا کھانا موت کا سبب ہے۔ غرضیکہ بہت سی چیزیں ہیں کہ جن کا تعلق اسباب کے ساتھ ہے۔

جادو بھی اسی قسم سے ہے کہ جس کا تعلق اسباب کے ساتھ ہے اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اسباب سے بالاتر ہوتی ہیں۔ ظاہری طور پر ان کا اسباب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ صرف رب تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ اور وہ ہو جاتی ہیں۔

معجزہ اور جادو میں فرق :

جیسے معجزہ اور کرامت۔ معجزہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔ معجزہ پیغمبر کا ذاتی فعل نہیں ہوتا۔ اور کرامت ولی کا ذاتی فعل نہیں ہوتا۔ اور اگر ذاتی فعل ہو تو جب چاہیں کر لیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اسی طرح اگر ذاتی فعل ہے تو اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب نبوۃ عطا فرمائی تو ''ید بیضاء'' اور ''عصا مبارک'' والا معجزہ بھی عطا فرمایا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی پھینک دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی پھینکی تو وہ سانپ بن گئی۔ رات کا وقت تھا مگر وہاں اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی تھی۔ جب سانپ بن گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کیا، کیا؟..........

وَلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا کہ یہ سانپ ہے اس سے بچنا چاہیے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی سمجھ آ گیا کہ موذی چیز سے بچنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام سے زیادہ مضبوط ایمان کس کا ہو سکتا ہے؟۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا......

اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اس کی طرف متوجہ ہوں اور ڈریں نہ، خوف نہ کریں۔ خُذْهَا اس کو پکڑ لیں۔ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى

ہم اس کو پہلی حالت میں بدل دیں گے۔ یہ بھی لاٹھی بن جائے گی اگر موسیٰ علیہ السلام کا اختیاری فعل ہوتا تو ڈر کر بھاگتے کیوں؟۔ تو جس طرح معجزہ نبی کا ذاتی فعل نہیں ہوتا اسی طرح کرامت ولی کا ذاتی فعل نہیں ہوتا۔

چنانچہ تیسرے پارے میں آتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بچی تھیں۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے مکان پر چوبارہ تھا اس کو جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ بڑا ہوا دار تھا۔ یہ اسی چوبارہ میں رہتی تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب کہیں تشریف لے جاتے تو تالا لگا کر جاتے تھے وہ اندر کھیلتی رہتی تھیں۔ اور جب واپس آئے........

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ جب بھی حضرت زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس واپس آتے تو ان کے پاس بے موسم کے پھل دیکھتے اور پوچھتے **أَنّٰى لَكِ هٰذَا؟** یہ تجھے کہاں سے ملے ہیں؟۔ **قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ** وہ فرماتیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ یہ ان کی کرامت تھی کیونکہ دروازہ بند ہے، تالا لگا ہوا ہے مگر بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ان کا ذاتی فعل نہیں تھا۔ تو معجزے اور کرامت کا اسباب کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا اور جادو کا اسباب کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

اس مقام پر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جادو کی تیرہ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اور وہ تمام کی تمام ناجائز اور حرام ہیں۔ شیطانوں سے مدد لی جاتی ہے جو کہ غیر اللہ سے استعانت ہے وغیرہ، وغیرہ سب حرام ہیں۔ بلکہ اگر کوئی جائز کام دوسروں کو بلاوجہ نقصان پہنچانے کے لئے ہو تو وہ بھی جادو کی قسم ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادو کا الزام :

یہودیوں اور عیسائیوں کے مولوی اور پیر جادو کرتے تھے اور اس کے ذریعے جب کرتب کرتے، عوام کو کہتے کہ یہ ہماری کرامت ہے۔ عوام بڑے سطحی ذہن کے لوگ ہوتے ہیں۔ عجیب و غریب قسم کی چیزیں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ واقعی یہ ''پہنچے'' ہوئے ہیں۔ انہوں نے بے حساب عوام کے ذہن بگاڑ دیئے تھے۔

پھر اس جادو کی لڑی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ملاتے کہ یہ ان سے نقل ہوتا ہوا چلا آرہا ہے۔ حالانکہ وہ تو معصوم پیغمبر تھے۔ وہ ایسا برا کام کب کر سکتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید فرمائی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے..........

وَاتَّبَعُوْا اور ان لوگوں نے پیروی کی مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ اس چیز کی جو پڑھتے تھے جنات عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ سلیمان (علیہ السلام) کے عہد حکومت میں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں، جنوں، جانوروں اور پرندوں پر بادشاہی کا حق عطا فرمایا تھا اور وہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں بھی جانتے تھے۔ اور اس زمانے میں جنات، انسانوں کو نظر آتے تھے اور جادو کرتے تھے تو یہودیوں کے مولویوں اور پیروں نے اس جادو کی پیروی کی ہے۔ جو جنات پڑھتے تھے اور یہ تو کفر ہے۔

وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ اور نہیں کفر کیا سلیمان (علیہ السلام) نے وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا اور لیکن جنات اور شیاطین نے کفر اختیار کیا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو۔ اور جادو کفر ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جادو نہ سیکھا نہ سکھایا۔ یہ چیزیں جنات اور شیاطین سے نقل ہوتی آرہی ہیں۔

کرامت اور معجزے کا بھی ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور جس آدمی سے کوئی عجیب وغریب چیز ظاہر ہو اس کو ولی نہ سمجھ لینا اور اگر عجیب وغریب چیز کا ظاہر ہونا ولایت کی دلیل ہے تو پھر دجال تو رَئِیْسُ الْاَوْلِیَاءْ ہوگا۔ کہ اس جیسی عجیب وغریب حرکتیں کون کر سکتا ہے؟۔ وہ بارش برسنے کا حکم دے گا، بادل اکٹھے ہوں گے اور بارش برسانی شروع کر دیں گے۔ زمین پر پاؤں مارے گا زمین سونا، چاندی اگل دے گی۔ اور چیزوں کو اپنے پیچھے چلنے کا اشارہ کرے گا ساری چیزیں اس کے پیچھے چل پڑیں گی۔

لہٰذا کسی سے عجیب وغریب چیزوں کا ظاہر ہونا اس کے ولی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ دیکھیں گے کہ مومن ہے یا کافر؟۔ اگر مومن ہے تو پھر دیکھیں گے کہ شریعت کا پابند ہے یا نہیں؟ اگر شریعت کا پابند نہیں ہے تو پھر ولی نہیں ہے اگر شریعت کا پابند ہے اور اس کے ہاتھ پر کوئی چیز خلافِ عادت ظاہر ہوئی ہے تو وہ کرامت ہوگی۔

ہاروت و ماروت علیہما السلام کا قصہ :

وَ مَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ اور وہ چیز جو اتاری گئی دو فرشتوں پر بابل (شہر میں) هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ہاروت اور ماروت (علیہما السلام پر)۔ بابل ملک عراق کا ایک بہت بڑا شہر تھا اور اس کی خاصی آبادی تھی۔ بابل شہر میں جادو کا بڑا زور تھا جس طرح آج کل کراچی ٹھگوں سے بھرا پڑا ہے۔ لوگوں سے فراڈ کر کے پیسے بٹورتے ہیں اور لوگ بے وقوف ہیں دیتے ہیں، اور صرف کراچی ہی نہیں اور بہت سی جگہیں ہیں، گکھڑ بھی خالی نہیں ہے۔

یادرکھنا! جادو کرنا اور کرانا قطعاً جائز نہیں ہے جائز طریقے سے جن میں شرعی قباحت نہ ہو دم اور تعویذات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے پاس بھی مرد، عورتیں تعویذ لینے کے لئے آتے ہیں۔ تعویذ لینے کے بعد عورتیں فیس پوچھتی ہیں میں کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا نہیں ہے۔ اگر کوئی خوشی کے ساتھ کچھ دے جائے تو رد بھی نہیں کرتا۔ بڑی حیران ہوتی ہیں کہ فلاں مولوی صاحب نے تو ہم سے پانچ سو روپیہ مانگا ہے۔ اور فلاں نے تین سو مانگا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی سبق دیا ہے۔ الحمد للہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے ہم اسی پر عمل کر رہے ہیں۔

بہرحال بابل شہر میں جادو کا بڑا زور تھا یہودیوں کے مولوی اور پیر کرتے تھے اور اس کو اپنی کرامتوں کا نام دیتے تھے کہ یہ ہماری کرامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جادو اور کرامت میں فرق بتانے کے لئے دو فرشتوں ہاروت اور ماروت علیہما السلام کو نازل فرمایا۔ وہ فرشتے مجمع لگا لیتے تھے اور لوگوں کو کہتے کہ بھائی یہ تمہارے مولوی اور پیر جو کام کر رہے ہیں یہ جادو ہے۔ ان کے قریب نہ جاؤ۔ یہ کرامتیں نہیں ہیں۔ لوگ کہتے کہ تم تو جادو جانتے نہیں ہو لہٰذا تم کس طرح کہتے ہو کہ یہ جادو ہے۔ وہ کہتے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں جادو کا علم دیا ہے۔ اور بتا بھی سکتے ہیں مگر وہ کفر ہے۔ اس لئے تم جادو نہ سیکھو اور اگر تم اصرار کرو گے تو ہم تمہیں سکھا بھی دیں گے۔ مگر ہم آزمائش اور امتحان ہیں۔ تمہاری آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ اور وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے تھے حَتّٰى يَقُوْلَآ یہاں تک کہ وہ دونوں کہتے تھے اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ بے شک ہم

آزمائش ہیں فَلَا تَكْفُرْ پس تو کفر اختیار نہ کر۔ مگر اس کے باوجود لوگ ان سے سیکھتے تھے اور انہوں نے لوگوں کو کچھ چیزیں بتائیں جو منتقل ہوتی آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا پس سیکھتے تھے لوگ ان دونوں سے مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ تفریق کرتے تھے اس کے ذریعے مرد اور عورت کے درمیان۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر:

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''جادو کا یہ اثر ہے کہ بندے کا گدھا اور گدھے کا بندہ بن جائے''۔ اور ان فرشتوں کے متعلق عجیب قسم کی کہانیاں تفسیروں میں موجود ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

مثال کے طور پر ایک کہانی یہ بھی لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں انسانی خواہشات رکھیں۔ ان فرشتوں کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی یہ اس کے پیچھے لگ گئے اور اس عورت سے نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے درخواست کی۔ اس عورت نے خواہش کی تکمیل کے لئے یہ شرط لگائی کہ مجھے اسم اعظم سکھا دو۔ جسے تم پڑھ کر آسمانوں پر چلے جاتے ہو اور واپس آجاتے ہو۔ فرشتوں نے اس عورت کو اسم اعظم سکھا دیا پھر اس عورت نے کہا کہ میرے ساتھ یہ لڑکا ہے اس کو قتل کر دو ورنہ یہ راز فاش کر دے گا۔

فرشتوں نے ایسا کرنے سے معذرت کی۔ تو عورت نے کہا اچھا یہ شراب پی لو، بڑی لذیذ ہے۔ فرشتوں نے شراب پی لی۔ اور نشے میں آکر انہوں نے لڑکے کو

قتل کر دیا اور زنا کے بھی مرتکب ہوئے۔ اور عورت اسم اعظم پڑھ کر اوپر چلی گئی اور زہرہ ستارہ بن گئی۔ اور ان کو سزا کے طور پر بابل شہر کے ایک کنویں میں الٹا لٹکا دیا گیا۔ تاکہ یہ سزا بھگتیں۔ حاشا وکلا۔ قطعاً کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہ یہودیوں کی گھڑی ہوئی کہانیاں اور خرافات ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے اور آزمائش کے طور پر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کا ذہن صاف کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ رشوت خوروں کو پکڑنے کے لئے ''انٹی کرپشن'' والے نوٹوں پر دستخط کر کے دیتے ہیں کہ یہ نوٹ تم رشوت کے طور پر دو جب وہ دے دیتے ہیں تو چھاپہ مار کر پکڑ لیتے ہیں۔ تو یہ رشوت جو دی گئی ہے یہ بدکاروں کو پکڑنے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح ان کی برائی کو واضح کرنے کے لئے فرشتے بھیجے گئے تھے ایسا نہیں ہے کہ وہ انسان بن گئے تھے اور ان میں انسانی خواہشات پیدا ہوگئی تھیں۔ اور پھر وہ گناہ میں مبتلا ہوگئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

☆ فرشتوں کی صفت ہے.........

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ رب تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ فرمایا.........

وَمَا ھُمْ بِضَآرِّیْنَ بِہٖ مِنْ اَحَدٍ اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے جادو کے ذریعے کسی کو اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو جادو بھی کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ ہر چیز میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

دیکھو! آگ کا کام ہے جلانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں ڈالا گیا وہ آپ علیہ السلام کے بدن کا ایک بال بھی نہ جلا سکی۔ کیونکہ جلانے کا نہیں بلکہ گل گلزار

ہونے کا حکم تھا۔ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجانے کا حکم تھا۔ اسی طرح ہوگئی۔

زہر کے اندر اللہ تعالیٰ نے مارنے کا اثر رکھا ہے۔ مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چلو بھر کر پھانک لیا ان کو کچھ بھی نہ ہوا۔ الٹا ان کا نزلہ، زکام ختم ہوگیا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ صحت مند ہوگئے۔ حالانکہ وہ اتنی تیز تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس میں اثر رکھتے تو ایک ذرّے سے مرجاتے۔ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَيَتَعَلَّمُوْنَ اور سیکھتے ہیں مَا يَضُرُّهُمْ وہ چیز جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ دوسرے نقصان کے علاوہ جادو سیکھنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ کفر سے بڑا کیا نقصان ہوسکتا ہے؟ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ اور ان کو نفع نہیں دیتی۔ چلو مالی طور پر کچھ نفع ہو بھی گیا تو اس کا کیا فائدہ؟ کافر بن کر حاصل کیا۔ فرمایا.........

وَلَقَدْ عَلِمُوْا اور البتہ تحقیق وہ جانتے ہیں لَمَنِ اشْتَرٰهُ البتہ وہ شخص جس نے جادو کو حاصل کیا مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ نہیں ہے اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اور البتہ بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ جانتے۔ کہ دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے بدلے کافر بن گئے، ایمان ضائع ہوگیا، آخرت برباد ہوگئی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا اور اگر بے شک وہ لوگ ایمان لے آتے وَاتَّقَوْا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور کفر شرک سے بچتے لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ البتہ بدلا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتر لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ لوگ

جانتے۔اور آخرت کے نقصان سے بچتے۔

''فال'' نکلوانے کا حکم :

مسئلہ ایک دفعہ پھر سمجھ لیں کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کے لئے جتنے عمل کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی جادو کی ایک قسم ہے۔ان کو جائز سمجھ کر کرانے والا بھی کافر اور کرنے والا بھی کافر اور اس کے ذریعے جو کمائی ہے وہ بھی حرام ہے۔اور یہی حکم ہے ''فال'' والوں کا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے فال نکلوائی فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پس اس نے انکار کر دیا اس کا جو کچھ نازل کیا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

اسی طرح شریعت کی رو سے وہ کافر ہو گیا۔اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کیا تو اس کے بعد جو بچے پیدا ہوں گے وہ حرامی ہوں گے۔اور عموماً عورتیں اس میں زیادہ مبتلا ہیں آپ کا فرض ہے کہ ان کی اصلاح کریں۔اللہ پاک ہمیں احکامِ شرعیہ پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (امین)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۰۸﴾

لفظی ترجمہ :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا تم رَاعِنَا نہ کہو وَقُوْلُوا انْظُرْنَا اور اُنْظُرْنَا کہو وَاسْمَعُوْا اور سنو وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا نہیں پسند کرتے وہ لوگ جو کافر ہیں مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہلِ کتاب میں سے وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اور نہ مشرکوں میں سے اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ یہ کہ اتاری جائے تم پر کوئی بھلائی مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ جو منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو اَوْ نُنْسِهَا یا ہم اس کو مٹا دیتے ہیں نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ تو ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں اَوْ مِثْلِهَا یا اس جیسی اَلَمْ تَعْلَمْ کیا آپ نہیں جانتے؟ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

قادر ہے۔

24

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ کہ سوال کرو تم اپنے رسول (ﷺ) سے كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ جس طرح سوال کیا گیا موسیٰ علیہ السلام سے اس سے پہلے وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ اور جو شخص تبدیل کرے گا کفر کو بِالْاِيْمَانِ ایمان کے ساتھ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پس تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔

ربط :

ان آیات کا ماقبل کے ساتھ ربط واضح ہے کہ یہود و نصاریٰ کی شرارتوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ ان آیات میں بھی ان کی ایک شرارت کا ذکر ہے۔ کہ وہ آنحضرت ﷺ اور ایمان والوں کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے تھے ان میں شہری بھی ہوتے تھے اور دیہاتی بھی، تعلیم یافتہ بھی اور ان پڑھ بھی، ذہین، غبی اور متوسط ذہن کے لوگ بھی ہوتے تھے۔ اور ہر مجلس میں ہر طرح کے آدمی موجود ہوتے ہیں۔

سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک جیسا پیدا نہیں فرمایا۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ کلام کے شروع ہوتے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ متکلم کیا کہنا چاہتا ہے؟۔ اور بعضے کلام ختم ہونے کے بعد سمجھتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں کہ سارا بیان ختم ہونے کے بعد بھی ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔

یہودیوں کی لفظی تحریف :

چونکہ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر طرح کے آدمی ہوتے تھے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی اور کہا رَاعِنَا حضرت ہماری رعایت فرمانا۔ کہ بیان ایسے طریقے سے ہو کہ دیہاتی بھی سمجھ لیں اور شہری بھی۔ پڑھے لکھے بھی اور اَن پڑھ بھی، ذہین بھی اور درمیانے ذہن کے بھی۔ لفظ بھی صحیح تھا رَاعِنَا اور مراد بھی صحیح تھی۔

مگر یہودی اس لفظ سے غلط مراد لیتے تھے کہ ان کی لغت میں رَاعِنَا، رَعُوْنَتْ سے احمق اور جاہل کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ وہ رَاعِنَا بولتے اور آپس میں ہنستے کہ ہم نے محمد ﷺ کو احمق اور جاہل کہا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اس طرح بھی شرارت کرتے تھے کہ رَاعِنَا کے لفظ کو ذرا کھینچ کر رَاعِیْنَا بولتے تھے یعنی ''ہمارا چرواہا''۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

صحیح الفاظ کی غلط تعبیر :

اسی طرح یہودی جب آپ ﷺ کے پاس آتے تو جلدی سے کہتے اَلسَّامُ علیکُم اس کا معنیٰ ہے ''تم پر موت واقع ہو''۔ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا معنیٰ ہے ''تم پر رب تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو''۔

اس طرح چالاکی سے یہ حرکت بھی کرتے تھے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ اپنے کمرے میں موجود تھے اور ایک کونے پر پردہ لٹکا ہوا ہوتا تھا جب کوئی آدمی آتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے چلی جاتیں کیونکہ ایک ہی کمرہ تھا۔ ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ ﷺ نے اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے چلی گئیں............

☆...... اس آدمی نے کہا اَلسَّامُ علیکُم۔

○...... انہوں نے اندر سے کہا عَلَیْکَ السَّامُ وَاللَّعْنَۃُ تیرے اوپر موت اور لعنت پڑے۔ خیر اس یہودی نے جو بات کرنی تھی کر کے چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عائشہ! تو بڑے غصے میں تھی، کیا بات تھی؟ کہنے لگیں حضرت اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ آپ نے سنا نہیں جو اس نے کہا یعنی اَلسَّامُ عَلَیْکَ آپ ﷺ نے فرمایا اَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قُلْتُ لَہٗ کیا تو نے نہیں سنا جو میں نے اس کو کہا ہے؟۔ یعنی عَلَیْکَ تجھ پر پڑے۔ بس اتنا جواب کافی تھا۔

تو یہ خبیث لفظوں میں ہیرا پھیری کرتے تھے اور رَاعِنَا کے جملہ سے چونکہ توہین کا پہلو نکلتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس جملے کے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا تم رَاعِنَا نہ کہو۔ اگرچہ لفظ بھی صحیح ہے اور معنیٰ بھی صحیح ہے اور تمہاری مراد بھی صحیح ہے لیکن یہودی اس سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اس لئے یہ لفظ استعمال نہ کرو۔

وَقُوْلُوا انْظُرْنَا اور اُنْظُرْنَا کہو۔ کہ حضرت ہماری طرف نظر

شفقت فرماؤ۔اس سے اتنی بات سمجھ آ گئی کہ اگر جملہ صحیح ہو اور اس سے مراد غلط ہو تو اس کا بولنا صحیح نہیں ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اس عقیدے اور نظریئے کے ساتھ پڑھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ''حاضر و ناظر'' ہیں تو ناجائز ہے۔اور اگر کوئی صحیح العقیدہ ہے آپ ﷺ کو ''حاضر و ناظر'' نہیں سمجھتا تو اس کے لئے یہ پڑھنا جائز اور درست ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد :

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ کے ساتھ درود شریف پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں؟۔حضرت نے فرمایا کہ یہ درود شریف کے مختصر الفاظ ہیں لیکن پڑھنے والا یہ سمجھے کہ میرے اس درود شریف کو فرشتے آنحضرت ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔اور اگر آپ ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر پڑھے گا تو کفر ہوگا۔

آج کل اکثریت کے ذہن چونکہ خراب ہیں اور وہ آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھتے ہیں لہٰذا صحیح العقیدہ ہونے کے باوجود ان الفاظ سے گریز کرنا چاہیے۔تاکہ کسی باطل فرقے کی تائید نہ ہو۔اور اس کی دلیل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم رَاعِنَا نہ کہو بلکہ اُنْظُرْنَا کہو۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ.........

وَاسْمَعُوْا اور آنحضرت ﷺ کی بات کو غور سے سنو وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو تمہارے ساتھ عداوت ہے وہ کسی خیر اور بھلائی کو تمہارے لئے

پسند نہیں کرتے۔فرمایا............

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا نہیں پسند کرتے وہ لوگ جو کافر ہیں مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اہلِ کتاب میں سے۔یہودی ہوں یا عیسائی وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اور نہ مشرکوں میں سے اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ یہ کہ اتاری جائے تم پر کوئی بھلائی مِّنْ رَّبِّکُمْ تمہارے رب کی طرف سے۔

نبوۃ کسبی نہیں :

وہ کہتے ہیں کہ ان کو نبوۃ ملی ہے ہمیں کیوں نہیں ملی؟۔ان کو کتاب ملی ہے ہمیں کیوں نہیں ملی؟۔فرشتہ ان کے پاس کیوں آتا ہے ہمارے پاس کیوں نہیں آتا؟۔اللہ تعالیٰ نے اس کا مختصر جواب دیا۔فرمایا............

وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے۔اپنی مرضی سے نبوۃ کسی کو نہیں مل سکتی۔وہ حکیم وخبیر اور علیم ہے۔وہ ہر شئی کو جانتا ہے۔اور ہر چیز سے باخبر ہے۔اور اپنی حکمت کے مطابق کام کرتا ہے۔سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اعتبار سے ''خاتم النبیین'' ہیں۔ زمانے کے اعتبار سے، مرتبہ کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑا کوئی نہیں ہوسکتا۔اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر بن کر آسکتا ہے۔

قادیانیوں کا عقیدہ باطل اور غلط ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کے لڑکے بشیر الدین محمود نے لکھا ہے کہ............''اگر کوئی شخص چاہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کو پہنچ سکتا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بھی نکل سکتا ہے'' مَعَاذَ اللّٰهِ تَعَالٰی، ثُمَّ مَعَاذَ

اللہِ تَعَالٰی، ثُمَّ مَعَاذَ اللہِ تَعَالٰی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبوۃ ایسی چیز ہے کہ بندہ محنت کر کے اس کو حاصل کرسکتا ہے حالانکہ نبوۃ صرف رب تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو رب تعالیٰ نے چاہا اس کو عطا فرمائی۔ حضرت محمد ﷺ پر ختم فرما دی۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وَاللہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مسائل نسخ :

آگے اللہ تعالیٰ نے ''نسخ'' کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ ''نسخ'' کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حکم نازل فرمایا پھر کچھ عرصہ کے بعد بندوں کی نسبت سے اس کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم نازل فرما دیا۔ اس پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین اعتراض کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں یہ تبدیلی کیوں آتی ہے؟۔ ایسا تو وہ کرتا ہے جس کو علم نہ ہو۔

''نسخ'' پر دیانند سرسوتی کا اعتراض :

نسخ کے مسئلہ پر ''آریہ سماج'' کے لیڈر ''دیانند سرسوتی'' نے بھی اعتراض کیا ہے۔ یہ بڑا منطقی، منہ پھٹ اور بے حیا قسم کا آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ دیکھو جی! تم مسلمان کہتے ہو کہ احکام میں نسخ بھی ہوتا ہے۔ کل رب تعالیٰ کا حکم وہ تھا اور آج یہ ہے تو کیا رب تعالیٰ کو معلوم نہیں ہوتا کہ کل میں نے کیا کرنا ہے اور آج میں نے کیا کرنا ہے؟۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات :

اس زندیق کے سوالوں کے جوابات بانی دارالعلوم دیوبند، قاسم العلوم و الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''انتصار الاسلام'' میں چند شقوں میں دیئے ہیں۔

پہلی شق :

①...... ''نسخ'' کے مسئلہ پر حضرت کے جواب کی ایک شق یہ ہے کہ جس طرح انسان کی جسمانی بیماریاں ہیں اسی طرح روحانی بیماریاں بھی ہیں۔ جسمانی بیماریوں کے معالج، ڈاکٹر اور ماہر حکیم مریض کے لئے پہلے ایک نسخہ تجویز کرتے ہیں، پھر کچھ مدت کے بعد بدل دیتے ہیں اس کی بیماری کے حساب سے نسخہ کا بدلنا حکمت کا تقاضا ہے نہ کہ ان کی نالائقی کی دلیل ہے۔

پہلے بیمار کے لئے وہ دوائی مفید تھی اور اب یہ ہے۔ اور جس طرح دوا بدلتے ہیں اسی طرح غذا بھی بدلتے ہیں۔ انتہائی کمزور مریض کو ہلکی پھلکی غذا کھچڑی، دلیہ، شوربا اور یخنی استعمال کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور جوں جوں روبصحت ہوتا ہے تو سخت غذا کھانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ اب اگر کوئی حکیم یا ڈاکٹر پر اعتراض کرے کہ یہ بڑا نالائق اور بے وقوف ہے کہ کل ایک نسخہ تجویز کیا۔ آج دوسرا تجویز کردیا ہے کل کہتا تھا یہ کھاؤ اور آج کہتا ہے یہ کھاؤ۔ تو یہ اعتراض کرنے والا بے وقوف اور نالائق سمجھا جائے گا۔

یہی حال روحانی بیماریوں کا ہے جن کا معالج پروردگار ہے۔ اس حکیم علی الاطلاق نے روحانی بیماریوں کے مطابق احکام میں تبدیلیاں فرمائیں۔ مثلاً پہلے

مسلمان کم تھے اور ظاہر بات ہے کہ جنسی خواہشات ان میں بھی تھیں نسل انسانی چلانے کے لئے۔ لہٰذا اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمان مرد کا کافر عورت کے ساتھ اور کافر مرد کا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح جائز رکھا۔ بعد میں جب اسلام عامۃ الناس میں پھیل گیا اور طرفین سے مسلمان مرد، عورتوں کے رشتے ملنے لگے تو ہجرت کے تیسرے سال اللہ تعالیٰ نے وہ حکم بدل دیا۔ اور کافر و مشرک کے ساتھ رشتہ کرنے سے منع فرمادیا۔ فرمایا.........

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں کو اپنی بیٹیاں اور بہنیں بھی نکاح میں نہیں دے سکتے۔ مکہ مکرمہ میں روزے نہیں تھے اور نہ ہی جہاد کرنے کا حکم تھا۔ کیونکہ مکی زندگی بڑی صبر آزما تھی۔ جن کو پہلے ہی کھانا نہیں ملتا اور بھوکے رہ کر گزارہ کرتے تھے۔ اس لئے جو مسلمان ہو جاتا تھا اس کو تو بڑی سختیاں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ گھر والے روٹی تک بند کر دیتے تھے۔ ان کو روزے کا کیا حکم دینا ہے وہ تو پہلے ہی بھوکے ہیں۔

حضرت عبداللہ اور استقامت دین :

حضرت عبداللہ "ذو البجادین" ایک نوجوان صحابی تھے اپنے چچا کے گھر پرورش پا رہے تھے جب انہوں نے کلمہ پڑھا تو چچا نے سختی کی تاکہ کلمہ چھوڑ دے۔ جب اس نے کلمہ چھوڑنے سے انکار کیا تو اس کی روٹی بند کر دی۔ اور اس کو تکلیفیں دیں، پھر بھی نہ مانا اور کلمہ چھوڑنے سے انکار کر دیا تو اس کو کہا کہ ہمارے کپڑے اتار دے۔ چنانچہ اس کے کپڑے اتروالئے قریب ہی ایک گرا ہوا مکان تھا بیچارے ننگ

دھڑنگ اس کے اندر بیٹھ گئے۔

دِن چڑھا تو ایک آدمی بوری لے کر جارہا تھا گھاس لینے کے لئے۔ اس کو آواز دی اور کہا اللہ کے بندے اندر نہ آنا کیونکہ میں ننگا ہوں اگر تیرے پاس تَن پوشی کے لئے کوئی چیز ہے تو میری طرف پھینک دے۔ اس نے سمجھا کہ پتہ نہیں کوئی جن بھوت بول رہا ہے، ڈر گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب خوف کم ہوا تو اس نے کہا کہ میرے پاس تو یہ بوری ہے۔ فرمایا بوری ہی پھینک دے۔ اس نے بوری پھینک دی۔ انہوں نے بوری کے اندر سوراخ کرکے پہنی۔ جس طرح مُردوں کو کفنی پہناتے ہیں اسی وجہ سے ان کا نام "ذو البجاد" پڑ گیا۔ "ذو البجاد" کا معنٰی "پرانا کمبل" ہے۔

دوسری شق :

②...... احکام بدلنے کو آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ موسم کے ساتھ لباس بدل جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ سردیوں میں آدمی کیسے گرم کپڑے پہنتا ہے اگر وہی کپڑے گرمیوں میں پہنے تو اس کا حشر ہو جائے۔ تو جس طرح جسمانی بیماریوں کے لئے دوا بدلتے ہیں موسم کے تغیر سے لباس بدلتے ہیں اسی طرح روحانی علاج بھی بدلتا ہے۔

تیسری شق :

پہلے ایک مسلمان کا دس کے ساتھ مقابلہ کرنا ضروری تھا کیونکہ مسلمان تھوڑے تھے جب مسلمان زیادہ ہوگئے تو فرمایا اب ایک مسلمان دو کافروں کا مقابلہ کرے۔ تو مخالفوں نے چونکہ نسخ پر اعتراضات کئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ فرمایا......

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ جو منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو۔ مثلاً پہلے کافر

کے ساتھ نکاح جائز تھا پھر منع کر دیا۔ پہلے ایک کا مقابلہ دس کے ساتھ تھا پھر دو کے ساتھ کر دیا پہلے شراب حلال تھی پھر حرام کر دی گئی۔ اسی طرح اور کئی مسائل ہیں.........

اَوْ نُنْسِهَا یا ہم اس کو بھلا دیں یہ بھی نسخ کی ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی حکم ختم کرنا ہے آپ ﷺ نہیں ختم کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ہم آپ کو پڑھائیں گے پس آپ بھولیں گے نہیں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهِ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ جس حکم کو اللہ تعالیٰ منسوخ کرنا چاہے وہ آپ کے ذہن سے نکال دیتا ہے۔ تو فرمایا کہ ہم کسی حکم کو منسوخ کر دیں یا بھلا دیں......

نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ تو ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ جیسے دس کے ساتھ مقابلے کی بجائے دو کے ساتھ مقابلے کا حکم بہتر ہے۔

اَوْ مِثْلِهَا ''یا اس جیسی''۔ یعنی جو حکم منسوخ ہوا ہے اسی جیسا دوسرا حکم دے دیتے ہیں سولہ سترہ مہینے مسلمان مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم اس لئے تھا کہ پہلی کتابوں میں آپ ﷺ کی تعریف نبی الثقلین کے لقب کے ساتھ آئی ہے یعنی دو قبلوں والا نبی۔ کہ وہ بیت اللہ کی طرف چہرہ کر کے بھی نماز پڑھے گا اور مسجد اقصیٰ کی طرف بھی۔ تو پہلے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا پھر کعبۃ اللہ کی طرف تو یہ دونوں حکم برابر ہیں۔

④...... ''نسخ'' کے مسئلہ پر اعتراض کا جواب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح دیتے ہیں کہ ''پنڈت جی! کچھ احکام تشریعی ہیں اور کچھ احکام تکوینی ہیں۔ تکوینی کا

مطلب ہے کلمہ کن سے ہو جانے والے کہ جن میں احکام شرع کا تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی کو اللہ تعالیٰ بیٹا دیتا ہے یا بیٹی دیتا ہے پھر چند دنوں کے بعد واپس لے لیتا ہے یعنی مار دیتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ اے پروردگار! جب لینا ہی تھا تو دیا کیوں؟۔

☆...... اسی طرح ایک آدمی کو مالدار بنانے کے بعد غریب بنا دیتا ہے، تندرست کو بیمار کر دیتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ اے پروردگار! اگر غریب بنانا تھا تو مالدار ہی کیوں بنایا؟۔ بیمار کرنا تھا تو صحت کیوں دی؟۔ فرمایا: پنڈت جی! جس طرح اللہ تعالیٰ کے ان احکامات میں تغیر کے تم بھی قائل ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے دانا ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تشریعی احکام میں بھی تبدیلی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے؟۔ جو چاہے، جس طرح چاہے کر سکتا ہے کسی کو امیر بنائے، غریب بنائے، بادشاہ بنائے، گدا بنائے، عزت دے، ذلت دے، سب کچھ کر سکتا ہے۔

امریکہ اور شاہِ ایران :

جو بڑی عمر کے بزرگ حضرات بیٹھے ہیں وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ رضا شاہ پہلوی ایران کا بادشاہ تھا اور وہ ایشیا میں امریکہ کے مفادات کا چوکیدار تھا۔ امریکہ کے حقوق کی حفاظت اس کے ذمہ تھی۔ اور اس نے یہ ذمہ داری پوری طرح نبھائی اور

حفاظت کا حق ادا کیا جس طرح حفاظت کرنی چاہیے تھی مگر کچھ حالات ایسے پیدا ہوئے کہ وہ امریکہ کی ناراضگی کا سبب بن گئے اور وہ اقتدار سے محروم ہو گیا۔ اس کو شہنشاہِ ایران کہا جاتا تھا۔ اس کے دورِ اقتدار میں ایک پاکستانی اخبار نے خبر شائع کی اور لکھا کہ ''شاہِ ایران نے یہ اعلان کیا ہے''۔ اس پر ایران کے سفارت کاروں نے اس اخبار کو نوٹس بھیجا کہ تم نے ہمارے بادشاہ کو شاہِ ایران لکھ کر اس کی توہین کی ہے۔ وہ شاہِ ایران نہیں ہے بلکہ شہنشاہِ ایران ہے۔ یا تو معذرت کرو یا پھر مقدمے کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خیر! اخبارات نے معذرت کر لی۔

پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب جہاز میں بیٹھ کر ایران سے بھاگا تو کوئی ملک اس کے جہاز کو اترنے کی اجازت نہیں دیتا تھا جب وہ اترنے کی اجازت مانگتا تو یہ کہہ کر جواب دے دیتے کہ ہم بین الاقوامی طور پر مجبور ہیں۔ بالآخر مصر نے دِل مضبوط کیا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ھر چه باد آباد

کہا کہ جو ہوتا ہے ہو جائے تم آ جاؤ یہ رب تعالیٰ کے کام ہیں وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور یاد رکھنا! ہمارے پاکستان میں دو سفارت خانے انتہائی اپنے ملک کا پرچار کرتے ہیں۔ اور اپنے مسلک کا تحفظ کرتے ہیں ایک ایران کا اور دوسرا امریکہ کا، یہ بہت تیز ہیں۔ پاکستان میں جتنی ان کی چلتی ہے اتنی اور کسی کی نہیں چلتی۔ بات وہاں پر ختم ہو جاتی ہے جہاں امریکہ ختم کر دے اور یہ ان کی بات مانتے ہیں کہ یہ مشکل وقت میں ہمارے کام آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا آپ نہیں

جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی کہ زبان سے حمایت کرے اور نہ کوئی مددگار ہے کہ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچانے کے لئے عملی طور پر میدان میں آئے۔

بے جا سوالات کا مرض :

اَمْ تُرِيْدُوْنَ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَسْـئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ کہ سوال کرو تم اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ جس طرح سوال کیا گیا موسیٰ علیہ السلام سے اس سے پہلے اور کہا کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو سامنے آنکھوں سے۔ اسی طرح کے لایعنی سوالات مشرکین نے بھی کیے تھے کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ ہمارے مطالبے پورے کریں، پھر انہوں نے اپنے مطالبے پیش کیے ان میں سے ایک مطالبہ یہ بھی تھا......

اَنْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کو ہمارے سامنے لاکر کھڑا کریں اور اس کے پیچھے فرشتوں کی لائن لگی ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ کہے کہ یہ میرا پیغمبر ہے اور فرشتے اس کی تائید کریں کہ اللہ تعالیٰ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ تو پھر ہم مانیں گے تو فرمایا تم اس طرح لایعنی سوالات کرتے ہو جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام سے کیے گئے تھے۔

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ اور جو شخص تبدیل کرے گا کفر کو

ایمان کے ساتھ کہ ایمان کے بدلے کفر حاصل کرے گا فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پس تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگیا۔اللہ تعالیٰ گمراہی سے بھی اور گمراہ کرنے والوں سے بھی بچائے اور محفوظ رکھے۔ امین۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ؑ

لفظی ترجمہ :

وَدَّ کَثِیْرٌ پسند کیا بہت سے لوگوں نے مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اہلِ کتاب میں سے لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ اس بات کو کہ وہ لوٹا دیں تمہیں مِّنْ ، بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ کُفَّارًا تمہارے مومن ہونے کے بعد کفر کی طرف حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ اپنے نفسوں میں حسد کرتے ہوئے مِّنْ ، بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے لَھُمُ الْحَقُّ ان کے لئے حق فَاعْفُوْا پس معاف کردو وَاصْفَحُوْا اور درگزر کرو حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ یہاں تک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ دیتے رہو وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ اور جو کچھ بھیجو گے تم آگے مِّنْ خَیْرٍ کوئی بھی نیکی تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ پاؤ گے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ ہرگز نہیں داخل ہوگا جنت میں اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی مگر وہ جو یہودی ہو یا نصرانی تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ یہ ان کی خواہشات ہیں قُلْ ھَاتُوْا

بُرْهَانَكُمْ آپ (ﷺ) فرمادیں لاؤتم اپنی دلیل اِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِیْنَ اگر ہوتم سچے۔

25

بَلٰی کیوں نہیں؟ (داخل ہوگا جنت میں) مَنْ اَسْلَمَ جومسلمان

ہوا(اور جھکادیا) وَجْهَهٗ لِلّٰهِ اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے وَهُوَ

مُحْسِنٌ اوروہ نیک کام کرنے والا ہو فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ پس اس کے لئے

اس کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اہلِ کتاب کے مصداق :

اہلِ کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب کو مانتے ہیں جیسے یہود تورات کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ نصاریٰ انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور صابی زبور کو ماننے کے مدعی ہیں اگرچہ محض ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اپنی کتابوں پر چلنے اور عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ اگر اپنی کتابوں پر عمل کریں تو آخری پیغمبر پر ایمان لے آئیں کہ ان کی کتابوں تورات، انجیل، زبور میں آپ ﷺ کی آمد کی بشارت موجود ہے۔

اور جس طرح یہود و نصاریٰ اور صابی آسمانی کتابوں کو ماننے کے دعویدار تھے اسی طرح مشرکینِ مکہ دینِ ابراہیمی پر چلنے کے دعویدار تھے۔ اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر جب تاجِ نبوۃ رکھا گیا اور آپ ﷺ نے ان کو توحید کی دعوت دی تو کہنے لگے ہم تو ابراہیمی ہیں۔ حالانکہ ان ظالموں نے وہ گھر

جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور عبادت کے لئے بنایا تھا اس کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ، حضرت مریم علیہم السلام کا بت بھی نصب تھا۔

دیکھو اس وقت کے متولی بڑے رمز شناس تھے ان کو معلوم تھا کہ یہاں یہودی بھی رہتے ہیں، عیسائی بھی رہتے ہیں اور دیگر قومیں بھی آباد ہیں لہٰذا ہر قوم کی نسبت سے الگ الگ بت رکھے ہوئے تھے اور سال کے دن چونکہ تین سو ساٹھ ہیں اس لئے بتوں کی تعداد بھی دنوں کے برابر تھی تا کہ کوئی دِن چڑھاوے سے خالی نہ جائے۔ اور ہمارا کام چلتا رہے۔ تو کیا ابراہیم علیہ السلام بتوں کی پوجا کرتے تھے اور انہوں نے یہ تعلیم دی تھی؟۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو موحد تھے اور جو دین انہوں نے پیش کیا تھا وہ توحید والا تھا۔ اور اس کے برعکس تم شرک میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہو۔ بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اسی لئے کرتے تھے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے دین کا مخالف ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ.........

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین :

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پارہ : ۳)۔ ابراہیم (علیہ السلام) سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر ہے آخر الزمان اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ تو یہ تمام کے تمام مدعی تھے اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ حالانکہ یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین میں سے کوئی بھی حقیقتاً ابراہیمی نہیں تھا۔ اور اپنی کتابوں کو ماننے

کا بھی محض دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔ اور چاہتے یہ تھے کہ یہ مسلمان بھی پھر کافر ہو جائیں جس طرح پہلے کافر تھے۔ اسی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ پسند کیا بہت سے لوگوں نے اہلِ کتاب میں سے۔ یہ کثیر کا لفظ اس لئے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں سے کچھ بڑے نیک دِل تھے اور وہ مسلمان ہو چکے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہما یہ پہلے یہودی تھے اور تمیم داری اور مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما یہ پہلے عیسائی تھے اور ان جیسے کچھ اور حضرات۔ لیکن اکثریت دوسری طرف ہی رہی۔ اس لئے فرمایا کہ اہلِ کتاب کی اکثریت چاہتی ہے.........

حسد کی تعریف/انجام اور بچاؤ کے طریقے :

لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا اس بات کو کہ وہ لوٹا دیں تمہیں تمہارے مومن ہونے کے بعد کفر کی طرف۔ یعنی مسلمانوں کے دلوں میں ایسے شبہات پیدا کرتے ہیں اور منصوبے بناتے ہیں کہ وہ ایمان چھوڑ کر کافر ہو جائیں جیسے پہلے کافر تھے۔ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا.........

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں میں حسد کرتے ہوئے۔ کہ یہ فضیلت ان کو کیوں ملی ہے؟۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے ان کے لئے حق۔ کہ وہ پیغمبر آخر الزمان جنہوں نے آنا تھا یہ وہی ہیں۔ کیونکہ ان کی کتابوں میں آخری پیغمبر کی نشانیاں تحریر تھیں۔ اور تمام کی تمام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔ اور یہ ان ساری باتوں کو سمجھتے اور جانتے تھے مگر ضد کی وجہ سے مانتے نہیں تھے جس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

ابوجہل بھی ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لایا ورنہ آپ ﷺ کی نبوۃ کی نشانیاں اس پر بھی واضح تھیں۔ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ ابوجہل آیا اور اس نے کنکریوں کی مٹھی بھری ہوئی تھی کہنے لگا اگر آپ (ﷺ) نبی ہیں تو بتائیں میری مٹھی میں کیا ہے؟۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جی! اگر مٹھی والی چیز خود بول پڑے تو کیا ہوگا؟۔ چنانچہ مٹھی میں پکڑی ہوئی کنکریوں نے سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنا شروع کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنا شروع کر دیا۔ ابوجہل نے کنکریاں پھینک دیں اور ان سے کہا کہ تم بھی اس کی طرفدار ہوگئی ہو؟۔ اب بتاؤ ایسی ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔

تو حق یہود و نصاریٰ پر واضح تھا بس ضد تھی اور حسد تھا کہ یہ نعمت ان کو کیوں ملی ہے؟۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جہاں اور چیزوں سے پناہ مانگنے کا سبق دیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے......

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ پروردگار! حسد کرنے والے کے حسد سے ہمیں بچا۔ ضد اتنی بری چیز ہے کہ اس سے بچنے کی تلقین اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمائی ہے۔

اور ابوداؤد شریف میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ حسد کی مختلف شکلیں ہیں

جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

①...... حسد کسے کہتے ہیں؟۔ حسد کہتے ہیں کسی کی خوبی اور کمال کو دیکھ کر کُڑھنا کہ یہ خوبی اور کمال اس کو کیوں ملا ہے؟۔ مجھے کیوں نہیں ملا۔ مثلاً کسی کو اللہ تعالیٰ نے حسن عطا کیا ہے، علم دیا ہے یا کوئی اور ہنر عطا فرمایا ہے تو حاسد آدمی دل میں کڑھتا ہے کہ یہ اس کو کیوں ملا ہے؟۔ حسد کا تعلق زبان سے نہیں بلکہ دِل کے ساتھ ہے اور یہ بڑا گناہ ہے۔ بلکہ یہ ایسا گناہ ہے کہ حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کو مل جاتی ہے جس کے ساتھ یہ حسد کر رہا ہے۔ اور اس کے گناہ حسد کرنے والے کو مل جاتے ہیں۔

②...... اور حسد کی دوسری شکل یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کی زوال کی تمنا کرے کہ مجھے نہیں ملی نہ سہی اللہ کرے اس کے پاس بھی نہ رہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ وسوسے پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

وسوسہ اور اس کی تعریف :

وسوسہ کہتے ہیں کسی چیز کا خیال خود بخود دِل میں آجانا بغیر قصد اور ارادے کے اور نہ ہی اس خیال پر راضی ہے اور اگر وسوسہ نماز میں بھی آجائے تو نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ البتہ اگر نماز میں آجائے تو اس کو فوراً نکالنے کی کوشش کرے اور وسوسہ ایسی چیز ہے کہ اس سے کوئی آدمی بھی خالی نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کا قول بخاری شریف میں موجود ہے، فرمایا......

اِنِّیْ لَاُجَھِّزُ جَیْشِیْ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ بسا اوقات میں اپنے لشکر کی تیاری میں رہتا ہوں کہ اس لشکر کو اِدھر بھیجوں اور اس لشکر کو اُدھر بھیجوں اور میں نماز میں ہوتا ہوں۔یعنی یہ خیال مجھے نماز میں آتا رہتا ہے۔

حضور ﷺ کو نماز میں سونے کے ٹکڑے کا یاد آنا :

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور فوراً حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لے گئے لوگ اپنی، اپنی جگہ بیٹھے رہے اور حیرانگی سے ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ معلوم ہے آپ ﷺ فوراً کیوں تشریف لے گئے ہیں؟۔ کیونکہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ سلام پھیرنے کے بعد چہرہ مبارک مقتدیوں کی طرف کر کے بیٹھتے اور تسبیحات پڑھتے۔اور فرضوں کے بعد اجتماعی دعا بھی ثابت ہے۔ البتہ سنتوں اور نفلوں کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے۔نہ تراویح کے بعد ثابت ہے۔ہاں ختمِ قرآن کے وقت سنت ہے کہ سب مل کر دعا کریں۔چونکہ آپ ﷺ کا معمول نہیں تھا اس طرح جلدی سے تشریف لے جانے کا۔اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا۔یہ حضرات ابھی آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور مصلے پر بیٹھ گئے۔اور فرمایا.........

''تم نے میرے جلدی جانے پر تعجب کیا ہے؟۔فرمایا: تَذَکَّرْتُ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ مجھے نماز میں یاد آیا کہ میرے گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا ہے جو غریبوں میں تقسیم کرنا ہے اور وقت تھوڑا رہ گیا ہے،یعنی سورج غروب ہونے والا ہے۔اس لئے میں فوراً گیا اور گھر والوں کو کہا کہ یہ فوراً فلاں، فلاں مسکین کو بھیج دو۔ایسا نہ ہو کہ یہ ٹکڑا رات کو ہمارے گھر پڑا رہے۔اور رب تعالیٰ مجھ سے سوال کریں کہ غریبوں کو ان

کا حق آپ نے بروقت کیوں نہ دیا؟''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے اَلتَّفَكُّرُ فِي الصَّلٰوةِ مقصد یہ ہے کہ نماز میں ہر آدمی کو خیال آتا ہے خیال آجانے پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ اور اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ البتہ قصداً خیال نہ لائے۔ اور کوشش یہی کرے کہ خیال نہ آئے۔ تو فرمایا کہ یہ حسد کرتے ہوئے چاہتے ہیں کہ تمہیں دوبارہ کافر بنادیں۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا پس معاف کردو اور درگزر کرو فَاعْفُوْا کا معنٰی ہے کہ تم ان کو سزا نہ دو اور اِصْفَحُوْا کا معنٰی ہے ان کی ملامت نہ کرو۔ اس لئے کہ انہوں نے وہی کرنا ہے جو ان کے دِل میں ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے...........

كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ ہر برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ پانی ہے تو پانی ہی نکلے گا۔ دودھ ہے تو دودھ ہی نکلے گا۔ اسی طرح ان کے دلوں میں تمہارے خلاف بغض اور حسد بھرا ہوا ہے جس کی وجہ سے تمہارے خلاف منصوبے بناتے ہیں۔ تم اپنا وقت ضائع نہ کرو.........

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یہاں تک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے خلاف لڑنے کا حکم دے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تم ان کی طرف توجہ دینے کی بجائے اہم کاموں کی طرف متوجہ ہو۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے رہو

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ اور جو کچھ بھیجو گے تم آگے مِّنْ خَيْرٍ کوئی بھی نیکی تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللهِ پاؤ گے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر نیکی کا اجر عطا فرمائے گا مگر نیکی کی قبولیت کیلئے تین بنیادی شرائط ہیں ....

قبولیت اعمال کی شرائط :

①...... پہلی شرط یہ ہے کہ عقیدہ صحیح ہو کیونکہ ایمان کے بغیر کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

②...... دوسری شرط یہ ہے کہ نیکی ریاء اور دکھلاوے کے طور پر نہ ہو۔ اگر دکھاوے کے طور پر ہوگی تو بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔ چاہے نماز ہی کیوں نہ ہو؟۔

③...... اور تیسری شرط یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔ اگر سنت کے مطابق نہیں ہے تو گناہ ہوگا۔ ثواب نہیں ملے گا۔ چاہے نماز ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص سورج کے طلوع ہوتے وقت یا غروب کے وقت یا زوال کے وقت نماز پڑھے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملے گی، جزا نہیں ملے گی۔ حالانکہ اس نے نماز ہی پڑھی ہے۔ کیوں سزا ملے گی؟۔ اس لئے کہ خلافِ سنت پڑھ رہا ہے۔

اسی طرح بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..........

''مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) شک کے دن جس نے روزہ رکھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔

یعنی رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کے متعلق تردد ہے، یقین نہیں ہے کہ چاند نظر آ گیا ہے تو اس دن روزہ رکھنے والا گنہگار ہوگا"۔

رمضان المبارک میں تلاوت کا ثواب :

اور عزیزو! یہ بات بھی سمجھ لو اور ذہن نشین کر لو کہ ہر نیکی کا اجر عام مہینوں میں دس گنا ملتا ہے اور رمضان المبارک کے مہینہ میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں میں "سبحان اللہ" کہو تو دس نیکیاں ملیں گی۔ اسی طرح رمضان کے علاوہ میں الٓمٓ پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں کیونکہ ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ہیں، پڑھنے کی بھی اور سننے کی بھی۔ اور رمضان شریف میں الٓمٓ پڑھنے اور سننے کی دوسو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اندازہ لگاؤ کتنا اجر و ثواب ہے۔

آٹھ تراویح کی بدعت :

پھر کچھ لوگ آٹھ تراویح پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آٹھ تراویح قطعاً نہیں ہیں۔ تراویح بیس رکعت ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک امت کا معمول بیس رکعت تراویح ہی ہے۔ یہ آٹھ پر اصرار کی بدعت چند سالوں سے چلی ہے۔ لہٰذا تم بیس رکعات اہتمام کے ساتھ پڑھو اور نیکی ضائع نہ کرو۔ جو بھی نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر پاؤ گے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا ایک اور بے بنیاد دعویٰ سنو.........

جنت میں کون جائے گا؟ :

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ہرگز نہیں داخل ہوگا جنت میں مگر وہ جو یہودی ہو یا نصرانی۔ یہودیوں نے کہا کہ جنت میں صرف یہودی داخل ہوں گے اور نصاریٰ نے کہا کہ جنت میں صرف نصاریٰ داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا..........

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ یہ ان کی خواہشات ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے یہودیت سچا مذہب تھا اس دور اور زمانے میں جو یہودی صحیح معنٰی میں اپنے مذہب پر تھے وہ جنت کے حق دار تھے اسی طرح عیسائیت اپنے دور اور زمانے میں سچا مذہب تھا جو عیسائی صحیح معنٰی میں اپنے مذہب پر تھے وہ جنت کے حقدار تھے اور جو صابی اپنے دور میں داؤد علیہ السلام کو مانتے تھے اور زبور پر عمل کرتے تھے وہ جنت کے حقدار تھے۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کو نبوۃ ملنے کے بعد آپ ﷺ سے پہلے کے جتنے بھی دین تھے سب منسوخ ہو گئے اور قرآنِ کریم کے نزول کے بعد پہلی تمام کتابیں منسوخ ہو گئیں۔

آپ ﷺ کے مبعوث ہونے اور نزولِ قرآن کے بعد نجات صرف آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے اور قرآنِ کریم پر عمل کرنے میں ہے۔ اب اگر کوئی یہودی یا عیسائی اپنے اصل عقیدہ پر ہی کیوں نہ ہو نجات نہیں ملے گی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا..........

مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ اور جس شخص نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کیا پس وہ ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا۔ اس سے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ بے شک دین اللہ تعالیٰ کے ہاں مفید صرف اسلام ہے۔ اب فائدہ صرف اسلام میں اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں ہے۔ آگے فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ جنت میں صرف یہودی یا عیسائی ہی جائیں گے تو..........

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ آپ (ﷺ) فرما دیں لاؤ تم اپنی دلیل اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔ اے یہودیو! تم اس پر دلیل لاؤ کہ صرف یہودی جنت میں جائیں گے اور اے عیسائیو! تم اس پر دلیل لاؤ کہ جنت میں صرف عیسائی ہی جائیں گے فرمایا: تمہارے دعوے سے کیا بنتا ہے؟..........

بَلٰى کیوں نہیں جنت میں جائیں گے؟ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ جو مسلمان ہوا اور اپنا چہرہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیک کام کرنے والا ہو۔ اب جو مسلمان نیکی کرنے والے ہیں وہ جنت میں جائیں گے اور اس میں نہ کسی یہودی کا دخل ہوگا اور نہ کسی عیسائی کا۔

فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ پس اس کے لئے اس کا اجر ہے اس کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

خوف کہتے ہیں آئندہ کسی چیز کا خطرہ ہونا اور غم گزشتہ کسی شی پر افسوس ہو۔ تو یہ

جب جنت میں داخل ہوں گے تو آئندہ بیماری کا، قتل کا، ڈاکے کا، مرنے کا، جنت سے نکلنے کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اور دنیا میں چونکہ صحیح اعمال کر کے آئے ہیں اس لئے یہ غم نہیں ہوگا کہ کاش! ہم فلاں نیکی کر لیتے۔ الحمدللہ! انہوں نے خوب نیکیاں کیں اور جنت میں داخل ہو گئے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ
وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ
وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ
اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ
خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ
اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ
فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ
وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ
سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

لفظی ترجمہ :

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ اور کہا یہود نے لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ نہیں ہیں نصاریٰ کسی چیز پر وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى اور کہا نصاریٰ نے لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ نہیں ہیں یہودی کسی چیز پر وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ اسی طرح کہا ان لوگوں نے لَا يَعْلَمُوْنَ جو علم نہیں رکھتے مِثْلَ قَوْلِهِمْ ان کی بات کی طرح فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ پس اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا ان چیزوں میں كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے؟ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ جو روکتا ہے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ کہ ذکر کیا جائے ان میں اللہ تعالیٰ کے نام کا وَسَعٰى

فِیْ خَرَابِھَا اور کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے گھروں کو برباد کرنے کی۔

اُولٰٓـئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ وہ لوگ ہیں نہیں تھا ان کو حق اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ یہ کہ داخل ہوتے (ان مسجدوں میں) اِلَّا خَآئِفِيْنَ مگر خوف کرتے ہوئے لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اور ان کے لئے آخرت میں عَذَابٌ عَظِيْمٌ عذاب ہے بڑا۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا پس جس طرف تم چہرہ پھیرو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس اسی طرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور کہا انہوں نے بنالی اللہ تعالیٰ نے اولاد سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اس کی ذات بَلْ لَّهٗ بلکہ اسی کے لئے ہے مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کو اور زمین کو وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا اور جب وہ فیصلہ کرتا ہے کسی معاملے کا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَقُوْلُ لَهٗ کہتا ہے اس کو كُنْ

ہوجا فَيَكُونُ پس وہ ہوجاتی ہے۔

ربط :

ان آیات کا پچھلی آیات سے ربط یہ ہے کہ پچھلی آیات میں تھا کہ یہودیوں نے کہا تھا کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے اور نصاریٰ نے کہا تھا کہ جنت میں صرف نصاریٰ جائیں گے اور آج کی آیات میں ان کے ایک دوسرے پر مذہبی طعن کا ذکر ہے کہ انہوں نے ضد میں آکر ایک دوسرے کے مذہب کو کالعدم قرار دیا۔

جیسا کہ آج کل کے لیڈر ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے ہیں۔ایک جماعت والے دوسروں کو جھوٹا کہتے ہیں اور وہ ان کو جھوٹا کہتے ہیں ہم کہتے ہیں دونوں سچے ہیں۔اسی طرح انہوں نے ضد میں آکر ایک دوسرے کے مذہب کو کالعدم قرار دیا۔ حالانکہ اصل کے اعتبار سے یہودیوں کا مذہب بھی سچا تھا اور عیسائیوں کا مذہب بھی سچا تھا۔

یہودیوں کو یہودی کیوں کہا جاتا ہے؟ اور نصاریٰ کو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔لہٰذا دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

یہود و نصاریٰ کی محاذ آرائی :

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ اور کہا یہود نے نہیں ہیں نصاریٰ کسی چیز پر۔یعنی ان کا مذہب بالکل جھوٹا ہے۔اب نصاریٰ کی باری آئی۔ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ اور کہا نصاریٰ نے نہیں ہیں یہودی کسی چیز پر۔یعنی ان کا مذہب بالکل جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں............

وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں۔یعنی توراۃ اور انجیل کی تلاوت کرتے ہیں دونوں آسمانی کتابیں ہیں۔توراۃ بھی سچی کتاب تھی اور انجیل بھی سچی کتاب تھی۔اوراس وقت انہی پر عمل کرنے میں کامیابی تھی۔ یہ مذہب اس وقت منسوخ ہوئے جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ جب چاند اور ستارے جگمگا رہے ہوتے ہیں لوگ ان کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر نہ چاند کی ضرورت، نہ ستاروں کی۔ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام چاند ستاروں کی مانند تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی مانند ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، سورج طلوع ہوگیا تو اب چاند تاروں کی ضرورت نہیں رہی۔تو انہوں نے ایک دوسرے کے مذہب کو ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جھوٹا کہا،فرمایا.........

جاہل مشرکین کا عقیدہ :

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو علم نہیں رکھتے مِثْلَ قَوْلِهِمْ ان کی بات کی طرح۔ یہ اَن پڑھ علم سے محروم عرب کے مشرک تھے انہوں نے کہا کہ ہم سچے ہیں ہمارے علاوہ سب جھوٹے ہیں۔ حالانکہ وہ سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کا وہ گھر جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بنایا تھا اس کی بیرونی دیواروں پر انہوں نے تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے۔جن میں حضرت ابراہیم ،حضرت اسماعیل ،حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہم السلام کے بت بھی

شامل تھے۔

بدکار جوڑے کی پوجا :

اور بڑے غضب کی بات یہ تھی کہ ان بتوں میں ''اِساف اور نائلہ'' کے بت بھی شامل تھے۔ ''اساف'' مرد تھا اور ''نائلہ'' عورت تھی۔ ان کے آپس میں برے تعلقات تھے ان کو خواہش پوری کرنے کے لئے اور کوئی جگہ نہ ملی۔ اس زمانے میں لوگ تھوڑے ہوتے تھے رات کو جب لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے تو انہوں نے کعبۃ اللہ کے اندر بدکاری کی اللہ تعالیٰ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ شکلیں تو وہی رہیں مگر پتھر میں تبدیل ہو گئے۔

لوگوں نے ان کو عبرت کے لئے وہیں کھڑا کر دیا کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں کہ کعبۃ اللہ میں برائی کا یہ انجام ہے۔ مگر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد لوگوں نے ان کی پوجا شروع کر دی کہ اب یہ ان کے نزدیک محترم ہو گئے۔ اور مشرکین مکہ کے ہاں سب سے زیادہ محترم مجسمہ ''ہُبل'' کا تھا یہ انہوں نے حضرت ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر بنایا ہوا تھا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے مظلوم شہید بیٹے تھے تو ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے گھر کو شرک کے ساتھ بھرا ہوا تھا اور اس کے باوجود وہ کہتے تھے کہ ہم سچے ہیں اور باقی سب جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ پس اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ یہ فیصلہ عملی طور پر ہوگا کہ سچے جنت میں اور جھوٹے دوزخ میں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ورنہ دلائل کے

اعتبار سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟۔ اور یہ لوگ باطل پر ہونے کے باوجود اس قدر عنادی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عبادت کرنے سے روکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو روکتا ہے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے؟ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ کہ ذکر کیا جائے ان میں اللہ تعالیٰ کے نام کا وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا اور کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے گھروں کو برباد کرنے کی اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ وہ لوگ ہیں نہیں تھا ان کو حق اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ یہ کہ داخل ہوتے (ان مسجدوں میں) اِلَّا خَآئِفِيْنَ مگر خوف کرتے ہوئے۔

ان آیات کے مختلف مطالب بیان فرمائے گئے ہیں.........

مسلمانوں کو عمرہ سے روکنا :

①...... ان کا ایک مطلب تو یہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے اس وقت ابھی حج فرض نہیں ہوا تھا۔ حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ بمع ساتھیوں کے جب مکہ مکرمہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جس کا آج کل نام شمیسہ ہے اور مکہ مکرمہ کے حدود میں آ گیا ہے۔ تو مشرکین مکہ نے مزاحمت کی اور کہا کہ ہم تمہیں مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے باوجود اس کے کہ ان کو یقین تھا کہ یہ حضرات عمرہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ کئی دنوں تک بحث ہوتی رہی سفیر آتے جاتے رہے۔ مگر

انہوں نے عمرہ نہ کرنے دیا پھر اگلے سال ۷ھ میں آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء کیا تو ان مشرکین مکہ سے بڑا ظالم کون ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مسجد سے روک دیا چونکہ اوپر مشرکین کا ذکر تھا اس لئے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے۔

شاہِ روم کا مسجد اقصیٰ پر حملہ اور نمازیوں کا قتل عام :

(۲)...... اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے روم کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام "طیطس" بھی لکھتے ہیں اور "طیطاوس" بھی لکھتے ہیں عیسائیوں نے اس کے ساتھ مل کر مسجد اقصیٰ پر حملہ کیا اور جتنے یہودی نمازی تھے ان سب کو قتل کر دیا اور مسجد اقصیٰ کے آس پاس کے علاقوں میں بھی اس نے بڑا طوفان کھڑا کیا۔ اور اتنی قتل و غارت کی کہ تاریخ بتاتی ہے کہ گلیوں میں اتنا خون تھا کہ گھوڑوں کے گھٹنے اس میں ڈوبے ہوئے تھے تو اس نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر میں ذکر کرنے سے روکا اور قتل کیا۔ اس سے بڑا کون ظالم ہوسکتا ہے۔ چونکہ اوپر نصاریٰ کا بھی ذکر ہے، لہٰذا یہ مطلب بھی بن سکتا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے گھر سے روکنے والے سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے روکے۔ حالانکہ روکنے کی بجائے ان کو تو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ڈرتے ہوئے اور خوف کھاتے ہوئے داخل ہوتے۔ الٹا یہ روکتے ہیں۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے لئے آخرت میں عذاب ہے بڑا۔

مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا :

یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ بعض اہلِ بدعت نے یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ مسجدوں میں بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ لہٰذا اس سے روکنے والے ظالم ہیں۔ بھائی! آیت کریمہ میں تو صرف ذکر اللہ کا بیان ہے، یہ بلند آواز سے ذکر کرنا کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

ایک ہے نفس ذکر اور ایک ہے شور ڈالنا۔ دونوں چیزوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ نفسِ ذکر میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور بلند آواز سے ذکر کرنا کہ جس سے نمازی کو یا تلاوت کرنے والے کو یا سوئے ہوئے کو تکلیف پہنچے۔ یا قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں خلل واقع ہو تو حرام ہے۔ مسجدوں میں بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے.........

رَفْعُ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَوْ بِالذِّكْرِ حَرَامٌ مسجدوں میں آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے لئے ہو حرام ہے۔ گیارہویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں رَفْعُ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَوْ بِالذِّكْرِ حَرَامٌ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے۔ نفس ذکر سے کوئی نہیں منع کرتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت اس طرح کرو کہ دیکھنے والے کہیں دیوانہ ہو گیا ہے۔ بات تو ہے بلند آواز سے ذکر کرنے کے بارے میں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ مسجد میں اگر ایک بھی نمازی ہو تو بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا لَا یَجُوْزُ جائز نہیں ہے۔ اور مسجد میں شور ڈالنا مسجد کے آداب کے بھی خلاف ہے۔ مسجد کے ادب کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

مسجد کے چند آداب :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھنے کے بعد ان الفاظ کے ساتھ دعا کی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا اے اللہ! مجھ پر رحمت نازل کر اور محمد ﷺ پر اور کسی پر نازل نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا تو نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تنگ کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت تو وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ہر شی پر وسیع ہے۔

یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے روکنے کے لئے دوڑے تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا کہ اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ یا اس لئے منع فرمایا کہ تم روکو گے وہ دوڑے گا گندگی پھیلے گی ساری مسجد پلید ہوگی جب وہ فارغ ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ نماز کے لئے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کیلئے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے ہیں۔ اس کارروائی کے لئے نہیں ہیں جو تو نے کی ہے۔ تو مسجد کا ادب و احترام بڑی چیز ہے۔

① ...... مصنف عبدالرزاق میں حدیث آتی ہے جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ مَجَانِیْنَکُمْ مسجدوں میں پاگلوں کو نہ داخل ہونے دو کیونکہ وہ پیشاب کر دیں، تھوک دیں گے اور کوئی ایسی حرکت کر دیں گے جو خلاف ادب ہوگی۔ اسی طرح صِبْیَانَکُمْ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ کہ چھوٹے بچے جن کو تمیز نہیں ہے ان کو بھی مسجد میں نہ آنے دو کوئی ایسی حرکت نہ کر دیں جس سے مسجد کی بے حرمتی ہو۔ اسی لئے

مسجد میں دوڑنا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا ہے اور کوئی شخص جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ.........

②...... لَاتَاتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ دوڑ کر تم نماز میں شریک نہ ہو عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ آہستہ چل کر آؤ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوْا جو رکعتیں امام کے ساتھ مل جائیں وہ پڑھ لو اور جو تم سے رہ گئی ہیں ان کو بعد میں پڑھ لو کیونکہ تیز دوڑنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوگی اور یہ بڑا گناہ ہے۔

قبلہ کی تبدیلی :

پہلے آپ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ کی تفسیر میں پڑھ چکے ہیں کہ کچھ احکام منسوخ بھی ہیں، انہی احکام میں سے تحویل قبلہ کا مسئلہ بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے تقریباً سولہ سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ مسجد نبوی سے تقریباً ایک میل دور قبیلہ بنو سلمہ جو مشہور قبیلہ تھا کی مسجد میں آپ ﷺ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے جس کو آج کل مسجد قبلتین کہا جاتا ہے۔ عین نماز کی حالت میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا دو رکعتیں آپ ﷺ پڑھا چکے تھے دوسری دو رکعتیں آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ مبارک کر کے پڑھائیں۔ یہودیوں کو اعتراض کا موقع مل گیا کہنے لگے اس کا بھی کوئی اعتبار ہے جس کا قبلہ بدلتا رہتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا.........

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب۔ ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا پس جس طرف تم چہرہ پھیرو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس اسی طرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اِنَّ اللّٰهَ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ پہلے تین فرقوں کا ذکر ہوا ہے یہود، نصاریٰ اور مشرکین کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور کہا انہوں نے بنالی اللہ تعالیٰ نے اولاد۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ اور کہا یہود نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى مَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور مشرکوں نے کہا وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ اور بنائی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اس کی ذات۔ بیٹوں سے اور بیٹیوں سے بیوی سے ماں سے اور ہر اس چیز سے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بلکہ اسی کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔ فرشتے بھی، حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی۔ اور اس کی صفت ہے......

"بدعت" اور "ایجاد" کا فرق :

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کو اور زمین کو۔ بدعت کا لفظ بھی اسی باب سے ہے۔ بدعت کا معنیٰ ہے "نو ایجاد" اگر یہ دین میں ہو یعنی من گھڑت چیز کو دین سمجھا جائے تو اس کا بڑا گناہ ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کہ جس نے دین میں کوئی نئی چیز بنائی تو وہ مردود ہوگی۔ اس کا بڑا گناہ ہے۔ باقی رہا دنیاوی طور پر کسی چیز کا نو ایجاد ہونا تو وہ شرعی

بدعت نہیں ہے۔ وہ لغوی طور پر بدعت ہوگی۔ بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو جی تم ہمیں بدعتی کہتے ہو؟ کیا تمہاری مسجدوں میں پنکھے نہیں لگے ہوئے۔ تم لاؤڈ سپیکر پر تقریر نہیں کرتے تم نے گھڑیاں نہیں پہن رکھیں۔ ٹوٹیوں سے وضو نہیں کرتے۔ تم گاڑیوں اور جہازوں پر سوار نہیں ہوتے۔ یہ تمام چیزیں ''نوایجاد'' اور ''بدعت'' نہیں ہیں؟ یہ جاہلانہ اعتراض ہے۔ اس لئے کہ ان چیزوں کو دین کوئی بھی نہیں سمجھتا شرعی بدعت وہ ہے جس کو دین سمجھ کر کیا جائے۔ کیونکہ لفظ ہیں مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ جس نے کوئی نئی چیز گھڑی ہمارے اس دین کے معاملے میں یعنی اس کو دین سمجھا جائے اور اسے ثواب کی امید پر کیا جائے ان چیزوں کو کوئی بھی دین سمجھ کر استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ یہ چیزیں وقتی ضرورت ہیں ہاں اگر کوئی شخص دین سمجھ کر گھڑی پہنتا ہے یا دین سمجھ کر عینک پہنتا ہے تو یہ بدعت ہوگی۔ بدعت لغوی اور بدعت شرعی کا فرق اچھی طرح سمجھ لو۔

اور یاد رکھنا! ایک شرعی بدعت کا گناہ سو کبیرہ گناہوں سے زیادہ ہے اس کو تم اس طرح سمجھو کہ مسجد کے محراب میں سو بوتلیں شراب پینے کا اتنا گناہ نہیں جتنا دین میں ایک بدعت کا گناہ ہے۔ اس لئے کہ گناہ کبیرہ سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا اس کو کرنے والا گناہ ہی سمجھتا ہے۔ اور بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے اور نقشوں پر حکومتوں کی لڑائیاں ہوتی ہیں کہ یہ حصہ میرا ہے اور یہ حصہ تیرا ہے۔ بدعت کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ شرک کے بعد بدعت بہت بری چیز ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَلٰی كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ بدعتی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

بدعت سے دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا بدعت سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ.........

وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا اور جب وہ فیصلہ کرتا ہے کسی معاملے کا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ کہتا ہے اس کو ہوجا فَيَكُوْنُ پس وہ ہوجاتی ہے۔ وہ کسی چیز کے بنانے میں بیٹی بیٹے کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کو ساز و سامان کی ضرورت ہے۔ کلمہ کن سے اس کے ارادے کے مطابق چیز ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقیدہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور گندے عقیدوں سے محفوظ رکھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ
اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ
ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّا
اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا
تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضٰى
عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ
مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ
اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ
الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ
اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے لَايَعْلَمُوْنَ جو نہیں جانتے

لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ کیوں نہیں کلام کرتا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ اَوْ

تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ یا کیوں نہیں آئی ہمارے پاس کوئی نشانی كَذٰلِكَ قَالَ

اسی طرح کہا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے

مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ان کی بات کی طرح۔

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہیں

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ تحقیق ہم نے بیان کردیں نشانیاں لِقَوْمٍ

يُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ

بے شک بھیجا ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا خوشخبری

دینے والا اور ڈرانے والا۔

وَّ لَا تُسْئَلُ اور آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا عَنْ اَصْحٰبِ

الْجَحِيْمِ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونے والوں کے بارے میں

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ اور ہرگز راضی نہیں ہوں گے آپ سے الْيَهُوْدُ

وَلَا النَّصٰرٰى یہودی اور نہ عیسائی حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ یہاں تک

کہ آپ پیروی کریں ان کی ملت کی۔

قُلْ اِنَّ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں بے شک هُدَى اللّٰهِ هُوَ

الْهُدٰی اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ اور البتہ اگر آپ (ﷺ) نے پیروی کی ان کی خواہشات کی بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب یَتْلُوْنَهٗ وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں حَقَّ تِلَاوَتِهٖ جیسا کہ اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ربط :

ان آیات کا پچھلی آیات کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پہلی آیات میں بھی آپ ﷺ پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے بے جا اعتراضات کا ذکر تھا اور ان آیات میں بھی بے جا اعتراض کا ذکر ہے۔

کفار کا بے جا مطالبہ :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق رافع نامی یہودی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ وہ ہمارے ساتھ کلام کرے اور ہمیں کہے کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا

ہے۔ یا کوئی کھلی نشانی ظاہر کرے جو آپ کی نبوۃ پر دلالت کرے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کلام کرکے یا کوئی نشانی ظاہر کرکے بتائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات عرب کے بعض لوگوں نے کی تھی۔ بہرحال ان میں سے کسی نے بھی کی ہو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو بے علم اور جاہل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی پہچان نہیں اور رسالت کی حقیقت کا علم نہیں رکھتے اور بصیرت سے محروم کردیئے گئے ہیں، کیا کہا؟.........

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ کیوں نہیں کلام کرتا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ؟ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ یا کیوں نہیں آئی ہمارے پاس کوئی نشانی؟۔ جس کے بعد ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کوئی شک وشبہ نہ رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ ہم پر واضح ہو جائے یہ ان کا مطالبہ انتہائی لاعلمی اور جہالت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ ہم کلام ہو کر کہنا کہ یہ میرا پیغمبر ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

کیونکہ اس طرح پیغمبر کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے جو صفات اور کمالات رکھے ہیں ان کا لحاظ ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ میں نے جو خوبیاں اور کمال پیغمبر کی ذات میں رکھے ہیں ان کو دیکھو اور پیغمبر کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اس پر

ایمان لاؤ۔ اوراس کی اتباع کرو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ خود آواز دے کر کہہ دیں تو یہ ساری ختم ہو جاتی ہیں۔ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَةٌ اورانہوں نے یہ بھی کہا ''یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی؟''۔

آیت کا ایک معنٰی حسی ہے اور ایک معنٰی معنوی ہے۔ آیت کا حسی معنٰی معجزہ ہے کہ خرق عادت کے طور پر اطلاق قرآن کریم یا دیگر آسمانی کتابوں پر ہوتا ہے۔ اگر حسی معنٰی کے لحاظ سے آیت کا مطلب لیا جائے تو یہ مفہوم ہوگا کہ ہمارے سامنے ہماری مرضی کے مطابق کوئی معجزہ ظاہر کیوں نہیں کرتے؟۔ جیسا کہ پندرہویں پارے میں آئے گا کہ مشرکین نے کہا تھا..........

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ہم آپ (ﷺ) پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ (ﷺ) ہمارے لئے زمین سے چشمے جاری کریں۔ یا آپ (ﷺ) کے لئے سونے کا محل ہونا چاہیے۔ یا آپ (ﷺ) ہمارے سامنے آسمانوں پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ایسی کتاب لے کر آئیں نَقْرَؤُهٗ جس کو ہم پڑھیں۔ اس قسم کے لایعنی سوالات اور مطالبات کرتے تھے ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صداقت کو ظاہر کرنے کیلئے بیشمار معجزات ان کے ہاتھ مبارک پر ظاہر فرمائے اور اگر آیت کا مطلب معنوی لحاظ سے لیا جائے تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ آپ (ﷺ) پر کتاب نازل ہوسکتی ہے۔ تو ہم پر آیت یعنی کتاب نازل کیوں نہیں ہوتی؟۔ اور ایسا کہنا بھی انتہائی جہالت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کے نزول کے لئے اپنے بندوں میں سے نبیوں او رسولوں کا انتخاب خود کرتا ہے کہ کون اس کے لائق ہے..........

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (پارہ : ۸) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس موقع پر وہ اپنے پیغام کو رکھتا ہے۔ یعنی اس کو معلوم ہے کہ اس نے کس کو اپنی جانب سے رسول بنا کر بھیجنا ہے اگر ہر ایک پر اللہ تعالیٰ آیات نازل کرے تو نبوۃ اور رسالت کا مقصد ہی باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا ایسا مطالبہ کرنے والے بالکل بے علم اور جاہل ہیں۔ چونکہ اس قسم کے لایعنی سوالات سے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو پریشانی ہوتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مطمئن فرمایا اور کہا کہ یہ معاملہ صرف آپ سے نہیں ہو رہا بلکہ ایسی جاہلانہ باتیں پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے..........

کفار کی باہمی مشابہت :

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے ان کی بات کی طرح۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے بعض لوگوں نے کہا تھا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھ لیں، فرمایا......

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے ہیں۔ جس طرح ان کے دلوں میں پیغمبر خدا اور حق کے خلاف جذبات اور شیطانی وسوسے تھے اسی طرح ان کی بھی وہی حالت ہے، فرمایا.........

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ تحقیق ہم نے بیان کر دیں نشانیاں اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے۔ نشانیاں تو سب کے لئے ہیں مگر ان سے سبق

وہی حاصل کرتے ہیں جو یقین کرنے والے ہیں یہ اسی طرح ہے جس طرح قرآنِ کریم کے متعلق فرمایا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے قرآن پاک ہدایت تو سب کے لئے ہے مگر اس سے فائدہ متقین نے اٹھایا، فرمایا......

27

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بے شک بھیجا ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ جو ایمان لائیں اور عمل اچھے کریں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوشخبری سنا دے اور نافرمانوں اور فاسقوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنم سے ڈرا دے۔

ہدایت دینا صرف خدا کا کام ہے :

وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ اور آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونے والوں کے بارے میں کہ یہ جہنم میں کیوں گئے ہیں؟۔ یہ سوال تو تب ہوتا کہ آپ ﷺ نے تبلیغ نہ کی ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے احکام ان تک نہ پہنچائے ہوتے۔ آپ ﷺ نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور آپ ﷺ کے ذمہ اتنا ہی تھا۔ ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں تھا۔ اب اللہ تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا کہ میں نے تمہاری طرف پیغمبر بھیجا تھا جس نے تمہیں میرا پیغام دیا تھا؟۔ میرا پیغام سن کر تم نے کیا جواب دیا تھا؟۔ پیغمبر علیہ السلام حق تبلیغ ادا کر کے اپنے عہدہ سے بری ہو گئے۔ ہدایت دینا ان کے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر ہدایت دینا نبی کے اختیار میں ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے قابیل کو اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر کو ہدایت سے

نوازتے اور آنحضرت ﷺ طبعی محبت کے باوجود اپنے چچا ابوطالب کو گمراہی میں نہ رہنے دیتے بلکہ اس کو ایمان کی دولت سے مالا مال کردیتے، فرمایا......

یہود و نصاریٰ کی پیروی :

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى اور ہرگز راضی نہیں ہوں گے آپ سے یہودی اور نہ عیسائی حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ یہاں تک کہ آپ پیروی کریں ان کی ملت کی۔ یعنی یہود و نصاریٰ جو آپ ﷺ سے معجزات کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس سے ان کی نیت یہ نہیں ہے کہ وہ معجزات دیکھ کر ایمان لے آئیں گے بلکہ وہ صرف آپ ﷺ کو پریشان کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں وہ آپ پر کسی صورت میں بھی راضی نہیں ہوں گے مگر یہ کہ آپ ﷺ ان کے دین کی پیروی کریں۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اور البتہ اگر آپ (ﷺ) نے پیروی کی ان کی خواہشات کی بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

دیکھو! وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ ''اور اگر آپ نے اتباع کی'' اس میں خطاب تو آنحضرت ﷺ کو کیا گیا ہے مگر سمجھانا امت کو مقصود ہے۔ کیونکہ پیغمبر کے متعلق تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ گمراہ لوگوں کی پیروی کرے گا البتہ امت کے افراد سے اس کا امکان اور خوف ہے۔ اس لئے امت کو سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم علم ہوجانے کے بعد یہود و نصاریٰ کی خواہشات پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت ہوگی اور تمہارا حمایتی اور مدد

گار بھی کوئی نہیں ہوگا۔

یہود و نصاریٰ کی نقالی پر آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک :

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "ایک وقت آئے گا کہ تم یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے حتی کہ وہ اگر کسی سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی اس سوراخ میں گھسنے کی کوشش کرو گے"۔ آج کے معاشرے پر نظر کی جائے تو آنحضرت ﷺ کا فرمان دکھائی دے رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ جو فیشن ایجاد کرتے ہیں مسلمان اس کی نقالی کو فخر سمجھتے ہیں۔ اور تہذیب جدید کا نام دے کر اس کو اپناتے ہیں۔ حالانکہ ان کا مقصود مسلمانوں کو اپنی تہذیب اور اخلاق سے دور کرنا ہے۔ لہٰذا ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤ۔ فرمایا.........

تلاوت کلام پاک کے آداب :

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے۔ تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کے احکامات کو تسلیم کیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے اور اس کی منع کردہ باتوں سے بچا جائے۔ اگر اس کے احکامات کو ماننا ہی نہیں ہے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز ہی نہیں آنا تو اس کی تلاوت کا کیا فائدہ؟۔

جیسا کہ بعض عیسائی اور یہودی بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور بعض جگہوں میں عیسائی ٹیچر قرآن کریم پڑھاتے ہیں۔ مگر نہ مانتے ہیں اور نہ ہی اس پر عمل کرتے ہیں۔ تو اس سے ان کو کیا فائدہ ہوگا؟۔ اسی طرح اہلِ کتاب توراۃ، انجیل اور

زبور کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ اور اپنی کتابوں میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نشانیاں بھی پڑھتے ہیں اور اس کا علم ہونے کے باوجود آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔ تو ایسے لوگوں نے تلاوت کا حق ادا نہیں کیا۔

تلاوت کا حق ادا کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت عدی بن حاتم، حضرت تمیم داری اور حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہم ہیں جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ اور قرآنِ کریم کی تلاوت کا حق اس وقت ادا ہوگا جب اس کا مفہوم سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے گا۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے رُبَّ قَارِیٍٔ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ بہت سے قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور نماز نہیں پڑھتا اٰتُوا الزَّکَاۃَ پڑھتا ہے اور صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ سے بھاگتا ہے۔ تو یہ تلاوت کر رہا ہے اور قرآن کریم اس پر لعنت کر رہا ہے۔ کیونکہ جو پڑھ رہا ہے اس پر عمل نہیں کر رہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کے حلال کردہ احکام کو حلال اور حرام کردہ احکام کو حرام سمجھا جائے“۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح پڑھے کلمات کو ان کی جگہ سے نہ بدلے اور خواہ مخواہ ان کی تاویل بھی نہ کرے، فرمایا......

اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو اس کی

تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ یعنی اہلِ کتاب میں سے جس نے قرآنِ کریم کا انکار کیا اس نے اپنی کتاب کا بھی انکار کیا اور اس انکار کا وبال بھی انہیں پر، پڑے گا کہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ پر یا اللہ تعالیٰ کے نبی پر اس کا کیا اثر ہے؟۔

يٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ
اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ
عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا
تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ
ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ
قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِیْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾
وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ
وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ
اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِیَ
لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

لفظی ترجمہ :

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اے اسرائیل (علیہ السلام) کی اولاد اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ جو میں نے تم پر کیں وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ اور میں نے تمہیں فضیلت بخشی عَلَى الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں پر۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا اور ڈرو اس دن سے لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس عَنْ نَّفْسٍ کسی نفس کی طرف سے شَیْئًا کچھ بھی وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا اور نہ قبول کیا جائے گا اس سے عَدْلٌ بدلہ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ اور نہ نفع دے گا اس کو سفارش کرنا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ اور جب آزمایا ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے رب نے بِكَلِمٰتٍ چند باتوں کے ساتھ فَاَتَمَّهُنَّ پس انہوں نے ان باتوں کو پورا کر دیا قَالَ فرمایا (پروردگار نے) اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا بے شک میں بنانے والا ہوں تمہیں لوگوں کے لئے پیشوا قَالَ کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد میں سے بھی قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) نہیں پہنچے گا میرا عہد ظالموں کو۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ اور جب بنایا ہم نے بیت اللہ کو مَثَابَةً لِّلنَّاسِ لوٹنے کی جگہ وَاَمْنًا اور امن کی جگہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اور بناؤ تم ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کونماز کی جگہ وَعَهِدْنَآ اور ہم نے تاکید کی اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) کو اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ کہ پاک رکھو تم دونوں میرے گھر کو لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنے والوں کے لئے وَالْعٰكِفِيْنَ اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے لئے وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

بنی اسرائیل کون تھے؟ :

اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب جس کا معنٰی ''عبداللہ'' ہے اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔تو.........

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ کا معنی ہوگا ''یعقوب علیہ السلام کی اولاد''۔حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، بیٹی کوئی نہیں تھی ان میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے ہر بیٹے کی آگے نسل چلی اور وہ مستقل خاندان بنا اور اپنے باپ کی طرف نسبت سے مشہور ہوا کوئی یوسفی کہلائے کوئی بنیا مینی، کوئی روبینی اور کوئی یہودی کہلائے۔تو یہ بنی اسرائیل فرعون سے نجات حاصل کرنے کے بعد جب وادی تیہ میں پہنچے (جس کا آج کل نام وادی سینائی ہے۔اور اس کا وہ حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے یہودیوں کے قبضہ میں ہے اور باقی مصر کے پاس ہے)۔

بنی اسرائیل جب اس میدان میں پہنچے تو تفصیلاً پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام فرمایا من سلویٰ کے ساتھ۔ سائے کا انتظام فرمایا بادلوں کے ساتھ۔ اور پانی کا انتظام فرمایا پتھر سے چشمے جاری فرما کر۔ اس کے علاوہ ان پر اور بڑے انعام فرمائے۔ (اسی طرح "نعمتی" میں "نعمت" کا ترجمہ جمع والا کیا گیا ہے اور "نعمت" مصدر ہے اور مصدر کا اطلاق مفرد، جمع سب پر ہوتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

یٰبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اے اسرائیل (علیہ السلام) کی اولاد اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ جو میں نے تم پر کیں۔ نعمتوں کو یاد کرانے کا مطلب ہے کہ ان کی قدر کرو اور ان کا شکریہ ادا کرو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے.........

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ اگر تم میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ اور اگر تم ناشکری کرو گے بے شک میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ اور میں نے تمہیں فضیلت بخشی جہان والوں پر۔ اس وقت دنیا میں جتنے لوگ موجود تھے بنی اسرائیل کو ان سب پر فوقیت اور فضیلت حاصل تھی ظاہری اعتبار سے بھی اور باطنی اعتبار سے بھی ظاہری اعتبار سے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی عطا فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ بنے حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی اور سلیمان علیہ السلام کو بے

مثال بادشاہی عطا فرمائی۔ اور ان کی نسل میں اور کئی بادشاہ ہوئے اور باطنی اعتبار سے اس طرح کہ اس کو رسالت عطا فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں آئے ہیں۔ اگر ایک پیغمبر کسی قوم میں آجائے تو اس قوم کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے، آسمان سے جا لگتا ہے چہ جائیکہ کسی قوم میں چار ہزار پیغمبر آئیں۔ پھر چار بڑی مشہور کتابوں میں سے تین کتابیں بھی رب تعالیٰ نے ان کو دیں۔ توراۃ موسیٰ علیہ السلام کو، زبور داؤد علیہ السلام کو، انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہری اور باطنی ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ فرمایا.........

روزِ قیامت کی نفسا نفسی :

وَاتَّقُوْا يَوْمًا اور ڈرو قیامت کے دن سے لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا کسی نفس کی طرف سے کچھ بھی۔ لَا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا نہ باپ بیٹے کے کام آئے اور نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا۔ اور تیسویں پارے میں آتا ہے۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنے ماں، باپ سے اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا اس سے اندازہ لگا لو کہ کوئی کسی کے کیا کام آئے گا؟ محشر والے دن یہ حال ہوگا کہ ایک آدمی کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ مثلاً نیکیاں بھی پچاس اور بدیاں بھی پچاس۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے بندے! تیرا نیکی اور بدی والا پلہ برابر ہے۔ اس طرح کر کہ تو ایک نیکی تلاش کر کے لا۔ تاکہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری

ہوجائے وہ بڑا خوش ہوجائے گا کہ ایک نیکی کالانا کون سامشکل ہے؟۔اپنے لنگوٹئے یاروں کے پاس جائے گا جو ہروقت اس کے ساتھ ٹہلتے اور چلتے پھرتے اوراس کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے وہ ایک نیکی دینے سے انکار کردیں گے پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا کہ یہ دنیا میں میرا بازو تھا بھائی بھی انکار کردے گا۔پھر باپ کے پاس جائے گا وہ بھی انکار کردے گا۔غرضیکہ جب سارے عزیز واقارب انکار کردیں گے تو پھر آخر میں ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا......

اَتَعْرِفِیْنِیْ کیا تو مجھے پہچانتی ہے کہ میں کون ہوں؟۔وہ کہے گی کہ ہاں میں نے تجھے پیٹ میں اٹھایا اور مشقت کے ساتھ تجھے جنا پھر تیری پرورش کی تو میرا بیٹا ہے۔وہ کہے گا اے میری ماں مجھے ایک نیکی دے، دے تاکہ میرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہوجائے وہ کہے گی اِلَیْكَ عَنِّیْ مجھ سے دور ہوجا۔میں نیکی تجھے دے کر خود کیا کروں گی؟۔اس سے اندازہ لگالو یومِ محشر کا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمادیا ہے کہ.........

لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا کسی نفس کی طرف سے کچھ بھی وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ اور نہ قبول کیا جائے گا اس سے بدلہ، جرمانہ اور فدیہ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ اور نہ نفع دے گا اس کو سفارش کرنا۔قیامت والے دن کافر، مشرک نفس کو شفاعت بھی فائدہ نہیں دے گی۔

وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔دیکھو! اگر کوئی آدمی جیل یا تھانے میں گرفتار ہوجائے تو اس کو رہا کرانے کے عقلی طور پر چار ہی طریقے ہیں......

①...... ضمانت دے کر رہا کرالیا جاتا ہے کہ اس کو چھوڑ دو ہم اس کے ضامن ہیں کہ یہ عدالت کے طلب کرنے پر حاضر ہو جائے گا۔

②...... دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ واقعی اس نے جرم کیا ہے تم جرمانہ لے کر اس کو چھوڑ دو۔

③...... تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ با اثر آدمی سفارش کر کے رہا کر لیتا ہے۔

④...... چوتھی صورت یہ ہوتی ہے کہ حملہ کر کے زبردستی رہا کرالیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت والے دن نہ تو کوئی کسی کی ضمانت دے گا اور نہ فدیہ اور جرمانہ وصول کیا جائے گا اور نہ ہی نافرمانوں کے لئے سفارش۔ اس کے متعلق یاد رکھنا کہ سفارش کی جو نفی کی گئی ہے یہ کافر اور مشرک سے سفارش کی نفی ہے۔ باقی گنہگار مومنوں کے لئے سفارش اپنی جگہ برحق ہے۔ اور مومنوں سے جو غلطیاں ہوئی ہوں گی تو ان کے لئے سفارش قرآنِ کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث اور اجماعِ امت سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی سفارش کریں گے۔ فرشتے بھی سفارش کریں گے۔ حافظ قرآن بھی سفارش کریں گے۔

حفاظ، شہدا اور نابالغ بچوں کی سفارش :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک حافظ قرآن کی سفارش سے اس کی برادری کے دس مجرموں کو چھٹکارا ملے گا۔ گویا کہ حافظ قرآن صرف اپنے لئے نہیں پڑھ رہا بلکہ دوسروں کے لئے بھی پڑھ رہا ہے بشرطیکہ صحیح معنٰی میں حافظ قرآن ہو اسی طرح شہید بھی سفارش کریں گے۔ اور چھوٹے بچے جو نابالغی میں فوت ہو گئے ہیں۔ لڑکے

یا لڑکیاں وہ بھی سفارش کریں گے۔ بشرطیکہ ماں، باپ نے ان کی موت پر بین نہ کیا ہو۔ اگر بین کریں گے تو پھر ان کی سفارش سے محروم ہو جائیں گے۔ ہاں اگر بین کیا پھر سچے دل سے توبہ کرلی تو رب تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اور نمازی اور روزے دار آپس میں ایک دوسرے کی سفارش کریں گے۔ بہر حال اہلِ توحید کی اہلِ توحید کے لئے سفارش برحق ہے۔ اور کافر اور مشرک کے لئے کوئی سفارش نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت چونکہ بہت بڑی تھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا درجہ ہے یہ کوئی معمولی عہدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہر ایک ان کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اور اپنی نسبت ان کے ساتھ جوڑتا تھا۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے مسلک پر تھے نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے تھے۔ اور عرب کے مشرک کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے تھے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے کارنامے بیان کر کے بتاتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کون تھے؟ اور انہوں نے کیا کام کئے تھے اور تم کیا کر رہے ہو اور ان کا تعلق کن کے ساتھ تھا؟۔ آگے دونوں رکوعوں تک یہی بیان چلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان :

وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ اور جب آزمایا ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے رب نے بِكَلِمٰتٍ چند باتوں میں، چند کاموں میں فَاَتَمَّهُنَّ پس ابراہیم (علیہ السلام) نے ان باتوں کو پورا کر دیا۔

ایک اشکال :

یہاں پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ امتحان تو وہ لیتا ہے جسے کسی کی قابلیت اور

اہلیت کا علم نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تو علیم کل ہے اس کے امتحان لینے کا کیا مطلب ہے؟۔

جواب :

اس کے دو جوابات ہیں.........

① ...... ایک جواب یہ ہے کہ ایک امتحان تو ہوتا ہے کسی کی قابلیت اور اہلیت کو معلوم کرنے کے لئے جو عام طور پر لیا جاتا ہے۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس طالب نے یہ پڑھا ہے یا نہیں فلاں کتاب اس کو یاد ہے یا نہیں؟ اور اس میں کتنی قابلیت رکھتا ہے؟۔ تو یہ امتحان ہوتا ہے معلومات حاصل کرنے کے لئے۔ رب تعالیٰ کے امتحان لینے کا یہ معنٰی نہیں ہے کیونکہ اس کو تو سب کچھ معلوم ہے۔

② ...... اور دوسرا معنٰی امتحان کا یہ ہے کہ امتحان لینے والے کو تو اس کی قابلیت اور اہلیت کا علم ہوتا ہے۔ مگر دوسرے لوگ اس سے ناواقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا امتحان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کہ تا کہ دوسروں پر اس کی خوبیاں واضح کر دی جائیں کہ اس میں کیا، کیا خوبیاں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحان کی یہی غرض و غایت تھی کہ جس ہستی کو میں نے اپنا خلیل منتخب کیا ہے۔ اور اپنا بلند مقام عطا کیا ہے۔ ان میں یہ، یہ خوبیاں ہیں۔

مثال کے طور پر ہمیں معلوم ہے کہ ہمارا فلاں شاگرد قابل ہے۔ اور وہ ہمارے سوالات کے جوابات جانتا ہے۔ اب مجمع میں ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ برخوردار اس کا جواب دے؟۔ اب ہمارا اس سے سوال کرنا اس غرض سے نہیں ہے کہ ہم اس کی قابلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ مجلس والے اس فضیلت کو

تسلیم کرلیں کہ کس طرح صحیح، صحیح جواب دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جب امتحان لینے کی نسبت ہوگی تو اسی معنیٰ میں ہوگی کہ مخلوق کو اس کی قدر و منزلت کا علم ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اس کا ذکر موجود ہے........

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر کو اور تارخ آزر کا لقب تھا۔ اس وقت کلدانیوں کی حکومت تھی اور نمرود بن کنعان بڑا ظالم، جابر اور مشرک بادشاہ اس کا دارالحکومت شہر کوثیٰ بروزن ''طوبیٰ'' تھا۔ آج کے جغرافیہ میں اس کا نام ''اُور'' (UR) ہے۔ جو چھوٹا سا قصبہ معلوم ہوتا ہے ملک عراق میں۔ اس ملک میں بے شمار بت خانے تھے اور ان کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر اس حکومت کے وزیر مذہبی امور تھے وہ بت اور بت خانے بناتے تھے اور جس بت خانے میں بتوں کی کمی ہوتی تھی پوری کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچپن سے ہی بتوں سے نفرت تھی جس کی وجہ سے ہر وقت باپ کے ساتھ تلخی رہتی تھی۔ لیکن کبھی بے ادبی سے پیش نہیں آئے۔ جب بھی بلایا ہے یٰۤاَبَتِ اے اباجی کہہ کر بلایا ہے۔ انداز نرم اور پیارا ہوتا تھا مگر کفر شرک کی تردید ڈٹ کر کرتے تھے۔ جس گھر میں جھگڑا اور آپس میں ضد بازی ہو تو بڑا امتحان ہوتا ہے۔ اور زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ گھریلو جھگڑے سے بچائے۔ اور جس گھر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختلف امتحان ہوئے ہیں ان میں

سے............

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں :

① ...... پہلا امتحان باپ کے ساتھ مقابلہ تھا۔

② ...... دوسرا امتحان پوری برادری کے ساتھ مقابلہ۔

③ ...... تیسرا امتحان پورے ملک کے ساتھ مقابلہ۔

④ ...... اور چوتھا امتحان نمرود بن کنعان جیسے ظالم اور جابر بادشاہ کے ساتھ مقابلہ تھا۔

⑤ ...... ان کے علاوہ جب اللہ تعالیٰ نے عراق سے ہجرت کرنے کا حکم دیا اور راستے میں امتحان۔

عراق میں یہ تین بزرگ ہی مسلمان تھے۔ حضرت ابراہیم، ان کے بھتیجے حضرت لوط، اور اہلیہ حضرت سارا علیہا السلام جو ان کے چچا کی بیٹی تھیں۔ یہ تینوں حضرات عراق سے ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بدکردار بادشاہ :

راستے میں ایک ظالم بدکردار بادشاہ تھا اس علاقہ سے جو خوبصورت عورت گزرتی اسے بے آبرو کئے بغیر نہیں چھوڑتا تھا اور اگر اس عورت کے ساتھ خاوند ہوتا تو اسے قتل کرادیتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اس علاقہ سے گزرنے لگے تو بادشاہ کے کسی ملازم نے ان سے سوال کیا کہ تمہارے ساتھ جو عورت ہے وہ تمہاری کیا لگتی ہے؟۔ فرمایا میری بیوی ہے۔ نوکر نے کہا کہ یہاں تم اس کو بیوی نہ کہنا ورنہ کسی مصیبت میں

پڑ جاؤ گے اگر تم نے بیوی کہا تو بادشاہ پہلے تمہیں قتل کرے گا پھر اگلی کارروائی ہوگی۔ شریف آدمی معلوم ہوتے ہو اور پردیسی مسافر نظر آرہے ہو۔ اس لئے ہم نے تمہیں بتا دیا ہے اگر بادشاہ تمہیں بلا کر پوچھے تو بیوی نہ کہنا بلکہ کہنا کہ میری بہن ہے۔ اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم ملازم ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارا علیہا السلام کو سمجھا دیا کہ اگر بادشاہ تجھے پوچھے کہ تیرے ساتھ کون ہے؟۔ تو کہہ دینا کہ میرا بھائی ہے۔ اس لئے کہ "اَنْتِ اُخْتِیْ فِـی دِیْـنِ اللّٰہِ" اللہ تعالیٰ کے دین میں تو میری بہن ہے۔ تو دینی بھائی مراد لینا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟۔ فرمایا میری بہن ہے۔ پھر اس بادشاہ نے غلط ارادہ کیا تو گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ پھر لگا منت سماجت کرنے اور غلط ارادے سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے زمین سے نکالا مجبور ہو کر اپنی لونڈی "ہاجرہ" ان کو دے کر جان چھڑائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیا اور ان کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

⑥...... اس کے بعد پھر یہ امتحان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ کر واپس آجاؤ۔ جہاں نہ کوئی سبزہ نہ کوئی انسان اور نہ کوئی مکان جواں سال عورت اور دودھ پیتا بچہ مکہ مکرمہ میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

⑦...... پھر وہ بچہ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوا جو تقریباً تیرہ سال کی عمر کا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کر دو؟ اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر امتحان لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰاھٖمَ رَبُّہٗ اور جب آزمایا ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے رب نے بِکَلِمٰتٍ چند باتوں میں، چند کاموں میں فَاَتَمَّھُنَّ پس ابراہیم (علیہ السلام) نے ان باتوں کو پورا کر دیا۔ قَالَ فرمایا (پروردگار نے) اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا بے شک میں بنانے والا ہوں تمہیں لوگوں کے لئے پیشوا قَالَ کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد میں سے بھی قَالَ لَایَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) نہیں پہنچے گا میرا عہد ظالموں کو۔ یہ دینی امامت کا عہدہ بہت بلند ہے اور آپ کی اولاد میں کافر، مشرک بھی ہوں گے۔ لہٰذا یہ وعدہ ساری اولاد کے لئے نہیں ہے۔

قبلہ رُخ ہونے کا حکم :

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ اور جب بنایا ہم نے بیت اللہ کو مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ لوٹنے کی جگہ وَاَمْنًا اور امن کی جگہ۔ کعبۃ اللہ کے متعلق تفصیل تو آگے آئے گی۔ ابھی صرف اس قدر سمجھیں کہ تمام لوگوں کو نماز کی حالت میں کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرنا ہے چاہے وہ کسی بھی سمت میں ہوں۔ ہم کعبۃ اللہ سے مشرق کی جانب رہتے ہیں اس لئے ہم مغرب کی طرف چہرہ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مغرب کی جانب رہتے ہیں وہ مشرق کی طرف چہرہ کرتے ہیں اور جو حضرات شمال کی طرف رہتے ہیں وہ جنوب کی طرف چہرہ کرتے ہیں اور جو جنوب کی طرف رہتے ہیں وہ شمال کی طرف چہرہ کرتے ہیں اگر نمازی کو کعبۃ اللہ سامنے نظر آ رہا ہو تو پھر عین کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض ہے۔ ایسی حالت میں جہت اور سمت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور اگر کعبہ سامنے نظر نہیں آتا تو پھر کعبہ کی سمت اور جہت ہی کافی ہے اور تھوڑا بہت فرق

بھی ہو تو ڈر نہیں ہے۔

یہ ہماری مسجدیں کعبہ سے ڈگری دو ڈگری پھری ہوئی ہیں اور یہ ہماری مسجد بھی کعبہ سے تقریباً ڈیڑھ ڈگری پھری ہوئی ہے۔ لیکن اگر کوئی مسجد پانچ ڈگری تک بھی پھری ہوئی ہو تو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ البتہ جو نئی مسجدیں بنائی جائیں تو کوشش کرنی چاہیے کہ ان کا رخ اور سمت صحیح کعبہ کی طرف ہونی چاہیے۔ اور وہ قبلہ نما کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

بیت اللہ کی تعمیر :

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اور بناؤ تم ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ۔ مقامِ ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی چنائی کرتے تھے۔ اور یہ گو "لفٹ" کا کام دیتا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشان آج بھی موجود ہیں۔ اور بیت اللہ کے قریب شیشے کے خول میں محفوظ ہے۔ اور اس سے پہلے یہ سطح زمین پر نصب تھا۔ مخلوق کی کثرت کی وجہ سے اب اسے تھوڑا سا دُور رکھ دیا گیا ہے۔

اس پتھر کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارادے کے تابع کر دیا تھا۔ جب وہ دائیں بائیں ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دائیں بائیں ہو جاتا اور جب اوپر نیچے آنے جانے کا ارادہ فرماتے تو وہ اوپر نیچے ہو جاتا کعبۃ اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام دونوں باپ بیٹے نے مل کر کی۔ اس میں کوئی تیسرا آدمی شامل نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے راج (مستری) کا کام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزدور کا۔

مقامِ ابراہیم (علیہ السلام) کے دو نفل :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت مقامِ ابراہیم کی جگہ ہم نماز نہ پڑھیں؟ (یعنی جی چاہتا ہے کہ یہاں دو نفل پڑھیں)۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق حکم نازل فرمایا کہ مقام ابراہیم کو تم نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔ اکیس مقامات ایسے ہیں جن کے متعلق احکام اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق نازل فرمائے ہیں۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ جب آدمی طواف کے سات چکر پورے کرلے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اور ہم نے تاکید کی ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) کو اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ کہ پاک رکھو تم دونوں میرے گھر کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے۔ باطنی نجاست شرک ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے......

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک پلید ہیں۔ ظاہری طور پر یہ کتنے صاف نظر آئیں کہ بدن اور کپڑے صاف ہوں لیکن دل میں نجاست ہوتی ہے۔ اور دل پاک نہیں ہوسکتا چاہے سات سمندروں میں غسل کرلے جب تک کہ تہہ دل سے کلمہ طیبہ نہیں پڑھے گا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو فرمایا کہ میرے گھر کو پاک رکھو، کن کے لئے؟............

لِلطَّآئِفِیْنَ طواف کرنے والوں کے لئے وَالْعٰکِفِیْنَ اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے لئے وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔ رُکَّعَ، رَاکِعٌ کی جمع ہے اور سُجُود، سَاجِدٌ کی جمع ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دونوں بزرگوں کو حکم دیا کعبۃ اللہ کو پاک رکھنے کا اور پھر یہی حکم قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ
ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ
قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا
مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا اے میرے رب! بنادے اس کو بَلَدًا اٰمِنًا شہر امن والا وَّا رْزُقْ اَهْلَهٗ اور رزق دے اس کے باشندوں کو مِنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں سے۔

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ جو کوئی ان میں سے ایمان لائے بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) اور جس نے کفر کیا فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا پس اس کو بھی فائدہ پہنچاؤں گا تھوڑا سا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ پھر میں اس کو مجبور کردوں گا اِلٰى عَذَابِ النَّارِ دوزخ کے عذاب کی طرف وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ بیت اللہ کی دیواریں وَاِسْمٰعِيْلُ اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے پروردگار! قبول فرما ہم سے اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بے شک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اے ہمارے رب اور بنادے ہم دونوں کو فرمانبردار اپنا وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اور ہماری اولاد میں سے

بھی اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ایک امت جو فرمانبردار ہو تیری وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور دکھا ہم کو ہمارے احکام وَتُبْ عَلَيْنَا اور ہمارے اوپر رجوع فرما اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک تو ہی ہے رجوع فرمانے والا، مہربان۔

رَبَّنَا اے ہمارے رب! وَابْعَثْ فِيْهِمْ اور بھیج ان میں رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ایک رسول ان ہی میں سے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ جو تلاوت کرے ان پر تیری آیتیں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور تعلیم دے ان کو کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کو پاک کرے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک تو ہی ہے زبردست، حکمت والا۔

ربط :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ پہنچا دو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ پہنچا دیا۔ اور جہاں کعبۃ اللہ ہے اس کے سامنے ایک درخت تھا اس کے نیچے بٹھا دیا پانی کا ایک مشکیزہ اور تھوڑی سی کھجوریں بھی ان کو دے دیں اور ان کو پہلے یہ پروگرام بھی نہیں بتایا تھا کہ میں نے تمہیں وہاں پہنچا کر واپس آجانا ہے۔ جب واپس جانے لگے تو فرمایا کہ......

❀ ...... تم ماں بیٹے نے یہیں رہنا ہے۔

☆...... حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے سوال کیا کہ آپ کہاں جارہے ہیں؟۔

❀...... فرمایا میں واپس شام جارہا ہوں۔

☆...... کہنے لگیں اِلٰی مَنْ تَتْرُکُنَا یَااِبْرَاھِیْمَ ؟ اے ابراہیم! ہمیں کس کے پاس چھوڑ کے جارہے ہو؟ اس وقت وہاں نہ کوئی مکان تھا اور نہ کوئی انسان تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے، آگے جارہے ہیں اور حضرت ہاجرہ پیچھے، پیچھے چل رہی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ ہمیں کس کے حوالے کر کے جارہے ہو؟۔ جب جواب نہ ملا تو پھر خود ہی کہا......

☆...... اَللّٰہُ اَمَرَکَ بِھٰذَا کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ہمیں یہاں چھوڑنے کا؟۔

❀...... فرمایا ہاں!۔

☆...... کہنے لگیں اِذًا لَّا یُضَیِّعُنَا تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا؟ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی امان میں رہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے۔ چند دنوں میں وہ کھجوریں اور پانی جو اِن کے پاس تھا ختم ہوگیا۔ بھوک، پیاس نے ستایا تو صفا پہاڑی پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھا کوئی انسان نظر نہ آیا تو صفا اور مروہ کے درمیان جہاں پر سعی ہوتی ہے گہرائی تھی اور بارش کا پانی یہاں سے گزرتا تھا۔ اور اب اوپر چھت ڈال دی گئی ہے۔ اور پانی اب بھی وہیں نیچے سے گزرتا ہے۔ کیونکہ متبادل راستہ نہیں ہے۔ تو یہاں سے دوڑ کر مروہ پر چڑھیں اِدھر اُدھر دیکھا وہاں بھی کوئی آدمی نظر نہ آیا اس طرح سات چکر لگائے۔ عجیب حالت تھی دوڑ کر اسماعیل علیہ السلام کے پاس آتیں کہ بچہ زندہ بھی ہے یا

نہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایڑیاں رگڑ رہے تھے غیبی آواز آئی پریشان نہ ہو۔

☆...... فرمایا غیبی آواز دینے والے کچھ ہماری مدد بھی کر؟۔

زمزم کا چشمہ :

❀...... اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں پاؤں مارا تو اللہ تعالیٰ نے آبِ زم زم کا چشمہ جاری فرما دیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔ مشکیزہ بھرا اور وہاں گڑھا بنا دیا تا کہ پانی جمع رہے۔

مکہ مکرمہ کی آبادی :

قبیلہ بنو جرہم وہاں سے گزرتا رہتا تھا مگر پانی نہ ہونے کی وجہ سے وہاں ٹھہرتا نہیں تھا۔ اس دفعہ گزرے تو پانی کو دیکھ کر قریب ہوئے۔ اور دیکھا کہ وہاں پر ایک عورت اور بچہ بھی ہے۔ ان سے پوچھا کہ اگر ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دے دو تو ہم بھی یہاں ٹھہر جائیں۔ انہوں نے رہنے کی اجازت دے دی۔ یہ کافی بڑا قافلہ تھا ان میں بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں شامل تھیں۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ تَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ الْإِسْمٰعِيْلَ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی انہیں سے سیکھی۔ اس سے پہلے ان کی کون سی زبان تھی تعین نہیں کر سکتے کہ عراق کی کُردی زبان تھی یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور زبان تھی۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ماں بیٹے کو وہاں چھوڑا تو دعا کی اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا اے میرے رب! بنا دے اس کو بَلَدًا اٰمِنًا شہر امن والا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ اور رزق دے اس کے باشندوں کو مِنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں سے (لیکن کن کو؟) مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ جو کوئی ان میں سے ایمان لائے بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امانت :

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رزق کے ساتھ ایمان والوں کی تخصیص کیوں فرمائی؟۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ گزشتہ درس میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا بے شک میں تجھے لوگوں کا امام اور پیشوا بنانے والا ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا کہ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد میں سے بھی پیشوا بنانا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا............

لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ کہ امامت کا عہدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیال میں یہ بات آئی کہ جس طرح امامت کا عہدہ ظالموں کو نہیں مل سکتا ہو سکتا ہے رزق بھی ظالموں کو نہ ملے۔ اس لئے ایمان کی تخصیص کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق کا معاملہ جدا ہی ہے۔

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) اور جس نے کفر کیا اس کو بھی رزق دوں گا بلکہ رزق مسلمانوں کی نسبت زیادہ مل سکتا ہے۔ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا پس اس کو بھی فائدہ پہنچاؤں گا تھوڑا سا یعنی چند دن کیونکہ وہ دنیا میں کتنی دیر زندہ رہے گا۔ آخر مرنا ہے تو دنیا میں جتنا بھی فائدہ مل جائے قلیل ہے۔

دنیا کی زندگی کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان مبارک :

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے چودہ سو سال تھی۔ ساڑھے نو سو سال تو قوم کو تبلیغ کی نبوۃ ملنے سے پہلے بھی کچھ عمر تھی۔ اور طوفان نوح کے بعد کئی سو سال تک زندہ رہے جب وفات کا وقت آیا تو کسی نے پوچھا حضرت آپ دنیا میں بڑی دیر رہے ہیں دنیا کو کس طرح دیکھا؟۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اس طرح سمجھو کہ ایک مکان ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک سے داخل ہوا ہوں اور دوسرے سے نکل آیا ہوں''۔

چودہ سو سال کی عمر کو انہوں نے کس طرح معمولی سمجھا؟۔ مگر ہم اس کو بہت کچھ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موت میں ابھی بڑی دیر ہے۔ غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ نہ نیکی کی طرف دھیان ہے اور نہ توبہ کی طرف۔ حالانکہ دنیا کی زندگی بہت قلیل ہے۔ تو فرمایا کہ کافروں کو تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا......

ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ پھر میں اس کو مجبور کردوں گا دوزخ کے عذاب کی طرف **وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ** اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اور یہ بات آپ حضرات کئی مرتبہ پڑھ چکے ہیں کہ نہ جنت دور ہے اور نہ دوزخ۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ دفن ہونے سے پہلے فرشتے بھی نظر آنے لگ جائیں گے اور جنت اور دوزخ بھی نظر آئے گی۔ آگے اللہ تعالیٰ بیت اللہ کی تعمیر کا ذکر فرماتے ہیں۔ فرمایا......

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) بیت اللہ کی دیواریں **وَاِسْمٰعِيْلُ** اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی۔ اینٹ یا

پتھر رکھ کر اس کے اوپر گارا یا سیمنٹ لگا کر اوپر دوسری اینٹ یا پتھر جوڑا جاتا ہے اور دیوار بلند ہو جاتی ہے۔ اس کو ''قاعدہ'' کہتے ہیں۔ جس کو ہم لوگ ردّے سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ردے لگا کر بیت اللہ کی دیواروں کو اٹھا رہے تھے۔ اور اسماعیل علیہ السلام انہیں گارا یا پتھر دے رہے تھے اس وقت دونوں نے دعا کی.........

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے پروردگار! قبول فرما ہم سے اس خدمت کو۔

''کعبہ'' کا معنٰی :

''کعبہ'' کا معنٰی ہے ''اَلْمَكَانُ الْمُرْتَفَعُ الْمُرَبَّعُ'' چار کونے والی اونچی جگہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد اس کا نشان مٹ گیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے لکیر کھینچ کر بتایا کہ یہ جگہ کعبۃ اللہ کی ہے۔ کعبۃ اللہ چوالیس مربع فٹ ہے۔ یعنی ہر طرف سے چوالیس، چوالیس فٹ ہے۔ اور پچاس فٹ بلند ہے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر یکم ذوالقعدہ کو شروع فرمائی اور پچیس ذوالقعدہ کو مکمل کر دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے راج (مستری) کا کام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزدور کا۔ قریبی پہاڑ سے پتھر لا کے دیتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام جوڑتے تھے۔

اب کعبۃ اللہ حجر اور حطیم کی طرف سے گیارہ فٹ باہر نکال دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس طرف سے تینتیس/۳۳ فٹ باقی رہ گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک

پینتیس/۳۵ سال تھی۔ کعبۃ اللہ کو کچھ نقصان پہنچا۔ تو اس دور کے لوگوں نے کعبۃ اللہ کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔

بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر :

''وہب بن عابد مخزومی'' جو اس وقت کعبۃ اللہ کے متولی تھے، نے اعلان کیا کہ ہمیں چندہ دو مگر ہم چوری، رشوت، سود اور کسی قسم کی حرام کی کمائی نہیں لیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر بنانا ہے۔ چنانچہ اتنی رقم اکٹھی نہ ہوسکی کہ مکمل عمارت تعمیر ہوسکتی۔ اس لئے اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا اور رب تعالیٰ کی حکمتیں بھی ہوتی ہیں۔

بظاہر یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ہر آدمی کا جی چاہتا ہے کہ میں کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوں مگر ہر آدمی کے لئے دروازہ کون کھولتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کے لئے وہ حصہ باہر نکلوا دیا کہ کمزور لوگ بھی کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوسکیں۔ اور ان لوگوں کی آرزو بھی پوری ہو جائے اور یاد رکھنا جس شخص نے حجر اور حطیم میں نماز پڑھی اس نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بے شک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ بنادے ہم دونوں کو فرمانبردار اپنا وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اور ہماری اولاد میں سے بھی اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ایک امت جو فرمانبردار ہو تیری۔ اس دعا کے نتیجے میں ہمارا نام مسلمان ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ابراہیم (علیہ السلام) نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھوایا ہے۔

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور دکھا ہم کو ہمارے احکام۔ یعنی ہمیں حج کے احکام

بتادے کہ ہم نے کہاں ٹھہرنا ہے اور کیا کرنا ہے؟۔ وَتُبْ عَلَيْنَا اور ہمارے اوپر رجوع فرما اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک تو ہی ہے رجوع فرمانے والا، مہربان۔ اور رَبَّنَا اے ہمارے رب! وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ اور بھیج ان میں ایک رسول ان ہی میں سے۔ چونکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام دونوں نے مل کر دعا کی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی نسل سے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دونوں کی نسل سے اور کوئی نہیں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دنیا میں آنے کے ظاہری سبب تین ہیں..........

بعثت محمدی کے تین ظاہری اسباب :

①...... دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ جو انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ کی تھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ۔

②...... دوم وَبُشْرٰی عِیْسٰی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور حواریوں کو میرے آنے کی بشارت سنائی تھی۔قرآنِ کریم میں آتا ہے وَمُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْ م بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ میں محمد بھی ہوں اور میں احمد بھی ہوں۔یعنی میرا نام ''محمد'' بھی ہے اور ''احمد'' بھی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ

میرا نام ''حاشر'' بھی ہے جس کے قدموں میں یعنی جھنڈے کے نیچے سارے لوگ جمع ہوں گے قیامت والے دن۔ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اور میرا نام ''عاقب'' بھی ہے۔ ''عاقب'' کے معنٰی ''آخری'' کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

③...... تیسرا ظاہری سبب فرمایا ''میری والدہ ماجدہ نے میری ولادت سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ ان کے بدن سے ایک روشنی نکلی ہے جس سے شام کے محل روشن ہوگئے''۔ تو یہ آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کے اسباب ہیں۔ اور ان میں سے ایک سبب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔ دعا میں یہ بھی مانگا............

نبی اکرم ﷺ کے چار فرائض منصبی :

①...... یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وہ تلاوت کرے ان پر تیری آیتیں۔ یعنی ان کو پڑھ کر سنائے۔ آپ ﷺ کے اوّل مخاطب چونکہ عربی تھے اور عربی ان کی مادری زبان تھی۔ اس لئے قرآن کریم کے اکثر مضامین تو وہ محض سننے سے ہی سمجھ جاتے تھے۔

②...... وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور تعلیم دے ان کو کتاب کی۔ قرآنِ کریم کی وہ آیات جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف سننے سے نہیں سمجھ سکتے تھے تو آپ ﷺ اس کی تفسیر کردیتے کہ اس کا یہ مطلب اور مفہوم ہے۔ مثلاً پانچویں پارے میں آیت آتی ہے............

مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ جو شخص برے عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا

جائے گا اس کی سزا پائے گا یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت ہم میں سے کون سا آدمی ہے جس سے کوئی نہ کوئی برائی نہ ہو؟ معصوم تو صرف پیغمبر ہیں۔ ان کے بغیر کوئی معصوم تو نہیں ہے؟۔ لہٰذا چھوٹی بڑی غلطی انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ بدلہ قبر، برزخ اور آخرت میں ہوگا کہ جس کے نتیجے میں دوزخ جانا پڑے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مطلب نہیں ہے بلکہ یُّجْزَ بِہٖ کا مطلب ہے کہ مومن کو دنیا میں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ اس عمل کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً بخار ہے، گرمی، سردی ہے، سر درد ہے، کمر درد ہے، گھٹنے کا درد ہے، پیٹ درد ہے، کوئی تکلیف ہو یہ گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے۔ چلتے چلتے جیب سے رقم گر گئی یہ بھی گناہ کا کفارہ ہو گئی۔ حتی کہ کانٹے کا چبھ جانا اور چیونٹی کا کاٹنا یہ بھی گناہ کا کفارہ ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم بھی دی اور قرآن کریم کا پڑھانا اور سمجھانا بڑا کام ہے۔

ابن ماجہ جو صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآنِ کریم کی ایک آیت سیکھے گا (بغیر ترجمہ کے) اس کو سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا اور جو شخص ایک آیت کریمہ ترجمہ کے ساتھ سیکھے گا اس کو ہزار نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور یاد رکھنا! قرآنِ کریم پڑھنا اور اس کا ترجمہ سیکھنا مردوں، عورتوں سب کے لئے ضروری ہے۔ پہلے تو خیر اس کے لئے کافی دقت ہوتی تھی اور اب الحمدللہ ہر جگہ اس کا انتظام ہے صرف ہمارے ہاں (گکھڑ میں) عورتوں کی تعلیم کے پانچ چھ مدرسے ہیں۔ جہاں عورتیں ہی پڑھاتی ہیں۔ اور الحمدللہ ان شاخوں میں وہ بچیاں پڑھاتی ہیں جنہوں نے براہِ راست سالہا

سال مجھ سے پڑھا ہے۔ اب تو پڑھنے والیوں کی ضرورت ہے۔

③...... آپ ﷺ کا تیسرا کام وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی تعلیم دے یعنی حدیث کی۔ حدیث کے الفاظ بھی آپ نے بیان فرمائے اور معانی بھی سکھائے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر، ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے حیران ہوئے اور عرض کیا۔ حضرت! "مَنْ يُّطِيْقُ ذٰلِكَ" کس کو اس کی طاقت ہے کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقے کرے؟۔ فرمایا.........

صدقہ کا شرعی مفہوم :

"تم نے صدقے کا معنٰی روپیہ دینا ہی سمجھا ہے۔ صرف یہ معنٰی نہیں ہے بلکہ ایک دفعہ الحمد للہ کہا صدقہ ادا ہو گیا۔ "سبحان اللہ" کہا صدقہ ادا ہو گیا ہے۔ "اللہ اکبر" کہا، صدقہ ادا ہو گیا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا صدقہ ادا ہو گیا۔ "وعلیکم السلام" کہا صدقہ ادا ہو گیا۔ بلکہ ایک دوسرے کو ملتے وقت خندہ پیشانی سے پیش آنا یہ بھی صدقہ ہے۔ راستہ پر اینٹ پتھر پڑا ہوا جو لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث ہے اس کو راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ ناواقف کو راستہ بتا دینا یا اس کو منزل تک پہنچا دینا بھی صدقہ ہے۔

نفلی نماز کی جماعت...... :

ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں بھی ملتی ہیں اور ایک صدقہ بھی ادا ہو گیا۔ اور اگر یہ چاہتے ہو کہ تین سو ساٹھ صدقے ایک ہی کام میں آ جائیں تو وہ بھی ہے کہ چاشت کی نماز پڑھو۔ چاشت کی دو رکعت پڑھو۔ اس میں تین سو ساٹھ صدقے

ہیں۔ اور نماز چاشت کے لئے مسجد میں جانا بھی ضروری نہیں ہے۔ گھر میں پڑھ لو، دفتر میں، کارخانے میں، اپنی زمین میں جہاں کہیں بھی پڑھ سکتے ہو اور یہ اکیلے پڑھنی ہے۔ جماعت کے ساتھ نہیں کیونکہ نفلی نماز کے لئے جماعت کا اہتمام کرنا بڑا گناہ ہے۔ یہ بات تمام فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لکھی ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفلی نماز میں اگر ایک دو آدمی ساتھ مل جائیں تو کراہت نہیں ہے اور اگر تیسرا ساتھ مل گیا تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اور چوتھا ساتھ مل گیا تو مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام ہے۔ مردوں کے متعلق یہ حکم ہے۔

اور اب عورتوں نے یہ بدعت شروع کی ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کے لئے اہتمام کرتی ہیں اور اس کے لئے باقاعدہ مسجدوں میں اعلان ہوتے ہیں یہ تمام بدعت ہیں۔ اور بدعت کا گناہ تو ہوتا ہے۔ ثواب نہیں ہوتا۔ کیونکہ بدعت سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اپنی جگہ تہجد پڑھو، اشراق پڑھو، صلوٰۃ التسبیح پڑھو، بڑی سعادت کی بات ہے۔ مگر اس کے لئے اہتمام کرنا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ بدعت سے محفوظ فرمائے۔

تو خیر! صدقے کے متعلق بیان کر رہا تھا کہ صدقہ ضروری نہیں کہ رقم اور جنس کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے بلکہ اللہ، اللہ کرنے میں بھی صدقہ ہے۔ اور ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صدقہ ''کالی سری'' کا نام ہے کہ ''کالی سری'' دینے سے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔

صدقے کا مفہوم ہے، غریب کی ضرورت پوری کرنا، غریب کو ضرورت ہے کپڑے کی تم ''کالی سری'' اس کی جھولی میں ڈالتے ہو۔ وہ اس کا کیا کرے گا۔ اس کو جوتے کی ضرورت ہے۔ اس کے بچے پڑھتے ہیں ان کو کتابوں کی ضرورت ہے۔ تو یہ

ضرورت ''کالی سری'' تو پوری نہیں کرے گی۔

لہٰذا جو اس کی ضرورت ہے وہ اس کو دو، چاول کی اس کو ضرورت ہے وہ اس کو دو۔ کپڑے کی ضرورت ہے تو کپڑا لا کر دو، بلکہ بہتر یہ ہے کہ نقد رقم دے دو اس کی جو ضرورت ہے وہ پوری کرے گا۔ آنحضرت ﷺ کا چوتھا کام تھا ''تزکیۂ نفس''۔

فرمایا......

④...... وَيُزَكِّيهِمْ اور ان کو پاک کرے۔ حقیقتاً تزکیہ یعنی دلوں کی صفائی تو رب کرتا ہے آپ ﷺ اس کا ذریعہ تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور تعلیم و تربیت سے لوگوں کے دل صاف ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے وظائف کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر اب زنگ اتارنے کے لئے وظائف کرنے پڑتے ہیں۔ پیر کامل اپنے مریدوں کو اگر کوئی وظیفہ بتائے گا اور وہ توجہ کے ساتھ پڑھے گا تو یقیناً اثر ہوگا۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک تو ہی ہے زبردست، حکمت والا۔ یہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ
نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ
فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ
رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ
يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا
تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ
شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ
لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ
اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ
﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَمَنْ يَّرْغَبُ اورکون اعراض کرتا ہے عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت اور طریقے سے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ مگر وہ شخص جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنالیا وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا اور البتہ تحقیق ہم نے چن لیا ابراہیم (علیہ السلام) کو دنیا میں وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ اور بے شک وہ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ البتہ نیکو کاروں سے ہوگا۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ جب فرمایا اس کو اس کے رب نے اَسْلِمْ جھک جا (میرے سامنے) قَالَ فرمایا (ابراہیم علیہ السلام نے) اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جھک گیا میں رب العالمین کے سامنے۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ اور وصیت کی (اس ملت پر قائم رہنے کی) ابراہیم (علیہ السلام) نے بَنِيْهِ اپنے بیٹوں کو وَيَعْقُوْبُ اور یعقوب (علیہ السلام نے بھی) يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو! اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى بے شک

اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے لَكُمُ الدِّيْنَ تمہارے لئے دین فَلَا تَمُوْ تُنَّ پس تم ہرگز نہ مرنا اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کیا تم حاضر تھے اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ جب حاضر ہوئی یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ جب کہا انہوں نے اپنے بیٹوں سے مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ ۢ بَعْدِيْ کس کی تم عبادت کرو گے میرے بعد؟۔ قَالُوْا کہا انہوں نے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ ہم عبادت کریں گے تیرے معبود کی وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اور تیرے باپ، دادا کے معبود کی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) تھے اِلٰهًا وَّاحِدًا جو ایک ہی الٰہ ہے وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک گروہ تھا تحقیق وہ گزر گیا لَهَا مَا كَسَبَتْ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا وَلَا تُسْئَلُوْنَ اور تم سے سوال نہیں کیا جائے گا عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جو وہ کرتے تھے۔

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ہو جاؤ تم

یہودی یا نصرانی تَهْتَدُوْا ہدایت پا جاؤ گے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں
بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا بلکہ ہم ملت ابراہیمی کی پیروی کریں گے جو
ایک طرف ہونے والے تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور نہیں
تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔

ربط :

اس سے پہلے رکوع میں کعبۃ اللہ کی تعمیر کا ذکر تھا کہ کعبۃ اللہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر تعمیر کیا اور پچیس دن میں مکمل کر دیا۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ کعبۃ اللہ کا درجہ زمین کے تمام ٹکڑوں سے بلند ہے۔ سوائے زمین کے اس ٹکڑے کے کہ جہاں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں کہ اس کا درجہ کعبۃ اللہ عرش کرسی حتی کہ لوح سے بھی بلند ہے۔ تو کعبۃ اللہ کی تعمیر اور ابراہیم علیہ السلام کے کارناموں کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان کے طریقہ سے چہرہ پھیرے گا وہ بے وقوف آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے……

ملت ابراہیمی کی پیروی :

وَمَنْ یَّرْغَبُ اور کون اعراض کرتا ہے عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت اور طریقے سے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ مگر وہ شخص جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنالیا۔ ظاہر بات ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت اس مذہب کا نام تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر عمل کیا اور اس کو اپنایا تو اس مذہب سے وہی شخص اعراض کرے گا، چہرہ پھیرے گا جو بے

وقوف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا اور البتہ تحقیق ہم نے چن لیا ابراہیم (علیہ السلام) کو دنیا میں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام اور فضیلت عطاء فرمائی ہے۔ البتہ متعدد دلائل سے ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کلی یعنی تمام کائنات پر فضیلت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمائے ہیں وہ اور کسی کو نہیں عطا فرمائے۔ خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیّن ہونا بہت بلند مقام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی کی وہ دلیلیں نہ ہوتیں تو یہ آیت کریمہ اور اس قسم کی دوسری آیات بتاتی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ سب سے بلند ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنے کمالات عطا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کو نہیں عطا فرمائے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تمام مخلوقات سے بلند ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سب سے بلند مقام ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

جن علماء کرام نے عقائد پر کتابیں لکھی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ہے وہ بڑے رتبے اور شان والے پیغمبر تھے''۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

پیغمبر فرشتوں سے افضل ہیں :

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور بے شک وہ آخرت میں البتہ نیکو کاروں میں سے ہوگا۔ پیغمبر سے بڑھ کر صالح کون ہوسکتا ہے؟۔ پھر وہ پیغمبر جو پیدائش سے لے کر وفات تک امتحانوں میں ہی رہا ہو جس کی تفصیل قرآنِ کریم میں

موجود ہے اور یہ بھی یاد رکھنا کہ پیغمبروں کا درجہ اور مقام فرشتوں سے بلند ہے۔ اگر چہ فرشتے نوری مخلوق ہیں اور معصوم عن الخطاء ہیں اور پیغمبر انسان بشر اور آدمی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے نبوۃ اور رسالت کا منصب اتنا بلند رکھا ہے کہ فرشتوں کا درجہ اور مقام پیغمبروں سے کم ہے۔ اور اسی لئے انسان مجموعی لحاظ سے اشرف المخلوقات ہے کہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے رسول آئے ہیں ان کی وجہ سے انسان کا پلہ بھاری ہو گیا ہے اور مجموعی لحاظ سے فرشتے انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، فرمایا..........

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ جب فرمایا اس کو اس کے رب نے جھک جا (میرے سامنے) قَالَ تو ابراہیم علیہ السلام نے بغیر کسی قیل وقال کے کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جھک گیا میں رب العالمین کے سامنے، فرمانبردار ہو گیا رب العالمین کا جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

① ...... پہلا حکم یہ تھا کہ باپ کا ادب و احترام ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس کو تبلیغ کرو اور توحید کی دعوت دو اسی لئے ابراہیم علیہ السلام نے جب بھی باپ سے بات کی تو یَا اَبَتِ، یَا اَبَتِ، یَا اَبَتِ اے میرے ابا جی، اے میرے ابا جی کہہ کر بڑے اچھے اور پیارے انداز میں تبلیغ کی یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ باپ بت بنانے والا اور بیٹا بت گرانے والا۔ باپ بت گر اور بیٹا بت شکن پھر آخر دم تک سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی اور ادب واحترام بھی ملحوظ رکھا۔

② ...... پھر دوسرا حکم اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ دوسرے لوگوں کو بھی تبلیغ کر اور واضح طریقہ سے شرک کی تردید کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم کے علاوہ وقت کے ظالم اور جابر بادشاہ نمرود بن کنعان جو بت پرستوں کا پیرو مرشد تھا کو بھی تبلیغ کی

اور اس کے سامنے کلمہ حق بیان کیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم کی مخالفت مول لی۔ بادشاہ کی مخالفت اور باپ کی مخالفت برداشت کی اور نبوت ملنے کے بعد اسی/۸۰ سال تبلیغ کرتے رہے۔ ہمت نہیں ہاری۔ آپ علیہ السلام کو پتھر مارے گئے، گالیاں دی گئیں، قید کیا گیا، آگ میں ڈالا گیا اور بہت کچھ ہوا۔ مگر اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں فرمانبردار ہو گیا رب العالمین کے سامنے۔

③...... پھر رب تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ ہجرت کر کے شام چلے جاؤ۔ پورے ملک عراق میں صرف تین موحد تھے

①...... ابراہیم علیہ السلام ②...... ان کی اہلیہ حضرت سارا علیہا السلام

③...... اور بھتیجے حضرت لوط بن حاران بن آزر۔

کوئی چوتھا آدمی ساتھ نہیں ملا۔ دورانِ سفر آزمائشیں آئیں پھر حضرت ہاجرہ کے ساتھ نکاح ہوا حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو حکم ہوا کہ بیوی کو بتائے بغیر ان کو ساتھ لے جاؤ اور مکہ مکرمہ چھوڑ کے واپس آجاؤ۔ دمشق سے مکہ مکرمہ انگریزی میلوں کے حساب سے تقریباً پندرہ سو میل کا فاصلہ ہے سڑکیں نہیں، آمدورفت کے ذرائع نہیں، جنگلات سے گزرنا ہے۔ دشوار گزار سفر کر کے جب مکہ مکرمہ پہنچے تو رب تعالیٰ نے فرمایا..........

''یہ جو درخت کھڑا ہے اس کے نیچے ان کو بٹھا کر واپس چلے جاؤ''۔ دیکھو! کتنا بڑا امتحان ہے کہ جواں سال بیوی، دودھ پیتا بچہ، اور وہاں چھوڑنا ہے کہ جہاں نہ آبادی، نہ کوئی مکان، نہ کوئی انسان، نہ کھانے کا انتظام، نہ پینے کا صرف رب کا حکم

ہے اور مانتے چلے جارہے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور شیطان کو کنکریاں مارنا :

پھر وہی بچہ جب کام کاج کی عمر کو پہنچتا ہے تو رب تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ اس کو ذبح کردو۔ کوئی قیل وقال نہیں کی کہ ''اے پروردگار! ایک ہی تو بچہ ہے اس کو بھی ذبح کردوں رب تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں''۔ ابلیس لعین نے بڑے حیلے بہانے کیئے، پھسلانے کی کوشش کی۔ مگر اس کو پتھر مارے کہ تو دور ہوجا یہ حاجی حضرات جمرات کی رمی کرتے ہیں۔ جمرہ عقبیٰ، جمرہ اُولیٰ اور جمرہ ثانیہ شیطانوں کو مارتے ہیں۔ یہ وہی جگہیں ہیں جہاں شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھسلانے کے لئے آیا تھا۔ اور انہوں نے اس کو پتھر مارے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے منیٰ کی طرف لے جارہے تھے تو شیطان بڑا بزرگ بن کر آیا اور کہنے لگا......

☆...... حضرت! اس کو لے کر کہاں جارہے ہو؟۔

*...... فرمایا میں اس بچے کو رب تعالیٰ کی رضا کے لئے ذبح کرنے کے لئے لے جارہا ہوں۔

☆...... کہنے لگا تمہارے کتنے بچے ہیں؟۔

*...... فرمایا: یہی ایک ہے۔

☆...... تو کہنے لگا اس کو ذبح کرنا گوارا کرلوگے؟۔

*...... فرمایا رب تعالیٰ کا حکم ہے۔

☆ ...... کہنے لگا رب تعالیٰ کا حکم سر آنکھوں پر مگر اس کا مطلب سمجھنا چاہیے۔ اس میں کوئی اور قسم کا اشارہ ہوگا۔ یعنی ذبح کرنا مقصود نہیں ہوگا کچھ اور مراد ہوگی۔

* ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اکبر کہہ کر شیطان کو سات کنکر مارے۔ مگر وہ تو شیطان خبیث تھا آگے جا کر پھر سامنے آ گیا اور کہنے لگا کہ............

☆ ...... رب تعالیٰ کے حکم میں تو کوئی قیل و قال نہیں ہے۔ مگر سوچو اس کا مفہوم کوئی اور ہوگا؟۔

* ...... پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اللہ اکبر کہہ کر سات کنکر مارے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اس کا حکم ماننا ہے تو باز آ جا۔

☆ ...... پھر تیسری مرتبہ سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور وہی بات دوہرائی۔

* ...... پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اکبر کہہ کر سات کنکریاں ماریں۔

یہ رمی جمار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور حکماً واجب ہے۔ اگر کسی سے رہ جائے تو قربانی دینی پڑتی ہے۔ اگر کوئی معذور ہے، بہت بوڑھا ہے یا وہاں جا کر بیمار ہو گیا ہے کہ خود رمی نہیں کر سکتا تو اس کو نائب بنانے کی اجازت ہے۔ مگر وہ نائب پہلے اپنی رمی کرے گا اور پھر اس کی طرف سے رمی کرے گا۔

انبیاء (علیہم السلام) اور علم غیب :

اے نوجوانو! یہاں ایک اور بات بھی سمجھ لو کہ غلط کار لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر

سب کچھ جانتے ہیں۔ اگر پیغمبر سب کچھ جانتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے تھے تو ان کو معلوم تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کی قربانی نہیں ہوگی۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی علم تھا کہ میں نے ذبح نہیں ہونا پھر تو معاف کرنا یہ ایک ڈرامہ ہی تھا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اور باپ بیٹے نے ایک کھیل کھیلنا تھا جس کی حقیقت کچھ نہیں تھی۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ تو پھر قربانی کا نتیجہ تو کوئی نہ ہوا۔

حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ باپ حقیقتاً قربانی کرنے کے لئے جا رہا تھا اور بیٹا حقیقتاً قربان ہونے کے لئے جا رہا تھا۔ اور اسی وجہ سے باپ بیٹے کی عظمت دنیا والوں پر نمایاں ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باقی بیٹے :

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ ، "هَا" ضمیر "مِلَّتْ" کی طرف لوٹ رہی ہے معنیٰ ہوگا اور وصیت کی ابراہیم علیہ السلام نے اس ملت پر قائم رہنے کی بَنِیْهِ اپنے بیٹوں کو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹوں کا ذکر ملتا ہے دو کا قرآنِ کریم میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام اور تین کا ذکر تاریخ اور توراۃ میں آتا ہے۔ حضرت مدین، حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمۃ اللہ علیہم چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی کوئی نہیں تھی۔ اس لئے بیٹوں کو نصیحت فرمائی کہ اسلام نہ چھوڑنا۔

وَيَعْقُوْبُ اور یعقوب (علیہ السلام) نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ اسلام پر قائم رہنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے، بیٹی ان کی بھی نہیں تھی اس لئے انہوں نے بھی

اپنے بیٹوں کو نصیحت فرمائی..........

یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو! اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے تمہارے لئے دین فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔ یعنی اسلام پر قائم رہنا۔

نیکی کا اختیار اور توفیق :

پہلے لوگوں کی یہی وصیتیں ہوتی تھیں۔ کہ اسلام پر قائم رہنا، اعمال اچھے کرنا، آخرت کا فکر کرنا اپنے ارادے کو درست رکھنا۔ کیونکہ نیکی، بدی میں ارادے کا دخل ہے تم جیسا ارادہ کرو گے اللہ تعالیٰ ویسی توفیق عطا فرمائیں گے۔ بندہ مختار ہے مجبور نہیں ہے۔ مثلاً تم نے اپنے گھر سے مسجد میں آنے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے توفیق دے دی اور تم آ گئے۔ جو نہیں آئے ان کو اللہ تعالیٰ نے جبراً تو نہیں روکا کہ تم مسجد میں نہیں آسکتے انہوں نے آنے کا ارادہ نہیں کیا وہ اس وقت گھروں میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور ایسے بدبخت بھی ہوں گے جنہوں نے اٹھ کر سحری بھی نہیں کھائی ہو گی۔ اور روزے بھی نہیں رکھے ہوں گے۔ ان کی نیت وہ تھی لہٰذا وہ اپنی نیت پوری کر رہے ہیں۔ انسان نیکی بدی کرنے مین مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے..........

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور دوسرے مقام پر آتا ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور ہم نے اس کو دونوں راستے دکھا دیئے۔ تو رب تعالیٰ نے نیکی، بدی کے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں پھر جس راہ پر کوئی چلے گا نُوَلِّهٖ

مَاتَوَلّٰی پھر پھیر دیں گے ہم اس کو اس طرف جس طرف وہ پھرے گا۔ یعنی جس راہ کا کوئی ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بندے کو ارادے کا اختیار دیا ہے، مجبور محض نہیں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت :

تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کو چنا ہے۔ پس تم اسلام پر قائم رہنا انہوں نے تو اسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی برخلاف اس کے یہودی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام جب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ یہودیت یعنی یہودی مذہب نہ چھوڑنا اور ان کا یہ پروپیگنڈہ صدیوں سے چلا آرہا تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کیا تم حاضر تھے اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ جب حاضر ہوئی یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت؟۔ یعنی تم جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ انہوں نے یہودیت کی وصیت فرمائی تھی تو کیا جب ان کو موت آئی تھی اس وقت تم موجود تھے۔ جو تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے یہ وصیت فرمائی تھی۔ اور تمہاری یہودیت تو یہ ہے کہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ انہوں نے بنا لیا اپنے مولویوں اور پیروں کو رب تعالیٰ کے سوا۔ تو انہوں نے مولویوں اور پیروں کو رب بنانے کی وصیت کی تھی؟۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اب تم سنو کہ انہوں نے کیا وصیت فرمائی تھی جب موت حاضر ہوئی، فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ جب کہا انہوں (یعقوب علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں سے مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ ۢ بَعْدِیْ کس کی تم عبادت کرو گے میرے بعد؟۔ قَالُوْا کہا انہوں (بیٹوں) نے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ ہم عبادت کریں گے تیرے معبود کی اور تیرے باپ، دادا کے معبود کی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) تھے، ان کے الٰہ کی عبادت کریں گے اِلٰهًا وَّاحِدًا جو ایک ہی الٰہ ہے۔

تو یعقوب علیہ السلام نے تو مرتے وقت توحید کی وصیت فرمائی تھی اور ظالمو! تم نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنا لیا ہے۔ تمہاری اس یہودیت کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے؟۔ اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے یہ بھی کہا............

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ یعنی ہم مسلمان ہی مریں گے اور اسلام پر ہی قائم رہیں گے اور تم کہتے ہو کہ یہودیت کی وصیت کی تھی۔ فرمایا............

تِلْكَ اُمَّةٌ یہ ایک گروہ تھا۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کا کہ قَدْ خَلَتْ تحقیق وہ گزر گیا، دنیا سے چلا گیا لَهَا مَا كَسَبَتْ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور تم سے سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتے تھے۔

اور چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت بین الاقوامی طور پر مسلم تھی اس لئے یہودی کہتے تھے کہ وہ یہودی تھے لہٰذا تم یہودی بن جاؤ اور عیسائی کہتے تھے وہ عیسائی تھے لہٰذا

تم عیسائی بن جاؤ۔ اور مشرک کہتے تھے وہ ہمارے تھے ہر ایک فرقہ ان کو اپنے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے سب کی تردید فرمائی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے.........

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ہو جاؤ تم یہودی یا نصرانی تَهْتَدُوْا ہدایت پا جاؤ گے۔ اور قرآن کریم بڑی واضح کتاب ہے اس کے تیسرے پارے کے پندرہویں رکوع میں ہے..........

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ کتاب! یہودیو اور نصرانیو! لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ تم کیوں جھگڑا کرتے ہو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں؟ کہ تم کہتے ہو کہ یہودی تھے یا نصرانی تھے وَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِهٖ حالانکہ نہیں اتاری گئی توراۃ اور انجیل مگر ان کے بعد اور توراۃ کا مذہب یہودی تھا اور انجیل کا مذہب نصرانیت تھا اور توراۃ ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے اور انجیل تقریباً ساڑھے تین ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے تو وہ یہودی عیسائی کس طرح بن گئے؟۔ بڑی عجیب منطق ہے کہ کتاب اور شریعت بعد میں نازل ہوئی اور ان کو ماننے والا پہلے آ کہ چلا گیا..........

اللہ تعالیٰ کی ذات میں جھگڑا:

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے؟۔ هٰاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ خبردار! تم نے جھگڑا کیا اس چیز میں جس کا تمہیں تھوڑا بہت کچھ علم بھی ہے۔ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

پس کیوں جھگڑا کرتے ہو اس چیز میں جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں ہے؟۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے جو جانتا ہے وہ کہہ رہا ہے......

حضرت ابراہیم علیہ السلام موحد اور مسلم تھے :

مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا اور لیکن تھے وہ حنیف یعنی ہر طرف سے ہٹ کر ایک طرف لگنے والے مسلمان اور موحد۔ اور مشرکو تم بھی سن لو وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ اب بتاؤ کہ تم کس طرح کہتے ہو کہ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے؟۔

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا بلکہ ہم ملت ابراہیمی کی پیروی کریں گے جو ایک طرف ہونے والے تھے، موحد تھے، نہ یہودی تھے، نہ عیسائی تھے اور نہ مشرک تھے۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ وہ موحد تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا بلند مقام عطا فرمایا تھا ہم تو ان کی ملت کی اتباع کریں گے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ ط صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ز وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ لا اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

لفظی ترجمہ:

قُوْلُوْٓا اور (اے مومنو!) کہہ دو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہماری طرف وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ اور اس پر جو نازل کی گئی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى اور اس چیز پر (بھی ایمان لائے) جو دی گئی موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ اور (اس چیز پر بھی) جو دی گئی پیغمبروں کو مِنْ رَّبِّهِمْ

ان کے رب کی طرف سے لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ نہیں فرق کرتے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک کے درمیان وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمان بردار ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا پس اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ جیسا کہ تم ایمان لائے ہو اس کے ساتھ فَقَدِ اھْتَدَوْا پس تحقیق یہ ہدایت پا جائیں گے وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر انہوں نے روگردانی کی فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ پس پختہ بات ہے وہ ضد اور مخالفت میں ہیں فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ پس عنقریب اللہ تعالیٰ کفایت کرے گا آپ کے لئے ان سے وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

صِبْغَۃَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا رنگ (اختیار کرو) وَمَنْ اَحْسَنُ اور کون بہتر ہے مِنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے صِبْغَۃً رنگ (کے لحاظ سے) وَّنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ اور ہم اسی (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کرنے والے ہیں۔

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیں اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں؟ وَھُوَ رَبُّنَا حالانکہ وہی ہمارا رب ہے وَرَبُّکُمْ اور تمہارا بھی رب ہے وَلَنَآ

اَعْمَالُنَا اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اورتمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ اور ہم تو خالص اسی کے ہیں۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ کیاتم کہتے ہو؟ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کہ بے شک ابراہیم اوراسماعیل اوراسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اوران کی اولاد دراولاد كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی یہودی تھے یانصرانی قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ کیاتم زیادہ جانتے ہو یااللہ تعالیٰ (زیادہ جانتا ہے) وَمَنْ اَظْلَمُ اوراس سے بڑا کون ظالم ہے مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً جس نے چھپائی گواہی عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ جواس کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اورنہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ان کاموں سے جوتم کرتے ہو۔

تِلْكَ اُمَّةٌ یہ ایک گروہ تھا قَدْ خَلَتْ تحقیق وہ گزرگیا لَهَا مَا كَسَبَتْ ان کے لئے ہے جوانہوں نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اورتمہارے لئے ہے جوتم نے کمایا وَلَا تُسْئَلُوْنَ اورتم سے نہیں پوچھا جائے گا عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کاموں کے بارے میں جووہ کرتے تھے۔

ربط :

یہودی مسلمانوں کو کہتے تھے یہودی ہو جاؤ کہ نجات یہودیت میں ہے اور عیسائی کہتے تھے کہ عیسائی ہو جاؤ کہ نجات عیسائیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہا تم کہو کہ ہم سب کو مانتے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور جو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا سب کو مانتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے زمانے میں برحق تھا لیکن آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد پہلے تمام پیغمبروں کی شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں۔ اب ہدایت اور نجات صرف آخری پیغمبر کی اتباع میں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے.........

قُوْلُوْٓا اور (اے مومنو!) کہہ دو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہماری طرف وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ اور اس پر جو نازل کی گئی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف۔

''سبط'' کا معنیٰ :

''سبط'' کا معنیٰ ہے ''اولاد کی اولاد اور آگے ان کی اولاد'' یعنی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یوسف علیہ السلام پیغمبر ہوئے پھر آگے ان کی نسل میں اور جتنے پیغمبر تشریف لائے ان پر جو کچھ نازل ہوا ہم سب کو مانتے ہیں۔

وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى اور اس چیز پر (بھی ایمان لائے) جو دی گئی موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو۔ یعنی ان پر جو کچھ نازل ہوا تورات، انجیل، معجزات اور دیگر صحیفے ہم سب کو مانتے ہیں۔ یہاں تک تو مشہور و مخصوص پیغمبروں کا ذکر تھا آگے

تعمیم فرمادی، ارشاد ہے..........

وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ اور(اس چیز پر بھی ہمارا ایمان ہے) جو دی گئی پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے۔ صحیفے اور کتابیں اور ہم تو اتنے وسیع الصدر ہیں کہ..........

انبیاء علیہم السلام کی باہمی فضیلت :

لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ نہیں فرق کرتے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک کے درمیان، ایمان لانے میں کہ ہمارا سب پر ایمان ہے کہ وہ اپنے، اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے برحق پیغمبر تھے البتہ درجے اور مرتبے کے اعتبار سے ان میں کمی بیشی ہے۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یہ پیغمبروں کا گروہ ہے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور اسی طرح پندرہویں پارے میں آتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے..........

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور البتہ تحقیق ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی اور داؤد (علیہ السلام) کو ہم نے زبور عطا کی۔ تو پیغمبروں کے درجات میں کمی بیشی ہے۔ سب سے بلند اور اعلیٰ درجہ ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی قدر کے بعد درجہ اور مقام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد درجہ ہے موسیٰ علیہ السلام کا تو درجات میں تو فرق ہے۔ ان پر ایمان لانے میں ہم تفریق نہیں کرتے جس طرح یہودی کہتے تھے۔

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ بعض کو ہم مانتے ہیں مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور یہ بات آپ پہلے پڑھ چکے ہو کہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے تھے کہ ہم اس کو نبی کیا مانیں گے؟ یہ تو حلال زادہ ہی نہیں ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ تو یہ تفریق ہم نہیں کرتے۔

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمان بردار ہیں۔ ہم نے اپنی گردنیں رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھکا دی ہیں۔

اس سے پہلے تین گروہوں کا ذکر تھا............

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان معیاری ہے :

① ...... یہود ② ...... نصاریٰ ③ ...... اور ضمناً مشرکین کا۔

کہ یہ سارے مسلمانوں کو اپنے، اپنے مذہب کی دعوت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ ہم تو قاعدے کے مطابق سب کو مانتے ہیں اور تم نہیں مانتے۔ پس تم ان سے کہو کہ اگر یہ لوگ تمہاری طرح ایمان لائیں گے تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ پس اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں جیسا کہ تم ایمان لائے ہو اس کے ساتھ فَقَدِ اهْتَدَوْا پس تحقیق یہ ہدایت پا جائیں گے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار قرار دیا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے جیسا یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا ایمان لائیں گے تو ہدایت حاصل ہوگی۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ اور اگر انہوں نے روگردانی کی پس

پختہ بات ہے وہ ضد، مخالفت اور بدبختی ہے۔ اور جو حضرات دوسروں کے لئے معیار ہیں۔ وہ ثقہ، عادل، متقی، پرہیزگار ہیں۔ اور ان پر جرح واعتراض جائز نہیں ہے۔

① ...... چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''مرقات شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اور سنت اور معتمد لوگوں کے اجماع کے ظاہری الفاظ اور عبارتیں۔ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل اور ثقہ ہیں۔

② ...... امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اسد الغابہ'' میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل اور ثقہ ہیں۔ ان پر جرح نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعدیل اور پاکدامنی بیان فرمائی ہے۔ اور جو حضرات عادل، ثقہ، ایمان اور عمل میں معیار ہیں۔ ان کی اتباع واجب ہے۔

③ ...... چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اقامۃ الدلیل'' میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع واجب الاتباع ہے۔

④ ...... اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' میں لکھتے ہیں کہ ''اہلِ سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت ہے''۔

⑤ ...... اور مشہور غیر مقلد عالم مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ ''ضمیمہ رسالہ اہلِ حدیث'' میں لکھتے ہیں کہ اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استدلال کرنا ٹھیٹھ (خالص) اسلام میں داخل ہے''۔ یہ تو اہلِ حق کی

عبارتیں ہیں کہ صحابہ کرام عادل اور ثقہ ہیں۔ اور راہِ حق کی دلیل ہیں۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مذہبی اعتبار سے یہودیوں کے اکہتر فرقے بنے اور نصاریٰ کے تھوڑے سے وقت میں بہتر فرقے بنے اور امیری امت میں تہتر فرقے بنیں گے۔ یہ امت کسی سے پیچھے رہنے والی نہیں ہے۔ فرمایا........

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً ان تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ ہوگا جس کو اوّل تا آخر دوزخ سے نجات ملے گی باقی بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ یہ روایت ابو داوٗد، ترمذی اور مشکوٰۃ وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ البتہ دوزخ میں جانے کی تفصیل ہے۔ کیونکہ ان بہتر میں سے وہ بھی ہوں گے جن کا افتراق کفر اور شرک کی حد تک پہنچا ہوا ہوگا۔ ایسے لوگ تو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ اور ان میں سے ایسے بھی ہوں گے کہ جن کا افتراق کفر و شرک تک نہیں پہنچا ہوگا بلکہ بدعت اور معصیت تک محدود ہوگا۔ ایسے لوگ دوزخ میں جائیں گے مگر کسی نہ کسی وقت ان کو رہائی مل جائے گی۔ اور جو اوّل تا آخر دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا وہ صرف ایک فرقہ ہوگا۔

قَالُوْا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ اے اللہ کے رسول! (ﷺ) وہ کون سا فرقہ ہوگا جو اوّل تا آخر دوزخ سے بچا رہے گا یعنی اس کی پہچان کیا ہوگی؟۔

قَالَ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ جو میرے

طریقے پر ہوگا اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوگا یعنی میرے راستے پر چلنے والا ہوگا اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے والا ہوگا مَا اَنَا عَلَيْهِ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ وَاَصْحَابِیْ سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے والے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے طریقے پر چلنے والے اور اسی حدیث کے پیش نظر اہلِ سنت والجماعت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ تو اہلِ سنت والجماعت وہ ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے طریقہ پر چلنے والے ہیں۔

''اہلِ سنت'' کا مطلب :

چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں اور دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے کہ.........

''اہلِ سنت: وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلیں اور والجماعت، وہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے نقش قدم پر چلیں تو اہلِ سنت والجماعت وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلتے ہیں۔ اب تم فیصلہ خود کرلو کہ آج کل جو لوگ اپنے آپ کو ''سنی'' کہلواتے ہیں جو کام وہ کر رہے ہیں کیا وہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئے ہیں؟۔ حاشا وکلا۔ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں۔ اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئے اور ان کا کہیں تصور بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا ان لوگوں کا اہلِ سنت والجماعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اہلِ بدعت اور اہلِ ھویٰ ہیں اور خواہ مخواہ اپنے ساتھ یہ لفظ چسپاں کرلیا ہے۔

اور یہ بدعات، تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسواں اور عرس اور برسی اور قبروں پر چراغاں

کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہیں تھا۔ حالانکہ اس وقت لوگ مرتے بھی تھے، شہید بھی ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت بھی ان کو سب سے زیادہ تھی اگر یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیے ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور کرتے اور آخرت کی فکر بھی ان کو زیادہ تھی۔ لہٰذا یہ تمام کی تمام خرافات ہیں۔ قرآن اور سنت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے کرنے سے گناہ ہوتا ہے، ثواب نہیں۔

''عید میلاد'' اور اس کے تین بانی :

① ...... اور عید میلاد کا جلوس تو کچھ عرصہ پہلے شروع ہوا ہے میری عمر کے جو بوڑھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ عید میلاد کا جلوس ہمارے سامنے شروع ہوا ہے۔ اور میرے اس درس کے دینے تک اس کا بانی شیخ عنایت اللہ قادری زندہ ہے۔ یہ پہلے ہندو تھا اور ''رام لیلیٰ'' کا جلوس نکالا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی مسلمان ہونے کے بعد اس نے ''عید میلاد'' کا جلوس نکالنا شروع کر دیا۔ کبھی لاہور جاؤ تو کشمیری بازار میں جا کر دیکھو اس کے مکان پر لکھا ہوا ہے ''شیخ عنائت اللہ قادری بانی جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم''۔ اب ۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ ۲۱ جنوری ۲۰۰۲ء کو وہ فوت ہو گیا ہے۔

② ...... اور دو آدمی اس کے ساتھ اور تھے ایک ''مولوی عبدالمجید'' جو ''پٹی'' کا رہنے والا تھا اس کا ایک رسالہ بھی نکلتا تھا ''ایمان''۔

③ ...... اور تیسرا ''عبدالقادر'' تھا جس بیٹا ''شجاع'' لاہور کا میئر بھی رہ چکا ہے۔ ان تینوں آدمیوں نے عید میلاد کا جلوس شروع کیا جس کو آج کل لوگ دین بنائے پھرتے ہیں۔ یہ کام تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تصور میں بھی نہیں تھے۔ تو صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے معیار قرار دیا ہے۔ فرمایا..........

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پس عنقریب اللہ تعالیٰ کفایت کرے گا آپ کے لئے ان سے۔ دوسری جگہ فرمایا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

توحید کا رنگ :

یہودیوں اور عیسائیوں کے کچھ پانی ہوتے تھے ''رنگدار''۔ ان کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تھا اس چشمے میں اس کو غسل دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اب اس پر یہودیت کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ اور عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

صِبْغَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا رنگ (اختیار کرو) کیونکہ اصل رنگ تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اور کون بہتر ہے اللہ تعالیٰ سے رنگ کے لحاظ سے۔ یعنی توحید والے رنگ سے بہتر رنگ کون سا ہے؟۔ جس کو توحید سمجھ آ گئی اور وہ موحد بن گیا ایمان کی دولت حاصل ہوگئی۔ اور دین کے ساتھ اس کا تعلق ہوگیا تو یہ حقیقی رنگ میں رنگا گیا کیونکہ اصل رنگ تو یہ ہے۔ ظاہری طور پر بدن رنگنے سے اور کپڑے رنگنے سے کیا فائدہ ہوگا؟۔ اصل رنگ تو یہ ہے کہ دل توحید و سنت والے عقیدے سے رنگا ہوا ہو۔ تو کامیابی ہے۔

وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ اور ہم اسی (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اور تم جس کی چاہو عبادت کرو۔ قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیں اَتُحَاجُّوْنَنَا

فِی اللّٰہِ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں؟ اس کی توحید کے متعلق وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ حالانکہ وہی ہمارا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہمیں بھی وہی پالتا ہے اور تمہیں بھی وہی پالنے والا ہے۔

وَلَنَآ اَعْمَالُنَا اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ اور ہم تو خالص اسی کے ہیں۔ ہم منافق اور دورنگے نہیں ہیں۔ ہم تو خالص رب تعالیٰ کے حضور جھکنے والے ہیں۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائی کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے اور مشرکوں کا دعویٰ تھا کہ وہ ہمارے تھے اللہ تعالیٰ نے اِن سب کا رد فرمایا ہے۔

انبیاءِ بنی اسرائیل علیہم السلام کا دین :

اَمْ تَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو؟ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کہ بے شک ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد در اولاد كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى یہودی تھے یا نصرانی قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیں، تم یہ کہتے ہو، بتاؤ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ (زیادہ جانتا ہے)۔ رب تعالیٰ نے تو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے جس کا تیسرے پارے میں ذکر ہے.........

مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے، نہ نصرانی تھے اور نہ مشرکین میں سے تھے اور لیکن وہ ایک طرف ہو کر رہنے والے مسلمان تھے یہ

تمہارے خالی دعوے ہی دعوے ہیں۔ جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور تمہیں بھی معلوم ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی نہیں تھے اور نہ ہی وہ مشرک تھے اس کے باوجود تم اس بات کو چھپاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً اور اس سے بڑا کون ظالم ہے جس نے چھپائی گواہی عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ جو اس کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ اس کا پھل تمہیں ملے گا، فرمایا.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول :

تِلْكَ اُمَّةٌ یہ ایک گروہ تھا ان بزرگوں کا جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ (علیہم السلام) قَدْ خَلَتْ تحقیق وہ گزر گیا۔ یہ حضرات دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تو وفات پاگئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں۔ اور ان کی حیات قطعی دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔ ان کی حیات کا منکر پکا کافر ہے اور اس کے کفر میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کا یہ نازل ہونا قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور وہ نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک زمین پر رہیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ یہودیت اور عیسائیت کا صفایا کر دیں گے صرف اسلام ہی اسلام رہے گا۔ حج وعمرہ بھی کریں گے پھر ان کی وفات ہوگی اور آپ ﷺ کے روضہ اقدس میں ان کو دفن کیا جائے گا یہ سب قطعی چیزیں

ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...........

لَهَا مَا كَسَبَتْ ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اورتمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا وَلَا تُسْئَلُوْنَ اور تم سے نہیں پوچھا جائے گا عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کاموں کے بارے میں جو وہ کرتے تھے۔ وہ اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ اور تم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہو ہر ایک کا نتیجہ اس کے اعمال کے مطابق مرتب ہوگا۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

السورۃ البقرۃ

(مکمل)

جلد ۲

افادات

پیر شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ البقرہ، جلد دوم)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

طبع ---- سوئم

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292 -

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

قصیدہ مدحیہ

فِی الشَّیخِ الاُستَاذِ مَولَانَا مُحَمَّد سَرفَرَاز خَان صَفدَر مدظلہ

قال بفمہ الشیخ محمد عیسٰی الکورمانی مدظلہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○

وَلِلّٰہِ حَمدٌ وَافِیاً وَمُوَافِیاً قَبلَ الثَّنَاء ❖ وَالسَّلَامُ عَلَی الرَّسُولِ وَعَلٰی صَحْبِہِ الْبَرَرَۃِ التُّقٰی

فَاِنَّ الشَّیخَ مُحَمَّد سَرفَرَاز صَفدَرَ المَولٰی
کَانَ قَد اَحیَی العِلمَ وَالدَّرسَ وَالفَضلَ وَالسُّنَّہ ط

ہمارے شیخ استاذ محی السنہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ العالی نے علم، تدریس، بزرگی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات نو بخشی۔

فَوَاللّٰہِ مَارَأَیتُہ وَلَعَلَّ مَارَأَی ھُوَ فِی عَصرِہٖ مِثلَہ ط
فِی جُھدٍ لِدِینِ اللّٰہِ قَطُّ وَفِی المَشَقَّۃِ وَالمِحنَہ ط

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ نہ میں نے اور شاید کہ نہ آپ نے زمانہ میں اپنے جیسا دیکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں جیسی کوشش، مشقت اور محنت آپ نے برداشت کی ہے

وَقَد اَبلٰی نَفسَہ وَاَھلَہ وَمَالَہ وَحَیَاتَہ ط
لِخِدمَۃِ المِلَّۃِ الحَنِیفِیَۃِ السَّمحَۃِ البَیضَآءِ

شیخ نے اپنے آپکو، اہل وعیال، مال اور زندگی سب کچھ ملت حنفیہ جو کہ آسان اور واضح ہے، کیلئے داؤ پر لگا دیا۔

وَمِنْ صَنْعَةِ الشَّيْخِ اَنَّهٗ شَدَّرَدًّا عَلٰى اَهْلِ الْهَوٰى
يَعْنِى الْغُلَاةَ فِى الدِّيْنِ مِمَّنْ مَضٰى كَانَ اَوْ حَدَثَا

اور شیخ کا خاص عمل یہ ہے کہ انہوں نے گمراہ فرقوں پر سخت رد کیا یعنی ان لوگوں پر
جنہوں نے دین میں غلو سے کام لیا کچھ تو اس دنیا سے چلے گئے اور کچھ ابھی باقی ہیں۔

فَمَا اَتَوْا بِجَوَابٍ صَحِيْحٍ وَّ قَدْمَاتَ اَكْثَرُهُمْ
بِالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ وَالْبُغْضِ وَالشَّنَئَا

یہ لوگ شیخ کے رد کا کوئی صحیح جواب نہ دے سکے ان میں سے اکثر
حسرت وافسوس وبغض اور کینہ لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

فَيَالَهٗ مِنْ شَانٍ لَقَدْ فَاقَ اَهْلَ الْعَصْرِ اٰخِرَهُمْ
فِقْهًا حَدِيْثًا وَّ اَثْرَ السَّلْفِ كَانَ اَوْ عَمَلًا

میرے شیخ کی کیا شان ہے کہ وہ اپنے سب زمانہ والوں پر علم فقہ،
علم حدیث، سلف صالحین کے آثار ہوں یا اعمال ہوں فوقیت رکھتے ہیں۔

وَفِىْ عِلْمٍ وَفِىْ حِلْمٍ وَفِىْ خُلْقٍ وَفِىْ حُسْنٍ
وَفِىْ اَدَبٍ وَفِىْ قِرًى لِضَيْفٍ وَفِىْ صِلَةٍ لِاَرْحَامًا

وسعت علم، بردباری، حسن خلق، جمال صورت،
شرعی اخلاق، مہمان نوازی اور صلہ رحمی

وَجَرَتْ • وَفُوْدُ الْعِلْمِ مِنْ كُلِّ شَرْقٍ وَّ غَرْبٍ بِحَضْرَتِهٖ
لِتَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ الَّذِىْ كِرَامَةُ الشَّيْخِ فِيْهِ قَدْ ظَهَرَا

اہل علم کے قافلے مشرق اور مغرب سے آپکی خدمت میں جوق در جوق آنا شروع ہوئے
قرآن کی تفسیر کے لئے جس میں شیخ کی ایک کرامت ظاہر ہوئی ہے۔

مِنْ ضَبطِ اٰثَارٍ وَحِفْظِ اَقْوَالٍ وَصِحَّۃِ اَخْبَارٍمَعَ الدَّلِیْلِ لَھَا

فَلَمْ یَرَوَلَمْ یُسْمَعْ بِھٰذَا الطَّرِیْقِ فِیْ اَوَائِلِ الَّذِیْنَ مَضٰی

یعنی مضبوط آثار اور محفوظ اقوال اور صحیح احادیث کو مسلسل باحوالہ بیان کرنا
کہ اوائل میں اس قسم کا نرالہ انداز دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا۔

وَاِنَّہٗ لَمْ یَزَلْ بِعِلْمِ رِجَالِ الْحَدِیْثِ مِیْزَانًالِسَبْقَتِہٖ

فَلْیَنْظُرْ کَمَالَ الصِّدْقِ لِیْ فِیْمَاتَعَرَّضَ مِنْہٗ بَحْثٍ اَوْ تَقَدَّمَا

آپ رجال حدیث کے علم میں سبقت علمی کے باعث ایک معیار ہیں اور اس بات کی تصدیق کیلئے
چاہئے کہ ان ابحاث کا مطالعہ کیا جائے جسمیں آپ نے کسی پر مناقضہ کیا ہو یا ازسرنو بحث کی ہو۔

وَمَاذَا یَقُوْلُ مُحَمَّدْ عِیْسٰی الَّذِیْ ھُوَ مِنْ اَدْنٰی تَلَامِذِہٖ

فِیْ شَیْخٍ عَالِمٍ کَبِیْرٍ نِالَّذِیْ لِاِسْنَادِہٖ اسْتَجَازَہٗ الْعُلَمَاءُ

علم میں ایک ادنیٰ شاگرد محمد عیسیٰ اپنے شیخ کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے؟
ایسے شیخ جن سے بڑے علماء نے حدیث کی اجازت لی ہو۔

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دید یئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دوں گا۔ میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جس کی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۚ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

سَيَقُوْلُ عن قریب کہیں گے السُّفَهَآءُ بے وقوف مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے ۔ مَا وَلّٰىهُمْ کس چیز نے مسلمانوں کو پھیر دیا عَنْ قِبْلَتِهِمُ ان کے قبلہ سے الَّتِىْ وہ قبلہ كَانُوْا عَلَيْهَا جس کی طرف وہ رخ کرتے تھے قُلْ آپ کہہ دیں لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مشرق وَالْمَغْرِبُ اور مغرب يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَ كَذٰلِكَ اور اسی طرح جَعَلْنٰكُمْ ہم نے بنایا تمھیں اُمَّةً وَّسَطًا امت اعتدال والی لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ ہو جاؤ تم گواہ لوگوں پر وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ اور ہو جائیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا تم

پر گواہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ اور نہیں بنایا ہم نے قبلہ الَّتِیْ وہ قبلہ
كُنْتَ عَلَيْهَآ جس پر آپ تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مگر تاکہ ہم ظاہر کر دیں
مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ اس کو جو پیروی کرتا ہے رسول کی مِمَّنْ ان لوگوں
میں سے يَّنْقَلِبُ جو پلٹ جاتے ہیں عَلٰی عَقِبَيْهِ اپنی ایڑیوں کے
بل وَاِنْ كَانَتْ اور تحقیق کے ساتھ تھی لَكَبِيْرَةً البتہ بھاری چیز اِلَّا
عَلَى الَّذِيْنَ مگر ان لوگوں پر هَدَى اللّٰهُ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی
وَمَا كَانَ اللّٰهُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ تاکہ ضائع کر
دے تمھاری عبادتوں اور تمھارے ایمان کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ
بِالنَّاسِ لوگوں کے ساتھ لَرَءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے
رَّحِيْمٌ مہربان ہے۔

تحویل قبلہ :

جس دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی اسی موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وضو اور نماز کا طریقہ سمجھایا۔ شروع میں فجر اور عصر کی نمازیں نفلی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو پڑھتے تھے۔ نبوت کے تقریباً دس سال گزرنے کے بعد گیارھویں سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا اور معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ جس دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی اسی دن سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کے کہنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحی کے مطابق نفلی نمازیں شروع کر دیں اور کعبۃ اللہ اس وقت قبلہ تھا۔

قبلہ کا لفظی معنیٰ ہے چہرہ پھیرنے کی جگہ۔ یعنی نماز کے لیے جس طرف انسان چہرہ پھیرے وہ قبلہ ہے۔ اصل عبادت تو رب تعالیٰ کی ہے قبلہ تو ایک جہت ہے۔ قبلہ ہمارا مسجود الیہ نہیں ہے۔ ہم سجدہ قبلے کو نہیں کرتے بلکہ سجدہ تو رب کو کرتے ہیں قبلہ صرف ایک جہت اور سمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔

ہم لوگ جو قبلے سے مشرق کی طرف ہیں ہمارا چہرہ مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جو قبلہ سے مغرب کی طرف رہتے ہیں ان کا چہرہ مشرق کی طرف ہوتا ہے۔ شمال والوں کا جنوب کی طرف اور جنوب والوں کا شمال کی طرف۔ گویا کہ تمام قموں میں اتفاق اور اتحاد کا مرکز قبلہ کو بنایا کہ سب کا نماز میں چہرہ اس کی طرف ہونا چاہیے تاکہ قوم میں اتفاق اور اتحاد قائم رہے۔ جب تک کسی قوم کا پروگرام اور نصب العین ایک نہیں ہوگا اس وقت تک ان میں کبھی بھی اتفاق نہیں ہوسکتا۔ نصب العین اور پروگرام ہی ایک ایسی بڑی چیز ہے جس کے ذریعے سے قومیں آپس میں متفق ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جتنی سیاسی پارٹیاں ہیں ان میں سے اکثر کا کوئی پروگرام نہیں ہے بلکہ صرف اقتدار حاصل کرنا ہے اور اسی کے واسطے سارا زور صرف کرتی ہیں۔ اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی قوم کے لیے کچھ نہیں کرتیں۔ اس لیے کہ ان کا کوئی نصب العین ہی نہیں ہے۔

تو قبلے کے لفظی معنیٰ ہیں وہ جہت اور سمت جس کی طرف رُخ پھیرا جائے۔ نماز کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط قبلہ کی طرف چہرہ کرنا بھی ہے۔ اگر کعبہ سامنے نظر آتا ہو تو وہاں عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا ہے۔ اگر کعبہ سے چہرہ ذرا سا بھی ہٹا ہوا ہوگا تو نماز نہیں ہوگی۔ اور جب کعبہ سامنے نظر نہ آئے تو کعبہ کی جہت اور سمت معتبر ہے۔ اس میں اگر تھوڑا بہت فرق رہ بھی گیا تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو چہرہ کعبہ کی طرف کیا کرتے تھے۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز اس طرف منہ کر کے پڑھتے جس طرف حجر اسود ہے اور رکنِ یمانی ہے۔ اس رکنِ یمانی کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخ مبارک کعبہ کی طرف بھی ہوتا تھا اور مسجد اقصیٰ کی طرف بھی۔ کیوں کہ اُسی جانب بیت المقدس ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بیت اللہ کے دوسرے اطراف میں بھی نماز پڑھتے تھے لیکن زیادہ تر اسی جگہ پڑھتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کرو۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات مذکور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی القبلتین ہوں گے۔ کہ وہ دونوں قبلوں کے نبی ہوں گے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ مسجد اقصیٰ نہ ہوتا تو یہودی اور عیسائی جو پہلی کتابوں سے واقف تھے کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اگر وہ نبی ہوتے تو اس کی صفت نبی القبلتین موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ بند کرنے کے لیے اور اتمامِ حجت کی خاطر حکم دیا کہ مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔

مسجد نبوی ﷺ سے مغرب کی طرف تھوڑے سے فاصلے پر قبیلہ بنوسلمہ کی مسجد تھی۔ ظہر کا وقت تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں تو عین نماز کی حالت میں جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لائے کہ اب تمھارا قبلہ بجائے مسجد اقصیٰ کے کعبۃ اللہ ہے۔ تو باقی دو رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے پڑھائیں۔ یعنی پہلی دو

رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی طرف اور باقی دو رکعتیں کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے پڑھائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت سمجھ دار تھے۔ جدھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھرے وہ بھی اُدھر ہی پھر گئے۔ اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ اس کی دیوار میں آج بھی محراب کا نشان پڑا ہوا ہے۔

تحویل قبلہ پر اعتراضات :

جس وقت قبلے کی تبدیلی کا حکم ہوا تو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین نے پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ مشرکین کہنے لگے کہ اس کو اب اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ پہلے جب مکہ میں تھا تو کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ جب مدینہ طیبہ گیا تو یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لیے ان کے قبلے کی طرف پھر گیا اور اب اس کو پتا چل گیا ہے کہ ہم لوگ صحیح ہیں اس لیے پھر ہمارے قبلے کی طرف رُخ کر لیا ہے۔

اور یہود و نصاریٰ نے یوں پراپیگنڈہ کیا کہ اگر وہ قبلہ صحیح تھا تو پھر اس کو چھوڑا کیوں؟ اور اگر غلط تھا تو پھر اس کی طرف رُخ کر کے نمازیں کیوں پڑھیں؟ ان کے پراپیگنڈے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ عن قریب کہہ دیں گے بے وقوف مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے۔ اس لیے کہ جو رب تعالیٰ کے حکم اور ارشاد پر تنقید کریں وہ بے وقوف ہی ہو سکتے ہیں اور کون ہو سکتا ہے؟ وہ کہیں گے مَا وَلّٰىهُمْ کس چیز نے ان مسلمانوں کو پھیرا عَنْ قِبْلَتِهِمُ ان کے قبلہ سے الَّتِيْ وہ قبلہ كَانُوْا عَلَيْهَا جس کی طرف وہ رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ان کو کس نے حکم دیا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے رُخ ہٹا کر دوسری طرف پھر جائیں۔ فرمایا تم ان کو یہی جواب دو قُلْ آپ کہہ دیں لِلّٰهِ

اَلْمُشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مشرق اور مغرب۔ ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ رب تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا تھا کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھنے کا تو ہم اس کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے۔ جب مدینہ طیبہ آئے تو ہمیں حکم ہوا کہ مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھو۔ ہم نے چہرہ مسجد اقصیٰ کی طرف کر لیا۔ اب اس نے حکم دیا ہے کہ پھر چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف کر لو تو ہم نے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور سب سے بڑی چیز تو رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے اور ہم نے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صراط مستقیم کی۔ مگر ہدایت دیتا کس کو ہے؟ تو اس کا ذکر قرآن پاک کے دوسرے مقام پر ہے یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ [الشوریٰ:۱۳] جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔ زبردستی نہ تو کسی کو کافر بناتا ہے اور نہ کسی کو مسلمان فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [الصّف:۵] پس جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا۔ جب کوئی غلط راستے پر چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف چلا دیتے ہیں۔ اور ہدایت رب تعالیٰ اس کو دیتا ہے مَنْ اَنَابَ کے لفظ بھی قرآن پاک میں ہیں۔ جس نے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور مَنْ یُّنِیْبُ کے لفظ بھی قرآن پاک میں ہیں کہ جو رب کی طرف رجوع کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اور اسی طرح ہم نے بنایا تمھیں اُمَّةً وَّسَطًا امت اعتدال والی۔ جس طرح ہم نے تمھارا قبلہ سب سے بہتر قبلہ بنایا ہے اسی طرح ہم

نے تمھیں تمام اُمتوں میں سے بہتر امت بنایا ہے۔ وَسَط کے معنٰی اعتدال والی اُمت، عدالت والی امت۔ لِتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ بن جائیں۔

رسول کے گواہ ہونے کا مطلب:

بعض نادانوں نے اس آیت کریمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے پر دلیل بنایا ہے۔ میں نے بڑی بسط سے اپنی کتاب "تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک" میں جو کہ اُردو زبان میں ہے۔ قرآن کریم و حادیث، فقہ اور تاریخ اسلامی کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اور کوئی پیغمبر یا ولی یا کوئی شہید ہر جگہ حاضر ناظر ہوتا ہے، یہ کفر ہے۔ آپ لوگ ایک دفعہ اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔

تو اس آیت کی تفسیر سے شَھِیْدًا کا معنٰی گواہ اور مفہوم حاضر ناظر کا نکالنا حاشا وکلاّ بالکل غلط ہے۔ اس کی تشریح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے۔ بخاری شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو اور ان کی اُمتوں کو فیصلے کے لیے اپنی عدالت میں طلب فرمائیں گے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں سے فرمائیں گے کہ آواز دو کہ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم آجائے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں نوح علیہ السلام حاضر ہو جائیں گے اور ان کی قوم بھی حاضر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ میں نے تجھے نبی بنا کر بھیجا تھا تو کیا تو نے قوم کو تبلیغ کی؟ تو حضرت نوح علیہ السلام مثلاً: فرمائیں گے کہ

ہاں! میں نے تبلیغ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے سوال کریں گے کہ نوح علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے۔ تو کیا واقعی انھوں نے تمھیں تبلیغ کی ہے؟ وہ کہیں گے کہ یہ ہمارے پاس کب آئے؟ ہمیں تو انھوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَنْ یَّشْهَدُ لَكَ اے نوح علیہ السلام! آپ کا گواہ کون ہے؟ اور مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے اس کے ذمہ ہوتا ہے کہ گواہ پیش کرے۔ اور اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ یہ ضابطہ ہے شریعت کا۔ اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْكَرَ "مدعی گواہ پیش کرے گا اور مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔"

جب رب تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے مَنْ یَّشْهَدُ لَكَ آپ کا گواہ کون ہے؟ تو نوح علیہ السلام فرمائیں گے مُحَمَّدٌ ﷺ وَاُمَّتُهٗ "میرے گواہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس امت کو پیش کیا جائے گا۔ اس امت سے سوال ہوگا کہ نوح علیہ السلام یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے مگر قوم کہتی ہے کہ یہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ یہ امت کہے گی کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ کہیں گے کہ ان کی گواہی غیر معتبر ہے اس لیے کہ یہ موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں۔ یہ تو ہم سے ہزارہا سال بعد میں آئے تھے۔

مثلاً: اس وقت تک نوح علیہ السلام کو دنیا سے گئے تقریباً چھ ہزار (۶۰۰۰) سال گزر چکے ہیں۔ تو وہ لوگ کہیں گے کہ یہ تو موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں یہ کس طرح گواہی دے سکتے ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت سے سوال کریں گے کہ دیکھو! یہ دوسرا فریق یہ کہتا

ہے کہ یہ عینی گواہ نہیں ہیں۔ان کی گواہی کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔تو اس وقت یہ امت کہے گی اے پروردگار! ان کی یہ بات ٹھیک ہے۔لیکن اے پروردگار! اگر تو سچا ہے اور یقیناً سچا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ہم نے تیری کتاب قرآن کریم میں پڑھا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ "البتہ تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور نوح نے قوم سے کہا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی عبادت نہ کرو معبود صرف رب تعالیٰ ہی ہے۔" پروردگار! تیری کتاب سچی ہے اور اس میں یہ بیان ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بَلَّغَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ "حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی ہے۔"

فقہائے کرام نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى التَّسَامُعِ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ آنکھوں سے نہیں دیکھی ہوتیں لیکن ثقہ اور معتبر لوگوں کے بیان کرنے کی وجہ سے اس پر شہادت درست ہے۔مثلاً: فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔کسی کا نکاح ہو گیا،شہرت ہوگئی کہ فلاں کا نکاح ہو گیا ہے،کوئی مر گیا ہے تو اس کی موت کی خبر دی کہ فلاں مر گیا ہے اور یہ موقع پر موجود نہیں ہے۔نہ پیدائش کے موقع پر موجود تھا،نہ موت کے موقع پر موجود تھا اور نہ نکاح کے وقت موجود تھا لیکن ثقہ لوگوں کے بیان کی بنا پر شہادت دے سکتا ہے۔

گواہوں کا تزکیہ :

مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی اہم مقدمہ ہو تو صرف گواہوں کی گواہی پر اس کا فیصلہ نہیں ہوتا۔وہاں ایک مستقل عنوان ہے تَزْكِيَةُ الشُّهَدَاءِ گواہوں کی صفائی بھی

جج اور قاضی لے گا۔ جب دو آدمی آ کر یہ گواہی دیں کہ فلاں فلاں کا قاتل ہے۔ تو صرف ان کی گواہی پر دارومدار نہیں ہوگا بلکہ ان گواہوں کا تزکیہ بھی ہوگا۔ وہ اس طرح کہ قاضی اور جج اپنے طور پر یہ تحقیق کرائے گا کہ ان گواہوں کی اس کے ساتھ کوئی دشمنی تو نہیں ہے۔ یہ گواہ فاسق و فاجر تو نہیں ہیں۔ تو یہ گواہوں کے بارے میں جو تحقیق ہوگی اس کو کہتے ہیں تَزْکِیَّۃُ الشُّھَدَآءِ۔ جس وقت ظاہری اور اندرونی طور پر مکمل طریقے سے گواہوں کی صفائی ہو جائے گی تو پھر ان کی گواہی پر فیصلہ ہوگا ورنہ نہیں۔

اہم مسئلوں میں مثلاً: قتل کا مسئلہ ہے اور قطع ید کا مسئلہ ہے، رجم کا مسئلہ ہے، کوڑے لگانے کا مسئلہ ہے۔ اور آج ہمارے دور میں تو شرعی گواہ کا پایا جانا بہت مشکل ہے۔ میرے خیال میں تو پچاس ہزار آدمیوں میں سے کوئی ایک آدمی شرعی گواہ نکل آئے تو بڑی غنیمت ہے۔ فرض نماز پڑھنا تو الگ بات ہے اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں بغیر کسی شرعی عذر کے مثلاً: بارش بھی نہیں، وہ آدمی لنگڑا لولا بھی نہیں اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا۔ اور اس طرح اس کی دو تین دفعہ نماز جماعت سے چھوٹ گئی تو اس کی گواہی مردود ہے۔ گلی محلے میں ننگے سر پھرتا ہے اس کی گواہی بھی مردود ہے۔ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرتا ہے تو اس کی گواہی بھی منظور نہیں ہے۔ جس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا اس کی گواہی بھی منظور نہیں ہے۔ آج کے دور میں تو شرعی گواہی پائے ہی نہیں جاتے الا ماشاءاللہ۔

تو جس وقت گواہوں کا تزکیہ ہو جائے گا، پھر قاضی فیصلہ دے گا۔ تو جس وقت یہ امت پیغمبروں کے حق میں گواہی دے دے گی، نوح علیہ السلام کا نام تو میں نے صرف مثال کے طور پر بیان کیا ہے۔ کیوں کہ حدیث پاک میں ان کا نام صریح موجود ہے۔ ورنہ یہ

امت تمام پیغمبروں کی گواہ ہوگی۔ اور جب یہ امت گواہی دے دے گی تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی صفائی کی گواہی دیں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح دی ہے (تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے حق میں صفائی کے گواہ ہوں گے جس کا آیت کریمہ میں ذکر ہے۔)

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا اور اسی طرح ہم نے بنایا تمھیں امت اعتدال والی، عدالت والی، انصاف والی لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام امتوں کے بارے میں یہ امت گواہی دے گی وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمھارے اُوپر گواہ ہوجائے گا کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح ہے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے جو میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کیا ہے۔ اس امت کا مرتبہ دیکھو کہ اس امت کی گواہی کے ساتھ پہلی امتوں کی قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر شَهِيْدًا کا معنیٰ یہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو پھر تو ساری امت کو شَهِيْدًا کہا گیا ہے کہ وہ بھی حاضر و ناظر ہے۔ اس لیے یہ نظریہ بالکل باطل ہے کہ شَهِيْدًا کا معنیٰ حاضر و ناظر ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ اور نہیں بنایا ہم نے وہ قبلہ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ وہ جس پر آپ تھے۔ جس کی طرف رُخ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مگر تاکہ ہم ظاہر کر دیں اس کو جو پیروی کرتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ان لوگوں سے جو پلٹ جاتے ہیں اپنی ایڑیوں کے بل۔ اس موقع پر بعض کچے قسم کے لوگ مرتد بھی ہو گئے تھے۔ کہنے لگے کہ یہ بھی کوئی بات ہے آج

اِدھر چہرہ کرو اور کل اُدھر چہرہ کرو۔ ہمارا پہلا مذہب ہی سچا ہے۔ تو فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر دے جو پکے ہیں اور جو کچے ہیں ان کو بھی ظاہر کر دے۔

وَاِنْ كَانَتْ اور بے شک یہ قبلہ کی طرف رُخ پھیرنا لَكَبِيْرَةً البتہ بھاری چیز ہے۔ کیوں کہ ایک آدمی ایک کام کرتا رہے پھر اسے چھوڑنے کا کہا جائے تو اسے ناگوار معلوم ہوتا ہے اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ مگر ان لوگوں پر جن کو رب تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ لوگ سب سے پہلے یہ بات دیکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حکم کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے اور کیا عمل کیا ہے۔ ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کا حکم سب سے مقدم ہوتا ہے۔

جس وقت قبلہ کی تبدیلی کا حکم دے دیا گیا تو وہ لوگ جنھوں نے تقریباً سولہ یا سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھی تھیں اور تبدیلی کے حکم سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ تو بعض لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کیوں جو زندہ ہیں وہ تو تدارک کرلیں گے اور جو مر گئے اُن کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کہیں اُن کی نمازیں ضائع تو نہیں ہو گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ شبہ دور فرما دیا۔ اور فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ضائع کر دے تمھاری عبادتیں اور تمھارے ایمان کو۔

اصل بات شریعت کا پابند ہونا ہے :

ایمان وہی معتبر ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہوگا۔ اسی طرح عبادت بھی وہی صحیح ہوگی جو شریعت کے مطابق ہو۔ جب تک مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا تو وہی شرعی حکم تھا اور اسی کے مطابق نماز درست

تھی۔ تو جن لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نمازیں پڑھی ہیں انھوں نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ شرعی حکم ہی کو پورا کیا ہے۔ اس لیے یہ خیال کرنا کہ اُن کی نمازیں ضائع ہو گئیں۔ یہ خیال درست نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے احکام کی جو تبدیلی ہوتی ہے وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ پہلے حکم پر عمل کی وجہ سے عمل یا ایمان کو ضائع کر دے۔ بلکہ اس میں اس کی حکمت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو آزمائے کہ کون قیل وقال کے بغیر حکم شرعی کو مانتا ہے اور کون انکار کرتا ہے۔ جس نے پہلے حکم کو دل و جان سے مانا ہو گا وہ دوسرے حکم کو بھی دل و جان سے مان لے گا۔ اور جس نے حکم ماننے سے انکار کیا تو ظاہر ہو گیا کہ یہ پختہ ایمان والا نہیں ہے۔ تو احکامات کی تبدیلی میں یہ حکمت ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں شرعی حکم پر عمل کیا اُس کا وہ عمل ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کے عمل کی قدر کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِالنَّاسِ لوگوں کے ساتھ لَرَءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ مہربان ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا
اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ
اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع ۱۷

قَدْ نَرٰى تحقیق سے ہم دیکھتے ہیں تَقَلُّبَ وَجْهِكَ آپ کے
چہرے کے پھرنے کو فِى السَّمَآءِ آسمان کی طرف فَلَنُوَلِّيَنَّكَ پس
البتہ ضرور ہم آپ کو پھیر دیں گے قِبْلَةً اس قبلے کی طرف تَرْضٰىهَا
جس کو آپ پسند کرتے ہیں فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیر دیں اپنا چہرہ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور جہاں
کہیں تم ہو فَوَلُّوْا تو تم بھی پھیرلو وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو
شَطْرَهٗ اسی مسجد حرام کی طرف وَاِنَّ الَّذِيْنَ اور بے شک وہ لوگ

اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب لَيَعْلَمُوْنَ البتہ جانتے ہیں اَنَّهُ

الْحَقُّ کہ بے شک یہ قبلے کی طرف منہ پھیرنا حق ہے مِنْ رَّبِّهِمْ ان

کے رب کی طرف سے وَمَا اللّٰهُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِغَافِلٍ غافل

عَمَّا اس چیز سے يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں وَلَئِنْ اور البتہ اگر

اَتَيْتَ الَّذِيْنَ دیں آپ ان لوگوں کو اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب

بِكُلِّ اٰيَةٍ ہر طرح کی نشانی مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وہ نہیں پیروی کریں گے

آپ کے قبلے کی وَمَا اَنْتَ اور نہیں ہیں آپ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ان کے

قبلے کی پیروی کرنے والے وَمَا بَعْضُهُمْ اور نہیں ہیں ان کے بعض

بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ پیروی کرنے والے بعض کے قبلہ کی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اور

اگر بالفرض آپ نے پیروی کی اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات کی مِّنْ

بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے اِنَّكَ

بے شک آپ اِذًا اس وقت اگر ایسا کیا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ البتہ

ناانصافوں میں سے ہوں گے اَلَّذِيْنَ وہ لوگ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن

کو دی ہم نے کتاب يَعْرِفُوْنَهٗ پہچانتے ہیں اس کو كَمَا يَعْرِفُوْنَ

اَبْنَآءَهُمْ جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ اور

بے شک ایک گروہ ان میں سے لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ البتہ چھپاتا ہے حق کو

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ حق آپ کے

رب کی طرف سے ہے فَلَا تَكُونَنَّ پس آپ ہرگز نہ ہوں مِنَ الْمُمْتَرِينَ شک کرنے والوں میں سے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے درس میں یہ بات قدرے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ جس وقت ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اب تم مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھو۔ سولہ یا سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھیں۔

تحویل قبلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دل سے اس کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ ہمارا قبلہ بن جائے۔ اور اس کی ظاہری وجہ یہ تھی کہ مسجد اقصیٰ یہود و نصاریٰ کا قبلہ تھا۔ اور ان کے بارے میں قرآن کریم نے واضح کیا کہ یہ لوگ جانتے ہوئے بھی حق کو نہیں مانتے۔ بڑے ضدی لوگ ہیں۔ ان سے تو ایمان لے آنے کی توقع بہت کم تھی۔

عرب کے جو مشرک تھے وہ کعبۃ اللہ کا احترام کرتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔ اور جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے تھے۔ ضد بھی ان میں تھی مگر ایسے لوگ کم تھے، اکثر جہالت کا شکار تھے۔ مگر یہودی اور نصرانی جو کچھ کرتے تھے وہ ضد کی بنا پر کرتے تھے۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ آج کل عوام بے چارے اکثر جہالت کا شکار ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی عداوت نہیں ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی سے کوئی دشمنی نہیں ہے، اسلام کے ساتھ ان کو کوئی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں صرف جہالت کی بنا پر کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بٹھادیا گیا ہے کہ جو ہمارے عقیدے ہیں وہی عزت اور احترام والے ہیں اور جو عقیدے ان کے علاوہ ہیں وہ توہین والے ہیں۔ مثال کے طور پر: جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تمام پیغمبر اور تمام ولی اور بزرگ بھی ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے ہیں۔ اس کو وہ ان کی عزت سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ اگر غور کیا جائے تو اس میں ان بزرگوں کی سخت تہین ہے۔ توہین کیوں ہے کہ بھائی ہمارے تمھارے جیسے گناہ گار تو ہر جگہ جانا پسند نہیں کرتے۔ شراب خانے، جوئے خانے، چکلے اور دوسری بُری جگہوں میں جانا کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو وہاں موجود ماننا اس میں ان کی عزت ہے یا توہین ہے؟ کتنی واضح بات ہے مگر وہ نہیں سمجھتے۔

اسی طرح وہ سمجھتے ہیں کہ ان نیک بندوں کے لیے تمام چیزوں کا علم ثابت کریں گے تو اس میں ان کی عزت ہوگی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی ان کی توہین ہے۔ اور پہلے پارے میں تم پڑھ چکے ہو وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ کہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی کہ وہ جادو کا علم جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔ نہ اُنھوں نے جادو پڑھا اور نہ سیکھا۔ تو جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کفر فرمائے اور جو بُری چیزیں ہیں ان کے علم میں کون سی عزت کی بات ہے؟ عوام بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے ساری چیزوں کا علم مانیں گے تو تب ان کی عزت ہوگی۔ جیسے: جادو ہے یا بہت ساری شعبدہ بازی کی چیزیں ہیں، موسیقی کا علم ہے ان کے جاننے میں ان کی کون سی عزت ہے۔

درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچایا جاتا ہے :

اسی طرح جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براہِ راست خود ہمارا درود شریف وصول کرتے ہیں۔ جب بھی ہم پڑھتے ہیں تو آپ سنتے ہیں۔ اس کو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں معاذ اللہ تعالیٰ اس میں بڑی توہین ہے۔

دیکھو! ہمارے خط آتے ہیں، پارسل آتے ہیں ڈاک خانے کے ذریعے۔ تو تم اگر خود جا کر ڈاک خانے سے وصول کرو تو اس میں تمھاری عزت ہے یا ڈاکیا لا کر خود تمھارے گھر پہنچائے اس میں تمھاری عزت ہے؟ اسی طرح سمجھو کہ ہم تم جو درود شریف پڑھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو اس کام کے لیے مقرر ہیں وہ لے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود آ کر وصول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ کر خود وصول کریں تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت نہیں بلکہ توہین ہوگی۔ یہ درود شریف پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر فرمائے ہیں وہ پہنچاتے ہیں۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ۔ یہ نسائی شریف کی صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ایک محکمہ قائم کیا ہے وہ تمھارے دور سے پڑھے ہوئے درود شریف مجھے پہنچاتے ہیں اور اگر میری قبر کے نزدیک آ کر پڑھو گے تو میں خود سنوں گا۔

تو جاہل لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود آ کر ہمارے درود شریف وصول کرتے ہیں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے۔ عزت اسی میں ہے کہ ڈاکیے پہنچائیں۔ بات تو ساری سمجھ کی ہے۔ تو یہ بے چارے جو کچھ کرتے ہیں یہ جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں ضد نہیں ہے۔ ان کے مولویوں نے ان کے ذہن بگاڑے ہیں۔

یہاں جو پُرانے بزرگ ہیں اُنھوں نے حافظ اللہ داد صاحب مرحوم کو دیکھا ہوگا۔ گجرات میں ایک مقام ہے پٹیالہ۔ وہاں کے رہنے والے تھے۔ پنجابی میں بہت اچھا وعظ فرماتے۔ کوٹ وارث گاؤں میں ایک جلسہ تھا۔ جلسے سے فارغ ہو کر وہ درمیان والے راستے سے گکھڑ آئے۔ اور وہ ضروری ضروری کتابوں کی گٹھڑی بھی ساتھ رکھتے تھے۔ راستے میں کمہار گدھے لے کر گکھڑ آرہے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے ان کو کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں تمھارے گدھے پر یہ کتابوں کی گٹھڑی بھی رکھ دوں۔ اُنھوں نے کہا کہ رکھ دو۔ اُنھوں نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ تم نے کہاں جانا ہے؟ تو حافظ صاحب نے میرا نام لیا (یعنی شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر) کے پاس جانا ہے۔ وہ کمہار کہنے لگے کہ اس کے پاس نہ جاؤ وہ تو کلمے کا منکر ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ نہیں بھائی وہ تو کلمہ پڑھتا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ وہ معراج کا منکر ہے کہ وہ کہتا ہے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج نہیں ہوئی۔

تو حافظ صاحب کی کتابوں میں میرا رسالہ تھا "ضوء السراج فی تحقیق المعراج یعنی چراغ کی روشنی" انھی دنوں میں طبع ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے وہ گٹھڑی سے نکال کر ان کو سنانا شروع کر دیا اور خاصا پڑھ کر سنایا اور کہا کہ معراج کو جتنا اس نے دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اتنا اور کسی نے نہیں کیا۔ تو جب گکھڑ کے قریب آئے تو کہنے لگے کہ ہمیں تو کسی شے کا علم نہیں ہے ہمیں تو ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ وہ معراج کا بھی منکر ہے اور کلمے کا بھی۔

تو ان مولویوں نے عوام کے اتنے ذہن بگاڑے ہوئے ہیں کہ وہ ان کو حق والوں کے نزدیک آنے ہی نہیں دیتے۔ جو شخص ہماری بات سُن لے تسلی کے ساتھ اور ضد نہ

کرے تو ان شاء اللہ اسے حق ضرور سمجھ آ جائے گا۔ اور ضد کا تو دنیا میں کوئی علاج ہی نہیں ہے۔

تو یہ بیان ہو رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ قبلہ بن جائے۔ کیوں کہ اکثریت عربوں کی ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں لہٰذا ان کو سمجھانا آسان ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کو سمجھانا مشکل ہے۔ اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے کہ میرا قبلہ کعبۃ اللہ بن جائے۔ اور اس کے لیے وحی کے انتظار میں چہرہ بار بار آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے۔

تو اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ نَرٰی تحقیق سے ہم دیکھتے ہیں تَقَلُّبَ وَجْهِكَ آپ کے چہرے کے پھرنے کو فِي السَّمَآءِ آسمان کی طرف فَلَنُوَلِّيَنَّكَ پس البتہ ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو قِبْلَةً تَرْضٰهَا اس قبلے کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسند کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب کے لوگوں میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو قبلے کا احترام کرتے تھے۔ تو اس قبلے کو چھوڑ کر ان کو منوانا ذرا مشکل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو کے مطابق حکم نازل فرمایا فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیر دیں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف۔ اس کو کعبۃ اللہ بھی کہتے ہیں اور مسجد حرام بھی۔

پھر آگے امتیوں کو خطاب کیا وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور اے امتیو! جہاں کہیں تم ہو فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ اپنا رُخ کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لو۔ ہم کعبہ سے مشرق کی طرف ہیں، ہم مغرب کی طرف چہرہ کریں گے۔ اور جو کعبہ سے مغرب کی طرف ہیں وہ مشرق کی طرف چہرہ کریں گے۔ اور جو کعبہ سے شمال کی طرف ہیں وہ جنوب کی طرف چہرہ

کریں گے اور جو کعبہ سے جنوب کی طرف ہیں وہ شمال کی طرف چہرہ پھیریں گے۔

جب تک کعبۃ اللہ ہے دنیا قائم ہے :

کعبۃ اللہ عین وسط میں ہے اور مکہ کا معنیٰ ہے ناف۔ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک کا ذریعہ اس طرح بنایا ہے کہ جہاں ناف ہوتی ہے وہاں ایک نالی ہوتی ہے جو ماں کے جسم کے ساتھ جڑی ہوتی ہے اس میں سے خون اس بچہ کے بدن میں جاتا ہے جس سے وہ پلتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ناڑو، رگ کاٹ دی جاتی ہے۔ اسی طرح رُوحانی خوراک کا مرکز مکہ مکرمہ ہے یہیں سے ہدایت کی کرنیں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ جب تک مکہ مکرمہ موجود ہے دنیا قائم ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کالے رنگ کا بادشاہ ہوگا ٹیڑھی اور موٹی موٹی اس کی ٹانگیں ہوں گی۔ اس کے ساتھ اس کی فوج ہوگی۔ وہ آکر کعبۃ اللہ کی دیواروں کو ادھیڑنا شروع کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ بگل پھونک دو کہ اگر یہ کعبۃ اللہ کو نہیں رہنے دیتے تو دنیا کا نظام اب ختم ہے۔ کعبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا قِيَامًا لِّلنَّاسِ تو جب تک کعبہ موجود ہے دنیا بھی موجود ہے۔

تو فرمایا پھیر دو تم بھی اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور بے شک وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی یعنی یہود ونصاریٰ لَيَعْلَمُوْنَ البتہ جانتے ہیں اَنَّهُ الْحَقُّ کہ بے شک یہ قبلے کی طرف رُخ پھیرنا حق ہے۔ کیوں کہ پہلی کتابوں میں اس کی تصریح تھی کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی القبلتین ہوں گے۔ پہلے ان کا قبلہ کعبہ ہوگا پھر مسجدِ اقصیٰ اور آخر میں ان کا قبلہ پھر کعبہ ہی ہوگا۔ اور یہ لوگ جانتے ہیں

کہ کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کرنا حق ہے اور مِنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اُن کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ کرتے ہیں ضد کی بنا پر کرتے ہیں لہٰذا ان سے توقع نہ رکھیں۔ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور اگر آپ دیں ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی یعنی یہود و نصاریٰ کو بِكُلِّ اٰيَةٍ ہر قسم کی نشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دکھائیں مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ یہ لوگ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا تو دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ اور آپ ان کے قبلے کی پیروی نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ آپ تو ہمارے حکم کے پابند ہیں وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ اور ان میں سے بھی بعض بعض کے قبلے کی پیروی نہیں کرتے۔ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ بنا ہوا ہے۔ یہود کا قبلہ مسجد اقصیٰ میں ایک چٹان صخرہ بیت المقدس، یہود کا وہ قبلہ تھا۔ اور اس چٹان سے مشرق کی طرف والا حصہ عیسائیوں کا قبلہ تھا۔ وہ اپنے قبلے پر مُصر تھے اور یہ اپنے قبلے پر مُصر تھے۔

وفد نصاریٰ کی آمد:

ہجرت کے نویں (۹) سال نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ ساٹھ آدمی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ساٹھ آدمیوں کا ایک جگہ اکٹھا ٹھہرانے کا تو ہمارے پاس انتظام نہیں ہے۔ آج کے دور جیسی کوٹھیاں تو نہیں تھیں کہ ہزاروں آدمی ان میں آجائیں، سادہ زمانہ تھا چھوٹے چھوٹے مکان ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کرو کہ دو، دو، تین، تین آدمی تقسیم کر لو۔ ان کو سہولت رہے گی اور تم بھی آرام میں رہو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد والوں کے

سامنے یہ بات فرمائی کہ ہم غریب لوگ ہیں ہمارے پاس کوئی اتنا بڑا امکان نہیں ہے کہ ہم ساٹھ آدمیوں کا اکٹھا انتظام کرسکیں۔ اس لیے ہم دو، دو، تین، تین آدمی تقسیم کرکے تمھاری مہمانی کریں گے۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم تو اکٹھے رہنا پسند کریں گے۔ ان کے پادریوں نے یہ خیال کیا کہ یہ جو ہماری بھیڑیں ہیں یہ ہم سے جدا نہ ہوں۔ تاکہ یہ مسلمانوں سے متاثر نہ ہوں ہمارا ہی اثر ان پر رہے۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس تو مسجد کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔ کہنے لگے ہم مسجد ہی میں رہیں گے۔ چنانچہ ان ساٹھ عیسائیوں کا وفد مسجد میں ٹھہرایا گیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پڑھتے رہو۔ چنانچہ وہ مسجد نبوی میں اپنے قبلے کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے رہے اور دو تین دن اسی طرح رہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا ان کو کچھ نہ کہو بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں کرنے دو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ ہر قسم کی نشانی ان کے سامنے پیش کریں یہ مکرر ہے مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ اور نہ آپ ان کے قبلے کی پیروی کرسکتے ہیں اس واسطے کہ آپ ہمارے حکم کے پابند ہیں وَمَا بَعْضُهُمْ اور نہیں ہیں بعض ان کے بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ پیروی کرنے والے بعض کے قبلے کی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرکے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو سمجھایا جا رہا ہے۔ اور اگر بالفرض آپ نے پیروی کی ان کی خواہشات کی مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک آپ اس وقت آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

ہمارے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے:

"گفتہ آید در حدیثِ دیگراں" بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خطاب کسی کو ہوتا ہے اور سمجھانا کسی کو ہوتا ہے۔ یہ خطاب تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن سمجھایا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو کہ یہود و نصاریٰ اور باطل فرقوں کی پیروی نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے تو تمھارا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی، یہود اور عیسائی یَعْرِفُوْنَہٗ وہ اس نبی کو جانتے ہیں کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بہت سی تفسیروں حتیٰ کہ جلالین تک میں موجود ہے کہ عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ اُنھوں نے یہ لفظ کہے کہ یہ شک تو ہوسکتا ہے کہ ہماری بیویوں نے کچھ خیانت کی ہو لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے۔ بلکہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی صفات پہلی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔

ایسے لوگ بھی تھے اور ان کے خلاف بھی تھے جن کا ذکر اس طرح ہوا وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ اور بے شک ایک گروہ ان میں سے لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ البتہ حق کو چھپاتا ہے وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ ساری نشانیاں ان کے سامنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہی پیغمبر ہیں جنھوں نے آنا تھا مگر وہ ضد کا شکار ہو گئے اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ حق تیرے رب کی طرف سے ہے فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ یعنی

یہود و نصاریٰ کے نہ ماننے سے آپ تردد میں نہ پڑیں۔ یہاں بھی خطاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا مگر سمجھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ

هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۖ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ۙ كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ۛ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع

وَلِكُلٍّ اور ہر اُمت کے واسطے وِّجْهَةٌ ایک قبلہ تھا هُوَ مُوَلِّيْهَا وہ اس کی طرف اپنا چہرہ پھیرتا تھا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس تم سبقت لے جاؤ نیکیوں میں اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا جہاں بھی تم ہوگے يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ لے آئے گا تمھیں اللہ تعالیٰ جَمِيْعًا سب کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر قادر ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اور جس جگہ سے آپ نکلیں سفر میں فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ

پھیریں اپنا چہرہ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَاِنَّهٗ
اور بے شک یہ چہرہ پھیرنا لَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ البتہ حق ہے آپ کے رب کی
طرف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ بے خبر عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ
اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو وَمِنۡ حَيۡثُ خَرَجۡتَ اور جہاں سے بھی تم
نکل کر جاؤ فَوَلِّ وَجۡهَكَ پس آپ پھیریں اپنا چہرہ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ
الۡحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ اور اے اُمتیو! جہاں
کہیں بھی تم ہو فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ پس پھیرو اپنے چہرے شَطۡرَهٗ
اس مسجد حرام کی طرف لِئَلَّا يَكُوۡنَ تاکہ نہ ہو لِلنَّاسِ لوگوں کے
واسطے عَلَيۡكُمۡ تمھارے اوپر حُجَّةٌ کوئی الزام اِلَّا الَّذِيۡنَ
ظَلَمُوۡا مگر وہ لوگ جو ظالم ہیں مِنۡهُمۡ ان میں سے فَلَا
تَخۡشَوۡهُمۡ پس تم ان سے نہ ڈرو وَاخۡشَوۡنِیۡ اور مجھ سے ڈرو وَ
لِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ اور تاکہ میں مکمل کروں اپنی نعمت عَلَيۡكُمۡ تم پر
وَلَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ جیسا
کہ ہم نے بھیجا تم میں رَسُوۡلًا رسول مِّنۡكُمۡ تم میں سے يَتۡلُوۡا
عَلَيۡكُمۡ جو تلاوت کرتا ہے تم پر اٰيٰتِنَا ہماری آیتیں وَيُزَكِّيۡكُمۡ
اور تمھیں پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُكُمُ اور وہ تمھیں تعلیم دیتا ہے الۡكِتٰبَ
وَالۡحِكۡمَةَ کتاب اور دانائی کی وَيُعَلِّمُكُمۡ اور تمھیں تعلیم دیتا ہے

مَّا اُن چیزوں کی لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جن کو تم نہیں جانتے تھے

فَاذْكُرُوْنِیْٓ پس تم مجھے یاد کرو اَذْكُرْكُمْ میں تمھیں یاد کروں گا

وَاشْكُرُوْا لِیْ اور میرا شکریہ ادا کرو وَلَا تَكْفُرُوْنِ اور میری ناشکری نہ کرو۔

پانچ نمازوں کی فرضیت :

اس سے پہلے قبلے کا مسئلہ خاصی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط استقبالِ قبلہ بھی ہے۔ یعنی نماز میں اپنا چہرہ قبلے کی طرف کریں۔ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور معراج کا واقعہ نبوت کے گیارھویں سال ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تین سال مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے اور کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور نفلی نماز اور وضو کا طریقہ تو ابتداء وحی سے شروع ہوا ہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وحی ملی، اُسی دن جبرئیل نے پَر مارا اور اس جبلِ نور کی چوٹی پر ایک پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ اس جگہ پر آج کل عربوں نے سفید چونا ڈالا ہے۔ یہ علامت ہے کہ یہاں پر چشمہ تھا اگرچہ وہ بتاتے نہیں ہیں۔ تو وہاں سے پانی نکلا اور جبرئیل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کا طریقہ بتایا اور پھر نماز کا طریقہ بتایا۔ تو وضو اور نفلی نماز ابتداء وحی سے شروع ہوئی ہے اور پانچ نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں۔ اس کے بعد جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم نے نمازیں مسجدِ اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے پڑھنی ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ کے متعلق یاد رکھنا کہ اس کی تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے نمازوں کے

لیے کی تھی۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کی تعمیر کی اس کے چالیس سال بعد یہ تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی۔ چھوٹی سی جگہ تھی چھپر ڈال کر وہاں نمازیں پڑھتے تھے۔ تو اصل بانی مسجد اقصیٰ کے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے۔ پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں لوگ زیادہ ہوئے تو اس میں توسیع کی گئی۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور آیا تو اُنھوں نے شاہی طور طریقہ کے ساتھ اسے وسیع کیا۔ تو اصل بانی اس کے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اور مسجد حرام کے چالیس سال بعد بنی۔ جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔

جب مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو سولہ یا سترہ مہینے مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعی طور پر یہ چاہتے تھے کہ ہمارا قبلہ کعبۃ اللہ ہو اس واسطے کہ عرب کی اکثریت کعبۃ اللہ کا احترام کرتی تھی اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ ان لوگوں سے قبولِ اسلام کی توقع دوسروں کی نسبت کچھ زیادہ تھی۔ کیوں کہ یہود و نصاریٰ ضدی لوگ تھے ان سے توقع بہت کم تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے اندر ہی حکم دیا کہ تم کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ پھیرلو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِكُلٍّ اور ہر اُمت کے واسطے وِجْهَةٌ قبلہ تھا۔ یہ بات بھی پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہود کا قبلہ مسجد اقصیٰ میں ایک چٹان تھی جو کافی بڑی تھی۔ اور نصاریٰ کا قبلہ اس چٹان سے مشرق کی طرف والا حصہ تھا۔ تو جس طرح ان کے یہ قبلے ہیں اسی طرح اب اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے یہ کعبۃ اللہ قبلہ مقرر فرما دیا ہے۔ اور ہر اُمت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے قبلہ مقرر کیا ہوا تھا هُوَ مُوَلِّيهَا وہ امت اس قبلہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتی تھی فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس تم نیکی کے کاموں میں جلدی

کرو۔ نیکی کے کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ جو بھی قولاً یا فعلاً نیکی کرنی ہو اس کو جلدی کرو۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے خدا جانے کہ بعد میں زندگی ملے یا نہ ملے اور پھر دل کا بھی کوئی اعتبار نہیں کہ کس وقت خیر کی صلاحیت پیدا ہو۔ لہٰذا نیکی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

اَیْنَ مَاتَکُوْنُوْا جہاں کہیں بھی تم ہو۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو، شمال میں ہو یا جنوب میں، کسی بھی ملک میں ہو یاد رکھو! یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت والے دن میدان محشر میں اکٹھا کرے گا۔ گویا تم اس بات کو ذہن میں رکھو کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب ہم سب رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور ہم سے نیکی اور بدی کا سوال ہوگا۔ اور تم یہ نہ سمجھو کہ قیامت آنی مشکل ہے یا دوبارہ زندگی مشکل ہے جیسا کہ عرب کے مشرک دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [المومنون:۳۶] "بہت دور ہے، بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ کیے جاتے ہو۔" مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ [یٰسین:۷۸] "بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ سب کو میدان محشر میں لے آئے گا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک رب تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس رب نے تمھیں حقیر قطرے سے پیدا کر کے اچھا بھلا انسان بنایا وہی رب تعالیٰ تمھیں قیامت والے دن دوبارہ لائے گا۔

معذور کی نماز :

پہلے مسئلہ یہ تھا کہ جب بندہ مقیم ہو اس وقت بھی نماز کی حالت میں قبلے کی

طرف چہرہ کرنا ہے اور جب مسافر ہو تو سفر میں بھی قبلے کی طرف رُخ کرنا ہے۔ اور یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ بعض اچھے بھلے بھی ریل گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ کھڑے ہونے کی طاقت رکھنے والے کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح طاقت والے کے لیے قیام بھی فرض ہے۔ ہاں! اگر کوئی بوڑھا آدمی ہے تو اس کی بات الگ ہے، بیمار ہے تو اس کا معاملہ جُدا ہے۔ تندرست آدمی گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھے تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض لوگ جس طرف رُخ ہوتا ہے اُدھر ہی رُخ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں (گاڑی وغیرہ میں) اس سے بھی نماز ادا نہیں ہوگی۔ گاڑی میں بھی سفر میں بھی رُخ قبلے کی طرف کرنا ضروری ہے۔

کئی عورتیں قصبوں سے دَم کرانے اور تعویذوں کے لیے آتی ہیں۔ اُن میں سے جو نمازیں پڑھتی ہیں وہ گھر کی عورتوں کو کہتی ہیں کہ ہمیں مصلی (جائے نماز) دیں ہم نے نماز پڑھنی ہے اور پڑھتی بیٹھ کر ہیں۔ ان سے کون کہے کہ تم گائں سے سودا سلف یا تعویذ وغیرہ لینے کے لیے آ گئی ہو مگر نماز بیٹھ کر کس طرح جائز ہوگی؟ قطعاً بری الذمہ نہیں ہوں گی۔ صرف وہ آدمی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے جس میں کھڑے ہونے کی بالکل طاقت نہیں خواہ مرد ہو یا عورت۔ تو قیام کرنا بھی فرض ہے اور قبلے کی طرف رُخ کرنا بھی۔ اور اگر گاڑی قبلے سے دوسری طرف پھر جائے تو نمازی کو بھی اسی قبلے کی طرف پھرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم اپنے گھر سے نکل کر سفر پر جہاں کہیں بھی جاؤ فَوَلِّ وَجْهَكَ پس پھیرو اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ اور بے شک مسجد حرام کی طرف چہرہ پھیرنا حق ہے مِن رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے حکم ہے وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

تَعۡمَلُوۡنَ　اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ نسخ کے مسائل میں سے پہلا مسئلہ یہی قبلے کا تھا۔ اس سے پہلے کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا تھا۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی نئی بات پہلی دفعہ ہوتی ہے تو اس پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ پھر جب نسخ کے اور بھی کئی مسئلے آئے تو ذہنوں کی تشویش کا معاملہ ہلکا ہو گیا۔

چوں کہ یہ پہلا مسئلہ تھا اس واسطے رب تعالیٰ نے دوبارہ پھر تاکید فرمائی　وَمِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ　اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جہاں کہیں بھی تم سفر میں جاؤ　فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ　سفر میں بھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیرو۔ تو یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید قبلے کی طرف چہرہ پھیرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ فرمایا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے　وَحَیۡثُ مَا كُنۡتُمۡ　جمع کا صیغہ ہے۔ اے اُمتیو! جہاں کہیں بھی تم ہو　فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ　تم بھی اپنے چہرے پھیرو　شَطۡرَهٗ　اسی کعبہ کی طرف۔ اب تم نے کعبہ کی طرف رُخ کیوں پھیرنا ہے؟　لِئَلَّا یَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَیۡكُمۡ حُجَّةٌ　تاکہ لوگوں کے لیے تم پر کوئی الزام نہ ہو　اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ　مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں۔ وہ اپنی بات پر اڑے رہیں گے۔

اور وہ الزام اس طرح دور ہوگا کہ مثال کے طور پر پہلی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت یہ لکھی تھی کہ وہ نبی القبلتین ہوں گے۔ پہلے کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھیں گے پھر کچھ عرصہ مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں گے پھر بالآخر ان کا قبلہ کعبۃ اللہ ہو جائے گا۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ کی طرف رُخ نہ پھیرتے تو یہودی اور عیسائی کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے۔ اس واسطے رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم کعبہ کی طرف رُخ پھیرو تاکہ یہود و نصاریٰ کا تم پر کوئی الزام نہ

رہے۔

اسی طرح مشرکین عرب کے لوگ زیادہ تر اپنے آپ کو ابراہیمی کہلاتے تھے اور کعبے کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اگر تمھارا قبلہ کعبہ نہ ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ تم ابراہیمی نہیں ہو۔ کیوں کہ اگر تم ابراہیمی ہوتے تو تمھارا قبلہ تو کعبۃ اللہ ہونا چاہیے تھا۔ ان کا بھی الزام ختم ہو گیا اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ ہاں مگر جو ظالم ہیں ان کے ہاتھ میں تو جب کوئی شوشہ آئے گا تو اس کو اُڑاتے پھریں گے۔ انھوں نے نہیں ماننا۔ جس میں کوئی دیانت اور انصاف ہے وہ تو صحیح بات سُن کر ایمان لاتا ہے فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ پس تم نہ ڈرو ان لوگوں کے اعتراضات سے وَاخۡشَوۡنِیۡ اور مجھ سے ڈرو۔

لوگوں نے تو پیغمبروں کو نہیں معاف کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں مذکور ہے اور یہودی آج تک مُصر ہیں معاذ اللہ تعالیٰ کہ وہ حلال زادہ ہی نہیں وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰی مَرۡيَمَ بُهۡتَانًا عَظِيۡمًا [النساء:۱۵۶] "اُنھوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا" فرمایا تم ان کے اعتراضات سے نہ ڈرو وَاخۡشَوۡنِیۡ اور مجھ سے ڈرو وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَيۡكُمۡ اور تاکہ میں مکمل کردوں اپنی نعمت تم پر۔ جس طرح میں نے تمھیں سب سے بہترین امت بنایا ہے اور سب سے بہترین کتاب تمھیں دی ہے اسی طرح قبلہ بھی تمھیں بہترین دے دوں اور تم بڑے خوش قسمت لوگ ہو کہ تمھیں آخری نبی کا امتی ہونا نصیب ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا :

دیکھو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور دوسرے آسمان پر موجود ہیں اور قیامت سے

پہلے زمین پر نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے۔ یہود اور نصاریٰ سے لڑائی ہوگی۔ ان علاقوں میں اسلام کے سوا کوئی اور ملت باقی نہیں رہے گی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے پروردگار! تو نے مجھے نبوت دی ہے تیرا شکر ہے، رسالت عطا فرمائی ہے تیرا احسان ہے۔ انجیل تو نے مجھے دی ہے یہ تیرا کرم ہے۔ اے پروردگار! میں ان کتابوں میں پڑھتا ہوں کہ ایک نبی آخر میں آئیں گے اور ان کی اُمت بہت افضل اُمت ہوگی۔ اے پروردگار! مجھے اس اُمت کا ایک فرد بنا کر ان اُمتیوں میں سے اُٹھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور وہ اس اُمت میں آئیں گے اور چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ اور یہی پانچ نمازیں پڑھیں گے اور پڑھائیں گے جو ہم پڑھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ سے آخری نبی کا اُمتی ہونا مانگ کر لیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے مفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اے پروردگار! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اُمتی بننے کی توفیق عطا فرما۔

وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور تاکہ تم ہدایت حاصل کرو كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ جیسے بھیجا ہم نے تم میں پیغمبر تم میں سے۔ یعنی سب سے افضل ترین پیغمبر تمھیں دیا، سب سے بہترین کتاب دی، سب سے اعلیٰ کعبہ دیا، سب امتوں میں سے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ بہترین اُمت تمھیں بنایا۔ اور یہ تفصیل پہلے رکوع میں گزر چکی ہے کہ اس اُمت کی گواہی سے پہلی اُمتوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اتنا بلند مقام تمھیں عطا فرمایا۔ اور پیغمبر تم میں سے بھیجا یعنی وہ بھی بشر ہیں انسان ہیں، قریشی اور ہاشمی ہیں۔ تمام لوازماتِ بشریہ ان کے ساتھ ہیں اور چار کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا پہلا کام یہ ہے کہ تمھیں ہماری آیتیں

پڑھ پڑھ کر سنائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عربی تھے، قوم بھی عربی تھی، بیش تر مضامین وہ خود بہ خود سنتے ہی سمجھ جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا کام: وَيُزَكِّيكُمْ اور وہ تمھیں پاک کرتا ہے وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَآءُ حقیقتاً تزکیہ رب تعالیٰ کا کام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تزکیہ کا ذریعہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ کردار، یہ لوگوں کے دلوں کی صفائی کا ذریعہ بنا۔

مقصد بیعت :

دلوں کی پاکیزگی بھی بہت ضروری ہے۔ یہ جو بزرگانِ دین میں پیری مریدی کا صحیح معنیٰ میں سلسلہ تھا اس کا یہی مطلب ہوتا تھا کہ دل صاف ہو جائیں اور دل صاف ہو جائیں تو بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

ع دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا
تو بھی نمازی ، میں بھی نمازی

کہ خالی نمازی ہونے سے تو تزکیہ نہیں ہوتا۔ دل کی صفائی بڑی چیز ہے۔ دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو جائے، حسد، بغض اور تکبر سے، اخلاق ذمیمہ سے پاک ہو جائے، آخرت کی فکر ہو، دنیا جائز طریقے سے کمائے، صرف دنیا میں پھنس نہ جائے کہ دنیا ہی دنیا رہ جائے اور آخرت کو بھول جائے۔ تو یہ دوسرا کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا تزکیہ۔

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ جو بعد کے بزرگانِ دین چلّے کرتے رہے ہیں کئی کئی سال تک۔ تو یہ چلّے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔ بے شک ایسا ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جو شخص اخلاص کے ساتھ دو منٹ بیٹھتا تھا مثال کے طور

پر۔ تو اُسے اتنی دل کی صفائی حاصل ہو جاتی تھی کہ جو ساٹھ سال کے مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور بعد والوں کو مجاہدے کی ضرورت اس واسطے پیش آئی کہ اس زمانے میں دلوں کی صفائی نہیں تھی۔ زنگ دور کرنے کے لیے اُنھوں نے وقت صرف کیا۔ شیشہ صاف ہو تو اس کو صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر شیشہ میلا کچیلا ہو تو اس کو صاف کیا جاتا ہے۔ ہمارے دلوں کے شیشے میلے ہیں ان کا تزکیہ چاہیے۔ بزرگانِ دین نے چلّے کاٹے، ریاضتیں کیں شرعی دائرے میں رہ کر اسی تزکیہ پر عمل کیا۔ یہ بھی دین کا حصہ ہے۔

قرآنِ کریم پڑھنا پڑھانا جہادِ کبیر ہے :

تیسرا کام ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ بعض ایسی آیات تھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نہیں سمجھ سکتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آیات کا مطلب سمجھاتے تھے۔ ابن ماجہ کی روایت تم سن چکے ہو کہ لفظی ترجمہ کے بغیر قرآن کریم کی ایک آیت حاصل کرنا سو رکعت نفل نماز سے زیادہ ثواب ہے، بہت بڑی عبادت ہے۔ قرآن کریم پڑھنا پڑھانا جہاد ہے۔ سورۃ الفرقان میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا قرآن پاک کی تعلیم دینا بڑا جہاد ہے۔ محض لڑنا ہی جہاد نہیں۔ بے شک محاذوں پر لڑنا بھی جہاد ہے لیکن قرآن پاک نے جس کو جہادِ کبیر فرمایا ہے وہ قرآن پاک کی تعلیم ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے تھے وَالْحِكْمَةَ اور حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث کے الفاظ بھی لوگوں کو بتاتے تھے اور حدیث کے معنیٰ بھی بتاتے تھے۔ مثلاً: ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس

آدمی کے دل میں سرسوں کے دانے کے برابر تکبر ہوگا جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ روایت ہے مسلم شریف کی۔

اگر تکبر کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے بے شک نمازیں پڑھتا رہے، روزے رکھتا رہے۔ اور اگر حرام سمجھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔ اس پر بھی دخولِ اوّل اس کو نصیب نہ ہوگا۔ تو لوگوں نے کہا کہ حضرت! ہم تو سارے ہی تکبر کرتے ہیں۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں نے سر کے بال رکھے ہوں، کنگھی پھیری ہو، تیل لگا ہو، ہمارے کپڑے اچھے اور صاف ہوں اور جوتا بھی اعلیٰ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے۔ یہ تو تجمل ہے۔ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا لباس پہننا رب کی نعمتوں کا شکر ہے یہ گناہ نہیں ہے۔ تکبر کیا ہے؟ غَمْطُ النَّاسِ وَ بَطَرُ الْحَقِّ "حق کی بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔"

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث اور سنت کی بھی تعلیم دی۔ لفظوں کی بھی تعلیم دی اور معنیٰ کی بھی تعلیم دی وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور تمھیں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ان چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ یہ جتنے بھی دین کے مسائل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے ہیں ان کو پہلے کون جانتا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ پس مجھے یاد کرو اَذْكُرْكُمْ میں تمھیں یاد کروں گا۔ اس کی یہ بھی تفسیر کرتے ہیں فَاذْكُرُوْنِيْٓ تم عبادت کے ذریعے مجھے یاد کرو میں تمھیں اس کا بدلہ اور جزا دوں گا۔

اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ "جس نے مجھے اکیلے یاد کیا میں اس کو اکیلا یاد کرتا ہوں اور جس نے مجلس میں میرا ذکر کیا میں اس مجلس سے بہتر مجلس میں

اس کا ذکر کرتا ہوں۔" وہ بہتر مجلس اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے فلاں بندے نے مجلس میں میرا نام لیا ہے وَاشْکُرُوْالِیْ میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو وَلَا تَکْفُرُوْنِ اور میری ناشکری نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ناشکری سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[امین]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴿۱۵۳﴾ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴿۱۵۴﴾ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَؕ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ۫ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴿۱۵۷﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو اسْتَعِیْنُوْا مدد حاصل کرو بِالصَّبْرِ صبر کے ذریعے وَ الصَّلٰوةِ اور نماز کے ذریعے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وَ لَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ اُن کے بارے میں یُّقْتَلُ جو قتل کیے جاتے ہیں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں، نہ کہو تم اَمْوَاتٌ مُردے، بَلْ اَحْیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ اور البتہ ہم ضرور تمھارا امتحان لیں گے بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ کسی نہ کسی چیز میں خوف سے وَ الْجُوْعِ اور بھوک سے وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ اور مالوں کی کمی سے وَ الْاَنْفُسِ

اور جانوں کی کمی سے وَالثَّمَرٰتِ اور پھلوں کی کمی سے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ اور آپ خوش خبری سنا دیں صبر کرنے والوں کو الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ جب انھیں پہنچتی ہے کوئی مصیبت قَالُوْٓا کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ بے شک ہم اللہ تعالیٰ ہی کے ملک ہیں وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اور بے شک ہم اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اُولٰٓئِكَ وہی لوگ ہیں عَلَيْهِمْ ان پر صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ خصوصی رحمتیں ہیں ان کے رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور عمومی رحمت وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اور وہی لوگ ہیں ہدایت پانے والے۔

صبر اور نماز سے مدد لینے کا مطلب :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اور خطاب فرمایا ہے ایمان والوں کو کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو! اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ مدد حاصل کرو تم صبر اور نماز کے ذریعے۔

بعض جاہل قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صبر سے مدد لینی ہے اور نماز سے مدد لینی ہے۔ اور صبر بھی غیر اللہ اور نماز بھی غیر اللہ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد لینی جائز ہے۔ ولی بھی غیر اللہ ہیں، نبی بھی غیر اللہ ہیں۔ سب سے مدد لینی جائز ہے۔ لیکن یہ تفسیر قرآن پاک کی تحریف ہے۔ اس لیے کہ صبر پر حرف باداخل ہے اور بِالصَّبْرِ کا معنیٰ ہے صبر کے ذریعے وَالصَّلٰوةِ اور نماز کے ذریعے تم نے مدد لینی ہے۔ تو صبر اور نماز سے مدد نہیں لینی بلکہ ان کے ذریعے مدد مانگنی ہے اور مانگنی کس سے ہے اِيَّاكَ

نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ "پروردگار ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔" اور دوسرے مقام پر آتا ہے وَاللّٰہُ الۡمُسۡتَعَانُ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ اور ہم وتروں میں یہ دُعا پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسۡتَعِیۡنُكَ وَنَسۡتَغۡفِرُكَ اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

تو مدد صرف رب تعالیٰ سے ہے کیوں کہ مستعان صرف پروردگار ہے۔ ہاں! یہ عبادتیں ہیں صبر کرنا بھی عبادت ہے، نماز خود عبادت ہے۔ ان کے ذریعے تم رب تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اور ہر نماز میں ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ فرض نماز ہو یا وتر، واجب ہو یا سنت مؤکدہ ہو یا نفل ہو یا تہجد، اشراق، جمعہ یا عید، کوئی بھی نماز اس سے خالی نہیں ہے کہ جس میں رب تعالیٰ سے وعدہ نہ کرتے ہوں اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ اور ہمیں یہ ایسا سبق پڑھایا گیا ہے کہ اس کو تم نے کسی رکعت میں نہیں بھولنا۔ پھر اس کے بعد بھی اگر کوئی آدمی اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے تو پھر وہ معذور نہ ہوگا۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور صبر کے مواقع میں سے اہم موقع موت کا ہے۔ اور خصوصاً جب کہ موت طبعی نہ ہو بلکہ قتل ہو تو صدمہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس واسطے فرمایا وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو تم مردہ نہ کہو بَلۡ اَحۡیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ اور لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ یعنی ان کی زندگی کو تم سمجھ نہیں سکتے۔

شہید اور عام آدمی کی حیات کا فرق :

تو یہاں پر کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ وہ یہ کہ جو شخص کافر کی تلوار سے شہید ہوتا ہے اُس کا سر کاٹ کر الگ پھینک دیا جاتا ہے اور دھڑ الگ۔ اور شریعت بھی اس کا انکار نہیں کرتی۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب سر دھڑ سے الگ ہو گیا تو روح بھی اس میں باقی نہ رہی۔ شہید کی اس موت کا تو انکار ہی نہیں ہے اور شہید کو قبر میں دفن بھی کیا جاتا ہے اس میں بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حالانکہ اس جہان والی زندگی باقی ہو تو دفن نہیں کیا جاتا۔ اسی واسطے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان بچیوں سے سوال کریں گے جو زندہ در گور کی گئیں کہ تمھیں کیوں قتل کیا گیا؟ جیسا کہ قرآن میں موجود ہے وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۞ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۞ "اور جب زندہ در گور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی۔" تو کسی کو زندہ قبر میں دفن کرنا بڑا گناہ ہے۔ جب کہ شہید کو دفن کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائے تو اس کا مال بھی شرعی وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ حالانکہ اگر کوئی آدمی زندہ ہو اور مدۃ العمر کی اُس کو قید ہو کہ اُس کا جنازہ جیل سے باہر آئے گا تو بھی اس کے مال کی وراثت تقسیم نہیں ہو گی اس واسطے کہ زندہ ہے۔

عدت کے بعض احکام :

اسی طرح شہید کی بیوی عدت گزارنے کے بعد آگے نکاح کر سکتی ہے اور وہ عدت یہ ہے کہ اگر فوت ہونے والے آدمی کی بیوی حاملہ ہے تو اس کی عدت ہے وضع حمل۔ جب بچہ پیدا ہو گا اس کے بعد عدت ختم ہو جائے گی۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر اس کو چار مہینے

دس دن گزارنے پڑیں گے۔

اس عدت کے زمانے میں عورت اپنے گھر سے نہیں نکل سکتی۔ اور اگر مجبوری ہے تو دن کو جاسکتی ہے اور ضرورت پوری کر کے واپس آجائے۔ رات کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔ دیکھو! قصبات کی جو عورتیں ہیں عدت تو اُنھوں نے بھی گزارنی ہے اور اُنھوں نے اپنے جانوروں کو پانی بھی پلانا ہے، کھیتوں سے ساگ وغیرہ بھی توڑنا ہے، گوبر بھی پھینکنا ہے۔ اور بعض ایسے قصبے ہیں کہ انھیں پانی دور سے لانا ہوتا ہے۔ بعض ایسی جگہیں ہیں کہ اُنھیں لکڑیاں لانا پڑتی ہیں۔ اب ایسی عورت جس کا کوئی کمانے والا نہیں اس کو شرعاً اجازت ہے کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرے کیوں کہ وہ مجبور ہے۔ اور جو دور دراز نوکری کرتی ہیں ان کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کی روزی کا کوئی اور انتظام نہیں ہے تو پھر وہ عورت دن کو جاسکتی ہے رات کو کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔ یہ بھی تب ہے کہ اس کے پاس کوئی اور صورت نہ ہو۔ اور اگر اس کے پاس عدت کے زمانے میں کھانے کا خرچہ ہے تو اس کے لیے گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی عورت بیمار ہو جاتی ہے اور اس کو اتنی توفیق نہیں ہے کہ ڈاکٹر کو فیس دے کر اپنے گھر بلائے تو اس کو اجازت ہے کہ قریبی ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے جاسکتی ہے۔ اور یہ بات اصولی طور پر یاد رکھنا! کہ عدت گزارنے والی عورت رات کسی جگہ نہیں گزار سکتی۔ اور اگر مجبوری ہے کہ اس کا کوئی سودا سلف لانے والا نہیں ہے تو وہ اپنی سبزی وغیرہ بھی بازار سے لاسکتی ہے اور بول چال پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضرورت کے مطابق گفتگو کرسکتی ہے۔

(ایک آدمی نے سوال کیا کہ حضرت! عدت کے دوران ہسپتال میں داخل ہوسکتی

ہے یا نہیں؟ فرمایا اگر کوئی اور صورت نہ ہو تو ہسپتال میں داخل ہو سکتی ہے کیوں کہ شریعت مجبوری کا لحاظ کرتی ہے۔)

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ شہید کی بیوی کا عدت کے بعد نکاح بھی جائز ہے اور یہ سارے شرعی احکام ہیں۔ بہ ایں ہمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

عذابِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہے :

مسئلہ یہی ہے اور اس پر صحیح روایات متواتر موجود ہیں۔ اور اہل حق اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس وقت انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ "اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔" اور ظاہر بات ہے کہ جب روح کو جسم میں لوٹایا جائے گا تو زندگی آجائے گی۔ اسی زندگی کے بعد منکر نکیر کے سوالات ہوں گے، جوابات ہوں گے۔ اس کے بعد اگر نیک ہے تو قبر میں راحت بھی ہوگی اور اگر بد ہے تو عذاب بھی ہوگا۔ اور اگر جسم میں رح نہیں ہے تو خالی جسم کو عذاب و ثواب کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک کے ساتھ جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے "الفقہ الاکبر" اس میں وہ فرماتے ہیں وَ اِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَى الْجَسَدِ فِيْ قَبْرِهٖ حَقٌّ "قبر میں جسم کی طرف روح کا لوٹایا جانا بھی حق ہے۔" اور صحیح احادیث بھی یہی کہتی ہیں اور اہل حق کا مسلک بھی یہی ہے کہ قبر میں حیات ہے۔ تو یہ زندگی جو ہے یہ قبر کی زندگی ہے۔

تو فرمایا جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو ان

کے بارے میں لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جو قتل کیے گئے اللہ کے راستے میں اَمْوَاتٌ مُردے بَلْ اَحْیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تمھیں شعور نہیں ہے۔ فرض کرو آج اگر کوئی شخص کسی شہید کی قبر کو اکھیڑے تو شہید نہ تو اس سے بات کرے گا اور نہ اس میں کوئی حس وحرکت ہوگی اور کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ وہ زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ہے۔

اس بات کو سمجھانے کے لیے علم کلام والے کہتے ہیں کہ جیسے مریض سکتہ۔ سکتہ ایک بیماری ہوتی ہے۔ اس میں بہ ظاہر نبض چلتی نظر نہیں آتی اور آدمی سانس لیتا بھی نظر نہیں آتا لیکن ہوتا زندہ ہے۔ تو سمجھانے کے لیے کہا کَمَرِیْضِ السَّکْتَۃِ جیسے سکتے کا بیمار ہوتا ہے کہ روح اس کے اندر ہوتی ہے لیکن حکیم، ڈاکٹر حیران ہوتے ہیں کہ حسِ وحرکت نہیں ہے، سانس نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اسی طرح شہید کی حیات ہے کہ بہ ظاہر سمجھ نہیں آتی۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حیات تو ہے مگر ہو روح کی ہے جسم کی نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک جسد مثال ہوتا ہے اس کی حیات ہے۔ یہ دونوں قول مردود ہیں۔ اس واسطے قرآن کو سمجھو۔

قرآن کہتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُن کے بارے میں جو قتل کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اَمْوَاتٌ مُردے بَلْ اَحْیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ تو قتل تو اس جسم کو کیا جاتا ہے روح کو تو نہیں۔ اور قرآن کہتا ہے کہ جن کو قتل کیا جاتا ہے ان کو مردہ نہ کہو۔ اور پھر قتل جسد مثال نہیں ہوتا بلکہ یہی جو ہمارا جسم ہے۔

جسدِ مثالی کا مطلب :

اور جسد مثالی کا معنیٰ آپ اس طرح سمجھیں کہ جس طرح تم خواب میں کسی کو دیکھتے ہو اور خواب میں کوئی تمھیں رشتہ دار یا بے گانہ ملتا ہے۔ وہ نہ تو اس کا جسم ہوتا ہے اور نہ اس کی روح، بلکہ وہ جسد مثال ہوتا ہے جو رات کو تمھیں ملا ہے۔ اور تم اس کے ساتھ لڑتے جھگڑتے بھی ہو اور پیار بھی کرتے ہو، سب کچھ کرتے ہو۔ صبح کو تم اس کو کہو بھائی میں نے رات کو تیرے ساتھ یہ گفتگو کی ہے۔ تو وہ کہے گا کہ میرے تو فرشتوں کو بھی پتا نہیں ہے۔ اور قرآن بالکل واضح ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ان کے بارے میں مت کہو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے گئے کہ وہ مردہ ہیں۔ اور قتل جسد عنصری ہے یہی جسم ہے اور زندہ بھی یہی جسم ہے بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں۔

پھر عجیب بات ہے کہ روزے تو رکھے یہ جسم، نمازیں پڑھے یہ جسم، ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یہ جسم، گرمی، سردی برداشت کرے یہ جسم اور ثواب سے محروم ہو جائے اور اس کی جگہ مثالی جسم کو ثواب ملتا رہے یہ کون سی عقل کی بات ہے؟ جرم تو کرے یہ جسم اور سزا بھگتے اس کا مثالی جسم۔ یہ کون سی منطق ہوئی؟ یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی خلاف ہے۔

یاد رکھو! جزا و سزا اسی جسم کو ہوتی ہے چاہے ذرّہ ذرّہ ہو جائے۔ کتابوں میں تصریح ہے باقی باتوں کا پتا مرنے کے بعد چلے گا۔ پھر عجیب بات ہے کہ شہیدوں کو تو مُردہ نہ کہو اور پیغمبروں کو مردہ کہو، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہ شہید زندہ ہوں اور پیغمبر زندہ نہ ہوں۔ آج ایک ایسا فرقہ بھی چل نکلا ہے جو کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی حیات کوئی نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلے پر "تسکین الصدور" لکھی ہے۔ جس پر دور حاضر کے تمام جید علماء کے دستخط

اور تقریظات ہیں۔ اس میں میں نے وضاحت کی ہے کہ بھئی! تم جو کہتے ہو کہ پیغمبروں کی حیات نہیں ہے تو ان پیغمبروں کو تو مستثنیٰ کرو جو شہید ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں :

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قسم اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں دس مرتبہ قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں۔ کیوں شہید ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خیبر میں زینب نامی عورت (یہودیہ) نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابی تھے بشر بن براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ فوراً تڑپ کے شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بوٹی منہ ڈالی تو لعاب اندر چلا گیا۔ بوٹی نے بول کر بتایا کہ حضرت! مجھے نہ کھانا میرے اندر زہر ہے۔ مگر وہ لعاب جو اندر چلا گیا تھا اس کے ساتھ اتنا تیز زہر تھا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رگیں کھچی جاتی تھیں۔

اور بخاری شریف میں باب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے عائشہ! وہ زہر جو مجھے کھلایا گیا تھا اس کا اثر مجھے آج محسوس ہو رہا ہے۔ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ میری رگیں کٹی جا رہی ہیں۔“ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں۔ یاد رکھنا! قرآن پاک کو نہ چھوڑنا، احادیث کو نہ چھوڑنا اور جمہور کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ لوگوں کی چرب زبانی پر نہ جانا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَاتَقُوْلُوْا اور نہ کہو لِمَنْ یُّقْتَلُ ان کو جو قتل کیے جاتے ہیں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اَمْوَاتٌ مردہ بَلْ اَحْیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔ ان کی زندگی تمہاری سمجھ سے بالاتر ہے وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ اور البتہ ہم ضرور تمہارا امتحان لیں گے بِشَیْءٍ کسی

نہ کسی شے سے مِّنَ الْخَوْفِ کبھی دشمن کے حملے کا خوف ہوگا۔ کبھی کوئی اور خوف ہوگا وَالْجُوْعِ اور کبھی ہم تم پر مہنگائی مسلط کر دیں گے اور بھوک سے مرد گے وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ اور کبھی تمھارے مالوں میں کمی ہوگی وَالْاَنْفُسِ اور کبھی تمھاری جانوں میں کمی آئے گی کہ تمھارے افراد میں سے کچھ مریں گے وَالثَّمَرٰتِ اور کبھی پھل کم ہوں گے۔ یہ امتحان ہوں گے کہ طرح طرح کی پریشانیاں تمھیں پیش آئیں گی وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ اور آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔ اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ وہ ہیں کہ جس وقت ان کو مصیبت پہنچتی ہے قَالُوْٓا کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔

مثال کے طور پر جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے بارے میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ کیوں فوت ہوا ہے؟ ابھی تک تو یہ تندرست تھا، جوان تھا۔ اور دوسرا خیال یہ آتا ہے کہ یہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے خیال کا ازالہ تو اس طرح فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰهِ ہم سارے اللہ کی ملکیت ہیں۔ رب جس طرح چاہے اپنی ملکیت میں تصرف کرے۔ اور دوسرا خیال تھا کہ ہم سے جدا ہو گیا تو فرمایا جدا نہیں ہوا ہم بھی وہیں جانے والے ہیں۔ دنوں، مہینوں یا سالوں کی جدائی ہوگی، جانا تو ہم نے بھی وہیں ہے۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ قبرستان میں جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ نَحْنُ لَکُمْ بِالْاَثَرِ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ "اے قبروں میں رہنے والو تم پر رب کی سلامتی ہو تم ہمارے آگے آگے جا رہے ہو ہم تمھارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بخشے اور تمھیں بھی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مٹی کا دیا جلایا ہوا تھا تیز ہوا آئی تو بجھ گیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا
ہوا تھا کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس وقت یہ پڑھنا ہوتا ہے۔ کہنے لگیں حضرت! یہ تو دیا بجھا
ہے اور میں ابھی اس کو جلا دیتی ہوں۔ فرمایا عائشہ! كُلُّ مَا يَسُوْءُ الْمُؤْمِنَ "ہر وہ
تکلیف دہ چیز جو مومن کو پیش آئے وہاں یہ پڑھنا چاہیے۔" اب یہ دیا جل رہا تھا یک دم
بجھ گیا ہے ہمیں کوفت تو ہوئی ہے تو یہاں بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھو۔ لہٰذا اِنَّا لِلّٰہِ ہر تکلیف کے
موقع پر پڑھنا چاہیے۔ ٹھوکر لگے تو پڑھو، اگر آدمی گر جائے پھر پڑھو۔

اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں عَلَيْهِمْ ان پر صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ رب تعالیٰ
کی خصوصی رحمتیں ہیں وَرَحْمَةٌ اور عمومی رحمت بھی ان پر ہے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُوْنَ اور یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی ہدایت یافتہ لوگوں
میں رکھے۔

[امین]

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ

مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع ۱۹

اِنَّ الصَّفَا بے شک صفا وَالْمَرْوَةَ اور مروہ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے حج کیا بیت اللہ کا اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ پس کوئی حرج نہیں ہے اس پر اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا یہ کہ چکر لگائے ان دونوں کا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جس نے دل کھول کر نیکی کی فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ شَاكِرٌ قدردان ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَكْتُمُوْنَ جو چھپاتے ہیں مَآ اس چیز کو

اَنْزَلْنَا جو ہم نے نازل کی ہے مِنَ الْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں وَالْھُدٰی اور ہدایت مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ بعد اس کے کہ ہم نے اس کو بیان کیا لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِی الْکِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓئِکَ وہ لوگ ہیں یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت بھیجتا ہے وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے اِلَّا الَّذِیْنَ مگر وہ لوگ تَابُوْا جنھوں نے توبہ کی وَاَصْلَحُوْا اور اصلاح کر لی وَبَیَّنُوْا اور اُنھوں نے حق کو بیان کیا فَاُولٰٓئِکَ پس وہ لوگ ہیں اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ میں ان پر رجوع کروں گا وَاَنَا التَّوَّابُ اور میں توبہ قبول کرنے والا ہوں الرَّحِیْمُ مہربان ہوں اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہوئے وَمَاتُوْا اور مرے وَھُمْ کُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ کافر ہیں اُولٰٓئِکَ وہ لوگ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے وَالْمَلٰٓئِکَۃِ اور فرشتوں کی وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اور تمام انسانوں کی خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رہا کریں گے ہمیشہ اس لعنت میں لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ نہیں تخفیف کی جائے گی ان سے عذاب کی وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَاِلٰھُکُمْ اور معبود تمھارا اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں کوئی معبود مگر وہی الرَّحْمٰنُ بے حد رحم کرنے والا الرَّحِیْمُ نہایت مہربان ہے۔

اسلامی شعائر :

اس سے پہلے یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ والے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اس کا بھی ذکر تھا وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا اے پروردگار! ہمیں حج اور عمرے کے افعال کی تعلیم فرما۔ اسی بارے میں ذکر آتا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔ شَعَائِر شعیرۃٌ کی جمع ہے اور شعیرۃٌ کے معنیٰ ہیں علامت اور نشانی۔ بہت ساری چیزیں ہیں جو شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ میں پہلے نمبر پر قرآن کریم ہے، دوسرے نمبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، تیسرے نمبر پر کعبۃ اللہ ہے اور چوتھے نمبر پر نماز ہے۔ یہ اسلام کی بڑی نشانیاں ہیں جن کا اُوپر ذکر ہوا ہے اور صفا بھی شعائر اللہ میں سے ہے اور المروۃ بھی ہے۔

آگے سترھویں پارے میں سورۃ حج کے اندر قربانی کے جانوروں کو بھی شعائر اللہ کہا گیا ہے کہ حاجی لوگ جن جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ احرام کے بعد ان جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال دیتے تھے اور یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ حاجی کا جانور ہے۔ اگر حاجی قضائے حاجت کے لیے یا سودا سلف کے لیے آگے پیچھے ہو جاتا تو لوگ اس کے جانور کی توہین نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ سمجھتے تھے کہ جانور حاجی کا ہے اور شعائر اللہ میں سے ہے۔ صفا اور مروہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں اور اب حکومت نے ان کو تراش کر برابر کر دیا ہے۔ صفا کا تو کچھ حصہ ہے مگر مروہ بس نشانی رہ گئی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں ایسے لوگ بھی تھے جو عمرہ تو کرتے تھے مگر صفا مروہ کی سعی کرنے کو گناہ سمجھتے یہاں سعی نہیں نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح فرمائی اِنَّ الصَّفَا بے شک صفا کی پہاڑی وَالۡمَرۡوَۃَ اور مروہ کی پہاڑی مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ

یہ دونوں اللہ تعالیٰ نے علامتیں مقرر فرمائی ہیں ۔ یعنی یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے ۔ جنح کا لفظی معنٰی ہے گناہ۔ یعنی اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ ثواب ہے۔

حج کے لفظی معنٰی ہیں قصد اور ارادہ ۔ اور شرعی اصطلاح میں خاص حالت اور خاص مہینوں اور خاص دنوں میں قصد کرنا اور خاص جگہ کا قصد کرنا۔ خاص حالت کا مطلب ہے احرام کی حالت میں اور خاص دنوں اور خاص مہینوں سے مراد یکم شوال سے حج کے مہینے شروع ہو جاتے ہیں ۔ یعنی اگر کوئی شخص یک شوال کو حج کا احرام باندھے گا تو صحیح ہے اور اگر رمضان شریف میں حج کا احرام باندھے تو یہ مکروہ ہے۔ تو حج کے مہینوں کا مطلب یہ ہے کہ یکم شوال سے حج کا احرام باندھا جا سکتا ہے۔ شوال ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن حج کے مہینے ہیں۔

اور حج اس آدمی پر لازم ہے جس کو رب تعالیٰ نے مالی طور پر اتنی توفیق دی ہو کہ اس پر قرض بھی نہیں ہے اور آمد و رفت کے خرچہ کے ساتھ اہل خانہ کے لیے خرچہ بھی ہو اور آنے جانے کا راستہ بھی پُر امن ہو اور یہ شخص شرعی طور پر معذور بھی نہ ہو۔ یعنی مفلوج، نابینا، لنگڑا یا بہت ضعیف العمر بھی نہ ہو تو اس کو خود حج کرنا پڑے گا۔ اور اگر معذور ہے تو اس کو نائب بنانا پڑے گا یعنی ان کا حج حجِ بدل ہو گا۔

حجِ بدل کے احکام :

بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک نوجوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی حضرت! بھیڑ زیادہ ہے اور میں

مسئلہ دریافت کرنے پر مجبور ہوں کہ باپ بوڑھا ہے یہاں تک کہ لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ سواری پر بٹھاؤ تو سنبھل نہیں سکتا گر پڑتا ہے۔ یعنی پیدل چلنا تو درکنار سواری پر بٹھاؤ تو خود سنبھل نہیں سکتا۔ اتنا بوڑھا ہے۔ لیکن مالی توفیق ہے حضرت! یہ فرمائیں کہ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں کر سکتی ہو۔ تو معذور کی طرف سے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے اور ثواب دونوں کو ملے گا۔ لیکن حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے کہ جس نے پہلے اپنا حج کیا ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کر رہے تھے تو ایک آدمی طواف کرتے ہوئے یہ تلبیہ پڑھتا تھا لَبَّیْکَ عَنْ شِبْرَمَۃَ "اے پروردگار! میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟ تو اس نے اپنا بھائی یا دوست بتایا کہ میں اس کی طرف سے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنا حج کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حُجَّ عَنْ نَّفْسِکَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شِبْرَمَۃَ "پہلے اپنا حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔" حج بدل میں بڑی پابندیاں ہیں کہ جب آدمی احرام باندھ لے تو اس کے بعد احرام کھول نہیں سکتا جب تک عید کا دن نہ آجائے۔ سردی کے زمانے میں خاصا مشکل ہوتا ہے کیوں کہ سر پر کپڑا تو ڈال نہیں سکتا اور مچھر بھی کاٹتے ہیں۔ ایک دو مہینے اگر آدمی حجامت نہ کرائے تو حلیہ بدل جاتا ہے۔ تو حج بدل خاصا مشکل ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میرا حج بدل تھا اور مجھے مسلسل چالیس دن تک احرام میں رہنا پڑا۔ اور سردی بھی تھی سر کو ٹھنڈک لگتی تھی۔ (حضرت شیخ صاحب نے ایک دن فرمایا کہ وہاں مجھے کسی واقف نے نہ پہچانا سوائے مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے) تو

بہر حال اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور حج مکمل ہو گیا۔ تو معذور کی طرف سے دوسرا آدمی بھی حج کر سکتا ہے۔ اور مرد کی طرف سے مرد بھی جا سکتا ہے اور عورت بھی جا سکتی ہے۔ اور عورت کی طرف سے مرد بھی جا سکتا ہے اور عورت بھی جا سکتی ہے۔ (یہاں پر سامعین میں سے ایک نے سوال کیا کہ وہ تمتع کر سکتا ہے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں! حجِ بدل میں تمتع نہیں کر سکتا۔ یعنی عمرے کا احرام نہیں باندھ سکتا۔) حج فرض ہے اور عمرے کے بارے میں اختلاف کرتے ہی کہ آیا یہ واجب ہے یا سنتِ مؤکدہ ہے۔

عمرہ کی فضیلت :

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ أَعُمْرَةٌ وَّاجِبَةٌ کیا عمرہ واجب ہے قَالَ لَا بَلْ هِيَ سُنَّةٌ فرمایا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ حج فرض ہے۔ اور اگر رب تعالیٰ توفیق دے تو نفلی حج دی جتنے چاہے کرے اور عمرے جتنے چاہے کرے اس کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ بہتر عمرہ رمضان شریف میں ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً "رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا حج کے برابر ثواب ہوتا ہے۔" اور ایک روایت میں آتا ہے عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً مَّعِيْ یہ بھی بخاری شریف کی روایت ہے۔ فرمایا کہ جو رمضان میں عمرہ کرے گا اس کو ان حاجیوں کا ثواب ملے گا جنھوں نے میرے ساتھ حج کیا ہے۔

یہ فضیلت کی بات ہے ورنہ عمرہ سارا سال کر سکتا ہے سوائے پانچ دنوں کے کہ ان

دنوں میں عمرہ مکروہ ہے۔نویں، دسویں، گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ کو عمرہ مکروہ ہے۔اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ نام ہے کعبۃ اللہ کے طواف کا اور اس کے بعد صفا مروہ کرنے کا۔یعنی احرام باندھنا اور کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور صفا مروہ کی سعی کرنا۔اب اگر کوئی ان دنوں میں عمرہ کے لیے گیا تو یہ دن ہیں حج کے تو وہ بڑا نادان ہے کہ بڑی عبادت چھوڑ کر چھوٹی کو اختیار کرے۔کیوں کہ حج کا مقام تو بڑا ہے چاہے نفلی ہی کیوں نہ ہو۔ہاں! اگر ان دنوں میں عمرہ کرے گا تو ہو جائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا بے شک صفا وَالْمَرْوَةَ اور مروہ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا۔اور عمرے کا معنیٰ ہوتا ہے زیارت کرنا۔تو کعبۃ اللہ کی زیارت شریعت کے بتائے ہوئے افعال کے ساتھ ہو فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا یہ کہ چکر لگائے صفا اور مروہ کے درمیان۔یہ ان لوگوں کی اصلاح ہوئی جو عمرے میں صفا مروہ نہیں کرتے تھے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جس نے دل کھول کر نیکی کی فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ قدردان ہے عَلِيْمٌ جانتا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ کتمان علم کا گناہ بیان فرماتے ہیں۔پہلے یہود ونصاریٰ کا ذکر تھا اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ "وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے يَعْرِفُوْنَهٗ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں اس کو كَمَا جس طرح يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔لیکن وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ ایک گروہ ان میں سے حق کو چھپاتا ہے۔" تو یہ جو حق کو چھپانے والے ہیں ان کی رب تعالیٰ تردید فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ جو یَکۡتُمُوۡنَ جو چھپاتے ہیں مَاۤ اَنۡزَلۡنَا اس کو جو ہم نے نازل کیا ہے مِنَ الۡبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں اور واضح حکم نازل کیے ہیں وَالۡهُدٰی اور ہدایت ہم نے نازل کی۔تو جو لوگ ان کو چھپاتے ہیں مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰهُ بعد اس کے کہ ہم نے ان کو بیان کیا لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِی الۡکِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وہ لوگ ہیں جن پر رب بھی لعنت بھیجتا ہے وَیَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ اور لعنت بھیجنے والے سارے لعنت بھیجتے ہیں۔

حق بات چھپانے کی مذمت :

حق کی بات کو چھپانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔خصوصاً وہ مسئلہ جو قرآن پاک میں ہو۔کسی مصلحت کے پیش نظر یا کسی ڈر کے پیش نظر۔اس کو نہ بیان کرنے والا ان لوگوں میں شامل ہے۔اور یاد رکھنا! یہ صرف مولویوں پر ہی گناہ نہیں بلکہ ہر آدمی اس میں شامل ہے۔جو قرآن کا مسئلہ سمجھتا ہے صحیح معنی میں اور جہاں بیان کرنا ہے وہاں بیان نہیں کرتا تو وہ بھی اس کی زد میں ہے۔چاہے اس کو سارا قرآن نہیں آتا بلکہ ایک چیز اس کو آتی ہے اور صحیح طور پر آتی ہے۔اور یہ جو موٹے موٹے مسئلے ہیں ان کو تو سارے مسلمان جانتے ہیں۔تو گناہ گار صرف مولوی نہیں بلکہ عوام بھی اس کی زد میں ہیں۔ہاں! اگر مسئلے کی حقیقت خود نہیں سمجھتا یا یہ خیال کرتا ہے کہ میں اس کو اچھی طرح بیان نہیں کر سکوں گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ نہ بتائے۔

تو فرمایا بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں وہ چیز جو ہم نے نازل کی واضح دلیلوں میں سے اور واضح احکام اور ہدایت میں سے بعد اس کے کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لیے بیان کیا فِی الۡکِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓئِکَ وہ لوگ ہیں یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ

ان پر لعنت بھیجتا ہے وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔اور وہ کون ہیں؟ ان کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ہاں! اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنھوں نے پہلے حق چھپایا تھا پھر حق چھپانے سے توبہ کرگئے وَاَصْلَحُوْا اور اپنی اصلاح کرلی وَبَيَّنُوْا اور آگے حق بیان کرنا اُنھوں نے شروع کیا تو وہ گناہ جو توبہ سے معاف ہوتے ہیں ان میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ کسی نے مسئلہ بتایا ہی نہیں مگر اس نے بعد میں سچے دل سے توبہ کرلی۔اپنی بھی اصلاح کی وَبَيَّنُوْا اور اس مسئلے کو بیان بھی کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے گا تو یہ لوگ بچ جائیں گے فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اور میں توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہوں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اور مرے اس حال میں کہ کافر ہیں اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وہ لوگ ہیں جن پر رب کی لعنت ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں کی بھی لعنت ہے وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اور تمام انسانوں کی بھی لعنت ہے۔جس کا کفر پر خاتمہ ہوا وہ انتہائی ملعون ہے۔

جس وقت کافر بدکار مرجاتا ہے زمین سکون لیتی ہے کہ الحمد للہ! ایک بلا ہم سے ٹل گئی ہے۔

ایک جنازہ جارہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مُسْتَرِيْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ "یہ آرام پانے والا ہے یا اس سے لوگوں کو آرام مل گیا ہے۔" سوال کیا گیا حضرت مستریح کون ہے؟ فرمایا مومن، کہ دنیا کی تکلیفوں سے اس کو راحت مل گئی اور اگر دوسری مد کا ہے تو يَسْتَرِيْحُ الْعِبَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ "تو انسانوں، درختوں،

جانوروں اور راستوں، سب کو اس سے پناہ اور راحت مل گئی۔" کیوں کہ بُرا آدمی جب چلتا ہے تو یہ سب چیزیں اس پر لعنت بھیجتی ہیں۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور لعنت کا محل دوزخ ہے لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ نہیں کم کیا جائے گا ان سے عذاب وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اور جب فیصلہ ہو گا کہ ان کو دوزخ میں ڈالو تو ایک لمحے کی بھی ان کو مہلت نہیں ملے گی۔ ایسا نہیں ہو گا کہ مثلاً: فیصلہ ہو بارہ بجے ان کو دوزخ میں ڈالو تو دو منٹ اُوپر گزر جائیں۔ ایک منٹ کی بھی مہلت نہیں ملے گی فوراً دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمھارا معبود، مسجود، اور حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر، صرف رب تعالیٰ ہے۔ کوئی حاکم نہیں بہ جز پروردگار کے۔ تمھارا صرف ایک ہی الٰہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے بغیر اور کوئی الٰہ نہیں ہے الرَّحْمٰنُ نہایت رحم کرنے والا ہے الرَّحِیْمُ مہربان ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بغیر مانگنے کے دے۔ اور رحیم اسے کہتے ہیں جو مانگنے پر دے۔ اب دیکھو! ہم جب چھوٹے بچے تھے تو ہمیں کیا معلوم کہ آنکھ کیا ہوتی ہے، پیر کیا ہے، کان کیا ہیں اور زبان کیا ہے؟ یہ ساری نعمتیں رب نے بغیر مانگے دی ہیں۔ اور رحیم وہ ہے جو مانگنے سے دے اور اُسی سے مانگنا چاہیے۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم بڑے موحد تھے۔ لکھتے ہیں:

ع اُسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو، اے اکبرؔ
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

تو یہی دروازہ ہے اور کسی سے مانگنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ
بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ
فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ
وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا
لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ
اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ
الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ
مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ
عَلَیْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

اِنَّ بے شک فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے پیدا کرنے میں

وَالْاَرْضِ اور زمین کے پیدا کرنے میں وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ اور رات

کے مختلف ہونے میں وَالنَّهَارِ اور دن کے مختلف ہونے میں وَالْفُلْكِ

اور کشتیاں الَّتِیْ وہ تَجْرِیْ جو چلتی ہیں فِی الْبَحْرِ سمندر میں

بِمَا وہ چیزیں لے کر یَنْفَعُ النَّاسَ جو لوگوں کو فائدہ دیتی ہیں وَمَا

اور وہ چیز اَنْزَلَ اللّٰہُ جو نازل کی اللہ تعالیٰ نے مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مِنْ مَّآءٍ بارش فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِھَا اس کے مرجانے کے بعد وَبَثَّ فِیْھَا اور بکھیرے اللہ تعالیٰ نے زمین میں مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ ہر قسم کے جانور وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ اور وہ بادل الْمُسَخَّرِ جو لٹکا ہوا ہے بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان اور زمین کے درمیان لَاٰیٰتٍ ان ساری چیزوں میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لے وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں یَّتَّخِذُ جو بناتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے اَنْدَادًا شریک یُّحِبُّوْنَھُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں کَحُبِّ اللّٰہِ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہونی چاہیے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور وہ لوگ جو مومن ہیں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ وہ زیادہ سخت ہیں محبت میں اللہ تعالیٰ کے لیے وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ اور اگر دیکھ لیں وہ لوگ ظَلَمُوْٓا جنھوں نے ظلم کیا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو اَنَّ الْقُوَّۃَ بے شک قوت لِلّٰہِ جَمِیْعًا ساری اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے وَّاَنَّ اللّٰہَ اور بے شک اللہ تعالیٰ شَدِیْدُ الْعَذَابِ سخت سزا دینے والا ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ جس وقت بے زاری کا اعلان کریں گے وہ لوگ اتُّبِعُوْا جن کی پیروی کی

گئی مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں سے اتَّبَعُوْا جنھوں نے پیروی کی

وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور دیکھ لیں گے وہ عذاب کو وَتَقَطَّعَتْ اور منقطع ہو

جائیں گے بِھِمُ الْاَسْبَابُ اُن کے آپس کے تعلقات وَقَالَ الَّذِیْنَ

اور کہیں گے وہ لوگ اتَّبَعُوْا جنھوں نے پیروی کی لَوْ کاش اَنَّ

لَنَا بے شک ہو ہمارے واسطے کَرَّۃً لوٹنا دنیا کی طرف فَنَتَبَرَّاَ

مِنْھُمْ پس ہم ان سے بے زار ہو جائیں کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا جیسے یہ ہم

سے بے زار ہوئے ہیں کَذٰلِكَ اسی طرح یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ

ان کو دکھائے گا اَعْمَالَھُمْ ان کے اعمال حَسَرٰتٍ عَلَیْھِمْ ۔ ان پر

حسرتیں اور افسوس کی چیزیں ہوں گی وَمَا ھُمْ اور نہیں ہوں گے وہ

بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ نکل سکنے والے دوزخ سے۔

سات آسمان اور سات زمینیں :

اس سے پہلی آیت میں ذکر تھا وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ معبود تمہارا ایک ہی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ آگے بعض دلیلیں بیان فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ مگر کوئی عقل سے کام لے تو بات بنے گی۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ تو سَمٰوٰتِ فرمایا ہے۔ اور قرآن کریم میں سَبْعَ سَمٰوٰت کا لفظ متعدد مقامات پر آتا ہے کہ سات آسمان ہیں۔ باقی تو ہمیں نظر نہیں آتے البتہ پہلا

آسمان تو سب کو نظر آتا ہے۔ کتنا وسیع آسمان ہے لیکن اس آسمان کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے، کوئی کھمبا اور دیوار نہیں ہے۔ یعنی کوئی سہارا نہیں ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں ان کے نیچے دیکھو کتنے ستون اور دیواریں ہیں۔ اور اگر خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو آسمان کی بلندی اور اس کی وسعت اور اس کا بغیر ستونوں کے کھڑے ہونے سے بھی رب کی قدرت کو سمجھ سکتے ہو۔ قرآن کریم میں آسمانوں کے سات ہونے کا ذکر تو متعدد مقامات پر آتا ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف سورۂ طلاق کے اندر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے سات آسمان پیدا فرمائے وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور اتنی ہی ہم نے زمینیں پیدا کی ہیں۔ یعنی زمینیں بھی سات پیدا فرمائی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمینیں بھی پیدا فرمائیں۔ اور ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان زمینوں میں بھی مخلوق ہے جس طرح اس زمین میں مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لشکر کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

زمین کی وسعت کو دیکھو، فراخی دیکھو، مختلف ممالک ہیں۔ حالانکہ یہ خشکی کے جو علاقے ہیں یہ صرف انتیس حصے ہیں اکہتر حصے پانی کے نیچے ہیں۔ اور ان انتیس حصوں میں ساری حکومتیں ہیں اور بعض حکومتیں اتنی وسیع ہیں کہ کئی گھنٹوں تک جہاز ان میں چلتے ہیں پھر کہیں جا کر کنارے پر پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہتے ہو تو زمین کی فراخی کو دیکھ لو۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور رات کے مختلف ہونے میں اور دن کے مختلف ہونے میں۔ رات تاریک ہے اور دن روشن ہے۔ کبھی رات بڑھ جاتی ہے اور کبھی دن بڑھ جاتا ہے، کبھی رات گھٹ جاتی ہے اور کبھی دن گھٹ جاتا ہے۔ یہ دن رات کے

مشاہدے ہیں ان میں تم ربّ کی قدرت کو سمجھ سکتے ہو وَالْفُلْكِ الَّتِیْ اور کشتیاں تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ جو سمندر میں چلتی ہیں بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں۔اس زمانے میں کشتیاں ہی ہوتی تھیں اور اب تو جہاز بھی ہیں۔ ایک علاقے کی چیزیں دوسرے تک، دوسرے کی تیسرے تک۔یہ نفع والی چیزیں وہاں تک پہنچاتی ہیں حالانکہ ان میں بڑا وزن بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی پانی میں ڈوبتی نہیں۔کیا یہ رب تعالیٰ کی قدرت تم نہیں دیکھتے کہ یہ کشتیاں کس کے حکم سے چلتی ہیں؟ پانی میں ان کو کس ذات نے سہارا دیا ہوا ہے؟

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے نازل کی مِنْ مَّآءٍ بارش فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ اس بارش کے ذریعے رب نے زمین کو زندہ کیا، سرسبز کیا بَعْدَ مَوْتِهَا مر چکنے کے بعد۔زمین بالکل مُردہ تھی بارش نازل ہوتی ہے اس کے بعد زمین میں درخت پیدا ہوتے ہیں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، گھاس پیدا ہوتی ہے، انسانوں کے لیے فصلیں پیدا ہوتی ہیں، پھل فروٹ پیدا ہوتے ہیں۔یہ بارش کون نازل کرتا ہے، زمین سے کون اُگاتا ہے وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں بکھیر دیئے ہیں ہر طرح کے جانور۔پھر جانوروں کی شکلیں دیکھو! کسی کی چار ٹانگیں ہیں، کسی کی دو، کسی کی زیادہ ہیں۔کوئی زمین پر رینگتا ہے، کوئی چلتا ہے، کوئی اُڑتا ہے۔یہ خدا کی قدرت تم نہیں دیکھتے۔

وحدانیت باری تعالیٰ کی دلیل :

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا رب تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل کیا ہے؟ تو سامنے کوئی شہتوت کا درخت تھا۔فرمانے لگے بھائی! دور جانے کی ضرورت نہیں یہ توت کا

درخت ہے اس کے پتوں کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں تو ان کے پیٹ میں ریشم پیدا ہوتا ہے، اس کو ہرنیاں کھاتی ہیں تو کستوری پیدا ہوتی ہے، اس کو شہد کی مکھیاں کھاتی ہیں تو شہد پیدا ہوتا ہے، اس کو اونٹ اور بکریاں کھائیں تو مینگنیاں اور گوبر پیدا ہوتا ہے۔ چیز ایک ہی ہے شہتوت کے پتے، مگر آگے ان میں انقلابات پیدا کرنے والا رب تعالیٰ کے سوا کون ہے؟ تو سمجھنے کے لیے ایک ہی چیز کافی ہے اور نہ سمجھنے والے کے لیے سارے دلائل بے کار ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے بکھیرے ہیں ہر طرح کے جانور وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں۔ کبھی مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہیں اور کبھی مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہیں، کبھی گرم ہوتی ہیں اور کبھی سرد۔ یہ کون چلاتا ہے؟

آج سے کچھ سال پہلے نارنگ منڈی کے علاقہ میں ایک ہوا چلی تھی۔ مجھے وہاں ایک مدرسے کے افتتاح کے لیے جانے کا اتفاق ہوا تو ان لوگوں نے بتایا کہ یہ علاقہ بڑا مضبوط علاقہ تھا لینٹر پڑے ہوئے تھے۔ اس ہوا نے سارے لینٹر اُٹھا کر پھینک دیئے مخصوص رقبے میں۔ اور آج سے چند سال پہلے کوئٹہ کے علاقہ میں زلزلہ آیا، کئی بستیاں تباہ ہوگئیں۔ ہر وقت رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ مگر ہمارے اندر رب کا خوف نہیں رہا۔ سب کچھ دیکھتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ دل ہمارے ایسے سخت ہو چکے ہیں كَالْحِجَارَةِ پتھر کی طرح ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

پہلے زمانے میں امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا تھا تو کئی دن تک ہمارے حلق سے روٹی نیچے نہیں اُترتی

تھی، پانی نہیں اُترتا تھا، ہم غمگین ہوتے تھے کہ معلوم نہیں مرنے والے کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اور آج کل تو کوئی ماں باپ کو بھی دفن کرے تو اس پر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ ہم نے موت کو سمجھا ہے، نہ قبر کو سمجھا ہے اور نہ آخرت کو سمجھا ہے۔

تو فرمایا وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ یہ جو ہوائیں چلائی ہیں ان کو کون چلاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور وہ بادل جو لٹکے ہوئے ہیں آسمان اور زمین کے درمیان۔

ایک دفعہ میں جہاز پر سوار ہوا اور وہ اس طرح ہوا کہ حج سے واپسی پر مجھے پاکستان کا ٹکٹ نہ مل سکا مجبوراً شام کا ٹکٹ لینا پڑا اور ہم جدہ سے دمشق چلے گئے۔ راستہ میں بادل بہت گہرے تھے۔ تو میں پوچھتا رہا کہ یہ پہاڑ کون سے ہیں؟ کہنے لگے یہ پہاڑ نہیں یہ تو بادل ہیں۔ اور جہاز جب بادل سے اُوپر جاتا تھا تو بادل پہاڑ لگتے تھے۔

تو کس کے حکم سے ان میں بارش پیدا ہوتی ہے، کس کے حکم سے اولے بنتے ہیں؟ اگر رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو ایک ایک چیز میں رب تعالیٰ کی قدرت موجود ہے۔ ان تمام چیزوں میں یعنی اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر لَاٰيٰتٍ تک جو چیزیں بیان کی گئی ہے ان میں البتہ نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی مگر لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لے۔ لیکن باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بڑی صاف اور واضح ہیں پھر بھی وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض۔ یہ مِنْ تَبْعِيْضِيَّه ہے۔ وہ بھی ہیں مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا جنھوں نے رب سے ورے ورے شریک بنائے ہوئے ہیں۔ رب کی ذات کو چھوڑ کر نیچے اُنھوں نے سہارے بنائے ہوئے ہیں يُّحِبُّوْنَهُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں

كَحُبِّ اللّٰهِ　جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہیے۔

مشرک جتنے بھی ہیں کسی کی چاند کے ساتھ محبت ہے، کسی کی سورج کے ساتھ محبت ہے، کسی کی بزرگ کے ساتھ ہے، کسی کی بت کے ساتھ ہے۔ یہ سارے اللہ تعالیٰ کی ذات سے نیچے ان کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں جیسے رب کے ساتھ محبت کرنی چاہیے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا　اور وہ لوگ جو ایمان لائے　اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ　ان کی سخت محبت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کا معیار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا　لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ　بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے" تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی محبت میرے ساتھ اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام مخلوق سے بڑھ کر نہ ہو۔" وہ اس طرح کہ ایک طرف ماں باپ کا حکم ہے، دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کو چھوڑ کر ماں باپ کے طریقے پکڑے گا تو پھر ماں باپ کے ساتھ محبت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تو نہ ہوئی۔

بزرگانِ دین سے محبت :

تو مومن کی محبت سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ پھر درجہ بہ درجہ پیغمبروں کے ساتھ، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ، پھر تابعین، پھر تبع تابعین اور ائمہ دین، فقہائے کرام اور محدثین کے ساتھ ہے رحمۃ اللہ علیہم۔ اور ان سے محبت اس واسطے ہے کہ یہ سارے رب تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں۔ اگر یہ دنیا میں نہ آتے یقین جانو! عالم اسباب میں ہم تک قرآن پہنچتا، نہ

حدیث پہنچتی اور نہ ہی کلمہ پہنچتا۔ان حضرات نے بڑی بڑی قربانیاں دیں ۔ ساری زندگیاں وقف کیں اور ہمارے واسطے یہ اسلام کا ذخیرہ چھوڑا۔

تو فرمایا لوگوں میں سے بعض وہ بھی ہیں مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا کہ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے اُنھوں نے رب کے شریک بنائے ہوئے ہیں یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں جیسے رب کے ساتھ محبت کرنی چاہیے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ان کی زیادہ سخت محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

فرمایا آج تو اپنے کفر وشرک پر بڑے مغرور اور بڑے نازاں ہیں وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ اور اگر دیکھ لیں وہ لوگ ظَلَمُوْٓا جنھوں نے ظلم کیا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا کہ بے شک ساری قوت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔اس وقت پتا چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو ان کے معبود ہیں وہ کیا کرتے ہیں اور اُنھوں نے کیا کیا ہے۔جب قیامت کا دن آئے گا تو اس دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔اس دن پتا چلے گا کہ ان ظالموں نے کیا کیا ہے وَّ اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ اور بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ جس وقت بے زار ہوں گے وہ لوگ اتُّبِعُوْا جن کی پیروی کی گئی مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا اُن سے جنھوں نے پیروی کی۔

قرآن پاک کے تیرھویں اور چوبیسویں پارے میں آتا ہے کہ یہ شرک کرنے والے سارے ان کے پاس جائیں گے جن کو انھوں نے رب کا شریک بنایا تھا، جو وڈیرے تھے۔اور ان کو جا کر کہیں گے کہ آج ہم پھنسے ہوئے ہیں ہمیں یہاں سے نکالنے

کی کوشش کرو۔ وہ کہیں گے اِنَّا كُلٌّ فِيهَا "ہم بھی دوزخ میں ہیں ہم تمھیں کس طرح نکالیں" پھر سارے مل جل کر ابلیس کے پاس جائیں گے کہ سارے سبز باغ دکھاتا رہا ہے آج ہماری کوئی مدد کر۔ تو ابلیس کا جواب بڑا سخت ہوگا۔ وہ کہے گا لَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ "مجھے کیوں ملامت کرتے ہو اپنے آپ کو ملامت کرو میرا کوئی تمھارے اُوپر زور نہ تھا إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ میں نے تو صرف تمھیں دعوت دی تھی تم نے میری دعوت کیوں مانی؟" آج سارے میرے پاس آئے ہو اس طرح کہ گویا سب کو میں نے گمراہ کیا ہے۔ بلکہ آگے کہتا ہے إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ "میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہی ہو اس واسطے کہ تم نے میری پوجا کی تو میں نے سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اور اگر تم میری پوجا نہ کرتے تو میری ہمت پہلے ٹوٹ جاتی۔" کیسا جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے۔ آج ہمیں کوئی کھوٹا روپیہ دے تو ہم وہ لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی عقیدہ گندہ پلے باندھ لے تو کیا اس میں معذور ہو جائے گا اور گندے عمل کرے تو کیا اس میں معذور ہوگا؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نے عقل بڑی چیز عطا فرمائی ہے۔ تو فرمایا جنھوں نے پیروی کی ان سے وہ بے زار ہوں جن کی پیروی کی گئی وَرَأَوُا الْعَذَابَ اور وہ سارے عذاب کو دیکھ لیں گے وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ اُن کے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ نہ پیری مریدی رہے گی اور نہ وہاں پیشوا رہیں گے وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا اور کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے پیروی کی لَوْ کاش۔ حرفِ لَوْ تمنی ہے۔ أَنَّ لَنَا كَرَّةً کاش کہ ہمارے واسطے لوٹنا ہو دنیا کی طرف تو فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ پس ہم ان سے بے زار ہو جائیں كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا

جیسا کو یہ آج ہم سے بے زار ہوئے ہیں۔یعنی ہمیں دنیا میں جانا نصیب ہو جائے تو ہم وہاں جا کر ان کو کہیں کہ ہم تمھیں نہیں مانتے۔لیکن وہاں الزام ایک دوسرے پر ڈالنے سے عذاب تو نہیں ٹلے گا۔

فرمایا كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو بتائے گا اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ان کے واسطے حسرت ہوں گے۔اُنھوں نے دنیا میں اپنے باطل معبودوں کو راضی کرنے کے لیے جو عمل کیے وہ سارے کے سارے ان کی ہلاکت اور خسارے کا ذریعہ بنیں گے وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ اور نہ یہ عبادت کرنے والے اور نہ وہ جن کی عبادت کی گئی ہے یا اُنھوں نے اپنی عبادت کروائی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ سے نہیں نکل سکے گا۔

ہاں! اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جنھوں نے نہ شرک کیا اور نہ شرک کی ترغیب دلائی وہ ممتاز ہیں۔مثلاً: عیسیٰ کی بھی پوجا تو ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی ہوئی ہے، عزیر کی ہوئی ہے۔ اور وہ بزرگ جن کے ذریعے کلمہ اور دین پھیلا آج لوگ ان کی قبروں کا بھی طواف کرتے ہیں اور ان کی پوجا ہوتی ہے۔تو ان بے چاروں کا کیا قصور ہے؟ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ قبروں سے نکل کر ان کے منہ توڑ دیتے کہ بے ایمانو! تم کیا کرتے ہو۔ہم نے تو کفر و شرک کو مٹایا تھا اور رسومات مٹائی تھیں اور تم ہماری قبروں کے ساتھ یہ حرکتیں کرتے ہو۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اگلے جہان پہنچایا ہے ان کا کوئی گناہ نہیں ہے۔تو جو مجرم ہیں وہ کبھی آگ سے نہیں نکلیں گے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا

مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

يَاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو كُلُوْا کھاؤ مِمَّا ان چیزوں سے

فِي الْاَرْضِ جو زمین میں ہیں حَلٰلًا حلال ہیں طَيِّبًا پاکیزہ ہیں

وَّلَا تَتَّبِعُوْا اور نہ تم پیروی کرو خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے قدموں کی

اِنَّهٗ بے شک وہ شیطان لَكُمْ تمہارے واسطے عَدُوٌّ دشمن

ہے مُّبِيْنٌ کھلا اِنَّمَا پختہ بات ہے يَاْمُرُكُمْ شیطان تمھیں

حکم دیتا ہے بِالسُّوْٓءِ برائی کا وَالْفَحْشَآءِ اور بے حیائی کا وَاَنْ

اور اس بات کا تَقُوْلُوْا تم کہو عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر مَا لَا

تَعْلَمُوْنَ جو کچھ تم نہیں جانتے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا اور جس وقت ان کو

کہا جاتا ہے پیروی کرو اس چیز کی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل

فرمائی ہے قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ بلکہ نَتَّبِعُ ہم پیروی کریں گے مَآ اس چیز کی اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ جس چیز پر ہم نے پایا اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادوں کو اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُهُمْ اور کیا اگرچہ تھے ان کے باپ دادے لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا نہیں جانتے تھے کسی چیز کو وَّلَا یَهْتَدُوْنَ اور نہیں تھے وہ ہدایت یافتہ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ اور مثال ان لوگوں کی کَفَرُوْا جو کافر ہیں کَمَثَلِ الَّذِیْ جیسے مثال ہے اس شخص کی یَنْعِقُ جو چلا کر بلاتا ہے بِمَا ان جانوروں کو لَا یَسْمَعُ جو نہیں سنتے اِلَّا دُعَآءً مگر بلاوا وَّنِدَآءً اور پکار صُمٌّ وہ بہرے ہیں بُکْمٌ گونگے ہیں عُمْیٌ اندھے ہیں فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو کُلُوْا کھاؤ مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ پاکیزہ ان چیزوں سے جو ہم نے تمھیں دیں وَاشْکُرُوْا لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہو تم خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔

حلال وحرام کے خود ساختہ احکام :

عرب کے مشرکوں نے اپنی مرضی سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کرلیا تھا۔ ساتویں پارے میں اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی رہی تو۔ مثلاً: بعض جانوروں کو مخصوص کرتے تھے کہ ان کا دودھ صرف وہ لوگ پییں گے جو لات کے پجاری ہیں اور کسی کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتے تھے۔ جب مادہ جانور کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا

تھا تو اگر وہ مُردہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ اس کو عورتیں بھی کھا سکتی ہیں اور اگر زندہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ یہ عورتوں کے لیے حرام ہے اور ہمارے لیے حلال ہے۔ اور کئی چیزیں اُنھوں نے اپنی مرضی سے حلال اور حرام کی ہوئی تھیں۔ حالانکہ حلال کرنا اور حرام کرنا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے مخلوق میں سے کسی کو کسی چیز کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جب اپنی گھریلو مصلحت کے واسطے صرف اپنی ذات کے لیے شہد حرام کیا تھا۔ امت کے واسطے نہیں اور بیویوں کے لیے بھی حرام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اپنی ذات کے لیے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مکمل سورت نازل فرمائی، سورۃ التحریم۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ "اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیوں آپ نے حرام کی وہ چیز جو رب تعالیٰ نے حلال فرمائی ہے۔" تو اُنھوں نے اپنی مرضی سے بعض چیزیں حلال کی تھیں اور بعض چیزیں حرام کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں یٰاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اور انسانوں کی تخصیص اس واسطے ہے کہ زمین کی خلافت انسانوں کے لیے ہے اور جنات ان کے تابع ہیں۔ اے انسانو! كُلُوْا کھاؤ مِمَّا فِي الْاَرْضِ وہ چیز جو زمین میں ہے۔ لیکن دو شرطیں ہیں حَلٰلًا کہ وہ حلال ہو۔ اور اس سے مراد وہ چیز ہے جس کے کھانے کی رب تعالیٰ نے اجازت دی طَیِّبًا اور طیب ہو۔ طیب اُس کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ کسی اور کا حق متعلق نہ ہو۔ مثال کے طور پر گندم حلال ہے اور اگر کسی سے رشوت میں لی ہو یا غصب کی ہو یا چوری کی ہو تو وہ طیب نہیں ہے، کھا نہیں سکتا۔ بکری حلال ہے مگر کسی کی چوری کی بکری ذبح کر کے کھائے تو وہ طیب نہیں ہے۔ مرغی حلال ہے،

انڈے حلال ہیں مگر کسی سے چھین کر نہ لی ہو۔ تو کھانے کے لی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ رب تعالیٰ نے اس کے کھانے کی اجزت دی ہو اور دوسرا یہ کہ غیر کا حق اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ یا یوں کہہ لیں کہ حلال میں حق اللہ کو ملحوظ رکھے اور طیب میں حق العبد کو ملحوظ رکھے۔ اگر کسی غیر کا حق ہے تو وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح خنزیر حرام ہے۔

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اور نہ پیروی کرو تم شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک وہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور وہ اپنی دشمنی کسی منزل اور کسی مرحلہ پر بھی نہیں چھوڑتا۔

ایک مشہور کہاوت ہے۔ اور بعض کہانیاں بھی ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ تھا اور اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں گزرتی تھی۔ شیطان کے بہکاوے میں نہیں آتا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی کا زمانہ تھا ایک دیوار کے سایہ کے نیچے جا کے لیٹا کہ میں تھوڑا سا آرام کرلوں۔ حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَابِ الصّٰلِحِیْنَ الْقَیْلُوْلَةُ راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہوں تو نیک آدمیوں کی عادت ہے دوپہر کو تھوڑا سا سو جانا۔ یہ رات کے جاگنے کے لیے تمہید ہے۔

تو وہ دیوار کے نیچے سو گیا۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو ایک آدمی نے آکر اس کا پاؤں ہلایا کہ بھائی اُٹھ جا دیوار گرنی والی ہے۔ وہ اُٹھا، تھوڑا سا دور گیا تو واقعتاً دیوار گر گئی۔ اس نے دریافت کیا کہ تو کون ہے جو میرے لیے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں۔ تیری جان تو بچ گئی۔ اس نیک آدمی نے کہا کہ تو مجھے بتا تو سہی کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا کہ میں ابلیس ہوں۔ اس نیک آدمی نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ،

ابلیس کو میرے ساتھ کیا ہمدردی تھی میں نے تو اس کی کبھی بات نہیں سنی مگر میری جان تو بچ گئی۔ اس نے کہا کہ تو مجھے بتا کہ بات کیا ہے۔ ابلیس نے کہا تو اگر دیوار کے نیچے آ کر مر جاتا تو شہید ہوتا۔ میں اپنے دشمن کو شہید کیوں ہونے دوں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی مکان کے نیچے آ کر مر جائے اور وہ مومن ہو تو وہ شہید ہے۔ تو شیطان کی دشمنی دیکھو! اس کی جان بچائی مگر دشمنی کا پرنالہ اپنی جگہ رکھا۔ رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ پختہ بات ہے کہ شیطان تمھارا دشمن ہے کھلا اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ پختہ بات ہے کہ وہ تمھیں حکم دیتا ہے بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ بُرائی کا اور بے حیائی کا۔

سُوء اور فحشاء کا معنیٰ :

اور سُوء اور فحشاء کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جو گناہ زبان سے ہوتے ہیں وہ سُوء کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ: جھوٹ، غیبت، گالی اور کسی کی دل آزاری کی بات۔ اور فحشاء وہ ہیں جو عمل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے: زنا کرنا، شراب پینا وغیرہ۔ تو شیطان تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم زبان سے بھی گناہ کرو جھوٹ بولو، غیبت کرو، گالیاں دو اور عمل کے ساتھ بھی کہ زنا اور بدکاری کرو، لواطت کرو، شراب پیو۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ سوء ایسے گناہ کو کہتے ہیں جو آدمی چھپ کر کرتا ہے۔ مثلاً: شراب پیتا ہے مگر چھپ کر۔ اور فحشاء اسے کہتے ہیں جو لوگوں کے سامنے کرے۔ تو شیطان دونوں طرح کے گناہوں کا حکم کرتا ہے۔

وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اور تمھیں اس چیز کا حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہو مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے۔ ان کے اندر جو ذاتی خرابیاں ہوتی تھیں کہتے تھے کہ

ان کا ہمیں رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حالانکہ رب تو بے حیائی اور بُرائی کا حکم نہیں دیتا۔ یہ تم شیطان کے قدم پر چلتے ہو اور اس کے کہنے پر لگے ہوئے ہو۔

آگے فرمایا وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اور جس وقت ان سے کہا جاتا ہے اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ بلکہ نَتَّبِعُ ہم پیروی کریں گے مَآ اس چیز کی اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بعض سطحی قسم کے لوگوں نے اس آیت سے اور اس قسم کی دوسری آیتوں سے اس تقلید کا رد سمجھا ہے جس کو اہل اسلام کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط استدلال ہے۔

تقلید کا مفہوم اور ترکِ تقلید کے نتائج :

مسئلہ سمجھنا! اہل اسلام میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ جو اپنے اماموں کی تقلید کرتے ہیں تو ان کی تقلید کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کوئی مسئلہ قرآن پاک میں نہیں ملتا، حدیث شریف میں بھی نہیں ملتا، خلفائے راشدین سے بھی نہیں ملتا، اور ایسے بے شمار مسائل ہیں۔ تو ایسے مسئلے میں اماموں میں سے کسی کی بات کو اس انداز سے تسلیم کرو کہ یہ مجتہد کی بات ہے وہ معصوم نہیں۔ کیوں مجتہد معصوم نہیں ہوتا اس کے اجتہاد میں غلطی بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی ہو سکتا ہے۔ اور معصوم صرف پیغمبر ہے اور ان کی بات قطعی ہوتی ہے غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اہل اسلام جو تقلید کرتے ہیں اس کا یہی مفہوم ہے۔

اور خود رب تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ [لقمان: ۱۵] "جس نے میرے راستے کی پیروی کی اس کے کہنے پر چلو۔" اس کی تقلید کرو۔ تو یہ تقلید جائز ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جس مقام پر ایمان کا خطرہ ہو کہ

میرا ایمان تقلید کے بغیر نہیں بچے گا تو وہاں پر تقلید واجب ہوگی اور اس سے نکلنے والا گناہ گار ہوگا۔ یہ جتنے فرقے گمراہ ہوئے ہیں منکرِ حدیث وغیرہ۔ تو یہ تقلید کو چھوڑ کر گمراہ ہوئے ہیں۔ اور اس موضوع پر میری مفصل کتاب ہے "انکارِ حدیث کے نتائج" اس کا ضرور مطالعہ کرو۔

مرزا غلام احمد نے کہا: "کہ میں نے تقلید چھوڑی تو میرے اُوپر دروازے کھلے ہیں۔" غلام احمد پرویز، اسلم جیراج پوری، اسی طرح عبداللہ چکڑالوی، ان سب کے میں نے تفصیلاً حالات بتائے ہیں۔ تو گمراہی کا پہلا دروازہ ترکِ تقلید ہے۔ اہل ایمان کی تقلید تو یہ ہے کہ جس مسئلہ کی قرآن میں صراحت نہیں ہے، حدیث میں صراحت نہیں ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتی، تو اماموں میں سے کسی کی بات کو مان لو اور وہ بھی اس خیال سے کہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ معصوم صرف پیغمبر ہے اور پیغمبر کی بات قطعی ہوتی ہے اور اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اور مجتہد کی بات غلط بھی ہوسکتی ہے اور صحیح بھی ہوسکتی ہے۔ اور مجتہد کو غلطی میں بھی اجر ملتا ہے گناہ کوئی نہیں ہے۔ تو اہل ایمان جو تقلید کرتے ہیں وہ اور ہے اور مشرکین اپنے آباؤاجداد کی جو تقلید کرتے ہیں وہ اور ہے۔ اور دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

جائز اور ناجائز تقلید:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جس وقت ان کو کہا جاتا ہے اتَّبِعُوْا پیروی کرو مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا بلکہ ہم پیروی کریں گے باپ دادا کی۔ تو ایسی تقلید کے کفر شرک اور مذموم ہونے میں کیا شک ہے ہ دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم مانو تو وہ کہتے ہیں بَلْ

حرفِ اضراب ہے، کہ بلکہ ہم باپ دادا کے راستے پر چلیں گے رب کی نازل کی ہوئی چیز کو ہم نہیں مانتے۔ آگے آئے گا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے اور اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی طرف۔ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کا حکم بھی نہیں مانتے ہم نے تو باپ دادا کا حکم ماننا ہے۔ تو دونوں قسم کی تقلیدوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس تقلید کی اس مقام پر تردید ہوئی ہے اس کا اہل اسلام میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ رب کے مقابلے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں کسی کی تقلید ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، حاشا وکلا۔ بلکہ اس میں سب سے زیادہ محتاط احناف ہیں۔ حنفیوں کا یہ مسلک ہے کہ ضعیف حدیث جو موضوع اور من گھڑت نہ ہو تو وہ ضعیف حدیث بھی قیاس اور اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے۔ اس سلسلے میں "الکلام المفید فی اثبات التقلید" میری مفصل کتاب ہے۔ جس میں جائز تقلید اور ناجائز تقلید کے متعلق علمی انداز میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

پھر بعض جاہل قسم کے غیر مقلد کہتے ہیں کہ تم نے امام کو نبی کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے۔ حاشا وکلا بھئی! مقلد نبی کی گدی پر تو تب امام کو بٹھائے کہ نبی کی طرح امام کو معصوم سمجھے۔ اور ایسا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور غیر معصوم کو معصوم کی گدی پر کوئی نہیں بٹھاتا۔ البتہ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ عام آدمی کا تقلید کو چھوڑنا گمراہی کا پھاٹک ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہیں جانتے کسی چیز کو اور ہدایت پر بھی نہیں تھے پھر بھی مانیں گے۔ یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ باپ دادا اگر ہدایت پر ہوں تو پھر تو ان کی مانو اور باپ

دادا عقل سے کام لیں تو پھر ان کی مانو۔ اور اگر باپ دادا عقل سے کام نہیں لیتے اور ہدایت یافتہ بھی نہیں تو ان کی تم بات مانتے ہو اور وہ بھی رب کے حکم کے مقابلہ میں مَآ اَنْزَلَ اللہُ کے مقابلہ میں۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور مثال ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ ایک آدمی ہے اس کے پاس جانور کافی ہیں مثلاً: بھینسیں بھی ہیں اور سانڈھ بھی۔ ان کے علاوہ اور بھی جانور ہیں وہ ان کے سامنے بولتا جاتا ہے۔ کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے اس شخص کی جو چلّاتا ہے بِمَا ان جانوروں کے سامنے لَا یَسْمَعُ جو نہیں سنتے اِلَّا دُعَآءً مگر پکار وَّنِدَآءً اور آواز۔ اب اگر جانوروں کے سامنے تقریر کرو تو بغیر آواز کے ان کو کیا پتا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہی حال ہے کافروں کا کہ کافروں میں کھڑے ہو کر رب کا پیغمبر آواز دے تو ایسے ہی ہے جیسے جانوروں میں کھڑا ہو کر آواز دے رہا ہے اور اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ مگر ان لوگوں کی حالت ایسی ہے کہ انھوں نے سمجھنا ہی نہیں ہے۔ دلوں پر تالے لگائے ہوئے ہیں۔ خود کہتے ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ [حم السجدۃ:۲۶] قرآن کو نہ سننا۔ وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْـَٔوْنَ عَنْہُ [الانعام:۲۶] قرآن پاک جہاں سنایا جاتا ہے وہاں سے خود بھاگتے ہیں اور دوسروں کو منع کرتے ہیں۔

اب وہ لوگ جو کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں ان کو کوئی کیا سمجھائے اور وہ کیا سمجھیں گے۔ تو ان کافروں کی مثال جانوروں کی سی ہے کہ ان کے سامنے اچھی معقول تقریر بھی کرو تو ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ [الاعراف:۱۷۹]

یہ جانوروں سے بھی آگے نکلے ہوئے ہیں صُمٌّ وہ حق سننے سے بہرے ہیں بُكْمٌ حق بولنے سے گونگے ہیں عُمْيٌ حق کی چیزیں دیکھنے سے اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ پس وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اب کافر سارے بہرے تو نہیں ہوتے، نہ اندھے ہوتے ہیں اور نہ سارے گونگے ہوتے ہیں بلکہ وہ بے ایمان جب تقریریں کرتے ہیں تو آٹھ آٹھ گھنٹے بولتے ہیں مگر حق کی بات ایک بھی زبان سے نہیں نکلتی۔ دنیا کے سارے گانے سُن لیتے ہیں حق کی ایک بات بھی نہیں سنتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو رب تعالیٰ نے تمھیں رزق دیا ہے۔ پاکیزہ چیزوں کا چھوڑنا یہ شیطان کی پیروی کرنا ہے۔ ایک عورت میرے پاس آئی۔ وہ بڑی وہمی تھی۔ تعویذ اس نے لیا اور کہنے لگی کہ میں کون سی چیز چھوڑوں۔ میں نے کہا بی بی! جو چیزیں رب تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں انہیں تو کھا سکتی ہے اور حرام چیزوں کے قریب نہ جا۔ کہنے لگی کوئی چیز آپ کہیں جو میں نہ کھاؤں۔ تو میں نے کہا کہ بس میرا مغز نہ کھا اور تیرے واسطے سب حلال چیزوں کا کھانا درست ہے۔

اب عوام کا یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ تعویذ اس وقت اثر کرتا ہے جب کوئی نہ کوئی چیز چھوڑ دو۔ یہ غلط کار لوگوں نے عوام کا ایسا ذہن بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ حلال چیزوں کا چھڑانا گناہ ہے جب کہ وہ وقتی طور پر کسی طبی حکمت اور مصلحت کی خاطر نہ ہو۔ اور اگر طبی مصلحت کے تحت ہے تو اس کا چھوڑنا، پرہیز کرنا جائز ہے۔ خواہ مخواہ کسی چیز کو چھوڑنا اور چھڑانا درست نہیں ہے۔ اگر طبیعت کے موافق نہیں ہے تو نہ کھاؤ۔

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر تم

خاص رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔تو رب کا شکریہ ادا کرو۔کوئی حلال چیز ی خواہ مخواہ نہ چھوڑ و اور حرام کے قریب نہ جاؤ۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۷۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

اِنَّمَا پختہ بات ہے حَرَّمَ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا عَلَیْکُمُ تم پر الْمَیْتَۃَ مردار وَالدَّمَ اور خون وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ اور خنزیر کا گوشت وَمَآ اور وہ چیز اُھِلَّ بِہٖ جس کو نامزد کیا گیا لِغَیْرِ اللہِ غیر اللہ کے نام پر فَمَنِ اضْطُرَّ پس وہ شخص جو مجبور کیا گیا غَیْرَ بَاغٍ اس حال میں کہ وہ لذت تلاش کرنے والا نہیں ہے وَّلَا عَادٍ اور نہ تجاوز کرنے والا ہے فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللہَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا رَّحِیْمٌ مہربان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَکْتُمُوْنَ جو چھپاتے ہیں مَآ اس چیز کو

اَنْزَلَ اللّٰہُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی مِنَ الْکِتٰبِ کتاب میں وَ
یَشْتَرُوْنَ بِہٖ اور حاصل کرتے ہیں اس کے ذریعے ثَمَنًا قَلِیْلًا قیمت
تھوڑی اُولٰٓئِکَ وہ لوگ ہیں مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نہیں کھاتے
اپنے پیٹوں میں اِلَّا النَّارَ مگر آگ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ اور نہیں کلام
کرے گا اللہ تعالیٰ ان سے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت والے دن وَلَا
یُزَکِّیْہِمْ اور نہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کرے گا وَلَہُمْ عَذَابٌ
اَلِیْمٌ اور ان کے لیے عذاب ہوگا دردناک اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ وہ وہ لوگ
ہیں اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ جنھوں نے خرید لی گمراہی بِالْہُدٰی ہدایت
کے بدلے وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَۃِ اور عذاب خرید لیا بخشش کے بدلے میں
فَمَآ اَصْبَرَہُمْ پس کس چیز نے ان کو صبر والا کر دیا عَلَی النَّارِ دوزخ
کی آگ پر ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ اس واسطے کہ اللہ نے نَزَّلَ الْکِتٰبَ
اُتاری ہے کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اور بے شک وہ
لوگ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ جنھوں نے اختلاف کیا ہے کتاب میں لَفِیْ
شِقَاقٍ البتہ اختلاف میں مبتلا ہیں بَعِیْدٍ جو دور کا اختلاف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت اور رسالت ملی اس وقت عرب میں بہت ساری خرابیاں تھیں۔ یہاں سے تم اندازہ لگاؤ کہ وہ بیت اللہ جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے بنایا تھا اس کے اندر اور باہر تین سو ساٹھ بت تھے جن کی عبادت ہوتی تھی۔ قمری اعتبار سے سال کے تقریباً تین سو

ساٹھ دن ہیں۔ یہ ہر روز ایک نئے اِلٰہ کی عبادت کرتے تھے۔ آج اس کی اور کل اُس کی۔ کوئی بات ان لوگوں کی سیدھی نہیں تھی۔ اپنی مرضی سے اُنھوں نے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باطل عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔

مُردار کا حکم :

اس مقام پر رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر مُردار کو حرام کیا۔ مَيْتَةَ اس جانور کو کہتے ہیں کہ اگرچہ فی نفسہٖ تو حلال ہے لیکن اس کو ذبح نہیں کیا جا سکا۔ اس کو شریعت مَيْتَه کہتی ہے۔ چاہے وہ بھینس ہو، گائے ہو، سانڈھ ہو، اُونٹ ہو، بکری ہو، مرغی ہو، کوئی شے ہو۔ مَيْتَه کا جو چمڑا ہے اس کو اُتارا جا سکتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک بکری تھی موٹی تازی۔ اچانک مر گئی، مردار ہو گئی۔ اس کو لوگ کھینچ کر دور پھینکنے کے لیے لے جا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا تو فرمایا هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا اس کا چمڑا تم نے کیوں نہیں اُتارا۔ کہنے لگے حضرت یہ مُردار ہے۔ فرمایا وہ تو نظر آ رہی ہے کہ مُردار ہے۔ تمھیں شریعت نے چمڑا اُتار کر رنگنے کے بعد استعمال کی اجازت دی ہے۔

وَالدَّمَ اور خون حرام ہے۔ اس مقام پر خون کی تصریح نہیں ہے۔ آٹھویں پارے میں آئے گا دَمًا مَّسْفُوْحًا وہ خون جو جانور کو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے، حرام ہے۔ اس کو اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ خرگوش کے اس خون کو جو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے بچوں کی بیماری کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ حرام ہے اور جو چیز قطعی حرام ہے اس کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ بدن پر لگانے کی اجازت ہے اور نہ کھانے کی اجازت ہے

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اور خنزیر کا گوشت۔ گوشت کی تخصیص اس واسطے کہ اُوپر ذکر ہے كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ کھانے پینے کا ذکر ہے۔ اور کھایا گوشت جاتا ہے چمڑا اور ہڈی نہیں کھائی جاتی، بال نہیں کھائے جاتے۔ ورنہ خنزیر کے بارے میں دوسرے مقام پر ہے اِنَّهٗ رِجْسٌ خنزیر نجس العین ہے، پلید ہے۔ اس کا چمڑا، اس کے بال، اس کی ہڈیاں، کسی شے کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ اور وہ چیز رب نے حرام فرمائی ہے کہ جس کو نامزد کیا گیا ہو لِغَيْرِ اللّٰهِ غیر اللہ کے تقرب کے لیے، غیر اللہ کی تعظیم کی خاطر جس کو متعین کر دیا گیا ہو۔

عقیقہ مستحب ہے:

یہاں پر بات ذرا اچھی طرح سمجھنا۔ بعض اہل بدعت شور ڈالتے ہیں اور بات کو صاف نہیں ہونے دیتے۔ عقیقہ مستحب ہے اور وہ پیدائش کے بعد ساتویں دن ہے، نہ ہو سکے تو چودھویں دن، پھر بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے اکیسویں دن بھی نہ ہو سکے تو جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس دن سے ایک دن پہلے کر لے گویا کہ ساتواں دن ہوگا۔ مثلاً: جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو کر لے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کر لے اور اگر بدھ کو پیدا ہوا ہو تو منگل کو کر لے۔ تو ایک ہے عقیقے کا بکرا بکری۔ اگر لڑکا ہے تو اس کی طرف سے دو اور اگر لڑکی ہے تو ایک دینا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے ذُكْرَانًا كَانَ اَوْ اِنَاثًا کہ نر ہوں یا مادہ اس کا کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ عقیقے کے لیے وہ جانور جائز ہے جس کی قربانی جائز ہے۔ تو عقیقے کا مسئلہ خود شریعت نے بتایا ہے صاحب نصاب کے لیے۔ جو صاحب نصاب نہیں ہے اس کے لیے کوئی عقیقہ نہیں ہے۔ اور ہے بھی مستحب، فرض نہیں، واجب نہیں، سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

ولیمہ سنت ہے:

اسی طرح ولیمے پر بکرا، بکری ذبح کرنا یہ بھی خود شریعت نے بتایا ہے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ اُنھوں نے شادی کی اور اُس وقت لوگ دولہے کے کپڑے پر رنگ لگا دیتے تھے اور اسلام نے اس کو منع کر دیا۔ یہ غیر مسلموں کا فعل ہے۔ جس طرح گڈیاں (پتنگیں) اُڑانا ہندوؤں کا فعل ہے مگر آج کل مسلمان اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں روپے ضائع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ پیسے کسی اچھی جگہ لگائیں تو کیسا اچھا ہو۔ مگر یہ رسمیں ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکی ہیں اور ماں باپ بھی منع نہیں کرتے۔ حالانکہ گرتے بھی ہیں، مرتے بھی ہیں، لنگڑے لولے بھی ہوتے ہیں مگر چھوڑتے پھر بھی نہیں صرف بچوں کے پیار کو سامنے رکھتے ہیں۔ ایسے موقع پر تھپڑ مارو جو گڈی مانگے یا اس کو اُڑائے۔ اس میں نرمی نہ کرو۔

تو خیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑے پر رنگ دیکھا تو فرمایا کہ تو نے شادی کی ہے؟ اُنھوں نے کہا حضرت! ہاں۔ فرمایا اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ "ولیمہ کر چاہے بکری ذبح کر کے کھلا دے۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ تو ولیمے کا بکرا، بکری اور ولیمے کے بارے میں بعض فرماتے ہیں کہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے مگر اپنی حیثیت کے مطابق۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوریں اور ستو سامنے رکھ دیئے اور فرمایا کہ میں نے صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی ہے اور یہ ولیمہ ہے۔ تو ولیمے کے لیے دیگیں چڑھانا کوئی ضروری نہیں ہیں۔ چائے پلا دے ولیمہ ہو گیا، مٹھائی کھلا دے ولیمہ ہو گیا۔

زیادہ کرسکتا ہے تو زیادہ کرلے۔ اور محتاط فتویٰ جو ہے وہ سنت ہے۔ فرض واجب نہیں ہے نہ کرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔ اور قربانی بھی شریعت کا مسئلہ ہے اور اس میں یہ ہے کہ نامزد ہوگا کہ قربانی کا بکرا ہے اور یہ عقیقے کا بکرا ہے، یہ ولیمے کا بکرا ہے۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ حرام ہے :

اور اس مقام پر جس چیز کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ کوئی کسی بزرگ کے نام پر بکرا، چھترا کوئی شے بھی ہو متعین کر دیتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کے واسطے ہے اور اس کی قبر پر چڑھاوا چڑھے گا اور وہاں کے مجاور کھائیں گے اور ایسا کرنے سے میرے کاروبار میں برکت ہو گی نہ کروں گا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ یہ ہے نامزد کرنے کا معنٰی۔ اور اس معنٰی میں جو چیز بھی نامزد کی گئی وہ حرام ہے، حرام ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی میں تصریح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر بکرا، چھترا، اُونٹ وغیرہ کوئی جانور نامزد کرتا ہے اور ذبح کرتے وقت کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا کیوں کہ غیر اللہ کے نام پر اُسے متعین کر دیا گیا ہے۔ تو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر سے وہ حلال نہیں ہوگا۔ ایسے ہی حلال نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص خنزیر پر پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر تو خنزیر حلال نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سارے فقہاء نے بیان فرمایا ہے۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اور تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں ہے کہ ایسا کرنے سے جانور تو حلال نہیں ہوگا البتہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر پڑھنے والا مرتد ہو جائے گا اور بیوی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ کیوں کہ نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تو یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے بڑا مسئلہ ہے۔

ہاں ایصالِ ثواب درست ہے۔ اور ایصالِ ثواب کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کوئی جانور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کرتا ہے اور اس کا ثواب کسی کو پہنچاتا ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے۔ اور اس میں اپنے کام کا کوئی دخل نہیں ہوتا کہ اگر ایسا کروں گا تو یہ کام ہو جائے گا اور اگر نہ کیا تو یہ نقصان ہو جائے گا۔ اسی طرح دیکھو! جب کوئی باہر سے بادشاہ آتا ہے یا کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو اس کو توپوں کی سلامی دیتے ہیں کہ جی اکتیس توپوں کی سلامی ہے، اکیس کی سلامی ہوئی۔ پہلے زمانے میں اس طرح کرتے تھے کہ اگر کوئی بڑا آتا تو شہر سے باہر جا کر بہت سارے بکرے ذبح کرتے تھے اس کی آمد کی خوشی میں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی لِقُدُوْمِ الْاَمِیْرِ کہ کوئی بڑا آدمی آئے اور اس کی تعظیم کے لیے بکرے چھترے ذبح کیے جائیں اور ان پر تکبیر پڑھی جائے بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ تو وہ جانور بھی حرام اور تکبیر پڑھنے والا مرتد ہو گیا اور بیوی پر طلاق واقع ہو گئی خود بہ خود اس واسطے کہ اس میں آنے والے کی تعظیم مقصود ہے۔

مہمانی ٹھیک ہے اس کے لیے جو چاہو ذبح کرو۔ مرغا ذبح کرو، بچھڑا ذبح کرو۔ ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا ذبح کیا تھا۔ وہ تو مہمان کی مہمانی ہے۔ ایک یہ ہے کہ اس کی تعظیم کی خاطر ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہے۔ اور بکرا چھترا ہی نہیں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کہ ماکولات و مشروبات و ملبوسات ہمیں حکم دارند۔" تمام کھانے اور پینے کی چیزیں دودھ، مٹھائی وغیرہ اور سب پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔

لوگ عموماً گیارھویں دیتے ہیں۔ اس کی خاصی تفصیل ہے۔ اور میں نے اپنی کتاب "تنقید متین" میں اس پر خاصی بحث کی ہے۔ اگر کوئی شخص اس ارادے سے

گیارھویں پکا کر دیتا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ بزرگ ہیں اور ان کی بزرگی میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ان کو ثواب پہنچے اگر اس ارادے سے دیتا ہے تو پھر بدعت ہے۔ اور بدعت اس واسطے ہے کہ اور بھی تو بزرگ ہیں ان کو کیوں نہیں بھیجتا۔ پھر گیارھویں اپنے باپ کی کیوں نہیں کرتا، ماں کی کیوں نہیں کرتا جن کے روزے رہ گئے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری نیکیوں کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو اتنے امیر ہیں کہ اگر ان کی نیکیاں تقسیم کی جائیں تو کئی ضلعے بخشے جائیں۔ پھر گیارھویں کی تخصیص کیوں ہے؟ پھر پہلے یا بعد میں کیوں نہیں کرتے؟

تنقید متین اُنھوں نے پڑھی اور تم سے زیادہ میری کتابیں مخالف پڑھتے ہیں۔ تو اُنھوں نے اس طرح کیا کہ اب وہ لوگ گیارھویں کی جگہ بارھویں کر لیتے ہیں اور کہیں تیرھویں کر لیتے ہیں اور کسی جگہ چودھویں کر لیتے ہیں اور کسی جگہ پندرھویں کر لیتے ہیں۔ ہمیں ٹرخانے کے لیے کہ دیکھو! ہم نے تاریخ بدل دی ہے۔ تو پھر میں نے چوتھے ایڈیشن میں لکھا کہ ایسا تم نے ہمارے لیے نہیں کیا بلکہ اپنے پیٹ کے لیے کیا ہے۔ کیوں کہ گیارھویں تاریخ کی ساری جلیبیاں تو پیٹ میں نہیں آتیں اس واسطے کہیں گیارھویں کہیں بارھویں کہیں تیرھویں کہیں چودھویں رکھ کر کھانے کا سلسلہ لمبا کیا ہے۔ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے۔

تو اگر یہ ایصالِ ثواب کے لیے ہے تو بدعت ہے۔ ورنہ سارے بزرگوں کے لیے کرو اور روزانہ کرو۔ اور اگر مطلب یہ ہے کہ میں دوں گا تو میرے کاروبار میں برکت ہوگی اور میری تجارت ضرور چمکے گی، بچے ٹھیک رہیں گے، بیماری نہیں آئے گی، جانور ٹھیک رہیں گے اور اگر نہ دوں گا تو نقصان ہوگا۔ اگر اس ارادے سے کرتا ہے تو گیارھویں

دینے والا پکا کافر ہے اور اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے۔ مسئلہ صاف ہے۔

تو غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دینی حرام ہے فَمَنِ اضۡطُرَّ جو شخص مجبور کیا گیا غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ وہ لذت بھی نہیں تلاش کرتا اور تجاوز بھی نہیں کرتا فَلَآ اِثۡمَ عَلَيۡهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسی جگہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے جان نکلنے کا خطرہ ہے اور مردار اور خنزیر کے سوا کوئی چیز نہیں ہے تو اتنا کھالے کہ جس سے اس کی جان بچ جائے۔ مثلاً: ایک چھٹانک سے اس کی جان بچ سکتی ہے تو چھ تولے نہیں کھا سکتا۔ اور ذائقہ تلاش کرنے کے لیے نہیں کھا سکتا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ غَيۡرَ بَاغٍ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ وہ لذت تلاش کرنے کے لیے نہیں کھاتا وَّلَا عَادٍ اور ضرورت سے زیادہ نہیں کھاتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلامی حکومت ہو صحیح معنیٰ میں، تو اس کا جو باغی ہے اگر وہ بھوکا ہے تو وہ نہیں کھا سکتا۔ عَادٍ کا معنیٰ جو گناہ کے سفر پر جا رہا ہے۔ مثلاً: چوری، ڈاکے کے لیے جا رہا ہے تو یہ سفر معصیت کے ہیں بھوکا ہونے کے باوجود نہیں کھا سکتا۔ پھر اگر مجبور ہے اور نہ کھائے اور مر جائے تو گناہ گار ہوگا۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور اس نے رب کی اجازت کو قبول نہیں کیا۔

اسی طرح اگر کوئی ایسا مقام ہے کہ پیاس کی وجہ سے جان خطرے میں ہے اور شراب کے بغیر کوئی شے نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لیے پینا جائز ہے۔ اگر نہ پیے گا تو گناہ گار مرے گا۔ کیوں کہ مُضطر ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡتُمُوۡنَ بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وہ حکم جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں کتاب

میں وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور حاصل کرتے ہیں ان کے بدلے قیمت تھوڑی
اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ یہ لوگ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر دوزخ
کی آگ۔ یہ غیر اللہ کے نام کے چڑھاوے کھانا اور مسائل کو چھپانا یہ بڑے گناہ کی بات
ہے وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ پیار اور محبت کی گفتگو نہیں
کرے گا قیامت والے دن وَلَا يُزَكِّيْهِمْ اور ان کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور یہ اس واسطے کہ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی خریدی ہدایت
کے بدلے وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ اور عذاب خریدا بخشش کی جگہ۔

چاہیے تو یہ تھا کہ رب سے بخشش لیتے وہ کام کرتے جن پر رب راضی ہو کر بخش
دے مگر اُنھوں نے وہ کام کیے جو دوزخ میں لے جائیں فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ
پس کس چیز نے ان کو صبر والا کر دیا دوزخ پر یعنی دوزخ والے سودے پر یہ کس طرح
راضی ہو گئے۔ یہ دوزخ میں اس وجہ سے جائیں گے کہ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ اس واسطے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی حق کے ساتھ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے کتاب میں اختلاف کیا لَفِيْ
شِقَاقٍ بَعِيْدٍ دور کے اختلاف میں مبتلا ہیں۔ اپنے پیٹ کے لیے اُنھوں نے دور کا
اختلاف قرآن سے، حدیث سے اور فقہ اسلام سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور
محفوظ رکھے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

لَيْسَ الْبِرَّ نہیں ہے نیکی یہی چیز اَنْ تُوَلُّوْا یہ کہ تم پھیرو وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو قِبَلَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف وَالْمَغْرِبِ اور مغرب کی طرف وَلٰكِنَّ الْبِرَّ اور لیکن نیکی مَنْ اس شخص کی ہے اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں پر وَالْكِتٰبِ اور کتابوں پر وَالنَّبِيّٖنَ اور پیغمبروں پر وَاٰتَى الْمَالَ اور دیا اس نے مال عَلٰى حُبِّهٖ اس کی محبت کی وجہ سے ذَوِي الْقُرْبٰى قریبی رشتہ داروں کو وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کو وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکینوں کو وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافروں کو وَالسَّآئِلِيْنَ اور مانگنے والوں کو وَفِي الرِّقَابِ اور گردنوں کے چھڑانے کے لیے وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور قائم کی

اس نے نماز وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور دی اس نے زکوٰۃ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اور پورا کرنے والے اپنے وعدوں کو اِذَا عٰهَدُوْا جس وقت وعدہ کر لیتے ہیں وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والے فِي الْبَاْسَآءِ مالی تنگی میں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی تنگی میں وَحِيْنَ الْبَاْسِ اور میدان جنگ میں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں صَدَقُوْا جو سچے ہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور یہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔

پہلے تحویل قبلہ کا مسئلہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا تو منافقوں اور مشرکوں نے اور یہودیوں نے اس کو بڑا اُچھالا اور خصوصاً یہود و نصاریٰ نے کہا اس کی کس بات کا ہم اعتبار کریں؟ کبھی اِس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور کبھی اُس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اور چوں کہ یہ پہلا مسئلہ تھا جو منسوخ ہوا۔ اور جب کوئی نئی چیز آئے تو نرالی اور تعجب خیز ہوتی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی دکانوں، گلیوں، بازاروں اور گھروں میں ہر جگہ اس مسئلے کو موضوع بحث بنایا تھا۔ جب بھی کوئی شخص آتا اسے کہتے کہ تجھے معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبلے سے اس طرف چہرہ پھیر لیا ہے۔ اس مسئلہ پر ان کا سارا وقت صرف ہوتا تھا۔

نیکی کے اصل کام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيْسَ الْبِرَّ نیکی اسی میں بند نہیں ہے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ یہ کہ تم اپنے چہرے پھیرو قِبَلَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف وَالْمَغْرِبِ

اور مغرب کی طرف۔ بے شک قبلہ کی طرف رخ کرنا ایک نیکی کا فعل ہے مگر نیکی اس میں بند نہیں ہے۔تم نے ہر وقت، ہر جگہ پر یہی مسئلہ چھیڑا ہوا ہے۔ نیکی کے اور بھی کام ہیں ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ وہ کام بھی تم کرتے ہو یا نہیں۔فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ اور لیکن نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر صحیح معنیٰ میں ایمان لایا وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر بھی ایمان لایا۔ یہودی اور عیسائی ویسے تو کہتے تھے کہ قیامت حق ہے مگر جب اس کی تفسیر کرتے تھے تو وہ بالکل انکار ہی ہوتا تھا۔

میں سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح کوئی شخص کہے کہ میں نے صدرِ مملکت کو دیکھا ہے۔ اور جب اس سے کہا جائے کہ صدر صاحب کا حلیہ کیا ہے، قد کیا ہے، شکل وصورت کیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں اور لمبی دُم ہے اور لمبی سی اس کی سونڈ ہے اور چوڑی چکلی اس کی پیٹھ ہے۔ یہ تو ہاتھی ہوا صدر تو نہ ہوا۔ اسی طرح سمجھو کہ کہتے تھے آخرت ہے مگر جب اس کی تفسیر بیان کرتے تھے تو وہ آخرت پر صادق نہ آتی تھی۔ یہودی کہتے تھے کہ جنت صرف ہماری جاگیر ہے۔ صرف ہم جنت میں جائیں گے اور کوئی نہیں جائے گا۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ صرف ہم جائیں گے مگر روحانی ہوگی جس طرح ہم خواب دیکھتے ہیں۔ تو یہ جو آگے تفسیریں کرتے تھے یہ انکار کے مترادف تھیں۔

فرشتوں کی صفات:

تو فرمایا اور لیکن نیکی اس شخص کی ہے مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نوری مخلوق ہے اور بے شمار ہیں۔ ان کی تعداد کو صرف رب ہی جانتا ہے۔ قرآن پاک میں صرف چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں

جبرئیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، ہاروت علیہ السلام، ماروت علیہ السلام، رعد علیہ السلام اور مالک علیہ السلام۔ اور ہیں اس قدر کہ خدا کی پناہ! ہر ہر آدمی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس چوبیس، پچیس پچیس فرشتے رہتے ہیں۔ ہمیں کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہے، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ تھکتے ہیں، نہ اُکتاتے ہیں۔ جو رب نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وَالۡكِتٰبِ کتاب میں الف لام جنس کا ہے اور جنس کتاب یعنی ساری کتابوں کو مانتے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔

مشہور کتابیں چار ہیں۔ قرآن کریم جو ہمارے سامنے ہے۔ اس کے بعد تورات ہے، اس کے بعد زبور ہے پھر انجیل ہے۔ ان کے علاوہ کئی صحیفے اور کئی کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس طرح ہمیں اس نے اس چیز کا مکلف نہیں بنایا کہ ہم فرشتوں کی تعداد معلوم کریں یا ان کے نام ہمیں معلوم ہوں۔ ہماری لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے فرشتے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں فرمایا کہ ساری آسمانی کتابوں کی تفصیل ہمیں معلوم ہو کہ اتنی ہیں اور یہ یہ ان کے نام ہیں۔ اجمالی طور پر ہمارے ایمان کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں بھیجیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔

اسی طرح وَالنَّبِيّٖنَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ایمان ہے۔ پیغمبر بے شمار گزرے ہیں صحیح تعداد ہمیں معلوم نہیں۔ اگر ان کی تعداد کا ذکر قرآن پاک میں ہوتا تو قطعی بات ہوتی۔ خبر متواتر ہوتی تو پھر بھی قطعی بات ہوتی اور اگر کوئی حدیث صحیح ہوتی تو ظن غالب ہوتا۔ کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جس میں پیغمبروں کی تعداد کا ذکر ہو۔ ایک

روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر آتا ہے۔ لیکن دونوں روایتیں کمزور اور ضعیف ہیں اس قابل نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ اس واسطے اول تو پیغمبروں کی تعداد متعین نہیں کرنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے زیادہ ہوں اور ہوسکتا ہے کم ہوں۔ اور اگر کبھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کہے تو ساتھ یہ ضرور کہے کہ یا کم و بیش جتنے بھی رب نے بھیجے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ پچیس پیغمبروں کے نام قرآن پاک میں آئے ہیں ان کے علاوہ قرآن پاک میں پیغمبروں کے نام نہیں ہیں۔ تو ہمارے ایمان کے واسطے بس اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر ہمارا ایمان ہے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ اور وہ شخص جس نے مال دیا اس کی محبت میں۔ ہ کی ضمیر کس طرف جاتی ہے؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ مال کی طرف جاتی ہے کہ باوجود اس کے کہ مال کی محبت ہے پھر بھی خرچ کرتا ہے۔ اور ہ ضمیر کا مرجع لفظ اللہ کو بھی بناتے ہیں اور معنیٰ کرتے ہیں وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّ اللّٰهِ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے واسطے مال خرچ کرتا ہے۔ نام کے لیے، شہرت کے لیے، ووٹوں کے لیے تو ساری دنیا خرچ کرتی ہے اور بے حساب رقم خرچ کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر وہ ہے وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ جو مال دیتا ہے رب کی محبت پر۔ اب سوال یہ ہے کہ دے کن لوگوں کو؟ تو فرمایا ذَوِي الْقُرْبٰى اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔ مطلب یہ ہے اگر قریبی رشتہ دار زکوٰۃ کا مصرف ہیں، عشر کا مصرف ہیں، فطرانے کا مصرف ہیں تو ان پر خرچ کرے اور یہ ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ لو بھائی جی! یہ زکوٰۃ لو۔ بہن جی! یہ عشر لو۔

زکوٰۃ میں نیت شرط ہے:

اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے بس یہ نیت کرلو یہ رقم زکوٰۃ کی ہے اور یہ مصرف ہے میں

اس کو دیتا ہوں۔ اگر تم اس کو انعام کے طریقے پر دو یا امداد کے طور پر تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر نیت شرط ہے۔ کیوں کہ جس طرح نماز بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ بھی بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی۔ دیکھو! جن لوگوں کی رقمیں بینکوں میں ہیں اور بینک کاٹ لیتے ہیں۔ اگر یہ نیت کرلیں کہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ یہ ہماری رقم سے زکوٰۃ کاٹ لیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر نیت نہیں کی پھر زکوٰۃ ان کے ذمہ ہے ادا نہیں ہوگی۔ رہا مسئلہ یہ کہ وہ خرچ کس جگہ کرتے ہیں؟ تو یہ ان کی گور گردن پر ہے۔ اس چیز کا بندہ مکلف نہیں ہے۔ کیوں کہ حکومت نے جو زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی ہیں ان کی رقمیں کون سی صحیح جگہ پر خرچ ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہسپتالوں میں بھی زکوٰۃ ہر آدمی پر خرچ نہیں ہوسکتی۔ کیوں اس کے خاص مصرف ہیں۔ بے احتیاطی سے اپنی گردن کو وزنی نہ بناؤ۔ ہسپتالوں کے مریضوں میں امیر بھی ہوتے ہیں، سید بھی ہوتے ہیں، غیر مسلم بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ جو مستحق نہیں ہیں وہ آگے آگے ہوتے ہیں کہ میں مستحق ہوں۔ اس واسطے زکوٰۃ دیتے وقت بڑی احتیاط کرو کہ زکوٰۃ تمھاری ادا ہو اور تمھاری گردن پر رب کا قرض نہ رہے۔ قریبی رشتہ داروں کی اور بھی مدد کرو۔ ضروری نہیں کہ ان کو زکوٰۃ پر ہی فارغ کرو۔

زکوٰۃ کے مصارف :

وَالْيَتٰمٰى اور وہ جو یتیم ہیں۔ اور یہ یتیم چاہے اپنی برادری کے ہوں یا محلے کے ہوں یا اپنے قصبے کے ہوں یا کسی اور جگہ کے ہوں۔ تو یہ یتیم بھی تمھاری مالی ہمدردی کے مستحق ہیں وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکین کو۔ مسکین اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کھانے پینے کے لیے ہے تو سہی مگر نصاب پورا نہیں ہوتا۔ نصاب ہے ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت۔ وہ اس وقت تقریباً ساڑھے چار ہزار بنتی ہے۔ اس پر قرض بھی نہیں اور

اتنا سامان اس کے گھر موجود ہے کہ اس کی قیمت اتنی ہو جاتی ہے یعنی چار ہزار، وہ چاہے نقد رقم نہیں، سامان ہی ہے ضرورت سے زائد۔ تو جس آدمی کے پاس یہ ہے اس کو شریعت صاحبِ نصاب کہتی ہے۔ ایسے آدمی کو زکوٰۃ، فطرانہ، عشر، نذر، منت، قسم کا کفارہ یعنی واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں ہے۔

کئی لوگ ایسے ہیں کہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس عورت کے پاس مال کتنا ہے؟ بس یہ کہتے ہیں کہ وہ بیوہ ہے۔ تو بھئی! صرف بیوہ ہونا تو مصرف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔ ساڑھے چار ہزار کیا چیز ہے؟ ایک پلنگ نہیں آتا۔ تو جس کے پاس ضرورت سے زیادہ ایک پلنگ ہے وہ صاحبِ نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کوئی شئے نہیں لگ سکتی۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں یہ بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ تو اگر ان بچوں کو باپ کی وراثت سے اتنا مل جاتا ہے کہ جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جاتے ہیں تو ان کو بھی زکوٰۃ وغیرہ نہیں لگتی۔ یہ ان یتیموں کی بات ہو رہی ہے جو صاحبِ نصاب نہ ہوں۔ اور مسکین بھی اسے کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسکین کس کو کہتے ہو؟ صحابہ کرام نے کہا وہ جو مانگتے پھرتے ہیں۔ فرمایا وہ مسکین نہیں ہیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے کہ ہے تو مصرف مگر مانگتا نہیں ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنی غربت کا واویلا نہیں کرتا۔ اور عام لوگوں کو پتا بھی نہیں ہے کہ یہ امیر ہے یا غریب ہے۔ اس واسطے اپنی برادری میں جو نیک، دین دار، صحیح العقیدہ نمازی ہوں اور مصرف ہوں تو ان کو دو۔ بے نماز کو زکوٰۃ نہ دینا۔

حدیث میں آتا ہے لَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ یاد رکھو! تمھارا کھانا وہ کھائے جو پرہیز گار ہے۔ غیر متقی کھائے گا تو رب کی نافرمانی کرے گا۔ اگر تم کسی نشئی کو

زکوٰۃ دے دو محض اس واسطے کہ یہ میرا رشتہ دار ہے تو فرض ادا نہیں ہوگا۔ وہ اور نشہ کرے گا سینما دیکھے گا، شراب پیے گا تو تمھاری حلال کی کمائی ان حرام کاموں پر خرچ ہوگی۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر دو۔ ہر مانگنے والے کو زکوٰۃ نہ دو وَابۡنَ السَّبِيۡلِ اور مسافر۔ آج تو مسلمان قوم کے لیے یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ اچھے بھلے مانگتے پھرتے ہیں کہ جہاں چار آدمی دیکھے سوال کر دیا۔ حالانکہ اگر تم ان کی تلاشی لو تو جس سے مانگ رہا ہے اس سے زیادہ رقم اس کے پاس ہوگی۔ بس عادت بن گئی ہے۔ ہاں! اگر اپنا دل مطمئن ہے کہ واقعی راستہ میں اس کی چوری ہوگئی یا اس کا خرچہ ختم ہوگیا یا یہ ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہے تو اس کو تم دے سکتے ہو۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں امیر ہے لیکن سفر میں ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں سے آسانی کے ساتھ اہل خانہ کو اطلاع نہیں پہنچ سکتی اور وہاں اس کے پاس خرچہ کم ہوگیا ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ہاں آج کل تو بڑی سہولت ہے ٹیلی فون جگہ جگہ لگے ہیں، تار گھر موجود ہیں۔ اگر اس پر کوئی اعتبار نہیں کرتا تو وہ یہ کہے کہ بھائی! اتنا دے دو کہ میں گھر والوں کو فون کر لوں، مجھے رقم مل جائے گی تو میں تمھیں دے دوں گا۔ اور بعض لوگوں نے تو مانگنے کو پیشہ بنالیا ہے۔ پچھلے دنوں میں نے اخبار میں پڑھا اور تم نے بھی پڑھا ہوگا کہ ایک بھکاری نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے ملک بچاؤ سکیم میں دیا ہے۔ اور آگے وعدہ بھی کیا ہے کہ میں جو بھی کمائی کروں گا اس میں سے بھی حصہ دوں گا۔ تو ایسے کے پاس اور بھی تو ہوں گے۔ تو ایسے لوگوں پر زکوٰتیں کس طرح لگے گی؟

وَالسَّآئِلِيۡنَ اور جو مانگتے ہیں اور تمھارا دل مطمئن ہے اور حالات وقرائن ایسے موجود ہیں کہ واقعی یہ پیشہ ور نہیں ہے تو اس کی مدد کر سکتے ہیں وَفِي الرِّقَابِ۔ رِقاب

رَقَبَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گردن۔ لیکن اس سے مراد غلام اور لونڈیاں ہیں۔ تو ایسی غلام اور لونڈیاں ہوتی تھیں لوگ ان کو رقم دیتے تھے کہ اپنے آقا کو دے کر آزادی حاصل کر لے۔ اس وقت شرعی طور پر غلام ہمارے علم میں نہیں۔ باقی یہ جو غنڈہ قسم کے لوگ ہیں کہ یہاں سے عورت اغوا کی اور سندھ میں فروخت کر دی اور سندھ سے اغوا کی اور سرحد میں فروخت کر دی۔

اس وقت بنگال بڑا غریب ملک ہے۔ وہاں تم کسی عورت کو کہو کہ تجھے روٹی پیٹ بھر کر ملے گی تو وہ بے چاری ساتھ چل پڑتی ہے۔ تو ایسی کئی عورتیں پاکستان میں لوگوں کے پاس ہیں اور لوگوں نے ان کی منڈی لگائی ہوئی ہے۔ بیچتے بھی ہیں اور بدمعاشی بھی کراتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ حکومت کے سامنے ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ اسی طرح بچے اغوا ہوتے ہیں۔ اور یاد رکھنا! بچہ مر جائے تو ماں باپ کے لیے صبر کرنا آسان ہوتا ہے اور اگر کوئی اُٹھا کر لے جائے تو ساری عمر کا روگ لگ جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ غریبوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیوں کہ بڑوں کے بچے تو کاروں میں آتے جاتے ہیں۔ تو اس کے لیے بھی کوئی سخت قانون ہونا چاہیے اور پھر اس پر عمل بھی ہو۔ اور ماحول اتنا بگڑ چکا ہے کہ اس کی اصلاح بہت مشکل ہے لیکن ہمت نہ ہارو۔

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور نماز اُنھوں نے قائم کی وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور اُنھوں نے زکوٰۃ ادا کی۔ اب دیکھو! یہاں زکوٰۃ دینے کا ذکر الگ کیا ہے اور پہلے مال دینے کا ذکر الگ کیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں غریبوں کا حق ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی لوگوں کے حقوق ہیں۔ غریبوں، مسکینوں اور پڑوسیوں کا حق ہے، رشتہ داروں کا حق ہے۔ سب کے حقوق ادا کرو

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اور وہ لوگ جو پورے کرتے ہیں اپنے وعدے اِذَا عٰهَدُوْا جب وہ وعدے کرتے ہیں۔ اور جو جان بوجھ کر وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ منافق کہلاتا ہے وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ اور صبر کرنے والے ہیں مصیبتوں اور پریشانیوں میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کہ ساری اُمت میں پہلے نمبر کے مفسرِ قرآن ہیں اور تمام اُمت میں اول نمبر کے فقیہ ہیں۔ وہ اَلْبَاْسَآءِ کا ترجمہ کرتے ہیں اَلْفَقْرُ اور الضَّرَّآءِ کا معنیٰ کرتے ہیں اَلسُّقْمُ۔ تو مفہوم بنے گا فِي الْبَاْسَآءِ جب مالی طور پر محتاج ہوں پھر بھی صبر کرتے ہیں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی طور پر کسی بیماری میں مبتلا ہیں تو پھر بھی صبر کرتے ہیں وَحِيْنَ الْبَاْسِ اور میدان جنگ میں جب کافروں کے ساتھ لڑتے ہیں اس وقت بھی صبر کرتے ہیں۔ صبر کا بڑا مقام ہے۔ اور یہ جو مومنوں کو تکلیفیں آتی ہیں بشرطیکہ ہوں مومن۔ تو یہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ بلکہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔" ان صبر کرنے والوں کے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا یہ لوگ ہیں سچے۔ تو تم صرف قبلے کے مسئلہ کو لے کر پروپیگنڈہ کرتے ہو یہ بھی دیکھو کہ یہ کام بھی کرتے ہو یا نہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی لوگ متقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ اۨلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ ؕ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع ۲۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا　اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو　كُتِبَ　فرض کیا گیا، تحریر کیا گیا　عَلَيْكُمْ　تم پر　الْقِصَاصُ　قصاص　فِى الْقَتْلٰى　مقتولوں کے بارے میں　اَلْحُرُّ　آزاد　بِالْحُرِّ　آزاد کے بدلے　وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ　اور غلام کے بدلے غلام　وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى　اور عورت، عورت کے بدلے　فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ　پس جس کو معاف کر دیا گیا　مِنْ اَخِيْهِ

اس کے بھائی کی طرف سے شَیْءٌ کچھ حصہ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ
پس پیچھا کرے اچھے طریق سے وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ اور اس کو ادا
کرے عمدگی کے ساتھ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ تخفیف ہے تمھارے
رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور مہربانی ہے فَمَنِ اعْتَدٰى پس جس
نے تجاوز کیا بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کے
واسطے عذاب ہے دردناک وَلَكُمْ اور تمھارے واسطے فِي الْقِصَاصِ
قصاص میں حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ زندگی ہے اے عقل مندو!
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ كُتِبَ عَلَيْكُمْ لکھی گئی تم پر اِذَا
حَضَرَ جس وقت حاضر ہو اَحَدَكُمُ تم میں سے کسی پر الْمَوْتُ
موت اِنْ تَرَكَ خَيْرًا اگر چھوڑا اس نے مال الْوَصِيَّةُ وصیت لکھی
گئی لِلْوَالِدَيْنِ ماں باپ کے واسطے وصیت کرے وَالْاَقْرَبِيْنَ
اور قریبی رشتہ داروں کے لیے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ حق ہے متقیوں کے لیے فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ پس جس نے
بدل دیا اس وصیت کو بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے اس کو سن لیا تھا
فَاِنَّمَآ پس پختہ بات ہے اِثْمُهٗ اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ ان
لوگوں پر ہے يُبَدِّلُوْنَهٗ جو اس کو بدلتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ
تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے فَمَنْ خَافَ

پس جس نے خوف کیا مِنْ مُّوْصٍ وصیت کرنے والے سے جَنَفًا
کج روی کا اَوْ اِثْمًا یا گناہ کا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ پس اس نے اصلاح
ان کے درمیان فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ
بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا ہے رَّحِیْمٌ مہربان ہے۔

قصاص اور دیت کے احکام :

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو حکم بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک حکم باقی ہے اور دوسرا منسوخ ہے۔ جو حکم باقی ہے وہ ہے قتل کے متعلق۔ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو دیدہ دانستہ قتل کر دے تو مقتول کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کا حق دیا ہے اور یہ حق وارثوں کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ساری عدالتیں سزا کو بحال رکھیں تو پھر صدر کے پاس رحم کی اپیل ہوتی ہے اور وہ معاف کرتا ہے۔ یہ بالکل اسلام کے خلاف ہے صدر کو معافی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دیت لینا چاہیں یعنی مالی بدلہ، تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اور دیت کا مسئلہ پانچویں پارے میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں سو اُونٹ دیت ہوتی تھی۔ اور اگر دینار کی شکل میں ادا کرتے تو ایک ہزار دینار تھا۔ یہ اس وقت سو اُونٹ کی قیمت تھی۔ اور اگر چاندی کی شکل میں ادا کرتے تو دس ہزار درہم۔ آج سے تقریباً چار پانچ سال پہلے پاکستان کی حکومت نے ایک ہزار دینار کی قیمت لگائی تو تقریباً ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے۔ اور اگر اس پر بھی راضی نہ ہوں تو پھر قصاص ہے۔ قتل کے بدلے قتل۔ تو دیدہ دانستہ قتل کے تین حکم ہیں اور یہ

تینوں قرآن پاک میں موجود ہیں۔اور اگر خَطَأً قتل ہو تو اس میں قصاص نہیں ہے صرف دیت ہے۔بندوں کو دیت دینا پڑے گی۔اور رب تعالیٰ کا حق جو ضائع کیا ہے تو اس کے لیے دو ماہ روزے یا غلام آزاد کرنا پڑے گا۔اور اس کی تفصیل پانچویں پارے میں ہے۔آج کل عموماً جو بسوں یا ٹرکوں کے نیچے آتے ہیں یہ قتل خطا ہی کی صورت بنتی ہے۔کیوں کہ کسی کو کسی کے ساتھ دشمنی تو ہوتی نہیں۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فرض کیا گیا تم اوپر قصاص۔اور قصاص کا معنیٰ ہے بدلہ فِي الْقَتْلَى۔ قَتْلَى قتیل کی جمع ہے۔مقتولوں کے بارے میں کہ جس نے قتل کیا ہے اس کو قتل کیا جائے اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ آزاد آزاد کے بدلے وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ غلام غلام کے بدلے وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى اور عورت،عورت کے بدلے۔زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی کمی اونچے خاندان کے آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو ایک کے بدلے دو قتل کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے جس نے قتل کیا ہے حُر ہے تو حُر کے بدلے ایک ہی آئے گا۔

اسی طرح بعض خاندان ایسے تھے کہ اگر ان کے غلاموں کو قتل کیا جاتا تو کہتے تھے کہ اگرچہ یہ ہمارا غلام ہے مگر ہماری ذات تو اونچی ہے نا اس واسطے ہم نے تمھارے دو غلام قتل کرنے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو کا حق نہیں ہے۔ایک غلام کے بدلے ایک غلام ہی قتل کیا جائے۔اسی طرح عورت کے بدلے عورت۔یہاں بھی اس طرح کرتے تھے کہ چوں کہ ہمارا خاندان بڑا اور اُونچا ہے اور تمھاری عورت نے ہماری عورت کو قتل کیا ہے لہٰذا ہم تمھاری دو عورتیں قتل کریں گے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ تم

بے قصور کو ساتھ قتل کردو کہ ایک کی جگہ دو قتل کرو۔

اب دیکھو! ایسا ہوتا ہے کہ بیٹا نادانی کرتا ہے باپ کو علم بھی نہیں ہوتا یا دوسرے بھائی کو علم بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے بھائی نے کیا شرارت کی ہے۔ تو اب اس بے گناہ کو قتل کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ پس جس کو معاف کردیا گیا اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ پس پیچھے پڑنا ہے عمدگی کے ساتھ۔ مثال کے طور پر وارثوں نے کہا کہ ہم قصاص نہیں لینا چاہتے ہمیں تم دیت دے و۔ تو فرمایا کہ اگر معافی مل گئی قصاص سے تو پیچھے پڑنا ہے عمدگی کے ساتھ کہ یہ جو رقم تم نے لینی ہے تو لیتے وقت تم سختی نہ کرو اور ادا کرنے والا وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ وہ بھی عمدگی کے ساتھ ادا کرے ٹال مٹول نہ کرے۔ وعدے کے مطابق ادا کردے تا کہ بات آگے نہ بڑھے ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف ہے وَرَحْمَةٌ اور تمھارے واسطے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ پس جس نے تجاوز کیا اس کے بعد فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ اس واسطے کہ قاتل سے دیت بھی لے لی اور پھر اس کو قتل بھی کردیا یہ اس کی زیادتی ہے۔ یا جس نے دیت اپنے ذمہ لی ہے وہ اس میں ان کو خوار کرتا ہے دیت نہیں دیتا ٹال مٹول کرتا ہے یہ بھی زیادتی ہے۔ تو جو بھی زیادتی کرے گا فرمایا اس کے واسطے دردناک عذاب ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ اور تمھارے واسطے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم قتل سے بچو۔

اسلامی قوانین کے فوائد :

اسلام کا ضابطہ یہ ہے کہ جس مقام پر جمعہ کی نماز ہوگی ایسی بستی میں ایک قاضی جو

قتل تک کے فیصلے کرے، مقرر کرنا پڑے گا تا کہ لوگوں کو دور دراز نہ جانا پڑے۔

نمبر ۲۔ شریعت میں کسی عرضی نویس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر خود لکھ سکتا ہے تو سادے کاغذ پر لکھ کر جج کے سامنے چلا جائے۔ اور اگر لکھنا نہیں جانتا تو زبانی بیان کرے وکیل کی بھی ضرورت نہیں۔ اب عرضی نویس کے پاس جاؤ گے تو وہ کھال اُتاریں گے پھر تمھیں وکیل کرنا پڑے گا بچی ہوئی چمڑی وہ اُتار لے گا۔ پھر کہیں جا کر جج کے پاس مقدمہ پیش ہوگا اور تاریخوں پر تاریخیں پڑیں گی۔

کل اخبار میں تھا کہ ایک آدمی کو گیارہ سال ہو گئے ہیں جیل میں پڑا ہوا ہے اور ابھی تک پیشی بھی نہیں ہوئی۔ تو اس کی زندگی تو وہیں ختم ہو گئی۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوگا کہ مجرم ہے یا نہیں۔ تو اسلام میں نہ پکے کاغذ ہوں گے نہ عرضی نویس کی تحریر ضروری ہوگی نہ وکیل کی ضرورت ہوگی خود بہ خود جج کے پاس پہنچے گا وہ سنے گا۔ اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے اور وہ مطمئن ہو گیا تو ابھی مقتول کی لاش نہیں اُٹھے گی قاتل کا سر اُتار دیا جائے گا۔ تو اب جس آدمی کو معلوم ہو کہ میری گردن بھی اُتر جائے گی تو وہ قتل کا اقدام نہیں کرے گا۔ یہاں تو شیطان کی آنت سے لمبے مقدمے چلتے ہیں اور رشوتیں چلتی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قصاص میں تمھارے واسطے زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم بچ جاؤ۔ سعودیہ میں بھی اس وقت مکمل اسلام نافذ نہیں ہے۔ اور اگر مکمل نافذ ہے تو وہ طالبان (افغانستان) کے علاقے میں ہے۔ اللہ کرے کہ وہ مزید کامیابیاں حاصل کریں۔ لیکن یورپ کی دنیا یہ بد باطن لوگ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے سکول بند کر دیئے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ کالج بند کر دیئے ہیں۔ ان کو بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ تاہم سعودیہ میں یہ ہے

کہ قصاص لیا جاتا ہے۔

دوسرا حکم ہے مرنے والے کا وارثوں کے لیے اپنے مال میں وصیت کرنا۔ اور یہ حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو گیا ہے۔ اُس وقت وراثت کے احکام نافذ نہیں ہوئے تھے۔ چوتھا پارہ سورۃ النساء میں وراثت کے احکام ہیں۔ کہ مرنے والے کے باپ کا یہ حق ہے، ماں کا یہ حق ہے، بیوی کا یہ حق ہے، بیٹے کا یہ حق ہے۔ اور یہ حکم پہلے کا ہے اس وقت یہ حق نازل نہیں ہوئے تھے۔ تو پہلے کیا حکم تھا؟

فرمایا كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم پر لکھا گیا ہے، فرض کیا گیا ہے کہ جس وقت تم میں سے کسی پر موت کا وقت آئے اِنْ تَرَكَ خَيْرًا۔ خیر سے مراد مال ہے۔ یعنی اگر اُس نے مال چھوڑا ہے تو الْوَصِيَّةُ تو لکھی گئی ہے وصیت۔ اور وصیت کس کے حق میں کرنی ہے؟ فرمایا لِلْوَالِدَيْنِ کہ میری ماں اس مال میں سے اتنا دے دینا اور باپ کو اتنا دے دینا وَالْاَقْرَبِيْنَ اور جتنے شرعی وارث ہیں چچے کو اتنا دے دینا، اور فلاں کو اتنا دے دینا۔ اور اب وراثت کا حکم نازل ہو چکا ہے اور رب نے خود متعین کر دیا ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے سے۔

وصیت کے بعض احکام :

اور اب حکم یہ ہے کہ لَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ پہلے شرعی وارث کے حق میں آدمی وصیت کر سکتا تھا اب وصیت نہیں کر سکتا۔ غیر وارث کو وصیت کر سکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر کسی کے پاس تین لاکھ روپیہ ہے۔ تو تین لاکھ میں سے تیسرے حصے میں وصیت کر سکتا ہے وارثوں کی اجازت کے بغیر۔ کیوں کہ شریعت نے اس کو اجازت دی ہے اپنی جائیداد میں سے تیسرے حصے کی وصیت کر سکتا ہے چاہے وہ منقولہ ہو یا غیر

منقولہ۔ باقی جو دو حصے ہیں وہ وارثوں کے ہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر ان میں وصیت نہیں کرسکتا۔ وصیت یہ ہے کہ اتنا مال مسجد پر خرچ کر دینا، اتنا مدرسے پر خرچ کر دینا، اتنا فلاں غریب کو دے دینا جو بھی جائز قسم کی وصیت ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ پرہیز گاروں کے ذمہ اُس وقت لازم تھا فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ پس جس نے وصیت کو بدل دیا بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے اس کو سُن لی بات فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ پس پختہ بات ہے کہ اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ان لوگوں پر ہے جنھوں نے اس کو بدل دیا۔ مثلاً: وصیت کرنے والے نے وصیت کی کہ یہ رقم تم نے مسجد یا دینی مدرسہ پر لگانی ہے لیکن پچھلوں نے مشورہ کیا کہ ہماری گلی بڑی خراب ہے اس پر لگادو یا ہمارا راستہ بڑا خراب ہے اس پر لگادو یا بیت الخلاء کی ضرورت ہے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اس پر لگادو اس کے مجاز نہیں ہیں۔ یعنی اس نے جو وصیت کی ہے اس کو بدلنے کے مجاز نہیں ہیں۔ مسجد کا کہا ہے تو مسجد میں لگاؤ، دینی مدرسہ کہا ہے تو دینی مدرسہ پر لگاؤ، قبرستان کے لیے وصیت کی ہے تو قبرستان میں لگاؤ، یتیم خانے کے لیے کہا ہے تو یتیم خانے میں لگاؤ۔ جو جائز کام اس نے کہے ہیں تم ان کو بدلنے کے مجاز نہیں ہو۔

اسی کا ذکر ہے فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ پس جس نے اس وصیت کو بدلا بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے سُن لی تھی فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ تو بے شک اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اُن لوگوں کے ذمے ہے جنھوں نے اس کو بدلا ہے اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے عَلِيْمٌ اور تمھارے ارادوں کو بھی جانتا ہے فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا پس جس نے خوف کیا وصیت کرنے والے سے کج روی کا۔ مثلاً: جہالت کی وجہ سے تیسرے حصہ سے زائد میں وصیت کرگیا اَوْ اِثْمًا یا گناہ کی وصیت کی۔

جیسا کہ اوکاڑہ کے قریب ایک بوڑھے نے فوت ہونے سے پہلے وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کنجریاں بھی ناچیں گی، بھانڈ بھی گائیں گے، ڈھول باجے بھی ہوں گے۔ اور اس کام کے واسطے اُس نے رقم بھی مختص کی۔ اور یہ خبر باقاعدہ اخبارات میں آئی تھی۔ ایسے جاہل لوگ بھی موجود ہیں۔ اگر ایسی ناجائز وصیت کو بدل دے تو اس بدلنے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

یا جس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد تم نے مولوی، قاری بلا کر قرآن پڑھانا ہے اور کچھ رقم مختص کر کے کہے کہ یہ اُن کو دینی ہے تو یہ وصیت باطل ہوگی۔ کیوں کہ میت کے لیے اگر قرآن شریف اُجرت پر پڑھا جائے تو پڑھنے والا بھی گناہ گار اور پڑھانے والا بھی گناہ گار اور اس کا ثواب بھی باطل ہے۔ اس واسطے فرمایا فَاَصۡلَحَ بَيۡنَهُمۡ پس وہ جس کی وصیت کی گئی ہے وہ اُن کے درمیان اصلاح کر دے یعنی رقم کو اچھی جگہ پر خرچ کر دے فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَيۡهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٨٣﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٤﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٥﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ عَلَيْكُمُ لکھے اور فرض کیے گئے تم پر الصِّيَامُ روزے كَمَا كُتِبَ جیسے لکھے گئے تھے عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے تھے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ دن ہیں گنتی کے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا پس جو شخص تم میں سے مریض ہو اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہو فَعِدَّةٌ پس گنتی پوری کرے مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

دوسرے دنوں سے وَعَلَی الَّذِیْنَ اور اُن لوگوں پر یُطِیْقُوْنَهٗ جو
روزے کی طاقت نہیں رکھتے فِدْیَةٌ فدیہ ہے طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ایک
مسکین کی خوراک کا فَمَنْ تَطَوَّعَ پس جو شخص خوشی کے ساتھ کرے خَیْرًا
نیکی فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا اور یہ
کہ تم خود روزہ رکھو خَیْرٌ لَّكُمْ تمھارے واسطے بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے شَهْرُ رَمَضَانَ مہینہ رمضان کا الَّذِیْۤ
وہ ہے اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ جس میں نازل کیا گیا قرآن هُدًى جو
ہدایت ہے لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى اور ہدایت
کی واضح دلیلیں ہیں وَالْفُرْقَانِ اور حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے
والا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے میں گھر
میں حاضر ہوا فَلْیَصُمْهُ پس اس کو روزے رکھنے چاہئیں وَمَنْ كَانَ
مَرِیْضًا اور جو شخص بیمار ہے اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہے فَعِدَّةٌ
پس گنتی ہے مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ دوسرے دنوں کی یُرِیْدُ اللّٰهُ ارادہ کرتا
ہے اللہ تعالیٰ بِكُمُ تمھارے بارے میں الْیُسْرَ آسانی کا وَلَا
یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اور نہیں ارادہ کرتا تمھارے بارے میں تنگی کا وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ اور تاکہ تم پوری کرو گنتی وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ اور تاکہ تم
بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی عَلٰى مَا اُن نعمتوں پر هَدٰىكُمْ جو رب

نے تمھیں نصیب فرمائیں، ہدایت دی وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکرادا کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں پر جو عبادات لازم فرمائی ہیں ان میں سے ایک روزہ بھی ہے۔ رمضان المبارک کے روزے ہراس مسلمان مرد اور عورت پر لازم ہیں جو تندرست ہو اور گھر میں مقیم ہو۔ تو اللہ تعالیٰ مومنوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ عَلَيْكُمْ تحریر کیے گئے رب کی طرف سے فرض کیے گئے تم پر الصِّيَامُ روزے۔ روزہ فرض ہے اور جو شخص رمضان کے روزے کا انکار کرے وہ پکا کافر ہے۔ اور روزے کو تسلیم کرتے ہوئے نہیں رکھتا تو گناہ گار ہے۔ اور اسی طرح تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے تھے۔ تفصیل تو ہمیں معلوم نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد واضح کرتا ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی روزے تھے، کسی پر کم اور کسی پر زیادہ۔ یہ روزے تم پر کیوں فرض کیے گئے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم متقی، پرہیزگار بن جاؤ۔

روزے سے تقویٰ کیسے آئے گا؟

اب بندہ روزے سے کس طرح متقی بنے گا؟ اگر انسان ہے تو تھوڑی سی توجہ سے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ رمضان کریم کے مہینے میں پَو پھٹنے کے بعد غروب آفتاب تک اس کے لیے پانی بھی حرام اور رزق بھی حرام اور بھی جائز چیزیں ساری حرام۔ جب کہ صبح صادق سے پہلے بھی جائز تھیں، کھاتا تھا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کے لیے جائز ہیں کھائے گا۔ اس دوران میں یہ چیزیں کیوں حرام ہیں؟

اس لیے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے تم پو پھٹنے کے بعد غروب آفتاب تک نہیں کھا سکتے۔ جو اس نکتے کو سمجھے گا تو وہ ضرور غور کرے گا کہ جس رب نے یہ چیزیں چند گھنٹوں کے لیے حرام فرمائی ہیں تو وہ چیزیں جو رب نے بارہ مہینے حرام فرمائی ہیں وہ میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ یعنی جو چیزیں رب تعالیٰ نے بارہ مہینے حرام فرمائی ہیں وہ بھی تو مجھے ماننی پڑیں گی۔ اس بارے میں بخاری شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ جس آدمی نے زبانی طور پر جھوٹ نہ چھوڑا اور نہ عملی طور پر جھوٹ چھوڑا تو رب تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں کہ کیوں اس نے کھانا پینا چھوڑا ہے۔ جو چیز حرام ہے مثلاً: جھوٹ، وہ تو بولے جا رہا ہے۔ اور عملی طور پر جو جھوٹ ہے وہ کیے جا رہا ہے تو کھانے پینے سے گریز کرتا ہے اس کا کیا فائدہ؟

جھوٹ جس طرح قولاً ہوتا ہے اسی طرح عملاً بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی کی ڈاڑھی سفید ہے، سر سفید ہے، مرد ہے یا عورت۔ وہ اگر سفید رکھیں تو یہ بھی جائز ہے اور اگر وہ مہندی لگائیں تو یہ بھی سنت ہے۔ اور اگر وہ خضاب لگائیں، ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو کالا کریں تو یہ عملی جھوٹ ہے۔ کیوں کہ بال تو سفید ہیں اور اس نے کالے کیے ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے جو کہ نسائی شریف میں ہے کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ وہ بال کالے کریں گے۔ فرمایا جنت کی خوش بو بھی نہیں سونگھ سکیں گے۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آئے گی۔ تو خضاب لگانا مرد کے لیے بھی اور عورت کے لیے بھی حرام ہے۔ اسی طرح فریب، مکر یہ عملی جھوٹ ہیں۔

تو جس شخص نے روزے کی حقیقت سمجھی وہ یقیناً ان چیزوں کی حقیقت بھی سمجھے گا

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ یہ روزے تمھارے واسطے گنتی کے دن ہیں۔ انتیس یا تیس دن ہوں گے، نہ اٹھائیس کا مہینہ ہوتا ہے اور نہ اکتیس کا۔ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو مگر بیمار کیسا۔ وہ بیمار کہ اس کا مزاج اور طبیعت خدا خوفی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرے کہ میرے اوپر جو بیماری کا حملہ ہوا ہے اس میں میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔ خود انسان کا نفس بھی مفتی ہے۔ بعض اوقات کچھ مقام ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی پر اچانک حملہ ہوتا ہے اور وہاں سے ڈاکٹر اور حکیم دور ہوتے ہیں آدمی وہاں نہیں پہنچ سکتا تو خود شریعت نے اسے مفتی بنایا ہے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ یہ جو بیماری کا میرے اُوپر حملہ ہوا ہے اس کی وجہ سے میں روزہ نہیں رکھ سکتا اور قیامت کو سامنے رکھے کہ کل رب تعالیٰ کو جواب دینا ہے اور میں رب تعالیٰ کو کہہ سکوں گا کہ اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میرے اوپر ایسی بیماری نے حملہ کیا تھا کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے اس عذر کو اللہ تعالیٰ قبول کرلے گا تو روزہ چھوڑ دے۔ یا ایسا بیمار ہو کہ جس کے بارے میں حکیم اور ڈاکٹر یہ کہیں کہ اس بیماری میں اس کے لیے روزہ صحیح نہیں ہے۔ اور حکماء اور ڈاکٹروں کے لیے تین شرطیں ہیں:

❀ پہلی شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر مسلمان ہوں غیر مسلم ڈاکٹر اور حکیم کی بات شرعی طور پر حجت نہیں ہے۔

❀ دوسری شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر خود نماز اور روزے کے پابند ہوں، فاسق کی بات شرعاً حجت نہیں ہے۔

❀ تیسری شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر مستند ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ باپ دادا کی شیشیاں اکٹھی کر کے حکیم، ڈاکٹر بن گیا ہو۔ پھر جو روزے چھوڑے گا ان کے بارے میں آگے

ذکرآتا ہے کہ ان کی قضا کرنا پڑے گی۔اور یادرکھنا! ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔آج اس زمانے میں کون سا آدمی ہے جو بالکل تندرست ہو۔کھادوں والی خوراکیں ہیں۔پھر ہر چیز میں ملاوٹ ہے کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔اور ہم ہیں بھی تن آسان کہ بدن سے کام نہیں لیتے۔بدن حرکت بھی نہ کرے اور خوراک بھی کھادوں والی ہو تو بیمار تو ہونا ہے۔اور دوائی بھی خالص نہیں ملتی۔تو ایسے دور میں بہت کم لوگ ہیں جو تندرست ہیں لہٰذا ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا صرف وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے جس کو روزے کی وجہ سے تکلیف ہو مذکورہ شرطوں کے ساتھ۔

مسافر روزہ رکھ بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے:

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا بندہ سفر پر ہو۔اور شرعی طور پر سفر اڑتالیس میل ہے۔چاہے وہ سفر بس کا ہو، کار کا ہو یا گاڑی کا ہو، چاہے پیدل ہو۔یک طرفہ سفر اڑتالیس میل۔لیکن اگر سفر میں مسافر روزہ رکھ سکتا ہے تو بہتر ہے کیوں کہ اس کی اجازت ہے۔ایسا نہیں ہے کہ مسافر کے لیے روزہ چھوڑنا فرض ہے لہٰذا رکھے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔کیوں کہ مسلمانوں کے ساتھ مطابقت بھی ہو جائے گی اور رمضان المبارک کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

نماز اور روزے کا تھوڑا سا فرق ہے۔وہ اس طرح کہ اگر یک طرف سفر اڑتالیس میل ہو تو مسافر کو چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنا پڑتی ہیں۔اگر چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔مثلاً: ظہر کی چار یا عصر کی چار پڑھے گا یا عشا کی چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی سفر میں چار رکعت ثابت نہیں ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہی پڑھی ہیں۔اور روزے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں رکھے بھی ہیں

اور چھوڑے بھی ہیں۔

۸ھ رمضان المبارک میں فتح مکہ کا سفر تھا۔ قدید ایک مقام کا نام ہے۔ وہاں پہنچنے تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی روزے رکھے۔ حالانکہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ انگریزی میلوں کے حساب سے تین سو گیارہ میل ہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ گرمی بہت ہے اور بعض لوگ بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کے بعد سب کے سامنے پیالے میں پانی لے کر پیا اور فرمایا کہ تم روزہ توڑ لو اور آج کے روزے کی قضا کر لینا۔ نماز کے بارے میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام مقیم ہے تو اس کے پیچھے چار رکعت پڑھنی ہے۔

فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ اگر وہ سفر پر ہے تو اس کو دوسرے دنوں کی گنتی پوری کرنی پڑے گی۔ رمضان کریم کے بعد جب تندرست ہو جائے اور سفر سے واپس آ جائے تو جتنے روزے چھوڑے ہیں اتنے دن روزے رکھے اور جتنے روزے رہ گئے ہیں مسلسل بھی رکھ سکتا ہے اور الگ الگ کر کے بھی۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ اور اُن لوگوں پر جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ایک مسکین کی خوراک ہے۔ اگر کوئی آدمی یا عورت زیادہ بوڑھے ہیں، وہ روزہ نہیں رکھ سکتے۔ وہ ایک مسکین کو شام کے وقت اور سحری کے وقت کھانا کھلا دیں جیسا خود کھاتے ہیں اور اگر کچا راشن دینا چاہیں تو اتنا دیں کہ وہ ہر مسکین کی خوراک بن سکے۔ کیوں کہ یہاں پر چیزوں کا بھاؤ کچھ ہے اور گوجرانوالا میں کچھ اور ہوگا اور لاہور میں کچھ اور ہوگا۔ بہر حال اتنا ہو کہ مسکین کی دو وقت کی خوراک ہو جائے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ اس کی بیماری سے شفایابی عادتاً نہیں ہوتی مثلاً: ٹی، بی کے تیسرے،

چوتھے مرحلے پر پہنچ چکا ہو تو وہ بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اور جو بیمار تندرست ہو سکتا ہے وہ باقاعدہ قضا کرے گا۔ اور اگر کسی نے اس ذہن سے روزے چھوڑے کہ میں تندرست نہیں ہو سکتا اور فدیہ بھی دے دیا۔ پھر رب تعالیٰ نے اس کو تندرستی دے دی تو یہ روزے پھر بھی اسے قضا کرنا پڑیں گے۔ اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔ کیوں کہ یہ فدیہ مشروط تھا کہ اس کو صحت نہیں ہوگی اور رب تعالیٰ نے اس کو صحت دے دی، لہٰذا روزے رکھنا پڑیں گے اور ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔

اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ نماز، روزہ، عشر، زکوٰۃ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرنے سے یہ معاف نہیں ہوتیں جب تک حساب کر کے ان کی قضا نہ کر لو۔ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا پس جس نے دل کھول کر نیکی کی کہ ایک کی جگہ دو کو کھانا کھلایا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ یا تھوڑی رقم کی جگہ زیادہ دے دی تا کہ فراخی سے وہ کھائے تو بہت اچھا ہے وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اور یہ کہ تم خود روزہ رکھو یہی تمھارے حق میں بہتر ہے اگر طاقت ہو۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم جانتے ہو۔

رمضان المبارک میں سارے قرآن کے نزول کا معنیٰ :

فرمایا شَهۡرُ رَمَضَانَ رمضان کا مہینہ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں قرآن کریم اُتارا گیا ہے۔ قرآن کریم رمضان کریم کی آخری راتوں میں سے جو طاق رات ہے اس میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے جس کا نام ہے بیت العزت اور بیت العظمت۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں مکمل قرآن پاک نازل فرمایا۔ یہاں پر نزول سے مراد یہ ہے۔ پھر اس بیت العزت اور بیت العظمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر تیئیس سالوں میں نازل ہوتا رہا

ہے۔سب سے پہلے جبل نور کی چوٹی پر جس کو پہلے فاران کہتے تھے۔یعنی پہلی کتابوں میں جبلِ نور کا نام جبل فاران ہے اور اب اس کو جبل نور کہتے ہیں۔اس کی چوٹی پر غار حرا میں سورۂ اقرأ کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔اور قرآن پاک کی آخری وحی، ہجرت کا دسواں سال، ذوالحجہ کا مہینہ اور اس کی نو تاریخ، جمعہ کا دن اور عصر کا وقت تھا یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اس کے بعد اور وحی تو نازل ہوتی رہی ہے لیکن قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل نہیں ہوا۔

هُدًی لِّلنَّاسِ یہ قرآن پاک لوگوں کے لیے ہدایت ہے مگر وہ شخص کہ جو خالی الذہن ہو اور اگر اور چیزوں سے دماغ بھرا ہوا ہو تو پھر مشکل ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ پیالہ خالی ہے اس میں تم ہیرے اور موتی ڈالو تو آئیں گے۔اور اگر پیالہ خشک گوبر سے بھرا ہوا ہو تو موتی نیچے گر جائیں گے۔معاف کرنا ہمارے دل اس وقت گناہوں کے گوبر سے بھرے ہوئے ہیں اس واسطے صحیح بات ہمارے برتن میں نہیں آتی، نیچے گر جاتی ہے۔اگر ہمارے برتن خالی ہوں تو پھر یہ موتی ضرور اس میں آسکتے ہیں۔ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی اور ہدایت کی واضح دلیلیں ہیں وَالْفُرْقَانِ اور یہ قرآن پاک حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے میں گھر میں موجود ہو فَلْیَصُمْهُ اس کو روزہ رکھنا چاہیے وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اور جو بیمار ہے اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ پس وہ گنتی پوری کرے دوسرے دنوں کی۔ جتنے روزے سفر میں یا بیماری میں چھوڑے ہیں اتنے اس کو رکھنے پڑیں گے۔ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں آسانی کا

ارادہ فرماتے ہیں۔ دیکھو! یہ کتنی آسانی ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ چاہے بیمار ہو روزے رکھو چاہے مر جاؤ۔ اسی طرح سفر میں بھی اجازت دی ہے۔ اگر تنگی کا حکم دیتا تو فرماتا چاہے مر جا روزہ رکھ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ اور تمھارے بارے میں رب تنگی کا ارادہ نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی عبادت لازم نہیں فرمائی کہ جس میں تم تنگی محسوس کرو وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ یہ دوسرے دنوں میں روزہ قضا کرنے کا حکم اس واسطے ہے تاکہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو۔ جتنے روزے تم نے بیماری یا سفر میں چھوڑے ہیں وہ رکھ لو تاکہ تمھارے روزے انتیس یا تیس پورے ہو جائیں وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ اُس چیز پر جو رب نے تمھیں ہدایت دی ہے۔

ہر وقت رب تعالیٰ کی حمد و ثنا ہونی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمے بڑے بہترین ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ہر وقت پڑھتے رہنا چاہیے وضو ہو یا نہ ہو۔ اور عورتیں ان دنوں میں بھی پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں ان کو نماز کی معافی ہے۔ نماز نہیں پڑھ سکتیں مگر درود شریف پڑھ سکتی ہیں، رب تعالیٰ کا ذکر بھی کر سکتی ہیں وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تاکہ تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ظاہری باطنی تکلیفیں دور فرمائی ہیں اور تمھیں ہدایت نصیب فرمائی ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ
اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ
لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی
نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ
اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ
فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا
حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ
الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ
عٰكِفُوْنَ ۙ فِی الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ
یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ
بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَی الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ
اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳

وَاِذَا سَاَلَكَ اور جب پوچھتے ہیں آپ سے عِبَادِیْ میرے
بندے عَنِّیْ میرے بارے میں فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ پس بے شک میں
قریب ہوں اُجِیْبُ میں قبول کرتا ہوں دَعْوَةَ الدَّاعِ پکارنے والے
کی پکار کو اِذَا دَعَانِ جب وہ مجھے پکارتا ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ پس
چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ اور ایمان لائیں مجھ پر لَعَلَّهُمْ
یَرْشُدُوْنَ تاکہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں اُحِلَّ لَكُمْ حلال کردیا گیا

ہے تمھارے لیے لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ روزوں کی راتوں میں الرَّفَثُ بے
پردہ ہونا اِلٰی نِسَآئِکُمۡ اپنی بیویوں کے ساتھ هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمۡ وہ
لباس ہیں تمھارا وَاَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اور تم لباس ہو ان کا عَلِمَ اللّٰهُ
اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنَّکُمۡ بے شک تم کُنۡتُمۡ تَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ
خیانت کرتے ہو اپنی جانوں کے ساتھ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ پس رجوع فرمایا
اللہ تعالیٰ نے تم پر وَعَفَا عَنۡکُمۡ اور درگزر کر دیا تم سے فَالۡئٰنَ
بَاشِرُوۡهُنَّ پس اب تم مباشرت کرو ان سے وَابۡتَغُوۡا اور تلاش کرو
مَا اس چیز کو کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمۡ جو لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے
لیے وَکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا اور کھاؤ اور پیو حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمۡ یہاں تک کہ
نمایاں ہو جائے تمھارے لیے الۡخَیۡطُ الۡاَبۡیَضُ سفید دھاگا مِنَ الۡخَیۡطِ
الۡاَسۡوَدِ سیاہ دھاگے سے مِنَ الۡفَجۡرِ فجر سے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ
پھر پورا کرو تم روزے کو اِلَی الَّیۡلِ رات تک وَلَا تُبَاشِرُوۡهُنَّ اور تم
مباشرت نہ کرو ان عورتوں سے وَاَنۡتُمۡ عٰکِفُوۡنَ جب ہو تم اعتکاف بیٹھنے
والے فِی الۡمَسٰجِدِ مساجد میں تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی
حدیں ہیں فَلَا تَقۡرَبُوۡهَا پس تم ان کے قریب نہ جاؤ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ
اللّٰهُ اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اٰیٰتِهٖ اپنے احکام
لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے لَعَلَّهُمۡ یَتَّقُوۡنَ تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اور نہ کھاؤ تم اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ ایک دوسرے کا مال آپس میں بِالْبَاطِلِ ناحق طریقے سے وَتُدْلُوْا بِهَآ اور نہ لے جاؤ تم وہ مال اِلَى الْحُكَّامِ حاکموں کے پاس لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ تاکہ کھاؤ تم کچھ حصہ لوگوں کے مالوں میں سے بِالْاِثْمِ ناحق طور پر وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے ذکر تھا وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ "اور تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھیں طریقہ سکھلایا ہے۔" اب یہاں اس بڑائی بیان کرنے کے آداب بتائے جا رہے ہیں کہ زور زور سے پکارنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ رب تعالیٰ قریب ہے۔ اس کو خشوع اور عاجزی کے ساتھ آہستہ ہی پکارو۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ربط کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی رمضان المبارک کے متعلق بعض احکام میں نرمی اور سہولت کا ذکر ہے اور اس کے بعد بھی اسی کا ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال پر توجہ اور مہربانی فرماتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے اور دعا کو قبول کرنے کا ذکر فرمایا۔

رمضان المبارک میں بندوں کے نیک اعمال اور دعاؤں کی طرف توجہ عام حالات کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے اس لیے یہاں بتا دیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے اس کو جب بھی پکارو وہ تمھاری دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔

اللہ ذات وصفات ہر لحاظ سے قریب (ہر جگہ) ہے:

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک دیہاتی نے پوچھا اَقَرِیْبٌ رَبُّنَا فَنُنَاجِیْهِ "کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس کو آہستہ پکاریں اَمْ بَعِیْدٌ فَنُنَادِیْهِ یا دور ہے کہ ہم اس کو زور زور سے پکاریں۔" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ بے شک میں قریب ہوں۔

ایک روایت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ السلام سے پوچھا اَیْنَ رَبُّنَا "ہمارا رب کہاں ہے؟" تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۔

اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور دعا کرنے میں اصل یہ ہے کہ آہستہ پکارا جائے اس لیے کہ قرآن کریم میں ہے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً [الاعراف:۵۵] "تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ آہستہ پکارو۔" ہاں جہاں شریعت نے بلند آواز سے پکارنے کا کہا ہے وہاں بلند آواز سے پکارا جائے گا۔ جیسا کہ اذان اور اقامت میں اور ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق اور مُحرِم کا تلبیہ کہنا وغیرہ۔ ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنی کتاب حکم الذکر بالجہر میں بیان کردی ہے۔ اس کا مطالعہ کریں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ اور جب آپ سے پوچھیں میرے بارے میں فَاِنِّیْ

قَرِیۡبٌ پس بے شک میں قریب ہوں۔قریب کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور علم وقدرت کے لحاظ سے قریب ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں سورۂ طلاق کے آخر میں ہے وَاَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًا "بے شک اللہ تعالیٰ نے علم کے لحاظ سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔" اور بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے اور بلندی پر چڑھتے اور ڈھلوان میں اُترتے اور کسی وادی میں اُترتے وقت بلند آواز سے تکبیر کہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے قریب آئے اور فرمایا لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو فَاِنَّکُمۡ لَا تَدۡعُوۡنَ عُمۡیًا وَّلَا غَائِبًا اس لیے تم کسی بہرے اور غیر موجود کو تو نہیں پکار رہے اِنَّمَا تَدۡعُوۡنَ سَمِیۡعًا بَصِیۡرًا بلکہ تم تو سمیع اور بصیر ذات کو پکار رہے ہو اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ اَقۡرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمۡ مِنۡ عُنُقِ رَاحِلَتِہٖ بے شک وہ ذات جس کو تم پکار رہے ہو وہ تو تمھاری سواری کی گردن سے بھی تمھارے زیادہ قریب ہے۔اور قرآن کریم سورۃ ق میں ہے: وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ "کہ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" تو اللہ تعالیٰ ذات اور صفات ہر لحاظ سے قریب ہے۔

اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارتا ہے۔دعا کی قبولیت کے لیے جن باتوں کا ہونا ضروری ہے اگر آدمی نے ان باتوں کو پورا کیا تو ایسے آدمی کی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔

- ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ آدمی حلال رزق کھائے اور حرام کے قریب بھی نہ جائے۔
- اور دوسری بات یہ ہے کہ آدمی گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔

○ اور تیسری بات یہ ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ دعا کرے۔

یہ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ دُعَآءً مِنْ قَلْبٍ لَاہٍ غَافِلٍ "بے شک اللہ تعالیٰ غافل اور لہو ولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔" اور دعا کے سلسلے میں اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ آدمی جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے کہ یوں کہنا شروع کرے کہ میں اتنا عرصہ رب تعالیٰ سے دعا کرتا رہا وہ میری دعا قبول ہی نہیں کرتا۔ اور پھر اس خیال سے دعا کرنا ہی چھوڑ دے۔ اور دعا کے قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کی دعا رائیگاں نہیں جاتی بلکہ یا تو اللہ تعالیٰ اس کی آرزو کے مطابق اس کو دے دیتے ہیں یا اس کا نعم البدل اس کو مل جاتا ہے یا اس کی دعا آخرت کا ذخیرہ بن جاتی ہے۔

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بندے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی درخواست مجھ سے کریں اس لیے کہ ان کی دعاؤں کو قبول کرنے والا میرے سوا کون ہوسکتا ہے۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ جیسے میں ہر وقت ان بندوں کی دعا قبول کرتا ہوں تو بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری عبادت کریں اور میرا حکم ماننے سے اعراض نہ کریں بلکہ وہ میرا حکم مانیں۔

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ اور چاہیے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تاکہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں۔ سیدھی راہ پر آدمی اس صورت میں آسکتا ہے جب اللہ پر ایمان رکھے اور ہر مشکل میں اسی کو پکارے اور اسی کے احکام مان کر زندگی گزارے۔

روزہ کے بعض احکام :

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ حلال کردیا گیا ہے تمھارے

لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا یعنی ان سے ہم بستری کرنا۔

اس رکوع کے شروع میں روزوں کے متعلق ذکر تھا پھر درمیان میں رمضان المبارک کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کا ذکر ہوا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے متعلق عقیدہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اب پھر اسی مضمون کو بیان کیا جا رہا ہے جو رکوع کی ابتداء میں شروع کیا گیا تھا اور روزوں سے متعلق بعض اور احکام بیان کیے جا رہے ہیں۔

ابتداء اسلام میں قانون یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد کھانا پینا اور بیوی سے ہم بستری کرنا منع تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص روزہ کے افطار کے وقت یا بعد میں سو گیا تو اس کے لیے بھی کھانا پینا اور بیوی کے پاس جانا منع تھا۔

مسند احمد میں روایت ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب تک سوتے نہیں تھے اس وقت تک کھاتے پیتے اور بیویوں سے ہم بستری کرتے تھے اور جب کوئی سو جاتا تو پھر یہ چیزیں اس کے لیے منع تھیں۔ اسی دور میں انصار میں سے ایک آدمی حضرت حرمۃ بن قیس رضی اللہ عنہ جو کاشت کار تھے۔ وہ کام کاج سے تھکے ماندے افطار کے وقت گھر آئے اور بیوی سے کہا کیا کچھ کھانے کو ہے؟ بیوی نے کہا تیار تو نہیں البتہ میں کچھ انتظام کرتی ہوں۔ جب بیوی کھانا تیار کر کے لائی تو دیکھا کہ ان کی آنکھ لگ گئی اور سو گئے۔ ان کو سویا ہوا دیکھ کر بیوی پریشان ہو گئی اور ان کو بغیر کچھ کھائے پیے اگلے دن کا روزہ رکھنا پڑا۔ جب آدھا دن گزرا تو کمزوری کی وجہ سے ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اس کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ حکم نازل ہوا کہ تم فجر طلوع ہونے تک کھا پی سکتے ہو۔

اور بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان کے روزوں کا حکم ہوا تو سارا رمضان بیویوں سے ہم بستری منع تھی مگر کچھ لوگ برداشت نہ کر سکے اور رات کو بیویوں کے پاس چلے گئے اور اپنے آپ سے خیانت کر بیٹھے تو پھر آیت کا یہ حصہ نازل ہوا: عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمھاری اس کارروائی کو معاف کر دیا اور تم پر رجوع فرمایا۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ تمھارے لیے حلال کر دیا گیا ہے جماع کرنا اپنی عورتوں سے روزوں کی راتوں میں۔ الرَّفَثُ یہ کنایہ ہے جماع سے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ وہ عورتیں تمھارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔

میاں بیوی کے باہمی حقوق :

عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا کہ جس طرح لباس زینت کا باعث ہے اسی طرح یہ بھی ایک دوسرے کے لیے زینت کا باعث ہیں۔ اور جس طرح لباس جسم کو چھپاتا ہے اسی طرح مرد و عورت بھی ایک دوسرے کے عیوب چھپاتے ہیں۔ اور جس طرح مرد لباس سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور عورت لباس سے فائدہ اُٹھاتی ہے اور لباس اور جسم کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی اسی طرح میاں بیوی بھی آپس میں کسی حائل کے بغیر ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اس لیے ان کو ایک دوسرے کے حق میں لباس کہا گیا ہے۔ اور اسی لیے منع کیا گیا کہ عورت اپنی سہیلیوں میں بیٹھ کر مرد کی راز کی باتیں بیان نہ کرے اور مرد کو بھی منع کیا گیا ہے کہ اپنے دوستوں میں اپنی بیوی کی راز

کی باتیں ہرگز بیان نہ کرے۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنے آپ کے ساتھ خیانت کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع کیا اور تم سے درگزر کر دیا۔

رمضان المبارک میں رات کو اپنی بیویوں کے پاس جانے کی پابندی کے باوجود بعض لوگ برداشت نہ کر سکے اور بیویوں سے ہم بستری کر بیٹھے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ یہ حضرات بھی تھے۔ بے شک ان سے یہ لغزش ہوئی مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تو اب کوئی آدمی ان پر طعن کے طور پر ان کی غلطی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں اس قسم کے واقعات بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جہاں بھی غلطی ہوئی اور اس کا بیان قرآن کریم اور احادیث میں ہوا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معاف کر دینے کا ذکر بھی ہوا ہے۔ اس لیے کوئی شخص بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی غلطیوں کو طعن کے طور پر بیان نہیں کر سکتا۔

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ پس اب تم ان عورتوں سے مباشرت کر سکتے ہو اور تلاش کرو اس کو جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔ میاں بیوی کا مقصد ہم بستری سے صرف شہوت کا پورا کرنا ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ مقصد نسلِ انسانی کی بقاء اور اولاد ہونی چاہیے۔ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمھارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے فجر سے۔ یعنی فجر طلوع ہو جائے۔ ابتداء میں مِنَ الْفَجْرِ کا جملہ نازل نہیں ہوا تھا تو بخاری شریف وغیرہ کی روایات میں ہے کہ بعض

حضرات نے اپنی ٹانگوں سے سفید اور کالا دھاگا باندھ رکھا تھا اور پھر رات کو دیکھتے رہتے کہ دونوں دھاگوں میں فرق ظاہر ہوتا ہے یا نہیں۔

قرآن فہمی کے لیے سنت سے رجوع ضروری ہے :

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ تو میں نے اپنے سرہانے کے نیچے کالا اور سفید دھاگا رکھ لیا اور رات کو دیکھتا رہتا اور جب تک ان دونوں میں فرق نمایاں نہ ہوتا تو میں کھاتا پیتا رہتا۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا سرہانا تو بڑا لمبا چوڑا ہے۔ ان دھاگوں سے مراد ظاہری دھاگے نہیں بلکہ کالے دھاگے سے مراد رات کی سیاہی اور سفید دھاگے سے مراد صبح کی سفیدی ہے۔ اور پھر مِنَ الْفَجْرِ کا جملہ نازل ہوا کہ رات کی تاریکی سے دن کی سفیدی واضح ہو جائے۔ اور یہ صبح صادق کے طلوع کا وقت ہے۔ تو اب اس وقت تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہے خواہ رمضان کا روزہ افطار کر کے آدمی سو جائے یا نہ سوئے۔ ہر حال میں صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں ان چیزوں کی اجازت ہے۔

آپ غور کریں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عربی زبان کے ماہر تھے انھی کی زبان میں قرآنکریم نازل ہوا اور وہ براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد تھے۔ اس کے باوجود کئی مقامات میں وہ قرآنی آیات کا مفہوم از خود نہ سمجھ سکے جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ تو آج کے دور میں غلام احمد پرویز اور اس جیسے دیگر ملحد لوگ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم احادیث کے بغیر ہی قرآن کریم کو سمجھ سکتے ہیں۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ پھر تم پورا کرو روزے کو رات تک۔ پہلے روزہ شروع ہونے کا وقت بتایا گیا کہ فجر طلوع ہونے تک کھا پی سکتے ہو اور جب فجر طلوع ہو جائے تو کھانا پینا منع ہے اس لیے کہ روزے کا وقت شروع ہو گیا۔ اب روزے کا آخر وقت بیان کیا جا رہا ہے کہ رات شروع ہوتے ہی روزے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے جب سورج غروب ہو جائے۔

عورت گھر میں اعتکاف بیٹھے :

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ اور تم ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو جب کہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ مرد حضرات مسجد میں اعتکاف بیٹھیں گے اور عورتوں کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ اپنے گھر میں جگہ بنا کر اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں حالات اچھے تھے۔ مردوں اور عورتوں میں اسلامی غیرت تھی اس لیے اس دور میں عورتیں مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی خواہش رکھتی تھیں اس لیے بعض ازواجِ مطہرات نے مسجد میں خیمے لگائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا۔

[بخاری: جلد 1، صفحہ 273]

اور باجماعت نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں جاتی تھیں اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وبیوتھن خیر لھن کہ ان کے گھر ان کے حق میں زیادہ بہتر ہیں۔ بعد میں حالات درست نہ رہے، خواہشاتِ نفسانیہ کا غلبہ ہو گیا۔ مردوں اور عورتوں میں پہلے جیسی غیرت نہ رہی تو آج کے دور میں عورتوں کو گھر ہی میں اعتکاف کا کہا جائے گا۔ مساجد میں ان کا اعتکاف بیٹھنا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔

مرد مساجد میں اعتکاف بیٹھتے ہیں مسجد کے اندر تو عورت سے جماع کیا ہی نہیں جا سکتا اور مسجد سے باہر معتکف صرف قضائے حاجت وغیرہ کے لیے ہی جا سکتا ہے اور حاجاتِ ضروریہ میں جماع شامل نہیں ہے اس لیے جماع کے لیے مسجد سے باہر بھی نہیں جا سکتا۔ اس لیے فرمایا کہ تم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو تو اپنی عورتوں سے ہم بستری نہیں کر سکتے۔ نہ مسجد کے اندر اور نہ مسجد سے باہر۔ اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے ہم بستری ممنوع ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں پس تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ منع کردہ احکام سے روکنے میں یہ کمال مبالغہ ہے کہ ان کے قریب بھی نہ جاؤ تاکہ غفلت سے کہیں ان حدوں کو توڑ ہی نہ دو۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو لوگوں کے لیے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کیے ہیں اسی طرح اپنے دیگر احکام بھی صاف اور واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کر کے پرہیزگار بن جائیں۔

رشوت ستانی کی مذمت:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اور نہ کھاؤ تم اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے۔ پہلے اس کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ تو پرہیزگار بننے کے لیے حرام سے بچنا بھی ضروری ہے اس لیے فرمایا کہ کسی بھی باطل اور ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔ چوری، ڈاکا، رشوت، خیانت اور سود وغیرہ سب باطل طریقے ہیں ان سے بچو۔

تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے دعا کریں کہ میں مستجابُ الدعا بن جاؤں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ میری دعا قبول کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مستجاب الدعا بننا چاہتے ہو تو حرام کے قریب نہ جاؤ۔ اس لیے کہ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے آدمی چالیس دن دعا کی قبولیت سے محروم رہتا ہے۔

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ اور نہ لے جاؤ تم وہ مال حاکموں کے پاس تاکہ کھاؤ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے اور اخبارات میں بھی اس قسم کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ ایک فریق نے ناجائز طور پر کسی کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لیے مقدمہ دائر کر دیا ہے اور وکیل کو فیس دے کر یا جج کو رشوت دے کر مقدمہ جیت لیا۔ تو اس قسم کی حرکت سے منع فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ بِالْاِثْمِ سے مراد ناجائز طریقہ خواہ جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے طور پر ہو یا کسی اور طریقہ سے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تمھاری یہ کارروائی ظالمانہ ہے۔

اگر حاکم تمھاری اس غلط کارروائی میں شریک ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم رشوت خور حاکموں کو جانتے ہوئے بھی انھی کے پاس ایسے مقدمات لے کر جاتے ہو تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ کھالو۔

اور اگر حاکم تمھاری اس کارروائی میں شریک نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم تو جانتے ہو کہ تم نے دعویٰ غلط اور ناجائز دائر کیا ہے اور حاکم تو بے خبر ہے اور اس نے تو ظاہر کے لحاظ سے فیصلہ دینا ہے اور تم جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے ساتھ اپنے دعویٰ کو حاکم

کے سامنے ثابت کردو تو اس ساری کارروائی کا وبال تم پر ہی پڑے گا اس لیے کہ تم جانتے ہو۔

یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ

قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹۳﴾

یَسْـَٔلُوْنَکَ سوال کرتے ہیں تجھ سے عَنِ الْاَهِلَّةِ چاندوں کے بارے میں قُلْ کہہ دے هِیَ یہ جو چاند ہیں مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ لوگوں کے وقت پہچاننے کے لیے ہیں وَالْحَجِّ اور حج کے لیے وَلَیْسَ الْبِرُّ اور نہیں ہے نیکی بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ یہ کہ تم آؤ گھروں میں مِنْ ظُهُوْرِهَا ان کے عقب سے نقب لگا کر وَلٰكِنَّ الْبِرَّ اور لیکن نیکی مَنِ اتَّقٰی اس شخص کی ہے جو ڈرتا رہا وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا اور آؤ تم

اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ وَقَاتِلُوْا اور لڑو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں الَّذِيْنَ ان لوگوں سے يُقَاتِلُوْنَكُمْ جو تمھارے ساتھ لڑتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور تم تجاوز نہ کرو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ نہیں محبت کرتا تجاوز کرنے والوں سے وَاقْتُلُوْهُمْ اور قتل کرو تم ان کو حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ جس جگہ تم ان کو پاؤ وَاَخْرِجُوْهُمْ اور نکالو تم ان کو مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ جس جگہ سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ زیادہ سخت ہے قتل سے وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ اور نہ لڑو تم ان سے عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کے پاس حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ یہاں تک کہ وہ تم سے لڑیں اس میں فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ پس اگر وہ لڑیں تمھارے ساتھ فَاقْتُلُوْهُمْ پس تم ان کو قتل کرو كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح بدلہ ہے کافروں کا فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ کفر اور شرک سے باز آجائیں فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَقٰتِلُوْهُمْ اور لڑو تم ان کے ساتھ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ اور ہو جائے دین اللہ تعالیٰ کا فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ باز آجائیں فَلَا عُدْوَانَ پس نہیں ہے زیادتی اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ مگر ظالموں پر۔

نظامِ شمسی اور قمری :

دنیا میں دو قسم کے حساب چلتے ہیں ۔ ایک شمسی اعتبار سے ، دوسرا قمری اعتبار سے ۔ جو حساب قمری اعتبار سے ہوتا ہے وہ جب نیا چاند نظر آتا مہینہ شروع ہو جاتا ہے اور جب چاند ختم ہو جاتا ہے مہینہ ختم ہو جاتا ہے ۔ آگے نیا مہینہ شروع ہو جاتا ہے ۔ اور دوسرا شمسی اعتبار سے ہے جیسے : جنوری ، فروری ، مارچ وغیرہ لوگ اس سے حساب کرتے ہیں ۔ اور ہندوؤں نے اپنے الگ مہینے بنائے ہوئے تھے ، جیٹھ ہارڑ وغیرہ اور ان کا بھی تعلق سورج کے ساتھ ہے ۔ چاند جب پہلی رات نظر آتا ہے تو پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں اور دوسرے دن کے چاند کو قمر کہتے ہیں اور جب تیرھویں ، چودھویں ، پندرھویں کا ہو تو اس کو بدر کہتے ہیں ۔ ان تین راتوں کو چاند بڑا واضح ہوتا ہے اور اپنے عروج پر پہنچا ہوتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت یہ بتاؤ کہ چاند کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے ، کبھی طلوع ہوتا ہے کبھی غروب ہوتا ہے ۔ یہ کیا چیز ہے ؟ تو اس کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۔ اَهِلَّةٌ هِلَال کی جمع ہے ۔ اور هِلَال کے معنیٰ ہیں چاند ۔ یہ تم سے سوال کرتے ہیں ان چاندوں کے بارے میں کہ ہر مہینے چاند چڑھتا ہے کبھی بڑا کبھی چھوٹا ہوتا ہے یہ کیا قصہ ہے ؟ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ ۔ مواقیت میقات کی جمع ہے اور میقات اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے وقت کی شناخت ہو ۔ یہ وقت کی شناخت کے آلات ہیں یعنی ان کے ذریعے سے وقت کی شناخت ہوتی ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے ۔ ان کے ذریعے لوگ عبادات کے اوقات پہچانتے ہیں ۔ مثلاً : روزہ ہے وہ بھی اس سے وابستہ ہے اور حج کا ذکر تو صراحتاً موجود ہے

وَالْحَجِّ اور حج بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی طرح عورتوں کی جو عدت ہے وہ بھی چاند سے وابستہ ہے۔ چاند کے حساب سے ہی لوگ اپنا لینا دینا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ قمری حساب سے دینا چاہیے :

اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی بھی چاند سے وابستہ ہے۔ بارہا میں نے یہ مسئلہ عرض کیا ہے کہ تم اپنی زکوٰۃ کا حساب چاند کے سال کے ساتھ کرو۔ کیوں کہ جو دوسرا حساب ہے اس لحاظ سے پینتیس چھتیس سالوں کے بعد چاند کا ایک سال بڑھ جاتا ہے۔ تو ستر بہتر سالوں میں چاند کے دو سال بڑھ جائیں گے اور شمسی کم ہو جائیں گے۔ کئی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے معمر ایسے ہیں کہ ان کی عمر نوے نوے سال ہے اور وہ باقاعدہ زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ پس اگر وہ چاند کے اعتبار سے حساب کریں گے تو سال ضائع نہیں ہوگا ورنہ تقریباً چھتیس سال کے بعد چاند کے اعتبار سے ایک سال بڑھ جاتا ہے تو ایک سال کی زکوٰۃ رہ جائے گی۔ لہٰذا زکوٰۃ چاند کے سال کے حساب سے دینی چاہیے۔

مثال کے طور پر یکم رمضان کو تمھارا سال ختم ہوتا ہے یا یکم شوال کو ختم ہوتا ہے تو ہر سال اس وقت ادا کر دیا کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو مال ایک ہی مہینے میں نہیں دیتا۔ کسی کو کسی مہینے ملا، کسی کو کسی مہینے ملا۔ تو جس کو جس مہینے میں ملا ہے وہ اسی مہینے میں اگلے سال صاحبِ نصاب ہوگا اور اسی مہینے کے اعتبار سے زکوٰۃ نکالے گا۔ اس واسطے زکوٰۃ کے لیے شریعت نے کوئی مہینہ مقرر نہیں کیا۔ اس واسطے کہ مال کے ہاتھ لگنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ اس لیے مسئلہ یاد رکھو کہ جب اتنا مال تمھارے پاس آ جائے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی بنتی ہو جو اس وقت تقریباً ساڑھے چار ہزار بنتی ہے اور اس شخص پر قرض بھی نہ ہو اور گھر کی ضرورتیں بھی پوری ہیں۔ اب یہ شخص صاحبِ نصاب

ہوگیا۔اس کو چاہیے کہ وہ تاریخ نوٹ کرے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو میرے پاس ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کی رقم ہوگئی ہے تو آئندہ سال اسی تاریخ کو سال مکمل ہوگا بس اسی وقت زکوٰۃ ادا کردے۔تو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کوئی مہینہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے، نہ رمضان کا نہ رجب کا۔

تو فرمایا یہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْاَهِلَّةِ چاندوں کے بارے میں کہ یہ کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے۔ یہ قصہ کیا ہے؟ یہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ آپ فرمادیں کہ یہ وقت کی شناخت کے آلے ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے۔ اور حج بھی اسی کے ساتھ وابستہ ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند ہو تو حج کے دن آگئے۔ نویں تاریخ کو عرفات میں پہنچنا ہے۔ دسویں، گیارھویں، بارھویں تاریخ کو رکن کا طواف کرنا ہے۔طوافِ افاضہ،طوافِ زیارت کرنا ہے۔تو یہ چیزیں چاند کے ساتھ وابستہ ہیں۔ باقی جو نظام شمسی ہے اس کی تاریخوں کا علم تو صرف ان کو یاد رہنا ہے جو پکے حسابی ہیں جن لوگوں نے گھڑیاں رکھی ہوتی ہیں ان سے وقت معلوم کرتے ہیں اور عام لوگ تو تاریخ کے لیے کیلنڈر اور ڈائریاں دیکھتے ہیں یا گھڑی پر دیکھتے ہیں کہ آج کیا تاریخ ہے؟ اور چاند کے اعتبار سے حساب تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے برابر ہے کہ پڑھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم :

پھر فرمایا وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب احرام باندھ کر گھر سے چل پڑے اور رقم بھول گئی یا کوئی ضروری چیز، کپڑا وغیرہ بھول گئے اور کچھ سفر کرنے کے بعد یاد آیا کہ فلاں ضروری چیز بھول آیا ہوں یاد آگئی اور لینے کے لیے واپس آتے اور احرام بھی باندھا ہوتا تو اب وہ گھر

میں دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ کہتے کہ ہم نے احرام باندھنے کے بعد ابھی تک طواف نہیں کیا تو ان دروازوں سے ہم کس طرح داخل ہوں؟ تو پھر وہ اس طرح کرتے کہ چوروں کی طرح عقبی جانب سے دیوار توڑ کر داخل ہوتے تھے اور اپنا سامان لے لیتے اور چلے جاتے تھے۔

اب دیکھو! رب نے عقل دی ہے آدمی سوچے کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ بھئی! تم انسان ہو بھول گئے ہو تو دروازے سے داخل ہو اپنی چیز اُٹھالو اور سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ یہ کیا مسئلہ ہے کہ میں نے احرام باندھا ہے اور ابھی تک طواف نہیں کیا لہٰذا دروازے سے اگر داخل ہوا تو گناہ گار ہو جاؤں گا۔ اور اگر کوئی دروازے سے داخل ہوتا تو اس کو وہ بُرا سمجھتے تھے۔

چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک صحابی کوئی چیز بھول گئے۔ کچھ سفر کرنے کے بعد یاد آیا کہ میں تو بڑی اہم چیز گھر چھوڑ آیا ہوں اور تھے بھی قافلے کے ساتھ۔ اس لیے جلدی جلدی آئے کہ قافلے سے رہ نہ جاؤں اور دروازے سے داخل ہوئے، اپنا سامان لیا اور جلدی سے واپس چلے گئے قافلے کے ساتھ مل گئے۔ محلے والوں نے شور ڈالا کہ دیکھو عقبی جانب سے نہیں آیا، دروازے سے آیا ہے اور دروازے سے نکل گیا ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَيْسَ الْبِرُّ اور نہیں ہے نیکی بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا یہ کہ تم گھر میں عقبی جانب سے سوراخ کر کے آؤ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى لیکن نیکی ان کی ہے جو رب سے ڈرتے ہیں کیوں کہ نیکی رب تعالیٰ کے حکم ماننے میں ہے، رسم ورواج میں کوئی نیکی نہیں ہے وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا اپنے گھروں میں دروازوں سے آؤ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

تا کہ تم کامیابی اور فلاح پاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کرو جو کہ عین فطرت کے مطابق ہیں۔

تذکرۂ صلح حدیبیہ اور لڑائی کی مشروط اجازت:

آگے دوسرا مسئلہ ہے۔ وہ یہ کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لیے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چلنے سے پہلے ایک خواب بیان فرمایا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے۔ وہ خواب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں، بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی ہے اور پھر کچھ لوگ سر منڈا رہے ہیں اور کچھ بال کتروا رہے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خواب کا تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیا تو وہ بیت اللہ شریف کی محبت میں بے تاب ہو گئے اور انھوں نے یہی سمجھا کہ عن قریب بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب ہوگی اور ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ کیوں کہ حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ کیوں کہ یہ بات ۶ ھ کی ہے اور اس وقت عمرہ ہی کیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کی مکہ والوں سے بدر، احد اور خندق کی لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ بدر کی لڑائی ہجرت کے دوسرے سال اور اُحد کی لڑائی تیسرے سال اور خندق کی لڑائی ہجرت کے پانچویں سال پیش آئی اور اسی کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مشرکین نے کئی قبائل کو اکٹھا کر کے اپنی قوت جمع کر کے مدینہ طیبہ پر حملے کا پروگرام بنایا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین نے وہاں مسلمانوں کو روک لیا اور کہا کہ ہم آپ لوگوں کو

مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا اور اسی کی وجہ سے وہاں کے گاؤں کا نام حدیبیہ مشہور ہوگیا اور یہ مکہ سے تقریباً آٹھ نو میل کے فاصلہ پر ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر ٹھہرے اور وہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیجا کہ مکہ والوں کو یقین دلائیں کہ ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں لڑائی وغیرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور یہ خبر مشہور کردی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا ہے۔
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو وہاں موجود تھے درخت کے نیچے بیعت لی جس کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں اور اس کا ذکر سورۃ الفتح میں موجود ہے۔

پھر بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط ہے اور وہاں کفار کی جانب سے سہیل بن عمرو نے صلح کی شرائط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طے کیں اور صلح ہوگئی۔
ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اب مسلمان واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں رہ سکیں گے اور مسلح ہو کر نہیں آئیں گے۔
مسلمانوں کو وقتی طور پر اس صلح کی وجہ سے پریشانی ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور پھر اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو بالآخر جو نتائج حاصل ہوئے وہ مسلمانوں کے حق میں بہت ہی بہتر تھے۔

جب صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی کا حکم دیا تو بعض صحابہ کو اشکال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خواب بیان فرمایا تھا کہ ہم نے طواف کیا ہے اور مکہ میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ ہم تو مکہ میں داخل ہوئے بغیر ہی واپس جارہے ہیں۔ تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اسی سال کے بارے میں تو نہیں فرمایا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور وہ دن آئے گا جب خواب پورا ہوگا اور ہم مکہ میں داخل ہوکر طواف کریں گے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر واپس تشریف لے گئے اور آئندہ سال عمرہ کی تیاری شروع کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اشکال ہوا کہ ہوسکتا ہے اس دفعہ بھی مشرکین ہمیں مکہ میں داخل ہونے سے روکیں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو ہم کیا کریں گے؟ اس لیے کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہوں گے اور احرام کی حالت میں لڑائی ممنوع ہے اور پھر یہ اشھر الحرم، حرمت والے مہینوں میں سے ذوالقعدہ حرمت والا مہینہ ہے اور اس وقت حرمت والے مہینں میں لڑائی منع تھی۔ اور پھر یہ بھی کہ مکہ مکرمہ حرم میں ہے اور حرم کے احاطہ میں لڑائی منع ہے اور کافر تو اس کی پروا نہیں کریں گے مگر ہم کیا کریں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ اور تم اللہ کے راستے میں ان سے لڑو جو تمھارے ساتھ لڑتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور تم زیادتی نہ کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تمھارے ساتھ نہیں لڑتے بلکہ معاہدہ کی پابندی کرتے ہیں تو تم زیادتی مت کرو۔ اسی طرح جو لوگ تمھارے ساتھ نہیں لڑتے بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ لوگ جو تمھارے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کریں ان کو مت قتل کرو اس لیے کہ یہ تمھاری جانب سے زیادتی ہوگی اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں اور زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ اور تم جہاں بھی ان کو پاؤ ان کو قتل کرو اور ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے اشکال کو رفع کر دیا گیا کہ اگر کفار تمھارے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی پابندی نہ کریں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو تمھیں کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے کہ حرم کا رقبہ ہے یا حرمت والا مہینہ ہے اور احرام کی حالت ہے۔ بلکہ تمھیں اجازت ہے کہ ایسی حالت میں تم ان کو جہاں پاؤ قتل کرو خواہ حرم میں ہوں یا حرم سے باہر ہوں ہر حالت میں اجازت ہے۔ اور اُنھوں نے تمھیں مکہ سے نکالا ایسے حالات پیدا کر دیے کہ تم ہجرت پر مجبور ہو گئے اس لیے تمھیں بھی اجازت ہے کہ ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے۔

فتنہ سے مراد شرک :

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ یعنی جب وہ حرم کے رقبہ میں بیت اللہ کے اردگرد شرک سے باز نہیں آتے تو ان کا جرم زیادہ ہے اور ان کو قتل کرنا تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس لیے تمھیں ان سے لڑنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ اور نہ لڑو تم ان کے ساتھ مسجد حرام کے پاس یہاں تک کہ وہ لڑیں تمھارے ساتھ اس میں۔

مومنوں کو منع کیا گیا کہ مسجد حرام کے پاس کفار سے لڑنے میں ابتدا نہ کرو البتہ اگر وہ حرم کے رقبہ کی پروا کیے بغیر تم سے لڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ لڑ سکتے ہو فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ پس اگر وہ تمھارے ساتھ لڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ لڑو كَذٰلِكَ جَزَآءُ

اَلْکٰفِرِیْنَ اسی طرح ہے سزا کافروں کی۔ اس لیے کہ کافر سزا کے بغیر باز آنے والے نہیں ہیں۔

فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس اگر وہ باز آجائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ باز آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر وشرک سے توبہ کرلیں اور اپنے سابق گناہوں کی معافی مانگ لیں۔

وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ اور ان کافروں سے لڑائی کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ کفر و شرک، ظلم و زیادتی یہ فتنے ہیں ان کو مٹا کر دینِ اسلام کو بلند کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تم کافروں سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ ختم نہیں ہو جاتا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہو جاتا۔

عدوان کا معنیٰ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک :

فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ پس اگر وہ باز آجائیں تو کوئی زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔ عُدْوَانَ کا معنیٰ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے کیا ہے "قتل کی سزا"۔ تو اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ کفر وشرک اور مسلمانوں سے لڑائی وغیرہ سے باز آجائیں تو ان کو قتل کی سزا نہ دو۔ اس لیے کہ قتل کی سزا تو ان لوگوں پر ہے جو ظالم ہیں اور اپنے کفر وشرک اور دیگر بُرے عقائد پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور جب یہ لوگ ان باتوں سے باز آجائیں تو ظالم نہ رہے۔ اس لیے ان کو جہاد کے ذریعہ سے قتل کی سزا ابھی نہ دو۔

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۚ ۛ وَاَحۡسِنُوۡا ۛ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۹۵﴾ وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡهَدۡىُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ بِهٖۤ اَذًى مِّنۡ رَّاۡسِهٖ فَفِدۡيَةٌ مِّنۡ صِيَامٍ اَوۡ صَدَقَةٍ اَوۡ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ ٚ فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع ۲۴

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ عزت والا مہینہ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ عزت والے مہینہ کے بدلے ہے وَالۡحُرُمٰتُ اور ساری عزت والی چیزیں قِصَاصٌ بدلے کی چیزیں ہیں فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ پس جو شخص زیادتی کرے تم پر فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ پس تم بھی اُس پر زیادتی کرو بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ جیسی کہ اُس نے زیادتی کی ہے تم پر وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَاعۡلَمُوۡۤا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ
کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ
اور تم خرچ کرو اللہ کے راستے میں وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ اور نہ
ڈالو تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں وَاَحۡسِنُوۡا اور تم نیکی کرو اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے نیکی کرنے والوں کو
وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ اور تم پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے
فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ پس اگر تم روک دیے گئے فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ
تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرو وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ اور نہ منڈاؤ
تم اپنے سروں کو حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡهَدۡىُ مَحِلَّهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے قربانی
کا جانور اپنے حلال ہونے کی جگہ کو فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا پس جو شخص تم
میں سے بیمار ہو اَوۡ بِهٖۤ اَذًى مِّنۡ رَّاۡسِهٖ یا اس کو تکلیف ہو اپنے سر میں
فَفِدۡيَةٌ مِّنۡ صِيَامٍ تو فدیہ لازم ہے روزوں سے اَوۡ صَدَقَةٍ یا صدقہ
ہے اَوۡ نُسُكٍ یا قربانی ہے فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ پس جب تم امن پالو
فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ تو جس نے فائدہ اُٹھایا عمرہ کر کے حج کے ساتھ
فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرے فَمَنۡ لَّمۡ
يَجِدۡ پس جو شخص قربانی کا جانور نہ پائے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ تو
تین دنوں کے روزے لازم ہیں حج کے دنوں میں وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ

اور سات روزے جب تم واپس لوٹ آؤ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ دس ہو گئے پورے ذٰلِكَ یہ حکم لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ اس کے لیے ہے کہ نہ رہتے ہوں اس کے گھر والے حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کے قریب وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے جہاد کا حکم تھا وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اب ان آیات میں بھی جہاد کا ذکر ہے۔

ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر پہنچ چکے تھے اور یہ حرمت والے مہینوں میں سے ذی قعدہ کا مہینہ تھا۔ مشرکینِ مکہ اس کے دعوے دار تھے کہ ہم حرم مکہ اور حرمت والے مہینوں کا احترام کرنے والے ہیں اور ان حرمت والے مہینوں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں لڑائی کو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر اس دعویٰ کے باوجود اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرمت والے مہینہ میں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور اس کے لیے لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر مشرکینِ مکہ کے ساتھ معاہدہ کیا اس کو صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے۔

اس معاہدے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آ کر عمرہ کرلیں مگر تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ معاہدہ مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو واپسی کا حکم دیا اور اسی حدیبیہ کے مقام پر احرام کھولے۔ اور ساتھ لائے گئے ہدی کے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

پھر جب اگلے سال اسی چھوڑے جانے والے عمرہ کی قضاء کے لیے مکہ مکرمہ جانے کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارادہ فرمایا تو بعض صحابہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ مشرکین اپنے کیے ہوئے معاہدہ کا لحاظ نہ رکھیں اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیں تو ہم کیا کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ اگر مشرکین ان حرمت والے مہینوں میں تمھارے ساتھ لڑیں تو تمھیں بھی اپنے دفاع میں ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔

حرمت کے مہینوں میں لڑائی :

تفسیر کبیر اور مدارک وغیرہ میں مذکور ہے کہ حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی پہلے اجازت نہیں تھی مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ اس لیے اب ان مہینوں میں بھی کافروں کے ساتھ لڑائی جائز ہے۔

فرمایا اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والا مہینہ عزت والے مہینہ کے بدلے ہے۔ یعنی اگر گزشتہ سال مشرکین نے عزت والے مہینے کا کچھ لحاظ نہیں رکھا اور نہ ہی انھوں نے تمھارے احرام اور حرمِ مکہ کا لحاظ رکھا اور تمھارے ساتھ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہوگئے تو اس وقت ان سے درگزر کیا گیا مگر اب ایسا نہیں ہے بلکہ اگر وہ تمھارا

راستہ روکیں تو ان کا مقابلہ کرو۔ اُنھوں نے حرمت والے مہینے کی پروانہیں کی تو جب تم ان کا مقابلہ کرو گے تو تمھیں بھی اس کارروائی پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ گزشتہ سال کا عزت والا مہینہ اور اس سال کا عزت والا مہینہ عزت واحترام میں برابر ہیں۔ حرمت والے مہینہ کی عزت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خیال بھی ہوا کہ احرام کی حالت ہوگی اور حرمِ مکہ ہوگا اور مشرکین کے ساتھ لڑائی کی صورت میں ان کی بے حرمتی بھی ہوگی تو فرمایا:

وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ کہ حرمت والی تمام چیزیں بدلے کی چیزیں ہیں کہ اگر کافر ان کی عزت کا لحاظ نہیں رکھتے تو بدلے میں تم بھی اس کی پروا نہ کرو بلکہ ان کو سزا دینے کے لیے ان کا مقابلہ کرو۔

آگے فرمایا: فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَيۡكُمۡ پس حرم کے احاطہ میں حرمت والے مہینہ میں جب کہ تم احرام کی حالت میں ہو اس حال میں جو شخص تم پر زیادتی کرے اور تم سے لڑائی پر آمادہ ہو فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَيۡكُمۡ تو تم بھی اُس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اُس نے تم پر کی ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ تم سے اس کے احکامات کی مخالفت نہ پائی جائے۔ نہ تو تم احرام کی حالت میں اور حرمِ مکہ میں اور عزت والے مہینوں میں ان مشرکین سے لڑائی میں پہل کرو اور نہ ہی ان کو حد سے زیادہ سزا دو بلکہ اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی کچھ کرو جو کرنے کی تمھیں اجازت ہے۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ شرعی احکام کی پابندی کرنے والے ہی متقین ہوتے ہیں اور اللہ کی رضا انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور اس کی مدد انھی کے شاملِ حال ہوتی ہے۔

جہاد میں اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ مال و دولت کے بغیر عالم اسباب میں جہاد ہو ہی نہیں سکتا اس لیے حکم دیا گیا وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ اور خرچ کرو تم اللہ کے راستے میں اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ کا اصل مطلب :

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں ذکر کیا ہے کہ ابو عمران نے کہا ہم قسطنطنیہ میں رومیوں کے خلاف لڑائی میں شریک تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں سے ایک آدمی دشمنوں کی صف میں گھس گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ تو اس صورتِ حال کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

وہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اُٹھے اور فرمایا کہ تم نے اس آیت کی جو تعبیر کی ہے وہ درست نہیں ہے بلکہ یہ آیت تو ہمارے بارے میں یعنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور واقعہ یوں پیش آیا کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے کھیتی باڑی کرنے والے اور باغات والے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ہم زیادہ تر جہاد میں رکت کرنے لگے اور کھیتی باڑی اور باغات کی جانب توجہ نہ رہی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور اسلام کے مددگار بکثرت ہو گئے تو ہم میں سے بعض نے ایک دوسرے کو رازدارانہ انداز میں کہا کہ ہمارے اموال ضائع ہو گئے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور اس کے مددگار بکثرت ہو گئے ہیں۔ اب جہاد ہمارے بغیر بھی ہوتا رہے گا اس لیے ہم اپنی کھیتی باڑی اور باغات کی جانب پوری توجہ دے کر ان کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی

التَّهْلُكَةِ اور نہ ڈالو تم اپنے آپ کو ہلاکت میں یعنی جہاد اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا چھوڑ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔

تفسیروں میں اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ بِاَیْدِیْکُمْ بِاَنْفُسِکُمْ کے معنیٰ میں ہے۔ اس لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ جہاد کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس لیے کہ جب تم لڑائی کو چھوڑو گے تو کافر تم پر غالب آ جائیں گے اور وہ غالب آ کر تمھیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اسی طرح تفسیروں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں ہے لَاتُلْقُوْا اَنْفُسَکُمْ بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ کہ تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ کر خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان پیدا نہ کرو۔

دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہو۔ اگر نہیں کرو گے تو پھر ہلاکت میں پڑو گے۔ اس لیے کہ جب اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرو گے تو عالم اسباب میں اسلحہ کہاں سے آئے گا اور مجاہدین کی خوراک وغیرہ کا انتظام کیسے ہوگا؟ جب یہ نہیں ہوگا تو جہاد نہیں کر سکو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

وَاَحْسِنُوْا اور تم احسان کرو۔ احسان عبادات میں بھی کرو اور معاملات میں بھی۔ عبادات میں احسان یہ ہے کہ انتہائی خشوع اور عاجزی سے عبادات کرو جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے۔ یہ روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انسانی شکل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے۔ اسی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ کہ آپ مجھے احسان کے

بارے میں بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع اور عاجزی سے کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو یقین کر لے کہ وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔ اور معاملات میں احسان یہ ہے کہ ہر فرد کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق اچھا سلوک کرو۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَیُسْرِعْ ذَبِیْحَةَ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے معاملہ میں احسان کا حکم دیا ہے پس جب تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں اچھا انداز اختیار کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو ذبح بھی اچھی طرح کرو اور جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔ اور یہاں میں بھی اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ قرابت داروں، مسکینوں، محتاجوں اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ اور تم پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اس رکوع کی ابتداء میں ذکر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ تو آپ کہہ دیں کہ یہ اوقات ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے۔ اب یہاں سے حج اور عمرہ کے کچھ مسائل بیان کیے جا رہے ہیں۔ حج کے پانچ دن ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ ہیں۔ ان ایام میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اور ان پانچ دنوں

کے علاوہ سارا سال عمرہ کرنا جائز ہے اور رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ جو شخص حج کے دنوں میں عمرہ کرے گا وہ افضل عمل یعنی حج کو چھوڑ کر ادنیٰ عمل یعنی عمرہ کو اختیار کرے گا تو یہ مکروہ ہے مگر عمرہ ہو جائے گا۔

اب اس آیت میں حکم دیا جارہا ہے کہ اگر کسی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کو پورا کرے ادھورا نہ چھوڑے۔ اس لیے کہ احرام باندھنے کے ساتھ اس کا مکمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر تمھیں روک دیا جائے تو پھر معاملہ جدا ہے کہ وقتی طور پر اس کو توڑ دو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں عمرہ توڑ دیا تھا۔ مگر اس کی قضا ضروری ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضا کی تھی۔ اس لیے آگے حکم دیا فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ پس اگر تم روک دیئے گئے تو قربانی کے جانوروں میں جو آسانی سے میسر ہو اس کی قربانی کرو۔ احصار کا مطلب یہ ہے کہ تم آگے سفر جاری نہ رکھ سکو بلکہ روک دیئے جاؤ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ احصار دشمن کے خوف سے بھی ہوتا ہے اور بیماری، لنگڑا پن اور نفقہ کے ختم ہو جانے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احصار صرف دشمن کے خوف کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یعنی دشمن روک دے آگے نہ جانے دے تو یہ احصار ہے اس کے علاوہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے احصار نہیں ہوگا۔ اور انھوں نے دلیل میں یہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

دشمنوں نے روکا تھا اور اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کو توڑ دیا تھا۔ تو یہ احصار ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو ایک واقعہ ہے اس میں احصار کے اسباب میں سے ایک سبب کا ذکر ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ باقی اسباب کی وجہ سے احصار نہیں ہوتا۔

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ اور نہ منڈاؤ تم اپنے سروں کو حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے وہ قربانی کا جانور اپنے حلال ہونے کی جگہ پر اور حلال ہونے کی جگہ حرم ہے۔ اس لیے کہ سورۃ الحج آیت نمبر ۳۳ میں ہے ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ "پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ پرانا گھر ہے۔" قربانی حرم کے علاقے میں کرنی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں احصار ہوا، روکا گیا ہے، وہی قربانی کا محل ہے۔ جہاں رکاوٹ واقع ہوئی ہے وہیں قربانی کر دے۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ ۶ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیبیہ کے مقام پر روکا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں قربانی کر کے احرام کھول دیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ حرم کے ساتھ متصل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی حرم میں کی تھی لہٰذا قربانی حرم میں ہوگی۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ دوسرے جانے والے کے ہاتھ قربانی بھیج دی جائے گی اور اس سے طے کر لیا جائے گا کہ فلاں دن، فلاں وقت تو نے حدودِ حرم میں قربانی کرنی ہے۔ پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق جب سمجھے کہ قربانی ہوگئی ہے تو احرام سے نکل آئے (یہ اس زمانے کی بات ہے جب موجودہ مواصلاتی نظام نہیں تھا۔ اب نقد رقم دے دے گا وہیں سے خرید کر ذبح کر کے فون پر بتا دے گا کہ آپ کی قربانی ہوگئی ہے

اور محصر احرام سے نکل آئے گا۔ از مرتب) اور احرام میں کچھ چیزیں ممنوع ہیں مثلاً: سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، سر نہیں ڈھانپ سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا، بیوی کے پاس نہیں جا سکتا، شکار نہیں کھیل سکتا خشکی وغیرہ کا۔ لیکن اگر کوئی مجبوری ہو اور احرام سے نکلنے سے پہلے سر منڈانا پڑ جائے تو اس کے متعلق فرمایا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ یا اس کو تکلیف ہو اپنے سر میں کہ سر میں زخم آ گیا ہے یا جوئیں اتنی زیادہ پڑ گئی ہیں کہ سر منڈوانے کی ضرورت پڑ گئی فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ تو فدیہ لازم ہے روزوں سے یا صدقہ ہے یا قربانی ہے۔ فدیہ میں ان چیزوں کا اختیار ہے جو آسان ہو اختیار کر لے۔ چاہے تین دن روزے رکھے، چاہے تین صاع گندم چھ مسکینوں کو دے۔ ہر مسکین کو نصف صاع دے یا ایک بکری کی قربانی دے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت کعب بن عمرہ ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے، دیکھا جوئیں اس کے سر سے منہ پر گر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ کہنے لگے ہاں! مگر میں احرام میں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حلق کرا لے اور چھ مسکینوں کو تین صاع صدقہ دے دے۔

فرمایا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن پا لو فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ پس جس نے فائدہ اُٹھایا عمرہ کر کے حج کے ساتھ یعنی پہلے عمرہ کیا پھر حج کیا ایک سفر میں۔ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرے۔ یہ دم شکر ہے کہ ایک سفر میں عمرے کی سعادت بھی حاصل کی اور حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ شکریے کے

طور پر قربانی دے۔ اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ اگر قربای دینے کی طاقت نہیں ہے یا ملی نہیں ہے تو فرمایا فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ پس جو شخص نہ پائے قربانی کا جانور فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الۡحَجِّ تو تین دنوں کے روزے لازم ہیں حج کے دنوں میں سات، آٹھ، نو کو رکھے وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اور سات روزے جب تم واپس لوٹو گھر کو۔ حج کے دنوں کے ختم ہونے کے بعد اگر حرم میں ٹھہر گیا ہے تو وہاں بھی رکھ سکتا ہے واپسی پر راستے میں بھی رکھ سکتا ہے اور گھر آ کر بھی رکھ سکتا ہے۔

فرمایا تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ دس ہو گئے پورے ذٰلِكَ یہ حج تمتع اور قربانی لِمَنۡ لَّمۡ یَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِی الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اس کے لیے ہے کہ نہ رہتے ہوں اس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب یعنی مسجد حرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں۔ حج تمتع اس آدمی کے لیے جائز ہے جو حدود حرم کا رہنے والا نہ ہو وہاں کے رہنے والوں کے لیے عمرہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے جب چاہیں حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آ کر عمرہ کر لیں۔

فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے کہ اس کی نافرمانی نہ کرو وَ اعۡلَمُوۡٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اگر تم نافرمانی کرو گے۔ لہٰذا اس کے احکامات پر عمل کرو۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ النصف

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ حج کے مہینے ہیں معلوم فَمَنْ فَرَضَ پس جس نے لازم کرلیا فِيْهِنَّ ان مہینوں میں اَلْحَجَّ حج کو فَلَا رَفَثَ پس وہ فحش گوئی نہ کرے وَلَا فُسُوْقَ اور نہ کوئی نافرمانی کرے وَلَا جِدَالَ اور نہ جھگڑا کرے فِي الْحَجِّ دورانِ حج وَمَا تَفْعَلُوْا اور جو بھی تم کروگے مِنْ خَيْرٍ بھلائی سے يَعْلَمْهُ اللّٰهُ اس کو اللہ تعالیٰ

جانتا ہے وَتَزَوَّدُوْا اور لے لو تم سفر خرچ فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

پس بہترین سفر خرچ ہے بچنا وَاتَّقُوْنِ اور مجھ سے ڈرو یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ

اے عقل مندو! لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَبْتَغُوْا

یہ کہ تلاش کرو تم فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ اپنے رب کی طرف سے فضل فَاِذَآ

اَفَضْتُمْ پس جس وقت تم لوٹو مِّنْ عَرَفٰتٍ عرفات سے فَاذْکُرُوا

اللّٰہَ پس ذکر کرو تم اللہ کا عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اُس گھاٹی کے پاس جو

عزت والی ہے وَاذْکُرُوْہُ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کَمَا ھَدٰىکُمْ

جیسے اُس نے تمھیں تعلیم فرمائی ہے وَاِنْ کُنْتُمْ اور بے شک تھے تم مِّنْ

قَبْلِہٖ اس سے پہلے لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ گمراہوں میں سے ثُمَّ اَفِیْضُوْا

پھر واپس ہو مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ اس جگہ سے جہاں سے لوٹتے ہیں

لوگ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اِنَّ اللّٰہَ بے

شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا رَّحِیْمٌ مہربان ہے فَاِذَا

قَضَیْتُمْ جس وقت تم ادا کرلو مَّنَاسِکَکُمْ اپنے حج کے افعال

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ پس ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ جیسے تم ذکر

کرتے ہو اپنے باپ دادوں کا اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا یا اس سے بھی زیادہ ذکر

فَمِنَ النَّاسِ پس لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ یَّقُوْلُ جو کہتے ہیں

رَبَّنَآ اے ہمارے رب اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا دے دے ہمیں دنیا میں ہی

وَمَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ اور نہیں ہے ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ
وَمِنْهُمْ اور ان میں سے وہ بھی ہیں مَّنْ يَّقُوْلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ
اے ہمارے رب اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً دے ہمیں تو دنیا میں بھلائی وَّفِی
الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی حَسَنَةً بھلائی وَّقِنَا اور بچا تو ہمیں
عَذَابَ النَّارِ دوزخ کے عذاب سے اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں لَهُمْ
ان کے لیے نَصِيْبٌ حصہ ہوگا مِّمَّا كَسَبُوْا اس چیز سے جو انھوں
نے کمائی ہے وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا
ہے۔

حج اور عمرہ کے احکام :

اس سے پہلی آیات میں حج اور عمرے کا ذکر تھا وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ اور حج اور عمرہ مکمل کرو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اور اب حکم ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ کہ حج کے مہینے معلوم اور مقرر ہیں۔ شوال اور ذوالقعدہ کا مہینہ اور ذوالحجہ کی تیرھویں تاریخ تک۔ یہ تقریباً اڑھائی مہینے ہیں جو حج کے مہینے ہیں۔ حج کے مہینے ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ عید الفطر کا چاند نظر آجانے کے بعد یکم شوال کو اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھے تو اس کا یہ احرام باندھنا صحیح ہے۔ اور اگر اس سے پہلے حج کا احرام باندھے تو وہ مکروہ ہے۔ اور احرام باندھنے کے بعد جو احکام حج ہیں وہ اس پر لازم ہو گئے ان پر اس کو عمل کرنا پڑے گا۔

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ پس جس نے ان مہینوں میں حج کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ یعنی احرام باندھ لیا تو اس کو ان چیزوں کی پابندی کرنا پڑے گی جن کا آگے ذکر ہے۔

[۱] فَلَارَفَثَ پس وہ فحش گوئی نہ کرے۔ رَفَثَ کے معنٰی بے حجاب گفتگو کرنا۔ جیسے بسا اوقات میاں بیوی آپس میں بے حجاب باتیں کرتے ہیں۔ تو احرام کی حالت میں ان باتوں کے کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اور رَفَثْ کے معنٰی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے کے بھی ہیں۔ تو احرام کی حالت میں ہم بستری بھی نہیں کرسکتا۔

[۲] وَلَافُسُوْقَ اور کوئی نافرمانی بھی نہ کرے۔ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد کھا پی نہیں سکتا، بول نہیں سکتا، کسی کو سلام نہیں کرسکتا اور سلام کا جواب نہیں دے سکتا، چل پھر نہیں سکتا، اِدھر اُدھر دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح حج میں احرام ہے کہ احرام باندھنے کے بعد اس پر پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: سر نہیں ڈھانپ سکتا، مونچھیں نہیں کٹوا سکتا، ناخن نہیں کٹوا سکتا، بدن کے بال دور نہیں کرسکتا، سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، جوں نہیں مار سکتا، مچھر نہیں مار سکتا، شکار نہیں کھیل سکتا۔

[۳] فرمایا: وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ اور نہ جھگڑا کرے حج کے دوران میں۔ جھگڑنا ویسے بھی بُری چیز ہے مگر احرام باندھنے کے بعد زیادہ گناہ ہے۔ لیکن ہم نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ نادان قسم کے لوگ جب حجر اسود کے پاس جاتے ہیں (حجر اسود کو بوسہ دینے کا ہر ایک کو شوق ہوتا ہے) تو وہاں ایک دوسرے کو گھونسے مارتے ہیں، دھکے دیتے ہیں۔ جب کہ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا بعض فقہاء کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک فقط مستحب ہے (اور مومن کے ساتھ لڑنا اور دھکے دینا حرام ہے) تو مستحب فعل کے لیے مُکا بازی ہوتی ہے جو سخت گناہ ہے۔ یہ گناہ تو ہے ہی لیکن احرام اور کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کی وجہ سے زیادہ گناہ ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ اور جو بھی تم اچھا کام کرو گے یَعْلَمْهُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ

اس کو جانتا ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ نیکیاں بھی، بدیاں بھی، ارادے بھی۔ اور بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ یمن کے کچھ حاجی گھر سے حج کے لیے چلتے تھے مگر سفرخرچ ساتھ نہیں لے جاتے تھے اور کہتے نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ "ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔" اب ظاہر بات ہے کہ انسان، انسان ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ پیٹ لگایا ہے۔ گرمی، سردی بھی لگے گی، بھوک، پیاس بھی لگے گی۔ تو گھر سے تو بڑے اخلاص کے ساتھ نکلتے تھے، پیسا وغیرہ ساتھ نہیں لے جاتے تھے مگر جب بھوک لگتی تھی تو لوگوں کو تنگ کرتے تھے، ان سے مانگتے تھے۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَزَوَّدُوْا (اور جب تم حج کے لیے گھر سے جاؤ) سفرخرچ لے کر جاؤ فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی پس بے شک بہترین سفرخرچ یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرنے سے بچو۔ تم جو راستے میں مانگتے پھرو گے خود بھی پریشان ہو گے اور دوسروں کو بھی پریشان کرو گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم گھر سے خرچ لے کر جاؤ۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ گھر سے تو خالی ہاتھ چل پڑو اور راستے میں لوگوں کو تنگ کرو۔

حج کا شوق تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن بعض لوگ حج کے واسطے لوگوں سے مانگتے ہیں کہ میں حج کرنا چاہتا ہوں میری امداد کرو۔ تو اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جب رب نے تجھے پیسے نہیں دیئے اور حج تیرے اُوپر لازم نہیں ہے تو نہ خود مشقت میں پڑ اور نہ کسی کو مشقت میں ڈال۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی دیوانہ یہ کہے کہ میں غریب ہوں اور زکوٰۃ نہیں دے سکتا تم میری امداد کرو تاکہ میں مال دار ہو جاؤں اور زکوٰۃ دیا کروں۔ بھائی! یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اسی طرح کسی پر قربانی فرض نہیں، فطرانہ واجب نہیں اور وہ لوگوں سے مانگتا

پھرے کہ میری امداد کرو تا کہ میں قربانی کرنے اور فطرانہ دینے کے قابل ہو جاؤں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے قربانی کرنے کی توفیق دی ہے تو قربانی کر اور فطرانہ دینے کی توفیق دی ہے تو فطرانہ دے۔ اگر توفیق نہیں ہے تو اللہ اللہ کر۔ اسی طرح حج کا مسئلہ ہے۔ اور حج کا مسئلہ تھوڑا سا مشکل ہے غور سے سمجھیں۔

حج کی بعض مشکلات :

وہ یہ کہ ایک غریب آدمی نے کسی سے حج کے لیے رقم مانگی (اور عموماً ایسے موقع پر لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔) تو جب ایک آدمی نے پانچ ہزار دے دیئے زکوٰۃ میں سے پھر دوسرے نے دے دیئے زکوٰۃ میں سے پھر تیسرے نے دیئے زکوٰۃ میں سے۔ تو اس صورت میں جس شخص نے پہلے پانچ ہزار دیئے اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ کیوں کہ اس وقت وہ مصرف تھا، مستحق تھا۔ اب اس کے بعد دوسرے نمبر پر جس نے دیئے اور تیسرے نمبر پر جس نے دیئے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ پہلے پانچ ہزار مل جانے کے بعد وہ صاحب نصاب ہو گیا ہے (اس لیے کہ آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت تقریباً پانچ ہزار بنتی ہے۔) تو جب دوسرے نے پیسے دیئے تو اس وقت وہ مصرف نہیں رہا۔ کیوں کہ مسئلہ ہے کہ آدمی جس دن صاحبِ نصاب ہو جاتا ہے اسی دن سے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں رہتا۔ تو اب جو رقم زکوٰۃ کی دوسرے شخص نے دی پھر تیسرے شخص نے دی پھر چوتھے نے دی کسی کی بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔ کیوں جب پہلے شخص نے اسے پانچ ہزار روپے دیئے تو صاحبِ نصاب ہو گیا۔ تو صاحب نصاب کو زکوٰۃ دینا بھی حرام ہے اور اس کو زکوٰۃ لینا بھی حرام ہے۔ اور دینے والا ذمے سے فارغ نہیں ہوگا یعنی زکوٰۃ اس کے ذمے رہے گی۔ بہت سارے لوگ شرم سے کام لیتے ہیں، دین کی باتوں میں کوئی شرم نہیں

ہے۔ لہٰذا جس شخص نے کسی کو زکوٰۃ کی رقم دینی ہے اس کو صاف صاف کہہ دے کہ بھائی! یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اگر تو خود مصرف ہے تو استعمال کر لے ورنہ کسی اور جگہ دے دے جہاں زکوٰۃ لگ سکتی ہے۔ بات کو گول مول نہ رکھو۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جاتی ہے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہوتا اور دینے والا بتاتا نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے اور لینے والا اس اعتماد پر کہ مجھے ساتھی نے امداد کے طور پر دی ہے استعمال کر لیتا ہے تو اس صورت میں دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اس واسطے اگر کسی کو زکوٰۃ کی رقم دو تو صاف کہہ دو کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔ تو اس طرح زکوٰۃ کے پیسے مانگ کر حج کرنا درست نہیں۔ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اور مجھ سے ڈرو اے عقل مندو!

آگے اور مسئلہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جب حج پر جاتے سودا بیچتے بھی تھے اور خریدتے بھی تھے۔ جب اسلام آیا اور حج کا حکم آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش ہوئی کہ ہم نے تو صرف رب کی رضا کے لیے حج کرنا ہے تو اس میں خرید و فروخت کرنے سے ہمارے حج پر زد آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ کہ تلاش کرو تم اپنے رب کا فضل۔ مقصد تو حج کرنا ہے ضمنی طور پر اگر کوئی چیز بیچنا چاہو تو بیچ بھی سکتے ہو اور اگر کوئی چیز خریدنا چاہو تو خرید بھی سکتے ہو۔ اور اگر کوئی شخص یہاں سے جاتا ہی اس لیے ہے کہ یہاں سے منشیات لے جا کر وہاں بیچوں گا یا کوئی اور سودا لے جاتا ہے کہ یہ وہاں جا کر فروخت کروں گا اور وہاں سے سونا لاؤں گا تو ایسے شخص کی نیت پہلے دن سے بری ہے۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ پس جب تم عرفات سے لوٹو۔ یاد رکھنا! حج کے افعال

میں سے تین فرض ہیں:

① احرام باندھنا ② عرفات میں ٹھہرنا ③ طوافِ زیارت

عرفات میں (نویں تاریخ کو زوال آفتاب کے بعد سورج کے غروب ہونے تک) ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔ اگر کوئی وہاں پر نہ ٹھہرا تو حج نہیں ہوگا۔ عرفات کے میدان میں جتنا ہو سکے رب تعالیٰ کا ذکر کرے اور کھڑے ہو کر ذکر کرنا مستحب ہے۔ الحمدللہ! میں نے وہاں دس پارے کھڑے ہو کر پڑھے۔ ہاں! اگر کوئی ضعیف ہے بوڑھا ہے تو بیٹھ کر بھی ذکر کر سکتا ہے مگر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے وقت ضائع نہ کرے کیوں کہ وہ وقت بہت قیمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، دعا کرے، اپنے لیے، اپنے عزیز رشتہ داروں کے لیے دعا کرے، زندوں کے لیے اور جو مر گئے ہیں اُن کے لیے دعا کرے۔ کیوں وہ جگہ اور وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔ عرفات سے سورج غروب ہونے کے بعد لوٹنا ہے اور مغرب کی نماز عرفات میں نہیں پڑھنی۔ مغرب کی نماز مزدلفہ یں جا کر پڑھنی ہے۔ تو فرمایا کہ جب تم عرفات سے لوٹو تو فَاذْكُرُوا اللهَ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اُس گھاٹی کے پاس جو عزت والی ہے۔ اور اس گھاٹی پہاڑی کا نام ہے "جبل قزح" وہاں آج کل شہزادے نہیں سماتے وہاں ان کی کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا وَادِیْ مُحَسِّرٍ مزدلفہ کا سارا علاقہ ٹھہرنے کی جگہ ہے وادیٔ محسر ایک مخصوص رقبہ ہے وہاں نہیں ٹھہرنا۔ حکومت نے اس کے اردگرد جنگلے لگائے ہیں اور شرطے بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ تقریباً پانچ سو چالیس گز کا رقبہ ہے۔ خالی جگہ دیکھ کر کچھ نادان لوگ ادھر جاتے ہیں، پولیس والے پہلے سمجھاتے ہیں اور اگر نہ سمجھیں تو پھر دُرے مارتے ہیں۔

یہ وہ جگہ ہے کہ جب ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا تھا تو ابابیلوں نے اس جگہ پران پر سنگ باری کی تھی۔ ابابیلوں نے مسور کے دانے کے برابر کنکر ایک ایک چونچ میں پکڑا ہوا تھا اور دو دو پنجوں میں اور اس جگہ پر ابرہہ کے لشکر پر برسائے تھے۔ اور یہ وادی مزدلفہ ہی کا حصہ ہے لیکن چونکہ اس مقام پر رب تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا اس لیے وہاں ٹھہرنا درست نہیں ہے۔

اَلْعَرَفَةُ کُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا بَطْنَ عُرَنَة "عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطن عرنہ کے کہ وہاں نہیں ٹھہر سکتے۔" یہ جگہ عرفات میں ایک مسجد ہے جس کا نام ہے نمرہ۔ جہاں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ اس مسجد کی جو مغرب والی دیوار ہے اگر وہ گرے تو بطن عرنہ میں گرے گی۔ یعنی اس دیوار کے متصل جو مقام ہے وہ بطن عرنہ ہے۔ یہ بطن عرنہ حرم میں شامل ہے باقی سارا عرفات حل ہے۔ جو اس بطن عرنہ میں ٹھہرے گا اس کا حج نہیں ہوگا۔ اور مزدلفہ میں قیام واجب ہے صبح کی نماز کے بعد تک۔ وہاں سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد چلنا ہے۔ اور یاد رکھنا! وہاں کے جو ڈرائیور ہوتے ہیں ان کو ریالوں سے غرض ہوتی ہے۔ بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو یہ سوچیں کہ کسی کا حج خراب نہ ہو۔ وہ اپنی سہولت کے لیے وہاں سے پو پھٹنے کے بعد لے کر چل پڑتے ہیں کیوں کہ بعد میں رش ہو جاتا ہے اور ان کا وقت زیادہ لگتا ہے۔ اس لیے ایسا نہیں کرنا۔ کیوں کہ فجر کے بعد وہاں ٹھہرنا واجب ہے۔ اور منیٰ کی طرف طلوع آفتاب سے پہلے نہیں جانا۔ ہاں جو معذور ہیں یا بوڑھے ہیں انھیں اجازت ہے۔

بعض ڈرائیور اس طرح بھی کرتے ہیں کہ عرفات کے آخری کونے میں اُتار دیتے ہیں ایک دفعہ میرے ساتھ صوفی نذیر احمد صاحب تھے اللہ تعالیٰ اُنھیں غریق رحمت

کرے اور حاجی اللہ دتہ مرحوم بھی تھے ان کے علاوہ اور بھی چند ساتھی تھے۔ رش چونکہ زیادہ تھا تو ڈرائیور نے ہمیں عرفات کے آخری کونے میں عرفات کے اندر ہی اتار دیا۔ ہم نے اس کو کہا کہ ہمیں جبل قزح بتا۔ کہنے لگا ھنا یہیں ہے۔ بڑا ضدی تھا۔ ہم نے اس کی خاصی منت کی کہ ہمارے ساتھ اس طرح نہ کر حج پر زد پڑتی ہے اور یہ تو عرفات ہے تو ہمیں مزدلفہ جا کر اُتار۔ وہ نہ مانا اور چل پڑا کہ اب میں سحری کے وقت آؤں گا تو ہم نے وہاں نعرے لگائے کہ لِيَمُتْ سَوَّاقُ هٰذِهِ السَّيَّارَة اس گاڑی کا ڈرائیور مُردہ باد۔ تو وہ گھبرایا اور پھر ہمیں جا کر مزدلفہ اُتارا۔

وَاذْكُرُوْهُ اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا هَدٰىكُمْ جس طرح رب نے تمھیں ہدایت دی ہے وَاِنْ كُنْتُمْ اور اگرچہ تم مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ گمراہوں میں سے تھے ثُمَّ اَفِيْضُوْا پھر لوٹو مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ جس جگہ سے لوگ لوٹے ہیں۔ یہ جو اہل مکہ تھے یہ عرفات میں نہیں جاتے تھے۔ یہ کہتے تھے نَحْنُ قَطِيْنُ اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں ہم حرم سے کیوں نکلیں۔ یہ بطن عرنہ سے ورے ورے ٹھہرتے تھے جو کہ حرم ہی کا حصہ ہے۔ اور عرفات حل میں ہے وہ حرم میں داخل نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ جہاں دوسرے لوگ جاتے ہیں عرفات میں تم بھی جاؤ اور جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹو۔ اور جہاں تم ٹھہرتے ہو اس سے تو حج نہیں ہوگا کیوں عرفات میں ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے فَاِذَا قَضَيْتُمْ پس جب تم پورے کر چکو مَّنَاسِكَكُمْ اپنے افعالِ حج فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ جیسے تم ذکر

کرتے ہو اپنے باپ دادوں کا۔

زمانۂ جاہلیت میں اس طرح ہوتا تھا کہ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کے گیت گاتے تھے کہ فلاں کا بیٹا ہوں میں فلاں کا بیٹا ہوں۔ میرا دادا ایسا تھا، ایسا تھا۔ تو فرمایا ان کا ذکر چھوڑ و اور رب کا ذکر کرو اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا یا اس سے بھی زیادہ ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا۔

فَمِنَ النَّاسِ پس لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَّقُوْلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا اے رب ہمارے ہمیں جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دے دے وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ اور ان میں سے وہ بھی ہیں يَّقُوْلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اے ہمارے پروردگار! دنیا میں بھی ہمیں راحت و آرام اور بھلائی دے اور آخرت میں بھی دے وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔ یہ بڑی جامع مانع دعا ہے کہ دنیا کی چیزیں بھی اس میں آگئیں اور آخرت بھی آگئی اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ان لوگوں کے لیے حصہ ہے وہ جو اُنھوں نے کمایا ہے وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے حساب شروع ہو جائے گا۔ اور آنکھیں بند ہونے کا کیا پتا ہے کہ کسی کی آج ہو جائیں اور کسی کی کل ہو جائیں۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع ۲۵/۱۴/۹

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنتی کے دنوں میں فَمَنْ تَعَجَّلَ پس جس شخص نے جلدی کی فِيْ يَوْمَيْنِ دو دنوں میں فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر ہرگز گناہ نہیں ہے وَمَنْ اور جس شخص نے تَاَخَّرَ تاخیر کی فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر

بھی کوئی گناہ نہیں ہے لِمَنِ اس شخص کے لیے اتَّقٰی جوڈر گیا وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ اورڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّکُمْ اِلَیْهِ
تُحْشَرُوْنَ بے شک تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے وَمِنَ النَّاسِ اور
لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہے یُّعْجِبُكَ تعجب میں ڈالتی ہے تجھے
قَوْلُهٗ بات اس کی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں وَیُشْهِدُ اللّٰهَ
اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ اس چیز پر جو اس کے دل
میں ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے وَاِذَا تَوَلّٰی
اور جب پیٹھ پھیرتا ہے سَعٰی فِی الْاَرْضِ کوشش کرتا ہے زمین میں
لِیُفْسِدَ فِیْهَا تاکہ زمین میں فساد مچائے وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ اور تاکہ
ہلاک کر دے کھیتی کو وَالنَّسْلَ اور جانوروں کی نسل کو وَاللّٰهُ اور اللہ
تعالیٰ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ نہیں پسند کرتا فساد کو وَاِذَا اور جب قِیْلَ
لَهٗ اس کو کہا جاتا ہے اتَّقِ اللّٰهَ ڈر اللہ تعالیٰ سے اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ
اُبھارتی ہے غیرت اس کو بِالْاِثْمِ گناہ پر فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ پس اس
کے لیے کافی ہے دوزخ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ اور البتہ بُرا ہے وہ ٹھکانا وَمِنَ
النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں یَّشْرِیْ نَفْسَهُ جو
خریدتے ہیں اپنی جان کو ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے
ہوئے وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے بندوں پر

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے كَآفَّةً پورے کے پورے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اور نہ پیروی کرو تم شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک وہ تمہارا دشمن ہے کھلا فَاِنْ زَلَلْتُمْ پس اگر تم پھسل گئے مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ تمہارے پاس آ گئے واضح دلائل فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِیْزٌ غالب ہے حَكِیْمٌ حکمت والا ہے هَلْ یَنْظُرُوْنَ نہیں وہ انتظار کرتے اِلَّآ مگر اَنْ اس بات کا یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ کہ آئے ان کے پاس اللہ تعالیٰ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ بادلوں کے سائے میں وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے آئیں وَقُضِیَ الْاَمْرُ اور معاملہ طے کیا جائے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام۔

رمی جمار کے احکام :

اس سے پہلے حج کے مسائل کا بیان ہے۔ افعالِ حج میں سے رمی جمار بھی ہے۔ جمار جمع ہے جَمْرَةٌ کی۔ وہ تین مینار جن کو عام طور پر شیطان کہا جاتا ہے ان کو کنکریاں مارنا بھی واجب ہے۔ اگر کوئی رمیٔ جمار نہیں کرے گا تو اُس کے حج میں خلل واقع ہوگا کیوں کہ واجب رہ گیا۔ عید والے دن صرف ایک جمرے کی رمی ہوتی ہے جس کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں اور یہ رمی زوال سے پہلے ہوگی۔ اور عید والے دن دوسرا کام قربانی ہے، تیسرا

کام سر پر اُسترا پھرانا ہے، چوتھا کام ہے طواف زیارتِ۔ اور طوافِ زیارت فرض اور رکن ہے اور باقی چیزیں واجب ہیں۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہنا ہے۔ جب پہلا کنکر مارے گا تو تلبیہ ختم ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر سات کنکر مارنے ہیں۔ اس پر لگ جائیں تو بہتر ہے اور اگر اس حلقے میں جو وہاں بنا ہوا ہے جا گریں پھر بھی صحیح ہے۔ رش کی وجہ سے شریعت نے یہ سہولت دی ہے۔ گیارھویں تاریخ کو تینوں شیطانوں کو کنکر مارنے ہیں۔ جمرہ اولیٰ کو بھی، جمرۂ وسطیٰ کو بھی اور اُخریٰ کو بھی اور یہ رمی زوال کے بعد کرنی ہے۔ اگر کوئی شخص زوال کے بعد غروبِ آفتاب تک نہ کر سکے تو وہ غروبِ آفتاب کے بعد بھی کر سکتا ہے لیکن اول وقت مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص معذور ہے، لنگڑا ہے، لولا ہے، بیمار ہے، بوڑھا ہے اور خود رمی نہیں کر سکتا تو وہ اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے۔ اور بارھویں تاریخ کو رمی کرنی ہے زوال کے بعد اور تیرھویں تاریخ کو بھی رمی مستحب ہے۔ اور اگر کوئی بارھویں تاریخ کو رمی کرنے کے بعد چلا جائے تو اُس کو بھی اجازت ہے۔

لیکن مسئلہ یاد رکھنا! اگر بارھویں تاریخ کو منٰی ہی میں رہا اور سورج غروب ہو گیا تو پھر تیرھویں تاریخ کے لیے رہنا ضروری ہو گیا ہے۔ اگر چلا گیا تو اس پر دم آئے گا۔ کیوں کہ تاریخ اسلامی مغرب سے شروع ہوتی ہے تو جب سورج غروب ہو گیا تو اب تیرھویں تاریخ شروع ہو گئی اور جمرات کی رمی کا وقت شروع ہو گیا اب اس کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن تیرھویں تاریخ کو کوئی شاذ و نادر ہی ٹھہرتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے کوشش کی تھی میرے ساتھ کچھ ساتھی بھی تھے۔ بس ہم ہی وہاں تھے اور کوئی نہیں تھا۔ اور تیرھویں تاریخ کی رمی زوال سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ کنکریاں مارتے وقت جو کہو گے بسم اللہ اللہ اکبر، یہ بھی ذکر ہے فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنتی کے دنوں میں یعنی دسویں، گیارھویں، بارھویں تاریخ کو فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ پس جس نے جلدی کی دو دنوں میں۔ یعنی عید کے بعد گیارھویں کو بھی رمی کی اور بارھویں کو بھی رمی کی اور غروبِ آفتاب سے پہلے وہاں سے چل پڑا فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے وَمَنْ تَاَخَّرَ اور جس نے تاخیر کی یعنی تیرھویں تاریخ کو وہاں ٹھہرا فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ سارے احکام لِمَنِ اس کے واسطے ہیں اتَّقٰى جو رب سے ڈرتا رہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ کہ بے شک تم اسی رب کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ جانا تم نے رب کے پاس ہی ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس واسطے رب کی پیشی کے لیے تیاری کر لو کہ وہاں جا کر ہم نے کیا کہنا ہے۔

ایک فسادی منافق کا ذکر :

اُوپر ذکر تھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا "اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں دے دے وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ان کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔" اب ایسے ہی شخص کا ذکر ہے۔

اَخْنَس اِبن شَرِیق ایک منافق تھا جو بڑی میٹھی باتیں کرتا تھا اور بڑا باتونی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آتا تو بڑے سلیقے کے ساتھ گفتگو کرتا تھا۔ کہتا تھا حضرت! ہمارے جیسا خوش قسمت بھی کوئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسی شخصیت خود ہمارے پاس آگئی ہے۔ حضرت! ہم جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو خدا یاد آجاتا ہے اور

جنت دوزک سامنے نظر آتی ہے۔اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے مچھلی پانی میں۔ اور حضرت! جب ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس سے باہر ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت ایسے ہوتی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر پھینک دیں تو وہ تڑپتی رہتی ہے۔ حضرت خدا کی قسم! زندگی ہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہے۔ حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ ایسی عجیب عجیب باتیں کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سمجھتے تھے کہ عاشق ہی یہی ہے۔اور جس وقت وہ خبیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے باہر جاتا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو فصلیں کاٹ کر گٹھیں بنا کر رکھی ہوتی تھیں ان کو آگ لگا دیتا تھا۔ اور ان کے جو جانور ہوتے تھے بکریاں، اونٹ، گھوڑے، ان کی ٹانگیں کاٹ دیتا تھا۔کسی نے دیکھا اور اُس کو کہا کہ تو یہ کیا کرتا ہے؟ تو کہنے لگا تو کون ہوتا ہے روکنے والا؟ دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کیا کیفیت ہے اور باہر جا کر کیسی حرکتیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہے يُّعْجِبُكَ کہ تعجب میں ڈالتی ہے تجھے قَوْلُهٗ بات اس کی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں۔بات جب کرتا ہے تو آپ بڑے خوش ہوتے ہیں وَيُشْهِدُ اللّٰهَ اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ اس چیز پر جو اس کے دل میں ہے۔یعنی کہتا کہ خدا کی قسم جو کہتا ہوں دل سے کہتا ہوں کہ مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بڑی محبت ہے۔مگر حقیقت یہ ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ اَلَدُّ الْخِصَامِ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین وہ لوگ ہیں جو سخت جھگڑالو

ہیں۔"

وَاِذَاتَوَلّٰی اور جب یہاں سے پیٹھ پھیرتا ہے سَعٰی فِی الْاَرْضِ کوشش کرتا ہے زمین میں لِیُفْسِدَ فِیْهَا تاکہ زمین میں فساد مچائے۔ وہ اس طرح کہ جو غریب صحابہ تھے ان کو گھورتا اور گالیاں دیتا تھا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ اور تاکہ لوگوں کے کھیت جلائے۔ وہ اس طرح کہ لوگوں نے کھیت سے فصل کاٹ کر اس کی گانٹھیں بنا کر اکٹھی کر کے رکھی ہوتی تھیں یہ اُن کو آگ لگا دیتا تھا وَالنَّسْلَ اور جانوروں کی نسل کو ختم کر دیتا تھا۔ وہ اس طرح کہ ان کو کونچیں کاٹ دیتا یعنی غائبانہ اس کی حرکتیں اور ہوتی تھیں۔ تو دیکھو! ایسے لوگ بھی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بڑی زیرک اور ذہین شخصیت بھی ان کو نہیں پہچان سکی جب تک رب تعالیٰ نے آگاہ نہیں فرمایا۔ یہ ایسا آدمی تھا کہ جب وہ گفتگو کرتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ بڑا فدائی اور شیدائی ہے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حرکتیں بتائیں تو پھر معلوم ہوا کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهٗ اور جب اس کو کہا جاتا ہے اتَّقِ اللّٰهَ ڈر اللہ تعالیٰ سے اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ اُبھارتی ہے غیرت اس کو گناہ پر فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ پس اس کے لیے کافی ہے دوزخ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ اور البتہ بُرا ہے وہ ٹھکانا۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا ایثار :

اور کل تم نے یہ بھی پڑھا ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اور ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ تو اس طرح کے لوگوں میں سے ایک کا ذکر ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جنہیں صہیب رومی بھی کہتے ہیں۔ اصل میں وہ رومی نہیں تھے۔ عرب کا ایک قبیلہ تھا بنونمر یہ، اس قبیلے کے فرد تھے اور بڑے خوب صورت اور پیاری شکل والے چھوٹے بچے تھے کہ ظالم ان کو اُٹھا کر روم کے علاقے میں لے گئے تھے اور زندگی اُنھوں نے روم میں گزاری۔ جب واپس آئے تو صرف اتنا یاد تھا کہ میں بنونمر کا ایک فرد ہوں اور فلاں جگہ پر ہم بچے کھیلا کرتے تھے۔ کیوں کہ کافی عرصہ کے بعد آئے کیوں کہ غلام بنا لیے گئے تھے تو غلام در غلام بنتے رہے اور بڑے غضب کے تیر انداز تھے اور ان کے تیر سو فیصد نشانے پر لگتے تھے۔

ہوا اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، دو چار دن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے تو اب ان کا دل مکہ میں نہیں لگتا تھا اور ساتھ جانے والا بھی اور کوئی نہ تھا۔ تو یہ اکیلے ہجرت کے لیے روانہ ہو گئے اور ایک کافر ان کا مقروض تھا اس نے سوچا کہ اب موقع ہے کہ لوگوں کو اُکسا کر اس کا کام تمام کر دوں۔ کیوں کہ اگر یہ زندہ رہا تو پھر کسی نہ کسی وقت مجھ سے رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ یہ غضب کا تیر انداز ہے۔

تو اس نے اس طرح کیا کہ محلے میں جا کر نوجوانوں کے جذبات اُبھارے اور کہنے لگا: او بے غیرتو! کیا تمھارا خون خشک ہو گیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمھارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ ابوبکر، عمر (رضی اللہ عنہما) بھی تمھارے ہاتھوں سے نکل گئے اور آج یہ صہیب بھی جا رہا ہے کیا اس کو بھی تم سنبھال نہیں سکتے۔ تمھاری غیرت کدھر گئی۔ ایسے انداز سے ان کے جذبات اُبھارے کہ نوجوان ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تنہا سفر پر تھے اور مکہ مکرمہ سے کافی دور ہو گئے تھے۔ وہ بھی سمجھ گئے کہ یہ میرے پیچھے آ گئے ہیں۔ تو

وہاں ایک بلند ٹیلا تھا اس پر انھوں نے پوزیشن سنبھال لی اور جو تیر ترکش میں تھے وہ نکال کر سامنے رکھ لیے اور ان سب کو کہا کہ بھائی! جس ارادے سے تم آئے ہو میں بھی سمجھتا ہوں اور یاد رکھو! مرتو میں بھی جاؤں گا لیکن یہ جتنے تیر میرے پاس ہیں یہ میں تم پر چلاؤں گا اور تمھاری کئی لاشیں یہاں سے جائیں گی اور جب تیر ختم ہو جائیں گے تو پھر میں تمھارے ساتھ تلوار اور نیزے کے ساتھ لڑوں گا اور یہ بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا ایک تیر بھی خطا نہیں جاتا۔

آمدم برسرِ مطلب۔ وہ جو ان آدمیوں کو اکٹھا کر کے لایا تھا کہنے لگا چل پھر اس طرح کرتے ہیں کہ تو نے جو مجھ سے قرض لینا ہے چھوڑ دے ہم تجھے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور مطلب بھی اتنا ہی تھا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا میں نے اپنا قرض تجھے معاف کیا۔ اور جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ واپس دور چلے گئے ہیں تو پھر اپنا سفر جاری رکھا۔

اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ جو خریدتے ہیں اپنی جان ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کافروں کو اپنی رقم دے کر اپنی جان خریدی وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔ آگے اور بات کا ذکر ہے۔

وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ ان کا ایک گروپ ہوتا تھا۔ ابن یامین، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اُسید رضی اللہ عنہم، یہ سارے پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ اُنھوں نے یہ مذہب بنایا ہوا تھا کہ ہمارے واسطے اُونٹ کا گوشت اور اُونٹنی کا دودھ حرام ہے۔ اور حقیقت میں ایسا نہ تھا کیوں

کہ رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا حکم نہ تھا۔ جیسے اہل بدعت نے کئی چیزیں از خود بنائی ہوئی ہیں جو کہ دین نہیں ہے مگر انھوں نے دین بنایا ہوا ہے۔ تو انھوں نے بھی اسی طرح خانہ ساز باتیں بنائی ہوئی تھیں۔ تو انھوں نے کہا اب ہم مسلمان ہو گئے ہیں لہٰذا اب ہمیں اُونٹ کا گوشت حلال سمجھنا چاہیے اور اُونٹنی کا دودھ بھی حلال ہے مگر کھانا ضروری نہیں ہے۔ تو اس طرح کریں گے کہ حلال سمجھیں گے مگر کھائیں گے، پئیں گے نہیں۔ تا کہ پہلی شریعت بھی ہم سے نہ چھوٹے کیوں کہ کھانا پینا فرض تو نہیں ہے۔ یہاں کتنے آدمی ہوں گے جنھوں نے اُونٹ کا گوشت نہیں کھایا ہوگا اور دودھ نہیں پیا ہوگا تو ان کے اسلام میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ تو اُنھوں نے سوچا کہ اس طرح کرنے سے جامع بین الشریعتین ہو جائیں گے کہ عقیدتاً تو حلال سمجھیں گے اور عملاً نہیں کھائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ذہن بھی اسلامی، عمل بھی اسلامی، عقیدہ بھی اسلامی، نظریہ بھی اسلامی، شکل وصورت بھی اسلامی، یہ کیا ہوا آدھا تیتر آدھا بٹیر کلمہ ادھر کا پڑھ لیا اور عمل اُدھر کا رکھتے ہو۔ مکمل اسلام میں داخل ہو جاؤ کہ اسلام کے ہوتے ہوئے کسی اور مذہب کی رعایت بھی جائز نہیں ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ پس اگر تم پھسل گئے یعنی تم نے راستہ چھوڑ دیا مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ تمھارے پاس واضح دلیلیں آگئیں فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو

اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر زور آور کوئی بھی نہیں ہے۔ حکیم ہے یعنی حکمت والا ہے۔ اگر وہ فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو یہ نہ سمجھو کہ چھوٹ گئے یہ اس کی حکمت ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں یہ انتظار کرتے اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ مگر کہ آئے اللہ تعالیٰ ان کے پاس فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ بادلوں کے سائے میں وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے۔ قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور شان کے جو لائق ہے اس طرح آنا جو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اللہ رب العزت کی عدالت قائم ہوگی اور سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور سب اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ [سورۃ القیامہ] آنکھوں کے ساتھ رب نظر آئے گا اور اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ:

اے انسانو! میں نے تمھیں انسان بنایا تھا قدرت اور طاقت عطا کی تھی تم نے کام کون سے کیے ہیں؟ رتی رتی کا حساب ہوگا۔ تو جو آنا رب تعالیٰ کی ذات کے لائق ہو اس طرح رب تعالیٰ ضرور آئے گا اس طرح لگے گا کہ بادلوں کے سائے ہیں اور فرشتوں کا ہجوم ہے ان کے درمیان رب تعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے۔ پھر سب سے حساب ہوگا وَ قُضِيَ الْاَمْرُ اور معاملہ طے کیا جائے گا۔ کیا یہ اس کے منتظر ہیں کہ قیامت کی عدالت قائم ہو اور اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں۔ یاد رکھو! وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور سب کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہی خالق اور وہی مالک، وہی رازق، وہی سب کچھ کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کسی کے پاس ایک رتی بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا
الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا
فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾
كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ
وَ مُنْذِرِیْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ
النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَی اللّٰهُ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ
مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سوال کر بنی اسرائیل سے كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ کتنی
ہم نے دی ان کو مِّنْ اٰیَةٍ اپنی قدرت کی نشانیاں بَیِّنَةٍ واضح * وَ
مَنْ یُّبَدِّلْ اور جس نے بدل دی نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمت مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَتْهُ بعد اس کے کہ اس کے پاس نعمت آگئی فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے
شک اللہ تعالیٰ شَدِیْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ
كَفَرُوْا مزین کی گئی ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا دنیا
کی زندگی وَیَسْخَرُوْنَ اور وہ مسخرہ کرتے ہیں مِنَ الَّذِیْنَ ان

لوگوں سے اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا حالانکہ وہ لوگ جو کفر اور شرک سے بچتے ہیں فَوْقَهُمْ ان کے اُوپر ہوں گے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے كَانَ النَّاسُ تھے لوگ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ فَبَعَثَ اللّٰهُ پس بھیجے اللہ تعالیٰ نے النَّبِیّٖنَ انبیاء مُبَشِّرِیْنَ خوش خبری سنانے والے وَمُنْذِرِیْنَ اور ڈرانے والے وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ تاکہ وہ کتابیں فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان فِیْمَا ان چیزوں میں اخْتَلَفُوْا فِیْهِ جن کے حق ہونے میں لوگوں نے اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اور نہیں اختلاف کیا اس میں اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مگر اُن لوگوں نے جن کو دی گئی کتاب مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ واضح دلیلیں ان کے پاس آگئیں بَغْیًا سرکشی کرتے ہوئے بَیْنَهُمْ آپس میں فَهَدَی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس اللہ نے ہدایت دی ان لوگوں کو جو ایمان لائے لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ اس چیز میں جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا مِنَ الْحَقِّ حق سے بِاِذْنِهٖ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف۔

بنی اسرائیل کا تذکرہ :

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اسرائیل اور یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اِسراء کا معنیٰ عبد اور ایل کے معنیٰ اللہ۔ تو اسرائیل کے لفظی معنیٰ ہیں عبداللہ، اللہ کا بندہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہ تھی۔ اُن بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو کہ پیغمبر تھے۔ اور ان کا مفصل واقعہ سورۃ یوسف میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بڑے انعام فرمائے تھے لیکن انھوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ اور یہ بات آپ پہلے پارے میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تیہ کے میدان میں جس کو آج کے جغرافیہ میں وادیٔ سینائی کہتے ہیں۔ یہ میدان چھتیس میل لمبا ہے اور چوبیس میل چوڑا ہے۔ اس وادیٔ سینائی میں جب پہنچے تو ان کو حکم ہوا کہ عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرو اور چھٹے پارے میں مذکور ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہاد کا حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو تو کہنے لگے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ "اے موسیٰ علیہ السلام! تم جاؤ اور تمھارا رب جائے اور جا کے ان کے ساتھ لڑو، ہم تو اس کے ساتھ لڑائی نہیں کر سکتے۔" دیکھو! کتنا گستاخانہ جواب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس میدان سے نکلنا چالیس سال تک حرام کر دیا اور یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اور اس میدان میں ان کے لیے گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کا سایہ کیا وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ میں اسی کا ذکر ہے۔ وہاں پر کھانے کے لیے کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ کہ ایک تھال میں بھنے ہوئے بٹیرے اور ایک میں کھیر کہ کھاؤ مزے سے صبح بھی اور شام بھی۔

اور پانی کا کوئی انتظام نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پتھر

پر ڈنڈا مارو اس سے چشمے نکلیں گے۔ کافی بڑا پتھر تھا بارہ چشمے اس سے جاری ہوئے۔ اس وقت یہ چیزیں ہماری سمجھ میں نہیں آسکتیں مگر یہ انعام اللہ تعالیٰ نے ان پر کیے۔ اور اس سے پہلے جب وہ ہجرت کر کے چلے تو فرعون کی فوجیں آپہنچیں، آگے بحرِ قلزم تھا جس سے نکلنے کے لیے ان کے پاس گزرنے کے لیے کوئی راستہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے دریا پھاڑ دیا۔ راستے خشک ہو گئے اور یہ سارے گزر گئے اور پانی اس طرح کھڑا ہو گیا کہ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ جس طرح دیواریں کھڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تقریباً چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں بھیجے اور تین مشہور آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری نعمتیں بھی بہت عطا فرمائیں اور باطنی نعمتیں بھی۔ مگر ان ظالموں نے کسی نعمت کی قدر نہیں کی يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ایک دن میں انھوں نے سارے علاقے میں تینتالیس پیغمبر شہید کیے۔ اُنھوں نے یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، شعیا علیہ السلام کو شہید کیا۔

ایک مومن کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کا فنا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کے قتل ناحق سے آسان ہے۔ تو پھر پیغمبر تو پیغمبر ہوتا ہے اس کے قتل کا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ اور عذاب کا ذکر بھی قرآن پاک میں موجود ہے۔ ان میں سے بعض پر رب تعالیٰ نے طاعون کی بیماری مسلط فرمائی اور چند گھنٹوں میں ستر ہزار کے لگ بھگ مر گئے۔ اور بعض کو رب تعالیٰ نے بندر اور خنزیر بنایا وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ۔ ان پر طوفان کا عذاب آیا، ان پر اللہ تعالیٰ نے مینڈک مسلط فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجمالی طور پر ذکر فرماتے ہیں۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ تو سوال کر بنی اسرائیل سے كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ

بخشی دیں ہم نے ان کو قدرت کی نشانیاں لیکن وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ اور جو شخص اللہ کی نعمتوں کو بدل دے مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ بعد اس کے کہ وہ نعمتیں اس کے پاس آچکیں فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ پس بے شک رب تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسی کیسی سزائیں دیں۔ بندر بنایا، خنزیر بنایا، چہرے مسخ کیے۔ اور ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے چوہے بنایا اور وہ تین دن کے بعد مر گئے تھے ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔ تو جو شخص رب تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سے سخت سزا دیتے ہیں۔

آگے فرمایا زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا مزین کی گئی ان لوگوں کے واسطے جو کافر ہیں الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی۔ کافروں کی نگاہ میں دنیا ہی دنیا ہے۔ دنیا کی ترقی اور عروج ان کے سامنے ہے اور بس۔ اور یہ کافر وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مسخرہ کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے۔ ان کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر، ان کی غربت دیکھ کر ان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سن لو! وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا اور وہ لوگ جو کفر و شرک سے بچے فَوْقَهُمْ ان کافروں کے اُوپر ہوں گے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن۔ اُونچے اس لحاظ سے بھی کہ جنت کا جو محل وقوع ہے وہ اُوپر ہوگا اور دوزخ نیچے ہوگی اور درجے کے اعتبار سے تو کہاں مومن اور کہاں کافر۔ یہ آسمان اور زمین سے بھی بڑھ کر فرق ہے۔

آٹھویں پارے میں آتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے " بہشت والے دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے ہم نے سچا پالیا جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا۔ پس کیا جو وعدہ تمھارے رب نے تمھارے ساتھ کیا تھا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟" یعنی دنیا میں تم ہمیں

طعنے دیتے تھے اور کہتے تھے اے فاقے کاٹنے والو! کیا تم سچے ہو۔ کیا ہمارے سچے

ہونے کا پتا چل گیا ہے۔ اور اسی پارے میں یہ بھی آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کافر

مومنوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے کہ جنت کی جو نعمتیں تم کھاتے ہو اُس میں سے کچھ

ہمیں بھی دے دو۔ اس وقت مومن جواب دیں گے کہ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

ہم یہ پانی اور رزق تمھیں دینے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ رب نے یہ رزق اور پانی

کافروں پر حرام کیا ہے۔

کثرتِ مال خدا کے راضی ہونے کی دلیل نہیں :

تو اس وقت معلوم ہوگا کہ تم دنیا میں ان بھوکے ننگوں کے ساتھ کس طرح مذاق

اُڑاتے رہے۔ تو رزق کی زیادتی رب تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں ہے وَاللّٰهُ

يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب

کے۔ رزق کا زیادہ ملنا اگر اللہ کے ہاں مقبول ہونا ہے تو معاذ اللہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ

قارون تو اللہ تعالیٰ کا بڑا پیارا تھا۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے کہ اس کے پاس

اتنے خزانے تھے کہ ان کی چابیوں کی اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ عصبہ کا لفظ دس

سے لے کر چالیس تک بولا جاتا ہے۔ تو جس کے خزانوں کی چابیاں اچھی کاصی جماعت

اُٹھاتی تھی اس کے خزانوں کا خود حساب لگالو۔

اسی طرح معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ، حدیثیں تم سنتے رہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے جو کی روٹی بھی دو دن پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو دن مسلسل جو کی

روٹی بھی پیٹ بھر کر نصیب نہیں ہوئی اور تین تین مہینے گزر جاتے کہ چولہے میں آگ نہیں

جلتی تھی یعنی پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ تو پھر معاذ اللہ تعالیٰ یہ کہنا پڑے گا کہ

رب تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض تھے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو کچھ نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ایک آدھ مرتبہ چراغ جلانے کا ذکر آتا ہے۔ باقی اس گھر میں چراغ بھی روشن نہیں ہوتا تھا کیوں کہ اتنی توفیق نہیں تھی۔ سحری کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس طرح لیٹی ہوتی تھیں جیسے سامنے جنازہ پڑا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے۔ پھر جب رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے تھے تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ٹانگوں کو دباتے تھے وہ اکٹھی کر لیتی تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تھے ورنہ سجدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ رہنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مکان تھا۔

تو فرمایا کہ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ قبولیت مال میں نہیں وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ اور حساب کے معنیٰ عربی لغت میں مشقت کے بھی ہوتے ہیں۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کو رب بغیر مشقت کے وافر مقدار میں مال دے دیتا ہے اور حساب کا معنیٰ مطالبے کے بھی ہوتے ہیں۔ تو بعض لوگوں کو رب تعالیٰ بغیر مطالبے اور مانگنے کے دیتا ہے اور اتنا کہ وہ اس کو سنبھال نہیں سکتے۔ اور بغیر حساب کے معنیٰ لاتعداد، بے شمار۔ تو رزق اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں کو بھی دیتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے اور ان کو بھی دے دیتا ہے جن پر ناراض ہوتا ہے۔

اور یہ حدیث آپ نے کئی مرتبہ سنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رزق ان کو بھی دے دیتا ہے جن سے راضی ہوتا ہے اور ان کو بھی دے دیتا ہے جن سے ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان اور دین صرف ان کو دیتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے۔ اس واسطے رزق کی کثرت اور قلت کے ساتھ مقبولیت اور مردودیت وابستہ نہیں ہے۔ اور

یہ بھی آپ نے درس میں سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں نے ستر اصحابِ صفہ جو اس وقت کے طالب علم ہوتے تھے فرمایا میں نے خود شمار کیے۔۔ان کا حال یہ تھا کہ کسی کے پاس کرتہ (قمیص) نہ تھا اور کسی کے پاس چادر نہ تھی لمبا سا ٹاٹ اس نے پہن رکھا تھا اور جب بیٹھتے تھے تو ایک دوسرے کے پیچھے چھپ کر بیٹھتے تھے کہ ننگے نہ ہو جائیں۔اور آج وہ جنت کے وارث ہیں۔

عبداللہ بن اُبی کا جنازہ :

اور اسی مدینہ طیبہ میں رہنے والا عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین جس کا جنازہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جنازہ پڑھا۔(اور ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کروڑوں اولیاء کرام مل کر ایک صحابی کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔)اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کرتہ (قمیص) مبارک بھی اپنے جسم مبارک سے اُتار کر اس کو بہ طور کفن پہنایا اور اپنا لعاب مبارک بھی اس کے جسم پر لگایا۔اِس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔اس کے بارے میں رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [التوبہ:۸۰] "اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہیں بخشے گا۔"

فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً سارے لوگ ایک ہی جماعت تھے۔حضرت آدم علیہ السلام کی عمر تھی ہزار سال اور عقیدہ سب کا ایک ہی ہوتا تھا البتہ جرائم ہوتے تھے۔قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا لیکن اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہ تھا۔حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ایک ہزار سال اور گزرے نوح علیہ السلام تک بھی سب لوگ ایک ہی عقیدے پر قائم تھے۔

سب سے پہلی قوم جو مشرک پیدا ہوئی وہ حضرت نوح علیہ السلام کی تھی۔ تو فرمایا لوگ ایک ہی عقیدہ پر تھے پھر لوگوں نے اختلاف کیا اور کفر و شرک شروع کیا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ پس اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے مُبَشِّرِيْنَ نیکوں کو خوش خبری سنانے کے لیے کہ تم پر رب راضی ہوگا اور تم پر رب کی رحمتیں نازل ہوں گی اور مرنے کے بعد تمھاری زندگی بڑی سہل اور آسان ہوگی اور جنت میں داخل ہوگے وَمُنْذِرِيْنَ اور نافرمانوں کو ڈرانے والے کہ کفر و شرک چھوڑ دو ورنہ دنیا میں بھی رب تعالیٰ کا عذاب آسکتا ہے اور عذابِ قبر الگ ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے اور دوزخ کا عذاب دائمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمین اور مسلمات کو اس سے بچائے۔

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے، وحی نازل فرمائی بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ کیوں؟ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ تاکہ وہ کتابیں فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ان چیزوں میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ یعنی جب اختلاف شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اُنھوں نے حق کو واضح کیا اور باطل کو بھی واضح کیا کہ یہ حق ہے، یہ باطل ہے اس کو اپناؤ اور اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اور نہیں اختلاف کیا اس میں اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مگر اُن لوگوں نے جن کو کتابیں دی گئی تھیں مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں پہنچ گئی تھیں۔ یعنی جن لوگوں نے اختلاف کیا تھا وہ غلط فہمی کا شکار نہ تھے بلکہ ضد تھی حق کے ساتھ عناد تھا۔

یہ اختلاف کیوں کیا؟ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ آپس میں سرکشی کرتے ہوئے اُنھوں نے حق کے ساتھ اختلاف کیا فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ان

لوگوں کو جنھوں نے ایمان قبول کیا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ اس چیز میں ہدایت دی جس حق میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی بِاِذْنِهٖ اپنے حکم اور اپنی مہربانی سے وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی۔ اور ہدایت کا ضابطہ اس طرح بیان فرمایا ہے وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ جو شخص رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو رب اس کو ہدایت دیتا ہے۔ایک مقام پر مَنْ يُّنِيْبُ کے لفظ ہیں جو شخص رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے،رب اس کو ہدایت دیتا ہے۔اور جو شخص رب تعالیٰ سے بے پروائی کرتا ہے، مستغنی ہے تو رب تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔اس کی ذات تو صمد ہے، بے نیاز ہے۔محتاج تو ہم ہیں۔رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع ۲۶ / ۱۰

اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم خیال کرتے ہو اَنْ اس بات کا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَاْتِكُمْ اور ابھی تک نہیں آئیں تمہارے پاس مَّثَلُ الَّذِيْنَ مثالیں ان لوگوں کی خَلَوْا جو گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ پہنچی ان کو مالی پریشانی وَالضَّرَّآءُ اور بدنی پریشانی وَزُلْزِلُوْا اور ان پر زلزلے کی سی کیفیت طاری کردی گئی حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ یہاں تک کہ کہا اس وقت کے رسول نے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور اُن لوگوں نے جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ کب آئے گی مدد اللہ تعالیٰ کی اَلَآ

خبردار اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے
یَسۡـَٔلُوۡنَكَ سوال کرتے ہیں آپ سے مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ کیا کچھ وہ خرچ
کریں قُلۡ کہہ دے مَآ اَنۡفَقۡتُمۡ جو چیز تم خرچ کرو مِّنۡ خَیۡرٍ
مال سے فَلِلۡوَالِدَیۡنِ پس ماں باپ کے لیے وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ اور قریبی
رشتہ داروں کے لیے وَالۡیَتٰمٰی اور یتیموں کے لیے وَالۡمَسٰکِیۡنِ اور
مسکینوں کے لیے وَابۡنِ السَّبِیۡلِ اور مسافروں کے لیے وَمَا تَفۡعَلُوۡا
مِنۡ خَیۡرٍ اور جو بھی تم کرو گے خیر اور بھلائی فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیۡمٌ پس
بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے کُتِبَ عَلَیۡكُمُ الۡقِتَالُ فرض کیا گیا
تم پر دشمنوں کے ساتھ لڑنا وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ اور یہ لڑنا تمھیں ناپسند ہے
وَعَسٰۤی اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَیۡـًٔا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّهُوَ خَیۡرٌ
لَّكُمۡ اور تمھارے لیے وہی بہتر ہو وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡـًٔا اور قریب
ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ اور تمھارے لیے وہی بری ہو
وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ اور تم نہیں
جانتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا اور رب تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی اور قیامت کے متعلق عقیدہ بتایا اور اچھے اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سبق دیا تو اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت ہوئی۔ چند آدمیوں کے سوا کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیا اور جو آدمی مسلمان ہوئے ان کو بھی بڑی بڑی

تکلیفیں پہنچائیں اور ان میں سے بعض شہید ہو گئے اور بعض کو ٹخنوں میں رسیاں باندھ کر گلیوں اور سڑکوں پر کھینچا گیا بعض کو گرم ریت پر لٹا کر ان کی چھاتی پر چڑھ جاتے۔ غرضیکہ طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قبولِ اسلام :

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے ان کا چچا بہت سخت آدمی تھا۔ اس نے کہا لڑکے کلمہ چھوڑ دے۔ کہنے لگے چچا جی! کلمہ چھوڑنے والی چیز نہیں کلمہ تو پڑھنے والی چیز ہے۔ چچے نے دیوار میں لمبی موٹی میخ ٹھونک کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس سے لٹکا دیا اور اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ خشک غلاظت اکٹھی کر کے لاؤ اور اس کا دھواں اس کی ناک میں دو۔ ان کے ساتھ یہ بھی کیا گیا۔ ان کو ایمان سے برگشتہ کرنے کے لیے بہت کچھ کیا گیا لیکن یہ لوگ بڑے صبر، ہمت اور حوصلے والے تھے۔ شکر کرو کہ رب تعالیٰ نے ہمیں ایسی تکلیفوں میں مبتلا نہیں کیا ورنہ ہم میں سے کوئی ایک بھی کھڑا ہونے والا نہیں ہے۔

اسی طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے چچا نے بھی صف میں لپیٹ کر سریئے کے ساتھ لٹکا دیا اور گھر کے افراد پر پابندی لگا دی کہ اسے کھانے پینے کے لیے کچھ نہ دیا جائے۔ مگر وہ بڑی ہمت والے لوگ تھے کوئی بھی ان میں سے نہ ڈگمگایا۔ پھر ہجرت کوئی معمولی بات نہیں۔ اپنا گھر بار، کاروبار، برادری چھوڑنا اور پھر دشمنوں کے ہاتھ میں دے کر چلے جانا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر بدر میں جو تکلیفیں پیش آئیں، اس کے بعد اُحد میں جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں، ستر آدمی شہید ہوئے اور بے شمار زخمی ہوئے۔ اس کے بعد پھر غزوہ خندق میں مسلمانوں کو تکلیفیں اُٹھانا پڑیں۔ ان تکلیفوں کو

دیکھ کر بعض نئے نئے مسلمان گھبرا جاتے تھے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَمۡ حَسِبۡتُمۡ کیا تم خیال کرتے ہو اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ یہ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا یَاۡتِكُمۡ اور ابھی تک تمھارے پاس نہیں آئیں مَّثَلُ الَّذِیۡنَ ان لوگوں کی مثالیں خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ جو تمھارے سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی جو لوگ گزر چکے ہیں ان پر جس طرح کی تکلیفیں آئی تھیں اس طرح کی ابھی تک تمھارے اُوپر نہیں آئیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے بغیر جنت نہیں ملتی۔ وہ بڑی قیمتی ہے اور جو چیز اعلیٰ اور عمدہ ہوتی ہے اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزمائش :

بخاری شریف میں روایت ہے۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ ان کا آقا امیہ بن خلف بڑا ظالم اور سخت گیر تھا۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کو بھوکا پیاسا بھی رکھتا اور مارتا اور کہتا کلمہ چھوڑ دے۔ لیکن انھوں نے کہا کہ کلمہ نہیں چھوڑ سکتا۔ جس طرح ہمارے ہاں کیکر کا درخت جو دیر تک جلتا رہتا ہے، اسی طرح عرب میں ایک درخت ہے جس کو غظاہ کہتے ہیں اس کے کوئلے جلا کر اور ان کا کرتہ اُتروا کر کمر کے بل لٹا دیتا اور چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ دیکھو! آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے عمل تو دور کی بات ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی کمر سے خون جاری ہو جاتا اور رطوبت نکلتی، اس سے کوئلے ٹھنڈے ہو جاتے۔ کمر میں گڑھے سے بن گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے سائے میں سر کے نیچے چادر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنی کمر سے کرتہ اُٹھایا اور کہنے لگے حضرت! میرا ظالم آقا امیہ بن خلف مجھے کوئلوں پر لٹا کر میری چھاتی پر کھڑا ہو

جاتا ہے اور مجھے پہلو بھی نہیں بدلنے دیتا۔ حضرت! دیکھیں میری پیٹھ پر کیسے زخم ہیں، گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خباب! تم میرے اُمتی ہو اور تم سے پہلے ایسے ایمان والے لوگ بھی گزرے ہیں کہ ان کو ناف تک زمین میں گاڑ کر اور سر پر آری رکھ کر ایک آدمی آگے اور ایک پیچھے کھڑا ہو جاتا اور کہتے کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ ہم تجھے چیز کر دو ٹکڑے کر دیں گے۔ وہ کہتے کلمہ نہیں چھوڑنا۔ وہ ظالم آری چلا کر دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ ایک حصہ ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف گر جاتا تھا۔ آج ہے کوئی اس کا تصور کرنے والا۔ اور فرمایا کہ ایسے بھی تھے کہ ظالموں نے لوہے کی کنگھیاں بنائی ہوئی تھیں اور کہتے تھے کلمہ چھوڑ دو۔ تو ان میں سے جو کلمے پر پختہ رہتے ان کے چمڑے اور گوشت کو ان لوہے کی کنگھیوں سے نوچ لیتے، ہڈیاں رہ جاتیں اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتے مگر کلمہ نہیں چھوڑتے تھے۔

اسی طرح سورۃ البروج میں واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس وقت کے ظالم بادشاہ نے آگ کا بھٹہ تیار کیا۔ ظالم بادشاہ اور اس کے وزیروں، مشیروں نے کناروں پر کرسیاں لگا لیں اور چاروں طرف اللہ کی مخلوق کھڑی ہے۔ ایک ایک آدمی کو آگے کر کے کہتے کہ کلمہ چھوڑ دو ورنہ آگ میں ڈال دیں گے۔ وہ کلمہ نہیں چھوڑتے تھے۔ سب کے سامنے آگ میں ڈال دیئے جاتے اور وہ جل جاتے، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے کو مگر کوئی آدمی بھاگا نہیں۔

ایک عورت نے اپنا دودھ پیتا بچہ اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ان ظالموں نے بچہ چھین کر آگ میں پھینک دیا۔ ماں تھی، بے چاری کانپ اُٹھی اور کہا اس بچے کا کیا

قصور کلمہ تو میں نے پڑھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ اس دودھ پیتے بچے نے آواز دی۔ اے میری ماں! تو حق پر ہے ڈرنا نہیں یہ ظاہری طور پر آگ نظر آتی ہے حقیقت میں یہ جنت کا راستہ ہے۔ اُس عورت کو بھی اُنھوں نے اُٹھا کر آگ میں پھینک دیا۔

یہ چیزیں اس وقت ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتیں مگر وہ بڑے پختہ اور مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ ہمیں تو آج تھوڑی سی بھی تکلیف آجائے تو لوٹے بن جاتے ہیں یعنی لوٹے کی طرح پھر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ہم امتحان کے قابل ہی نہیں ہیں اس واسطے ہم پر زیادہ سختی نہیں آتی۔ اُن لوگوں پر سختیاں آئیں اور اُنھوں نے برداشت کیں، جان دے دی مگر ایمان نہیں چھوڑا۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی پیشکش:

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ہرقل روم کی فوجوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ کچھ اور ساتھی بھی گرفتار ہوئے۔ ایک ایک سے انٹرویو لے رہے تھے۔ ان کو ہرقل روم نے دیکھا کہ بڑا خوب صورت اور صحت مند نوجوان ہے۔ قدوقامت بھی خوب ہے اور بات بھی بڑے سلیقے سے کرتا ہے۔ ہرقل نے ان کو کہا برخوردار، عزیز! میں روم کا بادشاہ ہوں، ہرقل میرا نام ہے، قیصر میرا لقب ہے۔ میں تجھے پیشکش کرتا ہوں کہ اُزَوِّجُكَ اِبْنَتِيْ وَاُشْرِكُكَ فِيْ مُلْكِيْ "میں تجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دوں گا اور اپنے ملک میں تجھے بڑا عہدہ دے دوں گا، وزیر کہے یا وزیر خارجہ، جو بھی تو چاہے گا تَنَصَّرْتَ تو عیسائیت قبول کرلے۔"

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا دوبارہ کہو تم نے کیا کہا۔ اس نے پھر اپنی بات

دہرائی۔ فرمایا تم تو ایک ملک کے بادشاہ ہو صرف روم کے۔ خدا کی قسم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم ساری دنیا کے بادشاہ ہوتے بلا شرکت غیرے اور پھر تم ساری دنیا کا بادشاہ مجھے بنادیتے اور تاج میرے سر پر رکھ دیتے تو پھر بھی میرے دل میں ایمان چھوڑنے کا تصور بھی نہیں آسکتا۔

حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑتے لڑتے گرفتار ہو گئے۔ مسیلمہ کذاب نے ان سے انٹرویو لیا کہ تم ہمارے ساتھ کیوں لڑتے ہو۔ کہنے لگے اس واسطے کہ تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے اور تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مسیلمہ نے کہا کہ تو اس طرح کر کہ مجھے نبی مان لے میں تجھے چھوڑ دوں گا ورنہ اُقَطِّعُكَ اَرْبًا اَرْبًا "میں تیرا ایک ایک جوڑا الگ الگ کردوں گا۔"

حضرت حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا اَنْتَ وَذَاكَ جو تیرے دل میں آتا ہے کر میں نے اپنا کلمہ نہیں چھوڑنا۔ تو اس نے بازو کلائی سے کاٹا پھر کہنی سے کاٹا، پھر کندھوں سے کاٹا۔ ایک ایک عضو اس نے الگ کردیا مگر انھوں نے ایمان نہیں چھوڑا۔

خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کو کافروں نے سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا اور مکہ مکرمہ کی سرداری اس وقت اس کے پاس تھی۔ اس نے کہا برخوردار! میرے ساتھ سودا کرلے۔ وہ یہ کہ تو ایک لفظ کہہ دے تیری رہائی کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ لفظ یہ کہہ کہ (نعوذ باللہ) آج میری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سولی پر چڑھایا جاتا تو کیا اچھا ہوتا۔ قرآن پاک کی رو سے، حدیث پاک کی رو سے، فقہ اسلامی کی رُو سے مکرہ یعنی جس پر جبر کیا گیا ہو اس کو کلمۂ کفر کہنا جائز ہے۔ اُس وقت اگر وہ الفاظ جان بچانے کے لیے کہتے تو شرعاً ان کو اجازت تھی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چچا جی! تم

نے کیا کہا؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کفر کی حالت میں وہ الفاظ دہرائے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تو اتنا کہہ دے (نعوذ باللہ) کہ میری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لٹکایا جائے تو کیا اچھا ہو۔

فرمایا چچا جی! یہ لفظ تو بڑے وزنی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اپنی سولی کے بدلے اتنا بھی کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ معاف کرنا! مسلمان تو وہ تھے ہم تو صرف نام کے مسلمان ہیں، موروثی مسلمان ہیں، پیدائشی مسلمان ہیں۔ ہم نے تو اسلام کی کوئی خدمت ہی نہیں کی اور نہ ہی محنت کر کے اسلام حاصل کیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ اور ابھی تک تمھارے پاس نہیں آئیں مَّثَلُ الَّذِيۡنَ مثالیں ان لوگوں کی خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ جو تم سے پہلے گزرے ہیں مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ پہنچیں ان کو مالی پریشانیاں وَالضَّرَّآءُ اور بدنی پریشانیاں وَزُلۡزِلُوۡا اور ان پر ایسی زلزلے کی سی کیفیت طاری کر دی گئی کہ حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ یہاں تک کہ اس وقت کے جو رسول نے انھوں نے بھی فرمایا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور اُن لوگوں نے بھی کہا جو ایمان لا چکے تھے مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا اَلَاۤ خبردار! ثابت قدم رہنا ایمان نہ چھوڑنا اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ گو اُنھوں نے جانیں قربان کر دیں مگر اس سے لوگوں میں اچھے تاثرات قائم ہوئے۔ اسلام پھیلا ہے، حق پھیلا ہے سمٹا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں۔ حضرت عمرو ابن جموع رضی اللہ عنہ انصاری لنگڑے تھے۔ جب کھڑے ہوتے تو پھرکی کی طرح پھر جاتے تھے اور تھے بڑے مال دار۔ اُنھوں نے سوال کیا کہ حضرت! میرے پاس پیسے ہیں مجھے مصرف بتائیں کہ میں کہاں خرچ کروں؟

قُلْ تو کہہ دے مَآ اَنْفَقْتُمْ جو بھی تم خرچ کروگے مِّنْ خَیْرٍ مال فَلِلْوَالِدَیْنِ پس ماں باپ کے لیے۔ سب سے پہلے والدین کا حق ہے۔ لیکن یاد رکھنا! یہ زکوٰۃ کی بات نہیں ہورہی۔ اور نفلی صدقہ بندہ اپنے والدین کو بھی دے سکتا ہے وَالْاَقْرَبِیْنَ اور قریبی رشتہ داروں کی مالی امداد کرو وَالْیَتٰمٰی یتیموں کی امداد کرو وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں کی امداد کرو وَابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافروں کی امداد کرو۔ یہ مصرف ہیں جتنا دینا چاہو وہ تمھاری صوابدید پر موقوف ہے۔ کوئی حد بندی نہیں ہے کہ تم اتنے پیسے دو یا فلاں چیز دو۔

سید کو زکوٰۃ دینے کا حکم:

البتہ یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ والدین کو زکوٰۃ، فطرانہ، نذر ومنت، قسم کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، کسی قسم کی واجب چیز نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح دادے، دادی کو، پردادے کو، نانی، نانے کو، بیٹی کو، پوتے، پوتی کو، نواسے، نواسی کو، نیچے تک چلے جاؤ ان کو بھی زکوٰۃ نہیں لگتی۔

بعض لوگ بے تکی باتیں کرتے ہیں کہ اگر وہ بھوکے ہوں تو بندہ کیا کرے، زکوٰۃ نہ دے۔ خصوصاً جب سادات کا نمبر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ تم یہ کہتے ہو کہ سید کو زکوٰۃ نہیں دینی تو اگر سید بادشاہ بھوکا مرتا ہو تو پھر بندہ کیا کرے؟

گزارش ہے یہ ایک وہمی بات ہے کیوں کہ شریعت نے تم سے چالیس روپے میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ کا لیا ہے اور اُنتالیس روپے تمھارے پاس ہیں۔ تو سید بادشاہ کی اُن اُنتالیس میں سے امداد کرونا یا اس کو تم نے حرام ہی کھلانا ہے۔ ساری رقم تو شریعت نے تم سے لی نہیں، چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے۔ سو میں سے اڑھائی روپے لیے ہیں۔ دوسو میں سے پانچ روپے لیے ہیں۔ ایک ہزار میں سے پچیس روپے لیے ہیں تو ۹۷۵ تو تمھاری جیب میں ہیں ان میں سے سید بادشاہ کی خدمت کرونا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ زکوٰۃ وغیرہ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ "فرمایا یہ زکوٰۃ لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہے نہ میرے واسطے حلال ہے نہ میری آل کے واسطے۔" ہاں! اگر نفلی صدقہ دو تو اس کا تمھیں دوہرا ثواب ملے گا۔ ماں باپ کو دو ایک تو اس واسطے کہ غریب ہیں دوسرا اس واسطے کہ تمھارے ماں باپ ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اور عزیز رشتہ دار ہے، کمزور ہے اس کو دو تو ڈبل ثواب ملے گا۔ یعنی بیس نیکیاں ملیں گی۔ اس واسطے کہ تم صلہ رحمی کر رہے ہو۔ صدقے کا ثواب الگ اور صلہ رحمی کا الگ۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم کرو گے مال سے فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو بہ خوبی جانتا ہے۔

اس سے پہلے کافروں کے مظالم کا ذکر تھا آگے فرمایا تمھیں رب کی طرف سے حکم ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ تم پر فرض کیا گیا اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنا۔ مشرکوں کے ساتھ، کافروں کے ساتھ لڑنا تم پر فرض ہے۔ اور یہ فرض کفایہ بھی ہے اور فرض عین بھی ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ بھی ادا کر دیں تو دوسرے سب لوگ گناہ سے

بچ گئے۔ اور فرض عین کا مطلب ہے کہ ہر ایک پر لازم ہے جب تک وہ خود نہیں کرے گا جان نہیں چھوٹے گی۔ دوسرے ملک میں جا کر لڑنا یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ مجاہد کافروں کے ساتھ لڑتے ہیں تو دوسروں کی گردن فارغ ہے۔ اور اگر ملک پر حملہ ہو گیا تو پھر سب پر فرض ہے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔ خدانخواستہ پاکستان پر انڈیا حملہ کرتا ہے۔ اسرائیل کے ارادے ہیں پاکستان پر حملہ کرنے کے انڈیا کے ساتھ مل کر۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر پاکستان میں رہنے والے ہر مسلمان مرد عورت پر دفاع فرض ہے، فرض عین ہو گا

وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وہ تمہیں ناپسند ہے وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور وہی تمھارے لیے بہتر ہو وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا اور ممکن ہے کہ تم کسی شے کو پسند کرو وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور وہی تمھارے لیے بُری ہو۔ اور دیکھو! طبعی طور پر تو انسان جہاد سے گریز کرتا ہے کہ جان دینی، مارنا، زخمی ہونا، تکلیفیں اُٹھانا آسان بات تو نہیں ہے لیکن جہاد کی برکات بڑی ہیں۔

جہادِ افغانستان کی اہمیت :

دنیا میں دو ہی قوتیں سمجھی جاتی تھیں۔ ایک روس اور دوسری امریکہ۔ یہ دونوں بڑی ظالم اور طاغوتی قوتیں تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے روس کو ابابیلوں سے مروا دیا۔

ابتدائی دور میں صرف مدارس کے طالب علم تھے۔ ہمارے نصرۃ العلوم سے فارغ شدہ تقریباً تیس طالبان شہید ہوئے۔ میرا نواسہ عمران عدیل جس کی عمر ساڑھے سترہ سال تھی وہ خوست کے مقام پر شہید ہوا۔ میرا بیٹا شاہد ان محاذوں پر لڑتا رہا ہے۔

اب اس روس کی قوت منتشر ہو چکی ہے۔ ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ امریکہ کی طاقت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گی۔ ظالم آخر کب تک ظلم کریں گے؟ رب کی گرفت

بہت سخت ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اس واسطے جو رب نے فرمایا ہے وہی حق ہے اسی پر چلو، اس میں خیر اور اسی میں بھلائی ہے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ

عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

یَسْئَلُوْنَكَ سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والے مہینے کے بارے میں قِتَالٍ فِيْهِ کہ اس میں لڑنا کیسا ہے قُلْ کہہ دے قِتَالٌ فِيْهِ لڑائی اس مہینے میں كَبِيْرٌ بڑی ہے وَصَدٌّ اور روکنا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَكُفْرٌۢ بِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کا انکار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اور وہاں کے باشندوں کو نکالنا اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ یہ اس سے بھی بہت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وَالْفِتْنَةُ اور فتنہ

اَکْبَرُ بہت بڑا ہے مِنَ الْقَتْلِ قتل سے وَلَا یَزَالُوْنَ اور ہمیشہ رہیں گے وہ یُقَاتِلُوْنَکُمْ تمھارے ساتھ لڑتے حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ یہاں تک کہ وہ تمھیں لوٹا دیں عَنْ دِیْنِکُمْ تمھارے دین سے اِنِ اسْتَطَاعُوْا اگر وہ طاقت رکھیں وَمَنْ یَّرْتَدِدْ اور جو شخص پھر گیا مِنْکُمْ تم میں سے عَنْ دِیْنِهٖ اپنے دین سے فَیَمُتْ پھر مر گیا وَھُوَ کَافِرٌ اور وہ کفر پر مرا فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ ہیں حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ اکارت ہو گئے اعمال ان کے فِی الدُّنْیَا دنیا میں بھی وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ اور وہ ہیں دوزخ والے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کریں گے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا اور وہ جنھوں نے ہجرت کی وَ جٰھَدُوْا اور اُنھوں نے جہاد کیا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللهِ وہ اُمید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وَ اللهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حرمت کے مہینے میں لڑائی :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک علاقے کے بارے میں خبر ملی کہ وہاں کے کفار آس پاس کے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کے لیے بڑا تشدد کر رہے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور تقریباً چار سو کے لگ بھگ مجاہدین کا ایک دستہ ان کے ماتحت روانہ کیا کہ تم نے فلاں محاذ پر پہنچنا

ہے۔ وہاں پر جو مسلمان ہیں ان پر ظلم ہو رہا ہے تمھیں ان کا دفاع کرنا ہے۔ یہ جمادی الاخریٰ کا مہینہ تھا اور آخری تاریخیں تھیں اور اگلا مہینہ رجب کا تھا۔ رجب کے مہینے میں لڑائی منع ہوتی تھی اور یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چلی آرہی تھی۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم یہ تین مہینے اور چوتھا رجب تھا۔ ابتداء اسلام میں یہی مسئلہ تھا پھر جب سورہ توبہ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ تو اس بات پر دونوں گروہ متفق تھے کہ رجب میں لڑائی نہیں ہوگی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حالات کا جائزہ لیا۔ جب اس بات کا کافروں کو علم ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہوگئے کہ یہ کون ہوتے ہیں ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے والے اور ہم پر اپنا حکم نافذ کرنے والے تو انھوں نے لڑائی شروع کردی۔ مسلمان دستے نے بھی اپنا دفاع کیا۔ ابن حضرمی کافروں کا سردار تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس سے کفار کے جذبات اور زیادہ بھڑک اُٹھے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے اور تیسویں تاریخ ہے اس میں ہم لڑ رہے ہیں لیکن اتفاقاً وہ یکم رجب نکلی۔

تو کافروں کو اور تو کچھ نہ ملا اُنھوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ دیکھو! مسلمانوں نے رجب کے مہینہ میں لڑائی کی ہے۔ اور یہ پروپیگنڈہ انھوں نے اتنا کیا کہ لوگوں کے جذبات بہت بھڑکا دیئے۔ مسلمان بھی اپنی جگہ نادم ہوئے کہ ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ جمادی الآخر کا آخری دن ہے لیکن چاند اُنتیس کا نکلا تیس کا نہ ہوا۔ تو اس سلسلے میں اُنھوں نے حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضرت! اب ہماری کیا پوزیشن ہے کیا آپ پر ہماری کوئی گرفت تو نہ ہوگی؟

اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں یَسْئَلُوْنَكَ یہ تمھارے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ عزت والے مہینے میں لڑائی کا کیا حکم ہے؟ قُلْ آپ ان کو جواب دیں قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ کہ عزت والے مہینے میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھو کہ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنا، ایمان سے روکنا۔ یہ کافر مسلمانوں کو ایمان سے روکتے ہیں وَكُفْرٌ بِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا صریح انکار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا۔ کیوں کہ ان لوگوں نے مسجد حرام سے ذوالقعدہ کے مہینے میں روکا تھا حدیبیہ کے سلسلے میں وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اور حرم کے لوگوں کو، مکہ کے رہنے والوں کو مکہ مکرمہ سے نکال دینا اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی ہیں۔ وہ فی نفسہٖ بہت بڑی ہیں۔

اب یہ لوگ ان مہینوں میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکتے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کا انکار بھی کرتے ہیں۔ انھی مہینوں میں انھوں نے مہاجرین کو ہجرت پر مجبور کیا۔ یہ بھی تو سارے گناہ کے کام ہیں اور اگر یہ سارے کام ان مہینوں میں کر سکتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں۔ بے شک شہر حرام میں لڑائی بہت بڑی بات ہے لیکن اس کے مقابلے میں یہ کام ان سے کافی بڑے ہیں۔ تو ان کو اپنی آنکھوں کا شہتیر نظر نہیں آتا اور دوسروں کی آنکھ کا تنکا ان کو نظر آتا ہے۔ ان کو اپنی طرف بھی خیال کرنا چاہیے کہ انھی مہینوں میں ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، انھی مہینوں میں ہم نے عمرہ نہیں کرنے دیا۔ انھی مہینوں میں ہم نے لوگوں کو یہاں سے نکالا۔ یہ اپنا گناہ کیوں نہیں دیکھتے۔ اگر ان سے غلطی سے لڑائی ہوگئی ہے تو اس کو اتنا اُچھال رہے ہیں اور

خود جان بوجھ کر سب کچھ کرتے ہیں۔

شرک قتل سے بڑا گناہ :

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ خازن رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ فرماتے ہیں کہ فتنے سے مراد شرک ہے۔ شرک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور یہ ان مہینوں میں شرک بھی کرتے ہیں ان کو یہ نظر نہیں آتا؟ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں کہ جی رجب کے مہینے میں آدمی قتل کر دیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَبْصَرُ النَّاسِ لوگوں میں زیادہ آنکھوں والا (دیکھنے والا) وہ ہے جو اپنے عیبوں کو دیکھے اور لوگوں کے عیبوں سے آنکھیں بند کر لے اَبْصَرُ النَّاسِ مَنْ نَظَرَ عُيُوْبَهٗ وَغَمَضَ عُيُوْبَ غَيْرِهٖ "لوگوں میں سے زیادہ دیکھنے والا وہ آدمی ہے جو اپنے عیب دیکھے اور دوسروں کے عیبوں کی طرف نہ دیکھے۔" اور نادان احمق آدمی وہ ہے جو اپنے گناہ نہیں دیکھتا اور دوسرے کے گناہوں کی فہرست بنائے رکھتا ہے کہ فلاں میں یہ عیب ہے فلاں میں یہ عیب ہے۔

تو فرمایا وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ فتنہ قتل سے بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اس واسطے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور قتل کو حلال نہیں سمجھتا کیوں کہ اگر حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا اور کافر کا جہنم سے نکلنا محال ہے۔ جذبات میں آکر کیا تو اس کے لیے سزا خلود فی النار نہیں ہے کہ کبھی نہ کبھی نکل آئے گا۔ لیکن جس شخص نے شرک کیا ہے وہ دوزخ سے کبھی بھی نہیں نکلے گا۔ تو شرک کی سزا قتل سے کافی زیادہ ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ فتنے سے عام فتنے مراد ہیں، چاہے زبانی طور پر فتنے ہوں یا عملی طور پر ہوں۔ فتنہ بہت بُری چیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَّعَنَ اللهُ مَنْ اَيْقَظَهَا فتنہ سویا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جس نے فتنہ کو جگایا۔ فتنے کی بات کرنا، فتنے کا کام کرنا بہت سنگین جرم ہے لیکن بعض مزاج بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک وہ کوئی فتنہ کی بات نہ کریں اُن کو تسلی نہیں ہوتی وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ اور یہ جو کافر ہیں یہ ہمیشہ تمھارے ساتھ لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں اِنِ اسْتَطَاعُوْا اگر ان میں طاقت ہو۔

مرتد بارے بعض اہم مسائل :

آگے فرمایا کہ مرتد کا مسئلہ بھی سُن لو وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ اور جو تم میں سے مرتد ہو جائے۔ مسلمان ہونے کے بعد دین چھوڑ دے عَنْ دِيْنِهٖ اپنے دین سے پھر جائے فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ اور مرے اس حال میں کہ وہ کافر ہو فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ان لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی اکارت ہو گئے اور آخرت میں بھی۔ العیاذ باللہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو ساتھ ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے نکاح کو توڑنے کے لیے کسی جج یا قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے، نکاح خود بہ خود ٹوٹ گیا۔ پھر یہ جو مرتد ہوا ہے وراثت سے بھی محروم ہو گیا یعنی جس کا اس کو وارث بننا تھا اب نہیں بن سکے گا۔ اور اگر یہ اسی حالت میں مر گیا اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی جازت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کا جنازہ ہوگا۔ تو اس سے اندازہ لگائیں کہ کتنا نقصان ہوا۔

اسی طرح یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر یہودی یا عیسائی ہو گیا تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی جائز نہیں ہے۔ بہ خلاف اس کے جو پیدائشی یہودی یا عیسائی ہیں

اگر وہ قاعدے کے مطابق ذبح کریں تو ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر اصل عیسائی یا یہودی عورت ہے تو قاعدے اور شرائط کے مطابق اس کے ساتھ نکاح جائز ہے لیکن اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کرلے تو اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ مرتد ہونے کے بعد دنیا کے سارے احکام اس سے اُٹھ گئے ہیں اور آخرت کا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی تھیں سب ضائع ہوگئیں ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں اگر وہ مرتد سچے دل سے توبہ کرے تو اس نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی تھیں اُن کا ثواب اس کو نہیں ملے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ مسلمان تھا اس وقت اس نے حج کیا تھا پھر مرتد ہوگیا العیاذ باللہ وہ حج تو باطل ہوگیا۔ اب اس نے سچے دل سے توبہ کی اور اس کے بعد وہ مال دار ہوگیا تو اُسے نئے سرے سے حج کرنا پڑے گا۔

بعض کلماتِ کفر :

تو یاد رکھنا! اگر منہ سے کلمۂ کفر نکل گیا تو آدمی مرتد ہوجاتا ہے اور مرتد ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آدمی واضح طور پر کہے کہ میں عیسائی ہوگیا ہوں، یہودی ہوگیا ہوں یا میں سکھ بن گیا ہوں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ایک آدمی کسی کو کہتا ہے کہ آؤ بھائی نماز پڑھ لیں۔ جواب میں وہ آدمی کہتا ہے کہ نماز میں کیا پڑا ہے؟ اتنے الفاظ کہنے سے وہ کافر ہوگیا، مرتد ہوگیا۔ پہلی نیکیاں سب برباد، نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی کو کہا بھائی روزہ رکھ لیں۔ وہ کہے کہ روزہ میں کیا پڑا ہے؟ اتنے الفاظ کہنے سے وہ کافر اور مرتد ہوگیا پہلی نیکیاں سب برباد، نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی کو کہا کہ بھائی ڈاڑھی رکھ لو۔ اس نے کہا کہ ڈاڑھی میں کیا رکھا ہے؟ بڑے دیکھے ہیں ڈاڑھیوں والے، مرتد ہوگیا۔ یا یوں کہا کہ

آ بھائی! قرآن کا فیصلہ تسلیم کر لے۔ اور وہ کہے کہ قرآن وُران کیا ہوتا ہے۔ یہ الفاظ کہتے ہی وہ مرتد ہو گیا۔ اور یہ ایسے الفاظ ہیں جو لوگ روزانہ بکتے رہتے ہیں۔

اس واسطے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ ہر مہینے اپنا نکاح تازہ پڑھنا چاہیے تاکہ آگے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ توحرامی نہ ہو۔ ہر مہینے توبہ کر کے نئے سرے سے نکاح ہونا چاہیے۔ حضرت شامی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا دور نہیں ہے۔ اُن کی تاریخ وفات دیکھ لیں جو آج سے تقریباً دو، تین سو سال پہلے تھا۔ اب ہمارا زمانہ تو بہ توبہ کہاں نکل گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ایسی ایسی گالیاں نکالتے ہیں کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے کہ انھوں نے کہاں سے سنی ہیں۔ تو مرتد ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ اس کے سر پر سینگ لگ جائیں، اچھا بھلا آدمی ہوتا ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی بھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ یاد رکھنا! دوزخ کی زندگی اور جنت کی ہمیشہ کی زندگی آج ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کیوں کہ ہم نے محدود زمانہ دیکھا اور سنا ہے۔ سو سال، ہزار سال، پندرہ سو سال وغیرہ۔ وہاں ایسا نہیں ہے وہ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ اور کبھی بھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ جنتی کے واسطے خوشیاں ختم نہیں ہوں گی اور دوزخیوں کے لیے تکلیفیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔

تو ان مجاہدوں نے جہاد کیا تھا عبد اللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔ تو ان کو اس بات کی تسلی تو ہو گئی کہ ان مہینوں میں لڑائی بھی بری ہے اور یہ دوسری کارروائیاں بھی بری ہیں۔ مسجد حرام سے روکنا، اسلام سے روکنا۔ لیکن ہم نے جو لڑائی لڑی ہے اس کا ہمیں کوئی ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا وہم دور کیا کہ تمھیں اجر ملے گا۔

فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا اور وہ جنھوں نے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہجرت کی وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اُولٰٓئِكَ يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔ ان کو اجر ملے گا کیوں کہ انھوں نے دیدہ دانستہ نہیں کیا۔ غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ اُنھوں نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی الآخر کا تیسواں دن ہے مگر تھی یکم رجب۔ تو اُنھوں نے قصداً ایسا نہیں کیا ان کو رب تعالیٰ جہاد کا اجر وثواب عطا فرمائیں گے وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ جو غلطی نادانستہ ہوتی ہے رب تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اور دیدہ دانستہ بھی کرے اور رب تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کرے وہ بھی رب معاف کر دیتا ہے۔

تو فرمایا یہ تمھاری غلطی واقعتاً غلطی تھی لیکن تھی نادانستہ تمھیں اجر بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں بخشے گا بھی اور کافروں کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ ان مہینوں میں تمھارے کاموں سے بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ انھیں اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِؗ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَاؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَۙ (۲۱۹) فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰىؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۲۰) وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْاؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۲۲۱) ع ۲۷

يَسْـَٔلُوْنَكَ یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْخَمْرِ شراب کے بارے میں وَالْمَيْسِرِ اور جوئے کے بارے میں قُلْ کہہ دو فِيْهِمَاۤ ان دونوں میں اِثْمٌ كَبِيْرٌ گناہ ہے بہت بڑا وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور کچھ منافع بھی لوگوں کے لیے وَاِثْمُهُمَاۤ اور گناہ ان دونوں کا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا بہت بڑا ہے ان کے منافع سے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

اورسوال کرتے ہیں آپ سے مَاذَا يُنْفِقُوْنَ کیا کچھ وہ خرچ کریں
قُلِ کہہ دے الْعَفْوَ اپنی ضرورت سے بچا ہوا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنے احکام
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم غور وفکر کرسکو فِي الدُّنْيَا دنیا کے معاملات
میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت کے واسطے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور وہ لوگ آپ
سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْيَتٰمٰى یتیموں کے بارے میں قُلْ اِصْلَاحٌ
لَّهُمْ خَيْرٌ آپ کہہ دیں ان کی اصلاح بہت ہی بہتر ہے وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ
اگر تم ان سے مل کر رہنا چاہو فَاِخْوَانُكُمْ پس تمھارے بھائی ہیں
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے فسادی کو مِنَ الْمُصْلِحِ اصلاح
کرنے والے سے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَاَعْنَتَكُمْ
البتہ تمھیں مشقت میں مبتلا کر دیتا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ
غالب ہے حَكِيْمٌ حکمت والا ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ اور نہ
نکاح کرو تم شرک کرنے والی عورتوں سے حَتّٰى يُؤْمِنَّ یہاں تک کہ وہ
ایمان لے آئیں وَلَاَمَةٌ اور البتہ لونڈی مُّؤْمِنَةٌ مومن خَيْرٌ
بہتر ہے مِّنْ مُّشْرِكَةٍ شرک کرنے والی عورت سے وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ
اور اگرچہ وہ تمھیں پسند آئے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ اور نہ نکاح کرکے دو
اپنی بہنیں اور بیٹیاں مشرکوں کو حَتّٰى يُؤْمِنُوْا یہاں تک کہ وہ ایمان لے

آئیں وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَیۡرٌ بہتر ہے مِّنۡ مُّشۡرِكٍ مشرک سے وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ اور اگر چہ وہ مشرک تمھیں بھلا لگے یعنی اچھا لگے اُولٰٓئِكَ یَدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ یہ لوگ دعوت دیتے ہیں آگ کی طرف وَاللّٰهُ یَدۡعُوۡٓا اور اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے اِلَی الۡجَنَّةِ جنت کی طرف وَالۡمَغۡفِرَةِ اور بخشش کی طرف بِاِذۡنِهٖ اپنے حکم سے وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمۡ یَتَذَكَّرُوۡنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ مسائل کے بارے میں اشکالات پیش آئے۔ آپس میں بحث وگفتگو کرتے تھے۔ سب نے سوچا کہ آپس میں بحث وتمحیص کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی موجود ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں نہ معلوم کر لیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرمائیں اس پر عمل کریں۔

ایک مسئلہ یہ تھا کہ یہ جو شراب ہے یہ درست ہے یا نہیں۔ کیوں کہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور جوا بھی حرام نہیں ہوا تھا۔ تو بحث یہ ہوئی کہ یہ بُری چیزیں ہیں یا اچھی۔ آیا ان کی اشاعت وترویج کرنی چاہیے یا ان کو بند کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَسۡـَٔلُوۡنَكَ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الۡخَمۡرِ شراب کے بارے میں وَالۡمَیۡسِرِ اور جوئے کے بارے میں قُلۡ آپ ان کو کہہ دیں فِیۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِیۡرٌ ان دونوں میں گناہ ہے بہت بڑا وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور تھوڑے سے فائدے بھی ہیں لوگوں کے لیے۔ فائدے یہ ہیں کہ مثال کے طور پر شراب پینے کے بعد انسان کو خوشی

محسوس ہوتی ہے اور بعض بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ اور جوئے میں فائدہ یہ ہے کہ بغیر محنت اور مشقت کے پیسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ تو اگر اس پہلو کو دیکھو تو شراب کا کچھ نفع بھی نظر آتا ہے لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن ابھی تک حرام نہیں ہوئے تھے۔ یہ اُن کی حرمت کا الارم اور تمہید تھی۔

اس کا دوسرا حکم پانچویں پارے میں ہے۔ پھر ساتویں پارے میں حکم ہے جس سے شراب اور جوئے کو بالکل حرام فرما دیا۔

شراب کے فوائد و نقصانات :

شیخ الرئیس ابن سینا جو یونانی حکماء کا بابا ہے اُس نے کتاب لکھی ہے جو قانون طب کی مستند کتاب ہے۔ اس میں اس نے چیزوں کے فوائد بیان کیے ہیں۔ مثلاً: یہ جو چنے ہم کھاتے ہیں ان کا فائدہ اس نے قانونچے میں بتایا ہے کہ وہ غذائیں جو پھیپھڑوں کو طاقت پہنچاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ طاقت پہنچانے والی چیز چنے ہیں يُغْزِى الِلْيَعَةَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ "تمام غذاؤں میں سے پھیپھڑوں کو زیادہ قوت پہنچانے والی چیز چنے ہیں۔" اسی طرح دودھ کے فائدے بیان کیے ہیں سَرِيْعُ الْاِسْتِحَالَةِ اِلَى الْخَلْطِ الْعَالِيْ "انسان کے بدن میں خلطیں ہوتی ہیں خون کی، صفراء کی، سودا کی، اسی طرح بلغم کی ہے تو دودھ کی خاصیت ہے کہ جو خلط غالب ہو یہ فوراً اس میں چلا جاتا ہے۔" کہ بلغمی مزاج ہے تو فوراً بلغم بن جائے گا اور اگر دموی مزاج ہے تو وہ فوراً خون بن جائے گا اور اگر صفراوی مزاج ہے تو دودھ فوراً صفراء بن جائے گا اور اگر سوداوی مزاج ہے تو دودھ فوراً سودا بن جائے گا۔ اس نے ہر ہر چیز پر باقاعدہ بحث کی

ہے۔

تو وہ شراب کے بارے میں پہلے اس کے فائدے بیان کرتا ہے۔ مثلاً: اس نے شراب کے پچاس فائدے بیان کیے ہیں۔ ان کو پڑھ کر انسان کہتا ہے کہ بڑی مفید چیز ہے۔ پھر آگے اس کے نقصانات بیان کرتا ہے۔ تو ایک سو پچاس (150)۔ تو یوں سمجھو کہ چوتھا حصہ نفع ہے اور تین حصے نقصان ہے۔ تو وہ کون نادان ہے کہ ایک نفع حاصل کرنے کے لیے تین نقصان برداشت کرے۔

اسی طرح جوئے میں دوسرے کے خون کو چوسنے سے لڑائی تک نوبت آجاتی ہے۔ اور یہاں تک کہ جوئے باز عورت تک ہار جاتے ہیں۔ پھر وہ عورتیں کئی کئی دن تک دوسروں کے پاس رہتی ہیں۔ تو کتنی بڑی خرابی ہے۔

تو ان آیات میں خطرے کا الارم تھا پھر ساتویں پارے میں حکم ہے اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ [المائدہ:۹۰] ہجرت کے تیسرے سال ان سب چیزوں سے منع کر دیا گیا۔ اور مسئلہ قرآن پاک میں مال کے خرچ کرنے کا بھی ہے اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ کیا خرچ کریں، پیسے دیں یا جنس دیں یا کپڑے دیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یا کون سا مال خرچ کریں؟

انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم:

وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ اور یہ تم سے سوال کرتے ہیں مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ وہ کیا خرچ کریں۔ قُلِ کہہ دے الۡعَفۡوَ جو چیز تمہاری ضرورت سے زائد ہے اس میں سے خرچ کرو۔ ضرورت کی چیز مثلاً: تمہارے بھی حق ہیں، تمہارے والدین کے بھی حقوق ہیں،

اولاد کے بھی حقوق ہیں۔ سب کچھ ضرورت مندوں کو دے کر خود مشقت میں پڑنا یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک غریب آدمی آیا۔ پھٹے پرانے کپڑے خستہ حالت۔ اس نے کہا میں بڑا محتاج ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھیوں کو توجہ دلائی کہ اس کی امداد کرو۔ ایک آدمی کے پاس سونے کا ٹکڑا تھا اس نے وہ چندے میں اسے دے دیا۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو ایک اور سائل آ گیا اور اس کو علم نہ تھا کہ مجھ سے پہلے بھی کسی نے سوال کیا ہے۔ اس حاجت مند نے بھی سوال کر دیا کہ حضرت میں بہت محتاج ہوں، مانگنا نہیں چاہیے مگر میں مجبور ہوں۔ تو پہلا شخص جس کو سونے کا ٹکڑا ملا تھا وہ اُس نے اِس کو دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر دور پھینک دیا۔ فرمایا تیرے واسطے تو ہم نے مانگا ہے اور تو اب آگے سخی بنتا ہے۔ پہلے اپنی ضرورت پوری کر اس کے بعد اوروں کو دو۔ تو جب اپنی ضرورتیں پوری نہ ہوں تو ایسی حالت میں صدقہ خیرات کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ اس کے بچے کھائیں گے، بیوی کھائے گی یہ بھی صدقے کے حکم میں ہے۔ اور اس کو صدقے کا ثواب ہے۔

یتیموں کے متعلق بعض احکام :

تو فرمایا خرچ وہ چیز کرو اَلْعَفْوَ جو تمھاری ضرورت سے بچی ہوئی ہے کَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے تمھارے واسطے اپنے احکام لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تا کہ تم غور وفکر کرو فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا کے معاملات میں بھی اور آخرت کے معاملات میں بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ایسی راہنمائی فرمائی ہے کہ تمھاری دنیا بھی اور آخرت بھی سنور جائے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر

کسی کا چچا، تایا فوت ہو جائے اور اس کی اولاد نابالغ ہے تو اب یہ چچا زاد بھائی ہیں شریعت نے ان کو پابند کیا ہے کہ ان کے چچیرے بھائیوں کی نگرانی تم نے کرنی ہے۔ یا بھائی فوت ہو گیا اس کے بچے ہیں۔ ایسے سلسلے میں اُن کے پاس بعض دفعہ تھوڑا بہت مال بھی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا کہ تمھارے گھر میں جو عزیز رشتہ دار یتیم ہیں ان کے مال میں سے ان کی روٹی سالن علیحدہ پکاؤ اور اپنا کھانا الگ تیار کرو۔

عورتوں کو اس سلسلے میں خاصا اشکال تھا، پریشانی تھی۔ کیوں کہ ایک گھر میں ایک دو دن نہیں مسلسل ان کا آٹا گوندھنا، روٹی علیحدہ پکانی اور اپنا الگ گوندھنا۔ ان کی ہانڈی الگ تیار کرنی اور اپنی الگ تیار کرنی۔ یہ خاصا مسئلہ ہے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر گھر میں بچے ہیں ان کو بھی اس بات کی تمیز نہیں ہوتی کہ یہ روٹی کس کی ہے اور یہ سالن کس کا ہے؟ عورتیں باوجود اس کے کہ یتیموں کا سالن روٹی سنبھال کے رکھتی تھیں، پھر بھی اپنے بچے ان کی روٹیاں کھا جاتے تھے۔ پھر انسان کبھی زیادہ کھا جاتا ہے کبھی کم، کبھی طبیعت صحیح ہوتی ہے کبھی خراب۔ تو جب تھوڑا کھاتے باقی ضائع ہو جاتا۔ تو اس سلسلے میں اُنھوں نے سوال کیا کہ حضرت کپڑوں کا مسئلہ تو آسان ہے وہ کبھی دو ماہ کے بعد بنانے پڑتے ہیں کبھی چھ ماہ کے بعد۔ اور تعلیم کا مسئلہ بھی آسان ہے کہ ہم ان کی کتابوں اور کاپیوں کا حساب الگ کر سکتے ہیں مگر حضرت یہ جو کھانے کا مسئلہ ہے اس کا الگ پکانا۔ عورتیں کہتی ہیں کہ یہ خاصا مشکل ہے کہ اپنا آٹا الگ رکھو، ان کا الگ رکھو۔ اپنا نمک مرچ الگ رکھو ان کا الگ رکھو، اپنا گھی الگ رکھو ان کا الگ رکھو۔ پھر اگر ان کی کوئی چیز بچ جائے تو اس کو محفوظ رکھو۔

تو فرمایا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى یہ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے

ہیں کہ حضرت ان کا کھانا الگ تیار کرنا عورتیں کہتی ہیں کہ یہ خاصا مشکل ہے قُلْ کہہ دے اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ان یتیموں کی خیر خواہی بہت بہتر ہے کہ ان کی کوئی چیز ضائع نہ ہو وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ اور اگر تم کھانے پینے میں ان کو ساتھ ملا لو فَاِخْوَانُكُمْ پس وہ تمھارے بھائی ہیں۔ یعنی اب تمھیں اجازت ہے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر یتیم بچہ آٹھ سال کا ہے۔ تو اس کے آٹے میں سے جتنا تم اپنے آٹھ سال کے بچے کے واسطے آٹا استعمال کرتے ہو اور اس عمر کے بچے کے واسطے جتنا سالن کا خرچہ کرتے ہو اس یتیم کے مال میں سے اتنا خرچہ لے لو۔ پھر اس میں جو کمی بیشی ہو گی وہ تمھیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ نیت بری نہ ہو کیوں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" نیت تمھاری مالِ یتیم کو کھانے کی نہ ہو۔

تو جب یہ حکم آ گیا تو عورتیں بڑی خوش ہوئیں کہ ہمارا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ کیوں کہ پہلے خاصی دقّت تھی۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو بھی یاد رکھیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اللہ تعالیٰ تم میں سے فساد کرنے والے کو اور اصلاح کرنے والے کو بہ خوبی جانتا ہے۔ کہ تم حیلے بہانے سے یتیم کا مال کھانا چاہتے ہو یا اس کے مال کی اصلاح کرتے ہو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ صرف یتیم کو سامنے نہ رکھو بلکہ رب تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھو، عالم الغیب سمجھو اور عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سمجھو۔ اس طرح نہ کرنا کہ اب تمھیں شرکت کی اجازت مل گئی ہے تو پاؤ آٹا اپنا ڈال لیا اور کلو ان کا ملا لیا۔ اسی طرح اپنی سبزی برائے نام لے آئے اور باقی اس کا مال کھا گئے۔ ایک چمچ اپنا گھی ڈالا اور اس کے گھی میں سے ایک چھٹانک ڈال لیا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَاَعْنَتَكُمْ البتہ تمھیں مشقت میں ڈال دیتا۔ وہ اس طرح کہ پہلا حکم ہی برقرار رہتا

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

اور مسئلہ۔ وَلَا تَنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکٰتِ اور نہ نکاح کرو تم شرک کرنے والی عورتوں سے حَتّٰی یُؤۡمِنَّ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ چھٹے پارے میں یہود و نصاریٰ کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی ہے ان شرائط کے ساتھ کہ جن کا لحاظ ضروری ہے، لیکن پسندیدہ نہیں ہے۔

نکاح کے چند اصول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا عورت میں چار خوبیوں کو دیکھا جاتا ہے لِحُسۡنِھَا اس کا حسن و جمال بھی دیکھو کوئی حرج نہیں ہے وَلِحَسَبِھَا اس کے خاندان کو بھی دیکھو وَلِمَالِھَا مال بھی دیکھو کوئی حرج نہیں وَلِدِیۡنِھَا اور دین کو بھی ملحوظ رکھو فَاظۡفَرۡ بِذَاتِ الدِّیۡنِ لیکن ساری شقوں سے زیادہ دین کو ترجیح دو۔ کیوں کہ دین دار ہوگی تو اولاد پر بڑا گہرا اثر ہوگا۔ ہم نے بہت ساری ایسی صورتیں دیکھی ہیں کہ مائیں بے دین ہیں تو اولاد بھی بے دین ہے۔ مائیں نیک ہیں تو اولاد بھی نیک ہے کیوں کہ اولاد پر زیادہ اثر ماں کا ہوتا ہے۔ ماں پہلا مدرسہ ہے بچوں کے لیے۔

تو فرمایا مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں وَلَاَمَۃٌ مُّؤۡمِنَۃٌ اور البتہ لونڈی مومنہ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکَۃٍ بہتر ہے مشرک عورت سے وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡکُمۡ اگرچہ مشرک عورت جو آزاد ہے تمھیں بڑی اچھی لگے۔ اس زمانے میں غلاموں کو اس طرح حقیر سمجھتے تھے جس طرح آج کل لوگ کمّی کو سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ ظاہر بات ہے کہ اونچے خاندان کا آدمی کسی کمّی کی لڑکی سے حتی الوسع نکاح کرنے کے لیے

تیار نہیں ہوتا۔ اور فرمایا وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ اور اپنی بیٹیاں اور بہنیں تم نکاح کر کے نہ دو مشرکوں کو حَتّٰى يُؤْمِنُوْا حتی کہ وہ ایمان لے آئیں۔ لیکن آج تو بڑا فتنے کا دور ہے کئی باطل فرقے ہیں۔ مثلاً: قادیانی ہیں، منکرینِ حدیث ہیں، رافضی ہیں، بہائی ہیں، ذکری ہیں، شرک میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں۔ ان چیزوں کو سوچنے والے کے رشتے میں بڑا فرق ہے۔ مگر آج تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ لڑکا خوب صورت ہو، تعلیم یافتہ ہو، بزنس مین ہو، کار، کوٹھی، بنگلا ہو اور ہو بھی اس کا اپنا۔ اور اُلٹی مانگ نکلی ہوئی ہو بس! بچی کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں۔ اس کی فکر نہیں کہ اس کا ایمان رہے گا یا نہ رہے گا۔ یاد رکھو! رشتہ کرتے وقت سب سے پہلے یہ دیکھو کہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہے یا نہیں۔ اس کی وجہ سے ہماری بچی کا ایمان بھی رہے گا یا نہیں رہے گا۔ آخرت بنے گی یا خراب ہو گی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی لڑکی جوان ہوگئی، عزیز رشتہ داروں نے ایک لڑکا تلاش کیا خوب صورت، تعلیم یافتہ، اچھے گھر کا اور آ کر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ہم نے تمھاری بچی کے لیے رشتہ تلاش کیا ہے اور وہ فلاں آدمی ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وہاں رشتہ نہیں کرنا۔ انھوں نے کہا حضرت! لڑکے میں کوئی عیب ہے۔ فرمایا نہیں۔ کیا بے دین ہے؟ فرمایا نہیں۔ مال نہیں؟ فرمایا وہ بھی ہے، گھر بھی ہے، سب ضرورتیں پوری ہیں مگر ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں۔ تو میری بچی کو ساس اور خسر کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا جس سے جنت ہاتھ سے نکل جائے گی۔

آج تو عورتیں کام کے بارے میں کہتی ہیں کہ ہم پر مصیبت پڑ گئی ہے۔ بس ہمیں تم ٹرے میں کھانا رکھ کر دو ہم کھالیں گی۔ یاد رکھو! یہ جو گھر کے کام ہیں عورتوں کے لیے یہ

جنت ہیں۔ غرضیکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے انھیں بچی نہ دی۔ آج ہمارا دور ہے۔ ہم نے کہنا ہے کہ بچی نے چولھے کے پاس نہیں بیٹھنا۔ اس نے روٹی نہیں پکانی، کپڑے نہیں دھونے، جھاڑو نہیں پھیرنی۔ فلاں فلاں کام نہیں کرے گی، برتن صاف نہیں کرے گی وغیرہ۔ ہاں کپڑوں پر استری پھیر دے گی۔

فرمایا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ بہتر ہے مشرک سے وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اگرچہ وہ مشرک تمھیں شکل وصورت کے اعتبار سے، مال کے لحاظ سے، تعلیم کے لحاظ سے بہت اچھا لگے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ یہ لوگ جو شرک کرنے والے ہیں تمھیں آگ یعنی دوزخ کی دعوت دیتے ہیں وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ اور اللہ تعالیٰ تمھیں جنت کی دعوت دیتا ہے وَالْمَغْفِرَةِ اور بخشش کی۔

محمد علی جناح (مرحوم) نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا جس کا نام رتن بائی تھا۔ وہ پارسی مذہب سے تھی۔ اور خسر کا نام تھا ڈنشا پٹیٹ۔ بعد میں انھوں نے کوشش کی اور وہ کامیاب ہو گئے کہ بیوی مسلمان ہو گئی لیکن ان کی لڑکی پارسی عقیدے پر ہے اور بمبئی میں مقیم تھی، آج کل وہ امریکہ میں ہے۔ معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مر گئی ہے، باپ نے پورا زور لگایا لیکن وہ ایمان نہ لائی کیوں کہ ماں کے ابتدائی دور کا اس پر اثر تھا۔ اسی طرح ڈاکٹر عبدالستار جس کو ڈاکٹر خان کہتے ہیں عبدالغفار خان کا بھائی۔ اس نے انگریز عورت (میم) کے ساتھ نکاح کیا تھا، باوجود اس کے کہ اس کو سب نے منع کیا کہ تیری پہلی بیوی موجود ہے، اگر دوسری بیوی کرنا چاہتا ہے تو تجھے یہاں رشتے مل سکتے ہیں کیوں کہ تیرا خاندان اونچا ہے۔ لیکن اس پر عشق کا بھوت سوار تھا۔ نکاح کے بعد اس میم سے لڑکی پیدا

ہوئی۔ اُس لڑکی نے پھر سکھ کے ساتھ نکاح کیا۔ نہ اُس کو ولی خان روک سکا، نہ عبدالغنی اور نہ عبدالغفار خان روک سکا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مشرکوں کے ساتھ نکاح کرو گے تو وہ تمھیں دوزخ کی دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں جنت کی طرف دعوت دیتا ہے وَالْمَغْفِرَةِ اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے بِاِذْنِهٖ اپنے حکم سے وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت حاصل کرنے والوں میں سے بنائے۔ اپنی اور اپنی اولاد کی نگرانی کی توفیق فرمائے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۖ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الْمَحِيْضِ حیض کے بارے میں قُلْ کہہ دے هُوَ اَذًى وہ ایک گندی چیز ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ پس الگ رہو عورتوں سے فِي الْمَحِيْضِ حیض کے دنوں میں وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ اور تم ان کے قریب مت جاؤ ہم بستری کے لیے حَتّٰى يَطْهُرْنَ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں فَاِذَا تَطَهَّرْنَ پس جس وقت وہ پاک ہو جائیں فَاْتُوْهُنَّ پھر تم ان کے پاس جاؤ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ جس جگہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اجازت دی ہے اِنَّ

اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے وَیُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ اور محبت رکھتا ہے پاک باز لوگوں سے نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ تمھاری بیویاں تمھاری کھیتی ہیں فَاۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ پس جاؤ تم اپنی اپنی کھیتی میں اَنّٰی شِئۡتُمۡ جس طرح تم چاہو وَقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِکُمۡ اور آگے بھیجو اپنی جانوں کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاعۡلَمُوۡۤا اور تم جان لو اَنَّکُمۡ مُّلٰقُوۡہُ بے شک تم اللہ کو ملنے والے ہو وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اور خوش خبری سنا دے تو مومنوں کو وَلَا تَجۡعَلُوا اللّٰہَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کو عُرۡضَۃً نشانہ لِّاَیۡمَانِکُمۡ اپنی قسموں کا اَنۡ تَبَرُّوۡا یہ کہ تم نیکی نہیں کرو گے وَتَتَّقُوۡا اور تم پرہیز گاری نہیں کرو گے وَتُصۡلِحُوۡا بَیۡنَ النَّاسِ اور یہ کہ تم صلح نہیں کرو گے لوگوں کے درمیان وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ نہیں مواخذہ کرے گا اللہ تعالیٰ تمھارا بِاللَّغۡوِ فِیۡۤ اَیۡمَانِکُمۡ تمھاری لغو قسم کی قسموں میں وَلٰکِنۡ یُّؤَاخِذُکُمۡ اور لیکن تمھارا مواخذہ کرے گا بِمَا کَسَبَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ ان قسموں میں جو تمھارے دلوں نے پورے ارادے کے ساتھ اُٹھائی ہیں وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، تحمل کرنے والا ہے۔

پہلے رکوع میں اس بات کا ذکر ہوا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض مسائل میں اشکالات پیش آئے۔ ان میں سے ایک شراب اور جوئے کے بارے میں تھا جس کا

16

جلد-2

جواب ان کو ملا۔ ایک یہ تھا کہ ہم کون سی چیز رب تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں؟ اس کا جواب ملا۔ پھر یتیموں کے بارے میں سوال کیا کہ ہم یتیموں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں؟ اس کا جواب ملا۔ اسی طرح یہ سوال بھی پیش آیا۔

6/6

ماہواری کے بعض احکام :

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی افزائش کے لیے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی۔ عورتوں کی وضع قطع اور ساخت جدا ہے اور مردوں کی جدا ہے۔ وہ بچے جو عورتوں کے پیٹ میں ہوتے ہیں ان کی خوراک کا انتظام اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر کر دیا۔ جس وقت بچی جوان ہوتی ہے اور ماہواری شروع ہو جاتی ہے اور ہر مہینے ماہواری آتی ہے۔ جب شادی ہوتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے تو یہ ماہواری والا خون اس بچے کی خوراک بن جاتا ہے۔ اس خون سے بچہ پھلتا پھولتا ہے۔ جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تقریباً نو ماہ تک عورت کو حیض نہیں آتا۔ اس واسطے کہ وہ زائد خون جو نکلتا تھا وہ بچے کی خوراک بن گیا۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ اسی خون کو بچے کی خوراک کے لیے دودھ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ مدتِ رضاعت میں بہت کم عورتوں کو ایام ماہواری آتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ ہے وہ گندہ خون مگر رب تعالیٰ نے پیٹ میں بچے کی کوراک بنائی ہے۔ اور پیدا ہونے کے بعد بھی کم وبیش دو سال تک وہ اس کی خوراک ہے۔ اور یہ خون اگر اپنے وقت پر آتا رہے تو عورتیں صحت مند رہتی ہیں کیوں کہ قدرت نے ان کی صحت اس میں رکھی ہے۔ اگر اس میں گڑبڑ ہو جائے تو رحم کا نظام بگڑ جاتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں یہود کے ہاں رواج تھا جب کسی عورت کو ماہواری شروع ہو جاتی تو اس کو الگ کمرے میں بند کر دیتے۔ نہ اس کے ہاتھ سے روٹی پکڑتے نہ پانی نہ

اس سے کپڑے دھلواتے، نہ اس کو جھاڑو پھیرنے دیتے، نہ اس کے سامنے آتے، نہ اس کو کسی کے سامنے آنے دیتے۔ اس طرح کہ جیسے کوئی نکمی چیز ہوتی ہے اس کو اس طرح بناتے دیتے۔ حالانکہ ہے تو وہ بھی انسان اور یہ تو اس کے اختیار میں نہیں ہے یہ تو رب نے نظام بنایا ہے۔ اور جو عرب کے مشرک تھے وہ ان دنوں میں بھی ہم بستری سے باز نہیں آتے تھے۔ حالانکہ ماہواری کے دوران ہم بستری مرد کے لیے اور عورت کے لیے بھی بہت ساری بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔ مثلاً: آتشک، سوزاک وغیرہ وغیرہ۔ اور عورتوں کے رحم میں کمزوری ہو جاتی ہے اور بچے سوکھنے شروع ہو جاتے ہیں جس کو سُوکھا مسان کہتے ہیں اور پرچھاواں بھی اس کی ایک قسم ہے۔

رب تعالیٰ نے جو نظام بنایا ہے اس میں اگر تھوڑا سا بھی تغیر ہو جائے تو نظام نہیں چلتا۔ تو ان دنوں میں عورت کے پاس جانا عورت اور مرد دونوں کی صحت کے لیے سخت مُضر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شروع شروع میں تو شرماتے رہے کہ یہ باتیں ہم کیسے پوچھیں۔ لیکن پھر مجبوراً ان کو پوچھنا پڑیں کہ حضرت! ہم دیکھتے ہیں کہ یہود کے گھروں میں جب کوئی عورت ایامِ ماہواری میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کو ہر طرح سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ اور مشرکین کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان دنوں میں بھی ہم بستری سے باز نہیں آتے۔ حضرت! ارشاد فرمائیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟

تو فرمایا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ اُنھوں نے حیض کے بارے میں تم سے سوال کیا ہے قُلْ کہہ دو هُوَ اَذًى وہ گندہ خون ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ عورتوں سے ہم بستری کے سلسلہ میں الگ رہو وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ ان دنوں

میں ہم بستری کے لیے ان کے قریب نہ جاؤ حَتّٰی یَطْھُرْنَ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں فَاِذَا تَطَھَّرْنَ پس جس وقت وہ پاک ہو جائیں فَاْتُوْھُنَّ پس ان کے پاس جاؤ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ جہاں سے تمھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی چیز پر پابندی نہیں ہے۔ مثلاً: وہ عورت روٹی بھی پکا سکتی ہے اور اس کو تم کھا سکتے ہو اور پانی بھی دے سکتی ہے جسے تم پی سکتے ہو۔ کپڑے بھی دھو سکتی ہے، گھر میں پھر سکتی ہے، میاں بیوی اکٹھے لیٹ سکتے ہیں صرف ہم بستری جائز نہیں ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ مجھے یہ مصلیٰ پکڑا دو میں نے نماز پڑھنی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت میں ایامِ ماہواری میں مبتلا ہوں۔ تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ماہواری تیرے ہاتھ کے ساتھ تو نہیں ہے۔ ہاتھ سے پکڑا سکتی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اور مسجد کی دیوار اور اس حجرے کی دیوار جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں، مشترکہ تھی اور اس میں کھڑکی لگی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے میرا سر دھو دیں میں کہتی کہ میں ایامِ ماہواری میں ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ تو نے میرا سر ہاتھوں کے ساتھ دھونا ہے۔

فقہاء کی فضیلت :

ایک مسئلہ پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ ایک عورت تھی جو بغداد میں مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھی۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ مردہ مرد کو مرد غسل دے اور مردہ عورت کو عورت غسل دے۔ اگر کوئی اُجرت لے کر غسل دے تو اس کی بھی فقہائے کرام نے اجازت دی ہے۔ لیکن اگر بغیر اُجرت کے کوئی غسل دے تو اس کا بڑا ثواب ہے۔

صرف دو حدیثیں میرے پیشِ نظر ہیں۔ (حالانکہ مجھے پڑھاتے ہوئے ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔) گناہِ کبیرہ معاف نہیں ہوتے جو رب تعالیٰ کے حق ہیں سوائے دو چیزوں کے۔ایک یہ کہ جو شخص مسلمان مردے کو ثواب سمجھ کر غسل دے تو اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ دوسرا اصلوٰۃ التسبیح کے ساتھ کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس کے سوا اور کوئی روایت میرے سامنے نہیں ہے کہ اور کسی نیکی سے کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں۔ فرض نماز سے بھی معاف نہیں ہوتے، روزوں سے بھی معاف نہیں ہوتے، حج سے بھی معاف نہیں ہوتے، عمرے سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ ہاں توبہ سے معاف ہوں گے یا حق ادا کرنے سے معاف ہوں گے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ ایک عورت آئی جو مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھی۔ اس کو ایام ماہواری شروع ہو گئے۔ محدثین کا ایک گروہ تھا وہ احادیث کا تکرار کر رہے تھے اور بڑے بڑے چوٹی کے محدث تھے۔ یہ عورت ان کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ شرع میں کوئی شرم نہیں ہے میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ وہ یہ کہ میں مُردہ کو حیض کی حالت میں غسل دے سکتی ہوں یا نہیں۔ وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ اس پر صریح روایت تو ہے نہیں۔

دیکھو! یہ جو بعض نادان لوگ یہ رٹ لگاتے ہیں کہ ساری تصریح قرآن پاک میں ہے اور ہر چیز کی تصریح حدیث میں موجود ہے۔ یہ کہنے والے بالکل نادان ہیں۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اصول قرآن میں ہیں اور اصول حدیث میں ہیں۔ باقی ساری جزئیات اور فروع یعنی تمام مسائل نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں۔ ان کی روشنی میں وہ مسائل فقہ اسلامی سے سمجھے جائیں گے۔ تو وہ بڑے چوٹی کے محدث تھے۔ یحییٰ ابن

معین، امام بخاری کے استاد ہیں اور بڑے چوٹی کے محدث تھے مگر سوچنے لگ گئے کہ کیا جواب دیں، اچانک امام اسلم جو بڑے چوٹی کے فقیہ تھے سامنے نظر آ گئے۔ تو ان محدثین نے کہا کہ یہ مسئلہ اس آدمی سے پوچھ۔ تو اُس عورت نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ توحیض کی حالت میں مردہ عورت کو غسل دے سکتی ہے۔ محدثین نے کہا کہ اس پر تمھارے پاس کیا دلیل ہے؟ فرمایا دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ایام میں ہوتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھوتی تھیں۔ پھر محدثین نے اس کی سندیں بیان کرنا شروع کیں۔ تو عورت نے کہا کہ اب سندیں بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ تو عورت اس حالت میں سارے کام کر سکتی ہے۔ البتہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اور قرآن شریف زبانی بھی نہیں پڑھ سکتی۔ ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ کہ حیض والی عورت اور جنبی آدمی قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ اسی طرح کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کر سکتے۔ روزہ نہیں رکھ سکتی، نماز نہیں پڑھ سکتی۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اور محبت کرتا ہے پاک باز لوگوں سے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ تمھاری منکوحہ تمھاری کھیتی ہیں فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ پس جاؤ تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ اور آگے بھیجو اپنی جانوں کے لیے یعنی صرف لذت ہی مقصد نہ ہو بلکہ یہ نیت رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں کوئی نیک اولاد دے کہ وہ دین کی خادم بنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ "ایسے خاندان کی

عورتوں سے نکاح کرو جن کے ہاں بچے زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور محبت کرنے والیاں ہوں کیوں کہ قیامت والے دن میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا کہ میری امت زیادہ ہے۔"

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم کہ اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ بے شک تم اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہو۔ آنکھ بند ہونے کے بعد تمھارے رب تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی ہے جو کرو گے سو بھرو گے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہمارے حکموں کو جو مانتے ہیں ان کو خوش خبری سنادو کہ رب تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

قسم کے احکام :

آگے اور مسئلہ ہے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو قسم اُٹھاتے تھے مثلاً: کسی سے ناراض ہوئے تو قسم اُٹھالی کہ اللہ کی قسم میں فلاں سے نہیں بولوں گا، میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا، میں اُس سے کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس طرح کی قسمیں لوگ اس وقت بھی اُٹھاتے تھے اور آج کل بھی اُٹھاتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کی ذات کو عُرْضَةً حیلہ بہانہ لِّاَيْمَانِكُمْ اپنی قسموں کا۔ وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کے نام کی قسم اُٹھا کر یہ آڑ بناؤ کہ میں رب کی قسم کھا بیٹھا ہوں لہٰذا اب میں یہ کام نہیں کروں گا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ کس چیز کے بارے میں قسم نہ کھاؤ۔ تو فرمایا اَنْ تَبَرُّوْا یہ کہ تم نیکی نہیں کرو گے وَتَتَّقُوْا اور یہ کہ تم تقویٰ اختیار نہیں کرو گے وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ اور یہ کہ تم لوگوں کے درمیان صلح نہیں کراؤ گے۔ اب مثال کے طور پر کوئی شخص یہ قسم اُٹھاتا ہے کہ خدا کی قسم میں نماز نہیں پڑھوں گا، خدا کی قسم میں روزہ نہیں رکھوں گا، خدا کی قسم میں

مسجد میں نہیں جاؤں گا، اللہ کی قسم میں نیکی نہیں کروں گا، اللہ کی قسم میں اپنے باپ سے نہیں بولوں گا۔ یہ قسمیں اس کی صحیح نہیں ہیں۔ اس کو ان قسموں کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ ان قسموں پر اس کا اصرار بالکل جائز نہیں ہے۔ وہ اس طرح بہانہ نہ بنائے کہ میں چوں کہ قسم اُٹھا بیٹھا ہوں اس واسطے میں مجبور ہوں، معذور ہوں۔ نیکی سے رُکنے کے لیے قسم صحیح نہیں ہے۔ یہ قسم توڑنی پڑے گی اور کفارہ دینا پڑے گا۔ اور کفارے کا ذکر یہاں نہیں ہوا اس کا بیان ساتویں پارے میں ہے۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو لباس پہنا دے اور لباس ایسا کہ جس میں نماز جائز ہو۔ یعنی چادر یا شلوار اور کرتا اور ٹوپی۔ بس یہ تین کپڑے کافی ہیں۔ یا دس مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا کہ ان دس مسکینوں کے لیے کچھ پابندیاں ہیں:

① یہ سارے مسلمان ہوں ان میں کوئی کافر نہ ہو۔ ایک تو کھلے کافر ہیں ان کو تو ساری دنیا جانتی ہے۔ دوسرے وہ کافر ہیں جو شریعت کی رو سے تو کافر ہیں مگر وہ اپنے آپ کو کافر نہیں کہتے۔ جیسے قادیانی کافر ہیں، بابی اور بہائی کافر ہیں، رافضی کافر ہیں، شرک کرنے والے کافر ہیں۔ بڑے فتنے ہیں اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی فتنے بڑھیں گے۔

کل ہی میرے پاس ایک رسالہ آیا، عربی لغت میں کینیڈا سے شائع ہوا ہے۔ معلوم نہیں اُن کو میرے نام کا کیسے پتا چل گیا۔ اِس میں یہ لکھا ہے کہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں سے سچا مذہب صرف بہائی ہے۔ مرزا محمد حسین بہاءاللہ، اللہ کا پیغمبر تھا تم اس کو مانو، معاذ اللہ تعالیٰ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ بہائی کراچی میں موجود ہیں، کوئٹہ میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں

موجود ہیں۔ یہاں تو علماء چیختے چلّاتے رہتے ہیں اور باطل فرقوں کی نشان دہی کرتے رہتے ہیں اس واسطے لوگ کچھ نہ کچھ آگاہ ہیں۔ اور یہ فرقے بڑے مدہم طریقے سے چلتے ہیں۔ پہلے قطعاً نہیں بتاتے کہ ہمارا فلاں فرقے سے تعلق ہے۔ پہلے تمھارے دوست بھائی بنیں گے پھر کچھ عرصہ کے بعد تمھارے عقیدے بگاڑیں گے۔

② دوسری شرط یہ ہے کہ ان مساکین میں سے کوئی سید نہ ہو۔ کیوں کہ قسم کے کفارے کا، عشر کا، زکوٰۃ کا، فطرانے کا، نذر ومنت کا سید مصرف نہیں ہے۔

سید میں کون کون آتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کی اولاد۔ اگرچہ حارث خود مسلمان نہیں ہوئے مگر اولاد مسلمان تھی۔ ان پانچ بزرگ ہستیوں کی اولاد کو شریعت سادات کہتی ہے۔ اور وہ مساکین صاحبِ نصاب نہ ہو۔ اور یہ بات کئی مرتبہ آپ لوگ سن چکے ہیں کہ جس کے گھر میں ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جس کی قیمت اس وقت ساڑھے چار ہزار بنتی ہے وہ صاحبِ نصاب ہے۔

③ دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔

④ ان دس مسکینوں میں نابالغ بچہ کوئی نہ ہو۔

⑤ ان میں سے کوئی بیمار نہ ہو۔

⑥ ان میں کوئی اتنا بوڑھا نہ ہو جو کھا پی نہ سکے۔

جو مسکین صبح کھائیں وہی شام کو کھائیں۔

یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے۔ اس دور میں غلام تو موجود نہیں ہیں، اگر ہوتو وہ آزاد کر دیں فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ اور جس کو یہ توفیق نہ ہو وہ تین دن کے

روزے رکھے۔ اگر مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی پر قدرت ہیں رکھتا تو پھر تین روزے رکھے۔ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے، جانتا بھی ہے۔

قسم کی اقسام :

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ نہیں مؤاخذہ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ تمھارا لغو قسم کی قسموں میں۔ قسمیں تین قسم کی ہوتی ہیں :

❀ ایک یہ بے ساختہ غیر اختیاری طور پر زبان سے نکل جائے۔ تو ایسی قسم کا نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ اس کو یمین لغو کہتے ہیں۔ اسی طرح گزشتہ کسی چیز پر قسم اُٹھائی اور قسم اُٹھاتے وقت اپنے آپ کو سچا سمجھ رہا ہے۔ مثلاً: کسی کام کے بارے میں قسم اُٹھاتا ہے کہ وہ کام میں نے نہیں کیا حالانکہ وہ کام کیا ہوتا ہے مگر اس وقت بھول گیا ہے اس کو بھی یمین لغو کہتے ہیں۔

❀ دوسری یمین غموس ہے۔ وہ یہ کہ گزشتہ کسی چیز کے بارے میں دیدہ دانستہ قسم اُٹھاتا ہے کہ میں نے وہ کام نہیں کیا۔ حالانکہ کر چکا ہے۔ تو اس میں کفارہ نہیں ہے مگر قسم اُٹھانے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ آخرت میں قابلِ مؤاخذہ ہے۔

❀ تیسری قسم ہے منعقدہ۔ وہ یہ کہ کوئی شخص آنے والے زمانہ کے لیے قسم اُٹھاتا ہے کہ میں فلاں کام کروں گا یا فلاں کام نہیں کروں گا پھر اس کے خلاف کرتا ہے تو اس پر کفارہ آئے گا جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ نہیں پکڑے گا تمھیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ تمہاری لغو قسم کی قسموں پر وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ تمھارا مؤاخذہ کرے گا بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ان قسموں میں کہ جن پر دل

نے گرہ لگائی ہے وہ قسمیں جو ارادۃً اُٹھائی ہیں وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے اور تحمل کرنے والا بھی ہے۔ اگر فوراً سزا نہیں دیتا تو یہ نہ سمجھو کہ بچ گئے ہو۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۗ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع ۲۸ / ۱۲

لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے يُؤْلُوْنَ جو قسم اُٹھاتے ہیں مِنْ نِّسَآئِهِمْ اپنی بیویوں کے بارے میں تَرَبُّصُ انتظار کرنا ہے اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ چار ماہ کا فَاِنْ فَآءُوْ پس اگر وہ لوٹ آئیں فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ اور اگر وہ ارادہ کرلیں طلاق کا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا عَلِيْمٌ جاننے والا ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ اور وہ عورتیں جن کو طلاق دی گئی يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ روکے رکھیں اپنی جانوں کو ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تین حیض وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اور نہیں حلال ان کے لیے اَنْ يَّكْتُمْنَ یہ کہ چھپائیں مَا اس چیز کو خَلَقَ اللّٰهُ جو

پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ ان کے رحموں میں اِنْ كُنَّ اگر ہیں وہ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ ایمان لانے والی اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَبُعُوْلَتُهُنَّ اوران کے شوہر اَحَقُّ زیادہ حق دار ہیں بِرَدِّهِنَّ ان کو لوٹانے کے فِىْ ذٰلِكَ عدت کے اندر اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا اگر ارادہ کریں وہ اصلاح کرنے کا وَلَهُنَّ اور اُن عورتوں کے لیے بھی حق ہیں مِثْلُ الَّذِىْ ان حقوق کے مثل عَلَيْهِنَّ جو ان عورتوں کے ذمہ ہیں مردوں کے لیے بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور مردوں کے لیے عورتوں پر درجہ ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

دین کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ متعلق ہے۔ جیسے: نمازیں، روزے ہیں۔ حج، زکوٰۃ، قربانی اور عشر، فطرانہ وغیرہ اور دین کا ایک حصہ حقوق العباد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً: نکاح، طلاق ہے، خرید وفروخت ہے۔ آپس میں زندگی کس طرح بسر کرنا ہے؟ اس کے متعلق جو قانون ہے یہ بھی دین کا حصہ ہے۔ تو اس سلسلہ میں قسموں کا ذکر تھا کہ اگر بے ساختہ غیر اختیاری طور پر قسم زبان سے نکل جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائیں گے اور اگر قصداً قسم اُٹھائے گا تو اُس پر گرفت ہوگی۔ اب ان آیات میں ایک قِسم کی قَسم کا ذکر ہے۔

ایلاء کا حکم :

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ - يُؤْلُوْنَ اِيْلَاء سے ہے اور اس کا مجرد ہے اِلْيَةٌ اور

اِلِیَّۃٌ کا معنیٰ ہے قسم۔لیکن شریعت کی اصطلاح میں اِیْلَاء کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہوکر یہ قسم اُٹھالے کہ میں تیرے نزدیک نہیں آؤں گا۔تو اس کے لیے رب تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی قسم ہے میں چار مہینے تیرے قریب نہیں آؤں گا۔اگر یہ شخص چار ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی کے پاس چلا گیا تو اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا اور اِیْلَاء کا حکم ختم ہوجائے گا اور اگر چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ گیا تو قسم پوری ہوگئی کفارہ نہیں آئے گا البتہ ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اس حالت میں اس عورت پر ایک طلاق بائنہ خود بہ خود واقع ہوجائے گی۔اور بائنہ کا مطلب یہ ہے کہ بیوی الگ ہوگئی تجدید نکاح کے بغیر رجوع نہیں کرسکتا۔اگر یہ اکٹھا رہنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح ہوگا۔اور اگر چار ماہ سے کم قسم اُٹھائی ہے تو وہ شرعی ایلاء نہیں ہے۔مثلاً: کوئی شخص ایک ماہ کی قسم اُٹھاتا ہے یا دو ماہ یا تین ماہ کی تو یہ مدت گزرنے کے بعد خود بہ خود طلاق واقع نہیں گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ قسم اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ساری زندگی تیرے قریب نہیں آؤں گا۔یعنی چار ماہ کا ذکر نہیں کرتا تو بھی ایلاء ہوجائے گا۔یا چار ماہ سے زیادہ کا ذکر کرتا ہے، پانچ ماہ یا سات ماہ یا دس ماہ وغیرہ کا تو بھی ایلاء ہوجائے گا۔

تو فرمایا لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ جو قسم اُٹھاتے ہیں بیویوں کے پاس نہ جانے کی تَرَبُّصُ انتظار کرنا ہے اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ چار ماہ کا فَاِنْ فَآءُوْ پس اگر وہ چار ماہ کے دوران لوٹ آئیں فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔نکاح برقرار رہے گا اور قسم کا کفارہ ادا

کرنا پڑے گا وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ اور اگر انھوں نے ارادہ کرلیا ہے طلاق کا تو چار ماہ گزرنے کے بعد ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ باتیں بھی سنتا ہے اور علیم ہے نیتوں کو بھی جانتا ہے۔

طلاق کے احکام :

آگے طلاق کے حکم بتاتے ہیں۔ یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ وہ چیزیں جو جائز ہیں ان میں بری چیز طلاق ہے کہ بے شک جائز چیزوں میں سے جس پر اللہ تعالیٰ زیادہ ناراض ہوتے ہیں وہ طلاق ہے۔

اسی طرح ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ جس عورت نے اشد ضرورت کے بغیر خاوند سے طلاق طلب کی اس پر جنت حرام ہے۔ دیکھو! گھروں میں ناراضگیاں ہوتی رہتی ہیں، نوک جھوک ہوتی رہتی ہے۔ تو ان چیزوں سے اُکتا کر طلاق کا مطالبہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ہاں! اگر خاوند نامرد ہے یا اس کا نان نفقہ نہیں دیتا یا بلاوجہ اکثر مارتا رہتا ہے تو طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ تو مجبوری کی حالت میں شریعت نے طلاق کی اجازت دی ہے جس کی تفصیل اگلے رکو میں آئے گی۔ ان شاء اللہ اگر زندگی رہی تو بیان کریں گے۔

اگر کسی شخص نے صریح الفاظ کے ساتھ کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی ہے۔ تو یہ طلاقِ رجعی ہوگی۔ رجعی کا مطلب یہ ہے کہ وہ عدت کے دوران بیوی سے رجوع کرسکتا ہے۔ بغیر تجدید نکاح کے یا دو مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو یہ بھی طلاق رجعی ہے یعنی دورانِ عدت رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت گزر گئی تو یہی طلاقِ رجعی بائنہ ہو جائے گی اور نئے سرے سے نکاح کرنا پڑے گا، مہر بھی مقرر کرنا پڑے گا۔ دو شرعی گواہ

ہوں گے۔ اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو پھر اس کے بعد دھکے شاہی ہے۔ شرعی طور پر کوئی گنجائش نہیں ہے جس کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تو فرمایا۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ اور وہ عورتیں جن کو طلاق ملی ہے یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ وہ روکے رکھیں اپنی جانوں کو ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تین حیض۔ تو یہاں سے عدت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

ایک یہ ہے کہ وہ عورت جس کو طلاق ملی ہے اس کے پیٹ میں بچہ ہے۔ یعنی جب اس کو طلاق ہوئی اس وقت وہ حاملہ تھی۔ اس کی عدت ہے بچے کی پیدائش تک۔ مثلاً: اس کو حاملہ ہوئے ایک ماہ گزرا اور طلاق ہوگئی (کیوں کہ حمل کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔) اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حمل کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی یہ بات بالکل غلط ہے۔ تو اس کی عدت ہے وضع حمل۔ اور بچہ چاہے چھ ماہ بعد پیدا ہو یا دس ماہ بعد۔ کیوں کہ بعض بچے دس ماہ سے زائد عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ دو، دو سال، چار، چار سال بچے ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔

چنانچہ ضحاک ابن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ یہ تابعی ہیں۔ یہ چار سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ جب پیدا ہوئے تو ان کے سارے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اور جب پیدا ہوئے تو ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنا شروع کر دیا بجائے رونے کے تو گھر والوں نے نام ہی ضحاک رکھ دیا، ہنسنے والا۔ مگر ایسی مثالیں نادر ہیں عموماً بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک رہتا ہے۔ اور اگر مطلقہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ تین حیض گزرنے کے بعد اس کی عدت ختم ہوگی۔

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ شریعت نے طلاق کا بہتر طریقہ یہ بتایا ہے کہ طلاق

ان دنوں میں دی جائے کہ جن دنوں میں عورت پاک ہوتی ہے۔حیض کی حالت میں طلاق دینا اچھی بات نہیں ہے۔ہاں اگر کسی نے اس حالت میں دے دی تو ہو جائے گی۔ اور اگر مطلقہ ایسی ہے کہ اس کو ماہواری نہیں آتی بڑھاپے کی وجہ سے یا صغر سنی کی وجہ سے کہ ابھی نابالغ تھی اور نکاح ہو گیا تھا اور اس کو طلاق مل گئی تو ان کی عدت ہے تین ماہ۔ان عدتوں کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔تین مہینوں والی عدت کا ذکر سورۃ الطلاق کے اندر ہے اور مطلقہ حاملہ کی عدت کا ذکر بھی سورۂ طلاق میں ہے۔اور یہاں اس کی عدت کا ذکر ہے جس کو حیض آتا ہے اور طلاق ہوئی ہے رخصتی کے بعد تو اس کی عدت ہے تین حیض۔اور اگر نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی یعنی میاں بیوی کا ملاپ نہیں ہوا تو اس کا حکم بائیسویں پارے میں ہے فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا [الاحزاب:۴۹] کہ اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔وہ طلاق کے دو منٹ بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

غلط عائلی قوانین کے خلاف علماء کی جدوجہد :

صدر ایوب خان کے زمانے میں جب عائلی قوانین کے ذریعے کچھ چیزیں خلافِ شرع نافذ ہوئیں جو اب تک نافذ ہیں ان میں ایک شق یہ بھی تھی کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت نوے دن ہے۔تو ہم نے ملاقات کی کوشش کی۔علماء کا وفد تیار ہوا کہ اس کو بتائیں کہ یہ جو تمھارا حکم ہے اس کی ایک شق قرآن کے خلاف ہے اور ایک شق اجماع کے خلاف ہے۔تو اسلامی ملک میں ایسا کام کرنا جو قرآن اور اجماع امت کے خلاف ہو صحیح نہیں ہے۔لیکن اقتدار اقتدار ہوتا ہے اس کا نشہ بہت بُرا ہوتا ہے۔ایوب نے کہا میرے پاس وقت نہیں ہے۔دو دن کے بعد جاپان سے ناچنے والوں کا ایک طائفہ آیا تھا جس میں کچھ

عورتیں اور کچھ مرد تھے۔ ان کو ایوب نے وقت دے دیا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جرأت مند آدمی تھے۔ اُنھوں نے ایوب کو کھڑکا دیا کہ علماء کے لیے تو تیرے پاس وقت نہیں ہے اور ان ناچنے والوں کے لیے تیرے پاس وقت ہے۔ تو اس وقت ایوب نے مُلّاں کا لفظ استعمال کیا حقارت سے۔ تو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے مسٹر کرنٹا کا لفظ استعمال کیا جو کافی دیر تک چلتا رہا لیکن وقت نہ ملا۔ پھر ہم نے دوسرا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے حاجی اللہ دتہ بٹ صاحب مرحوم، حاجی ملک اقبال صاحب مرحوم اور صوفی نذیر احمد صاحب مرحوم اور میر محمد شفیع صاحب اور ہم نے ایک وفد تیار کیا اس وقت چوہدری صلاح الدین صاحب (حامد ناصر چٹھہ کے والد) قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ ہم وفد کی شکل میں ان کے پاس گئے اور ملاقات کی اور اُن کو کہا کہ دیکھو! ہماری براہِ راست ایوب خان تک رسائی نہیں ہوئی اور ایک غلط کام ہو اور اس کی تردید کوئی نہ کرے تو ساری قوم گناہ گار ہوتی ہے۔ اور آپ ہمارے حلقے کے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں یہ ہماری بات وہاں تک پہنچا دیں تا کہ ہم بھی گناہ گار نہ ہوں اور ہماری پبلک بھی گناہ گار نہ ہو۔

کیوں کہ غلط چیز کی تردید فرض کفایہ ہے۔ جس طرح تبلیغ فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ تبلیغ کریں تو باقی لوگ گناہ سے بچ جائیں گے اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سارے گناہ گار ہوں گے۔ اسی طرح اگر باطل چیز کی تردید نہ کی جائے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

ہم نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو! عائلی قوانین کی ایک شق یہ ہے کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت نوے دن ہے اور قرآن پاک میں ایسی مطلقہ کا ذکر بھی ہے کہ جس کی عدت سرے سے ہے ہی نہیں۔ مثلاً: ایک بچی کا نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی تو اس پر عدت

نہیں ہے۔ پھر ہم نے اس مسئلے سے بھی آگاہ کیا کہ فقہی مسئلہ ہے کہ بعض عورتوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں کہ کسی کو حیض چھ ماہ بعد آتا ہے۔ تو شرعی طور ہر اس عورت کی عدت اٹھارہ ماہ بعد مکمل ہوگی جب کہ تمھارا قانون یہ کہتا ہے کہ اس کی عدت بھی نوے دن ہے۔ پھر میں نے یہ سمجھایا کہ وہ عورتیں جن کو ہر ماہ حیض آتا ہے اور امکان کے درجے میں ان کی عدت نوے دن بن سکتی ہے یہ بھی ممکن نہیں کیوں کہ تین مہینے مسلسل تیس تیس دن کے ہوتے ہی نہیں۔ لہٰذا یہ قانون قرآن اور فقہ کے بالکل خلاف ہے۔ تو چودھری صلاح الدین مرحوم نے ہماری بات سمجھی سمجھ دار وکیل تھے۔ ہماری گفتگو کو انھوں نے نوٹ کیا پھر معلوم نہیں کہ انھوں نے ہماری بات ایوب تک پہنچائی یا نہ پہنچائی۔ یہ صاحبِ اقتدار لوگ جو من مانیاں کرتے ہیں خلافِ شرع احکام جاری کرتے ہیں یہی تباہی کا سبب ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک حد کے جاری کرنے سے اتنی برکت ہوتی ہے کہ چالیس دن وقفے وقفے سے بارش ہو ضرورت کے مطابق موسم میں تو اس بارش سے اتنی برکت نہیں ہوتی جتنی برکت ایک حد جاری کرنے سے ہوتی ہے۔ اب ہم کس طرف چل پڑے ہیں۔ کوئی سود کو حلال کہہ رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے۔

وَلَا یَحِلُّ لَھُنَّ اور ان عورتوں کے لیے حلال نہیں ہے اَنْ یَّکْتُمْنَ یہ کہ چھپائیں مَا اس چیز کو خَلَقَ اللّٰہُ فِیْٓ اَرْحَامِھِنَّ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے ان کے رحموں میں۔ یعنی اگر رحم میں بچہ ہے تو بتا دیں اور اگر حیض ہے تو وہ بتا دیں کیوں کہ اس مسئلے کا انحصار ان پر ہے اِنْ کُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰہِ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور اس کے لیے کوئی ڈھنڈورا پیٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ گھر کے کسی فرد کو بتا دے کہ میں حاملہ ہوں یا

حالتِ حیض میں ہوں تا کہ اس کی عدت کا تعین ہو سکے۔ کیوں کہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اگر دورانِ عدت نکاح کیا گیا تو جو لوگ مجلسِ نکاح میں شریک ہوں گے اور انھیں معلوم بھی ہو کہ ابھی تک عدت ختم نہیں ہوتی تو ان سب شریک ہونے والوں کے نکاح خود بہ خود ٹوٹ جائیں گے۔ اگر علم نہیں ہے اور دھوکے سے ایسا کرایا گیا ہے تو وہ مسئلہ جدا ہے۔ اور اگر سب کو علم ہے کہ بچی کی عدت ابھی پوری نہیں ہوئی تو پھر نکاح پڑھانے والا بھی کافر اور مرتد اور اس میں جو شریک ہیں سب کافر اور مرتد ہو گئے، سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ - بُعُوْل بَعْلُ کی جمع ہے اور بَعْلُ کا معنیٰ ہے خاوند۔ اور یہ عورتیں جن کو طلاق ملی ہے ان کے خاوند اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ زیادہ حق دار ہیں ان کو لوٹانے کے فِيْ ذٰلِكَ عدت کے اندر۔ اور اگر عدت کے دوران میں رجوع نہیں کیا اور تین حیض گزر گئے تو اب یہ رجوع نہیں کر سکتا اگرچہ ایک ہی طلاق کیوں نہ دی ہو۔ اب وہ بائنہ ہو گئی ہے اور اب اس کو عورت کے روکنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ ازسرِ نو نکاح کریں تو اکٹھے ہونے کی گنجائش ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ یہ جو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں اور رجوع کر لیا ہے۔ یہ باقاعدہ حساب میں رہیں گی۔ مثلاً: ایک طلاق دی ہے تو باقی اس کے پاس دو کا حق ہے۔ اور اگر دو طلاقیں دی ہیں تو اس کے پاس باقی صرف ایک طلاق کا حق ہے۔ تو طلاقِ رجعی میں عدت کے دوران خاوند لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں مگر اس کے واسطے شرط ہے اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا اگر یہ ارادہ کریں اصلاح کا کہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے مقصود اصلاح ہو ان کو تنگ کرنا نہ ہو۔ اگر تنگ کرنے کی نیت ہو گی تو رب تعالیٰ معاف نہیں کریں گے وَلَهُنَّ اور اُن عورتوں کے لیے بھی حق ہیں مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ

بِالْمَعْرُوْفِ ان حقوق کے مثل جو ان عورتوں کے اُوپر ہیں عمدگی کے ساتھ۔ کچھ حق عورتوں کے ذمے ہیں کہ خاوند کا حق ہے کہ عورت اس کی اطاعت کرے اس کے حق کی حفاظت کرے، اپنی عزت وعصمت کو محفوظ رکھے، گھر کی حفاظت کرے، بچوں کی نگرانی کرے۔ اور عورتوں کے حق خاوند کے ذمہ ہیں کہ وہ ان کو نان نفقہ مہیا کرے، رہائش کے لیے مکان دے، لباس دے اور اس کی بیماری اور تندرستی کا خرچہ برداشت کرے۔ تو دستور کے مطابق عورتوں کا مردوں پر حق ہے اور مردوں کا عورتوں پر حق ہے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور درجہ میں مردوں کو عورتوں پر برتری حاصل ہے۔ ایک درجے کی فضیلت حاصل ہے۔ وہ اس طرح کہ مرد عورتوں پر نگران ہیں جیسا کہ سورۂ نساء میں بیان فرمایا کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ [النسا: ۳۴] مرد عورتوں کے محافظ ہیں۔ اور یہ ایک فطری امر ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اور پھر مردوں کی برتری کی دلیل بھی بیان فرمائی وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ کہ مرد اپنی کمائی عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، ان کے کفیل ہیں۔ اور مشقت کے کام مرد کے سپرد کیے ہیں۔ عورت کا کام گھر کی ذمہ داریاں پوری کرنا ہے۔ اسی طرح طلاق کا حق بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے۔ فرمایا بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ تو نکاح کی گرہ جب مرد کے ہاتھ میں ہے تو اُس کو کھولنے کا اختیار بھی مرد کو حاصل ہے عورت کو حاصل نہیں ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حَكِيْمٌ حکیم ہے۔ جو اس نے حکمت پر مبنی احکام دیئے ہیں وہ حق ہیں ان سے بھاگنا بے دینی ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
شَيْــًٔـا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى
تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ
اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ
ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا
تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ
عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع ۲۹ / ۱۳

اَلطَّلَاقُ وہ طلاقیں جن کے بعد رجوع صحیح ہے مَرَّتٰنِ دو دفعہ
ہیں فَاِمْسَاكٌ پس روکنا ہے بیوی کو بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے
اَوْ تَسْرِيْحٌ یا الگ کر دینا ہے بِاِحْسَانٍ عمدگی کے ساتھ وَلَا يَحِلُّ

لَكُمْ اور نہیں ہے حلال تمھارے لیے اَنْ تَاْخُذُوْا یہ کہ لو تم مِمَّآ وہ چیز اٰتَیْتُمُوْهُنَّ جو تم نے ان عورتوں کو دی ہے شَیْئًا کچھ بھی اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں خوف کھائیں اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یہ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر تم خوف کرو (وارثو اور رشتہ دارو!) اَلَّا یُقِیْمَا یہ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے حُدُوْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی حدود کو فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا پس کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ اس چیز کے بارے میں جو عورت نے فدیہ کے طور پر دی تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَعْتَدُوْهَا پس تم حدود سے تجاوز نہ کرو وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ اور جس نے تجاوز کیا اللہ تعالیٰ کی حدود سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس وہی لوگ ظالم ہیں فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے تیسری طلاق بھی دے دی فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس نہیں ہے حلال اس کے لیے مِنْۢ بَعْدُ اس کے بعد حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے کسی اور مرد کے ساتھ فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس اور مرد نے بھی اسے طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَآ پس کوئی گناہ نہیں ہے ان پہلے دونوں پر اَنْ یَّتَرَاجَعَآ یہ کہ (نئے نکاح کے ساتھ) رجوع کریں اِنْ ظَنَّآ اگر وہ دونوں یقین کرتے ہیں کہ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یہ قائم

رکھیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں يُبَيِّنُهَا بیان کرتا ہے ان کو لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جس وقت تم طلاق دے دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس وہ قریب پہنچیں اپنی عدت کو فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس تم ان کو روکو بِمَعْرُوْفٍ عمدگی کے ساتھ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ یا الگ کر دو ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو ضِرَارًا تکلیف دینے کے لیے لِّتَعْتَدُوْا تاکہ تم تجاوز کرو وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے یہ کارروائی کی فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اور نہ بناؤ تم اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیات کو هُزُوًا ہنسی (اور کھیل) وَاذْكُرُوْا اور یاد کرو تم نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب وَالْحِكْمَةِ اور سنت اور حدیث يَعِظُكُمْ بِهٖ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی نصیحت کرتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہر چیز کو جانتا ہے۔

طلاقوں کا مسئلہ چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلطَّلَاقُ (تمام مفسرین کرام رحمہ اللہ علیہم فرماتے ہیں) کہ طلاقِ رجعی مَرَّتٰنِ دو دفعہ ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی

بیوی کو صریح الفاظ میں یہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے۔ یہ ایک طلاق ہوگئی ہے اس کے بعد وہ رجوع کر سکتا ہے بغیر نکاح کے۔ عدت کے اندر میاں بیوی آپس میں مل جائیں تو اس طلاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ یا دو مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، میں نے تجھے طلاق دے دی۔ عدت ختم ہونے سے پہلے میاں بیوی آپس میں مل گئے تو ان طلاقوں کا اثر ختم ہو گیا۔ لیکن بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ آئندہ اس کو صرف ایک طلاق کا حق ہے، گنتی میں یہ دو طلاقیں محفوظ رہیں گی۔ اور اگر عدت ختم ہوگئی تو عدت ختم ہونے کے بعد خود بہ خود علیحدگی ہو جائے گی۔ اب اگر یہ دوبارہ آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کی اجازت ہے۔ اور اگر وہ عورت کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، آزاد ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ رجعی طلاقیں دو ہیں۔ ان دو کے بعد حق ہے فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ پس روکنا ہے عمدگی کے ساتھ کہ تم عورت کو روکو یعنی نکاح میں رکھو عمدگی سے اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ بِاِحۡسَانٍ یا چھوڑ دو الگ کر دو عمدگی کے ساتھ۔ یعنی اگر تم نہیں رکھنا چاہتے تو اس کو عمدگی کے ساتھ الگ کر دو۔ درمیان میں خلع کا مسئلہ ہے اس کو میں بعد میں بیان کروں گا۔ اس کے بعد والی آیت سمجھ لو۔

فرمایا فَاِنۡ طَلَّقَهَا پھر اگر اس نے طلاق دے دی اس عورت کو (تیسری) یعنی اگر خاوند نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دی فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے مِنۡۢ بَعۡدُ ان تین طلاقوں کے بعد حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے اُس مرد کے علاوہ کسی اور مرد سے۔ تو حاصل یہ نکلا کہ ایک طلاق کے بعد، دو طلاقوں کے بعد دورانِ عدت رجوع کا حق تھا۔ اور عدت

کے بعد نکاح کا حق ۔ جب تیسری طلاق دے دی تو اب یہ سارے حق ختم ہو گئے ۔ نہ تو اس کو رجوع کا حق ہے اور نہ ہی نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ طلاقِ ثلاثہ :

اور یہ بات اچھی طرح سمجھنا کہ قرآن بھی یہی حکم دیتا ہے اور احادیث بھی کثرت کے ساتھ ہیں جن سے یہی حکم واضح ہوتا ہے۔ اور چاروں ائمہ (یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم) بھی اس بات پر متفق ہیں اور سو فیصد محدثین بھی متفق ہیں یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں۔ (اور وہ حضرات جو تقلید کے قائل نہیں ہیں غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلواتے ہیں ان میں دو گروہ ہیں۔ ایک حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور روپڑی پارٹی ہے۔ یہ بھی تین کو تین ہی کہتے ہیں۔ اور دوسرا گروہ ثنائی پارٹی ہے۔ جن کا ان علاقوں میں زیادہ اثر و رسوخ ہے۔ وہ تین کو ایک کہتے ہیں۔)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے: ”بَاب مَنْ اَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ “ جو لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی ہو جاتی ہیں۔ پھر آگے احادیث پیش کی ہیں۔ تو یہ حلال اور حرام کا مسئلہ ہے ضد کی بات نہیں ہے۔ اس واسطے اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ وہ لوگ جو تین کو ایک شمار کرتے ہیں ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ہاں! اگر وہ ضد اور تعصب کو چھوڑ دیں تو بات کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ :

مثلاً: ایک حدیث آتی ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ کہ جس شخص نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کا مصداق کون ہے؟ کس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَہٗ اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے مقتدی اس کا مصداق نہیں ہے۔ یعنی یہ حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ (صحابی ہیں) فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔ اور یہ روایت ترمذی شریف میں ہے اور اس روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے مگر اس کا مصداق وہ شخص ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد اور محدثین کے استاد حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے۔ یہ بات ابوداؤد شریف میں موجود ہے۔ اور مقتدی کا کیا فریضہ ہے؟ اس کا حکم مسلم شریف وغیرہ کی روایت میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کہ امام جب قرأت شروع کرے تو (تمھارا فریضہ ہے) تم نے خاموش رہنا ہے (قرأۃ تمھیں سنائی دے یا نہ دے) لیکن ضدی نہیں مانتے۔

اسی طرح طلاق کے بارے میں بھی ایک روایت مسلم شریف میں ہے اور روایت صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سال میں تین طلاقیں ایک

ہی ہوتی تھیں۔ (مسلم ص ۴۷۷، ج ۱) لیکن اس حدیث کا مصداق کون ہے؟ چنانچہ امام نسائی نے نسائی شریف میں باب قائم کیا ہے طَلَاقُ الثَّلٰثِ الْمُتَفَرِّقَةِ قَبْلَ الدُّخُوْلَ بِالزَّوْجَةِ (صفحہ ۸۳، جلد ۲)

تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ غیر مدخولہ بھا کو یعنی ایسی عورت کو جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے لیکن میاں بیوی نے ہم بستری نہیں کی اور خاوند نے اسے طلاق دے دی اور کہا اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ تین طلاقیں دے دیں تو طلاق پہلی ہی ہوئی ہے دوسری کا محل ہی نہیں رہا۔

تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے کہ یہ حدیث غیر مدخولہ بھا کے واسطے ہے۔ اسی طرح ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ تین طلاقیں ایک اس عورت کے بارے میں ہیں کہ جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور خاوند نے ہم بستری نہیں کی اور یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دے دیں تو پہلی ہوگئی، دوسری، تیسری کا محل ہی نہیں ہے۔ تو اس روایت کو تمام مطلقات پر فٹ کرانا تو صرف ضد ہے۔ تو دین کے سلسلے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے پر میرا ایک مستقل رسالہ ہے "عُمْدَةُ الْاَثَاثِ فِيْ حُكْمِ طَلَقَاتِ الثَّلَاثِ" جس میں قرآن پاک، احادیث، فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بڑے دلائل میں نے پیش کیے ہیں اور بڑی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اور الحمد للہ! اسی آیت کے تحت مفتئ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں میرا نام لے کر میری کتاب کا حوالہ دیا ہے کہ اگر تمھیں اس مسئلہ میں علمی طور پر زیادہ ضرورت ہے تو اس کی کتاب دیکھو۔

تو حدیث صحیح ہے مگر اس کا مصداق وہ نہیں ہے جو غیر مقلد حضرات سمجھتے پھرتے

ہیں۔ جس طرح قرآن پاک میں مومنوں سے خطاب ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔" تو زکوٰۃ ہر آدمی تو دینے والا نہیں ہے۔ زکوٰۃ تو وہ دے گا جو صاحبِ نصاب ہوگا۔ تو اگر کوئی مسئلے کو سمجھنا تو اس کے لیے کوئی دقت نہیں ہے۔ البتہ ضد اور تعصب کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے طلاق دے دی اُس عورت کو تیسری بھی تو فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس وہ عورت اب اس کے لیے حلال نہیں ہے مِنْۢ بَعْدُ تیسری طلاق کے بعد۔ (سنت اور مستحب طریقہ تو یہ ہے کہ طلاق طہر میں دے کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق۔ لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دے دیں یا ایک کلمے کے ساتھ دے دیں تو بھی تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ ایک مجلس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔ اور ایک کلمے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کہے تجھے تین طلاقیں ہیں۔ تو دونوں صورتوں میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔)

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرے فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس دوسرے خاوند نے بھی طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ تو کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر یعنی اس عورت کا جو پہلا خاوند تھا اس پر اور اس عورت پر کوئی گناہ نہیں ہے اَنْ يَّتَرَاجَعَآ یہ کہ یہ دونوں آپس میں رجوع کرلیں یعنی عدت گزرنے کے بعد نئے سرے سے نکاح کرلیں مگر شرط ہے کہ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ اگر وہ دونوں یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔ چونکہ پہلے بھی اختلاف ہوا تھا اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی تھی۔ اب اگر وہ نکاح کرنا چاہتے

ہیں تو انھیں اس بات کو ملحوظ رکھنا پڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

خلع کے مسائل :

درمیان میں خلع کا مسئلہ بیان ہوا ہے جو اُوپر چھوڑ آئے ہیں۔ وہ کیا ہے؟

فرمایا وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اور (اے مردو!) تمھارے واسطے حلال نہیں ہے اَنْ تَاْخُذُوْا یہ کہ لو تم مِمَّآ اس چیز سے اٰتَیْتُمُوْھُنَّ جو تم نے ان عورتوں کو دیا ہے شَیْئًا کچھ بھی۔ یعنی مہر دیا ہے یا ہدیے کے طور پر کوئی چیز دی ہے تو طلاق کے بعد تم ان سے کچھ نہیں لے سکتے اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ مگر یہ کہ میاں بیوی خوف کریں اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللہِ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ آپس میں ان کا مزاج نہیں ملتا یا کسی اور وجہ سے ان کا نباہ نہیں ہو سکتا فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر اے دونوں کے وارثو (اور رشتہ دارو!) تمھیں خوف ہو اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللہِ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا پس نہیں ہے گناہ ان دونوں پر فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ اس چیز میں کہ عورت نے فدیہ (رقم) دے کر مرد سے طلاق لے لے۔

اب مسئلہ سمجھنا۔ اگر بیوی خاوند کا آپس میں نباہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً: مزاج نہیں ملتا کیوں کہ مزاج کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی واسطے شریعت کفو کے اندر نکاح کرنے کو ترجیح دیتی ہے اور کفو کا معنیٰ ہے برادری۔ اور برادری میں مزاج اور ذہن ملتے جلتے ہوں گے تو گڑبڑ نہیں ہوگی اور غیر کفو میں مزاج نہ ملنے کی وجہ سے مشکل پیدا ہوگی۔ باقی نکاح غیر کفو میں بھی جائز ہے حرام نہیں ہے۔ تو اگر میاں بیوی کا مزاج نہیں ملتا یا کوئی اور ایسی وجہ ہے کہ نباہ نہیں ہو سکتا تو شریعت نے خلع کی اجازت دی ہے۔ البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خرابی بیوی کی طرف سے ہے کہ وہ رہنا نہیں چاہتی اور خاوند رکھنا چاہتا ہے تو ایسے موقع

پر خاوند عورت کو کہہ دے تو مجھے پیسے دے دے تو میں تجھے طلاق دے دیتا ہوں کیوں میرا شادی پر خرچہ ہوا ہے اور اگر بیوی رہنا چاہتی ہے اور شرارت خاوند کی طرف سے ہو تو ایسی صورت میں خلع کا مال حرام تو نہیں ہے مگر مکروہ ہے کہ شرارت بھی اسی کی ہے اور رقم بھی وہی ہتھیا لے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ مرد نے جتنا مہر دیا ہے اتنے پر ہی خلع ہو یا حق مہر سے زیادہ رقم لے سکتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جتنا مہر دیا تھا اس سے زیادہ پر بھی خلع ہوسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مہر سے زیادہ رقم نہ لے کیوں کہ حضرت ثابت بن قیس صحابی ہیں یہ بڑے ذہین اور مقرر تھے۔ قد چھوٹا تھا اور رنگ سیاہ تھا۔ ان کی بیوی بڑی خوب صورت تھی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کہ حضرت! میرا خاوند ویسے تو بڑا اچھا ہے خرچہ بھی دیتا ہے، اخلاق بھی اچھا ہے مگر میں جب دیکھتی ہوں تو مجھے کراہت آتی ہے جس سے میرے ایمان پر زد پڑے گی لہٰذا مجھے طلاق دلوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ جو اس نے تجھے مہر میں دیا تھا واپس کر دے گی۔ تو حضرت ثابت کی بیوی نے کہا کہ حضرت! میں وہ باغ بھی دے دوں گی اور کچھ مزید بھی دے دوں گی۔ تو مسند احمد کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَمَّا الزِّیَادَةُ فَلَا بہر حال زیادہ دینا درست نہیں ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ جو مہر دیا ہے اس سے زیادہ نہ لے۔

فرمایا تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَعْتَدُوْهَا پس تم ان سے آگے نہ بڑھو وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کیا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ بس یہی لوگ ظالم ہیں۔ یہ پہلے میں نے عرض کر دیا ہے۔ دو کے بعد اگر اس نے تیسری طلاق دے دی تو یہ بیوی اس خاوند کے لیے حلال نہیں

ہے۔ یہاں تک کہ کسی اور مرد سے نکاح کرے اور نکاح کے بعد ہم بستری بھی شرط ہے۔ اگر صرف نکاح کر کے بغیر ہم بستری کے طلاق دے دی تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس پر بخاری اور مسلم کی روایات شاہد ہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَھَا پس اگر دوسرے خاوند نے طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ پس کوئی حرج نہیں ان پہلوں پر اَنْ یَّتَرَاجَعَآ یہ کہ نکاح کے لیے آپس میں رجوع کریں لیکن شرط یہ ہے کہ اِنْ ظَنَّآ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ اگر ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم کریں گے وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں یُبَیِّنُھَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ان کو بیان کرتا ہے اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب تم طلاق دے دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ پس قریب پہنچیں وہ اپنی عدت کو فَاَمْسِکُوْھُنَّ پس تم ان کو روکو۔ یعنی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تو دورانِ عدت تم انھیں روک بھی سکتے ہو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے اَوْ سَرِّحُوْھُنَّ یا چھوڑ دو ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَلَا تُمْسِکُوْھُنَّ اور نہ روکو تم ان کو ضِرَارًا تکلیف دینے کے لیے یعنی ان کو اس واسطے نہ روکو کہ میں ان کو ماروں گا پیٹوں گا اور تنگ کروں گا لِّتَعْتَدُوْا تاکہ تم تجاوز کرو اس واسطے نہ روکو وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ اور جس نے کی یہ کارروائی فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کی آیات کو ہنسی اور کھیل۔ جو حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے وہ اٹل ہے وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو اُس نے تم پر کی ہیں، ظاہری نعمتیں بھی ہیں اور باطنی نعمتیں بھی، روحانی

نعمتیں بھی اور جسمانی نعمتیں بھی ہیں۔ ان کو یاد کرو یعنی ان کا شکر ادا کرو۔ اور یہ نعمت بھی ہے وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ اور وہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر کتاب یعنی قرآن کریم۔ اور قرآن کریم کی قدر وہی کرے گا جو اس کو سمجھے گا اور جس نے قسم اُٹھانے کے لیے رکھا ہے وہ کیا سمجھے گا۔ یاد رکھو! قرآن پاک بہت بڑی دولت ہے وَالۡحِكۡمَةِ اور حکمت نازل فرمائی۔ تو حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث۔

قرآن پاک کی تشریح حدیث ہے۔ حدیث کے بغیر تشریح کرنے پر بھی ہمارا ایمان نہیں ہے يَعِظُكُمۡ بِهٖ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھو۔ قرآن کریم کو پڑھو، حدیث شریف پڑھو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعۡلَمُوۡٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔ تمھارا ظاہر، باطن، نیت، ارادہ سب اس کے علم میں ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا
بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ
كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ
رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ
لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى
الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ
تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا
اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب تم طلاق دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ پس
وہ پہنچ جائیں اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ پس نہ روکو تم
ان کو اَنْ يَّنْكِحْنَ یہ کہ وہ نکاح کریں اَزْوَاجَهُنَّ اپنے خاوندوں
سے اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ جس وقت راضی ہو جائیں آپس میں
بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ ذٰلِكَ اس چیز کی يُوْعَظُ بِهٖ نصیحت
کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ مِنْكُمْ جو ہے تم میں سے يُؤْمِنُ

بِاللّٰهِ ایمان لاتا ہے اللہ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر

ذٰلِكُمْ یہی چیز ۔اَزْكٰى لَكُمْ بڑی پاکیزہ ہے (قلبی اعتبار سے) وَ

اَطْهَرُ اور زیادہ پاکیزہ ہے (بدن کے اعتبار سے) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور

اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے وَالْوَالِدٰتُ

اور مائیں يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ دودھ پلائیں اپنی اولاد کو حَوْلَيْنِ

كَامِلَيْنِ دو سال مکمل لِمَنْ اَرَادَ یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ کرتا ہے

اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ یہ کہ مکمل کرلے دودھ پلانے کی مدت کو وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ

لَهٗ اور جس کی طرف بچے کی نسبت کی جاتی ہے (یعنی باپ پر) رِزْقُهُنَّ

ان عورتوں کا رزق ہے وَكِسْوَتُهُنَّ اور ان کا لباس بھی ہے بِالْمَعْرُوْفِ

اچھے طریقے کے ساتھ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ نہیں تکلیف دی جائے گی کسی

نفس کو اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس کی طاقت کے مطابق لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ

بِوَلَدِهَا نہ نقصان پہنچایا جائے ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے وَلَا مَوْلُوْدٌ

لَّهٗ اور نہ باپ کو بِوَلَدِهٖ اس کے بچے کی وجہ سے وَعَلَى الْوَارِثِ

مِثْلُ ذٰلِكَ اور وارث پر بھی اتنا ہی خرچہ آئے گا۔ فَاِنْ اَرَادَا پس اگر وہ

دونوں ارادہ کرلیں فِصَالًا دودھ چھڑانے کا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا

آپس کی مرضی سے وَتَشَاوُرٍ اور باہمی مشورہ سے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

پس کوئی حرج نہیں ہے ان دونوں پر وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اور اگر تم ارادہ کرو

اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ یہ کہ کسی اور سے اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اِذَا سَلَّمْتُمْ جب دے دو تم مَّآ وہ چیز اٰتَیْتُمْ جو تم نے مقرر کی ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم عمل کرتے ہو بَصِیْرٌ دیکھ رہا ہے۔

حتی الوسع طلاق سے گریز کرنا چاہیے :

اس سے پہلے بھی طلاق اور عدت کا ذکر تھا۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ انسانوں کو جو بھی ضرورتیں پیش آئی ہیں ان سب کو حل کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی مقام پر اسلام کو ماننے والا پریشان ہو۔

انسانی زندگی میں نکاح اور طلاق بھی اہم مسائل ہیں۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو برقرار رکھنا ہے اس لیے مرد پیدا فرمائے، عورتیں پیدا فرمائیں۔ پھر جائز طریقے سے خواہشات کی تکمیل کا راستہ بھی بتلایا۔ ان کو حسن سلوک کا سبق دیا اور گھر کے معاملات کو درست رکھنے کا حکم دیا لیکن اگر مجبوری سے طلاق کی نوبت آئے تو طلاق کی بھی اجازت ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقِ "بے شک جائز چیزوں میں سے بری چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ہے۔" یعنی ہے جائز مگر بہت بری ہے۔ حتی الوسع طلاق کا نام نہیں لینا چاہیے۔ اور حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت بغیر اشد مجبوری کے خاوند سے طلاق مانگتی ہے اس پر جنت حرام ہے۔صرف مطالبے کی بات ہے یہ نہیں کہ ڈنڈے کے زور سے طلاق لے، بلکہ مطالبہ بھی حرام ہے۔تو یہاں ایک واقعہ پیش آیا۔

حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ ان کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ ان کی ہمشیرہ تھی۔ بعض تفسیروں میں اس کا نام جُمیلہ اور بعض میں جَمیلہ آیا ہے رضی اللہ عنہا۔ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے ان کے ساتھ اس کا نکاح ہوا۔نکاح کے بعد اکٹھے زندگی گزارتے رہے ابھی اولاد نہیں ہوئی تھی اور گھریلو معاملات میں ہوتا ہے کبھی بگاڑ خاوند کی طرف سے ہوتا ہے کبھی عورت کی طرف سے اور کبھی دونوں کی طرف سے۔ دنیا میں کوئی ایسا گھر نہیں بتایا جا سکتا جس میں کچھ نہ کچھ بگاڑ نہ ہو۔تو حضرت ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ نے طیش اور غصے میں آ کر بیوی کو طلاق دے دی مگر طلاق رجعی تھی۔ (تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اگر ایک دفعہ خاوند بیوی کو کہے میں نے تجھے طلاق دے دی ہے یا دو مرتبہ کہے میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو ان دونوں صورتوں میں خاوند کو حق حاصل ہے کہ دورانِ عدت رجوع کر لے۔اس سے طلاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور اگر عدت ختم ہو گئی تو پھر نکاح ہوگا یعنی آپس میں پھر نکاح کر سکتے ہیں۔اور اگر تین طلاقیں ہو جائیں تو پھر کوئی گنجائش نہیں ہے۔)

تو حضرت ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ کی طلاق رجعی تھی اور عدت گزر گئی۔عدت گزرنے کے بعد اور لوگوں نے بھی نکاح کے پیغام بھیجے اور پہلے خاوند نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی میں دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہوں اور بیوی دلی طور پر راضی تھی پہلے خاوند کے پاس جانے کے لیے۔لیکن ان کے بھائی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں

پہلے خاوند کے ساتھ نکاح نہیں کرنے دوں گا۔ اس لیے کہ اس نے طلاق کیوں دی؟ پھر چلو طلاق دے دی مگر عدت کے دوران میں اس نے نام ہی نہیں لیا۔ جب عدت ختم ہوگئی اور دوسرے لوگوں کے پیغامِ نکاح آنے لگے تو اب اس نے بھی نکاح کا پیغام بھیج دیا ہے۔ لہٰذا میں اس کے ساتھ نکاح نہیں ہونے دوں گا۔ کچھ برادری اور محلے کے لوگ بھی درمیان میں آئے کہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے دو۔ مگر معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی قیمت پر وہاں نکاح نہیں ہونے دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب وقت تم طلاق رجعی دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ پھر وہ پہنچ چکیں اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو یعنی عدت بھی ختم ہو چکی فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ پس تم نہ روکو ان عورتوں کو اَنْ يَّنْكِحْنَ یہ کہ وہ نکاح کرلیں اَزْوَاجَهُنَّ اپنے پہلے خاوندوں سے اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ جب وہ آپس میں راضی ہو جائیں بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے سے یعنی جو شریعت کے قاعدے کے مطابق ہے ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ اس حکم کی نصیحت کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ مِنْكُمْ جو ہے تم میں سے يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت پر۔ جب یہ ارشاد نازل ہوا تو حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا حکم سر آنکھوں پر اب میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ فوراً ہمشیرہ کا نکاح پہلے خاوند سے کر دیا۔

(تجدید نکاح کا مطلب یہ ہے کہ نئے سرے سے نکاح ہوگا، مہر ہوگا، گواہ ہوں گے جو نکاح کے لیے شرائط ہیں وہ ساری پوری کرنی ہوں گی۔)

پھر وہ راضی اور خوشی کے ساتھ رہے۔ پھر ان سے اولاد بھی ہوئی۔ فرمایا ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ یہ چیز قلبی لحاظ سے بھی تمھارے لیے بڑی پاکیزہ ہے وَاَطْهَرُ اور بدنی

لحاظ سے بھی بڑی پاکیزہ ہے۔عورت کوئی بکاؤ مال تونہیں کہ آج اِس منڈی میں اور کل اُس منڈی میں۔آج اِس کی بیوی اور کل اُس کی بیوی۔یہ کوئی اچھی بات نہیں۔عزت انسانی کا مسئلہ ہے۔تو بدن بھی اس میں صاف رہے گا اور دل بھی صاف رہے گا۔کیوں اگر عورت کا دل پہلے خاوند کی طرف مائل تھا اور رشتہ داروں نے نکاح نہیں کرنے دیا تو ہوسکتا ہے کہ کسی وقت اس سابقہ تعارف کی وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو جائے لہٰذا دل بھی پاک رہے گا اسی صورت میں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے۔لہٰذا اس کے احکام صحیح ہیں۔

رضاعت کے احکام :

آگے اور مسئلہ ہے کہ جس وقت عورت نکاح میں ہو تو بچے کو دودھ پلانا اس کے ذمہ ہے اور بغیر کسی اشد مجبوری کے بچے کو دودھ پلانے سے انکار نہیں کرسکتی۔اگر انکار کرے گی عنداللہ مجرم ہوگی اور گناہ گار ہوگی۔کیوں کہ بچے کی خوراک رب تعالیٰ نے اس کے پستانوں میں رکھی ہے اس واسطے جب وہ نکاح میں ہے تو دودھ پلانے کا خرچہ خاوند سے نہیں لے سکتی۔کیوں کہ اس عورت کو باقاعدہ رہائش بھی خاوند نے دی ہوئی ہے اور اس کو کھانے پینے کا خرچہ بھی ملتا ہے اور لباس بھی ملتا ہے اور اس کی بیماری اور تندرستی کا خرچی بھی خاوند کے ذمہ ہے تو بچہ کو دودھ پلانے کا خرچہ نہیں مانگ سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْوَالِدٰتُ اور مائیں يُرْضِعْنَ دودھ پلائیں اَوْلَادَهُنَّ اپنی اولاد کو حَوْلَيْنِ دو سال كَامِلَيْنِ مکمل۔لیکن یہ دو سال کس کے لیے ہیں لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ اس شخص کے لیے ہیں جو ارادہ کرے اس بات کا کہ وہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرے۔آگے آرہا ہے اگر ماں باپ پہلے دودھ

چھڑانا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ کیوں کہ بعض بچے بڑے صحت مند ہوتے ہیں کہ سال، سوا سال، ڈیڑھ سال گزرنے کے بعد وہ کھانا پینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے دو سال مکمل کرنے ضروری نہیں ہیں۔ اور اگر بچہ ماں کے دودھ کے بغیر کچھ نہیں پیتا تو دو سال آخری مدت ہے۔ اس کے بعد ماں اس کو دودھ نہیں پلا سکتی۔ بعض عورتیں پیار اور محبت کی وجہ سے دو سال کے بعد بھی دودھ پلاتی رہتی ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ جو حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے وہ اٹل ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ اور اور اس شخص پر جس کی طرف بچے کی نسبت کی جاتی ہے یعنی بچے کا باپ۔ اس کے ذمہ ہے رِزْقُهُنَّ ان کا کھانا وَكِسْوَتُهُنَّ اور ان کا لباس بھی ان کے خاوندوں کے ذمہ ہے۔ کون سا لباس؟ تو فرمایا بِالْمَعْرُوْفِ جو قاعدے کے مطابق ہو۔ وہ قاعدہ کیا ہے؟ فرمایا لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا نہیں تکلیف دی جا سکتی کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اگر خاوند امیر ہے تو عورت کا خرچہ امیرانہ ہوگا یعنی اس کا لباس وہ ہوگا جو امیر عورتیں پہنتی ہیں۔ اگر خاوند درمیانے قسم کا ہے مالی اعتبار سے تو اس کے ذمہ خرچہ بھی درمیانے درجے کا ہوگا۔ لباس بھی درمیانہ، رہائش بھی درمیانے درجہ کی۔ اگر خاوند غریب ہے تو خاوند پر غربت کے اعتبار سے خرچہ ہوگا جو غریب لوگ کھاتے پیتے، پہنتے ہیں اور رہائش بھی اسی طرح کم ہوگی کہ جیسی رہائش میں غریب لوگ رہتے ہیں۔ اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کیوں کہ جب ایک آدمی غریب ہے تو وہ کہاں سے امیرانہ خرچہ لا کر دے۔

فرمایا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا نہ تکلیف دی جائے والدہ کو اس کے بچے کی وجہ سے۔ مثلاً: عورت بیمار ہے۔ اس کو دودھ ہی نہیں اُترتا یا اس کا دودھ طبی اعتبار سے مضر

ہے مگر خاوند کہتا ہے کہ دودھ تو نے ہی پلانا ہے۔ تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ تو بیمار ہے لہٰذا بچے کی وجہ سے اُس کو تکلیف نہ دی جائے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورتیں مختلف قسم کی چیزیں کھاتی ہیں اور دودھ بچے کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اور وہ بچہ خود دودھ نہیں پیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت دی اور رب تعالیٰ کا نظام ہے کہ بچہ پستان کو منہ لگا کر چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی صورت میں فوراً دودھ کا ٹیسٹ کرانا چاہیے۔ اگر ماں کا دودھ بچے کے لیے نقصان دہ ہے تو دھکا شاہی نہ کرو۔ عورت کی خوراک بدلو۔ اس کا علاج کرو تاکہ دودھ کی خرابی دور ہو جائے۔

تو فرمایا کہ اگر عورت مجبور ہے اور دودھ نہیں پلا سکتی تو اس ک مجبور نہ کیا جائے وَلَا مَوۡلُوۡدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ اور نہ باپ کو تکلیف دی جائے بچے کی وجہ سے۔ مثلاً: عورت صحت مند ہے، دودھ بھی اس کا وافر ہے مگر وہ کہتی ہے کہ میں نے دودھ پلانا کیوں کہ اگر میں دودھ پلاؤں گی تو میرے پستان ڈھیلے ہو جائیں گے اور میرے حسن و جمال میں کمی آجائے گی۔ کیوں کہ ایسی عورتیں بھی ہیں۔ تو اب وہ بے چارہ خاوند کیا کرے۔ اس لیے اِس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ تو فرمایا خاوند کو بھی بچے کے دودھ کی وجہ سے مجبور نہ کیا جائے۔ (طبی نقطہ نگاہ سے اگر صحت مند عورت بچے کو دودھ نہیں پلائے گی تو اس صورت میں اسے ٹی، بی اور کینسر ہو سکتا ہے۔)

یاد رکھو! جو رب کے نظام کو بدلتا ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ تو جب عورت صحت مند ہے تو کیوں دودھ نہیں پلاتی؟ بے مقصد نخرے کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی چھاتی میں دودھ پیدا فرمایا ہے وہ نکلے گا تو تندرست رہے گی۔ آج کل عورتوں کو چھاتی کا کینسر ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ رب تعالیٰ کا نظام جس طرح اس

نے بنایا ہے اسی طرح رہنا چاہیے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور وارث پر بھی اسی طرح خرچہ لازم ہے۔ مثال کے طور پر باپ فوت ہو چکا ہے تو بچے کے دودھ کا کیا سلسلہ ہوگا کہ عورت کے پاس خرچہ بھی کوئی نہیں ہے اور خاوند کچھ چھوڑ کر بھی نہیں گیا۔ اب وہ جو شرعی وارث ہیں خرچہ ان کے ذمہ ہوگا اس مرنے والے کا ایک بھائی اور ایک بہن ہے۔ وراثت میں بھائی کو دُہرا حصہ ملتا ہے اور بہن کو ایک تو حصے کے مطابق خرچہ بھائی کے ذمہ ہے یعنی جس کو تم چچا کہتے ہو اور ایک حصہ خرچہ اس کی پھوپھی کے ذمہ ہے۔ جس نسبت سے ان کو وراثت ملنی تھی اسی نسبت سے ان پر بچے کا خرچہ آئے گا۔ یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ بچے کا خرچہ خود مانگتے پھریں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خرچہ وارثوں کے ذمہ لگایا ہے۔

فَإِنْ أَرَادَا پس اگر وہ میاں بیوی دونوں ارادہ کرلیں فِصَالًا دودھ چھڑانے کا دو سال سے پہلے عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا آپس کی رضا مندگی سے یعنی دونوں اس پر راضی ہوں وَتَشَاوُرٍ اور دونوں کا مشورہ بھی ہے کہ اس بچے کا دودھ اب چھڑا دینا چاہیے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ دونوں کی رضا اور دونوں کا مشورہ اِس واسطے ضروری ہے کہ خدانخواستہ عورت نے اپنی مرضی سے دودھ چھڑا دیا خاوند کی مرضی کے بغیر اور بچہ بیمار ہو گیا تو خاوند لڑے گا کہ تو نے دودھ چھڑایا ہے اس لیے بچہ بیمار ہوا ہے۔ اسی طرح خاوند نے اگر دودھ چھڑانے پر مجبور کیا ہے اور عورت اس پر راضی نہیں تھی اور بچے کو کچھ ہو گیا تو عورت کا گلہ ہوگا اور لڑائی ہوگی اور جب دونوں کا مشورہ اور دونوں کی رضا ہوگی تو بچے کے لیے بھی اسی میں خیریت ہے تو پھر جھگڑا کس چیز کا؟ کیوں کہ جھگڑے کا کوئی بھی سبب ہو شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اور اگر تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ یہ کہ تم اپنی اولاد کو کسی اور سے دودھ پلواؤ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اس میں بھی اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ جب دے دو تم وہ اجرت جو تم نے طے کی ہے بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ۔ اس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ صحت مند عورتیں بچوں کو لے جاتی تھیں اُن کو اُجرت دی جاتی تھی وہ بچوں کو دودھ پلاتی تھیں۔ آج بھی اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ بچے کو کسی سے دودھ پلوایا جائے تو جائز ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا۔ تو اگر تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ اس بچے کی ماں کی صحت ٹھیک نہیں ہے دودھ اس کا صحیح نہیں ہے تو کسی اور عورت سے جو صحت مند ہے اس سے دودھ پلوانا چاہو تو اس کی اجازت ہے مگر جو اجرت تم نے طے کی ہے وہ دیانت داری اور دین داری کے ساتھ اس کو دے دو اور نہ لگاؤ کہ جتنی طے کی ہے اس سے کم دو۔ اس کی اجازت نہیں ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ہر معاملے میں وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔ تمہارے ظاہر کو، باطن کو، ہر حالت کو رب جانتا ہے معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے۔

وَالَّذِيْنَ

يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۗ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۥ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ ع

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ جو تم میں سے وفات پا جاتے ہیں وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑ جاتے ہیں اَزْوَاجًا بیویاں يَّتَرَبَّصْنَ وہ روکے رکھیں بِاَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے اور دس دن فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس جب وہ پوری کر چکیں اپنی عدت فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی حرج نہیں ہے تم پر فِيْمَا فَعَلْنَ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ کریں فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے بارے میں بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم عمل کرتے ہو خَبِيْرٌ اس سے خبردار ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيْمَا اس چیز میں
عَرَّضْتُمْ بِهٖ جو تم اشارہ کرو اس کے ساتھ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ عورتوں
کی منگنی کا اَوْ اَكْنَنْتُمْ یا تم مخفی رکھو فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اپنی جانوں میں
یعنی دلوں میں عَلِمَ اللّٰهُ جانتا ہے اللہ تعالیٰ اَنَّكُمْ بے شک تم
سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ عن قریب تم ذکر کرو گے ان عورتوں کا وَلٰكِنْ لَّا
تُوَاعِدُوْهُنَّ اور لیکن نہ وعدہ کرو تم ان کے ساتھ سِرًّا پوشیدہ اِلَّآ
اَنْ تَقُوْلُوْا مگر یہ کہ کہو تم قَوْلًا مَّعْرُوْفًا بات بھلی وَلَا تَعْزِمُوْا
اور نہ ارادہ کرو تم عُقْدَةَ النِّكَاحِ نکاح کی گرہ کا حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ
یہاں تک کہ پہنچ جائے تحریر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَجَلَهٗ اپنی میعاد کو
وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ جانتا
ہے مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ جو تمھارے دلوں میں ہے فَاحْذَرُوْهُ پس تم
اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا تحمل کرنے والا، بُردبار ہے۔

عدت کے مسائل:

پہلے مطلقہ عورتوں کا ذکر تھا کہ اگر ان کو طلاق ملے تو ان کی کیا عدت ہے جس کی تفصیل تم سن چکے ہو۔ اور اب اس عورت کی عدت کا ذکر ہے کہ جس کا خاوند فوت ہو جائے۔ اگر خاوند کے فوت ہونے کے وقت عورت کے پیٹ میں بچہ ہے تو جب بچہ پیدا ہوگا اس کی عدت اس وقت ختم ہو جائے گی۔ فرض کرو خاوند کی وفات کے دو دن یا تین دن

بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ یا اس کی وفات کے چھ یا سات، آٹھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی عدت اُسی وقت ختم ہوگی جب بچہ پیدا ہوگا۔ اور اگر اس کے پیٹ میں بچہ نہیں ہے تو اس کی عدت ہے چار مہینے دس دن اور یہ چار مہینے دس دن چاند کے اعتبار سے مکمل ہوں گے۔ تو ضابطہ یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت ہے وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر چار مہینے دس دن ہے۔

تو فرمایا وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ اور وہ لوگ جو فوت ہو جاتے ہیں مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں عورتیں يَّتَرَبَّصْنَ روکے رکھیں وہ عورتیں بِأَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے اور دس دن (جب کہ وہ حاملہ نہ ہوں۔)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے۔ ان کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے لیکن نکاح کے وقت مہر یاد نہیں رہا اور خاوند فوت ہو گیا۔ اور یاد رکھنا کہ نکاح مہر پر موقوف نہیں ہے۔ نکاح کی دو بنیادی شرطیں ہیں:

(۱) شرعی طور پر دو گواہ ہوں (۲) ایجاب وقبول ہو جائے۔

نکاح ہو جائے گا۔ باقی چیزیں موقوف علیہ نہیں ہیں۔ اگر اس وقت مہر مقرر نہیں ہوا تو بعد میں مہر مثلی یا جو آپس میں طے ہو جائے دینا پڑے گا۔ اور عورت کی رخصتی بھی نہیں ہوئی اور خاوند فوت ہو گیا ہے۔

حضرت! آپ سے تین شقوں کا سوال ہے: ✯ پہلی شق یہ ہے کہ اس عورت کی عدت ہے یا نہیں؟

✯ دوسری شق یہ ہے کہ اس عورت کو خاوند کی جائیداد میں سے وراثت کا حصہ ملے گا یا نہیں ملے گا۔

✯ تیسری شق یہ ہے کہ اس عورت کے لیے مہر ہے یا نہیں؟ کیوں کہ نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس مسئلے پر کوئی حدیث بھی یاد نہیں اور قرآن پاک میں بھی اس پر کوئی صریح حکم نہیں ہے لہٰذا مجھے کچھ مہلت دو، میں سوچوں گا۔ اُمت میں سب سے زیادہ فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ اور ساری امت میں سب سے بڑے مفسر بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے مہلت دو۔ تو ان لوگوں نے کہا حضرت ٹھیک ہے آپ غور فرمالیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کئی دن اس مسئلے پر غور کیا اور ان کو طلب فرمایا کہ فلاں دن آنا عدالت میں تمھیں مسئلے کا جواب اور فتویٰ ملے گا۔ لوگ اچھے خاصے اکٹھے ہو کر آ گئے۔ مسئلہ پیچیدہ تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے علم کے مطابق قرآن پاک میں بھی اس کا حکم نہیں ہے اور جو احادیث مجھے معلوم ہیں ان میں بھی اس کا صریح حکم نہیں ہے۔ میں نے اس سلسلے میں اجتہاد اور قیاس کیا ہے اور اپنے اجتہاد اور قیاس سے فیصلہ کرتا ہوں کہ اُس عورت کو مہر مثل ملے گا۔

مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کی ماں کا، خالاؤں کا، اس کی بہنوں کا یعنی ماں کی طرف سے جو رشتہ دار عورتیں ہیں ان کا جو مہر تھا اتنا ہی اُس عورت کو بھی ملے گا اور

اس عورت کو خاوند کی وراثت بھی ملے گی کیوں کہ نکاح صحیح ہے اور عورت کو عدت بھی گزارنا پڑے گی، چار مہینے دس دن۔ تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب یہ مسئلہ سنایا تو وہاں حضرت معقل رضی اللہ عنہ موجود تھے جو کہ صحابی ہیں۔ انھوں نے کہا اے ابنِ مسعود! یہ فیصلہ تو نے اپنے اجتہاد اور قیاس سے کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ معقل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان چیزوں کے جواب سنے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ہماری برادری میں ایک عورت تھی بروہ بنت واشق اس کا نام تھا۔ بعینہٖ یہ واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا کہ نکاح ہوا تھا اور مہر کا ذکر نہ کیا گیا اور بغیر ملاپ کے خاوند فوت ہو گیا۔ بروہ بنت واشق کے رشتہ داروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسئلہ پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو مہر مثل ملے گا اور اس عورت کو چار ماہ دس دن عدت گزارنا پڑے گی اور اس کو باقاعدہ وراثت کا حق بھی ملے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا یہ باتیں تو نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہیں؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ! میرے سارے فتوے کی شقیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو گئیں، اگرچہ مجھے علم نہیں تھا اور میں نے قیاس سے جواب دیا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی فقاہت اور ان کی سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا تھا رَضِيتُ لَكُمْ مَا رَضِيَ لَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ "میں تمھارے لیے ہر اس مسئلے پر راضی ہوں جس مسئلے پر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راضی ہے وَسَخِطْتُ لَكُمْ مَا سَخِطَ لَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ اور میں تمھارے لیے

اس چیز کو پسند نہیں کرتا جس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتا۔" اتنا اعتماد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ یہ کوفے میں رہتے تھے ان کے شاگرد ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ۔ جو اپنے دور کے چوٹی کے فقیہ تھے اور ان کے شاگرد ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ کامل استادوں کے کامل شاگرد۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چار اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ عَيَالُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ "تمام لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے کوشہ چین ہیں۔"

تو مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ نکاح ہو گیا اور رُخصتی نہیں ہوئی یا خاوند فوت ہو جائے تو عورت کو عدت گزارنا پڑے گی۔ اب یہاں ہماری عقل کچھ نہیں کرتی۔ کیوں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَعَلَيْهِ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ "اور اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔" اب تم اس کے مقابلے میں دیکھو کہ قرآن کریم کے بائیسویں پارے میں مذکور ہے کہ اگر کسی مرد کا کسی عورت سے نکاح ہو جائے اور ان کا آپس میں ملاپ نہیں ہوا اور طلاق کی نوبت آگئی ہے تو فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ پس نہیں ہے تمھارے لیے ان پر کوئی عدت تَعْتَدُّوْنَهَا کہ تم ان عورتوں سے پورا کراؤ۔ یعنی اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔ یہ عورت طلاق کے دو منٹ بعد نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ اور پہلی صورت میں ہے کہ عدت گزارنا پڑے گی۔ تو یہاں ہماری عقل قاصر ہے کیوں کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو دونوں جگہ عدت ہونی چاہیے یا دونوں جگہ پر عدت نہیں ہونی چاہیے۔ یہ مسئلہ قرآن کا ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زبان سے نکلا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے جو کہ ترمذی شریف اور

ابوداؤد شریف میں موجود ہے اور اُمت کا اجماع ہے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں موت کی صورت میں عدت بیان فرمائی کہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ اور وہ لوگ جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں يَّتَرَبَّصْنَ وہ عورتیں روکے رکھیں بِاَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے دس دن فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس وہ عورتیں جس وقت اپنی عدت پوری کر چکیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ عورتیں اپنے بارے میں کریں لیکن کریں بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ یہ کہ خفیہ طریقہ نہ ہو بُرائی نہ ہو۔ اگر ایسا کریں تو تم پر فرض ہے کہ تم روکو۔ ہاں عدت ختم ہو گئی ہے اور وہ عورت اپنے نکاح کے لیے کہیں پیغام بھیجتی ہے، ہاتھ پاؤں مارتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو ان سب سے خبردار ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی حرج نہیں ہے تم پر فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ اس کارروائی میں کہ تم اس کا اشارہ کرتے ہو مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ عورتوں کی منگنی کا اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ یا تم مخفی رکھتے ہو دلوں میں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت عدت گزار رہی ہے تو دورانِ عدت صریح الفاظ میں اس کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ مثلاً: کہے کہ جب تیری عدت ختم ہو گی تو میں تیرے ساتھ نکاح کر لوں گا۔ وہ عورت بھی عدت کے دوران میں صریح الفاظ میں نکاح کا پیغام نہیں دے سکتی۔ مثلاً: یہ نہیں کہہ سکتی کہ عدت کے بعد میں تیرے ساتھ نکاح کر لوں گی یہ حرام ہے۔ ہاں اشارہ و کنایہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً: کوئی شخص اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا

ہے تو یوں کہے کہ میں طلب گار ہوں کوئی نیک عورت مل جائے تو ان شاءاللہ نکاح کرلوں گا۔ یہ نہ کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرنا ہے۔ یا یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا کوئی انتظام کردے گا اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ یا دل میں مخفی رکھے کہ عدت ختم ہونے کے بعد میں اُس سے نکاح کرلوں گا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عَلِمَ اللّٰہُ رب جانتا ہے اَنَّکُمْ سَتَذْکُرُوْنَھُنَّ بے شک تم ان کا عنقریب ذکر کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے وضع ایسی بنائی ہے کہ مرد عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا اور عورت مرد کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کا سلسلہ جاری رکھنا ہے اس واسطے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ اس واسطے شریعت نے سختی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ جب لڑکا بالغ ہو جائے تو بلا کسی اشد مجبوری کے اس کی شادی میں تاخیر نہ کرو۔ اور جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کی شادی میں تاخیر نہ کرو۔ اگر ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو ماں باپ کی گردن پر ہوگا۔ اس پر صحیح حدیث ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وضع ایسی بنائی ہے کہ اگر کسی عورت کی دیر تک شادی نہ ہو تو رحم کا جو نظام ہے اس میں گڑبڑ ہو جاتی ہے تو عورت اولاد جننے کے قابل نہیں رہتی وَلٰکِنْ لَّا تُوَاعِدُوْھُنَّ اور لیکن تم ان سے وعدہ نہ کرو سِرًّا مخفی طریقے سے۔ یعنی وعدہ نہ کرو کہ تو عدت کے بعد میرے ساتھ نکاح کرنا میں تیرے ساتھ نکاح کروں گا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا مگر یہ کہ تم بات کہو معقول۔ وہ یہ کہ اشارہ جنایہ سے اس کو سمجھا دو وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّکَاحِ اور نہ تم ارادہ کرو نکاح کی گرہ کا حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتٰبُ اَجَلَهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے کتاب اپنی مدت تک۔

دورانِ عدت نکاح حرام ہے :

عدت کے اندر نکاح کرنا بڑا سنگین مسئلہ ہے۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کی عدت ختم نہیں ہوئی چاہے طلاق کی عدت ہو یا وفات کی اور نکاح خواں کو علم ہو کہ اس کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی اور اس کا آگے کسی کے ساتھ نکاح پڑھا دیا تو نکاح خواں مرتد ہو گیا اور اس کا اپنا نکاح بھی خود بہ خود ٹوٹ گیا۔ اور جو گواہ اس مجلس میں موجود ہیں اور اگر ان کو بھی علم ہے کہ اس عورت کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تو ان کا نکاح بھی ٹوٹ گیا اور وہ مرتد ہو گئے اور پہلی ساری نیکیاں برباد ہو گئیں۔ از سرِ نو کلمہ پڑھیں اور دوبارہ اپنے نکاح پڑھائیں۔

اور اس مجلس میں جتنے لوگ شریک ہیں اگر ان کو بھی علم ہے کہ اس عورت کی عدت ختم نہیں ہوئی اور اس کے باوجود اپنی رضا سے اس مجلس میں بیٹھے ہیں تو ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔ اس واسطے کہ عدت کے دوران نکاح کرنا حرام ہے اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ہاں اگر علم نہیں ہے تو پھر نکاح نہیں ٹوٹتا کیوں کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ عورت اغواء کی اور کہتے ہیں کہ نکاح پڑھا دو، نکاح خواں کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے نکاح کا اقدام نہ کرے وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو کہ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے فَاحْذَرُوْهُ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچو، ڈرو رب تعالیٰ کی نافرمانی سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے جو گناہ کر کے معافی مانگے رب بخشے گا حَلِیْمٌ تحمل والا ہے کہ اگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا اس لیے کہ بڑا

حوصلے والا ہے۔اس کے تحمل سے دھوکا نہ کھانا کہ ہم بچ گئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہماری زندگی کے احکام بتائے ہیں لہٰذا سب مسلمانوں کو سمجھنے چاہئیں اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ نہیں ہے کوئی گناہ تم پر اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اگر طلاق دو تم عورتوں کو مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اس زمانے میں جس میں تم نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ یا تم نے مقرر نہیں کیا ان کے لیے فَرِيْضَةً مہر وَّمَتِّعُوْهُنَّ اور ان کو تم جوڑا دو عَلَى الْمُوْسِعِ قدرت والے پر قَدَرُهٗ اس کے اندازے کا جوڑا ہے وَعَلَى الْمُقْتِرِ اور تنگ دست پر قَدَرُهٗ اس کے اندازے کا جوڑا ہے مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ یہ جوڑا ہے عمدگی کے ساتھ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ یہ حق ہے نیکوکاروں پر وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ اور اگر تم نے طلاق دی ان عورتوں کو

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ

اور تحقیق تم مقرر کر چکے ہو ان کے لیے فَرِيْضَةً مہر فَنِصْفُ مَا

فَرَضْتُمْ پس آدھا ہے وہ جو تم مقرر کر چکے ہو اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ مگر یہ کہ

وہ عورتیں معاف کر دیں اَوْ یا يَعْفُوَا وہ معاف کر دے الَّذِىْ

بِيَدِهٖ جس کے ہاتھ میں ہے عُقْدَةُ النِّكَاحِ نکاح کی گرہ وَاَنْ تَعْفُوْٓا

اور یہ کہ اے مردو! تم معاف کرو اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى یہ تقویٰ کے زیادہ

قریب ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور نہ بھولو تم فضل کو آپس میں

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کرتے ہو بَصِيْرٌ

دیکھتا ہے حٰفِظُوْا حفاظت کرو عَلَى الصَّلَوٰتِ نمازوں کی وَ

الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى خاص کر درمیانی نماز کی وَقُوْمُوْا اور کھڑے ہو جاؤ

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے قٰنِتِيْنَ عاجزی کرتے ہوئے فَاِنْ خِفْتُمْ

پس اگر تم کو خوف ہے فَرِجَالًا تو کھڑے کھڑے تم پڑھ لو اَوْ رُكْبَانًا

یا سواری پر فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن میں ہو جاؤ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

پس تم یاد کرو اللہ تعالیٰ کو كَمَا عَلَّمَكُمْ جیسے تمھیں رب نے تعلیم دی مَّا

ان چیزوں کی لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جن کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

نکاح، طلاق، عدت اور مہر کے مسائل کا بیان چلا آرہا ہے۔ اب اس عورت کا ذکر ہے کہ جس کے ساتھ نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی اور نکاح کے وقت مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اگر تم طلاق دے دو عورتوں کو مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اس زمانے میں جب کہ تم نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً یا تم نے ان کے لیے مہر مقرر نہیں کیا۔ یعنی ایسی عورت کہ تم نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے تم نے طلاق دے دی اور جب نکاح ہوا تھا اس وقت مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ نکاح کے وقت اگر مہر کا ذکر نہ بھی کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور مہر بعد میں طے کر لیا جاتا ہے۔ میاں بیوی خود طے کر لیں۔ اگر طے میں میں جھگڑا ہو جائے تو مہر مثلی ہوگا۔ کیوں کہ نکاح کے لیے مہر ضروری ہے۔ مگر ایسی عورت جس کے نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا حکم یہ ہے کہ وَّمَتِّعُوْهُنَّ اور فائدہ پہنچاؤ تم ان کو اور وہ فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ تم ان کو ایک جوڑا کپڑوں کا دے دو۔ اور اس کو متعۃ النکاح کہتے ہیں۔

متعہ حرام ہے:

اور ایک متعہ ہے رافضیوں کا، شیعوں کا کہ کوئی مرد کسی عورت سے مقرر وقت کے لیے مثلاً: گھنٹہ دو گھنٹے، ایک دن، ایک سال۔ اور بغیر گواہوں کے معین رقم پر جو دونوں میں طے ہو جائے نکاح کر لے اس کو متعہ کہتے ہیں۔

(اصل بات یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ وقت مقررہ کے لیے نکاح ہوتا تھا اور وہ وقت ایک گھنٹہ بھی ہو سکتا تھا اور ایک سال کے لیے بھی، لیکن اسلام نے اسے ختم کر دیا۔ اور رافضیوں کے ہاں ابھی تک جاری ہے اور اس کے بڑے فضائل بیان کرتے ہیں۔ منہج الصادقین میں ہے کہ جو آدمی ایک مرتبہ متعہ

کرے اس کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو دو مرتبہ متعہ کرے اس کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو تین مرتبہ کرے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو چار مرتبہ متعہ کرے اُسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ملے گا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ اگر زنا سے یہ درجے ملتے ہیں تو پھر کنجر تو سب سے بڑے نیک ہیں۔

پھر یہ خرافات بھی انھوں نے برہان المتعہ میں لکھی ہیں کہ امام صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص متعہ کرے پھر غسلِ جنابت کرے، پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس متعہ کرنے والے شخص کے لیے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔)

اور ایک متعۃ الحج ہے جس کو تمتع کہتے ہیں کہ عمرے کا احرام باندھا اور عمرے سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھا اور حج کیا۔ اس میں ایک قربانی دینا پڑے گی۔ اور یہاں جس کا ذکر ہے وہ ہے متعۃ النکاح۔ وہ یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق ملی ہے اس کو طلاق کے ساتھ ایک جوڑا کپڑے کا بھی دینا پڑے گا۔ اگر اس کا مہر مقرر شدہ ہے تو اس کو مہر بھی دینا پڑے گا اور ایک جوڑا بھی دینا پڑے گا اور یہ مستحب ہے۔ اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تو پھر جوڑا دینا واجب ہے۔ اور اس مقام پر مَتِّعُوْهُنَّ میں اسی کا ذکر ہے کہ تم طلاق کے بعد عورت کو ایک جوڑا دو۔ وہ جوڑا کیسا ہو؟ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ اور فقیر اور تنگ دست پر اس کے اندازے کے مطابق۔ اور ظاہر بات ہے کہ گھروں میں عورتیں جو لباس پہنتی ہیں مال داروں کے گھروں میں امیرانہ لباس ہے اور درمیانے گھروں میں درمیانہ لباس ہے اور غریب گھروں میں غریبوں والا لباس ہے۔ تو جس کی جو حیثیت ہے اسی کے مطابق

خوراک ہے اور اسی کے مطابق لباس ہے۔ لہٰذا امیر آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق ریشمی لباس جو عمدہ ہوتا ہے وہ دینا پڑے گا۔ اور غریب آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق یہ جوڑا دینا پڑے گا مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ یہ جوڑا خندہ پیشانی کے ساتھ دینا ہے، عمدگی کے ساتھ دینا ہے ماتھے پر بل نہ پڑیں حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ لازم ہے نیکو کاروں پر یعنی رب تعالیٰ نے یہ نیکو کاروں پر لازم کیا ہوا ہے۔

مہر کے بعض احکام :

اور مسئلہ: وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ اور اگر تم نے طلاق دی عورتوں کو مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً اور تحقیق تم مقرر کر چکے ہو ان کے لیے مہر فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ پس آدھا مہر ہے جو تم نے مقرر کیا ہے۔ مثال کے طور پر نکاح ہو چکا ہے اور نکاح کے موقع پر ایک ہزار مہر مقرر ہوا ہے (اور طریقہ یہی رائج ہے اب بھی اور پہلے بھی اسی طرح کرتے تھے کہ مہر اسی وقت دے دیتے تھے۔) اور وہ عورت کے وارثوں اور متولیوں کو دے دیا اور انھوں نے منکوحہ کو دے دیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی مگر ایسی صورت پیش آگئی کہ طلاق کی نوبت آگئی تو اس نفس نکاح کے ساتھ آدھا مہر تو عورت کا ہے اور آدھا اس کو واپس کرنا پڑے گا اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ مگر وہ عورتیں آدھا بھی معاف کر دیں کیوں کہ یہ ان کا حق ہے اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ یا معاف کر دے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے نکاح کی گرہ۔ یعنی ایک ہزار مہر دیا تھا لیکن رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی۔ اب پانچ سو اس نے لینا ہے کیوں کہ وہ اس کا حق ہے۔ مگر یہ کہتا ہے کہ معاف کرتا ہوں میں نہیں لیتا تو یہ بھی جائز ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ مردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَاَنْ تَعْفُوْٓا اور یہ کہ تم معاف کردو اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور نہ بھولو تم فضل کو آپس میں یعنی اس طلاق کی وجہ سے آپس میں مہربانی کو نہ بھولو۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق عموماً جھگڑے کے بعد ہوتی ہے خوشی کے ساتھ کوئی طلاق نہیں دیتا۔ اور جب جھگڑا ہوتا ہے تو دلوں میں کینہ، بغض، حسد اور بڑا طیش آجاتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس طیش کے وقت بھی رب کے حکم کو نہ بھولو۔

مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر شاعر بھی تھا۔ اس کا شعر ہے: ع

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکاء

جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اس کو آدمی نہ سمجھو کہ جسے عیش میں خدا کی یاد بھول گئی اور طیش میں رب کے خوف سے بے نیاز ہو گیا۔ ہر حال میں رب سے ڈرو۔

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

نمازِ عصر کی خصوصی اہمیت :

اس سے قبل نکاح، طلاق اور عدت کے مسائل تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انھی چیزوں میں نہ اُلجھ جانا بلکہ نمازوں کا بھی خیال رکھنا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ حفاظت کرو نمازوں کی۔ عموماً لوگ نکاح کے موقع پر نماز کی پروا نہیں کرتے۔ اسی طرح طلاق کے مسئلے پر اکٹھے ہوں تو نماز نہیں پڑھتے اور کئی مقامات میں نمازوں کی پروا نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے مسائل ہی میں نہ اُلجھے رہو میرے حقوق کا بھی

خیال کرو۔ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی خاص طور پر درمیانی (وُسطٰی) نماز کی اور نماز وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر اتنی زور کی لڑائی تھی، مصروفیت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظہر کی نماز نہ پڑھ سکے، نہ عصر کی اور نہ شام کی۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

مَلَاءَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا اشْغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

"اللہ تعالیٰ ان کافروں کی قبروں کو اور ان کے گھروں کو آگ کے شعلوں سے بھر دے اُنھوں نے ہماری نمازیں قضا کرا دی ہیں۔ خاص طور پر صلوٰۃ الوسطیٰ، عصر کی نماز۔" تمام نمازوں کا بڑا درجہ ہے لیکن عصر کی نماز کے بارے میں آتا ہے:

مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ اَوْ كَمَا قَالَ ﷺ

"کہ جس سے عصر کی نماز رہ گئی پس اس طرح سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد بھی مر گئے اور گھر کا مال بھی لوٹ لیا گیا ہو۔" تو اس سے اندازہ لگاؤ کہ گھر کے افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ایک مرد مر جائے تو لوگ صدمے کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سارا گھر لوٹ لیا جائے تو اس کا کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ تو عصر کی نماز فوت ہو جانے کا اتنا نقصان ہوتا ہے۔

وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ اور کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے۔ اور ظاہری عاجزی بھی ہونی چاہیے اور باطنی عاجزی بھی۔ ظاہری عاجزی یہ ہے کہ آدمی جب نماز میں کھڑا ہو تو نگاہ سجدے کے مقام پر رکھے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ اور ہاتھ سُنت کے مطابق ناف کے نیچے باندھ کر کھڑا ہو اور ایسا نہ کرے کہ کبھی تو ڈاڑھی سے کھیلے اور کبھی کانوں میں اُنگلیاں ڈالے اور بلا ضرورت کبھی کسی اور جگہ پر خارش کرتا رہے۔ ہاں

اگر مجبور ہے تو مجبوری کا حکم الگ ہے۔ اور باطنی عاجزی یہ ہے کہ نماز میں پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ گویا کہ رب تعالیٰ کو آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ درجہ حاصل نہیں ہے تو پھر یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

فَإِنْ خِفْتُمْ پس اگر تمھیں خوف ہے فَرِجَالًا تو کھڑے کھڑے پڑھ لو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فَرِجَالًا کا ترجمہ کرتے ہیں پاؤں پر کھڑے کھڑے اور یہی معنیٰ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ یعنی اگر خطرہ ہے اور تم رکوع وسجود نہیں کر سکتے تو تم کھڑے کھڑے نماز پڑھ لو۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ معنیٰ کرتے ہیں کہ دوڑتے ہوئے نماز پڑھ لو أَوْ رُكْبَانًا یا سواری پر۔ مثال کے طور پر دشمن پچھلی طرف سے دوڑتا ہوا آرہا ہے تم آگے جنگی حکمت عملی کی وجہ سے دوڑے جارہے ہو تو اشارے کے ساتھ نماز پڑھ لو یا شیر تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے اور نماز کا وقت ہے کیوں کہ نماز کی کسی حالت میں بھی معافی نہیں ہے۔ تو تم دوڑتے ہوئے اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔ اسی طرح سمجھو کہ پانی کا سیلاب پیچھے آرہا ہے تم بھاگے جارہے ہو نماز کی معافی نہیں ہے اشاروں کے ساتھ پڑھ لو۔ یا تم اپنی سواری پر ہو تو سواری ہی پر پڑھ لو اور یاد رکھنا آدمی اگر سولی پر لٹکا ہوا ہو اور ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی ہوئی ہوں اور خون کے فوارے نکل رہے ہوں، نماز اس وقت بھی معاف نہیں ہے۔ اگرچہ وضو بھی نہ ہو، تیمم بھی نہ ہو پھر بھی پڑھنی ہے۔ اس نیت کے ساتھ کہ اگر بچ گیا تو دوبارہ پڑھ لوں گا۔ ہر حال میں نماز معاف نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو رہا ہو اور ابھی سر باہر آیا ہو باقی جسم بچے کا اندر ہی ہو اس وقت بھی نماز عورت کو معاف نہیں ہے۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ آگے گڑھا کھودے اور بچے کا سر گڑھے میں کر کے نماز پڑھے۔ یا ہانڈی میں اس کا سر ڈال لے اور نماز پڑھے۔ وضو کر سکتی ہے تو فبہا ورنہ تیمم کر لے اور اس وقت عورت کو جو خون آتا ہے اس کو دمِ استحاضہ کہتے ہیں اس میں نماز معاف نہیں اور نفاس کا خون اس وقت شروع ہوگا جب بچہ پیدا ہو جائے گا۔

عورت کی نماز :

آج تو لوگوں نے نماز کو کچھ سمجھا ہی نہیں ہے۔ خاص کر وہ عورتیں جو نمازوں میں لاپروائی کرتی ہیں، ناک میں کوکے ڈالے ہوئے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ جب وضو کرتی ہیں کوکے کو ہلا کر ناک کے سوراخ میں پانی ڈالتی ہیں۔ کیوں کہ یہ فرض ہے۔ اگر کوکے والے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو وضو نہیں ہوگا۔ اسی طرح کان میں کانٹا پہنتی ہیں تو غسل واجب میں کان کے سوراخ میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔ اگر کان کے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو غسل نہ ہوگا۔ مگر جب ان سے پوچھا جاتا ہے غسل کرتے وقت ان میں پانی جاتا ہے یا نہیں؟ تو کہتی ہیں بابا جی! معلوم نہیں کہ جاتا ہے یا نہیں۔ تو اگر وضو میں ناک کے سوراخ میں اور غسل واجب میں کان کے سوراخ میں پانی نہ گیا وضو اور غسل نہ ہوگا اور نماز قطعاً نہ ہوگی۔

اسی طرح ناخن پالش لگی ہو تو وضو نہیں ہوتا، نماز بھی نہیں ہوتی۔ لمبے لمبے ناخن ہوں تو بھی نہ وضو نہ نماز۔ کیوں کہ ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے۔ جو اس جگہ کے دُھلنے کے لیے رکاوٹ بنتی ہے۔ اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی سُن لیں کہ عورتوں کے بازو کہنیوں تک ننگے ہوتے ہیں۔ ایسے لباس میں عورت کی نماز نہیں ہوتی۔ کیوں کہ عورت کے بازو کلائی تک ڈھانپنا فرض ہیں۔ اگر کلائی سے آگے ایک انگشت بھی بازو ننگا ہوا تو

نماز نہیں ہوگی۔ پڑھی ہوئی نماز بھی اس کی گردن پر ہے۔ اس کا خاوند بھی گناہ گار، اس کا باپ بھی گناہ گار اور جتنے بھی بڑے ہیں سب گناہ گار۔ کیوں کہ ان کا فرض تھا اس کو سمجھانا۔ یقین جانو! ہم نے نمازوں کو سمجھا ہے اور نہ نمازوں کی شرائط کو سمجھا ہے۔ گھروں کی دیکھ بھال کرو۔ اور بہشتی زیور جیسے کتاب کو گھر میں رکھو اور نماز کے باب ان ک پڑھاؤ اور سمجھاؤ ورنہ گرفت ہوگی۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن میں ہو جاؤ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا عَلَّمَكُمْ جیسے تمھیں رب نے تعلیم دی ہے کہ اطمینان کے ساتھ رکوع وسجود کرو۔ تعلیم تمھیں مَّا ان چیزوں کی لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جن کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہماری نمازوں کو صحیح معنوں میں نمازیں بنا دے اور ہمیں گھر کی نگرانی کی توفیق عطا فرمائے۔ امین!

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ

يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

ع ۳۱ ۱۵

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُتَوَفَّوْنَ جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑ جاتے ہیں اَزْوَاجًا بیویاں وَّصِيَّةً وہ وصیت کر جائیں لِّاَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویوں کے حق میں مَّتَاعًا فائدہ اِلَى الْحَوْلِ ایک سال تک غَيْرَ اِخْرَاجٍ کہ ان کو نہ نکالا جائے گھر سے فَاِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ نکلیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيْ مَا فَعَلْنَ اس کارروائی میں جو وہ کرتی ہیں فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے بارے میں مِنْ مَّعْرُوْفٍ

اچھے طریقے سے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے حکمت والا ہے وَلِلْمُطَلَّقٰتِ اور ان عورتوں کے لیے جن کو طلاق دی گئی ہے مَتَاعٌ جوڑا ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ لازم ہے پرہیزگاروں پر كَذٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لَكُمْ تمھارے واسطے اٰيٰتِهٖ اپنی آیات لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَعْقِلُوْنَ سمجھو اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کا خَرَجُوْا جو نکلے ہیں مِنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے وَهُمْ اُلُوْفٌ اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے حَذَرَ الْمَوْتِ موت سے ڈرتے ہوئے فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو مُوْتُوْا مرجاؤ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ پھر رب تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ البتہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور لڑو اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ کون ہے وہ شخص يُقْرِضُ اللّٰهَ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا قرض اچھا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ پس بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے

اَضْعَافًا كَثِيْرَةً کئی گنا زیادہ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ اور اللہ تعالیٰ ہی رزق تنگ کرتا ہے وَيَبْصُطُ اور رزق کشادہ کرتا ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

وفات کی عدت :

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرات مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دو تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ نازل ہونے کے اعتبار سے یہ آیت پہلے ہے اور جو تم پڑھ چکے ہو کہ وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے وہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ جوں جوں قرآن کریم کی آیات نازل ہوتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد جوڑ دو۔ چوں کہ قرآن کریم اکٹھا نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے تو پہلے عدت تھی ایک سال۔ یعنی اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تھا تو شروع میں اس کی عدت ایک سال تھی۔ اس کے بعد پھر وہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں حکم ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت ہے چار ماہ دس دن۔ تو اس تفسیر کی رو سے یہ آیت پہلے نازل ہوئی اور پڑھنے میں بعد میں ہے اور اب اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

دوسری تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی البتہ اس میں الگ حکم بیان ہوا ہے۔ (اور یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ دورانِ عدت نکاح کا پیغام دینا حرام اور نکاح پڑھنا بھی حرام ہے، عدت چاہے طلاق کی ہو یا وفات کی ہو۔) اور اس

آیت میں حکم یہ ہے کہ جو آدمی مر جائے وہ اپنے رشتہ داروں کو وصیت کر جائے کہ میری بیوی کو ایک سال تک گھر سے نہیں نکالنا۔ کیوں کہ ضروری تو نہیں کہ چار ماہ دس دن گزرنے کے فوراً بعد رشتہ مل جائے۔ اس واسطے ایک سال اس کو سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔ ہمارے ہاں رواج کچھ اور ہے۔ اسلام اس رواج سے سختی کے ساتھ انکار کرتا ہے۔ وہ رواج یہ ہے کہ مثال کے طور پر کوئی عورت بیوہ ہو جائے کم عمری میں تو بہت کم ایسے مواقع ہیں کہ اس کا آگے رشتہ ہو جائے۔ حالانکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ جس وقت کسی عورت کو طلاق مل جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے اور عدت گزر جائے تو اس کو اس طرح گھر رہنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس کی آگے شادی ہو جائے۔ کیوں کہ انسان انسان ہے اور طرح طرح کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اسلام نے غلطی سے بچانے کے لیے حکم دیا ہے کہ نکاح کرلے۔ ہاں اگر کوئی عورت بہت بوڑھی ہے کہ وہ نکاح کی حد سے گزر گئی ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ مرد یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ جن کو وفات دی جاتی ہے تم میں سے وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِھِمْ وہ اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کر جائیں مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ ان کو فائدہ پہنچایا جائے سال تک غَیْرَ اِخْرَاجٍ ایک سال تک ان کو گھر سے نہ نکالا جائے عدت ختم ہونے کے بعد فَاِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ اپنی مرضی سے نکل جائیں فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر۔ یعنی عدت ختم ہونے کے بعد اگر وہ عورت کہیں اور جانا چاہتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے تم ان کو نہ روکو فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ عورتیں اپنی جان کے بارے میں کریں۔

یعنی اگر وہ کسی جگہ رشتے کا سلسلہ جوڑتی ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن مِنْ مَّعْرُوْفٍ بھلائی سے قاعدے کے مطابق۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جو تعلق جوڑیں وہ بھلائی کا ہو بُرائی کا نہ ہو۔ اور اگر غلط تعلق جوڑیں تو تمھیں حق ہے تم روک سکتے ہو۔ یہ اس واسطے کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ جس نے تم میں سے کوئی برائی دیکھی۔ ہاتھ سے روکنے کی طاقت رکھتا ہے تو ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو پھر زبان سے روکے۔ اگر زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو پھر دل سے بُرا سمجھے۔ یہ تو عام قانون ہے اور اگر رشتہ داری ہو تو پھر بُرائی سے روکنا زیادہ اہم ہے۔

مثلاً: کسی کی بھابھی ہے یا کسی کی بہو بیٹی ہے اور وہ کسی کے ساتھ ناجائز تعلق بناتی ہے تو تمھیں حق پہنچتا ہے کہ اس کو روکو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے معروف کی قید لگائی ہے کہ عدت گزارنے کے بعد وہ کہیں اپنا تعلق جوڑنا چاہیں تو اجازت ہے کوئی گناہ نہیں ہے مگر وہ جائز، صحیح اور معقول طریقے سے ہو وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سزا دینے پر بھی قادر ہے اور اگر فوراً سزا نہیں دیتا تو اس واسطے کہ حلیم بھی ہے اور اس کے جتنے احکامات ہیں حکمت کے مطابق ہیں۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ اور ان عورتوں کے لیے جن کو طلاق دی گئی ہے مَتَاعٌ ایک جوڑا ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے سے۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جس عورت کو طلاق ملی اور اس کا مہر بھی مقرر تھا تو ایسی عورت کو ایک جوڑا دینا مستحب ہے۔ اور وہ عورت جس کا حق مہر مقرر نہیں ہوا اس کو ایک جوڑا دینا واجب ہے۔ اور کل کے درس میں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ وہ جوڑا امیر آدمی کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور غریب آدمی کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق

ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ پرہیزگاروں کے ذمے لازم ہے رب کی طرف سے
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے واسطے اپنی آیات
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم مسائل سمجھ جاؤ۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بھی پڑھا تھا فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا پس اگر تمھیں دشمن کا خوف ہو دشمن تمھارے پیچھے دوڑا آرہا ہے اور تم آگے آگے دوڑے جارہے ہو، نماز کی معافی نہیں ہے، اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔ تو نماز اتنی اہم ہے کہ دشمن تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے تو اس حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہے۔ سوار ہو تب بھی تم اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم نہیں ہے تَرَ کے معنیٰ دل کے ساتھ جاننے کے بھی آتے ہیں۔ اس مقام پر تفاسیر میں تصریح ہے اَلَمْ تَعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ ﷺ بِاِعْلَامِهٖ اِيَّاكَ "اے محمد ﷺ! کیا آپ نہیں جانتے جو ہم نے تجھے بتایا ہے واقعہ۔" یہاں پر آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے دل سے جاننا مراد ہے۔ یعنی کیا ہمارے بتانے کے بعد تجھے اس کا علم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کے واقعہ کا خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ جو نکلے اپنے گھروں سے۔

اسرائیل کے قیام کا پس منظر :

بنی اسرائیل مشہور خاندان تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے۔ ان بیٹوں کی آگے نسل چلی۔ ان بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس خاندان میں تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں اور تین مشہور آسمانی

کتابیں ان کو ملی ہیں۔تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور حضرت داوٗد علیہ السلام کو ملی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی ہے۔یہ سب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کے بھیجے گئے۔یہ واقعہ حضرت حزقیل علیہ السلام کا ہے۔یہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔یہاں پر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ لبنان اور اُردن کے جس رقبے پر یہود نے قبضہ کیا ہے یہ سارا اس میں شامل تھا۔اور ایشیائے کوچک کا کچھ حصہ جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے۔اسی طرح شام، کنعان وغیرہ یہ ارضِ مقدس کہلاتا تھا، یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا، یہ پہلے ترکوں کے پاس تھا پانچ سو سال تک تنہا ترکوں نے سارے یورپ کو آگے لگایا ہوا تھا۔حالانکہ اس وقت ان کی تعداد بھی بہت کم تھی مگر ایمان قوی تھا۔انگریزوں، فرانسیسیوں اور جرمن خبیثوں نے سوچا کہ جب تک مسلمان قوم کا ذہن نہ بگاڑا جائے اور ان کی آپس میں نفرت نہیں پھیلائی جائے گی اس وقت تک یہ ہمیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیں گے۔ان خبیثوں کی پالیسی سے یہ مسلمان سب علیحدہ علیحدہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

آج حالت یہ ہے کہ اُردن، شام، لبنان کے اتنے ذہن بگاڑ دیئے گئے کہ وہ آپس میں نہیں مل سکتے، کافروں کے ساتھ مل سکتے ہیں۔تو یہ سارا علاقہ شام کہلاتا تھا اور حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ان کے مقابلہ میں عمالقہ قوم تھی۔عملیق ابن عاض ابن عاد بن شداد ابن ارم۔یہ بڑے قد و قامت والے، لڑاکے اور سخت جان لوگ تھے۔ان کے ساتھ لڑنے کے لیے حضرت حزقیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تیاری کرو۔قوم نے کہا کہ حضرت وہ بڑے زور آور لوگ ہیں ہمیں وہیں مار دیں گے۔کئی ہزار لوگ تھے۔قرآن پاک میں اُلُوْفٌ کے لفظ ہیں۔تفسیروں میں چار ہزار کا ذکر بھی ہے، آٹھ ہزار کا ذکر بھی ہے، دس ہزار کا ذکر بھی ہے، بیس ہزار، چالیس ہزار، ستر ہزار تک کا ذکر ہے۔تو جب حضرت

حزقیل علیہ السلام نے ان کو جہاد کا فرمایا تو یہ گھروں سے نکل کر جنگلوں میں کی طرف بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط فرمادی ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرگئے اور مسلسل آٹھ دن مرے رہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کی برکت سے پھر زندہ ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی کہ جہاد کرنے سے موت نہیں آتی اور بھاگنے سے آدمی موت سے نہیں بچ سکتا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وفات :

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام کے ملک میں حمص نامی ایک شہر ہے وہاں ان کی قبر ہے۔ جس وقت وہ بیمار ہوئے اور ساتھی ان کی ملاقات کے لیے آئے تو وہ بہت روئے۔ ساتھی کہتے حضرت کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ موت تو سب نے چکھنی ہے اس سے چارہ نہیں ہے تم کیوں اتنے پریشان ہو؟ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ موت سے نہیں ڈرتا اور مجھے معلوم ہے کہ موت آئے گی۔ مگر میں اپنی کمزور قسمت پر رو رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میرے سر سے لرکر پاؤں تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ جس پر کافروں کا نیزہ، تیر، تلوار نہ لگی ہو لیکن میں شہادت کی موت سے محروم رہا ہوں اَمُوْتُ کَمَوْتِ الْحِمَارِ جس طرح گدھا اپنے کِلّے پر مرتا ہے میں اس طرح اپنی چارپائی پر مر رہا ہوں۔ تو دیکھو جس کو میدان میں موت نہیں آنی تھی اس کو سر سے پاؤں تک زخم آئے مگر موت نہیں آئی۔

بخاری شریف میں ایک روایت آتی ہے کہ مِدعم نامی ایک غلام تھا، بڑا پھرتیلا، چست، چالاک، اس کی ڈیوٹی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوے پر سامان رکھنا، باندھنا، اُتارنا، خیبر کی لڑائی جب ختم ہوئی اور واپس آرہے تھے راستے میں ایک باغ تھا وہاں پر

انھوں نے پڑاؤ ڈالا۔اچانک ان کو ایک تیر لگا اور مِدعم فوت ہو گیا۔لوگوں نے کہا هَنِيْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ اس کو شہادت مبارک ہو۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہرگز یہ شہید نہیں ہے كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کمبل چرایا تھا۔وہ آگ کے شعلے بن کر اس کو لپٹے گا۔

لوگوں نے کہا حضرت! غنیمت کے مال میں سے تقسیم سے پہلے ہم نے کچھ چیزیں لی ہیں۔فرمایا شِرَاكٌ فِي النَّارِ اَوْ شِرَاكَيْنِ فِي النَّارِ اگر کسی نے ایک تسمہ جوتے کا لیا ہے تو وہ جہنم میں رہ جائے گا اور اگر کسی نے دو تسمے لیے ہیں تو وہ بھی دوزخ میں رہ جائے گا۔حالانکہ یہ وہ شخص تھا جو آپ ﷺ کی سواری کو اُٹھاتا، بٹھاتا، باندھتا، کجاوہ رکھتا، سامان رکھتا اور اُتارتا تھا۔اور یہاں تو کارخانے بھی غائب ہو جاتے ہیں، دکانیں غائب ہو جاتی ہیں، جائیدادیں غائب ہو جاتی ہیں اور ہم اس بات کو کچھ نہیں سمجھتے۔

یاد رکھنا! حقوق العباد کا مسئلہ بہت اہم ہے۔اگر کسی نے ایک سوئی بھی کسی کی رکھ لی تو وہ بھی جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گی۔جب تک مالک کو مل نہیں جائے گی۔

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کے واقعہ کا خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ جو نکلے اپنے گھروں سے وَهُمْ اُلُوْفٌ اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔اور نکلے حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے ڈر سے فَقَالَ

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو مر جاؤ (وہ مر گئے) ثُمَّ اَحْيَاهُمْ پھر رب تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ البتہ مہربانی کرتا ہے لوگوں پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور فرمایا اے مجاہدو! وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور لڑو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور تمام کارروائی کو جانتا بھی ہے۔

جہاد میں مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے کیوں کہ اسلحہ بغیر رقم کے تو نہیں ملتا۔ اور بعض مجاہد غریب ہوتے ہیں۔ وہ سفر خرچ بھی مہیا نہیں کر سکتے۔ اس واسطے رب تعالیٰ نے فرمایا مَنْ ذَا الَّذِيْ کون ہے وہ شخص يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے یعنی جو وہ اللہ تعالیٰ کے رستے میں خرچ کرے گا۔ یوں سمجھو کہ رب کو قرض دیا ہے اور قرض واپس ضرور آتا ہے لہٰذا جو خرچ کرو گے اس کا تمہیں بدلہ ضرور ملے گا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے بڑھائے گا بڑھانا۔ کئی گنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو خرچ کیا جاتا ہے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ ہے سات سو۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔

دیکھو! ایک آدمی گھر میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے سبحان اللہ! تو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا ہوا کہتا ہے سبحان اللہ! تو اس کو سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اسی طرح گھر سے نکلا راستے میں کوئی آدمی ملا اس نے کہا السلام علیکم! تو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں وعلیکم السلام کہا تو دس نیکیاں ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا ہوا ہے اور کسی کو کہتا ہے السلام علیکم! تو اس کو سات سو نیکیاں ملتی ہیں اور کسی کو سلام کا

جواب دیتا ہے وعلیکم السلام! تو ادنیٰ ترین سات سو نیکیاں ہیں وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ یاد رکھنا! نیکی کی مدات تو بہت ہیں لیکن ہمارے اندر کمی ہے۔ رب کی رحمت بڑی وسیع ہے اور اس کے خزانوں میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ وَیَبۡصُۜطُ اور اللہ تعالیٰ ہی رزق تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے۔ سب اسی کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کسی کو نہیں دیا نہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے مال گھٹتا ہے اور نہ ہاتھ کھینچ لینے سے مال بڑھ جائے گا وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو تاکہ شرمندگی نہ ہو۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ ع ۳۲

أَلَمْ تَرَ کیا آپ کو علم نہیں ہے إِلَى الْمَلَإِ اس جماعت کا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جو بنی اسرائیل میں سے تھے مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ موسیٰ علیہ السلام کے بعد إِذْ قَالُوا جب کہا ان لوگوں نے لِنَبِيٍّ لَهُمُ اپنے نبی کو ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا مقرر کر ہمارے واسطے کوئی جرنیل نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

تاکہ لڑیں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا
هَلْ عَسَيْتُمْ تحقیق کے ساتھ تم سے امید ہے اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ
اگر لکھ دیا جائے تم پر لڑنا اَلَّا تُقَاتِلُوْا یہ کہ تم نہیں لڑو گے .قَالُوْا کہنے
لگے وَمَا لَنَآ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا نُقَاتِلَ یہ کہ ہم نہیں لڑیں
گے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَدْ اُخْرِجْنَا اور تحقیق
ہم نکالے گئے مِنْ دِيَارِنَا اپنے گھروں سے وَاَبْنَآئِنَا اور اپنے
بیٹوں سے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب لکھا گیا ان پر لڑنا (جہاد)
تَوَلَّوْا پھر گئے اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے وَ
اللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو وَقَالَ لَهُمْ
نَبِيُّهُمْ اور کہا ان کو ان کے نبی نے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے
قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ تحقیق مقرر کیا ہے تمھارے واسطے طالوت کو
مَلِكًا جرنیل قَالُوْٓا کہنے لگے اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا کس
طرح ہو گا اس کے لیے اقتدار ہم پر وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ
حق دار ہیں اقتدار کے اس سے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ اور نہیں دیا گیا
وہ وسعت مال سے قَالَ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ
بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے چن لیا ہے عَلَيْكُمْ تم پر وَزَادَهٗ اور
اس کو زیادہ کیا ہے بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ علم کے پھیلاؤ میں وَالْجِسْمِ

اور جسم میں وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے اپنا ملک مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا، جاننے والا ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور کہا ان لوگوں کو ان کے پیغمبر نے اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ بے شک اس کے اقتدار کی نشانی اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ یہ ہے کہ آئے گا تمھارے پاس صندوق فِيْهِ سَكِيْنَةٌ اس میں کچھ تسلی کی چیزیں ہوں گی مِّنْ رَّبِّكُمْ تمھارے رب کی طرف سے وَبَقِيَّةٌ اور کچھ باقی تبرکات ہوں گے مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى ان میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کے خاندان نے چھوڑے ہیں وَاٰلُ هٰرُوْنَ اور ہارون علیہ السلام کے خاندان نے چھوڑے ہیں تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اس صندوق کو اُٹھائے ہوئے ہوں گے فرشتے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيَةً نشانی ہوگی لَّكُمْ تمھارے واسطے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے۔

حضرت طالوت علیہ السلام کا جہاد :

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بنی اسرائیل کا خاندان مصر اور فلسطین کے درمیان بحرِ رم کے کنارے پر آباد تھا۔ وہ علاقہ خاصا زرخیز تھا اور یہ لوگ بھی محنتی تھے۔ مالی اعتبار سے ان لوگوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ بنی اسرائیل کے مقابلے میں ایک عمالقہ قوم تھی وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھی۔ قد کاٹھ کے اعتبار سے بھی اور مالی اعتبار سے بھی اور تعداد کے لحاظ سے بھی۔ وہ ان پر حملہ کر کے ان کو قتل بھی کرتے تھے مال بھی چھین لیتے اور ہزاروں کی تعداد میں نوجوان لڑکیوں کو اُٹھا کر بھی لے جاتے تھے۔ اس وقت پیغمبر تھے شمویل علیہ السلام

اور ہمزہ کے ساتھ اِشْمَوِیل بھی لکھتے ہیں۔ان کی عمر مبارک خاصی تھی، بوڑھے اور کمزور تھے۔ بسا اوقات خود اُٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔لوگوں نے کہا حضرت! یہ عمالقہ ہم پر حملہ کرتے ہیں، ہمیں گھروں سے نکال دیتے ہیں ہمارے بچے قتل کر دیتے ہیں، ہمارے بچے بچیاں اُٹھا کر لے جاتے ہیں یہ ظلم ہم کب تک برداشت کریں گے۔آپ اللہ تعالیٰ سے جہاد کی اجازت لیں۔ کیوں کہ ان پر جہاد نہیں تھا۔اور ہمارے لیے کوئی جرنیل منتخب کریں تا کہ ہم اس جرنیل کی سرکردگی میں عمالقہ قوم کے خلاف جہاد کریں۔

مسئلہ یہ ہے کہ پیغمبر کی موجودگی میں کسی اور کو قیادت کا حق نہیں ہوتا، مگر وہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ حضرت شمویل علیہ السلام خاصے بوڑھے ہیں اور اس عمر میں وہ مجاہدین کی قیادت نہیں کر سکتے۔اس واسطے انھوں نے کہا کہ رب تعالیٰ سے جہاد کی اجازت طلب کریں اور جرنیل بھی مقرر فرمائیں۔اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ کیا آپ کو علم نہیں ہے اِلَى الْمَلَاِ اس جماعت کا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ جو بنی اسرائیل میں سے تھی مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا زمانہ تھا اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ جس وقت ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو کہا ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا مقرر کرو ہمارے واسطے کمانڈر، جرنیل نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تا کہ لڑیں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے دشمنوں کے ساتھ قَالَ حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا هَلْ عَسَیْتُمْ تحقیق کے ساتھ تم سے یہ بھی توقع ہے اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اگر لکھا جائے یعنی فرض کیا جائے تم پر لڑنا یعنی جہاد کرنا اَلَّا تُقَاتِلُوْا یہ کہ تم نہ لڑو۔یعنی باتیں تو تم کرتے ہو لیکن ہو سکتا ہے کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے اور تم نہ لڑو۔تو اس کے جواب میں قَالُوْا کہنے لگے وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم نہیں لڑیں گے

اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا اور تحقیق ہم اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں وَاَبْنَآئِنَا اور ہمارے بیٹوں سے ہمیں الگ کر دیا گیا ہے۔ یعنی کچھ مار دیئے اور کچھ بیگار لینے کے لیے ساتھ لئے۔

اور یہ بات تفسیروں میں ہے کہ تقریباً تیس ہزار لڑکیاں اُٹھا کر لے گئے۔ تو ہماری لڑائی کے ظاہری اسباب سارے موجود ہیں اس لیے ضرور لڑیں گے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب ان پر لڑنا فرض کیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم آیا تَوَلَّوْا پھر گئے وہ جہاد سے اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے۔ وہ تھوڑے کتنے تھے؟ اس کا ذکر کل کے درس میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو بخوبی جانتا ہے ظالموں کو۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور اُن کو اُن کے پیغمبر اِشمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھارے لیے جہاد کی اجازت بھی ہو گئی ہے اور تمھاری خواہش کے مطابق تمھارا جرنیل بھی رب تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا بے شک تمھارے لیے اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جرنیل اور کمانڈر مقرر فرمایا ہے۔

یہ حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ بڑے غریب خاندان کے آدمی تھے۔ مالی اعتبار سے کمزور تھے اور ان کا خاندان بھی غیر معروف تھا۔ اس لیے لوگوں نے کج بحثی شروع کی قَالُوْٓا کہنے لگے اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا اس کا اقتدار ہم پر کیسے ہو سکتا ہے؟ وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے۔ کیوں کہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ نہ تو زمانہ قریب میں پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے کہ کسی پیغمبر کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے ہوتے تو بھی لوگ یہ کہہ کر قبول کر لیتے کہ پیغمبر کی نسل سے ہے۔ نہ کسی

بادشاہ کی نسل میں سے تھے کیوں کہ اگر کسی باداہ کی نسل میں سے ہوتے تو کہتے چلو بادشاہ کی نسل میں سے ہے ان کے باپ دادا بادشاہ ہوئے ہیں۔ اگر ان کی نسل میں سے کسی کو اقتدار ملتا تو اچھی بات ہے۔ اور مالی طور پر بھی بڑے کمزور تھے۔ اُن کے بارے میں تفسیروں میں تین لفظ آتے ہیں۔ ایک یہ کہ كَانَ دَبَّاغًا رنگ ریز تھے۔ لوگوں کے کپڑے رنگتے تھے۔ تو عوام کی اصطلاح میں کمی ہوئے۔ اور یہ لفظ بھی آتا ہے كَانَ سَاقِيًا کہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں پہنچاتے تھے، یعنی ماشکی تھے۔ تو دیکھو عوام کی نگاہ میں ماشکیوں کی قدر نہیں ہے۔ عوام کی بات کر رہا ہوں، رب کے ہاں کی بات نہیں کر رہا۔ اور یہ لفظ بھی آتا ہے كَانَ رَاعِيًا چرواہے تھے یعنی مزدوری پر لوگوں کی بھیڑ، بکریاں، اونٹ وغیرہ چراتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مزدور پیشہ تھے اور مزدور کو جو بھی مزدوری مل جائے کرتا ہے۔ کبھی کپڑے رنگ لیتے ہوں گے، کبھی لوگوں کے گھروں میں مشکوں سے پانی بھر کر مزدوری لیتے ہوں گے۔ اور یاد رکھنا! جائز قسم کی جو بھی مزدوری ہو شریعت نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں چرائیں :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر پر تھے۔ (اور یہ جو وَنتر کے درخت کی مسواکیں ہوتی ہیں اس درخت کو جھنگ، بھکر، ملتان کی زبان میں جال کہتے ہیں اور یہ مسواک اس کی جڑ کی ہوتی ہے اور یہ درخت انہی علاقوں میں کافی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ دانے لگتے ہیں (پھل) وہ شروع میں سرخ ہوتے ہیں پھر سیاہ ہو جاتے ہیں اور جب وہ کالے ہو جائیں تو بہت میٹھے اور لذیذ ہوتے ہیں۔) کچھ لوگ وہ پھل اُتار کے لائے سرخ دانے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کالے کالے دانے کیوں نہیں چُنے فَإِنَّهُ أَيْطَبُ

اس لیے کہ جو کالے دانے ہوتے ہیں وہ بڑے لذیذ اور میٹھے ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا حضرت یہ تجربہ تو ان کو ہوتا ہے جو اونٹ، بکریاں چراتے ہیں کیوں کہ ان کو ان درختوں کے ساتھ زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ تو کیا حضرت! آپ نے جانور بھی چرائے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کُنْتُ اَرْعیٰ لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْط "میں مکے والوں کی بکریاں، بھیڑیں ٹکے ٹکے پر چراتا رہا۔" فی بکری مجھے دو پیسے ملتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُونٹ بھی چرائے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَى الْغَنَمَ "کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔"

علمائے کرام بیان فرماتے ہیں کہ بکری اس وجہ سے فرمایا کہ اُونٹ بڑا جانور ہے وہ اگر مالک کی مرضی سے نہ چلے وہ اسے ڈنڈے مارے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اور یہ جو بھیڑ ہے جدھر ایک جائے گی سب اس کے پیچھے جائیں گی۔ اس وجہ سے بھیڑ چال کا مقولہ مشہور ہے۔ اور بکری ایک ایسا شرارتی جانور ہے کہ ایک اِدھر بھاگے گا دوسرا اُدھر بھاگے گا، تیسرا تیسری طرف بھاگے گا۔ چوں کہ وہ کمزور جانور ہوتا ہے اس لیے مارنے سے بھی نقصان ہوتا ہے، ٹانگ ٹوٹنے کا، سینگ ٹوٹنے کا۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے اس لیے پہلے بکریاں چرواتے ہیں کہ اُمتیوں کا حال بھی ایسا ہوگا کہ ایک کا منہ ایک طرف اور دوسرے کا دوسری طرف، تیسرے کا تیسری طرف، کوئی اِدھر بھاگے گا کوئی اُدھر کو بھاگے گا اور عجیب عجیب قسم کے سوالات ہوں گے۔

غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے:

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور دین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک شخص آیا اور سوال کیا اَيْنَ نَاقَتِي میری اُونٹنی کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا لَا أَدْرِيْ أَيْنَ نَاقَتُكَ مجھے نہیں معلوم تیری اُونٹنی کہاں ہے؟ وہ گڑگڑ کرتا ہوا باہر چلا گیا ار کہنے لگا یُخْبِرُنَا بِخَبَرِ السَّمَآءِ وَلَا يَدْرِيْ أَيْنَ نَاقَتِيْ ہمیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے؟ مطلب اس کا یہ تھا کہ ویسے ہی اس نے لوگوں کو (نعوذ باللہ) ٹھگی (دھوکا دے رکھا ہے) لگائی ہے اور کہتا ہے کہ آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے تمھارے ساتھ یہ ہوگا، پھر یہ ہوگا اور یہ نہیں جانتا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین میں سے بعض کو فرمایا یہ آدمی جو سوال کرتا ہوا گیا ہے اس کو تلاش کر کے لاؤ (اس کا نام تھا ابن بُسیط، یہ منافق تھا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے، فوراً گئے اور اُسے لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كَيْفَ قُلْتَ کہ تو نے کیا سوال کیا تھا؟ کہنے لگا میں نے سوال کیا تھا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے؟ اور تم نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ تیری اُونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اس رب کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے کوئی علم نہیں تھا جَآءَنِيْ جَبْرِيْلُ فَأَخْبَرَ فِيْهَا آنِفًا ابھی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں پس اُنھوں نے مجھے بتایا ہے کہ تیری اُونٹنی فلاں جگہ پر جھاڑیاں ہیں ان میں سے ایک ٹہنی کے ساتھ اس کے گلے کا پٹا اٹکا ہوا ہے۔ ٹہنی بھی مضبوط تھی اور پٹا بھی مضبوط تھا، یہ زور لگاتی رہی مگر نہ ٹہنی ٹوٹی اور نہ پٹا۔ (تو کیسا نادانی والا سوال کیا۔)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک نوجوان کہنے لگا مَا فِيْ بَطْنِ نَاقَتِيْ "میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے لیکن صحابہ

میں سے ایک جذباتی صحابی تھے سلامہ ابن وقش رضی اللہ عنہ ۔ وہ کہنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال نہ کر میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو نے اونٹنی کے ساتھ بدی کی ہے تیرا نطفہ اس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اب ذرا بات سمجھنا، بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ وہابی کہتے ہیں کہ پیغمبر پیٹ کی بات نہیں جانتے یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی جواب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلامہ ابن وقش رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا یَا سَلَامَۃُ بْنِ وَقْشٍ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا تُحِبُّ التَّفَحُّشَ "بے شک اللہ تعالیٰ فحش گوئی کو پسند نہیں کرتا وَقَدْ تَفَحَّشْتَ بِرَجُلٍ تو نے اس آدمی کو جواب دینے میں فحش گوئی سے کام لیا ہے۔" صحابی کی یہ بات اس کا جواب نہیں تھا بلکہ تردید کرتے ہوئے طعنہ دیا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی مجھ سے سوال کرے کہ تم نے رات کو کیا کھایا؟ اور میں کہوں کہ میں نے تیرا سر کھایا ہے۔ اب یہ کوئی جواب تو نہیں ہے۔ جواب تو یہ ہے کہ میں نے جورات کو کھایا ہے تیرا اس کے بارے میں بے موقع سوال کرنے کا مطلب کیا ہے۔ تو اس صحابی کا جواب اس رنگ میں تھا۔ اور یہ مسئلہ مُن ہے کہ کوئی نہیں جانتا مَا فِی الْاَرْحَامِ کہ رحموں میں کیا ہے سوائے رب تعالیٰ کی ذات کے۔

آج کل نوجوان کہتے ہیں کہ جی الٹرا ساؤنڈ (کمپیوٹر) نکلا ہوا ہے اس کے ذریعہ پتا چل جاتا ہے کہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ یہ کمپیوٹروں کا قصہ تو اخبارات میں پڑھتے ہوں گے کہ ایک آدمی بے چارے نے گھر فون لگوایا ہوا تھا اس کو ایک ماہ کا بل ایک لاکھ اٹھاسی ہزار آیا۔ اس نے کہا کہ کیا ہوا میں کارخانے دار بھی نہیں، دکان دار بھی نہیں، فون گھر میں لگا ہوا ہے۔ جب اس نے درخواست دی تو جواب ملا کہ یہ کمپیوٹر کی غلطی ہے۔ اصل بل اس کا ڈیڑھ سو یا دو سو نکلا۔ تو تم کمپیوٹر پر یقین کرتے ہو۔ اتنا کچا عقیدہ مسلمان کا نہیں ہونا

چاہیے۔ کمپیوٹر کی بات کوئی صحیح ہوگی کوئی غلط ہوگی لیکن جو بات بذریعہ وحی ہوتی ہے وہ قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ تو بہر حال پیغمبروں نے بکریاں بھی چرائیں، بھیڑیں بھی اور اُونٹ بھی چرائے۔

تو بات ہو رہی تھی طالوت رحمۃ اللہ علیہ کی قَالُوْٓا لوگوں نے کہا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا ان کو ہم پر اقتدار کس طرح حاصل ہوگا؟ وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ اور اس کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں ہے۔ بے چارہ مزدور آدمی ہے۔

قَالَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے منتخب فرمایا ہے تمھارے اُوپر وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور زیادہ کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے پھیلاؤ میں اور جسم کے پھیلاؤ میں۔ علم بھی اس وقت لوگوں میں سے اس کا زیادہ تھا اور جسم کے اعتبار سے بھی خوب پہلوان تھا۔ اور ظاہری بات ہے کہ لڑائی کے واسطے ایسا ہی آدمی چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی معلوم ہو کہ میرے مقابلے میں کوئی کھڑا ہے۔ اور اگر ہو ہی چڑیا کے برابر تو دوسروں کی تو نظر بھی نہیں پڑتی وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔

بنی اسرائیل کے تبرکات:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور فرمایا ان لوگوں کو ان کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ بے شک اس کے اقتدار کی نشانی بھی ہے اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ یہ ہے کہ آئے گا تمھارے پاس ایک صندوق فِيْهِ سَكِيْنَةٌ اس میں کچھ تسلی کی چیزیں ہوں گی

مِّنْ رَّبِّكُمْ تمھارے رب کی طرف سے وَبَقِيَّةٌ اور کچھ باقی تبرکات ہوں گے مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ ان میں سے جو چھوڑے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے خاندان نے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پگڑیاں تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کا جوتا تھا۔ اُس وقت تورات تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ ایک تختی ٹوٹی ہوئی جس پر تورات کے کچھ الفاظ تھے وہ بھی تھی اور رومال تھا۔ غرضیکہ اس طرح کی کچھ چیزیں تھیں تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اس صندوق کو فرشتے اُٹھا کر لائیں گے اور لوگوں کی موجودگی میں حضرت کے سامنے رکھیں گے۔

چنانچہ سب لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے صندوق اُٹھایا ہوا ہے اور سب کی موجودگی میں طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لا کے رکھ دیا۔ اب اس سے زیادہ تسلی کیا ہوسکتی تھی کہ ایک تو اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمھارا جرنیل مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے کرامت کے طور پر صندوق اُٹھا کر لائے اور طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں ان کی صداقت کی نشانی ہوگی لَّكُمْ تمھارے واسطے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ ۭ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ڐ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَاۗءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

فَلَمَّا پس جس وقت فَصَلَ طَالُوْتُ جدا ہوئے طالوت رحمۃ اللہ علیہ بِالْجُنُوْدِ لشکروں کو لے کر قَالَ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ مُبْتَلِيْكُمْ تمھارا امتحان لینے والا ہے بِنَهَرٍ ایک نہر پر فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ پس جس نے پانی پی لیا اس نہر کا فَلَيْسَ مِنِّيْ پس وہ میرے ساتھیوں میں سے نہیں ہے وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ اور جس نے نہ چکھا اس کا پانی

فَاِنَّهٗ مِنِّیْٓ پس بے شک وہ میرے ساتھ ہے اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ مگر وہ

شخص جس نے بھرا غُرْفَةً ایک چلو بِیَدِهٖ صرف ایک ہاتھ سے

فَشَرِبُوْا مِنْهُ پس پیا اُنھوں نے اس نہر کے پانی سے اِلَّا قَلِیْلًا مگر

بہت تھوڑوں نے مِّنْهُمْ ان میں سے فَلَمَّا جَاوَزَهٗ پس جب پار

کر گئے اس نہر کو هُوَ وہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور وہ جو

ایمان لائے تھے ان کے ساتھ قَالُوْا کہنے لگے لَا طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ

نہیں طاقت ہمارے لیے آج کے دن بِجَالُوْتَ جالوت کے مقابلہ میں

وَجُنُوْدِهٖ اور اس کے لشکروں کے مقابلہ میں قَالَ الَّذِیْنَ کہا ان لوگوں

نے یَظُنُّوْنَ جو یقین رکھتے تھے اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ بے شک وہ اللہ

تعالیٰ سے ملنے والے ہیں كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں

غَلَبَتْ غالب آجاتی ہیں فِئَةً كَثِیْرَةً بہت ساری جماعتوں پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ

صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وَلَمَّا بَرَزُوْا اور جس وقت سامنے ہوئے

لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ جالوت اور اس کے لشکروں کے قَالُوْا کہا مومنوں

نے رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار اَفْرِغْ عَلَیْنَا ڈال ہم پر صَبْرًا

صبر وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا اور ثابت رکھ ہمارے قدموں کو وَانْصُرْنَا اور

ہماری مدد کر عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ کافر قوم کے مقابلہ میں فَهَزَمُوْهُمْ

پس ان مومنوں نے شکست دی ان کافروں کو بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَقَتَلَ دَاوٗدُ اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جَالُوْتَ جالوت کو وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اور دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک وَالْحِكْمَةَ اور دانائی وَعَلَّمَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ان کو مِمَّا يَشَآءُ ان چیزوں کی جو رب نے چاہا وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا ٹالنا لوگوں کو بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ تو البتہ خراب ہو جاتی زمین وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ مہربانی کرنے والا ہے جہان والوں پر تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں نَتْلُوْهَا ہم تلاوت کرتے ہیں عَلَيْكَ تجھ پر بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّكَ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ہیں۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت اشمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغمبر تھے اور قوم نے عمالقہ قوم کی کارستانیوں سے تنگ آ کر ان سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جہاد کی اجازت لیں اور ہمارے اوپر کوئی جرنیل بھی مقرر کریں کیوں کہ وہ خود خاصے بوڑھے اور کمزور تھے۔ تفصیلاً بات کل کے سبق میں گزر چکی ہے کہ ان کو جہاد کی اجازت بھی مل گئی اور حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو جرنیل مقرر کر دیا گیا۔ اور ان لوگوں نے خاصی قیل وقال کے بعد ان کو جرنیل تسلیم کر لیا تو حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ جو تم میں سے جوان ہیں وہ تیاری کر لیں، کوئی بوڑھا، بچہ اور بیمار ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔ ان شاء اللہ ہم کل یا

پرسوں یہاں سے چلیں گے یا جو بھی انھوں نے وقت دیا۔ عمالقہ قوم بیت المقدس میں آباد تھی اور بیت المقدس کا شہر صیہون نامی پہاڑ کے اوپر ہے۔ بڑا پرانا شہر ہے۔ مسجد اقصیٰ بھی اسی شہر میں ہے اور اس وقت اس پر یہود کا قبضہ ہے۔ جب چاہیں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز ادا کرنے دیتے ہیں اور جب چاہیں روک دیتے ہیں اور بے غیرت مسلمان آج تک ان سے وہ قبلہ واگزار نہیں کرا سکے۔ حالانکہ مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں بلکہ ایک ارب سے زائد ہیں مگر ہیں بے غیرت۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کو غیرت عطا فرمائے۔

مجاہدین کی آزمائش :

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ پس جب جدا ہوئے یعنی روانہ ہوئے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کی طرف بِالْجُنُوْدِ اپنے لشکروں کو لے کر۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ ستر ہزار نوجوان ان کے ساتھ چل پڑے۔ طالوت رحمۃ اللہ علیہ بڑے سمجھ دار آدمی تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ یہ تو اس طرح جا رہے ہیں کہ جس طرح انھوں نے کوئی میلہ دیکھنا ہے حالانکہ عمالقہ قوم جس کے ساتھ مقابلہ ہے وہ بڑی جنگجو ہے اور بڑی طاقت ور ہے۔ سارے تو لڑنے والے نہیں یہ تو تماشائی ہیں۔ لہٰذا ان کا امتحان لینا چاہیے اور جو امتحان میں کامیاب ہوں وہ جائیں اور جو ناکام ہوں وہ ہمارے ساتھ نہ جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اشمویل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے امتحان کا طریقہ بتایا۔

قَالَ کہا طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ تمھارا امتحان لینے والا ہے ایک نہر سے۔ یہ نہر اُردن اور فلسطین کے درمیان تھی اور اب بھی ہے۔ اس کا پانی صاف ستھرا اور ٹھنڈا تھا اور گرمی کا موسم تھا ان لوگوں کو پیاس بھی بڑی

لگی ہوئی تھی۔ تو جب اس نہر کے پاس پہنچے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡهُ پس جس نے اس نہر سے پانی پی لیا کافی مقدار میں فَلَيۡسَ مِنِّیۡ پس وہ میرے پیروکاروں میں سے نہیں ہے وَمَنۡ لَّمۡ يَطۡعَمۡهُ اور وہ جس نے نہ چکھا اس کا پانی فَاِنَّهٗ مِنِّیۡۤ پس بے شک وہ میرے پیروکاروں میں سے ہے اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ مگر جس نے لیا پانی کا غُرۡفَةً ۢ چلّو بِيَدِهٖ اپنے ایک ہاتھ سے دونوں ہاتھوں سے نہیں۔ یعنی تمھیں صرف ایک چلّو پانی پینے کی اجازت ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ سخت پیاس لگی ہو اور پانی بڑا صاف ستھرا اور ٹھنڈا ہو تو انسان کیا کرتا ہے؟ بس یہی ہوا کہ وہ دیوانوں کی طرح پانی پر ٹوٹ پڑے اور پی پی کر پیٹ ان کے مشکیں بن گئیں۔ صرف تین سو تیرہ آدمی ایسے تھے جنھوں نے صرف ایک چلّو پانی پیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کہ ایک چلّو سے ان کی پیاس بجھ گئی اور وہ مطمئن ہو گئے اور جو بھیڑیں تھیں ان سب کو چھٹی مل گئی کہ چلے جاؤ۔ حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ سمیت تین سو تیرہ رہ گئے۔ تو فرمایا فَشَرِبُوۡا مِنۡهُ پس پیا انھوں نے پانی اس نہر سے اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ مگر تھوڑے آدمیوں نے ان میں سے یعنی تین سو تیرہ آدمی امتحان میں کامیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ پس جب عبور کیا طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اس نہر کو وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور ان کے مومن ساتھیوں نے بھی۔ جب آگے دیکھا تو جالوت کا بڑا لشکر تھا۔ یہ عمالقہ کا بڑا جرنیل تھا اور تفسیروں میں لکھا ہے مِائَةُ اَلۡفٍ کہ اس کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر تھا۔ اب ایک طرف تین سو تیرہ ہیں اور دوسری طرف ایک لاکھ ہیں اور ہیں بھی جنگجو اور کڑیل جوان۔ یہ جو تین سو تیرہ تھے ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو تھے تو کامل الایمان مگر ان کی نگاہ ظاہری اسباب پر بھی تھی۔ ہم

تین سو تیرہ اور مقابلے میں ایک لاکھ کی فوج ہے۔

قَالُوا تو کہنے لگے لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ نہیں ہے طاقت آج کے دن ہمارے لیے جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ کی۔ اور ان میں ایک گروہ وہ تھا جو اکمل الایمان تھے کہ انھوں نے ظاہری اسباب پر توجہ ہی نہیں کی بلکہ نگاہ صرف رب پر رکھی قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے أَنَّهُمْ مُلَاقُوا اللَّهِ کہ بے شک وہ مرنے کے بعد رب کو ملنے والے ہیں یعنی جو رب پر پورا یقین رکھتے تھے كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ کہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں رب کے حکم کے ساتھ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ آگے آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سو تیرہ کو ایک لاکھ پر غلبہ عطا فرمایا۔

فتح کا مدار قلت وکثرت نہیں:

اسی طرح بدر کے مقام پر تین سو تیرہ تھے، مقابلے میں ایک ہزار کا تھے۔ اور ان تین سو تیرہ کے پاس چھ زرہیں، آٹھ تلواریں، دو گھوڑے اور ستر اُونٹ تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین سو تیرہ کو اس بے سروسامانی کے عالم میں فتح عطا فرمائی۔ اس کا ذکر ہے فرمایا: اے ایمان والو! وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ [آل عمران: ۱۲۳] "اور البتہ تحقیق مدد فرمائی تمھاری اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر حالانکہ تم کمزور تھے۔" ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ اور مسلمان صرف چودہ شہید ہوئے۔ آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔

اسی طرح موتہ کے مقام پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار کو ایک لاکھ پر فتح عطا فرمائی اور قادسیہ کے مقام پر حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈر سے اجازت طلب کی کہ یہ ساٹھ ہزار آدمی دندناتے پھر رہے ہیں آپ مجھے اجازت دیں میں ان کا ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ متفکر ہوئے کہ نوجوان آدمی ہے اور جذبات میں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجاہدین جو ہمارے پاس رب کی امانت ہیں ضائع نہ ہو جائیں لیکن ان کا جذبہ دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ تاریخ بتاتی ہے: غَزَا سِتُّوْنَ هُمْ سِتُّوْنَ اَلْفًا وَمَعَ هٰذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ کہ ساٹھ آدمیوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ فتح کے بعد جب دیکھا گیا تو ساٹھ ہزار میں سے دس ہزار کی لاشیں میدان میں پڑی تھیں اور ساٹھ میں سے صرف دس آدمی شہید ہوئے اور پچاس فاتح ہوئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مصر کا باقی سارا علاقہ فتح ہو گیا ہے لیکن قلعہ بولس فتح نہیں ہو رہا۔ مقوقس مصر کا بادشاہ اور بڑے بڑے جرنیل اور ماہرِ جنگ اس قلعہ میں ہیں اور ان کی فوج ہے اور میرے پاس صرف آٹھ ہزار فوج ہے اور قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے دو ماہ گزر گئے ہیں لیکن فتح نہیں ہو رہا لہٰذا ہمارے لیے دعا بھی کریں اور مزید فوج بھی بھیجیں اور طریقہ بھی سمجھائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو رو پڑے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت! خط کس محاذ سے آیا ہے؟ فرمایا مصر سے۔ ساتھیوں نے سمجھا کہ مصر میں سارے مجاہد شہید ہو گئے ہیں تبھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ لیکن تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ایسی

کوئی بات نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لیے روئے کہ آٹھ ہزار مسلمان فوجی ہیں اور محاصرہ کیے ہوئے ہیں، دو ماہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے فتح کیوں نہیں ہو رہا؟ فرمایا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قَدْ تَرَكُوا سُنَّةً مِّنْ سُنَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ "تحقیق چھوڑ دی انھوں نے کوئی سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں میں سے۔" تو دیکھیے کتنے نبّاض تھے۔ فرمایا ہم دعا بھی کرتے ہیں اور چار ہزار مزید فوج بھی بھیجتے ہیں۔ آٹھ ہزار تو پہلے ہے اور چار ہزار یہ گویا اب تم بارہ ہزار ہو جاؤ گے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ بارہ ہزار مومن ہوں تو وہ قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے بہ شرطے کہ کوئی اور وجہ نہ ہو۔ اور فرمایا کہ اس بات پر غور کرو کہ تم سے کون سی سنت رہ گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض ساتھیوں سے مسواک کی سنت رہ گئی ہے جس کی وجہ سے فتح میں رکاوٹ ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مزید چار ہزار فوج روانہ فرمائی ان کے نام تم بھی سن لو۔ اور یاد رکھنا! وہ صرف چار آدمی تھے۔ عبادہ بن صامت خزرجی، زبیر بن عوام، مقداد بن اسود اور خارجہ بن خزافہ رضی اللہ عنہم۔

فرمایا یہ چار ہزار ہیں۔ تو یاد رکھنا! مسلمان جب مسلمان ہوتا تھا تو ایک نہیں ہزار ہوتا تھا مگر آج کے مسلمان نے اپنے اسلام کے تقاضے چھوڑ دیئے ہیں اس لیے دنیا میں ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ جب مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان تھا اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوتی تھی۔

اسی طرح حدیقۃ الموت کا واقعہ مشہور ہے۔ وہاں بھی کمانڈر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں۔ وہاں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ وہ شہید ہو گئے مگر قلعہ فتح ہو گیا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں یہ

ہمارے سامنے کی بات ہے۔ چونڈہ ضلع سیالکوٹ یہ دنیا میں ٹینکوں کی لڑائی کا دوسرا مقام ہے، پہلا مقام تھا عالمین، یہ غالباً جرمنی میں ہے۔ تو گویا ٹینکوں کی لڑائی کا دوسرا مقام چونڈہ ہے۔ اس محاذ پر کیپٹن ایس۔اے زبیری تھا اور اس کے پاس ایک سو (۱۰۰) جوان (سپاہی) تھے۔ کیپٹن زبیری بڑا پکا مسلمان تھا۔ اس کے پاس چھوٹے تین ٹینک تھے اور مقابلے میں تین ہزار سے زیادہ ٹینک تھے۔ اُس نے اپنے مرکز سے رابطہ کیا کہ میرے پاس صرف تین ٹینک اور ایک سو جوان ہیں اور مقابلے میں تین ہزار سے زائد ٹینک ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں فوج ہے۔ لہٰذا میرے لیے کیا حکم ہے؟ مرکز نے کہا کہ اپنے جوانوں کو نہ مرواواپس آجا۔ کیپٹن زبیری نے کہا کہ میں نے قرآن پاک میں پڑھا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللهِ۔

پس تم چوبیس گھنٹے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ سو آدمیوں نے چھ ہزار کا مقابلہ کیا۔ تین ٹینکوں سے ہندوؤں کے تین ہزار ٹینکوں کے پرخچے اُڑا دیئے اور غالب آئے۔ تو قلت اور کثرت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اصل چیز ایمان ہے۔ یہی وجہ ہے ہندو نوے کروڑ عوام اور ہم چودہ کروڑ مگر وہ ڈرتے ہیں۔ اگر یہ ہمارے شرابی حکمران اللہ سے ڈریں اور اللہ ان کو ہدایت دے۔ اگر یہ انسان بن جائیں تو کوئی بات ہی نہیں، یوں ہوگا جیسے بھیڑوں پر بھیڑیا حملہ کرتا ہے۔

تو جب طالوت رحمۃ اللہ علیہ اپنا تین سو تیرہ کا لشکر لے کر جالوت کے مقابلہ میں آگئے اس کا ذکر ہے وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ جس بنی اسرائیل جالوت کے لشکر کے سامنے ہوئے، جالوت کا لشکر دیکھا وہ کثیر تعداد یعنی ایک لاکھ آدمی، تو اس وقت اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی، یعنی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے قَالُوْا اور کہا رَبَّنَآ اے

ہمارے رب اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ہم پر صبر ڈال دے وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا اور ہمیں ثابت قدم رکھ وَانْصُرْنَا اور ہماری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کافر قوم کے مقابلے میں۔

حضرت داوٗد علیہ السلام اور جالوت کا مقابلہ :

ادھر جالوت نے دیکھا کہ مقابلے میں معمولی سا لشکر ہے تو کہنے لگا میری ساری فوج کو لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس لشکر کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ اس زمانے میں جنگ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ پہلے دونوں طرف سے ایک ایک آدمی لڑتا پھر گھمسان کی جنگ شروع ہو جاتی۔ تو جالوت خود میدان میں آیا اور مبارزت کی دعوت دی۔

حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں حضرت داوٗد علیہ السلام کے والد ایساع بن عوبد بھی شامل تھے۔ ان کے چھ بیٹے تھے۔ پانچ تو جنگ میں شریک تھے اور حضرت داوٗد علیہ السلام کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں تھے بلکہ اپنے بھائیوں کو سامان پہنچانے کے لیے وہاں پہنچے تھے۔ لشکر اسلام میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اِشْمُوِیل علیہ السلام بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جالوت کے مقابلے میں داوٗد (علیہ السلام) کو نکالو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے باپ کو بمع چھ بیٹوں کے طلب کیا اور فرمایا: داوٗد جالوت کا مقابلہ کریں گے۔ اُنھوں نے اثبات میں جواب دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو جالوت کے مقابلے میں نکالا۔ تو حضرت داوٗد علیہ السلام جب آرہے تھے راستے میں تین پتھر پڑے تھے وہ بولے کہ ہمیں اُٹھا لو ہم جالوت کو قتل کریں گے۔ تو وہی پتھر فلاخن پر رکھ کر مارے۔ جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور باقی تمام جسم لوہے میں بند تھا۔ تینوں پتھر ماتھے پر لگے اور پیچھے سے نکل گئے۔

جب یہ ہلاک ہوا تو اس کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس کا ذکر ہے:

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ پس اہل ایمان نے ان کافروں کو شکست دی اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ اور قتل کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت اور حکمت دی وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ اور ان کو سکھایا جو چاہا۔ آیت کے اگلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا فلسفہ بیان فرمایا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض دوسروں کے ذریعے نہ ہٹاتے لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ البتہ زمین خراب ہو جاتی۔ یعنی جب کسی گروہ نے زمین پر بدامنی پھیلانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں دوسری جماعت کو بھیج کر مفسدین کا خاتمہ کر دیا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور لیکن اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والا ہے جہان والوں پر۔ یعنی جب وہ کسی ظالم کی بیخ کنی کرتا ہے تو یہ صحیح معنوں میں دنیا والوں پہ اس کا فضل ہوتا ہے۔

آگے فرمایا: تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔ یہ تمام واقعات بنی اسرائیل کے اور وہ قصہ بنی اسرائیل کا جو اُوپر گزرا یعنی ہزاروں کا نکلنا اور دفعتاً مرنا اور زندہ ہونا اور طالوت کا بادشاہ ہونا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے آپ کو بتاتے ہیں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تاریخ نہیں پڑھی اور نہ کسی تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔ جو اس بات کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو فرمایا: وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسولوں

میں سے ہیں۔ بلکہ خاتم النبیین ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِـيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـــوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

تِلْكَ الرُّسُلُ یہ پیغمبر ہیں فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی بَعْضَهُمْ ان میں سے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر مِنْهُمْ ان میں سے بعض وہ ہیں مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور بلند کیے رب تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے درجات وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اور دیئے ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو

الْبَيِّنٰتِ واضح نشانات وَاَيَّدْنٰهُ اور ہم نے تائید کی اُن کی بِرُوْحِ
الْقُدُسِ پاکیزہ روح کے ساتھ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا
مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ نہ لڑتے وہ لوگ مِنْۢ بَعْدِهِمْ جو ان کے بعد ہوئے
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں پہنچ
چکیں وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا اور لیکن اُنھوں نے اختلاف کیا فَمِنْهُمْ مَّنْ
اٰمَنَ پس بعضے ان میں سے وہ تھے جو ایمان لائے وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ
اور کچھ ان میں سے وہ تھے جنھوں نے کفر اختیار کیا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر
اللہ تعالیٰ چاہتا مَا اقْتَتَلُوْا وہ نہ لڑ سکتے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ
يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ کرتا ہے جو چاہتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو!
جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اس چیز میں سے
جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ پہلے اس سے کہ آئے
وہ دن لَّا بَيْعٌ فِيْهِ جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی وَلَا خُلَّةٌ اور نہ
دوستی وَّلَا شَفَاعَةٌ اور نہ سفارش وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جو
کافر ہیں وہی ظالم ہیں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے
جس کے سوا کوئی معبود نہیں اَلْحَيُّ زندہ رہنے والا ہے الْقَيُّوْمُ
قائم رکھنے والا ہے لَا تَاْخُذُهٗ نہیں پکڑتی اس کو سِنَةٌ اُونگھ وَّلَا
نَوْمٌ اور نہ نیند لَهٗ اسی کا ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ ہے آسمانوں

میں وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ کون ہے وہ ذات یَشْفَعُ جو سفارش کرے عِنْدَہٗٓ اس کے ہاں اِلَّا بِاِذْنِہٖ مگر اس کی اجازت سے یَعْلَمُ جانتا ہے مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ جو ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَھُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ اور نہیں احاطہ کر سکتے بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا اِلَّا بِمَا شَآءَ مگر وہ جو رب چاہے وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وسیع ہے کرسی اس کی آسمانوں وَالْاَرْضَ اور زمین پر وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا اور نہیں تھکاتا رب تعالیٰ کو آسمانوں اور زمینوں کا حفاظت کرنا وَھُوَ الْعَلِیُّ اور وہ بلند ذات ہے الْعَظِیْمُ بڑی عظمت والا ہے۔

رسولوں کے درجات :

اس سے پہلی آیت کے آخر میں یہ الفاظ تھے وَاِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ "اور اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک تو پیغمبروں میں سے ہے۔" تو مرسلین کا لفظ تھا اور اب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یہ جن رسولوں کا ذکر ہم نے کیا ہے ان رسولوں میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں سب برحق ہیں ہمیں تمام کی تعداد قطعی طور پر معلوم نہیں ہے۔ ہاں! پچیس پیغمبروں کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں۔ باقی حضرات انبیاء کے نام نہیں ہیں۔ اُن کا ذکر الرُّسُلُ، الْمُرْسَلِیْنَ، مِنَ النَّبِیّٖنَ، اَنْبِیَآءَ کے الفاظ میں اجمالاً آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر انعام اور احسان ہے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں

کیا کہ سارے پیغمبروں کے نام اور اُن کی تعداد ہمیں معلوم ہونی چاہیے۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہمارا سب پر ایمان ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آخری پیغمبر جن کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملی نہ ہی مل سکتی ہے۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو فرمایا کہ یہ پیغمبر ہیں فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ہم نے فضیلت دی بعض کو بعض پر مِنْهُمْ ان پیغمبروں میں سے وہ بھی ہیں مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ جن سے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست کلام کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں چھٹے پارے میں آتا ہے: وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء:۱۶۴] "اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ساتھ کلام کیا۔" اور معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام فرمایا اور اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین تحفے عطا فرمائے۔

❀ ایک تحفہ یہ تھا کہ پہلے نمازیں پچاس تھیں پھر گھٹا کر پانچ کر دی گئیں۔

❀ دوسرا تحفہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ سے لے کر آخر تک کی آیات اللہ تبارک وتعالیٰ نے براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر۔

❀ تیسرا تحفہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زبانی طور پر وعدہ فرمایا کہ میرا تیرے ساتھ وعدہ ہے کہ تیری اُمت میں سے وہ شخص مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا جو مرا اس حال میں کہ اس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا میں اس

کو بخش دوں گا۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلے ہی قدم پر بخش دے یا کچھ سزا دے کر بخش دے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ اور شرک کرنے والے کو نہیں بخشے گا۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں میں سے بعض کے درجے بلند فرمائے۔ اس بَعْضَهُمْ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔ تمام پیغمبروں کے امام، تمام پیغمبروں کے سردار اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلے نمبر کی شخصیت حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ ہمارے جیسے گناہ گاروں پر رب تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمارے جیسے گناہ گاروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بننے کا شرف عطا فرمایا اور دعا کرو ہمیں سچا اُمتی بنائے نام کا نہیں۔ ہمارا ظاہر بھی، باطن بھی، عقیدہ بھی، عمل بھی، اخلاق بھی اور کردار بھی اُمتیوں کی طرح ہو۔ ایسا نہ ہو آدھا تیتر آدھا بٹیر کہ کلمہ نبی کا اور فرماں برداری غیر کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بننے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر آرزو کرتے تھے کہ اے پروردگار! نبوت تو تو نے مجھے عطا کر دی ہے مجھے محمد رسول اللہ کے امتیوں میں سے اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، نازل ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی طرح سارے کام کریں گے۔ چالیس سال دنیا میں رہیں گے وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور ہم نے دیں عیسیٰ بیٹے مریم علیہا السلام کو واضح دلیلیں جن کی تفصیل آگے اسی پارے میں آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون کون سے معجزے عطا فرمائے۔

عیسیٰ کا لفظ اصل میں ایشوع تھا۔ یہ عبرانی لفظ ہے اس کے معنیٰ مبارک کے بھی ہیں اور سردار کے بھی ہیں اور مریم ان کی والدہ ماجدہ تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مریم کا لفظی معنٰی ہے عابدة عبادت کرنے والی۔ عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ بغیر خاوند کے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ روح القدس سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ معنٰی ہے پاکیزہ روح۔ دراصل بنی اسرائیلیوں نے اپنی خواہشات کو اسلام میں داخل کر کے اسلام کا نقشہ بگاڑ دیا تھا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ جس طرح آج کل اہل بدعت نے دین کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ بدعات ان کے نزدیک اسلام ہیں اور اہل سنت والجماعت کی علامتیں ہیں۔

تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اصلاح شروع فرمائی، مولوی، پیر، عوام سارے بگڑ گئے، مخالف ہو گئے۔ جس طرح آج تم کسی مقام پر بدعت کی تردید کرو تو بھڑوں کی طرح سارے تمھیں چمٹ جائیں گے۔ کیوں کہ برادری اور قوموں کے اعتبار سے جو بدعات ہیں وہ ان کا دین بنا ہوا ہے۔ آج تیجے، ساتویں، دسویں، عرس، میلاد کی تردید کرو تو نتیجہ تمھارے سامنے ہے کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور کرتے کیا ہیں۔ صرف وہ لوگ تمھارا ساتھ دیں گے جن کو رب تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے۔

بدعات کی نحوست :

یاد رکھنا! بدعات دین کی مخالفت کا نام ہے۔ ان سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سو گناہِ کبیرہ ایک طرف ہوں تو ان کا گناہ ہلکا ہے اور ایک بدعت کا گناہ زیادہ ہے۔ اس لیے کہ گناہ جتنے بھی ہیں ان سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا کیوں کہ کوئی ان کو دین نہیں سمجھتا۔ اور بدعت کے ذریعے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اس لیے کہ بدعت کو دین سمجھ کر اُس پر عمل کیا جاتا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان کے غلط کاموں کی تردید شروع فرمائی تو لوگ مخالف ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت

کے لیے جبرئیل علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے۔

یہ تفصیل تو تم پہلے سن چکے ہو کہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ کی جالوت کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ تین سو تیرہ یہ تھے اور ایک لاکھ کا لشکر ان کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ قتال اور جہاد کا ذکر تھا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے مَا اقْتَتَلَ نہ لڑتے الَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ وہ لوگ جو ان پیغمبروں کے بعد آئے مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آچکی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو ایمان پر مجبور کر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ مرضی سے ایمان لاؤ، مرضی سے کفر کرو۔ اس لیے وَلٰکِنِ اخْتَلَفُوْا اور لیکن لوگوں نے اختلاف کیا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ تو بعضے ان میں سے وہ ہیں جو مرضی سے ایمان لائے وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے مرضی سے کفر اختیار کیا۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا جیسے فرشتے سارے کے سارے معصوم ہیں۔ فرشتوں میں کوئی کافر نہیں ہے۔ نہ ہندو، نہ سکھ، نہ یہودی، نہ عیسائی۔ سارے کے سارے مومن ہیں تو وہ کر سکتا تھا کہ سارے کے سارے انسانوں کو اور سارے کے سارے جنات کو مومن بنا دیتا وہ قادر مطلق ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کے راستے بتا دیئے ہیں، ایمان اور کفر کے راستے بتا دیئے ہیں۔ پیغمبر بھیجے ہیں، کتابیں نازل فرمائیں ہیں اور ہر دور میں حق کی آواز کانوں تک پہنچانے والے آدمی رب نے کھڑے کیے ہیں اور اتمامِ حجت کر دی ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرو :

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا اقْتَتَلُوْا وہ نہ لڑتے۔ وہ اس طرح کہ سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا، وہ کر سکتا تھا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اور لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر کرے۔ اس سے پہلے رکوع میں جہاد کا ذکر تھا اور جہاد کے لیے مال خرچ کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ بغیر مال کے اسلحہ اور جہاز مہیا نہیں ہو سکتے اور اسی طرح بعض مجاہد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی جان تو پیش کر سکتے ہیں مگر مال نہیں پیش کر سکتے ان کو مالی امداد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اَنْفِقُوْا خرچ کرو مِمَّا اس مال سے رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمھیں دیا ہے۔ اگر تمھیں یہ گھمنڈ ہے کہ یہ مال تم نے حاصل کیا ہے تو یہ غلط ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تم نے ہاتھ پیر مارے ہیں۔ مگر دنیا میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ محنت بہت زیادہ کرتے ہیں اور پیسے تھوڑے ملتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں ان کی محنت تھوڑی ہوتی ہے مگر پیسے زیادہ ملتے ہیں۔ یہ کون دیتا ہے؟ تو اگر محنت پر موقوف ہوتا تو سب کچھ مزدور ہی لے جاتا اور جو پنکھے کے نیچے سکون سے بیٹھا ہے اس کو تنکا بھی نہ ملتا۔ تو رزق رب کے پاس ہے۔ ہاں اس نے یہ بتایا ہے کہ حلال طریقہ سے کماؤ، حرام طریقے سے حاصل نہ کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر حرام کا ایک بھی لقمہ کھاؤ گے تو چالیس دن تک دعاؤں کی قبولیت سے محروم ہو جاؤ گے۔ تو فرمایا خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے دیا

ہے مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ کہ آئے وہ دن کہ جس میں خرید وفروخت نہیں ہوگی۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ فرض کرو یہ ساری زمین مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین کی سطح سے لے کر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو جائے (اب تم اندازہ لگاؤ کہ سونا کتنا قیمتی ہے۔) تو فرمایا اگر بالفرض کسی کے پاس ہو اور اس وقت ایمان حاصل کرنے کے لی وہ سارا سونا خرچ کردے وَ مِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اتنی ہی زمین اور ہو، اور وہ زمین بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ اور مجرم اس بات کو پسند کرے کہ یہ دو زمینیں سونے کی بھری ہوئی اُس سے لے لی جائیں اور اُسے ایمان دے دیا جائے تو یہ سودا نہیں ہوگا۔

اور یہ سودا بھی نہیں ہوگا کہ مجرم کو کہا جائے گا کہ آج تیرے بدلے تیری ماں، تیرے باپ، تیری بیوی، تیرے بیٹے، تیرے بھائی، تیری بہن، تیرے دوست کو عزیز کو وَ فَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْوِیْهِ اور تیری ساری برادری کو وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اور جو زمین میں ہیں سب کو تیرے بدلے میں دوزخ میں ڈال دیں اور تجھے دوزخ سے نکال دیں تو کیا تو اس سودے پر راضی ہے؟ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ مجرم پسند کرے گا کہے گا ہاں! اے پروردگار میری ماں، میرے باپ، میری اولاد، میرے بہن بھائیوں بلکہ سارے خاندان کو اور سب لوگوں کو دوزخ میں ڈال دے اور مجھے نکال دے۔ کَلَّا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سودا نہ ہوگا، ہرگز نہیں ہوگا صرف اس کو بتانا مقصد ہوگا کہ آج تو کیا کچھ کرنے کے لیے تیار ہے۔

دین داروں کی شفاعت :

تو فرمایا وہ دن ہے کہ لَا بَیْعٌ فِیْہِ کہ اس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی وَلَا خُلَّةٌ اور نہ خالی دوستی کام آئے گی۔ ہاں! اتنی بات یاد رکھنا! یہ قرآن پاک سے ثابت ہے اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ " دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔" یعنی مومنوں کی دوستی برقرار رہے گی، وہ کام آئے گی اور کافر کو کفر کی حالت میں کسی کی دوستی کام نہیں آسکتی۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مجرم کو حکم ہوگا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دو اس کے ساتھ جو نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے۔ وہ دیکھیں گے کہ ہمارا وہ ساتھی جو ہمارے ساتھ نمازوں میں شرکت کرتا تھا، ہمارے ساتھ روزے رکھتا تھا وہ آج دوزک میں جارہا ہے۔ تو سارے پُرزور اپیل کریں گے کہ اے پروردگار! یہ تو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے گناہ زیادہ ہیں اس کو دوزخ میں بھیجتے ہیں اپنی سزا بھگت کے آجائے گا، تم جنت میں چلے جاؤ یہ بھی کسی وقت تمھیں آملے گا۔ وہ کہیں گے اے پروردگار! ہم تو اس کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے۔ اس کو رب دوزخ میں ڈال دے گا۔ لیکن یہ پُرزور اپیل کریں گے، عاجزی کریں گے، منت کریں گے تو رب تعالیٰ فرمائیں گے تم دوزخ میں چلے جاؤ تمھارے لیے دوزخ جنت بنی ہوگی اپنے دوست کو بازو سے پکڑو اور جنت میں لے جاؤ۔ تو مومن کی دوستی کام آئے گی۔ اسی واسطے جماعت کی نماز کا بڑا اثر ہے جن کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھیں، اُٹھے بیٹھے اگر خود اتنے اعمال نہیں کہ سیدھا جنت میں چلا جائے بلکہ کمی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کمی کو ان کی سفارش سے پورا

فرمائیں گے۔

وَّلَا شَفَاعَةٌ اور نہ سفارش ہوگی۔کافر کے لیے کوئی سفارش نہ ہوگی۔مومن کے لیے سفارش حق ہے، پیغمبروں کی سفارش ہوگی، فرشتوں کی شفاعت ہوگی، قرآن پاک کے حافظوں کی ہوگی، اولیاء اللہ کی ہوگی، چھوٹے بچے جوفوت ہو گئے ان کی شفاعت ہوگی، درجہ بہ درجہ سب کی شفاعت حق ہے۔اور کافروں کے لیے نہیں ہوگی اس لیے فرمایا وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جو کافر ہیں وہ ظالم ہیں ان کے لیے کوئی سفارش نہیں ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت :

قرآن کریم سارا ہی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر سارے قرآن کریم میں سب سے زیادہ فضیلت والی یہ آیت الکرسی ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ سے لے کر وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تک۔ایک آیت ہے اور یہ ہر مسلمان کو یاد ہونی چاہیے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو شخص اس کو صبح پڑھے گا شام تک جنات اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ صبح تک جنات اور شیاطین سے محفوظ رہے گا۔یہ خود بھی یاد کرو اور بچوں کو بھی یاد کراؤ، عورتوں کو بھی یاد کراؤ اور انھیں یہ سبق دو کہ صبح جس وقت اُٹھیں تو یہ آیت کریمہ پڑھیں۔اور رات کو جب سوئیں یہ آیت کریمہ پڑھ کے سوئیں۔اس آیت کریمہ سے زیادہ درجے والی اور کوئی آیت قرآن مجید میں نہیں ہے اور اس آیت کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس اور دست گیر نہیں ہے اَلْحَيُّ ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس پر

موت نہیں آئے گی، نہ اس کی ابتداء، نہ انتہاء الْقَيُّوْمُ کے دو معنے کرتے ہیں۔ قائم رہنے والا کہ اس پر زوال نہیں ہے اور دوسرا معنیٰ قائم رکھنے والا بھی کرتے ہیں اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اے پروردگار! تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے۔" یعنی تیرے حکم سے یہ زمین اور آسمان کھڑے ہیں لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ نہیں پکڑتی اللہ تعالیٰ کو اُونگھ۔ نیند سے پہلے جو غنودگی سی آتی ہے اللہ تعالیٰ کو وہ بھی نہیں آتی وَّلَا نَوْمٌ اور نہ نیند لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ وہی خالق، وہی مالک، وہی متصرف، یہ سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرے اِلَّا بِاِذْنِهٖ مگر رب کے حکم کے ساتھ۔

قیامت والے دن جب ساری کائنات میدانِ محشر میں حساب کے انتظار میں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ سجدے میں گر پڑیں گے ایک ہفتے کی مقدار کا لمبا سجدہ ہوگا یا دو ہفتوں کی مقدار کا سجدہ ہوگا۔ اور بخاری شریف کی روایت ہے يُلْهِمُنِيْ بِمَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِي الْاٰنَ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے ایسے کلمات سجدے میں القا فرمائیں گے جو مجھے اس وقت معلوم نہیں ہیں۔ ان کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا محمد (ﷺ)! اِرْفَعْ رَاْسَكَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ اے محمد (ﷺ) سر اُٹھاؤ، سفارش کرو تمھاری سفارش قبول ہوگی۔ اس کا نام ہے شفاعۃ الکبریٰ۔ تمام کائنات کے لیے سفارش ہوگی کہ ان کا حساب جلدی ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو انسانوں کے آگے ہے رب اس کو بھی جانتا ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے

ہے رب اس کو بھی جانتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اور نہیں احاطہ کر سکتے اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا اِلَّا بِمَا شَآءَ مگر جتنا رب تعالیٰ چاہے کسی کو دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنا علم دیا ہے وہ اور کسی کو عطا نہیں کیا۔ لیکن باوجود کثیر علم حاصل ہونے کے عالم الغیب صرف رب ہے اور عالم الغیب کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک رتی اور ایک ذرہ اس کے علم سے خارج نہ ہو اور وہ صرف رب ہے جس کی یہ صفت ہے۔ ہاں اخبار الغیب، انباء الغیب اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو بتائی گئی ہیں اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئی ہیں تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ "یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" کل غیب، یہ صرف رب کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

فرمایا وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وسیع ہے کرسی اس کی آسمانوں اور زمینوں پر۔ یہ سات آسمان ہیں ان کے اوپر کرسی ہے، اوپر عرش ہے۔ کرسی اور عرش کی نسبت دارقطنی کی روایت میں اس طرح آیا ہے جیسے ایک بڑا وسیع میدان ہو اور اس میں ایک ٹائر پڑا ہو بس وغیرہ کا۔ تو بتاؤ اس ٹائر کی کیا حیثیت ہے اس میدان میں۔ اسی طرح سات آسمان اور سات زمینیں اس کرسی کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں جیسے وسیع میدان میں ٹائر پڑا ہو۔ اور پھر عرش اور کرسی کی نسبت فرمایا اس طرح سمجھو کہ عرش وہ میدان ہے اور کرسی اس کے مقابلے میں ایک ٹائر ہے جو پڑا ہے۔ جسم کے لحاظ سے عرش سے بڑا جسم کسی شے کا نہیں ہے اور درجے کے اعتبار سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑا کوئی نہیں ہے وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمانوں کی حفاظت نہیں تھکاتی۔ اس ذات کے سامنے ان کی حفاظت کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ اور وہ

بہت بلند ذات ہے اَلْعَظِیْمُ اور بہت بڑی ذات ہے۔ تو آج سے شوق کے ساتھ صبح کے وقت بھی آیۃ الکرسی پڑھو اور شام کو سوتے وقت پڑھو، عورتوں اور بچوں کو پڑھاؤ تاکہ تم جنات اور شیاطین کے شر سے محفوظ ہو جاؤ۔ یہ قلعہ ہے قلعہ۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۖ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۖؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

لَآ اِكْرَاهَ نہیں ہے کوئی جبر اور زور فِي الدِّيْنِ دین کے بارے میں قَدْ تحقیق کے ساتھ تَّبَيَّنَ خوب واضح ہو چکی ہے الرُّشْدُ بھلائی اور نیکی مِنَ الْغَيِّ گمراہی سے فَمَنْ يَّكْفُرْ پس جس نے انکار کیا بِالطَّاغُوْتِ طاغوت کا وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر فَقَدِ اسْتَمْسَكَ پس تحقیق کے ساتھ اس نے پکڑ لیا بِالْعُرْوَةِ دستہ الْوُثْقٰى جو مضبوط کڑا یا رسی ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا نہیں ہے اس کے

واسطے ٹوٹنا، یعنی وہ ٹوٹے گا نہیں وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا

جاننے والا ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ آقا اور سرپرست ہے ان

لوگوں کا جو ایمان لائے یُخْرِجُھُمْ ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ

اندھیروں سے اِلَی النُّوْرِ روشنی کی طرف وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور وہ

لوگ جو کافر ہیں اَوْلِیٰٓـُٔھُمُ الطَّاغُوْتُ ان کے ساتھی ہیں طاغوت

یُخْرِجُوْنَھُمْ ان کو نکالتے ہیں مِّنَ النُّوْرِ روشنی سے اِلَی الظُّلُمٰتِ

اندھیروں کی طرف اُولٰٓئِکَ وہ اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے ہیں

ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کریں گے اَلَمْ تَرَ کیا تجھے

معلوم نہیں اِلَی الَّذِیْ اس شخص کا واقعہ حَآجَّ جس نے جھگڑا کیا

اِبْرٰھٖمَ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فِیْ رَبِّہٖٓ اس کے رب کے بارے میں

اَنْ اس لیے جھگڑا کیا اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک دیا

تھا اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّیَ الَّذِیْ میرا رب وہ

ہے یُحْیٖ جو زندہ کرتا ہے وَیُمِیْتُ اور مارتا ہے قَالَ اس

شخص نے کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں

قَالَ اِبْرٰھٖمُ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَاِنَّ اللّٰہَ پس بے شک اللہ تعالیٰ

یَاْتِیْ لے آتا ہے بِالشَّمْسِ سورج کو مِنَ الْمَشْرِقِ مشرق کی

طرف سے فَاْتِ بِھَا پس تو لے آ اس کو مِنَ الْمَغْرِبِ مغرب کی

طرف سے فَبُهِتَ الَّذِیْ پس حیران کر دیا گیا وہ شخص کَفَرَ جو کافر تھا وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ لَا یَهْدِی نہیں ہدایت دیتا الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم کو۔

یہودِ مدینہ کی حالت :

مدینہ منورہ میں مالی لحاظ سے اور علمی اور سیاسی لحاظ سے بھی یہود کا تسلط تھا۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف نہیں لے گئے تھے۔ تو اس وقت مدینہ طیبہ میں یہود ہی کا اثر و رسوخ تھا۔ اور مشرکین کے دو خاندان تھے ایک اوس اور دوسرا خزرج اور یہ دونوں خاندان زمیندار تھے۔ ان کی زمینیں تھیں، باغات تھے یہود کے پاس بھی کافی زمینیں اور باغات تھے مگر تجارت پر ان کا غلبہ تھا۔ وہ لوگ جو غریب تھے ان میں سے ایسے بھی تھے جو اپنا خرچہ بھی پورا نہیں کر سکتے تھے انھوں نے اپنے بچے یہود کے حوالے کر دیئے تھے کہ ان کا خرچہ بھی تم برداشت کرو اور ان کو تعلیم بھی تم نے دینی ہے۔ چونکہ وہ کھاتے پیتے لوگ تھے بچے بھی ان کے خوش رہتے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے، اسلام پھیلا وہ لوگ جن کے بچے یہودیوں کے قبضہ میں تھے اُنھیں فکر ہوئی کہ یہودیوں نے ہمارے بچوں پر یہودیت کا رنگ چڑھا دیا ہے اور ایک صحابی جن کا نام ابوالحصین تھا (صاد کے ساتھ) رضی اللہ عنہ۔ ان کے دو لڑکے عیسائی بھی ہو گئے، بالغ تھے، تجارت کرتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے بیٹوں پر سختی کی کہ میں مسلمان ہوں تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اُنھوں نے کہا ہم نے نہیں ہونا۔ باپ نے خاصا زور لگا، مارا پیٹا بڑا کچھ کیا مگر وہ بڑے پکے تھے مسلمان نہ ہوئے۔

اسی طرح جب مدینہ طیبہ سے یہود کو جلاوطن کیا گیا خیبر کی طرف تو ان کے ہاں جو

مسلمانوں کے بچے تھے وہ بھی ساتھ چلے گئے۔ ماں باپ نے خاصا زور لگایا کہ تم ہمارے بچے ہو۔ کہنے لگے نہیں ہم تمھارے نہیں ہیں اور وہ بچے بھی عاقل بالغ ہو چکے تھے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت! اب ہم کیا کریں؟ ہمارے بچے ہیں، کوئی یہودی ہے، کوئی عیسائی ہے اور ہم بڑا زور لگاتے ہیں مگر وہ ایمان کی طرف نہیں آتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہ دین میں جبر کوئی نہیں ہے۔ تبلیغ ہے، ترغیب ہے، دین کی خوبیاں بیان کرو ان کے عقیدے کی خرابیاں بیان کرو مگر ڈنڈے کے زور پر کسی کو منوانا یہ صحیح نہیں ہے۔ تبلیغ کرو جن کے دل صاف ہوں گے یقیناً حق کو قبول کریں گے اور جو ضدی ہیں انھوں نے خدا کے پیغمبروں کی بھی باتیں نہیں مانیں۔ ان کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور جبر اس لیے نہیں ہے کہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ تحقیق کے ساتھ واضح ہو چکی ہے بھلائی مِنَ الْغَيِّ گمراہی سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے ذریعے، اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور پیغمبروں کے نائبین کے ذریعے حق اور ہدایت کو خوب واضح کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ کفر ہے، گمراہی ہے، بدی ہے، یعنی نیکی اور بدی کی الگ الگ حقیقت بیان کر دی ہے۔

بعض لوگوں نے یہاں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو مرتد ہے اس کو سزا نہیں دینی چاہیے۔ شرعی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی کہ اپنے شکوک و شبہات پیش کرے۔ اگر ایک عالم حل نہیں کر سکے گا دوسرا کرے گا۔ دوسرا نہیں کر سکے گا تیسرا کرے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خدائی تعلیم ہو اور اس پر اعتراضات ہوں ان کے جوابات نہ ہوں۔ تین دن کے بعد بھی اگر وہ اپنے کفر پر ڈٹا رہا

تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو بعض لوگوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین میں کوئی جبر نہیں ہے لہٰذا اس کو کیوں قتل کیا جاتا ہے اور اس کو کیوں اسلام پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان نادانوں نے بات کو سمجھا نہیں۔

ابتداءً کسی کافر کو اسلام پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ تو مسلمان ہو جا ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا، لیکن جو مسلمان ہو جائے اور اس کے بعد پھر مرتد ہو جائے وہ باغی ہے اور باغی کا مسئلہ الگ ہے۔ آج کوئی بھی حکومت اپنے باغی کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے تو جو شخص رب کا باغی ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہو جائے اس کو کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے اور اس کو کس طرح نجات مل سکتی ہے۔

طاغوت کا معنٰی :

فرمایا فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ پس جس نے طاغوت کا انکار کیا وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ تو طاغوت کیا ہے؟ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ طاغوت کا معنٰی شیطان بھی کرتے ہیں۔ اور طاغوت کا معنٰی جادو بھی ہے اور صنم یعنی بت بھی ہے۔ اور طاغوت کا معنٰی ساحر جادوگر بھی ہے۔ اور طاغوت کاہن، فال نکالنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ تو شیطان، بت، جادو اور جادوگر اور فال نکالنے والے یہ سب طاغوت ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كُلُّ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ "اللہ تعالیٰ سے ورے ورے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔ مثلاً: لات ہے، منات ہے، عُزّٰی ہے، کوئی ہو وہ سب طاغوت ہیں۔" اور مومن کا فریضہ ہے طاغوت کا انکار کرنا۔ شیطان کی اطاعت کا بتوں کی عبادت کا انکار کرنا، جادوگروں کے جادوؤں کا انکار کرنا۔ اسی طرح فال نکالنے والوں کے پاس جانے سے انکار کرنا۔

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى
پس تحقیق انھوں نے پکڑ لیا مضبوط کڑا یا دستہ۔ گاڑیوں کے سفر تم نے کیے ہوں گے۔
پائیدانوں کے قریب مضبوط دستے لگے ہوتے ہیں۔ جو شخص اس دستے کو پکڑ لے گا اللہ
تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ وہ محفوظ رہے گا، گرے گا نہیں۔ اور جس دستے کو مومن نے
پکڑ لیا وہ ایسا ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا اس دستے کے لیے ٹوٹنا نہیں ہے۔ تو جس نے اس
دستے کو پکڑ لیا مضبوطی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ محفوظ رہے گا۔

امیر شریعت کا دلچسپ واقعہ :

جو پرانے بزرگ ہیں انھوں نے امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ
بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوگا اور ان کی تقریریں بھی سنی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تقریر کا
بہت بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ پانچ پانچ، چھ چھ، سات سات، آٹھ آٹھ گھنٹے تقریر فرماتے
تھے۔ ہم نے ان کی تقریروں میں ہندوؤں اور سکھوں کو بھی روتے ہوئے دیکھا ہے۔

گوجرانوالا میں ان کی تقریر تھی، بہت بڑا مجمع تھا تو کسی نے رقعہ دیا کہ تم لوگوں کو
ایمان کی دعوت دیتے ہو حالانکہ تم خود کافر ہو۔

اُن دنوں بریلویت کا زور تھا اور دیوبندیوں کو کھلے طور پر کافر کہتے تھے، اپنی
مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر کسی مسجد میں دیوبندی داخل ہوتا تو اُسے
دھو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک دیوبندی مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ لید ہو جاتی ہے
اور اگر سو خنزیر داخل ہوں تو کچھ نہیں ہوتا۔

اب الحمد للہ! ملک میں وہ حالات نہیں ہیں۔ پہلے وہ اپنے جلسوں میں ان مسائل کا
یعنی حاضر ناظر وغیرہ کا باقاعدہ عنوان رکھتے تھے۔ عالم الغیب کا عنوان رکھتے تھے، مختارِ

کل کا عنوان رکھتے تھے۔اب الحمد للہ! وہ قصے نہیں رہے۔ ہماری کتابوں نے خاصا اثر کیا ہے۔اب یہ عنوان نہیں رکھتے۔ہاں ضمنی طور پر اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے چٹ پکڑا دی کہ تم تو کافر ہو۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے۔ یہاں جین والی کھوہی کے مقام پر جلسہ تھا۔ بہت بڑا مجمع تھا۔اس مجمع میں حضرت نے جنت کی خوبیاں بیان فرمائیں کہ جنت میں یہ ملے گا، یہ ملے گا۔ایک بابا جی کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ حضرت شاہ جی! یہ بتائیں کہ جنت میں حقہ بھی ملے گا؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں! حقہ ملے گا لیکن آگ لینے کے لیے دوزخ میں جانا پڑے گا۔

تو حضرت نے رقعہ پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ میں کافر ہوں، کافر ہوں اور مجھے اپنے کفر پر فخر ہے۔ ہمارا اس وقت طالب علمی کا زمانہ تھا ہمیں بہت غصہ آیا کہ رقعہ والے نے بھی کہا ہے کہ تم کافر ہو اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ ہاں میں کافر ہوں اور مجھے اپنے کفر پر فخر ہے۔ پھر حضرت نے اعوذ باللہ پڑھا اور بسم اللہ پڑھی اور قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور قرآن شریف پڑھنے کا حضرت کا انداز نرالا ہوتا تھا۔ جی چاہتا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے رہیں اور آدمی سنتا رہے۔ تو حضرت نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ۔فرمایا: میں کافر ہوں مگر طاغوت کا کافر ہوں، اللہ کا کافر نہیں ہوں اور میرے ہاتھ میں مضبوط دستہ ہے۔ پھر انگریز پر چڑھ گئے، بے تکٹے اور چھ سات گھنٹے انگریز کے خلاف تقریر کی۔ یہ اس وقت کے طاغوت تھے انھوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے تھے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ آقا ہے، مددگار ہے ان لوگوں کا اٰمَنُوْا جو ایمان لائے یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اللہ تعالیٰ ان کو اندھیروں سے، کفر، شرک اور برائی کے اندھیروں سے نکالتا ہے اِلَی النُّوْرِ نور کی طرف۔ یعنی نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ اسلام اور نورِ حق کی طرف وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَوْلِیٰٓـئُھُمُ الطَّاغُوْتُ ان کے ساتھی اور دوست طاغوت ہیں۔ وہ شیطان کا گروہ ہے۔ جادوگر، بت، شیطان یہ سب ان کے ساتھی ہیں یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ وہ ان کو نکالتے ہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف۔ ایمان سے کفر کی طرف لے جاتے ہیں وہ کفر کی تبلیغ کرتے ہیں، عقیدے بگاڑتے ہیں، اخلاق بگاڑتے ہیں اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہ لوگ دوزخ والے ہیں ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس دور میں پیدا ہوئے اس دور میں ایک قوم تھی عمالقہ، یہ عملیق کی نسل سے تھے۔ اس وقت ان کا اقتدار تھا۔ نمرود ابن کنعان یہ اس وقت بادشاہ تھا اور ملک عراق تھا۔ جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے وہ اس ملک کا دارالخلافی تھا اور اس کا نام تھا کُوسیٰ بروزن طُوبیٰ۔ آج کے جغرافیہ میں اس شہر کا نام ہے اُر۔ آج وہ چھوٹا سا قصبہ معلوم ہوتا ہے مگر اس زمانے میں وہ دارالخلافہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد جن کا نام آزر تھا وہ اس وقت وزیر مذہبی امور تھے۔ جس جگہ بت خانہ بنانا ہوتا تھا یا جہاں کہیں بت رکھنے ہوتے تھے یا کہیں مجاور رکھنے ہوتے تھے، یہ ان کی ذمہ داری تھی یعنی یہ محکمہ ان کے سپرد تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی شان دیکھو کہ باپ بت بنانے

والوں میں ہے اور بیٹا بت گرانے والوں میں ہے۔ وہ بت ساز ہے اور یہ بت شکن ہے۔ باپ کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے، قوم کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے، وقت کے بادشاہ کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اس گفتگو کا ہے جو نمرود ابن کنعان کے ساتھ ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ کیا تجھے معلوم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْ اس شخص کا واقعہ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ جس نے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فِيْ رَبِّهٖٓ اس کے رب کے بارے میں یہ جھگڑا کرنے والا نمرود ابن کنعان جو اس وقت کا بادشاہ تھا۔ اور جھگڑا اس بات پر ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو رب تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی کہ تم رب تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جاؤ۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اس لیے اس نے جھگڑا کیا کہ رب تعالیٰ نے اس کو ملک دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا نہ یہ کہ رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا شروع کرتا۔

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے مفسر ہیں، ان کی تفسیر خازن مشہور ہے۔ اپنی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں کہ ساری دنیا کے چار بادشاہ ہوئے ہیں۔ اِثْنَانِ كَافِرَانِ وَاِثْنَانِ مُسْلِمَانِ، دو کافر تھے جن کا ساری دنیا پر اقتدار قائم ہوا۔ ایک نمرود ابن کنعان اور ایک بُخْتُ نَصَّرَ ایرانی، یہ مجوسی کافر تھا۔ اور دو مسلمان بادشاہ ہوئے ہیں جن کا ساری دنیا پر اقتدار قائم ہوا۔ ایک حضرت سلیمان علیہ السلام اور دوسرے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کا واقعہ قرآن پاک کے سولہویں پارے میں آتا ہے۔ اسکندر ابن فیلقوس اس کا نام تھا۔ ان کی جائے پیدائش مقدونیہ ہے جو یونان کے ملک میں ایک جگہ ہے۔ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے قریب قریب تھا۔ جو بڑے مومن اور موحد تھے۔

تو نمرود ابن کنعان بڑی عمر کا تھا۔ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس کی عمر چار سو سال تھی۔ اور یہ کچھ بعید نہیں ہے اتنی عمر ہو سکتی ہے۔ لیکن تھا بڑا ضدی اور ہٹ دھرم۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا تو اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ قَالَ اس نمرود نے کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس نے اس طرح کیا کہ ایک مجرم جس کو ماتحت عدالتوں نے موت کی سزا دی تھی اور اب صرف بادشاہ کے پاس رحم کی اپیل باقی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ دیکھو جی عدالتیں اس کو موت کی سزا دے چکی ہیں۔ میں اس کو رہا کرتا ہوں لہٰذا میں نے مُردے کو زندہ کر دیا اور ایک بے چارہ بے گناہ سامنے آیا۔ اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

حالانکہ اُحْیٖ وَاُمِیْتُ کا یہ مفہوم نہیں تھا۔ بلکہ مفہوم تو یہ تھا کہ ظاہری کوئی سبب نہ ہو پھر وہ مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ جس طرح اس نے سمجھا اس طرح تو گولی سے بھی آدمی مار دیتا ہے تو پھر معاذ اللہ یہ سارے خدا بن گئے۔ جیسے چور، ڈاکو، غنڈے یہ سب بدمعاش آدمیوں کو مارتے ہیں تو یہ سارے خدا بن گئے؟ موت وحیات کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے مارنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نمرود اسباب کی طرف چلا گیا۔ حضرت علیہ السلام ابراہیم بجائے اس کے کہ اس کو موت وحیات کا معنیٰ سمجھانے میں الجھتے بلکہ اس سے واضح دلیل کی طرف منتقل ہو گئے۔

قَالَ اِبْرٰھٖمُ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ پس بے شک اللہ تعالیٰ لاتا ہے سورج کو مشرق کی طرف سے اور مغرب کی طرف لے جاتا

ہے۔تو اگر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ پس تو لا مغرب کی طرف سے۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عُذرِ لنگ کا اس کو یہاں بھی موقع تھا کہ وہ کہہ سکتا تھا کہ یہ سورج جو مشرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے یہ تو روزانہ میں کرتا ہوں۔اے ابراہیم! اگر تیرا کوئی رب ہے تو اس کو کہو کہ مغرب کی طرف سے لائے۔لیکن وہ اگر ایسا کہتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کے لیے سورج مغرب کی طرف سے طلوع کر کے دکھا دیتا۔

اور ایک وقت آئے گا کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مطلع بالکل صاف ہوگا لوگ دیکھیں گے کہ صبح صادق نہیں ہو رہی۔بڑے حیران ہوں گے کہ بادل بھی نہیں دھند بھی نہیں سورج طلوع نہیں ہو رہا۔اس دوران سورض مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔اس کے بعد توبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس کے بعد اگر کوئی ایمان لائے گا تو اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔یہ سورج دوپہر تک آئے گا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ تو پہلے کی طرح مشرق سے طلوع ہو کر اپنی تاخیر کو پورا کرلے۔تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جتنا وقت درمیان میں گزرا ہوگا سورج اپنی تاخیر پوری کرے گا۔اس کے بعد دنیا تقریباً ایک سو بیس سال رہے گی، پھر اسرافیل علیہ السلام صور پھونک دیں گے۔

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ پس حیران ہو گیا وہ شخص جو کافر تھا۔ہمارے حضرت مرحوم مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ۔وہ ہمارے مرشد اور پیر ہیں اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، بہت بلند پایہ بزرگوں میں سے تھے۔وہ اپنی میانوالوی بولی میں ترجمہ فرمایا کرتے تھے فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ "پس کافر بھرُ دی ا پچّی تھی گیا۔"

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جو قوم کفر وشرک پر ڈٹی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ

وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۳۵

اَوْ كَالَّذِيْ یا اس شخص کی طرح ہے مَرَّ جو گزرا عَلٰى قَرْيَةٍ ایک بستی کے پاس سے وَّهِيَ خَاوِيَةٌ اور وہ گری ہوئی تھی عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتوں کے بل قَالَ کہا اس نے اَنّٰى کس طرح يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ آباد کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے تباہ ہو جانے کے بعد فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ پس اس کو اللہ نے موت میں رکھا مِائَةَ

عَامٍ سو سال ثُمَّ بَعَثَهٗ پھر اس کو زندہ کیا قَالَ فرمایا كَمْ

لَبِثْتَ کتنا عرصہ تم مرے رہے ہو قَالَ کہا اس نے لَبِثْتُ يَوْمًا

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ مرا رہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ قَالَ فرمایا رب

تعالیٰ نے بَلْ لَّبِثْتَ بلکہ تو مرا رہا مِائَةَ عَامٍ سو سال فَانْظُرْ اِلٰى

طَعَامِكَ پس دیکھ تو اپنے کھانے کی طرف وَشَرَابِكَ اور اپنے پینے کی

چیز کی طرف لَمْ يَتَسَنَّهْ وہ متغیر نہیں ہوئی وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور

دیکھ اپنے گدھے کی طرف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً اور تا کہ بنائیں ہم تجھے نشانی

لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ اور دیکھ ہڈیوں کی طرف

كَيْفَ نُنْشِزُهَا کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا پھر ہم

چڑھاتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ پس جب اچھی طرح

واضح ہوئی حقیقت اس کے سامنے قَالَ کہا اس نے اَعْلَمُ میں

جانتا ہوں اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر

قادر ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ اور جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ

اَرِنِيْ اے میرے رب تو مجھے دکھا كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى کس طرح تو

زندہ کرے گا مُردوں کو قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوَلَمْ تُؤْمِنْ

کیا تو ایمان نہیں لایا قَالَ بَلٰى فرمایا ہاں ایمان لایا ہوں وَلٰكِنْ

لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ اور لیکن تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے قَالَ فرمایا

رب تعالیٰ نے فَخُذْ پس پکڑ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ چار پرندے
فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ پس ان کو مانوس کر لے اپنے ساتھ ثُمَّ اجْعَلْ پھر رکھ تو
عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ ہر پہاڑ پر ان میں سے جُزْءًا حصہ ثُمَّ ادْعُهُنَّ
پھر تم ان کو بلاؤ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے
وَاعْلَمْ اور تو جان لے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ
غالب ہے حکمت والا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود ابن کنعان کا مکالمہ بیان فرمایا۔ اور آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو واقعے بیان فرمائے ہیں۔

صہیونیت کا معنیٰ :

پہلا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک پہاڑ ہے جس کا نام ہے صہیون ۔ آج کل اخبارات میں اس کا تلفظ غلط تحریر کیا جاتا ہے صیہون لکھتے ہیں پہلے ی پھر ہا۔ قاموس وغیرہ میں تصریح ہے صہیون یعنی پہلے ہا ہے پھر یا ہے، بروزن فِرزَون ۔ یہ پہاڑ سمندر کی سطح سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جیسے ہمارے ہاں کوہ مری ہے۔ اس پہاڑ پر شہر تھا بیت المقدس ۔ مُقدس اسم مفعول کے صیغے کے ساتھ بھی درست ہے اور مَقدِس بھی درست ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں تصریح فرمائی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ :

یہ شہر بڑا مشہور اور مرکزی تھا اور کافی آبادی تھی۔ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک سفر میں اس کے پاس سے گزرے۔ اس شہر کو بُختِ نَصَّر ایرانی نے جو بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا حملہ کر کے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ تفسیر ابو سعود وغیرہ میں ہے کہ چالیس ہزار علماء جو تورات کے حافظ تھے ان کو قتل کر دیا۔ یہ چونکہ مجوسی تھا اس واسطے تورات کو ختم کر دیا۔ قتل وغارت کے ساتھ مکان بھی گرا دیے، بالکل کھنڈرات بن گئے اور حضرت عُزیر علیہ السلام نے اس شہر کو بڑا آباد دیکھا تھا۔

(جیسے کوئٹہ پہلے بڑا اہم شہر ہوتا تھا۔ اکتیس مئی ۱۹۳۵ء میں جب وہاں زلزلہ آیا تو کوئٹہ تباہ ہو گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ مجھے باسٹھ سال بعد پھر کوئٹہ جانا پڑا۔ میں نے غرق ہونے سے پہلے کوئٹہ دیکھا تھا۔ اب جب کہ دیکھا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بارونق تھا۔)

اور اب حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا تو بالکل تباہ و برباد اور کھنڈر بن چکا تھا۔ عُزیر علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار تھے اور کھانے کے لیے انجیر ان کے پاس تھی اور کچھ پھلوں سے نکلا ہوا جوس یعنی نبیذ بھی ان کے پاس تھی۔ جب وہاں سے گزرے اور شہر کی تباہی اور بربادی دیکھی تو حیران ہوئے اور تعجب کے ساتھ کہا کہ یہ شہر پھر آباد ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ اس کو پھر آباد کرے گا اور کس طرح کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو وفات دے دی۔ وہ سو سال مُردہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے پاس جو انجیر اور جوس تھا وہ سو سال تک خراب نہ ہوئے۔ حالانکہ تمام پھلوں میں جلدی خراب ہونے والا پھل انجیر ہے۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ۔ اللہ تعالیٰ نے تین (انجیر) میں

بڑی خصوصیات رکھی ہیں۔ یہ معدے کو درست کرتا ہے، بواسیر کے لیے بڑا مفید ہے۔ خون کی اصلاح کے لیے بہت عمدہ ہے۔ گھٹنوں کے درد اور دیگر جسم کے دردوں کے لیے بڑا مفید ہے مگر زیادہ دیر رہ نہیں سکتا۔ البتہ لوگ خشک کر کے رکھتے ہیں اور جوس بھی زیادہ دیر صحیح نہیں رہتا خراب ہو جاتا ہے۔ اور گدھا مرا ہوا اور اس کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں حالانکہ گدھا زیادہ دیر زندہ رہ سکتا ہے مگر یہ رب تعالیٰ کی قدرت تھی جو چیز جلد خراب ہونے والی تھی وہ محفوظ اور جو دیر تک رہ سکتی ہے اس کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔

سو سال کے بعد جب رب تعالیٰ نے ان کو اُٹھایا تو فرمایا کہ تم کتنا عرصہ ٹھہرے رہے ہو؟ تو فرمایا پروردگار! ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ یعنی اگر وہی دن ہے تو دن کا کچھ حصہ ہے اور اگر دوسرا دن ہے تو پھر مکمل دن ہے۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ تم ٹھہرے ہو موت کی حالت میں سو سال فَانْظُرْ دیکھو اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ اپنے انجیر کو اور جوس کو لَمْ يَتَسَنَّهْ ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور اپنے گدھے کو۔ تیرے سامنے ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو جوڑیں گے اور ان پر گوشت چڑھائیں گے، چمڑا چڑھائیں گے تیرا گدھا بن جائے گا۔

سو سال کے بعد جب واپس گئے تو جس شہر میں آباد تھے اس کا حلیہ بھی بدلا ہوا تھا۔ ان کے پڑوس میں ایک عورت تھی وہ اس وقت جوان ہوتی تھی جس وقت حضرت عزیر علیہ السلام یہاں سے گئے تھے۔ اب وہ بوڑھی اور آنکھوں سے نابینا ہو گئی تھی۔ اور بے چاری کے گھٹنے، ٹخنے جُڑ (پتھرا) گئے تھے چل پھر نہیں سکتی تھی۔ اس بوڑھی کو بیٹھے دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا اَيْنَ بَيْتُ عُزَيْرٍ کہ عزیر علیہ السلام کا گھر کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تم کون ہو؟ فرمایا میں عزیر ہوں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اُس نے کہا کہ عزیر اس وقت کہاں سے

آ گئے وہ تو کہیں فوت ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا نہیں میں عزیر ہوں۔ بوڑھی کہنے لگے وہ تو بڑے مقبول الدعا تھے۔ اگر واقعی تو عزیر ہے تو میرے واسطے دُعا کر کہ میری آنکھیں درست ہو جائیں تا کہ میں تجھے بھی دیکھوں اور دوسری چیزوں کو بھی دیکھوں اور میں اپاج ہو گئی ہوں اُٹھ نہیں سکتی دعا کر کہ رب مجھے درست کر دے۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھی کی آنکھیں درست فرما دیں اور پاؤں بھی تندرست ہو گئے اور وہ چلنے پھرنے لگ گئی۔ وہ ان کو لے کر گئی کہ آؤ میں تمھیں تمھارا گھر دکھاتی ہوں۔ پہلے حضرت عزیر علیہ السلام کا گھر کنارے پر تھا مگر اب آبادی کے پھیل جانے کی وجہ سے درمیان میں آ گیا تھا۔ اس وقت حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک بیٹا زندہ تھا۔ جس کی عمر ایک سو اٹھارہ سال تھی۔ پوتے پڑپوتے بھی بوڑھے ہو گئے تھے۔ اُس مائی نے دکھایا کہ یہ تمھارا گھر ہے۔ جب عزیر علیہ السلام اندر داخل ہونے لگے تو پوتے پڑپوتوں نے کہا کہ بابا کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا کہ میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ کہنے لگے واپس جا یہاں تیرا گھر کہاں سے آ گیا؟ اس بوڑھی نے کہا کہ تمھارا باپ ہے، دادا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بیٹے نے کہا کہ ہمیں باپ کی دو چیزیں یاد ہیں۔ ان کے بین الکتفین، دونوں کندھوں کے درمیان چاند کی طرح ایک نشان تھا اور دوسری چیز یہ ہے کہ وہ تورات کے حافظ تھے۔ چنانچہ ان کا کرتہ اُٹھایا گیا تو دونوں کندھوں کے درمیان چاند کا نشان موجود تھا۔ اور انھوں نے تورات کھول کر آپ علیہ السلام کے آگے رکھی کہ سنائیں۔ چنانچہ اُنھوں نے ساری تورات سنا دی تو سب کو یقین آ گیا کہ واقعی حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ اُن کے ان معجزوں کو دیکھ کر یہود نے ان کو رب کا بیٹا بنا دیا۔ **وَقَالَتِ الْيَهُودُ**

عُزَیْرُ بِابْنُ اللّٰہِ "اور کہا یہود نے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔" وہ اللہ تعالیٰ کے صاحبِ معجزات پیغمبر تھے۔ یہ ان کا ذکر ہے۔

اَوْ کَالَّذِیْ یا اس شخص کی مثال مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ جو گزرا ایک بستی کے پاس سے۔ وہ بیت المقدس کی بستی تھی وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ اور وہ بستی گری ہوئی تھی عَلٰی عُرُوْشِھَا اپنی چھتوں کے بل۔ وہ اس طرح کہ پہلے چھتیں گریں پھر ان کے اوپر دیواریں گریں قَالَ فرمایا اَنّٰی کس طرح یُحْیٖ زندہ کرے گا آباد کرے گا ھٰذِہِ اللّٰہُ اس شہر کو اللہ تعالیٰ بَعْدَ مَوْتِھَا اس کے مر چکنے کے بعد یعنی تباہ ہونے کے بعد فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مُردہ رکھا سو سال ثُمَّ بَعَثَہٗ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اُٹھایا قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کَمْ لَبِثْتَ کتنا دیر تو ٹھہرا رہا قَالَ فرمانے لگے لَبِثْتُ یَوْمًا ٹھہرا میں ایک دن اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ یا دن کا کچھ حصہ قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ بلکہ تم ٹھہرے ہو موت کی حالت میں سو سال فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ پس دیکھ تو اپنے کھانے کی چیز کی طرف جو کہ انجیر کے دانے تھے وَشَرَابِكَ اور اپنے پینے کی چیز کی طرف، جو کہ جوس تھا لَمْ یَتَسَنَّہْ نہ کھانا متغیر ہوا اور نہ جوس خراب ہوا وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ اور دیکھ اپنے گدھے کی طرف وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَۃً اور تاکہ بنائیں ہم تجھے نشانی لِّلنَّاسِ لوگوں کے واسطے وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا پھر ہم پہناتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ پس جب اچھی طرح واضح ہوئی حقیقت اس کے سامنے قَالَ کہا اس نے اَعْلَمُ میں جانتا ہوں اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسرا واقعہ: وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ اور جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اَرِنِىۡ تو مجھے دکھا كَيۡفَ تُحۡىِ الۡمَوۡتٰى تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ یعنی مُردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کیا ہے؟ كَيۡفَ کے لفظ ہیں قَالَ فرمایا اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ کیا تو ایمان نہیں لایا کہ میں مُردوں کو زندہ کیا کرتا ہوں قَالَ بَلٰى حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار! میرا ایمان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے وَلٰـكِنۡ اور لیکن (کیفیت دیکھ کر) لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ نفسِ احیاءِ موتی کا تو مجھے یقین ہے لیکن کیفیت دیکھ کر مزید میں اطمینان اور تسلی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ پس پکڑ لے تو چار پرندے فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ پس مانوس کر تو ان کو اپنے ساتھ۔ وہ چار پرندے کیا تھے؟ تفسیر بیضاوی، ابو السعود، معالم التنزیل وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ ایک مور تھا جس کو اپنے حسن پر بڑا گھمنڈ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بڑی خوب صورت شکل بنائی ہے۔ پاؤں ذرا بدصورت سے ہوتے ہیں۔

- دوسرا ان میں سے مرغا تھا۔ اور مرغے میں شہوت زیادہ ہوتی ہے۔
- تیسرا ان میں سے غُراب (کوا) یہ خسیس الطبع ہوتا ہے۔ طبعی شرافت سے محروم ہوتا ہے۔
- چوتھا کبوتر تھا اور کبوتر اپنی مراد حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اور انسان انھی چیزوں سے مرکب ہے۔ شہوت اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہے۔ اپنے حسن و جمال پر مغرور رہتا ہے۔ خسیس الطبع بھی ہے اِلَّا مَا شَآءَ اللهُ، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی

دنیا میں موجود ہیں لیکن اکثر خسیس الطبع ہیں۔ اور ہر آدمی اپنی مراد حاصل کرنے میں جلد بازی سے کام لیتا ہے۔ تو یہ چار جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لیے اور اُن کو اپنے ساتھ مانوس کیا۔ اور جانور بھی آدمی کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں۔ طوطا دیکھو، مینا دیکھو، انکو مانوس کرو تمھارے ساتھ بیٹھیں گے بلکہ تمھارے ہاتھ سے چیزیں چھین لیں گے۔

جب وہ مانوس ہو گئے جس وقت ان کو بلاتے وہ جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ جاتے۔ تو فرمایا اب تو اِن جانوروں کو ذبح کر اور ان کے سر اپنے پاس رکھ لے اور باقی جو گوشت ہے اس کا قیمہ بنا اور اس قیمے میں ہڈیاں، پَر، ٹانگیں، ہر چیز ملا دے اور سب کا اکٹھا قیمہ بنانا ہے اور پھر قریب قریب جو پہاڑ ہیں وہ قیمہ شدہ گوشت تھوڑا تھوڑا کر کے رکھ دے سروں کے بغیر۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے رکھ دیا تو فرمایا اب تو ان کو بلا۔ مثلاً: پہلے مرغ کو آواز دے کہ اے مرغ! آ جا۔ چونکہ سب کا گوشت کاٹ کاٹ کر اکٹھا قیمہ بنایا تھا تو انھوں نے دیکھا کہ فضا میں مرغ کا گوشت دوسروں سے الگ ہو کر مرغ کے سر کے ساتھ جڑ گیا۔ اور رب نے اس میں جان ڈال دی۔ وہ مرغا اسی طرح بولنے لگا جس طرح پہلے بولتا تھا۔

اسی طرح کوے کا گوشت بھی دوسروں سے الگ ہو کر اپنے سر کے ساتھ آ ملا۔ اسی طرح مور کا گوشت مور کے سر کے ساتھ مل گیا اور وہ زندہ ہو گیا۔ تو چاروں پرندے جس طرح پہلے تھے اسی طرح ہو گئے۔ یہ ان تفسیروں کا خلاصہ ہے جو بیضاوی معالم التنزیل، مدارک،، ابو سعود وغیرہ میں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ اے ابراہیم علیہ السلام! پس تو پکڑ چار پرندے فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ پس تو ان کو اپنی طرف مانوس کر۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى

كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا پھر ذبح کر کے ان کو رکھ دے۔ آس پاس کی تمام پہاڑیوں پر ان کے ٹکڑے رکھ دے ثُمَّ ادْعُهُنَّ پھر تو ان کو بلا يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا وہ زندہ ہو کر تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ تو رب تعالیٰ نے کیفیت بیان فرمائی اِحیاء موتی کی۔ کیوں کہ نفس موتی کے احیاء پر تو یقین تھا مگر اس کی کیفیت نہ دیکھی تھی کہ اجزاء کس طرح جڑتے ہیں اور ان میں جان کس طرح ڈالی جاتی ہے۔ وہ سب کچھ آنکھوں کے ساتھ دیکھ لیا وَاعْلَمْ اور اے ابراہیم! جان لے اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔ وہ جو چاہے کرے اُس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ
حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ
صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ
مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ
كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ
لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں کی يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں
اَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں كَمَثَلِ
حَبَّةٍ جیسے مثال ہے دانے کی اَنْۢبَتَتْ جس دانے نے اُگائے سَبْعَ
سَنَابِلَ سات خوشے فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ ہر خوشے میں مِّائَةُ حَبَّةٍ سو
دانے ہیں وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ اور اللہ بڑھاتا ہے لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے
لیے چاہے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ کشائش کرنے والا ہے

عَلِيْمٌ جاننے والا ہے اَلَّذِيْنَ وہ لوگ يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے
ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں
ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ پھر نہیں جتاتے اُس کے پیچھے مَآ اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے
خرچ کیا مَنًّا احسان وَّلَآ اَذًى نہ اذیت دیتے ہیں لَّهُمْ
اَجْرُهُمْ ان کے واسطے ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ اُن کے رب کے
ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
اور نہ وہ غم کریں گے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ بات اچھی وَّمَغْفِرَةٌ اور در گزر
کرنا خَيْرٌ بہتر ہے مِّنْ صَدَقَةٍ اس صدقے سے يَّتْبَعُهَآ اَذًى
جس صدقے کے پیچھے دکھ اور اذیت ہو وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پروا
ہے حَلِيْمٌ تحمل کرنے والا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو
ایمان لائے ہو لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ نہ باطل کرو اپنے صدقات کو
بِالْمَنِّ احسان جتلا کر وَالْاَذٰى اور اذیت پہنچا کر كَالَّذِيْ اس
شخص کی طرح يُنْفِقُ مَالَهٗ جو خرچ کرتا ہے اپنا مال رِئَآءَ النَّاسِ
لوگوں کو دکھانے کے لیے وَلَا يُؤْمِنُ اور نہیں ایمان لاتا بِاللّٰهِ اللہ
تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر فَمَثَلُهٗ پس اس کی
مثال كَمَثَلِ صَفْوَانٍ جیسے مثال ہے ایک چٹان کی عَلَيْهِ تُرَابٌ اس
چٹان پر مٹی ہے فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ پس پہنچی اس پر زور کی بارش فَتَرَكَهٗ

صَلْدًا پس چھوڑ دیا اس چٹان کو صاف لَا یَقْدِرُوْنَ نہیں قادر عَلٰی شَیْءٍ کسی چیز پر مِّمَّا کَسَبُوْا جو انھوں نے کمائی وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر پر اڑی رہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط :

اس سے دو رکوع پہلے ذکر تھا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ "اے ایمان والو! خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے تمھیں دیا ہے۔" اب مال کے قبول ہونے کی شرائط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کچھ شرائط اس رکوع میں بیان ہوں گی اور کچھ اگلے رکوع میں۔ اے ایمان والو! جو مال تم خرچ کرتے ہو اس کے واسطے کچھ شرائط بھی ہیں۔ اگر وہ شرائط پائی گئیں تو پھر تمھارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں قبول ہوگا۔ ان تمام شرائط کا میں خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ تمام اعمال کے لیے پہلی اور بنیادی شرط ایمان ہے۔ اگر ایمان ہے تو نماز بھی قبول ہے، خیرات بھی قبول ہے، روزہ اور حج بھی قبول ہے۔ غرضیکہ جو بھی نیکی کرو گے قبول ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایمان کی حالت میں جو بھی نیکی کرو گے قبول کروں گا۔ اگر ایمان نہیں تو کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔

تیرھویں پارے میں رب تعالیٰ نے مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ اَعْمَالُھُمْ کَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ [ابراہیم:۱۸] "جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے تو اُسے اُڑا کر لے جاتی ہے۔" کیوں کہ اس میں ٹھہرنے کی قوت نہیں ہے۔ اسی طرح کافروں کے اعمال ہیں کہ وہ ایمان کے بغیر راکھ کے ڈھیر کی طرح ہیں کیوں کہ کافر بھی اچھے کام کرتے ہیں۔ انھوں نے ہسپتال بنائے، سڑکیں اور

پُل بناتے ہیں یعنی رفاہِ عام کے کام وہ کرتے ہیں۔ بلکہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ مسلمان قوم سے بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں۔ اس واسطے وہ کہتے تھے کہ ہم جو نیک کام کرتے ہیں کیا ہمیں ان کا اجر نہیں ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر کی حالت میں جو کام کرتے ہیں وہ راکھ کے ڈھیر کی مانند ہیں۔

تو اعمال کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان میں جتنی قوت ہوگی عمل اُتنا ہی وزنی ہوگا۔ دوسری شرط ہے اخلاص۔ اگر عمل ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر ریاکاری کے لیے ہے تو اس کے متعلق فرمایا کَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ اس شخص کی طرح جس نے خرچ کیا لوگوں کو دکھانے کے لیے تو وہ برباد ہے اس کا کوئی اجر نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ تیسری شرط ہے اتباعِ سنت یعنی اگر عمل سنت کی پیروی میں ہوگا تو قبول ہوگا اور اگر ظاہری طور پر عمل اچھا نظر آتا ہے مگر سنت کی مہر نہیں لگی ہوئی تو وہ برباد اور بے کار ہے۔ ایمان، اخلاص اور اتباعِ سنت۔ اگر یہ تین شرطیں موجود ہیں تو اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں۔ پھر آگے مال کے لیے یہ شرط بھی آئے گی کہ حلال اور طیب بھی ہو۔ کیوں کہ حرام کے مال کا صدقہ خیرات قبول نہیں ہے۔ اس مقام پر ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ ان لوگوں کے خرچ کرنے کی مثال یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ عام حالات میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِھَا جس نے نیکی کی پس اس کو دس گنا اجر ملے گا۔ مثلاً: ایک مرتبہ کہتا ہے سبحان اللہ! تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی دس نیکیاں لکھی گئیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ کسی مسلمان بھائی کو کہتا ہے السلام علیکم! دس نیکیاں مل گئیں یا سلام کا جواب دیتا ہے وعلیکم السلام! اللہ تعالیٰ کے

فضل وکرم سے دس نیکیاں مل گئیں اور فی سبیل اللہ کی مد میں ادنیٰ نیکیاں سات سو گنا ہیں اور فی سبیل اللہ کی کافی مدات ہیں۔

پہلے نمبر کی مد علم دین حاصل کرنا ہے۔ جو حضرات دین کا علم حاصل کرتے ہیں یعنی طالب العلم ہیں ان پر خرچ کرنے والے کو ایک پیسہ کا سات سو پیسہ اور ایک روپیہ کا سات سو روپیہ کے حساب سے ملے گا۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے زیادہ جس کو چاہے رب تعالیٰ دے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص علم حاصل کرنے کے لیے ایک قدم بھی رکھے گا تو اس کو سات سو نیکیاں ملیں گی۔ مثال کے طور پر تم صبح گھر سے چلے ہو یہ ارادہ لے کر کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم نے قرآن پاک کا یا حدیث شریف کا درس سننا ہے۔ کیوں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ہیں اور قدم دونوں طرف کے شمار ہوں گے۔ یعنی آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اور اگر کسی شخص نے کرایہ خرچ کیا ہے یا سکوٹر وغیرہ میں تیل ڈلوایا ہے تو جتنا خرچ کیا ہے ایک روپے کے سات سو روپے کے حساب سے ملے گا۔

فی سبیل اللہ کی دوسری مد تبلیغ دین ہے۔ یعنی دین کی تبلیغ کے لیے نکلنا۔ تو وہ لوگ جو دین کی تبلیغ کر رہے ہیں ان کا سفر اور ان کا پیسہ خرچ کرنا یا ان پر پیسہ خرچ کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ فی سبیل اللہ کی تیسری مد جہاد ہے۔ اِعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کافروں سے لڑنا۔ اور جہاد بھی اسلام کا جزء ہے۔ جس طرح تبلیغ ایک شعبہ ہے اسی طرح جہاد بھی ایک شعبہ ہے۔ فی سبیل اللہ کی چوتھی مد باطل کی تردید کے لیے تحریر کرنا ہے یعنی جہاد بالقلم۔ اسی طرح جو لوگ دین کی حمایت میں چندہ دیتے ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اسی طرح جو حاجی حج کے لیے جا رہا ہے اس کے قدم بھی فی سبیل اللہ کی مد میں

ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت کے مطابق جو آدمی جمعہ پڑھنے کے لیے جاتا ہے اس کے قدم بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو جائز کمائی کے لیے گھر سے نکلتا ہے چاہے وہ تجارت کرتا ہے، زراعت کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے یا مزدوری کرتا ہے بشرطیکہ کام جائز ہو اور عقیدہ بھی صحیح ہو اور نماز روزے کا بھی پابند ہو تو اس کا جو قدم ہو گا وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔

تو فرمایا مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مالوں کو فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں كَمَثَلِ حَبَّةٍ جیسے مثال ہے دانے کی اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ اُگاتا ہے وہ دانہ سات خوشے۔ سَنَابِلَ جمع ہے سُنْۢبُلَةٌ کی، خوشہ۔ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ہر خوشے کے ساتھ سو دانے ہیں۔ ہم نے پہاڑی علاقوں میں مکئی کو دیکھا ہے۔ بسا اوقات ایک ایک پودے کے ساتھ سات سات، آٹھ آٹھ خوشے بھی لگے ہوتے ہیں اور ایک ایک خوشے سے سو سو سے زیادہ دانے بھی نکلتے ہیں۔ تو کسان نے زمین میں ایک دانہ ڈالا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے جو پودا اُگایا ہے اس کے سات خوشے لگے ہوتے ہیں اور ہر خوشے میں سو سو دانے ہیں۔ تو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کو اسی طرح سمجھو کہ جو بھی نیکی کرے گا وہ سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے اور اسی پر بس نہیں وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اس سے بڑھا دے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے عَلِیْمٌ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس سے زیادہ علم کس کے پاس ہے۔

صدقہ کے بعض احکام :

آگے صدقات کو باقی رکھنے کی شرائط کا ذکر ہے۔ ایمان، اخلاص، اتباع سنت یہ شرطیں ہیں قبولیت کی۔ اور صدقات کو باقی رکھنے کی شرائط یہ ہیں۔ اور یہ شرائط بڑی سمجھنے والی ہیں اور یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ پھر پیچھے نہ لگائے مَآ اس چیز کے اَنْفَقُوْا جو انھوں نے خرچ کی مَنًّا احسان۔ یعنی احسان نہیں جتلاتے کہ میں نے تیرے ساتھ یہ بھلائی کی ہے وَّلَآ اَذًی اور نہ اذیت دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے خاصی رقم اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی شخص کو دے دی۔ اگر اس شخص نے یہ نیکی ایمان، اخلاص اور اتباع سنت کے ساتھ کی ہے تو اسے امید رکھنی چاہیے کہ اسے اجر ملے گا۔ لیکن ایک ماہ گزرنے کے بعد یا پانچ سال کے بعد یا دس سال کے بعد یا بیس سال کے بعد یا پچاس سال کے بعد اس نے اس کو احسان جتایا کہ میں نے تجھے فلاں وقت اتنی رقم دی تھی، نیکی ضائع ہوگئی۔ اور اس احسان جتانے کا گناہ الگ ہے۔ چاہے پہلے دن احسان جتلائے یا سو سال بعد جتلائے۔

اور دوسری چیز ہے اذیت دینا۔ اور اذیت دینا یہ ہے کہ مثال کے طور پر کسی آدمی نے جس پر احسان کیا ہے اُس نے کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف کر دی اور اس نے کہا میرا کھانے والے میرے سامنے باتیں کرتا ہے اور بولتا ہے۔ تو ایسا کرنے سے اس کے صدقے کا اجر بالکل باطل ہو گیا۔ یا ویسے اس کو حقیر سمجھے کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس میں اس کی حقارت اور ذلت ہو۔ کیوں کہ اذیت قولی بھی ہوتی ہے اور فعلی

بھی۔

تو جو نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے اُن کے رب کے پاس وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اچھی بات وَّمَغْفِرَةٌ اور درگزر کردینا خَيْرٌ بہتر ہے مِّنْ صَدَقَةٍ اس صدقے سے يَّتْبَعُهَآ اَذًى کہ جس کے پیچھے اذیت دی جائے۔مثال کے طور پر کسی آدمی نے کسی کو پانچ دس روپے دیئے اور دینے کے بعد اسے کوستا ہے ذلیل کرتا ہے کہ تو موٹا تازہ، ہٹا کٹا ہے مانگتا پھرتا ہے۔تو دینے کے بعد ایسے الفاظ کہنے سے بہتر ہے کہ دینے سے پہلے کہہ دے بابا معاف کر۔اور اگر مقصد سمجھانا ہے تو پہلے سمجھائے کہ بھائی جی! تم اچھے بھلے ہو آنکھیں تمھاری صحیح ہیں، ہاتھ پاؤں تمھارے درست ہیں، صحت مند ہو، مانگنا اچھی عادت نہیں۔دینے کے بعد اذیت نہ پہنچاؤ کہ اس طرح صدقہ بھی باطل ہوگیا اور اس کی دل آزاری کا گناہ الگ ہے وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے کہ وہ تمھارے صدقات کا محتاج نہیں ہے حَلِيْمٌ حوصلے والا ہے کہ اگر تمھیں فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو وجہ یہ ہے کہ تحمل والا ہے، جلد باز نہیں ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ نہ ضائع کرو اپنے صدقات کو بِالْمَنِّ احسان جتلا کر وَالْاَذٰى اور اذیت دے کر۔تو یہ نص قطعی واضح کررہی ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلائے گا یا اذیت پہنچائے گا تو صدقہ ضائع ہوجائے گا كَالَّذِيْ اس شخص کی طرح (اپنے صدقات کو باطل نہ کرو) يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو

دکھانے کے لیے وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ اور نہیں ایمان لاتا اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر۔ یعنی جس طرح اس شخص کے صدقات باطل ہیں جو ریا اور دکھاوے کے طور پر خرچ کرتا ہے اُسی طرح تم اپنے صدقات، احسان اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔ سبق کے طور پر بات کو یاد رکھنا کہ جس کے ساتھ تم نے نیکی کی ہے اگر وہ بعد میں بگڑ بھی جائے۔ (کیوں کہ ہم نے ایسے دیکھے ہیں کہ جن کی پرورش ہوتی ہے لیکن بعد میں بگڑ جاتے ہیں۔) تو تم نے اس پر جو نیکی کی ہے وہ یاد نہیں کرانی کیوں کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمھاری نیکی ضائع ہو جائے گی۔ مثلاً: کسی ایسے شخص کو جس کی پرورش تم نے کی ہے یہ کہو کہ آج تو باتیں کرتا ہے حالانکہ ہمارا ہی کھا کے تو جوان ہوا ہے۔ بس اتنے الفاظ سے صدقہ باطل ہو گیا۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک مثال کے ذریعے سمجھانا چاہتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ ایک بہت بڑی چٹان ہے اور اس پر کافی مٹی پڑی ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مٹی میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس میں چیزیں اُگتی ہیں۔ کسی آدمی نے اس مٹی میں کوئی چیز کاشت کی پھر بارش ہوئی وہ اُگ گئی اب اُمید تھی کہ سبزی کھائیں گے فصل کاٹیں گے اور فائدہ ہوگا، لیکن بعد میں اتنی زور کی بارش ہوئی کہ چٹان پر جو مٹی تھی اس کو بہا کر لے گئی۔ تو جب مٹی ہی نہ رہی تو فصل کہاں رہی؟ پس وہ چٹان صاف ہو گئی۔ اسی طرح تم صدقہ خیرات کرتے ہو اور اس میں اخلاص نہیں محض دکھاوا ہے تو اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک چٹان ہے اور اس پر مٹی ہے اور اس میں تم نے سبزی وغیرہ کاشت کی ہے پھر احسان جتانے کی اور اذیت پہنچانے کی بارش آئی اور سب کچھ ضائع ہو گیا۔ یعنی وہ فصل جو صدقہ وخیرات کی صورت میں کاشت کی تھی وہ ضائع ہو گئی تمھارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

فرمایا فَمَثَلُهٗ پس مثال اس احسان جتلانے والے اور اذیت دینے والے کی ایسے ہی ہے کَمَثَلِ صَفْوَانٍ جیسے مثال ہے چٹان کی عَلَیْهِ تُرَابٌ اس پر مٹی ہے اور اس میں چیزیں ہیں فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ پس پہنچی اس پر موسلا دھار بارش فَتَرَكَهٗ صَلْدًا پس چھوڑ دیا اس چٹان کو صاف، ساری مٹی بہا کر لے گئی۔ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا نہ قادر ہوئے وہ کسی شے پر اس میں سے جو انھوں نے کمایا ہے۔ تو جس طرح اس شخص کی محنت ضائع ہوگئی اسی طرح تم نیکی (صدقہ و خیرات) کرنے کے بعد احسان جتلاؤ گے یا اذیت پہنچاؤ گے تو تمھاری نیکی ضائع ہو جائے گی وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو اس نے انسانوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ
اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ
فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲۶۵ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ
كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ
اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۶۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا
الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا
فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۲۶۷ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ
الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ
وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۸ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ
وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۶۹ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ
نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۲۷۰

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ اور مثال ان لوگوں کی يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ جو خرچ
کرتے ہیں اپنے مال ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل

کرنے کے لیے وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور اپنے دلوں کی پختگی کے لیے

كَمَثَلِ جَنَّةٍ اس باغ کی طرح ہے بِرَبْوَةٍ جو بلندی پر واقع ہے

25

اَصَابَهَا وَابِلٌ پہنچے اس کو موسلا دھار بارش فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ پس

وہ اپنا پھل دُگنا دے فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ پس اگر نہ پہنچے اس کو زور کی

بارش فَطَلٌّ تو پھوار ہی اس کے لیے کارآمد ہوگی وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ

کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ یہ کہ ہو اس

کا باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کا وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کا تَجْرِيْ

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں اس کے نیچے نہریں لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

اس کے واسطے اس باغ میں ہر طرح کے پھل موجود ہوں وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ

اور پہنچ جائے اس کے مالک کو بڑھاپا وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ اور ہو اس کی اولاد

ضُعَفَآءُ کمزور فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ پس پہنچے اس باغ کو بگولا فِيْهِ نَارٌ

اس میں آگ ہو فَاحْتَرَقَتْ پس وہ بگولا اس کو جلا دے گا كَذٰلِكَ

اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لَكُمُ تمھارے

واسطے الْاٰيٰتِ احکامات لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم غور و فکر کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم

مِنْ طَيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں مَا كَسَبْتُمْ وہ جو تم نے کمائی ہیں وَمِمَّآ

ربع

اَخْرَجْنَا لَكُمْ اور اس میں جو ہم نے تمھارے لیے نکالی ہے مِّنَ الْاَرْضِ
زمین سے وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس سے
تُنْفِقُوْنَ کہ خرچ کرو تم وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اور تم خود اس کو لینے کے لیے
تیار نہیں ہو اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کر لو وَاعْلَمُوْٓا
اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَنِيٌّ بے پروا ہے حَمِيْدٌ
تعریفوں والا ہے اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ شیطان تمھیں ڈراتا ہے الْفَقْرَ
غربت سے وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ اور تمھیں حکم دیتا ہے برائی کا وَاللّٰهُ
يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ اور اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا اپنی
طرف سے وَفَضْلًا اور فضل کا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا
ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ اللہ تعالیٰ حکمت عنایت
کرتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ اور جس کو
حکمت اور دانائی ملی فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا پس تحقیق دی گئی اس کو زیادہ
بھلائی وَمَا يَذَّكَّرُ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ
مگر عقل مند وَمَآ اَنْفَقْتُمْ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو مِّنْ نَّفَقَةٍ
کوئی بھی خرچہ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ یا کوئی نذر مانتے ہو نذر ماننا فَاِنَّ
اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُهٗ اس کو جانتا ہے وَمَا اور نہیں
ہے لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ظالموں کا کوئی مددگار۔

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو مال کو ریا کاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ اور اب ان کا ذکر ہے جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

فرمایا وَمَثَلُ الَّذِيْنَ اور مثال اُن لوگوں کی يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اصل مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اس کو سب کچھ مل گیا اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگیا وہ ہر چیز سے محروم ہوگیا۔ تو فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کرتے ہیں وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور اپنے دلوں کی پختگی کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ساتھ ان کا مقصد اصلاحِ نفس بھی ہوتا ہے تاکہ دل انفاق فی سبیل اللہ اور نیکی کے دوسرے کاموں پر ثابت قدم رہے اور ان کے دلوں سے بخل کا مادہ دور ہو جائے۔ فرمایا ایسے لوگوں کی مثال كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اس باغ جیسی ہے جو اُونچی جگہ پر واقع ہو اَصَابَهَا وَابِلٌ پہنچے اس کو موسلا دھار بارش فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ تو وہ دُگنا پھل دے فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ پس اگر تیز بارش نہ پہنچے تو پھوار بھی اس کے لیے کارآمد ہوگی۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہاں پر تیز بارش سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص فیاضی کا خوب مظاہرہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھل کر خرچ کرتا ہے تو اس مثال کے مطابق وہ کئی گنا زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ اور معمولی بارش یعنی تھوڑی مقدار میں خرچ کرتا ہے تو اس کی کامیابی کے لیے وہ بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ اس کی نیت درست ہو یعنی احسان جتلانے، اذیت دینے اور ریا سے پاک ہو۔ نیت بمنزلہ زمین کے ہے۔

اگر زمین زرخیز ہے یعنی نیت درست ہے تو تھوڑا خرچ کرنا بھی اس کے لیے مفید ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَخْلِصْ فِیْ دِیْنِكَ یَكْفِیْكَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْعَمَلِ "اپنے دین میں اخلاص پیدا کرلو تو تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا۔" لہٰذا نیکی کے ہر کام میں رضائے الٰہی پیش نظر ہونی چاہیے۔ قبولیت کا یہی معیار ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ تم جو کچھ بھی عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔ وہ تمھارے کسی عمل سے غافل نہیں ہے تمھارے دلوں کے حالات اور نیت سے واقف ہے۔

بخل اور ریاکاری کا نتیجہ:

کسی متوقع نعمت کے ضائع ہو جانے پر کس قدر پریشانی ہوتی ہے اس کی وضاحت چٹان والی مثال میں ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اس قسم کی ایک اور مثال بیان کرتے ہیں جس میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہی پر انحصار ہو اور وہ ضائع ہو جائے تو انسان کو کس قدر دکھ ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص نیکی کا کام کرنے کے باوجود بعض وجوہ کی بنا پر اس کے اجر وثواب سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کتنا اذیت ناک ہوتا ہے۔

فرمایا اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ یہ کہ ہو اس کے لیے ایک باغ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ کھجوروں اور انگوروں کا۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی اس کے نیچے نہریں لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اس کے واسطے اس باغ میں ہر طرح کے پھل موجود ہوں وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ اور پہنچ جائے اس کے مالک کو بڑھاپا وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ اور اس کی اولاد

کمزور ہو۔ یعنی اس کے لیے اور کوئی ذریعہ معاش بھی نہ ہو اور ایسی حالت میں فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ پس پہنچے اس باغ کو بگولا فِيْهِ نَارٌ اس میں آگ ہو فَاحْتَرَقَتْ پس وہ آگ کا بگولا اس کو جلا کر راکھ کر دے تو اندازہ کیجیے ایسی صورت میں اس باغ کے مالک کی کیا حالت ہوگی کہ یہی باغ اس کا ذریعہ معاش تھا اور یہی باغ اس کی کل پونجی تھی۔ جس پر اس کا اور اس کی اولاد کا انحصار تھا۔ جب یہی سارا جل کر راکھ ہو گیا تو وہ کس طرح ہر چیز سے محروم ہو گیا۔ فرمایا احسان جتلانے والے، ایذا پہنچانے والے اور ریا کاری کے لیے خرچ کرنے والے کی حالت بھی قیامت کے دن ایسی ہوگی۔ جس طرح وہ باغ اپنے مالک کا بڑھاپے کا سہارا تھا اسی طرح یہ شخص اپنے خرچ کردہ مال کے اجر و ثواب کی امید لگائے بیٹھا تھا مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو ایسا شخص اسی طرح ثواب سے محروم ہو جائے گا جس طرح باغ کا مالک باغ کے جل جانے کے بعد اس کے پھلوں سے محروم ہو گیا۔ اور وہاں پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فرمایا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے احکامات لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم غور و فکر کرو اور اچھی اور بُری چیز کا امتیاز کر سکو۔ صدقات کے باقی رہنے کے متعلق تین شرائط کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کسی کو خیرات دے کر نہ تو اس پر احسان جتلایا جائے، نہ اسے تکلیف پہنچائی جائے اور نہ خرچ کرتے وقت ریا کاری کا عنصر شامل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں پاک مال خرچ کرو :

آج کے درس میں باقی رہنے کی چوتھی شرط مال کی پاکیزگی کا بیان ہے۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم مِنْ طَيِّبٰتِ

پاکیزہ چیزیں مَا كَسَبْتُمْ وہ جو تم نے کمائی ہیں۔ گویا قبولیت صدقہ کے لیے یہ بھی ایک شرط ہے کہ صاف ستھری اور بہتر چیز اللہ کے راستے میں دی جائے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے طَيِّبٰتِ کی تفصیل میں دو چیزیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مال حلال ہو۔ حرام مال سے ادا کردہ صدقہ قابل قبول نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص چوری، ڈاکا یا رشوت کا مال صدقہ کرتا ہے تو وہ بارگاہِ ایزدی میں کیسے قبول ہوگا؟ بلکہ ایسا کرنے سے اُلٹا گنہ گار ہوگا۔ مسند احمد کی روایت میں ہے جو شخص حرام کمائی کی خوراک کھائے یا لباس پہنے گا نہ اس کی عبادت قبول ہوگی اور نہ اس کا صدقہ خیرات قبول ہوگا۔

طَيِّبٰتِ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز تم اللہ تعالیٰ کے راست میں خرچ کرو وہ اعلیٰ اور بہتر ہو، نکمی اور ردی نہ ہو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اچھی چیز اپنے لیے رکھ لی جائے اور کمتر چیز صدقات خیرات میں دی جائے۔ یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو کھجور کے اچھے گچھے اپنے واسطے محفوظ کر لیتے ہیں اور نکمے گچھے اصحابِ صفہ کے لیے لٹکا دیتے ہیں۔ جب تم خود ردی چیز کو پسند نہیں کرتے تو اللہ اسے کیسے پسند کرے گا۔ لہٰذا زکوٰۃ، صدقات میں بہتر اور اچھی چیز دینی چاہیے نہ کہ گھٹیا۔ کیوں کہ دینے والا تو وہ خود ہی ہے براہِ راست محنت کر کے کمانے کے علاوہ ایک ذریعہ آمدنی زرعی پیداوار بھی ہے۔ آگے اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں سے خرچ کرو۔

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اور اس میں سے بھی خرچ کرو جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالا۔ مثلاً: گندم، جو، چاول، مکئی، باجرہ، دالیں اور جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے اس میں عشر آئے گا۔ تو وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ سے مراد صرف فصلیں اور پھل ہی نہیں ہیں بلکہ یہ حکم سب چیزوں کے لیے ہے۔ مثلاً:

پیاز، لہسن، گوبھی، آلو، مرچ، غرضیکہ جو چیز بھی زمین سے حاصل ہوتی ہے۔ اس سے عشر نکالنا پڑے گا۔ مثلاً: اگر کوئی چیز دس کلو نکلی ہے تو ایک کلو دینا پڑے گا۔ دس پیازوں میں سے ایک پیاز دینا پڑے گا، دس مرچوں میں سے ایک مرچ دینی پڑے گی، اگرچہ یہ چیزیں کسی نے گھر ہی میں کیوں نہ لگائی ہوں ان میں سے بھی عشر دینا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں: وَمِمَّآ اَخۡرَجۡنَا لَكُمۡ اور اس سے جو کچھ ہم نے تمھارے لیے نکالی ہے، پیدا کی ہے مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے۔ تو جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے اس میں باقاعدہ عشر ہے۔ البتہ اس مد میں دو حصے ہیں، بارانی زمین یعنی جو زمین مالک کی مشقت کے بغیر سیراب ہوتی ہے اس میں دسواں حصہ ہے اور اگر ٹیوب ویل، نہر یا نلکے کے ذریعے پانی دیا گیا ہے تو بیسواں حصہ ہے۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ مِنۡهُ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس کمائی میں سے۔ وہ کمائی تجارت کے ذریعہ ہے یا کھیتی باڑی کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں ناقص چیز نہ دو تُنۡفِقُوۡنَ خرچ کرو وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِيۡهِ اور خود تم اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہو اِلَّآ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِيۡهِ مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کر لو یعنی اگر تم چشم پوشی کر لو تو الگ بات ہے لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو تو بیکار اور ناقص چیز نہ دو وَاعۡلَمُوۡٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ بے شک اللہ تعالیٰ بے پروا ہے تمھارے صدقے خیرات کا محتاج نہیں ہے۔ ساری کائنات کا خالق مالک ہے اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں حَمِيۡدٌ قابل تعریف ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ فِیْ حَدِّ ذَاتِهٖ قابل تعریف ہے وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ [بنی اسرائیل: ۴۴] "اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کرتی ہو۔" کوئی زبانِ حال سے تعریف کرتی ہے اور کوئی زبان قال سے۔

تو اللہ تعالیٰ تمھاری تعریفوں کا محتاج نہیں ہے اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ شیطان تمھیں غربت سے ڈراتا ہے۔ یعنی جب تم زکوٰۃ اور عشر دیتے ہو یا عام صدقہ خیرات کرتے ہو تو شیطان تمھارے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ مال کم ہو جائے گا اور فقیر ہو جاؤ گے۔ یہ کام وہی کرے گا جس کا ایمان کامل ہوگا یعنی زکوٰۃ بھی دے گا، عشر بھی نکالے گا اور اللہ تعالیٰ کے جتنے حقوق ہیں ادا کرے گا۔ اس پر شیطان کا کوئی اثر نہیں ہوگا وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ اور تمھیں حکم دیتا ہے برائی کا۔ برے کاموں پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

دیکھو! لوگ شادیاں کرتے ہیں ان میں بینڈ باجے ہوتے ہیں، ڈھول تماشے ہوتے، ضرورت سے زیادہ روشنی ہوتی ہے، مرچوں اور قمقموں سے گلیاں سجائی جاتی ہیں۔ یہ سب تبذیر (فضول خرچی) ہے۔ اور قرآن کریم میں ہے: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ [بنی اسرائیل: ۲۷] "بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔" پھر عام رواج ہونے کی وجہ سے ان کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا۔ کہتے ہیں کہ جی خوشی کا موقع ہے۔

تین چار دن ہو گئے ہیں میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ اوکاڑہ کے علاقہ میں ایک بوڑھی عورت فوت ہو گئی۔ اُس کے تیجے پر فیصل آباد سے بھانڈ منگوا کر بھنگڑا ڈلوایا گیا اور اس کا ثواب اُس مائی کو پہنچایا گیا۔ یہ مسلمانوں کے کارنامے ہیں۔ اسی طرح آج سے چند سال پہلے اسی علاقے میں ایک بوڑھا بابا فوت ہوا۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے جنازے کے ساتھ بھنگڑا ڈالنے والے اور ناچنے والے ضرور ہوں۔ یعنی میرا جنازہ ڈھول کی تھاپ اور بھنگڑے کے ساتھ جائے۔ (حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ ان

شاء اللہ بابے کو فائدہ دیں گے۔)

مسلمانوں کا ذہن گندہ ہو گیا کہ خدا پناہ! ہندوؤں اور سکھوں والی ساری رسمیں چھلانگیں لگا کر ان میں آ گئی ہیں وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً اور اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا مِّنْهُ اپنی طرف سے وَفَضْلًا اور فضل کا یعنی اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرے گا۔

یاد رکھنا! استاد کے بغیر بات سمجھ نہیں آتی۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ جن کو تھوڑی بہت سمجھ ہے ان کے دل میں ضرور یہ بات آئی ہو گی کہ پہلے يَعِدُ کا معنیٰ کیا ڈرانے کا اور دوسرے يَعِدُ کا معنیٰ کیا ہے وعدے کا۔ جب کہ لفظ ایک جیسے ہیں۔ تو یاد رکھنا! گرائمر کے بغیر قرآن شریف صحیح معنیٰ میں سمجھ آ ہی نہیں سکتا۔ باقی طوطے والی رٹ تو ہو سکتی ہے۔

علم صرف والے فرماتے ہیں کہ مصدر بدلنے سے باب کا معنیٰ بدل جاتا ہے۔ تو اگر وَعَدَ يَعِدُ کا مصدر وَعِيْدٌ آئے تو معنیٰ ہو گا ڈرانا۔ اور اگر وَعَدَ يَعِدُ کا مصدر وَعْدًا آئے تو اس کا معنیٰ ہو گا وعدہ کرنا۔ تو پہلا يَعِدُ وَعِيْد سے اور دوسرا يَعِدُ وَعْدًا سے ہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا ہے جاننے والا ہے۔

حکمت کا معنیٰ:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ حکمت عنایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

حکمت کا معنیٰ اہل علم بیان کرتے ہیں اَلْعِلْمُ النَّافِعُ الْمُؤَدِّيْ اِلَى الْعَمَلِ "ایسا نافع علم جو عمل تک پہنچائے۔" یعنی ایسا نافع علم کہ جس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ ایک خالی علم

ہے کہ چیزوں کی معلومات ہیں مگر عمل نہیں ہے اس کو حکمت نہیں کہتے۔

فرمایا وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا اور جس کو حکمت اور دانائی ملی یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم نافع دیا اور علم پر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائی تو اس کو بہت بڑی خیر مل گئی وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مند یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے صحیح عقل دی ہے نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں پتھر کو جونک نہیں لگتی۔ اسی طرح نادان آدمی پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہے۔ آنے والی بات کو اچھی طرح سمجھنا۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو مِّنْ نَّفَقَةٍ کوئی بھی خرچہ۔ وہ چاہے تم جائز طریقے پر کرو یا ناجائز طریقے پر کرو اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ یا کوئی نذر مانو نذر ماننا۔ تو یاد رکھنا! فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ تم جو خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جس نیت کے ساتھ خرچ کرتے ہو رب اس کو بھی جانتا ہے اور جس مال سے کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔ اور جو نذر تم مانتے ہو رب اس کو بھی جانتا ہے۔

نذر و منت کے بعض احکام :

نذر کا معنیٰ سمجھ لو۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلنَّذْرُ لَا يَاْتِيْ اِبْنَ اٰدَمَ بِشَيْءٍ نذر ماننا اچھی شے نہیں ہے۔ نذر یہ ہے کہ بیمار آدمی نذر مانتا ہے کہ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیگ دوں گا یا کوئی مقدمے میں پریشان ہے اور کہتا ہے کہ اگر مجھے مقدمہ میں کامیابی نصیب ہوئی تو دس آدمیوں کو کھانا کھلاؤں گا یا یہ کہتا ہے کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اتنے روزے رکھوں گا یا کہتا ہے کہ اگر تجارت میں نفع

ہوا تو پانچ سو روپے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دوں گا، اس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ اس لیے کہ اس میں ایک قسم کی سودا بازی ہے اور مومن کامل تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے یا نہ کرے تُو اُس کا بندہ ہے کر۔

لیکن اگر کسی نے نذر مانی اور اس کا کام ہو گیا تو نذر کا پورا کرنا واجب ہے اور نذر کے مال کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ یعنی مال دار نہیں کھا سکتا، کافر نہیں کھا سکتا، سید نہیں کھا سکتا۔ جو لوگ نذر کی دیگ محلے میں تقسیم کرتے ہیں نادانی کرتے ہیں۔ اس طرح سر سے ذمہ نہیں اُترتا۔ اس کے لیے مستحق لوگوں کو تلاش کر کے کھلانا پڑے گا۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے اگر دیگ کا نمک مسالا چکھنا ہے تو اس کو نگل نہیں سکتا تھوک دے۔ اگر مال دار کھائیں گے تو حرام کھائیں گے۔ اور ایک غیر اللہ کی نذر ہے۔ مثلاً: اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میرا کام ہو گیا تو میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اتنی دیگیں چڑھاؤں گا۔

تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ قطعی کافر ہو گیا اور اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی کیوں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق میں سے کسی کے واسطے جائز نہیں ہے۔ لوگ بڑی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ہمارا مقصود تو اللہ کی رضا ہے البتہ وہاں اس واسطے تقسیم کرتے ہیں کہ فقیر اکٹھے مل جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ لوگ مصرف ہی نہیں ہیں کہ ان میں اکثر گندے عقیدے کے اور بے نماز ہوتے ہیں۔ پھر ان میں اکثر نشئی ہوتے ہیں ان کو دینا کس طرح جائز ہے؟

فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ پس بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو جانتا ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اِنْ

تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾ لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو فَنِعِمَّا هِيَ تو یہ بھی اچھا ہے وَاِنْ تُخْفُوْهَا اگر تم چھپا کر دو تو یہ خوب تر ہے وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ اور دو تم صدقات فقراء اور مساکین کو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو وہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ اور اللہ تعالیٰ مٹا دے گا تم سے تمہاری خطائیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ

جانتا ہے اُس عمل کو جو تم کرتے ہو لَيْسَ عَلَيْكَ نہیں ہے آپ کے ذمے
هُدٰىهُمْ ان کی ہدایت وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ يَهْدِيْ
ہدایت دیتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو
بھی تم خرچ کرو گے بھلائی (مال) فَلِاَنْفُسِكُمْ پس تمھاری اپنی جانوں
کے لیے ہے وَمَا تُنْفِقُوْنَ اور تم نہیں خرچ کرتے اِلَّا مگر ابْتِغَآءَ
وَجْهِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہوئے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور
جو بھی خرچ کرو گے مال يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ تمھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ یہ
صدقات ان محتاجوں کے لیے ہیں اُحْصِرُوْا جو روکے گئے فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہیں طاقت رکھتے
ضَرْبًا چلنے کی فِي الْاَرْضِ زمین میں يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
ناواقف آدمی ان کو سمجھتا ہے اَغْنِيَآءَ غنی مِنَ التَّعَفُّفِ سوال سے
بچنے کی وجہ سے تَعْرِفُهُمْ تو ان کو پہچانے گا بِسِيْمٰهُمْ ان کی
علامتوں کے ساتھ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ نہیں سوال کرتے لوگوں سے
اِلْحَافًا چمٹ کر وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اَلَّذِيْنَ وہ لوگ
يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مال بِالَّيْلِ رات کو

وَالنَّهَارِ اور دن کو سِرًّا پوشیدہ طور پر وَّعَلَانِيَةً اور ظاہری طور پر فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ پس ان کے لیے ان کا اجر ہوگا عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ ان پر خوف ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے۔

پہلے سے صدقات وخیرات کا ذکر چلا آرہا ہے اور صدقے کی قبولیت کی شرائط بھی بیان ہوئی ہیں کہ ایمان، اخلاص، اتباع سنت کے ساتھ ساتھ مال کا حلال اور طیب ہونا اور بھی ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو صدقے کا کوئی ثواب نہ ہوگا۔ اور اگر صدقہ مذکورہ شرائط کے ساتھ دیا تو پھر اس کے باقی رہنے کی شرط کہ احسان نہ جتلائے اور اذیت نہ پہنچائے آگے بھی اسی کے متعلق بیان ہے۔

مخفی صدقہ کے فوائد :

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ اگر تم ظاہری طور پر صدقات دو فَنِعِمَّا هِيَ تو یہ بھی اچھا ہے۔ اگر دینے والے کی نیت ریا کی نیت نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے صدقہ دیتا ہے اور دل میں یہ ہے کہ رب میرے سے راضی ہو جائے تو اس طرح صدقہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ ریا کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور فقیر کی حاجت کو پورا کرنا ہے وَاِنْ تُخْفُوْهَا اور اگر تم صدقات مخفی طور پر دو وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ اور دو فقیروں اور محتاجوں کو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو یہ مخفی طریقہ پر دینا بہت بہتر ہے اور اس کے بہتر ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ریا سے پاک ہوگا۔ اس لیے کہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے معاشرے میں ہر طرح کے آدمی ہوتے ہیں، نیک بھی ہوتے

ہیں اور بد بھی ہوتے ہیں، چور، ڈاکو بھی ہوتے ہیں تو یہ جب سب کے سامنے کسی مستحق کو ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ دے گا تو دیکھنے والا چور ڈاکو حساب لگائے گا کہ اس نے ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ کا دیا ہے تو اتالیس ہزار اس کے گھر میں پڑا ہے لہٰذا وہ چوری ڈکیتی کا منصوبہ بنائے گا۔ اگر مخفی طریقے پر دے گا تو ان کے شر سے بھی محفوظ رہے گا۔ جس زمانے میں قرآن کریم نازل ہوا اس زمانے میں بینکوں کا تصور بھی نہیں تھا لہٰذا لوگوں کے پاس جو کچھ ہوتا تھا گھروں میں محفوظ کرتے تھے اور آج کل تو بینک بھی محفوظ نہیں ہیں۔ لوگ بدی (برائی) میں بہت آگے نکل گئے ہیں۔

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ اور ان صدقات خیرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھاری خطائیں معاف فرما دے گا۔ اس موضوع پر کافی احادیث ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندے سے ناراض ہے اور وہ بندہ صدقہ خیرات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ اور یہ حدیث بھی آتی ہے کہ اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَايَا صدقہ اور خیرات کی برکت سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ تو صدقہ اچھی چیز ہے مگر لوگوں نے اس کا مفہوم نہیں سمجھا۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کالی سری دے دو تو مصیبتیں ٹل جاتی ہیں یا اس سے آگے بڑھیں گے تو کالا بکرا دے دیں گے۔ تو یاد رکھنا! اصل صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اب غریب کی ضرورت کپڑا ہے، جوتا ہے۔ بیمار ہے تو دوا کی ضرورت ہے۔ اس کے بچے پڑھتے ہیں کتابوں کی ضرورت ہے تو وہ کالی سری کہاں کہاں کام آئے گی۔ یہ سری اور گوشت دینا فی الجملہ صدقہ ہے۔ حقیقی صدقہ غریب کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ بعض ایسے جاہل ہیں کہ بیمار کی طرف سے صدقہ دینے سے پہلے

صدقہ کو بیمار کے سر کا طواف کراتے ہیں۔ بھائی! معاملہ تمھارا رب کے ساتھ ہے وہ تمھاری نیتوں کو جانتا ہے کہ صدقہ کس لیے تم نے دیا ہے۔ رب کو بتانا چاہتے ہو کہ اس کی طرف سے دے رہے ہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبر دار ہے۔ معاملہ تمھارا رب کے ساتھ ہے۔ وہ ظاہر باطن کو جاننے والا ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صدقہ خیرات غیر مسلم کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ نفلی صدقہ کافر کو دیا جا سکتا ہے مگر اس کے لیے شرط ہے کہ وہ محارب (مسلمانوں کے خلاف لڑنے والا نہ ہو۔) کیوں کہ ایسا کافر جو مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار ہے اس کو نفلی صدقہ دینا جائز نہیں اگرچہ وہ محتاج ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ایسے کافر کو بھی دینا جائز نہیں ہے جو کفر کی تبلیغ کرتا ہو اور مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہو۔ البتہ وہ صدقات جو فرض ہیں وہ کافروں کو دینا جائز نہیں ہیں۔ مثلاً: زکوٰۃ، فطرانہ، عشر، قسم کا کفارہ، نماز روزے کا فدیہ۔

شروع شروع میں آنحضرت ﷺ مالی طور پر کمزور کافروں کو نفلی صدقہ خیرات دے دیتے تھے۔ بعد میں آپ ﷺ نے اس نظریہ کے تحت روک لیا کہ شاید تنگ ہو کر ایمان قبول کر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ اے نبی کریم ﷺ! ان کو ہدایت دینا آپ کے ذمے نہیں ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ تو ان کو صدقات خیرات اس واسطے روکنا کہ وہ مجبور ہو کر ایمان لے آئیں، یہ مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت کے متعلق اس کا قانون ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ "تو جو چاہے ایمان لائے اور جو

چاہے کفر میں رہے۔" یعنی جس کا جی چاہے اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی اور اختیار سے کفر اختیار کرے۔ لہٰذا ایمان لانے میں بھی آدمی کی مرضی کا دخل ہے اور کفر اختیار کرنے میں بھی ارادے کا دخل ہے۔ اور ہدایت اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے مَنْ يُّنِيْبُ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے ہدایت طلب کرتا ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [صف:۵] "تو جب ان لوگوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔" یعنی جو لوگ پیٹھ پھیر کر کفر کی طرف جائیں تو رب تعالیٰ ایسے لوگوں کو جبراً ہدایت نہیں دیں گے۔

صدقہ کا دس گنا اجر ہے :

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے فَلِاَنْفُسِكُمْ تو تمہارے اپنے لیے ہے یعنی اس کا ثواب تمھیں ہی ملے گا وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ اور نہیں خرچ کرتے تم مگر رب تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لیے۔ اس میں ترغیب ہے کہ صدقہ خیرات رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کرو شہرت، دکھاوا، بڑائی کے لیے نہ کرو وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ عام بدلہ ہے دس گنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو ایک نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا اجر عطا فرمائے گا۔ اور وہ نیکی جو فی سبیل اللہ کی مد میں ہے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تمھاری کوئی نیکی کم نہیں کی جائے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ صدقہ خیرات کن لوگوں کو دینا ہے؟

تو فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ان محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دو جو رب تعالیٰ کے راستہ میں روکے گئے ہیں لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ وہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

اصحاب صفہ۔ صُفّہ کے معنیٰ ہیں چھپّر۔ تو اصحابِ صفہ کے معنیٰ ہوئے چھپّر والے۔ یہ مسجد نبوی کے اندر ہی ایک کونے میں ایک جگہ تھی جہاں سائے کے لیے انھوں نے ایک چھپر بنایا تھا اس کے نیچے اس وقت کے طلبہ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے اور دین سیکھتے اور اگر ضرورت پیش آتی تو جہاد پر بھی چلے جاتے تھے۔ تو ظاہر بات ہے جو دین سیکھے گا اور جہاد پر جائے گا تو وہ اور کوئی کام تو نہیں کر سکتا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے حکم دیا گیا ہے جو دین کے لیے وقف ہیں یا تبلیغ کے لیے وقف ہیں یا کفار کے مقابلے میں جہاد کرتے ہیں اور دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتے اور ہیں بھی ضرورت مند تو تمھارے صدقے خیرات ان لوگوں کے لیے ہیں۔

دینی تعلیم کی اہمیت :

اُس وقت دینی تعلیم حاصل کرنے والے غریب لوگ تھے اور اب بھی ہمارے علاقوں میں دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی اکثریت غریبوں کی ہے۔ البتہ کراچی میں ہم نے دیکھا ہے کہ وہاں امیر لوگ بھی دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ افریقہ میں بھی مال داروں کے بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں مگر ہمارے علاقوں میں وہ دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو سکولوں کی فیسیں نہیں دے سکتے، کتابیں نہیں خرید سکتے۔ بلکہ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے یہ حالت تھی کہ جو نابینا ہوتے انہیں ہمارے حوالے کیا جاتا کہ ان کو قرآن کریم حفظ کراؤ اور جو بچے اچھے بھلے ہوتے انھیں سکولوں، کالجوں میں بھیجتے

تھے۔اب اتنا انقلاب آیا ہے کہ آنکھوں والے بھی قرآن حفظ کرتے ہیں اور مال داروں کے بچے بچیاں قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں۔اب قرآن کریم امیروں کے گھروں میں داخل ہو گیا ہے۔اور مزید انقلاب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آج سے تقریباً پچپن سال پہلے سیٹھی محمد یوسف صاحب (مرحوم) میرے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے وقت دیں، ملک کا دورہ کریں۔میں نے پوچھا دورہ کس کام کے لیے کرنا ہے؟ تو کہنے لگے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے ہمیں قرآن سنانے کے لیے حافظ نہیں ملتے کیوں کہ حافظوں کی تعداد بہت کم ہے۔کیمل پور موجودہ اٹک اور میاں والی کے علاقوں سے چند حافظ مل جاتے ہیں مگر ضرورت زیادہ حفّاظ کی ہوتی ہے۔ پھر جو ملتے ہیں تجوید وقرأت کے بغیر سادہ قرآن پڑھے ہوتے ہیں لہٰذا لوگوں کو ترغیب دیں کہ وہ بچوں کو حفظ کے لیے بھیجیں اور یہ بھی بتائیں کہ قرآن کریم صرف غریبوں کے لیے نہیں ہے امیروں کے لیے بھی ہے۔تاکہ مال دار لوگ بھی اپنے بچوں کو حفظ کرائیں اور صرف اندھوں کے لیے نہیں بلکہ آنکھوں والوں کے لیے بھی ہے۔

چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا اور ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کیے۔ایک جگہ میں نے اپنا دامن پھیلا دیا اور کہا میں تم سے چندہ وصول کرنے کے لیے آیا ہوں مگر روپے، پیسے اور کپڑے وغیرہ کا چندہ نہیں بلکہ چندہ بچوں کا لینا ہے۔لوگ بڑے حیران ہوئے کہ یہ مولوی ہمارے بچوں کو جھولی میں ڈال کر کہاں لے جائے گا؟ میں نے کہا پریشان نہ ہوں تمھارے بچے یہیں رہیں گے، تم پڑھنے کے لیے بچے دو ہم معلم دیں گے۔سیٹھی صاحب کافی مخیر آدمی تھے۔اس سلسلے میں انھوں نے کافی کام کیا۔

اب تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ملک میں مدرسوں کا جال بچھا ہوا ہے۔صرف ہمارے

گکھڑ میں دس مدرسے ہیں اور ہماری انجمن کے تحت جو بچے حفظ کر رہے ہیں تقریباً دو سَو ہیں۔ گوجرانوالہ میں مدرسہ جامعہ قاسمیہ ہے میں اس کا برائے نام سرپرست ہوں اور میرے نام کی تختی بھی لگی ہوئی ہے۔ اس میں بچوں کے علاوہ تقریباً تین سو بچیاں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور ان میں امیر گھرانوں کی بچیاں بھی ہیں۔ جہلم میں جامعہ حنفیہ میں میری درمیانی بچی پڑھاتی ہے۔ اس مدرسہ میں تقریباً چار سو بیرونی بچیاں ہیں جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اس مدرسہ میں حفظ وقرأت کے ساتھ ساتھ درس نظامی کا شعبہ بھی ہے۔

امریکہ کا یہ خیال تھا کہ پاکستان میں ہم انھیں بے دین بنا دیں گے۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ علماء نے اس کا راستہ روکا ہے اور لوگ دین کو پہلے سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور بہ نسبت پہلے کے دین کی طرف مائل بھی زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ دین کا نام تک سننے کے لیے تیار نہیں تھے ان کے بچے بھی قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تو وہ مسافر غریب بچے جو ان مدرسوں میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور وہ مدرسہ میں پابند ہو کر رہ گئے ہیں یہ تمھارے صدقہ وخیرات کا مصرف ہیں۔

تو فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ یہ صدقات ان محتاجوں کے لیے ہیں اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو روک دیے گئے ہیں اللہ کے راستے میں لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہیں طاقت رکھتے ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ زمین میں چلنے کی يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ ناواقف آدمی ان کو سمجھتا ہے اَغْنِيَآءَ مال دار ہیں مِنَ التَّعَفُّفِ سوال سے بچنے کی وجہ سے تَعْرِفُهُمْ تو ان لوگوں کو پہچانے گا بِسِيْمٰهُمْ اُن کی علامتوں کے ساتھ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا نہیں سوال کرتے لوگوں سے چمٹ کر وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ اُن کو جانتا ہے۔

اب آگے یہ مسئلہ بیان ہو رہا ہے کہ صدقات و خیرات کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ فرمایا اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات کو اور دن کو یعنی صدقہ و خیرات کے لیے کوئی کاص وقت متعین نہیں ہے بلکہ چوبیس گھنٹوں میں جب چاہو خرچ کرو۔ ہم لوگوں نے تو صدقہ و خیرات کے لیے جمعرات متعین کی ہوئی ہے کہ جمعرات آئے گی تو صدقہ کریں گے۔ یا دسواں، چالیسواں ہوگا تو خیرات ہوگی۔ قرآن کا حکم ہے کہ رات کو کرو دن کو کرو سِرًّا مخفی طریقہ پر کرو وَّعَلَانِيَةً اور ظاہر کر کے کرو نیت صاف ہے تو جس طرح چاہو خرچ کرو کوئی وقت متعین نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! تم نے کسی مسکین کو دس روپے دیئے ہیں اس نیت کے ساتھ کہ اے پروردگار! اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے تو جتنا ثواب اس کے والدین کو ملے گا اتنا اس دینے والے کو بھی ملے گا۔ تم نے تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھی اور نیت کی ک اس کا ثواب ہمارے والدین کو دادا دادی، نانا نانی کو یا جتنے لوگوں کی نیت کرو گے ان سب کو برابر، برابر ثواب ملے گا اور پڑھنے والوں کو بھی پورا ثواب ملے گا خسارے والی کوئی بات نہیں ہے کہ تم نے خیرات کر کے یا پڑھ کر ثواب پہنچایا تو تم محروم ہو گئے اور سارا ثواب آگے چلا گیا، بلکہ سب کو برابر ملے گا۔ فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر ہے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر خوف ہوگا قیامت والے دن اور نہ وہ غم کریں گے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا

لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اَلَّذِیْنَ وہ لوگ یَاْکُلُوْنَ جو کھاتے ہیں الرِّبٰوا سود

لَا یَقُوْمُوْنَ نہیں کھڑے ہوں گے اِلَّا مگر كَمَا یَقُوْمُ جیسا

کھڑا ہوتا ہے الَّذِیْ وہ شخص یَتَخَبَّطُهُ جس کو بدحواس کر دیا ہو

الشَّیْطٰنُ جن نے مِنَ الْمَسِّ چمٹ کر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس لیے

کہ بے شک اُنھوں نے قَالُوْٓا کہا اِنَّمَا پختہ بات ہے اَلْبَیْعُ
خرید وفروخت مِثْلُ الرِّبٰوا سود کی طرح ہے وَاَحَلَّ اللّٰهُ اور حالانکہ
حلال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے الْبَیْعَ بیچنا وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حرام کیا ہے
اللہ تعالیٰ نے سود کو فَمَنْ پس وہ شخص جَآءَهٗ جس کے پاس آئی
مَوْعِظَةٌ نصیحت مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے فَانْتَهٰى
پس وہ باز آگیا فَلَهٗ پس اس کے لیے ہے مَا سَلَفَ جو پہلے ہو چکا
وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ اور معاملہ اس کا اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے وَمَنْ عَادَ اور
جو شخص پھر لینے لگا فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ پس وہ دوزخ والے ہیں هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا مٹاتا
ہے اللہ تعالیٰ سود کو وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ اور بڑھاتا ہے صدقات کو وَاللّٰهُ
اور اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ نہیں محبت کرتا كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ کسی ناشکری
کرنے والے گناہ گار سے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو
ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور اُنھوں نے عمل کیے اچھے وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ اور قائم کی انھوں نے نماز وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور دی انھوں نے
زکوٰۃ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب
کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
اور نہ وہ غم کریں گے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو

اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَذَرُوْا اور چھوڑ دو مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا جو باقی ہے سود اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم مومن فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہیں کرو گے فَاْذَنُوْا تو اعلان سن لو تم بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑنے کا وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کے ساتھ وَاِنْ تُبْتُمْ اور اگر تم توبہ کر لو فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ تو تمھیں تمھارے اصل مال مل جائیں گے لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم ظلم کرو وَلَا تُظْلَمُوْنَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

سُود کی حرمت :

اس سے پہلی آیات میں صدقات اور زکوٰۃ کا بیان تھا۔ بہ ظاہر ان کے ادا کرنے سے مال میں کمی آتی ہے یعنی جب تم نے زکوٰۃ ادا کی، فطرانہ دیا یا عُشر دیا تو جتنی رقم ادا کی اُتنی رقم کم ہوگئی۔ اسی طرح جو صدقہ خیرات کیا جاتا ہے بہ ظاہر مال میں تھوڑی سی کمی آتی ہے اور اس کے مقابلہ میں سود سے بہ ظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ملی اُس وقت نہ سود حرام تھا نہ شراب حرام تھی اور بھی بعض چیزیں حرام نہ تھیں۔ مثلاً: مومن کا فر کا نکاح جائز تھا۔ رفتہ رفتہ ان چیزوں پر پابندیاں لگیں۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان چیزوں کی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں: اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں اور سود قطعی طور پر حرام ہے جیسا کہ آگے یہ جملہ آرہا ہے وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا ہے۔ سود کو حلال سمجھنے والا شخص دائرہ

اسلام سے خارج ہے اور حرام سمجھتے ہوئے اگر ایسا کرتا ہے تو وہ گنہ گار ہے۔ کیوں کہ فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور حرام کو حرام سمجھ کر کرنا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی قوم کو دو روحانی بیماریاں لگ جائیں فَقَدْ اَحَلُّوْا بِاَنْفُسِهِمْ سَخَطَ اللهِ تو تحقیق انھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا مستحق بنالیا۔ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو جان بوجھ کر دعوت دی۔ وہ دو بیماریاں کون کون سی ہیں؟ فرمایا ایک زنا ہے اور دوسری ربٰوا (سود) ہے۔ اگر رب تعالیٰ رحمن ورحیم اور حلیم نہ ہوتو سب لوگ تباہ ہو جائیں۔

تو جو لوگ سود کھاتے ہیں لَا یَقُوْمُوْنَ نہیں کھڑے ہوں گے قبروں سے نکل کر قیامت والے دن اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ مگر ایسے جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ جس کو بدحواس کردے جن مِنَ الْمَسِّ چمٹ کر۔ یعنی جس طرح آسیب زدہ آدمی کے ہوش وحواس اڑ جاتے ہیں اسی طرح سود خوروں کی حالت ہوگی کہ جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کے لیے قبروں سے نکلیں گے تو وہ بدحواس ہوں گے۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور دیگر مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ مگر آج کل اکثر لوگ وہم میں مبتلا ہیں کہ طبعی بیماریوں کو آسیب قرار دیتے ہیں یا جادو کہہ دیتے ہیں اور یہ کمزوری عموماً ضعیف الاعتقاد لوگوں میں ہے اور خصوصاً عورتوں میں کہ جب کوئی تکلیف ہو تو کہہ دیتی ہیں کہ مجھے کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ کوئی عورت پھر گئی ہے، فلاں ہمارے گھر آئی تھی اس کے نتیجے میں مجھے یہ ہوگیا ہے۔ حالانکہ یہ سب وہم ہیں اور غلط

نظریے ہیں۔ بے شک جادو حق ہے اور ہم اس کا انکار بھی نہیں کرتے لیکن ہر چیز کی کڑی اس کے ساتھ ملانا غلط ہے۔

خرافات کا مطلب :

شمائل ترمذی میں روایت آتی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بھی ذکر کی ہے کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حَدِيْثُ خُرَافَةٍ یہ خرافہ کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور فرمایا خرافہ کیا شے ہے؟ تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جو بات مہمل ہو اور سمجھ نہ آئے اُسے حدیث خُرافہ کہتے ہیں، باقی مجھے حقیقت کا علم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خُرَافَةُ اِسْمُ رَجُلٍ اصل میں ایک آدمی کا نام تھا اَسَرَتِ الْجِنُّ اس کو جنات اُٹھا کر لے گئے اور کئی سال اس کو قید میں رکھا، پھر رہا کر دیا۔ جب وہ آیا تو جنات کی عجیب و غریب باتیں کرتا تھا جو لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ تو پھر جو بات سمجھ نہ آتی اُسے کہہ دیتے دَعْ حَدِيْثُ خُرَافَةٍ چھوڑو یہ خرافہ کی بات ہے اور اسی خُرافہ سے خرافات کا لفظ نکلا ہے۔ تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ جنات انسان کو قید کر کے لے جا سکتے ہیں۔

گم شدہ خاوند کی بیوی کا حکم :

اَلْمُدَوَّنَةُ الْكُبْرٰى میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ ایک نوجوان خوب صورت عورت سامنے آکر کھڑی ہو گئی اور کہا کہ حضرت میری طرف توجہ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہنا چاہتی ہو۔ کہنے لگی حضرت میرے خاوند کا پتا نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا ہے اور یہ بھی بتا کر نہیں گیا کہ وہ کدھر جا رہا ہے اور نہ ہی گھر کوئی خرچہ چھوڑ کر گیا ہے اور میرے والدین بھی غریب ہیں، میرے بارے میں کوئی حکم

فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اج کے دن سے چار سال تک انتظار کرو جب چار سال مکمل ہو جائیں تو پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر تیرا نکاح ہو سکتا ہے اور اس عرصہ میں تیرا خرچہ بیت المال کے ذمہ ہے۔

مفقود کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ بڑا آسان ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بہت سخت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جس دن گم ہوا ہے اس کے بعد ستر سال تک عورت انتظار کرے، پھر چار مہینے دس دن عدت گزارے پھر اگر موقع ہے تو نکاح کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا۔ تو بے سمجھ لوگوں نے آسمان سر پر اُٹھالیا کہ دیکھو اتنے انتظار کے بعد تو پھر منکر نکیر کے ساتھ ہی نکاح ہوگا اور تو کسی سے ہو نہیں سکتا۔ تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بُرا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے جو خلیفہ راشد ہیں۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے سہولت کی خاطر حضرت عمر کے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ تو اس عورت کو بیت المال سے خرچہ ملتا رہا چار سال گزر گئے اور عدت کے چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد اس کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا گیا، اولاد بھی ہو گئی۔ اس کے بعد پہلا خاوند بھی آ گیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ پہلے خاوند کے آتے ہی دوسرا نکاح خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔ جس طرح کسی نے تیمم کیا ہو اور پانی مل جائے اور یہ پانی کے استعمال پر قادر بھی ہو تو تیمم خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔ تو پہلے خاوند نے آ کر مقدمہ دائر کر دیا کہ حضرت یہ میری بیوی دوسرے کے گھر ہے اور اس کے ہاں اولاد بھی ہو گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو عجیب آدمی ہے کہ نہ تو تُو نے بیوی کو خرچہ دیا نہ یہ بتایا

کہ میں کہاں جارہا ہوں۔تو اب تک کہاں رہا ہے؟ اس نے اپنا سارا واقعہ سنایا کہ مجھے جنات اُٹھا کر لے گئے تھے اور اب رہا کیا ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا۔تو احتیاطاً دوسرے کو حکم دیا کہ تو طلاق دے دے اور عدت گزارنے کے بعد پہلے کے حوالے کر دی گئی۔ کیوں کہ ایسی صورت میں عدت گزارنی پڑتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے سے حاملہ ہو۔ کیوں کہ شریعت نسب کی بڑی حفاظت کرتی ہے۔اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا! ایسی عورت جس کا خاوند گم ہو گیا ہو اس کی مدت يَوْمُ الْمُرَافِعَةِ سے شمار ہو گی۔یعنی جس دن کیس قاضی کی عدالت میں دائر ہوا ہے۔اس سے پہلے کا عرصہ شمار نہ ہوگا ،چاہے وہ ایک ماہ ہو یا ایک سال ہو یا پانچ سال گزر گئے ہوں۔

تو جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔علامہ بدرالدین شبلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے محدث گزرے ہیں۔اُنھوں نے جنات کے متعلق کتاب تحریر فرمائی ہے "احکام المرجان فی احکام الجان" اس میں اُنھوں نے عجیب عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔تو يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔اور یہ سود خور قبروں سے آسیب زدہ کی طرح حواس باختہ ہو کر کیوں کھڑے ہوں گے؟

حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے:

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس واسطے کہ سود خوروں نے قَالُوْٓا کہا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا پختہ بات ہے کہ خرید و فروخت سود کی طرح ہے۔یعنی بیع اس واسطے جائز ہے کہ اس میں اسی طرح فائدہ ہے جس طرح سود میں فائدہ ہے۔ رِبٰوا کے لفظی معنیٰ ہیں زیادتی۔تو سود میں زیادتی ہوتی ہے۔تو اُنھوں نے سود کو جواز میں اصل قرار دیا اور کہا کہ

بیع اس واسطے جائز ہے کہ سود جائز ہے۔ اُلٹی گنگا بہائی۔ واو حالیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور ربٰو اکو حرام کیا ہے۔ آج کل جو رقوم بینکوں میں رکھی جاتی ہیں ان کے متعلق ضیاء الحق کے دور میں مضاربت اور اشتراک کے نام پر مسئلہ چلا تھا جس کی تفصیل کا ہمیں علم نہیں ہے۔ مضاربت کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی کی رقم ہو اور دوسرا آدمی اس رقم کے ساتھ کاروبار کرے اور طے کرلیں کہ اس رقم سے جو منافع حاصل ہوگا دونوں میں نصف نصف ہوگا یا دو حصے ایک کے اور ایک حصہ دوسرے کا، اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ یا تین حصے ایک کے اور چوتھا حصہ دوسرے کا اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر نقصان ہوا تو اصل رقم کا بھی ہوگا۔ لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ نفع فکس کر دیتے ہیں۔ مثلاً: ایک سو روپے کے سات، آٹھ روپے دے دیئے۔ تو یہ مضاربت کی تعریف میں نہیں آتا یہ خالص سود ہے۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے اس کا نام خنزیر تھا اور اب اس کا نام بکرا رکھ دیا ہے۔ البتہ اگر ایسی کوئی شق ہو کہ اس میں نفع و نقصان دونوں شامل ہیں تو پھر درست ہے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ پس جس شخص کے پاس نصیحت آگئی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے فَانْتَهٰى پس وہ سود لینے سے باز آگیا فَلَهٗ تو اس کے لیے ہے مَا سَلَفَ جو پہلے گزر چکا یعنی نہی سے پہلے جو کچھ کھا پی چکا اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ یعنی اس کا تاوان نہیں دینا پڑے گا کیوں کہ حکم اب نازل ہوا ہے وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یعنی بخشش کرے یا نہ کرے، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وَمَنْ عَادَ اور جس نے اعادہ کیا ہمارے اس حکم کے نازل ہونے کے

بعد فَأُولَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِ پس یہ دوزخ والے ہیں هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ کے بارے میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ سُود کو حلال سمجھ کر لیتا ہے تو پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کیوں کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اگر سود کو حرام سمجھتے ہوئے کھاتا ہے تو اس وقت خُلود کا معنیٰ کرتے ہیں کہ دیر تک دوزخ میں رہے گا۔ کیوں کہ کافر نہیں گنہ گار ہے جتنی سزا رب تعالیٰ دے گا اس کے بعد نکل آئے گا۔

يَمۡحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰا۟ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے وَيُرۡبِي ٱلصَّدَقَٰتِ اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اسی مضمون کی ایک آیت کریمہ اکیسویں پارہ سورۃ روم میں آتی ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سُود، بیاج سے گو بہ ظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیامِ موت ہے۔ اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہو گا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن مسہل یا تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو۔ سُود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ یعنی سود کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی بیمار ہے اور بیماری کی وجہ سے جسم میں ورم آ گیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں موٹا اور پہلوان بن گیا ہوں یہ اس کی نادانی ہے۔ اسی طرح بہ ظاہر سُود سے رقم بڑھتی ہے لیکن یہ اس کی تباہی کا سبب ہے۔ اور صدقات خیرات کو اس طرح سمجھو کہ جسم میں فاسد مواد جمع ہو جائے تو حکیم صاحب جلاب دیتے ہیں جن سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ مگر اس کمزوری میں اس کی صحت ہے۔ تو

صدقات خیرات سے بہ ظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ اضافہ ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس ترجمہ کا حاشیہ اور مختصر تفسیر لکھی ہے وہ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا میں اسیری کی حالت میں لکھا ہے۔ وہ اس طرح ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ یہ انگریز کے اقتدار کے زمانے کی بات ہے۔ اس وقت عرب کا اقتدار شریف حسین کے پاس تھا۔ وہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ترکوں کے بارے میں فتویٰ لینا چاہتا تھا کہ وہ کافر ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مصطفیٰ کمال نے شریف حسین سے مخالفت کی وجہ سے اسلام دشمنی شروع کردی کہ قرآن شریف کی تلاوت پر پابندی لگادی کہ یہ عربی میں ہے۔ اذان بند کرادی کہ عربی میں ہے، اسی طرح حج پر پابندی لگائی۔ اُس نادان نے بھی نہ سوچا کہ تیری دشمنی شریف حسین سے ہے قرآن سے تو نہیں ہے۔ حج اور کعبہ سے تو نہیں ہے کہ تو نے ان پر پابندی لگادی ہے۔ اور یہ پابندی پچیس سال تک رہی۔ پھر جلال بایار آیا اس نے حج کی بھی اجازت دی، تلاوتِ قرآن کی بھی اجازت دی۔

تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک شخص کی نادانی کی وجہ سے ساری قوم کو کافر کس طرح کہہ دوں۔ حضرت نے فتویٰ دینے سے انکار کردیا تو اس جرم کی پاداش میں حضرت کو بمع مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عزیز گل وغیرہ کے گرفتار کرلیا گیا اور ہندوستان کی انگریز حکومت کے حوالے کردیا گیا۔ آپ کئی سال مالٹا کی جیل میں رہے۔ اُنھوں نے قرآن کریم کا ترجمہ لکھا اور سورۃ فاتحہ اور بقرہ کی تفسیر بھی لکھی پھر فوت ہوگئے۔ پھر سورۃ آلِ عمران سے لے کر آخر تک حاشیہ اور مختصر تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ یہ تفسیر اتنی مقبول ہے کہ شاہ فہد نے بھی اس کو طبع کرا کے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم

کی ہے۔

سُود اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے :

تو صدقہ خیرات سے بہ ظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ اضافہ ہے۔ اور سُود کے ذریعہ بہ ظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ ورم ہے۔ یہ ہلاکت کا سبب بنے گا۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی ناشکری کرنے والے گنہ گار کو اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اور نماز قائم کی وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ ادا کی لَھُمْ اَجْرُھُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّھِمْ ان کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ اور نہ ان پر خوف ہوگا وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو! اتَّقُوا اللّٰہَ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ڈرو وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اور چھوڑ دو جو باقی ہے سود۔ یعنی اس کے حکم کے نازل ہونے کے بعد جو سُود کی رقم باقی رہتی ہے وہ نہ لو، چھوڑ دو اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم مومن ہو فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم ایسا نہیں کرو گے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ تو اعلان سن لو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑنے کا۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: لَا نَسْتَطِیْعُ الْحَرْبَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ "ہم نہیں طاقت رکھتے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑنے کی۔"

یاد رکھو! اس سے زیادہ سخت حکم قرآن کریم میں نازل نہیں ہوا وَاِنْ تُبْتُمْ اور اگر تم توبہ کر لو فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ تو تمھارے اصل مال تمھارے ہی ہیں البتہ اس کے ساتھ تم نے جو سُود لینا تھا وہ نہیں لینا لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم کسی پر ظلم کرو کہ

اصل رقم کے ساتھ سود لو وَلَا تُظْلَمُوْنَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے کہ تمھاری اصل رقم بھی تمھیں نہ ملے۔ یہ سود کے بارے میں رب تعالیٰ کے قطعی فیصلے ہیں۔ افسوس ہے کہ اب لوگ تاویلیں کرتے ہیں اور علی الاعلان سود کو حلال کہنے والے بھی موجود ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور ان کے شر سے بچائے۔ [آمین]

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍؕ
وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۲۸۰) وَ اتَّقُوْا یَوْمًا
تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ
هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ(۲۸۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ
اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُؕ وَ لْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ۪
وَ لَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْۚ وَ لْیُمْلِلِ
الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَ لْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ
فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ
اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِؕ وَ اسْتَشْهِدُوْا
شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ
وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰىؕ وَ لَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْاؕ
وَ لَا تَسْــٴَـمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖؕ

وَ اِنْ كَانَ اور اگر ہے وہ مقروض ذُوْ عُسْرَةٍ تنگ دست
فَنَظِرَةٌ پس اس کو مہلت دینی ہے اِلٰى مَیْسَرَةٍ فراخی تک وَ اَنْ
تَصَدَّقُوْا اور یہ کہ تم صدقہ دو خَیْرٌ لَّكُمْ تمہارے لیے بہتر ہے اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے وَ اتَّقُوْا یَوْمًا اور ڈرو اس دن سے
تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ جس میں تم لوٹائے جاؤ گے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف

ثُمَّ تُوَفّٰی كُلُّ نَفْسٍ پھر ہر نفس کو پورا پورا دیا جائے گا مَّا كَسَبَتْ جو اُس
نے کمایا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا تَدَايَنْتُمْ جب تم معاملہ کرو
بِدَيْنٍ اُدھار اور قرض کا اِلٰٓى اَجَلٍ ایک میعاد تک مُّسَمًّى جو مقرر
ہے فَاكْتُبُوْهُ پس تم اس اُدھار کو لکھ لو وَلْيَكْتُبْ اور چاہیے کہ لکھے
بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ تمہارے درمیان لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ
وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اور نہ انکار کرے لکھنے والا اَنْ يَّكْتُبَ یہ کہ وہ لکھے
كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ جیسا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کی تعلیم دی ہے فَلْيَكْتُبْ
پس چاہیے کہ وہ لکھے وَلْيُمْلِلِ الَّذِیْ اور چاہیے کہ تحریر کروائے وہ شخص
عَلَيْهِ الْحَقُّ جس نے حق دینا ہے وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ
تعالیٰ سے رَبَّهٗ جو اس کا رب ہے وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ اور نہ کمی کرے
اس حق سے شَيْئًا کچھ بھی فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ پس اگر ہے وہ شخص
عَلَيْهِ الْحَقُّ جس کے ذمے حق ہے سَفِيْهًا بے وقوف اَوْ ضَعِيْفًا
یا کمزور ہے اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ یا وہ طاقت نہیں رکھتا اَنْ يُّمِلَّ یہ کہ وہ
لکھوا سکے هُوَ وہ خود فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ پس چاہیے کہ لکھوائے اس کا
مختار یعنی وکیل بِالْعَدْلِ انصاف کے مطابق وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ
اور گواہ بنا لو تم دو گواہ مِنْ رِّجَالِكُمْ اپنے مردوں میں سے فَاِنْ لَّمْ

یَكُوْنَا رَجُلَيْنِ پس اگر نہیں ہیں وہ دو مرد فَرَجُلٌ پس ایک مرد
وَّامْرَاَتٰنِ اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو
تم پسند کرتے ہو مِنَ الشُّهَدَآءِ گواہوں میں سے اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
(یہ دو عورتیں اس لیے ہیں) کہ اگر ان دو میں سے ایک بھول جائے فَتُذَكِّرَ
پس یاد کرائے اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ان دو میں سے ایک دوسری کو وَلَا
يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اور نہ انکار کریں گواہ اِذَا مَا دُعُوْا جب ان کو گواہی کے
لیے بلایا جائے وَلَا تَسْئَمُوْا اور نہ تم اُکتاؤ اَنْ تَكْتُبُوْهُ یہ کہ تم اس کو
لکھو صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا چھوٹی چیز ہو یا بڑی اِلٰٓى اَجَلِهٖ اس کی میعاد
تک۔

اس سے پہلے سُود کا بیان تھا۔ اور جو مال حرام ہیں ان میں سُود سرفہرست ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حرام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے سُود کو۔ مزید فرمایا کہ اگر تم سُود سے باز نہیں آتے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر کوئی شخص سُود کو جائز سمجھ کر لیتا دیتا ہے تو وہ پکا کافر ہے۔ اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر سُود کو حرام سمجھ کر لیتا دیتا ہے تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

اس سُود خور کو حکم ہے کہ وَاِنْ كَانَ اور اگر وہ مقروض (جس کو تم نے قرض دیا ہے اور اس نے تمھیں اصل رقم کے ساتھ سُود بھی دینا ہے تو سود تو حرام ہو گیا اور اصل رقم باقی رہ گئی) ذُوْ عُسْرَةٍ تنگ دست ہے فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ پس اس کو مہلت دو فراخی

تک یعنی اگر تمھارا مقروض واقعتاً تنگ دست ہے تو فراخی تک مہلت دو۔ البتہ اگر کوئی شخص بدنیت ہے قرضہ واپس کرسکتا ہے لیکن نیت خراب ہے واپس نہیں کرتا تو اس پر سختی کرنا جائز ہے وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اور یہ کہ اگر تم صدقہ کرو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو۔ تو صدقے کی صورت یہ ہے کہ تم معاف کردو۔ پھر اس میں تفصیل ہے کہ ساری رقم معاف کردو، آدھی معاف کردو، کچھ حصہ معاف کردو، جس طرح چاہو کرسکتے ہو اس کا تمھیں حق حاصل ہے اور مہلت دینا بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔

ایک مسئلہ یاد رکھنا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو قرض دیا ہے اور مقروض قرض ادا نہیں کرسکتا اور زکوٰۃ کا مستحق ہے اور تم یہ چاہتے ہو کہ زکوٰۃ میں وہ رقم چھوڑ دو تو اس طرح تمھاری زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ زکوٰۃ میں مال کی تملیک شرط ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ میں لام تملیک کی ہے۔ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی جتنی رقم تم اس کو دینا چاہتے ہو وہ اس کو دے دو۔ وہ جب وصول کرے گا مالک بن جائے گا۔ اس کے بعد تم کہو کہ تو نے میرا قرض دینا ہے دے دو۔ تو اس طرح تمھاری زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور اس کا قرض بھی اُتر جائے گا۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا اور ڈرو تم اس دن کے عذاب سے تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ جس دن تم لوٹائے جاؤ گے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو مَّا كَسَبَتْ جو اُس نے کمایا یعنی تم نے نیکی بدی جو بھی کمائی کی ہے اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور انسان کو اپنے کیے کا پتا ہوگا کیوں کہ وہاں حافظہ قوی کر دیا جائے گا۔ اگرچہ دنیا میں انسان بہت سارے کام کر کے بھول جاتا ہے لیکن وہاں سارے

یاد آجائیں گے اور فرشتوں کا تحریر کردہ اعمال نامہ بھی سامنے کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کو پڑھ اور دیکھ کہ میرے فرشتوں نے کوئی کمی بیشی تو نہیں کی۔ انسان کہے گا لَا یَارَبِّ اے میرے رب کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ اور انسان اپنا نامہ اعمال پڑھ کر حیران ہوگا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] "یہ کیسی کتاب ہے نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر اسے لکھ رکھا ہے۔" وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قرض کے بعض ضروری احکام :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا تَدَايَنْتُمْ جب تم آپس میں معاملہ کرو بِدَيْنٍ قرض اور اُدھار کا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى مقررہ میعاد تک فَاكْتُبُوْهُ تو اس کو لکھ لو تا کہ تمھیں مدت بھی معلوم ہو کہ فلاں تاریخ کو میں نے دینا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ رقم کتنی ہے۔ کیوں کہ بعض آدمیوں کے حافظے کمزور ہوتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں پھر جھگڑے ہوتے ہیں لہٰذا لکھ لو۔ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ اور چاہیے کہ لکھے تمھارے درمیان لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ، نہ اُس کا حق مارے اور نہ اُس پر زیادتی کرے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ لکھنے والا اگر مزدوری لینا چاہے تو اس کو حق پہنچتا ہے وہ لے سکتا ہے وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اور انکار نہ کرے لکھنے والا اَنْ يَّكْتُبَ لکھنے سے كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لکھنے کی تعلیم دی اور وہ لکھنا جانتا ہے۔ یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے تو اس احسان کا شکریہ ہے کہ دوسروں کے کام آئے فَلْيَكْتُبْ پس چاہیے کہ لکھے۔ بغیر اُجرت کے لکھے تو نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے اور اگر اُجرت

لینا چاہے تو اس کا بھی اس کو حق ہے وَلْيُمْلِلِ اور چاہیے کہ اِملاء کرائے (اِمْلَال اور اِملاء دونوں ہم معنیٰ ہیں۔) الَّذِیْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وہ شخص جس پر حق ہے یعنی مقروض لکھوائے کہ میں نے اتنی رقم دینی ہے کیوں کہ اس کو معلوم ہے کہ اس نے کتنے لیے ہیں اور اس پر لازم ہے وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ وہ مقروض اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ یعنی ٹھیک ٹھیک لکھوائے کسی قسم کی خیانت نہ کرے، ڈنڈی نہ مارے وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا اور مقروض نے جو حق دینا ہے اس میں کسی چیز کی کمی نہ کرے، ٹھیک ٹھیک لکھوادے کہ اتنا حق دینا ہے اور فلاں تاریخ کو دینا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَيْهِ الْحَقُّ پس اگر ہے وہ شخص کہ (جس کے ذمے حق ہے سَفِيْهًا بے عقل، پاگل قسم کا آدمی ہے تو بدحواس کیا لکھوائے گا اَوْ ضَعِيْفًا یا کمزور ہے۔ مثلاً: بچہ ہے کہ وہ لکھوا نہیں سکتا یا بہت بوڑھا ہے کہ لوگ اس کی بات ہی نہیں سمجھتے اَوْلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ یا وہ خود لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مثلاً: گونگا ہے یا مُنشی کی زبان اور ہے اور اِس کی زبان اور ہے اور یہ اپنی زبان میں اس کو لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ تو چاہیے کہ اس کا سرپرست لکھوائے انصاف کے ساتھ۔ یعنی وہ اپنا مختار یا وکیل بنائے اور اس کو کہے تو میری طرف سے تحریر کروادے۔ تو جب تم کسی کو اُدھار دو کسی میعاد تک اس کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس کو تحریر میں لاؤ۔ اگر کوئی شخص اس حکم پر عمل نہیں کرے گا یعنی تحریر نہیں کروائے گا تو وہ گنہ گار ہوگا۔

دوسرا حکم: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اور دو گواہ بنالو اپنے مردوں میں سے یعنی مومن ہوں کیوں کہ خطاب ایمان والوں کو ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور یاد رکھنا کہ مومن کے کسی معاملہ میں غیر مسلم کو گواہ نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَنْ

يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا "اور ہرگز نہیں بنائے گا اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر کوئی راستہ۔" کافر مسلمان کے حق میں کسی مسئلہ پر گواہی نہیں دے سکتا۔

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ پس اگر دو مرد نہ ہوں فَرَجُلٌ تو ایک مرد وَّامْرَاَتٰنِ اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ جن کو تم گواہ پسند کرتے ہو۔ اور مومن اسی گواہ کو پسند کرے گا جو مومن اور عادل ہو اور عادل اسے کہتے ہیں جو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔ اس طرح کہ اس کے ذمہ ایک نماز اور ایک روزہ بھی نہ ہو اور سچ بولنے والا ہو۔ اگر اس نے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ سے توبہ نہیں کی تو وہ بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ اور نماز با جماعت کا پابند ہو۔ اگر بغیر کسی مجبوری کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تو بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ البتہ ایک آدھ نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکا تو کوئی بات نہیں ہے۔ اور اگر عادت ہے جماعت کی نماز چھوڑنے کی تو اس کی گواہی منظور نہیں ہے۔ اسی طرح ایسا آدمی بھی گواہ نہیں بن سکتا جو بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑ دے۔ کیوں کہ جمعہ کی نماز بھی فرض عین ہے۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: کہ جو شخص گلی محلوں میں ننگے سر پھرتا ہے یا لوگوں کے سامنے سڑکوں کے کنارے بیٹھ کر پیشاب کرتا ہے یا وہ شخص جو گلی بازاروں میں چلتے پھرتے کھاتا ہے وہ بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس دور میں شرعی گواہ کا ملنا مشکل ہے۔

عورت کی گواہی:

تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ دو گواہ مرد ہونے چاہئیں اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ تنہا عورتوں کی گواہی حدود میں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً: زنا کے مسئلے

میں ایک لاکھ عورت بھی گواہی دے تو قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ جج کے سامنے زنا کو جن صریح الفاظ میں بیان کرنا ہے عورت فطرتاً ان صریح الفاظ کو بیان نہیں کر سکتی۔ شریعت ان کی گواہی صرف ولادت اور رضاعت کے سلسلے میں منظور کرتی ہے یا عام حالات میں قتل کا مسئلہ ہے، چوری کا مسئلہ ہے یا نکاح، طلاق کا مسئلہ ہے یا اس طرح کے اور مسئلے ہیں کہ ان میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں ناقصاتِ عقل بھی ہیں اور ناقصاتِ دین بھی۔ ایک عورت بولی حضرت! ہم ناقص العقل کیوں ہیں یعنی ہم میں کیا کمزوری پائی جاتی ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا گواہی کے مسئلہ میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر نہیں ہے؟ وہ عورت کہنے لگی حضور (ﷺ) یہ بات تو صحیح ہے۔ (مگر آج کی عورت ہوتی تو کبھی نہ مانتی۔ بلکہ کہتے کہ ہماری عقل پوری ہے بلکہ مردوں سے بھی زیادہ ہے۔) اور فرمایا دین کا نقصان یہ ہے کہ ماہواری کے دنوں میں تم نماز، روزہ ادا نہیں کر سکتی۔ اسی طرح نفاس کے دنوں میں بھی نماز نہیں پڑھ سکتی، البتہ روزوں کی قضا ہوگی اور نماز کی معافی ہے۔ گواہی کے بارے میں یہ حکم قرآن پاک کا ہے اور حدیثِ متواتر کا ہے۔ اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

آج بے دین قسم کے مرد اور عورتیں کہتی ہیں کہ عورت کی گواہی آدھی ہے کیا عورت کی نگاہ پوری نہیں ہوتی؟ یہ لوگ رب تعالیٰ کے حکم کا مذاق اُڑاتے ہیں حالانکہ مومن کو رب تعالیٰ کا حکم مان لینا چاہیے۔ تو گواہی کے مسئلہ میں دو عورتیں اس لیے ہیں اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا یہ کہ اُن دو میں سے ایک کوئی ضروری بات بھول جائے فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى تو ان دو میں سے ایک یاد کرا دے گی دوسری کو یعنی اگر کوئی خاص

بات ہے کہ جس چیز گواہی موقوف ہے اور وہ ایک عورت کے ذہن سے نکل گئی ہے تو دوسری اس کو یاد کرا دے گی۔ عورتیں اگرچہ باتونی ہوتی ہیں لیکن اصل بات بھول جاتی ہیں اور دائیں بائیں کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ فرمایا: وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اور گواہ انکار نہ کریں اِذَا مَا دُعُوْا جب اُن کو بلایا جائے۔

مسئلہ یہ کہ اگر کسی شخص کی گواہی پر معاملہ موقوف ہے تو گواہی دینا واجب ہے اور نفسِ شہادت پر اُجرت لینا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر مزدور آدمی ہے اور اس دن کی مزدوری رہ گئی ہے جس دن اس نے عدالت میں جاکر گواہی دی ہے تو اس دن کی مزدوری لے سکتا ہے اور آنے جانے کا کرایہ بھی لے سکتا ہے اور قاعدے کے مطابق کھانا بھی کھا سکتا ہے اور یہ ساری چیزیں اس کے ذمہ ہیں جس کے حق میں اس نے گواہی دینی ہے۔ البتہ یہ ساری چیزیں ہوں گی گواہ کی حیثیت کے مطابق۔ یعنی اگر وہ پہلے تھرڈ کلاس میں سفر کرتا ہے تو اس کو تھرڈ کلاس کا کرایہ دیا جائے گا۔ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ فرسٹ کلاس کے ٹکٹ کا مطالبہ کرے۔ اسی طرح گھر میں اگر دال سبزی کھاتا ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مُرغے کا مطالبہ کرے۔

وَلَا تَسْئَمُوْٓا اور نہ اُکتاؤ تم اَنْ تَكْتُبُوْهُ یہ کہ لکھو تم اُدھار کو صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اُدھار چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ اِلٰٓى اَجَلِهٖ اس کو میعاد تک لکھ لینا چاہیے اور لکھنے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ان آیات میں دو مسئلے بیان ہوئے۔ ایک یہ کہ اگر معاملہ اُدھار کا ہے تو لکھ لو تاکہ بعد میں گڑبڑ نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ گواہ بناؤ۔ باقی باتیں آگے آرہی ہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

ذٰلِكُمْ
اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ
اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ
كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ
عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ
بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ
رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ ع ۳۹ ۷

ذٰلِكُمْ یہ حکم اَقْسَطُ زیادہ انصاف والا ہے عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وَاَقْوَمُ اور زیادہ درست ہے لِلشَّهَادَةِ گواہی دینے کے لیے وَاَدْنٰٓى اور زیادہ قریب ہے اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اس کے کہ تم شک نہ کرو اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ مگر یہ کہ ہو تِجَارَةً حَاضِرَةً تجارت حاضر تُدِيْرُوْنَهَا جس کو تم لیتے دیتے ہو بَيْنَكُمْ آپس میں فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا یہ کہ تم اس کو نہ لکھو وَاَشْهِدُوْٓا اور گواہ بنالو تم اِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم

خرید وفروخت کرو وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو وَّلَا شَهِيدٌ اور نہ گواہ کو وَاِنْ تَفْعَلُوْا اور اگر تم کرو گے فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ تو بے شک یہ تمھاری نافرمانی ہوگی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ تمھیں تعلیم دیتا ہے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ اور اگر ہو تم سفر میں۔ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا اور نہ پاؤ تم لکھنے والا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پس رہن ہے قبضہ کیا ہوا فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پس اگر مطمئن ہو جائیں بعض تمھارے بعض سے فَلْيُؤَدِّ الَّذِي پس چاہیے کہ ادا کرے وہ شخص اؤْتُمِنَ جس کو امین سمجھا گیا ہے اَمَانَتَهٗ اپنی امانت کو وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے رَبَّهٗ جو اس کا رب ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ اور نہ چھپاؤ تم گواہی وَمَنْ يَّكْتُمْهَا اور جو شخص چھپائے گا اس گواہی کو فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ تو بے شک گناہ گار ہونے والا ہے دل اس کا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو جانتا ہے۔

بڑے سودے تحریر کیے جائیں :

میں نے کل عرض کیا تھا کہ سارے قرآن میں سب سے لمبی اور بڑی آیت یہ ہے جو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا سے شروع ہوئی اور وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ پر ختم ہوئی۔ اور

کل میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ چھوٹی آیات دو حرفوں والی ہوتی ہیں جیسے حٰمٓ آیت ہے، یٰسٓ آیت ہے، طٰہٰ آیت ہے۔ تو اس آیت کریمہ میں بہت سارے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ جس وقت تم کسی سے اُدھار کرو یا قرض کا معاملہ کرو تو اس کے متعلق پہلا حکم یہ ہے کہ تم اس کو لکھ لو کہ فلاں نے اتنی رقم لینی ہے اور فلاں نے اتنی رقم دینی ہے۔ اور دوسرا حکم تھا کہ گواہ بنالو تاکہ آئندہ کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔ اسلام جھگڑے کا بالکل قائل نہیں ہے۔

اسی واسطے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے صاف اور واضح احکام تحریر فرمائے ہیں کہ تم نے اگر کسی سے کوئی کام کروانا ہے تو پہلے اس سے اُجرت طے کرلو۔ مثال کے طور پر کسی سے کپڑا سلوانا ہے یا جوتے کی سلائی کروانی ہے تو پہلے اس سے اُجرت طے کرو۔ اگر تمھاری سمجھ میں آئے تو کام کراؤ ورنہ نہیں۔ مگر بات کو گول مول نہ رکھو کہ کام ہوجانے کے بعد وہ کہے کہ میں نے اتنی مزدوری لینی ہے اور تم یہ کہو ہم نے اتنی دینی ہے، تو جھگڑا ہوگا۔ اور اگر پہلے طے نہیں کریں گے تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ لہٰذا ساری بات اچھی طرح طے کرلینی چاہیے۔ ہم لوگ عموماً پہلے شرم میں رہتے ہیں اور بعد میں جھگڑتے ہیں۔ ہاں اگر کسی چیز کی اُجرت یا قیمت متعین ہے چاہے سرکاری لحاظ سے یا عرف عام کے اعتبار سے۔ مثال کے طور پر گوجرانوالا سے لاہور جانے کے لیے ویگن کا کرایہ متعین ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کتنا ہے لہٰذا پہلے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو پہلے دو مسئلے بیان ہوئے کہ تم اگر کسی کو اُدھار دو یا قرض دو تو اس کو تحریر میں لاؤ اور اس پر گواہ ہونے چاہئیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكُمْ یہی چیز یعنی گواہ اور تحریر ہو اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی

انصاف والی بات ہے وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ اور زیادہ درست ہے گواہی دینے کے لیے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گواہ تو دیانت دار ہوتے ہیں مگر زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ان کو یاد نہیں رہتا کہ ہم نے کتنی رقم کی گواہی دینی ہے۔ یا تاریخ بھول جاتے ہیں کہ کون سی تاریخ متعین ہے۔ تو جب تحریر سامنے ہوگی تو گواہوں کو معلوم ہوگا کہ ہم نے فلاں چیز کی گواہی دینی ہے وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اور یہ تحریر میں آجانا اور گواہوں کا متعین ہونا زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً مگر یہ کہ ہو تجارت حاضر تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ جس کو تم آپس میں لیتے دیتے ہو فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس تم پر کوئی حرج نہیں ہے اَلَّا تَكْتُبُوْهَا یہ کہ تم اس کو نہ لکھو۔

جیسے: لوگ دکانوں سے سودا لیتے ہیں کہ چیز لی اور پیسے دے دیئے تو یہاں جھگڑے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیوں کہ نقد ہے لہٰذا لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہاں لکھنے میں دکان دار کو بھی تکلیف ہے کہ وہ لکھے کہ میں نے نمک بیچا ہے، ہلدی بیچی ہے، مرچیں بیچی ہیں وغیرہ۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ تجارت تو حَاضِرَةً ہے مگر کوئی اہم چیز ہے قیمتی ہے تو وَاَشْهِدُوْۤا اور گواہ بنالو اِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم خرید وفروخت کرو۔ مثال کے طور پر تم نے مکان خریدا ہے رقم نقد دے دی ہے اور قبضہ کرلیا یا کوئی قیمتی جانور خریدا تو اس پر بھی گواہ بناؤ تا کہ بعد میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس چیز کے قیمتی ہونے کی وجہ سے کوئی گمراہ کرے اور اُکسائے کہ تو نے سستا بیچ دیا ہے اور وہ پھسل جائے وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو۔ مثلاً: کاتب کا کوئی اپنا ضروری کام ہے یا اس نے کہیں ضروری جانا ہے جس کی وجہ سے وہ فوری طور پر تمھارا کام نہیں کرسکتا اور تم اس کو پکڑلو اور کہو کہ مجھے پہلے لکھ دے پھر

جہاں جانا ہے جا اور اپنا کام بعد میں کر لینا۔ اس طرح کاتب کو ضرر پہنچانا ٹھیک نہیں ہے، تم کوئی اور کاتب تلاش کر لو اور اس کو اپنے ضروری کام یا ڈیوٹی پر جانے دو۔

اسی طرح گواہ کہ اس نے کہیں کہیں خوشی میں شریک ہونا ہے یا اس کا ماتم ہو گیا ہے یا اس کی باقاعدہ کہیں ڈیوٹی ہے جس پر اس نے پہنچنا ہے اور تم کہو کہ سارے کام چھوڑ دے اور میرے ساتھ گواہی کے لیے چل تو اس طرح تم اس کو تکلیف پہنچاتے ہو۔ آخر وہ بھی انسان ہے اس کی بھی ضروریات ہیں، مسائل ہیں تو اس کو مجبور کرنا صحیح نہیں۔ ایسے موقع پر تم عدالت کو کہہ سکتے ہو کہ میرا گواہ فلاں مجبوری کی وجہ سے نہیں آ سکا کوئی اور تاریخ دے دی جائے۔ قانون بھی اور شریعت بھی اس چیز کی اجازت دیتی ہے۔ قانون اور شریعت میں ایسی شقیں موجود ہیں۔ تو ہر حال میں مجبور کر کے ساتھ لے جانا اس کو ضرر پہنچانا صحیح نہیں بلکہ تمھیں اس چیز کا حق نہیں ہے۔ یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ لَا یُضَآرَّ کو نفی معلوم کا صیغہ بنایا جائے۔

اور لَا یُضَآرَّ نفی معلوم کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ اس وقت معنیٰ ہوگا اور ضرر نہ پہنچائے کاتب اور گواہ۔ کیوں کہ لکھنے والا ہوشیار ہوتا ہے لکھنے میں دھوکا دے سکتا ہے اور حق والے کو نقصان پہنچا سکتا ہے لہٰذا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو تحریر میں نقصان پہنچائے۔ اور گواہ بھی نفس الامر کے مطابق صحیح گواہی دے۔ غلط گواہی دے کر گواہ بھی حق والے کو نقصان نہ پہنچائے وَاِنْ تَفْعَلُوْا اور اگر تم ایسی کارروائی کرو گے کہ ان شریف آدمیوں کو نقصان پہنچاؤ گے اور ان کے ساتھ زیادتی کرو گے فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ تو بے شک یہ تمھاری نافرمانی ہے کہ تم نے رب کا حکم نہیں مانا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرو وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ تمھیں ان احکام کی

تعلیم دیتا ہے اوران احکامات کاتمھاری زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے اوراچھی طرح سمجھ لو

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہاں تک تھی آیت مداینۃ۔

یہاں ایک فقہی مسئلہ سمجھ لیں کہ ہر رکعت میں کم ازکم تین آیات پڑھنی ہیں چاہے امام ہو یا منفرد ہو۔ اگر کوئی تین آیات سے کم پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی ۔ یا ایک آیت اتنی لمبی ہو جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تو اس کا پڑھنا بھی جائز ہے نماز ہو جائے گی۔ جیسے یہ آیت مداینہ ہے یا چھٹے ساتویں پارے میں ہیں اور تین آیتوں کی شرط اس لیے ہے کہ قرآن کریم کی کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں ہے ۔ چھوٹی سورتوں میں سورۃ العصر، سورۃ الکوثر، سورۃ النصر ہیں۔ ان سب کی تین تین آیات ہیں۔

رہن کے احکام :

آگے اور حکم ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ اور اگر تم سفر پر ہو وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا اور نہ پاؤ تم لکھنے والا۔ مثلاً: قافلہ جارہا ہے اور اس میں بہت سارے آدمی ہیں۔ اس قافلے میں سے کسی کو دوسرے سے رقم لینے کی ضرورت پڑی اور وہاں لکھنے والا کوئی نہیں تو فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پس رہن ہے قبضہ کیا ہوا۔ یعنی جس سے رقم لے اس کے پاس کوئی چیز گروی رکھ دے کہ میں جب تجھے رقم دوں گا تو اپنی چیز واپس لے لوں گا اور جس طرح گروی رکھنا سفر میں جائز ہے اسی طرح اقامت میں یعنی عام حالات میں بھی جائز ہے۔ سفر میں چوں کہ اس کی ضرورت زیادہ پیش آتی ہے کہ لکھنے والا نہیں ملتا اس واسطے سفر کی قید لگائی ہے۔

اقامت کی حالت میں رہن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھریلو اخراجات کے

سلسلہ میں جَو درکار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھریلو خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ (کہ اکثر گھر کا سودا سلف یہی لاتے تھے اور کبھی کبھی یہ ڈیوٹی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد بھی ہوتی تھی۔) کو ابوشحم نامی یہودی کے پاس بھیجا جو بڑا سخت مزاج تھا۔ اُنھوں نے اس کو جا کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیس صاع جو بطور قرض کے چاہئیں (ایک صاع ساڑھے تین کلو کا ہوتا ہے) اس نے کہا میرے پاس کوئی چیز گروی رکھو تب دوں گا۔ خادموں نے آکر کہا کہ حضرت! وہ ادھار دینے کے لیے تیار نہیں ہے جب تک کہ اس کے پاس کوئی چیز گروی نہ رکھی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زِرہ مبارک دی کہ یہ گروی رکھ کر جَو لے آؤ۔ کیوں کہ مجبوری تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زِرہ اس یہودی کے پاس گروی رکھی اور تیس صاع جو لاکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ اتفاق کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ زرہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں واپس نہ لے سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرض ادا کر کے زرہ واپس لی۔ مقصد یہ ہے کہ رہن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں قیام کے دوران رکھا تھا لہٰذا سفر کی قید اتفاقی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تول کر جَو اپنی بیویوں میں برابر تقسیم کیے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ تول کر اس واسطے تقسیم کیے کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اور آج بھی اگر کسی کی دو یا تین بیویاں ہوں تو اخراجات کے سلسلہ میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھی، اولاد نہ تھی، لاولد تھے۔ آج کل کا موسم تھا۔ ایک عقیدت مند نے دو تربوز ہدیۃً پیش کیے۔ (اور مسئلہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کر لینا

چاہیے رد کرنا خلافِ سنت ہے۔) شاید دو اس واسطے پیش کیے کہ بیویاں دو ہیں دونوں کو ایک ایک دیں گے اور وہ شخص ہدیہ دے کر چلا گیا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ چھری لاؤ اور دو پراتیں بھی لے آؤ۔ خادم نے کہا حضرت! دو پُراتوں کا کیا کرنا ہے؟ فرمایا یہ تربوز برابر کاٹتے ہیں اور آدھا اس میں سے اور آدھا اُس میں سے ایک بیوی کو دینا ہے اور آدھا اس میں سے اور آدھا اس میں سے دوسری بیوی کو دینا ہے۔ خادم نے کہا حضرت ایک تربوز ایک بیوی کو اور دوسرا دوسری بیوی کو دے دیں۔ فرمایا بیٹے بعض تربوز میٹھے ہوتے ہیں اور بعض پھیکے۔ تو اگر ایک کا میٹھا اور دوسر کا پھیکا نکلا تو حق تلفی ہوگی۔ یہ درست نہیں ہے۔ تو ایک کاٹ کر آدھا آدھا کر کے دیا پھر دوسرا کاٹ کر آدھا آدھا کر کے دیا۔ جو اس طرح انصاف کر سکتا ہو اس کو شریعت ایک سے زائد شادیاں کرنے اجازت دیتی ہے ورنہ فَوَاحِدَةً پس ایک پر ہی گزارا کرے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حضرت سفر سے واپس تھانہ بھون آ رہے تھے کہ ایک عقیدت مند نے گنے کی ایک گٹھری ہدیۃً دی، حضرت نے قبول کر لی اور خادم کو فرمایا کہ اس کا وزن کراؤ۔ اگر ہم قانون کے مطابق بغیر کرایہ کے لے جا سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا ٹکٹ لینا ہے۔ (یہ انگریز کے دور کی بات ہے۔) گارڈ حضرت کو جانتا تھا اس نے کہا حضرت وزن کی کیا ضرورت ہے، جہاں تک میں نے جانا ہے میں لے جاؤں گا آپ کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ حضرت نے فرمایا تو نے کہاں تک جانا ہے؟ اس نے کہا مظفر نگر تک۔ فرمایا میں نے تو آگے جانا ہے۔ تو گارڈ نے کہا حضرت آپ سہارن پور تک جائیں گے تو کوئی بات نہیں میں آگے کا بھی انتظام کر دوں گا۔ حضرت نے فرمایا میں نے تو سہارن پور سے آگے جانا ہے۔ کیا آپ آگے کا بھی انتظام کر دیں

گے۔ مطلب یہ تھا کہ میں نے آخرت کی طرف جانا ہے قیامت کے دن سوال ہوگا اس کا جواب کون دے گا؟ تیری تو جہاں تک ڈیوٹی ہے وہاں تک پہنچا دے گا آگے کیا بنے گا؟ ایسے متقی لوگ کہاں ہیں جن کو دیکھنے کے لیے نگاہیں ترستی ہیں۔ یہ حضرات علم کے بھی پہاڑ تھے اور تقویٰ کے بھی۔

تو مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح سفر میں گروی رکھ سکتے ہیں اسی طرح حضر میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا! کہ رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانا حرام ہے۔ مثلاً: مکان گروی رکھا گیا ہے تو اس میں سکونت اختیار نہیں کر سکتے۔ زمین رہن رکھی گئی ہے تو اس میں کاشت نہیں کر سکتے۔ سواری والا جانور ہے تو اس پر سوار نہیں ہو سکتے اور اگر دودھ والا جانور ہے تو اس کا دودھ نہیں پی سکتے۔ اگر کوئی مشین ہے تو اس کو اپنے کام کے لیے نہیں چلا سکتے۔ یہ تمھارے پاس صرف وثیقہ ہے تا کہ تمھاری رقم ضائع نہ ہو۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پس اگر امن میں ہوں بعض تمھارے بعض سے فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ تو چاہے کہ ادا کرے وہ جس کو امین سمجھا گیا ہے اپنی امانت یعنی اس کے پاس جو امانت رکھی گئی ہے وہ اپنی امانت واپس کر دے جو مقروض ہے وہ امین ہے اس قرض کا جو اس نے لیا ہے۔ لہٰذا وہ قرض والی امانت قرض خواہ کو واپس کرے۔ اگر اس نے کوئی چیز رہن رکھے بغیر قرض دیا ہے تو قرضِ حسنہ ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ صدقہ کی دس نیکیاں ہیں اور قرضِ حسنہ کی سترہ نیکیاں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنا فرق کیوں ہے کہ صدقے میں دس نیکیاں اور قرض حسنہ میں سترہ نیکیاں۔ جب کہ صدقہ جو دیا گیا ہے وہ واپس نہیں ملنا اور قرضِ حسنہ کی رقم واپس ملنی ہے۔

محققین فرماتے ہیں کہ صدقہ کرنے والا صرف اپنا فائدہ سوچتا ہے کہ مجھے اس کا ثواب ملے گا۔ جب کہ قرضِ حسنہ میں دوسرے کا فائدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ یہ ضرورت مند ہے اس لیے قرضِ حسنہ کا ثواب زیادہ ہے۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے کہ اگر امانت واپس نہ کی تو گرفت ہوگی وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ اور نہ چھپاؤ تم گواہی کو۔ مگر آج کل کے زمانہ میں سچی گواہی دینا بہت مشکل ہے۔ بلکہ مقدمے کی پیروی کرنا ہی بڑا مشکل ہے۔ بے چارے وکیلوں کی جانیں چلی جاتی ہیں۔ ایسا دور آگیا ہے کہ خدا پناہ! ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا اور جو گواہی کو چھپائے گا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ تو بے شک اس کا دل گنہ گار ہوگا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ معاملہ تمھارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس واسطے اس کا خوف دل میں رکھو، آخرت اور قبر نہ بھولو، قبر کو یاد رکھو اور اپنے اعمال درست کرلو۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٙ وَاغْفِرْ لَنَا ٙ وَارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاِنْ تُبْدُوْا اور اگر تم ظاہر کروگے مَا اس چیز کو فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ جو تمہارے دلوں میں ہے اَوْ تُخْفُوْهُ یا تم اس کو مخفی رکھو گے یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تم سے فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ پس بخش دے گا جس کو چاہے گا وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ایمان لایا ہے

رسول بِمَآ اُس چیز پر اُنْزِلَ اِلَیْهِ جو اُتاری گئی ہے اس کی طرف

مِنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن بھی ایمان

لائے ہیں كُلٌّ اٰمَنَ یہ سب ایمان لائے ہیں بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں پر وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں پر

وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے) لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ

رُّسُلِهٖ ہم نہیں تفریق کرتے اُس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان

وَقَالُوْا اور کہا اُنھوں نے سَمِعْنَا ہم نے سن لیا وَاَطَعْنَا اور ہم

نے اطاعت کی غُفْرَانَكَ تیری بخشش چاہتے ہیں رَبَّنَا اے

ہمارے رب وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے لَا يُكَلِّفُ

اللّٰهُ نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ نَفْسًا کسی نفس کو اِلَّا وُسْعَهَا

مگر اس کی طاقت کے مطابق لَهَا اس نفس کے لیے ہے مَا كَسَبَتْ

جو اُس نے کمایا وَعَلَيْهَا اور اس پر وبال پڑے گا مَا اكْتَسَبَتْ اس

چیز کا جو اس نے کمائی رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تُؤَاخِذْنَآ مواخذہ

نہ کر ہمارا اِنْ نَّسِيْنَآ اگر ہم بھول جائیں اَوْ اَخْطَاْنَا یا ہم سے خطا ہو

جائے رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اور نہ ڈال ہم پر

اِصْرًا بوجھ كَمَا حَمَلْتَهٗ جیسا ڈالا تم نے بوجھ عَلَى الَّذِيْنَ اُن

لوگوں پر مِنْ قَبْلِنَا جو ہم سے پہلے تھے رَبَّنَا اے ہمارے رب
وَلَا تُحَمِّلْنَا اور نہ اٹھواہم سے مَا وہ چیز لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ جس کی
ہم طاقت نہیں رکھتے وَاعْفُ عَنَّا پس تُو معاف کر دے ہم کو
وَاغْفِرْ لَنَا اور بخش دے ہم کو وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما اَنْتَ مَوْلٰنَا
تو ہی ہمارا آقا ہے فَانْصُرْنَا پس تو ہماری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ
کافر قوم کے مقابلے میں۔

قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سے سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے۔ جو الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے اور فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے احکام بیان فرمائے ہیں۔ توحید کا بیان ہے، شرک کا رد ہے، نبوت کا اثبات ہے، قیامت کا اثبات ہے، نکاح، طلاق کے مسائل ہیں۔ اور بہت سارے مسائل ہیں۔ ان مسائل کو سن کر ناواقف آدمی گھبرا جاتا ہے کہ اتنی پابندیاں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کا مالک پروردگار ہے۔ وہ اپنی مِلک میں جس طرح چاہے تصرف کرے جو حکم چاہے نافذ کرے اس کے سامنے کوئی قیل وقال نہیں کر سکتا وَاِنْ تُبْدُوْا اور اگر تم ظاہر کرو گے مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ان چیزوں کو جو تمھارے دلوں میں ہے یعنی جو تمھارے دلوں میں اچھے یا بُرے خیالات آتے ہیں اَوْ تُخْفُوْهُ یا تم اس کو مخفی رکھو۔ فرمایا اچھی طرح یاد رکھنا! يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تم سے۔

وسوسے کے درجات :

اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جو خیالات اور وساوس آتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ ان کا خیال خود بہ خود آتا ہے بغیر قصد اور ارادے کے۔ یہ خیالات جیسے بھی ہوں ان پر کوئی گرفت نہیں ہے کیوں کہ وہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت! بعض دفعہ ہمارے دل میں از خود ایسے خیالات آتے ہیں کہ ہم ان کو زبان پر لانے کے لیے آمادہ نہیں ہیں بلکہ ان کو زبان پر لانے کے بجائے اس کو آسان سمجھتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ مثلاً: یہ خیال آجاتا ہے کہ مَنْ خَلَقَ اللہَ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ یہ تو ایمان کی واضح علامت ہے۔ یعنی خیال کا آجانا تو تمھارے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس سے تمھارا اتنا متنفر ہونا کہ زبان پر لانے کے بجائے جل کر کوئلہ ہونے کو آسان سمجھنا یہ صریح ایمان ہے۔ تو بُرے سے بُرا خیال بھی اگر ذہن میں از خود آجائے تو اس پر گرفت نہ ہوگی۔ دوسرے وہ خیالات اور چیزیں ہیں کہ ان کو قصد اور ارادے سے دل ودماغ میں لایا جائے تو ان پر باقاعدہ گرفت ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں ایسے ہی خیالات کا ذکر ہے۔

پھر فرمایا فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ پس جس کو چاہے گا رب بخشے گا۔ جس اچھے ارادے اور اچھی چیزیں دل میں لایا اسے بخشے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ جو بُرے ارادے اور خیالات کا قصد لائے گا اس کو گرفت اور سزا ہوگی وَاللہُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

معراج کے خاص تحفے :

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک اصولی طور پر دو آیتیں بنتی ہیں۔ ویسے تو سارا قرآن کریم حق ہے مگر ان دو آیتوں کی خصوصیت ہے کہ یہ دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر عطا فرمائیں۔ باقی سارا قرآن کریم جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ نسائی شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات مجھے تین تحفے عطا فرمائے۔

❶ پہلے نمازیں پچاس تھیں اور پھر پانچ رہ گئیں۔

❷ دوسرا تحفہ سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔ یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک۔

❸ تیسرا تحفہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تیری امت میں سے ہر وہ شخص جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کیا میں اس کو بخش دوں گا۔ تو یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براہِ راست عطا فرمائیں۔

فرمایا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ایمان لایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَآ اُس چیز پر اُنْزِلَ اِلَیْهِ جو اس کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے۔ یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ جس طرح قرآن کریم مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰهِ ہے۔ اسی طرح احادیث میں جو احکام ہیں وہ بھی رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ بھی رب کی طرف سے اور معانی بھی رب کی طرف سے ہیں۔ اور جو احادیث ہیں الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور مفہوم من جانب اللہ ہے۔ تو یہ جو فرمایا کہ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ جو کچھ نازل کیا گیا اس کی طرف۔ اس میں قرآن بھی

ہے اور حدیث بھی ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایمان لائے ہیں وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن بھی ایمان لائے ہیں۔ اور مومن قیامت تک آتے رہیں گے۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ یہ سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کے سب احکام کو مانتے ہیں وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے ہیں۔ فرشتوں کے بارے میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ "فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔" اور یہ نور مخلوق ہے جس طرح پانی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، اسی طرح یہ نور بھی مخلوق ہے جس سے فرشتوں کو پیدا کیا گیا۔ فرشتے نر مادہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں جنسی خواہشات ہوتی ہیں، وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، ان کی خوراک ہے سبحان اللہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اور فرشتوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [المدثر:۳۱]

وَكُتُبِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں؟ ان کی صحیح تعداد کا کسی کو علم نہیں ہے۔ مگر کافی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ چار کتابیں مشہور ہیں: قرآن کریم، تورات، زبور اور انجیل۔ تو رب کی طرف سے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے وہ سب پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ مِن جانب اللہ ہیں اور اپنے اپنے زمانے میں بہترین دستور تھیں۔ اور قرآن کریم کے آنے کے بعد سب منسوخ ہوگئی ہیں۔ اب نجات صرف قرآن کریم پر عمل کرنے میں ہے۔

وَرُسُلِہٖ اور اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ رسولوں کی صحیح تعداد کا ذکر نہ تو قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں ہے۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے اور ایک میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا مگر دونوں روایتیں کمزور ہیں۔ پہلے پیغمبر آدم ہیں اور آخری پیغمبر جن پر اللہ تعالیٰ نے نبوت ختم فرما دی خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ ہم سب کو مانتے ہیں۔ قرآن کریم میں صرف چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں اور پچیس پیغمبروں کے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کہ اس نے ہمیں تمام کی گنتی کا پابند نہیں بنایا۔ جتنے بھی ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم نہیں تفریق کرتے اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔ یہ یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔

یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کا انکار کیا بلکہ ان کو حلال زادہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ قرآن کریم میں ہے وَّبِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا [النساء:۱۵۶] "اور اُن کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کی وجہ سے کہ اُس نے جو بچہ جنا ہے وہ حلال زادہ نہیں، معاذ اللہ تعالیٰ۔" تو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو نصاریٰ نے ضد میں آکر موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا وَقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ [البقرہ:۱۱۳] "اور کہا نصاریٰ نے یہودی کسی شے پر نہیں ہیں۔" یعنی جھوٹے ہیں۔ تو اس طرح اُنھوں نے نبیوں میں تفریق ڈالی کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔ اور ہم سب کو مانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ یہ

مطلب ہے تفریق نہ کرنے کا۔ باقی رہی بات فضیلت کی تو اس کے بارے میں خود رب تعالیٰ نے اس پارے کے شروع میں فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ "یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔" تو فضیلت کے اعتبار سے تفریق ہے۔ تمام پیغمبروں میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بلند ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے بلند درجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابراہیم کا درجہ بہت بلند ہے۔ ان کے بعد پھر حضرت موسیٰ کا مقام ہے۔ تو درجات میں تو تفریق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو درجہ عطا فرمایا ہے وہ اسی کا ہے۔ باقی بعض کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے میں تفریق نہیں ہے بلکہ ہم سب کو مانتے ہیں۔

وَقَالُوْا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور مومنوں نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا اور ہم نے اطاعت کی یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں وہ ہم تک پہنچ گئے ہیں ہم ان کی دل و جان سے فرماں برداری کرتے ہیں غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اے پروردگار! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں، ہم گناہ گار ہیں، خطا کار ہیں، انسان ہیں، ہم سے گناہ ہوتے رہتے ہیں اس لیے تیری بخشش کے طلب گار ہیں وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ یعنی ہم نے آنا بھی تیری طرف ہے۔

شرعی احکام میں سہولتیں:

فرمایا: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ طاقت سے زیادہ رب تعالیٰ نے کسی کے ذمہ عبادت نہیں لگائی۔ مثال کے طور پر نماز میں قیام فرض ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہے کہ کھڑے ہو

کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے کے ساتھ پڑھ لے۔ اگر وضو اور غسل کے لیے پانی نہیں ملتا تو تیمم کر کے پڑھ لے۔ اسی طرح زکوٰۃ ،قربانی ،فطرانہ اُس پر آئے گا جو صاحبِ نصاب ہوگا۔ اگر اس کے پاس نصاب کے برابر رقم نہیں ہے تو نہ اس پر زکوٰۃ ہے، نہ قربانی، نہ فطرانہ۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو انسان کے بس میں نہ ہو۔ اور جو چیز انسان کے بس میں نہیں ہے اس کے نہ کرنے پر مؤاخذہ بھی نہیں ہوگا۔

اسی لیے فرمایا لَهَا مَا كَسَبَتْ اُس نفس کے لیے ہے جو اُس نے کمایا۔ یعنی جو نیکی بھلائی کرے گا اس کو اس کا پھل ملے گا وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اور اسی پر وبال پڑے گا جو اُس نے کمایا یعنی جو بدی کرے گا اس کا وبال بھی اسی نفس پر پڑے گا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کر اَوْ اَخْطَاْنَا یا ہم سے خطا ہو جائے۔ نسیان کی صورت یہ ہے مثلاً: ایک آدمی کا روزہ ہے مگر اس کو یاد نہیں ہے کہ میں روزے سے ہوں اور کھا پی لے تو اس کے روزے پر کوئی زد نہیں آئے گی۔

رمضان شریف کا مہینہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگے حضرت! میرے بارے میں کیا حکم ہے میں نے روزہ رکھا ہوا تھا بھول کر میں نے کھا پی لیا ہے۔ کیا اب میرا روزہ ہے یا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا اَطْعَمَكَ اللّٰهُ وَسَقَاكَ پختہ بات ہے کہ تجھے رب تعالیٰ نے کھلایا پلایا۔

اور خطا کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی روزہ دار ہے اور روزے کی حالت میں وضو یا غسل کرتا ہے اور غرارہ کرتا ہے اور اسے یہ بھی یاد ہے کہ میرا روزہ ہے، بغیر ارادے کے

پانی حلق سے نیچے چلا جاتا ہے تو اس کو خطا کہتے ہیں۔ اس کے حکم کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امامِ شافعی رَحِمَہُ اللہُ فرماتے ہیں کہ اس کے روزے پر کوئی زد نہیں پڑے گی۔ امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللہُ کا فتویٰ یہ ہے کہ خطا کی صورت میں روزہ قضا کرنا پڑے گا کفارہ نہیں ہے کیوں کہ خطا کی صورت میں اگر بالکل معافی ہوتی تو قتلِ خطا میں کفارہ نہ ہوتا حالاں کہ قتل خطا کی صورت میں کفارہ ہے۔ چنانچہ پانچویں پارے میں رب تعالیٰ نے حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو خطاءً قتل کردے تو اس کو باقاعدہ کفارہ دینا پڑے گا البتہ آخرت کی سزا سے بچ جائے گا۔

اُمتِ مسلمہ کی چند خصوصیات:

تو اے پروردگار! لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہوجائے رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا اے ہمارے رب نہ ڈال ہم پر بوجھ كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا جس طرح تو نے ڈالا بوجھ اُن لوگوں پر جو ہم سے پہلے تھے۔ یہاں پر بوجھ سے مراد مشکل احکام ہیں جو پہلی اُمتوں پر وارد ہوئے۔ مثلاً: ہم پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اُن پر چوتھا حصہ زکوٰۃ فرض تھی کہ اگر کسی کے پاس چار سو ہے تو ایک سو دینار دینا پڑتا۔ اگر چار ہزار ہے تو ایک ہزار دینا پڑتا۔ چار لاکھ ہے تو ایک لاکھ دینا پڑتا تھا اور ہمیں چار سو میں سے دس روپے اور چار ہزار میں سے ایک سو دینا پڑتا ہے اور چار لاکھ میں سے دس ہزار دینا پڑتے ہیں۔

اسی طرح ان پر نماز مسجد میں پڑھنا فرض تھی مسجد کے باہر ان کی نماز نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ سفر اس اندازے سے کرتے تھے کہ نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جائیں۔ اور ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ نے ساری زمین مسجد بنادی ہے۔ جو بھی پاک جگہ ہو وہاں نماز

پڑھنے کی اجازت ہے۔ جس جگہ نماز کا وقت ہو جائے وہیں پڑھ لو۔ اسی طرح ان کو تیمم کی اجازت نہ تھی۔ ہر حال میں وضو ہی کرنا ہوتا تھا۔ اور ہمیں رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وضو کرنا ہے، غسل کرنا ہے اور پانی نہیں ہے یا پانی استعمال کرنے سے نقصان ہوتا ہے تو تیمم کر لو۔ اسی طرح اگر ان کے کپڑوں پر گندگی لگ جاتی کوئی بچہ پیشاب کر دیتا، خون لگ جاتا وغیرہ ذلک، تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا بلکہ کاٹنے کا حکم تھا۔ مثلاً: کسی نے بچہ اُٹھایا ہوا ہے اُس نے پیشاب کر دیا، کسی کی نکسیر پھوٹ پڑی یا پھوڑا ہے، اُس سے خون یا پیپ نکل آئی یا کہیں سے خون لگ گیا تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا اس کو قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا۔ تو اس میں ان کو کتنی تکلیف تھی۔ خصوصاً سردیوں میں لوگ گرم کپڑے پہنتے ہیں اور وہ قیمتی ہوتے ہیں تو کتنا نقصان ہے۔ ہمیں رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ جہاں گندگی لگے چاہے وہ جیسی بھی ہو دھو لو کپڑا پاک ہو گیا چاہے گندگی کی رنگت نہ بھی جائے۔

اسی طرح وہ لوگ جب گناہ کرتے تھے تو فرشتے رات کو ان کے دروازوں پر لکھ جاتے تھے کہ اس نے یہ گناہ کیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرتد ہو جاتا تو اس کی توبہ بغیر قتل کے قبول نہیں ہوتی تھی یعنی اس کو قتل کرنا ہوتا تھا۔ اور ہماری شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرتد ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس کا یہ کلمہ پڑھنا معتبر ہے۔ اور اسی طرح اس کی توبہ قبول ہے۔ غنیمت کا مال ان کے لیے حلال نہیں تھا بلکہ وہ اکٹھا کر کے میدان میں رکھ دیتے تھے آگ آتی تھی جلا دیتی تھی۔ قربانی کا گوشت بھی ان کے لیے حلال نہ تھا بلکہ قربانی کر کے رکھ دیتے تھے آگ آتی تھی اور جلا دیتی تھی، بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ۔ اور ہمارے لیے بڑی سہولتیں ہیں حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے اور برکت سے کہ ہمارے لیے مالِ غنیمت بھی حلال ہے اور قربانی کا گوشت بھی حلال ہے اور باقی بہت ساری سہولتیں رب تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

فرمایا رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَاتُحَمِّلْنَا اور نہ اُٹھوا ہم سے مَا وہ احکام لَاطَاقَةَ لَنَابِهٖ جن کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ یعنی اے پروردگار! ہمیں ایسے احکام نہ دے کہ جن کو ادا کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے وَاعْفُ عَنَّا اور پروردگار! ہمارے کبیرہ گناہ معاف فرما وَاغْفِرْ لَنَا اور پروردگار! ہمارے صغیرہ گنا بھی معاف فرما وَارْحَمْنَا اور پروردگار! اپنی رحمت ہم پر نازل فرما اَنْتَ مَوْلٰنَا پروردگار! تو ہمارا آقا ہے ہم اپنے عاجز ہونے کا اقرار کرتے ہیں تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں ہے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ پروردگار! بس تو ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلے میں۔ کیوں کہ تو قادر ہے اور ہم عاجز ہیں یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براہِ راست بغیر جبریئل علیہ السلام کے واسطے کے عطا فرمائی ہیں۔

آج بہ تاریخ ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ بہ مطابق ۱۵ رجولائی ۲۰۰۲ء سورۃ البقرہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت شیخ دامت برکاتہ العالیہ کی دعاؤں سے مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

نظر ثانی

مولانا علامہ زاہد الراشدی

شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

جمع و ترتیب

مولانا محمد نواز بلوچ

فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

لقمان اللہ میر برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب .... ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن

از افادات .... شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

مرتب .... مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

نظرِ ثانی .... حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی (مدظلہ)

ناشر .... لقمان اللہ میر برادران، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

سرِ ورق .... محمد خاور بٹ (کاتب قرآن) کھوکھر کی، گوجرانوالہ

کمپوزنگ .... الفتح گرافکس گوجرانوالہ 0431-216239

طابع .... معراج جمشید بٹ پرنٹرز ریٹی گن روڈ لاہور

تعداد .... ایک ہزار (۱٫۰۰۰)

قیمت .... -/۳۰۰

تاریخ طبع اول .... ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۱۷ شعبان ۱۴۲۴ھ

تاریخ طبع دوم .... اگست 2012 بمطابق شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

﴿ملنے کے پتے﴾

(۱) .... ذخیرۃ الجنان محلہ عقب جامع مسجد، بازار تھانیوالا، شہر گوجرانوالہ

0300-8741292 + 0431-210686

(۲) .... مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، مغل پورہ، گوجرانوالہ

(۳) .... معارف اسلامیہ اکیڈمی، بنت کلاں روڈ گکھڑ، گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿فہرست مضامین﴾

پیش لفظ

نحمدہٗ تبارک وتعالیٰ ونصلّی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی

آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واتباعہٖ اجمعین

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز برصغیر پاک و ہند بنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار و زوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات و تنازعات اس لیے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد و مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر انکے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلّے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے نئے جذبہ و لگن کے ساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس سے قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندان حضرت

شاہ عبد العزیزؒ، حضرت شاہ عبد القادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کر کریم کے فارسی اور اُردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا قرآن کریم کے ساتھ فہم و شعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر و ضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار و نظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی۔ بالخصوص پنجاب میں بدعات و اوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات و رسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن و سنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا لیکن اس کے لیے جن ارباب عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن و تشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نور اللہ مرقدہٗ کے اسمارگرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم و استقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول و عرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درس قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی۔ کم و بیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کے ساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ اجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینیوں کو قرآن وحدیث کے علوم وتعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں۔ ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نماز فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیمیافتہ حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کے لیے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف کے موتی ان کے دامن قلب وذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے جامع مسجد گکھڑ والا درس قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض مرتبہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا

پورا ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لیے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے اس لیے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا ہے جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ درس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لیے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس و بیان کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اسکے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کے لیے سالہا سال تک پابندی کے ساتھ خدمت سرانجام دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاءِ خیر سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی
خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ

یکم مارچ ۲۰۰۲ء

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶﴾

الٓمّٓ ☆ اَللّٰهُ. اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود۔ اِلَّا هُوَ مگر وہی۔ اَلْحَیُّ زندہ ہے۔ اَلْقَیُّوْمُ، قائم رہنے والا ہے۔ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ . اس نے نازل کی تم پر کتاب۔ بِالْحَقِّ، حق کے ساتھ۔ مُصَدِّقًا. یہ کتاب تصدیق کرنے والی ہے۔ لِمَا، ان کتابوں کی۔ بَیْنَ یَدَیْهِ. جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ، اور نازل کی اللہ تعالیٰ نے توراۃ۔ وَالْاِنْجِیْلَ، اور انجیل۔ مِنْ قَبْلُ، اس قرآنِ کریم سے پہلے۔ هُدًى، جو ہدایت تھیں۔ لِلنَّاسِ، اس وقت کے لوگوں کے لئے۔ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ، اور اس نے نازل کیا قرآنِ کریم۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ، ان کے واسطے

عذاب ہے سخت۔ وَاللّٰہُ، اور اللہ تعالیٰ۔ عَزِیْزٌ، غالب ہے۔ ذُو انْتِقَامٍ، بدلہ لینے والا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ، بے شک اللہ تعالیٰ۔ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ، نہیں مخفی اس پر کوئی شئی۔ فِی الْاَرْضِ، زمین میں۔ وَلَا فِی السَّمَآءِ، اور نہ آسمان میں۔ ھُوَ الَّذِیْ، وہ، وہ ذات ہے۔ یُصَوِّرُکُمْ، جو تمہاری تصویر بناتا ہے۔ فِی الْاَرْحَامِ، ماں کے رحموں میں۔ کَیْفَ یَشَآءُ، جیسے چاہے۔ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ اَلْعَزِیْزُ، غالب ہے۔ اَلْحَکِیْمُ، حکمت والا ہے۔

اس سورۃ کا نام سورۃ آلِ عمرآن اس واسطے ہے کہ اس سورۃ میں عمران کے خاندان کا ذکر ہے۔ بنی اسرائیل کے خاندان میں ایک بزرگ نیک پارسا عمران رحمہ اللہ ابنِ ماثان رحمہ اللہ تھے۔ یہ اپنے وقت میں مسجدِ اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام ہارون تھا، وہ بھی بڑا نیک اور پارسا تھا۔ مگر جوانی میں ہی فوت ہوگیا۔ حضرت عمران کی بیوی کا نام "ھَنَّۃُ بنتِ فاقُوذہ رحمہا اللہ تعالیٰ" تھا جوان بیٹا فوت ہوگیا۔ اور حضرت عمران رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بڑھاپے کو پہنچ گئے۔ تو حضرتِ ھَنَّۃُ پریشان ہوگئیں کہ آئندہ ہم سے مسجدِ اقصیٰ کی دینی خدمت نہیں ہوسکے گی۔ تو انہوں نے منت مانی کہ اے پروردگار اگر تو مجھے بیٹا عطاء کرے گا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس کو تیرے دین اور مسجدِ اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کردوں گی۔ (اس واقعہ کی مزید تفصیل آگے آئے گی) اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مریم رکھا گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔ تو آلِ عمران کا مطلب ہے عمران بن ماثان کی اولاد۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آگے نسل نہیں چلی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس/۳۳ سال کی عمر مین آسمانوں پر اٹھالیا گیا تھا۔ البتہ جب وہ نازل ہوں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح

از قبیلے میں ہوگا جیسا کہ علم کلام کی کتاب شرح عقیدۃ السفارینی میں مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو دولڑکے عطا فرمائیں گئے، ایک کا نام موسیٰ رکھیں گئے اور دوسرے کا نام محمد، اس کے بعد کا معلوم نہیں کیا ہوگا۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور اس سے پہلے اٹھاسی/۸۸ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس سورہ کے بیس رکوع اور دوسو آیات ہیں۔ یہ سورۃ بھی قرآنِ کریم کی طویل سورتوں میں سے ہے۔ الٓمّٓ، یہ حروفِ مقطعات ہیں (ان کی بحث پہلے پارے میں گزر چکی ہے، جو حضرات اس درس میں شریک نہ ہوئے ان کی خاطر عرض ہے) مقطعات کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ سے اختصار کے طور پر ایک حرف الگ کیا جائے۔ جیسے کسی کا نام ہو محمد شفیع تو لفظ محمد سے م الگ کرلو اور شفیع سے ش الگ کردو تو یہ بن گیا م، ش۔ ایک مشہور صحافی تھا، عرصہ دراز تک نوائے وقت میں م، ش کی ڈائری کے عنوان سے لکھتا رہا ہے۔ اس کا نام تھا محمد شفیع مرحوم، وفات پا گئے ہیں۔ اس طرح سے تخفیف کرنا ہر زبان میں عام ہے۔ جیسے ڈی، سی ڈپٹی کمشنر کا مخفف ہے۔ اے، سی اسسٹنٹ کمشنر کا مخفف ہے، وغیرہ ذٰلک. تو یہ حروفِ مقطعات ہیں ان کے متعلق مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ الف سے مراد اللہ جل جلالہٗ لام سے مراد جبرئیل علیہ السلام، اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ تو مفہوم یہ بنے گا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور بعض یہ تفسیر فرماتے ہیں کہ الف سے مراد آلَاءُ اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. تو الف آلاء سے مخفف ہے اور لام لطف اللہ سے مخفف ہے۔ اور میم ملک اللہ سے تو معنیٰ یہ بنے گا کہ نعمتیں بھی رب تعالیٰ کی، لطف و کرم بھی رب تعالیٰ کا، اور ملک بھی رب تعالیٰ کا اور یہ حروفِ مقطعات انتیس/۲۹ سورتوں کے شروع

میں آتے ہیں۔ جیسے الٓمٓ، الٓرٰ، طٰہٰ، یٰسٓ، حٰمٓ وغیرہ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو، اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اِلٰــــہ کے متعدد معنیٰ ہیں۔ مثلاً حاجت روا، مشکل کشا فریادرس، دستگیر، حاکم، مُقنّن، قانون ساز، تو معنیٰ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روا مشکل کشا ،فریادرس، دستگیر، حاکم قانون ساز کوئی نہیں ہے۔ اَلْـحَـیُّ، ہمیشہ زندہ رہنے والا جس کی نہ ابتداء ہے، اور نہ انتہاء۔ وَیَبْـقٰی وَجْـہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَام۔ اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔ تو ہمیشہ رہنے والی ذات صرف پروردگار کی ہی ہے۔ باقی سب پر موت آئے گی۔ یہاں تک کہ جان نکالنے والے فرشتے بھی مرجائیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شئے نہیں رہے گی۔ اَلْقَیُّوْمُ، ہمیشہ قائم رہنے والا، جس پر کسی وقت بھی زوال نہ آسکے گا۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خود دعا شروع کی، "اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی" کہ اللہ تعالیٰ پر سلامتی ہو۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرَئِیْلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مِیْکَائِیْل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم "اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی" نہ کہو، کیونکہ یہ لفظ وہاں بولا جاتا ہے، جہاں خطرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کہ تم اس کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہو۔ مثلاً ہم ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے سلامتی میں رکھے۔ مصائب اور آلام سے سلامتی میں رکھے۔ تو رب تعالیٰ کو تو ان چیزوں کا خطرہ نہیں ہے۔ کہ تم اس کے لئے یہ دعاء "اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ" (اے اللہ تو سلامتی میں رہے) کرو اس لئے کہ وہ تو خود سلام ہے۔ اسی بات کے پیش نظر علمائے کرام کہتے ہیں کہ اللہ جی کہنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جی کا لفظ کلمۂ دعائیہ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے تو زندہ رہ، یہ وہاں بولا جاتا ہے، جہاں موت کا خدشہ ہو جیسے اباجی، اماں

جی، استاد جی، مولوی جی، قاری جی، منشی جی، وغیرہ کیونکہ ان سب نے مرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو تو موت کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ حَیٌّ قَیُّوْمٌ ہے۔ لیکن بعض لوگ بے چارے دین سے واقف نہیں ہوتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عقیدت ہوتی ہے۔ تو اللہ جی کہہ دیتے ہیں، تو یہ جائز نہیں ہے۔ البتہ اللہ مالک کہیں، اللہ سائیں کہیں۔ اسی مناسبت سے ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ آج کل لوگ عموماً کیا مرد اور کیا عورتیں، نام ادھورے لیتے ہیں۔ مثلاً عبدالوحید کو وحید کہتے ہیں عبدالجبار کو جبار کہتے ہیں، عبدالرحمٰن کو رحمٰن بلکہ مان کہتے ہیں، کہ وحید آیا ہے، جبار آیا ہے۔ تو یہ سخت گناہ ہے۔ کیونکہ وہ تو عبدالجبار ہے۔ جبار کا بندہ ہے، جبار تو نہیں ہے، عبدالرحمٰن، رحمٰن کا بندہ ہے، رحمٰن تو نہیں ہے۔ عبدالوحید، وحید تو نہیں ہے۔ کل کی بات ہے کہ ایک عورت میرے پاس دم کرانے کے لئے آئی، کہنے لگی میں وحید کی بیوی ہوں، میں نے کہا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. وحید تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی بیوی ہو، وہ ہنس پڑی پھر میں نے سمجھایا کہ تم یوں کہو کہ میں عبدالوحید کی بیوی ہوں۔ تو اس طرح ادھورے نام لینا سخت گناہ ہے اور اس طرح کی تخفیف جائز نہیں ہے۔ کہ تم عبدالرحمٰن کو رحمٰن بنا دو۔ اور عبدالجبار کو جبار کہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کتنے فرشتوں کا نام لے کر سلام کہو گے؟۔ مثلاً اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيْكَائِيْلَ. اَلسَّلَامُ عَلٰى اِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ یا کتنے نبیوں کا نام لے کر سلام کہو گے۔ مثلاً اَلسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلٰى نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلٰى شِيْثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اسی طرح کتنے صحابہ کا نام لے کر سلام کہو گے، کہ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَبِيْ

بَکْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلٰی عُمَرَ، اَلسَّلَامُ عَلٰی عُثْمَانَ، اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔ تو تم یوں کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْن. تو اس میں سب آ گئے۔ یعنی یہ جملہ کہنے سے تمہارا سلام تمام فرشتوں کو تمام پیغمبروں کو تمام مومنوں کو چاہے وہ انسان ہوں یا جنات، چاہے آسمانوں پر ہوں یا زمین پر، سب کو خود بخود پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حَیٌّ، ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قَیُّوْمٌ ہے۔ قائم رہنے والا۔ اور قیوم کا دوسرا معنیٰ قائم رکھنے والا بھی کیا ہے۔ کہ زمینوں آسمانوں بلکہ ساری کائنات کو قائم رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اے پروردگار تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے۔ دیکھو آسمان کتنا وسیع ہے۔ لیکن اس کے نیچے کوئی ستون کوئی دیوار نہیں ہے۔ ہزارہا سال سے اس طرح چلا آ رہا ہے۔ اور جب تک رب کو منظور ہوگا اسی طرح رہے گا۔ اور زمین اپنے مرکز پر ٹھہری ہوئی ہے۔ تو زمینوں اور آسمانوں کو قائم رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ. اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر کتاب بِالْحَقِّ، حق کے ساتھ۔ یعنی قرآنِ کریم۔ اور اس کتاب کی خوبی یہ ہے، مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ، یہ کتاب تصدیق کرنے والی ہے۔ ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ یعنی اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں، جیسے توراۃ ہے، زبور ہے، انجیل ہے۔ ان کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں۔ اور ان میں جو اصولی مسائل بیان ہوئے ہیں مثلاً توحید رسالت، قیامت وغیرہ ان کی بھی مصدق ہے۔ مگر یاد رکھنا کہ یہ مصدق ان کتابوں کی ہے جو اصل ہیں۔ تحریف شدہ کتابوں کے مضامین کی تصدیق نہیں کرتی۔ اور اس وقت آسمانی کتابوں میں قرآن شریف کے بغیر کوئی کتاب بھی اپنی اصل شکل میں موجود نہیں

ہے۔ نہ توراۃ، نہ زبور، نہ انجیل، نہ ملاکی، نہ احبار، نہ سلاطین، نہ پیدائش وغیرہ۔ غرضیکہ پہلی تمام کتابوں میں تحریف ہوئی ہے۔ اور اس بات کا خود پادریوں کو بھی اقرار ہے کہ گڑبڑ ہوئی ہے۔ یہ شرف صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ کریم کو حاصل ہے۔ کہ ایک زبر اور زیر کا بھی فرق نہیں پڑا اور نہ پڑے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ، اور اللہ تعالیٰ نے توراۃ نازل فرمائی۔ قرآنِ کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں توراۃ کا مقام بہت بلند ہے۔ بڑی جامع مانع کتاب ہے۔ صدیوں تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علماء، اور مشائخ، اور نیک لوگ اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ وَالْاِنْجِيْلَ، انجیل بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس وقت اصل انجیل کا ملنا مشکل ہے۔ ہمارے ہاں اس وقت چار انجیلیں موجود ہیں۔ مَتّٰی، یُوحَنَّا، مَرْقَسْ، اور لُوقَا کی انجیل اور ایک برناباس کی انجیل ہے۔ وہ بھی میرے پاس موجود ہے۔ برناباس رحمہ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ اور متی، یوحنا، اور مرقس اور لوقا یہ چاروں تابعی ہیں اور پادری صاحبان کہتے ہیں کہ برناباس رحمہ اللہ کی انجیل صحیح نہیں ہے۔ اور متی، یوحنا، مرقس اور لوقا کی انجیلیں صحیح ہیں۔ بھائی برناباس رحمہ اللہ جو براہِ راست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہے۔ اس کی مرتب کردہ کتاب کیوں معتبر نہیں ہے......؟ اور جو تابعین کی مرتب کردہ ہیں کس طرح معتبر ہو گئیں تو انجیل برناباس کے انکار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دو تین مقامات پر صراحۃً یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ مجھے رب کا بیٹا مانیں گے، اور رب کا شریک بنائیں گے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، اور وہ میری صفائی پیش کریں گے۔ پس ان الفاظ کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔ کہ اگر یہ ثابت ہو گئے تو ہمارا بھٹہ بیٹھ جائیگا۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں

رہے گا۔ حالانکہ اصل انجیل تو برنباس رحمہ اللہ ہی کی ہے۔ جو صحابی کی مرتب کردہ ہے۔ اور باقی چار تابعین کی مرتب کردہ ہیں، اور وہ بھی اصل شکل میں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً انیس سو/۱۹۰۰ سے جو پہلے کی طبع ہیں ان میں الفاظ اور ہیں اور جو انیس سو ایک/۱۹۰۱ کے بعد کی طبع شدہ ہیں، ان کے الفاظ اور ہیں۔ جوں جوں سال گزرتے ہیں، الفاظ بدلتے رہتے ہیں، مگر قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی ایسی کتاب ہے۔ جو اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ اور اس کی شان یہ ہے کہ اس کو باوضو ہاتھ لگانا ثواب ہے۔ اس کو پڑھنا ثواب ہے، اس کو سننا ثواب ہے، اس کو دیکھنا ثواب ہے، اس کو سمجھنا ثواب ہے۔ ابنِ ماجہ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص سو رکعات نفل پڑھتا ہے، اور ایک شخص قرآنِ کریم کی ایک آیت بغیر ترجمے کے سیکھتا ہے۔ تو اس ایک آیت کی تعلیم حاصل کرنے کا ثواب سو رکعات نفل سے زیادہ ہے۔ اور اگر ایک آدمی ہزار رکعات نفل پڑھتا ہے، اور ایک آدمی قرآنِ کریم کی ایک آیت کا ترجمہ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب ہزار رکعات نفل سے زیادہ ہے۔ (آخر ہزار رکعات پڑھنے پر بھی کچھ وقت لگے گا نا!) تو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ کریم ہمارے لئے خالص رحمت ہے۔ باقی ہمارے اندر کوتاہی ہے کہ ہم نے نہ اس کو پڑھا نہ سمجھا نہ عمل کیا کاش کہ یہ صحیح معنیٰ میں کہیں نافذ ہو جائے، تو سارے لوگ اس کی برکات کو دیکھ کر اپنے ملکوں میں اسلامی قانون نافذ کر دیں۔ بشرطیکہ تعصب نہ ہو، تو فرمایا۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِیْلَ، اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی توراۃ اور انجیل۔ مِنْ قَبْلُ اس قرآن سے پہلے هُدًى لِّلنَّاسِ، ہدایت تھی ان لوگوں کے لئے، یعنی اپنے وقت میں توراۃ بھی ہدایت تھی اور انجیل بھی ہدایت تھی۔ اس وقت کے لوگوں کے لئے۔ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا۔ قرآن کا نام

قرآن بھی ہے، فرقان بھی، اور ذکر بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ، اور بے شک ہم نے ہی نازل کیا ہے ذکر یعنی قرآن کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، قرآنِ کریم کی آج تک حفاظت ہوئی ہے۔ اور قیامت تک حفاظت ہوگی۔ الحمد للہ! اس کے لفظوں کی حفاظت ہوئی ہے، معنیٰ کی حفاظت ہوئی ہے، تفسیر کی حفاظت ہوئی، لب ولہجہ کی حفاظت ہوئی ہے۔ رسم الخط کی بھی حفاظت ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ شرف اور توفیق عطا فرمائی کہ قرآنِ کریم کو اصلی شکل میں محفوظ رکھا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لئے عذاب ہے سخت۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔ اگلی آیت کے سمجھنے سے پہلے کچھ ضروری باتیں سمجھ لیں تاکہ آیت کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ ۹ ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ ان کے آنے کا سبب یہ تھا کہ جب مکہ فتح ہو کر عرب کی ساری آبادی اور یمن کے کچھ علاقے بھی مسلمانوں کے تسلط میں آگئے۔ تو نجران جو یمن کے ایک علاقے کا نام ہے۔ اور وہاں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ وہ خوف زدہ ہو گئے، اور انہوں نے مشورہ کیا کہ سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آگیا ہے۔ اور یہود ذلیل وخوار ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ہم الگ تھلگ نہیں رہ سکتے، اور مسلمانوں کے ساتھ لڑ بھی نہیں سکتے۔ اس واسطے ہمیں خود جا کر بات کرنی چاہیے۔ کہ ہم تمہاری وفادار رعیت ہو کر رہیں گے۔ لہٰذا ہمارے ذمہ جو ٹیکس اور جو قانونی ضابطہ ہے۔ اس سے ہمیں آگاہ کیا جائے۔ اور ہمارے حقوق ہمیں بتائے جائیں، چنانچہ ساٹھ آدمیوں کا یہ قافلہ جس میں عیسائیوں کے مذہبی پیشوا بھی

تھے۔اور سیاسی لیڈر اور وڈیرے بھی تھے نجران سے مدینہ طیبہ پہنچا۔اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتنے آدمی ہو؟ کہنے لگے ہم ساٹھ آدمی ہیں۔اور سواریاں بھی ہیں،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم غریب لوگ ہیں،ہمارے پاس اتنی بڑی عمارت نہیں ہے کہ جس میں سب کو اکٹھا رکھ سکیں۔لہٰذا مختلف ساتھیوں کے ہاں میں تمہیں ٹھہرنے کی جگہ دیتا ہوں۔کہنے لگے کہ ہم اکٹھے آئے ہیں،اور اکٹھے رہیں گے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس یہ مسجد ہی ہے۔کہنے لگے کہ ٹھیک ہے ہم مسجد ہی میں ٹھہریں گے۔چنانچہ ان کو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ٹھہرایا گیا۔عیسائیوں نے کہا کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھتے رہو اجازت ہے،تو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عیسائیوں نے اپنی طرز کی نماز بھی پڑھی۔تو خیر اصل مقصد تو ان کا سیاسی پناہ حاصل کرنا تھا۔اور اس سلسلے میں قواعد وضوابط معلوم کرنے تھے،مگر علمی باتیں بھی ہوئیں،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی آیا۔ان میں ابو حارثہ بن علقمہ نامی ایک بڑا پادری بھی تھا،کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور شریک ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوا ہے؟ کہنے لگے نہیں،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں؟ کہنے لگے ہاں،یہ بات ٹھیک ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کچھ کھاتا پیتا ہے؟ کہنے لگے نہیں،اور عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے تھے۔کہنے لگے ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی ماں ہے کہ جس کے پیٹ میں رہے ہوں؟ کہنے لگے نہیں۔اور عیسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ میں رہے ہیں؟ کہنے لگے ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ سے زمین آسمان کی کوئی شے پوشیدہ ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام پر، کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام کو جتنا علم رب تعالیٰ نے دیا ہے، اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ پر فنا آئے گی؟ کہنے لگے نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام پر؟ کہنے لگے "یَأْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ". ان پر موت آئے گی۔ اور یہ "یَأْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ". کے لفظ تفسیر ابنِ جریر، طبری، اور روح المعانی وغیرہ میں موجود ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے کون سی مشابہت ہے؟ جس کی وجہ سے تم ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور شریک بناتے ہو۔ تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اور انہوں نے اور بھی کئی شوشے چھوڑے، جن کا ذکر اگلی آیتوں میں آئے گا۔ زندگی رہی تو بیان کروں گا، انشاء اللہ العزیز۔ تو اس بحث میں چونکہ پیٹ میں رہنے کا بھی ذکر آیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ پر زمین، آسمان میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ تو فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ. بے شک اللہ تعالیٰ پر کوئی شی مخفی نہیں ہے، زمین میں اور نہ آسمان میں۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ، وہی ذات ہے جو تمہاری تصویر بناتی ہے، ماؤں کے رحموں میں، لڑکی ہے، لڑکا ہے، کالا ہے، گورا ہے، صحیح الاعضاء ہے، ناقص الاعضاء ہے۔ یہ جتنی بھی صورتیں ہیں یہ سب تمہارا رب تمہیں عطا کرتا ہے۔ کَیْفَ یَشَآءُ، جس طرح چاہتا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے۔ اَلْعَزِیْزُ، غالب ہے، اَلْحَکِیْمُ، حکمت والا ہے۔ اگر فوری طور پر کسی کی گرفت نہیں کرتا تو یہ نہ سمجھو کہ بچ گئے ہو۔ بلکہ اس میں اس کی کوئی حکمت ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ج وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً ج اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۹﴾ ع

(حاشیہ: وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — ع ۹)

هُوَ الَّذِیْ، اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے۔ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ، جس نے نازل کی تم پر کتاب۔ مِنْهُ، اس کتاب میں سے ایک حصہ ہے۔ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ، آیتیں ہیں اٹل۔ هُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ، وہی کتاب کا اصل حصہ ہیں۔ وَاُخَرُ، اور کچھ اور آیتیں ہیں۔ مُتَشٰبِهٰتٌ، جن کی مراد معلوم نہیں ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ پس وہ لوگ۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ، کہ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ فَیَتَّبِعُوْنَ، پس وہ پیروی کرتے ہیں۔ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ، ان کی جو ان میں متشابہ ہیں۔ اِبْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ، فتنہ طلب کرتے ہوئے۔ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ، اور اس کی حقیقت طلب کرتے ہوئے۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ، اور حالانکہ کوئی نہیں جانتا اس کی حقیقت کو۔ اِلَّا اللّٰهُ، سوا اللہ تعالیٰ کے۔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ، اور وہ جو پختہ ہیں

علم میں یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں۔اٰمَنَّا بِهٖ ، ہم اس پر ایمان لائے۔ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا، کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ، اورنہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مندلوگ۔رَبَّنَا ، اے ہمارے رب۔لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا ، نہ ٹیڑھا کر ہمارے دلوں کو۔بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا، بعداس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً،اوردے تو ہمیں اپنی طرف سے رحمت۔اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، بے شک تو ہی دینے والا ہے۔رَبَّنَا، اے ہمارے رب۔اِنَّكَ ،بے شک تو۔جَامِعُ النَّاسِ، اکٹھا کرنے والا ہے لوگوں کو۔لِیَوْمٍ، ایسے دن میں۔لَا رَیْبَ فِیْهِ، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔اِنَّ اللّٰهَ ، بے شک اللہ تعالیٰ۔لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ،وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔اور مکہ مکرمہ کی حیثیت دارالخلافہ اور مرکز کی تھی اور جب دارالخلافہ فتح ہوجائے تو باقی ملک بھی فتح سمجھا جاتا ہے۔یوں سمجھو کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔اور سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا۔ مدینہ طیبہ طائف، خیبر کے علاقوں پر اسلام غالب آ گیا۔ساتھ ہی یمن تھا جس کے دوصوبے تھے۔اوروہاں یہودی آباد تھے۔آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صوبوں میں اپنے گورنر بھیج دیئے۔کہ ان سے معاملات طے کرلو۔کہ ان شرائط پر تم نے ٹیکس ادا کرنا ہے۔اور ہم یہ شرائط پوری کریں گے۔یہودی بڑے خچرے تھے انہوں نے ظاہری طور پر کوئی مزاحمت نہیں کی۔موقع کی تلاش میں تھے تو ان کے سامنے جو شرطیں پیش کی جاتیں مانتے جاتے تھے،اور یمن کے ساتھ نجران کا علاقہ تھا۔وہاں عیسائی آباد تھے۔انہوں نے سوچا کہ سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا۔اوریمن کے یہودیوں نے بھی سرِ تسلیم خم کردیا ہے۔اب ہم الگ تھلگ

نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ہمارے پاس اتنی قوت وطاقت نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کا مقابلہ کرسکیں، اور ملک کے ایک حصے میں رہ کر ملکی قانون کو نہ ماننا بڑی مشکل بات ہے۔ لہٰذا ایک وفد بھیجو جو مدینہ طیبہ جا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ براہِ راست گفتگو کرے۔ کہ ہم تمہاری وفادار رعیت بن کے رہنا چاہتے ہیں لہٰذا ہمارے ذمے جو حقوق ہیں ان سے ہمیں آگاہ کیا جائے وہ ہم پورے کریں گے اور ہمارے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں وہ تم پورے کرو۔ چنانچہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل یہ وفد جس میں ان کے سیاسی لیڈر، مذہبی پیشوا، اور وڈیرے شامل تھے۔ اور خاصا بااثر وفد تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچا۔ قافلے میں جو مذہبی رہنما تھے وہ پیش پیش تھے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت کیا۔ کہ ہم نے ان سے ملنا ہے۔ آپ ﷺ اس وقت چھوٹے سے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ جو مسجد نبوی کے ساتھ تھا۔ ان کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرے میں رہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوٹے سے حجرے میں رہتے ہیں۔ اور کوئی پہرے دار محافظ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے ہم عیسائی ہیں اور نجران کے علاقے سے آئے ہیں۔ اور اس واسطے آئے ہیں کہ سارے عرب پر تمہارا قبضہ ہو چکا ہے۔ اور نجران کا علاقہ بھی عرب کا حصہ ہے۔ ہم از خود آگئے ہیں کہ تمہاری رعیت بن کے رہیں گے لہٰذا ہمارے ذمہ جو حقوق ہیں ہمیں بتادو وہ ہم پورے کریں گے۔ اور ہمارے حقوق جو تمہارے ذمے ہیں وہ تم پورے کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو بلایا اور فرمایا یہ مہمان ہیں، سب سے پہلے ان کی رہائش اور خوراک کا انتظام کرو، اور ان کی سواریوں کے کھڑے کرنے کا انتظام کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم

نے کہا کہ حضرت اس طرح کرتے ہیں کہ ہم دو، دو، تین، تین آدمی آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس میں ہمیں بھی سہولت ہوگی اور انہیں بھی سہولت ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تجویز پسند آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقب کو جوان کا امیر تھا فرمایا کہ ہم غریب لوگ ہیں۔ ہمارے پاس اتنے وسیع مکان نہیں ہیں کہ ہم تمہارے ساٹھ آدمیوں اور سواریوں کو ایک جگہ رکھ سکیں۔ (واہ رے اللہ! ایک وہ وقت تھا کہ ساٹھ آدمیوں کو اکٹھا ٹھہرانے کی جگہ نہیں تھی۔ اور اب چالیس لاکھ کا مجمع ٹھہرتا ہے، اور کسی کو پریشانی بھی نہیں ہوتی......بلوچ!) لہٰذا ہم تمہارے دو، دو، تین، تین آدمی اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیں، وہ ان کی رہائش، خوراک، اور سواریوں کا بھی انتظام کر لیں گے۔ ان کے بڑوں نے آپس میں مشورہ کیا، اور کہا یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ ہم اکٹھے آئے ہیں، اور اکٹھے رہیں گے اور اکٹھے جائیں گے۔ کیونکہ ان کو خدشہ تھا کہ صحابۂ کرام بڑے بااخلاق لوگ ہیں اور تبلیغ سے باز نہیں آتے۔ اور سچی بات دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔ یہ ہماری بھیڑیں ان سے متاثر ہو جائیں گی۔ اور یہ ہمارے آدمیوں کو قابو کر لیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے کہ ساٹھ آدمیوں کا ایک جگہ انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر ان کی سواریاں بھی تھیں ان کو بھی سنبھالنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس صرف یہی مسجد ہے۔ کہنے لگے ہم مسجد میں رہیں گے۔ ہماری سواریوں کا انتظام کر دو۔ چنانچہ وہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ٹھہرے۔ کہنے لگے کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑھ لینا۔ چنانچہ وہ اپنے قبلے کی طرف چہرہ کر کے اپنے طرز کی نماز بھی پڑھتے رہے۔ ان کی جو خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو سکی وہ آپ ﷺ نے کی۔ ان میں سے بعض نے آہستہ سا کہا کہ ہم شراب بھی پیتے

ہیں۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اس کا نام بھی نہ لینا جو جائز خدمت ہے وہ ہم کریں گے۔باقی ہم سے یہ توقع نہ رکھنا کہ ہم تمہیں شراب بھی پلائیں گے۔اور خنزیر کھلائیں گے۔ہاں جو حلال چیزیں ہیں وہ جتنی ہمارے بس میں ہوئیں ان سے تمہاری خدمت کریں گے۔چنانچہ گفتگو شروع ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری وفادار رعایا بن کر رہیں گے۔ہم پر جو ٹیکس وغیرہ ہے۔ہمیں بتادو،اور آنے کا اصل مقصد بھی یہی تھا۔مگر علمی باتیں بھی شروع ہوگئیں،جن کا کچھ ذکر پہلے درس میں ہوا ہے۔

اس اثناء میں مذہبی اور علمی گفتگو بھی شروع ہوگئی کیونکہ پڑھے لکھے لوگ بھی تھے اور ا ا کے لاٹ پادری بھی ساتھ تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بات چلی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا نظریہ ہے۔ کہنے لگے کہ ہم ان کو ابن اللہ بھی کہتے ہیں اور خدائی میں شریک بھی مانتے ہیں قرآن پاک میں عیسائیوں کے تین فرقوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قَالَتِ النَّصٰرٰی مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ (سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۰) دوسرا فرقہ وہ ہے جو کہتا ہے اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ (سورۃ المائدہ آیت ۷۳) بے شک اللہ تیسرا ہے تینوں میں ان کے نزدیک خدائی کے تین رکن ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی ذات نمبر دو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرا رکن بعض کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یعنی تیسرے رکن میں دو طبقے ہیں ایک حضرت مریم کو رکن مانتا ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اور تیسرا فرقہ کہتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (سورۃ المائدہ آیت ۷۶) بے شک اللہ تعالیٰ وہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو بندے مگر اتنی کثرت سے عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں حلول کر گیا داخل ہو گیا۔ ان کے ہاتھ پر جو معجزات صادر ہوئے ہیں دراصل وہ اس رب سے صادر ہوئے ہیں جو ان کے اندر داخل ہے۔ انہوں نے جب اپنے یہ عقائد بیان کیے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کس سے پیدا ہوا ہے۔ کیا اس کے ماں باپ ہیں۔ کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے لگے ہاں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہے۔ دوسرا سوال کیا اللہ تعالیٰ ماں کے رحم میں رہے ہیں کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے ہاں رہے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا

اچھا یہ بتاؤ زمین آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ پر مخفی ہے کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام پر کہنے لگے اتنا ہی علم ہے جتنا رب تعالیٰ نے ان کو دیا ہے۔ فرمایا یہ بتاؤ رب تعالیٰ کھاتا پیتا بھی ہے۔ کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور شرعی تقاضے کے تحت پیشاب پاخانہ کی بھی ان کو ضرورت پیش آتی تھی فرمایا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ پر کبھی موت آئے گی کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام پر کہنے لگے یَاْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَا ان کی وفات ہوگی۔ جب یہ تمام باتیں ہوچکیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام میں خدائی اختیارات اور اوصاف نہیں ہیں تو تم کس دلیل سے ان کو خدا مانتے ہو دنیا میں خاموش تو کوئی نہیں رہتا کہنے لگے تم جو کہتے ہو عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں تو تمہارے قرآن میں وَكَلِمَتُهٗۤ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۱ کیوں آیا ہے۔ یہ انہوں نے شوشہ چھوڑا ہے کہ روح اللہ کا کیا معنی ہے اور کلمۃ اللہ کا کیا معنی ہے یہ آیت متشابہات میں ہے حقیقت تو رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے حضرت مریم علیہ السلام کو پھونک ماری اندر روح پڑگئی اس سے ان کا خدا ہونا تو ثابت نہیں ہوتا نہ یہ ابن اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر انہوں نے شوشہ چھوڑ دیا کیونکہ دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا۔ لوگوں نے ایک قصہ بنایا ہوا ہے کہ پدی روڑی پر دھاگوں میں پھنس گئی اڑتی ہے پھڑ پھڑ کر کے بیٹھ جاتی ہے کوے نے دیکھا کہ خالہ پھنسی ہوئی ہے ہمدردی کیلئے قریب آیا اور پوچھا خالہ کیا بات ہے۔ تو پدی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں تو پدی نے بھی ہار نہیں مانی خاموش تو پدی بھی نہیں رہی حالانکہ محاورہ ہے کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔

جن دنوں پاکستان بن رہا تھا ان دنوں میں ایک مولوی صاحب نے یہاں گکھڑ میں تقریر کی کہ

اولیاءاللہ ہماری مدد اور مشکل کشائی کرتے ہیں میں نے جمعہ میں اس کی تردید کی کیونکہ باطل کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی باطل کی تردید نہ کرے تو سارے مسلمان گنہگار ہوں گے اور اگر ایک نے بھی تردید کردی تو سارے گناہ سے بچ گئے تو میں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ مشرقی پنجاب میں جو ظلم رہا ہے کہ تقریباً دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچے ضائع کئے گئے مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی قرآن پاک کو سیڑھی بنا کر گھڑیاں اتاری گئیں کون سا ظلم تھا جو اس وقت نہ ہوا میں نے کہا یہ ولی ان کی مدد کیوں نہیں کرتے اور تو چھوڑو یہ سرہند میں شاہ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ جیسی شخصیت موجود ہے۔ اور ان کے علاوہ بے شمار اولیاء اللہ ہیں انھوں نے کیوں نہیں مشکل کشائی کی یہ وقت تھا مشکل کشائی کرنے کا اور کون سا وقت آنا ہے جب وہ امداد اور مشکل کشائی کریں گے میں نے دلائل کے ساتھ تردید کی ایک کتری داڑھی والا آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ بزرگ آج کل حج کرنے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد حج ہوتا ہی نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کل حج کے دن بھی نہیں ہیں۔ کون سا حج کرنے کیلئے گئے ہوئے ہیں اندازہ لگاؤ دنیا میں خاموش کوئی بھی نہیں رہتا تو عیسائیوں کو بھی جب کوئی جواب نہ آیا تو یہ شوشہ چھوڑا رب نہیں تو روح اللہ کا کیا مطلب ہے اور کلمۃ اللہ کا کیا معنٰی ہے یہ کہہ کر بات کو رول گول کر دیا اس کا ذکر ہے۔ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل کی مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ اس میں بعض آیتیں محکم ہیں اٹل ہیں محکم اس آیت کو کہتے ہیں کہ جس کا مطلب بالکل واضح ہو کہ لغت کے اعتبار سے اور کوئی مفہوم نہ نکل سکے جیسے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ دیکھو لفظ اللہ کا مفہوم بھی واضح ہے

شی کے معنی میں بھی کوئی تردد نہیں ہے۔اور قدیر کا مفہوم بھی واضح ہے اسی طرح اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یا سَمِيْعًا بَصِيْرًا ہے۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ہے، اٰتُوا الزَّكٰوةَ ہے، كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ہے یہ تمام آیات محکمات ہیں فرمایا هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ یہ انہیں کتاب کی اصل ہیں وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں جن کے معنی کے متعلق آگے آتا ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مثلاً اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ہے۔رب عرش پر مستوی ہے تو استویٰ کا معنی تو ہے بیٹھنا مگر اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ میں مصلے پر بیٹھا ہوں تم دریوں پر بیٹھے ہو کوئی پلنگ پر بیٹھتا ہے کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے ہم کسی شی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے اس لئے کہ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کے مثل کوئی شی نہیں ہے اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ ہمارے ہاتھ میں ہتھیلی ہے، پانچ انگلیاں ہیں، ناخن ہیں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اس طرح ہیں۔ رُوْحٌ مِّنْهُ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح ہے۔ كَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ ہے۔اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی طرف القاء کیا تو اس طرح کی آیات پر ہم ایمان لاتے ہیں لیکن حقیقت ہم نہیں جانتے اور نہ ہی حقیقت جاننے کے ہم مکلف ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسی چیزوں کا مکلف نہیں بنایا بس ہمیں حکم ہے کہ مانو اور تسلیم کرو ہم مانتے ہیں کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو اور وہ کتنا ساتھ ہے فرمایا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (سورۃ الواقعہ آیت نمبر ۸۵)

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ وَاُولٰٓىٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ، ہرگز نہیں کام آئیں گے ان کو۔ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ، ان کے مال اور نہ ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی۔ وَاُولٰٓىٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ☆ اور یہی لوگ ہیں دوزخ کا ایندھن۔ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ، ان کی عادت ہے جیسے عادت تھی فرعونیوں کی۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ، اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے۔ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا، انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ، پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔ بِذُنُوْبِهِمْ، ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ☆ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ قُلْ لِّلَّذِیْنَ، آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کہہ دیں ان لوگوں کو۔ کَفَرُوْا، جو کافر ہیں۔ سَتُغْلَبُوْنَ، عنقریب تم شکست کھاؤ گے۔ وَ تُحْشَرُوْنَ، اور تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اِلٰی جَهَنَّمَ، جہنم کی طرف۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ☆ اور بہت برا ٹھکانہ ہے۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ، تحقیق ہے تمہارے لئے۔ اٰيَةٌ، نشانی۔ فِيْ فِئَتَيْنِ، دو گروہوں میں۔ الْتَقَتَا، جن دو گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ایک گروہ لڑ رہا تھا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ، اور دوسرا گروہ کافروں کا ہے۔ يَرَوْنَهُمْ، وہ کافر دیکھتے ہیں اپنے آپ کو۔ مِثْلَيْهِمْ، ان سے دوگنا۔ رَاْيَ الْعَيْنِ، آنکھ کے ساتھ دیکھنا۔ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ، اور اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے۔ مَنْ يَّشَآءُ، جس کی چاہتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ، بے شک اس میں لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○ البتہ عبرت ہے آنکھیں رکھنے والوں کے لئے۔ پہلی دو آیتوں میں یہود کی ضد کا بیان ہے۔ اور تیسری آیت میں غزوۂ بدر کا مختصر سا بیان ہے۔ یاد رکھنا یہودی ذہین بھی بڑے ہیں اور ضدی بھی بڑے ہیں۔ من حیث القوم جتنی ضد ان میں ہے۔ وہ اور کسی قوم میں نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہود کے تین خاندان آباد تھے۔ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع۔ اور مدینہ طیبہ کی تمام منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا۔ یعنی تجارت ان کے ہاتھ میں تھی اور علم میں بھی ماہر تھے۔ اور افرادی قوت بھی ان کو حاصل تھی، اور ظاہر بات ہے کہ جس قوم کے پاس تجارت ہو۔ علم ہو، اور افرادی قوت بھی ہو تو اس قوم کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں یہود مدینہ طیبہ کو حاصل تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ خاصے بگڑے ہوئے تھے۔ اور ان کا اتنا اثر و رسوخ تھا کہ اوس اور خزرج جو کافروں کے خاندان تھے۔ وہ اپنی لڑکی اور لڑکے کی شادی ان کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ حالانکہ ان کا مذہب اور تھا اور ان کا مذہب اور تھا۔ مثلاً اوس اور خزرج کے خاندان میں سے کسی نے

اگر اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنی ہوتی تھی تو اس کے محلے میں جو یہودی رئیس ہوتا تھا۔ اس سے مشورہ کرتا کہ فلاں جگہ پر میں اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ اگر وہ کہہ دیتا کہ ٹھیک ہے تو شادی کر دیتا۔ اور اگر وہ قیل وقال کرتا تو وہاں شادی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اوس اور خزرج کے کسی آدمی نے اگر کسی اہم سفر پر بھی جانا ہوتا تھا۔ تو اجازت لے کر اور اطلاع دے کر جاتا تھا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ یہود کا مدینہ طیبہ میں کتنا اثر ورسوخ تھا۔ رہا یہ سوال کہ یہود مدینہ طیبہ میں کس طرح آئے۔ اور یہاں آ کر آباد ہوئے۔ تو ان کے مدینہ طیبہ آنے کا سبب ایک خط تھا جو ان کے بڑوں نے پڑھا تھا۔ اس خط کی حقیقت اس طرح ہے کہ تُبّہ اسد رحمہ اللہ بن ملیک یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بڑا نیک اور پارسا بادشاہ تھا۔ ابو کرب ان کی کنیت تھی اور حِمیَرْ قبیلے کے ساتھ تعلق تھا۔ اور یہ وہی تُبّہ ہے جس کا ذکر قرآنِ پاک میں ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نو سو سال پہلے گزرا ہے۔ اس کو علم تھا کہ خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائیں گے۔ اور آپ کی مہمانی کا شرف اہلِ مدینہ کو حاصل ہوگا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بڑا عقیدت مندانہ خط لکھا کہ اے خاتم النبین و رسول ربّ العالمین! اگر تم میری زندگی میں آ جاؤ تو میں تمہاری خدمت کروں گا اور تمہارے پاؤں دھوؤں گا۔ اور اگر تم بعد میں آؤ تو میں مرنے سے پہلے تمہارا کلمہ پڑھتا ہوں۔ اس نے یہ خط لکھ کر اس خاندان کے حوالے کیا۔ کہ تم نے یہ خط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و خاتم النبین کو دینا ہے۔ چنانچہ وہ خط حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان میں منتقل ہوتا چلا آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو وہ حضرت ابوایوب انصاری

رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرمایا۔تو یہود کے اباء واجداد تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں مدینہ طیبہ آئے تھے۔اور انہوں نے یہ خط سنا تھا۔تو جلدی کے ساتھ مدینہ طیبہ آ گئے کہ ہمیں محمد رسول اللہ کی خدمت کا موقع ملے۔اس طرح یہود کے بڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چار سو سال پہلے مدینہ طیبہ آ گئے تھے۔تا کہ ہمیں ان کی خدمت کا موقعہ ملے یہودیوں کے وڈیرے تو اس نظریہ اور عقیدے کے تھے۔مگر جب نئی نسل چلی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر بھی دیا۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے بھی درپے ہوئے۔اور یہ سب کچھ انہوں نے ضد میں آ کر کیا۔اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔بہر حال مدینہ طیبہ میں یہودیوں کو دوسرے لوگوں پر غلبہ حاصل تھا۔اور ان کی مرضی کے بغیر وہ لوگ اپنی اولاد کی شادی تک نہیں کر سکتے تھے۔اور بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بے سرو سامانی کی حالت میں کامیابی عطا فرمائی۔جس کا ذکر اگلی آیتِ کریمہ میں آ رہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے جب واپس تشریف لائے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے تینوں خاندانوں بنو نضیر،بنو قریظہ،بنو قینقاع کے سرداروں کے سامنے توحید بیان فرمائی۔قرآنِ پاک کی صداقت کا ذکر کیا۔اور نبوت اور رسالت کو بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا اور قیامت کا بھی ذکر فرمایا۔اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ایک شرارتی یہودی کعب بن اشرف ان کا پادری تھا۔کہنے لگا،اے محمد!(صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے ناتجربہ کار جاہلوں کے ساتھ لڑائی کر کے فتح حاصل کی ہے۔اور اب تم اتنے دلیر ہو گئے ہو کہ ہمیں قابو کرنا چاہتے ہو۔انہیں کیا پتہ تھا کہ لڑائی کیا چیز ہوتی ہے؟ جب ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتا چل جائے گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں کوئی لڑائی کی دھمکی تو نہیں دی۔

میں نے صرف یہ کہا ہے کہ تم پڑھے لکھے لوگ ہو اسلام قبول کر لو۔ توراۃ تمہارے پاس موجود ہے۔ اس میں صراحت کے ساتھ میری علامتوں کا بیان ہے جو تم پڑھتے ہو۔ یہودیوں کا یہ کردار قابلِ تعجب ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دشمنوں پر فتح یابی کے لئے دعا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآنِ پاک کے پہلے پارے میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا" اور وہ تھے اس سے پہلے فتح کے لئے توسل حاصل کرتے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ. پس جب آئی ان کے پاس وہ ذات یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کر گئے۔ اور اس چیز کا ذکر تفسیروں میں بھی موجود ہے اور تاریخ میں بھی۔ اور قرآنِ کریم کے دوسرے پارے میں آتا ہے "يَعْرِفُونَهٗ كَمَا يَعْرِفُونَ اَبْنَآءَهُمْ" یہ بنی اسرائیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ لیکن ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو کہنے لگے کہ مال ہمارے پاس زیادہ ہے۔ افرادی قوت ہمارے پاس زیادہ ہے۔ مدینہ طیبہ شہر اور باہر دیہات میں مضبوط قلعے ہمارے پاس ہیں۔ پھر تم ہمیں خفیہ انداز سے دھمکیاں دیتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ اسلام قبول کر لو۔ جب ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتہ چل جائے گا۔ اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا (اور یاد رکھنا کہ كَفَرُوْا سے ساری دنیا کے کافر مراد ہیں اگرچہ شانِ نزول مدینہ طیبہ کے یہودِ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع ہیں۔ لیکن حکم شانِ نزول میں بند نہیں ہوتا)۔ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ☆ ہرگز

نہیں کام آئیں گے ان کے مال اور نہ اولاد ان کی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ان کو کوئی شئی نہیں بچا سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب یہود کے ساتھ اہلِ حق کی لڑائی ہوئی۔ تو بنونضیر اور بنوقینقاع نے کہا، ہمیں نہ مارو ہم جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہیں۔ تو یہ دھمکیاں دینے والے اپنی زمین، مکانات اور جائیدادیں چھوڑ کر خیبر بھاگ گئے۔ البتہ بنو قریظہ نے ٹکر لی۔ مگر بالآخر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ نوجوان مارے گئے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا گیا۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسی طرح ہوا۔ کہ تم اپنے مال اور اپنی اولاد پر گھمنڈ نہ کرو۔ یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکیں گی۔ وَاُولٰٓئِکَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ☆ اور یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ یعنی یہ جتنے بھی ہیں سارے کے سارے دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ اور سب دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ فرمایا ان لوگوں کی عادت ایسے ہی ہے۔ کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ، جیسے عادت تھی فرعونیوں کی۔ کہ انہوں نے بھی ضد کی اور حق کے ساتھ ٹکر لی۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ، اور ان لوگوں کی عادت کی طرح ہے، جو ان سے پہلے تھے۔ اور ان کی عادت یہ تھی۔ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا، کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں اور نشانیوں کو۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ، پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ فرعون کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ حکومت بچا سکی، نہ فوجیں نہ مال، جس وقت بحرِ قلزم میں غوطے کھائے تو کہنے لگا۔ "اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَهَارُوْنَ" میں اس رب پر ایمان لایا جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے دریا کا جو نیچے حصے کا کالا گارا ہوتا ہے۔ اس کے گلے میں ٹھونسا کہ یہ بڑا واویلا کر رہا ہے، کہیں اس پر اللہ تعالیٰ کو ترس نہ آ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"آلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ" اب ایمان لاتا ہے اور تحقیق تو انکار کر چکا ہے۔ اس سے پہلے یعنی جب تجھے ہوش تھی اس وقت تو تو ایمان کے قریب نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً" پس آج ہم تجھے باہر پھینک دیں گے۔ تاکہ تو پچھلوں کے لئے نشانی بن جائے۔ لوگ تجھے دیکھیں اور کہیں کہ یہ ہے جو کہتا تھا۔ "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى". میں ہوں تمہارا بڑا رب۔ اور آج مشکیزہ بنا پڑا ہے۔ اور پانی منہ سے ناک سے بہہ رہا ہے۔ اور رب جانے کہاں کہاں سے بہہ رہا ہے۔ فرعون کو آج تک دفن نہیں کیا گیا۔ مصر میں محفوظ ہے۔ کبھی کبھی انسان دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ کہ یہ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ . اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں ان کافروں کو جو یہودی ہیں، جنہوں نے متکبرانہ انداز میں کہا کہ ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتہ چل جائے گا۔ سَتُغْلَبُوْنَ، عنقریب تم شکست کھاؤ گے۔ اور یہ دنیا کی سزا ہو گی۔ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ، اور مرنے کے بعد تم اکٹھے کئے جاؤ گے جہنم کی طرف۔ چنانچہ آٹھ نو سال بعد تمام یہود نے شکست کھائی۔ اور ذلیل وخوار ہوئے۔ جن کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ مدینہ طیبہ سے نکلیں گے۔ ان میں سے کئی مارے گے اور دوسرے جلاوطن ہو گئے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ، اور دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور مومنات کو تمام مسلمین اور مسلمات کو دوزخ سے بچائے۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ ، تحقیق ہے تمہارے لئے نشانی فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ، دو گروہوں میں جن دو گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، ایک گروہ لڑ رہا تھا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ، اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔

اس آیتِ کریمہ میں واقعہ بدر کا ذکر ہے۔ اور بدر مدینہ طیبہ سے اسی ۸۰/ میل دور ایک مقام کا نام تھا۔ بدر نامی ایک شخص نے اس جگہ ایک کنواں کھودا تھا۔ تو اس کنویں کا نام بدر پڑ گیا۔ پھر اس علاقے کا نام بدر ہو گیا۔ قرآنِ کریم کے چوتھے پارے میں ذکر ہے۔ "وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ" اور تحقیق ربِ تعالیٰ نے تمہیں بدر کے مقام میں کامیابی عطا فرمائی۔ اور حالانکہ تم کمزور تھے۔ اس مقام پر مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرا ۳۱۳/ تھی۔ ستتر ۷۷/ مہاجرین اور دو سو چھتیس ۲۳۶/ انصار تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیادت فرما رہے تھے۔ ان کے پاس سامان دو گھوڑے کہ ایک مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ایک مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ستر ۷۰/ اونٹ چھ ۶/ زریں اور آٹھ ۸/ تلواریں تھیں۔ یعنی تین سو تیرہ کے پاس تلواریں بھی مکمل نہ تھیں۔ اور جس وقت یہ مدینہ طیبہ سے چلے تھے، دسویں پارے میں آتا ہے کہ یہود ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک دوسرے کو اشارے کر کے کہتے تھے کہ دیکھ لو بھائی یہ پہلوان بہادر، یہ جوان، قریش کے ساتھ لڑنے جا رہے ہیں۔ ان کے سر کاٹیں گے اور قیدی بنا کے لائیں گے۔ ربِ تعالیٰ کی قدرت کہ اس نے ان کے مذاق کو حقیقت بنا دیا۔ جب جنگ ہوئی ستر ۷۰/ کافر مارے گئے، ستر ۷۰/ قیدی بنا لئے گئے۔ باقیوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ اور مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے۔ چھ ۶/ مہاجرین میں سے اور آٹھ ۸/ انصار میں سے۔ اور ان کی قبریں آج بھی اس مقام پر زیارت گاہ بنی ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مذاق اڑانے والے حیران رہ گئے۔ کہ ہم کیا کہتے تھے اور یہ کیا ہو گیا ہے۔ تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعداد تین سو تیرہ ۳۱۳/ تھی۔ اور مقابلے میں ایک ہزار کا لشکر تھا۔ اور ہر طرح

کے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ اور ابوجہل ان کی قیادت کر رہا تھا۔ یہ غزوہ ہجرت کے دوسرے سال سترہ/۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے ساتھی مسافر تھے۔ اس واسطے جمعہ ان پر فرض نہ تھا۔ اور ویسے بھی بدر کوئی شہر تو تھا نہیں کہ وہاں مسلمانوں کی آبادی ہوتی۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اور عاجزی اور زاری کے ساتھ دعائیں کیں۔ اے پروردگار! یہ بھوکے ہیں تو ان کو سیر کرنا ہے۔ یہ پیاسے ہیں تو نے ان کو پانی پلانا ہے۔ یہ بے سہارا ہیں ان کا سہارا تو ہے۔ یہ بے ہتھیار ہیں، ان کا ہتھیار تیری مدد ہے۔ اے میرے پروردگار یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے۔ اگر یہ ختم ہو گئے تو خالص تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں پڑے ہیں اور رو رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خیمہ سے باہر تھے۔ انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی اور زاری دیکھی، خیمے میں تشریف لائے۔ کہنے لگے حضرت بس کرو۔ لَقَدْ اَلْحَحْتَ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عاجزی اور زاری کی ہے۔ رب تعالیٰ ضرور تمہاری دعائیں سنے گا۔ صبح جس وقت لڑائی ہوئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تین سو تیرہ/۳۱۳ نہتوں نے ایک ہزار کو شکست دی۔ ہزار تلوار اور آٹھ تلواروں کا کوئی تقابل نہیں تھا۔ اور پھر ان تین سو تیرہ میں اکثر ننگے سر اور ننگے پاؤں تھے۔ اور دھوپ میں سر اور پاؤں جل رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ سے یہودِ مدینہ کو عبرت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ، وہ کافر دیکھتے ہیں اپنے آپ کو ان سے دوگنا کھلی آنکھ کے ساتھ۔ اور بڑے خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم زیادہ ہیں، اور تھے تو وہ دوگنا سے بھی زیادہ، لیکن۔ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ

يَّشَآءُ ،اور اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے۔جس طرح یہاں مسلمانوں کی تائید فرمائی۔ کہ آٹھ تلواروں کو ہزار تلواروں پر کامیابی نصیب فرمائی۔اور تین سو تیرہ کو ہزار پر غلبہ عطا فرمایا۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ☆ بے شک اس میں البتہ عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو آنکھیں کھول کر حقیقت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔اور اگر آنکھیں بند کرلیں تو دنیا میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

النصف

زُيِّنَ مزین کی گئی۔ لِلنَّاسِ لوگوں کے لئے۔ حُبُّ الشَّهَوٰتِ، خواہشات کی محبت۔ مِنَ النِّسَآءِ، عورتوں کی خواہش۔ وَ الْبَنِيْنَ، اور بیٹوں کی خواہش۔ وَ الْقَنَاطِيْرِ، اور مال کی خواہش۔ الْمُقَنْطَرَةِ، جو بہت ہو۔ مِنَ الذَّهَبِ، سونے سے۔ وَ الْفِضَّةِ، اور چاندی سے۔ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ، اور نشان لگائے ہوئے گھوڑوں سے۔ وَ الْاَنْعَامِ، اور مال مویشی سے۔ وَ الْحَرْثِ، اور

کھیتی ہے۔ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا، یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس۔ حُسْنُ الْمَاٰبِ ☆ اچھا ٹھکانہ ہے۔ قُلْ، ان کو کہہ دو۔ اَؤُنَبِّئُکُمْ، کیا میں تمہیں خبر دوں۔ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِکُمْ، اس سے بہتر چیز کی۔ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا، ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں۔ عِنْدَ رَبِّھِمْ، ان کے رب کے ہاں۔ جَنّٰتٌ، باغات ہیں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ، جاری ہیں ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا، ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ وَاَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ، اور جوڑے ہوں گے پاکیزہ۔ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ، اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ م بِالْعِبَادِ ☆ اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے بندوں کو۔ اَلَّذِیْنَ، اللہ کے بندے وہ ہیں۔ یَقُوْلُوْنَ، جو کہتے ہیں۔ رَبَّنَآ، اے رب ہمارے۔ اِنَّنَآ اٰمَنَّا، بے شک ہم ایمان لائے۔ فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا پس تو بخش دے ہم کو ہمارے گناہ۔ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ☆، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ اَلصّٰبِرِیْنَ، صبر کرنے والے ہیں تکلیفوں میں۔ وَالصّٰدِقِیْنَ، اور سچے ہیں۔ وَالْقٰنِتِیْنَ، اور اطاعت کرنے والے ہیں۔ وَالْمُنْفِقِیْنَ، اور خرچ کرنے والے ہیں۔ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ☆، اور معافی مانگنے والے ہیں اللہ تعالیٰ سے سحر کے وقت۔ شَھِدَ اللّٰہُ، اللہ تعالیٰ نے گواہی دی۔ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ، اور فرشتوں نے بھی گواہی دی ہے۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ، اور علم والے بھی۔ قَآئِمًا م بِالْقِسْطِ، قائم ہوتے ہوئے انصاف پر۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں کوئی الٰہ مگر وہی۔ الْعَزِیْزُ، غالب ہے۔ الْحَکِیْمُ ☆ حکمت والا ہے۔

اس رکوع کے پہلے حصے میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ مدینہ طیبہ میں رہنے والے یہودیوں نے کہا تھا کہ ہمارے پاس مال اور اولاد کافی ہے۔ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور ہم حق پر ہیں اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو ہمیں اتنا مال اور اولاد نہ ملتی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ

چیزیں عارضی ہیں اور دنیا میں فائدہ اٹھانے کا سامان ہیں یہ حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ جو ان چیزوں سے محبت میں تجاوز کرتے ہیں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا "زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ" مزین کی گئی لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں طبعی طور پر ان چیزوں کی محبت ڈال دی ہے۔ جو خواہشات لوگوں کے دلوں میں ہیں۔ اور جو خواہشات ہیں آگے ان کا ذکر ہے۔ مِنَ النِّسَآءِ، عورتوں کی خواہش ہے۔ یعنی عورتوں کی محبت انسانوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے۔ مردوں کو عورتوں کی خواہش ہے۔ وَالْبَنِيْنَ، اور بیٹوں کی خواہش لوگوں کے دلوں میں مزین کردی گئی ہے۔ ہر زمانے میں لوگ اس بات کو پسند کرتے آئے ہیں کہ ہمیں لڑکا ملے لڑکی نہ ملے۔ یہ ایک خواہش ہے، ورنہ ہوتا وہی ہے جو رب چاہے۔ کہ کسی کو لڑکا دے یا لڑکی دے۔ یا لڑکا اور لڑکی ملا کر دے۔ یا کچھ بھی نہ دے بانجھ کر دے۔ مگر طبعی طور پر خواہش تو ہے نا! وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ۔ اور زیادہ مال کی محبت انسانوں کے دلوں میں پکی کر دی گئی ہے۔ قَنَاطِيْرُ، قِنْطَارٌ کی جمع ہے۔ اور قِنْطَار کے معنیٰ ہیں اَلْمَالُ الْكَثِيْرُ زیادہ مال۔ مُقَنْطَرَة، کا معنیٰ ہے ڈھیر لگایا ہوا۔ اس زمانے میں سونے چاندی کا سکہ ہوتا تھا۔ کاغذ کے نوٹ نہیں ہوتے تھے۔ آج کل تو سارا نظام نوٹوں کے ذریعے چلتا ہے۔ مگر اس زمانے میں سونے چاندی کے سکوں کے ذریعہ نظام چلتا تھا۔ اور بنک بھی نہیں ہوتے تھے۔ گھروں میں ہی مال کے اوپر نیچے ڈھیر لگے ہوتے تھے۔ اور گھروں میں ہی بوریوں برتنوں کے ذریعے یا جس جگہ مناسب سمجھتے تھے محفوظ کر لیتے تھے۔ اسی طرح وہ ڈھیر مال کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ آگے اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ فرمایا! مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ. وہ بہت سارا مال سونے اور چاندی سے ہے۔ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ، اور نشان لگائے

ہوئے گھوڑوں سے۔ مسوّمہ کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ جو گھوڑے اصیل نسل کے ہوتے تھے۔ ان کے منہ پر یا پیٹھ پر نشان لگاتے تھے۔ تاکہ پتہ چلے کے یہ اصیل ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ خوبصورت گھوڑا جس کے اعضاء بالکل صحیح سالم ہوں۔ اور دیکھنے میں حسین نظر آئے۔ چونکہ اس زمانے میں گھوڑے پر سواری کی جاتی تھی۔ اور گھوڑوں کے ذریعے جنگ لڑی جاتی تھی۔ اس واسطے ان کی اہمیت تھی۔ وَالْاَنْعَامِ، اور مال مویشی کی محبت کے بارے میں قرآن پاک میں ایک مستقل سورت ہے۔ جس کا نام اَنْعَامْ ہے۔ ساتویں پارے سے شروع ہوتی ہے اور آٹھویں پارے میں ختم ہوتی ہے۔ اس میں انعام بیان فرمائے ہیں کہ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹ وغیرہ۔ ان کی محبت بھی انسانوں کے دلوں میں ڈال دی گئی ہے۔ وَالْحَرْثِ، اور کھیتی کی محبت۔ جس زمانے میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ہے وہ زمانہ صنعت اور کارخانوں کا زمانہ نہ تھا۔ ان لوگوں کے لئے یہی مال ہوتے تھے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کا ذکر ہوا ہے۔ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ یعنی یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مگر اصل مقصود تو آخرت کی زندگی ہے۔ اگر ان چیزوں کی محبت میں آخرت سے غافل ہو گیا تو سخت خسارے کا سودا کیا۔ ہاں اگر کوئی مسلمان ہے۔ اور ان کو جائز طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ اور شریعت کے مطابق خرچ کرتا ہے تو پھر یہ مال بہت اچھا ہے۔ کوئی عیب کی بات نہیں۔ اگر مطلقاً مال معیوب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو عطاء نہ فرماتا۔ حالانکہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس تین ہزار اونٹ، پانچ سو جوڑی بیلوں کی یعنی ایک ہزار بیل اور بڑا وسیع رقبہ تھا جس میں کاشت کاری کرتے تھے۔ اور بہت بڑی چراگاہ تھی۔ جس میں

جانور چرتے تھے۔ اور لوگوں کے وفدوں کے وفد آتے تھے۔ ان کے لئے الگ مہمان خانہ
تھا۔ جہاں ان کی عزت کی جاتی ہے۔ کھانا کھلایا جاتا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان کو دین
سکھاتے اور مسائل بیان کرتے تھے۔ اتنی وافر دولت رب تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔
حالانکہ وہ خدا کے پیغمبر تھے۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور خلیفۃ اللہ
فی الارض تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت کچھ عطاء فرمایا تھا۔ مگر وہ سب ان کے ہاتھ کی کمائی
تھی۔ تلواریں اور زرہ بناتے تھے۔ خود تیار کرتے تھے۔ اور اسی کمائی سے وہ اپنا نظام چلاتے
تھے۔ انہوں نے جتنا عرصہ بھی بادشاہی کی ہے۔ قوم اور پبلک کی رقم استعمال نہیں فرمائی۔ اور
یہی حال حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔ اس واسطے اگر کسی کے پاس سونے چاندی کا ڈھیر ہو
زمین ہو مال مویشی ہوں۔ تو کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ بشرطیکہ جائز طریقے سے حاصل کئے
ہوں اور جائز طریقہ سے خرچ کرتا ہو۔ تو رب تعالیٰ کی نعمت ہے۔ مگر یہ سب چیزیں دنیا کا
فائدہ ہیں کوئی کتنی دیر زندہ رہے گا۔ اور کتنا کھا پی لے گا۔ اور پہن لے گا۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
الْمَاٰبِ ☆ اور اللہ تعالیٰ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ یعنی آخرت کی چیزیں ان چیزوں سے بہت
اچھی ہیں۔ لہٰذا دنیا کی چیزوں پر اعتماد نہ کرو، اعتماد صرف رب تعالیٰ کی ذات پر کرو۔ قُلْ، ان کو
کہہ دو (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اَؤُنَبِّئُكُمْ، کیا میں تمہیں خبر دوں۔ بِخَيْرٍ مِّنْ
ذٰلِكُمْ، اس سے بہتر چیز کی۔ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ مگر وہ اچھی چیز کن لوگوں کے لئے ہے۔
لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا، ان لوگوں کے لئے ہے جو رب سے ڈرتے ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ، ان کے رب کے
ہاں ان کو ملے گی۔ وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا! جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، باغات ہیں جاری
ہیں ان باغوں کے نیچے نہریں۔ آخرت کے باغات اور میوے دنیا کے باغات اور میووں کی

طرح نہیں ہیں۔ دنیا کے سارے میوے فصلی اور موسمی ہیں۔ موسم میں آتے ہیں جب موسم ختم ہو جاتا ہے۔ تو میوہ اور پھل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کے میوؤں میں یہ خاصیت رکھی ہے۔ کہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے۔ لَامَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ وہ میوے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ جہاں سے تم نے دانہ توڑا دیکھتے ہی دیکھتے اور لگ جائے گا۔ اور نہ وہاں کوئی کسی کو روکے گا۔ اس واسطے کے جنت میں باغات ہی باغات ہوں گے۔ اور وہ بھی سدا بہار اپنے باغات سے کھائے یا جس جگہ سیر و سیاحت کے لئے جائے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اور جنت کی نہریں دنیا کی نہروں کی طرح نہیں ہوں گی۔ کہ زمین میں گہرائی ہو اور اس میں پانی چلے، جنت کی نہریں زمین کی سطح سے اوپر ہوں گی، اور کناروں پر موتیوں کے بند ہوں گے۔ بڑی صاف ستھری نہریں ہوں گی۔ دودھ کی نہر، شہد کی نہر، اور شرابِ طہور کی نہر، صاف پانی کی نہر۔ اور بڑا کچھ ہوگا۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا، ہمیشہ انہیں باغات میں رہیں گے۔ وہاں سے نکالے جانے کا کوئی کھٹکا نہیں ہوگا۔ وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ، اور جوڑے ہوں گے پاکیزہ۔ مردوں کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور عورتوں کو پاکیزہ خاوند ملیں گے۔ پاکیزہ ہوں گے اخلاق کے لحاظ سے بھی اور ظاہری لحاظ سے بھی۔ نہ وہاں پیشاب نہ پاخانہ، نہ نزلہ، نہ زکام، نہ ناک سے بلغم نہ گلے سے بلغم۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔ لَایَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ۔ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کریں گے۔ وَلَایَتَمَخَّطُوْنَ، نہ ناک سے بلغم نکلے گی، نہ گلے سے بلغم نکلے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت جنتی کچھ کھائیں پئیں گے بھی؟ فرمایا ایک جنتی سو آدمیوں کے برابر کھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بدن سے پسینہ نکلے گا۔ جس کی خوشبو کستوری کی

طرح ہوگی۔اوراس پسینے کے ذریعے سب کھانا ہضم ہو جائے گا۔اور فرمایا جنتیوں کو ڈکار آئے گا اوراس کی بھی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔اس سے آناً فاناً کھانا ہضم ہو جائے گا۔اور ایک دوسرے کے بارے میں ذہن شیشے کی طرح صاف ہوں گے۔کسی کو کسی کے ساتھ کوئی بغض ،کینہ،عداوت نہ ہوگی۔وہاں انتقام کا جذبہ بالکل نہ ہوگا۔ ؎

بہشت آں جا است کہ ازارے نہ باشد

کسے را بکسے کارے نہ باشد

بہشت اس جگہ کا نام ہے جہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔کسی کو کسی کے ساتھ کوئی کام نہ ہوگا۔ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ ،اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔اللہ تعالیٰ جنتیوں پر ہر وقت راضی رہے گا۔وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ م بِالْعِبَادِ ☆اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اپنے بندوں کو۔اللہ تعالیٰ کے بندے کون ہیں،اوران کی خوبیاں کیا ہیں؟ آگے اس کا بیان ہے فرمایا! اَلَّذِیْنَ ،اللہ کے بندے وہ ہیں۔ یَقُوْلُوْنَ، جو کہتے ہیں۔رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا،اے رب ہمارے بے شک ہم ایمان لائے۔تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی پہلی خوبی یہ ہے کہ وہ ایمان لاتے ہیں جن جن چیزوں پر ایمان لانا ہے۔اور کہتے ہیں۔فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا ،پس تو بخش دے ہم کو ہمارے گناہ۔کیونکہ ہم خطا کار ہیں گناہ گار ہیں۔وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ،اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اوران کی خوبیاں ہیں۔ اَلصّٰبِرِیْنَ۔ وہ صبر کرنے والے ہیں۔یعنی اگر تکلیفیں پیش آتی ہیں تو صبر سے کام لیتے ہیں۔ شرعی دائرے میں رہ کر بیماری کا علاج کرانا بھی صحیح ہے۔دشمن کا دفاع کرنا بھی صحیح ہے۔مگر بے صبری اور بے قراری نہ ہو۔رب تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ہو۔اَلصّٰدِقِیْنَ، سچ بولنے والے ہیں۔ مومن کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، يَطْبَعُ الْمَرْءُ مَعَ كُلِّ خَصْلَةٍ اِلَّا الْكِذْبَ وَ الْخِيَانَةَ یعنی ہوسکتا ہے کہ مومن میں کچھ عیب بھی ہوں۔ مگر جھوٹ اور خیانت یہ مومن میں نہیں آسکتیں۔ جھوٹ آئے گا ایمان چلا جائے گا۔ خیانت آئے گی ایمان چلا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضرت یہ ارشاد فرماؤ کہ مومن بزدل بھی ہوتا ہے؟ فرمایا! ہاں کمزور قسم کا ایمان ہو تو اس کے ساتھ بزدلی بھی آسکتی ہے۔ حضرت یہ فرماؤ کہ مومن بخیل بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں! کمزور ایمان کے ساتھ بخل بھی اکٹھا ہوسکتا ہے۔ عرض کیا حضرت یہ فرماؤ کہ مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، كَلَّا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ، ہرگز نہیں اس رب کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ایمان اور جھوٹ اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ جھوٹ کا مفہوم کیا ہے؟ تو یاد رکھنا ہر وہ بات جو واقع کے خلاف ہو وہ جھوٹ ہے۔ تو مومنوں کی صفت ہے کہ وہ سچ بولتے ہیں۔ وَالْقٰنِتِيْنَ، اور اطاعت کرنے والے ہیں۔ اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور جائز کاموں میں والدین کی اطاعت، خاوند کی اطاعت، ہر بڑے کی اطاعت، غرض کہ جن جن کاموں میں اطاعت کرنی ہے۔ قٰنِتِيْنَ سب کو شامل ہے۔ وَالْمُنْفِقِيْنَ، اور اپنے مال خرچ کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں عشر نکالتے ہیں۔ فطرانہ ادا کرتے ہیں۔ اور قربانی بھی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی غریبوں مسکینوں اور محتاجوں کی امداد کرتے ہیں۔ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ☆، اور معافی مانگنے والے ہیں اللہ تعالیٰ سے سحر کے وقت۔ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر ایک کی سنتا ہے۔ وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ مگر بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں دعا زیادہ اثر رکھتی ہے۔ جیسے سحری کا وقت کہ رات کا جب تیسرا حصہ رہ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ؟ کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا؟ کہ میں اس کو بخش دوں۔ هَلْ مِن مُسْتَرْزِقٍ اَرْزُقُهٗ؟ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دوں؟ هَلْ مِنْ كَذَا؟ هَلْ مِنْ كَذَا؟ تو سحری کے وقت دعا اور استغفار زیادہ اثر رکھنے والے ہیں۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ کوئی دستگیر نہیں ہے۔ کوئی فریادرس نہیں ہے۔ کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ کوئی خالق، کوئی مالک نہیں ہے۔ کوئی رازق نہیں ہے۔ کوئی مُقَنِّن قانون بنانے والا نہیں ہے۔ کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے۔ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ، اور علم والے بھی گواہی دیتے ہیں۔ علم والوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام ہیں۔ پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر تابعین اور پھر تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں پھر آئمۂ دین فقہائے کرام، اور محدثینِ عظام ہیں۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) یہ سب گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کے لائق اور کوئی نہیں۔ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ، یہ سب عدل و انصاف پر قائم ہیں۔ اور ان کی یہ شہادت بالکل حق ہے۔ کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، نہیں کوئی الٰہ مگر وہی۔ الْعَزِيْزُ، غالب ذات ہے۔ الْحَكِيْمُ ☆ حکمت والی ذات ہے۔

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۛ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ فَإِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۭ فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ⑳ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ㉑ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ㉒

ع ۲ / ۱۰

إِنَّ الدِّيْنَ ، بے شک پسندیدہ دین ۔ عِنْدَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے ہاں ۔ الْإِسْلَامُ ، اسلام ہے ۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ ، اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے ۔ أُوْتُوا الْكِتٰبَ ، جن کو کتاب دی گئی ۔ إِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ، مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آچکا ۔ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ، سرکشی کرتے ہوئے آپس میں ۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ ، اور جو شخص انکار کرے گا ۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا ۔ فَإِنَّ اللّٰهَ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ ۔ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ جلدی حساب لینے والا ہے ۔ فَإِنْ حَآجُّوْكَ ، پس اگر یہ آپ سے جھگڑا کریں ۔ فَقُلْ ، پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ۔ أَسْلَمْتُ ، میں نے جھکا

دیا۔ وَجْهِيَ ،اپنا چہرہ۔ لِلّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ،اور انہوں نے بھی جنہوں نے میری پیروی کی۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ ،اور کہہ دے ان لوگوں کو۔ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ،جن کو کتاب دی گئی۔ وَالْاُمِّيّٖنَ ،اور ان پڑھ لوگوں کو بھی کہہ دو۔ ءَ اَسْلَمْتُمْ؟ کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو؟ فَاِنْ اَسْلَمُوْا ،پس اگر وہ لوگ ایمان لے آئیں۔ فَقَدِ اهْتَدَوْا ،پس تحقیق انہوں نے ہدایت حاصل کر لی۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا ،اور اگر وہ اعراض کریں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ،پس پختہ بات ہے کہ تیرے ذمہ بات پہنچانا ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۞ اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے بندوں کو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ ،بے شک وہ لوگ۔ يَكْفُرُوْنَ ،جو انکار کرتے ہیں۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ ،اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو۔ بِغَيْرِ حَقٍّ ،ناحق۔ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ ،اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو۔ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ ،جو حکم کرتے ہیں انصاف کا۔ مِنَ النَّاسِ ،لوگوں میں سے۔ فَبَشِّرْهُمْ ،پس آپ ان کو خوشخبری سنادیں۔ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ دردناک سزا کی۔ اُولٰٓئِكَ ،وہ لوگ ہیں۔ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ،کہ ضائع ہو چکے ہیں ان کے اعمال۔ فِي الدُّنْيَا ،دنیا میں۔ وَ الْاٰخِرَةِ ،اور آخرت میں۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۞ اور نہیں ہوں گے ان کے لئے مددگار۔

مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ کا معنیٰ کرتے ہیں بے شک پسندیدہ اور مقبول دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ کیونکہ اسی پارے کے آخر میں آیتِ کریمہ آئے گی۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ،اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کرے گا۔ پس اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں پسندیدہ اور مقبول ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ بے شک مقبول اور پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ اور چھٹے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ،

ع ٦ ۔آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔تو اس مکمل کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ترجمہ بھی کرتے ہیں کہ بے شک مکمل دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ اور اس آیتِ کریمہ میں یہ جملہ بھی ہے۔ وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا O اور میں نے پسند کیا تمہارے واسطے اسلام کو دین۔تو اس جملے کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ترجمہ بھی کرتے ہیں۔اِنَّ الدِّيْنَ الْمَرْضِيَّ ۔بے شک پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔تواِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِ سْلَامُ کا مفہوم بنے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین مقبول دین اور کامل اور اکمل دین نجات دینے والا دین اسلام ہے۔اور یہ سب مفہوم صحیح ہیں۔ یہاں ایک ضروری بات سمجھ لیں کہ اسلام کا لغوی معنیٰ ہے فرماں بردار ہونا، سر جھکا دینا۔اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی پیغمبر (علیہم السلام) تشریف لائے ہیں سب کے سب مسلمان تھے۔فرمانبردار تھے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔مگر اصطلاحی طور پر لقب اور علم کے طور پر اس دین کا نام اسلام ہے۔اس کو اس طرح سمجھو کہ لغوی طور پر سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔مگر اصطلاح کے اعتبار سے وہ ہے جس کا نام عبداللہ ہے۔تو اصطلاحی طور پر اب اس دین کا نام اسلام ہے۔اور اب نجات صرف دینِ اسلام میں ہے۔اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے میں ہے۔کسی اور کے کلمے میں نجات نہیں ہے۔بے شک اپنے اپنے دور میں سارے پیغمبر علیہم السلام برحق تھے۔اور اس وقت ان کا کلمہ حق تھا۔مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَااِلٰــهَ اِلَّـا اللّٰهُ آدَمُ صَفِيُّ اللهِ ۔حضرت نوح علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَااِلٰــهَ اِلَّـا اللّٰهُ نُوْحٌ نَجِيُّ اللهِ ۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَااِلٰــهَ اِلَّـا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللهِ ۔حضرت داؤد علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَاوٗدُ خَلِيْفَةُ اللهِ ۔حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُوْسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہِ ۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ ۔اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کلمہ ہے، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔اور اب نجات اسی کلمہ میں ہے ۔مگر اہلِ کتاب نے اس میں اختلاف کیا۔آگے اللہ تعالیٰ نے ان کے اختلاف کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ وَمَـا اخْتَلَفَ الَّـذِیْـنَ اُوْتُـوا الْـکِـتٰـبَ اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی ،یعنی تورات انجیل ،زبور وغیرہ۔ اِلَّا مِنْ ۔ بَعْـدِ مَـا جَـآءَ هُـمُ الْعِلْمُ ،مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آ گیا ،یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمام نشانیاں معلوم کرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر تیار نہ ہوئے ۔کیوں؟بَـغْـیًـا . بَیْـنَـهُـمْ ،سرکشی کرتے ہوئے آپس میں ۔یعنی کم علمی اور غلط فہمی نہ تھی بلکہ دیدہ دانستہ طور پر ایمان نہیں لائے ۔اور آخری پیغمبر اور کتاب کے ساتھ اختلاف کیا۔ اور اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے ۔کیونکہ غلط فہمی تو دور ہوسکتی ہے ۔مگر ضد کا کوئی علاج نہیں ہے ۔تو انہوں نے سرکشی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔وَمَنْ یَّکْـفُـرْ بِـاٰیٰـتِ اللّٰہِ ،اور جو شخص انکار کرے گا اللہ تعالیٰ کی آیات کا تو وہ یاد رکھے ۔فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ O ،پس بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے ۔فَاِنْ حَآجُّوْکَ ،پس یہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں ۔فَقُلْ ،تو آپ کہہ دیں ۔اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰـهِ میں نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ۔اب یہ پیشانی کسی اور کے سامنے نہیں جھکے گی ۔اور جس طرح میں رب تعالیٰ کا فرمانبردار ہوں ۔وَمَـنِ اتَّبَـعَـنِ ،اور وہ جو میری پیروی کرنے والے ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہیں یعنی انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تابع بنا لیا ہے۔وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور اس وَمَنِ اتَّبَعَنِ، میں سب سے مقدم حضرت ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قیامت تک جتنے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں۔ یعنی جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہے۔ پڑھے گا، آپ کے دین پر چلتا ہے، یا چلتا رہے گا۔ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں داخل ہیں یہ الگ بات ہے کہ ان بزرگوں جیسا اخلاص بعد میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اصل اصل ہوتی ہے۔ اور نقل، نقل ہوتی ہے۔ مگر بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے قیامت تک رہیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ میری امت میں سے ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا۔ لَا یَضُرُّھُمْ مَّنْ خَالَفَھُمْ. جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک جماعت (ساری امت نہیں) قیامت تک حق پر ڈٹی رہے گی۔ اور جو صحیح اسلام ہے، اس کی قولی اور عملی طور پر حفاظت کرے گی۔ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی۔ یعنی یہود و نصاریٰ کو۔ کیونکہ اس وقت مدینہ طیبہ میں اکثریت یہودیوں کی تھی۔ تجارت پر ان کا قبضہ تھا۔ علم میں وہ بہت آگے تھے۔ ان کے قلعے بڑے مضبوط تھے۔ طاقت بہت زیادہ تھی۔ جنگی کارروائیوں میں بھی بہت ماہر تھے۔ عیسائی بھی تھے، مگر بہت تھوڑے۔ سکہ یہود کا ہی چلتا تھا۔ یہ بات ان کے تصور میں بھی نہیں تھی کہ ہمیں کوئی اپنے علاقے سے نکالے گا۔ یا ہم یہاں سے نکلیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ تحریری معاہدہ ہوا کہ "اَنْتُمْ وَ نَحْنُ قَوْمٌ عَلٰی مَنْ سِوَانَا" اگر بیرونی مقابلہ ہوا تو ہم سب مل کر مقابلہ کریں گے۔ اپنے اپنے

مذہب پر چلتے ہوئے۔ لیکن یہودیوں کو چونکہ اپنی افرادی قوت اور مالی برتری پر بڑا گھمنڈ تھا۔ انہوں نے کسی تحریر کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور شرارتیں شروع کر دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حق والوں کو جہاد کا حکم دیا۔ تو پھر حق والوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بنونضیر اور بنو قینقاع جلاوطن کئے گئے۔ اور تیسرے خاندان بنو قریظہ کا صفایا کر دیا۔ اور اس سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی گئی، کہ اسلام قبول کرلو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ، اور کہہ دے ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی۔ وَالْاُمِّيّٖنَ، اور عرب کے ان پڑھ لوگوں کو بھی کہہ دو جو مشرک تھے۔ اور اکثریت ان کی ان پڑھوں کی تھی۔ ان میں پڑھے لکھے نسبتاً بہت کم تھے۔ تو فرمایا کہ ان کو دعوت دیں۔ ءَاَسْلَمْتُمْ؟ کیا تم اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ فَاِنْ اَسْلَمُوْا، پس اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں۔ فَقَدِ اهْتَدَوْا، پس تحقیق انہوں نے ہدایت حاصل کر لی۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا، اور اگر وہ اعراض کریں۔ روگردانی کریں، نہ مانیں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ، پس پختہ بات ہے کہ تیرے ذمہ بات پہنچانا ہے۔ تسلیم کرانا تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا کام تھا حق بات کو لوگوں تک پہنچانا، سمجھانا۔ یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کو نہیں دیا، کہ لوگوں کے دلوں سے کفر و شرک کو نکال کر ایمان بھر دیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ہدایت نہیں دے سکتے، اس کو جس سے آپ کو محبت ہو۔ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ تم ہادی اس معنیٰ میں ہو کہ لوگوں کو راستہ بتاؤ ان کی رہنمائی کرو۔ اس معنیٰ میں ہادی نہیں ہو کہ کفر و شرک دلوں سے نکال کر ایمان کی دولت بھر دو۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ☆ اور

اللہ تعالیٰ بخوبی دیکھتا ہے بندوں کو۔ وہ خود ان سے نمٹ لے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اس سے پہلے ایک ضروری وضاحت سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کل کائنات کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کے نبی اور رسول ہیں۔ کیا عربی اور کیا عجمی کیا گورے اور کیا کالے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (پ، ۹) اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان فرمادیں اے انسانو! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم سب کی طرف بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ۔ مجھے رب تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کالے اور گورے سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اور قرآنِ پاک میں دوسرے مقام پر آتا ہے۔ نَذِیْرًا لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ تمام جہانوں کے واسطے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام کائنات کے لئے ہے۔ پہلے زمانوں میں ہر قوم کا الگ نبی ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک بہت بڑا وسیع علاقہ تھا۔ جہاں تینتالیس ۴۳ قومیں آباد تھیں۔ اور ہر قوم کا اپنا الگ پیغمبر تھا۔ لیکن قومیں بڑی نافرمان تھیں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ" کا لقب عطا فرمایا ہے۔ کہ اس امت کے تمام افراد میں سے سب سے زیادہ امین ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں تمام اسلامی فوجوں کے سپہ سالار یعنی چیف کمانڈر تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس علاقے کے سارے لوگوں نے مشورہ کیا کہ ان پیغمبروں نے ہمارے کان کھالئے ہیں۔ دن کو تبلیغ، رات کو تبلیغ، گھروں میں تبلیغ، بازاروں میں تبلیغ، نہ خوشی کا موقع چھوڑتے ہیں نہ غمی کا۔ ہر

جگہ پہنچ جاتے ہیں اور ان کی ایک صدا ہوتی ہے۔ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔
اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے۔ ان سے خلاصی
حاصل کرو۔ چنانچہ ہر قوم کے بدمعاش اور غنڈے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ایک دن میں
تینتالیس/۴۳ پیغمبروں کو شہید کر دیا۔ اور ان پیغمبروں کی نصرۃ اور امداد کے لئے ایک سو
ستر/۱۷۰ آدمی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکلے۔ ان کو بھی شہید کر دیا۔ ان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے
ہیں۔ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ○ اور قتل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق۔ کیونکہ قتل
بالحق کی اسلام میں تین صورتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبران تینوں صورتوں سے پاک اور
منزہ تھے۔ قتل بالحق کی ایک صورت یہ ہے کہ العیاذ باللہ کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد
ہو جائے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شبہات پیش کر کے اپنی اصلاح
کر کے توبہ کر لے۔ اگر تین دن میں اس کی اصلاح نہ ہوئی تو اس مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو
اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے بارے میں اس چیز کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ قتل بالحق کی دوسری
صورت یہ ہے کہ شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو اس کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ
کے پیغمبروں کے بارے میں اس بدکاری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور قتل بالحق کی تیسری
صورت یہ ہے کہ کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ
کے کسی پیغمبر نے کسی کو قصداً و ارادۃً ناحق قتل نہیں کیا۔ لہٰذا ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے
پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ، اور وہ قتل کرتے ہیں
ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کا لوگوں میں سے۔ یعنی اتنے ظالم لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے 43 پیغمبروں کو بھی قتل کیا اور ان کے ایک سو ستر صحابیوں اور حواریوں کو بھی قتل کیا۔ اور ان نیک مخلص حواریوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O پس آپ ان کو خوشخبری سنا دیں ان کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور ان کے حواریوں کو قتل کیا دردناک عذاب کی۔ یہ طنز ہے ورنہ عذاب کی خوشخبری تو نہیں ہوتی۔ خوشخبری تو اچھی چیز کی ہوتی ہے۔ اور پھر عذاب بھی معمولی نہیں بلکہ دردناک عذاب فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ، ان کے اعمال دنیا اور آخرت پر دونوں مقامات میں ضائع ہو گئے ہیں۔ اعمال کے دنیا میں ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قاتلینِ انبیاء میں وہ ظالم بھی تھے۔ جو ان کا کلمہ پڑھتے تھے۔ مگر خواہشاتِ نفسانی کا ان پر غلبہ تھا۔ جس وجہ سے وہ اس گناہ میں شریک ہو گئے۔ تو ان کے اعمال دنیا میں بھی اکارت ہو گئے کہ ان کا ذبح کیا ہوا حلال نہیں ہے۔ اور ان کا نکاح بھی ٹوٹ گیا۔ ان کو وراثت بھی نہیں مل سکتی۔ وہ دوسرے وارثوں کے پاس رہے گی۔ اور ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا۔ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کیا جائے گا۔ یاد رکھیں کہ اگر قادیانی اور رافضی اگر جانور ذبح کریں تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ کیونکہ یہ بالکل کافر ہیں۔ قادیانی اور رافضی بھی کافر ہیں اور کافر کا ذبیحہ درست نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اللہ کے نبی پر بھی ایمان رکھتا ہو۔ اور قتل بھی کرے تو تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے دور میں ایک بادشاہ تھا وہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والا تھا۔ اور اس کی حقیقی بھانجی بڑی خوبصورت تھی۔ اس نے کہا میں نے اس سے نکاح کرنا ہے۔ حالانکہ اس کے نکاح میں اور عورتیں بھی تھیں۔ اور لونڈیاں بھی تھیں۔ لوگوں نے اس کو برا سمجھایا کہ بھانجی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ مگر وہ مصر تھا کہ میں نے نکاح کرنا ہی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا تو وہ خود تشریف لے گئے۔ فرمایا! کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایسی کارروائی کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے یا خالی افواہ ہے؟ کہنے لگا تو جا کر اللہ، اللہ کر تجھے ایسے کاموں سے کیا تعلق؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حق بات کہنا اور غلطی سے روکنا یہ بھی اللہ، اللہ کرنے کا حصہ ہے۔ تو اس کو غصہ آ گیا اور یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ کہ تو کون ہوتا ہے مجھے وعظ و نصیحت کرنے والا؟ تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو جائیں گے، اور آخرت کی خرابی الگ ہوگی۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے چھڑانے والا ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ رب تعالیٰ سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ جو اس کی گرفت سے چھڑا سکے۔ تو دنیا میں ایسے ظالم بھی گزرے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۟ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

اَلَمْ تَرَ ،کیا نہ دیکھا تو نے۔ اِلَى الَّذِيْنَ ،ان لوگوں کی طرف۔ اُوْتُوْا ،جن کو دیا گیا۔ نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ ،حصہ کتاب سے۔ يُدْعَوْنَ ،ان کو بلایا جاتا ہے۔ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ،تا کہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى ،پھر منہ پھیرتا ہے۔ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ،ان میں سے ایک فریق۔ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ O اور وہ ہیں اعراض کرنے والے۔ ذٰلِكَ ،یہ اس وجہ سے کہ۔ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا ،بے شک انہوں نے کہا۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ،ہرگز نہیں چھوئے گی ہمیں آگ۔ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ،مگر چند دن گنے ہوئے۔ وَغَرَّهُمْ ،اور ان کو دھوکے میں ڈالا۔ فِيْ دِيْنِهِمْ ،ان کے دین کے بارے میں۔ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ O ،اس چیز نے جو

افترا باندھتے تھے۔ فَكَيْفَ، پس کیسے ہوگا۔ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ ،جب ہم ان کو اکٹھا کریں گے۔ لِيَوْمٍ ،اس دن میں۔ لَّا رَيْبَ فِيْهِ، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وَوُفِّيَتْ ،اور پورا پورا دیا جائے گا۔ كُلُّ نَفْسٍ ،ہر نفس کو۔ مَّا كَسَبَتْ ،جو اس نے کمایا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ قُلِ اللّٰهُمَّ، کہہ دے اے اللہ!۔ مٰلِكَ الْمُلْكِ ،جو بادشاہی کا مالک ہے۔ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ ،تو دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ،اور چھین لیتا ہے ملک جس سے تو چاہتا ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ ،اور عزت دیتا ہے تو جس کو چاہے۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ،اور تو ذلیل کرتا ہے جسے چاہے۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ،تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس سے پہلی آیات میں یہود کا ذکر تھا۔ کہ ان ظالموں نے پیغمبروں اور ان کے مخلص ساتھیوں کو شہید کیا۔ یہ پہلے یہودیوں کا حال تھا۔ اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہودی تھے۔ ان کا ایک واقعہ ذکر کر کے سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ جس طرح پہلے یہودی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ٹالتے تھے۔ اور اپنی مرضی کرتے تھے، پچھلوں کا بھی وہی حال ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خیبر میں ایک اونچے خاندان کے مرد اور اونچے خاندان کی ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا اور دونوں شادی شدہ تھے۔ بڑوں نے اس معاملے کو دبا دیا۔ مگر عوام نے شور مچایا کہ اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو ہمیں کوئی نہیں چھوڑتا اور جب وڈیروں نے یہ کام کیا ہے، تو اس پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اور عوام نے اس بات کو اتنا اچھالا کہ وڈیرے مشورہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ان کے مذہبی اور سیاسی وڈیرے مل بیٹھے۔ اور مشورہ کیا کہ تورات کے احکام کے مطابق تو دونوں کو رجم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ دونوں شادی شدہ ہیں۔ اور رجم نہیں کرنا، کوئی

تھوڑی سی سزا دے دی جائے۔تا کہ عوام کا منہ بند ہو جائے۔اور کہنے لگے کہ آپس میں بیٹھے ہوئے ہیں،اور یہ گھر کی بات ہے ہم سب جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور عوام کے سامنے تو ہم نہیں مانتے کہ وہ اس کا کلمہ نہ پڑھ لیں۔مگر ہے تو حقیقت اور ان کی شریعت ہماری شریعت سے بڑی نرم ہے۔لہٰذا عوام کا منہ بند کرنے کے لئے ہم ان سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔چنانچہ اس مشورہ کے مطابق خیبر سے مدینہ طیبہ آئے۔حالانکہ مدینہ طیبہ خیبر سے دوسو میل دور ہے۔مدینہ طیبہ پہنچ کر کچھ تو منافقوں کے گھروں میں ٹھہرے اور کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔اور کہا کہ ہم یہودی ہیں۔اور خیبر سے آئے ہیں۔ہمیں وقت چاہیے ہم نے تمہارے سامنے ایک مقدمہ پیش کرنا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں وقت آجاؤ۔مثال کے طور پر صبح دس بجے۔چنانچہ اس بات کی خوب شہرت ہوئی کہ خیبر کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صبح مقدمہ پیش کرنا ہے۔یہودیوں کا ڈیرہ منافقوں کے ہاں تھا۔انہوں نے پھر مشورہ کیا کہ اگر کوئی نرم سی سزا دیں تو لے لینا اور اگر رجم کا حکم کریں تو نہ لینا۔کیونکہ یہ تو ہماری کتاب میں بھی ہے۔اس وقت تمام یہودیوں میں سب سے بڑا عالم عبداللہ بن صوریا تھا۔جو فدک کے مقام میں رہائش پذیر تھا۔اور فدک خیبر سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔یہ ابنِ صوریا بھی اس وفد میں شامل تھا۔یہ ایک آنکھ سے کانا تھا۔مگر توراۃ اور دوسری کتابوں کا بڑا ماہر تھا۔صبح کو یہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ ہمارا فیصلہ کریں،بڑا مجمع تھا۔یہودی بھی تھے۔مومن بھی تھے،منافق بھی تھے۔ہر طبقے کے لوگ موجود تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا فیصلہ کرنا ہے۔کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک عورت اور ایک مرد نے جو کہ شادی شدہ ہیں زنا کا ارتکاب

کیا ہے۔اس کی کیا سزا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جرم کی سزا تمہاری کتاب میں نہیں ہے؟ کہنے لگے ہے تو سہی مگر کوئی واضح حکم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توراۃ لے کر آؤ۔ توراۃ لے آئے۔اور ان کا جو بڑا مولوی تھا ابنِ صوریا اس نے پڑھنی شروع کی مگر جہاں سزا کا حکم تھا۔ وہ چھوڑ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا۔ مثال کے طور پر اس نے شروع کیا۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اِھْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ اور درمیان کا حصہ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ کھا گیا۔ اس مجلس میں حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جو پہلے یہودیوں کے بڑے عالم اور پیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطاء فرمائی اور مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ بھی توراۃ کے بڑے ماہر تھے، فرمانے لگے۔ حضرت! کَذَبَ عَدُوُّ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن غلط کاری سے کام لے رہا ہے۔ وہ آیات جن میں یہ حکم ہے۔ ان کو کھا گیا ہے۔ اور اس سے اگلی اور پچھلی پڑھ دی ہیں۔ پھر کتاب توراۃ اس کے ہاتھ سے لے کر خود پڑھ کر سنائی۔ تو اس میں بھی زنا کی سزا رجم ہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے میرے سامنے مقدمہ پیش کیا ہے۔ اور اس جرم کی سزا توراۃ میں بھی رجم ہے اور میری شریعت میں بھی رجم ہے۔ لہٰذا میں دونوں کے رجم کا فیصلہ کرتا ہوں۔ چنانچہ ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا۔ تو جب وہ فیصلہ لے کر آئے تھے، ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب توراۃ ہے۔ اس کے مطابق فیصلہ کر لو تو انہوں نے کہا تھا کہ اس کو چھوڑو تم ہمیں اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ دو اس کا ذکر ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ۔ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا حصہ کتاب سے۔

یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰہِ ،ان کو بلایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف ۔کہ توراۃ بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔اس پر فیصلہ کرلو۔ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ ،تاکہ وہ کتاب فیصلہ کردے ان کے درمیان۔ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ ،پھر منہ پھیرتا ہے ان میں سے ایک فریق۔وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ O اور وہ ہیں اعراض کرنے والے۔حالانکہ توراۃ ان کی مرکزی کتاب تھی۔مگر انہوں نے اس سے گریز کیا۔کیونکہ اس میں رجم کا حکم تھا۔لیکن رجم سے بچ پھر بھی نہ سکے۔یہ جب واپس گئے تو لوگوں نے کہا کہ وہاں جانے کا کیا فائدہ ہوا،شرمندہ بھی ہوئے،اور سزا بھی بھگتی۔اس سے بہتر تھا کہ اپنی کتاب کے مطابق یہیں فیصلہ کر لیتے۔کیونکہ عوام تو عوام ہی ہوتے ہیں چاہے کسی طبقے کے ہوں۔وہ کب معاف کرتے ہیں۔تو وڈیرے کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں ہم گناہ کریں گے بھی تو سات دن یا چالیس دن دوزخ میں رہیں گے،پھر نکل آئیں گے۔بقول ان کے سات دن اس واسطے کہ دنیا کی کل زندگی سات ہزار سال ہے۔اور ہر ہزار سال کے بدلے میں ہم ایک دن دوزخ میں رہیں گے۔اور چالیس دن کا نظریہ اس واسطے بنایا کہ ہمارے بڑوں نے چالیس دن بچھڑے کی پوجا کی تھی۔لہٰذا اس جرم کی وجہ سے ہم چالیس دن دوزخ میں رہیں گے۔پھر باہر نکل آئیں گے۔یہ عجیب بات ہے کہ بچھڑے کی پوجا وہ کریں اور سزا تم بھگتو۔جرم کوئی کرے اور بھگتے کوئی۔اور اس کے برعکس عیسائیوں نے یہ نظریہ اپنا لیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں۔وہ ہماری طرف سے سولی پر لٹکا دیئے گئے ہیں۔وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوگئے ہیں۔بھائی عجیب بات ہے کہ گناہ تم کرو دو ہزار سال بعد اور وہ سولی پر لٹک جائیں دو ہزار سال پہلے۔یہ کیسا مسئلہ ہوا۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس گندے عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ

اُخْرٰی ۔کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر ایک نے اپنے کیے کا بھرنا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔کہ میرے احکامات سے اس واسطے اعراض کرتے ہیں کہ ،بِاَنَّهُمْ قَالُوْا ،بے شک کہتے ہیں۔لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ،ہرگز نہیں چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گنے ہوئے کہ سات دن یا بعض کے نزدیک چالیس دن ۔ اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے،فرمایاوَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ O ،اوران کودھوکے میں ڈالا ان کے دین کے بارے میں اس چیز نے جوافترا باندھتے تھے۔یہ چالیس دن اور سات دن والا بھی افترا ہی تھا۔حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّارَيْبَ فِيْهِ پس کیسے ہوگا جب ہم ان کو اکٹھا کریں گے اس دن میں جس میں کوئی شک نہیں ہے۔یعنی قیامت کا دن کہ جس کے قائم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ، اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا۔نیکی یا بدی ، ذرہ برابر کسی سے زیادتی نہیں ہوگی۔اور ذرہ برابر کسی کی نیکی میں کمی نہیں کی جائے گی۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔یادرکھنا قیامت مرنے کا نام ہے۔ جو مرا اس کی قیامت قائم ہوگئی ، یہ جو درمیان والی زندگی ہے اس کو حوالات سمجھو کہ جو آدمی حوالات میں ہے۔ وہ سرکاری تحویل میں ہے۔آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ساری حقیقت سامنے آجائے گی۔دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔غزوۂ بدر کے بعد ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے ایک بازار سے گزر رہے تھے اور یہ بازار یہودِ بنو قینقاع کا تھا۔خاصا لمبا بازار تھا۔دوکاندار حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہوگئے۔اکثریت یہودیوں کی تھی۔مسلمان بھی تھے،عیسائی بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کو وعظ کیا نصیحت کی۔

اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا۔ وہاں جو صحابہ کرام موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں غزوۂ بدر میں کامیابی عطا فرمائی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ روم اور ایران بھی تمہارے قبضے میں ہوں گے۔ اس وقت بڑی حکومتیں دو ہی تھیں۔ ایک ایران جس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا۔ اور دوسری روم کی حکومت تھی۔ جس کے بادشاہ کا لقب قیصر ہوتا تھا۔ باقی سب ان دو کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ یہ خلیج فارس کی جتنی حکومتیں ہیں، ابوظہبی، مسقط، بحرین، دوحہ وغیرہ یہ سب ایران کے ماتحت تھیں۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا اللہ تعالیٰ تمہیں روم پر بھی فتح عطاء فرمائے گا۔ اور ایران پر بھی تو یہودیوں نے بھنگڑا ڈالا اور مذاق اڑایا۔ اور کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے مکہ مکرمہ کے ناتجربہ کار لوگوں پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جو لڑائی کے فن کو نہیں جانتے تھے۔ اب تجھے ایران اور روم کے فتح کرنے کی خواہش ہو رہی ہے۔ وہ بڑی منظم حکومتیں ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ظاہری طور پر وہ بڑی منظم اور طاقت ور حکومتیں تھیں۔ صرف جنگِ یرموک کو دیکھ لو، جس کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ اور اختتام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد پینتالیس ہزار تھی۔ اور مقابلہ میں رومیوں کی سات لاکھ فوج تھی۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک لاکھ تیس ہزار رومی مارے گئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ تو اس سے اندازہ لگاؤ کہ کتنی منظم اور طاقت ور حکومتیں تھیں۔ اور عیسائیوں نے بھی ایک دوسرے سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اب ایران اور روم کو فتح کرنا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں فرمایا۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ، آپ کہہ دیں اے اللہ! جو بادشاہی کا مالک

ہے۔ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ ، تو دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ، اور چھین لیتا ہے ملک جس سے تو چاہتا ہے۔ تو مالک ہے، تو رب ہے۔ دیکھو ایک دفعہ گلیڈ ن سٹون نے جو کہ برطانیہ کا وزیر اعظم تھا۔ اور اتنا سخت آدمی تھا کہ وہ اس کو مردِ آہن کہتے تھے۔ دار العوام میں تقریر کی اور ہندوستانیوں کو ڈراتے ہوئے کہا کہ ہمارے ساتھ نہ ٹکرانا ہمارے پاس اتنی قوۃ اور طاقت ہے کہ اگر آسمان بھی ہمارے اوپر گرنا چاہے تو ہم اسے سنگینوں کی نوکوں پر تھام لیں گے لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد حالات ایسے پیدا ہوئے کہ مجبوراً انہیں ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ اگر چہ ان کا ارادہ نہ تھا۔ اور یہ برطانیہ کہ جس کی حکومت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا۔ بالآخر سمٹ کر جزیرے میں بند ہو کر رہ گیا۔ اسی طرح ایران کے بادشاہ رضا شاہ پہلوی کا حال ہوا۔ وہ اس علاقے میں امریکہ کا تھانیدار تھا اور اس کے مفادات کا محافظ تھا۔ پاکستان بننے کے تقریباً دو تین سال بعد کا واقعہ ہے کہ ہمارے صحافیوں میں سے کسی نے یہ تحریر کیا کہ شاہِ ایران نے یہ کہا ہے۔ تو ایرانی سفارت کاروں نے اس صحافی کو نوٹس بھیجا اور یہ نوٹس باقاعدہ اخبارات میں چھپا کہ تم نے ہمارے بادشاہ کو شاہ ایران لکھ کر اس کی توہین کی ہے۔ وہ شاہِ ایران نہیں ہے۔ بلکہ شہنشاہِ ایران ہے لہٰذا یا تو معذرت کرو اور اپنی غلطی کا اعتراف کرو یا مقدمہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ اخبارات والوں نے معافی مانگی کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ ہم آئندہ شہنشاہِ ایران لکھیں گے۔ اور یاد رکھنا پاکستان میں دو سفارت خانے بہت تیز ہیں۔ ایک امریکہ کا اور دوسرا ایران کا۔ اتنا تیز اور کسی ملک کا سفارت خانہ نہیں ہے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ پبلک اس کی مخالف ہوگئی۔ اور قوم نے اس کو رد کر دیا۔ اور وہ جہاز پر سوار ہو کر فرار ہو گیا۔ اس نے بہت سارے ملکوں سے اپنی جان کی بھیک مانگی کہ مجھے جہاز

اتارنے کی اجازت دے دو۔ مگر وہ جس ملک سے رابطہ کرتا وہ کہتا کہ ہم مجبور ہیں۔ تمہیں اترنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ بالآخر مصر پہنچا اور کہا کہ میرا پٹرول بالکل ختم ہے۔ میں ہوا میں مر جاؤں گا۔ مجھے اترنے کی اجازت دے دو۔ تو مصر نے دل مضبوط کیا اور اس کو اترنے کی اجازت دی۔ تو ملک کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ رضا شاہ پہلوی کے بعد خمینی آیا۔ اس نے سب سے پہلے سنی علماء قتل کرائے۔ اور سنیوں کی مسجدیں شہید کرائیں۔ اور وہاں دوسری بلڈنگیں بنوادیں۔ تہران میں پانچ لاکھ مسلمان ہے۔ مگر ایک بھی مسجد نہیں ہے۔ لوگ گھروں اور دفتروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ اور عید کی نماز مسلمان ملکوں کے سفارت خانوں میں پڑھ کر اپنا شوق پورا کر لیتے ہیں۔ کچھ پاکستان کے سفارت خانے میں، اور کچھ دوسرے مسلمان ملکوں کے سفارت خانوں میں۔ یہ سب قدرت رب تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ فرمایا! وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ، اور اے پروردگار! عزت دیتا ہے تو جس کو چاہے، اور تو ذلیل کرتا ہے جسے چاہے۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ، تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو آگاہ فرمایا۔ کہ میں ذاتی طور پر کچھ نہیں کہتا۔ میں نے تمہیں جو ایران اور روم کے فتح ہونے کی بشارت سنائی ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اس کا حکم ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران مکمل فتح ہو گیا۔ اور روم کا خاصہ حصہ فتح ہو گیا۔ کچھ حصہ بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوا۔ اسی طرح افغانستان کا خاصہ علاقہ فتح ہو گیا۔ اور وہ ساری قوم کی قوم ہی مسلمان ہو گئی۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا

میں تین قوموں کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک عرب کہ جب وہ مسلمان ہوئے پھر ان میں کوئی کافر نہیں رہا۔ دوسرے ترکی کہ جب وہ مسلمان ہوئے پھر ان میں کوئی کافر نہیں رہا ترکی وہ ہے کہ خلافت ان کے پاس تھی۔ اسلام کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ اور تنہا ترکی نے سارے یورپ کو آگے لگائے رکھا۔ لیکن افسوس کہ آج وہاں اسلام کا نام نہیں لے سکتے۔ یہ وقت بھی آنا تھا۔ اور تیسرے افغانی ہیں۔ کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو پھر ان میں کوئی کافر نہیں رہا۔ افغانی بہت غیرت مند ہیں۔ ان کو روس نے اپنے قبضہ **میں لیا**۔ ہم بخاری شریف کا سبق پڑھ رہے تھے، حضرت مدنی رحمہ اللہ کو کسی نے اخبار کا تراشا دیا۔ کہ ظاہر شاہ نے روس کی پیشکش کو قبول کر لیا ہے۔ اور پیشکش یہ تھی کہ میں اپنے خرچے پر تمہارے کالجوں اور اسکولوں میں پروفیسر اور ماسٹر بھیجتا ہوں۔ یعنی ان کی تنخواہیں اور اخراجات میرے ذمہ ہیں تم قبول کر لو۔ اور پیشکش کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ تم اپنے لڑکے ہمارے کالجوں میں بھیجو ان کے بھی تمام اخراجات ہم برداشت کریں گے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ سبق پڑھاتے ہوئے رو پڑے۔ اور فرمایا ظاہر شاہ تو نے بڑی نادانی کی ہے۔ ظاہر شاہ تو نے بڑی نادانی کی ہے۔ ظاہر شاہ تو نے بڑی نادانی کی ہے۔ وہاں سے جو معلم اور اساتذہ آئیں گے وہ کفر سکھائیں گے۔ اور جو تمہارے بچے روس میں جا کر پڑھیں گے وہ کافر بن کر وہاں سے نکلیں گے۔ یقین جانو حضرت نے جو فرمایا صحیح فرمایا۔ اس وقت یہ دوستم وغیرہ جتنے ہیں یہ سب ان کی پیداوار ہیں۔ وہ لوگ بڑی بصیرت والے تھے۔ ان بزرگوں نے جو کچھ فرمایا حقیقت ہے۔ ہم نے آج تک اس کے خلاف ایک حرف بھی نہیں دیکھا۔ تو بہر حال اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو چاہے کرے۔ (باقی کل انشاء اللہ تعالیٰ)۔

تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ إِلَّآ أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰةً ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ ط وَإِلَى اللهِ الْمَصِيرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللهُ ط وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا صلے ج وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوٓءٍ ج تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ أَمَدًا بَعِيدًا ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ ط وَاللهُ رَءُوفٌ م بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع

وقف لازم — ع ۱۱

تُولِجُ الَّيْلَ ،تو داخل کرتا ہے رات کو۔ فِي النَّهَارِ ،دن میں۔وَتُولِجُ النَّهَارَ ،اورتو داخل کرتا ہے دن کو۔فِي الَّيْلِ ،رات میں۔وَتُخْرِجُ الْحَيَّ ،اورتو نکالتا ہے زندہ کو۔ مِنَ الْمَيِّتِ ،مردہ سے۔وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ ،اورتو نکالتا ہے مردہ کو۔مِنَ الْحَيِّ ،زندہ سے۔وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ ،اورتو رزق دیتا ہے جس کو چاہے۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ ☆بغیر حساب کے۔لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ ،نہ بنائیں

مومن۔ الْکٰفِرِیْنَ ،کافروں کو۔اَوْلِیَآءَ،دوست۔ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ،سوائے مومنوں کے۔
وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ،اور جس نے یہ کارروائی کی۔ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ ،پس نہیں ہے،وہ اللہ
تعالیٰ کی طرف سے کسی شئی میں۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً ،مگر یہ کہ ڈرو تم ان سے ڈرنا۔
وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ،اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ O،اور
اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔قُلْ اِنْ تُخْفُوْا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ اگر تم مخفی رکھو۔مَا فِیْ
صُدُوْرِکُمْ ،جو کچھ بھی تمہارے دلوں میں ہے۔اَوْ تُبْدُوْہُ ،یا تم اس کو ظاہر کرو۔ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ،اللہ
تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ،اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔وَمَا فِی
الْاَرْضِ ،اور جو کچھ زمین ہے۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔یَوْمَ
تَجِدُ،جس دن پائے گا۔ کُلُّ نَفْسٍ ،ہر نفس۔ مَّا عَمِلَتْ،اس چیز کو جو اس نے عمل کیا۔ مِنْ
خَیْرٍ ،نیکی سے۔ مُّحْضَرًا،حاضر پائے گا۔وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ،اور جو اس نے عمل کیا برا اس کو
بھی پائے گا۔تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَھَا ،وہ نفس پسند کرے گا اس بات کو، کہ بے شک اس کے
درمیان۔وَبَیْنَہٗ،اور اس کی برائی کے درمیان۔ اَمَدًا بَعِیْدًا ،مسافت ہو دور کی۔وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ
نَفْسَہٗ ،اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ☆ اور اللہ تعالیٰ
شفقت کرنے والا ہے بندوں پر۔

اس سے پہلے اس چیز کا ذکر تھا کہ ملک کا لینا اور دینا،عزت دینا ذلیل کرنا۔رب تعالیٰ کا کام
ہے۔اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی قدرت کا تم دن اور
رات میں مشاہدہ کرتے ہو۔وہ ذات ہے۔تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ تو
داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور تو داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔مثلاً جولائی سے دن گھٹنا

شروع ہو جاتا ہے۔منٹوں کے حساب سے کم ہوتا چلا جائے گا،اور رات بڑھتی جائے گی۔پھر ستمبر میں دن منٹوں کے حساب سے بڑھنا شروع ہو جائے گا۔اور رات کم ہونا شروع ہو جائے گی۔تو جب دن بڑھتا ہے،رات دن میں داخل ہو جاتی ہے۔اور جب رات بڑھتی ہے۔دن رات میں داخل ہو جاتا ہے۔اور یہ دن رات کا گھٹنا بڑھنا سب کے مشاہدے میں ہے۔تو وہ ذات جو دن رات کو گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے۔وہ ملک دینے اور لینے پر بھی قادر ہے۔ قدرت کی اور دلیل،وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ ،اور اے پروردگار!تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے۔جیسے نطفۂ بے جان سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔مردہ انڈے سے چوزہ نکلتا ہے۔اور حقیقی زندگی بھی مراد ہے کہ کافر سے مومن پیدا کرتا ہے۔یعنی باپ کافر ہے۔بیٹا مسلمان ہو جاتا ہے۔اور یہ حقیقی زندگی ہے۔وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ،اور اے پروردگار!تو نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔جیسے انسان زندہ ہے،اس سے نطفہ نکلتا ہے۔اسی طرح مرغی زندہ ہے۔اس سے انڈہ نکلتا ہے۔اور حقیقی موت بھی مراد ہے۔کہ مومنوں سے کافر پیدا کرتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔اور پیغمبر سے بڑھ کر شان کسی کی نہیں ہوتی۔مگر بیٹا کنعان کافر ہے۔ایسے ہی بعض لوگ بڑے جاہل ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو عالم بنا دیتا ہے۔اور بعض عالم ہوتے ہیں،اور اولاد بڑی جاہل ہوتی ہے۔یہ سب معانی اس آیتِ کریمہ کے مفہوم میں داخل ہیں۔یہ سب پروردگار کا نظام ہے جو ہم دیکھتے ہیں۔وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ O اور تو رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے۔مفسرِ قرآن علامہ ابوسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں بغیر حساب کا جملہ تین معنوں میں آیا ہے۔ایک یہ کہ بے شمار،یعنی حساب میں نہ آئے۔جیسے قارون اور اس کا نام منور

تھا۔اور یہ موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔لیکن تھا منافق ،اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا مال دیا تھا کہ خود اس کو معلوم نہیں تھا کہ میرے پاس کتنا مال ہے۔کبھی کبھی حساب لگانے کے لئے بیٹھتا تھا،اور حساب لگاتے لگاتے تھک جاتا تھا۔اور یہ کہہ کر چھوڑ دیتا تھا کہ جتنا ہے ہونے دو۔یعنی اپنے مال کو شمار نہیں کر سکتا تھا۔اس کے خزانوں کی چابیوں کو اچھی خاصی جماعت بڑی مشکل سے اٹھاتی تھی۔تو ایک یہ معنیٰ ہے بغیر حساب کا،یعنی بے شمار۔اور دوسرا معنیٰ ہے بغیر مشقت اور تکلیف کے۔یعنی تو رزق دیتا ہے۔جس کو چاہتا ہے بغیر مشقت اور تکلیف کے۔دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو آرام سکون سے بیٹھے ہیں۔اور ان کو دولت وافر مقدار میں ملتی ہے۔اور ایسے بھی ہیں کہ وہ اس قدر محنت کرتے ہیں تکلیف میں پڑتے ہیں کہ بے چاروں کا خون پسینہ ایک ہو جاتا ہے مگر رات کو گھر کے افراد کی روٹی بھی پوری نہیں کر سکتے۔یاد رکھیں دولت رب کے اختیار میں ہے۔اور اگر محنت مشقت سے ملتی تو اس مزدور کو ملتی جو صبح سے شام تک پسینے میں ڈوبا ہوتا ہے۔تو ایک معنیٰ بغیر حساب کا،بغیر مشقت کا کرتے ہیں۔جب وہ دینے پر آتا ہے تو بغیر محنت کے عطاء فرما دیتا ہے۔حلال طریقے سے حاصل کرنا چاہیں تو حلال طریقے سے دیتا ہے۔اور حرام طریقے پر کمانا چاہیں تو حرام طریقے پر دیتا ہے۔اور جس طریقے پر کماؤ گے اس کے مطابق حساب لے،لے گا۔حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کے مال کا حساب لگایا گیا۔جس میں زمین بھی تھی مکانات بھی تھے،تو چھ کروڑ مالیت بنی۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے۔تو ان کے پاس سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت سعد ابنِ ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ یہ ہمارا ساتھی ہے۔ میں اس کو تمہارا بھائی بناتا ہوں۔ تم نے اس کا خرچہ برداشت کرنا ہے۔ حضرت سعد ابنِ ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کو باقاعدہ اپنی جائیداد میں شریک کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے رہنے کے لئے کمرہ بھی دیا۔ اور روٹی بھی ان کے گھر سے آتی تھی۔ چند دن ان کے گھر سے کھاتے رہے۔ چونکہ تاجر آدمی تھے۔ تجارت شروع کر دی تھوڑی مدت کے بعد شادی بھی کر لی۔ جب ان کی وفات ہوئی تو چار بیویاں تھیں اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر خاوند صاحبِ اولاد ہو۔ چاہے ایک لڑکی ہی کیوں نہ ہو۔ تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ ایک بیوی ہو چاہے دو بیویاں ہوں، تین ہوں، چاہے چار ہوں۔ سب آٹھویں حصے میں شریک ہوں گی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوف رضی اللہ عنہ کی وراثت کا آٹھواں حصہ جب چار بیویوں پر تقسیم کیا گیا تو ہر ایک بیوی کے حصے میں اسی ۸۰، اسی ۸۰ دینار آئے۔ تو اس سے حساب لگا لو کہ خزانہ کتنا ہوگا۔ اور وہ لوگ حلال طریقے سے کماتے تھے۔ تو شریعت میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ جتنی دولت اکٹھی کرو مگر ہو حلال طریقے سے۔ اور خرچ بھی حلال طریقے سے ہو۔ اور بغیر حساب کا تیسرا معنیٰ کرتے ہیں کہ بغیر مطالبے کے دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو فرمایا، ھٰذا عطاء نا۔ یہ مال ہماری بخشش ہے۔ فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ۔ پس تو احسان کر یا رکھ چھوڑ بغیر حساب تیرے سے کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں اس بات کا علم ہو گیا یہود وغیرہ جو کافر ہیں۔ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ۔ اور ان کو بھی قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں۔ تو پھر اے مومنو! تمہارے

اندر غیرت ہونی چاہیے کہ۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ، نہ بنائیں مومن کافروں کو دوست سوائے مومنوں کے۔ یعنی ایمان والوں کی دوستی ایمان والوں سے ہونی چاہیے۔ مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک ہوتی ہے محبتِ قلبی، جس کو موالات کہتے ہیں۔ یہ تعلق اور محبت کافروں کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چھٹے پارے میں فرمایا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔ اے ایمان والو نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو شخص ان کو دوست بنائے گا تم میں سے وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ یعنی اس کا شمار یہود و نصاریٰ میں سے ہوگا۔ اور اس سے اگلے رکوع میں فرمایا کہ کہ یہود و نصاریٰ کو بھی دوست نہ بناؤ۔ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ۔ اور دوسرے کافروں کو بھی دوست نہ بناؤ۔ لیکن سعودی شہزادوں کا حال دیکھو کہ اپنے بچاؤ اور ذاتی تحفظ کی خاطر ایک لاکھ کے قریب امریکی فوج اپنے علاقے میں بٹھائی ہوئی ہے۔ اور اس کا سارا خرچہ برداشت کرتے ہیں۔ وہاں کے علمائے حق نے یہ آیتیں پڑھیں اور جمعوں میں تقریریں کیں۔ کہ یہ ہمارا وہ ملک ہے جس میں قرآنِ پاک نازل ہوا ہے۔ اور یہ اسلام کا منبع اور چشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی سے منع فرمایا ہے۔ اور تم نے ان کو گھر لا کر بٹھایا ہے۔ اور ان کا خرچہ بھی برداشت کرتے ہو۔ اور ان علماء نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کا سلسلہ رائج فرمایا تھا۔ اور تم نے بادشاہت قائم کی ہوئی ہے۔ کہ باپ مر گیا تو بیٹا بادشاہ، بیٹا مر گیا تو پوتا بادشاہ۔ اور خلافت یہ ہوتی ہے کہ ملک میں جو سب سے اچھا آدمی ہو وہ امیر ہے۔ اگر وہ مر جائے تو پھر ملک میں جو سب سے اچھا ہو، وہ امیر ہوگا۔ تو اس

مطالبے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور یہ الفاظ ان کو بہت چبھے کہ یہ تو ہمارے گریبان میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔ ان علمائے حق کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ سینکڑوں علمائے حق جن میں فقہاء، محدثین۔ اور اہل اللہ بھی ہیں جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔ جن میں سے بعض ابھی تک جیلوں میں ہیں۔ کسی کو دس سال ہو گئے ہیں کسی کو چھ سال ہو گئے ہیں۔ کسی کو پانچ سال ہو گئے ہیں کئی ایسے بھی ہیں کہ جن کا علم نہیں ہے کہ کہاں ہیں۔ حق کوئی بھی نہیں سنتا اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے کیا ہے، کہ ہمارا اقتدار نہ کوئی چھین لے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے محفوظ فرمائے۔ یہ انسان سے ایمان بھی لے جاتی ہے، تو ہر حال موالات یعنی قلبی دوستی کافروں سے بالکل جائز نہیں ہے۔ ممنوع ہے۔ دوسری چیز ہے مدارات۔ اور مدارات کا معنیٰ ہے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا۔ مثلاً کوئی کافر تمہارا مہمان ہے۔ تو اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ کیونکہ مہمان کا حق ہے۔ یا کسی کافر سے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔ تو اس سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ یا کافر ظالم ہے، حاکم ہے، اس کے شر سے بچنے کے لئے، اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ اس کی اجازت ہے مگر نفع اور مالی مفاد حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ اور دلی محبت بھی نہ ہو۔ صرف ظاہری طور پر خوش اخلاقی ہو تو ٹھیک ہے۔ اور تیسری چیز مواسات ہے۔ اور مواسات کا معنیٰ ہے مالی ہمدردی۔ تو کافروں کے ساتھ مالی ہمدردی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اس کا ضابطہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ممتحنہ کے اندر بیان فرمایا ہے۔ لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا۔ عَنِ الَّذِیۡنَ، ان لوگوں سے۔ لَمۡ یُقَاتِلُوۡا، جو تمہارے ساتھ نہیں لڑے۔ فِی الدِّیۡنِ، دین کے بارے میں۔ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ، اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡھِمۡ۔ یہ کہ تم بھلائی کرو ان کے ساتھ اور ان کے ساتھ

انصاف کا سلوک کرو۔ یعنی وہ کافر جو دین کے معاملے میں تم سے لڑے نہیں اور نہ ہی انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا ہے۔ ان کے ساتھ تم مالی ہمدردی کر سکتے ہو۔ جیسے جاپان اور چین ہیں کہ دوسرے ملکوں کی بہ نسبت انہوں نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ البتہ اس وقت جو مسلمان چین میں ہیں، چین ان کے ساتھ زیادتیاں کر رہا ہے۔ اور وہ کافر جو دین کے معاملہ میں تمہارے ساتھ لڑیں ان کے ساتھ مواسات یعنی مالی ہمدردی بھی جائز نہیں ہے۔ یہ قرآنِ پاک کا فیصلہ ہے۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ، اور جس نے یہ کارروائی کی۔ یعنی کافروں کے ساتھ قلبی محبت کا تعلق رکھا۔ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ، پس نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شے میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عذر، کوئی بہانہ، کوئی دلیل نہیں سنے گا۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ، مگر یہ کہ ڈرو تم ان سے ڈرنا۔ یعنی ایسے موقع پر تم ان کیساتھ ظاہری خوش اخلاقی سے پیش آسکتے ہو۔ جب کہ تمہیں ان کے ساتھ ضرر کا اندیشہ ہو۔ لیکن فائدہ اٹھانے کے لئے نہیں۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ، اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی جان سے۔ اپنی جان سے ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔ کہ اگر نافرمانی کرو گے تو عذاب دے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بروقت آگاہ کرتا ہے۔ ورنہ خدا کی ذات تو بڑی مہربان اور شفیق ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ ، اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔ سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ اگر تم مخفی رکھو ان چیزوں کو جو بھی تمہارے دلوں میں ہیں، مثلاً کافروں سے محبت وغیرہ۔ اَوْ تُبْدُوْهُ ، یا تم اس کو ظاہر کرو۔ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ، اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ معاملہ تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اس واسطے مومن کو سب سے پہلے رب کے حکم کی تعمیل کرنی

چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے جو احکام ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے۔ باقی دنیا کی جو باتیں ہیں وہ بعد کی ہیں فرمایا، کیا پوچھتے ہو اللہ تعالیٰ کا علم؟ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ، اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اور آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی بھی اسی کی ہے۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اور آسمانوں اور زمینوں کا غیب بھی اسی کے پاس ہے۔ اور آسمانوں اور زمینوں کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے خارج نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے کرسکتا ہے۔ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ، جس دن پائے گا ہر نفس۔ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا، اس چیز کو جو اس نے عمل کیا نیکی سے حاضر پائے گا یعنی جو اس نے نیکی کی ہے قیامت والے دن اس کے سامنے آئے گی۔ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ، اور جو اس نے عمل کیا برا اس کو بھی سامنے پائے گا۔ دنیا میں ہمارے حافظے کمزور ہو جاتے ہیں۔ بہت سارے کام جو ہم نے کئے ہوئے ہیں۔ مگر بھول جاتے ہیں۔ لیکن قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کے حافظے کو اتنا قوی کردے گا کہ اس نے دنیا میں جو کچھ بھی کیا ہے سب یاد آ جائے گا۔ اور آج دنیا میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے۔ مگر حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سب کو پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائیں گے۔ اور نامۂ اعمال ہر ایک کے ہاتھ میں پکڑائیں گے۔ اور حکم ہوگا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ○ اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے۔ آج کے دن تمہارا اپنا نفس ہی محاسبے کے لئے کافی ہے۔ تو آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ اور بڑی

روانی کے ساتھ پڑھے گا۔ جس طرح اچھے خاصے تعلیم یافتہ پڑھتے ہیں۔ جب دو چار صفحے پڑھ چکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ بتا میرے فرشتوں نے لکھنے میں تیرے اوپر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا، لَا یَا رَبِّ! اے میرے رب کوئی زیادتی نہیں کی جو میں نے نیکی بدی کی تھی وہی لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا اور پڑھ، دو چار صفحے اور پڑھے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتا میرے بندے میرے فرشتوں نے لکھنے میں تیرے ساتھ ظلم تو نہیں کیا؟ وہ کہے گا نہیں پروردگار، کوئی ظلم نہیں کیا۔ تو بندہ جب اپنے برے اعمال دیکھے گا تو کہے گا۔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗۤ اَمَدًا ، بَعِیْدًا، وہ نفس پسند کرے گا اس بات کو، کہ بے شک اس کے درمیان اور اس کے برے اعمال کے درمیان مسافت ہو دور کی۔ یعنی نفس یہ پسند کرے گا کہ میرے اور برے اعمال کے درمیان لمبا چوڑا فاصلہ ہو کہ یہ مجھے نظر نہ آئیں۔ مگر ہوگا کچھ بھی نہیں۔ یہ تو اس دن گلے کا ہار ہوگا۔ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ، اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخالفت اور عذاب سے تمہیں ڈراتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور یہ ڈرانا بھی اس کا شفقت کی وجہ سے ہے۔ کہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ☆ اور اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے بندوں پر۔ یہ اس کی شفقت کا نتیجہ ہے کہ اس نے تمہیں بروقت سب چیزیں بتا دیں اور ہر ایک کے انجام سے آگاہ کر دیا۔ تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں معلوم نہیں تھا، ہم بے خبر تھے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا
وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا
مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ
اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَاۤ
اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ
سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

قُلْ، آپ کہہ دیں۔ اِنْ كُنْتُمْ ،اگر ہو تم۔ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ،محبت کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ ،پس تم میری پیروی کرو۔ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ،اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ،اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ☆ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ ،آپ کہہ دیں اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ وَالرَّسُوْلَ ،اور رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کی۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا ، پس اگر یہ پھر جائیں اطاعت سے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ O پس بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا کافروں سے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى ، بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ اٰدَمَ وَنُوْحًا ، آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو۔ وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ ، اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور عمران رحمہ اللہ کی اولاد کو۔ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ O جہان والوں پر۔ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ، ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ☆ اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے جانتا ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ ، جب کہا عمران (رحمہ اللہ) کی بیوی نے۔ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ ، اے میرے رب! بے شک میں نے نذر مانی تیرے واسطے۔ مَا فِىْ بَطْنِىْ ، جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ مُحَرَّرًا ، وہ تیرے لئے آزاد کر دیا جائے گا۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ، پس تو مجھ سے قبول فرما۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ O بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا ، پس جب اس نے جنا اس کو۔ قَالَتْ رَبِّ ، کہنے لگی اے میرے رب! اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ، بے شک میں نے جنی ہے لڑکی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے۔ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ، اور نہیں ہے وہ معہود لڑکا اس لڑکی کی طرح۔ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ ، اور بے شک میں نے اس کا نام رکھا ہے مریم۔ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ ، اور بے شک میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O اور اس کی اولاد کو، اس شیطان سے جو مردود ہے۔

دنیا میں دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں یعنی رب تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر چہ وہ مانتے اپنے اپنے انداز اور طریقے سے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ یہود، نصاریٰ رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ ہندو بھی رب

تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں۔ نمبر دو ایسے بدبخت اور دہریہ قسم کے لوگ بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ رب نہیں ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے دور بین اور خورد بین کے ذریعہ دیکھ لیا ہے۔ بلکہ ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں کہ جن کے ذریعے پانی جو ہم پیتے ہیں اس میں اور دودھ میں بے شمار جراثیم ہوتے ہیں۔ وہ نظر آتے ہیں۔ اسی طرح خون میں جراثیم ہوتے ہیں۔ یہ سب ہم نے دیکھ لئے ہیں مگر تمہارا خدا ہمیں نظر نہیں آیا۔ اگر ہے تو بتاؤ کہاں ہے۔ ایسے بدبخت بھی موجود ہیں۔ غالباً ۳۸-۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ جب روس اپنی بے دینی کے پورے عروج پر تھا اور اس نے آس پاس کے بڑے علاقوں پر قبضہ کیا۔ مسلمانوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا۔ اور بہت کچھ کیا۔ تو روس کے جو بے دین قسم کے لوگ تھے انہوں نے دو مصنوعی جنازے تیار کئے۔ ایک چارپائی پر کچھ مصنوعی سی چیزیں اور اوپر پھول ڈالے ہوئے تھے۔ کہ یہ خدا کا جنازہ ہے۔ اور دوسرا جنازہ مذہب کا تھا۔ ڈھول باجوں کی تھاپ کے ساتھ بھنگڑا ڈالتے ہوئے یہ جنازے ملکی سرحد پر لے گئے۔ اور بڑی بے قدری کے ساتھ لاتوں کے ذریعے سرحد سے باہر دھکیل دیئے۔ اور کہا کہ ہم نے اپنے ملک سے مذہب اور خدا کو باہر دھکیل دیا ہے۔ کیونکہ جھگڑوں کی بنیاد یہی دو چیزیں ہیں۔ یہ باقاعدہ اخبار میں آیا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور وہ حضرات جو میری عمر کے ہیں ان کو بھی یاد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ تھوڑا وقت گزرا تھا کہ ہٹلر نے حملہ کر دیا۔ ہٹلر یہود کو سمجھ گیا تھا کہ یہ سازشی قوم ہے۔ اور دنیا میں جتنے فتنے فساد ہیں سب یہود کی وجہ سے ہیں۔ اور جتنے مالی وسائل ہیں وہ سب ان کے پاس ہیں۔ اور بڑے پالیسی باز ہیں اور بہت کچھ کرتے ہیں۔ مگر کھل کر سامنے نہیں آتے۔ سب خبیث ہیں۔ اندرون خانہ سازشوں کے ذریعے اپنا کام نکالتے ہیں۔ ہٹلر

نے جب ان کو خوب مار پلائی تو پھر اس وقت روس کے صدر نے اعلان کیا کہ ہمارے ملک میں جو قومیں بستی ہیں وہ اپنے اپنے انداز میں رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے پروردگار! ہمیں اس بلا سے چھٹکارا عطا فرما۔ تو انہوں نے اپنے خیال کے مطابق رب تعالیٰ کو نکال دیا تھا۔ مگر خدا پھر آ گیا۔ بھائی خدا جاتا کہاں ہے؟ تو بہر حال ایک وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ لیکن جو رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ باقی رب تعالیٰ کو راضی کرنے کا انداز ہر ایک کا اپنا ہے۔ مگر یہ جذبہ سب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اعلان کروایا اور اپنے راضی ہونے کا طریقہ بتلایا۔ قُلْ، آپ کہہ دیں۔ اِنْ کُنْتُمْ، اگر ہو تم۔ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ، محبت کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ، پس تم میری پیروی کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کا واحد طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قولاً اور فعلاً اتباع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اور جو عملی طور پر کیا ہے، اس کے مطابق عمل کرے۔ آج اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میری رب تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے تو غلط کہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت بند ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ میں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کروا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت منحصر ہے میری پیروی میں۔ اور جب تم میری پیروی کرو گے۔ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے رب تعالیٰ کی محبت بھی حاصل ہو گی۔ اور رب تعالیٰ تمہاری خطائیں اور گناہ بھی معاف کر دے گا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان

ہے۔ بندہ ہر وقت اپنے آپ کو گناہگار سمجھے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ یہ اس وقت بند ہوگا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص ایمان لائے گا۔ تو قبول نہ ہوگا۔ اور گناہوں سے توبہ کرے گا تو گناہ بھی معاف نہ ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یعنی اس کے حکم کو مانو۔ وَالرَّسُوْلَ ، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اور کیا ہے اس کو مانو۔ اور اس پر عمل کرو۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا ، پس اگر یہ لوگ پھر جائیں اور روگردانی کریں اطاعت سے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ○ تو بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا کافروں سے۔ یعنی جب یہ رب تعالیٰ سے محبت نہیں کرتے تو رب تعالیٰ کو کون سی مجبوری ہے کہ وہ ان سے محبت کرے۔ وہ بندوں کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ بندے رب کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اجاگر اور واضح کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پیغمبر مبعوث فرمائے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا طریقہ سمجھایا۔ سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ اس وقت میری شریعت کی پیروی کرو گے۔ تو رب تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ اس واسطے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ ، بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا آدم علیہ السلام کو وہ اپنے دور میں رب تعالیٰ کی محبت کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اس وقت ان کی شریعت یہی شریعت تھی۔ اور اس پر چلنے سے ہی رب تعالیٰ کی رضا اور محبت حاصل ہوتی تھی۔ وَنُوْحًا ، اور نوح علیہ السلام کو منتخب کیا۔ یعنی آدم علیہ السلام کے بعد نوح علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا سبق پیش کیا۔ کہ

میرا کلمہ پڑھو میری اطاعت کرو۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی۔ وَ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ ،اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو منتخب فرمایا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل کو رب تعالیٰ نے اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ، حضرت اسحٰق علیہ السلام ، حضرت مدین حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان میں حضرات اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ اور دوسرے نیک فرزند تھے۔ ان سب سے آگے نسل چلی۔ تو ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے چنا۔ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ ، اور عمران رحمہ اللہ کی اولاد کو چنا۔ آلِ عمران سے کون مراد ہیں؟ بعض مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والدِ ماجد کا نام تھا عمران بن قیس بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام ،تو آل عمران سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد در اولاد ہے۔ لیکن اکثر مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر جس عمران کا ذکر ہے یہ عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ جو بڑے نیک پارسا بزرگ تھے۔ اور مسجدِ اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ اور لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرتے تھے۔ جو حضرت مریم علیہ السلام کے والد تھے۔ وہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا دیا تھا۔ جس کا نام ہارون تھا۔ وہ بھی بڑا نیک پارسا تھا مگر جوانی میں ہی فوت ہوگیا تھا۔ حضرت عمران بن ماثان رحمہ اللہ کی اہلیہ کا نام تھا حنہ بنتِ فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی تھیں۔ اور حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ، یہ بڑی نیک پارسا خاتون تھیں۔ حضرت حنہ رحمہ اللہ کی ایک ہمشیرہ تھیں۔ ان کا نام تھا عشاعہ بنت فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ یہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ تو جس وقت حضرت حنہ بنتِ فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ کا جواں سال بیٹا

ہارون رحمہ اللہ فوت ہوگیا۔ تو یہ بہت پریشان ہوئیں اور پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ میرے خاوند عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی مسجدِ اقصیٰ کی خدمت کی ہے۔ اور لوگوں کے عقیدے عمل اور اخلاق کی تربیت میں گزاری ہے۔ اور وہ اب بوڑھے ہوگئے ہیں۔ امید تھی کہ میرا لڑکا باپ کی جگہ سنبھالے گا۔ مگر وہ بھی فوت ہوگیا۔ تو ہم مسجدِ اقصیٰ کی خدمت سے محروم ہو جائیں گے۔ مگر اس دوران ان کو بچے کی امید ہوگئی۔ اور خیال تھا کہ شاید لڑکا ہوگا۔ کہنے لگیں، اے میرے پروردگار! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتی ہوں، نذر مانتی ہوں کہ جو میرے پیٹ میں ہے یہ تیرے لئے وقف ہوگا۔ یعنی جس طرح میرا خاوند دین کی خدمت کرتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی تیرے دین کی خدمت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ لڑکی پیدا ہوئی۔ حضرت حنہ بنتِ فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ نے افسوس کے طور پر کہا کہ اے پروردگار! امید تو اور تھی مگر لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ لیکن میں نے اپنی منت پوری کرنی ہے۔ کیونکہ میں نے کہا تھا کہ جو میرے پیٹ میں ہے تیرے لئے وقف ہے۔ اور بچی کا نام مریم رکھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مریم کا معنیٰ ہے عابدۃ، عبادت کرنے والی۔ اور مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اور مسئلہ یاد رکھنا کہ اس طرح کی نذر و منت ان کی شریعت میں جائز تھی ہماری شریعت میں یہ حکم ہے۔ ”لَا نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ“ جو چیز ابنِ آدم کی ملکیت میں نہیں ہے۔ اس کی منت نہیں مان سکتا۔ یعنی ابنِ آدم اپنے فعل کی منت مان سکتا ہے دوسرے کے فعل کی منت نہیں مان سکتا۔ مثلاً کوئی کہے کہ اے اللہ! میرا فلاں کام ہو جائے تو اتنے نفل پڑھوں گا۔ یا اتنے روزے رکھوں گا۔ یا اتنی دیگیں تیرے نام پر اتاروں گا۔ یا فلاں کام کروں گا۔ یہ ٹھیک ہے لیکن جو بیٹا بیٹی پیدا ہوگا۔ ان کے افعال ہم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا وجود الگ ہے۔ وہ اپنے افعال کے خود

مالک ہیں۔ تو ایسی نذر ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔ ان کی شریعت میں، جائز تھی جس وقت حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں۔ تو ان کی والدہ نے انتظامیہ کمیٹی کے پاس پہنچا دی کہ میں نے منت مانی تھی لہٰذا یہ تمہارے سپرد ہے۔ اور اس کی ساری ذمہ داری دودھ وغیرہ پلانے کی تمہارے ذمہ ہے۔ اس وقت مسجدِ اقصیٰ کی انتظامیہ انیس ۲۹/افراد پر مشتمل تھی۔ کسی کے ذمہ پانی کا انتظام تھا۔ کسی کے ذمے روشنی کا انتظام تھا۔ کسی کے ذمے چٹائیاں بچھانا، کسی کے ذمے ٹوٹی پھوٹی چیز کو ٹھیک کروانا۔ کسی کی ڈیوٹی تھی پڑھنے والوں کی نگرانی کرنا۔ اور اس کمیٹی میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اگلے رکوع میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ کہ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے سلسلہ میں انتظامیہ کمیٹی کا آپس میں جھگڑا ہوا کمیٹی کے انتیس افراد میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس کی نگرانی میں کروں، کیونکہ ہمارے امام خطیب اور ہمارے بزرگ کی بیٹی ہے۔ لہٰذا اس کا خرچہ اور نگرانی میرے ذمہ ہے۔ آج کا زمانہ ہوتا تو عنوان اور ہوتا۔ اور ہر ایک ذمہ داری سے بھاگتا۔ اور کہتا کہ بچی کا معاملہ ہے کون اس کی نگرانی کرے گا؟ اور جوان ہونے پر کون اس کی شادی کرے گا؟ تو ہر ایک یہ کہتا کہ میں نہیں کر سکتا۔ مگر اس وقت ہر ایک اپنے مؤقف پر ڈٹا ہوا تھا۔ اور اپنے مؤقف کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ آگے آئے گا انشاء اللہ العزیز کہ بات یہ طے پائی کہ تم اردن کی نہر پر جاؤ جو کہ قریب ہی تھی اور اس طرح کرو کہ جن قلموں کے ساتھ لکھتے ہو ہر آدمی اپنے قلم کے ساتھ نشانی لگا کر نہر میں پھینک دے۔ آگے دو تفسیریں آتی ہیں۔ کہ مریم علیہا السلام اس کے سپرد کی جائے گی جس کا قلم رکا رہا کہ پانی اس کو بہا کر نہ لے گیا۔ اور جن کے قلم پانی میں بہہ گئے۔ ان کے سپرد نہیں کی جائے گی۔ اور بخاری وغیرہ میں یہ تفسیر بھی آتی ہے کہ نہر کا پانی تیزی کے ساتھ جس

طرف سے آرہا ہے۔ جس کا قلم اس طرف کو چل پڑا یعنی الٹی سمت تیرنے لگ گیا وہ کامیاب ہے۔ مریم علیہا السلام اس کے سپرد کی جائے گی۔ اور جن کے قلموں کو پانی بہا کر لے گیا ان کو نہیں ملے گی۔ چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی۔ اور حضرت زکریا علیہا السلام کا قرعہ نکلا۔ کہ ان کا قلم پانی میں رکا رہا۔ اور پانی چلتا رہا۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم جس طرف سے پانی آرہا تھا۔ اس طرف چل پڑا۔ بڑی عجیب بات تھی کہ قلم پانی کی مخالف سمت کو جا رہا ہے۔ اور ہماری شریعت میں بھی قرعہ اندازی ایک مسئلہ ہے کہ اگر سب کے حقوق برابر ہوں تو قرعہ اندازی کرلیں۔ شریعت اس کو تسلیم کرتی ہے، جائز ہے۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دی گئیں۔ وہاں ایک کمرہ تھا اور اس کے اوپر جالی دار چوبارہ تھا۔ اس کا انتظام اور اس کی چابی حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس ہوتی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ تو اس مقام پر فرمایا کہ عمران کی اولاد کو منتخب فرمایا۔ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ جہان والوں پر۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے وقت میں، حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے وقت میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے وقت میں، اور ان کی اولاد کو اپنے وقت میں۔ عمران بن ماثان رحمہ اللہ کو اپنے وقت میں منتخب فرمایا۔ یعنی اپنے اپنے دور میں ان کو سب پر فضیلت حاصل تھی۔ ذُرِّيَّةً ، بَعْضُهَا مِنْ ۔ بَعْضٍ ، ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں۔ مثلاً عمران رحمہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سنتا بھی ہے جانتا بھی ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ ، جب کہا عمران (رحمہ اللہ) کی بیوی نے۔ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ، اے

میرے رب! بے شک میں نے نذر مانی تیرے واسطے۔ مَا فِيْ بَطْنِيْ، جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ مُحَرَّرًا، وہ تیرے لئے آزاد کر دیا جائے گا۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ، پس تو مجھ سے قبول فرما۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ☆ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا، پس جب اس نے جنا اس کو۔ قَالَتْ رَبِّ، کہنے لگی اے میرے رب! اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى، بے شک میں نے جنی ہے لڑکی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى، اور نہیں ہے وہ معہود لڑکا اس لڑکی کی طرح۔ یعنی جو تمہارے ذہن میں فرضی لڑکا تھا۔ وہ اس لڑکی کو کب پہنچ سکتا ہے۔ حضرت مریم علیہ السلام بہت اونچے درجے والی عورتوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر بغیر خاوند کے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی شخصیت عطا فرمائی۔ اور بعضوں نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہے۔ یعنی جس طرح لڑکا بے پردہ پھرتا ہے۔ اور جو عمومی خدمات لڑکا کر سکتا ہے۔ وہ لڑکی نہیں کر سکتی۔ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ، اور بے شک میں نے اس کا نام رکھا ہے مریم۔ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ، اور بے شک میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ اور اس کی اولاد کو، اس شیطان سے جو مردود ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ شیطان چوکا لگاتا ہے۔ اپنا ٹیکا لگاتا ہے، اپنا اثر ڈالنے کے لئے۔ لیکن حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔ ان کو چوکا نہیں مارا۔ ان کی والدہ کی دعا کی وجہ سے۔ کیونکہ ان کی دعا تھی کہ مریم علیہا السلام کو بھی بچا اور اس کی اولاد کو بھی اور اولاد میں عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور بہت جلد آنے والے ہیں (انشاء اللہ تعالیٰ) کیونکہ قرائن

اور شواہد سارے مل رہے ہیں۔ آ کر عرب کے ازدسنوّا خاندان کی ایک عورت سے نکاح کر لیں گے۔ یہ خاندان سارے کا سارا طبعی طور پر شریف ہے۔ اس عورت سے دو لڑکے ہوں گے ایک کا نام موسیٰ اور دوسرے کا نام محمد رکھیں گے۔ یہاں تک تو ثابت ہے آگے رب جانتا ہے کیا ہوگا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۚ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ۚ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۚ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

فَتَقَبَّلَهَا ، پس قبول کیا اس کو۔ رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ ، اس کے رب نے اچھے طریقہ سے قبول کرنا۔ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ، اور اس کو بڑھایا، بڑھانا اچھے طریقہ سے۔ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ، اور اس کی سرپرستی کی زکریا علیہ السلام نے۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ، جب بھی

بھی داخل ہوتے زکریا علیہ السلام اس کے پاس کمرے میں۔ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، پاتے تھے اس کے پاس رزق۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ، فرمایا، اے مریم! اَنّٰى لَكِ هٰذَا، کہاں سے آیا ہے یہ تیرے پاس رزق۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، وہ کہتی تھیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ، بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ مَنْ يَّشَآءُ، جس کو چاہے۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ بغیر حساب کے۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ، اس جگہ میں دعا کی زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے۔ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ، فرمایا اے میرے رب! دے مجھے۔ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً، اپنی طرف سے اولاد ستھری۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ بے شک تو ہی سننے والا ہے دعا کا۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ، پس آواز دی ان کو فرشتوں نے۔ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ، اور وہ کھڑے تھے نماز پڑھتے تھے کمرے میں۔ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى، بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں تجھے یحییٰ علیہ السلام کی۔ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، جو تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے کی۔ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا، اور سردار ہوں گے اور اپنے آپ کو عورتوں سے دور رکھنے والے ہوں گے۔ وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اور نبی ہوں گے نیکوں میں سے۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ، اور تحقیق پہنچ چکا ہے مجھے بڑھاپا۔ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ، اور بیوی میری بانجھ ہے۔ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ، فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ مَا يَشَآءُ ○ جو چاہے۔ قَالَ رَبِّ، کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً، بنا میرے لئے نشانی۔ قَالَ اٰيَتُكَ، فرمایا تیری نشانی یہ ہے۔ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ، کہ تو کلام نہیں کر سکے گا لوگوں کے ساتھ۔ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا، تین دن مگر اشارے سے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اور ذکر کر اپنے

رب کا۔ كَثِيرًا، کثرت سے۔ وَّ سَبِّحْ، اور اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر۔ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ O پہلے پہر اور صبح کے وقت۔

کل کے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ بیت المقدس کے شہر میں جو مسجدِ اقصیٰ ہے۔ جس پر 1967ء میں یہودیوں نے قبضہ کیا ہے اور ابھی تک ان کے قبضہ میں ہے۔ اور بے غیرت مسلمان ابھی تک ان سے قبضہ چھڑا نہیں سکے اس مسجدِ اقصی کے امام اور خطیب تھے۔ حضرت عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ جو بڑے نیک پارسا اور حق گو بزرگ تھے۔ اور ان کی بیوی بھی بڑی نیک اور پارسا تھی جوان سال بیٹے ہارون رحمہ اللہ کے فوت ہونے پر پریشان ہوگئیں کہ میرے خاوند عمران تو دینی خدمت کرتے ہیں لیکن ان کے بعد یہ گدی خالی ہو جائے گی۔ اور ادھر بچے بچی کی امید ہوگئی۔ اور منت مان لی کہ میں اس کو دین کے لئے وقف کر دوں گی چنانچہ جب حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو مسجدِ اقصیٰ کی انتیس آدمیوں کی کمیٹی میں سے قرعہ اندازی کے بعد یہ خدمت حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ اور بچی ان کے حوالے کر دی گئی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ، بس قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھے طریقہ سے قبول کرنا۔ ماں کی نیت بہت اچھی تھی، باپ نیک، خالو حضرت زکریا علیہ السلام ،اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، خالہ نیک، سارا گھرانہ ہی نیکوں کا تھا۔ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا، اور اس کو بڑھایا، بڑھانا اچھے طریقے سے۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ صحت مند بچہ پندرہ دنوں میں جتنا بڑھتا ہے وہ ایک دن میں اس قدر بڑھ جاتی تھیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ صحت مند بچہ دو ماہ میں جتنا بڑھتا ہے وہ دو دن میں اتنی بڑھ جاتی تھیں۔ رب تعالیٰ نے اس کو بڑھایا اور اچھے طریقے سے نشو و نما فرمائی۔ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا، اور اس کی سرپرستی فرمائی زکریا علیہ السلام نے۔ کل میں

نے عرض کیا تھا کہ انہوں نے ایک جالی دار چوبارہ بنوایا ہوا تھا۔ جس سے نیچے کا منظر دور دور تک نظر آتا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کہیں جاتے تھے۔ تو تالا لگا کر چابی ساتھ لے جاتے تھے۔ اس کا ذکر ہے۔ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ، جب کبھی بھی داخل ہوتے زکریا علیہ السلام مریم علیہا السلام کے پاس کمرے میں، جہاں وہ رہتی تھیں۔ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، پاتے تھے اس کے پاس رزق۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ سردیوں کے موسم کا پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے موسم کا پھل سردیوں میں وافر ہوتا۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ، فرمایا، اے مریم! اَنّٰى لَكِ هٰذَا، یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں کمرے کو میں تالا لگا کر جاتا ہوں، چابی میرے پاس ہوتی ہے۔ ادھر کمرے کی طرف آنے کی کسی کو جرأت نہیں۔ اور یہ پھلوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ یہ کہاں سے آتے ہیں۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، حضرت مریم علیہا السلام کہتی تھیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ یہ حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ اور ولی چاہے مرد ہو یا عورت ہو کرامت ان کا فعل نہیں ہوتا۔ اسی طرح معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ مگر نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ معجزے کا لغوی معنیٰ ہے دوسروں کو عاجز کرنے والی چیز یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ دیکھو قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت سارے معجزات کا ذکر ہے۔ ان میں اس معجزے کا ذکر بھی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ مدین سے واپس مصر تشریف لا رہے تھے۔ جب وادیٔ طویٰ (جو کے طور کے دامن میں ہے) پہنچے رات کا وقت تھا وہاں روشنی تھی جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تجلی تھی۔ جب وہاں پہنچے منجانب اللہ نبوۃ اور رسالت عطا ہوئی۔ تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے

تصدیق رسالت کے لئے معجزہ بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے، وَاَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَانٌّ وَّلّٰی مُدْبِراً وَّلَمْ یُعَقِّبْ۔ اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اس کو پھن ہلاتے جیسا پتلا سانپ الٹا پھرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔ پہلے لاٹھی پتلا سانپ بن جاتی تھی اور بڑھتے بڑھتے اژدھا کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ، (بڑا اژدھا) کے الفاظ آئے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ ابتدائی طور پر پتلا سانپ اور فرعون کے پاس بڑا اژدھا ہو کر وہ لاٹھی نمودار ہوئی۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ جب کہ رب تعالیٰ کو علم تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کو تنبیہ فرمائی کہ دیکھ لے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب یہ سانپ بنے تو تجھے خیال ہو کہ میں لاٹھی کی جگہ سانپ اٹھائے پھرتا ہوں۔ فرمایا، میری لاٹھی ہے۔ فرمایا پھینک دے جب پھینکی تو پتلا سانپ بن گیا۔ سانپ نے ادھر ادھر دوڑنا شروع کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی دوڑنا شروع کر دیا۔ اس خیال سے کہ موذی چیز ہے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور پیغمبر سے زیادہ قوی ایمان کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! دوڑ نہ اس پر ہاتھ رکھ۔ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی، ہم اس کو پہلی شکل میں بدل دیں گے۔ یہ لاٹھی کی لاٹھی ہو جائے گی۔ اب اگر معجزہ اپنے اختیار میں ہوتا تو معلوم ہوتا کہ یہ اب پھر لاٹھی بن جائے گی۔ سانپ تو ہے نہیں یہ تو میری لاٹھی ہے۔ تو یاد رکھنا کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتے ہیں۔ معجزہ نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے۔ معجزے میں نبی کا دخل نہیں اور کرامت میں ولی کا دخل نہیں ہوتا۔ تو یہ بے موسم پھلوں کا آنا حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ اور ولی کو جو کرامت حاصل ہوتی

ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ وہ صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا پیروکار ہوتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ عجیب وغریب چیزیں صادر فرما دیتے ہیں۔ سورۃ النحل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی آصف بن برخیا رحمہ اللہ کی کرامت کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام شام میں تھے۔ وہاں سے سبا کے علاقے کا سفر ایک مہینے کا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو بلقیس کا تخت مجھے لا کر دے۔ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ، ایک بہت بڑا جن تھا اس نے کہا حضرت تم ابھی اپنی مجلس سے نہیں اٹھو گے یعنی تم اپنے دفتر میں بیٹھ کر کام کرتے ہو اس سے تم ابھی فارغ نہ ہو گے کہ میں تمہیں تخت لا کر دے دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے بھی جلدی چاہتے تھے۔ آصف ابنِ برخیا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت میں چشمِ زدن میں لا کر دے دوں گا۔ یعنی تم نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھو اور پھر نیچے دیکھو تو تخت حاضر ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اتنی دیر میں تخت لا کر رکھ دیا۔ اور کہا۔ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ، یہ میرے رب کا کام ہے۔ تو معجزات اور کرامتوں کا ذکر قرآنِ پاک میں ہے۔ ان کا انکار نہ کرو مگر ان کی حقیقت کو سمجھو منکرینِ حدیث اور باطل فرقے معجزات اور کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ معجزے اور کرامت کی حقیقت کو نہیں سمجھے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ O بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ رزاق صرف رب تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا رزق کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسمے پھل دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے خیال کیا کہ جو رب مریم علیہا السلام کو بے موسمے پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اولاد دے سکتا ہے۔ کیونکہ اولاد کا موسم تو میرا ابھی نہیں ہے کہ ایک سو بیس ۱۲۰ سال میری

عمر ہے۔اورنواسی/۸۹سال میری بیوی کی عمر ہے۔توھُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ ،اس کمرے میں دعا کی زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے۔قَالَ رَبِّ ھَبْ لِیْ ،عرض کیا اے میرے رب !دے مجھے۔ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ،اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد۔اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ O بے شک تو ہی ہے دعائیں سننے والا۔سمیع بھی تو ہے بصیر بھی تو ہے۔دینے والا بھی تو ہی ہے۔ تیرے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا،اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ ، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔یَھَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ اِنَاثًا ، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔وَیَھَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ الذُّکُوْرَ O اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ اَوْیُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّ اِنَاثًا، یا ان کو بیٹے بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔اس کے خزانے میں کیا کمی ہے۔وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَاءُ عَقِیْمًا ،اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔سارے ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرائیں سارے دم درود والوں سے علاج کرائیں، جب رب کسی کو نہ دے تو کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نماز میں کھڑے تھے۔ فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ،پس آواز دی ان کو فرشتوں نے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے ساتھ اور بھی فرشتے تھے۔البتہ گفتگو کرنے والے جبرائیل علیہ السلام تھے۔ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ ، اور وہ کھڑے تھے نماز پڑھتے تھے کمرے میں۔یہ وہی کمرہ تھا جہاں حضرت مریم علیہا السلام رہتی تھیں۔فرشتے نے کہا۔اَنَّ اللہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی ، بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں تجھے یحییٰ (علیہ السلام) نامی لڑکے کی۔سورہ مریم میں آتا ہے۔لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا O نہیں بنایا ہم نے اس کے لئے اس سے پہلے کوئی ہم نام یعنی ان سے پہلے کسی بچے کا نام یحییٰ نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کا نام یحییٰ رکھا (علیہ السلام)۔ مُصَدِّقًا ، بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللہِ

، جو تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے کی۔ اور کلمے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کلمۂ کن سے پیدا فرمایا ہے۔ بغیر باپ کے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی دور تھا۔ چونکہ اس وقت یہودیوں کا زور تھا اور انہوں نے دین کا نقشہ بدل کے رکھ دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حق کی باتیں بیان فرمائیں تو سارے دشمن ہو گئے۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید اور تصدیق فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ بیان فرماتے ہیں حق ہے۔ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا ، اور اپنے دور کے سردار ہوں گے اور اپنے آپ کو عورتوں سے دور رکھنے والے ہوں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ پیغمبروں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شادی نہیں فرمائی۔ اور جامع صغیر صفحہ ۳۸ر جلد ا میں روایت آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ، چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں۔ اَلْحَیَاءُ، یعنی تمام پیغمبر صاحبِ حیاء تھے۔ وَالتَّعَطُّرُ ، اور خوشبو لگانا، تمام پیغمبر خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ یعنی خوشبو لگانا پیغمبروں کی سنت ہے۔ وَالنِّکَاحُ، اور نکاح کرنا یعنی شادی کرنا پیغمبروں کی سنت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ کیونکہ وہ تینتیس ر۳۳ سال کی عمر میں زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے جب نازل ہوں گے تو عرب کے قبیلہ ازد کی ایک عورت سے شادی کریں گے جیسا کہ کل میں نے بیان کیا تھا۔ چوتھا فرمایا۔ وَالسِّوَاکُ، اور مسواک کرنا یہ بھی پیغمبرانہ سنت ہے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا درجہ ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس نماز سے جو بغیر مسواک کئے پڑھی جائے۔ اور فرمایا۔ اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ ، کہ مسواک منہ کو پاک صاف رکھتی ہے اور رب کو راضی رکھنے والی چیز ہے اور ایک

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جب بھی تشریف لاتے تھے مجھے دو چیزوں کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ ایک مسواک کرنے کی، حتیٰ کے میں نے مسواک کر کر کے اپنے مسوڑے چھیل لئے اور دوسرا پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی۔ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ، حتیٰ کہ مجھے یہاں تک گمان ہوا کہ مرنے کے بعد پڑوسی کو وراثت ملے گی۔ اور ایک روایت میں اَلْخِتَانُ کا بھی ذکر آتا ہے۔ کہ ختنہ کرنا بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

تو حصوراً کا معنیٰ بیان کر رہا تھا۔ کہ حصوراً کے معنیٰ ہیں اپنے آپ کو عورتوں سے الگ رکھنا۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں طبعی خواہشات رکھی ہیں۔ مگر پیغمبر، پیغمبر ہوتا ہے۔ جس طرح وہ اپنے جسم پر کنٹرول کر سکتا ہے اس طرح کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ يَا مَعْشَرَ الشَّبَاب! اے نوجوانوں کے گروہ تم نکاح کرو۔ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْسَنُ لِلْفَرَجِ، تمہاری نگاہیں بھی پست رہیں گی اور شرمگاہ بھی حرام کاری سے محفوظ رہے گی۔ اور فرمایا کہ جس کو شادی کی توفیق نہ دی گئی ہو اس کو چاہئے [illegible] مسلسل روزے رکھے روزوں کی برکت سے خواہشات میں کمی آئے گی [illegible] شادی کی توفیق ہوتے ہوئے تاخیر گناہ ہے۔ وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اور نبی [illegible] سے۔ نبی سارے ہی نیک ہوتے ہیں۔ نبیوں سے بڑھ کر کون نیک ہو سکتا ہے۔ دعا کی قبولیت پر حضرت زکریا علیہ السلام تعجب میں مبتلا ہو گئے کہ بظاہر اسباب [illegible] نہیں ہیں کہ اولاد ہو سکے کیونکہ وہ خود بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور بیوی بھی بانجھ تھی تاہم وہ کیفیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! کس طرح ہو گا میرا لڑکا۔ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ، اور تحقیق پہنچ چکا ہے مجھے بڑھاپا۔ سر کے بال اور ڈاڑھی سفید

تھی۔ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي، کے الفاظ بھی قرآن پاک میں آتے ہیں کہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئی
ہیں۔ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا، اور جب میں چلتا ہوں تو کبڑا ہو کر چلتا ہوں۔ اور بڑھاپے میں ایسا
ہو جاتا ہے۔ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ، اور بیوی میری (جس کا نام رحمت رحمہا اللہ تعالیٰ تھا) بانجھ ہے۔
قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ○ فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو
چاہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فرشتے نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر میں خود نہیں آیا۔ مجھے اللہ
تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ قَالَ رَبِّ کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب!۔ اجْعَلْ لِّيْ آيَةً،
میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ میری بیوی بااُمید ہوگئی ہے۔
دیکھو پیٹ کی خبر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی نہیں جانتا۔ اور پھر عجیب بات ہے کہ اپنی بیوی کے متعلق
نہیں جانتا۔ اور یہاں لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ولی بھی پیٹ کی چیزیں جانتے ہیں۔ حالانکہ
زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور پیغمبر سے بڑھ کر کس کی حیثیت ہے۔ قَالَ اٰيَتُكَ،
فرمایا تیری نشانی یہ ہے۔ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ، کہ تو کلام نہیں کر سکے گا لوگوں کے ساتھ۔ ثَلٰثَةَ
اَيَّامٍ، تین دن۔ اور دوسری جگہ لَيَالِي کا لفظ بھی آیا ہے۔ تین راتیں۔ تو پھر مطلب یہ بنے گا کہ تم
تین دن اور تین راتیں جب لوگوں کے ساتھ کلام کرنا چاہو گے تو تمہاری زبان نہیں چلے گی۔
اِلَّا رَمْزًا، مگر اشارے کے ساتھ لوگوں کو سمجھاؤ گے۔ کہ وضو کرو نماز پڑھو، تو جب یہ کیفیت ہو تو
سمجھ جانا کہ میری بیوی بااُمید ہوگئی ہے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا، اور ذکر کر اپنے رب کا کثرت
سے۔ وَّسَبِّحْ، اور اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر، تسبیح پڑھ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ حدیث
شریف میں آتا ہے، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَفْضَلُ الْكَلَامِ ہے۔ ہمیں اور آپ کو اس کا ذکر
کثرت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے۔ اَفْضَلُ الْكَلِمَاتِ

اَرْبَعٌ۔ چار کلمے بڑے افضل ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ان کلمات کا ذکر وضو ہو یا نہ ہو کیا جا سکتا ہے۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے، گھر بیٹھے ہوئے۔ لیٹے ہوئے ہو، چل پھر رہے ہو، کام کر رہے ہو، ہر حال میں کیا جا سکتا ہے۔ دیکھو کتنی سہولت رب تعالیٰ نے دی ہے۔ تو فرمایا رب کی تسبیح بیان کر۔ بِالْعَشِيِّ پچھلے پہر، دو پہر کے بعد کا جو وقت ہے۔ اس کو عربی میں عَشِیٌّ کہتے ہیں۔ وَالْاِبْکَارِ O اور پہلے پہر بھی رب کا ذکر کر مطلب یہ ہے کہ صبح شام رب کے ذکر میں مشغول رہ۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ، اور جب کہا فرشتوں نے۔ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ، اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ۔ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ، تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک رکھا ہے۔ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ اور تجھے چنا ہے سب جہاں والی عورتوں پر۔ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ، اے مریم!

فرمانبرداری کر اپنے رب کی وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ ،اور سجدہ کر اور رکوع کر۔ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ○ رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ ، یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ، اس کو ہم وحی کرتے ہیں تیری طرف۔ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ ،اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ ،جس وقت انہوں نے پھینکیں اپنی قلمیں۔ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ،ان میں کون سر پرست بنے مریم کا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ ،اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ○ جب انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یٰمَرْیَمُ ،جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم! اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ ، بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خوشخبری دیتا ہے۔ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ، اپنی طرف سے ایک کلمے کی۔ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ،نام اس کا مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ، رتبے والا ہوگا دنیا میں اور آخرت میں۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ○ اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوگا۔ وَیُكَلِّمُ النَّاسَ ،اور کلام کرے گا لوگوں کے ساتھ۔ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا، گود میں اور ادھیڑ عمر میں۔ وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ اور نیکوں میں سے ہوگا۔ قَالَتْ رَبِّ ،کہا اس نے اے میرے رب!۔ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ، کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ،اور نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی مرد نے۔ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ ،کہا فرشتے نے اسی طرح اللہ تعالیٰ۔ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ، پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا ، جب طے کرتا ہے کسی معاملے کو۔ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ ، پس پختہ بات ہے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو۔ كُنْ فَیَكُوْنُ ○ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔

یہ واقعہ پیچھے سے چلا آرہا ہے۔ کہ حضرت مریم کی سرپرستی حضرت زکریا علیہ السلام کے ذمہ تھی۔ انہوں نے اس کی پرورش کی۔ حضرت مریم علیہا السلام جوان ہوگئیں۔ آگے اس کا ذکر ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ،اور جس وقت کہا اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور

ان کے ہمراہ اور فرشتے بھی تھے۔ مگر متکلم حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ فرمایا۔ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ ،اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ۔ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ، تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک رکھا ہے برے اخلاق اور بری نظروں سے۔ اور تمام بری چیزوں سے۔ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ O اور تجھے چنا ہے سب جہاں والی عورتوں پر۔ یعنی جہان کی تمام عورتوں پر تجھے فضیلت عطا فرمائی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بغیر خاوند کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا لڑکا عطاء فرمایا۔ اور اس کی نظیر نہ اس امت میں ہے نہ پہلی کسی امت میں کہ کسی عورت نے خاوند کی ملاقات کے بغیر بچہ جنا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ، پیدا کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے۔ پھر اماں حوا علیہا السلام کو ان کی پسلی سے پیدا فرمایا۔ تو حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطاء فرمایا جس کے بارے میں کچھ بات آج ہوگی۔ اور کچھ کل کی آیتوں میں آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) فرمایا، یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ ،اے مریم! فرمانبرداری کر اپنے رب کی، کہ رب تعالیٰ نے تجھے درجہ عطاء فرمایا ہے، مقام عطاء فرمایا ہے۔ اپنے رب کا شکریہ ادا کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنی دیر تک قیام فرماتے تھے کہ تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہُ، آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ اور سردیوں میں جب آپ ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضو فرماتے تھے۔ تو تَشَقَّقَتْ قَدَمَاہُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پھٹ جاتے تھے۔ ساتھیوں نے دیکھا تو کہنے لگے حضرت آپ کے قدم مبارک سوج گئے ہیں۔ اور پھٹ گئے ہیں آپ اتنی عبادت نہ کریں اللہ تعالیٰ نے آپ کے بڑے درجے بلند فرمائے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا، تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنے

درجات سے نوازا ہے۔تو میں اس کا شکر یہ ادا نہ کروں ، مجھے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کوفرمایا تو اپنے رب کی عبادت کر۔وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ ،اور سجدہ کر اور رکوع کر۔مَعَ الرّٰکِعِیْنَ O رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں لیکن جب حالات بدلنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پابندی لگادی۔ہاں آج بھی اگر فتنے کا خطرہ نہ ہو اور عورتیں پردہ کر کے پورے اہتمام کے ساتھ آئیں۔تو جائز ہے۔ہمارے ہاں بھی عورتیں جمعہ پڑھنے کے لئے آتی ہیں۔نمازیں بھی پڑھتی ہیں۔اور اس وقت اوپر بیٹھی درس بھی سن رہی ہیں۔لیکن چونکہ زمانہ بڑا نازک ہے۔فتنے کا دور ہے۔اس واسطے احتیاط ضروری ہے۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا یہ واقعہ جو ہم نے تمہیں بتایا ہے۔ ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ ،یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ،اس کو ہم وحی کرتے ہیں تیری طرف۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ ،اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ ،جس وقت انہوں نے پھینکیں اپنی قلمیں قرعہ اندازی کے لئے۔اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ ؟ ،ان میں کون سرپرست بنے مریم کا۔یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے منت مانی تھی کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اس کو دین کے لئے وقف کر دوں گی تو جس وقت حضرت حنہ بنت فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو جنم دیا تو پاک صاف کر کے مسجدِ اقصیٰ کی انتظامیہ کمیٹی کے پاس پہنچا دیا کہ یہ میری منت ہے وہ میں نے پوری کر دی ہے آگے انتظام کرنا تمہارا کام ہے۔تو انتظامیہ کمیٹی جو انتیس ۲۹ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ان میں خاصا جھگڑا ہوا۔کہ ہر آدمی کی خواہش تھی کہ اس کا انتظام میرے سپرد ہو۔اور اس کی خدمت میں کروں۔کیونکہ ہمارے

امام خطیب کی بیٹی ہے۔اور کوئی آدمی بھی اپنے دعویٰ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔تو انہوں نے اس کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کرنے پر اتفاق کرلیا۔اور اس کا طریقہ یہ طے پایا کہ ہر ایک اپنی اپنی قلم لے آئے اور اس پر نشانی لگالے اور قریب ہی جو نہر اردن ہے سب حضرات اپنی قلمیں اس میں ڈال دیں۔جس کی قلم رک جائے اور دوسری تفسیر کے مطابق الٹی سمت تیرنے لگے وہ کامیاب ہے۔چنانچہ انتیس ۲۹ آدمیوں نے اپنے اپنے قلم نہر میں ڈال دیئے۔ان میں سے حضرت زکریا علیہ السلام جیت گئے۔کہ خدا کی قدرت سے ان کا قلم جس طرف سے پانی آرہا تھا اس طرف چل پڑا تو سب نے جب خلافِ عادت یہ بات دیکھی تو سب کو یقین ہوگیا اور ہر ایک نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ ،اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔إِذْ يَخْتَصِمُونَ ☆ جب انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کا کفیل میں بنوں۔یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتایا ہے۔یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ اور رسالت کی دلیل ہے۔تو حضرت مریم علیہا السلام جب سنِ بلوغت کو پہنچ گئیں،تو فرشتوں نے آکر آپ کو بشارت دی،آگے اس کا ذکر ہے۔إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ ،جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم!اس مقام پر اجمال ہے۔اور سولہویں پارے میں سورۃ مریم میں تفصیل ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس جس کمرے میں رہتی تھیں اس کی بیرونی دیوار کا جو کونہ تھا۔جہاں دو دیواریں اکٹھی ہوتی تھیں دونوں دیواروں پر کیل ٹھونکے ہوئے تھے۔اور ان کیلوں کے ساتھ ٹاٹ باندھ کر لٹکایا ہوا تھا۔چونکہ سادہ زمانہ تھا تو جب غسل کرنا ہوتا تھا تو ٹاٹ لٹکالیتی تھیں۔ایک دن ٹاٹ لٹکایا،اور غسل کیا اور کپڑے پہنے۔تو فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا، پس وہ فرشتہ متمثل ہوا ان کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں یعنی دیکھا تو ایک موٹا تازہ خوبصورت تندرست نوجوان

سامنے کھڑا ہے حضرت مریم گھبرا گئیں کہ اس تنہائی کے مقام میں اس مرد کا آنا اچھی نیت سے نہیں ہے۔ قَالَتْ، کہنے لگیں۔ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا، میں تجھ سے خدائے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں، اگر تو متقی ہے۔ یعنی اگر تو پرہیزگار ہے رب سے ڈرتا ہے۔ تو میں تجھے رحمٰن کا واسطہ دیتی ہوں۔ چلا جا تو یہاں کیوں آیا ہے۔ اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا۔ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ، بے شک میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کی طرف سے، یعنی میں جبرائیل ہوں۔ تجھے خوشخبری سنانے کے لئے آیا ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اور فرشتے بھی تھے۔ مگر متکلم جبرائیل علیہ السلام تھے۔ یہاں یہ الفاظ ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ، بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خوشخبری دیتا ہے۔ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ، اپنی طرف سے ایک کلمے کی۔ مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ بھی کہتے ہیں۔ اور کلمۃ اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے باپ کی وساطت کے بغیر کلمۂ کن کے ساتھ پیدا فرمایا اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود رکھا۔ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ، نام اس کا مسیح عیسیٰ ابنِ مریم ہوگا۔ مسیح ان کا لقب اور عیسیٰ ان کا نام تھا۔ (علیہ السلام) محققین فرماتے ہیں کہ لفظِ عیسیٰ الیشوع کا معرب ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نام عبرانی زبان میں ایشوع تھا۔ اور مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کہتے ہیں۔ اور دجال کو بھی۔ لیکن فقہاء کرام اور محدثینِ عظام اور مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دو طرح سے فرق بیان فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مسیح کہا جاتا ہے وہ "مَسَحَ یَمْسَحُ" سے ہے۔ معنیٰ ہے ہاتھ پھیرنا۔ اور اسی سے ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ اور مسح کرو اپنے سروں کا یعنی اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نابینے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے، وہ رب کے حکم سے بینا ہو جاتا تھا۔ برص والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہو جاتا تھا۔ اس واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح

کہا جاتا ہے۔ اور دجال کا نام جو مسیح ہے۔ وہ سَاحَ ،یَسِیْحُ ،سَیَاحَۃً سے ہے۔ جس کا معنیٰ ہے سیر وسیاحت کرنا۔ اور دجال ساری زمین پر پھرے گا۔ سوائے چار جگہوں کے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ ،بیت المقدس کا شہر اور طور کا پہاڑ ان چار جگہوں کے علاوہ ساری زمین پر اس کے ناپاک قدم پڑیں گے۔ اس واسطے اس کو مسیح کہتے ہیں۔ مذکورہ چار جگہوں میں بھی داخل ہونے کی بڑی کوشش کرے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا منہ پھیر دیں گے۔ دجال دنیا میں صرف چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت وہ ایک دن جو سال کے برابر لمبا ہوگا۔ تو اس میں نمازیں ایک دن کی پڑھیں گے یا ایک سال کی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازیں ایک سال کی پڑھنی ہیں۔ دوسرا دن ایک ماہ کے برابر لمبا ہوگا۔ اور نمازیں ایک ماہ کی پڑھنی ہیں۔ تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور نمازیں ایک ہفتے کی پڑھنی ہیں۔ باقی سینتیس ر ۳۷ دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ یعنی چوبیس گھنٹوں کے۔ تو دجال چالیس دن دنیا میں رہے گا۔ اور بڑا فتور مچائے گا۔ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ایسی جگہ جائے گا جہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوگا۔ لوگ کہیں گے اگر تو خدا ہے تو ہم پر بارش برسا۔ مسمریزم کے ذریعے اشارہ کرے گا بادل اکٹھے ہو جائیں گے، بارش ہوگی لوگ کہیں گے ہمیں اور کون سا خدا چاہیے، بس یہی خدا ہے۔ کوئی کہے گا میرے پاس کوئی شے نہیں ہے۔ میں بھوکا مر رہا ہوں۔ زمین پر پاؤں مارے گا زمین سونا چاندی اگل دے گی۔ کہے گا اٹھا لے مزے کر۔ اور جو اس کو نہیں مانے گا اس کے گھر کا سارا سامان اس کے پیچھے چل پڑے گا کیا پیٹیاں یا چارپائیاں اور کیا پیڑیاں۔ مسلمان کا گھر اس طرح صاف ہو جائے گا جس طرح ہتھیلی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے کھانے کے واسطے بھی کچھ نہ ہوگا۔ اور مسلمان کی خوراک ہوگی، سبحان اللہ ، الحمدللہ. بعض بدحواس ہوں گے جو یہ کلمات نہ پڑھ

سکیں گے۔ ریت اور مٹی پھانکیں گے، رب تعالیٰ اس کو شکر بنا دے گا۔ اور دوسرا فرق مسیح علیہ السلام اور مسیحِ دجال میں یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اس کو دونوں جگہ مَسَحَ سے ہی لیا جائے۔ تو فعیل کا وزن فاعل کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ اور مفعول کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ مسیح کا لفظ فاعل کے معنیٰ میں ہے۔ مسح کرنے والے۔ اور دجال کے ساتھ مسیح کا لفظ مفعول کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی ممسوح عینہٗ اس کی ایک آنکھ کا نور مٹا ہوا ہوگا۔ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ اس کی آنکھ جو کانی ہے وہ باہر نکلی ہوگی۔ اور بڑی بری نظر آئے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو میں تمہیں اس کی ایک ایسی علامت بتاتا ہوں کہ مجھ سے پہلے کسی پیغمبر نے نہیں بتائی۔ فرمایا! دجال کانا ہوگا۔ اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کے جادو اور مسمریزم سے متاثر ہو کر اس کو رب نہ بنا لینا۔ اور بڑا کچھ کرے گا مگر اپنی آنکھ ٹھیک نہیں کر سکے گا۔ اس کی رب تعالیٰ اس کو قدرت نہیں دیں گے۔ باقی سب استدراج ہوگا۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام رتبے والے ہوں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے زیادہ مقرب کون ہو سکتا ہے۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ، اور کلام کرے گا لوگوں کے ساتھ۔ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا، گود میں اور ادھیڑ عمر میں۔ لغتِ عرب میں تیس اور چالیس سال کی درمیانی عمر کو کہولت کہتے ہیں۔ اس وقت بدنی قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد آہستہ آہستہ کم ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس طرح جوانی میں گفتگو کریں گے گود میں بھی اسی طرح گفتگو کریں گے۔ اور گود میں گفتگو کرنے کا ذکر سولہویں پارے میں آتا ہے۔ کہ حضرت مریم علیہا السلام جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر آئیں۔ تو لوگوں نے سوال کیا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا، اے مریم! البتہ تحقیق لائی ہے تو

ایک چیز اوپری۔ کہ یہ کیا حرکت ہے؟ نہ تیری شادی نہ تیرا خاوند، اور بچہ اٹھائے پھرتی ہے۔
فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ، پس حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اس
سے پوچھو کہاں سے آیا ہے؟ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا" کہنے لگے ہم کیسے
پوچھیں اس بچے سے جو گود میں ہے وہ کیا بات کرے گا تو بتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام نے تقریر شروع فرما دی۔ اِنِّيْ عَبْدُ اللهِ، تحقیق میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ نہ خدا ہوں نہ خدا
کا بیٹا ہوں، نہ اس کی خدائی میں شریک ہوں۔ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا، اللہ تعالیٰ نے میرے
ساتھ کتاب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور رب تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ یہ ولادت کا پہلا یا دوسرا دن
تھا۔ اور یہ سب کچھ سنتے اور دیکھتے ہوئے بھی ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے۔ نہ مانے بلکہ
بدستور آج تک۔ لَقَدِ فْتَرَوْا عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا، البتہ تحقیق باندھا انہوں نے حضرت مریم
علیہا السلام پر بہتانِ عظیم کہ معاذ اللہ یہ بچہ حلالی نہیں ہے۔ ہم اس کو نبی کیوں مانیں؟ لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○ ضد اور ہٹ دھری کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ فرمایا! وَمِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ○ اور نیکوں میں سے ہوگا۔ قَالَتْ رَبِّ، کہا اس نے اے میرے رب!۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ
وَلَدٌ، کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ، اور نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی بشر نے، نہ جائز
طریقے سے اور نہ ناجائز طریقے سے۔ اور سولہویں پارے میں ہے۔ وَلَمْ اَكُ بَغِيًّا، اور نہیں
ہوں میں بدکار کیونکہ بچہ ملنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے۔ اور
یہاں دونوں نہیں ہیں۔ قَالَ كَذٰلِكِ اللهُ، اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ۔ يَخْلُقُ
مَا يَشَآءُ، پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ اِذَا قَضٰى اَمْرًا، جب
طے کرتا ہے کسی معاملے کو۔ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ، پس پختہ بات ہے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو۔ كُنْ فَيَكُوْنُ

○ تو ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو ان الفاظ کے ساتھ خوشخبری سنائی۔ کہ رب دینے والا ہے میں خوشخبری سنانے والا ہوں۔ تمہیں کیا پریشانی ہے۔ (اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے)

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ، اور اللہ تعالیٰ اس کو تعلیم دے گا کتاب کی۔ وَ الْحِكْمَةَ ، اور دانائی کی۔ وَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ، اور توراۃ اور انجیل کی۔ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ، اور رسول بنا کر بھیجے گا بنی اسرائیل کی طرف۔ انہوں نے کہا۔ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ ، بے شک میں تحقیق لایا ہوں تمہارے پاس۔ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ نشانی تمہارے رب کی طرف سے۔ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ، بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لئے گارے سے۔ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ ، پرندے کی شکل کی طرح۔ فَاَنْفُخُ فِيْهِ ، پس میں اس میں پھونک مارتا ہوں۔ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ، پس ہو جاتا ہے وہ پرندہ، بِاِذْنِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ ، اور اچھا کرتا ہوں میں مادرزاد اندھوں کو اور برص والوں کو۔ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ، اور زندہ

کرتا ہوں مُردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ ، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو۔ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ ، بے شک البتہ اس میں نشانی ہے تمہارے واسطے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ اگر ہو تم مومن۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ ، اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اس چیز کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔ مِنَ التَّوْرٰىةِ ، تورات سے۔ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ ، اور تا کہ میں حلال کردوں۔ تمہارے واسطے۔ بَعْضَ الَّذِيْ ، بعض وہ چیزیں۔ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ، جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ ، اور میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر۔ مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ، پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے۔ وَاَطِيْعُوْنِ ٥ اور میری اطاعت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ ، بے شک اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ فَاعْبُدُوْهُ ، پس تم اس کی عبادت کرو۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ٥ یہ ہے سیدھا راستہ۔

کل کے درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ جبکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت میں عطا فرمائے گا۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ بچہ بھی عنائیت فرمائے گا۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ ، اور اللہ تعالیٰ اس کو تعلیم دے گا کتاب کی۔ کتاب سے کیا مراد ہے؟ تو مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی ایک تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ لکھنا مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو لکھنا سکھائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں، سب لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ ، وہ اتباع کرتے ہیں رسول کی جو نبی اُمی ہے۔ وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ،

اور نہ لکھتے تھے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ تو ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو لکھنے کی تعلیم دے گا۔ اور دانائی کی تعلیم دے گا۔ بعض مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور حکمت سے مراد حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو قرآنِ کریم اور سنت کی تعلیم دیں گے چونکہ اہلِ اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس پر قرآنِ پاک کی آیات اور احادیثِ متواترہ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے اور چالیس سال تک اس امت پر حکمرانی کریں گے اور قرآن وسنت کے مطابق ہی فیصلے فرمائیں گے۔ لہٰذا قرآن وسنت کا علم ان کے لئے ضروری ہے۔ یہ علم ہوگا تو اس کی روشنی میں فیصلے فرمائیں گے۔ اور اسی کے مطابق خود بھی عمل کریں گے۔ مثلاً بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں۔ وہ دو نمازیں پڑھتے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو پانچ نمازیں پڑھیں گے اور پانچ ہی پڑھائیں گے۔ جس طرح ہم پڑھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی نماز فجر کی نماز ہوگی وہ اس طرح کہ دمشق کی جامع مسجد اُمَوِی میں صبح کی نماز تیار ہوگی۔ امام مہدی علیہ السلام آگے مصلے پر کھڑے ہوں گے اور تکبیر ہو رہی ہوگی کہ پیچھے سے آوازیں آئیں گی، نَزَلَ عِیسیٰ ابنِ مریم (علیہما السلام)، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام مصلے سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں۔ اور ان کا مقام بہت بلند ہے۔ اور یاد رکھنا کہ بے شک امام مہدی علیہ السلام کا مقام بھی اپنی جگہ بہت بلند ہے۔ مگر وہ کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ امام مہدیؑ کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ تو نبی کے درجے کو کس طرح پہنچ سکتے ہیں؟ کیونکہ پیغمبر، پیغمبر ہے۔ تو

حضرت امام مہدی علیہ السلام جب پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے کندھے پر ہاتھ رکھیں گے اور فرمائیں گے۔تم نماز پڑھاؤ۔ میں نے نماز تمہارے پیچھے پڑھنی ہے۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلی نماز فجر کی امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہو کر دمشق کی جامع مسجد اموی میں پڑھیں گے پھر یہی پانچ نمازیں پڑھائیں گے۔اور اسی دین پر عمل کریں گے۔آگے فرمایا وَ الْحِكْمَةَ ،اور دانائی کی۔وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ،اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا ان کو تورٰۃ اور انجیل۔تورٰۃ بنی اسرائیل کی مرکزی کتاب تھی۔اور بڑی جامع مانع تھی آسمانی کتابوں میں قرآنِ کریم کے بعد تورٰۃ کا مقام بہت بلند ہے۔اور انجیل اس کا تتمہ ہے۔اور انجیل کی حیثیت تم اس طرح سمجھو کہ ایک ہوتا ہے اخبار اور ایک ہوتا ہے ضمیمہ،اصل اخبار ہوتا ہے،جس میں خبروں کی تفصیل ہوتی ہے۔اور ضمیمے میں دو چار موٹی موٹی باتیں ہوتی ہیں۔تو اصل کتاب تو تورٰۃ تھی اور انجیل اس کا ضمیمہ تھا۔ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ،اور رسول بنا کر بھیجا بنی اسرائیل کی طرف۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔اور کسی قوم کے لئے نہیں تھی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ ،بے شک میں تحقیق لایا ہوں تمہارے پاس۔بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ،نشانی (معجزہ) تمہارے رب کی طرف سے۔اپنی طرف سے نہیں کیونکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔معجزے میں نبی کا ذاتی طور پر کوئی دخل نہیں ہوتا۔اور کرامت میں ولی کا ذاتی طور پر کوئی دخل نہیں ہوتا۔آگے نشانی کا ذکر ہے۔اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ ،بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لئے گارے سے۔كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ ،پرندے کی شکل کی طرح بنا کر۔فَاَنْفُخُ فِيْهِ ،پس میں اس میں پھونک مارتا ہوں۔فَيَكُوْنُ طَيْرًا ،پس ہو جاتا ہے وہ پرندہ۔بِاِذْنِ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کے حکم کے

ساتھ۔ یعنی وہ مٹی سے بنایا ہوا پرندہ سچ مچ اڑ جائے گا۔ رہی یہ بات کہ وہ کون سا پرندہ تھا؟ تو مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چمگادڑ تھا۔ اور چمگادڑ کافی چیزوں میں انسان کے مشابہ ہے۔ لطیفہ۔ ڈارون، ہیکسلے، ہیگل، اور ہیون یہ سائنس دان گزرے ہیں ان مردودوں کی تحقیق یہ ہے کہ انسان پہلے مینڈک تھا۔ پھر بندر بنا دم کٹی تو انسان بن گیا۔ یہ ڈارون کا نظریہ تھا۔ پھر ان کے مقابلے میں ایسے ہی پاگل اور اٹھے وہ افریقہ اور دوسرے ملکوں کے سائنس دان ہیں وہ کہتے ہیں کہ ڈارون کا نظریہ غلط ہے۔ کہ انسان بندر سے بنا ہے۔ بلکہ انسان چمگادڑ سے بنا ہے۔ اے آدم کے بیٹو! انسان کو انسان ہی رہنے دو۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ کبھی مینڈک بناتے ہو۔ کبھی بندر بناتے ہو۔ کبھی چمگادڑ بناتے ہو۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے انسان ہی بنایا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ، اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ ان لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ یہ بے وقوف لوگ ہیں۔ انسان جس شکل میں ہے، رب تعالیٰ نے اسی شکل میں پیدا فرمایا ہے۔ باقی سب خرافات ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے چمگادڑ بناتے۔ اس میں پھونک مارتے وہ رب تعالیٰ کے حکم سے اُڑ کر چلی جاتی۔ اور یہ منظر سب لوگ دیکھتے تھے۔ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ، اور اچھا کرتا ہوں میں مادر زاد اندھوں کو۔ اکمہ، مادر زاد اندھے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا طب اور ڈاکٹری کی دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ وہ بینا ہو جاتا تھا۔ اور اس طرح دیکھتا تھا جس طرح میں اور آپ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ وَ الْاَبْرَصَ، اور برص والوں کو ٹھیک کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ برص پھلبہری کو بھی کہتے ہیں۔ اور برص کا معنیٰ جذام کا بھی کیا ہے۔ اور جذام میں سوداوی مادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور اس کے مریض کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں اور ناک وغیرہ گل کر گر جاتے ہیں۔ اور طب والے کہتے ہیں کہ یہ متعدی

بیماری ہے۔ یعنی ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فِرَّ مِنَ الْمَجْزُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ، کوڑھے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو تو الگ بات ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی بھی ہے اور کھلائی بھی ہے۔ اور یہ دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر عوام کا حال یہ ہے کہ اگر کسی بیمار کی تیمارداری کے لئے جائیں اور اس کے اسی مرض سے بیمار ہو جائیں۔ تو اسی کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ فلاں نے مجھے بھی بیمار کر دیا ہے۔ لہٰذا عقیدے کی اصلاح ضروری ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے قرآن یاد کیا اور پھر بھول گیا۔ اس کو قیامت والے دن کوڑا کر کے اٹھایا جائے گا۔ اس واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ ہر بچے کو حفظ نہ کراؤ پہلے تم اس کا حافظہ دیکھ لو اگر حافظہ قوی ہے قرآنِ پاک کو یاد رکھ سکتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ حفظ نہ کراؤ۔ کیونکہ یاد کرنا فرض نہیں ہے، فضیلت کی بات ہے۔ لیکن یاد کر کے بھول جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور میں اساتذہ کو بھی سبق دیتا ہوں کہ تم بچے کا اندازہ لگاؤ لڑکا ہو یا لڑکی وہ اس طرح کہ اس کو ایک پارہ یاد کراؤ۔ اور دیکھو کہ کتنی دیر میں یاد کیا ہے۔ منزل کیسی ہے، اگر مضبوط حافظے والا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ قرآنِ پاک کا ترجمہ اور دوسرے دینی علوم اس کو پڑھاؤ۔ کیونکہ یہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوڑھ کی بیماری والے کو بھی ٹھیک کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اور ایمان کی شرط کے ساتھ وہ اس طرح کہ بیمار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے کہ دیکھ بھائی ٹھیک اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے۔ میرا کام ہے ہاتھ پھیرنا۔ باقی کارروائی میرے بس میں نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ لیکن یہ وعدہ کر کہ مثال کے طور پر رب تعالیٰ تجھے آنکھیں بینائی والی عنایت فرما دے تو تو ایمان

لے آئے گا۔ یا تو مومن ہو جائے گا۔ اگر وہ کہتا کہ ہاں میں ایمان لے آؤں گا۔ تب ہاتھ پھیرتے تھے۔ اسی طرح برص کے مرض والے کے ساتھ بھی پہلے طے کر لیتے تھے۔ اور تفسیر جلالین وغیرہ میں لکھا ہے کہ تقریباً پچاس ہزار آدمی ان بیماریوں والے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے کئے۔ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ، اور زندہ کرتا ہوں مُردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا۔ پہلا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام تھا۔ ویسے حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے سام، حام، یافث، اور کنعان جس کا نام یام تھا۔ یہ کفر پر مرا۔ باقی تین مسلمان تھے۔ تو سام کو زندہ کیا۔ وہ کچھ مدت زندہ رہا پھر فوت ہو گیا۔ دوسرا عازر رحمہ اللہ تعالیٰ تھا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندہ کیا۔ اور یہ دیر تک زندہ رہا۔ اس نے شادی بھی کی اور اولاد بھی ہوئی۔ تیسرا ایک بوڑھی عورت تھی۔ اس کا بیٹا تھا۔ اس کے فوت ہونے پر وہ بیچاری غمگین رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندہ کیا۔ وہ بھی دیر تک زندہ رہا۔ اور آگے اس سے نسل چلی چوتھا ایک چونگی پر ملازم تھا، عاشر اس کا نام تھا۔ اس کی بیٹی فوت ہوگئی اور یہ بیچارہ بڑا غمگین رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی بیٹی کو زندہ کیا۔ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو۔ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ، اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ خبریں صرف بنی اسرائیل کی قوم کو دیتے تھے کہ تو فلاں چیز کھا کے آیا ہے اور تو نے گھر کے فلاں کونے میں یہ چیز رکھی ہے۔ اور فلاں کونے میں یہ چیز رکھی ہے۔ اور یہ سب خبریں بطور معجزے کے تھیں۔ اور خاص بنی اسرائیل قوم کے لئے تھیں۔ حالانکہ وہاں اور بھی کافی قومیں آباد تھیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ صرف بنی اسرائیل کے واسطے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لہٰذا ان سب چیزوں کا

تعلق قوم بنی اسرائیل کے ساتھ تھا۔ چنانچہ انجیل متی میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں اور شاگردوں کو درس دے رہے تھے ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں بھی آپ سے کچھ فیض حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا کس خاندان سے تعلق ہے؟ اس نے کہا کہ کنعان کے خاندان سے یہ بنی اسرائیل سے الگ ایک خاندان تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فیض تیرے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ میرا فیض صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے۔ تو میری کلاس میں شامل ہی نہیں ہے۔ وہ عورت بھی بڑی ضدی تھی بیٹھی رہی اور بار بار کہتی رہی کہ مجھے بھی فیض دو شاگردوں نے کہا کہ حضرت اس عورت سے جان چھڑاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو اس کو بڑے احسن طریقے سے کہہ دیا ہے۔ کہ میرا فیض تیرے لئے نہیں ہے۔ میں تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (لیکن افسوس کہ آج ان بھیڑوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی چر لی ہے)۔ پھر فرمایا لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔ یعنی گھر کے بچوں کے لئے ضرورت کے مطابق جو کھانا تیار کیا ہے۔ وہ کتوں کو نہ ڈالو، یہ مثال ہے کہ میرا وقت تمہارے لئے نہیں ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوۃ صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ اور جب قیامت سے پہلے آئیں گے تو وصفِ نبوۃ کے ساتھ آئیں گے کیونکہ نبوۃ چھینی نہیں جاتی۔ مگر آئیں گے امتی ہونے کی حیثیت سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرنیل اور بادشاہ کمانڈر کی حیثیت سے اسلام کو نافذ کریں گے۔ اور جس علاقے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے وہاں اسلام کے بغیر کوئی اور دین باقی نہیں رہے گا۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ، بے شک البتہ اس میں نشانی ہے تمہارے واسطے۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ○ اگر ہو تم مومن۔ یعنی اتنے معجزے تمہیں دکھا دیئے کہ بفضل اللہ تعالیٰ نابینا، بینا ہو گئے مردے زندہ ہو گئے۔ اتنی چیزیں

دیکھ کر بھی اگر تم ایمان نہ لاؤ۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ یہودی کہتے تھے کہ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے۔ کیونکہ یہودیوں نے دین کی شکل مسخ کر کے رکھ دی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اصلاح فرماتے تھے۔ جس طرح آج کل اہلِ بدعت (بریلویوں) نے اس دین کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ جو دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا تھا۔ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے حاصل کر کے اس پر عمل کیا تھا۔ جو تابعین، تبع تابعینؒ سے چلا آرہا تھا۔ اسے اس حد تک بگاڑا کہ جو بدعات ہیں وہ سنت بن گئی ہیں اور جو سنت کو بیان کرے، حق بیان کرے اس کو وہابی کہہ دیتے ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اصل دین پیش کرتے تو یہودی کہتے کہ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا شبہ دور فرمایا۔ کہ ظالمو! سن لو میں تو وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ ، اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اس چیز کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔ مِنَ التَّوْرٰةِ ، تورٰۃ سے۔ یعنی میں تو، تورٰۃ کا مصداق ہوں۔ جھٹلانے والا نہیں ہوں۔ میرا تو اصل مذہب ہی تورٰۃ ہے۔ تم نے تورٰۃ کی تعلیم کو بدل ڈالا ہے۔ میں تصحیح کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کا اس وجہ سے بھی ان کو موقع مل گیا (آٹھویں پارے میں اس کا ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ) کہ یہود کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ چیزیں حرام فرمائی تھیں۔ مثلاً اونٹ اور بطخ اور شتر مرغ، ان پر حرام تھا۔ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ، یہ سزا ہم نے ان کو دی تھی ان کی شرارت کے سبب سے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان پر حلال فرمادیں۔ یہودیوں کو بڑا مضبوط بہانہ مل گیا کہ دیکھو جی! یہ چیزیں حرام تھیں۔ اور یہ کہتا ہے حلال ہیں۔ یہ ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔ یہودیوں نے احتجاج کیا۔ مظاہرے کئے کہ اس شخص کو روکو۔ اس کو سولی پر لٹکاؤ۔ یہ ہمارے بڑوں کی تعلیم کی

مخالفت کرتا ہے۔اس وقت رومیوں کی حکومت تھی۔اور شام کا گورنر تھا ہیروڈ اس نے مرکز کو حالات سے آگاہ کیا اگلی آیات میں بات آرہی ہے کہ جب انہوں نے بہت شور ڈالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا پروگرام بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس اٹھالیا۔فرمایا، وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ، اور تا کہ میں حلال کردوں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔یعنی جو چیزیں تمہاری سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے حرام کی گئی تھیں وہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم پر حلال کردی ہیں۔وَجِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ، اور میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے۔فَاتَّقُوا اللّٰہَ، پس اے لوگو! ڈرو تم رب تعالیٰ سے۔وَاَطِیْعُوْنِ ○ اور میری اطاعت کرو اور یہ چیزیں چونکہ عموماً انسان سے صادر نہیں ہو سکتیں مثلاً مٹی کا پرندہ بنا کے اڑا دینا۔مردے کو زندہ کر دینا کوڑھے کو اچھا کر دینا۔اندھے کو بینا کر دینا۔تو کہیں یہ نرالی اور اوپری چیزوں کا مجھ سے صدور دیکھ کر مجھے رب نہ سمجھ لینا۔اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ، بے شک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔یہ تو معجزے ہیں رب تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر صادر کئے ہیں۔فَاعْبُدُوْہُ، پس تم اس کی عبادت کرو اس کی یعنی عبادت صرف رب کی کرنی ہے۔ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○ یہ ہے سیدھا راستہ۔جس کی دعوت دینے کے لئے میں آیا ہوں۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡهُمُ الۡکُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ
الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشۡهَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ
﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنۡزَلۡتَ وَ اتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِیۡنَ
﴿۵۳﴾ وَمَکَرُوۡا وَ مَکَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ﴿۵۴﴾ ع اِذۡ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیۡسٰۤی
اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ
کَفَرُوۡا وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ
الۡقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡهِ
تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی
الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ
الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۷﴾

فَلَمَّا، پس جس وقت۔ اَحَسَّ عِیۡسٰی محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ مِنۡهُمُ، ان بنی اسرائیلوں سے۔ الۡکُفۡرَ، کفر۔ قَالَ، فرمایا۔ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ، کون میری مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں جانے تک۔ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ، کہا حواریوں نے۔ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ، ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے

مددگار ہیں۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ، ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر۔ وَ اشْھَدْ، اور اے عیسیٰ علیہ السلام گواہ بن جانا۔ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○، بے شک ہم فرمانبردار ہیں۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا، اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ بِمَآ اَنْزَلْتَ، اس چیز پر جو تو نے نازل کی۔ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ، اور ہم نے پیروی کی رسول کی۔ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ○، پس تو لکھ ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں سے۔ وَمَکَرُوْا، اور ان کافروں نے تدبیریں کیں۔ وَمَکَرَ اللّٰہُ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے۔ اِذْقَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی، جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ علیہ السلام۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ، بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں۔ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ، اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں۔ وَمُطَھِّرُکَ، اور تجھے پاک کرنے والا ہوں۔ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ، ان لوگوں سے جو کافر ہیں۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ، اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو۔ اتَّبَعُوْکَ، جنہوں نے تیری پیروی کی۔ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ، اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہیں۔ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ، قیامت کے دن تک۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ، پھر میری طرف ہی ہے تمہارا لوٹنا۔ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ، پس میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان۔ فِیْمَا، ان چیزوں میں۔ کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ○، کہ جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، پس بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ فَاُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا، پس میں ان کو سزا دوں گا سخت سزا۔ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○، اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مدد گار۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اور بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، اور عمل کئے انہوں نے اچھے۔ فَیُوَفِّیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ، پس ان کو اللہ تعالیٰ پورے پورے اجر دے گا۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔

9

اس سے پہلی آیات میں ان معجزات کا ذکر تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے۔ مثلاً مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارنا اور اس کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن کر اڑ جانا۔ اور مادرزاد اندھے کا بینا ہو جانا۔ اور پھل بہری والے کا ٹھیک ہو جانا۔ مردوں کا زندہ ہونا۔ اور یہ سب کچھ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا مگر لوگ ضد پر اڑے رہے اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئے۔ حالانکہ یہ کوئی معمولی نشانیاں نہیں تھیں۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کہ ایک آدمی اس بات پر ڈٹا ہوا ہے کہ میں نہیں مانتا۔ تو اس کو کون منوا سکتا ہے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حجت پوری کر دی۔ زبانی طور پر بھی ان کو سمجھایا اور عملی طور پر یہ سارے معجزے بھی ان کو دکھائے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اس کا ذکر ہے فرمایا۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ، پس جب محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے ان بنی اسرائیلیوں سے کفر کہ انہوں نے یہ سب کچھ دیکھ سن کر بھی انکار کر دیا ہے الٹا میرے خلاف منصوبے بنا رہے ہیں۔ تو قَالَ، فرمایا۔ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ، رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کون میری مدد کرے گا؟ کیونکہ عالمِ اسباب میں دارومدار اسباب پر ہے۔ اگرچہ اسباب میں اثر رب رکھتا ہے مگر اسباب کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس واسطے فرمایا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے میری مدد کون کرے گا؟ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ، کہا حواریوں نے۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ، ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو حواری کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حواری حور سے ہے اور حور کے معنیٰ ہیں سفیدی کیونکہ ان کے دل بڑے صاف تھے۔ جو دل میں ہوتا تھا زبان پر بھی وہی ہوتا تھا ان میں دورنگی نہیں تھی۔ کہ دل کسی طرف ہو اور

زبان کسی طرف ہو تو اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کہ وہ دل کے بڑے صاف تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چہرے سفید تھے یعنی سفید فام لوگ تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے۔ کپڑے سفید کرتے تھے اس واسطے ان کو حواری کہا گیا۔ غریب تھے لیکن تھے مومن اور یاد رکھنا دنیا میں جو جائز پیشے ہیں ان سے اسلام نہیں روکتا اور یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ سفید کپڑے پہنتے تھے۔ اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کیونکہ حور کے معنیٰ سفیدی کے ہوتے ہیں یہ ساری وجوہ تفسیروں میں موجود ہیں تو یہ حواری اگرچہ بہت تھوڑے آدمی تھے مگر مخلص تھے۔ اور اخلاص کا اثر کچھ اور ہوتا ہے تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکے ہیں۔ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝، اور اے عیسیٰ علیہ السلام گواہ بن جانا بے شک ہم فرمانبردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بھی ہیں۔ اور آپ کی فرمانبرداری بھی کریں گے۔ پھر ان حواریوں نے دعا کی۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ، اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس چیز پر جو تو نے نازل کی عیسیٰ علیہ السلام پر۔ یعنی کتاب انجیل نازل فرمائی وحی نازل فرمائی۔ اور ان پر جو معجزات نازل فرمائے ہم سب پر ایمان لائے۔ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ، اور اے پروردگار ہم نے تیرے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی۔ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝، پس تو اے پروردگار ہمیں لکھ دے ان لوگوں کیساتھ جو حق کی گواہی دینے والے ہیں۔ یعنی ہمیں بھی حق کی گواہی دینے والوں میں شامل فرما۔ کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ اے پروردگار تو ہمارا رب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی ہے حق ہے اور ان کو جو معجزات دیئے گئے ہیں حق ہیں ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ وَمَكَرُوْا، اور ان کافروں نے تدبیریں کیں۔ وَمَكَرَ اللّٰهُ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی

تدبیریں کیں تفسیروں میں موجود ہے اور تاریخ میں بھی مذکور ہے کہ شام کا صوبہ تھا رومیوں کی بادشاہی تھی۔ اور ہیرورد اس وقت رومیوں کی طرف سے شام کا گورنر تھا۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بڑا شور مچایا احتجاج کیا جلوس نکالے نعرے بازی کی کہ ایک ایسا شخص کہ نسب بھی معلوم نہیں ہے وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ سب جادو ہے اور یہ جادوگر ہے۔ بڑا شور مچایا گلیوں میں محلوں میں کیونکہ اکثریت ان کی تھی اور حواری تو گنتی کے لوگ تھے۔ جو اکثر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس رہتے تھے۔ تاکہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے یہودی احتجاج کرتے ہوئے گورنر کے پاس گئے اور کہا کہ تم ہمارے حاکم ہو گورنر ہو ہماری پریشانی کا سدِ باب کرو۔ اس شخص نے ہمارے دین میں فتور ڈالا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو اصلاحات کی تھیں وہ گورنر کے سامنے رکھیں اور کہا کہ ہمارے باپ دادا یہ کرتے تھے۔ اور یہ اس طرح کہتا ہے اور جو کچھ ہمارے باب دادا کرتے تھے اس سے ہمیں روکتا ہے لہٰذا اس کو سولی پر لٹکاؤ اس کو اس طرح سمجھو جس طرح آج کل اہلِ بدعت ہیں کہ جتنی بدعات ہیں وہ ان کا دین ہے اور اہلِ سنت والجماعت کی علامات سمجھی جاتی ہیں اور جو بدعات کا رد کرے اس کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ اور اس کو وہابی کہتے ہیں اور جس کو وہابی کہہ دیا بس وہ اچھوت بن گیا لہٰذا ایک دفعہ وہابی کہہ دینا کافی ہے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے گاؤں میں ایک ہندو دوکاندار تھا محلے کی مسجد کا امام روزانہ اس سے تھوڑی سی نسوار مانگ کر لے جاتا اور پیسے نہیں دیتا تھا۔ (امام نسوار کا عادی تھا اور شرعاً نسوار مکروہ ہے)۔ ایک دن اس ہندو دوکاندار نے کہا میاں جی تم روزانہ مفت نسوار لے جاتے ہو میں بھی کمزور آدمی ہوں اور میرے بال بچے بھی ہیں۔ اور یہ

نسوار میں خرید کر لاتا ہوں مجھے کوئی پیسہ دھیلا دے دیا کرو۔میاں جی کو یہ بات بڑی ناگوار گزری کہ مجھ سے پیسے مانگتا ہے۔کہنے لگا میں تیرا علاج کر لیتا ہوں۔نماز کا وقت ہوا مسجد میں پہنچے نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر مقتدی جانے لگے تو میاں جی نے آواز دی کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں نے تمہارے ساتھ ایک بات کرنی ہے۔مقتدی بیٹھ گئے تو میاں جی نے کہا کہ فلاں ہندو دوکاندار وہابی ہو گیا ہے اس سے سودا نہ لینا کئی دن گزر گئے اس سے کسی نے سودا نہ خریدا وہ بے چارہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا ایک دن مولوی صاحب وہاں سے گزرے تو کہنے لگے تجھے پتہ چل گیا ہے نا! اس کو تو پتہ چل ہی گیا تھا کہ میاں جی نے مجھے وہابی بنا دیا ہے ہندو نے کہا میاں جی میں توبہ کرتا ہوں۔مجھے معاف کر دو اور نسوار جتنی چاہتے ہو لے جایا کرو۔مگر میرے سے یہ وہابیت کی دم اتار دو۔(ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر نامی ایک انگریز تھا اس نے وہابی کا لفظ ایجاد کیا۔اس نے کہا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ ایک ایسی دم لگا دی ہے کہ ساری زندگی اتارتے پھریں اترے گی نہیں) تو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا مطالبہ کیا تو گورنر نے کہا دیکھو ملک میں ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں حوصلے سے کام لو یہ پھر گورنر کے پاس گئے اور کہنے لگے............ اگر تم نے کچھ نہ کیا تو پھر ہم خود اس کا علاج کریں گے گورنر نے مرکز کو خط لکھا کہ بنی اسرائیلیوں میں سے ایک آدمی ہے وہ نئی نئی باتیں کرتا ہے اور سب لوگ اس کے مخالف ہو گئے ہیں اور اس کو سولی پر لٹکانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔میرے لئے کیا حکم ہے؟ مرکز نے کہا کہ اگر ایک آدمی کو سولی پر لٹکانے سے ملک میں امن قائم ہوتا ہے تو لٹکا دو کونسا وہ ہمارے چچے کا بیٹا ہے۔پولیس رومی تھی کیونکہ حکومت رومیوں کی تھی جس طرح ہم پر انگریز مسلط تھے پولیس والوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیادہ شناخت نہیں تھی۔کیونکہ ان کو ملاقات

کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا۔ انہوں نے شمعون قرینی کو سولی پر لٹکا دیا۔ کیونکہ اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی جلتی تھی۔ جس طرح میرے ساتھ میرے چھوٹے بھائی صوفی عبدالحمید کی شکل ملتی ہے اس کی وضع قطع بالکل میری طرح ہے ایک آدھ دفعہ دیکھنے والا ہمارے درمیان فرق نہیں کر سکتا۔ کہ بڑا کون ہے اور چھوٹا کون ہے رند کون ہے؟ اور صوفی کون ہے؟ بالکل اسی طرح شمعون قرینی کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی تھی اور یہ بات خود انگریز تسلیم کرتا ہے کہ جس کو سولی پر لٹکایا گیا وہ شمعون قرینی تھا۔ چنانچہ برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا میں اس کی تصریح موجود ہے تو شمعون قرینی کو سولی پر لٹکا کر وہ مطمئن ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا اور وہ اس وقت بھی آسمانوں پر زندہ موجود ہیں قیامت کے قریب زمین پر نازل ہوں گے۔ اور ان کے نازل ہونے کی نشانیاں قریب آ رہی ہیں۔ دیکھو کب نازل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو انہوں نے تدبیریں کیں مارنے کی۔ وَمَكَرَ اللّٰهُ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی بچانے کی۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ☆، اور اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں سے سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ، جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ (علیہ السلام)! بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں۔ نوجوان ساتھیو! یاد رکھنا۔ مرزائیت کا فتنہ بھی بہت بڑا فتنہ ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ قانوناً بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اور ان پر اس بات کی پابندی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ بیرون ملک بھی انہوں نے کئی مسلمانوں کو مرتد کیا ہے۔ اور ملک میں بھی کم نہیں ہوئے۔ بلکہ یہاں بھی لوگوں کو مختلف لالچ دے کر (مال کا، ملازمتوں کا، باہر بھیجنے والوں کے لئے ویزوں کا) احمدی بنا رہے

ہیں اور وہ بے ایمان ویزے لے کر احمدی بن کر باہر جاتے ہیں اور اپنا ایمان ضائع کر دیتے ہیں لوگوں کو مغالطہ ہے کہ ہم نے زبانی طور پر اس طرح کر کے داؤ لگایا ہے کہ ویزا حاصل کرلیا ہے بے شک چاہے وہ دل میں خوش ہوں مگر ایسا کرنے سے وہ کافر ہو گئے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں کام کروں تو ہندو ہو جاؤں یا عیسائی ہو جاؤں، یا یہودی ہو جاؤں تو شریعت میں وہ ایسا ہی ہو گیا چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھے لہٰذا میں ایک اہم مسئلہ سمجھانا چاہتا ہوں اس کو نوٹ کرلیں۔ اس پر تمام اہلِ حق کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور مرزائی قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور اس آیتِ کریمہ سے دھوکہ دیتے ہیں۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ، اور ترجمہ کرتے ہیں جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ علیہ السلام! بے شک میں تجھے وفات دوں گا۔ پھر کہتے ہیں کہ دیکھو قرآن میں ہے کہ میں تجھے وفات دوں گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ تو عوام جن کو علم سے مَس نہیں ہے وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ واقعی قرآن میں مُتَوَفِّیْکَ کا لفظ موجود ہے۔ اب ذرا غور سے بات کو سمجھیں یہ جو لفظ ہے۔ مُتَوَفِّی، اس کا مجرد مادہ وفات نہیں ہے بلکہ وَفَا ہے اگر مجرد مادہ وفات ہو تو معنیٰ ہے فوت ہونا اور جب باب تَفَعُّل پر لے جائیں گے تو معنیٰ ہوگا وفات دینا۔ اور اگر مجرد مادہ وفا ہو تو معنیٰ ہے پورا کرنا چنانچہ مقولہ ہے۔ "اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفَا" ۔ شریف آدمی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے اسی طرح وعدہ وفا مشہور لفظ ہے۔ اور جب اس کو باب تَفَعُّل پر لے جائیں گے تو معنیٰ بنے گا پورا پورا لینا۔ تو اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ، کا معنیٰ بنتا ہے بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں یہ یہودی تیرا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گے اور اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ یہ وفات سے ہے اور اس کا معنیٰ ہے۔

"مُمِیۡتُکَ" ۔کہ میں تجھے مارنے والا ہوں ۔تو مُتَوَفِّیۡ، اسمِ فاعل کا صیغہ ہے اور اسمِ فاعل میں مضارع کی طرح حال کا معنیٰ بھی آتا ہے اور استقبال کا معنیٰ بھی آتا ہے ۔تو اس صورت میں معنیٰ بنے گا "اے عیسیٰ! میں تجھے اپنے وقت پر وفات دوں گا" ۔وَرَافِعُکَ اِلَیَّ، اور اب میں اپنی طرف تجھے اٹھاتا ہوں ۔لہٰذا اس صورت میں بھی قادیانیوں کا دعویٰ صحیح نہیں ہے ۔کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں ۔اور چھٹے پارے میں آتا ہے ۔"وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" ۔حالانکہ انہوں نے نہیں قتل کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا بلکہ بات ان کے لئے مشتبہ کردی گئی ۔مزید فرمایا ۔"وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" ۔اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا اسی طرح متواتر درجے کی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر تشریف لائیں گے ۔اس موضوع پر میرا چھوٹا سا رسالہ ہے ۔" توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام" ۔اس میں قرآن کریم کی آیات کی تفسیر بھی ہے اور احادیث بھی باحوالہ ذکر کی ہیں اور علم کلام فقہ ،تاریخ ،اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوالے بھی ذکر کئے ہیں ۔اس کا مطالعہ کر لینا ۔وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ،اور تجھے پاک کروں گا ان لوگوں سے جو کافر ہیں ۔دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تجھے پاک کروں گا ادھر قادیانی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سرینگر میں ہے ۔اور حوالہ دیتا ہے فرانس کے ایک انگریز کا ۔جیسے روح ویسے فرشتے ،جیسا مرزا اور اس کے دعوے ویسے ہی اس کی نبوت کے لئے گواہ ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام میں تھے اور وہاں مسلمان بھی تھے ۔اگرچہ تھوڑے تھے مگر

تھے ضرور۔ اور اس زمانے میں کشمیر تو خالص کفر گڑھ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اچھا پاک کیا کہ جہاں تھوڑے بہت مسلمان تھے وہاں سے نکال کر کفر گڑھ میں پہنچا دیا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ ، اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی۔ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہیں قیامت کے دن تک۔ صاحب روح المعانی اور علامہ رازی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کامل پیروی تو کی ہے مسلمانوں نے اور ناقص پیروی کی ہے عیسائیوں نے اور ان دونوں کا آج تک یہودیوں پر تسلط چلا آرہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آج اگر امریکہ بے ایمان اور فرانس اور برطانیہ شیطان اسرائیل کی پشت پناہی سے ہٹ جائیں تو اسرائیل چند گھنٹے نہیں ٹھہر سکتا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی عیسائیوں نے اور کفر کیا یہودیوں نے۔ تو عیسائیوں کی یہودیوں پر آج تک فوقیت چلی آرہی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ ، پھر میری طرف ہے تمہارا لوٹنا پس میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان ان چیزوں میں کہ جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ وہ فیصلہ اس طرح ہوگا کہ۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، پس بہرحال وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا، پس میں ان کو سزا دوں گا سخت سزا۔ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وہ قتل ہوں گے جزیہ دیں گے، اور ہمیشہ ڈرتے رہیں گے، اس وقت اس علاقے میں مسلمانوں کی افرادی قوت بہت زیادہ ہے کہ بارہ کروڑ ہیں اور یہودی اسی لاکھ بھی نہیں ہیں۔ مگر ساری دنیا میں یہودی اسلحہ کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہیں۔ اور اس اسلحہ سے شہزادے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ یہودی بزدل ہیں۔ اگر کسی وقت جذبات میں آکر چند نوجوان کھڑے ہو جائیں تو یہودیوں کا

پاخانہ خطا ہو جاتا ہے۔اور پوچھتے پھرتے ہیں کیا ہوا کیا بنا جو قوم موت سے ڈرتی ہے وہ ترقی نہیں کرسکتی کاش کہ ان بے غیرت مسلمانوں میں کچھ غیرت آجائے۔تو بڑی بات ہے۔مگر یہ بہت بے غیرت بن گئے ہیں شام نے امریکہ سے رقم لے کر صلح کی ہے۔اور مصر نے امریکہ سے رقم لے کر نہ لڑنے کا معاہدہ کیا ہے۔او بے ایمانو! کچھ تو خیال کرو یہ نام کے مسلمان ہیں حقیقت میں پرلے درجے کے بے ایمان ہیں اور سب سے بڑے شیطان سعودیہ کے حکمران ہیں جنہوں نے ایک لاکھ بیس ہزار امریکی فوج لاکر عرب میں بٹھائی ہے۔حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔"اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ"۔ یہود و نصاریٰ کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔یہ حدیث جب علماء کرام نے ممبروں پر پڑھی تو سعودی حکومت کو تکلیف ہوئی اور انہوں نے علماء کرام کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا۔اس وقت بھی سینکڑوں علماءِ کرام جیلوں میں پڑے ہیں۔تاکہ شہزادوں کی حکومت برقرار رہے۔ اقتدار بہت بری چیز ہے۔اگر صحیح نہ ہو تو پھر ایسی ہی کارروائی ہوتی ہے۔تو فرمایا میں ان کو سخت سزا دوں گا۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔وَمَا لَهُمْ مِنْ نّٰصِرِیْنَ ،اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ،اور بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے۔اور عمل کیے انہوں نے اچھے۔فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ، پس ان کو اللہ تعالیٰ پورا پورا اجر دے گا۔وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ○ ،اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم سے بچائے اور محفوظ رکھے......آمین!

ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَيْکَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَيَکُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّکَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْکٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَکِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ ع

ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَيْکَ، یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، اس کو ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر۔ مِنَ الْاٰيٰتِ، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے۔ وَالذِّکْرِ الْحَکِيْمِ ○، اور وہ ذکر ہے جو حکمت والا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى، بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال۔ عِنْدَ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ کَمَثَلِ اٰدَمَ، ایسی ہے جیسے مثال ہے آدم علیہ السلام کی۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ، اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا مٹی سے۔ ثُمَّ قَالَ لَهٗ، پھر کہا اس کو۔ کُنْ، ہوجا۔ فَيَکُوْنُ ○، پس وہ ہوگئے۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ، حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔ فَلَا تَکُنْ، پس ہرگز نہ ہو۔ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ○، شک کرنے والوں سے۔ فَمَنْ حَآجَّکَ، پھر جو شخص جھگڑا کرے تیرے ساتھ۔ فِيْهِ، عیسیٰ علیہ السلام

کے متعلق۔ مِنۡ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ، بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا۔ فَقُلۡ ،پس کہہ تو۔ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَ نَا ، بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو۔ وَاَبۡنَآءَ کُمۡ اور تم اپنے بیٹوں کو۔ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمۡ ،اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو۔ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَکُمۡ ،اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو۔ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ ،پھر ہم مباہلہ کریں۔ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ ،پس ڈالیں ہم اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ o جھوٹوں پر۔ اِنَّ هٰذَا، بے شک یہ۔ لَهُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ ،البتہ بیان ہے سچا۔ وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ،اور نہیں ہے کوئی الٰہ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ ،اور بے شک اللہ تعالیٰ۔ لَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ o البتہ وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا، پس اگر وہ اعراض کریں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ۔ عَلِیۡمٌ ، جانتا ہے۔ بِالۡمُفۡسِدِیۡنَ o فساد کرنے والوں کو۔

دو تین رکوع پہلے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر چلا آرہا ہے اور یہ سارے واقعات عجیب و غریب ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا کہ دنیا میں اس کی کوئی اور نظیر موجود نہیں ہے۔ پھر پیدائش کے ساتھ ہی بات چیت شروع کر دینا کہ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں وہ مجھے کتاب دے گا اور نبی بنائے گا۔ پھر ان کے معجزات بھی عجیب و غریب ہیں مٹی کے گارے سے بنے ہوئے پرندے کا اُڑ جانا برص والے مریض کا ٹھیک ہو جانا مُردوں کا زندہ ہونا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر اُٹھایا جانا تو یہ سارے عجیب و غریب واقعات ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ذٰلِکَ نَتۡلُوۡهُ عَلَیۡکَ، یہ واقعات اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر۔ مِنَ الۡاٰیٰتِ ،اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ☆ ،اور ایسا ذکر ہے جو بڑا محکم اور حکمت والا ہے۔کوئی شک شبہے والی بات نہیں ہے۔یہ بات تم پہلے تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آیا تھا اس وفد میں ان کے سیاسی لیڈر اور مذہبی رہنما بھی تھے۔عاقب ابن عبدالمسیح ان کا سیاسی لیڈر تھا۔ایہم سید نظم ونسق کا امیر تھا اور ابو حارثہ ابن علقمہ مذہبی رہنما تھا اور اس وقت نجران کے علاقے میں اس سے بڑا پادری کوئی نہ تھا اس وفد کا اصل مقصد تو سیاسی پناہ حاصل کرنا تھا مگر مذہبی گفتگو بھی ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ میں رہے ہیں اور پیدا ہوئے ہیں اور یہ بات بھی تسلیم کرتے ہو کہ وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور بیماری تندرستی بھی ان کے ساتھ لگی ہوئی تھی تو ایسی شخصیت اِلٰہ اور معبود تو نہیں بن سکتی یہ ساری باتیں تسلیم کرنے کے بعد کہنے لگے کہ ہم ان کو رب کا بیٹا مانتے ہیں اور کہنے لگے کہ اگر وہ رب کے بیٹے نہیں ہیں تو تم بتاؤ کہ رب کے بغیر ان کا باپ کون ہے؟ کوئی باپ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے کہ فلاں آدمی ان کا باپ ہے یہ تو مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی خرافات ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام یوسف نجار تھا۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چھ بہن بھائی تھے۔لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔مرزا قادیانی کے کفر کیلئے تو بس اتنی بات ہی کافی ہے یاد رکھنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ تھا نہ بہن بھائی تھے آپ تنِ تنہا تھے اور حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ سے رب تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انہیں پیدا فرمایا تھا۔تو عیسائیوں نے ضد کی کہ بتاؤ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ رب نہیں ہے تو اور کون ہے؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ، بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے

ہاں ایسی ہے جیسے مثال ہے آدم علیہ السلام کی۔ اگر تمہاری منطق مان لیں کہ جس کا ظاہر طور پر باپ نہ ہو اس کا باپ رب ہے اور وہ رب کا بیٹا ہے تو پھر کہو نا کہ آدم علیہ السلام بھی رب کے بیٹے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو والدہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تو نہ والدہ ہے نہ والد۔ تو پھر آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے بیٹے ہوئے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پوتے اور پڑپوتے ہوئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا مٹی سے پھر کہا اس کو ہو جا پس وہ ہو گئے۔ یعنی جس طرح آدم علیہ السلام کو مٹی سے کلمہ کن کے ساتھ پیدا فرمایا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ سے کلمہ کن کے ذریعہ پیدا فرمایا۔ جس طرح آدم علیہ السلام کا ماں باپ نہیں ہے۔ مگر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ رب کے بیٹے ہیں اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو رب کا بیٹا کہنا جائز نہیں ہے۔ ایک اور تشبیہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام مرد تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا کس طرح پیدا فرمایا یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ مگر چونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے اور قرآن پاک میں موجود ہے۔ ''وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا''۔ اور پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کے جوڑے کو لہٰذا ہم مانتے ہیں۔ تو مرد کی پسلی سے اللہ تعالیٰ نے عورت پیدا فرمائی۔ حضرت مریم علیہا السلام عورت ہیں۔ ان سے مرد پیدا فرمایا۔ ایک اور مشابہت بھی ہے کہ آدم علیہ السلام زمین پر پیدا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت میں لے گئے۔ پھر زمین پر اتارا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیدا فرمایا پھر آسمانوں پر لے گئے اور قیامت سے پہلے پھر زمین پر اتاریں گے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں نہ اِلٰہ ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ، حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ پس ہرگز نہ ہو شک کرنے والوں میں سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے یہ حقیقت ہے اس میں ہرگز شک نہ کرنا۔ کیونکہ جب کوئی بات قرآن پاک میں آجائے تو اس کے یقینی، قطعی اور محکم ہونے کے بارے میں ہرگز شک نہ کرو کہ اللہ کی ذات سے زیادہ کوئی ذات سچی نہیں ہے۔ اور اس کے کلام سے سچا کوئی اور کلام نہیں ہے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ، پس جو شخص جھگڑا کرے تیرے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا۔ تو آپ ان کو مباہلے کا چیلنج دیں۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ، پس کہہ تو بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو۔ اور تم اپنے بیٹوں اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ پھر ہم مباہلہ کریں پس ڈالیں ہم اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔ مباہلہ کا معنی ہے عاجزی کے ساتھ دعا کرنا کہ دونوں فریق کھلے میدان میں آجائیں اور اپنا عقیدہ اور نظریہ بیان کریں اور گڑگڑا کر دعا کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اپنا عقیدہ اور نظریہ یہی بیان فرمایا۔ اور بعد میں بھی یہی بیان کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے۔ نہ اس کا بیٹا ہے نہ بیٹی نہ ماں، نہ باپ، نہ بیوی اس کی صفت ہے۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ آگے اس سے اولاد چلی ہے اور تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہو۔ اور اس کا شریک بناتے ہو۔ اور میدان میں اپنے عقیدے کو بیان کرو۔ پھر ہم دعاء کرتے ہیں کہ اے پروردگار جس کا عقیدہ سچا ہے اس کو نجات دے اور جس کا عقیدہ جھوٹا ہے اس کو تباہ کر دے تاکہ لوگ دیکھیں۔ اور بات ان پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ

جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے ساتھیوں کے علاوہ گھر کے یہ افراد حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر میدان میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ان پر کمبل ڈال دیا۔ اور عورتوں کو ساتھ لے جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہ سمجھا۔ پھر ان کو فرمایا کہ آؤ میدان میں تاکہ مباہلہ کریں لیکن عیسائیوں نے رات کو ہی آپس میں مشورہ کر لیا تھا کہ مباہلہ نہیں کرنا۔ کہنے لگے یہ تو تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور پیغمبر سے جو مباہلہ کرتا ہے وہ بچ کے نہیں جا سکتا۔ باقی ہم ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے ہیں۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ لہٰذا ہم نے مباہلہ نہیں کرنا۔ اور یہ بات اپنی قوم کو بھی نہیں بتانی۔ ورنہ وہ شور مچائیں گے کہ تم نے مباہلہ کیوں نہیں کیا۔ اور مباہلہ کسی قیمت پر نہیں کرنا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ حضرت تم بھی رب کو مانتے ہو، ہم بھی رب کو مانتے ہیں۔ تم بھی قیامت کے قائل ہو، ہم بھی قیامت کے قائل ہیں۔ تم بھی آسمانی کتابوں کو مانتے ہو، ہم بھی آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں۔ تم بھی پیغمبروں کو مانتے ہو ہم بھی مانتے ہیں تم بھی نمازیں پڑھتے ہو۔ ہم بھی پڑھتے ہیں۔ تم بھی روزے رکھتے ہو، ہم بھی روزے رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے۔ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفادار رعیت ہیں۔ ہم پر جو ٹیکس اور جزیہ عائد ہوتا ہے وہ ہمیں بتاؤ ہم ادا کریں گے۔ اس طرح بات کو ٹالا اور چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اگر مباہلہ کرتے تو اسی مقام پر ختم ہو جاتے۔ ایک بھی بچ کر زندہ نہ جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ساتھ مباہلہ کرنا اور بچ کے جانا، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے ساتھ جزیہ یہ طے ہوا کہ تیس عدد اونٹ، تیس عدد گھوڑے، تیس عدد نیزے، تیس عدد خود، تیس عدد زرہیں، اور دو ہزار سوٹ کپڑوں کے سالانہ

ادا کریں گے۔ معاہدہ طے ہوگیا۔ تحریر لکھی گئی اور وہ واپس چلے گئے۔ یہاں جزیئے کا مفہوم بھی سمجھ لیں۔ غیر مسلم جو اسلامی ملک میں آباد ہیں ان میں سے جو جوان سال ہیں اور فوج میں بھرتی نہیں ہونا چاہتے، وہ جزیہ ادا کریں گے۔ اور اگر فوج میں بھرتی ہو جائیں اور حکومت اس پر اعتماد بھی کرے تو ان پر کوئی جزیہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بچے پر کوئی جزیہ نہیں، بوڑھے پر کوئی جزیہ نہیں۔ ان کے جو مذہبی پیشوا ہیں ان پر بھی کوئی جزیہ نہیں۔ صرف جوانوں پر ہوگا۔ کیونکہ ملک میں آخر ان کے بھی کارخانے ہیں، زمینیں اور باغات ہیں، دکانیں ہیں۔ ملک محفوظ ہوگا تو وہ بھی محفوظ ہوں گے اور اگر ملک محفوظ نہ رہا تو وہ بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ اس لئے ملکی دفاع اور اپنے مال و جان کے تحفظ کے لئے ٹیکس ادا کریں۔ تو یہ ملکی دفاع اور جان مال کے تحفظ کے لئے جو تھوڑی سی رقم دیں گے اس کا نام جزیہ ہے۔ اور یہ نہ تو عقل کے خلاف ہے، اور نہ ہی نقل کے۔ وہ جزیہ کتنا ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو امیر ترین آدمی ہوتا تھا۔ اس سے سالانہ اڑتالیس درہم لئے جاتے تھے۔ جو اس وقت تقریباً پندرہ سو روپے بنتے ہیں۔ اور درمیانے قسم کے آدمی سے چوبیس درہم سالانہ اور معمولی آمدنی والے سے بارہ/۱۲ درہم لئے جاتے تھے۔ اور جس علاقے میں ان کی حفاظت کا انتظام نہیں ہوسکتا تھا۔ وہاں ان کو جزیئے کی رقم واپس دے دی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے۔ انہوں نے عراق کے علاقے میں اپنے فوجی افسروں کو تحریری حکم بھیجا کہ غیر مسلموں سے جو تم نے جزیہ وصول کیا ہے وہ ان کو واپس کردو۔ کیونکہ اس وقت ہماری رومیوں کے ساتھ جنگ ہے۔ ہم ان کی حفاظت کی ذمہ داری پوری نہیں کرسکتے لہٰذا دیانت داری کا تقاضا ہے کہ ان کی رقم ان کو واپس کردو۔ چنانچہ وہ رقم واپس کردی گئی۔ جب ان کو رقم واپس کی گئی تو انہوں نے سوال کیا کہ یہ رقم تم نے واپس کیوں

کی ہے؟ تو ان کو آگاہ کیا گیا کہ یہ رقم ہم لیتے ہیں تمہاری جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے۔ اور اس وقت ہم خود لڑائی کا شکار ہیں لہٰذا تمہارا تحفظ نہیں کر سکتے۔ اس واسطے جزیے کی رقم واپس کر دی ہے یہ جن کو جزیے کی رقم واپس کی گئی عیسائی تھے اور جن کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی تھی رومی وہ بھی عیسائی تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان عیسائیوں نے دعاء کی کہ رب تعالیٰ تمہیں فتح نصیب فرمائے۔ اور تم کامیاب ہوکر واپس آؤ۔ اسلام میں ٹیکس کی حقیقت آپ حضرات نے سمجھ لی۔ اب اپنی حکومت کا حال بھی سن لیں۔ راہوالی کے سیٹھ محمد یوسف صاحب تین بھائی تھے۔ ان کے بڑے بھائی کا نام عبداللہ تھا۔ وہ فوت ہوگئے اور ایک کا نام سعید تھا۔ غالباً وہ زندہ ہیں۔ اور سیٹھ محمد یوسف صاحب بھی فوت ہو گئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ آگے ان کی اولاد در اولاد ہے۔ آپ میں جو بوڑھے ہیں انہوں نے سیٹھ محمد یوسف صاحب کو دیکھا ہوگا۔ میرے ساتھ ان کو بڑا انس اور پیار تھا۔ دینی مدارس قائم کرنے کے لئے ہم نے کئی جگہ جلسے کئے۔ لوگوں کو ترغیب دی۔ الحمد للہ ملک، بیرون ملک آج بھی حفظ وناظرہ کے مدارس موجود ہیں، تو سیٹھ صاحب کا گتے کا کارخانہ تھا، فیکٹری تھی۔ میں نے کہا سیٹھ صاحب یہ جو تم نے کارخانہ لگایا ہے تمہارے سے حکومت کوئی ٹیکس بھی لیتی ہے؟ ہنس پڑے اور کہنے لگے سو میں سے ترانوے روپے حکومت ٹیکس لیتی ہے۔ میں نے کہا پھر تمہارے پاس کیا بچا؟ پھر ہنس پڑے اور کہنے لگے ہمیں سات روپے بچتے ہیں اور ان میں بھی فلاں فلاں ٹیکس ہے۔ آج پورا ٹیکس کون ادا کرتا ہے؟ اگر یہ کارخانہ دار اور تاجر حضرات پورا پورا ٹیکس ادا کر دیں اور ہمارے حکمرانوں نے جو اربوں روپے اپنے کھاتوں میں جمع کئے ہوئے ہیں وہ ان سے واپس لے لئے جائیں۔ تو پھر ہمیں کسی سے قرضہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور قرض دینے والوں نے ہمیں ایسے شکنجے میں کسا ہوا ہے کہ مہاجن بنئے سے جان چھڑانا آسان ہے مگر

ان کے شکنجے سے نکلنا مشکل ہے۔تو عیسائیوں کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں بالکل غلط ہے صحیح بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے کلمہ کن کے ساتھ بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہے۔اِنَّ هٰـذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ، بے شک یہ بیان جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہوا ہے حق ہے۔وَمَا مِنْ اِلٰـهٍ اِلَّا اللّٰهُ ، اور نہیں ہے کوئی الٰہ اللہ تعالیٰ کے سوا۔معبود صرف پروردگار ہے۔نہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔نہ ان کی والدہ، نہ کوئی ولی، نہ کوئی امام، نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیغمبر۔وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥، اور بے شک البتہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔فَاِنْ تَوَلَّوْا ، پس اگر یہ لوگ حق کی بات سننے سے گریز کریں۔فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ٥، پس بے شک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو خوب جانتا ہے۔وہ خود ان سے نمٹ لے گا۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ-فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ(۶۴) یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖؕ-اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(۶۵) هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌؕ-وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(۶۶) مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًاؕ-وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ(۶۷)

قُلْ ، کہہ دے۔ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ ، اے کتاب والو۔ تَعَالَوْا، آؤ۔ اِلٰى كَلِمَةٍ، ایک بات کی طرف۔ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ، جو برابر ہے ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان۔ اَلَّا نَعْبُدَ ، یہ کہ ہم نہ عبادت کریں۔ اِلَّا اللّٰهَ ، مگر صرف اللہ تعالیٰ کی۔ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا ، اور نہ ہم شریک کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو۔ وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا ، اور نہ بنائیں ہم میں سے بعض بعض کو۔ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ، رب تعالیٰ کے سوا کارساز۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا، پس اگر وہ لوگ پھر جائیں۔ فَقُوْلُوا ، پس تم کہو۔ اشْهَدُوْا ، تم گواہ بن جاؤ۔ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ o بے شک ہم مسلمان ہیں۔ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ، اے کتاب والو! لِمَ تُحَآجُّوْنَ، کیوں جھگڑا کرتے ہو تم؟ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ ، ابراہیم علیہ

السلام کے بارے میں۔ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰۃُ ،اورنہیں اتاری گئی توراۃ۔ وَ الْاِنْجِیْلُ ، اورانجیل۔ اِلَّا مِنْ ، بَعْدِہٖ ، مگران کے بعد۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥ ،کیاپس تم نہیں سمجھتے۔ ھٰاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ ، خبردار!تم یہ ہو۔ حَاجَجْتُمْ ،جھگڑا کرتے ہو۔ فِیْمَا ،ان چیزوں کے بارے میں۔ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ ، جن کاتمہیں کچھ نہ کچھ علم ہے۔ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ ،پس کیوں تم جھگڑا کرتے ہو؟ فِیْمَا ،ان چیزوں کے بارے میں۔ لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ ،جن کاتمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ ،اوراللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ ،اورتم نہیں جانتے۔ مَاکَانَ اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا ،نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی۔ وَّلَا نَصْرَانِیًّا ،اورنہ نصرانی۔ وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا ،اورلیکن تھے ایک طرف کے ہونے والے۔ مُّسْلِمًا ،اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ وَمَاکَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ٥ ،اورنہ تھے شرک کرنے والوں میں سے۔

اس سے پہلی آیات میں تفصیل کے ساتھ یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جس میں سیاسی زعماء،ان کے سرداراور مذہبی راہنما بھی تھے۔ یہ خاصے پڑھے لکھے لوگ تھے ان کے آنے کا اصل مقصدتو یہ تھا کہ ہم تمہاری بادفارعیت بن کے رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے اوپر جوقانون لاگو ہیں ہمیں ان سے آگاہ کیا جائے اور ہمارے ذمہ جوٹیکس ہے وہ بتایا جائے۔ مگر مذہبی گفتگو بھی ہوئی اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباہلہ کا چیلنج بھی دیا۔ مگران کو مباہلہ کے لئے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چونکہ اس مقام پر خاصا مجمع تھا۔ جس میں یہودی بھی تھے۔ عیسائی بھی تھے۔ مشرک بھی تھے، مجوسی بھی تھے، (مجوسی انجیل کونہیں مانتے) اورصابئین بھی تھے۔ جن کا دعویٰ تھا کہ ہم زبورکو مانتے ہیں اگرچہ یہ گنے چنے افراد تھے۔ سرزمین عرب میں زیادہ ترآبادی

مشرکوں کی تھی۔دوسرے نمبر پر یہودی تھے۔تیسرے نمبر پر عیسائی، صابی اور مجوسی بھی اکا دکا ہوتے تھے۔اوراس موقع پر سب لوگ موجود تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو دعوت دو قُل، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں۔ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ ،اے کتاب والو! یعنی جو آسمانی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو ہمارا خطاب ہے۔تَعَالَوْااِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُم، آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے، مُسَلَّمْ ہے ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان یعنی ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی ماننے کا دعویٰ کرتے ہو۔ہم تو دل سے مانتے ہیں اور عمل سے اس کا ثبوت دیتے ہیں، اور تم صرف زبان سے اقرار کرتے ہو مگر عمل اس کے خلاف کرتے ہو۔ وہ بات یہ ہے کہ۔ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللہَ ، یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں کہتے وہ بھی تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ جیسے آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے یہی ہیں۔کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی ہے۔مگر قبروں پر بھی جھکتے ہیں۔مرادیں بھی مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ ان کی تعظیم ہے، عبادت نہیں ہے۔ حالانکہ کسی سے مراد مانگنا تکلیف میں پکارنا ،طواف کرنا عبادت ہے، نذرونیاز دینا، منت ماننا عبادت ہے۔تو دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ مگر عملی طور پر کررہے ہیں۔ یہی حال تھا یہود ونصاریٰ اور دوسرے گمراہ فرقوں کا۔ کہتے تھے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے۔مگر غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا ،اور نہ ہم شریک کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شئے کو۔زبانی طور پر وہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ افعال میں۔اور تمہیں ہم اسی چیز کی دعوت دیتے ہیں کہ جس طرح

تم زبانی طور پر دعویٰ کرتے ہو عمل بھی اس کے مطابق کرو۔ وَّ لَایَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ، اور نہ بنائیں ہم میں سے بعض بعض کو رب تعالیٰ کے سوا کارساز۔ یعنی ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور تم بھی دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں۔ لہٰذا اس پر عمل بھی کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب نہ بناؤ۔ مگر یہ بھی ان کا فقط دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔ عملی طور پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ"۔ (پارہ ۱۰) انہوں نے رب بنالیا اپنے مولویوں اور پیروں کو، اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔ حضرت ابنِ حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے مشرک تھے، اور پڑھے لکھے تھے۔ پھر عیسائی ہو گئے۔ اور عیسائیوں کے پادری بن گئے۔ ان کو تبلیغ کرتے۔ مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے تھے۔ ان کا باپ بڑا سخی تھا۔ آج بھی سخاوت کی دنیا میں اس کا نام ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی فلاں تو حاتم طائی ہے۔ طے قبیلے کی طرف نسبت ہے اس کی طرف نسبت کی وجہ سے طائی کہا جاتا ہے۔ طائی خود تو مسلمان نہیں ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عدی ابنِ حاتم کو توفیق عطاء فرمائی اور یہ ۱۰ھ میں مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی۔ "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ"۔ (الآیۃ) کہ اہلِ کتاب نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا ہے۔ تو حضرت عدی ابنِ حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عیسائیوں کا پادری اور مبلغ رہا ہوں مگر میرے علم میں نہیں ہے کہ ہم نے مولویوں کو اور پیروں کو رب بنایا ہوا تھا۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے مولوی اور پیر بغیر کسی شرعی دلیل کے

جو تمہیں کہتے تھے تم مانتے تھے یا نہیں؟ اور بغیر کسی شرعی دلیل جس چیز کو حلال کہتے تھے تم حلال سمجھتے تھے اور جس چیز کو حرام کہتے تھے اس کو تم حرام سمجھتے تھے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا تو ہم کرتے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو رب بنانا ہے۔ کسی آدمی کی بات تب حجت ہے کہ وہ دلیل کے ساتھ کرے کہ یہ بات قرآن میں آئی ہے یا حدیث میں آئی ہے۔ یا اجتہادی مسئلہ ہے۔ اور فقہ اسلامی سے پیش کرتا ہے تو ٹھیک ہے یہ سب وہی احکامات ہیں مولوی پیر اگر اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے بغیر کسی شرعی دلیل کے تو نہ مانو اگر مانو گے تو شرک کے مرتکب ہو گے۔ کیونکہ۔ "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ"۔ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ مولوی پیر کا ذاتی حکم کوئی حیثیت نہیں رکھتا آج کل کے جاہل قسم کے لوگ تعویز لینے کے بعد کہتے ہیں کہ بتاؤ کہ ہم کون سی چیز کھانی چھوڑ دیں؟ کیونکہ غلط کار لوگوں نے ذہن بنا دیا ہے کہ تعویذ تب اثر کرتا ہے جب کوئی چیز کھانی چھوڑ دو اسی قسم کی ایک عورت تعویذ کرانے آئی تھی۔ بڑی اڑیل کہنے لگی بتاؤ میں کون سی چیز کھانی چھوڑ دوں؟ میں نے کہا بی بی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں وہ کھاؤ اور جو حرام فرمائی ہیں ان کے نزدیک نہ جا پھر کہنے لگی نہیں بتاؤ میں کون سی چیز کھانی چھوڑ دوں؟ میں نے کہا بی بی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں وہ کھاؤ اور جو حرام فرمائی ہیں ان کے نزدیک نہ جا۔ لیکن وہ پھر کہنے لگی کہ بتاؤ میں کون سی چیز نہ کھاؤں؟ تو میں نے کہا کہ میرا مغز نہ کھا باقی سب کچھ کھا۔ اس سے اندازہ کرلیں کہ کہاں تک ذہن بنا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فلاں چیز چھوڑ دے کوئی کہتا ہے فلاں چیز چھوڑ دے۔ کوئی کہتا ہے فلاں جگہ نہ جانا، سوتک ہے سوتک۔ سوتک لگائی ہوئی ہے یہی تو شرکیہ رسمیں ہیں۔ جو مولوی پیر کہہ دیں۔ اس پر آمین کہنی ہے۔ حالانکہ شرعی حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے

احکامات کے مقابلہ میں اگر کوئی کسی مولوی اور پیر کا حکم مانتا ہے تو مشرک ہے۔ تو پھر فرمایا ان کو یہ دعوت دو۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا، پس اگر وہ لوگ پھر جائیں۔ یعنی نہ مانیں۔ فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ تو اے مومنو! تم کہہ دو۔ اے اہل کتاب تم گواہ بن جاؤ بے شک ہم مسلمان ہیں۔ یعنی اے اہلِ کتاب اگر تم نہیں مانتے نہ مانو ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کے اوصاف میں کوئی شریک ہے۔ نہ کوئی پیر نہ کوئی مولوی، نہ کوئی پیغمبر، نہ کوئی بڑا، نہ کوئی چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی مسلم شخصیت ہیں۔ اور یہ بات بھی آپ کئی دفعہ سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس درجے اور اس شان کا کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد درجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد درجہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں یہ منتخب بزرگ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مذاہب میں مسلّم شخصیت تھیں۔ ہر آدمی اپنی کڑی ان کے ساتھ ملاتا تھا۔ یہودی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے تھے۔ عیسائی کہتے تھے کہ ہمارے تھے۔ صابی کہتے تھے کہ ہمارے تھے۔ اور اس بات پر ان کا آپس میں بڑا شور شرابہ ہوتا تھا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو جس طرح آج کل کے مشرک اور بدعتی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ فقہ حنفی چونکہ مشہور ہے۔ اس واسطے یہ اپنی کڑی فقہ حنفی کے ساتھ ملاتے ہیں ورنہ حقیقت میں مشرکوں اور بدعتیوں کا فقہ حنفی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ الحمدللہ! میں نے فقہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب کا مطالعہ کیا ہے۔ میں اس وقت باوضو

ہوں۔اور ترمذی شریف میرے سامنے موجود ہے میں پورے دعویٰ سے یہ بات کہتا ہوں کہ شرک اور بدعت کی جتنی تردید فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔فقہ حنفی کی کوئی مستند کتاب دیکھ لیں۔مثلاً شامی ہے، بحر الرائق ہے۔اور تو اور عالمگیری ہی دیکھ لیں۔یہ اورنگزیب عالمگیرؒ کے حکم سے پانچ سو علمائے کرام نے مرتب کی تھی۔اور ہندوستان کے لئے قانون بنایا تھا۔میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ وہ پانچ سو علمائے کرام ایسے تھے کہ اس وقت ساری دنیا میں علم و عمل کے اعتبار سے ان میں سے ایک عالم کی بھی نظیر نہیں ملتی۔تو عالمگیری میں دیکھ لیں شرک اور بدعت کی کتنی تردید ہے۔مگر اس کے باوجود یہ مشرک اور بدعتی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔اسی طرح یہودی اور عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسلّم شخصیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔اور آپس میں جھگڑتے تھے۔اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ، اے کتاب والو! کیوں جھگڑا کرتے ہو تم؟ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں۔وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰةُ وَ الْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ، حالانکہ نہیں اتاری گئی توراۃ اور انجیل، مگر ان کے بعد توراۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے اور انجیل تقریباً ساڑھے تین ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے۔اور توراۃ کا مذہب یہودیت ہے، اور انجیل کا مذہب نصرانیت ہے۔بڑی عجیب بات ہے کہ کتابیں بعد میں نازل ہوئیں اور مذہب والے پہلے آگے چلے گئے۔کیا کہتے ہو۔اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○، کیا پس تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔کہ قانون بعد میں بنا ہے اور ماننے والے پہلے آگے چلے جاتے ہیں۔ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ، خبردار! تم یہ ہو، جھگڑا کرتے ہو۔فِیْمَا لَکُمْ بِهٖ عِلْمٌ، ان چیزوں کے بارے میں جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم

ہے۔ جھگڑا کرتے رہے ہو اور کرتے ہو لیکن۔ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ، پس کیوں تم جھگڑا کرتے ہو؟ ان چیزوں کے بارے میں، جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔ رب تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں کسی کے علم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہٰذا اب تم رب تعالیٰ کا فیصلہ سن لو۔ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا، نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی، اور نہ عیسائی، اور لیکن تھے ایک طرف کے ہونے والے، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ حنیف کا معنیٰ ہے ایک طرف ہو کے رہنے والا، مُوَحِّدٌ، مُسْلِمٌ۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○، اور نہ تھے شرک کرنے والوں میں سے۔ اور تم سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اور اپنی کڑی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملاتے ہو۔ اور مکے کے مشرک بھی کہتے تھے کہ ہم نسل کے اعتبار سے بھی اور مسلک کے اعتبار سے بھی ابراہیمی ہیں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔ یہ سب تمہارے خالی دعوے ہیں۔ اب اتنی واضح بات کے بعد بھی کوئی نہ مانے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۗ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ ج وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۗ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۗ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ لا ج يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ ، بے شک لوگوں میں سے زیادہ قریب۔ بِاِبْرَاهِيْمَ ، ابراہیم علیہ السلام کے۔ لَلَّذِيْنَ ، البتہ وہ لوگ ہیں۔ اتَّبَعُوْهُ ، جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ وَهٰذَا النَّبِيُّ ، اور ہمارے یہ نبی ان کے قریب ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ، اور اللہ

تعالیٰ دوست ہے مومنوں کا۔ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ ،پسند کیا ایک گروہ نے۔ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ،اہل کتاب میں سے۔ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ،اس بات کو کہ تمہیں گمراہ کردیں۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ ،اور وہ نہیں گمراہ کرسکتے۔ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ ،مگر اپنی جانوں کو۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ O ،اور وہ نہیں سمجھتے۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ،اے اہلِ کتاب!۔ لِمَ تَكْفُرُوْنَ ،کیوں انکار کرتے ہو؟۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ☆ ،اور حالانکہ تم گواہی دیتے ہو۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ،اے کتاب والو!۔ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ ،کیوں خلط ملط کرتے ہو حق کو۔ بِالْبَاطِلِ ،باطل کے ساتھ۔ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ ،اور کیوں چھپاتے ہو حق کو۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O ،اور حالانکہ تم جانتے ہو۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ،اور کہا ایک گروہ نے اہلِ کتاب میں سے۔ اٰمِنُوْا ،ایمان لاؤ۔ بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ ،اس چیز پر جو نازل کی گئی۔ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ،ان لوگوں پر جو ایمان لائے۔ وَجْهَ النَّهَارِ ،دن کے ابتدائی حصے میں۔ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ ،اور انکار کرو اس کے آخری حصے میں۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ،تاکہ وہ بھی دین سے پھر جائیں۔ O وَلَا تُؤْمِنُوْٓا ،اور نہ تصدیق کرنا۔ اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ،مگر اس کی جس نے تمہارے دین کی پیروی کی۔ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى ،کہہ دے! بے شک ہدایت۔ هُدَى اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ ،ضد اس لئے کرتے ہو کہ دیا جائے کوئی اور۔ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ ،مثل اس چیز کے جو دیئے گئے تم۔ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ ،یا وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ۔ عِنْدَ رَبِّكُمْ ،تمہارے رب کے ہاں۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ،کہہ دے، بے شک فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ،دیتا ہے وہ فضیلت جس کو وہ چاہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O ،اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ ،خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ۔ مَنْ يَّشَآءُ ،جس کو چاہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ O ،اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ جو ہمارا دین ہے ہمارے عقائد اور نظریات ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھی یہی تھے۔ اور ہر ایک اپنی کڑی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جوڑتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سختی کے ساتھ تردید کرتے تھے۔ کہ ان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو رب تعالیٰ نے ان سب کے دعوے کی تردید فرمائی کہ جھوٹے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی تھے نہ مشرک تھے۔ بلکہ وہ موحد اور فرمانبردار تھے۔ اور اب جن لوگوں کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے وہ بیان فرما رہے ہیں۔ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ، بے شک لوگوں میں سے زیادہ قریب ابراہیم علیہ السلام کے البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحیح معنی میں ان کی پیروی کی۔ وَهٰذَا النَّبِيُّ، اور ہمارے یہ نبی ان کے قریب ہیں۔ ان کا ان کے ساتھ تعلق ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اور ان لوگوں کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے جو ایمان لائے۔ جیسے، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق کے دعوے بالکل باطل ہیں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام تو شرک کی جڑیں کاٹنے والے تھے۔ اور تم سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوئے ہو۔ تمہارا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ او ظالمو! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو گھر خالص رب تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا تھا تم نے اس کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ/۳۶۰ بت نصب کیے ہوئے ہیں اور ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمے بھی تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ بھی تھا۔

ان کی تم تقسیم کر کے پوجا کرتے ہو کہ آج اس کی پوجا اور چڑھاوا کل اس کی پوجا اور چڑھاوا۔ رب کے گھر کو تم نے بت خانہ بنایا ہوا ہے تم کس منہ سے اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہو؟ اور جن کا صحیح معنیٰ میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے ان کی تم نفی کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ یہ صابی ہیں ان کا ابراہیم علیہ السلام کے دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صدیوں تک عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سچا دین رائج رہا ہے یہ سارے لوگ صحیح العقیدہ تھے۔ پہلا بد بخت اور منحوس شخص جس نے عرب کی سرزمین میں شرک کی بنیاد رکھی قبیلہ بنو خذاعہ کا عمرو ابن الُحَیْ ابن قمعہ'' تھا۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے گزرا ہے اس شخص کی اخلاقی حالت کا ذکر بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔ اس شخص نے اپنی لاٹھی کے ساتھ کنڈی لگائی ہوئی تھی جس طرح مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی ہوتی ہے طواف کرتے وقت دیکھتا جس شخص کی چادر یا کمبل اچھا ہوتا اس کنڈی کے ذریعے کھینچ لیتا وہ آدمی اپنے دھیان میں طواف کرتا رہتا۔ (لوگ بھی تھوڑے ہوتے تھے اب تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کافی ہوگئی ہے)۔ اگر کسی کو پتہ چل جاتا تو کہتا کہ معاف کرنا یہ کنڈی ویسے ہی اڑ گئی ہے۔ تو جو بے ایمان طواف کرتے وقت لوگوں کی چادریں اتارتا تھا اس پر کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ "اَوَّلُ مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ"۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ کی رسم ڈالی۔ سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بزرگوں کے نام پر تقرب کے طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بزرگ ان پر راضی رہیں جیسے گوجرانوالہ میں تمہیں کئی گائیں اور بیل آوارہ پھرتے نظر آئیں گے یہ جاہل لوگوں نے پیروں کے نام پر چھوڑے ہوئے ہیں۔ ان کو چھیڑتا مارتا کوئی نہیں ہے۔ کہ پیر ہمیں نقصان پہنچائے گا۔ یہاں

تک کہ اگر وہ کسی کی دوکان یا ریڑھی میں منہ ڈال دیں تو بڑے پیار سے ہٹاتے ہیں جس طرح بچے کو کیونکہ یہ پیر صاحب کی گائے ہے۔ اس کی تردید اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارہ میں فرمائی ہے۔ "مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَائِبَةٍ"۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہیں بنایا نہ سائبہ بنایا ہے۔ اور اس زمانے میں موحد بھی تھے جیسا کہ تم سن چکے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت زید بن عمرو ابن نفیل یہ زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہارِ نبوۃ سے پہلے یہ فوت ہو گئے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو ان لوگوں میں سے ہوتے جنہوں نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا۔ اور جو ایمان والے ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝، اور اللہ تعالیٰ دوست ہے مومنوں کا۔ یعنی محبت ایمان والوں سے ہی کرتا ہے آگے فرمایا۔ کہ یہ گمراہی میں اتنے آگے چلے گئے ہیں جو لوگ راہ راست پر ہیں ان کو بھی گمراہ کرنے کے درپے ہیں فرمایا۔ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ، پسند کیا ایک گروہ نے اہل کتاب میں سے اس بات کو کہ تمہیں گمراہ کر دیں۔ ان میں پڑھے لکھے خبیثوں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے حیلے سوچتے رہتے تھے اور وہ گمراہ کس طرح کرتے تھے۔ اس کا ذکر آگے تیسری آیت کریمہ میں آ رہا ہے یعنی ان کا طریقہ واردات کیا تھا۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ، اور وہ نہیں گمراہ کر سکتے مگر اپنی جانوں کو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے پختہ قسم کے لوگ تھے ہماری طرح لوٹے نہیں تھے۔ کہ صبح کچھ شام کو کچھ۔ دن کو کچھ اور رات کو کچھ بلکہ بڑے پختہ اور مضبوط مسلمان تھے۔ یہ ان کو تو گمراہ نہ کر سکے مگر اس کا وبال ان کی جانوں پر پڑا کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہوا انہوں نے بڑا زور لگایا۔ منصوبے بنائے گمراہ کرنے کے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو مخلص مومن تھے پھسلے نہیں۔ ہاں وہ لوگ جو

مسلمان ہی منافقانہ طور پر ہوئے ان کی بات الگ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں مگر اسلام نہیں چھوڑا۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے "اَلْاِصَابَۃ فِیْ تَمِیْزِ الصَّحَابَۃ" ۔ جس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات ہیں۔ اس میں نوعمر بچی کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کا نام عرینہ اور کنیت ام شریک تھی۔ ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کی توفیق عطاء فرمائی اور وہ مسلمان ہوگئی۔ گھر کے سارے افراد ماں باپ، بہن بھائی۔ نے مارا پیٹا کہ کلمہ چھوڑ دے مگر اس نے یہ سب کچھ برداشت کیا کلمہ نہیں چھوڑا۔ ایک دفعہ دور کے سفر کا اتفاق ہوا کوئی خوشی غمی کا سفر تھا۔ سب گھر والوں نے جانا تھا۔ اس کو بھی ساتھ لے گئے اور سب نے ایکہ کیا کہ اس کو پانی نہیں دینا۔ سفر میں عموماً پیاس زیادہ لگتی ہے مجبور ہو کر کلمہ چھوڑ دے تب پانی ملے گا۔ ماں سے مانگا، باپ سے مانگا، بھائیوں سے بہنوں سے سب نے یہی جواب دیا بالآخر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی کہنے لگے اس کے منہ میں شہد ڈالو گرم ہوتا ہے تلخی لگے گی پانی مانگے گی اور مجبور ہو کر کلمہ چھوڑ دے گی۔ مگر اس اللہ کی بندی نے کلمہ نہ چھوڑا اور پانی انہوں نے نہ دیا۔ سب انتظار میں تھے کہ اب مری اور اب مری۔ لیکن اسی اثنا میں آسمان سے پانی کا بھرا ہوا ایک ڈول رسی کے ساتھ لٹکتا ہوا اس کے سینے پر آرکا۔ اس نے وہ پانی پیا اور جان بچی جن کے ذہن صاف تھے۔ انہوں نے جب یہ عجیب کرشمہ دیکھا تو اسلام کے قائل ہوگئے اور کلمہ پڑھ لیا اور جو ضدی تھے آخر دم تک ضد پر اڑے رہے مرد تو درکنار عورتوں نے بھی کلمہ نہیں چھوڑا۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں کے بارے میں تاریخ کے اندر مختلف واقعات آتے ہیں ایک یہ کہ ابوجہل نے ان کا ایک پاؤں ایک اونٹ کے ساتھ

باندھ دیا اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھ دیا۔ اسی طرح ایک بازو ایک اونٹ کے ساتھ اور دوسرا بازو دوسرے اونٹ کے ساتھ اور کہا کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ اونٹوں کو مخالف سمتوں پر دوڑا دوں گا اور تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی مگر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے کلمہ نہیں چھوڑا اور یہ بھی آتا ہے کہ ان کے نازک مقام پر برچھا مار کر ان کو شہید کر دیا۔ مگر انہوں نے کلمہ نہیں چھوڑا تو یہودیوں نے بھی گمراہ کرنے کے بڑے حیلے کیے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھسلا نہیں سکے۔ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ○، اور وہ اہلِ کتاب سمجھتے نہیں ہیں کہ ہماری اس بدرستانی کا نتیجہ کیا نکلے گا؟۔ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللہِ ، اے اہلِ کتاب! کیوں انکار کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وَاَنْتُمْ تَشْھَدُوْنَ ○ ، اور حالانکہ تم گواہی دیتے ہو۔ یہودی نجی محفلوں میں ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ یہ وہی رسول ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ ”اَلَّذِیْنَ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْباً عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ“۔ وہ پاتے ہیں اس کو لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ میں اور انجیل میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور علامتیں انجیل میں بھی اور توراۃ میں بھی تھیں۔ آپس میں بیٹھے ہوئے کہتے تھے۔ ”اِنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ“۔ بے شک یہ سچا رسول ہے۔ اور جب باہر نکلتے تو کہتے کہ یہ وہ نہیں ہے وہ اور ہے اب اس کا کیا علاج ہے؟ تو فرمایا۔ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ، اے کتاب والو! کیوں خلط ملط کرتے ہو حق کو باطل کے ساتھ۔ وَتَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ ، اور کیوں چھپاتے ہو حق کو؟۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○، اور حالانکہ تم جانتے ہو۔ حق اور باطل کے درمیان امتیاز کر سکتے ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں مگر تم خلط ملط کرتے ہو کوئی بات حق کی کرتے ہو اور کوئی باطل کی۔ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنا بہت بڑا گناہ ہے اسی واسطے

شریعت نے شرک کے بعد سب سے زیادہ تردید بدعت کی، کی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذامَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ"۔ جس کسی نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہو گی۔ یعنی کسی شخص نے دین کے معاملہ میں کوئی ایسی چیز نکالی جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ یہ بات میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ سو گناہ کبیرہ کا اتنا گناہ نہیں جتنا ایک بدعت کا ہے۔ اس واسطے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا جانتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں۔ اور دیکھنے والا بھی سمجھتا ہے کہ یہ گناہ کر رہا ہے۔ تو گناہ سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا۔ اور بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ غیر دین، دین بن جاتا ہے۔ اور کرنے والا دین سمجھ کر کرتا ہے۔ اور دیکھنے والا بھی یہی سمجھتا ہے کہ دین کا کام ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ مجمع الزوائد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کے بارے میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "رُوَاتُـــہٗ مُوَثَّقُوْنَ"۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!۔ "اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْحَجَبَ التَّوْبَۃَ عَنْ کُلِّ صَاحِبِ بِدْعَۃٍ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یعنی بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایک تو بدعت کی نحوست اتنی ہوتی ہے کہ بدعتی میں توبہ کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ دوسرا یہ کہ وہ تو نیکی سمجھ کے کر رہا ہے ثواب سمجھتا ہے توبہ کیوں کرے۔ توبہ تو آدمی گناہ سے کرتا ہے۔ مثلاً دیکھو تمہارے سامنے قرآنِ کریم ہے۔ جس کا پڑھنا بھی ثواب دیکھنا بھی ثواب، ہاتھ لگانا بھی ثواب، سمجھنا بھی ثواب، تو جب اٹھو گے کہو گے۔ "الحمدُللہ"۔ تیرا شکر ہے پروردگار! ہم نے تیری کتاب کو دیکھا، پڑھا، اور سمجھا ہے یہ تو نہیں کہو گے کہ یا اللہ! میری توبہ میں نے درس سنا۔ کیونکہ عبادت ہے۔ عبادت

سے توبہ نہیں ہے توبہ تو گناہ سے ہے۔ تو بدعتی بدعت کو عبادت اور نیکی سمجھ کے کرتا ہے۔ اس واسطے اس سے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اگلی آیتِ کریمہ میں ان کا طریقہ واردات بیان فرماتے ہیں کہ وہ کس طرح گمراہ کرتے ہیں؟۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ، اور کہا ایک گروہ نے اہلِ کتاب میں سے۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ ، ایمان لاؤ! اس چیز پر جو نازل کی گئی ان لوگوں پر جو ایمان لائے دن کے ابتدائی حصے میں۔ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ، اور انکار کرو اس کے آخری حصے میں۔ اہلِ کتاب کے پانچ سات پڑھے لکھے غنڈے اکٹھے ہوئے۔ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا منصوبہ بنایا کہ اس طرح کرو کہ صبح کے وقت جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو وہاں جا کر کہہ دو کہ ہم بھی مومن ہیں۔ اور جو کچھ تمہارے اوپر نازل ہوا ہے قرآن پاک اور دوسرے احکامات ہم ان پر ایمان لائے ہیں مسلمان خوش ہو جائیں گے کہ دیکھو جی! یہودی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور جب سورج غروب ہونے لگے تو ان کے مجمع میں یہ کہہ کر واپس آجاؤ کہ ہمیں اسلام میں کوئی سچائی نظر نہیں آئی۔ اس واسطے ہم اپنے پہلے مذہب پر چلے گئے ہیں۔ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ،تا کہ وہ بھی دین سے پھر جائیں۔ اس طرح مسلمان سوچیں گے کہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ اسلام قبول کیا۔ اگر ضد ہوتی تو اسلام قبول ہی نہ کرتے پھر ایک دن بھی اسلام میں نہیں رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سچا نہیں ہے۔ تو وہ شک میں پڑ کر اسلام سے منحرف ہو جائیں گے۔ یہودیوں کا حیلہ اور تدبیر دیکھو! لیکن مسلمانوں پر ان کا کوئی حیلہ بھی کامیاب نہ ہوا۔ اور ان کو یہ بھی سمجھا کے بھیجا گیا تھا۔ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ، اور نہ تصدیق کرنا مگر اس کی جس نے تمہارے دین کی پیروی کی۔ یعنی مومنوں کی دل سے تصدیق نہ کرنا۔ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ، اے نبیؐ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں! بے شک ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ وہ جس کو چاہے دے اور تم اس واسطے ضد کرتے ہو کہ اَنْ یُّؤْتٰٓی اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِیْتُمْ، یہ کہ دیا جائے کوئی مثل اس چیز کے جو تم دیئے گئے ہو۔ یعنی جس طرح تمہیں رسالت ملی تمہارے پیغمبروں پر کتابیں نازل ہوئیں وحی نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت عطاء فرمائی۔ اس طرح ان کو کیوں ملی ہے۔ اب ہمیں کیوں نہیں ملی۔ اس بنیاد پر تم یہ حرکتیں کرتے ہو۔ اَوْ یُحَآجُّوْکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ، یا وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ تمہارے رب کے ہاں۔ یعنی اگر تم نے ان کی تصدیق کر دی تو وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے خلاف حجت قائم کریں گے کہ اے پروردگار! ان لوگوں نے سچے دین کی تصدیق کرنے کے باوجود تیرے آخری نبی اور تیری کتاب قرآن پاک کو تسلیم نہ کیا۔ اس طرح اہلِ اسلام قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے تم پر غالب آجائیں گے لہٰذا اسلامتی اسی میں ہے کہ صرف اس کی تصدیق کی جائے جو تمہارے دین کا متبع ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے کی تصدیق نہ کرنا۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں! بے شک فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ، دیتا ہے وہ فضیلت جس کو وہ چاہے۔ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ O، اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ، خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ جس کو نبی بنانا ہے اور اس پر وحی نازل کرنا ہے۔ اس میں بندوں کو کوئی دخل نہیں ہے۔ نہ ہی نبوۃ کسبی چیز ہے۔ کہ محنت کر کے کوئی نبی بن جائے۔ حاشا و کلا۔ اہلِ اسلام کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ رب جسے چاہے نبوۃ دے یہ اس کی مہربانی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوۃ ختم کر دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوۃ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ قادیانیوں کا باطل عقیدہ ہے کہ عبادت کرتے کرتے آدمی بلند مقام پر پہنچ جائے تو اس کو نبوۃ مل جاتی ہے جیسا کہ مرزا بشیر الدین محمود ملعون نے سیرۃ مہدی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص عبادت کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جائے جو بہت بلند ہو تو اس کو نبوۃ مل جاتی ہے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ ''لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''۔ تو یاد رکھنا نبوۃ کسبی چیز نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ وَاللهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝، اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ،اور اہلِ کتاب میں سے بعض۔ مَنْ ،وہ ہیں۔اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ ، اگر تو ان کے پاس امانت رکھے بہت سارا مال۔ يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ،وہ ادا کردیں گے اس مال کو تجھے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ ،اور ان اہلِ کتاب میں سے وہ بھی ہیں۔اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ ، اگر تو اس کے پاس امانت رکھے

صرف ایک دینار۔ لَّا یُؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ ،نہیں ادا کرے گا وہ اس دینار کو تجھے۔ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْہِ قَآئِمًا ،مگر جب تک قائم رہے تو اس پر کھڑا۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا ،یہ اس وجہ سے کہ بے شک انہوں نے کہا۔ لَیْسَ عَلَیْنَا ،نہیں ہے ہم پر۔ فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ ،ان پڑھ لوگوں کے مال لینے میں کوئی الزام کا راستہ۔ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللہِ الْکَذِبَ ،اور یہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ ،اور حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ بَلٰی ،کیوں نہیں ان پر الزام کا راستہ۔ مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ ،جو اپنا عہد پورا کرے گا۔ وَاتَّقٰی ،اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ فَاِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ○ ،پس بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔○ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ ،بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں۔ بِعَھْدِ اللہِ ،اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے۔ وَاَیْمَانِھِمْ ،اور اپنی قسموں کے بدلے۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا ،تھوڑی قیمت۔ اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ ،وہ لوگ ہیں کوئی حصہ نہیں ہوگا ان کے لئے اچھائی کا۔ فِی الْاٰخِرَۃِ ،آخرت میں۔ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللہُ ،اور اللہ تعالیٰ ان سے پیار کا کلام نہیں کرے گا۔ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ ،اور نہ ان کی طرف نگاہِ شفقت فرمائیں گے۔ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ،قیامت کے دن۔ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ ،اور نہ ان کو اللہ تعالیٰ پاک کرے گا۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ○ ،اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَاِنَّ مِنْھُمْ ،اور بے شک ان اہلِ کتاب میں سے۔ لَفَرِیْقًا ،ایک گروہ ایسا ہے۔ یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتٰبِ ،جو موڑتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ۔ لِتَحْسَبُوْہُ ،تا کہ تم سمجھو اس کو۔ مِنَ الْکِتَابِ ،کتاب سے۔ وَمَا ھُوَ مِنَ الْکِتَابِ ،حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے۔ وَیَقُوْلُوْنَ ،اور وہ کہتے ہیں۔ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللہِ ،یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وَمَا ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللہِ ،حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللہِ الْکَذِبَ ،اور وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ○ ،حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

اس سے پہلے بھی اہلِ کتاب کا ذکر تھا۔اور اب بھی اہلِ کتاب کا ذکر ہے۔وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ،اور اہلِ کتاب میں سے بعض وہ ہیں اگر تو ان کے پاس امانت رکھے بہت سارا مال۔ يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ، وہ ادا کر دیں گے اس مال کو تجھے۔جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔تفسیر اور احادیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ ایک مسافر آیا جو کہ تاجر تھا۔اس کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا تھا۔ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑے تین ماشے کا ہوتا ہے۔اس وقت کے لحاظ سے تقریباً پانچ چھ لاکھ رقم بنتی ہے۔اس تاجر نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ شریف آدمی ہے۔ان کو الگ بلایا اور کہنے لگا کہ میں مسافر ہوں اور تاجر آدمی ہوں۔میرے پاس کچھ رقم ہے میں تمہارے پاس امانت رکھنا چاہتا ہوں۔جب میں واپس جانے لگوں گا واپس لے لوں گا۔فرمایا! رکھ دے۔وہ شخص سونا بغیر کسی گواہ اور تحریر کے ان کے پاس امانت رکھ کر چلا گیا۔جو جو کام اس نے کرنے تھے کئے اور کچھ عرصہ کے بعد واپس آیا۔اور کہنے لگا کہ میں اب واپس گھر جانا چاہتا ہوں اور میں نے تمہارے پاس امانت رکھی تھی۔وہ مجھے واپس کر دیں۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت یہودی تھے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔مگر فطرتِ سلیمہ کے مالک اور نیک طبع آدمی تھے۔ انہوں نے سارا سونا لا کر ان کے حوالے کر دیا۔اتنی بڑی رقم کا سونا اور اس پر گواہ کوئی نہیں تحریر کوئی نہیں ہے۔مگر دیانت داری بڑی چیز ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسی دیانت کی برکت سے ایمان کی توفیق عطاء فرمائی۔اور مسلمان ہو گئے۔ان کا سارا گھرانہ علمی تھا۔مرد اور عورتیں سب توراۃ کے ماہر تھے۔یہ اپنی پھوپھی سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں اور علامتیں سنا کرتے تھے وہ انہوں نے نوٹ کی ہوئی تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ

تشریف لائے تو یہ آپ کو ملنے کے لئے پہنچ گئے۔ پہلی مجلس میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ۔ ''اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ''۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ یعنی ایک دوسرے کو کثرت کے ساتھ سلام کرو۔ ربط اور تعلق پیدا ہوگا۔ ''اَطْعِمُوا الطَّعَامَ''۔ جن کو رب تعالیٰ نے مال کی توفیق عطاء فرمائی ہے وہ غریبوں کو کھانا کھلائیں۔ ''وَصَلُّوْا بِالَّیْلِ وَ النَّاسُ نِیَامٌ''۔ راتوں کو اٹھ کر نمازیں پڑھا کرو۔ اس حال میں کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ ''وَلِیْنَ الْکَلَامُ''۔ اور گفتگو کرو نرمی کے ساتھ۔ سختی نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ابتدائی تقریر سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بشرہ دیکھا تو فیصلہ کیا۔ ''اِنَّ ھٰذَا الْوَجْہَ لَیْسَ بِوَجْہِ کَذَّابٍ''۔ بے شک یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ سب کے سامنے کلمہ شہادت۔ ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ''۔ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔ یہود کو علم ہوا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ تو ان کا پارہ بہت چڑھا اور بہت غصے ہوئے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ وہ اثر و رسوخ والا آدمی ہے۔ اس کے گھر والے بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اور دوسرے لوگوں پر بھی اثر پڑے گا۔ حقیقت معلوم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا پروگرام بنایا۔ ادھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آرہے ہیں۔ اس وقت مسجد نبوی نہیں بنی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر رہائش پذیر تھے۔ اور کمرے کی ایک جانب پردہ لٹکایا ہوا تھا اگر کوئی عورت آتی تو پردے کی اوٹ میں بیٹھ جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

حضرت معلوم ہوا کہ یہودی آپ کے پاس آرہے ہیں۔ میں پردے کے پیچھے چلا جاتا ہوں۔ اور آپ ان سے میرے بارے میں اور میرے والد کے بارے میں پوچھنا کہ وہ کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ یہودی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ عبداللہ ابن سلام تم میں سے کیسا شخص ہے یہود نے کہا۔ "خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا"۔ ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔ ہم میں سے سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ "اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا"۔ ہم میں سے سب سے افضل اور سب سے افضل کا بیٹا ہے۔ "اَفْضَلُنَا وَابْنُ اَفْضَلِنَا"۔ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ "سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا"۔ بخاری شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر عبداللہ ابن سلام مسلمان ہو جائے تو کیا پھر تم مسلمان ہو جاؤ گے یہودی کہنے لگے۔ "اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاِسْلَام"۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر واقعۃً وہ مسلمان ہو جائے تو پھر تم کیا کہو گے؟ کہنے لگے بڑا سمجھدار آدمی ہے۔ وہ اسلام قبول نہیں کرے گا یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے باہر تشریف لے آئے اور بلند آواز سے کہا۔ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔ یہودی کہنے لگے۔ "شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا"۔ ہم میں سے بڑا شرارتی ہے اور اس کا باپ بھی بڑا شرارتی تھا۔ اس سے یہودیوں کا اندازہ کرو کہ مجلس نہیں بدلی وقت نہیں بدلا۔ لوگ بھی وہی ہیں، کس طرح بدلے۔ حضرت عَبداللہ بن سلام چونکہ مضبوط آدمی تھے۔ اس واسطے انہوں نے کسی کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے۔ "اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ"۔ تگڑا مومن بہتر ہے کمزور مومن سے۔ کیونکہ مضبوط ہوگا

تو خود بھی ایمان پر قائم رہے گا اور دوسروں کا بھی خیال رکھے گا۔ ویسے اللہ تعالیٰ سب مومنوں کی قدر کرتا ہے۔ مگر "اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ"۔ طاقتور مومن زیادہ محبوب ہے اللہ تعالیٰ کو کمزور مومن سے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے بھی بڑے دیانت دار تھے۔ اہلِ کتاب میں بڑے بڑے بد دیانت بھی تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ ، اور ان اہلِ کتاب میں سے وہ بھی ہیں اگر تو اس کے پاس امانت رکھے صرف ایک دینار۔ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ، نہیں ادا کرے گا وہ اس دینار کو تجھے۔ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا، مگر جب تک قائم رہے تو اس پر کھڑا۔ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کا ایک بہت بڑا پیر اور مولوی تھا۔ فخاص ابن عازورا اس کی وضع قطع شکل و صورت ایسی تھی کہ آدمی کو شبہ پڑتا تھا۔ کہ شاید خضر علیہ السلام یہی ہیں۔ اور گفتگو کا انداز ایسا تھا کہ لوگ شوق سے سنتے تھے۔ قریش خاندان کا ایک مسافر مدینہ طیبہ آیا تو فخاص کو شکل وصورت سے بڑا بزرگ خیال کر کے اس کے پاس گیا۔ اس وقت اس کے شاگرد اور مرید بھی اس کے پاس موجود تھے۔ اس مسافر نے کہا غریب آدمی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ یہ میرے پاس ایک دینار ہے تمہارے پاس امانت رکھتا ہوں جب میں واپس گھر جاؤں گا تم سے لے لوں گا۔ وہ مسافر کچھ عرصہ کے بعد آیا اس وقت بھی فخاص کے مرید اور شاگرد اس کے پاس موجود تھے۔ کہنے لگا کہ اب میرا گھر جانے کا ارادہ ہے لہٰذا میرا وہ دینار جو میں نے تمہارے پاس امانت رکھا تھا۔ واپس دے دو۔ فخاص نے اس مسافر کی طرف گھور کر دیکھا اور کہنے لگا کونسا دینار اور کب تو نے امانت رکھی تھی؟ خواہ مخواہ بزرگوں پر بہتان لگا رہا ہے؟۔ دوڑ جا یہاں سے۔ اس کو جھڑک دیا۔ وہ بے چارہ باہر چلا گیا شاگردوں اور مریدوں نے کہا حضرت

اس نے ایک دینار تمہارے پاس امانت کے طور پر رکھا تو تھا تم بھول گئے ہو۔ فخاص کہنے لگا اس بات کو چھوڑ دو یہ اَن پڑھ لوگ ہیں۔ ہم نے فیسیں دے کر تعلیم حاصل کی ہے۔ ان کا مال کھانا ہمارے لئے جائز ہے۔ یہ تو ہمارے گدھے ہیں جس طرح چاہو ان پر سواری کرلو۔ اس کے مریدوں میں کوئی تجربہ کار آدمی تھا۔ وہ اس مسافر کے پاس آیا اور کہا کہ یہ ہمارے پیر صاحب ہیں۔ ان کو میں جانتا ہوں یہ اس طرح دینار نہیں دیں گے میں تجھے طریقہ بتاتا ہوں۔ اس طرح کر تجھے دینار مل جائے گا تو جا کر اس کو کہہ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میرا دینار دے دے۔ ورنہ میں محلوں میں، گلیوں میں پھروں گا اور شور مچاؤں گا۔ کہ فخاص بن عازورا میرا دینار کھا گیا ہے۔ اس مسافر نے جب اس طرح جا کر کہا تو گھبرایا اور جیب سے ایک دینار نکال کر اس کی طرف پھینکا۔ اور کہا کہ خواہ مخواہ ویسے ہی بدنام کرتا ہے۔ لے یہ دینار اور نکل جا یہاں سے تو جو شخص اتنا بددیانت ہو کہ ایک دینار پر بے ایمان ہو جائے جب کہ اس وقت تقریباً دینار کی قیمت دو سو روپیہ ہے۔ تو ایسے شخص کو رب تعالیٰ ایمان جیسی دولت کیوں عطاء فرمائے۔ برتن صاف ہوگا تو اس میں کوئی چیز پڑے گی۔ اور اگر غلاظت سے بھرا ہوا ہو تو اگر اس میں اچھی چیز بھی ڈالو گے تو خراب ہو جائے گی۔ تو اس جیسوں سے امانت ڈنڈے کے ساتھ ہی وصول کرنی ہے۔ کیونکہ ان کا نظریہ ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ، یہ اس وجہ سے کہ بے شک انہوں نے کہا نہیں ہے ہم پر ان پڑھ لوگوں کے مال لینے میں کوئی الزام کا راستہ۔ یعنی جس طرح چاہو اور جس طریقے سے چاہو اِن اَن پڑھوں سے مال لینا درست ہے زبردستی یا دھوکے سے یا تجارت میں خیانت کر کے ہر طرح جائز ہے جب انسان اتنا بددیانت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اسلام جیسی عزیز متاع کیوں نصیب کرے۔ پھر یہ بات اللہ

تعالیٰ کے ذمہ لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں امیوں کا مال کھانے کی اجازت دی۔ فرمایا، وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ، اور یہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ☆، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اگر کوئی شخص غلط فہمی کا شکار ہو تو وہ الگ بات ہے جان بوجھ کر کہنا کہ ہم بڑے نیک اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ اور پڑھے ہوئے ہیں اور یہ ان پڑھ لوگ ہمارے گدھے اور ٹٹو ہیں۔ ان پر سوار ہو جاؤ یہ ہمیں رب کا حکم ہے۔ فرمایا! یہ بالکل جھوٹ بولتے ہیں۔ بَلٰى ، کیوں نہیں ان پر الزام کا راستہ۔ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ ، جو اپنا عہد پورا کرے گا۔ وَاتَّقٰى ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنا عہد پورا کیا اور ان کو رب کا خوف تھا ورنہ اگر وہ رقم ہضم کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔ اور یہ ان کے لئے آسان تھا۔ کیونکہ نہ تحریر تھی اور نہ کوئی گواہ تھا۔ کافی رقم کا سونا تھا۔ دیکھنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ اور دوسری طرف فخاص بن عازورا کے پاس جب رقم رکھی گئی تو اس کے شاگرد اور مرید دیکھ رہے تھے۔ اور انہوں نے یاددہانی بھی کرائی مگر اس نے ان کو بھی جھڑک دیا۔ تو ایسوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ O ، پس بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ آگے ایک اور واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہودی کے ساتھ کنویں کے سلسلہ میں جھگڑا تھا۔ یہودی کہتا تھا کہ کنواں میرا ہے اور حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ کنواں میرا ہے۔ اور حقیقت میں تھا بھی حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا اور یہودی نے ویسے ہی ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا اور اس زمانے میں آج کی طرح رجسٹری انتقال وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔ کہ کام پختہ ہو جائے لوگوں نے کہا جھگڑو نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرا لو۔ حق کا فیصلہ ہو جائے

گا۔ چنانچہ یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ اور اپنا مُدّعا بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو دعویٰ کرتا ہے کہ کنواں تیرا ہے تو کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ (کیونکہ اسلام کا ضابطہ ہے۔ "اَلْبَیِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِیْ وَ الْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ" ۔ کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں۔ اور منکر پر قسم آتی ہے یعنی مدعی اگر گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی) حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہ کنواں جدی پشتی ہمارے پاس چلا آرہا ہے۔ میرے بڑوں نے جب یہ کنواں کھودا تھا اس وقت میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت کے گواہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! یہ تو فاسق فاجر آدمی ہے اس طرح تو یہ سارے مدینہ پر قبضہ کر لے گا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ، بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا عہد کیا تھا مگر ایمان نہیں لائے وہ وعدہ پورا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حکم دیا تھا امانت کے ادا کرنے کا۔ لیکن یہ حق دار کو امانت ادا نہیں کرتے اور قسم کے بدلے حقیر مال خریدتے ہیں اور دنیا ساری ہی قلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا و مافیہا کی قدر اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا تو جو دنیا کی خاطر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور عہد پورا نہیں کرتے اور امانت ادا نہیں کرتے۔ اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ، وہ لوگ ہیں کوئی حصہ نہیں ہوگا ان کے لئے اچھائی کا آخرت میں۔ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ ، اور اللہ تعالیٰ ان سے پیار کا کلام نہیں فرمائیں

گے۔محبت کی گفتگو نہیں ہوگی۔ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، اور نہ ان کی طرف نگاہِ شفقت فرمائیں گے قیامت کے دن۔ویسے دیکھے گا تو سب کو۔یعنی مطلقاً دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔شفقت سے دیکھنے کی نفی ہے۔ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ، اور اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔آگے یہودیوں کی ایک شرارت کا ذکر ہے۔فرمایا۔وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ ، اور بے شک ان اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو موڑتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ۔ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتَابِ ، تاکہ تم سمجھو اس کو کتاب سے۔ وَمَاهُوَ مِنَ الْكِتَابِ ، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پڑھے لکھے لوگ بھی ہوتے تھے اور ان پڑھ بھی ذہین بھی اور غبی بھی، شہری بھی اور دیہاتی بھی، اور ہر مجلس کا یہی حال ہوتا ہے۔تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ "رَاعِنَا"۔حضرت ہماری رعایت فرمائیں کہ ہم سب سمجھیں۔اور یہودی زبان تھوڑی سی دبا کر کہتے تھے۔"رَاعِيْنَا"۔کہ عین کے بعد یا پیدا ہو جاتی تھی تو اس کا معنیٰ بنتا ہے متکبر جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں میں بڑی رعونت ہے یعنی تکبر ہے تو پہلے پارے میں تم یہ بات پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ بولنے سے منع فرما دیا۔فرمایا! "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا" ۔اے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہو اور "اُنْظُرْنَا" کہو کہ حضرت ہم پر شفقت فرماؤ۔کیونکہ ایسے ملتے جلتے الفاظ سے یہ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کا واقعہ ہے ایک طالب علم نے چوری کی مقدمہ اساتذہ کے سامنے پیش ہوا قسم پر فیصلہ طے ہوا۔چور نے قسم اٹھالی کہ میں نے چوری نہیں کی۔دوسرے ساتھیوں نے ملامت کی کہ تو نے چوری ہمارے سامنے کی ہے۔اور قسم اٹھالی ہے

تو اس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے قسم کن الفاظ کے ساتھ اٹھائی ہے ساتھیوں نے کہا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی ہے کہنے لگا نہیں میں نے تو" اَلَّاں" کی قسم اٹھائی ہے۔ "اَلَّاں" کدو کی طرح ایک سبزی ہوتی ہے کدو گول ہوتا ہے اور یہ لمبی ہوتی ہے۔ تو لہجے سے کتنا فرق ہو گیا زبر زیر سے فرق ہو جاتا ہے جیسے "بَکْرِی" اور بِکْرِی" ۔ معلوم مجہول پڑھنے سے فرق ہو جاتا ہے۔ جیسے تُھوک اور تھوک تو اسی طرح یہودی دھوکا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ ، اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ ، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَيَقُولُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ ، اور وہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ O ، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ہم ہیرا پھیری کر رہے ہیں۔ اور اسی طرح کی ہیرا پھیری کرنا بڑا سخت گناہ ہے حدیث میں آتا ہے کہ جس نے جھوٹی قسم اٹھائی یا شہادت میں غلط بیانی کی تو وہ چور کی طرح مجرم ہے اور آج وہ زمانہ ہے کہ کوئی سچی گواہی نہیں دے سکتا۔ عام لوگ تو عام ہیں ججوں کا یہ حال ہے کہ بے چارے جب بیان لیتے ہیں تو نقاب پہن لیتے ہیں۔ کہ ہمیں پہچان نہ لیں اور بعد میں مار نہ دیں یہ حالات ہیں کہ غنڈہ گردی دنیا میں عام ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

مَا كَانَ لِبَشَرٍ ، نہیں حق پہنچتا کسی بشر کو۔ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ ، اس کے بعد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کتاب دی ہو۔ وَالْحُكْمَ ، اور حکم دیا ہو۔ وَ النُّبُوَّةَ ، اور نبوۃ دی ہو۔ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ ، پھر کہے لوگوں کو۔ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ ، ہو جاؤ تم میرے بندے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ سے ورے ورے۔ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ، اور لیکن وہ یہ کہے گا کہ ہو جاؤ تم رب والے۔ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ ، اس واسطے کہ تم تعلیم دیتے ہو کتاب کی۔ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ O، اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو کتاب کو۔ وَلَا يَاْمُرَكُمْ ، اور وہ تم کو حکم نہیں دے گا۔ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ ، اس بات کا کہ تم بنالو فرشتوں کو۔ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ، اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو رب۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ ، کیا وہ تمہیں حکم کرے گا کفر کا۔ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

کافی تفصیل کے ساتھ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور سارا عرب اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ گیا۔ اور نجران بھی عرب کا علاقہ تھا۔ اور وہاں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ تو انہوں نے سوچا کہ ہم اب الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ اور اگر مقابلہ

کرتے ہیں تو مشکل بات ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ان کی حکومت کو تسلیم کرلو اس مقصد کے لئے ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے الگ الگ رہنا پسند نہ کیا جس کی وجہ سے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا ان کے آنے کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ ہم تمہاری رعیت بننے کے لئے آئے ہیں مگر پڑھے لکھے لوگ تھے علمی گفتگو بھی ہوئی جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اس گفتگو میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے بڑوں کو کہا تھا کہ مجھے رب سمجھنا اس واسطے ہم عیسیٰ علیہ السلام کے بندے ہیں اور وہ ہمارے رب ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ نہیں حق پہنچتا کسی بشر کو اس کے بعد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کتاب دی ہو اور حکم دیا ہو اور نبوۃ دی ہو۔ اب قیود کے بعد پیغمبروں کے علاوہ دوسرے بشر خارج ہو گئے کیونکہ دوسروں پر نہ تو کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ نہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوۃ عطاء فرمائی ہے نہ ان پر وحی نازل ہوئی ہے۔ اس میں صرف اور صرف پیغمبر آتے ہیں تو جو بشر پیغمبر ہے اس کو حق نہیں پہنچتا کہ یہ چیزیں ملنے کے بعد۔ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پھر وہ کہے لوگوں کو ہو جاؤ تم میرے بندے اللہ تعالیٰ کے سوا یہ تو پیغمبر کا حق ہی نہیں ہے۔ اور یہ اس کی شان کے لائق ہی نہیں ہے۔ یہ تمہاری خانہ ساز باتیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے بندے بن جاؤ۔ نہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا ہے نہ موسیٰ علیہ السلام نے نہ کسی اور پیغمبر نے فرمایا ہے اسی آیت کریمہ کے پیش نظر مفسرین کرام، فقہائے کرام، اور محدثینِ عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے لکھا ہے کہ عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ عبد سے مراد غلام ہے۔ تو اس صورت میں عبدالنبی کا معنی بنے گا غلام نبی اور عبدالرسول کا غلام

رسول اور عبدالمصطفیٰ کا غلام مصطفیٰ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ عبد سے مراد اگر بندہ ہو جیسے عبداللہ، عبدالرب اور عبدالکریم میں ہے تو پھر خالص شرک ہے۔ اور اگر غلام والا معنی لیں تو شرک تو نہیں ہے۔ مگر مکروہ ہے۔ کیونکہ لفظ "ذو مَعْنَيَيْن" ہے۔ اور ایسا لفظ بولنا کہ جس کا ایک معنیٰ ایسا نکلتا ہو کہ جس سے لوگ غلط فائدہ اٹھائیں تو وہ بولنا صحیح نہیں ہے۔ اور یہ بات تم سن چکے ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے راعنا کا لفظ بولتے تھے جس کے معنیٰ ہیں ہماری رعایت فرمائیں لفظ بھی صحیح تھا اور کہنے والوں کی نیت بھی درست تھی۔ لیکن یہودی اس کو زبان دبا کر راعینا بولتے تھے جس کا معنیٰ متکبر، چرواہا اور جاہل بنتا ہے۔ اَلْعَيَاذُ بِاللهِ تَعَالٰی۔ تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس لفظ کے بولنے سے منع فرما دیا کیونکہ یہودی اس سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے۔ لہٰذا ایسا لفظ جس کا مفہوم شریعت کے خلاف نکل سکتا ہو اور لوگ اس سے غلط فائدہ اٹھائیں تو اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت۔ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ"۔ کے الفاظ کے ساتھ درود پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں تو حضرت نے فرمایا۔ کہ یہ بھی درود کے مختصر الفاظ ہیں لیکن پڑھنے والا اس نظریئے کے ساتھ پڑھے کہ اس درود کو فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھ کر پڑھے گا تو کفر اور شرک ہوگا اور اب چونکہ لوگوں کے ذہن خراب ہیں اور وہ۔ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ"۔ سے یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں اس واسطے عام آدمی یہ الفاظ کہنے اور بولنے سے گریز کرے تاکہ باطل کی تائید نہ ہو ورنہ فِیْ نَفْسِہٖ یَا رَسُوْلُ اللهِ کہنا اور محض پیار اور محبت میں کہنا جائز اور صحیح ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی راستے پر چلتے چلتے گر پڑے اور کہے ہائے او

میری ماں یا باپ تھے او میری بے بے اب ماں اور بے بے وہاں موجود تو نہیں ہیں۔ مگر محبت ہوتی ہے اس واسطے بے ساختہ زبان پر ان کا نام آتا ہے اسی طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر نہ سمجھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا نظریہ نہ ہو تو یا رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ لیکن عوام چونکہ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ ان الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں اور آپ سے مدد مانگتے ہیں اس واسطے یہ لفظ نہیں بولنے چاہییں۔ اور جتنے بھی موہوم الفاظ ہیں ان کا یہی حکم ہے۔ مثلاً ایک شخص ''یا علی مشکل کشا'' کہتا ہے۔ اور اس کی علی سے مراد رب کی ذات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام علی بھی ہے۔ "وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ" ۔ تو یہ کہنا فی نفسہ صحیح ہے۔ مگر عوام میں یہ جملہ اس وقت تک نہ بولے جب تک ان کو سمجھا نہ دے کہ بھائی علی اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے اور میں جو کہتا ہوں یا علی مشکل کشا تو اس سے میری مراد رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اگر یہ تشریح نہیں کرے گا تو لوگ سمجھیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدد مانگ رہا ہے۔ جو کہ عوام کا ذہن بنا ہوا ہے یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ مشکل کشا کا لفظ کتابوں میں آتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو لوگوں نے سمجھا ہوا ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا اس واسطے کہا جاتا ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسئلہ حل فرما دیتے تھے۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ عطاء فرمائی تھی۔ ایک موقعہ پر ایک مسئلہ پیش آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "قَضِيَّةٌ وَلَا ابَاحَسَنٍ" ۔ مشکل مسئلہ پیش آیا ہے۔ اور ابوالحسن علی موجود نہیں ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب تھا۔ حَلَّا الْمَعَاقِل ۔ مشکل مسائل کی گرہ کھولنے والا۔ بعض بزرگان دین کے شجروں میں جو یہ الفاظ آتے ہیں کہ پروردگار علی مشکل کشا کے واسطے۔ چنانچہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے شجرہ میں بھی یہ لفظ ہیں اے پروردگار یہ میرا کام کر علی مشکل کشا

کے واسطے تو اس سے یہی مراد ہے مشکل مسائل کی گرہ کھولنے والا یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ما فوق الاسباب لوگوں کی مشکلیں حل کرنے والے ہیں۔ چنانچہ کسی ناسمجھ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خط لکھا کہ تم دیوبندی ایک طرف تو کہتے ہو کہ علی مشکل کشا کہنا شرک ہے اور دوسری طرف تمہارے شجروں میں علی مشکل کشا کے لفظ موجود ہیں۔ تو حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں موجود ہے فرماتے ہیں دیکھو بھائی! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں مشکل سے مشکل مسئلے حل فرماتے تھے۔ عربی میں ان کو "حلال المعاقل"۔ کہتے تھے۔ مشکل مسئلوں کی گرہ کھولنے والا اور فارسی والوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے مشکل کشا تو مشکل کشا سے یہ مراد ہے باقی ہماری مشکلیں رب تعالیٰ ہی حل فرماتے ہیں رب کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ ایسا نام نہ رکھو جس سے شرکیہ مفہوم نکلتا ہو۔ ناموں میں بہتر نام وہ ہیں جن میں رب تعالیٰ کی طرف نسبت ہو جیسے عبداللہ ہے عبدالرب ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ سب سے اچھے وہ نام ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمن، عبدالرحیم، عبدالجلیل، عبدالکریم، عبدالرب، عبدالمؤمن، عبدالمہیمن، عبدالمنعم، عبدالمحسن، عبدالمقیت، عبدالمبین، عبدالمتین، دوسرے نمبر پر وہ نام ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے جیسے محمد قاسم، حسین احمد، غلام محمد، پھر وہ ہیں جن میں دوسرے پیغمبروں کے نام آئیں۔ جیسے محمد ابراہیم، محمد اسماعیل، محمد داؤد، محمد اسحاق، محمد زکریا۔ پھر وہ نام ہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ہیں جیسے، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان ناموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور اجازت بھی دی کہ صحیح ہیں۔ اگر کسی صحابی کی نام غلط ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدل دیتے تھے دیہات سے ایک موٹا تازہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اس کے ساتھ

ایک کتا بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بھائی تیرا نام کیا ہے؟ کہنے لگا میرا نام ظالم ہے اور میرے کتے کا نام راشد ہے۔ اور راشد کا معنیٰ ہے ہدایت یافتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو بندہ ہو کے بھی ظالم ہے اور وہ کتا ہو کے راشد ہے۔ فرمایا میں نے نام بدلنا ہے آج کے بعد تیرے کتے کا نام ظالم ہے اور تیرا نام راشد ہے۔ اپنے علاقے میں جا کر لوگوں کو بتا دینا۔ منیب الطبع اور سلیم الطبع شخص تھا کوئی قیل وقال نہیں کی کہنے لگا۔ حضرت ٹھیک ہے اور اگر اَڑنا چاہتا تو کہہ سکتا تھا کہ حضرت میرا کوئی اور نام رکھ دو کتے کا نام تو میرا نہ رکھو اور بعضے اَڑ بھی جاتے تھے جیسے رئیس التابعین حضرت سعید ابن المسیب رحمہ اللہ کے دادا حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سعید مشہور تابعی ہیں۔ ان کے باپ میتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ اور دادا حزن رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔ یہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نام دریافت فرماتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میرا نام حزن ہے۔ اور حزن کے معنیٰ ہیں کھردرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نام اچھا نہیں ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تیرا نام سہیل رکھ دوں۔ سہیل کے معنی ہیں نرم۔ حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت اس میں شرعی طور پر کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں گناہ تو نہیں ہے۔ کہنے لگے یہ نام میرے باپ دادا نے رکھا ہے۔ لہٰذا میں حزن ہی ٹھیک ہوں۔ حضرت سعید رحمہ اللہ ابن میتب فرماتے ہیں کہ قدرتی طور پر وہ دادے والی سختی ہم میں بھی ہے کاش کہ ہمارا دادا اس وقت مان لیتا اور ان کا نام سہل ہو جاتا۔ اور ہم میں بھی نرمی ہوتی تو ناموں میں اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا مہمل اور اجنبی نام نہیں رکھنا چاہیے۔ عورتیں کئی مہمل قسم کے نام لے آتی ہیں۔ اور پوچھتی ہیں کہ اس کا کیا معنی ہے؟ تو ساری لغتیں تو یاد نہیں ہوتیں۔ جس زبان کا لفظ ہے اس لغت میں

دیکھ لو کیا معنیٰ ہے؟اور عورتوں کے ناموں میں وہ نام اچھے ہیں جو صحابیات کے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے نام ہیں اور ایسے ناموں سے گریز کرنا چاہیے جن کے شرکیہ معنیٰ بنتے ہوں۔ تاکہ لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں تو کسی پیغمبر نے یہ سبق نہیں دیا کہ تم میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو یہ تعلیم دیتے ہیں۔ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ،اور لیکن (وہ یہ کہے گا کہ) ہو جاؤ تم رب والے۔ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ ،اس واسطے کہ تم تعلیم دیتے ہو کتاب کی۔ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ O ،اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو کتاب کو۔ خطاب تو عیسائیوں کو ہے اور وہ کتاب پڑھتے بھی تھے۔ اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے مگر وہ بات کہ جس سے ان پر زد پڑتی تھی اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ،اور وہ تم کو حکم نہیں دے گا اس بات کا کہ تم بنالو فرشتوں کو اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو رب۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو رب بنایا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنایا اور صابیوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا۔ پھر ان کی پوجا شروع کر دی۔ اور آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ تعویذات پر لکھتے ہیں یا جرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل (علیہم السلام) وغیرہ۔ یہ بالکل ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ کام تو سارے رب کرتا ہے فرشتوں کے تو بس میں ہی کچھ نہیں ہے۔ ان کو پکارنے کا کیا فائدہ وہ تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگ جب آگ کے بھٹے میں ڈالنے لگے تو جرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے میرے لائق کوئی خدمت ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ "حسبی اللہ"۔ مجھے میرا اللہ کافی ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O کیا وہ تمہیں حکم کرے گا کفر کا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اسلام سکھانے کے لئے آتا ہے؟ یا کفر

سکھانے کے لئے آتا ہے؟ کیا وہ تمہیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ تم عبدالمسیح علیہ السلام، عبدموسیٰ علیہ السلام، عبدداؤد علیہ السلام، عبدالرسول اور عبدالمصطفےٰ بن جاؤ۔ یہ تو کفر کی بات ہے۔ پیغمبر یہ تعلیم نہیں دیتے وہ تو تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بندے بنو اور نام بھی وہ رکھو جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو یا اس میں نبی کا نام آئے۔ یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اور عورتیں بھی صحابیات رضی اللہ عنہن کے ناموں والے نام رکھیں ناموں کا اثر ہوتا ہے۔ ابھی تم بخاری شریف کی حدیث سن چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)......!

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِیْسٰى وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ، اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے۔ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ، وعدہ پیغمبروں سے۔ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ، وہ چیز جو میں تمہیں دوں گا۔ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ، کوئی کتاب اور دانائی۔ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ، پھر آئے گا تمہارے پاس رسول۔ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ، تصدیق کرنے والا ہوگا اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ، البتہ ضرور تم اس پر ایمان لاؤ گے۔ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ، اور البتہ ضرور تم

اس کی مدد کروگے۔ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ ، فرمایا پروردگار نے کیا تم نے اقرار کیا؟۔ وَاَخَذْتُمْ ، اور لیا تم نے۔ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ، اس پر میرا وعدہ۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ، کہنے لگے ہم نے اقرار کیا۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا ، رب تعالیٰ نے فرمایا پس گواہ بن جاؤ۔ وَاَنَا مَعَکُمْ ، اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ O ، گواہوں میں سے۔ فَمَنْ تَوَلّٰی ، پس جس نے اعراض کیا۔ بَعْدَ ذٰلِکَ ، اس کے بعد۔ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O ، پس وہی لوگ نافرمان ہیں۔ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ ، کیا اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کوئی اور دین۔ یَبْغُوْنَ ، یہ تلاش کرتے ہیں۔ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ ، اور اسی کے سامنے جھکی ہوئی ہے وہ مخلوق۔ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ طَوْعًا وَّ کَرْهًا ، خوشی کے ساتھ اور جبراً۔ وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ O ، اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ، آپ کہہ دیجئے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا ، اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ، اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ابراہیم علیہ السلام پر۔ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ، اور اسماعیل علیہ السلام پر، اور اسحٰق علیہ السلام پر، اور یعقوب علیہ السلام پر۔ وَالْاَسْبَاطِ ، اور ان کی اولاد در اولاد پر۔ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی ، اور اس چیز پر جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔ وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ، اور سب نبیوں کو جو دی گئی ان کے رب کی طرف سے۔ لَا نُفَرِّقُ ، ہم نہیں تفریق کرتے۔ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ، ان میں سے کسی ایک کے درمیان۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ O اور ہم اسی رب تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔

اس سے پہلے تم یہ بات خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور ان کے آنے کا اصل مقصد تو اتنا ہی تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باوفا رعایا ہیں ہم پر جو ٹیکس وغیرہ عائد

ہوتا ہے۔اس کی تفصیل ہمیں بتادو۔لیکن چونکہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔مختلف قسم کی علمی باتیں بھی ہوئی۔جن کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔آخر میں انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ٹھیک ہے تم نبی ہو گے مگر عربوں کے لئے۔ہم جو بنی اسرائیلی ہیں یا دوسری قومیں ہیں۔ان کے لئے تمہاری نبوۃ تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ ان کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار تو اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے لیا کہ میرے اس پیغمبر پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔جو سب سے بعد میں آئے گا۔اور تمام پیغمبروں نے اس کا اقرار کیا کہ ہم مانتے ہیں اور ان پیغمبروں میں موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں،عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔اور داؤد علیہ السلام بھی ہیں۔تو اے یہودیو،اور عیسائیو!اور صابیو!تمہارے پیغمبر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کریں۔اور تم کس باغ کی مولی ہو کہ انکار کرو اور کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ صرف عربوں کے لئے ہے۔ہمارے لئے نہیں ہے۔یہ تمہارا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ اتنی عام تھی کہ میں نے تمام پیغمبروں سے اس کا اقرار لیا فرمایا۔وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ ،اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ پیغمبروں سے۔یہ وعدہ کب لیا گیا۔اس بارے میں دو تفسیریں منقول ہیں۔ایک تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عالم ازل،عالم ارواح،عالم میثاق میں ساری مخلوق کی ارواح کو اکٹھا کیا اور ان کو ادراک اور شعور عطاء فرمایا اور سب کو کہا"اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" ؟۔کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟"قَالُوْا بَلٰی"۔سب نے جواب دیا اور کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔تو جس مقام پر اپنی الوہیت کا وعدہ لیا تھا وہیں پر تمام پیغمبروں کو الگ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا اقرار لیا کہ میں ایک نبی بھیجوں گا

اس پر سب کا ایمان لانا ضروری ہے۔سب نے کہا ہمیں منظور ہے۔اکثر یہی تفسیر بیان کرتے ہیں اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ دنیا میں جب پیغمبر تشریف لائے سب سے الگ الگ وعدہ لیا گیا۔ مثلاً جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ ایک نبی آئے گا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔اگر تمہارے دور میں آجائے تو اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ میرا ایمان ہے۔اسی طرح جب شیث علیہ السلام تشریف لائے تو ان سے وعدہ لیا گیا اور جب نوح علیہ السلام تشریف لائے تو انسے وعدہ لیا گیا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو ان سے وعدہ لیا گیا۔یعنی جو پیغمبر جس وقت دنیا میں تشریف لائے ان سے اس وقت وعدہ لیا گیا۔اور وعدہ اس عنوان سے لیا گیا۔ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ ،البتہ وہ چیز جو میں تمہیں دوں گا۔ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ،کوئی کتاب اور حکمت،اور نبوۃ۔یعنی میں تمہیں کتاب دوں گا وحی آئے گی حکم دوں گا دانائی کی باتیں دوں گا یہ تمہارا منصب ہے اس کو سمجھ لو کہ تم کون ہو؟۔ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ، پھر آئے گا تمہارے پاس رسول۔ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ، تصدیق کرنے والا ہوگا اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے۔توحید رسالت معاد، جو بھی اصولی باتیں ہیں وہ ان کی تصدیق کرے گا پھر وہ پیغمبر جب تمہارے پاس آئے تو یہ وعدہ کرو۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ ،البتہ ضرور بضرور تم اس پر ایمان لاؤ گے۔ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ،اور البتہ ضرور تم اس کی مدد کرو گے۔یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ ؟ ،فرمایا پروردگار نے کیا تم نے اقرار کیا؟۔اس وعدے کا کہ وہ آخری پیغمبر جب آئے گا اس پر ایمان لاؤ گے اور اگر تمہارے دور میں آگیا تو اس کی مدد بھی کرو گے۔ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ،اور لیا تم نے اس پر میرا وعدہ۔اور مان لیا۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا، پیغمبروں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم

اس عہد کو پورا کریں گے۔آنے والے پیغمبر پر ایمان بھی لائیں گے اور اگر ہمارے دور میں آیا تو ہم اس کی مدد بھی کریں گے۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا ، رب تعالیٰ نے فرمایا پس گواہ بن جاؤ کہ تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ جو پیغمبر بعد میں آنا ہے تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اگر تمہارے دور میں آ گیا تو اس کی مدد بھی کرو گے۔ وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ، اور حق کے گواہوں میں سے میں بھی تمہارے ساتھ ہوں ۔کہ انہوں نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔اب دیکھو کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا وعدہ لے اور اگر ان کے دور میں آجائیں تو امداد کا بھی وعدہ اور تمام پیغمبر اس کا اقرار کریں۔اور ان پیغمبروں کا نام لینے والے یہ کہیں کہ ان کی نبوۃ ہمارے لئے نہیں ہے۔کیا ان کی یہ بات درست ہے؟ مگر دنیا میں کوئی خاموش نہیں رہتا۔کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑتا رہتا ہے۔عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ "مَالَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ"۔جو چیز ساری حاصل نہ ہو ساری چھوڑی نہ جائے۔مطلب یہ ہے کہ اگر بندے کو ساری نہ ملے تو کچھ نہ کچھ تو ملنی چاہیے پھر وہ پیغمبر عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس مقصد کے لئے زندہ رکھا ہوا ہے۔وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کریں گے اور "لَتَنْصُرُنَّهٗ" کا پورا پورا ثبوت دیں گے۔وہ اس طرح کہ جامع مسجد دمشق میں امام مہدی علیہ السلام صبح کی نماز کی تیاری کرا چکے ہوں گے کہ فرشتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے لے کر آئیں گے اور جامعہ مسجد دمشق کے منارہ پر لا کر بٹھائیں گے۔وہ منارہ سفید رنگ کا آج بھی موجود ہے۔جب میں دمشق گیا تھا تو میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔دروازہ بند تھا اور اندر نہیں جاسکا۔اس وقت کھولنے کی اجازت نہیں

تھی۔ اور انتظار میں نے نہیں کیا۔ چونکہ وقت تھوڑا تھا۔ پھر سیڑیوں کے ذریعہ نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی آوازیں شروع ہو جائیں گی۔ اس وقت امام مہدی علیہ السلام مصلے پر کھڑے ہو چکے ہوں گے جب سنیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو چکے ہیں۔ تو مصلے سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہیں گے کہ حضرت نماز پڑھاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں۔ اب میری حیثیت امتی کی ہے تمہارے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ تو پہلی نماز فجر کی جامع مسجد دمشق سوق حمیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھیں گے نماز کے بعد اعلان ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں مسلمانوں کی خوشی کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاد کا حکم دیں گے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیل کے علاقے میں ایک مقام ہے۔ جس کا نام ہے ''لُدّ'' اس کے دروازے پر دجال کو اپنے ہاتھ مبارک سے قتل کریں گے یعنی سچا مسیح جھوٹے مسیح کو قتل کرے گا۔ پھر یہود و نصاریٰ اور دوسرے کافروں کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ جن علاقوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اثر ورسوخ ہوگا ان علاقوں میں اسلام کے بغیر کوئی دین نہیں رہے گا۔ اسلام ہی اسلام ہوگا۔ یہی پانچ نمازیں اور تیس روزے ہوں گے جو ہم پڑھتے اور رکھتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔ اور اس طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد و نصرت فرمائیں گے۔ اور پختہ عہد کرنے کے بعد۔ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ، پس جس نے اعراض کیا اس کے بعد۔ یعنی پیغمبروں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کا اقرار کیا اور دوسرے

لوگ اعراض کریں گے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ، تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ کہ پیغمبر تو اقراری ہوں اور امتی کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ اور دین ہمارے لئے نہیں ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے۔ ہمارے لئے ہمارا اپنا مذہب ہے یہ کیسی منطق ہے؟ بھائی! بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب اپنے دور میں حق تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذہب اپنے دور میں حق تھا۔ اسی طرح باقی پیغمبروں کا۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو پہلے سب دین منسوخ ہو گئے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ آسمان میں ستارے ہیں کسی کی روشنی کم ہے اور کسی کی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ"۔ (پارہ نمبر ۱۴) اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔ یعنی لوگ ستاروں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں مگر جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر ستاروں کی روشنی کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرے پیغمبر ستاروں کی مانند ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آفتابِ نبوۃ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ستاروں کی روشنی تلاش کرنے والا دیوانہ اور مجنون ہے۔ اسے پاگل خانے میں بند کرنا چاہیے۔ ان پیغمبروں کی شریعتیں اپنے اپنے زمانے میں حق اور سچ تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو سارے دین ختم اور منسوخ ہو گئے اب کامیابی صرف اسلام میں ہے۔ فرمایا! اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ، کیا پس اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کوئی اور دین یہ تلاش کرتے ہیں۔ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اور اسی کے سامنے جھکی ہوئی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں یا جو بھی رب کی مخلوق ہے۔ سب اس کے احکام مانتے ہیں اور اس کے احکام کے سامنے جھکے ہوئے ہیں

اور جو زمین میں ہیں وہ رب کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ طَوْعًا وَّ كَرْهًا، کوئی خوشی کے ساتھ جھکا ہوا ہے اور کوئی مجبوراً۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ جو مسلمان ہیں وہ سارے خوشی کے ساتھ رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں اور جو جہاد میں قید ہو کر آتے ہیں پہلے تو وہ مجبور ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اِن کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دیتا ہے اور وہ سچے دل سے قبول کر لیتے ہیں تو وہ جبر اب خوشی میں تبدیل ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں تشریعی اور تکوینی۔ تشریعی یہ ہیں کہ مثلاً تم رب پر ایمان لاؤ۔ پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ کتابوں پر ایمان لاؤ۔ فرشتوں پر ایمان لاؤ۔ تقدیر پر ایمان لاؤ۔ نمازیں پڑھو، روزے رکھو، قیامت پر ایمان لاؤ۔ قبر حشر پر ایمان لاؤ۔ یہ شرعی احکام ہیں۔ اور مومن ان کو خوشی کے ساتھ دل سے تسلیم کرتے ہیں اور تکوینی احکام یہ ہیں۔ مثلاً رب تعالیٰ کسی کو بیمار کرتا ہے۔ کسی کو مارتا ہے، کسی کو اولاد دے کر چھین لیتا ہے۔ کسی کو مال دے کر چھین لیتا ہے۔ تو اس کے تکوینی احکام جبراً مانتے ہیں۔ ہے کوئی جو انکار کرے کہ میں نے بیمار نہیں ہونا؟ میں نے مرنا نہیں ہے۔ یا میں اپنی اولاد کو مرنے نہیں دوں گا۔ یا مال ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔ تو تکوینی احکام مومن کافر سب مانتے ہیں مومن خوشی کے ساتھ راضی برضاءِ الٰہی ہوتے ہیں اور کافر رب کے یہ احکام ماننے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ☆، اور اسی ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یعنی جانا سب نے رب کے پاس ہے۔ اور جب انسان اپنے ذہن میں یہ نکتہ بٹھائے گا کہ میں نے رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ اور رب تعالیٰ نے مجھ سے نیکی بدی کا سوال کرنا ہے تو پھر تیاری بھی کرے گا۔ دیکھو! سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے امتحان ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بچے خود بھی تیار کرتے ہیں۔ ماں باپ بھی تیاری کراتے ہیں۔ استاد بھی مجبور کرتے ہیں کہ تیار کرو

سب کو فکر لگی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ امتحان آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اس طرح ہے جس طرح بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔ مگر اس کی کتنی تیاری ہوتی ہے؟ افسوس کہ آخرت کے سچے اور حقیقی امتحان کی تیاری بہت کم ہے۔ ہم میں سے کتنے اللہ کے بندے ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور اپنے نصاب کی پوری زکوٰۃ نکالتے ہیں اور عشر ادا کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالکل نہیں ہیں۔ بلکہ مجموعی حیثیت سے کہتا ہوں کہ نسبت کیا ہے؟ سو میں سے کتنے آدمی رب تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنے والے ہیں؟ تو جب یہ بات ذہن میں بٹھائے گا کہ رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو پھر اس کی تیاری بھی کرے گا آگے فرمایا۔ اہلِ کتاب نے تو حصے کئے ہوئے ہیں۔ کہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ صابی کہتے ہیں ہم حضرت داؤد علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہماری وسعتِ قلبی اور فراخ دلی بھی سن لو! فرمایا۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا، اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ، اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ابراہیم علیہ السلام پر اور اسماعیل علیہ السلام پر، اور اسحٰق علیہ السلام پر، اور یعقوب علیہ السلام پر۔ وَالْاَسْبَاطِ، اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف۔ جو نازل کی گئی ہے کیونکہ اسباط جمع ہے سبط کی اور سبط کے معنیٰ ہیں بیٹا اور پوتا جو معنیٰ ہوں گے اولاد در اولاد اور خاص طور پر وہاں چونکہ یہودی اور عیسائی تھے جن کے ساتھ بات ہو رہی تھی۔ اس واسطے خصوصیت کے ساتھ فرمایا۔ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

وَعِيْسٰى، اور ہم اس چیز پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔ وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ، اور سب نبیوں کو جو دی گئی ان کے رب کی طرف سے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ او ظالمو! ہم تو سارے پیغمبروں کی قدر کرتے ہیں اور ان کی طرف جو رب کی طرف سے احکام نازل ہوئے ہیں ہم سب پر ایمان لاتے ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ، ہم نہیں تفریق کرتے ان میں سے کسی ایک کے درمیان۔ اوپر چونکہ اٰمَنَّا ہے۔ اس واسطے تفریق سے مراد ایمان کی تفریق ہے کہ ہم ایمان کے سلسلے میں تفریق نہیں کرتے کہ "نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ" ۔ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔ بلکہ ہمارا سب پر ایمان ہے۔ کہ سارے اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ اور اپنے اپنے زمانہ میں بہترین نمونہ تھے۔ باقی رہی بات درجوں کی تو وہ پیغمبروں کے اپنے اپنے درجے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" ۔ یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور پندرویں/ ۱۵ پارے میں آتا ہے۔ 'وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ" ۔ البتہ تحقیق ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت عطاء فرمائی ہے۔ تمام پیغمبروں میں سب سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ وَعَلٰى هٰذَا القياس دوسرے پیغمبر ہیں۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ☆ اور ہم اسی رب تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔ ہم تمہاری طرح نہیں ہیں۔ کہ اپنی خواہشات پر چلیں۔ ان نجران کے لوگوں نے آخری پیغمبر کے متعلق یہ شوشہ چھوڑا کہ نبی ہوں گے مگر ہمارے لئے نہیں ہیں بھائی! جب تمام پیغمبروں نے وعدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اور نصرۃ کرنے کا۔ تو تم کون ہوتے ہو نہ

ماننے والے؟ پھر تمہارا ان پیغمبروں پر ایمان کیا ہے کہ جس کو تمہارے پیغمبر مانتے ہیں اس کو تم نہ مانو۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور کہنے کی توفیق عطاء فرمائیں...... آمین!۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ
وَشَهِدُوْآ اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ
وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ
اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ
اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع

ع ۱۷

وَمَنْ يَّبْتَغِ ،اور وہ شخص کہ جس نے تلاش کیا۔ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا ،اسلام کے علاوہ کوئی اور دین۔ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ،پس ہرگز وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ ،اور وہ شخص آخرت میں۔ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ ،نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ كَيْفَ يَهْدِي

اللّٰہ ، کیسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ قَوْمًا کَفَرُوْا ، اس قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ، ایمان لانے کے بعد۔ وَشَهِدُوْٓا ، اور انہوں نے گواہی دی۔ اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ ، کہ بے شک وہ رسول برحق ہے۔ وَجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ، اور آگئیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ O ، اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ ، وہ لوگ بدلا ان کا۔ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ ، بے شک ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةِ ، اور فرشتوں کی۔ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ O ، اور تمام انسانوں کی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ، ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ ، نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ O ، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا ، مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی۔ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ، اس کے بعد۔ وَاَصْلَحُوْا ، اور اصلاح کرلی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O ، پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ، ایمان لانے کے بعد۔ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا ، پھر بڑھ گئے وہ کفر میں۔ لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ، ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان کی توبہ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ O ، اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ وَمَاتُوْا ، اور مرے اس حالت میں۔ وَهُمْ كُفَّارٌ ، کہ وہ کافر تھے۔ فَلَنْ يُّقْبَلَ ، پس ہرگز نہیں قبول کی جائے گی۔ مِنْ اَحَدِهِمْ ، ان میں سے کسی ایک سے۔ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا ، سونے سے بھری ہوئی زمین۔ وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ، اور اگرچہ وہ اس کو بطور فدیہ کے دے دے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ، یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ O ، اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔

پہلے سے یہ بات تفصیل کے ساتھ چلی آرہی ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے اور ان کے ساتھ مل کر یہود نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ اول تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتے اور اگر نبی ہوں بھی دوسروں کے لیئے ہوں گے ہمارے لئے نہیں ہیں کل کے درس میں تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ اتنی عام ہے کہ عام تو عام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاصوں کے بھی یعنی پیغمبروں کے بھی نبی اور رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا تمام پیغمبروں نے اقرار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور نصرۃ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ان پیغمبروں میں موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ تو ان کے پیغمبر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کو تسلیم کریں اور یہ انکار کریں۔ اور پیغمبروں کے ماننے کا دعویٰ بھی کریں تو اس دعوے کی کیا حیثیت ہے۔ پھر تو سیدھی سادھی بات ہے کہ ان اہلِ کتاب نے اپنے پیغمبروں کو ہی نہیں مانا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد پہلے کے تمام ادیان منسوخ ہو گئے ہیں اب کامیابی صرف اسلام میں ہے۔ ارشاد ہے۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ، اور وہ شخص کہ جس نے تلاش کیا اسلام کے علاوہ کوئی اور دین پس ہرگز وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ بے شک اپنے وقت میں حضرت داؤد علیہ السلام کا دین بھی صحیح تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دین پیش کیا اپنے وقت میں وہ بھی صحیح تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو دین پیش کیا اپنے زمانے میں وہ بھی حق تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو پہلی ساری شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ اب کل کائنات کے واسطے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں اور سب کی نجات اسی دین میں ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا ہے۔ اس دین کو صحیح معنیٰ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے

سمجھا۔ اور عمل کیا پھر یہ دین اطراف عالم میں پھیلا۔ اور عرب کے بعد افغانستان، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں جڑیں مضبوط ہوئیں ۔ ان لوگوں نے دین کو سمجھا یہاں کا گیا گزرا مسلمان بھی ضروریات دین سے واقف ہے۔ فرائض کی پابندی تو الگ بات ہے۔ یہاں مستحبات کی پابندی کرنے والے بھی موجود ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دین میں بعض چیزیں تو فرض واجب اور سنت مؤکدہ ہیں کہ جن پر عمل کرنا ضروری ہے اور چھوڑنے والا گناہ گار ہے۔ اور بعض چیزیں مستحب ہیں۔ کہ جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر گرفت نہیں ہوتی۔ تو الحمد للہ! ان علاقوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو دین کے مستحبات سے بھی واقف ہیں سب کی بات تو نہیں ہو رہی مگر موجود ہیں۔ دوسرے ملکوں میں اتنا بھی نہیں ہے۔ سوائے سعودیہ کے کہ سعودی باشندے عقائد اور نظریات میں تو پختہ ہیں مگر عمل نہیں ہے۔ اور باقی ملکوں کے لوگ فرائض سے بھی ناواقف ہیں وہ دین کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں اس سے اندازہ کرلیں۔ دوپہر کے وقت ہم مدینہ طیبہ سے چلے اور ذوالحلیفہ پہنچے جس کو آج کل بئر علی کہا جاتا ہے۔ ذوالحلیفہ کے نام سے لوگ آج کل واقف نہیں ہیں مغربی علاقے کے ایک آدمی نے بالکل ننگا ہو کر غسل کرنا شروع کر دیا۔ وہاں کثیر تعداد میں مرد و عورتیں موجود تھیں۔ غسل کرنے کے بعد جب اس نے احرام کے کپڑے پہن لئے اور اس سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی ہے تو کہنے لگا کہ میں نے حدیث پر عمل کیا ہے۔ ترمذی شریف میں حدیث آتی ہے۔ "تَجَرَّدَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْغُسْلِ قَبْلَ الْاِحْرَام" ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے سے پہلے غسل کے لئے کپڑے اتارے تو کپڑے اتارنے کا یہ معنی تو نہیں تھا جو اس نے سمجھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگے ہو کر غسل کیا۔ معاذ اللہ

تعالیٰ۔ غسل کے وقت لوگ کپڑے اتارتے ہی ہیں۔ اور اتارنے جائز بھی ہیں۔ یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم لوگوں کے سامنے ننگے ہو جاؤ۔ اور کیا اس کا نام ہے حدیث پر عمل کرنا؟ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور اس کا جواب کا نو ایا ہے نہ ہے۔ تو ایسے کم علم لوگ ہیں اور آج سے تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ یہود نے ایسے لوگوں کی اس لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عمدہ کاغذ پر اچھی طباعت کے ساتھ تحریف شدہ قرآن کریم شائع کرایا۔ اور ان علاقوں میں بھیجا جہاں نہ تو قرآن کریم کے حافظ تھے اور نہ ہی دین سے زیادہ واقف تھے۔ اس وقت رسائل اور اخبارات میں اکیس بائیس تحریفات شائع ہوئی تھی۔ ان میں ایک یہ تھی کہ آیت۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ، اور جو شخص اسلام کو تلاش کرے گا بطور دین کے تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ یعنی جس نے اب دین اسلام کو قبول کیا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آیت کا صحیح مطلب یہ ہے" اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا"۔ اور تحریفات بھی اسی طرح کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے جمال عبدالناصرؒ کو جو اس وقت مصر کا صدر تھا اور قرآن کا حافظ تھا اور عمل میں ویسا ہی تھا جیسے مصری ہوتے ہیں کہ ان کے قاریوں نے بھی ڈاڑھیاں صاف کی ہوتی ہیں۔ بس آوازیں ہی آوازیں ہیں بہر حال پھر بھی اس کو اسلامی غیرت آئی اور اس نے دین کے بڑے اچھے کام کیے۔ ان میں سے ایک کام یہ کیا کہ قاہرہ میں ایک مستقل ریڈیو اسٹیشن قائم کیا جو چوبیس گھنٹے چلتا ہے اور آج تک اس سے قرآن کریم نشر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنے کانوں سے اس قرآن کریم کو سنیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ علماء اور قراء کے وفد بنا کر ان علاقوں میں

بھیجے جہاں یہودیوں نے تحریف شدہ قرآن تقسیم کیے تھے۔ تاکہ ان کو جا کر آگاہ کریں کہ اصل قرآن یہ ہے جو ہمارے پاس ہے اور جو یہودیوں نے طبع کرا کر تقسیم کیا ہے اس میں غلطیاں ہیں اور تیسرا کام یہ کیا کہ قرآن پاک کے صحیح نسخے لاکھوں کی تعداد میں طبع کرا کر تقسیم کئے اور اب یہ کام سعودیہ نے بھی کیا ہے کہ اچھے سائز میں عمدہ کاغذ پر طبع کرا کر دنیا بھر میں قرآن کریم تقسیم کیا جا رہا ہے۔ سادہ بھی اور مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کے بھی انگریزی زبان میں بروہی زبان میں اور بروہی زبان کے ترجمہ والا ایک نسخہ میری طرف بھی بھیجا جو میرے پاس موجود ہے۔ اردو ترجمہ اور تفسیر کے لئے انہوں نے علماء سے مشورہ کیا۔ تو علماء کرام نے ان کو بتایا کہ اس وقت اردو زبان میں بہترین ترجمہ اور مختصر تفسیر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کی ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ اور سورۃ بقرہ کی تفسیر اس وقت لکھی جب آپ مالٹا کے مقام میں قید تھے۔ اور سورۃ آلِ عمران سے لے کر آخر تک کی تفسیر حضرت کے شاگرد مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے کی۔ جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں جھنڈا لہرایا تھا۔ اور مشرقی پاکستان میں جھنڈا مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لہرایا تھا۔ اور مالٹا میں قید ہونے کا سبب یہ تھا کہ انگریز اپنے ٹاؤٹ شریف حسین مکہ کے ذریعہ حضرت شیخ الہند سے ترکوں کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کہ فتویٰ دو کہ ترکی کافر ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصطفیٰ کمال پاشا یا چند اشخاص کے کفر کی وجہ سے میں سارے ترکی کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مصطفیٰ کمال اور اس کے ساتھیوں نے عرب دشمنی میں اسلام اور خلافت کی مخالفت شروع کر رکھی تھی اور خلافت کے خاتمہ کے لئے سازشوں کے علاوہ انہوں نے ایک باغیرت عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید خان کو معزول کرا دیا تھا۔ بعد میں مصطفیٰ کمال

اتاترک نے ترکی کا صدر بننے پر خلافت کے خاتمہ اور اسلامی قوانین کی منسوخی کے ساتھ ساتھ قرآن شریف عربی میں پڑھنے اور اذان عربی میں دینے پر بھی پابندی لگادی تھی۔ جس طرح ترکوں نے کل قانون پاس کیا ہے کہ سولہ سال کی عمر تک کوئی دین حاصل نہیں کرسکتا۔ حالانکہ یہی عمر ہوتی ہے۔ دین حاصل کرنے کی تو جو سولہ سال تک دین حاصل نہیں کرے گا اس کے بعد اس کو فرصت نہیں ملے گی بے دین اور بے ایمان ہی مرے گا مگر اس کے باوجود ترکی میں مسلمان بھی ہیں اور اربکان وغیرہ ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم اس قانون کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو چند آدمیوں کے کفر کی وجہ سے سب کو تو کافر نہیں کیا جاسکتا۔ یہی بات حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصطفیٰ کمال جیسے چند افراد کی وجہ سے سارے ترکوں کو میں کافر کس طرح کہوں؟ تو حضرت کا یہ جرم تھا کہ انہوں نے ترکوں کو کافر کہنے سے انکار کردیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کو گرفتار کرکے مالٹا کی جیل میں ڈال دیا گیا اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے فتویٰ لینے کی وجہ یہ تھی کہ سارا ہندوستان ان کے علم تقویٰ اور سیاست پر اعتماد کرتا تھا۔ تو اگر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ یہ فتویٰ دے دیں تو ہمارے لئے راستہ صاف ہوجائے گا۔ تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا یہ ترجمہ اور تفسیر جو انہوں نے مالٹا کی اسیری کے ایام میں لکھا تھا سعودی حکومت نے کروڑوں کی تعداد میں طبع کرایا۔ لیکن بعض فرقوں کو ناگوار ہوا کہ دیوبند مکتبہ فکر کے عالم کا ترجمہ کیوں طبع ہوا اور اس پر انہوں نے شور برپا کیا تو سعودی حکومت نے دوبارہ علماء کو اکٹھا کیا۔ کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو علماء نے کہا کہ یہ بالکل غلط کہتے ہیں۔ اور تعصب اور ضد سے کام لے رہے ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ وتفسیر بالکل صحیح اور درست ہے۔ تو سعودی حکومت نے ان کے احتجاج کو بالکل مسترد کردیا۔ (اب یہ ترجمہ شائع نہیں ہورہا۔ بلکہ اس کی جگہ محمد جوناگڑھی کا

ترجمہ شائع ہورہا ہے)۔تو بات یہ ہورہی تھی کہ یہودیوں نے ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریف شدہ قرآن کریم طبع کرا کے ان میں تقسیم کردیا۔ اور نمونے کے طور پر میں نے ایک تحریف بیان کی۔ کہ آیت "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ"۔سے غیر کا لفظ نکال دیا، اور معنیٰ بن گیا۔"اور جو شخص اسلام کو تلاش کرے گا، اپنائے گا دین کے طور پر پس اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا"۔حالانکہ آیتِ کریمہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، اور وہ شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ یہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جو اس وقت قرآن اور صاحب قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے۔"اَلَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ"۔(پارہ ۹) یہ رسول امی وہ ہے کہ اس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ میں اور انجیل میں۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں اور اوصاف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ان کو توراۃ میں بھی لکھا ہوا ملتا تھا۔ اور انجیل میں بھی لکھا ہوا ملتا تھا۔ اور پہلے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔"وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا"۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے یہود و نصاریٰ جب دشمنوں سے لڑتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے۔کہ اے پروردگار! نبی آخرالزمان کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطاء فرما۔"فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ"۔پس جب وہ نبی برحق ان کے پاس آگیا اور انہوں نے ان کو پہچان بھی لیا تو انکار کردیا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ

قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ، کیسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کیا ایمان لانے کے بعد۔ وَشَهِدُوْا ، اور انہوں نے گواہی دی۔ اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ ، کہ بے شک وہ رسول برحق ہیں۔ یعنی پہلے ایمان بھی لے آئیں۔ اور یہ بھی کہیں کہ وہ رسول برحق ہیں۔ وَجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ، اور آگئیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔ کہ اس پیغمبر سے معجزات صادر ہوئے اور ان کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا پھر بھی کفر پر اڑے رہے۔ تو یہ ظالم ہیں۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ رب تعالیٰ ہدایت ان کو دیتا ہے ایمان ان کو دیتا ہے جو اس کے طالب ہوں زبردستی کسی کو ایمان نہیں دیتا۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ ، وہ لوگ ہیں بدلہ ان کا۔ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ ، بے شک ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةِ ، اور فرشتوں کی لعنت ہے۔ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○، اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ جو پیغمبر کے آنے سے پہلے اس کے طفیل اور وسیلے سے دعائیں کریں اور ان کے تشریف لانے کے بعد کہیں کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا۔ اور ایمان لانے سے انکار کریں تو وہ ملعون ہیں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ، ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ ، نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○، اور فیصلے کے بعد ان کو مہلت بھی نہیں دی جائے گی۔ ایسا نہیں ہوگا جس طرح دنیا میں فیصلے ہوتے ہیں۔ اور سزا موخر ہو جاتی ہے پھر کچھ عرصہ بعد دی جاتی ہے۔ وہاں کوئی مہلت نہیں ہوگی۔ جس وقت فیصلہ ہوگا فوراً سزا ہوگی۔ ہاں وہ لوگ سزا سے بچ جائیں گے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ، مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد۔ وَاَصْلَحُوْا ، اور اپنے عقائد اور اعمال کو درست کیا۔ اللہ ورسول کی مرضی کے مطابق عقائد بنائے۔ اور پہلے والے عقائد اور اعمال چھوڑ دیے۔ فَاِنَّ

اللہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ، بخشنے والا مہربان ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ، ایمان لانے کے بعد۔ کہ پہلے ایمان لائے پھر منکر ہو گئے۔ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا ، پھر بڑھ گئے وہ کفر میں۔ یعنی مزید پختہ ہو گئے۔ لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ، ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان کی توبہ۔ اس توبہ کی کیا حیثیت ہے؟ کہ کفر پر بھی اڑے رہیں اور منہ سے توبہ، توبہ بھی کہتے رہیں۔ تو یہ توبہ تو نہیں ہے بلکہ یہ تو خالص مکاری ہے۔ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ O ، اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ وَمَاتُوْا ، اور مرے اس حالت میں۔ وَهُمْ کُفَّارٌ ، کہ وہ کافر تھے۔ فَلَنْ یُّقْبَلَ ، پس ہرگز نہیں قبول کی جائے گی۔ مِنْ اَحَدِهِمْ ، ان میں سے کسی ایک سے۔ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا ، سونے سے بھری ہوئی زمین۔ اور چوبیسویں/۲۴ پارے میں آتا ہے۔ "وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا" ۔ اور اگر ہو بے شک ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا۔ "مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" ۔ جو کچھ ہے زمین میں سارے کا سارا۔ "وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ" ۔ اور اس جیسا مزید بھی اس کے ساتھ۔ "لَافْتَدَوْا بِهٖ" ۔ پھر وہ فدیہ دے دیں اس کے ساتھ۔ "مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ" ۔ برے عذاب سے قیامت کے دن۔ یعنی قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! بتا یہ زمین سونے کی بھری ہوئی ہو اس طرح کہ سطح زمین سے لے کر آسمان تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک سونے سے بھری ہو۔ اور اتنی دنیا اور بھی تصور کر لے کہ وہ بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ تو کیا تو یہ فدیہ کے طور پر دے کر جان چھڑانے کے لئے راضی ہے۔ کہے گا یا رب! میں راضی ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں سونا ہو گا کس کے پاس۔ اور ہو بھی کہ رب تعالیٰ وہاں دے دے۔ تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَّ

لَوِ فْتَدٰی بِہٖ ،اوراگرچہ وہ اس کوبطور فدیہ کے دے دے۔ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ،یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَّ مَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ O ،اورنہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔ بے یارومددگار رہوں گے۔اس واسطے آج تمہیں وہاں کے واقعات وحالات بتارہے ہیں تاکہ قیامت کے لئے تیاری کرلو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۬ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

وقف جبرئیل علیہ السلام

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ ، ہرگز تم حاصل نہیں کر سکتے کامل نیکی۔ حَتّٰى تُنْفِقُوا ، یہاں تک کہ تم خرچ کرو۔ مِمَّا تُحِبُّوْنَ ، اس چیز میں سے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ ، اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ○ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ كُلُّ الطَّعَامِ ، ہر قسم کی خوراک۔ كَانَ حِلًّا ، حلال تھی۔ لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ، بنی اسرائیل کے لئے۔ اِلَّا مَا

حَرَّمَ ،مگر وہ جو حرام قرار دی۔ اِسۡرَآءِیۡلُ عَلٰی نَفۡسِہٖ، اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر۔ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ،اس سے پہلے کہ توراۃ نازل کی جاتی۔ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىةِ ،آپ کہہ دیجئے! پس لاؤ تم توراۃ۔ فَاتۡلُوۡهَاۤ، پس تم اس کو پڑھو۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ O ،اگر تم سچے ہو۔ فَمَنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ ،پس جس نے گھڑا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ مِنۡ ۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ،اس کے بعد۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ O ،پس وہی لوگ ہیں ظالم۔ قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ فَاتَّبِعُوۡا ،پس تم پیروی کرو۔ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ ،ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی۔ حَنِيۡفًا ،جو ایک طرف ہونے والے تھے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ O ،اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ ،بے شک پہلا گھر۔ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ،جو مقرر کیا گیا لوگوں کی عبادت کے لئے۔ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ ،البتہ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ مُبٰرَكًا ،برکت والا۔ وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ O ،اور ہدایت ہے جہان والوں کے لئے۔ فِيۡهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ ،اس میں کئی نشانیاں ہیں، صاف، صاف۔ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ،ایک ان میں سے مقامِ ابراہیم ہے۔ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ،اور جو اس میں داخل ہوگا، ہوگا امن والا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ ،اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں پر لازم ہے۔ حِجُّ الۡبَيۡتِ ،بیت اللہ کا حج۔ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا ،جو طاقت رکھتا ہے اس کی طرف راستے کی۔ وَمَنۡ كَفَرَ ،اور جس نے انکار کیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ O ،پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے جہان والوں سے۔

اس سے پہلے ذکر تھا کہ اگر کافر سونے سے بھری ہوئی زمین بھی فدیے کے طور پر دیں تو قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ اور ایمان والے تھوڑی چیز

بھی خرچ کریں تو قبول ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سمجھاتے ہیں کہ چیز کیسی خرچ کرنی چاہیے۔ فرمایا! لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ ، ہرگز تم حاصل نہیں کر سکتے کامل نیکی۔ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ، یہاں تک کہ تم خرچ کرو اس چیز میں سے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ردی اور بیکار چیز خرچ کرنے میں کوئی ثواب نہیں ہے۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ" ۔ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس سے خرچ کرو تم اور تم خود اس کو لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔ یعنی جس چیز کو تم خود لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔ اس کو تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیوں خرچ کرتے ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بڑا قیمتی باغ تھا۔ جب آیت سنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا حضرت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم کامل نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم وہ چیز نہ خرچ کرو جو تمہیں محبوب ہے۔ حضرت میرے پاس اور مال بھی ہے مگر یہ باغ جس کا نام بیر حاء ہے یہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرتا ہوں۔ جہاں آپ کا جی چاہے اس کو صرف کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض فرمایا۔ "بَخٍ، بَخٍ" ۔ واہ واہ تو نے اچھا کیا ہے۔ پھر فرمایا تیری برادری میں جو غریب لوگ ہیں ان میں تقسیم کر اس واسطے کہ اپنی برادری میں جو غریب لوگ ہوں وہ صدقہ خیرات کے زیادہ مستحق ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" ۔ قرابت داروں کو ان کا حق دے۔ تو "ذَوِي الْقُرْبٰى" کا بڑا حق ہے۔ مگر اس کے واسطے کچھ شرطیں ہیں۔ محض قرابت دار ہونا کافی نہیں ہے۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو مشرک کافر نہ ہو کیونکہ زکوٰۃ، فطرانہ وغیرہ کافر مشرک کو نہیں دیے جا سکتے۔ یعنی زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کافر، مشرک کو دینا جائز نہیں ہیں۔ دوسری شرط یہ

ہے کہ وہ دیندار ہو۔ یعنی نماز روزے کا پابند ہو۔ بے دین کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ دینا درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "لَا یَاْکُلُ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ" ۔ تیرا کھانا صرف پرہیزگار کھائے۔ بے دین کھا کر قوت والا ہو کر رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو بھی اس میں شریک ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سبق دیا ہے کہ تم اس وقت تک کامل نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک وہ چیز نہ خرچ کرو جو تمہیں عزیز اور پیاری ہو۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ ، اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے۔ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ O ، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ یعنی معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے۔ اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ دو رکوع سے پہلے یہ بیان ہوا تھا کہ "اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" ۔ (بے شک تمام لوگوں میں سے اعمال اور عقائد کے اعتبار سے ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقائد اور اعمال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب ہیں۔ اور وہ جو مومن ہیں)۔ یہودیوں نے جب یہ آیتِ کریمہ سنی تو شوشہ چھوڑا کہ تم کہتے ہو کہ اس پیغمبر کو اور تمہیں ابراہیم علیہ السلام کا قرب حاصل ہے۔ اور تمہارے اعمال و عقائد ابراہیم علیہ السلام والے ہیں۔ یہ تمہارا کہنا غلط ہے۔ اس واسطے کہ ابراہیم علیہ السلام تو اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ اور نہ اونٹنی کا دودھ پیتے تھے۔ اور تم اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہو اور اونٹنی کا دودھ بھی پیتے ہو۔ اور اپنے آپ کو ابراہیمی بھی کہتے ہو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت بھی کرو اور ابراہیمی بھی بن جاؤ۔ تو یہودیوں کے اس شوشے کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ، ہر قسم کی خوراک حلال تھی بنی اسرائیل

کے لئے۔ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ، مگر وہ جو حرام قرار دی اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر۔ یعنی تمہارا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اونٹنی کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بہت پہلے کے بزرگ ہیں۔ یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے جن کا لقب اسرائیل تھا انہوں نے صرف اپنی ذات کے واسطے اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام قرار دیا تھا۔ تفسیروں میں اس طرح آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی تکلیف تھی جس کو لنگڑی کا درد کہتے ہیں عرق النساء کا معنیٰ ہے رینگنڑ کا درد یہ ایک پٹھا ہوتا ہے جو کولہے سے شروع ہو کر ران سے ہوتا ہوا انگوٹھے تک جاتا ہے یہ بڑا ظالم درد ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس تکلیف سے شفاء عطاء فرمائی تو میں اپنی خوراک میں سے مرغوب چیز کو چھوڑ دوں گا اور ان کو اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ بڑا لذیذ لگتا تھا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطاء فرمائی تو انہوں نے اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ اپنے اوپر حرام کر کے اپنی منت پوری کی۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے منت کے تحت یہ صرف اپنی ذات کے لئے کیا تھا۔ مگر ان کو دیکھا دیکھی ان کی اولاد نے بھی اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کے دودھ کا استعمال کرنا چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ ان کے لئے بالکل جائز تھا۔ اور اس طرح کی منت ان کی شریعت میں جائز تھی۔ اور ہماری شریعت میں اس چیز کی اجازت نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص منت مانے کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو میرے اوپر فلاں چیز حرام ہے۔ ہاں کوئی جائز کام ہو تو اس کی منت مان لے تو صحیح ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے نفل پڑھوں گا۔ یا اتنے روزے رکھوں گا یا

فقیروں، مسکینوں کو اتنا کھانا کھلاؤں گا، یا مسجد میں قالین بچھاؤں گا یا دری ڈالوں گا۔ یا صف یا مصلی رکھ دوں گا۔ یہ صحیح ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کرنا اور دودھ کا حرام کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بارہ تیرا سو سال پہلے کی بات ہے کیونکہ نسب نامہ اس طرح ہے۔ موسیٰ ابنِ عمران بن قاہث بن لاؤی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ اور توراۃ نازل ہوئی ہے موسیٰ علیہ السلام پر اور توراۃ کے ماننے والے یہودی کہلاتے ہیں۔ تو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کہ وہ اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اونٹنی کا دودھ نہیں پیتے تھے سراسر غلط ہے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی منت کی وجہ سے اپنی ذات کے لئے یہ حرام کیں تھیں۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰةُ، اس سے پہلے کہ توراۃ نازل کی جاتی۔ تو ان کا دور تو سینکڑوں سال پہلے کا ہے۔ یہ حکم توراۃ میں کہاں ہے؟۔ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ☆، آپ کہہ دیجئے! پس لاؤ تم توراۃ پس تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ دکھاؤ توراۃ میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ اونٹ حرام ہے۔ یا اونٹنی کا دودھ حرام ہے؟۔ قطعاً کوئی حکم نہیں ہے۔ یہ تم نے اپنی طرف سے بنایا ہوا ہے اور ذمے خدا کے لگاتے ہو۔ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ، پس جس نے افتراء باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ، حق واضح ہو جانے کے بعد۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O، پس وہی لوگ ہیں ظالم۔ کیونکہ حلال حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو حلال حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو مقام حاصل نہیں ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی مصلحت کے پیشِ نظر صرف اپنی ذات کے لئے شہد حرام کیا تھا نہ امت کے لئے اور نہ اہلِ خانہ کے لئے لیکن

چونکہ حلال حرام کرنا پیغمبر کا منصب نہیں ہے۔ پیغمبر کا کام ہے کسی چیز کی حلت اور حرمت کو بیان کرنا تو رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں مستقل سورۃ نازل فرمائی۔ "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ"۔ (پارہ ۲۸)۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کی ہے۔ آپ اپنی عورتوں کی رضاء مندی چاہتے ہیں۔ "وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ "قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ"۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھول دینا۔ یعنی قسم توڑو اور کفارہ ادا کرو۔ چنانچہ احادیث اور تفسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد استعمال کیا اور قسم کے کفارے میں غلام آزاد کیا۔ اور قسم کا کفارہ ہے دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا، یا غلام آزاد کرنا۔ چاہے مرد ہو یا لونڈی۔ ان تینوں چیزوں میں اختیار ہے جس پر بھی عمل کرو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ کفارے کی تین صورتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ "فَلَمْ یَجِدْ"۔ پس جو شخص ان تینوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہ کر پائے یعنی نہ تو وہ کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے اور نہ کپڑا پہنانے کی اور نہ غلام آزاد کرنے کی۔ "فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ"۔ (پارہ ۷) تو تین دن کے روزے رکھے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابی ابنِ کعب، اور عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم کی روایت میں آتا ہے۔ "فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ یعنی یہ تین روزے مسلسل رکھنے ہیں۔ ان کے درمیان وقفہ نہ آئے اور یہ روزوں والا کفارہ ہر آدمی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کے لئے ہے جو دس آدمیوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا، یا دس مسکینوں کو کپڑے نہیں پہنا سکتا یا غلام آزاد نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی فقہاءِ کرام

رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کفارے کے دو روزے رکھے ہیں ابھی تیسرا روزہ باقی ہے کہ اس کے پاس اتنا مال آ گیا۔ مثلاً کسی نے ہدیہ کر دیا یا کہیں سے انعام کے طور پر مل گئے یا وراثت کے طور پر مل گئے کہ جس سے دس مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے یا کپڑا پہنا سکتا ہے۔ یا ایک غلام آزاد کر سکتا ہے۔ تو روزوں سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اب یہ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا ہے۔ بلکہ پہلی تین صورتوں میں سے کوئی ایک پوری کرنی پڑے گی اور جو دو روزے رکھے ہیں وہ نفلی بن جائیں گے۔ اور نفلی روزوں کا ثواب ملے گا۔ ہاں اگر تیسرا روزہ بھی رکھ لیا ہے پھر پیسے مل گئے تو اب کفارہ ادا ہو گیا ہے۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ تورات میں اونٹ کے گوشت کی حرمت اور اونٹنی کے دودھ کی حرمت کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اور ملت ابراہیمی کے اصول بھی واضح کر دیئے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دعوت دینے والے ہیں۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا، پس تم پیروی کرو ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی جو ایک طرف ہونے والے تھے، موحد تھے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O، اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ پہلے ذکر تھا ابراہیم علیہ السلام کا آگے کعبۃ اللہ کا ذکر ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بنایا تھا۔ فرمایا! اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ، بے شک پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں کی عبادت کے لئے۔ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ، البتہ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ مکہ کو مکہ بھی کہتے ہیں اور بکہ بھی کہتے ہیں۔ مکہ کا معنیٰ ہے ناف یہ مکہ مکرمہ ساری دنیا کی ناف ہے۔ یہاں سے رب تعالیٰ نے زمین کو مشرق مغرب اور شمال جنوب کی طرف پھیلایا اور اس وجہ سے بھی ناف ہے کہ جس طرح بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کو خوراک ناف والی رگ کے ذریعہ ملتی ہے

اسی طرح سارے جہان کو روحانی خوراک مکہ سے ملتی ہے۔ اور بکہ کا معنیٰ ہے گردن توڑنے والا۔ اور گردن توڑنے کا معنیٰ بھی کرتے ہیں۔ کہ جو بھی مسلمان ہے چاہے امیر ہے یا غریب ہے بادشاہ ہے یا رعایا ہے نماز میں سب کی گردنیں اس کی طرف جھکتی ہیں۔ یعنی مسجود الیہ ہے اور جھکتی رب تعالیٰ کے لئے ہیں۔ تو رب تعالیٰ "**مسجود لہٗ**" ہے۔ سجدہ بکہ کی طرف کرنا ہے اور کرنا رب تعالیٰ کو ہے۔ اور گردن تورنے کا یہ معنیٰ بھی ہے کہ جن لوگوں نے کعبۃ اللہ کی توہین کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی گردنیں توڑ کر رکھ دیں ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا تھا۔ کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیجے ان چھوٹے چھوٹے پرندوں نے تین تین کنکر مسور کے دانے کے برابر اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک دائیں پنجے میں اور ایک بائیں پنجے میں۔ اور ایک چونچ میں۔ جب وہ کنکر اوپر سے پھینکتے تھے تو آدمی کے سر پر لگتا اور آدمی کو چیرتا ہوا ہاتھی کو چیر کر چلا جاتا تھا۔ اور دونوں تڑپ کر مرجاتے تھے۔ اور جو وہاں بچ گئے وہ راستے میں تڑپ تڑپ کر مر گئے واپس ایک بھی نہیں گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی ورنہ عادۃً مسور کے دانے کے برابر کنکر سے آدمی نہیں مرتا۔ سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی معاونت سے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اس کے چالیس سال بعد آپ نے شام کا سفر کیا تو وہاں بیت المقدس تعمیر کیا اس طرح بیت اللہ اور بیت المقدس کی تعمیر میں چالیس سال کا وقفہ ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! زمین پر سب سے پہلے عبادت کے لئے کون سا گھر بنایا گیا؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدِ حرام جس میں بیت اللہ شریف واقع ہے پھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ دوسرے نمبر پر کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدِ

اقصیٰ جو بیت المقدس میں ہے پھر عرض کیا ان دونوں کے درمیان کتنا وقفہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس سال۔ پھر دونوں کعبے طوفان نوح علیہ السلام کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے مل کر کیم ذوالقعدہ بیت اللہ کی تعمیر شروع کی اور پچاس دنوں میں باپ بیٹے نے تعمیر مکمل کر لی کعبۃ اللہ کی پیمائش چوالیس/۴۴ مربع فٹ ہے یعنی چاروں طرف سے چوالیس، چوالیس فٹ ہے اور پچاس فٹ بلندی کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعمیر کے چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے چھوٹا سا کمرہ بنایا تھا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو انہوں نے اس میں توسیع کی اس کے بعد جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بڑی شاہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس فتح ہوا اور ہمارے پاس رہا۔ ۱۹۶۷ء میں یہود نے ہم سے چھین لیا اور ابھی تک یہود کے قبضے میں ہے۔ اور بے غیرت مسلمان سوئے ہوئے ہیں اور امریکہ سے قرضے معاف کراتے پھرتے ہیں اور گناہ میں شام مصر اور دوسرے سب شامل ہیں تو دنیا میں سب سے پہلا گھر جو عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا وہ بیت اللہ شریف ہے۔ مُبٰرَکًا ، برکت والا ہے۔ وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ☆ ، اور ہدایت ہے جہان والوں کے لئے۔ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ ، اس میں اور بھی کئی نشانیاں ہیں صاف، صاف۔ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ، ایک ان میں سے مقام ابراہیم ہے۔ مقامِ ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا تھا۔ اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشان ہیں۔ پہلے یہ پتھر نیچے صف میں جڑا

ہوا تھا۔ اور کعبۃ اللہ کے قریب تھا پھر جب لوگ زیادہ ہو گئے تو سعودی حکومت نے ایک شیشے کے مینار نما ڈبے میں بند کر کے کعبۃ اللہ سے تھوڑے سے فاصلے پر رکھ دیا تا کہ طواف کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ طواف کے سات چکر پورے کرنے کے بعد وہاں دو رکعات نفل پڑھنی ہوتی ہیں۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا، اور جو اس مسجدِ حرام میں داخل ہوگا، امن والا ہو گیا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ، اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں پر لازم ہے بیت اللہ کا حج۔ حَجَّ يَحُجُّ نصر کا باب ہے۔ اور اس کا مصدر "حَجّ" بالفتح بھی آتا ہے۔ اور "حِجّ" بالکسر بھی آتا ہے۔ اور دونوں قرآن پاک میں موجود ہیں اور حج کس پر فرض ہے؟ تو فرمایا! مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا، جو طاقت رکھتا ہے اس کی طرف راستے کی۔ مسئلہ، ایسا شخص کہ جس کی گھر کی ضروریات پوری ہیں۔ اور اس پر قرض بھی نہیں ہے۔ اور ہے بھی تندرست کہ نابینا بھی نہیں ہے۔ لنگڑا لولا بھی نہیں ہے۔ راستہ بھی پر امن ہے۔ اور اس کے پاس اتنی رقم بھی ہے کہ آ جا سکتا ہے اور جتنے دن اس مقدس سفر پر رہنا ہے اتنے عرصہ کے لئے گھر کے اخراجات بھی موجود ہیں تو ایسے شخص پر حج فرض ہے اگر وہ حج نہیں کرتا تو حدیث پاک میں آتا ہے۔ "فَلْيَمُتْ اِنْسَاءَ يَهُوْدِيًا اَوْ نَصْرَانِيًا"۔ پس وہ چاہے یہودی ہو کے مرجائے یا عیسائی ہو کے (ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے)۔ باقی لوگ بڑے بہانے بناتے ہیں جن کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مثلاً کہیں گے کہ لڑکے لڑکی شادی کرنی ہے۔ جن کی ابھی تک نہ تو منگنی ہوئی ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ منگنی کب کرنی ہے اور کہاں کرنی ہے۔ البتہ اگر کوئی بچے بچی کی شادی طے کر لیتا ہے اور رقم ضروریات پر خرچ ہو گئی ہے اور اب اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ جس سے حج کر سکے تو معافی ہے یا نقصان ہو گیا ہے۔ اور رقم باقی نہیں رہی۔ تو بھی معافی ہے۔ اور اگر حیثیت تو ہے

مگر کمزور ہے۔ یا مرض الموت میں مبتلا ہے کہ حج نہیں کرسکتا۔ تو وہ وصیت کرے کہ میرے ذمہ حج ہے وہ تم میری طرف سے کر دینا اور اگر خود بھی نہیں کرتا اور وصیت بھی نہیں کرتا تو گنہگار ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ☆ ، اور جس نے انکار کیا پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے جہان والوں سے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے...... (آمین، یا الٰہ العالمین)!۔

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ، کہہ دے! اے کتاب والو! لِمَ تَكْفُرُوْنَ، کیوں تم انکار کرتے ہو بِاٰيٰتِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ O، اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس

کارروائی پر جو تم کرتے ہو۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ، کہہ دے! اے کتاب والو!۔ لِمَ تَصُدُّوْنَ ، کیوں تم روکتے ہو؟۔ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ مَنْ اٰمَنَ ، ان کو جو ایمان لائے۔ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ، تلاش کرتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔ وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ، اور حالانکہ تم گواہ ہو۔ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل۔ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ O ، اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ، اے ایمان والو!۔ اِنْ تُطِيْعُوْا ، اگر تم اطاعت کرو گے۔ فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ ، ایک گروہ کی ان لوگوں میں سے۔ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ، جن کو کتاب دی گئی۔ يَرُدُّوْكُمْ ، وہ تمہیں لوٹا دیں گے۔ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ O ، تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف۔ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ ، اور تم کیسے انکار کرتے ہو؟۔ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ ، اور حالانکہ تم پر تلاوت کی جاتی ہیں۔ اٰيٰتُ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ، اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول بنفسِ نفیس موجود ہیں۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ ، اور جس نے مضبوطی کے ساتھ پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو۔ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ O ، پس تحقیق اس کو ہدایت دی گئی صراطِ مستقیم کی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اتَّقُوا اللّٰهَ ، ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ حَقَّ تُقٰتِهٖ ، جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ ، اور ہرگز نہ مرو تم۔ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O ، مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ ، اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کی رسی کو۔ جَمِيْعًا ، سارے۔ وَّلَا تَفَرَّقُوْا ، اور نہ تفرقہ ڈالو۔ وَاذْكُرُوْا ، اور یاد کرو۔ نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً ، جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن۔ فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ ، پس اس نے الفت و محبت ڈالی تمہارے دلوں میں۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ ، پس تم ہو گئے اللہ

تعالیٰ کے فضل اور نعمت ہے۔ اِخْوَانًا، بھائی، بھائی۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ، اور تھے تم گڑھے کے کنارے۔ مِّنَ النَّارِ، آگ کے۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچایا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے۔ اٰيٰتِهٖ، اپنی آیتیں۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○، تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

اس سے پہلے ملت ابراہیمی کے مرکزی قبلہ کا ذکر تھا۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اصل ملتِ ابراہیمی پر قائم ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آخری پیغمبر اور اس کے اصحاب ہی ملتِ ابراہیمی کی پیروی کرنے والے ہیں اور تمہارے ادیان خود ساختہ ہیں تو تمہیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ اور انکار نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا! قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں! اے کتاب والو!۔ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ، کیوں تم انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس کارروائی پر جو تم کرتے ہو۔ یعنی بجائے حق کو تسلیم کے الٹا ایمان والوں میں افتراق پیدا کرتے ہو جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ کہ یہودیوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کس طرح ناکام کوشش کی۔ اس واقعہ سے پہلے بطورِ تمہید ایک بات سمجھنی ضروری ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے تین خاندان آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نظیر، اور بنو قریظہ۔ ان کی آپس میں تھوڑی بہت چپقلش بھی ہوتی رہتی تھی۔ مگر یہودیت کے ناطے سے ایک تھے۔ کافی رقبے یعنی زمین کے مالک تھے۔ اور انہوں نے بڑے بڑے قلعے بنائے ہوئے تھے۔ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ سکول کالج بھی ان کے تھے۔ اور تجارت پر بھی انہی کا قبضہ تھا۔ یہود کے علاوہ مدینہ طیبہ

میں دو خاندان مشرکوں کے تھے۔ اوس اور خزرج باوجود ایک جگہ رہنے کے اور آمنے سامنے گھر ہونے کے ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے۔ اور بات بات پر لڑتے تھے۔ ان میں ایک لڑائی تریسٹھ/۶۳ سال رہی۔ ایک لڑائی ترانوے/۹۳ سال اور ایک لڑائی ایک سو بیس/۱۲۰ سال رہی۔ اور اوس اور خزرج کے لوگ یہودیوں سے اس قدر دبے ہوئے تھے کہ اپنے لڑکے لڑکی کا رشتہ ان کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ یہودی دور سے آتا ہوا نظر آتا تو جھک کر اس کو سیلوٹ کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اوس اور خزرج کے لوگ کثرت کے ساتھ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ مرد بھی عورتیں بھی بچے بھی بوڑھے بھی۔ اور مسلمان مخلص ہماری طرح نام کے مسلمان نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور قرآن کریم کی حقانیت کی برکت سے صحیح معنیٰ میں مخلص مسلمان تھے۔ تھوڑے دنوں میں بڑا انقلاب برپا ہو گیا۔ کہ جو لوگ ایک دوسرے کو گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ کھاتے پیتے تھے۔ ایک ہی جگہ نماز پڑھتے تھے۔ اور کبھی ایک امام ہے اور دوسرا مقتدی ہے۔ یہود نے جب یہ دیکھا تو ان کو گوارا نہ ہوا کہ یہ لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے آج ایک دوسرے پر جانیں قربان کرتے ہیں کل یہ ہماری مرضی کے بغیر رشتہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور آج ہمیں سلام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ کافروں کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنی اور اگر ابتداء کرو تو ان الفاظ کے ساتھ۔ "اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی" ۔ سلامتی اس پر ہو جو ہدایت کی اتباع کرے۔ اور وہ سلام میں پہل کریں تو جواب میں بھی یہی الفاظ کہنے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ "السلام علیکم، وعلیکم السلام"۔ کے الفاظ کے ساتھ

ان کو خطاب نہیں کرنا۔ تو اس سے ان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ یہ لوگ دن بدن ہم سے باغی ہورہے ہیں۔ حالانکہ یہاں ہمارا اقتدار تھا۔ اور ان پر ہمارا حکم چلتا تھا۔ اور آج حالت یہ ہے کہ ہمیں پوچھتا ہی کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مجلس میں اوس اور خزرج کے وہ لوگ جو مسلمان ہوچکے تھے خاصی تعداد میں بیٹھے تھے۔ اور خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ کہ شماس بن قیس یہودی نے جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا خبیث تھا۔ دیکھا تو جل گیا کہ یہ لوگ تو ایک دوسرے کے سائے سے بھاگتے تھے۔ اور آج اکٹھے بیٹھے خوش گپیوں میں مشغول ہیں۔ اس نے جا کر ایک دوسرے یہودی کو تیار کیا اس کو کچھ اشعار بتائے۔ اور کہا کہ تو بھی جا کے ان کی مجلس میں بیٹھ جا اور کچھ دیر ٹھہر کر یہ اشعار پڑھ دینا۔ چنانچہ وہ یہودی مجلس میں آکر بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ باتوں میں مشغول ہوگیا۔ اور وہ اشعار پڑھ دیئے۔ جن میں ان زیادتیوں کا ذکر تھا جو اوس اور خزرج کے بڑوں نے کفر کے زمانے میں ایک دوسرے پر کیں تھیں۔ آخر عصبیت اور قومی چیزیں بھی ہوتی ہیں ایک قبیلے والوں نے دوسروں سے کہا کہ تمہارے بڑوں نے ہمارے بڑوں پر بہت ظلم کیا تھا انہوں نے کہا ہاں کیا تھا۔ بات بڑھی اور آپس میں گتھم گتھا ہوگئے۔ لاٹھیاں چلیں مکے چلے اور چادروں کے مٹھے بنا کر ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ اور آپس میں طے ہوا کہ فلاں دن فلاں جگہ پر ہماری تمہاری لڑائی ہوگی دیکھ لیں گے تمہارے بڑوں نے ہمارے بڑوں پر کس طرح زیادتی کی تھی۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہلے یہودیوں کو زجر و توبیخ کی۔ اور ڈانٹا۔ پھر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی۔ قُلْ يَـٰٓأَهْلَ الْكِتَـٰبِ، کہہ دے اے کتاب والو!۔ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، کیوں تم روکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ مَنْ اٰمَنَ، اس کو جو ایمان لائے۔ کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوچکے ہیں تم

چاہتے ہو کہ وہ ایمان سے پھر جائیں اور ان میں افتراق پیدا کرنے کے لئے منصوبے بناتے ہو۔ اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے۔ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجاً، تلاش کرتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا راستہ سیدھا ہے۔ وَّاَنۡتُمۡ شُهَدَآءُ، اور حالانکہ تم گواہ ہو۔ یعنی تم جانتے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری پیغمبر ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے گئے تھے۔ کہ ان اوصاف والا پیغمبر تشریف لائے گا۔ قرآن پاک میں ہے۔ "اَلَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡباً عِنۡدَ هُمۡ فِی التَّوۡرَاةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ"۔ جن کو پاتے ہیں یہ لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں۔ چنانچہ جب آپس میں گفتگو کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ ایک پیغمبر نے آنا ہے۔ اگر ہمارے دور میں آگئے تو ہم ان پر ایمان لائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کسی سے لڑتے تھے تو فتح کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعائیں کرتے تھے۔ کہ اے اللہ اجل جلالہٗ، نبی آخر الزمان کے وسیلے سے ہمیں فتح عطاء فرما۔ "وَكَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ یَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَی الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ج فَلَمَّا جَآءَ هُمۡ مَا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ"۔ (پارہ ۱)۔ اور تھے اس سے پہلے فتح کے لئے توسل حاصل کرتے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں پس جس وقت آئی ان کے پاس وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا۔ اس کا انکار کر گئے۔ تو ان کا یہ انکار کرنا محض ضد کی بنا پر تھا۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ O، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔ ان دو آیتوں میں یہود کو تنبیہ تھی کہ یہ تمہاری حرکتیں پسندیدہ نہیں ہیں۔ آگے مومنوں کو تنبیہ ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا، اے ایمان والو!۔ اِنۡ تُطِیۡعُوۡا فَرِیۡقاً مِّنَ الَّذِیۡنَ، اگر تم اطاعت کرو گے ایک گروہ کی ان لوگوں میں سے۔

اُوْتُوا الْکِتٰبَ، جن کو کتاب دی گئی۔ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ ۝، وہ تمہیں لوٹا دیں گے تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف۔ یعنی تم نے اگر ان کی بات مانی تو وہ تمہیں کافر بنائیں گے اور اے مسلمانو! وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ، اور تم کیسے انکار کرتے ہو؟ کفر کرتے ہو؟۔ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللہِ، اور حالانکہ تم پر تلاوت کی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔

15
15

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن شریف پڑھ کر سناتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ عربی تھے اور ان کی مادری زبان عربی تھی تو ترجمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی ہاں اگر کوئی بات سمجھ نہیں آتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تفصیل کے ساتھ سمجھا دیتے تھے۔ اور یاد رکھنا قرآن کریم ایسی معجز اور فصیح کتاب ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس کو انصاف کے ساتھ پڑھے اور سمجھے گا تو یقیناً اس کے دل پر اثر ہوگا۔ لیکن آج ہمارے دل زنگ آلود ہیں اور تعصب کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں ہمارے دل کا شیشہ صاف نہیں ہے۔ جس وجہ سے ہمیں قرآن کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اور ہمیں قرآن سے کوئی محبت اور الفت نہیں ہے۔ جو محرومی کا باعث ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل صاف تھے قرآن کریم کے ساتھ ان کو محبت تھی۔ سمجھنے کا شوق تھا۔ اس واسطے وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہو گئے۔ اور فرمایا۔ وَ فِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ، اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول بنفسِ نفیس موجود ہیں۔ مدینہ طیبہ میں کیونکہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ بلکہ جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کے درمیان موجود تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھی

جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بنفسِ نفیس تمہارے درمیان موجود ہے۔ جن کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی توفیق عطاء فرمائی۔ اور تم بھائی بھائی بن گئے۔ حالانکہ پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ خون کے پیاسے تھے۔ آج تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ایک یہودی کے اکسانے پر تم نے پرانی دشمنی تازہ کرلی ہے۔ ان کی بات مت مانو اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ ، اور جس نے مضبوطی کے ساتھ پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو۔ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ، پس تحقیق اس کو ہدایت دی گئی صراطِ مستقیم کی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ، ڈرو اللہ تعالیٰ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ اس سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کے امر اور نہی پر صحیح معنیٰ میں عمل کرو ایسا نہیں کہ زبان سے تو کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور عملی طور پر ساری بدمعاشیاں کرتا پھرے۔ یہ تو ڈرنا نہ ہوا۔ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے۔ خاصا مجمع تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بات سمجھانے کی خاطر سید القرآ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟۔ یعنی تقوے کا مفہوم سمجھا سکتے ہو؟۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں سمجھا سکتا ہوں۔ (عربوں کے کرتے اس وقت بھی لمبے ہوتے تھے، اور آج بھی وہی دستور ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے کرتے ثابت ہیں۔ نمبرا، ٹخنوں سے تھوڑا سا نیچے جس طرح عموماً ہمارے کرتے ہوتے ہیں۔ نمبر دو، نصف پنڈلی تک۔ نمبر تین، گھٹنے سے تھوڑا سا اوپر، دو تین انچ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کرتا ثابت نہیں ہے تو اگر کوئی شخص ٹخنوں سے نیچے لے جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم

میں روایت آتی ہے کہ۔"سُبُلُ الْاِزَارِ فِی النَّارِ"۔کہ مردوں کا ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا سیدھا دوزخ میں جانا ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ چاہے تکبر کی نیت کرے یا نہ کرے۔وہ فرماتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا ہے ہی تکبر۔یہ تو درمیان میں ضمنی بات آگئی تھی)۔تو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کا معنیٰ سمجھا سکتا ہوں۔فرمایا اگر آپ ایسے راستہ سے گزریں کہ جہاں خاردار جھاڑیاں ہوں تو کس طرح گزریں گے؟۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح سمیٹ کر اور پوری احتیاط کے ساتھ گزروں گا۔تا کہ کوئی کانٹا میرے کپڑوں کے ساتھ نہ اڑ جائے۔فرمایا یہی تقویٰ ہے۔(ابنِ کثیر)۔اسی طرح آدمی زندگی اس طرح گزارے کہ گناہوں کے کانٹے کے ساتھ نہ الڑے۔فرمایا۔وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ،اور ہر گز نہ مرو تم مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔یعنی اسلامی احکامات کی فکر میں لگے رہو۔اور کوشش کرو اسلام پر رہنے کی اور اسلام کے کام کرو نمازیں پڑھو، روزے رکھو، نیکی کے کام کرو، برائی سے بچو۔کوشش کرو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور نتیجہ مرتب فرمائیں گے۔اور ان نیکیوں کی برکت سے خاتمہ بالخیر ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ اسلام پر موت دے گا اور اگر گناہ کی طرف جاؤ گے تو خاتمہ بالشر کا خطرہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتمہ بالشر سے بچائے۔اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر ہو۔وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ،اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کی رسی کو سارے۔رسی سے مراد اسلام، دین اور شریعت ہے۔اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔وَلَا تَفَرَّقُوْا ،اور نہ تفرقہ ڈالو۔جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے ان کو حرام سمجھو۔اور جن کو حلال فرمایا ہے، ان کو حلال سمجھو۔اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ

کرو اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان کے قریب نہ جاؤ۔ اور اے اوس اور خزرج کے لوگو!۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ ، اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً ، جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن۔ یعنی اوس والے خزرج کے اور خزرج والے اوس والوں کے۔ فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ ، پس اس نے الفت و محبت ڈالی تمہارے دلوں میں۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ ، پس تم ہو گئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت سے۔ اِخْوَانًا ، بھائی ، بھائی۔ یعنی پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اب اسلام کی برکت سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ، اور تھے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر۔ فائدہ، شفا اگر شین کے کسرہ کے ساتھ ہو تو معنیٰ ہے بیماری سے تندرست ہونا۔ چنانچہ قرآن پاک میں شہد کے بارے میں آتا ہے۔ "فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاس" ۔ اس میں لوگوں کے واسطے شفا ہے اور دوسری جگہ آتا ہے۔ "شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" ۔ یہ قرآن پاک ان بیماریوں کے لئے شفا ہے جو دلوں میں ہیں۔ اور اگر شین کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے کنارہ۔ تو یہاں معنیٰ بنے گا اور تھے تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دوزخ سے بچا لیا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ ، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے۔ اٰيٰتِهٖ ، اپنی آیتیں۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ ، تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اور ظاہری باطنی دشمنی سے محفوظ رہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ☆ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ ، اور چاہیے کہ ہو تم میں سے ۔ اُمَّةٌ ، ایک گروہ ۔ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ، جو دعوت دے لوگوں کو نیکی کی ۔ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ، اور حکم کریں وہ معروف کا ۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ، اور منع کریں وہ برائی سے ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O ، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ ، اور نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح ۔ تَفَرَّقُوْا ، جنہوں نے تفرقہ ڈالا ۔ وَاخْتَلَفُوْا ، اور انہوں نے اختلاف کیا ۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ، بعد اس کے کہ ان کے پاس آگئے واضح دلائل ۔ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ O ، اور وہ لوگ ہیں

ان کے لئے عذاب ہے بڑا۔ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ، جس دن کہ سفید ہوں گے کچھ چہرے۔ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ، اور سیاہ ہوں گے کچھ چہرے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ، پس بہر حال وہ لوگ۔ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ، جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ، کیا تم نے کفر اختیار کیا ایمان کے بعد۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ، پس چکھو تم عذاب کو۔ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ O، اس واسطے کہ تم کفر کرتے تھے۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ، اور بہر حال وہ لوگ۔ ابْیَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ، کہ سفید ہوں گے چہرے ان کے۔ فَفِیْ رَحْمَۃِ اللہِ، پس وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے۔ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ O، اور وہ اس رحمت کے مقام میں ہمیشہ رہیں گے۔ تِلْکَ اٰیٰتُ اللہِ، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ، ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔ وَمَا اللہُ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ۔ یُرِیْدُ، ارادہ کرتا۔ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ O، ظلم کا جہان والوں کے لئے۔ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ وَمَا فِی الْاَرْضِ، اور جو کچھ ہے زمین میں۔ وَاِلَی اللہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ O، اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔

کل کے درس میں قدرے تفصیل کے ساتھ آپ نے یہ بات سنی کہ مدینہ طیبہ میں تین خاندان یہود کے تھے اور دو مشرکین کے اوس اور خزرج جو اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ مگر اسلام قبول کرنے کے بعد بھائی بھائی بن گئے۔ اکٹھے بیٹھتے اٹھتے تھے۔ اور اکٹھے کھاتے پیتے تھے اور ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ اور یہ اسلام کی بنیادی تعلیم میں سے ہے کہ اپنے سے بڑے کی عزت کرو اور جو ہم عمر ہو اس سے بھی اخلاق سے اور پیار سے پیش آؤ۔ اور ایسا انداز اختیار نہ کرو کہ جس سے اس کی دل شکنی ہو۔ اور چھوٹوں پر شفقت کرو تو

اوس اور خزرج کا شیر وشکر ہو جانا یہود کو گوارہ نہ ہوا۔ اور شاس ابن قیس یہودی نے سازش کر کے ان کو آپس میں لڑا دیا اور اوس اور خزرج کے لوگوں نے ایک دوسرے کو مکے مارے لاٹھیاں چلیں جوتے چلے، خوب ایک دوسرے کو مارا اور آئندہ لڑنے کے لئے وقت بھی مقرر ہوا مجلس میں اوس اور خزرج کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جو دوسرے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ لڑائی میں شریک نہیں ہوئے لیکن حیران تھے کہ ہم کیا کریں اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ کہ تمہیں خاموش نہیں رہنا چاہیے تھا۔ بلکہ مداخلت کر کے ان کی آپس میں صلح صفائی کروا دیتے آگے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ، اور چاہیے کہ ہو تم میں سے ایک گروہ۔ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ، جو دعوت دے لوگوں کو نیکی کی۔ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ، اور حکم کریں وہ معروف کا۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، اور منع کریں وہ برائی سے۔ تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، جن کی قدر کی جاتی ہے کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ دعوت الی اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔ جس طرح جنازہ فرض کفایہ ہے کہ اگر کچھ مسلمان ادا کر دیں تو باقی تمام سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی بھی نہیں پڑھے گا تو وہاں کے رہنے والے سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔ اسی طرح دعوت الی اللہ بھی فرضِ کفایہ ہے فرضِ عین نہیں ہے۔ فرضِ عین کا مطلب ہے کہ ہر ہر آدمی پر لازم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت فریضہ کو ادا کرتی رہے تو وہ سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا اس فریضہ کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے کوئی بھی گناہ گار نہ ہوگا کیونکہ فرض کفایہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی بھی اس فرض کو ادا نہیں کرے گا تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔ البتہ اپنی اصلاح کے لئے نکلنا الگ بات ہے کہ کوئی آدمی اس نظریہ کے تحت جائے کہ اپنی اصلاح ہو

جائے گی کیونکہ جماعت میں جانے والوں کا سارا وقت نیکی کے لئے صرف ہوتا ہے۔ اور دین کی باتیں اچھی طرح سمجھ آتی ہیں اور یہ بات ہے بھی حقیقت اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ایک اور بات بھی ذہن نشین کرلیں وہ یہ کہ اس آیتِ کریمہ کے تحت تمام مفسرین نے یہاں تک کہ جلالین شریف میں بھی موجود ہے جو تمام تفسیروں میں مختصر تفسیر ہے کہ پڑھنا پڑھانا درس دینا اسلام کی خاطر کتابیں لکھنا بھی تبلیغ ہے اور ان کاموں کے لئے چندہ دینا بھی تبلیغ ہے۔ تبلیغ صرف اس میں بند نہیں ہے کہ بستر اٹھا کر سہ روزہ لگانا اور دس روزہ لگانا اور چلہ لگانا۔ بے شک یہ بھی تبلیغ کا حصہ ہے۔ چنانچہ چھٹیوں میں ہمارے مدارس کے اساتذہ اور طلباء بھی سہ روزہ اور دس روزہ لگانے کے لئے جاتے ہیں اور جن کو زیادہ توفیق ملتی ہے وہ اس سے زیادہ وقت بھی لگاتے ہیں۔ مگر جب تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہو تو پھر اس کا ثواب بستر اٹھا کر پھرنے سے زیادہ ہے۔ بعض نادان قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو تبلیغ کے لئے نہیں نکلتے وہ دین کا کام نہیں کر رہے۔ یہ ذہن غلط ہے۔ چنانچہ ایک بابا جی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے بڑے سادہ آدمی تھے۔ وہ میری کلاس میں بیٹھ کر سبق سنتے تھے۔ نصرۃ العلوم میں اس وقت طلباء کی خاصی تعداد ہوتی تھی۔ صرف میری کلاس میں چار سو طلباء تھے۔ ایک دن وہ بابا جی مجھے کہنے لگے کہ ماشاء اللہ بڑا کام ہو رہا ہے۔ لیکن دین کا کام نہیں ہو رہا۔ میں نے کہا بابا جی دین کا کام کیسے ہو؟ تو کہنے لگے کہ آپ کبھی چلہ تو دیا نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ان کو کون پڑھائے گا؟ کہنے لگے ان کو اللہ تعالیٰ پڑھائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس طرح بندوں کو نہیں پڑھاتا۔ اس نے بندے مقرر فرمائے ہیں کہ وہ پڑھائیں۔ تو تبلیغ فرضِ کفایہ ہے، فرضِ عین نہیں ہے۔ ایک گروہ کے ادا کرنے سے سب کی گردنوں سے فریضہ اتر جاتا ہے۔ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○،

اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا، اور نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے تفرقہ ڈالا۔ وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ، اور انہوں نے اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس آگئے واضح دلائل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود کے اکہتر/۷۱ فرقے ہوئے اور نصاریٰ کے بہتر/۷۲ فرقے ہوئے اور میری امت تہتر/۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ (یعنی یہ ان سے پیچھے نہیں رہے گی)۔ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے مگر صرف ایک دوزخ سے بچنے والا ہوگا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرقہ ہے جو اس راستے پر ہوگا جو میرا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور اسی ناجی فرقہ کا نام ہے ''اہلِ سنت والجماعت''۔ سنت سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور جماعت سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ تو اہلِ سنت والجماعت کا معنیٰ بنے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے والا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو لازم پکڑنے والا۔ اور وہ شخص جو ایسے ایسے کام کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کیے تو وہ گمراہ ہے۔ تو فرمایا ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے تفرقہ ڈالا۔ اور اختلاف کیا۔ حالانکہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے۔ ایسا انہوں نے خواہشات نفسانی کی وجہ سے کیا ہے۔ جہالت کی وجہ سے نہیں کیا۔ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝، اور وہ لوگ ہیں ان کے لئے عذاب ہے بڑا۔ اور یہ عذاب ہوگا کب؟۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ، جس دن کہ سفید ہوں گے کچھ چہرے۔ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ، اور سیاہ ہوں گے کچھ چہرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ، کا ترجمہ کرتے ہیں اہلِ سنت والجماعت، اور۔ وَتَسْوَدُّ

وُجُوْهٌ ،کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اہلِ بدعت "الفرقاء"۔ یعنی قیامت والے دن اہلِ سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہلِ بدعت اور دین میں افتراق ڈالنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور یاد رکھنا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحثیت مفسرِ قرآن عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا نمبر ہے۔ پہلا نمبر ہے حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا۔ حضرت کا قد چھوٹا اور جسم ہلکا پھلکا تھا۔ دیکھنے والا سمجھتا تھا بچہ پھر رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو دو ایسی خوبیاں عطاء فرمائی تھیں کہ وہ اور کسی کو حاصل نہیں تھیں۔ نمبر ایک۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پہلے درجہ کے مفسر قرآن اور نمبر دو۔ اَفْقَهُ الْاُمَّةِ، تھے۔ یعنی ساری امت میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما قرآن پاک کی تفسیر کے بڑے ماہر تھے۔ حالانکہ ان کی عمر مبارک کوئی زیادہ نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت ان کی عمر تقریباً چودہ پندرہ سال تھی۔ لیکن یہ عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے حاصل ہوئی۔ وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک لوٹا پانی کا بھرا ہوا بڑی موزوں اور مناسب جگہ پر رکھا ہوا ہے جو کہ باپردہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مَنْ وَّضَعَهٗ هٰهُنَا"؟ ۔ یہ لوٹا پانی کا یہاں کس نے رکھا ہے؟۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت یہ لوٹا پانی کا بھرا ہوا میں نے رکھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاءِ حاجت سے تشریف لائیں گے۔ تو طہارت کرنی ہے۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں رقت پیدا ہوئی کہ دیکھو یہ بچہ ہے۔ اور اس کے دل میں خیال آیا کہ پہلے لوٹا تلاش کیا پھر پانی تلاش

کیا پھراس کو بھر کر ایسے مقام پر رکھا کہ جو باپردہ اور مناسب ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی۔ "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ التَّاْوِیْلَ وَفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ"۔اے پروردگار اس کو قرآن پاک کی تفسیر کا ماہر بنا۔اور اس کو دین کی فقاہت عطاء فرما۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں ان کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔حالانکہ اس وقت ان کی عمر تقریباً سترہ اٹھارہ سال تھی۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت یہ مجلسِ شوریٰ ہے یہاں اہم امور طے پاتے ہیں جن کا عوام کے سامنے فوری طور پر ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا، یہ بچہ ہے۔اس سے کوئی راز افشاء ہوسکتا ہے۔اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو یہاں بٹھایا ہے۔پھر ہمارے بھی بچے ہیں اس کو دیکھا دیکھی وہ بھی آ بیٹھیں گے۔تو مجلسِ شوریٰ پر بچوں کا قبضہ ہو جائے گا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کو محض بچہ نہ سمجھو یہ بڑا سمجھ دار ہے۔اور حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی قابلیت کو اس طرح عیاں فرمایا۔حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مجھے اپنی مجلس میں اس وقت بھی بلا لیتے جب وہاں بدر کی جنگ میں شریک ہونے والے بزرگ بیٹھے ہوتے ان میں سے ایک بزرگ نے کہا اس نوجوان کو ہماری مجلس میں کیوں بلاتے ہو۔اس جیسے ہمارے بچے بھی ہیں۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کو آپ جانتے ہیں۔پھر ایک دن ان حضرات اکابر کو بلایا اور مجھے بھی بلایا۔فرمایا! میرا خیال ہے کہ مجھے اس دن آپ نے اس لئے بلایا تھا تاکہ انہیں دکھاسکیں (آپ رضی اللہ عنہما کا علم وکمال) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تم سورۃ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ"۔ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ (یعنی اس میں گر کی کیا بات ہے؟) تو ان میں سے کسی نے کہا کہ

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے بخشش مانگیں۔ جب کہ ہماری مدد کی جائے اور ہمیں فتح دی جائے۔ اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ اور ان میں سے بعض نے کچھ بھی نہ کہا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے ابنِ عباس! (رضی اللہ عنہما) تو اس بارے میں یہی کچھ کہتا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر پوچھا کہ تم کیا جواب دو گے تو میں نے کہا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت قریب ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی ہے کہ جب فتح مکہ ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہونے کی علامت ہے۔ تو اس وقت آپ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں اور اس کی مغفرت طلب کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے علم میں بھی یہی بات تھی۔ تو حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بحیثیت مفسرِ قرآن دوسرا نمبر ہے۔ پہلا نمبر ہے حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کا۔ **فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ**، پس بہر حال وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ **اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ**، کیا تم نے کفر اختیار کیا ایمان کے بعد۔ یعنی دعویٰ تو تمہارا ایمان کا تھا۔ کہ ہم مومن ہیں پھر تم نے کفر اختیار کیا۔ یعنی اعمال سارے کافروں والے ہیں زبانی دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ۔ بخاری شریف اور دیگر کتابوں میں حدیث آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہوں گے۔ اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر پر پانی پینے کے لئے آئیں گے۔ کچھ لوگوں کو فرشتے دھکے مار کر کہیں گے کہ پیچھے چلے جاؤ۔ شور سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرمائیں گے اور فرشتوں سے کہیں گے کہ یہ تو میرے امتی معلوم ہوتے ہیں ان کو تم پیچھے کیوں ہٹاتے ہو؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آواز آئے

گی "اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ" - بے تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے کہ جو جو بدعات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا کی ہیں۔ "فَاَقُوْلُ سُحْقًا، سُحْقًا" - پس میں کہوں گا ان کو میری نظروں سے ہٹا دو تو فرشتے ان کو حوضِ کوثر کے قریب نہیں آنے دیں گے حوضِ کوثر سے وہ لوگ پانی پیئں گے۔ جو موحد ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پابند ہوں گے اب رہا یہ مسئلہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کس طرح پہچانیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ وضوء والے اعضاء سفید ہوں گے جو مخلص ہوں گے ان کی سفیدی زیادہ ہوگی اور جو کھوٹے ہوں گے آخر وضو تو انہوں نے بھی کیا ہوگا۔لہٰذا تھوڑی بہت چمک ان کے اعضاء پر بھی ہوگی اس چمک کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ میرے امتی معلوم ہوتے ہیں تو جو ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہے اور کچھ اعمال بھی ادا کرتے رہے مگر صحیح معنیٰ میں مسلمان نہ ہوئے ان کو کہا جائے گا کیا تم نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا؟ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○، پس چکھو تم عذاب کو اس واسطے کہ تم کفر کرتے تھے۔شریعت کے قانون کا انکار کرتے تھے۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ ، اور بہر حال وہ لوگ کہ سفید ہوں گے چہرے ان کے۔فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، پس وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○، اور وہ اس رحمت کے مقام میں ہمیشہ رہیں گے۔تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ، ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔قرآن حق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی برحق ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی فرشتہ لا کے سناتا ہے وہ بھی حق ہے تو یہ سب حق ہی حق ہے۔ اور یاد رکھو وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ظلم کا جہان

والوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس کی صفت ہے رحمٰن اور رحیم وہ بلا وجہ کسی کو سزا نہیں دیتا حجت مکمل ہونے کے بعد سزا دیتا ہے۔ اور اس کی سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ بھاگ نہیں سکتا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ہے زمینوں میں۔ آسمانوں کا خالق مالک اور متصرف بھی وہی ہے۔ اور زمینوں میں بھی اس کے سوا کسی کا دخل نہیں ہے جو رب تعالیٰ کرتا ہے وہی ہوتا ہے اس کی اجازت کے بغیر ایک پتا بھی زمین پر نہیں گرتا۔ اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی ذرہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خدائی اختیارات اس نے نہ تو فرشتوں کو دیئے ہیں نہ پیغمبروں کو نہ پیروں ، فقیروں کو اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مرتبے اور مقام عطاء فرمائے ہیں وہ حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بعضوں کو نبوۃ ورسالت عطاء فرمائی۔ بزرگی عطاء فرمائی۔ بعضوں کو صحابہ (رضی اللہ عنہم) بنایا پیشوا بنایا۔ محدث بنائے فقیہ بنائے۔ ولایت دی۔ لیکن خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔ سارے تو کجا ایک ماشہ بھی کسی کو عطاء نہیں کیا۔ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۞ ، اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔ سب نے اسی کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ سب کام سامنے آجائیں گے یہ توحید کا بنیادی سبق ہے اس کو یاد رکھنا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ
خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ
يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا
يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ق

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ، ہوتم تمام امتوں میں سے بہتر۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ، جن کو نکالا گیا لوگوں کے
لئے۔ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ، حکم کرتے ہو نیکی کا۔ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ، اور منع کرتے ہو
برائی سے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ ، اور اگر
ایمان لائیں اہل کتاب۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ، البتہ ایمان لانا ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ مِنْهُمُ
الْمُؤْمِنُوْنَ ، ان میں سے کچھ مومن ہیں۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ ، اور اکثر ان کے نافرمان
ہیں۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ، وہ تمہیں ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکیں گے مگر کچھ اذیت۔ وَاِنْ
يُّقَاتِلُوْكُمْ ، اور اگر تمہارے ساتھ لڑیں گے۔ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ، تو تمہاری طرف پیٹھ پھیر دیں

گے۔ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ O، پھران کی مدد نہیں کی جائے گی۔ ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّةُ ، مسلط کر دی گئی ہے ان پر ذلت۔ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْآ ، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے۔ اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ ، مگر اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے سے۔ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ، اور لوگوں کی رسی کو پکڑنے سے۔ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ، اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔ وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَةُ ، اور ان پر مسلط کی گئی ہے مسکنت، ذلت۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ ، یہ اس واسطے کہ بے شک وہ۔ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ ، اور قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو۔ بِغَیْرِ حَقٍّ ، ناحق۔ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا ، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ وَکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ O، اور تھے وہ تجاوز کرنے والے۔

اس سے پہلی آیات کا شانِ نزول آپ سن چکے ہیں کہ شاس ابن قیس یہودی کی شرارت کے نتیجے میں مسلمانوں کے دو گروہ اوس اور خزرج آپس میں لڑ پڑے اور خاصی بدمزگی پیدا ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے پہلے یہودیوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم ایسی شرارتیں کر کے مسلمانوں کو کیوں روکتے ہو پھر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم میں موجود ہے۔ پھر تم کیوں لڑتے ہو؟۔ اور لڑائی کے وقت کچھ ایسے مسلمان تھے جو دوسرے خاندانوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ وہ خاموش رہے کہ نہ تو لڑائی میں شریک ہوئے اور نہ ہی ان کو سمجھایا اور روکا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی تنبیہ فرمائی کہ تمہارا کام تھا کہ ان کو لڑائی سے روکتے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا" ۔ اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا حضرت مظلوم کی مدد کا معنیٰ تو سمجھ آتا ہے۔ ظالم کی مدد کا

کیا مطلب ہے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم سے روک دو یہ اس کی مدد ہے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر ظالم کسی پر ظلم کرتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے۔تو دنیا میں قصاص آئے گا اور آخرت میں سزا بھی ہوگی۔اگر تم نے روک لیا تو اس کی مدد ہوگی کہ نہ تو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔اور نہ آخرت کی سزا میں مبتلاء ہوگا۔اور یاد رکھنا مظلوم کی مدد نہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔الترغیب والترہیب حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ایک قبر کے پاس کافی دیر تک کھڑے رہے۔دریافت کیا گیا حضرت کیا بات ہے؟ فرمایا،اس قبر والے کو اس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے کہ ایک مظلوم پر ظلم ہو رہا تھا اور یہ پاس سے گزر گیا۔اس کی مدد نہیں کی۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔کہ تمہارا کام تھا ان کو لڑائی سے روکنا۔آگے فرمایا۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کے فریضہ میں شامل ہے۔کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ ، ہو تم تمام امتوں میں سے بہتر امت۔أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ،جن کو نکالا گیا لوگوں کے لئے۔یعنی تمہیں اپنے کاموں کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ،حکم کرتے ہو نیکی کا۔وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ،اور منع کرتے ہو برائی سے۔مجموعی حیثیت سے اس امت کا یہ فریضہ ہے۔پہلے اس طرح ہوتا تھا کہ ایک پیغمبر دنیا میں تشریف لاتا جب وہ دنیا سے چلا جاتا تو امت میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔دوسرا پیغمبر تشریف لاتا اور اصلاح کرتا اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس دین کے تحفظ کی ذمہ داری امت کے کندھے پر ڈالی ہے۔الحمدللہ! اس امت نے یہ فریضہ ادا کیا

اور خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر پورے اترے اور دین کو محفوظ رکھا۔ آج دین کے سمجھانے والے بھی موجود ہیں۔ اور سمجھنے والے بھی موجود ہیں۔ اور اس پر عمل کرنے والے بھی موجود ہیں۔ اور سچا دین کتابوں میں بھی موجود ہے۔ عمل میں بھی موجود ہے۔ ہمارے علاقے میں انگریز نے دین کو ختم کرنے کے لئے پوری قوت صرف کی مگر دین کو ختم نہ کر سکا۔ تو چونکہ نبوۃ ختم ہے اور نبوۃ کا کام امت کے کندھے پر ہے۔ تو یہ کام امت نے ہی کرنا ہے اور کر بھی رہی ہے۔ یہاں ایک مسئلہ سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ ایک ہے دعوت الی اللہ اور ایک ہے امر بالمعروف، نہی عن المنکر۔ تو دعوت الی اللہ کے بارے میں پہلے سبق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ فرمایا۔ "وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ"۔ اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ہو جو دعوت دے بھلائی کی۔ تو یہ سب کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ایک گروہ کا کام ہے۔ علماء اور سمجھ دار لوگوں کا کام ہے۔ جُهَلَاء کا کام نہیں ہے۔ اور فرضِ کفایہ ہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر امتی کا کام ہے۔ اگر کسی کو بھلائی کی ایک بات بھی معلوم ہے تو وہ اس کو آگے پہنچائے۔ اور دین کی اشاعت اور تبلیغ کی وجہ سے کمائی کے درجے قائم ہوئے ہیں۔ چنانچہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کمائی کے جو پیشے ہیں ان میں مسلمان کی کمائی کا پہلا درجہ مالِ غنیمت ہے۔ اور غنیمت ملتی ہے جہاد کے نتیجے میں۔ اور جہاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے۔ اور یہ بہت بلند عمل ہے اصل رقم نہیں بلکہ وہ ذریعہ دیکھنا ہے جس سے وہ حاصل ہوئی ہے۔ اگر نفسِ رقم کو دیکھا جائے تو وہ کافروں کا مال ہے۔ اس میں سود کی رقم بھی ہوگی شراب اور خنزیر کی تجارت کی رقم بھی ہوگی۔ اور بہت کچھ کیا ہوگا۔ کیونکہ ان کے ہاں حلال وحرام کی تمیز تو نہیں ہے۔ صرف دولت کا اکٹھا کرنا مقصود ہے۔ لہٰذا جس طرح بھی

آئے لیکن جب ملکیت بدل گئی کہ ان کی ملکیت سے مسلمانوں کی ملکیت میں آگئی تو بالکل پاک صاف ہوگئی۔ تو مالِ غنیمت سب سے اعلیٰ کمائی ہے۔ کیونکہ ذریعہ جہاد ہے۔ دوسرے نمبر پر مالِ تجارت ہے۔ تاجر کی کمائی اس وجہ سے اعلیٰ ہے کہ تجارت بھی دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ تجارت میں لوگوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے کوئی اس کے پاس آرہا ہے۔ اور کسی کے پاس یہ جارہا ہے۔ تو دین کے مسائل ان کو سمجھائے گا۔ دعوت دے گا۔ دوکاندار ہے تو اس کے پاس گاہک آئیں گے۔ گاہکوں کو مسئلے سمجھائے گا۔ تبلیغ کا کام چلتا رہے گا۔ تو تجارت چونکہ تبلیغ دین کا ذریعہ ہے۔ اور اس ذریعہ سے جو کمائی حاصل ہوگی وہ اعلیٰ ہے۔ مگر آج ہم نے تجارت کو ٹھگنے کا ذریعہ سمجھ لیا ہے۔ کسی کے پاس کچھ نہ رہے۔ سب میرے پاس آجائے۔ تیسرے درجے میں زراعت کا مال ہے۔ کاشت کاری تیسرے درجے میں اس واسطے ہے کہ کاشت کار کے آگے بیل ہوتے ہیں اور یہ ان کے پیچھے ہوتا ہے۔ نہ اس نے کسی سے ملنا ہے اور نہ اس کو کسی نے ملنا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کوئی روٹی پہنچا دے گا۔ اور کوئی پانی تو اس بیچارے کو تبلیغ کا موقع کم ملتا ہے۔ اس واسطے اس کا تیسرا درجہ ہے۔ البتہ اس کو ثواب ملتا رہتا ہے۔ کہ اس کی کمائی انسان بھی کھاتے ہیں۔ حیوان بھی کھاتے ہیں۔ پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی کھاتے ہیں۔ راضی ہو کھاتے ہیں، نہ ہو پھر بھی کھاتے ہیں۔ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کے ہر فرد کا فریضہ ہے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اس کے احکام بجالاتے ہو۔ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ، اور اگر ایمان لائیں اہلِ کتاب۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ، البتہ ایمان لانا ان کے حق میں بہتر ہو۔ یہودی بھی اور عیسائی بھی سمجھتے تھے کہ "اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ"۔ بے شک یہ سچا رسول ہے۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے رہے۔ اکثریت ان کی ایمان

نہیں لائی۔ لیکن خدا کی طرف سے ایمان کا دروازہ کھلا ہے۔ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور اکثر ان کے نافرمان ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت عبداللہ ابن سلام، حضرت اسید، حضرت ثعلبہ، حضرت بنیامین رضی اللہ عنہم اجمعین مسلمان ہوئے۔ اور حضرت حنظلہ غسیل الملئکہ، جن کو فرشتوں نے غسل دیا۔ جنگِ احد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو مسلمان جس حالت میں ہے فوراً احد کے مقام پر پہنچے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی ابھی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ہمبستر ہوئے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اگر غسل کیا تو دیر ہو جائے گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت ہوگی۔ اسی طرح چلے گئے اور جنگ میں شریک ہوگئے۔ لڑائی زوروں پر تھی۔ شہید ہوگئے۔ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کرائی ان کی بیوی سے دریافت کیا بیوی نے بتایا کہ رات میرے ساتھ لیٹے ہوئے تھے ہمبستری ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آیا کہ جس حالت میں ہو پہنچو۔ تو وہ غسل کئے بغیر چلے گئے۔ تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملئکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی پہلے یہودی تھے۔ ان کا باپ ابو عامر راہب اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اور ہر وقت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لٹھ لئے پھرتا تھا۔ بدر سے لے کر تبوک تک تمام لڑائیوں میں اس شیطان کا ہاتھ تھا۔ اسی طرح کچھ لوگ عیسائیوں میں سے بھی مسلمان ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی رضی اللہ عنہ یہ سب پہلے عیسائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی توفیق عطاء فرمائی۔ لیکن یہود و نصاریٰ کی اکثریت کفر پر اڑی رہی۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى، وہ تمہیں ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکیں گے مگر کچھ تکلیف۔ وہ مسلمانوں کے وجود کو ختم کر دیں۔ اور اسلام کو مٹا دیں حاشا وکلا۔ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ بس قولی اور فعلی طور پر چھیڑ خوانی کریں گے۔ ہاں اگر تم خود ایمان عمل کو چھوڑ بیٹھو تو اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ "اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ ، بَعْدِهٖ" ۔ تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کر دے تو پھر کوئی مدد گار نہیں ہوگا۔ ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے کچھ علاقہ مصر سے کچھ اردن سے اور کچھ شام سے چھینا جولان کی پہاڑیاں وغیرہ۔ اور وہ ابھی تک ان کے پاس ہے۔ اور وہاں انہوں نے اپنی بستیاں آباد کر لی ہیں۔ ان کے وزیر اعظم یاہو نے کہا ہے کہ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ یہ ہمارا علاقہ ہے۔ اور مسلمان حکمران بے غیرت ہیں۔ ان کو کوئی احساس نہیں ہے۔ اسی زمانے میں میں نے حج کا سفر کیا واپسی پر مجھے براہِ راست پاکستان کا جہاز نہ ملا۔ شام کے راستے واپس آنا پڑا۔ ہمیں دو دن دمشق رہنا پڑا وہاں ایک بڑی وسیع مسجد تھی۔ اور بڑے بڑے مینار تھے۔ اور بہت خوبصورت تھی۔ جس طرح شاہی مسجد ہے۔ سلیمان خان قانونی ترکی بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے بنوائی تھی۔ اور اس کے ساتھ کمرے بنے ہوئے تھے۔ پانی کا بڑا انتظام تھا۔ مؤذن نے لاؤڈ سپیکر پر اذان دی۔ جماعت کے وقت ایک امام اور دو آدمی مقامی تھے۔ اور میرے علاوہ تین چار اور پاکستانی تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد ہم نے امام سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے؟ اتنی بڑی مسجد ہے اور نمازی نہیں ہیں۔ اس نے کہا "مُنْطَرِقٌ عَنِ الْبَلَايَةِ" ۔ یہ مسجد شہر سے الگ ہے۔ آبادی ذرا دور ہے۔ میں نے کہا کہ مسجد کے ساتھ جو کمرے ہیں ان میں لوگ رہتے ہیں یا نہیں کہنے لگا اس میں فوجی رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ مسلمان ہیں؟ اس نے کہا ہاں مسلمان ہیں۔

میں نے کہا انہوں نے اذان سنی ہے؟ مسجد کے کمروں میں رہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھی؟ تو اس نے بہت بڑی گالی دے کر کہا کہ اگر یہ نمازی ہوتے تو ہمیں یہودیوں سے ذلیل کراتے؟۔ تو ہمیں بدعملی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا کیا۔ اور اگر ہم پختہ مومن ہوں۔ اور احکامات خداوندی کے پابند ہوں تو ذلت سے بچ سکتے ہیں۔ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ یُوَلُّوْکُمُ الْاَدْبَارَ ، اور اگر تمہارے ساتھ لڑیں گے تو تمہاری طرف پیٹھ پھیر دیں گے۔ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ O ، پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ مگر اس صورت میں کہ جب تمہارا ایمان اور عمل درست ہو۔ دیکھو اسرائیل کی آبادی اسی/۸۰ لاکھ کے قریب ہے۔ اور سارے تربیت یافتہ فوجی قسم کے لوگ ہیں۔ ان خبیثوں کو امریکہ، برطانیہ، روس اور فرانس نے وہاں اکٹھا کیا ہے۔ اور اس کے آس پاس جو مسلمان ملک ہیں ان کی آبادی تیرہ کروڑ/۱۳۰۰۰۰۰۰۰ ہے۔ اور یہ اسی/۸۰ لاکھ سے ڈرتے ہیں۔ کہ ہمارا چچا امریکہ ناراض نہ ہو جائے کیونکہ اگر وہ ناراض ہو گیا تو ہمیں ڈالر نہیں دے گا۔ ہمارے قرضے معاف نہیں کرے گا۔ اگر یہ ڈٹ جائیں تو ان کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسے لیبیا ڈٹا ہوا ہے۔ صدام ڈٹا ہوا ہے۔ انتیس حکومتیں مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں۔ ہماری مہربان حکومت بھی ان میں شامل تھی صدام زندہ پھر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطاء فرمائے اور غیرتِ ایمانی عطاء فرمائے۔ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ ، مسلط کر دی گئی ہے ان پر ذلت۔ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا ، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے۔ مسکنت کا مطلب ہے کہ خود انسان اپنے آپ کو کمتر اور گھٹیا سمجھے۔ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسکین سمجھے تو یہ اہلِ کتاب خصوصاً یہودی جہاں بھی ہوں ان کا یہی حال ہوگا۔ اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ، مگر اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے سے اور لوگوں کی

رسی کو پکڑنے سے۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے کا مطلب ہے کہ مسلمان ہو جائیں یا مسلمان حکومت کے ٹیکس گزار ہو کر رہیں۔ اور لوگوں کی رسی پکڑنے کا مطلب ہے ان کی پناہ میں رہیں۔ جس طرح اسرائیل اقوام متحدہ خصوصاً امریکہ اور برطانیہ کی پناہ میں ہے۔ ان سے الگ ہو کر نہیں رہ سکتے۔ صدام حسین نے دو چار بم پھینکے تھے تو ان کے ہوش وحواس ہی گم ہو گئے تھے اور اپنے علاقے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مگر پھر امریکہ نے ان کا دفاع کیا اور یہ واپس آئے۔ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ، اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ، اور ان پر مسلط کی گئی ہے مسکنت، ذلت۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ، یہ اس واسطے کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ، اور قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق۔ تیسرے پارے میں اس آیت کریمہ کے تحت (وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَق وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ○ تیسرا پارہ رکوع نمبر ۱۱) آپ سن چکے ہیں کہ ایک علاقہ تھا اس میں مختلف قومیں آباد تھیں۔ جس طرح پاکستان میں مختلف قومیں آباد ہیں اور اس وقت ہر قوم کی طرف الگ الگ پیغمبر بھیجا جاتا تھا۔ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ تو اس علاقے کے مجرم اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہم ان کی تبلیغ سے تنگ آ گئے ہیں یہ ہماری نہ دن کو جان چھوڑتے ہیں نہ رات کو ہر وقت وعظ ہی وعظ ہے۔ لہٰذا ان کا صفایا کرو۔ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوپہر تک انہوں نے تنتالیس/۴۳ پیغمبر شہید کیے۔ اور ایک سو ستر/۱۷۰ حواری اور صحابی جوان کی مدد کے لئے آئے تھے ان کو ناحق قتل

کیا۔ قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔ اور وہ تینوں صورتیں پیغمبروں میں نہیں پائی جاتیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ کوئی مرتد ہو جائے۔ تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شکوک وشبہات دور کر لے اور توبہ کر لے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اور پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے اور دوسری صورت کہ شادی شدہ آدمی زنا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر معصوم اور بڑے بلند اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔ دیکھو! زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑا ورغلایا، پھسلایا اور بہت کچھ کیا۔ مگر یوسف علیہ السلام نے اس کی شرارتوں کی ساری کڑیاں توڑ دیں اور فرمایا۔ "مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ"۔ پناہ بخدا بے شک وہ میرا مالک ہے اس نے میرا ٹھکانا اچھا بنایا ہے۔ "اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ"۔ بے شک ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔ اور تیسری صورت ہے کہ کسی کو قصداً ناحق قتل کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطأً ایک آدمی قتل ہوا تھا وہ بڑا بدمغز تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سمجھایا کہ بنی اسرائیلیوں سے تو ایندھن اٹھواتا ہے۔ ان کو مزدوری بھی دیا کر، کہنے لگا یہ ایندھن تیرے تنور کے واسطے تو ہے تو بھی وہاں سے روٹی کھاتا ہے۔ بڑی واہی تباہی باتیں کیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک مکا ٹکا دیا تاکہ اس کو ذرا سمجھ آ جائے۔ "فَقَضٰی عَلَیْہِ"۔ پس وہ مر گیا۔ حالانکہ عادۃً مکے سے کوئی آدمی مرتا نہیں ہے۔ اور نہ ہی مکا آلۂ قتل ہے۔ اگر مکے سے کوئی مرتا تو محمد علی کلے کبھی کا مر چکا ہوتا۔ جس نے مکے کھا کھا کے دولت اکٹھی کی ہے۔ یا اس جیسے جو دوسرے مکے باز ہیں تو وہ اگرچہ خطأً قتل ہوا تھا مگر اس پر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اور رب تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ تو یہود ونصاریٰ پر اس واسطے اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا اور مسکنت مسلط کی گئی کہ وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ ذٰلِکَ بِمَا

عَصَو وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ O ، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور تھے وہ تجاوز کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر فرمائی تھیں ان سے وہ تجاوز کر گئے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

لَيْسُوْا سَوَآءً، وہ اہلِ کتاب سب برابر نہیں ہیں۔ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ، اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ ہے۔ قَآئِمَةٌ، جو سیدھے راستہ پر قائم ہے۔ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ، جو تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کی۔ اٰنَآءَ الَّيْلِ، رات کے اوقات میں۔ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ O، اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ، ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر۔ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، اور آخرت کے دن پر۔ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ، اور حکم کرتے ہیں نیکی کا۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، اور منع کرتے ہیں برائی سے۔ وَيُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ، اور وہ جلدی کرتے ہیں اچھے کاموں کے

کرنے میں۔ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ O ،اور وہی لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ ،اور جو بھی کریں گے وہ اچھا کام۔ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ ،بس ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ ۢ بِالْمُتَّقِیْنَ O ،اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ،بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ، ہرگز نہیں کفایت کریں گے ان کو ان کے مال۔ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ ،اور نہ ان کی اولاد۔ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ، اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کچھ بھی۔ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ،اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ☆ ،وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ ،مثال اس چیز کی جو وہ خرچ کرتے ہیں۔ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ،اس دنیا کی زندگی میں۔ کَمَثَلِ رِیْحٍ ،اس ہوا کی مثال ہے۔ فِیْھَا صِرٌّ ،جس میں سخت ٹھنڈک ہے۔ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ،وہ پہنچی ایسی قوم کی کھیتی کو۔ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ،جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ فَاَھْلَکَتْہُ ،پس اس ہوا نے اس کو ہلاک کر دیا۔ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ ،اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے۔ وَلٰکِنْ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ O ،اور لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے۔

پہلے سے یہود کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اب بھی انہیں ہی کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ ،وہ اہلِ کتاب سب برابر نہیں ہیں اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ ہے۔ قَآئِمَۃٌ، جو سیدھے راستہ پر قائم ہے۔ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ ،جو تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کی۔ اٰنَآءَ الَّیْلِ ،رات کے اوقات میں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہودی تھے ایک مسافر نے ان کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھی بغیر کسی تحریر اور گواہ کے جو تقریباً بیس لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ کچھ مدت کے بعد آیا اور امانت طلب کی انہوں نے وہ

امانت فوراً اٹھا کر اس کے حوالہ کر دی۔ جس کا ذکر تیسرے پارہ کے آخر میں گزر چکا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں فخاض ابن عازورہ اس کے پاس ایک مسافر نے ایک دینار رکھا جب وہ واپس لینے کے لئے آیا تو اس نے کئی پینترے بدلے۔ "اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ" ۔ سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہم جیسے لوگ مراد ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ میں سے حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری، حضرت عدی ابنِ حاتم رضی اللہ عنہم جیسے لوگ مراد ہیں۔ "یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ" ۔ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ قرآن پاک کے نازل ہونے سے پہلے جب توراۃ، انجیل، زبور منسوخ نہیں ہوئی تھیں تو یہ ان کتابوں کی تلاوت کرتے تھے۔ اور ان پر عمل کرتے تھے حق پر قائم تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے۔ اور مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک گروہ یہ تفسیر کرتا ہے کہ آیت اللہ سے مراد قرآن پاک کی آیتیں ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہوئے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ اٰنَآءَ الَّیْلِ، اٰنَآءَ، جمع ہے اِنًی کی۔ رسم الخط اس کا اِنِی کی طرح ہے۔ مگر یہاں نون پر دو زبریں ہیں معنی ہے وقت تو۔ اٰنَآءَ الَّیْلِ، کا معنی بنے گا رات کے اوقات جو تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو رات کے اوقات میں۔ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ ☆، اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ یعنی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ، اور حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے۔ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ، اور وہ جلدی کرتے ہیں اچھے کاموں کے کرنے میں۔ جیسے حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کھجوروں سے کھجوریں اتار رہے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع ہوئی آواز آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے ہیں تو وہ اس حالت میں کہ کھجوریں ہاتھ میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ کیونکہ پہلی کتابوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں پڑھی ہوئی تھیں۔ یہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے اے لوگو!۔ "اِفْشُوْ السَّلَامَ" ۔ سلام کو خوب پھیلاؤ۔ "وَلِيْنُوْا بِالْكَلَامِ" ۔ اور آپس میں گفتگو کرو تو نرمی کے ساتھ کرو۔ "وَاَطْعِمُوْا الطَّعَامَ" ۔ اور غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ "فَصَلُّوْا بِالَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ" ۔ پس تم راتوں کو جاگ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان سنا اور چہرہ اقدس دیکھا تو فیصلہ کیا۔ "اِنَّ هٰذَا الْوَجْهِ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ" ۔ بے شک یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ چونکہ دل کا شیشہ بالکل صاف تھا بیان فوراً ذہن میں اتر گیا۔ اور اس مجلس میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ دوسرے یہودیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ ہم بھی جائیں دیکھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ دوسرے یہودی بھی آرہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہودی آرہے ہیں ان کو میں تمہارے حوالے سے ایمان کی دعوت دوں کہ عبداللہ ابن سلام مسلمان ہو گیا ہے، تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ تو حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت میں پردے کے پیچھے بیٹھ جاتا ہوں پہلے ان سے میرے بارے میں دریافت فرمائیں کہ میرا ان کے ہاں کیا مقام ہے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ کہ یہ پردے کی اوٹ میں بیٹھ گئے جب دوسرے یہودی آئے ان سے گفتگو ہوئی دورانِ گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کیف فیکم عبداللہ ابن سلام ؟" ۔ عبداللہ ابن سلام تم میں کیسا آدمی ہے؟ کہنے لگے "خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا، اَفْضَلُنَا وَابْنُ اَفْضَلِنَا، اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا" ۔ یہ چاروں لفظ بخاری شریف کی مختلف روایتوں میں موجود ہیں کہ ہم میں سے سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔ اور ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ اور ہم میں سے افضل، اور افضل کا بیٹا ہے۔ اور ہم میں بڑا عالم اور بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہو جائے تو پھر تمہاری کیا پوزیشن ہوگی؟ یہودی کہنے لگے۔ "اَعَاذَہُ اللّٰہُ مِنَ الْاِسْلَامِ" ۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے نکل کر سامنے آ گئے۔ اور سب کے سامنے کلمہ پڑھا۔ "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" ۔ جب کلمہ سنا تو وہی یہودی کہنے لگے۔ "شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا" ۔ ہم میں سے بڑا شرارتی ہے۔ اور بڑے شرارتی کا بیٹا ہے۔ تو یہودیوں میں اچھے لوگ بھی تھے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے۔ نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا اچھا جذبہ ہے۔ رب تعالیٰ جس کو توفیق عطاء فرمائے۔ یہ حسد نہیں ہے۔ اس کو غبطہ اور رشک کہتے ہیں کہ فلاں جتنی نیکیاں کرتا ہے میں اس سے زیادہ کروں البتہ نیکی کا دارومدار نیت پر ہے۔ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ ایک موقعہ پر جہادی مہم کے لئے رقم کی ضرورت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں رقم کی ضرورت ہے۔ جو جتنی زیادہ سے زیادہ دے سکتا ہے دے ان دنوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مالی پوزیشن مضبوط تھی۔ فرمانے لگے کہ اس موقع پر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نمبر لے جاؤں گا کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ایک دوسرے کے حالات سے واقف تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ میری مالی پوزیشن ابوبکر سے مضبوط ہے۔ وہ تھوڑا مال لائیں گے اور میں زیادہ مال لاؤں گا۔ خاصا مجمع تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقم رکھی۔ مثال کے طور پر وہ پانچ ہزار تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقم لا کر رکھی۔ مثال کے طور پر وہ بیس ہزار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کیا لائے ہو؟ اور گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟۔ کہنے لگے حضرت آدھا مال لے کر آیا ہوں اور آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ گھر والوں کا بھی حق ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کیا لائے ہو؟ اور گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ کہنے لگے حضرت گھر میں جو کچھ تھا سارا صاف کر کے لایا ہوں۔ گھر والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بابے سے نمبر لے جانا مشکل ہے۔ کیونکہ نیکی کا مدار نیت پر ہے۔ ہم تم بھی تو نیکیاں کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نیکیاں کیں۔ مگر یقین جانو ان کی ایک نیکی کو ہماری ہزاروں نیکیاں نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ جتنا اخلاص، للّٰہیت اور اتباع سنت کا جذبہ ان میں تھا معاف رکھنا وہ ہم میں نہیں ہے۔ تو جو نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا۔ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ O، اور وہی لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ ، اور جو بھی کریں گے وہ اچھا کام۔ فَلَنْ یُّکْفَرُوْهُ ، پس ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ شاکر و علیم ہیں ان کی نیکی کو قبول فرما کر بہتر اجر عطاء فرمائیں گے۔ بلکہ حدیث پاک کے مطابق ایسے لوگوں کو دوہرا اجر ملے گا پہلے موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ ایک اجر

اس ایمان کا ملے گا اور دوسرا اجر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا۔ اور ویسے بھی اس کے ہاں عطاء کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان کی حالت میں کھجور کا ایک دانہ صدقہ کرتا ہے۔ تو وہ اس کو بڑھا بڑھا کر پہاڑ کے برابر کر دیتا ہے۔ قیامت والے دن جب اس کو بدلہ ملے گا تو وہ بندہ کہے گا میں نے تو ایک دانہ کھجور کا صدقہ کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اس کو حسنِ نیت کی وجہ سے اتنا بڑھا دیا ہے اور عام طور پر اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے۔ اور اگر نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو تو ایک نیکی کا اجر سات سو گنا ملتا ہے۔ "وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ"۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے مال کو چاہتا ہے۔ زیادہ کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیز گاروں کو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے باطل قیاس کا رد فرمایا ہے وہ کہتے تھے کہ اول تو قیامت کوئی شئی ہے ہی نہیں اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو ہمیں وہاں بھی بہت کچھ ملے گا۔ وہ دنیا پر آخرت کو قیاس کرتے تھے۔ تو چونکہ دنیا میں رب تعالیٰ نے ہمیں کافی مال اور اولاد عطاء فرمائی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہم پر راضی ہے لہٰذا اگر قیامت ہوئی تو وہاں بھی ہمیں بہت کچھ ملے گا وہ مال و دولت کی کثرت کو اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل سمجھتے تھے۔ یہ ان کا باطل اور غلط قیاس تھا کیونکہ دنیا کا سلسلہ اور ہے اور آخرت کا سلسلہ اور ہے۔ دنیا میں تو فرعون اور قارون جیسے شخص کو بہت کچھ ملا ہے اور سرورِ کائنات کی یہ حالت تھی کہ دو دو مہینے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اور ساری زندگی میں گھر کے اندر ایک دفعہ چراغ کا جلنا ثابت ہے۔ سحری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں ہی نماز پڑھتے تھے۔ چھوٹا سا آپ کا کمرہ تھا جس میں صرف چار قبروں کی جگہ ہے۔ ظاہری طور پر کوئی حفاظت نہیں تھی کوئی پہریدار نہیں تھا۔ صرف رب تعالیٰ کی حفاظت تھی۔ تو ان کا یہ

17

قیاس کرنا کہ جس کو دنیا مل گئی اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور جس کو نہیں ملی اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یہ قیاس غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا ، ہرگز نہیں کفایت کریں گے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کچھ بھی۔ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ، اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ O ، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی بھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ دوزخ سے صرف اہلِ ایمان اور اہلِ توحید ہی نکلیں گے جو عملی کمزوریوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور دوزخ کا اوپر والا طبقہ انہیں لوگوں کے لئے ہے ایک وقت آئے گا کہ یہ طبقہ سارے کا سارا خالی ہو جائے گا۔ کیونکہ جو مسلمان سب سے بڑا گنہگار ہوگا وہ بھی نکل آئے گا۔ جہنم کے باقی جو چھ طبقات ہوں گے ان میں بدستور ہمیشہ جہنمی رہیں گے۔ اور ان کو اتنی سخت سزا ہوگی کہ جہنم کے انچارج فرشتوں سے کہیں گے کہ۔ "اُدْعُوْا رَبَّکُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ" (پارہ ۲۷)۔ اپنے پروردگار سے گزارش کرو کہ ایک دن کے لئے ہم سے عذاب ہلکا کر دے کہ ہم سکھ کا سانس لے سکیں۔ "قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَکُ تَاْتِیْکُمْ رُسُلُکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ"۔ (انچارج فرشتے جواب دیں گے)۔ کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام نہیں پہنچے وہ کہیں گے سب کچھ پہنچا۔ مگر "غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا" (پارہ ۱۸)۔ ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی یہ کہیں گے پھر اب بھگتو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگلی آیتِ کریمہ میں کافروں کے ایک مشہور اعتراض کا جواب دیا گیا۔ ان کا اعتراض یہ ہے کہ اگر تم نیکی کرو تو تمہیں اس کا ثواب دس گنا سات سو گنا ملے۔ اور ہم اگر نیکی کریں تو ہمارے لئے کوئی ثواب نہ

ہو یہ کیسی تقسیم ہوئی۔اور یادرکھنا کافر اس وقت بھی بڑے بڑے صدقے اور خیرات کرتے تھے اوراب بھی کرتے ہیں بلکہ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کافر حکومتیں رفاہِ عامہ کے کام بہ نسبت مسلمان حکومتوں کے زیادہ کرتی ہیں۔اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں پوری دیانت داری کے ساتھ کرتے ہیں۔اور ہم مسلمان ہونے کے باوجود پرلے درجے کے بددیانت ہیں۔الاّ ماشاء اللہ ہزار میں سے کوئی ایک دیانت دار نکل آئے تو بڑی بات ہے۔دھوکہ فراڈ اور بددیانتی کا نام ہم نے ہنر اور چالاکی رکھ لیا ہے۔اور بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب اس میں مبتلاء ہیں سڑکوں کے ٹھیکیداروں کو ہی دیکھ لو ریت سڑک پر لگ جاتی ہے اور باقی مٹیریل ان کی کوٹھیوں پر لگ جاتا۔سڑک چھ ماہ میں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے اور کافروں کی بنی ہوئی سڑکیں سالہا سال تک چلتی ہیں۔کافر پیکنگ کرتے ہیں اوپر جو کچھ لکھا ہوتا ہے اندر بھی وہی کچھ ہوتا ہے۔اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ اوپر کچھ لکھا ہوا ہے اور اندر کچھ ہوتا ہے بری قوموں کی ساری علامتیں اور نشانیاں اور ان کے کام ہم نے اپنا لئے ہیں اور ہمارے اچھے کام سارے انہوں نے لے لئے ہیں۔تو کافر اس وقت بھی صدقہ خیرات کرتے تھے۔اوراب بھی کرتے ہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں سو غلام آزاد کئے تھے۔اور سو اونٹ غریبوں میں تقسیم کئے تھے۔کہ تم ان کے ذریعے اپنا کام چلاؤ۔اسی طرح اور لوگوں نے بھی بڑے بڑے صدقے کئے تھے۔تو وہ کہتے تھے کہ تم نیکی کرو تو بدلا ملے اور ہم نیکی کریں تو بدلا نہ ملے یہ کیسی تقسیم ہے یہ تھا کافروں کا اعتراض اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب مثال کے ذریعے دیا ہے۔اس کو اچھی طرح سمجھنا وہ اس طرح کہ جو لوگ دسمبر جنوری کے مہینہ میں سبزیاں کاشت کرتے ہیں ان سبزیوں کو سرد ہواؤں سے بچانے کے لئے

اوپر چھپر لگاتے ہیں تاکہ سبزیاں مر نہ جائیں۔ تو جس طرح سبزیوں کو سرد ہواؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے چھپر کی ضرورت ہے اسی طرح نیکیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایمان اخلاص اور اتباع سنت کی ضرورت ہے۔ یہ نیکیوں کے لئے چھپر ہے۔ کافر نیکیاں تو کرتے ہیں مگر ان کو محفوظ رکھنے کے لئے چھپر نہیں بناتے۔ اس واسطے ان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ بعض علاقوں میں گرم ہواؤں کی وجہ سے بھی سبزیاں سڑ جاتی ہیں۔ وہ بھی حفاظت کے لئے چھپر بناتے ہیں۔ اس "صِرٌّ" ۔ کے معنیٰ گرمی کے کریں گے کیونکہ صر کے دو معنے مستعمل ہیں سردی کے بھی اور گرمی کے بھی۔ البتہ ہمارے علاقوں میں عموماً سردی میں چھپر بناتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ، مثال اس چیز کی جو وہ خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں۔ كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ ، اس ہوا کی مثال ہے جس میں سخت ٹھنڈک ہو۔ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ، وہ پہنچی ایسی قوم کی کھیتی کو۔ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ کہ تحفظ کے لئے اس کے اوپر چھپر نہیں بنایا۔ فَاَهْلَكَتْهُ ، پس اس تیز اور سرد ہوا نے اس کھیتی کو تباہ اور برباد کر دیا۔ اسی طرح اگر ایمان اخلاص اور اتباع سنت کا چھپر نہیں بناؤ گے تو کفر اور شرک کی آندھی سے تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ ، اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے۔ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ ، اور لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے۔ کہ انہوں نے اپنی نیکیوں کو محفوظ کرنے کے لئے ایمان اخلاص اور اتباع سنت کا چھپر نہیں بنایا۔ اس وجہ سے کافروں اور مشرکوں کی نیکیاں تباہ اور برباد ہو جاتی ہیں اور آخرت میں ان کو کوئی بدلا نہیں ملے گا۔ اور ایمان والوں کی نیکیاں ایمان اخلاص اور اتباع سنت کی وجہ سے محفوظ ہو جاتی ہیں لہٰذا ان کو بدلا ملے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ڰ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ؑ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً، نہ بناؤ تم رازدان۔ مِّنْ دُوْنِكُمْ، اپنے سوا دوسروں کو۔ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا، وہ نہیں کمی کرتے تمہارے واسطے فساد کی۔ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ، وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ، تحقیق ظاہر ہو گیا بغض۔ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ، ان کے مونہوں سے۔ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ، اور جو مخفی رکھتے ہیں ان کے سینے۔ اَكْبَرُ، وہ بہت بڑی چیز ہے۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ، تحقیق ہم نے بیان کی ہیں تمہارے واسطے آیتیں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝، اگر تم سمجھتے ہو۔ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ،

خبردار تم یہ ہو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ اور وہ تمہارے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ اور تم ایمان رکھتے ہو سب کتابوں پر۔ وَاِذَا لَقُوْكُمْ اور جس وقت وہ ملتے ہیں تمہیں۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے۔ وَاِذَا خَلَوْا اور جس وقت وہ الگ ہوتے ہیں۔ عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ کاٹتے ہیں وہ تم پر انگلیوں کے سرے۔ مِنَ الْغَيْظِ غصے کی وجہ سے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ کہہ دیجئے! مرجاؤ تم اپنے غصے میں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O دلوں کے رازوں کو۔ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ اگر پہنچتی ہے تمہیں راحت۔ تَسُؤْهُمْ انہیں بری لگتی ہے۔ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچتی ہے تمہیں تکلیف۔ يَّفْرَحُوْا بِهَا تو اس پر خوش ہوتے ہیں۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا اور اگر تم صبر کرو۔ وَتَتَّقُوْا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا نہیں نقصان پہنچائے گی تمہیں ان کی تدبیر کچھ بھی۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں۔ مُحِيْطٌ O احاطہ کرنے والا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ عقیدے کی خرابی کی وجہ سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ تمہارا دوستانہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ دوستی میں نرمی ہوتی ہے اور مومن ویسے ہی نرم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ "رحم دل ہیں آپس میں۔ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ بڑی شفقت کرتے ہیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کی شان یہ ہے کہ لوگ اس کے قریب ہوں اس سے نفرت نہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مومن اخلاق کے لحاظ سے بول چال کے لحاظ سے برتاؤ کے اعتبار سے ایسا ہو کہ لوگ اس کے قریب آئیں۔ برے معاملہ والا نہ

بداخلاق نہ ہو کہ لوگ اس سے دور بھاگیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو زبان اور معاملہ کا بُرا ہوگا۔ اس کے قریب کون آئے گا؟ اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ "اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ"۔ مومن بھولا بھالا اور سادہ ہوتا ہے۔ "وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِیْمٌ"۔ اور منافق دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔ وہ گفتگو اور برتاؤ میں اپنا کمینہ پن نہیں چھوڑتا۔ تو مومن چونکہ نرم دل اور سادہ ہوتا ہے تو بعض مومن اپنی سادگی کی بنا پر کچھ باتیں یہودیوں اور منافقوں کو بتا دیتے تھے۔ جس سے قومی نقصان ہوتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرمائی۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ، نہ بناؤ تم راز دان اپنے سوا دوسروں کو۔ کسی کافر کے ساتھ ایسا دوستانہ کہ راز کی باتیں اسے بتائی جائیں ممنوع ہے۔ کیونکہ دشمن، دشمن ہے اگر اس کو تمہاری راز کی باتیں معلوم ہو گئیں تو تمہیں بحیثیت مسلمان کے نقصان ہوگا۔ لہٰذا کسی کافر کو اپنی خاص باتوں کا راز دان نہ بناؤ۔ ہاں ان کے ساتھ ظاہر داری رکھو۔ کہ اچھے طریقہ سے پیش آؤ۔ ویسے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی اور دشمنی کے بارے میں ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اَحْبِبْ حَبِیْبَكَ هَوْنًا مَّا" کسی کے ساتھ دوستی کرو تو اعتدال کے ساتھ۔ اتنے گھل مل نہ جاؤ کہ ساری راز کی باتیں بتا دو بلکہ اعتدال کی حد میں رہو۔ "عَسٰی اَنْ یَّكُوْنَ بَغِیْضَكَ یَوْمًا مَّا"۔ ہو سکتا ہے کسی وقت تیرا دشمن ہو جائے۔ تو تمہاری ساری پوٹلیاں کھول دے، اور تمہیں زک پہنچائے۔ مشہور مقولہ ہے۔ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے"۔ اور فرمایا۔ "وَاَبْغِضْ بَغِیْضَكَ هَوْنًا مَّا"۔ اور جس کے ساتھ تیری عداوت ہے وہ بھی اعتدال کے ساتھ ہو۔ "عَسٰی اَنْ یَّكُوْنَ حَبِیْبَكَ هَوْنًا مَّا"۔ ہو سکتا ہے وہ تیرا دشمن کسی وقت تیرا دوست بن

جائے۔ تو اس وقت دشمنی کے دور میں جو سخت باتیں کی ہوں گی ان پر تجھے پشیمانی ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے عین فطرت کے مطابق ہے۔ کہ دوستی بھی اعتدال کے ساتھ اور دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ۔ لیکن کافروں کے ساتھ دوستی اور ان کو رازدان بنانا ممنوع ہے۔ کیونکہ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالاً، وہ نہیں کمی کرتے تمہارے واسطے فساد کی۔ وہ ہر وقت فساد کے درپے ہیں۔ ان کو راز کی بات بتا کر خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے ہو۔ وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ، وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ مصیبت میں مبتلاء ہو جاؤ۔ یعنی وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ کسی طرح تمہارے اوپر مصیبت آئے۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ، تحقیق ظاہر ہو گیا ہے بغض ان کے مونہوں سے۔ وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ، اور جو مخفی رکھتے ہیں ان کے سینے وہ بہت بڑی چیز ہے۔ یعنی تمہارے خلاف جو نفرت اور کینہ ہے۔ وہ تو بہت زیادہ ہے تو کافر، کافر ہے۔ اس کی دوستی سے کبھی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ کہ بھارت نے تمہیں کھیل کے لئے بلا لیا۔ اور تم کھیل میں جیت گئے۔ تو بھنگڑے ڈالنا شروع کر دیئے۔ ٹھیک ہے کھیل میں تم کامیاب ہو گئے ہو۔ جیت لیا تو کیا ہو گیا؟ انہوں نے تمہارے کروڑوں روپے کے بنکر تباہ کر دیئے اور مجاہد شہید کر دیئے۔ اس پر تمہیں رونا چاہیے۔ کس چیز کے لڈو بانٹتے ہو؟ کھیل جیت کر تم نے ہندوستان فتح کر لیا ہے؟ دشمن، دشمن ہے اس کو دشمن ہی سمجھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک وقت آئے گا تمہاری ہندوستان کے ساتھ سخت لڑائی ہوگی۔ کہ طرفین سے کوئی قسمت والا ہی بچے گا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ وقت تو قریب ہی آ گیا ہے۔ معلوم نہیں کب جنگ چھڑ جائے؟۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ، تحقیق ہم نے بیان کی ہیں تمہارے واسطے آیتیں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝، اگر تم عقل اور سمجھ رکھتے ہو تو

ان آیتوں پر عمل کرو۔ اور کافر پر کسی وقت بھی اعتماد نہ کرو۔ کافر بڑا مکار اور چالباز ہوتا ہے۔ جنگِ بدر کے موقع پر ایک کافر جاسوسی کے لئے آیا۔ بڑی میٹھی اور نرم زبان رکھتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ بڑی نرم نرم باتیں کیں۔ کہنے لگا میں کلمہ پڑھتا ہوں۔ دیکھو اس میں کوئی غلطی تو نہیں ہے؟۔ اور قرآن پاک کی کچھ سورتیں بھی اس کو یاد تھیں۔ وہ بھی اس نے سنائیں۔ اور مسلمانوں کو اعتماد میں لینے کی پوری کوشش کی۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ یہ تو ہمارا پختہ مسلمان بھائی ہے۔ کہ اس نے بعض وہ مسائل بیان کئے ہیں کہ جن کا ہمیں بھی علم نہیں ہے۔ اور بڑے مسائل بیان کر رہا ہے۔ اور جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑے زیرک اور ذہین تھے ان کو شک پڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو برابر سمجھ عطاء نہیں فرمائی ہر دور میں ذہین بھی ہوتے ہیں اور غبی بھی۔ تو انہوں نے پکڑا اور چھتر ول کی۔ تو مان گیا کہ میں جاسوس ہوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی کوشش کی کہ معلوم ہو جائے کہ کافروں کی کتنی تعداد ہے؟ مگر وہ بڑا پختہ آدمی تھا۔ جب پٹائی ہوتی تو کہتا، بتاتا ہوں۔ اور جب چھوڑ دیتے تو کہتا معلوم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سختی نہ کرو۔ اس کو میرے پاس لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی نرمی سے دریافت فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے اور تو کس قبیلے سے تعلق رکھتا۔ تیرا باپ کیا کام کرتا ہے؟ یہ دریافت کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ سے تم کتنے آدمی آئے ہو؟۔ تو کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا یہ بتاؤ کہ کھانے کے لئے تم روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟ کہنے لگا دس اونٹ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہزار آدمی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔ اور واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ صحیح

تھا۔ تو اس انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حالات معلوم فرمائے۔ جتنے بھی باطل لوگ ہیں وہ اپنے مشن میں سخت ہیں۔ الحمد للہ! جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطاء فرمائی ہے۔ اور وہ پختہ مسلمان ہیں۔ ان بے چاروں کے جسم سے گوشت نوچا جاتا ہے۔ ان کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔ لیکن ایمان نہیں چھوڑتے۔ اپنے مشن سے نہیں ہٹتے۔ اس وقت کشمیر میں جو قیدی ہیں۔ ان کے حالات معلوم کرو کہ ان پر کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ اور کیا کیا سختیاں کی جارہی ہیں۔ اور عورتوں پر کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ اور ہماری بے غیرت حکومت مظلوموں کی نصرت کی بجائے کافروں سے صلح کی اپیلیں کرتی ہے۔ اور ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے ساتھ جنگ نہیں کرنی۔ ہمارے ساتھ صلح کرو۔ حالانکہ کافروں کو صلح کی دعوت دینا ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”فَلَاتَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ“ (پارہ ۲۶)۔ پس تم ہمت نہ ہارو، اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ ہاں اگر وہ خود صلح کی پیشکش کریں تو سوچ اور غور و فکر کرو۔ اگر فائدہ ہے تو کرلو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا“ (پارہ ۱۰)۔ اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ ”وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ“۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ قانون تو یہ ہے مگر ہم خود جا کر کہتے ہیں کہ صلح کرلو جنگ نہ کرو۔ مسلمانوں میں اتنی کمزوری۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمان ہوں تو تب ہے نا! ۔ اور جب مسلمان تھے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”اُكْتُبُوْا لِيْ مَنْ يَلْفِظُ بِالْاِسْلَامِ“۔ مجھے مردم شماری کر کے بتاؤ کہ مسلمان کتنے ہیں؟۔ مردم شماری والے افسر نے آکر بتایا کہ ”نَحْنُ مَا بَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ“۔ ہم چھ اور سات سو کے درمیان ہیں۔ یعنی چھ سو سے زائد ہیں اور سات سو پورے نہیں ہوتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

سوال کیا حضرت مردم شماری کرائی ہے؟ خیر ہے، کوئی ہم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے؟۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ بات ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان نہ ہوں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیں تو ہم پوری دنیا کے ساتھ ٹکرانے کے لئے تیار ہیں۔ اندازہ لگاؤ ہمت کا کہ ہمیں کفر نہیں مٹا سکتا۔ اور اس وقت پاکستان کی چودہ کروڑ کی آبادی ہے اور کافروں سے ڈرتے ہیں۔ اور صلح کی پیشکش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے جنگ نہیں کرنی۔ کیا اس طرح وہ تمہیں چھوڑ دیں گے؟ اور تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے؟۔ ان کی افرادی قوۃ اور اسلحہ کے مقابلہ میں ہماری کیا حقیقت ہے؟ کہ وہ نوے کروڑ ہیں اور ہم چودہ کروڑ ہیں۔ گویا ہم سے ان کی فوج چھ گنا زیادہ ہے۔ اور یہی نسبت ہے اسلحہ کی۔ ظاہری اسباب کو دیکھو تو بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر بچاؤ کی صورت ہے تو ایمان اور عمل ہے۔ ایمان بڑی قوۃ اور عمل بڑی طاقت ہے۔ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کاش کہ یہ بات تمہیں سمجھ آ جائے۔ اور کافروں سے دوستی ختم کر کے ایمان عمل کو پختہ کرو۔ کہ کافروں سے دوستی جائز نہیں ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ خبردار اے مومنو! تم یہ ہو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ، اور وہ تمہارے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ، اور تم ایمان رکھتے ہو سب کتابوں پر۔ یعنی توراۃ، زبور، انجیل اور جتنے بھی صحیفے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں تم سب پر ایمان لاتے ہو۔ اور وہ آخری حتمی اور قطعی کتاب کو نہیں مانتے۔ اسی طرح تم سارے پیغمبروں کو مانتے ہو اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے۔ غیرت برابر ہونی چاہیے۔ وہ اتنے بخیل ہوں کہ تمہارے پیغمبر پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اور تم اتنے سخی کہ ان سے محبت کرو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ وَاِذَا لَقُوْكُمْ، اور جس

وقت وہ ملتے ہیں تمہیں۔ قَالُوْآ اٰمَنَّا ، کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے۔ وَاِذَا خَلَوْا ، اور جس وقت وہ الگ ہوتے ہیں۔ یعنی تنہائی میں جاتے ہیں۔ عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ ، کاٹتے ہیں وہ تم پر انگلیوں کے سرے۔ مِنَ الْغَيْظِ ، غصے کی وجہ سے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے! مرجاؤ تم اپنے غصے میں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O ، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ یہودی منافقوں کا یہ حال ہے کہ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ، اگر پہنچتی ہے تمہیں راحت تو انہیں بری لگتی ہے۔ یعنی مسلمانوں کو فتح ہو جائے غنیمت مل جائے تو یہ بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیا ہوا؟ ۔ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ ، اور اگر پہنچتی ہے تمہیں تکلیف۔ يَّفْرَحُوْا بِهَا ، تو اس پر وہ خوش ہوتے ہیں۔ احد کے مقام پر ستر/۷۰ صحابہ شہید ہوئے۔ بہت سارے زخمی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عتبہ ابن ابی وقاص نے پتھر مارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دو دانتوں کے ساتھ والا دانت شہید ہو گیا۔ ابنِ قمیہ کافر نے تلوار ماری خود کٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ اور خون بہنے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈول میں پانی لاتے تھے۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا زخموں کو دھوتی تھیں کہ خون رک جائے مگر خون نہ رکا۔ سادہ زمانہ تھا جب خون نہ رکا تو پرانی چٹائی کا ایک ٹکڑا پڑا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی اس سے مسام بند ہوئے۔ اور خون رک گیا۔ یہ بخاری شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے۔ اور ادھر مشہور ہو گیا کہ "اِنَّ مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) قَدْ قُتِلَ" ۔ بے شک صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں۔ کافروں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بھنگڑے ڈالتے تھے اور مومنوں کی پریشانی کی کوئی حد نہیں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر آدمی ہمت ہار

بیٹھے۔ایک چٹان کے ساتھ کمر لگا کر کھڑے ہو گئے۔حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت انس ابنِ مالک رضی اللہ تعالی عنہ کے چچا تھے۔انہوں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کیا بات ہے؟ فرمایا میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مرہم پٹی کی ہے؟ فرمایا!اس طرح نہیں ٹوٹی۔وہ اس طرح ٹوٹی ہے کہ تو نے سنا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''تو کیا تمہارے لئے شہادت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہیں۔یعنی اتنا صدمہ تھا۔مومنوں کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے۔رات کا وقت تھا ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔بلکہ احد میں مشرکوں کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی۔ابوسفیان نے آواز دی۔ ''أَفِيكُمْ مُحَمَّدٌ؟'' ۔کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''لَا تُجِيبُوْا'' ۔ جواب نہ دو، پھر کہا۔''أَفِيكُمْ اَبُوبَكْرٌ؟'' ۔ کیا تم میں ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جواب نہ دو۔ پھر کہا''أَفِيكُمْ عُمَرٌ؟'' ۔کیا تم میں عمر (رضی اللہ عنہ) ہے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جواب نہ دو۔جب اس کو جواب نہ ملا تو اس نے نعرہ لگایا۔''اُعْلُ هُبَلُ، اُعْلُ هُبَلُ'' ۔زندہ باد! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت اب تو میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جواب دو۔تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ او اللہ کے دشمن! میں عمر بول رہا ہوں۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں۔اور یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ زندہ موجود ہیں۔تمہارے بندوبست کرنے کے لئے ہم موجود ہیں۔خوش کس بات پر ہوتے

ہو؟۔تو فرمایا، ان کافروں کی طرف سے تکلیفیں آئیں گی۔وَاِنْ تَصْبِرُوْا، اور اگر تم صبر کرو گے۔وَتَتَّقُوْا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ لَایَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْئًا نہیں نقصان پہنچائے گی تمہیں ان کی تدبیر کچھ بھی۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ O، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں احاطہ کرنے والا ہے۔اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔بس اے مومنو! تمہارا تقویٰ اور پرہیزگاری درکار ہے اگر یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ؕ﴿۱۲۴﴾ بَلٰۤى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

ربع

وَاِذْ غَدَوْتَ ، اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلے صبح کے وقت۔ مِنْ اَهْلِكَ ، اپنے گھر سے۔ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بتارہے تھے ٹھکانے ایمان والوں کو۔ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ، لڑائی کی جگہوں کے۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ، اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ ، جب ارادہ کیا تم میں سے دو گروہوں نے۔ اَنْ

تَفْشَلَا ، یہ کہ وہ بزدلی دکھائیں۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا ، اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا آقا ہے۔ وَعَلَی اللّٰہِ ، اور اللہ تعالیٰ پر ہی۔ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ ، پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔ وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ ، اور البتہ تحقیق مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری۔ بِبَدْرٍ ، بدر میں۔ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ، اور حالانکہ تم کمزور تھے۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ ، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ O ، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ، جب کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایمان والوں کو۔ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ ، کیا کافی نہیں ہے تمہیں۔ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ ، یہ کہ امداد کرے تمہارا رب۔ بِثَلٰثَۃِ الٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ ، تین ہزار فرشتوں سے۔ مُنْزَلِیْنَ ، اتارے ہوئے۔ بَلٰٓی ، کیوں نہیں۔ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا ، اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا ، اور دشمن آجائیں تمہارے پاس فوری طور پر۔ یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ ، تمہاری مدد کرے گا تمہارا رب۔ بِخَمْسَۃِ الٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ ، پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ۔ مُسَوِّمِیْنَ ، جو نشان لگانے والے ہوں گے۔ وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ ، اور نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول کو۔ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ ، مگر تمہارے لئے خوشخبری۔ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُکُمْ بِہٖ ، اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اس کے ذریعے۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ، اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ، جو غالب ہے ، حکمت والا ہے۔ لِیَقْطَعَ طَرَفًا ، تاکہ کاٹ دے وہ ایک حصہ۔ مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، ان لوگوں میں سے جو کافر ہیں۔ اَوْ یَکْبِتَھُمْ ، یا ان کو ذلیل کر دے۔ فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ ، پس وہ لوٹیں نامراد ہو کر۔

پہلی آیتِ کریمہ میں ذکر تھا۔ "وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا" ۔ اور اگر تم صبر سے کام لو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو کافروں کی

طاقت ان کا مکر اور تدبیر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دو موقعے بیان فرمائے ہیں۔ کہ ایک موقعہ پر یعنی بدر میں تمہارے اندر تقویٰ علیٰ وَجْہِ الْاَتَم موجود تھا۔ باوجود بے سروسامانی کے اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطاء فرمائی اور دوسرا موقعہ غزوۂ احد کا تھا کہ غزوۂ احد کے موقعہ پر بعض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہوئی۔ تو اس کا نتیجہ سب کو بھگتنا پڑا۔ ان آیات میں زیادہ ذکر احد کا ہے درمیان میں بدر کا بھی ذکر ہے۔ احد پہاڑ کا نام ہے۔ جو اس وقت مدینہ طیبہ سے تقریباً دو تین میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اب وہ مدینہ منورہ کی حدود میں ہے۔ جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم احد پہاڑ سے محبت کرتے ہیں۔ چونکہ یہ غزوۂ احد (ہجرت کے تیسرے سال گیارہ شوال ہفتے والے دن) پہاڑ کے دامن میں پیش آیا تھا۔ اس واسطے اس کو غزوۂ احد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور مقابلے میں تین ہزار کافر تھے۔ احد پہاڑ کے پاس ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے۔ اس کو جبل رُمات کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں مقرر فرمایا۔ کہ تم نے جبلِ رُمات پر ٹھہرنا ہے۔ اور پہرہ دینا ہے۔ نگرانی کرنی ہے۔ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا جب تک میرا حکم نہ آجائے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور کافروں کو ہزیمت ہوئی وہ ہتھیار چھوڑ کر کپڑے چھوڑ کر جوتے اور پگڑیاں چھوڑ کر بھاگے جب میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا تو یہ پچاس آدمی جو جبلِ رُمات پر تھے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم بھی جا کر مالِ غنیمت اکٹھا کریں۔ امیرِ لشکر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔ دوسرے جذباتی

کہنے لگے ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر۔ مگر مقصد یہ تھا کہ یہاں ہماری ضرورت پڑے گی اور اب یہاں ہماری ضرورت کیا ہے؟ امیرِ لشکر کے منع کرنے کے باوجود وہ مورچہ چھوڑ کر چلے گئے۔ امیرِ لشکر اور تقریباً دس ساتھی مورچہ پر قائم رہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور جنگی امور کے بڑے ماہر تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اہم مورچہ خالی ہو گیا ہے۔ تو دوسو آدمی لے کر عقب سے حملہ آور ہوئے۔ جو حضرات مورچے پر تھے وہ اکثر وہاں شہید ہو گئے۔ چند ایک بچے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ مَیں پیچھے سے آ گیا ہوں۔ تم آگے سے پلٹو۔ کافروں کی ہمت بڑھ گئی۔ وہ آگے سے پلٹ آئے۔ افراتفری مچ گئی گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ دھول اڑ رہی تھی۔ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون کس کو مار رہا ہے؟۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی تلوار سے شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا۔ چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ اور یاد رکھنا سید الشہداء کا لقب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ لقب اور کسی کو نہیں ملا۔ امتیوں میں علی الاطلاق یہ لقب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ پیغمبروں کا مسئلہ الگ ہے۔ کیونکہ پیغمبر بھی شہید ہوئے ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ"۔ اور انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ تو جو پیغمبر شہید ہوئے ہیں ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔ پیغمبروں کے بعد سید الشہداء کا خطاب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ہاں لغوی طور پر کوئی کسی کو کہے، تو کہے۔ مگر اصطلاحی طور پر سید الشہداء

صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ تو ان آیات میں غزوۂ احد کا ذکر ہے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھے۔ وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ، اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلے صبح کے وقت اپنے گھر سے۔ تو اہل کا مصداق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ اور وہاں سے احد کے لئے تشریف لے گئے۔ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا رہے تھے ٹھکانے ایمان والوں کو۔ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ، لڑائی کی جگہوں کے۔ "مَقَاعِدَ" جمع ہے "مَقْعَدٌ" کی۔ ٹھکانے لڑائی کے۔ جس طرح فوج کا کمانڈر فوجیوں کو لڑائی کے مورچے بتاتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مورچے بتا رہے تھے۔ کہ تو نے یہاں ڈیوٹی دینی ہے تو نے یہاں کھڑا ہونا ہے۔ اور فلاں نے اس جگہ کھڑا ہونا ہے۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ☆، اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ غزوۂ احد کے لئے جب مسلمان مدینہ طیبہ سے چلے تھے تو ایک ہزار کی تعداد تھی۔ ان میں تین سو منافق تھے۔ جب احد کے مقام پر پہنچے تو ابھی کافر نہیں آئے تھے۔ "خوئے بد را بہانہ بسیار"۔ مَن حرامی ہو تو بڑے بہانے کرتا ہے۔ منافق کہنے لگے کس کے ساتھ لڑنا ہے۔ یہاں آدمی تو ہے کوئی نہیں چلو واپس۔ حالانکہ ان کو علم تھا کہ دشمن آ رہا ہے۔ چنانچہ یہ بہانہ بنا کر تین سو منافق واپس چلے گئے۔ جب یہ واپس جا رہے تھے ان کو دیکھ کر دو مخلص گروہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ جو مسجد قبلتین کے پاس رہتے تھے انہوں نے بھی جانے کا ارادہ کیا کہ یہ لوگ جا رہے ہیں ہم بھی جائیں۔ لیکن چونکہ مخلص

مومن تھے۔ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جانے نہیں دیا۔سوچنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس جارہے ہیں کیا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جارہے ہیں۔عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جارہے ہیں۔اگر وہ واپس نہیں جارہے تو ہم نے بھی نہیں جانا۔اس کا ذکر ہے فرمایا، اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ، جب ارادہ کیا تم میں سے دوگروہوں نے۔اَنْ تَفْشَلَا، یہ کہ وہ بزدلی دکھائیں۔اور میدان چھوڑ دیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا، اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا آقا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان واخلاص کی برکت سے ان دونوں کو مضبوط کر دیا۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ پر ہی پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔اس سے اگلی آیتیں غزوۂ بدر کے متعلق ہیں۔ایک آدمی کا نام تھا بدر ابن قیس ابن صباح اس نے ایک کنواں کھودا تھا۔اس کنویں کا نام بدر پڑ گیا پھر اس کنویں کی وجہ سے سارے علاقے کا نام بدر ہو گیا۔بدر مدینہ طیبہ سے اسی/۸۰ میل دور ہے۔یہ معرکہ ہجرت کے دوسرے سال سترہ/۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن پیش آیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سو بارہ/۳۱۲ آدمی تھے تیرہویں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تھے۔اور اس تین سو تیرہ/۳۱۳ کے لشکر کے پاس ہتھیار یہ تھے۔آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر/۷۰ اونٹ اور ان میں اکثریت ان کی تھی جن کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا۔وہ علاقہ سخت اور پتھریلا تھا۔سڑکیں تو اب بنی ہیں۔اس وقت سڑکیں کہاں تھیں۔اس سخت اور پتھریلے علاقہ میں ننگے پاؤں چلتے تھے اور سواریوں کی یہ حالت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں بزرگوں کے حصے میں ایک اونٹنی آئی۔باری باری سوار ہو کر پہنچے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی باری آتی یہ دونوں ساتھی کہتے حضرت ہم چلتے ہیں آپ

سوار رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی طاقت عطاء فرمائی ہے میں بھی پیدل چلوں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے پاؤں پر دھول ڈالوں۔ لہٰذا اپنی باری پر چلوں گا۔ اور اپنی باری پر سوار ہوں گا اور ایسے ساتھی بھی جن کے سر پر پگڑی نہیں تھی۔ ایسے بھی تھے جن کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ جب بدر کے مقام پر پہنچے تو پانی کے کنویں پر کافروں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اور صاف میدان پر مشرکوں نے پڑاؤ ڈال لیا تھا۔ اور جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ وہاں ریت تھی اور پانی بھی نہیں تھا۔ نویں پارہ سورۃ الانفال میں آتا ہے کہ شیطان نے بعض ساتھیوں کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تم اچھے حق پر ہو کہ تمہیں پانی بھی نہیں ملا۔ اور جہاں کھڑے ہو وہاں ریت ہی ریت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی۔ ریت پتھر کی طرح سخت ہو گئی اور اپنی ضرورت کے لئے پانی بھی جمع کر لیا۔ اور جانوروں کو بھی پلایا مقابلے میں ایک ہزار کافر تھے۔ اور ہر طرح کے اسلحہ سے مسلح تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی ریت اور کنکریوں کی بھری اور "شاھت الوجوہ"۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے چہروں کو تباہ و برباد کرے۔ پڑھ کر کافروں کی طرف پھینکی قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى"۔ (پارہ 9) مٹھی خاک کہ جب پھینکی آپ نے نہیں پھینکی۔ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی وہ کافر جہاں جہاں کھڑے تھے وہ ریت ان کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور معجزہ اور کرامت کے متعلق تفصیل کے ساتھ میں نے اپنی کتاب "راہِ ہدایت" کے اندر بیان کیا ہے۔ اس کو پڑھ لینا یہاں صرف اس آیتِ کریمہ کے متعلق سمجھ لیں کہ اگرچہ ظاہری طور پر یہ مٹھی خاک اور کنکریوں کی جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکی تھی مگر کسی بشر کا یہ فعل

عادتاً نہیں ہوسکتا کہ مٹھی بھر کنکریاں دور نزدیک آگے اور پیچھے ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ کر ایک مسلح لشکر کی ہزیمت کا سبب بن جائے اور یہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ مگر یہ فعل صرف اللہ تعالیٰ کا تھا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے وہ سب آنکھیں ملنے لگے ادھر سے مسلمانوں نے دھاوا بول دیا۔ ستر کافر مارے گئے ستر گرفتار ہوئے۔ اور باقیوں کو بھاگنے کے لئے راستہ نہ ملا۔ اس غزوہ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے۔ اور ان کی قبریں آج بھی بدر کے مقام پر ایک چاردیواری کے اندر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ ، اور البتہ تحقیق مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدر میں۔ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ، اور حالانکہ تم کمزور تھے۔ ''اَذِلَّةٌ''۔ ذلیل کی جمع ہے۔ اور ذلیل کے معنیٰ ہیں کمزور۔ یعنی تعداد کے لحاظ سے اسلحہ اور ساز وسامان کے اعتبار سے تم بڑے کمزور تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری نصرت فرمائی۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ O ، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ، جب کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایمان والوں کو۔ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ ، کیا کافی نہیں ہے تمہیں۔ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ ، یہ کہ امداد کرے تمہارا رب۔ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ، تین ہزار فرشتوں سے۔ مُنْزَلِيْنَ O ، اتارے ہوئے۔ سورۃ الانفال میں ایک ہزار فرشتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ کیونکہ کافر ایک ہزار تھے لیکن چونکہ کافر مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے مزید وعدہ فرمایا کہ تین ہزار فرشتے اتاروں گا جو کافروں سے تین گنا زیادہ ہوں گے۔ پھر عین جنگ کے دوران یہ خبر بھی آئی کہ کُرز بن جابر فہری کافر جس کا بہت سارے قبیلوں پر اثر ورسوخ تھا کافروں کی مدد کے

لئے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ آئے گا تو میں پانچ ہزار فرشتوں کو نازل کروں گا۔ مگر یہ مشروط تھا۔ وہ نہیں آیا لہٰذا پانچ ہزار فرشتے بھی نازل نہیں ہوئے۔ تین ہزار فرشتے نازل فرمائے اب سوال یہ ہے کہ فرشتوں نے لڑائی کی ہے یا نہیں؟۔ تو اس میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ فرشتے لڑائی میں شریک ہوئے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بدر کے موقع پر دو آدمیوں کو دیکھا کہ سفید کپڑے اور سفید پگڑیاں باندھے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھ میں چابک ہیں۔ اور وہ چابک اس طرح کافروں کو مارتے ہیں کہ وہ اسی وقت نیچے گر کر مر جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ آدمی ہمارے ساتھ تو نہیں آئے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا۔ "اَقْدِمْ حَیْزُوْم"۔ اے حیزوم! تو آگے بڑھ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار تھے اس کا نام تھا "حَیْزُوْم" اور حیزوم میں ح حلوے والی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حیزوم کو فرما رہے تھے کہ آگے بڑھ۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت عطاء فرمائی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کو ایک پَر پر اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "ذِیْ قُوَّۃٍ"۔ قوۃ والے بھی ہیں۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں کتنے علاقہ میں تھیں۔ اس طرح سمجھو جتنا ضلع گوجرانوالہ کا رقبہ ہے۔ (جب کہ حافظ آباد بھی اس میں شریک تھا)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں بڑی طاقت اور قوت رکھی ہے۔ فرمایا اے مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اے مسلمان! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس کے احکام کی پابندی کر فرشتے تیری نصرت کے لئے تیار ہیں۔ اگر کمی ہے تو تیرے اندر ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمتوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ فرمایا! بَلٰی ، کیوں نہیں۔ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا ، اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ وَيَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا ، اور دشمن آ جائیں تمہارے پاس فوری طور پر۔ یعنی کرز ابن جابر فہری کا لشکر اگر فوری طور پر آ ئے گا تو۔ يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ ، تمہاری مدد کرے گا تمہارا رب۔ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ ، پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو نشان لگے ہوں گے۔ جس طرح فوجیوں کو بیج لگے ہوتے ہیں۔ کسی کا ایک کسی کے دو کسی کے تین عہدوں کے اعتبار سے اسی طرح فرشتے بھی چونکہ فوج کی شکل میں آئیں گے لہٰذا انہوں نے بھی نشان لگائے ہوئے ہوں گے۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ ، اور نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول کو۔ اِلَّا بُشۡرٰى لَكُمۡ ، مگر تمہارے لئے خوشخبری۔ وَلِتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُكُمۡ بِهٖ ، اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اس کے ذریعے۔ کہ ہمارے ساتھ فرشتے بھی ہیں۔ اور یاد رکھنا فرشتے کیا ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ۝ ، اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو غالب ہے، حکمت والا ہے۔ لِيَقۡطَعَ طَرَفًا ، تاکہ کاٹ دے وہ ایک حصہ۔ مِّنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ، ان لوگوں میں سے جو کافر ہیں۔ ستر ایسے کافر جو کفر کی جڑ تھے بدر کے موقع پر مارے گئے۔ اَوۡ يَكۡبِتَهُمۡ ، یا ان کو ذلیل کر دے۔ ستر ان میں سے گرفتار ہوئے۔ اور باقیوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ فَيَنۡقَلِبُوۡا خَآئِبِيۡنَ ، پس وہ لوٹیں نامراد ہو کر۔ پھر یہ جو بھاگنے

والے تھے جب گھروں میں پہنچے تو شرم کے مارے کئی کئی مہینے گھروں سے باہر نہ نکلے عورتیں طعنے دیتی تھیں کہ تمہارا باپ مر گیا ہے، بھائی مر گیا ہے، تو بھی مر جاتا بھاگتا نہ۔ چونکہ بدر کے موقع پر تقویٰ اور پرہیزگاری اعلیٰ درجے کی تھی اللہ تعالیٰ نے بے سروسامانی کی حالت میں مدد فرمائی۔ آگے کئی رکوعوں تک احد کا واقعہ جائے گا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

ع ۱۳
۹ / ۴

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ، نہیں ہے تیرے لئے اس معاملے میں کچھ بھی ۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ ، یا تو اللہ تعالیٰ اُن پر رجوع فرمائے یا ان کو سزا دے ۔ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ، پس بے شک وہ فی الحال ظالم ہیں ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ، اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے ۔ وَمَا فِي الْاَرْضِ ، اور جو کچھ زمین میں ہے ۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ، بخشے گا جس کو چاہے گا ۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ، اور سزا دیگا جس کو چاہے گا ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ۔ لَا تَاْكُلُوا

الرِّبٰوٓا ، نہ کھاؤ سود۔ اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً ، دگنا چگنا کر کے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اور ڈرو اللہ سے۔ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ O وَاتَّقُوا النَّارَ ، اور بچو تم آگ سے۔ الَّتِىۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ O وہ آگ جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ ، اطاعت کرو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ، تاکہ تم پر رحمت نازل کی جائے۔ وَسَارِعُوۡۤا ، اور جلدی کرو۔ اِلٰى مَغۡفِرَةٍ ، مغفرت حاصل کرنے کی طرف۔ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ، اپنے رب کی طرف سے۔ وَجَنَّةٍ ، اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ ، جس کا عرض آسمانوں اور زمین جیسا ہے۔ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ، تیار کی گئی ہے پرہیز گاروں کیلئے۔ الَّذِيۡنَ ، وہ ہیں (پرہیزگار)۔ يُنۡفِقُوۡنَ ، جو خرچ کرتے ہیں۔ فِى السَّرَّآءِ ، راحت میں۔ وَالضَّرَّآءِ ، اور تکلیف میں۔ وَالۡكٰظِمِيۡنَ ، اور پی جاتے ہیں۔ الۡغَيۡظَ ، غصہ۔ وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ ، اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔

پہلے غزوۂ احد کا ذکر تھا۔ پھر غزوۂ بدر کا ذکر ہوا اب پھر غزوۂ احد کا ذکر ہے۔ غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا۔ اور چہرۂ اقدس زخمی ہوا تو بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کافروں یعنی حارث ابن ہشام سہیل ابن عمرو اور صفوان ابن امیہ کا نام لے کر بددعا فرمائی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ مسلمان ہو جائیں گے۔ (اور ۸ھ فتح مکہ والے سال یہ تینوں مسلمان ہوئے)۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعاء سے منع فرما دیا۔ ارشادِ ربانی ہے۔ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ نہیں ہے تیرے لئے اس معاملے میں کچھ بھی۔ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ اَوۡ

یُعَذِّبَهُمْ ، یا تو اللہ تعالیٰ اُن پر رجوع فرمائے یا ان کو سزا دے۔ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ، پس بے شک وہ فی الحال ظالم ہیں۔ حارث ابنِ ہشام ابو جہل کا بھائی تھا صفوان ابنِ امیہ مکہ مکرمہ کے سرداروں میں سے تھا اور سہیل بن عمرو صلح حدیبیہ کے موقع پر کافروں کی نمائندگی کرتا تھا۔ جب کہ یہ تینوں کافر اور مشرک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ لیکن بعد میں تینوں حضرات رضی اللہ عنہم ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی بن گئے۔ وَلِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ ، اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے۔ وَمَافِي الْاَرْضِ ، اور جو کچھ زمین میں ہے۔ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ، بخشے گا جس کو چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو ابو جہل کو بخش دے اور اگر چاہے تو ابولہب جس کے بارے میں ''سُوْرَۃ تَبَّتْ یَدَا'' نازل ہوئی ہے کو بخش دے۔ بخش سکتا ہے۔ مگر وہ بخشے گا نہیں کیونکہ وہ فرما چکا ہے کہ میں مشرکوں کو نہیں بخشوں گا۔ لیکن اس کو بخشنے کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سارے اہلِ حق مانتے ہیں اور باطل فرقے جیسے معتزلہ رافضی اور خارجی ہیں اہلِ بدعت ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں رب تعالیٰ بخش ہی نہیں سکتا۔ یعنی اس کو بخشنے کی قدرت بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انہوں نے محدود کر دیا۔ اور اہلِ حق کہتے ہیں کہ بخشنا اور ہے اور بخش سکنا اور ہے۔ بخش سکتا ہے لیکن بخشے گا نہیں۔ ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باطل فرقوں کی خوب سرکوبی کی ہے۔ یہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ یقین جانو اگر ایسے بزرگ دنیا میں نہ آتے تو ہر طرف کفر ہی کفر ہوتا۔ ہندوستان کے اکبر بادشاہ نے دینِ اکبری بنایا تھا۔ اس کے خلاف جدوجہد اور اس کے بیٹے جہانگیر کی ذہن سازی کرنا انہیں بزرگوں کا کام تھا۔ جہانگیر کا ایسا

ذہن تیار کیا کہ بیٹے نے باپ کے باطل مذہب کو فنا کر کے رکھ دیا۔ اکبر ہمایوں کا بیٹا تھا۔ جس نے ہندوستان میں رافضیت پھیلائی تھی۔ اس سے پہلے ہندوستان میں رافضیت نہیں تھی۔ وہ اس طرح ہوا کہ ہمایوں سے جب بادشاہی چھینی گئی تو یہ ایران چلا گیا۔ ایرانیوں نے اس کی خوب ذہن سازی کی اور اس کو خوب رافضی بنا کر ہندوستان بھیجا۔ تو ہندوستان میں رافضیت ہمایوں کی وجہ سے آئی ہے تو یہ رافضی اور دوسرے باطل فرقے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود کرتے ہیں۔ اور اہلِ حق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ، اور سزا دیگا جس کو چاہے گا۔ اور بخشے گا اسی کو جو اہلِ ایمان اور اہلِ توحید میں سے ہوگا۔ اور جو اس کے ساتھ شرک کرے گا اس کو سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ" ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ "وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ" (پارہ ۵)۔ اور بخش دے گا اس کے سوا جس کو چاہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔ "اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ" ۔ بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا پس تحقیق اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرما دی ہے۔ "وَمَاْوٰہُ النَّارِ"، (پارہ ٦)۔ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اوپر ذکر تھا "اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا" ۔ کہ اے مسلمانو! اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو کافروں کی تدبیر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور تقوے میں سب سے اہم چیز "اَکْلِ حلال" ہے۔ اور کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ اگر آدمی ایک لقمہ حرام کا کھائے تو چالیس دن اور چالیس راتیں اس کی دعاء قبول نہیں

ہوتی ۔یعنی دعاء کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔اور ابوداؤد شریف کی روایت کا حوالہ بھی کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اگر کسی شخص کے جسم پر کرتا ہے جس کی مالیت دس درہم ہے اور اس میں نو درہم حلال کے ہیں اور ایک درہم حرام کا ہے تو جب تک اس کے جسم پر یہ کپڑا رہے گا اس وقت تک اس کی نماز نہیں ہوگی ۔ اور ہماری تو ماشاء اللہ ساری خوراک ہی ایسی ہے ۔(یہ حضرت نے ''گفتہ آید در حدیثِ دیگراں'' کے تحت فرمایا ہے ورنہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مشکوک چیز کے قریب کبھی نہیں گئے...... بلوچ)۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ،اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا ،نہ کھاؤ سود۔ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ،دگنا چگنا کر کے۔اور تیسرے پارے میں آپ پڑھ چکے ہیں ۔''اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو'' ۔اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ کتنے صاف الفاظ ہیں ۔ ''حَرَّمَ الرِّبٰو'' لیکن ہمارے ذمہ دار پاپی افسر کہتے ہیں کہ سود حرام نہیں ہے۔ بلکہ اب کسی سفیر نے کہا ہے کہ شراب حرام نہیں ہے ۔ کیونکہ قرآن پاک میں اس کی حرمت کا ذکر نہیں ہے۔ ملک کے جب ایسے سفیر باہر ہوں گے تو ان کا کیا اثر ہوگا ۔کہ جو کہیں کہ شراب بھی حرام نہیں ہے۔سود بھی حرام نہیں ہے۔ان سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ خنزیر کو حرام سمجھیں گے؟۔اور آج ہمارے بہت سارے افسر شراب میں لت پت ہیں۔ ''اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ'' ۔اور وہ افسر جن میں خدا خوفی تھی اور ان چیزوں سے بچتے تھے انکو جیلوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ جیسے جنرل ظہیر الاسلام عباسی ، مستنصر باللہ، کرنل عنائت اللہ،اور زاہد منہاس یہ لوگ نماز روزے کے پابند تھے۔ شراب کو نزدیک نہیں آنے دیتے تھے۔ بلکہ جو افسر شراب پیتا تھا اس سے بگڑ جاتے تھے۔اس حکومت کا حال ایسے ہی ہے جیسے شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ شیخ سعدی رحمہ

اللہ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی کتابیں آج تک پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یہ کہیں جارہے تھے سردی کا زمانہ تھا اور ہاتھ میں لاٹھی بھی نہیں تھی۔ ان کے پیچھے کتے پڑ گئے۔ اور پتھر سردی کی وجہ سے جمے ہوئے تھے۔ جس پر ہاتھ ڈالیں وہ ہاتھ نہ آئے۔ کہنے لگے عجیب لوگ ہیں پتھر باندھ دیئے ہیں اور کتے کھول دیئے ہیں۔ یہاں بھی وہی قصہ ہے۔ کہ نیک لوگوں کو باندھ دیا ہے اور خبیثوں کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ تو نص قطعی سے ثابت ہے کہ سود حرام ہے لہٰذا اس کو حلال سمجھنے والا قطعی کافر ہے۔ اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سود نہ کھاؤ۔ اور سود کا تو ایک پیسہ بھی حرام ہے۔ چہ جائیکہ اس کو "اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً"۔ بڑھا چڑھا کر کھاؤ۔ اصل رقم کتنی ہوتی ہے۔ اور سود کی رقم بڑھ کر کہاں چلی جاتی ہے۔ پھر بنئے کیا کرتے ہیں کہ سود کی رقم کو اصل رقم میں ملا کر جمع کرتے ہیں۔ اور اس کا سود بناتے ہیں ہم اس وقت تقریباً بارہ ارب ڈالر کے مقروض ہیں۔ جس کا تقریباً مالانہ سود جاتا ہے۔ اور ہم بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ٹھگ کمپنی نے ہمارے لئے قرضہ منظور کر لیا ہے۔ اور قرضے کے ساتھ جو سود دینا ہے اس کا ہم نام ہی نہیں لیتے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ، اور ڈرو اللہ سے۔ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ، تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ وَاتَّقُوا النَّارَ، اور بچو تم آگ سے۔ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ○ وہ (آگ) جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ، اطاعت کرو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ○، تاکہ تم پر رحمت نازل کی جائے۔ وَسَارِعُوۡۤا، اور جلدی کرو۔ اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ، مغفرت حاصل کرنے کی اپنے رب کی طرف سے۔ یعنی جس وقت بھی کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے یہ نہ کہے کہ کل توبہ کر لوں گا یا فلاں دن توبہ کر لوں گا۔ یا فلاں وقت توبہ کر لوں

گا یاد رکھنا گناہ کی وجہ سے دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اور گناہ کرے گا اور دھبہ پڑ جائے گا۔ تو یہ دل دھبوں سے ڈھک جائے گا۔ اور توبہ کی توفیق سلب ہو جائے گی دل سے خدا خوفی اٹھ جائے گی جس طرح نکمی خوراک کا جسم پر اثر ہوتا ہے اسی طرح گناہ کا روح پر اثر ہوتا ہے۔ اور انسان نکما اور بیکار ہو جاتا ہے۔ وَجَنَّةٍ ، اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ، جس کا عرض آسمانوں اور زمین جیسا ہے۔ یعنی وہ اتنی وسیع ہے کہ اس کا عرض یعنی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ کہ زمین اور آسمانوں کو ملاؤ تو کتنا طول بنتا ہے۔ جنت کا اتنا عرض ہے۔ آج ہم اس جہان میں جنت کی وسعت کو نہیں سمجھ سکتے۔ آنکھیں بند ہونے کے بعد معلوم ہوگا کہ جنت کیا چیز ہے؟ اور جہنم کیا چیز ہے؟۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ، تیار کی گئی ہے پرہیز گاروں کیلئے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاروں کے کچھ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ ، وہ ہیں (پرہیزگار) جو راحت اور آرام میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ وَالضَّرَّآءِ ، اور جب تکلیف میں ہوتے ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ ، اور پی جاتے ہیں غصے کو۔ مگر وہاں جہاں غصہ پینے کا موقع ہو۔ ہر جگہ نہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی صفت بیان فرمائی ہے۔ "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" ۔ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ یعنی کافروں کے لئے سخت ہیں اور مومنوں کے لئے بڑے نرم ہیں۔ بشرطیکہ مؤمن بھی مؤمن ہو۔ اور اگر مؤمن غلطی پر ہے اور اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے تو اس کے لئے سختی جائز ہے۔ یعنی ایک آدمی اپنی غلطی تسلیم کرتا ہے کہ یہ میری غلطی ہے تو اس کے لئے نرمی ہے اور دوسرا آدمی سر سے لے کر پاؤں تک غلطی میں ڈوبا ہوا ہے مگر غلطی کو غلطی

ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تو اس کے ساتھ سختی کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر مومنوں کی یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی ان کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو انتقام بھی لیتے ہیں۔ ہر چیز اپنے اپنے مقام پر ہوتی ہے۔ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ، اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو۔ اگر معاف کرنے کا موقع ہو۔ اور اگر کوئی آدمی غلطی کر کے نہیں مانتا تو اس کو معاف کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفتیں بیان فرمائی ہیں یعنی مالی طور پر خرچ کرنے والے ہیں اور عملی طور پر غصہ پینے والے ہیں تو جب ان میں یہ خوبیاں ہوں گی۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ رتی بھر نیکی ہوگی تو اس کا اجر ضرور دے گا تو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ جنت حاصل کرو مغفرت کی طرف قدم بڑھاؤ۔ اور گناہوں سے بچو۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۔ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۔ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

وَالَّذِيْنَ ، اور وہ لوگ ۔ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً ، جب کرتے ہیں کوئی بے حیائی ۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ، یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر ۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ ، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ۔ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ، پس معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کے لئے ۔ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ ، اور کون بخشتا ہے گناہوں کو؟ ۔ اِلَّا اللّٰهُ ، مگر صرف اللہ تعالیٰ ۔ وَلَمْ يُصِرُّوْا ، اور نہیں اصرار کرتے ۔ عَلٰى مَا فَعَلُوْا ، اس کارروائی پر جو انہوں نے کی ۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O ، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں ۔ اُولٰٓئِكَ ، وہ لوگ ہیں ۔ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ ، بدلہ ان کا بخشش ہوگا ۔ مِّنْ رَّبِّهِمْ ، ان کے رب کی طرف سے ۔ وَجَنّٰتٌ ، اور باغات ہوں گے ۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، جاری ہوں گی

ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا، ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ O، اور کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ، بہ تحقیق گزر چکے ہیں تم سے پہلے۔ سُنَنٌ، طریقے۔ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ، پس سیر کرو زمین کی۔ فَانْظُرُوْا، پس دیکھو!۔ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ O، کیسا تھا انجام جھٹلانے والوں کا؟۔ ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ، یہ قرآن کریم بیان ہے لوگوں کے لئے۔ وَھُدًی وَّ مَوْعِظَۃٌ، اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔ لِّلْمُتَّقِیْنَ O، پرہیزگاروں کے لئے۔ وَلَا تَھِنُوْا، اور نہ سستی کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوْا، اور نہ غمگین ہو۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ، اور تم ہی غالب ہوگے۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ O، اگر تم مومن ہو۔

اس سے پہلی آیتِ کریمہ میں متقیوں کے چند اوصاف بیان ہوئے تھے۔ کہ وہ راحت اور آرام کی حالت میں بھی اور دکھ اور تکلیف کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں۔ جہاں پینا جائز ہو اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اگر وہ اپنی خطا کو تسلیم کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ آگے بھی انہیں پرہیزگاروں کے اوصاف کا بیان ہے۔ فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً، اور وہ لوگ جب کرتے ہیں کوئی بے حیائی۔ یعنی گناہِ کبیرہ کرتے ہیں۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ، یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر۔ کہ ان سے کوئی صغیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے۔ ذَکَرُوا اللہَ، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ یعنی غافل نہیں ہیں۔ اگر ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اس پر پشیمان ہوتے ہیں۔ اور فوراً رب کے خوف سے اسے یاد کرتے ہیں۔ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ، پس معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کے لئے۔ کہ اے پروردگار مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوگیا ہے تو مجھے معاف فرما دے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللہُ، اور کون بخشتا ہے گناہوں

کو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ "غَافِرُ الذُّنُوْبُ" صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اوران پرہیزگاروں کی خوبی یہ ہے کہ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا ، اورنہیں اصرار کرتے اس کارروائی پر جوانہوں نے کی ہے۔ گناہ پر اصرار کرنا بہت بری بات ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ دین میں بڑا محتاط طبقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے۔ اوراگر کبیرہ پر اصرار کرے گا تو خطرہ ہے کہ کفر تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ اس واسطے گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "اِذَا اَذْنَبَ الْعَبْدُ ذَنْبًا نُکِتَتْ عَلٰی قَلْبِهٖ سَوْدَآءَ"۔ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی وجہ سے اس کے دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اور گناہ کیا اور دھبہ پڑ گیا اگر وہ توبہ کرے تو وہ داغ دھل جاتا ہے۔ اور دل صاف ہو جاتا ہے۔ اوراگر توبہ نہ کرے معافی نہ مانگے اور دوسرے گناہ کا ارتکاب کرے تو سیاہ دھبہ بڑھ جاتا ہے۔ اوراس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "کَلَّا بَلْ سکہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ" (پارہ ۳۰)۔ خبردار! (ہرگز ایسا نہیں ہے) بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔ تو گناہوں کی وجہ سے دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اوراس پر غلاف چڑھ جاتا ہے اوراس کی علامت یہ ہے کہ آدمی نیکی کے کاموں میں بڑا سست ہو جاتا ہے۔ اور برے کاموں کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتا ہے۔ اللہ کرے کسی مسلمان کی یہ حالت نہ ہو۔ اگر ہو جائے تو بہت بری حالت ہے۔ توبہ کرے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اورنیکیوں کی طرف بڑھے۔ کیونکہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ وہ نیکی کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک قدم مسجد کی طرف اٹھاؤ تو اس کی برکت سے خود بخود ایک صغیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اوردس نیکیاں بھی اس کے نامہ اعمال میں درج

ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب آدمی وضو کرتا ہے تو وضوء کی برکت سے کئی صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جب ہاتھ دھوتا ہے تو وہ گناہ جو ہاتھ سے کیے ہیں جھڑ جاتے ہیں۔ جب کلی کرتا ہے تو زبان والے جھڑ جاتے ہیں۔ جب منہ دھوتا ہے تو آنکھوں والے پلکوں سے جھڑ جاتے ہیں۔ مگر بعض گناہ ایسے ہیں کہ نیکیوں کی برکت سے نہیں جھڑتے نہ خالی توبہ کرنے سے معاف ہوتے ہیں۔ جیسے حقوق العباد ہیں کہ جب تک بندوں کا حق ادا نہیں کیا جائے گا لاکھ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا۔ اسی طرح کچھ حقوق اللہ بھی ایسے ہیں کہ محض توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً بالغ ہونے کے بعد کسی مرد یا عورت کے ذمہ نماز یا روزہ ہے چاہے ایک ہی کیوں نہ ہو کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوگا۔ جب تک اس کی قضاء نہیں کرے گا۔ اور اسی پر آئمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اور تمام فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ سمیت سو فیصد محدثین اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی کے ذمہ ایک نماز بھی ہے تو وہ کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ ایک روزہ بھی ہے تو کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا۔ جب تک حساب کر کے قضاء نہ کیا جائے۔ بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ کرنے کے ساتھ سب کچھ ہضم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں ہوگا۔ نہ زکوٰۃ معاف ہوگی نہ عشر معاف ہوگا نہ نماز نہ روزہ اگر ایسا ہوتا تو محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ "بَـابُ قَـضَـاءِ الْفَوَائِـت" قائم نہ کرتے۔ اور اس میں چن چن کر احادیث نہ بیان فرماتے اور فقہاءِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ "بَـاب قَـضَـاءِ الْفَـوَائِـت" قائم کر کے ان کو پڑھنے کا طریقہ نہ بیان فرماتے۔ اگر توبہ سے معاف ہوتی تھیں تو آسان نسخہ تھا۔ گزشتہ را صلوٰت آئندہ را احتیاط۔

اور نہ بندوں کے حقوق معاف ہوتے ہیں اگر ایک سوئی بھی کسی کی تمہارے پاس ہے تو جب تک دے نہیں دو گے معافی نہیں ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ایک بزرگ کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک بڑا پارسا اور نیک آدمی تھا۔ فوت ہو گیا وفات کے بعد کسی کو خواب میں ملا اس نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟۔ بزرگ نے کہا کہ مجھے سزا تو نہیں ہوئی مگر جنت کا دروازہ بند ہے۔ فرشتے اندر نہیں جانے دیتے۔ کہتے ہیں کہ "اَسْتَعَرْتَ اِبْرَۃً مِنَ الْجَارِ فَلَمْ تَرُدَّھَا"۔ تو پڑوسی سے سوئی مانگ کر لایا تھا واپس نہیں کی۔ جب تک وہ سوئی واپس نہیں کرے گا جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور آج تو ہم نے لوگوں کے کارخانے ہضم کر لئے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں ہے۔ سوئی تو کیا لوگوں کی مشینیں کھا گئے ہیں اور انجام کا احساس نہیں ہے۔ یہ بات آدمی کو اس وقت سمجھ آتی ہے جب خدا خوفی ہو۔ اور آخرت سامنے ہو۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی دوسرا واقعہ پیش فرماتے ہیں کہ ایک نیک آدمی کی کسی نے دعوت کی۔ دعوت کھا کے واپس جا رہے تھے راستہ میں کسی نے فصل کاشت کی ہوئی تھی گندم تھی یا باجرہ تھا۔ اس کا تنکا توڑ کر انہوں نے دانتوں کا خلال کیا۔ وفات کے بعد ان کی کسی دوست سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ اس نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہوا ہے؟۔ تو کہنے لگے مجھے کہتے ہیں کہ تو نے فلاں کی فصل کا تنکا توڑ کر دانتوں کا خلال کیا تھا۔ جب تک اس کا حق ادا نہیں کرے گا۔ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تمہارا جنت میں داخلہ ممنوع ہے۔ تو ایسے حقوق اللہ جن کی قضاء ہے۔ وہ توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔ تو یہ بے شک حق ہے مگر جب تک حقوق ادا نہیں کئے جائیں گے زبانی توبہ سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اسی طرح حقوق العباد ہیں کہ جب تک بندوں کو حقوق ادا نہ کر دیئے جائیں یا وہ اپنی رضاء سے معاف نہ کر دیں

محض زبان سے توبہ کرنے سے معافی نہیں ملتی ۔ بڑا مشکل مسئلہ ہے ۔ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں کہ میدانِ محشر میں کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا حساب کتاب کے لئے ان کے پاس نیکیوں کے پہاڑ ہوں گے وہ بڑے خوش ہوں گے کہ خیر ہے بڑی نیکیاں ہیں مگر ان کے ذمہ حقوق اللہ بھی ہوں گے اور حقوق العباد بھی ہوں گے ۔ کچھ نیکیاں تو حقوق اللہ کی مد میں جمع کی جائیں گی ۔ پھر بندوں کے حقوق کی باری آئے گی بندوں کے حقوق کے بدلے نیکیاں دی جائیں گی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حق لینے والے ابھی باقی ہوں گے تو ان کے گناہ اٹھا کر ان کے سروں پر رکھ دیئے جائیں گے ۔ اور حکم ہوگا ان کو جہنم میں پھینک دو؟ تو پہاڑوں کے پہاڑ نیکیوں کے اڑ جائیں گے ۔ اور دوسروں کے گناہ سر پر آپڑیں گے ۔ اس واسطے بات اچھی طرح سمجھ لو اور حقوق اللہ بھی ادا کرو اور حقوق العباد بھی ۔ اور بیٹھ کر سوچو اور غور وفکر کرو ۔ کہ جس دن سے بالغ ہوئے ہو ۔ بالغ ہونے کے بعد کتنی نمازیں رہ گئی ہیں ۔ اور کتنے روزے رہ گئے ہیں ۔ ایک دن لگیں گے دو دن لگیں گے ، ہفتہ لگے گا آج محنت کر کے باقاعدہ ان کی فہرست تیار کرو کہ اتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں اور اتنے روزے میرے ذمہ ہیں ۔ پھر ان کی قضاء کرو فرض نماز کی قضاء ہے اور وتر واجب ہیں ان کی بھی قضاء ہے ۔ سنتوں کی قضاء نہیں ہے ۔ اور ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں وہ بھی بڑا ضروری ہے ۔ کہ جس طرح وقتی نمازوں میں تعیین اور ترتیب ضروری ہے کہ یہ فجر کی نماز پڑھ رہا ہوں ۔ یہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہوں ۔ اور ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ پہلے فجر ہے پھر ظہر ہے ہفتے کی فجر پہلے ہے اتوار کی فجر بعد میں ہے ۔ اسی طرح قضاء نمازوں میں بھی تعیین اور ترتیب ضروری ہے ۔ کہ میں کون سی نماز پڑھ رہا ہوں فجر کی یا ظہر کی اور یہ تعیین کرنا بھی ضروری ہے کہ پہلی پڑھ رہا ہوں یا دوسری پڑھ

رہا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک آدمی کے ذمہ فجر کی ایک ہزار نمازیں ہیں اور وہ نیت اس طرح کرتا ہے کہ میرے ذمہ جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے ایک پڑھتا ہوں ساری عمر پڑھتا رہے ، بریٔ الذمہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس طرح وقتی نمازوں میں ترتیب ضروری ہے قضاء نمازوں میں بھی ترتیب ضروری ہے۔ تو وہ اس طرح ترتیب قائم کرے گا۔ کہ میرے ذمہ جو فجر کی ہزار نمازیں ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں جب بھی پڑے گا یہی کہے کہ جو باقی میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں بس پہلی پہلی کہتا جائے تعیین ہو جائے گی۔ یا آخر سے شروع کرے کہ میرے ذمہ جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں۔ ہر دفعہ یہی کہے کہ جو باقی میرے ذمہ ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں۔ بس آخری ، آخری کہتا جائے۔ اور پڑھتا جائے۔ اس طرح تعیین کرے گا تو ادا ہوں گی۔ تو نیکیاں ضائع نہ کرو اور گناہوں پر اصرار نہ کرو۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ ، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ گناہ پر اصرار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ اُولٰٓئِكَ ، یہ لوگ جن کی یہ خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ، بدلہ ان کی بخشش ہوگی ان کے رب کی طرف سے۔ وَجَنّٰتٌ ، اور ایسے باغات ہوں گے۔ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، جاری ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ، ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ ، اور کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

یعنی عمل کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔ اور فارسی کے شاعر نے بہت اچھی بات کہی ہے

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم ز گندم بروید جو ز جو

اے بندے عمل کے بدلے سے غافل نہ ہو۔ گندم بوئے گا تو گندم پیدا ہوگی۔ جو بوئے گا تو جو پیدا ہوں گے۔ جو بوئے گا سو کاٹے گا۔ اور آج ہماری یہ حالت ہے کہ بوتے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کاٹنا سب کچھ ہے۔ یعنی نیکی تو کوئی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور سارے بہشت پر قبضے کی تیاریاں ہیں۔ چونکہ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو کافی پریشانی ہوئی تھی۔ اور بڑی تکلیف اٹھانی پڑی تھی کہ ستر/۷۰ ساتھی شہید ہوئے۔ اور کوئی ہوگا جو زخمی نہ ہوا ہوگا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ تو اگلی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی ہے۔ کہ حق و باطل کی ٹکر شروع سے چلی آرہی ہے۔ اور پہلے حق والوں نے بھی کافی تکلیفیں اٹھائی ہیں لہٰذا پریشان نہ ہوں۔ فرمایا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ، بہ تحقیق گزر چکے ہیں تم سے پہلے طریقے۔ یعنی بڑے بڑے حالات گزرے ہیں۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ، پس سیر کرو زمین میں۔ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ O ، پس دیکھو! کیسا تھا انجام جھٹلانے والوں کا۔ کہ جن لوگوں نے حق کو جھٹلایا اور حق کے مقابلہ میں آئے۔ ان کا انجام کیا ہوا؟ ۔ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ ، یہ قرآن کریم بیان ہے لوگوں کے لئے۔ اس کتاب سے زیادہ واضح اور قطعی اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ یہ بڑی عظمت والی کتاب ہے اس کا پڑھنا ثواب ، اس کو سمجھنا ثواب ، اس کا بیان کرنا ثواب ، اس کو ہاتھ لگانا ثواب ، دیکھنا ثواب ، اس کے ورقوں کا پلٹنا ثواب ، ثواب ہی ثواب ہے۔ مگر افسوس! کہ ہم نے تو قرآن پاک کو تیجے ساتویں ، اور دسویں کے لئے رکھا ہوا ہے۔ یا قسمیں اٹھانے کے

لئے۔ یا جانوروں کو وبائی امراض سے بچانے کے لئے قرآن پاک کے نیچے سے گزار دو تو اس کی برکت سے وہ محفوظ ہو جائیں گے۔ بھائی! قرآن جس مقصد کے لئے آیا تھا وہ تو ہم نے حاصل نہیں کیا۔ قرآن پاک تو نازل ہوا تھا تا کہ تم اس کو پڑھو، سمجھو، اور اس پر عمل کرو۔ اور یاد رکھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے ہر بالغ مسلمان مرد ہو یا عورت قرآن پاک کو پڑھے اور سمجھے، یہ فرض ہے۔ اس میں کوئی شخص معذور نہیں ہوگا۔ البتہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جاننا ہر مسلمان پر لازم نہیں ہے۔ اگر قصبے میں ایک ایسا جید عالم موجود ہو۔ جو لوگوں کے مسائل حل کر دے تو سارا قصبہ گناہ سے پاک ہوگا اور اگر کوئی ایسا قصبہ ہے کہ وہاں کوئی ایک بھی ایسا عالم نہیں ہے۔ جو بوقتِ ضرورت مسئلہ بیان کرے یا لوگوں کے مسائل حل کرے تو سارا قصبہ گناہ گار رہوگا۔ کیونکہ بعض مسئلے ایسے ہیں کہ ان کا جاننا فرض کفایہ ہے۔ لیکن وہ مسائل جو ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ وہ فرض عین ہیں ان کا جاننا ہر آدمی کے ذمہ ہے۔ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک نابالغ لڑکی کا نکاح ہوا۔ جب وہ بالغ ہوئی۔ "فَاسْتُوْصِفَتْ عَنِ الْاِیْمَانْ" ؟ تو اس سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟۔ "فَقَالَتْ لَا اَدْرِیْ"۔ پس اس نے کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ تو "بَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا"۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ بحر الرائق بزازیہ عالمگیری میں یہ جزئی موجود ہے کیونکہ بالغ ہونے کے وقت اس پر لازم تھا کہ وہ جانتی کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ ایمان کسے کہتے ہیں؟ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اس میں کوئی شخص معذور نہیں ہے۔ اور یہاں تو حالت یہ ہے کہ ہماری دادیاں نانیاں نہیں جانتیں کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟۔ اس کی تعریف کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟۔ تو قرآن پاک واضح بیان ہے لوگوں کے لئے۔

وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ ،اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔لِّلْمُتَّقِيْنَ O ، پرہیزگاروں کے لئے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے مومنو! غزوۂ احد میں اگر تمہیں شکست ہوئی ہے۔وَلَا تَهِنُوْا ،اور نہ سستی کرو۔وَلَا تَحْزَنُوْا،اور نہ غمگین ہو۔کیونکہ جہاد میں شہید بھی ہوتے ہیں۔زخمی بھی ہوتے ہیں۔فتح بھی ہوتی ہے شکست بھی ہوتی ہے۔وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ،اور تم ہی غالب ہوگے۔اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O ،اگر تم مومن ہو۔فاتح مصر حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ قلعہ مقوقس (غالباً اس قلعہ کا نام بولس تھا)۔کا ہم نے محاصرہ کیا ہوا ہے۔کافی دن ہو گئے ہیں مگر فتح نہیں ہو رہا۔میرے پاس آٹھ ہزار فوج ہے۔مزید فوج بھی بھیجو۔اور طریقہ بھی بتاؤ۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط پڑھا اور رو پڑے۔اور کہنے لگے کہ آٹھ ہزار مسلمان ہیں۔اور کہتے ہیں ہم نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور فتح نہیں ہو رہا۔خط کا جواب تحریر فرمایا کہ غور کرو تم لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت رہ گئی ہے۔جس کی وجہ سے نصرۃ الٰہی میں تاخیر ہوگئی ہے۔اور حقیقت یہ تھی کہ بعض ساتھیوں سے مسواک والی سنت رہ گئی تھی۔اور آج حالت یہ ہے کہ فرائض غائب ہیں۔واجبات غائب ہیں۔فرمایا! تم آٹھ ہزار ہو اور میں چار ہزار مزید فوج بھیجتا ہوں اب تم بارہ ہزار ہو جاؤ گے۔اور بارہ ہزار مومن قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکتے۔اگر کوئی اور وجہ نہ ہو۔اور وہ مزید چار ہزار فوج صرف چار آدمی بھیجے۔حضرت زبیر بن العوام ،حضرت عبادۃ ابن صامت ،حضرت خارجہ بن حذافہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمایا یہ چار ہزار فوج ہے۔تو ایمان بڑی قوۃ ہے۔اے مسلمان! جب تو مسلمان تھا۔رب تعالیٰ سب کو ایمان اور عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ ہوتا تھا کاش کہ کوئی اس بات کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان

بالکل سچا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو تمہی غالب آؤ گے۔ رب تعالیٰ سب کو ایمان وعمل کی توفیق عطاء فرمائی.... آمین..........!!!

اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ۙO وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ الۡكٰفِرِيۡنَ O اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ O وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ ۖ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ O وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـًٔا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ O

اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ، اگر پہنچے ہیں تمہیں۔ قَرۡحٌ، زخم۔ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ، پس تحقیق پہنچے ہیں اس قوم کو بھی۔ قَرۡحٌ، زخم۔ مِّثۡلُهٗ، اس جیسے۔ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ، اور یہ دن۔ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ، ان کو ہم پھیرتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا، اور تاکہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ، اور تاکہ بنائے تم میں سے کچھ شہید۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ O، اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا، اور تاکہ خالص کردے ان لوگوں کو جو ایمان

لائے۔ وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ○، اور تاکہ مٹادے کافروں کو۔ اَمْ حَسِبْتُمْ، کیا تم خیال کرتے ہو۔ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ، یہ کہ تم داخل ہوجاؤ گے جنت میں۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ، اور ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے۔ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ، ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○، اور جانتا ہے صبر کرنے والوں کو۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ، اور البتہ تھے تم۔ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ، آرزو کرتے موت کی۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ، پہلے اس سے کہ تم موت کے ساتھ ملاقات کرتے۔ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ، پس تحقیق تم دیکھ چکے اس کو۔ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○، اور تم بخوبی دیکھ رہے ہو۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ، اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، تحقیق گزر چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول۔ اَفَائِنْ مَّاتَ، بھلا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاجائیں۔ اَوْ قُتِلَ، یا قتل کر دیئے جائیں۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ، پلٹ جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں کے بل۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ، اور جو شخص پھر جائے گا۔ عَلٰى عَقِبَيْهِ، اپنی ایڑیوں پر۔ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا، پس وہ ہرگز ضرر نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا۔ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○، اور بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو۔

اس سے پہلے آپ غزوۂ احد کا ذکر تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں۔ کہ غزوۂ احد ہجرت کے تیسرے سال گیارہ شوال ہفتے والے دن پیش آیا تھا۔ کہ جس میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور مقابلے میں تین ہزار کافر تھے۔ ابتدائی مرحلے میں مجاہدینِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی پھر ایک غلطی کی وجہ سے فتح شکست سے بدل گئی۔ غلطی یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک مورچے پر ٹھہرایا اور فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہیں ٹھہرنا ہے، لیکن وہ وہاں نہ ٹھہر سکے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف

ورزی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے نتیجہ بھی ظاہر فرمادیا کہ ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ کافی ساتھی زخمی ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ آپ کا ناک کاٹا گیا۔ کلیجہ نکالا گیا مسلمان بہت پریشان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدینِ اسلام کو تسلی دی فرمایا۔ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ، اگر پہنچے ہیں تمہیں زخم۔ تمہارے ستر ساتھی شہید ہوئے ہیں۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے ہیں۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ، پس تحقیق پہنچے ہیں اس قوم کو بھی زخم اس جیسے۔ کہ جنگِ بدر میں ان کے بھی ستر سرکردہ آدمی مارے گئے جو کفر کے ستون تھے۔ اور ستر قیدی بنے اور ان کو فدیہ دینا پڑا اور بڑی ذلت اٹھانی پڑی۔ یاد رکھو! دن ایک جیسے نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ مشیت اور مصلحت کے مطابق حالات بدلتے رہتے ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہرقل روم نے ابوسفیان سے سوال کیا کہ تمہارے اور مسلمانوں کے درمیان معاملات کیسے رہتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ کبھی مڈبھیڑ بھی ہوئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا ہے؟۔ تو ابوسفیان نے جواب دیا۔ "اَلْحَرْبُ سِجَالٌ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ"۔ ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی کا معاملہ پانی کے ڈول کے مانند ہوتا ہے۔ کبھی کسی نے ڈول کنویں میں ڈال کر پانی نکال لیا اور کبھی کسی نے یعنی لڑائی کی صورت میں کبھی ہم غالب آجاتے ہیں اور کبھی مسلمان غالب ہوجاتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ انہیں دشمن کے مقابلہ میں کبھی فتح ہوتی ہے اور کبھی شکست مگر بالآخر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غلبہ عطاء فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو! احد کی شکست سے نہ گھبراؤ۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ، اور یہ دن ان کو ہم ادلتے بدلتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔

ہمیشہ ایک سی حالت نہیں رہتی ۔ کہ ہمیشہ فتح یا ہمیشہ شکست ہو۔ اور تکلیف پہنچنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی ہے۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا ، اور تا کہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ یہاں علم کا معنی جاننا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما معنی کرتے ہیں۔ تا کہ بتا دے اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کو کہ اہل ایمان تکلیفیں اٹھا کر بھی ایمان پر قائم رہتے ہیں۔ اور حق کے راستہ کو ترک نہیں کرتے۔ اور جو منافق ہیں وہ قربانی کے وقت چھپتے ہیں اور جھوٹے بہانے بنا کر جان چھڑاتے ہیں۔ سختی کے موقع پر مخلص غیر مخلص کا پتہ چلتا ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ ، اور تا کہ بنائے تم میں سے کچھ شہید۔ شہید کا مقام بہت بلند ہے۔ بظاہر تو وہ شہید ہو گیا ہے، مر گیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی بڑی عزت اور قدر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ شہید کے خون کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے حوریں آجاتی ہیں۔ ان قطروں کو اٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی روح کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جسم تو یہیں رہے گا۔ ہاں جس وقت جسم کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ تو روح کا جسم کے ساتھ گہرا تعلق جوڑ دیا جاتا ہے۔ جسم چاہے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو۔ اور سر کہیں ہو اور دھڑ کہیں ہو۔ چاہے اس کو جلا کر راکھ بنا کر ذرہ ذرہ کر کے اڑا دیا جائے پھر بھی روح کا اس کے اجزاء کے ساتھ باقاعدہ تعلق ہوتا ہے۔ یہ اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اور آپ یہی عقیدہ رکھیں اور کسی غلط آدمی کے بہکاوے میں نہ آئیں۔ تو شہداء کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے درجے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو سو منزلہ مکان ہوں گے۔ (اتنے بلند ہوں گے کہ آدمی جب ان کو دیکھے گا تو ٹوپی پگڑی گر جائے گی)۔ سوال کیا گیا۔ حضرت وہ مکان

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ہوں گے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبروں کے مکان تو ان سے بھی بلند ہوں گے۔وہ تو شہیدوں کے ہوں گے۔تو شہیدوں کو اللہ تعالیٰ بڑے عہدے اور بڑے درجے عطاء فرمائیں گے۔ان کے عہدوں اور درجوں کو دیکھ کر چارپائیوں پر مرنے والے افسوس کریں گے اور کہیں گے۔"لَوْاَنَّ اَبْدَانَنَا قُرِضَتْ بِالْمَقَارِيْضِ" ۔کاش کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں بڑی بڑی تکلیفیں آتیں۔اور ہمارے بدن قینچیوں کے ساتھ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے۔اور ہمیں بھی یہ درجے ملتے۔تو فرمایا تا کہ تم میں کچھ کو شہید بنائے اور آخرت کی جو اعلیٰ منزلیں ہیں ان کو پہنچیں۔وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ○ ،اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔بسا اوقات مہلت دیتا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے۔"اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُمْلِ الظَّالِمِ حَتّٰی اِذَآ اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ" ۔بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یہ جتنا ظلم کر سکتا ہے کر لے یہاں تک کہ جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔وَلِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ،اور تا کہ خالص کر دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔وَیَمْحَقَ الْکٰفِرِیْنَ ○ ،اور تا کہ مٹا دے کافروں کو۔اگر تکلیفیں نہ آئیں تو یہ چیزیں ظاہر نہیں ہوتیں۔مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی میں سمجھانے کے لئے بڑی عجیب حکایتیں ذکر فرمائی ہیں۔لیلیٰ مجنوں کا قصہ تاریخ میں مشہور ہے۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے گزرے ہیں۔کچھ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پایا ہے۔اس کے متعلق مولانا روم رحمہ اللہ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک تازہ آدمی لیلیٰ کی سہیلیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا میں مجنوں ہوں اور مجھے بھوک لگی ہے۔کھانے کے لئے کچھ دو انہوں نے اس کو کھانے کے لئے بہت کچھ دیا۔گوشت بھی کھیر بھی چوری بھی سب کچھ ہضم کر گیا۔دوسرے دن پھر کھانا بھیجا۔کھا گیا۔

تیسرے دن پھر بھیجا کھا گیا۔ لیلیٰ کہنے لگی یہ بناوٹی مجنوں لگتا ہے۔ اصلی کو خوراکوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اور یہ گوشت بھی کھا جاتا ہے، چوری کھا جاتا ہے، کھیر بھی کھا جاتا ہے۔ اور بھی سب کچھ ہضم کر جاتا ہے، اس کا امتحان لو۔ اس کو جا کر کہو کہ لیلیٰ نے یہ پیالہ دے کر بھیجا ہے کہ اس کو خون کی ضرورت ہے۔ اپنے بدن سے خون نکال کر دے کہنے لگا میں تو چوری کھانے والا مجنوں ہوں خون دینے والے مجنوں کو جنگل کے اس کونے میں تلاش کرو۔ معاف رکھنا ہم اکثر چوری کھانے والے مجنوں ہیں۔ کچھ خون دینے والے بھی ہیں۔ مگر بہت تھوڑے ہیں، یہ مجاہدین جو دین کی سربلندی کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور حق کی تائید کرتے ہیں یہ خون دینے والے مجنوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ، کیا تم خیال کرتے ہو یہ کہ تم داخل ہو جاؤ گے جنت میں۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ، اور ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○، اور ظاہر نہیں کیا ان لوگوں کو جو مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرنے والے ہیں۔ جنت بہت قیمتی چیز ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت کی ایک چابک کے برابر جگہ دنیا وَمَا فِيْهَا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جنت میں جو عورتیں ہوں گی صرف ان کے دوپٹے کی قیمت دنیا و ما فِيْهَا کے خزانے پوری نہیں کر سکتے۔ باقی لباس تو درکنار۔ تو اتنی قیمتی چیز مفت میں نہیں مل سکتی۔ اور تم یہ سمجھتے ہو کہ صرف کلمہ پڑھنے سے ہم جنت کے ٹھیکیدار بن گئے ہیں۔ فرمایا وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ، اور البتہ تحقیق تھے تم آرزو کرتے موت کی۔ تم کہتے تھے کہ شہادت کا موقع آئے تو ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جانیں دیں گے۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ، پہلے اس سے کہ تم موت کے ساتھ ملاقات کرتے۔ جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے

ان کے جذبات بڑے تیز تھے۔ وہ دشمن سے دوبارہ ٹکر لینے کے لئے بیتاب رہتے تھے۔ اور خواہش کرتے تھے کہ جہاد کا موقع آئے تو انہیں بھی شہادت جیسا بلند مقام نصیب ہو۔ تو پہلے تم آرزو کرتے تھے کہ آئندہ کوئی موقع آئے گا تو ہم بھی اپنی جرأت کا مظاہرہ کریں گے۔ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ، پس تحقیق تم دیکھ چکے اس کو۔ یعنی موت کو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم بخوبی دیکھ رہے ہو۔ کہ وہ شہید ہو گیا، وہ شہید ہو گیا، وہ شہید ہو گیا۔ تم نے اپنی آنکھوں سے موت کا منظر دیکھ لیا ہے۔ اور اس معرکے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتی جلتی تھی۔ وہ شہید ہو گئے چونکہ افراتفری کا موقع تھا۔ اپنوں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اور دشمنوں کو موقع مل گیا اور خبر مشہور ہو گئی کہ۔ "اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ قُتِلَ"۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ کافروں کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ لیکن معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ تو مسلمانوں کے سارے غم غلط ہو گئے۔ اس چیز کا اندازہ آپ حضرات اس واقعہ سے لگائیں کہ حضرت عمرو ابن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کی اہلیہ جس کا نام ہند تھا۔ یہ اپنے گھر مدینہ طیبہ میں آٹا گوندھ رہی تھیں۔ کہ کسی نے اطلاع دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں یہ اسی طرح آٹا چھوڑ کر باہر گلی میں آکر کھڑی ہو گئیں۔ احد کی طرف سے آنے والے ایک آدمی سے پوچھا۔ "مَافُعِلَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم"؟۔ اس نے کہا کہ تیرا باپ، بھائی، خاوند اور بیٹا شہید ہو گئے ہیں۔ وہ دیوانہ وار کہنے لگی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھ رہی ہوں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟۔ حالانکہ عورت کے لئے تو یہی رشتے سرمایہ ہوتے ہیں۔ مگر اس کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر تھی۔ کہنے لگی یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟۔ آنیوالے نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف زخمی ہیں۔ مگر زخم اتنے خطرناک نہیں ہیں کہ باعثِ تشویش ہوں۔ حضرت ہند کہنے لگیں۔ ''كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ'' ۔ تیرے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو سب زندہ ہیں مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم کیا ہے۔ ؎

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم؟

اس سے اندازہ کرو کہ عورت نے سارے صدمے سنے۔ جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ تو اس نے کہا کوئی بات نہیں سارے قربان ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو سب زندہ ہیں۔ تو آنحضرت کی شہادت کی خبر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑا صدمہ تھا۔ جس کی وجہ سے بد دلی پیدا ہوگئی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی۔ فرمایا، وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ، اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ، تحقیق گزر چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول۔ اَفَائِنْ مَّاتَ ، بھلا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں۔ اَوْ قُتِلَ ، یا قتل کر دیئے جائیں۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ، پلٹ جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں کے بل۔ یعنی کیا دین سے پھر جاؤ گے۔ اور کفر اختیار کر لو گے۔ اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جنہوں نے ہمت اور جرأت کا ثبوت نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ خود خدا نہیں ہیں۔ ایک نہ ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ ازلی ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ نبی رسول کی زندگی ایک نہ ایک دن ختم ہونے والی ہے۔ لہٰذا رسول کی موت کے بعد مسلمانوں کا دین سے پلٹ جانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو امانت ان کے سپرد ہے۔ اس کو آگے پہنچائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی پیغمبر آئے پھر بعض تو اپنی طبعی وفات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور بعض کو شہید کیا گیا۔ جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ" (پارہ ۴)۔ اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو ناحق۔ "وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ"۔ (پارہ ۶)۔ اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا۔ بہت سارے پیغمبر شہید ہوئے۔ ایک دفعہ ظالموں نے ایک دن میں تنتالیس پیغمبر شہید کئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ تو پیغمبروں کے قتل کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ تو اس سے زیادہ وزنی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟۔ لہٰذا جاہلوں نے جو یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ پیغمبر کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ اور پیغمبر پر چھری نہیں چل سکتی۔ یہ خرافات ہیں۔ ان کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو پیغمبروں کو طبعی موت بھی آتی ہے۔ شہید بھی ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کا مشن ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ مشن زندہ رہتا ہے۔ اور امت کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ ، اور جو شخص پھر جائے گا اپنی ایڑیوں پر۔ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ، پس وہ ہرگز ضرر نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا۔ یعنی اس نے اپنا ہی نقصان کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیونکہ کلمہ چھوڑے گا

اسلام چھوڑے گا۔ خدا کا کیا نقصان ہوا۔ ساری کائنات بد ہو جائے تو اس کے نظام میں ایک رتی **فرق** نہیں آئے گا۔ اور سارے نیک ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی حکومت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ رب وہی ہے۔ جو ہے یہ نیکیاں بدیاں تمہارے واسطے ہیں۔ ان کے انجام کا تعلق تمہارے ساتھ ہے۔ **وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ** O، اور بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا اور مسلمانوں کو کسی حالت میں بد دل نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا میں کسی کو دوام نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ قائم دائم ہے۔ تمہارا کام تھا جب تمہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ ہمت سے آگے بڑھتے۔ کام سنبھالتے اور چلاتے، نہ کہ دل چھوڑ کے بیٹھ جاتے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

رکوع ۵

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ ،اورنہیں اختیار کسی نفس کو۔ اَنْ تَمُوْتَ ، یہ کہ وہ مرے۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ،مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ،نوشتہ ہے مقرر کیا ہوا۔ وَمَنْ يُّرِدْ ،اور جو شخص ارادہ کرتا ہے۔ ثَوَابَ الدُّنْيَا ، بدلہ دنیا کا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ، ہم اس کو دے دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ ،اور جو شخص ارادہ کرے گا آخرت کے بدلے کا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ، ہم اس کو اس میں سے دیں گے۔ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ O ،اور ہم بدلہ دیں گے شکر گزاروں کو۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ ،اور کتنے ہی نبی تھے۔ قٰتَلَ مَعَهٗ ،ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ، بہت سارے رب والوں نے۔ فَمَا وَهَنُوْا ، پس نہیں کی انہوں نے سستی۔ لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اس وجہ

سے جو تکلیف پہنچی ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ وَمَا ضَعُفُوْا ، اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا ، اور نہ وہ دشمن کے سامنے دبے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ O ، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ ، اور نہیں تھی بات ان کی۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا ، مگر یہ کہ کہا انہوں نے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ۔ وَاِسْرَافَنَا ، اور جو ہم نے زیادتیاں کی ہیں۔ فِيْٓ اَمْرِنَا ، اپنے معاملے میں (ان کو بھی معاف فرمادے)۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا ، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ۔ وَانْصُرْنَا، اور ہماری مدد فرما۔ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ O ، کافر قوم کے مقابلے میں۔ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ، پس دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔ ثَوَابَ الدُّنْيَا ، دنیا کا بدلہ۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ، اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کے کام کرنے والوں سے۔

اس سے پہلے غزوۂ احد کا ذکر چلا آرہا تھا۔ غزوۂ احد میں ستر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔ کوئی کم ہی ایسے بچے رہ گئے ہوں گے کہ جن کو کوئی نہ کوئی گزند نہ پہنچا ہو۔ تو دفعتاً اتنی موتیں ہو جائیں کہ لاشوں سے میدان بھرا ہوا ہو۔ جب کہ موت تو ایک بھی بڑی ہے۔ پھر جو زندہ ہوان کے بدنوں سے خون بہہ رہا ہو تو طبعی طور پر صدمہ تو ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سبق دیا ہے۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ، اور نہیں اختیار کسی نفس کو یہ کہ وہ مرے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ یعنی موت و حیات بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔ جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ خدا کو ایسے ہی منظور تھا۔ شاعر نے کہا ہے۔

لائی حیات آئے قضاء لے چلی چلے

نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی سے چلے

اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ موت نہیں آسکتی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شام کے شہر حمص میں ہے۔ ان کا واقعہ آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں۔ کہ جب یہ بیمار ہوئے تو لوگ تیمار داری کے لئے آتے تھے۔ یہ جب کسی ساتھی کو دیکھتے تو رونا شروع کر دیتے۔ لوگوں نے سمجھا چونکہ موت نزدیک ہے شاید موت کے ڈر سے روتے ہیں۔ تو تسلی دیتے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جتنی مخلوق آئی ہے باری باری سارے ہی جا رہے ہیں۔ ”کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتْ“۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ فرمایا اس لئے نہیں رو رہا کہ میری دنیا والی زندگی ختم ہو رہی ہے۔ اور نہ ہی میں کبھی موت سے ڈرا ہوں۔ سر سے لے کر پاؤں تک میرے بدن کا کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ جس پر کافر کا تیر تلوار اور نیزہ نہ لگا ہو۔ روتا اس لئے ہوں کہ مجھے شہادت کی موت نصیب نہیں ہوئی۔ ”اَمُوْتُ کَمَوْتِ الْحِمَارِ“۔ اور گدھے کی طرح مر رہا ہوں۔ یعنی طبعی موت! مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تلوار تھے کافر اللہ تعالیٰ کی تلوار کو کس طرح توڑ سکتے تھے۔ اگر کافر توڑ دیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تلوار تو نہ ہوئی۔ رب تعالیٰ نے اپنی تلوار خود سنبھالے رکھی تو نفس اپنی مرضی سے نہیں مر سکتا۔ اور مرے گا بھی کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا، نوشتہ ہے مقرر کیا ہوا۔ موت اپنے وقت سے ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ کسی کی موت کا جو وقت تحریر شدہ ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ علاج معالجے سے میری زندگی بڑھ جائے گی یا ہسپتال داخل ہونے سے یا مہنگی دوائی کھانے سے میرے سانس بڑھ جائیں گے۔ حاشا وکلا۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ یہ سوچ بالکل غلط ہے۔ علاج اس واسطے کرائے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ اے اللہ کے بندو! جب تم بیمار ہو تو علاج کراؤ۔ اور جب سنت سمجھ کر علاج کرائے گا شفایاب ہو یا نہ ہو جو خرچہ کیا ہے اس کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں علاج کرا رہا ہے۔ باقی اس سے موت نہیں ٹل سکتی۔ ہاں اتنا ہو سکتا ہے کہ اس کا سانس آسانی کے ساتھ نکلے۔ لیکن سانس بڑھ نہیں سکتا۔ اور ہر شخص کو ثواب اس کی نیت اور ارادے کے مطابق ملتا ہے۔ فرمایا۔ وَمَنْ یُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا، اور جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کے بدلے کا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا، ہم اس کو دے دیتے ہیں اس میں سے کچھ۔ یعنی اگر کسی کا ارادہ صرف دنیا کا ہے۔ تو کمائے محنت کرے۔ مشقت کرے دنیا مل جائے گی۔ مگر ہر خواہش پوری نہیں ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے جتنا چاہے عطاء کر دے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو لوہا کوٹتے تھے۔ آج کئی کئی کارخانوں کے مالک ہیں، کوشش کی۔ حلال حرام جو بھی ہے بہر حال ان کو ترقی ملی ہے۔ وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ، اور جو شخص ارادہ کرے گا آخرت کے بدلے کا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا، ہم اس کو اس میں سے دیں گے۔ یہ دنیا "مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةُ" ہے۔ یہاں جو کچھ کاشت کرے گا وہاں وہی کچھ کاٹے گا۔ دنیا کمانے والوں کو دنیا مل جائے گی اور آخرت کمانے والوں کو آخرت۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم دیکھو کہ آخرت حاصل کرنے کیلئے بندوں کو وہ کام نہیں بتائے جو ان کے بس میں نہ ہوں اختیار میں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی بھی عبادتیں ہیں وہ بندے کے بس میں ہیں۔ مثلاً ایک آدمی گھر میں ہے تو حکم ہے کہ نماز پوری پڑھے اور سفر کی مشقت کی وجہ سے آدھی کر دی اور سنتوں کو مستحب کا درجہ دے دیا۔ بیمار ہے قیام رکوع نہیں کر سکتا فرمایا بیٹھ کر پڑھ لے۔ سفر پر ہے روزہ نہیں رکھ سکتا اسکو اجازت ہے کہ چھوڑ دے لیکن بعد میں جتنے روزے چھوڑے ہیں ان کی گنتی

پوری کرے قضاء کرے اسی طرح ایک آدمی غریب ہے شریعت نے اسکو اسکا مکلف نہیں بنایا کہ عقیقہ کرے قربانی دے زکوۃ ادا کرے یا حج کرے اس واسطے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے۔اور اگر مال ہو تو حج فرض ہے۔قربانی واجب ہے عقیقہ مستحب ہے۔وَسَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ O اور ہم بدلہ دیں گے شکر گزاروں کو۔ جو لوگ رب تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وہ ضرور ان کو بدلہ دے گا ایک نیکی کرے گا دس گنا بدلہ ملے گا فی سبیل اللہ کی مد میں کرے گا تو کم از کم سات سو گنا بدلہ ملے گا۔ ''وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ'' ۔اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہاد پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔اور انھوں استقلال کا مظاہرہ کیا۔لہذا وہ مسلمانوں کے لئے اچھا نمونہ ہیں۔وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ ،اور کتنے ہی نبی تھے۔قٰتَلَ مَعَهٗ ،ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ، بہت سارے رب والوں نے۔مسلمانوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ جہاد کا حکم صرف آخری امت کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قوم پر جہاد فرض ہوا تھا یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے تسلیم نہیں کیا تھا''قَالُوْا'' کہنے لگے۔''یٰمُوْسٰی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ'' (پارہ ۲)۔اے موسیٰ وہاں بڑے سخت لوگ ہیں ہم ان کے ساتھ نہیں لڑسکیں گے۔''اِلٰی اَنْ ''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا'' پس تم اور تمہارا رب جاؤ پس لڑو''اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ '' ہم یہیں بیٹھے رہیں گے کتنے غلط انداز میں انہوں نے جواب دیا۔لیکن کیا بات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کی کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم اپنی پیشانیاں پہاڑوں کے ساتھ ٹکرا دیں گے۔اور اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیں گے یقین جانو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں جیسے فدائی اور شیدائی کسی پیغمبر

کو نصیب نہیں ہوئے ۔کیا مرد اور کیا عورتیں ۔تو کتنے پیغمبروں کے ساتھ مل کر اللہ والوں نے جہاد کیا۔فَمَا وَهَنُوْا ، پس نہیں کی انہوں نے سستی ۔لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اس وجہ سے جو تکلیف پہنچی ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ۔وَمَا ضَعُفُوْا ، اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی ۔وَمَا اسْتَكَانُوْا ، اور نہ وہ دشمن کے سامنے دبے ۔ان لوگوں پر بڑی بڑی آزمائشیں آئیں مگر ان کے پاؤں میں لغزش نہ آئی اور ان سے بڑھ کر آپ کے صحابہ پر ہر طرح کی آزمائشیں آئیں مگر ان کو کوئی ایمان سے ہٹا نہ سکا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں مسیلمہ کذاب کا قبیلہ بنو حنیفہ اور بنو ثقیف اور ہوازن عرب کی جنگجو قومیں تھیں یہ قبیلے لڑائی میں بڑے مشہور تھے مسیلمہ کے خلاف یمامہ کی جنگ چودہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حافظ قرآن تھے اور کچھ گرفتار ہوئے انصار کے ایک خوبصورت نوجوان حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ایک موقعہ پر گرفتار ہوئے ۲۵۔۲۶ سال عمر تھی ان کو ملزم کے طور پر مسیلمہ کذاب کے پاس لایا گیا مسیلمہ کذاب نے سوال کیا کہ تیرا کیا نام ہے؟ کس قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے؟ پھر پوچھا کہ لڑنے کیلئے کیوں آئے ہو؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے کہا اس واسطے کہ تو نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ کا دعوی کیا ہے ۔اور آپ کے بعد نبوۃ کا دعوی کرنا کفر ہے اور ہم نے کافر کے ساتھ لڑنا ہے ۔مسیلمہ کذاب نے کہا کہ میں تو کلمہ پڑھتا ہوں ۔ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" ۔اور یاد رکھنا مسیلمہ کذاب کلمہ بھی پڑھتا تھا۔اور کہتا تھا کہ میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوۃ کا منکر تو نہیں ہوں ۔مجھے تو نبوۃ ملی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے

اور طفیل سے۔ جس طرح یہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ظلی بروزی نبی ہے۔ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم" ۔ مسیلمہ کذاب نے کہا اے نوجوان!، اپنی جوانی پر ترس کھا اور باز آجا مجھے نبی تسلیم کر ورنہ "اُقَطِّعُکَ اَرْبًا، اَرْبًا" ۔ میں تیرا ایک ایک جوڑ الگ کردوں گا۔ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے۔ حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "اَنْتَ وَذَاکَ" ۔ جو تیرے دل میں آئے کرلے۔ اس نے جلاد کو بلایا اور تیز ٹوکا اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اس کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دے، اس نے کاٹ دیا۔ پھر ان سے سوال کیا انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اور تو کذاب ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اب کہنی سے کاٹ۔ ایک ایک جوڑ سے کٹوا تا گیا اور سوال کرتا گیا اور وہ وہی جواب دیتے رہے۔ دونوں بازوؤں کے بعد پاؤں کو ایک ایک بند سے کاٹا اور انہوں نے وہی جواب دیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں۔ اور تو کذاب ہے۔ پھر انہوں نے سینے پر برچھا مار کر شہید کر دیا۔ جان دے دی۔ مگر ایمان نہیں چھوڑا۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں سخت امتحان میں نہیں ڈالا۔ اور ہم اس کے قابل بھی نہیں ہیں۔ بالکل نہیں ہیں۔ ان کے ایمان بڑے مضبوط تھے اس واسطے امتحان بھی سخت تھے۔ ہمارے ایمان کمزور ہیں ہم ان باتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ آج ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم عدم جارحیت کی پیشکش کرتے ہیں کہ ہم نہیں لڑیں گے۔ اور یہ قرآن پاک کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ۔ "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا" ۔ اور اگر وہ صلح کی پیشکش کریں تو آپ ان سے صلح کرلیں۔ یعنی اگر کافر پیشکش کریں نہ لڑنے کی تو تم سوچ سمجھ کر پیشکش کو قبول کرلو۔ آج حالت یہ ہے کہ وہ ہر مورچے پر ہمارے جوان شہید کر رہے ہیں۔

آبادیوں پر بم پھینک رہے ہیں۔ اور ہمارے حکمران امریکہ کو خوش کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم بھارت کے ساتھ عدم جارحیت کا معاہدہ کرتے ہیں۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم" ۔ وہ تمہاری پیشکش کو سمجھیں گے کہ یہ کمزور ہیں۔ امتحان کا وقت آجائے تو تکلیفوں پر صبر کرو۔ وَاللهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ☆ ، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے۔ صبر بھی کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو بھی۔ پہلوں کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔ فرمایا وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ ، اور نہیں تھی بات ان کی۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ، مگر یہ کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ۔ وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا ، اور جو ہم نے زیادتیاں کی ہیں، زندگی میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئی ہیں۔ اپنے معاملے میں (ان کو بھی معاف فرما دے)۔ اور اے پروردگار! وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا ، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ۔ دشمن کے مقابلے میں۔ مسلمان کا جب ایمان مضبوط ہو۔ اور صبر کا دامن نہ چھوڑے اور زبان پر اللہ تعالیٰ سے نصرۃ کی دعاء ہو تو مسلمانوں کی تھوڑی تعداد بھی کافروں پر غالب آتی ہے۔ دوسرے پارے کے آخر میں آپ حضرت طالوت رحمہ اللہ کا واقعہ سن چکے ہیں کہ یہ کل تین سو تیرہ/۳۱۳ تھے۔ بمع حضرت طالوت علیہ السلام کے۔ اور مقابلہ میں کافروں کا جرنیل جالوت ایک لاکھ فوج کے ساتھ تھا۔ کیا نسبت ہے تین سو تیرہ کو ایک لاکھ کے ساتھ۔ لیکن قرآن پاک میں آتا ہے۔ "كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ، بِاِذْنِ اللهِ وَاللهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" O کتنی ہی چھوٹی جماعتیں غالب آجاتی ہیں۔ بہت ساری جماعتوں پر اللہ کے حکم کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سو تیرہ کو ایک لاکھ پر فتح عطاء فرمائی۔ قرآن پاک میں ہے۔ "فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللهِ" ۔ پس ان مومنوں نے

شکست دی ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔تو قلت، کثرت کا سوال نہیں ہے۔اصل بات ایمان کی ہے۔ پوری دنیا میں دو جگہوں پر ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی ہوئی ہے۔ ایک ہٹلر کے دور میں "غالَمِین" کے مقام پر۔اور دوسرے ہمارے ہاں چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے مقام پر۔اس محاذ پر بڑا پختہ مسلمان کیپٹن ایس اے زبیری تھا۔اس کے پاس تین ٹینک اور ایک سو نوجوان تھے۔ مقابلہ میں ایک ہزار ٹینک اور ہزاروں کی تعداد میں فوجی تھے۔ مردِ مومن کیپٹن ایس اے زبیری نے اپنے مرکز سے رابطہ قائم کیا۔اور صورتِ حال سے آگاہ کیا۔کہ میرے پاس تین ٹینک اور ایک سو جوان ہیں اور مقابلہ میں ایک ہزار ٹینک اور ہزاروں کی تعداد میں فوجی ہیں۔ مجھے کیا حکم ہے؟۔مرکز نے کہا کہ جوانوں کو نہ مرواؤ، واپس آجاؤ۔مجاہد زبیری نے کہا قرآن پاک میں آتا ہے کہ۔"كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ" لہٰذا تم مجھے صرف چوبیس گھنٹوں کی اجازت دے دو۔مرکز نے اجازت دے دی۔ ایک سو آدمیوں نے تین ٹینکوں کے ساتھ چھ ہزار کا مقابلہ کیا۔اور ایک ہزار ٹینک کے پرخچے اڑا دیئے۔اللہ تعالیٰ نے نصرت فرمائی اور غالب آئے۔تو قلت کثرت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اصل بات ہے ایمان کی یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کی تعداد نوے کروڑ ہے اور ہم پاکستانی چودہ کروڑ ہیں۔ مگر وہ ہم سے ڈرتے ہیں۔کاش کہ ہمارے شرابی حکمران خدا سے ڈریں تو بات ہی اور ہو جائے۔اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطاء فرمائے۔اگر ہمارے حکمران صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں۔تو ہم ہندوؤں کو اس طرح چیر پھاڑ دیں جس طرح چیتا بھیڑوں کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ فرمایا،وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝،اور ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلے میں۔فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا ،پس دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بدلہ۔کہ مالِ غنیمت اتنا دیا کہ اٹھا نہیں سکتے

تھے۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ، اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ O اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کے کام کرنے والوں سے۔ جو اچھے کام کرے گا اللہ تعالیٰ کا محبوب قرار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطاء فرمائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اِنْ تُطِيْعُوْا ، اگر تم اطاعت کرو گے۔ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ يَرُدُّوْكُمْ ، تمہیں وہ لوٹا دیں۔ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ، تمہاری ایڑیوں کے بل۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ پس تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ ، بلکہ اللہ ہی تمہارا آقا ہے۔ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝ ، اور وہ تمام مدد کرنے والوں میں بہتر مدد کرنے والا ہے۔ سَنُلْقِيْ ، عنقریب ہم ڈالیں گے۔ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ، ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ ، اس

وجہ سے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کے ساتھ۔ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ، ان چیزوں کو نہیں نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل۔ وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ O اور برا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ ، اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ نے تمہارے ساتھ۔ وَعْدَهٗٓ ، اپنا وعدہ۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ، جب تم ان کو قتل کر رہے تھے اللہ کے حکم سے۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ ، یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کا اظہار کیا۔ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ ، اور تم نے جھگڑا کیا اس معاملے میں۔ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ ، اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے۔ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ، اللہ نے تمہیں دکھائی وہ چیز جس کو تم پسند کرتے تھے۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا ، تم میں سے وہ بھی تھے جو دنیا کا ارادہ کرتے تھے۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ، اور تم میں سے وہ بھی تھے جو آخرت کا ارادہ کرتے تھے۔ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ ، پھر پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ ، تاکہ اللہ تمہیں امتحان میں ڈالے۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ O ، اللہ تعالیٰ فضل والا ہے ایمان والوں پر۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اس غزوہ میں مشرکین مکہ بڑی تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ کیونکہ غزوہ بدر میں ان کا بڑا نقصان ہوا تھا۔ کہ ان کے ستر سردار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا۔ اس کا ان کو بڑا صدمہ تھا۔ کہ ہم تعداد میں بھی زیادہ تھے اور ہمارے پاس اسلحہ بھی وافر مقدار میں تھا اور ضروریات زندگی بھی ہمارے پاس کافی تھیں۔ مگر تھوڑے سے آدمیوں نے آٹھ تلواروں کے ساتھ ہمارے سر کاٹ دیئے۔ اس وجہ سے ان کے جذبات کافی بھڑکے ہوئے تھے۔ چنانچہ مشرکین مکہ ہجرت کے تیسرے سال تین ہزار کا مسلح

لشکر لے کر چلے اور اس چلنے کو انہوں نے خفیہ رکھا کہ اچانک جا کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ اور خفیہ طور پر یہودی بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اور یہودیوں کی طاقت بھی کافی تھی۔ جب مدینہ طیبہ کے بالکل قریب آ گئے تو معلوم ہوا کہ دشمن کا بہت بڑا لشکر جنگ کے لئے آ گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ کہ حضرت دشمن کا بہت بڑا لشکر ڈھول بجاتے ہوئے بھنگڑا ڈالتے ہوئے اور اچھلتے کودتے ہوئے قریب آ گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً میدانِ جنگ میں پہنچو۔ مسلمان جب چلنے لگے تو منافقوں نے ان کی ہمتیں پست کرنے کے لئے خاصا پروپیگنڈہ کیا کہ پچھلے سال ان کو شکست ہوئی تھی اور ان کا بڑا نقصان ہوا تھا۔ انہوں نے خوب بدلہ لینا ہے وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے، لہٰذا نہ جاؤ۔ لیکن مسلمانوں نے ان کے اس پروپیگنڈے کا کچھ اثر نہ لیا۔ اور چل پڑے۔ بادلِ ناخواستہ منافقوں کو بھی ساتھ جانا پڑا۔ لیکن خفیہ طور پر منافقوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کر لیا تھا کہ جنگ میں شریک نہیں ہونا چنانچہ ایک ہزار کا یہ لشکر احد کے دامن میں پہنچ گیا جس میں تین سو منافقین تھے۔ منافق کہنے لگے کہ ہم نے ہر حال میں واپس جانا ہے۔ کوئی بہانہ بناؤ۔ تاکہ ہمیں لڑنا نہ پڑے۔ اور واپس گھر چلے جائیں۔ اس بہانے کا ذکر بھی آگے آ رہا ہے۔ کہنے لگے۔ "لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنَاكُمْ" ۔ اگر ہم جانتے کوئی لڑائی تو ضرور تمہارا اتباع کرتے چونکہ مشرک ابھی پہنچے نہیں تھے۔ اس لئے کہنے لگے۔ کہ یہاں تو لڑائی کا کوئی سماں نہیں ہے۔ پتھروں سے لڑنا ہے؟ ہم جا رہے ہیں۔ اور ایک یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ یہ کوئی لڑائی ہے۔ کہ ایک طرف تھوڑے سے آدمی اور دوسرے طرف اتنا بڑا لشکر یہ تو خالص موت ہے۔ لڑائی تو یہ ہوتی ہے کہ دشمن ایک گنا زیادہ ہو یا دو گنا زیادہ ہو۔ یہ تو خدا کی مخلوق چل کے آئی

ہوئی ہے۔ان کے ساتھ لڑنا تو موت کے منہ میں جانا ہے۔ یہ بہانہ بنا کر واپس چل پڑے۔ ہر دور میں کچھ لوگ سمجھ دار ہوتے ہیں اور کچھ سادہ ہوتے ہیں۔شریر قسم کے لوگ ان کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ بہانہ بنا کر چلے تو کچھ مخلص لوگ بھی اس کا شکار ہو گئے۔جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ کہ قبیلہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ والے کہنے لگے کہ یہ واپس جار ہے ہیں۔لہٰذا ہم بھی واپس جائیں۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جارہے ہیں۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جارہے ہیں۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ جارہے ہیں۔معلوم ہوا کہ نہیں جارہے۔ چونکہ مخلص لوگ تھے صرف ان کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے تھے۔ایمان کی برکت سے ان کو اللہ تعالیٰ نے استقامت عطاء فرمائی۔ کہنے لگے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس نہیں جارہے تو ہم بھی نہیں جائیں گے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ منافقین کے پروپیگنڈے سے متأثر نہیں ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم اطاعت کرو گے ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔یَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ ، تمہیں وہ لوٹا دیں تمہاری ایڑیوں کے بل۔یعنی جس طرح پہلے تم کافر تھے پھر اسی طرح کافر ہو جاؤ گے۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۝ ، پس تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۔مطلب یہ ہے کہ دین پر قائم رہو اور کافروں کی باتوں پر توجہ نہ دو اور جو منافق ہیں یہ کھلے کافروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی سزا دوزخ میں سب سے زیادہ سخت رکھی ہے۔فرمایا!"اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" ۔(پارہ ۵)۔بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے حصے میں ہوں گے اور نیچے والے حصے میں سب سے

زیادہ سخت سزا ہوگی۔ اس لئے کہ کھلا دشمن اتنا خطرناک نہیں ہوتا۔ جتنا خفیہ یہ منافق مارِ آستین ہیں کہ بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔ نمازیں بھی بلکہ مخلص مومن مسجد میں تاخیر سے آتے تھے۔ اور یہ پہلی صفوں پر بیٹھے ہوتے تھے۔ مگر دلوں میں کھوٹ تھا اور بات اتنی غور سے سنتے تھے کہ آدمی سمجھتا تھا کہ میری بات ان کے دلوں پر اثر کر رہی ہے۔ فرمایا ان سے بچو۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ، بلکہ اللہ ہی تمہارا آقا اور مددگار ہے۔ وہی تمہارا خالق ہے۔ بے شک کافر زیادہ ہیں لیکن وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ O، اور وہ تمام مدد کرنے والوں میں بہتر مدد کرنے والا ہے۔ قاعدے کے مطابق اگر رب تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے تو اس کے سامنے کوئی کچھ نہیں ہے۔ وہ ایک لمحے میں بہت کچھ کرسکتا ہے۔ دیکھو اس وقت صنعتی اعتبار سے جاپان پوری دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔ اور آج سے چند سال پہلے وہاں صرف سترہ/۱۷ سیکنڈ زلزلہ آیا تھا۔ جاپانی لیڈروں اور سائنس دانوں نے بیان جاری کیا تھا کہ اس سترہ سیکنڈ کے زلزلے سے جو نقصان ہوا ہے وہ ہم پورا زور صرف کر کے بھی کئی سالوں میں پورا نہیں کر سکتے۔ حالانکہ جاپان نے صنعت میں یورپ کو بھی مات دے دی ہے اور صنعت ان کے لئے بچوں کا کھیل ہے۔ تو ان کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شئی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ رب ہے۔ فرمایا، کافروں سے نہ ڈرو۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ، عنقریب ہم ڈالیں گے ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔ احد کے موقع پر ایسا ہی ہوا بظاہر کافروں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ بہت سارے اکابر مسلمان شہید ہوئے مگر پھر کافر وہاں ٹھہر نہ سکے۔ ایک موقع پر ابوسفیان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مسلمان تعداد میں تھوڑے سے تو تھے ان میں سے شہید اور زخمی بھی ہوئے مگر ہم پھر بھی واپس پلٹ رہے ہیں۔ واپس جا کر ان کا کام تمام کر دینا چاہیے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے

دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ انہیں دوبارہ حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور واپس مکے لوٹ گئے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آٹھ میل تک کفار کا تعاقب کیا اور ان پر رعب اس لئے مسلط کیا۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ، اس وجہ سے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا، ان چیزوں کو کہ نہیں نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند۔ یعنی مشرکین کے پاس شرک پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ کسی نے لات کو کسی نے مناۃ کو کسی نے عزیٰ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا تھا کوئی کسی کو حاجت روا سمجھتا ہے۔ مگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ ان میں خدائی اوصاف کس طرح آ گئے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ○ اور برا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے اور صبر کی راہ پر قائم رہو گے تو یقیناً تمہیں فتح اور سربلندی حاصل ہوگی۔ چنانچہ غزوۂ احد میں ابتداءً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی حالانکہ کافر تعداد میں بھی زیادہ تھے۔ اور اسلحہ بھی ان کے پاس وافر مقدار میں تھا۔ کیونکہ مسلمان ایک ہزار تھے۔ اور ان میں سے بھی تین سو منافق واپس آ گئے تھے۔ اور باقی جو سات سو تھے۔ ان کے پاس بھی اسلحہ نامکمل تھا۔ جس طرح بدر میں آٹھ تلواریں تھیں اسی طرح غزوۂ احد میں بھی اکثریت تلواروں سے محروم تھی۔ اور تین ہزار مسلح افراد کے ساتھ مقابلہ تھا۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق کافر پگڑیاں چادریں اور اپنے ہتھیار چھوڑ کے بھاگے مگر مسلمانوں کی ایک کوتاہی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ احد کے دامن میں

ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے اس کو جبلِ رماۃ کہتے ہیں رُمَاۃ رامی کی جمع ہے۔ تیر اندازوں کی پہاڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلِ رُمَاۃ پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔ میدان جائے اور ہم جائیں تم دیکھو کہ ہمارے جسموں کو پرندے نوچ رہے ہیں، پھر بھی اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔ جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی ہے۔ اور دشمن بھاگ نکلا ہے۔ اور میدان مالِ غنیمت سے بھرا ہوا ہے اور ہمارے ساتھیوں نے اس کو سمیٹنا شروع کر دیا ہے تو ہمیں بھی جا کر غنیمت اکٹھی کرنی چاہیے۔ اور اس میں کوئی ذاتی لالچ نہیں۔ کیونکہ جمع کرنے والا مالک نہیں بن جاتا۔ بلکہ مالِ غنیمت کے متعلق اصول یہ ہے کہ جب مالِ غنیمت جمع ہو جاتا ہے۔ تو امیرِ لشکر اس کے پانچ حصے کرتا ہے۔ پانچواں حصہ خمس کہلاتا (بیت المال کا ہوتا ہے)۔ اور باقی چار حصے امیرِ لشکر مجاہدین میں تقسیم کرتا ہے۔ بس شوقیہ طور پر کہ یہ تلوار میں لاتا ہوں کہ میرا نام ہو یہ بات ذہن میں آئی لیکن تیر اندازوں میں اختلاف رائے پیدا ہوا ان کے قائد کی رائے یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انہیں یہیں موجود رہنا چاہیے۔ تاہم اکثریت کی رائے تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود رہنے کا حکم تاکیدی تھا۔ اور مطلب یہ تھا کہ ہماری ضرورت پڑے گی۔ اور اب جب فتح حاصل ہوگئی ہے تو اب وہیں ٹھہرنا کچھ ضروری نہیں رہا۔ اب تو میدان ہمارا ہے۔ امیرِ لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کافی سمجھایا کہ ایسا نہ کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان مبارک سے نکلے ہوئے لفظوں کی قدر کرو۔ مورچہ نہ چھوڑو۔ چنانچہ جو جلد باز ساتھی تھے۔ جبلِ رُمَاۃ سے اتر کر مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اور

پہاڑی پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف دس آدمی باقی رہ گئے ادھر خالد بن ولید جو اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے۔ اور جنگی امور کے بڑے ماہر تھے انہوں نے دیکھا کہ فوجی اعتبار سے جو اہم مورچہ تھا وہ کمزور ہو گیا ہے۔ وہ اپنے دستہ کے دوسو گھوڑ سواروں کے ہمراہ اس جبلِ رُماۃ پر حملہ آور ہوئے۔ جسے مسلمان تیر اندازوں کی اکثریت چھوڑ چکی تھی۔ مورچے پر موجود مجاہدین کو شہید کیا آگے بڑھے اور آواز دی۔ او قریشیو! میں خالد بن ولید ہوں میں نے پیچھے سے حملہ کر دیا ہے تم آگے سے پلٹو۔ اس طرح مسلمان کافروں کے دو لشکروں کے درمیان گھر گئے۔ ان میں ایسی افراتفری پھیلی کہ خود مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہونے لگے۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ اور کوئی رہ گیا ہو گا جو زخمی نہ ہوا ہو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہوا نیچے کا ایک دانت مبارک شہید ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر گر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے والے دس میں سے نو شہید ہو گئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نیزے اور تیر کے اتنے زخم آئے جس سے ہاتھ شل ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت کو ڈھال بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ تو یہ سارا نقصان پیغمبر علیہ السلام کی حکم عدولی کی وجہ سے ہوا اگرچہ وہ حکم عدولی اجتہاداً ہوئی۔ تو رب تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا کہ جب تم قاعدے کے مطابق لڑے اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ ، اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ نے تمہارے ساتھ اپنا وعدہ۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ، جب تم ان کو قتل

کر رہے تھے اللہ کے حکم سے۔ابتدائی مرحلے میں۔حَتّٰی اِذَافَشِلْتُمْ، یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کا اظہار کیا۔وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ ،اورتم نے جھگڑا کیا اس معاملے میں۔کہ کچھ نے کہا کہ ہمیں اتر کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیے۔کیونکہ اب یہاں ہماری ضرورت نہیں ہے۔اور کچھ نے کہا نہیں۔بلکہ ہمیں یہیں کھڑا رہنا چاہیے۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔اس جھگڑے کا ذکر ہے۔وَعَصَیْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰکُمْ مَّاتُحِبُّوْنَ ،اورتم نے نافرمانی کی بعد اس کے اللہ نے تمہیں دکھائی وہ چیز جس کو تم پسند کرتے تھے۔یعنی فتح کو تم پسند کرتے تھے وہ تمہیں حاصل ہوگئی مگر جب تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ماننے نہ ماننے کے متعلق اختلاف کیا اور مالِ غنیمت کے پیچھے پڑ گئے تو کایا پلٹ گئی۔ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا ،تم میں سے وہ بھی تھے جو دنیا کا ارادہ کرتے تھے۔یعنی مالِ غنیمت کا۔ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ، اورتم میں سے وہ بھی تھے جو آخرت کا ارادہ کرتے تھے۔امیرِ لشکر اورتقریباً نو دس آدمی اور جو اس کے ساتھ مورچے پر کھڑے رہے۔اور پچھلی طرف سے خالد بن ولید نے جو اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے دوسو گھوڑ سواروں کے دستے کے ہمراہ حملہ کردیا جو مورچے پر تھے بمع امیرِ لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، وہاں شہید ہوگئے۔حضرت امیرِ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تینوں بزرگوں کی قبریں ایک ہی جگہ پر ہیں۔چوکونی کے اندر۔اور باقی شہداء کی قبریں آگے ہیں۔پہلے کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی اوراب حکومت نے اردگرد چاردیواری کھڑی کردی ہے۔اب دور سے جالیوں سے دیکھ سکتے ہیں۔اسی طرح پہلے جنت البقیع میں بھی پہلے عام لوگ ہروقت جاسکتے تھے مگر اب صرف

مخصوص وقت میں جاسکتے ہیں۔ پابندی کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی خبیث نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پاخانہ کردیا تھا۔ حالانکہ جنت البقیع میں جتنے لوگ مدفون ہیں ان میں سب سے زیادہ درجہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ تو اس شرارت کے نتیجہ میں سعودی حکومت نے مجبوراً چاردیواری کرادی اور پابندی لگادی تاکہ کوئی خبیث شرارت نہ کرسکے۔ اور بزرگوں کی توہین نہ ہو۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں سڑک کے دوسرے کنارے ایک بہت بڑا ہوٹل تھا اس کو ایرانیوں نے کرایہ پر لیا۔ اس کے نیچے سے ایک سرنگ نکالی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسد مبارک کو نکال کر ایران لے جانے کے لئے۔ رات کو مٹی نکال کر دور پھینک آتے تھے۔ معلوم ہونے پر پکڑے گئے۔ ان کو کڑی سزا ملی۔ اور ہوٹل گرا کر سڑک بنادی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان شریر لوگوں سے بچائے۔ فرمایا، ثُمَّ صَرَفَکُمۡ عَنۡهُمۡ ، پھر پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے۔ پہلے تم غالب تھے پھر وہ غالب ہوگئے۔ لِيَبۡتَلِيَکُمۡ، تاکہ اللہ تمہیں امتحان میں ڈالے۔ کہ کفار کا پلہ بھاری ہونے کے بعد کس حد تک ثابت قدم رہتے ہو۔ اور یہ اس غلطی کا خمیازہ تھا کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کی مخالفت کی۔ لیکن، وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡکُمۡ ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کردیا ہے۔ کیونکہ یہ جو کچھ تم سے ہوا غلط فہمی کی وجہ سے ہوا۔ بدنیتی سے نہیں ہوا۔ غلط فہمی اور چیز ہے اور بدنیتی اور چیز ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ○ ، اللہ تعالیٰ فضل والا ہے ایمان والوں پر۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْکُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ ؕ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰھُنَا ؕ قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ ۚ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

اِذْ تُصْعِدُوْنَ ، جب تم پہاڑ پر چڑھے جا رہے تھے ۔ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ ، اور تم مڑ کے نہیں دیکھتے تھے کسی کو ۔ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ ، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں بلاتے تھے ۔ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ ، تمہاری پچھلی صفوں میں سے ۔ فَاَثَابَکُمْ ، پس پہنچایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ۔ غَمًّا بِغَمٍّ غم پر غم ۔ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا ، تاکہ تم آئندہ نہ غم کھاؤ ۔ عَلٰی مَا فَاتَکُمْ ، ان چیزوں پر جو تمہارے

ہاتھوں سے نکل گئی ہیں۔ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ، اور نہ اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے۔ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ ۢبِمَا تَعْمَلُوْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے ان عملوں سے جو تم کرتے ہو۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ، پھر نازل کیا تم پر۔ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ، غم کے بعد۔ اَمَنَةً، امن۔ نُّعَاسًا، اونگھ تھی۔ یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْکُمْ، جو ڈھانپ رہی تھی تم میں سے ایک گروہ کو۔ وَطَآئِفَةٌ، اور ایک گروہ تھا۔ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ، کہ ان کو پریشان کر دیا تھا ان کی جانوں نے۔ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ، خیال کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں۔ غَیْرَ الْحَقِّ، ناحق۔ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ، (زمانہ) جاہلیت کے گمان کی طرح۔ یَقُوْلُوْنَ، وہ کہتے تھے۔ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ، کیا ہے ہمارے لئے اس معاملے میں کچھ بھی۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ، کہہ دیجئے! بے شک معاملہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ، یہ مخفی رکھتے ہیں اپنے دلوں میں۔ مَا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ، اس چیز کو جو نہیں ظاہر کرتے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے۔ یَقُوْلُوْنَ، کہتے ہیں۔ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ، اگر ہوتی ہمارے لئے اس معاملے میں کوئی شئے۔ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا، ہم نہ قتل کئے جاتے یہاں۔ قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں۔ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ، البتہ نکلیں وہ لوگ۔ کُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ، جن پر لکھا گیا ہے قتل ہونا۔ اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ، اپنے گرنے کی جگہوں کی طرف۔ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ امتحان لے۔ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ، اس چیز کا جو تمہارے دلوں میں ہیں۔ وَلِیُمَحِّصَ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ خالص کر دے۔ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ، اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اور غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے ہوں۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا حکم دیا ہو کہ تم فلاں جگہ پر جاؤ تو اس کو ''سریہ'' کہتے ہیں۔ اور جس جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں ہوئے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تو وہ محض جہاد کہلاتا ہے۔ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ طیبہ میں رہے ہیں۔ اور نو سالوں میں ستائیس غزوے ہوئے ہیں۔ یوں سمجھو کہ اوسطاً ایک سال میں تین غزوے ہوئے ہیں۔ اور ان غزووں میں طرفین سے جو آدمی مارے گئے ہیں ان کی کل تعداد ایک ہزار اڑتالیس /۱۰۴۸ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جہاد ہوئے ہیں ان میں مسلمان بھی بہت شہید ہوئے ہیں۔ اور کافر بھی کافی تباہ ہوئے ہیں۔ تو غزوۂ احد ہجرت کے تیسرے سال پیش آیا جس کی خاصی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو پیشگی اطلاع کئے بغیر اچانک، تین ہزار کا لشکر مدینہ طیبہ کے قریب آ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض باتیں محض افواہ ہوتی ہیں۔ تحقیق کر لو کہ واقعۃً دشمن حملہ آور ہو رہا ہے۔ یا کوئی مسافر قافلہ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑے پھرتیلے، کام میں چست، اور چلنے میں اتنے تیز تھے کہ جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا واقعۃً قریش بمع کچھ اور خاندانوں کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے ہیں۔ تاکہ بدر کی ذلت کا بدلہ چکائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنگامی حالت کا اعلان فرما دیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً احد کے میدان میں پہنچو یہ احد پہاڑ مدینہ سے دو تین میل کی مسافت پر ہے۔ اور اب تو مدینہ طیبہ کی آبادی دور دور تک چلی گئی ہے۔ تو احد پہاڑ کے دامن میں جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ سے ایک ہزار آدمی آیا تھا مگر تین سو منافق حیلہ

بہانہ کر کے واپس چلے گئے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سورہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف دستے بنا کر مختلف ساتھیوں کی کمان میں دے دیئے۔ کہ فلاں دستے کا کمانڈر فلاں ہوگا۔ اور فلاں دستے کا کمانڈر فلاں ہوگا۔ اور یہ بھی سمجھا دیا کہ کس نے کس جگہ کھڑا ہونا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پروگرام بنایا تھا بڑا معقول تھا۔ ایک چھوٹے سے ٹیلے پر جس کو جبلِ رُماۃ کہتے ہیں۔ پچاس تیرانداز بٹھائے اور حکم دیا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہ مورچہ نہیں چھوڑنا۔ ابتدائی مرحلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ ہوا اور کافر ہتھیار، کپڑے، پگڑیاں اور سامان چھوڑ کر بھاگے۔ اور ان کے سامان سے میدان بھر گیا۔ اور مسلمانوں نے مالِ غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔ تو وہ پچاس آدمی جو جبلِ رُماۃ پر بٹھائے گئے تھے انہوں نے کہا کہ فتح ہوگئی ہے ہم بھی چل کر مالِ غنیمت اکٹھا کریں۔ امیرِ لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔ دوسروں نے کہا کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ یہاں ہماری ضرورت پڑے گی اور اب تو تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمادی ہے۔ اور میدان سارا ہمارے پاس ہے۔ اور کافر بھاگ گئے ہیں۔ مگر ان کی یہ سوچ غلط تھی۔ اطاعتِ امیر نہ کی۔ اور اکثر ساتھی ٹیلے سے اتر کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ادھر خالد بن ولید جو اس وقت کافر تھے۔ دوسو آدمیوں کا دستہ لے کر پچھلی طرف سے حملہ آور ہوئے۔ مورچے والوں کو یہاں شہید کیا۔ اور آواز دی کہ قریشیو! میں خالد بن ولید پچھلی طرف سے حملہ آور ہو چکا ہوں۔ تم آگے سے پلٹو۔ مسلمان اس وقت دو لشکروں کے نرغے میں آگئے اور افراتفری پھیل گئی۔ ستر مسلمان شہید ہوئے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر

مارا جس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے کے سامنے والے جو دانت ہیں ان کے ساتھ جو دائیں طرف والا دانت ہے شہید ہوگیا۔ اور ابنِ قمیصہ کافر نے تلوار ماری جس سے خود کٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اس افراتفری میں خود مسلمان جان بچانے کے لئے پہاڑ پر گئے۔ اس کا ذکر ہے۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ ، جب تم پہاڑ پر چڑھے جارہے تھے۔ صعود کا معنیٰ بلندی پر چڑھنے کے ہیں۔ احد پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچانے کی فکر کی۔ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ ، اور تم مُڑ کے نہیں دیکھتے تھے کسی کو۔ کہ دوسروں کا کیا حال ہے؟۔ انسان جب انتہائی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو صرف اپنی جان کی فکر ہوتی ہے۔ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ ، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں بلاتے تھے۔ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ ، تمہاری پچھلی صفوں میں سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی صفوں میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی او کلمہ پڑھنے والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟۔ کہاں بھاگ رہے ہو؟۔ فَاَثَابَكُمْ ، پس پہنچایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں۔ غَمًّۢا بِغَمٍّ ، غم پر غم۔ ایک غم ساتھیوں کے شہید ہونے کا اور دوسرا غم مالِ غنیمت کے ہاتھ سے نکلنے کا اور بعض مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ترجمہ کرتے ہیں۔ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ ، پس بدلہ دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں، غم کا بسبب غم کے۔ کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی تعمیل نہ کر کے ان کو غم پہنچایا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم میں ڈال دیا۔ کہ تمہارے ساتھی بھی شہید ہوئے۔ اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اور تم جیتا ہوا میدان ہار بیٹھے۔ لیکن ہر کام میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا ، تاکہ تم آئندہ نہ غم کھاؤ۔ عَلٰی مَا فَاتَكُمْ ، ان چیزوں پر جو تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں۔ یعنی اس واقعہ میں تمہیں سبق دیا گیا ہے۔ کہ

ہاتھ میں آئی ہوئی چیز اگر نکل جائے ضائع ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرنا پریشان اور غمگین نہ ہونا۔ بلکہ یہ سمجھنا کہ ہماری قسمت میں نہ تھی۔ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ، اور نہ اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے۔ کہ کچھ ساتھی شہید ہوئے ہیں اور کچھ ساتھی زخمی ہوئے ہیں۔ اور آئندہ کوئی ایسی تکلیف پہنچے گی تو تم پریشان نہیں ہو گے۔ اور تمہارے ذہن میں ہوگا کہ پہلے بھی ایسا ہوا تھا۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O، اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے ان عملوں سے جو تم کرتے ہو۔ پھر اچانک ایسا ہوا کہ جب ساتھیوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی حالت میں میدان میں ہیں تو فوراً اپنے گناہ سے تائب ہوئے۔ اور واپس آگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے غم اور پریشانی کو کس طرح اطمینان میں تبدیل کیا اس کا ذکر ہے۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ، پھر نازل کیا تم پر۔ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ غم کے بعد۔ اَمَنَةً، امن۔ نُعَاسًا، اونگھ تھی۔ یعنی کافر جب اپنا غصہ نکال چکے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب ڈال دیا۔ اور وہ بھاگ گئے اور تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ نے امن اور اطمینان کی کیفیت طاری فرما دی۔ يَغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ، جو ڈھانپ رہی تھی تم میں سے ایک گروہ کو۔ یعنی نیند طاری ہوگئی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں تلوار تھی اور میں کھڑا تھا نیند کی وجہ سے تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی تھی۔ میں پھر پکڑ لیتا پھر گر جاتی۔ پھر پکڑتا پھر گر جاتی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر جہاد کے موقع پر نیند آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور اگر پڑھتے پڑھاتے وقت نیند آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ دیکھو کئی آدمی درس میں برائے نام بیٹھے رہتے ہیں۔ درس سننے میں ان کی توجہ نہیں ہوتی۔ اور کئی ایسے ہوتے ہیں کہ درس میں وہ تسبیح پھیرتے رہتے ہیں۔ بھائی اگر تو نے تسبیح پھیرنی ہے تو درس سننے کا کیا معنیٰ

ہے؟۔توجہ کے ساتھ سنو تسبیح آگے پیچھے کرلو۔ درس کے موقع پر انتہائی خاموشی ہونی چاہیے۔
اور اطمینان اور توجہ کے ساتھ سننا چاہیے۔ تاکہ جتنا سنو سمجھ میں آئے۔ درس کے موقع پر تسبیح
پھیرنا ناجائز ہے۔ اور اگر کسی کو نیند آجائے تو اٹھ کر باہر چلا جائے کہ اس کو دیکھ کر دوسرے بھی
سونا شروع کر دیں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ گاڑیوں پر لکھا ہوتا ہے۔ فرنٹ سیٹ پر سونا منع
ہے۔ اب کا مجھے علم نہیں۔ پہلے لکھا ہوتا تھا۔ کیونکہ اگر فرنٹ سیٹ والے کو نیند آگئی تو اس کا اثر
ڈرائیور پر ہوگا۔ اور وہ بھی سو جائے گا۔ کیونکہ خربوزہ خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے۔ اور اگر
ڈرائیور سو گیا تو سب کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔ اس لئے وعظ تبلیغ کے وقت خاموشی ضروری ہے۔
اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ درس ہو رہا ہو نصیحت ہو رہی ہو تو سلام کرنا جو سنت ہے گناہ ہے۔ آنے
والا سلام نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ آرام سے بیٹھ جائے۔ اگر سلام کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اس واسطے
کہ سلام کرنا سنت ہے۔ اور جواب دینا واجب ہے۔ اور اگر وہ جواب دیں گے تو ان کی توجہ
اور فکر درس و نصیحت سے ہٹ کر سلام کہنے والے کی طرف ہو جائے گی۔ اور بسا اوقات آدمی یہ
بھی دیکھتا ہے کہ سلام کہنے والا کون ہے تو اس میں بے فکری ہو جائے گی۔ اور بعض مسئلے رہ
جائیں گے۔ لہٰذا درس سننے والے سلام کا جواب نہ دیں۔ اور درس سننے میں مشغول رہیں۔
وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ، اور ایک گروہ تھا کہ ان کو پریشان کر دیا تھا ان کی جانوں نے۔
یہ ان منافقوں کی بات ہے جو میدانِ جنگ سے واپس مدینہ طیبہ چلے گئے تھے جب انہوں نے
سنا کہ بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے ہیں۔ اور بہت سارے زخمی ہیں تو گھر میں ہوتے
ہوئے بھی ان کا سانس خشک ہو رہا تھا اور ان کے اوسان خطاء ہو گئے کہ اب وہ ہمیں بھی آکر قتل
کر دیں گے وہ گھروں میں بیٹھے ہوئے پریشان تھے۔ اور، یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ، خیال

کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق ۔ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ، (زمانہ) جاہلیت کے گمان کی طرح ۔ کہ اگر ہم حق پر ہوتے تو ہمارے آدمی کیوں مارے جاتے ؟ ۔ اور کیوں زخمی ہوتے ؟ ۔ اور ہمیں شکست کیوں ہوتی ؟ ۔ موقع جو مل گیا ان کو ۔ يَقُولُونَ ، وہ کہتے تھے ۔ هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ، کیا ہے ہمارے لئے اس معاملے میں کچھ ۔ یعنی ہمیں اس معاملہ میں کیا حاصل ہوا ۔ آدمی بھی مروائے مالِ غنیمت بھی ہاتھ سے نکل گیا ۔ اور میدان بھی ہاتھ سے نکل گیا ۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے ! ۔ بے شک معاملہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے ۔ دنیا میں دن بدلتے رہتے ہیں ۔ کبھی فتح کبھی شکست ، کبھی اتار ، کبھی چڑھاؤ ۔ دنیا میں ایک جیسی حالت کبھی نہیں رہی ۔ يُخْفُونَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ، یہ مخفی رکھتے ہیں اپنے دلوں میں ۔ مَا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ، اس چیز کو جو نہیں ظاہر کرتے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے ۔ یعنی دل کے اندر جو بغض ، کینہ اور عناد ہے اور اسلام کے خلاف سازشیں اور گندے خیالات جن کو یہ چھپاتے ہیں اور تمہارے سامنے ظاہر نہیں کرتے ۔ مگر اللہ تعالیٰ سے تو کوئی کچھ نہیں چھپا سکتا ۔ کیونکہ ظاہر باطن نیک ، بد ، اور نیکی بدی سب اس کے سامنے ہے ۔ ہر شئی کو وہ جانتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔ کہ یہ منافق بدبخت ، اپنی منافقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔ يَقُولُونَ ، کہتے ہیں ۔ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ، اگر ہوتی ہمارے لئے اس معاملے میں کوئی شئے ۔ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ، ہم نہ قتل کئے جاتے یہاں ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ہماری بھلائی منظور ہوتی تو ہمارے اتنے آدمی شہید نہ ہوتے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا یہ خیال باطل ہے ۔ کہ اگر جنگ میں شریک نہ ہوتے تو بچ جاتے ۔ بلکہ فرمایا ، قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ! اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں ۔ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ

الْقَتْلُ، البتہ نکلیں وہ لوگ جن پر لکھا گیا ہے قتل ہونا۔ اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ، اپنے گرنے کی جگہوں کی طرف۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ کہ کس نے کہاں مرنا ہے اور کب مرنا ہے؟ لہٰذا یہ ان کی خام خیالی ہے کہ اگر گھروں میں بیٹھے رہتے تو قتل نہ ہوتے جس خداوندِ کریم نے ان کے قتل کا مقام مقرر فرما دیا وہ ان کے اس مقام پر پہنچ جانے کا انتظام بھی فرما دیتا۔ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ امتحان لے اس چیز کا جو تمہارے دلوں میں ہے۔ ایسی مشکل صورتِ حال میں کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔ اگر تکلیف نہ پہنچتی ستر آدمی شہید نہ ہوتے اور کئی آدمی زخمی نہ ہوتے تو مؤمن اور منافق کا امتحان نہ ہو سکتا۔ چنانچہ اس موقع پر منافقوں نے بڑی باتیں کیں جن سے ان کا نفاق ظاہر ہو گیا اور مومن ثابت قدم رہے۔ اس آزمائش کی دوسری حکمت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ خالص کر دے اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دلوں میں جو مختلف وسوسے اور شبہات پیدا ہو رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو دور کر کے ایمان والوں کے دلوں کو ایسی اشیاء سے پاک کر دیا ہے۔ اس مقام پر آزمائش کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے صدور کا لفظ فرمایا، کہ تمہارے سینوں میں جو بات پوشیدہ ہے اس کو آزمائے۔ اور آگے جہاں پاک صاف کرنے کا ذکر ہے وہاں قلوب کا لفظ آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقیدہ ایمان اور اخلاص کا مرکز دل ہے۔ لہٰذا اس کی پاکیزگی کی ضرورت ہے۔ تاکہ انسان کا عقیدہ اور ایمان درست ہو جائے۔ اور اس میں دین کے لئے اخلاص پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مومن لوگ امتحان میں پاک صاف ہو کر نکلتے ہیں۔ جب کہ روگی دل والے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آزمائش کے ذریعے ہم نے تمہارے دلوں میں موجود میل کچیل کو

صاف فرما دیا ہے۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ اس سے تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ خواہ وہ زبان پر آئے یا نہ آئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْاۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۠ (۱۵۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْاۚ لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْؕ وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (۱۵۶) وَ لَىٕنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (۱۵۷) وَ لَىٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ (۱۵۸)

اِنَّ الَّذِیْنَ ، بے شک وہ لوگ۔ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ ، جنہوں نے پیٹھ پھیری تم میں سے۔ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ، اس دن جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں۔ اِنَّمَا ، پختہ بات ہے۔ اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ ، ان کو پھسلایا شیطان نے۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ، ان کی بعض کمائی کی وجہ سے۔ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ان کو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، تحمل کرنے والا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ ، نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح۔ كَفَرُوْا ، جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ ، اور کہا انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں۔ اِذَا ضَرَبُوْا

فِی الْاَرْضِ ، جب وہ چلے زمین میں ۔ اَوْ کَانُوْا غُزًّی ، یا تھے وہ غازی اور مجاہد ۔ لَّوْ کَانُوْا
عِنْدَنَا ، اگر ہوتے وہ ہمارے پاس ۔ مَا مَاتُوْا ، نہ مرتے ۔ وَمَا قُتِلُوْا ، اور نہ قتل کیے جاتے ۔
لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ ، تاکہ کردے اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو ۔ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ ، افسوس کی
چیز ان کے دلوں میں ۔ وَ اللّٰہُ یُحْیٖ ، اور اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے ۔ وَ یُمِیْتُ ، اور مارتا ہے ۔
وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ O ، اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے ۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ ، اور
البتہ اگر تم قتل کردیئے جاؤ ۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں ۔ اَوْ مُتُّمْ ، یا طبعی موت مر
جاؤ ۔ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ ، البتہ بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۔ وَرَحْمَۃٌ ، اور اللہ تعالیٰ کی
رحمت ۔ خَیْرٌ ، بہت ہی بہتر ہے ۔ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ O ، اس چیز سے جس کو یہ جمع کرتے ہیں ۔
وَلَئِنْ مُّتُّمْ ، اور اگر تم مرجاؤ ۔ اَوْ قُتِلْتُمْ ، یا مارے جاؤ ۔ لَاِ الَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ O ، البتہ تم اللہ
تعالیٰ کی طرف ہی جمع کیے جاؤ گے ۔

آپ خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں کہ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا کہ
ستر آدمی شہید ہوگئے ۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے مال غنیمت ہاتھ سے نکل گیا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس زخمی ہوا اور کافروں نے طرفین سے اس طرح حملہ کیا کہ بارہ تیرہ
آدمیوں کے سوا کوئی بھی میدان میں نہ ٹھہر سکا ۔ بارہ تیرہ آدمی میدان میں کھڑے رہے اور
ڈٹ کر لڑتے رہے ۔ باقی سارے بھاگ گئے ۔ ان بھاگنے والوں میں عثمان بن عفان رضی
اللہ عنہ بھی تھے ۔ جن کو آج تک مخالف معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور حضرت عثمان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہ ذہن آج کی پیداوار نہیں ہے ۔ بلکہ رافضیوں کے دادا عبداللہ
بن سبا یہودی یمنی کا تیار کیا ہوا ہے مصر میں اس نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ذہن بنایا

عموماً اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ذہن بنایا خصوصاً چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے۔ اس لئے مصریوں نے ان کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا۔ بخاری شریف اور دیگر کتابوں میں روایت آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد حرام میں لوگوں کا ایک مجمع تھا۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں درجے کے اعتبار سے بھی بڑے تھے۔ لہٰذا کچھ لوگ تو ان سے مسائل پوچھ رہے تھے کچھ زیارت کر رہے تھے اور کچھ لوگ ان کی مجلس میں بیٹھنے کو سعادت سمجھتے ہوئے بیٹھتے تھے۔ (اور احادیث میں آتا ہے کہ نیک لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرتا ہے تو نیک لوگوں کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے وہاں بیٹھنے والے بھی رحمت سے محروم نہیں ہوتے چاہے خاموش ہی بیٹھے رہیں)۔ تو اس مجمع میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے۔ اور لوگ ان کے اردگرد جمع تھے۔ ”جَآءَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ مِصْر“۔ ایک مصری آدمی آیا اور سوال کیا کہ یہ باباجی کون ہیں؟ جس کے اردگرد لوگ جمع ہیں؟۔ لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ مصری بڑا منہ پھٹ تھا۔ کہنے لگا کہ نام تو میں نے سنا تھا لیکن دیکھا نہیں تھا۔ آدمیوں سے گزرتا ہوا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے جا کر بیٹھ گیا کہنے لگا میں نے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پوچھ لو۔ کہنے لگا کہ یہ بتاؤ کہ عثمان اچھا آدمی تھا یا بُرا؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد درجہ ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کے بعد درجہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان کے بعد درجہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا۔ وہ بہت اچھے انسان تھے۔ وہ مصری کہنے لگا عثمان کا درجہ کس چیز کا ہے؟ مجھے یہ بتاؤ کہ عثمان

غزوۂ بدر میں شریک تھا؟ فرمایا نہیں۔ کہنے لگا تمام غزوات میں غزوۂ بدر ہی تو بڑا اہم غزوہ تھا اور اس غزوے میں وہ غیر حاضر رہا اور تم کہتے ہو کہ وہ اچھا آدمی تھا۔ دوسرا سوال یہ کیا کہ بتاؤ غزوۂ احد کے بھاگنے والوں میں عثمان بھی تھا یا نہیں؟۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، بھاگنے والوں میں وہ بھی تھا۔ کہنے لگا پھر کس طرح وہ اچھا ہوا اور درجے والا ہوا؟۔ تیسرا سوال کہنے لگا یہ بتاؤ کہ حدیبیہ کے مقام پر کیکر کے درخت کے نیچے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت کی تھی عثمان اس بیعت میں شریک تھا؟ فرمایا نہیں۔ خوشی کی وجہ سے اس نے نعرہ لگایا۔ "اللہ اکبر"۔ اسلام میں یہی تین مقام تو اچھے ہیں اور وہ ان تینوں موقعوں پر غیر حاضر رہا۔ پھر تم اس کی فضیلت کے گیت گاتے ہو؟۔ جب نعرہ لگا کر اٹھ کے جانے لگا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو دامن سے پکڑ لیا اور فرمایا۔ صرف سوال نہ ذہن میں جمائے رکھ ان کے جوابات بھی سن لو۔ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ بیمار تھیں۔ اور گھر میں کوئی اور آدمی نہ تھا نہ کوئی مرد نہ کوئی عورت نہ بوڑھا، نہ جوان، نہ بچہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی پانی کی کُپی لی ستو اور کھجوروں والا تھیلا بھی پکڑا تلوار اور ضروری ہتھیار لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان (رضی اللہ عنہ) تو نہیں جا سکتا۔ عرض کیا حضرت "اَوَّلُ غَزْوَۃٍ فِی الْاِسْلَامِ"۔ اس میں یہ پہلا غزوہ اور جہاد ہے۔ اور میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ہاں! نہیں ہو سکتا۔ حضرت کیوں؟۔ فرمایا تیری بیوی میری لختِ جگر بیٹی سخت بیمار ہے اور تیرے گھر تیرے سوا اور کوئی آدمی نہیں ہے۔ جو اس کی خبر

گیری کرے اس کو دوائی کون دے گا؟ اٹھائے گا، بٹھائے گا کون؟۔ اس کو روٹی پانی کون کھلائے پلائے گا؟۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت میں نے محلے کی عورتوں کو کہہ دیا ہے وہ آکر خدمت کریں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محلے کی عورتیں دن کو آجائیں گی (مثال کے طور پر) رات کو تو وہ اپنا گھر سنبھالیں گی۔ اپنے بچے سنبھالیں گی یا اس کا انتظام اور خدمت کریں گی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رو پڑے کہ حضرت اسلام میں پہلا جہاد ہے میں اس سے محروم ہو جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تیری بیوی ہے اور میری بیٹی ہے اس کا بھی تیرے اوپر حق ہے عرض کیا حضرت میں جہاد کی فضیلت سے محروم رہوں گا؟ فرمایا! نہیں۔ جتنا اجر و ثواب بدر میں لڑنے والوں کو ملے گا اتنا تجھے گھر بیٹھے ملے گا۔ اور مالِ غنیمت جتنا دوسروں کو ملے گا تجھے بھی اتنا ہی ملے گا تو گھر بیٹھے برابر کا شریک ہے۔ (اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدریوں میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بنفسِ نفیس بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکماً بدر میں شریک فرمایا۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدر کی غنیمت میں سے برابر حصہ دیا گیا)۔ حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اے مصری! اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرنا سراسر غلط ہے۔ وہ تو غزوۂ بدر میں شرکت کے لئے بے چین تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکماً فرمایا کہ تو نے گھر ٹھہرنا ہے۔ اس میں ان کا کیا قصور ہے؟۔ اور تیرا دوسرا اعتراض ہے احد سے بھاگنے کا تو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ، بے شک وہ لوگ۔ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ، جنہوں نے پیٹھ پھیری تم میں سے۔ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ، اس دن جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں۔ اِنَّمَا، پختہ بات ہے۔

اِسۡتَزَلَّهُمُ الشَّيۡطٰنُ، ان کو پھسلایا شیطان نے۔ بِبَعۡضِ مَا كَسَبُوۡا، ان کی بعض کمائی کی وجہ سے۔کل تفصیل کے ساتھ آپ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی تعمیل نہیں ہوئی تھی اس وجہ سے شیطان نے ان کو پھسلایا اور غلطی ہوگئی۔مگر اب تم رب تعالیٰ کا فیصلہ سن لو۔ وَلَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ان کو۔ اب ذرا توجہ کرو اور لام بھی تاکید کا قد بھی تاکید کا اور ماضی پر داخل ہیں معنی بنے گا اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ بھائی ان سے لغزش اور غلطی ہوئی ہے۔ پھر اس کو گناہ گناہ کہتے پھرنا خود گناہ ہے اور یہ کہنے والا مجرم ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ○، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، تحمل کرنے والا ہے۔ باقی رہا حدیبیہ کا مسئلہ کہ بیعت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں تھے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ سنہ ۶ ھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو/۱۵۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا لیکن جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ اہلِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پاتے ہی لشکر جمع کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لئے نکل گئے ہیں۔ اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا ہٹ کر حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہلِ مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کر دیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ جنگ کے لئے نہیں آئے۔ مکہ والوں نے ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا۔ اور ارادہ کیا ان کو بھی قتل کرنے کا مگر وہ اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ اس کے بعد مکہ والوں

کے یکے بعد دیگرے کئی نمائندے آئے مگر گرم سرد ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، حضرت ہمیں بھی کوئی اپنا نمائندہ بھیجنا چاہیے۔ تا کہ وہ ان کے بڑوں سے گفتگو کرے، شاید ان کو سمجھ آجائے۔ کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ ہم نے احرام باندھے ہوئے ہیں۔ اور ہم زبان سے "اَللّٰھُمَّ لَبَّیک، اَللّٰھُمَّ لَبَّیک"۔ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری رائے صحیح ہے ہمیں بھی کوئی نمائندہ بھیجنا چاہیے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنا چاہیے۔ چنانچہ ان کو بلایا اور فرمایا، عمر! قریشِ مکہ کے نمائندے آتے رہے ہیں۔ اور گرمی کھا کے جاتے رہے ہیں۔ ساتھیوں کا بھی خیال ہے اور میری بھی رائے ہے کہ ہم بھی کوئی اپنا نمائندہ بھیجیں تا کہ ان کے جو سمجھدار معمر آدمی ہیں ان کے ساتھ بات چیت کرے۔ شاید وہ ہمیں عمرے کی اجازت دے دیں۔ یہاں سے مکہ اب صرف چھ میل کا سفر باقی رہ گیا ہے۔ اور اب تو مکہ حدیبیہ سے بھی آگے چلا گیا ہے۔ پھر فرمایا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ چلے جائیں؟ اور اہلِ مکہ سے بات کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت آپ کے ارشاد کی دو شقیں ہیں۔ ایک شق یہ ہے کہ ہمارا کوئی نمائندہ جانا چاہیے میں اس شق کے ساتھ تو اتفاق کرتا ہوں اور دوسری شق یہ ہے کہ میں نمائندہ بن کے جاؤں تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انکار نہیں ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ میری طبیعت میں تیزی ہے۔ خلاف طبیعت کوئی بات میں سن نہیں سکتا۔ (اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے)۔ حضرت وہاں اگر کوئی ایسی بات ہو جائے جو تیزی کی ہو۔ اور بات بننے کی بجائے الٹی بگڑ نہ جائے۔ حضرت میری رائے ہے کہ عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیجو۔ وہ ٹھنڈی طبیعت کا آدمی ہے۔ سنے

گا بھی اور سنائے گا بھی۔ (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزاج ایسا تھا جیسے برف کی ڈلی ہو)۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیج دیا گیا۔ جس وقت یہ وہاں پہنچے تو کافروں نے کہا کہ تو احرام کی حالت میں ہے عمرہ کر لے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کا طواف اور سعی بین الصفا والمروہ نہیں کریں گے میں بھی نہیں کروں گا۔ قریشِ مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کعبۃ اللہ میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ اور مشہور کر دیا کہ۔ ''اِنَّ عُثْمَانَ قَدْ قُتِلَ'' ۔ عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس سے وہ مسلمانوں کا ردِ عمل دیکھنا چاہتے تھے کہ اس پر مسلمانوں کا کیا ردِ عمل ہے؟۔ ورنہ وہ اتنے پاگل نہیں تھے کہ سفیر کو قتل کر دیتے۔ چنانچہ یہ خبر جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے دوپہر کا وقت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیکر کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ میرے ہاتھ پر بیعت کرو، کس بات کی بیعت؟ تو بخاری شریف میں دو لفظ آئے ہیں۔ ایک ''عَلَی الْمَوْتِ'' کا کہ ہم جانیں قربان کر دیں گے۔ اور سفیر کا بدلہ لیں گے۔ اور دوسرا لفظ آتا ہے۔ ''عَلٰی اَنْ لَّا نَفِرَّ'' ۔ کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔ پندرہ سو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ بلند فرمایا اور فرمایا! یہ کیا ہے؟۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا کہ حضرت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنا ہاتھ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا یہ کیا ہے؟۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ حضرت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ ہے۔ فرمایا! اس بیعت کا بڑا درجہ ہے اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میں

نے اپنے کام بھیجا ہے۔وہ اس بیعت سے محروم نہ رہ جائیں فرمایا!، یہ میرا بایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ سمجھو۔اس کی طرف سے بیعت لیتا ہوں۔چنانچہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔اس بیعت کا تو سبب ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اوران کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت بھی لی۔تو وہ کس طرح محروم ہو گئے۔معاذ اللہ تعالیٰ! تو ان وجوہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اعتراض کرنا بڑی نادانی اور حماقت ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک شرارت کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو ان سے بچنے کی نصیحت فرمائی ہے۔فرمایا، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کفر اختیار کیا۔یعنی منافقین۔ وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ ، اور کہا انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں۔ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ ، جب وہ چلے زمین میں۔مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے۔ اَوْ کَانُوْا غُزًّی ، یا تھے وہ غازی اور مجاہد۔منافقین کے ساتھ رشتہ داریاں تو نہیں تھیں کوئی کسی کا باپ تھا کسی کا چچا تھا۔کسی کا بھائی تھا۔توانہوں نے یہ کہا، لَوْ کَانُوْا عِنْدَنَا ، اگر ہوتے وہ ہمارے پاس۔ مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ، نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔یعنی یہ منافق کہتے ہیں کہ ہم نے جاتے وقت کہا تھا کہ نہ جاؤ لیکن ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔اگر ہماری بات مان لیتے تو بچ جاتے۔فرمایا، ان کافروں کی طرح نہ ہو جانا جو یہ کہہ رہے ہیں۔ لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ ، تاکہ کردے اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو افسوس کی چیز ان کے دلوں میں۔کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کے دلوں میں حسرت پیدا کردے کہ جب قیامت کے دن غازیوں اور مجاہدوں کو درجے ملیں گے تو یہ منافق افسوس کریں گے اور کہیں گے کاش کہ ہمارے بدن اور

قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیئے جاتے۔اور ہم بھی ان کی راہ پر چلتے۔مگر ۔

اب پچھتائے کیا ہوت

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ،اور اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ O ،اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ،اور البتہ اگر تم قتل کردیئے جاؤ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔اَوْ مُتُّمْ ،یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کے بعد طبعی موت مر جاؤ۔لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ ،البتہ بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ ،اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت ہی بہتر ہے۔مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ O ،اس چیز سے جس کو یہ جمع کرتے ہیں۔یعنی مال،دولت وغیرہ۔وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ ،اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ۔لَاِ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ O ،البتہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جمع کیے جاؤ گے۔یعنی جس حالت میں بھی کوئی مر جائے سب نے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی جانا ہے۔اور رتی رتی کا حساب ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ نیکیوں کا بدلہ دے گا اور برائی کی سزا۔یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾

فَبِمَا رَحْمَةٍ ، پس بسبب رحمت کے۔ مِّنَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لِنْتَ لَهُمْ ، تو ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا ، اور اگر ہوتا سخت مزاج۔ غَلِيظَ الْقَلْبِ ، سخت دل والا۔ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ، تو یہ بھاگ جاتے تیرے آس پاس سے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ ، پس تو ان کو معاف کر دے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ، اور ان کے لئے مغفرت طلب کر اللہ تعالیٰ سے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ، اور ان کے ساتھ مشورہ کر معاملات میں۔ فَإِذَا عَزَمْتَ ، پس جب تو ارادہ کرلے۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ، پس اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْمُتَوَكِّلِينَ O ، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں کے ساتھ۔ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ ، اگر تمہاری مدد کرے اللہ تعالیٰ۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ، پس تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ ، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد ختم کردے۔ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ ، پس کون ہے وہ ذات۔ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ، جو تمہاری مدد کرے گی اللہ تعالیٰ کے بعد۔ وَعَلَى اللّٰهِ ، اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی۔ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ O ، پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ ، اور نہیں ہے لائق کسی نبی کے۔ اَنْ يَّغُلَّ ، یہ کہ وہ خیانت کرے۔ وَمَنْ يَّغْلُلْ ، اور جس نے خیانت لی۔ يَاْتِ بِمَا غَلَّ ، لائے گا اس چیز کو جو اس نے خیانت کی۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، قیامت والے دن۔ ثُمَّ تُوَفّٰى ، پھر پورا پورا دیا جائے گا۔ كُلُّ نَفْسٍ ، ہر نفس کو۔ مَّا كَسَبَتْ ، جو اس نے کمایا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O ، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ ، کیا پس وہ شخص جس نے پیروی کی۔ رِضْوَانَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی رضاء کی۔ كَمَنْۢ بَآءَ ، اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو لوٹا۔ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر۔ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ، اور جس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ☆ ، اور برا ہے وہ ٹھکانہ۔ هُمْ دَرَجٰتٌ ، ان کے درجے ہیں۔ عِنْدَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ ، اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ بِمَا يَعْمَلُوْنَ O ، اس چیز کو جو وہ عمل کرتے ہیں۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اور یہ بات بھی آپ قدرے تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں جبلِ رُماۃ کے اہم مورچے پر مقرر فرمایا تھا۔ اور ان کو بڑی تاکید کے ساتھ حکم دیا تھا کہ فتح ہو یا شکست تم نے یہ مورچہ نہیں چھوڑنا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک

تاکید فرمائی کہ دشمن نے ہمیں شہید کر دیا ہے اور پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تم نے مورچہ پھر بھی نہیں چھوڑنا۔ باوجود اتنی تاکید کے ان سے غلط فہمی کی بنیاد پر غلطی ہوئی۔ بدنیتی کی وجہ سے نہیں کم فہمی کی وجہ سے نتیجہ یہ نکلا کہ ستر آدمی شہید ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہوا جیتا ہوا میدان ہار گئے۔ بہت نقصان ہوا چاہیے تو یہ تھا کہ مورچہ چھوڑ کر نیچے اتر آئے تھے، اور زندہ بچ گئے تھے۔ ان کو کھڑا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیروں سے اڑا دیتے کہ تم نے میدانِ جنگ میں اتنی بڑی غلطی کی ہے۔ اور تمہاری غلطی کی وجہ سے اتنا بڑا نقصان ہوا ہے۔ ظاہری حالات کو دیکھا جائے تو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ نہیں کہا۔ اس کا ذکر ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، پس بسبب رحمت کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لِنْتَ لَهُمْ، تو ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے۔ دیکھو کتنی بڑی غلطی تھی۔ اور اس سے کتنا بڑا نقصان ہوا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سزا نہیں دی اور کل کے درس میں آپ سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی معاف فرما دیا۔ انہوں نے اپنی غلطی سے توبہ کی اور حدیث میں آتا ہے۔ "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ"۔ صحیح معنیٰ میں گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ پھر رب توبہ قبول کر لے اور اعلان فرما دے کہ میں نے معاف کر دیا ہے۔ تو پھر گناہ کہاں رہا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگائیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال مکہ مکرمہ سے بیس میل دور جعرانہ کے مقام پر جہاں سے بڑے عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے جو حنین سے حاصل ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اتنا مالِ غنیمت کسی اور موقع پر حاصل نہیں

23

ہوا۔ جتنا غزوہ حنین کے موقع پر حاصل ہوا تھا۔ چالیس ہزار بکریاں چوبیس ہزار اونٹ منوں کے حساب سے سونا چاندی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال زیادہ تر ان لوگوں کو دیا جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اور دیا بھی اس انداز سے کہ کسی کو سو اونٹ کسی کو پچاس اونٹ خرقوص نامی ایک آدمی تھا قبیلہ بنو تمیم کا۔ "ذُوْ الْخُوَیْصِرَۃُ"۔ اس کا لقب تھا۔ ایک بازو اس کا قدرتی طور پر نہیں تھا۔ اور بازو کی جگہ گوشت کا لوتھڑا تھا جو لٹکتا رہتا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس انداز سے تقسیم ہو رہی ہے کہ کسی کو دو سو اونٹ کسی کو سو کسی کو دس اور کسی کو کچھ نہیں دیا جا رہا۔ تو اس نے مجلس میں کہا۔ "مَاعَدَلْتَ فِیْ قِسْمَتِکَ یَا مُحَمَّدُ؟"۔ اے محمد تو نے تقسیم میں ظلم کیا ہے، عدل نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "فَمَنْ یَّعْدِلُ اِنْ لَّمْ اَعْدِلْ؟"۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی زمین پر کون انصاف کرے گا اگر میں انصاف نہیں کروں گا؟۔ اب پہلے تو اس کا طرزِ تخاطب دیکھو۔ کیا گستاخانہ ہے کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہ نہیں کہا، یَانَبِیَّ اللّٰہ نہیں کہا، یَاحَبِیْبَ اللّٰہ نہیں کہا۔ بغیر القاب کے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا۔ بے شک محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہے۔ لیکن بغیر القاب کے خالی یا محمد کہہ کر پکارنے میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے۔ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ میں ادب و احترام ہے۔ مثال کے طور پر میرا نام ہے محمد سرفراز تو میرا نام لے کر میرے ساتھ وہ بات کریں گے جو میرے بے تکلف دوست ہوں گے۔ یا مجھ سے عمر میں بڑے ہوں گے۔ اور اگر چھوٹوں میں سے کوئی میرا نام لے کر بات کرے گا آپ سب اس انداز کو برا منائیں گے۔ تو یاد رکھنا اسی طرح خالی یا محمد کہنے میں بھی گستاخی کا پہلو ہے۔ پہلے تو اس نے اندازِ گفتگو غلط اختیار کیا اور پھر کہا کہ تو نے انصاف نہیں کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے کہنے لگے حضرت مجھے اجازت دو

میں اس کا سر اتار دوں اور واقعی وہ اس لائق تھا کہ اس کا سر قلم کر دیا جاتا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوڑ دو کچھ نہ کہو۔ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حوصلے والے بیان کیے جاتے ہیں مگر اتنا حوصلہ بھی نہیں تھا کہ اپنے خلاف ایک جملہ بھی برداشت کرتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ اسی طرح قرآن پاک کے تئیسویں/۲۳ پارے میں آتا ہے کہ کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور کذاب کہتے تھے کہ یہ جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برداشت کرتے تھے اور مسکرا کر چلے جاتے تھے۔ آج ہمیں کوئی جھوٹا کہہ کہ دیکھے نا!۔ پھر دیکھے جاتا کہاں ہے۔ یا وہ نہیں یا ہم نہیں ہیں۔ فرمایا، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا، فَظ کا معنیٰ ہے سخت مزاج، اور اگر ہوتے آپ سخت مزاج۔ غَلِيْظَ الْقَلْبِ، سخت دل والا۔ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ، تو یہ بھاگ جاتے تیرے آس پاس سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ بیٹھتے۔ اور ظاہر بات ہے آدمی بد اخلاق، ضدی اور سخت دل ہو اور اپنی من مانی کرے تو اس کے قریب کون آئے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج اعلیٰ اخلاق والے ہیں۔ اسی لئے غزوۂ احد میں جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تتر بتر ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سرزنش نہیں فرمائی۔ البتہ دل میں رنجش کا امکان باقی تھا کہ انہوں نے خلاف توقع عمل کیوں کیا ہے؟۔ اور جنگی نقطہ نظر سے بڑی غلطی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سفارش فرما دی کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فَاعْفُ عَنْهُمْ، پس تو ان کو معاف کر دے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ، اور ان کے لئے مغفرت طلب کر اللہ تعالیٰ سے۔ کہ اے پروردگار ان سے جو غلطی اور گناہ ہوا ہے کم فہمی کی وجہ سے ہوا ہے۔ بدنیتی کی وجہ سے نہیں ہوا۔ پروردگار تو ان کو معاف فرما دے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ، اور ان کے ساتھ مشورہ کر معاملات میں ۔یعنی آئندہ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو ان کو مشورے میں شریک کرتا کہ یہ محسوس نہ کریں کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہیں ۔ اس لئے قریب نہیں آنے دیتے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ یا دیگر معاملات میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرلیا کرتے تھے ۔ ہاں مشورہ کی ضرورت ان امور میں پیش آتی تھی جن میں وحی الٰہی کے ذریعے واضح حکم موجود نہیں ہوتا تھا ۔ اور ایسے معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد بھی کرتے تھے ۔ اور مشورہ بھی ہوتا تھا ۔ اور یاد رکھیں! ایسی چیزیں جن کے متعلق احکامات قرآن میں نہیں ہیں ۔ حدیث پاک میں نہیں ہیں ۔ اور اجماعِ امت سے ثابت نہیں ہیں ۔ ان کے متعلق مشورہ قیامت تک باقی رہے گا ۔ اور ہر حکومت کو حق حاصل ہے کہ جو مسائل منصوص نہیں ہیں یعنی قرآن پاک سے ثابت نہیں ہیں حدیث سے ثابت نہیں ہیں ۔ اجماع امت سے ثابت نہیں ہیں ۔ ان کے متعلق آپس میں مشورہ کریں ۔ حکم ہے ، وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ، کوئی معاملہ پیش آجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مشورہ کریں ۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو لوگ فقیہ اور سمجھدار ہیں ان سے مشورہ کرو ۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کا ذہن کسی طرف نہیں جاتا اور وہ بات دوسرے کی سمجھ میں آجاتی ہے ۔ تو اس طرح مشورے کا فائدہ ہوگا اور معاملہ خوش اسلوبی کے ساتھ طے پا جائے گا ۔ اور جو مسائل منصوص ہیں ۔ قرآن سے ثابت ہیں ، حدیث شریف سے ثابت ہیں ، اجماع امت سے ثابت ہیں ۔ ان کے متعلق مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ جیسے نماز ہے روزہ ہے ۔ حج ہے ، زکوٰۃ ہے ۔ چار عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ہے ۔ یا سود کا حرام ہونا ہے ۔ مثلاً اب اگر کوئی مشورہ کرے کہ سود حرام ہے یا

حلال ہے تو ایسا آدمی ملحد اور زندیق ہے تو مشورہ ان چیزوں میں ہے جو منصوص نہیں ہیں ۔ اور مشورے کے بعد جب معاملہ طے ہو جائے ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ ، پس جب تو ارادہ کر لے ۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ، پس اللہ تعالیٰ پر توکل کر ۔ سوچنے سمجھنے اور ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد جب کسی کام کا ارادہ کرلیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ O ، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں کے ساتھ ۔ کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ توکل کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آدمی ہاتھ پاؤں نہ پھیلائے بلکہ جو کام کرنا ہے اس کے لئے ہاتھ پاؤں مارے ۔ محنت کوشش کرے اور اس کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دے ۔ ؂

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

اور اگر کام کے لئے ہاتھ پاؤں ہی نہیں ہلاتا محنت کوشش نہیں کرتا ۔ تو شریعت میں اس کا نام "تَعَطُّلْ" ہے ۔ جس کو پنجابی میں ہڈ حرامی کہتے ہیں ۔ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ ، اگر تمہاری مدد کرے اللہ تعالیٰ ۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ، پس تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا ۔ پھر تاریخ بتاتی ہے کہ موتہ کے مقام پر تین ہزار نے ایک لاکھ پر غلبہ حاصل کیا اور یرموک کے مقام پر پینتالیس ہزار/۴۵۰۰۰ نے سات لاکھ پر غلبہ پایا ۔ بے شمار ایسے جہاد ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے تھوڑے بہتوں پر غالب آئے ۔ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ ، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد ختم کر دے ۔ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ ، پس کون ہے وہ ذات ۔ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِهٖ ، جو تمہاری مدد کرے گی اللہ تعالیٰ کے بعد ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کوئی ٹھکانہ ؟ ہے کوئی مددگار ؟ ہے کوئی مشکل کشا ، حاجت روا ، فریاد رس ، کوئی دستگیر بالکل نہیں ہے ۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ ، اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی توکل

کر ا یمان ؤ داے۔ اس سے پہلے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالی کا ذکر تھا۔ آگے فر ایا جس طرح پیغمبر علیہ السلام کے اخلاق عالی ہیں اسی طرح وہ امین اور دیانت دار بھی ہیں۔ مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر ایک واقعہ پیش آیا تھا بعض حضرات بدر کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر احد کا معاملہ ہے۔ غزوۂ احد میں اگرچہ زیادہ تر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ مگر تھوڑا بہت مال غنیمت مسلمانوں کے پاس رہ گیا تھا۔ اور تقسیم کے وقت منافق بھی پہنچ گئے تھے کہ شاید ہمیں بھی کچھ مل جائے کسی نے کہا کہ مال غنیمت میں ایک عمدہ گرم کمبل تھا نظر نہیں آ رہا۔ ایک منافق بے ایمان نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا ہوگا۔ بھائی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لینا ہوتا تو سب کے سامنے اٹھا لیتے احادیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت تھی کہ مالِ غنیمت میں سے جو چاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز پسند آئے اپنی مرضی سے لے سکتے ہیں۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی شئی اس طرح لی نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ اور نہیں ہے لائق کسی نبی کے یہ کہ وہ خیانت کرے۔ غلول مالِ غنیمت میں سے کسی چیز کے چھپا لینے کو کہتے ہیں۔ تو نبی کی شان نہیں ہے کہ مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز خفیہ طریقے سے لے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ مالِ غنیمت میں جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو، لے سکتے ہو۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو غلول کی کیا ضرورت ہے؟۔ معاذ اللہ تعالیٰ فرمایا، وَمَنْ يَّغْلُلْ اور جس نے خیانت کی۔ يَاْتِ بِمَا غَلَّ، لائے گا اس چیز کو جو اس نے خیانت کی۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، قیامت والے دن اس کی گردن پر ہوگی اور اس کا اس کو حساب دینا

پڑے گا۔ وہاں تو سوئی دھاگے تک کا حساب دینا پڑے گا۔ دیکھا چوری کسی کی بھی کرنا گناہ ہے۔ لیکن ایک ہے شخصی چوری اور ایک ہے قومی اور جماعتی مال سے چوری اس میں فرق ہے۔ اگر ایک آدمی کی چوری کی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ معاف کر دے اور قومی اور جماعتی مال سے چوری جیسے چندے کی چوری ہے یہ معاملہ بڑا سخت ہے۔ کیونکہ لوگوں کے مزاج مختلف ہیں ہوسکتا ہے قیامت والے دن کوئی معاف کرے کوئی نہ کرے۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ ، پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو۔ مَّا كَسَبَتْ ، جو اس نے کمایا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O ، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ وہاں رتی برابر بھی کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ فرمایا: اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ ، کیا پس وہ شخص جس نے پیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر کے رب تعالیٰ کی رضا حاصل کی۔ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ ، اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو لوٹا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر۔ ایک فرماں بردار ہے ایک نافرمان ہے ایک نیک ہے ایک بد ہے کیا یہ برابر ہو جائیں گے۔ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ، اور نافرمان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ O ، اور دوزخ برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور مومنات کو دوزخ سے بچائے۔ هُمْ دَرَجٰتٌ ، ان کے درجے ہیں۔ عِنْدَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ نیکوں کے درجے اور ہیں بروں کے اور ہیں۔ پھر نیکی کے بھی درجات ہیں۔ اور بدی کے بھی درجات ہیں جس قسم کا عمل ہوگا اسی قسم کی سزا ہوگی وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ، اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ بِمَا يَعْمَلُوْنَ O ، اس چیز کو جو وہ عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ، البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے۔عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ، مومنوں پر۔اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا، جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول۔مِّنْ اَنْفُسِهِمْ، ان کی جانوں میں سے۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ، وہ تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔وَيُزَكِّيْهِمْ، اور ان کو پاک کرتا ہے۔وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ، اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی۔وَالْحِكْمَةَ، اور سنت کی۔ وَاِنْ كَانُوْا، اور بے شک وہ تھے۔مِنْ قَبْلُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے۔لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ، البتہ کھلی گمراہی میں۔اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ، کیا جس وقت پہنچی تمہیں مصیبت۔ قَدْ

اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا ،تم پہنچا چکے تھے اس جیسی دو مصیبتیں۔قُلْتُمْ اَنّٰی هٰذَا ،تم نے کہا یہ کہاں سے آئی ہے؟۔قُلْ ،آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے!۔هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ،وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O ،بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔وَمَا اَصَابَكُمْ ،اور وہ چیز جو تمہیں پہنچی۔یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ،جس دن آمنے سامنے آئیں دو جماعتیں۔فَبِاِذْنِ اللّٰهِ ،پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ O ،اور تاکہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ مومنوں کو۔ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ ،اور تاکہ ظاہر کردے ان لوگوں کو۔نَافَقُوْا ،جو منافق ہیں۔وَقِیْلَ لَهُمْ ،اور کہا گیا ان کو۔تَعَالَوْا قَاتِلُوْا ،آؤ لڑو۔فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔اَوِ ادْفَعُوْا ،یا دفاع کرو۔قَالُوْا ،کہنے لگے۔لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا ،اگر ہم جانتے لڑائی۔اتَّبَعْنٰكُمْ ،البتہ ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے۔هُمْ لِلْكُفْرِ ،وہ کفر کی طرف۔یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ ،اس دن زیادہ قریب تھے۔مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ ،بہ نسبت ایمان کے۔یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ ،کہتے ہیں اپنے مونہوں سے۔مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ،وہ چیز جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ،اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔بِمَا یَكْتُمُوْنَ O ،وہ جو چھپاتے ہیں۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آرہا ہے۔اور اس سے پہلی آیات میں بیان تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بلند اخلاق والے اور نرم واقع ہوئے ہیں لہٰذا اگر ساتھیوں سے کم فہمی کی بنا پر غلطی بھی ہو جائے تو درگزر فرماتے ہیں۔اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا تم پر احسان ہے کہ میں نے ایسا شان والا پیغمبر تمہاری طرف مبعوث فرمایا ہے ارشادِ ربانی ہے۔لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ ،البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے۔عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ،مومنوں پر۔اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا ،جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول۔مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ،ان کی جانوں میں

سے۔ یعنی انہیں میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ احسان کافروں پر بھی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ لیکن کافروں نے اس احسان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور مومنوں نے صحیح معنیٰ میں اس احسان سے فائدہ اٹھایا ہے لہٰذا احسان بھی انہیں پر ہے۔ جس طرح قرآن پاک سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ مگر چونکہ فائدہ اس سے متقی حضرات اٹھاتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ "هُدًى لِلْمُتَّقِينَ" ہدایت ہے پرہیزکاروں کے لئے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کل کائنات کے لئے رحمت ہے اور سب پر رب تعالیٰ کا انعام واحسان ہے۔ مگر کافروں نے اس انعام اور احسان کی قدر نہیں کی۔ اور مومنوں نے قدر کی ہے۔ اور بھیجا بھی انہیں میں سے۔ انہی میں سے کا مطلب ہے۔ کہ آپ انسانوں میں سے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریشی اور ہاشمی بھی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ملائکہ میں سے ہیں، اور نہ ہی جنات میں سے ہیں۔ بلکہ جنس انسانی میں سے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دوسری نوع اور جنس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ مثال کے طور پر حضرت جبرئیل علیہ السلام جو فرشتوں کے سردار ہیں اگر ان کو انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا جن کو نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس لگتی ہے۔ نہ گرمی، نہ سردی، نہ دکھ نہ تکلیف، وہ ہر چیز سے پاک ہیں۔ تو ان کو انسانی ضروریات کا کیا احساس ہوتا؟۔ جس کو بھوک کا احساس نہیں ہے، وہ روزے کا کیا حکم دیتا؟ کہ روزے رکھو؟ جس کو گرمی سردی کا احساس نہیں ہے، وہ کیا حکم کرے گا کہ سردیوں میں چاہے پانی ٹھنڈا ہو یا گرم، تم نے غسل بھی کرنا ہے۔ اور وضو بھی۔ جس کو بیماری کی تکلیف کا احساس ہی نہیں ہے وہ صبر کی کیا تلقین کرے گا جس کا باپ نہیں ہے بیٹا نہیں ہے، بھائی نہیں ہیں، بہنیں نہیں ہیں۔ خالائیں اور پھوپھیاں نہیں ہیں۔ اس کو ان کے مرنے پر دکھ

اور صدمے کا کیا احساس ہوسکتا ہے؟۔ کہ ان کے مرنے پر انسان پر کیا گزرتی ہے؟۔ وہ صبر کی تلقین کرے گا جب اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ موت کا صدمہ کیا ہوتا ہے؟۔ یہاں بشر ہی بشر کی تسلی کا سامان کرسکتا ہے۔ جس کو ان ساری چیزوں کا احساس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اٹھارہ مہینوں کے تھے دودھ پیتے تھے بیمار ہوگئے۔ اور دوسری طرف یہ ہوا کہ مدینہ منورہ سے ایک میل کی مسافت پر ایک مقام تھا ''عوالی'' آج کل وہ مدینہ طیبہ کی آبادی میں شامل ہوگیا ہے۔ وہاں ایک آدمی تھا ابوالحداد لوہے کا کام کرتا تھا۔ اس کا دودھ پیتا بچہ فوت ہوگیا اور اس کی بیوی بڑی صحت مند تھی۔ دودھ اس کا وافر تھا۔ اس نے اپنے خاوند کو کہا کہ ہمارا بچہ فوت ہوگیا ہے اور دودھ ضائع جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ تو جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشکش کر کہ وہ اپنا بچہ دودھ پلانے کے لئے ہمیں دے دیں۔ چنانچہ اس کے خاوند نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا کیونکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیٹ سے تھے انہوں نے کہا حضرت بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ ابوالحداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی بڑی چاہت اور شوق کے ساتھ لے گئی۔ لیکن خدا کی شان کہ کچھ مدت کے بعد وہ ان کے پاس بیمار ہوگیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت بچے کی حالت بڑی نازک ہے آپ تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بچے کو اٹھایا تو ''نَفْسُهٗ يَتَقَعْقَعُ'' اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ بے اختیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رونے سے

منع فرماتے ہیں۔اور اب خود رو رہے ہیں۔ "فَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ" ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے جس رونے سے منع کیا ہے اس کا تعلق زبان کے ساتھ ہے۔یعنی نوحہ بین کرنا، واویلا کرنا منع ہے۔دل میں صدمہ ہو اور آنکھوں سے آنسو گر رہے ہوں۔تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ"، آنکھ آنسو بہاتی ہے۔"وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ"، اور دل غمگین ہے۔"وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا"، مگر ہم زبان سے وہی لفظ نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو۔ "وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ لَمَحْزُوْنُوْنَ"، اور اے ابراہیم بے شک ہم تیری جدائی پر بہت دکھی ہیں۔(بخاری جلد ۱، صفحہ ۱۷۴)۔ایسے موقع پر تسلی تو بشر ہی دے سکتا ہے۔فرشتہ کیا تسلی دے گا؟۔جس کا نہ کوئی رشتہ دار اور نہ قیامت سے پہلے کوئی موت، نہ سر درد، نہ پیٹ درد، نہ گھٹنوں میں درد، نہ ٹخنوں میں درد، اس کے سامنے کوئی جا کر ان چیزوں کا ذکر کرے تو اسے کیا احساس ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر احسان فرمایا کہ بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔جس کے ساتھ یہ ساری ضرورتیں لگی ہوئی ہیں۔گرمی بھی لگتی ہے سردی بھی محسوس ہوتی ہے۔تکلیف کا بھی احساس ہوتا ہے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے میں ایسی تکلیف ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پیشاب نہیں کر سکتے تھے۔کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ درد شقیقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا پریشان کیا کہ دو دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے۔ہجرت کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیاس لگی ہے، کہیں سے پانی تلاش کرو؟۔تو انسانوں کی

ہدایت کا ذریعہ وہی بنے گا جس کو یہ ساری ضرورتیں پیش آئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیویاں فوت ہوئی۔ پھوپھیاں فوت ہوئیں۔ بیٹے فوت ہوئے۔ تین بیٹیاں فوت ہوئیں۔تو انسانوں کے لئے وہی نمونہ بنے گا جس کو صدمات کا احساس ہو۔تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا کوئی جن یا فرشتہ نہیں بھیجا۔ پھر چونکہ اول مخاطبین عربی تھے اس لئے عربی بھیجا۔اگر پیغمبر عجمی ہوتا تو وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔اسی آیت کریمہ کے تحت علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ جو آخری دور کے عظیم مفسر گزرے ہیں۔حوالہ نقل فرماتے ہیں اور یہ حوالہ عالمگیری، بحرالرائق، اور جتنی مستند کتابیں ہیں ان میں بھی موجود ہے۔کہ شیخ ولی الدین عراقی سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ جاننا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور عربی ہیں صحت ایمان کے لئے شرط ہے۔یا فرض کفایہ ہے تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ صحت ایمان کے لئے شرط ہے۔سو اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تمام مخلوق کے لئے مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتہ یا جن، یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے یا عجمی؟۔ "فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ" ۔تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔کیونکہ اس نے قرآن پاک کی تکذیب کی ہے۔اور اس چیز کا انکار کیا ہے جس کی خلف سلف اگلے پچھلے تمام قرون اسلام میں تلقی بالقبول کرتے رہے ہیں۔روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۱۰۱۔کیونکہ اس بات کا جاننا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور عربی تھے فرض عین ہے۔یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے۔اور فرضِ عین کو نہ جاننا کفر ہے۔اور ایک ہوتا ہے فرضِ کفایہ کہ اس کو اگر چند آدمی بھی ادا کر دیں تو باقی بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے جنازہ ہے، کہ کچھ آدمی اس فرض کو ادا کر دیں تو باقیوں پر کوئی گناہ

نہیں ہے۔ اور اسی طرح تبلیغ دین فرض کفایہ ہے اگر کچھ افراد یہ فرض ادا کر رہے ہیں تو باقی گناہ سے فارغ ہیں۔ اور جو عبادتیں فرض عین ہیں ان کا سمجھنا اور ادا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حلال حرام، یہ ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ اور ان میں کوئی شخص بھی معذور نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیوٹیاں بیان فرمائی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کام کون کون سے ہیں۔ فرمایا، یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖ، وہ تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ یعنی ان کو قرآن مجید پڑھ کے سناتا ہے۔ اور آیات کے اول مخاطبین عربی تھے۔ اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں تھا۔ لہٰذا اکثر آیات کا مفہوم وہ خود بخود سمجھ جاتے تھے۔ اور دوسری ڈیوٹی ہے۔ وَیُزَکِّیْهِمْ، اور ان کو پاک کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی باطنی گندگی کو دور کرتے ہیں۔ یعنی کفر، شرک، نفاق اور بداخلاقی سے پاک کر کے ایمان توحید اخلاص اور اچھے اخلاق بھر دیتے ہیں۔ حقیقۃً تزکیہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ آتا ہے۔ "وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ" (پارہ ۱۸)۔ اور اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تزکیہ کی نسبت مجازی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہیں تزکیہ کا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تعلیم دیتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت کی برکت سے ان کے دل پاک ہو جاتے ہیں۔ اور دلوں کا تزکیہ شرعاً مطلوب ہے۔ اور جو صحیح پیری مریدی ہے۔ ٹھگوں کی بات نہیں کرتا۔ ان کی بات کرتا ہوں جو صحیح معنیٰ میں اللہ والے ہیں۔ ان کی پیری مریدی اس آیتِ کریمہ کی تشریح ہے جو مرشد کامل ہیں وہ اپنے مرید کی اخلاقی تربیت کریں گے۔ ان کو سبق دیں گے۔ کہ تم یہ کام کرو اور فلاں کام چھوڑ دو۔ یہ وظیفہ پڑھو، اور فلاں وظیفہ نہ پڑھو۔ تو

اللہ تعالیٰ کے صالح لوگوں کی تعلیم اور تربیت سے انسان کفر شرک سے رسم و رواج سے تکبر بغض کینہ اور حبِ دنیا، جیسی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ اور اصلاح ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حنظلہ بن سدلیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے تو کہنے لگے ابو بکر میں منافق ہوگیا ہوں۔ فرمایا، سبحان اللہ! تو کس طرح منافق ہوگیا ہے؟۔ کہنے لگے اس طرح کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتا ہوں تو دل کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور جب گھر یا بازار جاتا ہوں تو دل کی کیفیت وہ نہیں رہتی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں منافق ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح کی کیفیت تو میری بھی ہے۔ لہٰذا آؤ دونوں چلتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں۔ تو انہوں نے اپنا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دلوں کی وہ کیفیت جو میری مجلس میں ہوتی ہے۔ وہ اس کے بعد نہیں رہ سکتی۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہی ہے۔ وہ دوسری جگہ تو نہیں ہے۔ اس لئے وہ کیفیت کس طرح باقی رہ سکتی ہے)۔ لہٰذا اس کیفیت کے بدلنے سے آدمی منافق نہیں ہو جاتا یہ مسلم شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے۔ جو میں نے بیان کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں تھوڑی دیر بیٹھنے والے کی اتنی صفائی ہو جاتی تھی کہ ساٹھ ساٹھ سال مجاہدہ اور ریاضتیں کرنے والوں کی اتنی صفائی نہیں ہوتی۔ بزرگانِ دین نے شرعی دائرہ میں رہ کر جو چلہ کشی کی ہے اور ریاضتیں کی ہیں بعض سطحی قسم کے لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے غلط کیا ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے چلہ کشی نہیں کی تھی۔ بھائی! ٹھیک ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

نے چلہ کشی نہیں کی مگر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ضرورت ہی کیا تھی؟۔ شیشہ صاف ہو تو اس کو صاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ صاف تو اس وقت کیا جاتا ہے جب اس پر میل کچیل ہو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شیشے ویسے ہی صاف تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے سے اتنے صیقل ہو جاتے تھے کہ ساٹھ سالہ مجاہدے سے بھی وہ کیفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو ان کو مجاہدے کی کیا ضرورت تھی؟۔ کہ وہ چلہ کشی کرتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ کیفیت باقی نہیں رہی۔ اس لئے دلوں کی صفائی کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ یاد رکھنا! کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ لہٰذا کلمے کا ورد کرو تیسرا کلمہ پڑھتے رہو۔ استغفار کرو۔ درود شریف پڑھو۔ قرآن پاک کی تلاوت کرو۔ قبر کو یاد کرو۔ آخرت کا خیال کرو۔ اپنی نظر کو محفوظ رکھو۔ اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ اور تزکیہ نفس شریعت میں مطلوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام۔ فرمایا، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی اور حکمت کی۔ قرآنِ پاک اگرچہ عربی زبان میں نازل ہوا۔ اور اس کے اولین مخاطبین بھی عربی تھے اس کے باوجود ان کو بعض دفعہ سمجھنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ چنانچہ پانچویں پارے میں آتا ہے۔ "مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ"۔ جو شخص برا عمل کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیتِ کریمہ سے آخرت کا بدلہ سمجھا۔ کہ قبر میں عذاب ہوگا۔ دوزخ کی سزا ہوگی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت ہم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے کہ جس سے کوئی نہ کوئی خطا نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ معصوم تو صرف انبیاء ہیں۔ پھر تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بدلے سے

جو تو سمجھا ہے کہ آخرت کی سزا ہوگی قبر میں مار کٹائی ہوگی یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ مومنوں کو اس کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ مومنوں کو دنیا میں جو تکلیفیں آتی ہیں۔ وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ (سبحان اللہ)۔ مثلاً سر درد ہے، پیٹ درد ہے۔ ناک میں تکلیف ہے، گھٹنوں میں درد ہوگیا ہے۔ ٹخنوں میں درد ہوگیا، اور کوئی تکلیف ہوگئی۔ کوئی صدمہ پیش آگیا۔ جیب میں رقم تھی، گرگئی پھر ملی نہیں۔ یہاں تک کہ گرمی سردی بھی مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ کیونکہ ان میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تو مسلمانوں کو دنیا میں ہی بدلہ دے دیا جاتا ہے۔ یہ خلاصہ ہے ترمذی شریف کی روایت کا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت آیتِ کریمہ کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی تو سمجھ آیا کہ یہ مطلب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت آپ نے فرمایا ہے۔ "مَنْ نُوْقِشَ فِيْ الْحِسَابِ عُذِّبَ"، کہ جس سے صحیح معنیٰ میں حساب لیا گیا اس کی خیر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا" (پارہ ۳۰)۔ پس عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ یعنی مومنوں کا حساب آسان ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ مومنوں کا حساب سرسری اور آسان ہوگا وہ یہ ہے کہ حساب کتاب کا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جانا ہی عرض اور یہی حسابِ یسیر ہے۔ اور میں نے کہا کہ جس سے پوچھ لیا گیا۔ مناقشہ ہوا حساب میں۔ باریکی ہوئی تو ایسا شخص بچ نہیں سکے گا۔ آسان حساب یہ

24

ہے کہ بس حساب پیش کیا گیا کچھ تعرض نہ فرمایا جان بچ گئی۔ تو سرسری حساب اور چیز ہے، اور پورا پورا حساب اور چیز ہے۔ تو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آیت سمجھنی پڑی۔ اسی طرح ساتواں پارہ سورۃ انعام میں آتا ہے۔ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ O"۔ ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمانوں کو ظلم کے ساتھ یہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہوگا۔ اور یہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں''۔ بخاری شریف میں روایت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوال کیا۔ "اَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ؟" ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جس نے اپنی جان پر زیادتی نہیں کی؟۔ ظلم کا معنیٰ ہے زیادتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مقام پر ظلم سے مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو، کہ زبانی طور پر کسی سے زیادتی ہوگئی، یا ہاتھ سے ہوگئی، قلم کے ساتھ کسی سے زیادتی ہوگئی۔ ہیں یہ بھی زیادتیاں۔ مگر اس مقام پر ظلم سے مراد شرک ہے۔ تو آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہو کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کے ساتھ شرک کی ذرہ بھر ملاوٹ نہیں کی۔ ان کو امن نصیب ہوگا اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت لقمان بن باعور بن ناھور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے ساران رحمہ اللہ تعالیٰ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ "یٰبُنَیَّ لَاتُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ" (پارہ ۲)۔ ''اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا ظلم ہے''۔ مطلب یہ ہے کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی کچھ آیتیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔ باوجود عربی ہونے کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھاتے تھے۔ چہ جائیکہ آج چودھویں/۱۴ ویں صدی میں کوئی دعویٰ کرے کہ مجھے قرآن پاک سمجھنے کے لئے نہ حدیث کی ضرورت ہے۔ نہ کسی صحابی کی

نہ تابعی کی نہ کسی فقیہ اور امام اور محدث کی ضرورت ہے۔ میں خود قرآن مجید کو سمجھتا ہوں۔ ایسا شخص پرلے درجے کا ملحد اور بے دین ہے۔ یاد رکھنا! قرآن پاک کی وہ تفسیر معتبر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یا جو تفسیر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کی ہے۔ تابعین نے یا تبع تابعین نے کی ہے۔ اور ائمہ دین نے کی ہے۔ یا فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ ان بزرگوں پر اعتماد کرو۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کرو یہ جتنے باطل فرقے گمراہ ہوئے ہیں اسی وجہ سے ہوئے ہیں کہ انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی ہے۔ غلام احمد پرویز ملحد اور بے دین آدمی تھا۔ اس نے چار جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ جس کا نام ''معارف القرآن'' رکھا ہے۔ چونکہ وہ اردو ادب کا بڑا ماہر تھا اس واسطے اردو ادب والے اس کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا! اس میں بڑا کفر بھرا ہوا ہے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ آج تک میرے بغیر کسی نے قرآنِ کریم کو نہیں سمجھا۔ اور اس کی حیثیت یہ ہے کہ ساری زندگی انگریز کے بوٹ صاف کرتا رہا ہے۔ کیونکہ سرکاری ملازم تھا۔ اور اس کا خاص ملازم جو کافی مدت تک اس کے پاس رہا ہے اس نے مجھے خود یہ بات بتائی ہے کہ ڈاڑھی منڈواتا تھا۔ اور روزے نہیں رکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ وہ ساری غلط ہیں، سوائے میری تفسیر کے۔ اس کی تفسیر کے زیادہ نہیں صرف ایک حوالہ پیش کرتا ہوں وہ کہتا ہے کہ ''سائنس اگر ثابت بھی کر دے کہ چند منٹوں، سیکنڈوں میں کوئی آدمی چاند پر جا بھی سکتا ہے اور واپس بھی آ سکتا ہے میں پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کو تسلیم نہیں کروں گا''۔ یہ ہے اس کی تفسیر۔ نوجوانو! یاد رکھو۔ ہر تفسیر کو تفسیر نہ سمجھو سلفِ صالحین کا دامن نہ چھوڑو۔ مودودی صاحب

نے بھی اپنی تفسیر اور دیگر کتابوں میں بہت ساری غلط باتیں لکھی ہیں۔علماء کی ان پر تنقید بے جا نہیں ہے۔اگر زندگی رہی تو باقی کل بیان کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

کل کے درس میں آپ نے پہلی آیتِ کریمہ کے چند جملوں کی تشریح سنی۔ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ" البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول ان کی جانوں میں سے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان تمام کائنات کے لئے ہے۔ جنات کے لئے انسانوں کے لئے عربی عجمی سب کے لئے ہے۔ لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے فائدہ صرف مومنوں نے اٹھایا ہے۔ اس لئے مومنوں کی تخصیص فرمائی۔ اور بھیجا بھی انہیں میں سے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں بشر ہیں، مگر شان اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عطاء فرمایا کہ مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ نہ جنوں کو نہ انسانوں کو۔ نہ فرشتوں کو۔ ان سب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بہت بلند ہے۔ یہ بنیادی عقیدہ ہے اس کو یاد رکھنا بھولنا نہیں۔ اور کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار تھے۔ پہلا کام، يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ، کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھ کے سناتے ہیں، سننے والے چونکہ عربی تھے اس لئے اکثر آیتوں کا مطلب خود بخود سمجھ جاتے تھے دوسرا کام ،وَيُزَكِّيْهِمْ، اور ان کو پاک کرتے ہیں۔ اور یہ بات کل کے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ حقیقتاً تزکیہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی برکت سے اور اخلاقِ حسنہ کی برکت سے لوگون کے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ تیسرا کام، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ، اور اللہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم بہت بلند کام ہے۔ ابنِ ماجہ کی حدیث میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ایک آدمی سو نفل پڑھتا ہے۔ (اور سو نفل پڑھنے پر خاصا وقت لگتا ہے)۔ اور ایک آدمی قرآن شریف کی ایک آیت پڑھتا ہے۔ تو ایک آیت پڑھنے کا ثواب سو نفل پڑھنے سے زیادہ ہے۔ اور دوسری

حدیث میں ہے کہ ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے (اور اگر رات لمبی ہو تو ایک ہزار نفل اکٹھے پڑھ سکے گا)۔ اور ایک آدمی قرآنِ کریم کی ایک آیت ترجمہ کے ساتھ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب ہزار نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔ تو قرآن پاک کی تعلیم اس کو سمجھنا سمجھانا بہت بڑی عبادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا کام، وَالْحِكْمَةَ، اور سنت کی تعلیم دیتے ہیں۔ حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث اکثر محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت اور حدیث کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ اور بعض حضرات نے سنت اور حدیث میں فرق کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرمائی ہے وہ حدیث ہے اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر کیا ہے وہ سنت ہے۔ لیکن نوے فیصد محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت اور حدیث کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ تو حکمت سے مراد سنت اور حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حدیث کے الفاظ بھی بیان فرمائے ہیں اور ان کا مطلب اور تشریح بھی بیان فرمائی۔ اس لئے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عربی ہونے کے باوجود بعض احادیث کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے تھے۔ سمجھانے کے لئے میں دو تین باتیں عرض کرتا ہوں۔ نمبر ایک، مسلم شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ"۔ نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب یہ حدیث سنی تو پریشان ہو گئے اور تکبر کا معنیٰ یہ سمجھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں

رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ پھر تو کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ سارے ہی تکبر کرتے ہیں ہم میں سے کون ہے جو تکبر سے بچا ہوا ہے۔ اس لئے کہ "کُنَّا نُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا"۔ ہم سب پسند کرتے ہیں کہ ہمارے کپڑے اچھے ہوں۔ "وَشَعْرُهٗ حَسَنًا"۔ اور اس کے بال اچھے ہوں۔ یعنی پٹے رکھے ہوئے ہوں اور ان پر تیل لگا ہوا ہو۔ کنگھی کی ہوئی ہو۔ اور مسندِ احمد کی روایت میں ہے۔ "اَنْ یَّکُوْنَ نَعْلُهٗ حَسَنًا"۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا جوتا اچھا ہو۔ یعنی طبعی طور پر پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو۔ وضع قطع اچھی ہو جوتا اچھا ہو اس طرح تو ہم سارے تکبر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو تم تکبر سمجھتے ہو یہ تکبر نہیں ہے۔ یہ تو "تَجَمُّلٌ" ہے خوبصورتی ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا ستھرا لباس پہننا اور نفیس اور قیمتی جوتا پہننا تکبر نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطاء فرمائی ہے کہ اس کی مالی پوزیشن اچھی ہے۔ اور وہ اپنی حیثیت کے مطابق کپڑا اور جوتا نہیں پہنتا۔ تو گنہگار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو توفیق عطاء فرمائی ہے اور یہ اپنی حیثیت کے مطابق کپڑے نہیں پہنتا۔ میلا کچیلا رہتا ہے۔ ناشکرا ہے، شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوال کیا، حضرت پھر تکبر کسے کہتے ہیں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ"۔ حق کی بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔ مثلاً چھوٹی قوم کا کوئی غریب آدمی وڈیرے کو کوئی بات کہے اور وڈیرہ کہے کہ کمی ہو کر مجھے بات سمجھاتا ہے۔ یا بیٹا باپ کو کوئی بات کہے اور وہ کہے کہ بیٹا ہو کر مجھے سمجھاتا ہے۔ یا شاگرد استاد کو کوئی کہے اور

استاذ کہے کہ شاگرد ہوکر مجھے سمجھاتا ہے۔ یہ تکبر ہے۔ یا مرید پیر کو کوئی حق بات کہے اور وہ کہے کہ مرید ہوکر مجھے سمجھاتا ہے۔ یا ویسے ہی دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ بھائی! تجھے کیا معلوم کہ اس کا قد چھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا درجہ بڑا ہو اور تیرا قد بڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرا درجہ چھوٹا ہو۔ اسی طرح کسی کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔ یا گورا کالے کو حقیر سمجھے ہو سکتا ہے کہ ظاہری طور پر اس کا رنگ کالا ہے۔ اور باطن گورا ہو اور تیرا ظاہری طور پر رنگ گورا ہے اور اندرونی طور پر کالا ہو۔ یہ تو رب تعالیٰ جانتا ہے۔ جیسے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنگ کے کالے تھے اندر روشن تھا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ اور عبدالعزیٰ ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا اور بڑا خوبصورت تھا۔ لیکن اندر سیاہ تھا۔ دوزخ کا ایندھن بنا۔ تو جو تکبر کرے گا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اس میں بھی تفصیل ہے۔ اگر وہ تکبر کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو کفر ہے۔ لہٰذا کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر تکبر کو حرام سمجھتا ہے۔ مگر کرتا ہے تو گناہ گار ہے۔ پھر ''لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ'' کا مطلب ہوگا۔ کہ اس کو دخولِ اول نصیب نہیں ہوگا۔ سزا بھگتنے کے بعد کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ تو دیکھو! صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تکبر کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا تو سمجھ آیا۔ اسی طرح بخاری شریف مسلم اور دیگر صحاح ستہ کی کتابوں میں حدیث آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ اور ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ واجب ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حیران اور غمگین ہوکر پوچھا۔ ''وَمَنْ یُّطِیْقُ ذٰلِکَ؟'' ۔ حضرت اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟۔ کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقے ادا کرے۔ مثال کے طور پر ایک روپیہ کے سو پیسے ہیں۔ اگر چہ اب روپے کی بھی کوئی

حیثیت نہیں ہے۔ایک وقت تھا بچے کو ایک آنہ ملتا تھا تو وہ لڈی ڈالتا تھا۔ کہ مجھے آنہ ملا ہے۔ اور اب اٹھنی روپیہ دو تو پھینک دیتا ہے کہ اس کا کچھ نہیں ملتا۔ مگر میں سمجھانے کے لئے کہتا ہوں کہ اگر کوئی ایک جوڑ کے بدلے ایک پیسہ بھی صدقہ کرے تو روزانہ کے تین روپے ساٹھ پیسے بنتے ہیں۔اور غریب آدمی یہ بھی نہیں کرسکتا۔تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پریشان ہوکر سوال کیا کہ حضرت اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صدقے کا مفہوم نہیں سمجھے۔فرمایا! صدقہ صرف گندم چنے ہی دینے کا نام نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بھی صدقہ ہے۔فرمایا جنس کے علاوہ صدقے کی اور بڑی قسمیں ہیں۔فرمایا، تم ایک دفعہ کہو سبحان اللہ، صدقہ ادا ہوگیا۔ الحمد للہ کہو، صدقہ ادا ہوگیا۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ کہو صدقہ ادا ہو گیا۔ اللہ اکبر کہو صدقہ ادا ہوگیا۔سلام کا جواب دیا صدقہ ادا ہوگیا۔تمہیں کوئی تکلیف پہنچی مثلاً پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ ٹھڈا لگ گیا صدقہ ادا ہوگیا راستے پر پانی کی وجہ سے کیچڑ بن گیا ہے۔تم نے مٹی ڈال کر راستہ صاف کردیا تاکہ آنے جانے والوں کو کوئی تکلیف ہو نہ کوئی پھسلے، صدقہ ادا ہوگیا۔درود شریف پڑھا اس کے ساتھ دس نیکیاں بھی مل گئیں اور اس کے ساتھ صدقہ بھی ادا ہوگیا۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کیا یعنی لوگوں کو نیکی کا کہا کہ بھائی! نماز پڑھا کرو۔روزہ رکھا کرو۔لوگوں کے ساتھ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔اور برائی سے منع کیا۔ کہ جھوٹ نہ بولو، کسی کی غیبت نہ کرو، صدقہ ادا ہوگیا۔اسی طرح کوئی آدمی گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا ہے۔لیکن ہو نہیں سکتا، تم نے رکھوادی یہ بھی صدقہ ہے۔یا سر سے نیچے اتروادی یہ بھی صدقہ ہے۔اور اگر کوئی آدمی چاہتا ہے کہ ایک ہی کام میں تین سو ساٹھ صدقے آجائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاشت کے دو نفل پڑھ لے۔تو تین سو ساٹھ صدقے

اس میں آگئے۔اور آج کل چاشت کا وقت تقریباً آٹھ بجے سے لے کر ساڑھے گیارہ بجے تک رہتا ہے۔اگر کوئی کچھ کرنا چاہے تو بہت کچھ کرسکتا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھے اور پھر اپنے وقت میں دو رکعت اشراق کے پڑھے اس کو پورے حج کا ثواب ملے گا۔اور پورے عمرے کا ثواب ملے گا روایت ہے ترمذی شریف کی۔اور یاد رکھنا یہ کوئی ضروری نہیں کہ تم فجر پڑھ کر اشراق کے لئے مسجد میں ہی بیٹھے رہو۔اگر کوئی کاروباری ہے، مسجد میں نہیں بیٹھ سکتا، چلا جائے گھر جا کے پڑھ لے۔جہاں کاروبار کرتا ہے وہاں جا کر پڑھ لے۔اسی طرح اگر کوئی ملازم ہے۔اپنے دفتر میں جا کر پڑھ لے۔دوکان دار ہے، دوکان میں جا کر پڑھ لے۔اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اشراق اسی وضوء کے ساتھ پڑھے کہ جس کے ساتھ فجر پڑھی ہے۔انسان، انسان ہے۔کسی کو معدے کی تکلیف ہوتی ہے کسی کو پیشاب کی تکلیف ہوتی ہے بار بار پیشاب آتا ہے، بعض غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اشراق کے لئے مسجد میں بیٹھنا چاہیے۔اور وضوء بھی فجر والا ہو۔یاد رکھنا! یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔تو خیر اللہ تعالیٰ کے خزانے میں تو کوئی کمی نہیں ہے۔کمی ہمارے اندر ہے۔رب تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔تو دیکھو! صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صدقے کا مفہوم نہ سمجھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ صدقہ صرف جنس کا نام نہیں ہے۔صدقے کے اور بھی بڑے طریقے ہیں۔تو آپ نے کتاب کی بھی تعلیم دی سنت کی بھی تعلیم دی۔ وَاِنْ کَانُوْا ، اور بے شک وہ تھے۔ مِنْ قَبْلُ ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے۔ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ، البتہ کھلی گمراہی میں۔جگہ جگہ بت رکھے ہوئے تھے۔حتیٰ کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔پوری قوم شرک کی لعنت میں گرفتار تھی۔سوائے اِکّا دُکّا کے اور اخلاقیات کی بھی یہی پوزیشن تھی، جو آج

کل ہے۔قتل،اغوا،لوٹ کھسوٹ،بدکاری بدمعاشی آج کل کی طرح تھی۔ہم نے امن کا زمانہ دیکھا ہے۔حقیقت پوچھو تو لوگ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کی حکومت سے انگریز کی حکومت اچھی تھی۔کہ کم از کم جان تو محفوظ تھی۔آج کل تو کسی کی جان بھی محفوظ نہیں ہے۔آج یہ لٹیرے ساری دولت کھا گئے ہیں اور عوام رو رہے ہیں اگلی آیات کا تعلق بھی غزوۂ احد کے ساتھ ہے اس جنگ میں مسلمانوں کی کوتاہی کی وجہ سے کافی نقصان اٹھانا پڑا۔فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ستر مسلمان شہید ہوئے۔اور بہت سے زخمی ہوئے۔خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس پر چوٹیں آئیں۔تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی فرمایا۔اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ ،کیا جس وقت پہنچی تمہیں مصیبت۔احد کے میدان میں کہ ستر آدمی تمہارے شہید ہوئے،اور باقی زخمی ہوئے۔قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ،تم پہنچا چکے تھے اس جیسی دو مصیبتیں۔بدر میں کہ ان کے ستر آدمی مارے اور ستر گرفتار کیے۔اور اب احد میں تمہیں پہنچی ہے۔تو قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ،تم نے کہا یہ کہاں سے آئی ہے؟۔قُلْ ،آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے!۔هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ،وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے۔جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی امارت میں ایک اہم مورچے جبلِ رُماۃ پر بٹھایا تھا۔اور فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔مگر ان سے غلطی ہوگئی کہ مورچہ چھوڑ دیا۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی نافرمانی ہوئی۔اور اس کے نتیجہ میں یہ تکلیف آئی۔اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ○ ،بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔وَمَا اَصَابَكُمْ ،اور وہ چیز جو تمہیں پہنچی۔يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ،جس دن آمنے سامنے آئیں دو جماعتیں۔کہ فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔اور مالِ غنیمت بھی تمہارے ہاتھ سے نکل

گیا۔ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ ، پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ O ، اور تاکہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ مومنوں کو۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ ، اور تاکہ ظاہر کردے ان لوگوں کو۔ نَافَقُوْا ، جو منافق ہیں ایمان والوں سے۔ کیونکہ سختی نہ آئے تو جھوٹے سچے خلط ملط رہتے ہیں۔ مخلص غیر مخلص کا پتہ نہیں چلتا۔ اور سختی کے موقع پر معلوم ہوجاتا ہے کہ مخلص لوگ نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا ، اور کہا گیا ان کو آؤ لڑو۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اور اگر لڑنا نہیں چاہتے تو، اَوِ ادْفَعُوْا ، یا دفاع کرو۔ حملہ ہو چکا ہے۔ جانیں تو بچاؤ نا۔ قَالُوْا ، کہنے لگے۔ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا ، اگر ہم جانتے لڑائی۔ یعنی ہم یہ سمجھیں کہ یہ لڑائی ہے۔ اتَّبَعْنٰكُمْ ، البتہ ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے۔ تمہارا ساتھ دیتے۔ یہ کوئی لڑائی تھوڑی ہے۔ یہ تو سیدھا موت کے منہ میں جانا ہے۔ کہ یہ تھوڑے سے آدمی بھلا ساری دنیا کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ ، وہ کفر کی طرف اس دن زیادہ قریب تھے۔ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ، بہ نسبت ایمان کے۔ یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن دل کافروں کے ساتھ اور بات تو دل کی ہوتی ہے۔ زبان کا کیا ہے۔ دوتولے کی زبان جدھر چاہو پھیرلو۔ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ، کہتے ہیں اپنے مونہوں سے وہ چیز جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی حمایت کا دم بھرتے ہیں۔ مگر دل میں نفاق بھرا ہوا ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ مسلمان ختم ہوجائیں۔ مسلمانوں کے ساتھ اپنے مونہوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی واہی تباہی باتیں کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ O ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ جو چھپاتے ہیں۔ ان کی ساری حقیقت رب تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۱﴾

اَلَّذِیْنَ ، وہ (کفر کے زیادہ قریب ہیں)۔ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ ، جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے میں۔ وَقَعَدُوْا ، اور خود جہاد سے بیٹھے رہے (کہا انہوں نے)۔ لَوْ اَطَاعُوْنَا ، اگر وہ ہماری بات مان لیتے۔ مَا قُتِلُوْا ، نہ قتل کیے جاتے۔ قُلْ فَادْرَءُوْا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے! پس تم ٹال دو۔ عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ ، اپنی جانوں سے موت کو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O ، اگر ہو تم سچے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ ، اور ہرگز نہ خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں۔ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، جو قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اَمْوَاتًا ، مردے۔ بَلْ اَحْیَآءٌ ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ O ، اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ فَرِحِیْنَ ، خوش ہیں۔ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ، ان نعمتوں پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیں۔ مِنْ

فَضْلِهٖ ،اپنے فضل سے ۔وَيَسْتَبْشِرُوْنَ ،اور خوشی مناتے ہیں ۔بِالَّذِيْنَ ،ان لوگوں کے بارے میں ۔لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ ،جو ابھی تک ان کو نہیں ملے ۔مِّنْ خَلْفِهِمْ ،ان کے پچھلوں سے ۔اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ،یہ کہ نہ خوف ہوگا ان پر ۔وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O ،اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔يَسْتَبْشِرُوْنَ ،خوشی مناتے ہیں ۔بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ساتھ ۔وَفَضْلٍ ،اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ۔وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ ،اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا ۔اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ O ایمان والوں کا اجر ۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آرہا ہے ۔مجاہدین اسلام جس وقت ہتھیار لے کر اپنے گھروں سے چلنے لگے تو منافقوں نے ان کو روکنے کی بڑی کوشش کی کہ موت کے منہ میں نہ جاؤ اس لئے کہ گزشتہ سال تم نے ان کے ستر مارے اور ستر قید کئے ان کو اس کا بڑا غصہ ہے ۔قریشی بڑی تعداد میں لشکر لے کر آئے ہوئے ہیں ۔اور ان کے ساتھ ان کے حمایتی بھی ہیں ۔وہ تم سے پچھلے سال کا بدلہ لیں گے ۔یہ منافق چونکہ مسلمانوں کے رشتہ دار تھے کوئی کسی کا باپ ،کسی کا بھائی تھا ،کوئی کسی کا سالا تھا ۔کسی کا بہنوئی تھا ۔اس لئے روکنے کی پوری کوشش کی ۔تو ان منافقوں کا ذکر ہے ۔فرمایا ،اَلَّذِيْنَ ،وہ (منافق کفر کے زیادہ قریب ہیں) ۔قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ ،جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کو (کیونکہ وہ آپس میں رشتہ دار تھے) ۔وَقَعَدُوْا ،اور خود جہاد سے بیٹھے رہے (جہاد کے لئے گئے نہیں ۔جو جہاد کے لئے گئے اور شہید ہوگئے ان کے متعلق کہا ۔لَوْ اَطَاعُوْنَا ،اگر وہ ہماری بات مان لیتے ۔مَا قُتِلُوْا ،نہ قتل کئے جاتے ۔ہم نے تو ان کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ موت کے منہ میں نہ جاؤ لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں کی ۔اس لئے قتل اور شہید ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ،دوسروں کو موت سے بچنے والا نسخہ بتانے والو! تم خود کرلو ۔

قُلْ فَادْرَءُوْا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! پس تم ٹال دو۔ عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ ، اپنی جانوں سے موت کو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ☆ ، اگر ہو تم سچے۔ حالانکہ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا" ۔ جہاں بھی تم ہو گے۔ يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ" ۔ پالے گی تمہیں موت۔ "وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ" (پارہ ۵)۔ اگر چہ ہو تم مستحکم قلعوں میں۔ موت سے نہیں بچ سکتے۔ مثال کے طور پر اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی ایسا مکان تیار کر لے کہ جس میں نہ روشن دان ہو نہ کھڑکیاں نہ دروازے ہوں بلکہ سوئی داخل ہونے کا بھی سوراخ نہ ہو اور اس میں چھپ کر بیٹھ جائے کہ موت سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسے مکان میں بھی نہیں بچ سکتا۔ "وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ" اگر چہ تم ایسے قلعوں میں چھپ جاؤ کہ جن میں سوئی داخل ہونے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ موت سے نہیں بچ سکتے۔ موت وہاں بھی آئے گی۔ کیونکہ فرشتوں کے لئے یہ پکی دیواریں ایسی ہی ہیں جیسے پرندوں کے لئے ہوا۔ جس طرح ہوا پرندوں کو نہیں روک سکتی اس طرح یہ پکی دیواریں فرشتوں کو نہیں روک سکتیں۔ دیکھو بچہ جان پڑ جانے کے بعد پانچ ماہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے۔ ظاہری طور پر نہ وہاں ہوا جا سکتی ہے۔ نہ خوراک۔ رب تعالیٰ کی قدرت اور نظام ہے کہ اس نے انتڑیوں کو ماں کے پیٹ سے جوڑ دیا۔ اس کو خون کے ذریعے خوراک پہنچتی رہتی ہے۔ اندر نہ پیشاب نہ پاخانہ مگر بچہ پلتا رہتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں نقل و حرکت بھی کرتا ہے۔ رب تعالیٰ رحمِ مادر میں سب کچھ تیار کر دیتا ہے۔ اور بعض بچے رحمِ مادر میں ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ فرشتہ وہاں بھی پہنچ جاتا ہے۔ جب کہ رحم میں سوئی داخل ہونے کا سوراخ بھی نہیں ہوتا۔ تو فرشتوں سے کہاں چھپو گے۔ موت کا وقت مقرر ہے۔ وہ ٹل نہیں سکتا۔ اور آدمی نے جس جگہ

مرنا ہوتا ہے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ موت کی جگہ تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی کوئی ضرورت وہاں پیدا فرمادیتا ہے۔ وہ ضرورت اس کو وہاں لے جاتی ہے۔ تو موت سے آدمی نہیں بچ سکتا۔ ہاں شرعی دائرے میں رہ کر اسباب کو کام میں لانے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "خُذُوْا حِذْرَکُمْ" (پارہ ۵)۔ دشمن سے اپنے بچاؤ کا جتنا انتظام ہو سکتا ہے کرو اور رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے اللہ کے بندو! جب تم بیمار ہو تو علاج کراؤ۔ تو اگر علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں کرایا جاتا ہے تو ثواب ملے گا باقی علاج سے موت نہیں ٹلتی۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں قابل سے قابل ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ تو زندگی بڑھ جائے گی۔ یا کسی حاذق حکیم کے پاس جانے سے زندگی کا کوئی دن بڑھ جائے۔ یا قیمتی سے قیمتی دوائی کھانے سے یا اعلیٰ قسم کے ٹیکے لگوانے سے سانس بڑھ جائے گا۔ (حاشا و کلا)۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ موت کا جو وقت لکھا ہوا ہے اس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ باقی عالمِ اسباب میں اسباب کو کام میں لانا ہے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے تھے تو ساتھی باقاعدہ پہرہ دیتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا۔ "وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" ۔ (پارہ ۶)۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد! اب تو چلا جا۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ یعنی اب اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ منافقوں نے کہا تھا کہ اگر ہماری بات مان جاتے تو نہ مرتے آگے اس کا جواب دیا ہے کہ جن کو تم مردہ کہتے ہو ان کو تو حیاتِ جاوداں مل چکی ہے۔ فرمایا، وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ، اور ہرگز نہ

خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں جو قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اَمْوَاتًا، (ان کو) مردے (نہ خیال کرنا)۔ بَلْ اَحْيَآءٌ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ یعنی جو لوگ دین کی سربلندی کے لئے شہید ہوئے ہیں۔ اور اقامتِ دین کے لئے انہوں نے جان دی ہے۔ ان کو مردہ مت گمان کرو۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ ختم ہو گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اور ان کو رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔ اور دوسرے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔ "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ"۔ اور نہ کہو ان لوگوں کے متعلق جو قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کہ وہ مردے ہیں۔ تو یہاں پر کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ وہ یہ کہ جو حضرات کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں۔ ان میں بعض ایسے شہداء بھی ہوتے ہیں۔ یہ ظالم ان کے سر کو دھڑ سے الگ کر دیتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ نہ شریعت انکار کرتی ہے۔ کہ اس کے بدن سے روح نکل جاتی ہے۔ اور شہید کو باقاعدہ دفن کیا جاتا ہے۔ اور اس کے مال میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ یعنی ان کا مال شرعی وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اور عدت کے بعد اس کی بیوی آگے نکاح بھی کر سکتی ہے۔ جب کہ زندہ آدمی کا نہ مال وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ نہ اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ دیکھو ایک آدمی کو سزائے موت ہو جاتی ہے۔ اور حکومت فیصلہ سنا دیتی ہے کہ یہ زندہ جیل سے نہیں جا سکتا۔ پھر اس کے باوجود نہ اس کے مال میں وراثت جاری ہوگی نہ اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ زندہ ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کو عمر قید کی سزا ہو جاتی ہے۔ اور حکومت فیصلہ سنا دیتی ہے کہ جب تک یہ مرے گا نہیں جیل سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس کا مال بھی وارثوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ زندہ ہے۔ اگرچہ عمر قید کی سزا

ہے۔مگر شہادت کے بعد شہید پر وہ سارے احکامات جاری ہوتے ہیں۔جو دنیا کی زندگی ختم ہونے کے احکامات ہیں کہ دفن بھی کیا جائے گا مال میں وراثت بھی جاری ہوگی عدت کے بعد اس کی بیوی آگے نکاح بھی کرسکتی ہے۔اوران سب احکامات کے جاری ہونے کے باوجود وہ زندہ ہے۔کیونکہ اس کی یہ زندگی قبر کی زندگی ہے۔برزخ کی زندگی ہے۔جنت کی زندگی ہے، دنیا کی زندگی تو ختم ہوگئی۔اوراگر دنیا کی زندگی ہو دنیا میں زندہ ہو۔پھراس کی وراثت نہیں تقسیم ہوسکتی۔کیونکہ زندہ کی وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اسی طرح اس کی بیوی آگے نکاح بھی نہیں کرسکتی۔تو شہداء اور دوسرے مردوں کی زندگی اگلے جہاں کی زندگی ہے۔اور یہ زندگی روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے۔اور یہ بات صحیح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔اورامت کا اس پر اجماع ہے کہ جنازہ پڑھنے کے بعد آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تواس کی روح کو جسم میں لوٹادیا جاتا ہے۔چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے۔"فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ" (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷) پس اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ یہ متواتر اور مشہور حدیث ہے۔تو روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے وہ زندہ ہے۔اور بخاری شریف، مسلم شریف اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ" ۔بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے۔"وَتَوَلّٰى وَذَهَبَ اَصْحَابُهٗ" ۔اوراس کے ساتھی اس سے چلے جاتے ہیں۔"حَتّٰى اَنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ" ۔ ابھی وہ جانے والوں کی جوتیوں کی کھنکھناہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے۔"اَتَاهُ مَلَكَانِ" ۔ (الحدیث، بخاری ج ۱ ص ۱۷۸) کہ اچانک دوفرشتے آجاتے ہیں تو مردہ دفن کے بعد قبر میں قبر سے واپس ہونے والے لوگوں کی جوتیوں کی آہٹ اور آواز سنتا ہے۔اہلِ حق کا یہی

مذہب ہے، معتزلہ، رافضیوں اور خارجیوں کے سوا اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ باقی اس کی زندگی کو ہم سمجھ نہیں سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" (پارہ ۲)۔ اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شہید کی قبر کھل جائے تو نہ وہ تمہارے ساتھ بات کرے گا اور نہ ہی اس کی کوئی نقل وحرکت ہوگی۔ مگر ہے وہ زندہ اور یہ زندگی دنیا والی نہیں ہے۔ پھر اگر وہ زندہ نہیں ہے تو اس سے سوال جواب کا کیا مطلب ہے کہ ابھی وہ دفنا کے جانے والوں کے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ کہ دو فرشتے آ جاتے ہیں۔ اور اس سے سوال کرتے ہیں۔ "مَنْ رَّبُّكَ؟"۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب بھی دیتا ہے "رَبِّيَ اللّٰهُ" میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر سوال کرتے ہیں۔ "مَنْ نَبِيُّكَ؟" تو کس نبی کا امتی ہے؟۔ وہ جواب دیتا ہے۔ "نَبِيِّ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم"، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں۔ پھر سوال کرتے ہیں۔ مَادِيْنُكَ؟" تو کس دین پر ہے؟۔ وہ کہتا ہے۔ "دِيْنِيَ الْاِسْلَام"۔ میرا دین اسلام ہے۔ جب وہ امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو جہنم کی طرف سے کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ وہ گھبرا جاتا ہے۔ کہ میں نے تو سوالوں کے جواب بھی صحیح دیئے ہیں پھر مجھے یہ آگ کیوں دکھائی گئی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ گھبرا نہیں یہ تیرا ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ تجھے صرف اس واسطے دکھایا گیا ہے کہ تجھے معلوم ہو کہ ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھے کیسی سخت جگہ سے بچایا ہے۔ پھر فوراً جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور جنت کی ہوا اور خوشبوئیں اسے نصیب ہوتی ہیں اور فرشتے کہتے ہیں کہ اب تو دلہن کی طرح بڑے سکون سے سو اور اگر کافر ہے منافق ہے بے ایمان ہے اس سے پوچھتے ہیں۔ "مَنْ رَّبُّكَ؟"۔ تیرا رب کون ہے؟۔ وہ کہتا ہے "ها، هالَآاَدْرِیْ" میں نہیں جانتا۔ "مَنْ نَبِيُّكَ"؟ کہتا ہے "ها، هالَآاَدْرِیْ" میں نہیں

جانتا۔"مَادِیْنُکَ"؟ میں نہیں جانتا۔ پھر اسے فرشتے مارتے ہیں حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس پر ایسا فرشتہ مسلط کیا جاتا ہے۔"اَعْمٰی وَاَصَمّ" جو اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔ اور اس کو ایسے زور سے ہتھوڑے مارے جاتے ہیں کہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر ماریں جائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اور اس کی خوب پٹائی ہوتی ہے۔ اب دیکھو وہ فرشتوں کے سوالوں کو سمجھتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ اور اس کے جوابوں کا اعتبار بھی ہے کہ اس پر جزاء سزا ہے۔ اگر نیک ہے تو اس کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دیا جاتا ہے۔ اور اگر بد ہے تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بنا دیا جاتا ہے۔ اگر زندگی نہیں ہے تو ان چیزوں کی کیا حیثیت زندگی کے بغیر وہ عذاب ثواب کس طرح محسوس کرتا ہے۔ اس لئے یاد رکھنا قبر کی زندگی حق ہے۔ اور یہ زندگی روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عقائد کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ "الفقہ الاکبر" اس میں انہوں نے جہاں یہ مسئلے بیان فرمائے ہیں کہ جنت حق ہے دوزخ حق ہے۔ حساب کے لئے ترازو حق ہے۔ حشر نشر حق ہے۔ پل صراط حق ہے۔ وہاں یہ بھی بیان فرمایا کہ۔ "وَاِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَى الْعَبْدِ فِیْ قَبْرِهٖ حَقٌّ"۔ قبر میں روح کا بندے کی طرف لوٹایا جانا حق ہے۔ تو اہلِ حق شہداء کی برزخی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ اور عام مردوں کی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی زندگی تو سب سے اعلیٰ ہے۔ صحیح حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ" حضرت انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ زندہ ہیں تو روضہ اقدس پر پڑھا جانے والا درود شریف سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ "مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ" ۔جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں۔ "وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِنْ بَعِیْدٍ اُعْلِمْتُهٗ" ۔اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا تو وہ مجھے بواسطہ فرشتوں کے بتلایا جاتا ہے۔اور ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ میں سلام کا جواب بھی دوں گا۔ یاد رکھنا یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔قرآن حدیث کا بڑا مضبوط اور پختہ مسئلہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی جناب مفتی مہدی حسن خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے عقیدے والے آدمی کے پیچھے جو قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا قائل نہیں ہے نماز مکروہ ہے۔ اور اسی فتوے کی تائید کی ہے۔ استاد الکل حضرت مولانا رسول خان صاحب مغفور و مرحوم نے۔ اور مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مرحوم و مغفور نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات فی القبر کا قائل نہیں ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ قرآن پاک کے خلاف ہے۔لہٰذا اپنی نمازیں ضائع نہ کرنا۔ معتزلہ وغیرہ باطل فرقے کہتے ہیں کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف روح کی زندگی ہے۔ یہ بھی غلط کہتے ہیں کیونکہ روح کے جسم کے ساتھ تعلق پر صحیح حدیث موجود ہے۔ جو آپ پہلے سن چکے ہیں۔ پھر اگر زندگی نہیں ہے تو قبر میں جزا سزا کیسی ہے۔اور کس کو ہو رہی ہے؟۔ دیکھنا آج کل ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے۔مماتی ممکن ہے کہ وہ تمہیں دھوکہ دیں کہ قبر میں جو زندگی ہے وہ روح کی ہے۔جسم کی نہیں ہے۔اور عام طور پر وہ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ قبر کی زندگی تو ہے مگر جسدِ عنصری کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔لیکن قرآن پاک ان کے اس نظریے کی تردید کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا" ۔اور ہرگز نہ گمان کرنا ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کئے گئے

کہ وہ مردہ ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ قتل روح ہوئی ہے یا جسم۔جس کو قتل کیا گیا ہے وہی زندہ ہے۔اور دوسرے پارے میں ہے۔"وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ"۔اور جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔"بَلْ اَحْيَاءٌ"۔بلکہ وہ زندہ ہیں۔تو جو قتل کیا گیا ہے۔وہی زندہ ہے۔قتل جسم ہوتا ہے۔روح تو نہیں ہوتی۔لہٰذا زندہ بھی جسم ہے۔اسی طرح بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ سزا اور جزاء جسم مثالی کو ہوتی ہے۔یہ بھی غلط کہتے ہیں۔پہلے تم جسدِ مثالی کا مطلب سمجھو۔وہ اس طرح کہ تم رات کو خوابیں دیکھتے ہو۔کسی کو خوابیں زیادہ آتی ہیں۔کسی کو کم۔سوداوی اور تبخیری مزاج والے کو زیادہ آتی ہیں۔اور دوسروں کو کم مگر آتی سب کو ہیں۔خواب سے خالی کوئی آدمی نہیں ہے۔تو خواب میں دوسروں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ایک دوسرے کو کھلاتے پلاتے بھی ہو۔باتیں بھی ہوتی ہیں۔دشمنوں سے بھی ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔کبھی تم ان کو مارتے ہو کبھی خود مار کھاتے ہو۔صبح کو تم ان سے پوچھو کہ رات میری تیرے ساتھ ملاقات ہوئی ہے اور میں نے تیری یہ خدمت کی ہے۔تو وہ انکار کرے گا۔کہ مجھے تو کوئی علم نہیں ہے۔کیونکہ رات کو جس سے ملاقات ہوئی ہے وہ جسمِ مثالی تھا۔اصل نہیں تھا۔اصل کو معلوم ہی نہیں ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے بدکاری کی دعوت دی تو یعقوب علیہ السلام سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔انگلی منہ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ کام نہیں کرنا۔تو یہ یعقوب علیہ السلام کا جسدِ مثالی تھا۔خود حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کا علم نہ تھا۔کیونکہ اگر ان کو علم ہوتا کہ میرا بیٹا یوسف مصر کے بادشاہ کے گھر ہے تو رو رو کر اپنی بینائی نہ ضائع کرتے۔حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوب میں اس پر خاصی بحث فرمائی ہے۔اسی طرح ان کے فرزند خواجہ محمد معصوم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوبات معصومیہ میں بھی

اس موضوع پر خاصی بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے نیک لوگوں کے اجسادِ مثالیہ کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے۔ اور اجسادِ مثالیہ بعینہٖ اصل کی طرح ہوتے ہیں۔ جس نے ملاقات کی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے فلاں بزرگ سے ملاقات کی ہے۔ حالانکہ اس بزرگ کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ملاقات جسدِ مثالی سے ہوئی ہے۔ اسی طرح بسا اوقات آدمی کہیں پھنس جاتا ہے۔ تو اجسادِ مثالیہ آکر راہنمائی کرتے ہیں۔ اصل کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جزا سزا مثالی کو ہوتی ہے۔ وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ گرمی سردی کی تکلیف تو برداشت کرے جسدِ عنصری ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضوء اور غسل تو کرے جسدِ عنصری اور مزے اڑائے جسدِ مثالی۔ اسی طرح گناہ تو کرے جسدِ عنصری اور سزا بھگتے جسدِ مثالی۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل تو ہو جسدِ عنصری اور زندگی ملے جسدِ مثالی کو۔ یہ عجیب منطق ہے۔ لہٰذا صحیح عقیدہ اور نظریہ یہی ہے۔ کہ حیاتِ برزخیہ فی القبر روح کے تعلق کے ساتھ جسدِ عنصری کو حاصل ہے۔ عام مردے اور شہداء جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ، خوش ہیں ان نعمتوں پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیں۔ مِنْ فَضْلِهٖ، اپنے فضل سے۔ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ، اور خوشی مناتے ہیں۔ بِالَّذِيْنَ، ان لوگوں کے بارے میں۔ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ، جو ابھی تک ان کو نہیں ملے۔ مِّنْ خَلْفِهِمْ، ان کے پچھلوں سے۔ یعنی پچھلوں کے متعلق کہتے ہیں کہ خدا کرے وہ بھی شہید ہو کر آئیں۔ اور ہمارے جیسے درجے پائیں۔ اَنْ لَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ، یہ کہ نہ خوف ہوگا ان پر۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ آئندہ کسی چیز کا خطرہ ہو تو اس کو خوف کہتے ہیں۔ اور جنت میں ان کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اور گزشتہ کسی چیز کے ضائع ہونے پر افسوس کرنے

کوحزن کہتے ہیں۔ کہ کاش ہم اس طرح کرتے، اور اس طرح کرتے۔ اور وہ چونکہ ساری نیکیاں کر چکے ہیں۔ اس واسطے ان کو گزشتہ پر بھی افسوس نہیں ہوگا۔ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ، خوشی مناتے ہیں۔ بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ساتھ۔ وَفَضۡلٍ، اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ، اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا۔ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ O ایمان والوں کا اجر۔ اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے کہ مومنوں کو اجر ضرور دے گا۔

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌۚ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴿۱۷۵﴾ وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِۚ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴿۱۷۶﴾

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا ، وہ لوگ جنہوں نے حکم مانا۔ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ، اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ مِنْۢ ، بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ ، بعد اس کے کہ ان کو پہنچا۔ الْقَرْحُ ، زخم۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا ، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکی کی۔ مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا ، ان میں سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔ اَجْرٌ عَظِیْمٌO، اجر ہے بڑا۔ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ ، وہ لوگ ہیں کہا ان کو۔ النَّاسُ ، لوگوں نے۔ اِنَّ النَّاسَ ، بے شک لوگوں نے۔ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ ، تحقیق جمع کئے ہیں لشکر تمہارے لئے۔ فَاخْشَوْهُمْ ، پس تم ان سے ڈرو۔ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ، پس زیادہ کر دیا اس بات نے ان

کے ایمان کو ۔ وَّ قَالُوْا ، اور کہا انہوں نے ۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ ، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے ۔ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ O ، اور اچھا ہے کارساز ۔ فَانْقَلَبُوْا ، پس وہ لوٹے ۔ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ ، اللہ تعالیٰ کی نعمت لے کر اور اللہ تعالیٰ کا فضل لے کر ۔ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ ، نہ پہنچی ان کو کوئی تکلیف ۔ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ ، اور انہوں نے پیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضاء کی ۔ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ O ، اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے ۔ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ ، پختہ بات ہے (وہ جو تمہیں ڈراتا تھا) وہ شیطان ہے ۔ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَ ہٗ ، وہ ڈراتا ہے اپنے ساتھیوں سے ۔ فَلَا تَخَافُوْھُمْ ، پس تم ان سے خوف نہ کرو ۔ وَ خَافُوْنِ ، اور مجھ سے خوف کرو ۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ O ، اگر ہو تم مومن ۔ وَلَا یَحْزُنْکَ ، اور تجھے غم میں نہ ڈالیں ۔ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ ، وہ لوگ جو دوڑ کے جاتے ہیں ۔ فِی الْکُفْرِ ، کفر میں ۔ اِنَّھُمْ ، بے شک وہ ۔ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ، ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی ۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ ، اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے ۔ اَلَّا یَجْعَلَ لَھُمْ ، اس چیز کا کہ نہ کرے ان کے واسطے ۔ حَظًّا ، حصہ ۔ فِی الْاٰخِرَۃِ ، آخرت میں ۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O ، اور ان کے لئے عذاب ہوگا بڑا ۔

پہلے سے غزوہ احد کا ذکر چلا آرہا ہے ۔ جو آپ تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں کہ مسلمانوں کو پہلے فتح ہوئی ۔ پھر بعض صحابہ کی غلطی کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل ہوگئی ۔ میدان کافروں کے ہاتھ چلا گیا ۔ اور مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا ۔ ستر ساتھی شہید ہوئے اور باقی زخمی فتح حاصل کرنے کے باوجود بغیر کسی ظاہری سبب کے کافر میدان چھوڑ کر چلے گئے ۔ بس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ۔ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد کے مقام پر جب پہنچے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ بھائی جب ہماری فتح ہوگئی تھی تو ان کا صفایا کیے بغیر ہم

کیوں آ گئے؟ ۔یعنی جو مسلمان بچ گئے تھے ان کا بھی صفایا ہو جانا چاہیے تھا۔ایک نے کہا میں نے تجھے آتے دیکھا میں بھی چل پڑا دوسرے نے کہا میں نے تجھے آتے دیکھا میں بھی چل پڑا۔ تو ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کہنے لگے اب بھی پلٹ کر ان کا صفایا کر دینا چاہیے۔ چنانچہ وہ حمراء الاسد کے مقام پر کافی دن ٹھہرے رہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ وہ حمراء الاسد کے مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں اور تازہ دم ہو کر دوبارہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جو زخموں سے چور تھے۔جمع فرمایا، کہ پہلے اس سے کہ مشرکین پلٹ کر ہم پر حملہ کریں کیوں نہ ہم ان کا تعاقب کر کے ان کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیں۔صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگرچہ تھکے ماندے اور زخموں سے چور چور تھے۔ پھر لڑنے کی حامی بھر لی۔اور تیار ہو گئے۔ اگرچہ ایسے موقع پر دوبارہ لڑنے کی حامی بھرنی مشکل ہوتی ہے۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے ان تکلیفوں کو برداشت کرتے تھے۔اس کا ذکر ہے۔اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا ، وہ لوگ جنہوں نے حکم مانا۔ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ، اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ، بعد اس کے کہ ان کو پہنچا زخم۔احد کے موقع پر ان کو کافی جانی نقصان برداشت کرنا پڑا کہ ستر ساتھی شہید ہو چکے تھے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمیت بہت سے ساتھی زخمی تھے۔کسی نے بازو پر پٹی باندھی ہوئی ہے۔کسی نے سر پر کسی نے ٹانگ پر، لیکن اس کے باوجود حمراء الاسد کے مقام پر جا پہنچے کافروں نے جب سنا مسلمان زخمی حالت میں بھی حملے کے لئے ہماری طرف آ رہے ہیں۔تو گھبرا گئے کہنے لگے زخمی شیر کا حملہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔اس موقع پر معبد خزاعی جس کا تعلق قبیلہ بنو خزاعہ سے تھا ابھی تک

مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مگر دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرف دار تھا۔ بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے۔ اور قبیلہ بنوخزاعہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ کافر ہوتے ہوئے بھی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھل کر مخالفت نہیں کی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہی کرتے رہے ہیں۔ تو معبد خزاعی مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ جس وقت وہاں پہنچا جہاں کافروں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ کافروں نے ان سے دریافت کیا کہ بتاؤ تم نے زخمیوں کو دیکھا ہے؟۔ اس نے کہا کہ وہ تو تازہ دم ہو کر آئے ہوئے ہیں اور پہلے سے زیادہ مستعد ہیں۔ اور آدمی بھی کافی ہیں۔ (تاکہ یہ سمجھیں کہ اور آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں)۔ لہٰذا تم یہاں نہ ٹھہرو۔ اس بات نے بھی ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔ تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ کہ یہ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے اور وہاں تین دن قیام فرمایا۔ سترہ /۱۷ اٹھارہ /۱۸، انیس /۱۹ شوال بروز سوموار منگل بدھ۔ تین دن کے انتظار کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکی کی۔ مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا، ان میں سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔ اَجْرٌ عَظِيْمٌ O، اجر ہے بڑا۔ اس موقع پر قبیلہ عبدالقیس کے تاجروں کا ایک قافلہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف آ رہا تھا۔ اس قافلہ کا ایک شخص تھا "نعیم بن مسعود اشجعی" جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ کافروں نے ان کو لالچ دیا کہ تجھے دس اونٹ دیں گے اور چمک دکھائی کہ تو جا کر مسلمانوں پر ہمارا رعب ڈال اور کہہ کہ مکے والوں نے بڑے قبیلے اکٹھے کئے ہیں وہ تمہارا صفایا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابوجہل کے مرنے

کے بعد اب قریشیوں کی کمان ابوسفیان کے پاس ہے۔ اور وہ قبیلہ کتنا مضبوط اور جنگجو ہے؟۔ (اور یہ بات حقیقت ہے ابوسفیان جب کافر تھے تو کفر میں بڑے بہادر اور مضبوط تھے۔ ۸ ھ تک اس نے کافروں کے لشکر کی کمان کی ہے۔ ۸ ھ میں مسلمان ہو گئے مسلمان ہونے کے بعد اسلام میں بھی اسی طرح بہادر اور مضبوط تھے۔ اور ان کے خاندان نے دین کے لئے بہت خدمات سرانجام دی ہیں)۔ تو نعیم بن عبداللہ نے کافی ڈرانے کی کوشش کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سنا تو بیک زبان ہو کر کہا۔ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے''۔ اس کا ذکر فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ، (پیغمبر کے ساتھی) وہ لوگ ہیں کہا ان کو لوگوں نے۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ، بے شک لوگوں نے تحقیق جمع کئے ہیں لشکر تمہارے لئے۔ فَاخْشَوْهُمْ، پس تم ان سے ڈرو۔ ان کا مقابلہ نہ کرنا، یہ بات جب ان کے ایجنٹوں نے کہی۔ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا، پس زیادہ کر دیا اس بات نے ان کے ایمان کو۔ وَّ قَالُوْا، اور کہا انہوں نے۔ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ☆ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اچھا ہے کارساز۔ یعنی کام بنانے والا وہی رب تعالیٰ ہی ہے۔ تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب نمرود بن کنعان نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تو اس کے لئے آگ کا بہت بڑا بھٹہ تیار کیا گیا۔ اس میں لکڑیاں ڈال کر ان کو آگ لگائی گئی۔ آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق (آلے) کے ذریعے آگ کے بھٹہ میں ڈالا گیا۔ یہ آلہ اس وقت کے انجینئر ''ہیزن'' نامی آدمی نے تیار کیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ بڑے بڑے پتھر قلعوں پر ڈالتے تھے۔ دارمی شریف کی روایت میں ہے۔ ''جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ''۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے

وقت ننگا کر دیا گیا۔ اسی لئے بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ لوگ جب قبروں سے نکلیں گے تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ فرمایا، اس کے بعد مجھے لباس پہنایا جائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے لباس پہنانے کی یہی وجہ ہے۔ کہ ان کو ننگا کر کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ کر منجنیق آلے کے ذریعے آگ کے بھٹے میں پھینکا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب منجنیق میں رکھا گیا تو مخالفین نے نمرود زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کئے اور اس خوشی میں بھنگڑا ڈال رہے تھے کہ ابھی اس کا سر پھٹے گا ٹھاہ ہوگی اور ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔ اور ہم بت توڑنے کا انتقام لیں گے۔ اس حالت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ " حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل " مجھے میرا رب کافی ہے۔ اور وہ بہترین کارساز ہے۔ مجھے تیری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ گھروں میں چھپکلی ہوتی ہے اس کو عربی میں '' وزغ '' کہتے ہیں اس نے پھونکیں مارنی شروع کیں کہ آگ تیز ہو۔ اگرچہ اس کی پھونکوں سے کچھ نہیں بنتا تھا۔ مگر اس نے اپنا خبثِ باطن تو ظاہر کر دیا کہ میں کیا ہوں اور ایک سیاہ رنگ کا پرندہ ہوتا ہے اس کو '' کالی کات '' کہتے ہیں۔ وہ بڑی دور سے اپنی چونچ میں پانی لے کر بلندی سے پھینکتا تھا۔ اس کو پرندوں نے کہا کہ کیا تیرے اس پانی کے قطرے سے آگ بجھ جائے گی؟ اس نے کہا کہ آگ کا بجھانا میرا فریضہ نہیں ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے خلیل کی مدد کے لئے اپنی توفیق کے مطابق چونچ استعمال کرنی ہے۔ کاش کہ ہم بھی اسلام کی مدد کے لئے اپنی چونچ استعمال کریں۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے

جتنی توفیق عطاء فرمائی ہے۔ اتنی خدمت کرے۔ کیونکہ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا"۔
اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا۔ اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ
ہونا کہ اسلام مِٹ جائے گا یاد رکھنا کافر جتنا زور لگالیں اسلام کو نہیں مٹا سکتے۔ اس کی حفاظت
کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ باقی ہمیں اپنی ہمت کے مطابق محنت کرنی چاہیے۔ تاکہ اس
میں ہمارا بھی حصہ ہو جائے۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ، پس وہ لوٹے اللہ تعالیٰ کی نعمت
لے کر اور اللہ تعالیٰ کا فضل لے کر۔ عبدِ قیس قبیلے کے تاجروں کا جو قافلہ آرہا تھا۔ اس سے
سامان خریدا۔ چونکہ تاجر لوگ تھے۔ تھوک کے حساب سے ان کو سامان سستا مل گیا۔ جس کا ان
کو بڑا فائدہ ہوا۔ اس کا ذکر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت لے کر لوٹے۔ لَمْ یَمْسَسْھُمْ
سُوْٓءٌ، نہ پہنچی ان کو کوئی تکلیف۔ کیونکہ لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔ کافر ویسے ہی بھاگ گئے۔
رب بھی راضی ہو گیا۔ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ، اور انہوں نے پیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضاء
کی۔ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی، باوجود زخمی ہونے کے حالانکہ وہ
کہہ سکتے تھے کہ حضرت ابھی تو ہمارے زخم ٹھیک نہیں ہوئے جب زخم ٹھیک ہو جائیں گے تو پھر
چلیں گے۔ لیکن صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کوئی قیل وقال نہیں کی۔ اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تسلیم کیا۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ۝، اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے
والا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ مشرکوں کے ایجنٹ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ جس نے ڈرایا تھا کہ
قریشیوں نے بڑی فوجیں جمع کی ہیں۔ اور تمہارے مقابلہ کے لئے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ، پختہ بات ہے (وہ جو تمہیں ڈراتا تھا) وہ شیطان ہے۔
یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ، وہ ڈراتا ہے اپنے ساتھیوں سے۔ چونکہ کافر تھا اور طبعی طور پر آدمی اپنے

نظریئے کا حامی ہوتا ہے۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ ، پس تم ان سے خوف نہ کرو۔اے مومنو! تم ان سے نہ ڈرنا۔ وَخَافُوْنِ ، اور مجھ سے خوف کرو۔ یعنی میری مخالفت سے ڈرنا کافر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O ، اگر ہو تم مومن۔ یعنی اگر تم سچے مومن ہو تو مجھ سے ڈرو کہ کہیں میرے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔ اور مومن جب مومن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرۃ اور مدد ساتھ ہوتی ہے پھر کافر چاہے کتنے زیادہ کیوں نہ ہوں فتح ایمان والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ متعدد مقامات ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑوں کو بہتوں پر فتح عطاء فرمائی۔ دوسرے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔ ''كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً . بِاِذْنِ اللهِ'' ۔ کتنی ہی تھوڑی جماعتیں غالب آجاتی ہیں بہت ساری جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ حضرت طالوت رحمہ اللہ تعالیٰ کے لشکر میں بمع ان کے تین سو تیرہ آدمی تھے۔ اور مقابلہ میں جالوت کا لشکر ایک لاکھ کا تھا۔ تو کیا نسبت ہے؟ تین سو تیرہ کی ایک لاکھ کے ساتھ مگر قرآن پاک میں آتا ہے۔ ''فَهَزَمُوْاهُمْ بِاِذْنِ اللهِ'' پس مومنوں نے شکست دی کافروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اسی طرح موتہ کے مقام پر تین ہزار نے ایک لاکھ کا مقابلہ کیا۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شکست دی۔ اور یرموک کے مقام پر پینتیس/۳۵ ہزار کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور چھیالیس/۴۶ ہزار کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور مقابلے میں رومیوں کی سات لاکھ فوج تھی۔ مسلمانوں نے سات لاکھ فوج کو شکستِ فاش دی سب سے بڑی قوۃ ایمان اور عملِ صالح ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے ہتھیار چاہے معمولی بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی نصرۃ ہوگی۔ خالی ہتھیاروں پر بھروسہ ہو تو پھر کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ سب سے بڑی قوۃ ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ ''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' (پارہ ۴)۔ اور غالب تم ہی ہو گے بشرطیکہ تم مومن

ثابت ہو۔ پھر وہ منافق جو الگ ہو گئے تھے۔ ان کی علیحدگی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی طور پر صدمہ تھا۔ کیونکہ ایک آدمی ساتھ مل کر پھر الگ ہو جائے اور دشمنوں کا ساتھ دے تو صدمہ تو ہوتا ہے۔ اور یہ منافق بھی ایسے ہی تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَا یَحْزُنْکَ ، اور تجھے غم میں نہ ڈالیں۔ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ ، وہ لوگ جو دوڑ کے جاتے ہیں۔ فِی الْکُفْرِ ، کفر میں۔ یہ منافق جو کافروں کی طرف دوڑ کے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ مراسم قائم کرتے ہیں اور تمہارے لئے گردشوں کے منتظر ہیں۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند نہ ہوں۔ اِنَّھُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ، بے شک وہ ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔ تو جب وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اور رب، رب ہے۔ ایک آن میں دنیا کو آباد کر سکتا ہے۔ اور ایک آن میں تباہ کر سکتا ہے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَلَّا یَجْعَلَ لَھُمْ ، اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اس چیز کا کہ نہ کرے ان کے واسطے۔ حَظًّا فِی الْاٰخِرَۃِ ، حصہ آخرت میں۔ کیونکہ انہوں نے ایمان کا دعویٰ کر کے کفر کی طرف رجوع کیا ہے۔ زبانی طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اور اندرونی طور پر کافروں کے ساتھ ہیں لہٰذا جب وہ خود ایمان کی طرف نہیں آنا چاہتے تو رب تعالیٰ زبردستی کسی کو ایمان نہیں دیتا۔ ایمان لانے میں اور کفر اختیار کرنے میں انسان کو اختیار ہے۔ پندرھویں پارے میں آتا ہے۔ "فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ" ۔ پس جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔ تو جب وہ کفر کی طرف مائل ہیں تو آخرت میں حصہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O ، اور ان کے لئے عذاب ہوگا بڑا۔ کہ "اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" ۔ بے شک منافق جہنم کے سب سے نیچے والے طبقے میں

ہوں گے جہاں سب سے سخت عذاب ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں کافروں کی آخرت میں ناکامی کا ذکر تھا اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی ناکام ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ بے شک وہ لوگ جنہوں نے خریدا کفر کو ایمان کے بدلے کفر خریدا ایمان سے مراد فطرت سلیمہ ہے جس پر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کافروں نے وہ فطرت ضائع کر دی اور کفر اختیار کر لیا۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سمجھ حواس ظاہری اور باطنی جیسی قوتیں عطا فرمائیں ہیں ان سے ایمان اور نیکی خریدیں جو تمہیں جنت تک ساتھ لے جائیں گی لیکن کافروں نے اس پونجی کو ضائع کیا اور ایمان کے بدلے کفر خریدا۔ فرمایا یاد رکھو لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ اس کے دین کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین حق اور صداقت پر مبنی ہے۔ اس کو اختیار کرنے والے لوگ ہمیشہ قائم رہیں گے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا ہے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

۱۸ ع ۸ ۹

وَلَا يَحْسَبَنَّ ، اور ہرگز نہ خیال کریں ۔ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ، وہ لوگ جو کافر ہیں ۔ اَنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ ، کہ بے شک جو ہم ان کو مہلت دیتے ہیں ۔ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ، بہتر ہے ان کی جانوں کے لئے ۔ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ ، پختہ بات ہے ہم ان کو مہلت دیتے ہیں ۔ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ، تاکہ اور زیادہ گناہ کمالیں ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ ، ان کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا ۔ مَا كَانَ اللّٰهُ ، نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا ۔ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، کہ چھوڑ دے مومنوں کو ۔ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ، اس حالت پر جس حالت پر تم ہو ۔ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ ، یہاں تک کہ الگ کر دے ناپاک ۔ مِنَ

الطَّیِّبِ ، پاک سے ۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ ، اورنہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا ۔ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ ، کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر ۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ ، اورلیکن اللہ تعالیٰ چُنتا ہے ۔ مِنْ رُّسُلِہٖ ، اپنے رسولوں میں سے ۔ مَنْ یَّشَآءُ ، جس کو چاہے ۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ، پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اوراس کے رسولوں پر ۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا ، اوراگر تم ایمان لاؤ ۔ وَتَتَّقُوْا ، اور ڈرتے رہو ۔ فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ ، پس تمہارے واسطے ہے اجر بڑا ۔ وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ ، اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ ۔ یَبْخَلُوْنَ ، جو بخل کرتے ہیں ۔ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ ، اس مال میں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ۔ مِنْ فَضْلِہٖ ، اپنے فضل سے ۔ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ ، کہ وہ ان کے لئے بہتر ہے ۔ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ، بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے ۔ سَیُطَوَّقُوْنَ ، عنقریب ان کو طوق پہنایا جائے گا اُس مال کا ۔ مَا بَخِلُوْا بِہٖ ، جس مال کے ساتھ انہوں نے بخل کیا ۔ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ، قیامت والے دن ۔ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ ، اوراللہ تعالیٰ کے واسطے ہی ہے میراث ۔ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، آسمانوں کی اور زمین کی ۔ وَاللّٰہُ بِما تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ اوراللہ تعالیٰ ان کاموں سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

جنگِ بدر میں بھی مسلمان اسلحہ اور مالی اعتبار سے کمزور تھے اور یہی حالت جنگِ احد میں تھی ۔ تو بعض کافروں نے سادہ قسم کے مسلمانوں کو کہا کہ اے مومنو! تم دعویٰ کرتے ہو کہ رب ہم سے راضی ہے اور ہمیں کہتے ہو کہ اے کافرو تم سے رب ناراض ہے ۔ اور حقیقت بھی یہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے ۔ "لَایَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ" (پارہ ۲۳) ۔ وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا ۔ اور ایمان والوں سے راضی ہے ۔ "لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ" (پارہ ۲۶) ۔ تو یہ دونوں باتیں قرآن پاک میں موجود ہیں کہ مومنوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور کافروں سے ناراض ہے ۔ لیکن کافر سادہ قسم کے مسلمانوں کو مغالطہ دیتے تھے کہ دیکھو

مال ہمارے پاس زیادہ ہے یا تمہارے پاس اولاد ہماری زیادہ ہے یا تمہاری؟ بھوکے ننگے ہم رہتے ہیں یا تم رہتے ہو؟۔ (کیونکہ بعض مسلمان ایسے تھے کہ دو، دو دن تین، تین دن بھوکے رہتے تھے اور ایسے بہت تھے جن کے پاس جوتا نہیں تھا۔ ننگے پاؤں چلتے تھے)۔ پھر کہتے دیکھو لوگ تمہیں مارتے ہیں یا ہمیں مارتے ہیں؟ اے مسلمانو! اگر رب تم سے راضی ہوتا تو سارے خزانے تمہیں دے دیتا۔ اور ہم سے اگر ناراض ہوتا تو ہم سے سب کچھ چھین لیتا۔ اور سطحی قسم کے آدمی اس مغالطے کا شکار ہو جاتے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس شبہے کا جواب دیا فرمایا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا، اور ہر گز نہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہیں۔ اَنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ، کہ بے شک جو ہم ان کو مہلت دیتے ہیں بہتر ہے ان کی جانوں کے لئے۔ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ، پختہ بات ہے ہم ان کو مہلت دیتے ہیں۔ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا، تا کہ اور زیادہ گناہ کما لیں۔ یہ مال و دولت اور دنیا کی ترقی اس لئے نہیں ہے کہ ہم ان سے راضی ہیں بلکہ یہ تو ہم نے ان کو ڈھیل دی ہوئی ہے کہ گناہ زیادہ کر لیں۔ اور پھر یکبارگی ہماری گرفت میں آ جائیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُمْلِىْ الظَّالِمَ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے کہ جتنا ظلم کر سکتا ہے کر لے پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو مہلت نہیں دیتا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ، ان کے لئے عذاب ہے ذلیل اور رسوا کرنے والا۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو خاصی پریشانی اٹھانی پڑی تو بعض حضرات کے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ ہمیں یہ تکلیف کیوں آئی ہے؟۔ اس کا ایک جواب تو آپ سن چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی اپنی غلطی کی وجہ سے تکلیف آئی۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی یہ تو اس کا ظاہری سبب تھا۔ اور ایک سبب اس کا تکوینی تھا وہ یہ ہے مَا كَانَ اللّٰهُ نہیں

ہے اللہ تعالیٰ ایسا۔ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، کہ چھوڑ دے مومنوں کو۔ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ، اس حالت پر جس حالت پر تم ہو۔ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ، یہاں تک کہ الگ کر دے ناپاک کو پاک سے۔ کیونکہ جب تک پریشانیاں نہ آئیں تکلیف اور سختی نہ آئے تو ہر آدمی اپنے آپ کو مجنوں اور دیوانہ کہلاتا ہے۔ جب تکلیف اور پریشانی آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصلی مجنوں کون ہے، اور چوری کھانے والا کون۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو منافق تھے حیلے بہانے کر کے چلے گئے اور جو مخلص مومن تھے انہوں نے تکلیفیں برداشت کیں یہ پاک لوگ تھے اور جو حیلے بہانے کر کے چلے گئے وہ ناپاک منافق تھے۔ پھر پاک لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب کافر حمراء الاسد کے مقام پر اکٹھے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان کا پیچھا کرنا ہے۔ تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے باوجود زخمی ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور پلید پھر پیچھے رہ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ امتحان کے ذریعے پاک کو پلید سے الگ کر دیتا ہے۔ ہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا یہ ضروری تھا کہ امتحان کے ذریعے ہی خبیثوں کو طیب لوگوں سے الگ کرتا۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ وحی کے ذریعے بھی منافقوں کی نشاندہی کرنے پر قادر تھا کہ مومنوں کو بتا دیتا کہ فلاں، فلاں منافق ہے۔ اس کا جواب دیا، فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا۔ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ، کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر۔ اور ہر ایک کو دوسرے کے حال سے آگاہ کر دے کہ فلاں مومن ہے۔ فلاں منافق ہے فلاں موحد ہے اور فلاں مشرک ہے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ، اور لیکن اللہ تعالیٰ چنتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ یعنی غیب کی خبر اللہ تعالیٰ رسولوں کو دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ عام

لوگوں کو غیب کے علم پر اطلاع دے ہاں اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ اور ان کو بھی غیب کا علم نہیں دیتا بلکہ ''لِيُطْلِعَكُمْ'' غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ غیب پر مطلع کرتا ہے۔ کہ فلاں، فلاں مومن ہیں اور فلاں، فلاں کافر اور منافق ہیں۔ اس آیتِ کریمہ سے اہلِ بدعت نے غلط استدلال کیا ہے۔ اور نبیوں کے لئے علم غیب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کو سمجھ لیں۔ بریلوی حضرات کے امام ہیں ''احمد رضا خان صاحب''۔ بریلوی ان کے نام پر کانفرنسیں بھی منعقد کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلے پر خاصی بحث کی ہے۔ ان کی کتابیں ہیں ''خالص الاعتقاد، نفي الفيء، الامن والعلى'' ان ساری کتابوں میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر جنت دوزخ میں داخل ہونے تک کی ساری خبریں اور مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک عرش سے لے کر فرش تک۔ اس درمیان میں کوئی ذرہ اور قطرہ ایسا نہیں ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا ہو۔ علم ''ماکان ومایکون'' جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، سب کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا ہے۔ اس دعوے پر وہ جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر اور لیکن اللہ تعالیٰ چُنتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں بلکہ تمام رسولوں کے امام ہیں۔ اور مجتبیٰ بھی ہیں۔ کہ تمام رسولوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اور اس سے کسی مسلمان کو انکار بھی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی انکار کر سکتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ ہے ان کا استدلال۔ جواب سے پہلے ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ قرآن مجید میں جہاں سورۃ کا نام لکھا ہوا ہے شروع میں ایک ہندسہ اس سے پہلے لکھا ہوا ہے اور ایک ہندسہ بعد میں۔ مثلاً یہ دیکھیں لکھا ہوا ہے۔ ''سورۃ آلِ عمران مدنیۃ'' اس سے پہلے تین کا ہندسہ ہے۔ اور بعد میں نواسی/ ۸۹ کا ہندسہ ہے۔ یہ تین والا ہندسہ یہ بتا رہا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کے اعتبار سے یہ تیسری سورۃ ہے۔ اور بعد میں جو نواسی/ ۸۹ کا ہندسہ ہے وہ یہ بتا رہا ہے کہ نزول کے اعتبار سے اس کا نواسی/ ۸۹ نمبر ہے۔ اور قرآن پاک میں کل سورتیں ایک سو چودہ/ ۱۱۴ ہیں۔ اب جواب سمجھیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس آیتِ کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی عطاء فرما دیا ہے۔ تو اس کے بعد ایک حرف بھی قرآن کریم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ دیگر احکام کے علاوہ قرآن کریم کی پچیس/ ۲۵ سورتیں اس آیتِ کریمہ کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ موٹی سی بات ہے کہ قرآن غیب میں شامل ہے یا نہیں؟ اور یقیناً جواب یہی ہے کہ قرآن غیب میں شامل ہے۔ تو جو سورتیں بعد میں نازل ہوئی ہیں وہ بھی تو غیب کا حصہ ہیں۔ وہ کیوں نازل ہوئی ہیں اور ان میں سورۃ مائدہ اور توبہ، نساء جیسی لمبی لمبی سورتیں بھی شامل ہیں اگر سارا غیب عطاء کر دیا گیا ہے تو ان کے بعد میں نازل ہونے کا کیا مطلب ہے؟۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر واقعی اس سے علمِ غیب ثابت ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ بتا دیا گیا ہے تو پھر اس کے بعد جو سورتیں نازل کی گئی ہیں ان میں نفی کیوں آئی ہے؟۔ مثلاً سورۃ النساء میں مذکور ہے۔ ''وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ''۔ اور کتنے ہی رسول ہم نے بھیجے جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل سنا

دیئے اور ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائے اسی طرح سورۃ توبہ بھی بعد میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں ارشادِ ربانی ہے۔ "وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَاتَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ" ۔اور بعض مدینے والے اڑے رہے ہیں نفاق پر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں یہ آیتِ کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں اور معمولی منافقوں کو ہی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حدِ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے۔ ان کو بھی جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے ان کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب اور "جمیع ما کان و مایکونُ" کا علم حاصل ہوتا تو لامحالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں جانتے، صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔ یہ موٹی سی بات ہے۔ سمجھ آئی ہے کہ نہیں؟ کہ اس آیتِ کریمہ سے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب کلی ثابت ہوتا ہے تو بعد والی سورتوں میں اس کی نفی کیوں کی گئی ہے باقی رہی بات غیب کی خبروں کی تو وہ حق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ" (پارہ ۳)۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور اسی طرح بارھویں پارے میں فرمایا "تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ" یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ ہم وحی کے ذریعے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار غیب کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی ہیں۔ پہلی قوموں کی بھی اور قیامت کی نشانیاں بھی آنے والے حالات بھی بتائے قبر برزخ میں جو کچھ ہوگا غرضیکہ بہت کچھ بتایا ہے۔

وہ دینے والا جانے اور لینے والا جانے۔ اس کی حد بندی ہم نہیں کر سکتے۔ مگر اتنی بات قرآنِ کریم سے ثابت ہے کہ غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، "وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ" (پارہ ۱۲)۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے غیب آسمانوں کا اور زمینوں کا۔ اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام تو آسمانوں اور زمینوں کے غیوب صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر بعض چیزیں ایسی ہی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ سورۃ یٰسین میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ" اور ہم نے ان (یعنی جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر نہیں سکھایا اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے۔ اس نصِ قطعی سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم عطاء ہی نہیں کیا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اور رفیع شان کے لائق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے ترجمان ہیں۔ مگر شاعریت کا حسن وکمال اکثر کذب اور مبالغے پر مبنی ہوتا ہے۔ اور شاعر لوگ تصور وخیال کی باتیں کہتے رہتے ہیں۔ اور شاعری میں جتنا جھوٹ زیادہ ہوگا اتنا مزہ آئے گا۔ اس دور کے شاعروں میں علامہ اقبال مرحوم بڑے بلند پائے کے شاعر تھے۔ مگر ان کو بھی کہنا پڑا ۔

گفتار کا غازی بن تو گیا
کردار کا غازی بن نہ سکا

کیونکہ جس طرح کی اس کی شاعری ہے اگر کردار بھی اسی طرح کا ہوتا تو علامہ اقبال مرحوم بہت بڑا ولی اللہ ہوتا۔ شاعر کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ علامہ اقبال نے جب بانگ درا لکھی جو اس فن میں بڑی بلند کتاب ہے تو گجرات کا ایک مخبوط الحواس شاعر تھا" امام دین" یہ قادیانی تھا۔

اس نے بانگ درا کے مقابلہ میں بانگ دھل لکھی اس نے اس میں لکھا ہے ۔

اگر ہو تجھے کچھ قبض کی شکایت تو کھا مولیاں اور مٹر امام دینا

جنت کی سیٹیں تو پُر ہو چکی ہیں جہنم میں بے خوف وَڑ امام دینا

چونکہ قادیانی تھا جہنم میں پہنچ گیا ہوگا۔ اس کے سوا اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا ایک شعر ہے ۔

حکومت کو کہہ دو جہازوں کو روکے

یہ راتوں کو اُڑ کر میرا تراہ کاھڈ تے ہیں

تو شاعروں کا کیا ہے کبھی کچھ کہتے ہیں، کبھی کچھ کہتے ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ علم نہیں عطاء فرمایا، یہ علم کی بات ہے اور غیب اور چیز ہے اور غیب کی خبریں اور چیز ہیں۔ ان میں فرق ہے۔ اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو میری کتاب "ازالۃُ الرَّیب عَنْ عَقِیْدَۃ عِلم الْغَیب" پڑھ لیں۔ فَاٰمِنُوْا بِااللّٰہِ وَرُسُلِہٖ، پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا ، اور اگر تم ایمان لاؤ۔ وَتَتَّقُوْا، اور ڈرتے رہو۔ فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ☆، پس تمہارے لئے اجر ہوگا بڑا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بخل کرنے والوں کی حالت بیان فرمائی ہے جو مال ہوتے ہوئے بخل سے کام لیتے ہیں زکوٰۃ عشر، فطرانہ ادا نہیں کرتے اور مال ہوتے ہوئے حج نہیں کرتے فرمایا، وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ، اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ۔ یَبْخَلُوْنَ ، جو بخل کرتے ہیں۔ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ، اس مال میں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ مِنْ فَضْلِہٖ ، اپنے فضل سے۔ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ، کہ وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ، بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے۔ سَیُطَوَّقُوْنَ ، عنقریب ان کو طوق پہنایا جائے گا اس مال کا۔ مَا بَخِلُوْا بِہٖ

،جس مال کے ساتھ انہوں نے بخل کیا۔ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ،قیامت والے دن۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا سونا چاندی جس کی زکوۃ ادا نہیں کی گئی اور جو حق ہیں فطرانہ قربانی وغیرہ ادا نہیں کیے تو اس کو دو مونہوں والا گنجا سانپ بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔(جیسے مفلر ہوتا ہے)۔وہ دونوں رخساروں پر ڈنگ مارے گا۔اور کہے گا"اَنَا مَالُکَ، اَنَا کَنْزُکَ" ۔میں تیرا مال ہوں ،تیرا خزانہ ہوں اور فرمایا اتنی بات سارے سمجھ لو کہ جس کے پاس جتنا مال ہے ساتھ کسی نے نہیں لے جانا۔یہ کسی کی ذاتی میراث نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ،اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی۔آدمی کا اپنا وہی ہے جو اس نے کھا لیا، پی لیا، پہن لیا۔ باقی یا تو وارثوں کا ہے یا دوسرے لوگوں کا ہے۔لہٰذا تم مال میں بخل نہ کرو۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ اور اللہ تعالیٰ اُن کاموں سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔سب اس کے علم میں ہے۔کسی کا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو رب تعالیٰ کے علم سے باہر ہو۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ ، البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے۔ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا ، ان لوگوں کی جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ ، بے شک اللہ تعالیٰ محتاج ہے۔ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ، اور ہم مالدار ہیں۔ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا ، بتاکید ہم لکھیں گے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ ، اور ان کا اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کرنا۔ بِغَيْرِ حَقٍّ ، ناحق۔ وَّنَقُوْلُ ، اور ہم کہیں گے۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ

الْحَرِيْقِ ☆، چکھو جلانے والی آگ کا عذاب۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ، یہ بسبب اس کے جو بھیجا آگے تمہارے ہاتھوں نے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ، اور بے شک اللہ تعالیٰ۔ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ O، نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا، وہ لوگ جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ، بے شک اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے ہمارے ساتھ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ، یہ کہ ہم نہ ایمان لائیں کسی رسول پر۔ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ، یہاں تک کہ وہ لائے ہمارے پاس ایسی قربانی۔ تَاْكُلُهُ النَّارُ، کہ کھا جائے اس کو آگ۔ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! کہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول۔ مِّنْ قَبْلِيْ، مجھ سے پہلے۔ بِالْبَيِّنٰتِ، واضح دلیلوں کے ساتھ۔ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ، اور وہ چیز بھی جو تم نے کہی ہے۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ، پس تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O، اگر ہو تم سچے۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ، پس اگر وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھٹلائیں۔ فَقَدْ كُذِّبَ، پس تحقیق جھٹلائے گئے۔ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ، کئی رسول آپ سے پہلے۔ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ، لائے وہ واضح دلائل۔ وَالزُّبُرِ، اور صحیفے۔ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ O، اور ایسی کتابیں جو روشنی پہنچانے والی تھیں۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ، ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ، اور پختہ بات ہے تمہیں پورا، پورا دیا جائے گا۔ اُجُوْرَكُمْ، تمہارا اجر۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، قیامت والے دن۔ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ، پس وہ شخص جو دور رکھا گیا دوزخ کی آگ سے۔ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ، اور داخل کیا گیا جنت میں۔ فَقَدْ فَازَ، پس تحقیق وہ کامیاب ہو گیا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی۔ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ O مگر دھوکے کا سامان۔

اس سے پہلے درس میں بخل کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ آج کی آیات بھی اسی سلسلہ میں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوتِ اسلام کا پیغام دے کر یہودِ بنو قینقاع کی طرف بھیجا۔ اس دعوت نامے کا عنوان اس طرح کہ "اِتَّقُوْ اللّٰہ" اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ایمان لے آؤ۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔ اور اس بات کی گواہی خود تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ "وَاَقْرِضُوْ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا"۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خط لے کر بنو قینقاع پہنچے۔ اس وقت یہودیوں کا بڑا عالم فخاص بن عازورا بیت المدرٰاس میں تعلیم دے رہا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھ کر کہنے لگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اس لئے تو ہم سے قرضہ مانگتا ہے۔ (العیاذ باللہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر برداشت نہ کر سکے۔ اور اس یہودی عالم کو تھپڑ مارا اور فرمایا، کہ اگر ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ حائل نہ ہوتا تو میں تلوار سے تیرا کام تمام کر دیتا۔ فخاص بن عازورا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس گستاخی کا جواب دیا ہے۔ قرضِ حسنہ کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا"۔ کون ہے تم میں سے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے۔ قرضِ حسنہ کی تعریف یہ ہے کہ کوئی آدمی ایسے شخص کو جو قرض لینے کا حقدار ہے اپنے حلال اور طیب مال میں سے دے۔ اور قرض کی وصولی میں اسے تنگ نہ کرے اور احسان بھی نہ جتلائے۔ قرضِ حسنہ کا سترہ/۱۷ گنا ثواب ملتا ہے۔ ظاہری طور پر

دیکھا جائے تو بات سمجھ میں نہیں آتی ۔ کیونکہ صدقے میں تو پیسے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں ۔ اور واپس دنیا میں نہیں ملتے ۔ اس کا ثواب ہے دس گنا۔ اور قرضِ حسنہ جو واپس ملنا ہے۔ اس کا ثواب ہے سترہ/۱۷ گنا۔ تو ظاہری طور پر یہ بات عقل میں نہیں آتی ۔ مگر حقیقت اسی طرح ہے۔ کیونکہ جو شخص صدقہ دیتا ہے وہ اپنا فائدہ تلاش کرتا ہے کہ مصیبت ٹلے گی اور ثواب ملے گا اور قرضِ حسنہ دینے والا دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور اس کی مجبوری کو سامنے رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے سات نمبر زیادہ ہیں ۔ مگر اس زمانے میں قرضِ حسنہ دینے اور لینے والے بہت کم ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینے میں تشبہ ہے۔ اور تشبہ اس طرح کہ جس طرح تم کسی کو قرض دیتے ہو تو تمہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم مجھے ملے گی اسی طرح یہاں سمجھو کہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے گا یعنی اسی کی مرضی کے مطابق رقم خرچ کرے گا وہ ضائع نہیں ہوگی بلکہ اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ کیونکہ تشبہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی ۔ بلکہ من وجہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر بہادر آدمی کو کہتے کہ یہ شیر ہے۔ تو اس کی تشبیہ صرف بہادری میں ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ شیر ہے تو اس کی چار ٹانگیں دکھاؤ، دم دکھاؤ، گردن پر بال دکھاؤ۔ کیونکہ تشبہ صرف بہادری میں ہے۔ کہ جس طرح خشکی کے جانوروں میں شیر سب سے بہادر ہے۔ یہ بھی شیر کی طرح بہادر ہے۔ یا کوئی آدمی کند ذہن ہے بات نہیں سمجھتا۔ تو اسے کہا جائے کہ گدھا ہے۔ تو یہاں تشبیہ صرف بے سمجھی میں ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں اور کان ہیں اور چوڑی پیٹھ ہے۔ یا بخیل آدمی کے بارے میں کہا جائے کہ بھائی وہ تو لوہے کا تھن ہے۔ یعنی جس طرح لوہے کے تھن سے دودھ نہیں نکلتا۔ اسی طرح اس آدمی سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور کوئی آدمی زبان کا بڑا میٹھا ہو۔ اور اندر سے چھری ہو تو اس کو کہا جائے کہ وہ سونے کی چھری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے

میں یہ تنبیہ ہے کہ تم جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ اور اس بات کو یہودی بھی سمجھتے تھے۔ مگر شریر تھے۔ اس واسطے کہا کہ مسلمانوں کا خدا فقیر ہوگیا ہے۔ اور ہم مالدار ہیں اس لئے ہم سے قرضہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا ، البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے بات ان لوگوں کی جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ ، بے شک اللہ تعالیٰ محتاج ہے۔ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ، اور ہم مالدار ہیں۔ لہٰذا رب ہم سے قرض مانگتا ہے۔ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا ، بتاکید ہم لکھیں گے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ یعنی ہم لکھنے کا حکم دیں گے کیونکہ رب تعالیٰ خود نہیں لکھتا۔ اس کے فرشتے کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ یہ بات جو انہوں نے کہی ہے۔ یہ تو درج ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہمارے پاس لکھی ہوئی ہے۔ وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ، اور ان کا اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حق کہتے تھے۔ وہ ان کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لئے ان کے خلاف ہو گئے اور ان کو قتل کر دیا۔ جیسے شَعْيَا عَلَيْهِ السَّلَام کو شہید کیا۔ یحیٰی علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور کافی پیغمبر شہید کیئے۔ اور ناحق شہید کیئے۔ کیونکہ شریعت میں قتلِ حق کی تین صورتیں ہیں۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مرتد ہو جائے العیاذ باللہ تعالیٰ! تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شکوک وشبہات دور کر لے۔ اگر تین دن میں اس نے شکوک وشبہات دور کر کے توبہ نہ کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور پیغمبروں کے متعلق تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی دیدہ دانستہ طور پر آلۂ قتل کے ساتھ کسی بے گناہ کو قتل کر دے۔ تو اس قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ اور پیغمبر کسی کو ارادتاً ناحق قتل نہیں کرتے۔ اور تیسری صورت یہ

ہے کہ شادی شدہ مرد عورت زنا کریں تو ان کو سزا کے طور پر رجم کیا جائے گا۔ اور پیغمبروں کے متعلق اس کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جتنے پیغمبر بھی شہید کیے گئے ناحق شہید کیے گئے۔ وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ O، اور ہم کہیں گے چکھو جلانے والی آگ کا عذاب۔ تم نے دنیا میں رب تعالیٰ کو فقیر کہا اور اس کے پیغمبروں کو شہید کیا۔ حق کا مقابلہ کیا اب اس کا مزا چکھو۔ اور ہم کہیں گے۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ ، یہ بسبب اس کے جو بھیجا آگے تمہارے ہاتھوں نے۔ یعنی تمہارے ہاتھوں کے کرتوت ہیں۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ O، اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔ اللہ تعالیٰ نے ظلم حرام کیا ہوا ہے۔ اپنی ذات کے لئے بھی اور مخلوق کے لئے بھی کسی نے قاعدے کے مطابق نیکی کی ہے تو اس کو اجر ملے گا اور اگر کسی نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہے تو اس کی سزا پائے گا۔ ''اِلَّا مَنْ رَّحِمَهُ اللّٰهُ''۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا ، وہ لوگ جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ ، بے شک اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے ہمارے ساتھ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ ، یہ کہ ہم نہ ایمان لائیں کسی رسول پر۔ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ ، یہاں تک کہ وہ لائے ہمارے پاس ایسی قربانی۔ تَاْكُلُهُ النَّارُ ، کہ کھا جائے اس کو آگ۔ اس آیتِ کریمہ میں یہودیوں کی ایک شرارت کا ذکر ہے۔ وہ اس طرح کہ یہودیوں کے جو بڑے لوگ تھے۔ تعلیم یافتہ، سیاسی اور مذہبی پیشوا ان کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے کہ توراۃ میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ کسی نبی کو اس وقت تک نہ مانو جب تک وہ قربانی کر کے میدان میں نہ رکھے اور آگ آکر اس کو جلا نہ دے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیرِ کبیر میں نقل فرماتے ہیں کہ وہ حکم اس طرح تھا کہ دو پیغمبروں کے علاوہ جو بھی تمہارے سامنے نبوۃ کا دعویٰ کرے اس سے یہ معجزہ طلب کرو اور کہو کہ ہم تجھ پر اس وقت تک ایمان نہیں

لائیں گے جب تک تم قربانی کر کے میدان میں نہ رکھو اور آگ اس کو جلا نہ دے۔ کیونکہ اس زمانے میں بھی جھوٹی نبوۃ کا دعویٰ کرنے والے موجود تھے۔ تو جھوٹے اور سچے کو پرکھنے کا یہ معیار مقرر کیا گیا۔ مگر دو پیغمبروں کے علاوہ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کے متعلق حکم تھا کہ ان کو ہر حال میں ماننا ہے۔ تسلیم کرنا ہے۔ یہ نشانی ان کے ہاتھ پر ظاہر نہ ہوگی۔ یہ بات بھی توراۃ میں لکھی ہوئی تھی۔ لیکن انہوں نے آدھی بات بیان کی اور آدھی بات چھپائی۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ" پڑھے اور "وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى" نہ پڑھے۔ اور کہے کہ میں تو نماز اس لئے نہیں پڑھتا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تو اس کو کہا جائے گا بھائی! اس آیتِ کریمہ کا سیاق وسباق دیکھ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ پہلے نماز کے اوقات کے علاوہ شراب حلال تھی اور حکم تھا۔ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى" نہ قریب جاؤ نماز کے اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو۔ "حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" (پارہ ۵) جب تک کہ تم نہ سمجھو جو تم کہتے ہو۔ یعنی آدمی جو کچھ نماز میں پڑھتا ہے اس کے مفہوم کا اس کو علم ہونا چاہیے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ کیا کہہ رہا ہے۔ اور یاد رکھنا ہم پر شراب کا نشہ تو نہیں ہے۔ مگر جہالت کا نشہ ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کیا پڑھتے ہیں۔ اس کا مفہوم کیا ہے۔ پرانے نمازیوں سے پوچھ لیں کہ وتروں کی نماز میں جو دعا قنوت ہے اس میں ایک جملہ ہے۔ "نَحْفِدُ" تو اس "نَحْفِدُ" کا کیا معنیٰ ہے۔ نہیں بتا سکتے سو میں سے دو چار ہی بتائیں گے۔ اور بس حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ "حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" یہاں تک کہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ تو جب تک سمجھو گے نہیں

تمہاری نماز نہیں ہوگی۔ اور ہم نے طوطے کی طرح الفاظ رٹے ہوئے ہیں حالانکہ نماز کے الفاظ کا ترجمہ سمجھنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ نص قطعی ہے۔ "حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" یہاں تک کہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ تو خیر یہودیوں نے آگے پیچھے سے کاٹ کر تورات کا حکم سنایا کہ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ تم اس پیغمبر پر ایمان لاؤ۔ جو قربانی کر کے میدان میں رکھے اور آسمان سے آگ آ کر اس کو جلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب، قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! کہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول مجھ سے پہلے واضح دلیلوں کے ساتھ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کئی پیغمبر ایسے تشریف لائے جنہوں نے قربانی والا معجزہ تو نہیں دکھایا لیکن اس کے علاوہ کئی اور معجزے اور دلائل لائے۔ مگر تم نے ان کو تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ ایسے پیغمبر بھی تھے جن کے لئے قربانی والی نشانی نہیں تھی۔ دوسرے معجزے اور دلائل تھے۔ کیونکہ پیغمبر کے لئے تو نشانی چاہیے۔ دوسرا الزامی جواب ہے۔ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ، اور وہ نشانی بھی لائے جو تم کہتے ہو۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ، پس تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟ ۔اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O، اگر ہو تم سچے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے متبعین کو تسلی دی ہے۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ، پس اگر وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھٹلائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کریں۔ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ، پس تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے۔ جَآءُوْا بِالْبَیِّنٰتِ، لائے وہ واضح دلائل اور معجزات۔ وَالزُّبُرِ، زبور کی جمع ہے، صحیفے۔ اور صحیفے لے کر آئے۔ وَالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ O، اور ایسی کتابیں جو روشنی پہنچانے والی تھیں۔ یعنی دلوں کو روشن کرنے والی تھی۔ ان لوگوں نے ان کو بھی جھٹلایا کیونکہ ان کا وطیرہ ہے۔ نہ ماننا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام

کرتے جائیں۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ، ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا موت سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ" (پارہ ۲۷) اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو صاحب جلال اور عظمت ہے۔ فرشتے ہزار ہا سال سے زندہ چلے آرہے ہیں۔ مگر ایک وقت آئے گا ان سب پر فنا آئے گی۔ حتیٰ کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی موت سے نہیں بچ سکتے۔ موت بہت زور آور چیز ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس پر تعجب ہے جس کے ہوش وحواس قائم ہوں اور مرتے وقت موت کی کیفیت بیان نہ کر سکے۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ابا جی "صِفْ لَنَا الْمَوْتَ" ۔ ابا جی آپ فرمایا کرتے تھے کہ بندے کے ہوش وحواس ٹھکانے ہوں اور مرتے وقت موت کی کیفیت نہ بیان کرے۔ مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے لہٰذا اب آپ موت کی کیفیت بیان فرمائیں، کیا حال ہے۔ فرمایا نہ پوچھو۔ میری یہ کیفیت ہے جس طرح سوئی کے ناکے سے میری جان نکالی جارہی ہے۔ اور کسی نے رضوی پہاڑ اٹھا کر میری گردن پر رکھ دیا ہے۔ مدینہ طیبہ میں احد پہاڑ کے بعد سب سے بڑا پہاڑ ہے۔ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ ، اور پختہ بات ہے تمہیں پورا، پورا دیا جائے گا تمہارا اجر۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، قیامت والے دن۔ بعض نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ مال اور اولاد کی صورت میں کاروبار کی ترقی کی صورت میں۔ مگر پورا، پورا بدلہ قیامت کو ملے گا۔ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ ، پس وہ شخص جو دور رکھا گیا یعنی بچالیا گیا دوزخ کی آگ سے۔ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ ، اور داخل کیا گیا جنت میں۔ فَقَدْ فَازَ ، پس تحقیق وہ کامیاب ہوگیا۔ فرمایا اچھی طرح

سمجھ لو۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان ۔ یہ دھوکہ دیتی ہے ۔ اس زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ۔ اب معلوم نہیں تھوڑی دیر بعد ہے کہ نہیں ۔ صبح ہے، شام کا علم نہیں ہے ۔ موت کسی وقت بھی آسکتی ہے اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے ۔ لہٰذا اس زندگی کو عارضی اور فانی سمجھو ۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ؗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

لَتُبْلَوُنَّ ، البتہ ضرور تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ فِیْ اَمْوَالِكُمْ ، تمہارے مالوں میں۔ وَاَنْفُسِكُمْ ، اور تمہاری جانوں میں۔ وَلَتَسْمَعُنَّ ، اور البتہ تم ضرور سنو گے۔ مِنَ الَّذِیْنَ ، ان لوگوں سے۔ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ، جن کو کتاب دی گئی۔ مِنْ قَبْلِكُمْ ، تم سے پہلے۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ ، اور ان لوگوں سے۔ اَشْرَكُوْۤا ، جنہوں نے شرک کیا۔ اَذًى كَثِیْرًا ، اذیت بہت ساری۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا ، اور اگر تم صبر کرو گے۔ وَتَتَّقُوْا ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ ، پس بے شک یہ چیز۔ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ ، پختہ کاموں میں سے ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ ، اور جس وقت لیا

اللہ تعالیٰ نے وعدہ۔ اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ، ان لوگوں سے جن کو دی گئی کتاب۔ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ ، البتہ ضرور تم بیان کرو گے اس کتاب کو لوگوں کے لئے۔ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ، اور نہ اس کو چھپاؤ گے۔ فَنَبَذُوْهُ ، پس انہوں نے پھینک دیا اس وعدے کو۔ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ ، اپنی پیٹھوں کے پیچھے۔ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ، اور خریدی انہوں نے اس کے بدلے۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا ، تھوڑی سی قیمت۔ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ O ، پس بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ ، ہرگز نہ خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں۔ یَفْرَحُوْنَ ، جو خوش ہوتے ہیں۔ بِمَآ اَتَوْا ، جو انہوں نے کی۔ وَّیُحِبُّوْنَ ، اور وہ پسند کرتے ہیں۔ اَنْ یُّحْمَدُوْا ، یہ کہ ان کی تعریف کی جائے۔ بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا ، ان چیزوں پر جو انہوں نے نہیں کیں۔ فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ ، پس ہرگز نہ خیال کرنا تم ان کے بارے میں۔ بِمَفَازَةٍ ، کہ وہ کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ مِّنَ الْعَذَابِ ، عذاب سے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ O ، اور ان کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک۔ وَالْاَرْضِ ، اور زمین۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O ، اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔

اس سے پہلی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو تسلی دی گئی تھی اور آج کی آیتوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو تسلی دی گئی ہے۔ فرمایا، لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ، البتہ ضرور تمہارا امتحان لیا جائے گا تمہارے مالوں میں اور تمہاری جانوں میں بھی۔ مالی امتحان کی ابتداء اس طرح ہوگی کہ یہ بتلاؤ کہ مال تم نے کس طرح حاصل کیا اور کمایا کس طرح آیا وہ از روئے شرع جائز تھا یا ناجائز۔ صحیح تھا یا غلط تھا۔ پھر سوال ہوگا کہ مال کو تم نے خرچ کس جگہ کیا آیا جہاں تم نے خرچ کیا

وہاں خرچ کرنے کا رب نے حکم دیا تھا یا اپنی مرضی کی۔ اس مال کے ذریعے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کیے یا نہیں۔ اور جن جگہوں پر تم نے خرچ کیا وہاں خرچ کرنا جائز تھا یا ناجائز۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ "لَا تُسْرِفُوْا"۔ اسراف نہ کرو۔ اور دوسرا فرمایا تبذیر نہ کرو۔ اسراف کا مطلب ہے کہ ایک ایسا مقام ہے جہاں تمہیں رقم خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ مگر ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہو تو اسراف ہوگا وہ اس طرح کہ پانچ روپے سے ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اور تم چھ روپے خرچ کرتے ہو تو یہ چھٹا روپیہ اسراف ہوگا۔ اور تبذیر کہتے ہیں ایسی جگہ خرچ کرنا جہاں خرچ کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ جس طرح لوگ شادی بیاہ کے موقع پر بجلی کی مرچیں لگا کر چراغاں کرتے ہیں۔ ڈھول باجے اور دھماکے شرلیاں پٹاخوں پر خرچ کرتے ہیں۔ آتش بازی ہوتی ہے۔ یہ سب کے سب تبذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنَ" (پارہ ۱۵)۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ تو جو بے جا خرچ کرتے ہیں وہ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ دیکھو آج اگر کسی کو کہو کہ تو شیطان کا بھائی ہے تو وہ لڑ پڑے گا اور پروردگار نے فرمایا ہے کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ "وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا" (پارہ ۱۵)۔ اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔ تو تم اس کے بھائی کیوں بنتے ہو۔ تو یہ مالی امتحانات ہیں کہ کمایا کس طرح خرچ کیسے کیا۔ کہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کیے یا نہیں کیے۔ اور مالی امتحان اس طرح بھی ہوتا ہے کہ کبھی مال ضائع ہو جاتا ہے تو اس موقع پر تم صبر کرتے ہو یا نہیں۔ اور جانی امتحان یہ ہے کہ یہ بدن تمہیں رب تعالیٰ نے دیا ہے یہ اس کی امانت ہے۔ اس کو تم رب کی عبادت میں لگاتے ہو یا اس کے ذریعے نافرمانیاں کرتے

ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ تم نماز پڑھتے ہو روزے رکھتے ہو۔ استطاعت ہے تو حج کرتے ہو اس کے ساتھ اچھے کام کرتے ہو۔ یا یہ بدن شیطانی کاموں کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ اور بدنی امتحان اس طرح بھی ہوتا ہے کہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو اس بیماری میں رب تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے یا نہیں۔ اور اس حالت میں بھی رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس حالت میں بھی رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے یا نہں عام لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ تندرستی کی حالت میں تو عبادت کرتے ہیں اور بیمار ہو جائیں تو بیماری کو بہانہ بنا کر عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ بیماری کی حالت میں زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ کہ ہوسکتا ہے کہ مر جائے۔ لیکن ہم پہلی عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھو کہ اس نے کتنی رخصتیں دی ہیں۔ کہا گر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو، رکوع سجود کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے تو اشاروں کے ساتھ پڑھ لے تو یہ بدنی امتحان ہیں اسی طرح تکلیف میں صبر کرتا ہے۔ یا بے صبری کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو موت دے دے تو صبر کرتے ہو کہ نہیں یہ سب بدنی امتحان ہیں۔ اور یہ بھی امتحان ہے۔ وَلَتَسْمَعُنَّ ، اور البتہ تم ضرور سنو گے۔ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے۔ یعنی یہود و نصاریٰ سے۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ، اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا۔ کیا سنو گے، فرمایا۔ اَذًى كَثِيْرًا ، اذیت بہت ساری۔ دکھ تکلیف کی باتیں سنو گے یہود و نصاریٰ سے بھی اور مشرکوں سے بھی اور ایسی ایسی باتیں سنو گے کہ جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوں گی۔ وہ تمہیں ستانے کیلئے یہ باتیں کریں گے اور آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے مرد اور عورتیں اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ دوسروں کے بارے میں ایسی بات کریں گے کہ فرشتوں کو بھی اس

بات کا علم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطاء فرمائے آدمی سن کے حیران ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے جو بات کہی ہے وہ میرے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ یاد رکھنا رتی رتی کا حساب ہوگا کسی کے بارے میں ایسی بات نہ کرنا جو واقعہ کے خلاف ہو یہ سنگین قسم کا جرم ہے۔ تو فرمایا، یہود و نصاریٰ سے بھی سنو گے اور مشرکوں سے بھی اور کسی نے بھی کوئی کمی نہیں کی۔ نہ یہود نے نہ نصاریٰ نے نہ مشرکوں نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی قدر کو لوگوں نے آپ کے سامنے مجنوں کہا کہ تو پاگل ہے۔ ساحر کہا اور کہا کہ تو جادوگر ہے۔ مسحور ہے یعنی تیرے اوپر جادو کیا گیا ہے۔ کذاب کہا کہ تو بہت بڑا جھوٹا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور مفتری کہا کہ تو اللہ تعالیٰ پر افتریٰ باندھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے نبی بنایا ہے اور اپنا کلام نازل کیا ہے اور یہ سارے الفاظ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ داد دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلے کو۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی لفظ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کوئی معمولی بات ہے۔ کہ کسی نے منہ پر کذاب کہا کسی نے دیوانہ کہا۔ اس سے زیادہ اذیت کیا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ وہ جب کسی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو لوگ انہیں کہتے "کَذَّابٌ اَشِرٌ" بہت بڑا جھوٹا ہے۔ اور بڑا شرارتی ہے۔ اَشِرٌ کا معنیٰ متکبر بھی ہوتا ہے اور شرارتی بھی ہوتا ہے۔ اے ظالمو! وہ تو تمہیں بغیر کسی لالچ اور طمع کے اللہ تعالیٰ کا دین سکھاتا ہے اور تم اسے کذاب اور اشر کہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بھی دشمنوں سے بہت کچھ سنا اور اے مومنو! تم بھی بہت کچھ سنو گے تو پھر تمہارا کیا کام ہونا چاہیے۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا، اور اگر تم صبر کرو گے۔ وَتَتَّقُوْا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ فَاِنَّ ذٰلِکَ، پس بے شک یہ چیز۔ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ، پختہ کاموں میں سے ہے۔ صبر کرنا اور رب تعالیٰ سے ڈرنا مضبوط کاموں میں سے ہیں حوصلے اور

ہمت کے بغیر یہ چیزیں حاصل نہیں ہوسکتیں حوصلہ بھی بڑی چیز ہے اور بسا اوقات جب بات حد سے نکل جاتی ہے تو بندہ مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر مجبور ہو کر بد دعا بھی کرنی پڑتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تبلیغ فرمائی پھر رب تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا۔ "لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ" (پارہ ۱۲) کوئی ایمان نہیں لائے گا تمہاری قوم میں سے سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے بد دعا کی کہ اے پروردگار "لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا" (پارہ ۲۹) کسی کافر کو روئے زمین پر بسا رہنے نہ دے کیونکہ جب آپ نے کہہ دیا ہے کہ آئندہ کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تو پھر اے پروردگار ایک کافر بھی زمین پر چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔ اسی طرح مکے والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تنگ کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو بہت تنگ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بد دعاء فرمائی۔ کہ اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال مسلط فرمائے تھے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ باہر سے اناج بند ہو گیا۔ اور جو پہلے موجود تھا وہ ختم ہو گیا۔ "حَتّٰى اَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُوْدَ وَالْعِظَامَ" ۔ یہاں تک کہ انہوں نے مردار جانوروں کے گوشت کھائے اور خشک چمڑے پانی میں بھگو کر نرم کر کے بھون کے کھائے۔ اور ہڈیاں پیس پیس کر پھکی بنا کر کھاتے تھے۔ جب بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر اٹھتے تو سامنے دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ تو تنگ ہو کر آدمی بد دعاء بھی کر دیتا ہے۔ گزشتہ سے پیوستہ سبق میں آپ نے پڑھا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ صرف اس نبی پر ایمان لائیں کہ جس کے ہاتھ پر قربانی والا معجزہ ظاہر ہو کہ وہ قربانی کر کے میدان میں رکھے اور آسمان سے آگ آ کر اس کو جلا دے

حالانکہ اس عہد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ تھے۔ لیکن انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آخری دو پیغمبروں کے بارے میں یہ عہد نہیں تھا مگر تم اپنی طرف سے بنا کر کہہ رہے اور جو عہد تم سے رب تعالیٰ نے حقیقتاً لیا تھا وہ تم نے کب پورا کیا ہے وہ عہد یہ تھا۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ ،اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ۔ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ،ان لوگوں سے جن کو دی گئی کتاب۔ وعدہ یہ لیا تھا۔ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ ، البتہ ضرور تم بیان کرو گے اس کتاب کو لوگوں کے لئے۔ وَلَا تَکْتُمُوْنَهٗ ،اور نہ اس کو چھپاؤ گے۔ تو تورات اور انجیل دونوں کتابوں میں تو یہ عہد تھا کہ جو کتاب میں نے تمہیں دی ہے اس کو لوگوں کے سامنے علی الاعلان بیان کرنا اس کے احکام کو ظاہر کرنا اور اس کو چھپانے کی کوشش نہ کرنا۔ اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں ان کو سمجھنا اور بیان کرنا بہت بڑی عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے بھیجا قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ" (نحل، پارہ ۱۷)۔ اور اتارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذکر تاکہ آپ بیان کر دیں لوگوں کے لئے وہ چیز جو اتاری گئی ہے ان کی طرف۔ اور تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں۔ اور یہ بات آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک آیتِ کریمہ بغیر ترجمہ کے سیکھنا سو رکعت نماز نفل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے اور ایک آیتِ کریمہ ترجمے کے ساتھ سیکھنا حاصل کرنا ایک ہزار رکعات نفل نماز سے زیادہ ثواب ہے۔ رواہ ابنِ ماجہ۔ اور یہ بات بھی دماغ میں بٹھائیں کہ ترجمہ سیکھنا صرف مولویوں کے لئے نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں پر فرض ہے چاہے مرد ہوں یا عورتیں پہلے لوگ کہتے تھے کہ عورتیں کہاں جائیں ترجمہ سیکھنے کے لئے اب الحمدللہ گکھڑ میں سات آٹھ ادارے لڑکیوں کی دینی تعلیم

کے لئے موجود ہیں۔ جہاں لڑکیاں ہی پڑھاتی ہیں اور ان تمام لڑکیوں نے ترجمہ قرآن مجید مجھ سے پڑھا ہے۔ اب کوتاہی آپ لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کی بڑی خدمات ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ ہندوستان میں اہلِ بدعت اور رافضیت کا بڑا زور تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور یہ کتاب خلفاءِ اربعہ کی فضیلت کے سلسلہ میں بڑی علمی کتاب ہے۔ اسی طرح "قُرَّۃُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تَفْضِیْلِ الشَّیْخَیْنِ" یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ابوبکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت میں ہے۔ تو نجف خان رافضی اس وقت دہلی کا حاکم تھا۔ اس نے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی کلائیاں اتروا دیں۔ کہ ان کے ساتھ تو نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ اور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تو بھانڈ قسم کے مولوی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے پڑ گئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راز ظاہر کر دیئے ہیں لہٰذا کافر ہو گیا ہے۔ پھر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹوں نے قرآن کی خدمت کی۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر لکھی اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اور شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اردو میں ترجمہ کیا اور وہ تمام اردو تراجم کے سردار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ کتابیں اس لئے نازل فرمائی ہیں کہ ان کو بیان کرو۔ اور یہ راز ظاہر کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں کو بتاؤ۔ لیکن یہود نے کیا کیا۔ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ، پس انہوں نے پھینک دیا اس وعدے کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے۔ اور اس کی کتابوں کو بیان کرنا وہ تو تم نے پورا نہیں کیا اور جو عہد لیا ہی نہیں ہے۔ اس کے حوالے دیتے پھرتے ہو۔ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا، اور

خریدی انہوں نے اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت۔ یعنی اس وعدے کے بدلے میں انہوں نے تھوڑی سی قیمت لی وہ دنیا کی چیزیں تھیں مثلاً تنخواہیں اور نذرانے جتنا مال بھی لیں وہ قلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "مَتَاعُ الدُّنیَا قَلِیلٌ" دنیا کا سارا سامان بھی قلیل ہے۔ اور ترمذی شریف میں حدیث آتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا و مافیھا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ تو دنیا و مافیھا کے خزانوں کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ہے۔ تو کافروں کو زیادہ بھی مل جائے تو کیا ہے۔ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ، پس بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی۔ یعنی انہوں نے جو سودا خریدا ہے برا ہے۔ آگے فرمایا، لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ، ہرگز نہ خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں۔ یَفْرَحُوْنَ، جو خوش ہوتے ہیں۔ بِمَآ اَتَوا وَّیُحِبُّوْنَ، جو انہوں نے کی اور وہ پسند کرتے ہیں۔ یعنی برے کام اور پسند کرتے ہیں۔ اَنْ یُّحْمَدُوْا، یہ کہ ان کی تعریف کی جائے۔ بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا، ان چیزوں پر جو انہوں نے نہیں کئے۔ چاہتے ہیں کہ ان میں بھی ان کی تعریف کی جائے۔ فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ، پس ہرگز نہ خیال کرنا تم ان کے بارے میں۔ بِمَفَازَةٍ، کہ وہ کامیابی حاصل کرسکیں گے۔ مِّنَ الْعَذَابِ، عذاب سے۔ کہ عذاب سے وہ چھٹکارہ پا جائیں گے۔ "مَفَازَۃٌ" مصدر میمی بھی بن سکتا ہے۔ تو اس وقت ترجمہ ہوگا کامیابی۔ اور ظرف مکان بھی بن سکتا ہے کامیابی کی جگہ تو معنیٰ ہوگا پس ہرگز نہ خیال کرنا تم ان کے متعلق کہ ان کو عذاب سے کامیابی کی کوئی جگہ مل جائے گی۔ دونوں معنیٰ صحیح ہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ، اور ان کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک اور زمینوں کا۔ وہی مالک

ہے وہی خالق ہے۔ وہی متصرف ہے، وہی مدبر ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں اس کے سوا کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے ان لوگوں کو جو عوام کو شرکیہ تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کہتے ہیں۔ ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی مختار بھی ہے۔ کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر یعنی جہان میں جو کچھ ہوتا ہے وہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں "**لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**"۔ یاد رکھنا یہ شرک ہے اور اگر رتی برابر بھی کسی میں شرک ہوگا تو اس کا کوئی عمل بھی قبول نہیں ہوگا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا ٭ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَکَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۱۹۴﴾

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ ، بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں ۔ وَالۡاَرۡضِ ، اور زمین کے پیدا کرنے میں ۔ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ ، رات اور دن کے مختلف ہونے میں ۔ لَاٰیٰتٍ ، البتہ کئی نشانیاں ہیں ۔ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ O، عقل مندوں کے واسطے ۔ اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ ، عقل مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ۔ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا ، کھڑے ہوئے اور بیٹھنے کی حالت میں ۔ وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ ، اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی ۔ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ ، اور غور و فکر کرتے ہیں ۔ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ، آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں ۔ (کہتے ہیں) ۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ، اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا ان چیزوں کو بے کار۔ سُبْحٰنَکَ ، پاک ہے تیری ذات۔ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ O ، پس بچا تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔ رَبَّنَآ اِنَّکَ ، اے ہمارے رب! بے شک تو۔ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ ، جس کو داخل کرے گا دوزخ میں۔ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ، پس تحقیق تو نے اس کو رسوا کر دیا۔ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ O ، اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے پروردگار! ۔ اِنَّنَآ سَمِعْنَا ، بے شک ہم نے سن لیا۔ مُنَادِیًا ، پکارنے والے کو۔ یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ ، جو پکارتا تھا ایمان کے لئے۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ ، یہ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر۔ فَاٰمَنَّا ، (اے ہمارے رب!) پس ہم ایمان لے آئے۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے پروردگار! ۔ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ، پس معاف کر دے ہمارے گناہ۔ وَکَفِّرْ عَنَّا ، اور مٹا دے ہم سے۔ سَیِّاٰتِنَا ، ہماری برائیاں۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ O ، اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے پروردگار! ۔ وَاٰتِنَا ، اور دے ہمیں۔ مَا وَعَدْتَّنَا ، وہ چیز جس کا وعدہ کیا ہے تو نے ہم سے۔ عَلٰی رُسُلِکَ ، اپنے رسولوں کی زبانوں پر۔ وَلَا تُخْزِنَا ، اور نہ رسوا کرنا ہمیں۔ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ، قیامت والے دن۔ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ O ، بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

کل کے سبق کی آخری آیت میں تھا کہ تمام سلطنت اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ کہ ان میں ہر آدمی غور وفکر کرسکتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ،

رات اور دن کے مختلف ہونے میں۔ لَاٰیٰتٍ، البتہ کئی نشانیاں ہیں۔ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ☆، عقل مندوں کے واسطے۔ یہ پہلا آسمان تو ہمیں نظر آتا ہے۔ چلو باقی چھ ہمیں نظر نہیں آتے تو جو نظر آتا ہے اس کو دیکھو کہ اس کے نیچے کوئی کھمبا کوئی ستون کوئی دیوار اور کوئی ٹیک نہیں ہے۔ کوئی سہارا نہیں ہے۔ جبکہ انسان چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتا ہے۔ اس کے نیچے کتنے ستون ہوتے ہیں دیکھو۔ کہ چھوٹی سی عمارت ہے دوستون وہ کھڑے ہیں دوستون وہ کھڑے ہیں۔ لیکن آسمان کو دیکھو کتنا بڑا وسیع ہے اس کو بغیر سہارے کے کھڑا کرنا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھ میں آسکتی ہے۔ پھر ایک آسمان نہیں جمع کا صیغہ ہے۔ بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اسی طرح زمین کے پیدا کرنے میں غور وفکر کرو۔ زمین میں پھر و مشرق مغرب کی طرف جاؤ، شمال جنوب کی طرف جاؤ۔ میدان نظر آئیں گے پہاڑ نظر آئیں گے مختلف قسم کے درخت نظر آئیں گے جڑی بوٹیاں نظر آئیں گی زمین کے مختلف رنگ نظر آئیں گے پھر اس میں بڑے بڑے دریا اور سمندر نظر آئیں گے۔ پھر اس میں تمہیں پھل پھول اناج اور سبزیاں نظر آئیں گی۔ پھر زمین میں رہنے والی مخلوق مختلف شکلیں رنگ برنگی نظر آئیں گی۔ چینیوں کی علیحدہ روسیوں کی علیحدہ افریقیوں کی علیحدہ۔ گوروں کی شکلیں الگ، کالوں کی الگ۔ جب کہ ماں بھی ایک اور باپ بھی ایک سب کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور سب کی ماں اماں حوا علیہا السلام ہیں۔ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوتے ہیں کسی کا قد بڑا ہے کسی کا چھوٹا ہے کوئی گورا ہے کوئی گندمی ہے۔ کوئی نرم مزاج ہے۔ کوئی سخت مزاج ہے کوئی حوصلے والا ہے۔ کوئی جلد باز ہے۔ تو ان چیزوں پر غور وفکر کرنے سے رب تعالیٰ کی قدرت سمجھ آسکتی ہے۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ، اور دن رات کے مختلف ہونے میں غور وفکر

کرو۔ کہ رات تاریک اور سیاہ ہے۔ دن روشن ہے پھر کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن بڑھ جاتا ہے۔ کبھی رات کم ہو جاتی ہے۔ کبھی دن کم ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو چوبیس دسمبر تک راتیں لمبی ہوں گی دن چھوٹے ہوتے جائیں گے۔ پھر بائیس جون تک راتیں چھوٹی ہوتی جائیں گی۔ اور دن لمبے ہوتے جائیں گے۔ اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو ہر آدمی کی سمجھ میں آسکتی ہیں باقی کوئی بڑا پاگل ہو تو اس کی بات نہیں کرتا۔ ہوش وحواس والا آدمی ان چیزوں پر غور وفکر کر کے رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں سمجھ سکتا ہے۔ یہ نشانیاں کن لوگوں کیلئے ہیں فرمایا۔ لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝، الباب لُب کی جمع ہے۔ اور لُب کا معنیٰ عقل ہے اور اُولُوْ جمع ہے ذُوْ کی تو اولو الالباب کے معنیٰ ہوں گے عقل والے عقل مند تو یہ نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے اور ہم تو عقل منداسے کہتے اور سمجھتے ہیں جو دنیا بڑی کمانا جانتا ہو۔ لوگوں کو ٹھگنا جانتا ہو۔ یا دنیا میں عجیب وغریب چیزیں ایجاد کرنا جانتا ہو۔ اگرچہ وہ چیزیں دنیا کی تباہی اور بربادی کا سبب بنیں۔ دیکھو! یہ کلاشنکوف بنانے والا روسی شخص ابھی تک زندہ ہے اور اس کی عمر ستتر/ ۷۷ سال ہوگئی ہے اور وہ کلاشنکوف کی ایجاد پر شرمندہ اور نادم ہے کہ کاش میں اس کی جگہ کوئی اور چیز ایجاد کرتا کیونکہ یہ تو نری انسانوں کی تباہی کا سبب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عقل مند کون لوگ ہیں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں فرمایا عقل مند وہ ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ، عقل مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا، کھڑے ہوئے اور بیٹھنے کی حالت میں۔ وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ، اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے بھی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوں۔ بیٹھے ہوں لیٹے ہوں۔ اور یہ بات بھی آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ ذکر کے لئے وضوء کی پابندی نہیں وضو کے بغیر بھی ذکر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ

انسان آخر انسان ہے۔ کبھی معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ ہوا خارج ہوتی ہے۔ پیشاب بھی بار بار کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ کہ ذکر تم بغیر وضوء کے بھی کر سکتے ہو۔ عقل مندوں کی دوسری نشانی ۔وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، اور غور وفکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔ کہ رب تعالیٰ نے کتنی بڑی وسیع مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ آسمان اور زمین پھر ان میں اور بہت کچھ پیدا فرمایا ہے۔ مثلاً پہاڑ ہیں دریا ہیں اور کیا کچھ ہے۔ یہ ویسے تو پیدا نہیں فرمائیں۔ ان کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ مثلاً یہ مسجد کی عمارت ہے۔ یہ اس واسطے بنائی گئی ہے کہ یہاں لوگ نماز پڑھیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ قرآن شریف پڑھیں۔ اور بچوں کو پڑھائیں۔ یہ دین کا مرکز اور اڈا ہے۔ یہ کوئی یادگار کے طور پر نہیں بنائی گئی۔ اسی طرح لوگ مکان بناتے ہیں تو اس کا مقصد ہے کہ اس میں رہیں گے اٹھیں گے بیٹھیں گے آرام کریں گے گرمی سردی سے بچنا ہے۔ غمی خوشی کے موقع پر۔ دوست احباب آئیں گے تو ان کو بٹھائیں گے ہم اگر کوئی چیز بناتے ہیں۔ تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان بنائے ہیں۔ تو اس کا بھی کوئی مقصد ہے۔ پھر یہ غور وفکر کرتے ہیں جس ذات نے اتنے بڑے زمین و آسمان بنائے ہیں خود وہ ذات کتنی بڑی ہے۔ اس کی قدرت کتنی وسیع ہے۔ وہ قادر مطلق ہے دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے۔ "وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" (پارہ ۲۶)۔ اے انسانو! تم اپنی جانوں کو نہیں دیکھتے کہ تم کیا تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حقیر نطفے سے پیدا فرمایا ہے۔ اس طرح کہ نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی۔ پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔ ٹانگیں بنائیں بازو بنایا سر بنایا۔ آنکھیں بنائیں ، ناک بنایا۔ غرضیکہ تمام اعضاء بنائے پھر ان پر گوشت

چڑھایا۔ پھر چار ماہ کے بعد اس ڈھانچے میں جان ڈالی پھر تقریباً پانچ ماہ ماں کے رحم میں زندہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ بچہ ماں کے رحم میں پھلتا پھولتا بھی ہے۔ ہاتھ پاؤں بھی حرکت کرتے ہیں اور سانس کے بغیر زندہ ہے۔ پیدا ہونے کے بعد بغیر سانس کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وہاں اس کو باقاعدہ خوراک بھی ملتی رہی ہے۔ مگر پیشاب پاخانہ نہیں ہے۔ اور پیدا ہونے کے بعد بچہ صرف عرق ہی پی لے تو پاخانہ آجاتا ہے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے انسانو! اپنے وجود میں غور وفکر کرو تو قادرِ مطلق تمہیں سمجھ آجائے گا۔ اور اگر آنکھیں بند کرلو پھر دن بھی رات ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو عقلمند جب زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں غور کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً، اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا ان چیزوں کو بے کار۔ سُبْحٰنَکَ، پاک ہے تیری ذات۔ تمام عیبوں سے اور اس سے بھی کہ تو کوئی بے کار فعل کرلے۔ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، پس بچا تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔ جو اس نقطے کو سمجھ جاتے ہیں وہی کامیاب ہیں کیونکہ آخرت میں تو جانا ہی ہے۔ لہٰذا جو دوزخ سے بچ گیا وہی کامیاب ہے۔ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ، اے ہمارے رب! بے شک تو جس کو داخل کرے گا دوزخ میں۔ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ، پس تحقیق تو نے اس کو رسوا کردیا۔ اس لئے کہ دوزخ میں داخل ہونے والا انتہائی رسوا ہوگا۔ دوزخیوں کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا" ۔ (پارہ ۲۲، سورۃ فاطر)۔ وہ دوزخ میں چیخیں ماریں گے۔ "لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ" ۔ (پارہ ۱۲، سورۃ ھود)۔ ان کے لئے دوزخ میں آوازیں ہوں گی۔ "زَفِيْرٌ" گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو ابتداء میں بڑی بلند ہوتی ہے۔ اور شہیق وہ آواز ہوتی ہے جو آخر میں نرم پڑ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدبخت لوگ دوزخ میں چیخیں گے چلائیں گے اور

گدھے کی آواز کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی ہے کیونکہ گدھے کی آواز تمام آوازوں سے بری ہوتی ہے۔ حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے سے کہا جب بات کرنی ہو تو بلا ضرورت زور سے نہ بولنا۔ کیونکہ زور سے بولنا کوئی فخر کی بات ہوتی۔ تو پھر ساری فضیلت گدھا لے جاتا۔ حالانکہ "اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ"۔ (پارہ ۲۱ لقمان) بے شک تمام آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے گھروں میں عورتوں کا بلاضرورت بلند آواز سے بات کرنا گناہ ہے۔ مرد ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے بولے گناہ ہے۔ ہم ان باتوں کو نہیں سمجھتے بلکہ ہم تو چیخنے چلانے کو ہی خوبی سمجھتے ہیں۔ چاہے کسی کی نیند ضائع ہوتی ہو۔ یا بیمار کو تکلیف ہوتی ہو۔ یا کسی کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو۔ یا کسی کے مطالعہ کرنے میں خلل واقع ہو رہا ہو۔ ہمیں کسی کی تکلیف سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم نے ضرور چیخنا ہے۔ دیکھو دین میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طبقہ بہت محتاط طبقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام جب نماز پڑھائے تو اتنی آواز نکالے جو مقتدی سنیں۔ یعنی جتنے مقتدی ہیں اتنی آواز نکالے امام کا ضرورت سے زیادہ آواز کا بلند کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ شریعت نے آواز پر کتنا کنٹرول کیا ہے۔ کہ امام بھی اگر ضرورت سے زیادہ آواز کو بلند کرے تو فقہاء فرماتے ہیں۔ "فَقَدْ اَسَاءَ"۔ اس نے برا کام کیا ہے۔ اسی طرح فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی جگہ پر بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے۔ جہاں کوئی سویا ہوا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو۔ یا مطالعہ کر رہا ہو۔ اور ہم نے تو سارے محلے کو بیزار کرنے میں ثواب سمجھا ہوا ہے۔ کہ شور کرو کسی کو سونے نہ دو یاد رکھنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے کسی نے سوال کیا کہ ایسی جگہ پر بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا اور ذکر کرنا کیسا ہے۔ درود شریف پڑھنا جہاں

کوئی سویا ہوا ہو۔ کہ اس کی نیند میں خلل پیدا ہوتا ہو۔ بیمار ہو تو وہ فتویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' میں لکھتے ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنے والا سخت گناہ گار ہے۔ پھر اس پر فقہاء کرام رحمہم اللہ کے حوالے پیش کئے ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا قرآن شریف پڑھنا اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنا ناجائز ہے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ تو جواب دیا کہ قوۃ ہے تو ہاتھ سے روکو ورنہ زبان سے روکو۔ اور اب حالت یہ ہے کہ چیخیں بھی خان صاحب کے ماننے والے ہی مارتے ہیں ان کو کون سمجھائے؟۔ یاد رکھنا۔ ذکر اذکار بھی آہستہ کرنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے "خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ"۔ بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی ہو۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنے کی بجائے آہستہ ذکر کرنے کا اجر ستر/۷۰ گنا زیادہ ہے۔ لہٰذا ذکر ایسے انداز سے کرو کہ اپنے کان سنیں دوسروں کے کان نہ کھاؤ۔ اور خدا رسول کی بات پر عمل کرو اور دوزخ کی رسوائی سے بچو فرمایا۔ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○، اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا، اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم نے سن لیا۔ مُنَادِیًا، پکارنے والے کو۔ یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ، جو پکارتا تھا ایمان کے لئے۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ، یہ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر۔ فَاٰمَنَّا، (اے ہمارے رب!) پس ہم ایمان لے آئے۔ منادی کون ہے؟ قرآن پاک کے نزول کے وقت سب سے بڑے منادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پھر تابعین، اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ منادی تھے۔ اور اب میں تمہارے لئے منادی ہوں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ، یہ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر۔ ہر مبلغ جو لوگوں کو قرآن کریم سناتا ہے۔ اور دعوت

دیتا ہے۔ وہ منادی ہے۔ اور اس میں شامل ہے۔ قرآن خود بھی منادی ہے اس کو بیان کرنے والا بھی منادی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو عقل اور سمجھ عطاء فرمائی ہے وہ بھی منادی ہے۔
رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ، اے ہمارے پروردگار! پس معاف کردے ہمارے صغیرہ گناہ۔ وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا ، اور مٹادے ہمارے کبیرہ گناہ۔ یعنی چھوٹے بڑے سارے گناہ معاف فرمادے۔ کیونکہ ہم سے صغیرہ بھی ہوتے ہیں اور کبیرہ بھی ہم تو گناہوں کی پٹیاں ہیں۔ تو معاف فرمادے۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ ، اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ۔ انہیں کے ساتھ ہمیں بیٹھنا نصیب ہو۔ انہی میں وفات ہو اور ان ہی میں ہمارا شمار ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے یہ دعائیں کرتے ہیں۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا ، اے ہمارے پروردگار! دے ہمیں۔ مَا وَعَدْتَّنَا ، وہ چیز جس کا وعدہ کیا ہے تو نے ہم سے۔ عَلٰى رُسُلِكَ ، اپنے رسولوں کی زبانوں پر۔ اور ان کے ساتھ تیرا یہ وعدہ ہے کہ جو تجھ پر ایمان لائے گا تو اسے جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں نے یہی سبق دیا ہے کہ ایمان کا صلہ جنت ہے۔ اور اگر کفر شرک اور بدی کرو گے تو جہنم میں جلو گے۔ اے پروردگار! تو سچا، تیرے پیغمبر سچے، تیرا وعدہ سچا، تو ہمیں قبر میں راحت نصیب فرما۔ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، اور نہ رسوا کرنا ہمیں قیامت والے دن۔ میدانِ حشر میں ہم ذلیل نہ ہوں پل صراط سے ہم سیدھے گزر کر جنت میں پہنچ جائیں سب سے زیادہ ذلت اور رسوائی قیامت کے دن کی ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیا کی ذلت کوئی شئی نہیں ہے۔ مگر آدمی دنیا کی ذلت سے بچنے کی تو کوشش کرتا ہے مگر آخرت کی ذلت سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا۔ جب کہ دنیا کے امتحان آخرت کے مقابلے میں بچوں کے کھیل کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ اے

پروردگار! ہمیں دونوں امتحانوں میں کامیاب فرما۔اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ O ، بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔رب تعالیٰ نے عقلمندوں کے اوصاف اور ان کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں کہ وہ یہ یہ کام کرتے ہیں اور یہ یہ دعائیں کرتے ہیں تو جو آدمی یہ کام نہیں کرے گا۔ اور یہ دعائیں نہیں کرے گا۔ وہ عقل مند نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں عقل مند بننے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمیں عقل مند بنائے......(آمین)۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ، پس قبول کرلیں ان کی دعائیں۔ رَبُّهُمْ، ان کے رب نے۔ (یہ فرماتے ہوئے)۔ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ، بے شک میں ضائع نہیں کرتا۔ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ، کسی کام کرنے والے کا کام تم میں سے۔ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى، مرد ہو یا عورت ہو۔ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ، بعض تمہارے بعض سے ہیں۔ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا، پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ، اور نکالے گئے اپنے گھروں سے۔ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ، اور ان کو اذیت دی گئی میرے راستے میں۔ وَقٰتَلُوْا، اور وہ (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) لڑے۔ وَقُتِلُوْا، اور قتل کئے گئے۔ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ، البتہ ضرور مٹادوں گا میں ان سے۔ سَیِّاٰتِهِمْ، ان کی برائیاں۔ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ، اور البتہ میں ان کو ضرور داخل کروں گا ایسے باغوں میں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، یہ بدلا ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس۔ حُسْنُ الثَّوَابِ ☆، بہت اچھا بدلہ ہے۔ لَا یَغُرَّنَّكَ، ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے تجھے۔ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ، ان لوگوں کا چلنا پھرنا۔ كَفَرُوْا، جو کافر ہیں۔ فِی الْبِلَادِ ☆، شہروں میں۔ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ، (ان کے لئے) فائدہ ہے بہت تھوڑا۔ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ، اور برا ہے ٹھکانہ۔ لٰكِنِ الَّذِیْنَ، لیکن وہ لوگ۔ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ، جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ، ان کے لئے باغات ہوں گے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا، ہمیشہ انہیں میں رہیں گے۔ نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، مہمانی ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ، اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ، بہتر ہے نیک لوگوں کے لئے۔ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ، اور بے شک اہل کتاب میں سے بعض۔ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ، البتہ وہ ہیں

جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔ خٰشِعِیْنَ لِلّٰہِ ، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ لَایَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ، وہ نہیں خریدتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بدلے میں۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا ، تھوڑی قیمت۔ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ ، یہی لوگ ہیں ان کے واسطے اجر ہے ان کا۔ عِنْدَ رَبِّھِمْ ، ان کے رب کے پاس۔ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ☆ ، بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اصْبِرُوْا ، صبر کرو۔ وَصَابِرُوْا ، اور حق پر ڈٹ جاؤ۔ وَرَابِطُوْا ، اور اپنی سرحدوں کو محفوظ رکھو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ☆ ، تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

اس رکوع کے پہلے حصے میں عقل مندوں کا ذکر تھا کہ وہ یہ یہ کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوں بیٹھے ہوں، لیٹے ہو۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ "مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا" ۔ کہ ان چیزوں کو تو نے فضول اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ پھر آگے ان کی دعاؤں کا ذکر ہے کہ اے پروردگار! ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف فرمادے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ اے پروردگار! ہمارے اور دے دے ہمیں جو تو نے وعدہ کیا ہے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانوں پر اور نہ رسوا کر تو ہمیں قیامت والے دن بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ یعنی جو وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرما۔ آج کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ ، پس قبول کرلیں ان کی دعائیں ان کے رب نے۔

(یہ فرماتے ہوئے)۔ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ ، بے شک میں ضائع نہیں کرتا کسی کام کرنے والے کا کام تم میں سے۔ نیکی کا عمل صحیح ہو یعنی قاعدے کے مطابق ہو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں فرماتے۔ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی ، نیکی کرنے والا نر ہو یا مادہ ہو۔ یعنی مرد ہو یا عورت ہو۔ بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ ، بعض تمہارے بعض سے ہیں۔ تم مرد عورتیں ایک دوسرے سے پیدا ہوئے ہو۔ عورتوں سے، مرد اور مردوں سے عورتیں اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک چلانا ہے۔ نہ مرد ہونے کی وجہ سے نیکی میں کمی آئے گی نہ عورت ہونے کی وجہ سے۔ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا ، پس وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی۔ دین کی حفاظت کے لئے۔ ایمان کی حفاظت کے لئے۔ وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ ، اور نکالے گئے اپنے گھروں سے۔ بعض اوقات اہلِ ایمان کافروں کی ایذاءرسانیوں سے تنگ آکر اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لے سکتے۔ اور کافروں کو جب بھی موقع ملا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ستانے میں کمی نہیں کی اور ان کو وہاں سے نکالا ہے۔ اس وقت برما میں مسلمانوں پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ اگرچہ برما میں مسلمانوں کی تعداد خاصی ہے مگر صحیح معنیٰ میں مسلمان کم ہیں بھرتی زیادہ ہے۔ وہاں بدھ مذہب کے لوگ ان کو کلمہ پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ مسلمان لڑکیوں کا نکاح کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کہ مسلمان ان کو اپنی لڑکیوں کا رشتہ دیں۔ نمازیں پڑھنے سے بھی روکتے ہیں۔ کچھ بے چارے بھاگ کر بنگلہ دیش چلے گئے ہیں اور کچھ وہیں مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ اور دوسرے ملکوں کے مسلمان بے غیرت بنے ہوئے ہیں۔ خصوصاً حکمران اور اپنے فرض کو ادا نہیں کر رہے۔ کیونکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ ”اِمْرَاۃٌ سُبِیَتْ بِالْمَشْرِقِ وَجَبَ عَلٰی اَهْلِ مَغْرِبٍ اَنْ یُّخَلِّصُوْهَا“ ۔ اگر

کوئی مسلمان عورت مشرق کے کونے میں کافروں کے ہاتھ قید ہوجائے تو مغرب کی طرف تمام رہنے والوں پر واجب ہے کہ اس کی مدد کریں۔ اور اس کو رہا کرائیں۔ اور آج ہمارے پڑوس کشمیر، افغانستان، بوسنیا، برما میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ مگر اس وقت مسلمانوں سے بڑا بے غیرت کوئی نہیں ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کا حکمران طبقہ جہاں کہیں بھی ہے بڑا بے غیرت ہے۔ اور اتنے بے غیرت ہیں کہ آواز تک بلند کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اپنا کوئی نقصان ہوتو چیختے چلاتے ہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اتنی آواز بھی نہیں نکال سکتے کہ اے ظالمو! ان مظلوموں پر ظلم نہ کرو۔ اس وقت برما میں بہت ظلم ہو رہا ہے۔ مگر کوئی ان کی خبر لینے والا نہیں ہے۔ تو فرمایا جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ ، اور ان کو اذیت دی گئی میرے راستے میں۔ وَقٰتَلُوْا، اور وہ (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) لڑے۔ وَقُتِلُوْا، اور قتل کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ، البتہ ضرور مٹادوں گا میں ان سے ان کی برائیاں۔ یعنی میں ان کی خطائیں معاف کردوں گا۔ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ ، اور البتہ میں ان کو ضرور داخل کروں گا ایسے باغوں میں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، یہ بدلا ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا بدلہ ہے۔ اور اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی ہے اس وقت سے لے کر اس کے فنا ہونے تک اس میں جتنی مخلوقات آئی ہیں یا آئیں گی کیا انسان کیا جنات، کیا کیڑے مکوڑے، کیا سمندری مخلوق، اور کیا خشکی کی مخلوق اللہ تعالیٰ ان پر خرچ کررہا ہے۔ اس کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئی کہ تم سوئی سمندر میں

ڈبو کے نکالو۔ جتنا پانی اس کے ساتھ لگتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ جس طرح سوئی کے ذریعے سمندر کے پانی میں کمی نہیں آتی۔ اسی طرح رب تعالیٰ کے خزانوں میں بھی کمی نہیں آسکتی۔ اور ایک حدیث پاک میں اس طرح آتا ہے۔ "لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَجِنَّکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ" ۔ اگر تمہارے اول سے لے کر آخر تک یعنی جو مر گئے ہیں یا موجود ہیں۔ یا آئندہ آنے والے ہیں۔ کیا انسان کیا جنات یا خشکی کی مخلوق اور کیا سمندری مخلوق کیا پہاڑوں میں رہنے والے یا میدانوں اور غاروں میں رہنے والے یہ سارے ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور اپنی اپنی خواہش کے مطابق رب تعالیٰ سے مانگیں یعنی جو جس کے دل میں آتا ہے وہ مانگے، اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مانگنے کے مطابق دے دے۔ تو اس کے خزانوں میں اتنی کمی نہیں آتی کہ سوئی سمندر میں ڈبو کر نکالو تو جتنا اس کے ساتھ پانی لگتا ہے تو اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں اور اس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔ کافر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے کہتے کہ تم کہتے ہو کہ ہم رب تعالیٰ کے پیارے ہیں اپنے کپڑے دیکھو پھٹے پرانے ہیں۔ کسی کو جوتا نصیب نہیں ہے۔ کسی کے سر پر پگڑی نہیں ہے۔ کئی کئی دن تم فاقوں میں گزارتے ہو۔ رہنے کے لئے تمہارے پاس معقول جگہ کوئی نہیں چھپروں میں گزارہ کرتے ہو۔ پھر بھی کہتے ہو کہ رب ہم پر راضی ہے کس طرح راضی ہے اگر راضی ہوتا تو تمہیں دولت دیتا۔ دنیا کی ضروریات تمہیں عطاء کرتا۔ اور ہمیں کہتے ہو کہ رب تم سے ناراض ہے۔ حالانکہ ہمارے پاس کوٹھیاں ہیں باغات ہیں، کارخانے ہیں زمینیں ہیں دولت ہے۔ اگر رب ہم سے ناراض ہوتا تو یہ چیزیں ہمیں کیوں دیتا۔ عوام کی اکثریت سطحی ہوتی ہے۔ جن کا کلمہ ایمان مضبوط نہیں ہوتا۔ وہ ان شبہات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ

حقیقت یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتیں دی ہیں وہ سارے پسندیدہ لوگ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ ، ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے تجھے ان لوگوں کا چلنا پھرنا۔ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ، جو کافر ہیں شہروں میں۔ یعنی کافروں کا ٹھاٹھ باٹھ سے شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے کہ تم دیکھتے ہو وہ گاڑی پر جا رہے ہیں کبھی سکوٹر پر کبھی جہاز پر فرمایا۔ اس سے بالکل دھوکے میں نہ پڑنا کیونکہ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ، (ان کے لئے) فائدہ ہے بہت تھوڑا۔ کتنے دن کھا پی لیں گے۔ دس دن مہینہ سال دس سال پچاس سال۔ سو سال چند دن کی بہار ہے۔ آخر موت ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے معلوم ہو جائے گا راحت کس چیز کا نام ہے اور تکلیف کس چیز کا نام ہے۔ چند دن کی عیش کو انہوں نے رب تعالیٰ کی رضاء سمجھ لیا ہے۔ ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ O ، اور برا ہے ٹھکانہ۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات مسلمین اور مسلمات کو دوزخ کی آگ سے بچائے۔ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ ، لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ چاہے ان کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔ جوتیوں سے محروم ہیں۔ ٹوپی پگڑیوں سے محروم ہیں۔ ظاہری زیبائش اور آرائش سے محروم ہیں۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، ان کے لئے باغات ہوں گے بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ، ہمیشہ انہیں میں رہیں گے۔ نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، مہمانی ہو گی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لہٰذا ان چیزوں کو دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو۔ اور نہ کسی کو دھوکے میں ڈالو۔ اور یاد رکھو۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ O ، اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بہتر ہے نیک لوگوں کے لئے۔ کیونکہ وہ پائیدار ہے۔ اور وہاں کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔ لہٰذا تم اپنی غربت پر افسوس نہ کرو اور ناداری پر پشیمان نہ ہو۔ آخرت کو سامنے

2

رکھ کر اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ کر رکھو۔ رب تعالیٰ کی رحمت کو نہ بھولو۔ قرآن پاک کی یہ خوبی ہے کہ اگر کسی قوم کی خرابیوں کو بیان کرتا ہے تو ان کی خوبیوں کو بھی بیان کرتا ہے اگر ان میں خوبیاں ہوں۔ چنانچہ مسلسل کئی رکوع سے یہود ونصاریٰ کی تردید ہو رہی تھی۔ لہٰذا اس سے ذہن میں یہ بات آتی تھی کہ سارے اہلِ کتاب برے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے۔ وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ، اور بے شک اہلِ کتاب میں سے بعض۔ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ، البتہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر صحیح معنیٰ میں ایمان لاتے ہیں۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی۔ کیونکہ آخری کتاب اور آخری پیغمبر علیہ السلام کا ان کی کتابوں میں ذکر تھا۔ کہ نبی آخر الزمان آئیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنا کلام ان کے منہ میں ڈالیں گے۔ چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "اَلَّذِیْنَ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ"۔ وہ ہیں جو پاتے ہیں اس پیغمبر کو لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں ایسے لوگ خاصی تعداد میں تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور ان پر ایمان لانا چاہیے۔ اور ایمان لائے بھی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سارے پہلے یہودی تھے۔ پھر مسلمان ہو گئے اور نصاریٰ میں سے حضرت عدی بن حاتم، حضرت عدی بن بدرح، حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سارے پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہو گئے اور نیک بختی اور سعادت کا ثبوت دیا۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔ جب وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تورات انجیل پر ایمان رکھتے تھے اور یہ جو ایمان لائے ہیں۔ خٰشِعِیْنَ لِلّٰہِ، وہ اللہ

تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ، وہ نہیں خریدتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بدلے میں۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا ، تھوڑی قیمت۔ اور یاد رکھنا دنیا و مافیھا سب قلیل ہے۔ ترمذی شریف کی روایت آپ کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا و مافیھا کی قدر مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ تو یہ نہ سمجھ لینا کہ ثمن قلیل لینا تو صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بڑا گھپلا مارلیں تو صحیح ہو جائے گا۔ تو ساری دنیا بھی ثمنِ قلیل ہے۔ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ ، یہی لوگ ہیں ان کے واسطے اجر ہے ان کا۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ ، ان کے رب کے پاس۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ ، بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اصْبِرُوْا ، صبر کرو عبادات پر۔ تکالیف پر جو حق بات کہنے کے جواب میں آئیں یا ویسے آئیں۔ وَصَابِرُوْا ، اور حق پر ڈٹ جاؤ۔ اور عبادت کے ادا کرنے پر ڈٹ جاؤ۔ ایسا نہیں کہ کبھی ادا کرو اور کبھی ادا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں کمی نہیں آنی چاہیے، ناغہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور حق پر بھی ڈٹے رہو۔ وَرَابِطُوْا ، اور اپنی سرحدوں کو محفوظ رکھو۔ ملکی سرحدوں کو بھی پختہ بناؤ۔ اور نظریاتی سرحدوں کو بھی پختہ بناؤ۔ ”مُرَابَطَةٌ“ کا معنیٰ ہے سرحد کو پختہ بنانا۔ تو دونوں سرحدیں مراد ہیں۔ ملکی بھی کہ کافر تمہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں اور مذہبی سرحدوں کو بھی پختہ بناؤ۔ کہ جو تمہیں عقائد بتائے جاتے ہیں اور باطل فرقوں کی تردید کی جاتی ہے یہ اسی مد میں ہیں کہ اسلام کی سرحدیں سمجھ لو۔ کافر، کافر ہیں مومن، مومن ہیں۔ توحید، توحید ہے۔ اور شرک، شرک ہے۔ سنت، سنت ہے اور بدعت، بدعت ہے۔ ان ساری چیزوں کو سمجھو۔ اور اسلام کی سرحدوں کو پختہ بناؤ۔ تاکہ کوئی کافر مشرک بے دین تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اور

اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یہ کام کروگے تو پھر ۔لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ، تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔ تمہاری کامیابی ان چیزوں پر موقوف ہے جو رب تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرمائے..........آمین!!!

آج مؤرخہ ۲۲ شوال ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء کو سورۃ آلِ عمران مکمل ہوئی۔

والحمدللہ علیٰ ذالک

(نواز بلوچ گوجرانوالہ)

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن

خادم ربّ

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نظرثانی — جمع وترتیب

مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
لقمان اللہ میر برادران
سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ

تفسیر :

سُورَۃُ النِّسَآءِ

(مکمل)

افادات :

حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
گکھڑ۔ گوجرانوالہ

نام کتاب ـــــــــــ ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ النساء)

افادات ـــــــــــ حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر

(رحمۃ اللہ علیہ) گکھڑ۔ گوجرانوالہ

جمع وترتیب ـــــــــــ مولانا محمد نواز بلوچ

مطبع ـــــــــــ (فاضل وفاق المدارس عربیہ پاکستان)

تعداد ـــــــــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

سرورق ـــــــــــ خاور بٹ (کاتب قرآن) گوجرانوالہ

کمپوزنگ ـــــــــــ سکالر کمپوزنگ سنٹر۔ بھٹہ پلازہ کالج روڈ گوجرانوالہ

طابع و ناشر ـــــــــــ لقمان اللہ میر برادران، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

قیمت ـــــــــــ تین سو (-/۳۰۰) روپے

تاریخ طباعت ـــــــــــ طبع سوم مئی 2014ء

ملنے کا پتہ ـــــــــــ

مطبع : ـــــــــــ معراج جمشید بٹ پرنٹرز ریٹیگن روڈ، لاہور

پیش لفظ

نحمدہٗ تبارک وتعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واتباعہٖ اجمعین

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز برّصغیر پاک وہند بنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار و زوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دُوری اور دوسرا باہمی اختلافات و تنازعات اس لیے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد و مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر انکے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلّے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے نئے جذبہ و لگن کے ساتھ مصروفِ عمل ہو گئے۔ اس سے قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے عظیم المرتبت فرزند حضرت

شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اُردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا قرآن کریم کے ساتھ فہم و شعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر و ضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار و نظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی۔ بالخصوص پنجاب میں بدعات و اوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات و رسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن و سنّت کی تعلیمات سے براہ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کے لیے جن ارباب عزیمت نے عزم و ہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن و تشنیع کی پرواہ کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہٗ کے اسماء گرامی سرِ فہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر سے عام مسلمانوں کو رُوشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصوّر بھی موجود نہیں تھا مگر ان ارباب ہمّت کے عزم و استقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول و عرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درس قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی، کم و بیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کے ساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

سے اور ترجمہ و تفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرفِ تلمذ و اجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب و طرز پر انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درسِ قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں۔ ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیمیافتہ حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کے لیے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم و معارف کے موتی ان کے دامنِ قلب و ذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔ وذٰلك فضل الله يؤتيه من يشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض مرتبہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا

پورا ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لیے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آکر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرت خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے اس لیے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا ہے جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لیے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس و بیان کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اسکے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کے لیے سالہا سال تک پابندی کے ساتھ خدمت سرانجام دی اللہ تعالٰی انہیں جزاءِ خیر سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی
خطیب جامع مسجد مرکزی گوجرانوالہ

یکم مارچ سنہ ۲۰۰۲ء

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجددِ وقت شیخ الاسلام حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر دام مجدھم علینا کا شاگرد بھی ہے اور مُرید بھی۔

اور لقمان اللہ میر حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے ہیں خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہو تو علاج معالجہ کے سلسلے میں اکثر جانا ہوتا ہے۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درسِ قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل میں منظرِ عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں، اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کروں گا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میری اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ اور یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔ اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں نے عرض کیا

حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دے دیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن " ذخیرۃ الجنان " کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں میں نے کہا اس سلسلہ میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے اُن سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درس قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے' دوران گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔ اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اُٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی اُنھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد ایم۔ اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دوں گا۔ میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کے لیے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات' احادیث مبارکہ اور عربی عبارات سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سُنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی

حضرت نے اس میں سے مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔
اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔
میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماء ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں جہاں کی پنجابی اور لاہور گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہذا جہاں دشواری وہاں حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی صاحب اور حافظ محمد ارشد صاحب خطیب جامع مسجد صدیقیہ کھوکھر کی گوجرانوالہ اور دیگر صاحبِ علم حضرات سے رجوع کرتا ہوں اور اگر کہیں زیادہ ہی الجھن بن جائے تو براہِ راست حضرت اقدس سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا ہوں کیونکہ بعض ایسے مقامات بھی آتے ہیں جہاں حضرت اقدس کے بغیر مسئلہ حل ہو ہی نہیں سکتا۔
میں کیسٹ سے تحریر کرنے کے بعد مسودہ اپنے بڑے بھائی لیفٹیننٹ حبیب اللہ خان کے پاس بھیجتا ہوں جن کا تعلق آرمی میں شعبۂ تعلیم ہی سے ہے۔ ان کی راہنمائی کے بعد مسودہ نظرِ ثانی کے لیے علامہ زاہد الراشدی صاحب (جو حضرت کے بڑے فرزند اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث ہیں) کے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد یہ مسودہ کتابت کے لیے کاتب کے پاس جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ خود دیکھتا ہوں پھر حافظ محمد ارشد صاحب آف کھوکھر کی کے پاس بھیجتا ہوں۔ تصحیحِ اغلاط کے بعد پھر یہ مسودہ دوبارہ علامہ زاہد الراشدی صاحب کے پاس جاتا ہے ان کے مطالعہ اور تصدیق کے بعد یہ مسودہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان بھول اور نسیان سے مرکب ہیں غلطیاں ممکن ہیں خصوصاً بندۂ ناچیز جو ان سب حضرات سے علم عمل اور عمر میں چھوٹا ہے لہذا تمام خامیوں کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع کیا جاوے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل وفاق المدارس العربیہ ملتان

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ النساء

اٰیاتھا ۱۷۶ ۴ سُوْرَۃُ النِّسَآءِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۲ رکوعاتھا ۲۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ① وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ② وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا ④

لفظی ترجمہ:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اتَّقُوْا ڈرو رَبَّكُمُ اپنے رب سے الَّذِیْ وہ رب خَلَقَكُمْ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس سے وَّ خَلَقَ مِنْهَا اور پیدا کیا اس نے اس نفس سے زَوْجَهَا اس کا جوڑا وَ بَثَّ مِنْهُمَا اور بکھیرے ان دونوں سے رِجَالًا كَثِیْرًا بہت سارے مرد وَّ نِسَآءً اور عورتیں وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْ وہ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ کہ تم سوال کرتے ہو اس کے نام پر وَ الْاَرْحَامَ اور قرابت داری سے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ ہے عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا تم پر نگران وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اور دو یتیموں کو اَمْوَالَهُمْ ان کے مال وَ لَا تَتَبَدَّلُوا اور نہ تبدیل کرو الْخَبِیْثَ ردی مال کو بِالطَّیِّبِ عمدہ مال کے بدلے وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اور نہ کھاؤ اَمْوَالَهُمْ ان کے مال اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر اِنَّهٗ بے شک یہ كَانَ ہے حُوْبًا گناہ كَبِیْرًا بڑا وَ اِنْ خِفْتُمْ اور اگر تم خوف کرو اَلَّا تُقْسِطُوْا یہ کہ تم

نہیں انصاف کروگے فِی الْیَتٰمٰی یتیم عورتوں کے ساتھ فَانْکِحُوْا پس تم نکاح کرو مَاطَابَ لَکُمْ جوتمہیں پسند آئیں مِّنَ النِّسَآءِ عورتوں سے مَثْنٰی دو وَثُلٰثَ اورتین وَرُبٰعَ اورچار فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّاتَعْدِلُوْا یہ کہ تم عدل نہیں کرسکوگے فَوَاحِدَۃً پس ایک ہی عورت کافی ہے اَوْمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یاوہ جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں ذٰلِکَ اَدْنٰی یہ زیادہ قریب ہے اَلَّاتَعُوْلُوْا کہ تم مائل نہ ہوجاؤ کسی ایک کی طرف وَاٰتُواالنِّسَآءَ اوردوتم عورتوں کو صَدُقٰتِہِنَّ ان کے مہر نِحْلَۃً خوشی کے ساتھ فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْہُ پس اگروہ خودکرلیں تمہارے لئے اس مہرمیں سے کسی شئے کو نَفْسًا اپنے نفس کو فَکُلُوْہُ پس تم کھاؤاس کو ھَنِیْٓئًا مزیدار مَّرِیْٓئًا خوش گوار۔

تشریح:

اس سے پہلی سورت میں معاملہ تھا اغیار کے ساتھ یعنی یہود ونصاریٰ اور مشرکین وغیرہ کو تبلیغ واصلاح کی دعوت اوران کے ساتھ جہاد کا۔ اوراس سورت میں معاملہ ہے اپنوں کے ساتھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے اس وقت عورتوں اور چھوٹے بچوں کی بڑی حق تلفی ہوتی تھی۔ عورتوں کو جائیداد سے محروم کردیا جاتا تھا اور چھوٹے بچوں کو بھی کچھ نہیں ملتا تھا، ان کا خودساختہ قانون تھا کہ وراثت وہ لے سکتا ہے، جولڑسکتا ہو عورتوں اور بچوں نے کیالڑنا ہے؟ لہٰذاان کو جائیداد سے محروم رکھتے تھے، حالانکہ اگر ان کی منطق کو سامنے رکھا جائے تو اس طرح کہنا زیادہ مناسب تھا کہ جولڑسکتے ہیں ان کو نہ دو اور جولڑ کر نہیں کما سکتے ان کو دو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں حقوق کو بیان فرمایا ہے اس سورت کا نام سورۃ النساء ہے اورنساء امرأۃ کی جمع ہے، اگرچہ بظاہر جمع اور مفرد میں مناسبت نظر نہیں آتی، لیکن ہرفن میں کچھ باتیں ہوتی ہیں جوفن والے ہی سمجھتے ہیں۔

امرأۃ کے معنی عورت اور نساء کے معنی ہیں عورتیں تو سورۃ النساء کا مفہوم بنے گا کہ یہ وہ سورت ہے جس میں رب تعالیٰ نے عورتوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔

یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی، اس سے پہلے اکاون سورتیں نازل ہوچکی تھیں، نزول کے اعتبار سے اس سورت کا باون نمبر ہے، اس سورت کے چوبیس رکوع اورایک سوچھہتر آیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے انسانو! اتَّقُوْا رَبَّکُمُ ڈرو اپنے رب سے الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وہ رب جس نے تمہیں پیدا کیا ہے مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ایک ہی نفس سے اور وہ نفس تھے حضرت آدم علیہ السلام یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا اور پیدا فرمایا اس نے اس نفس سے اس کا جوڑا۔ احادیث اور تفسیروں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے اماں حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً اور پھیلا دیئے ان دونوں سے مرد بہت سارے اور عورتیں۔ آج دنیا انسانوں سے بھری ہوئی ہے، جس ملک میں جاؤ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ملے گی، سب کی اصل حضرت آدم اور حواء علیہما السلام ہیں۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وہ کہ تم سوال کرتے ہو اس کے نام پر اور قرابت داری سے۔ یعنی اس اللہ سے ڈرو، جس کا نام لے کر تم سوال کرتے ہو اور کہتے ہو کہ: رب کے واسطے مجھے دے اور رب کے واسطے مجھے معاف کردے۔ کیا تم نے رب تعالیٰ کو صرف مانگنے کے لئے رکھا ہوا ہے؟ نہیں، بلکہ اس سے ڈرو، اور اس کے احکام کی پابندی کرو اور قطع رحمی سے ڈرو۔ یعنی اپنے عزیزوں، رشتہ داروں سے بغیر کسی شرعی وجہ کے قطع رحمی نہ کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ: جن چیزوں کا دنیا میں فوری طور پر بدلہ ملتا ہے، ان میں قطع رحمی بھی ہے۔ قطع رحمی اگر شرعی وجہ سے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، مثال کے طور پر شادی کے موقع پر اگر کوئی ڈھول بجاتا ہے، باجے، شرلیاں، پٹاخے چھوڑتا ہے، ٹھاہ، ٹھاہ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا، شادی میں شریک نہیں ہوں گا تو اس قطع رحمی پر ثواب ملے گا اور گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ ڈھول باجے، ٹھاہ ٹھاہ شریعت کے خلاف ہیں۔ کوئی بھی دینی بات ہو، اگر وہ نہیں مانتے تو تم ان کی کوئی پرواہ نہ کرو۔ اور دنیاوی معاملات میں قطع رحمی بڑا گناہ ہے، اس کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ: جو شخص رحم کرتا ہے، اس کی عمر لمبی ہوگی، عمر میں برکت ہوگی۔ دوسرا یہ کہ لوگ اس کو اچھے نام سے یاد کریں گے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے، وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو، ظاہر یا پوشیدہ، ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

آگے حقوق کا بیان ہے۔ نزولِ قرآن کے زمانہ میں یتیموں کے ساتھ بڑی زیادتی ہوتی تھی، وہ اس طرح کہ مثلاً: ایک آدمی فوت ہوگیا اور اس کے بچے چھوٹے ہیں تو ان کا نگران چچا یا تایا بنتا، بچے چھوٹے تھے، ان کو اتنی سوجھ بوجھ نہیں ہوتی، تو یہ نگران اس طرح کرتا کہ ان کے سامان میں سے عمدہ چیزیں اٹھالیتا اور نگ پوری کرنے کے لئے ردی چیزیں وہاں رکھ دیتا۔ مثلاً: اچھے اچھے پلنگ خود لیتا، اپنے گھر کے پرانے اور ردی ان کے کھاتے میں ڈال دیتا۔ اچھے اچھے بستر ے خود اٹھالیتا اور ردی وہاں رکھ دیتا۔ اچھی چیزیں، کرسیاں اٹھالیتا اور کمزور ان کے سامان میں رکھ دیتا اور یہ اس معاشرے کا مزاج بن گیا تھا، الا ماشاء اللہ، حالانکہ یہ جائز نہیں تھا۔ یتیموں کا جو مال ہے، وہ ان کا ہے، چاہے کھرا ہے یا کھوٹا ہے۔ وہ تمہارے پاس امانت ہے، جب وہ بالغ ہو جائیں اور انہیں سوجھ بوجھ ہو جائے تو ان کے حوالے کر دو، ارشادِ ربانی ہے وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَهُمْ اور دو یتیموں کو ان کا مال وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ اور نہ تبدیل کرو ردی مال کو عمدہ مال کے ساتھ۔ کہ تم اپنا ردی مال ان کے کھاتے میں ڈال دو اور ان کا عمدہ مال خود لے لو، ایسا مت کرو اور اس طرح بھی نہ کرو۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اور نہ کھاؤ تم ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر۔ اب ظاہر بات ہے کہ بچے چھوٹے ہیں اور فرض کرو کہ ان کی ماں بھی فوت ہوگئی ہے اور ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں تو ان کا کھانا پکانا بھی چچے تائے نے کرنا ہوتا تھا تو وہ اس طرح کرتے تھے کہ اپنا خرچہ برائے نام شامل کرتے اور زیادہ یتیموں کا مال ڈال کر کھا جاتے اور لوگوں کو یہ بتاتے کہ ہم ان کے لئے پکا رہے ہیں اور وہ کھا رہے ہیں، حالانکہ اس طریقے سے کھا خود جاتے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا اور علیحدہ علیحدہ ہانڈیوں کے تیار کرنے میں بھی خاص دقت اور پریشانی پیش آتی ہے کہ اپنا کھانا الگ تیار ہو اور یتیموں کا الگ تیار ہو، پھر گھر میں بے سمجھ بچے بھی ہوتے ہیں، وہ ان کا سالن کھا جائیں اور وہ ان کا سالن کھا جائیں، یہ بڑی تکلیف دہ صورت ہوتی ہے تو اس کے لئے شریعت نے دوسرے پارے میں اصول بیان فرمایا کہ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ اور اگر تم کھانے پینے میں ان کو ساتھ ملا لو فَاِخْوَانُكُمْ تو وہ تمہارے بھائی ہیں، یعنی رب سے تمہیں اجازت ہے، وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر یتیم بچہ آٹھ سال کا ہے تو اس کے آٹے میں سے اتنا

آٹا تم لے لو کہ جتنا تم اپنے آٹھ سالہ بچے کے لئے آٹا استعمال کرتے ہو اور اس بچے کے لئے سالن کا جتنا خرچہ کرتے ہو، یتیم کے مال میں سے اتنا خرچہ لے لو۔ پھر اس میں جو کمی بیشی ہوگی وہ تمہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے "إنما الأعمال بالنيات" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، نیت تمہاری یتیم کے مال کو کھانے کی نہ ہو وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اور اللہ تعالیٰ خرابی کرنے والے کو اور اصلاح کرنے والوں کو خوب جانتا ہے، ان کا آٹا تم اپنے آٹے میں دیانت داری کے ساتھ ڈالو، جتنا حق بنتا ہے اور سالن پکانا ہے تو بھی ان کا حصہ دیانت داری کے ساتھ ڈالو۔ تھوڑی بہت کمی بیشی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا، کپڑوں کا ان کا حساب الگ رکھو، علاج معالجے کا حساب الگ رکھو، ان کے تعلیمی اخراجات کا حساب الگ رکھو اور آگے ذکر آئے گا کہ گواہ بھی بنالو، یعنی یتیموں کے مال کا۔ جب نگران بنو تو ان کے مال کی فہرست بناؤ کہ یہ ان کا سامان ہے اور اس پر کم از کم دو آدمیوں کو گواہ بناؤ، پھر جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کے مال ان کے سپرد کرو، مگر گواہوں کے سامنے اور جو اخراجات ہوئے ہیں، ان کا بھی حساب کرلو اور یہ سب کچھ عبادت سمجھ کے کرو۔ یتیموں کی نگرانی کرنا اور ان کے مال کی حفاظت کرنے کا ثواب نفلی نماز اور نفلی روزوں سے زیادہ ہے اور یہ سب کچھ دیانت داری کے ساتھ ہو، تاکہ تم پر کسی قسم کا حرف نہ آئے۔ اور یتیموں کا مال کھانا اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا بے شک یہ ہے بڑا گناہ۔ کیونکہ یتیم کا مال کھانے والے نے اللہ تعالیٰ کا حق بھی توڑا اور بندے کا حق بھی توڑا۔ اور بندے کا حق معاف نہیں ہوتا، چاہے کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے، جب تک صاحب حق معاف نہیں کرے گا، معافی نہیں ہوگی۔

یتیموں کے مالی حقوق کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکیوں کے حقوق کو بیان فرمایا ہے، نزولِ قرآن کریم کے وقت یتیم لڑکیوں کے ساتھ بھی بڑی زیادتی ہوتی تھی، وہ اس طرح کہ مثلاً: چچا تایا فوت ہوگیا اور اس کی لڑکیاں بھی ہیں، اور یہ سرپرست ہوتا اور خود چچے یا تائے کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیتا اور حق مہر بھی پورا نہ دیتا کہ میں سرپرست ہوں، مجھے کون پوچھنے والا ہے۔ اور دوسرے حقوق مثلاً: لباس، خوراک وغیرہ، وغیرہ بھی پورے نہ کرتا کہ مجھ سے کس نے باز پرس کرنی ہے۔ وہ میرے چچے، تائے یا پھوپھی کی لڑکی ہے، ماموں کی لڑکی ہے اور میں خود سرپرست ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس طرح نہ

کرو، بلکہ اگر تم نے ان کے ساتھ شادی کرنی ہے تو ان کو حق مہر بھی پورا دو اور جو دوسرے حقوق ہیں، مثلاً: لباس، خوراک وغیرہ کے وہ بھی دستور کے مطابق مہیا کرو، جتنا کہ دوسرے لوگ دیتے ہیں۔ اور یتیم لڑکیوں پر ظلم نہ کرو۔

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اور اگر خوف کرو اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى یہ کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے یتیم عورتوں کے ساتھ (تو ان کے ساتھ نکاح نہ کرو) فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَـكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ پس تم نکاح کرو جو تمہیں پسند آئیں عورتوں سے مَثۡنٰى دو وَثُلٰثَ یا تین وَرُبٰعَ یا چار۔ یاد رکھنا امت میں سے کسی شخص کو بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار سے زیادہ بیویاں تھیں۔ اس میں امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کر سکتی، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ رافضی اور خارجی کہتے ہیں کہ ایک آدمی بیک وقت اٹھارہ بیویاں رکھ سکتا ہے، حالانکہ یہ جائز نہیں۔ اور وہ مغالطہ اس طرح دیتے ہیں کہ دیکھو مثنی کے معنی ہیں دو دو، تو چار ہو گئیں اور ثلث کے معنی ہیں تین تین، تو چھ ہو گئیں اور چھ اور چار دس اور ربع کے معنی ہیں چار چار تو آٹھ ہو گئیں اور دس اور آٹھ اٹھارہ ہو گئیں، لہٰذا ایک آدمی کے لئے بیک وقت اٹھارہ بیویاں جائز ہیں، جبکہ امام علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ جن کو زین العابدین کہتے ہیں اور یہ اہل تشیع کے چوتھے امام ہیں اور ترتیب اس طرح ہے: پہلے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ، دوسرے امام حضرت حسن رضی اللہ عنہ، تیسرے امام حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور چوتھے امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ۔ تو اس چوتھے امام سے اس آیت کریمہ کی تفسیر بخاری شریف میں اس طرح منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مثنی سے دو دو مراد نہیں ہے، بلکہ صرف دو مراد ہے اور یہاں واو کے معنی أو کے ہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ دو کرو یا تین کر دیا چار کرو تو چار سے زیادہ کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے تھے، حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: حضرت! میرے نکاح میں دس عورتیں ہیں، مجھے بتائیں، میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے چار رکھنے کی اجازت ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ وہ اسلام قبول کر چکے

تھے، لہٰذا انہوں نے چار سے زیادہ کو الگ کر دیا۔ دوسرے شخص نے کہا: حضرت! میرے نکاح میں دو سگی بہنیں ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پاک میں آتا ہے وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی حرام ہے، یعنی بیک وقت کسی کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں نہیں رہ سکتیں، ہاں! اگر ایک فوت ہو جائے اور اس کے بعد دوسری سے نکاح کر لے تو وہ الگ بات ہے فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر تم خوف کرو اَلَّا تَعْدِلُوْا یہ کہ تم ایک سے زیادہ عورتوں میں عدل نہیں کر سکو گے فَوَاحِدَۃً پس ایک ہی عورت کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو یا تین یا چار کے ساتھ نکاح کی اجازت مشروط ہے عدل کے ساتھ، اگر عدل نہیں کر سکتے تو پھر ایک پر ہی گزارہ کرو اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔ یعنی اگر تم ایک آزاد عورت کے حقوق بھی پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو پھر لونڈی پر گزارا کرو۔ لونڈی اور غلام کا مفہوم سمجھ لیں، شرعی جہاد ہوا اور اس میں اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں تو اس میں کافروں کے مرد، عورتیں اور بچے گرفتار ہوں گے، ان کے متعلق تفصیل ہے،

نمبر ایک: قیدیوں کا قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لیا جائے، کیونکہ ظاہر بات ہے کہ جب لڑائی ہوگی تو تمہارے آدمی بھی تو ان کے پاس قید ہوں گے، تو قیدیوں کے آپس میں تبادلے کی بھی اجازت ہے۔ دوسری صورت: چھبیسواں پارہ سورۂ محمد میں ہے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً پس یا تو احسان کر کے چھوڑ دینا چاہیے یا کچھ مال لے کر۔ یعنی شرعاً تمہیں اس بات کی بھی اجازت ہے کہ مفت میں تم ان قیدیوں کو چھوڑ دو، کوئی معاوضہ نہ لو اور اس چیز کی بھی تمہیں اجازت ہے کہ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو، کیونکہ ان کو تم نے کچھ دن رکھا ہے، ان پر تمہارا خرچہ ہوا ہے۔ اور اگر تم اس طرح بھی نہیں کرتے تو آخری صوت یہ ہے کہ تم ان کو غلام بنا لو، لونڈیاں بنا لو اور یہ غلام اور لونڈیاں امیر لشکر کسی کے سپرد کرے تو دائیں ہاتھ سے قیدی کا ہاتھ پکڑ کر جن کو دینا چاہے گا، اس کے دائیں ہاتھ میں پکڑائے گا اور کہے گا کہ یہ تیری ملک ہے اور اسی وجہ سے اس کو مِلکِ یمین کہتے ہیں اور یہی مطلب ہے اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ کسی کو کوئی چیز دو تو دائیں ہاتھ سے دو، کھاؤ پیو دائیں ہاتھ سے، استنجاء کرو بائیں ہاتھ سے، ناک صاف کرو بائیں ہاتھ سے، تو امیر لشکر جب کسی کے سپرد کر دے گا تو پھر اس کا سارا خرچہ اس

کے ذمہ ہوگا، یہ قیدی کے سپرد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ ورنہ اگر وہ ہاتھ نہ بھی لگائے صرف زبان سے کہہ دے کہ اتنے آدمی تیرے غلام ہیں تو وہ اس کے غلام ہوں گے۔ ان میں جو عورتیں ہوں گی، ان کے متعلق تفصیل ہے: اگر وہ اہل کتاب یعنی یہودی یا نصرانی ہیں تو مالک ان کے ساتھ ہمبستری بھی کرسکتا ہے۔ اگر وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں اور وہ مسلمان ہونے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ خاوند بیوی والا معاملہ درست نہیں ہے، وہ صرف اس کی ملک ہوں گی، جیسے کوئی گدھی یا خچری خرید لے تو وہ اس کا مالک تو ہوگا، مگر اس کے ساتھ جماع تو نہیں کرسکتا۔ لونڈی کے ساتھ جماع کے لئے دو شرطیں ہیں: یا وہ اہل کتاب میں سے ہوں، وہ مسلمان ہوجائیں اور اس وقت ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کہیں کوئی شرعی لونڈی ہو، یہ جو غنڈے قسم کے لوگ عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر بیچ آتے ہیں، یہ شرعی غلام نہیں بن سکتے اور یہ بڑا سنگین مسئلہ ہے، تعزیری طور پر اغواء کنندگان کی سزا موت ہونی چاہئے، تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو اور فقہ اسلامی بھی اس کی تائید کرے گی تو یہ جو مسئلہ بیان ہوا ہے کہ اگر تم زیادہ عورتوں کے ساتھ انصاف قائم نہیں کرسکتے تو پھر ایک ہی کافی ہے یا لونڈی پر گزارہ کرو

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا یہ زیادہ قریب ہے کہ تم مائل نہ ہو کسی ایک کی طرف وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً اور دو تم عورتوں کو ان کے مہر خوشی کے ساتھ۔ جو مہر تم نے مقرر کیا ہے، وہ تمہارے ذمہ ہے، دینا پڑے گا فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا پس اگر وہ عورتیں خوش کرلیں اپنے نفس کو تمہارے لئے مہر میں سے کسی شئے پر۔ یعنی مہر سے یا اس کے کچھ حصہ سے دست بردار ہوجائیں فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا پس کھاؤ تم اس کو مزیدار خوشگوار۔ هَنِيْٓـًٔا کا معنی ہے: رچتا مَّرِيْٓـًٔا کا معنی ہے: پچتا۔ جیسے اچھی چیزوں کو انسان کھاتا ہے تو کھاتے وقت بھی مزا آتا ہے اور بعد میں بدہضمی بھی نہیں ہوتی۔ یعنی جو چیز تمہیں معاف کردی گئی ہے، وہ مزیدار طریقے سے کھاؤ اور بعد میں بدہضمی بھی نہیں ہوگی، لیکن بیوی کی رضا کے ساتھ۔ ایسا نہیں کہ سر پر ڈنڈا رکھ کر معاف کراؤ تو یہ عند اللہ معاف نہیں ہوگا، قیامت والے دن پکڑ ہوگی۔ خوشی اور رضامندی سے معاف کرے اور اس میں بھی اس کی مرضی ہے، سارا معاف کردے، آدھا معاف کردے، کچھ حصہ معاف کردے، جتنا وہ چاہے، کیونکہ مہر کی وہ مالک ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَ مَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا۝ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا۝

لفظی ترجمہ:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اور نہ دو تم بے وقوفوں کو اَمْوَالَكُمُ اپنے مال الَّتِیْ وہ مال جَعَلَ اللّٰهُ کہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے لَكُمْ تمہارے واسطے قِیٰمًا قائم رہنے کا ذریعہ وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا اور ان کو کھلاتے پلاتے رہو ان مالوں سے وَ اكْسُوْهُمْ اور ان کو لباس پہناتے رہو وَ قُوْلُوْا لَهُمْ اور کہو ان کو قَوْلًا مَّعْرُوْفًا بات بھلی وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰى اور امتحان لو تم یتیموں کا حَتّٰۤى یہاں تک کہ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ جب وہ پہنچ جائیں نکاح کی مدت کو فَاِنْ اٰنَسْتُمْ پس اگر تم محسوس کرو مِّنْهُمْ رُشْدًا ان سے رشد و بھلائی اور سمجھ فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ پس تم ان کو دے دو اَمْوَالَهُمْ ان کے مال وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اور نہ کھاؤ تم ان یتیموں کے مالوں کو اِسْرَافًا حد سے بڑھتے ہوئے وَّ بِدَارًا اور جلدی کرتے ہوئے اَنْ یَّكْبَرُوْا یہ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے وَ مَنْ كَانَ غَنِیًّا اور جو شخص غنی ہو فَلْیَسْتَعْفِفْ پس چاہئے کہ وہ یتیم کے مال کے کھانے سے بچے وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا اور جو شخص محتاج ہے فَلْیَاْكُلْ پس چاہئے کہ وہ کھائے بِالْمَعْرُوْفِ دستور کے مطابق فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ پس جب تم دو ان کو اَمْوَالَهُمْ ان کے مال فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ پس تم گواہ بنالو ان پر وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ حساب لینے والا لِلرِّجَالِ مردوں کے لئے نَصِیْبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس مال سے تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑ گئے ماں باپ وَ الْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ دار وَ لِلنِّسَآءِ اور عورتوں کے لئے نَصِیْبٌ حصہ ہے مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑ گئے ماں باپ وَ الْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ دار مِمَّا قَلَّ مِنْهُ تھوڑا اس مال سے اَوْ كَثُرَ یا زیادہ ہو نَصِیْبًا حصہ ہے مَّفْرُوْضًا طے شدہ۔

تشریح:

ان آیات میں معاشرے کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ یعنی آپس میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ۔ اور کل کے سبق میں آپ نے سنا کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ طریقہ اور رواج تھا اور آج کے دور میں بھی کوئی کمی نہیں ہے کہ چچا تایا فوت فوت ہو جاتا اور ان کی اولاد چھوٹی ہوتی، یہ ان کا سرپرست بنتا، بے دردی اور بے ترسی سے ان کا سب کچھ کھا پی جاتا، ان کا عمدہ مال خود لے لیتا اور ردی مال ان کے کھاتے میں ڈال کر نگ پورے کر دیتا۔ اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ ہر زمانے اور ہر علاقے میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں، سمجھ دار بھی اور بے وقوف بھی، اور اس سے کوئی ملک اور کوئی قوم مستثنیٰ نہیں ہے۔ اسی طرح یتیم بچوں میں بھی بے وقوف بھی ہوتے ہیں اور سمجھ دار بھی ہوتے ہیں، شریف ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ سُفَهَاءُ سَفِيهٌ کی جمع ہے اور نہ دو تم بے وقوفوں کو اَمْوَالَكُمُ اپنے مال الَّتِیْ وہ مال جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ کہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قِيٰمًا قائم رہنے کا ذریعہ۔ مال ہوگا تو کھائے گا، پیئے گا، پہنے گا، بغیر مال کے تو نظام نہیں چلتا۔ اگر تم نے بے وقوف کو مال دے دیا تو وہ اُڑا دے گا، ضائع کر دے گا، خصوصاً جب بے وقوف کو برے ساتھی مل جائیں تو وہ اس سے بھی برے ہوں گے، لہٰذا جو بے وقوف ہے، چچے کا بیٹا ہے، ماموں کا بیٹا ہے، بھائی کا بیٹا ہے، برادری رشتہ داروں میں سے کوئی ہے، جس کے تم نگران اور سرپرست ہو، اس کو تم مال نہ دو۔ اس میں اس کی بہتری ہے۔ بے وقوف کو بے وقوف مل گئے تو سب کچھ تباہ کر دیں گے۔

نوجوانو! عزیزو! اور ساتھیو! اچھی طرح یاد رکھنا کبھی کسی برے کے پاس بیٹھک نہ رکھنا، برائی کا اثر بہت جلد ہوتا ہے، کیونکہ نفس امارہ بھی برائی کو چاہتا ہے اور شیطان بھی برائی کو چاہتا ہے اور ماحول بھی برائی سے آلودہ ہے، لہٰذا برے آدمی کے پاس ایک دفعہ بھی بیٹھ گئے تو تم میں ضرور برائی آئے گی۔ مرد عورتیں میرے پاس آتے ہیں اور روتے ہیں کہ ہمارا بچہ غلط راستے پر چل پڑا ہے، برے لوگوں کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے، نشئی ہوگیا ہے، یہ ہوگیا ہے، وہ ہوگیا ہے، تعویذ دے دو۔ بھائی! پہلے سے ان کو بری مجلسوں سے دور رکھو، اچھے لوگوں کی صحبت میں بھیجو۔ تو فرمایا کہ بے وقوفوں کو اپنے مال نہ دو، یہ مال تمہارے قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ وہ ضائع کر دیں گے اور اس طرح کرو وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا ان مالوں میں سے ان کو کھلاتے رہو

وَّاكْسُوْهُمْ اوران کولباس پہناتے رہو،تم ان کے نگران ہو، دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہوئے کہ ہم نے رب تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے، ان کے مال کی حفاظت کرواور ضرورت کے مطابق ان پر خرچ کرو وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا اور کہوان کو بات بھلی اور اچھی۔ کیونکہ وہ بے وقوف ہیں، کہہ سکتے ہیں کہ تو ہمارے مال کا کیا لگتا ہے؟ ہمارا مال ہمارے حوالہ کر اور یہ بات وہ کسی کے اکسانے پر بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں شرارتی لوگ بھی ہوتے ہیں، وہ اُکساتے ہیں کہ مال تو تیرا ہے، اس سے وصول کرو۔ تو ایسے موقع پر تمہیں جذبات میں نہیں آنا چاہئے اور غصے میں آ کر یہ نہ کہو کہ یہ تیرا مال ہے، اس کو سنبھال اور یہاں سے دفع ہو جا۔ کیونکہ وہ تو بے وقوف ہے اور تم نے بھی اس کو جذبات میں آ کر رد کر دیا تو وہ بگڑ جائے گا، تباہ ہو جائے گا۔ لہٰذا جذبات پر کنٹرول کرتے ہوئے حوصلے سے کام لو اور اس کو اچھی بات کہہ کر ٹال دو کہ بھائی! واقعی مال تیرا ہے، میں تو خادم ہوں، یہ آج بھی تیرا ہے اور کل بھی تیرا ہے۔ مگر اس بے وقوف کے حوالہ نہ کرو، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، آگے فرمایا وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى اور امتحان لوتم یتیموں کا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ یہاں تک کہ جب وہ پہنچ جائیں نکاح کی مدت کو یعنی بالغ ہو جائیں تو تم ان کا امتحان لو فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا پس اگر تم محسوس کرو ان سے بھلائی اور سمجھ فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ پس تم ان کو دے دو ان کے مال۔ مطلب یہ ہے کہ یتیم جب تک بالغ نہ ہوں، اس وقت تک تو ان کا مال ان کے حوالے نہیں کرنا اور جب بالغ ہو جائیں تو سب سے پہلے ان کا امتحان لو۔ اور امتحان کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً: تم ان کو کچھ رقم دو اور کہو کہ بھائی! عزیز برخوردار! یہ رقم تو اپنے پاس رکھ اور یہ نہ بتاؤ کہ میں نے تجھے رقم کیوں دی ہے؟ پھر دیکھو کہ اس رقم کا وہ کیا کرتا ہے، دو چار ہفتوں کے بعد اس سے دریافت کرو کہ بھائی! تو نے اس رقم کا کیا کیا ہے؟ اگر سمجھ دار ہو گا تو اس نے اپنے فائدے کی کوئی چیز خریدی ہوگی، جوتا، کپڑا وغیرہ کوئی کتاب خریدی ہوگی یا رقم محفوظ ہوگی اور کہے گا کہ خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اور اگر بے وقوف ہو گا تو فلم یا تھیٹر دیکھنے گیا ہو گا اور کھا پی کے اڑا دی ہوگی تو اس طرح تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ بے وقوف ہے یا سمجھ دار ہے۔

امتحان کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یتیم کو کہو برخوردار! یہ رقم ہے، بازار سے جا کر اپنے لئے سوٹ

کا کپڑا لا، پھر اندازہ لگاؤ کہ مہنگا لایا ہے یا سستا لایا ہے، اچھا لایا ہے یا نکما۔ اس سے انسان کی عقل معلوم ہو جاتی ہے، اس لئے کہ سمجھدار ہے تو کئی دکانیں گھوم پھر کر اچھا اور سستا کپڑا لائے گا اور اگر بے وقوف ہے تو نکما اور مہنگا لائے گا، اس کے علاوہ بھی امتحان کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ میں نے سمجھانے کے لئے یہ دو صورتیں بیان کی ہیں۔ امتحان کے بعد اگر سمجھو کہ سمجھدار ہے اور نفع نقصان کو سمجھتا ہے تو پھر اس کا مال اس کے حوالے کر دو اور اگر سمجھو کہ بے وقوف ہے، سب کچھ اجاڑ دے گا اور تباہ کر دے گا تو پھر مال اس کے حوالے نہ کرو، چاہے کچھ کرتا اور کہتا پھرے۔ اور اس سلسلے میں جو تم اس پر محنت اور کوشش کرو گے، وقت خرچ کرو گے تو تمہیں جہاد کا ثواب ملے گا، کیونکہ جہاد کی بہت ساری قسمیں ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم اس کی اصلاح کے لئے جو کوشش کرو گے، یہ جہاد ہوگا اور ثواب ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" دین نام ہی خیر خواہی کا ہے، بغیر کسی لالچ اور طمع کے خیر خواہی کرتا ہے، خیال رکھتا ہے، دوسرے کے لئے ایثار کرتا ہے اور قربانی دیتا ہے، اس کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے، چاہے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، یہ دین کا خلاصہ ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اور نہ کھاؤ تم ان یتیموں کے مالوں کو حد سے بڑھتے ہوئے اور جلدی کرتے ہوئے۔ اسراف کا معنی ہے: ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور بدار کا معنی ہے: جلدی کرتے ہوئے یہ خیال کرتے ہوئے اَنْ یَّكْبَرُوْا کہ وہ بڑے ہو جائیں گے، پھر وہ ہمیں نہیں کھانے دیں گے اور اب بے سمجھ ہیں، ان کا مال کھا جاؤ، جس طرح کھا سکتے ہو، تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس طرح نہ کرو وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا اور جو شخص غنی ہو، یعنی جو نگران اور سرپرست مالدار ہو فَلْیَسْتَعْفِفْ تو چاہئے کہ وہ یتیم کے مال کے کھانے سے بچے، اس حد تک بچے کہ اگر یتیم کی ہانڈی پکی ہے اور اس نے نمک چکھنا ہے تو نمک چکھ کر تھوک دو، حلق سے نیچے نہ اترے، مگر آج کل ایسے آدمی کہاں سے تلاش کرو گے، بڑا مشکل مسئلہ ہے تو نگران اور سرپرست غنی ہے تو وہ یتیم کے مال کھانے سے بچے۔

اور شریعت کی اصطلاح میں غنی صاحب نصاب کو کہتے ہیں۔ اور صاحب نصاب کی تعریف آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ ایسا آدمی بھی صاحب نصاب ہے جس کے پاس سونا چاندی اور نقد پیسہ اور سامانِ

تجارت تو اگر چہ موجود نہیں ہے، مگر اس کے گھر میں فالتو سامان موجود ہے، یعنی ضرورت سے زائد سامان چاہے وہ چارپائیاں ہوں، کرسیاں ہوں، پلنگ ہوں یا برتن ہوں جو کہ عموماً استعمال میں نہیں آتے۔ کبھی کوئی مہمان آ گیا تو استعمال کر لئے، اس فالتو سامان کی قیمت اگر ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو ایسا شخص شرعی اور فقہی طور پر صاحب نصاب ہے اور غنی ہے۔ اگر مقروض نہ ہو۔ غنی صرف اس کو نہیں کہتے جو کہ کوٹھیوں اور کارخانے کا مالک ہو اور ایسے شخص پر قربانی بھی لازمی ہے اور فطرانہ بھی اور ایسا شخص زکوٰۃ بھی نہیں لے سکتا اور نہ فطرانہ، چاہے مرد ہے یا عورت ہے۔

بعض اوقات کوئی عورت بیوہ ہو جائے تو لوگ اس کو بیوہ ہونے کی وجہ سے کہ بچے اس کے یتیم ہو گئے ہیں، زکوٰۃ دے دیتے ہیں تو اس میں تفصیل ہے: اگر وہ بیوہ واقعۃً صاحب نصاب نہیں ہے اور یتیم بچے بھی صاحب نصاب نہیں ہیں تو پھر تو ان کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے اور اگر اس کا خاوند اتنا مال چھوڑ گیا ہے کہ وہ صاحب نصاب ہے اور یتیم بچے بھی صاحب نصاب ہیں، کیونکہ ان کا باپ کافی مال چھوڑ گیا ہے تو ایسی بیوہ اور ایسے یتیم بچوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ قطعاً ادا نہیں ہوگی، کیونکہ وہ صاحب نصاب ہیں۔ نہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں، نہ فطرانہ، صرف رشتہ داری نہیں دیکھنی کہ زکوٰۃ تو ہم نے دینی ہے، بھابھی کو دے دو، کیونکہ وہ بیوہ ہو گئی۔ بھائی! یہ بھی دیکھو کہ اس کو زکوٰۃ لگتی بھی ہے یا نہیں؟

بعض لوگ یتیم لڑکی یا غریب لڑکی کی شادی کے لئے زکوٰۃ دیتے ہیں، لہٰذا یہ مسئلہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا، نمبر ایک اس غریب لڑکی کو زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کہہ کر نہ دو، اگر چہ وہ زکوٰۃ کا مصرف ہے، کیونکہ بعض غیور طبیعتیں اس چیز کو گوارہ نہیں کرتیں اور تم دیتے وقت نیت زکوٰۃ ہی کی کرو، زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اس کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بے شک اس کو کہو کہ یہ تمہاری امداد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کو زکوٰۃ کتنی دینی ہے اور کس طرح دیں تو اس کا کام بھی ہو جائے اور زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے، کیونکہ آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت تقریباً پانچ ہزار روپے اگر ایک آدمی نے اس لڑکی کو پانچ ہزار روپے دے دیئے تو وہ صاحب نصاب ہو گئی، اب وہ زکوٰۃ نہیں لے سکتی، جب دوسرا آدمی اس کو زکوٰۃ کی رقم دے گا تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، تیسرا دے گا، چوتھا دے گا، اس کی

بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اس کی ضرورت کے مطابق اکٹھی کر لی جائے اور اس کو یکمشت دے دی جائے تو سب کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ یہ مسائل ہر وقت پیش آتے رہتے ہیں، ان کو اچھی طرح سمجھ لیں اور یاد کر لیں۔

پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ لڑکی سادات میں سے تو نہیں ہے، اگر سادات میں سے ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ نہیں لگے گی اور پانچ بیٹوں کی اولاد کو سادات کہا جاتا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب، یہ سادات ہیں، ان میں سے کسی کو کسی وقت بھی زکوٰۃ نہیں لگتی، نہ قسم کا کفارہ، نہ فطرانہ اور نہ عشر۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ زکوٰۃ کس کو دوں تو ادا ہو جائے گی، صرف زکوٰۃ دے دینے سے کوئی ذمہ سے فارغ نہیں ہو جاتا، بلکہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ جس کو زکوٰۃ کی رقم دے رہا ہوں، وہ اس کا مصرف بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ آج کل جو حالات ہیں، لینے والا نہیں بتائے گا کہ میں مصرف ہوں یا نہیں۔

آگے فرمایا وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا اور جو شخص محتاج ہے، فقیر ہے اور فقیر کی تعریف کرتے ہیں کہ "من لا یملک قوت یومه" جس کے پاس ایک دن کی خوراک بھی نہ ہو اور یہ فقیر یتیم کا نگران ہے فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ پس چاہئے کہ وہ کھائے دستور کے مطابق۔ دستور کا مطلب یہ ہے کہ وہ عام حالات میں ایسے ماحول میں جو کھاتا ہے، وہی کچھ کھائے۔ اگر وہ ایسے حالات میں دال کھاتا ہے تو یتیم کے مال سے گوشت نہیں کھا سکتا۔ معروف کا معنی عرف کا ہے کہ ایسے حالات میں اس موقع پر وہ کیا کھاتا ہے؟ دال کھاتا ہے تو دال کھائے، سبزی کھاتا ہے تو سبزی کھائے اور کھانا بھی ایک آدھ موقع پر ہے، ایسا نہیں کہ ہر وقت یتیم کے سر چڑھا رہے اور اس کی جان اس وقت چھوڑے، جب اس کی ساری رقم ختم ہو جائے۔ اپنے کھانے پینے کے لئے الگ محنت کرنی چاہئے، مسلمان کے لئے ایک دن بھی فارغ رہنا گناہ کی بات ہے۔

نوجوانو! ہڈحرام ہونا بہت بڑا گناہ ہے، مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے "كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا" "آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے کافی ہے کہ گھر کے افراد تو روٹی کو ترسیں اور یہ پتنگیں اڑائے، کبوتروں

کے پیچھے دوڑے اور گیموں کے پیچھے پڑا رہے۔ یعنی نکما ہونا بڑا گناہ ہے۔ ہاں! کوئی بیمار ہے، اندھا ہے، لنگڑا ہے، لولا ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے اور اگر دیانت داری کے ساتھ کوشش کرتا ہے، مگر مزدوری نہیں ملتی تو اس کا مسئلہ بھی جدا ہے، یعنی یہ گنہگار نہیں ہوگا۔ تو دوسروں پر بوجھ بن کر رہنا گناہ ہے اور یہ اسلام کا اصول ہے کہ لڑکا جب بالغ ہو جائے تو اس کو اپنے مال پر چھوڑ دو، کمائے اور کھائے۔ مگر آج اکثر اس اصول کے خلاف ہو رہا ہے اور مسلمانوں کے بچے کھیل کود میں وقت ضائع کرتے ہیں اور ماں باپ کا سر کھاتے ہیں، جان نہیں چھوڑتے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ مسلمان کو مسلمان ہونا چاہئے۔

اور دستور کا یہ معنی بھی ہے کہ وہ اپنی خدمات کا جائز اور بقدرِ ضرورت معاوضہ لے، یعنی یتیم اگر اپنے باپ کے کاروبار کو نہیں چلا سکتا تو اس کی نگرانی کرے اور جائز معاوضہ لے۔ محض یتیم کا مال سمجھ کر ہضم کرنے کی کوشش نہ کرے فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ پس جب تم ان کو دو ان کے مال۔ یعنی جب تم یتیموں کا مال ان کے حوالے کرو فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ پس تم گواہ بنالو ان پر۔ یعنی جب تم یتیموں کا مال واپس کرو تو گواہ بنالو کہ اتنا مال میں نے واپس کر دیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ جب یتیموں کا مال تمہارے پاس آئے تو اس وقت بھی گواہ بناؤ کہ کہ ان کا اتنا مال میرے پاس ہے اور جب یتیم بالغ ہو جائیں اور ان کا مال ان کے حوالے کرو تو بھی گواہ بناؤ اور پوری تفصیل سامنے رکھو کہ: کل مال اتنا تھا، اس میں اتنا کھانے پینے پر خرچ ہوا ہے اور اتنا ان کی تعلیم پر خرچ ہوا ہے اور اتنا ان کے علاج معالجے پر خرچ ہوا ہے اور اتنا مال باقی ہے، یہ دیکھ لو، میں ان کے حوالے کر رہا ہوں، فرمایا ایک اور بات بھی یاد رکھنا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا اور کافی ہے اللہ حساب لینے والا، سب کچھ اس کے علم میں ہے، جو کچھ کر رہے ہو، سوچ سمجھ کر کرو، کیونکہ رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔

آگے ایک اور مسئلہ ہے، وہ یہ کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا تھا، کہتے تھے کہ عورتیں چونکہ صنف نازک ہیں، لڑ نہیں سکتیں، اس لئے ان کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مردوں کے لئے حصہ ہے مِّمَّا اس مال سے تَرَكَ الْوَالِدَانِ جو چھوڑ گئے ہیں ماں باپ وَالْأَقْرَبُونَ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ اور عورتوں کے لئے بھی حصہ

ہے مِّمَّا اس مال سے تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑ گئے ہیں ماں باپ وَالْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے مِمَّا اس مال سے قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ تھوڑا اس مال سے یا زیادہ ہو، اس میں ان کا باقاعدہ حصہ ہے، یعنی جس چیز کے ماں باپ مالک تھے، چاہے وہ سوئی کا دھاگہ ہی کیوں نہ ہو، عورت کا اس میں حصہ ہے۔ اسی طرح بھائی فوت ہو گیا ہے، بہن فوت ہوگئی ہے، اس میں عورتوں کا باقاعدہ حصہ ہے، کئی لوگ یہ داؤ کھیلتے ہیں کہ بہن نے معاف کر دیا ہے۔ بھائی! یہ کیسی معافی ہے کہ ابھی اسے ملا تو کچھ ہے نہیں، معاف اس نے پہلے کر دیا ہے، بھائی! پہلے اس کے حوالے کر، زمین وغیرہ کی رجسٹری اس کے نام کراؤ، انتقال ہو جائے اور اس کا قبضہ ہو جائے، پھر چند سال وہ اس سے فائدہ اٹھائے، پھر وہ تمہیں دے تو ٹھیک ہے۔ جب اس کے ہاتھ میں ہے ہی کچھ نہیں، اس نے معاف کیا کرنا ہے؟ یہ تو ایسے ہی ہے کہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ میں نے سارا پاکستان تمہیں دے دیا ہے تو اس کا کیا معنیٰ ہے؟ یہ تو رب تعالیٰ سے بھی داؤ کھیلنا ہے اور مخلوق سے بھی۔ فرمایا نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا حصہ ہے طے شدہ اور ان حصوں کی تفصیل اگلے رکوع میں آ رہی ہے۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾ وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۪ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾

لفظی ترجمہ:

وَاِذَا حَضَرَ اور جب حاضر ہوں الْقِسْمَةَ تقسیم کے وقت اُولُوا الْقُرْبٰى قریبی رشتہ دار وَالْيَتٰمٰى اوریتیم وَالْمَسٰكِيْنُ اور مسکین فَارْزُقُوْهُمْ تو دوان کوتم مِّنْهُ اس مال میں سے وَقُوْلُوْا لَهُمْ اور کہوان کو قَوْلًا مَّعْرُوْفًا بات بھلی وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ لَوْ تَرَكُوْا اگر چھوڑیں وہ مِنْ خَلْفِهِمْ اپنے پیچھے ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا اولاد کمزور خَافُوْا عَلَيْهِمْ خوف ہوگا ان کو ان کے بارے میں فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ پس چاہیے کہ وہ ڈریں اللہ تعالیٰ سے وَلْيَقُوْلُوْا اور چاہیے کہ کہیں قَوْلًا سَدِيْدًا بات درست اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَاْكُلُوْنَ جو کھاتے ہیں اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى یتیموں کا مال ظُلْمًا زیادتی کرتے ہوئے اِنَّمَا پختہ بات ہے يَاْكُلُوْنَ کھاتے ہیں (بھرتے ہیں) فِيْ بُطُوْنِهِمْ اپنے پیٹوں میں نَارًا آگ وَسَيَصْلَوْنَ اور عنقریب داخل ہوں گے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ میں۔

اس سے پہلے آیت کریمہ میں بیان ہوا تھا کہ ماں باپ اور قریبی رشتہ دار جن سے وراثت کا حصہ مل سکتا ہے جو مال چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے، چاہے مال تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اور یہ حصہ طے شدہ ہے۔ آگے ان حصوں کی تفصیل بیان ہو رہی ہے اور اس سے پہلے غیر وارث رشتہ دار اور یتیم، مسکین اور غرباء سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جب وراثت کا مال تقسیم کیا جاتا ہے تو ایسے موقع پر عموماً قریبی رشتہ دار آ جاتے ہیں کہ دیکھو کس طرح تقسیم کرتے ہیں اور یتیم مسکین بھی اس امید پر آ جاتے ہیں کہ شاید ہمیں بھی کچھ مل جائے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اور جب حاضر ہوں وراثت کی تقسیم کے وقت اُولُوا الْقُرْبٰى قریبی رشتہ دار اور ہوں وہ بڑے غریب وَالْيَتٰمٰى اور یتیم یعنی تقسیم کے وقت اپنی برادری یا محلے یا اپنے قصبے سے یتیم بچے بھی آ جائیں وَالْمَسٰكِيْنُ اور مسکین آ جائیں فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ تو دوان کوتم اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے، مگر اس موقع پر

غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو کچھ دینے میں تفصیل ہے کہ ایک تو اس وقت تمام وارث موجود ہوں، کیونکہ اگر ان میں سے ایک بھی غیر حاضر ہوا تو مشترکہ مال میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا جاسکتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ان میں سے کوئی نابالغ نہ ہو، کیونکہ نابالغ کی اجازت کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے، چاہے وہ دیکھا دیکھی یا شرم کی وجہ سے کہہ بھی دے کہ میرے حصے میں سے بھی دے دو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ سب کے سب یتیموں، مسکینوں کو دینے پر راضی ہوں، اگر بعض راضی ہوں اور بعض راضی نہ ہوں، پھر بھی نہیں دے سکتے۔ یہ تین بنیادی شرطیں ہیں، اگر یہ پائی جائیں تو تقسیم سے پہلے یتیموں، مسکینوں کو دیا جاسکتا ہے اور تقسیم کے بعد تو ہر ایک اپنے حصے کا مالک بن جائے گا، پھر اپنی ملک میں جو چاہے کرے اور اگر غریبوں مسکینوں کو نہیں دے سکتے تو وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا اور کہو ان کو بھلی بات، مثلاً: ان کو کہو کہ بھائی! ہم مشترکہ مال میں سے دینے کے مجاز نہیں ہیں، کیونکہ کچھ وارث غیر حاضر ہیں یا یہ کہو کہ بھائی! وارثوں میں سے کچھ نابالغ بچے ہیں، اس لئے دینے کے مجاز نہیں ہیں یا اس واسطے دینے کے مجاز نہیں ہیں کہ کچھ راضی ہیں اور کچھ راضی نہیں ہیں، نہ دینے کی وجہ ضرور بیان کریں۔ کیونکہ اگر وجہ نہ بیان کی تو ان کے دل میں آئے گا کہ انہوں نے ہمیں بالکل ٹھکرا دیا ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ جب بھی کسی کو بات سے شبہ پیدا ہو یا اس کے کام سے کسی کو وہم پیدا ہوتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہم کو دور کرے، تاکہ لوگوں کے دلوں میں شبہ نہ رہے، چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے، عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں کسی خانگی مسئلے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، باقی تو چلی گئیں، مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دیر تک بیٹھی رہیں، خاصی رات گزر گئی، معمولی سی چاندنی تھی، جب جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دروازہ کے قریب کھڑا ہوتا ہوں تو میری نگرانی میں چلی جا، کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کمرے مسجد نبوی کے ساتھ لین میں تھے، جن کو حجرات کہا گیا ہے، قرآن پاک میں مستقل سورت ہے ''سورت الحجرات'' مسجد نبوی کے ساتھ پہلا کمرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا، دوسرا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا، تیسرا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا، چوتھا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تھا اور

وہیں حضرت صفیہؓ کا کمرہ بھی تھا تو آپ کھڑے رہے اور وہ چلی گئیں، اتنے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہ آ گئے، یہ دونوں گہرے دوست تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہو؟ ان دونوں نے اپنے نام بتائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے قریب آ جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے دیکھا ہے کہ ایک عورت ابھی میری نگرانی میں گئی ہے، انہوں نے کہا کہ ہاں دیکھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ میری بیوی صفیہؓ تھی، انہوں نے کہا: سبحان اللہ! حضرت! کیا ہمیں یہ بھی کوئی وہم ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کو کوئی اجنبی عورت آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن الشیطن یجری من الإنسان مجری الدم" جہاں تک انسان میں خون کا دوران ہوتا ہے، وہاں تک شیطان کا بھی دورہ ہوتا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے شیطان یہ وسوسہ ڈالے کہ یہ عورت کون تھی؟ اور رات کو کیوں آئی؟ اس لئے میں نے خود اس وہم کا ازالہ کر دیا ہے کہ وہ میری بیوی صفیہؓ تھی، دوسری بھی آئی تھیں، مگر چلی گئیں، اس کا کام زیادہ تھا، یہ بیٹھی رہی۔ تو بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے قول یا فعل سے کسی کو شبہ پیدا ہوتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ خود اس کو دور کر دے اور اپنا دفاع کرے۔

تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ اگر یتیموں مسکینوں کو دینا کچھ نہیں ہے تو ان کو اس کا سبب اور صحیح بیان کر دو، جس طرح کہ پہلے بیان ہوا ہے اور یاد رکھنا یتیموں کے مال کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کتنی احتیاط کی ضرورت ہے؟ اس کا اندازہ اس مسئلہ سے لگائیں کہ یتیم بچہ ہے، اس کے کپڑے ہیں، آیا اس کے کپڑے صرف پہننے کے لئے کسی اور بچے کو دیئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس کے کپڑے فالتو ہیں یا بچہ بڑا ہو گیا ہے اور کپڑے چھوٹے ہو گئے ہیں تو یہ کپڑے کسی اور بچے کو دیئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ تو فقہاء کرام نے اس سلسلے میں خاصی بحث کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نہیں دیئے جاسکتے، کیونکہ کپڑے ان یتیموں کی ملک ہیں اور ان کی ملک میں چیز آ تو سکتی ہے، ملک سے نکل نہیں سکتی، کیونکہ بالغ ہونے سے پہلے وہ اجازت دینے کے بھی اہل نہیں ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ان کا سرپرست ان کے فالتو کپڑے یا وہ کپڑے جو چھوٹے ہو گئے ہیں، اپنے بچے یا کسی اور بچے کو دے دیں تو وہ اس کا مجاز ہے۔ بہرحال بڑا ٹیڑھا مسئلہ

ہے، ہم نے تو دینی مسائل سمجھے ہی نہیں ہیں، بڑی باریکیاں ہیں، فرمایا: وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ اور چاہئے کہ ڈریں وہ لوگ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا اگر چھوڑیں وہ اپنے پیچھے اولاد کمزور خَافُوْا عَلَيْهِمْ خوف ہوگا ان کو ان کے بارے میں۔

اللہ تعالیٰ نے بات سمجھائی ہے کہ تمہارے پاس جو لوگوں کے یتیم بچے آئے ہیں یا مسکین اور محتاج آئے ہیں اس امید پر کہ ہمیں کچھ ملے گا اس کو تم اس طرح سمجھو کہ تم فوت ہو گئے ہو اور تمہارے یتیم بچے پیچھے رہ گئے ہیں اور ہیں بھی کمزور کہ وہ کما بھی نہیں سکتے اور غریب بھی ہیں، وہ اگر کسی کے دروازے پر جائیں اور ان کو کچھ نہ ملے اور محروم اور خالی ہاتھ واپس آئیں تو سوچو تمہارے دل پر کیا گزرے گی؟ کوئی صدمہ یا دکھ ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح دوسروں کے یتیموں کا بھی دکھ محسوس کرو اور بلاوجہ تمہارے پاس سے محروم نہ جائیں، خالی ہاتھ جائیں تو کسی معقول وجہ سے جائیں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر مشترکہ مال میں سے کسی وجہ سے نہیں دیا جاسکتا تو انتظار میں بٹھادیں، جب مال تقسیم ہوجائے تو جس مال کے تم مالک بن گئے ہو اور عاقل بالغ ہو، دینے کے مجاز ہو، اس میں سے ان کو دے کر بھیجو، خالی ہاتھ نہ بھیجو اور ان سے ہمدردی کرو فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ پس چاہئے کہ وہ ڈریں اللہ تعالیٰ سے وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا اور چاہئے کہ کہیں بات درست اور معقول۔ یعنی ان کو معقول طریقے سے سمجھادیں، جھڑکیں نہیں، تاکہ ان کے دلوں میں وہم اور کدورت پیدا نہ ہو، آگے اور سخت مسئلہ ہے، اس کو اچھی طرح سمجھنا اور اس پر عمل بھی کرنا، صرف برادریاں نہ پالنا۔

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى جو کھاتے ہیں یتیموں کا مال ظُلْمًا زیادتی کرتے ہوئے شریعت کے قاعدوں سے تجاوز کرتے ہوئے، کیونکہ شریعت یتیموں کے مال کو کھانے کی اجازت نہیں دیتی اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا پختہ بات ہے کھاتے ہیں، ڈال رہے ہیں اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ، یہ بوٹیاں نہیں، آگ کے انگارے ہیں جو کھا رہے ہیں، معاف رکھنا یتیم کا مال سارے ہی کھاتے ہیں اور کھاتے کس طرح ہیں؟ وہ اس طرح کہ مثلاً: ایک آدمی فوت ہوگیا اور اس کے وارثوں میں چھوٹے بچے بچیاں بھی ہیں اور ابھی وراثت تقسیم نہیں ہوئی اور اس مال میں سے تیجا، ساتواں،

دسواں ہوتا ہے، چالیسواں بھی ہوتا ہے اور تم کھاتے ہو، برسی ہوتی ہے اور تم کھاتے ہو، یہ قطعی حرام ہے، دوزخ کی آگ پیٹ میں ڈالتے ہو، کیونکہ ایسا تو ہمارے علاقے میں ہے ہی نہیں کہ وفات کے ساتھ ہی شرعی طور پر وراثت تقسیم کردیں۔ میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا، البتہ ایسے دو چار آدمی میرے ذہن میں ہیں کہ جنہوں نے مرنے سے پہلے اپنا مال وارثوں میں تقسیم کردیا ہے تو تقسیم سے پہلے اس مال میں سے تیجے، ساتویں، دسویں، چالیسویں پر یا اس میں سے خیرات کریں گے یا جمعرات کو کھانا دیں گے، یہ جو بھی کھائے گا حرام کھائے گا اور یہ تمام فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاقی مسئلہ ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور احمد رضا خان بریلوی جو بریلوی حضرات کے امام ہیں، ان کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے اور کھا سارے رہے ہیں، کیا مولوی یا قاری یا پیر یا حافظ یا حاجی، کیا چوہدری یا ماموں، کیا چچے، سارے ہی چاٹ جاتے ہیں۔

ایک ہے تیجے، ساتویں اور دسویں کی تعیین کرنا یہ بدعت ہے۔ یہ علیحدہ مسئلہ ہے اور مشترکہ مال میں سے صدقہ خیرات حرام ہے، یہ الگ مسئلہ ہے اور یہ مسئلہ لوگوں کو سمجھانا بڑا جہاد ہے اور یہ جہاد بھی تم ضرور کرنا۔ چونکہ صدیوں سے یہ ہندوانہ رسمیں لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہیں، اس لئے ان کا چھوڑنا خاصا مشکل ہے۔

میں کہتا ہوں اس محاذ سے جس پر بندوق لے کر کافروں کے مقابلے میں لڑنا ہے، یہ محاذ اس سے زیادہ سخت ہے، کیونکہ ساری برادری کے طعنے سنے اور پھر بھی کہے کہ نہیں کھاؤں گا، کیونکہ اس میں یتیم کا مال ہے، البتہ فوتگی کے موقع پر عزیز رشتہ دار جو کھانا پکاتے ہیں وہ کھانا جائز ہے اور ایسے موقع پر کھانا پکا کر بھیجنا سنت ہے، چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ موتہ کے مقام پر شہید ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو فرمایا "اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرَ طَعَامًا فَاِنَّهُمْ قَدْ اَتَاهُمْ مَّايُشْغِلُهُمْ" کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرکے بھیجو، کیونکہ ان کو صدمہ ہے۔ تو ایسا کھانا غریب امیر سب کھا سکتے ہیں، قریب سے آیا ہوا بھی کھا سکتا ہے اور دور سے آیا ہوا بھی کھا سکتا ہے، لیکن تیجے، ساتویں اور دسویں کے لئے تو کوئی پکا کر نہیں بھیجتا، یہ تو مرنے والے کے مال سے پکتا ہے، اس واسطے اس روٹی اور اس روٹی میں بڑا

فرق ہے۔

ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں، وہ یہ کہ جو آدمی جنازہ میں شریک ہوگیا ہے، اس کو الگ تعزیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کا فرض ادا ہوگیا ہے، لیکن بعض دفعہ آدمی سفر پر ہوتا ہے یا اور کسی وجہ سے اس کو علم نہیں ہوتا اور وہ جنازے میں شریک نہیں ہوسکتا، تو وہ بعد میں تعزیت کے لئے جاسکتا ہے تو اس موقع پر دقت پیش آسکتی ہے، وہ اس طرح کہ جب تعزیت کے لئے دور کسی جگہ پر جائے گا تو روٹی بھی کھانی ہے اور وہ کھلائیں گے بھی تو اب آدمی کیا کرے؟ تو اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کو مسئلہ سمجھائے اور بات واضح کروادے کہ چونکہ تمہارا مال شرعی طور پر وارثوں میں تقسیم نہیں ہوا اور میں مشترکہ مال میں سے کھا نہیں سکتا، اس لئے ناراض نہ ہوں، البتہ عورتیں ضد کی بڑی پکی ہوتی ہیں اور مسائل بھی کم سمجھتی ہیں، لہٰذا اگر کوئی عورت ضد کر جائے کہ تو نے روٹی کھا کر جانا ہے تو ایسی مجبوری کی حالت میں کھانا کھالے، مگر جتنی روٹی کھائی ہے، اس سے زائد پیسے ان کے کسی بچے یا گھر کے کسی فرد کو دے دے تو یہ معاوضہ ہوجائے گا اور حرام سے بچ جائے گا، لیکن ہے بڑا جہاد کہ ڈٹ جائے اور رسموں کو چھوڑ دے۔

میرے خیال میں حاجی فخر الدین صاحب مرحوم گکھڑ میں پہلے شخص تھے کہ جب ان کے پوتے کو دفنانے کے بعد دعا کی گئی تو انہوں نے اعلان کیا کہ ہم نے کوئی تیجا یا ساتواں نہیں کرنا اور نہ ہی کوئی اس ارادے سے ہمارے گھر آئے، میں بھی وہاں موجود تھا، ان کی برادری کے کچھ آدمیوں نے کہا کہ پھر تو ہمارے سے کٹ گیا ہے نا، علیحدہ ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کی مغفرت فرمائے، بڑے تیز مزاج تھے، کہنے لگے: اگر اس بات سے میں الگ ہوگیا ہوں تو مجھے الگ ہی رہنے دو، بڑے جہاد کی بات ہے اور لوگ بڑے عجیب ہیں کہ جنازہ تو مجھ سے پڑھواتے ہیں اور گھر جا کر اعلان کرتے ہیں کہ کل قل شریف ہوں گے یا پرسوں ہوں گے، بھائی! یا تو مجھ سے جنازہ نہ پڑھواؤ یا قلوں کا اعلان نہ کرو، پھر مجھے آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اس کا نام ایصال ثواب ہے، بھائی! ایصال ثواب کے کھانے کے مستحق تو غریب اور محتاج ہیں، یہ چچا کیوں کھا گیا؟ دادا کیوں کھا گیا؟ سسر کیوں کھا گیا؟ داماد کیوں کھا گیا؟ چوہدری کیوں کھا گیا؟ یہ ایصال ثواب کے کیا لگتے ہیں؟ یہ سب خالص رسمیں ہیں اور کھانے کے حیلے بہانے ہیں، ان سے بچو اور

بہتر یہ ہے کہ جب قبر پر دعا ہو، اعلان کردو کہ ہم نے کوئی رسم وغیرہ نہیں کرنی، جس نے قرآن کریم پڑھنا ہو اپنے گھر پڑھ لے، مسجد میں بیٹھ کر پڑھ لے، جہاں چاہے پڑھے، ہر جگہ پڑھا جاسکتا ہے، مگر ایسے مجاہد بہت کم ہیں، جو اتنی ہمت کریں، ایک دوسرے سے شرم کرتے ہیں، وہ کہتا ہے شاید وہ اعلان کردے اور وہ کہتا ہے کہ شاید وہ کردے۔ تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا اور وہ عنقریب داخل ہوں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوگا کہ یہ یتیموں کا مال کھا گئے ہیں، میں نے تمہیں مسئلہ کھول کر سمجھا دیا ہے، آگے تمہاری گور گردن ہے۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾

لفظی ترجمہ:

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتے ہیں فِيٓ أَوْلَادِكُمْ تمہاری اولاد کے بارے میں لِلذَّكَرِ مرد کے واسطے مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے فَإِن كُنَّ پس اگر وہ نِسَآءً عورتیں فَوْقَ اثْنَتَيْنِ دو سے زیادہ ہوں فَلَهُنَّ پس ان عورتوں کے لئے ثُلُثَا دو تہائی ہیں مَا تَرَكَ اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً اور اگر ہے وہ ایک لڑکی فَلَهَا النِّصْفُ تو اس کے لئے ہے کل جائیداد کا آدھا حصہ وَلِأَبَوَيْهِ اور مرنے والے کے والدین کے لئے لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ان میں سے ہر ایک کے لئے السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے مِمَّا تَرَكَ اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ اگر ہے اس کی اولاد فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ پس اگر نہیں مرنے والے کی اولاد وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ اور اس کے وارث اس کے ماں باپ ہیں فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ پس اس کی ماں کے لئے ہے تیسرا حصہ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ پس اگر ہیں مرنے والے کے بہن بھائی فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ تو اس کی ماں کے لئے ہے چھٹا حصہ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُوصِي بِهَآ جو وصیت اس نے کی ہے أَوْ دَيْنٍ یا قرضہ ادا کرنے کے بعد آبَاؤُكُمْ تمہارے باپ دادا ہیں وَأَبْنَآؤُكُمْ اور تمہارے بیٹے ہیں لَا تَدْرُونَ تم نہیں جانتے أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ان میں سے کون زیادہ قریب ہے تمہارے لئے نفع پہنچانے کے اعتبار سے فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ عَلِيمًا ہے جاننے والا حَكِيمًا حکمت والا۔

تشریح:

وہ ضروری اور اہم مسائل جن میں پہلے بھی کوتاہی ہوتی تھی اور اب بھی کوتاہی ہوتی ہے، ان میں سے ایک وراثت کا مسئلہ بھی ہے، اس کے متعلق بڑا سخت حکم ہے کہ مرنے والے کے جو شرعی وارث ہیں ان کو قرآن وسنت کے مطابق حصہ دو، لیکن لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ لہٰذا مرنے والے نے جو مال چھوڑا ہے اس کے متعلق جو ضروری باتیں ہیں وہ سمجھ لیں۔ مسئلہ اس طرح ہے کہ جب کوئی آدمی فوت ہوجائے تو اس کے فوت ہوجانے کے بعد سب سے پہلے اس کے مال میں سے جو اس نے چھوڑا ہے سنت کے مطابق کفن دفن کا انتظام کیا جائے گا، کیونکہ یہ سب سے مقدم ہے، اس میں کفن کا کپڑا، غسل دینے کی اجرت اور قبر کھودنے کی اجرت ہے، کیونکہ ظاہر بات ہے کہ کفن کے کپڑے پر پیسے خرچ ہوں گے، اسی طرح اگر غسل کوئی مفت دینے کے لئے تیار نہیں ہے تو اس کو اجرت دینا بھی جائز ہے، چاہے مرد ہو یا عورت ہو اور اگر غسل مفت کرادے تو اس کا بڑا ثواب ہے۔

مجمع الزوائد حدیث کی کتاب ہے، اس میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت موجود ہے کہ میت کو غسل دینے والے اور اس کے بدن میں جو عیب ہیں ان کو چھپانے والے کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح قبر کھودنے کا بھی بڑا ثواب ہے، بشرطیکہ مفت میں بنائے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص میت کی قبر کھودے گا، جس میں اس کو دفن کیا جائے گا، یوں سمجھو کہ اس نے اس کو ساری عمر کے لئے مکان بنادیا ہے۔ لیکن اگر کوئی مفت میں نہیں کھودتا تو اس کو اجرت دینا بھی جائز ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے مرنے والے کے ترکہ سے کفن دفن کا انتظام ہوگا اور خوشبو اور کافور وغیرہ بھی اس میں شامل ہے۔ دوسرے نمبر پر اس کے ذمہ قرض ہے، وہ اتارا جائے گا. یہاں تک کہ اگر اس نے بیوی کا حق مہر زندگی میں ادا نہیں کیا تو وہ بھی ادا کیا جائے گا۔ تیسرے نمبر پر اس نے جو جائز وصیت کی ہے، اس کو پورا کیا جائے گا، کیونکہ اس کو اپنی جائیداد کے تیسرے حصے میں وصیت کرنے کا حق ہے، چاہے وہ جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو، اس میں وصیت کرسکتا ہے کہ بھائی! میرے ترکہ میں سے مسجد بنادینا یا مدرسہ بنانا یا فلاں کو اتنے پیسے دے دینا، بشرطیکہ وہ شرعی وارث نہ ہو۔ یعنی جائز کاموں کی وصیت کرسکتا ہے تو اب ترتیب اس طرح ہوئی کہ مرنے والے کے متروکہ مال میں سے سب سے پہلے کفن دفن کا انتظام ہوگا،

اس کے بعد اس کا قرض اتارا جائے گا، پھر اس کی وصیت پوری کی جائے گی، چوتھے نمبر پر اس کی وراثت شرعی وارثوں میں تقسیم کی جائے گی، کچھ وارثوں کا ذکر تو آج کی آیت کریمہ میں ہے اور کچھ وارثوں کا ذکر کل آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ!۔

ایک اور ضروری بات بھی یہاں پر سمجھ لیں، وہ یہ کہ پانچ چیزیں اور سبب ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اسباب نہ ہوں تو کوئی آدمی وراثت سے محروم نہیں ہو سکتا۔ وہ اسباب یہ ہیں: نمبر ایک: اختلاف دین ہے کہ مثلاً: باپ مسلمان ہے اور بیٹا کافر ہو گیا تو یہ کافر بیٹا باپ کی وراثت سے محروم ہو گیا یا اس کا الٹ ہو کہ بیٹا مسلمان ہے اور باپ کافر ہے تو اس مسلمان بیٹے کو کافر باپ کی وراثت نہیں مل سکتی اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ کافر سے وہی کافر مراد نہیں جن کو لوگ کافر سمجھتے ہیں، مثلاً: یہ کہ ہندو کافر ہیں، یہودی کافر ہیں، عیسائی کافر ہیں، پارسی کافر ہیں، سکھ کافر ہیں، عوام ان کو کافر سمجھتے ہیں، مگر کافر سے مراد وہ کافر ہیں جن کو شریعت کافر کہے، مثلاً: شریعت کی اصطلاح میں قادیانی بھی کافر ہیں، صابی بھی کافر ہیں، بہائی بھی کافر ہیں، رافضی بھی کافر ہیں، منکرین حدیث بھی کافر ہیں، شرک میں ڈوبے ہوئے بھی کافر ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر میں سے ہیں، ان کا فتاویٰ رشیدیہ طبع شدہ ہے، ان سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت! ایک شخص رافضی ہے، شیعہ ہے، کیا اس کی وراثت سنی بیٹے کو مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور دوسرا مسئلہ یہ بتاؤ کہ سنی اور رافضی کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ فقہی طور پر نہ تو بیٹا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی نکاح ہو سکتا ہے اور تمام فقہاء اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ آج بہت سارے لوگ اس کا لحاظ نہیں کرتے، حالانکہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ ہماری بیٹی جہاں جا رہی ہے، ان کا عقیدہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ جب کہ لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ مال دیکھتے ہیں، لڑکے کی شکل وصورت دیکھتے ہیں، کاروبار دیکھتے ہیں، الا ماشاء اللہ! سو میں سے ایک دو ہوں گے جو اس کا خیال کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت ساری ایسی جگہیں ہوتی ہیں جہاں نکاح قطعاً نہیں ہوتا، تو بہر حال وراثت سے محرومی کا ایک سبب ہے اختلافِ دین۔

اور دوسرا سبب ہے اختلاف دارین کہ ایک دار الاسلام میں رہتا ہے اور دوسرا دار الحرب میں رہتا ہے اور ہیں بھی دونوں مسلمان، یہ مرگیا تو اس کو وراثت نہیں ملے گی اور اگر وہ مرگیا تو اس کو وراثت نہیں ملے گی، پھر دار الاسلام اور دار الحرب کی تعریف میں فقہی طور پر خاصا اختلاف ہے۔

دار الاسلام کی ایک تعریف یہ کرتے ہیں کہ دار الاسلام اسے کہتے ہیں کہ جہاں من وعن یعنی اول تا آخر اسلامی قانون نافذ ہوں، اس تعریف کے مطابق پوری دنیا میں صرف وہ خطہ دار الاسلام ہے جو طالبان کے پاس ہے جو تقریباً ستائیس ۲۷ صوبے ہیں، بتیس ۳۲ صوبوں میں سے باقی جو پچاس یا پچپن ملک ہیں بمع سعودیہ کے کوئی بھی دار الاسلام نہیں ہے۔ کیونکہ کسی بھی اسلامی ملک میں اول تا آخر اسلامی قوانین نافذ نہیں۔

اور دار الحرب اسے کہتے ہیں کہ جہاں مسلمان اپنے اسلامی فرائض ادا نہ کرسکیں۔ اس تعریف کے مطابق صرف چین اور روس اس زمرہ میں آتے ہیں جو مسلمانوں کو کوئی عبادت ادا نہیں کرنے دیتے تھے، مگر اب وہاں بھی ادا کرنے دیتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں مسلمانوں کو نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ کی ادائیگی سے روکا جاتا ہو تو اس وقت صحیح معنی میں دار الحرب بھی کوئی نہیں ہے۔

اور وراثت سے محرومی کا تیسرا سبب یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کی وراثت نہیں ملے گی، جبکہ آج کل بہت سارے ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ مال کی خاطر باپ کو قتل کردیا جاتا ہے، چچے تائے کو قتل کردیا جاتا ہے، بھائی کو قتل کردیا جاتا ہے کہ مال ہمیں مل جائے، چونکہ اسلامی قانون نافذ نہیں ہے، مل بھی جاتا ہے۔

وراثت سے محرومی کا چوتھا سبب ہے غلام ہونا، میرے علم کے مطابق اس وقت دنیا میں شرعی غلامی کہیں نہیں ہے کہ ایک شخص شرعی طور پر غلام ہو اور اس کے باپ دادا آزاد ہوں، اگر ایسا ہو تو یہ غلام ان کا وارث نہیں بن سکتا۔

اور پانچواں سبب۔ ہے نبی کی اولاد ہونا۔ کیونکہ نبی کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو کچھ مدت کے بعد بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن کو

مسئلہ کا علم نہ تھا اور حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائیداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی وارثوں میں تقسیم کی جائے اور شرعی طور پر ہمارا جو حصہ بنتا ہے، وہ ہمیں دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''نَحْنُ مَعْشَرُ الْأَنْبِيَاءِ لَانُوْرِثُ مَاتَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ'' ہم جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔

بخاری اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی؟ قال نعم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی قَالَ أَللّٰهُمَّ نَعَمْ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ گواہ ہے، ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، اگر آپ کی وراثت تقسیم ہوتی تو مسئلہ چوبیس سے بنتا، کیونکہ اس آیت کریمہ میں ہے کہ اگر صرف ایک لڑکی ہی ہو تو اس کو نصف ملتا ہے تو چوبیس کا نصف بارہ ہے تو بارہ حصے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو ملتے اور آٹھواں حصہ بیویوں کو ملتا، جس کا ذکر کل کی آیات میں آئے گا، ان شاء اللہ!۔

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ بیوی ایک ہو یا دو ہوں، تین ہوں یا چار ہوں، حصہ آٹھواں ہی ملتا ہے اور اسی میں تمام شریک ہوتی ہیں، جبکہ خاوند صاحب اولاد ہو، چاہے ایک بچی ہی کیوں نہ ہو تو تین حصے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ملتے اور نو حصے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ملتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، اس لئے کسی کو حصہ نہیں ملا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا دیا، جس کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی تسلیم کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تسلیم کیا اور یہ روایت بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے اور متواتر روایت ہے اور اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی وراثت کے بارے میں کبھی سوال نہیں کیا، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہی ہیں۔

رافضیوں کا خمینی جس کو وہ اپنا امام مانتے ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اس کی ایک کتاب ہے کشف الاسرار اور اس کتاب کو انہوں نے مختلف زبانوں فارسی، عربی اور اردو انگریزی میں شائع کی ہے، اس میں اس نے لکھا ہے کہ: قرآن پاک کا پہلا منکر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے، اس لئے کہ قرآن کا حکم ہے وراثت دو اور اس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حصہ نہیں دیا، پھر کہتا ہے کہ قرآن کا دوسرا منکر عمر رضی اللہ عنہ ہے، جو ملحد اور زندیق بھی تھا، کیونکہ اس نے بھی حصہ نہیں دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ نہیں دیا، یہ تینوں تو اس طرح قرآن پاک کے منکر اور کافر ہو گئے۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تو چار سال خلیفہ رہے ہیں، انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ کیوں نہیں دیا؟ ٹھیک ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئی تھیں، مگر ان کی اولاد تو موجود تھی، ان کو دے دیتے، کیونکہ کسی کے فوت ہو جانے سے اس کا حق ختم نہیں ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دورِ خلافت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ وراثت ان کی اولاد کو دے دیتے، اگر دیا ہے تو ثابت کرو اور اگر نہیں دیا اور یقیناً نہیں دیا تو پھر تمہاری منطق کی رو سے وہ بھی قرآن پاک کے منکر، کافر اور زندیق ہو جاتے ہیں، یعنی اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حصۂ وراثت نہ دینے کی وجہ سے یہ تین ظالم ہیں، قرآن پاک کے منکر ہیں تو پھر اس ظلم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہیں، کیوں بھائی؟ میری بات تمہیں سمجھ آ رہی ہے یا نہیں؟ ہمیں کسی سے عداوت نہیں ہے، بات سمجھنے کی ہے کہ اگر صحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا حصہ نہ دیں تو وہ منکر اور کافر ہو گئے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ دیں تو مومن رہیں؟ آخر یہ فرق کیا ہے؟

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن کا منکر کہنا غلط ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منکر قرآن اور ملحد اور زندیق کہنا غلط ہے، ناجائز ہے، حرام ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں اور ان کی کتابیں جن میں یہ سب کچھ درج ہے، دھڑا دھڑ گھروں میں پہنچائی جائیں تو ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، یہ الٹی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آئی اور یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اگر عقیدے کے بیان کرنے کا نام

فرقہ واریت پھیلانا ہے تو پھر ہم سارے ہی فرقہ واریت پھیلانے والے ہیں اور اگر لڑائی اور دہشت گردی کا نام فرقہ واریت ہے تو اس کے سارے طبقے ہی مخالف ہیں، سوائے غالیوں کے تو میں یہ بات سمجھا رہا تھا کہ اگر خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے حضرت فاطمہؓ کو حصہ وراثت نہیں دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی چار سال خلیفہ رہے ہیں، انہوں نے کیوں نہیں دیا؟ اگر وہ فوت ہوگئی تھیں تو ان کی اولاد تو تھی، ان کو دے دیتے اور مسئلہ یہ ہے کہ جدی پشتی وراثتی حق کسی کے مرجانے سے ختم نہیں ہوجاتا، آج لوگوں نے یہ بہانہ بنایا ہوا ہے کہ زمینیں انگریز کے دور میں ملی ہیں، اگر انگریز نے ناجائز تقسیم کی ہے اور لڑکیوں کو ان کا حق نہیں دیا اور لڑکوں کو دیا ہے، اس میں ہمارا کیا دخل اور قصور ہے؟

حاشا وکلا یہ بات غلط ہے، اس طرح لڑکیوں کا حق ختم نہیں ہوا۔ یہ لوگ اپنے شرعی وارثوں کا حصہ نکال دیں، مثلاً: پھوپھیوں کا یا پڑپھوپھیوں کا اولاد در اولاد جو حصہ بنتا ہے، وہ نکال کر ان کی اولاد کے حوالے کریں، ورنہ سب حرام خور ہیں اور نہ حج قبول ہے، نہ نمازیں، نہ روزے، کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوگی تو خیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور باقی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتے ہیں، وصیت کا معنی ہے پختہ حکم فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ تمہاری اولاد کے بارے میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، یعنی لڑکے کو اتنا حصہ دو جتنا دو لڑکیوں کو دینا ہے، مثلاً: ایک آدمی فوت ہوگیا ہے اور اس کے وارث صرف ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں اور کوئی شرعی وارث نہیں ہے تو آدھا مال لڑکے کو ملے گا اور آدھا دو لڑکیوں کو ملے گا، یعنی مسئلہ چار سے حل ہوگا، دو حصے لڑکے کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو اور اگر کسی مرنے والے کے وارث چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے تو مسئلہ نو سے حل ہوگا کہ دو حصے لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا، بشرطیکہ اور کوئی شرعی وارث نہ ہو تو ضابطہ یہ ہے کہ لڑکوں کو لڑکی کی نسبت دوہرا حصہ ملے گا۔

باقی رہا ملحدوں کا یہ اعتراض کہ یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ لڑکا بھی اسی ماں باپ کا ہے اور لڑکی بھی اسی ماں باپ کی ہے، پھر شریعت لڑکے کو دوہرا حصہ اور لڑکی کو ایک حصہ کیوں دیتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اسی

آیت کریمہ کے آخر میں آئے گا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا کہ بے شک اللہ تعالیٰ علیم ہے، حکیم ہے، اس کا کوئی فعل اور حکم حکمت سے خالی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے لڑکی کی ضروریات کا بوجھ خاوند پر ڈالا ہے کہ وہ اس کو مہر بھی دے گا، مکان، لباس، خوراک، علاج معالجہ بھی خاوند کے ذمہ ہے اور ماں باپ کی طرف سے بھی دلوایا ہے، بخلاف لڑکے کہ اس کا خرچہ سسرالیوں کے ذمہ نہیں ہے اور لڑکی کا تو اس حد تک خیال رکھا گیا ہے کہ اگر خاوند خرچہ نہ دے تو خسر دے اور اگر خسر نہ دے تو خسر کا باپ دے، یعنی خاوند کا دادا، لہٰذا شریعت نے لڑکی کے حق میں کوئی کمی نہیں کی فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ پس اگر وہ عورتیں دو سے زیادہ ہیں، دو ہیں، تین ہیں یا زیادہ ہیں، یعنی مرنے والے کی لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں، بیٹا نہیں ہے فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ تو ان عورتوں کے لئے دو تہائی ہے، اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے، یعنی کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے، دو حصے ان لڑکیوں کے ہوں گے، چاہے وہ جتنی بھی ہوں اور تیسرا حصہ دوسرے وارثوں کو ملے گا اور اگر دوسرا وارث کوئی نہ ہو تو یہ تیسرا حصہ بھی انہیں لڑکیوں کو مل جائے گا وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً اور اگر ہے وہ لڑکی ایک فَلَهَا النِّصْفُ تو ہے اس کے لئے کل جائیداد کا آدھا حصہ یعنی اگر مرنے والے کی صرف ایک لڑکی ہے، لڑکا نہیں ہے تو کل جائیداد کا آدھا حصہ اس لڑکی کو ملے گا، چاہے وہ جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو۔

آگے مرنے والے کے والدین کا حصہ بیان کیا گیا ہے، فرمایا وَلِاَبَوَيْهِ اور مرنے والے کے والدین کے لئے لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے مِمَّا تَرَكَ اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے اور یہ چھٹا حصہ اس صورت میں ملے گا اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ اگر ہے اس کی اولاد۔ چاہے ایک لڑکی ہی کیوں نہ ہو تو اس صورت میں مسئلہ حل ہوگا چھ سے کہ ایک حصہ باپ کو، ایک حصہ ماں کو اور باقی جو چار حصے ہیں وہ لڑکے لڑکیوں کو ملیں گے فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ پس اگر نہیں ہے مرنے والے کی اولاد بایں طور کہ شادی ہی نہیں کی، یا شادی کی مگر اولاد نہیں ہوئی یا ہوئی اور مر گئی وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ اور اس کے وارث اس کے ماں باپ ہیں فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ پس اس کی ماں کے لئے ہے تیسرا حصہ۔

اور مسئلہ یاد رکھنا کہ ماں باپ کی موجودگی میں بہن بھائیوں کو حصہ نہیں ملتا، یعنی ایک آدمی فوت

ہوگیا، اولاد نہیں ہے،، بہن بھائی زندہ ہیں تو ماں باپ کے ہوتے ہوئے بہن بھائی اس کی وراثت سے محروم ہوجائیں گے۔ بھائی بہنوں کو اس وقت ملتا ہے جبکہ ماں باپ زندہ نہ ہوں اور اس وقت مسئلہ تین سے حل ہوگا کہ کل جائیداد کے تین حصے کیے جائیں گے: ایک حصہ ماں کو ملے گا اور دو حصے باپ کو فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ پس اگر ہیں مرنے والے کے بہن بھائی تو ان کو ملے گا تو کچھ نہیں، مگر فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ تو اس کی ماں کے لئے ہے چھٹا حصہ۔ یعنی مرنے والے کے اگر بہن بھائی موجود ہیں تو ماں کو تیسرے کی بجائے چھٹا حصہ ملے گا اور مسئلہ چھ سے حل ہوگا۔ یعنی کل مال کے چھ حصے کیے جائیں گے: ایک حصہ ماں کو ملے گا اور باقی پانچ حصے باپ کو۔ یہ بڑے باریک مسئلے ہیں، نہ کوئی پوچھتا ہے، نہ کوئی بتاتا ہے اور نہ کوئی عمل کرتا ہے، الا ماشاء اللہ۔ باقی بھاؤ ہر چیز کا ہم جانتے ہیں، کیونکہ روزانہ کا مشغلہ ہے، لیکن یہ جائیداد کی تقسیم ہوگی مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُّوْصِيْ بِهَاۤ جو وصیت اس نے کی ہے اَوْ دَيْنٍ یا قرضہ ادا کرنے کے بعد یعنی اس کے ذمہ جو قرضہ ہے اس کی ادائیگی کے بعد اٰبَآؤُكُمْ تمہارے باپ دادا ہیں وَاَبْنَآؤُكُمْ اور تمہارے بیٹے ہیں لَا تَدْرُوْنَ تم نہیں جانتے اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ان میں سے کون زیادہ قریب ہے تمہارے لئے نفع پہنچانے کے اعتبار سے۔ یہ تقسیم رب تعالیٰ نے کی ہے، وہ سب سے زیادہ اور بہتر جانتا ہے فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے، یعنی جو حصے بیان ہوئے ہیں، یہ رب تعالیٰ کی طرف سے فرض ہیں، ان کو نہ ماننے والا پکا کافر ہے اور مان کر عمل نہ کرنے والا بہت بڑا مجرم اور سخت گنہگار ہے، ساری زندگی دوزخ میں رہے گا، الا ماشاء اللہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا، یہ تقسیم اس نے اپنے علم کے مطابق خود فرمائی ہے۔ کل بیوی اور خاوند کے حصے کا بیان ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ، اگر زندگی باقی رہی تو۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوْٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

لفظی ترجمہ:

وَلَكُمْ اور تمہارے واسطے نِصْفُ آدھا ہے مَا اس مال کا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ جو چھوڑا ہے تمہاری بیویوں نے إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ اگر نہیں ہے ان بیویوں کی کوئی اولاد فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ پس اگر ہے ان کی اولاد فَلَكُمُ الرُّبُعُ پس تمہارے لئے چوتھا حصہ ہے مِمَّا تَرَكْنَ اس مال میں سے جو وہ چھوڑ مری ہیں مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُّوْصِيْنَ بِهَآ جو وصیت انہوں نے کی ہے أَوْ دَيْنٍ یا قرض ادا کرنے کے بعد اگر ان کے ذمہ قرض ہے وَلَهُنَّ الرُّبُعُ اور ان عورتوں کے لئے چوتھا حصہ ہے مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْتُمْ جو تم نے چھوڑا ہے إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ اگر نہ ہو تمہاری کوئی اولاد فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ پس اگر ہے تمہاری اولاد فَلَهُنَّ الثُّمُنُ پس ان کے لئے ہے آٹھواں حصہ مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْتُمْ جو تم نے چھوڑا ہے مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد تُوْصُوْنَ بِهَآ جو وصیت تم نے کی ہے أَوْ دَيْنٍ یا قرضہ ہے تو اس کو ادا کرنے کے بعد وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ اور اگر ہے کوئی شخص يُّوْرَثُ جس کی میراث ہے كَلٰلَةً اوترا (نہ باپ نہ بیٹا) أَوِ امْرَأَةٌ یا ایسی ہی کوئی عورت ہے وَّلَهٗٓ أَخٌ اور اس کا بھائی ہے أَوْ أُخْتٌ یا بہن ہے فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا تو ان دونوں میں ہر ایک کے لئے السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے فَإِنْ كَانُوْٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ پس اگر وہ ہیں اس سے زیادہ فَهُمْ شُرَكَآءُ پس وہ سب شریک ہیں فِي الثُّلُثِ تیسرے حصے میں مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُّوْصٰى بِهَآ جو وصیت کی گئی أَوْ دَيْنٍ یا قرض ہے تو اس

کی ادائیگی کے بعد غَیْرَ مُضَآرٍّ کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَلِیْمٌ جاننے والا ہے حَلِیْمٌ حوصلے والا ہے تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یُدْخِلْهُ اللہ تعالیٰ اس کو داخل کرے گا جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ ان باغات میں رہیں گے وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ اور یہی بڑی کامیابی ہے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ اور جس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ اور پھلانگ گیا اللہ تعالیٰ کی حدیں یُدْخِلْهُ اللہ تعالیٰ اس کو داخل کرے گا نَارًا دوزخ کی آگ میں خَالِدًا فِیْهَا ہمیشہ اس میں رہے گا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔

تشریح:

کل کے درس میں اولاد اور ماں باپ کے حصے کا بیان ہوا تھا کہ لڑکوں کو دوہرا اور لڑکیوں کو اکہرا حصہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک لڑکی ہے تو اس کو کل جائیداد کا آدھا حصہ ملے گا۔ اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہیں تو ان کو کل جائیداد کے دو حصے ملیں گے اور تیسرا حصہ دوسرے وارثوں کو ملے گا۔ اولاد کے ہوتے ہوئے والدین کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر مرنے والے کی اولاد نہیں ہے تو کل جائیداد والدین کو مل جائے گی۔ بہن بھائی محروم ہو جائیں گے۔ اور اب تقسیم اس طرح ہوگی کہ کل جائیداد کے چھ حصے ہوں گے: ایک حصہ والدہ کو ملے گا اور باقی پانچ حصے باپ کو ملیں گے۔ یہ کل کے سبق کا خلاصہ ہے، جو تم نے سنا ہے اور یہ سب کچھ ہوگا وصیت پر عمل کرنے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد اور یاد رکھنا قرض کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تک آدمی کا قرض ادا نہ کر دیا جائے، اس وقت تک اس کو جنت میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، چاہے کتنا نیک ہی کیوں نہ ہو۔ اور ایک جنازے کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟ اگر جواب ملتا کہ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ پڑھا دیتے۔ اور اگر جواب ملتا کہ اس کے ذمہ قرض ہے تو پھر دریافت فرماتے کہ: کیا اس نے اتنا

مال چھوڑا ہے کہ جس سے اس کا قرض ادا ہو سکے؟ اگر جواب ہاں میں ملتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ بھی پڑھا دیتے۔ اور اگر جواب نہیں میں ملتا کہ اس نے کچھ نہیں چھوڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کندھے مبارک پر چادر ڈال کر فرماتے ''صَلُّوْا عَلٰی اَخِیْکُمْ'' بھائی کا جنازہ خود پڑھالو، میں نہیں پڑھاؤں گا اور تشریف لے جاتے۔

اس لئے یہ مسئلہ سمجھ لو کہ بلا ضرورت قرض لینا صحیح نہیں ہے اور اگر لیا ہے تو اس کی ادائیگی بہت ضروری ہے، کیونکہ جب قرضہ ادا نہیں کرایا جائے گا جنت میں داخلہ نہیں ملے گا، اگرچہ اس کو سزا تو نہیں ہوگی، مگر جنت سے محرومی کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔ خاص طور پر شادی بیاہ کی رسموں نے ہمیں ذلیل کر کے رکھ دیا ہے، ان کے لئے قرضہ اٹھانا صحیح نہیں ہے۔

آج کی آیات میں خاوند بیوی کے حصہ کا ذکر ہے، فرمایا وَلَکُمْ اور تمہارے لئے یعنی خاوندوں کے لئے نِصْفُ مَاتَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ آدھا اس مال کا جو چھوڑا ہے تمہاری بیویوں نے اور نصف اس وقت ہوگا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ اگر نہیں ہے ان بیویوں کی کوئی اولاد۔ موجودہ خاوند سے نہیں ہے یا پہلے کسی خاوند سے نکاح تھا، پھر بیوہ ہوگئی، مگر اولاد نہ ہوئی یا پہلے کسی سے نکاح تھا، پھر طلاق ہوگئی، مگر اس سے بھی اولاد نہیں ہے تو اس عورت نے جو مال چھوڑا ہے، چاہے وہ زمین ہے یا مکان ہے یا نقدی ہے یا برتن وغیرہ ہیں تو اس کا نصف خاوند کو ملے گا اور جو باقی آدھا ہے وہ اس کے والدین کو ملے گا۔ اگر مرنے والی عورت کے والدین زندہ نہیں ہیں تو پھر بہن بھائیوں کو ملے گا اور اگر بہن بھائی نہیں ہیں تو چچے تائیوں کو ملے گا۔ وراثت ایک ایسی چیز ہے جو دور تک جاتی ہے فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ پس اگر ہے ان کی اولاد۔ موجودہ خاوند سے یا اگر بیوہ ہو کر دوبارہ نکاح کیا ہے تو فوت شدہ خاوند سے ہو یا مطلقہ ہو کر نکاح کیا ہے اور طلاق دینے والے خاوند سے اولاد ہو فَلَكُمُ الرُّبُعُ تو تمہارے لئے چوتھا حصہ ہے مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْنَ جو وہ چھوڑ مری ہیں مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ وصیت کے بعد جو انہوں نے کی ہے، بشرطیکہ وہ وصیت جائز ہو اَوْ دَيْنٍ یا قرضہ ہے تو اس کو ادا کرنے کے بعد۔ اور یہ بات کل کے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ کل مال کے تیسرے حصے میں وصیت کرنا جائز ہے، اس سے زائد میں نہیں، کیونکہ وہ وارثوں کا حق ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو اس بات کو پسند کرے کہ اس کا مال اس کی بجائے اس کے وارثوں کے کام آئے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: حضرت! ہم میں سے تو ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو سارے اس کا شکار ہو، کیونکہ تمہارا مال تو وہی ہے جو تم نے کھالیا، پی لیا اور پہن لیا اور اپنے ہاتھ سے صدقہ خیرات کرلیا، باقی تو سارا وارثوں کا ہے، پھر اگر وارث نیک ہیں تو تمہارے مرنے کے بعد وہ تمہارا مال کھائیں گے اور نماز روزے کی پابندی کریں تو اس کا تمہیں بھی پورا ثواب ملے گا اور اگر خدانخواستہ برے ہیں، شرابی کبابی ہیں تو تمہیں بھی مار پڑے گی، لیکن یہ اس صورت میں کہ تم نے ان کی اصلاح کی کوشش نہ کی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اے ایمان والو! اپنے آپ کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اگر کسی نے کوتاہی کی ہے تو وہ مجرم ہے، سزاوار ہے اور اگر ان کی اصلاح کی پوری کوشش کی ہے تو پھر مرنے والا بری الذمہ ہے۔

سامعین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ دادے کی وراثت پوتے پوتیوں کو مل سکتی ہے یا نہیں؟

فرمایا: اولاد کی موجودگی میں پوتے پوتیوں کو وراثت نہیں مل سکتی، رشتہ دار کو اس بات کا حق ہے کہ وہ ان کے لئے وصیت کرسکتا ہے کہ میرے پوتے پوتیاں یتیم ہیں، لہٰذا میری جائیداد میں سے اتنا ان کو دے دینا یا اپنی زندگی میں ان کو دے دے وَلَهُنَّ الرُّبُعُ اور ان عورتوں کے لئے چوتھا حصہ ہے مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْتُمْ جو تم نے چھوڑا ہے، خاوند کے فوت جانے کے بعد۔ ایک عورت ہے یا دو ہیں یا تین یا چار ہیں، ان کو چوتھا حصہ ملے گا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ اگر نہ ہو تمہاری کوئی اولاد چاہے ان عورتوں سے یا ان سے جو پہلے فوت ہوگئی ہیں فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ پس اگر ہے تمہاری اولاد چاہے ایک لڑکی ہی کیوں نہ ہو فَلَهُنَّ الثُّمُنُ تو ان عورتوں کے لئے ہے آٹھواں حصہ مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْتُمْ جو تم نے چھوڑا ہے مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد تُوْصُوْنَ بِهَآ جو وصیت تم نے کی ہے اَوْ دَيْنٍ یا قرضے کے بعد جو مرنے والے کے ذمہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خاوند بیوی کا حق بیان فرمایا ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار

ہیں، ان میں وراثت نہیں چلتی، یہ ذہن بالکل غلط ہے، بلکہ جائیداد جس طرح کی بھی ہو چاہے جدی پشتی ہے یا خود کمائی ہے یا کسی نے تحفہ اور ہدیہ کے طور پر دی ہے، یعنی مرتے وقت وہ جس مال کا مالک ہے، اس میں بدستور وراثت چلے گی، آگے اور مسئلہ ہے، فرمایا وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ اور اگر ہے کوئی شخص يُّوْرَثُ كَلٰلَةً جس کی میراث ہے اوترا (نہ باپ نہ بیٹا) اَوِ امْرَاَةٌ یا ایسی ہی کوئی عورت ہے کہ جس کی نہ تو اولاد اور نہ ہی ماں باپ ہیں، یعنی اصول بھی نہیں اور فروع بھی نہیں وَّلَهٗۤ اَخٌ اور اس کا بھائی ہے اَوْ اُخْتٌ یا بہن ہے۔

یادرکھنا یہاں بہن بھائی ہے سے مراد وہ بہن بھائی ہیں جو ماں کی طرف سے ہوں۔ رہے وہ بعض بھائی جو ماں باپ شریک ہوں یا صرف باپ شریک ہوں تو ان کا حکم اس سورت کے آخر میں آئے گا، یعنی حقیقی بہن بھائی جن کو عربی میں عینی کہتے ہیں، ان کا حکم اس سورت کے آخر میں آئے گا اور جو باپ شریک ہوں اور مائیں الگ الگ ہوں ان کو عربی میں علاتی کہتے ہیں اور جو صرف ماں شریک ہوں ان کو اخیافی کہتے ہیں، یہاں جن کا ذکر ہے وہ اخیافی ہیں۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں باقاعدہ ''مِنَ الْاُمِّ'' کا لفظ تھا، یعنی وہ قرأت اس طرح کرتے تھے ''وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ مِّنَ الْاُمِّ'' اور اس کا بھائی یا بہن ماں کی طرف سے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہاں ماں شریک بہن بھائی مراد ہیں تو اوترے اور اوتری کا بھائی یا بہن ہے ماں کی طرف سے تو فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا پس ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ پس اگر وہ ہیں اس سے زیادہ یعنی دو تین بہنیں ہیں یا دو تین بھائی ہیں فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ پس وہ سب شریک ہیں تیسرے حصے میں یعنی سب کو تیسرا حصہ ملے گا اور یہ تیسرا حصہ برابر تقسیم کریں گے، کیونکہ حقیقی بہن بھائی ہوں یا علاتی ہوں تو بہن کو اکہرا اور بھائی کو دوہرا حصہ ملتا ہے، لیکن یہاں اس طرح نہیں ہوگا، بلکہ جتنا بھائی کو ملے گا، بہن کو بھی اتنا ہی حصہ ملے گا مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ وصیت کے بعد یُّوْصٰى بِهَاۤ جو وصیت کی گئی ہے اَوْ دَیْنٍ یا قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد غَیْرَ مُضَآرٍّ کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے، نہ لینے والے کسی کو نقصان پہنچائیں اور نہ دینے والے کسی وراثت سے محروم کریں۔

بعض جذباتی قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور جذبات میں آکر غلط قدم اٹھاتے ہیں، ضلع گجرات

سے ایک صاحب آئے، بظاہر بڑے دین دار معلوم ہوتے تھے، ان کی بیوی فوت ہوگئی تھی اور اولاد نافرمان تھی اور ان کے پاس زمین تھی، کہنے لگے: میں ساری زمین مدارس اور مساجد کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں، میں نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو بھائی! تمہاری اولاد ہے، فرماں بردار ہے یا نافرمان، جب تک وہ مسلمان ہیں تم ان کو وراثت سے محروم نہیں کرسکتے، کہنے لگے کہ میں تو دین کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ یہ تو تمہاری گفتگو سے معلوم ہو رہا ہے کہ تم دین کے لئے وقف کرنا چاہتے ہو اور اولاد کو محروم کرنا چاہتے ہو، یہ شرعی طور پر صحیح نہیں ہے، شریعت تمہیں تیسرے حصے تک اجازت دیتی ہے، چاہے مسجد کے لئے وقف کردیا مدرسے کے لئے وقف کرو، چاہے یتیم خانے کے لئے وقف کردیا کسی غریب کو دے دو، مگر ساری جائیداد نہیں دے سکتے، فرمایا وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حَلِيْمٌ حوصلے والا ہے، یعنی وہ سب کچھ جانتا ہے، اگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو اس لئے کہ وہ تحمل والا ہے تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ جو وراثت کے مسائل بیان ہو رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی يُدْخِلْهُ داخل کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ان باغات میں رہیں گے وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمین اور مسلمات کو جنت نصیب فرمائے۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ اور جس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ اور پھلانگ گیا اللہ تعالیٰ کی حدوں کو يُدْخِلْهُ نَارًا داخل کرے گا اس کو دوزخ کی آگ میں خَالِدًا فِيْهَا ہمیشہ اس میں رہے گا۔

یعنی جو شخص وراثت کے مسائل کا منکر ہے، وہ کافر ہے، چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا پھرے، نمازیں پڑھے، روزے رکھے، زکوٰۃ دے، وہ قطعاً مسلمان نہیں ہے۔ اس لئے کہ وراثت اللہ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا منکر کافر ہوتا ہے، لہٰذا ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہے گا اور اگر منکر نہیں ہے، بلکہ وراثت کے مسائل کو حق سمجھتا ہے، مگر عمل نہیں کرتا تو وہ گنہگار رہے، کافر نہیں ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، ایسا شخص دوزخ میں رہے گا، فرمایا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب

ہوگا، لہٰذا تھوڑی سی زندگی کے لئے اپنی آخرت تباہ نہ کرنا، یہ وراثت کے مسائل مولویوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جو قرآن پاک میں موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان سے نکلے ہیں اور امت مسلمہ کا ان پر اجماع اور اتفاق ہے، ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۸﴾

لفظی ترجمہ:

وَالّٰتِیْ اور وہ عورتیں یَاْتِیْنَ جو کرتی ہیں الْفَاحِشَةَ بے حیائی مِنْ نِّسَآىٕكُمْ تمہاری عورتوں میں سے فَاسْتَشْهِدُوْا پس تم گواہ بنالو عَلَیْهِنَّ ان پر اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ چار مرد اپنے میں سے فَاِنْ شَهِدُوْا پس اگر وہ گواہی دیں فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس ان کو روک رکھو فِی الْبُیُوْتِ گھروں میں حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ یہاں تک کہ ان کو اٹھالے موت اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ یا بنائے اللہ تعالیٰ لَهُنَّ ان کے واسطے سَبِیْلًا کوئی راستہ وَالَّذٰنِ اور وہ دو مرد یَاْتِیٰنِهَا جو کرتے ہیں بے حیائی مِنْكُمْ تم میں سے فَاٰذُوْهُمَا پس ان دونوں کو تم اذیت پہنچاؤ فَاِنْ تَابَا بس اگر وہ توبہ کرلیں وَاَصْلَحَا اور وہ اصلاح کرلیں فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا تو ان سے اعراض کرو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے تَوَّابًا توبہ قبول کرنے والا رَّحِیْمًا مہربان اِنَّمَا پختہ بات ہے التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ توبہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کے واسطے یَعْمَلُوْنَ جو کرتے ہیں السُّوْٓءَ بے حیائی بِجَهَالَةٍ جہالت کی وجہ سے ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ پھر وہ توبہ کرتے ہیں مِنْ قَرِیْبٍ جلدی فَاُولٰٓىٕكَ پس وہ لوگ ہیں یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرماتے ہیں، یعنی ان کی توبہ قبول کرتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِیْمًا جاننے والا حَكِیْمًا حکمت والا وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ اور نہیں ہے توبہ ان لوگوں کے لئے یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ جو کام کرتے ہیں برے حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ یہاں تک کہ جب حاضر ہوتی ہے اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت تو اس وقت قَالَ کہتا ہے اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ بے شک میں نے اب توبہ کی وَلَا الَّذِیْنَ اور نہ ان لوگوں کی توبہ

قبول ہوگی یَمُوْتُوْنَ کہ وہ مرتے ہیں وَھُمْ کُفَّارٌ اس حال میں کہ وہ کافر ہیں اُولٰٓئِکَ یہ لوگ ہیں اَعْتَدْنَا لَھُمْ ہم نے تیار کیا ہے ان کے واسطے عَذَابًا عذاب اَلِیْمًا دردناک۔

تشریح:

اس سے پہلے دو رکوعوں میں عورتوں کے حقوق کا ذکر تھا، یعنی وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں، تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا تھا اور یہ اصول ان کا صدیوں سے چلا آ رہا تھا، ان کا نظریہ یہ تھا کہ وراثت کا مستحق وہ ہے جو لڑ سکتا ہو، کیونکہ انہوں نے لڑائی کو مقصدِ حیات بنا لیا تھا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص فوت ہوتا اور اس کی بیوی حاملہ ہوتی تو وہ وصیت کر کے مرتا کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کو میرا پیغام دینا کہ فلاں میرا دشمن ہے، اس کو قتل کرنا ہے، یعنی بچوں کو پیدائش سے پہلے ہی قتل وقتال کی وصیتیں ہوتی تھیں اور چونکہ عورتیں عموماً لڑ نہیں سکتیں، اس لئے ان کو وراثت کا حق نہیں ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس اصول کو غلط قرار دیا اور عورتوں اور مردوں کے حصے مقرر فرمائے تو پہلے دونوں رکوعوں میں عورتوں کے حقوق کا بیان تھا اور اب ان حقوق کا ذکر ہے جو عورتوں کے ذمہ ہیں یعنی عورتوں پر جو پابندیاں ہیں ان کو بھی ملحوظ رکھیں۔ شریعت نے یکطرفہ کارروائی نہیں کی، بلکہ دونوں پہلوؤں کو واضح کیا ہے۔

اصولی طور پر جب بیٹی باپ کے گھر ہو تو اس کی تعلیم وتربیت اور نگرانی باپ کے ذمہ ہے، اگر باپ فوت ہو جائے تو دادا کے ذمہ ہے، اگر دادا فوت ہو جائے تو چچا تائیوں کے ذمہ ہے، اگر وہ بھی نہیں ہیں تو پھر بھائیوں کے ذمہ ہے، یعنی اس کی دینی، اخلاقی تربیت اور خوراک، رہائش، علاج معالجہ وغیرہ شریعت نے ان کے ذمہ لگایا ہے۔ اگر کوئی باپ طاقت کے ہوتے ہوئے اولاد کا علاج نہیں کراتا، خوراک کا انتظام نہیں کرتا، گرمی سردی کا لباس مہیا نہیں کرتا تو وہ گنہگار ہے۔ عورت کی شادی ہو جانے کے بعد یہ سارے حقوق خاوند کے ذمہ ہیں، اگر خاوند اس سلسلے میں کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم ہوگا۔ ہاں! اگر بے بس ہے تو سزا سے بچ جائے گا، یعنی ہڈحرام بھی نہیں، کام کی کوشش بھی کرتا ہے، مگر قسمت ساتھ نہیں دیتی تو پھر وہ مجبور ہے۔ عورت کے ذمہ جو حقوق ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شریعت نے اس کو حکم دیا ہے

کہ وہ کسی غیر محرم کو خاوند کی اجازت کے بغیر گھر نہ آنے دے اور خاوند بھی کسی کو گھر آنے کی اجازت اس وقت دے جب وہ خود گھر میں موجود ہو۔ اپنی غیر حاضری میں کسی کو اجازت نہیں دے سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضرت! دیور اور جیٹھ بھی ہوتے ہیں، یعنی خاوند کے چھوٹے بڑے بھائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان کا بھی تنہائی میں آنا نری موت ہے، ہاں! اگر گھر میں ماں باپ بہن موجود ہیں، یعنی گھر آباد ہے تو دیور جیٹھ آسکتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس عورت کے ساتھ غیر محرم ہوگا، تیسرا شیطان ہوگا، بہت کم لوگ ایسے ہیں جن میں خدا خوفی ہو اور ایسے اللہ تعالیٰ کے بندے بھی موجود ہیں، مگر شریعت نے عمومی ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ کوئی غیر محرم کسی کے گھر نہیں آسکتا، حتیٰ کہ سات دس سال کے نابالغ بچے جو پہلے گھروں میں آتے جاتے ہیں، بالغ ہو جانے کے بعد ان کو بھی منع کر دیا گیا کہ اب وہ گھر میں نہیں آسکتے، جیسا کہ سورۂ نور کے اندر اس کا حکم موجود ہے۔ عورتیں یہ نہیں کہہ سکتیں کہ ہمارے پاس ہی پلے بڑھے ہیں اور انہی گھروں میں کھیلتے رہے ہیں، کیونکہ اس وقت نابالغ تھے اور اب بالغ ہو گئے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شرعی اصولوں کی پابندی کی جائے تو ان شاء اللہ العزیز کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب انسان شرعی حدود کو پھلانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالّٰتِیْ اور وہ عورتیں یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ جو کرتی ہیں بے حیائی مِنْ نِّسَآئِکُمْ تمہاری عورتوں میں سے، یہاں فاحشہ سے مراد زنا کا مرتکب ہونا ہے تو جب وہ یہ حرکت کریں فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ تم گواہ بنالو ان پر اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ اپنے میں سے چار یعنی مردوں میں سے چار گواہ بناؤ۔ اس لئے کہ زنا کے سلسلے میں ایک لاکھ عورت بھی گواہی دے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا چار مرد گواہوں کے لئے بھی خاصی شرائط ہیں، جن میں سے موٹی موٹی یہ ہیں کہ: اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک نماز چھوڑ دے تو اس کی گواہی منظور نہیں ہوگی، جب تک وہ کھلے بندوں توبہ نہ کرے۔ عذر کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا ہے اور اس کو جگانے والا کوئی نہیں ہے اور نماز کا وقت نکل گیا ہے تو یہ جب بیدار ہوگا تو نماز کو قضا کرے گا تو اس کا وقت پر نماز نہ پڑھنا عذر کی وجہ سے ہوا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک روزہ چھوڑ دے تو وہ بھی مردود

الشہادت ہے۔اسی طرح اگر کسی شخص کے متعلق جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے کہ اس نے فلاں موقع پر جھوٹ بولا تھا، چاہے ایک دفعہ ہی جھوٹ بولا ہو، اس کی شہادت بھی قبول نہ ہوگی۔اسی طرح اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے نماز باجماعت ادا نہ کرے تو اس کی گواہی کو بھی شریعت تسلیم نہیں کرتی۔اسی طرح اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے جمعہ چھوڑ دیتا ہے تو یہ بھی مردود الشہادت ہے، خیر القرون کے زمانہ میں اس بات کا تصور بھی نہیں تھا کہ اذان ہو جانے کے بعد معذوروں کے علاوہ کوئی مسجد میں نہ پہنچے۔آج تو ہم میں سے کوئی شاذونادر ہی شرعی گواہ ہوگا جو ان شرائط پر پورا اترے۔

فَاِنْ شَهِدُوْا پس اگر وہ چار مرد گواہی دے دیں تو فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس ان کو روک رکھو فِي الْبُيُوْتِ گھروں میں کہ وہ گھر سے باہر نہ نکلیں، اب وہ گھر سے باہر ایک قدم بھی نہیں رکھ سکتیں حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ یہاں تک کہ ان کو اٹھالے موت، یہ پہلا حکم تھا کہ جب کسی عورت سے بدکاری ثابت ہو جاتی تو اس کو گھر میں پابند کر دیا جاتا تھا، اب یہ حکم نہیں، چنانچہ فرمایا اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا یا بنائے اللہ تعالیٰ ان کے واسطے کوئی راستہ۔وہ راستہ اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اگر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کریں اور وہ اس کا اقرار کریں یا شرعی ثبوت پر گواہ موجود ہوں جو گواہی دیں تو ان کو سنگسار کیا جائے گا یا ان میں سے ایک شادی شدہ ہو اور ایک غیر شادی شدہ ہو تو شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں گے، یعنی غیر شادی شدہ زانی کی سزا کم ہے اور غیر شادی شدہ کی سزا فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ تو مارو تم ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے۔اس دوران اگر مر جائیں تو بے شک مر جائیں۔

اگر یہ شرعی سزائیں نافذ ہوں تو بدکاری کبھی نہ ہو، چار سال کے دوران طالبان کے علاقہ میں صرف تین چار قتل ہوئے ہیں، قرآن کریم کے احکام کے مطابق قاتلوں سے قصاص لیا گیا، پھر یہ جرم نہیں ہوا، طالبان کو بے دین انگریزی ذہن کے لوگ جابر اور ظالم کہتے ہیں اور شرعی حدود کو ظالمانہ، جابرانہ اور وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں۔بھائی! سوال یہ ہے کہ جو تمہارا مخالف اور باغی ہو، اس کے لئے تو پھانسی کا قانون ہو اور جو رب تعالیٰ کا مخالف اور باغی ہو اس کی کیا سزا ہے؟ کیونکہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنا، ڈاکوؤں کو سولی پر لٹکانا اور ہاتھ پاؤں کاٹنا، چور کا ہاتھ کاٹنا اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارنا اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور

وہ ارحم الراحمین ہے، اس کے قوانین جابرانہ اور ظالمانہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اور دین دار لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان سزاؤں کو صحیح سمجھتے ہیں اور دین سے دور انگریزی ذہن رکھنے والے ان کو ظالمانہ اور وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں۔

ضیاء الحق مرحوم کے دور میں لاہور ہائیکورٹ کے ایک جج نے ایسے ہی ایک کیس میں کہا تھا کہ یہ کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا جابرانہ، ظالمانہ اور وحشیانہ فیصلہ ہے اور یہ یہودیوں کی ایجاد ہے، اسلامی احکامات نہیں ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور اس کا یہ بیان اخبارات میں شائع ہوا، اس پر تمام طبقوں کے علماء اکٹھے ہوئے اور کہا کہ یہ بکواس اگر کوئی سیاسی لیڈر بکتا تو اس کا جواب ہم جلسوں اور جلوسوں کی صورت میں دیتے، مگر یہ الفاظ تو ایک جج نے عدالت میں بیٹھ کر کہے ہیں اور عدالت کے اندر جج کا بیان قانون ہوتا ہے اور یہ ریمارکس ہائیکورٹ کے جج نے دیئے ہیں. لہٰذا اس پر خاموش نہیں رہنا چاہئے، چنانچہ پچاس علماء پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا گیا، اس وفد میں میں بھی شامل تھا کہ یہ وفد صدرِ مملکت سے ملاقات کرے اور احتجاج کرے، چنانچہ ہم براہِ راست ضیاء الحق کو ملے اور اس کو کہا کہ ایک طرف تو آپ اسلام اسلام کہتے تھکتے نہیں اور دوسری طرف حالت یہ ہے کہ آپ کا ایک جج عدالت میں بیٹھ کر شرعی حدود کے متعلق یہ ریمارکس دے رہا ہے، اس نے کہا کہ وہ اخبار مجھے دو، ہم نے تین چار اخبار اس کے سامنے رکھ دیئے، اس نے پڑھنے کے بعد کہا کہ تمہاری شکایت بجا اور صحیح ہے، میں اس کا انصاف کروں گا۔ یہ بھی بڑی بات تھی کہ اس نے مان لیا، ورنہ آج کے حکمران تو ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ پھر اس نے شریعت کورٹ بنائی، جس کے لئے تین جج مقرر ہوئے: ایک مولانا تقی عثمانی صاحب، دوسرے پیر کرم شاہ صاحب، تیسرے کا نام میں بھول گیا ہوں کہ اگر کوئی جج اسلام کے خلاف بات کرے گا تو یہ شریعت کورٹ کے جج اس کا فیصلہ کریں تو پھر ججوں کے دماغ درست ہو گئے کہ ہم نے اگر خلافِ شرع کوئی فیصلہ دیا تو اوپر والی عدالت ہمارے اس فیصلے کو رد کر دے گی، چنانچہ اس کے بعد اس دور میں ججوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی، پھر جب بے نظیر کا دور آیا تو اس نے تینوں ججوں کو نکال دیا کہ ان کی ضرورت نہیں ہے، خواہ مخواہ پیسے ضائع ہو رہے ہیں، پھر بے نظیر کے اس اقدام کے خلاف درخواست دی گئی تھی، پھر اس کا کیا بنا مجھے معلوم

نہیں ہے۔ آگے اور مسئلہ ہے، فرمایا وَالَّذٰنِ اور وہ دو مرد یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ جو کرتے ہیں بے حیائی تم میں سے۔ یعنی دو مرد آپس میں بے حیائی کرتے ہیں فَاٰذُوْهُمَا پس تم ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ فَاِنْ تَابَا پس اگر وہ توبہ کرلیں وَاَصْلَحَا اور اصلاح کرلیں فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا تو ان سے اعراض کرو، درگزر کرو اور آئندہ ان کو کوئی ایذاء نہ دو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

ہم جنس پرستی کے مرتکب کے سلسلے میں یہ حکم شروع میں تھا اور اب حکم یہ ہے یعنی اگر مرد آپس میں بے حیائی کا ارتکاب کریں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اگر شادی شدہ ہیں تو رجم کیا جائے گا اور اگر غیر شادی شدہ ہیں تو سو سو کوڑے مارے جائیں گے، یعنی جو زنا کا حکم وہی اس فعل کا حکم ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ دونوں کو کسی دیوار کے نیچے کھڑا کرو اور اوپر دیوار کو گرا کر مار دو۔ اور اب تو یورپ کے بعض علاقوں، مثلاً: برطانیہ میں یہ قانون پاس ہوا ہے کہ باقاعدہ مرد مرد کے ساتھ شادی کرلے تو حرج نہیں ہے اور ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو میاں بیوی کو حاصل ہوتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بے ایمان بے حیائی کی حدیں پھلانگ گئے ہیں، رب تعالیٰ نے جو فطرت بنائی ہے ان خبیثوں نے اس فطرت کو برباد کر دیا ہے، تو یہ ابتدائی حکم تھا کہ ان کو سزا دو، تاکہ وہ وہ آئندہ اس قسم کی برائی کا ارتکاب نہ کریں۔

اسی لئے شریعت کہتی ہے کہ جب لڑکا لڑکی بالغ ہوجائیں تو فوراً ان کی شادی کا انتظام کرو، اگر والدین نے شادی کا انتظام نہ کیا اور لڑکے لڑکی نے گناہ کا ارتکاب کیا تو ماں باپ بھی مجرم ہیں اور یہاں تو ہمیں معلوم ہے کہ تیس تیس سال کی عمر کو بچیاں پہنچ جاتی ہیں اور ماں باپ کو ان کی شادی کا فکر ہی نہیں ہے اور لڑکوں کا بھی یہی حال ہے اور یہی چیز خرابی کی جڑ ہے، اس کو ختم کرنا چاہئے اور شرعی اصولوں کی پابندی کرنی چاہئے۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ پختہ بات ہے توبہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لئے يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ جو کرتے ہیں بے حیائی جہالت کی وجہ سے ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ پھر وہ توبہ کرتے ہیں جلدی فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ پس وہ لوگ ہیں ان پر اللہ تعالیٰ رجوع فرماتے ہیں یعنی ان

کی توبہ قبول فرماتے ہیں وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا۔ اور یہ بات بھی میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ توبہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ زبان سے کہو "أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ" اور توبہ ہوگئی، بلکہ توبہ کی شرطیں ہیں، یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن کی قضاء ہے، مثلاً: نماز ہے، روزہ ہے، جب تک ان کی قضاء نہیں کرے گا تو توبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ بری الذمہ نہیں ہوگا۔ یعنی اگر کسی کے ذمہ ایک روزہ ہے، یا ایک نماز ہے تو جب تک ان کی قضاء نہیں کرے گا، معاف نہیں ہوں گے، چاہے کروڑ مرتبہ بھی سجدے میں گر کر توبہ کرے، ہاں اگر کسی نے شراب پی ہے، زنا کیا ہے، یا میدان جنگ سے بھاگا ہے، سچے دل سے توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔

اسی طرح حقوق العباد کے متعلق بھی یاد رکھنا کہ جب تک وہ ادا نہیں کرے گا، معاف نہیں ہوں گے۔ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ اور نہیں توبہ لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لئے يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ جو کرتے ہیں برے کام حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب حاضر ہوتی ہے، ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت تو اس وقت قَالَ کہتا ہے إِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ بے شک میں نے اب توبہ کی یعنی مرتے وقت کہتا ہے میری توبہ نزع کے وقت کی توبہ بالکل قبول نہیں ہے وَلَا الَّذِيْنَ اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگی يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ کہ مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کافر ہیں، یعنی کفر کی حالت میں مرتے ہیں کہ سینے میں کفر بھی ہے اور ساتھ ساتھ توبہ بھی کرتے ہیں، اس توبہ کا کوئی معنی نہیں ہے۔ ہاں! صحت ہو، ہوش وحواس قائم ہوں، کفر شرک کو چھوڑ کر توبہ کرے تو قبول ہوگی أُولٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا یہ لوگ ہیں تیار کیا ہے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب، جس میں وہ جلیں گے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًاؕ-وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍۚ-وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِۚ-فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا(۱۹) وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍۙ-وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ-اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا(۲۰) وَ كَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا(۲۱) وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ-اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًاؕ-وَ سَآءَ سَبِیْلًا۠(۲۲)

لفظی ترجمہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو! اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو لَا یَحِلُّ حلال نہیں ہے لَكُمْ تمہارے واسطے اَنْ یہ بات تَرِثُوا النِّسَآءَ کہ تم وارث بنو عورتوں کے كَرْهًا زبردستی وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو لِتَذْهَبُوْا تا کہ لے جاؤ تم بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ بعض وہ چیزیں جو تم نے ان کو دی ہیں اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ مگر یہ کہ کریں بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ کھلی بے حیائی وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور زندگی بسر کرو تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ پس اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو فَعَسٰۤى پس قریب ہے اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا یہ کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا اور بنادے اللہ تعالیٰ اس میں بہت ساری بہتری وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اور اگر تم ارادہ کرو اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ عورت کے بدلنے کا دوسری عورت کی جگہ وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ اور دے چکے ہو تم ان میں سے ایک کو قِنْطَارًا کافی مال فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ پس نہ لو تم اس مال میں سے شَیْــٴًـا کچھ بھی اَتَاْخُذُوْنَهٗ کیا لیتے ہو تم وہ مال بُهْتَانًا بہتان باندھ کر وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا اور صریح گناہ کی شکل میں وَ كَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ اور کیسے لو گے تم اس مال کو ان سے وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ حالانکہ پہنچ چکے بعض تمہارے اِلٰى بَعْضٍ بعض کی طرف وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ اور لیا ان عورتوں نے تم سے مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا وعدہ پختہ وَ لَا تَنْكِحُوْا اور نہ نکاح کرو تم مَا ان عورتوں سے نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ جن کے ساتھ نکاح کیا تمہارے باپ دادا نے مِّنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ مگر وہ بات پہلے ہو چکی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً بے شک یہ بے حیائی ہے وَّ مَقْتًا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات ہے وَ سَآءَ

سَبِیْلًا اور برا راستہ ہے۔

تشریح:

یہ بات پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے اور آپ سن چکے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے محروم کر دیتے تھے کہ وہ لڑ نہیں سکتے اور وراثت کا مستحق وہ ہے جو لڑ سکتا ہے تو عورتوں کو وراثت تو سرے سے نہیں دیتے تھے، نہ ماں کی، نہ باپ کی، نہ اور کسی کی جس کی وہ وارث بن سکتی تھیں، مگر برادری کے لوگ اپنی حیثیت کے مطابق تحفے اور ہدیئے دیتے تھے، کسی نے زمین ہدیہ کر دی، کسی نے مکان ہدیہ کر دیا، کسی نے گائے، بھینس، اونٹنی ہدیہ کر دی کہ یہ تیری ہے، اس کا دودھ پیا کر اور پہلے لوگ اس وقت بھی دیتے تھے اور آج بھی دیتے ہیں، پھر اتفاقاً اگر وہ عورت بیوہ ہو جاتی کہ خاوند فوت ہو گیا تو اس کا سسر یا اس کا جیٹھ اور دیور اس کو آگے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے، اگر خوبصورت ہوتی تو جیٹھ یا دیور اپنے ساتھ نکاح کر لیتے تھے، مگر کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے کہ اس کے پاس جو مال ہے وہ بھی ساتھ چلا جائے گا، کیونکہ بعض عورتوں کے ساتھ کافی مال جمع ہو جاتا تھا، بس کہتے کہ یہ یہیں رہے، اور یہیں مرے، تاکہ مرنے کے بعد اس کا مال ہمیں مل جائے، ابتدائے اسلام میں لوگوں نے نیا نیا کلمہ پڑھا تھا، وہ بھی اسی طرح کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا یَحِلُّ لَكُمْ حلال نہیں ہے تمہارے لئے اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا یہ بات کہ تم وارث بنو عورتوں کے زبردستی کہ تم ان کو نکاح نہیں کرنے دیتے کہ یہیں مریں اور ان کا مال ہمیں مل جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں اس چیز کی اجازت نہیں ہے۔

جوان عورت اگر بیوہ ہو جائے تو اس کو شریعت بڑی تاکید کرتی ہے کہ وہ نکاح ضرور کرے، ورنہ خرابیاں پیدا ہوں گی اور یہ باتیں عام تجربے میں بھی آ چکی ہیں، البتہ بچوں کے سلسلے میں پریشانی ہوتی ہے کہ ان کی پرورش کا کیا ہوگا؟ تو بعض نیک دل بھی ہوتے ہیں، جو بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لیتے ہیں، اگرچہ ایسے لوگ تھوڑے ہیں، مگر ہیں ضرور، اگر ایسی صورت نہ ہو کہ بننے والا خاوند بچوں کی کفالت کا ذمہ نہ لے۔

تو پھر مسئلہ یہ ہے کہ جب تک بچی بالغ نہ ہو، وہ ماں کی تربیت میں رہے گی اور لڑکا سات سال تک ماں کی تربیت میں رہے گا اور اس کا خرچہ پہلے وارثوں کے ذمہ ہے، وہ دیں گے، اگر وہ خود نہ دیں تو قاضی وارثوں سے خرچہ دلوائے گا، اگر وارث اس پوزیشن میں نہیں ہیں تو بیت المال سے باقاعدہ وظیفہ مقرر کیا جائے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ ان بچوں کا کوئی انتظام نہ ہو اور ان کو یتیم خانے داخل کر دیا جائے، یا وہ بچے لاوارث ہو کر بد اخلاقیوں کا شکار ہو جائیں، نہیں! بلکہ علاقے کے قاضی کی ذمہ داری ہے۔

اگر اسلامی قانون نافذ ہو جائے تو جس جگہ جمعہ کی نماز ہوگی، وہاں پر ایک بااختیار جج قاضی اور عامل ہوگا، جس کا یہ فریضہ ہوگا کہ وہ محلے میں بیوہ عورتوں اور بچوں کا خیال رکھے اور ایسے آدمیوں کو تلاش کرے کہ جن کو روزگار میسر نہیں ہے اور وہ بھوکے ہیں اور یہ تلاش کرنا اس کی ذمہ داری میں شامل ہوگا، اگر وہ اس میں کوتاہی کرے تو حکومت کی طرف سے سزا ہوگی کہ تمہارے حلقہ میں فلاں بیوہ عورت کیوں بھوکی رہی ہے، وہ یتیم بچہ کیوں بھوکا رہا ہے؟ فلاں بے روزگار کیوں بھوکا رہا ہے؟ لوگوں کو اسلامی قانون کی خوبیاں معلوم نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو نکاح کرنے سے لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ تاکہ لے جاؤ تم بعض وہ چیزیں جو تم نے ان کو دی ہیں، یعنی جو مال تم نے ان کو دیا ہے، اس کو حاصل کرنے کے لئے حیلے کرتے ہو، نکاح سے روکتے ہو اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ مگر یہ کہ وہ کریں کھلی بے حیائی۔

یعنی وہ عورتیں اگر صریح بے حیائی کریں تو ان کو روکنے کا حق ہے کہ جب تک وہ مر نہ جائیں گھر میں قید ہی رکھو، مگر یہ حکم پہلے تھا، جب رجم اور کوڑوں کی سزا مقرر نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب جب رجم اور کوڑوں کا حکم نازل ہوا تو اب بیوہ چاہے نیک ہے یا بد ہے، اس کو اور اس کے مال کو روکنے کا حق نہیں ہے، عدت گزرنے کے بعد وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی مجاز ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور زندگی بسر کرو تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حوا علیہا السلام کی خلقت اور پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے ہوئی تھی، فرمایا: استوصوا بالنساء عورتوں کے متعلق مجھ سے تاکیدی حکم حاصل کرو، ان کی

پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے تو یوں سمجھو کہ عورت ٹیڑھی ہوتی ہے، اس کو تم تکلے کی طرح سیدھا کرنا چاہو تو نہیں ہوگی، ٹیڑھی رہے گی، اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی، یعنی طلاق کی نوبت آجائے گی۔

عورتوں کا مزاج قدرتی طور پر ضدی ہوتا ہے، وہ ضد کی پکی ہوتی ہیں، اگر تم چاہو کہ ان کی ضد ختم کردو، یہ تمہارے بس میں نہیں ہے، بعض نیک دل کچھ نرم ہو جاتی ہیں، بس وقت پاس کرو، اور ان کے ساتھ اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرو، ان کے مزاج کا خیال رکھو اور عورت کا بھی فرض ہے کہ وہ خاوند اور اس کے گھر والوں کے مزاج کو سمجھے کہ میرے خاوند کا کیا مزاج ہے، میرے سسر کا کیا مزاج ہے، میری ساس کا کیا مزاج ہے اور جو کام ان کے مزاج کے خلاف ہے، اس کا ارتکاب نہ کرے۔ کیونکہ اس سے بدمزگی پیدا ہوگی، دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے حقوق بتلائے ہیں، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی اور حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھو، جن گھروں میں بدمزگی ہے، وہ جہنم کے ٹکڑے ہیں، وہی گھر سکھی ہیں جہاں بدمزگی نہیں ہے فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ پس اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـٴًـا پس قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا اور بنادے اللہ تعالیٰ اس میں بہت ساری بہتری۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے تمہیں بہت ساری خیر عطا فرمادے اور یہ بات تجربے میں آئی ہے کہ بعض عورتیں بڑی تند اور سخت مزاج ہوتی ہیں، لیکن ان سے اللہ تعالیٰ ایسی اولاد عطا فرماتے ہیں جو ملک وملت اور مذہب کے لئے بہت مفید ہوتی ہے۔ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اور اگر تم ارادہ کرو اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ عورت کے بدلنے کا دوسری عورت کی جگہ۔ اگر کوئی شخص دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ أن تعدلوا عدل وانصاف کو قائم رکھے، ورنہ اجازت نہیں ہے، بلکہ اگر انصاف نہیں کرسکتا تو گناہ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے جس شخص کی دو بیویاں ہیں اور اس نے انصاف نہیں کیا تو وہ قیامت والے دن فالج زدہ ہوگا، میدانِ حشر میں سارے لوگ اس کو دیکھیں گے کہ اس کی ایک جانب مفلوج ہے، یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ عدل وانصاف نہیں کیا۔ عدل وانصاف یہ ہے کہ دونوں کو خوراک، لباس، رہائش، علاج معالجہ میں برابری دے، رہی قلبی محبت تو یہ انسان کے اختیار میں

نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لباس، خوراک اور رہائش کے بارے میں برابر رکھتے تھے، پھر فرماتے تھے کہ اے پروردگار! هـذا قسمي فيما أملك یہ میری تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں فلاتؤاخذني پس تو میرا مواخذہ نہ کرنا فیما تملک ولا أملك ان چیزوں میں جو تیرے اختیار میں ہیں اور میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ کیونکہ طبعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ تھی۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں اور اس کا مریدوں کو بھی علم تھا، لہٰذا مرید اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے ہدیہ لاتے تھے، چنانچہ ایک مرید دو تربوز لایا اور دونوں ہم وزن تھے، حضرت کی خدمت میں پیش کئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کو تولو، جب تولے گئے، دونوں ہم وزن نکلے، فرمایا: دونوں کو آدھا آدھا کرو، چنانچہ حسب ارشاد دونوں کو آدھا آدھا کر دیا گیا۔ ایک آدھا ایک سے اور ایک آدھا دوسرے سے ایک بیوی کو بھیج دیا اور دوسرا آدھا آدھا دوسری بیوی کو بھیج دیا، کسی نے سوال کیا: حضرت دونوں ہم وزن تھے، ایک ایک بھیج دیتے، فرمایا: بھائی! کوئی تربوز میٹھا ہوتا ہے اور کوئی میٹھا نہیں ہوتا، اگر ایک کے حصے میں میٹھا آتا اور دوسری کے حصے میں پھیکا آتا تو قیامت والے دن مجھ سے باز پرس ہوتی، اس لئے میں نے اس طرح کیا ہے تو ایسا شخص اگر ایک سے زائد نکاح کرلے تو گنجائش ہے اور اگر دوسرا نکاح کرنے کے بعد پہلی کا حال بھی معلوم نہ کرے تو گناہ کی بات ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہوتا، مگر مالی توفیق نہ ہوتی تو اس طرح کرتے تھے کہ پہلی بیوی کو تنگ کرتے تھے، مثلاً: الزام لگا دیا کہ تو فلاں کے ساتھ کھڑی تھی، وہاں کیوں گئی تھی؟ آٹا گوندھتے ہلتی کیوں ہے؟ مختلف بہانے بنا کر اس کو کوستے اور الزام تراشیاں کرتے، تاکہ وہ عورت تنگ ہو کر خلع کرلے کہ رقم دے کر جان چھڑائے، تاکہ دوسری شادی کے لئے مال نہ خرچ کرنا پڑے، تو فرمایا کہ اس چیز کی تمہیں اجازت نہیں ہے وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا اور دے چکے ہو تم ان میں سے ایک کو کافی مال فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا پس نہ لو تم اس مال میں سے کچھ بھی یعنی پہلی بیوی کو تم نے جو مال دیا ہے، اس میں سے

تمہیں کچھ لینے کی اجازت نہیں ہے اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا کیا لیتے ہو تم وہ مال بہتان باندھ کر اور صریح گناہ کی شکل میں کہ اس پر طرح طرح کے بہتان باندھتے ہو کہ وہ تنگ آ کر خلع کرنے پر مجبور ہو جائے، اس کا تمہیں حق نہیں پہنچتا۔

ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ: مہر کی زیادتی اگر کوئی اچھی چیز ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کا حق مہر پانچ سو درہم تھا۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا، اس وقت میرے خیال کے مطابق اس کی مالیت تقریباً دس ہزار بنتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہر زیادہ مقرر کرنا اگر کوئی فضیلت کی بات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے لئے زیادہ مقرر فرماتے، لہٰذا مہر زیادہ نہ مقرر کرو۔ ایک بوڑھی عورت نے منہ پر کپڑا ڈالا ہوا تھا، کھڑے ہو کر کہنے لگی مَهْلاً یَا عُمَرُ! عمر! ٹھہر جا، ہم نے آپ کی تقریر سنی ہے، یہ بتاؤ کہ تمہاری بات مانیں یا رب تعالیٰ کی بات مانیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پر اماں بات تو رب تعالیٰ کی ہی ماننی ہے تو بوڑھی نے پھر کہا: رب تعالیٰ تو فرماتے ہیں: وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا اور دے چکے ہو تم ان عورتوں میں سے کسی کو ڈھیر مال تو اس سے تم نہ لو کچھ بھی، اللہ تعالیٰ تو ہمیں ڈھیر مال دلواتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ امت کبھی تباہ نہ ہوگی، جس امت کی بوڑھیوں کو بھی یہ مسئلے یاد ہوں، پھر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے تھیں اور اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی تو ان کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر فرمایا، لوگوں نے اعتراض کیا کہ پہلی بیویوں کو حق مہر کم دیا تھا، اس کو زیادہ دیا ہے؟ تو فرمایا: اس وقت میری مالی پوزیشن کمزور تھی اور اب مضبوط ہے۔ اور یاد رکھنا کہ مہر خاوند کی حیثیت کے مطابق ہے، کئی لوگ ابھی تک یہ رٹ لگائے پھرتے ہیں کہ شرعی مہر بتیس روپے چھ آنے ہے، حاشا وکلا، ایسی کوئی بات نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ انگریز دور میں پانچ سو درہم کی قیمت تھی ایک سو بتیس روپے چھ آنے تو سو کا نام نہیں لیتے تھے، بتیس روپے چھ آنے کہہ دیتے تھے، تو ان کو بتیس روپے چھ آنے یاد ہو گئے ہیں، پھر دیکھو باقی ساری رسمیں کرتے

ہیں اور مہر پر آ کے اَڑ جاتے ہیں کہ مہر شرعی ہوگا اور شرعی بھی خود ساختہ، لہٰذا یاد رکھنا آج کل کے زمانے میں مہر بتیس روپے چھ آنے ہو تو نکاح بالکل نہیں ہوتا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر عمل کرتے ہیں: ''لَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ'' کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے، یہ تقریباً چھتیس ماشے چاندی بنتی ہے، میرے خیال کے مطابق اس وقت اس کی قیمت دو سو روپے بنتی ہے، تو اس وقت دو سو روپے سے کم کوئی مہر مقرر کرے گا تو وہ مہر نہیں ہوگا۔ پھر ہر زمانے میں قیمت بدلتی رہتی ہے، اس اعتبار سے قیمت لگائی جائے گی، فرمایا: وَ كَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ اور کیسے لو گے تم ان سے اس مال کو وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ حالانکہ پہنچ چکے بعض تمہارے بعض کی طرف یعنی تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو، خاوند بیوی رہ چکے ہو وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور لیا ان عورتوں نے تم سے پختہ وعدہ، وہ پختہ وعدہ یہ ہے کہ جب نکاح کا ایجاب قبول ہوتا ہے تو مرد کہتا ہے: میں نے قبول کی، یہ بڑا پختہ وعدہ ہے، لہٰذا تم قبول کرنے کے بعد ان کو کیوں چھوڑتے ہو؟ اور ان کو تنگ کر کے خلع پر کیوں مجبور کرتے ہو؟ ایک اور مسئلہ بھی یاد رکھنا، وہ یہ کہ بعض جاہل قسم کے نکاح خواں ان الفاظ کے ساتھ نکاح پڑھاتے ہیں کہ فلاں دختر فلاں کی اتنے مہر کے عوض میں تجھے قبول ہے؟ وہ کہتا ہے مجھے قبول ہے، ان الفاظ کے ساتھ نکاح نہیں ہوتا، کیونکہ یہ استفہام ہے اور جملہ استفہامیہ سے نکاح نہیں ہوتا، نکاح ان الفاظ کے ساتھ کہ فلاں دختر فلاں اس کی اجازت سے میں نے اپنی وکالت سے تجھے نکاح کر کے دے دی ہے اور وہ کہے کہ میں نے قبول کی ہے اور مسئلہ فرمایا: وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اور نہ نکاح کرو تم ان عورتوں سے جن کے ساتھ نکاح کیا تمہارے باپ دادا نے، زمانہ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا کہ اگر کسی کے باپ نے جوان عورت سے نکاح کیا ہوتا اور باپ فوت ہو جاتا، اس کے بیٹوں میں سے کوئی ایک اس سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کر لیتا یا اسی طرح دادا یا نانا نے کسی نوجوان عورت کے ساتھ نکاح کیا ہوتا تو ان کے فوت ہو جانے کے بعد یہ اپنی سوتیلی دادی یا نانی سے نکاح کر لیتے، اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ مگر وہ بات جو پہلے ہو چکی۔ یعنی دورِ جاہلیت میں آج سے پہلے جو ہو چکا ہے، وہ نادانی کی وجہ سے تھا، اب آئندہ کے لئے ایسی عورتیں ہمیشہ کے لئے تم پر حرام ہو گئی ہیں اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا بے شک یہ بے

حیائی ہے اور اللہ کی ناراضی کی بات ہے کہ جس عورت کو باپ استعمال کرتا تھا، اب اسی کو بیٹا استعمال کرے، جس کو دادا استعمال کرتا رہا، اسی کو پوتا استعمال کرے، جس کو نانا استعمال کرتا رہا، اس کو نواسا استعمال کرے، بڑی بے حیائی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی بات ہے وَسَآءَ سَبِيلًا اور یہ بہت برا راستہ ہے، لہٰذا ان کے حقوق کا لحاظ کرو، چاہے وہ نو عمر ہیں، تمہارے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘-فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘-وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْۙ-وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۙ(۲۳)

لفظی ترجمہ:

حُرِّمَتْ حرام کردی گئیں عَلَیْكُمْ تم پر اُمَّهٰتُكُمْ تمہاری مائیں وَ بَنٰتُكُمْ اور تمہاری بیٹیاں وَ اَخَوٰتُكُمْ اور تمہاری بہنیں وَ عَمّٰتُكُمْ اور تمہاری پھوپھیاں وَ خٰلٰتُكُمْ اور تمہاری خالائیں وَ بَنٰتُ الْاَخِ اور بھتیجیاں وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ اور بھانجیاں وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اور تمہاری وہ مائیں اَرْضَعْنَكُمْ جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ اور تمہاری بیویوں کی مائیں وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ اور تمہاری وہ پروردہ بچیاں فِیْ حُجُوْرِكُمْ جو تمہاری گود اور تربیت میں ہیں مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ ان عورتوں سے دَخَلْتُمْ بِهِنَّ جن کے ساتھ تم ہمبستری کر چکے ہو فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ پس اگر تم نے ان کے ساتھ ہمبستری نہیں کی فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمْ اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں بھی حرام کردی گئی ہیں الَّذِیْنَ وہ بیٹے مِنْ اَصْلَابِكُمْ جو تمہاری پشت سے ہیں وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اور یہ کہ تم جمع کرو دو بہنوں کو نکاح میں اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ مگر وہ جو پہلے گزر چکا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہے بخشنے والا مہربان۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لئے مرد اور عورت کو پیدا کیا، مرد اور عورتیں پیدا فرمائیں کہ ان کے ذریعہ نسل انسانی باقی رہے اور انسان کا شمار چونکہ اشرف المخلوقات میں ہوتا ہے، لہٰذا اس کے شرف کو محفوظ کرنے کے لئے قانون دے دیا تاکہ یہ حیوانوں کی طرح زندگی نہ گزارے، اس لئے نکاح کے اصول بیان فرماتے ہیں کہ کن کن عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے اور کن کن عورتوں سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

دنیا میں ایسی بد بخت قومیں بھی تھیں اور اب بھی موجود ہیں کہ جو ماں، بہن، بیٹیوں، نواسیوں اور

پوتیوں سے نکاح کر لیتے ہیں۔ ان کا اصول یہ ہے کہ عورتیں سب برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ ایران کے مجوسی اور پارسیوں کا یہی نظریہ تھا، سعودیہ کے بالکل کنارے پر ایک مقام تھا حجر، وہاں کچھ مجوسی آباد تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے دورِ خلافت میں معلوم ہوا کہ ایک پارسی نے بیٹیاں اور بہن اپنے نکاح میں رکھی ہوئی ہیں تو وہاں کے گورنر کو تحریری طور پر حکم بھیجا کہ میں نے سنا ہے کہ وہاں ایک ایسی قوم آباد ہے کہ انہوں نے بیٹیاں بہنیں نکاح میں رکھی ہوئی ہیں تفرقوا ان میں تفریق کرا دو، اسلام میں یہ بدمعاشی برداشت سے باہر ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ جو کافر اسلامی حکومت میں رہیں گے، جن کو فقہی اصطلاح میں ذمی کہا جاتا ہے، ان کو تمام اسلامی قوانین کی پابندی کرنی پڑے گی، سوائے دو چیزوں کے: ایک شراب کی ان کو اجازت ہے، بنائیں، پئیں اور بیچیں، اس سلسلہ میں ان پر کوئی پابندی نہیں ہے، نمبر دو: خنزیر کھائیں، بیچیں، کوئی پابندی نہیں ہے، ان دو کے علاوہ جتنے اسلامی احکام ہیں، وہ ان پر نافذ ہوں گے، چوری کریں گے تو ہاتھ کاٹے جائیں گے، شادی شدہ زنا کرے گا تو سنگسار کیا جائے گا، غیر شادی شدہ کرے گا تو سو کوڑے مارے جائیں گے، ماں بہن کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے مذہب میں ماں بہن کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے، چونکہ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ نہیں ہے، اس لئے یہاں کافر بڑی جرأت کے ساتھ اپنے مذہب کا پرچار کرتے ہیں، چنانچہ ایک عیسائی پاکستان میں تقریر کرتا پھر رہا ہے اور وہ حکومت پاکستان کا مہمان ہے، وہ کہتا پھر رہا ہے کہ عیسائی اگر مسلمان ہو جائے تو ان پر کوئی پابندی نہیں ہے، اسی طرح اگر مسلمان عیسائی ہو جائے تو اس پر بھی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے، حالانکہ قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کے مطابق اگر کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے، بہرحال اسلام نے بے حیائی کی جڑیں اکھیڑی ہیں، نہ آتش پرستوں کے طریقے کو رہنے دیا ہے، نہ کسی اور طریقے کو۔

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے کی بات ہے، اخبار میں آیا تھا کہ کسی مغربی ملک میں ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ نکاح کر لیا جو اسی خاوند سے تھا، عورت کی عمر بیالیس سال تھی اور لڑکے کی عمر اٹھارہ سال تھی اور اس عورت کا باقاعدہ فوٹو بھی شائع ہوا تھا، کچھ لوگوں نے لڑکے کو طعنے

دیئے کہ وہ تیری ماں ہے تو اس نے کہا: کوئی بات نہیں، وہ میری ماں بھی ہے اور میری بیوی بھی ہے، تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تو اس قدر دنیا میں بے حیائی پھیلی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی کو بند کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ آپ نے کل کے درس میں سنا۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اور نہ نکاح کرو تم ان عورتوں کے ساتھ جن کے ساتھ نکاح کیا ہے تمہارے باپ دادا نے ۔یعنی جن عورتوں کے ساتھ تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہے، ان کے ساتھ تمہارا نکاح نہیں ہوسکتا۔اس حکم میں سوتیلی مائیں، سوتیلی دادیاں، سوتیلی نانیاں سب داخل ہیں اور آج کے درس میں یہ حکم ہے، فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں، یعنی ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اور نانی، پڑنانی، دادی، پردادی اوپر تک سب ماں کے حکم میں ہیں وَبَنٰتُكُمْ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری بیٹیاں، نہ بیٹی کے ساتھ نکاح جائز ہے، نہ نواسی کے ساتھ نیچے تک چلے جاؤ، کسی کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا وَاَخَوٰتُكُمْ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری بہنیں چاہے وہ بہنیں عینی ہوں، ماں باپ شریک یا علاتی ہوں یعنی باپ شریک یا اخیافی ہوں ماں شریک، باپ الگ الگ ہے، تینوں صورتوں میں بہن کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا وَعَمّٰتُكُمْ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری پھوپھیاں، ان میں بھی وہی تفصیل ہوگی کہ وہ پھوپھی باپ کی حقیقی بہن ہو یا باپ کی طرف سے بہن ہو، ماں کی طرف سے نہیں، ماں کی طرف سے بہن ہو، باپ کی طرف سے نہیں، تینوں صورتوں میں حرام ہے وَخٰلٰتُكُمْ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری خالائیں، ان میں بھی وہی تفصیل ہے کہ وہ ماں کی حقیقی بہن ہو یا ماں کی طرف سے بہن ہو یا باپ کی طرف سے بہن ہو، ماں الگ الگ ہو، تینوں صورتوں میں اس کے ساتھ نکاح حرام ہے وَبَنٰتُ الْاَخِ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر بھائی کی بیٹیاں یعنی بھتیجیاں، ان میں بھی وہی تفصیل ہے کہ حقیقی بھائی ہے، اس کی بیٹی یا ماں کی طرف سے بھائی ہو اس کی بیٹی یا باپ کی طرف سے بھائی ہے اس کی بیٹی، تینوں صورتوں میں بھائی کی بیٹی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

وَبَنٰتُ الْاُخْتِ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر بہن کی بیٹیاں یعنی بھانجیاں، یہاں وہی تفصیل ہے

حقیقی بہن کی لڑکی ہو یا ماں شریک بہن کی لڑکی ہو یا باپ شریک بہن کی لڑکی ہو، تینوں صورتوں میں اس کے ساتھ نکاح حرام ہے وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اور تمہاری وہ مائیں اَرْضَعْنَكُمْ جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے یعنی رضاعی ماں کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے نہ رضاعی ماں کی ماں کے ساتھ، نہ اس کی بیٹی کے ساتھ، رضاعی ماں کا سلسلہ بھی اسی طرح چلتا ہے، جس طرح نسبی اور حقیقی ماں کا چلتا ہے۔

عورتوں کی یہ رضاعت کا مسئلہ اچھی طرح سمجھنا چاہئے، کیونکہ بعض بے چاریاں بالکل سادہ ہوتی ہیں، ان کو مسئلے کا علم نہیں ہوتا اور وہ پیار میں آ کر اپنے بھتیجوں اور بھانجوں کو دودھ پلا دیتی ہیں یا کوئی عورت سودہ سلف لینے کے لئے گئی اور پیچھے اس کا بچہ بچی رو رہے ہیں تو ان کو اپنا دودھ پلا دیا کہ خاموش ہو جائیں، ایسا بالکل نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے ساتھ حرام حلال کے مسائل کا تعلق ہے، لہٰذا بلاضرورت کوئی عورت کسی بچے کو دودھ نہ پلائے، ہاں! اگر مجبوراً پلانا پڑا ہے کہ اگر نہ پلائیں تو بچے کی جان کو خطرہ تھا کہ مر جاتا تو پھر اس کی تشہیر کرے کہ فلاں لڑکے یا لڑکی کو میں نے دودھ پلایا ہے، کیونکہ زندگی کا کوئی علم نہیں ہے، اگر اس نے نہ بتایا اور فوت ہو گئی اور لاعلمی کی وجہ سے بہن بھائی کا نکاح ہو گیا تو آگے ساری نسل حرامیوں کی چلے گی اور دودھ کے چند قطرے بھی اندر چلے گئے تو احکامات مرتب ہونے کے لئے کافی ہیں۔

اور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہاں تک مسئلہ لکھا ہے کہ اگر غیر شادی شدہ لڑکی صحت مند ہے اور اس کا دودھ اتر آیا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے باوجود اس کے کہ وہ بدچلن بھی نہ ہو، اگر اس نے اپنا دودھ کسی بچی یا بچے کو پلایا تو رضاعت کا حکم ثابت ہو جائے گا اور وہ اس بچی بچے کی ماں بن جائے گی، بڑا نازک مسئلہ ہے، اس کی گھروں میں خوب تشہیر کرو اور جو عورتیں درس سنتی ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی برادری کی عورتوں کو بتائیں کہ کوئی عورت کسی کے بچے کو دودھ نہ پلائے اور اگر پلائے تو اس کی خوب تشہیر کرے کہ میں نے فلاں بچے کو دودھ پلایا ہے، تاکہ آنے والی نسلوں پر اس کی زد نہ پڑے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں موجود تھے کہ اتنے میں ایک کالے رنگ کی لونڈی آئی، بنت اھاب اس کا نام تھا، دیکھا کہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، کہنے لگی کہ میں نے تو تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، تم آپس میں رضاعی بہن

بھائی ہو، لہٰذا تم میاں بیوی کس طرح بن گئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں تو نہ تو نے بتایا ہے، نہ اور کسی نے بتایا ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں، یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتِ حال سے آگاہ کیا کہ حضرت! اس طرح میری بیوی ہے اور ایک کالے رنگ کی عورت آئی ہے، وہ کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، تو تم میاں بیوی کس طرح بن گئے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تو اس عورت کو الگ کردے، احتیاط اسی میں ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ رضاعت کا حکم تب ثابت ہوگا کہ دو سال کی عمر کے اندر اندر دودھ پلایا جائے، کیونکہ دوسرے پارے میں موجود ہے: حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ کہ دودھ پلانے کا زمانہ دو سال ہے، دو سال کے بعد جب بچہ کھانے پینے لگ جائے تو پھر دودھ پینے سے رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہوگا، چنانچہ ایک آدمی نے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کا دودھ چوس لے تو کیا نکاح رہتا ہے یا نہیں؟ تو میں نے کہا کہ بھائی اس کو بیوی کے دودھ کو چوسنے کی کیا ضرورت تھی؟ بھیڑ بکری کا چوس لیتا، مگر ایسا کرنے سے نکاح پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ رضاعت کا حکم دو سال کے اندر اندر ثابت ہوتا ہے، لیکن ایسی کوئی حرکت کرنی نہیں چاہئے، شریعت کے دائرے میں رہنا چاہئے وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اور اس کی کئی صورتیں بن سکتی ہیں:

ایک یہ کہ لڑکے کی ماں کا دودھ کسی لڑکی نے پیا ہے تو یہ دونوں آپس میں بہن بھائی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لڑکی نے کسی لڑکے کی ماں کا دودھ پیا ہو تو بہن بھائی بن گئے۔

اور ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کسی لڑکے اور لڑکی نے کسی تیسری عورت کا دودھ پیا ہو جو نہ لڑکے کی ماں ہے، نہ لڑکی کی، تب بھی یہ دونوں آپس میں بہن بھائی بن گئے اور بہن بھائی بننے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اکٹھے ایک ہی وقت میں پئیں، یعنی دودھ پینے کا زمانہ ایک ہو، بلکہ فرض کرو کہ لڑکے نے آج دودھ پیا ہے اور لڑکی نے اس عورت کا دودھ دو سال یا دس سال یا تیس سال یا پچاس سال بعد پیا تب بھی یہ آپس میں بہن بھائی بن جائیں گے، کیونکہ دونوں کی ماں ایک ہے وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ اور تمہاری

بیویوں کی مائیں یعنی ساس کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں ہے، چاہے وہ مطلقہ ہو یا بیوہ ہو جائے، کوئی بھی حیثیت رکھتی ہو وہ تمہاری ماں کے درجہ میں ہے وَرَبَآئِبُكُمُ ربائب ربیبۃ کی جمع ہے، تمہاری پروردہ بچیاں الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ وہ جنہوں نے تمہاری گود میں تربیت پائی ہے مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو، مثلاً: ایک عورت بیوہ یا مطلقہ ہے، اس نے دوسری جگہ نکاح کرلیا اور پہلے خاوند سے بچی ہے تو یہ دوسرا خاوند اس بچی سے نکاح نہیں کرسکتا، یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میری بیٹی نہیں ہے، کسی اور کی بچی ہے، کیونکہ عموماً بیوہ ہونے اور مطلقہ ہونے کی شکل میں چھوٹے بچے ماں کے پاس رہتے ہیں تو یہ ربیبہ کہلاتی ہے فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ پس اگر تم نے کسی کے ساتھ ہمبستری نہیں کی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی گناہ نہیں ہے تم پر مثلاً: ایک آدمی نے بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کیا ہے، مگر ہمبستری نہیں کی اور طلاق کی نوبت آ گئی ہے یا وہ عورت فوت ہوگئی تو اس کی وہ بچی جو پہلے خاوند سے ہے اس کے ساتھ یہ دوسرا خاوند نکاح کرسکتا ہے، اس کے لئے حلال ہے، کوئی گناہ نہیں ہے وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام کردی گئی ہیں الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وہ بیٹے جو تمہاری پشت سے ہیں یعنی جو تمہارے صلبی بیٹے ہیں اور یہ صلبی کی قید اس لئے یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوی سے طلاق اور عدت کے بعد نکاح جائز ہے، اس کے حقوق وہ نہیں ہیں جو صلبی بیٹے کے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جس کو بیٹا کہہ دیتے تھے، اس کے وہی حقوق سمجھتے تھے جو صلبی بیٹے کے ہوتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو متبنیٰ بنایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا، آپس میں مزاج نہ ملنے کی وجہ سے طلاق کی نوبت آ گئی، عدت گزرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پروپیگنڈے سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے تو بائیسویں پارے میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَخْشَى النَّاسَ اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو یعنی لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو، متبنیٰ کی

بیوی سے نکاح جائز ہے، رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے اور رضاعی بیٹا وہ ہے جس نے بیوی کا دودھ پیا ہے، اس بچے نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا پھر وہ فوت ہوگیا یا اس نے طلاق دے دی تو یہ رضاعی باپ اس عورت کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا، رضاعی بیٹے بیٹی کے وہی احکام ہیں جو حقیقی بیٹے کے ہیں۔

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اور یہ کہ تم جمع کرو دو بہنوں کو نکاح میں یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے، برابر ہے کہ حقیقی بہنیں ہوں یا باپ کی طرف سے بہنیں ہوں یا ماں کی طرف سے بہنیں ہوں، اسی طرح پھوپھی، بھتیجی بھی کسی کے نکاح میں اکٹھی نہیں رہ سکتیں، آگے پیچھے رہ سکتی ہیں کہ ایک فوت ہوجائے تو دوسری سے نکاح کرلے، اسی طرح خالہ بھانجی بھی اکٹھی نہیں رہ سکتیں، آگے پیچھے ہوسکتی ہیں کہ مثلاً: ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، موافقت نہ ہوئی، طلاق ہوگئی، اب اس کی بھتیجی یا بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو جب تک پہلی عورت کی عدت ختم نہیں ہوگی، اس وقت تک اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ کیونکہ دونوں کا جمع ہونا لازم آتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے احکام بتائے ہیں۔

کافی عرصہ ہوا ہے کہ ایک مسئلہ درپیش ہوا کہ ایک آدمی کی دو بچیاں ہیں کہ قدرتی طور پر دونوں کی پیٹھ جڑی ہوئی ہے، دونوں صحت منداور جوان ہوگئی ہیں، ڈاکٹروں نے کہا کہ دونوں کو الگ الگ کرنے کے لئے رگیں کاٹی گئیں تو مرجائیں گی، نکاح کا مسئلہ پیش ہوا کہ ان کا نکاح کس طرح کیا جائے، کیا صورت ہوگی؟ تو مودودی صاحب نے فتویٰ دیا کہ دونوں کا ایک مرد کے ساتھ نکاح کردو، جائز ہے، ہم نے بڑا احتجاج کیا کہ قرآن پاک کا حکم ہے وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ کہ دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے، اور ان دونوں کا وجود الگ الگ ہے، صرف ایک جگہ سے رگیں جڑی ہوئی ہیں کہ اگر کاٹتے ہیں تو مرنے کا خطرہ ہے اور قرآن پاک کا صریح حکم ہے کہ دو بہنوں کا نکاح میں اکٹھا کرنا حرام ہے۔ علماء کا مودودی صاحب سے کوئی ذاتی اختلاف اور دشمنی نہیں ہے، اس اللہ کے بندے نے قرآن پاک کی تفسیر میں بھی اور فقہی مسائل میں بھی بڑی قلابازیاں کھائی ہیں اور اس نے بڑا کچھ کہا ہے تو یہ اٹل مسئلہ ہے کہ دو بہنیں اکٹھی ایک نکاح میں نہیں رہ سکتیں، ہاں اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک ساتھ نکاح ہوا ہے، وہ فوت ہوجائے تو عدت

گزرنے کے بعد اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کے فوت ہوجانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردیا۔

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ مگر وہ جو پہلے گزر چکا، وہ جہالت اور نادانی کی وجہ سے تھا، اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔ تمام مسلمان مرد عورتوں پر فرض ہے کہ ان مسائل کو ازبر کریں اور یاد رکھیں تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۲۴﴾ وَ مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۵﴾

لفظی ترجمہ:

وَّالْمُحْصَنٰتُ اور (حرام کردی گئی ہیں تم پر) وہ عورتیں جو خاوندوں والی ہیں، مِنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مگر وہ جن کے مالک ہو جائیں تمہارے دائیں ہاتھ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا گیا ہے وَ اُحِلَّ لَكُمْ اور حلال کر دی گئیں تمہارے لئے مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں اَنْ تَبْتَغُوْا یہ کہ تلاش کرو تم بِاَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ مُّحْصِنِیْنَ نکاح کی قید میں رکھنے والے ہو غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ نہ کہ شہوت رانی کرنے والے ہو فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ پس تم نے ان عورتوں میں سے جس سے فائدہ اٹھایا فَاٰتُوْهُنَّ پس دو تم ان کو اُجُوْرَهُنَّ مہر ان کے فَرِیْضَةً جو مقرر ہیں وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِیْمَا اس چیز کے بارے میں تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ جس پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ مہر مقرر کرنے کے بعد اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلِیْمًا جاننے والا حَكِیْمًا حکمت والا وَ مَنْ اور وہ شخص لَّمْ یَسْتَطِعْ جو نہیں طاقت رکھتا مِنْكُمْ تم میں سے طَوْلًا نہ قدرت اَنْ یَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ یہ کہ نکاح کرے آزاد عورتوں کے ساتھ الْمُؤْمِنٰتِ جو مومن ہیں فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ تو ان کے ساتھ نکاح کرلے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ تمہاری لونڈیوں میں سے جو مومن ہیں وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِاِیْمَانِكُمْ تمہارے ایمان کو بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ بعض تمہارے وابستہ بعض کے ساتھ

فَانۡکِحُوۡهُنَّ پس تم ان لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرو بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ ان کے مالکوں کی اجازت سے وَاٰتُوۡهُنَّ اوردوتم ان کو اُجُوۡرَهُنَّ مہران کے بِالۡمَعۡرُوۡفِ اچھے طریقے کے ساتھ مُحۡصَنٰتٍ وہ نکاح کی قید میں رکھی جائیں غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وہ مستی نکالنے والی نہ ہوں وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ اور پوشیدہ طور پر یارانے رکھنے والی نہ ہوں فَاِذَاۤ اُحۡصِنَّ پس جب وہ محصن ہو جائیں یعنی نکاح کی قید میں لائی جائیں فَاِنۡ اَتَيۡنَ پس اگر کریں وہ بِفَاحِشَةٍ کوئی گناہ فَعَلَيۡهِنَّ پس ان پر ہے نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ آدھی سزا جو آزاد عورتوں پر ہے ذٰلِكَ یہ لِمَنۡ خَشِىَ اس شخص کے لئے ہے جو ڈرتا ہے الۡعَنَتَ گناہ میں مبتلا ہونے سے مِنۡكُمۡ تم میں سے وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا اور یہ کہ تم صبر کرو خَيۡرٌ لَّكُمۡ تمہارے لئے بہت بہتر ہے وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:

اس سے پہلی آیات میں ان عورتوں کا ذکر تھا، جن کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی حد کا ذکر ہے وَّالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اور (حرام کردی گئیں ہیں تم پر) وہ عورتیں جو خاوند والی ہیں یعنی وہ عورتیں جو کسی کے نکاح میں ہیں جب تک ان کا خاوند فوت نہ ہو جائے یا طلاق نہ دے دے اور عدت نہ گزر جائے، اس عورت کے ساتھ کسی کا نکاح جائز نہیں ہے۔

اس مقام پر محصنات سے مراد خاوند والی عورتیں ہیں کہ خاوند والی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اِلَّا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مگر وہ جن کے مالک ہو جائیں تمہارے دائیں ہاتھ۔

یہ بات ذرا توجہ سے سمجھنا کہ کچھ کام ایسے ہیں جو دائیں ہاتھ سے کرنے ہیں اور کچھ کام ایسے ہیں جو بائیں ہاتھ سے کرنے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دائیں ہاتھ سے کھایا کرو اور دائیں ہاتھ سے پیا کرو، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور پیتا ہے، اس طرح وضو میں پہلے دایاں ہاتھ دھوؤ، پھر بایاں، کتاب دائیں ہاتھ میں پکڑو، جوتا بائیں ہاتھ میں پکڑو، کوئی چیز کسی کو دینی ہے دائیں ہاتھ سے دو، لینی ہے دائیں ہاتھ سے لو، استنجا کرنا ہے بائیں ہاتھ سے کرو، ناک صاف کرنا ہے بائیں ہاتھ سے کرو، تو ملک یمین کا مطلب ہے دائیں ہاتھ کی ملک۔

ضابطہ یہ ہے کہ جب شرعی جہاد ہو اور اس میں کافر مرد عورتیں گرفتار ہو جائیں، قیدی بن جائیں تو ان کے متعلق پہلا حکم یہ ہے کہ تم اپنے قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کرو، کیونکہ تمہارے ساتھی بھی تو قیدی ہوئے ہوں گے، کیونکہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تم ہی قیدی کرو اور وہ نہ کرسکیں، لہٰذا تم یہ قیدی دے کر اپنے ساتھی لے لو۔ دوسرا حکم قرآن پاک کے چھبیسویں پارے میں آتا ہے کہ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً یا تم ان قیدیوں کو مفت میں چھوڑ دو، اس کی بھی تمہیں اجازت ہے یا ان سے فدیہ اور خرچہ لے کر چھوڑنا چاہتے ہو تو اس کا بھی تمہیں حق ہے، اگر یہ تینوں صورتیں نہ بن سکیں تو آخری حکم یہ ہے کہ ان کو تم غلام اور لونڈی بنا کے رکھو، پھر امیر لشکر ان کو مختلف ساتھیوں کے حوالے کرے گا اور طریقہ یہ ہوگا کہ امیر لشکر ایک قیدی کو دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا غلام ہے اور وصول کرنے والا بھی دائیں ہاتھ سے وصول کرے گا، اس کو کہتے ہیں ملک یمین یعنی دائیں ہاتھ کی ملک، پھر یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہاتھ سے ہی پکڑائے، اگر لفظ زبان سے ہی کہہ دے کہ یہ تیرا غلام ہے، یہ تیری لونڈی ہے تو اس طرح بھی جائز ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لو کہ جس کو لونڈی ملے گی، وہ اس کو بطور بیوی کے استبراء رحم کے بعد استعمال کرسکتا ہے، یعنی ماہواری آنے کے بعد ماہواری سے پہلے نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے خاوند سے حاملہ ہو تو اس طرح نسب خلط ملط ہو جائے گا اور معلوم نہیں ہوگا کہ بچہ پہلے کا ہے یا اس کا۔

شریعت نے نسب کے تحفظ کی بڑی تاکید فرمائی ہے، جب ایک حیض آجائے گا تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ یہ حاملہ نہیں ہے اور قیدی بن کے لونڈی ہو جانے کے بعد پہلے خاوند سے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر اس میں بھی تفصیل ہے کہ وہ لونڈی اگر یہودیہ ہے یا عیسائی ہے تو اس کو بطور بیوی کے استعمال کرسکتا ہے، اگر وہ یہودیہ یا عیسائی نہیں ہے اور مسلمان ہوگئی ہے تو اس کو بطور بیوی کے استعمال کرسکتا ہے اور اگر مسلمان نہ ہو تو پھر ملک یمین تو ہوگی، مگر اس کو بطور بیوی کے استعمال نہیں کرسکتا، یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی گدھی یا گھوڑی خرید لے تو وہ اس کا مالک تو ہوگا مگر ان سے کوئی کارروائی جائز نہ ہوگی، تو فرمایا: خاوند والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں، مگر وہ جو تمہاری لونڈیاں ہو جائیں، بے شک دار الحرب میں ان کے خاوند

موجود ہیں، مگر اب وہ تمہاری لونڈیاں ہیں، تم ان کو بغیر نکاح کے استعمال کر سکتے ہو اور اگر کسی اور کی لونڈی ہے تو تم اس کے ساتھ نکاح بھی کر سکتے ہو، اگر مالک تمہارے ساتھ نکاح کرادے تو۔ اور اپنی لونڈی کا نکاح کرادینے کے بعد اب مالک اس سے دوسری خدمت تو لے سکتا ہے مگر اس سے وطی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ حق اس نے دوسرے کو دے دیا ہے۔

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا گیا ہے، یعنی عورتوں کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے وَاُحِلَّ لَكُمْ اور حلال کردی گئی ہیں تمہارے لئے مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں یعنی ماں، بیٹی، پھوپھی، خالہ، رضاعی ماں، ساس، بہو اور خاوند والی عورتیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے، ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، لیکن شرط یہ ہے اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ یہ کہ تلاش کرو تم اپنے مالوں کے ساتھ۔ نکاح میں مال یعنی مہر کا ہونا ضروری ہے اور مہر ہے کتنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ مہر کم از کم دس درہم ہے، اس سے کم مہر نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا مَهْرَ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ'' دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ یہ کل چھتیس ماشے چاندی ہوئی، آج کل یہ تقریباً دو سو روپے کی بنتی ہے۔

میں پہلے کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ یہ جو بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ شرعی مہر بتیس روپے ہے، حاشا وکلا ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ انگریز کے دور میں چونکہ چاندی سستی تھی اور لوگ مہر فاطمی مقرر کرتے تھے، مہر فاطمی پانچ سو درہم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی بیٹیوں اور بیویوں کا مہر بھی پانچ سو درہم تھا اور انگریز کے دور میں پانچ سو درہم چاندی کی قیمت بنتی تھی، ایک سو بتیس روپے اور چھ آنے، لوگوں نے ایک تو سو کو اُڑا دیا اور آنے بھی اُڑا دیئے، بتیس روپے رہنے دیئے اور اس وقت میرے خیال میں پانچ سو درہم چاندی کی قیمت تقریباً (کم وبیش) دس ہزار بنتی ہے، تو یاد رکھنا! بتیس روپے کوئی مہر نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنا کہ اگر نکاح کے وقت مہر نہ بھی مقرر کیا جائے، نکاح پھر بھی ہو جائے گا، کیونکہ دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو تو نکاح ہو جاتا ہے اور مہر بعد میں دینا پڑے گا۔ ایسا

نہیں ہے کہ نکاح کے وقت مقرر نہ کرنے سے ساقط ہو جائے۔

فرمایا مُحْصِنِيْنَ نکاح کی قید میں رکھنے والے غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ نہ کہ شہوت رانی کرنے والے ہو کہ اپنی غرض پوری کی اور اس کو نکال دیا۔ اسلام میں ان چیزوں کی بڑی تاکید ہے کہ انسان انسان ہے، عورت عورت ہے، وہ گائے بھینس یا بکری نہیں ہے کہ آج اس منڈی میں اور کل اس منڈی میں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ پس تم نے ان عورتوں میں سے جس سے فائدہ اٹھایا فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ پس دو تم ان کو مہر ان کے فَرِيْضَةً جو مقرر ہیں، جو مہر مقرر ہو چکا ہے وہ عند اللہ اس عورت کا حق ہے، وہ تمہیں دینا پڑے گا، ہاں! عورت اگر اپنی مرضی سے معاف کر دے، سارا معاف کر دے، آدھا معاف کر دے، چوتھا حصہ معاف کر دے، لیکن اس کی معافی کے بغیر بات نہیں بنے گی، کیونکہ اس کا شرعی حق ہے، مرنے کے بعد بھی سر سے نہیں اترے گا

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيْمَا اس چیز کے بارے میں تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ جس پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ مہر مقرر کرنے کے بعد۔ مثلاً: نکاح کے موقع پر پانچ سو روپے مہر مقرر کیا تھا اور اب خاوند اس کو اپنی مرضی سے ایک ہزار دینا چاہتا ہے، دو ہزار دینا چاہتا ہے، پانچ ہزار دینا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ جو مقرر ہوا ہے، اس سے زیادہ نہیں دے سکتا، جس طرح بیوی معاف کر سکتی ہے، خاوند اضافہ کر سکتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا، جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں، وہ بڑے پختہ اور حکمت کے مطابق ہیں، ان پر عمل کرو۔

یہاں پر ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ کی آیت کریمہ سے شیعہ حضرات نے بڑا غلط استدلال کیا ہے کہ اس سے انہوں نے متعہ ثابت کیا ہے، متعہ کا لغوی معنی ہے: فائدہ اٹھانا اور ایک متعہ شیعوں کے ہاں ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ تنہائی میں مرد عورت آپس میں راضی ہو جائیں، مثلاً: مرد کسی عورت کو کہے کہ میں تجھے اتنے پیسے دوں گا تو میری خواہش پوری کر دے، وہ قبول کر لے، پھر خواہش پوری کرنے کے بعد نہ وہ اس کی بیوی، نہ یہ اس کا خاوند۔ یہ متعہ ہے اور اس کے انہوں نے بڑے فضائل

بیان کئے ہیں۔ پناہ بخدا! وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص متعہ کرنے کے بعد غسل کرتا ہے تو غسل کے پانی کے ایک ایک قطرے سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں، وہ اس کے لئے ساری عمر دعائیں کرتے رہتے ہیں لاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم شریعت جس کو حرام کہتی ہے، اس کے یہ فضائل بیان کئے ہیں، ان کی ایک تفسیر ہے منبع الصادقین ایران سے طبع ہوئی ہے، اس تفسیر میں اس مقام پر ایک جعلی اور من گھڑت حدیث لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے گا، اس کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا درجہ مل جائے گا، جو دو مرتبہ متعہ کرے گا، اس کو امام حسن رضی اللہ عنہ کا درجہ مل جائے گا، جو تین مرتبہ متعہ کرے گا اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ مل جائے گا اور جو چار دفعہ متعہ کرے گا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کو پہنچ جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ، العیاذ باللہ تعالیٰ)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ خرافات نقل کی ہیں، اہل حق جب ان کی یہ باتیں بیان کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں اور ایرانی 'مسائل والی کتابیں مسلسل بھیجتے رہتے ہیں اور پاکستانی شیعہ تقسیم کرتے رہیں تو کوئی فرقہ واریت نہیں ہے، بڑی عجیب منطق ہے کہ چھپوا کر بھیجنے والے فرقہ واریت پھیلانے والے نہیں ہیں اور ان کو بیچنے اور تقسیم کرنے والے بھی فرقہ واریت پھیلانے والے نہیں ہیں اور جو ان کو پڑھ کر سنا دے، وہ فرقہ واریت پھیلانے والا ہے۔ بھائی! ہم لڑائی جھگڑے کے قائل نہیں اور دہشت گردی کے سخت منکر ہیں، چاہے کوئی طبقہ بھی کرے، مگر حق کو بیان کرنا تو حق ہے، مثلاً: اس طرح قرآن پاک کی کوئی تعریف کرے، جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ اس آیت کریمہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ جو چار مرتبہ متعہ کرے، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو ان لغویات کی تردید کرنے کا تو ہمیں حق حاصل ہے، اسلام کے خلاف کوئی بات کرے تو ہر مسلمان کے فریضہ میں داخل ہے کہ وہ اس کی تردید کرے۔

آگے فرمایا: وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اور وہ شخص جو نہیں رکھتا تم میں طاقت اَنۡ يَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ یہ کہ نکاح کرے آزاد عورتوں کے ساتھ، یہاں پر محصن کے معنی آزاد عورت کے ہیں کہ جو آدمی آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو فرمایا فَمِنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ پس ان

کے ساتھ نکاح کرے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں، لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرے مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ تمہاری لونڈیوں میں سے جو مومن ہیں۔

ایک مسئلہ تو یہ سمجھ لیں کہ اپنی لونڈی کے ساتھ نکاح نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے بغیر نکاح کے مباشرت کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ یہودیہ ہو یا نصرانیہ ہو، ہاں! لونڈی کا جو مالک ہے وہ اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کرسکتا ہے، یہ جائز ہے، لیکن مالک جب اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کردے گا تو اب وہ خود اس لونڈی کے ساتھ ہمبستری نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ اب دوسرے کی منکوحہ بیوی ہے اور اس نے یہ حق دوسرے کو دے دیا ہے تو فرمایا کہ اگر تمہیں آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی طاقت نہیں ہے تو تم ان کے ساتھ نکاح کرلو جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں، تمہاری مومن لونڈیوں میں سے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے ایمان کو بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ بعض تمہارے وابستہ ہیں بعض کے ساتھ۔ رب تعالیٰ نے عورتیں بھی پیدا فرمائی ہیں اور مرد بھی پیدا فرمائے ہیں، کیونکہ نسل انسانی کو قیامت تک چلانا ہے اور اس کا یہ طریقہ ہے فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ پس تم ان لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرلو ان کے مالکوں کی اجازت کے ساتھ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ اور دو تم ان کو ان کے مہر بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ یعنی جس قاعدے اور طریقے کے مطابق آزاد عورتوں کو مہر دیا جاتا ہے، اسی طرح ان کو بھی دو مُحْصَنٰتٍ وہ نکاح کی قید میں رکھی جائیں، تاکہ نسل کا علم ہو کہ کس کی ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے زنا کو حرام کیا ہے کہ نسب کا علم نہیں ہوتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت بدکاری کے نتیجہ میں حاملہ ہوگئی، اس پر جنت حرام ہے، کیونکہ اس نے غیر کا نطفہ اپنے خاوند کی وراثت میں داخل کردیا ہے، زنا بڑے گناہوں میں سے ہے کہ اس نے خاوند کا حق بھی مارا اور رب تعالیٰ کا بھی غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وہ مستی نکالنے والی نہ ہوں وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ اور پوشیدہ طور پر یارانے رکھنے والیاں بھی نہ ہوں اَخْدَانٍ خِدْن سے ہے، اس کا معنی وہ دوست جو برائی کے لئے ہو فَاِذَآ اُحْصِنَّ پس جب وہ محصن ہو جائیں نکاح

کی قید میں لائی جائیں یعنی ان لونڈیوں کی شادی ہو جائے، پھر شادی کے بعد فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ پس اگر کریں وہ کوئی گناہ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ پس ان پر ہے آدھی سزا جو آزاد عورتوں پر ہے۔

آزاد عورت شادی شدہ زنا کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا ہے رجم تو رجم کا نصف تو نہیں ہو سکتا کہ آدھی لونڈی ماردی جائے اور آدھی زندہ چھوڑ دی جائے، لہٰذا لونڈی کی سزا صرف پچاس کوڑے ہیں، چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو اور غلام کو بھی اس پر قیاس کیا گیا ہے کہ اس کی سزا بھی پچاس کوڑے ہیں، چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو اور لونڈی کی نصف سزا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لئے پردہ نہیں ہے، عام چلے پھرے گی، بازار سے سودا سلف بھی لائے گی تو اس کے لئے چونکہ زیادہ سہولت نہیں ہے، لہٰذا سزا بھی زیادہ نہیں ہے

ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْکُمْ لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنا اس شخص کے لئے ہے جو ڈرتا ہے گناہ میں مبتلا ہونے سے تم میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا بہتر نہیں ہے، ایک تو اس لئے کہ لونڈی کی جو اولاد ہو گی وہ بھی غلام ہو گی، باوجودیکہ خاوند آزاد ہے، کیونکہ غلامی اور آزادی میں ماں کا اعتبار ہوتا ہے، چونکہ ماں لونڈی ہے، اس لئے اولاد غلام ہو گی، لہٰذا اچھی بات نہیں ہے کہ آزاد آدمی غلام اولاد پیدا کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لونڈی کا پردہ کوئی نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ بغیر دوپٹے کے بھی چل پھر سکتی ہے اور اس پر بازار جانے میں بھی کوئی پابندی نہیں ہے، اس نے مالک کے لئے بازار بھی آنا جانا ہے، خاوند گرفت نہیں کر سکتا اور غیرت مند آدمی اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی اس طرح کھلے طور پر پھرے، اس لئے فرمایا کہ یہ اچھی بات نہیں ہے، لیکن ضابطہ یہ ہے کہ "اِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِبَلِیَّتَیْنِ فَاخْتَرُوْا اَهْوَنَهُمَا" اگر تم دو مصیبتوں میں پھنس جاؤ تو ان دو میں ہلکی کو قبول کر لو، بجائے اس کے کہ زنا میں مبتلا ہو جاؤ، اس سے بہتر ہے کہ لونڈی سے نکاح کر لو، کیونکہ زنا بہت بڑا گناہ ہے وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اور یہ کہ تم صبر کرو، تمہارے لئے بہت بہتر ہے کہ تمہاری اولاد کی آزادی پر بھی فرق نہیں پڑے گا اور تمہاری غیرت کو بھی چیلنج نہیں ہو گا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، یہ جو احکام اس نے بنائے ہیں، ان کی پابندی ضروری ہے۔

یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ وَ یَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ یَتُوْبَ عَلَیْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶﴾ وَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْكُمْ ۫ وَ یُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا ﴿۲۷﴾ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ﴿۲۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۲۹﴾ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ﴿۳۱﴾

لفظی ترجمہ:

یُرِیْدُ اللّٰهُ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ تاکہ بیان کرے تمہارے لئے احکام وَ یَهْدِیَكُمْ اور تاکہ تمہاری رہنمائی کرے سُنَنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے راستوں کی مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے گزرے ہیں وَ یَتُوْبَ عَلَیْكُمْ اور تاکہ تم پر رجوع فرمائے وَ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَلِیْمٌ جاننے والا ہے حَكِیْمٌ حکمت والا ہے وَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اور اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اَنْ اس بات کا یَّتُوْبَ عَلَیْكُمْ کہ تم پر رجوع فرمائے وَ یُرِیْدُ الَّذِیْنَ اور ارادہ کرتے ہیں وہ لوگ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ جو پیروی کرتے ہیں خواہشات کی اَنْ اس بات کی تَمِیْلُوْا تم پھر جاؤ حق سے مَیْلًا عَظِیْمًا پھر جانا بہت بڑا یُرِیْدُ اللّٰهُ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اَنْ اس کا کہ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ تم سے بوجھ ہلکا کرے وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَا تَاْكُلُوْۤا نہ کھاؤ اَمْوَالَكُمْ اپنے مال بَیْنَكُمْ آپس میں بِالْبَاطِلِ ناحق طریقے سے اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً مگر یہ کہ ہو تجارت عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ آپس میں رضامندی کے ساتھ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اور نہ قتل کرو اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِكُمْ رَحِیْمًا تم پر مہربانی کرنے والا وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے کی یہ کارروائی عُدْوَانًا زیادتی کرتے ہوئے وَّ ظُلْمًا اور ظلم کرتے ہوئے فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا پس عنقریب ہم اسے داخل کریں گے آگ میں وَ كَانَ ذٰلِكَ اور ہے یہ چیز عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا اللہ تعالیٰ پر آسان اِنْ تَجْتَنِبُوْا اگر تم اجتناب کروگے كَبَآىٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ ان بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے نُكَفِّرْ

عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ تو ہم مٹادیں گے تم سے تمہارے چھوٹے گناہ وَنُدۡخِلۡکُمۡ اور ہم داخل کریں گے مُّدۡخَلًا داخل ہونے کی جگہ میں کَرِیۡمًا بڑی عزت والی ہوگی۔

تشریح:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زیادہ تر حقوق العباد بیان فرمائے ہیں، چنانچہ یتیموں کے حقوق بیان فرمائے، پھر عورتوں کے حقوق بیان فرمائے کہ جو وراثت کے حق دار ہیں، پھر ان عورتوں کا بیان فرمایا، جن کے ساتھ نکاح حرام اور ان کا ذکر فرمایا جن کے ساتھ نکاح حلال ہے۔ اب اللہ تعالیٰ احسان جتلاتے ہیں کہ میں نے یہ احکام نازل فرما کر تم پر احسان کیا ہے، ارشاد ربانی ہے: یُرِیۡدُ اللّٰہُ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ لِیُبَیِّنَ لَکُمۡ تاکہ بیان کرے تمہارے لئے احکام، یہ جو یتیموں کے حقوق بیان فرمائے، عورتوں کے حقوق بیان فرمائے، اسی طرح عورتوں کے حلت حرمت کے حقوق بیان فرمائے ہیں، یہ اس کا تمہارے اوپر احسان ہے وَیَہۡدِیَکُمۡ اور تمہاری رہنمائی کرے سُنَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ان لوگوں کے راستوں کی جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔

سُنَنَ جمع ہے سُنَّۃٌ کی اور سُنَّۃٌ کا معنی ہے: راستہ۔ تم سے پہلے جو جو پیغمبر گزرے ہیں، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام سنائے، تاکہ ان کی امتیں ان احکامات پر عمل کریں تو جس طرح پہلے پیغمبروں کو ان کی امت کے لئے احکام سنائے، تاکہ تم بھی ان صالحین کے نقشِ قدم پر چل کر منزلِ مقصود پالو۔

وَیَتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ اور تاکہ تم پر رجوع فرمائے وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حکمت والا ہے، لہٰذا اس نے جو احکام تم پر نازل فرمائے ہیں، وہ حکمت پر مبنی ہیں عَلِیۡمٌ بھی ہے، جو فرمایا ہے حق فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے حکم کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اچھا ہے، ساری دنیا کے عقل مند اکٹھے ہو کر اس میں خرابی نہیں نکال سکتے اور جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ یہ بری ہے تو ساری دنیا کے عقل مند اکٹھے ہو کر اس میں اچھائی نہیں پیدا کر سکتے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے، وہی حق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے، وہی حق ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہود کے اکہتر فرقے ہوئے، یعنی یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام کے دین میں گڑبڑ کی اور اکہتر فرقے مذہبی بنا دیئے، پھر آپ نے فرمایا کہ نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے اور فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، یعنی یہ امت یہود و نصاریٰ سے پیچھے نہیں رہے گی ''كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً'' ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے، ایک جنت میں جائے گا، سوال کیا ''مَنْ هِيَ؟'' حضرت! وہ نجات پانے والا کون سا فرقہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' وہ نجات پانے والا جنتی فرقہ وہ ہوگا جو میرے راستے پر چلے گا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلے گا۔

اور امام عبدالکریم شہرستانی بڑے چوٹی کے محدث اور بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت میں جانے والے اہل السنۃ والجماعۃ ہوں گے۔ سوال کیا گیا حضرت! اہل سنت والجماعت کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر چلنے والے اہل سنت والجماعت ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بات بالکل صاف فرما دی کہ جنت میں جانے والے اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے والے ہیں، اب تم دیکھ لو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس پر کون چلنے والا ہے؟ اور بات تو بالکل صاف ہے کہ جنت میں وہی جائے گا، باقی سب جہنمی ہیں اور ہمارے ہاں اہل بدعت حضرات نے دھکے سے اہل السنّت کا لفظ اپنے لئے الاٹ کیا ہوا ہے، سوال یہ ہے کہ جو کام تم لوگ کرتے ہو، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئے ہیں؟ تو پھر واقعۃً تم اہل السنّت ہو؟ اور اگر یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کئے تو دھکے شاہی کر کے اہل السنّت بن جانے کی کیا حیثیت ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے، کوفے کی آبادی بڑی تیزی سے بڑھی، مسجدیں عام تعمیر ہو گئیں، ایک مسجد میں لوگوں نے اکٹھا ہو کر بلند آواز سے ذکر کرنا شروع کر دیا، ایک آدمی دوڑتا ہوا گورنر کے پاس آیا کہ حضرت! فلاں مسجد میں لوگ ''يُهَلِّلُوْنَ وَيُكَبِّرُوْنَ جَهْرًا'' بلند آواز سے

''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَیُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ''اور بلند آواز سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اَوَ قَدْ فَعَلُوْا'' کیا واقعی یہ کارروائی ہوئی ہے؟ پہلے تو اس بات پر غور کرو کہ وہ آدمی براہِ راست گورنر کے پاس پہنچا، اگر بلند آواز سے ذکر کرنا لوگوں کا معمول ہوتا، اس شخص کو گورنر کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر گورنر صاحب سن کر فرماتے ہیں ''اَوَ قَدْ فَعَلُوْا'' کہ کیا واقعی وہ اس طرح کرتے ہیں؟ اگر اس کا کچھ بھی جواز ہوتا تو فرماتے کہ اگر وہ لوگ بلند آواز سے کلمہ پڑھتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں تو تجھے کیا تکلیف ہے؟ کرنے دو! لیکن گورنر نے بڑے تعجب کے لہجے میں فرمایا کہ واقعی ایسی کارروائی ہوئی ہے؟ اس شخص نے کہا: ہوئی ہے، فرمایا: اب جب وہ ایسا کریں تو فوراً مجھے اطلاع دینا، اس شخص نے اگلے روز آ کر اطلاع دی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ منہ پر کپڑا ڈال کر چہرا چھپا کر تیزی کے ساتھ وہاں جا پہنچے، ان کا وجود مبارک ہلکا پھلکا سا تھا، بہت تیز چلتے تھے، مسجد میں پہنچ کر کپڑا منہ مبارک سے اتارا اور فرمایا ''مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ'' جو مجھے پہچانتا ہے سو وہ پہچانتا ہے ''وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ'' اور جو مجھے نہیں جانتا وہ اچھی طرح جان لے کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کا گورنر ہوں، پھر فرمایا: تم نے بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے، تعجب ہے تم پر اے امت محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ہی جلد ہلاکت میں پڑ گئے ہو، ابھی تک ''ھٰٓؤُلَاۤءِ الصَّحَابَۃُ بَیْنَکُمْ مُّتَوَافِرُوْنَ'' یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تم میں بکثرت موجود ہیں۔ ۳۲ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور ۱۱۰ھ تک رہا ہے ''وَھٰذَا ثِیَابُہٗ لَمْ تُبْلَ'' اور ابھی تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے ''وَآنِیَتُہٗ لَمْ تُکْسَرْ'' اور ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن نہیں ٹوٹے، اندریں حالت تم بدعت اور گمراہی کے دروازے کھولتے ہو ''حَتّٰی اَخْرَجَھُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ'' یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا ''فَقَالَ مَآ اَرَاکُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِیْنَ'' پھر فرمایا کہ میرا فتویٰ ہے تم بدعتی ہو، تو یہ بدعتی آج اہل سنت بنے ہوئے ہیں اور جو کچھ آج کل کے بدعتی کرتے ہیں، وہ بھی یہی کچھ کر رہے تھے کہ بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھ رہے تھے اور اللہ اکبر پڑھ رہے تھے اور درود شریف پڑھ رہے تھے، مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو

بدعتی کہہ کر مسجد سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا رَضِيتُ لَكُمْ مَّا رَضِيَ لَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ'' اے امتیو! میں تمہارے لئے اس چیز پر راضی ہوں جس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ راضی ہیں ''وَسَخِطْتُّ لَكُمْ مَّاسَخِطَ لَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ'' اور میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا جس کو عبداللہ رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر اتنا اعتماد تھا۔ تو معاف کرنا یہ بدعتی اہل سنت کس طرح بن گئے؟ جنہوں نے کوئی بدعت چھوڑی ہی نہیں اور بدعت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنا برا سمجھتے تھے، اس کا اندازہ اس روایت سے لگائیں۔

ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں نماز کی غرض سے داخل ہوا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے، ان کو حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کبھی اور کبھی اور ساتھی لے کر جاتے تھے، اذان ہوچکی تھی، مؤذن نے اونچی آواز میں یہ کہنا شروع کردیا کہ آؤ بھائی! نماز کا وقت ہے، جماعت کا وقت ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ''أخرج بنا فإن هذه بدعة'' مجھے یہاں سے لے چلو، اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ اندازہ کریں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت اور اہل بدعت سے کیسی نفرت کی کہ انہوں نے ان کی مسجد میں نماز پڑھنی بھی گوارہ نہ کی کہ اذان کے بعد لوگوں کو بلانے کا کیا معنی ہے؟۔

اس مسئلہ میں تفصیل ہے، اچھی طرح سمجھ لو، وہ اس طرح کہ اذان ہوجانے کے بعد تم گھر سے نماز کے لئے مسجد میں آرہے ہو اور آتے ہوئے اپنے محلے میں آس پاس کے لوگوں کو کہتے ہو کہ آؤ بھائی! نماز کے لئے چلیں، یہ جائز ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مؤذن اذان دینے کے بعد پھر اذان کی طرح آوازیں لگائے اور کہے کہ نماز کے لئے آؤ، یہ بدعت ہے اور دونوں میں بڑا فرق ہے، تو چونکہ مؤذن نے اذان کے بعد تثویب کی تھی، اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں نماز نہ پڑھی تو بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ بریلویوں کو وہ اہل سنت والجماعت سمجھتے ہیں اور ہم کو وہابی کہتے ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ

اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بھائی! وہابی تو محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے اور وہ مسلکاً حنبلی تھا اور ہم بڑے پکے حنفی ہیں، وہ ہم وہابی کس طرح ہو گئے؟ یہ انگریز کی پالیسی ہے، اس نے ہمیں بدنام کرنے کے لئے ہمارے ساتھ یہ وہابی کی دم لگائی تھی، جو ابھی تک اتری نہیں، حاشا وکلا ہم بالکل وہابی نہیں، الحمدللہ ہم سنی ہیں اور اہل سنت والجماعت ہیں۔

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اہل سنت والجماعت کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا: اہل سنت وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والے ہیں اور جماعت سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں تو تہتر فرقوں میں سے نجات پانے والا فرقہ اہل سنت والجماعت ہے، باقی سب دوزخی ہیں، پھر دوزخ میں جانے کی بھی تفصیل ہے، بہتر فرقوں میں سے وہ بھی ہوں گے کہ جن کا افتراق کفروشرک کی حد تک پہنچ چکا ہوگا، وہ تو کبھی بھی دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے، ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے اور بہتر فرقوں میں سے ایسے بھی ہوں گے جن کا افتراق واختلاف صرف بدعت کی حد تک ہوگا، کفروشرک ان میں نہیں ہوگا، یہ بھی دوزخ میں تو جائیں گے، مگر کچھ عرصہ کے بعد دوزخ سے نکل آئیں گے، جو فرقہ اول تا آخر دوزخ سے بچے گا، وہ ہے جو "مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ" کا مصداق ہوگا، یہ نجات پانے والے فرقے کا معیار ہے، اس کو اچھی طرح یاد رکھنا، کسی کے دھوکہ میں نہ آنا۔

وَاللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ اور اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اس بات کا کہ تم پر رجوع فرمائے، تمہاری توبہ قبول کرے وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ اور ارادہ کرتے ہیں وہ لوگ یَتَّبِعُوْنَ الشَّھَوٰتِ جو پیروی کرتے ہیں خواہشات کی اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا اس بات کا ارادہ کرتے ہیں کہ تم پھر جاؤ حق سے پھر جانا بہت بڑا بہت زیادہ۔ وہ اس طرح خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بدعات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے بھائی؟ حرج تو ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرتے ہو اور چلتے ہو، یہ تھوڑا حرج ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ واقعہ پیش آیا کہ عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ

عیدگاہ میں پہنچے اور لوگ پہنچے ہوئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک صوفی طرز کے آدمی نے عیدگاہ میں نماز شروع کی ہوئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام قنبر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جاکر اس صوفی کے کان میں آہستہ سے کہو کہ عید والے دن عیدگاہ میں عید کی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی، زوال کے بعد ظہر بھی ہے اور عصر بھی ہے، غلام نے حسب حکم صوفی کے کان میں جاکر کہہ دیا، مگر وہ بڑا سخت قسم کا صوفی تھا، باز نہ آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے پوچھا کہ بھائی! تو اس کو کہہ کر آیا ہے؟ اس نے کہا: حضرت! بالکل اچھی طرح کہہ کر آیا ہوں، مگر وہ نہیں مانتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ خود تشریف لے گئے اور اسے کندھے سے پکڑ کر فرمایا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ وہ بڑے غصے میں کہنے لگا کہ نماز پڑھ رہا ہوں، کوئی گناہ کا کام تو نہیں کر رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو گناہ کر رہا ہے، کیونکہ جو چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں، ان کا کرنا گناہ ہے، اب دیکھو! وہ نماز پڑھ رہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ تو گناہ کر رہا ہے، دوسری طرف کوفہ کی ایک مسجد میں چند آدمی بلند آواز سے درود شریف پڑھ رہے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو کان پکڑ کر مسجد سے نکال دیا، اس لئے کسی شئے کی شکل وصورت نہیں دیکھنی، اس میں کیا حرج ہے، اس میں کیا حرج ہے؟ دیکھنا یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے، اس کا کرنا سنت ہے اور اگر ثابت نہیں تو اس کا کرنا بدعت ہے، یہ ہے حرج۔

یُرِیۡدُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے وَ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور، انسان بہت کمزور ہے، چاہے اپنے آپ کو جتنا تگڑا اور مضبوط سمجھے، دو دن بخار ہو جائے تو ہلنے کے قابل نہیں رہتا اور اس وقت اس کو اللہ یاد آتا ہے اور کہتا ہے یا اللہ! یا اللہ!۔

پہلے فرمایا کہ کسی کے نفس میں تصرف کرنا رب تعالیٰ کے حکم کے بغیر حرام ہے، آگے فرمایا کہ مال میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف تصرف کرنا حرام ہے، فرمایا: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناحق طریقے سے، وہ اس طرح کہ تم چوری کر کے کھاؤ، ڈاکا ڈال کے کھاؤ، رشوت لے کر کھاؤ، ظلم وزیادتی کر کھاؤ، مکر وفریب کے ذریعہ حاصل کرو، یا

فراڈ کر کے حاصل کرو یا ملاوٹ کر کے حاصل کرو، یہ سب طریقے باطل طریقے ہیں اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً مگر یہ کہ ہو تجارت عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ آپس میں رضامندی سے۔ تجارت کے ذریعہ کھانا جائز ہے، مگر دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھانا جائز نہیں ہے وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ نہ قتل کرو اپنی جانوں کو۔ کیونکہ جن کو قتل کر رہے ہو وہ بھی تو تمہارے جیسے انسان ہیں نا، تمہارے بھائی ہیں، ان کو تم کیوں قتل کرتے ہو اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرنے والا، شفقت کرنے والا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے کی یہ کارروائی یعنی اللہ کے حکموں کو توڑا عُدْوَانًا وَّظُلْمًا زیادتی کرتے ہوئے اور ظلم کرتے ہوئے۔

عدوانؔ کہتے ہیں بندے کے حق کو توڑنے کو۔ اور ظلم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حق کو توڑنے کو۔ تو جب آدمی کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی توڑنے والا ہوگا اور بندے کے حق کو بھی توڑنے والا ہوگا، تو جو شخص تعدی اور ظلم کرے گا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا پس عنقریب ہم اسے داخل کریں گے آگ میں اگر دنیا میں وہ کسی نہ کسی طرح سزا سے بچ بھی گیا تو جہنم کی ابدی سزا اس کے انتظار میں ہے وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا اور ہے یہ دوزخ میں سزا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا اگر تم اجتناب کرو گے كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ ان بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ اور ہم مٹا دیں گے تم سے تمہارے چھوٹے گناہ۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو چھوٹے گناہ ہم خود بخود معاف کر دیں گے، کبیرہ گناہ بڑے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا پھر ماں باپ کی نافرمانی کرنا، شراب پینا، زنا کرنا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جنگ سے بھاگنا، جھوٹ بولنا، یہ سب بڑے گناہ ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے گناہ ہیں تو اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو تمہارے جو چھوٹے گناہ ہیں وہ نیکیوں کی برکت سے خود بخود مٹ جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں، یعنی نیکیوں کی برکت سے صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب آدمی نماز کے لئے گھر سے چلتا ہے تو ہر قدم کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک صغیرہ گناہ مٹ جاتا ہے، پھر جو وضو کرتا ہے تو اس کی برکت سے صغیرہ گناہ خود بخود جھڑ جاتے ہیں، پھر جب مسجد میں آکر نماز میں شریک ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو نیکیاں ملتی رہتی ہیں وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا اور ہم تمہیں داخل کریں گے داخل ہونے کی جگہ میں جو بڑی عزت والی ہے اور وہ جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمین اور مسلمات کو نصیب فرمائے، آمین۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ﴿۳۴﴾

لفظی ترجمہ:

وَلَا تَتَمَنَّوْا اور نہ آرزو کرو تم مَا اس چیز کی فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ کہ فضیلت بخشی ہے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کے ذریعہ بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر لِلرِّجَالِ مردوں کے لئے نَصِیْبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس چیز سے اكْتَسَبُوْا جو انہوں نے کمائی وَلِلنِّسَآءِ اور عورتوں کے لئے نَصِیْبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس چیز سے اكْتَسَبْنَ جو انہوں نے کمایا وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ اور سوال کرو تم اللہ تعالیٰ سے مِنْ فَضْلِهٖ اس کی مہربانی کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِكُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کو عَلِیْمًا جاننے والا وَلِكُلٍّ اور ہر ایک کے لئے جَعَلْنَا بنائے ہم نے مَوَالِیَ وارث مِمَّا اس مال میں تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑا ماں باپ نے وَالْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ داروں نے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ جن کے ساتھ گرہ لگ گئی ہے تمہاری قسموں کو فَاٰتُوْهُمْ پس دو تم ان کو نَصِیْبَهُمْ ان کا حصہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز پر شَهِیْدًا گواہ اَلرِّجَالُ مرد قَوّٰمُوْنَ حاکم ہیں عَلَى النِّسَآءِ عورتوں پر بِمَا بسبب اس کے فَضَّلَ اللّٰهُ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے بَعْضَهُمْ ان میں سے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر وَّبِمَاۤ اور اس سبب سے اَنْفَقُوْا کہ مرد خرچ کرتے ہیں مِنْ اَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے فَالصّٰلِحٰتُ پس نیک عورتیں قٰنِتٰتٌ اطاعت کرنے والی حٰفِظٰتٌ حفاظت کرنے والی لِّلْغَیْبِ پس پشت بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ اس چیز کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے وَالّٰتِیْ اور وہ عورتیں تَخَافُوْنَ کہ تم خوف کرتے ہو نُشُوْزَهُنَّ ان کی اکڑ اور بددماغی کا فَعِظُوْهُنَّ پس ان کو تم نصیحت کرو

وَاهْجُرُوْهُنَّ اوران کوجدا کردو فِي الْمَضَاجِعِ بستروں میں وَاضْرِبُوْهُنَّ اوران کو مارو فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ پس نہ تلاش کرو تم ان کے خلاف سَبِيْلًا کوئی راستہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلِيًّا بلند شان والا كَبِيْرًا بہت بڑا۔

تشریح:

اس سورت میں حقوق العباد کا بہت سارا حصہ بیان ہوا ہے، وہ اس طرح کہ پہلے یتیموں کے حقوق بیان ہوئے، پھر عورتوں کو وراثت ملنے کے مسائل کا بیان ہوا، پھر نکاح کے اصول بیان فرمائے کہ کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن عورتوں سے نکاح ناجائز ہے، پھر مال کے متعلق بیان ہوا کہ جائز طریقے سے کھاؤ، ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول تفسیروں میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کا پہلا نام برہ یا بعض روایتوں میں ہندہ آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر دیا، یہ پہلے حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے اور ان میں سے تھے جنہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھی، ان کی ایک بیٹی تھی، زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ایک بیٹا تھا، عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کا کرنا کہ مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پریشان تھی، کیونکہ عالم اسباب میں مالی طور پر کوئی سہارا نہیں تھا، برادری تو تھی، مگر کافر مشرک ہونے کی وجہ سے سارے ان سے ناراض تھے کہ تو مسلمان کیوں ہوگئی ہے؟ اور کوئی بھائی بہن ان کو گوارہ کرنے کے لئے تیار نہ تھا، عدت گزرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا، تا کہ ان کی پریشانی ختم ہو، کیونکہ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آئیں گی تو بچے بھی ساتھ رہیں گے، سب کا گزرِ اوقات چلتا رہے گا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب نکاح کا پیغام سنا تو حیران ہوئیں کہ میں بچوں والی عورت ہوں، میرے لئے تو اس سے بڑی فخر والی کوئی بات نہیں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آؤں، مگر

بچوں کا کیا بنے گا؟ چنانچہ انہوں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ حضرت! آپ کا پیغام مجھے ملا اور میری عدت بھی ختم ہوگئی ہے اور میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات بھی کوئی نہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آؤں، مگر بچوں کا کیا بنے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، میں اسی لئے تیرے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں کہ بچوں کی اخلاقی تربیت بھی ہو اور عالم الاسباب میں ان کے لئے رزق کا بھی سبب بن جائے گا۔

اور یاد رکھنا! یہ اسباب ہے، رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں، مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے اور ایک مقولہ ہے کہ: جس نے دی ہے جان، وہی دیتا ہے نان۔ رزق کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، یہ اقتصادیات والے تو ویسے ہی پریشان ہوتے رہتے ہیں، یہ پڑھے لکھے پاگل اور بے وقوفوں کے سردار ہیں کہ آج سے بیس سال بعد جب مخلوق بڑھ جائے گی تو کیا کھائے گی؟ یہ تمہارا سر کھائے گی، بھائی! رازق اللہ تعالیٰ ہے، تمہیں کس چیز کا فکر ہے؟ بھائی! آج سے پچاس سال پہلے مخلوق کم تھی اور پیداوار بھی کم تھی، اب مخلوق بڑھ گئی ہے، پیداوار بھی بڑھ گئی ہے۔ گزشتہ سال میں نے اخبار میں پڑھا کہ ڈسکہ کے علاقہ میں ایک ایکڑ زمین سے پچھتر من گندم ہوئی ہے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوگیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پر جو کتابیں لکھی گئی ان میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کی سمجھ دار عورتوں میں سے تھیں، افقہ النساء کے لفظ آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو حوصلہ بھی بڑا عطا فرمایا تھا اور بات کرنے کا ڈھنگ اور سلیقہ بھی بڑا عمدہ تھا، جہاں کہیں گفتگو کی بات بگڑ جاتی ان کو لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے معاملہ سیدھا ہو جاتا تھا، چنانچہ ان کے پاس عورتیں اکٹھی ہو کر آئیں اور کہنے لگیں کہ سارا اجر و ثواب تو مرد لے گئے ہیں، ہمارے پاس کیا بچا ہے؟ دیگچیاں مانجنا، جھاڑو پھیرنا اور بیت صاف کرنی، دیکھو اذان عورتیں نہیں دے سکتیں، جبکہ اذان کے ایک ایک حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور بلند آواز سے پڑھنے کی نوے نیکیاں ملتی ہیں اور اسی طرح تکبیر کہنے والے کو ایک ایک حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور بلند آواز سے پڑھنے کی سو نیکیاں

ملتی ہیں، اسی لئے ترمذی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ'' جو شخص اذان دے تکبیر وہی کہے، یہ اس کا حق ہے، ہاں مؤذن اگر اپنی مرضی سے کسی اور کو اجازت دے دے تو وہ علیحدہ بات ہے، جس طرح عورت اذان نہیں دے سکتی، اسی طرح امامت بھی نہیں کراسکتی، مردوں کے لئے جج بھی نہیں بن سکتی، جہاد پر بھی نہیں جاسکتی، تو وہ عورتیں کہنے لگیں کہ یہ بہت سارے نیکیوں کے کام ہیں جو مرد ہی سرانجام دیتے ہیں، ہمارے لئے کیا بچا ہے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرکے تمہیں بتاؤں گی، چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ عورتیں تو مفت میں سارا ثواب لے جاتی ہیں، بغیر کچھ کرنے کے۔ کہنے لگی وہ کس طرح؟ فرمایا: وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر جس عورت کا خاوند امام ہے تو جتنی نیکیاں امام کو ملیں گی، اتنی ہی اس کی عورت کو ملیں گی، جتنی نیکیاں مجاہد کو ملیں گی، اس کی بیوی کو بھی اتنی ہی نیکیاں ملیں گی، اسی طرح جس عورت کا خاوند جج یا قاضی ہے، مؤذن ہے، ان کی بیویوں کو بھی گھر بیٹھے ہی اتنا ثواب ملے گا، کیونکہ ان کے کاموں میں ان کی عورتوں کا دخل ہے، مثلاً: روٹی پکا کر دینا، کپڑے دھونا، ان کے گھروں کی حفاظت کرنا اور ان کی خدمت کرنا، اس لئے عورتوں کا ان کے ثواب میں برابر کا حصہ ہے، مؤذن اگر کھائے گا، پیئے گا نہیں تو آواز کس طرح نکالے گا۔ مجاہد اگر کھائے گا، پیئے گا نہیں تو جہاد کس طرح کرے گا؟ کپڑے دھلے ہوئے نہیں ہوں گے تو نماز کس طرح پڑھے گا؟

بخاری شریف میں حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ جَهَّزَ غَازِياً فَقَدْ غَزَا'' جس آدمی نے مجاہد کو جہاد کا سامان مہیا کیا، یہ بھی غازی ہے کہ ایک آدمی خود جہاد پر نہیں جاسکتا، مجاہد کو سفرخرچ دیتا ہے، ہتھیار مہیا کرتا ہے، یہ جہاد میں برابر کا شریک ہے: ''وَمَنْ خَلَفَ غَازِياً'' خود جہاد پر نہیں گیا ہے، رقم بھی نہیں دے سکتا کہ مسکین ہے، مگر غازی کے گھر کی نگرانی کی، اس کے بچوں کا خیال رکھا، سودا سلف لا کے دے دیا، ایندھن لا کے دے دیا، فرمایا: یہ بھی اسی طرح کا مجاہد ہے، جس طرح کا وہ ہے، مطلب یہ ہے کہ نیکی صرف آدمی کی ذات تک نہیں رہتی، بلکہ اس کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے، تو چونکہ

عورتوں نے کہا تھا کہ اگر ہم مرد ہوتیں تو ہمارے لئے بھی اجر وثواب زیادہ ہوتا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور نہ آرزو کرو تم اس چیز کی جس کے ذریعہ فضیلت بخشی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مردوں کے لئے حصہ ہے مِّمَّا اس چیز سے اكْتَسَبُوْا جو انہوں نے کمائی ہے وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ اور عورتوں کے لئے حصہ ہے مِّمَّا اس چیز سے اكْتَسَبْنَ جو انہوں نے کمائی ہے، وہ کمائی براہِ راست بھی ہے اور خاوند کی خدمت کرتی ہے، اس کی کمائی میں بھی حصہ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے، اس کو صدقے کا پورا ثواب ملے گا اور مسئلہ یہ ہے کہ بیوی پر خرچ کرنا، بچوں پر خرچ کرنا فرض ہے اور صاحب خانہ کی ذمہ داری ہے اور اس پر لازم ہے، لہٰذا جب وہ اس نیت سے خرچ کرے گا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا۔

حدیث پاک میں ہے: ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' پختہ بات ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے تو جب وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت سے ماں باپ پر خرچ کرے گا، بیوی بچوں پر خرچ کرے گا، بہن بھائیوں پر خرچ کرے گا، اس پر اس کو ثواب ملے گا، یہاں تک کہ کتے بلے کو کھلائے گا اس کا بھی ثواب ملے گا، مگر دو شرطوں کے ساتھ ایمانًا واحتسابًا ایک یہ کہ مومن ہو اور دوسرا یہ کہ اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھے، بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب تم بیمار ہو تو علاج کراؤ، اب کوئی شخص اس لئے علاج کراتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو وہ شخص تندرست ہو یا نہ ہو علاج پر اس نے جتنا روپیہ خرچ کیا ہے اس کا اس کو ثواب ملے گا تو فرمایا کہ آرزو نہ کرو، بلکہ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اور سوال کرو تم اللہ تعالیٰ سے اس کی مہربانی کا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ ہے ہر چیز کو جاننے والا وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مَوَالِیَ جمع ہے مولیٰ کی اور مولیٰ کے متعدد معانی آتے ہیں، مثلاً: آقا، آزاد کردہ غلام، چچا اور بھائی کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ مولیٰ کے

معانی وارث کے بھی ہیں اور یہاں اسی معنیٰ میں ہے اور آیت کا معنی ہوگا اور ہر ایک کے لئے بنائے ہم نے وارث مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ اس مال میں جو چھوڑا ہے ماں باپ نے اور قریبی رشتہ داروں نے۔ وہ مال چاہے منقولہ جائیداد سے ہو یا غیر منقولہ جائیداد سے۔ یوں سمجھو کہ سوئی دھاگے تک کی چیزوں کے باقاعدہ مرد بھی وارث ہیں اور عورتیں بھی وارث ہیں۔ اس قاعدے کے مطابق جو " يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ " کے رکوع میں پڑھ چکے ہو وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ اور وہ لوگ کہ جن کے ساتھ تمہاری گرہ لگ گئی ہے تمہاری قسموں کی فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ پس دو تم ان کو ان کا حصہ۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں اور اسلام کے ابتدائی دور میں بھی دو آدمی آپس میں بھائی بھائی بنتے تھے اور قسم اٹھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تیرا بھائی ہوں، اگر تیرے ساتھ کوئی لڑے گا تو میں تیرے ساتھ ہوں گا، اگر تیرے اوپر کوئی تاوان آیا تو میں اس کا ذمہ دار ہوں گا اور اگر میرے اوپر کوئی تاوان آیا تو تو اس کا ذمہ دار ہوگا، یعنی اگر میرے پاس کوئی شئے ہوئی تو میں اور آپ دونوں اس میں شریک ہوں گے، اس کو کہتے ہیں عقدِ موالات، یعنی آپس میں دوستی کی گرہ اور اس پر قسم اٹھانا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں ان کو باقاعدہ وراثت سے چھٹا حصہ ملتا تھا، اب جمہور کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے، نہیں ملے گا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب بھی اس کا حکم باقی ہے، وہ اس طرح کہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے، اس کے ساتھ نفع نقصان کا عقد کرتا ہے تو اس کو عقدِ موالات اسلام کہتے ہیں، اگر یہ نومسلم فوت ہو گیا تو اس کے مال کا وارث وہ مسلمان ہوگا جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے، بشرطیکہ مرنے والے کا کوئی رشتہ دار مسلمان نہ ہو، کیونکہ اگر اس کا کوئی رشتہ دار مسلمان ہوا تو اس کا حق مقدم ہے اور وہی مرنے والے کا وارث بنے گا اور اگر نومسلم نے کسی کے ساتھ عقدِ موالات نہیں کی اور فوت ہو گیا تو پھر اس کا مال بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا، تاکہ تمام مسلمانوں کو فائدہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ہر چیز پر گواہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى

النِّسَآءِ مرد حاکم ہیں عورتوں پر بِمَا بسبب اس کے فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر یعنی اللہ تعالیٰ نے مرد کو مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر فضیلت بخشی ہے، مرد مرد ہے اور عورت عورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کسریٰ کی لڑکی بولان کو ایران کا اقتدار سپرد کر دیا گیا ہے، بخاری شریف میں حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْ أَمْرَھُمْ إِلٰی امْرَأَۃٍ" وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوگی جس نے زمامِ حکومت عورت کے سپرد کر دی۔

اور یاد رکھنا قوم نکرہ ہے، اس میں سب قومیں شامل ہیں، مسلمان ہوں یا کافر ہوں، قرآن پاک نے بھی اسی طرح فرمایا اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ مرد حاکم ہیں عورتوں پر یعنی اقتدار، حکومت، حکمرانی یہ مردوں کے لئے ہے وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا اس سبب سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں مِنْ اَمْوَالِھِمْ اپنے مالوں سے۔ کیونکہ عورت کا خرچ مرد کے ذمہ ہے تو ظاہر بات ہے کہ کمائے گا، محنت کرے گا، درجہ بھی اس کا زیادہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَالصّٰلِحٰتُ پس نیک عورتیں قٰنِتٰتٌ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والیاں ہیں، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبردار ہیں اور اپنے خسر اور ساس کی بھی جائز کاموں میں فرمانبرداری کرتی ہیں، ہاں اگر ساس، خسر، ماں، باپ، بہنیں، بھائی! کوئی خلاف شرع کام کہیں تو پھر ان کی بات نہیں ماننی، کیونکہ ضابطہ ہے: "لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ" اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

دوسری صفت حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ اَیْ غَیْبَۃِ أَزْوَاجِھِنَّ خاوند گھر میں نہیں ہے، محنت مزدوری کرنے کے لئے کہیں گیا ہوا ہے، یا حج کے لئے گیا ہے، یا جہاد کے لئے گیا ہے، اس کی غیر حاضری میں اپنی جان کی، عزت کی، مال کی، بچوں کی حفاظت کرتی ہے، یعنی جو ذمہ داری ہے اس کو پورا کرتی ہیں اور یہ حفاظت ہوگی بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ اس چیز کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور ہوگی بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ خالی بندہ کچھ بھی نہیں ہے، نہ مرد کچھ ہے، نہ عورت کچھ ہے، یا سببیہ ہو تو معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرنے کے سبب سے حفاظت کرنے والیاں ہیں۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ وہ عورتیں کہ تم خوف کرتے ہو نُشُوْزَھُنَّ ان کی اکڑ اور بد دماغی سے کہ ضد

کرتی ہیں اور جائز کاموں میں اطاعت نہیں کرتی ہیں، ان کے لئے پہلا حکم ہے فَعِظُوْهُنَّ پس ان کو نصیحت کرو کہ دیکھ! تو بیوی ہے، میں خاوند ہوں اور جو کام میں تجھے کہہ رہا ہوں، وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے، فقہ اسلامی کے مطابق ہے، یہ تجھے کرنا پڑے گا۔ بعض عورتیں نیک فطرت ہوتی ہیں، مگر غلط فہمی کا شکار ہوتی ہیں، سمجھانے سے سمجھ جاتی ہیں، دوسرا حکم وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ اور ان کو جدا کردو بستروں میں، ان کو بستروں سے الگ کرو، نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور نہ اٹھو اور نہ ان کے ساتھ لیٹو، شاید ان کو احساس ہوجائے کہ میرا خاوند مجھ سے ناراض ہے، کچھ عورتوں کی اس طرح اصلاح ہوجائے گی۔ اگر یہ دونوں طریقے کامیاب نہ ہوں تو تیسرا حکم ضرب یضرب کا ہے، فرمایا وَاضْرِبُوْهُنَّ اور ان کو مارو مگر اتنا نہیں کہ ان کی ٹانگ توڑ دو، بازو توڑ دو، سر پھاڑ دو اور اٹھا کر ہسپتال لے جانا پڑے، بس اتنا مارنا ہے کہ جس سے ان کو تنبیہ ہوجائے، کیونکہ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مار کے بغیر ان کی اصلاح نہیں ہوتی فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا پس نہ تلاش کرو تم ان کے خلاف کوئی راستہ یعنی جب وہ درست ہوجائیں اور اطاعت شروع کردیں تو تمہارے دل میں ناراضگی کی جو گرہ ہے اس کو کھول دو، اس طرح نہ کہو کہ اب تو ٹھیک ہوگئی ہے، مگر اس نے پہلے میری بات کیوں نہیں مانی، اگر اس طرح کی گرہیں دل میں رکھو گے تو گھر اُجڑ جائے گا، جب وہ صحیح ہوگئی ہے تو تم بھی بات کو ختم کرو، گھر جب ہی آباد ہوتے ہیں کہ معاملہ کو طول نہ دیا جائے، کوئی بھی فریق جب معاملے کو طول دے گا تو وہ گھر برباد ہوجائے گا۔

میراثیوں کے گھر روز لڑائی ہوتی تھی، ان کے گھر مہمان آیا، اس نے پوچھا کہ تم اس طرح کیوں کرتے ہو؟ ایک دوسرے کی بات سمجھنے کے لئے گھروں میں ٹوکا ٹوکی ہوتی رہتی ہے تو ایک دوسرے کی دل آزاری ہوتی رہتی ہے اور گھر دوزخ بن جاتے ہیں، لہٰذا گھروں کو جنت بناؤ، دوزخ نہ بناؤ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا بے شک ہے اللہ بلند شان والا، بہت بڑا۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو، آخر انسان ہو غلطی ہوجاتی ہے، اگر پروردگار تم پر سختی کرتے تو تمہارا حشر ہوجائے۔ اس لئے جب عورتیں اپنی اصلاح کرلیں تو معاملہ رفع دفع کرو اور احسن طریقے سے زندگی بسر کرو۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ ۙ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

لفظی ترجمہ:

وَاِنْ خِفْتُمْ اور اگر تمہیں خوف ہو شِقَاقَ اختلاف کا بَيْنِهِمَا میاں بیوی کے درمیان فَابْعَثُوْا پس بھیجو تم یعنی مقرر کرو تم حَكَمًا ایک منصف اور ثالث مِّنْ اَهْلِهٖ خاوند کی برادری سے وَحَكَمًا اور ایک منصف اور ایک ثالث مِّنْ اَهْلِهَا بیوی کی برادری سے اِنْ يُّرِيْدَآ اگر وہ دونوں ارادہ کریں اِصْلَاحًا اصلاح کرنے کا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ عَلِيْمًا ہے جاننے والا خَبِيْرًا خبردار وَاعْبُدُوا اللّٰهَ اور عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا اور نہ شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو وَّبِذِی الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کے ساتھ وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کے ساتھ وَالْجَارِ اور اس پڑوسی کے ساتھ ذِی الْقُرْبٰى جو قریبی ہے وَالْجَارِ اور اس پڑوسی کے ساتھ الْجُنُبِ جو اجنبی ہے وَالصَّاحِبِ اور اس ساتھی کے ساتھ بِالْجَنْۢبِ جو پہلو میں ہے وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کے ساتھ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اور ان کے ساتھ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ نہیں پسند کرتا مَنْ اس کو كَانَ مُخْتَالًا جو تکبر کرنے والا ہو فَخُوْرَا اپنی بڑائی بیان کرنے والا ہو الَّذِيْنَ وہ لوگ يَبْخَلُوْنَ جو بخل کرتے ہیں وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بِالْبُخْلِ بخل کا وَيَكْتُمُوْنَ اور چھپاتے ہیں مَآ وہ چیز اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا ہے لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے

لئے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا اور ذلیل کرنے والا وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مالوں کو رِئَآءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھانے کے لئے وَلَا يُؤْمِنُوْنَ اور صحیح معنی میں ایمان نہیں لاتے بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور نہ ایمان لاتے ہیں آخرت کے دن پر وَمَنْ اور وہ شخص يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا ہو شیطان اس کا ساتھی فَسَآءَ قَرِيْنًا پس بہت برا ساتھی ہے۔

تشریح:

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اس بات کا ذکر تھا کہ اگر کوئی عورت بد دماغ ہے اور خاوند کے سامنے اکڑ جائے اور اس کی صحیح بات بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کے لئے ترتیب وار تین حکم بیان فرمائے کہ اس کو وعظ و نصیحت کرو، سمجھاؤ اور بستر سے الگ کردو، اس کے نزدیک نہ جاؤ اور کچھ دن دیکھو شاید اس طرح اس کو احساس پیدا ہو جائے، اگر اس طرح اس کا دماغ درست نہ ہو پھر تادیباً اس کو مارو، آگے فرمایا کہ اگر ان تینوں سزاؤں سے بھی اس کی اصلاح نہ ہو وَاِنْ خِفْتُمْ اور اگر اے وارثو! اور رشتہ دارو! تمہیں خوف ہو شِقَاقَ بَيْنِهِمَا میاں بیوی کے درمیان اختلافات کا کہ ان کا اختلاف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اصلاح کی کوئی صورت نہیں ہے تو فَابْعَثُوْا پس بھیجو تم یعنی مقرر کرو حَكَمًا ایک منصف اور ثالث مِّنْ اَهْلِهٖ خاوند کی برادری سے وَحَكَمًا اور ایک منصف اور ثالث مِّنْ اَهْلِهَا بیوی کی برادری سے۔

مطلب یہ ہے کہ جب میاں بیوی کے درمیان معاملہ انتہائی کشیدہ ہو جائے اور صلح کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو ایک آدمی خاوند کی برادری سے مقرر کیا جائے، کیونکہ خاوند کی طبیعت اور مزاج کو وہ جانتا ہوگا اور ایک آدمی بیوی کی برادری سے، کیونکہ وہ اس کے مزاج اور طبیعت سے واقف ہوگا، یہ دونوں ثالث سر جوڑ کر بیٹھ جائیں، دونوں کی باتیں سنیں اور غور و فکر کریں اور وہ نزاع کو تلاش کریں کہ ان کے درمیان اختلاف اور نزاع کیوں پیدا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا اگر وہ دونوں ثالث ارادہ کریں گے اصلاح کا تو يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ جس کی غلطی ہو اس کو کہیں کہ یہ تیری زیادتی ہے اور وہ اپنی غلطی تسلیم کرے، کیونکہ غلطی کو

تسلیم کرنا ہی انسان کی سب سے بڑی شرافت ہے اور اپنی غلطی کو نہ ماننا یہ ابلیس کا طریقہ ہے۔

دیکھو قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو بہشت میں ٹھہرانے کے بعد حکم دیا کہ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کہ اس درخت کے قریب نہ جانا، وہ گندم کا درخت تھا، دنیا میں تو گندم کے پودے ہوتے ہیں، بہشت میں درخت ہوں گے تو فرمایا کہ تم اس درخت کے قریب نہ جانا، اگر گئے تو فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، لیکن ان سے غلطی ہوگئی، وہ بھی صرف اتنی کہ اس کو چکھا، صرف چکھنے سے رب تعالیٰ ناراض ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں منع کیا تھا، پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس موقع پر حضرت آدم علیہ السلام اگر ظاہری بہانے بنانا چاہتے تو بنا سکتے تھے، مثلاً: کہہ سکتے تھے کہ اے پروردگار! اس شیطان سے پوچھو جس نے جھوٹی قسمیں اٹھا کر ہمیں پھسلایا ہے، اس نے ہمارے ساتھ کیوں دھوکا کیا ہے؟ مگر آدم علیہ السلام سمجھدار تھے، سمجھ گئے کہ جتنے بھی چکر کاٹیں آخر غلطی تو ہوئی ہے، غیر مشروط طور پر کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اے رب ہمارے! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ہم ضرور ہو جائیں گے خسارہ پانے والوں میں سے۔ معافی مانگی، غلطی کا اقرار کیا۔

اور دوسری طرف دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ اے ابلیس! میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کر تو نے سجدہ کیوں نہ کیا؟ تو شیطان کہنے لگا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ میں آدم سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مجھے تو نے آگ سے پیدا فرمایا ہے اور آدم کو تو نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے، میں اس کو کیوں سجدہ کرتا، اکڑ گیا تو غلطی پر اکڑنا شیطان کا کام ہے اور غلطی کو تسلیم کرنا آدم کا کام ہے، جب حضرت آدم علیہ السلام نے غیر مشروط طور پر کہا: اے پروردگار غلطی ہوئی ہے، معاف فرمادے، اللہ تعالیٰ نے بھی رجوع فرمایا اور معاف کر دیا، بس سارے فساد کی جڑ ہے اَنا کہ میں بھی کچھ ہوں، جس فریق سے غلطی ہوتی ہے وہ مان لے کہ ہاں! واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو معاملہ کبھی طول نہیں پکڑے گا اور غلطی کو جائز ثابت کرنے کے لئے دلیلیں شروع ہو جائیں تو پھر اس معاملہ کو کوئی حل نہیں کر سکتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھادی ہے کہ اگر ثالثان کی نیت درست ہو تو اللہ تعالیٰ موافقت پیدا فرمادے گا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

عَلِیْمًا خَبِیْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار۔ لہٰذا اس نے جو احکام اپنے بندوں کے لئے جاری فرمائے ہیں، حق ہیں اور صحیح ہیں تو میاں بیوی کا حق بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ تمہارے ذمے اور بھی حق ہیں، ان کا خیال رکھو اور ان میں سب سے بڑا حق ہے اللہ تعالیٰ کا، اس لئے فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ اور عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی، عبادت چاہے بدنی ہو یا زبانی ہو یا مالی ہو، صرف اللہ کا حق ہے اور ہر نماز میں ہم اس کا اقرار کرتے ہیں ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ'' التحیات کے معانی ہیں زبانی عبادتیں الصلوات کے معانی ہیں بدنی عبادتیں اور الطیبات کے معنی ہیں مالی عبادتیں، یہ سب عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں تو پہلا حکم ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کرو۔

دوسرا حکم ہے وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا اور نہ شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو، نہ فرشتے اللہ کے شریک ہیں، نہ قطب، نہ ابدال، نہ ولی، نہ شہید، نہ حجر، نہ شجر، نہ سورج، نہ چاند۔ کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ اور تیسرا حکم کیا ہے۔ فرمایا:

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، یہاں تک کہ ماں باپ کے سامنے سخت لہجے میں بھی بولنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ اور نہ کہو ان کو ''ہوں'' یعنی کہ کوئی بات اچھی نہ لگے تو آدمی ''ہوں'' کہتا ہے، فرمایا: ماں باپ کے سامنے ''ہوں'' کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور بعض علاقوں میں ''ہوں'' اور ''ہاں'' تسلیم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، مگر یہ لہجہ اچھا نہیں ہے، اس لئے اس کی بھی اجازت نہیں ہے، بلکہ جی ہاں! کہہ کر جواب دو، نہایت ادب اور عاجزی کے ساتھ۔

حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ رئیس التابعین ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے اس انداز سے بولو کہ جس انداز سے سخت مزاج آقا کے سامنے غلام بولتا ہے وَّبِذِي الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، ماں باپ کے بعد بہن، بھائی، چچا اور دیگر اقارب ہیں، ان کا بھی حق ہے، ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو، بول چال، لین دین میں ان کا پورا خیال ملحوظ رکھو وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو۔ عام اس سے کہ وہ یتیم اپنی برادری سے ہوں، محلے سے ہوں، اپنے

شہر سے ہوں یا کسی اور علاقے کے ہوں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

مسکین اسے کہتے ہیں جو صاحب نصاب نہیں ہے، یعنی اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، قربانی واجب نہیں ہے، فطرانہ اس پر نہیں ہے، کمزور آدمی ہے تو اس کمزور آدمی کا بھی خیال رکھو، عموماً لوگوں کا یہ دستور ہے کہ مالدار آدمی سے علیک سلیک رکھتے ہیں، بیمار ہو تو تیمارداری کے لئے بھی جاتے ہیں، غریب کے پاس کوئی نہیں جاتا، کمزور کو کوئی نہیں پوچھتا، ہاں اس غریب کو اگر اللہ تعالیٰ اقتدار دیں تو پھر سارے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں، رشتے داریاں نکالتے ہیں، اور اس کے ساتھ تعلق جوڑتے ہیں کہ میرے فلاں کے رشتے دار ہیں اور فلاں کے رشتے دار ہیں اور جب اقتدار ختم ہو جائے تو پھر کوئی نہیں پوچھتا۔

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی اور اس پڑوسی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو جو قریبی ہے، اس کی دو تفسیریں ہیں، ایک یہ کہ پڑوسی ہے اور برادری کا ہے تو اس کا دوہرا حق ہے ایک وہ پڑوسی ہونے کی حیثیت سے، ایک رشتے دار ہونے کی وجہ سے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ پڑوسی جو بالکل قریب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا پڑوسی کا حق کتنے گھروں تک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آس پاس کے چالیس گھر پڑوسی ہیں، کہنے لگی: حضرت! اتنے پڑوسیوں کی کوئی خدمت کر سکتا ہے؟ مثال کے طور پر کوئی تحفہ یا سالن وغیرہ دینا چاہے تو اتنے گھروں تک کون پورا آسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''فَأَقْرَبُهُمْ إِلَيْكَ بَاباً'' پھر ان میں سے جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہے، اس کا حق ہے وَالْجَارِ الْجُنُبِ اور اس پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو جو اجنبی ہے یعنی اس کی برادری اور رشتے داروں میں سے نہیں ہے، اس کا بھی حق ہے اور اس کا یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ وہ پڑوسی جو ذرا ہٹا ہوا ہے، جس کا گھر دروازے سے دور ہے، اس کا بھی حق ہے وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ اور اس ساتھی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو، جو پہلو میں ہے، یعنی تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، مثلاً: تم بیٹھے ہو اور جگہ تمہارے پاس وافر ہے اور دوسرا آدمی تمہارے ساتھ تنگ بیٹھا ہے تو اس کو جگہ دو، تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھے یا کوئی اور تمہارے ساتھ بیٹھنا چاہے تو اس کو نہ روکو، اس طرح

کہ چوڑے ہو کر دو تین سیٹوں پر قبضہ جما لو، اس کا تمہیں حق نہیں، اس ساتھی کو حق دو، اسی طرح اگر ساتھ والا جاتے ہوئے کوئی چیز بھول کر چھوڑ گیا ہے تو اس کی حفاظت تمہارے ذمہ ہے اور اس سے اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے تو معاف کر دو، یہ پہلو کا ساتھی بسوں میں بھی ہوتا ہے، ریل گاڑیوں میں بھی ہوتا ہے، جہازوں میں بھی ہوتا ہے، تو پہلو کے ساتھی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا ہے۔

اسی طرح اس چیز کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ جہاں لوگ بیٹھے ہیں ان کے درمیان بیٹھنے کی جگہ بھی ہے یا نہیں، بعضے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ جگہ تو ہے نہیں، ویسے ہی درمیان میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں اور بیٹھنے والوں کو تنگ کرتے ہیں، یہ بھی گناہ کی بات ہے، اگر لوگ اسلام کے اصولوں پر عمل کریں تو دنیا میں کبھی فتنہ پیدا نہیں ہو سکتا، فتنہ فساد اس وقت ہوتا ہے جب لوگ اَنا، ضد اور ذاتی مفادات پر اتر آتے ہیں وَابْنِ السَّبِيلِ اور مسافروں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مسافر کی چوری ہو جاتی ہے یا پیسے گر جاتے ہیں اور اس کو کرایہ کی ضرورت ہے، روٹی کھانی ہے، رات گزارنی ہے، پیشہ ور مانگنے والا نہیں ہے، اتفاقاً ایسا ہو گیا ہے اور ایسے مسافروں کا بھی باقاعدہ حق ہے وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں یعنی غلاموں اور لونڈیوں کا بھی حق ہے، ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ کہ اُن سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو اور بول چال بھی اس کے ساتھ سختی سے نہ کرو، یہ سب حُقوق ہیں، درجہ بدرجہ جو شریعت نے بیان فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ بے شک اللہ پسند نہیں کرتا مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۳۶ جو تکبر کرنے والا ہو، اپنی بڑائی بیان کرنے والا ہو۔ مختال اکڑ کر چلنے والے کو کہتے ہیں اور فخور اپنی بڑائی بیان کرنے والے کو کہتے ہیں کہ میں فلاں خاندان کا ہوں، یہ بھی بڑے گناہ کی بات ہے، یہ جو کمی اور غیر کمی کا فرق ہے، اسلام اس کو مٹانے کے لئے آیا ہے، مگر ہم نے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا ہے کہ یہ چوہدری ہے اور یہ کمی ہے، کیونکہ آج بھی اگر کوئی بڑا آدمی چارپائی پر بیٹھا ہو تو اس کے ساتھ کسی نیچ قوم کے آدمی کو بیٹھنے کی ہمت نہیں ہے اور اگر کوئی بیٹھ جائے تو اس کو وہ برا سمجھتے ہیں، یہ افراط و تفریط اسلام میں نہیں

ہے، اسلام میں گورا کالا، امیر غریب، بادشاہ گدا گر سب انسان ہیں، یہ فرق یہود و ہنود اور نصاریٰ وغیرہ قوموں نے تراشا ہوا ہے، جن کے ہاں گورے اور کالے لوگوں کے عبادت خانے ماضی قریب تک الگ الگ رہے ہیں اور گورے کالے لوگوں کے ہسپتال بھی الگ الگ رہے ہیں، گورے کالوں کو اپنے ساتھ بیٹھنے بھی نہیں دیتے تھے، وہ الگ بیٹھتے تھے، جب ہمارے تبلیغی حضرات ان ملکوں میں تبلیغ کے لئے جاتے ہیں اور گورے کالے سب مل کر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور اکٹھے نمازیں پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں تو وہ لوگ حیران ہوتے ہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور نہ لڑائی اور خود ستائی کو پسند کرتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں، بخل کا معنی ہے کہ جہاں روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں خرچ نہ کیا جائے، یا جتنا خرچ کرنے کی ضرورت ہو اس سے کم کرچ کیا جائے وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخل کا یعنی خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم کرتے ہیں، ترغیب دیتے ہیں کہ غریبوں مسکینوں پر خرچ نہ کرو وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور چھپاتے ہیں وہ چیز جو ان کو دی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی پر فضل کیا ہے، نعمت دی ہے تو اس کو چھپانا نہیں چاہئے، بلکہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا فضل اور احسان ہے، اس نے مجھے مال دیا ہے، دولت دی ہے، جائیداد دی ہے اور یہ چیز اس کی وضع قطع اور لباس سے ظاہر ہو، شریعت ایسے آدمی کو پسند نہیں کرتی کہ جس کی مالی پوزیشن مضبوط اور اچھی ہو، مگر وہ اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہ پہنے، بلکہ کم درجے کے کپڑے استعمال کرے، البتہ کام کے وقت مسئلہ اس سے جدا ہے کہ ایک آدمی خراد مشین پر کھڑا ہے یا مزدور گارا اٹھا رہا ہے، کسان کھیتوں میں کام کر رہا ہے تو اس موقع پر کام والا لباس پہنیں گے، وہ ٹھیک ہے، مگر کام کے علاوہ اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہیں پہنتا تو رب تعالیٰ کی نعمت کی بے قدری ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کر۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ اور ہم نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا کرنے والا اور ذلیل کرنے والا کہ وہ عذاب ان کو ذلیل اور رسوا کر کے رکھ دے گا کہ یہ ہیں تکبر کرنے والے وَالَّذِيْنَ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رِئَآءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھانے کی لئے۔

آج شادیوں اور منگنیوں اور دیگر رسموں یعنی تیجے، ساتے اور چالیسویں پر لوگ جو خرچ کرتے ہیں، یہ سب ریاکاریاں ہیں، بے شک صدقہ خیرات اچھی بات ہے کہ اگر کوئی فوت ہوجائے تو اس کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنا اچھی بات ہے، مگر اس کے لئے دو چیزیں اصولی طور پر یاد رکھیں، ایک یہ کہ صدقہ خیرات کے لئے شریعت نے کوئی وقت نہیں مقرر فرمایا، نہ کوئی دن مقرر فرمایا ہے، نہ تیجہ، نہ ساتواں، نہ دسواں، نہ چالیسواں، نہ جمعہ، نہ جمعرات، یہ دنوں کا تعین کرنا بدعت ہے اور جب یہ بدعت ہے ایک تنکے کا بھی ثواب نہیں ملے گا، فقط رقم ضائع ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ صدقہ خیرات اس انداز سے کرو کہ دائیں ہاتھ سے دو تو بائیں کو معلوم نہ ہو، مگر اس پر ہمارے دل مطمئن نہیں ہوتے جب تک ہم ڈھنڈورا نہ پیٹ لیں اور گلی میں ہمارے دروازے کے سامنے دیگیں نہ کھڑکیں، اسی طرح جب تک تیسرے دن سامنے پھل فروٹ نہ ہوں تو ہمارے دل مطمئن نہیں ہوتے۔ یاد رکھنا یہ سب رسمیں ہیں، ان سے ثواب کی بجائے عذاب ہوگا، بلکہ اصل طریقہ یہ ہے جو فوت ہوجائے اس کے لئے بلا تعین ایام دعائیں کرو، صدقہ خیرات کرو، مگر خفیہ طریقے سے تاکہ اس کو ثواب پہنچے، اس پر شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور نہ ایمان لاتے ہیں آخرت کے دن پر۔ زبانی زبانی تو کہتے ہیں کہ ہم آخرت کو مانتے ہیں، لیکن حقیقۃً نہیں مانتے، کیونکہ صحیح معنوں میں آخرت کو مانتے تو بخل نہ کرتے وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا اور وہ شخص کہ ہو شیطان اس کا ساتھی فَسَآءَ قَرِيْنًا پس وہ بہت برا ساتھی ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کا ساتھی بننے سے بچائے اور اس کا کوئی ساتھی نہ ہو، آمین۔

وَ مَاذَا عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴿۴۱﴾ یَوْمَىٕذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَ لَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا ﴿۴۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

لفظی ترجمہ:

وَمَاذَا عَلَیْهِمْ اورکیا نقصان تھا ان کا لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اگر وہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَاَنْفَقُوْا اور خرچ کرتے مِمَّا اس چیز سے رَزَقَهُمُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِهِمْ ان کو عَلِیْمًا جاننے والا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَظْلِمُ ظلم نہیں کرتا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ایک ذرے کے برابر بھی وَاِنْ تَكُ اور اگر ہو وہ ذرہ حَسَنَةً نیکی یُّضٰعِفْهَا اس کو بڑھائے گا وَیُؤْتِ اور دے گا مِنْ لَّدُنْهُ اپنی طرف سے اَجْرًا عَظِیْمًا اجر بہت بڑا فَكَیْفَ پس کیا حال ہوگا اِذَا جِئْنَا جس وقت ہم لائیں گے مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت سے بِشَهِیْدٍ گواہ وَّجِئْنَا اور ہم لائیں گے بِكَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ان پر گواہ یَوْمَىٕذٍ اس دن یَّوَدُّ الَّذِیْنَ پسند کریں گے وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں وَعَصَوُا اور انہوں نے نافرمانی کی الرَّسُوْلَ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، وہ اس کو پسند کریں گے لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ برابر کردی جائے ان کے ساتھ زمین وَلَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا اور نہیں چھپا سکیں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے لوگو! اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو لَا تَقْرَبُوْا نہ قریب جاؤ الصَّلٰوةَ نماز کے وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو حَتّٰى یہاں تک کہ تَعْلَمُوْا تم جان لو مَا اس چیز کو تَقُوْلُوْنَ جو تم پڑھتے اور کہتے ہو وَلَا جُنُبًا اور نہ جنابت کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ مگر راستے سے گزرنے والے ہو حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا

یہاں تک کہ تم غسل کرلو وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اوراگر ہوتم بیمار اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ یا آئے تم میں سے کوئی ایک مِّنَ الْغَآىٕطِ قضائے حاجت سے فارغ ہوکر اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یا ہم بستری کی ہو تم نے عورتوں سے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی فَتَيَمَّمُوْا پس تم تیمم کرو صَعِيْدًا پاک مٹی سے طَيِّبًا جو صاف ہو فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ پس مسح کرو تم اپنے چہروں کا وَاَيْدِيْكُمْ اور اپنے ہاتھوں کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَفُوًّا معاف کرنے والا غَفُوْرًا بخشنے والا۔

تشریح:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے، ارشاد ربانی ہے وَمَاذَا عَلَيْهِمْ اور کیا نقصان تھا ان کا، کیا ان پر پہاڑ گر جائے گا یا کوئی مصیبت ان پر آن پڑے گی لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر۔ ایمان بڑی آسان چیز ہے کہ زبان سے اقرار کرنا ہے اور دل سے تصدیق کرنی ہے مگر جن لوگوں کی قسمت میں ہو، کیونکہ جن احکام کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ ایسے نہیں ہے کہ انسان ان پر عمل نہ کر سکے، بلکہ انسان کی طاقت کے مطابق ہے اور اگر کسی حکم پر عمل کرنے کی طاقت نہ رہے تو شریعت ان پر جبر کر کے عمل کرنے کا حکم نہیں دیتی۔

مثلاً: اگر آدمی کے پاس روپیہ اور مال نہ ہو تو اس پر زکوۃ نہیں ہے، حج نہیں ہے، قربانی اور فطرانہ نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی آدمی کھڑے ہوکر نماز نہیں ادا کرسکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے، اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو اشارہ سے پڑھ لے اور اسی صفحہ پر آگے آرہا ہے کہ اگر وضو نہیں کرسکتا تو تیمم کرلے، دیکھو آخر ہم بھی مسلمان ہیں، ایمان والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں مسلمان بنائے، ہم پر کونسا پہاڑ آگرا ہے تو جو لوگ ایمان سے گریز کرتے ہیں، اگر وہ ایمان لے آئیں تو ان پر کونسی مصیبت آپڑے گی وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اور وہ خرچ کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سارا مال دینے کا حکم نہیں دیتے۔ بلکہ اس نے زکوۃ میں چالیسویں حصے کا حکم دیا ہے اور عشر میں دسویں یا بیسویں حصے کا حکم دیا ہے، سال بھر ایک مرتبہ قربانی کا حکم دیا ہے اور سال میں ایک دفعہ فطرانہ دینا ہے اور عمر بھر میں ایک

مرتبہ حج کرنا ہے، باقی سارے مہینے اور سال تمہارے ہیں، کماؤ، پکاؤ اور کھاؤ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ان کو جاننے والا ان کی نیتوں کو جانتا ہے، ارادوں کو جانتا ہے، ظاہر اور باطن کو جانتا ہے، اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ بے شک اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا ذرہ برابر بھی۔ ذَرَّةٌ اس چیونٹی کو بھی کہتے ہیں جو زرد رنگ کی چھوٹی سی ہوتی ہے اور ان کو بھی ذَرَّةٌ کہتے ہیں جو فضاء میں اڑتے ہیں، عربی لوگ جب کسی شئے کی قلت کو بیان کرتے ہیں تو ذَرَّةٌ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کے لئے فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، وہ اس طرح کہ مثلاً: کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا اور وہ اس کے ذمہ لگا دیا جائے، ایسا نہیں ہوگا یا کسی نے قاعدے کے مطابق نیکی کی ہو اور اس میں کمی کردی جائے ایسا بھی نہیں ہوگا وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً اور اگر ہو ذرہ نیکی يُّضٰعِفْهَا اس کو بڑھائے گا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا اور دے گا اپنی طرف سے اجر بہت بڑا، اگر ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ اتباع سنت میں نیکی کی جائے تو اس کا ادنیٰ ترین بدلہ ہے دس نیکیاں، چنانچہ قرآن پاک میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو کوئی نیکی لے آئے گا اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو السلام علیکم کہتا ہے تو کہنے والے کو دس نیکیاں بھی ملیں گی اور ایک صغیرہ گناہ بھی خود بخود مٹ جائے گا اور ایک درجہ بھی بلند ہو جائے گا، اسی طرح وعلیکم السلام بھی مکمل جملہ ہے، وعلیکم السلام کہنے والے کو بھی دس نیکیاں ملیں گی اور اگر وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے گا تو بیس نیکیاں ملیں گی اور اگر ساتھ وبرکاتہ بھی کہا تو تیس نیکیاں مل گئیں اور اگر اس کے ساتھ مغفرتہ بھی کہہ دیا تو چالیس نیکیاں مل گئیں، ایک منٹ بھی نہیں لگا اور نیکیوں کا انبار لگ گیا۔

اسی طرح ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں، ایک قدم مسجد کی طرف جانے کے لئے اٹھائے گا دس نیکیاں ہیں اور اگر اس نیت کے ساتھ قدم رکھا کہ میں نے وہاں جا کر قرآن وحدیث کا درس بھی سننا ہے تو پھر یہ قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہوگا، لہٰذا ایک قدم کے بدلے کم از کم سات سو نیکیاں ملیں گی، اللہ تعالیٰ کے خزانے بڑے وسیع ہیں تو فرمایا کہ وہ نیکی کو بڑھائے گا، آگے فرمایا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ پس کیا حال ہوگا جس وقت لائیں گے ہم ہر امت میں سے ایک گواہ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا اور ہم لائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر گواہ، اس آیت کریمہ کی تفسیر اور تشریح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، چنانچہ بخاری شریف میں روایت آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن تمام مخلوقات کو اکٹھا کرے گا اور سب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی جمع کرے گا تو کافروں اور نافرمانوں پر اتمامِ حجت کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے سوال فرمائے گا، مثلاً: حضرت نوح علیہ السلام سے سوال فرمائے گا، کیا تو نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: اے اللہ! میں نے واقعی تبلیغ کی تھی، پھر نوح علیہ السلام کی امت سے سوال ہوگا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ وہ انکار کردے گی کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ سوال کرے گا: اے نوح! تمہارا کوئی گواہ بھی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: میرے گواہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے، اگر وہ لوگ یہ سوال کریں گے کہ یہ گواہ تو ہمارے زمانہ میں موجود نہ تھے، لہٰذا یہ گواہ کیسے ہوئے؟ تو امت محمد یہ یہ جواب دے گی کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے، جس میں صاف طور پر لکھا ہوا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا، جب خدا تعالیٰ اور اس کا رسول برحق یہ فرماتے ہیں کہ مثلاً: نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی تو ہم برحق اور سچی گواہی دیتے ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شہادت اور گواہی کی تصدیق کریں گے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سرکاری گواہ کی ہوگی، اسی طرح تمام پیغمبروں کی امتیں انکار کریں گی اور کہیں گی کہ ہمارے پیغمبروں نے ہمیں تبلیغ نہیں کی اور وہ پیغمبر دعویٰ کریں گے کہ ہم نے تبلیغ کی اور یہ امت مسلمہ ان کی گواہی دے گی کہ پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے کہ میری امت نے جو کہا ہے سچ کہا ہے اور اس پر فیصلے ہوں گے، یہ مطلب ہے اس آیت کریمہ کا کہ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا پس کیا حال ہوگا جس وقت ہم لائیں گے ہر

امت سے گواہ اور ہم لائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر گواہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ حق گواہی دی ہے:

یَوْمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اس دن پسند کریں گے وہ لوگ جو کافر ہیں وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ اور انہوں نے نافرمانی کی ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، وہ کس چیز کو پسند کریں گے، فرمایا لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ کاش کہ برابر کر دی جائے ان کے ساتھ زمین کہ ان کو دفن کر کے زمین کو ہموار کر دیا جائے یا یہ کہ ان کو مٹی کر کے زمین کے برابر کر دیا جائے وَلَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا اور نہیں چھپا سکیں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات۔

ساتویں پارے میں ہے کہ مشرک لوگ پہلے انکار کریں گے اور کہیں گے "واللہ ربنا ما کنا مشرکین" "اللہ کی قسم! جو ہمارا پروردگار ہے کہ ہم شریک نہیں بناتے تھے، یعنی ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے، مشرک اتنے ڈھیٹ اور بے حیا ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی زبانوں پر مہر لگ جائے گی، جیسا کہ سورۂ یٰسین میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، پھر یہ بول نہیں سکیں گے، کان بولیں گے، ناک بولے گا، ہاتھ بولیں گے، ایک ایک عضو بولے گا اور سب کچھ بتادیں گے کہ یہ کیا کرتے رہے ہیں، پہلے ذکر تھا وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ ٹھہراؤ اور یاد رکھنا شرک اتنی بڑی چیز ہے کہ غیر اختیاری طور پر بھی صادر ہو جائے تو معاف نہیں ہوگا۔

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں انہوں نے دوستوں کو ولیمہ کی دعوت دی اور ولیمہ سنت مؤکدہ ہے، مگر اس میں بھنگڑا اور ناچ گانا نہیں ہے جو ہم لوگوں نے سمجھا ہوا ہے اور نہ ہی اس میں تکلفات ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو دسترخوان کے اوپر کھجوریں ڈال دیں اور فرمایا کہ کھاؤ بھائی! ولیمہ ہے، ایک دوسرے موقع پر ستو رکھ دیئے اور فرمایا: کھاؤ، ولیمہ ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے موقع پر گنجائش تھی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت روٹی کھلادی، مطلب

یہ ہے کہ ولیمہ ہمت اور حیثیت کے مطابق ہے، تکلفات کی کوئی حیثیت نہیں ہے جو آج کل لوگوں نے اختیار کئے ہوئے ہیں کہ ولیموں اور جہیزوں کی وجہ سے عورتیں بوڑھی ہوگئی ہیں، یہ ملعون طریقے اور رسمیں ہیں، ان کے خلاف جہاد کرو، یہ تمہارا فرض ہے اور کوشش کرو کہ کوئی بچی بیس سال سے اوپر نہ جائے، بلکہ بیس سال کی عمر تک شادی ہو جائے، کیونکہ اس کے بعد طبی لحاظ سے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں، آج کل کی طب کا تو مجھے علم نہیں ہے، مگر میں نے پرانی طب پڑھی ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ عورت کی عمر جب زیادہ ہو جائے اور شادی نہ کی جائے تو اس کے رحم میں ٹیوبیں ہوتی ہیں، وہ ضائع ہو جاتی ہیں، جل جاتی ہیں اور عورت بچہ جننے کے قابل نہیں رہتی، پھر ساری زندگی علاج کراتے پھرو، کوئی فائدہ نہیں ہوگا، الا ماشاء اللہ۔

تو بات یہاں سے چلی تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چند ساتھیوں کو دعوت ولیمہ پر مدعو کیا، پر مسجد نبوی والے محلے کے ساتھ دوسرا محلہ تھا، وہاں رہتے تھے، وہاں ایک چھوٹی سی مسجد تھی، اس وقت مدینہ طیبہ میں بلند اور پست جگہیں بہت تھیں، اب تو سڑکیں بن گئی ہیں اور بجلی کا زمانہ بھی نہ تھا، اس لئے انہوں نے یہ انتظام شام ہونے سے پہلے کیا، تاکہ ساتھی کھانا کھا کر روشنی میں ہی اپنے اپنے گھر چلے جائیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کو کھانا کھلانے کے بعد شراب پیش کی، جس طرح آج کل چائے یا بوتل پیش کرتے ہیں، کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور شراب بڑی تیز تھی، ادھر مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا، مدعوئین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، محلے والوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں، تاکہ ہمیں ان کی امامت میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہو جائے، کیونکہ ہر آدمی کی کوشش ہوتی ہے کہ نیک سے نیک آدمی کے پیچھے نماز پڑھی جائے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی، چونکہ نشے میں تھے تو سورۂ کافرون کو اس طرح پڑھا: {قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ} لَاۤ کا لفظ چھوڑ گئے، اصل تو اس طرح ہے لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ میں نہیں عبادت کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو اور لَاۤ کے بغیر ترجمہ بنتا ہے، میں بھی انہیں کی عبادت کرتا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے پابندی لگادی کہ نماز کے وقت کوئی آدمی شراب پی کر نہ آئے، اس کے بعد پھر شراب بالکل حرام کردی گئی، جیسا کہ ساتویں پارے میں حرمت کا حکم

موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ نہ قریب جاؤ نماز کے وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو، یعنی نماز کے اوقات میں شراب ممنوع ہوگئی حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ یہاں تک کہ تم جان لو اس چیز کو جو تم پڑھتے اور کہتے ہو، اس آیت کریمہ سے یہ بات سمجھ آئی کہ ہم نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں، اس کی ہمیں سمجھ آنی چاہئے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں اور میں کیا کہہ رہا ہوں۔

آج بہت سارے نمازی ایسے نظر آئیں گے کہ انہیں نماز پڑھتے پچاس ساٹھ سال ہوگئے ہیں، مگر ان کو نماز کا ترجمہ نہیں آتا، بلکہ اچھے خاصے سمجھدار نمازیوں سے بھی دعا قنوت کے اس جملے کا ترجمہ پوچھو تو نہیں آئے گا کہ "ونحفد" کا کیا معنی ہے، میرے اندازے کے مطابق سو میں سے پانچ بتا سکیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے کیا پڑھا ہے اور کیا کہہ رہے ہو، آج ہم پر شراب کا نشہ تو نہیں ہے، مگر جہالت کا نشہ ضرور ہے، لہٰذا یاد رکھو نماز کا ترجمہ ہر مسلمان مرد و عورت کو آنا چاہئے، آگے فرمایا:

وَلَا جُنُبًا اور نہ جنابت کی حالت میں نماز کے قریب جاؤ اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ مگر یہ کہ سفر کرنے والے ہو، یعنی پانی ایک میل دور ہے اور اگر ہے تو استعمال کرنے پر قدرت نہیں ہے تو اجازت ہے کہ غسل اور وضو کی جگہ تیمم کرے اور نمازیں ادا کرے اور عَابِرِیْ سَبِیْلٍ کا دوسرا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کے محل یعنی مسجد میں داخل بھی نہ ہو، البتہ وہاں بطور راستہ گزرنا ہو تو مسجد سے گزر سکتا ہے، اسی طرح اگر مسجد میں بدخوابی ہوگئی تو مسجد سے گزر کر باہر جانا جائز ہے، بہرحال فرمایا کہ دو حالتوں میں نماز کے قریب نہ جاؤ، ایک یہ کہ تم نشے کی حالت میں ہو اور دوسرا یہ کہ جنبی ہو حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا یہاں تک کہ تم غسل کرلو۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اور اگر ہو تم بیمار یعنی تم میں سے کوئی شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ جس میں پانی کا استعمال بیماری میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے یا ہلاکت کا خطرہ ہے تو پانی استعمال نہ کرے، بلکہ تیمم کر کے نماز ادا کرے، مگر پانی کے استعمال سے ایسا ڈاکٹر یا طبیب منع کرے جس میں یہ تین شرطیں پائی جائیں، نمبر ایک: ڈاکٹر اور طبیب مسلمان ہو، کیونکہ غیر مسلم کی کوئی بات مسلمان کے لئے اسلامی امور میں

حجت نہیں ہے۔ نمبر دو: دیندار ہو، یعنی نماز روزے کا پابند ہو، جو ڈاکٹر اور حکیم نماز روزے کا پابند نہیں ہے، نمازی کے لئے اس کی بات بھی حجت نہیں ہے۔ نمبر تین: مستند ہو، عطائی نہ ہو کہ چند شیشیاں لے کر بیٹھ گیا ہو اور لوگوں کو لوٹ رہا ہو، غیر مستند ڈاکٹر حکیم کی بات بھی اسلامی احکامات میں حجت نہیں ہے، اگر ایسا ڈاکٹر اور حکیم کہے کہ تم روزہ نہ رکھو تو نہ رکھو اور اگر ایسا ڈاکٹر اور حکیم کہے کہ پانی استعمال نہیں کرنا تو پانی استعمال نہ کرو، تیمم کرو، نماز پڑھو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو اور پانی سے ایک میل دور ہو اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ یا آئے تم میں سے کوئی ایک مِّنَ الْغَآىٕطِ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یا ہم بستری کی ہو تم نے عورتوں سے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا پس تم تیمم کرو پاک مٹی سے۔ اگر مٹی پر، زمین پر، کسی بچے یا بڑے نے پیشاب کیا ہو اور پیشاب خشک ہو گیا ہے تو ایسی زمین سے تیمم نہیں کر سکتے، کیونکہ تیمم کے لئے طَیِّبًا کی قید ہے، البتہ ایسی جگہ پر نماز پڑھ سکتے ہو، زمین کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس پر پانی ڈال دو اور دوسرا یہ کہ وہ خشک ہو جائے تو پاک ہو گئی ہے۔

آگے تیمم کا طریقہ بیان فرمایا ہے فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ پس مسح کرو تم اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا، تیمم کے لئے دو ضربیں ہیں، دونوں ہاتھ زمین پر مار کر جھاڑ لو اور منہ پر ملو اس طرح کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے، دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارو اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک ملو، اچھی طرح کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِّلْیَدَیْنِ إِلَى الْمِرْفَقَیْنِ أَوْ كَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ'' کہ تیمم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لئے ہے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لئے ہے، کہنیوں تک۔ غسل کا تیمم بھی یہی ہے اور وضو کا تیمم بھی یہی ہے، تیمم میں نہ سر کا مسح ہے اور نہ پاؤں کا مسح ہے، اس تیمم کے ساتھ تم نماز پڑھ سکتے ہو، قرآن مجید کو ہاتھ لگا سکتے ہو، طواف کر سکتے ہو، یعنی جو جو عبادتیں وضو کے ساتھ جائز ہیں، وہ تیمم کے ساتھ بھی جائز ہیں اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىٕكُمْؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِیًّا٘ۗ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِیْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا وَ اسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۴۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

لفظی ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ کیا نہ دیکھا آپ نے اِلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف اُوْتُوْا جن کو دیا گیا نَصِیْبًا ایک حصہ مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب سے یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ خریدتے ہیں وہ گمراہی وَ یُرِیْدُوْنَ اور ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس بات کا کہ تَضِلُّوا تم بھی بہک جاؤ السَّبِیْلَ راستے سے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِاَعْدَآىٕكُمْ تمہارے دشمنوں کو وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِیًّا اور اللہ تعالیٰ کافی ہے حمایت کرنے والا وَ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِیْرًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ مدد کرنے والا مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں سے هَادُوْا جو یہودی ہیں یُحَرِّفُوْنَ تحریف کرتے ہیں، بدلتے ہیں الْكَلِمَ کلمات کو عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ان کی جگہوں سے وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سن لیا ہے وَ عَصَیْنَا اور ہم نے نافرمانی کی وَ اسْمَعْ اور تو سن غَیْرَ مُسْمَعٍ اور تو نہ سنایا جائے وَّ رَاعِنَا اور راعنا کہتے ہیں لَیًّا دبا کر پھیر کر بِاَلْسِنَتِهِمْ اپنی زبانوں کو وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِ اور عیب نکالتے ہیں دین میں وَ لَوْ اَنَّهُمْ اور اگر بے شک وہ قَالُوْا کہتے سَمِعْنَا ہم نے سن لیا ہے وَ اَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی وَ اسْمَعْ اور تو سن وَ انْظُرْنَا اور نظر شفقت فرما ہم پر لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ تو یہ چیز ان کے لئے بہتر ہوتی وَ اَقْوَمَ اور بہت درست ہوتی وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے فَلَا یُؤْمِنُوْنَ پس نہیں ایمان لاتے وہ اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو! اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب اٰمِنُوْا ایمان لاؤ بِمَا اس چیز پر نَزَّلْنَا جو ہم نے نازل کی ہے مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والی ہے لِّمَا اس چیز کی مَعَكُمْ جو تمہارے پاس ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ

نَّطۡمِسَ پہلے اس سے کہ ہم مٹادیں وُجُوۡهًا چہروں کو فَنَرُدَّهَا پس ہم ان کو پلٹادیں عَلٰۤى اَدۡبَارِهَاۤ ان کی پشتوں کی طرف اَوۡ نَلۡعَنَهُمۡ یا ہم ان پر لعنت بھیجیں كَمَا لَعَنَّاۤ جس طرح کہ ہم نے لعنت بھیجی اَصۡحٰبَ السَّبۡتِ ہفتے کے دن زیادتی کرنے والوں پر وَ كَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ مَفۡعُوۡلًا طے شدہ۔

تشریح:

قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پر اہل کتاب کا ذکر آیا ہے، اہل کتاب کا معنی ہے کتاب والے اور اس سے مراد ہیں عیسائی اور یہودی، کیونکہ وہ آسمانی کتابوں کے ماننے کا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ ہم توراۃ کو مانتے ہیں، انجیل کو مانتے ہیں، زبور کو مانتے ہیں، اگرچہ ہے فقط ماننے کا دعویٰ، عمل نہیں کرتے۔

جس طرح آج کل مسلمان کہلانے والے بہت سارے فرقے ہیں، جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں، ظاہری طور پر تو قرآن کریم کا کوئی انکار نہیں کرتا، مگر قرآن کی بات کوئی نہیں مانتا، اپنی مرضی اور خواہش پر چلتے ہیں، یہاں تک کہ قادیانی کافر بھی کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں اور کلمہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھتے ہیں اور ظاہری طور پر نمازیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ادا کرتے ہیں، مگر جب ختم نبوت کا مسئلہ آتا ہے تو وہاں من مانی کرتے ہیں، نہ قرآن کو مانتے ہیں، نہ حدیث کو مانتے ہیں اور یہی حال ہے اہل بدعت کا کہ ظاہری طور پر قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، لیکن جب ان کے عقائد پر زد پڑتی ہے تو تاویلیں کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔

لہٰذا اہل کتاب کا تعارف کرایا جارہا ہے، فرمایا اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ کیا نہ دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا ایک حصہ کتاب سے، مطلب یہ ہے کہ ساری کتاب کو تو مانتے نہیں ہیں، صرف دعویٰ ہے ساری کتاب کے ماننے کا، حقیقۃً صرف وہ حصہ مانتے ہیں جو ان کے مطلب کا ہے کہ جس کے ماننے سے ان کے عقائد اور نظریات پر زد نہیں پڑتی، لہٰذا ساری کتاب تو حاصل نہ

ہوئی، صرف کچھ حصہ ہی حاصل ہوا، جس طرح ہماری اسمبلی میں یہ بات ہوئی تھی کہ ہمارا آئین قرآن وسنت کے مطابق ہوگا، مگر وہ جس کو اسمبلی پاس کرے گی، مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت کا وہ حصہ جو ان کی خواہشات کے خلاف ہوگا، اس کو نہیں مانیں گے، تو بھائی! تم نے مانا کیا ہے؟ جو مانا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے، حج ادا کریں گے، زکوۃ دیں گے اور قرآن کا وہ حصہ جو ہماری قانون سازی پر اثر انداز ہوگا وہ نہیں مانیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مانا بھی نہیں ہے تو ماننا تو نہ ہوا کہ مطلب کی چیزیں مان لیں اور بقیہ کا انکار کر دیا، اسمبلی کی اس بات پر ہم نے کافی احتجاج کیا، مگر ہماری کون سنتا ہے؟ بھائی! ایسے نظریات کے ہوتے ہوئے کیا تم مسلمان کہلانے کے حق دار ہو؟

اسی طرح یہود ونصاریٰ بھی کتاب کے ماننے کا دعویٰ کرتے تھے، مگر مانتے صرف مطلب کی چیزیں تھے یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ اور ارادہ کرتے ہیں اس بات کا کہ تم بھی بہک جاؤ، چونکہ اس دور میں ان کے جو مذہبی پیشوا تھے، اثر ورسوخ بھی انہیں کا تھا، لوگ ان کی بات مانتے تھے، کوئی خوشی سے اور کوئی مجبوراً ماننا تھا اور ان کے پیشوا اکثر گمراہ تھے، جو نیک دل اور صحیح تھے، وہ تھوڑے تھے۔

جس طرح آج کل ترکی کا حال ہے کہ وہاں کے سرکاری مولویوں نے فتویٰ دیا ہے کہ تم نماز ترکی زبان میں پڑھا کرو اور وہاں علماء حق بھی ہیں جنہوں نے ان کے خلاف فتویٰ دیا ہے کہ نماز ترکی زبان میں نہیں ہوگی، عربی زبان میں ہوگی، کیونکہ اگر نماز ترکی زبان میں پڑھیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا جو نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تھی وہ تو بگڑ گئی، ترکی والے ترکی میں، فارسی والے فارسی میں، اردو والے اردو میں، ہندی والے ہندی میں، چین والے چینی زبان میں پڑھیں، پھر نماز تو نہ رہی اور یہ بے دینی ہر دور میں رہی ہے اور اس کے مطابق مولوی بھی مل جاتے ہیں اور اب بھی یہ کام بڑے زوروں پر ہے تو فرمایا: خود تو گمراہ ہوئے وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ اور چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے سے بہک جاؤ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو۔ چاہے وہ کھلے دشمن ہوں یا خفیہ دشمن ہوں، تمہارے اندر رہنے والے۔

اور یاد رکھنا کھلے دشمن کا خطرہ کم ہوتا ہے اور چھپے دشمن کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے جو بظاہر اپنا بن کے

رہتا ہے اور باطنی طور پر دشمنی کرتا ہے اور یہ باطل قوتیں جتنی ہیں ایسے ہی لوگوں کو خرید کر حق کو نقصان پہنچاتی ہیں، ورنہ براہِ راست وہ کچھ بھی نہیں کرسکتیں، اسی مسئلہ کو لے لو کہ اگر امریکہ براہِ راست فتویٰ دیتا کہ تم ترکی زبان میں نماز پڑھو تو کس نے تسلیم کرنا تھا؟ بلکہ ترکی ہی سے مولوی کھڑے کئے اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ نماز ترکی زبان میں جائز ہے۔

مشہور حکایت ہے کہ لوہے اور لکڑی کا آپس میں مناظرہ ہوا، لوہے نے کہا کہ میں مضبوط اور طاقت ور ہوں، لکڑی نے کہا میں مضبوط اور طاقتور ہوں، لوہے نے کہا کہ میں تمام چیزوں کو کاٹ دیتا ہوں، یہاں تک کہ لکڑی کو بھی کاٹ دیتا ہوں، لکڑی نے کہا کہ بے شک تو مضبوط اور طاقتور ہے، مگر میرے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا، مثلاً: دیکھو کلہاڑی کتنی موٹی اور تیز ہوتی ہے، مگر جب تک لکڑی کا دستہ نہیں پڑے گا لکڑی کو کاٹ نہیں سکتی۔ اسی طرح علماء سوء اور پیٹ پرست پیر اور خودغرض لیڈر کفر کی کلہاڑی کے دستے ہیں اور اسلام کے درخت کو کاٹنے کے درپے ہیں، لیکن اگر تم صحیح معنی میں مسلمان ہو تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا اور اللہ تعالیٰ کافی ہے حمایت کرنے والا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ مدد کرنے والا۔ اسلام کبھی دنیا سے مٹ نہیں سکتا، چاہے کافر سردھڑ کی بازی لگا دیں اور طاغوتی طاقتیں جتنا مرضی زور لگا لیں۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ان لوگوں سے جو یہودی ہیں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ تحریف کرتے ہیں، بدلتے ہیں کلمات کو عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ان کی جگہوں سے، یہ بدلنا اور تحریف کرنا لفظی بھی ہے اور معنوی بھی ہے، ہیر پھیر کرتے تھے، تحریفِ لفظی کی مثال تو آگے آ رہی ہے اور معنوی تحریف اس طرح کرتے تھے کہ مثال کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نشانیاں ان کی کتابوں میں مذکور تھیں، ان کے متعلق کہتے کہ نشانیاں تو ہیں، مگر وہ اس پیغمبر پر صادق نہیں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے دوسروں پر چسپاں کر دیتے، تو جو ذات ان نشانیوں کی مصداق ہے اس سے پھیر کر دوسروں پر فٹ کر دینا یہی تحریف ہے وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور کہتے ہیں: ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی، یہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حوالے دیتے کہ تمہاری تورات اور انجیل میں میری بشارت

موجود ہے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وہ پاتے ہیں آخری پیغمبر کو لکھا ہوا توراۃ اور انجیل میں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حوالے دیتے تو کہتے کہ ہم نے یہ بات سن لی ہے اور آہستہ سے کہہ دیتے کہ مانیں گے نہیں اور بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ کھلے طور پر کہتے تھے کہ یہ پیش گوئیاں ہماری کتابوں میں موجود ہیں، مگر ہم ان کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ اور تو سن، نہ سنایا جائے۔

اس جملے کا اچھا مطلب بھی بن سکتا تھا اور برا بھی۔ اچھا مطلب تو یہ ہے کہ آپ ہماری بات سنیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ سنائی جائے، یعنی بری بات تیرے کان میں نہ آئے اور برا مطلب کہ تو سن اور نہ سنایا جائے کہ بہرہ ہو جائے کہ تیرے کان کام کے نہ رہیں تو جو اچھے لوگ تھے، وہ پہلا معنی مراد لیتے تھے اور یہودی دوسرا معنی مراد لیتے تھے وَرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ اور رَاعِنَا کہتے ہیں دبا کر اپنی زبانوں کو، رَاعِنَا کا لفظ رعایت سے ہو سکتا ہے، معنی ہیں پاس عزت کرنا، لحاظ کرنا، رعایت اور مراعات بڑے مشہور لفظ ہیں، ہماری زبان میں بھی بولے جاتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے مجھے رعایت دو، یہ بڑی رعایتی چیز ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہ جب رَاعِنَا کا لفظ بولتے تھے تو ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ حضرت! ہماری رعایت کرو، کیونکہ ہم میں شہری لوگ بھی ہیں، دیہاتی بھی ہیں، پڑھے لکھے بھی ہیں، ان پڑھ بھی ہیں، ذہین بھی ہیں اور درمیانے درجے کے لوگ بھی ہیں، غبی بھی ہیں، حضرت! بیان اس انداز میں سے ہو کہ ہم سارے سمجھ جائیں، کیونکہ بعض باریک اور دقیق چیزیں سارے نہیں سمجھ سکتے اور یہودی یہ جملہ ذرا زبان دبا کر بولتے تھے، جس سے ''ی'' پیدا ہو جاتی تھی، راعینا بن جاتا تھا تو یہ ''رَعُوْنَتٌ'' سے ہو جاتا تھا، ''رَعُوْنَتٌ'' کے معنی ہیں تکبر، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں میں بڑی رعونت ہے، یعنی تکبر ہے، تو تھوڑا سا دبا کر بولنے سے لفظ بدل جاتا، تو معنی بھی بدل جاتا، کیونکہ زبر اور زیر سے بڑا فرق پڑ جاتا ہے، مثلاً: بَكْرِیْ اور چیز ہے اور بِكْرِیْ اور شئے ہے، اسی طرح اَچھ اور چیز ہے اور اِچھ اور چیز ہے، اسی طرح اس کے معنی احمق اور چرواہے کے بھی ہوتے اور یہودی یہی مراد لیتے ہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے اس لفظ پر پابندی

لگا دی، جیسا کہ پہلے پارے میں بیان ہو چکا ہے لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا کہ اے مسلمانو! رَاعِنَا نہ کہو انْظُرْنَا کہو کہ حضرت! ہم پر نظر شفقت فرماؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز چیز سے بھی باطل غلط فائدہ اٹھائے تو وہ جائز چیز بھی ممنوع ہے، کیونکہ فی نفسہٖ رَاعِنَا کا لفظ برا نہیں تھا اور کہنے والوں کی نیت بھی صحیح ہوتی تھی، مگر یہودی خباثت کرتے تھے، اس لئے منع کر دیا گیا اور یہودیوں کی عادت تھی، وہ اپنی خباثت کا اظہار کرتے رہتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو کہتے: السام علیکم اور سام کے معنی ہے موت درمیان سے لام کھا جاتے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک یہودی آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے مبارک میں تشریف فرما تھے، دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے کہا: السام علیکم، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ لفظ سن کر کہا: علیک السام واللعنۃ تیرے اوپر موت اور لعنت پڑے، خیر یہودی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر کے چلا گیا، بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آج تو بڑی گرم تھی، کہنے لگی: حضرت! ''أَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالَ؟'' آپ نے وہ لفظ نہیں سنے؟ جو اس نے کہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أَلَمْ تَسْمَعِیْ مَاقُلْتُ؟'' تو نے نہیں سنا جو میں نے اس کو جواب دیا ہے، فرمایا: اس نے کہا السام علیک، میں نے جواب میں کہا: علیک، کہ تو جو کہتا ہے وہ تیرے اوپر پڑے، مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، شرافت بھی برقرار اور جواب بھی ہو گیا۔

اور کچھ خبیث ایسے بھی تھے کہ آ کر کہتے: السِّلام علیکم سین کے کسرے کے ساتھ، اس کا معنی ہے: تجھ پر چٹان گرے اور اگر جمع کی ضمیر ہو تو معنی بنے گا تم پر چٹان گرے تو اس طرح کی خباثتیں کرتے تھے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتے تھے وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ اور عیب نکالتے ہیں دین میں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہودیوں نے بٹھالیا اور کہنے لگے کہ: تیرا نبی کیسا ہے کہ تمہیں بتاتا ہے کہ پیشاب اس طرح کرو، پاخانہ اس طرح کرو، یہ دین ہے، یہ تعلیم دینے کے لئے آیا ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ معمر صحابی تھے، انہوں نے اڑھائی سو سال عمر پائی ہے اور صحت مند بھی اس طرح تھے کہ دیکھنے والا کہتا تھا ساٹھ ستر سال عمر ہوگی، پرانے تجربہ کار تھے، جواب میں فرمایا:

ہاں! بھائی! وہ ہمیں سمجھاتے ہیں کہ جب تم بول و براز کے لئے بیٹھو تو کعبۃ اللہ کی طرف منہ نہ کرو، نہ پیٹھ کرو، اس میں کونسی بری بات ہے؟۔

کیا قبلے کے احترام کی ضرورت نہیں ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ جب استنجا کے لئے ڈھیلا استعمال کرو تو بائیں ہاتھ سے استعمال کرو اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہڈی استعمال نہ کرو، ممکن ہے اس کا کوئی کنارہ تیز ہو، جس سے تمہیں تکلیف پہنچے اور یہ بھی سمجھایا ہے کہ گوبر اور کوئلوں کے ساتھ استنجا نہ کرو، کونسی بری تعلیم دی ہے، دیکھنا یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں، مگر ہیں تو دین، وہ ان پر طعن کرتے تھے۔

اور یاد رکھنا دین کے کسی بھی حکم پر طعن کرنا کفر اور الحاد ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا اور اگر بے شک وہ کہتے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سنا ہے اور اطاعت کی ہے وَاسْمَعْ اور آپ سنیں وَانْظُرْنَا اور ہم پر نظر شفقت فرما لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو یہ چیز ان کے لئے بہتر ہوتی وَاَقْوَمَ اور بہت درست اور معقول بات ہوئی وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا پس نہیں ایمان لاتے، وہ مگر بہت تھوڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سارے معجزات دیکھنے کے باوجود بہت کم یہودی ایمان لائے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے تھے، جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے تھے، مگر ضد کی وجہ سے انکار کر جاتے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اے وہ لوگو! جن کو دی گئی کتاب اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا ایمان لاؤ اس چیز پر جو ہم نے نازل کی ہے، یعنی قرآن پاک پر ایمان لاؤ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ تصدیق کرنے والی ہے اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے، قرآن پاک، اصل توراۃ اور اصلی انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور اصلی زبور کی بھی تصدیق کرتا ہے، کیونکہ اصولی طور پر دین ایک ہی ہے، لہٰذا اگر قرآن کریم ان کے خلاف ہوتا تو پھر کہہ سکتے کہ ہماری کتابوں میں اصول اور ہیں اور تمہاری کتاب میں اصول اور ہیں، ہم کس طرح تسلیم کریں، رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک ان کا مصدِّق ہے، فرمایا مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا پہلے اس سے کہ ہم چپٹا کر دیں تمہارے چہروں کو، مٹا دیں تمہارے چہروں کو فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ پس ہم ان کو پلٹ دیں ان کی پشتوں کی طرف، اب تو منہ چھاتی کی طرف ہے، ہم چاہیں تو تمہارے چہرے پیٹوں کی طرف پھیر دیں،

اللہ تعالیٰ کے لئے کونسا کام مشکل ہے؟ اَوْ نَلْعَنَهُمْ یا ہم ان پر لعنت بھیجیں كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ جس طرح کہ ہم نے لعنت بھیجی ہفتے کے دن زیادتی کرنے والوں پر۔

ان کا واقعہ نویں پارے میں بیان ہوا ہے، بحر قلزم کے کنارے ایلہ نامی ایک بستی تھی، آج کل اس کو ایلات کہتے ہیں، یہ ان کی بندرگاہ ہے، ان پر پابندی تھی کہ تم ہفتے والے دن شکار نہیں کر سکتے، ہفتے کے علاوہ دوسرے دنوں میں جائز ہے، کیونکہ ہفتے کا دن عبادت کے لئے خاص تھا، جس طرح ہمارے لئے جمعہ والے دن پہلی اذان سے لے کر نماز جمعہ کے ختم ہونے تک نماز کے علاوہ کوئی کام جائز نہیں ہے، مثلاً: خریدنا بیچنا، کھانا پینا، لکھنا پڑھنا، سونا پہلی اذان کے بعد یہ سارے کام حرام ہو گئے، سوائے اس کام کے جس کا تعلق نماز جمعہ کے ساتھ ہے کہ غسل کر سکتے ہو، مسواک کر سکتے ہو، وضو کر سکتے ہو، کپڑے بدل سکتے ہو، خوشبو لگا سکتے ہو، خطیب جمعہ کے لئے مطالعہ کر سکتا ہے اور ایسا کام جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے، وہ حرام ہے، چاہے نکاح ہی کیوں نہ ہو، خدا کا شکر ادا کرو کہ ہم پر تو صرف دو اڑھائی گھنٹے پابندی لگی ہے اور ان پر تو چوبیس گھنٹے پابندی تھی، رات بھی دن بھی، مگر ان لوگوں نے حیلے کے ساتھ مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں، کچھ ان کو روکنے والے بھی تھے تو جن لوگوں نے ہفتے کے دن کی تعظیم نہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی، تفصیل پارہ: ۷ مائدہ میں آئے گی وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ اور بنادیا اللہ تعالیٰ نے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر، بوڑھوں کو خنزیر بنادیا اور جوانوں کو بندر بنادیا، وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے، مگر گفتگو نہیں کر سکتے تھے، تین دن کے بعد ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو فرمایا: جس طرح ہفتے کے دن میں شرارت کرنے والوں پر ہم نے لعنت کی، اس طرح تم پر بھی کر سکتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے: اس امت کے آخری دور میں اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر بنائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: حضرت! کیا وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے؟ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یصلون ویصومون ویحجون نمازیں بھی پڑھیں گے، روزے بھی رکھیں گے، حج بھی کریں گے، مگر گانے بجانے کے بڑے شوقین ہوں گے، یوں سمجھو کہ رات کو ٹی وی کے آگے بیٹھے ہوں گے اور صبح جب اٹھیں گے تو بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہوں

گے، یہ روایت بخاری شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف میں بھی موجود ہے اور یادرکھو وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ طے شدہ، رب تعالیٰ جو فرماتے ہیں، وہ کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا(۴۸) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا(۴۹) اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا(۵۰) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا(۵۱) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا(۵۲) اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا(۵۳) اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا(۵۴)

لفظی ترجمہ:

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَغْفِرُ نہیں بخشے گا اَنْ اس بات کو یُّشْرَكَ بِهٖ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے وَ یَغْفِرُ اور بخش دے گا مَا اس گناہ کو دُوْنَ ذٰلِكَ جو شرک سے نیچے ہے لِمَنْ یَّشَآءُ جس کے لئے چاہے گا وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَقَدِ پس بتحقیق افْتَرٰۤى اس نے افترا باندھا اِثْمًا عَظِیْمًا بہت بڑے گناہ کا اَلَمْ تَرَ کیا نہ دیکھا تو نے اِلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ جو اپنی جانوں کی صفائی بیان کرتے ہیں بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پاک کرتا ہے جس کو چاہے۔ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا فَتِیْلًا دھاگے برابر اُنْظُرْ دیکھ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ کیسے افترا باندھتے ہیں عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر الْكَذِبَ جھوٹ کا وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا اور کافی ہے یہ گناہ صریح اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا تو نے اِلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف اُوْتُوْا جن کو دیا گیا نَصِیْبًا حصہ مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب کا یُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں بِالْجِبْتِ جبت بت پر وَ الطَّاغُوْتِ اور طاغوت بت پر وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو كَفَرُوْا جو کافر ہیں هٰۤؤُلَآءِ یہ کافر اَهْدٰى زیادہ ہدایت والے ہیں مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں سے اٰمَنُوْا جو ایمان لائے سَبِیْلًا راستے کے لحاظ سے اُولٰٓىٕكَ وہی لوگ ہیں الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا پس ہرگز نہیں پائے گا تو اس کے لئے

کوئی مددگار اَمۡ لَهُمۡ نَصِیۡبٌ کیا ان کے لئے حصہ ہے مِّنَ الۡمُلۡكِ بادشاہی میں سے فَاِذًا پس اس وقت لَّا یُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نہ دیں گے لوگوں کو نَقِیۡرًا تل برابر بھی اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں کے ساتھ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے دی ان لوگوں کو مِنۡ فَضۡلِهٖ اپنے فضل سے فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ پس تحقیق دی ہم نے اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ آل ابراہیم کو الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ کتاب اور دانائی بھی وَاٰتَیۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِیۡمًا اور ہم نے دیا ان کو بہت بڑا ملک۔

اللہ تعالیٰ کے قانون میں شرک سے بڑا کوئی گناہ اور جرم نہیں ہے، اسی لئے لفظ اِنَّ کے ساتھ اس کا حکم بیان فرمایا ہے، اِنَّ کا معنی ہے تحقیق بلاشک، فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَكَ بِهٖ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے۔

شرک کی ایک صورت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے، اس طرح کی کوئی اور ذات تسلیم کی جائے، مگر ایسے مشرک دنیا میں بہت کم ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرائیں۔

اور شرک کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی کو شریک مانا جائے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں: علم غیب، حاضر و ناظر، مختار کل، خالق، رازق، زندہ کرنے والا، مارنے والا، تو ان اوصاف میں شریک ٹھہرانے والے مشرک پہلے بھی بکثرت تھے اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے سوا پیغمبروں اور ولیوں کو شہیدوں وغیرہ کو عالم الغیب حاضر و ناظر، مختار کل وغیرہ مانتے ہیں۔

اور شرک کی تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے کہ مثلاً: عزت دینا، ذلیل کرنا، صحت دینا، بیمار کرنا، بادشاہ بنانا، گداگر بنانا وغیرہ رب تعالیٰ کے افعال ہیں، ان میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سمجھنا کہ وہ عزت و ذلت کا اختیار رکھتا ہے یا بیمار کرنے یا صحت دینے کا اختیار رکھتا ہے، وغیرہ، یہ شرک فی الافعال ہے، حالانکہ نہ تو کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک ہے، نہ صفات میں اور نہ افعال میں کوئی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات میں، افعال میں وحدہٗ

لاشریک لہ ہے اور اس کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے، اسی لئے اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ہے اور معافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، نہ فرشتوں میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ پیغمبروں میں، نہ ولیوں میں، نہ شہیدوں میں اور نہ اماموں میں اس کا کوئی شریک ہے، ہاں! یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور اپنی اپنی جگہ ان کے مقام ہیں، پیغمبر اپنی جگہ شان اور رتبے والے ہیں، ولی، شہید اور امام اپنی جگہ قابلِ تعظیم ہیں، مگر اللہ اللہ ہے، ان میں سے نہ تو کوئی اللہ ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک ہے تو فرمایا: شرک کی معافی نہیں ہے وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور بخش دے گا اس گناہ کو جو شرک سے نیچے ہے، جس کے لئے چاہے گا، مجبور نہیں ہے، پھر اس میں بھی اس کی مرضی ہے، چاہے پہلے قدم پر معاف کر دے یا کچھ دیر دوزخ میں سزا دے کر معاف کر دے، بہر حال کوئی نہ کوئی وقت آئے گا کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی، مگر شرک کی معافی نہیں ہے، مشرک کو قطعاً معاف نہیں کیا جائے گا، فرمایا: وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا اس نے افتری باندھا بہت بڑے گناہ کا، کیونکہ شرک بہت بڑا گناہ ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ''اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ ؟'' حضرت! یہ بتاؤ کہ بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ'' یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے، حضرت! شرک کے بعد کون سا گناہ ہے؟ اور حقوق العباد میں والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے، آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ جو اپنی جانوں کی صفائی اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں، یہ یہودیوں کا ذکر ہے، وہ ایسا کرتے تھے، چھٹے پارے میں آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہود نے کہا: نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا نہ بیٹا ہے، نہ بیٹی ہے، کیونکہ وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے، نہ رب تعالیٰ نے کسی کو جنا ہے اور نہ رب

تعالیٰ کو کسی نے جنا ہے، نہ اس کی ماں، نہ باپ، نہ دادا، نہ دادی، نہ نانا، نہ نانی، نہ بیٹا، نہ بیٹی، اللہ تعالیٰ ان سب سے مبرا اور پاک ہے اور یہ چیزیں اس کی شان کے خلاف ہیں۔

بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یَسُبُّنِیْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ ذٰلِکَ'' آدم کا بیٹا یعنی انسان مجھے گالیاں دیتا ہے، حالانکہ مجھے گالیاں دینے کا اُسے کوئی حق نہیں ہے، گالیاں کس طرح دیتا ہے؟ فرمایا: ''یَدْعُوْلِیْ وَلَدًا'' میری طرف وہ اولاد کی نسبت کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے، جس طرح ہم میں سے کسی ثابت النسب بیٹے بیٹی کے متعلق کوئی یہ کہے کہ یہ تیرا بیٹا بیٹی نہیں ہے تو یہ ہمارے لئے گالی ہے اور کہنے والے کو اسی کوڑے سزا ہے، اس طرح اگر کوئی کسی کو حرامی کہے یا زانی یا لوطی کہے تو کہنے والے کو اسی کوڑے کھانے پڑیں گے اور یہ ایسی سزا ہے کہ لاکھ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتی، بلکہ اسی کوڑے کھانے پڑیں گے، کیونکہ قرآن پاک کا حکم ہے اور حدیث قدسی کے یہ الفاظ بھی ہیں ''کَذَّبَنِیْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ ذٰلِکَ'' آدم کا بیٹا مجھے جھٹلاتا ہے، حالانکہ اس کو مجھے جھٹلانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، جھٹلاتا کس طرح ہے؟ کہتا ہے ''لَنْ یُّعِیْدَنِیْ'' قیامت نہیں آئے گی؟ تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، معاذ اللہ تعالیٰ وہ رب تعالیٰ کو جھوٹا قرار دیتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قیامت ضرور آئے گی، اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے تو یہودی یہ کہہ کر ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں، اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بَلِ اللّٰهُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پاک کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بندہ اپنی جگہ پاک صاف بنا پھرے تو اس کی کوئی حقیقت اور معنی نہیں ہے وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، دھاگے برابر۔

فتیل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کی نالی کے درمیان ہوتا ہے اور جو گٹھلی کے خشک ہونے پر ظاہر ہوتا ہے، عربی لوگ جب کسی شئے کی قلت کو بیان کرتے تھے تو فتیل کا لفظ بولتے تھے کہ فلاں کے پاس فتیل بھی نہیں ہے، جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس تنکا بھی نہیں ہے۔

اسی طرح نقیر کا لفظ بھی اسی رکوع میں آرہا ہے، نقیر کہتے ہیں کھجور کی گھٹلی کے پیٹ میں ایک چھوٹا سا نکتہ ہوتا ہے، اسی سے کھجور کا درخت اُگتا ہے، عربی لوگ قلت بیان کرنے کے لئے یہ لفظ بھی بولتے

تھے اور کہتے تھے "مَا يَمْلِكُ مِنْ نَقِيْرٍ" کہ فلاں نقیر کا بھی مالک نہیں ہے۔
اسی طرح ایک لفظ قطمیر ہے، قطمیر اس چھلکے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک سا ہوتا ہے، اس کا ذکر بائیسویں پارے میں آئے گا کہ جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا مشکل کشا حاجت روا سمجھتے ہیں مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو باریک سا پردہ ہے، اس کے بھی مالک نہیں ہیں تو یہاں فرمایا کہ کسی پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔
اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ دیکھو کیسے افترا باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور پیارے ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کس طرح جھوٹ بولتے ہیں وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا اور کافی ہے یہ صریح گناہ کہ رب تعالیٰ کے پیغمبروں کو اور نیک بندوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کرنے والے حق تعالیٰ کے دین کا اور پیغمبروں کی تعلیم کا انکار کرنے والے اور حق کا مقابلہ کرنے والے رب تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے بنتے پھریں۔
ہجرت کے دوسرے سال سترہ رمضان المبارک جمعہ والے دن واقعہ بدر پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تین سو بارہ آدمی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہویں تھے اور ان تین سو تیرہ کے پاس صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر اونٹ تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے کہ غربت کی وجہ سے ان کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا اور ایسے بھی تھے کہ جن کے سر پر ٹوپی پگڑی نہیں تھی اور مقابلہ میں ایک ہزار کا لشکر ہر طرح کے اسلحہ سے لیس تھا، ہر ایک کے پاس تلوار، نیزہ اور تیر موجود تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور کافر بری طرح شکست سے دوچار ہوئے، ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح مدینہ طیبہ کے یہودیوں سے برداشت نہ ہوئی، ان کا پارہ چڑھ گیا کہ مسلمان کامیاب ہوگئے ہیں اور یہ کل کو ہمیں بھی نہیں چھوڑیں گے، لہٰذا ان کے خلاف کوئی منصوبہ بنانا چاہئے، چنانچہ کعب بن اشرف جو یہودیوں کا مولوی تھا اور دولت مند تاجر تھا اور بڑا خبیث آدمی تھا، مسلمانوں کے خلاف سازش تیار کرنے کے لئے اس نے مکہ مکرمہ جانے کا پروگرام بنایا، اس غرض کے لئے اس نے ستر آدمیوں پر مشتمل ایک وفد تیار کیا اور اونٹوں پر سامان

رکھوایا اور یہ ظاہر کیا کہ ہم تجارت کے لئے مکہ مکرمہ جارہے ہیں، چنانچہ یہ ستر آدمیوں کا قافلہ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا، اس وقت مکہ مکرمہ میں ابوسفیان کا اقتدار تھا، کیونکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ ہجرت کے آٹھویں سال مسلمان ہوئے ہیں اور یہ واقعہ جنگ بدر کے بعد اور احد سے پہلے کا ہے۔ کعب بن اشرف ستر آدمیوں کا یہ قافلہ لے کر ابوسفیان کے پاس گیا، انہوں نے اس کی بڑی عزت کی، کیونکہ عربی لوگ نسلاً بعد نسلٍ بڑے مہمان نواز واقع ہوئے ہیں۔

کعب بن اشرف نے کہا کہ ہم بظاہر تجارت کے لئے آئے ہیں، مگر ہمارا مقصد اور ہے اگر تم ٹھنڈے دل سے سنو تو میں بیان کروں: ابوسفیان نے کہا ہاں! تم بیان کرو، میں سنوں گا، کعب بن اشرف نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تمہارے سامنے ہے کہ بدر میں اس نے تمہیں کتنا نقصان پہنچایا ہے اور آئندہ کے لئے بھی اس کی بڑی سخت تیاریاں ہیں، لہٰذا ہم سب مل کر تم مکہ مکرمہ سے حملہ کرو اور ہم مدینہ سے اٹھیں اور اپنے مشترکہ دشمن کو سبق سکھادیں، ابوسفیان کو کعب بن اشرف کی بات پر یقین نہ آیا، اور کہا کہ ہمیں یقین نہیں آتا کہ تم کچھ کرو گے اور ہمارا ساتھ دو گے، صرف ہمیں پھنسانا چاہتے ہو، ہم تمہاری بات کو اس صورت میں سچا ماننے کے لئے تیار ہیں، تم ہمارے بتوں کے سامنے سجدہ کرو، مشرکین مکہ کعبۃ اللہ کے اندر اور دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے، ان میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ، حضرت مریم علیہم السلام کے بت بھی تھے اور ایک بت ہبل تھا، یہ حضرت آدم علیہ السلام کے شہید بیٹے حضرت ہابیل علیہ السلام کا بت تھا اور وہ اس کی بڑی عزت اور تعظیم کرتے تھے، جب نعرہ لگایا کرتے تو کہتے "اُعْلُ ھُبَلْ!" زندہ باد ان تین سو ساٹھ بتوں میں سے ایک کا نام جبت اور ایک کا نام طاغوت تھا اور وہ لوگ جب کسی بات کا عہد و پیمان کرتے تھے تو ان کو سلامی کرتے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر عہد و پیمان کرتے، چنانچہ ابوسفیان نے کہا کہ اگر واقعۃً تم ہماری مدد کرنے کے لئے تیار ہو تو ہمارے بتوں جبت اور طاغوت کو سجدہ کرو، سلامی دو اور ہمارے ساتھ معاہدہ کرو، چنانچہ یہودیوں نے جبت اور طاغوت کو سجدہ کیا اور ان پر ہاتھ رکھا، حالانکہ یہ بات ان کے عقیدے کے بھی خلاف تھی، کیونکہ یہودی بتوں کے قائل نہیں تھے، پھر ابوسفیان نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ ہمارا دین صحیح ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ کعب بن

اشرف نے کہا کہ پہلے تم اپنے دین کی کچھ موٹی موٹی باتیں بتاؤ، پھر میں کچھ کہہ سکوں گا، ابوسفیان نے کہا کہ ہمارا دین یہ ہے کہ ہم بیت اللہ کی عزت کرتے ہیں اور طواف کرتے ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں، ان کی خدمت کرتے ہیں اور اگر قیدی آجائیں تو ان کو رہا کر دیتے ہیں اور ان کو کھانا کھلاتے ہیں اور بہت سارے نیکی کے کام کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے، اب بتاؤ کہ ہمارا دین سچا ہے یا ان کا؟ تو کعب بن اشرف نے کہا کہ تمہارا دین سچا ہے، حالانکہ یہودیت کے ناتے سے اچھی طرح جانتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا ہے، مگر مشرکوں کو اعتماد میں لینے کے لئے اس نے یہ سب کچھ کیا، ان آیات میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا حصہ مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب کا، ایک حصہ اس لئے کہ کہ ساری توراۃ تو مانتے نہیں، صرف وہ چیزیں مانتے ہیں جو ان کے مطلب کی ہیں اور کرتے کیا تھے يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ایمان لاتے ہیں وہ جبت پر اور طاغوت پر وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کے متعلق جو کافر ہیں هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى یہ کافر زیادہ ہدایت والے ہیں مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ان لوگوں سے جو ایمان لاتے ہیں راستے کے لحاظ سے کہ یہ کافر سچے ہیں اور ایمان والے نہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ وہی لوگ ہیں لَعَنَهُمُ اللّٰهُ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے، اس لئے کہ معلوم ہونے کے باوجود کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں اور ان کا پروگرام سچا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو جھوٹا کہا اور جھوٹوں کو سچا بنا دیا وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ اور وہ شخص کہ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا پس ہرگز نہیں پائے گا تو اس کے لئے کوئی مددگار اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ کیا ان کے لئے حصہ ہے بادشاہی میں سے فَاِذًا پس اس وقت یعنی ان کو ملک کا کوئی حصہ مل جائے لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا نہ دیں گے لوگوں کو تل برابر بھی۔ ابھی میں نے نقیر کا معنی سمجھایا ہے کہ کھجور کی گٹھلی کے پیٹ میں جو نکتہ سا ہوتا ہے، اس کو نقیر کہتے ہیں، اس کا لازمی معنی کرتے ہیں تل برابر، یعنی یہ کسی کو تل برابر بھی کوئی شئے نہ دیں۔

یہودیوں کو اس چیز کی بڑی تکلیف تھی کہ نبوت بنو اسماعیل میں کیوں چلی گئی ہے؟ حالانکہ یہ بات

بھی ان کے علم میں تھی، نبی آخر الزماں عرب میں مبعوث ہوں گے، مگر اس کے باوجود انکار بھی کیا اور بے جا اعتراضات بھی کرتے تھے اور کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور رسول ہیں تو پھر ان کے آگے پیچھے نوکر چاکر حفاظت کرنے لئے کیوں پھرتے ہیں؟ اور نبی کو اتنی لونڈیوں کی کیا ضرورت ہے؟ اس طرح آج کل کے یورپین نے بھی چند مسائل میں اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں ایک مسئلہ کثرتِ ازواج کا بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل گیارہ بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت کے ساتھ نکاح نہیں کیا، اسی طرح حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین رضی اللہ عنہا بھی چند ماہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح میں رہ کر فوت ہو گئیں تھی، لہٰذا بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔

اس پر یہود اور آج کل کے یورپین اعتراض کرتے ہیں کہ اتنی عورتیں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ سطحی ذہن والے لوگ اس اعتراض سے پریشان ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے، کیونکہ کثرتِ ازواج میں بہت ساری حکمتیں تھیں، ان میں سے ایک حکمت یہ تھی، یہ عرب میں مختلف خاندان اور قبیلے تھے اور جو مذہب اسلام کے مخالف تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کے قریب کرنا تھا اور ان کی اسلام دشمنی کو ختم کرنا تھا، تاکہ اسلام کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے، محض خواہش نفسانی مقصود نہ تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف خاندانوں کی عورتوں سے نکاح کیئے اور نکاح کے بعد ان کی دشمنی ختم ہو گئی۔

اور کثرتِ ازواج میں ایک حکمت یہ تھی کہ بہت سارے ایسے مسائل ہیں کہ جن کا تعلق محض عورتوں کے ساتھ ہے اور وہ مسائل ایسے ہیں کہ جن پر نماز، روزہ اور طواف موقوف ہے اور وہ مسائل ایک شرم وحیا والی عورت کھل کر مرد سے نہیں پوچھ سکتی اور مرد بھی کھل کر عورت کو نہیں بتا سکتا اور آدھی امت عورتوں کی ہے، دین ان کو بھی سمجھانا ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے نکاح کیئے، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مسائل اپنی بیویوں کو سمجھائیں اور وہ آگے دین کی خوب نشر واشاعت کریں اور دین

پھیلے، یہ عورتوں کے جتنے مسائل ہیں، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو مسائل سمجھاتے تھے، وہ آگے عورتوں میں دین پھیلاتی تھیں تو کثرتِ ازواج کی وجہ محض نفسانی خواہش نہیں تھی، بلکہ عورتوں میں دین پھیلانا مقصود تھا۔

پھر یہودیوں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہزار بیویاں تھیں، ان پر کیوں اعتراض نہیں کرتے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، ان پر اعتراض کرتے ہو، حالانکہ تم حضرت داؤد علیہ السلام کو مانتے ہو اور سلیمان علیہ السلام کو بھی مانتے ہو، مگر یہودی یہ اعتراضات محض حسد کی وجہ سے کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں کے ساتھ مثلاً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ اس چیز پر جو دی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے فضل سے فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ پس تحقیق دی ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور دانائی وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا اور دیا ہم نے ان کو بہت بڑا ملک، حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی، حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہی عطا فرمائی، حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا، اس رب تعالیٰ نے حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کائنات کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور خاتم النبیین بنایا۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ٘ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

لفظی ترجمہ:

فَمِنْهُمْ پھر ان میں بعض مَّنْ وہ ہیں اٰمَنَ بِهٖ جو اس پر ایمان لائے وَ مِنْهُمْ اور ان میں سے بعض مَّنْ صَدَّ عَنْهُ جنہوں نے اس سے اعراض کیا وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا اور کافی ہے جہنم بھڑکتی ہوئی آگ اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جنہوں نے انکار کیا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ عنقریب ان کو داخل کریں گے نَارًا آگ میں كُلَّمَا جب کبھی بھی نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ جل جائیں گے چمڑے ان کے بَدَّلْنٰهُمْ ہم بدل دیں گے جُلُوْدًا غَيْرَهَا کھالیں ان کے علاوہ دوسری لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ تاکہ وہ چکھیں عذاب کا مزا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَزِيْزًا غالب حَكِيْمًا حکمت والا وَ الَّذِيْنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے عمل کئے اچھے سَنُدْخِلُهُمْ عنقریب ہم انہیں داخل کریں گے جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا بہتی ہوں گی ان کے نیچے الْاَنْهٰرُ نہریں خٰلِدِيْنَ رہا کریں گے فِيْهَاۤ ان باغوں میں اَبَدًا ہمیشہ لَهُمْ فِيْهَاۤ ان کے لئے باغوں میں اَزْوَاجٌ جوڑے ہوں گے مُّطَهَّرَةٌ پاکیزہ وَّ نُدْخِلُهُمْ اور ہم ان کو داخل کریں گے ظِلًّا ایسے سائے میں ظَلِيْلًا جو گھنا ہوگا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَاْمُرُكُمْ حکم دیتا ہے تمہیں اَنْ اس بات کا تُؤَدُّوا کہ ادا کرو تم الْاَمٰنٰتِ امانتیں اِلٰۤى اَهْلِهَا ان کے مالکوں کو وَ اِذَا حَكَمْتُمْ اور جب تم فیصلہ کرو بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان اَنْ تَحْكُمُوْا یہ کہ تم فیصلہ کرو بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ بے

شک اللہ تعالیٰ نِعِمَّا اچھی ہے وہ چیز یَعِظُكُمْ بِهٖ جس کی تمہیں نصیحت کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے سَمِيْعًا سننے والا بَصِيْرًا دیکھنے والا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو! اٰمَنُوْۤا جو ایمان لائے ہو اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور ان کی جو تم میں سے حکم والے ہیں فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ پس اگر تم جھگڑا کرو فِيْ شَيْءٍ کسی چیز میں فَرُدُّوْهُ پس لوٹاؤ اس کو اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف وَالرَّسُوْلِ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ذٰلِكَ خَيْرٌ یہی بہتر ہے وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا اور بہت اچھا انجام کے اعتبار سے۔

تشریح:

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے خاندان یعنی اولاد در اولاد کو کتابیں اور دانائی عطا فرمائی اور وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا اور ہم نے ان کو بڑا ملک دیا، یعنی اقتدار، حکومت اور خلافت بھی دی، ان انعامات کے باوجود کچھ تو صحیح راستے پر قائم رہے اور کچھ بگڑ گئے، فرمایا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لائے، ہٗ ضمیر لوٹ رہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل در نسل میں سے وہ بھی ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اعراض کیا گریز کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے نیک لوگ بھی ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور وہ بھی تھے جنہوں نے اعراض کیا کہ ایمان نہیں لائے وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا اور کافی ہے جہنم بھڑکتی ہوئی آگ سَعِيْرًا کے معنی ہیں شعلہ مارنے والی۔ دوزخ کے شعلوں سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اس دنیا کی آگ میں لوہا اور بعض پتھر پگھل جاتے ہیں اور جہنم کی آگ اس سے ستر گنا تیز ہوگی، اگر وہاں مارنا مقصد ہو تو ایک شعلہ ہی کافی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى دوزخ میں نہ مرے گا، نہ جیئے گا، مرے گا تو اس لئے نہیں کہ پھر سزا کون بھگتے گا اور اس حالت کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمین اور مسلمات کو جہنم کے عذاب سے

بچائے، آمین۔

اور یاد رکھنا جہنم کا عذاب دور نہیں ہے، بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے، قبر میں پہنچنے کے بعد جنت دوزخ سامنے آجائے گی اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا عنقریب ہم ان کو دوزخ کی آگ میں داخل کریں گے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ جب کبھی جل جائیں گے چمڑے ان کے بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا بدل دیں گے ان کے لئے کھالیں، ان کے علاوہ دوسری یعنی فوراً ان کو دوسرے چمڑے پہنا دیئے جائیں گے، کیوں لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ کہ وہ چکھیں عذاب کا مزا، دوسری جگہ قرآن میں آتا ہے یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ (پارہ:۱۷، الحج:۲۰) ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، جب سر پر پانی ڈالا جائے گا تو سر سے لے کر پاؤں تک ساری جلد اتر جائے گی، پھر آگ کے شعلے اس کے ساتھ چمٹائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان کا چمڑا ایک منٹ میں کتنی کتنی مرتبہ جلے گا اور دوسرا پہنایا جائے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا "وھم یصطرخون فیھا" وہ چیخیں ماریں گے روئیں گے اور زاری کریں گے دوزخ میں لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ (پارہ:۱۲، سورۂ ہود:۱۰۶) دوزخ میں ان کی گدھے کی آوازیں ہوں گی، زَفِیْرٌ گدھے کی وہ آواز جو شروع میں زور سے نکلتا ہے شَهِیْقٌ گدھے کی وہ آواز ہے جو آخر میں مدہم اور بہت آہستہ ہوتی ہے اور گدھے کی آواز کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی ہے کہ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (پارہ:۲۱، سورۂ لقمان:۱۹) تمام آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے، جہنمی جہنم میں بڑا واویلا کریں گے، کہیں گے رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (پارہ:۱۸، سورۂ مومنون:۱۰۷) اے ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے نکال دے، اگر پھر ہم نے کفر و شرک اختیار کیا تو ہم ظالم ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اخْسَئُوْا فِیْهَا اخساء کے معنی ہیں کتے کو دھتکارنا، مطلب یہ ہے کہ دفع ہو جاؤ وَلَا تُكَلِّمُوْنِ میرے ساتھ گفتگو نہ کرو، کیونکہ میرے پیغمبر تمہارے پاس آئے، میری کتابیں تمہارے پاس پہنچیں اور حق کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچائی گئی، اس کے باوجود تم نے نہیں مانا، لہٰذا اب میرے ساتھ بات بھی نہ کرو، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمانوں کو اس ذلت اور رسوائی سے محفوظ فرمائے،

آمین۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا بے شک اللہ تعالیٰ ہے غالب حکمت والا، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی غلبہ نہیں حاصل کر سکتا اور ہر کام اس کا حکمت پر مبنی ہے، یہ کافروں کے حشر کا ذکر تھا، آگے مومنوں پر عنایتوں کا ذکر ہے، فرمایا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے، صرف ایمان سے کچھ نہیں بنتا، جب تک عمل ساتھ نہ ہو سَنُدۡخِلُہُمۡ عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ باغات میں بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو خوش نصیب اور سعادت مند جنت میں داخل ہوگا، وہ کبھی جنت سے نکالا نہیں جائے گا، اللہ تعالیٰ نیکوں کو جنت نصیب فرمائے، آمین۔ اور بروں کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اور یہ جو قبر ہے جنت دوزخ کا نمونہ ہے، بظاہر تو یہ مٹی کا ڈھیر ہے، مگر حقیقت یہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ‘‘ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ مومن کے لئے قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی ہو جاتی ہے، یعنی بڑا ہال کمرہ بن جائے گا اور برے آدمی کے لئے قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ ’’تختلط أضلاعه‘‘ اس کی دائیں جانب کی پسلیاں بائیں جانب میں اور بائیں جانب کی دائیں جانب میں گتھم گتھا ہو جائیں گی، بظاہر تو ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آتا اور اگر قبر میں جو کچھ ہوتا ہے، ہمیں دکھا دیا جائے تو ہماری ساری زندگی بے لذت ہو جائے، اٹھنا بیٹھنا بے لذت ہو جائے، کھانا پینا بے لذت ہو جائے اور آدمی دنیا کا کوئی کام نہ کر سکے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، حق ہے۔ اور ہمارے لئے ایمان بالغیب ہے، کچھ بھی نظر نہ آئے، ہم نے ماننا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، آنکھیں بند کر کے اس کو قبول کرو، فرمایا لَہُمۡ فِیۡہَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَہَّرَۃٌ جنتیوں کے لئے ان باغوں میں جوڑے ہوں گے، پاکیزہ عورتوں کے لئے مرد اور مردوں کے لئے عورتیں پاکیزہ اس طرح کہ بخاری شریف کی روایت ہے

''لَا يَبُوْلُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتَمَخَّطُوْنَ'' نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ، نہ بلغم، نہ تھوکیں گے، ناک سے، نہ منہ سے۔

سوال کیا گیا حضرت! نہ وہاں پیشاب ہوگا، نہ پاخانہ تو کیا جنتی کھائیں پئیں گے کچھ نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو طریقوں سے ہضم ہوگا، ایک یہ کہ ان کے بدن سے خوشبودار پسینہ نکلے گا کستوری کی طرح، جس سے ان کا کھانا ہضم ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ ڈکار آئیں گے، جن کے ذریعہ کھانا ہضم ہو جائے گا وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا اور ہم ان کو داخل کریں گے سائے میں، جو گھنا ہوگا، ہمیں تو یہاں سائے کی اتنی قدر نہیں ہے، کیونکہ ایک تو ہمارا علاقہ بنسبت عرب کے ٹھنڈا ہے اور دوسرا یہ کہ یہاں درخت بہت ہیں اور ہمارے ہاں پانی بھی کافی ہے، ان کو پانی کی بھی قدر تھی اور درختوں کی بھی قدر تھی کہ سایہ دار درخت ان کو جنت لگتا تھا، لہٰذا ان کو سمجھایا کہ وہاں جاؤ گے تو بڑے گھنے سائے والے درخت ہوں گے اور پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتا ہے اس بات کا کہ تم امانتیں ادا کرو ان کے مالکوں کو، اگر کسی آدمی کے پاس کسی کی کوئی امانت ہے تو وہ اس کے حوالے کرے، برابر ہے کہ وہ امانت مال کی ہو یا علم کی ہو یا مشورے کی ہو، بات کی امانت تو سارے ہی سمجھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص کے پاس مال امانت رکھا ہے تو صاحب مال جب طلب کرے، وہ اس کے حوالے کرے اور اس کی اس حد تک حفاظت کرنی ہے کہ روپے والے بٹوے پر جو دھاگہ بندھا ہوا ہے اس کو بھی تبدیل نہ کرے، جس طرح مالک نے پہنچائی ہے، اسی طرح واپس کرے۔

اور مشورے کی امانت یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی مشورہ لیا گیا ہے تو اس کے ذہن میں جو بات آئی ہے وہ اس کو بتا دے، اگر اس میں ہیرا پھیری کرے گا تو خائن ہوگا، حدیث پاک میں آتا ہے ''اَلْمُسْتَشَارُ اَمِيْنٌ'' جس سے مشورہ طلب کیا گیا ہے وہ امین ہے، وہ مشورہ دینے میں خیانت نہ کرے۔

اور بات کی امانت اس طرح ہے کہ اگر کسی نے بات کرتے وقت دائیں بائیں دیکھا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ بات تیرے پاس امانت ہے، کیونکہ بات کرتے وقت اس کا دائیں بائیں

دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس بات کو کوئی اور شخص نہ سنے اور اس کا کسی اور کو علم نہ ہو تو وہ بات اگر تم نے کسی اور کے سامنے بیان کر دی تو خیانت ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یُطْبَعُ الْمَرْءُ عَلٰی کُلِّ خَصْلَۃٍ اِلَّا الْکَذِبَ وَالْخِیَانَۃَ'' مومن آدمی میں ہر برائی کسی نہ کسی درجے میں ہو سکتی ہے، مگر جھوٹ اور خیانت نہیں ہو سکتی، اگر کسی شخص میں جھوٹ ہے، خیانت ہے تو سمجھ لو کہ ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت! مومن بزدل بھی ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں کمزور ایمان ہو تو اس کے ساتھ بزدلی کی صفت بھی جمع ہو سکتی ہے، حضرت! کیا مومن بخیل بھی ہوتا ہے؟ ہاں! کامل مومن تو بخیل نہیں ہوتا، مگر کمزور ایمان کے ساتھ بخل جمع ہو سکتا ہے، پھر سوال کیا گیا: حضرت! کیا مومن جھوٹا بھی ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کَلَّا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ'' ہرگز نہیں اس رب کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ایمان اور جھوٹ اکٹھے نہیں ہو سکتے تو یاد رکھنا جھوٹ چاہے مرد بولے یا عورت بولے، ایمان کے بالکل خلاف ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امانتیں مالکوں کے حوالے کرو۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول اس طرح آتا ہے کہ ۸ ہجری رمضان المبارک کے مہینہ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، اس وقت کعبۃ اللہ کی چابیاں عثمان ابن طلحہ جحمی کے پاس تھیں جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور ان سے چابیاں چھین لیں اور چھینی اس لئے کہ دسویں پارے میں آتا ہے اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کہ کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کے متولی صرف متقی پرہیزگار ہیں تو مشرک کس طرح اس کا اہل ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ اس وقت مشرک تھے، بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے، وہ روتے روتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہنے لگے: حضرت! کعبۃ اللہ کی چابیاں جدی پشتی ہمارے پاس چلی آ رہی ہیں اور اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے چھین لی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ: اے علی! کیا تو نے اس سے چابیاں چھینی ہیں، عرض کیا: ہاں حضرت! چھینی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اور یہ مشرک ہے،

اس کا کعبۃ اللہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت! میں مسلمان ہوتا ہوں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہیں مسلمان ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چابیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر ان کو دے دیں اور فرمایا "خذھا خالدۃ تالدۃ" یہ چابیاں نسل در نسل تمہارے پاس ہی رہیں گی، انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی شیبہ ابن طلحہ کو دے دیں، اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا یہ کہ ادا کرو امانتیں ان کے اہل کو وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اور جب تم فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ یہ کہ فیصلہ کرو انصاف کے ساتھ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ بے شک اچھی ہے وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ عدل سے کام لو، امانت ادا کرو اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا۔ تمہاری باتوں کو سنتا بھی ہے اور تمہاری کارروائیوں کو دیکھتا بھی ہے، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اگلی آیت کریمہ کا شان نزول اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک لشکر ایک محاذ پر بھیجنا چاہا، اس لشکر میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا امیر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، یہ بڑے قابل اور بڑے خوبصورت نوجوان تھے، مگر طبیعت بڑی جذباتی تھی، لشکر بھیجتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارا امیر مقرر فرمایا ہے، اس کی اطاعت کرنا تم پر فرض ہے، چنانچہ لشکر روانہ ہوگیا، راستے میں ایک مقام پر امیر نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا، کام کیا تھا، اس کا ذکر نہیں ہے، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ کوئی حکم دیا، مگر لشکر نے قیل وقال سے کام لیا، گرمی کی وجہ سے یا تھکے ماندے ہونے کی وجہ سے، لشکر نے سستی کا مظاہرہ کیا، تو انہوں نے حکم دیا کہ سارے اکٹھے ہو جاؤ، جب سارا لشکر اکٹھا ہوگیا تو کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ میری اطاعت کرنا، لشکر نے کہا: ہاں! حکم دیا تھا، کہنے لگے: میں امیر ہونے کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جنگل سے خشک لکڑیاں جمع کرو، لشکریوں نے خشک لکڑیاں جمع کیں، ڈھیر لگا دیا، کہنے لگے: اب تم ان کو آگ لگا دو، انہوں نے آگ لگا دی، جب شعلے بھڑک

اٹھے تو کہنے لگے کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ آگ میں چھلانگ لگادو، بعض نے آگ میں چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا اور بعض رک گئے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ بھائی! آگ میں چھلانگ نہیں لگانی، اس لئے کہ آگ سے بچنے کے لئے تو ہم نے کلمہ پڑھا ہے، اگر کلمہ پڑھنے کے بعد بھی ہمارے لئے آگ ہے تو ہمیں کلمہ پڑھنے کا کیا فائدہ؟ چنانچہ کسی نے بھی آگ میں چھلانگ نہ لگائی، کچھ دیر کے بعد ان کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بھی ٹھنڈی ہوگئی، مہم سے واپسی پر یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم آگ میں چھلانگ لگا دیتے تو یہ خودکشی ہوتی اور تم سارے دوزخ میں جاتے اور فرمایا ''لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق'' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے، اس کے مقابلے میں ماں باپ، بادشاہ کا حکم ماننا ناجائز ہے، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے جذبات میں آکر یہ بات کہہ دی تھی، حالانکہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب رومیوں کے ساتھ جنگیں ہو رہی تھیں، یہ بھی ان میں شریک تھے، ایک مقام پر یہ بھی گرفتار ہو گئے، دوسرے قیدیوں کے ساتھ جب ان کو ہرقل روم، قیصر جس کا لقب تھا، کے سامنے پیش کیا گیا، اس کی نظر جب ان پر پڑی کہ بڑا خوبصورت صحت مند نوجوان ہے، اس نے ان سے گفتگو کی تو وہ بھی بڑی معقول تھی، تو ہرقل روم نے کہا برخوردار! تو اس طرح کر کہ تو عیسائی بن جا، أُزَوِّجُکَ ابْنَتِی میں تجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دے دوں گا وأشرک فی ملکی اور میں تجھے اپنے ملک میں شریک کرلوں گا، کوئی بڑا عہدہ دے دوں گا، یعنی وزارتِ عظمیٰ تیرے حوالے کر دوں گا، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنے الفاظ دہرانا تاکہ میں اچھی طرح سمجھ لوں کہ تم نے کیا کہا ہے، ہرقل روم نے اپنے الفاظ دہرائے کہ میں تجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دینا چاہتا ہوں اور ملک میں بڑا عہدہ بھی دوں گا، اگر تم عیسائی بن جاؤ، انہوں نے کہا کہ تم تو ایک علاقے کے بادشاہ ہو، اگر تم ساری دنیا کے بادشاہ ہو جاؤ اور اپنا تاج اتار کر میرے سر پر رکھ دو اور حکومت میں میرے کوئی اور شریک بھی نہ ہو، پھر بھی میں عیسائیت قبول کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، بڑے پختہ لوگ تھے، پھر ابن کثیر رحمہ اللہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ لوہے کے

بڑے بڑے کڑاہ جن میں گڑ بنایا جاتا ہے، ان میں تیل ڈالا ہوا تھا، ایک ایک قیدی کو جلتے تیل میں ڈالتے تھے، پکوڑے کی طرح تلا جاتا تھا، مگر ایمان سے کوئی نہ پھرا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے امتحان سے بچائے، ہمارا ایمان بہت کمزور ہے، اسی وجہ سے ہم ایسی آزمائشوں میں نہیں آئے، پہلے زمانے میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ جن کو ناف تک زمین میں گاڑ کر سر پر آری رکھ کر مطالبہ ہوتا تھا کہ ایمان چھوڑ دو، ورنہ ہم تمہیں آری سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیں گے، وہ دو ٹکڑے ہو جاتے تھے، مگر ایمان نہیں چھوڑتے تھے اور ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم سے چمڑے اور گوشت ادھیڑ دیئے جاتے تھے، صرف ہڈیاں رہ جاتی تھیں، مگر ایمان نہیں چھوڑتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ اور ان کی جو تم میں سے حکم والے ہیں، لیکن فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ پس اگر جھگڑا کرو تم کسی چیز میں کہ تم کچھ کہتے ہو اور حاکم کچھ کہتا ہے فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ پس لوٹاؤ تم اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، کیونکہ مسلمانوں کی آخری عدالت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہیں إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ اگر ہو تم ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور آخرت کے دن پر، اگر بادشاہ اور رعایا میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو، وہ جو فیصلہ فرمائیں اس کو قبول کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے، فرمایا ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا یہی چیز بہتر ہے اور اچھی ہے انجام کے اعتبار سے کہ تم نے آخری عدالت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝ فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ۝ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

لفظی ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ کیانہیں دیکھا اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف يَزْعُمُوْنَ جوخیال کرتے ہیں اَنَّهُمْ کہ بے شک وہ اٰمَنُوْا ایمان لائے بِمَاۤ اس چیز پر اُنْزِلَ جونازل کی گئی اِلَيْكَ تیری طرف وَمَاۤ اور اس چیز پر اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ جونازل کی گئی آپ سے پہلے يُرِيْدُوْنَ ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس کا يَّتَحَاكَمُوْۤا کہ اپنا فیصلہ لے جائیں اِلَى الطَّاغُوْتِ سرکش کی طرف وَقَدْ اور تحقیق اُمِرُوْۤا ان کوحکم دیا گیا ہے اَنْ اس کا يَّكْفُرُوْا بِهٖ انکار کریں اس طاغوت کا وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اور چاہتا ہے شیطان اَنْ يُّضِلَّهُمْ یہ کہ ان کوگمراہ کرے ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا گمراہی دور کی وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان کو کہا گیا تَعَالَوْا آ ؤ اِلٰى مَاۤ اس چیز کی طرف اَنْزَلَ اللّٰهُ جواللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الرَّسُوْلِ اوررسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ تو دیکھا آپ نے منافقوں کو يَصُدُّوْنَ عَنْكَ اعراض کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صُدُوْدًا اعراض کرنا فَكَيْفَ پس کیسا ہوا اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ جب پہنچی ان کو مصیبت بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس سبب سے جوبھیجا آگے ان کے ہاتھوں نے (اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کے بدلے) ثُمَّ جَآءُوْكَ پھر گئے وہ تیرے پاس يَحْلِفُوْنَ قسمیں کھاتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ کی اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا نہیں ارادہ کیا تھا، ہم نے مگر اصلاح کرنے کا اور دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں يَعْلَمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ جوان کے دلوں میں ہے

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں وَعِظْهُمْ اور ان کو نصیحت کر وَقُلْ لَّهُمْ اور کہہ ان کو فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ان کے نفسوں کے بارے میں قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ایسی بات جو ان کے دلوں کی تہہ تک پہنچے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اِلَّا لِيُطَاعَ مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور اگر بے شک وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر جَآءُوْكَ آتے تمہارے پاس فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ پس معافی مانگتے اللہ تعالیٰ سے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے معافی مانگیں لَوَجَدُوا اللّٰهَ البتہ پائے وہ اللہ تعالیٰ کو تَوَّابًا رَّحِيْمًا توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

ان آیات میں ایک واقعہ کا بیان ہے، واقعہ سے قبل مدینہ طیبہ میں آبادی کی صورت حال سمجھ لیں، مدینہ طیبہ میں پانچ بڑے خاندان تھے، تین یہود کے اور دو مشرکوں کے، یہود کے تین خاندان یہ تھے: بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع اور دو خاندان مشرکوں کے تھے: اوس اور خزرج۔ یہودی تعلیم یافتہ لوگ تھے، مدینہ طیبہ میں ان کے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں تھیں، تجارت اور سیاست پر بھی ان کا قبضہ تھا اور ان کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے، مدینہ طیبہ کی منڈی پر پچانوے فیصد یہود کا قبضہ تھا، ان کے مقابلے میں اوس اور خزرج کی بھی خاصی تعداد تھی، مگر یہ آپس میں ایک دوسرے کے مخالف تھے اور تھے بھی ان پڑھ، ان پر یہود کا یہاں تک اثر تھا کہ اوس اور خزرج کے کسی محلہ میں اگر کوئی بڑا یہودی ہوتا تھا تو یہ لوگ اس کی اجازت کے بغیر اپنی لڑکی لڑکے کا نکاح نہیں کر سکتے تھے، پہلے اس سے پوچھتے تھے کہ ہم اپنے لڑکے لڑکی کی فلاں جگہ نسبت کرنا چاہتے ہیں، کیا آپ کی طرف سے اجازت ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اوس اور خزرج خانگی معاملات میں بھی خود مختار نہیں تھے، اس حد تک یہود کا ان پر اثر تھا، یہودی اگر کوئی فاصلے سے بھی گزرتا ہوتا تو یہ ضرور اُسے سلام کرتے تھے۔

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کی بھی زمینیں تھیں اور اوس اور خزرج کی بھی زمینیں تھیں جو ان کے پاس جدی پشتی چلی آرہی تھیں، واقعہ اس طرح پیش آیا کہ بشیر نامی ایک منافق تھا، اس کا ایک یہودی کے ساتھ زمین کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا، یہودی کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ زمین میری ہے اور اس منافق کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ

زمین میری ہے، اس زمانے میں آج کی طرح رجسٹریاں تھیں، نہ انتقال ہوتے تھے، جس کا جس زمین پر قبضہ ہوتا تھا، اس کی سمجھی جاتی تھی، آج بھی کئی دیہاتوں میں لوگوں کے پاس مکان ہیں، مگر ان کے پاس کوئی رجسٹری نہیں ہے، فقط قبضہ ہے اور وہ جدی پشتی اس مکان میں رہتے ہیں، وہ اس کی ملکیت تصور ہوتا ہے، اسی طرح ان کی بھی زمینیں اور مکانات تھے، جس کا قبضہ ہوتا تھا، وہی مالک سمجھا جاتا تھا، جس قطعۂ زمین پر جھگڑا ہوا حقیقت میں وہ یہودی کی تھی، منافق کی نہیں تھی، جب ان کے درمیان جھگڑا ہوا تو آس پاس کے لوگوں نے صلح کرانے کی کوشش کی، مگر صلح نہ ہوسکی، یہودی بڑا سمجھ دار تھا، کہنے لگا اگر چہ میں یہودی ہوں، مگر میں تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں، تم بھی چلو، وہ جو فیصلہ کریں گے میں ماننے کے لئے تیار ہوں، کیونکہ یہودی یہ سمجھتا تھا کہ زمین تو حقیقتاً میری ہے، منافق سینہ زوری کر رہا ہے، منافق نے کہا تو نے تو ہمارے نبی کا کلمہ ہی نہیں پڑھا، لہٰذا وہاں جانے کا کیا فائدہ؟ ہم تمہارے مولوی اور پیر کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔

کعب بن اشرف مدینہ طیبہ میں مذہبی اور سیاسی اعتبار سے یہودیوں کا بڑا آدمی تھا، یہودی نے کہا: دیکھو، یہ کوئی مذہبی مسئلہ تو ہے نہیں کہ تو نے یہ مسئلہ اٹھا دیا ہے، یہ تیرا میرا زمین کے متعلق جھگڑا ہے، ہم کسی بھی شخص کے پاس لے جاسکتے ہیں اور مجھے تمہارے پیغمبر پر اعتماد ہے، وہ جو فیصلہ فرمائیں گے، ہم قبول کرلیں گے، لیکن منافق انکار کرتا رہا اور اس بارے میں خاصہ تکرار ہوا، بالآخر برادری کے لوگوں نے اور کچھ محلہ داروں نے مداخلت کی اور منافق اس بات پر آمادہ ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں، چنانچہ بشیر نامی منافق اور اس کی برادری کے لوگ اور کچھ محلے دار اور وہ یہودی اور اس کے ساتھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً فیصلے مسجد نبوی میں کرتے تھے، کوئی ایک خاص جگہ فیصلوں کے لئے متعین نہ تھی، مثلاً: جس طرح آج کل دفاتر ہیں، اس طرح کوئی الگ دفتر نہیں تھا، اگر کوئی شخص گھر آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں بیٹھے بیٹھے فیصلہ فرمادیتے یا کسی اور مناسب جگہ تشریف فرما ہوئے، وہیں فیصلہ فرمادیتے، مگر عموماً فیصلے مسجد نبوی میں ہوتے تھے، سادہ زمانہ تھا، تکلفات نہیں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لوگ کثیر تعداد میں ہوتے تھے، اپنے بھی ہوتے

تھے اور غیر بھی آ کر مسئلے اور فیصلے سنتے تھے، یہ لوگ آئے اور کہا کہ ہمارا ایک جھگڑا ہے، اس کے فیصلے کے لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں، آپ جو فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منافق سے دریافت فرمایا کہ واقعی تمہارا آپس میں جھگڑا ہے، اس نے کہا کہ ہاں واقعی جھگڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو فیصلہ کر دوں گا مانو گے؟ کہنے لگے: ہاں! ہم مانیں گے۔ جب دونوں فریقوں نے رضا مندی کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے بیانات سنے اور ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ زمین کا مالک یہودی ہے اور حقیقتاً مالک تھا بھی وہی۔ بیانات سننے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دونوں کے بیان سن لئے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ زمین یہودی کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا اور منافق کو فرمایا کہ تو قبضہ اس کو دے دے، غیر کی ملک پر قبضہ بری بات ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ہتھیالی تو قیامت والے دن سات زمین اس کی گردن پر رکھی جائیں گی۔

اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی نے چوری کی تو جو مال چوری کیا ہے قیامت والے دن وہ مال اس کی گردن پر ہوگا اور وہ میدان محشر میں اٹھائے پھرے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ حدیث سنائی، ایک مسخرہ سا آدمی کہنے لگا کہ حضرت! ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے اونٹ چرائے ہیں (فرض کرو پانچ دس یا بیس) چنانچہ آج بھی لوگ ٹرکوں کے ٹرک بھر کے لے جاتے ہیں تو حضرت! اگر کسی نے پانچ دس اونٹ چرائے ہیں تو ان کو اس چھوٹے سے کندھے پر کس طرح اٹھائے گا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھتیجے! جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کروں تو ان کا مذاق نہ اڑایا کر، پھر فرمایا: کیا تو نے یہ حدیث سنی ہے یا نہیں کہ بعض مجرم ایسے بھی ہوں گے کہ ان کو اتنا چوڑا کر دیا جائے گا کہ تیز رفتار گھوڑا ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک تین دن میں نہ پہنچ سکے گا، پھر یہ بھی سنا ہے کہ بعض مجرموں کو اتنا چوڑا کر دیا جائے گا کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ احد پہاڑ کے برابر ہوگی، یعنی جتنی جگہ پر احد پہاڑ ہے اتنی جگہ ان کے بیٹھنے کے لئے ہوگی، پھر فرمایا: اب بتا کہ اونٹ اٹھالے گا

یا نہیں؟ اتنی گردن پر تو ہزاروں اونٹ آ جائیں گے۔ یاد رکھنا ہر چیز آدمی عقل سے نہیں سمجھ سکتا۔ کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ پل صراط أَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَأَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ مسلم شریف کی روایت ہے کہ پل صراط تلوار سے زیادہ تیز ہوگی اور بال سے زیادہ باریک ہوگی۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیچے دوزخ کی آگ ہوگی، بھائی! عقل کو کہاں تک دوڑاؤ گے؟ اور وہ پل صراط مومنوں کے لئے اس طرح ہوگی جس طرح چوڑی سڑک بنی ہوئی ہو، کوئی تو بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائے گا اور کوئی گھوڑے کی طرح تیزی سے جائے گا، کوئی اونٹ کی رفتار سے تیزی سے گزر جائے گا، جتنی جتنی کسی کے عمل میں قوت ہوگی، اس کے مطابق وہاں سے گزرے گا۔

اسی طرح یہ بات بھی عقل کہاں تک تسلیم کرتی ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) گنا تیز ہوگی اور اس میں سانپ اور بچھو بھی ہوں گے اور زقوم کا درخت بھی اور درخت بھی ہوں گے اور جلیں گے نہیں، ساری باتیں عقل پر نہیں پرکھی جاسکتیں، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ صرف عقل پر انحصار کرتے ہیں، وہ معجزات اور کرامات کے منکر ہیں اور مسلمان کا کام یہ ہے کہ جو چیز قرآن وحدیث سے ثابت ہو، آنکھیں بند کر کے مان لے، وہاں عقل کا کوئی کام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے ہیں اور ولیوں کے ہاتھ پر کرامات، لیکن معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، اس میں نبی ولی کا کوئی ذاتی دخل نہیں ہوتا، تو بات ہو رہی تھی کہ چوری کا مال آدمی میدانِ محشر میں کندھے پر اٹھائے پھرے گا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے اراکی مسواک بھی کسی سے ہتھیالی تو وہ جہنم میں جائے گا، جس طرح یہاں کیکر کا درخت ہے، اسی طرح کا ایک درخت اراک ہوتا ہے، جس کی لوگ مسواک بناتے ہیں، اس کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ سڑکوں اور نہروں کے کنارے پر جو درخت ہوتے ہیں، یہ سرکاری ملکیت ہیں، مجاز افسر کی اجازت کے بغیر ان درختوں سے مسواکیں کاٹنا جائز نہیں ہے۔ یہ مسواکیں بیچنے والے ان درختوں سے مسواکیں کاٹ کے لاتے ہیں اور روزوں میں آپ

لوگ بھی کرتے ہیں، یہ جائز نہیں ہیں۔

اسی طرح کسی شخص کی ذاتی زمین میں درخت ہوں تو مالک کی اجازت کے بغیر اس سے مسواک کاٹنا جائز نہیں ہے، غیر کی ملک سے مسواک لینا بھی بڑا سخت گناہ ہے، یہ مسئلہ اچھی طرح ذہن میں بٹھائیں کہ غیر کی ملک میں تصرف ناجائز ہے۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا کہ یہ زمین تیری ہے اور منافق کو فرمایا کہ تو قبضہ دے دے۔

منافق کی کم بختی تھی کہ اس نے سوچا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا مصداق ہیں کہ وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، یہ یہودی اور میں کلمہ پڑھنے والا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں، ان کے سامنے مقدمہ پیش کرتے ہیں، یہودی بڑا سمجھدار تھا، وہ سمجھتا تھا کہ بڑی عدالت سے جب فیصلہ ہو جائے تو ماتحت عدالت کیا کرے گی؟ کہنے لگا: ٹھیک ہے، چلتے ہیں، چنانچہ یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ہم ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے فیصلے کرنے کی اجازت ہے اور کتابوں میں تصریح ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت معاذ، حضرت ابو درداء، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے، ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت تھی کہ اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو تم فیصلہ کر سکتے ہو، کیونکہ تمام مقدمات میرے پاس آئیں گے تو اس میں کافی وقت لگتا ہے اور اتنا وقت نہیں ہوتا، کیونکہ اور بھی بہت سارے کام ہوتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے فیصلہ کرنے کی اجازت ہے، مگر یہ دو قومی بات ہے، ایک طرف یہودی ہے اور ایک طرف کلمہ پڑھنے والا ہے، ہوسکتا ہے کہ میں فیصلہ کروں اور یہودی بگڑ جائے اور فتنہ فساد برپا ہو اور فتنہ خواہ کیسا ہی ہو، شریعت نے اس کی سخت تردید کی ہے اور لوگ نہیں سمجھتے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، معمولی سی بات ہوتی ہے، وہ آگے کر دیتے ہیں اور فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے جن سے فتنہ کھڑا ہو۔

حدیث پاک میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَلْفِتْنَۃُ نَائِمَۃٌ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ أَیْقَظَھَا '' فتنہ سویا ہوا ہے جو اس کو جگائے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے تو فتنہ کھڑا کرنا بڑا جرم ہے، قرآن پاک میں آتا ہے ''وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ '' اور فتنہ قتل سے بھی سخت ہے، لہٰذا مردوں، عورتوں، چھوٹوں، بڑوں کو چاہئے کہ کوئی فتنے کی بات نہ کریں، کیونکہ قرآن اور حدیث کی رو سے یہ سنگین جرم ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مقدمہ مجھ سے بالا ہے، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ، یہودی نے کہا کہ وہاں سے ہم ہو کر آئے ہیں اور آپ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا کہ وہاں گئے تھے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش کیا ہے؟ منافق نے کہا کہ جی ہاں! وہاں گئے تھے اور مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے فرمایا کہ اب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد فیصلہ چاہتا ہے؟ کہنے لگا: ہاں! فرمایا: بیٹھ جا، وہ بیٹھ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے اور تلواروں میں سے جو سب سے تیز تلوار تھی، لائے اور منافق کا سر اتار دیا اور فرمایا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا اس کا فیصلہ پھر عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار ہی کرے گی۔
تفسیر مدارک اور خازن وغیرہ میں ہے کہ اس دن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق پڑ گیا کہ انہوں نے اپنے عمل سے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا، جب منافق بشیر کا سر اتر گیا تو دوسرے منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: حضرت! ان کے پاس جانے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ ہم آپ کے فیصلے پر راضی نہیں تھے، حضرت! ہم آپ کے فیصلے کو رد کرنے کے لئے تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نہیں گئے، وہاں جانے کا مقصد تو یہ تھا کہ کوئی صلح اور اتفاق کی صورت پیدا ہو جائے گی، عمر رضی اللہ عنہ نے زیادتی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

ارشاد ربانی ہے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف یَزْعُمُوْنَ جو خیال کرتے ہیں اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا کہ بے شک وہ ایمان لائے ہیں بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اس چیز پر جو نازل کی گئی

ہے تیری طرف قرآن اور حدیث وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہے تیرے سے پہلے توراۃ، انجیل، زبور وغیرہ کہ ہم تمام کتابوں کو مانتے ہیں یُرِیْدُوْنَ ارادہ کرتے ہیں اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اس بات کا کہ اپنا فیصلہ لے جائیں اِلَى الطَّاغُوْتِ سرکش کی طرف یعنی کعب ابن اشرف یہودی کی طرف وَقَدْ اُمِرُوْٓا اور بتحقیق ان کو حکم دیا گیا ہے اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ اس کا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں، سرکشوں اور نافرمانوں کا انکار کریں وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اور چاہتا ہے شیطان اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا یہ کہ ان کو گمراہ کرے گمراہی دور کی وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اور جب ان کو کہا گیا تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور آؤ رسول کی طرف رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ تو دیکھا آپ نے منافقوں کو یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا اعراض کرتے ہیں آپ سے اعراض کرنا، یہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔

فَكَیْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ پس کیا ہوا جب پہنچی ان کو مصیبت کہ بشیر کا سر قلم ہو گیا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اس سبب سے جو آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے، یہ ان کے ہاتھوں کے اپنے کرتوت تھے جس کی سزا پائی ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد کسی کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، عدالتِ عظمیٰ کے بعد انہوں نے ماتحت عدالت کی طرف رجوع کیا ثُمَّ جَآءُوْكَ پھر آئے وہ تیرے پاس یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِیْقًا نہیں ارادہ کیا تھا ہم نے مگر دونوں کے درمیان اصلاح کرنے کا اور موافقت پیدا کرنے کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو رد کرنا مقصود نہیں تھا۔ مطلب یہ تھا کہ دونوں آپس میں اتفاق اور صلح کر لیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یہ وہی لوگ ہیں یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں وَعِظْهُمْ اور ان کو نصیحت کریں وَقُلْ لَّهُمْ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اور کہہ ان کو ان کے نفسوں کے بارے میں قَوْلًا بَلِیْغًا ایسی بات جو ان کے دلوں کی تہہ تک پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے ان کو سمجھانا اخلاص کے ساتھ، ان کو سمجھا دے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اِلَّا لِیُطَاعَ

بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے، پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُطاع ہوتا ہے، ساری مخلوق اس کے مطیع ہوتی ہے، اس کی اطاعت کی جاتی ہے، اگر ماتحت عدالت کی بات مانی جاتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ماتحت عدالت کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نافذ ہوتا، یہ بات تو اصول کے خلاف تھی وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ اور اگر بے شک وہ لوگ جب انہوں نے ظلم کیا جانوں پر جَآءُوْكَ آتے تمہارے پاس فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ پس وہ معافی مانگتے اللہ تعالیٰ سے اس طرح کہ اپنا نفاق چھوڑ کر صحیح معنی میں ایمان لاتے اور کہتے کہ حضرت! ہم نے منافقت ترک کردی ہے اور دھڑ ختم کردیا ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں، آپ بھی ہمارے لئے رب تعالیٰ سے معافی مانگیں وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے لَوَجَدُوا اللّٰهَ البتہ پاتے وہ اللہ تعالیٰ کو تَوَّابًا رَّحِيْمًا توبہ قبول کرنے والا مہربان، ان کو تو اس طرح کرنا چاہئے تھا، الٹا معاملے کو بدل کر آئے ہیں اور بہانے بناتے ہیں، لہٰذا وہ منافق ہی رہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

لفظی ترجمہ:

فَلَا وَرَبِّكَ پس قسم ہے تیرے رب کی لَا يُؤْمِنُوْنَ یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے حَتّٰى یہاں تک کہ يُحَكِّمُوْكَ آپ کو منصف نہ بنائیں فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ اپنے تنازعات میں ثُمَّ لَا يَجِدُوْا پھر نہ پائیں فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں میں حَرَجًا کسی قسم کی تنگی مِّمَّا اس چیز کے متعلق قَضَيْتَ جس کا آپ نے فیصلہ کیا وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اور تسلیم کریں کھلے دل سے وَلَوْ اَنَّا اور اگر بے شک ہم كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ لکھ دیتے ان پر اَنِ اقْتُلُوْٓا یہ کہ قتل کرو اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو اَوِ اخْرُجُوْا یا نکل جاؤ مِنْ دِيَارِكُمْ اپنے گھروں سے مَّا فَعَلُوْهُ تو یہ لوگ نہ کرتے اس کارروائی کو اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے وَلَوْ اَنَّهُمْ اور اگر بے شک وہ فَعَلُوْا کریں مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ اس چیز کو جس کی ان کو نصیحت کی جارہی ہے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوگا وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا اور ہوگا زیادہ ثابت قدم رکھنے میں وَّاِذًا اور اس وقت لَّاٰتَيْنٰهُمْ البتہ ہم ان کو دیں گے مِّنْ لَّدُنَّآ اپنی طرف سے اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا وَّلَهَدَيْنٰهُمْ اور البتہ ہم ان کو ہدایت دیں گے صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا صراط مستقیم کی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَالرَّسُوْلَ اور رسول کی فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ مَعَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا مِّنَ النَّبِيّٖنَ اللہ تعالیٰ کے نبی وَالصِّدِّيْقِيْنَ اور صدیق وَالشُّهَدَآءِ اور شہید ہونے والے وَالصّٰلِحِيْنَ اور نیک وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا اور اچھا ہے ان لوگوں کی رفاقت حاصل کرنا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا اور کافی

ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔

تشریح:

اس سے پہلی آیات میں بشیر نامی منافق اور یہودی کے درمیان زمین کے متعلق جھگڑے کا ذکر ہوا تھا کہ منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کردیا تھا، اس پر منافقوں نے احتجاج کیا کہ ہم مومن ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ نے مومن کو قتل کردیا ہے، حالانکہ وہ ایمان سے محروم تھے، اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کا معیار بیان فرمایا ہے، یعنی یہ آیت کریمہ ایمان کا مدار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا وَرَبِّكَ پس قسم ہے تیرے رب کی، عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم ہو یا حرفِ قسم ہو اور اس سے پہلے حرفِ لا آجائے تو وہ زائد ہوتا ہے، یعنی اس کا معنی نہیں ہوتا، جیسے سورۃ البلد میں آتا ہے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ تو یہ لَا زائدہ ہے، اس کا معنی نہیں ہوگا، معنی کریں گے: میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور یہاں بھی لَا کا معنی نہیں ہوگا اور معنی کریں گے: پس قسم ہے تیرے رب کی، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم اٹھاتے ہیں، کس بات پر؟ اس بات پر لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصف نہ بنائیں اور ظاہر بات ہے کہ جب رب تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں تو اس سے زیادہ جاننے والا کون ہوسکتا ہے؟ اپنی ذات کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ یہ مومن نہیں بن سکتے، جب تک اے نبی کریم! آپ کو اپنا منصف اور حَکَم نہ تسلیم کریں۔

عربی زبان میں ایک ہوتا ہے حاکم اور ایک ہوتا ہے حَکَم، ان دونوں میں فرق ہے، حاکم اسے کہتے ہیں کہ جس کی بات ماننے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، چاہے دل تسلیم کرے یا نہ کرے، جس طرح عدالتوں میں جج فیصلے کرتے ہیں، وہ ماننے پڑتے ہیں، چاہے آدمی دل سے راضی ہو یا نہ ہو، حَکَم اسے کہتے ہیں جس کی بات پر آدمی دل سے راضی ہو تو فرمایا فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ پس تیرے رب کی قسم ہے یعنی مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ یہ مومن نہیں ہوسکتے، جب تک تجھے اپنا حکم نہ تسلیم کریں یعنی جب تک تیری بات کو دل سے نہ تسلیم کریں کسی چیز کے بارے میں فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ہر اس چیز میں جو ان کے درمیان جھگڑا ہو،

اختلاف پیدا ہو، برابر ہے کہ وہ اختلاف عقیدہ کا ہو یا عمل کا ہو، عبادت میں ہو یا معاملات میں ہو، نکاح طلاق کا ہو، زمین کا ہو یا مکان کا ہو، کوئی بھی مسئلہ ہو، دینی ہو یا دنیاوی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے اپنی ذات کی قسم ہے، یہ مومن نہیں ہوسکتے، جب تک تجھے اپنا حکم تسلیم نہ کریں ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا پھر نہ پائیں اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی مِّمَّا قَضَیْتَ اس چیز کے متعلق جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اور تسلیم کریں کھلے دل سے، اب ہمیں ٹھنڈے دل سے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچنا چاہئے اور اپنے گھروں میں جا کر غور وفکر کرنا چاہئے کہ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ میں جو کچھ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے، کیا ہم اس کو بے قیل وقال تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلے پر عمل کرتے ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے یا کہا ہے ہم اس پر راضی ہیں، چاہے ہمارا نفس چاہے یا نہ چاہے، اگر واقعی ہم نے اپنا ظاہر، شکل وصورت، وضع قطع اور لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر قربان کیا ہے تو پھر ہم مومن ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو بے شک ایمان کا دعویٰ کرتے پھریں، مومن نہیں ہیں، یہ آیت کریمہ معیار ہے، اپنے گھروں میں جا کر اچھی طرح ظاہر وباطن کو، قول وفعل کو اور معاملات کو اس پر پرکھو کہ واقعۃً یہ چیزیں ہم میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

بخاری شریف میں روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لَا یُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰی أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ'' تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، یعنی اس کی محبت ماں باپ سے، اولاد سے، تمام انسانوں سے میرے ساتھ زیادہ ہو، محبت شرعی یہ ہے کہ ایک طرف ماں باپ کچھ کرتے یا کہتے ہیں یا اولاد کچھ کرتی یا کہتی ہے یا حاکم وقت ہے، وہ کچھ کرتا یا کہتا ہے یا کل کائنات ایک طرف ہے، وہ کچھ کرتے یا کہتے ہیں اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو تمام کائنات پر مقدم رکھتا ہے تو مومن ہے اور اگر ماں باپ کے مقابلے میں، اولاد کے مقابلے میں، حاکم کے مقابلے میں کوئی چھوٹا ہو یا بڑا، اس کے مقابلے میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو تسلیم نہیں کرتا، وہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مومن نہیں ہے۔

ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کو کیوں مستثنیٰ کیا ہے؟ مکمل ایمان تو حاصل نہ ہوا، کہنے لگے: حضرت! اب میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إذاً اب بات بن گئی تو مومن کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو تمام کائنات سے مقدم رکھے۔

اسی طرح بخاری شریف میں حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ'' تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ شئے نہ پسند کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے، دیکھو بھائی! اپنے لئے کھوٹی اور ادنیٰ چیز کون پسند کرتا ہے؟ اپنے لئے جھوٹ اور فریب کو کون پسند کرتا ہے؟ غیب کو کون پسند کرتا ہے؟ اسی طرح اپنے لئے داؤ اور دھوکے کو کون پسند کرتا ہے کہ اس سے کوئی داؤ کھیلے یا دھوکہ دے، اگر مومن ہے تو یہ چیزیں دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے، ایمان کا دعویٰ کرنا بڑا آسان ہے، مگر اس پر پورا اترنا بڑا مشکل ہے اور یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ منکر حدیث کافر ہے، مومن نہیں ہے، کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ایمان میں دخل نہ ہوتا تو رب تعالیٰ اس طرح نہ فرماتے فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ پس تیرے رب کی قسم ہے کہ مومن نہیں ہوسکتے، جب تک اپنے ہر قسم کے تنازعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم اور فیصل تسلیم نہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانیں، تو معلوم ہوا کہ جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں وہ پکے کافر ہیں، بے شک وہ ایمان کا دعویٰ کرتے پھریں، کیونکہ حدیث بھی دین کا حصہ ہے۔

نوجوانو! یاد رکھنا، منکرین حدیث تمہیں دھوکہ دیں گے اور کہیں گے: حدیثیں ظنی ہیں، یعنی یقینی چیز کو ماننا چاہئے اور قرآن پاک یقینی ہے، بے شک یہ بات ٹھیک ہے کہ قرآن پاک یقینی ہے، لیکن تمام احادیث کو ظنی کہنا بھی بالکل غلط بات ہے، کیونکہ احادیث متواتر بھی ہیں، لفظ کے اعتبار سے متواتر ہیں اور

معنی کے اعتبار سے بھی متواتر ہیں، عمل کے لحاظ سے بھی متواتر ہیں، طبقے کے لحاظ سے بھی متواتر ہیں اور متواتر حدیث کا انکار اسی طرح کفر ہے جس طرح قرآن پاک کا انکار کفر ہے اور اکثر وبیشتر وہ احادیث جن کا اعمال کے ساتھ تعلق ہے وہ متواتر ہیں، ہاں! اگر حدیث خبر واحد ہے تو وہ ظنی ہے، اس کا انکار کفر نہیں ہوگا، مگر گناہ ہے۔

اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ حدیث پاک کو تسلیم کرنے کے بغیر قرآن شریف بھی سمجھ نہیں آسکتا، مثلاً: قرآن پاک میں آتا ہے اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ کہ نماز کو قائم کرو، مگر قرآن پاک میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ قائم کس طرح کرنا ہے اور تعداد رکعات کی بھی تفصیل نہیں ہے کہ فجر کی کتنی رکعتیں ہیں، ظہر کی کتنی رکعتیں ہیں، عصر کی کتنی ہیں اور مغرب اور عشاء کی کتنی رکعتیں ہیں اور جمعہ کی کتنی رکعتیں ہیں۔

اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور دو تم زکوٰۃ، اس چیز کی تفصیل اور وضاحت قرآن پاک میں نہیں ہے کہ سونا کتنا ہو تو زکوٰۃ لازم ہے اور کتنی لازم ہے، اسی طرح رقم کتنی ہو تو زکوٰۃ لازم ہے اور کتنی ہے یا اونٹ، گائے، بھینس کتنی ہوں تو زکوٰۃ لازم ہے اور کتنی لازم ہے، یہ ساری تفصیل احادیث میں ہے، اگر احادیث نہیں مانو گے تو اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ پر کس طرح عمل کرو گے؟ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ پر کس طرح عمل کرو گے؟

یا مثلاً: قرآن پاک میں آتا ہے کہ وَلۡیَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ کہ جو حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے ہیں میرے گھر کا طواف کریں، لیکن یہ تفصیل قرآن پاک میں نہیں ہے کہ طواف کہاں سے شروع کرنا ہے اور کہاں پر ختم کرنا ہے اور کتنے چکروں کا نام طواف ہے۔

اسی طرح قرآن پاک میں سعی بین الصفا والمروہ کا تو ذکر ہے، لیکن اس بات کی تفصیل نہیں ہے کہ سعی کے کتنے چکر ہیں اور کہاں سے شروع ہوگی اور کہاں پر ختم کرنی ہے تو اگر احادیث کا انکار کریں گے تو ان آیات پر کس طرح عمل کریں گے، کر ہی نہیں سکتے، یہ لوگ گمراہی کا راستہ کھولنے کے لئے حدیث کا انکار کرتے ہیں اور بہت سارے بے دین صحافی ان سے بڑی بڑی رقمیں لے کر بڑی تدبیر سے باطل عقیدے پھیلاتے ہیں، کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان درازی کرتا ہے اور ان سے اعتماد اٹھانے کی کوشش کرتا

ہے، کوئی محدثین رحمۃ اللہ علیہم پر اعتراض کر کے اعتماد اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، کوئی ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم پر برستا ہے اور ان سے اعتماد اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، حاشا وکلا، یہ سارے بڑے لوگ تھے اور ان کی وجہ سے ہمیں دین نصیب ہوا ہے، ان پر اعتماد کئے بغیر دین نہیں بچ سکتا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اور اگر بے شک ہم ان پر لکھ دیتے اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یہ کہ قتل کرو اپنی جانوں کو رب تعالیٰ کی رضا کے لئے یا ہم یہ حکم لکھ دیتے اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یا نکل جاؤ اپنے گھروں سے مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ تو یہ لوگ نہ کرتے اس کارروائی کو مگر بہت تھوڑے ان میں سے، دیکھو مثلاً: یہ حکم ہوتا کہ تم اپنے آپ کو قتل کر دو یا یہ حکم ہوتا کہ سامان سے بھرا گھر چھوڑ کر چلے جاؤ اور آج کے بعد اس کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے تو کس نے کرنا تھا، الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں سخت احکام نہیں دیئے، آگے فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ اور اگر بے شک وہ کریں اس جز کو جس کی ان کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول اور فعل کو تسلیم کرو، اگر یہ ایسا کریں لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوگا وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا اور زیادہ سخت ہوگا ثابت قدم رکھنے میں۔ اس سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا اور یہ ثابت قدم رہیں گے، وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ اور اس وقت البتہ ہم ان کو دیں گے مِّنْ لَّدُنَّآ اپنی طرف سے اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا۔ ایک بات اور وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور البتہ ہم ان کو ہدایت دیں گے صراط مستقیم کی ایمان اور نیکیوں کی برکت سے۔ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلاتا ہے، انسان ادھر ادھر بھٹکنے سے محفوظ رہتا ہے، مگر شرط یہ کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں، ان پر عمل کرے۔

آگے فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، آگے ان کا ذکر ہے مِّنَ النَّبِيّٖنَ اللہ تعالیٰ کے نبی۔ سب سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ہے کہ ان کو نبوت اور رسالت عطا فرمائی۔ لوگوں کی اصلاح کے لئے ان کو منتخب فرمایا۔ ان کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں گزری اور

اللہ تعالیٰ کی جو معرفت ان کو حاصل ہوئی، وہ کسی کو نہیں ہے، اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک نیکی اور صرف ایک عبادت ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور ساری امت کی ساری نیکیاں ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نیکی وزنی اور بھاری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز ترازو کے ایک پلڑے میں اور ساری امت کی نمازیں دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز تمام سے بھاری اور وزنی ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک روزہ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور ساری امت کے سارے روزے دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک روزہ تمام امت کے روزوں سے بھاری اور وزنی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے عمل میں جو اخلاص اور للّٰہیت ہے، وہ کسی اور کے عمل میں نہیں ہو سکتی، پیغمبر تو خیر بہت بلند ذات ہے۔

بخاری اور مسلم شریف میں روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ امتی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے اور میرا کوئی صحابی ایک مد خرچ کردے اور نصف مد کے لفظ بھی آتے ہیں، مد پندرہ چھٹانک کا ہوتا ہے تو نصف مد ساڑھے سات چھٹانک کا ہوا، یعنی تم احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو اور میرا صحابی ایک مد یا نصف مد جو باجرہ، مکئی یا کوئی جنس خرچ کرے تو تم میرے صحابی رضی اللہ عنہ کی ساڑھے سات چھٹانک کو نہیں پہنچ سکتے، اندازہ کریں کہاں سونا اور کہاں جوار، مکئی اور سونا بھی احد پہاڑ کے برابر جن لوگوں نے حج یا عمرہ کیا ہے، ان کو معلوم ہے کہ احد پہاڑ کتنا بڑا پہاڑ ہے اور جن لوگوں نے حج عمرہ نہیں کیا، ان کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے حج عمرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اور جا کے دیکھیں کہ احد پہاڑ بہت بڑا ہے، اس سے اندازہ لگاؤ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کتنا بڑا مقام ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارے کے سارے اور تمام اہل بیت ہمارے ایمان کا مدار ہیں، ہم ان میں تقسیم نہیں کرتے، ہم سب کو مانتے ہیں، زیادتی ان لوگوں کی ہے جو تقسیم کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، امام زین

العابدین رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ سب کو مانتے ہیں اوران کی قدر کرتے ہیں اور وہ ہمارے بزرگوں کو نہیں مانتے، پھر ضد کس کی ہوئی؟ بھائی! سیدھی سادی بات ہے کہ ایک فریق سب کو مانتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بھی اور دوسرا فریق حصے کرتا ہے، کسی کو مانتا ہے اور کسی کو نہیں مانتا تو غلط کون ہوا؟ فساد برپا کرنے والا کون ہوا؟ میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کوئی سنی ایسا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ مانتا ہو، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نہ مانتا ہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ مانتا ہو، یا اہل بیت رضی اللہ عنہم کے کسی فرد کو نہ مانتا ہو، ان کی قدر نہ کرتا ہو، ہم تو ان سب کو اپنی آنکھوں کا تارا سمجھتے ہیں، زیادتی تو ان لوگوں کی ہے کہ اول بھی کافر، دوئم بھی کافر، سوئم بھی کافر، ابوبکر رضی اللہ عنہ، بھی کافر، عمر رضی اللہ عنہ بھی کافر، عثمان رضی اللہ عنہ بھی کافر (معاذ اللہ تعالیٰ) یہ لوگ زیادتی کرتے ہیں اور تفرقہ پھیلاتے ہیں، ہمارے سب بزرگ ہیں، ہم سب کی قدر کرتے ہیں تو جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، ان میں پہلے درجے میں انبیاء کرام علیہم السلام، دوسرے درجے میں صدیقین ہیں، اس لئے فرمایا وَالصِّدِّيقِينَ اور صدیق ہیں وَالشُّهَدَاءِ اور شہید ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے والے ہیں وَالصّٰلِحِينَ اور نیک ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو ان کا ساتھ نصیب ہوگا وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا اور اچھا ہے ان لوگوں کی رفاقت حاصل کرنا، یعنی ان لوگوں کی رفاقت حاصل ہو جائے تو بہت اچھی بات ہے۔

یہ مطلب نہیں ہے جس طرح مرزائی کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کا ساتھی ہو جائے گا، یعنی نبی بن جائے گا، صدیق بن جائے گا، شہید بن جائے گا، ولی بن جائے گا (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ)

دیکھو! ترمذی شریف اور مسند احمد میں حدیث آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' کہ جو تاجر سچا ہے اور امانت دار ہے قیامت والے دن نبیوں کے ساتھ ہوگا تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ تاجر نبی بن گیا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوں گے، وہاں ایسے تاجر کو آنے جانے کی اجازت ہوگی، کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

باقی جنت میں انبیائے کرام علیہم السلام کو جو مقام حاصل ہوگا وہ کسی اور کو نہیں مل سکتا، یہ جواذان کے بعد دعا ہے "اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ اِلٰی آخِرِہٖ" اس میں وسیلہ کا لفظ آتا ہے، اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضرت! وسیلہ کیا ہے؟ مسلم شریف میں روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوٹھی ہے، ایسی کہ اس سے بہتر کوئی کوٹھی جنت میں نہیں ہے، وہ کوٹھی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو نصیب ہوگی، فرمایا وہ بندہ میں ہوں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ جو اطاعت کرے گا، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کوٹھی مل جائے گی، مع کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی، جب چاہے گا ملاقات کرے گا، جب چاہے گا دیدار کرے گا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔ وہ تمہارے ظاہر کو، باطن کو، نیتوں کو، کردار کو خوب جانتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾

لفظی ترجمہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو! اٰمَنُوْا جو ایمان لائے خُذُوْا حِذْرَكُمْ لے لو اپنے بچاؤ کا سامان فَانْفِرُوْا پس کوچ کرو ثُبَاتٍ گروہ درگروہ اَوِ انْفِرُوْا یا کوچ کرو جَمِيْعًا اکٹھے وَاِنَّ مِنْكُمْ اور بے شک تم میں سے کچھ لَمَنْ وہ ہیں لَّيُبَطِّئَنَّ البتہ جو تاخیر کرتے ہیں فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ پس اگر پہنچے تمہیں مُّصِيْبَةٌ کوئی مصیبت قَالَ کہتے ہیں قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ تحقیق اللہ نے مجھ پر انعام کیا ہے اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ جب کہ نہیں تھا ان کے ساتھ شَهِيْدًا حاضر وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ اور اگر پہنچتا ہے تمہیں فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فضل لَيَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہتا ہے كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ گویا کہ نہیں ہے بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ تمہارے اور اس کے درمیان مَوَدَّةٌ دوستی (کہتا ہے) يّٰلَيْتَنِيْ کاش کہ میں كُنْتُ ہوتا مَعَهُمْ ان کے ساتھ فَاَفُوْزَ تو میں بھی کامیابی حاصل کرتا فَوْزًا عَظِيْمًا کامیابی بڑی فَلْيُقَاتِلْ پس چاہیے کہ لڑیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں الَّذِيْنَ وہ لوگ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی کو بِالْاٰخِرَةِ آخرت کے بدلے میں وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جو لڑے گا اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَيُقْتَلْ پس وہ قتل کیا جائے گا اَوْ يَغْلِبْ یا غالب آئے گا فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ پس عنقریب ہم دیں گے اس کو اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا وَمَا لَكُمْ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے لَا تُقَاتِلُوْنَ تم نہیں لڑتے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ

تعالیٰ کی راہ میں وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ اور کمزور مِنَ الرِّجَالِ مردوں کی حمایت میں وَالنِّسَآءِ اور عورتوں کی حمایت میں وَالْوِلْدَانِ اور بچوں کی خاطر الَّذِيْنَ جو يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار! اَخْرِجْنَا نکال ہمیں مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا اس بستی سے کہ اس کے رہنے والے ظالم لوگ ہیں وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا اور بنا دے ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی وَّاجْعَلْ لَّنَا اور بنا ہمارے لئے مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا اپنی طرف سے مدد کرنے والا اَلَّذِيْنَ وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے يُقَاتِلُوْنَ لڑتے ہیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں يُقَاتِلُوْنَ لڑتے ہیں فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ طاغوت کی راہ میں فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ پس لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے اِنَّ بے شک كَيْدَ الشَّيْطٰنِ شیطان کی تدبیر كَانَ ضَعِيْفًا ہے کمزور۔

اس سے قبل چار طبقوں کی معیت کا ذکر ہوا تھا کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا، اس کو نبیوں کی، صدیقین کی، شہداء کی اور صالحین کی معیت اور ساتھ حاصل ہوگا، چونکہ شہیدوں کا بھی ذکر تھا، لہٰذا آگے جہاد کا بیان ہے، ارشاد ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خُذُوْا حِذْرَكُمْ لے لو اپنے بچاؤ کا سامان، یعنی دشمن کے مقابلے میں اپنی پوزیشن مضبوط کرو اور اپنے بچاؤ اور حفاظت کا ایسا طریقہ اختیار کرو کہ دشمن کی زد میں نہ آؤ، یہ آیات اگرچہ جہاد کے متعلق ہیں، مگر مومن مرد ہو یا عورت، ان کے لئے شرعاً حکم ہے کہ جہاد کی حالت کے علاوہ بھی اپنی جان کی حفاظت کرے، یہ جان کسی کی ذاتی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور امانت کی حفاظت ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خودکشی حرام ہے اور خودکشی کرنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اپنی جان ضائع کی ہے، کسی کا میں نے کوئی نقصان نہیں کیا، بھائی! یہ جان تیری نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، جب میدان جہاد میں اللہ تعالیٰ کے دشمن کے مقابلے میں ہو، لڑائی جاری ہو تو پیٹھ پھیرنا حرام ہے، لڑنا ہے اپنا تحفظ کر کے اور عام حالات میں بلا وجہ جان ضائع کرنا حرام ہے۔

اس سلسلے میں فقہی طور پر چند مسائل سمجھ لیں، سخت سردی کا موسم ہے اور آدمی کو سردی سے بچاؤ کی

طاقت بھی حاصل ہے، مثلاً: گرم لباس پہننے کی، گرم جگہ میں رہنے کی، مگر سستی کرتا ہے اور سردی سے بچتا نہیں ہے اور اس کو بخار ہو جاتا ہے، نمونیہ ہو جاتا ہے یا کوئی تکلیف ہو جاتی ہے تو یہ بیمار بھی ہوگا اور گنہگار بھی ہوگا، اس لئے کہ اس نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت نہیں کی، اسی طرح سخت گرمی ہے اور یہ گرمی سے بچنے کی طاقت رکھتا ہے، مگر کوشش نہیں کرتا، تکلیف ہوگئی ہے، تو گنہگار ہوگا، اس لئے کہ اس نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت نہیں کی، اسی طرح اگر کوئی مرد یا عورت بوڑھا یا جوان سڑک کراس کرنا چاہتا ہے تو اسے اچھی طرح دیکھ کر گزرنا چاہئے، تاکہ وہ بس وغیرہ کے نیچے نہ آجائے، اگر بے احتیاطی سے گزرا اور کسی شئے کے نیچے آکر مر گیا تو یہ گنہگار ہے۔

اس طرح اگر کوئی مرد یا عورت ضرورت سے زیادہ جان بوجھ کر کھالیں کہ جس کو ہضم نہ کر سکیں اور بدہضمی ہو جائے تکلیف ہو جائے تو یہ گنہگار ہیں کہ انہوں نے رب تعالیٰ کی امانت میں خیانت کی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اتنا تھوڑا کھاتا ہے کہ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، نماز نہیں پڑھ سکتا، روزہ نہیں رکھ سکتا تو یہ گنہگار ہے، اس کو اتنا کھانا چاہئے کہ جس سے جسم کی قوت برقرار رہے اور یہ نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے اور جس طرح جان کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح سامان اور مال کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ شریعت نے ہر طرح کی ہدایات دی ہیں۔ عورتیں گھروں میں اپنا سامان رکھتی ہیں، مثلاً: زیور ہے، رقم ہے یا اور کوئی قیمتی چیز ہے تو اس کو حفاظت سے سنبھال کر رکھیں اور بچوں کو بھی نہ دکھائیں، کیونکہ بچوں کی بھی طبائع مختلف ہوتی ہیں، اگر بے احتیاطی کی وجہ سے نقصان ہو گیا تو نقصان الگ اور گناہ الگ، اس لئے کہ اس نے اپنی چیز کی حفاظت نہیں کی اور کھلے طور پر زیور رکھنا، گھڑی رکھنا یا کوئی قیمتی چیز رکھنا کہ جس کو آنے جانے والی عورتیں دیکھیں یا بچے دیکھیں اپنے یا غیر یہ سخت گناہ ہے اور عورتیں پرواہ نہیں کرتیں، پھر جب چیز ضائع ہو جاتی ہے تو ہر ایک پر شک کرتی ہیں اور الزام لگاتی ہیں کہ فلاں آیا تھا اور فلاں آئی تھی، اس طرح شک کرنا اور الزام لگانا بھی گناہ ہے۔ اس کے بعد بعض عورتیں فال نکلوانے کے لئے جاتی ہیں کہ میری فلاں چیز گم ہوگئی ہے، بتاؤ! کہاں ہے؟

تو فال کے متعلق بھی مسئلہ سمجھ لو۔ ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف دونوں حدیث کی کتابیں ہیں،

ان میں حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "من أتیٰ کاهنا" جو مرد یا عورت فال نکالنے والے کے پاس گیا "فصدقه" اور اس کی باتوں کی تصدیق کی "فقد کفر بما أنزل علیٰ محمد" پس تحقیق اس نے کفر کیا اس چیز کا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے، یعنی وہ مرد بھی اور عورت بھی از روئے شرع کافر ہو گئے اور نکاح ٹوٹ گیا۔

اگر دوبارہ کلمہ پڑھ کر دوبارہ نکاح نہ کیا تو اولاد ولد الزنا ہو گی، لہٰذا فالیں نکلوانا حرام ہے اور مسلم شریف میں حدیث آتی ہے، اگر کسی نے فال نکلوائی اور اس کی باتوں کی تصدیق کی، نہ فقط دل لگی کے طور پر ایسا کیا کہ دیکھو کیا کہتا ہے تو ایسا کرنے سے چالیس دن کی نمازوں اور روزوں کا اجر ضائع ہو جائے گا، لہٰذا یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھیں، خصوصاً عورتیں۔

اور جو کام کرنے کا ہے وہ کرو کہ اپنی چیز کی حفاظت کرو، جس طرح دوسرے سامان کی حفاظت کرنی ہے، اسی طرح جب مسجد میں آؤ تو اپنے جوتوں کی بھی حفاظت کرو، اگر حفاظت نہ کی اور چوری ہو گئی تو جوتی بھی گئی اور گناہ بھی لکھا گیا، دیکھو میرا جوتا کافی پرانا ہے، کئی سال ہو گئے ہیں، بنوائے ہوئے اس کو، جو لے جائے گا بڑا بے وقوف ہو گا، لیکن میں اس کی بھی حفاظت کرتا ہوں، محض اس لئے کہ حکم ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے "اِجعَلْ نَعلَیکَ تحتَ عَینَیکَ" اپنی جوتیاں آنکھوں کے سامنے رکھنا یعنی ان کی حفاظت کرنا۔

اسی طرح کمبل، چادر، وغیرہ کوئی بھی قیمتی شئے ہے، اس کی حفاظت کرو، بعضے غافل قسم کے نمازی وضو کرتے وقت گھڑی اتار کر رکھ دیتے ہیں، عینک اتار کر رکھ دیتے ہیں، پھر جب کوئی اٹھا کر لے جائے تو تلاش کرتے پھرتے ہیں تو فرمایا خُذُوْا حِذْرَکُمْ اپنے بچاؤ کا سامان لے لو۔ اپنی جان بچاؤ، مال کی حفاظت کرو، عزت کی حفاظت کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت تم گھر میں داخل ہو تو دروازہ بند کر دو، کھلا ہو گا تو کتا بلا اندر آ جائے گا، شریعت نے تمام چیزیں تفصیلاً بیان فرمائی ہیں، تاکہ تمہیں کسی بھی مرحلے میں تکلیف نہ پہنچے۔

فرمایا فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِیْعًا پس کوچ کرو گروہ در گروہ اکٹھے ثُبَاتٍ ثبۃ کی جمع ہے اور

ثُبَاتٍ کا معنی ہے گروہ، یہ تمہاری صواب دید پر موقوف ہے، تمہارا کمانڈر جس طرح حکم دے اس طرح کرو۔ اگر وہ کہے کہ تھوڑے تھوڑے جاؤ تو تھوڑے تھوڑے جاؤ، جس طرح فوجی دستے جاتے ہیں اور اگر وہ کہے کہ اکھٹے جاؤ تو اکھٹے جاؤ وَاِنَّ مِنْكُمْ اور بے شک تم میں سے کچھ لَمَنْ البتہ وہ ہیں لَّيُبَطِّئَنَّ البتہ جو تاخیر کرتے ہیں، لیٹ ہوتے ہیں، یہ منافقوں کی بات ہے، اسی لئے مِنْكُمْ فرمایا، کیونکہ کلمہ تو وہ بھی پڑھتے تھے، نمازیں بھی پڑھتے تھے، اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے تھے، مگر جب جہاد کا موقع آتا تھا، ٹال مٹول کرتے تھے کہ کسی طرح ہماری جان بچ جائے فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ پس اگر پہنچے تمہیں کوئی مصیبت یا تم میں سے کچھ شہید ہو جائیں یا زخمی ہو جائیں یا شکست ہو جائے قَالَ تو منافق کہتا ہے قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا ہے، کس طرح اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا جب کہ نہیں تھا میں ان کے ساتھ حاضر، کیونکہ میں ساتھ ہوتا تو میں بھی مارا جاتا وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ اور اگر پہنچتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فضل یعنی فتح حاصل ہوتی ہے، مال غنیمت ملتا ہے تو پھر لَيَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہتا ہے كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ گویا کہ نہیں ہے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی، بے باک اور بے حیا ہو کر کہے گا يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا تو میں بھی کامیابی حاصل کرتا، کامیابی بڑی۔ یعنی جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی ہے، مال غنیمت ہاتھ آتا ہے تو پھر کہتا ہے کاش! میں بھی ساتھ ہوتا تو ان چیزوں میں شریک ہوتا تو ایسے لوگ بھی تھے اور ہیں کہ بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں، مگر ہیں منافق فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس چاہئے کہ لڑیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ وہ لوگ جو بیچتے ہیں الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے میں یہاں يَشْرُوْنَ کا معنی بیچنا ہے تو جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچتے ہیں، ان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑیں۔ یاد رکھنا! اگر جہاد نہ ہوتا تو مسلمانوں پر بہت سارے زوال آتے، کافروں کی ہمت بڑھ جاتی اور ان کے خیالات اور سے اور ہو جاتے، لہٰذا اپنا دفاع نہ کیا جائے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے اور جہاد اپنے ملک میں ہو تو فرض ہے، مثلاً: ہندوستان یا اور کوئی ہمارے ملک پر حملہ کر دے تو فرض عین ہو جائے گا اور جب فرض عین ہو جائے تو پھر کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، حتیٰ کہ اولاد کو ماں باپ سے اجازت لینے کی

ضرورت نہیں ہے، جس طرح نماز فرض عین ہے، روزہ فرض عین ہے، لہٰذا ان چیزوں میں آدمی کسی سے اجازت لینے کا پابند نہیں ہے کہ یہ کام وہ ماں باپ سے پوچھ کر کرے یا عورت اپنے خاوند سے پوچھ کر کرے، بالکل نہیں، مسلمان مرد عورت جب عاقل بالغ ہو، اس پر نماز روزہ فرض ہے، از خود کرے اور عام حالات میں اگر ملک سے باہر ہو تو فرض کفایہ ہے، جیسے کشمیر ہے، عراق ہے، یا افغانستان وغیرہ ممالک میں ہو اور فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کر رہی ہے تو یہ دوسری کی طرف سے کفایت ہے، باقی گنہگار نہیں ہوں گے، جس طرح تبلیغ فرض کفایہ ہے۔

چوتھے پارے میں آتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو لوگوں کو خیر اور بھلائی کی طرف دعوت دے اور اگر کسی علاقے میں کوئی بھی تبلیغ نہیں کرے گا تو سارے گنہگار ہوں گے تو جہاد کی بات ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جو لڑے گا اللہ تعالیٰ کی راہ میں فَيُقْتَلْ پس وہ قتل کیا جائے گا یعنی شہید ہو گا اور أَوْ يَغْلِبْ یا غالب آئے گا فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا پس عنقریب ہم دیں گے اس کو اجر بہت بڑا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت میں سو سو منزلہ مکان ہوں گے اور جو شہداء ہیں وہ آخری منزل پر ہوں گے، جو لوگ چارپائی پر فوت ہوئے ہیں وہ شہید کے درجے کو دیکھ کر آرزو کریں گے "لَوْ أَنَّ أَبْدَانَهُمْ قُرِضَتْ بِالْمَقَارِيْضِ" کاش! کہ اس کے بدنوں کو قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیا جاتا اور آج ہمیں بھی یہ مرتبہ اور مقام مل جاتا، شہید کا مقام بہت بلند ہے اور مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً" جس آدمی کی موت اس حالت میں ہوئی کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ جہاد کی نیت کی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ مردار موت مرا اور ایک روایت میں ہے "عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ" کہ وہ منافقت پر مرے گا اور ساتھ خوشخبری بھی سنائی کہ جس شخص نے پختہ ارادہ کیا کہ اگر میری زندگی میں جہاد شروع ہوا تو میں ضرور جہاد کروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، فرمایا: ایسا شخص چاہے طبعی موت بھی مرے "بَلَّغَهٗ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ" اللہ تعالیٰ اس کو شہید کے درجوں تک پہنچائے گا، کیونکہ اس نے نیت کر لی ہے اور اعمال کا

دارومدار نیتوں پر ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیت کرے کہ جہاد شروع ہوا تو میں ضرور اس میں شرکت کروں گا۔

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ جہاد کا صرف یہی معنی نہیں ہے کہ آدمی تلوار اور بندوق کے ساتھ لڑے، بلکہ جہاد کے کئی شعبے ہیں، جو شخص مجاہدین کے ساتھ تعاون کرتا ہے، اسلحہ دیتا ہے، خوراک اور پوشاک کا انتظام کرتا ہے، وہ بھی مجاہد ہے، جہاد میں شریک ہے اور اس طرح عورتیں بھی جہاد میں شریک ہوسکتی ہیں کہ وہ مجاہدوں کے ساتھ مالی معاونت کریں، ان کی امداد کریں۔

حدیث پاک میں آتا ہے ''جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ'' کہ تم مشرکوں کے خلاف جہاد کرو اپنی جانوں کے ساتھ، زبانوں کے ساتھ اور مالوں کے ساتھ۔ کلمۂ حق کہنا زبانی جہاد ہے، جو عورت گھر میں حق کی بات کرے، تبلیغ کرے، یہ مجاہدہ ہے۔ مجاہدوں کو رقم دے، یہ بھی مجاہدہ ہے۔ تلوار کا جہاد تو ایک طبقہ کرے گا، اس کے جتنے معاونین ہوں گے وہ سارے جہاد میں شریک ہیں، آگے اللہ تعالیٰ نے جہاد کی ترغیب دی ہے۔

فرمایا وَمَا لَكُمْ اور تمہیں کیا ہوگیا ہے اے ایمان والو! لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ تم نہیں لڑتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ اور کمزور مردوں کی حمایت میں، عورتوں کی حمایت میں اور بچوں کی حمایت میں کیوں نہیں لڑتے الَّذِينَ يَقُولُونَ جو کہتے ہیں رَبَّنَا أَخْرِجْنَا اے پروردگار! نکال ہمیں مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا اس بستی سے کہ اس کے رہنے والے ظالم لوگ ہیں، جیسا کہ اس وقت کشمیر میں اسلام کی بیٹیاں پکار رہی ہیں اور عراق میں، افغانستان میں، اے مسلمانو! ہماری عزت آبرو ضائع ہورہی ہے، اے مسلمانو! تم کیوں نہیں لڑتے؟

ایک وقت تھا کہ تاجروں کا ایک وفد سیلہ کے مقام پر کشتی سے اترا، سندھ کے ڈاکوؤں نے ایک مسلمان عورت اغوا کرلی، اس عورت نے آواز لگائی ''يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ!'' اے مسلمانو! میں کافروں کے قبضے میں ہوں، یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ہوا کے ذریعہ اس کی آواز مرکز میں پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ کوئی بعید بات نہیں ہے اور ایک روایت کے مطابق زمینی راستہ سے اس کی آواز پہنچی، اس وقت حجاج

بن یوسف کا بھتیجا محمد بن قاسم سترہ سال کا نوجوان تھا، اس کو چھ ہزار فوج دے کر بھیجا گیا، جب تک اس نے مسلمان عورت کافروں سے رہا نہیں کرالی، تب تک اس کو چین نہیں آیا۔ فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے لکھا ہے کہ ''امْرَأَةٌ سُبِيَتْ فِي الْمَشْرِقِ وَجَبَتْ عَلَىٰ أَهْلِ الْمَغْرِبِ أَنْ يُخَلِّصُوهَا'' کوئی مسلمان عورت مشرق کے آخری کونے میں کافروں کے قبضہ میں ہو تو مغرب کی طرف رہنے والوں پر فرض ہے کہ وہ اس کو رہا کرائیں۔

آج ہم سارے مسلمان خصوصاً اسلامی حکومتیں انتہائی بے غیرت ہو چکی ہیں، کیونکہ امریکہ بہادر نے چن چن کر ان پر حکمران مسلط کئے ہیں جو اس کے پٹھو ہیں، سوائے چند ملکوں کے جو اس کے پنجے میں نہیں آئے تو اس کے منتخب حکمران اسلام کو برداشت نہیں کرتے، امریکہ نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے منصوبہ کی تیرہ شقیں بنائی ہیں کہ تیرہ شقوں میں مسلمانوں کو تباہ کرنا ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں اور کسی بھی علاقے میں اسلام پھیلے تو اس کو کچل دیا جائے، اللہ تعالیٰ اس کے شر سے عالم اسلام کو محفوظ فرمائے۔ کمزور مرد عورتیں مسلمان اور بچے کہتے ہیں: اے پروردگار! وَاجْعَلْ لَّنَا اور بنادے ہمارے لئے مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا اپنی طرف سے کوئی حمایتی وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا اور بنادے ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا۔ مسلمانوں کو احساس کرنا چاہئے کہ مظلوم ہو کر دعائیں کرتے ہیں اور تم اپنی خواہشات میں مست ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ وہ لڑتے ہیں طاغوت کی راہ میں فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ پس لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے۔ یاد رکھنا ''اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ'' کفر ایک ہی ملت ہے، چاہے کسی شکل اور رنگ میں ہوں، سب شیطان کے ساتھی ہیں، ان سے لڑو، فرمایا اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا بے شک شیطان کی تدبیر ہے کمزور۔ رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کس کی تدبیر چل سکتی ہے؟ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو جائے۔ (آمین)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

لفظی ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ کیا نہ دیکھا تو نے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف قِيْلَ لَهُمْ جن کو کہا گیا كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ روکو اپنے ہاتھوں کو وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دو تم زکوٰۃ فَلَمَّا پس جو وقت كُتِبَ لکھا گیا، فرض کیا گیا عَلَيْهِمُ ان پر الْقِتَالُ لڑنا اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اچانک ان میں سے ایک گروہ يَخْشَوْنَ النَّاسَ ڈرنے لگا لوگوں سے كَخَشْيَةِ اللّٰهِ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً یا اس سے بھی زیادہ سخت ڈر وَ قَالُوْا اور کہا انہوں نے رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار! لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ کیوں لکھا تو نے ہم پر لڑنا لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ کیوں نہ تو نے مہلت دی ہمیں اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قریب تھوڑی مدت تک قُلْ آپ کہہ دیں مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ اور آخرت بہت بہتر ہے لِّمَنِ اتَّقٰى اس شخص کے لئے جو ڈرتا ہے وَ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا فَتِيْلًا دھاگے برابر بھی اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا جہاں بھی تم ہو گے يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ پالے گی تمہیں موت وَ لَوْ كُنْتُمْ اور اگر چہ ہو تم فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ایسے قلعوں میں جو چونا گچ ہیں وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ اور اگر پہنچے ان کو کوئی بھلائی اور راحت يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچے ان کو کوئی تکلیف يَّقُوْلُوْا کہتے ہیں هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ اے نبی کریم! یہ تیری طرف سے ہے قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے فَمَالِ پس کیا ہو گیا هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ اس قوم کو لَا يَكَادُوْنَ نہیں قریب يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا کہ سمجھیں بات کو۔

تشریح:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت عطا ہونے کے بعد جب تبلیغ شروع فرمائی تو مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کلمہ پڑھا اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور نابالغ بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا، ابتدائی دنوں میں مشرکین مکہ دیکھتے رہے، یہ کیا کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں؟ مگر جب انہوں نے سمجھ لیا کہ "لا إلٰہ إلا اللّٰہ" میں ہمارے سارے معبودوں کا رد ہے اور اس سے ہمارے عقیدے پر زد پڑتی ہے تو انہوں نے مخالفت شروع کردی، کیونکہ عقیدہ عقیدہ ہوتا ہے، چاہے کسی کا سچا ہو یا جھوٹا ہو۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (پارہ: ۲۳، سورۃ الصافات) ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی فریاد رس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں، کوئی قانون ساز نہیں، کوئی حاکم نہیں ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہے تو تکبر کرتے، اچھلتے کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے، کوئی نہیں ہے، نہ لات ہے، نہ منات ہے، نہ عزیٰ ہے، نہ ھبل ہے اور قرآن پاک میں یہ بھی آتا ہے، کہنے لگے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پارہ: ۲۳، سورہ ص) کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنادیا ہے، کہتا ہے کہ ایک ہی دستگیر ہے، ایک ہی حاجت روا ہے، ایک ہی فریادرس ہے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (پارہ: ۲۳، سورہ ص) یہ تو بڑی عجیب بات ہے جو اس نے کہہ دی ہے، یہاں تک کہ مشرک کھل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئے اور کہنے لگے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (پارہ: ۲۳، سورہ ص) یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے العیاذ باللہ اور معاذ اللہ تعالیٰ کہتے تھے اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (پارہ: ۱۴، سورۃ الحجر) تو دیوانہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کمزور ساتھی تھے ان پر ظلم کرنا شروع کردیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دست درازی سے بھی باز نہیں آتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر عقبہ بن ابی معیط (کافر ملعون جو بدر کے موقع پر مارا گیا تھا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک سے چادر اٹھا کر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال کر زور سے مروڑی، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس رک جائے اور یہ قصہ ختم ہو جائے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا مارا اور کہا "أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله" او ظالمو! اللہ تعالیٰ کے بندے کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو وہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس موقع پر حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے جواں سال بیٹے تھے، ان کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح توہین کی ہے اور یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے ہیں تو میدان میں نکل آئے اور مشرکوں کو للکارا، چونکہ کافروں کا غلبہ تھا، انہوں نے حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

مردوں میں پہلے شہید حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں پہلی شہیدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں، جو کہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں، ان کو ابو جہل نے نازک مقام پر برچھی مار کر شہید کر دیا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب یہ مظالم دیکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ حضرت! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بھی ان کے ساتھ لڑنے کی جازت دیں جو ہوگا دیکھا جائے گا، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ مکہ مکرمہ میں جہاد کی اجازت نہ دی گئی، تھوڑے سے مسلمان تھے، کعبۃ اللہ کے آس پاس کے محلے سارے کافروں سے بھرے ہوئے تھے، حکمت خداوندی یہ تھی کہ مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ کیا نہ دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی طرف قِيْلَ لَهُمْ جن کو کہا گیا كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ روکو اپنے ہاتھوں کو یعنی لڑو نہ بلکہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دو تم زکوٰۃ یہ کس نماز کا حکم تھا، اس کو سمجھ لیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں نبوت ملی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر تشریف لائے تو احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کی چوٹی پر پانی کا چشمہ ظاہر فرما دیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وضو کیا اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وضو کرنا ہے اور نماز بھی بتائی، یہ نماز فرض نہیں تھی،

کیونکہ نماز فرض ہوئی ہے، معراج کی رات اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازیں پڑھتے تھے، ایک فجر کی اور ایک عصر کی بلکہ چاشت کی نماز بھی تھی، مطلب یہ ہے کہ نماز کا تصور اور طریقہ پہلی ہی وحی میں بتادیا گیا تھا اور یاد رکھنا تمام عبادات میں مقدم ہے، بہنیں بھی بیٹھی ہیں اور بیٹیاں بھی، ان کو یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بچے کی عمر سات سال کی ہو جائے لڑکا ہو یا لڑکی ''مُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ'' ان کو نماز کا حکم دو، اس سے یہ بات بھی سمجھ آ گئی ہے کہ سات سال کی عمر سے پہلے بچوں کو نماز یاد ہونی چاہئے، کیونکہ نماز آئے گی تو پڑھیں گے، تو حکم ہے بڑوں کو کہ چھوٹوں کو نماز کا حکم دیں، اگر حکم نہیں دیں گے تو گنہگار ہوں گے، اگر باپ حکم نہیں دیتا گنہگار ہے، ماں حکم نہیں دیتی گنہگار ہے، دادا، دادی زندہ ہیں، حکم نہیں دیتے گنہگار ہیں، بڑا بھائی، بڑی بہن ہے، اگر حکم نہیں دیتے گنہگار ہیں۔ گھر میں رہنے والے جتنے بھی بڑے ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ جب بچہ بچی سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اپنے آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ، لہٰذا اگر بڑے چھوٹوں کو نماز کا حکم نہیں دیں گے تو سب کے سب گنہگار ہوں گے، آگے فرمایا ''وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ'' اگر لڑکا لڑکی دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہیں پڑھتے تو ان کو مارو اور کتنا مارنا ہے، فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ اتنا مارو کہ بدن سے خون نکل آئے، نماز کا مسئلہ کتنا اہم ہے، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بالغ مرد و عورت سے دیدہ دانستہ ایک نماز رہ جائے تو وہ مرد و عورت کافر ہو گئے ہیں، ان کا نکاح ٹوٹ گیا اور ان کی سزا قتل ہے، اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو اور شرعی عذر یہ ہے کہ سوتے ہوئے نماز کا وقت ختم ہو گیا تو یہ معذور ہے، اب قضاء کر لے یا بیمار ہے یا سفر میں ہے یا نسیان کا مریض ہے، بھول جاتا ہے، یہ شرعی عذر ہیں، ان کے بغیر اگر جان بوجھ کر صرف ایک نماز چھوڑ دے، دو پانچ نہیں، تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کافر ہو گیا، نکاح ٹوٹ گیا اور اس کی سزا قتل ہے، اس کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دو، باقی تین امام فرماتے ہیں کہ اگر نماز کا منکر نہیں ہے اور کہتا ہے کہ نماز فرض ہے اور

دیدہ دانستہ اس سے نماز رہ گئی ہے تو وہ کافر نہیں ہے، مگر گنہگار ہے اور گنہگار کیسا ہے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نے اتنا سنگین جرم کیا ہے کہ اب یہ زندہ رہنے کا مستحق نہیں ہے، اس کو قتل کردو کہ زمین اس کے ناپاک وجود کو گوارہ نہیں کرتی لیکن یہ سزا تعزیری ہے، جس طرح سعودیہ میں ہیروئین فروشوں کی سزا قتل ہے، یہ تعزیراً قتل کرتے ہیں، کافر سمجھ کر قتل نہیں کرتے، مجرم سمجھ کر قتل کرتے ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے ہم مقلد ہیں اور حنفی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کرو، بلکہ جیل میں ڈال دو اور جب تک کھلے طور پر اعلان نہ کرے کہ میں آئندہ کوئی نماز نہیں چھوڑوں گا اور گزشتہ کوتاہی پر توبہ نہ کرے، جیل میں ہی رکھو، یہاں تک کہ اس کا جنازہ جیل سے نکلے، یہ ساری گفتگو ایک نماز چھوڑنے کا کتنا بڑا گناہ ہے، نماز چھوڑنا تو گناہ ہے ہی، بے وقت نماز پڑھنا بھی گناہ ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے محدث گزرے ہیں، انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے کتاب الروح، اس میں انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے ایک ان کی بیوی تھی، ایک نوجوان لڑکا تھا اور ایک جواں سال لڑکی تھی، یعنی مختصر سا گھرانہ تھا اور سارے نمازی پرہیزگار تھے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ موت کا ذائقہ ہر نفس نے چکھنا ہے، وہ بزرگ فوت ہو گئے اور چند دنوں کے بعد جوان سال لڑکی بھی فوت ہو گئی، لوگوں نے جنازہ پڑھا کر بچی کو دفن کر دیا، جب واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ بچی کی قبر سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو گئے، سب لوگ حیران ہو گئے کہ بڑے نیک آدمی کی بیٹی تھی، قصہ کیا ہوا؟ بیٹا گھر گیا اور تلوار پکڑ کر ماں کے سر پر کھڑا ہو گیا کہ مجھے بتا کہ میری بہن میں عیب کیا تھا؟ والدہ یہ سمجھی کہ چند دن پہلے اس کا باپ فوت ہو گیا تھا اور اب جواں سال بہن فوت ہو گئی ہے، بے چارے کا دماغی توازن ٹھیک نہیں رہا، بدحواس ہو کر اس طرح کر رہا ہے، والدہ بڑے حوصلے والی تھی، کہنے لگی: بیٹا دیکھو تیرا والد تھا اور میرا خاوند تھا، یہ تیری بہن تھی اور میری بیٹی تھی، مجھے بھی تو صدمہ ہے، برداشت کر، لڑکے نے کہا: امی! صدمے کی کوئی بات نہیں ہے، مجھے یہ بتا کہ میری بہن میں عیب کیا تھا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، سب لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ دفن کرنے کے بعد میری بہن کی

قبر سے آگ کے شعلے نکلے ہیں، ماں نے کہا: بیٹا! اس میں کوئی عیب نہیں تھا، سوائے اس کے کہ نماز تاخیر سے پڑھتی تھی، علماء وقت سے بتایا کہ یہی گناہ تھا، اس لئے بیٹیو! اپنا نظام الاوقات بناؤ اور نماز وقت پر ادا کرو، جب مستحب وقت داخل ہو جائے تو اس سے تاخیر نہ کرو، بڑا گناہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اتَّقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ اتقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ اتَّقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ'' منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔ سوال کیا گیا کہ حضرت! منافق کی نماز کونسی ہے؟ فرمایا: منافق کی نماز یہ ہے کہ مثلاً: فجر کی نماز کا وقت اور یہ مرے سے سویا ہوا ہے، جب سورج نکلنے کا وقت قریب ہو گیا تو جلدی سے اٹھا اور مرغی کی طرح چونچیں ماریں، ٹھونگیں ماریں، فرمایا ''تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ'' یہ ہے منافق کی نماز، یہ ہے منافق کی نماز، یہ ہے منافق کی نماز، اسی طرح مثلاً: عصر کا وقت ہو گیا اور یہ بیٹھا ہے اور شرعی عذر بھی کوئی نہیں ہے، سورج غروب ہونے کے قریب ہوا تو اٹھ کر ٹھوکریں مارتا ہے، یہ منافق کی نماز ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ فَاتَتْہُ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَأَنَّمَا وُتِرَ أَھْلُہٗ وَمَالُہٗ'' جس شخص کی عصر کی نماز رہ گئی ہے، یوں سمجھو کہ اس کا سارا گھر بھی لوٹا گیا اور گھر کے سارے افراد بھی مر گئے۔ اندازہ کرو کہ گھر کے سارے افراد اکٹھے مریں تو کتنا صدمہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی گھر کا سارا اثاثہ بھی لوٹا جائے یا جل جائے تو کتنا صدمہ ہوگا۔ اس لئے نمازوں کا خاص خیال رکھو۔

اور یہ مسئلہ بھی میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ اگر ایک نماز کسی مرد وعورت کے ذمہ ہے تو کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتی اور نہ روزہ معاف ہوتا ہے، جب تک ان کی قضا نہ کرو گے، لہٰذا اپنی اپنی نمازوں کا باقاعدہ حساب لگاؤ، کس تاریخ سے ہم بالغ ہوئے ہیں اور اب تک کتنی نمازیں چھوٹ گئی ہیں، ان کو ادا کرو۔

تمام ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر متفق ہیں کہ نماز روزہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے، ان کی قضا دینی پڑے گی اور نماز ایسی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے اور قیامت والے دن سب سے پہلا سوال نماز ہی کا ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے ''أَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الصَّلٰوۃُ'' پہلی وہ چیز جس کا بندے سے حساب ہوگا وہ نماز ہے، یعنی پہلا پرچہ ہی نماز کا ہے، اگر نماز میں کامیابی ہوئی تو سمجھو کہ باقی چیزوں میں بھی کامیاب ہے اور اگر نماز میں ہی ناکام ہوگیا تو آگے کیا رہے گا۔

اسی لئے قرآن وحدیث میں نماز کی بڑی تاکید آئی ہے اور فرمایا وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز کو قائم کرو اور قیام کا مطلب ہے کہ نماز کے فرائض، واجبات اور مستحبات کا لحاظ کرکے پڑھو۔ قیام میں تمہاری نگاہ سجدے کی جگہ پر ہو، ادھر ادھر نہ دیکھو۔ نہایت خشوع وخضوع اور سکون کے ساتھ نماز پڑھو اور یہ سمجھ کر نماز پڑھو کہ میری آخری نماز ہے۔

وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور دو تم زکوٰۃ۔ زکوٰۃ کے متعلق میں درس میں بھی بیان کرتا رہتا ہوں اور جمعہ میں بھی۔ زکوٰۃ مرد پر بھی فرض ہے اور عورت پر بھی، اگر صاحب نصاب ہوں۔ قمری سال کے اعتبار سے ادا کرنی ہے، مثال کے طور پر اگر آپ نے گزشتہ سال پانچ رمضان المبارک کو زکوٰۃ دی تھی تو اس سال پانچ رمضان المبارک کو پھر زکوٰۃ ادا کرو اور زکوٰۃ صاحب نصاب پر فرض عین ہے، خود ادا کرنی ہے، اس سلسلے میں عورت اپنے خاوند سے پوچھنے کی پابند نہیں ہے اور بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جو زیور استعمال میں ہے، اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ یہ بات غلط ہے، بلکہ اس میں بھی باقاعدہ زکوٰۃ ہے۔

چنانچہ ابوداؤد شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں کڑے دیکھے تو فرمایا: کیا تو ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت! مجھے تو معلوم نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس کو پسند کرتی ہے کہ تجھے دوزخ کی آگ کے کڑے پہنائے جائیں۔

اسی طرح دو عورتیں آئیں، ماں بیٹی تھیں، بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ قالتا: لا انہوں نے کہا: نہیں، ہمیں تو مسئلے کا علم ہی نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ تمہیں دوزخ میں ڈالا جائے؟ اور دوزخ کے کڑے پہنائے جائیں؟ وہ بچی کڑوں کی خود مالک تھی، اتار کر پھینک دیئے اور

کہنے لگی: حضرت! یہ میری طرف سے وقف ہیں، جو چاہے اٹھالے، میں دوزخ میں جانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب لکھا گیا، فرض کیا گیا ان پر لڑنا اِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ تو اچانک ان میں سے ایک گروہ يَخْشَوْنَ النَّاسَ ڈرنے لگا لوگوں سے كَخَشْيَةِ اللّٰهِ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً یا اس سے بھی زیادہ سخت ڈرنا۔ یاد رکھنا طبعی طور پر ہر کسی چیز سے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے، مثلاً: سانپ سے ڈرنا، چیتے سے ڈرنا، دشمن سے خوف کھانا اس سے ایمان پر کسی قسم کی زد نہیں پڑتی۔

قرآن کریم میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس مصر تشریف لا رہے تھے اور راستے میں طور کے دامن میں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ بھی عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ پھر جب دیکھا وہ حرکت کر رہی ہے كَاَنَّهَا جَآنٌّ گویا کہ وہ سانپ ہے وَّلّٰى مُدْبِرًا تو پیٹھ پھیر کر چل پڑے وَّلَمْ يُعَقِّبْ اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیچھے نہ دیکھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے آواز دی يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ اے موسیٰ! آگے آؤ وَلَا تَخَفْ اور ڈرو مت اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (پارہ:۲۰، سورۂ قصص) بے شک آپ امن پانے والوں میں سے ہیں اور دوسرے مقام پر ہے سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (پارہ:۱۶، سورۂ طٰہٰ) آپ اس پر ہاتھ رکھیں، ہم اس کو پہلے کی طرح لاٹھی بنا دیں گے، تو نبی کے ایمان سے زیادہ قوی ایمان کس کا ہو سکتا ہے؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ سانپ وغیرہ سے خوف زدہ ہونے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

وَقَالُوْا رَبَّنَا اور کہا انہوں نے اے ہمارے پروردگار! یہ منافقوں نے کہا، کیونکہ مدینہ طیبہ میں منافق پیدا ہو گئے تھے، کیا کہا: لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ کیوں لکھا تو نے ہم پر لڑنا، جہاد کیوں فرض کیا؟ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ کیوں نہ تو نے مہلت دی تھوڑی مدت تک، ابھی ہم پر لڑائی فرض نہ ہوتی، کیونکہ لڑیں گے تو مارے جائیں گے، دنیا میں رہنے کا کچھ اور موقع ملنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم! آپ کہہ دیں مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے، کتنی دیر رہو گے؟ پانچ سال، دس سال، پچاس سال، سو سال، آخر مرنا ہے وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى اور آخرت بہت بہتر ہے اس شخص کے

لئے جوڈرتا ہے، تقوے کا معنی ہے نافرمانی سے بچنا وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا دھاگے کے برابر بھی فَتِيْلًا کہتے ہیں کھجور کی گٹھلی کے اندر جو دھاگہ ہوتا ہے، یعنی اتنا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا جہاں بھی تم ہوگے يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ پالے گی تمہیں موت، موت سے کوئی بچ نہیں سکتا وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ اگر چہ ہو تم ایسے قلعوں میں جو چونا گچ ہیں، پہلے زمانے میں جو پختہ مکان بنائے جاتے تھے، وہ چونے سے پختہ کئے جاتے تھے۔ یہ سیمنٹ تو ہمارے زمانے کی ایجاد ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا قلعہ تیار کرے، جس کی دیواریں چونے سے بنی ہوئی ہوں، بڑا مضبوط ہو کہ ہوا کے اندر جانے کی گنجائش بھی نہ ہو، اس میں چھپ کر بیٹھ جائے، موت کا فرشتہ وہاں بھی پہنچ جائے گا۔ فرشتوں کے لئے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لئے ہوا ہے، دیکھو ہم قبر پر کتنی مٹی ڈالتے ہیں، ابھی لوگ واپس کھڑے ہوئے ہیں کہ منکر نکیر علیہما السلام وہاں پہنچ جاتے ہیں، بعض بچے ماں کے پیٹ میں فوت ہو جاتے ہیں، بظاہر کوئی راستہ نہیں، مگر فرشتہ وہاں بھی پہنچ کر جان نکال لیتا ہے، جس کا نہ ماں کو علم ہے اور نہ کسی اور کو وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ اور اگر پہنچے ان کو کوئی بھلائی اور راحت يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ منافقوں کی بات ہے جو بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں، مسلمانوں کو اگر کوئی راحت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچے ان کو کوئی تکلیف يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ کہتے ہیں اے نبی کریم! یہ تیری وجہ سے ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، راحت بھی، تکلیف بھی فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ پس کیا ہو گیا ہے اس قوم کو لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا نہیں قریب کہ سمجھیں بات کو کہ اپنا قصور مان لیں کہ ہم منافق ہیں اور ہم نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا اور یہ ان کی شامت ہے، الٹا کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہمیں تکلیف پہنچی ہے، ان کی گنگا الٹی چلتی ہے، اللہ تعالیٰ نفاق سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ٘ وَ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (۷۹) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا (۸۰) وَ یَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ٘ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَیَّتَ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ؕ وَ اللّٰهُ یَكْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا (۸۱) اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا (۸۲)

لفظی ترجمہ:

مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ اے انسان! جو پہنچتی ہے تجھے کوئی راحت اور بھلائی فَمِنَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَ مَاۤ اَصَابَكَ اور جو پہنچتی ہے مِنْ سَیِّئَةٍ کوئی تکلیف اور مصیبت فَمِنْ نَّفْسِكَ پس وہ تیرے نفس کی وجہ سے ہے وَ اَرْسَلْنٰكَ اور ہم نے بھیجا ہے تجھے اے محمد! لِلنَّاسِ رَسُوْلًا تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ جو شخص اطاعت کرے گا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی وَ مَنْ اور وہ شخص تَوَلّٰى جس نے اطاعت سے روگردانی کی فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ پس نہیں بھیجا ہم نے آپ کو عَلَیْهِمْ ان پر حَفِیْظًا نگران وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں طَاعَةٌ ہمارا کام ہے اطاعت کرنا فَاِذَا بَرَزُوْا پھر جب وہ نکلتے ہیں مِنْ عِنْدِكَ آپ کے پاس سے بَیَّتَ رات کو مشورے کرتا ہے طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ ایک گروہ ان میں سے غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ اس کے خلاف جو آپ ان کو کہتے ہیں وَ اللّٰهُ یَكْتُبُ اور اللہ تعالیٰ لکھتا ہے مَا یُبَیِّتُوْنَ جو مشورہ رات کے وقت کرتے ہیں فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کام بنانے والا اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا پس یہ لوگ قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے؟ وَ لَوْ كَانَ اور اگر ہوتا یہ قرآن مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے لَوَجَدُوْا فِیْهِ البتہ پاتے وہ اس میں اخْتِلَافًا كَثِیْرًا بہت سارا اختلاف۔

تشریح:

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اس بات کا ذکر تھا کہ اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو منافق لوگ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی طرف کرتے، حالانکہ یہ بڑی قبیح بات ہے اور بے ادبی ہے، لہٰذا اگلی آیت کریمہ میں اس کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ اے انسان! جو پہنچتی ہے تجھے کوئی راحت اور بھلائی فَمِنَ اللّٰہِ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مَآ اَصَابَکَ میں خطاب ہے ہر انسان کو اور مقدر عبارت یوں بنے گی "ما أصابک أیها الإنسان من حسنة" جو پہنچتی ہے تجھے اے انسان! کوئی بھلائی فَمِنَ اللّٰہِ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام اور اس کی مہربانی ہے وَمَآ اَصَابَکَ اور جو پہنچتی ہے تجھے اے انسان! مِنْ سَیِّئَۃٍ کوئی تکلیف اور مصیبت فَمِنْ نَّفْسِکَ وہ تیرے نفس کی وجہ سے ہے، اس میں تیرے کسی گناہ اور عیب کا دخل ہے اور یہ عمومی ضابطہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر معصوم ہیں اور تکلیفیں ان کو بھی آئی ہیں تو وہ گناہوں کی وجہ سے تو نہیں آئیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: حضرت! یہ ارشاد فرمائیں کہ "أَیُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً" انسان میں سب سے زیادہ تکلیف کس کو پیش آئی ہے؟ فرمایا "الأنبیاء ثم الأمثل فالأمثل" سب سے زیادہ تکلیفیں پیغمبروں کو پیش آئی ہیں، پھر ان کو جو درجے میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب ہوتے ہیں، مثلاً: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر ان کو جو ان کے قریب ہوتے ہیں، مثلاً: تابعین کو پھر ان کو جو ان کے قریب ہوتے ہیں، مثلاً: تبع تابعین کو "یُبْتَلَی الرَّجُلُ قَدْرَ دِیْنِہٖ" امتحان لیا جاتا ہے آدمی کا اس کے دین کے مطابق، یعنی جتنا کسی میں دین میں ہوتا ہے، اسی حساب سے اس کا امتحان ہوتا ہے، وہ لوگ دین میں بہت مضبوط تھے، اس لئے ان کے امتحان بھی سخت تھے اور ہم لوگ کمزور اور ناتواں ہیں، ہم ان امتحانوں کے اہل ہی نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں امتحانوں سے محفوظ فرمائے۔

تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جو تکلیفیں آئی ہیں وہ کسی گناہ کے نتیجے میں نہیں ہوتیں، کیونکہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں صغیرہ سے بھی اور کبیرہ سے بھی، پیغمبروں کی تکلیفیں ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوتی ہیں اور یہ اصولی مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے، باقی ہر کسی سے کوئی نہ

کوئی چھوٹی بڑی غلطی ہوجاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات تو قرآن پاک میں موجود ہیں، مثلاً: احد کے معرکہ میں جو ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں پیش آیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جان بچانے کے لئے پیٹھ پھیری اور بھاگ گئے، جب کہ میدانِ جنگ میں پیٹھ پھیرنا بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، جب کہ دشمن دوگنا ہو، اگر دشمن دوگنا سے زیادہ ہو پھر پیٹھ پھیرنا گناہ نہیں ہے۔ تو احد میں پیٹھ پھیرنے والے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ (پارہ:۴، سورۂ آل عمران) وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب تم پہاڑ پر چڑھے جارہے تھے اور تم مڑکر نہیں دیکھتے تھے، اسی کو آگے فرمایا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا پختہ بات ہے کہ ان کو شیطان نے پھسلایا ان کی بعض کمائی کی وجہ سے۔ اور ساتھ ہی فرمادیا کہ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ گناہ معاف کردیا تو اس کے بعد ان کا کوئی گناہ نہ رہا، ہاں! اگر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ان کی صفائی بیان نہ فرماتے تو ان کی پوزیشن مخدوش رہتی، مگر آج تک لوگ انہیں معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

مثلاً: ان بھاگنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے تو یہ لوگ جب ان پر طعن کرتے ہیں تو یہ بھی کہتے ہیں کہ دیکھو جی! وہ احد کے میدان سے بھاگ گئے، بھائی! ٹھیک ہے، بھاگ گئے تھے، یہ ان کا گناہ تھا، مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا تو اب ان کا یہ گناہ نہیں رہا، اس کے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا محض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمنی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں بہت بڑی شخصیت گزری ہے، علم کے لحاظ سے، تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے، لوگوں کی اصلاح کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے، ان سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت! یہ جو رافضی اور شیعہ ہیں، ان کے متعلق ہمیں صحیح صحیح بتاؤ کہ ہم ان کو کیا سمجھیں؟ تو حضرت نے اس کا تحریری طور پر جواب دیا، فرمایا: ہماری ان لوگوں سے کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے اور نہ ہی ان سے کوئی ذاتی دشمنی ہے کہ کوئی زمین کا تنازعہ ہو یا کوئی کاروباری رنجش ہو، بلکہ یہ لوگ از روئے شرع

تین وجوہ سے کافر ہیں:1:......ایک یہ کہ یہ کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن کریم اصل نہیں ہے، اصل قرآن اور تھا، موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، لہٰذا جو شخص قرآن پاک کو صحیح نہ مانے، اس کا اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ ۲:......ان کے کفر کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ امام مانتے ہیں اور اماموں کو معصوم عن الخطأ مانتے ہیں کہ وہ صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں اور ان پر باقاعدہ وحی نازل ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اماموں کو معصوم ماننا اور ان کے متعلق یہ نظریہ رکھنا کہ ان پر باقاعدہ وحی نازل ہوتی ہے تو پھر نبوت ختم نہ ہوئی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ نبی اور پیدا ہو گئے، اور جو ختم نبوت کا منکر ہے، وہ کافر ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہندوستان میں بہت بڑی شخصیت تھے، انہوں نے اور ان کی صلبی اور روحانی اولاد یعنی شاگردوں نے جس طرح ہندوستان میں توحید وسنت کو پھیلایا اور شرک وبدعت کا قلع قمع کیا اور رسموں سے لوگوں کو نفرت دلائی، یہ انہیں کا کارنامہ ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر مراقبہ کیا اور کشف کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت! امامیہ شیعہ کو کیا سمجھنا چاہئے؟ یعنی وہ شیعہ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں، ان کے متعلق کیا نظریہ رکھنا چاہئے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھڑکا اور فرمایا: احمد! یہ شاہ صاحب کا نام ہے، احمد ابن عبدالرحیم! تو نے ان کے لفظ امام پر غور نہیں کیا کہ یہ امام کس کو کہتے ہیں؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ کے بعد مجھ پر ان کی ساری حقیقت واضح ہوگئی کہ امام اسے کہتے ہیں جو معصوم ہوتا ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ امام معصوم ہیں تو پھر نبوت تو ختم نہ ہوئی، لہٰذا یہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور کافر ہیں۔

۳:......اور ان کے کافر ہونے کی تیسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں اور اس سے قرآن کریم کا انکار لازم آتا ہے، کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ

کے راستہ میں وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی ہجرت کرنے والوں کو اور مدد کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہی لوگ سچے مومن ہیں لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (پارہ:۱۰، الانفال) ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے تو اس آیت کریمہ میں مہاجرین کا ذکر بھی آ گیا اور انصار کا بھی اور فرمایا کہ یہ پکے مومن ہیں، لہٰذا جو شخص مہاجرین میں سے یا انصار میں سے کسی کو مومن نہ سمجھے تو اس کا قرآن پر ایمان نہیں ہے اور جو قرآن پاک کا منکر ہے، وہ کافر ہے۔

تو میں مسئلہ بیان کر رہا تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو تکلیف آتی ہے، وہ کسی گناہ کی وجہ سے نہیں آتی، بلکہ امتحان ہوتا ہے، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں اور ان کے بغیر کوئی معصوم نہیں ہے، ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کسی کو محفوظ رکھے تو وہ گناہوں سے بچ سکتا ہے، باقی چھوٹی موٹی لغزشیں ہوتی رہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان! تجھے جو راحت اور آرام پہنچتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور جو دکھ یا تکلیف پہنچتی ہے وہ تیرے کسی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔

آگے فرمایا وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا اور ہم نے بھیجا ہے تجھے اے محمد! تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی پیغمبر دنیا میں تشریف لائے وہ مخصوص قوموں کے لئے آئے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تبلیغ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (پارہ:۱۲، سورۃ ہود) اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قُلْ آپ فرما دیں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (پارہ:۹، سورۃ الاعراف) بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کے بھی پیغمبر تھے، چنانچہ سورۂ رحمٰن میں انسانوں اور جنوں دونوں کا ذکر ہے يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے انسانو اور جنوں کے گروہ! اور سورۂ جن، پارہ:۲۹ میں بھی ذکر ہے قُلْ اے پیغمبر! آپ فرما دیں اُوْحِيَ اِلَيَّ میری طرف وحی آئی ہے اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ جنوں کی ایک جماعت نے اس کتاب کو سنا فَقَالُوْٓا پس کہنے لگے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کا راستہ بتلاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم

انسانوں اور جنوں سب کے پیغمبر ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت تک ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے، اس وقت تک انسانوں اور جنوں میں جو بھی پیدا ہوگا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قبول کرنے کا پابند ہے اور جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ہیں، ہندو بھی ہیں اور سکھ بھی، یہودی بھی ہیں اور عیسائی بھی، جس طرح انسانوں میں کئی مذہب ہیں، اسی طرح جنات میں بھی کئی مذہب ہیں، چنانچہ سورۂ جن میں آتا ہے وَّاَنَّامِنَّاالْمُسْلِمُوْنَ اور بے شک ہم میں بعضے مسلمان ہیں وَمِنَّاالْقٰسِطُوْنَ اور بعض گنہگار ہیں اور یہ بھی آتا ہے وَّاَنَّامِنَّاالصّٰلِحُوْنَ اور بے شک ہم میں بعضے نیک ہیں وَمِنَّادُوْنَ ذٰلِكَ اور بعض اور طرح کے كُنَّاطَرَآىِٕقَ قِدَدًا ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں تو جنات کے بکثرت فرقے ہیں اور جنات ہیں بھی ہر جگہ اور یہاں درس میں تم سے کئی گنا زیادہ بیٹھے ہوں گے، یہ الگ بات ہے کہ ہمیں نظر نہیں آتے۔

مسئلہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نماز کے اختتام پر جب سلام پھیرتے ہو، اس وقت یہ نیت کرو کہ میری دائیں جانب جتنے مرد عورتیں مسلمان ہیں یا جنات ہیں یا فرشتے ہیں سب کو سلام اور اس طرح جب بائیں جانب سلام پھیرو تو ان سب کی نیت کرو،، اگر اکیلا پڑھ رہا ہے مرد ہے یا عورت، اس نے بھی یہی نیت کرنی ہے کہ میں ان سب کو سلام کہہ رہا ہوں اور بعض جنات شرارتی ہوتے ہیں، وہ انسانوں کو تکلیف بھی پہنچاتے ہیں۔

اور یاد رکھنا مسلمان کو اتنا ضعیف الاعتقاد نہیں ہونا چاہیئے کہ تھوڑی سی تکلیف آئے تو کہے مجھے جنات چمٹ گئے ہیں، خصوصاً عورتیں بڑی وہمی ہوتی ہیں کہ تھوڑی سی تکلیف لمبی ہو جائے تو کہتی ہیں کہ کسی نے میرے اوپر جادو کر دیا ہے اور گھر میں کوئی عورت آ کے چلی جائے اور اس کے بعد کوئی تکلیف ہو جائے تو فوراً اس سے کڑی ملائیں گی کہ فلاں پھیرا مار گئی ہے، جس کی وجہ سے یہ تکلیف آئی ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ کسی کے آنے سے تکلیف آئے۔ یہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ جنات کے چمٹنے اور جادو سے انکار نہیں ہے مگر سو میں سے ایک آدھ واقعہ جنات کا اور ایک آدھ واقعہ جادو کا ہوتا ہے، اتنا نہیں جتنا لوگوں نے ذہن بنا لیا ہے اور ہر معاملے کو اس کے ساتھ جوڑنا شروع کر دیا ہے، حاشا وکلا، یہ شرک کی ایک قسم ہے، ان

توہمات سے بچو، مسلمان کا عقیدہ بڑا پختہ ہونا چاہئے، تکلیف سے کون بچا ہوا ہے؟ تکلیفیں بڑوں کو بھی ہوتی ہیں، بچوں کو بھی ہوتی ہیں، ہماری خوراک کیا ہے اور کیسی ہے؟ کوئی چیز کھری ملتی نہیں، پھر صحت بھی ایسی ہی ہوگی، طبعی طور پر تکلیفیں انہیں چیزوں کا نتیجہ ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں اور جنات کے لئے رسول ہیں۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ، ہمارے ظاہر و باطن کے سب حالات اس کے سامنے ہیں مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ جو شخص اطاعت کرے گا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پارہ:۲۱، سورۃ الاحزاب) البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا ہے وہ کرو اور جس سے منع فرمایا ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کئے ہیں، وہ اصولی طور پر دو قسم کے ہیں: ایک سنت مؤکدہ ہیں اور دوسری سننِ ہدیٰ ہیں، ہدایت کی سنتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام دینی اعتبار سے کئے ہیں اور کرنے کا حکم دیا ہے، ان کا کرنا ہم پر لازم ہے اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبعی طور پر کئے ہیں یا فرمائے ہیں، ان کا مومن میں اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تو ثواب ہوگا اور اگر نہیں کرے گا تو گرفت نہیں ہوگی، مثلاً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی کھائی تو اس وقت ہم میں کتنے آدمی ہیں جو جو کی روٹی کھاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے ہیں، ہم میں سے گدھے پر سوار ہونے والے کتنے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے میں کوئی روشنی نہیں تھی اور ہمارے ہاں ایک رات روشنی نہ ہو تو قیامت برپا ہو جاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹے کپڑے پہنے ہیں جو دستی کھڈیوں پر بنے جاتے تھے تو ہم میں سے کتنے آدمی ہیں جو صرف موٹے کپڑے پہنتے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعی باتیں تھیں، کھانے پینے کی، اٹھنے بیٹھنے کی، ان میں اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا تو ثواب ملے گا، اگر نہیں کرے گا کوئی گرفت

نہیں ہوگی۔ اپنے ملک کے لحاظ سے، علاقے کے لحاظ سے جو لباس پہنے، اس پر شرعی طور پر کوئی پابندی نہیں ہے، بشرطیکہ اس سے جسم چھپ جائے۔ اسی طرح جس رنگ کا لباس پہنے اجازت ہے، سوائے زعفرانی رنگ کے اور اصفر کے رنگ کے اور ورس کے رنگ کے کہ یہ مردوں کے لئے جائز نہیں، باقی ہر رنگ کا لباس پہن سکتا ہے، بشرطیکہ وہ کسی قوم کا شعار اور علامت نہ ہو، کیونکہ پھر وہ اس قوم کے ساتھ تشبیہ ہوگی، جیسے کالا لباس ہے، اصولی طور پر اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر محرم کے مہینے میں یہ رافضی پہنتے ہیں، لہٰذا محرم کے مہینے میں نہیں پہننا چاہئے، کیونکہ یہ ان کی علامت اور نشانی ہے اور اس کے علاوہ پہن سکتا ہے، کیونکہ جو شخص کوئلے کے کارخانے میں کام کرتا ہے، کوئلے اٹھاتا ہے، وہ کالا لباس نہیں پہنے گا تو کیا کرے گا؟ تو بہرحال جس لباس میں غیر مسلمانوں سے تشبیہ ہو، وہ نہ پہنے۔ اگر ایسی بات نہ ہو تو کوئی پابندی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جس طرح کی ٹوپیاں قراقلی بہت سے لوگوں نے پہنی ہوئی ہیں، یہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، نہ کرام صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں۔ ٹھنڈے علاقے کے لوگ یہ پہنتے تھے تو ملکی لباس پہننا جو غیر مسلموں کی علامت نہ ہو تو جائز ہے۔

البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید لباس کو پسند فرماتے تھے اور فرمایا کہ: سفید لباس پہنو اور اسی میں مردوں کو کفن دو، لہٰذا سفید رنگ کا لباس مستحب ہے، لیکن دوسرے رنگ کا لباس بھی پہن سکتے ہیں، فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی، حدیث کے الفاظ ہیں ''كَانَتْ عَلٰى رَأْسِهٖ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ'' اسی طرح سفید پگڑی بھی پہن سکتے ہیں، سبز رنگ کی پگڑی بھی پہن سکتے ہیں، کوئی پابندی نہیں ہے۔ بعض لوگ غلو سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے رنگ کا کپڑا پہنا ہے اور کہاں تک ہوتا تھا، بھائی! یہ طبعی چیزیں ہیں، شرعی طور پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

ہاں! اتنی بات ہے کہ شلوار ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونی چاہئے۔ تو فرمایا کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وَمَنْ تَوَلّٰى اور جس شخص نے اطاعت سے روگردانی کی، منہ موڑا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا پس نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر۔ آپ کا

کام ہے سمجھا دینا وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ اور کہتے ہیں ہمارا کام ہے اطاعت کرنا۔ یہ منافقوں کا ذکر ہے، جب وہ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو کہتے کہ حضرت! ہم آپ کی اطاعت کریں گے اور آپ کو راضی کرنے کے لئے حاضر ہیں فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ پھر جب وہ نکلتے ہیں آپ کے پاس سے یعنی آپ کی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ رات کو مشورہ کرتا ہے ایک گروہ ان میں سے غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ اس کے خلاف جو آپ ان کو کہتے ہیں، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں طے کیا کہ فلاں مقام پر جہاد کے لئے آدمیوں کو بھیجنا ہے، فلاں کام اس طرح کرنا ہے اور فلاں کام اس طرح کرنا ہے، مگر ان منافقوں کی مرضی نہیں ہوتی تو یہ جا کر رات کو مشورہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو کس طرح ٹالنا ہے؟ کس بہانے سے ہماری جان بچ سکتی ہے؟ اور مجلس میں بڑھ چڑھ کر باتیں کریں گے وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ اور اللہ تعالیٰ لکھتا ہے جو مشورے وہ رات کے وقت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود تو نہیں لکھتا، اس نے فرشتے مقرر فرمائے ہوئے ہیں، وہ نامۂ اعمال لکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ایک فرشتہ دائیں کندھے پر بیٹھا ہے اور ایک بائیں پر بیٹھا ہے۔ رات والے فرشتے صبح کی نماز کے وقت چلے جاتے ہیں اور دن کی ڈیوٹی والے آجاتے ہیں، یہ عصر کے وقت چلے جاتے ہیں اور رات کی ڈیوٹی والے آجاتے ہیں، مثلاً: صبح کی نماز جب یہاں شروع ہوئی ہے تو اس محلے کے سارے فرشتوں کی ڈیوٹی بدل گئی، اس طرح جب اس مسجد میں عصر کی نماز شروع ہو گی تو اس محلے کے دن والے فرشتے چلے جائیں گے اور رات کو دوسرے آجائیں گے، ان فرشتوں کو "کراما کاتبین" کہتے ہیں مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی، مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے، وہ لکھ لیتے ہیں اور جو فعل کرتا ہے اس کو بھی لکھ لیتے ہیں، اسی طرح اگر کسی نے آنکھ یا ہاتھ سے نیکی بدی کا اشارہ کیا تو وہ بھی لکھ لیتے ہیں، قیامت والے دن وہ سارا دفتر سامنے کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (پارہ:۱۵، سورۂ بنی اسرائیل) اپنی کتاب پڑھ لے، کافی ہے تیرا نفس آج کے دن اپنے حساب کے لئے۔

وہاں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو پڑھنے کی توفیق عطا فرما دیں گے۔ دنیا میں چاہے پڑھ سکتا تھا یا نہیں پڑھ

سکتا تھا، قیامت والے دن ہر آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا، جب دو چار صفحے پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ذرا ٹھہر جا، یہ بتا کہ میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں کی، جو اقوال اور افعال لکھے ہیں، کیا تیرے ہی ہیں؟ بندہ کہے گا: پروردگار! کوئی زیادتی نہیں کی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور پڑھ، وہ دو چار صفحے اور پڑھے گا، پھر رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی کہ نیکیاں نہ لکھی ہوں اور گناہ لکھ دیئے ہوں؟ بندہ کہے گا نہیں پروردگار! وہی لکھا ہے جو میں نے کیا ہے تو یہ سارے کا سارا ریکارڈ فرشتوں نے محفوظ کر رکھا ہے، کسی غلط فہمی میں نہ رہنا، لہٰذا یہ منافق جو رات کو مشورے کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے لکھ لیتے ہیں، ریکارڈ سارا محفوظ ہے۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ پس آپ ان سے اعراض کریں، ان کی باتوں پر توجہ ہی نہ دیں وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کریں وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کام بنانے والا ۔کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! منافقوں نے منافقت سے اتنا پیار کیوں کیا ہوا ہے؟

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ کیا پس یہ لوگ قرآن پاک میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں؟

میں کہتا ہوں اگر کوئی مرد یا عورت قرآن پاک کا لفظی ترجمہ ہی پڑھ لے تو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایمان کی حقیقت سمجھ آجائے گی اور کفر وشرک کی برائی سمجھ آجائے گی۔ آج ہمارے اندر جتنی کمزوریاں ہیں، ان کی وجہ صرف قرآن پاک سے دوری ہے، قرآن پاک کو سمجھا نہیں ہے، قرآن پاک کو سمجھنا صرف مولویوں اور طالب علموں کا کام نہیں ہے، قرآن پاک کا پڑھنا سمجھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم ہے وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ اگر ہوتا یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا البتہ پاتے وہ اس میں بہت سارا اختلاف۔ حالانکہ اس میں ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں ہے، سارے کا سارا قرآن پاک مغز ہی مغز ہے، حق ہی حق ہے، اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾ وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾

لفظی ترجمہ:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اور جب آتا ہے ان کے پاس اَمْرٌ کوئی معاملہ مِّنَ الْاَمْنِ امن کا اَوِالْخَوْفِ یا خوف کا اَذَاعُوْا بِهٖ وہ اس کو مشہور کر دیتے ہیں وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ اور اگر لوٹاتے اس معاملے کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ اور ان کی طرف جو ان میں سے صاحب امر ہیں، یعنی رائے والے ہیں لَعَلِمَهُ البتہ جان لیں اس کو الَّذِیْنَ وہ لوگ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ جو خوب تحقیق کر سکتے ہیں مِنْهُمْ ان میں سے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ تعالیٰ کا عَلَیْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت و مہربانی لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ البتہ پیروی کرتے تم شیطان کی اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑے فَقَاتِلْ پس لڑ تو فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لَا تُكَلَّفُ نہیں تکلیف دی جائے گی تجھے اِلَّا نَفْسَكَ مگر تیری جان تک وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور برانگیختہ کر ایمان والوں کو جہاد پر عَسَى اللّٰهُ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّكُفَّ یہ کہ روک دے بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا گرفت ان لوگوں کی جو کافر ہیں وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا اور اللہ تعالیٰ سخت ہے گرفت میں وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا اور بہت سخت ہے سزا دینے میں مَنْ یَّشْفَعْ جو شخص سفارش کرے گا شَفَاعَةً حَسَنَةً اچھی سفارش یَّكُنْ لَّهٗ ہوگا اس کے لئے نَصِیْبٌ مِّنْهَا اس سفارش میں حصہ وَمَنْ یَّشْفَعْ اور جو سفارش کرے گا شَفَاعَةً سَیِّئَةً بری سفارش یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا اس کے لئے ہوگا حصہ اس میں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز پر مُّقِیْتًا قدرت رکھنے والا وَاِذَا

حُيِّيْتُمْ اور جب تم کو دعا دی جائے بِتَحِيَّةٍ سلام کے ساتھ فَحَيُّوا پس تم بھی دعا دو بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اس سے بہتر طریقے سے اَوْ رُدُّوْهَا یا اسی کو لوٹا دو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ہر چیز کا حساب لینے والا اَللّٰهُ اللہ تعالیٰ ہی ہے لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود اِلَّا هُوَ مگر وہی لَيَجْمَعَنَّكُمْ البتہ وہ ضرور جمع کرے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن لَا رَيْبَ فِيْهِ جس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں۔

تشریح:

اس سے پہلی آیات میں بھی منافقین کی تردید تھی اور اس آیت کریمہ میں بھی منافقوں کی تردید ہے، مخالفوں کے ایجنٹ آ کر افواہیں پھیلاتے کہ ہم نے آنکھوں سے دیکھا ہے بہت بڑی فوج مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والی ہے اور شہر سے چند میل دور ہے۔ طبعی بات ہے کہ ایسی خبر جب عوام سنتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں، عورتیں پریشان ہوتی ہیں، بچے پریشان ہوتے ہیں، کیونکہ جنگ جنگ ہوتی ہے۔ ایسی خبر جب منافق سنتے تو آناً فاناً شہر میں مشہور کر دیتے کہ حملہ ہونے والا ہے اور آنے والے فوجیوں کو دیکھنے والوں نے آنکھوں سے دیکھا ہے، اس کا اثر یہ ہوتا کہ سارے ساتھی پریشان ہو جاتے، حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی تھی، یہ افراتفری پھیلانے کے لئے ایسی خبریں مشہور کر دیتے تھے یا مثلاً: جنگ شروع ہے زوروں پر اور کوئی دشمن کا ایجنٹ آیا اور کہا کہ صلح ہو گئی ہے، امن ہو گیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ امن کی بات سن کر سارے مطمئن ہو جاتے ہیں اور نظریہ یہ ہوتا تھا کہ جب یہ مطمئن ہو جائیں تو دشمن اچانک حملہ کرے گا تو یہ منافق امن کی بات کو بھی جلد پھیلاتے اور خوف کی بات کو بھی جلد پھیلاتے، اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اور جب آتا ہے ان کے پاس کوئی معاملہ امن کا یا خوف کا اَذَاعُوْا بِهٖ وہ اس کو مشہور کر دیتے ہیں وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ اور اگر لوٹاتے اس معاملے کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ اور ان کی طرف جو ان میں صاحب امر ہیں یعنی رائے والے ہیں اور سمجھدار ہیں لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ البتہ جان لیں اس کو وہ لوگ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ان میں سے جو خوب تحقیق کر سکتے ہیں۔

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس مدینہ طیبہ میں موجود تھے تو فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا صاحب رائے اور سمجھ دار لوگ جو ہیں ان کی طرف خبر کو لوٹاؤ، تا کہ وہ تحقیق کریں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ واقعی کوئی خوف خطرہ ہے؟ اور کیا واقعی امن قائم ہو گیا ہے؟ صلح ہو گئی ہے؟ سمجھ دار لوگ تو بات کی تہہ کو پہنچ سکتے ہیں، عام لوگوں میں ایسی بات نشر نہ کرو، تا کہ پریشانی کا سبب نہ بنے، اسلام امن اور نظم کا طریقہ سکھاتا ہے اور ہر اس بات سے منع کرتا ہے جو شر اور فساد کا باعث ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ '' آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کر دے اور پھیلاتا پھرے۔ یاد رکھنا جب تک بات کی پوری تحقیق نہ ہو، آگے نہیں کرنی چاہئے، آج بہت ساری خرابیوں کا سبب اخبارات بھی ہیں کہ یہ ہر بات کی تشہیر کر دیتے ہیں، جس سے ملک میں بدامنی پھیلتی ہے اور وہ سنسنی پھیلاتے ہیں کہ ہم نے نئی خبر دی ہے، حالانکہ بہت ساری باتیں مبنی بر حقیقت نہیں ہوتیں اور ان سے غلط خیالات پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا ہر سنی سنائی بات کو بیان کرنا بھی گناہ اور جھوٹ ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (سورۂ بنی اسرائیل) جس چیز کا تجھے علم نہیں ہے اس کے پیچھے نہ پڑ، اس کو بیان نہ کر، ہو سکتا ہے کسی کی دل شکنی ہو، کسی کو تکلیف پہنچے اور اس سے خرابی ہو، فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ البتہ پیروی کرتے تم شیطان کی اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور قرآن پاک نازل فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام نازل فرمائے، جن کو سنت کہتے ہیں اور تمہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں مسلمانوں کے گھر پیدا فرمایا اور مسلمان بنایا اور وہ بھی صرف نام کا نہیں، بلکہ صحیح معنی میں مسلمان بنایا، نماز روزے کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائی، زبان قابو میں، نگاہ پر کنٹرول، کان قابو میں، ظاہر قابو میں، باطن قابو میں، حلال وحرام کی تمیز حاصل ہوئی، یہ سب اسلام کے اصول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے، جس مرد وعورت کو یہ چیزیں حاصل ہیں، کلمہ اور ایمان نصیب ہیں،

وہ ایک دفعہ نہیں کروڑ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو کم ہے، کیونکہ قیامت والے دن کافر کو نجات نصیب نہیں ہوگی، چاہے وہ زمین سونے سے بھری ہوئی بھی بدلے میں دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اور وہ مرے اس حالت میں کہ کافر تھے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ پس ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان میں سے کسی ایک سے مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا سونے سے بھری ہوئی زمین وَّلَوِافْتَدٰی بِہٖ اور اگر چہ وہ اس کو بطور فدیہ کے دے دے اور دوسرے مقام پر آتا ہے کہ "لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَہٗ مَعَہٗ لَافْتَدَوْا بِہٖ" اگر روئے زمین کے سب خزانے ان کے پاس ہوں اور اس کے ساتھ اتنے ہی اور ہوں تو وہ انہیں فدیہ کے طور پر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے، مگر پھر بھی نجات کہاں؟ "اُولٰٓئِکَ لَھُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ" "ایسے لوگوں کا حساب برا ہوگا" "وماوٰھم جھنم" "اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے، وہاں پر یہ کچھ دے کر بھی کوئی کہے کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں، مجھے معافی مل جائے، قبول نہیں کیا جائے گا، نہ معافی ملے گی تو جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کلمہ ایمان کی توفیق عطا فرمائی ہے، وہ رب تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کرے، کم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ پس لڑو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اے نبی کریم! اگر یہ منافق جہاد میں شریک نہیں ہوتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑیں لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ آپ کو تکلیف نہیں دی جائے گی، مگر آپ کی جان تک تمہیں تمہارے نفس کا مکلف بنایا گیا ہے وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور برانگیختہ کر ایمان والوں کو جہاد پر ایمان والوں کو بھی جہاد کی ترغیب دو اور آمادہ کرو عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قریب ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ روک دے گرفت ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ یعنی کافروں کی قوت اور اسلحہ سے نہ گھبراؤ، تعداد سے نہ گھبراؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دو ہی بڑی حکومتیں تھیں، ایک قیصر کی جو عیسائی تھا، دوسری کسریٰ کی جو ایران کا بادشاہ تھا، لاکھوں کی تعداد میں ان کی فوجیں تھیں، صرف یرموک کے مقام پر رومیوں کی سات لاکھ فوج میدان میں تھی اور مقابلے میں مسلمان صرف ۳۵ یا ۳۶ ہزار تھے، کیا نسبت ہے؟ مگر جب لڑائی ہوئی تو سات لاکھ میں ایک لاکھ تین ہزار قتل ہوئے اور مسلمان صرف تین ہزار شہید ہوئے اور

باقیوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

قادسیہ کے میدان میں امین ھذہ الأمۃ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے، ایک حصے کی کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، جب لڑائی زوروں پر پہنچی تو انہوں نے چیف کمانڈر سے پوچھا: حضرت! ہمارے ساتھ لڑلڑ کر تھک چکے ہیں اور کچھ زخمی ہیں اور ایک طرف دشمنوں کی ساٹھ ہزار فوج ہے، اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ساٹھ آدمیوں کا ساٹھ ہزار سے مقابلہ کرانا چاہتا ہوں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تأمل فرمایا اور کہا کہ ساٹھ آدمیوں کا ساٹھ ہزار سے مقابلہ؟ لیکن جب ان کا جذبہ دیکھا تو اجازت دے دی، تاریخ میں موجود ہے ''غَزٰی سِتُّوْنَ هُمْ سِتُّوْنَ اَلْفًا وَّمَعَ هٰذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ'' ساٹھ نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور باوجود اس کے ساٹھ ہزار کو شکست ہوئی اور ساٹھ میں سے صرف دس آدمی شہید ہوئے اور باقیوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی، ایمان مضبوط ہو تو سب کچھ ہے، مگر افسوس ہے کہ ہمارے ایمان کمزور ہیں، یاد رکھنا مضبوط ایمان کے مقابلہ میں دنیا کا کوئی ہتھیار کام نہیں کر سکتا، کافر جتنا چاہیں ہتھیاروں پر گھمنڈ کریں اور اپنی فوج پر فخر کریں، کیونکہ جب ایمان مضبوط ہوگا، اعمال درست ہوں گے، اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں گے، رحمت نازل ہوگی اور فرشتے امداد کے لئے نازل ہوں گے، علامہ اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں قطار اندر قطار اب بھی

ایمان کی وہ فضا پیدا کر جو بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اندر تھی اور ان کی مدد کے لئے فرشتے نازل ہوئے تھے، اگر وہ کیفیت ہو تو اب بھی فرشتے اترنے کے لئے بے تاب ہیں۔

وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا اور اللہ تعالیٰ سخت ہے گرفت میں وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا اور بہت سخت ہے سزا دینے میں۔ بات چل رہی ہے جہاد کی اور ایسے موقع پر اسلحہ اور دیگر اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ سارے مجاہد مالدار نہیں ہوتے، بلکہ ایسے مجاہد بھی ہوتے ہیں جن کے پاس نہ اسلحہ ہوتا ہے اور نہ سفر کا خرچ ہوتا ہے، لہٰذا ایسے مجاہدین کی معاونت دوسرے ساتھیوں نے کرنی ہوتی ہے، پھر ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں

جوخودنہیں دے سکتے، بلکہ دوسروں کوسفارش کرتے ہیں کہ ان کی مدد کرو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً جوشخص سفارش کرے گا اچھی سفارش یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ہوگا اس کے لئے اس سفارش میں سے حصہ یعنی جوشخص جائز کام میں کسی کی سفارش کرے گا اس کوثواب ملے گا، مثلاً: کوئی آدمی بے گناہ پکڑا ہوا ہے کہ اس نے نہ چوری کی ہے، نہ ڈاکہ مارا ہے، نہ قتل کیا ہے، مگر ناجائز طور پر اس کو پکڑ لیا ہے تو ایسے مظلوم شخص کی جو مدد کرے گا، اس کوثواب ملے گا وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً اور جوسفارش کرے گا بری سفارش یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ہوگا اس کے لئے حصہ اس میں سے۔ بری سفارش پر گناہ ملے گا، مثلاً: کوئی شخص واقعۃً چور ہے، اس کو رہا کرانے کی جوسفارش کرے گا وہ بھی چور ہوگا۔ ڈاکو کی سفارش کرتا ہے یا قاتل کی سفارش کرتا ہے تو یہ سفارش کرنے والا اتنا ہی مجرم ہے۔ اور جب آدمی پکڑا جاتا ہے تو رشتہ داریاں تلاش کی جاتی ہیں، تعلقات ڈھونڈے جاتے ہیں، بہت کچھ ہوتا ہے، اس لئے مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لو اور جائز وناجائز کا فرق کرو۔ بے گناہ پکڑا ہوا ہے تو اس کی سفارش کرو، ثواب ملے گا اور اگر مجرم ہے اور واقعۃً مجرم ہے، اس کی رہائی کے لئے سفارش کرو گے تو تم بھی اسی طرح کے مجرم ہوگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص کسی کو ناحق قتل کرتا ہے، جس طرح یہ مجرم ہے، اسی طرح جوشخص ناحق قتل پر آمادہ کرتا ہے، ابھارتا ہے، مشورہ دیتا ہے، وہ بھی اسی طرح کا قاتل اور مجرم ہے، مثلاً: کوئی شخص کسی کو کہتا ہے ''اُقْتُلْ زَیْدًا'' تو زید کو قتل کردے یا پورا جملہ بھی نہیں بولتا، صرف کہتا ہے ''زَیْدًا زَیْدًا'' بلا شیری دیتے ہوئے کہتا ہے قتل کردے، قتل کردے، تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اس نے قتل کردیا تو جتنا مجرم قاتل ہے، ادھورا جملہ بولنے والا بھی اتنا ہی قاتل ہے اور مجرم ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ قتل میں جتنے آدمی بھی شریک ہوں دو، چار، دس یا اس سے زیادہ سب برابر کے مجرم ہوتے ہیں اور جرم ثابت ہونے پر سب کو سزا ہوگی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کافی جائیداد کا مالک تھا اور اولاد میں صرف ایک لڑکا تھا، جس کی عمر تقریباً پانچ چھ سال ہوگی، اس کے رشتہ داروں میں سے بعض کی نیت خراب ہوگئی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر جائیداد کا مالک بنے گا، کیونکہ یہ وارث ہے، لہٰذا آج ہی اس کو فارغ کردو، تاکہ جائیداد پر ہمارا قبضہ ہوجائے، تقریباً سات آدمیوں نے

باہم مشورہ کر کے اس کو قتل کر دیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعۃً یہ قاتل ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب کو قتل کرو، بعض حضرات نے کہا: حضرت! مقتول ایک تھا اور تھا بھی بچہ اور یہ سات ہیں اور ہیں بھی بڑے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اگر صنعاء والے سارے اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ صنعاء یمن کے ملک میں ایک شہر کا نام ہے، اس لئے بری سفارش سے بچو، غلط سفارش کرنے والا برابر کا مجرم ہوتا ہے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا، آگے اور مسئلہ کا بیان ہے، فرمایا وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ اور جب تمہیں دعا دی جائے سلام کے ساتھ تو یعنی جب تم کو کوئی السلام علیکم کہے فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ پس تم بھی دعا دو، اس سے بہتر طریقہ سے، بہتر طریقہ یہ ہے کہ تم جواب میں کہو: وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته۔ اگر اس نے کہا ہے: السلام علیکم ورحمة الله وبركاته تو تم کہو: وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته، تو تم کہو: وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته، یہ چار لفظ ابوداؤد شریف کی حدیث سے ثابت ہیں اَوْ رُدُّوْهَا یا اسی کو لوٹا دو، یعنی اس نے کہا ہے: السلام علیکم، تم جواب میں کہہ دو: وعلیکم السلام اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ: السلام علیکم، مکمل جملہ ہے، اس کی دس نیکیاں ہیں اور ورحمة الله بھی مکمل جملہ ہے، اس کی بھی دس نیکیاں ہیں، وبركاته بھی مکمل جملہ ہے، اس کی بھی دس نیکیاں ہیں، ومغفرته بھی مکمل جملہ ہے، اس کی بھی دس نیکیاں ہیں، یعنی اگر کوئی شخص یہ چاروں جملے کہے گا تو اس کو چالیس نیکیاں مل جائے گی اور حدیث کے فن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے ''الأدب المفرد'' اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں ''وطيبت صلوته'' اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ رحمتیں تجھ پر نازل ہوں تو جتنی جس کو توفیق ہو اس سے بہتر جواب دے، زیادہ نیکیاں کما لے یا جتنے الفاظ اس نے کہے ہیں تم بھی اتنے کہہ دو، اگر وقت نہیں ہے اتنے کہنے کا۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ السلام علیکم کہنا سنت ہے اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا واجب ہے اور واجب کا درجہ سنت سے بڑا ہوتا ہے اور یہ عملی طور پر فرض ہوتا ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ بعض ایسے مقام ہیں کہ وہاں سلام کہنا مکروہ ہے، مثلاً: کوئی شخص بیت الخلاء میں ہے تو اس کو سلام کہنا مکروہ ہے یا کوئی برا کام کر رہا ہے، مثلاً: ڈاڑھی منڈا رہا ہے یا کسی کی شیو کر رہا ہے، ان دونوں کو سلام کرنا مکروہ ہے یا جو تاش کھیل رہا ہے، ان کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔ غرضیکہ جو شخص غیر شرعی کام میں مشغول ہو، اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ سلام کا معنی ہے: اللہ تجھے سلامتی میں رکھے، تو جو شخص برا کام کر رہا ہے وہ تو بد دعا کا مستحق ہے، نہ کہ دعا کا۔

وضو کے موقع پر کچھ لوگ وضو کر رہے ہوتے ہیں اور کچھ وضو کی تیاری میں ہوتے ہیں، لہٰذا اس موقع پر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن وعظ و نصیحت کی مجلس ہے یا قرآن و حدیث کا درس ہو رہا ہے تو اس موقع پر سلام کرنے والا گنہگار ہوگا۔ اذان کہنے والے کو جب وہ اذان کہہ رہا ہے تو سلام نہیں کرنا۔ خطبۂ جمعہ ہو رہا ہے تو سلام نہیں کرنا، بلکہ خاموشی سے بیٹھ جانا ہے۔

اور جس طرح مرد ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی ایک دوسرے کو سلام کریں اور مصافحہ بھی کر سکتی ہیں، معانقہ بھی کر سکتی ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! جب آدمی کچھ عرصہ کے بعد ملے تو کیا گلے مل سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! معانقہ کر سکتا ہے اور مصافحہ کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ باب قائم کیا ہے "اَلْمُصَافَحَةُ بِالْيَدَيْنِ" مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہے، ایک ہاتھ سے نہیں۔ عورتیں بھی آپس میں مصافحہ اور معانقہ کر سکتی ہیں، مرد محرم عورتوں کو سلام کر سکتے ہیں، غیر محرم کو نہیں کر سکتے، مگر یہ کہ کافی بوڑھی ہو تو اس کو نوجوان سلام کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور عورتیں غیر محرم کے ساتھ ہاتھ نہیں ملا سکتی اور محرم کے ساتھ مثلاً: باپ ہے، بیٹا ہے، دادا ہے، عورتیں بھی ہاتھ ملا سکتی ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا بے شک اللہ تعالیٰ ہے ہر چیز کا حساب لینے والا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، کوئی معبود نہیں ہے، کوئی سجدے کے لائق نہیں ہے، کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے، کوئی مالک نہیں ہے، کوئی رازق نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں

ہے، کوئی حاجت روانہیں ہے، کوئی فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے، اس کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے اوصاف ہیں۔

لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ البتہ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن۔ اس دن تم سارے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہو گے لَا رَيْبَ فِيهِ قیامت کے دن میں کوئی شک نہیں ہے، وہ ضرور آئے گا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں؟ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟ اس نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: قیامت برحق ہے اور ایمانی عقیدوں میں ایک عقیدہ ہے کہ قیامت برحق ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

لفظی ترجمہ:

فَمَا لَكُمْ پس کیا ہو گیا ہے تمہیں فِي الْمُنٰفِقِيْنَ منافقین کے بارے میں فِئَتَيْنِ کہ تم دو گروہ ہو گئے ہو وَاللّٰهُ اور اللہ نے اَرْكَسَهُمْ ان کو الٹا پھیر دیا ہے بِمَا كَسَبُوْا ان کی کمائی کی وجہ سے اَتُرِيْدُوْنَ یا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَهْدُوْا یہ کہ ہدایت دو مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ گمراہ کر دے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا پس ہرگز نہیں پائے گا تو اس کے لئے راستہ وَدُّوْا اور وہ پسند کرتے ہیں اس بات کو لَوْ تَكْفُرُوْنَ کہ تم بھی کافر ہو جاؤ كَمَا كَفَرُوْا جیسا کہ وہ کافر ہو گئے ہیں فَتَكُوْنُوْنَ پس تم ہو جاؤ سَوَآءً برابر فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ پس نہ بناؤ تم ان میں سے کسی کو اَوْلِيَآءَ دوست حَتّٰى يُهَاجِرُوْا یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں فَخُذُوْهُمْ پس تم ان کو پکڑو وَاقْتُلُوْهُمْ اور تم ان کو قتل کرو حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ جہاں کہیں تم ان کو پاؤ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو وَلِيًّا دوست وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ مددگار اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ يَصِلُوْنَ جو ملتے ہیں اِلٰى قَوْمٍ ایسی قوم کی طرف بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان وَبَيْنَهُمْ اور ان کے درمیان مِّيْثَاقٌ معاہدہ ہے اَوْ جَآءُوْكُمْ یا لائیں تمہارے پاس حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ کہ تنگ ہو گئے ہیں ان کے سینے اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ یہ کہ تمہارے ساتھ لڑیں اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ یا آپس میں لڑنے لگیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ چاہے لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ تو ان کو تم پر مسلط کر دے فَلَقٰتَلُوْكُمْ پس وہ ضرور تمہارے ساتھ لڑیں فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ پس اگر وہ کنارہ کشی کریں تم سے فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ پس نہ لڑیں وہ

تمہارے ساتھ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ اور ڈالیں تمہاری طرف صلح کی بات فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ پس نہیں بنایا اللہ نے لَکُمْ تمہارے لئے عَلَیْھِمْ ان کے خلاف سَبِیْلًا کوئی بھی راستہ۔

تشریح:

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، جن کی تعداد بعض نے تیس بتائی ہے اور بعض نے چالیس بتائی ہے اور بعض نے پچاس بتائی ہے۔ آ کر کہا کہ ہم مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں، ہمیں اسلام کے متعلق معلومات ہوئی تھیں، لیکن ہم نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا فیصلہ کیا ہے کہ براہِ راست اسلام کے متعلق بیان لیں۔ یہ لوگ چند دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایمان کی حقیقت سمجھائی اور اسلامی احکامات سے آگاہ فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی بڑی عزت وخدمت کی، کیونکہ اسلام کا اصول ہے مہمان کی عزت کرنا اور خدمت کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''من کان منکم یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر فلیکرم الضیف'' تم میں سے جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے۔ اپنی طاقت کے مطابق مہمان کی عزت کرنا ایمان کا حصہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ پختہ ایمان کس کا ہوسکتا ہے؟ انہوں نے ان کی بڑی خدمت کی، ان لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے اور بولنے چالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ واقعی سچے مسلمان ہیں، چند دن بعد کہنے لگے: حضرت! ہم تو مسلمان ہو گئے ہیں، اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کی طرح ہم بھی اپنے بال بچوں سمیت ہجرت کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ آجائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں، لہٰذا آپ ہمیں اجازت دیں ہم چند دنوں تک مثلاً: بیس پچیس دنوں تک بال بچوں کو لے کر آجائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھی بات ہے، لے آؤ، جب مہینہ گزر گیا، ڈیڑھ مہینہ گزر گیا، دو مہینے گزر گئے اور یہ نہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منتظر تھے کہ وہ آئیں اور ہم ان کی خدمت کریں، مگر کافی وقت گزرنے کے باوجود نہ آئے تو ان کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے مختلف ہوگئی:

ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ وہ لوگ مخلص نہیں تھے، منافق تھے، وقت گزارنے آئے تھے، چلے

گئے، مخلص ہوتے تو وعدہ پورا کرتے، کیونکہ وعدہ پورا کرنا بھی ایمان کا حصہ ہے۔ اگر کوئی مجبوری بن گئی تھی تو اطلاع کرتے، سارے نہ آتے، کچھ آجاتے۔

دوسرے گروہ نے کہا کہ کوئی مجبوری بن گئی ہوگی، علاقہ بھی ان کا خاصہ دور ہے، کسی سے کچھ لینا ہوتا ہے، کسی کو کچھ دینا ہوتا ہے، گھر کے افراد کو آمادہ کرنا ہوتا ہے، سامان باندھنا ہوتا ہے۔ دونوں اپنے اپنے دلائل دیتے، کیونکہ انسان کا مزاج ہے کہ اپنی رائے پر ہر کوئی قرینہ و دلیل پیش کرتا ہے کہ میری بات اس لئے صحیح ہے، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں بحث چل پڑی، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ پس تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہوگئے ہو۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ منافق تھے اور جاسوسی کرنے کے لئے آئے تھے وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اللہ نے ان کو الٹا پھیر دیا ہے، ان کی کمائی کی وجہ سے۔ تم کیوں آپس میں جھگڑتے ہو؟ اپنے دعووں پر دلائل پیش کرتے ہو؟ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ ہدایت دو مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ جس کو اللہ گمراہ کردے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ گمراہ کردے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا پس ہرگز نہیں پاؤ گے تم ان کے لئے راستہ۔

یہاں ایک بات ضروری سمجھنے والی ہے، لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیں، وہ یہ کہ قرآن پاک میں مختلف جگہوں پر آتا ہے يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (پارہ: ۱۴، سورۃ النحل) اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ان آیات کو جب سطحی ذہن والے پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جب اللہ ہی ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہی گمراہ کرتا ہے تو پھر بندے کا کیا گناہ اور قصور ہے؟ اور واقعی سطحی طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے، اللہ نے ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کے اصول بیان فرمائے ہیں کہ وہ کن لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور کن لوگوں کو ہدایت دیتا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو اپنے اختیار سے حد سے نکلنے والا ہوتا ہے اور جھوٹا ہو، یعنی اللہ نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں، ان سے تجاوز کرنے والا ہو اور جھوٹا بھی ہو تو ایسے شخص کو اللہ ہدایت نہیں دیتا، ایسا نہیں ہے کہ جبراً ہر ایک کو گمراہ کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص ہدایت حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، ضد پر ہے، اکڑا

ہوا ہے تو ایسے شخص کو اللہ ہدایت نہیں دیتا اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ اللہ چنتا ہے، مائل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اس کو جو رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو رب کی طرف رجوع نہیں کرتا، اس کو اللہ زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔

اسی طرح تیرہویں پارے میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ کو ہدایت نہیں ملتی اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف سے اس کو جس نے رب کی طرف رجوع کیا اور رجوع کرنے والے کون ہیں؟ آگے ان کو بیان فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ اور مطمئن ہیں دل ان کے بِذِکْرِ اللّٰہِ اللہ کے ذکر سے۔

یعنی جو لوگ خود ایمان لاتے ہیں، رجوع کرتے ہیں، ان کو اللہ ہدایت دیتا ہے، تو گمراہی میں بھی انسان کا دخل ہے اور ہدایت میں بھی انسان کا پورا پورا دخل ہے۔

ایک اور آیت کریمہ دیکھ لو، فرمایا فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ (سورۃ الکہف) پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، تو اللہ نے ایمان لانے کا اختیار دیا ہے اور کفر اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے، آدمی مجبور نہیں ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر یہ بات اس طرح سمجھائی ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ (سورۃ الصف) پس جب انہوں نے ٹیڑھا پن اختیار کیا، اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ خود ٹیڑھے راستے پر چلے، اللہ نے بھی ان کو چلا دیا اور فرمایا وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (سورۃ التوبہ) اللہ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو۔ یہ آیت میں نے اس لئے بیان کی ہے، تاکہ آپ حضرات کو مسئلہ اچھی طرح سمجھ آجائے کہ انسان نہ تو ایمان لانے میں مجبور ہے اور نہ کفر اختیار کرنے میں۔ اللہ نے انسان کو اختیار دیا ہے، چاہے تو ایمان لائے، چاہے تو کفر اختیار کرے، ہماری طرف سے کوئی جبر نہیں اور فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت) اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی، ہم ان کو

ضرور اپنا راستہ دکھادیں گے۔ اللہ نے انسان کو ارادہ اور مشیت دی ہے، یہ اپنی مرضی سے جدھر چلتا جائے گا، اللہ ادھر چلا دیں گے۔

تو فرمایا تم ان کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتے ہو، جن کو اللہ نے بہکایا ہے، کیونکہ وہ خود تو غلط راستے پر چل پڑے تھے۔ ان آیات میں اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس گروہ کو تنبیہ فرمائی ہے، جو منافقوں کی طرف سے دلائل پیش کرتے تھے تو فرمایا: وہ منافق ہیں، انہوں نے تمہیں دھوکے میں رکھا وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ اور وہ منافق پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ تم بھی کافر ہو جاؤ كَمَا كَفَرُوا جیسا کہ وہ کافر ہوگئے ہیں، وہ تو اپنی طرح تمہیں بھی کافر بنانا چاہتے ہیں اور تم ان کے ایمان کی دلیلیں پیش کرتے ہو فَتَكُونُونَ سَوَاءً تم ہو جاؤ برابر کفر میں فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ پس نہ بناؤ تم ان میں سے کسی کو دوست حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں، اللہ کے راستے میں۔ اللہ کے راستے میں ہجرت فرع ہے ایمان کی، پہلے ایمان لائیں، پھر اللہ کے راستے میں ہجرت کریں، پھر تمہارے دوست ہیں، جب ایسا نہیں ہے تو ان کی طرف سے صفائیاں نہ بیان کرو، آپس میں اختلاف نہ کرو فَإِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں اس بات سے کہ اعراض کریں ہجرت سے فَخُذُوهُمْ تو پکڑو ان کو وَاقْتُلُوهُمْ اور ان کو قتل کرو حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ جہاں کہیں تم ان کو پاؤ، یہ کافر ہیں۔ جس طرح دوسرے کافر ہیں اور ان کے ساتھ اس طرح لڑو جس طرح دوسروں کے ساتھ لڑتے ہو اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ انہوں نے چند دن ہمارے ساتھ کھانا کھایا ہے، نمازیں پڑھی ہیں، اکٹھے اٹھتے بیٹھتے رہے ہیں وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار، ہاں! إِلَّا الَّذِينَ مگر وہ لوگ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ جو ملتے ہیں اس قوم کی طرف کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے، عہد و پیمان ہے۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا بنو خزاعہ، یہ کافر ہونے کے باوجود غیر جانب دار تھے۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ نہ خود لڑتے تھے اور نہ دوسرے کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑتے تھے، بالکل غیر جانب دار تھے، ان کے سردار ہلال بن عویمر تھے، جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ ہم تمہارے خلاف نہیں لڑیں گے اور تم ہمارے خلاف نہیں لڑو گے اور جو ہمارے ساتھ آ کر ملے گا، وہ

بھی اس معاہدے میں شامل ہوگا، تو اللہ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ تمہارے ساتھ جن لوگوں کا معاہدہ ہے، ان کے ساتھ جو ملتے ہیں، ان کے ساتھ بھی نہیں لڑنا اَوْجَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ یا آئیں تمہارے پاس کہ تنگ ہوگئے ہیں ان کے سینے، ان کے دل اکتا گئے اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اس بات سے کہ تمہارے ساتھ لڑیں اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے بھی وہ غیر جانب دار ہیں، لڑنے والے نہیں ہیں، کیونکہ کافر بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں، اچھے بھی ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں، ایسے بھی ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو کھا جائیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ بھائی! ہر کوئی اپنے اپنے طریقے پر چلتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اللہ چاہے لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ تو ان کافروں کو تم پر مسلط کردے فَلَقٰتَلُوْكُمْ پس وہ ضرور تمہارے ساتھ لڑیں فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ اگر وہ کنارہ کشی کریں تم سے فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ پس نہ لڑیں وہ تمہارے ساتھ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ اور ڈالیں تمہاری طرف صلح کی بات کہ بھائی! ہماری تمہاری صلح ہے، ہم تمہارے ساتھ نہیں لڑتے تو تم بھی ان کے ساتھ نہ لڑو فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا پس نہیں بنایا اللہ نے تمہارے لئے ان کے خلاف کوئی راستہ۔ اگر وہ نہ لڑیں اور غیر جانب دار رہیں تو تم بھی ان کے خلاف نہ لڑو، یہ رب کا حکم ہے، امن قائم کرنے کے لئے۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؗ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

لفظی ترجمہ:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ عنقریب تم پاؤ گے کچھ اور لوگوں کو يُرِيْدُوْنَ جو ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس کا يَّاْمَنُوْكُمْ کہ تم سے بھی امن میں رہیں وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں كُلَّمَا جب کبھی بھی رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ ان کو لوٹایا گیا فتنے کی طرف اُرْكِسُوْا فِيْهَا تو لوٹا دیئے جائیں گے اس فتنے کی طرف فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ پس اگر وہ تم سے الگ نہ رہیں وَيُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ اور تمہاری طرف صلح کی پیش کش نہ کریں وَيَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ اور نہ روکیں اپنے ہاتھوں کو فَخُذُوْهُمْ پس تم پکڑو ان کو وَاقْتُلُوْهُمْ اور ان کو قتل کرو حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ جہاں کہیں بھی تم ان کو پاؤ وَاُولٰٓئِكُمْ اور وہی لوگ ہیں جَعَلْنَا لَكُمْ بنایا ہم نے تمہارے لئے عَلَيْهِمْ ان پر سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا کھلا غلبہ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اور نہیں لائق کسی مومن کے اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا یہ کہ قتل کرے کسی مومن کو اِلَّا خَطَـًٔا مگر غلطی سے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا اور جس نے قتل کیا کسی مومن کو خَطَـًٔا غلطی سے فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ پس آزاد کرنا ہے ایک غلام کو مُّؤْمِنَةٍ جو مومن ہو وَّدِيَةٌ اور مال کا بدلہ ہے مُّسَلَّمَةٌ جو سپرد کیا جائے گا اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اس مقتول کے وارثوں کے اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا مگر یہ کہ وہ معاف کردیں فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ پس اگر ہے وہ ایسی قوم سے عَدُوٍّ لَّكُمْ جو تمہاری دشمن ہے وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ خود مومن ہے فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ پس آزاد کرنا ہے ایک غلام کا مُّؤْمِنَةٍ جو مومن ہو وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ اور اگر ہے وہ ایسی قوم سے بَيْنَكُمْ کہ تمہارے درمیان وَبَيْنَهُمْ اور ان کے درمیان مِّيْثَاقٌ عہد وپیمان فَدِيَةٌ پس مال کا بدلہ ہے مُّسَلَّمَةٌ سپرد کیا جائے اِلٰۤى اَهْلِهٖ اس کے وارثوں کو وَ

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ اور آزاد کرنا ہے ایک گردن کا جو مومن ہو فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ پس جس نے نہ پایا غلام اور لونڈی فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ پس روزے ہیں دو مہینے مُتَتَابِعَيْنِ لگاتار تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ ہے توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيْمًا جاننے والا حَكِيْمًا حکمت والا۔

تشریح:

دین اسلام نام ہے حقوق اللہ کا اور حقوق العباد کا اور اسلام میں حقوق اللہ بھی بیان کیے گئے ہیں اور حقوق العباد پر بھی بڑا زور دیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں پر دونوں قسم کے حقوق کی پابندی لازم اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بھی پابندی کریں اور حقوق العباد بھی ادا کریں۔ پھر حقوق العباد میں مسلمانوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں اور کافروں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں، بلکہ پیغمبر آخر الزمان نے حیوانوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس سے گزر رہے تھے، ایک اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بڑبڑانے لگا اور اس نے خاصا شور کیا اور تڑپا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کے پاس تشریف لے گئے، اونٹ نے اپنے مالک کی تین شکایتیں کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لمن هذا البعير؟" یہ اونٹ کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا "لرجل من الأنصار" انصارِ مدینہ میں سے ایک شخص کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو فوراً بلاؤ، چنانچہ ایک آدمی آ گیا اور اس کے مالک کو بلا لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے اونٹ نے تین شکایتیں کی ہیں: ایک یہ کہ تو اس کو بروقت پانی نہیں پلاتا۔ دوسری یہ کہ تو اس کو چارہ پورا نہیں ڈالتا، تیسری یہ کہ تو اس کو دھوپ میں باندھے رکھتا ہے، فرمایا "اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ" ان کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

یاد رکھنا جو مالک اپنے جانور کو وقت پر پانی نہیں پلاتا اور اس کی ضرورت کے مطابق چارہ نہیں ڈالتا، گرمی سردی کا خیال نہیں کرتا، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی گرفت ہوگی۔

اس طرح ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، راستے میں

ایک ایسا مقام آیا کہ جہاں کافی درخت تھے، ایک درخت پر چڑیا کا گھونسلہ تھا، اس میں اس کے بڑے خوبصورت بچے تھے، جن کے پر اُگے ہوئے تھے، مگر ابھی اُڑ نہیں سکتے تھے، ایک نوجوان درخت پر چڑھا اور اس کے بچے اٹھا کر گود میں ڈال لئے اور قافلے کے ساتھ چل پڑا، وہ چڑیا آکر اس کے سر پر اُڑنے لگی، کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ میرے بچے اس کی گود میں ہیں، وہ پھڑ پھڑاتی ساتھ ساتھ چلتی رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: کیا بات ہے؟ نوجوان نے بتایا کہ حضرت! میں اس کے بچے اُٹھا لایا ہوں، اس لئے یہ میرے سر پر پھڑ پھڑاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تمہارا بچہ کوئی اٹھا کر لے جائے تو تم پر کیا گزرے گی؟ آخر یہ اس کے بچے ہیں، جاؤ! فوراً اس کے بچے اس کے گھونسلے میں رکھ کر آؤ، تو اسلام نے انسانوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔

اور فرمایا کہ غیر مسلم جس طرح کی روش تمہارے ساتھ اختیار کریں، تم بھی ان کے ساتھ اس طرح پیش آؤ، چنانچہ عرب کے دو قبیلے تھے: بنو اسد اور بنو غطفان، یہ دونوں قبیلے بڑے ہوشیار اور شریر تھے، جب مسلمانوں کو ملتے تو ایسے انداز سے گفتگو کرتے کہ مسلمان سمجھتے کہ بڑے مخلص لوگ ہیں، حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی باتوں پر یقین کر لیتے کہ یہ مخلص لوگ ہیں اور جب اپنی قوم کے پاس جاتے تو کہتے کہ ہم تمہارے آدمی ہیں، وہاں تو ہم ان کو دھوکہ دینے کے لئے گئے تھے، گویا جب مسلمانوں کے پاس جاتے تو غیر جانب داری کا ثبوت اور یقین دلاتے اور جب اپنی قوم کے پاس جاتے تو کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں، تم جو فیصلہ کرو گے، ہم اس پر عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ عنقریب پاؤ گے تم کچھ اور لوگوں کو (قبیلہ بنو اسد اور قبیلہ بنو غطفان) یُرِیْدُوْنَ جو ارادہ کرتے ہیں اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ اس بات کا کہ تم سے بھی امن میں رہیں وَیَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ جب کبھی بھی ان کو لوٹایا گیا فتنے کی طرف، یعنی شرارت اور لڑائی کی طرف اُرْكِسُوْا فِیْهَا تو لوٹا دیئے جائیں گے اس فتنے کی طرف۔ یعنی جب بھی تمہارے خلاف کسی لڑائی کی نوبت آئی تو یہ اس میں دوڑ کر شامل ہو جائیں گے، یہ تمہارے پاس صرف جان بچانے کے لئے آتے ہیں، یہ مخلص نہیں۔ ان سے محتاط رہو فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ پس اگر وہ تم سے الگ نہ رہیں وَیُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ اور تمہاری طرف

صلح کی پیشکش نہ کریں۔

فائدہ:

یُلْقُوْٓا کا جملہ بھی لَمْ کے نیچے داخل ہے، یہ بات میں طالب علموں اور قاریوں کے لئے کہہ رہا ہوں، دونوں جملوں کا مطلب بنے گا: پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار نہ کریں اور صلح کی بات تمہاری طرف نہ ڈالیں۔

وَیَکُفُّوْٓا اَیْدِیَہُمْ یہاں پر بھی واؤ کے بعد لَمْ ہے، معنی ہوگا اور نہ روکیں اپنے ہاتھوں کو فَخُذُوْھُمْ وَاقْتُلُوْھُمْ پس تم پکڑو ان کو اور قتل کرو ان کو حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ جہاں کہیں بھی تم ان کو پاؤ، کیونکہ وہ تمہارے پاس آ کر غیر جانبداری کا اظہار کر کے تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں وَاُولٰٓئِکُمْ جَعَلْنَا لَکُمْ اور وہی لوگ ہیں بنایا ہم نے تمہارے لئے عَلَیْھِمْ ان کے خلاف سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا کھلا غلبہ کہ جہاں کہیں تمہیں ملیں ان کو قتل کرو۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مومن کی شان نہیں کہ وہ مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔ قتل عمد کے متعلق کل کی آیت کریمہ میں آئے گا کہ اس کا کیا حکم ہے۔ اس آیت کریمہ میں قتل خطاً کا بیان ہے۔ فرمایا وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا اور نہیں ہے لائق کسی مومن کے یہ کہ قتل کرے کسی مومن کو مگر غلطی سے۔

قتل خطاً کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: ایک صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے شکار کھیلتے ہوئے ہرن یا خرگوش یا مرغابی پر فائر کیا وہ جا کر کسی مسلمان کو لگ گیا، جس کا اسے کوئی علم نہیں تھا کہ ادھر کوئی آدمی ہے اور وہ مر گیا تو یہ قتل خطاً ہے۔ کوئی اچانک کار، بس یا سکوٹر کے نیچے آ گیا تو یہ بھی قتل خطاً ہے، کیونکہ ڈرائیور کی کسی سے ذاتی دشمنی نہیں ہوتی۔

- اسی طرح فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ بھاری جسم والی والدہ ہے، ساتھ چھوٹا بچہ سویا ہوا ہے، والدہ نے پہلو بدلا اور وہ نیچے آ کر مر گیا تو یہ بھی قتل خطاً ہے اور اس کی بھی باقاعدہ دیت دینی پڑے گی، چاہے حقیقی ماں ہو۔

آگے قتل خطاً کا حکم بیان فرمایا وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا اور جس نے قتل کیا کسی مومن کو غلطی سے تو اس کے دو بدلے ہیں۔ کیونکہ قتل میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی ہے اور وارثوں کا حق بھی ہے، اس لئے کہ مقتول کسی کا باپ ہوگا، کسی کا بیٹا ہوگا، کسی کا بھائی ہوگا، کسی کا خاوند ہوگا، کسی کی بیوی ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے قتل سے منع فرمایا ہے اور اس سے غلطی سے قتل ہوگیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حق کی تلافی اس طرح ہوگی فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ پس آزاد کرنا ہے ایک غلام جو مومن ہو۔

رَقَبَةٍ کے لفظی معنی ہیں گردن کے، یہ غلام اور لونڈی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا ایک لونڈی یا ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، مگر اس کے لئے شرط ہے کہ مومن ہو۔ اس زمانے میں غلام اور لونڈیاں ہوتے تھے، ہمارے زمانے میں نہیں ہیں، تو اگر غلام اور لونڈی اپنے پاس ہو تو آزاد کردے، اگر اپنے پاس نہیں ہے تو کسی سے خرید کر آزاد کردے اور دوسرا حق ہے اس کے وارثوں کا، فرمایا وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اور مالی بدلا ہے جو سپرد کیا جائے گا مقتول کے وارثوں کو۔ اور وہ مالی بدلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلفاء راشدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں اونٹوں کی شکل میں بھی ہوتا تھا اور سونے کے سکے دینار اور چاندی کے سکے درہم کی شکل میں بھی ہوتا تھا۔ اونٹ سو ہوتے تھے اور دینار ایک ہزار اور درہم دس ہزار دیت تھی۔ یہ مکمل دیت تھی اور اگر کوئی کسی کی آنکھ ضائع کردیتا تو اس کی دیت پچاس اونٹ تھی اور اگر ہاتھ کاٹ دیتا تو اس کی دیت پچاس اونٹ تھی، ٹانگ کاٹ دیتا تو اس کی دیت بھی پچاس اونٹ تھی اور اگر کوئی کسی کی ڈاڑھی مونڈ دیتا تو اس کی دیت سو اونٹ تھی، گویا شریعت میں ڈاڑھی کی قدر ایک نفس کے برابر ہے۔ اس زمانے میں سو اونٹ ایک ہزار مالیت کا ہوتا تھا اور درہم کے حساب سے دس ہزار درہم کی مالیت کا ہوتا تھا۔ آج سے تقریباً پانچ چھ سال پہلے حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل سے دریافت کیا کہ دیت کتنی ہونی چاہئے تو اس وقت جو سونے اور چاندی کی قیمت تھی، اس اعتبار سے ایک لاکھ اسی ہزار یا اس کے قریب قریب طے ہوئی تھی اور اب تک پاکستان میں یہی قانون نافذ ہے اور جب سونے چاندی کی قیمت بڑھ جائے گی تو ہوسکتا ہے کہ وہ رقم بھی بڑھ جائے، کیونکہ سونے چاندی کی قیمت بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔

مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تو اس وقت سونا پچیس روپے تولہ ہوتا تھا اور اب پانچ ہزار سے بھی زائد کا ہوگیا ہے۔ انگریز کے دور میں پانچ سو درہم چاندی کی قیمت ایک سو بتیس روپے چار آنے تھی، ایک درہم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا تھا، اس زمانے میں لوگ جب مہر مقرر کرتے تھے تو کہتے مہر فاطمی ہوجائے، کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر پانچ سو درہم تھا، سوائے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں) کا مہر چار ہزار درہم تھا، تو چونکہ انگریز کے دور میں پانچ سو درہم چاندی کی قیمت ایک سو بتیس روپے اور کچھ آنے تھی تو لوگ مہر فاطمی کہہ کر مقرر کرتے تھے، پھر آہستہ آہستہ سو کا ہندسہ ختم کردیا اور بتیس روپے چھ آنے رہ گیا، پھر چھ آنے بھی گئے اور بتیس روپے رہ گیا، جسے عام طور پر آج کل شرعی مہر سمجھا جاتا ہے، اس لئے یاد رکھنا یہ کوئی شرعی مہر نہیں ہے، کم از کم مہر دس درہم ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے اور مہر فاطمی پانچ سو درہم ہے اور چاندی سونے کی قیمت بڑھتی گھٹتی رہتی ہے تو جس زمانے میں جتنی قیمت ہوگی اتنا مہر ہوگا۔

اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار اس طرح مقرر ہوا کہ یہ اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ میں تھیں، یہ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں، ان کے خاوند وہاں فوت ہوگئے، رضی اللہ عنہ۔ ان کی وفات کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پریشان ہوئے کہ ان کے خاوند فوت ہوگئے ہیں اور والدین ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے اور ہیں بھی سخت مزاج لوگ، یہ سارے خاندانی طور پر سخت مزاج تھے، کفر میں بھی سخت تھے اور جب مسلمان ہوئے تو اسلام میں بھی بہت سخت تھے، اس وجہ سے پریشانی ہوئی کہ بہن، بھائی، باپ کافر ہیں اور ہیں بھی سخت مزاج، وہ اس کو گھر میں داخل نہیں ہونے دیں گے، اس بے چاری کا کیا بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پیغام بھیجا جو کچھ ساتھیوں کے ہمراہ حبشہ جارہے تھے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بات کرنی ہے، عدت گزرنے کے بعد، اگر وہ میرے ساتھ نکاح پر راضی ہوجائے تو عدت گزرنے کے بعد وہیں سے نکاح کرکے لے آنا، چنانچہ عدت گزر چکی تھی، انہوں نے ان سے گفتگو کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خواہش کا اظہار کیا، وہ کہنے لگیں کہ میرے لئے اس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے؟ اس وقت حبشہ کا بادشاہ تھا اصحمہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہے، رویت کے اعتبار سے صحابی نہیں ہیں، دور کے اعتبار سے صحابی ہیں، کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے، ان کے ساتھ بھی گفتگو کی، اس نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا کہ یہ پیغام آپ نے سن لیا ہے، کہنے لگی: ہاں! سن لیا ہے اور میں راضی ہوں تو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح پڑھا دیا اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبول کرلیا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وکیل تھے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر آدمی خود مجلس نکاح میں حاضر نہ ہو تو اس کا وکیل اس کی طرف سے قبول کرلے، یہ جو ٹیلیفون پر نکاح ہوتے ہیں، وہ جائز نہیں ہیں، کیونکہ نکاح کے لئے مجلس کا ایک ہونا شرط ہے، بچی جس کا نکاح ہورہا ہے اور بچہ جس کے ساتھ ہورہا ہے، وہ دونوں مجلس نکاح میں موجود ہوں اور اگر خود موجود نہ ہوں تو ان کا وکیل موجود ہو اور ان کی طرف سے قبول کرے، مثلاً: لڑکا برطانیہ، امریکہ، سعودیہ کسی ملک میں ہے اور بچی پاکستان میں ہے تو وہ اپنے باپ یا بھائی یا دوست کو فون کرے کہ تو میری طرف سے وکیل ہے، لہٰذا میری طرف سے قبول کرلے، تو اس طرح نکاح ہوجائے گا اور وکیل اس طرح کہے گا کہ میں نے فلاں لڑکی جو فلاں کی بیٹی ہے فلاں لڑکا جو فلاں کا بیٹا ہے کے لئے قبول کی ہے، تو حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وکیل تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح قبول کیا، حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار ہزار درہم مہر دیا تو اس طرح ان کا مہر چار ہزار درہم تھا اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا پانچ سو درہم تھا۔

تو بات چلی تھی دیت سے کہ آج سے پانچ چھ سال قبل جب سونے کی قیمت پانچ ہزار روپے تھی، دیت مقرر ہوئی تھی کہ ایک لاکھ اسی ہزار روپے۔ قیمت بڑھے گی تو دیت بھی بڑھ جائے گی، جو دینی ہے وارثوں کو اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا مگر یہ کہ وارث معاف کردیں، کیونکہ وارثوں کو معافی کا حق ہے، مثلاً: وہ وہ

کہیں کہ ہمارا عزیز تو دنیا سے چلا گیا ہے اور تم نے جان بوجھ کر تو قتل نہیں کیا، غلطی سے ہو گیا، لہٰذا ہم اس کی دیت نہیں لینا چاہتے، یہ وارثوں کو حق حاصل ہے۔

فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ پس اگر ہے وہ ایسی قوم سے جو تمہاری دشمن ہے اور خود مومن ہے، اس کو آپ مثال کے طور پر اس طرح سمجھیں کہ ہمارے ملک پاکستان کے ساتھ ہندوستان ہے اور وہ دار الحرب ہے، وہاں ہندو اور سکھ رہتے ہیں، سکھ برادری میں سے یا ہندوؤں میں سے ایک آدمی مسلمان ہو گیا، باقی ساری برادری کافر ہے، یہ مسلمان بارڈر پر کھڑا تھا اور وہ تم سے قتل ہو گیا تو چونکہ اس کی برادری کافر ہے، لہٰذا اس کی دیت نہیں دی جائے گی، صرف اللہ تعالیٰ کے حق کا کفارہ دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق بھی تو توڑا ہے، وہ ہے ایک غلام یا ایک لونڈی کا آزاد کرنا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ پس آزاد کرنا ہے ایک غلام کا جو مومن ہو۔

وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اور اگر ہے وہ ایسی قوم سے کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے اور وہ کافر ہے جو مسلمان کے ملک میں رہتا ہے، اس کو ذمی اور معاہد کہتے ہیں کہ اس نے معاہدہ کیا ہوتا ہے کہ میں ملکی قوانین کی پابندی کروں گا اور حکمران طبقہ کے ذمہ ہے اس کے مال اور جان کی حفاظت کرنا، وہ کافر جو مسلمانوں کے ملک میں ذمی بن کر رہتے ہیں، ان پر مکمل اسلامی قوانین کی پابندی کرنا لازمی ہوتی ہے، سوائے تین چیزوں کے: شراب اور خنزیر کے ان میں وہ آزاد ہیں، شراب بنائیں اور پئیں، سور پالیں، کھائیں، نیز ان کے آپس میں نکاح، طلاق، وراثت کے احکام بھی ان کے مذہب کے مطابق ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''اَلْخَمْرُ لَهُمْ كَالْخَلِّ لَنَا'' شراب ان کے لئے ایسے ہی ہے جیسے ہمارے لئے سرکہ ہے ''وَالْخِنْزِيْرُ لَهُمْ كَالشَّاةِ لَنَا'' اور خنزیر ان کے لئے ایسے ہی ہے جیسے ہمارے لئے بکری ہے، ان کے علاوہ باقی سارے اسلامی احکام ان پر لاگو ہوں گے، مثلاً: اگر وہ اپنی ماں، بہن، بیٹی کے ساتھ نکاح کو جائز سمجھتے ہیں تو اسلام ان کو اجازت نہیں دے گا اور وہ ہمارے ملک میں ایسا نہیں کر سکیں گے یا وہ کہیں کہ سود ہمارے ہاں حلال ہے، تو ہم تسلیم نہیں کریں گے، اگر وہ کسی کو قتل

کریں گے تو ان پر باقاعدہ وہی حد جاری ہوگی جو مسلمانوں پر جاری ہوتی ہے۔

تو فرمایا: اگر وہ مقتول ذمی قوم کا ہے اور ہے مسلمان، مطلب یہ ہے کہ باقی سارے کافر ہیں اور یہ ان میں سے مسلمان ہوگیا تھا، جیسے بعض قادیانی مسلمان ہوجاتے ہیں یا بعض عیسائی مسلمان ہوجاتے ہیں یا منکرین حدیث میں سے مسلمان ہوجاتے ہیں یا بعض رافضی مسلمان ہوجاتے ہیں تو اگر مقتول ایسی قوم کا فرد ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ بس مال کا بدلہ ہے، سپرد کیا جائے اس کے وارثوں کو وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ اور آزاد کرنا ہے ایک گردن کا جو مومن ہو فَمَن لَّمْ يَجِدْ پس جس نے نہ پایا غلام یا لونڈی، یعنی اگر کسی کو غلام اور لونڈی نہ ملے جیسے آج کل شرعی طور پر کوئی غلام یا لونڈی نہیں ہے یا اگر اس زمانے میں غلام تو ہوں مگر اس کے پاس نہ ہوں اور نہ خرید کر آزاد کرنے کی طاقت ہو فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ پس روزے ہیں دو مہینے لگا تار، دو مہینے لگا تار روزے رکھنے ہیں، درمیان میں فاصلہ نہ آئے، تسلسل نہ ٹوٹے، اگر تسلسل ٹوٹ گیا تو از سرِ نو شروع کرنا پڑیں گے، مثلاً: ایک آدمی نے روزے رکھنے شروع کئے، پچاس رکھ چکا یا پچپن رکھ چکا اور اتفاقاً بیمار ہوگیا اور آگے روزہ نہیں رکھ سکا تو اب جب شروع کرے گا تو از سرِ نو شروع کرے گا اور پورے دو مہینے رکھے گا، کیونکہ تسلسل ٹوٹ گیا تھا پچھلے روزوں کا، تو اس کو الگ ثواب ملے گا، البتہ عورتوں کا مسئلہ الگ ہے کہ مثلاً: کسی عورت سے قتل خطأً ہوگیا ہے، اس نے روزے رکھنے شروع کئے، بیس پچیس روزے رکھے اور ایام ماہواری شروع ہوگئے تو جب یہ دن اس کی عادت کے مطابق ختم ہوں گے، کیونکہ کسی کی عادت پانچ دن کی، کسی کی سات دن کی، کسی کی دس دن کی ہوتی ہے تو پاک ہو کر روزے رکھنا شروع کردے گی اور جتنے باقی رہ گئے تھے وہ پورے کرے گی۔ ایام ماہواری کی وجہ سے اس کا تسلسل نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اس کے بس میں نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے سفر پر روانہ ہوئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں، جب مقام سرف پر پہنچے جو پہلے مکہ مکرمہ سے باہر تھا اور اب شہر میں داخل ہوگیا ہے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! روتی کیوں ہو؟ کہنے لگی: حضرت!

میں نے حج کا احرام باندھا ہوا ہے، مگر ایام ماہواری شروع ہو گئے ہیں، اب میں حج تو نہیں کر سکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ رو۔ ''شَیْءٌ کَتَبَ اللّٰہُ عَلٰی بَنَاتِ آدَمَ'' یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں پر لکھ دی ہے، صرف تیرا اکیلی کا مسئلہ تو نہیں ہے۔

دیکھو نظامِ قدرت ہے، جب ماں کے پیٹ میں بچے کا وجود بنتا ہے تو یہ خون اس کی خوراک ہوتا ہے اور جب بچہ ماں کے پیٹ میں نہیں ہوتا تو یہ خون خارج ہوتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا نظام ہے، اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے تو یہ خون عورت کے بس میں نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے روزوں کا تسلسل نہیں ٹوٹتا اور مردوں کو حیض نہیں آتا، لہٰذا اگر ان کا ایک روزہ بھی رہ گیا تو تسلسل ٹوٹ جائے گا اور روزے از سرِ نو شروع کرنے پڑیں گے تَوْبَۃً مِّنَ اللّٰہِ یہ ہے توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، توبہ کا ذریعہ ہے وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ
تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ
اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

لفظی ترجمہ:

وَمَنْ يَّقْتُلْ اور جو شخص قتل کرے مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا مومن کو دیدہ دانستہ فَجَزَآؤُهٗ پس بدلہ اس کا جَهَنَّمُ جہنم ہے خٰلِدًا فِيْهَا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا وَلَعَنَهٗ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی وَاَعَدَّ لَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے اس کے لئے عَذَابًا عَظِيْمًا عذاب بہت بڑا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا ضَرَبْتُمْ جب تم سفر کرو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی راہ میں فَتَبَيَّنُوْا پس خوب تحقیق کر لیا کرو وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ اس کے بارے میں اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ جس نے ڈالا تمہاری طرف سلام لَسْتَ مُؤْمِنًا کہ تو مومن نہیں ہے تَبْتَغُوْنَ چاہتے ہو تم عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کا سامان فَعِنْدَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کے پاس مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ بہت ساری غنیمتیں ہیں كَذٰلِكَ كُنْتُمْ اسی طرح تھے تم مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا فَتَبَيَّنُوْا پس اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِمَا اس کارروائی سے تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو خَبِيْرًا خبردار لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ نہیں ہیں برابر بیٹھنے والے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ جو ضرر والے نہیں ہیں وَالْمُجٰهِدُوْنَ اور وہ جو جہاد کرتے ہیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ فَضَّلَ اللّٰهُ فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے الْمُجٰهِدِيْنَ مجاہدوں کو بِاَمْوَالِهِمْ

جنہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ جو جہاد سے بیٹھے رہتے ہیں دَرَجَةً درجے کے اعتبار سے وَكُلًّا اور ہر ایک سے وَّعَدَ اللّٰهُ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے الْحُسْنٰى بھلائی کا وَفَضَّلَ اللّٰهُ اور فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے الْمُجٰهِدِيْنَ جہاد کرنے والوں کو عَلَى الْقٰعِدِيْنَ بیٹھے رہنے والوں پر اَجْرًا عَظِيْمًا بہت بڑے اجر کی دَرَجٰتٍ مِّنْهُ یہ درجے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَمَغْفِرَةً اور بخشش ہے وَّرَحْمَةً اور مہربانی ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا رحمت کرنے والا۔

تشریح:

کل کے سبق میں آپ حضرات نے قتل خطأ کا حکم سنا اور پڑھا کہ مومن مومن کو خطأ قتل کرے تو اس کی سزا ہے ایک غلام کا آزاد کرنا، اللہ تعالیٰ کے حق کی تلافی کے لئے۔ اور دیت یعنی مالی بدلہ ہے مقتول کے وارثوں کے لئے، جو قدرے تفصیل سے کل بیان کیا تھا۔ اب اس قتل کی سزا کا ذکر جو مومن کو دیدہ دانستہ قتل کرے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا اور جو قتل کرے مومن کو دیدہ دانستہ فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ پس بدلہ اس کا دوزخ ہے خٰلِدًا فِيْهَا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا۔ ظاہر ہے جس کو دوزخ میں ڈال دیا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہی ہوگا وَلَعَنَهٗ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا اور اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے اس کے لئے عذاب بہت بڑا۔ تو جو آدمی مومن کو جان بوجھ کر دیدہ دانستہ طور پر قتل کرے گا، اس کی یہ سزا بیان فرمائی کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اس پر خدا کا غضب اور لعنت ہے اور بڑا عذاب ہے۔ کیونکہ حقوق العباد میں یہ سب سے بڑا گناہ ہے، جس طرح حقوق اللہ میں شرک سب سے بڑا گناہ ہے، شرک اکبر الکبائر ہے، بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: حضرت! بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں یا صفات میں یا افعال میں کسی کو شریک ٹھہرانا بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے، نہ صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے افعال میں کوئی

شریک ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کسی کام کے متعلق سوال کیا کہ ہوا ہے یا نہیں؟ اس نے جواب میں یہ الفاظ کہے "مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ" کام میرا ہو جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا اور ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں "مَاشَاءَ اللّٰهُ وَمَاشَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہوا تو میرا کام ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا؟" کیا تو نے مجھے خدا کا شریک بنایا ہے؟ "بَلْ قُلْ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ" بلکہ یوں کہو جو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کو منظور ہوگا، وہی ہوگا، کیونکہ مشیت اور ارادہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

یادرکھنا! کچھ لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میرا کام ہو جائے گا یا اس طرح کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں مقدمہ سے بری ہو جاؤں گا۔ یہ شرک ہے۔ یا اس طرح کہنا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے امتحان میں پاس ہو جاؤں گا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مجھے تجارت میں نفع ہوگا، برکت ہوگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں رشتہ لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا، یہ سب شرکیہ جملے ہیں، کیونکہ تکوینی کام جتنے ہیں، ان میں رب تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کیونکہ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ حضرت! مجھے آپ نے پیدا کیا ہے، زمین اور آسمانوں کو آپ نے پیدا کیا ہے، مخلوق آپ نے پیدا کی ہے، بلکہ صرف اتنا کہا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور آپ کو منظور ہوا تو میرا کام ہو جائے گا، اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک فرمایا، کیونکہ مشیت وارادہ بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے اور اس میں کسی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

ہاں! جو شرعی احکام ہیں، ان کے متعلق اگر اس طرح کہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ نماز پڑھو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے والدین کی فرماں برداری کرو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جھوٹ نہ بولو، یہ سب شرعی احکام ہیں

جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں، اس لئے یہ شرکیہ جملے نہیں ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بیمار صحت مند ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فلاں کو بیٹا ملے گا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تجارت میں برکت ہوگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فلاں مصیبت ٹل جائے، یہ کہنا شرک ہے۔ اکثر لوگ جو شرک میں مبتلا ہیں اور بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ لاعلمی کی وجہ سے کرتے ہیں، ورنہ ان کو رب تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت نہیں ہے، ان کو علم ہو جائے کہ شرک کتنا بڑا گناہ اور ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ شرک ہی ہے تو کبھی قریب نہ جائیں، اس طرح بدعت کے متعلق علم ہو جائے کہ کتنا بڑا گناہ ہے تو لوگ اس کے قریب نہ جائیں ،اگر کوئی شخص مسجد کے محراب میں سو بوتلیں شراب کی پیئے تو کتنا گناہ ہے، سارے سمجھتے ہیں کہ شراب پینا بڑا گناہ پھر مسجد کے محراب میں بیٹھ کر پینا اور زیادہ گناہ، لیکن ایک بدعت کا ارتکاب کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، اس لئے کہ شراب پینے سے دین کا حلیہ اور نقشہ نہیں بدلتا، کیونکہ سارے سمجھتے ہیں کہ گناہ ہے اور بدعت کرنے سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے، کیونکہ بدعت دین سمجھ کر کی جاتی ہے۔ لہٰذا ایک بدعت سو کبیرہ گناہوں سے بھی بڑی ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے، یعنی بدعت کی اتنی نحوست ہے کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی، اتنا بڑا گناہ ہے اور اکثر لوگ لاعلمی کی وجہ سے شرک اور بدعت میں مبتلا ہیں۔

یہاں جو معمر بزرگ بیٹھے ہیں ان کو یاد ہوگا کہ میرے پاس ایک بزرگ آئے تھے، حافظ اللہ داد صاحب مرحوم ضلع گجرات میں قصبہ پٹیالہ کے رہنے والے تھے، وہ میرے پیر بھائی بھی تھے اور کئی کئی دن میرے پاس ٹھہرتے تھے، پنجابی کے بہترین واعظ تھے، انہوں نے ایک دفعہ اپنے قصبے کا واقعہ سنایا کہ ہمارے قصبے کا ایک چوہدری تھا جو کافی جائیداد کا مالک تھا، وہ فوت ہو گیا، پسماندگان میں ایک بیوہ اور دو لڑکے تھے، لڑکی کوئی نہیں تھی، لڑکوں کا جائیداد کی تقسیم پر جھگڑا ہو گیا کہ مثلاً: ایک نے کہا کہ میں نے یہ حصہ

لینا ہے، دوسرے نے کہا کہ یہ حصہ میں نے لینا ہے، جھگڑا کافی طول پکڑ گیا، عزیز رشتہ داروں نے بھی مداخلت کی، مگر صلح نہ ہوسکی اور وہ اپنی ضد پر اڑے رہے، والدہ ناراض ہوکر میکے چلی گئی کہ میں تمہاری والدہ ہوں اور تم میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہو، لہٰذا تم جانو اور تمہارا کام جانے، اس پر برادری نے ملامت کی کہ تمہاری والدہ اگرچہ اپنے بھائیوں کے ہاں رہ رہی ہے، مگر وہ اپنے گھر اچھی لگتی ہے، ان کو شرمندگی ہوئی، والدہ کو لینے کے لئے گئے، مگر وہ نہ مانی، واپس آگئے، حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ ہمارے قصبے کے امام ہیں، استاد ہیں، آپ کی بات مانی جائے گی، لہٰذا آپ ہمارے ساتھ چلیں، فرماتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ گیا، جب گھر میں داخل ہوئے تو والدہ سامنے برآمدے میں بیٹھی تھی، دونوں بھائی آگے بڑھے، ایک نے والدہ کے ایک کندھے پر ہاتھ رکھا، دوسرے نے دوسرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور والدہ کو راضی کرنے کے لئے کہا کہ ہمارے ساتھ چل! کیا تو ہماری بے بے یعنی ماں نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ میں تمہاری کوئی بے بے شبے نہیں ہوں، میں تو اللہ رسول کی بے بے ہوں۔ دیکھو اس نے یہ جملہ پیار سے کہا اور ہے کفر۔ محبت میں آکر رب تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے بے بن کے بیٹھ گئی، کافر ہوگئی اور ساری نیکیاں برباد ہوگئیں، کیونکہ رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا بڑا گناہ ہے، اس پارے میں تم پڑھ چکے ہو اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کریں گے، کیونکہ رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اس سے ساری نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور حشر میں شرک کی کوئی معافی نہیں ہے اور عوام بے چارے جہالت کا شکار ہیں، ورنہ ان کو رب تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت نہیں ہے، نہ دین سے عداوت ہے، البتہ کچھ لوگ شرک اور بدعات کا ارتکاب ضد کی وجہ سے کرتے ہیں، ان کا کوئی علاج نہیں ہے اور جس طرح شرک بہت بڑا گناہ ہے، اسی طرح شرک کے بعد بدعت بہت بڑا گناہ ہے اور حقوق العباد میں قتل ناحق بہت بڑا گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل ناحق کا مقدمہ پیش ہوگا اور یہ مسئلہ میں نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ قتل کرنے والا، قتل پر ابھارنے والا، قتل کا مشورہ دینے والا سب ایک ہی درجہ کے مجرم ہیں۔

اگلی آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن فضالہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں ایک لشکر محاذ پر روانہ فرمایا کہ فلاں محاذ پر جاؤ اور جہاد کرو، یہ لوگ جہاد سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے کہ راستے میں ایک مشہور قبیلہ بنو اسلم آباد تھا، یہ کافی بڑا قبیلہ تھا، ان کے کچھ لوگ پہاڑوں پر آباد تھے اور کچھ لوگ میدانی علاقے میں۔ اس قبیلے کے ایک بزرگ جن کا نام مرداس بن نہیق رضی اللہ عنہ تھا، مسلمان ہو چکے تھے، باقی گھر کے افراد اور برادری کافر تھی، یہ تنہا مسلمان تھے، ان کے پاس بھیڑ بکریوں کا ریوڑ تھا، یہ اس فکر میں تھے کہ میں کس طرح ہجرت کروں؟ ان جانوروں کا کیا بنے گا؟ بچوں کا کیا بنے گا؟ آخر انسان ہے، ان چیزوں کے بارے میں سوچتا ہے، ادھر سے جب مجاہد نعرے لگاتے ہوئے آئے، حضرت مرداس بن نہیق رضی اللہ عنہ بمع ریوڑ کے راستہ میں کھڑے ہوگئے کہ میرے عقیدہ کے ساتھی آئے ہیں، کیونکہ قدرتی طور پر آدمی کو ہم عقیدہ آدمی کے ساتھ محبت ہوتی ہے، چاہے عقیدہ جیسا ہی ہو تو یہ بڑے خوش ہوئے، سلام کیا اور کہا کہ میں بھی مسلمان ہوں "لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ" پڑھا، کلمہ شہادت "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ" پڑھا اور بڑی عقیدت اور محبت سے ان کے ساتھ پیش آئے، مجاہدین کے ذہن میں آیا، ہجرت فرض ہے، اگر یہ مومن ہوتا تو ہجرت کرتا، کیونکہ ابتدائی دور میں ہجرت فرض تھی، جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے ان کو حکم تھا کہ جہاں تم آسانی کے ساتھ دین پر عمل کر سکتے ہو وہاں چلے جاؤ اور اس نے ہجرت نہیں کی، لہٰذا یہ مومن نہیں ہے اور اپنی بھیڑ بکریاں بچانے کے لئے ہمیں سلام کہہ رہا ہے، یہ بدگمانی پیدا ہوگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ مجاہدین نے اس کو قتل کر دیا اور بھیڑ بکریاں مال غنیمت سمجھ کر ساتھ لے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جب تم سفر کرو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں فَتَبَيَّنُوْا تو خوب تحقیق کرلیا کرو وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلٰمَ اس کے بارہ میں جس نے ڈالا تمہاری طرف سلام لَسْتَ مُؤْمِنًا کہ تو مومن نہیں ہے، جس نے تمہیں سلام کیا، اپنے اسلام کا اظہار کیا، اس کو تم یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا چاہتے ہو تم دنیا کی زندگی کا سامان، یہ بکریاں دیکھ کر تمہاری آنکھیں للچا گئیں فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ

پس اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ اسی طرح تھے تم اس سے پہلے کہ جس کو تم کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، وہ تمہیں مسلمان سمجھتا تھا، اسی طرح تم بھی دوسروں کو مسلمان سمجھو، اگر وہ تمہیں مسلمان نہ سمجھتا تو تمہارا کیا حشر ہوتا؟

مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں، اسے مسلمان ہی سمجھنا چاہئے، بشرطیکہ اس کا کوئی عقیدہ اور عمل اسلام کے خلاف نہ ہو، اس کے قول اور فعل سے اسلام کے خلاف کوئی چیز سرزد نہ ہو، لیکن جو شخص زبانی طور پر تو کہے کہ میں مسلمان ہوں اور اس کا عقیدہ اور عمل اسلام کے خلاف ہو تو وہ مسلمان نہیں ہے، مثلاً: قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور منکرین حدیث بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، رافضی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور باقی فرقے والے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اسی طرح بہائی بھی اور یہ سب غیر اسلامی عقائد بھی رکھتے ہیں۔ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیث کوئی شئے نہیں ہے اور رافضی کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن پاک اصلی نہیں ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں اور بابی محمد علی باب کو پیغمبر مانتے ہیں اور بہائی بہاء الدین کو پیغمبر مانتے ہیں اور یہ کفریہ عقائد ہیں، لہٰذا ان عقائد کے ہوتے ہوئے ان کے مسلمان ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بے شک اسلام کے دعوے دار بنے رہیں اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جس شخص کا کفر قطعی طور پر ثابت ہو جائے، اس کو جو کافر نہیں کہے گا وہ بھی کافر ہے، مثلاً: کسی آدمی کے متعلق علم ہو جائے کہ یہ قادیانی ہے، اگر اس کو کافر نہیں کہتا وہ خود کافر ہے، یہ مسئلہ نہ بھولنا مگر تحقیق کے بعد، محض ظن اور گمان سے نہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَتَبَيَّنُوْا خوب تحقیق کرو۔ فرمایا فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا فَتَبَيَّنُوْا پس اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، مسلمان کو مسلمان کہنے میں بھی اور کافر کو کافر کہنے میں بھی جلد بازی سے کام نہ لو اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو خبردار۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مجاہد اور غیر مجاہد کا فرق بیان فرمایا ہے لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ نہیں ہیں برابر بیٹھ رہنے والے مومنوں سے غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ جو ضرر والے نہیں ہیں، ان کو کوئی تکلیف اور عذر نہیں ہے، وہ مومن جو گھروں میں بیٹھے ہیں، جہاد نہیں کرتے اور ان کو کوئی عذر بھی نہیں ہے،

اندھے نہیں ہیں، لنگڑے نہیں ہیں، بوڑھے نہیں ہیں، بیمار نہیں ہیں، تندرست ہیں، کوئی عذر بھی نہیں ہے اور جہاد نہیں کرتے، یہ برابر نہیں ہیں ان مجاہدین کے وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ جو جہاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ۔ یہ اور وہ جو گھر بیٹھنے والے ہیں برابر نہیں ہو سکتے، البتہ جو عذر کی وجہ سے نہیں جا سکتا اور اشتیاق ہے، اس کو اللہ تعالیٰ پورے مجاہد کا اجر دے گا۔

غزوۂ تبوک جو ہجرت کے نویں سال پیش آیا، یہ بڑا عسرت کا غزوہ تھا، گرمی کا موسم تھا، سفر لمبا تھا، مالی طور پر تنگی تھی، فصل پکی ہوئی تھی، رومیوں کے ساتھ لڑائی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کے مقام پر پہنچے تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاؤں کے چمڑے اتر گئے تھے، گرم ریت کی وجہ سے ناخن اتر گئے تھے، ایسا موقع بھی آیا کہ کسی کے پاس پانی نہ تھا، ایک دو آدمی شدت پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے، آوازیں دی گئیں ''هَلْ مَعَكُمْ مِنْ مَّاءٍ؟'' بھائی! کسی کے پاس پانی ہے؟ جانیں ضائع ہو رہی ہیں، کسی کے پاس پانی نہ تھا، فرمایا: دائیں بائیں تلاش کرو، مگر کہیں سے پانی نہ ملا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر ان کے منہ میں ڈالو، تاکہ جان بچ جائے، کیونکہ اضطراری حالت میں مسئلہ جدا ہے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہیں مدینہ طیبہ میں، ان کو بھی اتنا ثواب ملا ہے، جتنا تمہیں ملا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضرت! ہمارے تو پاؤں کے چمڑے ادھڑ گئے ہیں، ناخن اتر گئے ہیں، گرمی کی وجہ سے ہمارے حلیے بگڑ گئے ہیں اور وہ لوگ گھروں میں بیٹھے ہیں اور ان کو ہمارے برابر اجر مل گیا؟ فرمایا: ہاں ''حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ'' ان کو عذر نے روک دیا ہے، وہ معذور ہونے کی وجہ سے نہیں آ سکے۔ وہ گھر بیٹھنے پر خوش نہیں ہیں، تندرست ہوتے، تمہارے ساتھ ہوتے، اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص اچھے کام کی نیت کرے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کام کا اجر عطا فرما دیتے ہیں۔

اور یہ بھی حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے جہاد نہ کیا اور اگر جہاد نہیں ہو رہا اور اس نے نیت نہ کی تو ''مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ'' یہ جب بھی مرے گا نفاق پر مرے گا اور ایک روایت میں آتا

ہے "مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً" مردار موت مرے گا اور جو شخص نیت کرے کہ جب جہاد کا موقع آئے گا تو میں ضرور جہاد کروں گا "بَلَّغَہُ اللّٰہُ مَنَازِلَ الشُّھَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِہٖ" (رواہ مسلم) اس کو اللہ تعالیٰ شہداء کے ساتھ کھڑا کریں گے، اگرچہ یہ اپنی چارپائی پر مرے، کیونکہ اس کی نیت ایسی تھی، کام میں نیت کا بڑا دخل ہوتا ہے تو جو مومن معذور نہ ہونے کے باوجود گھروں میں بیٹھے ہیں، جہاد نہیں کرتے، یہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے، جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں، اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ۔

فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰھِدِیْنَ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کو جنہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ ان پر جو بیٹھے رہتے ہیں دَرَجَۃً درجے کے اعتبار سے۔ مجاہد کا درجہ اور ہے اور غیر مجاہد کا درجہ اور ہے وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی اور ہر ایک سے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا، ہیں تو وہ بھی مومن، ایمان کا صلہ تو ان کو بھی ملے گا، لیکن وَفَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰھِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اور فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اَجْرًا عَظِیْمًا بہت بڑے اجر کی دَرَجٰتٍ مِّنْہُ یہ درجے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَمَغْفِرَۃً وَّرَحْمَۃً اور بخشش ہے اور مہربانی ہے وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحمت کرنے والا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْؕ-قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِؕ-قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَاؕ-فَاُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ-وَ سَآءَتْ مَصِیْرًاۙ(۹۷) اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًاۙ(۹۸) فَاُولٰٓىٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا(۹۹) وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّ سَعَةًؕ-وَ مَنْ یَّخْرُ جْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۠(۱۰۰)

لفظی ترجمہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں قَالُوْا فرشتے کہتے ہیں فِیْمَ كُنْتُمْ تم کس حال میں تھے قَالُوْا کہا انہوں نے كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ ہم کمزور تھے فِی الْاَرْضِ زمین میں قَالُوْۤا فرشتوں نے کہا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً کیا نہیں تھی اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ؟ فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا پس تم ہجرت کر جاتے اس زمین میں فَاُولٰٓىٕكَ پس وہ لوگ ہیں مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ٹھکانا ان کا جہنم ہے وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا اور بہت برا ہے ٹھکانا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مگر وہ کمزور مِنَ الرِّجَالِ مردوں میں سے وَ النِّسَآءِ اور عورتوں میں سے وَ الْوِلْدَانِ اور بچوں میں سے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نہیں طاقت رکھتے۔ حِیْلَةً کسی تدبیر کی وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا اور وہ نہیں راہ پاتے فَاُولٰٓىٕكَ پس وہ لوگ ہیں عَسَى اللّٰهُ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ معاف کردے گا ان کو وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَفُوًّا معاف کرنے والا غَفُوْرًا بخشنے والا وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور جس نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یَجِدْ پائے گا فِی الْاَرْضِ زمین میں مُرٰغَمًا بھاگنے کی جگہیں كَثِیْرًا بہت سی وَّ سَعَةً اور وسعت اور گنجائش وَ مَنْ یَّخْرُ جْ اور وہ شخص جو نکلا مِنْۢ بَیْتِهٖ اپنے گھر سے مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ ہجرت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف وَ رَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ پھر پا لے اس کو موت فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ واقع ہو گیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِیْمًا مہربان۔

تشریح:

مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اس پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے عقیدے کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عبادتیں فرض ہیں اور واجب ہیں ان کو ادا کرے، اگر وہاں کے لوگ رکاوٹ بنیں تو جہاد کرے، اگر جہاد کی طاقت اور قوت نہیں ہے تو ایمان اور دین کی حفاظت کے لئے وہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلا جائے کہ جہاں اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے، کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اگر کافروں کے علاقے میں رہتا ہے تو جب یہ اپنے عقیدے کا اظہار کرے گا تو دوسروں کو تکلیف ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں لا إلٰه إلا اللّٰه کا اعلان فرمایا تو مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ سارے خداؤں، حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں اور دستگیروں اور فریادرسوں کا انکار کر کے کہتا ہے کہ الٰہ ایک ہی ہے، یہ تو بڑی عجیب اور نرالی بات ہے، ہم نہیں مانتے۔

اور سورۃ الصافات پارہ: ۲۳ میں آتا ہے إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ بے شک ان کا حال یہ تھا کہ جب ان کو کہا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کرتے تھے، اچھلتے تھے تو عقیدے کے اظہار پر مخالفوں کو تکلیف ہونا ظاہر ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جہاں ان کی اکثریت ہوگی وہ پریشان کریں گے اور کوشش کریں گے کہ مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر نہ رہنے دیں تو ایسی صورت حال میں یہی حکم ہے کہ اگر وہ اپنے عقیدے پر نہیں رہ سکتے اور عبادات ادا نہیں کر سکتے تو ان کے ساتھ جہاد کریں اور اگر جہاد کی طاقت اور توفیق نہیں ہے تو پھر وہاں سے ہجرت کرنی پڑے گی۔

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جہاد مقصود بالذات نہیں ہے، بلکہ ایمان اور عبادت کے برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اگر کسی علاقے میں کافر روڑے نہ اٹکائیں اور تنگ نہ کریں تو جہاد کی ضرورت نہیں ہے، ہاں! اگر رکاوٹیں پیدا کریں اور عبادت ادا نہ کرنے دیں تو پھر ان کے خلاف جہاد کرنا ہے اور اگر جہاد کی طاقت نہ ہو تو ہجرت کرنی پڑے گی اور ہجرت کوئی آسان معاملہ نہیں ہے، آپ تصور کریں کہ آدمی کا ذاتی مکان ہو اور

سامان سے بھرا ہوا ہو اور اپنی زمین ہو، باغات ہوں یا اپنا کاروبار ہو، کارخانے ہوں اور اسی علاقے میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی ہو، ایسی جگہ کو چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہجرت کرتے وقت کتنا سامان اٹھا کر ساتھ لے جاسکتا ہے، صرف ضروری ضروری سامان بھی اٹھالے تو بڑی بات ہے، مگر جب ایمان کی حفاظت مقصود ہو تو یہ سب کچھ کرنا ہوتا ہے، کیونکہ ایمان بہت بڑی دولت ہے اور یہ ساری چیزیں اس کے مقابلہ میں پیچھے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو امت میں اول نمبر کے فقیہ اور اول نمبر کے مفسر قرآن اور بلند درجے کے صحابی ہیں اور مسلمان ہونے میں ان کا چھٹا نمبر ہے، ان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس آدمی کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو ایمان کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔

اور ایک روایت میں آتا ہے ''**إِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ**'' بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے پیار کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے پیار نہیں کرتا ''**وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ**'' کہ ایمان صرف اسے عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے تو ایمان صرف اسے ملتا ہے جس پر رب تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور مال کامل جانا اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے، وہ نیکوں کو بھی ملتا ہے اور بروں کو بھی ملتا ہے تو ایمان بڑی قیمتی دولت ہے، اس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے، تو قیمتی شئے کی حفاظت کرنا ضروری ہے، لہٰذا اگر ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو مسلمان پر لازم ہے کہ مکان، زمین، باغات، کارخانے سب چھوڑ دے اور ہجرت کر کے ایمان کو بچالے اور ایمان کی حفاظت کرے، کیونکہ قیمتی شئے کی حفاظت کرنی ہے، لیکن آقا کے حکم کے مقابلہ میں کوئی شئے قیمتی نہیں ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں، مثنوی شریف ان کی مشہور کتاب ہے، اس میں انہوں نے ایمان، اتباع سنت اور اخلاقیات کو حکایات کی صورت میں بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے مثنوی شریف میں سلطان محمود غزنوی کا واقعہ نقل فرمایا ہے، سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان ہندوؤں کے مظالم کی وجہ سے پریشان ہیں اور ہندو مسلمانوں کو بہت پریشان کرتے ہیں تو انہوں

نے ہندوستان پر حملہ کر کے ہندوؤں کی طاقت کو پامال کیا، سومنات کا بت توڑا اور بڑے قیمتی ہیرے اور جواہرات ہاتھ آئے۔ ان میں ایک بڑا قیمتی ہیرا بھی ان کو حاصل ہوا، ان کے ایک سپاہی کا لڑکا تھا، جس کا نام تھا ایاز، یہ بچہ بڑا سمجھ دار تھا، اس کو وہ اپنے پاس بٹھاتے تھے اور وزیروں اور مشیروں کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی کہ بادشاہ سلامت دس گیارہ سال کے بچے کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں۔ ایک دن کہنے لگے کہ ہم کچھ کہہ تو نہیں سکتے، مگر اس چھوٹے بچے کا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہے تو چھوٹا مگر بڑا سمجھ دار ہے۔

ایک موقع پر انہوں نے اس طرح کیا کہ اپنے ایک ملازم کو حکم دیا کہ ایک پتھر اور ایک ہتھوڑا لا کر دربار میں رکھ دے، چنانچہ ملازم نے دونوں چیزیں مہیا کر دیں، دربار لگا تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جیب سے وہ قیمتی ہیرا نکالا اور ہیرے کی یہ خاصیت ہے کہ یہ گھستا نہیں ہے، ٹوٹ سکتا ہے، ہیرے کے علاوہ دنیا کی کوئی دھات ایسی نہیں ہے، جو نہ گھسے، مثلاً: لوہا ہے، پیتل ہے، تانبا ہے، سونا ہے، چاندی ہے، یہ سب دھاتیں گھس جاتی ہیں، مگر ہیرے میں رب تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ گھستا نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قیمتی گھڑیوں کی چولیں ہیرے کی ہوتی ہیں تو بادشاہ نے ایک وزیر کو کہا کہ اس ہیرے کو پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے توڑ دے، اس نے کہا کہ اس کو میں کیسے توڑوں؟ یہ تو بڑا قیمتی ہے، اسی طرح اور پانچ دس کو کہا، مگر کسی نے نہ توڑا، پھر ایاز کو کہا کہ بیٹا! تو اس ہیرے کو توڑ دے، اس نے ہیرا پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بیٹے! اتنا بڑا قیمتی ہیرا تو نے توڑ دیا ہے؟

ایاز نے کہا کہ میرے سامنے دو چیزیں تھیں: ایک ہیرے کی قیمت اور ایک آقا کے حکم کی قیمت۔ میرے نزدیک آقا کا حکم زیادہ قیمتی تھا، اس لئے میں نے ہیرا توڑ دیا۔ اس وقت سب کو سمجھ آئی کہ یہ صرف بچہ نہیں ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ عطا فرمائی ہے۔

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ مشکل کاموں میں سے ایک ہجرت بھی ہے اور ۸ ہجری تک ہجرت فرض تھی اور جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور سارے عرب میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ "لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ" کہ مکہ مکرمہ کے فتح ہو جانے کے بعد اب عرب میں کوئی ہجرت نہیں ہے،

کیونکہ دارالاسلام سے ہجرت کرنے کا تو کوئی معنی نہیں ہے ، البتہ دنیا کے دوسرے ممالک میں آج تک ہجرت چلی آرہی ہے۔

مثلاً: آج لاکھوں کی تعداد میں افغانی ہمارے پاس موجود ہیں، اسی طرح برما کے مظلوم مسلمان کچھ تو بنگلہ دیش چلے گئے ہیں اور کچھ دوسرے ممالک میں، کیونکہ وہاں بدھوؤں نے ان پر بڑے مظالم ڈھائے ہیں اور مسلمانوں پر ہر جگہ ظلم ہو رہا ہے، فلپائن میں، انڈیا میں، کشمیر میں، فلسطین میں، مگر ان کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں ہے، وہ بیچارے پکار پکار کر کہتے ہیں ہماری بھی کوئی خبر گیری کرے، خبر گیری دور کی بات ہے، ان مظلوموں کے لئے آواز بلند کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔

اس وقت مسلمانوں کے چوّن ۵۴ ملک ہیں، مگر ان کے سربراہ عیاشیوں میں مصروف ہیں اور دنیا کی ساری بے غیرتی مسلمان سربراہوں کو الاٹ ہو چکی ہے، یہ جتنے مسلمان ملکوں کے سربراہ ہیں، الا ماشاء اللہ، کم از کم آواز تو بلند کریں، مگر نہیں، کیونکہ ناناجی امریکہ صاحب ناراض ہوتا ہے اور اگر وہ ناراض ہوگیا تو ان کی عیاشیوں میں فرق پڑ جائے گا، اس لئے یہ صرف ناناجی کو راضی کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔

اور اس کے برعکس امریکہ کی دہشت گردی دیکھو کہ اگر اس کے ملک کے دو تین آدمی مارے جاتے ہیں تو وہ ہمارے ملک کے آدمی پکڑوا کر ان کو پھانسی پر لٹکا دیتا ہے اور دنیا میں کہیں بھی کوئی عیسائی ان کو آواز دے تو وہ دوڑ پڑتے ہیں، تو خیر! ابتداءً ہجرت فرض تھی اور کچھ لوگوں نے طاقت رکھنے کے باوجود ہجرت نہ کی، باوجود اس کے کہ ان کو کافر وہاں عبادات بھی ادا نہیں کرنے دیتے تھے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ ظلم یہ کہ وہاں کھلے بندوں عبادت بھی نہیں کر سکتے اور ہجرت بھی نہیں کی قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ فرشتے کہتے ہیں تم کس حال میں تھے؟ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ کہا انہوں نے ہم کمزور تھے زمین میں اور کمزوری کی وجہ سے عبادتیں نہیں کر سکے قَالُوْٓا فرشتوں نے کہا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً کیا نہیں تھی اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا پس تم ہجرت کر جاتے اس زمین میں جہاں تم عبادت کر سکتے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ہجرت فرض

تھی اور کچھ لوگوں نے کوتاہی کرتے ہوئے ہجرت نہیں کی تھی فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ پس یہی لوگ ہیں ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے، لیکن خالدا نہیں فرمایا، کیونکہ وہ اپنی سزا بھگتنے کے بعد کسی وقت دوزخ سے نکل آئیں گے، کیونکہ تھے تو مومن اور مومن کے لئے خلود فی النار نہیں ہے، رب تعالیٰ جتنی سزا چاہیں گے دیں گے اور یہ بھی وہی جانتے ہیں کہ کس کو کتنی سزا دینی ہے، ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتے وَسَآءَتْ مَصِیْرًا اور وہ جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے، اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو، تمام مسلمین اور تمام مسلمات کو بچائے اور محفوظ رکھے (آمین)۔

دوزخ کتنا بُرا ٹھکانہ ہے مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ آواز دو کہ وہ آدمی کھڑا ہو جس نے دنیا میں سب سے زیادہ آرام اور سکون کی زندگی بسر کی ہے بِاَنْعَمِ اَھْلِ الدُّنْیَا کے الفاظ آتے ہیں، ایک ہوتا ہے قصبے میں سب سے زیادہ آسودہ حال، ایک تحصیل میں ہوتا ہے، ایک ضلع میں ہوتا ہے، ایک صوبے میں ہوتا ہے، ایک ملک میں سب سے زیادہ آسودہ حال اور آرام اور سکون سے زندگی بسر کرنے والا ہوتا ہے، فرمایا: جو ساری دنیا میں سب سے زیادہ آرام و سکون پانے والا تھا، اس کو لایا جائے، چنانچہ اس کو لایا جائے گا، حکم ہوگا اس کافر کو آگ میں ڈال دو "فَیُغْمَسُ غَمْسَۃً" پس اس کو ایک غوطہ دیا جائے گا، جہنم کے شعلوں میں ایک شعلہ اس کو لپیٹے گا، اس کے بعد رب تعالیٰ اس سے پوچھیں گے "ھَلْ رَاَیْتَ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْخَیْرِ؟" اے بندے! کیا تو نے دنیا میں کوئی چین اور آرام دیکھا ہے؟ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے کوئی سکون نہیں پایا اور دیکھا، یعنی جہنم کی آگ کا ایک شعلہ دنیا کے سارے آرام بھلا دے گا، پھر اس شخص کو لایا جائے گا، جس نے بالغ ہونے کے بعد سے لے کر مرتے دم تک کو سکون نہیں دیکھا ہوگا اور ہوگا مومن، مطلب یہ ہے کہ نہ تو اس کی ضرورت کے مطابق اس کو لباس ملا، نہ خوراک ملی، نہ رہائش کا کوئی خاص انتظام تھا، بیمار ہوا تو علاج کے لئے کچھ پاس نہ تھا، رب تعالیٰ اس کو حکم دیں گے کہ نہر حیات میں چھلانگ لگا کر ایک غوطہ لگا (نہر حیات جنت کے دروازے کے اندر ہے) وہ نہر حیات میں ایک غوطہ لگائے گا، رب تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے! بتا تو نے دنیا میں کوئی دُکھ دیکھا ہے؟ وہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے دنیا میں کوئی دکھ نہیں دیکھا۔

یعنی جنت کی نہر کا ایک غوطہ دنیا کے سارے دکھ بھلا دے گا اور دوزخ کا ایک غوطہ دنیا کے سارے آرام اور سکون بھلا دے گا، جہنم تو اتنی بری ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ" اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں جہنم کے عذاب سے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کوئی خطرہ نہ تھا، یہ امت کی تعلیم کی خاطر تھا، یہ حکم جو اوپر بیان ہوا ہے، فرض عین کے تارک کا ہوا ہے۔

ہجرت کے حکم سے جو لوگ مستثنٰی تھے، آگے ان کا بیان ہے، فرمایا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ مگر وہ کمزور مردوں میں سے اور عورتوں میں سے وَالْوِلْدَانِ اور بچوں میں سے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً نہیں طاقت رکھتے کسی تدبیر کی وَّلَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا اور وہ نہیں راہ پاتے کہ کہاں جائیں اور کس طرح جائیں، معذور ہیں، ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، کوئی گناہ نہیں ہے فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ پس وہ لوگ ہیں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا وَمَنْ یُّھَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور جس شخص نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا پائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں بھاگنے کی جگہ بہت سی وَّسَعَۃً اور وسعت وگنجائش، ان کو پہاڑوں کی غاریں ملیں گی، پانی بھی ملے گا اور بہت ساری سہولتیں اللہ تعالیٰ پیدا فرمادے گا اور بڑی گنجائش پائیں گے۔

مکہ مکرمہ میں زمر بن جندب نامی بزرگ تھے، کافی عمر رسیدہ تھے اور تفسیر ابوسعود وغیرہ میں ہے کہ کَانَ اَعْمٰی نابینا تھے اور تھے بھی بیمار، اب ظاہر بات ہے کہ جو آدمی اتنا بوڑھا ہو کہ خود اٹھ بیٹھ نہ سکے اور ہو بھی نابینا اور اس کے ساتھ ساتھ بیمار بھی ہو یہ معذور ہے، مگر انہوں نے جب یہ آیتیں سنیں کہ جن لوگوں نے ہجرت نہ کی وہ گنہگار ہیں تو اپنے بیٹوں اور پوتوں کو کہا کہ میری چارپائی اٹھاؤ اور مجھے مدینہ طیبہ پہنچاؤ، اس لئے کہ ہجرت فرض ہے، انہوں نے کہا: بابا! اللہ تعالیٰ نے اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ سے کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو مستثنٰی قرار دیا ہے، لہٰذا تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور تم بوڑھے بھی ہو، نابینا بھی

اور بیمار بھی۔ کہنے لگے: اگر میں خود نہیں جاسکتا تو کیا تم مجھے چارپائی پر بٹھا کر نہیں لے جاسکتے؟ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ انگریزی میلوں کے اعتبار سے تین سو گیارہ میل کی مسافت پر ہے، چنانچہ ان کے بیٹوں اور پوتوں نے ان کو چارپائی پر ڈالا اور لے کر چل پڑے، مگر حضرت زمر بن جندب رضی اللہ عنہ راستہ میں ہی فوت ہوگئے تو ایسے وفادار لوگ بھی تھے، ان کے متعلق لوگوں نے کہا: نہ گھر کے رہے اور نہ ہجرت کر سکے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور وہ شخص جو گھر سے نکلا ہجرت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ پھر پالیا اس کو موت نے فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پس تحقیق واقع ہوگیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر، اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، کیونکہ موت وحیات انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے

لہٰذا جو ہجرت کی نیت سے گھر سے نکلا، وہ مہاجروں کی صف میں شامل ہوگیا، چاہے دو چار قدم ہی چلا ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا اور محاذ پر پہنچنے سے پہلے فوت ہوگیا، اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کی صف میں شامل فرمائے گا، کیونکہ جہاد کی نیت سے نکلا ہے، لہٰذا یہ باقاعدہ شہید ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ سب کی بخشش فرمائے اور رحمت کے دروازے کھول دے۔ (آمین)

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَ اِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىٕكُمْ ۪ وَ لْتَاْتِ طَآىٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾

لفظی ترجمہ:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ اور جب تم سفر کرو فِی الْاَرْضِ زمین میں فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ پس نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ یہ کہ کم کردو تم نماز سے اِنْ خِفْتُمْ اگر تم خوف کرو اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یہ کہ تمہیں فتنے میں ڈالیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ بے شک کافر كَانُوْا ہیں لَكُمْ تمہارے عَدُوًّا مُّبِیْنًا کھلے دشمن وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ اور جب آپ ہوں ان میں موجود فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ تو آپ قائم کریں ان کے لئے نماز فَلْتَقُمْ طَآىٕفَةٌ پس چاہیئے کہ کھڑا ہو ایک گروہ مِّنْهُمْ ان میں سے مَّعَكَ آپ کے ساتھ وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ اور چاہیئے کہ وہ لے لیں اپنے ہتھیار فَاِذَا سَجَدُوْا پس جس وقت وہ سجدہ کریں فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىٕكُمْ پس چاہیئے کہ یہ لوگ تمہارے سے پیچھے ہو جائیں وَلْتَاْتِ طَآىٕفَةٌ اور چاہیئے کہ آئے گروہ اُخْرٰى دوسرا لَمْ یُصَلُّوْا جنہوں نے نماز نہیں پڑھی فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ پس چاہیئے کہ وہ نماز پڑھیں آپ کے ساتھ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ اور چاہیئے کہ وہ لے لیں اپنے بچاؤ کا سامان وَاَسْلِحَتَهُمْ اور اپنے ہتھیار وَدَّ الَّذِیْنَ پسند کرتے ہیں وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَوْ اس بات کو تَغْفُلُوْنَ کہ تم غافل ہو جاؤ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ اپنے ہتھیاروں سے وَاَمْتِعَتِكُمْ اور اپنے سامان سے فَیَمِیْلُوْنَ پس وہ حملہ کردیں عَلَیْكُمْ تم پر مَّیْلَةً وَّاحِدَةً یکبارگی حملہ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى اگر ہو تمہیں کوئی تکلیف مِّنْ مَّطَرٍ بارش کی وجہ سے اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى یا ہو تم بیمار اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ یہ کہ تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اور لے لو اپنے بچاؤ کا سامان

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ اَعَدَّ تیار کیا ہے لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لئے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا اور ذلیل کرنے والا۔

تشریح:

اس سے پہلے رکوع میں ہجرت کا ذکر تھا اور اس سے پہلے جہاد کا ذکر تھا، جہاد میں سفر کی ضرورت بھی پیش آتی ہے اور ہجرت تو نام ہی سفر کا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے سفر کی نماز اور خوف کی نماز کا حکم بیان فرمایا ہے۔

اس مسئلہ میں اگر چہ فقہی طور پر بعض جزئیات میں اختلاف بھی ہے، لیکن محقق بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ سفر کرے، برابر ہے کہ وہ سفر پیدل ہو یا گھوڑے پر ہو یا گاڑی پر ہو یا جہاز پر ہو تو وہ نماز میں قصر کرے گا کہ چار رکعت والی نماز دو رکعتیں پڑھے گا اور دو اور تین رکعات والی نماز میں قصر نہیں ہے، یعنی ظہر کی چار رکعت کی بجائے دو پڑھے گا، عصر کی چار کی بجائے دو پڑھے گا، عشاء کی چار کی بجائے دو پڑھے گا، فجر کی دو رکعات دو ہی رہیں گی، مغرب کی تین رکعات تین ہی رہیں گی، ان کی قصر نہیں ہے، یہ اصول تو ہے فرضوں کے متعلق۔

رہا مسئلہ سنتوں کا تو سنتوں کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر سفر جاری ہے، جاری سفر کا مطلب یہ ہے کہ ایک گاڑی سے اترا اور دوسری پر بیٹھ گیا تو جاری سفر میں سنتیں چھوڑنی بہتر ہیں، احناف رحمۃ اللہ علیہ کا مختار اور مفتیٰ بہ قول یہی ہے، سوائے فجر کی سنتوں کے کہ صبح کی سنتیں سفر حضر میں پڑھنی ہیں، بیماری تندرستی میں پڑھنی ہیں، کسی حال میں بھی نہیں چھوڑنی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ: اگر تم میدانِ جنگ میں زخمی ہو کر گر پڑے ہو اور کافروں کے گھوڑے تمہیں کچل رہے ہوں، پھر بھی یہ سنتیں نہیں چھوڑنی اور اگر سفر میں ٹھہرے ہو، چاہے ایک آدھ دن کے لئے ہی ٹھہرنا ہو تو پڑھنی بہتر ہیں، اگر چہ مؤکدہ نہیں ہیں، لیکن سنتوں میں قصر نہیں ہے، چھوڑنی ہیں تو پوری چھوڑنی ہیں، پڑھنی ہیں تو پوری پڑھنی ہیں اور اگر کہیں پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کر لے تو پھر قصر نہیں ہے، مکمل نماز پڑھنی پڑے گی۔

اسی طرح سفر کے دوران مقیم امام کے پیچھے پڑھے گا تو پوری پڑھے گا، اگر امام مسافر ہے تو قصر ہی پڑھے گا اور اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو دوگانہ ہی پڑھے گا۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا سفر میں قصر رخصت اور اجازت ہے یا ضروری ہے؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رخصت اور اجازت ہے، اگر کوئی چار بھی پڑھ لے تو گنہگار نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چار رکعات پڑھنے والا گنہگار ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر کے دوران چار رکعات پڑھنی ثابت نہیں ہیں، لہٰذا آپ کی سنت کی خلاف ورزی ہوگی اور یہ صحیح نہیں ہے۔

دوگانہ کب شروع ہوگا؟ دوگانہ اس وقت شروع ہوگا جب اپنے شہر قصبے سے باہر نکل جائے گا، یعنی اپنے شہر یا قصبے کا جو آخری مکان ہے، چاہے کچا ہو یا پکا ہو، جب اس سے آگے نکلے گا دوگانہ شروع کردے، اس شہر یا گاؤں کی زمین کا ختم ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، زمین تو لوگوں کی دور دور تک ہوتی ہے اور واپس اس جگہ پہنچنے تک دوگانہ ہی پڑھے گا، یعنی اپنے شہر یا قصبے کے آخری مکان تک پہنچنے سے پہلے پہلے دوگانہ پڑھے گا، اس کے بعد نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ اور جب تم سفر کرو زمین میں فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ یہ کہ تم کم کرو نماز سے۔ آگے نمازِ خوف کا ذکر ہے، فرمایا اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اگر تم خوف کرو یہ کہ تمہیں فتنے میں ڈالیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں، اس زمانے میں کافروں کا غلبہ تھا اور ان کی طرف سے خطرہ رہتا تھا، مگر مسلمان نمازیں پڑھتے تھے اور ان کی نمازیں نمازیں ہوتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں ایسے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہ کبوتر ان کو لکڑی سمجھ کر ان پر بیٹھ جاتے تھے، حالانکہ کبوتر بڑا ہوشیار پرندہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں تیر لگا جو دوسری طرف تک پہنچ گیا، ساتھی جب تیر نکالنے

لگے تو تکلیف محسوس ہوئی، فرمایا پانی لاؤ، میں وضو کر کے نماز شروع کرتا ہوں، جب میں نماز شروع کر دوں تو تم تیر نکال لینا، مجھے تکلیف محسوس نہیں ہوگی، یعنی نماز میں وہ اس طرح ہوتے تھے جس طرح ان کو نشہ پلا دیا گیا ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک مقام پر مجاہدین سوئے ہوئے تھے اور دو ساتھیوں کی ڈیوٹی تھی کہ اگر دشمن کا خطرہ ہو تو ساتھیوں کو آگاہ کرنا ہے، جس طرف سے دشمنوں کا خطرہ تھا، قبلہ بھی اسی طرف تھا۔ ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دونوں کا جاگنا تو ضروری نہیں ہے، ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ ہی کرنا ہے، لہٰذا ایک سو جائے، دوسرا جاگے، پھر وہ سو جائے اور دوسرا جاگے، جو پہرے پر کھڑا تھا، اس نے سوچا کہ ویسے کھڑا ہونے سے کیا فائدہ ہے؟ نفل شروع کر دیتا ہوں، کیونکہ جس طرف سے خطرہ ہے قبلہ بھی ادھر ہی ہے، منہ بھی اسی طرف ہوگا، خطرہ ہوگا تو ساتھیوں کو آگاہ کر دوں گا اور نماز شروع کر دی، دورانِ نماز دشمن کی طرف سے تیر آیا جوان کو لگ گیا اور خون بہنے لگا، وہ خون سوئے ہوئے ساتھی تک پہنچا، ان کو جب گرم گرم چیز لگی جس طرح پانی ہوتا ہے، متفکر ہوئے کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ جاگے اور ایک دوسرے کو آوازیں دیں کہ اٹھو یہ کیا ہو رہا ہے؟ دیکھا تو تیر اس کے پاؤں میں چبھا ہوا ہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہے، جب نماز سے فارغ ہوا تو پھر اس کو محسوس ہوا کہ مجھے تیر لگا ہے، جب تک نماز میں تھے، کچھ محسوس نہ ہوا۔ نمازیں تو ان لوگوں کی تھیں تو عین نماز کے وقت بھی دشمن کے حملے کا خطرہ ہوتا تھا، اس لئے خوف کی قید اتفاقی ہے، ضروری نہیں ہے، امن وامان کی حالت میں بھی سفر میں قصر ہے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں احادیث موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر حج میں منیٰ میں، عرفات میں دو دو رکعتیں پڑھی ہیں، حالانکہ وہاں کوئی خوف خطرہ نہ تھا۔ مالکی حضرات اور کچھ حنبلی اب بھی وہاں ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پڑھی تھیں۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پڑھی تھیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسافر تھے اور تم تو مکہ مکرمہ سے اٹھ کر آئے ہو جو کل تقریباً دس میل بنتا ہے، تم تو مسافر نہیں ہو۔

یہ وہاں کے مقامیوں کی بات ہو رہی ہے کہ وہ بھی دو دو رکعتیں پڑھتے ہیں، اس لئے ساتھیو! یہ مسئلہ سمجھ لو کہ حج کے موقع پر جب تم مسجد نمرہ میں جاؤ تو امام کی تحقیق کرلو، اگر وہ مقامی ہو تو اس کے پیچھے چار رکعتیں پڑھنی ہیں اور اگر مسافر ہو تو اس کے پیچھے دو رکعتیں پڑھنی ہیں، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس دن مکہ مکرمہ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوگانہ نماز پڑھی تھی، کیونکہ اقامت کے لئے پندرہ دن کی نیت ضروری ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ جو شخص مسجد نمرہ میں نمازیں پڑھے گا جو عرفات میں ہے تو وہ دو نمازیں ظہر اور عصر کی ظہر کے وقت میں اکٹھی پڑھے گا اور دوسرے مقام پر چاہے جماعت کے ساتھ پڑھے ظہر اپنے وقت میں پڑھے گا اور عصر اپنے وقت میں پڑھے گا، مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی ظہر کے وقت میں پڑھنے پر امت کا اتفاق اور اجماع ہے اور صحیح احادیث موجود ہیں، یہ صرف اس مسجد کی خصوصیت ہے، اس کے علاوہ اگر کسی اور جگہ پڑھے چاہے اکیلا پڑھے یا جماعت کے ساتھ ظہر اپنے وقت میں اور عصر اپنے وقت میں۔ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا بے شک کافر ہیں تمہارے کھلے دشمن۔

اگلی آیات میں خوف کی نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک تھے، دشمنوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ مسلمان جب اپنی عبادت نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ان کو کسی اور شئے کی ہوش نہیں ہوتی، لہٰذا جب یہ نماز شروع کریں اور سجدے میں جائیں تو ہم ان پر حملہ کر کے ان کو ختم کر دیں اور وہ تھے بھی قریب، کوئی زیادہ فاصلہ بھی نہ تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور صلوٰۃ خوف کے ادا کرنے کا طریقہ بتلایا۔

صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ: مثلاً سفر ہے اور دو رکعتیں پڑھنی ہیں تو امام مجاہدین کے دو گروہ بنائے گا، ایک گروہ دشمن کے مقابلے میں اور ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائے گا، وہ قیام، رکوع اور دو سجدے جب کرلیں گے تو امام دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگا اور یہ گروہ دو سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد دشمن سے مقابلہ میں چلا جائے گا اور جو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہے، وہ آکر دوسری رکعت میں امام کے

ساتھ شریک ہوگا اور ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے گا، التحیات تک امام کے ساتھ شریک رہے گا، جب امام سلام کہے گا، یہ بغیر سلام کہے اٹھ کر چلا جائے گا اور دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوجائے گا، پہلا گروہ جو ایک رکعت پڑھ کر گیا تھا، اب وہ آئے گا اور اپنی دوسری رکعت پڑھے گا اور التحیات پڑھے گا اور سلام پھیر کر چلا جائے گا اور دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوجائے گا اور دوسرا گروہ آئے گا جس نے امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی تھی، یہ ایک رکعت پڑھے گا اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرے گا، اس طرح دونوں گروہوں کی نماز مکمل ہوجائے گی۔

اور اگر حضری نماز ہے تو امام کے پیچھے ایک گروہ دو رکعتیں پڑھے گا اور چلا جائے گا اور دوسرا گروہ آکر دو رکعتیں پڑھے گا اور سلام پھیرے بغیر چلا جائے گا، پھر پہلا گروہ اپنی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرے گا اور چلا جائے گا اور دوسرا گروہ آکر دو رکعتیں پڑھے گا، اس طرح نماز مکمل ہوگی۔

مسئلہ یہ ہے کہ گروہ آتے جاتے وقت کوئی بات نہیں کریں گے، البتہ ان کی اس نقل وحرکت سے صلوٰۃ خوف پر کوئی زد نہیں پڑے گی اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ سارے ایک امام کے پیچھے پڑھنے پر مصر ہوں، اس وقت سب کی یہی خواہش ہوتی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھیں، کیونکہ امام جتنا نیک ہوگا، اتنا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور جتنی بڑی جماعت ہوگی اتنا ہر ایک کے حصے میں ثواب بھی زیادہ آئے گا۔ اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے "أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ" صبح کی نماز روشن کر کے پڑھو، یعنی دیر سے پڑھو، کیونکہ اس میں ثواب زیادہ ہے، ظاہر بات ہے کہ دیر سے ہوگی تو نمازی زیادہ ہوں گے، ثواب زیادہ ہوگا اور اگر ایک امام کے پیچھے پڑھنے پر بضد نہ ہوں تو ایک امام ایک گروہ کو پڑھائے گا اور دوسرا امام دوسرے گروہ کو پڑھائے گا اور مغرب کی نماز میں پہلے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائے گا اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے گا، باقی طریقہ وہی ہے جو پہلے گزر چکا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے دو گروہ بنائے، فرمایا ایک میرے پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور دوسرا دشمن کے مقابلہ میں اور جب میں پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہوں تو یہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور جو دشمن کے مقابلہ میں

ہیں، وہ آ کر میرے پیچھے دوسری رکعت پڑھیں۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ لگاؤ کہ اس حالت میں بھی معاف نہیں ہے، فرمایا وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ اور جب آپ ہوں ان میں موجود فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ تو آپ قائم کریں ان کے لئے نماز فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ پس چاہیے کہ کھڑا ہو ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ وَلْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ اور چاہیے کہ وہ لے لیں اپنے ہتھیار کہ پہن کر نماز پڑھیں فَاِذَا سَجَدُوْا پس جس وقت وہ سجدہ کریں پہلی رکعت کا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ پس چاہیے کہ یہ لوگ تمہارے پیچھے سے ہٹ جائیں وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى اور چاہیے کہ آئے گروہ دوسرا لَمْ يُصَلُّوْا جنہوں نے نماز نہیں پڑھی فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ پس چاہیے کہ وہ نماز پڑھیں آپ کے ساتھ دوسری رکعت، اگر دو رکعتوں والی نماز کی امامت ہے وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ اور چاہیے کہ وہ لے لیں اپنے بچاؤ کا سامان وَاَسْلِحَتَهُمْ اور اپنے ہتھیار لے لیں، کیونکہ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پسند کرتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ اس بات کو تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ کہ تم غافل ہو جاؤ ہتھیاروں سے وَاَمْتِعَتِكُمْ اور اپنے سامان سے مثلاً: سر پر جو خود لیتے ہیں یا جنگ کے موقع پر زرہ پہنتے ہیں اور بھی جو جہاد کے لئے سامان ہوتا ہے، یہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً پس وہ حملہ کریں تم پر یکبارگی حملہ اور تمہیں ختم کر دیں وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اگر ہو تمہیں کوئی تکلیف بارش کی وجہ سے کہ کپڑے گیلے ہو گئے ہیں تو اس وقت آدمی کو وہی ناگوار ہوتے ہیں اور ان کے اوپر ہتھیار باندھے ہوئے ہوں تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے تو اگر بارش کی وجہ سے تکلیف ہے اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى یا ہو تم بیمار مثلاً: کوئی جسمانی تکلیف ہے یا زخمی ہو اور ہتھیار اپنے بدن کے ساتھ نہیں باندھ سکتے تو اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ یہ کہ تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو، یعنی حکم تو یہ ہے کہ تم ہتھیاروں سمیت نماز پڑھو، لیکن اگر بارش کی وجہ سے اندھ کال ہوتی ہے کہ تم اوپر ہتھیار بھی پہنو یا تم زخمی ہو کہ ہتھیار نہیں باندھ سکتے تو ہتھیار اتار دو، لیکن وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اور لے لو تم اپنے بچاؤ کا سامان۔ ہتھیار ایسی جگہ رکھو کہ خدانخواستہ دشمن حملہ کر دے تو تمہیں دوڑ کر نہ جانا پڑے، یہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں اپنے بچاؤ کا سامان کرو، اگر کوئی شخص توفیق اور طاقت کے ہوتے ہوئے اپنا بچاؤ نہیں کرتا اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو تکلیف

اپنی جگہ اور اس کے ساتھ ساتھ گنہگار بھی ہوگا کہ اس نے اپنے بچاؤ کا سامان کیوں نہیں کیا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے خُذُوْا حِذْرَكُمْ اپنے بچاؤ کا سامان کرو، انتظام کرو، یہ وجود اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس میں خیانت نہیں ہونی چاہیے اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا بے شک اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب ذلیل اور رسوا کرنے والا جو کافروں کو رسوا کر دے گا۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾

لفظی ترجمہ:

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ پس جب تم ادا کرلو نماز کو فَاذْكُرُوا اللّٰهَ تو ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا قِيٰمًا کھڑے ہونے کی حالت میں وَّقُعُوْدًا اور بیٹھنے کی حالت میں وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ اور اپنے پہلوؤں کے بل فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تو قائم کرو نماز کو دستور کے مطابق اِنَّ الصَّلٰوةَ بے شک نماز كَانَتْ ہے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر كِتٰبًا لکھی ہوئی مَّوْقُوْتًا مقررہ وقت کے اندر وَلَا تَهِنُوْا اور نہ سستی کرو فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ قوم کی تلاش کرنے میں اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ اگر تم زخمی ہوئے ہو فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ پس بے شک وہ بھی زخمی ہوتے ہیں كَمَا تَاْلَمُوْنَ جس طرح تم زخمی ہوتے ہو وَتَرْجُوْنَ اور تم امید رکھتے ہو مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے مَا اس چیز کی لَا يَرْجُوْنَ جس چیز کی وہ امید نہیں رکھتے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيْمًا جاننے والا حَكِيْمًا حکمت والا۔

تشریح:

کل کے درس میں آپ حضرات نے ایک تو قصر نماز کا مسئلہ پڑھا ہے کہ مسافر نے چار رکعات والی نماز کی دو رکعتیں پڑھنی ہیں۔ اگر فرض ہی دو ہیں تو پھر دو پڑھنی ہیں اور اگر تین فرض ہیں تو تین ہی پڑھنے ہیں۔ اگر سفر میں چار رکعتوں والی نماز پوری پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہی تحقیق اور فتویٰ ہے۔

ایک اور مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں اور اس کو یاد رکھنا: اگر کوئی شخص مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھے اور نماز چار رکعات والی ہو تو امام دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے گا اور اس نے دو باقی پڑھنی ہیں تو ان بقیہ دو رکعتوں میں قراءت نہیں کرنی، کیونکہ یہ حکماً امام کی اقتداء میں ہے، یہ اتنی دیر کھڑا رہے جتنی دیر میں قراءت ہوتی ہے اور دوسرا مسئلہ صلوٰۃ خوف کا پڑھا، یہ دو مسئلے قدرے تفصیل کے ساتھ کل بیان ہو چکے ہیں۔

آج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ترغیب دی ہے، فرمایا فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ پس جب تم ادا کرلو نماز کو فَاذْكُرُوا اللّٰهَ تو ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھنے کی حالت میں اور اپنے پہلوؤں کے بل۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت مقبول اور محمود ہے، لیکن نمازوں کے بعد اس کا بہت بڑا درجہ ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے چکی پیستی تھیں، جس کی وجہ سے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے ہیں اور ان سے پانی نکل رہا ہے، فرمایا: میں تجھے ایک طریقہ بتاتا ہوں، اگر اس پر عمل کرو تو وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام اور لونڈیاں آئیں ہیں، تم جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ دکھاؤ اور کہو کہ چکی پیسنے کی وجہ سے چھالے پڑ گئے ہیں، لہٰذا مجھے بھی کوئی لونڈی دے دو، تاکہ وہ میرے گھر کا کام کرے، اتفاق کی بات ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تشریف لے گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر پر موجود نہیں تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنا مطالبہ رکھ کر واپس تشریف لے آئیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عمر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں، مگر وہ ماں تھی اور یہ بیٹی تھیں، انہوں نے کہا کہ میں ضرور تمہارا پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاؤں گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے تشریف لائے، عشاء کی نماز ہو چکی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے گھر تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک ہی رضائی تھی، سردی کا موسم تھا، ہم عشاء کی نماز پڑھ کر اس رضائی میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم نے اٹھنا چاہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہ اٹھو، لیٹے رہو، مگر ہم اٹھ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں لحاف کے اندر کر لئے، کیونکہ سردی تھی اور فرمایا کہ بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تیرا پیغام ملا ہے کہ تو نے کوئی غلام یا لونڈی مانگی ہے، میں تجھے غلام یا لونڈی سے بہتر چیز نہ بتادوں؟ کہنے لگیں: حضرت! بتائیں، فرمایا سوتے وقت تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ کر سویا کرو۔ یہ غلام اور لونڈی سے بہت بہتر ہے، ان کو تسبیحات فاطمی کہتے ہیں،

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتائی تھیں۔

اور یہ امت کے لئے بھی ہیں اور یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے کہ حضرت! ثواب تو سارا مالدار لے گئے، کیونکہ نمازیں ہم بھی پڑھتے ہیں، وہ بھی پڑھتے ہیں، روزے ہم بھی رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں، مگر ان کے پاس مال ہے، وہ اس کی زکوٰۃ دیتے ہیں، مالی استطاعت کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں، صدقہ خیرات کرتے ہیں، فطرانہ دیتے ہیں اور ہم یہ سارے کام نہیں کر سکتے، کیونکہ ہمارے پاس مال نہیں ہے، اس طرح وہ قربانی دیتے ہیں، ہم نہیں دے سکتے، لہٰذا وہ ہمارے سے آگے نکل گئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اس کے پڑھنے سے تمہیں بھی وہ درجہ حاصل ہو جائے گا، کہنے لگے حضرت! ضرور بتائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ان کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔

پہلے تو بڑے خوش ہوئے کہ ہمیں چند کلمات پڑھنے سے مالداروں کے برابر ثواب مل جائے گا، پھر پریشان ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے؟ کہنے لگے: حضرت! جس طرح یہ کلمات ہم پڑھیں گے، مالدار بھی تو سن رہے ہیں، وہ بھی پڑھیں گے، تو پھر ہم ان سے بڑھ تو نہ سکے، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ'' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، اس کو کون روک سکتا ہے؟

اور مسلم شریف میں متعدد احادیث ہیں کہ فرض نماز کے بعد جو شخص ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' پڑھے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اور دارمی میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے (بشرطیکہ اس کا عقیدہ صحیح ہو، مشرکانہ نہ ہو) اس کے اور جنت کے درمیان موت کے علاوہ کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے، لہٰذا فرض نماز کے بعد آیت الکرسی بھی پڑھنی ہے اور تین مرتبہ استغفار بھی پڑھنا ہے: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰـهَ الَّذِیْ

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْكَ ‘‘اسی طرح یہ دعا’’ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ‘‘مختلف الفاظ آتے ہیں۔

اپنا معمول یہ ہے کہ جس نماز کے بعد سنتیں نہیں ہوتیں، اس کے بعد یہ تسبیحات بھی اور ان کے علاوہ جو رب تعالیٰ توفیق عطا فرماتے ہیں: پڑھ لیتا ہوں۔ اور جس نماز کے بعد سنتیں ہوتی ہیں ان فرضوں کے بعد لمبی دعا نہیں پڑھتا، دعا کے بعد پڑھ لیتا ہوں، کیونکہ جماعت میں شریک بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنھوں نے سفر پر جانا ہوتا ہے تو ان کو مقید کرنا اچھی بات نہیں ہے اور فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اور بڑی برکت ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت بندے اکٹھے ہو کر جائز شئے کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں کو خالی نہیں موڑتا۔

اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ جن وقتوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان میں ایک سحری کا وقت ہے، ایک فرض نماز کے بعد کا وقت ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد ذکر کا حکم فرمایا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام ہے کہ اس کے ذکر کے لئے کوئی حالت متعین نہیں فرمائی کہ تم بیٹھ کر ذکر کرو، اگر اللہ تعالیٰ بیٹھ کر ذکر کرنے کا حکم فرما دیتے تو انسان انسان ہے، کسی وقت آدمی نہیں بھی بیٹھ سکتا۔ اس طرح اگر یہ شرط ہوتی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا ذکر باوضو کرنا ہے تو انسان کہہ سکتا تھا اے پروردگار! میرا تو معدہ خراب ہے، وضو باقی نہیں رہ سکتا، میں کیا کروں؟ لہٰذا ذکر بغیر وضو کے بھی کر سکتا ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ عورتیں جن دنوں میں نمازیں نہیں پڑھ سکتیں۔ ترمذی شریف کی حدیث میں آتا ہے ’’مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ‘‘ جس آدمی نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی ’’ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ ‘‘ پھر بیٹھ گیا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا ’’حَتّٰى اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ ‘‘ یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہو گیا تو ’’ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ‘‘اس نے دو رکعتیں پڑھیں، اس کو اللہ تعالیٰ حج عمرے کا ثواب عطا فرمائیں گے انعام کے طور پر، پھر فرمایا ’’تَامَّةً تَامَّةً‘‘ مکمل حج عمرے کا ثواب، پورے حج وعمرے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اور یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ اشراق کا وقت سورج کے تقریباً پندرہ منٹ کے بعد شروع ہوتا ہے۔
دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ مسجد میں ہی اشراق پڑھے، گھر جا کر بھی پڑھ سکتا ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں اور یادرکھنا کہ مسائل سننے کا ثواب ذکر کرنے سے بہت زیادہ ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ ادھر درس ہورہا ہے اور وہ تسبیح پھیر رہے ہوتے ہیں، بھائی! ٹھیک ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی بڑی چیز ہے، مگر قرآن اور حدیث کا سمجھنا بہت بڑا کام ہے۔ یوں سمجھو کہ ایک آدمی سارا دن ذکر کرتا رہے اور دوسرا آدمی پانچ منٹ بیٹھ کر مسائل سمجھ لے، اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ اس کو حج عمرے کا ثواب ملے گا، یہ بطور انعام کے ہے۔

جس طرح کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے مسجد قباء میں دو رکعتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کو عمرے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے سورۂ اخلاص ایک مرتبہ پڑھی، اس کو اللہ تعالیٰ دس پاروں کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور سورۂ زلزال پڑھی تو پندرہ پاروں کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور جو سورۂ کافرون پڑھے گا اس کو چوتھائی قرآن پاک کا ثواب عطا فرمائیں گے اور سورۂ نصر کے متعلق آتا ہے کہ جس نے ایک دفعہ پڑھی اس کو اللہ تعالیٰ چوتھائی قرآن پاک کا ثواب عطا فرماتے ہیں، یہ سب انعامات ہیں تو فرض نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت، اس کا سمجھنا اور ذکر کرنے کا بڑا ثواب ہے۔

فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ کہ تمہیں خوف نہ ہو اور سفر بھی نہ ہو فَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ تو قائم کرو نماز کو دستور کے مطابق إِنَّ الصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ بے شک نماز ہے ایمان والوں پر كِتَٰبًا مَّوْقُوتًا لکھی ہوئی مقرر وقت کے اندر۔

وقت بھی نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، وقت سے پہلے پڑھے گا تو نماز ادا نہیں ہوگی، مثلاً: ایک دن صبح صادق ہوتی ہے پانچ بج کر تینتیس منٹ پر، اگر کسی نے پچیس منٹ پر نماز پڑھی تو ادا نہیں ہوگی، اسی طرح اگر کسی نے تینتیس منٹ سے پہلے اذان دے دی تو اس کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے گی وہ خلاف

سنت ہوگی، کیونکہ اذان وقت سے پہلے ہوگئی ہے۔

کئی لوگ دین کے سلسلے میں غیر محتاط ہیں، کوئی پانچ منٹ پہلے، کوئی دس منٹ پہلے اذان کہہ دیتا ہے، ایسے لوگوں کی جماعت بالکل خلافِ سنت ہوتی ہے، کیونکہ اس جماعت کے لئے تو اذان ہوئی نہیں ہے اور جو اذان دی گئی ہے وہ وقت سے پہلے پڑھی گئی ہے، ہاں! ایک تہجد کی اذان ہے جو ایک گھنٹہ پہلے پڑھی جاتی ہے، لیکن وہ فجر کی نماز کے لئے تو نہیں ہے، پھر آج کل نقشے ہر جگہ موجود ہیں، گھڑیاں بھی ہر ایک کے پاس ہیں، اس لئے مؤذنین کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ مسجدوں کی گھڑیاں بھی خراب نہ ہوں اور اپنی گھڑیاں بھی خراب نہ ہوں اور نقشے کے مطابق اذان دیں، لاہور سے ہمارا اصولی طور پر ایک منٹ کا فرق ہے، مگر ہم چار منٹ بعد اذان کہلاتے ہیں کہ ممکن ہے کہ گھڑی میں فرق ہو، لوگوں نے روزے بھی رکھے ہوئے ہوتے ہیں، کیونکہ بعض لوگ نفلی روزے بھی رکھتے ہیں، تاکہ ان کے روزوں میں گڑبڑ نہ ہو اور زیادہ تاخیر بھی نہیں ہونی چاہئے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ''اِتَّقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ اِتَّقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ '' منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔ منافق کی نماز کیا ہے؟ وہ اس طرح سمجھو کہ مثلاً: فجر کی نماز ہے اور یہ مزے سے سویا ہوا ہے، جب سورج نکلنے کے بالکل قریب ہوا تو جلدی جلدی اٹھا، وضو کیا اور ٹھونگیں ماریں، فرمایا ''فَتِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ فَتِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ فَتِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ'' پس یہ ہے منافق کی نماز، پس یہ ہے منافق کی نماز، پس یہ ہے منافق کی نماز۔

اسی طرح عصر کا وقت ہوگیا اور یہ مزے سے اپنے کاروبار میں مشغول ہے، جب سورج غروب ہونے کے بالکل قریب ہوگیا تو جلدی جلدی ٹھونگیں (ٹھوکر پاؤں سے ماری جاتی ہے) مارتا ہے، جس طرح مرغا دانے چگتا ہے، یہ منافق کی نماز ہے۔

بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ بخاری شریف اور نسائی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں یا بیماری کی حالت میں یا بارش کی صورت میں دو نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے تھے، مگر سوال یہ ہے کہ اکٹھی کس طرح پڑھتے تھے؟ وہ اس طرح کہ ظہر کی نماز مؤخر فرمائی اور

پڑھی ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز کو مقدم کیا اور پہلے وقت میں پڑھ لی، اس طرح نہیں کہ ظہر وعصر دونوں ظہر کے وقت میں پڑھیں یا عصر کے وقت میں پڑھیں، سوائے عرفات کے اس شخص کے لئے جو مسجد نمرہ میں نماز پڑھے، ان شرائط کے ساتھ جو وہاں کی ہیں اور شام اور عشاء کی مزدلفہ میں اکٹھی پڑھے، ان کے علاوہ اور کوئی نظیر موجود نہیں ہے۔

بعض بارش کی چار بوندیں پڑنے سے عشاء کی نماز مغرب کے وقت میں پڑھ لیتے ہیں، قطعاً ان کی عشاء کی نماز نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا بے شک نماز ہے مومنوں پر لکھی ہوئی وقت مقررہ کے اندر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھی ہیں، مگر اس طرح کہ مغرب اپنے آخری وقت میں اور عشاء اپنے پہلے وقت میں۔ ایسا نہیں کہ دونوں ایک وقت میں پڑھ لی ہوں، یہ نص قطعی ہے کہ نماز اپنے وقت میں ادا کرو اور جو مستحب وقت ہے اس میں ادا کرو۔

فرمایا وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ اور سستی نہ کرو دشمن قوم کی تلاش کرنے میں، دشمن کے پیچھے پڑو، اس کے ٹھکانے تلاش کرو اور ان کو توڑو اور یہ جنگی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ دشمن کے ٹھکانوں کو توڑنا ضروری ہے۔ اے مومنو! اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ اگر تم زخمی ہوئے ہو، کیونکہ لڑائی میں آدمی زخمی بھی ہوتا ہے فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ پس بے شک وہ بھی زخمی ہوئے ہیں، جس طرح تم زخمی ہوئے ہو، کیونکہ کافروں کے وجود بھی تو لوہے کے بنے ہوئے نہیں ہیں، آخر وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں، مگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی ہے اور وہ دولت ایمان سے محروم ہیں، اس لئے تمہارے اور ان کے درمیان فرق ہے کہ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ اور تم اللہ تعالیٰ سے اس چیز کی امید رکھتے ہو جس چیز کی وہ امید نہیں رکھتے۔ تم اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہو، جنت کی امید رکھتے ہو اور وہ کافر ہیں، ان کو نہ ثواب، نہ جنت نصیب ہوگی، ان کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ اور وہ نہیں داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکل جائے، اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا تو ہو سکتا ہے، مگر کافر جنت میں نہیں جا سکتا۔ دیکھو اونٹ کتنا بڑا اور سوئی کا

نا کا سوراخ کتنا باریک ہے کہ اس سے دھاگہ مشکل سے گزرتا ہے، تو فرمایا جس طرح اونٹ سوئی کے ناکے سے نہیں گزر سکتا۔ اسی طرح کافر جنت میں نہیں جاسکتا، جنت کا داخلہ تو دور کی بات ہے، آٹھویں پارے میں آتا ہے کہ دوزخی جب جنتیوں کو کھاتے پیتے دیکھیں گے میوے وغیرہ تو کہیں گے کہ ہمیں بھی تھوڑا سا کھانا اور پانی دے دو تو جنتی جواب دیں گے "إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ" (پارہ:۷، سورۃ اعراف) اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق اور پانی کافروں پر حرام کر دیا ہے، ہم نہیں دے سکتے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُؕ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىٕنِیْنَ خَصِیْمًاۙ(۱۰۵) وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۚ(۱۰۶) وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًاۚۙ(۱۰۷) یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا(۱۰۸) هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۫ فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا(۱۰۹) وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا(۱۱۰) وَ مَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۱۱۱) وَ مَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓــٴَـةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓــٴًـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا(۱۱۲)

لفظی ترجمہ:

اِنَّاۤ بے شک ہم نے اَنْزَلْنَاۤ نازل کی اِلَیْكَ آپ کی طرف الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ کتاب حق کے ساتھ لِتَحْكُمَ تاکہ تو فیصلہ کرے بَیْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان بِمَاۤ اس چیز کے مطابق اَرٰىكَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھائی اور دکھائی وَ لَا تَكُنْ اور نہ ہو تو لِّلْخَآىٕنِیْنَ خیانت کرنے والوں کی طرف سے خَصِیْمًا جھگڑنے والا وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے غَفُوْرًا رَّحِیْمًا بخشنے والا مہربان وَ لَا تُجَادِلْ اور نہ جھگڑا کریں آپ عَنِ الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف سے یَخْتَانُوْنَ جو خیانت کرتے ہیں اَنْفُسَهُمْ اپنے نفسوں سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ نہیں محبت کرتا مَنْ اس کے ساتھ كَانَ جو ہو خَوَّانًا خیانت کرنے والا اَثِیْمًا گنہگار یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وہ لوگ چھپتے ہیں لوگوں سے وَ لَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ اور نہیں چھپتے اللہ تعالیٰ سے وَ هُوَ مَعَهُمْ اور وہ ان کے ساتھ ہے اِذْ یُبَیِّتُوْنَ جب وہ رات کو مشورہ کرتے مَا اس چیز کا لَا یَرْضٰى اس پر رب تعالیٰ راضی نہیں ہے مِنَ الْقَوْلِ بات سے وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِمَا یَعْمَلُوْنَ جو عمل وہ کرتے ہیں مُحِیْطًا احاطہ کرنے والا هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ خبردار تم یہ ہو جٰدَلْتُمْ جھگڑا کیا تم نے عَنْهُمْ ان کی طرف سے فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ پس کون جھگڑا کرے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عَنْهُمْ ان کی طرف سے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا یا کون ہوگا

ان کے لئے وکیل وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اور جو شخص عمل کرے برا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ یا ظلم کرے اپنی جان پر ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے يَجِدِ اللّٰهَ پائے گا اللہ تعالیٰ کو غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا اور جو شخص کمائے گا گناہ فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ کمائے گا وہ اس کو اپنی جان پر وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيْمًا جاننے والا حَكِيْمًا حکمت والا وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اور جو شخص کرے خطا اَوْ اِثْمًا یا گناہ ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا یا پھر وہ تہمت لگادے بری الذمہ آدمی پر فَقَدِ احْتَمَلَ پس تحقیق اٹھایا اس نے بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا بہتان اور صریح گناہ۔

تشریح:

ان آیات میں ایک واقعہ کے ذریعہ منافقین کی کارگزاریوں کا ذکر ہے، اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک خاندان تھا طعمہ بن ابیرق، یہ خاندان بڑا ہوشیار، چالاک، چور اور بددیانت تھا، لڑائی جھگڑے کو بڑا پسند کرتا تھا، اس خاندان نے بظاہر کلمہ پڑھ لیا، مگر اکثریت منافق تھی۔ مسجد میں حاضر ہوتے، نمازیں پڑھتے اور بڑھ چڑھ کر وہ سارے کام کرتے جو مسلمان کرتے تھے۔ اس خاندان کا بشیر نامی نوجوان جو بڑا ہوشیار، چالاک اور عادی چور تھا اور چوری اس انداز سے کرتا تھا کہ کسی کو معلوم نہیں ہونے دیتا تھا۔ ایک معمر صحابی تھے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ، ان کے منہ کے دانت بھی گر چکے تھے اور اتنے کمزور تھے کہ آسانی کے ساتھ چل پھر بھی نہیں سکتے تھے، ان کے گھر والوں نے خیال کیا کہ ہم تو کھجوریں چبا لیتے ہیں، کیونکہ ہمارے دانت ہیں اور باباجی کھجوریں نہیں چبا سکتے، ان کے لئے میدہ خریدلیں، شام کے علاقہ سے آٹا میدہ وغیرہ چیزیں آتی تھیں، انہوں نے ایک بوری میدے کی خریدلی، اس میدے کی روٹیاں روئی کی طرح نرم پکتی تھیں، ان کے گھر کی پچھلی طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا، یہ ساری قیمتی چیزیں اس میں رکھتے تھے، انہوں نے میدے کی بوری، قیمتی تلوار، خود یعنی سر کی لوہے کی ٹوپی جو میدان جنگ میں پہنتے تھے اور زرہ اور بھی جتنی قیمتی چیزیں تھیں، وہ اس کمرے میں رکھ دیں، مکان کچے ہوتے تھے، بشیر نامی منافق کو معلوم ہوگیا کہ ان کے پچھلے کمرے میں قیمتی سامان ہے، اس کے گھر کئی دنوں سے فاقہ تھا، کیونکہ بڑا اڈھ حرام تھا، کام نہیں کرتا تھا، کیونکہ جس کو فارغ رہ کر کھانے کی عادت پڑ جائے وہ کب کام کرتا ہے؟ اور یہ بہت بری

عادت ہے، اللہ تعالیٰ کرے یہ کسی مسلمان خصوصاً نوجوان میں نہ آئے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''إِنَّ اللّٰـهَ يُبْغِضُ الشَّابَّ الْفَارِغَ الصَّحِيحَ'' بے شک اللہ تعالیٰ اس جوان پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ جو تندرست ہے اور فارغ رہتا ہے تو نکما ہونا بھی گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں ہڈ حرام اور کھانے کا دھنی تو یہ بشیر نامی منافق بھی ہڈ حرام تھا، اس نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی پچھلی جانب نقب لگایا اور وہ میدے کی بوری، تلوار، خود اور زرہ اٹھا کر لے گیا۔ اتفاقی بات تھی کہ آٹے کی بوری میں تھوڑا سا سوراخ تھا، مدارک وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ وہ جس جس راستہ سے گیا تھوڑا تھوڑا آٹا گرتا گیا، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے جب صبح کو جا کر دیکھا تو نہ آٹا، نہ تلوار، نہ خود، نہ زرہ۔ نقب لگی ہوئی ہے، آٹے کے نشانات کو دیکھتے ہوئے بشیر منافق کے گھر تک جا پہنچے اور وہ چوری میں پہلے بھی بدنام تھا۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی نرینہ اولاد فوت ہو چکی تھی اور لڑکیاں اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں، آس پاس والوں کو علم ہوا کہ باباجی کی چوری ہوگئی ہے، شور برپا ہو گیا، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جو صحت مند نوجوان تھے، ان کو بتایا کہ میری چوری ہوگئی ہے اور اس کا نشان بشیر کے گھر تک جاتا ہے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں، چل پھر نہیں سکتا اور میرے منہ میں دانت بھی نہیں، جب بات کرتا ہوں تو کوئی بات سمجھ آتی ہے اور کوئی نہیں آتی، لہٰذا میں بات اچھی طرح سمجھا نہیں سکتا تو میری طرف سے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کہ میرے چچا رفاعہ رضی اللہ عنہ بوڑھے ہیں، آنہیں سکتے اور ان کے منہ میں دانت بھی نہیں ہیں، اس لئے وہ بات بھی اچھی طرح سمجھا نہیں سکتے، ان کی چوری ہوگئی ہے اور مجھے انہوں نے بھیجا ہے کہ آپ کو اطلاع دوں کہ میرے چچا کی فلاں فلاں چوری ہوگئی ہے اور شک ہے، بلکہ یقین کے درجے میں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا چور بشیر نامی منافق ہے۔ ادھر منافقوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہو گیا ہے، تو سارے منافق امیر نامی منافق کے گھر اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ گھر کی بات تو ہم سارے جانتے ہیں کہ یہ چور ہے، مگر اب عزت کا سوال ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس کا چور ہونا ثابت ہو گیا تو اس پر چوری کی مہر

لگ جائے گی، لہٰذا اس طرح کرو، کوئی مضبوط کارروائی کرو کہ یہ اس الزام سے بچ جائے اور وہ اس طرح کہ تمام کے تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور اس کی صفائی پیش کرو اور خوب دباؤ ڈال کر بات کرو، چنانچہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حضرت! یہ دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے اور اس شریف اور پاکباز آدمی کو بدنام کرنا چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بھی بلوالیا، منافق بڑے باتونی تھے، گفتگو اس انداز سے کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مغالطہ میں ڈال دیتے تھے۔ کہنے لگے کہ حضرت! اس کو کہو کہ موقع کے گواہ پیش کرے اور یہ ان کو معلوم تھا کہ موقع کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے جب مقدمہ پیش کیا اور اس کے چور ہونے کے شواہد بیان کئے تو سارے بول پڑے، کہنے لگے حضرت! اس سے پوچھو کہ اس کے پاس گواہ ہیں؟ جنہوں نے اس کو یہ سامان اٹھا کر لے جاتے دیکھا ہو، ورنہ یہ ایک نیک اور اچھے خاندان کے ایک نیک نوجوان پر جو بڑا پاک صاف ہے، بغیر کسی ثبوت کے چوری کا الزام لگا کر اس کو بدنام کر رہا ہے اور یہ بڑی زیادتی ہے۔

ترمذی شریف صحاحِ ستہ کی کتاب ہے، اس میں اور مستدرک حاکم جو حدیث کی کتاب ہے، اس میں بھی روایت آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے غصے ہوئے اور ان کو ڈانٹا کہ تو نے بغیر کسی ثبوت کے ایک صالح خاندان کے ایک صالح نوجوان پر الزام لگا دیا ہے، وہ بے چارے بڑے پریشان ہوئے کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے؟ وہ روتے روتے اپنے چچا کے پاس گئے اور کہا کہ چچا معاملہ تو الٹ ہوگیا ہے، وہاں تو الٹا مجھے جھڑکیں پڑگئی ہیں کہ تو نے بغیر کسی ثبوت کے ایک صالح نوجوان پر چوری کا الزام لگا دیا ہے، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹا! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، حق حق ہے اور باطل باطل ہے، سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ ہے، میں سچا ہوں کہ چوری میری ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائیں گے، ہم نے مقدمہ صحیح پیش کیا ہے، تھوڑا سا وقت گزرا تو یہ دو رکوع نازل ہوئے۔

ان میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی کہ آپ کو مزید غور کرنا چاہئے تھا، ان شیطانوں کی باتوں میں آکر آپ نے سچے مسلمان کو جھڑک دیا، ڈانٹ پلادی، وہ تو واقعۃً چور ہے اور

جھوٹے ہیں، جن کی طرف سے آپ نے وکالت کی ہے۔ بشیر منافق کو جب علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے خلاف فیصلہ دے دیا ہے اور اب میں چور ثابت ہو گیا ہوں اور اس جرم میں میرا ہاتھ کاٹا جائے گا تو وہ مرتد ہو گیا، پہلے منافقانہ طور پر کلمہ پڑھتا تو تھا، اب کھلے طور پر کافر ہو گیا، یہاں سے بھاگ کر مکہ مکرمہ چلا گیا، ابھی تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا کہ مکہ مکرمہ میں سلافہ نامی عورت کے ساتھ اس کے تعلقات تھے، اس کے ہاں جا ٹھہرا، اس کو بھی معلوم تھا کہ یہ چور ہے، کہنے لگی میرے پاس تو کوئی شئے ہے نہیں، کچھ لائے گا تو خود بھی کھائے گا اور مجھے بھی کھلائے گا، مکہ مکرمہ میں ایک گھر چوری کرنے لگا، دیوار کو نقب لگائی، وہ دیوار اس کے اوپر گری، اس کے نیچے دب کر مر گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی حق کے ساتھ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ تاکہ آپ فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپ حقیقت سمجھائی اور دکھائی ہے وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا اور نہ ہوں خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگئے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اور آپ نہ جھگڑا کریں ان لوگوں کی طرف سے جو خیانت کرنے والے ہیں اپنی جانوں سے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا اُن کے ساتھ جو ہو خیانت کرنے والا گنہگار يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وہ لوگ چھپتے ہیں لوگوں سے وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ اور نہیں چھپتے اللہ تعالیٰ سے وَهُوَ مَعَهُمْ اور وہ اب ان کے ساتھ ہے اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ جب وہ رات کو مشورہ کرتے اس چیز کا جس پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے۔ کہ چور کو پاک صاف ثابت کرنے کے لئے اس کا ساتھ دینا اور جھوٹے کو سچا ثابت کرنا۔ اور اس کے لئے انہوں نے امیر نامی منافق کے گھر جمع ہو کر مشورہ کیا کہ واقعۃً ہمارا نوجوان ہے تو مجرم، مگر مسئلہ ہے برادری کی ناک کا، لہٰذا ہم نے ہر حال میں اس کا دفاع کرنا ہے اور مشورہ کرنے کے بعد یہ سارے بڑے بڑے قد آور شخص عمدہ عمدہ لباس پہن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور بڑھ چڑھ کر بشیر منافق چور کی وکالت کی اور صفائی بیان کی کہ یہ تو بڑا نیک صالح نوجوان

ہے، سارا خاندان اس کی صفائی کے لئے حاضر ہے، جب اتنے لوگ اکٹھے ہو کر صفائی کے لئے آ جائیں اور ظاہری ثبوت بھی کوئی نہ ہو تو آدمی کو مغالطہ لگ سکتا ہے۔

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں، قرآن پاک میں دو عقیدے مذکور ہیں: ایک عقیدہ ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہے، کس طرح بیٹھا ہے کما یلیق بشانہ جس طرح کا بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے۔ ہماری طرح نہیں کہ مثلاً: اس وقت میں مصلے پر بیٹھا ہوں، آپ حضرات قالینوں پر بیٹھے ہو، کوئی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے، کوئی پلنگ پر، کوئی فرش پر، تو ہم ایک دوسرے کے بیٹھنے کو سمجھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا بیٹھنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ بس یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ جو اس کی شان کے لائق ہے۔

اور دوسرا عقیدہ ہے ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ'' تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ یہ نہیں ہے کہ عرش پر ہے اور ساتھ نہیں ہے، وہ ہر ایک کے ساتھ ہے، علم کے لحاظ سے، قدرت کے لحاظ سے، ذات کے لحاظ سے جو اس کی شان کے لائق ہے اور ہے اتنا قریب کہ فرمایا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں، یہ جو شہہ رگ ہے، یہ دل سے دماغ تک جاتی ہے، اس کو رگِ جان کہتے ہیں، یہ ختم ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا، اللہ تعالیٰ اس رگ سے بھی زیادہ قریب اور نزدیک ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کے رات کے مشورے پر راضی نہیں تھا وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا اور ہے اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں اس کا احاطہ کرنے والا۔ علم کے اعتبار سے، قدرت کے اعتبار سے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو تنبیہ فرمائی هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ خبردار! تم یہ ہو کہ جھگڑا کیا تم نے ان کی طرف سے فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ پس کون جھگڑا کرے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی طرف سے قیامت والے دن۔ دنیا میں تو تم جتھہ بن کر آ گئے ہو کہ برادری کی عزت کا سوال ہے اور چوروں کا دفاع کر رہے ہو، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سے کون جھگڑا کرے گا؟ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا یا کون ہو گا ان کے لئے وکیل وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اور جو شخص

عمل کرے گا برا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ یا ظلم کرے اپنی جان پر ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا پائے گا اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان۔

معافی کے لئے یہ شرط ہے کہ صاحب حق کو اس کا حق پہنچادے یا اس سے معاف کرالے، کیونکہ چوری میں اس نے دو حق ضائع کئے ہیں: ایک بندے کا حق اور ایک اللہ تعالیٰ کا حق کہ اس کے قانون کو توڑا ہے۔ لہٰذا بندے کا حق ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ محض توبہ توبہ کرنے سے معافی نہیں ہوگی کہ زبانی طور پر استغفار کرتا رہے، چاہے کروڑ مرتبہ ہی کیوں نہ توبہ کرے وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ اور جو شخص کمائے گناہ، پس پختہ بات ہے کہ وہ کمائے گا اس کو اپنی جان پر وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا۔

اس منافق نے ایک اور چال بازی بھی کی تھی، اس کا ذکر ہے، وہ کہاوت مشہور ہے نا کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا، چور کو ڈر اور خطرہ تو ہوتا ہی ہے، اس چور نے اس طرح کیا کہ میدے کی بوری گھر لے جانے کے بعد دوسرے دروازے سے نکال کر لبید نامی شخص کے گھر بطور امانت کے رکھ دی اور کہا کہ مجھے جب ضرورت پڑے گی، لے لوں گا۔ یہ لبید یہودی تھا، بعد میں مسلمان ہوگیا تھا۔ لبید کا گھر ذرا دور تھا، چور کا خیال تھا کہ اس کا گھر دوسرے محلّہ میں ہے اور وہ یہاں سے دور ہے، وہاں تک بات نہیں پہنچے گی، پھر جب معاملہ رفع دفع ہوجائے گا تو جا کر لے آؤں گا اور کھالوں گا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، وہ بھی آیا، اس نے کہا: حضرت! اس شخص نے بوری میرے گھر بطور امانت کے رکھی ہے، اس پر سارے منافق بول پڑے، کہنے لگے: حضرت! پھر چور یہی ہے، جس کے پاس مال ہے، ہمارا نام ویسے ہی لے رہا ہے۔ سب نے اس کو چور بنا دیا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا اور جو شخص کرے خطایا گناہ ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا پھر وہ تہمت لگادے بری الذمہ آدمی پر فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا پس تحقیق اٹھایا اس نے بہتان اور صریح گناہ۔ اس لئے کہ چوری خود کی اور بہتان دوسرے پر لگادیا، منافق اس طرح کرتے تھے۔ اب بات سمجھو، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہوتے اور عالم الغیب ہوتے تو یہ واقعہ اس طرح نہ ہوتا،

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً ہی فرمادیتے کہ بے ایمانو! میرے سامنے تم نے چوری کی ہے، میں دیکھ رہا تھا اور میرے علم میں ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ آیتیں نازل کر کے واقعہ کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا﴿۱۱۳﴾ لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِؕ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا﴿۱۱۵﴾

لفظی ترجمہ:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا عَلَیْكَ آپ پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت اور مہربانی لَهَمَّتْ تو البتہ ارادہ کر چکا تھا طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ ایک گروہ ان میں سے اَنْ یُّضِلُّوْكَ یہ کہ آپ کو بہکا دیں وَمَا یُضِلُّوْنَ اور وہ نہیں بہکا سکتے اِلَّاۤ مگر اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں کو وَمَا یَضُرُّوْنَكَ اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے آپ کو مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اور نازل کی اللہ تعالیٰ نے عَلَیْكَ آپ پر الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کتاب اور سنت اور حدیث وَعَلَّمَكَ اور تعلیم دی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مَا ان چیزوں کی لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ جو آپ نہیں جانتے تھے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ اور ہے اللہ تعالیٰ کا فضل عَلَیْكَ آپ پر عَظِیْمًا بہت بڑا لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ نہیں کوئی بہتری بہت سی مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ ان کی سرگوشیوں میں اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ مگر وہ شخص جو حکم کرے صدقہ خیرات کا اَوْ مَعْرُوْفٍ یا کسی بھلائی کا اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جو شخص یہ کام کرے گا ابْتِغَآءَ چاہتے ہوئے مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا فَسَوْفَ پس عنقریب نُؤْتِیْهِ ہم اس کو دیں گے اَجْرًا عَظِیْمًا اجر بہت بڑا وَمَنْ اور وہ شخص یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ جس نے مخالفت کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ بعد اس کے کہ خوب واضح ہو گئی اس کے سامنے الْهُدٰى ہدایت وَیَتَّبِعْ اور اس نے پیروی کی غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے کی نُوَلِّهٖ ہم اس کو چلا دیں گے مَا تَوَلّٰى جس طرف کو وہ چلنا چاہتا ہے وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ اور ہم اس کو داخل کریں گے دوزخ میں وَسَآءَتْ مَصِیْرًا اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

تشریح:

اس سے پہلے رکوع میں یہ واقعہ بیان ہوا تھا کہ مدینہ طیبہ میں ایک خاندان تھا طعمہ بن ابیرق، اس خاندان کے اکثر لوگ منافق تھے، مگر نمازیں اور جمعہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتے تھے، بلکہ پہلی صفوں میں بیٹھے ہوتے تھے، وعظ ونصیحت اور درس کی مجلسوں میں بھی حاضر رہتے تھے۔ رفاعہ رضی اللہ عنہ کھاتے پیتے گھرانے کے لوگ تھے، عمدہ لباس پہنتے تھے، ان منافقین کے ایک مرد نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی چوری کرلی۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ صحابی تھے، جن کے منہ کے دانت بھی گر چکے تھے اور چلنے پھرنے سے بھی قاصر تھے، بشیر نامی منافق نے ان کے مکان کے پچھلی طرف سے نقب لگا کر آٹے کی بوری اور خود اور زرہ اور تلوار اٹھالی اور ہوشیاری یہ کی کہ سامان اپنے گھر رکھنے کی بجائے لبید نامی آدمی کے گھر رکھ دیا، صبح ہوئی تو حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ بیٹے! میں تو چل پھر نہیں سکتا اور منہ میں دانت نہ ہونے کی وجہ سے بات اچھی طرح سمجھا نہیں سکتا، لہٰذا تو جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا مقدمہ پیش کر، چنانچہ یہ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا، کہنے لگے: حضرت! میرا تایا حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کافی معمر ہیں، خود آتے، مگر معذور ہیں، انہوں نے مجھے بھیجا ہے، ان کی چوری ہوئی ہے اور چور جس جس راستہ سے بوری لے کر گیا ہے، آٹا گرتا گیا ہے اور یہ نشانات بشیر نامی آدمی کے گھر تک جاتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہی ہمارا چور ہے۔

مجلس میں جو منافق بیٹھے تھے، انہوں نے سنا اور واپس جا کر رات کو میٹنگ کی کہ ہماری برادری کی بہت بدنامی ہے، لہٰذا سب مل کر دفاع کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر کہو کہ ہمارا آدمی چور نہیں ہے اور اس نکتے پر بات کرو کہ مدعی موقع کے گواہ پیش کرے اور موقع کا گواہ تو ہے کوئی نہیں، لہٰذا ہم پر قسم آئے گی، عزت کی خاطر اٹھالیں گے، اس طرح معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ صبح کو فریقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کون کون

سی چیز گئی ہے؟ انہوں نے بیان کر دیں، فرمایا تیرا الزام کس پر ہے؟ انہوں نے کہا کہ بشیر طعمی پر ہے، سارے منافق بول پڑے، کہنے لگے: توبہ توبہ یہ تو بڑا نیک، پاک باز اور عبادت گزار آدمی ہے، تیرے پاس اگر گواہ ہے تو پیش کر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ مسئلہ یہ ہے ''اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ'' مدعی کے ذمہ گواہ ہیں اور اگر اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو مدعیٰ علیہ کو قسم دینی پڑے گی اور انہوں نے بھی یہی سوچا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قاعدے کے مطابق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تیرے پاس گواہ موجود ہیں کہ یہ چور ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت! رات کا وقت تھا، اس وقت تو دیکھنے والا کوئی نہیں تھا؟ منافق کہنے لگے: حضرت! اس کو کہو کہ پھر ایک نیک آدمی پر چوری کا الزام کیوں لگایا ہے؟ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا کہ بغیر ثبوت کے ایک آدمی پر چوری کا الزام لگانا بڑی نامناسب بات ہے، اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلا رکوع بھی نازل فرمایا اور یہ رکوع بھی نازل فرمایا۔

پہلے رکوع میں فرمایا کہ یہ منافق خائن لوگ ہیں، ان کی طرف داری نہ کرو اور اس رکوع میں فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَتُهٗ اور اگر اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل نہ ہوتا اور مہربانی نہ ہوتی لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ تو البتہ ایک گروہ ان میں سے ارادہ کر چکا تھا یہ کہ آپ کو حقیقت سے بہکا دیں کہ غلط فہمی میں رکھیں، کیونکہ انہوں نے عزم کر رکھا تھا کہ اپنے آدمی کو بچانا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ بچ گئے وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ اور وہ نہیں بہکا سکتے مگر اپنی جانوں کو، ان کی اس شرارت کا وبال ان کی جانوں پر پڑتا وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے آپ کو کچھ بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہیں ان کی خیانت کی اطلاع دی کہ یہ لوگ خائن، بددیانت اور چور ہیں اور چوروں کے حمایتی ہیں، ان کا ساتھ نہ دینا وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور نازل کی اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور سنت۔

یہ کتاب قرآن کریم تمام آسمانی کتابوں میں سے افضل ترین کتاب ہے، اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس کو ہاتھ لگانا ثواب، اس کو دیکھنا ثواب، اس پر عمل کرنا ذریعۂ نجات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے جیسے گنہگاروں کو یہ کتاب عطا فرمائی ہے، کاش! کہ ہم

اس کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ توراۃ، انجیل، زبور آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں، اپنے اپنے زمانے میں بالکل برحق تھیں، مگر اس وقت دنیا میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے، کیونکہ اپنی اصل شکل میں ان میں سے کوئی بھی نہیں مل سکتی۔ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن مجید ہے جو اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور یہ بات صرف ہم نہیں کہتے، بلکہ پادری صاحبان کو بھی اقرار ہے کہ اصلی کتاب ہمارے پاس موجود نہیں ہے، بلکہ وہ اس بات سے بھی قاصر ہیں کہ ان کی کتاب کی اصلی زبان کیا تھی؟ یعنی انجیل کس زبان میں نازل ہوئی تھی؟ یہ شرف صرف ہمیں حاصل ہے کہ ہماری کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود ہے، جس شکل میں لوح محفوظ میں موجود تھی، جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھی، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھی اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچائی اور پڑھائی، انہوں نے تبع تابعین کو اور آج تک موجود ہے۔

اور حکمت سے مراد سنت اور حدیث ہے اور قرآن کریم کی طرح حدیث بھی نازل ہوئی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مفہوم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ الفاظ لوح محفوظ میں تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک زبان سے تلاوت فرمائے اور حدیث کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تھا۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں بیان فرمادیتے تھے، یعنی جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچادیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان میں بیان کردیتے تھے، یعنی اپنے الفاظ میں تفسیر فرمادیتے تھے تو سنت اور حدیث بھی ہمارے دین کا حصہ ہے۔

اور یقین جانو کہ اگر ہم حدیث کو نہیں مانتے تو ہمیں قرآن بھی سمجھ نہیں آسکتا، چنانچہ کئی مرتبہ عرض کرچکا ہوں کہ قرآن پاک میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا لفظ آتا ہے کہ نماز قائم کرو، مگر قرآن پاک میں نہ تو نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح قائم کرنی ہے۔ نہ رکعات کا ذکر ہے کہ صبح کی نماز میں کتنی رکعات ہیں، ظہر کی کتنی ہیں، عصر کی کتنی ہیں، مغرب کی کتنی ہیں، عشاء کی کتنی ہیں، یہ تمام حدیث پاک میں ہے، لہٰذا اگر ہم حدیث کو نہیں مانتے تو اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کے حکم پر عمل نہیں کرسکتے۔

اسی طرح وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا حکم قرآن پاک میں ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو، مگر سونے کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے؟ چاندی کا کیا نصاب ہے؟ اونٹوں کا کیا نصاب ہے؟ گائے بھینس کتنی ہوں؟ تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے اور بکریوں کا کیا نصاب ہے؟ اور یہ کہ سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی شئے کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے، یہ سب چیزیں حدیث پاک میں ہیں۔

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن حج ہے، قرآن پاک میں صرف اتنا آتا ہے وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اور حاجیوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے پرانے گھر کا طواف کریں، مگر یہ تفصیل کہ کتنے چکر لگائیں اور کہاں سے شروع کریں اور کہاں ختم کریں؟ یہ حدیث پاک میں ہے، اس لئے جس طرح قرآن پاک ہمارا دین ہے، حدیث بھی ہمارا دین ہے، منکرین حدیث نے محض اپنی خواہش کے مطابق قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور حدیث کا انہوں نے بالکل انکار کر دیا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ ہم نے حدیث کا انکار اختلاف سے بچنے کے لئے کیا ہے، کیونکہ حدیث ماننے سے اختلاف پیدا ہوتا ہے، کوئی کہتا ہے رفع یدین کرو، کوئی کہتا ہے نہ کرو، کوئی کہتا ہے آمین بلند آواز سے کہو اور کوئی کہتا ہے آہستہ کہو، کوئی کہتا ہے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھو، کوئی کہتا ہے نہ پڑھو، سارے اختلاف حدیث کے ماننے کی وجہ سے ہیں، لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ حدیث نہ مانو، بے شک یہ اختلافات موجود ہیں، مگر فروعات میں ہیں، اصول میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے، مثلاً: اس میں اختلاف ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا ہے یا نہیں؟ تو ایک طبقہ کہتا ہے کرنا مستحب ہے اور دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ نا کرنا مستحب ہے اور مستحب کا معنی ہے کہ کرو گے تو ثواب ملے گا، نہ کرو گے تو گناہ کوئی نہیں ہے، لیکن ان میں سے کوئی طبقہ اصل کا تو منکر نہیں ہے کہ نمازیں پانچ نہیں ہیں یا تعدادِ رکعات میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فجر کے کتنے فرض ہیں اور ظہر کے کتنے فرض ہیں یا عصر کے کتنے فرض ہیں یا مغرب کے کتنے فرض ہیں اور عشاء کے کتنے فرض ہیں، اس میں تو کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور منکرین حدیث کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نمازیں دو ہیں اور دوسرا گروہ کہتا ہے تین ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے پانچ ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے چھ نمازیں ہیں اور رکعات کے متعلق بھی ان میں اختلاف ہے

اور سجدوں میں بھی اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے کہ ایک رکعت میں ایک سجدہ ہے اور کوئی کہتا ہے کہ دو سجدے ہیں، تو حدیث کے انکار سے تو اصل میں اختلاف کر بیٹھے۔ عربی زبان کا محاورہ ہے "فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيزَابِ" کہ بارش سے بچنے کے لئے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ بھائی! تم تو پرنالے کے نیچے کھڑے ہوگئے ہو، ہمارا اختلاف تو فروعات میں ہے، اصولوں میں تو نہیں ہے اور تمہارا تو اصولوں میں اختلاف ہے کہ رفع یدین کا مسئلہ فروعی ہے، اولیٰ غیر اولیٰ کا اختلاف ہے۔

البتہ بعض کم سمجھ لوگ اس پر زور لگاتے ہیں کہ جس نے رفع یدین نہیں کیا اس کی نماز نہیں ہوتی اور لوگوں کو وہم میں ڈالتے ہیں کہ تمہاری نمازیں نہیں ہوتیں۔ یہ دین میں غلو ہے، سعودیہ میں تو کوئی جھگڑا نہیں ہوتا کہ وہاں کرنے والے بھی ہیں اور رفع یدین نہ کرنے والے بھی ہیں، اس لئے کہ سارے سمجھتے ہیں کہ اختلافی مسئلہ ہے، مگر اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لہٰذا ساتھیو! یاد رکھنا کہ حدیث بھی دین کی بنیاد ہے اور حدیث کے بغیر قرآن کریم نہیں سمجھ آ سکتا اور جس طرح قرآن کریم سمجھنے کے لئے حدیث درکار ہے، اسی طرح قرآن اور حدیث کو سمجھنے والے بھی درکار ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہ، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ، ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہ، فقہاء کرام اور محدثین رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگانِ دین رحمھم اللہ تعالیٰ ان حضرات کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے، ان لوگوں کی خدمات ہیں کہ انہوں نے قرآن وسنت کو ہم تک پہنچایا ہے، یہ ان کی بڑی خدمت ہے، آج اگر ہماری کوئی چیز راستہ میں گر پڑے، مثلاً: بٹوا گر جائے اور کوئی شخص وہ ہمارے تک پہنچادے تو ہم اس کا کتنا شکریہ ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں تیری مہربانی، جزاک اللہ اللہ تعالیٰ تجھے جزا عطا فرمائے کہ تو نے میری چیز مجھے پہنچادی ہے اور ان لوگوں نے تو دین کے سارے مسئلے اصل شکل میں ہم تک پہنچائے ہیں اور ان کی محنت اور کوشش ہے کہ دین اصل شکل میں موجود ہے اور موجود رہے گا تو ان کے بغیر بھی دین سمجھ نہیں آ سکتا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور تعلیم دی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کی جو آپ پہلے نہیں جانتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل فرمایا وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

عَظِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات میں برگزیدہ بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا اور قیامت والے دن تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سارے منافقین نے مل کر پروگرام بنایا کہ چور بشیر کو سچا ثابت کرو اور اس کے لئے انہوں نے مشورہ کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَاخَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ نہیں کوئی بہتری بہت سی ان کی سرگوشیوں میں یعنی انکے بہت سے پوشیدہ مشوروں میں کچھ بہتری نہیں ہے، ہاں! اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ مگر وہ شخص جو حکم کرے خیرات کا یا کسی بھلائی کا، مثلاً: کسی آدمی سے کسی نے سوال کیا اور یہ خود دے نہیں سکتا، کسی مالدار کے کان میں کہتا ہے کہ بھائی! یہ شخص واقعی محتاج ہے اور مستحق ہے اور مجھے توفیق نہیں ہے تو اس کی مدد کر تو اس طرح خیرات کا کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور معروف یہ کہ آہستہ سا کسی کے کان میں نیکی کی بات ڈالنا کہ بھائی جان! یہ کام اس طرح کرو، اس میں بھلائی ہے، کیونکہ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو آہستہ بات کہو تو سمجھ جاتے ہیں اور اگر لوگوں کے سامنے کہو تو نہیں مانتے اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا مشورہ دے کہ بھائی! معاملے کو نہ بگاڑو، نہ فساد کرو، آپس میں نا اتفاقی اور اختلاف اچھی بات نہیں ہے، بلکہ بہت بری چیز ہے تو ایسا مشورہ بھی صحیح ہے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اور جو شخص یہ کام کرے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا پس عنقریب ہم اس کو دیں گے اجر بہت بڑا۔ اور برے کاموں کے لئے مشورہ کرنا اور چور کو سچا ثابت کرنے کے لئے مشورہ کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ٹالنے کے لئے مشورہ کرنا حرام اور گناہ ہے۔

پہلے تفصیل کے ساتھ یہ بات گزر چکی ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور مسئلے میں کوئی اخفاء نہ رہا تو وہ منافق چور کھلے طور پر کافر ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے ایسے اسلام کی ضرورت نہیں ہے کہ جس میں لوگوں کی بے عزتی ہو اور مرتد ہو کر مکہ مکرمہ چلا گیا اور وہاں سلافہ نامی عورت جو اسی قسم کی تھی، اس کے پاس جا کے ٹھہرا، اس نے کہا کہ میرے پاس تو کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے، لہٰذا تو اپنے ہاتھ کی صفائی

دکھا اور مال لے کر آ کہ مل کر کھائیں اور عادتیں تو نہیں جاتیں اور اگر اچھے کام کی عادت ہو جائے تو اچھا ہے ،اس سے عبادت بھی آسان ہو جاتی ہے، بہر حال اس نے ایک جگہ جا کر نقب زنی کی، وہ دیوار گری، یہ اس کے نیچے آ کر دب کے مر گیا اور ایمان والوں سے جدا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى اور جس شخص نے مخالفت کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، بعد اس کے کہ خوب واضح ہو گئی اس کے سامنے ہدایت وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور پیروی کی اس نے مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ کی نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم اس کو چلا دیں گے جس طرف کو وہ چلنا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اختیار دیا، چاہے تو حق کو قبول کرے یا کفر اختیار کرے۔فرمایا اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ حق تیرے رب کی طرف سے ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

ایمان اختیار کرنے میں بھی انسان با اختیار ہے اور کفر اختیار کرنے میں بھی انسان کی مرضی کا دخل ہے، اللہ تعالیٰ نے نہ ایمان پر کسی کو مجبور کیا ہے، نہ کفر پر، اپنی مرضی سے جو نیکی پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کو ادھر چلا دیں گے۔اگر برے راستہ پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ ادھر چلا دیں گے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چار اماموں میں سے ایک ہیں اور بڑے بلند پائے کے امام ہیں، انہوں نے اس مسئلے پر دلیل تلاش کرنے کے لئے کہ اجماع امت حجت ہے، قرآن پڑھنا شروع کیا، ایک دفعہ سرسری طور پر پڑھا، دوسری دفعہ سارے قرآن کریم کو پڑھا، تیسری دفعہ یہ آیت کریمہ سامنے آئی وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى اور جس نے مخالفت کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ہدایت اس کے سامنے خوب واضح ہو گئی وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اس نے پیروی کی مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ کی نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم اس کو چلا دیں گے جس طرف وہ چلنا چاہتا ہے وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ اور ہم اس کو داخل کریں گے دوزخ میں وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے، تو فرماتے ہیں کہ جملہ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور وہ چلتا ہے مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ پر سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ اجماع بھی اسی طرح قطعی حجت اور دلیل ہے جس طرح قرآن کریم اور حدیث متواتر قطعی دلیل اور

حجت ہیں۔ لہٰذا مومنوں کے اجماع کا منکر قرآن کا منکر ہے۔ مومنوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اس دور کے مسلمانوں نے جن جن مسائل پر اتفاق کیا ہے وہ حجت ہیں، لہٰذا ان کا راستہ چھوڑ کر اگر کوئی دوسرے راستہ پر رہے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں، کیونکہ نجات کا راستہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا اور ایمان والے اس پر چلے وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر مسلمان مرد وعورت کو اس سے بچائے اور محفوظ رکھے، آمین۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا(۱۱۶) اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًاۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًاۙ(۱۱۷) لَّعَنَهُ اللّٰهُۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًاۙ(۱۱۸) وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًاؕ(۱۱۹) یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا(۱۲۰) اُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ٘ وَ لَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا(۱۲۱)

لفظی ترجمہ:

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَغْفِرُ نہیں بخشے گا اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے وَ یَغْفِرُ اور بخش دے گا ان گناہوں کو مَا دُوْنَ ذٰلِكَ جو شرک سے نیچے نیچے ہوں گے لِمَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہے گا وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ اور جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَقَدْ پس تحقیق ضَلَّ بہک گیا، گمراہ ہوا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا گمراہی دور کی اِنْ یَّدْعُوْنَ اور نہیں وہ پکارتے مِنْ دُوْنِهٖۤ اللہ تعالیٰ کے ورے اِلَّاۤ اِنٰثًا مگر زنانہ قسم کی چیزوں کو وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اور نہیں وہ پکارتے اِلَّا شَیْطٰنًا مگر شیطان کو مَّرِیْدًا جو سرکش ہے لَّعَنَهُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے وَ قَالَ اور کہا شیطان نے لَاَتَّخِذَنَّ البتہ میں ضرور بناؤں گا مِنْ عِبَادِكَ تیرے بندوں میں سے نَصِیْبًا حصہ مَّفْرُوْضًا مقرر کیا ہوا وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ اور البتہ میں ضرور ان کو گمراہ کروں گا وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ اور البتہ میں ضرور ان کو آرزوئیں دلاؤں گا وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ اور البتہ میں ضرور ان کو حکم دوں گا فَلَیُبَتِّكُنَّ پس البتہ وہ ضرور کاٹیں گے اٰذَانَ الْاَنْعَامِ جانوروں کے کانوں کو وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ اور البتہ ضرور ان کو حکم دوں گا فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ پس البتہ ضرور وہ تبدیلی کریں گے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا اور جس نے بنایا شیطان کو دوست مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا پس تحقیق اس نے نقصان اٹھایا کھلا نقصان یَعِدُهُمْ شیطان ان کے ساتھ وعدہ کرتا ہے وَ یُمَنِّیْهِمْ اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اور نہیں وعدہ کرتا شیطان ان کے ساتھ اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا اُولٰٓىٕكَ یہی لوگ ہیں مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وَ لَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا اور نہیں پائیں گے وہ اس دوزخ سے

چھٹکارے کی کوئی جگہ۔

تشریح:

رب تعالیٰ کے قانون میں سب سے بڑی نیکی بلکہ رأس الطاعات یعنی تمام نیکیوں کی جڑ توحید ہے اورسب سے بڑا گناہ شرک ہے۔توحید سے بڑی نیکی کوئی نہیں اور شرک سے بڑا گناہ کوئی نہیں ہے۔اسی لئے مشرک کی سزا کیفیت کے لحاظ سے بھی بڑی ہے اور کمیت کے لحاظ سے بھی بڑی ہے، جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، یہ بات بڑی یقینی اور اٹل ہے، جو ہر قسم کے شبہے سے پاک ہے کہ مشرک کی بخشش نہیں ہے اور جس شخص نے شرک نہ کیا چاہے وہ کتنا ہی بڑا گنہگار رہے بخشا جائے گا۔

مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو خطاب کیا اور فرمایا ''یاابن آدم!''اے آدم کے بیٹے!'' **لو لقیتنی بقراب الأرض ذنبا لقیتک بمثلها مغفرۃً** ''اگر تو مجھے ملے اس حال میں کہ تیرے اتنے گناہ ہوں کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ساری زمین تیرے گناہوں سے بھری ہوئی ہو، میں تجھے ملوں گا اتنی بخشش کے ساتھ مگر شرط یہ ہے کہ ''**مالم تشرک بی شیئاً**'' تو میرے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ ٹھہرائے۔

اور معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے تین تحفے عطا کیے گئے:

۱:......نمازوں کا تحفہ جو پہلے پچاس تھیں، پھر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بار بار التجا اور درخواست کی تو پانچ رہ گئیں۔

۲:......دوسرا تحفہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ سے لے کر آخر تک۔

امت کے ان لوگوں کو بخش دوں گا جو میرے

ساتھ کسی شئے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔اور یہ تینوں تحفے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جبرائیل علیہ السلام کی

وساطت کے بغیر عطا فرمائے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ''أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ ؟'' حضرت! یہ بتائیں کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ'' یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مومنین ومومنات کو شرک سے بچائے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ شرک کی بڑی قسمیں ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''اَلشِّرْكُ أَخْفٰى مِنْ ذَبِيْبِ نَمْلٍ'' شرک کی بعض قسمیں چیونٹی کی چال سے بھی باریک ہوتی ہیں اور یہ شرک عموماً عورتوں میں پایا جاتا ہے، مثلاً: کسی عورت کو تکلیف ہوگئی تو کہے گی کہ فلاں عورت ہمارے گھر سے ہوکر گئی ہے جس کی وجہ سے میں بیمار ہوگئی ہوں، فلاں آئی تھی، اس لئے مجھے کھانسی ہوگئی ہے، فلاں عورت آئی تھی، اس لئے میرا بچہ مرگیا ہے، فلاں آئی تھی تو یہ ہوگیا، فلاں کا سایہ پڑ گیا تو یہ ہوگیا، یہ سب شرک کی قسمیں ہیں اور اس عقیدہ سے نماز، روزے سب برباد ہوجاتے ہیں، کسی کے آنے جانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بیٹیو! مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو، بیماری، تندرستی، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، نظر کا لگ جانا بھی حق ہے، اس میں بھی کوئی شک نہیں، مگر ہر بیماری کی کڑی اس سے ملانا کہ فلاں آئی تھی تو یہ ہوگیا، یہ غلط اور شرک ہے۔ طبعی طور پر بیماریاں بھی ہوتی ہیں جو بڑوں کو بھی ہوتی ہیں، بچوں کو بھی ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ شفا دیتے ہیں، خواہ مخواہ ہر بات پر کہنا کہ فلاں کی نظر لگ گئی اور عورت پھر کر گئی ہے، توبہ توبہ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ مشرک کی بخشش نہیں فرمائیں گے وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اور بخش دے گا ان گناہوں کو جو شرک سے نیچے نیچے ہوں گے، جس کو چاہے گا، کیونکہ وہ مجبور نہیں ہے، اسی پارے میں اس سے دو رکوع پہلے آپ پڑھ چکے کہ مومن کو قتل کرنا بڑا سنگین جرم ہے۔ اگر کوئی شخص مومن کے قتل کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور اسی طرح کسی بھی گناہ کو جو حلال سمجھتا ہے وہ کافر ہے، اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ اور گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنے والا کافر نہیں ہے، اس کی کسی نہ کسی وقت بخشش ہوجائے گی، وہ اس طرح کہ مثلاً: اللہ تعالیٰ مقتول کے وارثوں کو فرمائیں کہ تم اس کو معاف کردو، اس کے بدلے میں میں تمہیں معاف

ہوں اور جنت میں بلند بلڈنگ عطا کرتا ہوں تو وارث راضی ہو جائیں گے اور معاف کر دیں گے تو قتل جیسے سنگین جرم کی بھی معافی ہے، مگر شرک کی معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فرمایا وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، پس تحقیق وہ بہک گیا، گمراہ ہو گیا، گمراہی دور کی۔ اگر کوئی شخص اصل راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چل پڑا ہو اور تھوڑا سا چلنے کے بعد احساس ہو گیا تو اس کا واپس لوٹنا آسان ہے اور جو شخص بھٹک کر بہت دور نکل گیا تو اس کا واپس آنا بہت مشکل ہے اور ایسے شخص کے لئے بخشش اور مغفرت کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ایسی خواہش کے پیچھے لگنا اور اس کو پورا کرنا جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی یہ بھی شرک ہے۔

چنانچہ انیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَرَءَيْتَ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (الفرقان) کیا آپ اس پر نگہبان ہو سکتے ہیں؟ کھانے پینے کی خواہشات ہیں، جتنی خواہشات ہیں ان کو شرعی قاعدے کے مطابق پورا کرنے کا تو حکم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كُلُوْا وَاشْرَبُوْا آپ کھاؤ پیو وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (النور) جن عورتوں کے نکاح نہیں ہوئے ان کا نکاح کرا دو، ان کے متعلق اپنی مرضی کرنا اور شریعت کی مرضی کے خلاف چلنا، یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے، اس کے متعلق علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

دہریت کیا بندۂ حرص و ہوا ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریہ تونے
زبان سے کیا اگر توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تونے

زبان سے کلمہ پڑھتا ہے اور کرتا اپنی مرضی ہے تو کلمہ پڑھنے کا کیا فائدہ؟ لہٰذا یاد رکھنا کسی بھی کام میں جو شریعت کے خلاف ہو، اپنی مرضی کرنا شرک ہے۔ آٹھواں پارہ سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ اگر تم شیطانوں کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی مشرک ہو، شیطانی

کاموں کو شیطان کے کہنے پر کرنا یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

فرمایا اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا اور وہ نہیں پکارتے اللہ تعالیٰ کے ورے مگر زنانہ قسم کی چیزوں کو۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عرب کے مشرک لات، منات اور عزیٰ کی پرستش کرتے تھے جو سب عورتوں کے نام ہیں، لات اللہ کی مؤنث ہے اور عزیٰ عزیز کی مؤنث ہے اور منات منان کی مؤنث ہے تو انہوں نے اپنے معبودوں کے زنانہ نام رکھے ہوئے تھے، رب تعالیٰ کو چھوڑ کر زنانہ قسم کی چیزوں کو پکارتے ہیں۔

اور کئی دفعہ میں بیان کر چکا ہوں کہ لات اصل میں ایک ملنگ کا نام تھا جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلاتا تھا، جب یہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر پر عرس کرنا شروع کر دیا، پھر اس کا بت بنا کر مکہ مکرمہ میں نصب کر دیا اور اس سے مدد مانگنی شروع کر دی، کہتے تھے "یالات اغثنی" اے لات میری مدد کر اور عزیٰ کی ایک پری تھی جو کہ مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلے پر کبھی ظاہر ہوتی اور کبھی چھپ جاتی تھی، وہاں پر موٹے موٹے ملنگوں نے ڈیرے لگا لئے، وہاں پانی بھی تھا اور کچھ درخت بھی لگے ہوئے تھے، لوگوں نے وہاں مکان بنا لئے۔

۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عزیٰ کو جا کر ختم کر دو، کیونکہ مجھے اس کی پوجا سے بہت تکلیف ہے۔ وہ گئے اور ملنگوں کو بھگا دیا، درخت کاٹ دیئے اور مکان گرا دیئے اور واپس آ کر رپورٹ پیش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تو نے تو کچھ بھی نہیں کیا، کیونکہ عزیٰ کو تو چھوڑ دیا ہے، کہنے لگے حضرت! وہاں تو کوئی شئے نہیں تھی، فرمایا: دوبارہ جا اور عزیٰ کو ختم کر دے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دوبارہ گئے تو دیکھا "اِمْرَأَۃٌ نَاشِرَۃٌ رَأْسَھَا" ایک عورت ہے اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، سر میں مٹی ڈال رہی ہے اور زور زور سے چیخیں مار مار کر رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے "کُفْرَانَکَ یَا عُزّٰی" عزیٰ تیرا بیڑا غرق ہو گیا ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا، فرمایا "تِلْکَ الْعُزّٰی لَنْ تُعْبَدَ بَعْدَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ" یہ عزیٰ تھی، جو ختم ہو گئی اور آج کے بعد اس کی عبادت نہیں کی جائے گی اور منات بھی ایک آدمی کا

نام تھا۔

اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی قوی ذات کو چھوڑ کر کمزوروں سے مانگتے ہو، جس طرح عورت کمزور ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کو صنفِ نازک کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ بنے گا کہ نہیں پکارتے تم اس اللہ تعالیٰ کے سوا مگر زنانہ قسم کی چیزوں کو یعنی کمزور کو پکارتے ہو جو کچھ نہیں کر سکتے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اسے غور سے سنو اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ اگرچہ اس کے لئے سارے اکٹھے ہو جائیں وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ طالب بھی کمزور، مطلوب بھی کمزور۔ عابد بھی کمزور، معبود بھی کمزور۔ تو یہ زنانہ یعنی کمزور قسم کی چیزوں سے مرادیں مانگتے ہیں وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا اور نہیں پکارتے وہ مگر شیطان کو جو سرکش ہے، مردود ہے، براہِ راست شیطان کو کوئی نہیں پکارتا، مگر شیطان کی بات مان کر غیر اللہ کو پکارنا شیطان ہی کو پکارنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو کہا تھا یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اے میرے باپ! شیطان کی پیروی نہ کر، یعنی جو کچھ آپ کر رہے ہیں شیطان یہی چاہتا ہے، لہٰذا اس کی چاہت کے مطابق کرنا اس کی عبادت ہے۔

رہا شیطان کا سرکش ہونا تو اس کو یہاں سے سمجھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اے ابلیس! تجھے کس چیز نے منع کیا اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اس کے آگے سجدہ کرنے سے جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ شیطان کی سرکشی دیکھو، کہنے لگا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے، میں اس کو کیوں سجدہ کروں؟ اور چودھواں پارہ سورۃ الحجر میں ہے، کہنے لگا لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ میں وہ نہیں ہوں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو، جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے گارے سے بنایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کو طعنے دینے لگا کہ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ (بنی اسرائیل) یہ ہے وہ جس کو تو نے میرے اوپر فضیلت بخشی

ہے۔ اس سے زیادہ سرکشی اور کیا ہوسکتی ہے؟ ایسے سرکش کے تم تابعدار ہو اور رب تعالیٰ کی بات تم نہیں مانتے لَعَنَهُ اللّٰهُ اس مردود شیطان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے وَقَالَ اور شیطان نے کہا لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ البتہ ضرور بناؤں گا میں تیرے بندوں میں سے نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا حصہ مقرر کیا ہوا، سارے تیرے بندے نہیں رہنے دوں گا، میں اپنے بندے بھی بناؤں گا، کیا کروں گا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ اور میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ اور البتہ ضرور میں ان کو آرزوئیں دلاؤں گا، گناہ پر آمادہ کر کے کہوں گا، کوئی بات نہیں اللہ بڑا مہربان ہے، رحیم ہے وَلَاٰمُرَنَّهُمْ اور البتہ میں ان کو ضرور حکم دوں گا فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ پس وہ ضرور کاٹیں گے جانوروں کے کانوں کو۔ مشرک اس طرح کرتے تھے کہ جانور کا کان تھوڑا سا کاٹ کر نشان لگادیتے اور کہتے کہ یہ لات کے لئے وقف ہے اور یہ عزیٰ کے لئے وقف ہے، جس طرح تم گوجرانوالہ جاؤ تو تمہیں بازاروں میں آوارہ پھرتی گائیں نظر آئیں گی اور گلے میں ان کے کپڑا باندھا ہوگا، ان کا کوئی مالک نہیں ہے۔ یہ مشرک قسم کے لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر وقف کی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کو چھیڑتا کوئی نہیں، بلکہ یہ گائے اگر کسی سودے میں منہ مارے تو بڑے آرام سے کہتے ہیں باباجی! پیچھے ہوجاؤ، اس کو مارتے نہیں ہیں کہ کہیں بے بے جی کو مارنے سے نقصان نہ ہوجائے، ہندو تو واقعۃً گائے کو ماتا کہتے تھے اور اب مسلمانوں نے بھی اس کو ماں بنایا ہوا ہے۔

ساتویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے اسی کی تردید فرمائی ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اللہ تعالیٰ نے نہ تو بحیرہ کچھ چیز بنائی ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام، بلکہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں اور یہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔ لہٰذا یاد رکھنا یہ جو بکرے چھترے کا قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، یہ شرک ہے، بڑا جانور تو درکنار ایک مکھی کی وجہ سے ایک آدمی جنت میں گیا اور ایک آدمی جہنم میں گیا ہے۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ اور ایک ہیں طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ، وہ تبع تابعین میں سے ہیں، جنہوں نے اندلس فتح کیا تھا، یہ طارق بن شہاب ہیں، ترجمان السنۃ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے حوالہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: صرف

ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص جنت میں داخل ہوا اور دوسرا دوزخ میں۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کیسے؟ فرمایا: کسی قوم کا ایک بت تھا، ان کا دستور تھا کہ کوئی شخص اس پر چڑھاوا چڑھائے بغیر ادھر سے گزر نہیں سکتا تھا۔ اتفاق سے دو شخص ادھر سے گزرے، ان لوگوں نے اپنے دستور کے مطابق ان میں سے ایک شخص سے کہا: نیاز چڑھاؤ، وہ بولا: اس کے لئے میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، وہ بولے: کچھ نہ کچھ تو ضرور چڑھادے، خواہ ایک مکھی ہی سہی، اس نے ایک مکھی چڑھادی، اس وجہ سے وہ دوزخ میں گیا۔ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اب دوسرے سے کہا تو بھی کچھ چڑھاوا چڑھا، اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور کے نام پر نیاز نہیں دے سکتا، یہ سن کر انہوں نے اس کی گردن اڑادی، اس لئے وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

یہ حدیث یاد رکھنا، بھولنا نہیں، قبروں پر جو چھترے بکرے بزرگوں کی نیاز کے طور پر چڑھائے جاتے ہیں، وہ سب اسی مد میں ہیں۔ یہ شرک ہے۔

گیارہویں کی تفصیل بھی سن لو، اگر کوئی شخص گیارہویں اس نظریے سے دیتا ہے کہ اس سے میرے مال ڈنگر میں برکت ہوگی، کاروبار میں برکت ہوگی اور اگر نہیں دوں گا تو نقصان ہوگا، تو حرام ہے اور دینے والا پکا مشرک ہے اور اگر اس ارادے سے دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، ان کو ثواب پہنچے اور دیتا اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے تو پھر کفر تو نہیں، شرک تو نہیں، مگر بدعت ہے، کیونکہ ایصالِ ثواب کے لئے دن کا مقرر کرنا بدعت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایصالِ ثواب کرنا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے کیوں نہیں کرتا؟ کہ وہ محسن امت ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے کیوں نہیں کرتا؟ اور ہزاروں لاکھوں ولی ہیں، ان کے لئے کیوں نہیں کرتا؟ صرف گیارہویں تاریخ کو کیوں کرتا ہے؟ آگے پیچھے کیوں نہیں کرتا؟

اب میری کتابوں کے بعد ان لوگوں نے یہ ہیرا پھیری شروع کردی ہے کہ کچھ بارہویں کو کرلیتے ہیں، کچھ تیرہویں کو کرلیتے ہیں اور کچھ چودھویں تاریخ کو کرتے ہیں، کبھی پندرہویں کو کرلیتے ہیں اور

میرے خیال میں یہ مسئلہ انہوں نے اس لئے کیا ہے کہ سب کچھ گیارہویں کو تو پیٹ میں نہیں ڈال سکتے اور نہ اس دن کا کھایا ہوا سارا مہینہ کام آ سکتا ہے، لہٰذا انہوں نے پیٹ کے لئے اب یہ طریقہ نکالا ہے کہ کہیں گیارہویں ہو جائے اور کہیں بارہویں ہو جائے، کہیں تیرہویں ہو جائے، کہیں چودھویں ہو جائے اور اس سے بھی بچ جائیں گے کہ ہم نے تعین چھوڑ دیا ہے۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ اور شیطان نے کہا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ بس البتہ وہ ضرور تبدیلی کریں گے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں۔

تفسیر کبیر وغیرہ میں آتا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈوانا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے بدلنے کی مد میں ہے، کیونکہ مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ڈاڑھی بنائی ہے، مٹھی سے کم کریں یا بالکل منڈوائیں، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

اسی طرح اگر عورتیں اپنے سر کے بال کٹوائیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والی ہیں۔ اسی طرح بعض عورتیں بھنویں صاف کرتی ہیں، وہ بھی اسی مد میں ہے، ہاں! چھوٹی بچیوں کا مسئلہ الگ ہے، وہ اس کی زد میں نہیں آتیں تو شارع کی اجازت کے بغیر اپنے بدن کے کسی حصے میں تصرف کرنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنا ہے، یہ شیطانی کارروائی ہے۔

اسی طرح سر پر لٹ رکھنا یہ بھی حرام ہے، بودی رکھنا بھی حرام ہے، یا تو استرا پھرائیں، ٹنڈ کرائیں یا پٹے رکھیں، اس کے سوا شریعت میں کوئی صورت نہیں ہے، فرمایا وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور جس نے بنایا شیطان کو دوست اللہ تعالیٰ کے سوا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا پس تحقیق اس نے نقصان اٹھایا کھلا نقصان اٹھانا يَعِدُهُمْ شیطان ان کے ساتھ وعدہ کرتا ہے وَيُمَنِّيْهِمْ اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا اور نہیں وعدہ کرتا شیطان ان کے ساتھ مگر دھوکے کا اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ یہی لوگ ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا اور نہیں پائیں گے وہ دوزخ سے چھٹکارے کی کوئی جگہ، اللہ تعالیٰ دوزخ سے بچائے اور محفوظ فرمائے، آمین۔

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیۡلًا ﴿۱۲۲﴾ لَیۡسَ بِاَمَانِیِّكُمۡ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ ؕ مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا یُّجۡزَ بِهٖ ۙ وَلَا یَجِدۡ لَهٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیۡرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ نَقِیۡرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِیۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِیۡمَ خَلِیۡلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطًا ﴿۱۲۶﴾

لفظی ترجمہ:

وَالَّذِیۡنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوۡا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے الصّٰلِحٰتِ اچھے سَنُدۡخِلُهُمۡ عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے جَنّٰتٍ جنت کے ایسے باغوں میں تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ رہا کریں گے ان باغوں میں اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ وَعۡدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حَقًّا سچا ہے وَمَنۡ اَصۡدَقُ اور کون زیادہ سچا ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے قِیۡلًا بات کرنے میں لَیۡسَ بِاَمَانِیِّكُمۡ نہیں ہیں معاملات تمہاری خواہشات کے مطابق وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اور نہ اہل کتاب کی خواہشات کے مطابق مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا جو شخص برا عمل کرے گا یُّجۡزَ بِهٖ اس کو بدلہ دیا جائے گا وَلَا یَجِدۡ لَهٗ اور نہیں پائے گا وہ اپنے لئے مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا وَلِیًّا کوئی حمایت کرنے والا وَّلَا نَصِیۡرًا اور نہ کوئی مدد کرنے والا وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ اور جو شخص عمل کرے گا مِنَ الصّٰلِحٰتِ نیک اعمال میں سے مِنۡ ذَكَرٍ وہ مرد ہو اَوۡ اُنۡثٰی یا وہ عورت ہو وَهُوَ مُؤۡمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ داخل ہوں گے جنت میں وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر نَقِیۡرًا تل برابر بھی وَمَنۡ اَحۡسَنُ اور کون شخص زیادہ اچھا ہے دِیۡنًا مِّمَّنۡ دین کے اعتبار سے اس شخص سے اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے وَهُوَ مُحۡسِنٌ اور وہ نیکی کے کام کرنے والا ہے وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا اور اس نے پیروی کی ابراہیم علیہ السلام کی اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی جو ایک ہو کر رہنے والے تھے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِیۡمَ خَلِیۡلًا اور بنا لیا اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست وَلِلّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے مَافِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَافِي الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ہر چیز کا احاطہ کرنے والا۔

تشریح:

کل کے سبق میں شیطان کے پیروکاروں کا اور ان کے انجام کا ذکر تھا جو جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلتے ہیں، شیطان کے وعدوں پر یقین کر کے دھوکے میں آنے والے ہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور دوزخ سے ان کو کبھی چھٹکارا نصیب نہیں ہوگا۔ اب ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا ذکر کیا ہے، ان کی خوبیوں کا بیان ہے اور ان کے نتیجے کا ذکر ہے، کیونکہ کسی شئے کی حقیقت تقابل کی صورت میں صحیح سمجھ آتی ہے، مثلاً: رات کی حقیقت دن سے سمجھ آتی ہے، سیاہی سفیدی سے سمجھ آتی ہے، حق سمجھ نہیں آ سکتا، جب تک مقابلہ میں باطل نہ ہو۔ مومنوں کی خوبیاں اور ان کا نتیجہ سمجھ نہیں آ سکتا جب تک مقابلے میں کافروں کی بدکاری اور اس کے نتیجے کا ذکر نہ ہو، اس لئے کافروں کی بدکاری اور اس کے نتیجے کا ذکر کرنے کے بعد اب مومنوں کی خوبیوں اور ان کے نتیجے کا ذکر ہے۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ سب سے بڑی عبادت بلکہ تمام عبادتوں کی جڑ ایمان ہے ''اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ'' ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اچھائی اور برائی کی تقدیر پر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر۔ صرف ایمان نہیں بلکہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے اچھے۔ کیونکہ اصل مقصد تو اعمال ہیں، ایمان تو بنیاد ہے۔ اعمال پھل ہیں، پتے ہیں۔ اعمال کے بغیر کچھ نہیں۔ جس طرح درخت کی پہچان پتوں سے ہوتی ہے اور پھل سے ہوتی ہے۔ موسم خزاں میں جب پتے جھڑ جاتے ہیں تو بعض اوقات ان کی شناخت بھی نہیں ہو سکتی کہ یہ کونسا درخت ہے؟ اور یہ کونسا درخت ہے؟ پھر جب موسم بہار آتا ہے اور درختوں پر پتے لگتے ہیں تو پھر لوگ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ فلاں درخت ہے

اور وہ فلاں درخت ہے۔ اس کے بعد جب پھل لگتا ہے تو اصل مقصد پورا ہوتا ہے، کیونکہ اصل مقصد تو پھل ہے، خالی تنے کا کیا کرنا ہے؟ اس لئے ایمان جڑ اور بنیاد ہے، لیکن جب تک اس کے ساتھ پتے اور پھل نہیں لگے، مقصد پورا نہیں ہوگا، لہٰذا ایمان کے ساتھ اچھے اعمال بھی ضروری ہیں، وہ اعمال زبانی بھی ہیں، بدنی بھی ہیں، مالی بھی ہیں، یعنی بعض کا تعلق زبان کے ساتھ ہے، بعض کا تعلق بدن کے ساتھ ہے، بعض کا تعلق مال کے ساتھ ہے اور ہر نماز میں ہم اقرار کرتے ہیں "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ" تمام زبانی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، بدنی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور مالی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، بدن، مال، زبان سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خرچ کرنا چاہئے تو جو ایمان لائے اور عمل اچھے کرتی ہیں سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے ایسے باغوں میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے، جب قبر میں پہنچے گا تو جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے، نہ جنت دور ہے، نہ دوزخ دور ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ اور اس ہمیشہ کی زندگی کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اللہ کا وعدہ سچا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں۔

قِيْلًا مصدر ہے قَالَ يَقُوْلُ کا، مصدر قول بھی آتا ہے، قیل بھی آتا ہے اور مقالہ بھی آتا ہے، رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ایمان بھی ہو اور عمل صالح بھی ہوں۔

یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (پارہ:۱) یہودی کہتے تھے کہ جنت صرف ہماری ہے اور عیسائی کہتے تھے جنت صرف ہماری ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے مومنو! لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ نہیں ہے معاملہ تمہاری خواہشات کے مطابق اور نہ اہل کتاب کی خواہشات کے مطابق، آخرت کا دارومدار نہ تمہاری خواہشات پر ہے کہ تم کہو کہ ہم جنتی ہیں اور نہ اہل کتاب کی خواہشات پر ہے کہ وہ کہیں کہ ہم جنتی ہیں، زبانی دعووں اور خواہشات سے جنت نہیں ملتی، رب تعالیٰ کا دستور ہے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ جو شخص برا عمل کرے گا اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے پریشان ہوئے کہ اس طرح تو کوئی بھی نہیں بچے گا، کیونکہ ہر آدمی سے کوئی نہ کوئی غلطی تو ہو ہی جاتی ہے، لہٰذا اگر ہر برائی پر سزا ملے تو بندے کی خیر نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو أَعْلَمُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ہیں، اس امت میں سب سے بڑے عالم ہیں، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: حضرت! ہم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں جس سے کوئی صغیرہ کبیرہ گناہ نہ ہوا ہو، کیونکہ صغیرہ کبیرہ سے معصوم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ جس نے کوئی بھی برا کام کیا قولاً یا فعلاً، اس کو بدلہ دیا جائے گا تو حضرت! پھر ہماری تو خیر نہیں ہے، انہوں نے یُجْزَ بِهٖ کا مفہوم یہ سمجھا کہ قبر میں عذاب ہوگا، دوزخ میں جانا پڑے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا فرمان حق ہے، مگر بدلے اور جزاء کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوزخ میں جائے، بلکہ بہت سارے گناہوں کا کفارہ دنیا میں ہو جاتا ہے، مثلاً: کسی آدمی سے برائی سرزد ہوگئی، اس کے بعد اس کو کوئی تکلیف ہوگئی، سر درد ہوگیا، پیٹ میں درد ہوگیا، گھٹنوں میں درد ہوگیا، یہ اس برائی کا کفارہ ہوگیا، بدلہ مل گیا، بہت سارے گناہ ایسے ہیں جو تکلیفوں کے ذریعہ معاف ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھنا یہ مصیبتیں تکلیفیں بیماریاں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں، یہاں تک کہ اگر کسی کو کانٹا چبھا تو یہ بھی گناہ کا کفارہ ہے۔ اگر کسی کو چیونٹی نے کاٹا تو یہ بھی گناہ کا کفارہ ہے، حالانکہ اس کے کاٹنے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے، مگر وہ بھی مومن کے گناہوں کا کفارہ ہے، اسی طرح جیب سے رقم گر جائے تو انسان کو صدمہ ہوتا ہے، اس صدمے کے بدلے بھی اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتے ہیں، غرض یہ کہ انسان کو سر سے لے کر پاؤں تک جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ بعض بزرگ ایسے بھی گزرے ہیں کہ جب ان کی تکلیف رفع ہو جاتی تھی تو وہ روتے تھے کہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوگیا ہے کہ اس نے تکلیف دور کر دی ہے جو کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ تھی۔

وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں پائے گا وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا وَلِیًّا کوئی حمایت کرنے والا وَّلَا نَصِیْرًا اور نہ کوئی مددگار۔ کوئی زبانی کلامی کہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں، اس کو حمایت

کہتے ہیں اور جو عملی طور پر میدان میں آ کر مدد کرے اس کو نصیر کہتے ہیں۔ تو جو مجرم ہوگا اس کا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی عملی طور پر اس کو دوزخ سے بچا سکے گا اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (پارہ: ۳۰، سورۂ بروج) تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، جب کسی کو پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ''لَيُمْلِيْ الظَّالِمَ'' اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ تو جو کرنا چاہتا ہے کر لے ''حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ'' یہاں تک کہ جب اس کو پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ہے، فرمایا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ اور جو شخص عمل کرے گا اچھے مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی مکلف مخلوق ہیں اور آدھی امت ہیں۔ ایمان جس طرح مردوں کے لئے ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے۔ نیکی جس طرح مردوں کے لئے ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو، کیونکہ ایمان کے بغیر کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا سب سے پہلے عقیدے کی اصلاح ہونی چاہئے، عقیدہ صحیح ہو تو تھوڑا سا عمل بھی وزنی ہو جائے گا اور اگر عقیدہ صحیح نہیں ہے، بے شک ساری رات کوئی جاگتا رہے، عبادت میں مشغول رہے، بے کار اور بے فائدہ ہے۔ عقیدے کی اصلاح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، نہ ذات میں، نہ صفات میں، کوئی دکھ تکلیف آئے تو سمجھے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میرے گناہوں کا کفارہ ہے یا یہ سمجھے کہ میرے کسی گناہ کا وبال ہے، یہ نہ سمجھے کہ فلاں عورت آئی تھی اور مجھے تکلیف ہوگئی ہے، فلاں آدمی آیا تھا، اس لئے مجھے تکلیف ہوگئی ہے، یہ شرکیہ باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ شرک سے محفوظ رکھے تو مرد اور عورت اچھے عمل کریں گے۔

مرد ہو یا عورت وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور ہو مومن فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ پس یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر تل برابر بھی، کھجور کی گٹھلی کے اوپر ایک نکتہ ہوتا ہے اس کو نقیر کہتے ہیں اور کھجور کی گھٹلی میں جو دراڑ ہوتی ہے، اس کے اندر ایک دھاگہ ہوتا ہے، اس کو فتیل کہتے ہیں۔ عربی حضرات جب کسی چیز کی قلت کو بیان کرتے تھے تو کبھی نقیر کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے اور کبھی فتیل کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس کوڑی بھی نہیں ہے تو معنی کرتے ہیں تل برابر یعنی عمل کے مطابق سزا دی جائے گی، کسی پر تل برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا، کہنے لگیں حضرت! اجروثواب تو سارا مرد لے گئے، ہمارے لئے کیا بچا ہے؟ کیونکہ نیکی کے جتنے اہم کام ہیں، وہ تو سارے مرد کرتے ہیں، مثلاً: امام مرد بنتے ہیں، اذان مرد نے دینی ہے، جس کے ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں الگ ہیں اور آواز بلند کرنے کی نوے نیکیاں ہیں اور تکبیر کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں الگ ہیں اور آواز بلند کرنے کی ساٹھ نیکیاں ہیں، اسی لئے حدیث میں آیا ہے "من اذّن فهو يقيم" جو شخص اذان دے، تکبیر وہی کہے۔ یہ اس کا حق ہے۔ جب تک اذان دینے والا کسی کو اجازت نہ دے دوسرا شخص تکبیر نہیں کہہ سکتا اور جہاد بھی مردوں نے کرنا ہے، اس کا بھی بڑا درجہ ہے، قاضی اور جج بھی مرد بنتے ہیں اور جو قاضی اور جج حق کے فیصلے کرے، اس کا بھی بڑا درجہ ہے تو امام، مجاہد، قاضی، جج مرد بن گئے، عورتوں کے لئے کیا بچا ہے؟ جھاڑو پھیرنا، کپڑے دھونا، بچوں کا پیشاب صاف کرنا، ناک صاف کرنا رہ گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں نے تو سارا اجر مفت میں حاصل کرلیا ہے، بغیر کچھ کرنے کے، وہ اس طرح کہ جس عورت کا خاوند امام ہے، جتنا اجر اس کو ملے گا اس کی بیوی کو بھی اتنا اجر ملے گا اور جس کا خاوند مؤذن ہے، جتنا اجر اس کو ملے گا اس کی بیوی کو بھی اتنا اجر ملے گا، جتنا اجر مجاہد کو ملے گا، اس کی بیوی کو بھی اتنا اجر ملے گا، کیونکہ عورت اپنے خاوند کی معاون ہے، اس کے گھر کا خیال رکھتی ہے، اس کے بچوں کی حفاظت کرتی ہے، روٹی پکا کر دیتی ہے، کپڑے دھو کر دیتی ہے، تو اپنے خاوند کے کاموں میں عورت کا دخل ہے، خدمت کی وجہ سے رب تعالیٰ اس کو برابر کا ثواب عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ گھر کے کام ثواب سمجھ کر کریں اور ثواب کے علاوہ اس میں بدن کی صحت بھی ہے، بدن جتنا حرکت کرے گا مضبوط ہوگا، ہاتھ پاؤں حرکت کریں گے قوی ہوں گے، اس میں قوتِ مدافعت پیدا ہوگی اور بیماری سے بچیں گے، پہلے زمانے کی عورتیں آج کل کی نوجوان بچیوں سے زیادہ طاقت ور تھیں، آج کل تو سارا کام مشینیں کر رہی ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا اور کون شخص زیادہ اچھا ہے دین کے اعتبار سے مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ کبھی قیام میں ہے، کبھی رکوع میں ہے، کبھی سجدے میں ہے، اور

رب تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرتا ہے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے، اس سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے؟ وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیکی کے کام کرنے والا ہے، اسلام لانے کے بعد ایک آدھ مرتبہ ہی سرنہیں جھکاتا، بلکہ دن رات نیکی میں لگا رہتا ہے، زبان سے نیکی، فعل سے نیکی، اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، اس کو اچھے راستوں پر خرچ کرتا ہے وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اور اس نے پیروی کی ابراہیمؑ کی جو ایک طرف ہو کر رہنے والے تھے، موحد تھے، مشرک نہیں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو دین ہے، یہ ملت حنیفی ہے، شرک اس میں نہیں ہے، بدعت اس میں نہیں ہے، رسم ورواج اس میں نہیں ہے، بالکل سیدھا راستہ ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا اور بنالیا اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست۔ تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، دوسرا درجہ حضرت ابراہیمؑ کا ہے، تیسرا درجہ حضرت موسیٰؑ کا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بڑی شخصیت ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے جتنے پیارے ہیں، ان کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہوتے، ورنہ ان کا اللہ تعالیٰ کی ملک میں کوئی حصہ ہے، سن لو وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ آسمان اور زمین اسی نے پیدا فرمائے اور ان میں تصرف بھی اسی کا ہے، دوسرے کسی کا نہ آسمانوں میں تصرف ہے، نہ زمین میں تصرف ہے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا۔ علم کے اعتبار سے، قدرت کے اعتبار سے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے، قادر مطلق بھی وہی ہے، مختار کل بھی وہی ہے، علیم بذات الصدور بھی وہی ہے، اللہ تعالیٰ کے جو پیارے بندے ہیں وہ مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں اور نہ خالق کے اوصاف ان میں ہیں۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

لفظی ترجمہ:

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ اورلوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں فِي النِّسَآءِ عورتوں کے حقوق کے متعلق قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے فِيْهِنَّ عورتوں کے متعلق وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ اوروہ جو تلاوت کی جاتی ہے تم پر فِي الْكِتٰبِ کتاب میں فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ یتیم عورتوں کے بارے میں الّٰتِيْ وہ عورتیں لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ کہ نہیں دیتے تم ان عورتوں کو مَا كُتِبَ لَهُنَّ جوان کے لئے فرض کیا گیا ہے وَتَرْغَبُوْنَ اورتم شوق رکھتے ہو اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان سے نکاح کرو وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ اوراسی طرح تمہیں حکم دیتا ہے کمزور بچوں کے بارے میں وَاَنْ تَقُوْمُوْا اور یہ کہ تم قائم رہو لِلْيَتٰمٰى یتیموں کے حق میں بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ اورجو کچھ بھی تم بھلائی کروگے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِهٖ عَلِيْمًا اس کو جاننے والا وَاِنِ امْرَاَةٌ اوراگر کوئی عورت خَافَتْ خوف کھائے مِنْۢ بَعْلِهَا اپنے خاوند سے نُشُوْزًا بددماغی کا اَوْ اِعْرَاضًا یا اعراض کرنے کا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ پس کوئی حرج نہیں ہے ان دونوں پر اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا یہ کہ صلح کرلیں آپس میں صلح کرنا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ اورصلح ہی بہتر ہے وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ اورحاضر کیا گیا جانوں کو الشُّحَّ بخل پر وَاِنْ تُحْسِنُوْا اوراگر تم نیکی کروگے وَتَتَّقُوْا اورڈرتے رہوگے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو عمل تم کرتے ہو خَبِيْرًا ان سے خبردار وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اور ہرگز تم طاقت نہیں رکھ سکوگے اَنْ

تَعْدِلُوْا کہ تم عدل کرسکو بَیْنَ النِّسَآءِ عورتوں کے درمیان وَلَوْحَرَصْتُمْ اگرچہ تم حرص کرو فَلَا تَمِیْلُوْا پس نہ جھکو تم کُلَّ الْمَیْلِ پوری طرح جھکنا فَتَذَرُوْهَا تاکہ چھوڑو تم اس عورت کو کَالْمُعَلَّقَةِ جیسے لٹکی ہوئی وَ اِنْ تُصْلِحُوْا اور اگر تم اصلاح کروگے وَتَتَّقُوْا اور ڈرتے رہوگے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ کَانَ ہے غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِیْمًا مہربان وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا اور اگر خاوند بیوی جدا جدا ہوجائیں یُغْنِ اللّٰهُ اللہ غنی کرے گا کُلًّا ہر ایک کو مِّنْ سَعَتِهٖ اپنی وسعت کے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ وَاسِعًا وسعت رکھنے والا حَکِیْمًا حکمت والا۔

تشریح:

دنیا انسانی حقوق کی رَٹ لگاتی ہے، صرف اپنے مفاد تک، جہاں اپنا مفاد ختم ہوجائے وہاں گونگے ہوجاتے ہیں، امریکہ کا کہیں ایک آدمی قتل ہوجائے تو طوفان کھڑا ہوجاتا ہے اور کشمیر، فلسطین، فلپائن، عراق، اری ٹیریا اور دوسری جگہوں پر ہزاروں مسلمان قتل ہوجائیں تو ان کا نام تک نہیں لیتا، یہ انسانی حقوق کا علمبردار ہے، انہوں نے انسانی حقوق کی رَٹ صرف اپنے مفاد کے لئے لگائی ہوئی ہے، رتہ دھوہڑ کوٹ لدھا میں عیسائی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے دروازے پر اور دوسری دیواروں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توہین آمیز الفاظ لکھے، ان کے خلاف مقدمہ درج ہوا اور اخبارات میں بھی آتا رہا، ماسٹر عنایت اللہ وغیرہ ابھی تک زیرِ عتاب ہیں، تو ان عیسائیوں کے لئے امریکی سفیر گوجرانوالہ آیا، اندازہ لگاؤ کہ ان کا معمولی سا آدمی پکڑا جائے تو سفیر پہنچتے ہیں اور مسلمان ہزاروں کی تعداد میں ذبح ہوجائیں، ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یاد رکھنا! حقوق العباد کے متعلق جو ہدایات اسلام نے دی ہیں، وہ عین عدل وانصاف کے مطابق ہیں اور دنیا کے کسی قانون میں اس کی نظیر نہیں ملتی، لیکن افسوس ہے کہ عملی طور پر ان کا نفاذ بہت کم ملکوں میں ہے، اس لئے نہ تو اقلیت کے حقوق کسی کو سمجھ آتے ہیں، نہ یتیموں کے، عورتوں کے، نہ پڑوسیوں کے، نہ اپنوں کے، نہ بیگانوں کے۔ اسلام نے جو حقوق بیان فرمائے ہیں اگر وہ نافذ ہوجائیں اور لوگ ان پر عمل کریں تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ غیر مسلموں نے انسانی حقوق کی رَٹ صرف اپنے مفاد کے لئے لگائی ہوئی ہے اور کہتے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ چلنا

چاہیے، بھائی چھ فٹ کا آدمی ہے اور چار فٹ کی عورت ہے، شانہ بشانہ کس طرح چلیں گے؟ دیوانوں کی بڑ ہے، اصل یہ ہے کہ اسلام نے جو حقوق بیان فرمائے ہیں وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ اور لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں عورتوں کے حقوق کے متعلق۔

فتویٰ کا معنی حکم اور فیصلہ ہے اور يَسْتَفْتُونَكَ استفعال کا باب ہے، اس کی خاصیت ہے طلب ماٴخذ یعنی ماٴخذ کو طلب کرنا۔ تو معنی ہوگا آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں عورتوں کے بارے میں۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں قُلِ آپ کہہ دیں میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ اور حکم سناتے ہیں، میں تو رب تعالیٰ کا مبلغ ہوں وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَٰبِ اور وہ جو تلاوت کی جاتی ہے تم پر کتاب میں فِي يَتَٰمَى النِّسَاءِ الَّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ یتیم عورتوں کے بارے میں، وہ یتیم عورتیں کہ نہیں دیتے تم ان کو مَا كُتِبَ لَهُنَّ جو ان کے متعلق فرض کیا گیا ہے، جو ان کے حقوق لکھے گئے ہیں وَتَرْغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ اور یہ کہ تم شوق رکھتے ہو کہ تم ان سے نکاح کرو۔

ہوتا اس طرح تھا کہ مثلاً: کسی شخص کا چچا یا تایا فوت ہو جاتا اور اس کی لڑکی ہوتی خوبصورت اور یہ اس کا سرپرست ہوتا، کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ اصلی سرپرست تو باپ ہے، اگر باپ نہ ہو تو دادا اور اگر دادا نہ ہو تو چچا تایا، اگر چچا تایا نہ ہو تو ان کے بیٹے اور یہ عصبات کہلاتے ہیں اور ماں کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں ان کا درجہ بہت بعد میں ہے، تو یہ سرپرست ہوتا اور بچی خوبصورت ہوتی تو اس کو اور کسی جگہ نکاح نہیں کرنے دیتا تھا، بلکہ خود اس کے ساتھ نکاح کر لیتا اور اس کو جتنا حق مہر ملنا ہوتا تھا، نہیں دیتا تھا کہ ہم خود ہی تو ہیں، ہمیں کس نے پوچھنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو، بلکہ انصاف سے کام لو، ان کا جو حق بنتا ہے، وہ ان کو دو۔

اور بخاری شریف میں اس کی تشریح موجود ہے کہ اگر تم نے ان کے ساتھ نکاح کرنا ہے تو ان کو ان کا مہر دو، جتنا دوسرے لوگ دیتے ہیں اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرو اور بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ چچے تائے کی لڑکی خوبصورت تو نہیں ہوتی تھی، مگر مالدار اور صاحب جائیداد ہوتی، اس صورت میں خود بھی اس کے ساتھ نکاح نہیں کرتے تھے اور دوسری جگہ بھی نکاح نہیں کر کے دیتے تھے کہ مال جائیداد، زمین، مال

مویشی، روپیہ ساتھ لے جائے گی، اس طرح وہ بے چاری بوڑھی ہو کر مر جاتی اور یہ اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کے ساتھ زیادتیاں نہ کرو، بلکہ ان کے حقوق ادا کرو۔

بعض ملحد قسم کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ بیٹے کا ڈبل اور بیٹی کا حصہ سنگل، جب کہ بیٹی بھی اسی باپ کی ہے جس کا بیٹا ہے، ماں بھی دونوں کی ایک ہے تو یہ کیا انصاف ہوا کہ بیٹے کو دوہرا اور بیٹی کو اکہرا حصہ ملے، جیسا کہ تم نے چوتھے پارہ میں پڑھا ہے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ مرد کے لئے ہے دو عورتوں کے حصے کے برابر اور سطحی قسم کے لوگ جن کو دین کی گہرائی حاصل نہیں ہے، وہ واقعۃً شبہے میں پڑ جاتے ہیں کہ بات تو صاف ہے، مگر وہ نادان ہیں اور اللہ تعالیٰ حکیم اور خبیر ہے، اس نے لڑکی کا سارا خرچہ خاوند کے ذمہ لگایا ہے، نکاح ہو جانے کے بعد اس کا نان، نفقہ، سکنیٰ، دکھ تکلیف سب خاوند کے ذمہ ہیں، ہو سکتا ہے کہ والدین کمزور ہوں اور خاوند مالدار ہو تو مزے کرے گی، بخلاف لڑکے کہ اس کا خرچہ نہ تو سسرال پر ڈالا ہے اور نہ بیوی کے ذمہ لگایا ہے، بلکہ وہ سارا خرچہ خود برداشت کرتا ہے، ان کا اعتراض اس وقت بجا تھا کہ جب بیوی کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہ لگایا جاتا اور اس نے باپ کی جائیداد پر ہی زندگی بسر کرنی ہوتی، لہٰذا شریعت نے جو حکم دیا ہے، اس میں کوئی ناانصافی نہیں ہے، پھر عورت کی اپنی جائیداد بھی ہو سکتی ہے، اس کا اپنا وجود ہے، وہ اپنے مال کے حقوق خود ادا کرے گی، قربانی دے گی، زکوٰۃ نکالے گی، فطرانہ خود ادا کرے گی اور اگر مالدار صاحب استطاعت ہے تو حج بھی کرے گی، بشرطیکہ اس کے ساتھ محرم ہو اور اگر محرم نہیں ہے جو ساتھ جائے تو چاہے جتنی مالدار کیوں نہ ہو، اس پر حج فرض نہیں ہے، کیونکہ شرط نہیں پائی گئی، یقین جانو، عورت کو جتنے حقوق اسلام نے دیئے ہیں اتنے اور کسی قانون اور ازم نے نہیں دیئے، صرف زبان سے رَٹ لگاتے ہیں جو فضول رَٹ ہے۔

ہاں! یہ بات اسلام ضرور کرتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو، افغانستان میں مرد عورتیں اکٹھے ایک یونیورسٹی میں پڑھتے تھے، طالبان نے عورتوں کی تعلیم الگ کر دی ہے اور مردوں کی الگ کر دی ہے، اس پر یورپیوں نے بڑا شور مچایا کہ دیکھو عورتوں کی تعلیم پر پابندی لگا دی ہے، بھائی! عورتوں کی تعلیم الگ کرنے سے تعلیم پر کیسے پابندی لگ گئی ہے؟ کیا تعلیم صرف اختلاط کا نام ہے؟ اسی طرح دفتروں میں

عورتیں مردوں کے ساتھ بیٹھتی تھیں، انہوں نے عورتوں کو مخلوط دفاتر سے الگ کردیا، اعلان کیا کہ عورتیں تعلیم حاصل کرسکتی ہیں، ڈاکٹر بن سکتی ہیں، معلم بن سکتی ہیں، مگر مردوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتیں، شریعت نے جو احکام دیئے ہیں ان کے مطابق چلیں، مگر یورپ ان کو بلاوجہ بدنام کررہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے توفیق دی تو طالبان حکومت کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب رہیں گے، اگرچہ ان کو مالی پریشانیاں بہت ہیں کہ سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں، کارخانے بند پڑے ہیں، اگر ان کی یہ مالی پریشانیاں ختم ہوجائیں تو ان کی حکومت بہت کامیاب رہے گی اور کامیابی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ باقی ملکوں کے حقہ نوش اور سگریٹ نوش لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر قانون سازی کرتے ہیں کہ ان کی زمینیں بچ جائیں، کارخانے بچ جائیں، عیاں راچہ بیان؟ یہ حقیقت سب پر واضح ہے اور طالبان کو قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہے، ہدایہ فقہ حنفی کی مستند کتاب ہے، جو پانچویں صدی میں لکھی گئی ہے، اور صدیوں سے علماء اس کو پڑھتے پڑھاتے چلے آرہے ہیں، اس میں شریعت کے تمام احکام مذکور ہیں، جو مسئلہ درپیش آئے ہدایہ اٹھاؤ، مسئلہ دیکھو اور اس پر عمل کرو، ان کو قانون بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، ہاں! اگر کوئی نیا مسئلہ درپیش ہو کہ فلاں حکومت کے ساتھ لڑنا ہے یا صلح کرنی ہے، یہ کیسے بنانی ہے اور کس طرح کی بنانی ہے، ان کے متعلق سوچ سکتے ہیں اور خود فیصلہ کرسکتے ہیں اور ہمارے حکمران تو قانون بناتے اور توڑتے رہتے ہیں، ایک پارٹی آئی انہوں نے اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر بنایا، جب دوسرے آئے انہوں نے اپنے خلاف دیکھا توڑ دیا، مثلاً: اب قانون بنایا ہے کہ ۱۹۹۰ء سے پہلے کے جو بددیانت لوگ ہیں ان کو پکڑا جائے اور ۱۹۹۰ء کے بعد والوں کو نہ پکڑا جائے، کیونکہ اس کی زد میں خود آتے ہیں۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ اور اسی طرح تمہیں حکم دیتا ہے کمزور بچوں کے بارے میں۔ یتیم ہیں، کمزور ہیں وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ یہ کہ تم قائم رہو یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ۔ جس طرح تم اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہو اور نگرانی کرتے ہو، اسی طرح یتیموں کی نگرانی اور تربیت کرو، وہ چچے کے ہیں یا تائے کے ہیں، خالہ کے ہیں یا پھوپھی کے ہیں، اپنے بچوں کی طرح انصاف اور دیانت کے ساتھ ان کی نگرانی کرنی ہے، ایسا نہ ہو کہ یتیم دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھریں اور مانگتے پھریں، میں پوچھتا

ہوں کہ بچوں کو یہ حقوق اسلام کے علاوہ کسی اور قانون نے دیئے ہیں؟ یہ اسلام ہی ہے جس نے عورتوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں اور بچوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو کچھ بھی تم کرو گے بھلائی فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا پس بے شک ہے اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا۔ تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اور علیم بذات الصدور ہے، لہٰذا یہ ذہن نشین رکھو کہ ہمارا معاملہ اس ذات پاک کے ساتھ ہے جس کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور وہ قادر مطلق ہے، سب کچھ کرسکتا ہے وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اگر کوئی عورت خوف کھائے اپنے خاوند سے بد دماغی کا کہ بلاوجہ اس کو مارتا ہے، اگر کسی غلطی کی وجہ سے مارتا ہے تو وہ مسئلہ جدا ہے اور عموماً عورتوں کی عادت ہے کہ نہ اپنی غلطی بتاتی ہیں اور نہ مانتی ہیں، البتہ یہ ضرور کہیں گی کہ مجھے مار پڑی ہے، مگر یہ نہیں بتائیں گی کہ کیوں پڑی ہے؟ اور کس وجہ سے پڑی ہے؟ خاوند کسی وجہ سے ہی مارتا ہے، بشرطیکہ پاگل نہ ہو اور اگر بلاوجہ مارتا ہے اور بد دماغی سے کام لیتا ہے أَوْ إِعْرَاضًا یا خوف ہو اعراض کرنے کا کہ بیوی کی طرف توجہ نہیں دیتا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا تو کوئی حرج نہیں ہے ان دونوں پر أَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا یہ کہ صلح کرلیں آپس میں صلح کرنا کہ عورت اپنا کوئی حق چھوڑ دے کہ جدائی کی نوبت نہ آئے۔

حکماء فرماتے ہیں: بہ نسبت مردوں کے عورتوں میں ضد زیادہ ہوتی ہے۔ عورت اگر ضد پر اتر آئے کہ میں فلاں چیز ضرور لوں گی تو ظاہر بات ہے کہ اس سے خرابی پیدا ہوگی، اس لئے فرمایا کہ صلح کرلیں، کچھ حق چھوڑ دیں اور کچھ چھڑا لیں اور بدمزگی پیدا نہ کریں وَالصُّلْحُ خَيْرٌ اور صلح ہی بہتر ہے وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ اور حاضر کیا گیا جانوں کو بخل پر، نفس بخل میں پیدا کئے گئے ہیں، عورت کہے گی: میں نے اپنا حق نہیں چھوڑنا، مرد کہے گا میں نے اپنا حق نہیں چھوڑنا اور دونوں اپنی اپنی بات پر اڑے رہے تو بدمزگی پیدا ہوگی اور یہ کوئی بھیڑ بکری کا مسئلہ تو ہے نہیں کہ آج اس منڈی میں اور کل اس منڈی میں، یہ تو شریف انسانیت کا مسئلہ ہے، اس لئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا (النساء) اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف

مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو کہ اگر آپس میں جھگڑا پیدا ہوجائے تو درمیان میں ثالث ڈال کر مسئلے کو نمٹا دو اور جس کے اندر غلطی ہو، ثالث اس کو بتائیں کہ تیرے اندر یہ غلطی ہے اور وہ غلطی تسلیم کرے۔ لیکن آج کل اپنی غلطی کو کوئی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، یہاں تک کہ پاگل بھی اپنے آپ کو پاگل ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، حالانکہ غلطی کو تسلیم کرنا بہت اچھی بات ہے کہ اس سے اصلاح کی صورت پیدا ہوجاتی ہے وَاِنْ تُحْسِنُوْا اور اگر تم نیکی کروگے وَتَتَّقُوْا اور رب تعالیٰ سے ڈرتے رہوگے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا تو بے شک ہے اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو ان سے خبردار۔

مسئلہ:

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں، کیونکہ چار تک رکھنے کی اجازت ہے، مگر انصاف کی شرط کے ساتھ جیسا کہ تم چوتھے پارہ میں پڑھ چکے ہو فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً یہ کہ تم انصاف کرو، اگر کوئی انصاف نہیں کرسکتا تو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باری مقرر فرمائی ہوئی تھی، چوبیس گھنٹے ایک بیوی کے پاس اور چوبیس گھنٹے دوسری بیوی کے پاس اور چوبیس گھنٹے تیسری بیوی کے پاس رہتے تھے اور ہر چیز میں برابری رکھتے تھے، لباس میں، خوراک میں اور دعا کرتے: اے پروردگار! جو میرے اختیار میں ہے ان چیزوں میں تو میں برابری کرتا ہوں اور جو چیز میرے اختیار میں نہیں ہے اس چیز میں مجھے ملامت نہ کرنا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طبعی طور پر جو محبت تھی اس میں دوسری کوئی بیوی شریک نہیں تھی، فرمایا: وہ میرے بس میں نہیں ہے، کیونکہ قلبی چیز انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ اور ہرگز تم طاقت نہیں رکھ سکوگے یہ کہ تم عدل کرو عورتوں کے درمیان۔ کہ جتنی محبت ایک کے ساتھ ہے دوسری کے ساتھ بھی اتنی ہو، یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے وَلَوْ حَرَصْتُمْ اور اگرچہ تم حرص کرو فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ پس نہ جھکو تم پوری طرح جھکنا فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ کہ چھوڑ دو تم دوسری عورت کو لٹکی ہوئی کی طرح، نہ زمین پر نہ آسمان میں، اس کا بھی حق ادا کروگے وَاِنْ

تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا اگر صلح کے ساتھ رہو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا تو بے شک اللہ تعالیٰ ہے بخشنے والا مہربان، جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں معاف کردے گا، لیکن اگر نباہ کی کوئی صورت نہیں ہے وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا اور خاوند بیوی جدا ہو جائیں کہ طلاق کی نوبت آ گئی يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ غنی کردے گا اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے، عورت کو اپنی جگہ خاوند مل جائے گا اور اس کو بیوی مل جائے گی، لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب آخری حدوں سے تجاوز کر جائیں تو پھر طلاق بھی جائز ہے، مگر مباح چیزوں میں سے بری چیز ہے، حتی الوسع طلاق نہیں دینی چاہیے اور اگر اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو ٹھیک ہے وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ وسعت رکھنے والا حکمت والا، جو احکام اس نے دیئے ہیں وہ خالص حکمت اور دانائی پر مبنی ہیں۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝

لفظی ترجمہ:

وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مَا جو کچھ فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں ہے وَمَا اور جو کچھ فِي الْاَرْضِ زمین میں ہے وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق وَصَّيْنَا ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی ہم تاکیدی حکم دیتے ہیں اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ یہ کہ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَاِنْ تَكْفُرُوْا اور اگر تم کفر اختیار کرو گے فَاِنَّ لِلّٰهِ پس بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَنِيًّا بے پرواہ حَمِيْدًا قابل تعریف وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يُذْهِبْكُمْ تو تمہیں فنا کر دے اَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ اور لائے دوسروں کو وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا اس پر قدرت رکھنے والا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کے بدلے کا فَعِنْدَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ثَوَابُ الدُّنْيَا دنیا کا بدلہ وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت کا بدلہ بھی وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ سَمِيْعًۢا سننے والا بَصِيْرًا دیکھنے والا۔

تشریح:

لفظ اللہ، اللہ جل جلالہ کا ذاتی نام ہے، ذاتی کو آپ اس طرح سمجھیں ایک آدمی پیدا ہوا تو اس کا نام رکھا عبد اللہ جو اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے، یہ اس کا ذاتی نام ہوا، اس کے بعد وہ قرآن کا حافظ ہو گیا تو اس کو حافظ کہیں گے اور قاری بن گیا تو قاری کہیں گے، عالم بن گیا تو مولوی کہیں گے اور کتابت سیکھ لی تو

کاتب کہیں گے، یہ سب اس کے صفاتی نام ہیں اور عبداللہ ذاتی نام ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام: اللہ ہے، باقی الرحمٰن، رحیم، کریم، ودود، متین وغیرہ یہ صفاتی نام ہیں، اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص ان ناموں کو یاد کرے گا اور ان کا معنی ومفہوم بھی سمجھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ہر نام بابرکت ہے اور ہر نام میں تاثیر ہے۔

اور اللہ جل جلالہ کا ذاتی نام اللہ ہے جس کو عربی میں عَلَم کہتے ہیں۔ عَلَم اُسے کہتے ہیں جو دوسرے پر نہ بولا جائے، جس کا ہے اسی کی ذات کے لئے خاص ہے اور لفظ اللہ کی تعریف کرتے ہیں: وہ علم ہے ذات واجب الوجود کا۔ اور واجب الوجود کا معنی ہے کہ اس کا وجود اپنا ہے، کسی کا دیا ہوا نہیں ہے، جس کی نہ ابتدا ہے، نہ انتہا ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے، نہ وہ بیمار ہوتا ہے، نہ اس پر کوئی حادثہ طاری ہوسکتا ہے، نہ وہ مرے گا، قدوس وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سات آسمان ہیں، اوپر عرش ہے، کرسی ہے، آسمانوں میں فرشتے ہیں، چاند سورج ستارے ہیں، اس کے علاوہ جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی مالک ہے، وہی متصرف ہے، اسی کے حکم سے سارا نظام چلتا ہے اور زمینوں کا بھی پیدا کرنے والا وہی ہے، اللہ تعالیٰ کے بغیر زمین کا ایک ذرہ بھی کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا وہی ہے، مالک بھی وہی ہے اور اپنے ملک میں جو احکام چاہے نافذ کرے، مردوں کے لئے، عورتوں کے لئے، یتیموں کے بارے میں، پڑوسیوں کے بارے میں، اس لئے کہ مالک وہی ہے، متصرف وہی ہے۔

فرمایا وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ. اور البتہ تحقیق ہم نے تاکیدی حکم دیا ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے۔ وصیت کا معنی ہیں تاکیدی حکم، حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی نے وصیت کرنی ہے اس پر دو راتیں بھی نہیں گزرنی چاہئیں، مگر وہ اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔ کسی سے کچھ لینا ہے، کسی کا کچھ دینا ہے، زندگی میں کچھ نمازیں رہ گئی ہیں تو ان کے متعلق لکھے کہ اتنی نمازیں میری رہ گئی ہیں،

ان کا ہدیہ دے دینا۔ اگر روزے رہ گئے ہیں ان کے متعلق لکھے کہ میرے روزے رہ گئے ہیں، ان کا ہدیہ دے دینا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حج ہے کہ فرض ہو جانے کے بعد بلا وجہ تاخیر کرتا گیا کہ فوت ہو گیا اور حج نہ ادا کر سکا تو مرنے سے پہلے وصیت نامہ لکھے: میرے ذمہ حج ہے جو میں اپنی زندگی میں نہیں کر سکا، وہ تم نے میری طرف سے کرنا ہے اور اگر بغیر وصیت کے مر گیا تو فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: اگر وارث اس کی طرف سے کرلیں یا بغیر وصیت کے وارثوں کے نماز روزے کا ہدیہ دے دیا، تو امید ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ نہ ہوگی، اسی طرح اگر زکوۃ اس کے ذمہ واجب الاداء ہے تو اس کے پاس تحریر ہونی چاہئے کہ میں نے اتنی زکوۃ دینی ہے جو کہ واجب الاداء ہے اور اگر نہیں لکھا گیا تو ان چیزوں کے ادا نہ کرنے کا گناہ الگ ہوگا اور وصیت نہ لکھنے کا حکم الگ ہوگا۔

لہٰذا جن چیزوں کی تاکید کرنی ہے دو راتیں بھی نہیں گزرنی چاہئیں، مگر وہ اس کے پاس صاف ستھرا لکھا ہوا ہونا چاہئے اور گھر کے دیانت دار افراد کے علم میں ہونا چاہئے کہ فلاں چیز لینی ہے اور فلاں چیز دینی ہے اور فلاں کام اس طرح کرنا ہے اور فلاں کام اس طرح کرنا ہے۔

تو فرمایا وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے تاکیدی حکم دیا ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے، مثلاً: توراۃ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اور اس کے ماننے والے یہودی ہیں، زبور داؤد علیہ السلام کو دی گئی اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی، اس کے ماننے والے عیسائی ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی یہ تاکیدی حکم دیا وَاِيَّاكُمْ اور اے مومنو! تمہیں بھی یہ تاکیدی حکم دیتے ہیں اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ یہ کہ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنیٰ ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کرو اور اس نے جو احکام نازل فرمائے ہیں انہیں لازم پکڑو، ان کے اوپر عمل کرو اور پابندی کے ساتھ ادا کرو اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان کے قریب نہ جاؤ۔ کیونکہ اگر تم نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اس کی گرفت میں آؤ گے، اس کی پکڑ سے بچو، پھر یہ بات بھی سمجھا دی کہ یہ حکم صرف تمہارے لئے ہی نہیں ہے، بلکہ تم سے پہلے جو گزرے ہیں ان کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا، لہٰذا بندے کو مجلس میں بھی اور تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور ہر وقت یہ خیال رہے کہ میرا خالق مجھے دیکھ رہا ہے اور

میں نے حساب دینا ہے۔

اور فرمایا: یہ بھی سن لو وَاِنْ تَكْفُرُوْا اور تم کفر اختیار کرو گے فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا اور ہے اللہ تعالیٰ بے پرواہ قابل تعریف۔ اگر تم کفر کرو گے تو اس کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، وہ تمہاری نیکیوں کا محتاج نہیں ہے، نقصان تمہارا ہی ہوگا۔

حدیث قدسی میں اس طرح آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: اگر سارے کے سارے بندے پرہیزگار بن جائیں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد میں لگے رہیں تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا بھی اضافہ نہ ہوگا اور معاذ اللہ! اگر سارے کے سارے بندے کافر اور نافرمان ہو جائیں تو خداوند عزیز کی خدائی میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں ہو سکتی۔ یہ تمہارے اعمال تمہارے فائدے کے لئے ہیں، اگر کرو گے تو تمہیں فائدہ ہوگا اور اگر نہیں کرو گے تو تمہارا نقصان ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہماری عبادت سے اللہ تعالیٰ کی خدائی میں اضافہ ہو جائے گا، ہرگز نہیں۔ اور اسی طرح اگر نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کمی ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ وہ حمید ہے، تم اس کی تعریف نہیں کرو گے وہ پھر بھی حمید ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اور مخلوق میں سے کوئی چیز نہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے تعریف کے ساتھ، لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ زمین کا ایک ایک ذرہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، درخت کا ہر ایک پتہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے، جو اس کی شان کے لائق ہے، تو فرمایا: اگر تم اس کی تعریف نہیں کرو گے تو اس کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ تمہاری تعریف کا محتاج ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہی مالک ہے، وہی خالق ہے، وہی متصرف ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور اللہ کافی ہے کارساز، کام بنانے اور سنوارنے والا بھی وہی ہے اور بگاڑنے والا بھی وہی ہے۔ اس کے کارخانہ کائنات میں نہ کوئی کام بنا سکتا ہے، نہ بگاڑ سکتا ہے، نافع بھی وہی ہے اور فائدہ دینے والا بھی وہی ہے، یہ قرآن

پاک کا بنیادی سبق ہے. وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ (یونس، پارہ:11) اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (یونس، پارہ:11) اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کی خیر کو کوئی روک نہیں سکتا، فرمایا اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کردے اَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ اور لائے دوسروں کو، تمہاری جگہ۔ دوسروں کو لا کھڑا کرے، اس کے لئے کیا مشکل ہے؟ وہ ایک منٹ میں سب کچھ کرسکتا ہے۔

آج سے تقریباً چار سال پہلے جاپان میں ستره سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا، اس زلزلے سے عمارتوں، سڑکوں، صنعت کا اتنا نقصان ہوا کہ اس کے افسران نے کہا تھا کہ یہ جو سترہ سیکنڈ کے زلزلہ سے نقصان ہوا، حکومت جاپان اس کو دس سال میں پورا نہیں کرسکتی، جبکہ صنعت کے اعتبار سے جاپان دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک ہے اور صنعت کی وجہ سے سب کی گردن پر سوار ہے اور اب افغانستان میں زلزلہ آیا ہے، جس سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر گئے ہیں، کاش! کہ ان کو سمجھ آجائے اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کرکے ازالہ کرلیں۔ دوسری طرف طالبان ہیں، ان میں بھی غلطیاں ہوں گی، آخر وہ بھی انسان ہیں، معصوم تو نہیں ہیں، کیونکہ پیغمبروں کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں ہے اور غلطی کا ہوجانا انسانی لوازمات میں سے ہے، لیکن انہوں نے اعلان کیا ہے کہ ہم خدائی قانون نافذ کریں گے اور اس پر وہ عمل بھی کرتے ہیں، لہٰذا طالبان کی جو مخالفت کرے گا وہ رب تعالیٰ کی مخالفت کرے گا اور ان کا خالی دعویٰ ہی نہیں ہے، بلکہ حقیقت ہے کہ وہ خلافتِ راشدہ کا نظام چاہتے رہے ہیں اور اس پر عمل بھی کررہے ہیں۔

اور زلزلہ ان علاقوں میں آیا ہے جہاں طالبان کے مخالف آباد ہیں، اگرچہ وہ بھی ہمارے مسلمان بھائی ہیں، ہم ان کو کافر تو نہیں کہتے مگر وہ باغی ہیں، احمد شاہ مسعود بڑا قابل کمانڈر رہے، اس نے روس کے خلاف جنگ لڑی ہے، لیکن اقتدار کا نشہ بہت بری چیز ہے، جس کی خاطر وہ غلط راہ پر چل پڑا ہے اور ایک یہ وہم اس کے ذہن پر سوار ہوگیا ہے کہ یہ پشتو بولنے والے ہم پر قابض ہونا چاہتے ہیں، کیونکہ طالبان پشتو بولنے والے ہیں اور احمد شاہ مسعود وغیرہ فارسی بولنے والے ہیں، زبانوں سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہیں تو

سارے مسلمان، دیکھو ہمارے ملک پاکستان میں تیس زبانیں بولی جاتی ہیں، حالانکہ چھوٹا سا ملک ہے، اسی طرح افغانستان میں فارسی بھی ہے، پشتو بھی ہے، ترکی بھی ہے، مسلمان کو مسلمان ہونا چاہئے، نہ رنگوں سے فرق پڑتا ہے، نہ زبانوں سے، یہ فضول تعصب ہے اور اسلام کی روح کے خلاف ہے، سب مسلمان ایک ہیں، چاہے کالے ہیں، گورے ہیں اور جو بھی زبان بولتے ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھنے والا۔ ایک لحہ میں وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کے بدلے کا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ پس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے دانائی کا بدلہ اور آخرت کا بدلہ بھی۔

دیکھو جن لوگوں نے چاند پر پہنچنے کی کوشش کی ہے، وہاں پہنچ گئے ہیں اور اب زہرہ پر جانے کی کوشش کر رہے ہیں، ممکن ہے وہاں بھی پہنچ جائیں، انہوں نے خلاء میں آبادی کا منصوبہ بنایا ہے کہ زمین پر آبادی زیادہ ہوگئی ہے، لہٰذا وہاں جا کر لوگوں کو آباد کرتے ہیں، یہ چیزیں ممکنات میں سے ہیں، ایسا ہو سکتا ہے، غیر ممکن نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے وہاں آباد ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارا صفایا کر دیں، کیونکہ تمہاری نافرمانیاں اس حد تک پہنچ چکی ہیں، آخر کب تک مہلت دے گا، اللہ تعالیٰ جب ظالم کو پکڑتے ہیں تو اس کی پکڑ کا کوئی حساب نہیں ہوتا، اس کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے، وقت قریب آ گیا ہے، ظالموں کی گرفت ہونے والی ہے۔

امریکہ کی انانیت کا اندازہ کرو کہ دوسروں کے گھروں کی تلاشی لیتا ہے اور اپنے گھر کی تلاشی دینے کے لئے تیار نہیں ہے کہ مثلاً: اس کو کہو نا کہ اپنا ایٹمی پلانٹ ہمیں دکھا، کبھی نہیں دکھائے گا اور ساری دنیا اس کو کہے کہ اپنے فوجی ٹھکانے ہمیں دکھا، کبھی نہیں دکھائے گا اور عراق کے پیچھے پڑا ہوا ہے کہ تلاشی دے، بھائی! تو کیا لگتا ہے تلاشی کا؟ طاقت کا گھمنڈ ہے اور اسرائیل کو تحفظ دینا چاہتا ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ یہ ہماری تباہی کا سبب ہے، انہوں نے بہت کچھ تیار کیا ہے، یہ صرف اسرائیل کی پشت پناہی کے لئے سب کچھ ہو رہا ہے، دیکھو کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا اور کیا نتیجہ سامنے آتا ہے، لیکن ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا، تم جو کلمات منہ سے نکالتے ہو

آہستہ یا بلند آواز سے سب کو وہ سنتا ہے اور تمہارے ظاہر اور باطن کے تمام اعمال کو دیکھتا ہے، تمہارا معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے، اس لئے جو کام بھی کرو، اس بات کو پیش نظر رکھ کر کرو کہ ہمارا رب سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے اور ایک دن اس کے سامنے پیش بھی ہونا ہے اور اس نے حساب بھی لینا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَۚ-اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا- فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْاۚ-وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا(۱۳۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُؕ-وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا(۱۳۶) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًاؕ(۱۳۷)

لفظی ترجمہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُوْنُوْا ہو جاؤ تم قَوّٰمِیْنَ سختی کے ساتھ قائم رہنے والے بِالْقِسْطِ انصاف پر شُهَدَآءَ لِلّٰهِ گواہی دینے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اور اگرچہ وہ گواہی تمہارے نفسوں کے خلاف ہو اَوِ الْوَالِدَیْنِ یا ماں باپ کے خلاف وَ الْاَقْرَبِیْنَ اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اگر ہے وہ شخص مالدار اَوْ فَقِیْرًا یا محتاج فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کے زیادہ قریب اور خیر خواہ ہے فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى پس نہ پیروی کرو تم خواہش کی اَنْ تَعْدِلُوْا اس بات سے کہ تم عدل نہ کرو وَ اِنْ تَلْوٗۤا اور اگر تم زبان کو دباؤ گے اَوْ تُعْرِضُوْا یا اعراض کرو گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جنہوں نے زبان سے ایمان کا دعویٰ کیا ہے اٰمِنُوْا حقیقۃً ایمان لاؤ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَ رَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ اور اس کتاب پر نَزَّلَ جو نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اور ہر اس کتاب پر ایمان لاؤ اَنْزَلَ جو نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ اور جو شخص انکار کرے گا اللہ تعالیٰ کے احکام کا وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں کا وَ كُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کا وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کا وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن کا فَقَدْ ضَلَّ پس تحقیق وہ گمراہ ہوا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا گمراہی میں دور جا پڑا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے ثُمَّ كَفَرُوْا پھر کفر اختیار کیا ثُمَّ اٰمَنُوْا پھر

ایمان لائے ثُمَّ كَفَرُوا پھر کفر اختیار کیا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا پھر بڑھتے گئے کفر میں لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِيَغْفِرَ لَهُمْ کہ ان کو بخشے وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا اور نہ ان کی راہنمائی کرے راستے کی۔

تشریح:

اس سے پہلے نکاح، طلاق اور وراثت جیسے اہم مسائل کا ذکر تھا اور ان مسائل میں گواہی کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے اب اللہ تعالیٰ گواہی کے متعلق ضابطہ بیان فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ ہو جاؤ تم سختی کے ساتھ قائم رہنے والے انصاف کے ساتھ شُهَدَاءَ لِلَّهِ گواہی دینے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔

گواہی دیتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھو کہ گواہی دینے کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گواہی دینی ہے اور گواہی پر قائم رہنا ہے، پھسلنا نہیں ہے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینی ہے، گواہی بنیادی چیز ہے، مگر فی زمانہ تو یہ حال ہے کہ دوسرے فریق کو معلوم ہو جائے کہ اس کے خلاف دینی ہے تو وہ گواہ کا کام تمام کر دیتے ہیں، خدا پناہ بہت مشکل دور ہے، بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ جس آدمی کی گواہی پر معاملہ موقوف ہے، اس پر واجب ہے گواہی دینا، اگر وہ گواہی نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا، مثلاً: جب معاملہ ہوا اس وقت معاملہ کرنے والوں کے علاوہ صرف دو آدمی موجود تھے اور ان میں اختلاف ہو گیا اور یہ گواہی نہیں دیتے تو کوئی ایک آدمی کا حق مرتا ہے اور گواہی دینے سے اس کو حق ملتا ہے، اگر یہ گواہی نہیں دیں گے تو گنہگار ہوں گے اور اگر موقع پر کافی لوگ موجود ہوں تو پھر ہر آدمی پر گواہی دینا واجب نہیں ہے، نفس گواہی پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، البتہ گواہ آنے جانے کا کرایہ لے سکتا ہے۔ اور اگر گواہ غریب آدمی ہے، دھاڑی والا ہے، یا کسی محکمہ میں کچا ملازم ہے کہ چھٹی کرے تو دھاڑی کاٹی جاتی ہے تو اس کو دھاڑی لینا بھی جائز ہے، مگر اتنی کہ جتنی دھاڑی وہ لیتا ہے اور اگر مالدار ہے یا کسی محکمہ یا ادارہ میں پکا ملازم ہے کہ چھٹی کرنے پر دھاڑی نہیں کاٹی جاتی تو اس کو دھاڑی لینا جائز نہیں ہے اور گواہ کی خوراک اور سفری ضروریات بھی لے جانے والے کے ذمہ ہوں گی تو گواہی پر انصاف کے ساتھ قائم رہو وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ اور اگرچہ وہ گواہی تمہارے نفسوں کے خلاف ہو، اپنے نفس کے خلاف گواہی کا مطلب ہے کہ اپنی

غلطی کوتسلیم کرلے کہ میرے سے یہ غلطی ہوئی ہے۔

میرے خیال کے مطابق اس زمانے میں تو کوئی شاذ و نادر ہی ہے جو اپنی غلطی کو تسلیم کرے اور دوسری کا حق مان لے، وہ خیر القرون کا زمانہ تھا جو اپنی غلطی کو تسلیم کرتے تھے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے چوری کی، لوگوں نے اس کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما أخاله سرقه" میرے خیال میں تو اس نے چوری نہیں کی، کیونکہ وضع قطع، شکل وصورت کے اعتبار سے بڑا نیک آدمی معلوم ہوتا تھا، چور نہیں لگتا، لیکن اس آدمی نے کہا: حضرت! میں نے چوری کی ہے۔ آج کا زمانہ ہوتا تو وہ اس کو غنیمت سمجھتا کہ خود جج میری تائید کر رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمائی کہ یہ پاگل تو نہیں ہے، کیونکہ پاگل بھی کسی وقت دانائی کی بات کر جاتے ہیں، اگرچہ ان کا پاگل پن چھپا نہیں رہتا، کوئی کام یا بات ایسی ضرور کرے گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ پاگل ہے۔

استاذ محترم مولانا غلام محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جہانیاں منڈی مسجد کے خطیب اور مدرس تھے، ہم ان کے پاس پڑھتے تھے، ۱۹۳۰ء کے قریب کا واقعہ ہے کہ ان کی برادری کا ایک آدمی پاگل ہو گیا، جس کو انہوں نے لاہور پاگل خانے میں داخل کر دیا، اس وقت ہندوستان میں صرف دو پاگل خانے تھے، ایک بریلی میں اور ایک اچھرہ لاہور میں۔

کچھ دنوں کے بعد اس کی خبر لینے کے لئے گئے اور کچھ تحفے تحائف بھی اس کے لئے لے گئے، وہ جب اپنے آدمی کے پاس پہنچے، ملے اور بیٹھے تو ایک اور آدمی ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور علمی گفتگو شروع کر دی، کبھی منطق کی، کبھی فلسفے کی، کبھی ریاضی کی، کبھی تفسیر کی، کبھی حدیث کی باتیں کرتا، مولانا بھی بڑے فاضل آدمی تھے اور ہر فن میں ماہر تھے، کچھ دیر بعد اس نے کہا کہ میں ٹھہر کے آتا ہوں، طبعی تقاضے کے لئے گیا، پانی پینے کے لئے گیا، مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کون آدمی ہے؟ کہنے لگے: پاگل ہے، مولانا نے کہا: یہ کس طرح پاگل ہے؟ اس نے میرے ساتھ کافی دیر علمی گفتگو کی ہے، اس میں تو کوئی پاگل والی بات نہیں ہے، حیران ہو گئے کہ یہ کیسا پاگل ہے؟ تھوڑی دیر بعد وہ پھر آ گیا اور مختلف مسائل پر گفتگو شروع کر دی، وہ

جوں جوں باتیں کرتا، مولانا توں توں حیران ہوتے کہ اس کو پاگل کہنے والے تو خود پاگل ہیں، مولانا نے ٹائم دیکھا تو فرمایا کہ میں جاتا ہوں، اگر تاخیر کی تو گاڑی سے رہ جاؤں گا، کیونکہ اس زمانے میں آمدورفت کے وسائل بہت کم ہوتے تھے، ریل گاڑیاں ہوتی تھیں، جو رہ گیا رہ گیا، پھر اگلی گاڑی کا انتظار کرنا ہوتا تھا، اس لئے مولانا نے کہا کہ میں اب جاتا ہوں، اس نے کہا: اچھا تم جا رہے ہو؟ مولانا نے کہا کہ ہاں میں جا رہا ہوں، مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے ہاتھ پر تھوک دیا، مولانا نے کہا کہ واقعی پاگل ہے، تو پاگل چھپے نہیں رہتے، تو بات ہو رہی تھی چور کے متعلق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پاگل تو نہیں ہے؟ کہنے لگے: نہیں حضرت! سمجھ دار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ نشہ میں تو نہیں ہے؟ معلوم ہوا کہ نہیں، نشہ میں بھی نہیں۔ کیا ہوا پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کو لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو، تو آج کے زمانہ میں کون اقرار کرتا ہے؟ جانتے ہوئے کہ میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اَوِ الْوَالِدَيْنِ یا گواہی والدین کے خلاف ہو، والدین بڑی دولت ہیں، اگر کوئی سمجھے تو، مگر گواہی اگرچہ والدین کے خلاف بھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم مقدم سمجھتے ہوئے ان کے خلاف بھی گواہی دے وَالْاَقْرَبِيْنَ اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف حق کی گواہی ہے تو ان کے خلاف بھی دے اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا اگر ہے وہ شخص مالدار یا محتاج، پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کے زیادہ قریب اور خیر خواہ ہے ۔تم نے نہ مالدار ہونے کی رعایت کرنی ہے، نہ فقیر ہونے کا لحاظ کرنا ہے، یہ نہ خیال کرو کہ یہ مالدار ہے اور اچھے کام کرتا ہے، اس کے حق میں گواہی دے دوں، اچھے کام کرتا رہے گا، یا وہ فقیر ہے اس کا حق تو نہیں بنتا، مگر اس کے حق میں گواہی دے دوں، محتاج ہے اس کا کچھ بن جائے گا، فرمایا: نہیں تم حق کی گواہی دو، نہ غنی کی رعایت کرو اور نہ فقیر کا لحاظ کرو، فرمایا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا پس تم نہ پیروی کرو خواہش کی کہ تم عدل کرنا چھوڑ دو وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا اور اگر تم زبان کو دباؤ گے، اعراض کرو گے۔

مطلب یہ ہے کہ شہادت کو توڑنے موڑنے کے لئے اپنی زبان کو اس طرح مت حرکت دو کہ اس کے معانی تبدیل ہو جائیں اور شہادت ہی غلط ہو جائے۔ اور زبان کو دبانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ بعض ملتے جلتے الفاظ ہوتے ہیں، زبان دبا کر ایک ہی جگہ دوسرا ادا کر دیا جائے، ایسا نہ کرو، مثال کے طور پر یہودی

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو کہتے السام علیک اب توجہ کرنے والا ہی سمجھے گا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ اصل لفظ تو ہے السلام علیک آپ پر سلامتی ہو، وہ لام کھا جاتے اور کہتے السام علیک اس کا معنی ہے تیرے اوپر موت واقع ہو تو تھوڑے سے فرق کے ساتھ کتنا فرق پڑ گیا تو اس طرح تم زبان دبا کر ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ کہو گے تو سخت گناہ ہے۔

ہم وڈالہ سندھواں پڑھتے تھے، ہمارا ایک ساتھی بڑا مسخرہ، اس نے کوئی شرارت کی، جس کی شکایت مہتمم صاحب کے پاس پہنچ گئی، اس کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ تو نے یہ شرارت کی ہے، اس نے کہا اللہ کی قسم ہے، مجھے تو علم بھی نہیں ہے اور جان بچائی، مگر جن ساتھیوں کو علم تھا کہ اس نے یہ کام کیا ہے، انہوں نے اس کو گھیر لیا کہ تو نے قسم کس حساب سے اٹھائی ہے؟ کہنے لگا کہ تم نے سنا نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا ہے؟ میں نے تو کہا ہے الّاں کی قسم ہے۔ ایک سبزی ہے کدو کی جنس سے اس کو الّاں کہتے ہیں اور تربوز کی بیل کو الّاں کہتے ہیں، دیکھو اس نے زبان دبا کر اللہ کی جگہ الّاں کہہ دیا تو چالباز قسم کے لوگ ایسی حرکتیں کر کے دھوکہ دیتے ہیں کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ ادا کر دیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم گواہی میں زبان کو نہ دباؤ، نہ پھیرو۔

اور اعراض کا مطلب ہے کہ جس بات پر گواہی موقوف ہے وہ اہم جزو تم بیان ہی نہ کرو اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے فضول بحث کرتے رہو، یہ بھی سخت گناہ ہے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا بے شک اللہ تعالیٰ ہے جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جنہوں نے زبان سے ایمان کا دعویٰ کیا ہے کہ ہم موحد ہیں اٰمِنُوْا حقیقۃً ایمان لے آؤ، صحیح معنی میں مومن بن جاؤ، کیونکہ خالی ایمان کے دعویٰ سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، ایمان کس پر لاؤ؟ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پر۔

ایمانیات میں سب سے بنیادی چیز ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو واجب الوجود ہے، نہ اس کی ابتدا ہے، نہ انتہا ہے، نہ اس کو کسی کا خوف ہے، نہ وہ بیمار ہوتا ہے، نہ اس کو موت کا ڈر ہے، خود نظر نہیں آتا، اس کی قدرت کے مناظر نظر آتے ہیں اور انہیں کے ذریعہ اس کی پہچان ہوتی ہے کہ زمین کو دیکھو، آسمان کو دیکھو، چاند سورج ستاروں کو دیکھو، انسانوں کی شکل وصورت کو

دیکھو، حیوانات کو دیکھو "وَفِىْ كُلِّ شَىْءٍ لَهٗ آيَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ" ہر چیز میں اس کے لئے دلیل ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔

وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑی تھوڑی کر کے نازل فرمائی ہے، یعنی قرآن پاک وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے تورات، زبور، انجیل، جن کتابوں کا تمہیں نام نہیں آتا ان پر اجمالی طور پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں کو ہم مانتے ہیں اور تمام رسولوں کو ہم مانتے ہیں وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ اور جو شخص انکار کرے اللہ تعالیٰ کے احکام کا وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں کے۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتے نوری مخلوق ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا فرمایا ہے اور وہ نور بھی اسی طرح مخلوق ہے جس طرح آگ مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، پانی مخلوق ہے، وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ ان میں مرد عورتوں والی خواہشات ہیں، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں مشغول رہتے ہیں، ان کی خوراک ہے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ"۔

وَكُتُبِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی جتنی کتابیں ہیں ان کا انکار کرے گا وَرُسُلِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا انکار کرے گا۔ بے شمار پیغمبر تشریف لائے، ہمیں قطعی اور یقینی طور پر ان کی تعداد معلوم نہیں ہے، قرآن پاک میں صرف بیس پچیس پیغمبروں کے ناموں کا ذکر ہے، لہٰذا اجمالی طور پر اتنا کہنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں پر میرا ایمان ہے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن کا انکار کیا فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا پس وہ گمراہ ہوا گمراہی میں دور جا پڑا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اپنے وقت میں موسیٰ علیہ السلام پر ثُمَّ كَفَرُوْا پھر انہوں نے بچھڑے کی پوجا کر کے کفر اختیار کیا ثُمَّ اٰمَنُوْا پھر بعد کے دور میں ایمان لائے ثُمَّ كَفَرُوْا پھر عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم نہ کر کے کفر کیا، بلکہ وَقَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا (پارہ:٦، سورۃ النساء) البتہ تحقیق انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر بڑا بہتان باندھا کہ ہم اس کو نبی کیا مانیں، حلال زادہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

انسان میں ضد آجائے تو وہ حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن کے تھے۔ حضرت مریم علیہ السلام ان کو اٹھا کے لا رہی تھیں، لوگوں نے دیکھا تو کہا یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا اے ہارون کی بہن! یہ بچہ اٹھائے پھرتی ہے، نہ تیرا باپ برا آدمی ہے، نہ تیری ماں بدکار ہے، یہ بچہ کہاں سے اٹھا کے لائی ہے؟ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ تو حضرت مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا کہنے لگے: ہم اس سے کس طرح بات کریں؟ وہ گود میں ہے، بچہ ہے، تو اپنا گناہ چھپانے کے لئے اس کو آگے کرتی ہے، تو خود بتا، یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر شروع کردی قَالَ فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا مریم! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے، آگے مفصل تقریر ہے، ایک رکوع کی، لیکن جن لوگوں کے دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے، انہوں نے پھر بھی تسلیم نہ کیا، حالانکہ وہ سوچ سکتے تھے کہ ایک دن کا بچہ ہے اور کیسی عمدہ تقریر کر رہا ہے، ہمیں تسلیم کرلینا چاہئے، مگر دل پر تالا لگ جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مزید کفر میں بڑھتے گئے، پہلے پارے میں آپ پڑھ چکے کہ مرتے وقت یہودی وصیت کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں کی یہ علامتیں ہیں، جب وہ تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور ہمارا ان کو سلام کہنا اور جب دشمنوں کے مقابلہ میں لڑتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور برکت سے دعا کرتے، کہتے: اے پروردگار! نبی آخر الزماں کی برکت اور وسیلے سے ہمیں فتح عطا فرما، پھر جب وہ تشریف لائے تو انکار کر گئے اور کفر کو اور زیادہ کرلیا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان کو بخشے، جو یہ کارروائیاں کرتے ہیں وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو راستے کی رہنمائی کرے گا، جو اپنی ضد پر اس قدر پختہ ہوں، خدا کو کیا ضرورت ہے ان کو ہدایت دینے کی؟ وہ کوئی ان کا محتاج تھوڑا ہی ہے، بلکہ یہ اس کے محتاج ہیں۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًاۙ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾

لفظی ترجمہ:

بَشِّرِ آپ خوشخبری سنادیں الْمُنٰفِقِيْنَ منافقوں کو بِاَنَّ اس چیز کی کہ بے شک لَهُمْ ان کے لئے ہے عَذَابًا اَلِيْمًا عذاب دردناک الَّذِيْنَ منافق وہ ہیں يَتَّخِذُوْنَ جو بناتے ہیں الْكٰفِرِيْنَ کافروں کو اَوْلِيَآءَ دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے سوا اَيَبْتَغُوْنَ کیا تلاش کرتے ہیں عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ ان کافروں کے پاس عزت فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا پس بے شک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے سب کی سب وَقَدْ اور تحقیق نَزَّلَ عَلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تم پر فِى الْكِتٰبِ کتاب میں یہ حکم اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ یہ کہ جب سنو تم اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں يُكْفَرُ بِهَا کہ ان کا انکار کیا جارہا ہے وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا اور ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا جارہا ہے فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ پس نہ بیٹھو تم ان کے ساتھ حَتّٰى يَخُوْضُوْا یہاں تک کہ وہ مشغول ہوجائیں فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اس ٹھٹھے کے علاوہ کسی اور بات میں اِنَّكُمْ بے شک تم اِذًا اگر ان کے ساتھ بیٹھے رہے تو اس وقت مِّثْلُهُمْ ان جیسے گنہگار ہوگے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ اکٹھا کرنے والا ہے منافقوں کو وَالْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کو فِىْ جَهَنَّمَ جہنم میں جَمِيْعًا سب کو الَّذِيْنَ منافق وہ ہیں يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ جو انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ اگر ہو تمہیں نصیب فتح مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قَالُوْۤا کہتے ہیں اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ اور اگر ہو کافروں کا حصہ قَالُوْۤا کہتے ہیں اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ کیا ہم غالب نہیں آگئے تھے تم پر وَنَمْنَعْكُمْ اور کیا ہم نے نہیں حفاظت کی تمہاری

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے فَاللّٰهُ پس اللہ تعالیٰ يَحْكُمُ فیصلہ کرے گا بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ اور ہرگز نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لئے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر سَبِيْلًا کوئی بھی اقتدار کا راستہ۔

تشریح:

پہلے کھلے کافروں کا ذکر تھا، اب منافقوں کا ذکر ہے، مومن اسے کہتے ہیں کہ زبان سے اقرار کرے اور دل میں یقین اور تصدیق موجود ہو اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کر کے اس کا عملاً ثبوت دے۔ کافر وہ ہے کہ نہ دل کی تصدیق ہے، نہ زبان سے اقرار ہے۔ منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتا ہے، مگر دل میں یقین و تصدیق موجود نہیں ہے، یہ گروہ سب سے زیادہ خطرناک ہے، کھلے کافر سے بچنا آسان ہے، منافق سے بچنا مشکل ہوتا ہے، جس طرح کھلے دشمن سے آدمی بچنے کا انتظام کرتا ہے اور کر بھی سکتا ہے اور جو دوست نما دشمن ہو اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے، یہ منافق بھی دوست نما دشمن ہوتے ہیں، ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اور اندر اُن کے کفر ہوتا ہے۔

اُنہیں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ اے نبی کریم! آپ خوشخبری سنا دیں منافقوں کو۔ کس بات کی خوشخبری؟ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا اس چیز کی کہ بے شک ان کے لئے ہے دردناک عذاب۔ یہ منافقوں کے ساتھ مذاق اور طنز ہے، کیونکہ خوشخبری تو اچھی چیز کی ہوتی ہے، عذاب کی کیا خوشخبری ہے؟ پھر عذاب بھی دردناک۔ منافق کون ہیں؟ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ جو بناتے ہیں کافروں کو دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے سوا، مومنوں کے ساتھ کوئی رابطہ اور تعلق نہیں اور کافروں کے ساتھ یاری اور دوستی ہے اور انہیں پر ان کا اعتماد ہے، وہ جو کہتے ہیں کرتے ہیں اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ کیا تلاش کرتے ہیں ان کافروں کے پاس عزت کہ ان سے دوستی رکھیں گے تو ہمیں عزت ملے گی؟ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا پس بے شک عزت ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، تمہیں کافروں سے کیا عزت ملے گی؟ کافر تو مسلمان کا خیر خواہ نہیں ہے۔

جو زیادہ عمر کے بزرگ ہیں ان کو یاد ہوگا کہ پاکستان بننے کے بعد امریکہ نے پاکستان کے ساتھ

دفاعی معاہدہ کیا تھا۔ دفاعی معاہدے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دشمن نے تم پر حملہ کیا تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور اگر ہم پر حملہ ہوا تو تم ہمارا ساتھ دو گے، ان دنوں اخبارات نے بھی بڑے زور وشور سے اس پر سرخیاں لگائیں اور مضمون نگاروں نے مضمون لکھے، مگر میں نے جمعہ کے خطبہ میں یہ بات کہی تھی کہ کافروں پر اعتماد کرنا بالکل غلط ہے اور دفاعی معاہدہ کر کے یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے، یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے، ہاں! اگر کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہو، اٹھالو۔

اور یہ بھی تمہیں یاد ہوگا کہ مجمع میں سے ایک نوجوان اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ تم مولویوں والا ذہن رکھتے ہو، یہ حکومتوں کے آپس میں معاہدے ہیں، مولویوں کے نہیں ہیں، میں نے کہا تھا: برخوردار! اللہ کرے تیرا یہ کہنا اور ارادہ پورا ہو جائے، مگر ایمان کی اور قرآن اور حدیث کی رو سے اور تاریخ اسلام کی رو سے ہمارا تجربہ یہ ہے کہ کافر نے مومن کا کبھی ساتھ نہیں دیا، لیکن نوجوان بڑا جذباتی تھا، اٹھ کر چلا گیا اور جمعہ بھی نہ پڑھا اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ نمٹ لوں گا، اللہ تعالیٰ رحمت کرے حاجی محمد اقبال صاحب پر کئی دنوں تک بطور محافظ کے یہاں سے میرے گھر تک میرے ساتھ جاتے اور جب میں نے آنا ہوتا تھا تو مجھے ساتھ لے کر آتے تھے، اس خیال کے پیش نظر کہ نوجوان ہے، دھمکی دے کر گیا ہے، کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھے، کچھ عرصے کے بعد ۱۹۶۵ء کی جنگ لگ گئی، باوجود حلیف ہونے کے امریکہ نے ہماری کوئی مدد نہ کی، قطعاً کوئی مدد نہ کی، اس کو مدد کا کہتے رہے، مگر اس نے کوئی نہ سنی، پھر اس کے بعد ۱۹۷۱ء کی جنگ امریکہ نے ہم پر مسلط کی۔ بھائی! کافروں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے؟ ان کے ساتھ دوستی کا کیا معنیٰ ہے؟ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ منافق وہ ہیں جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، اس لئے کہ مومنوں کے پاس راکٹ نہیں ہیں، دولت نہیں ہے، کیونکہ جتنے بھی باطل فرقے ہیں، انہوں نے اپنے نظریات قرآن وحدیث کے خلاف بیان کئے ہیں اور کوئی اپنے انداز میں بیان کرے گا، ان کا نشتر مار دے گا، نہیں ہے، جہاد نہیں ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے کتاب میں حکم اَنْ یہ کہ اِذَا سَمِعْتُمْ جب سنو تم اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا اور مذاق

کیا جاتا ہے، مخالفت کی جارہی ہے فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ پس تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ جس مجلس میں قرآن وحدیث کے خلاف بات ہو رہی ہو، اس مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے والا گنہگار ہے۔ اسی طرح باطل فرقوں کے جلسوں میں شرکت کرنے والا بھی گنہگار ہے، البتہ وہ شخص جاسکتا ہے جس کا عقیدہ پختہ ہو اور اس غرض سے جائے کہ سنوں کہ یہ کہتے کیا ہیں؟ تا کہ ان کا جواب دیا جاسکے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ باطل کی تردید فرض کفایہ ہے، اگر کسی نے کسی شہر میں یا قصبے میں دین کے خلاف بات کی ہے اور اس شہر یا قصبے میں کسی ایک نے بھی اس کی تردید نہ کی تو سارے گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک شخص نے بھی باطل کی تردید کر دی تو سارے گناہ سے بچ گئے۔ یہ مسئلہ یاد رکھنا، بھولنا نہیں ہے کہ کسی شہر، محلے یا قصبے میں کسی نے اسلام کے خلاف بات کی اور کسی طرف سے اس کا جواب نہ آیا تو سارے مسلمان عاقل بالغ گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے بھی معقول جواب دے دیا تو سارے گناہ سے بچ گئے، تو جہاں قرآن وحدیث کے خلاف بات ہو رہی ہو اس مجلس میں بیٹھنا منع ہے حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں اس ٹھٹھے کے علاوہ کسی اور بات میں۔ قرآن وحدیث کے خلاف بات کرنے سے باز آجائیں اور کوئی سیاسی وغیرہ باتیں کرنے لگ جائیں تو بات جدا ہے، کیونکہ جب وہ قرآن وحدیث، فقہ اسلامی، اجماع امت کی مخالفت کر رہے ہوں گے اور تم ان میں بیٹھے ہو گے اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ بے شک تم اس وقت ان جیسے گنہگار ہو گے، کیونکہ تم اپنے اختیار سے اس مجلس میں بیٹھے ہو، جس میں قرآن وحدیث کا انکار اور مذاق اڑایا جا رہا ہے، لہٰذا تم بھی گنہگار ہو۔

اسی طرح جس مجلس میں جھوٹ بولا جا رہا ہو، گالی گلوچ ہو رہی ہو، غیبت ہو رہی ہو یا خلاف شرع کام ہو رہا ہو، مسلمان پر فرض ہے کہ اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے، وہاں نہ بیٹھے، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے روکنے کی طاقت عطا فرمائی ہے، تمہارے پاس کوئی منصب ہے تو روکو، کیونکہ ہاتھ سے تو حکمران ہی روک سکتے ہیں، عام آدمی تو ہاتھ سے نہیں روک سکتا۔ اگر طاقت ہے تو ہاتھ سے روکے اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، مگر آج کا ماحول ایسا ہے کہ زبان سے روکنا اور بتانا کہ یہ برائی ہے، بڑا مشکل ہے۔۔

فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مسئلہ لکھا ہے اور بجا لکھا ہے کہ جس مقام پر حق بیان کرنے کے بدلے شر اور فتنے کا شدید خطرہ ہو وہاں پر خاموشی بہتر ہے، آج تو ہماری مجالس ہی بری ہیں، الا ماشاء اللہ، یہ تو امت کو حکم ہے کہ ایسی مجلس میں نہیں بیٹھنا جہاں دین کے خلاف بات ہو رہی ہو یا خلاف شرع کام ہو رہا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ بھی سن لو اور اس کو بھی اچھی طرح یاد رکھنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ اے نبی کریم! جب آپ دیکھیں ایسے لوگوں کو يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا جو ہماری آیتوں کے بارے میں بکواس کر رہے ہیں، ان کے خلاف کچھ کہہ رہے ہیں، اسلام کے خلاف کچھ کہہ رہے ہیں فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تو آپ ان سے اعراض کریں، وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ یہاں تک کہ وہ اور باتوں میں مشغول ہو جائیں وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے بات کی طرف توجہ نہ ہو فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ پس نہ بیٹھ یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ۔

اب ٹھنڈے دل سے اس بات پر بھی غور کرو اور سوچو کہ جاہل قسم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ نظریہ اپنا کر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کر رہے ہیں، دیکھو کتنی بڑی جہالت ہے کہ قرآن کریم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے کہ آپ خلاف شرع مجلسوں میں بیٹھ نہیں سکتے اور یہ کہیں کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں، دنیا خلاف شرع مجلسوں سے بھری ہوئی ہے، دینی اور مذہبی مجالس تو بہت کم ہیں، تو بری مجلسوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جاننا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے یا تعظیم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے جہاں تصویریں ہوتی تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک کپڑا ملا جس پر جاندار چیزوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، انہوں نے وہ کپڑا ایک الماری کے آگے لٹکا دیا، جس میں دو چار برتن پڑے تھے، کیونکہ الماری کا دروازہ نہیں تھا اور طبعی طور پر عورتوں کو گھر کے ساتھ، برتنوں کے ساتھ، زیوروں کے ساتھ محبت ہوتی ہے، رب تعالیٰ نے یہ بات ان کی فطرت میں رکھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے، دروازے میں قدم مبارک رکھا، تصویروں پر نگاہ پڑی تو پیچھے ہٹ

گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوگئے ہیں، دوڑیں اور کہنے لگیں حضرت! اگر میرے سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو معافی چاہتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سامنے جو تصویریں لگی ہوئی ہیں، جہاں یہ ہوں وہاں نہ تو رحمت کا فرشتہ داخل ہوتا ہے، نہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر، انہوں نے وہ کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھاڑ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے، بھائی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تصویروں کی وجہ سے اپنے گھر اور حجرے میں تو داخل نہ ہوں اور ہمارے گھر جو بت خانے بنے ہوئے ہیں، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں، لہٰذا یاد رکھنا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر وناظر ماننا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین ہے، عوام بیمار ہیں، غلط فہمی کا شکار ہیں، توہین کو تعظیم سمجھتے ہیں۔

ساتھیو! یہ بات میں متعدد مرتبہ بتا چکا ہوں کہ الحمد للہ! میں نے آج تک سینما نہیں دیکھا اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ کیونکہ ہمارا یہ ذہن بنایا گیا تھا کہ تھیٹر نہیں دیکھنا، سینما نہیں دیکھنا، والد محترم کی ڈاڑھی سنت کے مطابق تھی، پکے نمازی اور بڑے مہمان نواز تھے، بالکل ان پڑھ، وہ ہمیں کہتے تھے: بیٹے! تھیٹر نہیں دیکھنا، سینما نہیں دیکھنا، ان کا یہ دیا ہوا سبق مجھے آج تک یاد ہے، بھلایا نہیں ہے، تو بھائی! میرے جیسا آدمی تو وہاں نہ جائے کہ توہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں حاضر وناظر تسلیم کیا جائے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے یا تعظیم ہے؟ یہ گندے عقیدے ہیں، ان سے بچنا۔ پھر بعض لوگ ڈھچر ڈاہ دیندے نے کہ پھر اللہ تعالیٰ کیوں ہر جگہ حاضر وناظر ہے؟ بھائی! بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلّف نہیں ہے، اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہے اور اس کا ہر جگہ موجود ہونا یہ اس کی صفت ہے اور مخلوق کو ہر جگہ حاضر وناظر جانو گے اس کی توہین ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکلّف ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ یاد آنے کے بعد آپ ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھیں۔ ان آیات کو اچھی طرح سمجھو اور یاد کرو، تاکہ موقع پر پیش کرسکو اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہیں ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیم کل بھی نہیں ہیں۔

الحمد للہ! میں نے بہت سارے علوم حاصل کیے ہیں، مگر جادو کا علم حاصل نہیں کیا، کیونکہ جادو کا

سیکھنا کفر ہے۔ یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کرتے تھے کہ وہ جادو کرتے تھے، پہلے پارے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطان ہی کفر کرتے ہیں کہ لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں تو بھائی! میرے جیسے گنہگار آدمی کو تو جادو نہ آئے کہ اس سے خرابی آتی ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ بنایا جائے کہ وہ سارے علم جانتے ہیں، یہ کونسا کمال ثابت کیا؟ اُلٹا ان کی توہین کی، کیونکہ سارے علوم میں جادو کا علم بھی ہے، جس کا حاصل کرنا کفر ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اور ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ اس کے شایانِ شان ہے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر و شاعری کا فن نہیں سکھایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب بھی نہیں ہے، یہ باتیں عقائد کی ہیں اور قرآن پاک کے مسئلے ہیں، ڈھکوسلے نہیں ہیں، ان کو اچھی طرح سمجھ لو۔

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا بے شک اللہ تعالیٰ جمع کرنے والا ہے سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ منافق وہ ہیں جو انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں، کس چیز کا انتظار کرتے ہیں؟ فرمایا فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ پس اگر تمہیں فتح نصیب ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی میں قَالُوْٓا کہتے ہیں اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ ہمیں بھی حصہ دو وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ اور اگر ہو کافروں کا حصہ کہ لڑائی میں ان کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے قَالُوْٓا ان کے پاس پہنچ کر کہتے ہیں اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ کیا ہم غالب نہیں آ گئے تھے تم پر؟ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور کیا ہم نے تمہاری حفاظت نہیں کی ایمان والوں سے کہ وہ تمہارا صفایا کرنا چاہتے تھے، ہم نے درمیان میں آ کر ایسے حالات پیدا کئے کہ تم بچ گئے، ہم نے تمہارا دفاع کیا ہے، لہٰذا تمہیں جو مال ملا ہے اس سے ہمیں حصہ دو فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پس اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرے تمہارے درمیان قیامت والے دن وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ اور ہرگز نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا مومنوں پر کوئی بھی اقتدار کا راستہ۔ مومن مومن ہیں، ان کے لئے کافروں کے ساتھ نہ تو دوستی کا راستہ ہے، نہ عزت کا

راستہ ہے، ہاں! دنیاوی معاملات میں کافروں کے ساتھ برتاؤ کر سکتے ہیں، اس سے اسلام منع نہیں کرتا، برتاؤ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بے دین ہو جاؤ، جس طرح ترکی کے حکمران بے دین ہیں کہ کبھی اذان پر پابندی، کبھی پردے پر پابندی اور دینی مدرسے پہلے ہی بند کر دیئے ہیں کہ دین کوئی نہ پڑھے، جو کچھ ان سے امریکہ کراتا ہے، کرتے چلے جا رہے ہیں اور یہ اس ملک میں ہو رہا ہے جہاں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان موجود ہیں، ترکی کے عوام برے نہیں ہیں، صرف حکمران طبقہ بے ایمان ہے اور اب تو ہر جگہ ایسا ہی ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کے شر سے بچائے اور محفوظ رکھے، آمین۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْۚ-وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰىۙ-یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا(۱۴۲) مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَۗ-لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِؕ-وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا(۱۴۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ-اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا(۱۴۴) اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ-وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًاۙ(۱۴۵) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَؕ-وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا(۱۴۶) مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا(۱۴۷)

لفظی ترجمہ:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ بے شک منافق یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ دغابازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ اور وہ ان کو ان کی دغابازی کا بدلہ دے گا وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ اور جب وہ کھڑے ہوتے ہیں نماز کی طرف قَامُوْا کھڑے ہوتے ہیں كُسَالٰى سست یُرَآءُوْنَ النَّاسَ دکھاوا کرتے ہیں لوگوں کو وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اور نہیں ذکر کرتے اللہ تعالیٰ کا اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑا مُّذَبْذَبِیْنَ وہ لٹک رہے ہیں بَیْنَ ذٰلِكَ کفر اور اسلام کے درمیان لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ صحیح معنی میں نہ اُن کی طرف ہیں وَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ اور نہ ان کی طرف ہیں وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ بہکا دے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا پس آپ ہرگز نہیں پاؤ گے اس کے لئے کوئی راستہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا نہ بناؤ تم الْكٰفِرِیْنَ کافروں کو اَوْلِیَآءَ دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کو چھوڑ کر اَتُرِیْدُوْنَ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ اس بات کا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ کہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے خلاف سُلْطٰنًا دلیل مُّبِیْنًا کھلی اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ بے شک وہ لوگ جو منافق ہیں فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ نچلے طبقے میں ہوں گے مِنَ النَّارِ دوزخ کے وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ اور ہرگز نہیں پائے گا تو ان کے لئے نَصِیْرًا کوئی مددگار اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی وَ اَصْلَحُوْا اور اصلاح کر لی وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ اور انہوں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ اور خالص بنایا انہوں نے اپنے دین کو لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے لئے فَاُولٰٓىٕكَ پس وہ لوگ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں کے ساتھ ہیں وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ اور

عنقریب دے گا اللہ تعالیٰ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کو اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر اِنْ شَكَرْتُمْ اگر تم شکر ادا کرتے رہے وَاٰمَنْتُمْ اور ایمان پر قائم رہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ شَاكِرًا قدردان عَلِيْمًا جاننے والا۔

تشریح:

منافقین اور ان کے کردار کا ذکر چلا آ رہا ہے، ان آیات میں بھی ان کے ایک کردار کا ذکر ہے، فرمایا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ بے شک منافق دغا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ، مراد ہے دھوکے کا معاملہ کرتے ہیں، حقیقۃً تو اللہ تعالیٰ کو دھوکہ کوئی نہیں دے سکتا، اس لئے کہ دھوکہ اس کو دیا جاتا ہے جس کو علم نہ ہو، حقیقت معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے کوئی شئے مخفی نہیں ہے، لیکن ان کی طرف سے معاملہ ایسا ہے جیسے دھوکے باز کا ہوتا ہے، نمازیں پڑھتے ہیں، نیکی کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں، اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں، مگر مومن نہیں ہیں اور یہ کتنی دیر تک کرلیں گے وَهُوَ خَادِعُهُمْ وہ ان کو ان کی دغابازی کا بدلہ دے گا، آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے، جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے، ثواب بھی سامنے، عقاب بھی سامنے، آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی کچھ علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

فرمایا وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ اور جب وہ کھڑے ہوئے ہیں نماز کے لئے قَامُوْا كُسَالٰى كُسَالٰى جمع ہے کسلان کی، جس کا معنی ہے سستی کرنا، کھڑے ہوتے ہیں سستی کرتے ہوئے اس طرح کہ جو کام نہیں کرنا وہ کرنا پڑ رہا ہے، کیونکہ دل میں نماز کا ذوق تو ہے نہیں، با دلے نخواستہ لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھنی پڑتی ہے، دعا کرو کہ ہمارے اندر نماز کی سستی نہ آئے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی علامت بیان فرمائی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِتَّقُوْا صَلٰوةَ الْمُنَافِقِ اِتَّقُوْا صَلٰوةَ الْمُنَافِقِ اِتَّقُوْا صَلٰوةَ الْمُنَافِقِ'' منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔

منافق کی نماز کیا ہے؟ وہ اس طرح کہ مثلاً: فجر کی نماز ہے اور اس نے معمول بنایا ہوا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوتا ہے تو اٹھتا ہے اور جلدی جلدی وضو کرتا ہے اور جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے، جس طرح مرغا چونچیں مارتا ہے، یہ منافق کی نماز ہے، اسی طرح مثلاً: عصر کی نماز ہے، اس کے مستحب

وقت میں نماز نہیں پڑھتا، بلکہ اپنے کام میں مشغول رہتا ہے اور جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو وضو کرتا ہے اور ٹھوکریں مارتا ہے، یہ منافق کی نماز ہے، عصر کی نماز کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ '' جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی ''فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهٗ وَمَالَهٗ'' پس گویا کہ اس کے گھر کے سارے افراد بھی مارے گئے اور گھر کا سارا سامان بھی لوٹ لیا گیا، اندازہ لگاؤ کہ جس شخص کے گھر کے سارے افراد مارے جائیں اور گھر کا سارا سامان لوٹ لیا جائے تو اس کو کتنا دکھ ہوگا اور اس کی کیا حالت ہوگی؟ عصر کی نماز ضائع ہونے سے مومن کا اتنا نقصان ہوتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ کوئی سمجھے۔ اور منافق کی یہ علامت کہ وہ نماز میں سستی کرتا ہے، حدیث پاک میں بھی ہے۔

دوسری صفت يُرَآءُوْنَ النَّاسَ دکھاوا کرتے ہیں لوگوں کو۔ دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں، لوگوں کو دکھانے کے لئے، اگر کوئی دیکھنے والا نہیں ہے تو پھر نماز کا نام ونشان ہی نہیں ہے، نیکی کا نام ونشان ہی نہیں ہے۔

تیسری علامت وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا اور نہیں ذکر کرتے اللہ تعالیٰ کا مگر بہت تھوڑا اور مومن کی یہ صفت ہے کہ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران) وہ یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔ مومن کا دل اور زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تر ہے۔

منافقوں کی چوتھی صفت مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ وہ متردد ہیں کفر اور اسلام کے درمیان لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ نہ صحیح معنی میں مومنوں کے ساتھ ہیں، کیونکہ دل ان کے ساتھ نہیں وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ اور نہ مکمل کافروں کے ساتھ ہیں، کیونکہ زبانی طور پر مومنوں کے ساتھ ہیں، کھل کر واضح طور پر نہ ان کے ساتھ ہیں، نہ ان کے ساتھ ہیں، درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی علامتیں بیان فرمائی ہیں اور ہمیں بھی سوچنا چاہئے کہ ان میں سے کوئی ہمارے اندر تو نہیں پائی جاتی، اگر پائی جاتی ہے تو اس کا تدارک کرنا چاہئے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا تو اے مخاطب! ہرگز نہیں

پائے گا اس کے لئے کوئی راستہ۔ اللہ تعالیٰ کس کو بہکاتے ہیں؟ فرمایا فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (پارہ:۲۸، سورۃ الصف:۵) کہ جب وہ غلط راستہ پر چل پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان کو اُدھر ہی چلا دیتا ہے، جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو غلط راستہ پر نہیں چلاتے، اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا اور ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جدھر کوئی جانا چاہے گا ہم اس کو ادھر ہی چلا دیں گے اور سورۃ الکہف میں آتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، رب تعالیٰ نے کسی کو مجبور نہیں کیا اور جب کوئی اپنی مرضی سے غلط راستہ پر چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت بھی نہیں دیتا، ہدایت ایمان واسلام بہت قیمتی چیزیں ہیں، مفت میں نہیں ملتیں، ان کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ نہ بناؤ تم کافروں کو دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو چھوڑ کر۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کافروں سے دوستی نہ کرو، مگر اس وقت مسلمان کہلوانے والے تقریباً پچپن ملک ہیں جو سب کے سب امریکہ کی گود میں ہیں اور جو وہ کہتا ہے کرتے ہیں، سوائے دو تین کے کہ جن کا رب تعالیٰ کے اس ارشاد پر پورا یقین ہے، باقی سب کی اس کے ساتھ دوستی ہے، ذاتی مفادات کے لئے، ایمان کمزور ہیں، اس لئے ایسا کر رہے ہیں، اگر ایمان مضبوط ہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد ہوتا ہے، نہ ڈر ہوتا ہے، دیکھو افغانستان میں آج سے چار دن پہلے چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے تو یورپی ملکوں نے اس پر واویلا کیا، شور مچایا کہ افغانستان میں ظلم ہو رہا ہے، طالبان حکومت نے کہا: بے شک شور کرتے رہو، چیختے چلاتے رہو، ہمیں تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے، تمہارے طعنوں سے رب تعالیٰ کا حکم مقدم ہے، رب تعالیٰ کا حکم ہے وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

ہم اپنے رب کو راضی رکھیں گے، تم بگڑتے ہو تو بگڑ جاؤ، ایمان کے بغیر آدمی یہ بات نہیں کہہ سکتا اَتُرِيْدُوْنَ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا اس بات کا کہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے لئے

اپنے خلاف دلیل کھلی۔ تم کافروں کے ساتھ دوستی کرو گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کھلی دلیل ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کردیا ہے لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ کافروں کو دوست نہ بناؤ

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ بے شک وہ لوگ جو منافق ہیں دوزخ کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ دوزخ کے اوپر نیچے سات طبقے ہیں، سب سے اوپر والا طبقہ گنہگار مسلمانوں کے لئے ہے، جن کا عقیدہ تو صحیح ہوگا، مگر عملی کوتاہیوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے، کچھ مدت کے بعد دوزخ سے نکل کر سارے جنت میں چلے جائیں گے، صحیح العقیدہ کوئی بھی مسلمان دوزخ میں نہیں رہے گا، اس سے نیچے والے طبقے میں عیسائی ہوں گے اور اس سے نیچے والے طبقے میں یہودی ہوں گے اور اس سے نیچے والے طبقے میں مجوسی ہوں گے اور اس سے نیچے والے طبقے میں مشرک ہوں گے اور سب سے نیچے والا طبقہ ہے اس میں منافق ہوں گے، دوزخ کے طبقوں کا آپس میں کتنا تفاوت ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگاؤ کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس کی تپش اور ٹھنڈک نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس طبقے کو اجازت دی کہ تو دو سانس لے لے، اس نے دو سانس لئے ایک ٹھنڈا اور ایک گرم، یہ جو تمہیں گرمی لگتی ہے یہ جہنم کا ایک سانس ہے اور جو سردی لگتی ہے یہ بھی جہنم کے زمہریر طبقے کا ایک سانس ہے اور بسا اوقات گرمی سردی اتنی پڑتی ہے کہ آدمی مرجاتے ہیں۔

پچھلے دنوں اخبار میں آیا تھا کہ ایک آدمی کا سردی کی وجہ سے خون جم گیا اور وہ مرگیا اور گرمی کی شدت سے بھی آدمی مرجاتے ہیں، اس سے اندازہ لگاؤ کہ اس کی ذاتی تپش کتنی ہوگی، اس کو اس طرح سمجھو کہ آدمی جب سانس لیتا ہے تو اس کے ذریعے معدے کی حرارت کو باہر نکالتا ہے، سانس کتنا گرم ہوتا ہے، اس سے معدے کی حرارت کا اندازہ لگالو تو جہنم کے نچلے طبقے میں سب سے زیادہ سزا ہوگی اور منافقین اس میں ہوں گے وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا اور اے مخاطب! ہرگز نہیں پائے گا تو ان کے لئے کوئی مددگار، آج دنیا میں لوگ ایک دوسرے کی مدد کے دعوے بھی کرتے ہیں اور بسا اوقات مدد کرتے بھی ہیں، مگر قیامت والے دن ان کی کوئی مدد نہیں کرسکے گا، ہاں اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی، جو منافق نفاق سے باز آگئے وَاَصْلَحُوْا اور توبہ کے بعد اپنی اصلاح کرلی۔

غزوۂ تبوک میں تقریباً چودہ پندرہ منافق رات کو اکٹھے ہوئے اور بڑی واہی تباہی قسم کی باتیں کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، قرآن کریم کے خلاف، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف، ان کے ذہن میں یہ تھا کہ ہماری باتوں کو کوئی سن تو رہا نہیں ہے، جو منہ میں آیا بکتے رہے، مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل فرما کر اپنے پیغمبر علیہ السلام کو آگاہ فرما دیا کہ انہوں نے رات کو اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑایا ہے اور اس کی آیات کا بھی اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے بھی مذاق کیا ہے، ان میں سے ابن حمیر کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے منافقت سے توبہ کرلی اور سچے دل سے ایمان قبول کیا، اس طرح کی ایک دو مثالیں اور بھی ملتی ہیں کہ چند منافقوں نے نفاق سے توبہ کی، باقی اکثر منافقوں کو توبہ کی توفیق نہیں ملی، جس طرح بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ" بے شک اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے، بدعت کی ایسی نحوست ہے کہ جس کی وجہ سے توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ اور انہوں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ اور خالص بنایا انہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے، توبہ کر کے خالص دین پر چلے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ پس وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں، ان کا شمار ایمان والوں کے ساتھ ہوگا۔

ساتھیو! توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے، گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو اور آئندہ اپنی اصلاح کرو، البتہ جن چیزوں کی قضا ضروری ہے، ان کی قضا لوٹاؤ، مثلاً: نماز ہے، روزہ ہے، زکوٰۃ ہے، کسی آدمی کا حق کھایا ہے، کسی کو گالیاں دی ہیں، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کی ہے، اس سے معافی مانگنی پڑے گی اور اللہ تعالیٰ سے بھی مانگنی ہے، کیونکہ اس میں دو حق ہیں، ایک بندے کا حق ہے، وہ معاف کرے گا تو معاف ہوگا۔ یہ نہ سمجھنا کہ لوگوں کا مال کھا کر توبہ توبہ کہہ دیا تو وہ معاف ہو گیا، حاشا وکلا، ہرگز اس طرح نہیں ہوگا۔ غلط فہمی میں نہ رہنا۔ جس کا حق دینا ہے اس کا حق لوٹاؤ اور معافی مانگو، دوسرا اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے قانون کو توڑا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہے وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا اور عنقریب دے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اجر بہت بڑا۔ اس کے خزانوں میں بہت کچھ ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں ہے، جو اجر اللہ تعالیٰ نے

ایمان والوں کے لئے رکھا ہوا ہے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر، اے بندو! تمہیں سزا دینے سے اللہ تعالیٰ کو کیا مل جائے گا؟ اور اگر سزا نہ دی تو اس کا کیا بگڑ جائے گا؟ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اگر تم شکر ادا کرتے رہو اور ایمان پر قائم رہو، وہ سزا تب دے گا کہ تم اس پر ایمان نہ لاؤ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرو اور ظاہر بات ہے کہ نافرمان کو کوئی بھی معاف نہیں کرتا، ہم تم بھی نافرمان کو معاف نہیں کرتے اور رب تعالیٰ تو قہار ہے اور ساری قوتوں کا مالک ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دینے پر راضی نہیں ہے، اسی لئے فرمایا وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے اپنے بندوں کے لئے کفر پر۔ کفر پر سخت ناراض ہے اور ظاہر بات ہے اگر تم کفر کرو گے تو سزا بھی دے گا وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ قدر دان جاننے والا۔ اگر تم ایک نیکی کرو تو دس گنا بدلہ دیتا ہے اور اگر نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو تو سات سو گنا بدلہ دیتا ہے، کتنا قدر دان ہے اور جانتا بھی ہے، اس سے کوئی شئے مخفی نہیں ہے۔ وہ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے تمہاری نیتوں سے واقف ہے، وہ تمہارے اعمال و اقوال کو بخوبی جانتا ہے۔ یہ بات ہر وقت تمہارے پیش نظر رہے کہ معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے جو علیم بذات الصدور ہے اور اپنے وقت پر اس کو حساب دینا ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

لفظی ترجمہ:

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ ظاہر کرنا بری بات کو اِلَّا مَنْ ظُلِمَ مگر وہ شخص جس پر ظلم کیا گیا ہے وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ سَمِیْعًا سننے والا عَلِیْمًا جاننے والا اِنْ تُبْدُوْا اگر تم ظاہر کرو گے خَیْرًا نیکی کو اَوْ تُخْفُوْهُ یا چھپاؤ گے اس نیکی کو اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ یا درگزر کرو گے برائی سے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَفُوًّا معاف کرنے والا قَدِیْرًا قدرت والا اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ جو انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کا وَ یُرِیْدُوْنَ اور ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس بات کا یُّفَرِّقُوْا کہ تفریق کریں بَیْنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے درمیان وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کے حکموں کے درمیان وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ ہم ایمان لائیں گے بعض پر وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں وَّ یُرِیْدُوْنَ اور ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس کا یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا کہ بنالیں اس کے درمیان ایک راستہ اُولٰٓىٕكَ وہ لوگ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ وہ کافر ہیں حَقًّا یقیناً وَ اَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا ہے لِلْكٰفِرِیْنَ کافروں کے لئے عَذَابًا مُّهِیْنًا عذاب رسوا کرنے والا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا اور نہیں تفریق کی بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ان میں سے کسی ایک کے درمیان اُولٰٓىٕكَ وہی لوگ ہیں سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ عنقریب دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اُجُوْرَهُمْ ان کے اجر وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِیْمًا مہربان۔

تشریح:

اس سے پہلے منافقوں کی علامتوں کا ذکر تھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں اور نیکی ریاء کاری کے طور پر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، فضول باتوں اور کہانیوں میں وقت گزارتے ہیں، کافروں اور مومنوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں اور منافقوں کی سزا بھی بیان فرمائی اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور چونکہ برائی کا اظہار کافروں اور منافقوں کا کام ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ بری بات کے ظاہر کرنے کو، غیبت بری بات ہے، جھوٹ بری بات ہے، کسی کو گالیاں دینا اور اس کو ایسی بات کہنا جس میں اس کی تذلیل اور تحقیر ہو، بری بات ہے، لیکن آج کل لوگ اس کو عیب کی بجائے ہنر سمجھتے ہیں کہ میں نے فلاں کو یہ کہا اور یہ کہا اور اس طرح ذلیل کیا، حالانکہ ان باتوں کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' کہ مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں، تو برائی ظاہر کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اِلَّا مَنْ ظُلِمَ مگر وہ شخص کہ جس پر ظلم کیا گیا ہے کہ یہ شخص ظالم کی بات کو حاکم وقت کے سامنے یا مفتی قاضی کے سامنے یا کسی اثر ورسوخ والے آدمی کے سامنے پیش کرے جو اس کا ازالہ کرسکتا ہے تو اس کو برائی ظاہر کرنے کی اجازت ہے کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور اس طرح اس نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے اور ان الفاظ کے ساتھ اس نے مجھے گالی دی ہے، کیونکہ وہ محض دل کی بھڑاس نہیں نکال رہا، بلکہ اس کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس کی دادرسی چاہتا ہے، رہی بات کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ تو ابتدا کرنے والا ظالم ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دو آدمی آپس میں جھگڑا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں، فرمایا جو ابتدا کرنے والا ہے، وہ بڑا ظالم ہے، یعنی ابتدا کرنے والے کو شریعت ظالم کہتی ہے۔

دیکھو بہت سارے ایسے مقامات ہوتے ہیں کہ ایک آدمی کو مار پڑتی ہے، وہ ساتھیوں کو کہتا ہے مجھے مار پڑی ہے، مدد چاہتا ہے، مگر یہ نہیں بتائے گا کہ مار پڑی کیوں ہے، حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ بتایا جائے کہ مار کس

وجہ سے پڑی ہے؟ اسی طرح یہ تو بتائے گا کہ فلاں نے مجھے گالی دی ہے، مگر نہیں بتائے گا کہ کیوں دی ہے؟ ہر آدمی اپنے فائدے کی بات کرتا ہے، اپنے خلاف کوئی بات کرنے سننے کے لئے تیار نہیں ہے تو شریعت کہتی ہے ابتدا کرنے والا ظالم ہے، جو شرارت کی بنیاد رکھے گا ظالم ہے، ہاں! ''مالم یتعدی المظلوم'' جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے، اگر مظلوم تجاوز کرے گا تو یہ تب ظالم بن جائے گا، مثلاً: ظالم نے چار مکے مارے اور مظلوم نے بھی جواب میں چار مکے مار دیئے تو کوئی گناہ نہیں ہے، پانچواں مارے گا تو گنہگار ہو جائے گا۔

وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا۔ تمہاری اچھی بری ہر بات کو سنتا ہے اور تمہاری نیتوں، ارادوں اور ہیرا پھیری کو خوب جانتا ہے، اس سے کوئی چیز محفوظ نہیں ہے اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اگر تم ظاہر کرو گے نیکی کو اَوْ تُخْفُوْهُ یا چھپاؤ گے نیکی کو اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ یا درگزر کرو گے برائی سے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا پس بے شک ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، قدرت والا۔ نیکی کا کام یا بات کوئی ظاہر کر کے کرتا ہے، مگر ریاء کاری کے لئے نہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اگر مخفی طور پر کرتا ہے کہ میری نیکی کا لوگوں کو علم نہ ہو تو بھی رب تعالیٰ کے علم میں ہے، اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ لوگ سالہا سال نیکی کرتے تھے اور رب تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہوتا تھا، امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام علی ابن حسین رضی اللہ عنہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے، دوسری نیکیاں الگ تھیں، ان کی ایک نیکی کا ذکر ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک بوڑھی عورت اپنے گھر میں اکیلی رہتی تھی، گھر میں اور کوئی فرد نہیں تھا، امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ یہ بوڑھی عورت ہے اور اس کے گھر میں کوئی اور فرد بھی نہیں ہے، اس کو پانی کون لا کر دیتا ہوگا؟ لکڑیاں کون لا کر دیتا ہوگا؟ کیونکہ اس زمانے میں زیادہ اہمیت انہیں دو چیزوں کی ہوتی تھی، تو انہوں نے ایک مشک بنوائی، سحری کے وقت آتے اور اس کے پانی کے سارے برتن بھر جاتے اور لکڑیاں بھی پہنچا جاتے، وہ پوچھتی کہ تم کون ہو؟ تو فرماتے مائی! تم اپنا کام کرو، تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ بس میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، جب یہ فوت ہوئے، غسل

دینے والوں نے ان کے کندھوں پر مشک اٹھانے کے نشان دیکھے، بڑے حیران ہوئے کہ انہوں نے تو مشک کبھی اٹھائی نہیں ہے، ان کے کندھوں پر داغ کس طرح پڑ گئے؟ دو تین دن گزرنے کے بعد وہ مائی بولی کہ اب میرے گھر پانی نہیں پہنچتا، معلوم نہیں پہنچانے والا کہیں چلا گیا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اس بڑھیا کے گھر مشک کے ذریعہ پانی پہنچاتے تھے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نیکی کرتے تھے اور ریاء کاری سے بچتے تھے۔

آگے یہودیوں، عیسائیوں کا ذکر ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ بے شک وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور اس کے رسولوں کا، دنیا میں ایسے کافر جو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہوں بہت کم پیدا ہوئے ہیں، جیسے دہریہ قسم کے لوگ آج بھی موجود ہیں اور پہلے بھی موجود تھے، یہود و نصاریٰ، مشرکین یہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں ہیں، جب ان سے پوچھا جاتا "مَنْ خَلَقَکُمْ" "تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے" مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ؟" زمینوں اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، چاند سورج کس کے تابع ہیں؟ ان کو کون چلا رہا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ بارش کون برساتا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ زمین سے اناج وغیرہ کون اگاتا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ کے انکار کا ذکر ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کے حکموں کا انکار کرتے ہیں، تسلیم نہیں کرتے، اس کے پیغمبروں کو نہیں مانتے، اس کی کتابوں پر عمل نہیں کرتے وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا اور ارادہ کرتے ہیں اس بات کا کہ تفریق کریں بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اللہ تعالیٰ کے درمیان اور اس کے رسولوں کے حکموں کے درمیان اور تفریق اس طرح کرتے ہیں وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ اور کہتے ہیں ہم ایمان لائیں گے بعض پر اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے وہ حکم جو ان کی مرضی کے مطابق ہوتے ان کو مان لیتے اور جو ان کی مرضی کے کلاف ہوتے ان کا انکار کر دیتے اور رسولوں کے درمیان تفریق اس طرح کرتے، مثلاً: یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نبی ماننا تو درکنار ہم تو اس کو حلال زادہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، جس کا ذکر آگے رکوع میں آرہا ہے اور عیسائی ضد پر آئے، انہوں نے کہا: اگر تم ہمارے نبی کو نہیں مانتے تو اس طرح تفریق کی کہ ایک نبی کو مانا

، دوسرے کو نہ مانا وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اور ارادہ کرتے ہیں کہ بنالیں اس کے درمیان ایک راستہ۔ اس کو وہ اپنے لئے بہتری کا راستہ سمجھتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے کسی کا انکار تو درکنار پیغمبروں سے جو بات صحیح ثابت ہے اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے، جیسا کہ باطل فرقے ہیں، یہ ہر چیز کا انکار نہیں کرتے۔

مثلاً: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، کہتے تھے ہم نماز پڑھیں گے، حج بھی کریں گے، روزے بھی رکھیں گے، مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے، کیونکہ قرآن پاک سے ہمیں اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ہم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے کہ ہم سے زکوٰۃ لینے کا حکم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، وہ دنیا سے چلے گئے ہیں، لہٰذا اب ہم کسی اور کو زکوٰۃ نہیں دیں گے، جس طرح شیعہ کا مذہب ہے کہ جب تک ہمارا امام نہیں آئے گا، اس وقت تک نہ ہم پر زکوٰۃ ہے، نہ عشر ہے اور بینک میں حلفیہ بیان جمع کرا دیتے ہیں کہ ہم جعفریہ اور امامیہ ہیں، لہٰذا ہماری رقم سے زکوٰۃ نہ کاٹی جائے اور پھر عجیب بات ہے کہ سنیوں کی جمع شدہ زکوٰۃ جب تقسیم ہوتی ہے تو لینے کے لئے پہنچ جاتے ہیں اور جب دینے کی باری آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارا امام آئے گا تو دیں گے، نہ امام نے آنا ہے اور نہ انہوں نے کچھ کرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف اسی طرح جہاد کیا، جس طرح کافروں کے ساتھ جہاد ہوتا ہے، حالانکہ انہوں نے سارے دین کا انکار نہیں کیا تھا۔

تو کفر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دین کی تمام چیزوں کا انکار کر دے، نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا یا تاویل کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور جو ایسا کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وہ لوگ کافر ہیں یقیناً وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا اور ہم نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب رسوا کرنے والا جو ان کو ذلیل اور رسوا کر دے گا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر، اس کے حکموں پر وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سارے برحق ہیں وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اور نہیں تفریق کرتے ان میں سے کسی ایک کے درمیان۔ اور تفریق کا معنی ابھی بیان ہوا

ہے کہ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ بعض کو ہم مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے، یہ تفریق ہے ماننے اور انکار کرنے کی۔ باقی رہی بات درجات کی کہ کس پیغمبر کا درجہ زیادہ ہے اور کس کا نسبت سے کم ہے۔ یہ اپنی جگہ ثابت ہے، تیسرے پارے کی پہلی آیت کریمہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ پیغمبر ہیں، ہم نے فضیلت دی ہے ان میں سے بعض کو بعض پر۔

سب سے بلند درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے تو درجوں کا تفاوت ہے۔ اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت بخشی بعض نبیوں کو بعض پر اور داؤدؑ کو ہم نے زبور دی۔ تو فضیلت اور درجوں میں تو تفریق ہے اور یہاں تفریق نہ کرنے کا مطلب ہے ایمان لانے اور نہ لانے میں اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ یہی لوگ ہیں عنقریب ان کو دے گا اللہ تعالیٰ ان کے اجر وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَ اٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا ﴿۱۵۶﴾

لفظی ترجمہ:

یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ سوال کرتے ہیں آپ سے کتاب والے اَنْ اس بات کا کہ تُنَزِّلَ آپ اتاریں عَلَیْهِمْ ان پر كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ کتاب آسمان کی طرف سے فَقَدْ سَاَلُوْا پس تحقیق ان کے بڑوں نے سوال کیا مُوْسٰۤى موسیٰ سے اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ اس سے بھی بڑی چیز کا فَقَالُوْۤا پس انہوں نے کہا اَرِنَا اللّٰهَ دکھا ہمیں اللہ تعالیٰ آنکھوں سے جَهْرَةً سامنے فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑا ان کو بجلی نے بِظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کی وجہ سے ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ پھر بنالیا انہوں نے بچھڑے کو معبود بعد اس کے کہ پہنچ چکیں ان کے پاس واضح دلیلیں فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ پس ہم نے اس سے بھی درگزر کیا وَ اٰتَیْنَا مُوْسٰى اور دیا ہم نے موسیٰ کو سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا کھلا غلبہ وَ رَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ ان پر طور کو بِمِیْثَاقِهِمْ ان کے وعدے کی وجہ سے وَ قُلْنَا لَهُمُ اور ہم نے کہا ان سے ادْخُلُوا الْبَابَ داخل ہو جاؤ دروازے سے سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّ قُلْنَا لَهُمْ اور ہم نے کہا ان سے لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ تجاوز نہ کرنا ہفتے والے دن وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ اور لیا ہم نے ان سے مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا بڑا مضبوط وعدہ فَبِمَا نَقْضِهِمْ بوجہ ان کے توڑنے کے مِّیْثَاقَهُمْ اپنے پختہ وعدے کو وَ كُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اور بوجہ ان کے کفر کرنے کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ اور بوجہ ان کے قتل کرنے کے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو بِغَیْرِ حَقٍّ ناحق وَّ قَوْلِهِمْ اور ان کے اس قول کی وجہ سے قُلُوْبُنَا غُلْفٌ کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے

فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا پس نہیں ایمان لاتے، مگر بہت تھوڑے وَّ بِکُفْرِهِمْ اوران کے انکار کی وجہ سے وَ قَوْلِهِمْ اوران کے اس قول کی وجہ سے عَلٰى مَرْيَمَ حضرت مریمؑ پر بُهْتَانًا عَظِيْمًا بہت بڑا بہتان باندھا انہوں نے۔

تشریح:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی شرارتوں، ناانصافیوں اور بہتان تراشیوں کا ذکر فرمایا ہے، کچھ باتوں کا ذکر تو آج کی آیات میں ہے اور کچھ کا ذکر اگلے حصے میں آئے گا، ان شاء اللہ۔ لغوی طور پر تو ہر کتاب کو کتاب کہا جا سکتا ہے، مگر یہاں وہ کتاب مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور اہل کا معنی والا ہے تو اہل کتاب کا معنی کتاب والا، جیسے اہل بیت کا معنی ہے گھر والا۔ اہل المال کا معنی ہے مال والا، لیکن قرآن، اسلام اور شریعت کی زبان میں اہل کتاب وہ لوگ ہیں جو آسمانی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، مثلاً: یہودی تورات کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے بڑے کافی عرصہ تک اس پر عمل بھی کرتے رہے ہیں اور عیسائی انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں تو تورات اور انجیل کو ماننے والے اہل کتاب ہیں۔ اسی طرح جو زبور کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اہل کتاب ہیں، ان آیات میں یہود کا ذکر ہے۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اے نبی کریم! سوال کرتے ہیں آپ سے کتاب والے۔ مدینہ طیبہ میں یہود کی اکثریت تھی، پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ لوگ تھے اور مدینہ طیبہ کی منڈی پر بھی ان کا قبضہ تھا، اس کے علاوہ ان کی زمینیں اور باغات تھے اور بڑے مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے، اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں بھی انہیں کی تھیں، سیاست، کاروبار ان کے ہاتھ میں تھا، ان کے مقابلہ میں اوس اور خزرج کی کوئی حیثیت نہ تھی، جس طرح پاکستان بننے سے پہلے تجارت پر ہندوؤں کا قبضہ تھا، اِکا دُکا دکان مسلمان کی بھی ہوتی تھی۔ یہودیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ تم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے از خود دعویٰ نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے، کہنے لگے: اگر تم نبی ہو تو پھر یہ تھوڑی تھوڑی آیات تم پر کیوں نازل ہوتی ہیں؟ ایک ہی دفعہ کتاب لاؤ، جس طرح موسیٰ علیہ السلام لائے تھے، یہ سوال ان کا غلط تھا، کیونکہ احکامات اکٹھے نازل ہوں یا تھوڑے تھوڑے

اصل تو ان کو تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے اور موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے تورات دس تختیوں میں اکٹھی لے کر آئے تھے ان کے بڑوں نے تو اس کو ماننے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے اور کچھ الٹی سیدھی باتیں بھی کی تھیں، جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

تو فرمایا یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ سوال کرتے ہیں آپ سے اہل کتاب اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ اس بات کا کہ آپ اتاریں ان پر کتاب آسمان کی طرف سے۔ اب دیکھو سوال کیسا ہے کہ تو اتار، بھائی! اتارنا تو رب تعالیٰ کا کام ہے، پیغمبرؑ کا کام تو نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَا ہم نے قرآن نازل کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں سے پریشان نہ ہوں فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ پس تحقیق ان کے بڑوں نے سوال کیا موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی چیز کا، کتاب کا آسمان سے اتارنا بھی بڑی چیز ہے، مگر ان کے بڑوں نے تو اس سے بڑا سوال کیا فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً پس انہوں نے کہا دکھا ہمیں اللہ تعالیٰ سامنے آنکھوں سے۔

ہوا اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام جب توراۃ لے کر ان کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ اس میں تو بڑے بڑے مشکل احکامات ہیں، ان پر ہم عمل نہیں کر سکتے اور یہ معلوم نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یا تم خود وہاں بیٹھ کر لکھتے رہے ہو، لہٰذا یہ کتاب واپس لے جاؤ اور کوئی نرم سی کتاب لاؤ یا اس میں ترمیم کراؤ، ان حالات میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے پروردگار! اس بے وقوف قوم کا کیا علاج کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کر کے کوہِ طور پر لاؤ، میں کلام کروں گا جسے یہ خود اپنے کانوں سے سنیں گے اور واپس جا کر قوم کو گواہی دیں گے کہ ہم نے خود سنا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، لہٰذا اس پر عمل کرو، اس کا ذکر سورۃ اعراف میں آتا ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا اور منتخب کیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کے لئے تو موسیٰ علیہ السلام ستر آدمی ساتھ لے گئے اور ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی: اے پروردگار! یہ لوگ میرے ساتھ آئے ہیں اور تو نیتوں سے خوب واقف ہے، یہ کہتے ہیں کہ توراۃ کے احکام بہت سخت ہیں، ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے، ہمیں کوئی آسان سی کتاب عطا فرما، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ

میں حکیم بھی، علیم بھی، خبیر بھی ہوں، میں نے جو احکام دیئے ہیں، ان میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں ہے جو تمہاری طاقت سے باہر ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق، چونکہ انہوں نے آزاد زندگی بسر کی ہے اور یہ عبادتیں انہوں نے پہلے نہیں کیں، اس لئے ان کو دشوار نظر آ رہی ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس نے آزاد زندگی بسر کی ہو اس پر جب پابندی لگے گی تو اسے تکلیف ہوگی، جب یہ ان احکام پر عمل کریں گے کچھ دنوں کے بعد آسان ہو جائیں گے، اس کو اس طرح سمجھو کہ تم نمازیں پڑھتے ہو، آج صبح تم اٹھے ہو، وضو کیا ہے، نیند چھوڑی ہے، نماز پڑھی ہے، درس سن رہے ہو، عورتیں بھی درس سن رہی ہیں، تمہیں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی، کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی، کوئی ایسا کام تو نہیں کیا جو تمہارے بس میں نہیں اور ایسے بدبخت بھی ہیں جو ابھی تک سو رہے ہیں، بول و براز کی ضرورت پیش آئے گی تو اٹھیں گے یا دفتروں میں جانے کے وقت اٹھیں گے، ناشتہ کریں گے اور کام پر چلے جائیں گے۔ ان کو نماز کے لئے اٹھنا پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری نظر آتا ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی عادت ہی نہیں بنائی تو فرمایا اس پر عمل کرو، اگر تمہارے سے کوئی غلطی ہوگئی تو میں معاف کر دوں گا، اللہ تعالیٰ کا کلام ان ستر نمائندوں نے کانوں سے سنا اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ واقعی ہمیں آواز تو آ رہی ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ جن بول رہا ہے یا کوئی فرشتہ بول رہا ہے، یا رب تعالیٰ بول رہا ہے، رب تعالیٰ نظر آئے تو تب یقین آئے گا فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً پس کہا انہوں نے دکھا ہمیں اللہ تعالیٰ آنکھوں سے۔ یعنی سامنے کھلے طور پر ہمیں نظر آئے، یہ پردے کی اوٹ میں بولتا ہے، ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟

معراج کے واقعہ کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے یا نہیں؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ دوسرا گروہ جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، کہتا ہے کہ آنکھوں سے نہیں دیکھا، صرف کلام سنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس جہاں میں اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھا ہے تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے اور کسی نے نہیں دیکھا۔ موسیٰ

علیہ السلام نے طور پر صرف اپنے لئے سوال کیا تھا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ اے پروردگار! مجھے دکھا تا کہ میں دیکھوں تیری طرف قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا مجھے وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ اور لیکن دیکھو (زبیر) پہاڑ کی طرف فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ پس اگر ٹھہرا رہا وہ اپنی جگہ پر فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پس جس وقت تجلی دکھائی اس کے پروردگار نے پہاڑ پر جَعَلَهٗ دَكًّا تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا. اور گر پڑے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر، حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ چھوٹی انگلی ہے جس کو چیچی کہتے ہیں، اس کے پوٹے کے برابر اللہ تعالیٰ نے نور ڈالا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے فَلَمَّآ اَفَاقَ پس جب موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ کہا پاک ہے تیری ذات، میں توبہ کرتا ہوں تیرے سامنے، میں نے بے جا سوال کیا ہے، مجھے معاف کر دے، اس جہاں میں تو موسیٰ علیہ السلام کو دیدار نہ ہوا، تم کس باغ کی مولی ہو؟ کہ کہتے ہو ہمیں اللہ تعالیٰ سامنے نظر آئے۔

ہاں! اگلے جہاں میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے، قرآن کریم سے بھی ثابت ہے، حدیث سے بھی ثابت ہے اور اجماع اُمت سے بھی ثابت ہے کہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور مومنوں کے لئے اس سے بڑی خوشی کی اور کوئی چیز نہ ہوگی، پھر کسی کو دن میں دو دفعہ، کسی کو دن میں ایک دفعہ دیدار نصیب ہوگا اور کسی کو ہفتے کے بعد، جس قدر ایمان، اعمال اور اخلاق ہیں، ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، جب انہوں نے کہا کہ آواز تو آ رہی ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ جن کی ہے، فرشتے کی ہے یا رب تعالیٰ کی؟ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ سامنے آنکھوں سے دکھا تو اس گستاخی پر فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ پس پکڑا ان کو بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے، ان پر بجلی پڑی، پہلے پارے میں بھی ہے اور نویں پارے میں بھی ہے کہ ستر کے ستر سارے ہی مر گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! ان کو تو میں اپنی تائید کے لئے لایا تھا، جب میں واپس جاؤں گا اور ان میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہیں ہوگا تو قوم کو کیا جواب دوں گا؟ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا (پارہ: ۹، سورۃ الاعراف) کیا تو ہلاک کر دے گا ہمیں اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقل لوگوں نے کیا ہے؟ ان کو معاف کر دے اے پروردگار! اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْكَ ہم نے تیری

طرف رجوع کیا ہے، پہلے پارے میں ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پھر ہم نے تم کو زندہ کیا تمہارے مرنے کے بعد۔

تو جب ان پر اکٹھی کتاب نازل ہوئی تھی اس کو انہوں نے تسلیم کرلیا تھا؟ کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کتاب اتاریں ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ پھر انہوں نے بنالیا بچھڑے کو معبود۔ موسیٰ علیہ السلام توراۃ لینے کے لئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے، تیس راتوں کا وعدہ تھا، روزانہ ایک ایک تختی ملتی، پھر اللہ تعالیٰ نے دس راتیں مزید بڑھادیں فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (پارہ:۹، سورۃ الاعراف) پس پوری ہوگئی مدت اس کے پروردگار کی چالیس راتیں۔ ان چالیس دنوں میں موسیٰ علیہ السلام کی برادری کے ایک آدمی نے جس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا اور قبیلہ بنو سامرہ میں سے تھا نے قوم کو گمراہ کردیا۔

ہوا اس طرح کہ بحر قلزم میں فرعونی لشکر کے غرق ہونے کے موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تھے وہ گھوڑا جس جگہ پاؤں رکھ کر اٹھاتا وہاں سبزہ اُگ جاتا، اس سامری نے وہاں سے تھوڑی سی مٹی اٹھالی تھی اور اپنے پاس رکھ لی، جب بنی اسرائیلیوں نے وہ سونا چاندی جو قبطیوں سے مانگ کر لائے تھے پھینکا، سامری نے اس سونے چاندی کا بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں وہ مٹی ڈالی تو بچھڑا ٹاں ٹاں کرنے لگ گیا، جس طرح بچھڑے کرتے ہیں، سامری نے کہا کہ یہ جو بچھڑے کے اندر بول رہا ہے، یہ رب ہے، اس کی پوجا کرو، یہودیوں کے بڑوں نے اس کی پوجا شروع کردی، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے تو پہلے تو ہارون علیہ السلام کی خبر لی، ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچا کہ یہ قوم کیا کررہی ہے؟ تم کہاں تھے؟ روکا کیوں نہیں؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میری ماں جائے! میرا کوئی قصور نہیں ہے، موسیٰ علیہ السلام کا مزاج جلالی تھا اور ہارون علیہ السلام کا مزاج جمالی تھا، مزاج اپنا اپنا ہوتا ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کا مزاج اور تھا ہابیل کا مزاج اور تھا، حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کا مزاج اور تھا اور باقی تین بیٹوں کا مزاج اور تھا، باپ ایک ہی ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو یہاں تک روکا اور سمجھایا کہ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ (پارہ:۹،

سورۃ الاعراف) قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالتے تو ان کے بڑوں نے بچھڑے کو اللہ بنالیا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ پہنچ چکیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔ بہت سارے معجزات دیکھ چکے تھے، دریا کا پھٹنا دیکھا، من اور سلویٰ کا اترنا وغیرہ دیکھا فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ پس ہم نے اس سے بھی درگزر کیا وَاٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا اور دیا ہم نے موسیٰ کو کھلا غلبہ۔

یہودیوں کی اور شرارت کہ یہودی جس وقت وادئ تیہ میں پہنچے جس کو آج کل کے جغرافئے میں وادئ سیناء کہتے ہیں، یہ چھتیس میل لمبا اور چوبیس میل چوڑا بڑا میدان ہے، سطح سمندر سے تقریباً چار ہزار فٹ بلند ہے، ۱۹۶۷ء کی جنگ میں پوری وادی پر یہودیوں نے قبضہ کر لیا تھا، اس کا کچھ حصہ رونے دھونے سے مصر کو واپس مل گیا تھا، مگر وہ حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے ابھی تک نہیں ملا، یہودیوں کے پاس ہے تو بنی اسرائیل جب وادی سیناء میں پہنچے تو کہنے لگے کہ ہمارے لئے کوئی قانون اور ضابطۂ حیات ہونا چاہئے، کیونکہ کوئی قوم بغیر قانون کے زندگی بسر نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبہ پر توراۃ عطا فرمائی، موسیٰ نے ان کو پڑھ کر سنائی، تو کہنے لگے: اس پر تو ہم عمل نہیں کر سکتے، اس کے احکام تو بہت مشکل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ اور ہم نے بلند کیا ان پر طور کو۔ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور کو ان کے سروں پر لٹکا دیا، جس طرح یہ چھت ہمارے سروں پر ہے بِمِیْثَاقِهِمْ ان کے وعدے کی وجہ سے۔ دین میں جبر نہیں ہے، قرآن پاک میں آتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ دین میں جبر نہیں ہے، ان کی سروں پر کوہِ طور لٹکا کر تسلیم کرنے پر اس لئے مجبور کیا گیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی، پہلے خود مطالبہ کیا تھا کہ ہمارے لئے کوئی قانون لائیں جس پر ہم عمل کریں، جب کتاب آگئی تو کہنے لگے: اس کے احکام بڑے مشکل ہیں، ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے تو اس عہد شکنی کی وجہ سے طور یہاں ان کے سروں پر لٹکایا گیا، ورنہ ابتداءً تم کسی کافر کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کر سکتے تبلیغ کر سکتے ہو، ترغیب دے سکتے ہو، تلوار کے زور پر اس کو مسلمان نہیں بنا سکتے، لیکن اگر کوئی شخص مسلمان ہو جانے کے بعد العیاذ باللہ! مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے، کیونکہ اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ عہد کر کے توڑ دیا ہے، لہٰذا یہ سزا عہد شکنی کی وجہ سے ہے، جبر نہیں ہے۔ ان کی بدعہدی کا ایک اور واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن

نون علیہ السلام کو نبی بنایا اور وادئ تیہ میں پابندی کے چالیس سال بھی مکمل ہو گئے، نئی پود جوان ہو چکی تھی، حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم اس شہر بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ، سجدہ کرتے ہوئے۔ پہلے زمانے میں شہروں کے دروازے ہوتے تھے، جس طرح ہمارے گوجرانوالہ میں سیالکوٹی دروازہ ہے، ایمن آبادی دروازہ ہے، لاہوری دروازہ ہے، وغیرہ۔ اسی طرح لاہور میں دہلی دروازہ تھا، ملتانی دروازہ تھا۔ حکم ہوا کہ تم اس دروازہ سے شہر میں داخل ہو جاؤ سجدہ کرتے ہوئے اور زبان سے کہو حِطَّةٌ اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرمادے۔ مگر یہودیوں نے دونوں حکموں کی نافرمانی کی۔ سجدہ کی بجائے چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے بچوں کی طرح داخل ہوئے اور حِطَّةٌ کی بجائے حنطة ہمیں گندم چاہیے کہتے ہوئے داخل ہوئے، یعنی فعل کی بھی اور قول کی بھی نافرمانی کی۔ یہ ان کی نسل مین سے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں، لہٰذا ان کے سوالوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

فرمایا وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور ہم نے کہا ان سے داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ اور ہم نے کہا ان سے تجاوز نہ کرنا ہفتے والے دن۔ ان کے لئے ہفتے کا دن عبادت کے لئے مقرر تھا، کوئی اور کام جائز نہیں تھا، چوبیں گھنٹے عبادت میں ہی گزارنے ہوتے تھے۔

ان کی تاریخ رات کے بارہ بج کر ایک منٹ پر بدلتی ہے، مثلاً: آج جمعہ کا دن ہے، سورج غروب ہونے کے بعد رات کو بارہ بج کر ایک منٹ پر تاریخ بدل جائے گی اور اگلی رات بارہ بجے تک یہی تاریخ رہے گی اور اسلامی تاریخ سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ہی بدل جاتی ہے تو ان کے لئے حکم تھا کہ ہفتے والے دن تم نے عبادت کرنی ہے، باقی کاموں سے عموماً اور مچھلیوں کے شکار کو خصوصی طور پر منع کیا گیا۔ نویں پارے میں اس کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے یہ حکم توڑ دیا، سوائے چند لوگوں کے، تو یہ ان لوگوں کی نسل سے ہیں، حالانکہ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور لیا ہم نے ان سے بڑا مضبوط وعدہ۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے نافرمانی کی، یہ وعدہ شکن لوگ ہیں، ان کو اپنے بڑوں کے حالات کا علم نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کتاب اکٹھی لا کر دے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ بوجہ ان کے توڑنے

کے اپنے پختہ عہد کو وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور بوجہ ان کے کفر کرنے کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور بوجہ ان کے قتل کرنے کے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو انہوں نے قتل کیا، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ایک علاقے میں تریالیس قومیں رہتی تھیں، ان کی طرف تریالیس پیغمبروں کو مبعوث کیا گیا، انہوں نے ان سب کو ایک دن میں شہید کر دیا اور ایک سو ستر اِن کے حواریوں اور صحابیوں کو شہید کر دیا، جو پیغمبروں کی حمایت کے لئے آئے تھے، اس کا ذکر تیسرے پارے میں ہے۔

وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔ غلف اغلف کی جمع ہے، اغلف غلاف کو کہتے ہیں، جس طرح لوگ قرآن پر غلاف چڑھاتے ہیں، مٹی دھول سے بچاؤ کے لئے، تو وہ کہتے تھے کہ ہمارے دل تو غلافوں میں ہیں، تمہاری باتوں کو ہم ان تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ فرمایا غلاف میں نہیں ہیں بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے ان کے دلوں پر ان کے کفر کی وجہ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا پس نہیں ایمان لاتے مگر بہت تھوڑے وَّبِكُفْرِهِمْ اور ان کے کفر کی وجہ سے وَقَوْلِهِمْ اور ان کے اس قول کی وجہ سے عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا حضرت مریم پر انہوں نے بہت بڑا بہتان باندھا۔

یہودیوں کو جب کہا جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی تسلیم کرو تو کہتے کہ ہم تو اس کو حلال زادہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، نبی کس طرح تسلیم کریں؟ حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان لگاتے تھے کہ وہ بدکار تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرنے والے یہ لوگ ہیں، لہٰذا ان کی باتوں سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہیں کہتے ہیں کہ کتاب اکٹھی لا کر دو، جبراً اکٹھی لا کر دی گئی تھی، اس وقت ان کے بڑوں نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا؟ آگے مزید ان کی کارروائیوں کا ذکر آئے گا۔

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

لفظی ترجمہ:

وَّبِكُفْرِهِمْ اور (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے کفر کرنے کی وجہ سے وَقَوْلِهِمْ اور ان کے اس قول کی وجہ سے عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا کہ انہوں نے حضرت مریمؑ پر بہت بڑا بہتان باندھا وَّقَوْلِهِمْ اور ان کے اس قول کی وجہ سے (ان پر لعنت کی) اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ بے شک ہم نے قتل کیا مسیحؑ کو جو عیسیٰ بن مریم تھے رَسُوْلَ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا وَمَا قَتَلُوْهُ اور انہوں نے نہیں قتل کیا اس کو وَمَا صَلَبُوْهُ اور نہ انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا ہے وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور لیکن یہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کردیا گیا ہے وَاِنَّ الَّذِيْنَ اور بے شک وہ لوگ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ جنہوں نے اختلاف کیا عیسیٰؑ کے بارے میں لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ البتہ وہ شک میں ہیں ان کے متعلق مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کوئی علم اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ سوائے گمان کی پیروی کے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور نہیں قتل کیا انہوں نے مسیحؑ کو یقیناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا اس کو اپنی طرف وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِيْزًا غالب حَكِيْمًا حکمت والا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اور نہیں ہے اہل کتاب میں سے کوئی بھی اِلَّا مگر لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ البتہ ضرور ایمان لائے گا عیسیٰؑ پر قَبْلَ مَوْتِهٖ ان کی وفات سے پہلے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن يَكُوْنُ ہوں گے عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا عیسیٰؑ ان پر گواہ۔

تشریح:

یہودیوں کی شرارتوں اور کجرویوں کا ذکر چلا آرہا ہے، دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں ایک قوم یہودی ہے، یعنی ذہین بھی بڑے ہیں اور ضدی بھی بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا اور (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے کفر کی وجہ سے اور اس قول کی وجہ سے کہ انہوں

نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اگلی سورت میں الفاظ آرہے ہیں کہ یہود پر عہد شکنی اور دیگر کارروائیوں کی بنا پر ہم نے ان پر لعنت کی۔ ان آیات کا تعلق بھی اسی مضمون کے ساتھ ہے، ان وجوہ سے ان پر لعنت کی گئی۔

حضرت مریم علیہا السلام کے والد بھی فوت ہو چکے تھے، والدہ بھی فوت ہو چکی تھی اور ان کا ایک بھائی جس کا نام ہارون تھا، وہ بھی فوت ہو چکا تھا، حضرت مریم علیہا السلام کی تربیت اور پرورش حضرت زکریا علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ ہنہ بنت فاقوذہ نے کی، جو حضرت مریم علیہا السلام کی حقیقی خالہ تھیں، حضرت مریم علیہا السلام نے بڑی عجیب زندگی گزاری ہے، جب جوان ہوئیں، غسل کرنا تھا، سادہ مکان تھا، اس کی مشرق کی جانب دو دیواروں کے ساتھ کپڑا لٹکا کر پردہ بنایا اور غسل کیا، کپڑے پہنے، اچانک دیکھا تو ایک صحت مند نوجوان ان کے پاس کھڑا ہے، حضرت مریم گھبرا گئیں، انہوں نے سمجھا کہ اس کی نیت اچھی نہیں ہے، میں جوان عورت ہوں اور ہوں بھی تنہائی میں، اس وقت اس کا آنا خطرے سے خالی نہیں ہے، حضرت مریم کے نام پر مستقل ایک سورت ہے، اس میں اس کا ذکر ہے۔

انہوں نے فریاد کی اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تم پرہیزگار متقی ہو، تو جہاں سے آئے ہو چلے جاؤ قَالَ اس نے کہا بی بی! مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ میں تو تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں جبرائیل لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا اور اس لئے آیا ہوں تاکہ میں دوں تجھے ایک لڑکا پاکیزہ۔ جب لڑکے کی خوشخبری سنی تو قَالَتْ کہنے لگی اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ کہاں سے ہوگا میرے لئے لڑکا وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے اور نہیں ہوں میں بدکار۔ نہ جائز طریقے سے کوئی مرد میرے پاس آیا ہے اور نہ میں بدکار ہوں، کیونکہ عادتاً بچے دو طریقے سے ہی حاصل ہوتے ہیں: حلال طریقے سے یا حرام کے طور پر۔ اور یہ دونوں میرے اندر نہیں ہیں۔

قَالَ فرشتے نے کہا كَذٰلِكِ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكِ فرمایا ہے تیرے رب نے هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ یہ مجھ پر آسان ہے اور دوسری جگہ ہے كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ (پارہ: ۳، سورۃ آل عمران) اسی طرح

اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی ہی ہے جیسے مثال ہے آدم کی خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا مٹی سے ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ پھر کہا اس کو ہو جا، پس وہ ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا نہ باپ، نہ ماں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تو ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک ماری، اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود بن گیا اور جب لڑکے کی پیدائش کا وقت ہوا تو پریشان ہوئیں کہ میں لوگوں کو کس طرح مطمئن کروں گی کہ یہ لڑکا کس طرح ہو گیا؟ وہ کس طرح تسلیم کریں گے؟

عمران بن مانان جو مسجد اقصیٰ کے خطیب تھے اور اس وقت کے ولی کامل تھے کی بیٹی ہوں، زکریا علیہ السلام کے گھر میری تربیت ہوئی ہے، سارا خاندان ہی نیک ہے، میں یہ کہوں کہ لڑکا اس طرح پیدا ہوا ہے تو لوگ مطمئن ہو جائیں گے؟ کس طرح مطمئن کروں گی؟ جب دردِ زہ شروع ہوا وہاں سے دور ایک ٹیلا تھا، وہاں کھجور کے کچھ درخت تھے، کھجور کا ایک درخت بالکل خشک تھا، اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور کہا یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا (پارہ:۱۶، سورۂ مریم) کاش کہ میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی ہوتی، اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آ گیا اور کہا اَلَّا تَحْزَنِیْ بی بی پریشان نہ ہو، اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرمائے گا، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہو چکی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا وَهُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا تم پر تازہ تازہ کھجوریں گریں گی۔

دیکھو کتنی بڑی عجیب بات ہے، بچے کی پیدائش کے بعد تو عورت ہلنے جلنے کے قابل نہیں ہوتی جو ٹہنی تک نہیں ہلا سکتی، اس کو حکم دیا جا رہا ہے کہ کھجور کا تنا ہلاؤ، تنا پہلوان بھی نہیں ہلا سکتا، مگر اس میں ہمارے لئے سبق ہے کہ حرکت میں برکت ہے فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ پھر وہ اس بچے کو اٹھا کر قوم کے پاس لے آئیں قَالُوْا جس جس نے دیکھا کہا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا اے مریم! البتہ تحقیق لائی ہے تو اوپری چیز یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا، نہ تیری ماں بدکار، یہ بچہ کہاں سے آ گیا؟ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ پس حضرت مریم نے اشارہ کیا بچے کی طرف کہ اس سے

پوچھو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ قَالُوْا انہوں نے کہا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ہم اس بچے سے کیسے بات کریں جو گود میں ہے۔ جس کو تو نے گود میں اٹھایا ہوا ہے، مخلوق اکٹھی تھی، مرد کیا عورتیں کیا بوڑھے اور کیا بچے، عجیب سماں تھا اور یہ گنہگار ہو رہی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا پہلا دن تھا، بعض نے دوسرا دن لکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر شروع کر دی قَالَ فرمایا اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، یہ پہلی کاری ضرب ہے عیسائیوں پر جو ان کو رب مانتے ہیں، فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، رب نہیں ہوں اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ رب تعالیٰ نے مجھے کتاب دینے کا وعدہ کیا ہے وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ اور مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (پارہ:۱۶، سورۂ مریم) اور اس نے مجھے تاکید فرمائی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک کہ میں زندہ رہوں، لمبی چوڑی تقریر فرمائی اور ایک دن کے بچے نے ایسی تقریر کی کہ کوئی شخص بوڑھاپے میں بھی ایسی تقریر نہیں کر سکتا، لیکن یہودیوں نے تسلیم نہ کیا اور کہا کہ یہ بچہ حلال نہیں ہو سکتا، اتنے ضدی تھے کہ ساری نشانیاں دیکھنے کے باوجود خبیث باز نہ آئے۔ نبوت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی مل گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اس وقت بنی اسرائیل نے اپنا دین مسخ کر لیا تھا۔

جس طرح آج کل اہل بدعت نے دین کا نقشہ اور حلیہ بگاڑ دیا ہے اور کہتے اپنے آپ کو حنفی ہیں، حالانکہ اماموں میں سے شرک اور بدعت کی تردید جتنی امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے اتنی اور کسی نے نہیں کی اور فقہ حنفی میں جتنی شرک اور بدعت کی تردید ہے، اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ مگر وہ بھی آپ کو حنفی کہتے ہیں اور ہمیں وہابی کہتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ان کے سامنے اگر کوئی حق بیان کرے تو اس کو بھڑوں کی طرح چمٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دین بگاڑنے والا ہے۔

اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی اصلاح کرنی شروع فرمائی کہ لوگو! تم نے جو دین کا نقشہ بنایا ہوا ہے، یہ خدائی دین نہیں ہے، یہ تمہارا خانہ ساز ہے، یہ بدعات ہیں، رسم و رواج ہیں تو ان

کے مولوی اور عوام سارے ہی ان کے مخالف ہو گئے اور ان کے مولوی اور پیر مخالفت میں پیش پیش تھے۔

ملک شام میں رومیوں کی حکومت تھی، ایک صوبہ یہودیوں کا تھا، اس کا گورنر تھا ہیروڈ جو مرکز کی طرف سے مقرر تھا، یہودیوں کا ایک وفد گورنر کے پاس گیا اور کہا کہ یہ شخص یعنی عیسیٰؑ ہمارے دین میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے آیا ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کو سولی پر لٹکایا جائے، اگر حکومت ہمارا مطالبہ پورا نہیں کرے گی تو ہم خود قدم اٹھائیں گے، گورنر خاصا پریشان ہوا اور مرکز کو خط لکھا کہ میرے صوبے میں اس طرح کا ایک شخص ہے، وہ اپنے آپ کو نبی بتاتا ہے، وعظ و تقریریں کرتا ہے، مگر سارا صوبہ اس کے خلاف ہے، سوائے چند آدمیوں کے اور مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں اس کو سولی پر لٹکانے کا، میرے متعلق جو ہدایات ہیں بتائی جائیں، تا کہ میں ان پر عمل کروں۔

حکومت نے کہا: ایسا نہ کرنا، ایسا ہوتا رہتا ہے، لوگ درخواستیں دیتے رہتے ہیں، کسی کو قتل کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ دن گزرنے کے بعد یہودی عوام مولویوں اور پیروں نے جلوس نکالنے شروع کر دیئے اور گورنر ہاؤس کا گھیراؤ شروع کر دیا، نعرے بازی ہو رہی ہے کہ عیسیٰؑ کو ہمارے سامنے سولی پر لٹکاؤ، گورنر نے پریشان ہو کر دوبارہ مرکز کو خط لکھا کہ لوگوں نے میری نیند حرام کر دی ہے، نہ دن کو آرام ہے، نہ رات کو، یا تو مجھے اس کی قتل کی اجازت دو یا میرا استعفاء قبول کرو۔

مرکز نے جواب دیا کہ اگر ایک آدمی کے قتل کرنے سے صوبے میں امن قائم ہوتا ہے تو اس کو سولی پر لٹکا دو، گورنر ہیروڈ کو اجازت مل گئی حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے کی، گورنر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے آرڈر جاری کر دیئے اور پولیس گرفتار کرنے کے لئے روانہ ہو گئی، غیر ملکی پولیس تھی رومیوں کی، جس طرح ہم پر ایک وقت انگریز مسلط تھا، گورے سپاہی ہوتے تھے، ہم جو رعیت تھے ہماری زبان، شکلیں اور بود و باش اور تھی، گوروں کی اور تھی، اس طرح وہاں بھی بادشاہ کی طرف سے پولیس متعین تھی، انکی بولی رومی تھی اور یہودیوں کی عبرانی زبان تھی، پولیس نے ایک آدھ مرتبہ عیسیٰؑ کو دیکھا تھا، پولیس نے بجائے عیسیٰؑ کو گرفتار کرنے کے شمعون قرینی کو گرفتار کر لیا، یہ ایک منافق آدمی تھا، حضرت عیسیٰؑ کے پاس جاتا تو ان کا بن جاتا اور یہودیوں کے پاس جاتا تو ان کا بن جاتا اور اس کی شکل حضرت عیسیٰؑ سے ملتی جلتی تھی، اس

مغالطے میں انہوں نے اس کو گرفتار کرلیا، اس نے کافی شور مچایا، چیخا چلایا کہ میں شمعون قرینی ہوں، عیسیٰ نہیں ہوں، مگر انہوں نے اس کی ایک نہ سنی اور کہا کہ لوگ ایسے موقع پر ایسا کرتے ہیں اور لے جاکر اس کو سولی پر چڑھادیا اور عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر زندہ اٹھالیا اور یہ بات دو تاریخی کتابوں میں موجود ہے اور وہ دونوں کتابیں انگریزوں کی مرتب کردہ ہیں۔ ایک کا نام انسائیکلوپیڈیا برطانیکا اور دوسری کا نام ہے انسائیکلوپیڈیا آخری لیجن اینڈ استھک۔ ان دونوں کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ جس شخص کو سولی پر لٹکایا گیا تھا وہ شمعون قرینی تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا اور وہ دوسرے آسمان پر موجود ہیں اور قیامت کے قریب اس وقت نازل ہوں گے جب امام مہدی رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھانے کی تیاری میں ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق شہر میں جامع مسجد اموی کے شرقی مینارہ پر اتریں گے، وہ مینارہ آج بھی منارۃ المسیح کے نام سے مشہور ہے، وہ سفید رنگ کا مینارہ ہے اور صبح کے وقت نازل ہوں گے، جن روایتوں میں عصر کے وقت کا ذکر ہے وہ کمزور ہیں، صحیح روایتوں میں ہے کہ صبح کے وقت نازل ہوں گے، پہلی نماز امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہوکر پڑھیں گے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمائیں گے کہ مجھے جس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے، اب ہم اس کو پورا کریں گے۔ چنانچہ دجال لعین کو لُد کے مقام پر قتل کریں گے، تل ابیب سے جو اسرائیل کا دارالخلافہ ہے چھتیس میل دور ایک چھوٹی سی بستی ہے، اس کا نام لُد ہے۔

دجال لعین چالیس دنوں میں زمین میں پھر چکا ہوگا، پہلا دن ایک سال کا ہوگا، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور تیسرا دن ہفتے کے برابر لمبا ہوگا اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں ہوگی جہاں وہ نہ پھرا ہوگا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان پر لعنت بھیجی ان کے کفر کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا وَّقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی کہ بے شک ہم نے قتل کیا مسیح کو جو عیسیٰ بن مریم تھے

رَسُوْلَ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا قَتَلُوْهُ حالانکہ انہوں نے نہیں قتل کیا اس کو وَمَا صَلَبُوْهُ اور نہ انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور لیکن معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا ہے کہ ان کا ہم شکل آدمی شمعون قرینی قابو آ گیا اور اس کو سولی پر چڑھا دیا گیا وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ البتہ وہ شک میں ہیں ان کے متعلق مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کوئی علم اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ سوائے گمان کی پیروی کے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور نہیں قتل کیا انہوں نے مسیح کو یقیناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا لیا اپنی طرف۔

غور کرو اب اتنی تاکید کے بعد بھی کوئی شخص یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں تو اس کے مردود ہونے میں کیا شک ہے؟ یہ قرآن پاک تمہارے سامنے ہے، دیکھ رہے ہو، اس کے بعد کسی چیز کی گنجائش ہے؟ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب، اس کے اٹھانے میں کوئی اشکال نہیں ہے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اور نہیں ہے اہل کتاب میں سے کوئی بھی اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ مگر ایمان لائے گا عیسیٰ پر قَبْلَ مَوْتِهٖ ان کی وفات سے پہلے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے اور جہاد کریں گے، جو لڑائی سے بچ جائیں گے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ حضرت شیخ نے جواب میں فرمایا کہ آپ امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور قیامت والے دن ہوں گے عیسیٰ ان لوگوں پر گواہ۔

حیاتِ مسیح پر میں نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ''توضیح المرام'' توفیق ہو تو اس کو ضرور دیکھو، اس میں میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے اور قریب قیامت نازل ہونے اور نزول کے بعد دجال کو قتل کرنے اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والتسلیم کے مطابق حکومت کرنے اور زمین کو عدل و انصاف سے چلانے کا ثبوت قرآن پاک، صحیح احادیث، فقہاء اور متکلمین کے اقوال سے اور بزرگانِ دین کے اقوال سے دیا ہے اور مرزائیوں کی تردید ان کی کتابوں سے کی ہے، لیکن

گکھڑ کے لوگوں کو کتاب پڑھنے کا شوق بالکل نہیں ہے اور کتاب لینے کے حق میں بڑے بخیل ہیں، کتاب پر پیسے خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، بس یہ سمجھتے ہیں کہ درس سن لیا، بس یہی کافی ہے، حالانکہ جتنا اطمینان کتاب سے حاصل ہوسکتا ہے، وہ درس سے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس پر کافی محنت صرف کی ہوتی ہے اور پورے زور کے ساتھ دلائل جمع کئے ہوتے ہیں اور مالھا و ماعلیہا پر تفصیلی بحث ہوتی ہے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾

لفظی ترجمہ:

فَبِظُلْمٍ پس بسبب ظلم کرنے کے مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف سے هَادُوْا جو یہودی تھے حَرَّمْنَا حرام کردیں ہم نے عَلَيْهِمْ ان پر طَيِّبٰتٍ پاکیزہ چیزیں اُحِلَّتْ لَهُمْ جو حلال کی گئی تھیں ان کے لئے وَبِصَدِّهِمْ اور بوجہ ان کے روکنے کے عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے كَثِيْرًا بہت زیادہ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا اور بسبب ان کے سود لینے کے وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ حالانکہ تحقیق ان کو منع کیا گیا تھا سود خوری سے وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ اور بوجہ ان کے کھانے کے لوگوں کے مالوں کو بِالْبَاطِلِ باطل طریقے سے وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ اور ہم نے تیار کیا ہے کافروں کے ان میں سے عَذَابًا اَلِيْمًا عذاب دردناک لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ لیکن جو پختہ ہیں فِي الْعِلْمِ علم میں مِنْهُمْ ان میں سے وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور وہ جو ایمان لانے والے ہیں يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں بِمَآ اس چیز پر اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف سے وَمَآ اور اس چیز پر اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ جو نازل کی گئی آپ سے پہلے وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ اور جو قائم کرنے والے ہیں نماز کو وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوۃ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں سَنُؤْتِيْهِمْ عنقریب ہم ان کو دیں گے اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا۔

تشریح:

کل کے درس میں تم نے تفصیلاً سنا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق نامناسب باتیں کیں جو کسی شریف آدمی کے متعلق بھی نہیں کہی جاسکتیں، چہ جائے کہ اللہ تعالیٰ کے شان والے پیغمبر اور اس کی پاک دامن ماں کے بارے میں کہی جائیں، مگر دنیا میں بہت کچھ ہوتا ہے،

کسی کی زبان تو نہیں پکڑی جا سکتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے تہمت لگائی، کم و بیش ایک مہینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشان رہے اور منافقوں نے اس قدر زور سے پروپیگنڈہ کیا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے، جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مشہور شاعر ہیں، کہنے لگے نوعمر عورت ہے، ایسی بات ہو گئی ہو تو تعجب نہیں ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں، مہاجرین میں سے ہیں اور بدری صحابی ہیں، مگر غلط فہمی کا شکار ہو گئے اور حمنہ بنت جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی بھی لگتی تھیں، وہ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں سورۂ نور کے اندر دو رکوع نازل فرمائے اور فرمایا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ پروردگار! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

تو دنیا میں باتیں کرنے سے تو کوئی بھی باز نہیں آتا، اب ظاہر بات ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو اتہام لگایا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری ہو گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مہینہ تک کیا کیفیت تھی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر بھی تہمت لگائی گئی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ناحق شہید کیا گیا، لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا مقابلہ کرتے رہے اور پیغمبروں پر کیا کیا ظلم کرتے رہے، اس کا ذکر ہے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا بسبب ان لوگوں کے ظلم کرنے کے جو یہودی تھے، یہودیوں کو یہودی اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کا نام یہودا تھا، وہ مومن تھا، صحابی تھا، ولی کامل تھا، پھر پیغمبر کا بیٹا تھا، اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہتے ہیں یا اس وجہ سے یہودی کہا جاتا ہے کہ ان کے بڑوں نے غلطی کی تھی، پھر توبہ کی اور کہا اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ اے پروردگار! ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے، ہمیں معاف کر دے تو اس هُدْنَا کے لفظ کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے کہ یہ حق کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، ان میں نیک بھی تھے، مگر اکثریت بروں کی تھی، تو فرمایا بسبب ان لوگوں کے ظلم کے جو یہودی تھے حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ حرام کر دیں ہم نے ان پر طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ پاکیزہ چیزیں جو

حلال کی گئی تھیں ان کے لئے۔ان کے ظلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام فرمادیں، اس کا ذکر دوسرے مقام پر ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا اوران لوگوں پر جو یہودی تھے ہم نے حرام کردیا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ سب ناخن والے جانور جن کے پاؤں پھٹے ہوئے نہیں ہوتے، جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ کہ ان کے پاؤں جڑے ہوئے ہوتے ہیں وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ اور گائیوں میں سے اور بھینس بھی اس میں داخل ہے اور بکریوں میں سے اور بھیڑیں بھی اس میں شامل ہیں حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ ان کی چربی ہم نے ان پر حرام کردی۔گائے، بیل کا گوشت تو کھاسکتے تھے، مگر ان کی چربی نہیں کھاسکتے، بکری بکرا چھترے کا گوشت تو کھاسکتے ہو، مگر چربی نہیں کھاسکتے اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہو اَوِ الْحَوَايَآ یا انتڑیوں کے ساتھ لگی ہوئی ہو اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا وہ جو ہڈی کے ساتھ لگی ہوئی ہو وہ کھاسکتے ہیں، باقی نہیں مثلاً: چکتی ہے یا گردوں کے ساتھ جو لگی ہوئی ہے نہیں کھاسکتے تھے، یہ چیزیں کیوں حرام فرمائیں؟ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ (پارہ:۸، سورۃ الانعام) یہ ہم نے ان کو سزا دی ان کی سرکشی کی وجہ سے۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ عمومی حالات میں لوگ اکٹھے بیٹھتے چلتے پھرتے ہیں، مگر جب حکومت کو خدشہ ہو کہ لوگ اکٹھے ہو کر حکومت کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں یا بدامنی پھیلانا چاہتے ہیں تو حکومت دفعہ ایک سو چوالیس نافذ کردیتی ہے کہ مثلاً: پانچ آدمی اکٹھے نہیں چل سکتے یا بیٹھ نہیں سکتے، لوگوں کی شرارت سے بچنے اور امن برقرار رکھنے کے لئے مذکورہ دفعہ لگائی جاتی ہے اور یہ پابندی عارضی طور پر ہوتی ہے، اس طرح یہودیوں پر جو یہ چیزیں حرام کی گئی تھیں عارضی تھیں، ان کی سرکشی کی وجہ سے حرام فرمائیں۔

وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا بوجہ ان کے روکنے کے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے، بہت زیادہ ہر آدمی اپنے عقائد پر خوش ہے، چاہے وہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

قرآن پاک میں آتا ہے كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (پارہ:۲۱، سورۃ الروم) ہر گروہ ان چیزوں پر خوش ہے جو ان کے پاس ہیں اور کوشش کرتا ہے کہ سارے لوگ میرے جیسے ہو جائیں اور میرے

ساتھ مل جائیں، مثلاً: چور چاہتا ہے اور لوگ بھی چور بن جائیں اور میرے ساتھ مل جائیں، ڈاکو اپنی گینگ بنائیں گے، تاکہ ہماری قوت بڑھ جائے، ہر قسم کے لوگ اپنے نظریات کو پھیلاتے ہیں، باطل نظریات سے صرف وہ بچ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچائے اور وہ خود بچنے کی کوشش کرے۔ اس وقت مغربی قوتوں نے مسلمانوں کے عقائد و نظریات اور اعمال پر یلغار کی ہوئی ہے، ڈش کے ذریعے، ٹی وی کے ذریعہ، رسائل کے ذریعے، اسکولوں کے ذریعے، مشنریوں کے ذریعے، ایسا کہ ہر ہر لفظ میں ہر ہر بول میں مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں، انہوں نے تو اپنا کام کرنا ہے، ہمارے اندر بھی غیرت ہونی چاہئے کہ ہم دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، نہ کہ ان سے متاثر ہو کر دین کے کام چھوڑ بیٹھیں اور ان جیسی وضع قطع اپنالیں۔

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا اور بسبب ان کے سود لینے کے وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ حالانکہ ان کو تحقیق منع کیا گیا تھا سود خوری سے اور سود صرف ان کے لئے حرام نہیں تھا، بلکہ ہمارے لئے بھی حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لَعَنَ اللّٰهُ آكِلَ الرِّبٰو وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ'' سود کھانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور کھلانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت یعنی لینے والے پر، دینے والے پر اور سود لکھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور سود کے گواہ بننے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (یہ بخاری شریف کی صحیح روایت ہے) اور جس طرح سود حرام ہے، اس طرح رشوت بھی حرام ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے رشوت لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور رشوت دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور دلال پر اللہ تعالیٰ کی لعنت یعنی جو ان کو جوڑتا ہے وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ اور بوجہ ان کے کھانے کے لوگوں کے مالوں کو باطل طریقے سے، ڈاکے بھی ڈالتے تھے، فراڈ بھی کرتے تھے، عجیب عجیب طریقے تھے لوگوں کے مال کھانے کے۔

جس طرح آج کل بھی لوگ موجود ہیں، مردوں میں بھی ہیں، عورتوں میں بھی ہیں کہ مال آئے جس طرح بھی آئے اور اس چیز کی تمیز نہیں ہے کہ حلال ہے یا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تردید کرنے والے بھی موجود ہیں، مرد بھی، عورتیں بھی جو حرام خوری کی تردید کرتے ہیں۔

ہاں! حدیث پاک میں آتا ہے ''ظُنُّوا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْراً'' مومنوں کے بارے میں خیر کا گمان کرو، اگر کسی شخص کے حالات تمہیں معلوم نہیں ہیں اور وہ تمہیں تحفہ ہدیہ دیتا ہے تو بدگمانی نہ کرو، بلکہ سمجھو کہ مومن ہے، اچھی چیزیں دے گا، حلال چیزیں دے گا کہ مومن ہے اور بندہ اس کا مکلف نہیں ہے کہ تحقیق شروع کردے کہ کہاں سے کما کرلائے ہو؟ یہ چیز تمہیں کہاں سے ملی ہے؟ اس کو کس طرح حاصل کیا ہے؟ ہاں! اگر تمہیں یقین ہو کہ واقعی اس کی کمائی حرام کی ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس سے ہدیہ نہ لو اور اگر کسی وجہ سے لے لو تو خود استعمال نہ کرو، بلکہ کسی غریب مسکین ضرورت مند کو دے دو وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ اور ہم نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے مِنْهُمْ ان یہودیوں میں سے عَذَابًا اَلِيْمًا دردناک عذاب، ان گناہوں اور شرارتوں کی وجہ سے اور بداعمالیوں کا ان کو بدلہ ملے گا، بظاہر ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے یہودی ظالم اور برے تھے، کیونکہ الفاظ ہیں فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا بوجہ ان لوگوں کے ظلم کرنے کے جو یہودی ہیں، لیکن ایسی بات نہیں ہے۔

فرمایا لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ لیکن جو پختہ ہیں علم میں ان میں سے وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور وہ جو ایمان لانے والے ہیں يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن نازل کیا گیا ہے، سنت نازل کی گئی ہے وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل کی گئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی یہودیوں میں سے چند آدمی ایسے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے، جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت اسید رضی اللہ عنہ، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اور عام یہودی جانتے ہوئے بھی ایمان نہیں لاتے تھے، غلط فہمی کا مسئلہ جدا ہے، مگر یہودیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں تھی، قرآن میں ہے يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، یعنی جس طرح اپنی اولاد کے پہچاننے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان علامتوں اور نشانیوں سے جو پہلی کتابوں میں مذکور تھیں جانتے اور پہچانتے تھے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ تفسیروں میں منقول ہے کہ ہمیں اپنی اولاد کے بارے میں تو شبہ ہوسکتا ہے کہ ہماری بیویوں نے خیانت کی ہو اور ہمیں نہ بتایا ہو، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہے، بڑی عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں آنے سے پہلے یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور طفیل سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! اس پیغمبر کے صدقے اور طفیل سے جس نے آنا ہے ہمیں دشمن کے مقابلہ میں فتح نصیب فرما، جیسا کہ تم پہلے پارے میں پڑھ چکے ہو وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور تھے وہ اس سے پہلے فتح کے لئے توسل حاصل کرتے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا پس جب آئی ان کے پاس وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا كَفَرُوْا بِهٖ اس کا انکار کر گئے تو اس کا تو دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے اور ماننے والوں کی ظاہری علامت یہ ہے وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ اور جو قائم کرنے والے ہیں نماز کو وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ، مالی عبادتیں بھی کرتے ہیں اور بدنی عبادتیں بھی کرتے ہیں وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور صحیح معنی میں رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر بھی ایمان رکھتے ہیں تو یہودیوں میں ایسے لوگ تھے اور ہیں جو پختہ علم والے ہیں، ایمان لاتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا وہ لوگ ہیں عنقریب ہم ان کو دیں گے بہت بڑا اجر تو یہودی سارے برابر نہیں تھے اور اب بھی سارے برابر نہیں ہیں، اکثریت تو بُروں کی ہے اور کچھ حق ماننے والے بھی ہیں۔

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖۚ-وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَۚ-وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا(۱۶۳) وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَؕ-وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًاۚ(۱۶۴) رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا(۱۶۵) لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖۚ-وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَشْهَدُوْنَؕ-وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًاؕ(۱۶۶)

لفظی ترجمہ:

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ بے شک ہم نے وحی بھیجی اِلَیْكَ آپ کی طرف كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ جیسا کہ وحی بھیجی ہم نے اِلٰى نُوْحٍ نوح کی طرف وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ اور ان نبیوں کی طرف جو نوح کے بعد آئے وَ اَوْحَیْنَاۤ اور ہم نے وحی بھیجی اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ابراہیم کی طرف وَ اِسْمٰعِیْلَ اور اسماعیل کی طرف وَ اِسْحٰقَ اور اسحاق کی طرف وَ یَعْقُوْبَ اور یعقوب کی طرف وَ الْاَسْبَاطِ اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف وَ عِیْسٰى اور عیسیٰ کی طرف وَ اَیُّوْبَ اور ایوب کی طرف وَ یُوْنُسَ اور یونس کی طرف وَ هٰرُوْنَ اور ہارون کی طرف وَ سُلَیْمٰنَ اور سلیمان کی طرف وَ اٰتَیْنَا اور دی ہم نے دَاوٗدَ زَبُوْرًا داؤد کو زبور کتاب وَ رُسُلًا اور کئی رسول بھیجے ہم نے قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ تحقیق جن کے کچھ حالات ہم نے بیان کئے آپ پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَ رُسُلًا اور کئی رسول ہیں لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ جن کے حالات ہم نے نہیں بیان کئے آپ پر وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا اور کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ساتھ کلام کرنا رُسُلًا یہ پیغمبر تھے مُّبَشِّرِیْنَ خوشخبری سنانے والے وَ مُنْذِرِیْنَ اور ڈرانے والے اس لئے بھیجے لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ تاکہ نہ ہو لوگوں کے لئے عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے حُجَّةٌ کوئی بہانہ اور عذر بَعْدَ الرُّسُلِ رسولوں کے آنے کے بعد وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِیْزًا غالب حَكِیْمًا حکمت والا لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اس چیز کی جو اس نے نازل کی آپ کی طرف اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ نازل کی اس چیز کو اپنے علم کے ساتھ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَشْهَدُوْنَ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دینے والا۔

تشریح:

اس سے پہلے رکوع کی ابتدا میں یہودیوں کے سوال کا ذکر ہوا تھا کہ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ اے نبی کریم! اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ اگر تم پیغمبر ہو تو آسمان سے اکٹھی کتاب کیوں نہیں لاتے؟ یہ کیا ہوا کہ کبھی ایک آیت سنا دی، کبھی دو آیتیں سنا دیں، کبھی رکوع سنا دیا اور کہہ دیتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے، اکٹھی کتاب لاؤ، ورنہ ہم تمہیں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا، فرمایا اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ جیسا کہ وحی بھیجی ہم نے نوحؑ کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوحؑ کے بعد آئے تو بتاؤ کہ نوحؑ پر کونسی اکٹھی کتاب نازل ہوئی تھی؟ حالانکہ اصولی طور پر تم ان کو نبی مانتے ہو اور ان کے بعد بے شمار پیغمبر تشریف لائے ہیں، ان پر کونسی کتابیں نازل ہوئی ہیں؟ یہ بتانا تمہارا فرض ہے، کیونکہ یہ معیار تمہارا ہے کہ اکٹھی کتاب نازل ہو تو پیغمبر مانیں گے، ورنہ نہیں، جب کہ تم ان کو پیغمبر بھی مانتے ہو اور سب پر کتابیں بھی اکٹھی نازل نہیں ہوئیں۔

مزید تفصیل وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اور وحی بھیجی ہم نے ابراہیمؑ کی طرف اور اسماعیلؑ کی طرف اور اسحاقؑ کی طرف اور یعقوبؑ کی طرف ۔۔ ان کی طرف کونسی اکٹھی کتابیں نازل ہوئیں، جبکہ تم ان سب کو نبی مانتے ہو اور تھے بھی یقیناً نبی۔

وَالْاَسْبَاطِ اسباط جمع ہے سِبطٌ کی اور سبطٌ کے معنی ہیں اولاد۔ معنی بنے گا ان کی اولاد در اولاد کی طرف وحی بھیجی، کیونکہ اولاد میں بہت پیغمبر آئے ہیں، مگر سب کے پاس کتابیں نہیں تھیں، وَعِيْسٰى اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی، ان کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطا فرمائی وَاَيُّوْبَ اور ایوبؑ کی طرف وحی بھیجی، مگر ان کی طرف کوئی کتاب نازل نہ ہوئی وَيُوْنُسَ اور یونسؑ کی طرف وحی بھیجی، کتاب نہیں ملی وَهٰرُوْنَ اور ہارونؑ کی طرف وحی بھیجی، مگر کتاب نہیں ملی، وہ تورات کو ماننے اور منوانے کے پابند تھے وَسُلَيْمٰنَ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی، مگر ان پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی، ان سب کو تم پیغمبر مانتے ہو، اب تمہارا معیار کہاں گیا کہ اکٹھی کتاب نازل ہو تو پیغمبر مانیں گے اور اگر اکٹھی کتاب نازل نہ ہو تو پیغمبر نہیں

مانیں گے۔ ان سب کو پیغمبر بھی مانتے ہو، سب پر کتابیں بھی نازل نہیں ہوئیں وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور دی ہم نے داؤدؑ کو زبور کتاب، کسی کو کتاب ملی، کسی کو نہیں ملی، جن کو کتاب ملی وہ بھی نبی ہیں اور جن کو کتاب نہیں ملی وہ بھی نبی ہیں، کیونکہ چار آسمانی کتابیں مشہور ہیں: قرآن کریم، توراۃ، انجیل اور زبور۔ ان میں تو کوئی شک شبہ نہیں ہے، ان کے علاوہ صحف موسیٰ اور صحف ابراہیم کا ذکر بھی قرآن میں آتا ہے، اس کے علاوہ قطعی اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار چار کتابیں نازل ہوئی ہیں، مگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کی سختی کے ساتھ تردید کرتے ہیں، کیونکہ اس میں ایک راوی وہ جھوٹوں کا پیر ہے۔ وَرُسُلًا اور ان کے علاوہ کئی رسول تھے قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ تحقیق جن کے کچھ حالات ہم نے بیان کئے آپ پر اس سے پہلے وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ اور کئی رسول ہیں جن کے حالات نہیں بیان کئے ہم نے آپ پر۔

بعض لوگ جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب عطا فرمادیئے ہیں اور لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ یہاں جو نفی ہے وہ ذاتی کی ہے، مثلاً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ترجمہ کرتے ہیں کہ میں ذاتی طور پر نہیں جانتا اور کہتے ہیں کہ ہم عطائی علم غیب کے قائل ہیں اور چونکہ خداوند کریم کی صفت عطائی نہیں ہے، بلکہ ذاتی ہے، اس لئے عطائی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے علم غیب کی صفت ثابت کرنا شرک نہیں ہے، یہ ان کا نظریہ بالکل غلط ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو کوئی چیز بھی ذاتی نہیں ہے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود بھی اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے، تو ذاتی عطائی کی تفریق کہاں سے آگئی؟ ذاتی علم تو ایک ذرے کا بھی کسی کو نہیں ہے، جو ملا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے، عطا ہوا ہے اور جہاں نفی ہوگی عطائی ہی کی ہوگی، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے اور کتنے ہی رسول ہم نے بھیجے، جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو اس سے قبل بتادیئے ہیں اور ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے، تو اللہ تعالیٰ نے تو نہیں بتائے، اس کے سوا کون بتائے گا اور عطا کس طرف سے آئے گی؟ اور اس کے خلاف قرآن پاک میں کوئی آیت بھی نہیں ہے کہ جس کا مفہوم یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کے حالات آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیئے ہیں۔

سورۂ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعروشاعری کی تعلیم نہیں دی اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تعلیم ہی نہیں دی تو اور کہاں سے یہ تعلیم ہوتی یا ہو سکتی ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بالکل بے نقاب کر دیا کہ یہ شعر کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کے لائق ہی نہیں ہے، کیونکہ شاعر لوگ کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ اور بے شک کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں اور یہاں تو بڑے شاعر یہ کہہ گئے ہیں کہ

گفتار کا غازی بن تو گیا
کردار کا غازی بن نہ سکا

اور پیغمبر کی ذات وہ ہے کہ جو دل میں ہے وہی زبان پر ہے اور جو زبان پر ہے وہ عمل میں ہے۔ یہاں دورنگی نہیں ہے، عارف گنجوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کے بیٹے نے شعروشاعری کے میدان میں قدم رکھا، جب ان کو معلوم ہوا تو اس کو بلا کر پاس بٹھایا اور کہا بیٹے! ''در شعر مپیچ و در فن اوست چوں اکذب اوست احسن اوست'' بیٹا شعروشاعری کے میدان میں قدم نہ رکھ، کیونکہ جتنا جھوٹا اور خلاف واقعہ ہوگا اتنا ہی زیادہ اچھا اور لذیذ ہوگا، جیسے ایک شاعر کہتا ہے کہ

طوافِ کعبہ مشتاقِ زیارت کا بہانہ ہے
کوئی ڈھب چاہیئے آخر رقیبوں کے منانے کا

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہا ہے کہ یہ جو حج اور عمرہ کرنے کے لئے جاتے ہیں، ان کا اصل مقصد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری ہے، لیکن رب تعالیٰ رقیب ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس کو ٹھگنے اور داؤ لگانے کے لئے دو چار چکر طواف کے بھی لگا لیتے ہیں، تاکہ وہ بھی ناراض نہ ہو، بگڑ نہ جائے، اندازہ لگاؤ، کتنا غلو ہے، بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری بھی بڑی سعادت ہے، مگر طواف کرنا اصل عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کا حق مقدم ہے،

پہلے وہ ادا کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری دو۔

وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا اور کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنا، موسیٰ علیہ السلام جب بھی کوہِ طور پر تشریف لے جاتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوتے اور صحیح قول کے مطابق معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے، سورۃ النجم میں ہے فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی نازل کی۔ ایک دن موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے تو کہنے لگے رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ اے پروردگار! تو مجھے اپنا دیدار کرا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں، قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا لَنْ تَرٰىنِیْ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ لیکن سامنے اس پہاڑ کی طرف دیکھو، اس پر میں اپنے نور کی تجلی ڈالوں گا، اگر وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا تو پھر ممکن ہے تو بھی مجھے دیکھ سکے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کی جو چھوٹی انگلی ہے جس کو چیچی کہتے ہیں اس کے ایک پورے کے برابر اپنا نور زبیر پہاڑ پر ڈالا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب افاقہ ہوا تو کہنے لگے: اے پروردگار! میں توبہ کرتا ہوں، میں نے بے جا سوال کیا تھا۔ دنیا میں موسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکا، یہ عقیدہ رکھو کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی، قرآن پاک میں آتا ہے وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہوں گے تو قرآن پاک سے اللہ تعالیٰ کی رؤیت ثابت ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا "هَلْ نَرٰى رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟ " کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ چودھویں کا چاند ہو، دھند اور بادل بھی نہ ہو، تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں؟ دوپہر کے وقت سورج سر پر کھڑا ہو اور دھند اور بادل بھی نہ ہو تو تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت! نظر آتا ہے، فرمایا "کذلک سترون ربکم" اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے۔

پیغمبر اللہ تعالیٰ نے کیوں بھیجے؟ اس کے متعلق فرمایا رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ یہ پیغمبر تھے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری سنادیں اور انکار کرنے والوں کو ڈرائیں کہ دنیا میں بھی تم پر عذاب آئے گا، مرنے کے بعد قبر میں بھی اور قیامت والے دن بھی اور پھر دوزخ میں بھی اور یہ پیغمبر اس لئے بھی بھیجے کہ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ تاکہ نہ ہو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بہانہ اور عذر رسولوں کے آنے کے بعد۔

اگر پیغمبر تشریف نہ لاتے تو لوگ کہہ سکتے تھے: اے پروردگار! ہمیں تو معلوم نہیں تھا کہ کون سی چیز حلال ہے اور کون سی چیز حرام ہے؟ کونسی جائز ہے اور کونسی چیز ناجائز ہے؟ کیا ہم نے کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا؟ بہانہ بنا سکتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث فرما کر یہ بہانہ ختم کر دیا، اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کانوں میں انگلیاں دے لیں اور پیغمبر کی بات ہی نہ سنیں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن سناتے تھے تو کافر کہتے تھے لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (پارہ: ۲۴، سورۂ حم سجدہ) نہ سنو اس قرآن کو اور جب پڑھنے لگیں تو شور مچادیا کرو، تاکہ تم غالب رہو اور دوسرے مقام پر ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ (پارہ: ۷، سورۃ الانعام) یہ لوگ دوسروں کو قرآن سے روکتے ہیں اور خود دور بھاگتے ہیں تو جو سننا بھی گوارا نہ کرے اس کا کیا علاج ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام تبلیغ کرتے تھے جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ لوگوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں لیں وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ (پارہ: ۲۹، سورۂ نوح) اور کپڑے اوڑھ لئے اپنے اوپر، رضائیاں ڈال لیں، تاکہ اس کی آواز ہم تک نہ پہنچے تو اس کا کیا علاج ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ نے اتمامِ حجت کے لئے پیغمبر بھیجے، تاکہ کل کو کوئی بہانہ اور عذر نہ کر سکے وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ اب بات کو اچھی طرح سمجھ لیں، اہل کتاب نے کہا تھا کہ تو اگر نبی ہے تو قرآن اکٹھا کیوں نہیں لاتا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تم ہارون، یونس، ایوب، اسماعیل، اسحاق علیہم السلام کو نبی مانتے ہو، ان پر کونسی کتابیں نازل کی گئی ہیں؟ نبوت کے لئے وحی شرط ہے، وہ ان کی طرف آرہی ہے اور پہلے نبیوں کی طرف بھی وحی آتی رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتاب بھی عطا فرمائی، تفسیر ابن جریر وغیرہ میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ساری باتیں

سننے کے بعد کہنے لگے ''لَا نَشْهَدُ لَكَ بِالنُّبُوَّةِ'' جو مرضی کہو ہم تیری نبوت کی گواہی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تم اقرار نہیں کرتے اور گواہی نہیں دیتے، نہ دو لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اس چیز کی جو اس نے نازل کی آپ کی طرف اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ نازل کیا اس کو اپنے علم کے ساتھ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں جو معصوم ہیں، مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دینے والا کہ یہ کتاب اس نے نازل فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، تم نہیں مانتے تو نہ مانو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا(۱۶۷) اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا(۱۶۸) اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا(۱۶۹) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۱۷۰)

لفظی ترجمہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر اختیار کیا وَ صَدُّوْا اور انہوں نے روکا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے قَدْ ضَلُّوْا تحقیق وہ گمراہ ہو گئے ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا گمراہی بہت دور کی اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر اختیار کیا وَ ظَلَمُوْا اور انہوں نے ظلم اور شرک کیا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِیَغْفِرَ لَهُمْ کہ ان کو بخشے وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ اور نہ یہ کہ ان کو چلائے طَرِیْقًا سیدھے راستے پر اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ سوائے جہنم کے راستے کے خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ رہنے والے ہوں گے جہنم میں اَبَدًا ہمیشہ وَ كَانَ ذٰلِكَ اور ہے یہ چیز عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر یَسِیْرًا آسان یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! قَدْ جَآءَكُمُ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس الرَّسُوْلُ رسول بِالْحَقِّ حق لے کر مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَاٰمِنُوْا پس ایمان لاؤ خَیْرًا لَّكُمْ یہی تمہارے لئے بہتر ہے وَ اِنْ تَكْفُرُوْا اور اگر تم انکار کرو گے فَاِنَّ لِلّٰهِ پس بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَ الْاَرْضِ اور زمین میں ہے وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِیْمًا جاننے والا حَكِیْمًا حکمت والا۔

تشریح:

اس سے پہلے رکوعوں میں اہل کتاب خصوصاً یہود کی خرابیوں کا ذکر تھا کہ وہ باوجود اہل کتاب ہونے کے اور موسیٰ کو نبی تسلیم کرنے کے اپنے اصلی دین سے دور ہو چکے تھے اور رسم ورواج کو من حیث القوم دین سمجھ بیٹھے تھے اور یہ کہ وہ انتہائی ضدی تھے تو کافی تفصیل کے ساتھ یہود کے متعلق بیان ہوا، اب عام کافروں کے متعلق ہو رہا ہے۔

فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا، کفر کا لفظی معنی ہے چھپانا، قرآن کریم میں جاٹوں کو کفار کہا گیا، فرمایا اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ کیونکہ وہ دانے کو زمین میں چھپاتے ہیں اور رب اس کو اگاتا ہے اور یہ جو کافر ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور حکموں کو چھپاتے ہیں اور کفر کا لازمی معنی کیا جاتا ہے انکار کہ یہ رب تعالیٰ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور انہوں نے روکا اللہ تعالیٰ کے راستے سے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر لوگوں کو حق کی دعوت دیتے تھے اور جو مخالف تھے وہ لوگوں کو ہر طریقے سے روکتے تھے، قولاً بھی، فعلاً بھی اور جو طریقہ بھی روکنے کا استعمال کر سکتے تھے، کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو مالداروں میں صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ بھی درمیانہ قسم کے مالدار تھے، باقی جتنے بھی تھے وہ غریب تھے، جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ یہ غلام تھے، لوگوں کی مزدوریاں کرتے تھے، کسی وقت کھانا نصیب ہوتا اور کسی وقت نصیب نہیں ہوتا تھا، لوگ ان کو فقیر سمجھتے تھے، مگر کافروں نے ان مسکینوں پر بھی ظلم کے پہاڑ گرائے، ان کو مارتے پیٹتے، ان کے ٹخنوں میں رسیاں باندھ کر گھسیٹتے تھے، مکہ مکرمہ کا علاقہ پتھریلا ہے، اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سڑکیں بنی ہوئی ہیں، اس زمانے میں اس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا، تو اس پتھریلی زمین پر ان کو گھسیٹتے کہ ایمان چھوڑ دو، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چھوڑ دو، تو ایسے لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا تحقیق وہ گمراہ ہو گئے گمراہی دور کی۔ اگر گمراہی نزدیک کی ہو تو اس کے راہِ راست پر آنے کی امید ہوتی ہے اور جو صحیح راستے سے دور نکل جائے تو اس کا راست پر آنا خاصہ مشکل ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور انہوں نے ظلم کیا، شرک کیا، بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ظَلَمُوْا کا معنی ہے انہوں نے شرک کیا، کیونکہ شرک بھی ظلم ہے، حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: یٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے! لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (پارہ:۲۱، سورۂ لقمان) بے

شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

ظلم کا لغوی معنی تو ہے ''وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّهٖ'' کسی شئے کو اس کے محل میں نہ رکھنا، یعنی جس کا جو حق بنتا ہے اس کو نہ دینا، کسی اور کو دے دینا، عبادت و پکار، نذر و نیاز، سجدہ طواف وغیرہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، یہ حق کسی اور کو دیا جائے گا تو ظلم ہوگا، رب تعالیٰ کے حق پر ڈاکہ ہے تو ایسے لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور شرک کیا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان کو بخشے، کیونکہ اس کا قانون ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، شرک کے لئے معافی نہیں، یہ اس کا اٹل فیصلہ ہے اور بعض ظلم سے عام ظلم مراد لیتے ہیں، مثلاً: کسی کے ساتھ زبانی طور پر زیادتی کی ہے فعلاً زیادتی کی ہے، کسی کو ناجائز مارا ہے یا کسی کا حق کھا گیا ہے تو ایسوں کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا، جب تک صاحب حق نہ معاف کرے، اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، کر تو سکتا ہے، مگر اس کا ضابطہ ہے کہ حق والا معاف کرے گا تو معافی ہوگی، اس لئے حقوق العباد کا مسئلہ بہت سخت ہے، اس کا خیال رکھنا وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا اور نہ یہ کہ چلائے ان کو سیدھے راستے پر کفر و شرک کرنے والے کو، ظلم کرنے والے کو، سیدھے راستہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، راہِ راست کے لئے بڑا صاف دل چاہئے اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ سوائے جہنم کے راستے کے خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جہنم میں، برے لوگوں کے لئے برے راستہ پر چلنا آسان ہوتا ہے اور نیکی کے راستہ پر چلنا بھاری لگتا ہے، ان کو نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، مسجد میں داخل ہونا ایسے معلوم ہوگا جیسے پہاڑ اٹھانا ہے، لیکن چوری ڈکیتی کے لئے ساری رات جاگنا چاہے سردی کا موسم ہو، لوگوں کے گھر میں نقب زنی کرنا اور لوٹنا آسان ہے۔

انسان کا جب مزاج بدل جاتا ہے تو اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے، آدمی کی آنکھیں درست ہوں تو ہر چیز اپنے اپنے محل میں درست نظر آتی ہے اور اگر بھینگا ہو تو اس کو ایک کی دو نظر آتی ہیں، کیونکہ زاویہ بگڑا ہوا ہوتا ہے اور صفراوی مزاج والے آدمی کو بخار ہو جائے تو اس کو میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے، چینی شہد تک کڑوا لگتا ہے، کیونکہ مزاج بگڑ جائے تو اس کو حق کی بات کڑوی لگتی ہے اور سچی بات سے اس کو کوفت ہوتی ہے اور جہنم کا راستہ اس کو آسان لگتا ہے وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا اور ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان

کہ مشرک کو جہنم میں ڈالے اور ہمیشہ جہنم میں ہی رکھے۔

2 آگے اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو خطاب فرماتے ہیں، چاہے یہودی عیسائی ہوں، مشرک ہوں، گورے ہوں، کالے ہوں، مشرق میں رہنے والے ہو یا مغرب میں، فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! دنیا کے جس خطے میں بھی رہتے ہو قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ تحقیق آ گیا تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام رسولوں کے سردار ہیں، امام ہیں، تمام مخلوق سے افضل ہیں، حق لے کر تمہارے پاس یہ قرآن پاک اول سے آخر تک حق ہی حق ہے، جو وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے وہ حق ہے اور جو معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں حق ہیں مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، خود نہیں آیا، لہٰذا تم یہ کرو فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ بس تم ایمان لاؤ، یہی تمہارے لئے بہتر ہے، شان والے پیغمبر ہیں، خاتم النبیین ہیں، ان پر ایمان لاؤ، یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

وَاِنْ تَكْفُرُوْا اور اگر تم انکار کرو گے ایمان لانے سے تو اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا تمہارا ہی نقصان ہوگا کہ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پس بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، آسمانوں میں سورج ہے، چاند ہے، ستارے ہیں، فرشتے ہیں، بے شمار مخلوق ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت میں مشغول نہ ہو، کعبۃ اللہ کے عین محاذات میں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام ہے بیت المعمور، فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں، جس طرح انسان کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی، روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جس فرشتے نے ایک دفعہ طواف کرلیا ہے، اس کو دوبارہ قیامت تک موقع نہیں ملتا اور زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے، انسان ہیں، حیوانات ہیں، چرند ہیں، پرند ہیں، پہاڑ ہیں، دریا ہیں، درخت ہیں، حشرات الارض ہیں، زمین کی سطح پر بھی بہت کچھ ہے اور اس کی تہہ میں بھی بہت کچھ ہے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور وہی مالک ہے، وہی ان میں تصرف کرنے والا ہے اور یاد رکھنا وَكَانَ اللّٰهُ

عَلِیْمًا حَکِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا، تمہارا کوئی قول فعل اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، اگر مجرم کو فوری طور پر سزا نہیں دیتا، تو یہ اس کی حکمت ہے، اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ اپنی پکڑ اور گرفت سے سب کو محفوظ فرمائے، آمین۔

24/24

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّؕ-اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗۚ-اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ٘-فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ﱡ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌؕ-اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْؕ-اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌؕ-سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌۘ-لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ-وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۠(۱۷۱) لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَؕ-وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا(۱۷۲)

لفظی ترجمہ:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اے کتاب والو! لَا تَغْلُوْا نہ غلو کرو فِیْ دِیْنِكُمْ اپنے دین کے بارے میں وَ لَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم عَلَى اللّٰهِ اللہ پر اِلَّا الْحَقَّ مگر حق اِنَّمَا پختہ بات ہے الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ عیسیٰ بن مریم رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے وَ كَلِمَتُهٗ اور اللہ کا کلمہ تھا اَلْقٰىهَاۤ جس کو ڈالا اللہ تعالیٰ نے اِلٰى مَرْیَمَ مریم کی طرف وَ رُوْحٌ مِّنْهُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب قسم کی روح تھی فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ پر وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اور نہ کہو تم تین اِنْتَهُوْا باز آجاؤ خَیْرًا لَّكُمْ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود ہے سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ اس بات سے کہ اس کے لئے کوئی اولاد ہو لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے وَ مَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ ہرگز عار نہیں سمجھتے مسیح اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ کہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے بندے وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ اور نہ مقرب فرشتے عار سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے سے وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ اور جو شخص عار سمجھے گا عَنْ عِبَادَتِهٖ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے وَ یَسْتَكْبِرْ اور تکبر کرے گا فَسَیَحْشُرُهُمْ پس عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا اِلَیْهِ اپنی طرف جَمِیْعًا سب کو۔

تشریح:

قرآن پاک کے نزول کے وقت اہل کتاب کے دو گروہ تھے، ایک یہود کا، دوسرا نصاریٰ کا اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دونوں نے غلو سے کام لیا۔ یہودیوں نے دشمنی میں غلو کیا، ان کی والدہ پر

بہتان باندھا اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی گندی زبانوں سے یہ الفاظ بھی نکلے کہ عیسیٰ علیہ السلام حلالی ہی نہیں ہے، پیغمبر کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور نصاریٰ نے محبت میں غلو کیا اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا، خدائی میں شریک اور الٰہ تک بنادیا، غلو کسی رنگ میں ہو مضر ہے، چاہے دشمنی کے رنگ میں، چاہے محبت کے رنگ میں۔

حافظ اللہ داد صاحب رحمۃ اللہ علیہ معصوم میرے پیر بھائی تھے اور پنجابی کے بہت اچھے واعظ تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، میرے پاس کئی کئی دن ٹھہرتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی حافظ صاحب! تم بزرگ اور نیک آدمی ہو، میرے خاوند کو سمجھاؤ کہ وہ میرے ساتھ پیار محبت نہیں کرتا، حافظ صاحب فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ وہ تجھے خرچہ نہیں دیتا؟ کہنے لگی دیتا ہے؟ کیا تجھے مارتا پیٹتا ہے؟ کہنے لگی نہیں مارتا، کیا تجھے رشتہ داروں کے ہاں ساتھ نہیں لے جاتا؟ کہنے لگی ساتھ بھی لے جاتا ہے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں: میں نے کہا کہ تجھے خرچہ بھی دیتا ہے، مارتا بھی نہیں، رشتہ داروں کے ہاں بھی لے جاتا ہے، پھر بھی تو کہتی ہے کہ میرے ساتھ پیار محبت نہیں کرتا؟ کہنے لگی اس نے مجھے کبھی بے بے جی نہیں کہا۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اگر وہ تجھے بے بے جی کہے تو پھر اس کی بیوی رہے گی؟ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ ہے محبت کا شرک۔

افراط وتفریط جائز نہیں ہے، چاہے دشمنی کی شکل میں ہو چاہے محبت کی شکل میں ہو، دونوں نقصان دہ ہیں، یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دشمنی میں غلو کیا اور نصاریٰ نے محبت میں اور دونوں کفر اور شرک کا شکار ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ اے کتاب والو! یہاں عیسائی مراد ہیں لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ نہ غلو کرو اپنے دین کے بارے میں وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اور نہ کہو تم اللہ تعالیٰ پر مگر حق۔ غلط باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرو اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے وَكَلِمَتُهٗ اور اللہ کا کلمہ تھا اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ جس کو ڈالا اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف جبرائیلؑ کے واسطہ سے اور ان کا وجود حضرت مریمؑ کے پیٹ میں بن گیا وَرُوْحٌ مِّنْهُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب قسم کی روح تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوئی، عام طور پر تو

اس طرح ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی جب شکل وصورت بن جاتی ہے تو تین چار ماہ کے بعد روح ڈالی جاتی ہے، اس ضابطہ سے ہٹ کر اس طرح ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، انہوں نے حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور کہا کُنْ رب تعالیٰ کے حکم سے ہوجا، بس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود ماں کے پیٹ میں بن گیا اور ساتھ ہی روح ڈال دی گئی فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اور نہ کہو تم تین، تثلیث کے قائل نہ بنو۔

اصولی طور پر عیسائیوں کے تین گروہ ہیں: ایک نسطوریہ ہے، ان کا نظریہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ میں ان کا ذکر ہے۔

دوسرا گروہ یعقوبیہ کا ہے، ان کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں حلول کیا ہوا ہے، ان سے جو معجزے ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کے اندر داخل ہے، یعنی رب تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں، وہی اللہ وہی عیسیٰ۔ اس پارے میں آئے گا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح بن مریم ہے۔ دیکھو پہلے رب تعالیٰ نے ان کو کافر کہا، بعد میں ان کا عقیدہ بیان فرمایا۔

تیسرا گروہ ملکائیہ کا ہے، یہ کہتے ہیں کہ نظامِ کائنات تین ارکان سے چلتا ہے، اللہ تعالیٰ ایک، عیسیٰ دو، اور جبرئیل تین۔ یہ تینوں مل کر نظامِ کائنات چلاتے ہیں، اس گروہ میں ایک اور گروہ ہے وہ جبرئیل کی جگہ عیسیٰ کی والدہ کو شامل کرتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک تین ارکان یہ ہیں: اللہ تعالیٰ ایک، عیسیٰ دو، اور حضرت مریم تین۔ تو یہ ملکائیہ تثلیث کے قائل ہیں اور عموماً عیسائی یہی نظریہ رکھتے ہیں اور یہ بالکل عقل کے خلاف ہے، کیونکہ سن عیسوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے شروع ہوتا ہے تو اس وقت ۱۹۹۸ء ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو ۱۹۹۸ء سال ہوگئے ہیں اور اس سے بیس سال پہلے حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت مان لو، اب سوال یہ ہے کہ حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کی ولادت سے پہلے نظامِ کائنات چلتا تھا یا نہیں چلتا تھا؟ اگر چلتا تھا اور یقیناً چلتا تھا تو کس طرح چلتا تھا؟ اور ان کی پیدائش کے بعد کونسی کمی آگئی کہ ان کو رکن بننا پڑا؟ ان کی پیدائش سے پہلے یہ نظام قائم تھا اور اکیلے رب تعالیٰ چلا رہے تھے

،جس پروردگار نے زمین بنائی، آسمان بنائے، پہاڑ پیدا فرمائے، دریا پیدا فرمائے، حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بھی پیدا فرمایا، ان کے پیدا کرنے کے بعد اس خدا میں کونسی کمی آ گئی ہے کہ وہ ان کا محتاج ہو گیا ہے؟ وہ پہلے بھی کامل تھا، بعد میں بھی کامل ہے۔ نہ وہ پہلے کسی کا محتاج تھا، نہ بعد میں کسی کا محتاج ہے، لہٰذا یہ تثلیث کا نظریہ بالکل عقل کے خلاف ہے، جبکہ ننانوے فیصد عیسائی یہی عقیدہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ تین خدا نہ کہو۔ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ باز آ جاؤ، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود ہے، اس کا کوئی شریک اور حصہ دار نہیں ہے، نہ عیسیٰ، نہ ان کی والدہ، نہ جبرئیل، نہ اور کوئی، نہ وہ کسی کا محتاج ہے سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ اس کی ذات پاک ہے اس بات سے کہ اس کے لئے کوئی اولاد ہو، اس میں ان کا رد ہو گیا جو عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے، وہ اولاد سے پاک ہے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، سب کچھ اس نے پیدا فرمایا ہے اور اس کے حکم سے سارا نظام چل رہا ہے، کسی اور کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز، اس کو نظامِ کائنات چلانے کے لئے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک لہ ہے، مشہور محاورہ ہے ''مدعی سست اور گواہ چست'' یہی حال ان کا ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام رب ہیں اور رب کے بیٹے ہیں، ان کو رب تعالیٰ کا بندہ نہ کہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بندہ ہونے کا انکار نہیں کرتے، نہ اس کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں، بلکہ رب تعالیٰ کا بندہ ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ ان کو بندہ نہ کہو، وہ رب ہیں، رب تعالیٰ کے بیٹے ہیں لاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ ہرگز عار نہیں سمجھتے عیسیٰ۔ استنکاف کا معنی ہے کسی کام کے کرنے سے ناک چڑھانا، عار سمجھنا تو عیسیٰ علیہ السلام اس کو عار نہیں سمجھتے اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ کہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، وہ رب تعالیٰ کا بندہ ہونے سے شرماتے اور ان نادانوں کا حال دیکھو، یہ کہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کا بندہ نہ کہو وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ نہ مقرب فرشتے عار سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے، وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کے قریب ہیں، عرش کو

اٹھانے والے ہیں، وہ بھی بندہ ہونے کو عار نہیں سمجھتے، بلکہ اپنی عبدیت کو بلند مقام سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر فرمایا تو عبد کے ساتھ فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی، جب رب تعالیٰ کے پاس پہنچے تو فرمایا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی پس رب تعالیٰ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی، وہاں پہنچ کر بھی عبد ہی رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے تو یہ تحفہ لے کر آئے ''أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ'' اس تحفے میں بھی عبدیت موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑی ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اگر عبد کے لفظ میں تھوڑی سی بھی توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد نہ فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حکم نہ دیتے کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کا اقرار کرو، کیونکہ التحیات کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور التحیات میں ہے ''وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ'' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

یہ کم عقل لوگوں کی کم عقلی ہے کہ وہ بندہ ہونے کو عیب سمجھتے ہیں اور ان کو اصل غلطی یہاں سے لگی کہ وہ ہمیں تمہیں اور اپنے آپ کو بندہ سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بندے ہیں اور گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں، لہٰذا نبی کو بندہ نہیں کہنا چاہیئے، اے خدا کے بندو! ہم پر تو صرف عبدیت کا غلاف چڑھا ہوا ہے، اندر تو ساری توڑی ہے، ان کو اپنے جیسا بندہ سمجھ لیا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) وہ تو حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے بندے تھے، لہٰذا وہ اپنے بندہ ہونے کو عار نہیں سمجھتے تھے اور فرمایا وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ اور جو شخص عار سمجھے گا اللہ تعالیٰ کی عبادت سے وَیَسْتَكْبِرْ اور تکبر کرے گا بندہ ہونے سے فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا پس عنقریب ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف اکٹھا کرے گا، پھر کیا ہوگا، اس کی تفصیل اگلی آیات میں آ رہی ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۬ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۵﴾

لفظی ترجمہ:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ پس بہر حال وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے فَیُوَفِّیْهِمْ پس پورا پورا دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اُجُوْرَهُمْ ان کے اجر وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور زیادہ دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وَاَمَّا الَّذِیْنَ اور بہر حال وہ لوگ اسْتَنْكَفُوْا جنہوں نے ناک چڑھایا یعنی عار سمجھا اللہ تعالیٰ کی عبادت سے وَاسْتَكْبَرُوْا اور تکبر کیا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا پس ان کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا سزا دردناک وَّلَا یَجِدُوْنَ اور نہ پائیں گے وہ لَهُمْ اپنے لئے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے وَلِیًّا کوئی حمایت کرنے والا وَّلَا نَصِیْرًا اور نہ کوئی مددگار یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! قَدْ جَآءَكُمْ تحقیق آ گئی ہے تمہارے پاس بُرْهَانٌ واضح دلیل مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اور اتارا ہم نے تمہاری طرف نُوْرًا مُّبِیْنًا واضح نور فَاَمَّا الَّذِیْنَ پس بہر حال وہ لوگ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ اور انہوں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو فَسَیُدْخِلُهُمْ پس بتاکید داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ رحمت میں اپنی طرف سے وَفَضْلٍ اور اپنی مہربانی میں وَّیَهْدِیْهِمْ اور ان کو چلائے گا اِلَیْهِ اپنی طرف صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا سیدھے راستے پر۔

تشریح:

اس سے پچھلی آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی طرف جمع کرے گا، اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس کا بیان ہے فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے انہوں نے اچھے، ایمان کے ساتھ نیک کام بھی کئے، بے شک ایمان بڑی چیز ہے، مگر عمل کے بغیر اس

طرح سمجھو جس طرح بغیر شاخوں اور پھل کے درخت کا تنا ہو، حالانکہ درخت سے مقصود شاخیں، پتے اور پھل ہوتا ہے کہ شاخوں اور پتوں کے سائے میں بیٹھیں گے اور پھل کھائیں گے اور اگر شاخیں، پتے اور پھل ہی نہ ہو تو خالی تنے سے کیا حاصل ہوگا؟ تو جو لوگ ایمان لائے اور ساتھ اچھے عمل بھی کئے فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ پس پورے پورے دے گا ان کے اجر بلکہ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ اور زیادہ دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے۔

زیادہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ضابطہ بیان فرمایا ہے مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (پارہ:۸، سورۃ الانعام) جو شخص ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ اتباع سنت میں ایک نیکی لائے گا تو اس کو دس گنا اجر ملے گا، نیکی تو ایک کی، اس کے ساتھ نو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے دے گا۔ دیکھو آدمی کہتا ہے السلام علیکم، اس کو دس نیکیاں مل گئیں، اسی طرح سلام کے جواب میں کہا وعلیکم السلام دس نیکیاں مل گئیں، ایک دفعہ کہا سبحان اللہ دس نیکیاں مل گئیں، الحمد للہ کہا دس نیکیاں مل گئیں، لا الہ الا اللہ کہا دس نیکیاں مل گئیں، اللہ اکبر کہا دس نیکیاں مل گئیں، نیکی ایک کی، ثواب دس کا مل گیا اور یہ کم از کم ہے، زیادہ جتنا چاہے اللہ تعالیٰ دے، پھر یہ ضابطہ عام نیکیوں کے بارے میں ہے جو نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں آتی ہے، اس کے متعلق ضابطہ تیسرے پارے میں بیان فرمایا ہے کہ جو شخص فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے گا اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو ہے وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھائے گا جس کا چاہے گا یعنی سات سو سے بھی زیادہ دے گا، فی سبیل اللہ کی مدیں تو بہت ہیں، ان میں ایک مد علم دین کا حاصل کرنا ہے۔ آپ لوگ گھر سے اس ارادے کے ساتھ آئے ہو کہ نماز کے بعد قرآن کریم کا درس سننا ہے، اس ارادے سے تمہارا گھر سے نکلنا فی سبیل اللہ کی مد میں اور ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ہیں، آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی اور اس پر اللہ تعالیٰ چاہے تو زیادہ کر دے جتنا چاہے۔ دوسری مد ہے تبلیغ دین، اگر کوئی تعلیم یافتہ گھر سے اس نیت کے ساتھ چلے کہ میں لوگوں کو دین سمجھاؤں گا تو اس کو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی یا کوئی اَن پڑھ گھر سے چلا ہے دین سیکھنے کی نیت سے، کیونکہ تبلیغ کرنا تو صرف ان کا کام ہے جو دین کو سمجھتے ہیں تو جو دین سیکھنے کی نیت سے گھر سے چلا اس کو بھی ہر قدم کے بدلے سات سات سو نیکیاں

ملیں گی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں۔ کافروں کے ساتھ جہاد کرنا بھی فی سبیل اللہ مد میں ہے اور حج کے سفر پر بھی فی سبیل اللہ کا اطلاق ہوتا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے، کیونکہ جمعہ میں مسائل بیان ہوتے ہیں اور جو شخص حلال روزی کمانے کے لئے گھر سے نکلتا ہے اس پر بھی فی سبیل اللہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا اور بہر حال وہ لوگ جنہوں نے ناک چڑھایا اللہ تعالیٰ کی عبادت سے، اس کو اپنے لئے عار سمجھا وَاسْتَكْبَرُوْا اور تکبر کیا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا پس ان کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا دردناک۔

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے، جہنم کی آگ اس سے ۶۹ گنا تیز ہے اور حال یہ ہے کہ اس آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے اور جتنی بھی دھاتیں ہیں پگھل جاتی ہیں، پتھر جل جاتے ہیں، اس سے اس آگ کا اندازہ خود لگالو، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مومن ہر مومنہ، ہر مسلم ہر مسلمہ کو اس آگ سے بچائے، آمین۔

وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہ پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے ورے ورے وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا کوئی حمایت کرنے والا اور نہ کوئی مددگار۔ ولی اسے کہتے ہیں جو زبانی زبانی تائید اور حمایت کرے کہ میں تیرا مؤید ہوں، تیرے ساتھ ہوں اور نصیر اسے کہتے ہیں جو عملی طور پر مدد کرے تو دوزخیوں کا نہ تو کوئی زبانی طور پر حمایت کرنے والا ہوگا کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے، زیادتی ہو رہی ہے، ان سے عذاب ختم ہونا چاہئے اور نہ عملی طور پر کسی کو طاقت ہوگی کہ ان کو عذاب سے نکال سکے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اے انسانو! عربیو! عجمیو! کالے ہو یا گورے، دنیا کے جس خطے میں رہنے والے ہو، تحقیق آ گئی ہے تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے، وہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جو تمام پیغمبروں کے سردار اور امام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں، اب تمہارے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے کہ تم کہو کہ ہم بے خبر تھے، ہمیں کوئی بتانے والا نہیں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی حجت اور برھان محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں تمہارے

پاس بھیجا ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا اور اتارا ہم نے تمہاری طرف واضح نور قرآن مجید فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ اور انہوں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو، اس پر چلے فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ پس بتاکید داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ رحمت میں اپنی طرف سے وَفَضْلٍ اور اپنے فضل اور مہربانی سے رحمت کے مقام تک پہنچائے گا جو جنت ہے وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا اور ان کو چلائے گا اپنی طرف سیدھے راستہ پر، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر صحیح معنی میں ایمان رکھتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں، دین اسلام پر چلتے ہیں، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو صراطِ مستقیم پر چلائے گا، یعنی صراطِ مستقیم پر قائم رکھے گا اور اپنی رحمت کی جگہ جنت میں پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اپنا فضل اور مہربانی سب پر فرمائے۔ آمین

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَ هُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

لفظی ترجمہ:

يَسْتَفْتُوْنَكَ یہ لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے فِي الْكَلٰلَةِ اوترک کے بارے میں اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ اگر کوئی شخص وفات پا جائے لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ کہ اس کی اولاد نہیں ہے وَّلَهٗۤ اُخْتٌ اور اس کی ایک بہن ہے فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ تو اس کی بہن کو آدھا ملے گا، اس میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ اگر اس بہن کی اولاد نہیں ہے فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ پس اگر ہیں دو بہنیں فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ پس ان کے لئے دو تہائیاں ہیں مِمَّا تَرَكَ اس میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً اور اگر ہوں دو بھائی رِّجَالًا وَّنِسَآءً مرد اور عورتیں فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ پس مرد کو دو عورتوں کے حصے کے برابر ملے گا يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان کرتا ہے اَنْ تَضِلُّوْا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

تشریح:

اس سورت کی ابتدا میں وراثت کے مسائل بیان ہوئے تھے اور اختتام پر بھی وراثت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے تو وراثت ایک شرعی مسئلہ ہے جو قرآن پاک میں بیان ہوا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرنے والے نے روپیہ پیسہ مال چھوڑا ہے تو سب سے پہلے اس میں سے کفن دفن کا انتظام ہوگا، کیونکہ یہ سب سے زیادہ اہم ہے، اگر بغیر اجرت کے غسل دینے والا کوئی نہیں ہے تو غسل دینے والے کو اجرت دینا اور اس کو اجرت لینا جائز ہے اور یہ سب کچھ مرنے والے کے مال سے کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد اس کے ذمہ قرض ہے، وہ ادا کیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر اس نے بیوی کا حق مہر

اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا تو وہ اس کے ذمہ قرض ہے، اس کے مال میں سے ادا کیا جائے گا، تیسرے نمبر اگر اس نے کوئی جائز وصیت کی ہے تو اس کو پورا کیا جائے گا، جائز کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والا اپنے کل مال کے تیسرے حصے میں وصیت کر سکتا ہے، اس سے زیادہ میں وصیت کرنے کا مجاز نہیں ہے، کیونکہ دو حصے شرعی وارثوں کا حق ہے اور ایسے کام کی وصیت کرے جو شرعاً جائز ہو، اگر ناجائز کام کی وصیت کرے گا تو باطل ہوگی، اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد کچھ حافظ اور قاری اکٹھے کرنا اور میرے لئے قرآن شریف پڑھوانا اور اتنی رقم ان کو دے دینا، اس کی یہ وصیت جائز نہیں ہے، کیونکہ جو قرآن شریف اجرت پر پڑھا جائے اس کا مرنے والے کو ثواب نہیں پہنچتا، یہ تمام فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اس کے بعد اس کی وراثت تقسیم کی جائے گی۔

لوگ وراثت کے مسائل میں بہت کوتاہی کرتے ہیں، بیٹیوں کا حق نہیں دیتے، بہنوں کا حق نہیں دیتے، پھوپھیوں کا حق نہیں دیتے اور بڑے عجیب قسم کے حیلے بہانے کرتے ہیں، لڑکیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کی تعلیم پر روپیہ خرچ کیا ہے، شادی پر بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے، بھائی! سوال یہ ہے کہ لڑکی کی تعلیم مفت میں ہوگئی ہے اور لڑکے کی شادی پر رقم خرچ نہیں کی جاتی، کبھی یہ بہانہ کرتے ہیں کہ بچیاں عیدیں اور شب قدر لے جاتی ہیں، یہ ٹھیک ہے، مگر لڑکے بھی تو تمہاری جیب کاٹتے ہیں، وہ کب معاف کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ لڑکیوں نے اپنا حق معاف کر دیا ہے۔ بھائی! معاف کس طرح کیا ہے؟ اس کے نام مکان کی رجسٹری، نہ زمین کی رجسٹری، نہ انتقال، نہ ان کا قبضہ، معافی کس چیز کی ہوئی ہے؟ پہلے قانونی طور پر ان کے نام رجسٹری کراؤ، انتقال کراؤ، ان کو قبضہ دو، سال دو سال وہ استعمال کریں، زمین کی پیداوار کھائیں، ان کو ان کے منافع معلوم ہوں، پھر معاف کریں تو ٹھیک ہے، خالی معاف کا کوئی معنی نہیں ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انگریز دور سے جس طرح زمین منتقل ہوتی چلی آرہی ہے، اسی طرح ہم تو ان پر قابض ہیں، اگر لڑکیوں کا حصہ نہیں دیا تو بڑوں نے نہیں دیا، اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ یہ ٹھیک ہے

کہ انگریز دور میں وراثت شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم نہیں ہوتی تھی، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر انگریز دور میں لڑکیوں کو حق نہیں دیا گیا تو کیا ان کا حق ختم ہو گیا ہے؟ ضائع ہو گیا ہے؟ زمینیں تمہارے پاس موجود ہیں اوران میں ان کا حق بھی موجود ہے، وہ ان کے حوالے کرو، اگر بڑوں نے اپنی قبریں خراب کی ہیں تو تم اپنی قبریں خراب نہ کرو، لڑکیوں کی اولا در اولا د جو موجود ہے ان کے حوالے کرو، بہر حال وراثت کے مسئلہ میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔

اسی سورت میں پہلے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے، اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے، اس کی اولاد نہ ہو، بہن بھائی ہو، ماں کی طرف سے یعنی صرف ماں شریک بہن بھائی ہیں تو ان کو کل مال کا تیسرا حصہ ملے گا، وہ اس تیسرے حصے کو آپس میں برابر تقسیم کریں گے، یعنی جتنا حصہ لڑکوں کو ملے گا اتنا ہی لڑکیوں کو ملے گا، ایسا نہیں کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا۔

لیکن اس مسئلے کی دو شقیں باقی تھیں، ایک یہ کہ مرنے والے کے حقیقی بہن بھائی ہوں، ماں بھی ایک باپ بھی ایک، دوم یہ کہ باپ شریک بہنیں بھائی ہوں، یعنی سب کا باپ ایک ہو اور مائیں الگ الگ ہوں تو ان کو کس طرح حصہ ملے گا؟ اس کو بیان فرماتے ہیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اگر کوئی اوترا فوت ہو جائے جس کو عربی میں کلالہ کہتے ہیں، جس کے نہ اصول ہوں، نہ فروع، باپ بھی نہیں، بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں بھی نہیں ہیں، مگر اس کی بہنیں ہیں ماں باپ کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے تو ان کو حصہ کس طرح ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا، فرمایا یَسْتَفْتُوْنَكَ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے اوترے کے بارے میں اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے، ہلاک ہو جائے لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ اور اس کی اولاد نہیں ہے، نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ پوتا، نہ پوتی وَّلَهٗۤ اُخْتٌ اور اس کی ایک بہن ہے، حقیقی ہے یا صرف باپ شریک ہے فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ تو اس کی بہن کو آدھا ملے گا اس میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے اور اس جائیداد میں زمین، مکان، باغات، کارخانے، روپیہ، پیسہ، گھر کا سارا اثاثہ شامل ہے وَهُوَ یَرِثُهَاۤ اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا

اگر کوئی عورت اوتری ہے کہ اس کی اولاد در اولاد کوئی بھی نہیں ہے، صرف بھائی اس کا وارث ہے تو اس کی ساری جائیداد اس بھائی کو مل جائے گی اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ اگر اس بہن کی اولاد نہیں ہے فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ پس اگر ہیں وہ دو بہنیں برابر ہے کہ مرنے والے کی حقیقی بہنیں ہوں یا باپ شریک ہوں فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ پس ان کے لئے دو تہائیاں ہیں مِمَّا تَرَكَ اس میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے، اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں پھر بھی ان کو دو تہائیاں ملیں گی اور یہ سب آپس میں تقسیم کرلیں وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً اور اگر ہوں وہ بھائی مرد اور عورتیں بہت سارے حقیقی ہیں یا صرف باپ شریک ہیں فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ پس مرد کو دو عورتوں کے حصے کے برابر ملے گا یعنی بھائیوں کو ڈبل حصہ ملے گا اور بہنوں کو سنگل حصہ ملے گا اور جو بہن بھائی ماں شریک ہیں ان کا تیسرا حصہ ہے اور وہ تیسرے حصہ میں سب برابر شریک ہیں۔

اب دیکھو یہاں آدمی کی عقل بے بس نظر آتی ہے کہ ماں شریک ہوں تو سب کو برابر حصہ ملتا ہے اور اگر حقیقی بہن بھائی ہوں یا باپ شریک ہوں تو بھائیوں کو ڈبل اور بہنوں کو سنگل، لیکن یہ احکام اللہ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں، تاکہ کوئی گڑبڑ نہ کرسکے اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں کسی کی رائے کو کوئی دخل نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بعض لوگ ساٹھ ساٹھ سال تک بڑی عبادت کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکوتیں دیتے اور بہت کچھ کرتے ہیں اور جب مرنے کا وقت آتا ہے تو سیدھے جہنم میں جاتے ہیں، اس لئے کہ شرعی وارثوں کا حق نہیں دیتے، ان کی حق تلفی کرجاتے ہیں، جس کی وجہ سے ساٹھ ساٹھ سال کی عبادت و ریاضت برباد ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان مسائل کو اچھی طرح سمجھو اور ان پر عمل کرو، رب تعالیٰ بیان فرماتے ہیں اور قرآن پاک میں بیان فرماتے ہیں يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بیان فرمائے ہیں اَنْ تَضِلُّوْا تاکہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے، اسی نے یہ حصے مقرر فرمائے ہیں اور ہر ایک کا حق بیان فرمایا ہے، ان کو سمجھو اور عمل کرو، اس میں کوتاہی نہ کرو، ورنہ تمہارے نماز روزے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ میں

نے تمہیں بخاری شریف کی حدیث سنائی ہے کہ ساٹھ ساٹھ سال عبادت کرتے ہیں اور مرتے وقت شرعی وارثوں کو محروم کر دیتے ہیں، ان کی حق تلفی کرتے ہیں اور سیدھے دوزخ میں جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

آج مؤرخہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰ نومبر ۲۰۰۳ء کو سورۃ النساء مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علیٰ ذلک (محمد نواز بلوچ)

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن

خادربک

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نظر ثانی — جمع وترتیب

مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
لقمان اللہ میر برادران
سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الیٰ جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرقریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
کا انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے حقوق انکو دیتا ہے تاہم اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدئے ہیں واللہ الموفق۔

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ
۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ
۲۸ اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ المائدہ

(مکمل)

جلد ۱

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ المائدہ، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292 - 03218741292

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست کتاب

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ط وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

لفظی ترجمہ :

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَوْفُوْا پورا کرو بِالْعُقُوْدِ عہد و پیمان کو اُحِلَّتْ لَکُمْ حلال کئے گئے تمہارے لئے بَهِیْمَةُ چوپائے الْاَنْعَامِ جو انعام کی قسم سے ہیں اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ مگر وہ جو تلاوت کئے جائیں گے تم پر غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ اس حال میں کہ حلال نہ سمجھنے والے ہو شکار کو وَاَنْتُمْ حُرُمٌ جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یَحْکُمُ فیصلہ کرتا ہے مَا یُرِیْدُ ☆ جو ارادہ کرے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُحِلُّوْا نہ بے حرمتی کرو تم شَعَآئِرَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی علامتوں کی وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ نہ عزت والے مہینوں کی وَلَا الْهَدْیَ اور نہ قربانی والے جانوروں کی وَلَا الْقَلَآئِدَ اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ اور نہ ان لوگوں کی جو ارادہ کرتے ہیں بیت الحرام کا یَبْتَغُوْنَ چاہتے ہیں فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب کی طرف سے فضل وَرِضْوَانًا اور اس کی رضا وَاِذَا حَلَلْتُمْ اور جب تم احرام سے نکل آؤ فَاصْطَادُوْا پس تم شکار کر سکتے ہو وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ اور نہ ابھارے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ بغض کسی قوم کا اَنْ صَدُّوْکُمْ اس لئے کہ انہوں نے تمہیں روکا تھا عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اس پر نہ ابھارے اَنْ تَعْتَدُوْا یہ کہ تم زیادتی کرو وَتَعَاوَنُوْا عَلَی

الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور ایک دوسرے کا ساتھ دو امداد کرو نیکی اور تقوے کے کاموں پر وَلَا تَعَاوَنُوْا اور ایک دوسرے کی امداد نہ کرو عَلَى الْاِثْمِ گناہ پر وَالْعُدْوَانِ اور زیادتی کی چیزوں پر وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ شَدِيْدُ الْعِقَابِ o سخت سزا دینے والا ہے۔

سورۃ کی وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام ہے سورۃ المائدۃ اور مائدہ کا معنیٰ ہے دستر خوان جس پر کھانا رکھا گیا ہو۔ اور اس سورۃ کا نام مائدہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کے آخر میں مائدہ کا ذکر ہے اس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ کیا تمہارا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے دستر خوان اتارے قَالَ اتَّقُوْا اللّٰهَ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو ایک طرف تو کہتے ہو رَبُّكَ اور دوسری طرف کہتے ہو کہ کیا اس کو دستر خوان اتارنے کی قدرت ہے۔ دستر خوان کی کیا حیثیت ہے کیا آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والا یہ نہیں کر سکتا؟ اس میں مائدہ کا ذکر ہے اس لئے ساری سورۃ کا نام مائدہ رکھا یعنی وہ سورۃ جس میں مائدہ کا ذکر ہے۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو گیارہ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو بارہواں نمبر ہے۔ اس کے سولہ رکوع ہیں اور ایک سو بیس آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

ایفاءِ عہد کی تاکید و تفصیل :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ، عقود جمع

ہے عقد کی اور عقد کا معنی گرہ اور وعدہ ہے وعدے پورے کرو پہلا وعدہ تم نے عالم ارواح میں کیا تھا جب رب تعالیٰ نے فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟۔ قَالُوْا بَلٰى (اعراف آیت نمبر:۱۷۲) سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے تو سب سے پہلے تو اس وعدہ کو پورا کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا رب کسی کو نہ بناؤ۔ دوسرا وعدہ جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کا عہد کرتا ہے تیسرا وعدہ جب ایمان مفصل اور ایمان مجمل پڑھتا ہے تو کہتا ہے قَبِلْتُ جَمِيْعَ أَحْكَامِهٖ میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو قبول کیا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان کو بھی پورا کرو اور بندوں کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان کو بھی پورا کرو وعدے کی خلاف ورزی منافقت ہے۔ آگے فرمایا......

بہیمۃ الانعام کی تفصیل :

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے جو انعام کی مد سے ہیں۔ بہیمہ کی جمع بہائم آتی ہے بہیمہ کا لفظی معنی ہے چار ٹانگوں والا جانور بہیمہ کے بعد اگر انعام کا لفظ نہ ہوتا تو اس میں کتا بلی گدھا سب شامل تھے لیکن انعام کا لفظ ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ وہ چوپائے حلال ہیں جو انعام کی مد سے ہیں اور اس سے اگلی سورۃ کا نام ہی انعام ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ انعام کی مد سے آٹھ قسم کے جانور ہیں۔ بھیڑوں میں سے دو نر اور مادہ اور بکریوں میں سے دو نر اور مادہ اونٹوں میں سے دو نر اور مادہ گایوں میں سے دو نر اور مادہ بھینس اور بھینسا گایوں کی جنس سے ہیں یہ حلال ہیں۔

بہیمۃ الانعام سے مستثنیٰ جانوروں کا مجمل ذکر :

اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ مگر وہ جو تلاوت کئے جائیں گے تم پر ان کا ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ سے ان کو بیان کیا ہے۔ کہ فلاں فلاں تم پر حرام ہے اور باقی سب حلال ہیں۔

حالتِ احرام میں شکار کرنے کی ممانعت :

غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اس حال میں کہ حلال نہ سمجھنے والے ہو شکار کو جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو جس طرح تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جس کا نماز کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ مثلاً تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے باتیں کرنی جائز تھیں۔ سلام اور سلام کا جواب دینا ادھر ادھر دیکھنا جائز تھا۔ مگر تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد یہ تمام چیزیں حرام ہو گئیں۔ اور یاد رکھنا زبان سے اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور ہاتھوں کا کانوں تک لے جانا مستحب ہے تو جس طرح تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد نماز سے غیر متعلقہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح حج اور عمرے کا احرام باندھ لینے کے بعد بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اب لبیں نہیں کٹوا سکتا سر نہیں منڈوا سکتا، ناخن نہیں کاٹ سکتا، سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا اسی طرح احرام کی حالت میں شکار نہیں کھیل سکتا جس کا ذکر ہے کہ احرام کی حالت میں تم شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو۔ البتہ محرم کو گھریلو جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً مرغی، بطخ، بکرا، چھترا، اونٹ، گائے، بیل کو ذبح کر سکتا ہے مگر وہ جانور جو شکار کی مد میں آتے ہیں بے شک محرم ان کو اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے پھر بھی وہ جانور حلال نہیں ہوں گے کیونکہ محرم حالت احرام میں شکار کی چیزوں کو ذبح کرنے کا اہل نہیں ہے۔ فرمایا............

شعائر کا احترام اور مفہوم :

اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ☆ بے شک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَاتُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰہِ نہ بے حرمتی کرو تم اللہ تعالیٰ کی علامتوں کی، اللہ تعالیٰ کے شعائر کی۔ شعائر جمع ہے شعیرہ کی۔ شعیرہ کے معنیٰ علامت اور نشانی کے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی e فرماتے ہیں کہ ویسے تو شعائر اللہ میں بہت سی چیزیں آتی ہیں مگر چار بڑی ہیں۔

1...... اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا وجود۔ 2...... کعبۃ اللہ۔

3...... قرآنِ کریم اور 4...... نماز

تو پیغمبر کا احترام کرو۔ نماز کا احترام کرو۔ یعنی نماز قائم کرو۔ کعبۃ اللہ کا احترام کرو قرآن کریم کا احترام کرو۔ ان کے علاوہ صفا، مروہ بھی شعائر اللہ میں سے ہیں قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ان کا بھی احترام کرو بے حرمتی نہ کرو۔

اشہر حرم کا بیان :

وَلَاالشَّھۡرَ الۡحَرَامَ نہ عزت والے مہینوں کی بے حرمتی کرو۔ حرمت والے مہینے چار تھے۔

1- ذوالقعدہ۔ 2- ذوالحجہ۔ 3- محرم اور 4- رجب۔

زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا اور ان مہینوں میں لڑنا جھگڑنا ممنوع تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی ان کے احترام کا حکم تھا۔ سورۃ توبہ میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم ان مہینوں میں جنگ میں پہل نہ کرو۔ لیکن اگر دشمن تم پر حملہ آور ہو تو دفاع کر سکتے ہو۔

ہدی اور اضحیہ میں فرق/تعریف :

وَلَا الْهَدْیَ اور نہ قربانی والے جانوروں کی بے حرمتی کرو۔ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کو قربانی کے لئے حرم میں لے جاتے ہیں۔اور حرم کے علاوہ دوسری جگہوں پر جس جانور کی قربانی دی جاتی ہے اس کو اَضْحِیَۃْ ہمزے کے فتح کے ساتھ اور اضحیہ ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ بھی کہتے ہیں۔تو جو ہدی کا جانور ہے اس کا بھی احترام کرو، اسے نہ چھیڑو۔

قلائد کا مفہوم :

وَلَا الْقَلَآئِدَ اور نہ ان جانوروں کی بے حرمتی کرو جن کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں قَلَائِدْ جمع ہے قَلَادَہْ کی قَلَادَہْ کہتے ہیں پٹے کو حاجی جو بڑے جانور ہدی کے طور پر لے جاتے تھے مثلاً اونٹ، گائے، بیل وغیرہ تو ان کے گلے میں پٹہ ڈالتے تھے تاکہ نشانی ہو کہ یہ جانور ہدی کا ہے کہ حاجی قضاء حاجت کے لئے گیا ہو، وضو کے لئے گیا ہو، پانی پینے کے لئے گیا ہو تو ان کو کوئی نہ نقصان پہنچائے نہ چھیڑے، یہ قربانی کا جانور ہے۔

حجاج اور معتمرین کا احترام :

وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ اور نہ ان لوگوں کی بے حرمتی کرو جو ارادہ کرنے والے ہیں بیت الحرام کا۔یعنی جو لوگ حج یا عمرہ کے ارادہ سے سفر کر رہے ہیں ان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ یا لڑائی نہیں ہونی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف جا رہے ہیں۔

غیر محرم کے لئے شکار کی اجازت :

یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنْ رَّبِّھِمْ چاہتے ہیں اپنے رب کی طرف سے فضل کہ وہاں سودا بیچنا ہے خریدنا ہے کیونکہ لوگ حج کے دنوں میں تجارت بھی کرتے ہیں اور حج بھی ہوتا ہے۔ وَرِضْوَانًا اور اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتے ہیں۔ مسلمان کا اصل مقصد تو حج کرنا ہے ضمنی طور پر کوئی تجارت بھی کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کے لئے جاتے تھے کعبۃ اللہ کا احترام کرتے تھے۔ اور وہ اپنے خیال کے مطابق رب تعالیٰ کو راضی کرتے تھے گو اس خیال سے رب راضی ہو یا نہ ہو لیکن تمہیں ان کو چھیڑنے کا حق نہیں ہے۔

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور جب تم احرام سے نکل آؤ پس شکار کر سکتے ہو۔ احرام کی حالت میں ممنوع ہوگیا تھا اب شکار کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔ ۶ھ میں آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے آج کل اس کا نام شمیسہ ہے تو مکہ والوں نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور کہا کہ تم آئندہ سال آ کر عمرہ کرنا اس سال ہم عمرہ نہیں کرنے دیں گے کیونکہ ہماری توہین ہے۔ لوگ کہیں گے کہ قریش نے اپنے دشمنوں کو مکہ میں آنے دیا ہے۔ معاہدہ کے تحت اگلے سال ۷ھ میں آپ ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کے دلوں میں پچھلے سال کا غصہ تھا کہ انہوں نے ہمیں روکا تھا اللہ تعالیٰ نے اس غصے کے اظہار سے پہلے ہی منع فرما دیا............

سخت دشمن کے مقابلہ میں بھی عدل کو مت چھوڑو :

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ اور نہ ابھارے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ بغض کسی قوم کا اَنْ صَدُّوْکُمْ اس لئے کہ انہوں نے تمہیں روکا تھا عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اس بات پر نہ آمادہ کرے۔ اَنْ تَعْتَدُوْا یہ کہ تم زیادتی کرو وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اور ایک دوسرے کا ساتھ دو مدد کرو نیکی اور تقوے کے کاموں پر۔ نیکی سے مراد وہ کام ہیں جو کرنے کے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، سچ بولنا، پورا تولنا اور تقویٰ سے مراد وہ کام ہیں جن سے بچنا ہے۔ اور ان کو کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دو کہ وہ نہ کرنے دو۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ پر اور زیادتی کی چیزوں پر اِثْم کا معنی ہے رب تعالیٰ کے حکموں کو توڑنا تو رب تعالیٰ کے حکموں کو توڑنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور عُدْوَان بندوں کے حق ضائع کرنا اور بندوں پر زیادتی کرنا اور بندوں کے حقوق ضائع کرنے میں بھی ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ہر حالت میں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بندہ اگر اس نقطہ کو سمجھ لے زندگی سنور سکتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی سزا اور گرفت سے نہیں بچ سکو گے۔

حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ وَالۡمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيۡحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ ؕ ذٰلِكُمۡ فِسۡقٌ ؕ اَلۡيَوۡمَ يَـئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِيۡـنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ؕ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِىۡ مَخۡمَصَةٍ غَيۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝

لفظی ترجمہ :

حُرِّمَتۡ حرام کیا گیا عَلَيۡكُمُ تم پر الۡمَيۡتَةُ مردار وَالدَّمُ اورخون وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ اورخنزیر کا گوشت وَمَاۤ اوروہ چیز اُهِلَّ جونامزد کی گئی ہو لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ غیراللہ کے نام پر وَالۡمُنۡخَنِقَةُ اوروہ جوگلا گھٹنے سے مرگیا وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ اوروہ جس کوچوٹ لگائی گئی وَالۡمُتَرَدِّيَةُ اورجواونچی جگہ سے گر گیا وَالنَّطِيۡحَةُ اورجس کودوسرے نے سینگ ماردیا وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اور

جس کو درندوں نے کھالیا اِلَّا مَاذَکَّیۡتُمۡ مگر وہ جس کو تم نے ذبح کر لیا وَمَاذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ اور جو ذبح کیا گیا بتوں کے نام پر وَاَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ اور یہ کہ تم نیزوں کے ذریعہ تقسیم کرو ذٰلِکُمۡ فِسۡقٌ یہ نافرمانی ہے اَلۡیَوۡمَ آج کے دن یَئِسَ الَّذِیۡنَ ناامید ہو گئے وہ لوگ کَفَرُوۡا جو کافر ہیں مِنۡ دِیۡنِکُمۡ تمہارے دین سے فَلَا تَخۡشَوۡھُمۡ پس تم نہ ڈروان سے وَاخۡشَوۡنِ اور مجھ سے ڈرو اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے دِیۡنَکُمۡ تمہارا دین وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ اور مکمل کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا اور میں نے پسند کیا ہے تمہارے لئے اسلام کو دین فَمَنِ اضۡطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ بھوک میں غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ اس حال میں کہ وہ مائل ہونے والا نہیں ہے لِّاِثۡمٍ گناہ کی طرف فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حلال وحرام جانوروں کی تفصیل :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے پہلا حکم ہے حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃُ حرام کیا گیا تم پر مردار جو جانور ذبح کئے بغیر مر جائے وہ حرام ہے اگرچہ فی نفسہ وہ حلال ہے مثلاً مرغی ہے بکرا چھترا اونٹ وغیرہ فی نفسہ تو حلال ہیں لیکن اگر ان کو ذبح نہ کیا جائے تو ان کا کھانا حرام ہے۔ البتہ شریعت نے اتنی اجازت دی ہے کہ مردار کا چمڑا اتار کر خشک کرا کے یعنی رنگنے کے بعد اس کو بیچ

بھی سکتے ہو۔اوراپنے استعمال میں بھی لاسکتے ہو۔

میتہ کا حکم :

چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جگہ سے گزر رہے تھے لوگ ایک موٹی تازی بکری کودور پھینکنے کے لئے کھینچ کرلے جارہے تھے تاکہ بدبونہ پھیلے آپ نے فرمایا هَلاَّ اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا تم نے اس کا چمڑا کیوں نہیں اتارلیاانہوں نے کہاحضرت مردار ہوگئی ہے فرمایا تمہیں چمڑا اتارنے کی اجازت ہےتو مردار وہ ہے جو ذبح کئے بغیر مرجائے البتہ دو جانور ایسے ہیں جن کو ذبح کئے بغیر کھانا جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اُحِلَّتْ لَنَا الْمَيْتَتَانِ دو چیزیں ہمارے لئے بغیر ذبح کے حلال کی گئی ہیں اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ مچھلی اورمکڑی یہی وجہ ہے کہ مچھلی کافر بھی شکار کرے تو اس سے لینے کی اجازت ہے اور مچھلی کے علاوہ دوسرا شکار کافر سے لینے کی اجازت نہیں ہے۔کیونکہ وہ ذبح کا اہل نہیں ہے۔

دم مسفوح کی حرمت :

وَالدَّمُ اورخون بھی حرام کیا گیا ہےاورخون سے مراد وہ خون ہے جوذبح کرتے وقت نکلتا ہے۔چنانچہ آٹھویں پارے میں آئے گا دَمًا مَسْفُوْحًا بہتاہواخون اس کو نہ اندرونی طور پراستعمال کرسکتے ہیں نہ بیرونی طور پر یعنی نہ تو اس کوکھاسکتے ہیں نہ بدن پر لگاسکتے ہیں کیونکہ قطعی حرام ہے کسی طرح بھی استعمال کرناجائزنہیں ہے۔

لحم خنزیرذکرکرنے کی وجہ :

وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ اورخنزیر کا گوشت بھی حرام کیا گیاہے۔خنزیر کی ہرچیز حرام ہے

گوشت کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ کھایا گوشت ہی جاتا ہے چمڑا بال یا ہڈیوں کو تو کوئی نہیں کھاتا۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور وہ چیز جو نامزد کی گئی ہو غیر اللہ کے نام پر۔ ''اہلال'' کا معنی ہے آواز بلند کرنا۔ مقصد یہ ہے کہ جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا ہو وہ حرام ہے مثلاً یوں کہے کہ یہ جانور یا چیز فلاں بت، قبر یا بزرگ کی نیاز ہے تو وہ چیز حرام ہوگئی اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں کیونکہ غلط کار لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور الجھن پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بزرگوں کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاتا ہے تو قربانی کا بکرا عقیقے کا بکرا زید کا بکرا یہ نسبتیں بھی تو غیر اللہ کی طرف ہیں کیا یہ سارے حرام ہیں تو یاد رکھنا ایک ہے شرعی نسبت کہ وہ اس کا مالک ہے اور تم کہو کہ یہ بکرا زید کا ہے یہ گائے بکر کی ہے اور قربانی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے عقیقہ شرعی حکم ہے۔ قربانی کے بکرے کا معنی ہے خدا تعالیٰ کے راستہ میں قربانی کے لئے ہے۔ عقیقے کے بکرے کا مطلب ہے کہ عقیقے کے لئے ذبح کرنا شرعی حکم ہے۔ یہ شرعی نسبتیں ہیں یہ صحیح ہیں۔ اور تقرب کے لئے غیر اللہ کے نامزد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جانور یا دودھ یا اور کوئی چیز کسی بت قبر یا بزرگ کے نام پر متعین کی جائے اس نیت اور ارادے سے کہ میرے کاروبار میں برکت ہوگی فصل میں برکت ہوگی اگر نہیں دوں گا تو نقصان ہوگا یہ حرام ہے اور وہ شی بھی حرام ہے۔ اگر جانور ہے تو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہوگا۔

غیر اللہ کی نذر و نیاز :

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزیہ میں لکھتے ہیں کہ جو چیز کسی بزرگ کے نام پر متعین کر دی جائے کہ یہ بکرا فلاں کا ہے یہ چھترا

فلاں کا ہے تو وہ تکبیر پڑھنے سے بھی حلال نہیں ہوگا یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی کتے کو تکبیر پڑھ کر ذبح کرے یا خنزیر کو تکبیر پڑھ کر ذبح کرے تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ ایسے ہی جو چیز غیر اللہ کے لئے نامزد کی جائے گی وہ حلال نہیں ہوگی اور فرماتے ہیں کہ اس میں جانور کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

''ماکولات، مشروبات، ملبوسات ہمیں حکم دارند'' کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔ دیکھو یہ لوگ آج کل گیارہویں دیتے ہیں اس میں تفصیل ہے اگر تو اس ارادے سے دیتا ہے کہ میرے جانوروں میں برکت ہوگی گھر میں برکت ہوگی کاروبار میں برکت ہوگی اگر نہیں دوں گا تو پیر صاحب ناراض ہو جائیں گے اور مجھے نقصان پہنچے گا تو یہ دینے والا کافر ہے اور وہ چیز قطعی حرام ہے۔ اور اگر دیتا تو اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کرتا ہے تو بدعت ہے کیونکہ اور بھی بہت بزرگ ہیں ان کو ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتا ماں باپ کو ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتا ان کی نمازیں رہ گئیں، روزے رہ گئے ان کا کفارہ کیوں نہیں ادا کرتا؟۔

رہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تو وہ اتنے نیک تھے کہ اگر ان کی نیکیوں کو تقسیم کیا جائے تو کئی ضلعے بخشے جائیں لہٰذا ان کی نسبت ایصالِ ثواب کے لئے ہمارے ماں باپ زیادہ مستحق ہیں۔ آخر ان کی تخصیص اور تعیین کی وجہ کیا ہے؟ پھر گیارہویں کی تاریخ کی تخصیص کیوں ہے؟ ایصالِ ثواب آگے پیچھے کیوں نہیں ہوسکتا؟ لہٰذا مسئلہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

وَالْمُنْخَنِقَةُ اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرگیا ہو یعنی جس کا گلا رسی یا زنجیر یا کسی اور شئی سے گھونٹا گیا اور مرگیا وہ بھی حرام ہے۔ وَالْمَوْقُوْذَةُ اور جس کو چوٹ لگائی گئی ہو،

پتھر لگا یا لاٹھی ماری اور وہ مر گیا وہ بھی حرام ہے۔

وَالْمُتَرَدِّيَةُ اور جو اونچی جگہ سے گر گیا، پہاڑ سے نیچے گر کر مر گیا یا کنویں میں گر کر مر گیا یا کسی بھی جگہ سے گر کر مر گیا تو وہ بھی حرام ہے۔ وَالنَّطِيحَةُ اور جس کو دوسرے نے سینگ گھونپ دیا اور وہ مر گیا تو وہ بھی حرام ہے۔

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اور وہ جس کو درندوں نے کھالیا مثلاً شیر، چیتا، بھیڑیا، ریچھ وغیرہ اس کو کھینچ کر لے گئے اس کو چیر پھاڑ دیا۔ اگر کھایا تو ان کا بچا ہوا بھی حرام ہے۔ اِلَّامَا ذَكَّيْتُمْ مگر وہ جس کو تم نے ذبح کر لیا کسی درندے نے زخمی کر دیا ہو مگر مرنے سے پہلے تم نے اسے با قاعدہ ذبح کر لیا تو وہ حلال ہے۔

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ اور وہ جو ذبح کیا گیا بتوں کے نام پر۔ پہلے تھا کہ جو چیز بزرگوں کے نام پر ذبح کی جائے وہ حرام ہے اور اب فرمایا کہ جو چیز بتوں کے نام پر ذبح کی جائے وہ بھی حرام ہے۔ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ اور یہ کہ تم تیروں کے ذریعہ تقسیم کرتے ہو یہ بھی حرام ہے۔ اَزْلَامْ، زَلَمٌ کی جمع ہے اور زَلَمٌ کا معنی ہے "تیر"۔ کعبۃ اللہ میں ایک تھیلا رکھا ہوا تھا اس میں دس تیر ہوتے تھے اور وہ تھیلا کعبۃ اللہ کے متولی کے کنٹرول میں ہوتا تھا ان میں سے چھ پر لکھا ہوا تھا لاَ جس کا معنی ہے نہیں اور تین پر لکھا ہوا تھا نَعَمْ، نَعَمْ کا معنی ہے ہاں اور ایک خالی ہوتا تھا ان لوگوں نے جب کوئی کام کرنا ہوتا تھا رشتے کا، تجارت کا یا لمبے سفر پر جانے کا تو ان تیروں کے ذریعہ فال نکالتے تھے یعنی ان سے پوچھتے تھے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں۔ میرا فلاں کام ہوگا یا نہیں؟ سفر پر جاؤں یا نہ جاؤں۔ طریقہ یہ تھا کہ تیر نکالتے اگر نَعَمْ والا نکلتا تو کہتے بس میرا کام ہو گیا اور اگر لاَ والا نکلتا تو کہتے کہ میرا کام نہیں ہوگا اس کام کو چھوڑ دیتے تھے

اگر خالی تیر نکلتا تو دوبارہ سہ بارہ تیر نکالنے کی اجازت ہوتی تھی۔ بھائی تیروں کے نکالنے کے ساتھ تیرے کام کا کیا تعلق ہے؟۔ایسی وہم پرستی سے خدا کی پناہ۔اسی وہم پرستی میں مسلمان بھی مبتلا ہیں کیا مرد اور کیا عورتیں وہم کوٹ کوٹ کران میں بھری ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت گھر میں آئی اور بچہ بیمار ہوگیا تو کہیں گے کہ فلاں عورت آئی تھی اس لئے بیمار ہوگیا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ یہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں جن کے عقیدے اور نظریات ہندوؤں سے بدتر ہیں۔ بھائی بیماریاں، تندرستیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ بندوں کا اس میں کیا عمل دخل ہے؟۔

اور تیروں کے ذریعے تقسیم کا ایک اور طریقہ بھی رائج تھا وہ اس طرح کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے پھر تیر نکالتے اگر زید کے نام کا تیر نکل آتا تو اونٹ سارا زید کا ہوجاتا باقی سارے فارغ جس طرح آج کل لاٹریاں یا بانڈ ہیں۔

اور ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے اور اس کا گوشت برابر دس حصوں میں تقسیم کرتے تھے جن میں سے سات پر نمبر لگے ہوتے تھے اور تین خالی ہوتے تھے ایک ایک حصہ دار ایک ایک تیر نکالتا اس تیر پر جتنے نمبر لکھے ہوتے وہ اتنے حصے لے لیتا مثلاً دو لکھے ہوئے ہیں تین لکھے ہوئے ہیں سات لکھے ہوئے ہیں سارے حصے ختم ہوجاتے باقی حصہ دار جو ہوتے وہ رہ جاتے تو فرمایا ذٰلِكُمْ فِسْقٌ یہ نافرمانی ہے۔

آیت کریمہ کا نزول :

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا آج کے دن ناامید ہوگئے وہ لوگ جو کافر ہیں

مِنْ دِيْنِكُمْ تمہارے دین سے پہلے تو ان کو امید تھی کہ ہم اس کو دبالیں گے ختم کر دیں گے لیکن اب عرب کی اکثریت مسلمان ہو چکی ہے اور جو باقی رہ گئے ہیں ان میں اسلام سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے لہٰذا اب وہ بالکل ناامید ہو گئے ہیں کہ اسلام کے پودے کو پنپنے نہ دیں۔ یہاں اَلْيَوْمَ سے مراد ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ کا دن ہے۔ کیونکہ یہ آیت کریمہ ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ عرفات کے میدان میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا.........

تکمیل دین :

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ پس تم نہ ڈرو ان سے اور مجھ سے ڈرو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین۔ عرفات کا میدان تھا، عرفہ اور جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت تھا ایک لاکھ سے زیادہ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.........

قرآنِ کریم جس کا آغاز جبلِ نور کی چوٹی پر غارِ حرا میں ہوا تھا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل ہو گیا ہے اور یہ اس کا آخری حصہ ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ آج کے دن میں نے مکمل کر دیا ہے

وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ اور مکمل کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اور میں نے پسند کیا ہے تمہارے لئے اسلام کو دین یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سنا دیا کہ اس کے بعد اب قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل نہیں ہوگا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً بیاسی/۸۲ دن دنیا میں رہے ہیں اور وحی تو آتی رہی ہے مگر قرآن کریم کا ایک حرف بھی نازل نہیں ہوا۔

مضطر کے لئے حرام چیزیں کھانے کا ذکر :

فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ پس جو شخص مجبور کیا گیا بھوک میں غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ اس حال میں کہ وہ مائل ہونے والا نہیں ہے گناہ کی طرف اس کو اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں بقدر ضرورت کھا پی سکتا ہے۔ مثلاً اوپر مردار کا ذکر ہوا ہے خنزیر کا ذکر ہوا ہے کوئی ایسا وقت آ گیا کہ آدمی نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے اور جان خطرے میں ہے کہ اگر کچھ نہیں کھاتا پیتا تو مرتا ہے تو اس کو ایسے موقع پر اتنا حرام کھانے کی اجازت ہے کہ جس سے جان بچ جائے اور دوسرے پارے میں غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کے لفظ ہیں کہ نہ لذت تلاش کرنے والا ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے یعنی ایسی مجبوری کی حالت میں مردار بھی کھا سکتا ہے خنزیر بھی کھا سکتا ہے، شراب بھی پی سکتا ہے مگر صرف اتنی پینے کی اجازت ہے کہ جس سے جان بچ جائے اور اگر اس موقع پر خنزیر اور مردار نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار کی موت مرے گا۔

اسی طرح اگر اتنی شدید پیاس ہے کہ جان جاتی ہے اور اس کے پاس صرف شراب پڑی ہے اگر نہ پی اور مر گیا تو گنہگار کی موت مرا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے اس نے اس اجازت سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟۔

فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ وہ چھوٹی موٹی لغزش کو معاف کر دے گا۔

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰهُ ۫ فَکُلُوْا مِمَّآ اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝۴ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ۪ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۵

لفظی ترجمہ :

یَسْئَلُوْنَکَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ کیا کچھ ان کے لئے حلال کیا گیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ حلال کی

گئیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَمَا عَلَّمْتُمْ اور وہ جو تم نے تعلیم دی ہے مِّنَ الْجَوَارِحِ زخمی کرنے والے جانوروں کو مُكَلِّبِيْنَ کہ چھوڑتے ہو شکار پر تُعَلِّمُوْنَهُنَّ سکھاتے ہو تم ان کو مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے فَكُلُوْا پس کھاؤ مِمَّآ ان جانوروں کو اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ (جو شکار کے بعد) انہوں نے تمہارے لئے روکے ہیں وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا نام اس پر وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلدی حساب لینے والا ہے اَلْيَوْمَ آج کے دن اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ حلال کی گئیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اور خوراک ان لوگوں کی اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو کتاب دی گئی حِلٌّ لَّكُمْ تمہارے لئے حلال ہے وَطَعَامُكُمْ اور یہ تمہارا کھانا حِلٌّ لَّهُمْ ان کے لئے حلال ہے وَالْمُحْصَنٰتُ اور پاکدامن عورتیں مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ ایمان والیوں میں سے وَالْمُحْصَنٰتُ اور پاکدامن عورتیں مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ جب دو تم ان کو اُجُوْرَهُنَّ مہر ان کے مُحْصِنِيْنَ قید میں رکھنے والے ہو غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ نہ مستی نکالنے والے ہو وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ اور نہ خفیہ یاری لگانے والے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ اور جس نے انکار کیا ایمان کا فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ پس

تحقیق ضائع ہوگیا عمل اس کا وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

حلال وحرام پرندوں کی تفصیل :

سورۃ کی ابتداء میں یہ بیان ہوا کہ احرام کی حالت میں تمہارے لئے شکار کرنا جائز نہیں ہے احرام سے نکلنے کے بعد شکار کرنے کی اجازت ہے صحابہ کرام n میں بھی بعض شکاری تھے کسی نے کتے رکھے ہوئے تھے کسی نے باز، بعض نے شاہین اور بعض نے شکرے (انہیں شکار کے لئے سدھاتے تھے، تیار کرتے تھے) تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ ہم لوگ شکار کھیلتے ہیں اس کے متعلق حضرت ہمیں بتاؤ کہ یہ درست ہے یا نہیں؟ اور کس کس چیز کا شکار کرنا جائز ہے؟ اور کس کا شکار کرنا جائز نہیں ہے؟۔ آنحضرت ﷺ نے اصول بیان فرمائے جو کہ تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں فرمایا............

کُلُّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ ہر وہ پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے وہ حرام ہے۔ یاد رکھنا! ایک ہے پنجے سے پکڑ کر کھانا جیسے طوطا ہے لالی، شارک ہے اور بسا اوقات مرغی بھی پنجے سے پکڑ کر کھالیتی ہے یہ حلال ہیں مسئلہ یہ ہے کہ جو پنجے کے ذریعے شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں جیسے چیل، باز، شکرہ وغیرہ ہیں۔ اور درندوں میں جو کچلیوں یعنی دانتوں کے ساتھ شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، ریچھ، گیدڑ وغیرہ ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے چند بنیادی چیزیں بیان فرمائی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ فرمایا............

یَسْئَلُوْنَکَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں مَاذَآ اُحِلَّ لَھُمْ کیا کچھ ان کے

لئے حلال کیا گیا ہے قُلْ آپ فرمادیں اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ اور وہ جو تم نے تعلیم دی ہے زخمی کرنے والے جانوروں کو جَوَارِح، جَارِحَۃٌ کی جمع ہےاور جَارِحَۃٌ، جَرَحَ سے ہے جس کے معنی ہیں ''زخمی کرنا'' اور جَارِحَۃٌ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے کو زخمی کرے اور جو جانور شکار کرتے ہیں وہ بھی زخمی کرتے ہیں کیونکہ منہ سے پکڑتے ہیں اور جو پرندے شکار کرتے ہیں وہ بھی زخمی کرتے ہیں کیونکہ وہ نوکیلے پنجوں سے پکڑتے ہیں۔

کلب معلم کا شکار :

مُکَلِّبِیْنَ چھوڑتے ہو شکار پر مُکَلِّبٌ کا معنی ہے کہ تم اس کو اپنے ارادہ سے شکار پر چھوڑتے ہو۔ تُعَلِّمُوْنَھُنَّ سکھاتے ہو تم ان کو مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے۔تعلیم یافتہ سکھایا ہوا کتا وہ ہوتا ہے کہ جب تم اسے شکار کے لئے چھوڑو وہ شکار کے قریب پہنچ جائے تم اسے بلاؤ تو وہ واپس آجائے تین دفعہ اس طرح امتحان لینا چاہیے اگر وہ تمہارے بلانے سے واپس آجاتا ہے تو ایسا کتا مُعَلَّمْ ہے۔یعنی سدھایا ہوا ہے۔پھر اس کی شرط میں سے یہ بھی ہے کہ شکار کر کے کھانے نہ لگ جائے بلکہ مالک کے پاس لائے اگر شکاری جانور نے شکار کا کچھ حصہ خود کھالیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شکار اس نے اپنے لئے کیا ہے لہٰذا یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

فَکُلُوْا مِمَّآ اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ پس کھاؤ ان جانوروں کو (جو شکار کے بعد) انہوں نے تمہارے لئے روکے ہیں وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا نام اس پر یعنی کتے اور شکاری جانور کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو۔امام ابوحنیفہ e فرماتے ہیں

کہ شکاری جانور کے ذریعہ شکار کرنے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ اگر وہ پانچ شرطیں پائی گئیں تو اس کا کیا ہوا شکار حلال ہے ورنہ نہیں

شکاری جانور کے لئے پانچ شرائط :

1......... جس جانور کو ہم نے شکار پر چھوڑا ہے وہ شکار کو زخمی کرے کیونکہ قرآن پاک میں ہے مِنَ الْجَوَارِحِ زخمی کرنے والے جانوروں کو۔

2......... وہ سکھایا ہوا ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر تم اسے بلاؤ تو واپس آجائے

3......... جاہل کتا ساتھ نہ ہو مطلب یہ ہے کہ تم نے سکھایا ہوا کتا شکار پر چھوڑا اس کے ساتھ دوسرا عام کتا مل گیا اور دونوں نے مل کر شکار کیا اور جانور تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے یہ حرام ہے اور اگر صرف سدھائے ہوئے کتے نے شکار کیا اور تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے سے پہلے مر گیا پھر بھی حلال ہے۔

چنانچہ مشہور زمانہ سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ سمجھدار نوجوان تھے پہلے عیسائی مذہب رکھتے تھے ۹ ھ یا ۱۰ ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے انہوں نے کہا کہ حضرت! ہم اپنے علاقے میں شکار کھیلتے ہیں کتوں کے ساتھ جن کو ہم نے سدھایا سکھایا ہوا ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم جب اپنے کتے کو شکار پر چھوڑتے ہیں تو اس کے ساتھ ایسا کتا بھی شامل ہو جاتا ہے جو سدھایا سکھایا ہوا نہیں ہوتا اور دونوں کتے مل کر شکار کو پکڑتے ہیں کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا کھانا جائز نہیں ہے۔ اِنَّمَا سَمَّیۡتَ عَلٰی کَلۡبِکَ پختہ بات ہے کہ تو نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی ہے دوسرا کتا جو ساتھ شریک ہو گیا ہے اس کو تو بسم اللہ پڑھ کر نہیں چھوڑا گیا یہ روایت بخاری شریف کی ہے اس روایت سے فقہاء کرامؒ نے ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے وہ یہ کہ گائے اونٹ کی قربانی جس میں سات آدمیوں تک شریک ہو سکتے ہیں اگرچہ اکیلے آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے دو بھی مل کر کر سکتے ہیں تین بھی، چار بھی، پانچ بھی، چھ بھی، آخری حد سات ہے اس کو اگر ایک آدمی بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے تو صحیح ہے وہ سب کی طرف سے وکیل ہے۔ لیکن اگر حصہ دار وہی ہوں اور کبھی کہیں کہ ذبح کرتے وقت ہم نے بھی چھری پر ہاتھ رکھنا ہے کہ اگر ہمارا ہاتھ چھری پر نہ آیا تو اجر میں کمی ہو جائے گی تو اس صورت میں ساتوں کے ساتوں کو بسم اللہ پڑھنی پڑھے گی۔ اگر ان میں سے ایک نے بھی بسم اللہ نہ پڑھی تو جانور حرام ہو جائے گا۔

4......... وہ کتا شکار لا کر تمہیں دے خود نہ کھائے اگر اس نے خود کھانا شروع کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے یہ شکار اپنے لئے کیا ہے تمہارے لئے نہیں کیا۔

5......... بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے۔

ان پانچ شرطوں کے پائے جانے کے بعد اگر جانور تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے مر بھی جائے تو حلال ہے ہاں اتنا کرو کہ کتے نے جہاں منہ مارا ہے اس جگہ سے کاٹ کر پھینک دو کیونکہ کتے کا جھوٹا پلید ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِذَا وَلَغَ الۡکَلۡبُ فِیۡ اِنَاءِ اَحَدِکُمۡ فَلۡیُرِقۡهُ ثُمَّ لِیَغۡسِلۡهُ سبع مِرَارٍ (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۳۷)۔ جب کتا

تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھوئے۔ لہٰذا جس جگہ کتے کا منہ لگا ہے اس جگہ کو کاٹ کر پھینک دو باقی جانور جائز ہے۔

تیر اور بندوق کے شکار کا مسئلہ :

تیر کے شکار کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ تم نے شکار پر تیر مارا ہے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر اور تیر کی نوک جانور کو لگی ہے اور وہ مر گیا ذبح کرنے سے پہلے تو وہ جائز اور حلال ہے اور اگر تیر عرضاً لگا ہے تو اب ذبح کرنے کے بغیر نہیں کھا سکتے۔ رہا مسئلہ بندوق کا تو یہ نئی ایجاد ہے اس زمانے میں بندوقیں نہیں ہوتی تھیں۔ غلیلوں اور کمانوں کے ساتھ شکار کھیلتے تھے بندوق کا چھرا گول ہوتا ہے تیر کی طرح نوک دار نہیں ہوتا لہٰذا بندوق کا فائر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر بھی کیا جائے تو ذبح کرنے کے بغیر جانور حلال نہیں ہے۔

مودودی صاحب کا اعتراض اور اس کا جواب :

اور مودودی صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ چھرّا قیمتی ہوتا ہے اور یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ ماری ہوئی چیز بھی ذبح کرنے کے بغیر حلال ہے یہ ان کی منطق باطل ہے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''اگر تیر نوک کی طرف سے نہ لگے تو جانور مردار ہے''۔ اور جس مسئلے پر صحیح حدیث موجود ہو اور چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ متفق ہوں تو کسی کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور اس مسئلے پر چاروں فقہی مذہب احناف، شوافع، مالکیہ، اور حنابلہ متفق ہیں کہ بندوق کا مارا ہوا بغیر ذبح کرنے کے حلال نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف مودودی صاحب کا اپنی رائے پیش کرنا کوئی دین کی خدمت نہیں ہے۔

تو فرمایا کہ جن جانوروں کو تم سدھا سکھا کر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چھوڑو اور وہ شکار کو تمہارے لئے روکیں تو وہ تمہارے لئے حلال ہے اس کو کھاؤ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر نہیں چھوڑا اور شکار بغیر ذبح کرنے کے مرگیا اور اس کو کھالو یہ صحیح نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ آج کے دن حلال کی گئیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں۔ اور ان کے علاوہ......

اہلِ کتاب اور دہریے کے ذبیحہ کا حکم :

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور خوراک ان لوگوں کی جن کو کتاب دی گئی۔ اس سے مراد ذبیحہ ہے کیونکہ عام کھانا تو تمام غیر مسلموں کا جائز ہے یعنی ان لوگوں کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے جن کو کتاب دی گئی اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں مگر اس کے لئے شرط ہے کہ اس قسم کے یہود و نصاریٰ ہوں جو نزول قرآن کے وقت تھے کہ اللہ تعالیٰ، پیغمبروں، آسمانی کتابوں، قیامت کے قائل ہوں، دہریئے قسم کے یہود و نصاریٰ نہ ہوں جس طرح آج بہت سے ایسے فرقے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں مگر وہ شریعت کی زبان میں مسلمان نہیں ہیں جیسے رافضی، قادیانی، ذکری، بابی، بہائی، منکرین حدیث ہیں۔ اور بھی کئی فرقے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں مگر ہیں وہ کافر۔

اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو عیسائی اور یہودی کہلاتے ہیں مگر ہیں وہ دہریئے۔ تو ایسے دہریئے قسم کے یہودیوں اور عیسائیوں کا ذبیحہ جائز نہیں ہے اسی طرح آگے آرہا ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز

ہے مگر ایسی عورتوں کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں ہے جو دہریہ قسم کی ہوں۔ بیوی کا نیک ہونا اولاد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا نیک بیوی پسند کرنی چاہیے اور بہت سے عوامل ہیں جن کو سامنے رکھنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فہم :

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب بیروت، لبنان، شام کا علاقہ فتح ہوا اور ان علاقوں میں حسن بہت ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں بدمعاشیاں بہت ہیں۔ اور عرب کے لوگ محنت مشقت کرنے والے سانولے پکے رنگ کے تھے۔ نئی نسل نے جب گوری عورتیں دیکھیں ان کے ساتھ نکاح کرنے شروع کر دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر پابندی لگادی لوگوں نے اعتراض کیا کہ رب تعالیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کر سکتے ہو۔ اور آپ منع کرتے ہیں۔ فرمایا.........

بچے کی پرورش اور ماں کا کردار :

"رب تعالیٰ کی اجازت کو میں بھی جانتا ہوں مگر کچھ اور عوامل ہیں جن کی وجہ سے منع کر رہا ہوں وہ یہ کہ جو عرب عورتیں ہیں دین کو سمجھتی ہیں ان کا کیا بنے گا وہ کہاں جائیں گی اور تم اہلِ کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کرو گے اس سے تمہاری اولاد پر اثر پڑے گا اس لئے میں تمہیں منع کرتا ہوں"۔ خلیفہ راشد کو شرعی طور پر خاصے اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ ایسا کر سکتا ہے۔ دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی گُر کی بات فرمائی ہے کہ ماں کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی والدہ ماجدہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بچے کو کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا تو جب ماں ایسی ہوگی تو پھر بچہ عبدالقادر جیلانیؒ ہوگا۔

قائدِ اعظم مرحوم نے ۱۹۱۸ء میں ایک پارسی کی بیٹی رتن بائی سے شادی کی رتن بائی تو ان کے اثر ورسوخ سے مسلمان ہوگئی اس سے بیٹی ہوئی جس کا نام مریم تھا وہ پارسی ہوگئی باپ نے اس کو گھر سے نکال دیا اس نے عقیدہ نہ چھوڑا ابھی تک وہ بمبئی (موجودہ ممبئی) میں ہے۔

ولی خان کے بڑے بھائی ڈاکٹر خان کو لوگوں نے روکا کہ میم (گوری عورت) کے ساتھ نکاح نہ کر لیکن اس نے کسی کی بات نہ مانی اور نکاح کر لیا اس میم سے جو لڑکی پیدا ہوئی اس نے ایک سکھ کے ساتھ شادی کی اس کو نہ ولی خان روک سکا نہ غفار خان اور نہ ڈاکٹر خان۔ لڑکی نے کہا کہ میں آزاد ہوں جہاں چاہوں نکاح کروں تو ماں کی نیکی یا بدی اولاد پر بہ نسبت باپ کے جلدی اثر کرتی ہے کیونکہ باپ بے چارہ تو ملازمت پر جائے گا یا کارخانے جائے گا یا مزدوری کے لئے جائے گا بچے جو کچھ ماں سے حاصل کر سکتے ہیں باپ سے نہیں یہی وجہ ہے کہ جن گھروں میں نیک عورتیں ہیں ان کے اثرات سامنے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے **تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ** عورت کے ساتھ شادی کی جاتی ہے چار وجہ سے.........

عورت سے شادی کی چار وجوہات :

① ....حسن کی وجہ سے۔ ② ....حسب نسب کی وجہ سے۔

③ ....مال کی وجہ سے۔ ④ ....دینداری کی وجہ سے۔

فرمایا تم دیندار عورت کو ترجیح دو۔ اس کا اولاد پر اثر ہوگا اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

سیرت پر نظر چاہیے صورت سے زیادہ

بات ساری سیرت سے بنتی ہے تو فرمایا.......... وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اور خوراک ان لوگوں کی جن کو کتاب دی گئی۔ حِلٌّ لَّکُمْ تمہارے لئے حلال ہے وَطَعَامُکُمْ اور یہ تمہارا کھانا حِلٌّ لَّھُمْ ان کے لئے حلال ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ اور پاکدامن عورتیں ایمان والیوں میں سے حلال ہیں۔

اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کا حکم اور مقاصد :

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اور پاکدامن عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِکُمْ تم سے پہلے توراۃ، انجیل جن کو دی گئیں وہ عورتیں بھی حلال ہیں۔

اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ جب دو تم ان کو مہر ان کے مُحْصِنِیْنَ قید میں رکھنے والے ہو غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ نہ مستی نکالنے والے ہو وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ اور نہ خفیہ یاری لگانے والے اَخْدَان، خِدْنٌ کی جمع ہے اور خِدْنٌ کا معنی ہے یاری لگانا۔ عورتوں کی عصمت کی حفاظت کے نگہبان صرف مرد ہیں عورتوں کی نگہبانی صرف مرد کر سکتے ہیں تعلیم کا کوئی اثر نہیں ہے پرانی ہو یا نئی (دینی ہو یا عصری) لہٰذا عورتوں کی عصمت کا خیال رکھو ان کی نگہداشت بہت ضروری ہے آزاد قسم کی بچیاں ماں باپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔

معاشرے کی خرابی کا ذمہ دار کون؟ :

آج لوگ کہتے ہیں کہ بچیاں بات نہیں مانتیں، فلاں جگہ سے روکتے ہیں رکتی نہیں۔ قوم کے لئے مصیبت بن گئی ہے۔ اب وہ معاشرہ تو رہا نہیں کہ معاشرہ میں خیر غالب ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کی خود بخود اصلاح ہو جاتی تھی۔ لہٰذا خود اصلاح کرنی

ہے۔ اور معاشرے کی بربادی کی ایک بڑی وجہ حکومت بھی ہے۔ جو غلط کاموں کی سرپرستی کرتی ہے۔

کافی پرانی بات ہے کہ پاکستان بنے ابھی تیرہ، چودہ سال ہوئے تھے ایک بڑا موٹا ڈی سی ہوتا تھا اس نے ایک سکول میں معززین شہر کو جمع کیا مولویوں کو بھی بلایا مجھے بھی دعوت ملی میں بھی گیا۔ اس نے تقریر کی اور معاشرے کی خرابی کی ذمہ داری ساری مولویوں پر ڈال دی کہ یہ لوگوں کی اصلاح نہیں کرتے۔ میں نے اٹھ کر کہا کہ ڈی سی صاحب آپ ہمارے ضلع کے بڑے افسر ہو اور اس وقت ہمارے مہمان ہو ہم آپ کی قدر کرتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ سینما گھر مولویوں نے بنوائے ہیں یا حکومت نے ،یہ مینا بازار اور جمعہ بازار مولوی لگواتے ہیں یا تم؟ یہ مخلوط تعلیم مولویوں نے شروع کی ہے یا تم نے؟ یہ کلب مولویوں نے کھلوائے ہیں یا تم نے؟۔

مجھے ایک ساتھی نے کہا کہ ڈی سی ہے۔ میں نے کہا جب اس نے بات کی ہے تو مجھے بھی کرنے دو۔ سارا نزلہ مولوی پر گرتا ہے مولوی کے پاس زبان کے سوا اور ہے کیا؟ طاقت تمہارے پاس، حکومت تمہارے پاس، ڈنڈا تمہارے پاس، اختیارات تمہارے پاس، یہ سارے بدمعاشی کے اڈے تم نے قائم کیے ہیں۔ اخبارات میں غلط قسم کی خبریں چھپتی ہیں جن کو پڑھ کر نوجوان طبقہ ڈاکو بنتا ہے وہ اخبارات تمہارے کنٹرول میں ہیں آج اکثریت ڈاکوؤں کی کالجیٹ ہے۔ حکومت ان کو ملازمتیں نہیں دیتی ان کی مدد نہیں کرتی وہ یہی کام کرتے ہیں، جاہل اور ان پڑھ ڈاکو بہت کم ہیں۔ تم مولویوں کو کوستے ہو اس میں مولویوں کا کیا گناہ ہے؟۔ فرمایا.........

ایمان بچانے کی تاکید :

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ اور جس نے انکار کیا ایمان کا فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ پس تحقیق ضائع ہو گیا عمل اس کا یعنی اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی تو اجازت ہے مگر ایمان نہ ضائع کر دینا یہاں کچھ لوگ بڑے دیندار اور نیک ہوتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے روزے بھی رکھتے تھے میموں کے ساتھ شادیاں کیں۔ نہ نماز رہی، نہ روزہ۔

بھائی! دنیا میں کتنی دیر رہنا ہے موت تو سر پر کھڑی ہے۔ اس حادثاتی دور میں زندگی پر کچھ بھی یقین نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا خواہشات کی وجہ سے ایمان نہ ضائع کرو جس نے ایمان ضائع کر دیا۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آخرت کے نقصان سے محفوظ فرمائے .... (امین)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا قُمْتُمْ جس وقت کھڑے ہو تم اِلَى الصَّلٰوةِ نماز کی طرف فَاغْسِلُوْا پس دھولو وُجُوْهَكُمْ

اپنے چہروں کو وَاَیۡدِیَکُمۡ اور اپنے ہاتھوں کو اِلَی الۡمَرَافِقِ کہنیوں تک

وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ اور مسح کرو اپنے سروں کا وَاَرۡجُلَکُمۡ اور اپنے پاؤں

دھولو اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ ٹخنوں سمیت وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا اور اگر ہو تم جنابت کی

حالت میں فَاطَّهَّرُوۡا تو اچھی طرح طہارت حاصل کرو وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰٓی

اور اگر ہو تم بیمار اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ یا آئے تم میں

سے کوئی مِّنَ الۡغَآئِطِ قضائے حاجت سے اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ یا تم نے

ہمبستری کی ہو عورتوں سے فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی فَتَیَمَّمُوۡا

پس تم تیمم کرو صَعِیۡدًا طَیِّبًا پاک مٹی سے فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِکُمۡ پس مسح

کرو تم اپنے چہروں کا وَاَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡهُ اور اپنے ہاتھوں کا اس مٹی سے مَا یُرِیۡدُ

اللّٰهُ نہیں ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ تا کہ کرے تم پر مِّنۡ حَرَجٍ

کوئی تنگی وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ اور لیکن ارادہ کرتا ہے لِیُطَهِّرَکُمۡ تا کہ وہ تمہیں پاک

کر دے وَلِیُتِمَّ اور تا کہ پوری کر دے نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکُمۡ اپنی نعمت تم پر لَعَلَّکُمۡ

تَشۡکُرُوۡنَ تا کہ تم شکر ادا کرو وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی

نعمت عَلَیۡکُمۡ جو تم پر ہوئی وَمِیۡثَاقَهُ اور اس کا وعدہ الَّذِیۡ وہ وَاثَقَکُمۡ بِهٖۤ

جو اس نے تم سے لیا اِذۡ قُلۡتُمۡ جب تم نے کہا سَمِعۡنَا ہم نے سن لیا وَاَطَعۡنَا اور

ہم نے اطاعت کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ

تعالیٰ عَلِیۡمٌ جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ دلوں کے راز۔

ربط آیات :

طہارت کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ طہارت باطنی ہے روح کا پاک ہونا اور روح پاک ہوتا ہے ایمان سے، توحید سے، صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ باطنی طہارت حاصل ہوگئی۔ ایمان ،توحید کے بغیر باطنی طہارت حاصل نہیں ہوتی مشرک اگر سات سمندروں میں بھی غسل کرے پاک نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک پلید ہے۔

اور باطنی طہارت کے بغیر اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے چاہے کوئی نماز پڑھے روزہ رکھے، صدقہ خیرات کرے جتنا اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کرے اکارت ہے۔ اس سے پہلے اس کا ذکر تھا وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ اور جو انکار کرے گا ایمان کا پس تحقیق اس کا عمل ضائع ہوگیا۔

ظاہری طہارت کا بیان :

اور اب ظاہری طہارت کا ذکر ہے۔ ظاہری طہارت حاصل ہوتی ہے غسل سے، وضو سے، تیمم سے اور کچھ اعمال ایسے ہیں جو ظاہری طہارت پر موقوف ہیں لہٰذا ظاہری طہارت کو بیان فرماتے ہیں ارشادِ ربانی ہے.........

وضو کے فرائض اور حکم :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ جس وقت کھڑے ہو تم نماز کی طرف یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

پس دھولو اپنے چہروں کو وضو کے فرضوں میں سے ایک فرض ہے چہرے کا دھونا اور چہرے کی حد ہے پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک اتنے حصے پر پانی کا بہانا فرض ہے۔ آنکھ کا باہر کا کونا دھونا بھی ضروری ہے، خشک نہ رہے اور اندر کا کونا دھونا بھی ضروری ہے۔ بعض لوگ آنکھیں بند کر کے چہرے پر چھینٹے مارتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ اندر کا کونا تر نہ ہو اگر ایسا ہوا تو وضو نہیں ہوگا۔

وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک۔ کہنی کی ہڈی کا دھونا فرض ہے۔ اگر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھیں کہ اگر ہاتھ پر رنگ روغن یا کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے پانی جلد تک نہیں پہنچتا تو اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر پانی جلد تک نہ پہنچا تو وضوء نہیں ہوگا اسی طرح عورتیں ناخن پالش لگاتی ہیں اس سے ناخنوں پر لیپ ہو جاتا ہے اور پانی نیچے نہیں جاتا۔ لہٰذا نہ وضو ہوا اور نہ غسل ہوا۔ نماز پڑھنے کے باوجود نہ ہوئی اور بغیر وضو کے سجدہ ہوا۔

وضو سے متعلق چند مسائل :

اگرچہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس میں اختلاف ہے مگر فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی ایک بہت بڑی تعداد کا نظریہ یہ ہے کہ بغیر وضو کے سجدہ کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ تو یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بلکہ پہاڑ سے بھی بڑا مسئلہ ہے اور نکاح نہ بھی ٹوٹے اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز نہیں ہوتی پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ بوڑھی بوڑھی عورتیں تعویذ لینے کے لئے آتی ہیں جو میری ماں کی عمر کی ہوتی ہین انہوں نے بھی ناخن پالش لگائی ہوتی ہے۔ پوچھتا ہوں تو کہتی ہیں کہ پوتی نے لگا دی ہے لَاحَوْلَ وَلَا

قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ .

بھائی! بچیوں کا لگانا تو سمجھ میں آتا ہے نانی دادی کا لگانا سمجھ میں نہیں آتا۔ اصل بات یہ ہے کہ دین کی اہمیت ہی نہیں ہے نماز کی اہمیت نہیں ہے وضو، غسل کی اہمیت نہیں ہے۔ اگر فکر ہو کہ میں نے نماز پڑھنی ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرنی ہے تو ان چیزوں کا احساس بھی ہو۔ آج کل ایک خاص قسم کی مہندی آئی ہے اس کا مکمل تجربہ تو نہیں کیا لیکن شبہ ہے کہ اس کا بھی لیپ ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ بھی نہیں لگانی چاہیے۔ باقی عام مہندی عورتوں کے لئے سنت ہے۔ اس سے ناخن پر لیپ نہیں ہوتا صرف ناخن کی رنگت بدلتی ہے اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ لمبے ناخنوں کے نیچے میل کچیل جمع ہو جاتی ہے وضو غسل کے وقت وہ جگہ نیچے سے خشک رہ جاتی ہے جبکہ وضو اور غسل میں اس کا گیلا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا ناخن لمبے نہیں ہونے چاہییں۔

اس لئے فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حدیث پاک کی روشنی میں کہا ہے کہ ہفتے میں ایک دفعہ ناخنوں کا کاٹنا مستحب ہے ہاتھوں کے بھی اور پاؤں کے بھی اگر کسی نے انگوٹھی پہنی ہوئی ہے تو وضو کے وقت اس کو اتار دیں تا کہ اس کے نیچے کی جگہ خشک نہ رہے ہاں اگر اتنی کھلی ہے کہ اس کے نیچے پانی پھر جائے تو نہ اتاریں۔ بعض گھڑیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے چین کے نیچے پانی نہیں جاتا ان کو اتار کر وضو کریں یا چین کے نیچے پانی پہنچائیں اور بہائیں صرف مسح نہیں کرنا بلکہ اس جگہ پانی چلانا ہے۔ ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں اور گھروں میں بیان کریں۔ اپنی عورتوں کو بیٹیوں کو بہوؤں کو، بہنوں کو سمجھاؤ۔ عورتیں دین سے بہت غافل ہیں ان کو احساس دلاؤ۔

اور تیسرا فرض ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ اور مسح کرو اپنے سروں کا۔ چوتھائی

حصے کا مسح کرنا فرض ہے اور سارے سر کا مسح کرنا مستحب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس طرح مسح کرتے تھے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے لے جاتے پھر پیچھے سے واپس آگے لے آتے اور دوپٹہ ٹوپی اور رومال اتار کر مسح کرنا ہے۔ کیونکہ مسح سر کا کرنا ہے نہ کہ ٹوپی رومال کا۔

وضو میں بے احتیاطی پر وعید :

اور چوتھا فرض ہے وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اور اپنے پاؤں دھولو ٹخنوں سمیت وَاَرْجُلَكُمْ کا عطف ہے وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ پر یعنی جس طرح چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا اس نے وضو کیا مگر اس کی ایڑی تھوڑی سی خشک رہ گئی۔ فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ آپ ﷺ نے اس کو بلند آواز سے فرمایا ''یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی'' یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی، یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی۔ تین مرتبہ فرمایا روایت بخاری شریف کی ہے۔ تو یہ چار فرض ہیں وضو میں باقی کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا، پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا، مسواک کرنا، قبلہ رو ہو کر وضو کرنا اس کے علاوہ اور کئی چیزیں ہیں بعض ان میں سنت ہیں اور بعض مستحب ہیں۔

غسل جنابت کے فرائض اور احتیاطاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا :

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا اور اگر ہو تم جنابت کی حالت میں فَاطَّهَّرُوْا تو اچھی طرح طہارت حاصل کرو غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اور اسی طرح پورے جسم پر پانی بہانا بھی فرض۔ یہ تین فرض ہیں غسل کے آنحضرت ﷺ نے

فرمایا اِنَّ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ بے شک ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پٹے رکھے ہوئے تھے ایک دن تشریف لائے تو سر منڈوایا ہوا تھا۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت آپ نے سر منڈوالیا ہے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے اِنَّ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ بے شک ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے۔ اور میرے بال گھنے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ضروری غسل میں پانی نیچے نہ پہنچے اس خوف سے میں نے سر منڈوالیا ہے۔ تو جنابت کی صورت میں کمال طہارت کرنی ہے کوئی جگہ خشک نہ رہے۔

تیمّم کی اجازت اور صحت کے شرائط :

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اور اگر ہو تم بیمار۔ لیکن بیماری سے کیسی بیماری مراد ہے۔ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ بیماری کی نوعیت ایسی ہو کہ پانی کے استعمال سے جان کا خطرہ ہو یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ لیکن اس کا فیصلہ کون کرے گا یا تو آدمی خود فیصلہ کرے۔ کیونکہ خود اپنا نفس بھی مفتی ہے اس کو فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم رائے مبتلیٰ بہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز میں مبتلیٰ ہے اس کی رائے کا بھی اعتبار ہے۔ ایک آدمی بیمار ہے اور وہ خود سمجھتا ہے کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا یا پانی نہیں استعمال کر سکتا تو اس کو کسی مفتی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اتنی بات ذہن میں رکھ کر فیصلہ کرے کہ کل جب میں رب تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا ہوں گا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کریں گے کہ فلاں روزہ تو نے کیوں نہیں رکھا تھا؟ یا فلاں وقت تو نے وضو کی جگہ تیمم کیوں کیا تھا؟۔ یا تو نے بیٹھ کر نماز کیوں پڑھی تھی؟ اگر یہ عذر میں نے بیان کیا تو سرخرو ہو جاؤں گا کہ پروردگار تو جانتا ہے کہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا یا میں روزہ نہیں رکھ سکتا تھا یا وضو کرتا تو مر جانے کا

خطرہ تھا یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ میرے عذر کو قبول فرمالیں گے تو ایسی صورت میں اپنی رائے کا بھی اعتبار ہے۔

عورتوں میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے کہ سارے کام کریں گی کہ سودا سلف بھی دوکان سے لے آئیں گی مگر نماز بیٹھ کر پڑھیں گی۔ ہمارے گھر میں بھی دور دراز سے عورتیں مسائل دریافت کرنے کے لئے اور دم درود کے لئے آتی ہیں۔ اور نماز بیٹھ کے پڑھنے لگ جاتی ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہاں سے آئی ہے؟ فلاں قصبہ سے آئی ہوں، کچھ سامان بازار سے خریدنا تھا اور آپ سے بھی کام تھا۔ اے اللہ کی بندی سارا بازار تو پھر کر آئی ہے اور نماز بیٹھ کر پڑھتی ہے۔ یاد رکھنا! قیام نماز میں فرض ہے۔ اور فرض کے چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی ہاں اس وقت ہو جائے گی جب کھڑے ہو کر پڑھنے کی ہمت نہ ہو تو ایسا مریض کہ خود اس کی طبیعت فیصلہ کرے کہ میں غسل نہیں کر سکتا وضو نہیں کر سکتا۔ تو اس کو تیمم کی اجازت ہے۔ یا حکیم اور ڈاکٹر پانی کے استعمال سے منع کریں لیکن حکیم ڈاکٹر کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی گئیں تو حکیم ڈاکٹر کی بات حجت نہیں ہوگی۔

1...... وہ حکیم یا ڈاکٹر مسلمان ہو اس لئے کہ دینی مسائل میں غیر مسلم کی بات حجت نہیں ہے۔ وضو، غسل، نماز، روزہ دین میں ان کے متعلق کافر کہے کہ چھوڑ دو ہرگز نہیں چھوڑنا۔

2...... حکیم یا ڈاکٹر نماز، روزے کا پابند ہو، فاسق، فاجر نہ ہو کیونکہ جو خود نہیں پڑھتا اس کی بات حجت نہیں ہو سکتی۔

3...... حکیم، ڈاکٹر مستند ہوں اور اپنے فن میں ماہر ہوں۔ محض شیشیاں اکٹھی

کر کے بیٹھنے والے نہ ہوں۔تو جس ڈاکٹر اور حکیم میں یہ شرطیں پائی جائیں اس کی بات حجت ہے۔

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو۔اور دورانِ سفر پانی میسر نہ ہو۔میسر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانی تمہارے سے ایک میل دور ہو تو تمہیں وضوء اور غسل کی جگہ تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یا آئے تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے۔یعنی چھوٹا، بڑا پیشاب کیا ہے۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یا تم نے ہمبستری کی ہو عورتوں سے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی۔

طریقہ تیمّم :

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا پس تم تیمّم کرو پاک مٹی سے۔تیمّم کا لفظی معنٰی ہے ارادہ کرنا۔لہٰذا تیمّم کے لئے نیت کرنا ضروری ہے۔تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر جھاڑ لے۔تا کہ گرد وغبار نہ لگے۔کیونکہ مقصد گرد وغبار لگانا نہیں ہے۔ دو ہاتھ منہ پر پھیرے اچھی طرح جہاں جہاں تک چہرہ پانی سے دھونا ہے وہاں، وہاں تک ہاتھ پھیرے۔دوبارہ پھر ہاتھ زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اچھی طرح پھیرے۔گھڑی انگوٹھی وغیرہ اتار دے۔کیونکہ اگر ان کے اوپر ہاتھ پھیرے گا تو تیمّم نہیں ہوگا۔انگلیوں کے درمیان ناخنوں کے اوپر غرضیکہ کوئی جگہ ایسی نہ رہے کہ جہاں ہاتھ نہ پھرے۔بس یہی تیمّم وضو کا ہے اور یہی غسل کا ہے۔یعنی تیمّم کے تین رکن ہیں ......

تیمّم کے تین رکن :

1 ...... نیت کرنا۔ 2 ...... منہ پر ہاتھ پھیرنا اور 3 ...... ہاتھوں پر ہاتھ پھیرنا۔

تیمّم کن چیزوں سے جائز اور کن سے ناجائز :

تیمّم میں سر کا مسح ہے نہ پاؤں کا مسح ہے۔ تیمّم مٹی اور مٹی کی جنس کی جو چیزیں ہیں مثلاً ریت، اینٹ (پکی ہو یا کچی) سے کر سکتے ہیں پتھر کپڑا اور کاغذ سے نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ان پر گرد و غبار پڑا ہو تو اس سے کر سکتے ہیں۔ البتہ مسجد کی دیوار اور فرش سے تیمّم کرنا فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مکروہ فرمایا ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ آدمی جس پانی سے وضو کرتا ہے اس میں گناہ جھڑتے ہیں۔ حدیث مسلم اور ترمذی شریف کی ہے کہ پانی کے ساتھ گناہ جھڑتے ہیں اور تیمّم وضو کا خلیفہ ہے تو جہاں تیمّم کرو گے وہاں گناہ جھڑیں گے تو مسجد کی دیوار اور فرش سے تیمّم نہیں کرنا چاہیے کہ وہاں گناہ نہ جھڑیں۔ مٹی کے متعلق بھی ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ زمین پر اگر کسی نے پیشاب کیا ہے تو خشک ہونے کے ساتھ زمین پاک ہو جاتی ہے مگر اس جگہ سے تیمّم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ صَعِیْدًا کے ساتھ طَیِّبًا کی قید ہے کہ پاک صاف ہو تو پیشاب کے خشک ہونے سے پاک تو ہو گئی مگر صاف نہیں ہے۔ فرمایا......

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ پس مسح کرو تم اپنے چہروں کا وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ اور اپنے ہاتھوں کا اس مٹی سے (جس کی میں نے وضاحت کر دی ہے)۔ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ نہیں ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ تاکہ کرے تم پر کوئی تنگی وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ اور لیکن وہ ارادہ کرتا ہے تاکہ تمہیں پاک کر دے وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ اور تاکہ پوری کر دے اپنی نعمت تم پر۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے

آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے نرمی فرمائی۔ پہلی امتوں میں تیمم کی اجازت نہیں تھی۔ اس امت کو تیمم کی اجازت دے دی ان لوگوں کے لئے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ اس امت کے لئے مالِ غنیمت بھی حلال فرمادیا۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو رب تعالیٰ کا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت جو تم پر ہوئی کہ اس نے تمہیں ایمان اور دین کی دولت عطاء فرمائی کہ اس سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ نرم شریعت عطا فرمائی۔ پہلے لوگوں کے لئے غسل جنابت سات مرتبہ ہوتا تھا یعنی اگر کوئی شخص جنبی ہو جاتا تو اس کے لئے ضروری تھا کہ سات مرتبہ غسل کرے اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ کپڑے پر اگر پیشاب شراب یا کوئی اور گندگی لگ جاتی تو گندگی والی جگہ سے کاٹنا پڑتا تھا۔ ورنہ پاک ہی نہیں ہوتا تھا۔ تو دیکھو گرم کپڑے کتنے قیمتی ہوتے ہیں اگر انہیں جگہ جگہ سے کاٹ دیا جائے تو پیچھے کیا رہ گیا اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ بھی انعام فرمایا کہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

انعام خداوندی اور میثاق کا ذکر :

وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اور اس کا وہ وعدہ جو اس نے تم سے لیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا کیونکہ جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہے کہ اے پروردگار میں تیرے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانتا اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے سوا کسی کو رسول نہیں مانتا۔ اے پروردگار! میں تیرے احکامات کی اس طرح اطاعت کروں گا جس طرح تیرا رسول فرمائے گا۔ تو فرمایا اس وعدے کو یاد کرو اور اس پر عمل کرو۔

اِذْقُلْتُمْ جب تم نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ جانتا ہے دلوں کے راز۔ ظاہر، باطن سب اس کے سامنے ہے اگر عہد شکنی کرو گے تو اس کی سزا سے نہیں بچ سکو گے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ ع

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو كُوْنُوْا ہو جاؤ قَوّٰمِيْنَ پابندی کے ساتھ قائم رہنے والے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے لئے شُهَدَآءَ گواہی دینے والے بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ اور نہ برانگیختہ کرے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ کسی قوم کا بغض عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اس بات پر کہ

تم عدل نہ کرو اِعۡدِلُوۡا عدل کرو ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی وہ زیادہ قریب ہے تقویٰ کے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ خَبِیۡرٌ خبر رکھنے والا ہے بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ ان کی بخشش ہوگی وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ اور اجر ہوگا بڑا وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِکَ وہ لوگ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ شعلہ مارنے والی آگ کے ساتھی ہیں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو عَلَیۡکُمۡ جو تم پر ہوئی اِذۡ ھَمَّ قَوۡمٌ جب قصد کیا ایک قوم نے اَنۡ یَّبۡسُطُوۡۤا اِلَیۡکُمۡ اس بات کا کہ وہ بڑھائیں تمہاری طرف اَیۡدِیَھُمۡ اپنے ہاتھ فَکَفَّ اَیۡدِیَھُمۡ عَنۡکُمۡ پس روک دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَعَلَی اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ پس چاہیے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔

گواہی میں انصاف کا حکم :

دنیا میں جو کام مشکل ہیں ان میں سے ایک حق کی گواہی دینا بھی ہے حق کی گواہی ہر زمانے ہی میں مشکل رہی ہے خصوصاً اس زمانے میں کہ جان کا خطرہ، عزت کا خطرہ

ہمیشہ کی دشمنی مول لینی ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے زوردار الفاظ کے ساتھ قرآن پاک میں گواہی کا حکم دیا ہے۔ فرمایا.........

یَـاَ یُّـھَـا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ مومنوں کو خطاب ہے کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ ہوجاؤ پابندی کے ساتھ قائم رہنے والے لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کے لئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھو۔ شُھَدَآءَ گواہی دینے والے۔ بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ۔ جب گواہی دو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دو اور انصاف کے مطابق دو اور اس پر قائم بھی رہو کہ جو تمہاری آنکھوں نے دیکھا ہے اور تمہارے کانوں نے سنا ہے اس کو بیان کر دو اور جو چیزیں گواہی میں اہم ہیں ان میں سے کوئی رہ نہ جائے جس شخص کے حق میں گواہی دے رہے ہو نہ تو اس کے فائدے کو سامنے رکھو اور نہ جس کے خلاف دے رہے ہو اس کے نقصان کی پرواہ کرو۔ تمہارے سامنے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیے۔ بڑے گناہوں میں سے جھوٹی گواہی بھی ہے۔

چند کبائر گناہوں کا بیان :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ بڑے گناہ بیان فرما رہے تھے۔ سوال کیا گیا حضرت! بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟۔ فرمایا سب سے بڑا گناہ ہے اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ پھر فرمایا عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ الْمُسْلِمَیْنِ مسلمان والدین کی مخالفت کرنا ان کو قولاً فعلاً تکلیف پہنچانا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا۔ پہلے آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بار، بار فرمایا وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ بڑے گناہوں میں سے جھوٹی گواہی کا دینا بھی ہے۔

دشمن کے متعلق بھی عدل کا حکم :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اور ہرگز نہ برانگیختہ کرے تمہیں کسی قوم کا بغض عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اس بات پر کہ تم عدل نہ کرو اِعْدِلُوْا عدل کرو تم هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وہ زیادہ قریب ہے تقویٰ کے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔ یعنی معاملہ تمہارا اس ذات کے ساتھ ہے جس سے کوئی شئی مخفی نہیں ہے پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کریں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور جو تسلیم نہیں کریں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کا ذکر ہے۔ فرمایا......

اللہ تعالیٰ کا مومنین سے مغفرت کا وعدہ :

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے۔ کیا وعدہ ہے، فرمایا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کی بخشش ہوگی وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اجر ہوگا بڑا۔ یاد رکھنا! جنت کی چھوٹی سے چھوٹی نعمت کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

کفار کا انجام :

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے

احکامات کوتسلیم نہیں کیا۔ وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ چاہے زبان سے جھٹلایا یا عمل سے جھٹلایا۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وہ لوگ شعلہ مارنے والی آگ کے ساتھی ہیں۔ دنیا کی آگ میں لوہے تک تمام دھاتیں پگھل جاتی ہیں اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر/۶۹ گنا تیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دوزخ کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس کی حرارت اور تیزی نے مجھے کھالیا ہے یعنی ایک طبقے اور دوسرے طبقے میں اتنا فرق ہے کہ اس نے شکوہ کیا کہ دوسرا مجھ پر غالب آگیا ہے۔ اسی طرح زمہریر ایک طبقہ ہے جس میں ٹھنڈک ہے اس نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اس کی ٹھنڈک مجھ پر غالب آگئی ہے۔ رب تعالیٰ نے دونوں کو حکم دیا کہ ایک ایک سانس لے لو۔ یہ دنیا میں جو سخت گرمی ہوتی ہے اس سانس کا نتیجہ ہے اور جو سخت سردی ہوتی ہے اس سانس کا نتیجہ ہے۔ جب کہ ایسے سرد علاقے ہیں کہ وہاں آدمی کا خون منجمد ہو جاتا ہے اور گاڑیوں میں پٹرول جم جاتا ہے چل نہیں سکتیں۔ اور گرمی تم خود جانتے ہو کتنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اور ٹھنڈک سے پناہ میں رکھے۔ فرمایا.........

نِعَمِ خداوندی کا بیان :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں

ہیں۔ بدنی اعتبار سے، مالی اعتبار سے، اولاد کے اعتبار سے، عزت کے اعتبار سے، صحت کے اعتبار سے، ایمان وعمل کے اعتبار سے، ظاہری طور پر، باطنی طور پر، روحانی طور پر، جسمانی طور پر جو رب تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے۔

اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ جب قصد کیا ایک قوم نے اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ اس بات کا کہ وہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ۔ مکہ مکرمہ میں ایک مقام تھا ''خیف'' بنو کنانہ کا وہاں ایک بہت بڑا دار تھا جہاں جمع ہو کر یہ مشورہ کرتے تھے۔ ایک دن اس میں اکٹھے ہوئے اور مشورہ کیا کہ مسلمان دن بدن بڑھتے جارہے ہیں ان کے متعلق کچھ سوچو۔ تمام قبیلوں کے سردار جمع تھے بعض نے مشورہ دیا کہ رشتہ داریوں کو بالائے طاق رکھ کر (کیونکہ بعض تمہارے رشتہ دار ہیں اور بعض ہمارے رشتہ دار ہیں) پورے عزم کے ساتھ ان کا صفایا کر دیا جائے۔ یہی اس کا حل ہے۔ جو جذباتی تھے انہوں نے اس کی تائید کی کہ ٹھیک ہے۔ ہمارا بھائی ہو، باپ ہو، بیٹا ہو، بہن ہو اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ کچھ دوسرے حضرات نے کہا کہ اس میں تمہاری بدنامی ہوگی اور حرم میں قتل کرنا بھی سنگین جرم ہے۔ لہٰذا فی الحال اس کام کو چھوڑو۔ انہوں نے منصوبے پر پانی پھیر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ....

فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ پس روک دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے۔ پھر مشورہ یہ طے پایا کہ اَنْ لَّا تُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا تُبَایِعُوْھُمْ نہ ان کے ساتھ نکاح کرو نہ خرید وفروخت۔ یعنی بائیکاٹ کرو نہ ان سے کوئی رشتہ داری کرے نہ ان سے کوئی چیز خریدے نہ ان کے آگے کوئی چیز بیچے۔ چنانچہ مسلمانوں کے بچے، بچیاں جب دوکان پر کوئی چیز لینے جاتے تو کہتے۔ چلے جاؤ اگر کوئی چیز بیچنی ہوتی تو لیتا کوئی نہیں تھا۔ یہ حالات بھی مسلمانوں پر گزرے۔

۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام ﷜ کے پاس تھا کہنے لگے حضرت میں جھنڈا کہاں گاڑوں گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''خیف بنو کنانہ میں اس جگہ گاڑو جہاں کافروں نے ہمارے خلاف بائیکاٹ کا منصوبہ بنایا تھا تاکہ رب تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو اور معلوم ہو کہ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ یہ دن ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں'' رب تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اس نعمت کا ذکر کر کے فرمایا............

تقویٰ کا حکم :۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت، مجلس میں، تنہائی میں، رات کو، دن کو، ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف تمہارے ذہنوں میں رہے۔ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی پس چاہیے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔ اور اسی پر اعتماد کریں۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ج وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ط وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ط لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ج يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ لا وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ج وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

لفظی ترجمہ :

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ اور البتہ تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اور مقرر کیے ہم نے ان

میں سے اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا بارہ لیڈر وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ اور فرمایا اللہ
تعالیٰ نے بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ البتہ اگر تم
نماز قائم کرتے رہے وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ اور دیتے رہے تم زکوٰۃ وَاٰمَنْتُمْ
بِرُسُلِیْ اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اور ان کی تم
تعظیم کرتے رہے وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ اور قرض دیتے رہے تم اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا
حَسَنًا قرض اچھا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ البتہ ضرور مٹادوں گا میں تم سے سَیِّاٰتِكُمْ
تمہاری خطائیں وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ اور البتہ ضرور میں داخل کروں گا تمہیں جَنّٰتٍ
ان باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں
فَمَنْ كَفَرَ پس جس نے انکار کیا بَعْدَ ذٰلِكَ اس وعدے کے بعد مِنْكُمْ تم
میں سے فَقَدْ ضَلَّ پس تحقیق وہ گمراہ ہو گیا سَوَآءَ السَّبِیْلِ سیدھے راستہ سے
فَبِمَا نَقْضِهِمْ پس بوجہ ان کے توڑ دینے کے مِّیْثَاقَهُمْ اپنے وعدے کو لَعَنّٰهُمْ
ہم نے ان پر لعنت کی وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو
سخت یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ تحریف کرتے ہیں کلمات میں عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ان کی
جگہوں سے پھیر کر وَنَسُوْا حَظًّا اور بھلا دیا انہوں نے حصہ مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ
اس میں سے جو ان کو یاددہانی کے لئے دیا گیا تھا وَلَا تَزَالُ اور ہمیشہ رہیں گے
آپ تَطَّلِعُ مطلع ہوتے عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اِلَّا
قَلِیْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے فَاعْفُ عَنْهُمْ پس آپ ﷺ

معاف کردیں ان کو وَاصْفَحْ اور درگزر کریں اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔

ربط آیات :

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کو ایفائے عہد کی تلقین کی گئی۔ اب بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا تھا اس کا ذکر ہے۔

اسرائیل کا معنی اور وجہ تسمیہ :

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے اسراء کے معنی عبد اور ایل کا معنی اللہ ہے اس طرح اسرائیل کا معنی ''عبداللہ'' ہوا۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ جن میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ تو بنی اسرائیل سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.........

میثاق اور وعدہ میں فرق :

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰہُ اور البتہ تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے۔ ایک مطلق وعدہ ہوتا ہے اور ایک میثاق ہوتا ہے۔ میثاق کا معنی ہے پختہ وعدہ (وہ وعدہ آگے آرہا ہے)۔

وَبَعَثْنَا مِنْھُمُ اور مقرر کیے ہم نے ان میں سے اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا بارہ لیڈر۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے مستقل بارہ خاندان بن گئے۔ ہر خاندان کا نظم و نسق چلانے کے لئے ایک لیڈر اور سربراہ تھا۔ چھوٹی موٹی باتیں وہ خود طے کر دیتا تھا اگر

کوئی بڑی بات ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیتا تھا کہ یہ ان کا معاملہ ہے اس کا فیصلہ موسیٰ علیہ السلام فرما دیتے۔ یہودی ذہین بھی ہیں اور ضدی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو میثاق لیا تھا اس کا ذکر ہے.........

اللہ تعالیٰ کا ساتھ ہونے کا مطلب :

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ساتھ ہونے کا ایک معنی یہ ہے کہ میری رضا اور خوشنودی تمہارے شامل حال ہے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر تمہارے ساتھ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ جس طرح قرآن پاک میں آتا ہے۔ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى"۔ (پارہ : ۱۶۔ طٰہٰ : ۵)۔ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ"۔ (پارہ : ۲۷)۔ تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد"۔ (سورۃ ق)۔ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ "ورید" اس رگ کو کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ اس کو رگِ جاں بھی کہتے ہیں کہ وہ کٹ جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ مگر جو اس کی شان کے لائق ہے اس طرح قریب ہے۔ تو رب تعالیٰ کے متعلق صرف یہ اعتقاد نہیں رکھنا کہ وہ عرش پر قائم ہے بلکہ جس طرح وہ عرش پر قائم ہے اسی طرح ہر جگہ موجود ہے مگر خود نظر نہیں آتا۔ اس کی قدرت کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ تو فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

اعمالِ حسنہ کا بیان :

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ البتہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کا حکم تمام امتوں کو تھا۔ یعنی نماز ہر امت پر فرض رہی ہے کسی پر کم کسی پر زیادہ۔ اور جن لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے نااہل فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے "فَخَلَفَ مِنْ ، بَعْدِهِمْ خَلْفٌ". (مریم)۔ پھر ان کے بعد نالائق ان کے جانشین ہوئے۔ "اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ". جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا "مجھے امت سے نماز سے بے پرواہی کا زیادہ خطرہ ہے"۔ بعض لوگ اس امید پر نماز سے بے پرواہی برتتے ہیں کہ توبہ کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا یہ لوگ غلط فہمی میں مبتلیٰ ہیں۔ میں یہ مسئلہ متعدد مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ تمام فقہاء اور محدثین رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ مرد عورت بالغ ہو جائے اور انکے ذمہ ایک نماز یا ایک روزہ بھی ہو تو کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معافی نہیں ہوگی جب تک اس کو قضاء نہیں کرے گا"۔ تو اب اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے۔

وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ اور دیتے رہے تم زکوٰۃ۔ جس طرح نماز بدنی عبادت میں سب سے اعلیٰ ہے اسی طرح زکوٰۃ مالی عبادت میں سب سے اعلیٰ ہے۔ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر۔ لیکن یہ ایسے ظالم تھے کہ ایمان لانے کی بجائے پیغمبروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ قرآن پاک میں تصریح ہے۔ "يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ". انہوں نے نبیوں کو قتل کیا۔ ایک علاقے میں مختلف قومیں آباد تھیں جن کی طرف بھیجے گئے تینتالیس پیغمبروں کو ان ظالموں نے ایک ہی دن میں شہید کر دیا۔

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اوران (پیغمبروں) کی تم تعظیم کرتے رہے۔انہوں نے بجائے تعظیم اورتوقیر کرنے کے ان کوقتل کیا۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کوشہید کیا۔حضرت زکریا علیہ السلام کوشہید کیا۔حضرت شعیا علیہ السلام کوشہید کیااور بے شمار پیغمبر شہید کیے۔

اللہ کوقرض دینے کا مطلب :

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اورقرض دیتے رہے تم اللہ تعالیٰ کوقرض اچھا۔ اللہ تعالیٰ کوقرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حکم پر غریبوں، مسکینوں، ضرورت مندوں پرخرچ کروتو تم نے اللہ تعالیٰ کوقرض دیا اس کوقرض سے تشبیہ دے کر یہ بات سمجھائی ہے کہ جس طرح قرض کی رقم واپس ملنی ہوتی ہے اسی طرح یہ پیسہ بھی تمہیں واپس ملے گا۔بلکہ ایک کے بدلے دس گنا ملے گا،سات سوگنا ملے گا۔"وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ". اوراللہ تعالیٰ بڑھائے گاجس کے لئے چاہے گا۔تواس میں تشبیہ دی گئی ہے واپسی کے اعتبار سے یہ مطلب نہیں ہے کہ قرض وہ لیتا ہے جوغریب اورفقیر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ غریب ہوگیا ہے جس طرح یہودیوں نے کہا تھا "اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ". بے شک اللہ تعالیٰ فقیر ہےاور ہم مالدار ہیں کہ وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔حالانکہ تشبیہ کسی خاص چیز کے اندر ہوتی ہے۔جس طرح ہم کہتے ہیں، زید شیر ہے۔اس کا مطلب ہے زید بہادر ہے۔توبہادری میں تشبیہ ہے۔یہ معنی تونہیں ہے کہ شیر کی طرح اس کی چار ٹانگیں ہیں۔دُم ہے، اسی طرح کے کان ہیں،گردن پر بال ہیں اورمنہ سے بو آتی ہے۔بلکہ صرف بہادری میں تشبیہ ہے۔یا جس طرح بے وقوف آدمی کوکوئی کہے کہ گدھا ہےتو گدھے کے ساتھ مشابہت حماقت میں ہوگی نہ کہ گدھے کی طرح کی چار ٹانگیں ہوں، دُم ہو، چوڑی پیٹھ ہو۔تو معاہدہ تو یہ تھا

کہ تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے۔ لیکن ان شیطانوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہو گیا ہے کہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کہا کہ اگر تم نے نماز کو قائم کیا، زکوٰۃ دیتے، پیغمبروں پر ایمان لاتے، ان کی عزت اور توقیر کرتے، اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے کہ صدقہ خیرات کرتے رہتے تو......

اعمالِ حسنہ اور سیئہ کا بدلہ :

لَاُکَفِّرَنَّ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ البتہ ضرور مٹا دوں گا میں تم سے تمہاری خطائیں۔ اور کیا کروں گا وَلَاُدۡخِلَنَّکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ اور البتہ ضرور میں داخل کروں گا تمہیں ان باغوں میں بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں فَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ پس جس نے انکار کیا اس وعدے کے بعد تم میں سے۔ یعنی نہ نماز وں کی پابندی کی، نہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی پابندی کی، نہ پیغمبروں پر ایمان لائے الٹا ان کو شہید کیا ان کی عزت نہ کی بلکہ توہین کی اللہ تعالیٰ کے حکم پر خرچ کرنے کی بجائے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہو گیا ہے کہ ہم سے مانگتا ہے۔ غرضیکہ کسی ایک چیز کی بھی قدر نہ کی۔

فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ پس تحقیق وہ گمراہ ہو گیا سیدھے راستہ سے۔ چنانچہ بنی اسرائیلیوں نے عہد کو توڑ دیا۔ عہد کے توڑنے کی وجہ سے ان کو جو سزا دی گئی آگے اس کا ذکر ہے۔

میثاق شکنی پر سزا :

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّیۡثَاقَهُمۡ پس بوجہ ان کے توڑ دینے اپنے وعدے کو لَعَنّٰهُمۡ ہم نے ان پر لعنت کی۔ وہ لعنت اس طرح ہوئی کہ ”وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِیۡرَ“۔ (پارہ : ۶/رکوع ۱۳)۔ اور بنا دیئے ان میں سے بندر اور خنزیر،

نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کردیا اور بوڑھوں کو خنزیر کی شکل میں۔ تفسیروں میں مذکور ہے کہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر اب رونا اور افسوس کرنا کس کام کا

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

وہ تین دن کے بعد ختم ہوگئے ان سے آگے نسل نہیں چلی۔ فرمایا.........

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل بنی اسرائیل کا حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا :

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً اور کردیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت۔ اللہ کرے کسی کا دل سخت نہ ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے "إِنَّ اَبْعَدَ الْقُلُوْبِ إِلَى اللهِ تَعَالٰى الْقَلْبُ الْقَاسِيْ". اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سخت دل ہوتا ہے۔ جتنا دل سخت ہوگا اتنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگا۔ اور جتنا نرم ہوگا اتنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوگا اس سخت دل کا نتیجہ تھا کہ آخری پیغمبر کو نشانیوں اور علامتوں سے پہچاننے کے باوجود ایمان نہ لائے۔ قرآن پاک میں آتا ہے "يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ". وہ آخری پیغمبر کو بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ اور ابھی آپ ﷺ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ یہ لوگ آپ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! ہمیں آخری پیغمبر کے وسیلے سے فتح عطا فرما۔ "فَلَمَّا جَآءَ هُمْ". پس جب وہ تشریف لے آئے "كَفَرُوْا بِهٖ". انکار کرگئے یہ ان کی سخت دلی کا نتیجہ تھا۔

احکام خداوندی میں یہود کا تحریف کرنا :

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ تحریف کرتے ہیں کلمات میں ان کی جگہوں

سے پھیر کر۔ لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی تحریف بھی کرتے تھے۔ نہ مطلب کو اپنی جگہ رہنے دیتے نہ لفظوں کو۔

وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ اور بھلا دیا انہوں نے حصہ اس میں سے جو ان کو یاددہانی کے لئے دیا گیا تھا۔ وقتاً فوقتاً پیغمبر آتے رہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے کتابیں اور صحیفے نازل ہوتے رہے جو ان کو احکام خداوندی یاد کراتے تھے مگر انہوں نے کسی چیز کی قدر اور پرواہ نہ کی۔ اور خیانتیں کرنے لگے۔ فرمایا.........

وَلَاتَزَالُ تَطَّلِعُ اور ہمیشہ رہیں گے آپ مطلع ہوتے عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر۔ یعنی اے نبی کریم! آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہیں گے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خیبر کے علاقے میں ایک اونچے طبقے کے شادی شدہ یہودی نے نیچے طبقے کی ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ کمزور طبقے کے یہودیوں نے شور مچایا، احتجاج کیا کہ ان کو سزا ملنی چاہیے کیونکہ وہ مسئلے کو دبانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم کمزور لوگ ایسا کریں تو قانون حرکت میں آجاتا ہے۔ ان بڑوں کے لئے کیوں نہیں پبلک تو پبلک ہوتی ہے۔ احتجاج سے مجبور ہو کر انہوں نے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور ان کی شریعت ہماری شریعت سے نرم ہے۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کروالو تاکہ لوگوں کی زبانیں بند ہوجائیں۔ ان کے بڑوں نے بھیجتے وقت یہ بھی کہا کہ اگر وہ رجم کا حکم دیں تو قبول نہ کرنا اور اگر کوئی نرم سا حکم دیں تو قبول کر لینا۔ اس کا ذکر قرآن میں بھی آتا ہے کہ احکام خداوندی کو چھپا لیتے ہیں۔ فدک کے علاقہ میں یہودیوں کا سب سے بڑا عالم رہتا تھا جس کا نام تھا ابن صوریا۔ وہ بھی

موجود تھا آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ تم توراۃ سے زنا کا حکم بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کے متعلق تمہیں کیا حکم دیا ہے۔ اس نے توراۃ کو پڑھنا شروع کیا۔ اول اور آخر کا حصہ پڑھا اور درمیان سے کھا گیا۔ مثلاً اس طرح سمجھو کہ یوں پڑھا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو پہلے یہودی تھے، پھر مسلمان ہو گئے۔ اور وہ توراۃ کے عالم تھے کہنے لگے۔ "کَذَبَ عَدُوُّ اللہِ"۔ حضرت اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ یہ صحیح نہیں پڑھ رہا درمیان سے کھا گیا ہے۔ پھر انہوں نے پورا حکم پڑھ کر سنایا تو وہ بڑا شرمندہ ہوا اور لوگوں میں ذلیل ہو گیا۔ خیانت بھی ظاہر ہو گئی۔ تو فرمایا کہ آپ ﷺ ہمیشہ ان کی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے فرمایا سارے اہلِ کتاب ایک جیسے نہیں ہیں۔

اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْھُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے۔ جو منصف مزاج تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے۔ فَاعْفُ عَنْھُمْ پس آپ ﷺ معاف کر دیں ان کو وَاصْفَحْ اور درگزر کریں اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔ نیکی کرو احسان کرو اور ان کی خیانتوں کو ظاہر کرو اور اس کے علاوہ کوئی کارروائی نہ کرو۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ☆ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

لفظی ترجمہ :

وَمِنَ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں میں سے قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى جنہوں نے کہا بیشک ہم نصاریٰ ہیں اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ ہم نے لیا ان سے پختہ عہد فَنَسُوْا حَظًّا پس انہوں نے بھلا دیا حصہ مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ اس چیز سے جس چیز کی ان کو یاد دہانی کرائی گئی تھی فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ پس ہم نے بھڑکا دی ان کے درمیان الْعَدَاوَةَ عداوت وَالْبَغْضَآءَ اور کینہ اور بغض اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے

دن تک وَسَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو خبر دے گا بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ اس کارروائی کی جو وہ کرتے تھے یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ اے اہلِ کتاب قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول یُبَیِّنُ لَکُمْ بیان کرتا ہے تمہارے لئے کَثِیْرًا بہت سی چیزیں مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ وہ چیزیں جو تم چھپاتے تھے مِنَ الْکِتٰبِ کتاب میں سے وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ اور درگزر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ نور اور کتاب روشن کرنے والی یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مَنِ اتَّبَعَ اس کو جس نے پیروی کی رِضْوَانَهٗ اس کی رضا کی سُبُلَ السَّلٰمِ سلامتی کے راستوں کی وَیُخْرِجُهُمْ اور ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف بِاِذْنِهٖ اپنے حکم سے وَیَهْدِیْهِمْ اور ان کو چلاتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صراطِ مستقیم پر۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اہلِ کتاب میں سے یہود کے ساتھ معاہدے کا ذکر تھا کہ اگر تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو گے، پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی عزت اور توقیر کرو گے اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو میں تمہارے گناہ مٹادوں گا اور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ مگر انہوں نے معاہدے کی پابندی نہ کی اور ملعون ہوئے۔ اب اہلِ کتاب میں سے نصاریٰ کا ذکر ہے۔ فرمایا............

نصاریٰ کی وجہ تسمیہ :

وَمِنَ الَّذِيْنَ اوران لوگوں میں سے قَالُوْآ اِنَّا نَصٰرٰی جنہوں نے کہا بیشک ہم نصاریٰ ہیں۔''نصاریٰ'' کو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے اس کے متعلق مفسرین کرامؒ نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جس محلہ میں ہوئی تھی اس کا نام تھا ناصرہ تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ جس طرح آج کل بھی جگہوں کی طرف نسبت ہوتی ہے جیسے چکڑالوی، قادیانی وغیرہ۔

دوسری اور قوی وجہ یہ ہے کہ ایک موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ'' اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میری مدد کون کرے گا؟۔ ''قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ'' ان کے جو مخلص ساتھی تھے انہوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نبی کی مدد کریں گے تو چونکہ انہوں نے نصرت کا وعدہ کیا تھا اس لئے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ تو فرمایا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں.........

میثاق کی تفصیل اور عقیدہ تثلیث کا رد/مسیح ابن اللہ کا رد :

اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ ہم نے لیا ان سے پختہ وعدہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے۔ اس کی شان ہے ''لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ'' نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔ اور بھی کئی وعدے تھے مگر انہوں نے سارے توڑ دیئے۔ خدائی میں شریک بنایا اور کہا کہ ''اقانیم ثلاثہ'' نظامِ کائنات چلا رہے ہیں۔''اقانیم'' جمع ہے ''اقنوم'' کی اور ''اقنوم'' کہتے ہیں رکن، حصہ اور جز کو۔ یعنی خدائی

کے تین ارکان ہیں۔

1............ اللہ تعالیٰ کی ذات۔

2............ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

3............ رکن بعض کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام۔

ان تین ارکان کے ذریعے خدائی کا نظام چلتا ہے۔ مگر ان کی یہ عجیب منطق ہے جو ہمیں سمجھ نہیں آتی کیونکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اور ان کی پیدائش کو آج ۱۹۸۹ سال ہوگئے ہیں۔ اور ان کی والدہ ماجدہ ان سے سترہ اٹھارہ سال بڑی تھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پیدا نہیں ہوئی تھیں اس وقت یہ خدائی نظام چلتا تھا یا بند تھا؟۔ کہ سورج طلوع ہوتا تھا، غروب ہوتا تھا، چاند چڑھتا تھا، اترتا تھا، اور یقیناً چل رہا تھا تو ان کی ولادت سے کون سی کمی آگئی کہ اب ان کے بغیر نہیں چل سکتا اور یہ خدائی رکن بن گئے۔ کیا آسمان بنائے، چاند، سورج، ستارے پیدا فرمائے۔ حضرت مریم علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ اب اس ذات میں کون سی کمی آگئی ہے کہ وہ ان کا محتاج ہوگیا ہے۔ پھر جب ان کو کہا جاتا ہے کہ توحید کا کیا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے؟ تو کہتے ہیں کہ "اَلتَّوْحِیْدُ فِیْ التَّثْلِیْثِ وَالتَّثْلِیْثُ فِیْ التَّوْحِیْدِ"۔ ایک تین میں اور تین ایک میں۔ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک کو تین ماننے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ یہ توحید کے خلاف نہیں۔ اگر ان کو کہو کہ چار ایک ہوتے ہیں اور ایک کو چار کہتے ہیں یا کہو کہ پانچ ایک ہوتا ہے اور ایک پانچ ہوتا ہے تو کہتے ہیں، نہیں! اس طرح نہیں ہوسکتا۔ مگر ایک تین اور

تین ایک ہو جاتا ہے۔ بڑی عجیب منطق اور گورکھ دھندا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا۔

نقضِ میثاق پر سزا :

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ پس انہوں نے بھلا دیا حصہ اس چیز سے جس چیز کی ان کو یاد دہانی کرائی گئی تھی۔ بجائے ایک کے تین کے قائل ہو گئے اور ان میں سے ایک گروہ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں "وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ". اور کہا نصاریٰ نے مسیح ابن اللہ ہے۔ اور ایک گروہ کا ذکر اگلی آیات میں آرہا ہے۔ انہوں نے کہا "رب تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں داخل ہو گیا ہے" ان سے جو معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ رب تعالیٰ کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہارا نظریہ ہے کہ عیسیٰ k کو سولی پر لٹکا دیا گیا ہے تو یہ بتاؤ رب تعالیٰ بچ گیا یا وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سولی پر لٹک کر ختم ہو گیا۔ اگر رب تعالیٰ اندر سے نکل گیا تو گڈ مڈ تو نہ ہوا اگر گڈ مڈ ہے تو رب تعالیٰ بھی ساتھ ہی گیا۔ اندازہ لگاؤ یہ دنیا کی بڑی عقلمند قوم کہلاتی ہے جو مذہبی اعتبار سے اتنی بے وقوف ہے کہ جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ یاد رکھنا! اللہ بلند و برتر اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے پرواہ ہے۔ اپنی خدائی میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ نہ کسی انسان کا، نہ فرشتے کا، نہ جن کا، نہ کسی پیغمبر کا، نہ کسی ولی کا اس کی شان ہے۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ☆ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ☆". نہ اس نے کسی کو جنا نہ اس کی کوئی بیٹی، نہ بیٹا اور نہ اس کو کسی نے جنا، نہ اس کا باپ نہ ماں اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ یہ سبق ان کو بنیادی طور پر دیا گیا تھا، مگر انہوں نے بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

پھر ہم نے یہ کیا......

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ پس ہم نے بھڑکا دی ان کے درمیان عداوت وَالْبَغْضَآءَ اور کینہ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک۔ پھر عیسائیوں کی آپس میں لڑائیاں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی صرف سپین میں ان کی آپس میں سات سو جنگیں ہوئیں۔ فرمایا.........

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو خبر دے گا بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اس کارروائی کی جو وہ کرتے تھے۔ ان سے حساب لیا جائے گا کہ کس دلیل سے تم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور کس دلیل سے ان کو خدا کا بیٹا بنایا اور کس دلیل سے تم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی اور زکریا علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کو قتل کیا۔ ان تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا۔

اگلی آیت کریمہ کا مطلب اور مفہوم پوری توجہ کے ساتھ سنیں اور سمجھیں کیونکہ کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اور دوسروں کو بھی اس غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں۔ اگر تم بات کو اچھی طرح سمجھ گئے تو خود بھی مغالطہ نہیں کھاؤ گے اور کسی کے مغالطہ میں بھی نہیں آؤ گے۔ اس آیت کریمہ کے دو حصے ہیں ایک حصہ ہے يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ سے لے کر وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ تک اور دوسرا حصہ ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ سے لے کر نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ تک۔ پہلے حصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور دوسرے حصہ میں قرآن کریم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اہلِ کتاب اور رسول سے مراد :

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اے کتاب والو! اہلِ کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جن ہ

ذکر پہلے ہو چکا ہے تو معنی بنے گا ''اے یہود و نصاریٰ''۔

رسول کی صفت :

قَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلُنَا تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول۔ اس رسول سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آخری پیغمبر تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ یُبَیِّنُ لَکُمْ بیان کرتا ہے تمہارے لئے کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ بہت سی چیزیں جو تم چھپاتے تھے مِنَ الْکِتٰبِ کتاب میں سے۔ تورات اور انجیل میں سے جن چیزوں کی وجہ سے ان کی کمائی پر زد پڑتی تھی وہ نہیں بتاتے تھے۔ صرف وہ چیزیں بتاتے تھے جن کی وجہ سے لوگوں سے کچھ وصول ہو جاتا تھا۔ تو فرمایا ہم نے رسول بھیجا ہے یہ ان چیزوں کو ظاہر کرتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے کتاب سے۔

آیت کریمہ کے دو حصے :

وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ اور درگزر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے۔ یعنی وہ چیزیں جو پہلے تمہارے عقیدہ اور دین کی تھیں اور اب نہیں ہیں ان سے درگزر کرتا ہے ان کو بیان نہیں کرتا اور جو چیزیں اب بھی عقیدے اور دین میں ضروری ہیں اور تم نے ان پر پردہ ڈالا ہوا ہے ان کو بیان کرتا ہے۔ آیت کریمہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے اور اگلے حصے میں کتاب اللہ یعنی قرآن پاک کا ذکر ہے۔ فرمایا............

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ نور (یعنی روشنی) اور کتاب روشن کرنے والی۔ جو حقیقت کو بیان کرتی ہے اور روشن کرتی ہے۔ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے

ذریعے مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ اس کو جس نے پیروی کی اس کی رضا کی۔ (ہدایت دیتا ہے)۔ سُبُلَ السَّلَامِ سلامتی کے راستوں کی۔ تو آیت کریمہ کے اس حصہ میں قرآن پاک کا ذکر ہے۔ بعض لوگ کم فہمی کی وجہ سے مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہتے ہیں کہ لفظ نور سے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نور ہیں بشر نہیں ہیں۔ آپ کو بشر کہنا بے ادبی اور توہین ہے۔ اس لئے اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ آنحضرت ﷺ انسان تھے۔ بشر تھے آدمؑ کی اولاد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پہلا نبی بنایا اور آدمؑ کے انسان ہونے اور آدمی ہونے کا تو دنیا میں کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ "قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَالَکَ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ"۔ اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ "قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَہٗ مِنْ صَلْصَالٍ" (پارہ : ۱۴) ابلیس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کو جس کو پیدا کیا تو نے بجنے والے متغیر سڑے ہوئے گارے سے اور سورہ اعراف میں ہے "قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ"۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تو نے سجدہ نہ کیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ "قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ"۔ تو شیطان نے کہا میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوگیا کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ نور نہیں پیدا کئے۔ اور تمام پیغمبر بمع آنحضرت ﷺ کے آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ انسان ہیں، آدمی ہیں اور آدمی کو آدمی بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ تو سارے پیغمبر انسان تھے، بشر تھے، آدمی تھے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق تھے۔ البتہ درجے

اللہ تعالیٰ نے الگ الگ عطاء فرمائے۔ سب سے بلند درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پھر درجہ بدرجہ سب کا مقام ہے۔ اور ہیں سارے انسان اور بشر۔ آنحضرت ﷺ کے بشر ہونے پر قرآن شاہد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو بشر کہا ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بشر کہا ہے چنانچہ پندرہواں پارہ سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے۔ کافروں نے مطالبہ کیا "وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا". اور کہا کافروں نے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ (ﷺ) پر یہاں تک کہ آپ جاری کر دیں ہمارے لئے زمین سے چشمہ۔ "اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ". یا ہو آپ کے لئے باغ کھجوروں اور انگوروں کا۔ "فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا☆". پس چلائیں آپ نہروں کو ان کے درمیان چلانا۔ "اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا گرا دیں آسمان کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا جیسا کہ آپ گمان کرتے ہیں ہم پر کِسَفًا کوئی ٹکڑا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا☆". یا لائیں آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو سامنے۔ "اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ". یا ہو آپ کے لئے گھر "مِّنْ زُخْرُفٍ". سنہری "اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ". یا چڑھ جائیں آپ آسمان پر "وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ". اور ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ کے اوپر چڑھنے سے "حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا". حتی کہ آپ اتاریں ہمارے اوپر ایک کتاب "نَّقْرَؤُہٗ". جس کو ہم پڑھیں۔ یہ ان کے مطالبات تھے ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ". اے نبی کریم (ﷺ)! آپ ان کو کہہ دیں میرے رب کی ذات پاک ہے ہر عیب سے، کمزوری سے، وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ "ھَلْ کُنْتُ اِلَّا

بَشَرًا رَّسُوْلًا"۔ نہیں ہوں میں مگر بشر، رسول ہوں، خدا نہیں ہوں، لہٰذا میں تمہارے مطالبات پورے کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ کیونکہ یہ تو خدائی اختیارات ہیں۔ میں نے خدا ہونے کا کب دعویٰ کیا ہے۔

مسئلہ نور وبشر کی حقیقت :

دیکھو! کتنے صاف الفاظ میں قرآن پاک میں آپ ﷺ کی بشریت کا ذکر ہے اور سورۃ کہف کی آخری آیت کریمہ میں فرمایا "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔ بے شک میں بشر ہوں تمہارے جیسا۔ اور کئی مقامات پر آپ ﷺ کی بشریت کی تصریح ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور بخاری اور مسلم شریف میں حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔ کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں اور ابوداؤد وغیرہ حدیث کی کتابوں میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہت تیز لکھنے والوں میں سے تھے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جو لفظ نکلتا تھا فوراً لکھ لیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ "بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ"۔ آنحضرت ﷺ بشر ہیں آپ ﷺ کبھی غصے اور خوشی میں بات کرتے ہیں لہٰذا ہر بات نہ لکھا کرو صرف مسائل لکھا کرو انہوں نے یہ بات آنحضرت ﷺ کو بتائی آپ ﷺ نے فرمایا "اُكْتُبْ"۔ لکھا کرو۔ میری زبان سے جو کچھ نکلے گا اور جس وقت نکلے گا حق ہی نکلے گا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کو بشر ہی کہہ رہے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی باہر کی زندگی مسجد کی، جہاد کی تو ہمارے سامنے ہے یہ بتاؤ کہ جب آپ ﷺ گھر تشریف لے جاتے ہیں اس وقت کیا کرتے ہیں؟۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

"کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ". (ترمذی) آپ بشر تھے، کپڑے صاف کر لیتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ گھر کے سارے کام کر لیتے تھے۔ تو قرآن وحدیث صحابہ کرام ؓ اور ام المومنین عائشہؓ سے بھی ثابت ہو گیا کہ آپ بشر تھے، انسان تھے۔ اور تمام فقہ کی کتابوں میں تحریر ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے، انسان تھے۔

فقہ کی کتابوں میں بڑی اہم کتاب ہے فتاویٰ عالمگیری، اورنگزیب عالمگیرؒ نے پانچ سو جید علماء کرام کی کمیٹی بنائی تھی انہوں نے فتاویٰ عالمگیری مرتب کیا تھا۔ وہ تقویٰ، طہارت اور علم میں اتنے بلند تھے کہ اس وقت دنیا میں ان کی ایک بھی نظیر موجود نہیں ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بھی موجود ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ بتا آنحضرت ﷺ کون سی جنس سے تھے؟ عربی تھے، عجمی تھے، انسان تھے، فرشتہ تھے اور اس نے جواب میں کہا لَا اَدْرِیْ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا فرشتہ تھے یا جن تھے عربی تھے یا عجمی تھے تو ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اس بات کا معلوم ہونا کہ آپ ﷺ بشر تھے اور عربی تھے فرضِ عین ہے۔ یہ کیوں کہتا ہے کہ "میں نہیں جانتا"

لہٰذا یہ قطعی مسئلہ ہے کہ آپ ﷺ انسان تھے بشر تھے اور آپ ﷺ کی بشریت کا جو منکر ہے وہ کافر ہے۔ اور جو لوگ مغالطہ دیتے ہیں وہ اس لفظ نور سے مغالطہ دیتے ہیں جو آیت کریمہ "قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" تحقیق آچکا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب روشن کرنے والی وہ کہتے ہیں کہ نور سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نور سے مراد بھی قرآنِ کریم ہے اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نور اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی نور سے مراد قرآن کریم ہے۔

چنانچہ سورۃ نساء کے آخر میں ہے۔ "وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا". اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین یعنی قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔

اور سورہ اعراف میں آتا ہے۔ "وَاتَّبَعُوْا نُوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ". اور انہوں نے اس نور یعنی قرآن کریم کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا۔

اور سورۃ شوریٰ میں ہے "مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ". اور آپ نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے؟ اور ایمان (کی تفصیل) کیا ہے؟۔ "وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا". اور لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنایا ہے۔ "نَهْدِیْ بِهٖ" اس کے ذریعہ ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جنہیں ہم چاہتے ہیں۔

اور سورۃ تغابن میں ہے "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا". پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔ ان تمام مقامات میں "نور" قرآن کریم کو کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ذکر تو آیت کریمہ کے پہلے حصہ میں ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس دوسرے حصے میں کتاب کا ذکر ہے۔

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ". تحقیق آچکا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب روشن کرنے والی۔ اور عطف تفسیری ہے یعنی کتاب مبین نور کی تفسیر ہے۔ نور اور کتاب مبین ایک شئی ہے۔ اور اس پر قرینہ بھی موجود ہے کہ فرمایا "يَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ". ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کہ بِهٖ کی ضمیر واحد ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت دینے والی ایک چیز کا ذکر ہے۔ اور وہ ہے قرآن کریم جو نور بھی ہے اور روشن کرنے والی کتاب بھی۔

پھر بعض لوگ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ یاد رکھنا! وہ روایت جعلی ہے اس میں ایک راوی ہے عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی یہ رافضی خبیث تھا۔ جعلی روایتیں بناتا تھا۔ متعدد صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا اس پر میں نے خاصی بحث کی ہے اپنی کتاب ''تنقید متین'' میں اور مسند احمد اور مستدرک حاکم سے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ آپ ﷺ کا باقاعدہ سایہ تھا لہٰذا کسی کے دھوکے میں نہ آنا آپ کی ذات کو نور ماننا بالکل قرآن پاک کا انکار ہے۔ ہاں صفت آپ کی نور ہے یعنی آپ ﷺ نورِ ہدایت ہیں۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ مگر اس سے آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرنا قرآن پاک کا انکار کرنا ہے۔ حدیث پاک کا انکار کرنا ہے جو خالص کفر ہے اور ابھی آپ نے حوالہ سنا ہے کہ انکار تو درکنار اگر یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے، فرشتے تھے یا جن تھے، عربی تھے یا عجمی تھے تو وہ کافر ہے۔ فرمایا یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ''مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ''. اس کو جس نے پیروی کی اس کی رضا کی ''سُبُلَ السَّلٰمِ''. سلامتی کے راستوں کی۔

قرآن کے ذریعے ہدایت کا ملنا :

وَيُخْرِجُهُمْ اور ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف بِاِذْنِهٖ اپنے حکم سے وَيَهْدِيْهِمْ اور ان کو چلاتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر۔ اللہ تعالیٰ سب کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(آمین یا الٰہ العالمین)۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

لفظی ترجمہ :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْآ جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وہی مسیح ابن مریم ہے قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے پس کون مالک ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے شَيْئًا کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ یہ کہ وہ ہلاک کرے مسیح ابن مریم کو وَاُمَّهٗ اور ان کی والدہ کو وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین ہیں سب کے سب کو وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں اور زمین کا ملک وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ اور کہا یہودیوں نے وَالنَّصٰرٰى اور عیسائیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَاَحِبَّآؤُهٗ اور اس کے محبوب ہیں قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے پس تمہیں کیوں سزا دیتا ہے بِذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہوں کی وجہ ہے بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ بلکہ تم بشر ہو مِّمَّنْ خَلَقَ اس مخلوق میں سے جو رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخشے گا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ

اور اسی کی طرف ہے لوٹ کر جانا یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ اے اہلِ کتاب! قَدْ جَآءَ کُمْ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس رَسُوْلُنَا ہمارا رسول یُبَیِّنُ لَکُمْ بیان کرتا ہے تمہارے سامنے عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں کے وقفے کے بعد اَنْ تَقُوْلُوْا تاکہ تم نہ کہو مَا جَآءَ نَا مِنْ م بَشِیْرٍ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا وَّلَا نَذِیْرٍ اور نہ رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا فَقَدْ جَآءَ کُمْ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ عیسائیوں کے مشہور تین فرقے تھے..........

1.......... ایک کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ان کا ذکر سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۰ میں موجود ہے۔ "وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ". اور کہا نصاریٰ نے مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

2.......... دوسرا فرقہ تثلیث کا قائل تھا جس کے متعلق آپ نے اسی پارے میں پڑھا ہے۔

عیسائیوں کے تیسرے گروہ کا نظریہ اور ردّ :

3.......... تیسرے فرقے کا نام یعقوبیہ تھا۔ ان کا نظریہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام آپس میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو الگ مانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو الگ مانتے تھے کہ یہ الگ شخصیتیں ہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی اتنی عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں داخل ہو گئے

اور عیسیٰ علیہ السلام سے جتنے معجزے ظاہر ہوئے تھے دراصل وہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا تھا جو عیسیٰ علیہ السلام میں داخل تھا۔

اور اس کی مثال اس طرح دیتے تھے کہ دیکھو آگ جنس ہے اور لوہا الگ جنس ہے مگر جب لوہے کو آگ میں رکھتے ہیں تو آگ کی تاثیر اس میں آجاتی ہے اور وہ آگ کی طرح جلاتا ہے ان آیات میں اس فرقہ کا ذکر ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا پھر ان کا عقیدہ بیان فرمایا..........

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْآ جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ بیشک اللہ تعالیٰ، وہی مسیح ابن مریم ہے۔ اور یہ نظریہ بھی رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا گیا (معاذ اللہ تعالیٰ) بھائی! جس میں خدائی طاقت ہو، خدا اس میں حلول کیے ہوئے ہو وہ سولی پر کس طرح لٹک سکتا ہے کیا جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا خدا اندر ہی رہا یا نکل گیا تھا؟ کیا گورکھ دھندا ہے۔

اور چاروں اناجیل یعنی متی، مرقس، لوقا اور یوحنا میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر لٹکایا گیا تو فرماتے تھے "اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَنِیْ"۔ اے میرے رب، اے میرے رب مجھے یہاں کیوں پھنسا دیا ہے پھر کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں۔ بھائی وہ خود تو سولی پر لٹک گئے تمہارے لئے منجی کس طرح بن گئے؟ اپنے آپ کو نجات نہ دے سکے تمہارے نجات دہندہ کس طرح بن گئے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ او بے ایمانو! گناہ تم کرو اور کفارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں؟۔ مثلاً تم گناہ کرو دو ہزار سال بعد اور وہ کفارے کے لئے پہلے ہی سولی پر چڑھ جائیں۔ یہ کون سی منطق ہے؟

کثرتِ عبادت سے اللہ کی حفاظت میں آنا :

تو خیر! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں اللہ وہی مسیح بیٹا مریم کا ہے۔رب ، رب ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں ۔ بے شک انہوں نے بہت عبادت کی ہے مگر وہ کثرت عبادت سے نہ رب بن گئے ہیں اور نہ رب ان میں داخل ہو گیا ہے۔ البتہ جو شخص کثرت سے عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام میں فرق :

چنانچہ بخاری شریف میں روایت آتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جو شخص کثرت سے میری عبادت کرتا ہے میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ میرے کانوں سے سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں میں اس کی زبان بن جاتا ہوں''۔ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کے کانوں کی حفاظت کرتا ہے اس کے کانوں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کے ہاتھوں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کے پاؤں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کی زبان کی حفاظت کرتا ہوں یعنی وہ سنے گا جس پر رب راضی ہو گا وہ کرے گا۔ جس پر رب راضی ہو گا بات وہ کرے گا جس پر رب راضی ہو گا ہاتھ سے وہ چیز پکڑے گا جس پر رب راضی ہو گا پاؤں ادھر جائیں گے۔ جدھر جانے پر رب راضی ہو گا اس حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے جو بعض کم فہم لوگوں نے سمجھا ہے کہ کثرت عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ ولی کے اندر حلول کر جاتا ہے یہی نظریہ عیسائیوں کے ایک فرقے کا تھا جن کو رب تعالیٰ نے کافر کہا ہے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

تخلیق میں خود مختار :

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے پس کون مالک ہے مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ یہ کہ وہ ہلاک کرے مسیح ابن مریم علیہما السلام کو وَاُمَّهٗ اور ان کی والدہ کو۔ تو یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ بھی ساتھ ہی ختم ہو جائے گا؟۔ کیونکہ تمہارا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں گڈمڈ ہے۔ رب تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے۔ ساری دنیا کو فنا کر سکتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام "يَاْتِيْ عَلَيْهِ الْفَنَاءُ"۔ ان پر موت آئے گی کیا ان کے ساتھ رب بھی فوت ہو جائے گا؟ سوچو تو سہی کیا کہہ رہے ہو؟ اور ان کی والدہ وفات پا چکی ہیں۔ اب نظامِ کائنات کس طرح چل رہا ہے؟۔

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین میں سب کے سب کو ہلاک کرے۔ کون سامنے آسکتا ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں اور زمینوں کا ملک وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی رازق ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

یہود و نصاریٰ کی حقیقت :

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور جس طرح چاہتا ہے آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔ حوا علیہا السلام کو ماں کے بغیر پیدا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔ اور عام کائنات کو ماں باپ کے ذریعہ پیدا کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ آگے ان کے غلو اور زیادتی کا بیان ہے۔

یہود و نصاریٰ کے قول کی تردید :

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى اور کہا یہودیوں اور عیسائیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآءُهٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے کس طرح بن گئے وہ تو "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" ہے۔نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔اور اس کے محبوب کس طرح بن گئے؟۔حالانکہ تم نے اس کے عظیم پیغمبر موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کا الزام لگایا اور حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم باندھا اور کیا کیا خرافات اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگائیں۔عزیر k کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا۔

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ بْنُ اللّٰهِ". (توبہ : ۳۰) کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔اور نصاریٰ کا عقیدہ ابھی آپ نے پڑھا کہ "مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کیا اس کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں"۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ "یَسُبُّنِیْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ ذٰلِکَ". آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے۔حالانکہ اس کو گالیاں دینے کا حق نہیں تھا۔گالیاں کس طرح دیتا ہے؟فرمایا "یَدْعُوْا لِیْ وَلَدًا". میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔جس طرح ہمارے لئے یہ گالی ہے کہ کسی کا ثابت النسب بیٹا ہو اس کو کہا جائے کہ یہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور کہنے والے کو از روئے قرآن اسی کوڑے بھی لگیں گے اور اس کی گواہی بھی قبول نہیں ہوگی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے (کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہوتو) پس تمہیں کیوں سزا دیتا ہے بِذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہوں کی وجہ سے۔ تمہیں رب تعالیٰ نے بندر، خنزیر کیوں بنایا؟ تم پر طاعون کیوں نازل ہوا؟ اور طرح طرح کے عذاب کیوں نازل ہوئے؟ لہٰذا تم غلط کہتے ہو کہ خدا کے بیٹے ہو اور محبوب ہو۔

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ بلکہ تم بشر ہو مِّمَّنْ خَلَقَ اس مخلوق میں سے جو رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخشے گا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ جو رب تعالیٰ پر ایمان لائے گا اس کے پیغمبروں کو مانے گا اس کے احکام کو تسلیم کرے گا اس کو بخشے گا اور جو رب تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرے گا اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا، اس کے پیغمبروں کو قتل کرے گا اور اس کے حکموں کی نافرمانی کرے گا اس کو سزا دے گا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ زمین، آسمان کے درمیان جو فضاء ہے اس میں بے شمار مخلوق رہتی ہے سب کا مالک رب تعالیٰ ہی ہے۔ یاد رکھنا!

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اسی کی طرف ہے لوٹ کر جانا۔ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ کتاب! (یہودیو اور عیسائیو!) قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول۔ تمام پیغمبروں کا سردار، امام، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ۔

زمانہ فترت کی تشریح :

یُبَیِّنُ لَکُمْ بیان کرتا ہے تمہارے سامنے عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں کے وقفے کے بعد۔ فترت کہتے ہیں اس زمانے کو جو ایک رسول کے جانے اور دوسرے نبی کے آنے کے درمیان ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد پانچ سو اکہتر سال گزر چکے تھے جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ تو یہ جو درمیان کا زمانہ ہے یہ فترت کا زمانہ ہے۔ تو فرمایا ہمارا پیغمبر رسولوں کے وقفے کے بعد تمہارے پاس آ گیا ہم نے اپنا پیغمبر کیوں بھیجا ہے؟

اتمام حجت :

اَنْ تَقُوْلُوْا تاکہ تم نہ کہو مَا جَآءَ نَامِنْ م بَشِیْرٍ وَّلَانَذِیْرٍ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ ڈرانے والا۔ (اے اہلِ کتاب! یاد رکھو) فَقَدْ جَآءَ کُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا۔ لہٰذا اتمامِ حجت ہو چکا ہے۔ اور اہلِ کتاب جانتے تھے خصوصاً یہودی کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ"۔ یہ اس پیغمبر کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو جانتے ہیں۔

تورات میں آپ ﷺ کا تذکرہ :

چنانچہ جب آپس میں باتیں کرتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ روایات اور سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اس وقت حضرت عبداللہ بن

سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی تھے کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے اور ان کی پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ عین دوپہر کا وقت تھا ان کو ذوالحلیفہ کے میدان میں سفید کپڑوں والے آتے ہوئے نظر آئے تو پھوپھی کو کہنے لگے وہ آگئے ہیں جن کا آپ ذکر کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ یہ خود بھی اور ان کی پھوپھی بھی توراۃ کی بڑی عالمہ تھیں۔ اور وہ ان کو بتایا کرتی تھی کہ ایک پیغمبر نے مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونا ہے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنا ہے۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو دوپہر کا وقت ہوگا اور ان کے اور ان کے ساتھیوں کے کپڑے سفید ہوں گے۔ تو جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا تو کہنے لگیں۔ بھتیجے وہی تشریف لا رہے ہیں مگر بلند آواز سے نہ کہو کہیں کوئی سن نہ لے تو ضد کا تو کوئی علاج نہیں ہے یہ سارا واقعہ سیرۃ ابن ہشام وغیرہ میں موجود ہے۔

اسلام سے خائف باطل قوتیں :

وَاللّٰـهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اسلام کو پھیلائے گا "وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ". اور اللہ تعالیٰ ضرور مکمل کرے گا اپنے نور کو اگرچہ کافر مشرک اس کو ناپسند کریں کافر تو ہمیشہ اسلام سے خائف رہے ہیں اور کوشش کرتے رہے ہیں کہ یہ نہ پھیلے بلکہ اس کو ختم کر دیا جائے اور اس وقت بھی جتنی باطل قوتیں ہیں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی یہ سب اسلام سے خائف ہیں۔ خصوصاً جہاد سے تو ان کی جان جاتی ہے۔ یہ جو مٹھی بھر نوجوان اپنی ہتھیلیوں پر جانیں رکھ کر نکلے ہوئے ہیں ان کو تم معمولی نہ سمجھو یہ ان کے لئے موت کا پیغام ہیں......!!

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا ۖۗ وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝۲۰ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۝۲۱ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝۲۲

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی اور جب فرمایا موسیٰ k نے لِقَوْمِہٖ اپنی قوم کو یٰقَوْمِ اے میری قوم اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو عَلَیْکُمْ جو تم پر ہوئیں اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ جب بنائے اس نے تمہارے اندر پیغمبر وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا اور بنایا اس نے تمہیں بادشاہ وَّاٰتٰکُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیں مَّا وہ نعمتیں لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا جو نہ دیں کسی ایک کو مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے یٰقَوْمِ اے میری قوم! ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ داخل ہو جاؤ پاکیزہ زمین میں الَّتِیْ وہ زمین کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ جو اللہ تعالیٰ نے

تمہارے لئے لکھ دی ہے وَلَا تَرْتَدُّوْا اور نہ پھرو تم عَلٰٓی اَدْبَارِكُمْ اپنی پیٹھ دکھا کر فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ پس لوٹو گے تم نقصان اٹھاتے ہوئے قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى کہنے لگے اے موسیٰ! اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا بے شک ارض مقدسہ میں ایک قوم ہے جَبَّارِيْنَ بڑی زبردست وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اور ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے اس پاکیزہ زمین میں حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا یہاں تک کہ وہ خود بخود وہاں سے نکل جائیں فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا پس اگر وہ نکل گئے اس سے فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ تو ہم اس میں داخل ہوں گے۔

بنی اسرائیل کا تعارف :

دنیا کی مشہور قوموں میں سے ایک قوم بنی اسرائیل بھی تھی۔ یہ بڑی ذہین قوم تھی ان میں نیک بھی تھے، بد بھی تھے، اس قوم میں بڑے پیغمبر ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پڑپوتے کے بیٹے تھے۔ موسیٰ بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنایا یہ موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں تین سال بڑے تھے۔ مگر درجے اور مرتبے میں چھوٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ عطاء فرمائی۔ یہ بڑی جامع مانع کتاب تھی۔ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد اس کا بلند مقام ہے۔ ان آیات میں اس قوم کا اور ان کے پیغمبر کا ذکر ہے فرمایا.........

انعامات کا تذکرہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جب فرمایا موسیٰ ؑ نے اپنی قوم کو يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا

نِعْمَةَ اللّٰهِ اے میری قوم یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو عَلَيْكُمْ جو تم پر ہوئیں۔ نعمتوں کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا شکر ادا کرو ان کی قدر کرو۔ آگے ان نعمتوں کا ذکر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت :

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ جب بنائے (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے اندر پیغمبر۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ہیں۔ حالانکہ ایک پیغمبر کسی قوم میں آ جائے تو اس قوم کا سر آسمان کے ساتھ جا لگتا ہے چہ جائیکہ چار ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے ہوں۔ مگر قرآن پاک کے بیان کے مطابق ان ظالموں نے ان کی قدر نہ کی بلکہ "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ". اور انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا، نافرمانی کی اور اس طرح اس نعمت کی ناقدری کی اور انعام یہ فرمایا.........

ملوکیت کا تمغہ :

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اور بنایا اس نے تمہیں بادشاہ۔ بعض کو نبی بھی بنایا اور بادشاہ بھی، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام آخری دور میں مصر کے بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نبی بھی تھے اور خلیفہ فی الارض بھی تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغمبری کے ساتھ ساتھ عظیم سلطنت بھی عطا فرمائی کہ ان کی حکومت انسانوں کے علاوہ جنات، حیوانوں اور پرندوں پر بھی تھی۔ اور بعض ایسے تھے کہ جو صرف بادشاہ تھے پیغمبر نہیں تھے اور بہت انعامات فرمائے۔ فرمایا.........

دیگر مخصوص انعامات :

وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیں وہ نعمتیں جو نہ دیں کسی ایک کو جہان والوں میں سے۔ان میں سے بعض نعمتوں کا ذکر پہلے پارے میں اور نویں پارے میں ہے اور دیگر مقامات پر بھی ذکر آتا ہے کہ جب یہ لوگ وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل وادی سینا کہا جاتا ہے جس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی چوبیس میل ہے اور سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔اس کا زیادہ تر حصہ مصر کے پاس ہے مگر وہ حصہ جس میں تیل کے کنویں ہیں یا فوجی اہمیت کا حامل ہے وہ ابھی تک یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔تو اس وادی سینا میں یہ لوگ جب موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ ارضِ مقدس میں عمالقہ قوم آباد ہے ان کے خلاف جہاد کرو جس کا ذکر کل کے سبق میں آئے گا تو انہوں نے عذر اور بہانے کئے۔اور جہاد کرنے سے انکار کردیا اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کے لئے اس میدان سے نکلنا ان پر حرام کردیا اور ان کے لئے کھانے پینے اور سائے کا انتظام فرمایا۔اس طرح کہ کھانے کے لئے مَن اور سلویٰ نازل فرمایا۔ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی اور ایک پلیٹ میں بٹیر ہوتے۔اور جب سورج چڑھتا تو ساتھ ہی رب تعالیٰ بادلوں کا سایہ فرمادیتے۔ "وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ". اور سایہ کیا ہم نے تم پر بادلوں سے اور یہ کوئی معمولی انتظام نہیں تھا ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔مرد تھے،عورتیں تھیں، بچے اور بوڑھے تھے۔لیکن ان لوگوں نے ناقدری کی کہنے لگے "لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ". ہم ایک قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔

ایک عجیب واقعہ :

پھران کے لئے پانی کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی جاندار چیز بلکہ نباتات اور درخت بھی پانی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ اوراس سے پہلے جب یہ لوگ ہجرت کر کے جا رہے تھے اور راستے میں دریائے قلزم آگیا جو کافی گہرا تھا اللہ تعالیٰ نے پانی روک کرانہیں دوسرے کنارے پر پہنچادیا۔ "فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ". (الشعراء : ۶۳) پس ہو گیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کہ جس طرح دیواریں کھڑی ہیں اس طرح پانی کھڑا ہو گیا درمیان میں سڑکیں بن گئیں۔

ارضِ مقدسہ کی حدود :

پھران کوارضِ مقدس بھی عطاء کر دی جس کا دوسرا نام شام تھا اس وقت جو شام ہے یہ اور لبنان اردن کا سارا علاقہ ارضِ مقدس میں شامل تھا۔ اور اس وقت جو علاقہ یہودیوں کے پاس ہے یہ بھی اور ایشیاء کوچک کا کچھ حصہ جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے یہ وسیع تر علاقہ ارضِ مقدس کہلاتا تھا۔ شام اور کنعان بھی ارضِ مقدس میں ہے اس لئے کہ بے شمار پیغمبر وہاں تشریف لائے اور ان کی قبریں بھی وہیں ہیں۔ یہ بڑا زرخیز اور ٹھنڈا علاقہ ہے ہر طرح کے پھل وہاں ہوتے ہیں۔ صاف ستھرا پانی ہے ہم نے دمشق کی نہر میں دیکھا کہ پانی کی دو نالیاں آرہی ہیں۔ ایک میں صاف شفاف پانی ہے اس کا پانی لوگ استعمال کرتے ہیں اور تھوڑے سے فاصلے پر دوسری نالی ہے جس میں استعمال شدہ پانی جا رہا ہے اور ہر جگہ پانی کی فراوانی ہے۔ گھروں میں بھی اور مسجدوں میں بھی اور وہاں کے لوگ بھی بڑے منیب الطبع تھے۔ ہم ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک آدمی

جس کی چھوٹی سی کریانہ کی دوکان تھی دوڑتا ہوا آیا اور میری ڈاڑھی کو اس نے چومنا شروع کر دیا اور مسلسل چومتا رہا میں نے کہا بھائی! کیا بات ہے۔ میرا تیرا کوئی تعارف نہیں ہے۔ میں تجھے جانتا نہیں ہوں۔ میری ڈاڑھی کو کیوں چوم رہا ہے؟ کہنے لگا ڈاڑھی نظر آئی ہے محبت سے چوم رہا ہوں میں نے کہا تجھے بھی رکھنے کا حق ہے رکھ لے، کیوں نہیں رکھتا؟۔ اس نے بڑی گالی دے کر کہا کہ ہم تو ڈاڑھی رکھنا چاہتے ہیں مگر جب رکھتے ہیں تو یہ جو ہمارے بڑے ہیں ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے ہم نہیں رکھتے یعنی معاشرہ رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

تو خیر! شام، لبنان، اردن، فلسطین یہ سارا ایک ملک تھا مگر برطانیہ، فرانس اور ان کے گرو (لیڈر) امریکہ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اب شام الگ ملک ہے، اردن الگ ملک ہے، لبنان الگ ملک ہے، اسرائیل کا علاقہ الگ ہے، پھر ان شیطانوں نے ان کا ایسا ذہن بنا دیا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف ایسی نفرت بھر دی ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ تو بیٹھ سکتے ہیں، مگر آپس میں مل بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان خطوں کے حکمران دشمنوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو رب تعالیٰ کے انعامات یاد دلانے کے بعد فرمایا.........

قومِ عمالقہ سے جہاد کا حکم :

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ اے میری قوم! داخل ہو جاؤ پاکیزہ زمین میں وہ زمین جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اس علاقہ میں عمالقہ قوم آباد تھی جو عملیق کی نسل سے تھی یہ بڑی سخت طاقتور اور جنگجو قوم تھی۔ فرمایا ان کے ساتھ جہاد کرو۔

وَلَاتَرْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِکُمْ اور نہ پھروتم اپنی پیٹھ دکھا کر فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ پس لوٹو گے تم نقصان اٹھاتے ہوئے قَالُوْا یٰمُوْسٰی کہنے لگے (قوم نے موسیٰ k کو جواب دیا) اے موسیٰ! اِنَّ فِیْھَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ بے شک ارض مقدسہ میں ایک قوم ہے بڑی زبردست۔ (لڑاکی)۔ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَھَا اور ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے اس پاکیزہ زمین میں حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْھَا یہاں تک کہ وہ خود بخود وہاں سے نکل جائیں فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا پس اگر وہ نکل گئے اس سے فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ تو ہم اس میں داخل ہوں گے۔

ان کی موجودگی میں ہم داخل ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان کی حماقت کا اندازہ لگاؤ کہ اتنا بھی نہ سوچا کہ عمالقہ کا دماغ خراب ہے کہ وہ بغیر لڑائی کے اپنا علاقہ چھوڑ دیں اور مفت میں تمہارے حوالے کر دیں۔ (اللہ رب العزت اپنی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے)۔ آمین۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝ ع

لفظی ترجمہ :

قَالَ رَجُلٰنِ کہا دو شخصوں نے مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ ان لوگوں میں سے جو خوف کھانے والے تھے اللہ تعالیٰ سے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا (کہا ان دونوں نے) ادْخُلُوْا داخل ہو جاؤ عَلَیْهِمُ الْبَابَ اپنے دشمن پر دروازے سے فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ پس جب

تم اس دروازے سے داخل ہو جاؤ گے فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ پس بیشک تم غالب ہونے والے ہو گے وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی فَتَوَكَّلُوْٓا پس تم بھروسہ کرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى کہا انہوں نے اے موسیٰ! اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ بے شک ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدسہ میں اَبَدًا کبھی بھی مَّا دَامُوْا فِيْهَا جب تک وہ لوگ اس میں ہوں گے فَاذْهَبْ اَنْتَ پس جا تو وَرَبُّكَ اور تیرا رب فَقَاتِلَآ پس دونوں جا کر لڑو اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ بیشک ہم یہاں بیٹھے رہیں گے قَالَ رَبِّ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب! اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ بے شک میں نہیں مالک اِلَّا نَفْسِىْ مگر اپنی جان کا وَاَخِىْ اور اپنے بھائی کا فَافْرُقْ بَيْنَنَا پس تو تفریق کر دے ہمارے درمیان وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ اور فاسق قوم کے درمیان قَالَ فَاِنَّهَا فرمایا پروردگار نے پس تحقیق وہ ارضِ مقدسہ مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ حرام کر دی گئی ان پر اَرْبَعِيْنَ سَنَةً چالیس سال يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ حیران پھرتے رہیں گے زمین میں فَلَا تَاْسَ پس تو نہ افسوس کر عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ نافرمانی کرنے والی قوم پر۔

عمالقہ کی جاسوسی کا منظم منصوبہ :

بنی اسرائیل پہلے فرعون کے غلام تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے نجات عطاء فرمائی۔ فرعون بمع لشکر کے بحر قلزم میں غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم

دریا عبور کرگئی وادی سینا میں پہنچ کر کچھ دن آرام کیا پھر ان کو حکم ہوا کہ شام کے علاقہ میں عمالقہ قوم آباد ہے ان کے ساتھ جہاد کرو علاقہ پر قبضہ کرو اور میرا دین پھیلاؤ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کے نام پر الگ الگ خاندان تھا کوئی یہودی کوئی روبیلی کوئی بنیامنی اور کوئی یوسفی کہلاتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر ہر خاندان میں سے ایک ایک آدمی منتخب فرمایا اور ان بارہ آدمیوں کو جاسوسی کے لئے شام کے علاقہ میں بھیجا فرمایا کوئی تاجر کی حیثیت سے کوئی سیاح بن کر اور کوئی محض مسافر کی حیثیت سے ملک شام میں داخل ہو جاؤ اور جائزہ لو کہ وہ کس طرح کے لوگ ہیں ان کی چھاؤنیاں کتنی ہیں، اسلحہ کی کیا پوزیشن ہے۔ اور ان کے لڑنے کا کیا طریقہ ہے اور واپس آکر ہم دو بھائیوں کو ہی رپورٹ پیش کرنی ہے۔ ہمارے سوا کسی کو کچھ نہیں بتانا۔ کیونکہ اگر تم عام لوگوں کو آکر بتاؤ گے کہ وہ بڑے جابر لوگ ہیں اور ان کے پاس بڑا اسلحہ ہے تو ان کی ہمتیں پست ہو جائیں گی۔

چنانچہ وہ بارہ آدمی گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں کتنی مدت رہے مہینہ رہے، دو مہینے رہے اس وقت ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لئے ویزے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ جائزہ لینے کے بعد جب واپس آئے تو سوائے دو آدمیوں کے ایک یوشع بن نون جو پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم اور بعد میں نبوت سے سرفراز ہوئے اور دوسرے کالب بن یوقنا یہ بھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے بعد نبی بنائے گئے۔ باقی دس نے سب آدمیوں کے سامنے حالات بیان کئے کہ وہ بڑی ڈیل ڈول والی قوم ہے ان کے بڑے بڑے محفوظ قلعے ہیں اور بڑے جنگجو لوگ ہیں۔ بنی اسرائیلی غلام قوم تھی آزادی سے واقف نہ تھے۔ ایسی قوم بزدل ہوتی ہے۔ اور موت سے

ڈرتی ہے اور یاد رکھنا بنی اسرائیلی من حیث القوم جتنا موت سے ڈرتے تھے اتنی اور کوئی قوم موت سے نہیں ڈرتی۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے ''اے یہودیو! اگر تمہیں یہ دعویٰ ہے کہ تم ہی اور لوگوں کے سوا اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو''۔ فرمایا ''وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ''۔ (الجمعہ : ۷)۔ اور ہرگز یہ اس کی آرزو نہیں کریں گے بسبب ان اعمال کے جو یہ کر چکے ہیں۔ تو خیر! دو آدمیوں کے علاوہ باقیوں نے عام لوگوں کو سارے حالات بتا دئے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا.........

قَالَ رَجُلٰنِ کہا دو شخصوں نے۔ یعنی یوشع بن نون اور مالب بن یوقنا نے مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ ان لوگوں میں سے جو خوف کھانے والے تھے اللہ تعالیٰ سے۔ کہ وعدہ خلافی گناہ ہے اور وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے کہ وہاں کے حالات تمہارے علاوہ کسی کو نہیں بتائیں گے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا۔ کہ اپنے اپنے وقت پر دونوں کو نبی بنایا نبوت بہت بڑا انعام ہے۔ اور ان کا وعدے پر پورا اترنا بھی اللہ تعالیٰ کا انعام تھا۔ ان دو آدمیوں نے قوم کو ترغیب دینے کے لئے کہا اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ داخل ہو جاؤ اپنے دشمن پر دروازے سے۔ اس زمانے میں شہر کے چاروں طرف دیوار ہوتی تھی جس کو سور البلد کہتے تھے اور شہر میں آنے جانے کے لئے دروازے ہوتے تھے جس طرح گوجرانوالہ میں کھیالی دروازہ، لاہوری دروازہ، سیالکوٹی دروازہ ہے اسی طرح لاہور میں دلی دروازہ موچی دروازہ، ملتان میں بھی دروازے تھے اگرچہ اب وہ تقریباً ختم ہو گئے ہیں۔ تو اس طرح پرانے زمانے میں دروازے ہوتے تھے تو ان

دو آدمیوں نے ترغیب دی کہ عمالقہ قوم کے دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

سور البلد اور اس میں داخلے کی ترغیب :

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ پس جب تم اس دروازے سے داخل ہو جاؤ گے۔ تو بیت المقدس فتح ہو جائے گا۔ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ پس بیشک تم غالب ہونے والے ہو گے۔ کیونکہ جب دار الخلافہ فتح ہو گیا تو پھر فتح ہی فتح ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی تم بھروسہ کرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا يٰمُوْسٰى بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ! اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا بے شک ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدسہ میں کبھی بھی مَّا دَامُوْا فِيْهَا جب تک وہ لوگ اس میں ہوں گے۔ اس سے پہلے درس میں آپ نے پڑھا کہ "فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ"۔ پس اگر وہ خود بخود وہاں سے چلے جائیں تو پھر ہم داخل ہوں گے۔ مگر جب تک وہ وہاں ہیں ہم نہیں جائیں گے ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کتنا صاف جواب دیا......

قوم کا جواب :

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ پس جا تو اور تیرا رب فَقَاتِلَآ پس دونوں جا کر لڑو اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ بیشک ہم یہاں بیٹھے رہیں گے۔ وادی تیہ میں۔ یہ حال تھا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا بخلاف اس کے امام الانبیاء کے اصحاب کا حال احادیث میں مذکور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کافر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاصے پریشان ہوئے اور پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ انصارِ مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات طے کی تھی کہ اگر شہر میں آ کر کوئی حملہ آور ہوا تو ہم دفاع کریں گے اور اگر لڑائی کے لئے

باہر جانا پڑا تو ہم مجبور نہیں ہوں گے تو آپ ﷺ پریشان ہوئے کہ مہاجرین تو تھوڑے سے ہیں۔ کیونکہ کچھ ابھی تک مکہ مکرمہ سے نہیں آئے تھے اور کچھ حبشہ میں موجود تھے۔ اور انصار کو باہر جانے پر مجبور نہیں کر سکتے تھے کیونکہ پہلے طے ہو چکا تھا۔

قومِ موسیٰ (علیہ السلام) اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جوابی منظر :

چنانچہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں (زادھا اللہ شرفا و کرامۃً) میٹنگ بلائی۔ فرمایا تمام ساتھی مسجد میں اکٹھے ہو جاؤ۔ جب سارے ساتھی اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "ہم جب مکہ مکرمہ میں تھے کافروں نے ہم پر بڑے ظلم ڈھائے: میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی، فلاں پر یہ ظلم ہوا، فلاں پر یہ ظلم ہوا اور یہاں آنے کے بعد کرز بن جابر فہری نے حملہ کر کے بیت المال کے اونٹ چھین لئے اور اب معلوم ہوا ہے کہ وہ ہم پر حملہ کرنے کیلئے آ رہے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیے"؟۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جانثاری فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جاں نثاری فرمایا۔ ان کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا "یارسول اللہ! ہم موسیٰ رضی اللہ عنہ کی قوم کی طرح نہیں کہ آپ سے یہ کہیں کہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور جا کے لڑو، حضرت ہم آپ کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے دشمن کے ساتھ لڑیں گے"۔ آنحضرت ﷺ بڑے خوش ہوئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔

سردارِ انصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اشارے کو سمجھ گئے اور فوراً

عرض کیا یا رسول اللہ! شاید آپ کا روئے سخن انصار کی طرف ہے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''حضرت! آپ ﷺ ہمیں اگر برک الغماد جانے کا حکم دیں گے تو ضرور ہم آپ کے ساتھ جائیں گے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا، ہماری طرف سے آپ مطمئن رہیں''۔

اور واقعی ایسا ہی ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانی کی جہان میں مثال نہیں ملتی۔احد کے معرکہ میں آنحضرت ﷺ ایک جگہ تنہا کھڑے تھے۔عتبہ بن ابی وقاص اس وقت کافر تھا اس نے آپ ﷺ کو پتھر مارا سامنے کے جو دانت ہیں ان میں سے آپ ﷺ کا دایاں دانت مبارک شہید ہوگیا۔خون کے فوارے چھوٹ گئے۔عبداللہ بن قمیہ کافر نے تلوار ماری خود کٹا اس سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا۔حضرت ام عمارہؓ دیکھ رہی تھیں انہوں نے جب دیکھا کہ ابن قمیہ دوبارہ وار کرنا چاہتا ہے آگے بڑھیں اور اس کا وار اپنے کندھے پر برداشت کیا اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا ''جو میرا دفاع کرے گا اس کو جنت ملے گی''۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ''انصارِ مدینہ کے سات بچے جن کی عمریں پندرہ، سولہ اور سترہ سال تھیں۔میدان میں آئے اور اپنی جانیں قربان کر کے پیغمبر کی جان بچائی۔تو خیر! موسیٰ ؑ کی قوم نے کہا کہ ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدس میں کبھی بھی جب تک عمالقہ قوم وہاں موجود ہے۔آپ جائیں اور آپ کا رب جائے دونوں جا کے لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

قوم کی طرف سے موسیٰ (علیہ السلام) کی مایوسی :

قَالَ رَبِّ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب! اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ بے شک میں نہیں مالک اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ مگر اپنی جان کا اور اپنے بھائی کا۔ میں اور میرا بھائی ہم دونوں تیار ہیں آپ جو حکم فرمائیں۔ یہ دونوں پیغمبر تھے اور دوسرے دو بزرگوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ ان کو ابھی نبوۃ نہیں ملی تھی۔ فرمایا اب میرا نباہ قوم کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

قوم پر عتاب :

فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ پس تو تفریق کردے ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان قَالَ فَاِنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیْھِمْ فرمایا پروردگار نے پس تحقیق وہ ارضِ مقدسہ حرام کردی گئی ان پر اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً چالیس سال۔ یہ بوڑھے مریں گے نئی نسل پیدا ہوگی اور آزاد آب و ہوا میں پرورش پائیں گے ان میں لڑنے کی جرأت ہوگی موجودہ لوگوں میں لڑنے کی جرأت نہیں ہے لہٰذا سزا کے طور پر..................

یَتِیْھُوْنَ فِی الْاَرْضِ حیران پھرتے رہیں گے زمین میں۔ یعنی وادیٔ سینا میں۔ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ پس تو نہ افسوس کر نافرمانی کرنے والی قوم پر۔ آپ نے فریضہ ادا کردیا ہے آپ اپنا کام کریں، یہ اپنا کریں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِیَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِیْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْاَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۚۛ

لفظی ترجمہ :

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور (اے پیغمبر ﷺ) پڑھ تو ان کے سامنے نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ آدم k کے دو بیٹوں کی خبر بِالْحَقِّ جو بالکل سچی ہے اِذْ قَرَّبَا جب دونوں نے قربانی دی قُرْبَانًا قربانی کرنا فَتُقُبِّلَ پس قبول کر لی گئی مِنْ اَحَدِهِمَا ان میں سے ایک کی وَلَمْ يُتَقَبَّلْ اور نہ قبول کی گئی مِنَ الْاٰخَرِ دوسرے سے قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ اس نے کہا البتہ ضرور میں تجھے قتل کروں گا قَالَ کہا پہلے نے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ پختہ بات ہے قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں سے لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ البتہ اگر بڑھایا تم نے میری طرف اپنا ہاتھ لِتَقْتُلَنِیْ تاکہ تو مجھے قتل کرے مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ میں نہیں بڑھاؤں گا يَّدِيَ اِلَيْكَ اپنا ہاتھ تیری طرف لِاَقْتُلَكَ تاکہ میں تجھے قتل کر دوں اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اِنِّیْٓ اُرِيْدُ بے شک میں چاہتا ہوں اَنْ تَبُوْٓاَ یہ کہ لوٹے تو بِاِثْمِیْ میرا گناہ لے کر وَاِثْمِكَ اور اپنا گناہ لے کر فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ پس ہو جائے تو دوزخ والوں میں سے وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ اور یہ بدلہ ہے ظالموں کا فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ پس آمادہ کیا اس کو اس کے نفس نے قَتْلَ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے قتل کرنے پر فَقَتَلَهٗ پس اس نے اس کو قتل کر دیا

فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پس ہوگیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے
فَبَعَثَ اللّٰہُ پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے غُرَابًا ایک کوا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ
پس وہ کرید تا تھا زمین کو لِیُرِیَہٗ تاکہ اس کو دکھائے کَیْفَ یُوَارِیْ سَوْاَۃَ
اَخِیْہِ کیسے چھپائے وہ اپنے بھائی کی لاش کو قَالَ کہا اس نے یٰوَیْلَتٰٓی
ہائے افسوس مجھ پر اَعَجَزْتُ کیا میں عاجز ہوگیا اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا
الْغُرَابِ اس سے کہ میں ہوجاتا اس کوے کی طرح فَاُوَارِیَ سَوْاَۃَ اَخِیْ
پس میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپالیتا فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ پس ہوگیا وہ
پچھتانے والوں میں سے۔

خالی نسبت کام نہیں آتی :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے قرآن پاک میں بہت سارے واقعات اور قصے بیان فرمائے ہیں۔ ہر قصے میں عبرت اور نصیحت ہے۔ ان آیات میں جو واقعہ بیان ہوا اس میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ بڑے سے بڑے نیک آدمی کے ساتھ بھی نسبت ہو اور اپنے اندر کچھ نہ ہو تو خالی نسبت کچھ کام نہیں آتی۔ دیکھو آدمؑ پیغمبر ہیں۔ اور پیغمبر کی بڑی شان ہے۔ ان کے صلبی بیٹے نے ان کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس وقت کی شریعت کی نافرمانی کی، دوزخی ہوگیا۔ پیغمبر کے ساتھ نسبت کام نہ آئی، ہاں! نسبت کے ساتھ ساتھ ایمان اور عمل صالح بھی ہو تو سونے پر سہاگہ ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت حواؑ کے ہاں ایک وقت میں لڑکا لڑکی جڑواں

پیدا ہوتے تھے یعنی جب بھی پیدا ہوتے لڑکا لڑکی اکٹھے پیدا ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل کی افزائش کے لئے قانون بنایا تھا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت تھی اور اس وقت ضرورت بھی تھی کہ پہلی پیدائش کی لڑکی کا نکاح دوسری پیدائش کے لڑکے کے ساتھ اور دوسری پیدائش کی لڑکی کا نکاح پہلی پیدائش کے لڑکے کے ساتھ جائز تھا۔ اور جو جڑواں پیدا ہوئے ان کا آپس میں نکاح ناجائز تھا۔ اب یہ حکم منسوخ ہے۔

ہابیل کا واقعہ قتل :

آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہابیل تھا اور دوسرے بیٹے کا نام قابیل تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام تھا اِقْلِیمَہ یہ خوبصورت تھی اور ہابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام تھا یَـلُـوْوا یہ خوبصورت نہیں تھی۔ رب تعالیٰ کی قدرت ہے ماں باپ ایک ہیں ایک کی شکل اور ہے، دوسرے کی شکل اور ہے، اس کی قدرت میں کسی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

دونوں جوڑے جوان ہوئے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تمہاری شادی کا انتظام کرنا ہے۔ اور شادی اس طرح ہوگی کہ قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ نکاح ہوگا اور ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ نکاح ہوگا۔ قابیل ضد کر گیا کہنے لگا میں تو اس کے ساتھ نکاح کروں گا جو میرے ساتھ پیدا ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام حیران ہوگئے کہ میں باپ ہوں، وقت کا پیغمبر ہوں اور اسے شرعی حکم بتایا ہے اور یہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہے اسے خود بھی سمجھایا اور حضرت حوا علیہا السلام نے بھی سمجھایا مگر جو آدمی ضد پر اتر آئے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ آخرکار آدم علیہ السلام نے یہ تدبیر پیش کی کہ دونوں بھائی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربانی پیش کرو اس طرح کہ قربانی کو میدان میں رکھ دو آسمان سے آگ

آئے گی وہ جس کی قربانی کو جلادے وہ کامیاب اور جس کی قربانی کو نہ جلائے وہ ناکام یعنی اقلیمہ کے ساتھ نکاح اس کا ہوگا جس کی قربانی کو آگ جلادے گی۔ چنانچہ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے موٹا تازہ دنبہ قربان کر کے میدان میں رکھ دیا اور قابیل نے وہ سٹے جو گندم باجرہ وغیرہ کاٹتے وقت پیچھے گر جاتے ہیں اور مالک دوسرے لوگوں کو اٹھانے کی اجازت دے دیتے ہیں اور بعضے مالک خود بھی اٹھالیتے ہیں وہ گرے پڑے خوشے اس نے اکٹھے کئے اور قربانی کیلئے لاکر میدان میں رکھ دیئے۔

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ :

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اور دیگر حضرات منتظر تھے کہ دیکھو کس کی قربانی قبول ہوتی ہے۔ آگ آئی اس نے دنبے کو جلا دیا اور سٹے خوشے اسی طرح پڑے رہے۔ حالانکہ خوشوں کو آگ جلدی لگتی ہے۔ اتنی واضح علامت دیکھنے کے باوجود قابیل نہ مانا الٹا ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کو کہنے لگا میں تجھے ضرور قتل کروں گا کہ تیری قربانی قبول ہوئی ہے میری کیوں نہیں ہوئی؟ اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ تو ان کے سامنے نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی خبر جو بالکل سچی ہے اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا جب دونوں نے قربانی دی قربانی کرنا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا پس قبول کرلی گئی ان میں سے ایک کی وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ اور نہ قبول کی گئی دوسرے سے قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ اس نے کہا البتہ ضرور میں تجھے قتل کروں گا۔ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بھائی اس میں میرا کیا قصور ہے؟ آگ تیرے سامنے آئی ہے اس نے تیری قربانی کو چھیڑا تک نہیں ہے۔ اور میری قربانی کو جلا دیا اس میں میرا کیا قصور ہے؟

قَالَ کہا پہلے نے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ پختہ بات ہے قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے لَئِنْ م بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ البتہ اگر بڑھایا تم نے میری طرف اپنا ہاتھ لِتَقْتُلَنِیْ تاکہ تو مجھے قتل کرے مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ میں نہیں بڑھاؤں گا اپنا ہاتھ تیری طرف لِاَقْتُلَکَ تاکہ میں تجھے قتل کر دوں اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اِنِّیْٓ اُرِیْدُ بے شک میں چاہتا ہوں اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِکَ یہ کہ لوٹے تو میرا گناہ لے کر اور اپنا گناہ لے کر فَتَکُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ پس ہو جائے تو دوزخ والوں میں سے وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ اور یہ بدلہ ہے ظالموں کا۔ شرافت کا تقاضا تو یہ تھا کہ نشانی دیکھنے کے بعد قابیل مان جاتا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مگر وہ بپھر گیا پھر جب ہابیل علیہ السلام نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا تھا نرم ہو جاتا اور ہاتھ نہ اٹھاتا۔ مگر اس پر کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا نہ والدین کے سمجھانے کا نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربانی کا............

فَطَوَّعَتْ لَہٗ نَفْسُہٗ پس آمادہ کیا اس کو اس کے نفس نے قَتْلَ اَخِیْہِ اپنے بھائی کے قتل کرنے پر فَقَتَلَہٗ پس اس نے اس کو قتل کر دیا فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پس ہو گیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ دنیا میں نقصان اٹھایا کہ اپنے بھائی کو قتل کر دیا بھائی بازو ہوتا ہے۔ اور آخرت میں تو نقصان ہی نقصان ہے۔ کیونکہ شرک کے بعد بڑے گناہوں میں سے قتل ناحق ہے۔ پھر مومن مطیع بھائی کا قتل گناہ میں اور اضافہ کرنا ہے۔ چونکہ اس سے پہلے کسی انسان کی موت واقع نہیں ہوئی تھی اس لئے قابیل کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ بھائی کی بے جان لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے۔ اس

موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے اس کی راہنمائی فرمائی۔

زیرِ زمین دفن کا آغاز :

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے ایک کوا یَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ پس وہ کریدتا تھا زمین کو۔ دو کوے لڑے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اس نے قابیل کے سامنے زمین کو پنجوں کے ساتھ کریدا اور مردہ کو اس میں رکھا پھر اس پر مٹی ڈال کر اس کو چھپا دیا۔ ایسا کیوں کیا۔

لِيُرِيَهٗ تاکہ اس (قابیل) کو دکھائے كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ کیسے چھپائے وہ اپنے بھائی کی لاش کو قَالَ کہا اس (قابیل) نے يٰوَيْلَتٰٓى ہائے افسوس مجھ پر اَعَجَزْتُ کیا میں عاجز ہو گیا اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ اس سے کہ میں ہو جاتا اس کوے کی طرح کہ اس کوے جتنی سمجھ مجھ میں ہوتی۔

قابیل مسلمان تھا یا کافر؟ :

فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ پس میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپا لیتا۔ بھائی! جس نے ماں باپ کا حکم نہ مانا پھر وہ کوے سے ہی سبق حاصل کرے گا اور کیا کرے گا اب سوال یہ ہے کہ قابیل مسلمان تھا یا کافر تو اس کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا نظریہ، یہ ہے کہ وہ کافر تھا۔ اس لئے کہ اس نے رب تعالیٰ کا حکم نہ مانا۔ پیغمبر کا حکم نہ مانا باپ کا حکم نہ مانا وقت کی شریعت کو تسلیم نہ کیا وہ مسلمان کیسے ہوا۔ دوسرے گروہ کا نظریہ ہے کہ اس نے یہ سب کچھ جذبات میں آ کر کیا۔ گنہگار تھا کافر نہیں تھا۔ جتنی دیر رب تعالیٰ کو منظور ہوگا دوزخ میں رہے گا پھر دوزخ سے نکال لے گا۔ مگر پہلے گروہ کی بات زیادہ معقول اور مضبوط معلوم ہوتی ہے کہ باپ پیغمبر ہے، باپ کا نافرمان پیغمبر کا

نافرمان وقت کی شریعت کا نافرمان، مسلمان کیسے رہا؟۔

نسبت کب کام آئے گی؟ :

فَاَصۡبَحَ مِنَ النّٰدِمِیۡنَ پس ہوگیا وہ پچھتانے والوں میں سے۔اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ ہمارے سامنے بیان فرما کر یہ بات سمجھائی ہے کہ خالی نسبت کچھ کام نہیں آئے گی نسبت کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بھی کچھ ہو،تب نسبت کا فائدہ ہوگا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا م بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ط وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ط وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ز ثُمَّ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْیُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْیُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۳۳ لا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ج فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۳۴

لفظی ترجمہ :

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ اسی وجہ سے کَتَبْنَا ہم نے لکھ دیا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بنی اسرائیل پر اَنَّهٗ بیشک شان یہ ہے کہ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا م بِغَیْرِ

نَفْسٍ جس نے قتل کیا کسی نفس کو بغیر کسی جان کے قتل کرنے کے اَوْفَسَادٍ فِی الْاَرْضِ یابغیر زمین میں فساد کرنے کے فَكَاَنَّمَا پس گویا کہ قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا اس نے قتل کر دیا سب لوگوں کو وَمَنْ اَحْیَاهَا اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو فَكَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا پس گویا کہ اس نے زندہ رکھا سب لوگوں کو وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس رُسُلُنَا ہمارے پیغمبر بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں لے کر ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ پھر بیشک بہت سے ان میں سے بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فِی الْاَرْضِ زمین میں لَمُسْرِفُوْنَ البتہ اسراف کرنے والے تھے اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ پختہ بات ہے سزا ان لوگوں کی یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑتے ہیں وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فَسَادًا فساد کی اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا یہ کہ ان کو قتل کیا جائے اَوْیُصَلَّبُوْٓا یا انہیں سولی پر لٹکایا جائے اَوْتُقَطَّعَ یا کاٹ دیئے جائیں اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ الٹے اَوْیُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ یا ان کو دور کر دیا جائے زمین سے ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا یہ ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اور ان کے لئے آخرت میں عَذَابٌ عَظِیْمٌ عذاب ہوگا بڑا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ

فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ذکر فرما کر یہ بات سمجھائی کہ نافرمان بیٹے کی نسبت کچھ کام نہ آئی اور وہ دوزخ میں گیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ اسی وجہ سے۔ کہ خالی نسبت کام نہیں آتی کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ہم نے لکھ دیا بنی اسرائیل پر اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ بیشک شان یہ ہے کہ جس نے قتل کیا کسی نفس کو بغیر کسی جان کے قتل کرنے کے۔ کہ اس نے کسی کو بلاوجہ قتل کر دیا۔ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ یا بغیر زمین میں فساد کرنے کے۔ کہ اس نے زنا نہیں کیا، چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں ڈالا یا ایسا کوئی برا کام نہیں کیا کہ جس سے زمین میں فساد برپا ہو۔ ایسے شخص کو قتل کر دے۔

ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کا قتل ہے :

فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا پس گویا کہ اس نے قتل کر دیا سب لوگوں کو۔ کیونکہ اس سے قتل کی ریت اور عادت پڑ جائے گی کہ فلاں نے قتل کیا ہے میں بھی قتل کروں۔

آج کل قتل عام کی وجہ :

آج کل قتل عام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قتل کی شرعی سزا نافذ نہیں ہے۔ اس لئے

لوگ قتل پر جری ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ ہمیں کوئی پکڑنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ فلاں صاحب ہمارے پشت پناہ ہیں۔ اور اگر پکڑے بھی گئے تو رشوت اور سفارش کے ذریعہ رہا ہو جائیں گے۔ اور اگر شرعی سزا نافذ ہو اور قاتل کا قصاص میں سر عام سر قلم کر دیا جائے دو چار پر عمل ہو گا تو قتل کا نام بھی کوئی نہیں لے گا۔ لیکن یہاں چونکہ رہائی کی امیدیں بڑی ہیں اس لئے گناہ ہو رہے ہیں۔ فرمایا............

وَمَنْ اَحْيَاهَا اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا پس گویا کہ اس نے زندہ رکھا سب لوگوں کو۔ کہ اس نے صبر سے کام لیا کسی کو قتل نہ کیا تو لوگ اس سے سبق حاصل کریں گے کہ وہ بھی کسی کو قتل نہیں کریں گے پھر فرمایا............

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس ہمارے پیغمبر واضح دلیلیں لے کر۔ بنی اسرائیل کے پاس ہمارے پیغمبر واضح دلیلیں لے کر بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں یہ کوئی تھوڑی تعداد نہیں ہے بڑی تعداد ہے۔

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ پھر بیشک بہت سے ان میں سے بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فِي الْاَرْضِ زمین میں لَمُسْرِفُوْنَ البتہ اسراف کرنے والے تھے۔ باوجود اس کے کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد ان پر حقیقت واضح ہوگئی جائز ناجائز سے ان کو آگاہ کر دیا مگر انہوں نے زیادتیاں کیں، شرارتیں کیں۔ آگے اللہ تعالیٰ ڈاکوؤں کی سزا بیان فرماتے ہیں۔

ڈاکوؤں کی سزا :

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ پختہ بات ہے سزا ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا ہے کہ چوری نہ کرو ڈاکہ نہ ڈالو قتل نہ کرو یہ اس کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں۔

وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد کی۔ ان کی سزا یہ ہے۔

شانِ نزول :

پہلے ان آیات کا شانِ نزول سمجھ لیں۔ دو قبیلے تھے ایک کا نام تھا عُکلْ اور دوسرے کا نام تھا عُرَیْنَۃ ان دونوں قبیلوں کے آٹھ آدمی مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہنے لگے ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔ ان کی بڑی خاطر تواضع ہوتی رہی چونکہ دیہاتی لوگ تھے، شہری غذا اور آب و ہوا موافق نہ آئی بیمار ہو گئے کہنے لگے حضرت! ہم دودھ پینے والے لوگ تھے۔ یہاں ہمیں سبزیاں کھانی پڑتی ہیں۔ ہمارے پیٹ خراب ہو گئے ہیں۔ ہم تکلیف میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں جگہ ہمارے بیت المال کے اونٹ ہیں وہاں چلے جاؤ جگہ بھی کشادہ ہے وہاں رہو اور دودھ خوب پیو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ آدمی بھیجا کہ ان کو وہاں پہنچاؤ۔ اور بیت المال کے ذمہ داران سے کہو کہ یہ سرکاری مہمان ہیں ان کی خدمت کرو، دودھ پلاؤ۔

چنانچہ وہاں انہوں نے خوب دودھ پیا اور موٹے تازے ہو گئے تو منصوبہ بنایا کہ دو ملازم ہیں ایک سودا سلف لینے شہر جاتا رہتا ہے۔ دوسرا پیچھے اکیلا ہوتا ہے اس کو قتل کر

کے اونٹ لے کر بھاگ جائیں۔ بیت المال مدینہ طیبہ سے کافی فاصلے پر تھا۔ موقع کی تلاش میں رہے۔ چنانچہ ایک ساتھی سودا سلف لینے کیلئے مدینہ طیبہ گیا۔ دوسرے ساتھی کو اکیلا پا کر انہوں نے بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ وہ اس طرح کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے کے بعد اس کی آنکھوں میں گرم سلاخیں پھیر کر وہ ضائع کر دیں وہ پانی مانگتا تھا پانی بھی نہیں دیتے تھے اس طرح اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی اور یہ اونٹ لے کر چل پڑے جب یہ خبر مدینہ طیبہ (زادها الله شرفا و كرامةً) پہنچی۔ صحابہ کرام ﷺ نے بڑی تیزی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور انہیں گرفتار کر کے لے آئے۔ اچھا زمانہ تھا برے برے بھی برائی کو تسلیم کرتے تھے آج تو لوگ برائی کر کے مانتے بھی نہیں ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے سارا واقعہ صحیح صحیح سنا دیا کہ ہم نے اس کو اس طرح قتل کیا کہ اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرتے رہے اور مانگنے پر پانی بھی نہیں دیا۔ اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ پھر ہم اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ کھلے میدان میں سولی گاڑو اور ان کو رسیوں سے باندھ کر میخوں کے ساتھ ان کے بدن کو خوب کس دو اور تین دن مسلسل ان کے بدن میں نیزے مارتے رہو تا کہ یہ تڑپ تڑپ کر مریں اور یکدم جان نہ نکلے۔ چنانچہ ان کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ منظر عام لوگوں نے دیکھا۔ یقین جانو اگر آج بھی شرعی سزا نافذ کی جائے اور دو چار آدمیوں پر جاری کر دی جائے تو ڈاکے، قتل کا تصور بھی نہ رہے۔ یہ ہے ان آیات کا شانِ نزول اور ان میں ڈاکوؤں کی سزا بیان کی گئی ہے، ڈاکے کی چونکہ مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر نوعیت کی الگ سزا بیان فرمائی ہے۔

سزا سے متعلق تفصیلی حکم :

①............ یہ کہ ڈاکا ڈالا مگر مال نہیں لے جاسکے بندے قتل کیے ہیں تو اس صورت میں سزا ہوگی۔ اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا یہ کہ ان کو قتل کیا جائے۔

②............ یہ کہ آدمی بھی قتل کیا اور مال بھی لے گئے تو سزا ہوگی اَوْ یُصَلَّبُوْٓا یا انہیں سولی پر لٹکایا جائے۔ چونکہ اس واردات میں ڈبل جرم ہوا ہے لہٰذا پہلے انہیں زندہ سولی پر لٹکایا جائے پھر نیزے مار مار کر ان کو قتل کر دیا جائے۔

③............ یہ کہ ڈاکو مال حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں مگر کوئی جان ضائع نہیں ہوئی تو اس کی سزا ہے اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ یا کاٹ دیئے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں الٹے۔ مِّنْ خِلَافٍ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دایاں ہاتھ کاٹا ہے تو بایاں پاؤں کٹے گا۔ اور اگر بایاں ہاتھ کاٹا ہے تو پاؤں دایاں کٹے گا۔

④............ یہ کہ ڈاکا تو ڈالا مگر ڈاکو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے نہ مال ہاتھ آیا اور نہ کوئی جان ضائع ہوئی۔ تو اس صورت میں سزا ہے اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ یا ان کو دور کر دیا جائے زمین سے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین سے دور کر دینے کا مطلب ہے کہ مجرم کو علاقہ بدر کر دیا جائے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین سے دور کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو جیل میں بند کر دو کیونکہ جس کو اپنے علاقے اور ملک میں شرم نہیں آئی یہ جہاں جائے گا وہاں بھی ڈاکے ڈالے گا۔ لہٰذا اس کو جیل میں بند کر دو کہ وہیں اس کی زندگی ختم ہو جائے۔

ذٰلِکَ لَهُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا یہ ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں وَلَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ اوران کے لئے آخرت میں عذاب ہوگا بڑا۔

شرعی حدود کا فائدہ :

دیکھنا لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی سزائیں بڑی سخت ہیں۔ بھائی! ٹھیک ہے سزائیں سخت ہیں۔ جرم بھی تو سخت ہیں۔ امن بھی انہیں سزاؤں سے قائم ہوتا ہے۔ شرعی سزاؤں کے مخالف لوگ جو امن امن کا راگ الاپتے ہیں وہ بتائیں کہ امن کہاں ہے؟ کس کا گھر محفوظ ہے؟ کس کا مال محفوظ ہے؟ کسی کی جان محفوظ ہے؟ کسی کی عزت محفوظ ہے، محض دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ؟۔

تائب کے لئے شرعی قانون :

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡهِمۡ اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ۔ یعنی انہوں نے ڈاکہ ڈالا مگر گرفتار ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلی تو رب تعالیٰ کا حق معاف ہوجائے گا اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ بندے کا حق معاف نہیں ہوگا جو کچھ چھینا ہے وہ واپس کرنا پڑے گا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ اول تو مال ملتا ہی نہیں اور اگر مل بھی جائے تو طاقتوروں کو مل جاتا ہے، کمزوروں کو نہیں ملتا، درمیان میں ہی خورد برد ہوجاتا ہے۔ اگر شرعی قانون نافذ ہو تو جتنا مال گیا ہے اتنا ہی واپس آئے گا۔ کچھ بھی ضائع نہیں ہوگا۔ فرمایا.........

فَاعۡلَمُوۡۤا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ رب تعالیٰ کا حق معاف ہوجائے گا اور بندے کا حق بہر صورت دینا پڑے گا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْآ اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

لفظی ترجمہ :

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَابْتَغُوْآ اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ اور جہاد کرو اس کے راستے میں لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ اَنَّ لَهُمْ اگر بے شک ان کے لئے ہو مَّا فِي الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے جَمِيْعًا سارا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اور بھی ہو اس کے ساتھ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ تاکہ وہ فدیہ دیں اس کا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن کے عذاب سے مَاتُقُبِّلَ مِنْهُمْ نہیں قبول کیا جائے گا ان سے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک يُرِيْدُوْنَ ارادہ کریں گے اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ اس کا کہ نکلیں وہ آگ سے وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا اور نہیں ہوں گے وہ دوزخ سے نکلنے والے وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دائمی وَالسَّارِقُ چور مرد وَالسَّارِقَةُ اور چور عورت فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا پس کاٹو تم ان دونوں کے ہاتھ جَزَآءً سزا ہے بِمَا كَسَبَا اس کی جو انہوں نے حرکت کی نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ عبرت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے فَمَنْ تَابَ پس جس نے توبہ کرلی مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ اپنے ظلم کرنے کے بعد وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کرلی فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اس کی توبہ قبول کرے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تقویٰ کا مفہوم :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ رب تعالیٰ سے ڈرنے کا کیا معنی ہے وہ تو بڑی رحیم و کریم ذات ہے رؤف ورحمٰن ذات ہے۔ تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی مخالفت اس کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرو کیونکہ جب تم نافرمانی کرو گے تو اس کی پکڑ اور عذاب آئے گا۔ لہٰذا اس کی مخالفت اور نافرمانی سے بچو۔

وسیلہ کا حکم :

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو نماز کے ساتھ روزے کے ساتھ جہاد کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ، صدقہ، خیرات کے ساتھ۔ غرضیکہ جو بھی نیکی کے کام ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو چونکہ نیک لوگوں کے ساتھ محبت بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اس لئے یہاں یہ بحث بھی چلتی ہے کہ آیا کسی بزرگ کے وسیلے اور واسطے سے دعا کرنی جائز ہے یا نہیں؟۔

وسیلہ کے جواز کی صورت :

مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ اے پروردگار! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے میرا یہ کام کر دے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل سے میرا یہ کام کر دے یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حرمت سے میرا کام کر دے۔ یا یوں کہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

کی برکت سے میرا کام کردے یا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جاہ سے میرا کام کر دے۔ یا یوں کہے اے پروردگار! حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے سے میرا کام کردے لفظ وسیلہ کی تخصیص نہیں ہے وسیلہ، واسطہ، طفیل، جاہ، صدقہ، حرمت سب کا ایک ہی معنی ہے تو اس مسئلہ میں تفصیل ہے کہ آیا جس بزرگ کا واسطہ دے کر سوال کر رہا ہے۔

اس کے متعلق اس کا کیا نظریہ ہے اگر ان کو حاضر و ناظر عالم الغیب مختار کل سمجھ کر ان کا واسطہ دے رہا ہے کہ وہ بزرگ میرا کام اللہ تعالیٰ سے کرادیں گے چاہے اللہ تعالیٰ راضی ہو یا نہ ہو۔ تو یہ خالص کفر اور شرک ہے اور مشرکین مکہ والا عقیدہ ہے۔ اس کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اور اگر نبی، ولی، شہید کو حاضر و ناظر، عالم الغیب، مختارِ کل، متصرف فی الامور نہیں سمجھتا اور نہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ ہر حال میں وہ میرا کام کروادیں گے بلکہ اس نظریہ کے تحت واسطہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر میرا ایمان ہے۔ اور ان کے ساتھ میری محبت ہے۔ اور اولیاء اللہ کے ساتھ میری محبت ہے۔ اور ان کے ساتھ محبت اور ایمان عمل صالح ہے۔

لہٰذا اس عمل صالح کی وجہ سے سوال کرتا ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ توسل بالعمل الصالح ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور اگر اس تفصیل کو سامنے نہیں رکھتا مطلقاً لفظ وسیلے واسطے کا بولتا ہے تو پھر مکروہ ہے۔ کیونکہ ایسا لفظ بولنا کہ جس کا دوسرا معنی بھی بن سکتا ہو مکروہ ہے جب تک مراد کی تعیین نہ کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا. رَاعِنَا نہ کہو انْظُرْنَا کہو۔ کیونکہ یہودی اس سے غلط مطلب لیتے ہیں۔

جہاد کا مفہوم :

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ اور جہاد کرو اس کے راستے میں۔ جہاد میں ہر قسم کا جہاد ہے یعنی مالی، جانی، قلمی، زبانی حدیث پاک میں آتا ہے۔ جَاهِدُوْا بِالْمُشْرِكِيْنَ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ مشرکوں کے ساتھ جہاد کرو زبانوں سے جانوں سے اور مالوں سے۔ حق بات کرنا زبان کا جہاد ہے اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ بہترین جہاد ظالم جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنا، مالی جہاد ہے اپنی جان کو لے کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنا بدنی جہاد ہے۔ فرمایا...... لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

عذابِ الٰہی سے کوئی مفر نہیں :

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ اَنَّ لَهُمْ اگر بے شک ان کے لئے ہو مَّا فِي الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے جَمِيْعًا سارا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اور بھی ہو اس کے ساتھ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ تاکہ وہ فدیہ دیں اس کا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن کے عذاب سے مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ نہیں قبول کیا جائے گا ان سے۔ اور تیسرے پارے کے آخری رکوع میں ہے مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا سونے سے بھری ہوئی زمین۔ یہاں اجمال ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے وہ سارا سونا ہی سونا ہو یعنی مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین کے فرش سے لے کر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو۔ اور یہ سارا مال قیامت کے دن عذاب کے بدلے میں دینا چاہیں کہ یہ دے کر عذاب سے بچ جائیں تو قبول

نہیں کیا جائے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں سونا ہوگا کس کے پاس مرنے کے بعد تو کسی کے پاس ایک ماشہ بھی ہو تو اتار لیتے ہیں اور اگر فرض کرو ہو بھی قبول نہیں کیا جائے گا عذاب سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔

دیکھو! سودا بڑا مہنگا بھی ہے اور سستا بھی ہے۔ آخرت کے اعتبار سے تو بڑا مہنگا ہے اور دنیا کے اعتبار سے بڑا سستا ہے کہ انسان زبان سے کلمہ پڑھے دل سے تصدیق کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور احکام شرع پر طاقت کے مطابق عمل کرے آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا اور آخرت کے اعتبار سے بڑا مہنگا ہے کہ زبان سے کلمہ نہ پڑھے دل سے تصدیق نہ کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے احکامات الٰہیہ کو توڑے اور اسی حال میں مرجائے تو پھر عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے۔ چاہے زمین کے برابر اور اس کے مثل اور بھی سونا بدلے میں دے دے تو قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک يُرِيْدُوْنَ ارادہ کریں گے اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ اس کا کہ نکلیں وہ آگ سے وَمَاهُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا اور نہیں ہوں گے وہ دوزخ سے نکلنے والے وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دائمی۔ اس سے پہلے ڈاکوؤں کی سزا بیان ہوئی تھی۔ اب چوروں کی سزا کا بیان ہے ارشادِ ربانی ہے......

چور کی سزا :

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ اور چور مرد اور چور عورت فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا پس کاٹو تم ان دونوں کے ہاتھ۔

چوری کی مقدار :

اس مسئلہ میں فقہاءِ کرامؒ کا اختلاف ہے کہ کتنی مالیت پر ہاتھ کاٹا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا اس وقت ڈھال کی قیمت تین درہم یا پانچ درہم ہوتی تھی۔ بعض روایات میں دس درہم کا ذکر بھی آتا ہے۔

ائمہ کرامؒ کے اقوال :

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ دس درہم کی مالیت کی چوری ہو تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا ایک درہم ساڑھے تین ماشے چاندی کا ہوتا ہے۔ دوبارہ چوری کرے گا تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اگر تیسری مرتبہ چوری کرے گا تو ملزم کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ یہ یقین ہو جائے کہ اس نے اس فعل سے توبہ کر لی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ چوری کی ہے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا دوسری مرتبہ چوری کی ہے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا تیسری مرتبہ کی ہے تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر چوتھی مرتبہ کرے گا تو اس کا دایاں پاؤں کاٹا جائے گا یقین جانو دو چار چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو ملک سے چوری کا نام و نشان ختم ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ بے شک سزا سخت ہے اور بے دین انگریزی ذہن رکھنے والے مغربی طرز کے لوگ شرعی سزاؤں کو جابرانہ وحشیانہ اور ظالمانہ کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ چور اور ڈاکو نے کون سا نیک کام کیا ہے؟ بے شک سزائیں سخت ہیں مگر ان کے لئے جو چوری ڈکیتی کریں گے۔ دوسروں کے لئے تو یہ سزائیں نہیں

ہیں۔سزا جرم کے مطابق ہوتی ہے۔

شرعی حد میں سفارش کا واقعہ :

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی قبیلہ بنو مخزوم قریش کی ایک شاخ ہے۔ابو جہل جس کا نام عمرو بن ہشام تھا اسی قبیلہ سے تھا۔تو بنو مخزوم بڑے پریشان ہوئے کہ ابھی تو اس کی شادی بھی نہیں ہوئی ہاتھ کاٹا گیا تو اس کو کون قبول کرے گا انہوں نے سفارشی تلاش کیا جو آنحضرت ﷺ سے سفارش کرے کہ ہاتھ کاٹنے کی بجائے کوئی اور سزا دے دی جائے۔اور تو کسی نے حامی نہ بھری حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو بڑی محبت تھی اور انہی دنوں میں ان کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ موتہ میں شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ بھی آنحضرت ﷺ کو بڑا پیار تھا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارشی بنا کر بھیجا گیا۔یہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے خدمت کے ساتھ ساتھ باتوں باتوں میں کہنے لگے حضرت سنا ہے کوئی چوری ہوئی ہے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! ہوئی ہے۔حضرت کس نے کی ہے؟ فرمایا قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے کی ہے۔حضرت اب کیا بنے گا؟۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔کہنے لگے حضرت اگر اس کو کوڑے مارے جائیں یا قید کر دیا جائے تو کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا **أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللهِ** اے اسامہ! تو اللہ تعالیٰ کی حدود ٹالنے میں سفارش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا یہ ہے مساوات کہ قانون سب کے لئے برابر ہو یہ نہیں کہ بڑے کے لئے اور قانون اور چھوٹے کے لئے اور قانون۔اور اس کا نام مساوات نہیں ہے کہ مکان سب کے ایک جیسے ہوں مال سب کے

پاس برابر ہو، صحت سب کی ایک جیسی ہو، بیوی سب کی ایک جیسی ہو، اولاد سب کی ایک جیسی ہو، یا جس طرح روٹی کپڑا مکان کی برابری کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ فرمایا یہ جو سزا ہے..........

جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا سزا ہے اس کی جو انہوں نے حرکت کی نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ عبرت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ کہ اس کے احکامات حکمت کے عین مطابق ہیں۔ فَمَنْ تَابَ پس جس نے توبہ کر لی مِنْ ۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ اپنے ظلم کرنے کے بعد وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کر لی فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ توبہ سے رب تعالیٰ کا حق معاف ہو جائے گا بندے کا حق معاف نہیں ہوگا۔ بندے کا حق ادا کرنے سے یا معاف کرانے سے معاف ہوتا ہے۔ محض زبانی توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے حق دبائے رکھے اور زبان سے کہے میری توبہ، میری توبہ یہ محض دھوکہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ اس نے مہربانی فرمائی ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۙ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

لفظی ترجمہ :

اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو اے مخاطب نہیں جانتا اَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ لَهٗ اس کے لئے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا مالک وَالْاَرْضِ اور

زمین کا یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ سزا دیتا ہے جس کو چاہے وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ
اور بخشتا ہے جس کو چاہے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز
پر قادر ہے یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ اے رسول (ﷺ) لَا یَحْزُنْکَ نہ غم میں ڈالیں
آپ کو الَّذِیْنَ وہ لوگ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف
مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں میں سے قَالُوْٓا اٰمَنَّا جنہوں نے کہا ہم ایمان لائے
بِاَفْوَاھِھِمْ اپنے مونہوں سے صرف وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ اور نہیں ایمان
لائے دل ان کے وَمِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں
سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سنتے ہیں وہ جھوٹ کو سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ سنتے ہیں
وہ دوسری قوم کے لئے لَمْ یَاْتُوْکَ وہ قوم آپ ﷺ کے پاس نہیں آئی
یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ بدل دیتے ہیں کلموں کو مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ اپنی جگہ پر
بیٹھنے کے بعد یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا اگر تمہیں دی گئی یہ چیز
فَخُذُوْہُ پس اس کو لے لینا وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ اور اگر تمہیں وہ چیز نہ دی جائے
فَاحْذَرُوْا تو بچنا اس سے وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اور وہ شخص کہ ارادہ کرے اللہ تعالیٰ
فِتْنَتَهٗ اس کو فتنے میں ڈالنے کا فَلَنْ تَمْلِکَ لَهٗ پس ہرگز آپ ﷺ اس کے
مالک نہیں ہیں مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کے اُولٰٓئِکَ
الَّذِیْنَ وہ، وہ لوگ ہیں لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا اَنْ یُّطَھِّرَ
قُلُوْبَھُمْ یہ کہ ان کے دلوں کو پاک کرے لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ان کے

لئے دنیا میں رسوائی ہے وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اور ان کے لئے آخرت میں عَذَابٌ عَظِيمٌ عذاب ہے بڑا۔

حدزنا میں خیانت کا واقعہ :

اس سے پہلی آیات میں چوری اور ڈکیتی کی سزا کا بیان تھا آئندہ آیات میں ضمنی طور پر زنا کی سزا کا ذکر ہے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ خیبر کے علاقہ میں یہود کے ایک اونچے خاندان کی شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا جرم سامنے آنے پر اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ خیبر کے علاقہ میں سو فیصد آبادی یہودیوں کی تھی اور بڑا زرخیز علاقہ تھا ہر قسم کا اناج، پھل، سبزیاں پیدا ہوتی تھیں۔ اور جتنی قسم کی کھجور خیبر کے علاقہ میں ہوتی تھی اور کسی علاقہ میں نہیں ہوتی تھی۔ چھوٹے طبقے کے لوگوں نے احتجاج کیا کہ اگر ہم میں سے کسی سے خیانت ہو جائے تو فوراً سزا دیتے ہو۔ ان کو کیوں نہیں دی جاتی اس لئے کہ یہ اونچے طبقے کے ہیں۔ عوامی آواز اگر اٹھ جائے تو اثر رکھتی ہے۔ جب احتجاج زیادہ ہوا تو دونوں خاندانوں کو فکر ہوئی کہ عوامی آواز کو دبانا بہت مشکل ہے لہٰذا غور وفکر کرو کہ اس کا کیا ہونا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ عوامی ردعمل کو روکنے کے لئے کچھ کرنا پڑے گا۔ لہٰذا محمد (ﷺ) سے فیصلہ کرا لیتے ہیں کیونکہ ان کی شریعت ہماری شریعت سے نرم ہے اور یہ بات تم جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں وہی پیغمبر ہیں جنہوں نے سب سے آخر میں مبعوث ہونا تھا اور جن کی ہم بشارتیں بیان کرتے تھے اور اپنے علماء سے سنتے تھے باقی اس بات کا عوام کے سامنے ذکر نہ کرنا تو چونکہ ان کی شریعت نرم ہے اور ہماری شریعت میں احکام بڑے سخت ہیں۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ اس طرح احتجاج ختم ہو جائے گا ان کی شریعت میں احکام سخت تھے۔

مثلاً پانی نہ ہونے کی صورت میں ان کو تیمم کی اجازت نہیں تھی بیمار ہو پھر تیمم کی اجازت نہیں تھی ہمیں اجازت ہے۔ ان کو مسجد کے علاوہ کسی جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہمیں اجازت ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے ہر پاک جگہ پر نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ان کو مالِ غنیمت کھانے کی اجازت نہیں تھی ہمیں اجازت ہے ان پر زکوٰۃ کے مال کا چوتھائی حصہ فرض تھی۔ اور ہمارے اوپر چالیسواں حصہ ہے۔ ان کے کپڑوں پر نجاست لگ جاتی خون لگ جاتا، زخم کی پیپ لگ جاتی۔ تو اس جگہ سے کپڑا قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا۔ چاہے کپڑا کتنا قیمتی کیوں نہ ہوتا۔ مثلاً کمبل پر گندگی لگ جائے تو اس کو کاٹنا کتنا دشوار ہے مگر ان کو حکم تھا تو کہنے لگے ہماری شریعت بڑی سخت ہے ان کی شریعت نرم ہے۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کرا لیتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی مشورہ میں طے ہوا کہ اگر محمد (ﷺ) بھی کوئی سخت حکم دیں تو قبول نہ کرنا ہاں اگر کوئی نرم سا فیصلہ فرما دیں کہ مثلاً چند کوڑوں کا حکم دیں یا جرمانہ کر دیں یا کچھ دنوں کی قید کا حکم دیں۔ تو تسلیم کر لینا چنانچہ یہودیوں کا یہ وفد جس میں مرد بھی تھے عورتیں بھی تھی۔ ان کے علماء بھی تھے۔ علماء میں عبداللہ بن صوریا جوان کا سب سے بڑا عالم تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا وہ بھی شامل تھا یہ فدک کا رہائشی تھا جو خیبر سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

تورات کے احکام اور شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام):

مدینہ منورہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ مدینہ منورہ میں جو منافق تھے ان کے ساتھ ان کی رشتہ داریاں تھیں۔ چنانچہ ان کے گھروں میں ٹھہرے کیونکہ منافق پہلے یہودی تھے ان کو انہوں نے بتایا کہ اس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں عام لوگوں کو بھی اطلاع ہوگئی۔ صبح کو جب انہوں نے اپنا مسئلہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش

کیا۔ تو بڑا عظیم مجمع تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام ؓ بھی پہلے یہودی تھے بلکہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے۔ وہ بھی تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم فیصلہ کرانے کے لئے میرے پاس آئے ہو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب توراۃ ہے اس کے مطابق فیصلہ کیوں نہیں کیا۔ کہنے لگے توراۃ تو ہے مگر اس میں اس مسئلے کا کوئی واضح حکم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا توراۃ لاؤ، توراۃ لائی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جہاں اس جرم کا ذکر ہے وہاں سے پڑھو۔

عبداللہ بن صوریا کی خیانت :

عبداللہ بن صوریا نے پڑھنی شروع کی مگر اس میں خیانت کی۔ یعنی درمیان کی وہ آیات جن میں زنا کا حکم تھا کھا گیا حضرت عبداللہ بن سلام ؓ بول پڑے کہ حضرت یہ خیانت کر رہا ہے رجم کی آیتیں چھوڑ گیا ہے کیونکہ توراۃ میں بھی شادی شدہ زانی مرد عورت کی سزا رجم ہی تھی۔ چنانچہ ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا۔ پہلے یہ بات سمجھائی کہ آسمانوں اور زمینوں پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے وہ اپنے ملک میں جس طرح کا قانون نافذ کرے کر سکتا ہے۔ تم کون ہو اعتراض کرنے والے کہ یہ سنگین سزائیں ہیں فرمایا......

خلاصۂ تفسیر :

اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو اے مخاطب کیا تو نہیں جانتا اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہے آسمانوں کا ملک اور زمین کا۔ اپنے ملک میں جیسا چاہے قانون نافذ کر سکتا ہے۔ آج دنیا کے حکمران کہتے ہیں کہ اگر ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرو گے تو اس کی یہ سزا ہوگی وہ سزا ہوگی اگر یہ اپنے قانون کی

خلاف ورزی پر سزا دے سکتے ہیں تو رب کائنات اپنے احکام کی خلاف ورزی پر کیوں نہیں سزا دیتے سکتا؟۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ سزا دیتا ہے جس کو چاہے وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ اور بخشتا ہے جس کو چاہے۔ جو اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرے گا اس کو سزا دے گا اور جو تعمیل کرے گا اس کو بخشے گا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ آگے اس واقعہ کا ذکر ہے۔ یٰٓاَیُّھَاالرَّسُوْلُ اے رسول (ﷺ) لَایَحْزُنْکَ نہ غم میں ڈالیں آپ ﷺ کو اَلَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ وہ لوگ جو کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں۔ یہ ان منافقوں کا ذکر ہے جن کے پاس یہودی آکر ٹھہرے تھے۔

مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ان لوگوں میں سے جنہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں بِاَفْوَاھِھِمْ اپنے مونہوں سے صرف۔ یعنی ان کا یہ صرف زبانی دعویٰ تھا کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ اور نہیں ایمان لائے دل ان کے۔ ان منافقوں کی وجہ سے تم غمگین نہ ہو۔

وَمِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں۔ ان سے بھی پریشان نہ ہوں چاہے وہ مقامی یہودی ہیں یا جو خیبر سے آئے تھے۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سنتے ہیں وہ جھوٹ کو۔ یعنی وہ جھوٹ سننے کے عادی ہیں۔ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ سنتے ہیں وہ دوسری قوم کے لئے لَمْ یَاْتُوْکَ وہ قوم آپ ﷺ کے پاس نہیں آئی۔ وہ خیبر میں ہیں جنہوں نے ان کو بھیجا ہے۔

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ ، بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ بدل دیتے ہیں کلموں کو اپنی جگہ پر بیٹھنے کے بعد۔یعنی رب تعالیٰ کے حکموں کو بدلتے ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ بالکل واضح صاف اورقائم ہیں۔ یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا اگر تمہیں دی گئی یہ چیز۔یہ حکم دیں کہ ان کو قید کردو یا کوڑوں یا جرمانے کی سزادے دیں۔تو فَخُذُوْہُ پس اس کو لے لینا وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ اور اگر تمہیں وہ چیز نہ دی جائے۔یعنی اس طرح کا نرم حکم نہ ملے۔

فَاحْذَرُوْا تو بچنا اس سے۔نہ ماننا اس کو تسلیم نہ کرنا آنے والے وفد کو یہ سبق پڑھا کر بھیجا گیا تھا کہ رجم کا حکم دیں تو تسلیم نہ کرنا کیونکہ یہ تو ہماری کتاب توراۃ میں بھی موجود ہے۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ اور وہ شخص کہ ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو فتنے میں ڈالنے کا۔اور رب تعالیٰ فتنے میں ایسے ہی ڈالتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔تو اگر اللہ تعالیٰ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرے۔

فَلَنْ تَمْلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا پس ہرگز آپ ﷺ اس کے مالک نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کے۔جو آدمی اپنی مرضی سے کفر میں ڈوبا ہوا ہو تو رب تعالیٰ اس کو جبراً تو ہدایت نہیں دیتا بلکہ اسے فتنے میں مبتلا رکھتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ وہ،وہ لوگ ہیں لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یُّطَھِّرَ قُلُوْبَھُمْ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا یہ کہ ان کے دلوں کو پاک کرے۔کیونکہ وہ خود پاک ہونا نہیں چاہتے۔رب تعالیٰ کا اصول یہ ہے وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ (پارہ : ۲۸)۔پس جب ان لوگوں نے کجروی کی اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ٹیڑھے کردیئے یعنی جب کوئی غلط راستے پر چلتا ہے تو رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلا دیتا ہے۔

عبداللہ بن صوریا کا انجام :

لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ وہ اس طرح کہ اتنے بڑے مجمع میں جس میں یہودی بھی تھے عیسائی بھی تھے۔ مسلمان بھی تھے اور کافر بھی تھے ان کا سب سے بڑا عالم عبداللہ بن صوریا رسوا ہو گیا۔ جب اس نے توراۃ پڑھنی شروع کی اور درمیان سے آیتیں چھوڑ گیا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ رجم کے حکم والی آیتیں کھا گیا ہے اور انہوں نے وہ آیتیں پڑھ کر سنا دیں اور یہودیوں سے پوچھا کہ بتاؤ بھائی! یہ آیتیں توراۃ میں ہیں یا نہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ پھر ابن صوریا سے پوچھا کہ یہ آیتیں ہیں یا نہیں؟ کہنے لگا ہیں تو سب کے سامنے شرمندہ ہوا اس سے بڑھ کر ذلت اور رسوائی کیا ہوگی۔

وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اور ان کے لئے ہے آخرت میں عذاب بڑا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے حکموں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جو ان کے پاس توراۃ میں موجود ہیں۔ آگے مزید تفصیل آئے گی انشاء اللہ العزیز۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْکَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْھُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْھُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا ؕ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَکَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰۃُ فِیْھَا حُکْمُ اللّٰہِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾

لفظی ترجمہ :

سَمّٰعُوْنَ وہ بہت سننے والے ہیں لِلْکَذِبِ جھوٹ کو اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ اور کھاتے ہیں حرام فَاِنْ جَآءُوْکَ پس اگر وہ آپ کے پاس آئیں فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اَوْ اَعْرِضْ عَنْھُمْ یا ان سے اعراض کریں وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْھُمْ اور اگر ان سے اعراض کریں گے فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا تو ہرگز وہ آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کچھ بھی وَاِنْ حَکَمْتَ اور اگر آپ فیصلہ کریں فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان بِالْقِسْطِ انصاف کے مطابق اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں

سے وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ اور کیسے یہ لوگ آپ کو ثالث تسلیم کرتے ہیں وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ اور حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ پھر وہ روگردانی کرتے ہیں مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں وہ لوگ توراۃ پر ایمان لانے والے۔

گناہ کا اقرار بھی ایک خوبی ہے :

اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ خیبر کے علاقے میں ایک اونچے خاندان کے شادی شدہ مرد نے دوسرے اونچے درجے کے خاندان کی شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا بڑوں نے ان کے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی مگر عوامی احتجاج کے سامنے مجبور ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ محمد (ﷺ سے) فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی شریعت نرم ہے۔ اور یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر وہ سخت حکم دیں تو تسلیم نہ کرنا اور نرم سا حکم دیں تو تسلیم کر لینا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے مقدمہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا آپ ﷺ نے جب ملزمان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ اچھا زمانہ تھا لوگ برائی کر کے اقرار بھی کرتے تھے آج کے زمانے میں جرم کا اقرار کرنے والا کون ہے۔ میں کہتا ہوں بڑے سے بڑا مسلمان بھی جرم کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ خصوصاً وہ جرم جس کی وجہ سے اس پر زد پڑتی ہو بلکہ دس وکیل کرتا ہے۔ اس کو غلط ثابت کرنے کے لئے اور ہزار دلیلیں پیش کرتا ہے کہ میرے اوپر جھوٹا الزام ہے لیکن اس زمانے میں لوگ جرم کا اقرار کرتے تھے۔

بچی کے قتل کا واقعہ :

چنانچہ ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مدینہ طیبہ میں ایک انصاری اپنی بیوی اور آٹھ سالہ بچی کے ہمراہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ تم ماں بیٹی جاؤ اور کھانے کا انتظام کرو۔ تا کہ میرے آنے سے پہلے کھانا تیار ہو۔ ماں بیٹی جب گھر پہنچیں تو دیکھا کہ پانی نہیں ہے قریب کنواں تھا جس سے عام لوگ پانی بھرتے تھے اس نے بیٹی کو برتن دیا کہ کنویں پر جا تجھے بھی کوئی پانی بھر دے گا۔ پانی لاؤ تا کہ روٹی کا انتظام کریں سوئے اتفاق کہ اس وقت کنویں پر ایک یہودی کے علاوہ کوئی آدمی نہیں تھا بچی کے گلے میں ایک قیمتی موتیوں کا ہار تھا۔ یہودی کی نیت بری ہوگئی۔ اس نے ہار چھیننے کی کوشش کی بچی نے مزاحمت کی۔ مگر وہ نوجوان تھا یہ بچی تھی کیا تقابل تھا؟ اس نے ہار چھین لیا بچی نے کہا کہ میں تجھے جانتی ہوں اور تیرے نام سے واقف ہوں میں اپنے ابو کو بتاؤں گی کہ فلاں یہودی نے میرا ہار چھینا ہے۔ تو یہودی نے اپنا جرم چھپانے کے لئے بچی کو پکڑا ایک پتھر پر سر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر مارا اور یہ سمجھ کر کہ مرگئی ہے وہاں سے بھاگ گیا ادھر ماں کو فکر ہوئی کہ کافی دیر ہوگئی ہے بچی ابھی تک پانی لے کر نہیں آئی۔ اس نے پڑوسن کو بلایا کہ بچی کو پانی لینے کے لئے بھیجا تھا واپس نہیں آئی میں اس کی خبر لینے کے لئے جاتی ہوں میرے گھر کا خیال رکھنا۔ جب وہاں پہنچی تو دیکھا کہ بچی تڑپ رہی ہے۔ شور مچانے پر لوگ اکٹھے ہوگئے۔ بچی سے پوچھتے، فلاں نے مارا ہے؟ فلاں نے مارا ہے؟ وہ سر ہلا دیتی جب اس یہودی کا نام ایا تو اس نے سر ہلا کر کہا ہاں۔ اس نے مارا ہے بچی تو تڑپ تڑپ کر فوت ہوگئی اس یہودی کو بلا کر پوچھا کہ اس بچی کو تو نے مارا ہے تو اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا کہ ہاں یہ غلطی مجھ

سے ہوئی ہے۔ اگر انکار کر جاتا تو کون سے وہاں گواہ موجود تھے کیونکہ اچھا زمانہ تھا لوگ جرم کا اقرار کر لیتے تھے۔ چنانچہ اس کو اسی طرح سر کچل کر مار دیا گیا۔

سنگساری کا فیصلہ :

تو خیر! بات یہ ہو رہی تھی کہ خیبر والے یہودی جوڑے نے اپنے جرم کا اقرار کیا کہ ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے توراۃ کے مطابق ان کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ اور ان کو مدینہ طیبہ میں سنگسار کیا گیا۔ باقی تفصیل پچھلے سبق میں گزر چکی ہے۔ آگے بھی انہیں لوگوں کا ذکر ہے۔ فرمایا......

"سحت" کی تفسیر :

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ وہ بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو۔ یعنی یہ لوگ جھوٹ سننے کے عادی ہیں جھوٹی باتوں سے ان کو تسلی اور اطمینان رہتا ہے اور راضی رہتے ہیں۔ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ اور کھاتے ہیں حرام۔ ایک ہوتی ہے رشوت اور ایک ہے سحت۔ رشوت عام کاموں میں چلتی ہے کہ کوئی کام اڑا ہوا ہے نہیں ہو رہا رشوت دے کر نکلوا لیا اور قاضی اور جج کو غلط فیصلہ کرانے کے لئے جو پیسے دیئے جاتے ہیں اسے عربی میں سحت کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی جج ہے قاضی ہے وہ مجرم سے براہِ راست پیسے لیتا ہے یا کسی ایجنٹ کے ذریعہ لیتا ہے تو یہ رقم سحت ہے حرام ہے اور یہودیوں کے بڑے اس چیز کے عادی تھے۔ بس مجرم نے تھوڑا سا اشارہ کر دیا کہ ہم آپ کی خدمت کر دیں گے بس فیصلہ اس کے حق میں ہو جاتا تھا رشوت کی طرح سحت بھی حرام ہے۔

رشوت خور کی کمائی :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاھُمَا فِی النَّارِ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں اور ایک حدیث میں اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ وَالرَّائِشِ بَیْنَھُمَا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر اور ان کے درمیان دلالی کرنے والے پر۔ مسئلہ یاد رکھنا! جو لوگ رشوت دے کر ملازمتیں حاصل کرتے یا رشوت دے کر دوسرے ممالک میں جاتے ہیں ان کی تمام کمائی حرام کی ہے حج کرے گا حرام زکوۃ دے گا حرام۔ کیونکہ سب حرام ہے ہاں ایک صورت میں رشوت دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے وہ یہ کہ اگر اپنا حق رشوت کے بغیر نہیں ملتا تو رشوت دے کر اپنا حق لے لے۔ مثلاً ایک آدمی کے مکان یا زمین پر کسی ظالم نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ اور رشوت کے بغیر اپنا مکان یا زمین وغیرہ حاصل نہیں کرسکتا تو اپنا حق حاصل کرنے کے لئے بامر مجبوری رشوت دینے کی گنجائش ہے۔ دوسرے کا حق مارنے کے لئے رشوت دینا حرام ہے۔ فرمایا.........

فَاِنْ جَآءُوْکَ پس اگر وہ آپ کے پاس آئیں فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اَوْ اَعْرِضْ عَنْھُمْ یا آپ (ﷺ) ان سے اعراض کریں کہ فیصلہ نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ آپ کا کلمہ تو نہیں پڑھتے لیکن اگلے رکوع میں آئے گا کہ بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا تھا اب حکم یہ ہے کہ غیر مسلم بھی آئے گا تو اس کا فیصلہ کرنا پڑے گا۔

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْھُمْ اور اگر ان سے اعراض کریں گے فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا تو

ہرگز وہ آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کچھ بھی۔وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔
وَاِنْ حَكَمْتَ اوراگرآپ فیصلہ کریں فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان انصاف کے مطابق کہ اس جرم کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجم ہوتی ہے کہ مجرم کو میدان میں کھڑا کریں اور سارے لوگ پتھر ماریں کہ وہ مرجائے۔اب ذرا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ تو رجم کو انصاف فرمائیں اور ہمارے لیڈر کہیں کہ یہ سزائیں جابرانہ ظالمانہ اور وحشیانہ ہیں اور مسئلہ یاد رکھنا! اسلامی سزاؤں کو جابرانہ ظالمانہ اور وحشیانہ کہنے والے قطعاً مسلمان نہیں ہیں ان کو جو مسلمان سمجھے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ قطعی کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے۔آنحضرت ﷺ نے انصاف کے مطابق فیصلہ فرمایا۔بخاری شریف کی روایت کے مطابق دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا اور ان کی میتیں واپس بھیجی گئیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ اور کیسے یہ لوگ آپ کو ثالث تسلیم کرتے ہیں وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ اور حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے۔اس میں زنا کے متعلق اللہ کا حکم موجود ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے مگر یہ لوگ مغالطے کا شکار تھے کہ آخری پیغمبر کی شریعت میں بہت سارے احکامات نرم ہیں اس جرم کا بھی کوئی نرم سا حکم ہوگا اگر ان کو معلوم ہوتا کہ اسلام میں بھی اس جرم کی یہی سزا ہے تو آپ ﷺ کے پاس کبھی نہ آتے۔تو فرمایا فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے۔

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ ، بَعْدِ ذٰلِكَ پھر وہ روگردانی کرتے ہیں اس کے بعد۔یعنی

اقرار تو کرتے ہیں تورات کے ماننے کا مگر اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر مانتے تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی وہیں اپنی کتاب تورات کے مطابق فیصلہ کرالیتے۔ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اورنہیں ہیں وہ لوگ تورات پر ایمان لانے والے۔ یہ سہولتیں تلاش کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی نرم سا حکم مل جائے۔

اِنَّـآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّـذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَاتَـخْشَـوُا الـنَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَـنْ لَّـمْ يَـحْـكُـمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّـآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ بے شک ہم نے نازل کی توراۃ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ جس میں ہدایت تھی اور روشنی يَـحْـكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ فیصلہ کرتے تھے اس کے مطابق نبی الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا جو فرمانبردار تھے لِلَّذِيْنَ هَادُوْا ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے وَالـرَّبّٰنِيُّوْنَ اور پیر بھی اس کے مطابق فیصلہ کرتے رہے وَالْاَحْبَارُ اور عالم بھی بِـمَـا اسْتُـحْفِظُوْا اس لئے کہ ان کو نگران بنایا گیا تھا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ اور وہ اس پر گواہ تھے فَلَا تَـخْشَوُا النَّاسَ پس نہ ڈرو تم لوگوں سے وَاخْشَوْنِىْ اور مجھ سے ڈرو وَلَا تَشْتَرُوْا اور نہ خریدو بِاٰيٰتِىْ میری آیتوں کے بدلے ثَـمَنًا قَلِيْلًا

قیمت تھوڑی وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ اور جو فیصلہ نہ کرے بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ پس وہی لوگ کافر ہیں۔

پچھلے سبق میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ خیبر کے یہودی زنا کا مقدمہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے کہ کوئی نرم سا فیصلہ فرمادیں۔ حالانکہ اس جرم کی سزا اسلام میں بھی وہی تھی جو توراۃ میں تھی اس لئے فرمایا کہ کَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰۃُ یہ آپ کو ثالث کیسے تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے۔ اس رکوع میں توراۃ کی جامعیت اور مقام کو بیان کیا گیا ہے کہ توراۃ کوئی معمولی کتاب نہیں ہے اپنے زمانے میں بڑی اہم اور جامع کتاب تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ ان میں پہلا درجہ قرآن کریم کا ہے۔ جو اسی شکل میں موجود ہے جس شکل میں لوح محفوظ میں موجود تھا اس کی زبر زیر میں بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ امت مسلمہ نے جانوں کے نذرانے پیش کیے مگر قرآنِ کریم میں تحریف نہیں ہونے دی چونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب تعالیٰ نے لیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (پارہ: ۱۴) بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگران و محافظ ہیں۔ اس کے لفظوں کی حفاظت ہوئی ہے رسم الخط کی حفاظت ہوئی ہے ترجمے کی حفاظت ہوئی ہے مفہوم اور تفسیر کی حفاظت ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم کے علاوہ کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو اپنی اصلی شکل میں موجود ہو۔

تورات کا مقام ومرتبہ :

قرآنِ کریم کے بعد آسمانی کتابوں میں توراۃ کا درجہ بہت بلند ہے۔ ہزاروں سال اس کے مطابق فیصلے ہوتے رہے رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ بے شک ہم نے نازل کی توراۃ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ" جس میں ہدایت تھی اور روشنی۔ رب تعالیٰ کے احکام وہدایت پر مشتمل تھی۔ اور اس میں روشنی کی باتیں تھیں۔

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ فیصلہ کرتے تھے اس کے مطابق نبی الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا جو فرمانبردار تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت :

یہ اَسْلَمُوْا اس لئے فرمایا کہ اس زمانے میں بھی کئی جھوٹے پیغمبر کھڑے ہوگئے تھے جس طرح آنحضرت ﷺ کی امت میں کئی آدمیوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوۃ کا دعویٰ کردیا تھا اور مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کے پاس آدمی بھیجے کہ تم ہمارے ساتھ صلح کرلو اس طرح کہ شہری حلقے کے پیغمبر تم اور دیہاتی حلقے کے ہم رہیں یعنی نبوۃ کو شہری اور دیہاتی حلقے میں تقسیم کرلیں۔ مسیلمہ کذاب یمامہ میں قتل ہوا اور اسود عنسی بھی قتل ہوا ان کے بعد طلیحہ بن خویلد نے نبوۃ کا دعویٰ کیا مگر جنگ میں شکست کھا کر بھاگ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمان ہوا۔

سجاح نامی ایک عورت نے نبوۃ کا جھوٹا دعویٰ کیا اور جنگ میں شکست کھا کر روپوش ہوگئی بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان ہوئی۔ اب تک جھوٹے نبی چلے آرہے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریزوں نے جہاد منسوخ کرنے کے لئے نبی

بنایا تھا چنانچہ اس نے جہاد کی منسوخی کا اعلان کیا اور کہا ؎

دین میں حرام ہے اب جنگ وجدال

تا کہ انگریز کے خلاف کوئی جہاد کے لئے کھڑا نہ ہو اور اس کے بعد کئی لوگوں نے نبوۃ کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔لیکن توراۃ کے مطابق جن پیغمبروں نے فیصلے کئے وہ سچے پیغمبر تھے۔

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے۔کیونکہ توراۃ یہودیوں کے لئے نازل ہوئی تھی موسیٰ ؑ تک ہزاروں پیغمبر تشریف لائے ہیں اور تمام نے توراۃ کے مطابق ہی فیصلے کئے ہیں۔ وَالرَّبَّانِيُّوْنَ اور پیر کامل مشائخ رب والے بھی توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے وَالْاَحْبَارُ اور علماء بھی توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے پیغمبر پیر کامل علماء چار ہزار سال تک توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے کیونکہ قرآنِ کریم توراۃ کے چار ہزار سال بعد نازل ہوا ہے۔ یہ تمام توراۃ کے مطابق کیوں فیصلے کرتے رہے فرمایا..........

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ اس لئے کہ ان کو نگران بنایا گیا تھا اللہ تعالیٰ کی کتاب پر کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت کرنی ہے اور واقعی انہوں نے اپنے دور میں توراۃ کی حفاظت کی لیکن اس وقت قرآن کریم کے سوا کوئی آسمانی کتاب توراۃ انجیل، زبور اپنی اصلی شکل میں نہیں مل سکتی۔

عیسائیوں کی پانچ اناجیل :

اس وقت پانچ انجیلیں موجود ہیں۔ ① انجیل متی۔ ② انجیل مرقس۔ ③ انجیل یوحنا۔ ④ انجیل لوقا اور ⑤ انجیل برنباس۔

عیسائی پہلی چار انجیلوں کو مانتے ہیں اور برنباس کو نہیں مانتے حالانکہ ان چار کو مرتب کرنے والے تابعی ہیں اور انجیل برنباس کو مرتب کرنے والا صحابی ہے۔ برنباس حضرت عیسیٰ k کا صحابی ہے۔ صحابی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں پیغمبر کو دیکھا ہو چاہے ظاہری آنکھوں سے یا باطنی آنکھوں سے اور تابعی اسے کہتے ہیں جس نے صحابی کو دیکھا ہو ایمان کی حالت میں۔ لیکن بڑی عجیب اور الٹی منطق ہے کہ صحابی کی مرتب کی ہوئی انجیل کو عیسائی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے انجیل برنباس میں دو جگہوں پر آنحضرت ﷺ کا نام مبارک محمد آیا ہے۔ اس کا اردو نسخہ میرے پاس موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''میرے بعد لوگ میرے بارے میں بہت غلو کریں گے مجھے رب بنائیں گے رب کا بیٹا بنائیں گے تا آنکہ محمد رسول اللہ میری صفائی بیان کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ رب تھے نہ رب تعالیٰ کے بیٹے تھے اگر عیسائی انجیل برنباس کو مان لیں تو یہ الفاظ بھی تسلیم کرنے پڑیں گے اور اگر یہ الفاظ تسلیم کر لیں تو عیسائیت ختم ہوتی ہے۔''

اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب ہماری نہیں ہے۔ اس وقت امریکہ یہ چاہتا ہے کہ پاکستان میں میری رائے چلے اور ایران چاہتا ہے کہ میری رائے چلے۔ اگر ہمارے حکمرانوں نے عقل سے کام نہ لیا تو ملک میں بڑی تباہی ہوگی۔ الحمدللہ ملک میں صحیح العقیدہ مسلمان موجود ہیں جو ایمان اسلام کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں اسی لئے ان کی من مانیاں پوری نہیں ہو رہیں۔

وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ اور وہ اس پر گواہ تھے کہ توراۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ پس (اے یہودیو!) تم اپنی پبلک سے نہ ڈرو کہ اگر کتاب اللہ پر

عمل کیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ وَاخْشَوْنِیْ اور مجھ سے ڈرو وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور نہ خریدو یعنی نہ لو میری آیتوں کے بدلے قیمت تھوڑی۔

ثمن قلیل کی تشریح :

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زیادہ رقم مل جائے تو لے لو ترمذی شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اگر اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی آیت ہے "ق"۔ دنیا کے سارے خزانے اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اسی طرح آسمانی کتابوں کی صحیح آیتوں کے مقابلہ میں دنیا و مافیہا کے خزانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ فرمایا.........

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اور جو فیصلہ نہ کرے اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ پچھلے سبق میں پڑھ چکے ہیں کہ یہودیوں کے جج اور قاضی رقم لے کر غلط فیصلے کرتے تھے اور آج کل ہماری عدالتوں کا بھی یہی حال ہے۔ الا ماشاء اللہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ پس وہی لوگ کافر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ فیصلہ کرنے والے تین قسم کے ہیں ایک جنت میں جائے گا اور دو دوزخ میں جائیں گے۔ فرمایا جو حق کو جانتا ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا اور فرمایا جو حق کو نہیں جانتا اور فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف کرتا ہے دوزخ میں جائے گا اور جو حق کو جانتے ہوئے بھی فیصلہ اس کے خلاف کرتا ہے وہ بھی دوزخ میں جائے گا تو جو رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے

وہ کافر ہیں۔ اوران کو جو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اور ہم نے لکھا تھا بنی اسرائیل پر فِيهَآ توراۃ میں اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کہ بے شک جان جان کے بدلے وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ اور آنکھ، آنکھ کے بدلے وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ اور ناک، ناک کے بدلے وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ اور کان، کان کے بدلے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ اور دانت، دانت کے بدلے وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اور زخموں کا بدلہ ہے فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ پس جس شخص نے صدقہ کیا اس کا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ پس وہ اس کا کفارہ ہوگا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ اور جس نے فیصلہ نہ کیا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس وہ لوگ ظالم ہیں۔

تورات کے احکام :

توراۃ کے متعلق بیان چلا آرہا ہے کہ وہ بڑی اہم کتاب تھی اور بڑی جامع کتاب تھی اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر مشائخ اور علماء ہزار ہا سال تک اس کے مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں۔ اب اس کے احکام بیان فرماتے ہیں اور ہماری شریعت کے بھی یہی احکام ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

انصاف کا شرعی طریقہ :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اور ہم نے لکھا تھا بنی اسرائیل پر توراۃ میں۔ یعنی ہم نے ان پر یہ احکام فرض فرمائے تھے کہ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کہ بے شک جان کے بدلے جان ہے۔ یعنی اگر کوئی کسی کو قتل کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کو قتل کیا جائے گا البتہ ہماری شریعت میں اتنی اجازت ہے کہ اگر وارث قصاص نہ لیں بلکہ دیت یعنی مال بدلہ میں لیں تو لے سکتے ہیں اور اگر بالکل معاف کر دیں نہ قصاص لیں نہ دیت لیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ لیکن وارثوں کے علاوہ کسی کو معاف کرنے کا حق نہیں ہے۔ مگر ہمارے سروں پر آج تک انگریز کا قانون مسلط چلا آرہا ہے کہ صدرِ مملکت اگر رحم کی اپیل سن کر معاف کرنا چاہیں تو سزائے موت کو ختم کر سکتے ہیں مگر شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ بے شک صدر کا عہدہ بڑا ہے۔ مگر یہ اس کا حق نہیں ہے یہ صرف وارثوں کا حق ہے چاہے امیر ہوں یا غریب ہوں۔

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ اور آنکھ بدلے آنکھ کے ہے۔ اگر کوئی کسی کی آنکھ ضائع کر دے گا تو قصاص میں اس کی آنکھ نکال دی جائے گی۔ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ اور ناک، ناک کے بدلے ہے اگر کسی نے کسی کا ناک کاٹ دیا تو قصاص میں اس کا ناک کاٹ دیا

جائے گا۔

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ اور کان، کان کے بدلے۔ اگر کسی نے کسی کا کان کاٹ دیا تو بدلے میں اس کا کان کاٹا جائے گا۔ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ اور دانت، دانت کے بدلے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی کا دانت توڑے گا تو قصاص میں اس کا دانت توڑ دیا جائے گا یقین جانو اگر یہ احکام نافذ ہو جائیں تو جرائم کا نام ونشان نہ رہے۔ آگے فرمایا.........

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اور زخموں کا بدلہ ہے۔ جس قسم کا زخم کسی کو لگایا گیا ہے اسی قسم کا زخم بدلے میں لگایا جائے گا اگر یہ احکام ملک میں نافذ ہو جائیں تو کسی کو جنایت کی جرأت نہیں ہوگی۔ اور شریعت میں انصاف انتہائی سستا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے وہاں قاضی اور جج مقرر ہوگا جو قتل کے فیصلے کرنے کا بھی مجاز ہو گا اور جہاں ڈیڑھ ہزار کی آبادی ہوگی وہاں جمعہ ہوگا لہٰذا تحصیل اور ضلع کی کچہریوں میں پھرنے اور چکر لگانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پھر وکیل اور عرضی نویس کی بھی ضرورت نہیں ہے اور نہ درخواست پر عدالتی ٹکٹ لگانے کی ضرورت ہے۔ بس سادے کاغذ پر خود درخواست لکھ کر جج کے سامنے پیش ہو جائے اور اگر درخواست نہیں لکھ سکتا تو جج اور قاضی کے سامنے زبانی بیان دے کہ میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے مثلاً اگر کوئی قتل ہو گیا ہے تو اس کا وارث باپ ہے یا بیٹا ہے یا بھائی ہے یا جو بھی ہے وہ جج اور قاضی کے پاس جا کر دعویٰ دائر کرے گا اور گواہ پیش کرے گا اگر قاتل قابو آگیا تو قصاص کا حکم ہوگا اور قاتل اور مقتول کی میتیں اکٹھی اٹھائی جائیں گی اور آج صورت حال یہ ہے کہ کورٹ فیس کی ٹکٹوں کے بغیر درخواست نہیں دے سکتا اور وکیل کے بغیر جج صاحب کے سامنے پیش نہیں ہو سکتا۔ کھال تو آدمی کی یہیں اتر گئی۔ مقدمہ کیا لڑے گا۔ پھر پیشی پر

پیشی ہے۔ سماعت ہی شروع نہیں ہوتی۔ دس، دس سال تک پیشیاں بھگتتا رہتا ہے انصاف ملنا تو دور کی بات ہے مقتول کے وارث اور قاتل ساری زندگی دشمنی پالتے رہتے ہیں جب سزا ہی نہیں ہوگی جرائم کس طرح ختم ہوسکتے ہیں۔ انصاف صرف اسلام نے دیا ہے کہ ایک آدمی کی اگر کسی نے انگلی کاٹ دی ہے تو اس کے بدلے میں دس اونٹ دینے پڑیں گے پھر اس جرم کی کوئی ہمت نہ کرے گا۔

طالبان کی مثالی حکومت :

اس وقت اگر اسلام کے مطابق فیصلے ہور ہے ہیں تو وہ صرف طالبان حکومت میں ہور ہے ہیں۔ سعودیہ میں بھی بعض اسلامی قوانین نافذ ہیں مگر مکمل اسلامی قانون وہاں بھی نافذ نہیں ہے۔ اور حق کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

امام مسجد نبوی (حذیفی) کا خطبہ جمعہ :

مسجد نبوی کے امام اور خطیب عبدالرحمن حذیفی صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ اَخْرِجُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور ہماری حکومت نے ان کو بلا کر یہاں بٹھایا ہوا ہے۔ لہٰذا میں حکومت کے اس اقدام کی سختی کے ساتھ تردید کرتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ ان کو یہاں سے نکالو اور انہوں نے ایرانی شیعوں کی بھی مذمت کی اور ان کی تردید اس لئے کی کہ ایران کا سابقہ صدر رفسنجانی متبرک مقامات کی زیارت کے لئے جانا چاہتا تھا حکومت نے حذیفی صاحب کی ڈیوٹی لگادی کہ تم ان کے ساتھ جاؤ۔ جہاں جہاں جانا چاہیں تم ان کے ساتھ رہو۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حذیفی صاحب نے کہا کہ آؤ روضہ اقدس پر سلام پیش کرنے کے لئے چلیں۔ روضہ اقدس پر گیا

حضور ﷺ پر سلام پیش کر کے واپس پھرنے لگا تو حذیفی صاحب نے کہا کہ شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر پر بھی سلام پیش کرو۔ تو رفسنجانی نے کہا اَللّٰہُ یَلْعَنُہُمَا ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (نعوذ باللہ)۔ اس کی اس خباثت کی وجہ سے امام حذیفی صاحب بگڑ گئے اور ان کی خوب تردید کی اور رگڑا لگایا یہ ساری تفصیل اخبار ضربِ مومن میں شائع ہوئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آپ ضربِ مومن پڑھتے نہیں ہیں۔ (اصل کیسٹ بھی دستیاب ہے)۔

قصاص سے متعلق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک :

یہ مسئلہ آپ نے سمجھ لیا کہ کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، دانت کے بدلے دانت کاٹا جائے گا۔ بعض کم فہم لوگوں نے امام ابوحنیفہ e پر اعتراض کیا ہے کہ امام صاحب بعض چیزوں میں قصاص کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ دیت کے قائل ہیں۔ تو بات اچھی طرح سمجھ لیں اور ذہن نشین کر لیں امام ابوحنیفہ e فرماتے ہیں کہ اصل تو قصاص ہی ہے مگر وہ اعضاء کہ جن میں قصاص ممکن نہیں ہے وہاں دیت ہوگی بات کو ذرا ٹھنڈے دل سے سمجھنا بات تو شرم کی ہے مگر دین ہے سمجھانے کے لئے کرنی پڑتی ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت کسی مرد کا عضو تناسل خصیے سمیت کاٹ دے تو دیت آئے گی قصاص نہیں ہوگا کیونکہ اس کے بدلے میں عورت کی کون سی جگہ کاٹی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت مرد کی ڈاڑھی مونڈھ دے تو عورت کی ڈاڑھی نہیں ہے قصاص کس طرح لیا جائے گا لہٰذا اس میں دیت واجب ہوگی۔

اور یاد رکھنا! ڈاڑھی کی دیت پورے سو اونٹ ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مرد نے کسی عورت کا سر مونڈھ دیا اور مونڈنے والا گنجا ہو تو قصاص کس طرح لیا جائے گا؟۔ لہٰذا دیت

ہوگی یا کوئی کسی عورت کے پستان کاٹ دیتا ہے تو مرد کی کون سی جگہ کاٹی جائے گی تو یہاں بھی دیت ہوگی امید ہے بات سمجھ آ گئی ہوگی۔ کہ بعض ایسی چیزیں ہیں کہ وہاں قصاص ہو نہیں سکتا۔

لہٰذا امام ابوحنیفہ e نے جو کچھ فرمایا ہے وہ عین اسلام کی روح کے مطابق فرمایا فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ پس جس شخص نے صدقہ کیا اس کا پس وہ اس کا کفارہ ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے کسی کا ناک کاٹ دیا اور وہ کہے کہ میں تجھے معاف کرتا ہوں تو یہ معاف کرنا اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ظالم فرما رہے ہیں۔ جو رب تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ شرعی قوانین ظالمانہ وحشیانہ اور جابرانہ ہیں۔ یہاں گنگا الٹی چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے قرآنِ کریم کو سمجھو یہ بڑی ہدایت والی کتاب ہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۗ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۗ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ ﴿۴۸﴾

لفظی ترجمہ :

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا ان کے قدموں پر

بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والا تھا
لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ اس چیز کی جو اس کے سامنے تھی مِنَ التَّوۡرٰۃِ توراۃ وَاٰتَیۡنٰہُ
الۡاِنۡجِیۡلَ اور ہم نے دی انکو انجیل فِیۡہِ ھُدًی وَّنُوۡرٌ اس میں ہدایت تھی اور
روشنی تھی وَّمُصَدِّقًا اور انجیل بھی تصدیق کرنے والی تھی لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ اس
چیز کی جو اس کے سامنے تھی مِنَ التَّوۡرٰۃِ توراۃ وَھُدًی اور ہدایت تھی وَّمَوۡ
عِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لئے وَلۡیَحۡکُمۡ اَھۡلُ
الۡاِنۡجِیۡلِ اور چاہیے کہ فیصلہ کریں انجیل والے بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ اس کے
مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس میں وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ
اللّٰہُ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے
فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ پس وہی لوگ فاسق ہیں وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ
الۡکِتٰبَ اور ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو
اس سے پہلے ہیں وَمُھَیۡمِنًا عَلَیۡہِ اور یہ نگران ہے ان کتابوں کی فَاحۡکُمۡ
بَیۡنَھُمۡ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اس کے مطابق
جو رب تعالیٰ نے نازل فرمائی وَلَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَآءَھُمۡ اور آپ پیروی نہ کریں
ان کی خواہشات کی عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ اعراض کرتے ہوئے اس کی
جو آچکا ہے آپ کے پاس حق لِکُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ شِرۡعَۃً تم میں سے ہر ایک

کے لئے ہم نے بنائی شریعت وَّمِنۡهَاجًا اور ایک راستہ وَلَوۡشَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَجَعَلَكُمۡ توبناتا تمہیں اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت وَّلٰكِنۡ لِّيَبۡلُوَكُمۡ اور لیکن وہ تمہیں آزماتا ہے فِىۡ مَآ اٰتٰٮكُمۡ ان قوتوں میں جو رب تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ پس سبقت کرو نیکیوں میں اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے فَيُنَبِّئُكُمۡ پس وہ تمہیں بتائے گا بِمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے رہے۔

اس سے پہلے بیان ہوا تھا کہ توراۃ بڑی جامع اور اہم کتاب تھی اور اس کے مطابق ہزاروں سال تک پیغمبر، مشائخ اور علماء فیصلے کرتے رہے۔ وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا ان کے قدموں پر بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ عیسیٰ بن مریم (i) کو مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ جو تصدیق کرنے والا تھا اس چیز کی جو اس کے سامنے تھی توراۃ۔ یعنی حضرت عیسیٰ k توراۃ کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان سے پہلے نازل ہوئی تھی۔

انجیل تورات کا تتمہ ہے :

وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ اور ہم نے دی ان کو انجیل فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ اس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ اور انجیل بھی تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو اس سے پہلے تھی یعنی توراۃ۔ توراۃ اور انجیل کو اس طرح سمجھو جس طرح اخبار اور ضمیمہ ہوتا ہے۔ اخبار میں تو تفصیلی خبریں ہوتی ہیں اور ضمیمہ میں

ایک آدھ خبر ہوتی ہے۔تو انجیل دراصل توراۃ کا تتمہ تھی۔

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ اور (وہ انجیل) ہدایت تھی اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لئے وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ اور چاہیے کہ فیصلہ کریں انجیل والے اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس میں۔یعنی انجیل میں جو احکام نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق فیصلہ کریں۔اور اگر انجیل کے مطابق فیصلہ کریں گے تو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا پڑے گا باوجود اس کے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے۔اور اصل انجیل نایاب ہے پھر بھی یہ آیت انجیل یوحنا میں موجود ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا''میں جانا چاہتا ہوں تاکہ دنیا کا سردار آئے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ہے''۔یعنی میں جا رہا ہوں کیونکہ دنیا کا سردار آنے والا ہے اور جو خوبیاں اور کمال ان کو حاصل ہیں وہ مجھے حاصل نہیں ہیں۔یہ حوالہ میں نے اپنی کتاب''عیسائیت کا پس منظر''میں درج کیا اور لکھا کہ انجیل کے ماننے والوں پر ضروری ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں۔اس پر ایک واقعہ پیش آیا وہ اس طرح کہ سردیوں کا موسم تھا کسی نے دستک دی میں نے بچے کو کہا کہ معلوم کرو کون ہے۔بچے نے آکر بتایا کہ پینٹ کوٹ والے دو آدمی کھڑے ہیں میں چونکہ مصروف تھا۔بچے کو کہا کہ ان کو بیٹھک میں بٹھاؤ اور اہلیہ کو کہا کہ چائے تیار کرو چائے تیار ہوگئی تو میں نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ تمہارا کیا تعارف ہے؟ کہاں سے تشریف لائے ہو؟ اور کیسے آئے ہو؟۔ایک نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام پطرس

گل ہے۔اورانارکلی لاہور کے گرجا گھر کا انچارج ہوں۔دوسرا بھی پادری تھا مگر میں اس کا نام بھول گیا ہوں کہنے لگے کہ ہم نے تمہاری کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' پڑھی ہے اس میں آپ نے انجیل یوحنا کا حوالہ دیا کہ حضرت عیسیٰ k نے فرمایا کہ میں جانا چاہتا ہوں کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔اس حوالے کا مصداق تم نے اپنے پیغمبر کو قرار دیا ہے۔حالانکہ تمہارا پیغمبر اس کا مصداق نہیں بنتا میں نے کہا کہ یہ حوالہ ہمارے پیغمبر پر کیوں صادق نہیں آتا؟ کہنے لگے۔اس سے مراد شیطان ہے میں نے کہا پادری صاحب بڑی عجیب بات ہے جو تم نے کہی ہے اچھا یہ بتاؤ کہ شیطان کس نعمت کا نام ہے کہ عیسیٰ k اپنے ساتھیوں کو اس کی خوشخبری دے رہے ہیں؟ اور کیا تم شیطان کو دنیا کا سردار مانتے ہو؟۔اور کیا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے شیطان نہیں تھا کہ وہ اب اس کے آنے کی خوشخبری سنارہے ہیں؟۔آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کا سبب کون بنا تھا؟ پھر انجیل متی میں ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیطان کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو شیطان کو جوتیاں مارنے والے ہیں پھر وہ چلے گئے۔اندازہ لگاؤ۔لوگ ایسی تاویلیں بھی کرتے ہیں۔خاموش کوئی نہیں رہتا۔

تو خیر! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انجیل والوں کو چاہیے کہ وہ انجیل کے مطابق فیصلہ کریں۔اور دنیا کے سرادار کی نبوۃ کو تسلیم کریں کیونکہ حضرت عیسیٰ k تو صرف بنی اسرائیل کے لئے پیغمبر تھے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کے لئے پیغمبر بن کے آئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، فرمایا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ پس وہی لوگ فاسق ہیں وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ اور ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں۔ توراۃ، انجیل، زبور جو اصل ہیں قرآن پاک ان کی تصدیق کرتا ہے۔

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ اور (قرآنِ پاک پہلی کتابوں کا) نگران اور محافظ ہے۔ قرآنِ کریم نے ان کے مضامین کی حفاظت فرمائی ہے اگر قرآنِ کریم ہمارے پاس نہ ہوتا تو ہمیں نہ توحید سمجھ آسکتی تھی نہ پیغمبروں کا منصب سمجھ آسکتا تھا۔

محرف تورات میں توہین آمیز مضامین :

آج کی توراۃ میں تو لکھا ہوا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ڈیرے پر شراب پی اور ننگے ہو گئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سفر پر جا رہے تھے کہ ایک موٹے تازے آدمی نے آکر ان سے لڑنا شروع کر دیا انہوں نے کہا کہ تو کون ہے؟ بلاوجہ میرے ساتھ ہاتھا پائی شروع کر دی ہے۔ لیکن وہ باز نہ آیا ساری رات لڑائی ہوتی رہی بالآخر صبح کے وقت یعقوب علیہ السلام نے اس کو لات ماری اور گرا دیا پھر پوچھا بتا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں تیرا رب ہوں۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** یہ رب ہے جو بندوں سے کشتی کرتا ہے اور پھر گر جاتا ہے یہ رب تعالیٰ کی توہین نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔ اور یہ بھی لکھا ہے (بحوالہ کتاب پیدائش باب: ۱۹۔ ۳۰ تا ۳۸) کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری خواہش پوری کرنے والا مرد تو ہے کوئی نہیں لہٰذا والد صاحب کو شراب پلا کر ایک ایک رات

خواہش پوری کریں۔ چنانچہ ایک رات شراب پلا کر ایک بیٹی انکے ساتھ سوئی دوسری رات دوسری ان کے ساتھ سوئی اور پھر ان سے بچے بھی پیدا ہوئے۔ ایک نام بن عمی رکھا اور دوسرے کا نام لُو آب رکھا۔ ذرا سوچو ہے کوئی یہ بات کرنے والی اور یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھر بت پرستی ہوتی تھی اور یہودا نے اپنی بہو کے ساتھ بدکاری کی یہودا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ اگر قرآنِ کریم نہ ہوتا تو ہر چیز خلط ملط ہو جاتی اور کچھ بھی سمجھ نہ آتا۔ قرآنِ کریم پہلی کتابوں کے اصل مضامین کا محافظ ہے۔ فرمایا.........

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اس کے مطابق جو رب تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور آپ پیروی نہ کریں ان کی خواہشات کی عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ اعراض کرتے ہوئے اس کی جو آچکا ہے آپ کے پاس حق۔ یعنی آپ کے پاس حق آچکا اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ اور ان کی بات پر کان نہ دھریں۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے بنائی شریعت اور ایک راستہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً تو بناتا تمہیں ایک امت۔ اللہ تعالیٰ سب کو جبراً مومن بنانے پر بھی قادر ہے اور سب کو جبراً کافر بنانے پر بھی قادر ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ اور لیکن وہ تمہیں آزماتا ہے ان قوتوں اور اسباب میں جو رب تعالیٰ نے تمہیں دیئے ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہیں قوۃ اور طاقت اور

سمجھ عطا فرمائی۔ اور حق و باطل اور جائز و ناجائز سے بھی آگاہ فرمایا۔ اور ہر چیز کا نتیجہ بھی بتایا ہے۔ اب تمہارا امتحان ہے کہ قوۃ اور طاقت اور سمجھ کو کہاں استعمال کرتے ہو اس کے مطابق حساب اور فیصلہ ہو جائے گا کفر اور اسلام پر وہ مجبور نہیں کرتا۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہے۔ رب تعالیٰ نے نیکی، بدی کا اختیار دیا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ کون اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اور کون بے راہ روی اختیار کرتا ہے۔

قوت اختیاری کی آزمائش :

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس تم سبقت کرو نیکیوں میں۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی سب نے وہاں پیش ہو کر جواب دینا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے حساب لے گا۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ پس وہ تمہیں بتائے گا وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ بتانے اور خبر دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیکی، بدی کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ بدی کی سزا ملے گی اور نیکی کا پھل سامنے آئے گا۔

وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّصِيۡبَهُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ۘ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۵۱﴾

لفظی ترجمہ :

وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ اور یہ کہ آپ (ﷺ) فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی وَاحۡذَرۡهُمۡ اور ان سے بچتے رہیں اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈال دیں عَنۡۢ بَعۡضِ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ بعض ان چیزوں کے بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں آپ (ﷺ) کی طرف فَاِنۡ تَوَلَّوۡا پس اگر وہ پھر جائیں فَاعۡلَمۡ

پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جان لیں اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو مصیبت میں مبتلا کرے بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بے شک بہت سے لوگوں میں سے لَفٰسِقُوْنَ البتہ نافرمان ہیں اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ کیا پس یہ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا اور کون ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ نہ بناؤ تم یہودیوں کو وَالنَّصٰرٰی اور نصرانیوں کو اَوْلِیَآءَ دوست بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ بعض ان کے دوست ہیں بعض کے وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ اور جس نے ان کے ساتھ دوستی کی تم میں سے فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ پس بے شک وہ انہی میں سے ہوگا اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔

بات پہلے سے یہ چلی آرہی ہے کہ یہودیوں کے شادی شدہ مرد عورت نے بدکاری کی اور وہ مقدمہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ کوئی نرم سی سزا ہو جائے جرمانہ ہو جائے کوڑے لگ جائیں یا قید کی سزا ہو جائے۔ لیکن ان کی یہ تدبیر ان کے کام نہ آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور توراۃ کے مطابق رجم کا حکم جاری فرمایا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہماری خواہش کے مطابق فیصلہ ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی۔ ارشادِ ربانی ہے.........

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ اور یہ کہ آپ (ﷺ) فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ اگر شادی شدہ مرد عورت زنا کا ارتکاب کریں اور اس پر گواہ موجود ہوں یا وہ خود اقرار کریں اپنے گناہ کا تو ان کو رجم کیا جائے گا۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی۔ کہ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی نرم سا حکم مل جائے اور رجم سے بچ جائیں۔ ایسا بالکل نہیں کرنا۔ وَاحْذَرْهُمْ اور ان سے بچتے رہیں۔

اَنْ يَّفْتِنُوْكَ کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈال دیں عَنْ م بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ بعض ان چیزوں کے بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں آپ (ﷺ) کی طرف۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کو ٹال کر تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دیں لہٰذا آپ ﷺ ان کو صاف صاف کہہ دیں کہ جو تم چاہتے ہو وہ ہم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن کریم اور توراۃ کے مطابق ہم رجم ہی کریں گے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں کہ حق سے اعراض کریں فَاعْلَمْ پس آپ (ﷺ) جان لیں اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ یہ کہ ان کو مصیبت میں مبتلا کرے بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے۔ چنانچہ جب الزام ثابت ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ مجمع میں یہودی بھی تھے، عیسائی بھی تھے، منافق بھی تھے اور مسلمان بھی تھے سب کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کی سرپرستی میں ان کو رجم کیا گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب لوگ پتھر مارتے تھے یہودی اس عورت پر گر پڑتا تھا کہ اس کو پتھر نہ لگیں۔ بہرحال دونوں کو رجم کر دیا گیا اور ان کی میتیں ان کے وارثوں کے حوالے کر دی گئیں۔

رجم کا حکم توراۃ میں تھا اور قرآنِ کریم میں بھی رجم کا حکم ہے۔ وہ آیت کریمہ اگرچہ تلاوۃً منسوخ ہے مگر حکم باقی ہے۔ آیت کریمہ یہ ہے..........

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخُوْخَۃُ ...... (الآیۃ) تلاوت منسوخ مگر حکم باقی ہے :

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخُوْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ☆

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رجم کا حکم یہودیوں کیلئے تھا اور آپ ﷺ نے یہودیوں کو ہی رجم فرمایا تھا تو یہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کے متعلق رجم کا حکم دیا اور ان کو رجم کیا گیا۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ........

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

"آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت ماعز بن اسلم اسلمی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت مجھ سے بدکاری سرزد ہوگئی ہے اور میں ہوں بھی شادی شدہ۔ آپ ﷺ نے چہرہ اقدس دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر وہ ادھر سے سامنے آکر کھڑے ہوگئے کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوگئی ہے آپ ﷺ نے چہرہ اقدس تیسری طرف پھیر لیا وہ ادھر سامنے آکر کھڑے ہوگئے اور اپنے جرم کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے چہرہ اقدس چوتھی طرف پھیر لیا۔ وہ ادھر ہی سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ اور کہا کہ حضرت! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مجھے پاک کرو تا کہ میری آخرت خراب نہ ہو۔ آپ ﷺ نے اس کے محلہ داروں سے دریافت فرمایا کہ یہ پاگل تو نہیں ہے؟ کہنے لگے حضرت نہیں! یہ تو بڑا سمجھ دار آدمی ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ یہ نشہ تو نہیں کرتا؟ معلوم ہوا کہ نہیں نشہ بھی نہیں کرتا اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کے متعلق رجم کا حکم فرمایا اور ان کو رجم کیا گیا۔ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ تو مسلمان تھے، صحابی تھے، یہودی نہیں تھے"۔

ایک عورت کے رجم کا عجیب وغریب واقعہ :

اس طرح ایک عورت کا واقعہ بھی آتا ہے بخاری اور مسلم کی روایت ہے ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی ''حضرت مجھ سے یہ گناہ ہوا ہے، لہٰذا مجھے پاک کردو، آپ ﷺ نے اس کے متعلق بھی دریافت فرمایا کہ یہ پاگل تو نہیں ہے یا نشہ تو نہیں کرتی۔ معلوم ہوا کہ نہ پاگل ہے نہ نشہ کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے اسکو فرمایا کہ ابھی تم جاؤ سوچیں گے۔ اس نے کہا کہ تم مجھے ٹالنا چاہتے ہو مجھے پاک کرو۔ میرے پیٹ میں بچہ بھی حرام کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلطی تیری ہے بچے کی تو نہیں ہے؟۔ لہٰذا بچے کی ولادت کے بعد آنا۔ چنانچہ وہ عورت چلی گئی اور بچے کی پیدائش کے بعد پھر آگئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دودھ پلانے والی کوئی ہے؟۔ کہنے لگی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اس کو دو سال دودھ پلاؤ جب یہ روٹی کھانے لگ جائے پھر آنا۔ دو سال بعد وہ عورت بچے کو اٹھائے ہوئے پھر آگئی اور بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا بھی تھا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے بچے کو کہا کہ روٹی کھاؤ۔ اس نے روٹی کھانی شروع کی، کہنے لگی حضرت یہ روٹی کھانے کے قابل ہو گیا ہے۔ اب تو مجھے پاک کردو۔ اندازہ لگاؤ کہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اس کا نظریہ نہیں بدلا اس کو بھی رجم کیا گیا''۔ تو یہ کہنا کہ رجم کا حکم یہودیوں کے لئے تھا بالکل غلط بات ہے۔ مسلمانوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ اور بے شک بہت سے لوگوں میں سے البتہ نافرمان ہیں اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ کیا پس یہ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں۔ کہ ادھر اُدھر پھر رہے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ ہو جائے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ

اَللّٰہِ حُکْمًا اور کون ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا؟ اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ توراۃ میں بھی رجم ہے۔ اور اس شریعت میں بھی اس جرم کی سزا رجم ہے۔ اور رب تعالیٰ کا حکم ہے لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے۔ اور جو رب تعالیٰ پر ایمان اور یقین نہیں رکھتے ان کی بات جدا ہے۔ جب یہود و نصاریٰ توراۃ و انجیل پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ توراۃ و انجیل میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت موجود ہے۔ مگر انہوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا تو پھر مسلمانو! تمہارے لئے رب تعالیٰ کا حکم یہ ہے......

یہود و نصاریٰ سے موالات کی ممانعت :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَاتَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ نہ بناؤ تم یہودیوں کو اور نصرانیوں کو دوست بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ بعض ان کے دوست ہیں بعض کے۔ یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بالکل واضح اور صاف ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی جائز نہیں ہے۔ مسجد نبوی زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً کے امام اور خطیب علامہ حذیفی نے خطبہ جمعہ میں یہی آیت کریمہ تلاوت کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔ اور تم نے ان کے ساتھ یارانے لگائے ہوئے ہیں اور ان کی فوجیں سرزمین عرب میں داخل کی ہوئی ہیں۔ میں شاہ فہد اور اس کے تمام ارکانِ حکومت کو کہتا ہوں کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہ رکھو اور ان کی فوجوں کو یہاں سے نکالو۔ اور آنحضرت ﷺ کا فرمان مسلم شریف اور ترمذی شریف میں موجود ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا اَخْرِجُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو اور فرمایا کہ اگر میں آئندہ

سال تک زندہ رہا تو خود ان کو نکال دوں گا۔ "لَاَتْرُکُ فِیْھَا اِلَّا مُسْلِمًا" مسلمانوں کے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ (یہ اعلان آپ ﷺ نے ۱۰ھ میں فرمایا)۔ علامہ حذیفی نے فرمایا کہ قرآنِ کریم کا بھی حکم ہے اور حضور ﷺ کا بھی حکم ہے اور تم اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہو اور مکہ و مدینہ اسلام کا مرکز ہے۔ پھر تمہارا ایسا کرنا بڑا ظلم ہے۔ اگرچہ حکومت مضبوط ہے مگر انہوں نے آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ کل پروردگار کو کیا جواب دوں گا حق بیان کر دیا اور حق بیان کرنے کی پاداش میں ان کو امامت اور خطابت سے معزول کر دیا گیا۔ اس وقت معلوم نہیں کہ قید ہیں یا آزاد کر دیا گیا ہے۔ (اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امامت اور خطابت کے منصب پر فائز ہیں یعنی ان کو دوبارہ بحال کر دیا گیا ہے)۔ (نواز بلوچ)۔

امریکہ کی چالبازی :

حق کہنے کی پاداش میں کئی سو علماء اس وقت بھی سعودیہ کی جیلوں میں بند ہیں۔ اور امریکہ کی فوجیں اسی طرح موجود ہیں اور ظلم کی بات یہ ہے کہ امریکی فوج کے تمام تر اخراجات قیام و طعام، خوراک جس میں شراب اور خنزیر بھی شامل ہیں اور علاج معالجہ سعودی حکومت کے ذمہ ہیں۔ سعودیہ کے ذہن میں انہوں نے یہ بات بٹھائی ہے کہ تجھے عراق کھا جائے گا ہم تیری حفاظت کے لئے آ رہے ہیں۔ بے شک عراق کے پاس دولت بہت ہے مگر فوجی طاقت تو اتنی نہیں ہے کہ تنہا وہ سعودیہ کو کھا جائے گا اور سعودیہ کے تیل پر مکمل طور پر امریکہ قابض ہے۔ اور عراق اپنا تیل اس وقت تک نہیں بیچ سکتا جب تک امریکہ سے اجازت نہ لے۔

ارے تم چچا لگتے ہو کہ وہ تم سے اجازت لے۔ ملک ان کا تیل ان کا مزدوران کے۔ بیچیں نہ بیچیں تمہاری اجازت کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟۔ بہرحال یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی جائز نہیں ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ اور جس نے ان کے ساتھ دوستی کی تم میں سے فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ پس بے شک وہ انہی میں سے ہوگا۔ یعنی وہ پختہ مسلمان نہیں ہوسکتا بے شک نام اس کا مسلمانوں والا ہو۔ لیکن ہوگا وہ یہودی اور عیسائی ہی۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والا کس طرح مسلمان ہوسکتا ہے آج مسلمانوں کے جتنے ملک ہیں سوائے طالبان کے اکثر امریکہ کے پٹھو اور اس کے حاشیہ بردار ہیں۔ کیا سعودیہ، کیا شام یا مصر، کیا لیبیا اور کیا دوسرے جو کچھ وہ کہتا ہے کرتے ہیں۔ اور جو ان کے خلاف آواز بلند کرتا ہے وہ تخریب کار ہے، دہشت گرد ہے۔ طالبان امریکی خواہش کے مطابق جب روس کے ساتھ لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے اب امریکی غرض ختم ہوگئی ہے تو دہشت گرد بن گئے ہیں یہ کتنی زیادتی اور ظلم کی بات ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ لہٰذا تم ظلم نہ کرنا اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی نہ لگانا۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ؕ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

لفظی ترجمہ :

فَتَرَى الَّذِيْنَ پس تو (اے مخاطب) دیکھے گا ان لوگوں کو فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ دوڑتے

ہیں ان کے اندر جا ملنے کے لئے یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں نَخْشٰٓی ہم ڈرتے ہیں اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَۃٌ یہ کہ ہمیں کوئی پہنچے گردش فَعَسَی اللّٰہُ پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ یہ کہ لائے فتح اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِہٖ یا اور کوئی معاملہ اپنی طرف سے فَیُصْبِحُوْا پس ہو جائیں وہ منافق عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ اس چیز پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں مخفی رکھی نٰدِمِیْنَ شرمندہ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اَھٰٓؤُلَآءِ کیا یہ لوگ ہیں الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جنہوں نے قسمیں کھائیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ مضبوط قسمیں اِنَّھُمْ لَمَعَکُمْ کہ وہ البتہ تمہارے ساتھ ہیں حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ضائع ہو گئے اعمال ان کے فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ پس ہو گئے وہ نقصان اٹھانے والے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ جو مرتد ہو گیا تم میں سے عَنْ دِیْنِہٖ اپنے دین سے فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ پس عنقریب اللہ تعالیٰ لائے گا بِقَوْمٍ ایسی قوم یُّحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ محبت کرے گا وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ نرم ہوں گے ایمان والوں پر اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ زبردست ہوں گے کافروں کے لئے یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جہاد کریں گے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ اور نہ خوف کریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یہ

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے۔

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب تھا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ دوستی لگائے گا اس کا شمار انہیں میں سے ہوگا اور آج کی آیات میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

منافقین کا رویہ :

فَتَرَی الَّذِیۡنَ پس (اے نبی کریم ﷺ) آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے یُّسَارِعُوۡنَ فِیۡہِمۡ دوڑتے ہیں ان کے اندر جا کے ملنے کے لئے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ کلمہ بھی پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کی مجالس میں باقاعدہ حاضری بھی دیتے تھے اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ ان کی دوستی بھی تھی اور کہتے کیا ہیں فرمایا..........

یَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰۤی کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں اَنۡ تُصِیۡبَنَا دَآئِرَۃٌ یہ کہ ہمیں پہنچے کوئی گردش۔ یعنی ہم یہودیوں کے ساتھ دوستی اور ملاپ اس لئے رکھتے ہیں کہ اگر قحط پڑ گیا یا کوئی مجبوری بن گئی یا قرض لینے کی ضرورت پیش آگئی تو ان سے اپنی ضرورت پوری کریں گے۔ یہود و نصاریٰ سے تعلق قائم رکھنے کا جواز پیش کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے..........

فَعَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّاۡتِیَ بِالۡفَتۡحِ پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ لائے فتح۔ ان کی امداد کے بغیر۔ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِہٖ یا اور کوئی معاملہ اپنی طرف سے پیدا فرمادے کہ تم ان

کے محتاج ہی نہ رہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے احکام بڑے صاف اور واضح ہیں۔ اور یہ حکم بھی رب تعالیٰ نے صاف اور صریح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی مت لگاؤ اور ان کے ساتھ تعلق جوڑنے میں کسی بہانے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ تمہارے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اور دنیا کے حالات و واقعات اللہ تعالیٰ کے احکام پر شاہد عدل ہیں۔

پاکستان کا جنگی معاہدہ :

چنانچہ پاکستان بننے کے بعد حکومت پاکستان نے امریکہ کے ساتھ جنگی معاہدہ کیا کہ اگر تم پر کسی نے حملہ کیا تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور اگر ہم پر کسی نے حملہ کیا تو تم ہماری مدد کرو گے اگر ہماری کسی سے جنگ ہوگی تو تم ہمارے ساتھ شریک ہو گے۔ اور مدد کرو گے۔ اور اگر تمہاری کسی کے ساتھ جنگ ہوگی تو ہم تمہارے ساتھ شریک ہوں گے اور مدد کریں گے اس وقت یہ مسجد چھوٹی سی ہوتی تھی جو کافی بوڑھے حضرات تشریف فرما ہیں ان کو یاد ہوگا کہ میں نے خطبہ جمعہ کے دوران اس معاہدہ کی تردید کی اور کہا کہ امریکہ کے ساتھ حکومت نے جو معاہدہ کیا ہے غلطی کی ہے۔ کیونکہ کبھی بھی مسلمانوں کو کافر سے فائدہ نہیں ہوا اور یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے لہٰذا کافروں سے کسی قسم کی توقع رکھنا عبث اور غلط ہے۔

دورانِ کلام نوجوان کی تلخ کلامی :

دورانِ تقریر گکھڑ کا ایک نوجوان کھڑا ہو گیا جو خاصا گرم اور تیز تھا میں اس کا نام نہیں لیتا غیبت ہو جائے گی۔ کہنے لگا تم مولویوں کے ذہن ہی فضول ہوتے ہیں یہ کوئی مولویوں کا آپس میں معاہدہ تو نہیں ہے۔ اور نہ ہی عام دو پارٹیوں کا معاہدہ ہے یہ تو دو

حکومتوں کا معاہدہ ہے۔ میں نے کہا برخوردار! میں نے جو کچھ کہا ہے قرآن وسنت کی روشنی میں کہا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے سچی ذات کوئی نہیں ہے۔ لیکن وہ خاصا گرم تھا میرے اوپر اس نے حملہ آور ہونے کی بھی کوشش کی اور جمعہ بھی نہ پڑھا اور بڑبڑاتا ہوا چلا گیا کہ میں تمہارے ساتھ نمٹ لوں گا اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے۔ حاجی ملک محمد اقبال صاحب کو وہ مسلسل کئی دنوں تک مجھے گھر سے ساتھ لے کر آتے تھے اور پھر واپس گھر چھوڑ کر آتے تھے کہ کہیں وہ نوجوان غلط قدم نہ اٹھائے کیونکہ وہ دھمکی دے کر گیا تھا۔

امریکہ کی دھوکہ دہی :

اس کے بعد ۱۹۶۵ء کی جنگ ہوئی معاہدہ ہونے کے باوجود امریکہ نے ہمارا ساتھ نہ دیا بلکہ ۱۹۷۱ء کی جنگ خود امریکہ نے ہم پر مسلط کرائی اور ہمیں ٹینکوں اور جہازوں کے سپیئر پارٹس تک نہ دیئے۔ کیا فائدہ کافروں کے ساتھ معاہدوں کا، رب تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ کافروں سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اللہ تعالیٰ خود ہی مسلمانوں کی نصرت فرمائیں۔ اور مسلمانوں کی کامیابیوں کو دیکھ کر......

فَيُصْبِحُوا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ پس ہو جائیں وہ منافق اس چیز پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں مخفی رکھی ہوئی ہے شرمندہ کہ انہوں نے تمہارا کسی قسم کا کوئی ساتھ نہیں دیا اور اس پر تاریخ شاہد ہے کہ کافروں پر جب بھی اعتماد کیا ہے وہ اعتماد پر پورے نہیں اترے۔ بلکہ الٹا انہوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ منافقین یہودِ مدینہ کو بڑا مضبوط سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے اندرونی طور پر ان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے یہودِ مدینہ کو مغلوب کر دیا کچھ مارے گئے اور کچھ کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اور

منافقین کی امیدیں ختم ہوگئیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ کیا یہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں کھائیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ مضبوط قسمیں اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ کہ وہ البتہ تمہارے ساتھ ہیں۔ کہ ہم بھی مومن ہیں۔ یہود کے ساتھ تعلق تو صرف اس لئے رکھا ہوا ہے کہ کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ کام آجائیں۔

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ضائع ہوگئے اعمال ان کے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں ان کو یہود کے ساتھ تعلقات کام نہ آئے اور آخرت میں بھی ان کے اعمال کام نہیں آئیں گے اور دوزخ کے نچلے طبقے میں سزا پائیں گے۔ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ پس ہوگئے وہ نقصان اٹھانے والے۔

ہمارے حکمرانوں کی بے غیرتی :

اللہ تعالیٰ کے واضح اور صاف حکم کے باوجود ہمارے حکمران ان کے تابع ہیں اس حد تک کہ بجلی اور سوئی گیس کا ریٹ اور دیگر اہم مالی معاملات ان کی راہنمائی میں طے پاتے ہیں۔ گویا کہ ہم ہر چیز میں ان کے محتاج ہیں۔ اور عراق کا یہ حال ہے کہ وہ اپنا تیل اپنی مرضی سے نہیں بیچ سکتا۔ اقتصادی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں بچے بھوکوں مر رہے ہیں ان کو دوائیاں قیمتاً بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب تک مسلمانوں میں غیرت نہیں بیدار ہوگی کام نہیں بنے گا۔ اور سعودیہ حکومت نے امریکہ صاحب کو اپنے سر پر بٹھایا ہوا ہے۔ اس وقت عرب ممالک میں اس کے سولہ ہوائی اڈے ہیں۔ اور سعودیہ کے اپنے سات، آٹھ بھی نہیں ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں..........

مومنین کی صفات کا تذکرہ :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ جو مرتد ہوگیا تم میں سے اپنے دین سے۔ وہ رب تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ پس عنقریب اللہ تعالیٰ لائے گا ایسی قوم یُّحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ محبت کرے گا وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ نرم ہوں گے ایمان والوں پر اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ زبردست ہوں گے کافروں کے لئے۔ چاہے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں اور اگر منافقت اختیار کرو گے اور کافروں کا سہارا تلاش کرو گے اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی رکھو گے تو اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ البتہ تمہارا اپنا نقصان ہوگا ساری کفریہ طاقتیں مل کر چاہیں کہ اسلام ختم ہو جائے نہیں ختم ہوسکتا کیونکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور اسلام کو نورِ توحید کو چمکائے گا۔ چاہے کافر جلتے رہیں۔

کفار پر غلبہ :

الحمدللہ! باوجود اس کے کہ امریکہ، برطانیہ اسلام کو مٹانے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں پھر بھی امریکہ، برطانیہ اور دوسرے کافر ملکوں میں خاصی تعداد میں لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اور اگر ہم اپنی کمزوریاں دور کرلیں ایمان اعتقاد اور اعمال قرآن و سنت کے مطابق بنالیں اور ظاہری شکل و صورت بھی خدا، رسول کے تابع کردیں تو اسلام اور زیادہ پھیل سکتا ہے، یہ ہمارا ایمان ہے۔

مسلمانوں کی روز افزوں ترقی :

ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ بارہ ہزار مسلمان قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے کوئی اور سبب درمیان میں آجائے تو الگ بات ہے فرمایا یُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جہاد کریں گے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ اور نہ خوف کریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا۔

مجاہد کسی ملامت کا خوف نہیں رکھتا :

یعنی وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے نہ کسی باطل پرست کی طعن وتشنیع ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس طرح آج کل مجاہدین باطل کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جب روس کے خلاف لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے کیونکہ اس میں امریکہ کے مقاصد شامل تھے۔ اب روس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے۔ تو اب وہ مجاہد دہشت گرد بن گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ رب تعالیٰ امریکہ کے بھی ضرور ٹکڑے کرے گا۔ جو حکومت پاکستان کو کہہ کر مجاہدین پر ظلم کر رہا ہے۔ اور ان پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں میں ایمان کی روشنی میں کہتا ہوں کہ مجاہدین پر نہ یہ حکومت پابندی لگا سکتی ہے نہ امریکہ لگا سکتا ہے۔ ان کی پابندیوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا وہ جہاد کرتے رہیں گے وہ کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے چاہے امریکہ ہو یا اس کے پٹھو ہوں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے۔ اس سے زیادہ جاننے والا اور کوئی نہیں ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ ع ﴿٥٦﴾ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَآءَ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ط ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾

لفظی ترجمہ :

إِنَّمَا پختہ بات ہے وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ دوست تمہارا اللہ تعالیٰ ہے وَرَسُولُهُ اور اس کا رسول ہے وَالَّذِينَ اٰمَنُوا اور وہ لوگ تمہارے دوست ہیں جو ایمان لائے الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ مومن وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں وَهُمْ رَاكِعُونَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اور جو دوستی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا اور ان لوگوں کے ساتھ

جوایمان لائے فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ پس بے شک گروہ اللہ تعالیٰ کا وہی غالب آئے گا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ولوگو! جوایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ نہ بناؤان لوگوں کو اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا جنہوں نے بنایا ہے تمہارے دین کو تمسخر وَّلَعِبًا اور کھیل مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں میں سے اُوْتُوا الْکِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِکُمْ تم سے پہلے وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ اور کافروں کو دوست وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم مومن ہو وَاِذَا نَادَیْتُمْ اور جب تم اذان دیتے ہو اِلَی الصَّلٰوۃِ نماز کے لئے اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا بناتے ہیں اس کو مسخرہ وَّلَعِبًا اور کھیل ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ یہ اس لئے کہ بے شک وہ ایسی قوم ہے جو عقل نہیں رکھتی، سمجھتی نہیں ہے۔

ربط آیات :

پچھلے رکوع کی ابتداء میں اس کا ذکر تھا کہ یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ تو پھر کن کو دوست بنائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

مومن کا حقیقی دوست کون؟ :

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ پختہ بات ہے دوست تمہارا تمہارا آقا تمہارا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول ﷺ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اور ان کی نصرت کا وعدہ فرما چکا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ تمہارے دوست ہیں جو ایمان لائے۔ یعنی تمہاری دوستی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کے ساتھ

ہونی چاہیے مومنوں کی کیا پہچان ہے۔ کیونکہ منہ سے بہت سارے لوگ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ مومنوں کے اوصاف بیان فرماتے ہیں کہ جن میں یہ صفتیں ہوں وہ مومن ہیں۔

مومنین کی صفات کا ذکر :

1...... اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ مومن وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا اور اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے، غلط فہمی کا شکار ہے۔

تارکِ صلوٰۃ کا حکم :

حدیث پاک میں آتا ہے۔ "مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ" جس نے دیدہ دانستہ ایک نماز چھوڑ دی اس نے کھلا کفر کیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ کے مطابق فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس نے ایک نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا، مرتد ہوگیا۔ اس کی سزا قتل ہے۔ ایمان والوں کی دوسری صفت.........

ادائیگی زکوٰۃ کی حکمت اور فلسفہ :

2...... وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت اور اس کا تعلق ہر امیر غریب کے ساتھ ہے کچھ زکوٰۃ دینے والے ہیں اور کچھ لوگ زکوٰۃ لینے والے ہیں۔ اور یہ بخل اور حرص کی بیماری کا علاج ہے کہ اس سے انسان کے ذہن سے بخل اور حرص کا مادہ خارج ہوتا ہے اور غرباء، مساکین کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔ تیسری صفت.........

3...... وَهُمْ رَاكِعُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں۔

’’مصداقِ رکوع‘‘ میں مفسرین کے اقوال :

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں رکوع سے مراد نماز والا رکوع نہیں ہے بلکہ اس سے عاجزی اور انکساری مراد ہے کہ مومن وہ ہیں جو عاجزی اور انکساری کرنے والے ہیں۔ بعض مفسرینِ کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ......

’’رکوع سے مراد نماز والا رکوع ہی ہے۔ اور اس کا یہاں خصوصی طور پر اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ یہودیوں کے ساتھ امتیاز ہو جائے کیونکہ ان کی نماز میں رکوع نہیں تھا تو پھر معنیٰ ہوگا کہ مومن وہ ہیں جو رکوع کرنے والے ہیں‘‘۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو دوستی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں جن کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ پس بے شک گروہ اللہ تعالیٰ کا وہی غالب آئے گا۔ یہی گروہ غالب آئے گا دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ حق والے تھوڑے ہونے کے باوجود غالب ہوتے رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ ہے......

’’وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ‘‘ اور تم ہی غالب ہو اگر ہو تم مومن۔ مطلب یہ ہے جب تم مومن ہو گئے تو تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوگا وہ تمہاری کامیابی کے اسباب پیدا فرمائے گا بلکہ وہ اسباب کا بھی محتاج نہیں ہے۔ بغیر اسباب کے بھی مدد فرمائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم نہیں ہوگا۔ تو نصرت نہیں آئے گی اس کو تم اس طرح سمجھو کہ یہ لاؤڈ سپیکر چل رہا ہے۔ پنکھے چل رہے ہیں، بتیاں روشن ہیں،

کیونکہ ان کا مرکز کے ساتھ کنکشن ہے جوڑ ہے، اگر یہ کنکشن کاٹ دیا جائے تمام چیزیں بند ہوجائیں گی۔ اسی طرح جب رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوگا تو وہ قادرِ مطلق ہے، فرشتوں کے ذریعہ بھی مدد کرسکتا ہے فرشتوں کے بغیر بھی مدد کرسکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑنے والی سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ پھر وہ بھی جماعت کی پابندی کے ساتھ ادا ہو پھر اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی سے منع فرماتے ہیں ارشادِ ربانی ہے۔

غلبہ مومنین کے لئے شرط کفار سے قلبی دوستی سے ممانعت :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا نہ بناؤ ان لوگوں کو جنہوں نے بنایا ہے تمہارے دین کو تمسخر اور کھیل مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ان لوگوں میں سے جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَالْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ اور دوسرے کافروں کو دوست۔

ربط رکوع :

پہلے رکوع میں جو حکم بیان ہوا تھا اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہیں کرنی اور ان کے علاوہ دوسرے کافروں سے دوستی کرلیں تو کوئی ڈر نہیں ہے۔ یہاں وضاحت فرمادی کہ نہ یہود و نصاریٰ سے دوستی جائز ہے اور نہ دوسرے کافروں سے دوستی جائز ہے۔ اور وجہ بھی بیان فرمادی کہ انہوں نے تمہارے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ دیکھو! تمہارے باپ کا کوئی مذاق اڑائے یا ماں کا مذاق اڑائے تو کتنا غصہ آتا ہے اور دین تو ماں، باپ سے بھی زیادہ قیمتی سرمایہ ہے اسکا کوئی مذاق اڑائے تو زیادہ غصہ آنا چاہیے۔ مگر آئے گا اسے جو مومن ہوگا۔

فلم ''حج'' اور احتجاج :

۱۹۳۵ء کی بات ہے میں گوجرانوالہ میں پڑھتا تھا انگریز کی حکومت کا زمانہ تھا گوجرانوالہ میں ایک ہندو کا سینما تھا انہوں نے اعلان کیا کہ ہم حج کی فلم دکھائیں گے تمام مسالک کے علماء اکٹھے ہوئے دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث مشاورت کی اور جلسہ عام رکھا اور اس میں احتجاج کیا کہ حج ہماری عبادت ہے اس کو کھیل تماشے کے طور پر پیش کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا اس فلم کو بند کیا جائے۔ جلسے کے بعد احتجاجی جلوس بھی نکالا میں خود اس جلوس میں شریک تھا۔ انگریز نے احتجاج کو تسلیم کیا اور فلم بند کرادی اور حج فلم پر پابندی لگادی۔ اس کے بعد پاکستان بن گیا اور خانہ خدا کے نام سے فلم تیار کی گئی۔ اور لوگوں کو دکھائی گئی۔

الحمدللہ! میں نے آج تک سینما نہیں دیکھا۔ لوگ بتاتے رہتے ہیں کہ وہاں یہ کچھ ہوتا ہے۔ انہیں دنوں میں شیخوپورہ میں بہت بڑا جلسہ تھا حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جو چوٹی کے مقرر تھے ان کا خصوصی خطاب تھا اور میری صدارت تھی۔ مجھے چونکہ ساتھیوں نے صدر بنایا تھا میرے پاس رقعے آنے شروع ہوگئے ان میں سے ایک رقعہ کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ انگریزی دور میں علماء حج فلم پر احتجاج کرتے تھے اور آج حج فلم دکھائی جا رہی ہے۔ علماء خاموش کیوں ہیں؟۔

مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کے دوران ہی وہ رقعہ میرے ہاتھ سے لے لیا۔ مولانا بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے فرمایا کہ بھائی کسی صاحب نے یہ رقعہ لکھا ہے کہ انگریز کے زمانہ میں علماء نے حج فلم پر احتجاج کیا تھا اور انگریز نے پابندی لگادی تھی اب پاکستان میں ''خانہ خدا'' فلم چل رہی ہے علماء احتجاج کیوں نہیں کرتے؟ خاموش کیوں

ہیں؟۔مولانا e نے فرمایا کہ ”علماء خاموش نہیں ہیں اب بھی اس کی تردید کرتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ مائیں دو قسم کی ہوتی ہیں حقیقی اور سوتیلی۔حقیقی ماں اپنے بچے کو بے تحاشا مارتی ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔اور سوتیلی ماں بچے کو مارتے ہوئے گھبراتی اور ڈرتی ہے کہ لوگ کہیں گے کہ سوتیلی ہے اس لئے مار رہی ہے“۔

فلم ”حج“ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف :

مثال دے کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے ہماری بے بے (ماں) برطانیہ تھی وہ سوتیلی ماں تھی اور اب ہم حقیقی بے بے کے وس پڑ گئے ہیں۔یعنی حکومت پاکستان پر احتجاج کا کوئی اثر نہیں ہے۔اور یاد رکھنا! خالی تردیدوں اور احتجاجوں سے بھی کچھ نہیں بنتا۔بات اس وقت بنے گی جب طالبان کی طرح حکومت کا ڈنڈا ہاتھ آئے گا۔برائی اس وقت ختم ہوگی جب افغانستان جیسے حالات پیدا ہوں گے وہاں جا کے دیکھو نہ گانا، نہ بینڈ، نہ باجا نہ اور کوئی برائی، ڈاڑھی منڈا تک تمہیں کوئی نظر نہیں آئے گا۔انہوں نے معاشرے میں قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کو نافذ کر دیا ہے۔اور آپس میں اتفاق واتحاد کے ساتھ حکومت چلا رہے ہیں۔اور یہاں فتنہ فساد اور اسمبلی مچھلی بازار بنی ہوئی ہے۔ کیونکہ یہاں ممبران اسمبلی قانون بناتے ہیں اور ہر ممبر اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر رائے دیتا ہے۔کوئی اپنی جاگیر کو سامنے رکھتا ہے کوئی مل اور کارخانے کو سامنے رکھتا ہے کوئی کاروبار کو سامنے رکھ کر رائے دیتا ہے کہ میرے کاروبار پر زد نہ پڑے اور طالبان کے پاس بنا بنایا قانون ”ہدایہ“ کی شکل میں موجود ہے۔سارے حنفی مسلک کے لوگ ہیں انکو نہ اسمبلی بنانے کی ضرورت ہے اور نہ قانون سازی کے لئے لڑنے کی ضرورت ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو وَاِذَا

نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اور جب تم اذان دیتے ہو نماز کے لئے بلاتے ہو۔ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا بناتے ہیں اس کو مسخرہ اور کھیل، اذان کا مذاق اڑاتے ہیں اس طرح کہ جس طرح مؤذن کانوں میں انگلیاں ڈالتا ہے۔ اسی طرح کانوں میں انگلیاں ڈالتے آواز نکالتے، دائیں، بائیں چہرہ پھیرتے اور اذان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسی طرح نماز کا بھی مذاق اڑاتے کہ کبھی کھڑے ہو جاتے پھر اوندھے ہوتے، یعنی نماز کے افعال کی نقل اتارتے اور کہتے یہ مسلمانی ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تمہاری غیرت کا تقاضا ہے کہ ان کو دوست نہ بناؤ۔ اور یہ لوگ دین کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔ فرمایا.........

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ یہ اس لئے کہ بے شک وہ ایسی قوم ہے جو عقل نہیں رکھتی، سمجھتی نہیں ہے۔ بے وقوف لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصول بتائے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہیں کرنی اور جو لوگ دین کا مذاق اڑائیں ان کے ساتھ بھی دوستی نہیں ہونی چاہیے۔

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ ھَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکَ مَثُوْبَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ؕ مَنْ لَّعَنَہُ اللّٰہُ وَغَضِبَ عَلَیْہِ وَجَعَلَ مِنْھُمُ الْقِرَدَۃَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْکُفْرِ وَھُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِہٖ ؕ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا یَکْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

لفظی ترجمہ :

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ اے پیغمبر (علیہ السلام) آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! ھَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ نہیں انکار کرتے تم ہم سے اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ مگر اس بات سے کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ اور اس چیز پر جو اتاری گئی پہلے وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ اور بے شک تمہاری اکثریت نافرمان ہے قُلْ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں کیا میں تمہیں خبر دوں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکَ اس

سے بری چیز کی مَثُوبَةً عِندَ اللّٰهِ باعتبار جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی وَغَضِبَ عَلَيْهِ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وَجَعَلَ مِنْهُمُ اور بنائے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ بندر اور خنزیر وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ اور انہوں نے عبادت کی طاغوت کی أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وہی لوگ برے ہیں باعتبار درجے کے وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ اور زیادہ بھکے ہوئے ہیں سیدھے راستہ سے وَإِذَا جَاءُوكُمْ اور جب وہ آتے ہیں تمہارے پاس قَالُوا آمَنَّا کہتے ہیں ہم ایمان لائے وَقَدْ دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ حالانکہ تحقیق وہ داخل ہوئے ہیں (آپ ﷺ کی مجلس میں) کفر کے ساتھ۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ اور تحقیق وہ نکلے ہیں کفر کے ساتھ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ اس چیز کو جو وہ چھپاتے ہیں۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے کافروں کو دوست نہ بناؤ کیونکہ وہ تمہارے دین کے مخالف ہیں اور مسلمان کی قیمتی متاع دین ایمان ہی ہے اور یہ ارکان اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں مثلاً نماز کا اذان کا مذاق کرتے ہیں نقالی کر کے۔

تمسخر کی صورت کا بیان :

جس طرح موذن کانوں میں انگلیاں ڈال کر کلمات اذان بلند آواز سے کہتا ہے

اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر چہرہ دائیں بائیں پھیرتا ہے اس کی نقل اتار کے مذاق اڑاتے ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ مؤذن جب اذان دے تو کانوں میں انگلیاں ڈالے تاکہ اس کو اپنی آواز بری نہ لگے۔ چاہے جتنی زور سے آواز نکالے۔

حدیث پاک میں اسی طرح آیا ہے اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت مؤکدہ بلکہ مستحب ہے تو اگر کوئی شخص اذان دیتے ہوئے کانوں میں انگلیاں نہ بھی ڈالے تو اذان پھر بھی ہو جائے گی اور یہ کہ مؤذن بلند جگہ پر کھڑا ہو کر اذان دے تاکہ دور تک آواز جائے۔ اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہتے وقت چہرہ دائیں طرف پھیرے اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت چہرہ بائیں طرف پھیرے تاکہ دائیں بائیں طرف کے لوگ بھی سن لیں۔

اور یہ بھی حکم ہے کہ موذن جب اذان کہے تو اس کا جواب دو وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو تم بھی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو، وہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو تم بھی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو اور جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہے تو تم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہو۔ جب اذان ہو جائے تو درود شریف پڑھنا ہے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھنی ہے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ میں اس کے لئے قیامت والے دن ضرور سفارش کروں گا اور مغرب کی اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کے بعد اس دعا کے ساتھ ایک اور چھوٹی سی دعا پڑھنی ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّا هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَ اَصْوَاتُ

دُعَاتِکَ فَاغْفِرْ لِیْ اس کا بڑا اجر ہے مگر بہت سارے لوگ اس سے غافل ہیں۔

غرضِ تمسخر :

یہ مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ اے پیغمبر (علیہ السلام) آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! ھَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ نہیں انکار کرتے تم ہم سے مگر اس بات سے کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔

نَقَمَ کی لغوی تحقیق :

نَقَمَ ، یَنْقِمُ ، ضَرَبَ ، یَضْرِبُ سے۔ امام رازیؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں ھَلْ تُنْکِرُوْنَ مِنَّا نہیں انکار کرتے تم ہم سے۔ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ نَقَمَ ، یَنْقِمُ ، کے معنی انتقام کے نہ سمجھ لینا۔

تمسخر کا انجامِ کار :

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی۔ قرآن اور احادیث پر ہم ایمان لائے ہیں احادیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ اور اس چیز پر (بھی ہم ایمان لائے) جو اتاری گئی (ہم سے) پہلے۔ توراۃ پر، انجیل پر، زبور پر اور دوسرے آسمانی صحیفے جو نازل ہوئے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ اور بے شک تمہاری اکثریت نافرمان ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰؑ کے دشمن تھے کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھتے تھے اور انہیں شریف آدمی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے اور عیسائی ضد میں آکر ان کی شریعت کو برا کہتے تھے۔ مگر الحمدللہ! ہم صاف دل ہیں کہ اپنی کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور پہلی تمام آسمانی

کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تمام پیغمبروں اور کتابوں کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قومی اسمبلی نے قانون پاس کیا کہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا موت ہے۔ رسالت کا لفظ عام ہے تمام پیغمبروں کو شامل ہے۔ جس پیغمبر کی بھی کوئی توہین کرے گا اس کو سزائے موت ہوگی۔ لیکن امریکہ بہادر اس بات پر مُصر ہے کہ اس قانون کو ختم کرواور اپنے پیغمبر کی توہین کرنے کا ہمیں حق دو۔

بھائی! ہم تو تمام پیغمبروں کو قابل احترام اور تعظیم سمجھتے ہیں۔ اور سب کے لئے یکساں قانون ہے۔ ہاں! اگر قانون یہ ہوتا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے تو پھر تمہیں اعتراض کرنے اور کچھ کہنے کا حق پہنچتا تھا۔ لہٰذا اب ان کا اعتراض کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قانون تمام پیغمبروں کی عصمت اور عظمت کی حفاظت کے لئے ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ آپ (ﷺ) فرمادیں کیا میں تمہیں خبر دوں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ اس سے بری چیز کی باعتبار جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس سے جو تم ہماری نماز اور اذان کی نقل اتارتے اور مذاق کرتے ہو، وہ کیا ہے؟ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ جیسے عیسائی کہ یہ ملعون ہیں وَغَضِبَ عَلَيْهِ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔ جیسے یہودی کہ وہ مغضوب علیھم ہیں۔

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ اور بنائے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بندر اور خنزیر۔

ایلہ شہر کی تحقیق :

بحیرہ قلزم کے کنارے ایلہ نامی شہر تھا آج کل اس کا نام ایلات ہے اور یہودیوں کی بندرگاہ ہے۔ یہ شہر ہزارہا سال سے چلا آرہا ہے۔ وہاں کے لوگوں کی بود و باش مچھلی کے شکار پر تھی۔ حضرت داؤدk کے زمانہ میں ان پر پابندی لگی کہ ہفتے والے دن تم شکار نہیں کرسکتے کیونکہ یہ عبادت کا دن ہے۔ اس دن عبادت کے علاوہ کسی کام کی اجازت نہیں تھی۔ جس طرح ہماری شریعت میں جمعہ کی اذان سے لے کر اختتام نماز تک ہر وہ کام جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے مکروہ تحریمی یعنی حرام ہے۔ اذان سے مراد پہلی اذان ہے۔ تمام فقہی کتابوں میں موجود ہے اَلْمُعْتَبَرُ هُوَ الْاَذَانُ الْاَوَّلُ پہلی اذان ہی معتبر ہے۔ تو پہلی اذانِ جمعہ سے لے کر اختتامِ صلاۃ تک بیچنا حرام، خریدنا حرام، لکھنا حرام، پڑھنا حرام، ہاں خطیب جمعہ کی تقریر کے لئے مطالعہ کرسکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا واضح اور صاف حکم ہے۔

نمازِ جمعہ میں اذان وافعال کی حیثیت :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ جب اذان دی جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ دوڑو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے وَذَرُوا الْبَیْعَ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو ہاں غسل کرسکتا ہے، مسواک کرسکتا ہے، کپڑے بدل سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ اور جس فعل کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے وہ جائز نہیں ہے۔ چاہے نکاح ہی کیوں نہ ہو۔

اذانِ اوّل کے بعد نکاح کا حکم :

چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربیe اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں اور مولانا محمد اشرف علی تھانویe اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں ''کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کسی نے نکاح پڑھایا تو نکاح نہیں ہوگا دوبارہ پڑھایا جائے'' حالانکہ نکاح کے متعلق آیا ہے کہ ''نکاح آدھا دین ہے'' لیکن چونکہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے اس لئے وہ بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں جمعہ کی نماز کے بعد اپنا کام کرسکتے ہو اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے..........

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ پس جب نماز ہو جائے تو پھیل جاؤ زمین میں اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ تو ہمارے لئے تو صرف پہلی اذان سے لے کر اختتامِ نمازِ جمعہ تک ممانعت ہے۔

یہود کے فرقے اور انجامِ کار :

مگر یہودیوں کے لئے ہفتے کے چوبیس گھنٹے ممانعت تھی۔ سوائے عبادت کے اور کوئی کام جائز نہیں تھا۔ لیکن ان کے تین گروہ بن گئے۔

1.......... مچھلیاں پکڑنے والا۔

2.......... منع کرنے والا۔ اور تیسرا

3.......... انہوں نے کچھ دن تو ان کو منع کیا مگر جب وہ باز نہ آئے تو وعظ کرنا چھوڑ دیا۔

ایک گروہ آخر تک ان کو منع کرتا رہا۔ خدا کی شان کہ مچھلیاں ہفتے والے دن اوپر تیرتی ہوئی نظر آتیں اور آگے پیچھے نظر نہیں آتی تھیں۔ تو جن لوگوں نے شکار کیا ان

میں سے جو بوڑھے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے خنزیر کی شکل میں بدل دیا اور جو جوان تھے ان کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ اور وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر وہ تین دن کے بعد ہلاک کر دیے گئے۔ ان کی آگے نسل نہیں چلی۔ آج کل جو بندر اور خنزیر ہیں یہ حیوانوں کی نسل ہے۔

یہ ہماری اذان اور نماز کی نقل اتارتے ہیں انہیں ہمارا رکوع اور سجدہ اچھا نہیں لگتا ہم ان ساری حالتوں میں انسان ہی رہتے ہیں۔ اپنے بڑوں کا حال دیکھو! جو بندر اور خنزیر بنا دیئے گئے۔ تو انسان کی شکل بری ہے یا جانور کی اور پھر جانوروں میں بندر اور خنزیر کی۔

وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اور انہوں نے عبادت کی طاغوت کی۔ شیطان کی، بتوں کی، جادوگروں کی۔ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ وہی لوگ برے ہیں باعتبار درجے کے۔ اور زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ سیدھے راستہ سے وَاِذَا جَآءُوْکُمْ اور جب وہ آتے ہیں تمہارے پاس قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم ایمان لائے وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْکُفْرِ حالانکہ تحقیق وہ داخل ہوئے ہیں (آپ ﷺ کی مجلس میں) کفر کے ساتھ۔ وَھُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِہٖ اور تحقیق وہ نکلے ہیں کفر کے ساتھ۔ انسان اپنی قیمتی چیز کی حفاظت کرتا ہے جب کہیں جاتا ہے ساتھ لے کر جاتا ہے، آتا ہے تو ساتھ لے کر آتا ہے، ان کی قیمتی چیز کفر ہے۔ ساتھ لے کر آتے ہیں اور ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا کَانُوْا یَکْتُمُوْنَ اس چیز کو جو وہ چھپاتے ہیں، دل میں رکھتے ہیں۔ اس ذات سے کوئی شئی مخفی نہیں ہے۔

وَتَرٰی كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾

لفظی ترجمہ :

وَتَرٰی اور اے مخاطب! تو دیکھے گا كَثِيْرًا مِّنْهُمْ ان میں سے بہتوں کو يُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ دوڑتے ہیں گناہ میں وَالْعُدْوَانِ اور زیادتی میں وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ اور حرام کھانے میں لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ البتہ برا

ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں لَوْلَا یَنْھٰھُمُ کیوں نہیں منع کرتے ان کو الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ پیراور مولوی عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ ان کی گناہ کی بات سے وَاَکْلِهِمُ السُّحْتَ اوران کے حرام کھانے سے لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ البتہ برا ہے وہ جو (مولوی اور پیر) کرتے ہیں وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ اور کہا یہودیوں نے یَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ ان کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں وَلُعِنُوْا اوران پر لعنت کی جائے بِمَا قَالُوْا اس وجہ سے جوانہوں نے کہا ہے بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے وَلَیَزِیْدَنَّ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گا کَثِیْرًا مِّنْهُمْ ان میں سے بہتوں کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ جو نازل کیا گیا آپ (ﷺ) کی طرف مِنْ رَّبِّکَ تیرے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گا) طُغْیَانًا وَّکُفْرًا سرکشی کو اور کفر کو وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ اور ہم نے ڈال دی ان کے درمیان دشمنی وَالْبَغْضَآءَ اور بغض اور کینہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک کُلَّمَآ جب کبھی بھی اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ جلائیں گے وہ آگ لڑائی کے لئے اَطْفَاَهَا اللّٰهُ بجھادے گا اس کو اللہ تعالیٰ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اور کوشش کریں گے یہ زمین میں فساد کی وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا فساد کرنے والوں کے ساتھ۔

ربط آیت :

بات پہلے سے یہودیوں کی چلی آرہی ہے۔لیکن جن کاموں کولوگ کرتے رہے ہیں کسی قوم کی تخصیص نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ اور اے مخاطب! تو دیکھے گا ان میں سے بہتوں کو يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ دوڑتے ہیں گناہ میں اور زیادتی میں۔

اثم اور عدوان کا مصداق :

مشاہدے کی بات ہے کہ لوگ گناہ کے کام کو دوڑ کے کرتے ہیں ''اثم'' اس گناہ کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا جائے اور نافرمانی کی جائے اور ''عدوان'' کہتے ہیں بندوں کے حق ضائع کرنے کو چوری کرنا۔ڈکیتی کرنا،کسی کا مال غصب کر لینا، غیبت کرنا، بلاوجہ کسی کو مارنا، گالی دینا، بہتان تراشی کرنا، طعنہ دینا یہ تمام چیزیں ''عدوان'' کی مد میں ہیں۔مطلب یہ ہے کہ حقوق اللہ کو بھی توڑتے ہیں اور حقوق العباد کو بھی توڑتے ہیں۔نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ بندوں کے حقوق کی پرواہ کرتے ہیں۔

سُحُتْ اور رشوت کی تفصیل :

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ اور حرام کھانے میں جلدی کرتے ہیں۔ایک ہوتی ہے رشوت اور ایک ہے سحت ان دونوں میں فرق ہے۔سحت کہتے ہیں پیسے لے کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف فیصلہ کرنا۔مثلاً چور،ڈکیت کے متعلق فیصلہ کرنا کہ یہ چور،ڈکیت نہیں ہیں۔یا رقم لے کر قاتل کو بری کر دینا اس رقم کو سحت کہتے ہیں۔اس زمانے میں بھی

جج اور قاضی اس طرح کرتے تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔

اور رشوت اس رقم کو کہتے ہیں کہ کسی کا کام رقم لے کر کیا جائے یعنی رشوت عام ہے۔ اور سحت خاص ہے۔ یعنی رشوت عام کاموں میں ہے اور سحت غلط فیصلہ کرنے میں ہے اور رشوت بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر، رشوت لینے والے پر اور ان دونوں کے درمیان دلالی کرنے والے پر۔ یہ سب کے سب ملعون ہیں۔

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ البتہ برا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کرتے ہیں، بندوں کے حقوق ضائع کرتے ہیں، حرام کھاتے ہیں۔

حقیقی پیر اور مشائخ کی ذمہ داری :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ کیوں نہیں منع کرتے ان کو پیر اور مولوی عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ ان کی گناہ کی بات سے وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ اور ان کے حرام کھانے سے۔ مولوی اور پیر کیوں نہیں روکتے۔

دیکھنا! علماءِ سوء اور ٹھگ پیر اس زمانے میں بھی تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ٹھگ پیر اس زمانے میں بھی لوگوں کو لوٹتے تھے اور آج بھی چھ ماہی وصول کرتے ہیں اس کے سواء ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حالانکہ اصل پیر کا کام ہے لوگوں کی اصلاح کرنا، نیکی کی تلقین کرنا، برائی سے منع کرنا، اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کو خود نیکی، بدی کا علم ہو۔ لہٰذا جاہل آدمی کو پیر نہیں بننا چاہیے، بلکہ بن بھی نہیں سکتا۔ جاہل کسی کی کیا اصلاح کرے گا وہ تو خود قابلِ اصلاح ہے۔ پیر و مرشد وہ ہوتا ہے جو علوم شریعت سے اچھی طرح واقف ہو اور اخلاق کے اعتبار سے ایسا ہو کہ اس پر کوئی حرف نہ آئے، ایسا پیر

دوسروں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کر سکے گا اور جس کے اپنے اخلاق اور اعمال درست نہیں ہیں وہ دوسروں کی کیا تربیت کرے گا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خفتہ، خفتہ را کے کند بیدار

سویا ہوا سوئے ہوئے کو کب جگائے گا۔ سوئے ہوئے کو تو وہ جگائے گا جو خود جاگتا ہو۔ لہٰذا جاہل پیر لوگوں کی کیا اصلاح کرے گا۔ علماء اور مشائخ کی ذمہ داری ہے اور فرض ہے کہ لوگوں کو گناہ اور حرام خوری سے منع کریں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ رَاٰی مِنکُمْ مُنْکَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ جو تم میں سے برائی کو دیکھے وہ اس کو ہاتھ سے روکے اور ظاہر بات ہے کہ ہاتھ سے وہ روکے گا جس کو طاقت ہوگی۔ جیسے حاکم وقت ہے یا علاقے کا چوہدری اور سردار ہے اور علاقے میں اس کا اثر ورسوخ ہے تو برائی کو ہاتھ سے روکے اور اگر طاقت نہیں ہے تو زبان سے برائی کو روکے لوگوں کو سمجھائے کہ بھائی جو کام تم کر رہے ہو جائز نہیں ہے۔

شریعت نے منع کیا ہے یا جو بھی اصلاح کا طریقہ مناسب ہو وہ اختیار کرے اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہیں ہے تو فَبِقَلْبِهٖ پھر اس کو اپنے دل میں برا سمجھے اور اگر دل میں بھی اس کو برا نہیں سمجھتا تو فرمایا اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

بیان ربط آیات ومضمون :

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ البتہ برا ہے وہ جو (مولوی اور پیر) کرتے ہیں۔ یعنی ان کا منع نہ کرنا برا کام ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر حق کو جاننے والے بہت سارے ہیں تو حق کو بیان کرنا ان کے لئے فرض کفایہ ہے اگر ان میں سے ایک بھی بیان کردے گا تو سب

کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا اور اگر بیان کرنے والا ایک ہی ہے تو اس پر بیان کرنا فرضِ عین ہے اگر وہ بیان نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

یہود کی گستاخی کا بیان :

پہلے ذکر تھا کہ یہودی اذان، نماز کا تمسخر کر کے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور ایمان والوں کو ایذا پہنچاتے ہیں اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی بے ادبی اور گستاخی کا ذکر ہے قرآنِ کریم میں آتا ہے "وَاَقْرِضُوْا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو۔ یہودیوں نے کہا (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ محتاج ہو گیا ہے کہ قرض مانگتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی رضا کے لئے تم جو صدقہ خیرات کرو تمہیں اس کا ضرور بدلہ ملے گا۔ جس طرح کسی کو قرض دیا جائے تو رقم مقروض کے ذمہ ہوتی ہے اور اس نے ضرور واپس کرنی ہوتی ہے۔ اسی طرح جو رقم تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے خرچ کرو گے گویا تم نے اللہ تعالیٰ کو قرض دیا ہے اس کا تمہیں ضرور بدلا ملے گا۔ لیکن یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی اور یہ بھی کہا.........

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ اور کہا یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں کہ اپنے بندوں پر خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ الٹا بندوں سے قرض مانگنا شروع کر دیا ہے۔ فرمایا غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ کیونکہ یہ تمام برائیوں میں مبتلا ہیں اور بخیل ہیں۔

وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا اور ان پر لعنت کی جائے اس وجہ سے جو انہوں نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو بند نہیں ہوئے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ بات سمجھنا یہاں پر

اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کا ذکر ہے۔ اور دوسرے مقام پر ایک ہاتھ کا ذکر ہے۔ ”تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ“. برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں شاہی ہے اتنی بات تو واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔ لہٰذا بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم نے تسلیم کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں باقی رہی ان کی کیفیت تو ہمیں معلوم نہیں ہے کہ کس طرح کے ہاتھ ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاتھ ہیں کہ ہتھیلی ہے، انگلیاں ہیں، انگوٹھا ہے، انگوٹھے میں دو جوڑ ہیں، انگلیوں میں تین تین جوڑ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو ہم حاشا وکلا کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں! یہ کہیں گے کہ اس کی شان کے جو لائق ہیں اس طرح کے ہاتھ ہیں۔ اور وہ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ آگے فرمایا.........

وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گا ان میں سے بہتوں کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ جو نازل کیا گیا آپ (ﷺ) کی طرف مِنْ رَّبِّکَ تیرے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گا) کیا زیادہ کرے گا؟ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا (زیادہ کرے گا) سرکشی اور کفر کو۔ اب رہی یہ بات کہ قرآنِ کریم تو رحمت محض ہے۔ اس سے سرکشی اور کفر کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔ تو یہ بات شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے بڑے اچھے انداز میں سمجھائی ہے وہ فرماتے ہیں

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید ودر شورہ بوم وخس

بارش باغ میں گل لالہ اگاتی ہے اور خراب زمین میں کانٹے دار گھاس۔

بارش کے تو سارے قطرے ایک طرح کے ہوتے ہیں اچھی زمین پر گریں گے تو اچھی چیزیں پیدا ہوں گی اور نکمی اور کلر والی زمین پر گریں گے تو نکمی چیزیں پیدا ہوں گی۔

بارش وہی ہے باغ پر برسے گی تو خوشبو پھیلے گی اور روڑی پر برسے گی تو بدبو پھیلے گی، جیسی جگہ ویسا نتیجہ۔ اسی طرح قرآن پاک جب نازل ہوا تو اچھے لوگ ایمان لائے اور یقین کیا اور جوں جوں قرآن نازل ہوتا گیا ان کا ایمان بڑھتا گیا۔ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور جو برے لوگ ہیں ان کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوا۔

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اور ہم نے ڈال دی ان (یہود و نصاریٰ) کے درمیان دشمنی، بغض اور کینہ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کی بے شمار آپس میں لڑائیاں ہوئی ہیں۔ اور اب بھی ایک دوسرے کے خلاف بغض اور کینہ لئے بیٹھے ہیں۔ اور یہ لوگ اندرونی طور پر ہمیشہ دست وگریباں رہیں گے۔ کاش! کہ مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان بن جائیں۔ اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہو جائے۔ اور بغض و کینہ ختم ہو جائے تو اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر کافروں نے ان کا ایسا ذہن بنا دیا ہے کہ وہ آپس میں مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ شام، لبنان کے ساتھ نہیں مل سکتا۔ اردن کے ساتھ نہیں مل سکتا، کویت کے ساتھ نہیں مل سکتا، اور عراق سعودیہ کے ساتھ ملنے کو تیار نہیں ہے۔ ایک دوسرے کے دلوں میں اتنی نفرت پیدا کر دی گئی ہے کہ آپس میں تو نہیں ملیں گے، یہودیوں کی گود میں جا بیٹھیں گے اور اس وقت سارے امریکہ کی گود میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ جب کبھی بھی جلائیں گے وہ آگ لڑائی کے لئے اَطْفَاَهَا اللّٰهُ بجھا دے گا اس کو اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ بے شمار لڑائیاں کیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مرتبہ ناکام فرمایا وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اور کوشش کریں گے یہ زمین میں فساد کی۔ اس وقت دنیا میں سب سے بڑا غنڈہ

اور دہشت گرد امریکہ ہے۔ جو بظاہر امن کا ٹھیکے دار بنا ہوا ہے اور حقیقت میں فساد کا علمبر دار ہے۔ اب اس نے شام کو دہشت گرد قرار دیا ہے، کیوں؟۔ اس لئے کہ جولان کی پہاڑیاں شامیوں کی تھیں۔ یہودیوں نے ان سے چھین کر اپنی بستیاں آباد کی ہیں۔ امریکہ شام کو کہتا ہے کہ تو ان کی ملکیت سے دست بردار ہو جا اور شام اپنی ملکیت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے۔ لہٰذا وہ دہشت گرد ہے۔ کہ اس کا حکم نہیں تسلیم کیا۔ بڑی عجیب قسم کی منطق ہے۔

بھائی! ایک آدمی اپنی چیز کے متعلق کہتا ہے کہ یہ میری ہے اور میں اس کی ملکیت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں تو اسے کہتے ہیں کہ تو دہشت گرد ہے۔ یہ فساد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔

وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا فساد کرنے والوں کے ساتھ۔ حدیث پاک میں آتا ہے فتنہ سویا ہوا ہے جو اس کو جگاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ لہٰذا فتنے کی کوئی بات کرنا یا فتنے کا کوئی کام کرنا سخت گناہ ہے اور اسلام کی روح کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاَدْخَلْنٰھُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ ؕ مِنْھُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ؏ ﴿۶۶﴾ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾

لفظی ترجمہ :

وَلَوْ اَنَّ اوراگر بے شک اَھْلَ الْکِتٰبِ اہلِ کتاب اٰمَنُوْا ایمان لے آئیں وَاتَّقَوْا اور رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈریں لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ البتہ ہم مٹادیں ان سے سَیِّاٰتِھِمْ ان کی خطائیں وَلَاَدْخَلْنٰھُمْ اور البتہ ہم ان کو داخل کریں گے جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغات میں وَلَوْ اَنَّھُمْ اور اگر بے شک وہ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ قائم کریں توراۃ کو وَالْاِنْجِیْلَ اور انجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ اور جو کچھ نازل کیا گیا ان کی طرف مِّنْ رَّبِّھِمْ ان کے رب

کی طرف سے لَاَکَلُوْا البتہ کھائیں وہ مِنْ فَوْقِهِمْ اپنے اوپر سے وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ اوراپنے پاؤں کے نیچے سے مِنْهُمْ اُمَّةٌ ان میں سے ایک گروہ ہے مُّقْتَصِدَةٌ درمیانی چال چلنے والا وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ اور بہت سارے ان میں سے سَآءَ مَايَعْمَلُوْنَ برے ہیں وہ کام جو وہ کرتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بَلِّغْ پہنچادیں مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو چیز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ اوراگر آپ نے ایسا نہ کیا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ تو آپ نے نہ پہنچایا رب تعالیٰ کا پیغام وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ اور اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا مِنَ النَّاسِ لوگوں سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔

بیان ربط آیات :

پہلے سے اہلِ کتاب کا ذکر چلا آرہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اوراگر بے شک اہلِ کتاب اٰمَنُوْا ایمان لے آئیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہے پہلے پیغمبروں کی طرح مخصوص نہیں ہے۔ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کی بعثت مخصوص قوموں کی طرف ہوتی تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کے لئے قیامت تک پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" (اعراف: ۱۵۸)۔
آپ کہہ دیں اے انسانو! میں تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور
سورۃ فرقان میں ہے "تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ
لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ" بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا
تاکہ ہو جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا تو عالمین میں انسان، جنات سب آ گئے۔ یعنی
آپ ﷺ انسانوں اور جنوں سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور حدیث پاک
میں آتا ہے "بُعِثْتُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ وَاِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" مجھے کالے،
سرخ، انسان، جنات سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ لہٰذا اب قیامت تک کے
تمام انسانوں اور جنات کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے۔ کہ وہ
آپ ﷺ پر ایمان لائیں تو فرمایا کہ اگر اہلِ کتاب ایمان لائیں۔

وَاتَّقَوْا اور رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈریں اور اس کے پیغمبر کی مخالفت نہ کریں تو
ہم یہ کریں گے کہ لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ البتہ ہم مٹا دیں ان سے ان کی
خطائیں اور گناہ۔ ایمان اعظم المکفرات ہے "اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ"
اسلام ایمان اپنے سے پہلے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ کفر، شرک تک گناہوں کے مٹانے
کے ساتھ یہ بھی کریں گے.........

وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ اور البتہ ہم ان کو داخل کریں گے نعمتوں کے
باغات میں وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور اگر بے شک وہ قائم کریں تورات
اور انجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور جو کچھ نازل کیا گیا ان کی طرف ان کے
رب کی طرف سے لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ البتہ کھائیں وہ اپنے اوپر سے وَمِنْ تَحْتِ

اَرْجُلِهِمْ اور اپنے پاؤں کے نیچے سے۔

اوپر سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ پھل وافر مقدار میں کھائیں کیونکہ پھل فروٹ کے درخت انسان کے سروں سے اوپر ہوتے ہیں اور پاؤں کے نیچے سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے اناج سبزیاں مختلف قسم کی اگتی ہیں وہ بھی کھائیں اور توراۃ اور انجیل کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں کیونکہ پادری صاحبان کے اقرار کے باوجود کہ توراۃ اور انجیل میں تحریف ہوئی ہے پھر بھی آنحضرت ﷺ کی نبوہ اور صداقت کے اشارات اور بشارتیں موجود ہیں میں نے اپنی کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' میں عیسائیوں کے حوالے پیش کئے ہیں کہ ان کی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے پھر بھی انجیل یوحنا میں یہ آیت آج بھی موجود ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے ساتھی حواریوں سے فرمایا ''تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں پھر فرمایا اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں''۔ (یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ تعالیٰ نے ''دنیا کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے ہیں وہ عیسٰی علیہ السلام میں نہیں ہیں)۔

بے شک حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑے معجزے عطا فرمائے مگر آنحضرت ﷺ کے معجزات بہت بلند اور زیادہ ہیں اور دنیا کے سردار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوۃ تمام دنیا اور تمام قوموں کے لئے ہے۔ تو اب معنٰی یہ بنے گا کہ اہلِ کتاب اگر توراۃ اور انجیل کو قائم کریں کہ آخری پیغمبر پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کے متعلق جو بشارتیں توراۃ اور انجیل میں ہیں ان پر عمل کریں تو پھل بھی وافر

مقدار میں کھائیں گے اور اناج بھی وافر مقدار میں کھائیں گے۔

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ان میں سے ایک گروہ ہے درمیانی چال چلنے والا، اعتدال پسند۔ یہ وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین رضی اللہ عنہم یہ تمام پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی طرح حضرت عدی بن حاتم، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہو گئے۔ اور بھی بہت سارے یہودی اور عیسائی جو اعتدال پسند تھے مسلمان ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَايَعْمَلُوْنَ اور بہت سارے ان میں سے برے ہیں وہ کام جو وہ کرتے ہیں۔ یعنی اکثریت ان کی برے کام کرتی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہوئے (جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے "يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ". یہ آخری پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں مگر پھر) بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور تاریخ بتلاتی ہے کہ یہودیوں کے مدینہ طیبہ میں آنے کا سبب آنحضرت ﷺ کی بعثت تھی کہ ان کو جب علم ہوا کہ پیغمبر آخر الزمان نے مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونا ہے اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنا ہے تو ان کے بڑوں نے مدینہ طیبہ میں آکر ڈیرے جمائے کہ پیغمبر آخر الزمان جب تشریف لائیں گے تو ہم ان کا استقبال کریں گے اور ان پر ایمان لائیں گے۔

مگر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو منکر ہو گئے بہت تھوڑے ایمان لائے بھلا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔ اکثریت ہمیشہ گمراہ رہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک اکثریت گمراہ ہی رہے گی سوائے

اس خطے کے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کنٹرول ہوگا نازل ہونے کے بعد وہاں مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا اور جن علاقوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کنٹرول نہیں ہوگا وہاں بدستور کافر رہیں گے جیسے چین، روس، جاپان ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اکثریت کے بے عمل ہونے سے متاثر نہ ہوں آپ کا کام ہے تبلیغ کرنا، آپ تبلیغ کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

یَـٰٓأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچادیں جو چیز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ تو آپ نے نہ پہنچایا رب تعالیٰ کا پیغام۔ یعنی بالفرض اگر آپ نے رب تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچایا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو رب تعالیٰ کی طرف سے جو احکام ملتے ہیں وہ مخلوق تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبلیغ کا حق ادا کیا اور دوسرے پیغمبروں نے بھی تبلیغ احکام میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔

مودودی صاحب کی غلطی کا جائزہ:

مودودی صاحب نے اپنی تفسیر میں بہت سی غلط باتیں لکھی ہیں ہماری ان کے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مسلمہ عقائد کے خلاف باتیں لکھی ہیں علماء کرام کے اعتراضات کے بعد انہوں نے الفاظ کا ہیر پھیر کیا ہے مگر اعتراض بدستور باقی ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب اپنی تفسیر کے پہلے ایڈیشن میں حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ.........

''ان سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں''۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ بھائی! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے تو ایک کوتاہی بھی نہیں ہوتی چہ جائیکہ کوتاہیاں ہو جائیں۔ لہٰذا یاد رکھنا! کسی پیغمبر نے کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو فرمایا آپ ﷺ تبلیغ کریں۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا لوگوں سے۔ اور ان کے شر سے۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام n سفر، حضر میں آنحضرت ﷺ کا پہرہ دیا کرتے تھے کہ کوئی بدقماش یہودی مشرک اور منافق آپ کے اور آپ ﷺ کے حجرات کے قریب نہ آنے پائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے سادہ ہونے کے باوجود بڑے ذہین لوگ تھے جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی آپ ﷺ سفر پر تھے اور آپ ﷺ کے خیمے کے باہر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری جان کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ اب پہرے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا تم جا سکتے ہو۔ اس کے بعد کبھی کسی نے کوئی پہرہ نہیں دیا۔ فرمایا............

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔ یعنی جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہیں دیتا نہ کسی کو کافر بناتا ہے۔ باوجود اس پر قادر ہونے کے اس نے قانون بنایا ہے۔ ''فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ'' پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ط وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ج فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَاَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ رُسُلًا ط كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ م بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ لا فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ق ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

لفظی ترجمہ :

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (ﷺ) فرمادیں اے اہلِ کتاب! لَسْتُمْ

عَلٰی شَیْءٍ نہیں ہوتم کسی چیز پر حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ یہاں تک کہ تم قائم کرو توراۃ کو اور انجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ اور اس چیز کو جو نازل کی گئی تمہاری طرف مِّنْ رَّبِّکُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَلَیَزِیْدَنَّ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ ان میں سے اکثریت کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وہ چیز جو نازل کی گئی آپ ﷺ کی طرف مِنْ رَّبِّکَ آپ (ﷺ) کے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گی) طُغْیَانًا وَّکُفْرًا سرکشی اور کفر کو فَلَا تَاْسَ پس نہ افسوس کریں عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ کافر قوم پر اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے وَالصَّابِئُوْنَ اور صابی وَالنَّصٰرٰی اور نصرانی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو شخص ان میں سے ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کرے گا اچھے فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ پس نہ ہوگا ان پر خوف وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے لَقَدْ اَخَذْنَا البتہ تحقیق لیا ہم نے مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وعدہ بنی اسرائیل سے وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا اور بھیجے ہم نے ان کی طرف کئی رسول کُلَّمَا جَآءَ ھُمْ رَسُوْلٌ جب بھی لایا ان کے پاس کوئی رسول بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُھُمْ وہ چیز جس کو ان کے نفس نہیں چاہتے تھے فَرِیْقًا کَذَّبُوْا پیغمبروں کے ایک گروہ کو انہوں نے جھٹلایا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ اور پیغمبروں کے ایک گروہ

کو قتل کرتے رہے وَحَسِبُوْٓا اورانہوں نے گمان کیا اَلَّا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ کہ نہیں ہوگا کوئی فتنہ اور آزمائش فَعَمُوْا پس وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوا ثُمَّ عَمُوْا پھر اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ ان میں سے بہت سارے وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو عمل وہ کر رہے ہیں۔

اہلِ کتاب اسے کہتے ہیں جو قرآن پاک سے پہلی کتابوں میں سے کسی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً یہودی توراۃ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، عیسائی انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ اہلِ کتاب ہیں۔ اس بات میں بعض علماء کا اختلاف ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر معیار پر پورے نہیں اترتے جیسے قادیانی اور باطل فرقے کیا ان کو اہلِ کتاب کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ چونکہ قرآن کریم کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا یہ اہلِ کتاب ہیں مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

محققین فرماتے ہیں کہ یہ ہرگز اہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ اہلِ کتاب اسے کہتے ہیں جو قرآنِ کریم سے پہلی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ماننے کا دعویٰ کرے۔ لہٰذا قادیانی اور دیگر باطل فرقے اہلِ کتاب کا مصداق نہیں ہیں۔

کافر، ملحد اور زندیق کی تحقیق :

ایک ہوتا ہے کافر اور ایک ملحد اور زندیق ہوتا ہے۔ کافر اسے کہتے ہیں جو کھلے طور پر انکار کرے کہ میں قرآنِ کریم کو نہیں مانتا۔ پیغمبر کو نہیں مانتا یا اللہ تعالیٰ کے کسی محکم حکم کا

انکار کرے۔ اور ملحد اور زندیق اسے کہتے ہیں جو ماننے کا دعویٰ کرے مگر تعبیر اور مطلب اپنی مرضی سے کرے۔ جیسے قادیانی ختم نبوۃ کے انکار کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور خاتم النبیین ﷺ کی تعبیر اور تفسیر اپنی مرضی سے کرنے کی وجہ سے ملحد اور زندیق بھی ہیں۔ کیونکہ وہ قرآنِ کریم کی آیت کریمہ وخاتم النبیین ﷺ کے لفظوں کے منکر نہیں ہیں۔ لیکن اس کی وہ تفسیر جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی کہ

"أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَارَسُوْلَ بَعْدِيْ" کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول آئے گا اور جو تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمائی، تابعین نے فرمائی، تبع تابعین نے فرمائی، ائمہ مجتہدین، فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی، مفسرین کرام اور محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی ہے کہ آپ آخری پیغمبر ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی تشریعی پیغمبر ہوسکتا ہے نہ غیر تشریعی۔ اور آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوۃ کا دعویٰ کرے گا دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اور قادیانی خاتم کا معنی کرتے ہیں مہر لگانے والا اور خاتم النبیین کا معنی کرتے ہیں نبیوں پر مہر لگانے والا کہ آپ ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر آئیں گے وہ آپ ﷺ کی مہر کی تصدیق سے آئیں گے۔ حالانکہ یہ معنی خود مرزا غلام احمد قادیانی جس کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور والدہ کا نام چراغ بی بی عرف "گھسیٹی" تھا کے مسلمات کے خلاف ہے۔

"چنانچہ وہ اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں لکھتے ہیں اس طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی کہ میں لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا (یہ اس کے ساتھ دوزخ تھا) اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے

لئے خاتم الاولاد تھا۔ اور اگر مہر لگانے والا ترجمہ ہو تو پھر معنی یہ بنے گا کہ اب اس کے بعد میرے والدین کے ہاں جتنی اولاد ہو گی وہ میری مہر سے ہو گی۔

تو اہلِ کتاب وہ ہیں جو قرآنِ کریم سے پہلے والی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قُلْ يَـٰٓأَهْلَ الْكِتَـٰبِ آپ (ﷺ) فرمادیں اے اہلِ کتاب! لَسْتُمْ عَلَىٰ شَىْءٍ نہیں ہو تم کسی چیز پر۔ یعنی تم حق پر نہیں ہو۔ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَىٰةَ وَالْإِنجِيلَ یہاں تک کہ تم قائم کرو توراۃ کو اور انجیل کو وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ اور اس چیز کو (قائم کرو) جو نازل کی گئی ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے۔ ان کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ توراۃ اور انجیل میں آپ ﷺ کے متعلق بشارتیں موجود ہیں۔ اور اگر تم آخری پیغمبر کی بعثت اور نبوۃ کو تسلیم نہیں کرتے اور ان پر ایمان نہیں لاتے تو تم نے توراۃ اور انجیل کو بھی تسلیم نہیں کیا۔

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم اور البتہ ضرور زیادہ کرے گی ان میں سے اکثریت کے لئے مَّآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وہ چیز جو نازل کی گئی آپ ﷺ کی طرف آپ (ﷺ) کے رب کی طرف سے کیا زیادہ کرے گی؟ طُغْيَـٰنًا وَكُفْرًا سرکشی اور کفر کو۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآنِ کریم تو ہدایت و رحمت ہے یہ سرکشی اور کفر کو کیوں بڑھائے گا؟ اس کا جواب میں نے پہلے بھی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دیا تھا۔ جو کہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ ان کی کتابیں کریما، گلستان، بوستان آج تک مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کی کتابوں میں فارسی ادب کے علاوہ توحید وسنت اخلاقیات اور تصوف کے بڑے اسباق ہیں۔ (مثال گزشتہ اسباق میں دیکھ لی

جائے)۔فرمایا......

فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ پس نہ افسوس کریں کافر قوم پر۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فلاح کا مدار ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔فرمایا، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔یعنی جنہوں نے ایمان کا دعویٰ کیا ہے۔(اور بعض مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ پہلے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں)۔وَالَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے۔ان کو یہودی کہنے کی وجوہ......

''یہودی'' کہنے کی وجوہ :

① ...... یہ ہے کہ جب ان کے بڑوں سے غلطی ہوتی تھی تو توبہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا ''اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْکَ'' بے شک ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔تو اس ''هُدْنَا'' کے لفظ کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

② ...... تفسیر خازن وغیرہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام تھا یہودا اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

③ ...... یہ بیان فرماتے ہیں کہ ''تَهَوَّدَ'' کے معنی ہیں ''حرکت کرنا، ہلنا'' یہ جب توراۃ پڑھتے تھے تو حرکت کرتے تھے، ہلتے تھے۔جس طرح حافظ، قاری جب قرآنِ کریم پڑھتے ہیں تو ہلتے اور جھومتے ہیں۔یہ چونکہ توراۃ پڑھتے ہوئے ہلتے ہیں اس وجہ سے ان کو یہود کہا جاتا ہے۔

’’صابی،نصرانی‘‘ کہنے کی وجوہ :

وَالصَّابِئُوْنَ اور صابی۔ یہ حضرت داوٗد علیہ السلام کو نبی مانتے تھے اور زبور پر ایمان رکھتے تھے۔فی الجملہ نماز روزے کے بھی قائل تھے۔آخرت کے بھی قائل تھے۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ چاند اور سورج کی پوجا کرتے تھے اور ستاروں میں :ائی کرشمے مانتے تھے ان کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ اہلِ کتاب میں سے ہیں یانہیں؟۔مگر صحیح بات یہ ہے کہ اہلِ کتاب میں سے ہیں کیونکہ زبور کو ماننے کا عویٰ کرتے ہیں۔

وَالنَّصٰرٰی اور نصرانی۔ان کو نصرانی کہنے کی وجوہ..........

① ...... فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس محلے میں پیدا ہوئے تھے اس کا نام تھا’’ناصرہ‘‘اس کی طرف نسبت کی وجہ سے نصرانی کہا جاتا ہے۔اور نسبت کی وجہ سے تاریخ کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ k کا نام مسیح ناصری آتا ہے۔جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی، مدنی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی۔

② ...... اور ان کو نصاریٰ کہنے کی دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہودیوں سے خطرہ محسوس کیا تو اپنے ساتھیوں کو فرمایا ’’مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ‘‘؟. اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہوئے میری مدد کون کرے گا؟۔ ’’قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللہِ‘‘. حواریوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کی ہم مدد کریں گے۔اس لئے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان تمام فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا..........

مَنْ اٰمَنَ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو شخص ان میں سے ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور

آخرت کے دن پر وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ. اور عمل کرے گا اچھے نہ ہوگا ان پر خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ نہ ان پر آئندہ کے لئے کوئی خوف ہوگا اور نہ گزشتہ پر کوئی غم ہوگا۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ البتہ تحقیق لیا ہم نے وعدہ بنی اسرائیل سے وَاَرْسَلْنَا اِلَیْهِمْ رُسُلًا اور بھیجے ہم نے ان کی طرف کئی رسول كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ جب بھی لایا ان کے پاس کوئی رسول بِمَا لَا تَهْوٰۤی اَنْفُسُهُمْ وہ چیز جس کو ان کے نفس نہیں چاہتے تھے فَرِیْقًا كَذَّبُوْا پیغمبروں کے ایک گروہ کو انہوں نے جھٹلایا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ اور پیغمبروں کے ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت شعیا علیہ السلام کو شہید کیا اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس وقت کے حاکم نے اپنی حقیقی بھانجی کے ساتھ نکاح کر لیا جبکہ ہماری شریعت کی طرح ان کی شریعت میں بھی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام تھا۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو جب اس کی خبر ملی تو انہوں نے سوچا کہ اگر خاموش رہتا ہوں تو گنہگار رہوں گا۔ چنانچہ مسئلہ سمجھانے کے لئے حاکم کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو مسئلہ سمجھایا کہ تو نے جو کچھ کیا ہے صحیح نہیں کیا اور یہ ازروئے شریعت حرام ہے۔ حاکم کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ تو مجھے مسئلے سمجھاتا ہے؟ اور قتل کر دیا۔

وَحَسِبُوْا اور انہوں نے یہ گمان کیا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کہ نہیں ہوگا کوئی فتنہ اور آزمائش۔ اور پھر اس گمان میں فَعَمُوْا پس وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہو گئے۔ آنکھیں ان کی حق کو دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور ان کے کان حق کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ پھر اس کے بعد پے در پے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ان کے پاس تشریف

لاتے رہے اور ان کو حق کا راستہ دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور آیا۔

ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوا۔ ان کو توبہ کا موقع دیا ثُمَّ عَمُوْا پھر وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ان میں سے بہت سارے پہلوؤں کی روش پر چل نکلے۔

واللّٰهُ بَصِيْرٌ . بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو عمل وہ کر رہے ہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وقت آنے پر سب کچھ بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۷۲ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۳ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۴

لفظی ترجمہ :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وہ مسیح بن مریم ہے وَقَالَ الْمَسِيْحُ اور فرمایا مسیح (علیہ السلام) نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اے بنی اسرائیل اعْبُدُوا اللّٰهَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اِنَّهٗ بے شک وہ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس

پر حرام کردی جنت وَمَاْوٰهُ النَّارُ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
اور نہیں ہے ظالموں کے لئے مِنْ اَنْصَارٍ کوئی مددگار لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ
تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ ثَالِثُ
ثَلٰثَةٍ تینوں میں تیسرا ہے وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اور حالانکہ نہیں کوئی الٰہ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
مگر ایک ہی الٰہ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا اور اگر وہ باز نہ آئے عَمَّا يَقُوْلُوْنَ ان
باتوں سے جو وہ کہتے ہیں لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ البتہ ضرور پہنچے گا ان لوگوں کو
كَفَرُوْا مِنْهُمْ جو ان میں کافر ہیں عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب اَفَلَا
يَتُوْبُوْنَ کیا پس وہ نہیں توبہ کرتے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف
وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ اور کیوں نہیں اس سے معافی مانگتے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور
اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

عیسائیوں کے گروہوں کا بیان اور نظریات :

اب اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے باطل عقیدے کا ذکر فرماتے ہیں۔عیسائیوں کے تین گروہ تھے۔

1 نسطوریہ 2 یعقوبیہ اور 3 ملکائیہ۔

1 .... نسطوریہ فرقے کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ان کے عقیدے کا ذکر دسویں پارے میں آتا ہے "وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ"۔ (توبہ : ۳۰) اور کہا یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔حالانکہ

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔

بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے۔ (حدیث قدسی اسے کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے بات کریں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں "یَسُبُّنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ ذٰلِکَ" آدم کی اولاد مجھے گالیاں دیتی ہے۔ حالانکہ ان کو گالیاں دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ "مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا" (سورۃ الجن : ۳)۔ پس اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے نہ اولاد ہے۔ اس کی صفت ہے "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" (سورۃ اخلاص : ۳) نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔

رب تعالیٰ کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔ جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے اسی طرح عرب اور دوسرے ملکوں کے جاہل لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ قرآن کریم میں آتا ہے "وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ" (نحل : ۵۷) اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔

2........ یعقوبیہ فرقے والے اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کو الگ ذات مانتے تھے لیکن ساتھ ساتھ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بڑی عبادت کی اتنی عبادت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اندر حلول کر گیا ہے، داخل ہو گیا ہے۔ ان کو حلولیہ اور اتحادیہ بھی کہتے ہیں۔ البتہ اتحادیہ اس میں مزید اضافہ بھی کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے جتنے افعال اور معجزات صادر ہوتے ہیں بظاہر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہو رہے تھے لیکن حقیقۃً اللہ تعالیٰ سے صادر ہو رہے تھے۔ جو اندر حلول کئے ہوئے ہے۔

اس کی وہ مثال یہ پیش کرتے ہیں کہ ایک ہے آگ اور ایک ہے لوہا آگ کی تاثیر ہے جلانا اور لوہے کی تاثیر ہے کاٹنا لیکن جب لوہے کو آگ میں ڈالا جائے تو گرم ہو کر وہ بھی جلانے لگ جاتا ہے کہ آگ کے ساتھ متحد ہو کر دونوں ایک ہو گئے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے جب بکثرت عبادت کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے پھر انکا عقیدہ بیان فرمایا ہے ارشادِ ربانی ہے ......

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ بیشک اللہ تعالیٰ وہ مسیح بن مریم ہے۔ رب تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وَقَالَ الْمَسِيْحُ اور فرمایا مسیح (علیہ السلام) نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اے بنی اسرائیل اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ مجھ سے جو معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اندر حلول کر گیا ہے۔

معجزہ اور کرامت پر تحقیق :

معجزے کی تعریف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے وہ نبی کا فعل نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی کا اس میں ذاتی طور پر کوئی دخل ہوتا ہے۔ اور معجزے کی طرح کرامت بھی حق ہے۔ اور کرامت کی تعریف یہ ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے۔ اور ولی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس مصر تشریف لا رہے تھے۔ جب طور کے مقام پر پہنچے۔ تو قرآن پاک میں آتا ہے۔

"قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا" اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ تم (یہاں) ٹھہرو "اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا" مجھے آگ نظر آئی ہے۔ "لَعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ" شاید میں وہاں (راستے) کا کچھ پتہ لاؤں۔ "اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ" یا آگ کا انگارا لے آؤں تاکہ تم تاپو۔ "فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ" جب اس کے پاس پہنچے آواز آئی میدان کے دائیں کنارے سے مبارک جگہ میں۔ "مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" (پارہ : ۲۰۔القصص : ۳۰)۔ایک درخت میں سے میں اللہ ہوں پالنے والا سارے جہانوں کا۔

اور سورہ طٰہٰ (پارہ : ۱۶۔آیت ۱۷ تا ۲۰) میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی" اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "هِیَ عَصَایَ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی" یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر سہارا لیتا ہوں۔اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں فرمایا اے موسیٰ! (علیہ السلام) اس کو پھینک دو پس انہوں نے اس کو پھینک دیا پس وہ اچانک سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

سورۃ قصص میں آتا ہے "فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ" (آیت نمبر : ۳۱) پس جب دیکھا اس کو پھن ہلاتے جیسا پتلا سانپ پھیرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔ پہلے لاٹھی پتلا سانپ بن جاتی اور بڑھتے بڑھتے اژدھا کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔جیسا کہ دوسرے مقام پر "ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ" (اعراف :

۱۰۷۔شعرا : ۳۲)(بڑا اژدھا) کے الفاظ آئے ہیں یا طور پر پتلا سانپ اور فرعون کے سامنے بڑا اژدھا ہو کر وہ لاٹھی نمودار ہوئی ہو کچھ بھی ہو۔مطلب بالکل صاف اور واضح ہے۔آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر معجزہ نبی کا فعل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی خوف کے مارے نہ بھاگتے کیونکہ اگر خود ہی انہوں نے لاٹھی کا سانپ بنایا ہوتا تو اپنے فعل اور اس کے نتیجے سے بخوبی واقف ہوتے اور ڈرنے اور بھاگنے کی ہرگز ضرورت نہ پیش آتی۔مگر موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی کے اس پہلے موقع پر سانپ سے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا..........

"قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولٰى" (طٰہٰ : ۲۱) پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی اس کو پھیر دیں گے پہلی حالت پر۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام صرف یہی تھا کہ اس اژدھا کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کو پہلی حالت پر لاٹھی بنا دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا۔اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ بھی دخل نہ تھا۔امید ہے کہ آپ حضرات سمجھ گئے ہوں گے کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی،ولی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔

یہاں ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ دشمن سے خوف اور ڈر ایک طبعی چیز ہے اس سے ایمان پر کسی قسم کی کوئی زد نہیں پڑتی۔کیونکہ پیغمبر سے بڑا اور مضبوط ایمان کس کا ہوسکتا ہے۔نبوت موسیٰ علیہ السلام کو مل چکی تھی یہ تو بطور معجزہ کے مل رہا تھا۔تو عیسیٰ k نے فرمایا اے بنی اسرائیل!عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کردی جنت وَمَاْوٰهُ النَّارُ

اورٹھکانہ اس کا دوزخ ہے۔ ہمیشہ دوزخ میں ہی رہے گا۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اورنہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار۔ تیسرا فرقہ جس کا نام ملکائیہ (محوشیہ) اور تفسیر خازن وغیرہ میں اس کا نام ملکانیہ بھی آیا ہے۔ لیکن اصل ہمزے کے ساتھ ہے۔ ملکائیہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ خدائی کے تین ارکان ہیں یعنی اقانیم ثلاثہ کے قائل ہیں کہ تین ارکان سے خدا بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک۔ دوسرے حضرت عیسیٰؑ اور تیسرے رکن میں اختلاف کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سیل انگریز پادری تھا اس نے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے اور تفسیر بھی لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ''ایک گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن حضرت مریمؑ ہیں اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

ساتویں پارے میں آتا ہے ''وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ'' اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ (عیسائیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے قیامت والے دن) ''يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنالو اللہ تعالیٰ کے سوا؟ ''قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ'' نہیں لائق میرے لئے کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا میں یہ بات کس طرح کہہ سکتا تھا۔

تو ملکائیہ فرقے کا نظریہ یہ ہے کہ اقانیم ثلاثہ خدائی نظام چلاتے ہیں بھائی! بڑی عجیب بات ہے کہ تم حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بھی تسلیم کرتے ہو سن عیسوی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے شروع ہوا ہے۔ یہ ۱۹۹۸ء ہے (بوقت درس) تو حضرت عیسیٰؑ کو پیدا ہوئے ۱۹۹۸ء سال ہو گئے ہیں اور حضرت مریمؑ ان سے سولہ

سترہ سال پہلے پیدا ہوئی ہوں گی اور زمین آسمان چاند، سورج، ستارے تو پہلے کے پیدا کیئے ہوئے ہیں۔ ان کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے سے یہ محکم نظام چلا آ رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کی پیدائش سے پہلے خدائی ارکان جب مکمل نہیں ہوئے تھے تو یہ نظام کس طرح چلتا آ رہا تھا؟۔ اور اگر ان کی پیدائش سے پہلے کامل تھا اور یقیناً کامل تھا تو ان کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سا نقص آ گیا ہے کہ وہ اب ان کا محتاج ہو گیا ہے۔ اور اگر ان کے سوا اللہ تعالیٰ کو ناقص مانتے ہو معاذ اللہ تعالیٰ تو ناقص خدا نے زمین بھی پیدا فرما دی، آسمان بھی بنا دیئے، زمین پر پہاڑ بھی رکھ دیئے، چاند، سورج، ستارے بھی پیدا فرما دیئے، اور تھا وہ ناقص **لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** بڑا عجیب گورکھ دھندا ہے۔ یہ دنیا کی بڑی عقلمند قوم کہلاتی ہے۔ میں کہتا ہوں ان سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے دین کے معاملہ میں۔

پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جب تم تین خداؤں کے قائل ہو تو، توحید تو نہ رہی تو کہتے ہیں "اَلتَّوْحِیْدُ فِیْ التَّثْلِیْثِ وَالتَّثْلِیْثُ فِی التَّوْحِیْدِ" ایک تین اور تین ایک۔ ان سے سوال کرو کہ ایک چار اور چار ایک ہوتے ہیں تو کہیں گے نہیں۔ یا کہو کہ ایک پانچ اور پانچ ایک تو کہیں گے نہیں۔

بھائی! جب ایک چار اور چار ایک نہیں ہو سکتے ایک پانچ اور پانچ ایک نہیں ہو سکتے ایک دو اور دو ایک نہیں ہو سکتے تو ایک تین اور تین ایک کس طرح ہو گئے۔ بڑی عجیب منطق ہے۔ اس فرقے کا ذکر ہے، رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا **اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ** بیشک اللہ تعالیٰ تینوں میں تیسرا ہے۔ خدائی کے دو رکن اور ہیں اور تیسرا اللہ

تعالیٰ ہے۔ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اور حالانکہ نہیں کوئی الٰہ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ مگر ایک ہی الٰہ ہے۔ نہ جبرائیل علیہ السلام اس کی خدائی میں شریک ہیں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نہ ان کی والدہ یہ سب ان کی خانہ زاد اور جاہلانہ باتیں ہیں۔

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ اور اگر وہ باز نہ آئے ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ البتہ ضرور پہنچے گا ان لوگوں کو جو ان میں کافر ہیں عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہو سکتا ہے دنیا میں آجائے اور اگر دنیا کے عذاب سے بچ گئے تو آخرت میں دوزخ سے نہیں بچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں توبہ کا دروازہ کھلا ہے اب وقت ہے توبہ کرلو۔

درمنثور وغیرہ میں حدیث ہے اور تاریخ کی کتابوں میں بھی آتا ہے کہ مغرب کی طرف ایک دروازہ ہے اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک ستر سال کی مسافت ہے۔ یہ اتنا بڑا دروازہ توبہ کا دروازہ ہے۔ یہ اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا اور جس دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس دن بند کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد نہ کسی کا ایمان لانا قبول ہوگا اور نہ توبہ قبول ہوگی۔ جس طرح نزع کے عالم میں ایمان اور توبہ قبول نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں......

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ کیا پس وہ نہیں توبہ کرتے اللہ تعالیٰ کی طرف، رجوع نہیں کرتے۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ اور کیوں نہیں اس سے معافی مانگتے۔ کہ اے پروردگار! ہم نے غلط معبود بنا رکھے ہیں ہمیں معاف فرما دے ان کو ہم چھوڑتے ہیں۔ گزشتہ کی تجھ سے معافی مانگتے ہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٧٧﴾

لفظی ترجمہ :

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ نہیں ہیں مسیح بیٹے مریم کے (علیہما السلام) إِلَّا رَسُولٌ مگر رسول قَدْ خَلَتْ تحقیق گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس سے پہلے کئی رسول وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ اور ماں ان کی بہت سچی تھی كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے اُنْظُرْ دیکھ تو كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ کیسے ہم بیان کرتے ہیں ان کے لئے نشانیاں ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ پھر دیکھ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں کیا عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ اس مخلوق کی جو نہیں مالک تمہارے لئے ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا نقصان کی اور نہ نفع کی وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور اللہ تعالیٰ وہی سننے والا جاننے والا ہے قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں اے اہلِ کتاب! لَاتَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ نہ غلو کرو ناحق اپنے دین میں وَلَاتَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ اور نہ پیروی کرو اس قوم کی خواہشات کی قَدْ ضَلُّوْا جو گمراہ ہوگئی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا اور انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو وَّضَلُّوْا اور گمراہ ہوگئی وہ قوم عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ سیدھے راستے سے۔

ربطِ مضمون کا بیان :

اس سے پہلی آیات میں عیسائیوں کے دو گروہوں کا ذکر تھا یعقوبیہ جن کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گئے ہیں اور ملکائیہ کا ذکر تھا جو اقانیم ثلاثہ کے قائل ہیں۔ اور نسطوریہ فرقے کا ذکر دسویں پارے میں آتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی تردید فرماتے ہیں کہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے نہ اللہ تعالیٰ نے ان میں حلول کیا تھا، نہ خدائی کا تیسرا رکن تھے۔ ارشادِ ربانی ہے.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی نفی :

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ نہیں ہیں مسیح بیٹے مریم (علیہا السلام) کے مگر

رسول قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ تحقیق گزر چکے ہیں اس سے پہلے کئی رسول۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اور آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں اور ساتھیوں کو دی۔ چنانچہ (آیت نمبر:۶) سورہ ''صف'' میں آتا ہے ''وَمُبَشِّرًا ، بِرَسُوْلٍ'' اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی۔ ''یَاتِیْ مِنْ ، بَعْدِیْ'' جو آنے والا ہے میرے بعد ''اِسْمُهٗ اَحْمَدُ'' نام اس کا احمد ہے (ﷺ)۔

بخاری شریف میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا مُحَمَّدٌ'' میرے مشہور ناموں میں ایک محمد ہے اور ایک احمد ہے (ﷺ)۔ لفظ محمد (ﷺ) قرآن پاک میں چار جگہوں میں آیا ہے اور احمد (ﷺ) ایک جگہ میں ہے۔ تو احمد اور محمد (ﷺ) دونوں آپ ﷺ کے ذاتی نام ہیں اور قادیانیوں کا دل دیکھو مرزا بشیر الدین محمود اپنی کتاب ''المسیح الموعود'' میں لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی بشارت دی تھی وہ میرے والد صاحب غلام احمد ہیں۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی بشارت دی تھی وہ ان دجالوں کے نزدیک غلام احمد بن گیا تو آنحضرت ﷺ کہاں گئے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنا تو صرف ایک نے تھا۔ اس زمانے میں باطل فرقے اپنی تبلیغ میں بہت تیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ رکھے۔ ساتھیو! اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ تو فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں۔

بشریت پر دلیل :

وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ اور ماں ان کی بہت سچی تھی كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ وہ دونوں (حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام) کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو! یہ جملہ بڑا مختصر ہے کہ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ مگر اس کی تفصیل بہت زیادہ ہے کیونکہ کھانا کھانے والا زمین کا بھی محتاج ہے۔ زمین سے پیداوار ہوگی تو کھائے گا پھر ہل کا محتاج بیل اور ٹریکٹر کا محتاج کہ جن کے ذریعے فصل بوئے گا۔ پھر آب و ہوا کا محتاج کہ اس کے بغیر فصل اگتی نہیں۔ پھر سورج اور چاند کا محتاج کیونکہ سورج کی گرمی اور چاند کی روشنی کا بھی فصلوں کے ساتھ تعلق ہے۔ ستاروں کا بھی فصلوں سے تعلق ہے۔ اور موسم کا محتاج ہے۔ ان سب چیزوں کے بعد وقت کا محتاج ہے کیونکہ فصل کے پکنے کے لئے وقت بھی درکار ہے۔ پھر کاٹنے کے لئے درانتی اور مشین کا محتاج، پھر گاہنے کا محتاج، تاکہ دانے اور توڑی (بھوسہ) الگ الگ ہو جائیں۔ پھر پینے کے لئے چکی کا محتاج، گوندھنے کے لئے کنالی اور پرات کا محتاج، پھر روٹی پکانے کے لئے آگ اور توے کا محتاج اتنی چیزوں کا محتاج رب کس طرح بن گیا۔ رب تو "صَمَد" ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ پھر کھانا کھانے والا قضائے حاجت کا محتاج ہے کیونکہ فضلات خارج ہوئے بغیر انسان رہ نہیں سکتا۔

ایک لطیفہ :

ایک دن مجھے **انجیل** پڑھتے ہوئے ہنسی آ گئی۔ انجیل "متی" میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سفر پر تھے کہ بھوک لگ گئی ساتھیوں سے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز تھیلے میں ہے تو تلاش کرو مجھے بڑی بھوک لگی ہے۔ ساتھیوں نے تھیلے دیکھے، کھانے کی کوئی چیز نہ ملی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیر کا درخت نظر

آیا تو دوڑ کے اس کے پاس پہنچے کہ اس کا پھل اتار کر کھاتا ہوں۔ قریب پہنچے تو خیال آیا کہ انجیر کا تو موسم ہی نہیں ہے۔ ہنسی اس لئے آئی کہ ایسے بھولے کے سپرد خدائی کی جائے کہ جس کو موسم کا بھی علم نہیں ہے۔ یہ نظامِ کائنات کیا چلائے گا۔

بھائی! کبھی اللہ تعالیٰ کو بھی بھوک لگی ہے یا بھول چوک ہوئی ہے، حاشا وکلا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ صرف رسول ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت نہیں ہے۔ فرمایا.......

نفع ونقصان کا مالک :

اُنظُرْ دیکھ تو كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ کیسے ہم بیان کرتے ہیں ان کے لئے نشانیاں ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی يُؤْفَكُوْنَ پھر دیکھ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں۔ واضح باتیں ہونے کے باوجود قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ آپ (ﷺ) ان کو کہہ دیں کیا عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے ایسی مخلوق کی مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا جو نہیں مالک تمہارے لئے نقصان اور نفع کی۔ حضرت عیسیٰ ؑ کے پاس نہ نفع تھا نہ نقصان تھا، نفع نقصان کا مالک تو صرف رب تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا" (پارہ : ۹۔ اعراف : ۱۸۸)۔ میں اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور دوسرے مقام پر ہے اپنے امتیوں کو کہہ دیں۔ "لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا" نہیں ہوں میں مالک تمہارے لئے نقصان اور بھلائی کا۔ جب پیغمبر نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں خصوصاً اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہستی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تو دوسروں کی کیا حیثیت ہے کہ وہ نفع نقصان

کے مالک ہوں۔ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انجیل ’’متی، مرقس اور لوقا یوحنا‘‘ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر لٹکانے لگے (یہ عیسائیوں کے اس گروہ کے مطابق ہے جن کا نظریہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا)۔ کیونکہ بہت سارے عیسائیوں کا نظریہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہے کہ ’’وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ‘‘ اور نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا اور لیکن یہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔ مزید فرمایا ’’وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا‘‘ اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ ؑ کو یقیناً ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا اس کو اپنی طرف۔ تو یہ اناجیل کی آیتیں عیسائیوں کے اس گروہ کے نظریہ کے مطابق ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو سولی پر چڑھایا گیا۔

عیسیٰ (علیہ السلام) منجی یا محتاجِ نجات؟ :

حضرت عیسیٰ ؑ کو جب سولی پر چڑھانے لگے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ’’اِيْلِىْ، اِيْلِىْ لِمَا سَبَقْتَنِىْ‘‘ اے رب، اے میرے رب تو نے مجھے ان کے قابو میں کیوں دیا ہے مجھے ان سے چھڑا۔ مگر عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق ان کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ آج عیسائی جگہ جگہ یہ کہتے پھرتے ہیں ’’يَسُوْعُ مُنْجِىْ، يَسُوْعُ مُنْجِىْ‘‘۔ بھائی! جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا وہ تمہارا ’’منجی‘‘ کس طرح ہو گیا۔

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور اللہ تعالیٰ وہی سننے والا جاننے والا ہے قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (ﷺ) کہہ دیں اے اہلِ کتاب! لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ نہ غلو کرو ناحق اپنے دین میں۔ عیسیٰ ؑ کو خدا کا بیٹا نہ بناؤ۔ خدائی میں شریک سمجھو نہ خدائی کا درجہ دو کہ اللہ تعالیٰ ان میں داخل ہو گیا ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور

رسول ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ اور نہ پیروی کرو اس قوم کی خواہشات کی قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ جو گمراہ ہوگئی اس سے پہلے۔ نہ صرف گمراہ ہوئے بلکہ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا اور انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو۔

فرقِ باطل کی سرگرمیاں :

ہر دور میں باطل فرقوں کی کوشش رہی ہے کہ وہ سب کو گمراہ کر کے اپنے جیسا بنا لیں۔ آج بھی وہ جس قدر نشر و اشاعت اور تبلیغ کر رہے ہیں اس کے مقابلے میں حق والوں کی تبلیغ اور نشر و اشاعت صفر ہے۔ بیشک تقابل کر کے دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جنہوں نے تبلیغ کا کام جاری فرمایا تھا کہ آج ان کی جماعت دنیا میں تبلیغ کر رہی ہے جن کی بدولت تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔

وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ اور گمراہ ہوگئی وہ قوم سیدھے راستے سے۔ جو اپنی خواہشات پر چلتی ہے لہٰذا تم ان کے راستہ پر نہ چلنا۔ گمراہوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سیدھے راستہ پر قائم رکھے۔ (آمین)۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ ، بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ، لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَااتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّالنَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ، وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّانَصٰرٰى ، ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَايَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

لفظی ترجمہ :

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لعنت کی گئی ان لوگوں پر جو کافر تھے مِنْ ، بَنِيْٓ

اِسْرَآئِیْلَ بنی اسرائیل میں سے عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ داوٗد علیہ السلام کی زبان پر وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان پر ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا یہ لعنت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے نافرمانی کی وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے کَانُوْ لَایَتَنَاهَوْنَ نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو عَنْ مُّنْکَرٍ برائی سے فَعَلُوْهُ جو وہ کرتے تھے لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ البتہ بری تھی وہ کارروائی جو وہ کرتے تھے تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ دیکھیں آپ ان میں سے بہت ساروں کو یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ دوست بناتے ہیں ان لوگوں کو کَفَرُوْا جو کافر ہیں لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ البتہ بری ہے وہ چیز جو ان کے لئے آگے بھیجی ہے ان کے نفسوں نے (وہ یہ ہے) اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ کہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر وَالنَّبِیِّ اور اپنے نبی پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ اور اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ نہ بناتے ان کو دوست وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور لیکن اکثریت ان میں سے نافرمانوں کی ہے لَتَجِدَنَّ البتہ ضرور پائیں گے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لوگوں میں سے زیادہ سخت دشمنی میں لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الْیَهُوْدَ یہود کو وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اور ان لوگوں کو

جنہوں نے شرک کیا وَلَتَجِدَنَّ اورالبتہ آپ ضرور پائیں گے اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً ان میں سے زیادہ قریب دوستی میں لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّا نَصٰرٰی بے شک ہم نصرانی ہیں ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک ان میں سے قِسِّيْسِيْنَ عالم ہیں وَرُهْبَانًا اور پادری اور درویش ہیں وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔

ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت :

بنی اسرائیل کا ایک طبقہ بحیرہ قلزم کے کنارے ایلہ شہر میں آباد تھا آج کل اس کا نام ایلات ہے جو اسرائیل کی بندرگاہ ہے ان کا گزر اوقات مچھلیوں کے شکار پر تھا خود بھی کھاتے اور دور دراز کے علاقوں میں بھی بھیجتے تھے ان کی تجارت کا یہی ذریعہ تھا بڑے مالدار لوگ تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا اور زبور ان پر نازل فرمائی تھی ہفتے کا دن ان کے واسطے عبادت کے لئے مختص تھا کہ باقی دنوں میں تم دن رات شکار کر سکتے ہو لیکن ہفتے کے دن کے چوبیس گھنٹے تمہارے لئے شکار ممنوع ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ کیا اور حیلے بہانے سے شکار کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو ٹالا ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس لعنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑوں کو خنزیر اور نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا جیسا کہ آپ اسی پارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

نافرمانی کا انجام :

لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لعنت کی گئی ان لوگوں پر جو کافر تھے مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ بنی اسرائیل میں سے عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ داؤد علیہ السلام کی زبان پر وَعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ہفتے والے دن مچھلی کا شکار نہ کریں۔ مگر یہ لوگ باز نہ آئے اور حیلے بہانے سے شکار کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بار بار منع کرنے کے باوجود جب وہ باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ٹالا ہے لہٰذا تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد انہیں بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ دوبارہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی اس واقعہ کا ذکر اس سورۃ کے آخر میں آئے گا وہ اس طرح کہ.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور مائدہ کا نزول :

حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ کیا تیرا رب اس بات پر قادر ہے کہ وہ ہم پر آسمان کی طرف سے دستر خوان نازل فرمائے اور پکے پکائے کھانے اس میں ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو رب تعالیٰ پر ایمان بھی رکھتے ہو کہ وہ قادر مطلق ہے۔ پھر کہتے ہو کہ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔ کہنے لگے پھر رب تعالیٰ سے کہو کہ ہم پر دستر خوان نازل کرے۔ اور اس میں گوشت بھی ہو پنیر بھی ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ" اے اللہ تعالیٰ ہمارے پروردگار! نازل فرما ہم پر ایک بھرا ہوا دستر خوان آسمان کی طرف سے۔ ان کا مطالبہ مان لیا گیا۔ دو شرطوں کے ساتھ۔

1..... ایک یہ کہ اس دستر خوان سے غریب کھائیں مالدار نہ کھائیں۔

2..... دوسرا یہ کہ جتنا کھا سکتے ہیں کھائیں، ذخیرہ نہ کریں، بچا کر نہ رکھیں۔

سبب لعنت :

دوسرے وقت پر پھر آ جائے گا۔ لیکن انہوں نے دونوں شرطوں کی پابندی نہ کی۔ غریب امیر سب نے کھایا اور رکابیاں (پلیٹیں) ساتھ لے کر آتے ان میں بھر بھر کر ساتھ لے جاتے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت کی گئی۔ فرمایا.........

ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ یہ لعنت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ اور ان کا حال یہ تھا کَانُوْا لَایَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو برائی سے۔

نہی عن المنکر کا طریقہ ہائے کار :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کرنے کے بعد اپنی امت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ" تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت حاصل ہو۔ "فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ" پس اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے "فَاِنْ لَّمْ

يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ" اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت اور ہمت نہیں تو پھر اس فعل کو دل سے برا سمجھے اور اگر دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ بیشک وہ ایمان کا دعویٰ کرتا پھرے۔

الحمدللہ! چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو سرانجام دے رہی ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک یہ فریضہ سرانجام دیتی رہے گی۔ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ دیکھیں آپ ان میں سے بہتوں کو يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا دوست بناتے ہیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں۔ یہودی کافروں مشرکوں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے اور منافقین بھی کافروں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے۔

یہود کی سرگرمیاں اور اظہارِ تاسف :

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ البتہ بری ہے وہ چیز جو ان کے لیے آگے بھیجی ہے ان کے نفسوں نے وہ کیا ہے اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ یہ کہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی ناراضگی تو دنیا میں ہے۔ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ کچھ یہودی برائے نام مسلمان ہوئے تھے اور ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کفار سے رفاقت کی ممانعت :

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر وَالنَّبِيِّ اور اللہ تعالیٰ کے نبی (ﷺ) پر وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ اور اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ نہ بناتے کافروں کو اپنا دوست۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ نبی سے مراد ان کے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں تو پھر مفہوم یہ بنے گا کہ یہ اگر

موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے تو بھی کافروں کو دوست نہ بناتے۔ بلکہ آخری پیغمبر پر ایمان لاتے اور ان کو دوست بناتے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی بشارت سنائی ہے اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے تورات میں اس پر ایمان لاتے تو بھی کافروں کے ساتھ دوستی نہ رکھتے۔ کیونکہ تورات میں کافروں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کہ کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور لیکن اکثریت ان میں سے نافرمانوں کی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً البتہ ضرور پائیں گے آپ (ﷺ) لوگوں میں سے زیادہ سخت دشمنی میں لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الْيَهُوْدَ یہود کو۔ یعنی مسلمانوں کا شدید ترین دشمن یہودی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔ بھلا اس میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ آج سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ فلسطین کے مہاجرین کے دو کیمپوں ''صابرہ اور شتیلہ'' پر یہودیوں نے حملہ کر کے تقریباً بتیس ہزار فلسطینیوں کو شہید کیا جن میں مرد عورتیں بچے بوڑھے شامل تھے اور آج تک باز نہیں آرہے۔ یہودی دنیا کی بڑی ذہین اور ضدی قوم ہے۔ اور بڑے منصوبے کے تحت دنیا پر چھائی ہوئی ہے کم تعداد میں ہونے کے باوجود امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، روس وغیرہ کی تجارتی منڈیوں پر ان کا قبضہ ہے۔ اور اسلحہ کے اعتبار سے دنیا کی تیسری قوت ہے۔ ان کی نسبت سے عیسائی کمزور ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔ یہودیوں کی تعداد اسی لاکھ بھی نہیں ہے اور اسرائیل کا کل رقبہ ہمارے دو ضلعوں کے برابر ہے لیکن منصوبہ بندی اور اسلحہ کے بل بوتے پر مسلمانوں کو ذبح کر رہا ہے۔ اور اسرائیل کے آس پاس رہنے والے مسلمانوں کی تعداد بارہ کروڑ سے

زیادہ ہے۔مگر منصوبہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے بے بس ہیں۔کیونکہ ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے۔عراق نے تھوڑا سا سر اٹھایا تو امریکہ بدمعاش نے اس کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ اور اس کو اپنا تیل بیچنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔امریکہ سے اجازت لے کر تیل بیچتے ہیں اور اتنا ہی بیچتے ہیں جتنے کی وہ اجازت دیتا ہے۔

بھلا تو چجا لگتا ہے پابندی لگانے کا ملک ان کا تیل ان کا جتنا چاہیں اور جس طرح چاہیں بیچیں۔مگر نہیں کیونکہ وہ بدمعاش ہے۔بلکہ رقم کے ساتھ دوائی دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔باہر سے خوراک تک نہیں منگوانے دیتا لیکن مسلمان ملکوں پر افسوس ہے کہ تمام کے تمام بمع سعودیہ، لبنان، اردن، شام اور مصر کے سب کے سب بہرے، گونگے اور اندھے بنے ہوئے ہیں اس کے حق میں آواز تک بلند کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور ان ملکوں میں جو حق کی آواز بلند کرتا ہے اس کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔

خصوصاً سعودیہ میں حالانکہ وہ مرکز اسلام ہے۔الٹا امریکہ کی فوج کو سرزمین عرب میں لا کر بٹھایا ہوا ہے۔اور ان کے تمام جائز و ناجائز اخراجات بھی برداشت کر رہے ہیں۔بھائی! انسان کو اتنی ذلت بھی برداشت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ امریکہ نے ان کے دماغ میں یہ وہم بھر دیا ہے کہ تمہیں عراق کھا جائے گا۔اور میں تمہارا دفاع کروں گا۔حالانکہ آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی "اَخْرِجُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ"۔ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ بہرحال یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔

یہود کے بعد "مشرک" دشمن اسلام ہیں :

وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا۔مسلمانوں کی دشمنی میں

سخت پاؤ گے۔ یہود کے بعد مشرک بھی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ چاہے مکے کے ہوں یا انڈیا کے ہوں۔ انڈیا کے مشرکوں کا تعصب دیکھو، بابری مسجد کو شہید کر کے وہاں مندر بنانا چاہتے ہیں اس کے علاوہ اور کئی مسجدوں کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہاں ہمارے بڑوں کے مندر تھے۔ آگے فرمایا.........

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً اور البتہ آپ ضرور پائیں گے ان میں سے زیادہ قریب دوستی میں لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الَّذِيْنَ قَالُوْٓا وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا اِنَّا نَصٰرٰى بے شک ہم نصرانی ہیں۔ یاد رکھنا! یہ آیات عام نصاریٰ کے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ حبشہ کے ملک سے نصاریٰ کا ستر آدمیوں پر مشتمل ایک قافلہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور وہ سارے مسلمان ہو گئے تھے آگے آئے گا کہ انہوں نے جب قرآن سنا تو رونے لگ گئے تھے یہ ان کے متعلق ہیں یہ بھی مسلمان ہو گئے تھے اور حبشے کا بادشاہ جو کہ عیسائی تھا وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک ان میں سے قِسِّيْسِيْنَ عالم ہیں وَرُهْبَانًا اور پادری اور درویش ہیں وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔ دوبارہ ذہن نشین کرلیں کہ ان آیات کا مصداق آج کے نصاریٰ کو نہ بنانا باقی مزید تشریح اور وضاحت آگے آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ؏ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذَا سَمِعُوْا اور جب انہوں نے سنا مَآ اُنْزِلَ اس چیز کو جو نازل کی گئی اِلَى الرَّسُوْلِ رسول ﷺ کی طرف تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ آپ (ﷺ) دیکھتے ہیں

ان کی آنکھوں کو تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ کہ وہ آنسو بہا رہی ہیں مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے وَمَالَنَا اور ہمیں کیا ہے لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز پر جو ہمارے پاس آئی ہے حق سے وَنَطْمَعُ اور ہم امید رکھتے ہیں اَنْ يُّدْخِلَنَا کہ ہمیں داخل کرے گا رَبُّنَا ہمارا رب مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ نیک قوم کے ساتھ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ پس بدلہ دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے بِمَا قَالُوْا اس کا جو انہوں نے کہا جَنّٰتٍ باغوں کا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ان میں رہیں گے وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ اور یہی ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وہی لوگ جہنم والے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ نہ حرام ٹھہراؤ وہ پاکیزہ چیزیں مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور نہ تم تجاوز کرو اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے وَكُلُوْا اور کھاؤ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے حَلٰلًا طَیِّبًا حلال پاکیزہ
وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیٓ وہ ذات اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ کہ
جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

مسلمانوں پر ظلم وستم کا دورِ اوّل اور ہجرت حبشہ :

آنحضرت ﷺ کو جب نبوۃ عطا کی گئی اور آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کی اور لوگ مسلمان ہونا شروع ہوئے تو کافروں نے ان پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے اور کمزور اور غلام صحابہ رضی اللہ عنہم پر طرح طرح کے ظلم کئے حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا۔ بعض کو ٹخنوں سے رسیاں باندھ کر گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ بعض کو انگاروں پر لٹایا گیا۔ بعض کی چھاتیوں پر چڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ کلمہ چھوڑ دو مگر وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو استقامت عطا فرمائی اور وہ ایمان پر قائم رہے۔ کافروں کے مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں کہ شاہ حبشہ جن کا نام اصحمہ اور نجاشی لقب تھا بہت اچھا آدمی ہے۔ اور وہاں کے لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم ہوا کہ نجاشی اور اس کی رعایا اچھے لوگ ہیں۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے کہ واقعی اچھے لوگ ہیں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حبشہ تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ واقعی اچھے لوگ ہیں۔ اور عیسائی مذہب رکھتے ہیں۔

مشرکین مکہ کا تعاقب کرنا :

چنانچہ مظلوم مسلمانوں کا قافلہ جو چوہتر/۷۴ آدمیوں پر مشتمل تھا مکہ مکرمہ سے

ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گیا اس قافلے میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ جب مشرکین کو علم ہوا کہ یہ شکار ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے تو انہوں نے تعاقب کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور ایک وفد جس میں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ شامل تھے اور یہ دونوں حضرات گفتگو کے بڑے ماہر اور دوسروں کو قائل کرنے میں بڑا تجربہ رکھتے تھے۔ بعد میں دونوں رضی اللہ عنہما ہو گئے۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر بنے۔

نجاشی اور فریقین کا مکالمہ :

چنانچہ یہ لوگ شاہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس کو کہا کہ ہمارے کچھ غلام بھاگ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ ان کو ہمارے حوالے کرو۔ نجاشی نے ان کی گفتگو سننے کے بعد کہا کہ میں صرف تمہاری بات پر یقین کر کے فیصلہ نہیں کر سکتا۔ جب تک ان حضرات سے پوچھ گچھ نہ کرلوں کہ ان کا موقف کیا ہے؟۔ کیونکہ اگر محض دعوے پر فیصلہ کر دیا جائے فریق ثانی کی گفتگو سنے بغیر تو دنیا تباہ ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تک فریقین کی بات نہ سن لو کوئی فیصلہ نہ کرو۔ مشرک کہنے لگے کہ ہم بالکل سچے ہیں کہ یہ ہمارے غلام ہیں اور بھاگ کر آئے ہیں۔ نجاشی نے کہا کہ میں ان کا موقف سنے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور نجاشی :

چنانچہ ان حضرات کو بلایا گیا اور ان سے کہا کہ یہ لوگ مکہ مکرمہ سے آئے ہیں اور یہ ان کا موقف ہے کہ تم ان کے غلام ہو اور وہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو متکلم بنایا کہ تم نے گفتگو کرنی ہے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے فرمایا کہ ہم کس طرح ان کے غلام ہیں؟ یہ بھی قریشی ہیں اور میں بھی قریشی ہوں۔ بلکہ میں نسب میں ان سے اونچا ہوں۔ ہاں ہمارے ساتھ کچھ غلام بھی ہیں۔ مگر ان کا ان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟۔ جب اس طرح بات نہ بنی تو عمرو بن العاص نے گفتگو کا رخ بدلا اور کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہیں؟۔

عیسائی پادریوں کی حلت وحرمت میں ہرزہ سرائی:

نجاشی نے کہا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ حضرت جعفر طیارؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہمارا نظریہ وہی ہے جو ہمیں ہمارے پیغمبر نے سکھایا ہے۔ وہ یہ ہے "اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ". نہیں ہیں عیسیٰ (علیہ السلام) مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا۔ "وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىْ اِسْرَآءِيْلَ". (زخرف: ۵۹)۔ اور بنایا ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ۔ مشرک کہنے لگے دیکھو جی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ کہہ کر ان کی توہین کردی ہے۔ حضرت نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ اس نے اس کی نوک کے برابر بھی توہین نہیں کی وہ واقعی بندے تھے۔ مشرکین کا یہ وفد (بے نیل ومرام) واپس آگیا۔ اور مسلمان وہیں رہے۔ مسلمانوں کے اخلاق نے متاثر ہو کر حبشہ کے کئی عیسائی مسلمان ہوگئے اور شاہ حبشہ نجاشی بھی مسلمان ہوگیا (رضی اللہ عنہ)۔ مندرجہ بالا انہیں کا ذکر ہے۔ آگے فرمایا.........

وَاِذَا سَمِعُوْا اور جب انہوں نے سنا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ اس چیز کو جو نازل کی گئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں کو تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ کہ وہ آنسو بہا رہی ہیں۔ (کیوں آنسو بہا رہی

ہیں؟)۔ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے ہم حق کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور قرآن کریم تیری سچی کتاب ہے اور دین اسلام سچا مذہب ہے۔ پھر کہا انہوں نے..........

وَمَا لَنَا اور ہمیں کیا ہے؟ لَانُؤْمِنُ بِاللّٰہِ کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر وَمَا جَآءَ نَا مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز پر جو ہمارے پاس آئی ہے حق سے وَنَطْمَعُ اور ہم امید رکھتے ہیں اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا کہ ہمیں داخل کرے گا ہمارا رب مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ نیک قوم کے ساتھ (جنت میں) ان آیات کے مصداق وہ عیسائی ہیں جو حبشہ سے آ کر مسلمان ہوئے تھے سارے عیسائی ان آیتوں کے مصداق نہیں ہیں۔ انگریز کے دور میں بعض مولوی اور پیر جو انگریز کے پٹھو اور وظیفہ خور تھے ان آیات کو انگریزوں سے چسپاں کرتے تھے کہ یہ ہمارے دوست ہیں۔ علماء حق ان کو جواب دیتے تھے کہ بھائی اگلی آیات بھی تو پڑھو کہ انہوں نے کہا "رَبَّنَا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ" اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے تو کیا انگریز ایمان لایا ہے اور قرآن کو سننے کے بعد اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں تو انگریز ان آیتوں کا مصداق کس طرح بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

فَاَثَابَھُمُ اللّٰہُ پس بدلہ دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے بِمَا قَالُوْا اس کا جو انہوں نے کہا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ باغوں کا جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ ان میں رہیں گے وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ اور یہی ہے بدلہ نیکی

کرنے والوں کا (اور برخلاف اس کے) وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ وہی لوگ جہنم والے ہیں جَحِیْم شعلے مارنے والی آگ کو کہتے ہیں۔مراد دوزخ ہے کہ یہ لوگ دوزخ میں ہوں گے۔عیسائیوں میں معتدل بھی تھے اور غالی بھی تھے جو غالی تھے انہوں نے بعض حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام کرلیا تھا۔مثلاً ان کے پادریوں نے کہا کہ گوشت، انڈا، مچھلی ہمارے لئے حرام ہے۔کیوں کہ ان کے کھانے سے جسم میں خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے درست سمت کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ مسلمانو! تم اس طرح نہ کرنا۔ارشادِ ربانی ہے.........

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَاتُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ نہ حرام ٹھہراؤ وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں وَلَاتَعْتَدُوْا اور نہ تم تجاوز کرو۔کہ حلال کو حرام بناؤ اور حرام کو حلال قرار دو۔پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں ان کو کھاؤ، پیو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے۔لہٰذا گوشت کھاؤ، دودھ پیو، انڈے کھاؤ اور عیسائیوں سے مشابہت اختیار نہ کرنا۔فرمایا.........

وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ اور کھاؤ اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے۔مگر کھانے کے لئے دو شرطیں ہیں۔حَلٰلاً طَیِّبًا حلال پاکیزہ۔یہ پہلی شرط ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال فرمایا ہے اور کھانے کی اجازت دی ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ طیب ہو۔طیب اسے کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے کا حق شامل نہ ہو۔مثلاً مرغا

حلال ہے مگر کسی سے چھین کر یا چوری کر کے لائے تو طیب نہیں ہے۔ اسی طرح گندم، چاول وغیرہ حلال ہیں۔ مگر چوری ڈکیتی کے ہوں گے تو طیب نہیں ہوں گے یا یہ چیزیں دھوکہ دہی سے حاصل کی جائیں یا کسی بھی ناجائز طریقے سے حاصل کی جائیں تو طیب نہیں ہوں گی۔ لہٰذا ان کا کھانا حلال نہ ہوگا۔

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ وہ ذات اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ لہٰذا اس کے احکام کی بھی تعمیل کرو۔

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَکَفَّارَتُہٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُھُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

لفظی ترجمہ :

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ نہیں پکڑے گا تمہیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ بیہودہ قسموں کے بارے میں وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ اور لیکن پکڑے گا تمہیں بِمَا ان قسموں کے بارے میں عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ کہ تم نے گرہ لگائی ہے قسموں پر فَکَفَّارَتُہٗٓ پس اس کا کفارہ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ کھانا کھلانا ہے دس مسکینوں کو مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ درمیانے درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اَوْ کِسْوَتُھُمْ یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ یا گردن یعنی غلام آزاد کرنا ہے فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ پس جو شخص ان میں سے کوئی چیز نہ پائے فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ تو تین دن کے روزے ہیں ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا اِذَا حَلَفْتُمْ جب تم قسم

اٹھا بیٹھو وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ اور محفوظ رکھو اپنی قسموں کو کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تا کہ تم شکرادا کرو۔

(قسم) حلف کے متعلق شرعی اصول :

انسان چھوٹا ہو یا بڑا اس کو زندگی میں ضرورت کے تحت بسا اوقات قسم بھی اٹھانی پڑتی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے دو تین مرتبہ قسمیں اٹھائی ہیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے خانگی حالات کی درستگی کیلئے قسم اٹھائی کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی ایک بیوی کے پاس بیٹھ کر شہد کھاتے تھے جو دوسری بیویوں کو ناگوار گزرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس قسم کے توڑنے کا حکم فرمایا.........

حلف کی اقسام اور احکام :

"یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ" اے نبی کریم (ﷺ)! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے حلال ٹھہرائی ہے۔ "تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ" کیا آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ "وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

"قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ" بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے تمہارے لئے توڑ دینا تمہاری قسموں کا۔ بہر حال زندگی میں قسم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قسم کے متعلق شرعی اصول یہ ہے کہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی اٹھانی جائز ہے۔ مثلاً قسم اٹھانے کے لئے یوں کہے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم ہے"۔ اللہ

تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے رسول کی قسم ہے یا مجھے کعبہ کی قسم ہے۔ یا کہے مجھے پیر کی قسم ہے یا میں دودھ اور بیٹے کی قسم اٹھاتا ہوں یہ سب قسمیں حرام ہیں اور ان کا کفارہ بھی نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے...........

''مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللهِ'' جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے ''مَنْ قَالَ بِالَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ'' جس شخص نے کہا مجھے لات وعزیٰ کی قسم ہے وہ فوراً کلمہ پڑھے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے اسلام سے خارج ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ آدمی قرآنِ کریم کی قسم اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً کوئی آدمی کہے کہ مجھے قرآنِ کریم کی قسم ہے تو آیا یہ قسم ہو گی یا نہیں؟۔ تو فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس میں اختلاف ہے مگر محققین حضرات فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے قرآنِ کریم کی قسم اٹھائی تو وہ قسم ہو جائے گی۔ پھر قسم کی تین قسمیں ہیں۔

① لغو ② غموس اور ③ مُنْعَقِدَہْ

① ''لغو'' وہ قسم ہے جو غیر اختیاری طور پر بغیر ارادے کے منہ سے نکل جائے جس طرح عام آدمیوں کی عادت ہے۔ بات، بات پر قسم اٹھاتے رہتے ہیں۔ قسم لغو کی ایک اور صورت بھی بیان فرماتے ہیں کہ گزشتہ کسی معاملہ پر قسم اٹھائے کہ وہ کام کیا ہو اور کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں نے وہ کام نہیں کیا یا نہ کیا ہو اور کہے کہ میں نے کیا ہے۔ لیکن قسم اٹھاتے وقت یاد نہیں ہے تو یہ بھی لغو ہے۔ یمینِ لغو کی دونوں قسموں کا کفارہ نہیں

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ نہیں پکڑے گا تمہیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ بیہودہ قسموں کے بارے میں۔

②...... اور دوسری قسم ہے "غموس" کہ گزشتہ کسی چیز کے بارے میں دیدہ دانستہ قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے وہ کام نہیں کیا حالانکہ کیا ہے۔ یا کہتا ہے کہ میں نے وہ کام کیا ہے حالانکہ نہیں کیا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے۔ مگر قسم اٹھانے والا گنہگار ہوتا ہے۔ آخرت میں مواخذہ ہوگا کہ رب تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں غوطہ دے گا۔ کیونکہ غمس کے معنی غوطے کے ہیں۔ رہی یہ بات کہ کتنی دفعہ غوطہ دے گا؟ تو وہ رب تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے غوطے دے گا۔

③...... تیسری قسم ہے "مُنْعَقِدَہْ" وہ یہ ہے کہ مستقبل میں کسی چیز کے متعلق قسم اٹھائے کہ میں وہ کام کروں گا یا نہیں کروں گا۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں فلاں کام کروں گا۔ یا یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں فلاں کام نہیں کروں گا۔ پھر کسی کام کے کرنے کے متعلق قسم اٹھائی اور نہیں کر سکا یا نہ کرنے کے متعلق قسم اٹھائی اور کر لیا تو اس کا کفارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ اور لیکن پکڑے گا تمہیں بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ان قسموں کے بارے میں کہ تم نے گرہ لگائی ہے قسموں پر۔ کہ تم نے قصداً وہ قسم اٹھائی ہے کہ یہ کام کروں گا یا نہیں کروں گا پھر نہ کر سکا یا کر لیا۔ فَکَفَّارَتُہٗ پس اس کا کفارہ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ کھانا کھلانا ہے دس مسکینوں کو۔

مسکین کی تعریف :

مسکین اسے کہتے ہیں کہ جس کے پاس نصاب کے برابر رقم نہ ہو۔ یا سامان

تجارت نہ ہو کہ جس کی مالیت نصاب کے برابر ہو۔ یا گھر میں ضرورت سے زیادہ اتنا سامان نہ ہو کہ جس کی مالیت نصاب کے برابر ہو۔ ضرورت سے زائد سامان وہ ہے جو کبھی کبھار استعمال میں آتا ہے مہمانوں کے آنے پر۔

مسکین کے لئے شرائط :

مثلاً پلنگ ہیں، بسترے ہیں، برتن ہیں جو عموماً استعمال میں نہیں آتے صرف دوست احباب، مہمانوں کے آنے پر استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ضرورت سے زائد سامان شمار ہوتا ہے۔ یہ اتنی مالیت کا نہ ہو جو نصاب کو پہنچ جائے تو ایسا شخص مسکین ہے۔ نصاب ساڑھے باون تولے چاندی ہے جس کی مالیت آج کل تقریباً ساڑھے پانچ ہزار ہے۔ (بوقت درس۔ اب موجودہ مالیت کا اعتبار ہوگا۔) اور جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد ساڑھے پانچ ہزار روپے ہیں یا ساڑھے باون تولے چاندی ہے یا کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے کہ ان کی مالیت ساڑھے پانچ ہزار بن جاتی ہے۔ یا سامانِ تجارت ہے یا گھر میں ضرورت سے زائد سامان ہے کہ اس کی مالیت ساڑھے پانچ ہزار بنتی ہے تو ایسا شخص ''مسکین'' نہیں ہے۔ وہ زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، قربانی کی کھال، نذر منت، قسم کے کفارے کی رقم نہیں لے سکتا۔ بلکہ اس پر قربانی کرنا اور فطرانہ دینا واجب ہے، چاہے مرد ہے یا عورت ہے؟ بعض لوگ بیوہ عورتوں کو محض بیوہ سمجھ کر زکوٰۃ، عشر، فطرانہ اور چرمہائے قربانی کی رقم دے دیتے ہیں حالانکہ بعض بیواؤں کے پاس اتنا مال اور سامان ہوتا ہے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی سے زائد ہوتی ہے۔ ایسی بیوہ کو جس نے زکوٰۃ، عشر، فطرانہ کی رقم یا چرمہائے قربانی کی رقم دی تو فرض ادا نہ ہوگا بلکہ ذمہ میں اسی طرح واجب رہے گا تو ایک شرط تو یہ ہے کہ وہ مسکین ہو۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ''مسکین'' مسلمان ہو کافر نہ ہو کیونکہ کافر کو کفارے کی رقم نہیں لگتی۔ نہ زکوٰۃ وعشر وغیرہ کی رقم لگتی ہے۔ اور کافر وہ ہے جسے شریعت کافر کہے صرف عوام کی اصطلاح والا کافر نہیں ہے۔ شریعت کی زبان میں مرزائی کافر ہے، مشرک کافر ہے، شیعہ کافر ہے۔ منکر حدیث کافر ہے، بہائی کافر ہے، بابی کافر ہے، ذکری کافر ہے اور کئی فرقے ہیں جو کافر ہیں۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ مسکین سادات میں سے نہ ہو۔ پانچ بزرگوں کی اولاد کو شریعت ''سید'' کہتی ہے وہ پانچ بزرگ یہ ہیں۔

① حضرت علی ② حضرت عباس ③ حضرت جعفر طیار

④ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ کے چچا ⑤ حضرت حارث۔

حضرت حارث خود تو مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر ان کی اولاد مسلمان تھی۔ ان کی اولاد کو زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، چرمہائے قربانی، نذر منت اور قسم کے کفارہ کی رقم نہیں لگتی۔ اور جن دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے ان میں سے کوئی بوڑھا نہ ہو کہ کھا پی نہ سکے نہ بچہ ہو اور دو وقت کا کھانا کھلانا ہے صبح شام یا آج صبح اور کل صبح یا آج شام اور کل شام۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کھانا کیسا ہو؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مِنْ اَوْسَطِ مَاتُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ درمیانے درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔ نہ اچار، چٹنی اور لسی کے ساتھ اور نہ اعلیٰ قسم کا کھانا مرغ پلاؤ وغیرہ۔ اَوْ كِسْوَتُهُمْ یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے۔ لباس دینا ہے کہ جس میں نماز درست ہو جائے کرتا شلوار یا تہہ بند اور ٹوپی البتہ جوتا اس میں شامل نہیں ہے۔ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ یا گردن یعنی غلام آزاد کرنا ہے۔ نزولِ قرآنِ کریم کے وقت غلام اور لونڈیاں موجود تھیں۔ لونڈی بھی آزاد کر سکتا ہے اور

غلام بھی جوشخص ان تین چیزوں میں سے کسی ایک پر قادر ہے وہ روزے نہیں رکھ سکتا اور جو قادر نہیں ہے اس کے لئے فرمایا.........

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ پس جوشخص ان میں سے کوئی چیز نہ پائے فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ تو تین دن کے روزے ہیں۔ اور یہ روزے مسلسل رکھنے ہیں۔ ایسا نہیں کرسکتا کہ ایک آج رکھ لے اور دوسرا دو دن کے بعد اور تیسرا چار دن کے بعد۔ بلکہ لگا تار رکھنے ہیں اور اگر روزے رکھنے کے دوران مسکینوں کو کھانا کھلانے یا لباس پہنانے کی قدرت حاصل ہوگئی۔ مثلاً ایک روزہ یا دو روزے رکھے تھے کہ وراثت میں رقم مل گئی یا کسی نے ہدیئے کے طور پر رقم دے دی کہ یہ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا تو صاحب روح المعانی علامہ آلوسی e فرماتے ہیں کہ یہ تیسرا روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اب دس مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔ کیونکہ ابھی وقت باقی اور وہ کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا ہے اور ایک یا دو روزے جو اس نے رکھے ہیں ان کا اسے الگ ثواب ملے گا۔

وہ قسمیں جن کا توڑنا واجب ہے :

ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا اِذَا حَلَفْتُمْ جب تم قسمیں اٹھا بیٹھو۔ وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ اور محفوظ رکھو اپنی قسموں کو۔ اگر قسمیں ایسی ہیں کہ ان کا توڑ دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ قسم اگر ناجائز کام کے لئے اٹھائی ہے تو اس کا توڑ دینا ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں والدہ یا والد کے ساتھ نہیں بولوں گا یا بھائی کے ساتھ نہیں بولوں گا یا کسی عزیز رشتہ دار کے متعلق کہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ نہیں بولوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا واجب ہے کیونکہ قطع رحمی حرام ہے۔ یا کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں جوا کھیلوں گا یا شراب پیوں گا اور بہانے بنائے کہ میں مجبور ہوں ان

کاموں کے کرنے پر کیونکہ قسم اٹھا بیٹھا ہوں تو بہانہ غلط ہے۔ کیونکہ ایسی قسم کا توڑنا واجب ہے اور کفارہ دینا پڑے گا۔

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تاکہ تم شکرادا کرو۔ زندگی کے ہر شعبے کے لئے شریعت نے احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ تم مہذب بنو۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ج فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْآ اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْآ اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ع ﴿۹۳﴾

لفظی ترجمہ :

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا پختہ بات ہے الْخَمْرُ شراب وَالْمَيْسِرُ اور جوا وَالْاَنْصَابُ اور بت وَالْاَزْلَامُ

اور تقسیم کے تیر رِجْسٌ گندگی ہے مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ شیطان کے کام ہیں فَاجْتَنِبُوْهُ پس بچو تم اس سے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے شیطان اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ اس بات کا کہ ڈالے تمہارے درمیان الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ دشمنی اور بغض (اور کینہ) فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ شراب اور جوئے کی وجہ سے وَیَصُدَّكُمْ اور تاکہ تمہیں روکے عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وَعَنِ الصَّلٰوةِ اور نماز سے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پس کیا تم باز آؤ گے وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی وَاحْذَرُوْا اور بچو تم ان کی مخالفت سے فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ پس اگر تم اعراض کرو گے فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ہمارے رسول کے ذمہ ہے پہنچا دینا کھول کر لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے جُنَاحٌ کوئی گناہ فِیْمَا اس چیز میں طَعِمُوْٓا جو انہوں نے کھایا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا جب کہ وہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک عمل کرتے رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تقویٰ اختیار کریں وَّاٰمَنُوْا اور ایمان پر قائم رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ پرہیزگاری اختیار کریں وَّاَحْسَنُوْا اور نیکی کریں وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا

ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔

بیانِ ربط آیات و مضمون :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں قَسم کے احکام تھے۔اور آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا بیان کیا ہے اور دیگر احکام بیان فرمائے ہیں۔دنیا کے ہر ملک میں آج بھی شراب بنانے والے اور پینے والے موجود ہیں اور نزول قرآن کے وقت بھی بنانے اور پینے والے موجود تھے۔بلکہ بہت رواج تھا مگر جن حضرات کا مزاج فطرت سلیمہ پر تھا انہوں نے اس زمانے میں بھی نہیں پی۔جس کو دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔

شراب کی حلت کا زمانہ اور برگزیدہ شخصیات کی پرہیز گاری :

آنحضرت ﷺ کی زبانِ مبارک پر نبوۃ سے پہلے بھی ایک قطرہ تک نہیں آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے زمانہ کفر میں بھی کبھی شراب نہیں پی تھی باوجود مالدار اور غنی ہونے کے ان کے علاوہ اور بہت سارے بزرگ تھے جنہوں نے شراب کبھی نہیں پی تھی۔ابتداءِ اسلام میں شراب حرام نہیں تھی بعد میں اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دے دیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

شراب کی حرمت کا نزول :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا الْخَمْرُ پختہ بات ہے شراب۔جو چیزیں قطعی طور پر حرام ہیں ان میں سے ایک شراب ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص شراب بنانے کے ارادے سے پھلوں کا جوس نکالتا ہے اس پر لعنت ہے جو شراب بناتا ہے اس پر لعنت جو اٹھا کر لے جاتا ہے اس پر لعنت ہے جو بیچتا ہے اس

پر لعنت۔ جو خرید تا ہے اس پر لعنت جو پیتا ہے اس پر لعنت جو پلاتا ہے اس پر لعنت۔ گویا کہ اول سے لے کر آخر تک شراب کی مد میں جتنے شریک ہیں سب کے سب ملعون ہیں۔ شراب کو حلال سمجھنے والا کافر ہے اور حرام سمجھ کر پینے والا گنہگار ہے۔ اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ فرمایا..........

وَالْمَيْسِرُ اور جوا۔ بڑے گناہوں میں سے ایک جوا بھی ہے، جس کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ جن کو جواری ہی جانتے ہیں ہم اس سیدھے سادھے مفہوم کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ بہر حال جو شکل بھی ہو حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔

اَنْصَابُ کی تشریح :

وَالْاَنْصَابُ اور بت۔ انصاب نُصب کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے ''بت''۔ اس زمانے میں بھی لوگ جان دار چیزوں کے بت بناتے اور بیچتے تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ہاتھی کا بت گھوڑے کا بت خرگوش وغیرہ کا بت بلکہ بعض بے باک قسم کی عورتیں اپنے بچوں کے قیصوں پر کڑھائی کرتی ہیں اور اس میں کبوتر اور سور وغیرہ کی تصویر بناتی ہیں۔ یہ سب حرام ہیں۔ اور جس گھر میں جاندار کی تصویر سامنے نظر آئے اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جن کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ گھروں میں آتے ہیں اور رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ لیکن خدا کی پناہ! آج تو ہمارے گھر شوقیہ طور پر بت خانے بنے ہوئے ہیں کسی نے اپنی تصویر کسی نے باپ کی کسی نے دادا کی اور کسی نے سیاسی لیڈر کی تصویر لٹکائی ہوئی ہے۔ سارا ماحول ہی گندا ہو گیا ہے اخبارات دیکھو تو وہ تصویروں سے بھری ہوئی ہیں۔ جو چیز خریدو اس پر تصویر ہے۔ صابن، ماچس تک تصویر سے خالی نہیں ہیں۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم کو جس چیز سے منع فرمایا ہے یہ اسی

کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور باطل قوموں نے سارا ماحول ہی بدل دیا ہے۔ اور مسلمان اسلامی احکام سے دور ہوگئے ہیں۔ دنیا میں اس وقت تقریباً چون/۵۴ اسلامی ملک ہیں۔ بشمول سعودیہ کے کسی بھی ملک میں مکمل اسلامی قانون نافذ نہیں ہے۔ سوائے طالبان کے علاقہ کے کہ وہاں اول سے لے کر آخر تک اسلامی قانون نافذ ہے۔ اور اس کی برکت سے وہاں امن وسکون ہے۔ اگر کوئی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو شریعت کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جاتا ہے۔ اور ناجائز قسم کے گانے وغیرہ ممنوع ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارا ملک پاکستان بھی اس جیسا ملک بن جائے۔

اَزْلَامْ کی تفسیر وتوضیح :

وَالْاَزْلَامُ اور تقسیم کے تیر۔ اَزْلَامُ جمع ہے زَلَمٌ کی زلم کے معنی ہیں لاٹری یہ بانڈ وغیرہ اسی مد میں آتے ہیں۔ یہ اسلام کی روح کے خلاف ہیں۔ زلم کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کعبۃ اللہ میں ایک تھیلا رکھا ہوا تھا اس میں تیر تھے کسی تیر پر لا لکھا ہوا تھا جس کا معنی ہے ''نہیں''۔ اور کسی پر نَعَمْ لکھا ہوا تھا۔ جس کا معنی ہے ''ہاں'' اور کچھ تیر خالی ہوتے تھے جن پر کچھ نہیں لکھا ہوا تھا لوگ اس طرح کرتے تھے کہ انہوں نے جب کوئی کام کرنا ہوتا تھا مثلاً کہیں رشتہ کرنا ہے سفر پر جانا ہے یا کوئی کاروبار شروع کرنا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی اہم کام کرنا ہوتا تو جا کر تیر نکلواتے۔ اس ارادے سے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں۔ اگر وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا نَعَمْ تو وہ کام کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ بات پکی ہے اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا لاَ تو وہ کام نہ کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کام نہیں ہوسکتا اگر سادہ تیر نکلتا تو دوسری تیسری بار نکالنے کا موقع دیا جاتا بالآخر کوئی تو نَعَمْ یا لاَ والا

نکل ہی آتا۔ اور ایک صورت یہ بھی تھی کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے سارے برابر، برابر رقم دیتے پھر کہتے کہ ہم تیروں سے پوچھتے ہیں کہ یہ اونٹ کس کی قسمت کا ہے؟۔

مثلاً زید کی نیت کر کے ایک بچے کو کہتے کہ تیر نکال اگر نعم والا نکل آتا تو سارا اونٹ زید کا ہو جاتا باقی سارے محروم ہو جاتے اور اگر لاَ والا نکل آتا تو یہ محروم ہو جاتا۔ پھر دوسرے کے نام کا تیر نکالتے۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کے ساتھ تمہارے کاموں کا کیا تعلق ہے؟۔ اور فال نکالنے کا یہ طریقہ بھی ان میں رائج تھا کہ جب کوئی کسی کام کیلئے باہر جانے کا ارادہ کرتا گھر کے قریب کوئی درخت ہوتا اس پر پتھر مارتا۔ عموماً درختوں پر پرندے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اگر وہ دائیں جانب اڑتے تو کہتا کہ میرا کام ہو جائے گا اگر وہ بائیں جانب اڑتے تو کہتا کہ میرا کام نہیں ہوگا اس کو "تَطَیُّرْ" کہتے ہیں۔ یعنی پرند کے ذریعے فال نکالنا۔

بھائی! پرندوں کے اڑنے کے ساتھ تمہارے کام کا کیا تعلق ہے؟۔ جس طرح آج کل بعض جاہل کہتے ہیں کہ کوا بولا ہے کوئی مہمان آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رِجْسٌ گندگی ہے۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ شیطان کے کام سے ہیں فَاجْتَنِبُوْهُ پس بچو تم اس سے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے شیطان اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ اس بات کا کہ ڈالے تمہارے درمیان الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ دشمنی اور بغض (اور کینہ) فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ شراب اور جوئے کی وجہ سے۔

شراب سے منع کی حکمت :

شراب پینے کی وجہ سے ہوش وحواس گم ہو جاتے ہیں کسی کو گالی دے گا، کسی کے ساتھ لڑے گا اور یہ لڑائی بڑی لڑائی کی بنیاد بن جائے گی اور جو ہارنے والا جیتنے والے کی جان کے درپئے ہو جاتا ہے۔ اور دشمنی چل پڑتی ہے۔

وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ اور تاکہ تمہیں روکے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔ ظاہر بات ہے کہ شراب پینے کے بعد جب ہوش وحواس ہی قائم نہیں رہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرنا ہے؟۔ اور جو شخص جوئے میں مشغول ہے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف کب ہو سکتی ہے؟۔

وَعَنِ الصَّلٰوةِ اور نماز سے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پس کیا تم باز آ ؤ گے۔ ان چیزوں کو چھوڑ دو گے، باز آ جاؤ گے احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہ آیت سنی تو کہا اِنْتَهَیْنَا یَارَبِّ! اے ہمارے پروردگار! ہم باز آ گئے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ میں دھمکی تھی کہ باز آتے ہو یا ہم کوئی اور تدبیر کریں۔ تو فرمایا کہ اِنْتَهَیْنَا یَارَبِّ! اے ہمارے پروردگار! ہم باز آ گئے۔ ان تمام چیزوں سے

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی وَاحْذَرُوْا اور بچو تم ان (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ) کی مخالفت سے فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ پس اگر تم اطاعت سے اعراض کرو گے فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ہمارے رسول کے ذمہ ہے پہنچا دینا کھول کر۔ منوانا اور تسلیم کرانا اس کے فریضہ میں شامل نہیں ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے ذمہ ہے کہ بات کو کھول کر بیان کر دے تاکہ سننے والے سن لیں اور سمجھنے والے سمجھ

جائیں۔شراب جب حرام ہوئی تو بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال آیا کہ ہم جو پہلے پیتے رہے ہیں اس کا کیا بنے گا؟ یا ہمارے رشتہ دار عزیز جو پیتے رہے ہیں اوراب فوت ہوچکے ہیں ان کا کیا بنے گا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا..........

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے جُنَاحٌ کوئی گناہ فِيْمَا اس چیز میں طَعِمُوْٓا جو انہوں نے کھایا۔ ہماری نہی سے پہلے۔لیکن آئندہ کے لئے شرط یہ ہے کہ اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا جب کہ وہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک عمل کرتے رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تقویٰ اختیار کریں وَّاٰمَنُوْا اور ایمان پر قائم رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا پھر وہ پرہیزگاری اختیار کریں اور نیکی کریں۔

بار بار تقوے اور پرہیزگاری کا حکم اس لئے دیا ہے کہ شراب ایسی چیز ہے کہ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ ظالم لگی ہوئی۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ سب کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ البتہ ضرور امتحان لے گا تمہارا اللہ تعالیٰ بِشَيْءٍ کسی چیز کے ساتھ مِّنَ الصَّيْدِ شکار میں سے تَنَالُهٗٓ پہنچیں گے اس شکار کو اَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھ وَرِمَاحُكُمْ اور تمہارے نیزے لِيَعْلَمَ اللّٰهُ تاکہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ مَنْ يَّخَافُهٗ اس شخص کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے فَمَنِ

اعْتَدٰى پس وہ شخص جس نے تجاوز کیا بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کے لئے ہے دردناک عذاب يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ نہ مارو تم شکار کو وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اس حال میں کہ احرام میں ہو وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ اور جو قتل کرے گا تم میں سے اس شکار کو مُتَعَمِّدًا جان بوجھ کر فَجَزَآءٌ پس بدلہ ہے مِّثْلُ مَا قَتَلَ اس کے مثل جو اس نے قتل کیا ہے مِنَ النَّعَمِ مویشیوں میں سے يَحْكُمُ بِهٖ فیصلہ کریں گے اس کے متعلق ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو انصاف والے تم میں سے هَدْيًا وہ قربانی ہوگی بٰلِغَ الْكَعْبَةِ کعبہ تک پہنچنے والی اَوْ كَفَّارَةٌ یا کفارہ ہے طَعَامُ مَسٰكِيْنَ مسکینوں کی خوراک اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ یا اس کے برابر ہیں صِيَامًا روزے لِّيَذُوْقَ تاکہ چکھے وہ شخص وَبَالَ اَمْرِهٖ اپنے کام کا وبال عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے جو گزر چکا وَمَنْ عَادَ اور جو شخص (پھر) کرے گا فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے ذُو انْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے۔

ربط آیات و مضمون :

اس سے پہلی آیات میں محرمات ابدیہ کا ذکر تھا یعنی وہ چیزیں جو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ جیسے شراب وغیرہ اور آج کی آیات میں محرمات وقتیہ کا بیان ہے یعنی جو کچھ

وقت کے لئے حرام ہیں ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہیں۔ مثلاً جب کوئی آدمی حج اور عمرے کا احرام باندھ لے گا تو اس کے لئے سِلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے۔ کرتا، شلوار وغیرہ۔ سر نہیں ڈھانپ سکتا، نہ ٹوپی سے، نہ رومال سے نہ پگڑی سے نماز بھی ننگے سر پڑھے گا سر کے بال نہیں کٹوا سکتا نہ منڈوا سکتا ہے نہ مونچھیں کٹوا سکتا ہے۔ نہ ناخن تراش سکتا ہے نہ خوشبو لگا سکتا، نہ شکار کر سکتا ہے، نہ شکار والے جانور کو ذبح کر سکتا ہے ہاں گھریلو جانوروں مرغی، بطخ، گائے، بکری وغیرہ کو ذبح کر سکتا ہے وہ جانور جس کا شکار کیا جاتا ہے اس کو ذبح نہیں کر سکتا۔ محرم آدمی احرام کی حالت میں شکار جانور کو بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر بھی ذبح کرے تو وہ حرام ہے۔ حلال نہیں ہوگا۔ جس طرح کوئی شخص کتے اور خنزیر کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو وہ حلال نہیں ہو سکتے۔ اور محرم جب تک احرام کی حالت میں ہوگا اس پر ان سب چیزوں کی پابندی ہے۔ البتہ مچھلی اور ٹڈی کا شکار کر سکتا ہے۔ کیونکہ ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

محرم (آدمی) کے شکار کا حکم :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو چیزیں ہمارے لئے بغیر ذبح کے حلال کی گئیں ہیں۔ **الحوت والجراد** ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مدینہ منورہ سے حج، عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے تھے۔ آج کل ذو الحلیفہ کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس کو آج کل بیرِ علی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کے لئے میقات ہے۔ اور یہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اور یہاں سے مکہ مکرمہ تین سو میل کی مسافت پر ہے۔ اور مکہ مکرمہ کے اردگرد جتنے بھی میقات ہیں۔ ان میں سے یہ سب سے لمبا میقات ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ذوالحلیفہ سے

احرام باندھ کر چلتے تو راستے میں ان کو شکار کے جانور بہت ملتے تھے۔نیل گائے، ہرن، شتر مرغ، خرگوش، کبوتر وغیرہ اتنے قریب آ کر بیٹھ جاتے کہ ان کو ہاتھ سے پکڑ سکتے اور نیزے سے شکار کر سکتے تھے۔ مگر صحابہ کرامؓ ان کی طرف دیکھ کر ہنستے کہ اگر ہمیں شکار کرنے کی اجازت ہوتی تو ان کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتے لیکن ہم پابند ہیں کچھ کر نہیں سکتے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰهُ البتہ ضرور امتحان لے گا تمہارا اللہ تعالیٰ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ کسی چیز کے ساتھ شکار میں سے تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْکُمْ پہنچیں گے اس شکار کو تمہارے ہاتھ وَرِمَاحُکُمْ اور نیزے۔اگر ہاتھ سے پکڑنا چاہو تو پکڑ سکو گے اور نیزوں سے مارنا چاہو تو مار سکو گے۔ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بغیر دیکھے۔اللہ تعالیٰ کو ہر شئی کا علم تو پہلے سے ہی ہے۔ لِیَعْلَمَ کا ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ لِیُظْهِرَ کرتے ہیں۔تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ اس کو جو بن دیکھے اس سے ڈرتا ہے ہم نے آج تک اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔مگر ہر مومن کا ایمان اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔اور عرش پر بھی مستوی ہے۔ جو اس کی شان کے لائق ہے سورۃ حدید میں ذکر ہے فرمایا "هُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ" تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ ذات کے اعتبار سے قدرت کے اعتبار سے علم کے اعتبار سے اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا:

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ"۔ (پارہ:۲۶۔ق:۱۶)۔اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اس رگِ جان کو کہتے ہیں جو

دل سے دماغ تک جاتی ہے اگر یہ کٹ جائے تو آدمی مرجاتا ہے اس لئے اس کو رگِ جان اور شاہ رگ کہتے ہیں۔ تو جو ذات اتنی قریب ہے اس کے احکام کی پابندی کرنی چاہیے۔ اور ہر وقت اس سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

فَمَنِ اعْتَدٰی پس وہ شخص جس نے تجاوز کیا بَعْدَ ذٰلِکَ ہمارے منع کرنے کے بعد کہ احرام کی حالت میں شکار نہیں کرنا پھر اس نے شکار کیا فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ نہ مارو تم شکار کو اس حال میں کہ احرام میں ہو۔

محرم سے جنایت اور جزا میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف :

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا اور جو قتل کرے تم میں سے اس شکار کو جان بوجھ کر یہ عمدٌ کی قید اتفاقی ہے اگر بھول کر بھی قتل کرے گا کہ اس کو یاد نہیں تھا کہ میں احرام میں ہوں پھر بھی کفارہ آئے گا اور اس پر تمام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اجماع نقل کیا ہے کہ خطاء سے بھی قتل کیا تو کفارہ دینا پڑے گا لیکن اتنا فرق ہوگا کہ اگر دیدہ دانستہ قتل کرے گا تو فعل کا کفارہ الگ ہوگا اور شکار کا الگ ہوگا اور بھول کر کیا ہے تو صرف شکار کا کفارہ ہوگا۔ آگے کفارے کا بیان ہے۔

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ پس بدلہ ہے اس کے مثل جو اس نے قتل کیا ہے مویشیوں میں سے۔ یعنی جس قسم کا جانور شکار کیا ہے اسی قسم کا جانور خرید کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان کرے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے احرام کی حالت میں شتر مرغ کا شکار کیا تو اسے اونٹ دینا پڑے گا، ہرن شکار کیا تو بکری دینی پڑے گی اگر خرگوش کا شکار کیا تو

بکری کا بچہ دینا پڑے گا کیونکہ یہ جانور آپس میں ملتے جلتے ہیں اور جس جانور کی مثل صوری نہ ہو اس کی قیمت دینی پڑے گی۔ جیسے چڑیا یا کبوتر ہے۔ امام شافعی e فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کبوتر کا شکار کیا تو اسے بکری دینی پڑے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ کبوتر اور بکری میں کیا نسبت ہے۔ فرماتے ہیں کہ باقی جانور جب پانی پیتے ہیں تو پانی کو اپنے اندر کھینچتے ہیں مگر بکری اور کبوتر منہ میں پانی ڈال کر منہ کو اوپر اٹھا کر پانی اندر داخل کرتے ہیں تو پانی پینے میں ان کی آپس میں مشابہت ہے۔ امام ابوحنیفہ e فرماتے ہیں کہ یہ کوئی مشابہت نہیں ہے۔ تشبیہ یہ ہے کہ ایک جانور کی دوسرے جانور کے ساتھ شکل وصورت ملتی جلتی ہو۔ جیسے شتر مرغ اور اونٹ یا خرگوش اور بکری کے بچے کی شکل ملتی جلتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شکار شدہ جانور کی مثل اور قیمت کا تعین کون کرے گا؟ تو اس کے متعلق فرمایا.........

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ فیصلہ کریں گے اس کے متعلق دو انصاف والے تم میں سے۔ اس کے متعلق دو انصاف والے تم میں سے محرم نے جس علاقے میں شکار کیا ہے اس علاقہ میں مثلاً کبوتر یا فاختہ کی کیا قیمت دو عادل آدمی فیصلہ کریں گے کہ اس کی اتنی قیمت ہے یا اس کے مثل فلاں جانور ہے۔ پھر اس کا کیا کریں گے فرمایا.........

”ہدی“ کی تحقیق :

هَدْيًا م بٰلِغَ الْكَعْبَةِ وہ قربانی ہوگی کعبہ تک پہنچنے والی۔ ”هَدْی“ اس قربانی کو کہتے ہیں جو حرم کعبہ میں کی جائے اور حرم سے باہر جو قربانی ہوتی ہے اس کو عربی زبان میں اَضْحِيَة ہمزے کے فتح کے ساتھ یا ضمہ کے ساتھ اُضْحِيَة کہتے ہیں۔

کعبہ سے مراد حرم ہے۔ حرم کے علاقہ میں جہاں بھی چاہے اسے ذبح کرسکتا ہے۔

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ یا کفارہ ہے مسکینوں کی خوراک۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ مثلاً محرم نے کبوتر کا شکار کیا ہے اور وہاں کے دو انصاف والوں نے فیصلہ کیا کہ اس علاقہ میں کبوتر کی قیمت پچاس روپے ہے تو پچاس روپے کی گندم خریدیں گے اور فی مسکین نصف صاع دیں گے جو تقریباً پونے دو سیر بنتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ جتنی بھی رقم ہوگی نصف صاع کے اعتبار سے رقم یا گندم مسکینوں پر تقسیم کردیں گے۔

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یا اس کے برابر ہیں روزے۔ یعنی نصف صاع کے بدلے ایک روزہ ہے تو جتنے نصف صاع ہوں گے اتنے روزے رکھے گا اور اگر تقسیم کرتے کرتے صاع کا چوتھا حصہ بچ گیا ہے تو یا تو اس کے بدلے پورا روزہ رکھے یا اس کو صدقہ کردے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ نصف صاع کا ایک روزہ تھا تو چوتھائی کے بدلے آدھا روزہ رکھ لوں۔ کیونکہ روزے کے حصے نہیں ہوسکتے۔ رب تعالیٰ نے یہ حکم کیوں دیا ہے۔ فرمایا.........

لِيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ چکھے وہ شخص اپنے کام کا وبال۔ جب اس پر پابندی تھی تو اس نے احرام کی حالت میں ایسا کیوں کیا ہے۔ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے جو گزر چکا۔ یعنی منع کرنے سے پہلے اگر کسی نے احرام کی حالت میں شکار کیا تھا یا اور کوئی کمی کوتاہی کی تھی تو وہ رب تعالیٰ نے معاف کردی ہے۔

وَمَنْ عَادَ اور جو شخص (پھر) کرے گا فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے ذُو انْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے۔ ان آیات میں ان چیزوں کا ذکر تھا جو محرم کے لئے عارضی طور پر حرام ہیں اور پہلے بھی گزر چکا ہے وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور جس وقت تم احرام سے نکل جاؤ شکار کر لو۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ۗ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّايَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

لفظی ترجمہ :

أُحِلَّ لَكُمْ حلال کیا گیا تمہارے لئے صَيْدُ الْبَحْرِ سمندر کا شکار وَطَعَامُهُ اور اس کا کھانا مَتَاعًا لَّكُمْ فائدہ ہے تمہارے لئے وَلِلسَّيَّارَةِ

اور مسافروں کے قافلے کے لئے وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ اور حرام کیا گیا تم پر صَيْدُ الْبَرِّ خشکی کا شکار مَادُمْتُمْ حُرُمًا جب تک تم احرام کی حالت میں ہو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ وہ ذات ہے اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ بنایا اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو الْبَيْتَ الْحَرَامَ جو عزت والا گھر ہے قِيٰمًا لِّلنَّاسِ لوگوں کے قیام کا ذریعہ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اور عزت والا مہینہ وَالْهَدْيَ اور مکہ مکرمہ لے جا کر ذبح کرنے والے جانور وَالْقَلَآئِدَ اور جن کے گلوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا یہ تاکہ تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَافِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہر چیز کو جانتا ہے اِعْلَمُوْٓا جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے مَا عَلَى الرَّسُوْلِ نہیں ہے رسول کے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ مگر بات پہنچا دینا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا تُبْدُوْنَ جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ نہیں ہے برابر خبیث چیز اور پاکیزہ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ اور اگرچہ آپ کو تعجب میں ڈالے خبیث چیز کی کثرت

فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقلمندو! لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم فلاح پاؤ۔

ربط آیت و مضمون :

اس سے پہلی آیتوں میں اجمالی طور پر یہ مسئلہ بیان ہوا تھا کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا ممنوع ہے۔اور آج کی آیت کریمہ میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں......

محرم کے فعل صید پر تفصیلی گفتگو :

اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ حلال کیا گیا تمہارے لئے سمندر کا شکار۔سمندر کے شکار سے مراد مچھلی ہے حدیث پاک میں آتا ہے اُحِلَّتْ لَنَا الْمَیْتَتَانِ: اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ دو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ذبح کئے بغیر حلال فرمائی ہیں ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی جس کو ٹڈی دل بھی کہتے ہیں۔احرام کی حالت میں محرم شکار کو ذبح کرنے کا اہل نہیں ہوتا اگر شکاری جانور ذبح کرے گا تو وہ حلال نہیں ہوگا بے شک تکبیر پڑھ کر ذبح کرے اور مچھلی کو چونکہ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے مچھلی کا شکار کر سکتا ہے۔اور مکڑی بھی پکڑ سکتا ہے۔

غیر مسلم کے ذبیحہ کا حکم :

یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم کی شکار کی ہوئی مچھلی مسلمان خرید سکتا ہے کھا سکتا ہے کیونکہ غیر مسلم نے اس کو ذبح نہیں کیا ورنہ غیر مسلم کی ذبح کی ہوئی چیز کو مسلمان خرید نہیں سکتا۔ البتہ یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ ان شرائط کے ساتھ جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے جائز ہے

فرمایا......

طعام کی توضیح :

وَطَعَامُهٗ اور اس کا کھانا (بھی حلال ہے)۔ مفسرین کرام f طعام کی تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ مَایُلْقِهِ الْبَحْرُ اِلَی السَّاحِلِ جس کو سمندر کنارے کی طرف پھینکے سمندر میں مدوجزر ہوتا رہتا ہے یعنی کبھی بڑھتا ہے۔ کبھی گھٹتا ہے، پانی کی موج جب باہر ہوکر واپس جاتی ہے تو بسا اوقات مچھلیاں باہر رہ جاتی ہیں یہ ہیں سمندر کا کھانا یہ حلال ہیں۔

مَتَاعًا لَّكُمْ فائدہ ہے تمہارے لئے وَلِلسَّيَّارَةِ اور مسافروں کے قافلے کے لئے۔ اس زمانے میں مسافر لوگ تلی ہوئی مچھلیاں ساتھ رکھتے تھے اور کئی کئی دن کھاتے تھے۔ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ اور حرام کیا گیا تم پر خشکی کا شکار مَادُمْتُمْ حُرُمًا جب تک تم احرام کی حالت میں ہو۔ مُحْرِمْ، اِحْرَامْ کی حالت میں شکار کی جنس سے کسی چیز کو ذبح نہیں کرسکتا۔ اگر ذبح کرے گا بھی تو وہ چیز حلال نہیں ہوگی۔ البتہ گھریلو جانوروں کو ذبح کرسکتا ہے جیسے مرغی، بطخ، بکری، دُنبہ وغیرہ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ وہ ذات ہے جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ میدانِ محشر میں پھر ہر قول اور فعل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ بنایا اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو الْبَيْتَ الْحَرَامَ جو عزت والا گھر ہے۔

حطیم کعبۃ اللہ میں ہے :

کعبہ کا لغوی معنی ہے چوکونا اور بلند ابتداءً کعبہ چوکونا اور بلند تھا ہر طرف سے

چوالیس چوالیس فٹ تھا اور پچاس فٹ بلند تھا۔ لیکن حجر اور حطیم کی طرف سے تینتیس فٹ رہ گیا ہے۔ اور حطیم کعبۃ اللہ کا حصہ اور اس میں داخل ہے۔ اگر کوئی شخص بند دروازے والے حصے میں داخل نہیں ہوسکتا تو وہ حجر اور حطیم میں نماز پڑھ لے تو اس نے کعبۃ اللہ کے اندر ہی نماز پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ اس نے غریبوں کے لئے وہ جگہ باہر نکال دی ہے۔

قِیٰمًا لِّلنَّاسِ کی تشریح :

قِیٰمًا لِّلنَّاسِ لوگوں کے قیام کا ذریعہ ہے۔ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ کا یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرتے ہیں چاہے مشرق کے رہنے والے ہوں یا مغرب کے شمال کے رہنے والے ہوں یا جنوب کے اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ جب تک دنیا میں کعبہ ہے۔ دنیا قائم ہے اور جب کعبہ نہیں رہے گا دنیا کو ختم کر دیا جائے گا تو کعبہ لوگوں کے قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ قرب قیامت میں حبشہ کا، کافر اور ظالم بادشاہ چھوٹے قد اور ٹیڑھی پنڈلیوں والا کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے فوجیں لے کر آئے گا کچھ فوجیں تو بیداء کے مقام پر جو مکہ مکرمہ سے جدہ کی طرف تین چار میل کے فاصلے پر ہے زمین میں دھنس جائیں گی اور باقی فوج کو لے کر وہ مکہ مکرمہ پہنچے گا اور کعبۃ اللہ کو گرانے کا حکم دے گا ادھر اللہ تعالیٰ اسرافیل k کو حکم دیں گے کہ صور پھونک دو پس اب دنیا کو ختم کرنا ہے۔ تو اس طرح کعبۃ اللہ جہان کے باقی رہنے کا ذریعہ ہے۔

اشہر حرم اور حکم :

وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ اور عزت والا مہینہ۔ چار مہینے عزت والے تھے، ذوالقعدہ،

ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ یہ اشہر حرم کہلاتے تھے۔ ان مہینوں میں جنگ وجدال ممنوع تھا۔ البتہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کافر تم پر ان مہینوں میں حملہ کریں تو تم جواب دے سکتے ہو ورنہ ان کے احترام کا سب کو حکم تھا۔ مگر جب سورۃ توبہ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

وَالْهَدْيَ اور مکہ مکرمہ لے جا کر ذبح کرنے والے جانور "هَدْيَ" اس جانور کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ لے جا کر حرم کعبہ میں قربان کیا جائے اور یہاں جو قربانی ہوتی ہے اس کو عربی میں اضحیہ کہتے ہیں۔

قلادہ کی غرض وحکمت :

وَالْقَلَآئِدَ اور جن کے گلوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں۔ "قَلَآئِد" جمع ہے قَلَادَةٌ کی جس کا معنی ہے ہار۔ حاجی اپنے ساتھ جو بڑے جانور لے جائیں۔ مثلاً اونٹ، بیل یا بھینسا ان کے گلے میں پٹا ڈال دیں یا پرانی جوتی ان کے گلے میں لٹکا دیں تا کہ لوگوں کو علم ہو کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔ تا کہ حاجی اگر قضائے حاجت یا کسی ضرورت کے لئے جائے تو ان کو کوئی تنگ نہ کرے اور نہ کوئی چھیڑے گلے میں ہار ہونے کی وجہ سے علم ہو جائے گا کہ یہ حاجی کا جانور ہے۔ رب تعالیٰ کی رضا کے لئے جا رہا ہے۔

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا یہ (ایسی بات ہے) تا کہ تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ کس چیز کو؟...... قول وفعل کو ظاہر و باطن کو۔

اِعْلَمُوْٓا جان لوتم اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ نافرمانوں کو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا اسے بخش دے گا۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ نہیں ہے رسول کے ذمے مگر بات پہنچا دینا۔ تسلیم کرانا پیغمبر کے فریضہ میں داخل نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو۔ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ نہیں ہے برابر ادنی اور عمدہ چیز۔ خبیث سے مراد حرام بھی ہے اور طیب سے مراد حلال تو پھر معنی بنے گا کہ حرام اور حلال برابر نہیں ہیں۔

كَثْرَةُ الْخَبِيْثُ کی توضیح :

وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ اگرچہ اے مخاطب! تجھے تعجب میں ڈالے خبیث چیز کی کثرت۔ یعنی ایسا دور آئے گا کہ حرام زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ حلال نہیں ہو جائے گا۔ حرام، حرام ہی ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا دور آئے گا کہ سود لوگوں کے ناک میں سانس کے ساتھ داخل ہوگا۔ دیکھو! آج کے دور میں کوئی شاذ و نادر ہی ایسا کاروبار ہوگا کہ جس کا تعلق بنک کے ساتھ نہ ہو اور بنک کا تو سارا نظام ہی سود پر ہے۔ حالانکہ سود کے بغیر نظام چلانا ممکن ہے۔ چل سکتا ہے اس وقت کمیونسٹوں کے تین چار ملک ایسے ہیں جہاں سود کے بغیر نظام چل رہا ہے۔ مگر مسلمان ملکوں میں نہیں کیونکہ ان کے ذہنوں پر انگریز سوار ہے۔ اور جب بھی سودی نظام کے ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ تو کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔ فرمایا :

فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقلمندو!۔اور رب تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ۔کامیابی اسی میں ہے کہ تم رب تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرو اور ان پر عمل کرو۔

يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَـكُمْ تَسُؤْكُمْ ج وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَـكُمْ ج عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۱۰۱ قَدْسَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۲ مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ ، بَحِيْرَةٍ وَّلَاسَآئِبَةٍ وَّلَاوَصِيْلَةٍ وَّلَاحَامٍ لا وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط وَاَكْثَرُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۳ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ط اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَايَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۴

لفظی ترجمہ :

يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَاتَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ نہ سوال کرو ایسی چیزوں کے بارے میں اِنْ تُبْدَلَـكُمْ کہ اگر وہ ظاہر کردی جائیں تمہارے سامنے تَسُؤْكُمْ تو تمہیں وہ بری لگیں وَاِنْ

تَسْئَلُوْا عَنْهَا اور اگر تم سوال کرو گے ان کے بارے میں حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ جس وقت نازل کیا جا رہا ہے قرآن تُبْدَلَكُمْ وہ تمہارے سامنے ظاہر کر دی جائیں گی عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا جو اس سے پہلے ہو چکا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے قَدْ سَاَلَهَا تحقیق ان چیزوں کے متعلق سوال کیا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلی قوموں نے ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ پھر ہو گئے وہ ان کے منکر مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ ، بَحِيْرَةٍ نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ وَّلَاسَآئِبَةٍ اور نہ کوئی سائبہ وَّلَاوَصِيْلَةٍ اور نہ کوئی وصیلہ وَّلَاحَامٍ اور نہ کوئی حام وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور لیکن وہ لوگ جو کافر ہیں يَفْتَرُوْنَ وہ افتراء باندھتے ہیں عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَاَكْثَرُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ اور ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تَعَالَوْا اِلٰى مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور رسول (ﷺ) کی طرف قَالُوْا حَسْبُنَا وہ کہتے ہیں کافی ہے ہمیں مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وہ چیز جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ کیا اگرچہ ہوں ان کے باپ دادا لَايَعْلَمُوْنَ شَيْئًا نہ جانتے ہوں کسی چیز کو وَّلَايَهْتَدُوْنَ اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں حرام چیزوں سے منع کیا گیا اور آج کی آیات میں بے جا اور فضول سوالوں سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں احادیث میں بہت سارے واقعات آئے ہیں ان میں سے چند واقعات ذکر کرتا ہوں۔

آیت سے متصل واقعات :

ایک موقع پر آنحضر ﷺ وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ ''مَنْ أَبِیْ؟'' مجھے یہ بتائیں کہ میرا باپ کون ہے؟۔ آنحضرت ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پانے پر فرمایا: اَبُوْکَ حُذَافَۃْ تیرا باپ حُذافہ ہے۔

علم غیب کی نفی پر دلیل :

ایک دفعہ آپ ﷺ آخرت کے حالات و معاملات بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ اَیْنَ نَاقَتِیْ؟ میری اونٹنی کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مَآاَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُکَ. مجھے معلوم نہیں ہے تیری اونٹنی کہاں ہے۔ یہ آدمی منافق تھا۔ بڑبڑاتا ہوا باہر نکلا کہنے لگا..........

''یُخْبِرُنَا بِخَبَرِ السَّمَآءِ وَلَایَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتِیْ'' ہمیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور یہ معلوم نہیں ہے کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟۔ جبرائیل k تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ، بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اپنی اونٹنی کے متعلق سوال لیا تھا مجھے اس رب کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت

مجھے معلوم نہیں تھا۔ جَـآءَ نِـیْ جِبْـرِیْلُ میرے پاس جبرائیلؑ آئے ہیں۔فَـاَخْبَرَنِیْ پس انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تیری اونٹنی فلاں علاقے میں درختوں میں پھنسی ہوئی ہے کہ اس کا پٹا (قلادہ) درخت کی ٹہنی کے ساتھ اٹک گیا تھا۔

اور یہ واقعہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ وعظ فرمارہے تھے کہ ایک آدمی نے آ کر کہا کہ "مَـافِـیْ بَـطْـنِ نَـاقَتِـیْ؟" یہ بتاؤ کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے تو جواب نہ دیا مگر آپ ﷺ کے ایک جذباتی صحابی حضرت سلمہ بن سلامہ ؓ نے کہا کہ تو نے اپنی اونٹنی کے ساتھ برائی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا نطفہ ہے۔

بعض لوگ اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے غلام بھی جانتے تھے کہ پیٹ میں کیا ہے۔آپ ﷺ کیوں نہیں جانتے تھے ان لوگوں کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔کیونکہ حضرت سلمہ ؓ نے جو کچھ فرمایا تھا یہ جواب نہیں تھا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَقَدْ فَحُشْتَ یَا سَلْمَۃُ! اے سلمہ! تو نے فحش گوئی کی ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ حضرت سلمہ ؓ نے جواب نہیں دیا تھا بلکہ ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا کہ تم ایسے سوال کیوں کرتے ہو اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی کسی سے پوچھے کہ تو نے رات کو کیا کھایا تھا اور وہ جواب میں کہے کہ تیرا سر کھایا تھا۔

تو بھائی! یہ جواب تو نہیں ہے بلکہ ناراضگی کا اظہار ہے کہ میں نے جو کھایا ہے کھایا تجھے اس سے کیا غرض۔لہٰذا اس روایت سے پیٹ کے علم پر استدلال کرنا غلط ہے۔ایک آدمی آیا اور کہنے لگا۔حضرت میں نے فصل کاشت کی ہے۔ مجھے بتائیں کہ بارش کب

ہوگی اور میری بیوی امید سے ہے بتائیں لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ میں جس علاقے میں پیدا ہوا ہوں وہ تو مجھے معلوم ہے آپ ﷺ مجھے یہ بتائیں کہ میں مروں گا کہاں؟ اور یہ بھی بتائیں کہ کل میں نے کونسا کام کرنا ہے؟۔ اور قیامت کے متعلق پوچھا کہ کب ہوگی؟۔ اس سلسلے میں سورۃ لقمان کی آخری آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا.........

پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

①...... اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

②...... وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ اور وہی بارش نازل کرتا ہے۔

③...... وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ اور وہی جانتا ہے جو کچھ پیٹوں میں ہے۔

④...... وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا؟۔

⑤...... وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس زمین پر اس کو موت آئے گی۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے۔

تو اس طرح کے غیر ضروری سوال کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے منع فرمادیا۔

غیر ضروری سوالات سے ممانعت اور باعث عذاب :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ نہ سوال کرو ایسی چیزوں کے بارے میں اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ کہ اگر وہ ظاہر کردی جائیں تمہارے سامنے تو تمہیں وہ بری لگیں وَاِنْ

تَسْئَلُوْا عَنْهَا اوراگرتم سوال کروگےان کے بارے میں حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ جس وقت نازل کیا جارہاہے قرآن تُبْدَلَكُمْ وہ تمہارے سامنے ظاہر کردی جائیں گی عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا جواس سے پہلے ہو چکا۔آئندہ ایسے لایعنی سوال نہ کرنا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اوراللہ تعالیٰ بخشنے والاتحمل کرنے والا ہے قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تحقیق ان چیزوں کے متعلق سوال کیاتم سے پہلی قوموں نے ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ پھر ہوگئے وہ ان کے منکر۔یعنی انہوں نے بےقدری کی۔

چنانچہ حضرت صالح k کی قوم نے ان سے سوال کیا کہ اگرتو اللہ تعالیٰ کا نبی ہے تو ہم جس چٹان پر ہاتھ رکھیں اس سے اونٹنی نکال دے۔ہم تجھے نبی تسلیم کرلیں گے حضرت صالح k نے فرمایا: نشانیاں اور معجزے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید کے لئے ایسا کردے تو کیاتم ایمان لے آؤ گے؟۔قوم نے کہاہاں ہم آپ k کو پیغمبر مان لیں گے۔

چنانچہ اس معجزے کے اظہار کے لئے وقت مقرر ہوا کہ فلاں وقت تم آجانا اور جس چٹان پر تمہارا جی چاہے ہاتھ رکھ دینا اللہ تعالیٰ اسی پتھر سے اونٹنی نکال دیں گے۔ چنانچہ اس وقت مرد،عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان اچھلتے،کودتے ہوئے آئے کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔لہٰذا جس چٹان پر انہوں نے ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ نے اسی چٹان سے اونٹنی پیدا فرمادی لیکن ایمان کوئی بھی نہ لایا الٹا ان ظالموں نے اس کی کوچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کردیا جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور ساری قوم تباہ ہوگئی۔

حلال چیزوں کو حرام مت کرو :

اس سورۃ کی ابتداء میں آپ نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَاتُحَرِّمُوْا

طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمائی ہیں۔ان کو حرام نہ کرو اب اگلی آیت کریمہ میں ان محرمات کا ذکر ہے جو بندوں نے از خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

بحیرہ :

مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِنْ ، بَحِیْرَۃٍ نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ۔بخاری شریف میں رئیس التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بحیرہ کی تعریف کرتے ہیں کہ بحیرہ اس مادہ جانور کو کہتے ہیں کہ مشرکین جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے کہ اس کا دودھ کوئی شخص استعمال نہیں کر سکتا تھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔

سائبہ :

وَّلَاسَآئِبَۃٍ اور نہ (اللہ تعالیٰ نے) کوئی سائبہ (بنایا)۔ "سَآئِبَہ" اس جانور کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے نہ اس کا دودھ استعمال کیا جائے نہ اس پر سواری کی جائے۔جیسے مختلف شہروں میں آپ نے موٹی موٹی گائیں دیکھیں ہوں گی وہ جاہل لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر وقف کی ہوتی ہیں۔ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا۔ لوگ ان کی بڑی عزت اور قدر کرتے ہیں۔اگر کسی کی ریڑی یا دوکان سے کوئی چیز کھائیں تو بڑے پیار سے کہتے ہیں" بے بے جی (امی جی) پیچھے ہٹ جاؤ"۔

وصیلہ :

وَلَاوَصِیْلَۃٍ اور (اللہ تعالیٰ نے) نہ کوئی وصیلہ (بنایا ہے)۔بلکہ مشرکین کی اپنی اختراع ہے۔وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مسلسل مادہ بچے جنتی ہے اور درمیان میں کوئی

نر بچہ نہ جنتی ہو۔ اس کو بھی لات، منات یا کسی اور بڑے بت کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ اور پھر نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس سے کوئی اور کام لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ یہ ان کی خودساختہ باتیں ہیں۔

حام :

وَّلَاحَامٍ اور نہ (اللہ تعالیٰ نے) کوئی حام (بنایا ہے)۔ "حام" اس نر کو کہتے ہیں جس نے چند مرتبہ جفتی کر لی ہو۔ مثلاً اونٹ ہے اس نے دس اونٹنیوں کے ساتھ جفتی کر لی یا بیل ہے اس نے دس گائیوں کے ساتھ جفتی کر لی، بکرا ہے اس نے دس بکریوں کے ساتھ جفتی کر لی تو ایسے نر کو حام بنا دیتے تھے یعنی اس سے کسی قسم کا کوئی کام نہ لیتے تھے۔ بس وہ غیر اللہ کے لئے وقف ہو جاتا اس کو وہ تقرب سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔

وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور لیکن وہ لوگ جو کافر ہیں یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وہ افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَاَکْثَرُھُمْ لَایَعْقِلُوْنَ اور ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تَعَالَوْا اِلٰی مَآاَنْزَلَ اللّٰہُ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَی الرَّسُوْلِ اور رسول (ﷺ) کی طرف قَالُوْا حَسْبُنَا وہ کہتے ہیں کافی ہے ہمیں مَاوَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَ نَا وہ چیز جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ کیا اگرچہ ہوں ان کے باپ دادا لَایَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَایَھْتَدُوْنَ نہ جانتے ہوں کسی چیز کو اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

مسئلہ تقلید :

بعض کم فہم لوگ اس آیت کریمہ سے تقلید کے ناجائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔اس لئے مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں۔تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ایک جائز ہے جبکہ دوسری حرام ہے۔بعض لوگ دونوں کو آپس میں گڈمڈ کر دیتے ہیں۔آیئے دیکھتے ہیں کہ جائز کون سی ہے اور ناجائز کون سی ہے؟۔

جائز اور ناجائز تقلید :

1...... قرآن وسنت کے مقابلہ میں کسی کی بات ماننا، خلفائے راشدین کے مقابلہ میں کسی شخص کے قول وفعل پر عمل کرنا۔صحابہ کرام n کے مقابلہ میں کسی کی بات ماننا اور اس کی تقلید کرنا یہ تقلید حرام اور ناجائز ہے۔اور اسلام میں اس تقلید کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔نہ حنفی، نہ مالکی، نہ شافعی، نہ حنبلی۔

2...... اور اگر کوئی مسئلہ صراحۃً قرآن کریم سے نہیں ملتا اور حدیث پاک میں بھی اس کی صراحت نہیں ہے۔اور خلفاءِ راشدین نے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس کا کوئی حکم نہیں ملتا تو ایسے مسئلے میں مجتہد کی تقلید جائز ہے۔یعنی مجتہد اجتہاد کر کے اس کا حکم بتائے تو اس حکم کو ماننا جائز ہے۔اور اس اجتہاد کا ذکر خود حدیث پاک میں موجود ہے۔

حدیث مبارک سے اجتہاد کا ثبوت :

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو فرمایا.........

☆ ...... ''جب تیرے سامنے کوئی جھگڑا آئے گا تو، تو اس کا کیسے فیصلہ کرے گا؟''۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

☆ ...... ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تجھے نہ ملے تو پھر کیا کرے گا؟''۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ پھر میں سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

☆ ...... ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول ﷺ اور کتاب اللہ میں تجھے نہ مل سکے تو پھر کیا کرے گا؟''۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اَجْتَھِدُ بِرَأْیِ'' پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا۔

اجتہاد میں نبی کریم ﷺ کی رضا ہے:

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔ یہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔ اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوئی کہ جو مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ مل سکے اس میں مجتہد کا قیاس کرنا اور اپنی رائے سے اس کو حل کرنا آنحضرت ﷺ کی رضا کا سبب ہے۔

مجتہدین کی اتباع:

اور اہلِ اسلام ایسے ہی مسائل میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تقلید کے قائل ہیں۔ یعنی ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تقلید ان مسائل میں ہے جو منصوص نہیں ہیں۔ اور ان کے ماننے کا حکم

خودقرآنِ کریم میں موجود ہے۔فرمایا "وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ"۔ (سورہ لقمان، آیت نمبر۱۵) جولوگ میری طرف انابت اور رجوع کرتے ہیں تو ان کے راستے کی اتباع کر۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندگان خدا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کی اتباع نہ صرف یہ کہ جائز ہی ہے بلکہ ضروری اور واجب ہے۔کیونکہ امر کا صیغہ ہے اور صیغہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اور سورۂ نحل میں فرمایا "فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ" پس اہلِ علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کم علم اور ناسمجھ کو چاہیے کہ عالم اور سمجھ دار سے پوچھے۔اور اس پر عمل کرے۔لہٰذا اس تقلید کو شرک کہنا سوء فہم کا نتیجہ ہے۔

اندھی تقلید کی مذمت :

ہاں! خدا رسول کے مقابلہ میں باپ، دادا کی اتباع کی جائے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔اور رسول ﷺ کی طرف تو کہتے ہیں" کافی ہے ہمیں وہ چیز جس پر پایا ہم نے اپنے باپ، دادا کو"۔تو اس تقلید کے شرک اور حرام ہونے میں کیا شک ہے۔

کیا امام کا درجہ پیغمبر کے برابر ہے؟ :

باقی کم فہم لوگ ایک بات اور بھی کہتے ہیں۔وہ بھی سمجھ لیں کہ مقلدوں نے اپنے اماموں کو رسول اللہ ﷺ کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے یہ بات بالکل غلط ہے۔اور یہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔اس لئے کہ پیغمبر معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔اور مجتہد اور امام کو کوئی بھی معصوم نہیں سمجھتا۔مجتہد کی بات صحیح بھی ہوتی ہے۔اور اس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

اور پیغمبر سے غلطی نہیں ہوتی تو امام پیغمبر کی گدی پر کس طرح بیٹھ سکتا ہے یا ان کو پیغمبر کی گدی پر کون بٹھا سکتا ہے؟۔ کتنی غلط بات ہے۔ جو وہ ہمارے ذمہ لگاتے ہیں۔ پھر ہمارا نظریہ ہے کہ امام کی بات اگر خدا اور رسول کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑ دو اس پر عمل نہ کرو تو یہ ہم پر محض الزام لگاتے ہیں۔ (واللہ الموفق)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ
ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞۱۰۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ
الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ
اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ
تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ
ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ
شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۞۱۰۶ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى
اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ
اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ
مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖز اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ
۞۱۰۷ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ

يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ ۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تمہارے ذمے اپنی جانیں ہیں لَا يَضُرُّكُمْ تمہیں نہیں نقصان پہنچائے گا مَّنْ ضَلَّ جو گمراہ ہوا اِذَا اهْتَدَيْتُمْ جبکہ تم ہدایت پر ہو اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کام تم کرتے تھے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ گواہی تمہارے درمیان اِذَا حَضَرَ جس وقت کہ آجائے اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم میں سے کسی ایک پر موت حِيْنَ الْوَصِيَّةِ وصیت کے وقت اثْنٰنِ دو گواہ ہوں ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ انصاف والے تم میں سے اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ یا دو اور ہوں تمہارے سوا دوسروں سے اِنْ اَنْتُمْ اگر تم ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ سفر کرو زمین میں فَاَصَابَتْكُمْ پس پہنچے تمہیں مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ موت کی مصیبت تَحْبِسُوْنَهُمَا ان دونوں گواہوں کو روک لو تم مِنْ ۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ نماز کے بعد فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ قسم اٹھائیں اللہ تعالیٰ کی اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں شک ہو (قسم اس طرح اٹھائیں) لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا کہ ہم اس قسم

کے بدلے کوئی قیمت نہیں خریدتے وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اور ہم نہیں چھپاتے اللہ تعالیٰ کی گواہی کو اِنَّآ اِذًا بیشک ہم اس وقت لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ البتہ گناہ گاروں میں سے ہوں گے فَاِنْ عُثِرَ پس اگر اطلاع ہو جائے عَلٰٓى اَنَّهُمَا اس بات پر کہ وہ دونوں گواہ اسْتَحَقَّآ اِثْمًا مستحق ہیں گناہ کے فَاٰخَرٰنِ پس دوسرے دو يَقُوْمٰنِ کھڑے ہوں مَقَامَهُمَا ان کی جگہ پر مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ جن کا حق دبایا ہے الْاَوْلَيٰنِ جو میت کے بہت قریب ہوں فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں لَشَهَادَتُنَآ البتہ ہماری گواہی اَحَقُّ زیادہ تحقیقی ہے مِنْ شَهَادَتِهِمَا ان پہلے دونوں کی گواہی سے وَمَا اعْتَدَيْنَآ اور ہم نے تجاوز نہیں کیا اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بیشک اس وقت ہم ظالموں میں سے ہوں گے ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ بات زیادہ قریب ہے اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ یہ کہ لائیں وہ لوگ گواہی عَلٰى وَجْهِهَآ اپنے طریقے پر اَوْ يَخَافُوْٓا یا وہ خوف کھائیں اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ کہ رد کر دی جائیں گی قسمیں بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ان کی قسموں کے بعد وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاسْمَعُوْا اور سنو وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔

ربط آیت :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں تھا کہ ان لوگوں کو جب خدا اور رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے باپ دادا کا دین کافی ہے۔ آج کی آیات میں فرمایا کہ تم ان کی باتوں پر افسوس نہ کرو۔ بلکہ اپنا فریضہ ادا کرتے رہو۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

مسلمانوں کو تسلی :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے ذمے اپنی جانیں ہیں۔ تم اپنی جانوں کی فکر کرو۔ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ تمہیں نہیں نقصان پہنچائے گا جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ کسی کی گمراہی کا وبال تم پر نہیں آئے گا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ...... ہدایت کا معیار :

ایک آدمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس آیت کریمہ سے تو میں یہ سمجھا ہوں کہ آدمی خود ہدایت پر قائم رہے۔ اور اعمالِ صالحہ ادا کرتا رہے۔ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرنا ضروری نہیں ہے۔ یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم ہدایت پر ہو۔ تو جو آدمی امر بالمعروف نہی عن المنکر نہیں کرتا وہ کب ہدایت پر ہے؟

اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا ہے فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ تمہیں خبر دے گا ان کاموں کی جو تم کرتے

تھے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب کچھ سامنے آجائے گا اور موت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ اور معاملہ تمہارا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔

شانِ نزول :

اگلی آیات کا شانِ نزول اگر چہ ایک واقعہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ایک ضابطہ اور قانون بیان فرمایا ہے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تین آدمی تجارتی سفر پر روانہ ہوئے ایک حضرت بدیل بن ورقا خذاعی رضی اللہ عنہ دوسرے تمیم داری اور تیسرے عدی بن بدّا یہ دونوں اس وقت عیسائی تھے مگر بعد میں دونوں مسلمان ہوگئے تھے اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ تہجد میں قرآنِ کریم ختم کرتے تھے۔

بہر حال یہ تینوں حضرات شام میں تجارت کے لئے سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر ان کا بہت خوشگوار رہا کیونکہ باپ دادا سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ جب شام کے علاقہ میں پہنچے اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ حضرت بدیل بن ورقا بیمار ہوگئے اور بیماری ایسی تھی کہ سمجھ گئے کہ میں اس سے جانبر نہیں ہوسکتا جب انہیں زندگی کی امید نہ رہی تو اپنے سارے سامان کی فہرست تیار کی کیونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ اور وہ فہرست سامان میں چھپا کر رکھ دی۔ اور اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ مجھے اب زندگی کی کوئی امید نہیں ہے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیوی ہے۔ یہ میرا سامان ان تک پہنچا دینا یہ وصیت فرمائی اور فوت ہوگئے۔ ساتھیوں نے ان کو دفن کر دیا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کا جنازہ پڑھا گیا یا نہیں؟۔ کیونکہ دونوں ساتھی تو عیسائی تھے مگر مسلمان جب ایمان کی حالت میں مرے اس کا جنازہ ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس کے شامل حال ہوتی ہیں۔ جنازہ

ہو جائے تو نورٌ علی نورٌ۔ اور اگر کسی وجہ سے جنازہ نہ بھی ہو سکے یا جنازہ میں تھوڑے آدمی شریک ہوں تو مومن بہر حال مومن ہے۔

امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ:

چنانچہ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پائے کے امام اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے تھے اور حق گو تھے اس وقت کی حکومت کے خلاف انہوں نے آواز بلند کی کہ فلاں فلاں کام تمہارے شریعت کے خلاف ہیں۔ تنقید کو حاکموں نے برداشت نہ کیا۔ کیونکہ اقتدار کا نشہ بہت برا ہوتا ہے اور حکم جاری کیا کہ یہ جہاں ملیں ان کو قتل کر دو جب حضرت کو معلوم ہوا تو روپوش ہو گئے مگر کچھ دنوں کے بعد فوت ہو گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ان کا جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھا۔

تو بہر حال ان کے دونوں ہمسفر جب واپس پہنچے تو ان کے اہلِ خانہ کو ان کی موت کی اطلاع دی اور ان کا سامان گھر والوں کے حوالے کیا۔ مگر چاندی کا ایک کٹورا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور خاصہ وزنی اور قیمتی تھا، چھپا لیا اور بازار فروخت کر کے اس کی رقم دونوں نے آپس میں تقسیم کر لی۔ موت کا صدمہ چونکہ تمام صدموں میں بھاری ہوتا ہے۔ اہلِ خانہ نے اس صدمہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے سامان کو نہ کھولا نہ دیکھا کچھ دن گزرنے کے بعد سامان کھولا تو اس میں سے سامان کی فہرست بھی برآمد ہوئی۔ فہرست کے مطابق بقیہ سامان تو مکمل تھا۔ مگر چاندی کا پیالہ ان کو نہ ملا۔ اس پر انہوں نے ان کے دونوں ساتھیوں کو بلا کر پوچھا کہ بدیل رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے ہیں کیا تم اس وقت ان کے پاس موجود تھے؟۔ انہوں نے کہا: ہاں! ہم دونوں ان کے پاس موجود تھے۔

اچھا تو کیا انہوں نے اس وقت کوئی صدقہ خیرات کیا تھا؟ کہا نہیں۔ علاج

معالجے پر رقم خرچ کی ہو؟ کہا نہیں۔ تمہیں کوئی وصیت کی ہو؟ جس پر تم نے عمل کیا ہو؟ کہنے لگے نہیں۔ تب اہلِ خانہ نے کہا کہ دیکھو اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سامان کی فہرست ہے اور فہرست کے مطابق ایک کٹورا چاندی کا ہونا چاہیے۔ جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔ مگر وہ سامان میں موجود نہیں ہے۔ جب انہوں نے علاج پر بھی خرچ نہیں کیا، صدقہ، خیرات بھی نہیں کیا اور کسی قسم کی وصیت بھی نہیں کی تو وہ پیالہ کدھر غائب ہو گیا ہے؟۔ کہنے لگے اس بات کا ہمیں تو علم نہیں ہے اس نے جتنا سامان ہمارے حوالے کیا تھا وہ ہم نے تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اہلِ خانہ خاموش ہو گئے بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر کچھ دنوں کے بعد حضرت بدیل بن ورقا کے عزیزوں میں شادی تھی زیور بنوانے کے لئے سُنار کے پاس گئے کہ ہمیں اتنی مقدار میں زیور کی ضرورت ہے کہ اتفاقاً چاندی کے ایک پیالے پر نگاہ پڑی جو سنار کے پاس دوکان میں پڑا تھا۔ دریافت کیا کہ یہ پیالہ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے بتایا کہ تمیم داری اور عدی بن بدّا سے میں نے خریدا ہے۔ بات کھل گئی کہ یہ وہی پیالہ ہے جس کے متعلق ہمیں شک تھا کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔

چنانچہ اہلِ خانہ نے اپنا مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میت کے جو قریبی وارث ہیں کیا وہ قسم اٹھانے کے لئے تیار ہیں کہ ان دونوں نے خیانت کی ہے؟۔ اور یہ پیالہ واقعی ہمارا ہے؟۔ اہلِ خانہ نے کہا حضرت ہمیں یقین ہے کہ یہ پیالہ ہمارا ہے اور ہم قسم اٹھانے کے لئے تیار ہیں کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد قسم لی گئی اور وہ پیالہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں......

وصیت کے احکام :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ گواہی تمہارے درمیان اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ جس وقت کہ آجائے تم میں سے کسی ایک پر موت حِیْنَ الْوَصِیَّةِ وصیت کے وقت اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو گواہ ہوں انصاف والے تم میں سے۔ یعنی مومن ہوں اس بات پر کہ یہ میرا سامان ہے اور یہ میری وصیت ہے میرے اہلِ خانہ کو پہنچا دینا۔

اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ یا دو اور ہوں تمہارے سوا دوسروں سے۔ یعنی غیر مسلم جس طرح اس موقع پر غیر مسلم تھے یہ گواہ کب بنانے ہیں؟۔ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ اگر تم سفر کرو زمین میں فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ پس پہنچے تمہیں موت کی مصیبت تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ ان دونوں گواہوں کو روکو تم نماز کے بعد۔

صلوٰۃِ وسطیٰ کے ترک پر وعید :

تمام تفسیروں میں ہے کہ نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ جسے صلوٰۃ وسطیٰ کہا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی "فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ". پس گویا کہ اس کے گھر کا سامان تباہ ہوگیا ہے۔ اور گھر کے سارے افراد مرگئے ہیں۔ نمازِ عصر کے فوت ہونے کا اتنا بڑا نقصان ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ دو نمازیں منافقوں پر بہت بھاری ہیں ایک عشاء کی اور دوسری فجر کی بس جس آدمی کو ان نمازوں کا وزن محسوس ہو اور پڑھنے سے کترائے تو سمجھ لو منافق ہے۔

قسم اٹھانے کا طریقہ :

فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ پس وہ دونوں قسم اٹھائیں اللہ تعالیٰ کی۔ قسم کی ضرورت کب پڑے گی؟۔ فرمایا اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں شک ہو (قسم ان الفاظ کے ساتھ اٹھائیں)۔ لَانَشْتَرِیْ بِہٖ ثَمَنًا کہ ہم اس قسم کے بدلے کوئی قیمت نہیں خریدتے وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی اور اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ نہ کسی کی رعایت کریں گے اور نہ کسی کی مخالفت کریں گے۔ وَلَانَکْتُمُ شَھَادَۃَ اللّٰہِ اور ہم نہیں چھپاتے اللہ تعالیٰ کی گواہی کو اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ بیشک ہم اس وقت (اگر ہم گواہی چھپائیں تو) البتہ گناہ گاروں میں سے ہوں گے فَاِنْ عُثِرَ پس اگر اطلاع ہو جائے عَلٰٓی اَنَّھُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا اس بات پر کہ وہ دونوں گواہ مستحق ہیں گناہ کے۔ کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔

اوصیاء کی گواہی احق بالقبول ہے :

فَاٰخَرٰنِ پس دوسرے دو یَقُوْمٰنِ مَقَامَھُمَا کھڑے ہوں ان (دونوں) کی جگہ پر مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْھِمُ الْاَوْلَیٰنِ ان لوگوں میں سے جن کا حق دیا ہے لیکن وہ دو گواہ میت کے بہت قریبی ہوں فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں لَشَھَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَھَادَتِھِمَا البتہ ہماری گواہی زیادہ تحقیقی ہے ان پہلے دونوں کی گواہی سے وَمَا اعْتَدَیْنَآ اور ہم نے تجاوز نہیں کیا اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ بیشک اس وقت (اگر ہم تجاوز کریں تو) ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ حق میت کے قریبی وارثوں کو کیوں دیا ہے؟ کہ وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ فلاں نے ہمارا حق مارا ہے تو فرمایا.........

اسلام میں کسی کی حق تلفی نہیں :

ذٰلِکَ اَدْنٰی یہ بات زیادہ قریب ہے اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَآ یہ کہ لائیں وہ لوگ گواہی اپنے طریقے پر۔ کیونکہ ان کو معلوم ہوگا کہ اگر ہم نے گواہی میں گڑبڑ کی تو دوسرے گواہ ہمارے مقابلہ میں کھڑے کردیں گے۔ اَوْ یَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ م بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ یا وہ خوف کھائیں کہ رد کردی جائیں گی قسمیں ان کی قسموں کے بعد۔ کہ میت کے وارثوں کو قسم اٹھانے کا حق ہے۔ اگر ہم کوئی ہیرا پھیری کریں گے۔ تو پھر دوسروں کو قسم اٹھانے کا حق ملے گا۔ پھر ہمیں مال بھی دینا پڑے گا اور بدنام بھی ہوں گے۔ آگے فرمایا سب سے بڑی چیز ہے.........

تقویٰ کا انعدام، قیامت کی ایک علامت :

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ سے جو ڈرتا ہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ وہ صحیح بات کرے۔ باقی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا خوفی نہیں رہے گی اور دلوں میں بغض، کینہ اور عداوت آجائے گی اور دل اس طرح سخت ہوں گے جس طرح بھیڑیوں کے ہوتے ہیں۔ یعنی شکلیں انسانوں والی ہوں اور دل بھیڑیوں کے ہوں گے یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ نہ قتل کا خوف ہوگا، نہ لوٹنے سے ڈریں گے، نہ عزت پر حملہ کرنے سے باز آئیں گے۔

وَاسْمَعُوْا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنو، سمجھو اور ان پر عمل کرو۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔ ہدایت انہیں ہی دیتا ہے جو ہدایت چاہتے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَاعِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِىْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِىْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

لفظی ترجمہ :

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ جس دن اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا پیغمبروں کو فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا قَالُوْا وہ کہیں گے لَاعِلْمَ لَنَا ہمیں کچھ علم نہیں ہے اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

بیشک تو ہی ہے پوشیدہ باتوں کو جاننے والا اِذْ قَالَ اللّٰهُ جب فرمائے گا اللہ
تعالیٰ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہما السلام) اذْكُرْ نِعْمَتِیْ یاد
کر میری نعمتیں عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ جو میں نے تم پر کیں اور تیری
والدہ پر کیں اِذْ اَیَّدْتُّكَ جب میں نے تیری تائید کی بِرُوْحِ الْقُدُسِ
پاک روح کے ساتھ تُكَلِّمُ النَّاسَ کلام کرتا تھا تو لوگوں کے ساتھ فِی الْمَهْدِ
وَكَهْلًا گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ اور جب
تعلیم دی میں نے تجھے کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور حکمت کی وَالتَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِیْلَ اور توراۃ اور انجیل کی وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ اور جب تم بناتے
تھے مٹی سے كَهَیْئَةِ الطَّیْرِ پرندے کی شکل بِاِذْنِیْ میرے حکم سے فَتَنْفُخُ
فِیْهَا پھر اس میں تم پھونکتے تھے فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ پس وہ ہو جاتا تھا
پرندہ میرے حکم سے وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ اور تندرست کرتا تھا تو مادرزاد اندھے کو
وَالْاَبْرَصَ اور برص والے کو بِاِذْنِیْ میرے حکم سے وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی
اور جب تم نکالتے (زندہ کرتے تھے) مردوں کو بِاِذْنِیْ میرے حکم سے وَاِذْ
كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تم سے
اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ جب تم لاتے ان کے پاس واضح دلیلیں فَقَالَ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا پس کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے مِنْهُمْ ان میں سے اِنْ هٰذَآ اِلَّا
سِحْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو۔

روزِ محشر انبیاء علیہم السلام سے سوال :

میدانِ محشر میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مخلوق کو اکٹھا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی اس دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں سے سوال کریں گے میں نے تمہیں اپنی امتوں کی طرف مبعوث کیا تھا کہ میرے احکام ان تک پہنچاؤ تو لوگوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ جس دن اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا پیغمبروں کو فَیَقُوْلُ پس فرمائے گا مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا۔ حالانکہ رب تعالیٰ تو تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ مگر پیغمبروں کی زبانی سننا چاہے گا۔

انبیاء علیہم السلام کا اظہار، لاعلمی کی وجہ :

قَالُوْا وہ (پیغمبر) کہیں گے لَاعِلْمَ لَنَا ہمیں کچھ علم نہیں ہے اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اے پروردگار! بیشک تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ دیکھنا! اس آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دریافت کرنے پر انبیاء کرام علیہم السلام مطلقاً لاعلمی کا اظہار فرمائیں گے جبکہ دوسرے مقام پر قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ وہ اپنی اپنی امتوں کے حق میں گواہی دیں گے تو اس آیت کریمہ کی تین تفسیریں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جب رب تعالیٰ فرمائیں گے.........

روزِ محشر صالحین کی حالت :

مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ تو قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوش قائم نہیں ہوں گے۔ بھول جائیں گے کہ ہمیں امتوں نے کیا جواب دیا تھا۔ مگر محققین

حضرات اس تفسیر کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآنِ کریم میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَایَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (انبیاء:۱۰۳)۔ ان کو غم میں نہیں ڈالے گی بڑی گھبراہٹ یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر اس دن کی گھبراہٹ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تو پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیغمبروں کے ہوش وحواس قائم نہ رہیں۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیغمبروں پر ایسا خوف طاری ہو کہ وہ پہلی پچھلی تمام باتیں بھول جائیں۔ لہٰذا یہ تفسیر کہ قیامت کی ہولنا کیوں کی وجہ سے ان کے ہوش قائم نہیں رہیں گے قابلِ التفات نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول :

اس آیت کریمہ کی دوسری تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے فرمائیں گے مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ تو پیغمبر جواب دیں گے اے پروردگار! تیرے تفصیلی اور محیط علم کے مقابلہ میں ہمارا محدود علم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بیشک تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اور صحیح تفسیر یہی ہے۔

ابنِ جریج تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر :

اور تیسری تفسیر ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تابعی ہیں ان سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے کچھ امتی تو ان کے قریب رہتے تھے اور کچھ دور دراز کے علاقوں میں اسی طرح کچھ تو ان کے زمانے میں موجود تھے اور کچھ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی صرف وہی تو نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں موجودگی

میں تھے بلکہ قیامت تک آنے والے سب آپ ﷺ کے امتی ہیں۔ تو پیغمبر کہیں گے اے پروردگار! ہم ان کو تو جانتے ہیں جو ہمارے سامنے اور قریب تھے کہ انہوں نے ہمیں یہ جواب دیا اور ان کو نہیں جانتے جو دور دراز علاقوں میں رہنے والے تھے۔ یا جو ہمارے دنیا سے چلے آنے کے بعد آئے کہ انہوں نے کیا کہا اور کیا کیا کرتے رہے۔

اگلے رکوع میں آ رہا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بناؤ؟ یہاں سے اس سوال کی تمہید ہے۔ فرمایا.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسان :

اِذْ قَالَ اللّٰهُ جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہما السلام) اذْكُرْ نِعْمَتِیْ یاد کر میری نعمتیں عَلَیْکَ وَ عَلٰی وَالِدَتِکَ جو میں نے تجھ پر کیں (کہ تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا) اور تیری والدہ پر کیں (کہ بغیر خاوند کے بچہ دیا) اور دوسری نعمتیں الگ ہیں کہ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ جب میں نے تیری تائید کی پاک روح کے ساتھ۔

روح القدس کون؟ :

پاک روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں چونکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت مخالف تھے اور ہر وقت قتل کے درپے رہتے تھے۔ اس لئے اکثر جگہوں پر جہاں خطرہ ہوتا اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی نگرانی اور حفاظت کیلئے بھیجتے تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتیاز :

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلاً کلام کرتا تھا تو لوگوں کے ساتھ گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں۔ ''مہد'' کا معنی پنگھوڑا بھی ہے اور گود بھی۔ یعنی آپ ماں کی گود یا پنگھوڑے میں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور تیس اور چالیس سال کے درمیان والے زمانے کو ''کہولت'' کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اگر آدمی بیمار نہ ہو تو اس کی بدنی قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد آہستہ آہستہ کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ بعضوں کے جلدی بال سفید ہو جاتے ہیں اور نگاہ کمزور ہو جاتی ہے۔ اور بعضوں کے تاخیر سے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دونوں زمانوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ بچپن اور ادھیڑ عمر میں ایک جیسی گفتگو کرتے تھے حالانکہ بچہ گود یا پنگھوڑے میں گفتگو نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ بچپن میں بھی بڑی معقول تقریر کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی بچپن کی تقریر سورہ مریم میں موجود ہے۔ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے اور میں نبی بنایا گیا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ایک پہلو :

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور جب تعلیم دی میں نے تجھے کتاب کی اور حکمت کی وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

کتاب اور حکمت سے مراد :

1 ...... بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد لکھنا ہے کہ میں نے تجھے

لکھنا سکھایا پہلے انبیاء کرام علیہم السلام لکھنا بھی جانتے تھے اور پڑھنا بھی جانتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اَلرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ہیں۔ نہ لکھنا جانتے تھے، نہ پڑھنا جانتے تھے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے "وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ"۔ (العنکبوت: ۴۸) اور آپ اس سے پہلے تو کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے اگر آپ پہلے سے پڑھے لکھے ہوتے تو یہ باطل پرست لوگ شک کرتے اور حکمت سے مراد دانائی کی باتیں ہیں۔

2...... اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب سے مراد دوسری کتب سماویہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعلیم بھی دی عیسیٰ k کو۔

3...... اور تیسری تفسیر یہ نقل کرتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآنِ کریم ہے اور حکمت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے اور چالیس سال زمین پر حکومت کریں گے۔ اور قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اگر قرآن وسنت کا علم نہیں ہوگا تو فیصلے کس طرح کریں گے؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات :

1...... وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ اور جب تم بناتے تھے مٹی سے پرندے کی شکل بِاِذْنِیْ میرے حکم سے فَتَنْفُخُ فِيْهَا پھر اس میں تم پھونکتے تھے فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِیْ پس وہ ہو جاتا تھا پرندہ میرے حکم سے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے وہ جانور بن کر اُڑ

جاتا تھا کون سے پرندے کی شکل بنائی تھی؟ فرماتے ہیں کہ چمگادڑ کی شکل جس کو ''چام چٹی، چمچوری'' اور فارسی میں ''شپرہ چشم'' کہتے ہیں۔

2...... وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ اور تندرست کرتا تھا تو مادرزاد اندھے کو اور برص والے کو بِاِذْنِیْ میرے حکم سے۔ برص کے دو معنیٰ کرتے ہیں ایک پھل بہری اور دوسرا کوڑھ۔ سوداوی مزاج آدمیوں کے خون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس کے ہاتھ پاؤں گر جاتے ہیں اس کو کوڑھ کہتے ہیں اور اس مرض والے کے قریب کوئی نہیں جاتا کیونکہ یہ متعدی اور لا علاج بیماری ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ کوڑھ والے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اللہ تعالیٰ مادرزاد اندھے کو بینا فرما دیتے تھے۔ کوڑھ والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تھے اللہ تعالیٰ اس کو تندرست کر دیتا تھا۔ ایمان کی شرط کے ساتھ کہ مثلاً مادرزاد اندھا آیا آپ اس کو فرماتے تھے کہ اگر تو میرے اوپر ایمان لے آئے تو میں تیری آنکھوں پر ہاتھ پھیروں گا اللہ تعالیٰ تجھے بینا کر دے گا۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک دن میں پچاس ہزار آدمی تندرست ہوئے۔

چار مردوں کو زندہ کرنے کا بطور خاص ذکر :

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ اور جب تم نکالتے (زندہ کرتے تھے) مردوں کو میرے حکم سے۔ چار مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر خاص طور پر تفسیروں میں آتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے.........

1...... ایک آذر نامی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا اس کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہوجا۔ قبر پھٹی اور وہ زندہ ہوکر باہر آ گیا۔

2...... دوسرا ابن العجوز ایک بوڑھی عورت تھی اس کا ایک ہی بیٹا تھا وہ فوت ہوگیا ماں بڑی پریشان تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوجا۔ قبر پھٹی اور وہ زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا۔

3...... تیسری چونگی پر ملازمت کرنے والے کی ایک لڑکی تھی وہ فوت ہوگئی جس سے وہ بڑا پریشان تھا۔ اس کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ وہ زندہ ہوگئی۔

4...... اور چوتھا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام اس کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوگیا۔ یہ تمام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے تھے فرمایا..........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچایا :

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تم سے۔ وہ تجھے قتل کرنا چاہتے تھے مگر میں نے ان کے ہاتھ آپ تک نہیں پہنچنے دیئے۔ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ جب تم لاتے ان کے پاس واضح دلیلیں فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ پس کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے ان میں سے اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو۔

جن معجزات کا ذکر ابھی تم نے سنا ہے ان کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔اوران کوتسلیم نہ کیا۔اور یہ محض انہوں نے ضد کی وجہ سے کیا۔ورنہ دلی طور پر وہ سمجھتے تھےاور جانتے تھے کہ یہ حقیقت ہیں۔اللہ تعالیٰ ضد سے محفوظ فرمائے۔..........آمین۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اور جب میں نے وحی کی اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ حواریوں کی طرف اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ کہ ایمان لاؤ مجھ پر وَبِرَسُوْلِیْ اور میرے رسول پر

قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہا انہوں نے ہم ایمان لائے وَاشْهَدْ اور اے اللہ تو گواہ رہ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ بیشک ہم مسلمان ہیں اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ جب کہا حواریوں نے يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن مریم هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا اس بات کی کہ وہ نازل کرے ہم پر مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ دسترخوان آسمان کی طرف سے قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا کہا انہوں نے نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس دسترخوان سے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں وَنَعْلَمَ اور ہم جان لیں اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا کہ تم نے سچ کہا ہے وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور ہو جائیں ہم اس دسترخوان پر گواہی دینے والوں میں سے قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اے اللہ جو ہمارا رب ہے تو اَنْزِلْ عَلَيْنَا اتار دے ہم پر مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ دسترخوان آسمان کی طرف سے تَكُوْنُ لَنَا کہ ہو ہمارے لئے عِيْدًا خوشی کا ذریعہ لِّاَوَّلِنَا ہمارے پہلوں کے لئے وَاٰخِرِنَا اور ہمارے پچھلوں کے لئے وَاٰيَةً مِّنْكَ اور نشانی ہو تیری طرف سے وَارْزُقْنَا اور تو ہمیں رزق دے وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور تو بہتر روزی دینے والا ہے قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ میں اتارنے والا ہوں اس دسترخوان کو تم پر فَمَنْ

یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ پس جو شخص ناشکری کرے گا اس کے بعد فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا پس میں اس کو سزا دوں گا ایسی سزا لَّآ اُعَذِّبُہٗٓ کہ نہیں سزا دوں گا میں ایسی اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے کسی ایک کو۔

لفظ ''حواری'' کی تحقیق :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو مخلص ساتھی تھے ان کو حواری کہتے ہیں ان کو حواری کہنے کی ایک وجہ تو یہ بیان فرماتے ہیں کہ حواری حور سے مشتق ہے۔ اور حور کے معنی ہیں سفید چونکہ ان کے رنگ سفید تھے جس طرح سفید فام قومیں ہیں اس لئے ان کو حواری کہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ دھوبی تھے کپڑوں کو دھو کر سفید کرتے تھے اس لئے ان کو حواری کہتے تھے اور تیسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کے بڑے صاف تھے جو دل میں ہوتا تھا وہ زبان پر ہوتا تھا اور جو زبان پر ہوتا تھا وہ عمل میں نظر آتا تھا تو دل کے صاف ہونے کی وجہ سے ان کو حواری کہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں............

حواریوں سے خطاب :

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اور جب میں نے وحی کی حواریوں کی طرف۔ ان کو وحی کرنے کا ایک مطلب تو یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کو پیغام دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے ان پر وحی نازل ہوتی تھی کہ ان کو میرا پیغام پہنچا دے۔ اور وحی کا معنی الہام بھی ہوتا ہے۔ دل میں بات ڈالنا مگر غیر نبی کا الہام قطعی نہیں ہوتا تو مطلب یہ بنے گا کہ میں نے ان کے دل میں بات ڈالی۔

حواریوں سے مطالبہ :

اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ k پر چونکہ وہ لوگ بڑے مخلص تھے۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہا انہوں نے ہم ایمان لائے وَاشْهَدْ اور اے اللہ تو گواہ رہ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ بیشک ہم مسلمان ہیں۔ وہ حواری بڑے مخلص اور سادے لوگ تھے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ جب کہا حواریوں نے یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہ السلام) هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اس بات کی کہ وہ نازل کرے ہم پر دستر خوان آسمان کی طرف سے۔ یہ مطالبہ حواریوں نے اس لئے کیا کہ وہ بڑے غریب تھے کسی وقت کھانا میسر ہوتا تھا کسی وقت نہیں اور بسا اوقات دو، دو، تین، تین دن بھی فاقے میں گزر جاتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تذکیر :

قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ کہ ایک طرف تو کہتے ہو تیرا رب اور دوسری طرف کہتے ہو کہ وہ آسمان سے دستر خوان اتارنے پر قادر ہے کہ نہیں؟۔ بھائی! رب ہے اور آسمانوں، زمینوں کا خالق ہے۔ جس نے پہاڑوں کو پیدا کیا، چاند، سورج، ستاروں کو پیدا کیا اس کے لئے آسمان سے دستر خوان اتارنا کون سا مشکل کام ہے۔ اس کی قدرت میں شک کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم ایمان والے۔ کہ جب تم اس رب تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو جو ساری مخلوق کا خالق اور قادر مطلق ہے تو اس کے لئے دستر خوان کا اتارنا کون سا مشکل ہے؟۔

حواریوں کا اطمینانِ قلب :

قَالُوْا کہا انہوں نے۔ ہمیں اپنے رب کی صفات میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ نُرِیْدُ اَنْ نَّاْکُلَ مِنْهَا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس دسترخوان سے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور کھانا کھانے کے بعد ہمارے دل مطمئن ہو جائیں۔ اب بھوک کی وجہ سے ہمارے ہوش وحواس اڑے ہوئے ہیں کھانا کھانے کے بعد اطمینان قلب نصیب ہوگا۔

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا اور ہم جان لیں کہ تم نے سچ کہا ہے۔ کہ رب تعالیٰ کا تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً تمہاری مدد کرتا رہے گا۔ باقی رب تعالیٰ کی قدرت میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے جیسے گنہگار اس قابل ہیں کہ ہمارے لئے آسمان سے دسترخوان نازل ہو۔ اور ہم آسمانی دسترخوان سے کھانا کھائیں۔

وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور ہو جائیں ہم اس دسترخوان پر گواہی دینے والوں میں سے۔ کہ واقعی آسمان سے دسترخوان نازل ہوا تھا اس پر کھانے لگے ہوئے تھے اور ہم نے کھائے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ حواری رب تعالیٰ کی قدرت کے منکر نہیں، صرف تعبیر کرنے میں غلطی ہوئی دل کے بڑے صاف ہیں تو......

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا :

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ اے اللہ جو ہمارا رب ہے تو اتار دے ہم پر دسترخوان آسمان کی طرف سے تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا کہ ہو ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا

ہمارے پہلوں کے لئے اور ہمارے پچھلوں کے لئے۔ پہلوں کے لئے خوشی کا ذریعہ کس طرح ہوگا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ وادی تیہ میں:

وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلیوں کو لے کر جب وادی تیہ (اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے) میں پہنچے۔ اس میدان میں ان کو عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ملا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر جواب دے دیا کہ "فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ" پس اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگے جانا چالیس سال کے لئے بند کر دیا۔ یہ لاکھوں کی تعداد میں تھے جن میں مرد، عورتیں، جوان، بچے، بوڑھے شامل تھے۔ پانی اور خوراک ایسی چیز ہے کہ جاندار مخلوق کا اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آسمان سے "مَنّ" یعنی کھیر اور "سلویٰ" یعنی بٹیر نازل فرمائے۔ ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی تھی اور ایک پلیٹ میں بٹیر ہوتے تھے جو یہ بغیر محنت، مشقت کے کھاتے تھے۔ اور پانی کا بھی انتظام فرمایا کہ پیغمبر سے بارہ چشمے جاری فرمائے یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں کرسکتے۔ ہمارے لئے پیاز، تھوم، دال، گندم وغیرہ کی فصلیں پیدا فرمائے۔ تو پہلووں سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے دور کے لوگ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ نازل فرمایا۔ اور پچھلوں سے مراد یہی لوگ ہیں جن پر دسترخوان نازل ہوا۔

لاوّلنا وآخرنا کا مصداق:

تو مطلب یہ بنے گا کہ ہمارے پہلوں کے لئے بھی خوشی تھی اور ہمارے لئے بھی

خوشی کا ذریعہ بنے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پہلوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت موجود تھے کہ آسمان سے دسترخوان نازل ہوگا ہم اس سے کھائیں گے اور ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ ہوگا۔ اور پچھلوں سے مراد بعد میں آنے والے ہیں کہ ان کے لئے خوشی کا ذریعہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ ہمارے بڑوں پر آسمان سے دسترخوان نازل ہوتا تھا اور وہ کھانے کھاتے تھے۔ جس طرح ہم اپنے بڑوں کے کارنامے ذکر کر کے خوش ہوتے ہیں کہ بدر میں اس طرح ہوا۔ فلاں مقام پر اس طرح نصرت آئی۔ فلاں مقام پر اس طرح کامیابی حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہیں :

وَاٰيَةً مِّنْكَ اور نشانی ہو تیری طرف سے۔ اے پروردگار۔ وَارْزُقْنَا اور تو ہمیں رزق عطا فرما۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور تو بہتر روزی دینے والا ہے۔ رزق کھاتے تو تمام لوگ کما کر ہیں مگر رزق کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا رزق کا خالق کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت اور ایک تنبیہ :

قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ میں اتارنے والا ہوں اس دسترخوان کو تم پر۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ پس جو شخص ناشکری کرے گا اس کے بعد فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا پس میں اس کو سزا دوں گا ایسی سزا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ کہ نہیں سزا دوں گا میں ایسی جہان والوں سے کسی ایک کو۔

دسترخوان کانزول اوراحکام :

ترمذی شریف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان سے دسترخوان نازل ہوا اس میں گوشت اور روٹیاں تھیں۔ بعض تفسیروں میں مچھلی کا بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھنی ہوئی مچھلیاں بھی نازل فرمائیں۔ مچھلی بھی گوشت ہے۔

ناشکری کی سزا :

رب تعالیٰ کی طرف سے یہ پابندی تھی کہ وقت پر جو کھانا نازل ہو مثلاً صبح یا شام کے وقت تو تم خوب سیر ہو کر کھاؤ مگر ذخیرہ نہیں کرنا اور یہ تفسیر بھی ہے کہ حکم تھا کہ محتاج اور معذور کھائیں، مالدار اور صاحب حیثیت نہ کھائیں، لیکن انہوں نے قانون کی پابندی نہ کی تھالیاں پلیٹیں ساتھ لے آتے اور ان میں ذخیرہ کر لیتے اور مالداروں نے بھی ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ اس طرح یہ لوگ شرائط کی پابندی نہ کر سکے پھر نتیجہ وہی نکلا جس کی خبر پہلے دی جا چکی تھی کہ اگر ناشکری کرو گے تو میں سخت سزا دوں گا۔

بنی اسرائیل کی سزا کا زمانہ :

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا۔ بوڑھے جن کی تعداد تقریباً تین سو تھی ان کو خنزیر کی شکل میں اور نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کیا۔ بنی اسرائیل کو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کیا گیا جو بحر قلزم کے کنارے شہر ایلہ جس کو آج کل ایلات کہتے ہیں اور یہ یہودیوں کی بندرگاہ ہے۔ یہاں آباد تھے۔ وہ الگ واقعہ ہے۔ اور یہ الگ واقعہ ہے یہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو پچھتر سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔

گانا سننے کی سزا :

بخاری شریف اور ترمذی شریف کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کی شکلیں بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کرے گا۔ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضرت وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ وَیَحُجُّوْنَ" نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے روزے بھی رکھتے ہوں گے اور حج بھی کریں گے۔ حضرت پھر ایسا کیوں ہوگا؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانے سننے کے شوقین ہوں گے۔ رات کو گانے سنتے سنتے سوئیں گے صبح کو اٹھیں گے تو بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ مگر افسوس کہ لوگوں نے گانوں کو گناہ نہیں سمجھا۔ اور یاد رکھنا! جب گناہ کو بار بار کیا جائے تو اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔

خلافِ شرع مجالس میں شرکت سے ممانعت :

اسی لئے حکم ہے کہ خلافِ شرع مجلسوں میں نہ جاؤ کہ بار، بار جانے سے گناہ کا احساس کم ہو جائے گا۔ اور تم اس میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے............ آمین۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۞ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۞ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بن مریم (علیہا السلام) ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو اتَّخِذُوْنِیْ بناؤ مجھے وَاُمِّیَ اور میری والدہ کو اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ دوالہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قَالَ سُبْحٰنَکَ کہیں گے عیسیٰ k پاک ہے تیری ذات مَایَکُوْنُ لِیْٓ نہیں تھا میرے لائق اَنْ اَقُوْلَ یہ کہ میں کہوں مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ اگر میں نے یہ بات کہی ہو فَقَدْ عَلِمْتَهٗ پس تحقیق تو جانتا ہے تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے وَلَآ اَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بیشک تو ہی ہے غیبوں کو جاننے والا مَاقُلْتُ لَهُمْ میں نے نہیں کہا ان لوگوں کو اِلَّا مَااَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ مگر وہ کچھ جس کا تو نے مجھے حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا اور میں ان پر گواہ تھا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ جب تک میں ان کے اندر تھا فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ پس جب تو نے مجھے اٹھالیا کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ تو، تو ہی نگران تھا ان پر وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اور تو ہر چیز پر گواہ ہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ اگرتوان کوسزادے فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ اوراگرتوان کوبخش دے فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ پس بیشک توغالب ہے حکمت والا قَالَ اللّٰهُ فرمائے گااللہ تعالیٰ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یہ دن ہے کہ نفع دے گاسچوں کوان کاسچ کہنا لَهُمْ جَنّٰتٌ ان کے لئے باغات ہیں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہاکریں گےان باغوں میں ہمیشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہوگیااللہ تعالیٰ ان سے وَرَضُوْا عَنْهُ اوروہ اللہ تعالیٰ سےراضی ہوگئے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے کامیابی بڑی لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کاملک اورزمین کا وَمَا فِيْهِنَّ اورجوکچھ زمینوں آسمانوں میں ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اوروہ ہرچیزپرقادرہے۔

عیسائیوں کے تین فرقے :

یہ بات پہلے بیان ہوچکی ہے کہ عیسائیوں کے تین فرقے ہیں۔نسطوریہ،یعقوبیہ اورملکائیہ۔ان میں سے اکثرعیسائی ملکائیہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔قیامت والے دن اللہ تعالیٰ عیسائیوں کوشرمندہ کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نصاریٰ کی فضیحت کیلئے سوالات :

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اورجب فرمائے گااللہ تعالیٰ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اےعیسیٰ بن

مریم (علیہا السلام) ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو کہ بناؤ مجھے اور میری والدہ کو دو الٰہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ اللہ تعالیٰ کے تو سب کچھ علم میں ہے یہ سوال محض عیسائیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے ہوگا۔ کہ عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ خدائی کے رکن ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب :

قَالَ سُبْحٰنَکَ کہیں گے عیسیٰ علیہ السلام پاک ہے تیری ذات مَا یَکُوْنُ لِیْٓ نہیں تھا میرے لائق اَنْ اَقُوْلَ یہ کہ میں کہوں مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا۔ نہ میں خدائی کا حقدار، نہ میری والدہ، خدا خدا ہے اس کی صفات اس کے ساتھ مختص ہیں۔ مخلوق میں نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ صفات میں شریک ہے۔ "وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ" اس کی شان ہے۔

غیب کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ اگر میں نے یہ بات کہی ہو فَقَدْ عَلِمْتَهٗ پس تحقیق تو جانتا ہے۔ کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر نفس کے لفظ کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ اگلی سورت میں آئے گا "وَکَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت لکھی ہے۔ اور تیسرے پارے میں ہے "وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ" اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اور شخص کا لفظ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بولا گیا ہے۔

چنانچہ بخاری میں روایت ہے "لَا شَخْصَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰهِ" کوئی شخص اللہ تعالیٰ

سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے۔ اے پروردگار! میرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو تو جانتا ہے اور جو تیرے نفس میں ہے میں نہیں جانتا کیونکہ اِنَّکَ اَنتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بیشک تو ہی ہے غیبوں کو جاننے والا۔

شرک صرف بتوں کی پوجا کا نام نہیں :

یاد رکھنا! یہ کسی ولی کا بیان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے کہ اے پروردگار! غیبوں کا جاننے والا صرف تو ہی ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شرک تو صرف بتوں کی پوجا کا نام ہے اور پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کو رب تعالیٰ کے اوصاف میں شریک کرنا، شرک نہیں ہے۔ وہ لوگ کھلے مغالطے کا شکار اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ شرک اگر بتوں کی پوجا کا نام ہے جس طرح غلط کار مولوی کہتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بت تو نہیں تھے نہ ان کی والدہ بت تھیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور لوگوں نے ان کو الٰہ بنایا۔ لہٰذا رب تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنانا اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے؟ اور وہ کہیں گے کہ اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے۔ میرے لائق نہیں تھا کہ میں ایسی بات کرتا جس کا مجھے حق نہیں تھا۔ تو شرک صرف بتوں کی پوجا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کی پوجا کرنے والے بھی مشرک ہیں۔

مجسموں کی حیثیت :

میں نے اپنی کتاب ''گلدستہ توحید'' میں اس مسئلے کی بڑی وضاحت کی ہے۔ اس کا مطالعہ کر لینا پھر بڑی عجیب بات ہے کہ ایک مَن کی لکڑی یا پتھر حاجت روا اور مسجود نہ ہو سکے لیکن جب اس کو چھیل یا تراش کر دس سیر کا کر دیا جائے تو وہ سب کچھ کر سکے۔

بات یہ ہے کہ ان گھڑے پتھر اور لکڑی میں اس ہستی کی سی آنکھیں ناک اور کان نہیں ہوتے جس کے ساتھ اس کو محبت اور عقیدت ہے۔ مگر جب پتھر اور لکڑی اس کی شکل پر بن گیا تو صاحب مجسمہ کے نام پر وہ قبلہ توجہ ہو گیا۔ لیکن اصل عقیدت اور محبت لکڑی اور پتھر سے نہیں بلکہ محبوب انسان وغیرہ سے ہے۔ جس کی شکل پر اس پتھر اور لکڑی کو تراشا گیا ہے۔

مثلاً بدھ، کرشن، رام چندر سیتا وغیرہ کے جو مجسمے ہیں تو ان کو پوجا محض لکڑی یا پتھر کے خوبصورت ہونے کی وجہ سے نہیں کی جاتی بلکہ اس شخص کی وجہ سے کی جاتی ہے جس کی شکل پر اس کو بنایا گیا ہے۔ تو دراصل عبادت اس پیغمبر اور ولی کی ہوئی جس کی صورت پر ان کو تراشا جاتا تھا۔

کاغذی تصویر کا حکم :

مثلاً لوگ کاغذ پر بنی ہوئی تصویروں کو جیب میں رکھتے ہیں فریم کرا کے بیٹھک میں سجاتے ہیں۔ تو اس کاغذ کا تو احترام نہیں کرتے؟ کاغذ تو اور بھی قیمتی سے قیمتی ہیں۔ اصل احترام تو اس کا ہو رہا ہے جس کی تصویر اس کاغذ پر ہے۔ اور تصویر والے سے محبت ہو رہی ہے۔ حاشا وکلا۔ کبھی کسی قوم نے محض پتھر اور لکڑی کی پوجا نہیں کی۔ اس طرح اس درخت کی پوجا کی ہے جس کے نیچے کوئی بزرگ بیٹھا ہے۔ اور اس جگہ کی پوجا کی ہے جہاں کسی بزرگ نے کچھ دیر کے لئے آرام کیا ہے۔ اور اگر کسی دریا کے کنارے لوگ جمع ہوئے ہیں تو اس لئے کہ وہاں ان کے بزرگ نے اشنان یعنی غسل کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل :

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جب دیکھا کہ لوگ اس

درخت کے نیچے آکر بیٹھتے ہیں جس کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان لی تھی اور محض اس لئے بیٹھتے ہیں کہ یہاں آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے، برکت والی جگہ ہے۔ بڑی بصیرت رکھتے تھے انہوں نے سوچا یہ تو پختہ ذہن کے لوگ ہیں۔ محض برکت حاصل کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ اور جب نئی نسلیں آئیں گی تو وہ پوجا شروع کر دیں گی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوجی بھیجے کہ اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر اس کا نام ونشان تک مٹا دو۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور نجف علی خان رافضی :

یہ بات شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''ازالۃ الخفاء'' میں نقل فرمائی ہے۔ یہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ شاہ صاحب نے جب "ازالۃ الخفاء، قرۃ العینین، درثمین اور تفہیماتِ الٰھیہ" لکھیں تو روافض کو بڑی تکلیف ہوئی۔ نجف علی خان رافضی جو دہلی کا حکمران تھا اس نے شاہ صاحب کے پونچوں سے ہاتھ کٹوا دیئے تھے کہ ان ہاتھوں سے تو نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ یہ بڑا ظالم فرقہ ہے۔

لہٰذا یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ صرف پتھروں کی پوجا شرک ہے۔ بلکہ پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کی پوجا بھی شرک ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں اور ان کی والدہ ''ولیہ کاملہ'' ہے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لینا؟۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے......

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب وضاحت کے ساتھ :

مَاقُلْتُ لَھُمْ میں نے نہیں کہا ان لوگوں کو اِلَّا مَـا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ مگر وہ کچھ جس کا تو نے مجھے حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰـہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا

رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں نے ان کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کا قطعاً حکم نہیں دیا۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور میں ان پر گواہ تھا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ جب تک میں ان کے اندر تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ پس جب تو نے مجھے اٹھالیا كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ تو، تو ہی نگران تھا ان پر وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

تَوَفَّيْتَنِيْ کی دلنشین تشریح :

قارئین کو یاد ہوگا کہ تیسرے پارے میں، میں نے عرض کیا تھا کہ "يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ" میں جو مُتَوَفِّيْكَ کا جملہ ہے۔ قادیانی اور دیگر باطل فرقے اس کا ترجمہ "میں نے تجھے موت دے دی ہے" کر کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ حالانکہ توفی کا معنی موت دینا نہیں ہے۔ بلکہ توفی کا معنی پورا پورا لینا ہے۔ یہ لوگ مغالطے کا شکار ہیں۔ انہوں نے توفی کا مجرد مادہ وفات سمجھا ہے جبکہ اسکا مجرد مادہ وَفَــا ہے۔ جس کا معنی ہے پورا کرنا۔ چنانچہ مقولہ ہے............

"اَلْكَرِيْمُ اِذَا وَعَدَ وَفَا" شریف آدمی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے۔ "يُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ" وہ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور دوسرے مقام پر ہے "وَوُفِّيَتْ اُجُوْرُهُمْ" تو اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ کا معنی ہے کہ یہ تیرے قتل کے درپے ہیں اور میں نے تجھے پورا پورا یعنی روح مع الجسد اپنی طرف اٹھالیا۔ اور توفی بھی وفا سے ہے تو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کا معنی ہوگا پس جب تو نے مجھے پورا پورا یعنی روح مع الجسد اٹھالیا۔ تو، تو ہی ان پر نگران تھا۔ اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کافر کو بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ :

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ اگر تو ان کو سزا دے فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ اور اگر تو ان کو بخش دے فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ پس بیشک تو غالب ہے حکمت والا۔ ایک مسئلہ امت میں اختلافی چلا آرہا ہے وہ بھی سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کافر کو بخشنا چاہے تو بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی اختلافؔ نہیں ہے بخشے گا نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ مثلاً ابوجہل، ابولہب وغیرہ ان کو اس نے نہ بخشا ہے نہ بخشے گا مگر بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اہلِ حق کا نظریہ ہے کہ بخش سکتا ہے اگرچہ بخشے گا نہیں۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔ اگر وہ بخش دے تو اس کو کون پوچھ سکتا ہے؟۔ اور عیسیٰ ؑ کا مندرجہ بالا بیان اہلِ حق کی تصدیق کرتا ہے۔

اور معتزلہ، اہلِ بدعت، خارجی اور رافضیوں کا نظریہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ بخشنے پر قادر ہی نہیں ہے۔ اسی طرح کسی نیک سے نیک آدمی کو دوزخ میں ڈالے گا تو نہیں لیکن آیا ڈال سکتا ہے یا نہیں؟۔ اہلِ حق کہتے ہیں کہ ڈال سکتا ہے اور رافضی، خارجی، اہلِ بدعت اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں ڈال سکتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا خوبصورت جواب :

حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندی ؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے یا نہیں؟۔ فرمایا..........

"ہمہ را دوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست"

تو ایک کی بات کرتا ہے اگر وہ تمام کو دوزخ میں ڈال دے کون پوچھ سکتا ہے؟

فیصلے کا دن :

قَالَ اللّٰہُ فرمائے گا اللہ تعالیٰ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یہ دن ہے کہ نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ کہنا۔ قیامت والے دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔ حق اور باطل نکھر کر الگ ہوجائیں گے۔ حق والوں کے لئے کیا ہوگا؟۔ فرمایا............

اہلِ حق کا اعزاز :

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لئے باغات ہیں بہتی ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی سند ہے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے کامیابی بڑی۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اختیارات حاصل ہیں اور نہ حضرت مریم علیہا السلام کو نہ مخلوق میں سے کسی اور کو۔

مختارِ کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے :

بلکہ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک اور زمین کا وَمَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ زمینوں آسمانوں میں ہے۔ سب کا وہی مالک، وہی متصرف اسی کا تمام پر کنٹرول ہے۔

میرا اور میرے اسلاف کا عقیدہ :

میرا اور میرے تمام بزرگوں کا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مرتبہ اور مقام تمام

مخلوقات سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑی عظمت اور فضیلت سے نوازا ہے۔ اور آپ ﷺ کو بڑے بڑے معجزات سے نوازا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے معجزات :

چاند دو ٹکڑے ہوا آپ ﷺ کے حکم سے درخت چل کر آئے، پیغمبروں نے کلام کیا، انگلیوں کے پوروں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔ اور بہت سارے معجزات آپ ﷺ کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور محبوب ہیں۔ بایں ہمہ آپ نہ خدا ہیں نہ خدائی اختیارات آپ کے پاس ہیں۔ قرآنِ پاک میں تصریح ہے۔

نفع ونقصان کا مالک بھی پروردگار ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا۔ "قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا"۔ (جن:۲۱) میں تمہارے ضرر اور بھلائی کا مالک نہیں ہوں۔ اور سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے "قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا" میں اپنے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔ نفع نقصان کا مالک صرف رب العالمین ہے۔ دکھ سکھ راحت آرام صرف اسی کے اختیار میں ہے۔

خلاصۂ بحث :

معجزات کی وجہ سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا بیشک عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے عظیم پیغمبر ہیں۔ اور ان سے بھی بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے ہیں مادرزاد اندھوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھیک کیا۔ مردے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کیے، مٹی کے پرندے بنا کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا میں اڑا دیے، برص والے کے جسم پر ہاتھ پھیرا

وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھیک ہو گیا۔

یہ سارے معجزات اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے۔ مالک اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت اور اختیار سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

آج مؤرخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷ فروری بروز جمعرات
سورہ مائدہ مکمل ہوئی۔

والحمد للہ تعالیٰ علی ذلک۔

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن

خادربک

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ رحمہ تعالیٰ

نظرثانی

جمع وترتیب

مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
لقمان اللہ میر برادران
سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الی جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرق ریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
بزیر انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدئے ہیں واللہ الموفق۔

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ
۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ
۲۸ اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الانعام

(مکمل)

جلد............٦

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ
خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب	----	ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ﴿سورۃ الانعام مکمل﴾
افادات	----	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ
مرتب	----	مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ
نظر ثانی	----	مولانا علامہ زاہد الراشدی
سرورق	----	محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ
کمپوزنگ	----	
تعداد	----	گیارہ سو (۱۱۰۰)
طبع سوئم		9-11-2013
قیمت	----	
طابع وناشر	----	لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالہ

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار، لاہور، گوجرانوالہ

جامع مسجد نعمان الحنفیہ مدرسہ نعمان المدارس

جناح روڈ نزد اسلامیہ کالج چوک، گوجرانوالہ

پیش لفظ

نحمده تبارك وتعالىٰ ونصلى ونسلم على رسوله الكريم وعلى اله واصحابه وازواجه واتباعه اجمعين۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز پاک و ہند و بنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار و زوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات و تنازعات۔ اس لئے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد و مفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے نئے جذبہ و لگن کیساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا

قرآن کریم کیساتھ فہم وشعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر وضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی بالخصوص پنجاب میں بدعات واوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات ورسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کیلئے جن اربابِ عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم واستقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول وعرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم وبیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کیساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ واجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر

انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن وحدیث کے علوم وتعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کیلئے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چار حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف کے موتی ان کے دامن قلب وذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کیلئے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض دفعہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا اگرچہ پورے کا پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لئے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اس لئے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔ (امین)

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس وخطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لئے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کیلئے سالہا سال تک پابندی کیساتھ خدمت سرانجام دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء   ابو عمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

فہرست کتاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ (۱) ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَہٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ (۲) وَہُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الۡاَرۡضِ ؕ یَعۡلَمُ سِرَّکُمۡ وَجَہۡرَکُمۡ وَیَعۡلَمُ مَا تَکۡسِبُوۡنَ (۳) وَمَا تَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ مِّنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِمۡ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہَا مُعۡرِضِیۡنَ (۴) فَقَدۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ ؕ فَسَوۡفَ یَاۡتِیۡہِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ (۵)

لفظی ترجمہ :

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اَلَّذِیۡ وہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کئے آسمان وَالۡاَرۡضَ اور زمین وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ اور بنائے اس نے اندھیرے وَالنُّوۡرَ اور روشنی ثُمَّ الَّذِیۡنَ پھر وہ لوگ کَفَرُوۡا جو کافر ہیں بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں ہُوَ

الَّذِیْ وہ، وہ ذات ہے خَلَقَکُمْ جس نے تمہیں پیدا کیا مِّنْ طِیْنٍ گارے سے ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا پھر اس نے مقرر کی ایک میعاد وَاَجَلٌ اور ایک اور میعاد ہے مُّسَمًّی عِنْدَهٗ مقرر ہے اس کے ہاں ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم اس کی قدرت میں شک کرتے ہو وَهُوَ اللّٰهُ اور وہی اللہ تعالیٰ ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَفِی الْاَرْضِ اور زمین میں یَعْلَمُ سِرَّکُمْ جانتا ہے تمہاری چھپی ہوئی باتوں کو وَجَهْرَکُمْ اور ظاہری باتوں کو وَیَعْلَمُ اور جانتا ہے مَا تَکْسِبُوْنَ جو تم کماتے ہو وَمَا تَاْتِیْهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ اٰیَةٍ کوئی نشانی مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ ان کے رب کی نشانیوں میں سے اِلَّا کَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ مگر ہوتے ہیں اس سے اعراض کرنے والے فَقَدْ کَذَّبُوْا پس تحقیق انہوں نے جھٹلایا بِالْحَقِّ حق کو لَمَّا جَآءَهُمْ جب حق ان کے پاس آیا فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ پس عنقریب آئے گی ان کے پاس اَنْبٰٓؤُا حقیقت مَا اس چیز کی کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ تھے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھہ کرتے۔

''انعام'' کی تحقیق اور وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کا نام ''اَنْعام'' ہے۔ ''انعام'' نَعم کی جمع ہے اور نَعَم کے معنی ہیں مویشی چونکہ اس سورۃ میں ان جانوروں کی حلت کا بیان ہے جن کو مشرکوں نے حرام ٹھہرایا تھا اس لئے اس سورۃ کا نام انعام ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے چون سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کے بیس رکوع اور ایک سو پینسٹھ آیات ہیں اس

سے پہلے جتنی سورتیں گزری ہیں ان میں زیادہ تر یہود و نصاریٰ کی تردید تھی اگرچہ دوسرے مسائل بھی بیان ہوئے ہیں اور اس سورۃ میں ہر طرح کے شرک کی تردید ہے اور اس کی ابتداء ہی اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ ہوئی ہے۔ فرمایا.........

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وہ جس نے پیدا کیا آسمانوں وَالْاَرْضَ اور زمین کو، تمام کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

"ظُلُمٰتٌ" کی تحقیق:

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ اور بنائے اس نے اندھیرے وَالنُّوْرَ اور روشنی۔ "ظُلُمٰتٌ" ظُلْمَةٌ کی جمع ہے۔ اور ظُلْمَةٌ کا معنٰی ہے اندھیرا اور نور کا معنٰی ہے روشنی تو اندھیرے بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے اور روشنی بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔

ایرانی اور ان کا خدائی اعتقاد:

ایران کے مجوسی جو آگ پرست تھے وہ یہ باطل نظریہ رکھتے تھے کہ خدا دو ہیں ایک کا نام یزدان ہے جو خیر کا خالق ہے اچھی چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اور یزدان کو نور بھی کہتے تھے اور دوسرا "اَہرَمَن" ہے۔ یہ خالق شر ہے بری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے اور "اَہرَمَن" کو ظلمت بھی کہتے تھے یعنی اہرمن کا دوسرا نام ظلمت ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ ایک ذات رحمٰن ہے اور دوسرا شیطان ہے۔ مگر ہم شیطان کو کسی چیز کا خالق نہیں مانتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ باغی اور سرکش ہے وہ کسی سے جبراً کوئی چیز نہ کرواسکتا ہے نہ منوا سکتا ہے۔ ترغیب دیتا ہے۔ اور اغوا کرتا ہے۔ نفس امارہ اس کا مرید ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس نظریئے کی تردید فرمائی ہے کہ خیر اور شر کے خالق الگ الگ نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اندھیروں کو اور روشنی کو بنانے والا ہے۔ زمین آسمان اور ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ الَّذِيْنَ پھر وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کہتے کہ آسمانوں کو روشنی اور اندھیروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی نے پیدا کیا ہے، بلکہ ہر چیز کا خالق رب تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے کا کیا معنیٰ ہے؟

انسانی تخلیق کا مادہ:

هُوَ الَّذِيْ وہ، وہ ذات ہے خَلَقَكُمْ جس نے تمہیں پیدا کیا مِنْ طِيْنٍ گارے سے، مٹی خشک ہو تو "تراب" کہتے ہیں۔ اور گارے کو طین کہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ساری زمین کے چہرے سے مٹی اکٹھی فرمائی۔ پھر اس کو دست قدرت سے گوندھ کر گارا بنا کر رکھ چھوڑا یہاں تک کہ "مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ" وہ ٹھیکری کی طرح بجنے لگی اس سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ابتدأ تمہاری تخلیق گارے سے ہے۔

ہر چیز کی میعاد کا مقرر ہونا:

ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا پھر اس نے مقرر کی ایک میعاد۔ ہر آدمی کی موت کا وقت مقرر ہے جس سے وہ نہ آگے جا سکتا ہے نہ پیچھے۔ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى اور ایک اور میعاد مقرر ہے۔ عِنْدَهٗ اس کے ہاں قیامت کے برپا ہونے کی، جس طرح شخصی طور پر ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے۔ اسی طرح سارے جہاں کی موت کا وقت بھی مقرر ہے۔ جس کو قیامت کہتے ہیں۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم اس کی قدرت میں شک کرتے ہو۔ جس نے تمہیں گارے اور مٹی سے پیدا فرمایا۔ انسان بنایا کیسی شکل وصورت عطا فرمائی۔ سمع وبصر عطا کی پھر تم اس کی قدرت میں شک کرتے ہو۔ وَهُوَ اللّٰهُ اور وہی اللہ تعالیٰ ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَفِي الْاَرْضِ

اور زمین میں۔اس کے سوا آسمانوں اور زمینوں میں نہ تو کسی کا اقتدار ہے اور نہ کسی کو اختیار ہے۔ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ جانتا ہے تمہاری چھپی ہوئی باتوں کو وَجَهْرَكُمْ اور ظاہر باتوں کو بھی۔ مخفی سے مخفی تر چیز کو بھی جانتا ہے۔ اور تمہارے دلوں میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں۔ وہ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے۔ وَيَعْلَمُ اور جانتا ہے مَا تَكْسِبُوْنَ جو تم کماتے ہو۔ نیکی یا بدی سے رات کو یا دن کو اکٹھے یا تنہائی میں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ مگر یہ ایسے ضدی ہیں وَمَا تَأْتِيْهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِمْ ان کے رب کی نشانیوں میں سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ مگر ہوتے ہیں اس سے اعراض کرنے والے۔

''آیت'' کی تفسیر :

آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد قرآنِ کریم کی آیت ہے تو معنیٰ ہوگا کہ قرآن کریم کی جو آیت بھی نازل ہوتی ہے اس سے اعراض کرتے ہیں مانتے نہیں انکار کر دیتے ہیں۔ اور آیت کے معنیٰ معجزے اور نشانی کے بھی ہیں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ ان کے پاس جب بھی کوئی معجزہ اور نشانی آتی ہے تو رد کر دیتے ہیں مانتے نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اللہ تعالیٰ نے بہت سارے معجزے نازل فرمائے جن کو کافروں نے آنکھوں سے دیکھا مگر ایمان نہیں لائے۔

شق القمر کا نظارہ کرنا اور پھر بھی اسلام نہ لانا :

دیکھو! چاند کا دو ٹکڑے ہونا کوئی معمولی معجزہ تھا؟۔ چودھویں کی رات تھی شریر قسم کے لوگ اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ آج اس کو ستائیں آپ ﷺ کے پاس آ گئے کہنے لگے اے محمد (ﷺ)! تو کہتا ہے کہ میں رب تعالیٰ کا نبی ہوں آج ہمیں کوئی کرشمہ دکھا، تا کہ ہم مان جائیں۔ کسی نے کوئی مطالبہ کیا کسی نے کوئی مطالبہ کیا۔ ایک

نے کہا کہ یہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معجزہ رب تعالیٰ کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے چاند کے دو ٹکڑے کر دے تو کیا تم مان جاؤ گے؟۔ کہنے لگے ہاں مان جائیں گے پس آپ ﷺ نے اشارہ ہی کرنا تھا کہ رب تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر چلا گیا یہ چھوٹی سی پہاڑی ہے بیت اللہ کے دروازے کے سامنے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول :

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے رب تعالیٰ نے یہ پہاڑی دنیا پر نصب فرمائی تھی اور اسی پہاڑی پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے حج کا اعلان فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ اور لوگوں میں حج کا اعلان فرمادیں اور چاند کا دوسرا ٹکڑا ''قعیقعان'' پہاڑ پر چلا گیا یہ کعبۃ اللہ سے مغرب کی جانب ایک بلند پہاڑ ہے۔ سب نے آنکھوں سے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں وہ کہتا ہاں وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ گئے وہاں سے بھی دو ٹکڑے نظر آتے تھے اس سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے۔ چودھویں رات کا چاند سر پر کھڑا ہے۔ بادل اور دھند بھی نہیں ہے۔ اور بھی کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

قرآن میں شق القمر پر مستقل سورۃ کا ہونا :

قرآن کریم میں مستقل سورۃ ہے سورۃ القمر۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قیامت قریب آپہنچی ہے اور چاند شق ہو گیا ہے۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں يُعْرِضُوْا تو منہ پھیر لیتے ہیں وَيَقُوْلُوْا اور کہتے ہیں سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یہ ہمیشہ کا جادو ہے۔ اور مُسْتَمِرٌّ کا مجرد مادہ ہے مِرَّةٌ

اور مِـرَّۃٌ کا معنٰی ہے قوت والی تو اس لحاظ سے معنٰی ہوگا کہ وہ کہتے ہیں بڑا مضبوط جادو ہے یقین جانو ان میں سے ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا اب اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے کہ منہ مانگا معجزہ دیکھنے کے باوجود کوئی مسلمان نہ ہوا۔

معجزے اور کرامت کی حقیقت :

معجزے کی حقیقت بھی سمجھ لیں معجزہ حق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے معجزے کے ظاہر کرنے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو نہیں عطا فرمائی۔کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے ولی کی اس میں ذاتی قدرت نہیں ہوتی۔یعنی معجزے میں نبی کا دخل نہیں اور کرامت میں ولی کا دخل نہیں ہے۔فرمایا...... فَقَدْ كَذَّبُوْا پس تحقیق انہوں نے جھٹلایا بِالْحَقِّ حق کو لَمَّا جَآءَهُمْ جب حق ان کے پاس آیا فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ پس عنقریب آئے گی ان کے پاس اَنْۢبٰٓؤُا حقیقت مَا اس چیز کی كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ تھے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھہ کرتے۔ اَنْۢبٰٓؤُا "نَبَأٌ" کی جمع ہے۔اور نَبَأٌ کے معنٰی ہیں خبر تو مفہوم یہ بنے گا جس عذاب کی خبر کا یہ مذاق اڑاتے ہیں اس کی حقیقت ان کے سامنے آجائے گی کیونکہ جب ان کو دھمکی دی جاتی کہ تم رب تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو ورنہ عذاب آئے گا تو یہ مذاق اڑاتے اور کہتے کہ دیر کس چیز کی ہے۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ پس لاؤ تم وہ عذاب جس سے ہمیں ڈراتے ہو اگر ہو تم سچے لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت عنقریب ان کے سامنے لائے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْھِمْ مِّدْرَارًا۔ وَّجَعَلْنَا الْاَنْھٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمْ فَاَھْلَکْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِھِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ (۶) وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ کِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْہُ بِاَیْدِیْھِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (۷) وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ۔ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ (۸) وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْھِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ (۹) وَلَقَدِ اسْتُھْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْھُمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ (۱۰)

لفظی ترجمہ :

اَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کَمْ اَھْلَکْنَا کتنی ہی ہم نے ہلاک کر دیں مِنْ قَبْلِھِمْ ان سے پہلے مِنْ قَرْنٍ جماعتیں مَکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ

ان کو ہم نے قدرت دی تھی زمین میں مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وہ جو نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں زمین میں وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ اور چھوڑا ہم نے آسمان عَلَيْهِمْ ان پر مِّدْرَارًا لگاتار بارش برسانے والا وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ اور بنائی ہم نے نہریں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ جو ان کے نیچے جاری تھیں فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کیا ان کے گناہوں کی وجہ سے وَاَنْشَاْنَا اور پیدا کیں ہم نے مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قَرْنًا اٰخَرِيْنَ دوسری جماعتیں وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا اور اگر ہم نازل کریں آپ پر کتاب فِيْ قِرْطَاسٍ کاغذوں میں لکھی ہوئی فَلَمَسُوْهُ پس وہ اس کو چھولیں بِاَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا البتہ کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر مَلَكٌ فرشتہ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا اور اگر ہم نازل کریں فرشتہ لَّقُضِيَ الْاَمْرُ البتہ طے کر دیا جائے معاملہ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر ان کو مہلت نہ دی جائے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا اور اگر ہم بنائیں اس کو فرشتہ لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا البتہ بنائیں اس کو مرد وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ اور البتہ ہم خلط ملط کر دیں ان پر مَّا يَلْبِسُوْنَ اس چیز کو جس کے اشتباہ میں وہ پڑے ہوئے ہیں وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ اور البتہ تحقیق مذاق کیا گیا بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ کتنے رسولوں کے ساتھ آپ ﷺ سے پہلے فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ پس گھیر

لیاان لوگوں کو سَخِرُوْا مِنْھُمْ جنہوں نے مذاق کیا تھاان میں سے مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ اس چیز نے جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔

ربط:

اللہ تعالیٰ نے کافروں مشرکوں اور نافرمانوں کو سمجھانے کیلئے مختلف طریقے استعمال فرمائے ہیں۔کبھی تو نعمتوں کا ذکر کر کے سمجھایا کہ میری ان نعمتوں کی قدر کرو اور نافرمانی نہ کرو اور کبھی عذاب سے ڈرایا اور فرمایا کہ ان قوموں کی طرف دیکھو کہ جنہوں نے نافرمانی کی ان کا کیا انجام ہوا تو پہلے کچھ نعمتوں کا ذکر تھا اس آیت کریمہ میں عذاب کا ذکر ہے۔آگے پھر نعمت کا ذکر ہے۔

''قرن'' کی تعریف:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... اَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کَمْ اَھْلَکْنَا کتنی ہی ہم نے ہلاک کر دیں مِنْ قَبْلِھِمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں۔ ایک دور میں جو لوگ رہتے ہیں وہ قرن ہے جب تک یہ لوگ ہیں یہ ایک ہی قرن ہوگا یہ چلے جائیں گے دوسرے آجائیں گے تو دوسرا قرن شروع ہو جائے گا مثلاً اس دور میں ہم رہتے ہیں تو ہمارا یہ دور ایک قرن ہے ہمارے بعد دوسرے لوگوں کا دور شروع ہو جائے گا تو وہ دوسرا قرن ہوگا۔ مراد جماعتیں ہیں۔ کہ ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کیں۔ ان سے پہلے مَکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ ان کو ہم نے قدرت دی تھی زمین میں مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ وہ جو نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں زمین میں۔انہوں نے زمین میں بڑی کاشتکاری کی بڑے بڑے ڈیم اور حوض بنائے بڑی بڑی بلند نگر بنائیں نشانات کھڑے کئے اور بہت کچھ کیا کہ اتنی وسعت اور طاقت تمہیں حاصل نہیں ہے۔

بارش ایک نعمت :

وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ اور چھوڑا ہم نے آسمان عَلَيْهِمْ ان پر مِدْرَارًا لگاتار بارش برسانے والا۔ یعنی ان پر آسمان سے لگاتار بارش برسائی۔ بارش بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اگر ایک حد تک ہو اس سے درخت گھاس اور کھیت وابستہ ہیں بلکہ اس دور میں بھی بعض علاقے ایسے ہیں کہ وہ پینے کے لئے پانی بھی بارش کا استعمال کرتے ہیں بارش ہو تو ان کو پانی میسر ہوتا ہے اور اگر بارش نہ ہو تو پینے کے لئے بھی پانی نہیں ملتا۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ اور بنائیں ہم نے نہریں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ جو ان کی زمینوں کے نیچے جاری تھیں فَاَهْلَكْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کیا، کیوں ہلاک کیا؟ فرمایا...... بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے کہ ان قوموں اور جماعتوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، گناہ کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کر دیا۔ وَاَنْشَاْنَا اور پیدا کیں ہم نے مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قَرْنًا اٰخَرِيْنَ دوسری جماعتیں۔ اے سرزمین عرب کے رہنے والو! جو نزول قرآن کے وقت موجود ہو اور اس کے بعد قیامت تک آنے والو گزشتہ قوموں کے حالات دیکھ لو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو گناہوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا اگر تم ان کے نقش قدم پر چلو گے تو جو انجام ان کا ہوا تمہارا بھی وہی ہوگا۔

کفار کا غیر معقول اعتراض :

آگے کافروں کے ایک شوشے کا ذکر ہے۔ کہنے لگے ہم اس شرط پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ لکھی لکھائی کتاب ہمارے سامنے لائے ہمارے دیکھتے ہوئے تمہارے حوالے کرے اور ہم اسے ہاتھ لگا کر دیکھیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا.........

جواب :

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ کِتَابًا اور اگر ہم نازل کریں آپ پر کتاب فِیْ قِرْطَاسٍ کاغذوں میں لکھی ہوئی فَلَمَسُوْہُ پس وہ اس کو چھولیں بِاَیْدِیْھِمْ اپنے ہاتھوں سے جس طرح ہمارے ہاتھ قرآن پاک پر لگتے ہیں۔ لَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا البتہ کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا۔ اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔ اس طرح کے انہوں نے اور بھی کئی سوال کیے جن کا ذکر پندرہویں پارے میں ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ اور کہا انہوں نے ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا یہاں تک کہ آپ جاری کردیں ہمارے لئے زمین سے چشمہ اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ یا ہو آپ کے لئے ایک باغ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ کھجوروں اور انگوروں کا فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا پھر آپ چلائیں نہروں کو ان کے درمیان چلانا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا گرادیں آسمان کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں ہم پر کوئی ٹکڑا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا یا لائیں آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو سامنے اور اللہ تعالیٰ کہے یہ میرا پیغمبر ہے اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ یا ہو آپ (ﷺ) کے لئے کوئی گھر مِّنْ زُخْرُفٍ سونے کا اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ یا چڑھ جائیں آپ آسمان پر وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ اور ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ (ﷺ) کے اوپر چڑھنے سے جب چڑھے تو خالی ہاتھ ہو اور جب آئے حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ حتیٰ کہ اتار دیں ہمارے اوپر ایک کتاب جس کو ہم پڑھیں یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی انہوں نے کہا کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ اب بتاؤ اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟

فرشتے کو دیکھنے کا مطالبہ اور اس کا جواب :

اور سنئے آپ ﷺ کے مخالفین نے کہا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ آپ کہتے ہیں کہ

میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور یہ حکم دے گیا ہے وہ فرشتہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا ہمیں بھی نظر آنا چاہیے۔ ہم بھی اس کو دیکھیں کہ فرشتہ آیا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے فرمایا...... وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر مَلَکٌ فرشتہ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا اور اگر ہم نازل کریں فرشتہ یعنی فرشتہ اپنی اصل شکل میں آئے تو ان میں اس کو دیکھنے کی طاقت ہی نہیں ہے۔ لَقُضِیَ الْاَمْرُ البتہ طے کر دیا جائے معاملہ یعنی اگر فرشتہ ان کے سامنے آجائے تو اسے دیکھنے کی طاقت نہ پا کر فوراً ہلاک ہو جائیں گے ان کا معاملہ ہی صاف ہو جائے گا ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ پھر ان کو مہلت نہ دی جائے گی، فوراً جان نکل جائے گی۔

آنحضرت ﷺ کا جبرائیلؑ کو اصلی حالت میں دیکھنا :

آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ کو اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے پہلی دفعہ غارِ حرا میں اور دوسری مرتبہ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

جبرائیلؑ کا انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آنا :

اور عام طور پر جبرائیلؑ انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آتے تھے۔ چنانچہ کئی مرتبہ حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبیؓ کی شکل میں آئے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ میرے کمرے میں تھے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ سے گفتگو کر رہے ہیں تو میں پیچھے ہٹ کر پردے میں چلی گئی۔ جب وہ چلے گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ام سلمہ! تجھے معلوم ہے کہ یہ کون تھا میں نے کہا دحیہ ابن خلیفہ کلبی تھا آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا نہیں یہ تو جبرائیل تھے اور کبھی حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبیؓ کے علاوہ اور لوگوں کی شکل میں بھی آتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حدیث آتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ایک دن جنابِ رسول اللہ ﷺ باہر لوگوں

کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا آپ ﷺ دو زانوں ہو کر تشریف فرما تھے اس نے آکر سلام کیا اور اپنے گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ جوڑ دیئے۔ اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں مبارک پر رکھ دیئے۔ کہنے لگا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو! اس نے سوال کیا مَا الْاِیْمَانُ؟ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَبِلِقَائِہٖ اور اس کے فرشتوں پر ایمان لاؤ اور آخرت پر ایمان لاؤ وَرُسُلِہٖ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ وَفِیْ نُسْخَۃٍ اور ایک نسخہ میں یہ الفاظ بھی ہیں وَکُتُبِہٖ اور اس کی کتابوں پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکَ بِہٖ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ اور نماز قائم کرو وَتُؤَدِّیَ الزَّکٰوۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرو وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو پھر اس شخص نے سوال کیا کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع وخضوع کے ساتھ کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے پھر اس شخص نے سوال کیا قیامت کب ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کہ جس سے یہ بات پوچھی جارہی ہے وہ خود سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا اور میں تم کو اس کی کچھ علامتیں بتا دیتا ہوں جب لونڈی اپنے آقا کو جنے اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنانے لگیں (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے) جب وہ چلا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیلؑ تھے جَآءَ کُمْ یُعَلِّمُکُمْ

دِیْنَکُمْ تمہیں تمہارا دین سکھانے کیلئے آئے تھے بہرحال جبرائیلؑ مختلف آدمیوں کی شکل میں تشریف لاتے تھے۔تو فرشتے کو اصلی شکل میں دیکھنے کی تو یہ طاقت نہیں رکھتے۔

فرشتہ کو دیکھنے کی دوسری صورت :

دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ انسانی شکل میں آئے تو یہ کہیں گے یہ تو انسان ہے اور ہم نے انسان تو بڑے دیکھے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَکاً اور اگر ہم بنائیں اس کو فرشتہ لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلاً البتہ بنائیں اس کو مرد۔یعنی اگر فرشتے کو رسول بنا کر بھیجیں تو مرد شکل میں بھیجیں گے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَیْھِمْ اور ہم ان پر خلط ملط کر دیں مَّا یَلْبِسُوْنَ اس چیز کو جس کے اشتباہ میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اگر فرشتے کو انسانی شکل میں بھیجیں گے تو یہ کہیں گے کہ یہ تو انسان ہے ہم تو فرشتہ مانگتے ہیں۔آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ آج آپ کے ساتھ ٹھٹھہ مذاق کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر آئے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے فرمایا...... وَلَقَدِ اسْتُھْزِیَٔ اور البتہ تحقیق مذاق کیا گیا بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ کتنے رسولوں کے ساتھ آپ ﷺ سے پہلے فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ پس گھیر لیا ان لوگوں کو سَخِرُوْا مِنْھُمْ جنہوں نے مذاق کیا تھا ان میں سے مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ اس چیز نے جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔یعنی کہتے تھے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ لے آ وہ عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اگر ہے تو سچوں میں سے،تو فرمایا پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی مذاق ہوتا رہا ہے بس تمہارا کام ہے صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ (۱۱) قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۱۲) وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۱۳) قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۴) قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۱۵) مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ (۱۶)

لفظی ترجمہ :

قُلْ آپ کہہ دیں سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ سیر کرو زمین میں ثُمَّ انْظُرُوْا پھر دیکھو تم كَیْفَ كَانَ کیسا ہوا عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ انجام ان لوگوں کا جنہوں نے حق کو جھٹلایا قُلْ آپ کہہ دیں لِمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس

کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں قُلْ لِلّٰهِ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے کَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لکھی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت لَيَجْمَعَنَّكُمْ البتہ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ جس میں شک نہیں ہے اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہی ایمان نہیں لاتے وَلَهٗ اور اسی کے لئے ہے مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ جو ٹھہرا ہوا ہے رات میں وَالنَّهَارِ اور دن میں وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ آپ کہہ دیں کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اَتَّخِذُ وَلِيًّا بناؤں میں کارساز فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ کھلاتا ہے وَلَا يُطْعَمُ ؕ اور اس کو کھلایا نہیں جاتا قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ آپ کہہ دیں بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ کہ میں ہو جاؤں پہلا وہ جو فرمانبرداری کرنے والا ہے وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور ہرگز نہ ہو شرک کرنے والوں میں سے قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ آپ کہہ دیں میں خوف کھاتا ہوں اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کی عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن کے عذاب سے مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ جس شخص سے پھیر دیا گیا اس عذاب کو يَوْمَئِذٍ اس دن فَقَدْ رَحِمَهٗ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

الْمُبِيْنُ اور یہی ہے کامیابی کھلی۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کتنی ہی ہم نے ہلاک کر دیں ان سے پہلے جماعتیں۔ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ ان کو ہم نے قدرت دی تھی زمین میں وہ جو نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں زمین میں۔ مگر جب انہوں نے نافرمانی کی تو ان کو ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ اسباب ان کو نہ بچا سکے اب اگر تم ان کی روش اختیار کرو گے تو جو انجام ان کا ہوا تمہارا بھی وہی ہوگا۔

سیاحت ارض بوجہ عبرت :

اگر ان کو ہماری بات سمجھ نہیں آتی تو قُلْ آپ کہہ دیں سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ سیر کرو زمین میں، یہ چلنا پھرنا کس نقطہ نظر سے ہے؟ فرمایا...... ثُمَّ انْظُرُوْا پھر دیکھو تم كَيْفَ كَانَ کیسا ہوا عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ انجام ان لوگوں کا جنہوں نے حق کو جھٹلایا۔ توحید کا انکار کیا پیغمبروں اور کتابوں کی تکذیب کی ان نافرمان قوموں کے انجام اور حشر کو دیکھنے کے لئے زمین میں چلو پھرو۔ قُلْ آپ کہہ دیں لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس کے لئے ہے وہ مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں چاند سورج ستاروں کے علاوہ بھی بے شمار مخلوق ہے۔ اور زمین میں انسان ہیں، حیوان ہیں، جنات ہیں، پہاڑ، دریا ہیں کیڑے مکوڑے اور پرندوں کے علاوہ بے شمار مخلوقات ہیں ان سے پوچھو یہ کس کی ہیں ان کو کس نے پیدا کیا ہے۔ ان کا روزی رساں کون ہے؟ فرمایا یہ بڑے ضدی ہیں۔ آپ ﷺ کے پوچھنے سے بتائیں گے نہیں۔

رحمت الٰہی کا ہر چیز پر حاوی ہونا :

لہٰذا قُلْ لِلّٰهِ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لکھی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت۔ یہ اس کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ ہم آپ سب زندہ ہیں ورنہ ہمارے اخلاق اعمال اتنے برے اور نافرمانیاں اس قدر ہیں کہ ایک لمحہ بھی زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ دنیا میں وہ مجرم قومیں بھی موجود ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کا ہی اقرار نہیں کرتیں یہ سب رب تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے ایک کنارے پر لکھا ہوا ہے رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ عَلٰى غَضَبِيْ میری رحمت میرے غصے اور عذاب سے بہت آگے ہے یعنی غالب ہے۔

قیامت میں حشر کا تذکرہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ذکر فرمایا ہے کہ یاد رکھو لَيَجْمَعَنَّكُمْ البتہ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن لَا رَيْبَ فِيْهِ جس میں شک نہیں ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ قیامت کا بھی ہے کہ قیامت ضرور برپا ہوگی یہ زندگی ختم ہو جائے گی اور اگلے جہاں کی ابدی زندگی شروع ہوگی۔ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہی ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر، پیغمبروں کی رسالت پر، قیامت کے حق ہونے پر اور اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ احکام پر اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔ ورنہ یہ دولت قیمتاً نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ بات

سمجھائی ہے کہ قیامت کے دن اگر یہ ساری زمین سونے کی بھری ہوئی کسی کے پاس ہو اور اتنی زمین اور ہو اور وہ بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ اور وہ شخص چاہے کہ یہ دے کر ایمان حاصل کرے تو نہیں حاصل کرسکتا۔ اور آج ایمان مفت میں ملتا ہے۔ صرف بندہ نیت اور ارادہ کرے اور چاہت کرے تو ایمان کے نصیب ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اور ایمان کوئی اتنی وزنی اور بھاری چیز بھی نہیں ہے کہ آدمی اٹھا نہ سکے اگر بھاری ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں کو مکلف نہ بناتے۔

ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَهٗ اور اسی کے لئے ہے مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ جو ٹھہرا ہوا ہے رات میں وَالنَّهَارِ اور دن میں۔ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ایسی ہے جو رات کو سکون کرتی ہے اور دن کو چلتی پھرتی ہے جیسے چڑیاں کبوتر اور دیگر پرندے اور کچھ مخلوق ایسی ہے جو دن کو سکون کرتی ہے اور رات کو چلتی پھرتی ہے۔ جیسے درندے اور دیگر جنگلی جانور بہر حال جو دن کو چلتے پھرتے ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا کنٹرول ہے اور جو رات کو چلتے پھرتے ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا کنٹرول ہے۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ ہر ایک کی قریب دور سے سننا اسی کا کام ہے۔ اور ہر چیز کے ظاہر باطن کو جاننا بھی اسی کا کام ہے۔ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وہ جانتا ہے تمہارے پوشیدہ کو اور ظاہر کو وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ اور جانتا ہے جو تم کمائی کرتے ہو۔ یہ صرف رب تعالیٰ ہی کی شان ہے۔

کفار کا ایک اشکال :

آگے ایک اور شوشے کا جواب ہے وہ اس طرح ہوا کہ مکہ مکرمہ کے مختلف

خاندانوں اور برادریوں کے سرداروں نے مشورہ کیا منصوبہ بنایا اور ایک فارمولہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد! (ﷺ) یہ مکہ مکرمہ کے سردار آپ ﷺ کے پاس ایک آرزو لے کر آئے ہیں وہ یہ کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ لوگ جس طرح آپ ﷺ کے آنے سے پہلے پیار محبت کے ساتھ رہ رہے تھے۔ ایک مذہب اور ایک عقیدہ تھا آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا لڑائی نہیں تھی اور تمہارے دعوائے نبوت اور پروگرام پیش کرنے کے بعد گھر گھر میں لڑائی شروع ہوگئی ہے۔ باپ، بیٹے کا مخالف ہے۔ بھائی، بھائی کا مخالف ہے۔ میاں بیوی میں اختلاف ہے۔ گلیوں بازاروں میں جھگڑے ہیں۔ اور ان تمام حالات کے ذمہ دار آپ ﷺ ہیں کیونکہ بات آپ ﷺ نے شروع کی ہے۔ ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ کسی طرح یہ جھگڑے ختم ہو جائیں اور وہ اس طرح ختم ہو سکتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے خداؤں کی پوجا کریں اور ہم آپ کے خدا کی پوجا کرتے ہیں اکٹھے رہیں اور لڑیں نہیں۔

جواب :

رب تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا...... قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ آپ کہہ دیں کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اَتَّخِذُ وَلِيًّا بناؤں میں کارساز یا معبود۔ یہ فارمولہ لے کر آئے ہو۔ اس رب کے سوا کسی اور کی عبادت کروں جو...... فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا بغیر نمونے کے کہ ان کے پیدا کرنے سے پہلے ان کا کوئی نمونہ ڈیزائن نہیں تھا کہ جس کی طرف دیکھ کر ان کو پیدا فرمایا۔ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح چاہا ان کو پیدا فرمایا تو کیا اس رب کو چھوڑ کر میں غیروں کی پوجا کروں۔ وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ کھلاتا ہے وَلَا يُطْعَمُ اور اس کو کھلایا نہیں جاتا۔ هُوَ

اَلرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (پارہ : ۲۷)۔ وہی روزی دینے والا ہے۔ مضبوط طاقت کا ایک مالک ہے۔ اس کو چھوڑ کر تمہاری بات مان لوں۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ آپ کہہ دیں بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ کہ میں ہو جاؤں پہلا وہ جو فرمانبرداری کرنے والا ہے۔ وحی اترنے سے پہلے بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہیں۔ کیونکہ جو خود نہیں مانے گا تو دوسروں سے کیا منوائے گا اور ان کو آپ ﷺ یہ بھی سنا کر کہہ دیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے...... وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور ہرگز نہ ہو شرک کرنے والوں میں سے شرک کے قریب بھی نہیں جانا یہ کان کھول کر سن لیں کہ خدا کے پیغمبر کو شرک کی دعوت دیتے ہیں۔ اس نے تمہاری کوئی بات نہیں ماننی۔ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ آپ کہہ دیں میں خوف کھاتا ہوں اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کے عذاب سے، میں اپنے پروردگار کی ہرگز نافرمانی نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ کسی کو معبود سمجھنا ہے، نہ سجدہ کرنا ہے۔ نہ پکارنا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے سوا مشکل کشا اور حاجت روا ہے نہ کوئی دستگیر ہے اور نہ کوئی فریاد رس ہے لہٰذا مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع نہ رکھنا اور خوش قسمت وہی ہے۔ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ جس شخص سے پھیر دیا گیا اس عذاب کو یَوْمَئِذٍ اس دن فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ اور یہی ہے کامیابی کھلی۔ اور سب سے بڑی کہ قیامت والے دن آدمی عذاب سے بچ جائے اور رب تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو جائے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۱۷) وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ(۱۸) قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً قُلِ اللّٰہُ شَھِیْدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخْرٰی قُلْ لَّآ اَشْھَدُ قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ (۱۹) اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ(۲۰)

لفظی ترجمہ :

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ اور اگر پہنچائے تجھے اے انسان اللہ تعالیٰ بِضُرٍّ کوئی تکلیف فَلَا کَاشِفَ لَہٗ پس نہیں کوئی دور کر سکتا اس تکلیف کو اِلَّا ھُوَ مگر صرف وہی وَ اِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی بھلائی فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پس وہ ہر چیز پر قادر ہے وَھُوَ الْقَاھِرُ

فَوْقَ عِبَادِہٖ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ اور وہ حکمت والا خبردار ہے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً کون سی چیز بڑی ہے گواہی کے اعتبار سے قُلِ اللّٰهُ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اور وحی کی گئی میری طرف اس قرآن کریم کی لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ذریعے وَمَنْ بَلَغَ اور جس تک یہ پہنچے اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ کیا بے شک البتہ تم گواہی دیتے ہو اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ ہیں قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّا اَشْهَدُ میں گواہی نہیں دیتا قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے وہ ایک ہی معبود ہے وَاِنَّنِیْ اور بے شک میں بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کو تم رب تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی يَعْرِفُوْنَهٗ پہچانتے ہیں اس کو كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جس طرح پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہ ایمان نہیں لاتے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں بیان ہوا تھا کہ مکہ مکرمہ کے مختلف قبائل کے سردار

آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور جھگڑا ختم کرنے کا ایک فارمولا پیش کیا کہ آپ ﷺ ہمارے معبودوں کو مشکل کشا سمجھتے ہوئے ان کی پوجا کریں اور ہم تمہارے معبود کی پوجا کرتے ہیں تاکہ دن رات کی لڑائی ختم ہوجائے۔

فائدہ اور نقصان صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فارمولا پیش کرنے والوں کو خصوصاً اور دیگر تمام انسانوں کو عموماً سمجھایا ہے کہ کان کھول کر سن لو...... وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ اور اگر پہنچائے تجھے اے انسان اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس نہیں کوئی دور کرسکتا اس تکلیف کو مگر صرف وہی۔ یہ جو تم نے لات، منات، عزیٰ اور دیگر تین سو ساٹھ بت کعبۃ اللہ میں رکھے ہوئے ہیں اور ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہو اور نعرے مارتے ہو یَا لَاتُ اَغِثْنِیْ یَا مَنَاتُ اَغِثْنِیْ اے لات میری مدد کر اے منات میری مدد کر۔ ان میں سے کوئی بھی تمہاری مشکل کشائی نہیں کرسکتا نہ کوئی تمہارا دکھ درد دور کرسکتا ہے۔ مشکل کشا حاجت روا دکھ درد دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی بھلائی فَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پس وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور گیارہویں پارہ سورۃ یونس میں ہے وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ اور اگر اللہ تعالیٰ تم سے بھلائی کرنی چاہے فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو آنحضرت ﷺ کی وصیت :

حضرت عبداللہ بن عباسؓ چھوٹے بچے تھے۔ آنحضرت ﷺ گدھے پر سوار ہوکر کسی قریبی جگہ پر تشریف لے جارہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور فرمایا

یَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰہَ اے عزیز، اے برخوردار! اے بچے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرنا رب تعالیٰ تمہاری حفاظت کریں گے پھر فرمایا سن! اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے کوئی دکھ لکھا ہے تو ساری مخلوق مل کر تجھے اس سے بچا نہیں سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لئے راحت اور آرام لکھا ہوا ہے تو ساری مخلوق مل کر تجھ سے وہ روک نہیں سکتی۔ برخوردار! اِذَا سَئَلْتَ فَسْئَلِ اللّٰہَ جب مانگنا تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ جب مدد طلب کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرنا یہ حدیث ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور ان کی دو کتب کا تذکرہ :

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دو کتابیں مشہور ہیں "غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب" دونوں عربی میں تھی۔ اور دونوں کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے فتوح الغیب کا اردو ترجمہ کیا ہے مولانا حکیم محمد صادق صاحب مرحوم نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کا ضرور مطالعہ کرو فتوح الغیب میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَّجْعَلَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ شِعَارَہٗ وَدِثَارَہٗ ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اس حدیث کو اپنے ظاہر اور باطن کا لباس بنائے جس طرح لباس ہر وقت انسان کے جسم پر ہوتا ہے اسی طرح اس حدیث کو ہر وقت یاد رکھے اور بھولے نہ، پھر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں سے وہی مانگتا ہے جس کا ایمان کمزور ہوتا ہے اور رب تعالیٰ پر اس کا یقین اور اعتماد نہیں ہوتا ورنہ قادر مطلق ذات کے ہوتے ہوئے اوروں کے سامنے کیوں ہاتھ پھیلاتا ہے۔

انسان کا اللہ تعالیٰ سے نہ مانگنا غضب کو دعوت دینے کے مترادف :

نسائی شریف میں حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے بڑی موٹی سی بات ہے آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ ہم یہ گوارہ نہیں کرتے کہ ہماری بیوی، بچی یا بہو محلے کے کسی آدمی کو کہے کہ مجھے شلوار قمیص خرید دو مجھے کنگھی پراندہ خرید دو چاہے وہ آدمی جس کو کہہ رہی ہے کتنا ہی پارسا نیک ہو مگر ہم یہ گوارہ نہیں کرتے کہ ہمارا بچہ یا بچی محلے کے کسی آدمی کو یہ کہے اور کسی سے مانگے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم سے ہی مانگے اور ہم ہی لا کر دیں گے چاہے چوری کر کے لائیں۔ بے شک یہ برا فعل ہے تو اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے وہ کب برداشت کرتا ہے کہ میرا بندہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلائے اور میرے علاوہ کسی اور سے مانگے یاد رکھنا! مانگنا صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔ کیونکہ نفع نقصان کا مالک صرف وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ نفع کا اختیار ہے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر۔ وہ اپنے بندوں سے جس طرح چاہے کام لے سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مہلت اور رضا شاہ پہلوی :

اور اگر کوئی اکڑ جائے تو اس کو دبا بھی سکتا ہے۔ دیکھو! دنیا میں لوگ اپنی کرسیوں اور عہدوں کو بچانے کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں مگر یہ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ مہلت دے اور جب اللہ تعالیٰ چھیننا چاہتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ بھلا یہ بات بھی کوئی سوچ سکتا تھا کہ رضا شاہ پہلوی ایران کو چھوڑ دے گا جبکہ صدیوں سے شاہی پشت در پشت ان کے خاندان میں چلی آرہی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جب اس کو ذلیل کرنا چاہا اور وہ ایران سے نکلا تو اس کا جہاز مختلف ملکوں میں گیا۔ اترنے کی اجازت

مانگی مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم تیری قدر کرتے ہیں لیکن بین الاقوامی حالات سے مجبور ہیں اترنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ بالآخر مصر نے دل مضبوط کیا اور کہا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا اتر آؤ۔ چنانچہ کچھ عرصہ مصر میں رہا پھر دنیا سے رخصت ہوگیا۔ ایک وقت تھا کہ شہنشاہِ ایران کہلاتا تھا اور ایک وہ وقت تھا کہ اس کو قبول کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں تھا۔ رضا شاہ پہلوی اس علاقہ میں امریکی مفادات کا چوکیدار تھا مگر امریکہ بہت خبیث شئی ہے۔ جب تک اس کے لئے کام کرتے رہو تو خوش رہتا ہے اور اپنے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتا۔ مگر یاد رکھنا! جس طرح روس تباہ ہوا ہے یہ بھی اسی طرح تباہ ہوگا۔ زوال سب کے لئے ہے۔ بقا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرنا چاہے گا اس کے تمام منصوبے اور فارمولے دھرے رہ جائیں گے اور ہوگا وہی جو رب تعالیٰ چاہے گا۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔

کفار کا ایک اور اعتراض :

کافروں نے ایک اور شوشہ چھوڑا کہنے لگے کہ آپ ﷺ نبی ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور دعوائے نبوت کے لئے گواہ ضروری ہیں لہٰذا تم نبوت کے دعویٰ پر گواہ پیش کرو مگر اپنے ساتھیوں کے علاوہ کیونکہ یہ تو تیرے چیلے ہیں ان کے علاوہ عرب سے کوئی گواہ پیش کرو۔ اور ظاہر بات تھی کہ صحابہ کرامؓ کے علاوہ تو سارے عرب میں مشرک ہی مشرک تھے۔ آپ ﷺ کے نبی ہونے کی گواہی کس نے دینی تھی اور وہ لوگ بھی یہی چاہتے تھے یہ لاجواب ہو جائے اور ہم کہیں کہ یہ اپنے دعویٰ پر گواہ نہیں پیش کر سکا اس لئے ہم اس کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جواب :

تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا اور فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً کون سی چیز بڑی ہے گواہی کے اعتبار سے قُلِ اللّٰہُ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ شَھِیْدٌ م بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے گواہی کس طرح دی؟

جواب :

چاند کو دو ٹکڑے کر کے رب تعالیٰ نے گواہی دی اور مکہ مکرمہ میں ایک پتھر تھا آپ ﷺ جب اس کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ کو سلام کرتا تھا اور اس کا یہ سلام کرنا سننے والے سنتے تھے تو اس پتھر کو گویائی کی طاقت کس نے عطا فرمائی؟۔ آپ ﷺ نے درختوں کو اشارہ کیا وہ چل کر آپ کے پاس آگئے درختوں کو کس نے چلایا؟ وہ جس کے اشارہ پر چلا رہا ہے وہ اس کا نبی اور رسول ہے اور یہ اس کی گواہی ہے۔

آپ ﷺ کے بچپن اور جوانی میں مکہ مکرمہ کا ماحول :

پھر عموماً جس بچے کے سر پر ماں باپ دادا، دادی کا سایہ نہ ہو وہ آوارہ ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے والد گرامی پیدا ہونے سے پہلے فوت ہو گئے چھ سال کی عمر مبارک میں والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا آٹھ سال کی عمر میں دادا بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ چالیس سال کا زمانہ یتیمی اور جوانی کا مکہ مکرمہ کے ایسے ماحول میں گزرا کہ جہاں شراب عام تھی۔ زنا عام تھا۔ مجلسیں بری تھیں۔ مگر آپ ﷺ کی پاک دامنی سب پر

عیاں تھی شراب کا ایک قطرہ کبھی آپ ﷺ کے منہ مبارک کے قریب تک نہیں آیا اور ایسے ماحول کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ جس گلی سے گزرتے تھے مرد عورتیں بچے بوڑھے لونڈیاں غلام تک اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اس نوجوان سے زیادہ نیک کوئی نہیں ہے۔ کبھی غلط بات زبان سے نہیں نکالی اتنی بات تو لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے ماحول میں آپ ﷺ کو پاکدامن رکھنا رب تعالیٰ کی گواہی ہے۔

2...... دوسری گواہی فرمایا...... وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ اور وحی کی گئی میری طرف اس قرآن کریم کی۔ یہ قرآن پاک میری نبوۃ کی گواہی ہے۔

ابتدائے نزولِ قرآن کے وقت عرب کا ماحول :

یہ قرآن پاک ایسی فصیح اور بلیغ کتاب ہے کہ اس کا آج تک کوئی مقابلہ نہیں کر سکا اور ایسے زمانہ میں نازل ہوا کہ اس وقت فصاحت اور بلاغت اپنے عروج پر تھی مرد تو مرد پندرہ سولہ سال کی بکریاں چرانے والی ان پڑھ لڑکیاں ایسے شعر بناتی تھیں کہ آج کا ایم اے پاس بڑے سے بڑا ماہر بھی ان جیسے اشعار نہیں بنا سکتا ان کے قصیدے آج بھی دیوان حماسہ میں موجود ہیں پڑھ کر حیرانگی ہوتی ہے۔ دیکھو الحمدللہ میں نے سولہ سال پڑھا ہے اور پچپن سال پڑھایا ہے۔ اگرچہ میں اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا مگر علماء کرام مجھ پر اعتماد کرتے ہیں کہ اس کا مطالعہ بڑا وسیع ہے اور پاکستان میں علم عربیت کا سب سے بڑا ماہر عالم ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اتنی مہارت ہوتے ہوئے بھی میں ان بچیوں جیسے شعر نہیں بنا سکتا ان کو سلیقہ تھا وہ فصیح و بلیغ لوگ تھے۔ مکہ مکرمہ فصاحت و بلاغت کا مرکز تھا مقابلے ہوتے تھے اگر تمہارے اندر ہمت ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورۃ بنا کر لاؤ۔ اور اگر تم تمام کے تمام مل کر بھی ایک چھوٹی سی سورۃ لانے سے عاجز ہو جاؤ تو سمجھ جاؤ کہ یہ

انسان کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس نے میری طرف وحی کیا ہے میرے اوپر نازل ہوا ہے میں اس کا رسول ہوں نبی ہوں اور یہ قرآن کریم میری نبوۃ کی گواہی ہے۔ اور کیوں نازل کیا گیا ہے؟۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ذریعے۔ رب تعالیٰ کے عذاب سے وَمَنْ ۢ بَلَغَ اور جس تک یہ پہنچے ان کو بھی ڈراؤں جس طرح ہم تک پہنچا ہے اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ کیا بے شک البتہ تم گواہی دیتے ہو اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ ہیں۔ ان مشرکوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّاۤ اَشْهَدُ میں گواہی نہیں دیتا قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے وہ ایک ہی معبود ہے۔ بے شک تمہارے کلیجے جلتے رہیں اے مشرکو! وَاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اور بے شک میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کو تم رب تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تو پہلی گواہی رب تعالیٰ کی دوسری گواہی قرآن کریم کی اور تیسری گواہی منصف مزاج اہلِ کتاب کی کیونکہ شان والے پیغمبر کو سارے اہلِ کتاب جانتے اور پہچانتے تھے مگر ان میں سے جو ضدی تھے وہ مانتے نہیں تھے۔ اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ لہٰذا ان میں جو دیانت دار ہیں وہ ضرور گواہی دیں گے کہ یہ وہی نبی ہے جس نے آنا تھا۔

اہلِ کتاب کا آپ ﷺ کو اپنے بچوں سے زیادہ پہچاننا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی، توراۃ، زبور، انجیل۔ یَعْرِفُوْنَهٗ پہچانتے ہیں اس پیغمبر کو كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جس طرح پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ یہودی تھے ان کی پھوپھی اور ان کے والد اپنے دور میں توراۃ کے بڑے ماہر عالم تھے اور یہ خود

بھی بڑے فاضل تھے ان کی پھوپھی ان کو بتایا کرتی تھی ایک نبی آنے والا ہے اور اس کی یہ، یہ علامتیں ہوں گی وہ مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوگا اور ہجرت کر کے یثرب آئے گا جب وہ یہاں آئے گا دوپہر کا وقت ہوگا اور گرمی کا موسم ہوگا وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سفید لباس میں ہوں گے اور فلاں جانب سے نمودار ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے عین دوپہر کا وقت تھا آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا لباس سفید تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کھجور پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے اور ان کی پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھی انہوں نے آواز دی پھوپھی جن کے متعلق تو کہا کرتی تھی وہ تشریف لے آئے ہیں اور تمام نشانیاں بتائیں پھوپھی نے کہا بے شک وہی ہیں مگر کسی سے بات نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا آپ ﷺ کو کھجور پیش کرنا اور اسلام قبول کرنا :

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کھجور کے گچھے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے آپ ﷺ فرمار ہے تھے اے لوگو! رب تعالیٰ سے ڈرو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ آپس میں سلام کو عام کرو۔ وَلِيْنُوا الْكَلَامَ اور گفتگو کرو نرمی کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ہی منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنی اولادوں کے متعلق تو شبہ ہو سکتا ہے کہ ہماری بیویوں نے خیانت کی ہو لیکن رب تعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ کے متعلق کوئی شبہ نہیں بلکہ یہ وہی پیغمبر ہیں جنہوں نے آنا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْآ اَنْفُسَهُمْ وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہی ایمان نہیں لاتے۔ اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو ان کی مرضی ہے میں اپنی طرف سے حقیقت کو دلائل کے ساتھ واضح کر چکا ہوں

اللہ تعالیٰ سب کو توحید پر قائم رکھے اور شرک سے بچائے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۱) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۲۲) ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۲۳) اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۲۴) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۲۵) وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (۲۶) وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۷)

لفظی ترجمہ :

وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰی اس شخص سے جس نے افتراء باندھا عَلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر کَذِبًا جھوٹ کا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا اس نے جھٹلا دیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ نہیں فلاح پائیں گے ظالم وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا اور جس دن ہم جمع کریں گے سب کو ثُمَّ نَقُوْلُ پھر کہیں گے لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْآ ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمُ کہاں ہیں تمہارے شریک الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے ثُمَّ لَمْ تَکُنْ فِتْنَتُھُمْ پھر نہیں ہوگا ان کا عذر اور فریب اِلَّآ اَنْ قَالُوْا مگر یہ کہ وہ کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ہم نہیں تھے شرک کرنے والے اُنْظُرْ دیکھ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر وَضَلَّ عَنْھُمْ اور گم ہوگئی ان سے مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ جس کو وہ افتراء باندھتے تھے وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْکَ اور بعض ان میں سے ہیں جو کان رکھتے ہیں آپ ﷺ کی طرف وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً اور ڈال دیئے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر پردے اَنْ یَّفْقَھُوْہُ اس بات سے کہ وہ اس کو سمجھیں وَفِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ اور اگر وہ دیکھیں ہر قسم کی نشانی لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا

نہیں ایمان لائیں گے اس پر حَتّٰی اِذَا جَآءُوْکَ یہاں تک کہ وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں یُجَادِلُوْنَکَ تو جھگڑا کرتے ہیں آپ کے ساتھ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن کریم اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ اور وہ اس سے روکتے ہیں وَیَنْئَوْنَ عَنْهُ اور خود بھی دور ہوتے ہیں وَاِنْ یُّهْلِكُوْنَ اور نہیں وہ ہلاک کرتے اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ مگر اپنی جانوں کو وَمَا یَشْعُرُوْنَ اور نہیں سمجھتے وہ وَلَوْ تَرٰی اور اگر دیکھیں آپ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ جب کھڑے کیے جائیں گے آگ پر فَقَالُوْا پس کہیں گے یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ ہائے افسوس ہم پر ہم لوٹائے جائیں وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا اور نہ ہم جھٹلائیں اپنے رب کی آیتوں کو وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ہو جائیں ہم ایمان لانے والوں میں سے۔

سب سے بڑا ظالم :

دنیا میں ظلم بھی بڑے بڑے ہوئے اور ظالم بھی بڑے بڑے ہیں لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰی اس شخص سے جس نے افتراء باندھا عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر كَذِبًا جھوٹ کا۔ یعنی اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء باندھا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء کس طرح باندھا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ حالانکہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا بڑا ظلم ہے۔

اہلِ کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اعتقادات :

جبکہ یہود نے کہا عُزَیْرُ ۨ ابْنُ اللّٰہِ عزیرؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جب لوگوں کا تھوڑا سا ذہن بنا کہ رب تعالیٰ کے بیٹے ہو سکتے ہیں تو پھر خود دعویٰ کر دیا۔ نَحْنُ اَبْنٰٓءُ اللّٰہِ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ اور کچھ (جاہلوں) نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا۔ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور بلند ہے ان سے جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں تو رب تعالیٰ کی طرف شریک کی نسبت کرنا بیٹے بیٹی کی نسبت کرنا، یہ تمام رب تعالیٰ کی طرف افتراء ہے۔ اور جو ایسا کرتا ہے اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہے۔

اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا اس سے بڑا کون ظالم ہے کہ اس نے جھٹلا دیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ اور کافروں میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں رب تعالیٰ کے شریک بھی بناتے ہیں اس کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں بیٹے بیٹیاں بناتے ہیں اور رب تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں یوں سمجھو کہ ظلم کے ٹھیکیدار ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارا فیصلہ بھی سن لو اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ نہیں فلاح پائیں گے ظالم۔

ظالم کو مہلت اور اس کا انجام :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رب تعالیٰ ظالم کو کچھ مہلت دیتا ہے (یہ اس کی حکمت ہے جتنی مہلت دے) لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی کتابوں میں موجود ہے کہ ظلم کا بدلہ دنیا میں بھی ضرور ملتا ہے چاہے جیسا کیسا ظلم ہو۔ کسی کی رقم ہڑپ کر گیا اس نے مطالبہ کیا تو اس کو گالیاں دیں یا جس طرح کا بھی کسی کا حق کھایا ہے یا کسی کو مارا پیٹا ہے کوئی بھی ظلم زیادتی کی ہے۔ اس کا بدلہ دنیا میں ضرور ملے گا بالغرض د

المحال دنیا میں بچ بھی گیا تو قبر اور آخرت میں تو چھٹکارا نہیں ہے۔ جائے گا کہاں؟۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ظالموں کا اور قصہ سنو.........

’’محشر‘‘ کی تحقیق و تفسیر :

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا اور جس دن ہم جمع کریں گے سب کو۔ تمام اولین آخرین انسان جن کیڑے مکوڑے تک تمام مخلوق اکٹھی ہوگی حشر کا معنٰی ہے جمع کرنا میدان محشر کو میدان محشر اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اکٹھے ہونے کی جگہ ہے۔ کیونکہ محشر اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ اس کا لفظی معنٰی ہے جمع ہونے کی جگہ تو جس دن ہم ساری کائنات کو جمع کریں گے۔ ثُمَّ نَقُولُ پھر کہیں گے لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا رب تعالیٰ کی ذات اور صفات میں رب تعالیٰ کے کاموں میں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ کہاں ہیں تمہارے شریک الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ ان کے پاس بھی کچھ اختیارات ہیں اور یہ ہمارے کام کرواسکتے ہیں اور کر سکتے ہیں وہ تمہارے شریک کہاں ہیں۔

نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ :

اور کل کا سبق آپ کو یاد ہوگا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور اگر وہ تجھ کو کچھ نقصان پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ بات واضح فرمادی ہے کہ اس کے بغیر کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نفع نقصان کا مالک ہوتا تو حضرت محمد ﷺ ہوتے کیونکہ مخلوق میں ان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔ اور حال یہ ہے کہ سورۃ

جن میں رب تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک میں تمہارے لئے ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں اور نویں پارے میں فرمایا قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ میں اپنی جان کے لئے بھی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا یہ دونوں آیتیں اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے لئے بھی اور اپنی امت کے لئے بھی نفع نقصان کے مالک اور مختار نہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے سو وہی ہوتا ہے تو اور کون ہے جو کسی کے نفع ونقصان کا مالک ہو؟

مراتب درجات :

کیا ولیوں کا درجہ آپ ﷺ سے زیادہ ہے؟ شہیدوں کا درجہ آپ ﷺ سے زیادہ ہے؟ یہ تو تمام کے تمام آپ ﷺ کے خاک پا ہیں۔ اپنی جگہ پر یہ سارے نیک پاک ہیں ہم ان کی خاک پا نہیں مگر وہ سارے بزرگ آنحضرت ﷺ کی خاک پا نہیں ہیں۔ تو جب آنحضرت ﷺ نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں تو دنیا میں اور کون ہو سکتا ہے؟ کسی کے ساتھ جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حق کو حق سمجھو اور یہ نہ دیکھو زیادہ کون ہیں اکثریت ہر دور میں گمراہوں کی رہی ہے۔

مشرکین کا ایک فارمولا :

ان شاء اللہ العزیز آٹھویں پارے میں پڑھو گے کہ مشرکوں نے آپ ﷺ کے سامنے کئی فارمولے پیش کئے کہ اس طرح کرلو اس طرح کرلو یہ بھی انہوں نے کہا کہ تم کہتے ہو ہم سچے ہیں ہم کہتے ہیں ہم سچے ہیں اس طرح کرتے ہیں کہ مردم شماری کرالیتے ہیں ووٹنگ ہو جائے معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھی زیادہ ہیں یا ہمارے؟۔

فارمولے کا جواب :

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو بہکا دیں گے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اکثریت تو ہے ہی گمراہوں کی لہٰذا یہ نہ دیکھو زیادہ کون ہیں اور تھوڑے کون ہیں۔ بلکہ یہ دیکھو کہ حق پر کون ہیں۔ تو رب تعالیٰ قیامت والے دن مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ ان کو اختیارات حاصل ہیں۔

’’فتنہ‘‘ کی تحقیق :

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ پھر نہیں ہوگا ان کا عذر اور فریب۔ ’’فتنہ‘‘ کا معنٰی فریب بھی ہے اور معذرت بھی۔ بعض مفسرین کرامؒ اس کا معنٰی معذرت کا کرتے ہیں اور بعضے فریب کا کرتے ہیں۔ پھر نہیں ہوگا ان کا عذر اور فریب۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا مگر یہ کہ وہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ہم نہیں تھے شرک کرنے والے۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ دنیا میں مشرک سے بڑا کوئی بے حیا نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا میں بڑے بڑے بے حیا ہیں کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

مشرکین کا میدانِ محشر میں جھوٹ بولنا :

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا پھر کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا کہ وہ تمہارے شریک کہاں ہیں؟ تو وہ مشرک کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے۔ نہیں تھے ہم شرک کرنے والے، میدانِ محشر ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مشرکوں کو کہیں گے وہ تمہارے شریک کہاں

ہیں؟اور مشرک قسم اٹھا کر کہیں گے کہ ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے؟۔او ظالمو! رب تعالیٰ تمہیں مشرک فرما رہے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے۔اور وہ بھی قسم اٹھا کر تو تم سے بڑا بھی کوئی بے حیا ہے؟ تو جو مشرک رب تعالیٰ کے سامنے شرک کو نہیں مانے گا وہ ہمارے تمہارے سامنے کب مانے گا؟۔چنانچہ آج بھی تم کسی مشرک سے پوچھو جو شرک میں ڈوبا ہوا ہو۔قبروں کا پجاری، خانقاہوں پر چکر لگانے والا غیر اللہ سے مدد مانگنے والا، مسجدوں میں کہنے والے ۔

امداد کن ، امداد کن ، از بندِ غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

کہ تم شرک کرتے ہو تو وہ اپنے آپ کو مشرک تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا بلکہ کہے گا کہ ہم کب شرک کرتے ہیں ہم تو بزرگوں سے پیار اور محبت کرتے ہیں۔تو مشرک اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں قسم اٹھا کر شرک سے انکار کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے............

اُنظُرْ دیکھ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر وَضَلَّ عَنْهُمْ اور گم ہو گئی ان سے مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ چیز جس کو وہ افترا باندھتے تھے۔نہ لات ٹانگ اڑائے گا نہ منات نہ عزی نہ ہبل کوئی بھی نزدیک نہیں آئے گا حالانکہ دنیا میں ان کو نذرانے دیئے، چڑھاوے چڑھائے طواف کئے چراغ جلائے بہت کچھ کیا مگر کوئی بھی سامنے نہیں آئے گا۔

مشرکین کا اعتراض کی نیت سے قرآن سننا :

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ اور بعض ان میں سے ہیں جو کان رکھتے ہیں آپ ﷺ کی طرف۔ عربی لوگ تھے قرآن کریم بھی عربی زبان میں آنحضرت ﷺ تلاوت فرماتے تو سنتے اور سمجھتے تھے۔ البتہ بعض مرتبہ سمجھانے کی ضرورت بھی پیش آتی تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے تو آپ ﷺ مجمل کی تفسیر بھی کرتے تھے بعض مشرک آپ ﷺ کی مجلس میں اوّل تا آخر بیٹھتے آپ ﷺ کا بیان سنتے تھے مگر مانتے نہیں تھے کیونکہ سمجھنے کی غرض سے نہیں سنتے تھے بلکہ اس لئے سنتے تھے کہ ہمیں کوئی اعتراض کی چیز مل جائے۔

مشرکین کا ایک اور اعتراض :

چنانچہ چھٹے پارے میں آپ حضرات نے یہ پڑھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ کہ تم پر مردار اور خون حرام کر دیا گیا ہے یعنی وہ جانور جس کو تم ذبح نہ کر سکو اور وہ مر جائے تو تم پر حرام ہے تو ان کا ناخن اڑ گیا کہ بات کرنے کا موقع مل گیا اور اس کی بڑی تشہیر کی کہ ہم محمد ﷺ کا درس سن کے آئے ہیں اس نے کہا ہے کہ جس کو رب مارے وہ حرام ہے اور جس کی جان تم خود نکالو، ذبح کر دو وہ حلال ہے۔ دیکھو گیت تو رب کے گاتے ہیں کہ ہم رب تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے مارے ہوئے کو حرام کہتے ہیں۔ تو یہ شوشہ انہوں نے چھوڑا۔

جواب :

اس کا جواب یہ ہے کہ جو خود بخود مرتا ہے اس کو رب مارتا ہے اور جس کو ہم ذبح کرتے ہیں اس کو بھی رب ہی مارتا ہے مگر جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر تو وہ رب تعالیٰ کے نام کی برکت سے حلال اور پاک ہو جاتا ہے۔ اور جو جانور پرندہ خود بخود مر گیا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے محروم ہو کر حرام ہو گیا اتنی بات ان کو

سمجھ نہیں آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اور ڈال دیئے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر پردے۔ اَكِنَّةً، كِنَانٌ کی جمع ہے "کنان" پردے کو کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ اس قرآن کو سمجھیں وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ چڑھا دیئے وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ اور اگر وہ دیکھیں ہر قسم کی نشانی لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا نہیں ایمان لائیں گے اس پر۔ یعنی ہر قسم کی نشانی معجزہ دیکھیں قرآن کریم کی آیت سنیں ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے ہیں اور کانوں میں ڈاٹیں چڑھا دی ہیں۔

دلوں پر پردے اور کانوں میں ڈاٹیں لگانے کا مطلب :

سطحی قسم کے لوگ جن کو صحیح معنٰی میں قرآن کریم کی سمجھ نہیں ہے وہ ایسی آیتوں سے مغالطے میں پڑ جاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہدایت کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں تو اب اگر وہ ایمان نہیں لائیں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ لہٰذا بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ اور پہلے بھی سمجھا چکا ہوں چوبیسواں پارہ سورہ حم سجدہ کی آیت نمبر ۵ نکالو وَقَالُوْا اور کہا ان کافروں نے قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس چیز کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے۔ وَمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پردہ ہے ہم تجھے اس آنکھ سے دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں جس سے ابوبکرؓ اور عمرؓ دیکھتے ہیں فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ پس آپ اپنا کام کرتے جائیں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ دیکھو! ان کافروں نے اپنے ارادے اور اختیار سے اپنے دلوں پر غلاف چڑھا لئے اور کانوں میں ڈاٹ دے لئے اور آنکھوں پر پردے باندھ لئے

ہدایت کے تمام راستے خود بند کر لئے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے ہم اس کو اس طرف پھیر دیتے ہیں تو جب انہوں نے اپنے لئے یہ پسند کیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبرؑ کو کہا تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کریں گے ہم تیری بات سننے کے لئے تیار نہیں، تجھے دیکھنے کے لئے تیار نہیں، تیری بات ہمارے دلوں تک نہیں پہنچ سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے، کانوں میں ڈاٹیں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ ایسا نہیں ہے کہ پہلے قدم پر ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے کانوں میں ڈاٹیں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے کہ کوئی اعتراض کر سکے کہ جب رب تعالیٰ نے ہی پردے ڈال دیئے ہیں تو اب بندہ کیا کر سکتا ہے۔ رب تعالیٰ نے تو اختیار دیا ہے، فرمایا......

ایمان یا کفر کا انتخاب آدمی کے اختیار میں :

فَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (پارہ : ۳۰) ہم نے دونوں راستوں کی راہنمائی کی ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے پھر کفر اور ایمان میں سے جس چیز کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دے گا جبراً اور قہراً اللہ تعالیٰ کسی کو نہ گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت دیتا ہے جب کوئی ارادہ اور نیت کرتا ہے تو اس کے مطابق توفیق ملتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت خود نہ بدلے علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت بدلنے کا

رب تعالیٰ نے ان پر جبر نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اس کو پسند کیا اللہ تعالیٰ نے بھی

غلاف چڑھا دیئے ہیں، ڈاٹیں اور پردے ڈال دیئے ہیں لہٰذا اب یہ جتنی نشانیاں دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔

قرآن کے بارے میں مشرکین کے خیالات :

حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْکَ یہاں تک کہ وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں یُجَادِلُوْنَکَ تو جھگڑا کرتے ہیں آپ کے ساتھ، کیا کہتے ہیں؟ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ ھٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن کریم اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی۔ اَسَاطِیْر جمع ہے اُسْطُوْرَۃُ کی اور اُسْطُوْرَۃُ کے معنٰی ہیں کہانی، قصہ، ناول، کہتے تھے کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔۔بے شک قرآن کریم میں پہلے لوگوں کے قصے واقعات ہیں حضرت آدمؑ کا واقعہ ہے حضرت نوحؑ کا واقعہ ہے ہودؑ، صالحؑ، لوطؑ، موسیٰؑ اور دیگر پیغمبروں کے واقعات ہیں اسی طرح قرآن پاک میں فرعون اور دیگر مجرموں کے واقعات بھی ہیں مگر یہ محض قصے نہیں ہیں بلکہ ان میں نصائح اور عبرتیں ہیں کافر اور کیا کام کرتے تھے فرمایا.........

مشرکین کا دوسرا کام :

وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ اور وہ اس سے روکتے ہیں وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ اور خود بھی دور ہوتے ہیں "نَـاْیٌ" کے معنٰی ہیں دور ہونا۔ خود بھی قرآن سے دور ہوتے ہیں بھاگتے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں چوبیسویں پارے میں آتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہا کافروں نے لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن کو نہ سنو وَالْغَوْا فِیْہِ اور جب یہ قرآن پڑھیں تو شور مچاؤ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ تاکہ تم غالب آجاؤ اِنْ یُّھْلِکُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ اور نہیں وہ ہلاک کرتے مگر اپنی جانوں کو کیونکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا وبال تو ان کی جانوں پر پڑے گا وَمَا یَشْعُرُوْنَ اور نہیں سمجھتے وہ ان کو شعور ہی نہیں ہے

کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کا انجام کیا ہے؟۔

مشرکین کا انجامِ بد :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آج تو یہ باتیں کرتے ہیں اور حرکتیں کرتے ہیں وَلَوْ تَرٰی اور اگر دیکھیں آپ اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ جب کھڑے کیے جائیں گے آگ پر۔ پہلے دوزخ کے کنارے کھڑا کر کے ان کو دوزخ کا منظر دکھایا جائے گا پھر فرشتے دھکا مار کر دوزخ میں پھینک دیں گے تو جس وقت ان کو دوزخ کے کنارے کھڑا کیا جائے گا فَقَالُوْا پس وہ کہیں گے یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ ہائے افسوس ہم پر ہم لوٹائے جائیں وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا اور نہ جھٹلائیں ہم اپنے رب کی آیتوں کو وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ہو جائیں ہم ایمان لانے والوں میں سے۔ مگر

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

دوبارہ دنیا میں کسی نے نہیں آنا جو کچھ کرنا ہے اب کر لو اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ط وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ (۲۸) وَقَالُوٓا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ (۲۹) وَلَوْ تَرٰٓى إِذْ وُقِفُوا عَلٰى رَبِّهِمْ ط قَالَ أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوا بَلٰى وَرَبِّنَا ط قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ (۳۰) قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيهَا لا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُورِهِمْ ط أَلَا سَآءَ مَا يَزِرُونَ (۳۱) وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۳۲) قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِينَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ (۳۳) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلٰى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتّٰٓى أَتٰهُمْ

نَصۡرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَكَ مِنۡ نَّبَاِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ (۳۴)

لفظی ترجمہ :

بَلۡ بَدَا لَهُمۡ بلکہ ظاہر ہوگئی ان کے لئے مَّا كَانُوۡا يُخۡفُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وہ چیز جس کو وہ چھپاتے تھے اس سے پہلے وَلَوۡ رُدُّوۡا اور اگر بالفرض ان کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے لَعَادُوۡا البتہ لوٹیں گے لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ اس چیز کی طرف جس سے ان کو منع کیا گیا وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ اور بے شک البتہ وہ جھوٹے ہیں وَقَالُوۡۤا اور کہا انہوں نے اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نہیں ہے یہ ہماری زندگی مگر دنیا کی زندگی وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے وَلَوۡ تَرٰۤى اور اگر دیکھے تو اِذۡ وُقِفُوۡا جب کھڑے کئے جائیں گے عَلٰى رَبِّهِمۡ پروردگار کے سامنے قَالَ اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَـقِّ فرمائے گا رب تعالیٰ کیا نہیں ہے یہ قیامت حق قَالُوۡا بَلٰى وَرَبِّنَا کہیں گے کیوں نہیں حق اور قسم ہے ہمارے رب کے حق کی قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ فرمائے گا رب تعالیٰ پس چکھو تم عذاب بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ اس لئے کہ تم کفر کرتے تھے قَدۡ خَسِرَ الَّذِيۡنَ تحقیق گھاٹے میں پڑے وہ لوگ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰهِ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتۡهُمُ السَّاعَةُ یہاں تک کہ جب آئے گی ان کے پاس قیامت بَغۡتَةً اچانک قَالُوۡا کہیں گے يٰحَسۡرَتَنَا ہائے افسوس ہم پر عَلٰى مَا

فَرَّطْنَا فِیْهَا اس چیز پر جو ہم نے کوتاہی کی قیامت کے بارے میں وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ اور وہ اٹھائیں گے اپنے بوجھ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں پر اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ خبردار برا ہوگا وہ بوجھ جس کو وہ اٹھائیں گے وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اور نہیں ہے دنیا کی زندگی اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ مگر کھیل اور تماشا وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ اور گھر آخرت کا خَیْرٌ بہتر ہے لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ان لوگوں کے لئے جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم سمجھتے نہیں قَدْ نَعْلَمُ تحقیق ہم جانتے ہیں اِنَّهٗ لَیَحْزُنُکَ الَّذِیْ بے شک شان یہ ہے البتہ پریشان کرتی ہے آپ کو وہ چیز یَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں فَاِنَّهُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ پس بے شک وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ اور لیکن ظالم بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وَلَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ اور البتہ تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول مِّنْ قَبْلِکَ آپ سے پہلے فَصَبَرُوْا پس انہوں نے صبر کیا عَلٰی مَا کُذِّبُوْا اس کارروائی پر جس میں ان کی تکذیب کی گئی وَاُوْذُوْا اور ان کو تکلیف پہنچائی گئی حَتّٰی اَتٰهُمْ نَصْرُنَا یہاں تک کہ آ گئی انکے پاس ہماری مدد وَلَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو وَلَقَدْ جَآءَکَ اور البتہ تحقیق آئے ہیں آپ کے پاس مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِیْنَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے۔ لات۔

مشرکین کا عذاب پر حسرت و یاس :

کل کے سبق میں آپ نے پڑھا اور سنا وَلَوْ تَرٰی اور اگر دیکھیں آپ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ جب کھڑے کئے جائیں گے آگ پر فَقَالُوْا پس کہیں گے یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ ہائے افسوس ہم پر ہم لوٹائے جائیں وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا اور نہ جھٹلائیں ہم اپنے رب کی آیتوں کو وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ہو جائیں ہم ایمان لانے والوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ تو یہ مومن بنیں گے اور نہ ہی ان کو واپس لوٹایا جائے گا۔ بَلْ بَدَا لَهُمْ بلکہ ظاہر ہوگی ان کے لئے مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وہ چیز جس کو وہ چھپاتے تھے اس سے پہلے۔

مشرکین کا وقت بعثت شرمندگی :

اس سے پہلے پارے میں آتا ہے کہ ابتداءً جب ان کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ ان کی نگاہیں پست ہوں گی شرمندگی کی وجہ سے اور پست نگاہوں سے دیکھیں گے کہ دنیا میں ایمان والے جو ہمیں ایمان کی دعوت دیتے تھے وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں یا نہیں؟۔ فطری بات ہے کہ شکست خوردہ اپنے حریف سے شرمندہ ہوتا ہے وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور وہ اپنی شرمندگی کو چھپائیں گے شروع، شروع میں تاکہ ہمارے دشمن پر ہماری کمزوری ظاہر نہ ہو لیکن وہ اس ندامت کو کب تک چھپائیں گے بالآخر ظاہر ہو جائے گی واویلا کریں گے شور مچائیں گے ایک دفعہ ہمیں واپس بھیج دیا جائے تو ہم مومن ہوں گے اور رب تعالیٰ کی آیتوں کو نہیں جھٹلائیں گے رب تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَلَوْ رُدُّوْا اور اگر بالفرض ان کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے لَعَادُوْا البتہ لوٹیں گے لِمَا نُهُوْا عَنْهُ اس چیز کی طرف جس سے ان کو منع کیا گیا وہی کچھ کریں گے جو کچھ پہلے کرتے رہے ہیں اور روکنے کے باوجود باز نہیں آتے تھے۔ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور بے شک

البتہ وہ جھوٹے ہیں۔ اس بات میں کہ ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم ایمان لائیں گے یہ اتنے سخت دل ہیں کہ اگر ان کو دنیا کی طرف لوٹا بھی دیا جائے تو ایمان نہیں لائیں گے دور جانے کی ضرورت نہیں دنیا میں ہی دیکھ لیں۔

مشکل وقت میں یادِ خدا :

ماشا (ہم لوگ) جب بیمار ہوتے ہیں اور بیماری لمبی ہو جاتی ہے اور زندگی سے ناامید ہو جاتے ہیں تو رب تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کہ پروردگار صحت عطا فرمادے نمازیں پڑھیں گے روزے رکھیں گے نیکی کے کام کریں گے برائی کے قریب نہیں جائیں گے پھر جب اللہ تعالیٰ صحت عطا کر دیتے ہیں تو دماغ بگڑ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا کوئی وعدہ بھی یاد نہیں رہتا۔ نہ نماز نہ روزہ، نہ کوئی اور نیکی اسی بندے نے اگلے جہاں جانا ہے اس لئے فرمایا کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ ہم مومن ہو جائیں گے۔

مشرکین کا ایک اور شوشہ :

انہوں نے ایک اور شوشہ چھوڑا وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نہیں ہے یہ ہماری زندگی مگر دنیا کی زندگی وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ اور ہم قبروں سے نہیں اٹھائے جائیں گے۔ بڑی سختی کے ساتھ قیامت کا انکار کرتے تھے کہتے تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ (پارہ : ۱۸)۔ بعید ہے بعید ہے وہ چیز کہ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے، کہ مر کر دوبارہ زندہ ہو گے اور یہ بھی کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (سورۃ یٰسین)۔ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا اور سورۃ واقعہ میں ہے کہتے تھے اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا کیا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا البتہ ہم پھر اٹھائے جائیں گے اور سورۃ ق میں یہ

جملہ بھی ہے ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ یہ دوبارہ لوٹنا دور کی بات ہے۔

مشرکین کا رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جانا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا اور اگر دیکھے تو جب کھڑے کیے جائیں گے عَلٰی رَبِّهِمْ پروردگار کے سامنے یعنی عدالت میں۔ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ فرمائے گا رب تعالیٰ کیا نہیں ہے یہ قیامت حق یہ اٹھنا حق ہے کہ نہیں؟ دوبارہ زندگی ملی ہے کہ نہیں؟ تم تو کہتے تھے کہ ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا کہیں گے کیوں نہیں حق اور قسم ہے ہمارے رب کی حق ہے دنیا میں تو بڑے زور دار الفاظ کے ساتھ انکار کرتے تھے قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب یہ حق ہے تو فَذُوْقُوا الْعَذَابَ فرمائے گا رب تعالیٰ پس چکھو تم عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اس لئے کہ تم کفر کرتے تھے۔ اگر دنیا میں ایمان لے آتے اور آخرت کی تیاری کرتے تو آج عذاب سے بچ سکتے تھے۔ مگر اب نہیں۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ تحقیق گھاٹے میں پڑے وہ لوگ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو یعنی قیامت کو جھٹلایا۔

مرنے کے ساتھ ہی قیامت کا شروع ہو جانا :

ساتھیو! قیامت ضرور آئے گی اس کو سامنے رکھ کر زندگی گزارو اور آنکھیں بند ہونے کے ساتھ ہی قیامت کی ابتدا ہو جاتی ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو مرا اس کی قیامت قائم ہو گئی فرشتے بھی نظر آئیں گے جنت دوزخ بھی نظر آئے گی اور اگلے جہاں کی تمام چیزیں نظر آئیں گی اور جب بڑی قیامت قائم ہو گی اس وقت کیا کیفیت ہو گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یہاں تک

کہ جب آئے گی ان کے پاس قیامت اچانک۔

قیامت کا ہولناک منظر:

احادیث میں آتا ہے کہ لوگ اپنے اپنے دنیا کے کاموں میں مصروف ہوں گے کہ اچانک قیامت قائم ہوجائے گی مثلاً ایک آدمی کپڑا خریدنے کے لئے دکان پر جائے گا دکان دار اس کو تھان کھول کر دکھائے گا یہ پسند کرے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی گاہک پیسے نہیں دے سکے گا اور وہ کپڑا نہیں لپیٹ سکے گا۔ فرمایا ایک آدمی دودھ، دوہ کر لائے گا گھر والوں کے حوالے کرے گا ان کو پینا نصیب نہیں ہوگا کہ بگل بجادیا جائے گا۔ لقمہ منہ میں ڈالے گا نگل نہیں سکے گا کہ قیامت برپا ہوجائے گی پینے کے لئے پانی منہ میں ڈالے گا حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا قیامت قائم ہوجائے گی۔ گھر میں داخل ہونے کے لئے ایک پاؤں دروازے کے اندر رکھے گا دوسرا پاؤں اندر نہیں رکھ سکے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی یہ اجتماعی قیامت کی بات ہے کہ شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کوئی اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں بچے گی۔ سب پر قیامت قائم ہوجائے گی یہاں تک کہ صور پھونکنے والا فرشتہ بھی مرجائے گا وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اور تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو ذوالجلال والاکرام ہے جب قیامت قائم ہوجائے گی تو قَالُوا کہیں گے يَٰحَسْرَتَنَا ہائے افسوس ہم پر عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا اس چیز پر جو ہم نے کوتاہی کی قیامت کے بارے میں۔

''افراط وتفریط'' کی تحقیق:

عربی زبان کے دو مشہور الفاظ ہیں افراط اور تفریط۔ افراط باب افعال سے ہے اس کا معنیٰ ہے زیادتی اور تفریط باب تفعیل سے ہے اس کا معنیٰ ہے کوتاہی تو معنیٰ بنے گا

افسوس ہمارے اوپر اس چیز پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کوتاہی کی۔ اس کا انجام سامنے ہے۔ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ اور وہ اٹھائیں گے اپنے بوجھ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں پر۔

خیانت کا بدترین انجام :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ''مصلین زکوٰۃ'' کو فرمایا جو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجے جاتے تھے کہ یاد رکھنا! تم میں سے جس نے خیانت کی تو اس کا بوجھ قیامت والے دن اٹھائے گا اگر بکری چرائی تو وہ اس کے کندھے پر ہوگی اور اونٹ چرایا تو وہ اس کی پیٹھ پر ہوگا، گائے، بیل، چرایا تو وہ اس کی پیٹھ پر ہوں گے اور ہر جانور اپنی اپنی آواز نکال رہا ہوگا اور یہ اس کو میدانِ محشر میں اٹھائے پھرے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا حدیث پر اشکال کا جواب :

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک مسخرے آدمی نے کہا کہ حضرت تم یہ حدیث سناتے ہو کہ جس آدمی نے جو چیز چرائی وہ اس کی پیٹھ پر ہوگی اگر ایک آدمی پانچ اونٹ چراتا ہے تو پانچ اونٹ اس مختصری پیٹھ پر کس طرح آئیں گے یا سو بکریاں چراتا ہے تو وہ اس کی پیٹھ پر کس طرح آئیں گی یا لوگ دوسروں کی زمین غصب کر لیتے ہیں تو مربع دو مربع زمین اس کی پیٹھ پر کس طرح آئے گی یا کوئی ظالم کسی کا مکان یا کوٹھی غصب کر لیتا ہے تو وہ ان کو پیٹھ پر کس طرح اٹھائے گا؟

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ احادیث کا انکار نہ کر اور کان کھول کر سن لے یہ حدیث تو نے سنی ہے؟۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجرم کو اتنا چوڑا کر دیا جائے گا کہ تین دن تک تیز رفتار گھوڑا دوڑایا جائے تو دائیں کندھے سے بائیں کندھے تک نہ پہنچ

سکے گا کہنے لگا سنی ہے۔ فرمایا پھر تو خود سمجھ لے کہ جب اتنا چوڑا کر دیا جائے گا تو کتنی چیزیں اس پر آ جائیں گی اور یہ بھی سنا ہے کہ بعض مجرم اتنے بڑے بنا دیئے جائیں گے کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی کہ جتنی جگہ پر احد پہاڑ پھیلا ہوا ہے اور یہ بھی سنا ہے یا نہیں کہ بعض مجرموں کی ڈاڑھیں اتنی بڑی ہوں گی کہ احد پہاڑ کے برابر ایک دانت ہوگا فرمایا یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو یا آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لو عقل پر نہ تولو۔

احوالِ برزخ کو عقل سے نہیں پرکھا جا سکتا :

متعدد بار عرض کر چکا ہوں کہ ہم اگر ان چیزوں کو عقل سے سمجھنا چاہیں تو نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری عقلیں کمزور ہیں۔ بھلا عقل یہ بات مان سکتی ہے کہ دودھ کی نہریں بارہ مہینے چلتی رہیں اور دودھ خراب نہ ہو یہاں تو دودھ دو تین گھنٹے باہر رکھ دو تو خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہاں درخت اتنے بڑے ہوں گے کہ تیز رفتار گھوڑا سو سال تک دوڑتا رہے تو اس کے سائے کو طے نہیں کر سکے گا عقل یہ بات کس طرح تسلیم کر سکتی ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز بھی ہو اور اس میں سانپ بچھو بھی ہوں آدمی بھی رہیں سزا بھگتیں چیخیں ماریں اور مریں بھی نہیں۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آ سکتا۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کے فرمان کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کرو تو جس نے جو بھی اور جس طرح کی بھی خیانت کی ہوگی قیامت والے دن پیٹھ پر اٹھا کے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ خبردار برا ہوگا وہ بوجھ جس کو وہ اٹھائیں گے وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اور نہیں ہے دنیا کی زندگی اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ مگر کھیل اور تماشا۔

''لہو ولعب'' کی تحقیق :

لہو بے مقصد چیز کو کہتے ہیں اور لعب اسے کہتے ہیں جو انسان کو مشغول کر دے۔ مثلاً بچے تماشا کرتے ہیں کہ کوئی بادشاہ بن جاتا ہے کوئی وزیر بن جاتا ہے کوئی چور بن جاتا ہے کوئی تھانیدار اور کوئی جج بن جاتا ہے پس یہ تھوڑی دیر کے لئے شغل ہوتا ہے اور حاصل کچھ نہیں ہوتا اسی طرح دنیا کی زندگی بھی کھیل تماشا ہے اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیا کی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی زندگی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لمحات کو زندگی کہا جاسکتا ہے جو آخرت کی درستگی میں خرچ کئے جائیں بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو ولعب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے پرہیز گار اور سمجھ دار لوگ جانتے ہیں کہ اصل گھر آخرت کا گھر اور ان کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ فرمایا...... وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور گھر آخرت کا خَیْرٌ بہتر ہے لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ان لوگوں کے لئے جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں متقی پرہیز گار۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے حقیقت اور کھیل میں تم فرق نہیں سمجھتے۔ باقی رہنے والی اور فنا ہونے والی زندگیوں میں بڑا فرق ہے عارضی چیز اور ہوتی ہے دائمی اور ہوتی ہے آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں......

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

فرمایا...... قَدْ نَعْلَمُ تحقیق ہم جانتے ہیں اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ بے شک شان یہ ہے البتہ پریشان کرتی ہے آپ کو وہ چیز یَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں کہ توحید کا انکار

کرتے ہیں، رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ پس بے شک وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ اور لیکن ظالم بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کو تو سارے ہی امین اور صادق کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کے وہ دشمن جو سارا دن لاٹھیاں لے کر آپ ﷺ کے پیچھے پھرتے تھے وہ بھی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری امانتیں اسی کے گھر محفوظ رہ سکتی ہیں ہجرت والی رات بھی آپ کے گھر لوگوں کی امانتیں موجود تھیں تو وہ لوگ آپ ﷺ کی ذات کے قائل تھے وہ آپ ﷺ کو نہیں جھٹلاتے تھے۔

حضور ﷺ کو قریبی عزیزوں کو ڈرانے کا حکم :

نبوۃ کے پانچویں سال جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اور آپ (ﷺ) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ تو آنحضرت ﷺ نے صفا پہاڑی کی چٹان پر کھڑے ہو کر سفید چادر ہلائی کیونکہ اس زمانے میں یہ خطرے کا الارم ہوتا تھا تیزی سے لوگ جمع ہو گئے جن میں عورتیں مرد، بچے، بوڑھے، جوان سب شامل تھے تیزی کے ساتھ جمع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان دنوں میں مکہ مکرمہ میں ایک افواہ گردش کر رہی تھی کہ سراقہ بن مالک کنعانی جو ایک قبیلے کا سردار تھا اور مکہ والوں سے اس کی مخالفت تھی وہ حملہ کرنے والا ہے۔

کفار کا آپ ﷺ کے بارے میں "صادق اور امین" کی گواہی دینا:

بہر حال جب لوگ جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے دامن میں فوج ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتی ہے تو کیا میری بات مان لوگے سب نے کہا مَا جَرَّبْنَاكَ اِلَّا صَادِقًا ہم نے آج تک آپ سے سچ ہی سنا ہے اور یہ الفاظ بھی آتے

ہیں مَا جَرَّبْنَا عَلَيْکَ کَذِبًا قَطُّ ہم نے آپ (ﷺ) کی زبان سے جھوٹ کبھی نہیں سنا اگر ہمیں لشکر نظر نہ آیا تو ہم کہیں گے ہماری نگاہیں خطا کر گئی ہیں آپ کی زبان سچی ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ کی عمر مبارک پینتالیس سال تھی چالیس سال نبوت سے پہلے کے اور پانچ سال نبوۃ کے بعد کے کہ آپ کو صادق اور امین ہی مانتے تھے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تیری ذات کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

بدترین دشمن ابوجہل کا بھی معترف ہونا :

مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اور مسند احمد بھی حدیث کی کتاب ہے ان دونوں کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ ابوجہل جو آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا اس نے کہا یَامُحَمَّدُ (ﷺ) لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ الَّذِیْ جِئْتَ بِهٖ اے محمد! (ﷺ) ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے لیکن آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کو جھٹلاتے ہیں یہ جو آپ کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے کوئی معبود نہیں ہے یہ جھوٹ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (پارہ : ۲۳ ، رکوع : ۶)۔ بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ تو تکبر کرتے ہیں ٹھکرا دیتے ہیں، یہ بھی کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا (پارہ : ۲۳ ، رکوع : ۱۰)۔ کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک معبود اس نے سارے مشکل کشا حاجت روا فریاد رس ختم کر دیئے ہیں۔ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ یہ ایک عجیب چیز ہے کہ اکیلا خدا تمام کام کرتا ہے۔ تو یہ مسئلہ توحید سے قیامت سے اور رسالت کے مسئلہ سے بدکتے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے قائل تھے۔

اللہ رب العزت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے جھٹلانے سے آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا پس انہوں نے صبر کیا اس کارروائی پر جس میں ان کی تکذیب کی گئی۔ صرف ان کی تکذیب ہی نہیں کی گئی بلکہ وَأُوْذُوْا اور ان کو تکلیف پہنچائی گئی وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور انہوں نے نبیوں کو ناحق قتل کیا۔ زکریاؑ، یحیؑی ،شعیاؑ کو ظالموں نے شہید کر دیا۔

حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا یہاں تک کہ آ گئی ان کے پاس ہماری مدد وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو وہی ہوگا جو رب تعالیٰ کو منظور ہوگا وَلَقَدْ جَآءَكَ اور البتہ تحقیق آئے ہیں آپ کے پاس مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے کچھ حالات کہ ان کو بھی لوگوں نے جھٹلایا اور اذیت دی لہٰذا ان کی باتوں پر صبر کرو برداشت کرو کہ دنیا میں یہ ہوتا رہا ہے وہ اپنا کام کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام کریں۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (۳۵) اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (۳۶) وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۷) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ (۳۸) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۳۹)

لفظی ترجمہ:

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اور اگر ہے شاق آپ پر اِعْرَاضُهُمْ ان

لوگوں کا اعراض کرنا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ پس اگر آپ طاقت رکھتے ہیں اَنْ تَبْتَغِیَ کہ تلاش کرلیں نَفَقًا فِی الْاَرْضِ سرنگ زمین میں اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ یا سیڑھی آسمان میں فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ پس لاکر دیں ان کو کوئی نشانی وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی البتہ جمع کردے ان کو ہدایت پر فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ نادانوں میں سے اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ پختہ بات ہے قبول کرتے ہیں وہ لوگ یَسْمَعُوْنَ جو سنتے ہیں وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ پھر اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً اس بات پر کہ اتار دے کوئی نشانی وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ اور لیکن اکثر ان میں سے لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اور نہیں کوئی چلنے والا جانور فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَا طٰٓئِرٍ اور نہ کوئی پرندہ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ جو اڑتا ہے اپنے دونوں پروں کے ساتھ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مگر وہ بھی امتیں ہیں تمہارے جیسی مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ہم نے نہیں کمی کی کتاب کے بیان کرنے میں کسی شئی کی ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ پھر اپنے رب کی طرف یُحْشَرُوْنَ وہ جمع کئے جائیں گے وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ

لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو صُمٌّ وہ بہرے ہیں وَّبُکْمٌ اور گونگے ہیں فِی الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں مَنْ یَّشَاِ اللّٰہُ جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یُضْلِلْهُ گمراہ کردیتا ہے وَمَنْ یَّشَاْ اور جس کو چاہتا ہے یَجْعَلْهُ ڈال دیتا ہے عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھی راہ پر۔

آیات کا شانِ نزول :

مشرکین مکہ کا ایک بہت بڑا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو کہ ان کے سرداروں اور بااثر افراد پر مشتمل تھا ان کو دیکھ کر اور بھی کافی لوگ جمع ہو گئے کہ سردارانِ قریش جمع ہوئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے یہ کیا پوچھتے ہیں؟ اور وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ مشرکین نے بہت سی باتیں کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہنے لگے کہ آپ کہتے ہیں میرا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ ہے اور میں اس کا پیغمبر ہوں اور قرآن بھی آپ کے اوپر نازل ہوتا ہے لہٰذا اگر آپ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیں تو ہم مختلف قبیلوں کے سردار آپ کے پاس بیٹھے ہیں ہم سب آپ کا کلمہ پڑھ لیں گے اور جب ہم مسلمان ہو جائیں گے تو ہماری اولاد اور ہمارے نوکر چاکر بھی سارے مسلمان ہو جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ کے دل میں طبعی طور پر یہ خیال آیا کہ رب تعالیٰ کے لئے تو یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے وہ چاہے تو دنیا کے تمام پہاڑوں کو سونا بنادے ہمالیہ کو بنادے نانگا پربت کو بنادے جودی پہاڑ کو سونا بنادے وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے ان کا یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو یہ بھی مسلمان ہو جائیں گے اور ان کی نسلیں بھی مومن ہوں گی اور اگر ان کا یہ مطالبہ پورا نہ ہوا تو یہ مزید ضد پر اتر آئیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ فرمائشی معجزہ صادر کرنا منظور نہ کیا وہ حکیم ہے خبیر ہے علیم ہے وہ بہتر جانتا ہے۔ اس کے کاموں کی

حکمتوں کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ البتہ جن کو رب تعالیٰ نے تھوڑی بہت حکمت عطا فرمائی ہے وہ اپنی سمجھ کے مطابق بعض حکمتیں بیان فرماتے ہیں۔

آئمہ کی فہم وفراست :

چنانچہ امام رازیؒ اور امام غزالیؒ، شاہ ولی اللہؒ جیسے کافی بزرگ گزرے ہیں جن کی فہم وفراست ہم سے بہت زیادہ تھی انہوں نے اور ان کے پیروکاروں نے مشرکین مکہ کے اس مطالبہ کو پورا نہ کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کا مطالبہ پورا کردیتے اور صفا کی چٹانیں سونے کی بن جاتیں تو قریب والے لوگ جو وہاں موجود تھے یا اس کے آس پاس کے لوگ تو پیغمبرؑ کی صداقت سمجھتے مگر دور دراز کے لوگ یہ کہتے کہ لوگ جوق در جوق اس لئے مسلمان ہو رہے ہیں کہ اس کے پاس سونا ہے۔ تو پھر قرآن کریم کی خوبی واضح نہ ہوتی اسلام کی حقانیت روشن نہ ہوتی۔ آنحضرت ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا نتیجہ سامنے نہ آتا اور سونے چاندی کے پیچھے تو دنیا دوڑ دوڑ کر جاتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھوکا بھی رکھا فاقے پر فاقے آئے آنحضرت ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے اگر آپ ﷺ کو پہننے کے لئے نیا جوتا نہیں ملا تو پرانی جوتی اپنے ہاتھ سے گانٹھ کر پہن لی۔ کیونکہ اگر آپ کے پاس دولت کے ڈھیر ہوتے تو کہنے والے کہتے کہ بھائی دولت مند ہے اس لئے لوگ ناشتے کے وقت بھی پہنچتے ہیں روٹی کے وقت بھی پہنچ جاتے ہیں اور دولت مندوں کو لوگ ضرورت کی وجہ سے سلام کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ مطالبہ پورا نہ فرمایا کہ صفا پہاڑی سونے کی بن جائے۔ اگرچہ آپ طبعی طور پر چاہتے تھے کہ یہ صنادید قریش (قریش کے سردار) مسلمان ہوجائیں تو اسلام کے لئے مزید دروازے کھل جائیں گے مگر رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا...... وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اور اگر ہے شاق آپ پر اِعْرَاضُهُمْ ان لوگوں کا اعراض کرنا فَإِنِ اسْتَطَعْتَ پس اگر آپ طاقت رکھتے ہیں اَنْ تَبْتَغِيَ کہ تلاش کرلیں نَفَقًا فِي الْأَرْضِ سرنگ زمین میں اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ یا سیڑھی آسمان میں فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ پس لا کر دیں ان کو کوئی نشانی یعنی اگر آپ کے اختیار میں ہے تو ان کا مطالبہ پورا کردے ہماری حکمت میں نہیں ہے۔

کیا انبیاءؑ مختارِ کل ہوتے ہیں؟ :

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم تو ان کا مطالبہ پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر آپ کے بس میں ہے تو ایسا کرلو لیکن آج لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ پیغمبر مختارِ کل ہے ساری کائنات کے اختیارات اس کے پاس ہیں حاشا و کلا کوئی ایسی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنے اختیارات عطا کئے ہیں۔ پیغمبروں کے پاس اختیارات والا عقیدہ عیسائیوں اور رافضیوں کا ہے۔ اور اسلام کے بالکل مدمقابل ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ تمام مخلوق کا خالق بھی وہی ہے اور سارے جہاں کے اختیارات صرف رب تعالیٰ کے پاس ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے اختیارات کسی کے پاس ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتے فرمایا............

بالجبر کسی کو مسلمان کرنا حکمت الٰہی کے خلاف ہے :

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى البتہ جمع کر دے ان کو ہدایت پر۔ جبراً قہراً اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے کر مومن بنا سکتا ہے مگر ایسا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو عقل دی ہے اور نیکی

بدی کرنے کی طاقت بھی دی ہے اور نیکی بدی سمجھانے کے لئے پیغمبر بھیجے کتابیں نازل فرمائیں تعلیم دی پھر ہر دور میں حق کی آواز بلند کرنے والے کھڑے کئے خیر وشر کا راستہ بتایا اس کے بعد جو جس طرف جانا چاہے جائے اور اپنے کئے کے مطابق جزاوسزا پائے۔

ضابطہ خداوندی :

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی (پارہ : ۵) ہم اسے ادھر ہی چلا دیں گے جس راستے پر وہ چلنا چاہے یعنی اس راستے پر چلنے کی طاقت دیں گے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ (پارہ : ۲۸)۔پس جب انہوں نے کجروی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور رب تعالیٰ کا یہ بھی قانون ہے وَالَّذِیْنَ جٰھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (پارہ : ۲۱)۔اور جو لوگ ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔رب تعالیٰ نے بندوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ (پارہ : ۱۵)۔جو اپنے ارادہ اور اختیار سے ایمان لانا چاہے ایمان لائے اور جو اپنے ارادہ اور اختیار سے کفر اختیار کرنا چاہے کفر اختیار کرے۔ فَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ہم نے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں اگر اللہ تعالیٰ جبراً سب کو مسلمان بنا دے تو پھر بندے کا اختیار تو نہ رہا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ سب کو جبراً کافر بنا دے تو پھر اختیار تو ختم ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے بندہ جس طرح کی نیت کرے گا اللہ تعالیٰ اسی طرح کی طاقت عطا کر دیں گے انسان جب تک اپنی حالت خود نہ بدلنا چاہے اللہ تعالیٰ نہیں بدلتے۔سورۃ رعد میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَابِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ

خود اپنی حالت نہ بدلیں تو جبراً ہدایت دینے کا مطلب یہ ہوا کہ انسان، انسان نہ رہیں جن، جن نہ رہیں اور ان سے اختیار سلب کرلیا جائے۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ نادانوں میں سے۔ ان مطالبات کی طرف توجہ ہی نہ دیں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ذریعے امت کو سمجھایا گیا ہے۔ ہرگز جاہلوں میں سے نہ ہو۔ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ پختہ بات ہے قبول کرتے ہیں وہ لوگ جو سنتے ہیں۔ جو قبول کرنے کے لئے سنتے ہیں وہ مانتے ہیں اور محض سننے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا ہے...... صُمٌّ بہرے ہیں بُكْمٌ گونگے ہیں عُمْيٌ اندھے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ کافر بہرے، گونگے اور اندھے ہوتے ہیں بلکہ صُمٌّ کا معنٰی ہے کہ ایسا سننا کہ جس کے بعد وہ قبول کریں حاصل نہیں ہے بُكْمٌ گونگے ہیں۔ حق بات کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ عُمْيٌ اندھے ہیں یعنی حق کی نشانیاں نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ پھر اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے۔

ہر حال میں بعثت کا ہونا :

قیامت کا مسئلہ بھی حق ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے اور رب تعالیٰ کے سامنے پیشی ہے اور جو جس حالت میں مرا ہے اور جہاں مرا ہے اور مرنے کے بعد چاہے دفن کیا گیا ہے یا جلا دیا گیا ہے یا جانور کھا گئے ہیں مچھلیاں کھا گئیں ہیں جہاں بھی ہوگا اٹھے گا اور رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا اور قرآن کریم میں قبور کا لفظ بھی آتا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ (پارہ : ۱۷)۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو قبروں میں ہی اٹھائے گا۔ یہ اہلِ عرب کو سامنے رکھ کر فرمایا کیونکہ قرآن پاک کے اوّل اور بالذات

مخاطب اہلِ عرب ہیں پھر ساری کائنات ہے اور عرب کے لوگ مردوں کو نہ جلاتے تھے اور نہ پانی میں پھینکتے تھے بلکہ دفن کرتے تھے عیسائی یہودی بھی دفن کرتے تھے اور صابئین بھی دفن کرتے تھے اور ان کی پیروی میں مجوسی جو آگ پرست تھے وہ بھی دفن کرتے تھے اور ہندوستان میں ہندو اور سکھ وغیرہ مردوں کو جلاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جن کو آگ میں جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے وہ عذاب سے بچ جائیں گے حاشا وکلا ہرگز ایسا نہیں ہے عذاب ثواب سب کو ہوگا۔

ایک گناہگار مسلمان کا واقعہ :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک آدمی بڑا گنہگار تھا جس کے متعلق یہاں تک آتا ہے کہ مردوں کے کفن بھی چوری کر لیتا تھا مگر تھا اہلِ توحید اور اہلِ اسلام میں سے پہلی امتوں میں سے۔ جب موت قریب آئی تو اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا کَیْفَ اَبَا لُکُمْ یہ تمہارا باپ کیسا ہے؟۔ بیٹوں نے کہا کہ ہمارے حق میں تو بہت اچھا ہے باپ نے کہا کہ تم مجھے حلف دو کہ جو بات میں نے تمہارے ساتھ کرنی ہے کسی کو نہیں بتاؤ گے اور حلف دو کہ اس پر عمل بھی کرو گے بیٹوں نے قسمیں اٹھائیں تو باپ نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور ہڈیوں کو پیس کر میری راکھ کچھ ہوا میں اڑا دینا اور کچھ سمندر میں بہا دینا۔ بیٹے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ ہم کس طرح جلائیں گے جب کہ یہاں جلانے کا رواج تو ہے نہیں اور باپ نے ہمیں قسموں کے ساتھ قابو کر لیا ہے۔ بہر حال جب وہ مرا تو بیٹوں نے اس کو جلایا لوگ اکٹھے ہوئے کہ یہ کیا کر رہے ہو بیٹوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے وصیت کی تھی ہم نے اس پر عمل کیا ہے آگ جب ٹھنڈی ہوئی تو انہوں نے ہڈیوں کو پیسا اور کچھ راکھ ہوا میں اڑا دی اور کچھ

سمندر میں پھینک دی اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کے ایک ایک ذرے کو ضائع ہوئے بغیر جمع کر دے اور سمندر کو حکم دیا کہ اس کے ایک ایک ذرے کو ضائع کئے بغیر جمع کر دے پروردگار نے اپنی قدرت کاملہ سے اچھا بھلا صحیح سالم بندہ بنا کر کھڑا کر دیا اور اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کارروائی کیوں کی ہے؟۔ اس نے کہا تیرے ڈر سے اے پروردگار! کہ تو جانتا ہے کہ میں نے نیکی تو کوئی کی نہیں ہے۔ اور رہوں میں بندہ اور بندوں والا کام میں نے کوئی کیا نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ رب تعالیٰ کے سامنے بندہ ہو کر نہ جاؤں بلکہ راکھ ہو کر جاؤں ۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

تا کہ رب تعالیٰ کو مجھ پر رحم آجائے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

معتزلہ اور عذابِ قبر :

ایک ''معتزلہ'' فرقہ ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ جس کو مچھلیاں کھا گئیں اسکو کس طرح عذاب ہوتا ہے اور جس کو جلا دیا جائے اس کو کس طرح عذاب ہوتا ہے؟۔ جس کو پرندے کھا جائیں اس کو کس طرح عذاب ہوگا؟۔ تو ان شوشوں سے تو عذابِ قبر نہیں ٹل سکتا۔ معاملہ ہے رب تعالیٰ کے ساتھ اور وہ قادرِ مطلق ہے اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے۔ ہم اکٹھے ہو کر آئے ہیں کہ رب تعالیٰ سے کہو صفا کو سونا بنا دے اس طرح کی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی مخالف کو تو صرف بہانہ چاہیے۔ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ

بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً اس بات پر کہ اتار دے کوئی نشانی وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے کہ اگر ہم صفا کو سونا بنا دیں تو دور دراز کے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوں گے کہ اس لئے مسلمان ہو رہے ہیں کہ اس کے پاس سونا ہے لہٰذا اس طرح کی حکمتیں رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اگر تم رب تعالیٰ کی قدرتیں دیکھنا چاہتے ہو تو وہ اور بہت ہیں دیکھ لو۔

"دَآبَّۃٌ" کی تفسیر :

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اور نہیں کوئی چلنے والا جانور فِی الْاَرْضِ زمین میں۔ دو ٹانگوں والا ہو یا چار ٹانگوں والا یا اس سے زیادہ ٹانگوں والا۔ چنانچہ ایک جانور ہے اس کو اَرْبَعَۃُ اَرْبَعُوْنَ کہتے ہیں اسکی بائیس ٹانگیں ایک طرف ہیں اور بائیس ٹانگیں دوسری طرف ہیں اور ایک جانور کو فارسی زبان میں ہزار پائے کہتے ہیں اسکی پانچ سو ٹانگیں ایک طرف ہیں اور پانچ سو ٹانگیں دوسری طرف ہیں اور ایسے بھی ہیں کہ جن کی ایک ٹانگ بھی نہیں ہے اور ٹانگوں والے سے تیز دوڑتے ہیں جیسے سانپ ہے۔ بلکہ علامہ طنطاویؒ فرماتے ہیں کہ سانپ کی بعض ایسی قسمیں ہیں کہ بندوق کی گولی سے بھی تیز چلتے ہیں لہٰذا رب تعالیٰ کی قدرت دیکھنا چاہو تو جانوروں کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھ لو وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دونوں پروں کے ساتھ۔ اڑنے والے پرندوں کو دیکھو ان کو کس نے اڑایا کس نے ان کو پر عطا کیئے فضا کس نے بنائی اور ان پرندوں کو کیسی کیسی شکلیں اور صورتیں عطا فرمائیں جو رب تعالیٰ یہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ صفا کو سونا بھی بنا سکتا ہے جو ماننا چاہے تو اس کے لئے بہت کچھ ہے اور نہ ماننے والے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے فرمایا...... اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ مگر وہ

بھی امتیں ہیں تمہارے جیسی۔اپنا وجود بھی دیکھوان کا وجود بھی دیکھواور رب تعالیٰ کی قدرت پر غور وفکر کرو کہ جو رب یہ کرسکتا ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے یا نہیں کرسکتا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ہم نے نہیں کمی کی کتاب کے بیان کرنے میں کسی شی کی۔ہم نے اصولی طور پر کتاب میں تمام چیزیں بیان کر دی ہیں جزئیات ہی نہیں فرمایا ان کو یاد رکھنا چاہیے ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ پھر اپنے رب کی طرف وہ جمع کئے جائیں گے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو صُمٌّ وہ بہرے ہیں۔ایسا سننا ان کو حاصل نہیں ہے کہ سن کر مان لیں۔ وَّبُكْمٌ اور گونگے ہیں کہ ساری باتیں کرتے ہیں مگر حق بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ فِي الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

ہدایت کا رجوع کرنے والے کو ملنا :

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔اور گمراہ اسے کرتا ہے جو ہدایت کی طرف رجوع نہیں کرتا جب رب تعالیٰ نے نیکی بدی کی طاقت دی ہے پھر یہ نیکی اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔الٹا رب تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے۔ اور ایمان کی بجائے کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو پھر رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلا دیتے ہیں۔ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور جس کو چاہتا ہے ڈال دیتا ہے سیدھی راہ پر۔جو شخص ایمان کی طرف آتا ہے قدم اٹھاتا ہے رب تعالیٰ اس کو صراطِ مستقیم پر چلا دیتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے نیکی بدی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔جبراً اور قہراً رب تعالیٰ کسی سے نہ نیکی کراتا ہے اور نہ بدی اگر اس طرح کرے تو پھر انسان، انسان نہیں۔ جن، جن نہیں بلکہ پتھر ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ
اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴۰) بَلْ اِيَّاهُ
تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ
مَا تُشْرِكُوْنَ (۴۱) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ
يَتَضَرَّعُوْنَ (۴۲) فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا
وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ (۴۳) فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا
اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (۴۴) فَقُطِعَ دَابِرُ
الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
(۴۵) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ
وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ
كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ (۴۶)

لفظی ترجمہ :

قُلْ اَرَءَ یْتَکُمْ آپ کہہ دیں بتاؤ مجھے اِنْ اَتٰکُمْ اگر آجائے تمہارے پاس عَذَابُ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا عذاب اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ یا آجائے تم پر قیامت اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ بلکہ تم اسی کو پکارو گے فَیَکْشِفُ مَا پس وہ دور کرے گا اس تکلیف کو تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ جس کی طرف تم اس کو پکارتے ہو اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے وَتَنْسَوْنَ اور تم بھول جاتے ہو مَا تُشْرِکُوْنَ جن کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجے رسول اِلٰی اُمَمٍ ان امتوں کی طرف مِّنْ قَبْلِکَ جو آپ سے پہلے تھیں فَاَخَذْنٰھُمْ پس پکڑا ہم نے ان لوگوں کو بِالْبَاْسَآءِ مالی پریشانی میں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی پریشانی میں لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ تاکہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی کریں فَلَوْلَآ پس کیوں نہیں ہوا اِذْ جَآءَ ھُمْ جب آیا ان کے پاس بَاْسُنَا ہمارا عذاب تَضَرَّعُوْا تو وہ گڑگڑاتے عاجزی کرتے ہوئے وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ اور لیکن ان کے دل سخت ہوگئے وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اور مزین کردیا شیطان نے ان کے لئے مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اس کارروائی کو جو وہ کرتے تھے فَلَمَّا نَسُوْا پس جب انہوں نے بھلادیا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ اس بات کو جس کی انہیں یاد دہانی کرائی

گئی تھی فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ پس کھول دیئے ہم نے ان پر اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کے دروازے حَتّٰى إِذَا فَرِحُوْا یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے بِمَآ اُوْتُوْآ اس چیز کے ساتھ جو ان کو دی گئی تھی اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ پس اچانک وہ ناامید ہو گئے فَقُطِعَ پس کاٹ دی گئی دَابِرُ جڑ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اس قوم کی جس نے ظلم کیا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بتاؤ تم اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ اگر لے لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان وَاَبْصَارَكُمْ اور تمہاری آنکھیں وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ کون ہے معبود اللہ تعالیٰ کے سوا يَاْتِيْكُمْ بِهٖ جو لائے تمہارے پاس اس چیز کو اُنْظُرْ دیکھ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ کس طرح پھیر پھیر کر ہم بیان کرتے ہیں آیتیں ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر وہ اعراض کرتے ہیں۔

مذمت شرک اور اس کی اقسام :

اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور شرک کی بہت سی قسمیں ہیں اور ان میں سے ایک قسم عامۃ الورود ہے یعنی جو عام پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جب کسی تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو حاجت روا مشکل کشا فریاد رس اور دستگیر سمجھ کر پکارے اور ان سے مرادیں مانگے ایسے ہی لوگوں کو رب تعالیٰ خطاب کر کے فرماتے ہیں...... قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ آپ کہہ دیں بتاؤ مجھے اَرَءَيْتَكُمْ

اَخبِرُوْنِیْ کے معنیٰ میں ہے کہ مجھے بتاؤ مجھے خبر دو میں تم سے پوچھتا ہوں۔ اِنْ اَتٰکُمْ اگر آجائے تمہارے پاس عَذَابُ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا عذاب اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ یا آ جائے تم پر قیامت کیا اس وقت بھی اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے تو بتاؤ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اسی اللہ تعالیٰ کو ہی پکارو گے۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں پکارو گے فَیَکْشِفُ مَا پس وہ دور کرے گا اس تکلیف کو تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ جس کے بارے میں تم اس کو پکارتے ہو اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے۔ کیونکہ وہ مجبور نہیں ہے اگر اس کی مرضی ہوگی تو دور کرے گا۔ وَتَنْسَوْنَ اور تم بھول جاتے ہو مَا تُشْرِکُوْنَ جن کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اس وقت نہ لات یاد رہتا ہے نہ منات نہ عزیٰ نہ ہُبل نہ اور کوئی تو جب اس مشکل گھڑی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں ہے تو اب بھی کوئی نہیں ہے۔ یہ تو مشرکوں کا رد تھا۔

اللہ رب العزت کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ پریشان نہ ہوں پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے گئے ان لوگوں نے بھی اسی طرح کیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجے رسول اِلٰی اُمَمٍ ان امتوں کی طرف مِّنْ قَبْلِکَ جو آپ سے پہلے تھیں۔ تمام امتیں پہلے گزری ہیں یہ تو آخری امت ہے۔

"بَاْسَآءِ، ضَرَّآءِ" علامہ اظہریؒ کی تحقیق :

فَاَخَذْنٰھُمْ پس پکڑا ہم نے ان لوگوں کو بِالْبَاْسَآءِ مالی پریشانی میں

وَالضَّرَّآءِ اور بدنی پریشانی میں۔علامہ اظہریؒ پرانے بزرگوں میں سے ہیں ان کی وفات ۳۷۰ھ میں ہوئی ہے انہوں نے لغت پر کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''فقہ اللغۃ'' اس میں وہ فرماتے ہیں کہ ''باسا'' اس تکلیف کو کہتے ہیں جو انسان کے بدن سے باہر ہو بیرونی طور پر پیش آئے مثلاً سیلاب آجائے یا دشمن کا خطرہ لاحق ہوجائے قحط سالی ہوجائے یا مالی پریشانی ہوجائے یا اشیاءِ ضرورت مہنگی ہوجائیں وغیرہ اور ''ضرآء'' اس تکلیف کو کہتے ہیں جو بدن کے اندر ہوتی ہے مختلف قسم کی بیماریاں جو جسم کے اندر ہوتی ہیں تو رب تعالیٰ نے ان کو مالی پریشانیوں میں بھی مبتلا فرمایا اور بدنی تکلیفوں میں بھی لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ تاکہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی کریں۔انسان جب آسائش اور آرام میں ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتا ہے اور جب پریشانی اور تکلیف میں ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کو بہت اور جلدی یاد کرتا ہے۔بہادر شاہ ظفر مرحوم مظلوم (جس کا سر انگریزوں نے کاٹ کر تھالی میں رکھ کر بھنگڑا ڈالا تھا) نے کیا خوب بات کی ہے

ظفر اسے آدمی نہ جانئے گا خواہ وہ ہو کیسا ہی فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تکلیفوں میں تمہاری دعائیں قبول ہوں تو تم پر لازم ہے کہ راحت اور خوشی کے زمانے میں رب تعالیٰ کو نہ بھولو اور یہاں ایسا ہوتا ہے کہ عام طور پر تو لوگ بھول چوک کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور شادی کے موقع پر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔حالانکہ خوشی کے موقع پر خدا کا زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے کہ اے پروردگار تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ دن نصیب فرمایا ہے۔لیکن ہم ناشکرے ہوگئے ہیں۔اور ہماری عادت

بن گئی ہے کہ ہمیں دولت نصیب ہو جائے تو برے اور غلط کاموں پر خرچ کرتے ہیں اچھے کاموں کے لئے کہو تو پیشانی پہ بل پڑ جاتے ہیں آج سے تقریباً سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے گوجرانوالہ میں ایک مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ میں نے شادی کے موقع پر تین دن کا بل ساٹھ ہزار ادا کیا ہے اندازہ لگاؤ کہ لوگ ایسے موقعوں پر کتنا خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

فَلَوْلَآ اِذْجَآءَ هُمْ پس کیوں نہیں ہوا جب آیا ان کے پاس بَاْسُنَا ہمارا عذاب، ہماری گرفت تَضَرَّعُوْا تو وہ گڑگڑاتے عاجزی کرتے۔ انہوں نے کیوں نہ عاجزی کی وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے۔ اب تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دل ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں زلزلہ آتا ہے لوگ مرتے ہیں سیلاب آتا ہے لوگ بہہ جاتے ہیں سامان بہہ جاتا ہے اور کوئی آفت اور تکلیف آتی ہے کہتے ہیں ٹھیک ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتے عبرت نہیں حاصل کرتے۔

نیک بخت کون؟ :

حدیث پاک میں آیا ہے کہ سَعِیْدٌ مَنْ وُعِظَ لِغَیْرِہٖ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ بے شک طوفان آجائیں اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہم ویسے ہی رہتے ہیں جیسے پہلے تھے سب کچھ دیکھ کر بھی ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں آتی مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ہمارے بزرگوں میں سے تھے۔ پہلے منڈی بہاؤالدین میں مسجد کے خطیب تھے پھر فیصل آباد تشریف لے گئے اور وہاں بھی خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور وہیں انتقال ہوا اپنے مہاجر ساتھیوں کو دیکھا کہ جس طرح وہاں بے دین تھے یہاں بھی اسی طرح بے دین ہیں وہاں بھی حلال حرام کی

تمیز نہیں کرتے تھے اور یہاں بھی نہیں کرتے تو کہنے لگے

زمین بدلی ، زماں بدلا، مکین بدلے، مکاں بدلا

نہ تو بدلا، نہ میں بدلا پھر بدلا تو کیا بدلا

نہ تو ٹس سے مس ہوا اور نہ میں ٹس سے مس ہوا تو جگہ بدلنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ بہر حال قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ جہاں کہیں بھی کسی پر کوئی تکلیف آئے تو مسلمان اس سے عبرت حاصل کرے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے جتنی بھی تکلیفیں آتی ہیں محض اس لئے آتی ہیں کہ انسان انسانیت میں رہے مولانا رومؒ نے کیا خوب فرمایا ہے

نفس ما کمتر از فرعون نیست

ہمارا نفس بھی فرعون سے کم نہیں ہے۔ مگر اس کے پاس تو مال تھا دولت تھی حکومت تھی اور ہم ان چیزوں کے بغیر بھی فرعون بنے ہوئے ہیں۔

شیطان کا برے اعمال کو مزین کر کے پیش کرنا :

فرمایا...... وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اور مزین کر دیا شیطان نے ان کے لئے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس کارروائی کو جو وہ کرتے تھے۔ اپنے برے کاموں کو اچھا سمجھتے تھے او دن رات انہی میں صرف کرتے تھے اور اس پر راضی تھے۔ فَلَمَّا نَسُوْا پس جب انہوں نے بھلا دیا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ اس بات کو جس کی انہیں یاددہانی کرائی گئی تھی کہ ان کو مالی پریشانیوں میں مبتلا کیا بطور نصیحت کے اور بدنی پریشانیوں میں مبتلا کیا کہ ان کو کچھ ہوش آئے سمجھ جائیں لیکن انہوں نے اس سے عبرت حاصل نہ کی تو ہم نے تقدیر کا رخ بدلا۔

فراخی سبب امتحان :

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ پس کھول دیئے ہم نے ان پر اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کے دروازے۔ مال اولاد وغیرہ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے بِمَآ اُوْتُوْآ اس چیز کے ساتھ جو ان کو دی گئی تھی مال اولاد کثرت سے اور اقتدار اور سلطنت اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اس سے معلوم ہوا کہ تنگی کے بعد فراخی ہو تو اس میں بھی رب تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے فراخی کو رب تعالیٰ کی رضا نہ سمجھو اگر شکر ادا نہ کیا تو پھر پکڑ لیتا ہے فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ پس اچانک وہ نا امید ہو گئے۔ پھر اس وقت کہتے ہیں اِنَّا كُنَّا ظٰلِمُوْنَ بے شک ہم ہی ظالم ہیں۔ لیکن جب رب تعالیٰ کی پکڑ میں آ گئے تو اب اپنے آپ کو ظالم کہنے کا کیا فائدہ؟ وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پس کاٹ دی گئی جڑ اس قوم کی جس نے ظلم کیا۔ اگر درخت کی جڑ موجود ہو اور ہو بھی ہری تو امید ہوتی ہے کہ کسی وقت بھی یہ درخت ہرا ہو جائے گا اور جب جڑ ہی کاٹ دی جائے تو اب تو سلسلہ ہی ختم ہو گیا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

بعد از تباہی "الحمد للہ" کہنے کا مطلب :

دیکھو! قوم کی تباہی کے بعد فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تو تباہی کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جتنے بھی اعضاء بنائے ہیں تمام کے تمام قیمتی ہیں خدانخواستہ کوئی عضو ایسا بیمار اور فاسد ہو جائے کہ ڈاکٹر کہیں کہ اس کا کاٹنا ضروری ہے اگر اس کو نہ کاٹا گیا تو دوسرے اعضا کے ضائع

ہونے کا خطرہ ہے تو جب اس عضو کو کاٹ دیا جائے گا تو بیمار بھی کہے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عزیز رشتہ دار بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں گے کہ باقی اعضاء محفوظ ہو گئے ہیں اسی طرح ظالم اور فسادی لوگ پوری انسانیت کے دشمن ہوتے ہیں ان کا تباہ اور ختم ہونا ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے اگر ان کو ختم اور تباہ نہ کیا جائے تو یہ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

زبانِ نبوۃ سے مشرکین کو خطاب :

آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے ذریعے مشرکوں کو فرماتے ہیں...... قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ یہاں اَرَءَيْتُمْ "اَخْبِرُوْنِیْ" کے معنیٰ میں ہے مجھے خبر دو مجھے بتاؤ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ اگر لے لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان۔ اس طرح کہ قوتِ سماعت چھین لے کانوں کے ہوتے ہوئے آدمی سن نہ سکے اور اس طرح بھی ہو سکتا ہے پیشانی کی طرح برابر کر دے۔ وَاَبْصَارَکُمْ اور تمہاری آنکھیں لے لے کہ بینائی چھین لے کیونکہ ایسے لوگ موجود ہیں کہ آنکھیں صحیح ہیں مگر نظر کچھ نہیں آتا یا پیشانی کی طرح برابر کر دے۔ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر۔ کہ دلوں سے بات سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دے پاگل بنا دے کہ تم بات سمجھ ہی نہ سکو تمہاری بصیرت چھین لے مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ کون ہے معبود اللہ تعالیٰ کے سوا یَاْتِیْکُمْ بِہٖ جو لائے تمہارے پاس اس چیز کو کہ کان لا کر تمہیں دے آنکھیں لا کر تمہیں دے، دل لا کر تمہیں دے۔

مومن نما مشرکین کا حال :

مگر معاف رکھنا! آج کل کے مشرکوں نے تو کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ایک کتاب ہے "مداح اعلیٰ حضرت" یہ احمد رضا خان بریلوی کے ایک شیدائی نے لکھی ہے اس میں وہ کہتا ہے ۔

دل میرا ایمان میرا، آنکھیں میری

جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا

کون کہتا ہے مجھے کس نے دیا

جو دیا تو نے دیا احمد رضا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دیکھو! قرآن کریم کے ساتھ کتنی واضح ٹکر ہے غلو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اگر یہ بھی شرک نہیں ہے تو پھر یقین جانو ابوجہل بھی مشرک نہیں تھا کہتا ہے۔

تجھے میں تو مشکل کشا ہی کہوں گا

میری تجھ سے مشکل کشائی ہوئی

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کتنا غلو ہے یہ تو مرید ہے اب پیر کی سنو۔

احد سے احمد، احمد سے تجھ کو

سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

اللہ تعالیٰ نے تمام خدائی اختیارات آنحضرت ﷺ کو عطا کر دیئے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے کن اور مکن کے سارے اختیارات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو عطا کر دیئے ہیں۔ اس لئے گیارہویں نہیں چھوڑتے پھر کہتا ہے۔

ذی تصرف بھی ہے، مختار بھی، ماذون بھی ہے

کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

سورج نہیں نکلتا جب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو سلام نہ کرے ایسے شخص کو امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور اکابر اولیاء سے زیادہ مقام دیتے ہیں اور یہ اس کی اپنی کتابیں ہیں

جن کے میں نے حوالے دیئے ہیں اور میرے پاس موجود ہیں ''حدائق کی بخشش'' وغیرہ۔ مگر تم کسی سے جھگڑا نہ کرنا جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور تشدد سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ صدام کی ضد اور نادانی کی وجہ سے تمیں سے زیادہ حکومتیں اس کو ختم کرنے کے درپے ہوئیں مگر اس کو ختم نہ کر سکیں وہ اگر کویت پر حملہ نہ کرتا تو ساری دنیا کے مسلمان اس کے ساتھ تھے۔ معلوم ہوا کہ تشدد سے معاملات حل نہیں ہوتے۔ لہٰذا کسی سے جھگڑا نہیں کرنا اور عقیدہ قرآن اور حدیث کے مطابق بنانا ہے اور عقیدے میں کسی قسم کی نرمی نہیں کرنی۔

اُنظُرْ دیکھ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ کس طرح پھیر پھیر کر ہم بیان کرتے ہیں آیتیں۔ عقلی دلیلیں، نقلی دلیلیں، آفاق کے دلائل، نفس کے دلائل ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ پھر وہ اعراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۷) وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۴۸) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۴۹) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (۵۱)

لفظی ترجمہ :

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ آپ کہہ دیں مجھے بتاؤ اِنْ اَتٰكُمْ اگر آئے تمہارے پاس عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک اَوْ جَهْرَةً یا کھلے طور پر هَلْ يُهْلَكُ نہیں ہلاک کی جائے گی اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ مگر وہ قوم جو ظالم ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ مگر خوشخبری سنانے والے وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈرانے والے فَمَنْ اٰمَنَ پس جو شخص

ایمان لایا وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کر لی فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ پس نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کو یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ پہنچے گا ان کو عذاب بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ آپ کہہ دیں میں نہیں کہتا تمہیں عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ اور میں نہیں جانتا غیب وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اور میں نہیں کہتا تمہیں کہ میں فرشتہ ہوں اِنْ اَتَّبِعُ میں نہیں پیروی کرتا اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ مگر اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ کیا تم غور و فکر نہیں کرتے۔

ربط :

اس سے پہلے سبق میں تم نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ بتاؤ تم اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَکُمْ اگر لے لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان وَاَبْصَارَکُمْ اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے بغیر کون الٰہ ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا کر دے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں واپس لے لے تو اس کے بغیر کوئی تمہیں دے نہیں سکتا اور اب عذاب کا ذکر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل فرمائے تو اس کو بھی کوئی نہیں روک سکتا اور تمہیں رب تعالیٰ

کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے...... قُلْ اَرَءَ یْتَکُمْ آپ کہہ دیں مجھے بتاؤ اِنْ اَتٰکُمْ اگر آئے تمہارے پاس عَذَابُ اللّٰہِ بَغْتَةً اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک کہ کوئی نشانی ظاہر نہ ہو فوراً آئے اَوْ جَهْرَةً یا کھلے طور پر کہ پہلے کوئی معمولی سی عذاب کی نشانی ظاہر ہو پھر بڑھتے بڑھتے آہستہ آہستہ بڑا عذاب آجائے۔

پیغمبروں کا عذاب کی صورت میں محفوظ رہنا :

یاد رکھنا! جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی موجودگی میں عذاب آئے تو صرف مجرم قوم تباہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اور اس کے ساتھی محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ ہودؑ کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے سات دن ہوا چلائی باقی قوم تباہ ہوگئی ہودؑ اور ان کے ساتھی محفوظ رہے۔ حضرت صالحؑ کی قوم پر عذاب آیا صَيْحَةٌ کے لفظ بھی آئے ہیں اور رَجْفَةٌ کے لفظ بھی آئے ہیں۔ ان پر زلزلہ آیا مجرموں کے کلیجے پھٹ گئے حضرت صالحؑ اور ان کے ساتھی بالکل ٹھیک رہے۔ حضرت لوطؑ کی قوم پر رب تعالیٰ نے پتھر برسائے اور لوطؑ اور ان کی بچیوں کو محفوظ رکھا تو پیغمبروں کی موجودگی میں جب عذاب آتا ہے تو صرف مجرم تباہ ہوتے ہیں۔ پیغمبر اور ان کے ساتھی محفوظ رہتے ہیں۔

پیغمبر کی عدم موجودگی میں سب پر عذاب کا نازل ہونا :

پیغمبر کی عدم موجودگی میں جو عذاب آتا ہے تو اس سے کوئی نہیں بچ سکتا کیونکہ پیغمبر تو موجود نہیں ہے کہ اس کے وجود مسعود کی برکت سے مومن پرہیزگار بچ جائیں اور خصوصاً جب سارے ہی گناہوں میں مبتلا ہوں جیسے ہمارا زمانہ ہے کہ ہم سارے ہی گنہگار ہیں جو اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتا وہ غلطی پر ہے یہ ہماری نادانی ہے کہ ہمیں جب کوئی تکلیف آتی ہے تو کہتے ہیں۔ "رب جانے کس گناہ کی وجہ سے ہے" ایسے معصومانہ

انداز میں گفتگو کرتے ہیں کہ جیسے ہم واقعۃً ہی معصوم ہیں حالانکہ گناہگار ہیں، نمازیں ہماری رہ گئی ہیں، روزے ہمارے چھوٹ گئے ہیں، جھوٹ ہم بولتے ہیں، غیبت ہم کرتے ہیں، حلال حرام کی تمیز ہم نہیں کرتے، شکلیں ہماری مسلمانوں والی نہیں ہیں، وضع قطع ہماری اسلام کے مطابق نہیں ہے۔ تو جب ایسے لوگوں پر عذاب آتا ہے تو سب پر آتا ہے۔ ماشا کوئی نہیں بچ سکتا زلزلہ آئے گا تو سارے دبیں گے سیلاب آئے گا تو سارے بہیں گے نیک بد کی تمیز نہیں ہوگی پتھر برسے تو سب تباہ ہوں گے البتہ قیامت والے دن اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

شاہِ حبشہ کا خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے لشکر کشی کرنا :

بخاری شریف میں حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حبشہ کے بادشاہ کی سربراہی میں جس کا قد چھوٹا اور ٹانگیں بڑی ہوں گی ایک لشکر آئے گا کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے جب یہ لشکر بیداء کے مقام پر پہنچے گا جو مکہ مکرمہ سے باہر ایک میدان ہے تو اللہ تعالیٰ اس لشکر کو زمین میں دھنسا دے گا اس میں کچھ لوگ بچ کر کعبۃ اللہ میں پہنچ جائیں گے گرانے کے لئے وہ جب کعبۃ اللہ کو گرانا شروع کریں گے تو اللہ تعالیٰ اسرافیلؑ کو حکم دیں گے کہ صور پھونک دو اور قیامت برپا ہو جائے گی معلوم ہوا کہ جب تک کعبۃ اللہ موجود ہے دنیا قائم ہے اور جب کعبۃ اللہ نہیں رہے گا دنیا بھی نہیں رہے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا کہ حضرت وہ سارے زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! کہنے لگیں حضرت ان میں وہ بھی تو ہوں گے کہ جن کو وہ ظالم جبراً لائے ہوں گے اور ان کی نیت کعبۃ اللہ کو گرانا اور اس کی توہین کرنا نہیں ہوگی؟ فرمایا ان کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا مگر قیامت والے دن اپنی اپنی نیت کے مطابق

اٹھائے جائیں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَاتَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ (پارہ ۱۲ : ہود)۔ظالموں کے پاس نہ رہو اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو تم بھی نہیں بچ سکو گے فرمایا...... هَلْ یُهْلَکُ نہیں ہلاک کی جائے گی۔ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ مگر وہ قوم جو ظالم ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ مگر خوشخبری سنانے والے کہ ایمان لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے گی قبر کے عذاب سے بچ جاؤ گے میدانِ محشر میں کامیابی ہوگی پل صراط سے آسانی کے ساتھ گزر جاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ وَمُنْذِرِیْنَ اور ڈرانے والے کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے اور اچھے اعمال نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور قبر میں بھی عذاب ہوگا میدان محشر میں ناکام ہو گے اور پل صراط سے گزرتے ہوئے گر کر جہنم میں جاؤ گے اور ہمیشہ دوزخ میں رہو گے۔

ہدایت کا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہونا :

اللہ تعالیٰ ناراض ہوں تو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اِنَّکَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (پارہ : ۲۰ ، قصص)۔اے نبی کریم (ﷺ) بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے اس کو جس کے ساتھ آپ محبت کرتے ہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے پیغمبروں کا کام ہے ڈرانا اور خوشخبری دینا۔ فَمَنْ اٰمَنَ پس جو شخص ایمان لایا وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کر لی۔عمل کے ساتھ محض ایمان نہیں تم جہاں بھی پڑھو گے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر ضرور ہوگا۔

’’خوف‘‘اور’’حزن‘‘میں فرق :

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ پس نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ خوف کا تعلق آئندہ کے ساتھ ہوتا ہے کہ جب وہ جنت میں جائیں گے تو انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا کہ ہم مرجائیں گے یا بیمار ہوں گے یا جنت سے نکالے جائیں گے اور حزن اور غم ہوتا ہے گزشتہ چیز پر تو جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ غم نہیں ہوگا کہ کاش کہ ہم ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے کیونکہ یہ تو وہ تمام کر کے آئے ہوں گے تو وہ اپنے کیۓ پر مطمئن ہوں گے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ پہنچے گا ان کو عذاب، قبر میں بھی اور دوزخ میں بھی بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ پرسوں کے سبق میں بیان ہوا تھا کہ مشرکوں کا ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر صفا کی پہاڑی سونا بن جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا۔

دنیا کے ہوتے ہوئے بھی فقر و فاقہ کو ترجیح دینا :

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا فرمایا...... قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ آپ کہہ دیں میں نہیں کہتا تمہیں عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، میں خزانوں کا مالک ہوں آپ ﷺ نے تو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دو دو تین تین مہینے آپ ﷺ کے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی مہمان آتا تو ساتھیوں سے پوچھتے کہ اس کی خدمت کون کرے گا؟ جو ذمہ لیتا وہ مہمان کو ساتھ لے جاتا۔

آپ ﷺ کے مہمان کا عجیب واقعہ :

چنانچہ ایک دفعہ ایک مہمان آیا آپ ﷺ نے عادت مبارک کے مطابق پوچھا کہ مہمان کی خدمت کون کرے گا مگر مہمان بول پڑا اور کہنے لگا کہ حضرت میں آپ کا مہمان ہوں آپ ﷺ نے اپنے خادم کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ عائشہؓ کے پاس ان سے جا کر کہو کہ گھر میں جو چیز کھانے کی ہے بھیج دو انہوں نے جواب دیا کہ گھر نہ آٹا ہے نہ دانے ہیں نہ کھجوریں ہیں نہ دودھ ہے کوئی چیز کھانے کی گھر میں نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی بیک وقت نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں تمام حجروں سے پتہ کرایا مگر کسی بیوی کے حجرے سے ایک مہمان کا کھانا نہ مل سکا نمازی بیٹھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمام گھروں سے دریافت کیا ہے۔ میرے کسی گھر سے ایک مہمان کا کھانا نہیں مل سکا آپ حضرات میں سے کوئی ہے جو یہ قربانی دے اور میرے مہمان کو کھانا کھلا دے حضرت ابو طلحہؓ نے کہا حضرت میں حاضر ہوں سوچو بھئی! کہ جو دنیا کے خزانوں کے مالک ہوں دوسروں کو کہتے ہیں کہ میرے مہمان کو کھانا کھلا دو۔

ایک سائل کا آپ ﷺ کے ساتھ عجیب سلوک :

ایک موقع پر ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا آپ ﷺ نے اس کو دے دیا کچھ وقفے کے بعد پھر وہ آیا اس وقت بھی جو آپ کے پاس تھا اس کو دے دیا کچھ وقفے کے بعد پھر وہ آیا اس وقت آپ ﷺ کے پاس کچھ نہیں تھا فرمایا کہ آج میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تھا وہ جذباتی کہنے لگا میرے واسطے تمہارے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا...... يَغْضَبُ عَلَيْنَا عَلَى الَّا اَجِدُ مَا اُعْطِيهِ اللہ تعالیٰ کا بندہ اس لئے غصہ کرتا ہے کہ میرے پاس دینے کے لئے شئی کوئی نہیں ہے۔

کیا خزانوں کے مالک کے پاس ایک سائل کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہوتا؟ خزانوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرا اعلان کرنا ہے کہ.........

علام الغیوب صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا ہونا :

وَلَآ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ اور میں نہیں جانتا غیب اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا البتہ آپ ﷺ نے غیب کی خبریں بتائی ہیں جس طرح کہ پارہ : ۱۲ سورہ ہود میں آتا ہے.....تِلۡکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهَاۤ اِلَیۡکَ یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ ﷺ کی طرف بھیجتے ہیں۔ ایک مقام میں آتا ہے..... ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ (پارہ : ۳ ، آل عمران)۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اس کو ہم آپ ﷺ کی طرف وحی کرتے ہیں۔تو اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ کا معنیٰ ہے غیب کی خبریں۔تو غیب اور چیز ہے اور غیب کی خبریں اور چیز ہے۔

اخبار و قصص کا آپ ﷺ کو بتایا جانا :

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو غیب کی خبریں بتائی ہیں کہ مثلاً پہلے پیغمبر اس طرح آئے انہوں نے اس طرح وعظ کیا قوموں کو سمجھایا جب قوموں نے نہ مانا تو وہ اس طرح تباہ ہوئیں اور لوگوں کے ساتھ کیا کیا حالات پیش آئے۔اسی طرح قیامت تک کی موٹی موٹی خبریں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتائیں۔مثلاً یہ کہ دجال ظاہر ہوگا اور حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے اور یاجوج اور ماجوج کی قوم ظاہر ہوگی اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ قبر میں یہ کچھ ہوگا اور میدانِ محشر میں یہ یہ حالات پیش آئیں گے جنت میں یہ ہوگا اور دوزخ میں یہ ہوگا اجمالی طور پر آپ ﷺ نے ان حالات سے آگاہ

فرمایا ہے۔ یہ تمام غیب کی خبریں ہیں اور غیب کی خبریں جتنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہیں وہ کسی اور پیغمبر کو نہیں بتلائیں۔

علم غیب کا معنیٰ :

اور ایک ہے علم غیب، علم غیب تو ایک ذرہ بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ وہ کسی نبی ولی کو حاصل نہیں ہے۔

تبلیغ دین کیلئے جانیوالے وفد کا قصہ :

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے۔ روایت ہے بخاری شریف کی کہ آپ ﷺ کے پاس مختلف قبیلوں کے لوگ آئے کہ آپ ﷺ اپنے ساتھی ہمارے ساتھ بھیجیں تاکہ وہ ہمیں دین کی تعلیم دیں مگر وہ آنے والے لوگ مکار تھے پہلے تو ان کی بولیاں اور تھیں مگر جب وہ اپنے اپنے علاقے کے قریب پہنچے تو ان کی بولیاں بدل گئیں۔ صحابہ کرامؓ کو بھی شک گزرا کہ پہلے تو ان کا مزاج اور تھا اور اب اندازِ گفتگو بدل گیا ہے۔ ان میں ایک لنگڑے صحابی تھے حضرت کعب بن یزیدؓ اگرچہ وہ بھاگ تو نہیں سکتے تھے مگر وہ کہیں چھپ گئے اور باقی انہتر آدمیوں کو انہوں نے شہید کر دیا شہادت سے پہلے ان حضرات نے دعا کی اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّکَ (ﷺ) اے اللہ! ہماری اس مظلومیت کی خبر اپنے نبیؐ کو پہنچا دے کہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ فَجَآءَ جِبْرَائِیْلُ فَاَخْبَرَ النَّبِیَّ (ﷺ) پس حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ تمہارے ساتھی دھوکے کے ساتھ شہید کر دیئے گئے ہیں چنانچہ آپ ایک ماہ تک پریشان رہے اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا تو اپنے ساتھیوں کو ان کے ساتھ کبھی نہ بھیجتے۔

کھانے کا آپ ﷺ کے ساتھ کلام کرنا :

اور سنئے! ہجرت کے ساتویں سال خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے سازش کی کہ آپ ﷺ کی دعوت کی جائے اور کھانے میں زہر ڈال کران کا کام تمام کردیا جائے تاکہ ہماری جان چھوٹ جائے۔ چنانچہ زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملادیا پہلا لقمہ کھانے کے بعد آپ ﷺ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے نے بول کر کہا کہ حضرت مجھ میں زہر ہے مت کھایئے)۔(ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۶۴ ۔ مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۵۴۲) کہ اس میں زہر ہے۔اوراگر چہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے حق میں اس کا ناپاک ارادہ پورا نہ ہو سکا لیکن آپ ﷺ کے ایک صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور جانبر نہ ہو سکے۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۶۴ و مستدرک ج ۳ ص ۲۱۹)۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو علم غیب نہ تھا ورنہ آپ ﷺ ایک صحابی کو بھی نہ مرنے دیتے۔لہٰذا بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک ہے علم غیب یہ صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور ایک ہے غیب کی خبریں وہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو دی ہیں اور فرمایا یہ اعلان بھی کرنا ہے...... وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اور میں نہیں کہتا تمہیں کہ میں فرشتہ ہوں میں آدمؑ کی اولاد ہوں اور پندرہویں پارے میں ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ اے پیغمبر! آپ اعلان کردیں میرا پروردگار پاک ہے هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلاً نہیں ہوں میں مگر بشر رسول اور سورۃ کہف میں ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ آپ ﷺ کہہ دیں پختہ بات ہے میں تمہارے جیسا انسان ہوں یہ قرآن کریم تمہارے سامنے ہے۔خود فیصلہ کرلو کہ آپ انسان تھے یا ملک نوری تھے۔

''آپ ﷺ کا سایہ مبارکہ'' دلائل کی روشنی میں :

مگر وہ فرقے بھی موجود ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں آپ ﷺ کو بشر نہ کہو کیونکہ آپ ﷺ نور ہیں اور دلیل دیتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا یہ بات ان کی بالکل غلط ہے۔ میں نے اپنی کتاب تنقید متین میں صحیح روایت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا اس کتاب کا مطالعہ کر لیں۔ اور جو روایت یہ لوگ پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا اس روایت میں ایک راوی ہے عبدالرحمن بن قیس زعفرانی یہ راوی رافضی تھا اس کے متعلق محدثین کرامؒ فرماتے ہیں...... كَذَّابٌ خَبِيثٌ يَضَعُ الْحَدِيثَ پرلے درجے کا جھوٹا اور خبیث راوی تھا جعلی حدیثیں بناتا تھا تو یہ کذاب اور خبیث راوی کی حدیث ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں صحیح روایات میں موجود ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا۔

دنیا میں آپ ﷺ کو جنت و دوزخ کا نظارہ ہونا :

چنانچہ ایک روایت میں ہے حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا (ترجمہ) آنحضرت ﷺ ایک رات نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر پیچھے ہٹا لیا پس ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اس نماز میں ایسی کارروائی کرتے دیکھا ہے جو آپ ﷺ نے اس سے قبل نہیں کی فرمایا ہاں مجھ پر بلاشبہ جنت پیش کی گئی تو میں نے اس میں اونچے درخت دیکھے جن کے گچھے نیچے کو جھکے ہوئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان سے کچھ لے لوں پس میری طرف وحی آئی کہ پیچھے ہٹ جاسو میں پیچھے ہٹ گیا اور مجھ پر دوزخ پیش کی گئی اور میرے اور تمہارے درمیان تھی یہاں تک کہ اس آگ کی روشنی میں رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا پس میں

نے تمہیں اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ سو میری طرف وحی آئی کہ ان کو ان کی جگہ نکا رہنے دے۔ کیونکہ تو نے اسلام قبول کیا اور انہوں نے بھی، تو نے بھی ہجرت کی اور انہوں نے بھی، تو نے بھی جہاد کیا اور انہوں نے بھی، پس میں تیری ان پر بجز نبوت کے اور کوئی فضیلت نہیں دیکھتا پس میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ میری امت میرے بعد فتنوں میں مبتلا ہوگی (مستدرک حاکم : ج ۴ ص ۴۵۶)۔ اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ تھا جس طرح کہ صحابہ کرامؓ کا سایہ تھا آپ ﷺ بشر تھے۔

لوازماتِ بشریہ کا آپ ﷺ کے بشر ہونے پر دلالت کرنا :

اور تمام لوازمات بشریہ آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ ﷺ کو بھوک پیاس بھی لگتی تھی گرمی سردی بھی لگتی تھی بیمار اور تندرست بھی ہوتے تھے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کیونکہ آپ ﷺ کی کمر اور گھٹنوں میں اتنا درد تھا کہ آپ ﷺ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ کیا فرشتوں کی کمر میں بھی درد ہوتا ہے اور ان کے گھٹنوں میں بھی تکلیف ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا کہ آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں نوری فرشتہ نہیں ہوں انسان ہوں بشر ہوں ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا رتبہ عطا فرمایا ہے کہ اپنی مخلوق میں سے اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ رتبہ اور مقام اور چیز ہے اور ذات اور چیز ہے۔ فرمایا...... اِنْ اَتَّبِعُ میں نہیں پیروی کرتا اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ مگر اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ میں قرآن کی پیروی کرتا ہوں حدیث کی پیروی کرتا ہوں۔ قُلْ آپ کہہ دیں ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا۔ جس طرح یہ برابر نہیں ہیں اسی طرح مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہیں موحد اور مشرک برابر نہیں ہیں سنت پر چلنے والا اور مشرک برابر

نہیں ہیں۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے۔ کتنی موٹی اور واضح باتیں تمہارے سامنے ہیں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ
لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۵۱) وَلَا
تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ
حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ
الظّٰلِمِيْنَ (۵۲) وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ ۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ
بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ (۵۳) وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ
الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ
بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵۴) وَكَذٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (۵۵)

لفظی ترجمہ :

وَاَنْذِرْ بِهٖ اورآپ ڈرائیں اس قرآن کے ذریعے الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ

ان لوگوں کو جو خوف کھاتے ہیں اَنْ یُّحْشَرُوْا اِلٰی رَبِّهِمْ اس بات سے کہ ان کو جمع کیا جائے گا ان کے رب کے پاس لَیْسَ لَهُمْ نہیں ہوگا ان کے لئے مِّنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ کے ورے وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ تاکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ اور مجلس سے دھکیل کر نہ نکال ان لوگوں کو یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ پہلے پہر اور پچھلے پہر یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ نہیں ہے آپ پر ان کے حساب میں سے کچھ بھی وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ اور نہیں ہے آپ کے حساب میں سے ان پر کوئی شئی فَتَطْرُدَهُمْ پس آپ ان کو دھکیل دیں فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تو ہو جائیں گے آپ ناانصافوں میں سے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا اور اسی طرح ہم نے آزمائش میں ڈالا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے لِّیَقُوْلُوْٓا تاکہ کہیں وہ اَهٰٓؤُلَآءِ کیا یہ لوگ ہیں مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے درمیان سے اَلَیْسَ اللّٰهُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ خوب جاننے والا شکرگزاروں کو وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ اور جب آئیں آپ کے پاس وہ لوگ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ پس آپ کہیں سلام ہو تم پر كَتَبَ رَبُّكُمْ

لکھی تمہارے رب نے عَلٰی نَفْسِهِ اپنی ذات پر الرَّحْمَةَ رحمت اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءً بے شک شان یہ ہے جو شخص تم میں سے عمل کرے گا برا بِجَهَالَةٍ نادانی کے ساتھ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر اس نے توبہ کی اس کے بعد وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کی فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں آیتیں وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ اور تا کہ خوب روشن ہو جائے مجرموں کا راستہ۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں تھا کہ میں نہیں پیروی کرتا مگر اس چیز کی جو میری طرف وحی کی گئی ہے اب فرمایا کہ اس وحی قرآن کے ذریعے لوگوں کو ڈرائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَاَنْذِرْ بِهِ اور آپ ڈرائیں اس قرآن کے ذریعے الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ ان لوگوں کو جو خوف کھاتے ہیں اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اس بات سے کہ ان کو جمع کیا جائے گا ان کے رب کے پاس یعنی رب تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی۔

قرآن سمجھنے اور سمجھانے کی فضیلت :

یاد رکھنا! قرآن کریم کو سمجھنا اور پھر آگے سمجھانا بہت بڑی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو جہادِ کبیر فرمایا ہے چنانچہ سورۃ الفرقان میں ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا اور جہاد کریں انکے ساتھ قرآن کریم کے ذریعے بڑا جہاد۔ تو یہاں جہادِ کبیر سے مراد قرآن کریم کی تعلیم ہے اور اس کا سمجھنا سمجھانا مراد ہے قرآن کریم کی نشر و اشاعت کرنا

مراد ہے اور کافروں کے ساتھ جہاد بالسیف کرنا جہادِ اصغر ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کے ذریعے جہاد کرنا جہادِ کبیر ہے۔ لہٰذا تم بھی یہ جہاد کیا کرو اس طرح کہ جو تم پڑھتے ہو اس کو گھروں میں جا کر پڑھایا اور سنایا کرو تو فرمایا کہ ان کو رب تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ نہیں ہوگا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ورے کوئی حمایتی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی کوئی حمایت نہیں کر سکے گا اور اس کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا وَّلَا شَفِيْعٌ اور نہ کوئی سفارشی ہوگا اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی سفارش بھی نہیں کر سکے گا۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔ آنحضرت ﷺ میدانِ محشر میں تمام مخلوق کے لئے سفارش کریں گے تو آپ ﷺ سجدے میں گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف حمد وثنا کریں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوگی پھر سفارش کریں گے، فرمایا...... لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔ کفر سے شرک سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔

کفارِ قریش کو دعوت دینے کا خصوصی انداز :

آگے ایک واقعہ بیان ہوا ہے وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے پروگرام بنایا کہ مکہ مکرمہ کے سرداروں سے براہِ راست ملاقات کی جائے اور ان کو توحید کی، اسلام کی، دین کی دعوت دی جائے ان میں سے بعضوں نے وقت تو دیا مگر آپ ﷺ کی دعوت دین کو قبول نہ کیا اور بعضوں نے وقت ہی نہ دیا اور بہانے بنائے کہ مثلاً سویا ہوا ہے یا یہ کہہ دیا کہ بیمار ہے یا گھر میں نہیں ہے مگر ایک دوسرے موقعہ پر سردارانِ قریش نے آپس میں مشورہ کیا کہ خود اس کے پاس چلتے ہیں اور الٹے سیدھے

مطالبات کر کے اس کو پریشان کرتے ہیں مگر اس کی کوئی بات نہیں مانی۔ آپ علیہ وسلم ﷺ کی مجلس میں غرباء صحابہ کرامؓ بیٹھے رہتے تھے ان کا اپنا کوئی کاروبار نہیں تھا، نہ تجارت، نہ زراعت۔ صاحب حیثیت اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان کو کھانا کھلا دیتے تھے اور یہ صرف آپ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے جیسے حضرت بلالؓ حضرت صہیبؓ حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمارؓ حضرت یاسرؓ حضرت ابوفکیہؓ اور مالی اعتبار سے کمزور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔

سرداران قریش کا تکبر و غرور :

یہ سرداران قریش آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے محمد (ﷺ)! آج ہم آپ کی بات سننے کے لئے آئے ہیں مگر ہماری شرط یہ ہے کہ ہم سرداران کمی (گھٹیا) (معاذ اللہ) قسم کے لوگوں میں بیٹھ کر بات نہیں سنیں گے پہلے ان کو مجلس سے اٹھاؤ پھر ہم بات سنیں گے۔ آنحضرت ﷺ کے دل میں محض خیال ہی پیدا ہوا تھا کہ میں ان لوگوں کی تلاش میں تھا یہ لوگ ملتے نہیں تھے اور آج یہ خود بخود آگئے ہیں لہٰذا ان کے مطالبے کے پیش نظر تھوڑی دیر کے لئے ان ساتھیوں کو مجلس سے اٹھادوں اور یہ میری بات سن لیں تو حرج والی بات نہیں ہے۔ اور شرعی اور فقہی طور پر اس بات کی اجازت بھی ہے کہ مثلاً کوئی استاد اپنے شاگردوں میں سے کسی کو مجلس سے اٹھادے تو وہ اس کا مجاز ہے پیر اگر اپنے مریدوں میں سے کسی کو مجلس سے اٹھادے تو اس کو یہ حق حاصل ہے۔ باپ اپنے بیٹے کو یا کوئی بڑا آدمی اپنے ماتحت کو مجلس سے اٹھادے کسی خاص بات کے لئے تو اس کو یہ حق حاصل ہے۔ تو جب ان حضرات کو یہ حق حاصل ہے تو آنحضرت ﷺ کو تو یہ حق کروڑ درجے زیادہ حاصل ہے آپ ﷺ کا حق بہت زیادہ ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت نے

گوارہ نہ کیا کہ آپ ﷺ یہ حق استعمال فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا مسلمان غرباء کی حوصلہ افزائی کرنا :

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ اور مجلس سے دھکیل کر نہ نکال ان لوگوں کو يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ پہلے پہر اور پچھلے پہر، اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے ان کا مقصود کیا ہے؟ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ نہیں ہے آپ پر ان کے حساب میں سے کچھ بھی وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ اور نہیں ہے آپ کے حساب میں سے ان پر کوئی شئی وہ اپنا حساب دیں گے اور آپ اپنا حساب دیں گے۔ فَتَطْرُدَهُمْ پس آپ ان کو دھکیل دیں فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تو ہو جائیں گے آپ ناانصافوں میں سے۔

غرباء کو مجلس سے نہ اٹھانے میں حکمت :

اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے اس لئے اس نے ایسا نہیں کرنے دیا لیکن اگر اس موقعہ پر ایسا ہو جاتا اور آپ ﷺ شرعی طور پر اٹھا دینے کے مجاز بھی تھے تو پھر قیامت تک امیر کی مجلس اور ہوتی اور غریب کی مجلس اور ہوتی اور غریب امیروں میں کبھی نہ بیٹھ سکتے اور لوگ اس واقعہ کو بطور سند کے پیش کرتے کہ آنحضرت ﷺ نے غریبوں کو مالدار کافروں کے لئے مجلس سے اٹھا دیا تھا۔

غیر مسلموں میں انتہاء درجے کی تفریق پسندی :

اور یہی خرابی آج کل یورپ میں ہے کہ کیا مجال ہے کہ سیاہ فام عیسائی سفید فام عیسائی کے گرجے میں داخل ہو سکے یعنی کالوں کے گرجے الگ ہیں اور گوروں کے

گرجے الگ ہیں کالوں کے سکول الگ ہیں اور گوروں کے سکول الگ ہیں۔ یہاں تک کہ کالا گورے کے ہسپتال سے علاج نہیں کرواسکتا کالا عیسائی گورے عیسائی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھاسکتا اور یہی گورے کالے جب مسلمان ہوجاتے ہیں تو اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھارہے ہوتے ہیں لوگ ان کو دیکھتے ہیں تو بڑا تعجب کرتے ہیں اور اسلام آیا ہی اس تفریق کو مٹانے کے لئے ہے۔ کالوں کا خالق بھی رب ہے اور گوروں کا خالق بھی رب ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے گوارہ نہ کیا کہ غریبوں کو مجلس سے اٹھایا جائے فرمایا ان کا جی چاہتا ہے تو آپ کی بات سنیں اور اگر نہیں چاہتا تو نہ سنیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا اور اسی طرح ہم نے آزمائش میں ڈالا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے۔ کسی کو مال دیا کسی کو شکل وصورت عطا فرمائی کسی کو قدر، کسی کو اولاد، کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ دیا۔ لِيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ تاکہ کہیں وہ لوگ کیا یہ لوگ ہیں مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے درمیان سے۔

کفار کا اعتراض :

کافر کہتے تھے کہ اسلام اگر کوئی سچی چیز ہوتی تو ہمیں کیوں نہ سمجھ آتی صرف ان کو سمجھ آئی اور کیا اسلام کا احسان رب تعالیٰ نے صرف ان پر کیا ہے ہم پر نہیں کر سکتا تھا۔

جواب :

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اَلَيْسَ اللّٰهُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ خوب جاننے والا شکر گزاروں کو۔ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے کہ یہ شکر گزار ہیں اور رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں گو کمزور ہیں تو کہاں یہ اور کہاں تمہارا تکبر اور غرور۔

ذاتِ باری تعالیٰ کا غرباء کی دلجوئی کرنا :

فرمایا...... وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ اور جب آئیں آپ کے پاس وہ لوگ يُؤْمِنُونَ بِاٰيٰتِنَا جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ پس آپ کہیں سلام ہو تم پر۔ یعنی ان کی دلجوئی کے لئے ان کو سلام کریں اللہ تعالیٰ نے غریبوں کے ساتھ کتنی ہمدردی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ کی شان ہے كَتَبَ رَبُّكُمْ لکھی تمہارے رب نے عَلٰى نَفْسِهِ اپنی ذات پر الرَّحْمَةَ رحمت۔ اور یہ اس کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ غریب کو مقام حاصل ہے، فرمایا...... اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءً بے شک شان یہ ہے جو شخص تم میں سے عمل کرے گا برا بِجَهَالَةٍ نادانی کے ساتھ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر اس نے توبہ کی اس کے بعد وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کی۔

کون سی توبہ قابلِ قبول ہے؟ :

محض زبان سے توبہ توبہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جب تک آدمی سچے دل سے توبہ نہ کرے اس طرح کہ اپنی اصلاح کرے اور پھر وہ گناہ نہ کرے اور اگر صرف زبان سے توبہ توبہ کرتا رہے اور ساتھ ساتھ برائی بھی کرتا رہے یہ تو اللہ رب العزت کے ساتھ مذاق ہے۔

''جہالت'' کی تحقیق :

''جہالت'' کا لفظ آیا ہے کہ جہالت کی وجہ سے برائی کی تو جہالت کبھی ابتداء میں ہوتی ہے کہ علم نہیں تھا اور گناہ کر لیا۔ معلوم نہیں تھا کہ یہ گناہ ہے۔ اور ایک جہالت انتہاء کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ مسئلے کا تو علم ہے یہ کام گناہ کا ہے مگر اس کی سزا سے واقف نہیں

ہے کہ اس گناہ پر یہ سزا ملتی ہے اور اگر اس کی سزا سے واقف ہوتا تو کبھی بھی گناہ کا ارتکاب نہ کرتا ان دونوں جہالتوں کا اعتبار ہے۔ فَاِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں آیتیں۔ کیوں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں؟ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ اور تاکہ خوب روشن ہو جائے مجرموں کا راستہ۔ حق و باطل کا امتیاز ہو جائے توحید اور شرک کا فرق واضح ہو جائے سنت اور بدعت کے درمیان امتیاز ہو جائے اور کوئی شخص غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔

قُلْ اِنِّیْ نُھِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَھْوَآءَ کُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ (۵۶) قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَکَذَّبْتُمْ بِہٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ یَقُصُّ الْحَقَّ وَھُوَ خَیْرُ الْفَاصِلِیْنَ (۵۷) قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ (۵۸) وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (۵۹) وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی ثُمَّ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۶۰)

لفظی ترجمہ :

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ آپ (ﷺ) کہہ دیں مجھے منع کیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ اس بات سے کہ میں عبادت کروں تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں نہیں پیروی کروں گا تمہاری خواہشات کی قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا تحقیق میں تو اس وقت بہک جاؤں گا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ اور نہیں ہوں گا میں ہدایت پانے والوں میں سے قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں بے شک واضح دلیل پر ہوں مِّنْ رَّبِّیْ اپنے رب کی طرف سے وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ اور تم نے اس کو جھٹلا دیا ہے مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ نہیں ہے میرے پاس وہ چیز جس کی تم جلدی کرتے ہو اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لئے یَقُصُّ الْحَقَّ وہ بیان کرتا ہے حق کو وَهُوَ خَیْرُ الْفَاصِلِیْنَ اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک اگر میرے پاس ہوتی مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ وہ چیز جس کی تم جلدی کرتے ہو لَقُضِیَ الْاَمْرُ تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا معاملے کا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ اور اسی (اللہ تعالیٰ) کے پاس ہی ہیں غیب کی چابیاں لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ نہیں جانتا ان کو کوئی مگر صرف وہی

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور سمندر میں ہے وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اور نہیں گرتا کوئی پتہ اِلَّا يَعْلَمُهَا مگر وہ اس کو جانتا ہے وَلَا حَبَّةٍ اور نہ کوئی دانہ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ زمین کی تاریکیوں میں ہے وَلَا رَطْبٍ اور نہ کوئی تر چیز وَّلَا يَابِسٍ اور نہ کوئی خشک چیز اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ اس کتاب میں ہے جو واضح کرنے والی ہے وَهُوَ الَّذِيْ اور وہ، وہ ذات ہے يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ جو وفات دیتا ہے تمہیں رات کو (یعنی نیند دیتا ہے رات کو) وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ اور وہ جانتا ہے جو تم کماتے ہو دن کو ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ پھر وہ اٹھاتا ہے تم کو لِيُقْضٰٓى تا کہ طے کیا جائے اَجَلٌ مُّسَمًّى مقررہ میعاد کو ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ پھر اسی کی طرف ہے تمہارا لوٹنا ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں بتلائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وہ کام جو تم کرتے تھے۔

ربط :

مشرکین کے عقائد کے خلاف جب مسائل بیان کیے جاتے تو ان کو بڑی تکلیف ہوتی اور اس سے ان کو بڑا صدمہ ہوتا۔ مسائل حقہ سے ان کو بڑی ضد اور چڑ تھی۔ خصوصاً مسئلہ الٰہ سے کہ جب کہا جاتا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو ان کے دماغ میں چوٹ لگتی سورۃ الصّٰفّٰت میں ہے اِنَّهُمْ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ بے شک جب ان کو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے کوئی معبود نہیں ہے کوئی مسجود نہیں ہے، کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد رس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے تو اکڑتے ہیں،

تکبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا اس نے سب خداؤں کو ایک خدا بنادیا ہے۔

کفار کے وفد کا آپ ﷺ کے پاس آنا اور سوال کرنا :

اسی سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے پاس مکہ مکرمہ کے سرداروں کا ایک وفد آیا وفد خاصا بڑا تھا کہ اس میں ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی شریک تھا اور کچھ آدمی دیکھا دیکھی ساتھ مل گئے اور کچھ حضرات آپ کے پاس پہلے سے بیٹھے تھے ان کے متکلم نے گفتگو شروع کی کہ اے محمد! (ﷺ) مکہ مکرمہ میں لوگ بڑے پیار سے رہ رہے تھے۔ کوئی لڑائی جھگڑا اور اختلاف نہیں تھا جس دن سے آپ نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی رٹ لگائی ہے اس دن سے گھر گھر جھگڑا شروع ہو گیا ہے کہ باپ بیٹے کے خلاف ہے بھائی، بھائی کے خلاف ہے، بیوی خاوند میں اختلاف ہے، اور خسر اور داماد میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کے ذمہ دار صرف آپ ہیں ہم اور طریقے سے بھی علاج کر سکتے ہیں مگر مل بیٹھ کر مسئلہ حل ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے کہ وقت صلح صفائی سے پاس ہو جائے آپ اس طرح کریں کہ ہمارے خداؤں کو تسلیم کر لیں کہ ان سے حاجتیں مانگیں اور ہم آپ کے الٰہ کو پکاریں گے اور اس سے حاجتیں طلب کریں گے۔

اللہ رب العزت کا آپ ﷺ کی طرف سے جواب :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبر! آپ ان کو جواب دیں...... قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ آپ (ﷺ) کہہ دیں مجھے منع کیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ اس بات سے کہ میں عبادت کروں تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں نہیں

پیروی کروں گا تمہاری خواہشات کی، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور الٰہ بناؤں تو قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا تحقیق میں تو اس وقت بہک جاؤں گا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اور نہیں ہوں گا میں ہدایت پانے والوں میں سے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے نبی بنایا اور قرآن نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا میں تمہاری بات کس طرح مان سکتا ہوں؟ اور یہ بات آپ حضرات اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں کہ کافروں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تھا کہ ہم آپ کو نبی ماننے کے لئے تیار ہیں اگر آپ صفا پہاڑی کو سونا بنا دیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا۔ اس وفد میں سے ایک نے کہا کہ خوشی تو آپ دکھا نہیں سکے نہ آپ کی سونے کی کوئی کوٹھی ہے، نہ باغ ہے، نہ پانی کے چشمے ہیں، چلو پھر جس عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو وہی لے آؤ تاکہ تمہارے لئے میدان صاف ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَيِّنَةٍ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں بے شک واضح دلیل پر ہوں مِّنْ رَّبِّیْ اپنے رب کی طرف سے وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ اور تم نے اس کو جھٹلا دیا ہے مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ نہیں ہے میرے پاس وہ عذاب جس کی تم جلدی کرتے ہو اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لئے يَقُصُّ الْحَقَّ وہ بیان کرتا ہے حق کو وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک اگر میرے پاس ہوتی مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ وہ چیز جس کی تم جلدی کرتے ہو لَقُضِیَ الْاَمْرُ تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا معاملے کا بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان۔ اگر میرے پاس عذاب ہوتا تو جب تم نے پہلی مرتبہ انکار کیا تھا اس وقت تم پر نازل کر دیتا مگر رحمت بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور عذاب بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات میں سے ایک رتی کے

برابر بھی کسی کو کچھ نہیں دیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

کفار کا دوسرا سوال :

پھر انہوں نے گفتگو کا رخ بدلا اور کہنے لگے کہ دیکھو نہ تم صفا کو سونا بنا سکے اور نہ ہی تم عذاب لانے پر قادر ہو اور عذاب کی دھمکیاں بھی دیتے ہو چلو پھر ہمیں عذاب کا وقت ہی بتادو۔ آگے اس بات کا جواب ہے فرمایا.....

جواب :

وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ اور اسی (اللہ تعالیٰ) کے پاس ہی ہیں غیب کی چابیاں۔ غیب کے خزانے اور غیب کی چابیاں رب تعالیٰ کے پاس ہیں لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ نہیں جانتا ان کو کوئی مگر صرف وہی۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم پر عذاب کب آئے گا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا وقت بھی نہیں بتایا۔

"مَفَاتِحُ" کی تحقیق :

مَفَاتِحُ ، مِفْتَحٌ کی جمع بھی بن سکتی ہے، اور مِفْتَحٌ کے معنیٰ ہیں "چابی" تو معنیٰ ہوں گے چابیاں رب تعالیٰ کے پاس ہیں اور مَفْتَحٌ کی جمع بھی بن سکتی ہے اور مَفْتَحٌ کے معنیٰ ہیں خزانہ تو اس وقت معنیٰ بنے گا کہ غیب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اور اس سے پہلے رکوع میں تم پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا کہ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ میں غیب نہیں

جاننا۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور جانتا ہے وہ (اللہ) جو کچھ خشکی میں ہے اور سمندر میں ہے۔

بغیر اذنِ الٰہی کے ایک پتے کا بھی حرکت نہ کرسکنا :

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اور نہیں گرتا کوئی پتہ کسی درخت سے اِلَّا يَعْلَمُهَا مگر وہ اس کو جانتا ہے وہ رب تعالیٰ کے علم میں ہے دنیا میں بے شمار درخت ہیں کسی کے پتے چوڑے ہیں کسی کے لمبے ہیں کسی کے موٹے ہیں کسی کے پتلے ہیں جب بھی کوئی گرتا ہے رب تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ وَلَا حَبَّةٍ اور نہ کوئی دانہ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ زمین کی تاریکیوں میں ایسا ہے جو رب تعالیٰ کے علم میں نہ ہو وَلَا رَطْبٍ اور نہ کوئی تر چیز وَّلَا يَابِسٍ اور نہ کوئی خشک چیز اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ اس کتاب میں ہے جو واضح کرنے والی ہے۔

کتابِ مبین سے مراد :

کتابِ مبین سے مراد لوحِ محفوظ ہے، اور لوحِ محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے کیونکہ لوحِ محفوظ میں تو دنیا کی تخلیق سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک کی تمام چیزیں درج ہیں اس سے پہلے کی اور دنیا کے فنا ہونے کے بعد کی باتیں ابد الآباد تک کی وہ لوحِ محفوظ میں نہیں ہیں اور وہ باتیں اس کی نسبت بہت زیادہ ہیں اور وہ تمام رب تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

''نیند'' اللہ تعالیٰ کی نعمت :

وَهُوَ الَّذِي اور وہ، وہ ذات ہے يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ جو وفات دیتا ہے رات کو

(یعنی نیند دیتا ہے رات کو)۔ نیند اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ سورۂ نبا میں ہے وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور نیند کو ہم نے تمہارے لئے موجب آرام بنایا اگر آدمی کو تین چار گھنٹے نیند نہ آئے تو پاگل ہو جائے یا نیم پاگل تو ضرور ہو جائے۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ اور وہ جانتا ہے جو تم کماتے ہو دن کو کہ حلال کی ہے یا حرام کی ہے دین کی کمائی ہے یا دنیا کی سب رب تعالیٰ کے علم میں ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ پھر وہ اٹھاتا ہے تم کو دن میں (صبح کے وقت) نیک بخت وہ لوگ ہیں جو بروقت اٹھتے ہیں۔

شیطان کی انسان کے ساتھ کارروائی :

بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اپنا منتر اور جادو پڑھ کر اس کے سر پر تین گرہیں لگاتا ہے اور کہتا ہے عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ سو جا رات لمبی ہے اگر سحر کے وقت اٹھ کر وضو کیا تو ایک گرہ کھل جائے گی نماز پڑھی۔ دوسری گرہ کھل گئی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تیسری گرہ کھل گئی اور اگر نہ اٹھا تو يَبُوْلُ فِىْ اُذُنَيْهِ اس کے دونوں کانوں میں پیشاب کر کے چلا جاتا ہے اور جو شخص صبح سویرے اٹھتا ہے اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ طِيْبُ نَفْسٍ اس کا نفس ہلکا پھلکا ہوتا ہے خوش خوش ہوتا ہے جو نہ اٹھا اور نماز قضا ہو گئی تو كَسْلَانَ خَبِيْثُ النَّفْسِ بڑا سست اور پلید نفس ہوتا ہے کیونکہ شیطان کے پیشاب نے بھی تو اثر دکھانا ہے۔ لِيُقْضٰى تاکہ طے کیا جائے اَجَلٌ مُّسَمًّى مقررہ میعاد کو ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ پھر اسی کی طرف ہے تمہارا لوٹنا ایک دن قیامت کا دن آنے والا ہے تم نے رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہو گی۔

"خبر" دینے کا مطلب :

ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں بتلائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وہ کام جو تم کرتے تھے۔خبر دینے کا مطلب یہ ہے کہ نیکی بدی کا پورا پورا بدلہ دے گا رب تعالیٰ نے توحید کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور حق پر قائم رہنے کے لئے بڑا زور دیا ہے اللہ تعالیٰ سب کو توحید پر قائم رکھے اور آخرت کے لئے نیکیاں کمانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (۶۱) ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (۶۲) قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (۶۳) قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (۶۴) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (۶۵) وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (۶۶) لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۶۷)

ی ترجمہ :

وَهُوَ الْقَاهِرُ اور وہ غالب ہے فَوْقَ عِبَادِهٖ اپنے بندوں پر وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً اور وہ بھیجتا ہے تم پر نگران حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے کسی ایک پر موت تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کی جان نکالتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ثُمَّ رُدُّوْا پھر وہ لوٹائے جاتے ہیں اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ جو ان کا سچا آقا ہے اَلَا خبردار لَهُ الْحُكْمُ اسی کا حکم ہے وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ اور وہی ہے جلد حساب لینے والا قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ کون تمہیں نجات دیتا ہے مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تَدْعُوْنَهٗ جس کو تم پکارتے ہو تَضَرُّعًا عاجزی سے وَّخُفْيَةً اور آہستہ آہستہ لَئِنْ اَنْجٰنَا البتہ اگر اس نے ہمیں بچالیا مِنْ هٰذِهٖ اس مصیبت سے لَنَكُوْنَنَّ البتہ ضرور ہو جائیں گے ہم مِنَ الشّٰكِرِيْنَ شکرگزاروں میں سے قُلْ آپ کہہ دیں اَللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا اللہ تعالیٰ ہی نجات دیتا ہے اس تکلیف سے وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ اور ہر قسم کی تکلیفوں سے ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ پھر تم شرک کرتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ الْقَادِرُ وہ اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ اس بات پر کہ بھیجے تم پر عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ عذاب تمہارے اوپر سے اَوْ مِنْ

تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے اَوۡ یَلۡبِسَکُمۡ یا تمہیں خلط ملط کردے شِیَعًا مختلف فرقوں میں وَّیُذِیۡقَ بَعۡضَکُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ اور چکھائے تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ اُنۡظُرۡ دیکھ کَیۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ کیسے پھیر پھیر کر ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو لَعَلَّهُمۡ یَفۡقَهُوۡنَ تاکہ وہ سمجھ جائیں وَکَذَّبَ بِهٖ اور جھٹلایا اس قرآنِ کریم کو قَوۡمُکَ تیری قوم نے وَهُوَ الۡحَقُّ حالانکہ وہ قرآنِ پاک حق ہے قُلۡ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں لَّسۡتُ عَلَیۡكُمۡ بِوَكِیۡلٍ نہیں ہوں میں تم پر نگہبان لِکُلِّ نَبَاٍ مُّسۡتَقَرٌّ ہر خبر کے لئے ایک ٹھکانہ ہے وَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ اور عنقریب تم جان لوگے۔

مسئلہ توحید و شرک :

شرک کا رد اور توحید کا اثبات، یہ موضوع چلا آرہا ہے۔ توحید قرآن کے بنیادی مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور مسئلہ توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتا جب تک شرک کا مفہوم نہ سمجھا جائے اس لئے قرآن کریم میں دونوں چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔ شرک کا رد اور توحید کا اثبات، توحید یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اور شرک کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مافوق الاسباب طریقے سے تعلق جوڑا جائے ارشادِ ربانی ہے۔ وَهُوَ الۡقَاهِرُ اور وہ غالب ہے فَوۡقَ عِبَادِهٖ اپنے بندوں پر۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر غالب ہے اس کے حکم سے کوئی سرکشی نہیں کرسکتا۔

"حَفَظَةً" کی تحقیق :

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً اور وہ بھیجتا ہے تم پر نگران۔ حَفَظَةً، حَافِظٌ کی جمع مکسر ہے جس طرح کَفَرَةٌ کَافِرٌ کی جمع ہے اور فَجَرَةٌ فَاجِرٌ کی جمع ہے۔ ایک تفسیر کے مطابق نگران سے مراد کراما کاتبین ہیں جو نیکی بدی لکھتے ہیں سورۃ الانفطار میں آتا ہے وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ☆ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ☆ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں عالی قدر لکھنے والے جو کچھ تم کرتے ہو اسے وہ جانتے ہیں اور سورۃ "ق" میں آتا ہے۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگران اس کے پاس تیار کھڑا ہے جو بات زبان سے نکلتی ہے وہ اسے فوراً لکھ لیتا ہے۔ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ایک فرشتہ دائیں کندھے پر ہے اور ایک بائیں پر موجود رہتا ہے۔ ہمیں ان فرشتوں کے بیٹھنے کا احساس نہیں ہے۔ ہلکے پھلکے رومال کا کندھے کو احساس ہوتا ہے چیونٹی کا کتنا وجود ہے اگر وہ بھی کندھے پر چڑھ جائے تو احساس ہو جاتا ہے مگر فرشتوں کے بیٹھنے کا ہمیں کوئی احساس نہیں ہے۔ حالانکہ جب فجر کی نماز شروع ہوتی ہے تو دو فرشتے آجاتے ہیں اور جب عصر کی نماز شروع ہوگی تو یہ چلے جائیں گے اور دوسرے دو آجائیں گے یہ چار فرشتے دن رات کے انسان کے اعمال لکھتے ہیں۔ وہ اعمال، اقوال ہوں، چاہے افعال ہوں، یا اشارات ہوں انسان جو بھی نیکی بدی کرتا ہے وہ لکھتے ہیں اور جب ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے اور یہ فرشتے رب تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں رب تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ رب تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے مگر ایک طریقہ کار ہے اس کا كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ هُمْ يُصَلُّوْنَ وہ نماز میں مصروف تھے اور اب جب

ہم واپس آئے ہیں تو بھی نماز میں مصروف تھے۔ اس لئے فجر اور عصر کی نماز کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اس وقت فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ انسان دل میں جو نیکی اور بدی کا ارادہ کرتا ہے اس کو فرشتے جانتے ہیں یا نہیں؟۔

جواب :

تو دلوں کے راز فرشتوں کو معلوم نہیں ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو عَلِیْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے۔

دل میں خوشبو یا بدبو کا پیدا ہونا :

تو پھر فرشتے نیکی والے ارادے کی نیکی کس طرح لکھتے ہیں؟ اس کے متعلق امام غزالیؒ نقل فرماتے ہیں کہ انسان کے دل میں جب اچھی چیز کا ارادہ پیدا ہوتا ہے تو فرشتوں کو اس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے جس سے وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا ہے اگر چہ وہ اس نیکی کا تعین نہیں کر سکتے کہ یہ کیا کرتا اور کیا کہنا چاہتا ہے مگر رائحہ طیبہ سے محسوس کر کے لکھ لیتے ہیں اور اگر برے کام کا ارادہ کرے تو اس سے بدبو ظاہر ہوتی ہے جس سے فرشتے سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ اگر چہ وہ اس بدی کا تعین نہیں کر سکتے کہ اس نے کون سی بدی کا ارادہ کیا ہے۔

حضرت عثمانِ غنیؓ کی روایت کے مطابق ”نگران“ کا مفہوم :

ایک تفسیر کے مطابق نگران سے مراد یہ فرشتے ہیں اور دوسری تفسیر کے مطابق

نگران سے مراد وہ فرشتے ہیں جن کا ذکر حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں جب تک اور جن چیزوں سے حفاظت منظور ہوتی ہے یہ کرتے ہیں تو بیس یہ اور چار وہ چوبیس فرشتے ہر انسان کے ساتھ ہیں اور ہر جن کے ساتھ ہیں اس سے فرشتوں کی تعداد کا اندازہ خود لگالو۔

آسمان کا فرشتوں سے بھرا ہوا ہونا :

اس کے علاوہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمان پر چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت نہ کر رہا ہو ساتوں آسمانوں کا یہی حال ہے اور عرش کے آس پاس جو فرشتے ہیں وہ تو شمار میں ہی نہیں آسکتے تو فرشتے اللہ تعالیٰ نے نگران مقرر فرمائے ہیں حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے کسی ایک پر موت تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کی جان نکالتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ جان نکالنے میں جس وقت جس کی جان نکالنی ہوتی ہے اسی وقت نکالتے ہیں اور جس کی جان نکالنی ہوتی ہے اسی کی نکالتے ہیں۔ اور لوگوں نے جو اس طرح کی کہانیاں بنائی ہوئی ہیں کہ ایک آدمی تھا اس کے نام کا ایک اور آدمی تھا۔ فرشتے کو غلطی لگ گئی وہ پہلے کی بجائے دوسرے کی جان نکال کر لے گیا حاشا وکلا ایسی کوئی بات نہیں ہے فرشتے بھول چوک سے پاک ہیں۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا پھر وہ لوٹائے جاتے ہیں اِلَی اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ جو ان کا سچا آقا اور بادشاہ ہے۔

ارواح کا علیین یا سجین میں جانا :

مرنے والے اگر نیک ہیں تو ان کی ارواح کو علیین کے مقام میں پہنچایا جاتا ہے۔ اور اگر بد ہیں تو سجین کے مقام میں پہنچایا جاتا ہے اور جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو روح کو جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے ابھی لوگ قبر سے پیچھے نہیں ہٹتے کہ وہ زندہ ہو چکا ہوتا ہے اور فرشتے اس سے سوال جواب کرتے ہیں۔ مَنْ رَّبُّکَ؟ تیرا رب کون ہے؟۔ مَنْ نَبِیُّکَ؟ تیرا نبی کون ہے؟۔ مَا دِیْنُکَ؟ تو کس دین پر تھا؟۔ اور لوگ جب اسے دفن کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ یہ مجھے دفن کر کے جا رہے ہیں۔ اَلاَ خبردار لَهُ الْحُكْمُ اسی کا حکم ہے وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ اور وہی ہے جلد حساب لینے والا قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ يُنَجِّيْكُمْ کون تمہیں نجات دیتا ہے مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں۔ خشکی کے اندھیرے شیر چیتے بھیڑیئے اور دیگر موذی جانور اور ڈاکوؤں، چوروں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے۔ اور جب تم سمندر کا سفر کرتے ہو کشتیوں پر تو سمندر کے اندھیروں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے؟۔ تَدْعُوْنَهٗ جس کو تم پکارتے ہو تَضَرُّعًا عاجزی سے وَّخُفْيَةً اور آہستہ آہستہ جب تم پریشانی میں مبتلا ہوتے ہو۔

ذکرِ خفی کی فضیلت :

اور حدیث پاک میں آتا ہے خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ بہتر ذکر وہ ہے جو مخفی طور پر ہو صرف ہونٹ ہلیں اور اپنے کان سنیں اور حدیث کے مطابق آہستہ ذکر کرنے کا اجر بلند آواز سے ذکر کرنے سے ستر/۷۰ گنا زیادہ ہے۔ ہاں شریعت نے جہاں بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے وہاں بلند آواز سے کرو جیسے اذان بلند آواز سے کہنی ہے، تکبیر

بلند آواز سے کہنی ہے، عید الاضحیٰ کے موقع پر نویں تاریخ سے لے کر تیرہویں تاریخ تک ہر نماز کے بعد تکبیرات تشریق بلند آواز سے کہنی ہیں اسی طرح تلبیہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ بلند آواز سے کہنا ہے۔ اور جہاں شریعت نے بلند آواز سے کہنے کا حکم نہیں دیا وہاں آہستہ ہی بہتر ہے۔

آئمہ اربعہ کا بیان :

امام ابوحنیفہؒ اور باقی تینوں آئمہ بھی اس مسئلے پر متفق ہیں کہ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ وَالدُّعَآءِ بِدْعَةٌ وَ یُخَالِفُ الْاَمْرَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعا کرنا بدعت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مخالف ہے۔ بعض لوگ دعا اور دعا کی طرف توجہ کرانے کا فرق نہیں سمجھتے۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرو فلاں بیمار ہے اس کی صحت کے لئے دعا کرو یہ دعا کی طرف توجہ دلانا ہے یہ بلند آواز سے کہے گا تو معلوم ہوگا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ اور ایک ہے دعا کرنا۔ مثلاً بارش کے لئے دعا کرنا، مسلمانوں کے لئے دعا کرنا، مجاہدین کی کامیابی کے لئے دعا کرنا، یہ آہستہ کرنی ہے اور ذکر جب بھی کرنا ہے آہستہ کرنا ہے تو فرمایا کہ تم جب پریشان ہوتے ہو تو اسے پکارتے ہو اور کہتے ہو...... لَئِنْ اَنْجٰنَا البتہ اگر اس نے ہمیں بچا لیا مِنْ هٰذِهٖ اس مصیبت سے لَنَكُوْنَنَّ البتہ ضرور ہو جائیں گے ہم مِنَ الشّٰكِرِيْنَ شکر گزاروں میں سے۔ پکا مشرک بھی انتہائی مشکل میں صرف رب تعالیٰ کو پکارتا ہے۔

مشرکین کا انتہائی پریشانی کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنا :

چنانچہ سورۃ عنکبوت میں آتا ہے فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پھر جب سوار ہوئے کشتیوں میں پکارنے لگے اللہ تعالیٰ کو خالص اسی پر رکھ کر اعتقاد، یعنی کشتیوں میں سوار ہونے کے بعد سمجھتے تھے کہ ہم طوفان کے گھیرے میں آ گئے ہیں تو صرف رب تعالیٰ کو پکارتے تھے اور کلمہ پڑھنے والا کہتا ہے ۔

بگرداب بلا افتاد کشتی

مدد کن یا معین الدین چشتی

مصیبت کے چکر میں یعنی پانی کی موجوں میں کشتی پھنس گئی ہے اے معین الدین چشتی مدد کر۔ یہ کلمہ گو مشرک انتہائی مصیبت میں بھی غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ بھائی! کیا شرک کے سینگ ہوتے ہیں؟ شرک بہت بری چیز ہے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا اللہ تعالیٰ ہی نجات دیتا ہے اس تکلیف سے وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ اور ہر قسم کی تکلیفوں سے ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ پھر تم شرک کرتے ہو؟۔ جب تم انتہائی مصیبت میں پھنسے ہوتے ہو تو اس وقت صرف رب تعالیٰ ہی یاد آتا ہے۔ اور جب وہ تمہیں مصیبت سے نجات دے دیتا ہے تو اس وقت تمہیں اور بھی یاد آ جاتے ہیں۔

مختلف قوموں پر عذاب کا تذکرہ :

قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ الْقَادِرُ وہ اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ اس بات پر کہ بھیجے تم پر عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ عذاب تمہارے اوپر سے کہ پتھر برسائے تم پر جس طرح لوطؑ کی قوم پر برسائے تھے یا ہوا آئے اوپر سے جس طرح قومِ عادؑ پر رب تعالیٰ نے ہوا مسلط فرمائی تھی یا بارش کی صورت میں عذاب آئے کہ تم بھی اور تمہارے مکان بھی بہہ جائیں۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے

عذاب آئے، زلزلہ آئے، زمین پھٹ جائے اور تم قارون کی طرح زمین میں دھنس جاؤ۔ اَوْ یَلْبِسَکُمْ یا تمہیں خلط ملط کردے شِیَعًا مختلف فرقوں میں۔ تمہیں آپس میں لڑا کر گروہ در گروہ بنادے۔ وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اور چکھائے تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ۔

آپ ﷺ کا عذاب سے پناہ مانگنا :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے جب یہ الفاظ نازل ہوئے عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ تو آنحضرت ﷺ نے دعا کی اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ اے اللہ! میں تیری ذات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس عذاب سے ہمیں محفوظ رکھنا پھر جب الفاظ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اترے تب بھی آنحضرت ﷺ نے نیچے والے عذاب سے پناہ مانگی آیت کا تیسرا ٹکڑا اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ نسبتاً آسان ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ان تین دعاؤں میں سے اللہ تعالیٰ نے پہلی دو کو منظور کر لیا اور فرقہ بندی کے متعلق دعا قبول نہ ہوئی فرمایا...... اُنْظُرْ دیکھ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ کیسے پھیر پھیر کر ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو لَعَلَّھُمْ یَفْقَھُوْنَ تاکہ وہ سمجھ جائیں وَکَذَّبَ بِہٖ اور جھٹلایا اس قرآنِ کریم کو قَوْمُکَ تیری قوم نے وَھُوَ الْحَقُّ حالانکہ وہ قرآنِ پاک حق ہے۔

پیغمبر کے ذمے صرف پہنچانا ہی ہے یا منوانا بھی :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ نہیں ہوں میں تم پر نگہبان، میں مبلغ ہوں، حق کی بات تم تک پہنچاتا ہوں، منوانا میرے فریضے میں داخل نہیں ہے۔ لِکُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ہر خبر کے لئے ایک ٹھکانہ ہے۔ وقت مقرر ہے جب

اس خبر کا وقت آئے گا وہ پوری ہو جائے گی۔ عذاب کی بھی، ثواب کی بھی، راحت کی بھی اور تکلیف کی بھی۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اور عنقریب تم جان لوگے کہ حق اور توحید کے انکار کرنے کا کیا نتیجہ ہے؟ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۶۸) وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۶۹) وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ ۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (۷۰)

لفظی ترجمہ :

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ اور جب آپ دیکھیں ان لوگوں کو يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا جو عیب جوئی کرتے ہیں ہماری آیتوں میں فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے

اعراض کریں حَتّٰی یَخُوضُوا یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں فِی
حَدِیثٍ غَیرِہٖ کسی اور بات میں وَاِمَّا یُنسِیَنَّکَ الشَّیطٰنُ اور اگر آپ کو
بھلا دے شیطان فَلَا تَقعُد بَعدَ الذِّکرٰی پس آپ (علیہ السلام) نہ بیٹھیں یاد
آ جانے کے بعد مَعَ القَومِ الظّٰلِمِینَ ظالم قوم کے ساتھ وَمَا عَلَی الَّذِینَ
اور نہیں ہے ان لوگوں پر یَتَّقُونَ مِن حِسَابِھِم جو بچتے ہیں ان کے حساب
میں سے مِن شَیءٍ کچھ بھی وَلٰکِن ذِکرٰی اور لیکن نصیحت ہے لَعَلَّھُم
یَتَّقُونَ تا کہ وہ بچ جائیں وَذَرِ الَّذِینَ اور آپ چھوڑ دیں ان لوگوں کو
اتَّخَذُوا دِینَھُم جنہوں نے بنایا اپنے دین کو لَعِبًا وَّلَھوًا کھیل اور تماشا
وَغَرَّتھُمُ الحَیٰوۃُ الدُّنیَا اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے وَذَکِّر
بِہٖ اور آپ نصیحت کریں اس قرآن پاک کے ذریعے اَن تُبسَلَ نَفسٌ کہ نہ
گرفتار کیا جائے کوئی نفس بِمَا کَسَبَت اپنی کمائی کے ساتھ لَیسَ لَھَا نہیں
ہوگا اس نفس کے لئے مِن دُونِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وَلِیٌّ وَّلَا
شَفِیعٌ کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی وَاِن تَعدِل اور اگر وہ فدیہ دے کُلَّ
عَدلٍ پورا فدیہ لَّا یُؤخَذ مِنھَا تو نہیں لیا جائے گا اس سے اُولٰٓئِکَ
الَّذِینَ یہ وہی لوگ ہیں اُبسِلُوا جو گرفتار کئے جائیں گے بِمَا کَسَبُوا اس
کے بدلے میں جو انہوں نے کمایا لَھُم شَرَابٌ ان کے لئے پینا ہوگا مِّن
حَمِیمٍ کھولتے ہوئے پانی سے وَّعَذَابٌ اَلِیمٌ اور عذاب ہوگا دردناک

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ اس لئے کہ وہ انکار کرتے تھے۔

سُوَرِ قرآن کی وجہ تسمیہ :

قرآنِ کریم کی سورتوں کے نام کسی خاص واقعہ اور قصے کی وجہ سے ہوتے ہیں جس کا ذکر سورۃ میں ہوتا ہے۔

سورۃ بقرہ کی وجہ تسمیہ :

مثلاً سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی سورۃ ہے ''البقرہ'' اس کا نام بقرہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بقرہ کے معنٰی گائے کے بھی ہیں اور بیل کے بھی اور سورۃ میں چونکہ بقرہ کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام بقرہ ہے۔

حضرت موسیٰ کے دور کا واقعہ :

واقعہ یوں پیش آیا کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک آدمی قتل ہوا اور قاتلوں کا پتہ نہیں چل رہا تھا مقدمہ موسیٰ کے سامنے پیش کیا گیا موسیٰ نے ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیل ذبح کرو اور اس کا ایک حصہ اس مقتول کو مارو وہ فوراً زندہ ہو کر تمہیں بتائے گا کہ میرا قاتل کون ہے۔ چنانچہ انہوں نے بیل کو ذبح کیا اور اس کا دل نکال کر اس کو مارا تو اس نے زندہ ہو کر بتا دیا کہ میرا قاتل فلاں ہے۔

سورۃ النساء کی وجہ تسمیہ :

اور ایک سورۃ کا نام النسآء ہے۔ نساء کا معنٰی ہے عورتیں چونکہ اس میں عورتوں کے حقوق کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام نساء ہے۔

سورۂ مائدہ کی وجہ تسمیہ :

اور ایک سورۃ کا نام ہے مائدہ اور مائدہ کا معنٰی ہے دستر خوان اس میں چونکہ مائدہ کا ذکر ہے وہ اس طرح کہ حضرت عیسٰیؑ کے حواریوں نے حضرت عیسٰیؑ سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے دستر خوان مانگو جو آسمان سے اترے حضرت عیسٰیؑ نے دعا کی تھی اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما اس لئے اس سورۃ کا نام ''مائدہ'' ہے۔

''اَنعام'' کی تحقیق اور وجہ تسمیہ :

اور اس سورۃ کا نام ''اَنعام'' ہے۔ انعام کے معنٰی ہیں مویشی (ڈنگر) اونٹ بھیڑ، بکری وغیرہ۔

سورۂ عنکبوت کی وجہ تسمیہ :

آگے ایک سورۃ آئے گی اس کا نام ہے عنکبوت۔ ''عنکبوت'' کا معنٰی ہے مکڑی چونکہ اس میں مکڑی کی مثال بیان کی گئی ہے اس وجہ سے اس کا نام عنکبوت ہے غرضیکہ سورتوں کے نام کسی خاص واقعہ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

مشرکین کا سُوَرِ قرآن کا مذاق اڑانا :

لیکن مشرکین مکہ اپنی مجلسوں اور چوپالوں میں قرآن کریم اور سورتوں کا مذاق اڑاتے تھے وہ اس طرح کہ مثلاً ایک کہتا بھائی ''بقرہ'' میری ہے میں اس کا دودھ پیوں گا چونکہ بقرہ کے معنٰی گائے بھی ہیں اور دوسرا کہتا ''مائدہ'' میری ہے چونکہ میں کھانے کا بڑا شوقین ہوں۔ تیسرا کہتا کہ میں عورتوں کا بڑا شوقین ہوں، لہٰذا ''نساء'' میری ہے۔ دوسروں کو کہتے بھائی عنکبوت تمہیں دیں گے۔ اور قرآن کریم میں چونکہ مکھی اور مچھر کا بھی

ذکر ہے۔ چنانچہ مکھی کا ذکر سترہویں پارہ میں آتا ہے کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لئے سب اکٹھے ہو جائیں اور پہلے پارے میں مچھر کا ذکر آتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا مچھر کی یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی تو کبھی اس طرح مذاق اڑاتے کہ دیکھو یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں مکھیوں اور مچھروں کا ذکر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثالیں سمجھانے کے لئے بیان فرمائی ہیں۔

''مخاطب'' کی تعریف :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَاِذَا رَاَیْتَ اے مخاطب جب تو دیکھے۔ ''مخاطب'' سننے والے کو کہتے ہیں اور قیامت تک آنے والا ہر آدمی اس آیت کریمہ کا مخاطب ہے۔ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ ان لوگوں کو جو عیب جوئی کرتے ہیں شغل اور مسخرہ کرتے ہیں فِیْٓ اٰیٰتِنَا ہماری آیتوں میں ہماری آیتوں کے ساتھ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دین کی باتوں کا مذاق اڑائیں ان کے پاس بالکل نہ بیٹھو۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہیں قرآن کریم کے خلاف بات ہو رہی ہو یا حدیث کے خلاف بات ہو رہی ہو اسلام کے خلاف بات ہو رہی ہو تو ایسی مجلس میں بیٹھنا گناہ ہے یہ حکم ہے اور مذاق اڑانے کا گناہ انکار کرنے سے بھی بڑا ہے۔

دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا کفر ہے :

مثلاً مسواک کرنا احادیث سے ثابت ہے اور مستحب ہے کیونکہ مسواک کی حدیثیں خبر واحد ہیں اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے، قطعی نہیں ہوتی لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسواک کی احادیث کو نہیں مانتا تو بڑا گناہگار ہوگا مگر کافر نہیں ہوگا لیکن اگر مسواک کا مذاق اڑائے کہ مثلاً نقل اتارے اور کہے کہ ایسے کرتے ہیں اور ایسے کرتے ہیں تو فوراً کافر ہو جائے گا۔

مونچھ منڈوانے پر مذاق اور امام ابو یوسفؒ کا فیصلہ :

جب کاشغر تک صحیح معنٰی میں اسلامی حکومت قائم تھی جو تقریباً ترپن لاکھ مربع میل رقبہ بنتا ہے قاضی امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے بڑے شاگرد اسلامی حکومت کے چیف جسٹس تھے۔ ان کے دور میں ایک آدمی نے مونچھیں منڈائیں تو دوسرے آدمی نے اس کا مذاق اڑایا کہ تو نے یہ کیا پھاٹک بنوایا ہے۔ پلیٹ فارم بنوایا ہے۔ ان الفاظ کی وجہ سے اس آدمی کے خلاف مقدمہ دائر ہوا اور عدالت نے فیصلہ سنایا کہ اس آدمی نے چونکہ سنت کی توہین کی ہے لہٰذا یہ آدمی کافر ہو گیا ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ دوبارہ کلمہ پڑھے اور دوبارہ نکاح پڑھایا جائے۔

مونچھوں کے متعلق ائمہ کے اقوال :

مونچھوں کے متعلق امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہونٹوں تک قینچی کے ساتھ کاٹنی افضل ہیں اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ استرے کے ساتھ صاف کرنی زیادہ بہتر اور افضل ہیں۔

ایک اور استہزاء کرانے والے کے خلاف مقدمہ :

اسی طرح ایک اور کیس دائر ہوا کہ ایک آدمی کے سامنے آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان ہوئی کہ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُحِبُّ الدُّبَّاءَ کہ آپ ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے اس شخص نے کہا اَمَّا اَنَا لَا اُحِبُّ الدُّبَّاءَ بہرحال مجھے کدو پسند نہیں ہے اس کے ان الفاظ پر مقدمہ دائر ہوا کہ اس نے اس موقع پر جب کہ اس کے سامنے حدیث پیش کی گئی کیوں کہا کہ مجھے کدو پسند نہیں ہے۔ بے شک کسی کو اچھا لگے یا نہ لگے کسی کو کوئی چیز موافق ہوتی ہے اور کسی کو موافق نہیں ہوتی۔ مگر اس موقع پر ایسا کہنے سے اس نے حدیث کا مذاق اڑایا ہے فتویٰ دیا گیا کہ یہ مرتد ہو گیا ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ یاد رکھنا! داڑھی کے ساتھ مذاق، ٹنڈ کے ساتھ مذاق، پنڈلیوں تک چادر، شلوار ہونے کا مذاق یہ سب کفر ہے ایسا کرنے والا مرتد ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے کی تمام نیکیاں ضائع ہو گئیں توبہ کے بعد مسلمان ہوگا تو نیکیوں کی ابتداء ہوگی اور اب حال یہ ہے کہ مذاق ہی رہ گیا ہے تو حکم خداوندی یہ ہے کہ جہاں قرآن و حدیث اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں نہ بیٹھو وہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ اور اگر آپ کو بھلا دے شیطان فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی پس آپ (ﷺ) نہ بیٹھیں یاد آ جانے کے بعد مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم کے ساتھ۔ اور اگر ان کے ساتھ بیٹھے گا تو اس کا حکم پانچویں پارے میں آتا ہے فَاِنَّکَ اِذًا مِّثْلُهُمْ تو اس وقت تو بھی ان کی طرح مجرم ہو گا یہ جو باطل فرقوں کے جلسے ہوتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ ان میں شرکت کرنا گناہ ہے ایسے جلسوں میں صرف وہ جا سکتا ہے جو شخص راسخ العقیدہ مضبوط عمل والا ہو اور دین

کے متعلق پختہ ذہن رکھتا ہو اور ان کے نظریات سننے کے لئے جائے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ تا کہ ان کا جواب دیا جا سکے۔ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ اور نہیں ہے ان لوگوں پر يَتَّقُوْنَ جو بچتے ہیں ان چیزوں سے کہ وہ قرآن وحدیث کا مذاق نہیں اڑاتے اور حق کو سمجھتے اور مانتے ہیں مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ان کے حساب میں سے کچھ بھی نہیں ہے وَلٰكِنْ ذِكْرٰى اور لیکن نصیحت کرنا تو ہے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تا کہ وہ بچ جائیں۔

''لعب اور لہو'' کی تفاسیر :

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ اور آپ چھوڑ دیں ان لوگوں کو جنہوں نے بنایا اپنے دین کو لَعِبًا وَّلَهْوًا کھیل اور تماشا۔ ایک تفسیر کے مطابق یہی دین اسلام مراد ہے کیونکہ یہ دین حق ہے تو سب پر لازم ہے کافروں کے لئے بھی اس کا ماننا لازم اور فرض ہے مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کرتے ہیں کبھی اذان کا کبھی نماز کا کبھی دین کے کسی اور رکن کا مذاق اڑاتے ہیں اور ایک تفسیر یہ بھی کرتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دین ہے جو ان کو پہلے دیا گیا تھا کہ انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا ہے۔ سورۃ انفال میں ہے مَا كَانَ صَلٰوتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً نہیں ہے ان کی نماز مسجد حرام کے پاس مگر تالیاں بجانا اور سیٹیاں مارنا یعنی قوالی کرنا ان کی عبادت ہے۔ جس طرح آج کل لوگ قوالی کو عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے اشعار میں بڑی بڑی خرافات ہوتی ہیں جن کا بیان کرنا بھی گناہ ہے اور سننا بھی گناہ ہے۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے وَذَكِّرْ بِهٖ اور آپ نصیحت کریں اس قرآن پاک کے ذریعے اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ کہ نہ گرفتار کیا جائے کوئی نفس بِمَا كَسَبَتْ اپنی کمائی کے ساتھ کہ اس نے جو بدی کی ہے اس میں گرفتار نہ ہو جائے لَيْسَ لَهَا نہیں ہوگا اس نفس

کے لئے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش بھی نہیں کر سکے گا تیسرے پارے میں ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ وَاِنْ تَعْدِلْ اور اگر وہ فدیہ دے کُلَّ عَدْلٍ پورا فدیہ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا تو نہیں لیا جائے گا اس سے۔ دنیا میں تو ایسا ہوتا ہے کہ لوگ بعض جرائم کا جرمانہ دے کر رہا ہو جاتے ہیں مگر وہاں آخرت میں ایسا نہیں ہوگا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یہ وہی لوگ ہیں اُبْسِلُوْا جو گرفتار کیے جائیں گے بِمَا کَسَبُوْا اس کے بدلے میں جو انہوں نے کمایا۔

جہنمیوں کی شراب :

لَهُمْ شَرَابٌ ان کے لئے پینا ہوگا مِّنْ حَمِیْمٍ کھولتے ہوئے پانی سے۔ وہ اتنا گرم ہوگا کہ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ہونٹوں کو لگے تو ہونٹ جل جائیں گے حلق سے نیچے یَتَجَرَّعُهٗ قطرہ قطرہ کر کے اتاریں گے۔ اتنا گرم ہوگا کہ نیچے اتار نہیں سکیں گے مگر مجبور ہوں گے۔ نیچے اتارنے پر اور چند قطرے جب اندر جائیں گے تو فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ وہ ان کی آنتوں کو کاٹ کر پاخانہ کے راستے سے نکال دے گا پھر آنتیں ان کے اندر ڈالی جائیں گی۔ وَعَذَابٌ اَلِیْمٌ اور عذاب ہوگا دردناک بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ اس لئے کہ وہ انکار کرتے تھے۔ اور کفر کا بدلہ ضرور ملے گا۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ص لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ط قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٧١) وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ط وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (٧٢) وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ط قَوْلُهُ الْحَقُّ ط وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (٧٣)

لفظی ترجمہ :

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں اَنَدْعُوْا کیا ہم پکاریں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا يَنْفَعُنَا اس مخلوق کو جو ہمیں نہ نفع پہنچا سکتی ہے وَلَا يَضُرُّنَا اور نہ نقصان دے سکتی ہے وَنُرَدُّ اور ہم لوٹا دیے جائیں گے عَلٰٓى اَعْقَابِنَا ایڑیوں کے بل بَعْدَ اِذْ هَدٰنَا اللّٰهُ بعد اس کے کہ اللہ

تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے کَالَّذِی اس شخص کی طرح اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ جس کو گمراہ کردیا شیطانوں نے فِی الْاَرْضِ حَيْرَانَ زمین میں حیران ہے لَهٗ اَصْحٰبٌ اس کے ساتھی ہیں يَّدْعُوْنَهٗ جو اس کو بلاتے ہیں اِلَى الْهُدَى ہدایت کی طرف (کہتے ہیں) ائْتِنَا ہماری طرف آجا قُلْ آپ (علیہ السلام) کہہ دیں اِنَّ هُدَى اللّٰهِ بے شک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی هُوَ الْهُدٰى وہ ہدایت ہے وَاُمِرْنَا اور ہمیں حکم دیا گیا ہے لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ ہم جھک جائیں رب العالمین کے سامنے وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو قائم کرو وَاتَّقُوْهُ اور اس سے ڈرو وَهُوَ الَّذِیْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور وہی ذات ہے جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ، وہ ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَيَوْمَ يَقُوْلُ اور جس دن وہ فرمائے گا كُنْ فَيَكُوْنُ ہوجا، پس سب کچھ ہوجائے گا قَوْلُهُ الْحَقُّ اس کی بات سچی ہے وَلَهُ الْمُلْكُ اور اسی کے لئے بادشاہی ہے يَوْمَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ جس دن پھونکا جائے گا صور میں عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ غائب اور حاضر چیزوں کو جاننے والا ہے وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ اور وہی ہے حکمت والا اخبر رکھنے والا۔

آیات کا شانِ نزول :

آنحضرت ﷺ کو حق کی تبلیغ سے روکنے کے لئے مشرکین مکہ نے کئی حربے اختیار کئے آپ ﷺ کے ساتھیوں پر بڑے بڑے ظلم کئے مارا پیٹا انگاروں پر لٹایا شہید کیا۔ آنحضرت ﷺ کو تین سال تک نظر بند رکھا اور ہر طرح کا بائیکاٹ کیا کہ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ چھوڑ دے آپ ﷺ کے پاس خالد بن ولیدؓ کے والد ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ آئے ولید بن مغیرہ بڑا مالدار آدمی تھا اور عتبہ بن ربیعہ کی لڑکیاں بڑی خوبصورت تھیں ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اگر آپ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ چھوڑ دیں تو میں تجھے اتنا مال دینے کو تیار ہوں کہ تیری کئی پشتوں کو کافی ہو جائے گا اور عتبہ بن ربیعہ نے کہا اگر آپ (ﷺ) لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ چھوڑ دیں تو میری جس لڑکی کی طرف اشارہ کریں میں اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دونگا بغیر حق مہر کے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ تو مجھے دولت کی لالچ ہے اور نہ عورتوں کی خواہش ہے۔ میں رب تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اس کا پیغام پہنچاؤں گا چاہے اس میں میری جان چلی جائے۔

مشرکین کا ایک اور وفد دربارِ رسالت میں :

اس کے بعد مشرکوں نے ایک اور وفد تیار کر کے بھیجا کہ اس کے ساتھ صلح صفائی کی بات کرو اور صلح ہوتی ہے کچھ لو اور کچھ دو کے قانون پر۔ چنانچہ اس وفد نے گفتگو شروع کی۔ کہنے لگے اے محمد! (ﷺ) آپ کے آنے سے پہلے یہاں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں تھا جس دن سے آپ نے لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ شروع کی ہے اس دن سے ہر گھر میں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ بھائی، بھائی کا مخالف ہے، خاوند، بیوی سے لڑتا ہے، باپ بیٹا آپس میں لڑ رہے ہیں اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا اس لڑائی کے آپ ذمہ دار ہیں۔ ہم

آپ کے پاس خیر خواہی کے جذبہ کے تحت آئے ہیں یہ جھگڑے اس طرح ختم ہو سکتے ہیں کہ آپ ہمارے خداؤں کو پکاریں اور ہم آپ کے خدا کو پکارتے ہیں تا کہ مل جل کر زندگی بسر کریں۔

مطالباتِ مشرکین کا جواب :

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا جواب دیا اور فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَنَدْعُوْا کیا ہم پکاریں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا یَنْفَعُنَا اس مخلوق کو جو ہمیں نہ نفع پہنچا سکتی ہے وَلَا یَضُرُّنَا اور نہ نقصان دے سکتی ہے۔ لات منات عزیٰ وغیرہ کے پاس کیا ہے کہ ہم ان کو پکاریں وَنُرَدُّ اور ہم لوٹا دیئے جائیں گے عَلٰٓی اَعْقَابِنَا ایڑیوں کے بل۔

سوال :

یہاں پر بظاہر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تو نبوت کے ملنے سے پہلے بھی موحد تھے کیونکہ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے اور پیغمبر معصوم ہوتا ہے اس سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا اور ''لوٹا دیئے جائیں'' سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح پہلے کافر مشرک تھے پھر اس طرح ہو جائیں بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰہُ بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔

جواب :

مفسرین کرامؒ اس کا ایک جواب یہ دیتے ہیں کہ نُرَدُّ میں تغلیب ہے، تغلیب کا مطلب ہے ایک کو دوسرے پر غلبہ دینا جس طرح کہا جاتا ہے ''والدین'' تو دو والد تو

کسی کے نہیں ہیں بلکہ والد کو والدہ پر غلبہ دے کر والدین کہا جاتا ہے اس طرح شمسین دو سورج۔ تو دو سورج تو نہیں ہیں بلکہ سورج کو چاند پر غلبہ دیا گیا ہے مراد سورج اور چاند ہیں یا کہا جاتا ہے قمرین دو چاند تو چاند تو ایک ہے تو یہاں چاند کو سورج پر غلبہ دیا گیا ہے آپ ﷺ نے تو کبھی شرک نہیں کیا مگر اکثر ساتھی تو زمانہ جاہلیت میں شرک میں مبتلا رہے تو ان کو غلبہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم پلٹا دیئے جائیں الٹے پاؤں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔

دوسرا جواب :

دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ کافروں کے زعم اور خیال کے مطابق کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب تک آپ ﷺ نے تبلیغ شروع نہیں کی تھی کافر یہ سمجھتے تھے یہ ہمارے ہیں اور جس دن سے آپ ﷺ نے تبلیغ شروع فرمائی تو کافروں نے یہ سمجھا کہ آج سے یہ ہم سے علیحدہ ہو گئے ہیں تو یہ جواب ان کے خیال کے مطابق دیا گیا ہے حقیقت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ تمہارا خیال ہے کہ میں پہلے تمہارے ساتھ تھا۔ حاشا وکلا ایسا نہیں ہے کہ ہم پلٹا دیئے جائیں الٹے پاؤں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔ كَالَّذِي اس شخص کی طرح اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ جس کو گمراہ کر دیا شیطانوں نے فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ زمین میں حیران ہے لَهٗٓ أَصْحٰبٌ اس کے ساتھی ہیں يَدْعُوْنَهٗ جو اس کو بلاتے ہیں إِلَى الْهُدَى ہدایت کی طرف (کہتے ہیں) ائْتِنَا ہماری طرف آجا۔ اور وہ آتا نہیں یعنی جنگل میں کسی کو جن چمٹ جائے اور وہ آسیب کی وجہ سے بدحواس ہو جائے اور اس کو اس کے ساتھی بلائیں کہ تو ہماری طرف آ مگر اس کے تو ہوش و حواس ہی قائم نہیں ہیں وہ کس طرح آئے گا میں نے تیسرے پارے میں اس کے متعلق

ضروری بحث کی تھی۔

امام سرخسیؒ، ان کی کتاب اور اہلِ سنت کا نظریہ :

امام سرخسیؒ بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں وہ اپنی کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں جو اکیس جلدوں میں ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ بسا اوقات جنات انسان کے وجود میں داخل ہو کر اس کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں لیکن جنات کی بیماری اتنی عام نہیں ہے کہ جتنا ان فراڈیوں نے جو فالوں اور تعویذ گنڈے والوں نے لوگوں کا ذہن بگاڑا ہوا ہے۔ ہر ایک کو کہتے ہیں کہ تیرے اوپر سایہ ہے اور تیرے اوپر جادو ایسی ہے۔ کوئی بات نہیں ہے مسلمان کو اتنا وہمی نہیں ہونا چاہیے۔ سو مریضوں میں سے ایک دو ایسے ہوں گے کہ جن پر جنات کا اثر ہو باقی سب طبعی بیماریاں ہیں۔ بالکل غلط فہمی کا شکار نہ ہونا اچھے خاصے پڑھے لکھے سمجھ دار اس بیماری میں مبتلا ہیں افسروں تک کل دو آدمی میرے پاس آئے کہنے لگے ہم پر وار ہو گیا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کچھ ویسے ذہن بگڑے ہوئے ہیں اور کچھ ان ٹھگ باز تعویذ والوں نے بے ایمان بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے کوئی شئی ہمیں خالص ملتی نہیں خوراک ہماری کھاد والی ہے دودھ مرچ نمک تک ملاوٹ کرتے ہیں۔ پھر صحت کس طرح قائم رہے گی تو زیادہ تر بیماریاں ہیں۔ باقی اثر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ محاورہ ہے خرافات کہ جو باتیں سمجھ نہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں چھوڑو ان خرافات کو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول :

تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا حدیث خرافہ، یہ خرافہ کی بات ہے آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! حدیث خرافہ کا مطلب کیا ہے؟ حضرت

عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا کہ حضرت بڑوں سے میں نے سنا ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو کہہ دیتے ہیں حدیث خرافہ آپ ﷺ نے فرمایا خُرَافَۃُ اِسْمُ رَجُلٍ خرافہ ایک آدمی کا نام ہے اَسَرَتْہُ الْجِنَّاتُ اس کو جنات گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ اور کئی سال تک جنات کے قبضہ میں رہا پھر جنات نے اس کو رہا کر دیا وہ جب واپس آیا تو ایسی باتیں کرتا تھا جو لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تھیں تو اس سے ضرب المثل بن گئی کہ جو بات سمجھ نہ آتی اس کو کہہ دیتے حدیث خرافہ یہ خرافہ کی بات ہے۔ اور اسی سے خرافات کا لفظ نکلا ہے۔ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ بے شک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ھُوَ الْھُدٰی وہ ہدایت ہے وَاُمِرْنَا اور ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اے وفد والو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ ہم جھک جائیں رب العالمین کے سامنے اور ہمیں حکم ہے وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو قائم کرو وَاتَّقُوْہُ اور اس سے ڈرو لہٰذا ہم تمہاری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور یاد رکھو! وَھُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ اور وہی ذات ہے جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ میدانِ محشر میں او ظالمو! تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی وَھُوَ الَّذِیْ اور وہ، وہ ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ، تمہارے لات منات عزیٰ اور دوسرے خداؤں نے کیا پیدا کیا ہے۔ اگر کچھ پیدا کیا ہے تو بتاؤ۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ اور جس دن وہ فرمائے گا کُنْ فَیَکُوْنُ ہو جا، پس سب کچھ ہو جائے گا۔ وہ جس طرح چاہے گا اسی طرح ہو جائے گا جب قیامت برپا کرنا چاہے گا قیامت برپا ہو جائے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی اور جب دوبارہ اٹھانا چاہے گا ساری دنیا اٹھ کھڑی ہو گی۔ قَوْلُہُ الْحَقُّ اس کی بات سچی ہے۔

شاہی صرف اللہ تعالیٰ کی :

وَلَهُ الْمُلْكُ اور اسی کے لئے بادشاہی ہے یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ جس دن پھونکا جائے گا صور میں، اس دن صرف اللہ تعالیٰ کی شاہی ہوگی آج تو دنیا میں میری تیری ہے کہ میری حکومت میری سلطنت میرا اقتدار میری صدارت میری وزارت اس میری تیری نے لوگوں کو تباہ کردیا ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ بتاؤ آج ملک کس کا ہے؟ سب کی طرف سے جواب آئے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اس رب کا ہے جو اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ غائب اور حاضر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا بندوں کی نسبت سے ہے مخلوق کی نسبت سے ہے کہ جو چیز بندوں سے اور اس کی مخلوق سے غائب ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے اور جو چیز حاضر ہے اس کو بھی جانتا ہے یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو غائب ہے اس کو جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ اور وہی ہے حکمت والا خبر رکھنے والا۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔ وہ ہر شئی کے ظاہر، باطن قول، فعل، نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۷۴) وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (۷۵) فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (۷۶) فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ (۷۷) فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۷۸) اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۷۹)

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور جب کہا ابراہیمؑ نے لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اپنے باپ آزر سے اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا کیا تو بناتا ہے بتوں کو اٰلِهَةً معبود اِنِّيْٓ اَرٰىكَ بے

شک میں دیکھتا ہوں تجھے وَقَوْمَكَ اور تیری قوم کو فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کھلی گمراہی میں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ دکھائے ہم نے ابراہیم کو مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عجائبات آسمانوں کے اور زمین کے وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ اور تاکہ ہو جائیں وہ یقین کرنے والوں میں سے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ پس جب تاریکی چھا گئی ان پر رات کی رَاٰ كَوْكَبًا دیکھا اس نے ایک ستارہ قَالَ هٰذَا رَبِّىْ کہا اس نے یہ میرا رب ہے فَلَمَّآ اَفَلَ پس جب وہ غائب ہو گیا قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ کہا میں نہیں پسند کرتا غائب ہو جانے والوں کو فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ پس جب دیکھا انہوں نے چاند کو بَازِغًا چمکتا ہوا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ کہا یہ میرا رب ہے فَلَمَّآ اَفَلَ پس جب وہ غائب ہو گیا قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ کہا اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا پروردگار لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ البتہ ہو جاتا میں بھی گمراہ لوگوں میں سے فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً پس جب دیکھا اس نے سورج کو چمکتا ہوا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ کہا یہ میرا رب ہے هٰذَآ اَكْبَرُ یہ بڑا ہے فَلَمَّآ اَفَلَتْ پس جب وہ بھی غروب ہو گیا قَالَ کہا يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اے میری قوم! بے شک میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ بے شک میں نے متوجہ کر لیا اپنا چہرہ لِلَّذِىْ اس ذات کی طرف فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا

کیا آسمانوں کواور زمین کو حَنِیْفًا اور میں ایک طرف ہونے والا ہوں وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے۔

حضرت ابراہیمؑ کی شاہکار شخصیت :

حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت تمام مذہبوں اور تمام فرقوں میں مسلم تھی اور سب ان کو عقیدت، محبت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے مسلم شخصیت ہونے کی وجہ سے ہر فرقہ اپنی نسبت اور تعلق ان کے ساتھ جوڑتا تھا۔ چنانچہ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیمؑ یہودی تھے، عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیمؑ عیسائی تھے اور مشرکین مکہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ہم میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تیسرے پارے میں ان سب کی تردید فرمائی بڑے صاف الفاظ میں فرمایا...... مَا کَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا وَّ لٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ عیسائی تھے اور لیکن وہ ایک طرف ہو کر رہنے والے مسلمان تھے۔ اور نہ وہ مشرکوں میں سے تھے اور ایک مقام پر صابئین کا لفظ بھی آیا ہے۔

''صابی'' تعریف و تحقیق :

صابی فرقہ پیغمبروں پر ایمان رکھتا تھا اور قیامت کو بھی مانتا تھا اور نماز روزہ کا بھی قائل تھا اور جنت و دوزخ کو بھی مانتا تھا اس کے ساتھ ساتھ کواکب پرستی میں مبتلا تھا کہ ستاروں میں خدائی کرشمے مانتا تھا کہ فلاں ستارے کو یہ اختیار ہے اور فلاں کو یہ اختیار ہے اور فلاں کو یہ اختیار ہے۔

سیاروں، ستاروں میں تاثیر کا ہونا :

یہاں آپ حضرات ایک بات ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں تاثیر رکھی ہے اس کا انکار نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کام میں لگایا ہے، وہ اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ ان میں خدائی اختیارات نہیں ہیں جس طرح سورج اور چاند میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے۔ علم نباتات والے بتاتے ہیں کہ سورج کی حرارت اور تپش کا فصلوں پر اثر پڑتا ہے۔ اور چاند اور ستاروں کی روشنی بھی پھلوں میں مؤثر ہے کہ اس سے پھلوں میں رس اور مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ یہ تاثیر ان میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کا انکار نہیں ہے۔ سورج کی حرارت اور تپش کا کون انکار کرسکتا ہے۔ لیکن خدائی اختیارات کسی میں نہیں ہیں۔ نہ سورج میں نہ چاند میں، نہ ستاروں میں، آج کا سبق بھی شرک کی تردید پر مشتمل ہے۔

''آزر'' ہی ابراہیمؑ کا باپ تھا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ اور جب کہا ابراہیمؑ نے لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اپنے باپ آزر کو قرآنِ کریم نے آزر کو ابراہیمؑ کا باپ کہا ہے۔ اس کے خلاف کوئی قوی اور مضبوط دلیل موجود نہیں ہے ایک دو روایتیں صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں مگر وہ سند کے اعتبار سے انتہائی درجے کی ضعیف ہیں کہ ابراہیمؑ کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر ان کا چچا تھا اور یہ روایتیں اتنی ضعیف ہیں کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں حجت نہیں ہوسکتیں باپ سے کیا کہا اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا کیا تو بناتا ہے بتوں کو اٰلِهَةً معبود۔

''صنم'' کی تحقیق و تفسیر :

اس آیت کی تشریح میں تفسیر ابن جریر طبری تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ صنم کہتے ہیں...... اَلَّذِیْ یُتَّخَذُ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَشَبِ وَالْحَجَرِ وَالْمَدَرِ عَلٰی صُوْرَۃِ الْاِنْسَانِ وَھُوَ الْوَثَنُ اَیْضًا جو بنایا جائے سونے اور چاندی سے اور لکڑی اور پتھر سے اور مٹی سے انسانی شکل پر اور وثن بھی یہی ہے اور اگر انسان کی شکل پر نہ ہو تو اسکو کبھی تو ہیکل کہتے ہیں اور کبھی تمثال کہتے ہیں اور کبھی کسی اور لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرست تھی اپنے بزرگوں کے فوٹو اور تصویریں بنائی ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اصل عقیدت تو ان بزرگوں کے ساتھ تھی جن کی شکلوں پر یہ بت بنائے ہوئے تھے اور انہی کی پوجا کرتے تھے کیونکہ محض پتھر اور لکڑی کی پوجا تو کبھی کسی نے نہیں کی۔

ہندوؤں کا پتھروں کو تراشنا اور بت بنانا :

یہ جو پرانے بزرگ ہیں انہوں نے ہندوؤں کو دیکھا ہوگا کہ وہ رام چندر اور کرشن اور بدھ کی پوجا کرتے تھے اس طرح کہ ایک مَن کا پتھر لے کر اس کو تراشتے کرشن جی کی شکل پر تراشتے تراشتے جب وہ پانچ سیر کا رہ جاتا اور کرشن جی کی شکل بن جاتی یا رام چندر کی شکل بن جاتی یا بدھ کی شکل بن جاتی تو اس کو پوجنا شروع کر دیتے تھے وہ پتھر جب ایک مَن کا تھا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی اس کی کسی نے پوجا نہیں کی اور جب وہ پانچ سیر کا رہ گیا تو اب اس کی پوجا شروع ہوگئی کیونکہ اب وہ کسی کی شکل اختیار کر گیا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ پوجا پتھر کی نہیں بلکہ اس ذات کی ہے جس کی شکل پر اس کو تراشا گیا ہے اسی طرح وہ بیس سیر کی لکڑی میں کوئی کرشمہ نہیں مانتے تھے مگر جب اس کو تراش کر بدھ یا

کرشن جی اور رام چندر کی شکل بنا دیتے تو اس کی پوجا کرتے لہٰذا اصل پوجا تو اس کی ہوئی جس کی شکل پر اس کو تراشا گیا یہ تو محض نشان اور ماڈل ہوتا تھا تو ابراہیمؑ کی قوم نے بزرگوں کے بت بنائے ہوئے تھے جن کی پوجا کرتے تھے فرمایا...... اِنِّیۡۤ اَرٰىكَ بے شک میں دیکھتا ہوں تجھے وَقَوۡمَكَ اور تیری قوم کو فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ کھلی گمراہی میں، یہ بتوں کی پوجا کھلی گمراہی ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ دکھائے ہم نے ابراہیمؑ کو مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ عجائبات آسمانوں کے اور زمین کے وَلِیَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ اور تاکہ ہو جائیں وہ یقین کرنے والوں میں سے، حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرستی کے ساتھ ساتھ کواکب پرستی میں بھی مبتلا تھی کہ ستاروں میں خدائی کرشمے اور قدرتیں مانتے تھے رات کا وقت تھا مجلس لگی ہوئی تھی۔

ابراہیمؑ نے کون سا ستارہ دیکھا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیۡهِ الَّیۡلُ پس جب تاریکی چھا گئی ان پر رات کی رَاٰ كَوۡكَبًا دیکھا اس نے ایک ستارہ۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مشتری تھا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ زحل تھا اور بعض کہتے ہیں کہ زہرہ تھا۔ بہر حال کوئی ستارہ دیکھا تو......

"هٰذَا رَبِّیۡ" کا مفہوم:

قَالَ هٰذَا رَبِّیۡ یہ هٰذَا رَبِّیۡ استفہام ہے معنٰی ہنے گا "کہا اس نے یہ میرا رب ہے؟"۔ ستارے کو رب نہیں کہا کیونکہ استفہام ہے مطلب یہ ہے کہ اے ستاروں کو رب بنانے والو! یہ میرا رب ہے؟۔ فَلَمَّاۤ اَفَلَ پس جب وہ ستارہ غائب ہو گیا قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَ کہا میں نہیں پسند کرتا غائب ہو جانے والوں کو کہ اپنی جگہ پر کھڑا نہیں ہو سکتا میں اس کو رب بنانے کے لئے تیار نہیں ہوں آپ نے قوم کو سمجھایا کہ تم محض

ستارے کی چمک دیکھ کر اسے معبود بناتے ہو حالانکہ یہ تو غائب ہو جانے والی چیز ہے۔ اور جس چیز پر زوال آجائے وہ الٰہ نہیں ہو سکتی۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ پس جب دیکھا انہوں نے چاند کو بَازِغًا چمکتا ہوا کہ یہ ستارے سے زیادہ چمکنے والا ہے قَالَ هٰذَا رَبِّیْ کہا یہ میرا رب ہے، کیا میں اس کو رب بنالوں فَلَمَّآ اَفَلَ پس جب وہ غائب ہو گیا قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِیْ رَبِّیْ کہا اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا پروردگار لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ البتہ ہو جاتا میں بھی گمراہ لوگوں میں سے۔ حضرت ابراہیمؑ نے نہ ستارے کو رب مانا اور نہ ہی چاند کو قوم کے ساتھ مکالمہ تھا اور ان کی تردید کر رہے تھے کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو رب بنالوں جو اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتے اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں تمہارے جیسا گمراہ ہوتا۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً پس جب دیکھا اس نے سورج کو چمکتا ہوا سورج طلوع ہوا دیکھا کہ وہ چاند سے بھی زیادہ منور ہے قَالَ هٰذَا رَبِّیْ کہا یہ میرا رب ہے هٰذَآ اَكْبَرُ یہ بڑا ہے فَلَمَّآ اَفَلَتْ پس جب وہ بھی غروب ہو گیا قَالَ کہا ابراہیمؑ نے يٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اے میری قوم! بے شک میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو، میں تمہاری بت پرستی سے بھی بیزار ہوں اور کواکب میں جو تم خدائی کرشمے مانتے ہو اس سے بھی بیزار ہوں یعنی میں ان کو تسلیم نہیں کرتا۔

جہلاء کا آیاتِ بینہ کے مقابلے میں کہانیاں بنانا :

قرآنِ کریم کی آیات بڑی واضح اور صاف ہیں مگر لوگوں نے بڑی بڑی کہانیاں بنائی ہوئی ہیں، وہ تمام کی تمام جھوٹی اور بے اصل ہیں۔ مثلاً ایک کہانی یہ بنائی ہوئی ہے کہ ابراہیم ابھی دودھ پیتے بچے تھے کہ ان کو والدین ایک غار میں رکھ کر آگئے تھے جبرائیلؑ

ان کو وہیں دودھ پلاتے رہے یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہو گئے اور غار سے باہر آئے تو ایک ستارہ دیکھا کہنے لگے یہ میرا رب ہے پھر اس کے بعد چاند طلوع ہوا تو کہنے لگے یہ میرا رب ہے پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کو رب بنا لیا پھر جب سورج طلوع ہوا اور خوب روشن ہوا تو کہنے لگے، یہ میرا رب ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے۔ حاشا وکلا ثم حاشا وکلا یہ سب کہانیاں ہیں۔ کسی پیغمبر نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی شرک نہیں کیا نہ نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد وہ تو ہر لحظہ اور ہر آن شرک کی تردید کرنے والے ہیں۔ فرمایا......

"فَطَرَ" کی تحقیق :

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ بے شک میں نے متوجہ کر لیا اپنا چہرہ لِلَّذِیْ اس ذات کی طرف فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بغیر نمونے کے۔ "فطور" کا معنٰی ہے بغیر مثال اور نمونے کے کسی شئی کو پیدا کرنا پہلے نہ تو آسمان کا کوئی نمونہ تھا اور نہ زمین کا نمونہ سامنے رکھ کر بنانا آسان ہوتا ہے اسی لئے امریکہ پریشان ہے کیونکہ اس نے افغانستان میں چھتیس میزائل پھینکے ان میں سے کچھ پھٹے اور کچھ نہیں پھٹے تو اس کو پریشانی ہے کہ ان کی کوئی نقل نہ اتار لے کیونکہ نمونہ سامنے آ گیا ہے۔

"حَنِیْفًا" کی تفسیر :

حَنِیْفًا اور میں ایک طرف ہونے والا ہوں میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر نمونے کے پیدا فرمایا حَالَ کَوْنِہٖ حَنِیْفًا اس حال میں کہ میں ایک طرف ہونے والا ہوں میں نہ تو بتوں کا پجاری ہوں نہ ستاروں اور چاند سورج کا اور اے میری برادری! سن لو وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور

نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے۔ اتنی تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت ابراہیمؑ پہلے دور میں یعنی نبوت سے پہلے راستے میں تھے اس لئے انہوں نے ستارے کو بھی رب مانا اور چاند اور سورج کو بھی تو یہ بات بالکل غلط ہے۔

مودودی صاحب کی کج فہمی :

مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں اس قسم کا دعویٰ کیا تھا اگرچہ صریح الفاظ نہیں تھے مگر اس کا مفہوم یہ نکلتا تھا کہ ایک منزل ہوتی ہے اور ایک راستہ ہوتا ہے راستے میں بھٹک جانا اور ہے اور منزل میں بھٹک جانا اور ہے جب ہم نے اس کے خلاف آواز اٹھائی کہ پیغمبر نہ راستے میں بھٹکتا ہے اور نہ منزل میں تو پھر انہوں نے نئے ایڈیشن سے وہ الفاظ نکال دیئے تو حضرت ابراہیمؑ نے واضح اور صاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (۸۰) وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۸۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۸۲)

لفظی ترجمہ :

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ اور جھگڑا کیا ابراہیم سے ان کی قوم نے قَالَ فرمایا ابراہیم نے اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ کیا تم میرے ساتھ جھگڑا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں وَقَدْ هَدٰىنِ اور تحقیق اس نے مجھے ہدایت دی ہے وَلَآ اَخَافُ اور میں نہیں خوف کھاتا مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ ان چیزوں سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا مگر یہ کہ چاہے میرا رب کوئی شئی وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے میرے رب کا علم ہر چیز کو اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے وَكَیْفَ اَخَافُ اور کیسے میں خوف کھاؤں مَآ اَشْرَكْتُمْ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا

ہے وَلَا تَخَافُوْنَ اور تم خوف نہیں کھاتے اَنَّكُمْ بے شک تم نے اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ شریک بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مَا ان چیزوں کو لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا کہ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں تم پر کوئی سند اور دلیل فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ پس دونوں فریقوں میں سے کون اَحَقُّ بِالْاَمْنِ زیادہ حق دار ہے امن کا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہوگا وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہی ہیں ہدایت پانے والے۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر اور قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو تم نے بت پرستی اور کواکب پرستی شروع کی ہوئی ہے اور چاند، سورج، ستاروں میں خدائی کرشمے مانتے ہو یہ بالکل غلط ہے ان میں کوئی رب تعالیٰ والی صفت نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کو جو روشنی عطا فرمائی ہے بس وہی ہے۔ اِنِّیْ اَرٰكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں اور بتوں اور ستاروں کی تردید کرنے کے بعد صاف لفظوں میں فرمایا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ بے شک میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو اور یہ بھی فرمایا کہ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہیں ہوں میں مشرکوں میں سے۔

عقائد کی وجہ سے قومِ ابراہیمؑ کا لڑائی جھگڑا :

صاف ظاہر ہے کہ یہ باتیں ان کے عقیدے پر ضرب کاری تھیں اور عقیدہ، عقیدہ

ہوتا ہے چاہے کسی کا غلط ہو یا صحیح ہو دنیا میں عقیدے سے بڑھ کر کوئی چیز قوی اور مضبوط نہیں ہے۔ تو انہوں نے لڑائی شروع کر دی اس کا ذکر ہے فرمایا...... وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ اور جھگڑا کیا ابراہیمؑ سے ان کی قوم نے ، ان کے ساتھ لڑ پڑے قَالَ فرمایا ابراہیمؑ نے اَتُحَاجُّوْنِّیْ فِی اللّٰهِ کیا تم میرے ساتھ جھگڑا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ میں کہتا ہوں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

"هَدٰنِ" کی تحقیق :

وَقَدْ هَدٰنِ اور تحقیق اس نے مجھے ہدایت دی ہے۔ اصل میں هَدٰنِیْ تھا "ی" گر گئی انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ڈرایا کہنے لگے کہ تو ہمارے معبودوں کی تردید اور توہین کرتا ہے یقین جان ہمارے معبود تجھے تکلیف پہنچائیں گے حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا اور فرمایا...... وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِکُوْنَ بِهٖ اور میں نہیں خوف کھاتا ان چیزوں سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو، مجھے ان کا کوئی خوف اور ڈر نہیں ہے۔ وہ میرا بال بھی ٹیڑھا نہیں کر سکتے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا مگر یہ جو چاہے میرا رب کوئی شے، تو اس سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

حضرت شیخ مدظلہ العالی کے علاقے کا واقعہ :

ہمارے علاقہ میں جہاں میری پیدائش ہوئی ہے لوگ بڑے جاہل تھے اب الحمدللہ! لوگ بڑے سمجھدار ہو گئے ہیں تعلیم آ گئی ہے جہالت کے زمانے میں لوگ بزرگوں کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے اور پہاڑی علاقہ ہے اور پہاڑوں پر چیڑ، دیار اور بیار کے بلند درخت ہیں ان درختوں پر جھنڈے لٹکاتے جو قبروں کے پاس ہوتے تھے میں اس وقت نابالغ تھا اور میرا طالب علمی کا زمانہ تھا حضرت مولانا غلام غوث

ہزارویؒ کی تقریریں سنتا تھا اور ان سے بڑا متاثر تھا وہ تقریروں میں ان جھنڈوں کی بڑی تردید کرتے تھے اور میں درختوں پر چڑھنے کا بھی بڑا ماہر تھا میں ان مشکل درختوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر جھنڈے اتار کر طالب علموں کو دیتا تھا کوئی تو انکو سلوا لیتا تھا اور کوئی قرآن کریم پر غلاف چڑھا دیتا۔ ایک دفعہ میں درخت پر چڑھ کر جھنڈا اتار رہا تھا کہ لوگ آگئے کہنے لگے کہ یہ قبر والا بابا تجھے تکلیف پہنچائے گا چونکہ الحمد للہ! ذہن پختہ تھا میں نے کہا کہ تم مجھے نہ چھیڑو بابا جانے اور میں جانوں تم نے مجھے کچھ نہیں کہنا وہ انتظار میں تھے کہ یہ اب گرے گا اور بابا اس کی ٹانگ توڑ دے گا میں جھنڈے اتار کر نیچے اتر آیا اور وہ دیکھتے رہ گئے کہ اسے کچھ نہیں ہوا۔

چڑھاوے کے متعلق فقہی مسئلہ :

اس کے متعلق فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ لوگ قبروں پر جو کچھ چڑھاوا چڑھاتے ہیں مثلاً تیل ہے موم بتی ہے، کپڑا وغیرہ مختلف چیزیں ہوتی ہیں ان کا لینا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ چیزیں اس کی ملک ہیں جو شخص چڑھاوا چڑھا کر گیا ہے شرعی طور پر ان کو اور کوئی نہیں لے سکتا اور جہاں فتنے اور جھگڑے کا خطرہ ہو وہاں چھیڑ چھاڑ بھی نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر اقتدار اپنے پاس ہو اور جھگڑے کا خطرہ نہ ہو تو پھر ان چیزوں کو مٹانا ضروری ہے۔ اور عوام الناس کو ایسی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا۔

مشرکین کا ابراہیمؑ کو ڈرانا :

تو ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ڈرایا کہ یہ ہمارے معبود تجھے تکلیف پہنچائیں گے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے شریکوں سے نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا رب کچھ

چاہے تو وہ علیحدہ بات ہے۔ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے میرے رب کا علم ہر چیز کو اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، او ظالمو! وَكَیْفَ اَخَافُ اور کیسے میں خوف کھاؤں مَا اَشْرَكْتُمْ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا ہے وَلَا تَخَافُوْنَ اور تم خوف نہیں کھاتے اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ بے شک تم نے شریک بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ان چیزوں کو کہ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں تم پر کوئی سند اور دلیل۔ او ظالمو! تم نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہوئے ہیں کہ جن کے شریک ہونے پر تمہارے پاس کوئی سند اور دلیل نہیں ہے۔ اور اس حرکت پر خدا سے نہیں ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ کتنا ناراض ہے اور اس کی پکڑ کتنی سخت ہوگی اور مجھے تم بناوٹی خداؤں سے ڈراتے ہو۔

مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا :

اور یہ بات میں آپ حضرات کے سامنے کئی بار بیان کر چکا ہوں کہ مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا وہ رب تعالیٰ کے وجود کا قائل ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کو سب پر غالب اور قاہر مانتے ہوئے اس سے نیچے نیچے اپنے لئے اور سہارے تلاش کرتا ہے اور ظاہر طور پر دیکھا جائے تو مشرک کی رب تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت نظر آتی ہے۔ چنانچہ آٹھویں پارے میں آئے گا ان شا اللہ تعالیٰ اگر زندگی نے ساتھ دیا تو آپ حضرات پڑھیں گے کہ مشرک اپنی پیداوار میں سے رب تعالیٰ کا حصہ بھی نکالتے تھے اور اپنے بنائے ہوئے شریکوں کا حصہ بھی نکالتے تھے اور کہتے تھے کہ هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال سے وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کا حصہ ہے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ

پس وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کی طرف وَمَا كَانَ لِلّٰهِ اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآءِهِمْ پس وہ پہنچتا ہے ان کے شریکوں کی طرف۔ دیکھو! رب تعالیٰ کا حصہ پہلے نکالتے پھر اپنے شریکوں کا۔

مشرکین کا اور خداؤں کے علاوہ رب تعالیٰ کو غنی سمجھنا :

پھر عجیب بات ہے کہ جو ڈھیری رب تعالیٰ کی ہوتی تھی اگر اس میں سے کچھ دانے شریکوں والی ڈھیری میں مل جاتے تو اس سے الگ نہیں کرتے تھے کہتے کہ رب تعالیٰ محتاج نہیں ہے اور یہ محتاج ہیں۔ اور اگر شریکوں کی ڈھیری میں سے کچھ دانے رب تعالیٰ کی ڈھیری میں مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے کہ رب تو غنی ہے۔ اور یہ محتاج ہیں اس سے اندازہ لگاؤ کہ مشرک کتنا قائل ہے رب تعالیٰ کے وجود کا اور رب تعالیٰ کو کتنا بڑا سمجھتا ہے۔

مشرکین کے خود ساختہ دلائل :

اور مشرک یہ بھی کہتے تھے کہ ہم ان کی پوجا ان کو رب سمجھ کر تو نہیں کرتے بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے بغیر ہماری اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے۔ اور ہم بہت پست ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (پارہ: ۱۱)۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں پھر مثالیں دیتے کہ ملک کے صدر کو ملنے کے لئے گورنر، وزیر اعلیٰ، ڈی، سی کی ضرورت پڑتی ہے۔ یا ایم، این، اے یا ایم، پی، اے کی ضرورت پڑتی ہے۔ براہِ راست کون مل سکتا ہے؟۔ مکان کی چھت پر جانے کے لئے سیڑھی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے اس طرح کی مثالیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے چودھویں پارے میں اس کا جواب دیا فرمایا......

فَلاَ تَضرِبُوا لِلّٰہِ الاَمثَالَ پس نہ بیان کرو اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں اِنَّ اللّٰہَ یَعلَمُ وَ اَنتُم لاَتَعلَمُونَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔صدر کو تم پہلے مطمئن کرو گے کہ گولی مارنے کے لئے نہیں آرہے۔پھر اپنے حالات اور ضرورت بتاؤ گے کیونکہ وہ عالم الغیب نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو تو تمہاری حاجتوں اور ضرورتوں کا علم ہے اس کو سفارشیوں کے ذریعے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔اور رہا مسئلہ سیڑھیوں کا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... نَحنُ اَقرَبُ اِلَیہِ مِن حَبلِ الوَرِیدِ ہم تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔تو یہاں سیڑھیوں کی کیا ضرورت ہے؟۔فرمایا...... فَاَیُّ الفَرِیقَینِ پس دونوں فریقوں میں سے کون اَحَقُّ بِالاَمنِ زیادہ حق دار ہے امن کا،ایک رب تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے اور دوسرا غیروں سے ڈرنے والا ہے۔ اِن کُنتُم تَعلَمُونَ اگر ہو تم جانتے،مگر تم نے جانتے ہوئے بھی خاموش رہنا ہے،صحیح بات نہیں کرنی لہٰذا مجھ سے سنو...... اَلَّذِینَ اٰمَنُوا وہ لوگ جو ایمان لائے وَلَم یَلبِسُوآ اِیمَانَھُم بِظُلمٍ اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الاَمنُ وہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہوگا وَھُم مُّھتَدُونَ اور وہی ہیں ہدایت پانے والے۔

صحابہؓ کا تفہیم آیت کیلئے آپ ﷺ سے استفسار :

صحابہ کرامؓ اس آیت کریمہ کا مطلب نہ سمجھے اور پریشان ہو گئے کہنے لگے حضرت یہ فرمائیں کہ اَیُّنَا لَم یَظلِم نَفسَہٗ ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنی جان پر تھوڑی بہت زیادتی نہ کی ہو؟ زبانی طور پر یا عملی طور پر مثلاً زبان سے کسی کی غیبت ہو جائے یا جھوٹ بولا جائے یا گالی گلوچ ہو جائے یہ زبانی ظلم ہے۔اور عملی طور پر ظلم یہ ہے کہ مثلاً کسی کا مال کھایا جائے تو صحابہ کرامؓ نے ظلم سے عام ظلم سمجھا۔

آنحضرت ﷺ کا شافی جواب :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے معنٰی یہ ہوگا کہ وہ لوگ جوایمان لائے اوراپنے ایمان کے ساتھ شرک کونہیں ملایاان کے لئے امن ہے۔

دوسرا جواب :

پھرآنحضرت ﷺ نے وہ آیت کریمہ پڑھی جوحضرت لقمان بن باحور بن ناحورؒ نے اپنے بیٹے سورانؒ کوسمجھاتے ہوئے فرمایا تھااے بیٹے! لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک نہ کرنا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (پارہ : ۲۱)۔بے شک شرک بڑاظلم ہے۔ظلم کا معنٰی ہے کہ حق کسی کا بنتا ہواور دے کسی اور کو دیا جائے۔ بھائی! عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے کسی اورکودو گے توظلم ہوگا چڑھاوااللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ کسی اور کا چڑھاواچڑھاؤ گے توظلم ہوگا۔صدااور پکاررب تعالیٰ کا حق ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوااوروں کو پکارو گےتوظلم ہوگاسجدہ رب تعالیٰ کا حق ہے کسی اور کے آگے جھکو گےتو ظلم ہوگااور یہی شرک ہے،شرک کی معمولی سی ملاوٹ بھی ہوگی تو اعمال برباد ہو جائیں گے۔آنحضرت ﷺ سے بڑھ کراللہ تعالیٰ کواورکون محبوب ہے؟۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایاہے وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اے نبی کریم (ﷺ)! آپ کی طرف بھی وحی کی گئی ہےاورآپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف بھی کہ اگر بالفرض آپ ﷺ نے بھی شرک کیاتو آپ کے تمام اعمال اکارت ہوجائیں گےاورتم ہوجاؤ گے گھاٹاپانے والوں میں سے۔یہ ہمیں سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے ورنہ پیغمبرتو معصوم ہیں اس سے اندازہ لگاؤ کہ شرک کتنی بری اور قبیح چیز ہے۔لہٰذا شرک سے

بچواور ایمان کے ساتھ شرک کو نہ ملاؤ۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ(۸۳) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ(۸۴) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ(۸۵) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ(۸۶) وَمِنْ اٰبَآءِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(۸۷) ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۸۸)

لفظی ترجمہ :

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اور یہ مذکور ہماری دلیل ہے اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ جو دی

ہم نے ابراہیمؑ کو عَلٰی قَوْمِہٖ ان کی قوم کے مقابلے میں نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے ہم چاہیں اِنَّ رَبَّکَ بے شک تیرا رب حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ حکمت والا، جاننے والا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ اور بخشا ہم نے ابراہیمؑ کو اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اسحاقؑ اور یعقوبؑ کُلًّا هَدَیْنَا سب کو ہم نے ہدایت دی وَنُوْحًا هَدَیْنَا اور نوحؑ کو ہم نے ہدایت دی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اور ان کی اولاد میں سے ہیں داؤدؑ اور سلیمانؑ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَهٰرُوْنَ اور ایوب، اور یوسف، اور موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو ہدایت دی وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَزَكَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ اور زکریا اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس علیہم السلام کو كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ سب نیکوکاروں میں سے تھے وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط علیہم السلام کو وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ اور سب کو ہم نے فضیلت دی تمام جہان کے لوگوں پر وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ اور ان کے باپ دادوں میں سے وَذُرِّیّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے وَاِخْوَانِهِمْ اور ان کے بھائیوں میں سے وَاجْتَبَیْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو چنا وَهَدَیْنٰهُمْ اور ان کو ہم نے ہدایت دی اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ

يَّشَآءُ وہ ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے جس کو چاہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَلَوْ اَشْرَكُوْا اور اگر بالفرض یہ بھی شرک کرتے لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ البتہ ضائع ہو جاتے ان سے وہ اعمال جو وہ کرتے رہے ہیں۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع میں یہ بات گزری ہے کہ ابراہیمؑ نے رات کے وقت جب ستارہ دیکھا تو فرمایا...... هٰذَا رَبِّيْ کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ قوم پر چوٹ تھی اور اس کے رب ہونے کا انکار تھا پھر چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا پروردگار تو میں گمراہ قوم کا ایک فرد ہوتا پھر جب سورج طلوع ہوا دن چڑھا اور سورج ان سے بڑا تھا تو فرمایا هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ کیا یہ میرا رب ہے؟ کہ یہ ان سے بڑا ہے جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو۔

ابراہیمؑ کا قوم کو سمجھانے کیلئے انداز :

اور یہ بات میں نے تفصیلاً بیان کی تھی کہ ابراہیمؑ نے کسی کو رب نہیں بنایا نہ ستارے کو نہ چاند کو نہ سورج کو بلکہ قوم کو سمجھانے کے لئے یہ انداز اختیار کیا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اور یہ مذکور ہماری دلیل ہے اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ جو دی ہم نے ابراہیمؑ کو کہ ان کے دماغ میں ڈالی عَلٰى قَوْمِهٖ ان کی قوم کے مقابلے

ہیں، قوم کو سمجھانے کے لئے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے ہم چاہتے ہیں۔

کتب عقائد میں مندرج مراتب درجات :

عقائد کی کتابوں میں تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام مخلوق میں پہلا درجہ اور مقام ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اور دوسرا درجہ اور مقام ہے حضرت ابراہیمؑ کا اور تیسرا درجہ اور مقام ہے حضرت موسیٰؑ کا۔ تو حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ بے شک تیرا رب حکمت والا، جاننے والا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اور بخشا ہم نے ابراہیمؑ کو اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اسحاقؑ اور یعقوبؑ۔ حضرت اسحاقؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے ہیں اور یعقوبؑ پوتے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا سب کو ہم نے ہدایت دی۔ ابراہیمؑ کو اپنے دور میں اسحاقؑ کو اپنے دور میں اور یعقوبؑ کو اپنے دور میں۔

نوحؑ اور ابراہیمؑ کا درمیانی وقفہ :

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ اور نوحؑ کو ہم نے ہدایت دی اس سے پہلے۔ کیونکہ نوحؑ ابراہیمؑ سے پہلے ہیں۔ تاریخ دان بتاتے ہیں کہ ابراہیمؑ طوفانِ نوح سے سترہ سو نو سال بعد تشریف لائے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اور ان کی اولاد میں سے ہیں۔ "ہٖ" ضمیر حضرت ابراہیمؑ کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور نوحؑ کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ کیونکہ آگے جن حضرات کا ذکر

ہے وہ دونوں حضرات کی اولاد ہیں۔ لہٰذا کوئی اشکال نہیں ہے۔ ان کی اولاد میں سے ہیں۔ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَھٰرُوْنَ داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ، اور یوسفؑ، اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت دی وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ اور زکریا اور یحیٰ کو اور عیسیٰؑ کو اور الیاسؑ کو کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ سب نیکو کاروں میں سے تھے وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوطؑ کو وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اور سب کو ہم نے فضیلت دی تمام جہان کے لوگوں پر۔ اپنے زمانے میں دوسرے لوگوں پر ان کو فضیلت حاصل تھی۔

تعدادِ انبیاءؑ کے متعلق روایات اور حافظ ابن کثیرؒ کا قول :

پیغمبروں کی صحیح تعداد تو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے البتہ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے۔ لیکن دونوں روایتوں کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ جو بڑے بلند پائے کے محدث، مفسر اور مؤرخ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سند کے اعتبار سے دونوں روایتیں ضعیف اور کمزور ہیں۔

پیغمبروں کی تعداد بیان کرنے کا طریقہ :

لہٰذا اگر پیغمبروں کی کل تعداد بیان کرنے کی ضرورت پیش آئے تو قطعی اور یقینی طور پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نہ کہو بلکہ اس طرح کہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش جتنے بھی رب تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ہیں کیونکہ اگر ان کی تعداد قرآنِ کریم میں ہوتی تو قطعی اور یقینی تھی اگر حدیث متواتر میں ہوتی تو پھر بھی یقینی تھی اور اگر خبرِ واحد صحیح ہوتی تو پھر بھی غالب گمان ہوتا کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی تعداد زیادہ ہو اور ہم کم بیان کر کے ایمان

ضائع کریں اور اگر کم ہوں اور ہم زیادہ بیان کریں تو ہم نے غیر نبی کو نبی بنا کر کفر کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا ان ضعیف حدیثوں کی بنا پر اگر تعداد بیان کرو تو ساتھ یہ جملہ ضرور کہو کہ ''یا اس سے کم و بیش''۔

تذکرۂ اسماءِ انبیاءؑ و ملائکہ قرآنِ کریم میں کہاں، کتنا :

قرآنِ کریم میں کل پچیس پیغمبروں کے نام مذکور ہیں اور اس رکوع میں اٹھارہ پیغمبروں کے نام آئے ہیں اتنا اکٹھا پیغمبروں کا ذکر کسی اور رکوع میں نہیں آیا اور قرآن کریم میں صرف چھ فرشتوں کا نام آیا ہے پہلے پارے میں چار فرشتوں کا ذکر ہے جبرائیلؑ، میکائیلؑ اور ہاروت و ماروت اور پانچواں ''رعد'' ہے جس کے نام پر مستقل سورۃ رعد ہے اور اس میں آتا ہے یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح بیان کرتا ہے رعد اس کی حمد کی۔ اور چھٹا فرشتہ مالک ہے جس کا ذکر سورۃ زخرف میں آتا ہے یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ دوزخی کہیں گے اے مالک! تیرا رب ہمیں موت دے دے۔

قرآن میں کفار کے نام :

اور قرآنِ کریم میں چھ کفار کے نام آئے ہیں۔ ابلیس، فرعون، ہامان، قارون، آزر، ابولہب۔

حضرت مریمؑ کا اسم گرامی قرآن میں کہاں اور کتنی مرتبہ آیا ہے :

اور ایک عورت کا نام آیا ہے اور وہ حضرت مریمؑ ہیں، حضرت مریمؑ کا نام قرآنِ کریم میں تیس مرتبہ آیا ہے، یوں سمجھو کہ اوسطاً فی پارہ ایک مرتبہ۔

تذکرہ اسمِ صحابیؓ :

اور سارے قرآن میں ایک صحابی کا نام آیا ہے اور وہ ہیں حضرت زید بن حارثہؓ جن کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا پس جب پورا کرلیا زید نے اس عورت سے اپنی غرض کو۔ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ اور ان کے باپ دادوں میں سے بھی ہم نے نبی بنائے وَذُرِّیّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے بھی ہم نے نبی بنائے وَاِخْوَانِهِمْ اور ان کے بھائیوں میں سے بھی ہم نے نبی بنائے وَاجْتَبَیْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو چنا نبوت اور رسالت کے لئے وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور ان کو ہم نے ہدایت دی سیدھے راستے کی ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وہ ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے۔

ہدایت کس کو ملتی ہے؟ :

اور ہدایت دیتا کن کو ہے؟ اس کا ذکر سورۃ شوریٰ میں ہے وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے اور جو غلط راستے پر چلتا ہے اور اسی کو پسند کرتا ہے تو اس کو ادھر ہی چلا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کسی پر جبر نہیں :

فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے، اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جو چاہے پس ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے پھر جو راستہ کوئی اپنے لئے اختیار کرے گا نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی پھیر

دیں گے ہم اسی طرف جس طرف وہ پھرے گا۔ آگے سب کا نتیجہ بیان فرمایا ہے وَلَوْ اَشْرَكُوْا اور اگر بالفرض یہ بھی شرک کرتے جو اللہ کے منتخب بندے اور پیغمبر ہیں کہ ان میں سے اٹھارہ کا ذکر تو ناموں کے ساتھ ہے اور باقیوں کا ذکر اجمالی طور پر وَمِنْ آبَاۤئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ میں کیا گیا ہے۔ گویا کہ تمام پیغمبروں کا ذکر آ گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ذکر بھی آ گیا ہے کہ آپ ابراہیمؑ اور نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

شرک کی قباحت کا بیان :

اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کر کے فرمایا اگر بالفرض یہ پیغمبر بھی شرک کرتے تو لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ البتہ ضائع ہو جاتے ان سے وہ اعمال جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اور بیسویں پارے میں آتا ہے وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق وحی کی گئی آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے پیغمبر ہو چکے ہیں لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ کہ البتہ بالفرض اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور ہو جائیں گے گھاٹا پانے والوں میں سے۔ اندازہ لگاؤ کہ شرک کتنی بری اور پلید شئی ہے کہ بالفرض پیغمبر بھی شرک کرتے تو اعمال ضائع ہو جاتے میں نے کئی دفعہ مثال دے کر یہ بات سمجھائی ہے کہ دو من دودھ کا مٹکا ہو بالکل صاف اور کھرا اس مٹکے میں اپنے ہی بیٹے کا تھوڑا سا پیشاب گر جائے تو دیانت دار آدمی اس کو استعمال کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا اور نہیں کہے گا کہ دو من دودھ میں تھوڑا سا پیشاب گر گیا ہے تو کیا ہو گیا ہے پھر پیشاب بھی گدھے گھوڑے کا تو نہیں اپنے ہی بیٹے اور لختِ جگر کا ہے بلکہ اس کو ضائع کر دے گا بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ وہ دودھ قابلِ استعمال نہیں رہتا بالفرض شرک کا ایک قطرہ بھی

اعمال میں آ گیا تو سب اعمال ضائع ہو جائیں گے چاہے پیغمبر کے اعمال ہی کیوں نہ ہوں۔ ہمارے آپ کے اعمال کی کیا حیثیت ہے؟۔ اور یہ بات بھی آپ حضرات کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ پیغمبر کے اعمال اتنے بھاری ہیں کہ امت کے تمام اعمال پیغمبرؐ کے ایک عمل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَـٰهُمُ الْكِتَـٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ج فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَـٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَـٰفِرِينَ(٨٩) أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ط قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ط إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَـٰلَمِينَ(٩٠) وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ط قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَـٰبَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ج وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ط قُلِ اللَّهُ لا ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ(٩١) وَهَـٰذَا كِتَـٰبٌ أَنْزَلْنَـٰهُ مُبَـٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ط وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ(٩٢)

لفظی ترجمہ :

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یہ وہ لوگ ہیں اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ جن کو ہم نے کتابیں دیں وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّۃَ اور حکم دیا اور نبوۃ دی فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِھَا پس اگر انکار کریں ان چیزوں کا ھٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِھَا پس تحقیق سپرد کردیں ہم نے یہ چیزیں قَوۡمًا ایسے لوگوں کے لَّیۡسُوۡا بِھَا بِکٰفِرِیۡنَ کہ وہ ان کا انکار کرنے والے نہیں ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ وہی لوگ ہیں ھَدَی اللّٰہُ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی فَبِھُدٰھُمُ اقۡتَدِہۡ پس ان کی ہدایت کی تو بھی پیروی کر قُلۡ لَّآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا آپ کہہ دیں میں نہیں مانگتا تم سے اس قرآن پر کوئی معاوضہ اِنۡ ھُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ نہیں ہے یہ مگر نصیحت جہان والوں کے لئے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ اور نہیں قدر کی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حَقَّ قَدۡرِہٖ جیسا کہ اس کا حق ہے قدر کرنے کا اِذۡ قَالُوۡا جب انہوں نے کہا مَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے عَلٰی بَشَرٍ مِّنۡ شَیۡءٍ کسی بشر پر کوئی شَیٔ قُلۡ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں مَنۡ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ کس نے نازل کی وہ کتاب الَّذِیۡ جَآءَ بِہٖ مُوۡسٰی جس کو موسیٰؑ لے کر آئے نُوۡرًا جو روشنی تھی وَّھُدًی اور ہدایت تھی لِّلنَّاسِ لوگوں کے لئے تَجۡعَلُوۡنَہٗ جس کو تم نے کر دیا قَرَاطِیۡسَ ٹکڑے ٹکڑے تُبۡدُوۡنَھَا ظاہر کرتے ہو تم ان ٹکڑوں کو وَتُخۡفُوۡنَ کَثِیۡرًا اور چھپاتے ہو بہت سے حصے کو وَعُلِّمۡتُمۡ اور تمہیں تعلیم دی گئی مَّا لَمۡ تَعۡلَمُوۡٓا اَنۡتُمۡ ان چیزوں کی جن کو نہیں جانتے تھے تم

وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ اور نہ تمہارے آباؤاجداد قُلِ اللّٰهُ آپ (ﷺ) کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ثُمَّ ذَرْهُمْ پھر آپ چھوڑ دیں ان کو فِىْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ان کے شغل میں کھیلتے رہیں وَهٰذَا كِتٰبٌ اور یہ کتاب ہے اَنْزَلْنٰهُ جس کو ہم نے نازل کیا مُبٰرَكٌ برکت والی ہے مُّصَدِّقُ تصدیق کرنے والی ہے الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ اسکی جو اس سے پہلے ہے وَلِتُنْذِرَ اور تاکہ تو ڈرائے اُمَّ الْقُرٰى تمام بستیوں کی اصل بستی کو وَمَنْ حَوْلَهَا اور اس کے ارد گرد والوں کو وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وہ ایمان لاتے ہیں قرآن پاک پر وَهُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

ربط آیات/درس:

گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ بالفرض اگر انبیاء کرامؑ بھی شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کے سارے اعمال ضائع ہوجاتے حالانکہ بلا شبہ انبیاء کرامؑ شرک سے پاک ہوتے ہیں لہٰذا یہ بات سب لوگوں کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جب انبیاء کرامؑ مستثنیٰ نہیں ہیں۔ تو پھر کسی اور کو معافی کس طرح مل سکتی ہے لہٰذا شرک سے ہمیشہ بچنا چاہیے آگے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی فضیلت اور ان کا مقام بیان فرمایا ہے......

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتابیں دیں وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ اور حکم دیا اور نبوۃ دی مذکورہ پیغمبروں میں وہ بھی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں جیسے موسیٰؑ کے پاس توراۃ تھی عیسیٰؑ کے پاس انجیل تھی، حضرت

داؤدؑ کے پاس زبور تھی آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اور ان میں سے بعضے وہ تھے جن کے پاس کتاب تو نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوتا رہا وحی اترتی رہی فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۤءِ پس اگر انکار کریں ان چیزوں کا یہ لوگ یعنی کتابوں کا حکم اور نبوۃ کا یہ مکے والے تو کوئی بات نہیں فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا پس تحقیق سپرد کردیں ہم نے یہ چیزیں ایسی قوم کے لئے لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ کہ وہ ان کا انکار کرنے والے نہیں ہیں۔ الحمدللہ قیامت تک آنے والے اگر مکے والے نہیں مانتے تو نہ مانیں ایسی قوموں تک یہ چیزیں پہنچیں گی کہ وہ انکار نہیں کریں گے بلکہ تسلیم کریں گے الحمدللہ آج دنیا میں سوا ارب کے قریب مسلمان موجود ہیں ان چیزوں کو تسلیم کرنے والے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ وہی لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جن کا ذکر ہوا ہے هَدَى اللّٰهُ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اے نبی کریم ﷺ آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔

پیغمبر پیکر خلوص وللہیت :

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا آپ ان کو کہہ دیں میں نہیں مانگتا تم سے اس قرآن پر کوئی معاوضہ، بعض کافروں کو یہ شبہ تھا کہ غریب اور کمزور آدمی ہے اس نے نبوۃ کا دعویٰ کرکے روپیہ کمانے کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔

ولید بن مغیرہ کا آپ ﷺ سے مباحثہ :

چنانچہ مشہور صحابی حضرت خالدؓ بن ولیدؓ کا والد ولید بن مغیرہ مکہ مکرمہ میں سب سے زیادہ مالدار آدمی تھا تیرہ بیٹے تھے خود بھی اور بیٹے بھی بڑے صحت مند تھے بیٹوں میں بیٹھا ہوتا تو کوئی تمیز نہیں کرسکتا تھا کہ باپ کون ہے اور بیٹا کون ہے۔ تیرہ میں سے تین کو اللہ

تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی حضرت خالد بن ولید، ہشام بن ولید اور ولید بن ولید رضی اللہ عنھم ، باقی دس کفر پر مرے ولید بن مغیرہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو میں تجھے اتنا مال دینے کے لئے تیار ہوں کہ تیری سات پشتوں کو کافی ہو جائے گا مگر لَآ اِلٰـــــــہَ اِلَّا اللّٰہُ کی رٹ لگانی چھوڑ دے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارا غلط خیال ہے میں تمہیں کسی معاوضے کے لئے نہیں سناتا بلکہ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اور رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں تمہیں سناؤں اور اللہ تعالیٰ کے احکام تمہیں پہنچاؤں اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے یہ مگر نصیحت جہان والوں کے لئے۔

ابورافع یہودی کا قصہ اور آیات کا شانِ نزول :

ایک مجلس میں یہودی، عیسائی، صابی اور مشرک موجود تھے یعنی مشترکہ مجلس تھی اس میں آنحضرت ﷺ نے اپنی نبوۃ اور رسالت کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوۃ عطا فرمائی ہے اور میرے اوپر قرآن نازل فرمایا ہے اور معجزات عطا فرمائے ہیں۔ ابورافع یہودی بڑا منہ پھٹ اور بے حیا آدمی تھا جس طرح کعب بن اشرف بڑا منہ پھٹ اور بے لحاظ آدمی تھا بعض آدمی بات کرنے سے جھجکتے نہیں ہیں چاہے بات کتنی بری ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس قسم کے لوگوں میں سے تھے جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر کتاب نازل فرمائی ہے تو ابورافع یہودی کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے تو کسی انسان پر کوئی شئی نازل نہیں فرمائی تیرے اوپر کتاب کہاں سے نازل ہوگئی یہ بات اس نے محض ضد کی وجہ سے کہی ورنہ بڑا سمجھدار آدمی تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا فرمایا...... وَمَـا قَدَرُوا اللّٰـهَ حَقَّ قَدْرِہٖ اور نہیں قدر کی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ اس کا حق ہے قدر

کرنے کا اِذْ قَالُوْا جب انہوں نے کہا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی شئی نہ وحی نہ کتاب۔

اللہ تعالیٰ کی بے قدری کرنے کا مطلب :

اب اس میں اللہ تعالیٰ کی بے قدری کس طرح ہوئی؟ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک ملک کا صدر دوسرے ملک میں اپنا سفیر بھیجے مکمل دستاویزات اور سندیں دے کر اور اس کا صدر اس کو سفیر ماننے سے انکار کر دے تو یہ اس سفیر کی توہین نہیں بلکہ اس کے بادشاہ کی توہین ہے جس نے اس کو مکمل دستاویزات کے ساتھ بھیجا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ان پر وحی نازل فرمائی کتابیں نازل فرمائیں اور ان کو معجزات عطا فرمائے ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے جو ان کا انکار کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی ہے قدر نہیں کی چونکہ کہنے والا یہودی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ کس نے نازل کی وہ کتاب الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی جس کو موسیٰ لے کر آئے نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ جو روشنی تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے لئے اپنے دور میں بتاؤ ظالمو! وہ کتاب موسیٰ پر کس نے نازل فرمائی تھی؟ اور کیا موسیٰ بشر نہیں تھے؟

"قَرَاطِیْس" کی تحقیق :

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ جس کو تم نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے قَرَاطِیْسَ، قِرْطَاسٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ کاغذ اور ٹکڑا ہے۔ تُبْدُوْنَهَا ظاہر کرتے ہو تم ان ٹکڑوں کو جو تمہارے مطلب کے ہیں وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا اور چھپاتے ہو بہت سے حصے کو جس کی وجہ سے تم پر زد پڑتی ہے۔ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ اور تمہیں تعلیم دی گئی ان

چیزوں کی جن کو نہیں جانتے تھے تم وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ اور نہ تمہارے باپ دادا جانتے تھے اس کتاب کے ذریعے تمہیں وہ احکام بتائے گئے جو حلال حرام جائز ناجائز ثواب و عقاب پر مشتمل تھے جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا جانتے تھے، بتاؤ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے؟ فرمایا یہ تو ضد میں ہیں لہٰذا یہ جواب نہیں دیں گے کیونکہ جب آدمی ضد پر اتر آئے تو حق کا انکار کر دیتا ہے..... قُلِ اللّٰهُ آپ (ﷺ) کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ثُمَّ ذَرْهُمْ پھر آپ چھوڑ دیں ان کو فِىْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ان کے شغل میں کھیلتے رہیں۔ تو جس طرح موسیٰ پر کتاب نازل ہوئی اور بشر تھے اسی طرح وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اور یہ کتاب ہے قرآنِ کریم جس کو ہم نے نازل کیا مُبٰرَكٌ برکت والی ہے۔ اس کو ہاتھ لگانا باعث برکت ہے اس کو دیکھنا برکت ہے اس کو پڑھنا برکت ہے اس کو سمجھنا باعث برکت ہے اور قرآن کریم کو کھول کر سامنے رکھ کر پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے اس لئے کہ زبان پڑھے گی اور آنکھیں دیکھیں گی کیونکہ پڑھنے کا الگ ثواب ہے اور دیکھنے کا الگ ثواب ہے اور ہاتھ لگانے کا الگ ثواب ہے (درس میں چھوٹے بچے آگے بیٹھ جاتے ہیں میں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ بڑے حضرات آگے ہو کر بیٹھا کرو کیونکہ سمجھنا تو بڑوں نے ہے ان کا شوق اپنی جگہ پر ٹھیک ہے مگر یہ سمجھ تو نہیں سکتے اس لئے بڑے حضرات آگے بیٹھا کریں)۔ مُصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ تصدیق کرنے والی ہے اسکی جو اس سے پہلے ہے جو کتابیں قرآن کریم سے پہلے نازل ہوئی ہیں قرآن کریم ان کی تصدیق کرتا ہے۔

''مکہ'' کا معنیٰ اور ''ام القریٰ'' کا مطلب :

وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى یہ کتاب اس لئے اتاری ہے تاکہ آپ ڈرائیں تمام بستیوں

کی اصل کو۔ مکہ مکرمہ کا نام "ام القریٰ" بھی ہے یہ تمام بستیوں کی ماں ہے۔ کیونکہ یہیں سے اللہ تعالیٰ نے زمین کو شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً پھیلایا ہے۔ جس طرح آٹے کا پیڑا ہوتا ہے اور اس کو پھیلا کر روٹی بنائی جاتی ہے اسی طرح زمین کو پیڑے کی شکل میں بنا کر یہاں رکھا جہاں مکہ مکرمہ ہے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا اس کے بعد پھر زمین کو چاروں طرف پھیلا دیا اور مکہ کا لفظی معنیٰ ناف ہے جو آدمی کے درمیان میں ہوتی ہے ماں کے پیٹ میں بچے کو اسی کے ذریعے خوراک ملتی ہے ام القریٰ کو ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ڈرائیں وَمَنْ حَوْلَهَا اور اس کے ارد گرد والوں کو بھی ڈرائیں وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں آخرت پر يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وہ ایمان لاتے ہیں قرآن پاک پر جو آخرت کو مانتے ہیں وہ قرآن کریم کو بھی مانتے ہیں ان کی واضح اور صاف نشانی یہ ہے کہ وَهُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نمازوں کی حفاظت اور پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ (۹۳) وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۹۴)

لفظی ترجمہ :

وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون بڑا ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰى اس شخص سے جس نے افترا باندھا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ قَالَ یا جس نے کہا

اُوۡحِیَ اِلَیَّ میری طرف وحی کی گئی ہے وَلَمۡ یُوۡحَ اِلَیۡہِ شَیۡءٌ حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی وَمَنۡ قَالَ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے کہا سَاُنۡزِلُ میں بھی نازل کرسکتا ہوں مِثۡلَ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اس کی مثل جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے وَلَوۡ تَرٰۤی اور اگر آپ دیکھیں اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ جب کہ ظالم موت کی غشیوں میں ہوں گے وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے بَاسِطُوۡۤا اَیۡدِیۡھِمۡ اپنے ہاتھ ان کی طرف پھیلائے ہوئے ہوں گے اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ نکالو اپنی جانوں کو اَلۡیَوۡمَ آج کے دن تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡھُوۡنِ تمہیں بدلا دیا جائے گا ذلت کا عذاب بِمَا کُنۡتُمۡ اس لئے کہ تھے تم تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ کہتے اللہ تعالیٰ پر غَیۡرَ الۡحَقِّ ناحق وَکُنۡتُمۡ اور تھے تم عَنۡ اٰیٰتِہٖ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے تکبر کرتے وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰی اور البتہ تحقیق آئے تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ جیسا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ وَتَرَکۡتُمۡ اور چھوڑ دیا تم نے مَّا خَوَّلۡنٰکُمۡ اس کو جو ہم نے تمہیں نعمتیں دی تھیں وَرَآءَ ظُھُوۡرِکُمۡ تمہاری پشتوں کے پیچھے وَمَا نَرٰی مَعَکُمۡ اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ شُفَعَآءَکُمۡ تمہارے سفارشیوں کو الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ وہ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے اَنَّھُمۡ فِیۡکُمۡ شُرَکٰٓؤُا کہ بے شک وہ تمہارے اندر شریک ہیں لَقَدۡ تَّقَطَّعَ بَیۡنَکُمۡ البتہ تحقیق منقطع ہو گئے ہیں

تعلقات جو تمہارے درمیان تھے وَضَلَّ عَنْكُمْ اور غائب ہوگئے تم سے مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُوْنَ وہ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے۔

دنیا میں بدترین ظالم :

دنیا میں ظلم کی بھی بڑی قسمیں ہیں اور ظالم بھی بہت ہیں مگر تین ظالم سب سے بڑے ہیں اس مقام پر تین بڑے ظالموں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَنْ اَظْلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اور کون بڑا ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰی اس شخص سے جس نے افترا باندھا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔

افترا باندھنے کا مطلب :

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افتراء کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شریک کی نسبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے زمرے میں آتا ہے۔

ظلم کی ایک قسم :

اور یہ بھی بہت بڑا ظلم ہے جس طرح یہودیوں نے کہا عُزَيْرُ ن ابْنُ اللّٰهِ کہ عزیرؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا مَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ کہ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں دنیا کے جاہل اور مشرک کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... يَشْتِمُنِيْ ابْنُ اٰدَمَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ اولادِ آدم مجھے گالیاں دیتی ہے حالانکہ اسے حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجھے گالیاں دے، گالیاں کس طرح دیتا ہے يَدْعُوْا لِيْ وَلَدًا وہ میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے اللہ

تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے وَیُکَذِّبُنِیْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ ذٰلِکَ اور ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے کوئی حق نہیں ہے مجھے جھٹلانے کا جھٹلانا کس طرح ہے؟ کہتا ہے لَنْ یُّعِیْدَنِیْ مجھے قیامت والے دن نہیں اٹھایا جائے گا اور میں کہتا ہوں کہ ضرور اٹھاؤں گا۔

دوسرا بڑا ظالم :

دوسرا بڑا ظالم اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ یا جس نے کہا میری طرف وحی کی گئی ہے وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی، جھوٹا نبی بنتا ہے اور کہتا ہے کہ میری طرف فرشتہ وحی لے کر آتا ہے۔ یہ بھی بڑا ظالم ہے اور اس سے بڑا ظالم بھی کوئی نہیں ہے اور ایسے ظالم بہت گزرے ہیں۔

دورِ نبوت کے کذاب :

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ ﷺ کے بعد تو ساون برساتی کے مینڈکوں کی طرح جھوٹے نبی آئے۔

عصرِ حاضر کے کذاب اور مرزا قادیانی لعین :

اس وقت بھی امریکہ میں ایک دجال ہے جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا کہ میری طرف وحی آتی ہے اور قادیانیوں نے دنیا میں جال پھیلایا ہوا ہے، تبلیغ سے باز نہیں آتے۔ حالانکہ قادیانی جھوٹا آدمی تھا۔

قادیانی کا چندہ لینا اور دھوکہ دہی کرنا :

قادیانی نے ایک مرتبہ لوگوں سے چندہ مانگا کہ میں نے چالیس جلدوں میں ایک

کتاب لکھنی ہے لہٰذا میرے ساتھ تعاون کرو لوگوں نے چندہ دیا اس نے چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے "اربعین" کے نام سے۔ اربعین (۱) اربعین (۲) اربعین (۳) اربعین (۴) اور خاموش ہوگیا کئی سال گزرنے کے بعد لوگوں نے مطالبہ کیا کہ آپ نے چندہ لیا تھا چالیس جلدوں میں کتاب لکھنے کا مگر یہ چار چھوٹے رسالے آئے ہیں باقی چھتیس کہاں ہیں؟ تو مرزا قادیانی نے جواب دیا کہ چار میں نے لکھ دیئے ہیں اس کے ساتھ صفر تم لگا لو تو چالیس ہو جائیں گے۔ دیکھو! یہ ہے نبی اور یہ نبیوں کا کام ہے۔ قادیانی عام طور پر لوگوں کو کہتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں کہ قادیانی تشریعی نبی نہیں ہے شریعت والا نبی وہ ہوتا ہے جس کی طرف حلال وحرام اور امر و نہی کے احکام نازل ہوں یہ محض دھوکہ ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے چوتھے نمبر میں لکھا ہے کہ میں تشریعی نبی ہوں یہ حوالہ یاد رکھنا۔

تیسرا بڑا ظالم :

اور تیسرا بڑا ظالم...... وَمَنْ قَالَ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے کہا سَأُنْزِلُ میں بھی نازل کر سکتا ہوں مِثْلَ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ اس کی مثل جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، قرآنِ کریم۔

قرآن کا چیلنج :

اس سلسلے میں قرآنِ کریم کا چیلنج آج تک موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو اس جیسا قرآن لاؤ اگر مکمل نہیں تو دس سورتیں لے آؤ اور اگر دس نہیں لا سکتے تو فرمایا...... فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ پس لے آؤ اس جیسی کوئی چھوٹی سی سورۃ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام اپنے مدد

گاروں کو بلالو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہ کر سکو اور تم ہرگز نہیں کر سکو گے صدیاں گزر گئیں آج تک کوئی ماں کا لال قرآن جیسی چھوٹی سی سورۃ نہیں لا سکا۔ باقی ڈھینگ اور لاف گاف مارنے کا مسئلہ جدا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے...... وَلَوْ تَرٰٓى اور اے مخاطب! اگر آپ دیکھیں اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جب کہ ظالم موت کی غشیوں میں ہوں گے وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھ ان کی طرف پھیلائے ہوئے ہوں گے اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ کہیں گے نکالو اپنی جانوں کو۔ ہمارے حوالے کرو۔

تخریجِ ارواحِ نیک و بد :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب نیک آدمی کی روح نکالنے کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرشتہ کہتا ہے يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے پاکیزہ روح اِرْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ لہٰذا ہمارے ساتھ خوشی خوشی سے چل اور جو بدبخت ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اے پلید روح! اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ باہر نکل اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہے وہ بدن سے نہیں نکلتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جیسے گیلی روئی سے سلاخ گرم کر کے نکالی جائے اس طرح نکالتے ہیں اور کہتے ہیں اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ آج کے دن تمہیں بدلا دیا جائے گا ذلت کا عذاب۔ مرنے کے بعد جب آدمی کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو فوراً عذاب و ثواب شروع ہو جاتا ہے بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ اس لئے دیا جائے گا کہ تھے تم کہتے اللہ تعالیٰ پر ناحق۔ کبھی تم اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے تھے کبھی

رب تعالیٰ کے شریک بناتے تھے کبھی کہتے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی طرح کتابیں نازل کر سکتے ہیں لہٰذا آج ان باتوں کا مزا چکھو۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ اور تھے تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے تکبر کرتے، ٹھکرا دیتے تھے۔

"فُرَادٰی" کی تحقیق :

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی "فُرَادٰی" "فرد" کی جمع ہے اور فرد کا معنیٰ ہے اکیلا اور البتہ تحقیق آئے تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے۔ بچہ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو اکیلا ہوتا ہے۔ نہ بہن بھائی اس کے ساتھ ہوتے ہیں نہ اولاد، کبھی جڑواں بھی پیدا ہوتے ہیں مگر اکثر اکیلا ہی پیدا ہوتا ہے اور اس کے جسم پر کپڑا بھی نہیں ہوتا۔ قیامت والے دن قبروں سے اسی طرح نکلیں گے۔ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پھر قبروں سے نکلنے کے بعد کسی کو دوسرے قدم پر کسی کو تیسرے قدم پر کسی کو چوتھے قدم پر اپنے اپنے اعمال کے مطابق لباس پہنایا جائے گا۔

قیامت والے دن لباس پہنائے جانے کی ترتیب :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے نمبر پر مجھے لباس پہنایا جائے گا، حضرت ابراہیمؑ کو لباس اس لئے پہلے پہنایا جائے گا کہ ظالموں نے جب ابراہیمؑ کو آلۂ منجنیق میں رسیوں سے مضبوط جکڑ کر جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ کپڑوں سے ننگا کر کے آگ میں ڈالا تھا نمرود کی کرسی وہیں ایک طرف رکھی ہوئی تھی اور اس کے پاس اس کے وزیر بیٹھے ہوئے تھے اور نمرود زندہ باد کے نعرے پر نعرے لگ رہے تھے اور تماشا دیکھ رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اب ان کا سر پھٹے گا اور ٹھاہ ہوگی اور ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا آگ کو حکم برودت :

اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ اے آگ ٹھنڈی ہو جا ابراہیمؑ پر مگر اتنی زیادہ نہیں کہ ان کو سردی لگنے لگ جائے گل و گلزار ہو جا آگ نے صرف ان رسیوں کو جلایا جن سے ان کو باندھا گیا تھا سر مبارک داڑھی مبارک اور جسم مبارک کا ایک بال بھی نہیں جلایا۔ حضرت ابراہیمؑ آگ میں اس طرح پھر رہے تھے جس طرح کوئی باغ میں ٹہل رہا ہوتا ہے۔

پدرِ ابراہیمؑ کا خدا کے بارے میں حسنِ ظن :

حضرت ابراہیمؑ جب آگ سے صحیح سالم باہر تشریف لائے تو ان کے والد نے یہ الفاظ کہے نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّکَ یَا اِبْرٰھِیْمُ اے ابراہیم! تیرا رب بہت اچھا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے مذکورہ الفاظ نقل کئے ہیں اتنا کچھ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ وھڑا نہیں چھوڑا اس لئے ابراہیمؑ کو پہلے لباس پہنایا جائے گا اور دوسرے نمبر پر آپ ﷺ کو تو فرمایا، البتہ تحقیق آئے تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ۔

رب العزت کے سامنے انسان کا اکیلے پیش ہونا :

وَتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ اور چھوڑ دیا تم نے ان کو جو ہم نے تمہیں نعمتیں دی تھیں۔ وہ بنگلا کوٹھی اور کارخانہ تمہارے ساتھ نہیں آیا، دکان مال بھی ساتھ نہیں آیا وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ کچھ تو ساتھ لانا تھا یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ کسی خوش نصیب کو کفن نصیب ہوتا ہے اور کسی کو وہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ وَمَا

نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَ کُمُ اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو، جن کے متعلق تم کہتے تھے ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰہِ کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس اَلَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ وہ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے اَنَّھُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا کہ بے شک وہ تمہارے اندر شریک ہیں وہ تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ البتہ تحقیق منقطع ہوگئے ہیں تعلقات جو تمہارے درمیان تھے، آج نہ تم ان کے کام آسکتے ہو اور نہ وہ تمہارے کام آسکتے ہیں۔ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اور غائب ہوگئے تم سے وہ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اور ہمارے کام آئیں گے وہاں نہ سفارشی کام آئیں گے نہ دولت کام آئے گی، ایمان کام آئے گا اور عمل صالح کام آئے گا اللہ تعالیٰ سب کو ان کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (۹۵) فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۹۶) وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۹۷) وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ (۹۸) وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ ۙ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۹۹)

لفظی ترجمہ :

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی پھاڑ کر نکالتا ہے دانے اور گٹھلیوں سے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی ہے اللہ تعالیٰ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر تم الٹے پھرے جارہے ہو فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وہ پھاڑ نکالتا ہے صبح کو وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا اور اس نے بنایا رات کو سکون کے لئے وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اور سورج اور چاند حساب سے چل رہے ہیں ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ یہ اندازہ ہے الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ غالب جاننے والے کا وَهُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ جس نے بنائے تمہارے لئے ستارے لِتَهْتَدُوْا بِهَا تاکہ تم راہ پاؤ ان کے ذریعے فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیتیں لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لئے جو جاننا چاہے وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ اور وہ وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا تم کو مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس سے فَمُسْتَقَرٌّ ایک قرارگاہ وَّمُسْتَوْدَعٌ اور امانت سپرد کرنے کی جگہ ہے قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ تحقیق تفصیل کے ساتھ بیان کی ہم نے آیتیں لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ اس قوم کے لئے جو سمجھ رکھتی ہے وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات ہے اَنْزَلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً جس نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کے پودے فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ پس نکالے ہم نے اس پودے سے خَضِرًا سبز رنگ کے دانے نُّخْرِجُ مِنْهُ ہم نکالتے ہیں اس سے حَبًّا مُّتَرَاكِبًا دانے ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے وَمِنَ النَّخْلِ اور کھجوروں سے مِنْ طَلْعِهَا ایک کے خوشوں سے قِنْوَانٌ گچھے دَانِيَةٌ لٹکے ہوئے وَجَنّٰتٍ اور باغات ہیں مِّنْ اَعْنَابٍ وَالزَّيْتُوْنَ انگوروں اور زیتون کے وَالرُّمَّانَ اور اناروں کے مُشْتَبِهًا جو ملتے جلتے ہیں وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور جو نہیں ملتے جلتے اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖ دیکھو اس کے پھل کی طرف اِذَا اَثْمَرَ جب وہ پھل دیتا ہے وَيَنْعِهٖ اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں کئی نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو ایمان لاتی ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ ہے وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارشی جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ وہ تمہارے متعلق ہمارے شریک ہیں وہ کہاں ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ قیامت والے دن سب بے بس نظر آئیں گے اختیارات تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے پاس ہوں گے اس رکوع میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کو بیان فرما رہے ہیں کہ یہ تمام کام تو اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں تمہارے شریکوں لات، منات، عزیٰ یا اور کسی نے کیا

، کیا ہے اور اس چیز کو تم بھی تسلیم کرتے ہو پھر شریک بنانے کا کیا مطلب ہے؟

"حَبّ" کی تحقیق :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ، حَبّ ، حَبَّةٌ کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ ہے "دانہ"۔ تو حَبٌّ کے معنیٰ ہوں گے دانے کہ بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑ کر نکالتا ہے دانے لوگ جو گندم، جو، مکئی، باجرہ وغیرہ کی فصلیں بوتے ہیں ان کے دانوں کو پھاڑ کر زمین سے کون اگاتا ہے رب ہی تو ہے۔

"نَوٰی" کی تحقیق :

وَالنَّوٰی ، اور گٹھلیوں سے نَوٰی ، نَوَاةٌ کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ ہے گٹھلی۔ مثلاً آم کی گٹھلی ہے کھجور کی گٹھلی ہے تم ان کو زمین میں دبا دیتے ہو رب تعالیٰ ان کو پھاڑ کر زمین سے اگا دیتا ہے۔

زندہ کو مردہ سے نکالنے کا مطلب :

اور یہ تم تسلیم بھی کرتے ہو یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے۔ نطفہ بے جان ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ بچہ پیدا فرماتے ہیں انڈہ بظاہر بے جان ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ چوزہ پیدا فرماتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ کافر ہوتا ہے اس سے مومن بیٹا پیدا کرتا ہے اور جاہل سے عالم پیدا کرتا ہے۔ نیک سے بد اور بد سے نیک پیدا کرتا ہے زندہ کو مردہ کا یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے۔

مردہ کو زندہ سے نکالنے کا مطلب :

وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے۔ انسان زندہ

ہے اس سے نطفہ بے جان پیدا کرتا ہے مرغی زندہ ہے اس سے انڈا بے جان پیدا کرتا ہے۔ مومن سے کافر پیدا کرتا ہے۔ نوحؑ جیسے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے کنعان جیسا سرکش اور باغی بیٹا کس نے پیدا کیا اور کتنے علماء کی اولاد جاہل بلکہ ''اجہل'' ہوتی ہے۔ تو علماء سے جاہل اجہل کون پیدا کرتا ہے۔ رب ہی تو ہے...... ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی ہے اللہ تعالیٰ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر تم الٹے پھرے جارہے ہو۔

صبح کو نکالنا اور رات کو آرام کی چیز بنانا :

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وہ پھاڑ نکالتا ہے صبح کو، اندھیرے کو ختم کر کے روشنی کون لاتا ہے رب ہی تو ہے وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا اور اسنے بنایا رات کو سکون کے لئے کہ دن کو طرح طرح کا شور ہوتا ہے رات کو تم آرام کرو تو یہ رات رب تعالیٰ نے ہی تو بنائی ہے۔

سورج اور چاند کو اندازے سے مقرر کرنا :

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اور سورج اور چاند حساب سے چل رہے ہیں۔ بے شمار چیزیں سورج اور چاند سے وابستہ ہیں ان کے بغیر نظام ہی نہیں چل سکتا اللہ تعالیٰ نے ان کو حساب سے رکھا ہے مجال ہے کہ سورج اور چاند کی رفتار میں کمی بیشی آئے اور جو راستے اور منزلیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمائی ہیں مجال ہے کہ ان سے ادھر ادھر ہو جائیں۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ یہ اندازہ ہے غالب جاننے والے کا۔ یہ تمام کام بھی رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔

''ستارے'' راہِ راست کی علامت :

وَهُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ جس نے بنائے تمہارے لئے ستارے لِتَهْتَدُوْا بِهَا تاکہ تم راہ پاؤ ان کے ذریعے فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں۔ آج تو سائنس نے بڑی ترقی کی ہے مگر جس زمانے میں قرآن کریم نازل ہوا تھا وہ بڑا سادہ زمانہ تھا لوگ صحرائی سفر کرتے تھے تو ستاروں کو دیکھ کر سمت کو متعین کرتے تھے کہ یہ ستارہ یہاں ہے لہٰذا ہم نے ادھر جانا ہے اور سمندر میں کشتیوں کے راستے بھی ستاروں کے ذریعے متعین کرتے تھے۔ فرمایا...... قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیتیں لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لئے جو جاننا چاہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کی اور قدرت کا بیان ہے۔ فرمایا...... وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ اور وہ وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا تم کو مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس سے، یعنی آدمؑ سے۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر ان سے آگے نسل انسانی بڑھائی۔

"مُسْتَقَرٌّ، مُسْتَوْدَعٌ" کی تحقیق و تفسیر:

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ پس ایک قرار گاہ اور امانت سپرد کرنے کی جگہ ہے۔ مُسْتَقَرٌّ کا یہ معنیٰ بھی ہے کہ آدمی کا مادہ باپ کی پیٹھ میں ہوتا ہے اور ماں کی چھاتی میں ہوتا ہے تو یہ مستقر ہوا پھر ماں کے رحم میں ودیعت ہوتا ہے تو یہ مستودع ہوا اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ مستقر سے مراد ماں کا رحم ہے اور مستودع سے مراد یہ زمین ہے جس میں کچھ عرصہ کے لئے رہنا ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ تحقیق تفصیل کے ساتھ بیان کیں ہم نے آیتیں اس قوم کے لئے جو سمجھ رکھتی ہے۔

پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت :

وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات ہے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً جس نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی۔ انسانی زندگی کے لئے سب سے ضروری چیز ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بالکل فری کر دیا ہے ہوا کے بعد ضروری چیز پانی ہے عالمِ اسباب میں جس پر زندگی کا دارومدار ہے یہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے نازل فرمایا ہے۔ فرمایا...... فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے ہر چیز کے پودے۔ سارے باغات اور فصلیں پانی کے ذریعے ہی اگتی ہیں۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا پس نکالے ہم نے اس پودے سے سبز رنگ کے دانے نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ہم نکالتے ہیں اس سے دانے ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے۔ ہر خوشہ پہلے سبز رنگ کا ہوتا ہے پھر پک کر سرخ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے بے شمار دانے پیدا ہوتے ہیں۔ عام اناج کا ذکر کرنے کے بعد۔

کھجوروں اور انگوروں کا ذکر بکثرت کرنے کی وجہ

آگے اللہ تعالیٰ نے خاص چیز کا ذکر فرمایا ہے۔ وَمِنَ النَّخْلِ اور کھجوروں سے، اور ہم نے پانی کے ذریعے کھجوروں کو پیدا فرمایا۔ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ ایک کے خوشوں سے گچھے لٹکے ہوئے ہیں وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ اور باغات ہیں انگوروں کے۔ قرآنِ کریم میں انگوروں اور کھجوروں کا ذکر کثرت سے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا پھل دیر تک رہتا ہے۔ دوسرے پھل موسمی ہیں کہ موسم کے ختم ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں کھجوریں کئی کئی سال تک باقی رہتی ہیں اور کام آتی ہیں۔ اور انگوروں کا منقہ اور کشمش بنا کر لوگ رکھتے ہیں۔ اور یہ کئی سال تک کام آتی ہے۔ تو یہ کھجوریں اور انگور کس نے

پیدا فرمائے ہیں۔

خاصیاتِ زیتون ودیسی گھی :

وَالزَّيْتُوْنَ اورزیتون کے۔ زیتون کوکس نے پیدا فرمایا؟ عرب کے علاقہ میں عموماً کھانے کے لئے زیتون کا تیل استعمال ہوتا ہے اور یہ گھی سے زیادہ مفید ہے البتہ دیسی گھی ان لوگوں کے لئے تو سونے پر سہاگہ ہے جو بدنی محنت اور مشقت کا کام کرتے ہیں اور جو لوگ بیٹھے رہتے ہیں ان کے لئے مضر ہے کہ ان کے اعصاب کو کمزور کرتا ہے اور زیتون کے تیل کی یہ خوبی ہے کہ وہ بدن سے رطوبات کو خارج کر کے رگوں کو صاف کرتا ہے اور اعصاب کو مضبوط کرتا ہے۔ اور پیٹ کی بیماریوں کا علاج ہے۔

پھلوں کی اقسام ونقشہ جات کا قدرتِ الٰہی کی گواہی دینا :

وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور اناروں کے جو ملتے جلتے ہیں اور جو نہیں ملتے جلتے، یعنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر چکھو تو ایک کے دانے میٹھے ہیں اور دوسرے کے کھٹے ہیں پھر کوئی موٹا ہے اور کوئی پتلا ہے کوئی سرخ رنگ کا ہے اور کوئی سفید ہے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے بنائے ہیں؟۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ دیکھو اس کے پھل کی طرف جب وہ پھل دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کیسی شکل بنائی ہے کھجور کا اپنا نقشہ اور ذائقہ ہے اور فوائد ہیں یہ کس نے پیدا کئے ہیں؟ وَيَنْعِهٖ اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو درخت پر پکا ہوا تو ہمیں نصیب نہیں ہوتا ہماری طرف تو وہ کچا توڑ کر مصالحہ لگا کر بھیج دیتے ہیں اور روپے وہ لے لیتے ہیں اور پھوک ہم کھا لیتے ہیں جس میں نہ ذائقہ اور نہ لطف ہوتا ہے۔ اصل پھل تو وہ ہے جو درخت پر پکے اور باغباں ہی کھاتے ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں کئی نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس

قوم کے لئے جو رب تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۰۰) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۰۱) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (۱۰۲) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۰۳) قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (۱۰۴) وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۱۰۵)

لفظی ترجمہ :

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اور بنائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شُرَكَآءَ الْجِنَّ

شریک جنات وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا کیا ہے وَخَرَقُوْا اورگھڑے ان لوگوں نے لَـهٗ بَنِيْنَ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے وَبَنٰتٍ اور بیٹیاں بِغَيْرِ عِلْمٍ جہالت سے سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ اس چیز سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ کہاں سے ہوگی اس کی اولاد وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور اس نے پیدا کی ہے ہر چیز وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہاری تربیت کرنے والا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر وہی خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے فَاعْبُدُوْهُ پس تم اس کی عبادت کرو وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اور وہ پاتا ہے آنکھوں کو وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اور وہ نہایت ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے قَدْ جَآءَكُمْ تحقیق آچکی ہیں تمہارے پاس بَصَآئِرُ بصیرت کی باتیں مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَمَنْ اَبْصَرَ پس جس نے دیکھا فَلِنَفْسِهٖ پس اپنے نفس کے لئے دیکھے گا وَمَنْ عَمِيَ اور جو اندھا ہوا فَعَلَيْهَا پس اس کے نفس پر

پڑے گا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر نگران وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ اور تاکہ وہ کہیں کہ آپ نے پڑھا ہے وَلِنُبَيِّنَهٗ اور تاکہ ہم قرآن کو بیان کریں لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لئے جو جانتی ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان ہے کہ اناج اور پھل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ بھی وہی پیدا کرتا ہے۔ دن رات، چاند سورج ستارے سب اسی کے حکم سے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں تمہیں بھی اسی نے ایک نفس سے پیدا فرمایا ہر قسم کا سبزہ کھجوریں انگور اور انار سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔

جنات کو شریک بنانے کا مطلب :

لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ اور بنائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک جنات۔ جنات کو شریک بنانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جنات کو خالق سمجھتے تھے، نہیں، خالق نہیں سمجھتے تھے بلکہ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا (سورۃ الجن) اور یہ بات بھی ہے کہ مرد انسانوں میں سے پناہ پکڑتے تھے جنوں میں سے کچھ مردوں کے ساتھ پس بڑھا دیا انہوں نے ان کی سرکشی کو۔ حالانکہ پناہ دینا رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ تو یہ جنات سے پناہ پکڑنا ان کو سورنا پکارنا حاجت میں یہ شریک بنانا ہے کیونکہ ماوراء الاسباب یہ اختیار کسی کو حاصل نہیں سے اللہ تعالیٰ کے سوا وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا کیا ہے

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍ اور گھڑے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ ۨابْنُ اللّٰہِ اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جب لوگوں کی ذہن سازی ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی اولاد ہو سکتی ہے تو پھر اپنے لئے دعویٰ کر دیا بیٹے ہونے کا اور کہا...... نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

کفار کا ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنانا :

وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ اور بنائی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں۔ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ بِغَیْرِ عِلْمٍ جہالت سے یہ باتیں کرتے ہیں رب تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے، نہ اس کی ماں ہے نہ باپ ہے وہ...... لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے بیٹوں اور بیٹیوں سے شریکوں سے وَتَعٰلٰی اور بہت بلند ہے عَمَّا یَصِفُوْنَ اس چیز سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے شریک ہیں اور یہ بھی پناہ دے سکتے ہیں اور ان کو بھی پکارنا جائز ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بیٹے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بہت بلند ہے۔

بغیر نمونے کے زمین و آسمان کو بنانا :

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس سے پہلے ایسی کوئی چیز نہیں تھی کہ جس طرح آسمانوں اور زمینوں کو بنانا اور بغیر نمونے کے کسی چیز کو بنانا بڑا مشکل ہوتا ہے اور بنی ہوئی چیز کی نقل اتارنی آسان ہوتی

ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اولاد بغیر بیوی کے نہیں ہوسکتی :

پھر ان ظالموں سے پوچھو اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ کہاں سے ہوگی اس کی اولاد وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی تو اولاد کہاں سے آئے گی، عادت یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کے ذریعہ ہوتی ہے۔

نصاریٰ کا مریمؑ کو در پردہ اللہ تعالیٰ کی بیوی کہنا :

البتہ عیسائی اگرچہ زبانی طور پر اقرار تو نہیں کرتے مگر ان کے اندازِ گفتگو سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت مریمؑ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہوں۔ معاذ اللہ تعالیٰ کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں اور حضرت مریمؑ کا بیٹا بھی مانتے ہیں تو منطقی طور پر یہ بات لازم آتی ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہوں۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ اور اس نے پیدا کی ہے ہر چیز وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہاری تربیت کرنے والا جس کی صفات اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى سے شروع ہوئی ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر وہی خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے :

فَاعْبُدُوْهُ پس تم اس کی عبادت کرو اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہ جھکو نہ کسی کے نام کی نذر و نیاز دو اور نہ ہی کسی اور کا طواف کرو کیونکہ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ وہی ہر ایک کا

کام بنانے والا ہے۔ لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں یعنی مخلوق کی آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اور وہ پاتا ہے آنکھوں کو یعنی ان کا احاطہ کرنے والا ہے۔

دیکھنے اور احاطہ کرنے میں فرق :

دیکھنا اور چیز ہے اور احاطہ کرنا اور چیز ہے۔ دونوں میں فرق ہے مخلوق میں سے کسی کی آنکھ اس کا احاطہ نہیں کرسکتی دیکھ سکتی ہے۔

''معتزلہ'' تعارف/عقائد :

ایک باطل فرقہ ہے ''معتزلہ'' وہ صرف عقل کے پیچھے چلتے ہیں اور جو چیز ان کے عقل میں نہ آئے اس کا انکار کردیتے ہیں وہ قیامت والے دن دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا۔ اور لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ نہیں دیکھیں گی اس کو آنکھیں حالانکہ قرآنِ کریم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے...... وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ☆ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ☆ (سورۃ القیامہ) کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

روزِ قیامت دیدارِ الٰہی کا ضرور ہونا :

اور متواتر درجے کی صحیح احادیث میں جو تم حدیث کے درس میں سن چکے ہو کہ صحابہ کرام ؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اپنے رب تعالیٰ کو دیکھیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ چودھویں رات کا چاند ہو اور دھند، بادل بھی نہ ہو تو چاند تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں؟۔ اسی طرح دوپہر کا وقت ہو۔ دھند اور بادل بھی نہ ہوں تو سورج تمہیں نظر

آتا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرامؓ نے کہا حضرت نظر آتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وَكَذٰلِكَ تَرَوْنَ رَبَّكُمْ اسی طرح تم اپنے پروردگار کا دیدار کروگے تو دیدار الٰہی قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ البتہ آنکھیں رب تعالیٰ کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور وہ نہایت ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔

"بَصَائِرُ" کی تحقیق :

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ "بَصَائِرُ"، بَصِيرَةٌ کی جمع ہے اور بصیرت کا معنٰی ہے دل کی روشنی تو معنٰی ہوگا تحقیق آچکی ہیں تمہارے پاس وہ چیزیں جو دل میں روشنی پیدا کرتی ہیں تمہارے رب کی طرف سے پھر کیا ہوگا فَمَنْ أَبْصَرَ پس جس نے دیکھا آنکھیں کھول کر فَلِنَفْسِهِ پس اپنے نفس کے لئے دیکھے گا وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا اور جو اندھا ہوا پس اس کے نفس پر پڑے گا یہ اندھا پن، دوپہر کا وقت ہو بادل دھند وغیرہ بھی نہ ہوں اور کوئی شخص آنکھیں بند کرکے کہے کہ مجھے دکھاؤ سورج کہاں ہے؟ تو ایسے شخص کو سورج کوئی نہیں دکھا سکتا

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا؟

دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ہوتے ہوئے بھی نہ ماننا :

اللہ تعالیٰ کی توحید پر عقلی اور نقلی دلائل کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص ضد کرکے شرک پر اڑا رہے تو اس ضد کا کوئی علاج نہیں ہے اسی طرح جو ضدی کافر مشرک

اور منافق ہیں ان کی آنکھیں ضد کی وجہ سے بند ہو چکی ہیں ان کو رب تعالیٰ کی قدرتیں اور اس کی وحدانیت کے دلائل ان کو نظر نہیں آتے بس یہ اپنی غرض سے غرض رکھتے ہیں۔ وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر نگران، حفاظت کرنے والا ہر چیز کی صرف رب تعالیٰ ہے۔

مظاہرِ قدرت کا مقصود صرف سمجھانا:

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ اور اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں کبھی آسمان کی طرف متوجہ کرتے ہیں کبھی زمین کی طرف کبھی اپنے وجود کی طرف اور کبھی چاند اور سورج کی طرف متوجہ کرتے ہیں کبھی نظام بارش کی طرف اور کبھی درختوں اور پھلوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ اور تاکہ وہ کہیں کہ آپ نے پڑھا ہے قرآنِ کریم کی آیتوں کو پھیر پھیر کر اور تھوڑا تھوڑا کرکے اس لئے بیان کیا گیا تاکہ وہ سمجھیں مگر مخالف اس کا غلط مطلب لیتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کسی دوسرے شخص سے سیکھ کر آتے ہیں اس لئے تھوڑا تھوڑا کرکے سناتے ہے۔ اور یہ شوشہ بھی انہوں نے چھوڑا تھا کہ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً ☆ (الفرقان) یہ آیتیں اس کو صبح وشام لکھوائی جاتی ہیں حالانکہ سب کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے اور سورۃ العنکبوت میں ہے وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اور نہ لکھتے تھے داہنے ہاتھ سے اور وحی کے نازل ہونے سے پہلے آپ ﷺ پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے اَلرَّسُوْلُ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ آپ ﷺ کی صفت ہے اس کے باوجود یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ آپ ﷺ کو آیتیں لکھوائی جاتی ہیں اور یہ بھی کہا کہ خود بنا کر لاتا ہے وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اور تاکہ ہم قرآن کو بیان کریں اس قوم کے لئے جو جانتی ہے۔ اور علم سے کام لیتی ہے اور جو نہیں جانتے اور

علم سے کام نہیں لیتے ان کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۚ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (۱۰۶) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَکُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰکَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَکِیْلٍ (۱۰۷) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۗ کَذٰلِکَ زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۱۰۸) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا ۗ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُشْعِرُکُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۱۰۹) وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (۱۱۰)

لفظی ترجمہ :

اِتَّبِعْ آپ پیروی کریں مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ اس چیز کی جو وحی کی گئی

آپ کی طرف مِن رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا ھُوَ نہیں کوئی معبود مگر صرف وہی وَاَعْـــرِضْ اور آپ اعراض کریں عَـــنِ الْـمُشْرِكِيْنَ شرک کرنے والوں سے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر چاہے اللہ تعالیٰ مَا اَشْرَكُوْا تو یہ شرک نہ کر سکیں وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور نہیں بنایا ہم نے تمہیں ان پر نگران وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان کے وکیل وَلَا تَسُبُّوْا اور نہ برا کہو الَّذِيْنَ ان کو يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے فَـيَسُبُّوا اللّٰـهَ پس وہ برا کہیں گے اللہ تعالیٰ کو عَدْوًا تجاوز کرتے ہوئے بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے كَذٰلِكَ اسی طرح زَيَّـنَّا ہم نے مزین کیا لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کے لئے عَـمَلَهُمْ ان کا عمل ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِـمْ مَّـرْجِعُهُمْ پھر ان کا اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے فَيُنَبِّئُهُمْ پس وہ ان کو خبر دے گا بِمَـا اس چیز کی كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو کچھ وہ کرتے تھے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور قسمیں اٹھائیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ مضبوط قسمیں لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ البتہ اگر آئے گی ان کے پاس کوئی نشانی معجزہ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَـا البتہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّـمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وَمَـا يُشْعِرُكُمْ اور (اے ایمان والو!) تمہیں کیا معلوم ہے اَنَّهَا کہ شاید وہ معجزہ اِذَا جَـآءَتْ جب ان کے پاس

آیۃ لَا یُؤْمِنُوْنَ تو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ اور ہم پھیر دیں ان کے دلوں کو وَاَبْصَارَهُمْ اور ان کی آنکھوں کو كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ جس طرح کہ وہ نہیں ایمان لائے اس پر اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ وَنَذَرُهُمْ اور ہم چھوڑ دیں ان کو فِيْ طُغْيَانِهِمْ وہ اپنی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ سرگردان اور حیران پھر رہے ہیں۔

ربط رکوعات :

پہلے دو رکوعوں میں شرک کی تردید تھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کا بیان تھا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تسلی دی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ آپ پیروی کریں اس چیز کی جو وحی کی گئی آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے آپ اپنے رب کے حکم کو ماننے کے پابند ہیں آپ کا پہلے بھی یہی عقیدہ ہے۔

معبود، حاجت روا، فریاد رس صرف اللہ تعالیٰ :

پھر صاف لفظوں میں سن لیں اور ان لوگوں کو سمجھائیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر صرف اس کے سوا نہ کوئی عبادت کے لائق ہے اور نہ کوئی حاجت روا نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ کوئی فریاد رس نہ کوئی دستگیر نہ کوئی عالم الغیب والشہادہ نہ، کوئی حاضر و ناظر، نہ کوئی قانون بنانے والا، نہ کوئی حاکم اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

مشرکین کے غلط جملوں کا جواب دینے کی ممانعت :

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اور آپ اعراض کریں شرک کرنے والوں سے کہ

ان کے غلط جملوں کا جواب نہ دیں کہ یہ آپ کو مجنون مفتری اور جادوگر کبھی کذاب اور کبھی مسحور کہتے ہیں اگر آپ نے بھی اسی طرح جواب دیا تو آپ میں اور ان میں فرق نہیں رہے گا اور یہ محض آپ کی لڑائی بن جائے گی۔

''اعراض'' کا مطلب :

اعراض کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ان کو تبلیغ نہ کریں ان کے ساتھ میل جول نہ رکھیں۔ کیونکہ تبلیغ تو آپ کا فریضہ ہے۔ ان کو مسئلہ توحید سمجھانا ہے شرک کا رد کرنا ہے۔

انسان، ملائکہ فرق / مقصد تخلیق :

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر چاہے اللہ تعالیٰ مَا اَشْرَكُوْا تو یہ شرک نہ کر سکیں اس طرح کہ رب تعالیٰ ان کو ایمان پر مجبور کر دے انکار اور بدی کی طاقت ان سے سلب کر لے جس طرح فرشتے ہیں کہ وہ کفر نہیں کر سکتے بدی نہیں کر سکتے کہ ان میں کفر اور بدی کرنے کی طاقت ہی نہیں ہے تو رب تعالیٰ چاہے تو ان کو فرشتہ صفت بنا دے کہ شرک کر ہی نہ سکیں۔ تو پھر انسان تو نہیں رہیں گے فرشتے بن جائیں گے تو پھر انسان کو پیدا کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا اور جب انسان، انسان ہے اور جن، جن ہے تو اس میں خیر کی طاقت بھی ہوگی اور شر کی طاقت بھی اور دونوں کا اختیار بھی دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اللہ تعالیٰ کسی کو نیکی بدی پر مجبور نہیں کرتا۔

مقصد بعثت :

وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور نہیں بنایا ہم نے آپ کو ان پر نگران وَمَآ

اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان کے وکیل کہ جبراً ان کو ہدایت دے دیں اور ان سے تسلیم کروالیں آپ تو حق کے مبلغ ہیں ان کے سامنے حق بیان کردیں پھر ان کی مرضی ہے کہ قبول کریں یا نہ کریں۔

مشرکین کے خودساختہ خداؤں کو برا بھلا کہنے کی ممانعت :

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہ برا کہوان کو جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے، ہر زمانے میں جذباتی قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور سنجیدہ مزاج کے لوگ بھی ہوتے ہیں اس زمانے میں بھی جذباتی لوگ موجود تھے۔ جب ان کے سامنے کوئی لات، منات، عزیٰ کا ذکر کرتا یا دیگر بتوں کا تو وہ ان کو گالیاں دینی شروع کردیتے اس کے جواب میں لات، منات، عزیٰ کے پجاری رب تعالیٰ کو گالیاں دینی شروع کردیتے تو اللہ تعالیٰ نے پابندی لگادی کہ تم ان کے خداؤں کو برا بھلا نہ کہو...... فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ پس وہ برا کہیں گے اللہ تعالیٰ کو تجاوز کرتے ہوئے بغیر علم کے۔

شرک کی تردید فرض ہے :

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ایک ہے شرک کی تردید کرنا کہ لات، منات، عزیٰ کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں یہ مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی صفات نہیں ہیں یہ بیان کرنا تو فرض ہے کیونکہ جب تک ان کی الوہیت کی تردید نہیں کی جائے گی شرک کی تردید نہیں ہوگی اور ایک ہے کو برا بھلا کہنا کہ لات کی ایسی کی تیسی، منات کی ایسی تیسی اور ان کو گالیاں دینا یہ صحیح نہیں ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے ایک ہے کسی کا عقیدہ بیان کرنا کہ اس کا عقیدہ کیسا ہے؟ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ

شیعہ کافر ہیں اور ان کے کفر میں رتی برابر بھی شک نہیں ہے اور کافر کو کافر کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔

کافر کو دیکھ کر کافر کافر کے نعرے لگانا درست نہیں :

دیکھو! قرآنِ کریم میں ہے...... قُلْ اے نبی کریم (ﷺ) آپ کہہ دیں یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اے کافرو اور سورۂ مائدہ میں ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ وہ عیسیٰ بن مریمؑ ہے۔ اگر اس کو کافر اپنے لئے گالی سمجھیں تو یہ ان کی نادانی ہے۔ اور ایک ہے کہ ان کو دیکھ کر نعرے لگانے شروع کر دے کافر، کافر شیعہ کافر۔ کافر، کافر شیعہ کافر اس کو شریعت پسند نہیں کرتی کہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلتا ہے اسی طرح عیسائی بھی کافر ہیں یہودی بھی کافر ہیں مگر ان کو کوئی دیکھ کر شروع ہو جائے۔ کافر، کافر عیسائی کافر۔ کافر، کافر یہودی کافر یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے مرزائیوں کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے مگر مرزائی کو دیکھ کر کہنا شروع کر دے کافر، کافر مرزائی کافر اس کو شریعت پسند نہیں کرتی کیونکہ یہ انداز چڑانے کا ہے۔

اپنے والدین کو گالی دینے کا مطلب :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کوئی اپنے والدین کو گالی نہ دے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ حضرت کوئی ایسا بھی ہے کہ والدین کو گالیاں دے آج کل کا زمانہ ہوتا تو سوال کی ضرورت ہی نہ پڑتی کیونکہ اس زمانے میں ماں باپ کو گالیاں دینے والے بکثرت موجود ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح ہوگا کہ یہ کسی ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس نے خود اپنے ماں باپ کو گالی دی

ہے۔

اعمال مزین کرنے کا مطلب :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ اسی طرح ہم نے مزین کیا ہر امت کے لئے عَمَلَهُمْ ان کا عمل۔ان کا عمل ہر قوم اپنے اعتقادات اور رسم و رواج کو ہی بہتر سمجھتی ہے۔مشرکین کے نزدیک شرک بھی ایک بہت اچھا کام ہے۔بدعتی بدعت پر نازاں ہے۔کافر اپنے معبودانِ باطلہ کی پوجا کر کے خوش ہے۔غرضیکہ ہر امت اپنے اپنے اعمال کو اچھا خیال کر کے اس پر عمل پیرا ہے۔تو جب وہ کفر اور شرک کو اپنے لئے اچھا خیال کرنے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہی اعمال مزین کر دیئے۔ مومنوں کیلئے ایمان اور کافروں کے لئے کفر۔

''مرجع'' کی تحقیق :

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ پھر ان کا اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے۔لفظ ''مرجع'' مصدر کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اور ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اگر مصدر ہو تو معنیٰ ہو گا رب کی طرف لوٹنا اور ظرف ہو تو معنیٰ ہو گا رب کی طرف ان کے لوٹنے کی جگہ ہے۔ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ پس وہ ان کو خبر دے گا اس چیز کی جو کچھ وہ کرتے تھے۔یعنی ان کی نیکی بدی کا پورا پورا بدلہ دے گا وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور قسمیں اٹھائیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ مضبوط قسمیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔

معجزات کا صادر ہونا رب العزت کی طرف سے ہے :

لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ البتہ اگر آئے گی ان کے پاس کوئی نشانی معجزہ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا

البتہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ اور نشانیاں مانگتے تھے اپنی مرضی کی کہتے تھے کہ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو پھر آپ کی سونے کی کوٹھی ہونی چاہیے اور کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہیے جس میں نہریں جاری ہوں یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر وہاں سے کتاب لے کر آ۔ اس قسم کے معجزے مانگتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ مجھے ان پر اختیار حاصل نہیں ہے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَا یُشْعِرُكُمْ اور (اے ایمان والو!) تمہیں کیا معلوم ہے اَنَّهَا اِذَا جَاءَتْ کہ شاید وہ معجزہ جب ان کے پاس آئے۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ تو یہ لوگ ایمان نہ لائیں۔

رؤیت شق القمر اور کفار کا بدستور انکار :

یہ کتنے ضدی ہیں اس کا اندازہ اس سے لگالو کہ چودھویں کی رات تھی چاند سر پر تھا اور مطلع بھی بالکل صاف تھا بادل دھند غبار وغیرہ نہیں تھا ان کافروں نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں تو چاند دو ٹکڑے ہو جائے ہم آپ کو پیغمبر تسلیم کر لیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنا میرے اختیار میں تو نہیں ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ ایسا کر دے تو مان لو گے کہنے لگے کیوں نہیں مانیں گے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو وہ دو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر چلا گیا جو کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے پہاڑ ہے اور دوسرا ٹکڑا مغرب کی طرف تیہان پہاڑ پر چلا گیا ستائیسویں پارے میں ہے...... اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قیامت قریب آگئی ہے وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور چاند پھٹ گیا ہے۔ سب نے آنکھوں سے دیکھا اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں!

مجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں وہاں سے چند قدم ہٹ کر دیکھا دو ٹکڑے ہی نظر آئے اور چند قدم ہٹ کر دیکھا پھر بھی دو ٹکڑے ہی نظر آئے اتنا بڑا معجزہ اور نشانی دیکھنے کے باوجود ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا۔ کَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْآ اَهْوَآءَهُمْ جھٹلایا اور اپنی خواہشات پر چلے وَقَالُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اور کہا بڑا قوی جادو ہے ایسے ضدی تھے کہ نشانی دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ اور ہم پھیر دیں ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ جس طرح کہ وہ نہیں ایمان لائے اس پر اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ، اسی طرح پھر بھی انکار کر سکتے ہیں شق القمر کو دیکھا مگر ایمان نہیں لائے اس کے علاوہ اور کئی معجزے دیکھے مگر ایمان نہیں لائے ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے یہ محض آپ کو ستانے اور تنگ کرنے کے لئے شوشے چھوڑتے تھے ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور جو ماننے والے ہوتے ہیں وہ صرف اطمینان چاہتے ہیں۔ اور ایمان لے آتے ہیں۔

کھجور کے گچھے کو دیکھ کر ایمان لے آنا:

چنانچہ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک باغ میں تشریف فرما تھے کھجور کے ایک بلند درخت پر کھجور کے گچھے لٹک رہے تھے کہ ایک شخص آیا کہنے لگا آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کہو کہ کھجور کا ایک گچھا اتر کر تمہاری گود میں آجائے آپ ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ قادر ہے وہ کر سکتا ہے سب نے دیکھا کہ گچھا اتر کر آگیا اس شخص نے کہا کہ میری تسلی ہوگئی ہے اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ میں ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی چونکہ وہ درخت کسی اور شخص کی ملکیت تھا اس لئے وہ گچھا دوبارہ اس کے ساتھ جڑ گیا جس طرح پہلے تھا۔ مالک کا نقصان بھی نہ ہوا اور اس آدمی کی تسلی بھی

ہوگئی اور جوضدی ہوتے ہیں وہ نہیں مانتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَنَذَرُهُمْ اور ہم چھوڑ دیں ان کو فِيْ طُغْيَانِهِمْ وہ اپنی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ سرگردان اور حیران پھر رہے ہیں۔حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ(۱۱۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ(۱۱۲) وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ(۱۱۳) اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ط وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ(۱۱۴) وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ(۱۱۵)

لفظی ترجمہ :

وَلَوْ اَنَّنَا اور اگر بے شک ہم نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ نازل کریں ان کی طرف الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى اور گفتگو کریں ان کے ساتھ مردے وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ اور جمع کر دیں ان کے سامنے كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز قُبُلًا سامنے مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا نہیں ہیں یہ کہ ایمان لائیں اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے جاہل ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا اور اسی طرح بنائے ہم نے لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا ہر نبی کے لئے دشمن شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ انسانوں اور جنوں میں سے شیطان يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ القا کرتے ہیں بعض بعض کو زُخْرُفَ الْقَوْلِ ملمع کی ہوئی بات غُرُوْرًا دھوکہ دینے کے لئے وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا پروردگار مَا فَعَلُوْهُ تو نہ کر سکیں یہ اس بات کو فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دیں ان کو وَمَا يَفْتَرُوْنَ اور اس چیز کو جس کا یہ افترا کرتے ہیں وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اور تاکہ مائل ہوں اس کی طرف اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے دل لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر وَلِيَرْضَوْهُ اور تاکہ اس کو پسند کریں وَلِيَقْتَرِفُوْا اور تاکہ وہ کمائیں مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ جو کچھ وہ کماتے ہیں اَفَغَيْرَ اللّٰهِ کیا پس اللہ تعالیٰ کے سوا اَبْتَغِيْ حَكَمًا تلاش کروں میں فیصلہ کرنے والا وَّهُوَ الَّذِيْٓ حالانکہ اسی نے ا

نَزَّلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ نازل کی تمہاری طرف کتاب مُفَصَّلًا تفصیلی وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ کہ بے شک یہ اتاری گئی ہے مِّنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور مکمل ہو گیا ہے تیرے رب کا فیصلہ صِدْقًا وَّعَدْلًا سچائی اور انصاف کے ساتھ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ کوئی نہیں تبدیل کر سکتا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

ربط :

کل کے درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ کافروں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھائیں لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں گے یعنی اگر معجزہ ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق آ جائے تو مان لیں گے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ آپ کہہ دیں کہ نشانیاں لانا میرے بس کی بات نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے پھر ایمان والوں سے خطاب کیا کہ تمہیں کیا معلوم کہ نشانی آ جانے پر یہ ضرور ہی ایمان لے آئیں گے۔

کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی کا بیان :

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اتنے ضدی ہیں کہ اگر ہم ان کی طرف فرشتے

نازل کریں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے ارشادِ ربانی ہے...... وَلَوْ اَنَّنَا اور اگر بے شک ہم نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ نازل کریں ان کی طرف فرشتے اور وہ ان سے گفتگو کریں اور یہ سمجھ جائیں کہ واقعی یہ فرشتے ہیں وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى اور گفتگو کریں ان کے ساتھ مردے وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا اور جمع کر دیں ان کے سامنے ہر چیز سامنے دنیا کی ہر چیز۔

"قُبُلُ" کی تحقیق :

"قُبُلُ" قبیل کی جمع بھی بن سکتی ہے پھر اقسام کے معنیٰ ہوں گے کہ ہر قسم کی چیزیں ان کے سامنے جمع کر دیں اور "قُبُلُ" مصدر بھی آتا ہے۔تو اس وقت سامنے کے معنیٰ ہوں گے کہ ہم ان کے سامنے دنیا کی ہر چیز جمع کر دیں مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا نہیں ہیں یہ کہ ایمان لائیں۔

ابو جہل کی شرارت اور آپ ﷺ کا معجزہ :

یہ روایت تم پہلے بھی سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کی مجلس میں مومن بھی تھے اور کافر بھی تھے کہ ابو جہل آیا سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھو یہ کیا بات کرتا ہے۔کیونکہ کرنی تو اس نے شرارت ہی ہوتی تھی کہنے لگا یا محمد (ﷺ)! مجھے بتاؤ کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جی اگر مٹھی والی چیز بول کر بتا دے تو پھر کیا ہوگا؟۔کہنے لگا اچھا ان کو کہو کہ یہ بولیں روایات میں آتا ہے کہ اس نے مٹھی میں جو کنکر پکڑے ہوئے تھے انہوں نے بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا سُبْحَانَ اللهِ سُبْحَانَ اللهِ اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھنا شروع کر دیا اور سب نے اس

طرح سنا جس طرح میں پڑھ رہا ہوں اور تم سن رہے ہو۔ ابو جہل نے کنکریوں کو یہ کہہ کر پھینک دیا کہ تم بھی اس کی طرف دار ہو گئی ہو؟۔ اب بتاؤ کہ اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔ تو فرمایا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور ان کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ لیکن وہ جبر کسی پر نہیں کرتا کیونکہ اس کا قانون ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے جاہل ہیں سمجھ دار لوگ دنیا میں ہمیشہ تھوڑے ہوئے ہیں۔

ہر نبی کی امت میں اس کے دشمنوں کا ہونا :

آگے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ دشمنی کوئی نئی چیز نہیں ہے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی اس طرح دشمنی کی گئی ہے فرمایا...... وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ اور اسی طرح بنائے ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن انسانوں اور جنات میں سے جنہوں نے پیغمبروں کی ڈٹ کر مخالفت کی يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ القا کرتے ہیں بعض بعض کو زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ملمع کی ہوئی بات دھوکہ دینے کے لئے۔

"زُخْرُفْ" کا لفظی معنٰی :

"زُخْرُفْ" کے لغوی معنٰی ہیں پیتل یا تانبے پر سونے کا پانی چڑھا کر اس کو سونا ظاہر کیا جائے یعنی ظاہر کچھ اور باطن کچھ تو زُخْرُفَ الْقَوْلِ کے معنٰی ہوں گے ایسی بات جس کا ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو فرمایا...... وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا پروردگار مَا فَعَلُوْهُ تو نہ کر سکیں یہ اس بات کو۔

جن وانس کو اختیار دیتے ہوئے پیغمبروں کے ذریعے کتابیں نازل کرنا :

رب تعالیٰ ان سے بدی کی قوۃ سلب کر لے کفر کرنے کی طاقت سلب کر لے مگر وہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ اس نے جنوں اور انسانوں کو اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی سے جو راستہ چاہو اختیار کرو البتہ اس نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر حق اور باطل کو واضح کر دیا ہے اور اپنی خوشی اور ناراضگی سے بھی آگاہ کر دیا ہے اور ہر زمانے میں حق کی تبلیغ کرنے والے کھڑے کئے ہیں جو حق و باطل سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد تمہاری مرضی ہے جدھر جانا چاہو چلے جاؤ۔

کفار کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے آپ علیہ السلام کو نصیحت :

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ پس چھوڑ دیں ان کو اور اس چیز کو جس کا یہ افترا کرتے ہیں اس کی طرف توجہ ہی نہ دو اور اس لئے بھی دوسروں کو باتیں سناتے ہیں۔ وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اور تاکہ مائل ہوں اس کی طرف اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے دل لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر اور دنیا کی چیزوں پر مطمئن ہیں وَلِيَرْضَوْهُ اور تاکہ اس کو پسند کریں براذہن بری چیز کو پسند کرتا ہے وَلِيَقْتَرِفُوْا اور تاکہ وہ کمائیں مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ جو کچھ وہ کماتے ہیں جو کرنا چاہتے ہیں کریں سب کا بدلہ ملے گا۔

صنادید قریش کا مطالبہ اور حکم الٰہی

قریش کے مختلف خاندان تھے اور ہر ہر خاندان کا الگ الگ سردار تھا سرداری نظام تھا تو صنادید قریش اکٹھے ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے ان کو دیکھ کر اور لوگ بھی اکٹھے ہو گئے کہ دیکھو کیا کہتے ہیں ویسے بھی فارغ ہوتے تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے دو مطالبے کئے ایک کا ذکر آج کی آیتوں میں ہے اور دوسرے کا بیان کل ہوگا ان شاء

اللہ۔ کہنے لگے اس بات کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف ہے اور دنیا کا قاعدہ اور دستور ہے کہ فریقین میں جھگڑے کا حل ثالث ہوتا ہے اور ثالث کو عربی زبان میں حکم کہتے ہیں لہٰذا حکم مقرر کر لیتے ہیں جو وہ فیصلہ کرے تسلیم کر لو رب تعالیٰ نے اس کا جواب دیا فرمایا آپ ان سے کہہ دیں اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا کیا پس اللہ تعالیٰ کے سوا تلاش کروں میں ثالث کسی اور کو میں ثالث مان لوں؟

مشرکین کی سازش ناکامی سے دوچار :

وَّھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلاً حالانکہ اسی نے نازل کی تمہاری طرف کتاب تفصیلی اور رب تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ حق میرے ساتھ ہے تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ اور تم بلا وجہ سینہ زوری کرتے ہو مشرکین مکہ کا ذہن یہ تھا کہ اکثریت ہماری ہے۔ لہٰذا ہم کسی سردار کا نام لیں گے کہ اس کو حکم تسلیم کر لو پھر وہ سردار اس پر فردِ جرم عائد کر دے گا کہ یہ سارا فساد تیری وجہ سے ہے لہٰذا تم باز آجاؤ اور اپنے پروگرام کو چھوڑ دو تو آپ ﷺ نے سرے سے ان کی بات کا انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

طالبان کی اسلامی حکومت اور کفریہ طاقتوں کا بلا جواز دباؤ :

یہی چال آج کل افغانستان میں چل رہے ہیں اور طالبان کو کہتے ہیں کہ وسیع البنیاد حکومت تشکیل دو کہ تمام فریقوں کو حکومت میں شامل کرو یعنی طالبان نے جن مرتدوں کو نکالا ہے ان کو واپس بلا کر شریک اقتدار کریں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ جید اور سمجھ دار علماء کرام ان میں موجود ہیں اگر بالفرض انہوں نے ایسا کیا تو اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماریں

گے کہ جس گند کو انہوں نے باہر پھینکا ہے پھر اس کو شامل کر لیا اور اس وقت اقوامِ متحدہ جو بین الاقوامی خبیث اور غنڈہ ہے وہ ان کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہے کہ مشترکہ حکومت تشکیل دو تا کہ حق و باطل کا ملغوبہ بن جائے اور جو خالص اسلام نافذ ہے وہ نہ رہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ دنیا میں ہمیشہ حق کا راستہ روکنے کے لئے عجیب وغریب ہتھکنڈے استعمال ہوتے رہے ہیں تو آپ نے ثالث ماننے سے انکار کر دیا۔

فہم حق کے لئے منصف مزاج اہلِ کتاب سے رابطے کا مشورہ :

ہاں اگر تم حق کو سمجھنا چاہتے ہو اور میری بات تم ضد کی وجہ سے نہیں مانتے تو اہلِ کتاب میں جو منصف مزاج ہیں ان کی طرف رجوع کر لو فرمایا...... وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے یَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ کہ بے شک یہ اتاری گئی ہے مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔ چنانچہ اہلِ کتاب میں جو منصف مزاج تھے وہ مانتے تھے اور دوسروں کو بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہے اور قرآنِ کریم سچی کتاب ہے۔ اسلام حق اور سچا مذہب ہے۔

دیگراں رانصیحت خودرا فضیحت :

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تم لوگوں کو حکم دیتے ہو نیکی کا وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ اور بھول جاتے ہو اپنے نفسوں کو کہ خود قبول نہیں کرتے اس کا جواب پہلے پارے میں موجود ہے کہتے تھے دیکھو! آپ لوگ محنت مشقت کرتے ہو ملازمتیں کرتے ہو ہمارا تو کوئی کاروبار نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان سے نذرانے اور وظائف ملتے ہیں اگر ہم ایمان لے آئیں تو یہ نذرانے اور وظائف بند ہو جائیں گے

ہماری روزی کہاں سے آئے گی؟۔لہٰذا ہم مجبور ہیں اور تمہاری تو کوئی مجبوری نہیں ہے۔ فلا تکونن من الممترین پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ اسلام کی حقانیت اور قرآنِ کریم کی صداقت کے متعلق وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا اور مکمل ہوگیا ہے تیرے رب کا فیصلہ سچائی اور انصاف کے ساتھ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ کوئی نہیں تبدیل کرسکتا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

نورِ خدا ہے حرکت کفر پہ خندہ زن :

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اور اللہ تعالیٰ مکمل کرے گا اپنے نورِ توحید کو وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ مشرک پسند نہ کریں اور کڑھتے رہیں اور دوسری جگہ فرمایا وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اگرچہ کافر پسند نہ کریں اور کڑھتے رہیں اللہ تعالیٰ اپنے نورِ ایمان کو چمکائے گا کفریہ طاقتیں اگرچہ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالتی ہیں مگر الحمد للہ اسلام میں اور مسلمانوں میں کمی نہیں آئی بڑھتا ہی جارہا ہے۔

عصرِ حاضر میں دنیا اور ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد :

اس وقت دنیا میں مسلم قوم سب سے زیادہ ہے اور دوسرے ملکوں کی نسبت ہندوستان میں تقریباً اٹھائیس کروڑ مسلمان ہیں اور ہندو انہیں مجبور کرتے ہیں کہ یا تو ہندو ہو جاؤ یا پھر پاکستان چلے جاؤ مسلمانوں کو شہید بھی کرتے ہیں اور مسجدیں بھی مسمار کرتے ہیں مگر وہ ڈٹے ہوئے ہیں اور معاف رکھنا وہ ہمارے سے زیادہ مضبوط مسلمان ہیں۔ بہرحال کفریہ طاقتیں جتنا مرضی زور لگائیں وہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں ان شاء اللہ العزیز۔

وَاِن تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ(١١٦) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ج وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ(١١٧) فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ(١١٨) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ط وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ(١١٩) وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ(١٢٠) وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ط وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ج وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ(١٢١)

لفظی ترجمہ :

وَاِنْ تُطِعْ اور اگر آپ اطاعت کریں گے اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ اکثر ان لوگوں کی جو زمین میں ہیں يُضِلُّوْكَ وہ بہکا دیں گے آپ کو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ نہیں وہ پیروی کرتے اِلَّا الظَّنَّ مگر گمان کی وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل اور تخمینے سے باتیں کرتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بے شک تیرا پروردگار وہ خوب جانتا ہے مَنْ يَّضِلُّ جو گمراہ ہو گیا عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو فَكُلُوْا پس کھاؤ مِمَّا اس چیز کو ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے وَمَا لَكُمْ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تَاْكُلُوْا کہ تم نہیں کھاتے مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ اور تحقیق تفصیل کے ساتھ اس نے بیان کیا ہے تمہارے لئے مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ان چیزوں کو جو اس نے تم پر حرام قرار دی ہیں اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ مگر وہ جس کی طرف تم مجبور کر دیئے جاؤ وَاِنَّ كَثِيْرًا اور بے شک بہت سے لوگ لَّيُضِلُّوْنَ بہکاتے ہیں بِاَهْوَآئِهِمْ اپنی خواہشات کے ساتھ بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے اِنَّ رَبَّكَ بے شک تیرا رب

هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ وہ خوب جانتا ہے تجاوز کرنے والوں کو وَذَرُوْا اور چھوڑ دو ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ظاہری اور چھپے ہوئے گناہ کو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ جو کماتے ہیں گناہ سَيُجْزَوْنَ عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا بِمَا اس چیز کا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ جو وہ کماتے رہے وَلَا تَاْكُلُوْا اور نہ کھاؤ مِمَّا اس چیز کو لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ذکر کیا گیا وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ اور بے شک یہ کھانا البتہ نافرمانی ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ اور بے شک شیاطین لَيُوْحُوْنَ البتہ القاء کرتے ہیں اِلٰى اَوْلِيٰٓئِهِمْ اپنے دوستوں کی طرف لِيُجَادِلُوْكُمْ تاکہ وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اور اگر تم نے شیطانوں کی اطاعت کی اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ بے شک تم بھی البتہ مشرک بن جاؤ گے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں بیان ہوا تھا کہ مشرکین مکہ کا ایک نمائندہ وفد جو ان کے سرداروں پر مشتمل تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مکہ مکرمہ دارالامن تھا لوگ یہاں صدیوں سے بڑے آرام اور چین سے رہ رہے تھے جب سے آپ ﷺ نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی رٹ لگائی ہے اس وقت سے گھر گھر میں جھگڑا فساد ہے بازاروں اور گلیوں میں لڑائیاں ہیں باپ بیٹے کا جھگڑا ہے میاں بیوی کا جھگڑا ہے، بھائی، بھائی آپس میں لڑتے ہیں، خسر، داماد کا جھگڑا ہے اور اس تمام فساد کے آپ ذمہ دار ہیں لہٰذا کسی کو ثالث تسلیم کریں اگر وہ ہمارے عقیدے کے درست ہونے کا فیصلہ

کردے تو پھر آپ ہمارے ساتھ مل جائیں اور اگر ثالث آپ کے عقیدے کے درست ہونے کا فیصلہ کردے تو ہم آپ کے ساتھ مل جائیں گے۔ اس کا جواب آپ حضرات کل کے سبق میں سن چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو ثالث تسلیم کرلوں یہ نہیں ہوسکتا۔

کفار کی دوسری خودساختہ پیشکش :

انہوں نے دوسری پیشکش یہ کی کہنے لگے کہ فریقین میں جھگڑا ہو تو صلح کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگوں سے رائے لے لی جاتی ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ لہٰذا لوگوں کو جمع کر کے ریفرنڈم کرالیتے ہیں لوگوں کی اکثریت جو فیصلہ دے اس کو تسلیم کرلیں۔

پیشکش کا جواب :

ان کی اس پیشکش کا جواب آج کی آیت کریمہ میں ہے فرمایا...... وَإِن تُطِعْ اور اگر آپ اطاعت کریں گے أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ اکثر ان لوگوں کی جو زمین میں ہیں يُضِلُّوكَ وہ بہکادیں گے آپ کو عَن سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیونکہ اکثریت تو ہے ہی گمراہوں کی ان کی رائے تو ان کے ساتھ ہوگی ووٹنگ کی کیا ضرورت ہے؟ إِن يَتَّبِعُونَ نہیں وہ پیروی کرتے إِلَّا الظَّنَّ مگر گمان کی وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل اور تخمینے سے باتیں کرتے ہیں۔ دلیل ان کے پاس کوئی نہیں ہے تو جو اکثریت اٹکل اور تخمینے کے پیچھے چلتی ہے ان کے ووٹوں کی کیا حیثیت ہے؟

انبیاءؑ اوران کے متبعین کی تعداد :

اور یہ بات آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ دنیا میں ایسے پیغمبر بھی تشریف لائے کہ ان پر ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا نہ بہن، نہ بھائی، نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ بیوی کسی نے بھی ساتھ نہ دیا اکیلا پیغمبر حق پر رہا اور ایسے پیغمبر بھی تھے کہ جن پر صرف دو آدمی ایمان لائے اور ایسے بھی تھے کہ جن پر تین آدمی ایمان لائے اور اکثریت دوسری طرف ہی رہی تو اکثریت ہمیشہ غلط کار ہی رہی ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بے شک تیرا پروردگار وہ خوب جانتا ہے مَنْ یَّضِلُّ جو گمراہ ہوگیا عَنْ سَبِیْلِهٖ اس کے راستے سے وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو لہٰذا آپ اپنا کام کرتے جائیں نہ کسی کو حکم ماننے کی ضرورت ہے اور نہ دو ونگ کی۔

کفار ومشرکین کا شوشہ :

مشرکوں اور کافروں نے ایک یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ یہ مسلمان اپنے ہاتھ کا مارا ہوا جانور یعنی ذبح شدہ جانور حلال سمجھتے ہیں اور خدا کا مارا ہوا یعنی طبعی موت مرا ہوا جانور حرام سمجھتے ہیں یہ مسلمان کیسی عجیب مخلوق ہے؟ عوام بڑے سطحی ذہن کے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ واقعی بات تو صحیح ہے کہ رب کا مارا ہوا حرام اور اپنا مارا ہوا حلال۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مارتا اس کو بھی رب تعالیٰ ہے اور اسکو بھی رب تعالیٰ ہے البتہ جس پر تکبیر پڑھی گئی ہے یعنی تکبیر پڑھ کر ذبح کیا گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے حلال ہے اور جو مردار ہوگیا وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے محروم ہے اس لئے حرام ہے۔

تکبیر کے متعلق مسئلہ :

تکبیر کے متعلق مسئلہ سمجھ لیں کہ جانور کو ذبح کرتے وقت جب تکبیر پڑھی جائے تو اتنی آواز ہو کہ اپنے کان سنیں اور اگر بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور اپنے کانوں نے نہ سنا تو بحر الرائق وغیرہ فقہ حنفی کی مستند ترین کتابوں میں ہے کہ جانور حلال نہیں ہوگا۔

نماز کے متعلق اہم ترین مسئلہ :

اسی مناسبت سے نماز کے متعلق بھی مسئلہ سمجھ لیں کہ آدمی جب نماز پڑھے تو تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک جو کچھ بھی پڑھتا ہے اس انداز سے پڑھے کہ اپنے کان سنیں چاہے مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ بہرہ نہ ہو اگر اپنے کانوں نے نہیں سنا تو نماز بالکل نہیں ہوگی اور پڑھی ہوئی بھی اسکی گردن پر فرض ہے۔

کفار کے شوشے کا جواب :

اللہ تعالیٰ کافروں کے شوشے کا جواب دیتے ہیں فرمایا...... فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ پس کھاؤ اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے تکبیر پڑھی گئی ہے اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے وَمَا لَكُمْ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تَاْكُلُوْا کہ تم نہیں کھاتے مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے کافر ضد میں آکر کہتے تھے کہ اس کو نہیں کھاتے جس پر تکبیر نہیں پڑھی گئی یعنی مردار اور ہم تمہارا ذبح کیا ہوا نہیں کھاتے اور ضد، ضد ہوتی ہے اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ان کافروں کی بات کی طرف توجہ نہ دو اور جس پر تکبیر پڑھی گئی ہے اس کو کھاؤ۔ وَقَدْ فَصَّلَ

لَكُمْ اور تحقیق تفصیل کے ساتھ اس نے بیان کیا ہے تمہارے لئے مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ان چیزوں کو جو اس نے تم پر حرام قرار دی ہیں کہ مردار وغیرہ نہیں کھانا۔

مجبور کی تعریف و حکم :

اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ مگر وہ جس کی طرف تم مجبور کر دیئے گئے ہو کہ مثلاً آدمی ایسے مقام پر ہے کہ وہاں مردار یا حرام مال کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ اگر نہیں کھاتا تو موت کا خطرہ ہے تو اس موقع پر اس کو حرام مردار اور خنزیر کھانے کی اجازت ہے مگر اتنا کہ جان بچ جائے۔ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ نہ لذت طلب کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو۔ اگر ایک چھٹانک کھانے سے اس کی جان بچ سکتی ہے تو چھ تولے کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو شدید پیاس ہے کہ جان کو خطرہ ہے اور شراب کے سوا پینے کے لئے کوئی اور چیز موجود نہیں ہے تو اتنی پی سکتا ہے کہ جس سے جان بچ جائے اگرچہ شراب قطعی حرام ہے اور اگر ایسی صورت میں حرام نہیں کھاتا اور نہیں پیتا اور مر جاتا ہے تو گنہگار مرے گا کیونکہ ایسے موقع پر رب تعالیٰ نے حرام کھانے اور پینے کی اجازت دی ہے اور رب تعالیٰ کی اجازت کو قبول نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

مشرکین کی جہالت :

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ اور بے شک بہت سے لوگ بہکاتے ہیں اپنی خواہشات کے ساتھ بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے مشرکین کا یہ شوشہ کہ مسلمان اپنا مارا ہوا کھاتے ہیں اور خدا کا مارا ہوا نہیں کھاتے یہ بات بھی وہ جہالت سے کرتے تھے۔

مولانا عبدالحق مدنیؒ کا قول :

دارالعلوم دیوبند میں ہمارے ایک استاد تھے مولانا عبدالحق مدنیؒ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ملک میں ہر تیسرا آدمی مفتی ہے اور ہر چوتھا آدمی حکیم ہے۔کوئی مسئلہ پیش کرو وہاں موجود آدمیوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور بول پڑے گا چاہے اسے الف با کا بھی علم نہ ہو اسی طرح اگر تم کہو کہ میں بیمار ہوں تو تمہیں ضرور اس کا علاج بتائیں گے چاہے حکمت کے ابجد سے بھی واقف نہ ہوں یہ لوگوں کی عادت بن گئی ہے۔

جاہل را سکوت بہتر است :

حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے تو خاموش رہو یا کہو کہ میں اس کے متعلق نہیں جانتا مگر ہم ضرور ٹانگ اڑاتے ہیں اور بغیر علم کے لوگوں کو غلط راہ پر لگاتے ہیں یہی کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشات سے بہکاتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّکَ بے شک تیرا رب هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ وہ خوب جانتا ہے تجاوز کرنے والوں کو وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ اور چھوڑ دو ظاہری اور چھپے ہوئے گناہ کو اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ جو کماتے ہیں گناہ سَیُجْزَوْنَ عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا بِمَا اس چیز کا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ جو وہ کماتے رہے ہر نیکی بدی کا بدلہ رب تعالیٰ کی طرف سے ملے گا وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اور نہ کھاؤ اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ذکر کیا گیا وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ اور بے شک یہ کھانا البتہ نافرمانی ہے۔

شیاطین کا اپنے دوستوں کی طرف القاء کرنا :

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اور بے شک شیاطین البتہ القاء کرتے ہیں اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ اپنے دوستوں کی طرف یہ بھی شیطانوں کا سبق ہے جو اس نے اپنے ساتھیوں کے ذہنوں میں ڈالا ہے۔ لِیُجَادِلُوْکُمْ تاکہ وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ۔شیطان نے ان کے ذہن میں بات ڈالی ہے کہ ان سے پوچھو کہ رب تعالیٰ مارے تو حرام اور تم خود مارو تو حلال۔یہ کیسی منطق ہے؟۔ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اور اگر تم نے شیطانوں کی اطاعت کی اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ بے شک تم بھی البتہ مشرک بن جاؤ گے۔

ناجائز بات کا ماننا شرک میں داخل ہے :

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ کسی کی غلط اور ناجائز بات کو ماننا بھی شرک کی ایک قسم ہے۔کیونکہ ناجائز کام شیطان ہی کرواتا ہے اور شیطان کی اطاعت کرنا بھی شرک ہے چاہے قولاً ہو یا فعلاً ہو شرک کے سینگ نہیں ہوتے کہ جو شرک کرے تو اس کو سینگ لگ جائیں اور اس کو دیکھ کر کہیں کہ دیکھو بھائی یہ مشرک صاحب جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے محفوظ فرمائے۔(آمین)۔

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِىْ بِهٖ
فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا
كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۱۲۲)
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا
لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا
يَشْعُرُوْنَ(۱۲۳) وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ
يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ
اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ(۱۲۴) فَمَنْ
يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ
اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى
السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ(۱۲۵)

لفظی ترجمہ :

اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا کیا وہ شخص جو مردہ تھا فَاَحۡيَيۡنٰهُ پس ہم نے اس کو زندہ کیا وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا اور ہم نے بنایا اس کیلئے نور يَّمۡشِىۡ بِهٖ وہ چلتا ہے اس روشنی کے ساتھ فِى النَّاسِ لوگوں میں كَمَنۡ مَّثَلُهٗ اس شخص کی طرح ہے فِى الظُّلُمٰتِ جو اندھیروں میں ہے لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا نہیں نکلنے والا اندھیروں سے كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ اسی طرح مزین کیا گیا کافروں کے لئے مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ وہ عمل جو وہ کرتے ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا اور اسی طرح بنائے ہم نے فِىۡ كُلِّ قَرۡيَةٍ اَكٰبِرَ ہر بستی میں بڑے مُجۡرِمِيۡهَا اس کے جرم کرنے والے لِيَمۡكُرُوۡا فِيۡهَا تاکہ وہ مکاریاں کریں اس میں وَمَا يَمۡكُرُوۡنَ اور نہیں وہ مکر کرتے اِلَّا بِاَنۡفُسِهِمۡ مگر اپنے نفسوں کے ساتھ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ اور وہ نہیں سمجھتے وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ اور جب آتی ہے ان کے پاس کوئی نشانی قَالُوۡا کہتے ہیں لَنۡ نُّؤۡمِنَ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حَتّٰى نُؤۡتٰى یہاں تک کہ ہمیں بھی دیا جائے مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ اس طرح کی چیز جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی گئی ہیں اَللّٰهُ اَعۡلَمُ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ جہاں اس نے رکھنی ہے اپنی رسالت سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ عنقریب پہنچے گی ان لوگوں کو اَجۡرَمُوۡا جنہوں نے جرم کئے صَغَارٌ ذلت عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں وَعَذَابٌ شَدِيۡدٌ

اور سخت عذاب بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے رہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ پس وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ يَّهْدِيَهٗ کہ اس کو ہدایت دے يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کھول دیتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے وَمَنْ يُّرِدْ اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ يُّضِلَّهٗ کہ اس کو گمراہ کردے يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا کر دیتا ہے کہ اس کے سینے کو تنگ حَرَجًا بہت زیادہ تنگ كَاَنَّمَا گویا کہ وہ يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ چڑھتا ہے آسمان پر كَذٰلِكَ اسی طرح يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ گندگی عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے۔

ربط آیات :

اس سے قبل دو گروہوں کا ذکر تھا۔ ہدایت یافتہ جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں تھا کہ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو اور دوسرا گمراہوں کا جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے تجاوز کرنے والوں کو۔

جاہل اور عالم برابر نہیں ہو سکتے :

آج کی آیات میں بھی اسی طرح کے دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر ہے، فرمایا......
اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا کیا وہ شخص جو مردہ تھا یعنی جاہل، کافر اور مشرک تھا رب تعالیٰ کے حکموں کا باغی اور نافرمان تھا فَاَحْيَيْنٰهُ پس ہم نے اس کو زندہ کیا ایمان اور اسلام کی دولت دی علم عطا کیا اس کے دل میں خدا خوفی آئی۔ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا اور ہم نے بنایا

اس کے لئے نور ایمان کا، اسلام کا، حق کا، سنت کا۔ يَمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ وہ چلتا ہے اس نور اور روشنی کے ساتھ لوگوں میں تو کیا ان صفات والا آدمی كَمَنْ مَّثَلُهٗ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے فِي الظُّلُمٰتِ جو اندھیروں میں ہے لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا نہیں نکلنے والا اندھیروں سے کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ روشنی والا اور اندھیروں والا دونوں برابر ہیں اسی طرح جو کافر ہیں مثلاً ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ جو کفر کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں یہ ان کے برابر ہوسکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان عطا فرمایا ہے۔ اور وہ ایمان کی روشنی میں چلتے پھرتے ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر حضراتؓ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اپنی مخلوق کو فائدہ پہنچایا تاریخ ان کے عدل کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔

گاندھی اور عدلِ شیخینؓ کی گواہی :

تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان کے گیارہ صوبے تھے پانچ صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور سات صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ لیکن ہوا یہ کہ ہندو وزیر بنے، گاندھی جس کا نام کرم چندر داس تھا وہ ہریجن نامی اخبار نکالتا تھا جولائی ۱۹۳۰ء کے اخبار میں گاندھی نے اپنے ہندو وزیروں کو تلقین کی اور ہدایت کی کہ اگر تم انصاف، دیانت کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے ہو تو دو آدمیوں کی تاریخ کو سامنے رکھنا جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ایک ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے کا نام عمرؓ ہے۔ حالانکہ گاندھی بڑا متعصب ہندو تھا یہ بڑی وزنی شہادت ہے کہ کٹر قسم کا ہندو گواہی دے رہا ہے کہ وہ بڑے انصاف والے تھے آج ظلم وزیادتی اور گھپلوں کا دور ہے ہم نے عدل وانصاف تو دیکھا ہی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان ظالم حکمرانوں سے نجات عطا فرمائے۔ كَذٰلِكَ زُيِّنَ

لِلْكٰفِرِيْنَ اسی طرح مزین کیا گیا کافروں کے لئے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل جو وہ کرتے ہیں کہ اپنے برے عمل کو بھی ہنر اور کمال سمجھتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ اس پر شرمندہ اور نادم ہوتے کہ ہم نے غلط کیا ہے۔

مجرم بنانے کی وجہ :

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا اور اسی طرح بنائے ہم نے فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ہر بستی میں بڑے اس کے جرم کرنے والے۔ بڑوں کے مجرم بننے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ بیان فرمائی ہے، فرمایا...... وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ (پارہ : ۲۵)۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا رزق اپنے بندوں کا تو زمین میں فساد کرنے لگتے مال بڑھ جائے تو اس کا لازمی نتیجہ سرکشی اور نافرمانی ہے الا ماشاء اللہ کہ ہزار میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں ملے گا کہ مالدار ہونے کے باوجود رب تعالیٰ کا نافرمان نہ ہو۔ مال کی خاصیت ہے کہ جب آئے گا سرکشی آئے گی شرابیں چلیں کی لڑائیاں ہوں گی اور ہر برا کام کریں گے، فرمایا کہ ہم نے ہر بستی میں بڑوں کو مجرم بنایا۔ لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا تاکہ وہ مکاریاں کریں اس میں۔

''مکار'' کی مکاری اسی کے خلاف :

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ اور نہیں وہ مکر کرتے مگر اپنے نفسوں کے ساتھ۔ کیونکہ اس کا نقصان انہی کو ہوگا آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں سمجھتے کہ ہم کس کا نقصان کر رہے ہیں؟ بے شک اس وقت وہ لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں زیادتی کر رہے ہیں، بے عزتی کر رہے ہیں لیکن نقصان سارا اپنا کر رہے ہیں کہ اس کا نتیجہ ان کے خلاف ہی مرتب ہوگا۔

مشرکین کی بے جا ضد :

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ اور جب آتی ہے ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) قَالُوْا کہتے ہیں لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی دی جائے اس طرح کی چیز جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی گئی ہیں کہ ہمارے ہاتھ پر بھی معجزے ظاہر ہوں تب ہم ایمان لائیں گے۔

اپنی کوشش اور محنت سے کوئی نبی نہیں بن سکتا :

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اس نے رکھنی ہے اپنی رسالت۔ نبوۃ و رسالت رب تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ اس مقام تک پہنچنا کسی کے بس میں نہیں ہے اپنی مرضی محنت اور کسب سے کوئی نبی نہیں بن سکتا یہ اتنا بلند مقام ہے کہ محنت اور کوشش سے کوئی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا محنت اور کوشش سے ولی بن سکتا ہے غوث بن سکتا ہے، قطب بن سکتا ہے، لیکن نبی نہیں بن سکتا۔ مخلوق میں نبی کے درجے سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں آپ کے بعد جو نبوۃ کا دعویٰ کرتا ہے وہ پرلے درجے کا بے ایمان اور کافر ہے۔

پسر قادیانی لعین کے مغالطات :

نبوۃ کے جھوٹے دعویداروں میں سے مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے۔ مرزا قادیانی کے لڑکے نے ایک کتاب لکھی ہے سیرت مہدی اس میں اس نے اپنے باپ کے کمالات لکھے ہیں اس میں وہ لکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو عبادت کرتے کرتے رب کو راضی کر کے محمد رسول اللہ کا درجہ حاصل کر سکتا ہے بلکہ آپ ﷺ کے درجے سے بڑھ سکتا ہے

معاذ اللہ تعالیٰ، ثم معاذ اللہ تعالیٰ، ثم معاذ اللہ تعالیٰ کیسی بکواس کی ہے؟

آپ ﷺ کے درجۂ علیا تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی :

یاد رکھنا آنحضرت ﷺ کا درجہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ ہے اس مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ کوئی آگے بڑھ جائے ڈینگیں اور بڑھکیں مارنے والے تو دنیا میں بہت ہیں لیکن اس سے کیا بنتا ہے۔

مرزا قادیانی لعین کی الٹی منطق :

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات ہیں اور میرے دس لاکھ معجزے ہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں کوئی مستقل نبی نہیں ہوں میں ظلی اور بروزی نبی ہوں یعنی آنحضرت ﷺ کا سایہ ہوں بڑی عجیب منطق ہے کہ اصل کے تو تین ہزار معجزے ہوں اور سائے کے دس لاکھ معجزے ہوں اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اصل تو تین ہزار درجے تک بلند ہوا اور سایہ دس لاکھ درجوں تک چھلانگیں لگا رہا ہے۔ حالانکہ سایہ تو اصل کا ہوتا ہے تو سایہ اصل سے کس طرح بڑھ گیا اصل یہ ہے کہ یہ ہی سارا جھوٹ۔

مرزا قادیانی مجسم دھوکہ وفریب :

میں نے عرض کیا تھا کہ ایک دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں نے ایک کتاب لکھنی ہے چالیس جلدوں میں انگریز کا دور تھا ان کو خوش کرنے کے لئے ٹوڈیوں نے بڑی بڑی رقمیں دیں مرزے نے چار چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ''اربعین'' کے نام سے پھر چپ سادھ لی اور باقی رقم کھا گیا کچھ مدت گزرنے کے بعد لوگوں نے کہا کہ

تم نے تو چالیس جلدوں کے لکھنے کا اعلان کیا تھا اور یہ چار چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں تو نبی صاحب نے جواب دیا کہ چار تو میں نے لکھے ہیں صفر ساتھ تم لگا لو چالیس ہو جائیں گے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اس طرح تو شعبدہ باز اور ٹھگ بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اس طرح کرے نبی کی ذات بہت بلند ہوتی ہے ایسے دھوکے باز نبی نہیں ہوتے۔

''مکار'' کے لئے سخت ترین عذاب کی وعید :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا عنقریب پہنچے گی ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیے صَغَارٌ ذلت عِنْدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل ہوں گے شکست کھائیں گے اور مارے جائیں گے وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ اور سخت عذاب بِمَا کَانُوْا یَمْکُرُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے رہے اس کا بدلہ ان کو ضرور ملے گا۔

ہدایت کس کو ملتی ہے :

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ پس وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ یَّھْدِیَہٗ کہ اس کو ہدایت دے اور یہ بات میں کئی مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ ہدایت اس کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ اور اللہ تعالیٰ راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے اور ہدایت کا طالب ہوتا ہے یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ کھول دیتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے۔

گمراہ کن کو کیا جاتا ہے :

وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو گمراہ کر دے

اور میں یہ بات بھی کئی مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے قرآن پاک میں ہے یُضِلُّ اللہُ الظّٰلِمِیْنَ اور کافروں کو گمراہ کرتا ہے وَیُضِلُّ اللہُ الْکٰفِرِیْنَ نافرمانوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جبراً نہ تو کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے۔

گمراہوں کے لئے ''ضیق صدر'':

اور جس کو گمراہ کرتا ہے یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا کر دیتا ہے کہ اس کے سینے کو تنگ حَرَجًا بہت زیادہ تنگ یعنی اس کا سینہ ایمان قبول کرنے سے تنگ ہو جاتا ہے اور اس کو ایمان سے بہت نفرت ہوتی ہے کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ گویا کہ وہ چڑھتا ہے آسمان پر کوئی آدمی اڑنا چاہے اور اڑ نہ سکے تو وہ کتنا تنگ ہوتا ہے تو ایسے آدمی کا سینہ ایمان قبول کرنے سے اتنا تنگ ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی آسمان کی طرف اڑنا چاہے اور اُڑ نہ سکے تو کتنا تنگ ہوتا ہے۔ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اسی طرح ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ گندگی ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے ورنہ جبراً کسی کو وہ گمراہ نہیں کرتا۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (۱۲۶) لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۲۷) وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓـؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۱۲۸) وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۱۲۹)

لفظی ترجمہ :

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ اور یہ راستہ ہے تیرے رب کا مُسْتَقِيمًا سیدھا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیتیں لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ اس قوم کے لئے جو نصیحت حاصل کرے لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ ان کے لئے سلامتی کا گھر عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس وَهُوَ وَلِيُّهُمْ اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا آقا ہے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے جو کچھ وہ عمل

کرتے ہیں وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا اور جس دن اکٹھا کرے گا ان سب کو (فرمائے گا) يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ اے جنات کے گروہ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْإِنْسِ تحقیق بہت زیادہ ملا لئے تم نے انسان وَقَالَ أَوْلِيٰٓـؤُهُمْ اور کہیں گے ان کے ساتھی مِّنَ الْإِنْسِ انسانوں میں سے رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار! اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ فائدہ اٹھایا ہمارے بعض نے بعض سے وَّبَلَغْنَآ اور ہم پہنچے أَجَلَنَا الَّذِيْٓ أَجَّلْتَ لَنَا اس میعاد تک جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرمائی قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ فرمائے گا اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ اس میں رہا کریں گے إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے إِنَّ رَبَّكَ بے شک تیرا رب حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ حکمت والا جاننے والا وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ اور اسی طرح ہم دوست بناتے ہیں بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بعض ظالموں کو بعض کا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ کماتے ہیں۔

ماقبل سے ربط :

اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا کہ جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے اس کو کھاؤ اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ ذکر کیا جائے اس کو نہ کھاؤ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ان حربوں کا ذکر فرمایا جن کے ذریعے وہ اسلام مٹانا چاہتے ہیں پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ فرماتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اس کا سینہ تنگ کر دیتے ہیں۔

صراطِ مستقیم کون سا ہے :

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا اور یہ راستہ ہے تیرے رب کا سیدھا جو اس نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے دوسرے مقام پر فرمایا...... فَاتَّبِعُوْهُ پس اس کی پیری کرو وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ اور نہ چلو دوسرے راستوں پر وہ تمہیں بہکا دیں گے جو راستہ قرآن کریم بیان کرتا ہے وہ سیدھا ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے اور خلفاء راشدین جس راستے پر چلے ہیں اور سلف صالحین نے اپنایا ہے وہ صراطِ مستقیم ہے۔

نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے انعامات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیتیں اس قوم کے لئے جو نصیحت حاصل کرے اور نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ہوگا کیا؟ فرمایا...... لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے سلامتی کا گھر ان کے رب کے پاس۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا آقا ہے۔

جنتیوں کے انعامات، پہلا انعام :

جنت کا ایک نام دار السلام بھی ہے اس لئے کہ جنتی جب جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (پارہ : ۲۴)۔ تم پر سلام تم بہت اچھے رہے اب اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ اور خوشیاں مناؤ۔

دوسرا انعام :

پھر جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو حوریں اور غلمان جو موتیوں جیسے ہوں گے وہ ان کو سلام کہیں گے جنتی جب آپس میں ملیں گے تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ تو ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔

تیسرا انعام :

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے جنتیو! تم پر سلامتی ہو اور معنوی اعتبار سے بھی سلامتی ہوگی کہ جنت میں کوئی بھوکا نہیں مرے گا کسی کو پیاس نہیں لگے گی ذہنی، جسمانی تکلیف کسی کو نہیں ہوگی، نہ چوری کا خطرہ، نہ ڈاکوؤں کا ڈر، نہ غنڈوں کا خوف، نہ عزت کا خطرہ، نہ جان کا خطرہ، امن ہی امن اور سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے جو کچھ وہ عمل کرتے تھے نیک اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کی شکل میں دے گا۔

قیامت کا عجیب خوفناک منظر :

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس دن اکٹھا کرے گا ان سب کو میدانِ محشر میں انسان، جنات اور دیگر تمام مخلوق اکٹھی ہوگی عجیب سماں ہوگا آج دنیا میں میلہ یا جلسہ ہو یا اور کوئی خاص بات ہو تو لوگ اکٹھے ہوتے ہیں تو بندہ حیران ہو جاتا ہے کہ یہ مخلوق کہاں سے آگئی ہے تو اندازہ لگاؤ کہ اس وقت کیا حال ہوگا جب آدمؑ سے لے کر آخری انسان تک سب جمع ہوں گے اور سارے جنات جمع ہوں گے یہاں تو جنات ہمیں نظر نہیں آتے مگر وہاں نظر آئیں گے یہاں فرشتے بھی نظر نہیں آتے میدانِ محشر میں فرشتے بھی

نظر آئیں گے وہاں کا ماحول ہی جدا اور الگ ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو جمع کر کے پوچھے گا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ اے جنات کے گروہ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ تحقیق بہت زیادہ ملا لیئے تم نے انسان۔

''طائف'' مسکن جنات :

بہت سارے ایسے مقامات ہیں جہاں جنات کثرت سے آباد ہیں اور وہاں سے گزرنے والے انسانوں کو چھیڑتے بھی ہیں ایسے ہی طائف کے علاقے میں ایک مقام تھا جسکا نام تھا ''وجع'' بڑے وسیع جنگلات پہاڑ اور چشمے تھے غیر آباد علاقہ تھا جنات وہاں رہائش پذیر تھے اس کے درمیان سے ایک راستہ گزرتا تھا لوگ جب طائف جاتے تھے تو اس راستے سے جاتے تھے وہاں سے جب گزرتے تو جنات چھیڑتے تھے۔

جنات کا انسانوں کو تنگ کرنا :

چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی وہاں سے گزر رہا تھا کہ ایک جن نے پیچھے سے اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچا اس نے مڑ کر دیکھا تو کوئی شئی نہیں چل پڑا تھوڑا سا آگے گیا تو جن نے پھر کپڑا پکڑ کر کھینچا مڑ کر دیکھا تو کوئی نہیں اب وہ ڈر گیا اور اتنی بات اس نے پہلے سن رکھی تھی کہ یہاں جنات رہتے ہیں۔

انسان کی جنات سے عاجزی اور جنات کی سرکشی :

کہنے لگا خدا کے لئے مجھے کچھ نہ کہو میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اور یہ ستو اور کھجوریں اور گھی تیرے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔ جنات نے سمجھا کہ بڑا سستا سودا ہے کہ تھوڑا سا چھیڑنے سے مال بھی چھوڑ جاتے ہیں اور معافیاں بھی مانگتے ہیں تو وہ اور زیادہ

سر چڑھ گئے سورۃ الجن میں ہے کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات سے پناہ لیتے ہیں اس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔ جنات نے سمجھا کہ ہم بھی کچھ ہیں تو اس طرح وہ انسانوں کو اپنے ساتھ ملا لیتے تھے تو فرمایا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ پوچھے گا اے جنات کے گروہ! تم نے بہت زیادہ ملا لئے انسان وَقَالَ اَوْلِيٰٓـئُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ اور کہیں گے ان کے ساتھی انسانوں میں سے رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اے ہمارے پروردگار! فائدہ اٹھایا ہمارے بعض نے بعض سے۔ مثلاً ہم نے ان سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کی چھیڑ خانی سے محفوظ ہو گئے اور انہوں نے ہم سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کو خوراک مل گئی یہ دنیا کا معاملہ تھا جو ہم کرتے رہے۔

دوزخیوں کو سردی کا عذاب بھی دیا جاتا ہے :

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیٓ اَجَّلْتَ لَنَا اور ہم پہنچے اس میعاد تک جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرمائی یعنی موت تک ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ فرمائے گا اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ اس میں رہا کریں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ تمہیں آگ کے خانے سے نکال کر زمہریر سرد خانے کے طبقے میں ڈال دے یعنی کبھی گرمی کی سزا اور کبھی سردی کی سزا۔

ملحدین کا اعتراض :

بعض ملحدوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انسان چونکہ خاکی ہے اس کو آگ کی سزا دینا تو سمجھ آتی ہے اور جنات تو ناری ہیں ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ ان کو آگ

کی سزا سمجھ میں نہیں آتی کہ ان کو آگ سے کیا تکلیف ہوگی؟

جواب :

اس کے جواب میں محققین فرماتے ہیں کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے لہٰذا دنیا کی آگ سے پیدا ہونے والے کو اس آگ میں سزا ہو تو یہ عقل کے خلاف نہیں ہے۔

طبقاتِ جہنم :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہنم کے بعض طبقوں نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی اے پروردگار اَكَلَ بَعْضِىْ بَعْضًا کہ میرا یہ طبقہ مجھے کھا رہا ہے یعنی جہنم کے طبقوں میں اتنا فرق ہے کہ ایک طبقے نے شکایت کی کہ یہ دوسرا طبقہ میرے اوپر غالب ہے۔ مجھے اس سے تکلیف ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو اجازت دی کہ ایک سانس نکال لے دوزخ نے سانس نکالا فرمایا کہ یہ جو سخت گرمی ہے یہ اس سانس کا اثر ہے جہنم میں ایک طبقہ زمہریر کا ہے۔ اس کو بھی سانس نکالنے کی اجازت دی گئی فرمایا یہ جو سخت سردی ہے یہ اس کے سانس کا اثر ہے یہ تو اس کے سانس کا اثر ہے خود دوزخ کا کیا حال ہوگا اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ فرمائے۔

سائنس دان اور قیامت کی نشانیاں :

سائنسدان کہتے ہیں کہ پانچ سو سال بعد یہ صدی سخت گرم رہی ہے سائنس دان جتنا سر مارتے پھریں اصل بات یہ ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے موسموں کا بدلنا کہ گرمیوں میں سردی اور سردیوں میں گرمی اور ہماری بداعمالیوں کا بھی اثر ہے جوں،

جوں ہمارے گناہ بڑھتے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ سخت ہوتی جائے گی تو بات یہ بیان کر رہا تھا کہ جنات اگرچہ ناری ہیں پھر بھی ان کو دوزخ میں سزا ہوگی۔

ناری مخلوق بھی جہنم میں جلے گی :

مشہور قصہ ہے کہ ایسے ہی کسی ملحد نے ایک سادے مسلمان کو کہا کہ تمہارا قرآن کہتا ہے کہ جنات دوزخ میں جلیں گے وہ تو آگ سے پیدا ہوئے ہیں ان کو آگ کیا تکلیف دے گی اس نے ایک ڈھیلا اٹھا کر اس کے سر میں دے مارا اس کا خون نکل آیا درد کے ساتھ اس نے کہا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی ہے؟۔ اس نے کہا کہ تم بھی خاکی اور ڈھیلا بھی خاکی تو خاک کو خاک سے کیا تکلیف ہوتی ہے؟۔ سمجھانے کا اپنا اپنا انداز ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ بے شک تیرا رب حکمت والا جاننے والا ہے۔

ظالم کو ظالم کا دوست بنانے کا مطلب :

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا اور اسی طرح ہم دوست بناتے ہیں بعض ظالموں کو بعض کا۔ ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں غلط کاریوں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں یہ دوست کیوں بنایا ۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ کماتے ہیں یعنی ان کی کمائیاں آپس میں ملتی جلتی ہیں اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ جنس، جنس کو پیاری ہوتی ہے ایک دوسرے سے ان کی دوستیاں اور محبتیں ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ
هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا
كٰفِرِيْنَ (۱۳۰) ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ
الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ (۱۳۱) وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ
مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (۱۳۲)
وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ
ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ (۱۳۳) اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ
اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۱۳۴) قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى
مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ
لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (135)

لفظی ترجمہ :

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ کیا نہیں آئے تمہارے پاس رُسُلٌ مِّنْکُمْ رسول تم میں سے یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ جو بیان کرتے رہے تم پر میری آیتیں وَیُنْذِرُوْنَکُمْ اور تمہیں ڈراتے رہے لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا تمہارے اس دن کی ملاقات سے قَالُوْا وہ کہیں گے شَھِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا ہم گواہی دیتے ہیں اپنی جانوں کے خلاف وَغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اور وہ گواہی دیں گے اپنے نفسوں کے خلاف اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ کہ بے شک وہ کافر تھے ذٰلِکَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّکَ یہ اس لئے نہیں ہے کہ تیرا رب مُھْلِکَ الْقُرٰی ہلاک کرنے والا بستیوں کو بِظُلْمٍ ظلم کے ساتھ وَّاَھْلُھَا غٰفِلُوْنَ اور وہاں کے رہنے والے غافل ہوں وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں مِّمَّا عَمِلُوْا اس سے جو انہوں نے عمل کئے وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے تیرا رب غافل عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ اور تیرا رب بے پرواہ ہے ذُو الرَّحْمَۃِ اور رحمت والا ہے اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے وَیَسْتَخْلِفْ مِنْ م بَعْدِکُمْ اور جانشین بنا دے تمہارے بعد مَّا یَشَآءُ جس کو وہ چاہے کَمَآ اَنْشَاَکُمْ جیسا

کہ اس نے پیدا کیا ہے تمہیں مِنْ ذُرِّیَّۃِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ دوسری قوم کی اولاد سے اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ بیشک وہ چیز جس کا وعدہ تمہارے ساتھ کیا جا رہا ہے البتہ وہ آنے والی ہے وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں یٰقَوْمِ اے میری قوم اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر اِنِّیْ عَامِلٌ بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ اس کو تَکُوْنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ جس کے لئے آخرت کا گھر ہے اِنَّہٗ بے شک شان یہ ہے لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے سبق میں تم نے پڑھا کہ جس دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر کے جنات سے پوچھیں گے کہ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس بات کو جنات بھی تسلیم کریں گے اور انسان بھی تسلیم کریں گے کہ واقعی ایسا ہوا۔

انس و جن کے متعلق انبیا ورسل ؑ کا استفسار :

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں......

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم میں سے یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ جو بیان کرتے رہے تم پر میری آیتیں وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اور تمہیں ڈراتے رہے تمہارے اس دن کی ملاقات سے۔

نظریۂ اہلِ حق برائے انبیاء ورسلؑ:

اہلِ حق کا نظریہ اور مسلک یہ ہے کہ پیغمبر جتنے بھی تشریف لائے ہیں وہ سب کے سب انسان تھے کوئی جن پیغمبر نہیں ہوا کیونکہ نبوۃ کا مقام بہت بلند ہے اور اس کے لئے جس قدر قابلیت اور استعداد کی ضرورت ہے وہ جنات میں نہیں ہے ہاں جنات شریعت کے پابند اور مکلف ضرور ہیں ان کیلئے ایمان ہے، نمازیں ہیں، روزے ہیں، حج اور زکوٰۃ ہے یعنی جو احکام انسانوں کے لئے ہیں وہ جنات کے لئے بھی ہیں لیکن براہ راست ان کی طرف کوئی پیغمبر نہیں آیا جس زمانے میں انسانوں میں سے پیغمبر آتا اس زمانے کے جنات اس کی نبوۃ کے تابع ہوتے تھے۔

آنحضرت ﷺ عالمی پیغمبر/نبی:

آنحضرت ﷺ کی بعثت تمام انسانوں اور تمام جنوں کے لئے ہے باقی انبیاء کرامؑ قومی اور علاقائی پیغمبر ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم! اے میری قوم! اور اس علاقے کے جو جنات ہوتے تھے وہ اس نبی کے تابع ہوتے تھے اور آپ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (پارہ : ۹) اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور فرمایا بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ وَاِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ میں بھیجا گیا ہوں سرخ اور کالے کی طرف اور تمام انسانوں اور جنوں کی طرف جس دن سے آپ ﷺ کو نبوۃ ملی ہے اس دن سے لے کر اسرافیلؑ کے بگل پھونکنے تک مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک تمام انسان اور تمام جنات آپ کی شریعت کے پابند اور مکلف ہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن جنوں اور انسانوں سے

پوچھیں گے کہ تمہارے پاس میرے پیغمبر نہیں آئے تھے اور انہوں نے میری آیتیں تمہیں نہیں سنائی تھیں؟ اور اس دن سے تمہیں نہیں ڈرایا تھا؟

اپنے نفسوں کے خلاف انس و جن کا جواب :

قَالُوْا انسان اور جنات کہیں گے شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا ہم گواہی دیتے ہیں اپنی جانوں کے خلاف کہ واقعی ہمارے پاس پیغمبر آئے انہوں نے ہمیں سمجھایا تبلیغ کی مگر ہم نے ان کی باتوں پر دھیان نہ دیا نہ ماننے کی وجہ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے دنیا کی محبت کی وجہ سے انہوں نے آخرت سے غافل دنیا داروں کے ساتھ تعلقات قائم کیے جس کی وجہ سے انہوں نے آخرت بگاڑ لی۔

انسان اپنے دوست کے دین پر :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی نیکی اور بدی معلوم کرنی ہو کہ یہ نیک ہے یا برا ہے فَلْيَنْظُرْ مَنْ يُّخَالِلُ تو دیکھو کہ وہ کیسے آدمیوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے سوسائٹی پر نگاہ ڈالو فَاِنَّ الْمَرْءَ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ کیونکہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے جو اس کے ساتھیوں کا نظریہ ہوگا وہ اس کا ہوگا اور یاد رکھنا! نیکی کا اثر آہستہ آہستہ ہوتا ہے اور بدی کا اثر بہت تیزی سے ہوتا ہے سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ نیکی کی رفتار چیونٹی کی طرح ہے اور بدی کی رفتار گھوڑے کی طرح ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی رفتار برابر نہیں ہوسکتی۔ وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اور وہ گواہی دیں گے اپنے نفسوں کے خلاف اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ کہ بے شک وہ کافر تھے۔

غافلین کو ہلاک کرنا سنت اللہ نہیں :

ذٰلِکَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّکَ یہ پیغمبر کیوں بھیجے گئے؟ اس لئے بھیجے گئے نہیں ہے تیرا رب مُهْلِکَ الْقُرٰی ہلاک کرنے والا بستیوں کو بِظُلْمٍ ظلم کے ساتھ وَاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ اور وہاں کے رہنے والے غافل ہوں جب تک اللہ تعالیٰ پیغمبر بھیج کر ان کو اپنی خوشی اور ناراضگی سے آگاہ نہ کرے اور پندرھویں پارے میں ہے وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور ہم کسی کو سزا نہیں دیتے جب تک پیغمبر نہ بھیجیں اور اتمام حجت نہ ہو جائے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (پارہ : ۶)۔ تاکہ پیغمبروں کے تشریف لانے کے بعد لوگ بہانہ نہ بنا سکیں کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ کون سا کام جائز ہے اور کون سا ناجائز ہے؟ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے؟ ہم تو بے خبری میں مارے گئے یہ نہ کہہ سکیں۔

نبی اسی قوم میں سے اللہ پاک بھیجتے تھے :

پھر کیسی حکمت خداوندی ہے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (پارہ : ۱۳) نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ یہ نہ کہہ سکیں کہ پیغمبروں کی بولی (زبان) اور تھی اور ہماری اور تھی ہم ان کی بات ہی نہیں سمجھ سکے اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کی اور ان کی قومی زبان میں پیغمبر بھیجا اور پیغمبروں نے تبلیغ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے۔

پیغمبروں کی تبلیغ کا زمانہ/عرصہ :

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کی بعضوں نے سو، سو سال تک تبلیغ

کی اور ایسے پیغمبر بھی گزرے ہیں کہ انہوں نے پچاس، پچاس سال، ساٹھ، ساٹھ سال تبلیغ کی مگر ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا اس میں پیغمبر کا کوئی قصور نہیں ہے انہوں نے تو حق بیان کیا حجت پوری کی اگر کوئی ایمان نہیں لایا تو وہ اس کا قصور ہے۔

درجات بمطابق اعمال :

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں اس سے جو انہوں نے عمل کیا نیکوں کو نیکی کے مطابق اور بدوں کو بدی کے مطابق درجے ملیں گے وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے تیرا رب غافل ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔

بروزِ قیامت کردہ خیر وشر انسان دیکھ لے گا :

نیکی بدی سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ذرے کے برابر بھی نیکی بدی ہوگی تو میدانِ محشر میں سامنے آئے گی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ پس جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسکو دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اس کا باقاعدہ ریکارڈ تیار ہو رہا ہے وہ قیامت والے دن سامنے پیش کیا جائے گا جب اپنا اعمال نامہ پڑھے گا تو کہے گا مَا لِهٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (پارہ : ۱۵) یہ کیسی کتاب ہے نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو مگر اسے لکھ رکھا ہے۔ آنکھ اور ہاتھ کے اشارے درج ہوں گے۔

خیر وشر کا فائدہ ونقصان انسان ہی کو ہوگا :

اے مخاطب! وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ اور تیرا رب بے پرواہ ہے وہ نہ تیرے ایمان کا محتاج ہے اور نہ نیکی کا۔ ایمان اور نیکیوں کا تجھے فائدہ ہے تیرے کام آئیں گے کسی کے ایمان لانے سے اس کی شان میں زیادتی نہیں ہوتی اور نہ لانے سے کمی نہیں ہوتی۔

رب نہایت مہربان بے پرواہ ہے :

ذُو الرَّحْمَةِ رحمت والا ہے۔ اور اے مخلوق یہ بھی سن لو اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کردے، آنِ واحد میں وَیَسْتَخْلِفْ مِنْ م بَعْدِكُمْ اور جانشین بنادے تمہارے بعد مَا یَشَآءُ جس کو وہ چاہے كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ جیسا کہ اس نے پیدا کیا ہے تمہیں دوسری قوم کی اولاد سے۔ پہلے یہاں تمہارے بڑے آباد تھے وہ دنیا سے چلے گئے ان کی جگہ تم آگئے ہو رب اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں آنِ واحد میں فنا کر کے دوسروں کو لا کر آباد کردے اس کے لئے کیا مشکل ہے؟۔

جاپان کا زلزلہ اور حکومت کے تاثرات :

آج سے چند سال قبل جاپان میں ایک زلزلہ آیا تھا صرف سترہ سیکنڈ کا اس سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ جاپانیوں نے کہا تھا کہ اس سترہ سیکنڈ کے زلزلہ سے اتنا نقصان ہوا ہے کہ حکومت جاپان اس کو پچاس سال میں بھی پورا نہیں کرسکتی اگر مکمل ایک منٹ کا ہوتا تو کیا حشر ہوتا۔ رب، رب ہے۔ اس جیسا اور کوئی نہیں ہوسکتا فرمایا، یاد رکھو! اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ بیشک وہ چیز جس کا وعدہ تمہارے ساتھ کیا جا رہا ہے البتہ وہ آنے والی

ہے۔ قیامت بھی ضرور آئے گی اور رب تعالیٰ کی نافرمانی کے بعد عذاب بھی ضرور آئے گا۔ وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے کہ رب تعالیٰ کے فیصلوں کو ٹال کر اپنے فیصلے نافذ کرو۔ قُلۡ آپ (ﷺ) کہہ دیں یٰقَوۡمِ اے میری قوم اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر اِنِّیۡ عَامِلٌ بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنۡ اس کو تَکُوۡنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ جس کے لئے آخرت کا گھر ہے۔

قابلِ تفہیم مسئلہ :

یہاں یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ اِعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ عمل کرو تم اپنے طریقے پر اس میں کفر کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ تہدید ہے ناراضگی کا اظہار ہے کیونکہ آگے جملہ ہے کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اچھا انجام کس کا ہے؟

پیغمبروں کی تعلیمی سلسلے میں کامیابی :

پیغمبروں کی تعلیم میں تشدد نہیں تھا اسی لئے تمام پیغمبر تعلیمی سلسلے میں کامیاب ہو گئے یہ الگ بات ہے کہ ظالموں نے ان کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے کتنے پیغمبروں کو شہید کر دیا، فرمایا یاد رکھو! اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ بے شک شان یہ ہے کہ جو ظالم مشرک ہیں وہ فلاح نہیں پا سکتے ان کو دنیا میں بھی ضرور سزا ملے گی اور آخرت میں بھی۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ج فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ج وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۱۳۶) وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ (۱۳۷)

لفظی ترجمہ :

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اور بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے مِمَّا اس چیز سے ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ جواس نے پیدا کی ہے کھیتی وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا اور مویشی میں حصہ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ پس انہوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ پس وہ حصہ جوان کے شریکوں کا ہوتا تھا فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ پس وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کی طرف وَمَا كَانَ لِلّٰهِ اور وہ حصہ جواللہ تعالیٰ کا ہوتا تھا فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ پس وہ پہنچتا ان کے

شریکوں کی طرف سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ براہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں

وَکَذٰلِکَ زَیَّنَ اور اسی طرح مزین کیا لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ بہت سے

مشرکوں کیلئے قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ ان کی اولاد کا قتل کرنا شُرَکَآؤُهُمْ ان کے

شریکوں نے لِیُرْدُوْهُمْ تاکہ ان کو ہلاک کردیں وَلِیَلْبِسُوْا عَلَیْهِمْ

دِیْنَهُمْ اور تاکہ خلط ملط کردیں ان پر ان کا دین وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ

تعالیٰ چاہتا مَا فَعَلُوْهُ تو نہ کرتے وہ لوگ یہ کام فَذَرْهُمْ پس ان کو چھوڑ

دے وَمَا یَفْتَرُوْنَ اور اس کو جو وہ افتراء باندھتے ہیں۔

لوگوں کی عجیب غلط فہمی :

پہلے بھی بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار تھے اور اب بھی ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کافر اور مشرک حضرات اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے پہلے کافر اور مشرک بھی رب تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے اور موجودہ بھی قائل ہیں۔

''دہریہ'' فرقہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر :

صرف ایک دہریہ فرقہ تھا اور اب بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر ہے وہ کہتا ہے کہ رب تعالیٰ کوئی شئی نہیں ہے یہ نظام دنیا خود بخود چل رہا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ مگر ان کی تعداد دوسرے کافروں کی نسبت بہت کم ہے ان کے علاوہ سب کافر مشرک اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں چاہے وہ یہودی ہوں یا نصرانی ہندو ہوں یا سکھ بدھ مت ہوں یا مشرکین عرب ہوں۔

وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں مشرکین سے مکالمہ :

سورۂ زخرف میں آتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو زمینوں کو کس نے پیدا کیا لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ تو ضرور کہیں گے کہ ان کو غالب علم والے نے پیدا کیا ہے اور سورۂ عنکبوت میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے پوچھیں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کس نے کام میں لگایا سورج اور چاند کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے اتارا آسمان سے پانی فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا پھر زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے بعد لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے اور سورۃ یونس میں ہے قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور کون نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ تو وہ بول اٹھیں گے ''اللہ'' تو کافر مشرک اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے ان کے یہ عقائد صاف اور صریح لفظوں میں قرآن کریم میں موجود ہیں کہ رزاق مالک، خالق، مدبر الامر، بارش نازل کرنے والا وغیرہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔

کفار کا رب العزت کے احکامات کو نہ ماننا :

صرف اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کے منکر تھے جو ان کی سمجھ سے بالاتر تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کا وحدہ لاشریک ہونا ان کو سمجھ نہیں آتا اور کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پارہ : ۲۳) کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا ہے کہ تمام خداؤں مشکل کشاؤں حاجت رواؤں فریادرسوں اور دستگیروں کو چھوڑ کر صرف ایک کو حاجت روا اور مشکل کشا مان لیں اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ یہ تو بڑی عجیب بات ہے تو وہ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے رب تعالیٰ کی توحید کے منکر تھے رب تعالیٰ کو مانتے تھے بلکہ ظاہری طور پر بڑی قدر کرتے تھے آج کی آیتوں کو پڑھو اور سمجھو تو یہ بات سمجھ آجائے گی۔

کفار، مشرکین کا اللہ رب العزت کے نام کا حصہ نکالنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا اور بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس چیز سے جو اس نے پیدا کی ہے کھیتی اور مویشی سے حصہ۔ زمین سے جو فصلیں پیدا ہوتیں اناج اور پھل پیدا ہوتے ان میں سے ایک حصہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کیا ہوا تھا مثلاً دسواں حصہ کہ جو فصل پیدا ہوتی اس کا دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا نکالتے اسی طرح جو جانور تھے بھیڑ، بکریاں اونٹ، گائے یا بیل وغیرہ اللہ تعالیٰ کے نام کا نکالتے۔ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ پس انہوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے یعنی ایک حصہ شریکوں کے لئے مقرر کیا ہوا تھا مثلاً دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کا اور گیارھواں شریکوں کا، لات، منات، عزیٰ کا ہبل کا اب دیکھو ظاہری

طور پر رب تعالیٰ کی کتنی قدر کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حصہ پہلے نکالتے پھر اپنے دوسرے معبودوں کا نکالتے رب تعالیٰ کی کتنی قدر ہے۔

مشرکین کا رب العزت کو غنی سمجھنا :

پھر کیا کرتے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا تھا فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ پس وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کی طرف مطلب یہ ہے کہ فصل وغیرہ سے جب اللہ تعالیٰ اور شریکوں کا حصہ نکالتے تو ایک ڈھیری اللہ تعالیٰ کی ہوتی اور دوسری ڈھیری شریکوں کے لئے اگر ان کی شریکوں والی ڈھیری سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے کہ رب تعالیٰ تو محتاج نہیں ہے اور یہ محتاج ہیں۔ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ اور وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کا ہوتا تھا فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ پس وہ پہنچتا ان کے شریکوں کی طرف یعنی رب تعالیٰ کی ڈھیری اور حصہ سے بچے کے کھیلنے یا اور کسی وجہ سے کچھ دانے شریکوں کی ڈھیری میں مل جاتے تو کہتے رہنے دو محتاج ہیں اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔

یہی شرک ہوتا ہے :

تو دیکھو! ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کی کتنی قدر کرتے ہیں اس کو رب بھی مانتے ہیں اور اس کا حصہ بھی پہلے نکالتے ہیں اتنا کچھ مانتے سمجھتے ہوئے پھر شرک کرتے ہیں اس کے حصہ دار بناتے ہیں یہی شرک ہے اور شرک کے سینگ تو نہیں ہوتے کہ جو شرک کرے اس کو سینگ لگ جائیں سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں یہ باتیں بڑی چھوٹی معلوم ہوتی ہیں مگر ہیں بہت بڑی ہائے افسوس کہ لوگوں نے شرک کی حقیقت کو نہیں سمجھا شرک کو سمجھو اور اس سے بچو یہ بڑی قبیح چیز ہے۔

رسوم ورواج سے بچنے کی خصوصی تاکید :

اور بہت سی ایسی رسمیں ہیں جو ہمارے اندر رائج ہیں ہم ان کو رواج سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ وہ شرکیہ ہیں عورتیں آتی ہیں تعویزوں کے لئے نہ سونے دیتی ہیں نہ نماز پڑھنے دیتی ہیں اور لائن لگی ہوتی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہاں مفت میں تعویز ملتے ہیں اور دوسرے لوگ کھال اتار لیتے ہیں آکر کہتی ہیں کہ یہ میری بچی ہے یا بچہ ہے گھر بیٹھا تھا کہ فلاں عورت آئی ، بیمار ہوگئی یا بیمار ہوگیا۔ یا کہیں گی کہ میری بچی فلاں عورت کے پاس بیٹھی تھی اس کی بیماری اس کو لگ گئی ہے اگر یہ شرک نہیں ہے تو اور شرک کس کو کہتے ہیں؟

اسلام بدفالی کا قائل نہیں :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَاعَدْوٰی وَلَا طَیْرَۃَ فِی الْاِسْلَامِ اسلام اس کا قائل نہیں ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جائے ہاں اگر کچے عقیدے کے ہو تو احتیاط کرو اپنی بیماری دوسرے کے ذمہ نہ لگاؤ اور فرمایا کہ وَلَا طِیَرَۃَ اسلام میں بدفالی نہیں ہے کہ کوا آکر بولا تو کہا کہ مہمان آرہا ہے اگر فلاں کام ہوا تو یہ ہو جائے گا پھر کاموں کے لئے دن اور سمتیں مقرر کی ہوئی ہیں کہ منگل بدھ کو شمال کی طرف نہ جاؤ پنجابی میں کہتے ہیں ۔

منگل بدھ نہ جاویں پہاڑ
جیتی بازی آویں ہار

منگل اور بدھ والے دن پہاڑ کی جانب سفر نہ کرنا کہ اگر تو جیتا ہوا ہے پھر بھی ہار کے آئے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ یہ سب شرکیہ باتیں ہیں۔

مشرکینِ عصرِ حاضر کی ناگفتہ بہ صورۃِ حال :

آج کل مسلمانوں کی اکثریت شرک میں مبتلا ہے اور مشرکین مکہ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں کہ وہ انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور یہ انتہائی مشکل میں بھی غیر اللہ کو پکارتے ہیں، قرآنِ کریم میں آتا ہے فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (پارہ : ۲۱) پس جب وہ سوار ہوتے ہیں کشتیوں میں اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت یعنی کشتیاں جب طوفان میں پھنس جاتیں اور غرق ہونے کا خطرہ ہوتا تو اس وقت وہ نہ لات کو پکارتے نہ منات کو نہ عزیٰ اور ہبل کو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور کہتے کہ اِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِىْ عَنْكُمْ شَيْئًا بے شک تمہارے معبود تمہارے کچھ کام نہیں آئیں گے یہاں وہ ٹانگ نہیں اڑا سکتے یہاں صرف رب ہی کام آئے گا مگر آج کا مشرک ایسے موقعہ پر کیا کہتا ہے

؎ وبگرداب بلا افتاد کشتی

مدد کن یا معین الدین چشتیؒ

بیڑہ غرق ہو رہا ہے مدد کر معین الدین چشتی۔ یا بہاؤ الحق بیڑا دھک۔ یہ لوگ تو شرک میں ان سے آگے نکل گئے ہیں بلکہ ان کے کان کاٹ دیئے ہیں۔

ولی کامل حضرت علی ہجویریؒ، تعارف :

حضرت علی ہجویریؒ بڑے اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں جن کو لوگ داتا گنج بخش کہتے ہیں یہ بڑے بلند پائے کے بزرگ تھے ان کی وجہ سے ہمارے باپ دادوں کو دین ایمان نصیب ہوا اور نہ ہمارے بڑے تو کھتری اور سکھ ہوتے تھے ان کی قبر کو اسّی من دودھ سے دھویا جاتا ہے۔

بیگم جنرل اسلم بیگ اور بدعتی ٹولہ :

جنرل اسلم بیگ کی بیوی علی گڑھ کی فارغ تھی وہ بیچاری کہہ بیٹھی کہ تم نے ۸۰ من دودھ ضائع کیا ہے یہ یتیم مسکین عورتوں کو دے دیتے ان کے کام آتا قبر کو اس سے کیا فائدہ ہوا آج سے چند سال پہلے یہ بات اخبار میں چھپی تھی اس نے اتنی بات کہی تو بدعتی مولویوں نے اس پر بھڑوں کی طرح حملہ کردیا کہنے لگے کہ یہ مرتد ہوگئی ہے اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ حالانکہ اس نے صحیح بات کہی تھی قبروں کو دودھ اور گلاب سے دھونا کون سا دین ہے۔ ان بزرگوں نے جو کہا ہے وہ کرو اور جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔

''گلدستۂ توحید'' کا تعارف :

تو یاد رکھنا! شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کو اچھی طرح سمجھو میں نے اس موضوع پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے ''گلدستۂ توحید'' اس کو خود پڑھو بچوں کو پڑھاؤ عورتوں کو پڑھاؤ اور شرک کی حقیقت کو سمجھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور اسی طرح مزین کیا بہت سے مشرکوں کیلئے۔

مشرکین کا معبودانِ باطلہ کے نام پر اپنے بچوں کو ذبح کرنا :

قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ اپنی اولاد کا قتل کرنا ان کے شریکوں نے مشرکوں نے یہ ذہن بنایا ہوا تھا کہ اگر کسی کے دس بیٹے ہوجائیں تو دسویں کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرو آنحضرت ﷺ کے والد ماجد اپنے بھائیوں میں دسویں تھے اس قاعدے کے مطابق ان کو جب ذبح کرنے کے لئے لے گئے تو ان کی پھوپھیاں آڑے آگئیں انہوں نے کہا کہ ان کے بدلے اونٹوں کا فدیہ دے دو ہم اپنے بھائی کو ذبح نہیں کرنے

دیں گی تو ان کے بدلے میں سو اونٹ ذبح کیے گئے اور ان کا یہ بھی ذہن بنایا گیا تھا کہ بتوں کے نام پر بچوں کو ذبح کرنے کا بڑا فائدہ ہوتا ہے وہ جاہل لوگ اپنے بچوں جیسی عزیز متاع کو معبودانِ باطلہ کے نام پر ذبح کر دیتے تھے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا لِیُرْدُوْھُمْ تاکہ ان کو ہلاک کر دیں نسل برباد کر دیں وَلِیَلْبِسُوْا عَلَیْھِمْ دِیْنَھُمْ اور تاکہ خلط ملط کر دیں ان پر ان کا دین کہ جو چیزیں دین نہیں ہیں ان کو دین میں ملا دیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ کرتے وہ لوگ یہ کام جبراً اللہ تعالیٰ روکنا چاہے تو وہ نہیں کر سکتے تھے اور یہ بات میں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا اس نے انسانوں اور جنوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور نیکی بدی کی ہر ایک کو قوۃ دی ہے اور دونوں کا انجام بھی بتا دیا ہے بس جس راستے پر کوئی چلنا چاہتا ہے اس پر چلے۔ قیامت والے دن ہر چیز سامنے آجائے گی فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ پس جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ اور جو ذرہ برابر بھی بدی کرے گا اس کو دیکھ لے گا فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ پس ان کو چھوڑ دے اور اس کو جو وہ افترا باندھتے ہیں۔ آپ اپنا کام کریں ان کی باتوں میں نہ آئیں رب تعالیٰ شرک سے بچائے شرک بڑی قبیح اور بری چیز ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۱۳۸) وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۱۳۹) قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (۱۴۰)

لفظی ترجمہ :

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ یہ مویشی اور کھیتی حِجْرٌ ممنوع ہیں لَّا يَطْعَمُهَآ ان دونوں کو نہیں کھائے گا کوئی اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ مگر وہ شخص جس کو ہم چاہیں بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق وَاَنْعَامٌ اور کچھ جانور ہیں حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا حرام کردی گئی ان کی پشتوں پر سواری

وَاَنۡعَامٌ اور کچھ جانور ایسے ہیں لَّا یَذۡکُرُوۡنَ اسۡمَ اللّٰہِ عَلَیۡہَا کہ نہیں ذکر کرتے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام افۡتِرَآءً عَلَیۡہِ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہوئے سَیَجۡزِیۡہِمۡ عنقریب ان کو بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ بِمَا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ اس چیز کا جو وہ افتراء کرتے رہے وَقَالُوۡا اور کہا انہوں نے مَا فِیۡ بُطُوۡنِ ہٰذِہِ الۡاَنۡعَامِ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے خَالِصَۃٌ لِّذُکُوۡرِنَا وہ خالص ہے ہمارے مردوں کے لئے وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزۡوَاجِنَا اور حرام ہے ہماری عورتوں پر وَاِنۡ یَّکُنۡ مَّیۡتَۃً اور اگر ہو وہ مردہ فَہُمۡ فِیۡہِ شُرَکَآءُ پس وہ سب اس میں شریک ہوتے ہیں سَیَجۡزِیۡہِمۡ وَصۡفَہُمۡ ضرور اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا اس بیان کا اِنَّہٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ بے شک وہ حکمت والا ہے جاننے والا ہے قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ تحقیق نقصان میں پڑے ہیں وہ لوگ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَہُمۡ جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو سَفَہًۢا حماقت کرتے ہوئے بِغَیۡرِ عِلۡمٍ علم کے بغیر وَحَرَّمُوۡا اور انہوں نے حرام کیا مَا رَزَقَہُمُ اللّٰہُ اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا افۡتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ افترا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر قَدۡ ضَلُّوۡا تحقیق وہ گمراہ ہوئے وَمَا کَانُوۡا مُہۡتَدِیۡنَ اور نہ ہوتے وہ ہدایت پانے والوں میں سے۔

اشیاء کی حلت وحرمت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

شرک کی بہت سی اقسام ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر مسلمان کو شرک کی

ہر قسم سے محفوظ فرمائے شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ بغیر کسی شرعی ثبوت کے کسی شئی کو حرام یا حلال ٹھہرانا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی شئی کے حلال و حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خانگی مصلحت کے پیش نظر صرف اپنی ذات کے لئے شہد حرام کیا تھا کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ تحریم نازل فرمائی اور فرمایا...... يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ اے نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کی ہے آپ اپنی عورتوں کی رضامندی چاہتے ہیں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (پارہ : ۲۸)۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے تمہارے لئے کھول دینا تمہاری قسموں کا۔ قسم توڑ و حلال چیز کو کھاؤ اور کفارہ ادا کرو جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تمام پیغمبروں کے امام اور سردار اور خلاصہ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کسی چیز کو حلال و حرام کرنے کا اختیار نہیں رکھتے تو اور کسی کو کیا حق پہنچتا ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول :

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں لکھتے ہیں کہ...... اَلتَّحْلِيْلُ وَالتَّحْرِيْمُ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى کسی چیز کو حلال و حرام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن مشرکین نے از خود یہ چیز بنائی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں لَّا يَطْعَمُهَاۤ ان دونوں کو نہیں کھائے گا کوئی اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ مگر وہ شخص جس کو ہم چاہیں اپنے خیال کے مطابق مثلاً کہتے اس جانور کا دودھ وہ پی سکتا ہے جو لات کا

چیلہ ہو اس جانور پر سواری وہ کر سکتا ہے جو منات کا پجاری ہے اس رقبے کی پیداوار صرف لات منات عزیٰ کے پجاریوں کے لئے جائز ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کے کونڈوں کا حرام ہونا :

یہ جو رجب کے مہینے میں امام جعفر کے نام کے کونڈے تقسیم کرتے ہیں اور ان کے لئے کچھ شرائط مقرر کی ہوئی ہیں کہ جو پکائے اپنے گھر میں بٹھا کر کھلائے اور کھانے والے سائے میں بیٹھ کر کھائیں وغیرہ وغیرہ عورتیں گھر کے کونوں میں بیٹھ کر کھاتی کھلاتی ہیں۔ برتن سنبھال کر رکھتی ہیں اور کسی کو نظر بھی نہ آئے یہ تمام کا تمام شرک ہے اور تیمور لنگ شیعے کی ایجاد ہے اسلام کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور بالکل حرام ہے اور اسی مد کے ہیں وہ طریقے جو مشرکین مکہ نے بنائے ہوئے تھے۔

حضرت فاطمہؓ کے نام پر عورتوں کو اکٹھا کر کے گمراہ کرنا :

اسی طرح کچھ عورتوں نے یہ بدعت شروع کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے قصے کے نام پر عورتوں کو اکٹھا کر کے گمراہ کرتی ہیں یہ بھی رافضیوں کی ایجاد ہے حضرت فاطمہؓ کا جو مقام ہے الحمدللہ وہ آپ حضرات ہر جمعہ کے خطبہ میں یہ جملہ سنتے رہتے ہیں وَالْفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ کہ حضرت فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ مگر یہ بناوٹی قصے کہانیاں اور پھر انکے نام کی کھیریں یہ سب حرام ہیں اور ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے ان چیزوں کے قریب بھی نہ جانا یہ سب انہوں نے اپنے خیال سے بنائی ہوئی ہیں۔

جانوروں پر اپنی طرف سے حلال وحرام کا حکم لگانا :

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا اور کچھ جانور ہیں حرام کردی گئی ان کی پشتوں پر سواری۔ ساتویں پارے میں آتا ہے...... مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ ۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَاسَآئِبَةٍ وَّ لَاوَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ (مائدہ) نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام، حام اس نر کو کہتے ہیں جس نے چند مرتبہ جفتی کر لی ہو مثلاً اونٹ ہے اس نے دس اونٹنیوں کے ساتھ جفتی کر لی یا بیل ہے اس نے دس گائیوں کے ساتھ جفتی کر لی تو ایسے اونٹ پر سواری کرنا، بوجھ لادنا حرام سمجھتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے تو اس کو تمہاری سواری کے لئے اور تمہارے سامان اٹھانے کے لئے پیدا فرمایا ہے تم کون ہوتے ہو اس پر حرام کا حکم لگانے والے۔

مشرکین کا جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لینا :

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اور کچھ جانور ایسے ہیں کہ نہیں ذکر کرتے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام۔ ذبح کرتے وقت بلکہ لات، منات، عزیٰ کا نام ذکر کرتے۔ مثلاً ذبح کرتے وقت کہتے بِاسْمِ اللَّاتِ بِاسْمِ الْمَنَاتِ اور کھا جاتے حالانکہ جانور کے حلال ہونے کے لئے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنا شرط ہے اگر کوئی شخص بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی جگہ مکمل سورۂ یٰسین پڑھ لے یا درود شریف پڑھ کر ذبح کرے تو جانور حلال نہیں ہوگا۔ حالانکہ سورۂ یٰسین اور درود شریف کا کتنا درجہ ہے یا ذبح کرتے وقت مکمل درود شریف پڑھے...... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ تو جانور حرام ہوگا حلال نہیں ہوگا کیونکہ شریعت نے بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ پڑھ کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

فقہ کا اہم ترین مسئلہ :

اور تمام فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص بِاسْمِ دَاوٗدَ یا بِاسْمِ مُوْسٰی یا بِاسْمِ عِيْسٰی یا بِاسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پڑھ کر جانور ذبح کرے کہ میں جانور کو داوٗد، موسیٰ، عیسیٰ، محمد ﷺ کے نام پر ذبح کرتا ہوں تو جانور حرام ہوگا کھا نہیں سکتا۔ شریعت نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کو تسلیم کرنا پڑے گا تو کچھ جانور ایسے تھے کہ ان کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے۔

مشرکین کا اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنا :

اِفْتِرَاءً عَلَيْهِ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ عنقریب ان کو بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ اس چیز کا جو وہ افترا کر رہے ہیں بس مرنے کی دیر ہے بدلا سامنے آجائے گا ان خرافات کا۔

مردوں، عورتوں کیلئے علیحدہ علیحدہ تحریم و تحلیل :

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ اور کہا انہوں نے جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے مثلاً اونٹنی ہے، گائے ہے، بکری ہے ان مادہ جانوروں کے پیٹ میں جو بچے ہے خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وہ خالص ہے ہمارے مردوں کے لئے وَمُحَرَّمٌ عَلٰی

اَزْوَاجِنَا اور حرام ہے ہماری عورتوں پر وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً اور اگر ہو وہ مردہ فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ پس وہ سب اس میں شریک ہوتے ہیں اگر بچہ زندہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ یہ مردوں کیلئے حلال ہے اور عورتوں کے لئے حرام ہے اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو تخی نورن بن جاتے اور کہتے کہ عورتوں کے لئے بھی حلال ہے وہ بھی کھا سکتی ہیں سوال یہ ہے کہ حلال و حرام کرنے کا اختیار تمہیں کس نے دیا ہے؟ حالانکہ جو کھانے پینے کی چیزیں مردوں کے لئے حلال ہیں وہ عورتوں کے لئے بھی حلال ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔ تم کون ہوتے ہو یہ کہنے والے خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا۔

اللہ تعالیٰ کی تفریق کا ہی مقبول و مستحسن ہونا :

ہاں جن چیزوں کا فرق اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے وہ ہے کہ مثلاً سونے چاندی کا زیور مردوں کیلئے ناجائز ہے اور عورتوں کے لئے جائز ہے ریشمی لباس مردوں کیلئے ناجائز ہے اور عورتوں کے لئے جائز ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ضرور اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا اس بیان کا اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ بے شک وہ حکمت والا ہے جاننے والا ہے اگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو اس میں کوئی حکمت ہے۔ جاننے والا ہے اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

ناحق قتلِ اولاد کرنے والوں کا خسارے میں ہونا :

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ تحقیق نقصان میں پڑے ہیں وہ لوگ جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ حماقت کرتے ہوئے علم کے بغیر۔ عرب میں ایسے لوگ بھی تھے کہ اگر ان کے دس بیٹے ان کے سامنے جواں ہو جاتے تو دسویں کو جو سب سے چھوٹا ہوتا تھا ذبح کر دیتے یہ ایک شرکیہ رسم تھی اور میں نے بیان کیا

تھا کہ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور دسویں نمبر پر تھے قاعدے کے مطابق جب ان کو ذبح کرنے کے لئے لے جارہے تھے تو آپ ﷺ کی پھوپھیاں آڑے آگئیں کہ ہم اپنے بھائی کو ذبح نہیں ہونے دیں گی بڑا شور ہوا کچھ لوگ مخالف ہوگئے کہ دیکھو جی اپنے لئے یہ قاعدے کو چھوڑ رہے ہیں اور ایسے موقع پر اختلاف ہو ہی جاتا ہے تو کچھ مخالف اور کچھ موافق تھے بہر حال ان کے بدلے سو اونٹوں کی قربانی دی گئی تب لوگوں کی زبانیں بند ہوئیں تو اولاد کو قتل کرنے کا کیا جواز ہے کہ کسی کے کہنے پر اولاد کو قتل کر دیا جائے۔

عام انسان اور پیغمبر کا خواب برابر نہیں :

اور نہ ہم اس کے مجاز ہیں کہ ہمیں کوئی خواب میں کہے کہ بیٹے بیٹی کو ذبح کردو تو ہم ذبح کردیں حضرت ابراہیمؑ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اور ان کا خواب وحی تھا عام آدمی کے خواب کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا پیغمبر کی بات جدا ہے جیسے.........

حضرت خضرؑ کا ایک بچے کو قتل کرنا :

حضرت خضرؑ نے ایک بچے کو قتل کردیا موسیٰؑ نے کہا کہ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ آپ نے ایک بے گناہ شخص کو ناحق قتل کردیا ہے، فرمایا خاموش رہو آخر میں بتاؤں گا پھر بتایا، فرمایا...... وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ (الکھف) یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کئے میرے رب نے کروائے ہیں تو پیغمبر جو کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہے۔ فرمایا.........

اشیاء اکل وشرب کا اپنی طرف سے حرام کرنا :

وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اور انہوں نے حرام کیا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ افترا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس طرح کہا ہے معاذ اللہ تعالیٰ قَدْ ضَلُّوْا تحقیق وہ گمراہ ہوئے وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ اور نہ ہوئے وہ ہدایت پانے والوں میں سے۔ خلاصہ یہ کہ کسی شئی کو حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے مخلوق میں سے کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔

وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖۗ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ(۱۴۳) وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۱۴۲)

لفظی ترجمہ :

وَهُوَ الَّذِیٓ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے اَنْشَاَ جَنّٰتٍ جس نے پیدا کئے باغات مَّعْرُوْشٰتٍ جن کو چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ اور وہ جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے جاتے وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ اور کھجوریں پیدا کیں اور کھیتی مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ مختلف ہیں پھل اس کے وَالزَّیْتُوْنَ اور زیتون پیدا کیا وَالرُّمَّانَ اور انار مُتَشَابِهًا جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ اور جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے جلتے كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ کھاؤ ان کے پھلوں کو اِذَاۤ اَثْمَرَ جس وقت وہ پھل دار ہوں

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ اور اس کا حق ادا کرو یَوْمَ حَصَادِهٖ اس کے کاٹنے کے دن وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ بے شک وہ محبت نہیں کرتا اسراف کرنے والوں سے وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً اور اس نے پیدا کیے جانوروں میں سے بوجھ اٹھانے والے وَّفَرْشًا اور زمین کے ساتھ لگے ہوئے كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کھاؤ اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک وہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ماقبل سے ربط :

کل کے درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور جانوروں میں اللہ تعالیٰ کے لئے اور خود ساختہ معبودوں لات، منات، عزیٰ کیلئے حصے مقرر کئے ہوئے تھے اپنے زعم اور گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ تو خالق ہے دوسرے کیسے حصہ دار بن گئے اسی لئے آخر میں فرمایا: سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ یہ برے فیصلے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے پیدا کئے باغات جن کو چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے۔

''معروشات'' کی تشریح :

وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ اور وہ جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے جاتے بعض پھل تو بڑے بڑے درختوں پر لگتے ہیں البتہ بعض پھل اور سبزیاں بیلوں میں پیدا ہوتی ہیں ان بیلوں

میں سے کچھ ایسی ہیں جنہیں معروشات کہتے ہیں کہ انہیں زمین سے اوپر اٹھا کر رکھنا پڑتا ہے ایسی بیلیں لکڑی کی چھت بنا کر ان پر چڑھادی جاتی ہیں یا دیواروں کے ساتھ لٹکا دی جاتی ہیں یا پھر درختوں پر چڑھادی جاتی ہیں۔

کون سی بیل کو اوپر چڑھایا جاتا ہے اور کونسی نیچے رکھی جاتی ہے :

انگور کی بیل کو لازماً اوپر اٹھا کر رکھنا پڑتا ہے ورنہ وہ بیل پھل نہیں دیتی سبزیوں کی توری کی بیل ہے اور جڑی بوٹیوں پر گلو ہے اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائی جاتیں وہ خربوزہ اور تربوز کی بیلیں ہیں گرمے اور سردے کی بیلیں ہیں یا ٹینڈے اور کدو کی بیلیں ہیں جو زمین پر پڑے پڑے عمدہ پھل دیتی ہیں ان کو اوپر چڑھانے کی ضرورت نہیں پڑتی ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، فرمایا......

''کھجور'' کا ذکر کرنے کی وجہ :

وَالنَّخلَ اور کھجوریں پیدا کیں عرب کے بہت سے علاقے ایسے تھے کہ جن کی خوراک ہی کھجوریں تھیں اور کھجوروں کی پیداوار پر ہی ان کی روزی کا سلسلہ چلتا تھا۔ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ اور کھیتی کہ مختلف ہیں پھل ان کے مکئی کے دانے اور رنگ کے ہیں گندم کے دانے اور رنگ کے ہیں باجرے کے اور رنگ کے ہیں مونجی اور رنگ کی ہے چنے اور مسور کا رنگ مختلف ہے مونگی کا اور ہے ماش کا اور ہے یہ سب مشاہدے کی باتیں ہیں اور تمام کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

''زیتون'' اور اس کے خواص :

وَالزَّيْتُوْنَ اور زیتون پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے تذکرے میں

زیتون کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ زیتون کے درختوں کے ساتھ جو ڈوڈے لگتے ہیں ان سے لوگ تیل نکال کر کھاتے ہیں آج بھی بہت سے علاقوں میں زیتون کھانے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے طبی لحاظ سے زیتون کا تیل مقوی اعصاب اور مقوی معدہ ہے اور اس میں وہ اثرات نہیں ہوتے جو گائے اور بھینس کے گھی میں ہوتے ہیں گائے اور بھینس کا گھی ان لوگوں کے لئے جو بدنی محنت مشقت کرتے ہیں سونے پر سہاگہ ہے اور جو لوگ بدنی مشقت کا کام نہیں کرتے ان کے بدن میں نزلے کا مواد پیدا کرتا ہے بخلاف زیتون کے تیل کے کہ وہ ہر قسم کے لوگوں کیلئے مفید ہے۔

"انار" کا ذکر کرنے کی وجہ :

وَالرُّمَّانَ اور انار کو اس نے پیدا کیا مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے جلتے۔ بعض دفعہ ایک انار کا دانہ دوسرے کے ساتھ ملتا ہے اور بعض دفعہ نہیں ملتا ایک چھوٹا ہوتا ہے ایک بڑا ہوتا ہے ایک میٹھا ہوتا ہے ایک ترش ہوتا ہے ایک کا رنگ سفید ہوتا ہے اور دوسرے کا سرخ ہوتا ہے او ظالمو! یہ تمام چیزیں پیدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور تم حصے دوسروں کے نکالتے ہو یہ دوسرے حصے دار کہاں سے آگئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ کھاؤ ان کے پھلوں کو جس وقت وہ پھل دار ہوں۔

انبیاءؑ کو اکلِ حلال اور اعمالِ صالحہ کا حکم :

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو بھی حکم دیا يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا (پارہ : ۱۸) اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو فرمایا وَآتُوا حَقَّهُ اور اس کا حق ادا کرو يَوْمَ حَصَادِهِ

اس کے کاٹنے کے دن۔ جس دن فصلیں کاٹو پھل اتارو ان کا حق ادا کرو۔

اہم ترین مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ جو زمینیں بارش سے سیراب ہوتی ہیں یا دریا کے بیلے اور کنارے پر زمینیں ہیں جہاں فصلوں کو پانی دینے کی ضرورت نہیں ہوتی سیلاب سے ہی تیار ہو جاتی ہیں جن کا آبیانہ نہیں دینا پڑتا ان علاقوں کی پیداوار میں سے دسواں حصہ دینا پڑے گا جس کو عشر کہتے ہیں اور وہ زمینیں جو نہری پانی یا کنویں اور ٹیوب ویل کے ذریعے سیراب ہوتی ہیں یعنی جن کا آبیانہ دینا پڑتا ہے یا خرچہ کرنا پڑتا ہے ان کی پیداوار کا بیسواں حصہ دینا پڑے گا یہ عشر ہے اور یہ عشر اخراجات مثلاً بجلی کا خرچہ ہے کھاد کی کٹائی، گہائی وغیرہ کا خرچہ نکالنے سے پہلے نکالنا ہے تمام کتابوں میں تصریح ہے قَبْلَ اَنْ تُرْفَعَ الْمُوْنَةُ اخراجات نکالنے سے پہلے۔

مالک ومضارع کے مابین عشر کی تقسیم کا طریقہ/تفصیل :

اگر زمین بٹائی اور حصے پر دی ہوئی ہے تو اس میں تفصیل ہے اگر مالک اور مضارع دونوں مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے اطاعت گزار ہیں تو عشر پہلے نکالا جائے گا پھر حصے کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے اگر مالک مسلمان اور مضارع غیر مسلم ہے، عیسائی وغیرہ تو پہلے تقسیم کریں گے کیونکہ عیسائی پر تو عشر نہیں ہے۔ صرف مسلمان اپنے حصے میں سے عشر نکالے گا یا مالک اور مضارعہ ہیں تو دونوں مسلمان مگر ایک صرف نام کا مسلمان ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عشر نہیں دینا اور دوسرا فرمانبردار ہے تو اس صورت میں بھی بٹائی اور تقسیم پہلے ہوگی اور فرمانبردار مسلمان اپنے حصے میں سے عشر نکالے گا۔

جنزل ضیاء الحق اور عشر وزکوٰۃ کی تقسیم :

ضیاء الحق کی نادانیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اس نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کا حکومتی سطح پر حکم دیا کہ زکوٰۃ اور عشر حکومت خود وصول کرے گی ہم نے اس حکم کے خلاف احتجاج کیا کہ یہ شرعاً ناجائز ہے ایک تو اس وجہ سے کہ زکوٰۃ اور عشر کا جو مصرف ہے وہاں خرچ نہیں ہوگا اور ایسا ہی ہوا اور حکومت نے بھی تسلیم کیا کہ واقعی یہ خرابی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کافروں پر عشر نہیں ہے اگر مالک مسلمان اور مضارع کافر ہے عیسائی ہندو وغیرہ تو مسلمان کے حصے پر تو عشر آئے گا اور کافر کے حصے پر عشر نہیں آئے گا یا ویسے ہی کوئی عشر سے بچنے کے لئے کہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں میرے اوپر عشر نہیں ہے۔ یا مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی کہے کہ ہمارے مسلک میں زکوٰۃ اور عشر نہیں ہے جیسے رافضی تو اس طرح نام کے سنی حضرات بھی زکوٰۃ وعشر سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو رافضیوں کے ساتھ منسلک کرلیں گے۔

صحیح العقیدہ مسلمان کا شیعہ بن جانا اور اسکا نقصان :

چنانچہ فیصل آباد جھنگ اور سرگودھا کے علاقوں سے ہمارے پاس بڑے خطوط آئے فتوؤں کیلئے کہ کئی زمیندار جو سو، سو مربع کے مالک ہیں انہوں نے زکوٰۃ عشر سے بچنے کے لئے بنکوں کو لکھ کر دے دیا ہے کہ ہم شیعہ ہیں ہمارے اوپر زکوٰۃ وعشر نہیں ہے۔ حالانکہ وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں ان کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟۔ مان لیتے ہیں کہ انہوں نے یہ حیلہ زکوٰۃ وعشر سے بچنے کے لئے کیا ہے اور رسمی طور پر کئی خاندان شیعہ بن گئے مگر آگے ان کی نسلیں تو پکی شیعہ بن جائیں گی اور یہ سارا وبال ضیاء الحق پر پڑے گا۔

شیعہ کے خودساختہ اقوال برائے عشروزکوٰۃ :

اورشیعہ یہ کہتے ہیں کہ جب تک امام مہدی نہیں آتے اس وقت تک ہمارے اوپر زکوٰۃ وعشر نہیں ہے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کیونکہ ان کی بنیادی کتابوں میں زکوٰۃ وعشر کی تصریح ہے۔ ان کی بنیادی کتابیں چار ہیں جن پر شیعہ مذہب کا مدار ہے۔ اصولِ کافی، احتجاج طبرسی، مَنْ لَّا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہِ اور تہذیب الاحکام ان کو یہ اصولِ اربعہ کہتے ہیں اوران کی حیثیت ان کے ہاں ایسے ہی ہے جیسے ہمارے ہاں صحاح ستہ کی ہے تو تمام میں زکوٰۃ وعشر کا ذکر ہے۔ اور یہ محض جان چھڑانے کیلئے کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر زکوٰۃ نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک اوراہم مسئلہ :

اور یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ زمین کی تمام پیداوار میں عشر ہے تھوم، پیاز، مرچیں ہر طرح کی سبزی پر بلکہ یہاں تک کہ گھر کے اندر جو تم نے تھوم لگایا ہوا ہے اس پر بھی عشر ہے حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّ مَا اَخْرَجَتْہُ الْاَرْضُ ہر وہ چیز جس کو زمین پیدا کرے اس میں عشر ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے اور اسی پر امام ابوحنیفہؒ کا عمل ہے۔

’’اسراف‘‘ کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو کہ فصل کے پکنے پر واہی تباہی قسم کا خرچ کرتے ہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ بے شک وہ محبت نہیں کرتا اسراف کرنے والوں سے یہ درخت پھل اور میوے تمام کے

تمام اسی نے پیدا فرمائے ہیں لہٰذا اس کے حکموں کے مطابق چلو وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً اور اس نے پیدا کئے جانوروں میں سے بوجھ اٹھانے والے اونٹ، گدھا وغیرہ جن پر لوگ بوجھ لادتے ہیں وَّفَرْشًا اور زمین کے ساتھ لگے ہوئے یعنی چھوٹے قد والے جیسے بھیڑ، بکریاں وغیرہ جو زمین پر بچھی ہوئی ہیں یہ سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کھاؤ اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے۔

پیروی شیطان سے رک جانے کا حکم:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی، کیوں؟ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ ہر ایسی بات کرے گا جس سے تمہارے ایمان پر زد آئے لہٰذا شیطان کی بات پر عمل نہ کرو اور رب تعالیٰ جو فرمائیں اس پر عمل کرو۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۴۳) وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۴۴)

لفظی ترجمہ :

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یہ آٹھ قسم کے جانور ہیں مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ بھیڑوں میں سے دو ہیں وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور بکریوں میں سے دو ہیں قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ءٰٓالذَّكَرَيْنِ کیا ان دونوں کے نر حَرَّمَ اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دونوں کی مادہ کو اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ یا جس پر مشتمل ہیں اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ دونوں مادہ کے رحم نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ خبر دو

مجھے علم کے ساتھ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ اور اونٹوں میں سے دو ہیں وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور گائے میں سے دو ہیں قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں ءٰٓالذَّكَرَيْنِ کیا ان دونوں کے نروں کو حَرَّمَ اللّٰهُ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دو کی مادہ کو اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ یا جس پر مشتمل ہیں اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ دونوں مادہ کے رحم اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کیا تم حاضر تھے اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا تاکیدی حکم دیا تھا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا لِيُضِلَّ النَّاسَ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ نہیں ہدایت دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے۔

ماقبل سے ربط :

کل کے درس میں بیان ہوا تھا کہ حلال وحرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا حلال وحرام کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔ چاہے وہ کتنی بڑی شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔ حتی کہ آنحضرت ﷺ کو بھی حلال وحرام کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کا کچا پیاز اور لہسن نہ کھانا :

چنانچہ مسلم شریف اور ابوعوانہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا آپ ﷺ کے ساتھ اور ساتھی بھی تھے اس کھانے میں کچا تھوم بھی تھا جس

طرح سلاد میں ہوتا ہے آپ ﷺ نے جب کچا تھوم دیکھا تو کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اور ساتھیوں سے فرمایا کہ تم کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا ساتھیوں نے کہا حضرت کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا میں اس کو حرام نہیں کرسکتا مگر اس کے کھانے سے منہ سے بو آتی ہے وَأَنَاجِيْ مَنْ لَّا تَنَاجُوْا اور میں ان سے گفتگو کرتا ہوں جن سے تم نہیں کرتے یعنی مجھے فرشتوں سے گفتگو کرنی پڑتی ہے۔ اور فرشتوں کو بو سے سخت نفرت ہے۔

لہسن، پیاز کھا کر فوراً مسجد میں آنیکی ممانعت :

اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ کچا پیاز اور کچا تھوم کھا کر فوراً مسجد میں نہ آؤ جب تک اس کی بو ختم نہ ہو جائے کیونکہ بہ نسبت دوسری جگہوں کے مسجد میں فرشتے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کو بو سے سخت نفرت ہے۔

آدمی کا مسجد میں انتظارِ صلوٰۃ میں بیٹھنا اور فرشتے کا اس کیلئے دعا کرنا :

چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آدمی جب وضو کر کے مسجد میں نماز کے انتظار کے لئے خاموشی کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے یا آہستہ آہستہ ذکر کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے سر کے پاس آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے لئے برابر دعا کرتا رہتا ہے رَبِّ اغْفِرْهُ وَارْحَمْهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ اے میرے پروردگار اس کی بخشش فرما اور اس پر رحم کر جب تک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ بے وضو ہونے کی بو سے فرشتہ چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو بشمول انبیاءؑ کے کوئی حرام نہیں کرسکتا :

تو آپ ﷺ نے تھوم کی وجہ سے کھانا نہ کھایا اور فرمایا کہ حرام نہیں ہے کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے میں اس کو حرام نہیں کرسکتا لیکن مشرکوں نے بعض

جانوروں کو اپنی مرضی سے اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا اور بعض جانوروں کی سواری حرام کی ہوئی تھی اور بعض کا دودھ اور زمین کی پیداوار میں سے اللہ تعالیٰ اور اپنے شریکوں کے حصے مقرر کیے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والا تو میں ہوں یہ شریک کس طرح حصے دار بن گئے۔

آٹھ قسم کے حلال جانوروں کی توضیح :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جن آٹھ قسم کے جانوروں کو حلال قرار دیا ہے ان کی تشریح وتوضیح فرمائی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یہ آٹھ قسم کے جانور ہیں۔

"ضَّاْن" کی تعریف :

مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ بھیڑوں میں سے دو ہیں۔ "ضَّاْن" اون والے جانور کو کہتے ہیں۔ بھیڑ اور دنبہ اس میں آتے ہیں نر اور مادہ چکی ہو یا نہ ہو سینگ ہوں یا نہ ہوں وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور بکریوں میں سے دو ہیں نر اور مادہ۔

مشرکین کی خود ساختہ حلت وحرمت کا عملی محاسبہ :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں ءٰۤالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ کیا ان دونوں کے نر اللہ تعالیٰ نے حرام کیے ہیں یا ان دونوں کی مادہ کو؟ بتاؤ! دنبہ حرام ہے یا بھیڑ؟ بکرا حرام ہے یا بکری؟ بھیڑ حرام ہے یا چھترا؟ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا جس پر مشتمل ہیں دونوں مادہ کے رحم یعنی جو بھیڑ کے پیٹ میں ہے وہ حرام ہے یا جو بکری کے پیٹ میں ہے وہ حرام ہے؟ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ خبر دو مجھے علم کے ساتھ کوئی علمی

دلیل پیش کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ اور اونٹوں میں سے دو ہیں نر اور مادہ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور گائے میں سے دو ہیں نر اور مادہ۔

''بقرہ'' کی تفسیر حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ اور اہلِ بدعت :

''بقرہ'' کا لفظ گائے بیل دونوں پر بولا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ پہلے پارے میں جہاں بقرہ کا ذکر ہے حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بیل کا ترجمہ کیا ہے اصل قصہ اس طرح ہے کہ موسیٰ کے زمانے میں ایک شخص بڑا مالدار تھا اور تھا بھی لا ولد یعنی اولاد نہیں تھی اور اس کے بھتیجے بڑے غریب تھے کبھی کھانے کو مل جاتا اور کبھی نہ ملتا انہوں نے اپنے چچا کو کہا کہ ہم تمہارے ہیں اور ہمارے حالات تمہارے سامنے ہیں اور تمہارے پاس بے شمار دولت ہے لہٰذا ہمیں کم از کم کھانے کو دے دیا کرو اس نے انکار کیا اور کہا خود کماؤ اور کھاؤ۔ بھتیجوں نے اس کے قتل کا مشورہ کیا کہ اس کو قتل کر دیں وراثت تو ہمیں ہی ملنی ہے۔ چنانچہ اس کو قتل کر کے موسیٰ کے پاس گئے کہ ہمارے چچے کو کسی نے قتل کر دیا اس کی تحقیق تفتیش کرو ان کے ذہن میں تھا کہ ہم تو مدعی ہیں ہمارے اوپر کس نے شبہ کرنا ہے اور موقع کا گواہ کوئی ہے نہیں لہٰذا معاملہ رفع دفع ہو جائے گا مگر موسیٰ نے فرمایا فَاذْبَحُوْا بَقَرَةً بقرہ ذبح کرو اور اس کا ایک حصہ مقتول کے بدن پر مارو یہ زندہ ہو کر تمہیں بتا دے گا کہ میرا قاتل کون ہے؟ تو یہاں بقرہ کا معنٰی حضرت تھانویؒ نے بیل کیا ہے۔ اس پر اہلِ بدعت حضرات نے بڑا شور مچایا کہ دیکھو تمہارے حکیم الامت کو بقرہ کا معنٰی بھی نہیں آتا کہ بقرہ کے معنٰی تو گائے کے ہیں اسلئے میں نے آپ حضرات کو بتایا ہے کہ لغت عرب میں بقرہ کا لفظ گائے بیل دونوں پر بولا جاتا ہے اور حضرت تھانویؒ نے جس قرینے سے بیل کا ترجمہ کیا ہے وہ پہلے پارے میں ہی موجود ہے وہ اس طرح کہ بقرہ ایسی ہو کہ نہ تو

اس کے ذریعہ ہل چلایا گیا ہو اور نہ ہی اس کے ذریعہ سے کنویں سے پانی نکالا گیا ہو اور یہ دونوں کام عموماً بیل کرتے ہیں گائیں تو نہیں کرتیں۔ اس لئے حضرت نے بیل کا ترجمہ کیا ہے۔

بھینس اور بھینسا کے متعلق فقہائے کرامؒ کا قول :

اور یہ جو بھینس اور بھینسا ہے اس کے متعلق فقہاءِ کرامؒ فرماتے ہیں اَلْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِنَ الْبَقَرِ. بھینس اور بھینسا گائے اور بیل ایک قسم کے ہیں قربانی ان کی بھی جائز ہے۔

نصابِ زکوٰۃ کی تفسیر :

زکوٰۃ کے نصاب میں گائے بھینس اور ان کے بچوں کو اکٹھا شمار کیا جاتا ہے اگر کسی کے پاس انکے چھوٹے بڑے تیس نگ ہوں تو ایک سال کا بچہ جو دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو زکوٰۃ میں دیا جائے گا اور چالیس نگ ہو جائیں تو دو سال کا بچہ دیا جائے گا تو فرمایا کہ اونٹوں میں سے دو ہیں نر اور مادہ اور بقر میں سے دو ہیں نر اور مادہ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں ءٰٓالذَّكَرَيْنِ. کیا ان دونوں کے نروں کو حَرَّمَ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دو کی مادہ کو اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا جس پر مشتمل ہیں دونوں مادہ کے رحم بتاؤ جو اونٹنی کے پیٹ میں ہے وہ حرام ہے یا گائے کے پیٹ میں جو ہے وہ حرام ہے تم جو کہتے ہو هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ یہ جانور اور کھیتی ممنوع ہے لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ اسے کوئی نہیں کھا سکتا مگر وہ جس کو ہم چاہیں یہ تمہیں کس نے کہا ہے؟ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کیا تم حاضر تھے اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا تاکیدی حکم دیا تھا کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال حرام ٹھہرانے کا اختیار دیا ہے یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا حتی کہ آنحضرت ﷺ کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں تھا۔

لسانِ نبوۃ سے خود حلال وحرام کی تردید :

چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی لڑکی حضرت جویریہؓ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا آنحضرت ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ الفاظ بھی ہیں وَاِنِّیْ لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالاً وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا اور بلاشبہ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰہِ اَبَدًا لیکن بخدا رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں کبھی یکجا (جمع) نہیں ہوسکتیں اگر تو جویریہؓ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے کیونکہ دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔اس کے بعد پھر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں دوسرے نکاح کا کبھی سوچا بھی نہیں تھا تو آپ ﷺ نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ مجھے حلال وحرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔لہٰذا مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام کا اختیار دیا ہے۔

''ظالموں'' کو ہدایت کا نہ ملنا :

لِیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ تا کہ گمراہ کرے لوگوں کو بغیر علم کے کیونکہ غلط کام کرنا گمراہی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت

دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے۔ جو کفر وشرک پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا ہدایت ان کو دیتا ہے جو ہدایت کے طالب ہوں۔

قُل لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۴۵) وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا کُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ط ذٰلِکَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ وِاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۱۴۶) فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقُلْ رَّبُّکُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ج وَلَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ (۱۴۷)

لفظی ترجمہ :

قُل آپ (ﷺ) کہہ دیں لَآ اَجِدُ میں نہیں پاتا فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ ان احکام میں جو میری طرف وحی کیے گئے ہیں مُحَرَّمًا کسی چیز کو حرام عَلٰی طَاعِمٍ کسی کھانے والے پر یَّطْعَمُهٗ جو اس کو کھائے اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً مگر یہ کہ ہو وہ مردار اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون بہایا گیا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ یا خنزیر کا گوشت فَاِنَّهٗ

رِجْسٌ پس بے شک وہ خنزیر ناپاک ہے اَوْ فِسْقًا یا نافرمانی کی گئی ہو اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ جو نام زد کیا گیا ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر اسکو فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ لذت تلاش کرنے والا نہ ہو وَّلَا عَادٍ اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو فَاِنَّ رَبَّكَ پس بے شک تیرا رب غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں حَرَّمْنَا ہم نے حرام کیا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ہر ناخن والا جانور وَمِنَ الْبَقَرِ اور گائے سے وَالْغَنَمِ اور بھیڑ بکریوں سے حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ حرام کر دیں ہم نے ان پر شُحُوْمَهُمَآ ان کی چربیاں اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ مگر وہ چربی جو ان کی پشتوں کے ساتھ لگی ہوئی ہو اَوِ الْحَوَايَآ یا آنتوں کے ساتھ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ یہ ہم نے ان کو بدلہ دیا بِبَغْيِهِمْ ان کی سرکشی کا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بے شک البتہ ہم سچے ہیں فَاِنْ كَذَّبُوْكَ پس اگر وہ آپ ﷺ کو جھٹلائیں فَقُلْ تو پس آپ (ﷺ) کہہ دیں رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ اور نہیں ٹالا جاتا اس کا عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ مجرم قوم سے۔

ربط رکوعات :

اس سے پہلے رکوعوں میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ مشرکین نے از خود بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام ٹھہرایا ہوا تھا جہالت سے اور ذمے اللہ تعالیٰ کے لگاتے تھے جس کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو حقیقۃً حرام ہیں ارشادِ ربانی ہے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّآ اَجِدُ میں نہیں پاتا

فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا ان احکام میں جو میری طرف وحی کیے گئے ہیں کسی چیز کو حرام عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً مگر یہ کہ ہو وہ مردار یعنی وہ جانور جو شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو حرام ہے۔ اور یہ شرک اس کو بھی کہا جاتے تھے بلکہ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ کہتے تھے کہ جس کو رب مارے اس کے متعلق تم کہتے ہو کہ حرام ہے اور جو تم مارو ذبح کرو تو کہتے ہو حلال ہے۔

امام غزالیؒ کا قول :

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے بدن میں زہریلا مادہ بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے مگر وہ انسانی صحت کے لئے انتہائی مضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حکم دیا کہ میرا نام لے کر ذبح کرو تو ذبح کرتے وقت خون کے ساتھ وہ مادہ بھی نکل جاتا ہے پھر گوشت صحت کے لئے مضر نہیں ہوتا۔

مسئلہ :

ذبح کرنے کے بعد جو خون گوشت کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے۔ وہ پاک ہوتا ہے اگر کوئی شخص بغیر دھوئے گوشت پکالے تو جائز ہے۔ البتہ نظافت اس میں ہے کہ گوشت کو دھو کر پکایا جائے اور بغیر ذبح کرنے کے جو جانور مر جائے تو وہ حرام ہے۔

مردار کا چمڑہ استعمال کرنے کی اجازت :

سوائے چمڑے کے اس کا کوئی حصہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے البتہ رنگنے کے بعد چمڑا استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک موٹی تازی بکری مردار ہوگئی لوگ اس کو دور پھینکنے کیلئے کھینچ کر لے جا رہے

تھے تا کہ لوگوں کو بدبو نہ آئے۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا تم نے اس کا چمڑا کیوں نہیں اتارا کہنے لگے حضرت یہ مردار ہوگئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا چمڑا اتار کر رنگنے کے بعد استعمال کر سکتے ہو۔ فرمایا اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون بہایا گیا ذبح کرتے وقت وہ بھی حرام ہے اندرونی طور پر بھی کہ اس کو کھایا جائے اور بیرونی طور پر بھی کہ اس کی مالش کی جائے۔

خرگوش کے خون کیساتھ علاج کرنے کی ممانعت :

بعض جاہل قسم کے لوگ خرگوش کے خون کو کھانسی کے لئے بطور علاج کے استعمال کرتے ہیں یہ بالکل حرام ہے۔ نہ بڑوں کیلئے جائز ہے اور نہ بچوں کیلئے اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ یا خنزیر کا گوشت فَاِنَّهٗ رِجْسٌ پس بے شک وہ خنزیر ناپاک ہے۔

خنزیر کا نجس العین ہونا :

خنزیر نجس العین ہے اس کی ہر چیز ناپاک ہے چونکہ کھانے والی چیزوں کا ذکر ہورہا ہے، اسلئے اس کے گوشت کے متعلق فرمایا کہ اس زمانے میں بھی لوگ خنزیر کا گوشت کھاتے تھے اور آج بھی اس کے کھانے والے بڑے ہیں۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے وہ اس کے قریب نہیں جاتے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی لندن واپسی کی روئیداد/ انگریز کا اخلاق :

ایک دفعہ میں لندن سے واپس آرہا تھا میرے ساتھیوں نے ٹکٹ پر لکھوا دیا کہ یہ جہاز میں کھانا نہیں کھائیں گے اور مجھے بھی بتا دیا کہ ہم نے آپ کے ٹکٹ پر یہ لکھوا دیا ہے کیونکہ یہ جہاز برطانیہ کا ہے اس باورچی خانے میں اگرچہ پکانے والے مسلمانوں کیلئے گائے بکری اور مرغی کا گوشت پکائیں گے مگر ہانڈی میں چلانے والا چمچہ مشترک ہوتا ہے

کہ خنزیر کی ہانڈی میں بھی وہی چلاتے ہیں بارہ تیرہ گھنٹوں کا سفر تھا جب کھانے کا وقت ہوا تو میں نے کہا کہ میں نے نہیں کھانا وہ میری بات نہ سمجھ سکی چونکہ وہ اردو نہیں جانتی تھی وہ اردو سمجھنے والی کو لے آئی اس نے پوچھا باباجی آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے میں نے کہا بس میں نے نہیں کھانا کہنے لگی آپ کے ذہن میں جو خدشہ ہے وہ ہم نہیں لائیں گی ہم آپ کیلئے مرغی یا بکری کا گوشت لے آتے ہیں میں نے اس کا بھی انکار کردیا ان کے لئے مصیبت بن گئی ایک جاتی ہے اور دوسری آتی ہے جس طرح گھروں میں بڑوں کو راضی کیا جاتا ہے مجھے راضی کرنے کیلئے لائن لگ گئی میں نے کہا بارہ تیرہ گھنٹے بھوکا رہنے سے میں نہیں مرتا آپ لوگ پریشان نہ ہوں کہنے لگیں کوئی سبزی لے آئیں تو میں نے کہا ٹھیک ہے سبزی لے آؤ مگر سور والا چمچہ نہ استعمال کرنا تب جا کر کہیں ان کو سکون آیا اس سے ان کے اخلاق کا اندازہ لگائیں یہ تو انگریز تھے۔

ابوظہبی سے واپسی کی روئیداد/مسلمان کا اخلاق :

اب مسلمانوں کا حال بھی سن لو جب میں ابوظہبی اترا نماز میں نے پڑھنی تھی اور تھا بھی باوضو رومال میں نے کندھے پر رکھا ہوا تھا ایک افسر کو بلا کر میں نے کہا اَرِنِیْ جِهَةَ الْقِبْلَةِ اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ مجھے قبلے کا رخ بتادیں میں نے نماز پڑھنی ہے اس نے کوئی پرواہ نہ کی دوسرے سے پوچھا وہ بھی بڑبڑ کرتا ہوا چلا گیا اور بتایا نہیں۔ پھر ایک اور افسر آیا اس نے بڑی پٹی اور کندھے پر پھول لگائے ہوئے تھے میں نے اس کو سلام کیا اور اس کا بازو پکڑا اور کہا میں مسافر ہوں میں نے نماز پڑھنی ہے مجھے قبلے کا رخ بتادو اس نے بڑے ترش لہجے میں کہا "هِنَا" ادھر ہے۔ میں نے کہا ان کا اخلاق دیکھو اور ان کا اخلاق دیکھو کتنا فرق ہے۔

''غیر اللہ'' کی نذر و نیاز کا مردود ہونا :

اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ یا نافرمانی کی گئی ہو جو نامزد کیا گیا ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر۔ نامزد کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز کسی بت جن، فرشتے، نبی یا بزرگ کے تقرب یا خوشنودی کیلئے بطور نیاز دی جائے کہ وہ ہستی اس سے خوش ہو کر مجھے مصیبت سے بچالے گی میری مصیبت ٹل جائے گی میرا کام بن جائے گا اس ارادے سے اگر کوئی شئی دے گا تو وہ حرام ہے چاہے وہ جانور ہو، دودھ ہو، کپڑا ہو، کھال ہو سب حرام ہیں جانور کو چاہے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے پھر بھی حرام ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کا قول :

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ''ماکولات، ملبوسات، مشروبات ہمہ ایں حکم دارند'' کھانے کی چیزیں ہوں پہننے کی چیزیں ہوں پینے کی چیزیں ہوں سب کا یہی حکم ہے۔

''ایصالِ ثواب'' کا حکم :

ایصالِ ثواب کا مسئلہ الگ ہے ایصالِ ثواب کیلئے جو چیز دی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر دی جاتی ہے اور اس کا ثواب مرے ہوؤں کو پہنچایا جاتا ہے اور اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک ہے تو اس کے درجات بلند ہوں اور گنہگار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے اس کو فائدہ ہو۔

''گیارہویں'' کا حکم :

اور گیارہویں میں تفصیل ہے اگر اس ارادے سے دیتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے ولی اللہ تھے ان کو ثواب پہنچے تو بدعت ہے اس لئے

کہ اولیاء اللہ اور بھی بہت ہیں ان کے نام پر یعنی ان کے ایصالِ ثواب کیلئے کیوں نہیں دیتے۔ مہینے کے اور دن بہت ہیں گیارہویں تاریخ کیوں مخصوص ہے۔ اور اگر اس ارادے سے دیتے ہیں کہ ہمارا کام ہو جائے گا اگر نہ دی تو کام خراب ہو جائے گا تو پھر خالص شرک اور قطعی حرام ہے۔ اور فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی مد میں ہے کہ نافرمانی کرتے ہوئے غیر اللہ کے نام زد کیا گیا ہے۔ وہ چاہے بکرا یا دیگ ہو بالکل حرام ہے۔

جان بچانے کیلئے بقدرِ ضرورت حرام کھانا پینا :

فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ لذت تلاش کرنے والا نہ ہو وَّلَا عَادٍ اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو اگر بھوک کی وجہ سے جان خطرے میں ہو اور خنزیر اور مردار کے علاوہ بھی کوئی چیز موجود نہ ہو تو اتنا کھانے کی اجازت ہے کہ جس سے جان بچ جائے عاد کا معنیٰ ہے ضرورت سے زیادہ نہ کھائے کہ ایک چھٹانک کھانے سے جان بچ سکتی ہے تو چھ تولے نہ کھائے اور ''باغٍ'' کا معنیٰ ہے لذت تلاش کرنے والا کہ اس کا ذائقہ کیا ہے ذائقے کیلئے بھی نہ کھائے اور ایسے موقع پر اگر نہ کھائے گا تو گنہگار مرے گا کیونکہ اس نے رب تعالیٰ کی اجازت کو قبول نہیں کیا اور رب تعالیٰ کی اجازت کو قبول نہ کرنا بھی گناہ ہے اسی طرح اگر کوئی شخص انتہائی پیاسا ہے کہ جان کا خطرہ ہے اور شراب کے سوا پینے کیلئے کوئی چیز موجود نہیں ہے تو وہ اتنی شراب پی لے کہ جس سے جان بچ جائے اور اگر نہ پی اور مر گیا تو گنہگار مرا ہے اور جان بچانے کیلئے جو حرام کھائے گا پیئے گا اس کے لئے معافی ہے۔ فَاِنَّ رَبَّكَ پس بے شک تیرا رب غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہود پر ناخن والے جانوروں کا حرام ہونا، بشمول چربی کے :

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کے پاؤں پنجے کی شکل میں ہوں اور درمیان سے پھٹے ہوئے نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ، مرغابی وغیرہ ہیں وَمِنَ الْبَقَرِ اور گائے سے وَالْغَنَمِ اور بھیڑ بکریوں سے حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ حرام کردیں ہم نے ان پر ان کی چربیاں کہ ان کی چربی تم استعمال نہیں کرسکتے اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ مگر وہ چربی جو ان کی پشتوں کے ساتھ لگی ہوئی ہو۔

"حَوَايَا" کی تحقیق :

اَوِ الْحَوَايَآ "حَوَايَا" حَاوِيَة کی جمع ہے اور آنت کو کہتے ہیں یا آنتوں کے ساتھ جو چربی لگی ہوئی ہے اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ یہ جائز ہے اور جو چربی گردوں کے ساتھ لگی ہوئی ہے یا دنبے کی چکی والی چربی ہے وغیرہ حرام ہے یہ ان پر کیوں حرام کی گئی؟ فرمایا..........

یہود کو سرکشی کا بدلہ اور اس کا مطلب :

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ یہ ہم نے ان کو بدلہ دیا بِبَغْيِهِمْ ان کی سرکشی کا ورنہ فی نفسہ یہ چیزیں حلال تھیں اس کو تم اس طرح سمجھو کہ چند آدمیوں کا اکٹھا ہونا کوئی جرم نہیں ہے اور اگر حکومت کو خدشہ ہو کہ یہ اکٹھے ہو کر فتنہ برپا کریں گے تو حکومت دفعہ ۱۴۴ لگا دیتی ہے کہ اتنے آدمیوں سے زیادہ اکٹھے نہیں ہو سکتے تو یہ حکم عارضی ہوتا ہے۔ ان کی شرارت کی

وجہ سے ایسے ہی یہ چیزیں یہودیوں پر حرام کی گئیں ان کی شرارت کی وجہ سے فرمایا......
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بے شک البتہ ہم سچے ہیں اپنے احکام میں کہ جو نافرمانی کرے گا ہم اس کو دنیا میں بھی سزا دیں گے اور آخرت میں بھی۔

دیر گیر د سخت گیر د :

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ پس اگر وہ آپ ﷺ کو جھٹلائیں، معاذ اللہ تعالیٰ فَقُلْ تو پس آپ (ﷺ) کہہ دیں رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے ورنہ جس وقت انہوں نے جھٹلایا تھا فوراً عذاب آجاتا مگر وہ مہربان ہے موقع دیتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ اور نہیں ٹالا جاتا اس کا عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ مجرم قوم سے۔ اگر رب تعالیٰ کے عذاب میں تاخیر ہوئی ہے تو مجرم یہ نہ سمجھیں کہ ہم بچ جائیں گے، وہ آکر رہے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ اَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (۱۴۸) قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۱۴۹) قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (۱۵۰)

لفظی ترجمہ :

سَيَقُولُ تاکید کے ساتھ کہیں گے الَّذِينَ اَشْرَكُوا وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہے مَآ اَشْرَكْنَا تو ہم شرک نہ کریں وَلَآ اٰبَآؤُنَا اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ اور نہ ہم حرام ٹھہراتے کسی چیز کو كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا یہاں تک کہ انہوں

نے چکھا ہمارے عذاب کا مزا قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ کیا ہے تمہارے پاس کوئی علم فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا پس نکالو اس علم کو ہمارے سامنے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے تم مگر گمان کی وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ اور نہیں ہو تم مگر اٹکل پر چلتے ہو قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ پس اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے دلیل کامل فَلَوْ شَآءَ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ تو تم سب کو ہدایت دے دے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ لاؤ اپنے گواہ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ جو گواہی دیں اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان چیزوں کو فَاِنْ شَهِدُوْا پس اگر وہ گواہی دیں فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ پس آپ نہ گواہی دیں ان کے ساتھ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کی لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ اور وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں۔

ماقبل سے ربط :

اس سے قبل مشرکوں کی بعض شرکیہ رسموں کا رد کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کھیتی میں بھی حصے دار بنائے ہوئے ہیں اور جانوروں میں بھی اور یہ کہ انہوں نے حلت وحرمت کے ضابطے بھی خود بنائے ہوئے ہیں کہ یہ چیز مردوں کے لئے حلال ہے

اور عورتوں کے لئے حرام ہے۔ مشرکین نے شرکیہ رسوم اور خودساختہ قاعدوں کے جواز پر دلیل پیش کی اس کا ذکر ہے۔

کیا پدی، کیا پدی کا شوربہ :

اور یاد رکھنا! دنیا میں کوئی خاموش نہیں رہنا چاہے وہ انتہائی چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ مشہور کہاوت ہے "کیا پدی، کیا پدی کا شوربہ" یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہے یہ گھاس دار زمین پر بیٹھا تھا اور گھاس کے ساتھ دھاگے الجھے ہوئے تھے پدی کی ٹانگ دھاگے سے اڑ گئی اڑتی پھڑ پھڑ کر کے بیٹھ جاتی نہ دھاگہ ٹوٹتا نہ گھاس زمین سے اکھڑتی کوے نے ازراہِ ہمدردی پوچھا تاکہ دھاگہ کاٹ کر جان چھڑا دے، خالہ کیا بات ہے؟ تو پدی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں۔ تو خاموش تو پدی بھی نہیں رہی اور ہار نہ مانی، تو مشرک کہاں ہار ماننے کے لئے تیار ہوں گے۔

مشرقی پنجاب کے مظالم اور بدعتی مولوی کی تقریر :

جس زمانے میں مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر بڑے ظلم ڈھائے جا رہے تھے مسجدیں گرائی جا رہی تھیں عورتوں کی بے حرمتی ہو رہی تھی بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا اور بہت کچھ ہو رہا تھا اس وقت ایک مولوی صاحب نے "بٹ دری فیکٹری" کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اولیاء اللہ ہماری مدد کرتے ہیں اور شرک کی خوب آبیاری کی۔

تردیدِ باطل کا رِفرضِ کفایہ :

اور مسئلہ یہ ہے کہ باطل کی تردید فرضِ کفایہ ہے اگر کسی جگہ باطل ظاہر ہوا اور اس کی کسی نے تردید نہ کی تو تمام کے تمام لوگ مجرم ہوں گے اور اگر ایک ثقہ آدمی نے اس کی

تردید کردی تو تمام کی گردنیں آزاد ہو جائیں گی گناہ سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔

اہلِ بدعت کے خلاف حضرت شیخ مدظلہ کی تقریر اور ایک بابا :

اس وقت میں گکھڑ میں نیا نیا آیا تھا میں نے سوچا کہ اس نے غلط تقریر کی ہے اگر تردید نہ ہوئی تو گکھڑ کے سارے لوگ گنہگار ہوں گے لہٰذا ایک دن کے وقفے کے بعد میں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ مدد کرنا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے مخلوق کا کام نہیں ہے بڑی سے بڑی ہستی بھی مافوق الاسباب کسی کی مدد نہیں کرسکتی اور نماز میں ہم پڑھتے ہیں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ پروردگار ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ عبادت بھی اللہ تعالیٰ کی اور مدد بھی صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا مافوق الاسباب کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا تقریر میں میں نے یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور مدد کرسکتا ہے تو مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے پیر فقیر ان کی مدد کیوں نہیں کرتے حالانکہ بڑے بڑے ولی اس دھرتی میں ہیں مثلاً شاہ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت اجمیریؒ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ پچاس ساٹھ سال عمر کا ایک بابا کھڑا ہوا داڑھی اس کی کتری ہوئی تھی کہنے لگا اولیاء اللہ مدد کرتے ہیں مگر آج کل سارے بزرگ حج کے لئے گئے ہوئے ہیں حالانکہ وہ حج کا موسم بھی نہیں تھا مگر وہ چپ نہیں رہا شوشہ چھوڑ کر چلا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی کتنا جھوٹا کیوں نہ ہو خاموش نہیں رہتا تو مشرکوں نے اپنے شرک کے صحیح ہونے پر یہ شوشہ چھوڑا۔

مشرکین کی ایک مضحکہ خیز دلیل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... سَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا تاکید کے ساتھ کہیں

گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم شرک نہ کریں، وہ ہمیں روکتا کیوں نہیں؟ لہٰذا وہ ہمارے شرک پر راضی ہے وَلَآ اٰبَآؤُنَا اور نہ ہمارے باپ دادا، شرک کرتے اگر یہ بری چیز تھی تو رب تعالیٰ نے روکا کیوں نہیں؟ وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ اور نہ ہم حرام ٹھہراتے کسی چیز کو ہم نے جو ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے تو رب تعالیٰ نے روکا کیوں نہیں ہے؟

مشرکین کی دلیل کا جواب :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارے عذاب کا مزا قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ کیا ہے تمہارے پاس کوئی علم فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا پس نکالو اس علم کو ہمارے سامنے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے تم مگر گمان کی وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ اور نہیں ہو تم مگر اٹکل پر چلتے ہو قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ پس اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے دلیل کامل، وہ حجت کامل کیا ہے چودھویں پارے کا گیارہواں رکوع نکالو...... اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ تو ہم اس سے ورے ورے کسی کی عبادت نہ کرتے نَحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا ہم اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ اور نہ ہم حرام ٹھہراتے اللہ تعالیٰ سے ورے ورے کسی شئی کو اس نے چاہا ہے تو ہم نے ایسا کیا ہے كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے

تھے فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ پس پیغمبروں کے ذمے اللہ تعالیٰ کے احکام کو کھول کر پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے، کتابوں کے ذریعے، ان چیزوں سے منع فرمایا ہے البتہ جبراً نہیں روکا کہ وہ اس کی حکمت کے خلاف ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول اور ان کو حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

''طاغوت'' کی تحقیق :

وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ اور شرک سے بچو طاغوت شیطان کو بھی کہتے ہیں شرک کو بھی کہتے ہیں اور بت کو بھی کہتے ہیں اور تمام بری چیزیں طاغوت ہیں۔

بعثتِ انبیاءؑ اور نزولِ کتب، لوگوں کے گمراہ ہونے کی نشانی :

تو اللہ تعالیٰ نے تو منع فرمایا ہے تم کس طرح کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے اگر اللہ تعالیٰ تمہارے شرک پر اور خود ساختہ محرمات پر راضی ہوتا تو پیغمبر کیوں بھیجتا، کتابیں کیوں نازل کرتا اس نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر حجت پوری فرما دی ہے فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ پھر بعضے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوگئی جو گمراہی پر اڑے رہے اور پیغمبروں کی بات نہیں مانی خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے غیر اللہ کی عبادت سے بھی منع کیا اور دوسری برائیوں سے بھی منع کیا۔

منع کرنے کی دوسری صورت :

البتہ منع کرنے کی ایک صورت یہ تھی تم سے برائی کا مادہ ختم کر دیا جاتا کہ تم برائی

کر ہی نہ سکتے تو دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں انسان نہ بننے دیتا بلکہ فرشتے بنا دیتا اور فرشتے معصوم ہوتے ہیں ان میں برائی کا مادہ نہیں ہوتا مگر جب تمہیں انسان رکھنا ہے تو پھر خیر کا مادہ بھی ہوگا اور شر کا مادہ بھی ہوگا اور جنات میں بھی خیر و شر دونوں مادے ہیں لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ ''یہ کام ہم سے رب تعالیٰ کرواتا ہے'' غلط ہے۔

ایمان و کفر کا اختیار انسان کے پاس :

اس نے نیکی اور بدی کی طاقت عطا فرما کر اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور ساتھ ہی فرما دیا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر پر راضی نہیں ہے اور کفر اور ایمان لانے پر کسی کو مجبور بھی نہیں کرتا۔ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو ہدایت دے دے۔ جبراً کہ تمہارے اندر سے کفر اور برائی کا اختیار سلب کر لے جس طرح فرشتوں کو بدی کرنے کا اختیار نہیں ہے مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

مشرکین سے گواہوں کی طلبی :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ لاؤ اپنے گواہ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ جو گواہی دیں اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان چیزوں کو جن کو تم حرام قرار دیتے ہو پھر اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح کہا ہے فرمایا...... فَاِنْ شَهِدُوْا پس اگر وہ گواہی دیں کیونکہ دنیا میں ہر قسم کے لوگ مل جاتے ہیں تو اگر چند مسخرے اور بہروپیے قسم کے لوگ اکٹھے ہو کر کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ پس آپ نہ گواہی دیں ان کے ساتھ، حرام

وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور حلال وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کر سکتا۔

کاذبین کی خواہشات کی پیروی سے ممانعت :

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَالَّذِیْنَ اور ان لوگوں کی لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر وَهُمْ بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ اور وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں۔ ان کے شوشوں میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا گیا ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ج وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ج وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۵۱) وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ج وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ج لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ج وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ج وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۱۵۲) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۵۳)

لفظی ترجمہ :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں تَعَالَوْا آؤ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ میں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو حرام قرار دی ہیں تمہارے رب نے عَلَيْكُمْ تم پر اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا یہ کہ نہ شریک ٹھہراؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مِّنْ اِمْلَاقٍ غربت کے خوف سے نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ اور نہ قریب جاؤ بے حیائی کی باتوں کے مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ جو ظاہر ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ ہوں وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ اور نہ قتل کرو الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اس نفس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اور نہ قریب جاؤ تم یتیم کے مال کے اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ مگر اس طریقے سے جو بہت اچھا ہو حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوۃ اور جوانی کو وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ اور پورا دو ماپ کر اور تول کر بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس کی طاقت کے مطابق وَاِذَا قُلْتُمْ اور جب تم بات کرو

فَاعْدِلُوْا تو انصاف کی بات کرو وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اور اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کو پورا کرو ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ اس چیز کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا اور بے شک یہ میرا راستہ ہے سیدھا فَاتَّبِعُوْهُ پس تم اس کی پیروی کرو وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اور نہ پیروی کرو تم اور راستوں کی فَتَفَرَّقَ بِكُمْ پس وہ تم کو جدا کر دیں گے عَنْ سَبِيْلِهٖ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ اس چیز کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے سبق میں مشرکین کے اس دعوے کا رد تھا کہ انہوں نے اپنی مرضی سے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام ٹھہرایا ہوا تھا اور ذمے اللہ تعالیٰ کے لگاتے تھے کہ ایسا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔

حرام اشیاء کی تفصیل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کو انہوں نے حرام ٹھہرایا ہوا ہے وہ تو حرام نہیں ہیں اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے وہ سن لو، فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں تَعَالَوْا آؤ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ میں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو حرام قرار دی ہیں تمہارے رب نے عَلَيْكُمْ تم پر، جن کی تم پرواہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے کیا حرام کیا ہے؟

1......شرک کرنا :

اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا یہ کہ نہ شریک ٹھہراؤاس کے ساتھ کسی چیز کو۔ نہ انسانوں میں سے نہ جنوں میں سے نہ فرشتوں میں سے اس کی ذات میں اس کا کوئی شریک ہے نہ صفات میں نہ افعال، میں رب تعالیٰ نے شرک تم پر حرام کیا ہے اور تم اس میں ڈوبے ہوئے ہو۔

2...... والدین کی نافرمانی :

اور کیا حرام ہے؟ سنو وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کروان کی توہین وتنقیص حرام ہے ان کی دل آزاری بھی حرام ہے چاہے قول سے ہو یا فعل سے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔

3......قتلِ اولاد :

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے۔ عرب میں بعض خاندان تو ایسے تھے جو لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اور بعض لڑکوں کو بھی قتل کر دیتے تھے اپنے جھوٹے معبودوں کو خوش کرنے کے لئے اس کو کارِ ثواب سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو غربت کے خوف سے قتل کر دیتے تھے کہ ہم ان کو کھلائیں گے کہاں سے؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی اگر انہیں تم رزق کے خوف سے قتل کرتے ہو کہ کھائیں گے کہاں سے تو پہلے خودکشی کرو کہ تم کہاں سے کھاؤ گے جو رب تعالیٰ تمہیں دیتا ہے وہ انکو بھی دے گا۔

4......فحاشی وعریانی کا حرام ہونا اور ’’فواحش‘‘ کی تحقیق :

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ ،فَوَاحِشُ،فَاحِشَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنٰی ہیں بے حیائی معنٰی ہوگا اور نہ قریب جاؤ بے حیائیوں کے مَا ظَهَرَ مِنْهَا جو ظاہر ہوں ان میں سے یعنی کھل کے ہوتی ہوں جیسے ناچ مجرا وغیرہ قسم کی جو خرافات ہیں آج کل تو اخبارات میں بے حیائی بڑی نمایاں ہوتی ہے جسے دیکھ کر بڑی دل آزاری ہوتی ہے اور حالات یہاں تک خراب ہو گئے ہیں کہ روکنے والے گونگے ہو گئے ہیں۔

شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی رقص وسرود پر مجرمانہ خاموشی :

شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز آیا تو اس کے لئے انہوں نے بڑا رقص وسرود کا انتظام کیا وہ بھی خاموشی سے دیکھتا سنتا رہا اور گونگا ہو کے بیٹھا رہا حالانکہ اس کا فرض تھا ان کو منع کرتا اور کہتا کہ ہمارا مذہب ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتا اب لوگوں نے اس واقعہ کو سند بنا لیا کہ سو مولوی بھی کہیں کہ یہ ناجائز ہے تو لوگ نہیں مانیں گے کہ عرب کے بادشاہ کے سامنے سب کچھ ہوا ہے اس نے منع نہیں کیا تم کون ہوتے ہو منع کرنے والے وَمَا بَطَنَ اور جو پوشیدہ ہوں ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔

5......قتل نفس بغیر حق :

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اور نہ قتل کرو اس نفس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ شریعت میں کسی کو قتل کرنے کی صرف تین صورتیں جائز ہیں ان کے علاوہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

قتلِ حق کی پہلی صورت :

پہلی شکل یہ کہ معاذ اللہ کوئی شخص مرتد ہو جائے تو مرتد کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ تین دن تک اس کو مہلت دی جائے گی کہ اسلام کے متعلق اس کو جو شکوک و شبہات ہیں دور کرلے اس کو سمجھائیں گے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ اسلام پر کوئی اعتراض ہو اور اس کا جواب نہ ہو اگر تین دن تک نہ سمجھا تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور یہ قتل، قتل بالحق ہوگا۔

قتلِ حق کی دوسری صورت :

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو قصداً قتل کرے ایک ہے قتلِ خطا کہ مثلاً بس ٹرک کے نیچے آکر مر جائے یا کسی نے کسی جانور پر فائر کیا اور لگ کسی آدمی کو گیا اور وہ مر گیا یہ قتلِ خطا ہے اس پر قصاص نہیں ہے، قصاص قتلِ عمد پر ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو! تو جو شخص جان بوجھ کر کسی کو قتل کرے گا تو وہ قصاصاً یعنی اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا یہ قتل بھی قتل بالحق ہے۔

قتلِ حق کی تیسری صورت :

اور تیسری صورت یہ ہے کہ شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت بدکاری کریں اور اس کا شرعی ثبوت بھی مل جائے تو ان کو میدان میں کھڑا کر کے سنگسار کیا جائے گا اس کے علاوہ شریعت کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

6......مالِ یتیم کھانا :

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اور نہ قریب جاؤ تم یتیم کے مال کے **اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ** مگر اس طریقے سے جو بہت اچھا ہو۔ اور اچھا طریقہ یہی ہے کہ اس کے مال کی دیانت داری کے ساتھ حفاظت اور نگرانی کی جائے اور اس کے مال کے قریب نہ جاؤ کہ ہڑپ کرنے کی کوشش کرو حفاظت کرو **حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ** یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوۃ اور جوانی کو۔ بالغ ہونے کے بعد اس کا مال اس کے حوالے کردو لیکن آج لوگ یتیم کے مال کھانے کے گناہ میں مبتلا ہیں۔

اہم ترین مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ مرنے والے کے مال میں سے صدقہ خیرات اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اس کی وراثت تقسیم نہ ہو جائے یا تمام وارث اگر بالغ ہوں تو ان کی اجازت کے ساتھ مشترکہ مال میں سے صدقہ خیرات کر سکتے ہیں کہ جتنا مال خیرات میں خرچ ہوگا کل مال میں سے نکال لیا جائے گا اور بقیہ وارثوں پر حصے کے مطابق تقسیم ہو جائے گا اور اگر وارثوں میں کوئی بچہ یا بچی نابالغ ہے تو پھر صدقہ، خیرات بالکل جائز نہیں ہے۔ چاہے نابالغ سے اجازت بھی لے لی جائے کیونکہ نابالغ کی اجازت کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں ہے ایسے مال میں سے اگر صدقہ خیرات کیا گیا تو بالاتفاق حرام ہے۔

محدثینؒ، فقہاءؒ کا اتفاق اور رسوم کی تردید :

تمام محدثینؒ اور فقہاءؒ اس مسئلے پر متفق ہیں کہ اگر وارثوں میں ایک بچہ بھی نابالغ

ہوتو جب تک وراثت تقسیم نہ ہو جائے مشترک مال میں سے صدقہ خیرات حرام ہے اور اس میں دیوبندی، بریلوی کسی کا اختلاف نہیں ہے اب سمجھنے والی بات یہ ہے کہ تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسویں کی رسموں پر مرنے والے کے مال میں سے خرچ کیا جاتا ہے۔ جوابھی وارثوں پر تقسیم نہیں کیا ہوا۔

رسوم پر مالِ یتیم کا کھانا :

اور اکثر مرنے والا یتیم بچے چھوڑ کر جاتا ہے تو ان رسموں پر یتیم کا مال کھایا جاتا ہے کیونکہ یہاں کا دستور یہ ہے کہ وراثت اس وقت تک تقسیم نہیں ہوتی جب تک بہن بھائی آپس میں لڑ نہ پڑیں اور یتیم کا مال کھانے میں سب آلودہ ہوتے ہیں کچھ پکانے والے اور کچھ کھانے والے الا ماشاء اللہ۔ اور سارے حرام کھا جاتے ہیں مولوی بھی، قاری بھی، حاجی بھی، جاٹ، چودھری، رشتہ دار بھی اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس کو ایصالِ ثواب کا نام دے رکھا ہے بھائی ایصالِ ثواب تو غریب مسکین کو کھلانے سے ہوتا ہے اور یہاں چچے مامے، پھوپھیاں، خالائیں اور دیگر رشتہ دار کھا جاتے ہیں یہ کیا ایصالِ ثواب ہوا یہ ان لوگوں نے عجیب مکاری شروع کی ہوئی ہے۔ بھائی ایصالِ ثواب تو ہوتا ہے کسی بھوکے پیاسے اور ضرورتمند کی ضرورت پوری کرنے سے اور ان کو تم دھکے مارتے ہو اور کھا خود جاتے ہو لہٰذا یاد رکھنا تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں بدعات ہیں اور یتیم کا مال کھانا قطعی حرام ہے۔

فوتیدگی والے گھر پڑوسیوں کا کھانا پکانا :

البتہ فوتیدگی کے موقعہ پر عزیز رشتہ دار اور پڑوسی جو کھانا پکا کر بھیجتے ہیں یہ سنت ہے اور یہ کھانا جائز ہے کیونکہ وہ یتیموں کے مال میں سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت جعفر

طیارؓ جب موتہ کے مقام پر شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اِصْنَعُوْا لِاَهْلِ جَعْفَرَ طَعَامًا فَاِنَّهُمْ اَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ تم جعفر کے اہلِ خانہ کے لئے کھانا پکا کر بھیجو کیونکہ ان کو صدمے کی خبر پہنچی ہے تو صدمے کے دنوں میں کھانا پکا کر بھیجنا سنت ہے البتہ تین دن کے بعد جب کھانا گھر میں پکے گا تو یہ کھانا رشتہ دار بھی نہیں کھا سکتے چاہے دور دراز سے کیوں نہ آئے ہوئے ہوں کیونکہ یہ مشترکہ مال سے پکایا گیا ہے۔ لہٰذا رشتے دار تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور اگر ٹھہریں تو اپنے کھانے کا انتظام خود کریں۔

مالِ یتیم کھانے پر وعید :

چوتھے پارے میں آتا ہے یتیموں کا مال کھانے والوں کو اس طرح سمجھو اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ لہٰذا یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔

7......میزان کا درست نہ رکھنا حرام :

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ اور پورا دو ماپ کر (اگر پیمانے میں ماپ کر چیز دینی ہے) اور تول کر بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ۔ اگر ترازو سے تول کر دینی ہے نہ پیمانے میں گڑبڑ ہو اور نہ ترازو میں ڈنڈی مارو لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ ہر ایک کو ہم نے وہ احکام دیئے ہیں جو وہ آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔

8......انصاف کی بات نہ کرنا حرام :

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا اور جب تم بات کرو تو انصاف کی بات کرو۔ سوچ سمجھ کر کہ اس میں میری اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ تو نہیں ہوگی کہ اس میں کسی کی دل آزاری نہ ہو اور کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو اور بات بھی صحیح ہو وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اور اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ نہ ان کو تکلیف دینے کے لئے بات کرو اور نہ ان کو فائدہ پہنچانے کے لئے بات کرو صرف رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے بات کرو۔

9......وعدے کو پورا نہ کرنا حرام :

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کو پورا کرو جو وعدہ تم نے رب تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی الٰہ نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جو انہوں نے حکم دیا ہے وہ کرنا ہے۔ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ اس چیز کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا اور بے شک یہ میرا راستہ ہے سیدھا یعنی یہ جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ سے لے کر لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تک فَاتَّبِعُوْهُ پس تم اس کی پیروی کرو اور ہر نماز میں ہم اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں سیدھے راستے پر چلا اب اگر کوئی اس کے خلاف عمل کرے گا جو چیزیں اوپر بیان ہوئی ہیں تو وہ صراطِ مستقیم پر نہیں ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اور نہ پیروی کرو تم اور راستوں کی فَتَفَرَّقَ بِكُمْ پس وہ تم کو جدا کر دیں گے عَنْ سَبِيْلِهٖ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ اس چیز کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے

اور دوزخ کے عذاب سے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ(۱۵۴) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(۱۵۵) اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ(۱۵۶) اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ج فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ج فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ط سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ(۱۵۷)

لفظی ترجمہ :

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى پھر ہم نے دی موسیٰ الْكِتٰبَ کتاب تَمَامًا مکمل کرتے ہوئے نعمت عَلَى الَّذِىْٓ اَحْسَنَ اس شخص پر جس نے

نیکی کی وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ اور تفصیل ہر چیز کے لئے وَّهُدًى وَّرَحْمَةً
اور ہدایت اور رحمت لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ تاکہ وہ لوگ اپنے
رب کی ملاقات پر ایمان لائیں وَهٰذَا كِتٰبٌ اور یہ کتاب ہے اَنْزَلْنٰهُ جس
کو ہم نے نازل کیا مُبٰرَكٌ برکت والی ہے فَاتَّبِعُوْهُ پس تم اس کی
پیروی کرو وَاتَّقُوْا اور تم ڈرو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے اَنْ
تَقُوْلُوْٓا تاکہ تم یہ نہ کہو اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ کہ پختہ بات ہے نازل کی گئی
کتاب عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ دو گروہوں پر مِنْ قَبْلِنَا ہم سے پہلے وَاِنْ كُنَّا اور
بے شک ہم تھے عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ان کے پڑھنے پڑھانے سے
بے خبر اَوْ تَقُوْلُوْا یا تم یہ نہ کہو لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ اگر بے شک
اتاری جاتی ہمارے اوپر کتاب لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ تو ہم ہوتے ان سے
زیادہ ہدایت والے فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ پس تحقیق آ گئی تمہارے پاس واضح
دلیل مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَهُدًى اور ہدایت وَّرَحْمَةٌ
اور رحمت فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ پس کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے كَذَّبَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو وَصَدَفَ عَنْهَا اور اعراض
کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے سَنَجْزِي الَّذِيْنَ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان
لوگوں کو يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا جو اعراض کرتے ہیں ہماری آیتوں سے
سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ اعراض

کرتے ہیں۔

ماقبل سے ربط/صراطِ مستقیم کی مزید تفسیر :

اس سے پچھلے سبق میں آپ حضرات نے صراطِ مستقیم کی مختصر تفسیر سنی اور اس پر چلنے کا حکم سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر چلو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب سے بچ جاؤ ثُمَّ کا مطلب ہوتا ہے، پھر مطلب یہ ہے کہ یہ حکم تو تم نے سن لیا پھر یہ بھی سن لو۔

پہلی کتابوں میں توراۃ کا مرکزی کتاب ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ پھر ہم نے دی موسیٰ کو کتاب توراۃ جتنی بھی آسمانی کتابیں ہیں ان میں قرآنِ کریم کے بعد توراۃ بڑی اہم اور مرکزی مقدس کتاب ہے۔ توراۃ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علماء اور مشائخ اپنے اپنے دور میں فیصلے کرتے رہے تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ مکمل کرتے ہوئے نیکی اس شخص پر جس نے نیکی کی۔

"تَمَامًا"...... کی تفسیر :

مفسرین کرامؒ اس جملے کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ تَمَامًا لِنِعْمَۃِ عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ قِیَامَ بِہٖ یہ توراۃ نازل فرما کر اپنی نعمت مکمل کی اس شخص پر جس نے دین کو اچھے طریقے سے قائم کیا، دین روحانی نعمت اور غذا ہے۔

جسم اور روح میں روح کو فوقیت :

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم اور دوسرا روح جسم کی ضروریات تو تمام

لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کو خوراک کی ضرورت ہے اور اگر بیمار ہو جائے تو علاج کی ضرورت ہے مگر روح کی ضروریات کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل انسانیت روح کے ساتھ ہے جسم تو اس کے لئے سواری ہے جس طرح گھوڑا گدھا آدمی کے لئے سواری ہیں تو اس میں اصل انسان ہے گھوڑا گدھا اصل نہیں ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہو اور گھوڑے کو ٹھوکر لگے اور دونوں گر جائیں تو لوگ پہلے آدمی کو اٹھائیں گے کہ یہ انسان ہے گھوڑے کی بھی فکر ہو گی مگر بعد میں کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے لیکن زیادہ فکر انسان کی ہو گی اور اگر سارے لوگ گھوڑے کی طرف ہو جائیں اور آدمی کی خبر کوئی نہ لے تو حماقت ہو گی یہ ہمارا بدن روح کے لئے سواری ہے۔ گھوڑے گدھے اور ٹٹو کی طرح اس کی لوگوں کو فکر ہے کہ اس کی خوراک بھی ہو اور اسکا علاج بھی ہوتا کہ تندرست رہے اور پوشاک بھی ہو۔

انسان کا انسان نہ بننا ایک المیہ :

اور روح کے متعلق بہت کم فکر ہے اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں یہ روح کی خوراک ہیں اور انسان کو انسان بنانے کے لئے نازل کی گئی ہیں انسان اگر صحیح معنیٰ میں انسان بن جائے تو نہ کسی سے جھگڑا ہو نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ کسی پر ظلم زیادتی ہو اور اگر انسانیت مخدوش ہو تو پھر سب کچھ ہو گا حق تلفی ہو گی جھگڑا ہو گا ظلم و زیادتی ہو گی یہ آسمانی کتابیں توراۃ، انجیل، زبور، قرآنِ مجید انسانیت کا سبق دینے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔

قرآنِ کریم کا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہونا :

اس وقت دنیا میں قرآنِ کریم کے سوا کوئی آسمانی کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہے قرآنِ کریم کی حفاظت کا ذمہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا

الـذِكْرَ وَاِنَّا لَـهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پارہ : ۱۴) بے شک ہم نے ہی قرآنِ کریم کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اس لئے اس کے الفاظ محفوظ، لب ولہجہ محفوظ، ترجمہ محفوظ اور قیامت تک محفوظ رہے گا جب دنیا سے یہ قرآنِ کریم اٹھ جائے گا تو دنیا بھی باقی نہیں رہے گی۔

قرآن کی موجودگی میں قیامت نہیں آسکتی :

مسند احمد، مستدرک حاکم، موارد الظمأن یہ حدیث کی کتابیں ہیں ان سب میں یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس دنیا کا نظام سمیٹنا اور لپیٹنا منظور ہوگا تو قرآنِ کریم کے اوراق سے حرف اڑ جائیں گے صرف کاغذ رہ جائے گا اور حفاظ کے سینوں سے قرآنِ کریم نکال لیا جائے گا اس میں ان کی توہین نہیں ہوگی بلکہ نظامِ عالم کو ختم کرنے کے لئے ایسے کیا جائے گا کیونکہ اس کتاب کی موجودگی میں قیامت نہیں آسکتی۔

مسلمان کی موجودگی میں بھی قیامت نہیں آسکتی :

اس طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تک دنیا میں کوئی اللہ، اللہ کرنے والا اور لا الٰہ الا اللہ کہنے والا موجود ہوگا تب تک قیامت نہیں آئے گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَتَـفْصِيْلًا لِّـكُلِّ شَىْءٍ اور تفصیل ہر چیز کے لئے اس وقت دینی اعتبار سے جو ان کی ضروریات تھیں تو راۃ میں ان کی تفصیل تھی وَّهُـدًى وَّرَحْـمَةً اور ہدایت اور رحمت یہ کتاب ہم نے موسیٰ کو کیوں دی تھی لَّـعَلَّـهُمْ بِلِقَـآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ تاکہ وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں۔

اصولِ ثلاثہ :

توحید و رسالت کی طرح قیامت کا مسئلہ بھی بنیادی ہے۔ اور تمام آسمانی کتابوں میں توحید و رسالت کی طرح قیامت کا سبق دیا گیا ہے اصول تین ہی ہیں توحید، رسالت، قیامت باقی تمام ان کے فروعات ہیں ان اصولوں میں کسی زمانے میں فرق نہیں آیا اور تمام آسمانی کتابوں میں ان کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس طرح ہم نے موسیٰؑ کو توراۃ دی اسی طرح وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اور یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا مُبٰرَكٌ برکت والی ہے۔

قرآن کا کتاب برکت ہونا :

اس کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور سننے پر بھی دس نیکیاں ملتی ہیں اس کو دیکھنا ثواب ہے اس کو ہاتھ لگانا ثواب ہے مگر بغیر وضو کے اس کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے البتہ بے وضو پڑھنے کی اجازت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے لَا تَمَسُّهٗ اِلَّا اَنْتَ طَاهِرٌ قرآنِ کریم کو ہاتھ نہ لگا مگر جب کہ تو پاک ہو۔ قرآنِ کریم کو جنابت کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ عورتیں ایامِ ماہواری میں نہیں پڑھ سکتیں البتہ دعا کے طور پر کوئی جملہ کوئی آیت پڑھیں تو اجازت ہے کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بھی تو قرآنِ کریم کی آیت ہے اس کو ہر کام کے شروع میں بطور دعا کے پڑھیں تو جائز ہے۔ اس طرح کوئی صدمہ یا مصیبت آئے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھیں تو اجازت ہے تو فرمایا یہ کتاب برکت والی ہے۔

نیست ممکن جز بقرآں زیستن :

فَاتَّبِعُوْهُ پس تم اس کی پیروی کرو۔ جب تک اس کی پیروی ہوتی رہی اور مسلمان اس کے احکامات پر عمل کرتے رہے تو ان کا سر آسمانوں کے ساتھ لگا رہا بڑی بڑی مغرور حکومتیں ان سے ڈرتی اور کانپتی تھیں اور جب اس کی طرف پیٹھ پھیر دی اس وقت دنیا میں ذلیل ہو گئے آج پوری دنیا میں امریکہ کی حکمرانی ہے اس کا حکم اس کا سکہ اس کا آرڈر چلتا ہے اور کسی کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ مسلمان قرآن کریم کے قریب آئے گا تو اس ذلت سے نکلے گا۔ وَاتَّقُوْا اور تم ڈرو، کس سے؟ اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ عقابہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ شرک سے ڈرو اور بچو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مقصد و حکمت نزولِ قرآن :

آگے اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کے نازل کرنے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ اس کو ہم نے کیوں نازل کیا ہے ارشادِ ربانی ہے...... اَنْ تَقُوْلُوْا تاکہ تم یہ نہ کہو اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا کہ پختہ بات ہے نازل کی گئی کتاب دو گروہوں یہود و نصاریٰ پر ہم سے پہلے۔

سرزمین عرب میں بالترتیب پانچ گروہ :

سرزمین عرب میں اکثریت مشرکین کی تھی مشرکین کے بعد مردم شماری کے اعتبار سے دوسرا نمبر یہود کا تھا کہ مدینہ طیبہ، خیبر کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی آباد تھے اور تیسرا نمبر نصاریٰ کا تھا کہ نجران کے علاقے میں سارے وہی تھے اور نجران کے علاوہ

دوسرے علاقوں میں بھی اکادکا آباد تھے۔ مردم شماری کے اعتبار سے چوتھے نمبر پر صابئین تھے اور پانچویں نمبر پر مجوس تھے اور وہ بہت کم تعداد میں تھے کہ حجر کے علاقے میں کچھ مجوسیوں کے ڈیرے تھے یہ پانچ فرقے آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت موجود تھے۔ ان میں سے دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ تھے یہود کی طرف توراۃ اور نصاریٰ کی طرف انجیل مقدس نازل کی گئی عرب بڑے ذہین تھے اور اب بھی بڑے ذہین ہیں یہ توراۃ و انجیل سنتے تھے اور یہود و نصاریٰ سے واقف تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عربیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب قرآنِ کریم اس وجہ سے نازل فرمائی کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتابیں نازل ہوئیں۔

توراۃ وانجیل کی نزولی زبان کا مبہم ہونا :

وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ اور بے شک ہم تھے ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر۔ کہ توراۃ وانجیل کی زبان عربی نہیں تھی کوئی اور زبان تھی وہ کون سی زبان میں نازل ہوئی ہیں اس وقت کے پادری صاحبان بھی یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتے کہ ان کی اصلی زبان کون سی تھی تو عربیو! تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہماری زبان عربی تھی اور یہ کتابیں اور زبانوں میں تھیں ہم ان کے سمجھنے سے غافل رہے اس لئے ہم نے قرآنِ کریم عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو۔ اَوْ تَقُوْلُوْا یا تم یہ نہ کہو لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ اگر بے شک اتاری جاتی ہمارے اوپر کتاب لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ تو ہم ہوتے ان سے زیادہ ہدایت والے۔

یہود ونصاریٰ میں نیک سیرت لوگوں کا مسلمان ہونا :

یہود میں جو نیک دل لوگ تھے جیسے عبداللہ بن سلامؓ، حضرت اسدؓ، حضرت اُسیدؓ،

حضرت ثعلبہ بن یامینؓ یہ بڑے نیک سیرت لوگ تھے فطرت صحیح تھی آپ کے تشریف لانے پر مسلمان ہو گئے ۔لوگ ان کی زندگیوں پر رشک کرتے تھے،اسی طرح عیسائیوں میں بھی کچھ لوگ نیک دل تھے جیسے تمیم داریؓ،عدی بن بدؓا ۔اور حاتم طائی کے بیٹے عدیؓ یہ نیک سیرت لوگ تھے اور مسلمان ہو گئے ان کو دیکھ کر لوگ رشک کرتے تھے اس لئے یہ کتاب نازل کی گئی تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ اگر ہماری طرف کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے زیادہ نیک سیرت اور ہدایت یافتہ ہوتے۔

قرآن کا تمام عالم کیلئے ہدایت ورحمت ہونا :

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ پس تحقیق آگئی تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے قرآن پاک جو الحمدللہ آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس کا پڑھنا صرف مولویوں اور قاریوں کا کام نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان مرد عورتوں کیلئے ہے اور تمام کائنات کے لئے وَهُدًى اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفا ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ پس کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو وَصَدَفَ عَنْهَا اور اعراض کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے سَنَجْزِي الَّذِيْنَ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا جو اعراض کرتے ہیں ہماری آیتوں سے سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ اعراض کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا بدلہ ان کو ضرور ملے گا۔

اعراض، مخالفت پر سزا کا ملنا امرِ فطری :

دیکھو! آج جو جس ملک میں رہتا ہے اس ملک کے قوانین کی پابندی کرنا اس پر لازمی ہے اگر مخالفت کرے گا تو سزا سے نہیں بچ سکتا حالانکہ دنیا کے حکمرانوں نے نہ تو اس کو پیدا کیا ہے اور نہ ہی اس کی خوراک پیدا کی ہے۔ اور نہ ہی وہ اس کی موت وحیات کے مالک ہیں اور رب تعالیٰ کی ذات نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ اس نے پیدا کیا خوراک، لباس اور تمام ضروریات پیدا فرمائیں صحت عطا فرمائی تو جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس کی گرفت سے کس طرح بچ سکتا ہے۔ حَاشَا وَكَلَّا ہرگز نہیں بچ سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ(۱۵۸) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ(۱۵۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ(۱۶۰)

لفظی ترجمہ :

هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں وہ انتظار کرتے اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ مگر اس بات کا کہ آئیں ان کے پاس فرشتے اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ یا آئے تیرا رب اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یا آئیں تیرے رب کی بعض نشانیاں يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ جس دن آئیں گی تیرے رب کی بعض نشانیاں لَا يَنْفَعُ نَفْسًا نہیں نفع دے گا کسی نفس کو اِيْمَانُهَا اس کا ایمان لَمْ تَكُنْ

اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ جو نفس کہ ایمان نہیں لایا تھا اس سے پہلے اَوۡ کَسَبَتۡ فِیۡۤ اِیۡمَانِهَا خَیۡرًا یا اس نے نہیں کمائی اپنے ایمان میں کوئی نیکی قُلِ انۡتَظِرُوۡۤا آپ (ﷺ) کہہ دیں انتظار کرو اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں وَكَانُوۡا شِيَعًا اور ہو گئے شیعہ لَسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَى اللّٰهِ بے شک ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ پھر وہ ان کو بتائے گا بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ جو کچھ وہ کرتے رہے مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ جو شخص لایا ایک نیکی فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا پس اس کے لئے دس گنا اجر ہے وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو شخص لایا برائی فَلَا يُجۡزٰۤى اِلَّا مِثۡلَهَا پس نہیں بدلا دیا جائے گا مگر اس کے مثل وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے رکوع میں توحید کا بیان ہوا اور حقوق العباد کا ذکر ہوا اور ان کے علاوہ اور بہت سی چیزوں کے احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ یہ کتاب قرآنِ کریم اس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے اس کا اتباع کرو۔

دلائلِ عقلیہ ونقلیہ کی موجودگی میں نہ سمجھنا، چہ معنی دارد؟ :

قرآنِ کریم میں جو عقلی ونقلی دلائل بیان ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر سمجھانے میں،

پھر سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ سمجھ سکتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی تسلیم نہ کرے تو وہ کس چیز کے انتظار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... هَلْ يَنظُرُونَ نہیں وہ انتظار کرتے إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَٰئِكَةُ مگر اس بات کا کہ آئیں ان کے پاس فرشتے عذاب کے ساتھ پھر مانیں گے؟

"يَأْتِيَ رَبُّكَ" کی تفاسیر :

أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ یا آئے تیرا رب۔ "يَأْتِيَ رَبُّكَ" کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ مراد ہے تیرے رب کا حکم آئے چنانچہ چودھویں پارہ میں سورۃ النحل میں ہے أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ تو یہاں رَبُّكَ کے لفظ سے پہلے امر کا لفظ موجود ہے معنیٰ ہوگا یا تیرے رب کا حکم آئے اور مفسرین کرام" کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ حقیقۃً رب تعالیٰ کا آنا ہی مراد ہے کہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی رب تعالیٰ آئیں گے جس طرح کا آنا اس کی شان کے لائق ہوگا ہم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کے آنے کی کیفیت کیا ہوگی، جیسے.........

رب تعالیٰ کا دیکھنا، سننا، کلام کرنا اور اعضاوغیرہ کا مطلب :

قرآنِ کریم میں آتا ہے بِيَدِهِ الْمُلْكُ اس کے ہاتھ میں ہے شاہی یہاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر ہے اور دو ہاتھوں کا ذکر بھی آتا ہے بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ رب تعالیٰ کے ہاتھ کیسے ہیں بس ہم یہی کہیں گے کہ جو اس کی شان کے لائق ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت سَمِيعٌ بَصِيرٌ بھی ہے کہ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا مخلوق کی طرح تو نہیں ہے کہ ہم کانوں سے سنتے ہیں آنکھوں سے دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کان اور

آنکھیں مخلوق کی طرح نہیں ہیں بس یہی کہیں گے کہ جو اس کی شان کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ کی گفتگو کا ذکر بھی قرآنِ کریم میں آتا ہے۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے گفتگو فرمائی مگر رب تعالیٰ کا بولنا ہماری طرح نہیں کہ بولتے ہیں تو منہ کھولتے ہیں، دانت ہلاتے ہیں، ہونٹ ہلاتے ہیں، رب تعالیٰ دانتوں اور ہونٹوں سے پاک ہے بس یہی کہیں گے کہ اس نے گفتگو فرمائی جس طرح اس کی شان کے لائق تھی۔ تو قرآن وحدیث میں اس طرح کی جتنی صفات بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ان کی حقیقت جاننا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ ہم کہیں كَمَا يَلِيْقُ بِشَانِهٖ جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔یہ بھی قرآنِ کریم میں آتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى رحمٰن عرش پر قائم ہے ہم مانتے ہیں کہ وہ اپنی شان کے ساتھ قائم ہے اور یہ بھی آتا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اس کا ساتھ ہونا کس طرح کا ہے؟ بھائی جو اس کی شان کے لائق ہے اسی طرح رب تعالیٰ کا قیامت والے دن آنا حق ہے۔ عدالت لگی ہوگی انصاف فرمائیں گے جو اس کی شان کے لائق ہوگا اس طرح آئے گا آگے فرمایا اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یا آئیں تیرے رب کی بعض نشانیاں يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ جس دن آئیں گی تیرے رب کی بعض نشانیاں لَا يَنْفَعُ نَفْسًا نہیں نفع دے گا کسی نفس کو اِيْمَانُهَا اس کا ایمان لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ جو نفس کہ ایمان نہیں لایا تھا اس سے پہلے اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا یا اس نے نہیں کمائی اپنے ایمان میں کوئی نیکی یہ کون سی نشانیاں ہیں جن کے ظہور کے بعد کوئی خیر اور نیکی کام نہیں آئے گی۔

علاماتِ قیامت :

صحیح روایات میں آتا ہے کہ سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔

1......زمین میں سے جانور کا نکلنا :

صفا کی چٹان پھٹے گی اور بیل کی طرح کا ایک جانور زمین سے نکلے گا لوگوں کے ساتھ اس طرح گفتگو کرے گا جس طرح اب میں آپ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں اور آپ حضرات سمجھ رہے ہیں وہ تقریر کرے گا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے دوڑیں گے۔

2......سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا :

اور جس دن دابۃ الارض نکلے گا۔ اسی دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس کی شکل اس طرح بنے گی کہ مثلاً اب سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہے مطلع بالکل صاف ہے اسی طرح مطلع صاف ہوگا لوگ سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کر رہے ہوں گے مگر سورج طلوع نہیں ہوگا لوگ حیران ہوں گے کہ بادل بھی نہیں ہیں دھند بھی نہیں ہے اور طلوع ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے کہ پہلے مشرق کی طرف سے سفیدی پھیلتی ہے پھر سرخی پھیلتی ہے اور آج کچھ بھی نہیں ہے سورج مغرب سے طلوع ہو کر سر پر آپہنچے گا۔

علاماتِ قیامت کے پورا ہونے کے بعد توبہ کا قبول نہ ہونا :

لوگوں میں افراتفری پھیل جائے گی توبہ کرنے والے توبہ کریں گے مگر اب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس سے پہلے جو ایمان لا چکے تھے ان کا ایمان معتبر ہوگا اور اس سے پہلے جو توبہ کرتے تھے ان کی توبہ بھی قبول ہوگی اور پہلے نیکیاں کرتے تھے ان کی وہ نیکیاں

بھی معتبر ہوں گی جو اس کے بعد کریں گے اور دابۃ الارض کے زمین سے نکلنے اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد جو ایمان لائے گا اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں اور اسی طرح پہلے نیکی نہیں کرتا تھا اور اب شروع کی تو اس نیکی کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا جس طرح نزع کی حالت طاری ہونے کے بعد کوئی شخص ایمان لائے یا توبہ کرے استغفار کرے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی طرح سورج کا مغرب سے طلوع ہونا جہاں پر نزع کی حالت ہوگی اس کے بعد بھی ایمان اور توبہ قبول نہیں ہوگی تو سورج دوپہر تک آئے گا پھر اسے اللہ تعالیٰ حکم دیں گے واپس لوٹ جا اور جسطرح پہلے مشرق سے طلوع ہوتا تھا اسی طرح اب بھی مشرق سے طلوع ہو سورج اپنی لیٹ بھی نکال لے گا اور مشرق سے طلوع ہوگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا قول :

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں روایات نقل کرتے ہیں کہ اس کے بعد تقریباً ایک سو بیس سال گزریں گے پھر حضرت اسرافیلؑ بگل پھونکیں گے۔

علاوہ ازیں علاماتِ قیامت :

ان کے علاوہ قیامت کی اور بھی بہت سی نشانیاں ہیں مثلاً امام مہدیؑ کا آنا حضرت عیسیٰؑ کا آسمانوں سے نازل ہونا یاجوج ماجوج کا خروج، دجال کا خروج اور خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرۃ العرب مشرقی ملکوں میں ایک پورے علاقے کا زمین میں دھنس جانا اور مغربی ممالک میں ایک علاقے کا زمین میں دھنس جانا اور جزیرۂ عرب میں ایک ٹکڑے کا زمین میں دھنس جانا یہ سب کچھ ہونے والا ہے اور ہو کر رہے گا۔

خسفِ جزیرۂ عرب کے متعلق حضرت شیخ مدظلہ کی رائے :

یہ جو جزیرۂ عرب میں ایک ٹکڑے کے دھنس جانے کا ذکر ہے اس کے متعلق غیب تو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ کون سا علاقہ ہوگا مگر میرا ذہن یہ کہتا ہے کہ یہ وہی جگہ ہوگی جہاں امریکہ کی ایک لاکھ سے زیادہ فوج بیٹھی ہوئی ہے جس کو شہزادوں نے اپنی حفاظت کے لئے پاک زمین پر ٹھہرایا ہوا ہے وہاں شراب بھی چلتی ہے، زنا بھی ہوتا ہے اور جو کچھ انگریز قوم کرتی ہے وہ سارا کچھ وہاں ہو رہا ہے اور یہ تمام اخراجات شہزادے برداشت کر رہے ہیں۔ یہ ٹکڑا بمع ان کے زمین میں دھنس جائے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... قُلِ انۡتَظِرُوۡا آپ (علیہ السلام) کہہ دیں انتظار کرو اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں اس کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيۡنَ بے شک وہ لوگ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں۔

''شِيَعًا'' کی تحقیق :

وَكَانُوۡا شِيَعًا اور ہو گئے شیعہ۔ ''شِيَعًا''، شِيۡعَةٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے ''گروہ''، تو معنیٰ ہوگا اور گروہ بن گئے شیعہ بن گئے۔ لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسلام میں سب سے پہلا باطل فرقہ ''شیعہ'' :

سب سے پہلا باطل فرقہ ''شیعہ'' ہے جس کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی نے رکھی یہ عبداللہ جس کے باپ کا نام ''سبا'' تھا یمن کا رہنے والا تھا یہ کٹر یہودی، بڑا خبیث اور شاطر قسم کا انسان تھا جیسے آج کل کے لیڈر ہیں بس وہ ان کا باپ تھا اس نے سوچا کہ

اسلام کے ساتھ ٹکرانے سے تو کام نہیں چلے گا کہ نہ تو دلائل کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ تلوار کے ساتھ لہٰذا برائے نام مسلمان بن کر اسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کے ذہن بگاڑو۔ چنانچہ اس پالیسی میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوا مصر میں اس نے اپنا مرکز قائم کیا اور حالات کا جائزہ لیتا رہا۔

حضرت عمرؓ کی دور اندیشی :

حضرت عمرؓ کی نگاہ بڑی دور رس تھی اگر کوئی فتنہ سر اٹھاتا تو وہ اس کو کچل دیتے تھے ان کے دس سالہ دور میں کوئی فتنہ نہیں چل سکا اول تو کوئی سر نہیں اٹھا سکتا تھا اور اگر کسی نے سر اٹھایا تو اسے کچل دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی :

حضرت عثمانؓ طبعی طور پر بڑے نرم مزاج انسان تھے وہ بارہ سال خلیفہ رہے ہیں ان کے دورِ خلافت میں ان کے چچازاد بھائی مروان بن حکم اور اس قسم کے جو افسر تھے ان کی کچھ شرارتیں بھی سامنے آئیں اس سے ابن سبا کو لوگوں کے ذہن خراب کرنے کا موقع مل گیا لہٰذا اس نے کوفہ اور بصرہ میں لوگوں کے ذہن بگاڑے اور شام کے لوگوں نے اس کی بات نہیں مانی، اور مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بھی اس کی بات نہ چل سکی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف تحریک شروع ہو گئی۔ اور ان سے مطالبہ کیا کہ یا تو خلافت سے دست بردار ہو جاؤ یا زندگی سے ہاتھ دھونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں خلافت تو نہیں چھوڑوں گا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا تھا اے عثمان! رب تعالیٰ تجھے ایک کرتا پہنائے گا لوگ اسے اتارنا چاہیں گے تم نہ اتارنا یہ خلافت کا کرتا ہے۔ لہٰذا میں نہیں اتاروں گا حالات کافی خراب ہو گئے۔

اسود تجیبی لعین حضرت عثمانؓ کا قاتل :

اور پھر وہ وقت بھی آ گیا کہ اسود تجیبی خبیث نے حضرت عثمانؓ کے گلے پر چھری چلا کر ذبح کر دیا یہ سب عبداللہ بن سبا کی تحریک کا نتیجہ تھا اس کے بعد یہی سبائی فرقہ رافضی بنا اسلام میں یہ سب سے پہلا فرقہ ہے اور مسلمانوں کا سب سے زیادہ اور بدترین دشمن یہی رافضی فرقہ ہے یہ گندہ تالاب ہے پھر آگے اس سے کئی شاخیں نکلی ہیں انہوں نے ہی فرقہ بازی کی ہے اور فرقہ واریت پھیلائی ہے مگر افسوس ہے کہ آج بہت سارے مسلمان شیعوں کو رشتے دیتے ہیں اور ان سے لیتے ہیں اور ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ (رافضیوں نے تقیہ کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے جس سے عوام کو ان کی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا اور دھوکے میں آ جاتے ہیں، بلوچ)۔

''تقیہ'' کا مطلب :

ان کا تقیہ سمجھیں۔ تقیے کا مطلب ہے کہ باطن میں کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ اور ہو۔ اور تقیہ کرنا ان کے ہاں کتنا ضروری ہے اسکا اندازہ اس سے لگائیں کہ کہتے ہیں لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا تَقْیَةَ لَهٗ اس شخص کا دین نہیں ہے جس کا تقیہ نہیں ہے یعنی جو شخص تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جس نے کسی سنی کے پیچھے تقیہ کرتے ہوئے نماز پڑھی تو کَاَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِیٍّ گویا کہ اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ یعنی تقیہ اتنا وزنی اور فضیلت رکھتا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

کافر کو کافر سمجھنا لیکن لڑائی سے گریز کرنا :

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ کسی کے غلط اور برے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس

کے ساتھ لڑائی شروع کردیں کیونکہ اسلام لڑائی جھگڑے، قتل و قتال کو اچھا نہیں سمجھتا ہمارے ملک میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں بولان کے علاقے میں سب ہندو رہتے ہیں اور کراچی میں بھی ہندو ہیں اور اس کے علاوہ اور علاقوں میں بھی رہتے ہیں اسی طرح سکھ بھی ہمارے ملک میں رہتے ہیں۔ عیسائی اور یہودی بھی آباد ہیں پارسی بھی موجود ہیں سب کو زندہ رہنے کا حق ہے مگر ان کو مسلمان نہ سمجھو۔ قادیانی بھی کافر ہیں اور وہ ابھی تک اس پر مصر ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اس دعوے سے وہ مسلمان تو نہیں ہو جائیں گے ان کو کافر سمجھو کیونکہ کفر کو اسلام سمجھنا غلط ہے اور ان کے ساتھ میل جول بھی نہ رکھو۔ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ بے شک ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ پھر وہ ان کو بتائے گا بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ جو کچھ وہ کرتے رہے۔

قانونِ قدرت ایک نیکی کا بدلہ دس گنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ جو شخص لایا ایک نیکی فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا پس اس کے لئے دس گنا اجر ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ تو اس کو دس نیکیاں ملیں گی اور ایک گناہ خود بخود گر جائے گا اور ایک درجہ بھی بلند ہوگا اسی طرح کوئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو دس نیکیاں ملیں گی یا "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتا ہے یا کسی مسلمان بھائی کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہتا ہے یا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامَ کہتا ہے تو دس نیکیاں ملیں گی غرضیکہ کوئی بھی قولی یا فعلی طور پر نیکی کا کام ہو اس پر دس گنا اجر ملے گا اور یہ عام حالات میں ہے۔

فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کا بدلہ سات سو گنا تک :

اور جو نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو اس کے متعلق تیسرے پارے میں حکم موجود

ہے کہ ایک نیکی کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سوگنا ہے وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَن یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اس سے بھی بڑھا دے۔ علم دین حاصل کرنے کے لئے نکلنا فی سبیل اللہ کی مد میں ہے آپ حضرات صبح گھر سے اس ارادے اور نیت کے ساتھ نکلیں کہ ہم نے قرآنِ کریم کا درس سننا ہے حدیث پاک کا درس سننا ہے تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکی ملے گی دین کی تبلیغ کے لئے نکلنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے روپیہ خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ ایک روپیہ خرچ کرنے والے کو سات سو روپے کا ثواب ملے گا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے جانا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اور جو حضرات جمعہ کے لئے آتے ہیں ان کا ہر ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں آتا ہے کیونکہ جمعہ میں وعظ و نصیحت ہوتی ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص جمعہ کے لئے گھر سے نکلتا ہے اس کا ہر قدم فی سبیل اللہ ہے۔ ہر قدم پر سات، سات سو نیکیاں ملیں گی، فرمایا......

برائی کے بدلے میں ایک برائی کا ہی ملنا :

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ اور جو شخص لایا برائی فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَھَا پس نہیں بدلا دیا جائے گا مگر اس کے مثل یعنی برائی ایک کی تو ایک ہی لکھی جائے گی دو نہیں لکھی جائیں گی اور نیکیاں ہر ایک پر دس یا سات سو اور اس سے بھی زیادہ اتنی بڑی بخشش اور رخصت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص دوزخ میں جائے تو یقیناً انتہائی بدبخت انسان ہے۔ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا کسی کی نیکی ضائع نہیں کی جائے گی اور بدی سے زیادہ اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ج دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ج وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ(۱۶۱) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۱۶۲) لَا شَرِیْکَ لَهٗ ج وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ(۱۶۳) قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ ط وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ج ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ(۱۶۴) وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ ط اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ز وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۶۵)

لفظی ترجمہ :

قُلْ اِنَّنِیْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں بے شک مجھے هَدٰنِیْ رَبِّیْ ہدایت دی ہے میرے رب نے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی دِیْنًا

قِیَمًا دین ہے سیدھا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ملت ہے ابراہیمؑ کی جو یکسو ہونے والے تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّ صَلَاتِیْ بے شک میری نماز وَنُسُكِیْ اور میری قربانی وَمَحْیَایَ اور میری زندگی وَمَمَاتِیْ اور میری موت لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے لَا شَرِیْكَ لَهٗ اس کا کوئی شریک نہیں ہے وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اور میں فرمانبرداروں میں سب سے پہلا ہوں قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَغَیْرَ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اَبْغِیْ رَبًّا میں تلاش کروں کسی اور کو رب وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ حالانکہ وہی ہے رب ہر چیز کا وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اور نہیں کماتا کوئی نفس اِلَّا عَلَیْهَا مگر اسی پر پڑتی ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰی کسی دوسرے کا بوجھ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے فَیُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ جن میں تم اختلاف کرتے تھے وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات ہے جَعَلَكُمْ جس نے بنایا تمہیں خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ زمین کا خلیفہ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ اور بلند کیا تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں لِّیَبْلُوَكُمْ تاکہ وہ تمہارا امتحان لے فِیْ مَآ

اٰتٰکُمْ ان چیزوں میں جو اس نے تمہیں دی ہیں اِنَّ رَبَّکَ بے شک تیرا رب سَرِیْعُ الْعِقَابِ جلد سزا دینے والا ہے وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور بے شک وہ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ماقبل سے ربط اور آپ ﷺ کو خطاب :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا...... قُلْ اِنَّنِیْ آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک مجھے ھَدٰنِیْ رَبِّیْ ہدایت دی ہے میرے رب نے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی۔ صراطِ مستقیم کی تفسیر دور کوع پیچھے گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو غربت کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو بے حیائی کے قریب نہ جاؤ۔ اور کسی کو ناحق قتل نہ کرو اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ پورا ناپ کرو، اور پورا تول کرو اور جب بات کرو تو انصاف کی کرو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرو اور مخلوق کے ساتھ جو جائز وعدہ کیا ہے اس کو بھی پورا کرو ان چیزوں کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس میں عقائد بھی ہیں اعمال اور اخلاق بھی معاملات بھی دِیْنًا قِیَمًا دین ہے سیدھا اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی استقامت :

مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ملت ہے ابراہیمؑ کی جو یکسو ہونے والے تھے سب کو چھوڑ کر باپ نے مخالفت کی حق کے سلسلے میں اس وقت کے بادشاہ نے مخالفت کی عزیز رشتہ

داروں نے مخاصمت کی بڑا زور لگایا اور ان سے جو کچھ ہوسکتا تھا انہوں نے کیا مگر ابراہیمؑ نے حق کو [illegible] وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔

تردید دعویٰ شرک :

اس میں مشرکوں کے دعوے کی تردید ہے کیونکہ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ ابراہیمؑ ہمارے مذہب پر تھے اور ہم ابراہیمی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ارے مشرکو! وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت سب کے ہاں مسلم تھی اس لئے ہر گروہ اپنی نسبت ان کے ساتھ جوڑتا تھا اور کہتے تھے کہ وہ ہمارے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کے دعوؤں کی بھی تردید :

چنانچہ تیسرے پارے میں موجود ہے کہ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ ابراہیمؑ یہودی تھے عیسائیوں نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو بلکہ وہ تو عیسائی تھے اور مشرکوں نے کہا کہ وہ ہمارے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کی تردید فرمائی اور کہا مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اور لیکن وہ ایک طرف ہو کر رہنے والے مسلمان تھے اور وہ نہ تھے مشرکوں میں سے یہ تمہارے زبانی دعوے سینہ زوری اور دھکے شاہی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہر طرح کی عبادت وقربانی رب تعالیٰ کیلئے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّ صَلَاتِیْ بے شک میری نماز وَنُسُكِیْ اور میری قربانی وَمَحْیَایَ اور میری زندگی وَمَمَاتِیْ اور میری موت لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے یہ تمام چیزیں رب تعالیٰ کے لئے ہیں نماز عبادت ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اور نماز کی جتنی حالتیں ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہیں مثلاً ہاتھ باندھ کے کھڑا ہونا رکوع کے لئے جھکنا سجدہ کرنا وغیرہ۔

مصافحہ بالیدین اور معانقہ کس طرح اور کب کیا جائے ؟ :

فقہائے کرامؒ بیان فرماتے ہیں اور احادیث میں موجود ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت دو آدمی جب آپس میں ملتے ہیں تو کیا مصافحہ کر سکتے ہیں فرمایا کر سکتے ہیں اور سنت مصافحہ دو ہاتھوں سے ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے المصافحة باليدين مصافحہ دو ہاتھوں سے ہے۔ پھر پوچھا معانقہ بھی کر سکتے ہیں (یعنی کوئی عزیز دوست جب کافی دیر کے بعد ملے تو گلے مل سکتے ہیں) فرمایا ہاں مل سکتے ہیں پھر پوچھا حضرت کیا بندہ سلام کرتے وقت جھک سکتا ہے فرمایا لا جھک نہیں سکتا۔ مثلاً دونوں کھڑے ہیں تو سلام کرتے وقت دونوں جھکیں یا ایک جھکے تو یہ جائز نہیں ہے کہ رکوع کی حالت کے ساتھ مشابہت ہے اور رکوع نماز کا رکن ہے۔

بامرِ مجبوری جھکنا مستثنیٰ ہے :

اور ایک جھکنا ہے بامر مجبوری اس کی حیثیت اور ہے مثلاً میں بیٹھا ہوں کوئی آنے

والا آکر میرے ساتھ مصافحہ کرتا ہے تو وہ لازماً جھکے گا اسی طرح کوئی شخص بیمار ہے لیٹا ہوا ہے اس کے ساتھ کوئی شخص مصافحہ کرتا ہے تو جھک کر کرے گا اس جھکنے کی حیثیت اور ہے۔ اس کو رکوع کی حالت پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ بامرِ مجبوری ہے۔ دونوں کھڑے ہوں تو جھکنا جائز نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ میں رکوع وسجود کی ممانعت کی وجہ :

یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ میں رکوع وسجود نہیں ہے کیونکہ دنیا میں عقلمند بھی موجود ہیں اور سطحی قسم کے لوگ بھی ہیں ممکن ہے کوئی کہتا کہ اے مسلمانو! تم تو کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ رکوع سجود کسی کے لئے جائز نہیں ہے جبکہ جنازہ میں میت تمہارے سامنے ہوتی ہے اور رکوع بھی ہو رہا ہے اور سجدہ بھی اس لئے رکوع و سجود ختم کر دیا گیا اور باقی تمام شرائط نماز والی ہیں بس کھڑے کھڑے دعا کرنی ہے۔

ایک دینی غلط فہمی اور اس کا ازالہ :

بعض قراء اور حفاظ حضرات جب مجمع میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو ہاتھ باندھ لیتے ہیں یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت کے مطابق مردوں کے لئے اور سینے پر باندھنا عورتوں کے لئے حالت نماز میں ہے۔ لہٰذا پبلک کے سامنے جلسہ وغیرہ میں نہیں باندھنے ؛ بلکہ چھوڑ دیتے ہیں۔

''قربانی'' اور اس کے متعلقات :

اور فرمایا وَنُسُكِىْ اور میری قربانی بھی صرف رب کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور کے نام پر قربانی دینا تقرب کی نیت سے قطعاً حرام ہے تقرب کا

معنی ہے اس سے کوئی امید رکھ کر کہ میرا فلاں کام ہو جائے اور اگر نہیں دوں گا تو میرا کام خراب ہو جائے گا نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنا شرک ہے۔ باقی ایصالِ ثواب کا مسئلہ جدا ہے وہ اس طرح کہ دے تو اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچائے یہ صحیح ہے۔ وَمَحْيَايَ اور میرا زندہ رہنا بھی رب العالمین کے لئے ہے۔

خودکشی حرام ہونے کی وجہ :

وَمَمَاتِيْ اور میری موت بھی رب العالمین کے لئے ہے موت وحیات رب تعالیٰ کے لئے ہے کیونکہ وجود اللہ تعالیٰ کا ہے اس نے دیا ہے اپنا نہیں ہے اسی لئے خودکشی حرام ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خودکشی کر کے کسی کو تو نقصان نہیں پہنچا رہا اپنی جان ضائع کر رہا ہوں یہ غلط ہے کیونکہ جان اس کی نہیں ہے رب تعالیٰ کی ہے اس کے پاس امانت ہے امانت کو جان بوجھ کر ضائع کرے گا تو سزا ہوگی۔

خودکشی کے بارے میں حدیث کا مفہوم :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ خودکشی کرتے وقت اس نے جس طرح کی سزا برداشت کی ہے مرنے کے بعد اس کو ہمیشہ وہ سزا دی جائے گی مثلاً اگر اس نے اپنے آپ کو بلندی سے گرا کر خودکشی کی ہے تو اسے دوزخ کے پہاڑوں سے گرایا جائے گا آگ میں جلتا رہے گا اور گرتا بھی رہے گا اگر پیٹ میں چھرا گھونپا ہے یا گلا کاٹ کے خودکشی کی ہے تو چھرا گھونپتا رہے گا اور گلا کاٹتا رہے گا اور اگر زہر کھایا ہے تو اس کو زہر کھلایا جائے گا اور آگ کی سزا بھی ساتھ ساتھ ہوگی اور مسئلہ یاد رکھنا! کہ جو شخص دیدہ دانستہ خودکشی کو حلال سمجھتے ہوئے کرے تو وہ کافر ہے اس کا جنازہ بھی جائز نہیں ہے مگر عموماً لوگ جذبات میں

آکر خودکشی کرتے ہیں حلال نہیں سمجھتے لہٰذا گنہگار ہیں کافر نہیں ہیں تو فرمایا میری نماز، قربانی زندگی اور موت سب رب العالمین کے لئے ہیں۔

ممانعت شرک :

لَا شَرِيْكَ لَهٗ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ اس کے کاموں میں اس کا کوئی شریک ہے۔ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں نماز پڑھوں، قربانی دوں اپنی موت وحیات کو رب تعالیٰ کے لئے سمجھوں۔

"اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" کا مطلب :

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اور میں فرمانبرداروں میں سب سے پہلا ہوں جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو اس کا سب سے پہلے آپ ﷺ نے ہی اقرار کیا ہے کیونکہ اگر خود تسلیم نہ کریں تو دوسروں کو کیا کہہ سکتے ہیں آگے اور بات کا ذکر ہے۔

کفار کا آپ ﷺ کو خود ساختہ کاموں پر امادہ کرنا :

وہ یہ کہ کافر لوگ آپ ﷺ کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتے تھے کبھی ڈراتے دھمکاتے اور کبھی خیر خواہانہ انداز میں آکر کہتے کہ اے محمد! (ﷺ) یہ گھر گھر لڑائی اور اختلاف آپ کی وجہ سے ہوا ہے اس سے پہلے کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں تھا اس کو ختم کرنے کے لئے اس طرح کرتے ہیں کہ ہم تمہارے رب کو پکارتے ہیں اور تم ہمارے خداؤں لات، منات، عزی کو پکار و اور مل جل کر وقت گزاریں۔

اللہ رب العالمین کی طرف سے جواب :

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَغَيْرَ

اللّٰهِ اَبۡغِیۡ رَبًّا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا میں تلاش کروں کسی اور کو، رب مان لوں! وَهُوَ رَبُّ کُلِّ شَیۡءٍ حالانکہ وہی ہے رب ہر چیز کا میں اس رب کو چھوڑ کر اوروں کو پوجنے کے لئے تیار نہیں ہوں وَلَا تَکۡسِبُ کُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَیۡهَا اور نہیں کماتا کوئی نفس مگر اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ اور سورۃ لقمان میں آتا ہے وَلَا یَجۡزِیۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَیۡئًا نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا ہر ایک کو اپنے کیئے کا پھل ملے گا کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ایک اشکال :

یہاں ظاہری طور پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے اس کو سمجھ لیں وہ یہ کہ اگر کسی نے کسی کو گمراہ کیا تو یہ گمراہ ہونے والا جو گناہ کرے گا اس کا بوجھ گمراہ کرنے والا بھی اٹھائے گا اور اس کا وبال اس پر پڑے گا تو یہ بظاہر اس آیت کریمہ کے خلاف نظر آتا ہے اسی طرح اگر کسی نے کسی کی اصلاح کی کسی کو نیکی پر لگایا تو جتنی نیکیاں کرنے والے کو ملیں گی اتنی ہی اصلاح کرنے والے کو بھی ملیں گی۔

اشکال کا جواب :

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے کسی کو گمراہ کیا ہے تو یہ گمراہ کرنا اس کا فعل ہے گویا وہ اپنا ہی بوجھ اٹھا رہا ہے اسی طرح کسی کی اصلاح کرنا یہ اصلاح کرنے والے کا فعل ہے تو وہ اپنے فعل کی بدولت نیکیاں کما رہا ہے اور نیکی کرنے والے کی نیکیوں میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

نیکی کا ثواب نیکی پہنچانے والے کو بھی برابر ملتا ہے :

مثلاً آج امت جو نیک عمل کر رہی ہے وہ تمام کے تمام آنحضرت ﷺ کے نامہ اعمال میں بھی درج ہوتے جارہے ہیں کیونکہ یہ تمام نیکیاں آپ ﷺ نے ہی بتلائی ہیں ان کا طریقہ آپ ﷺ نے ہی سمجھایا ہے پھر جن جن راستوں سے ہم تک پہنچی ہیں ان کو بھی برابر کا ثواب ملے گا جیسے صحابہ کرامؓ ہیں تابعین ہیں تبع تابعین ہیں ائمہ کرامؒ ہیں یہ سب کڑیاں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں یہ قرآنِ کریم ہم پڑھتے ہیں تو اس کا ثواب ان تمام حضرات کو پہنچتا ہے جن کے واسطہ سے ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں بھی پورا پورا ثواب ملتا ہے اور ان کو بھی پورا پورا ثواب ملتا ہے۔

ایصالِ ثواب کے متعلق اہم مسئلہ :

ایصالِ ثواب کے متعلق بھی ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ مثلاً کوئی آدمی کسی کو قرآنِ کریم پڑھ کر ثواب بخشتا ہے تو پڑھنے والے کو بھی پورے قرآن کا ثواب ملے گا اور جس کو ثواب بخشتا ہے اس کو بھی پورے قرآن کا ثواب ملے گا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مثلاً ایک قرآن کا ثواب متعدد کو بخشتا ہے مثلاً والد، والدہ، دادا، دادی وغیرہ کو تو کیا ان پر تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو ایک ایک قرآن کا ثواب برابر، برابر ملے گا۔

علامہ شامیؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے اقوال :

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا اور حضرت گنگوہیؒ بھی فرماتے ہیں کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا، میں بیس بائیس سال تک متردد رہا کہ یہ سب بڑی اونچی شخصیات ہیں جو فرما رہے ہیں کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا مگر اس کے

لئے کوئی دلیل ہونی چاہیے جب بخاری اور مسلم کی روایت سامنے آئی تو تسلی ہوگئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنی کمائی سے ایک روپیہ اپنی بیوی کو دیا کہ اگر کوئی ضرورت مند آئے تو اس کو دے دینا بیوی نے خاوند کی اجازت سے کسی کے پاس امانت رکھ دیا کہ گھر میں رہا تو خرچ نہ ہو جائے ایک سائل نے آکر سوال کیا بیوی نے لونڈی یا خادم کو بھیجا کہ فلاں آدمی کے پاس ہماری امانت پڑی ہے وہ روپیہ لے کر اس فقیر کو دے دے لونڈی یا غلام نے لا کر دے دیا تو حدیث میں آتا ہے کہ کمانے والے کو بیوی کو اور جس کے پاس امانت رکھا اس کو اور لونڈی یا غلام جس نے اٹھا کر فقیر کو دیا سب کو ایک ایک روپے کا ثواب ملے گا اور کسی کے اجر میں کمی نہیں آئے گی۔

حجِ بدل والے کو پورا ثواب ملتا ہے :

اسی طرح جو شخص کسی کی طرف سے حج بدل ادا کرتا ہے تو اس کو پورا ثواب ملے گا اور جس کی طرف سے حج بدل کیا ہے اس کا حج بھی ادا ہو جائے گا بوجھ ہر ایک نے اپنا اپنا ہی اٹھانا ہے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے فَیُنَبِّئُکُمْ پس وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ جن میں تم اختلاف کرتے تھے یعنی جن حق اور صحیح چیزوں میں تم نے اختلاف کیا رب تعالیٰ تمہیں خبر دے گا یعنی ان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

اللہ ہی ہے جس نے انسان کو زمین کا خلیفہ بنایا :

وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات ہے جَعَلَکُمْ جس نے بنایا تمہیں خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ زمین کا خلیفہ پہلے تمہارے آباؤ اجداد رہتے اور آباد تھے اب تم ہو پھر تمہاری اولاد آجائے گی یہ سلسلہ اسی طرح قیامت تک جاری رہے گا۔

مراتب انسانی :

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ اور بلند کیا تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں، شکل میں، عقل میں، قد و قامت میں، مال و دولت میں، منصب اور مرتبے میں، کسی کو زیادہ کسی کو کم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہے کسی کا قد بڑا ہے کسی کا چھوٹا ہے کوئی زیادہ سمجھدار ہے۔ اور کوئی کم ہے کسی کی اولاد زیادہ ہے اور کسی کی تھوڑی ہے کوئی زیادہ مالدار ہے اور کوئی کم کوئی اعلیٰ منصب پر فائز ہے کوئی ادنی پر ایک کی شکل اور ہے اور دوسرے کی شکل اور ہے حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیلؑ کا مزاج اور قابیل کا مزاج اور نوحؑ کے چار بیٹوں میں سے کنعان کا مزاج اور باقی تینوں کا مزاج اور یہ تفاوت اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں رکھا ہے۔

وجہ تفاوت :

لِيَبْلُوَكُمْ تاکہ وہ تمہارا امتحان لے فِيْ مَا اٰتٰكُمْ ان چیزوں میں جو اس نے تمہیں دی ہیں اِنَّ رَبَّكَ بے شک تیرا رب سَرِيْعُ الْعِقَابِ جلد سزا دینے والا ہے اور ساتھ یہ بھی یاد رکھو وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بے شک وہ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔ نافرمانوں کو سزا دے گا اور اطاعت کرنے والوں کو بخش دے گا اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ بروز اتوار بمطابق ۱۳ مئی ۲۰۰۷ سورۃ انعام مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالی وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

خادر بک

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نظر ثانی — جمع وترتیب

مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
لقمان اللہ میر برادران
سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الیٰ جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرق ریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جس کی طباعت
بزیر انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہا اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدئے ہیں واللہ الموفق۔

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ
۱۴۲۳ھ/۲۸/۲
۲۰۰۲/۴/۲۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الاعراف

(مکمل)

جلد............۷

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرة الجنان فی فہم القرآن ﴿سورة الاعراف مکمل﴾

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ

کمپوزنگ ---- محمد صفدر بلوچ

تعداد ---- گیارہ سو (۱۱۰۰)

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

مطبع ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالہ

۳) ظفر اسلامی کتاب گھر جی۔ ٹی روڈ گکھڑ

جامع مسجد ریحان ملحقہ مدرسہ ریحان المدارس

جناح روڈ، نزد اسلامیہ کالج چوک، گوجرانوالہ

سے اور ترجمہ و تفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرفِ تلمذ و اجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب و طرز پر انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درسِ قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں۔ ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیمیافتہ حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کے لیے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم و معارف کے موتی ان کے دامنِ قلب و ذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔ وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض مرتبہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا

پورا ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لیے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آکر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے اس لیے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا ہے جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیہ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچائیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور ان گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لیے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس و بیان کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اسکے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کے لیے سالہا سال تک پابندی کے ساتھ خدمت سرانجام دی اللہ تعالٰی انہیں جزاءِ خیر سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء

ابو عمار زاہد الراشدی
خطیب جامع مسجد مرکزی گوجرانوالہ

اہلِ علم سے گزارش

بندہ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر دام مجدھم علینا کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور لقمان اللہ میر حضرت اقدس کی ملاقات کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔
ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کے ملاقات کے لیے جایا کرتے ہیں۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہو تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا ہے۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نماز فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔
(چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ

الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماء ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور،

گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہذا جہاں دشواری ہو وہاں حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی، مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری مدیر: ''بینات'' کراچی اور دیگر صاحبِ علم حضرات سے رجوع کرتا ہوں اور اگر کہیں زیادہ ہی الجھن بن جائے تو براہِ راست حضرت اقدس سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا ہوں کیونکہ بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جہاں حضرت اقدس کے بغیر مسئلہ حل ہو ہی نہیں سکتا۔

میں کیسٹ سے تحریر کرنے کے بعد مسودہ اپنے بڑے بھائی لیفٹینٹ حبیب اللہ خان کے پاس بھیجتا ہوں جن کا تعلق آرمی میں شعبۂ تعلیم ہی سے ہے۔ ان کے راہنمائی کے بعد مسودہ نظر ثانی کے لئے علامہ زاہد الراشدی صاحب (جو حضرت کے بڑے فرزند اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث ہیں) کے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد یہ مسودہ کمپوزنگ کیلئے جاتا ہے اور تصحیح اغلاط کے بعد پھر یہ مسودہ دوبارہ علامہ زاہد الراشدی کے پاس جاتا ہے ان کے مطالعہ اور تصدیق کے بعد یہ مسودہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور نسیان سے مرکب ہیں غلطیاں ممکن ہیں۔ خصوصاً بندۂ ناچیز ان سب حضرات سے علم، عمل اور عمر میں چھوٹا ہے لہذا تمام خامیوں، کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

الٓمّٓصٓ ○ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ لِتُنْذِرَبِہٖ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ○ اِتَّبِعُوْامَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ ط قَلِیْلاً مَّا تَذَکَّرُوْنَ ○ وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا فَجَآءَ ھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ ○ فَمَا کَانَ دَعْوٰھُمْ اِذْ جَآءَ ھُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ○ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ○ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْھِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ ○ وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِالْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ○ وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ ط قَلِیْلاً مَّا تَشْکُرُوْنَ ○

الٓمّٓصٓ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ یہ ایک کتاب ہے جو نازل کی گئی ہے آپ

کی طرف فَلا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ پس نہ ہو آپ کے سینے میں حَرَجٌ مِّنْهُ کوئی تنگی اس کے بارے میں لِتُنْذِرَ بِهٖ تاکہ آپ ڈرائیں اسکے ذریعے وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور نصیحت ہے ایمان والوں کیلئے اِتَّبِعُوْا پیروی کرو مَا اس چیز کی اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ جو نازل کی گئی تمہاری طرف مِنْ رَّبِّکُمْ تمہارے پروردگار کی جانب سے وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ اور نہ پیروی کرو اس سے ورے ورے کارسازوں کی قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو وَکَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اور کتنی بستیاں ہیں اَهْلَکْنٰهَا جنکو ہم نے ہلاک کر دیا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا پس آئی ہماری گرفت ان کے پاس رات کے وقت اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ یا وہ دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہے تھے فَمَا کَانَ دَعْوٰهُمْ پس نہیں تھی ان کی پکار اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ جس وقت آئی ان پر ہماری گرفت اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر یہ کہ انہوں نے کہا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ بے شک تھے ہم ظلم کرنے والے فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ پس ہم ضرور پوچھیں گے ان لوگوں سے اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ جن کی طرف رسول بھیجے گئے وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ اور البتہ ہم ضرور سوال کریں گے پیغمبروں سے فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ پس ہم ضرور بیان کریں گے ان پر اپنے علم کے مطابق وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ اور ہم غیر حاضر نہیں تھے وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِالْحَقُّ اور وزن اس دن برحق ہے فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ پس جس شخص کے اعمال نامے بھاری ہو گئے فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس وہ لوگ فلاح

پانے والے ہیں وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ اور جس کے اعمال نامے ہلکے ہو گئے فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ پس وہ وہی لوگ ہیں خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے نفسوں کو بِمَا كَانُوْا بسبب اس کے کہ تھے بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتی کرتے وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ اور البتہ تحقیق ہم نے قدرت دی تم کو زمین میں وَجَعَلْنَا لَكُمْ اور بنائی ہم نے تمہارے لئے فِيْهَا مَعَايِشَ زمین میں روزی قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکریہ ادا کرتے ہو۔

اس سورۃ کا نام سورۃ اعراف ہے۔ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ میں وہ لوگ رہیں گے جنکی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی نہ نیکیاں بدیوں سے زیادہ ہوں گی کہ جنت میں داخل ہو جائیں اور نہ بدیاں نیکیوں سے زیادہ ہوگی کہ دوزخ میں جائیں۔ لیکن بالآخر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہو جائیں گے چونکہ اس سورۃ میں اعراف والوں کا ذکر ہے وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ اس وجہ سے اس سورۃ کا نام اعراف رکھا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں انتالیسویں نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اڑتیس (۳۸) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ ''الٓمٓصٓ'' یہ حروف مقطعات ہیں اور قرآن کریم کی انتیس (۲۹) سورتیں ایسی ہیں جن کی ابتدا حروف مقطعات سے ہوئی ہے۔ جیسے الٓمٓ، الٓرٰ، حٰمٓ، یٰسٓ، قٓ وغیرہ۔ مُقَطَّعٌ کا معنیٰ ہے، حرف کا کسی لفظ سے کٹا ہوا ہونا تا کہ اس لفظ کو اختصار کے ساتھ

ذکر کیا جائے۔ مثلاً کسی آدمی کا نام ہے محمد شفیع، اس کو اختصاراً م ش لکھ دیا جائے اور یہ طریقہ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً الف سے مراد اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور لام سے مراد لطیف ہے یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اس کا معنٰی ہے باریک بین میم سے مراد مالک مقتدر، مقیت بھی ہو سکتا ہے اور صاد سے مراد صبور ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک ایک حرف کو الگ کر کے اختصاراً ذکر کیا گیا ہے کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ یہ ایک کتاب ہے جو نازل کی گئی آپ کی طرف فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ پس نہ ہو آپ کے سینے میں کوئی تنگی اس کے بارے میں، جس زمانے میں قرآن پاک نازل ہوا ہے اس وقت سرزمین عرب ایسے کافروں سے بھری ہوئی تھی جو مسئلہ توحید اور قیامت کے منکر تھے اور بڑے ضدی اور منہ پھٹ لوگ تھے ایسے لوگوں کے سامنے مسئلہ توحید و رسالت اور قیامت کا مسئلہ بیان کرنا بڑے حوصلے کی بات تھی اور بیان کرنے والے کو طبعی طور پر تنگی اور تکلیف ہوتی تھی اور ان کے سخت ردعمل کی وجہ سے ہونی بھی چاہیئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تسلی دی کہ آپ کا سینہ تنگ نہ ہو اس کتاب کی وجہ سے کہ یہ کتاب کیوں نازل کی گئی؟

نافرمانوں کی سرزنش :

فرمایا لِتُنْذِرَ بِہٖ تاکہ آپ ڈرائیں اس کے ذریعے نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کہ اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو دنیا میں بھی تم پر عذاب آ سکتا ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور نصیحت ہے ماننے والوں کیلئے

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ پیروی کرو اس چیز کی جو اتاری گئی تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے کہ عقیدہ بھی اس کے مطابق بناؤ اور عبادات بھی اس کے مطابق بناؤ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ اور نہ پیروی کرو اس سے ورے ورے کارسازوں کی یعنی جو شخص کتاب اللہ کے ماسوا کسی دوسری چیز سے رہنمائی حاصل کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا مگر ان واضح احکام کے باوجود قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اور کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا کہ انہوں نے پیغمبروں کی زبان پر اعتماد نہ کیا اور ان کی طرف جو کتاب نازل کی گئی اس پر ایمان نہ لائے اس کی پیروی نہ کی فَجَآءَھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا پس آئی ہماری گرفت ان کے پاس رات کے وقت یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسے وقت آیا کہ وہ نیند کی مستیوں میں تھے اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ قیلولہ کا معنیٰ ہے دوپہر کے وقت تھوڑا سا آرام کرنا حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَاْبِ الصّٰلِحِیْنَ الْقَیْلُوْلَۃُ نیک آدمیوں کی عادت میں سے دوپہر کو تھوڑا سا آرام کرنا ہے، دوپہر کو سونا تہجد کیلئے تمہید ہے راتیں چھوٹی ہوں دن لمبے ہوں تو آدمی اگر دوپہر کو تھوڑا سا سو جائے تو رات کو تہجد پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو معنیٰ بنے گا یا وہ دوپہر کو قیلولہ کر رہے تھے کہ ان پر عذاب آیا تو بعضوں پر رات کو سوتے ہوئے عذاب آیا اور بعضوں پر دوپہر کو قیلولہ کرتے ہوئے عذاب آیا۔ جیسے ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ تباہ ہوا کچھ لوگ آرام کر رہے تھے کوئی کسی شغل میں تھا کوئی کسی شغل میں فَمَا کَانَ دَعْوٰھُمْ پس نہیں تھی ان کی پکار اِذْ جَآءَھُمْ بَاْسُنَآ جس وقت آئی ان پر ہماری گرفت اور عذاب اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ مگر یہ کہ انھوں نے کہا بے شک تھے ہم ظلم کرنے والے بھائی اب اقرار کرنے کا کیا فائدہ۔

؎ اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

عذاب آجانے کے بعد اپنے ظالم ہونے کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کرنا رب تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔ فرمایا فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ پس ہم ضرور پوچھیں گے ان لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے کیا پوچھیں گے؟ دوسرے مقام میں آتا ہے مَاذَا اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ (پارہ: ۲۰، قصص) تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ اور البتہ ہم ضرور سوال کریں گے پیغمبروں سے کیا سوال ہوگا؟ اس کا ذکر دوسرے مقام پر ہے۔ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو فَیَقُوْلُ پس کہے گا مَاذَا اُجِبْتُمْ (پارہ: ۷) تمہیں کیا جواب ملا قوموں کی طرف سے پھر سب اپنی اپنی طرف سے جواب دیں پیغمبر یہ کہیں اور قومیں یہ کہیں گی فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ پس ہم ضرور بیان کریں گے ان پر اپنے علم کے مطابق وَمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ اور ہم غیر حاضر نہیں تھے کہ کوئی ہماری نظروں سے اوجھل ہو جائے حاظر ناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا کفر ہے فقہاءِ کرامؒ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ فرمایا وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ وزن اس دن برحق ہے کہ نیکیاں اور بدیاں قیامت والے دن تلیں گی فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں ''موازین'' مَوْزُوْنٌ کی جمع ہے معنٰی ہوگا پس جس شخص کے عمل بھاری ہوئے فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت والے دن نیکیاں برائیاں تلیں گی اَلْمِیْزَانُ حَقٌّ ترازو حق ہے مگر ایک فرقہ معتزلہ ہے جو پہلے بھی تھا اور آج بھی موجود ہے وہ ہر چیز کو عقل پر پرکھتے ہیں وہ اعمال کے ترازو پر تلنے کا

انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ترازو مان لیں تو اس سے رب تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے معاذ اللہ، کیونکہ تولنے کی ضرورت اس کو پڑتی ہے جس کو علم نہ ہو لہذا ترازو کوئی شے نہیں ہے صرف کہو کہ عدل ہے یعنی ترازو سے مراد یہ ہے کہ عدل ہوگا حالانکہ ان کا یہ کہنا کہ اس سے رب تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے غلط ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنے علم کیلئے نہیں تولنا بلکہ بندوں کے علم کے لیے تولنا ہے کہ ان کو ان کے اعمال معلوم ہو جائیں کہ نیکیاں کتنی ہیں اور بدیاں کتنی ہیں پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال اعراض کی قسم سے ہیں جوہر نہیں ہیں ان کو کس طرح تولا جائے گا جواہر عرض اسے کہتے ہیں جو کسی وجود کیساتھ ہو جیسے رنگ ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ان کی الگ کوئی حیثیت نہیں ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہم جو باتیں کرتے ہیں قیامت والے دن یہ جسم کی شکل میں سامنے آئیں گی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم جو زبان سے قول کرتے ہیں ان کا وہاں جسم ہوگا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ معراج کی رات آنحضرتؐ کی ملاقات حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی حضرت ابراہیمؑ نے آپ کو فرمایا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام اور پیغام دینا کہ اِقْرَأْ مِنِّیْ اُمَّتَکَ السَّلَامَ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا۔ ہم حضرت ابراہیمؑ کے سلام کا جواب دیتے ہیں عَلَیْهِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور پیغام یہ کہ جنت کی زمین بڑی زرخیز ہے، زمین بڑی اچھی ہے پانی بڑا اچھا ہے لیکن چٹیل میدان ہے۔ وہاں کوئی شے نہیں ہے اس کیلئے پودے اور درخت کیا ہیں ایک دفعہ سبحان اللہ پڑھو گے جنت میں ایک درخت لگ جائے گا ایک دفعہ الحمد للہ پڑھو گے ایک درخت لگ جائے گا اللہ اکبر پڑھو گے ایک درخت لگ جائے گا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ پڑھو گے ایک

درخت لگ جائے گا۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے اور "مجمع الزوائد" حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا غِرَاسُ الْجَنَّةِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہ جنت کے درخت سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔ پھر اگر کسی شخص کو اس طرح اعمال کا تلنا سمجھ نہیں آتا کہ ہمارے اعمال جسم کی شکل میں سامنے آئیں گے تو وہ اس طرح سمجھے کہ ہمارے اعمال رجسٹروں میں درج کیے جاتے ہیں وہ رجسٹر تولے جائیں گے۔

حساب کتاب کا ضابطہ :

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ فلاں شخص کو بلاؤ اس کو بلایا جائے گا حساب کیلئے، اسکے ننانوے رجسٹر ہونگے گناہوں کے اور اتنے بڑے بڑے ہوں گے کہ مَدَّ بَصَرِہٖ کہ نگاہ بڑی مشکل سے ان کی انتہا کو پہنچے گی اور نیکیوں کا ایک چھوٹا سا پرچہ ہوگا رب تعالیٰ فرمائیں گے تیری نیکیاں اور بدیاں تولنی ہیں وہ شخص کہے گا اے میرے پروردگار مَاهٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَاهٰذِهِ السِّجِلَّاتُ کیا یہ پرچی اور کیا یہ ننانوے رجسٹر، تولنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ جو فیصلہ فرمائیں میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرا ضابطہ یہ ہے کہ نیکیاں بھی تلیں گی اور بدیاں بھی۔ چنانچہ جب تولیجائیں گی تو وہ پرچی تمام رجسٹروں پر بھاری ہوگی۔ وہ کہے گا پروردگار مجھے دکھاؤ کہ اس میں کون سی نیکی درج ہے۔ اس کو نیکی دکھائی جائے گی۔ اس میں درج ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنی صرف ایمان والی نیکی ہوگی لیکن کسی مغالطہ کا شکار نہ ہونا کہ موج بن گئی کہ چلو جتنے بھی گناہ کرتے ہیں کلمہ شہادت تو پڑھتے ہیں۔ آگے

پیچھے نہ سہی جب جنازے میں شریک ہوتے ہیں تو آواز آتی ہے کلمہ شہادت، تو اس وقت پڑھ لیتے ہیں اور کلمہ شہادت ایک دفعہ پڑھ لیا کام ٹھیک ہو گیا۔ لہذا یاد رکھنا یہ ہر آدمی کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس آدمی کے متعلق ہے۔ کہ جس نے ساری زندگی کفر و شرک میں گذاری اور نزع کی حالت طاری ہونے سے پہلے رب تعالیٰ نے اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی، کلمہ پڑھا اور فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اسکو نیکی کا موقع نہیں ملا۔ دیکھو قاعدہ کے مطابق برائیاں تو ساری لکھی ہوئی تھیں مگر ایمان نے سب برائیوں کو مٹا دیا۔ ایمان لانے کے بعد ان کا کوئی وزن نہ رہا۔ ضابطہ ہے اَلْاِسْلَامُ یَهْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَهٗ اسلام اپنے سے پہلے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ تو اعمال کے تلنے کے دو طریقے تو آپ حضرات نے سمجھ لئے کہ مجسم ہو کر بھی تل سکتے ہیں اور جن رجسٹروں میں تحریر ہیں ان کے ذریعے بھی تل سکتے ہیں۔ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اعراض نہیں تل سکتے۔ فرماتے ہیں کہ انسان کے بدن میں بخار کا اندازہ تھرمامیٹر کے ذریعے لگا لیتے ہیں کہ سو درجے کا ہے یا ایک سو ایک یا ایک سو دو درجے کا ہے۔ اگر تمھارے پاس یہ آلہ ہے کہ جس سے بدن کی حرارت معلوم کر لیتے ہو تو اگر اللہ تعالیٰ کے پاس ایسا ہو جو اعمال و اقوال کا وزن کر لے تو کیا بعید ہے۔ دوسری مثال مقیاس الحرارت اور مقیاس البرودت کی دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے ذریعے تم درجہ حرارت اور درجہ برودت معلوم کرتے ہو اور محکمہ موسمیات والوں سے سنتے رہتے ہو کہ آج فلاں علاقے میں اتنی گرمی تھی اور فلاں علاقے میں اتنی سردی تھی تو تمہارے پاس گرمی سردی معلوم کرنے کے آلات موجود ہیں تو رب تعالیٰ کے نیکیاں بدیاں معلوم کرنے کے آلات ہوں تو کیا بعید ہے۔ اسی طرح تمہارے پاس ''مقیاس الہوا'' ہوا معلوم کرنے کا ترازو ہے۔ کہ

جس کے ذریعے تم گاڑیوں کی ہوا معلوم کرتے ہو کہ اگلے ٹائروں میں اتنی ہوا ہے اور پچھلے ٹائروں میں اتنی ہوا یا اتنے پونڈ ہوا بھردو۔ ہوا کو اگر ترازو پر تولو گے تو کبھی نہیں تلے گی مگر آلے کے ساتھ تُل گئی تو اگر تمہارے پاس ایسے آلات موجود ہیں کہ جن کے ذریعے ہوا تول لیتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی آلہ ہو جس پر نیکیاں بدیاں تلیں تو کیا بعید از قیاس ہے۔ اور کونسی انکار والی بات ہے۔ لھٰذا یاد رکھنا ترازو حق ہے۔ نیکیاں بدیاں تولی جائیں گی۔ فرمایا وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ اور جس کے اعمال نامے ہلکے ہوگئے فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ پس وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے نفسوں کو بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ بسبب اس کے کہ تھے ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتی کرتے اور انکار کرتے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ اور البتہ تحقیق ہم نے قدرت دی تم کو زمین میں کہ تم چلتے پھرتے ہو اس پر اور بستے ہو وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ اور بنائی ہم نے تمھارے لئے زمین میں روزیاں۔ کسی جگہ گندم، کسی جگہ مکئی، کسی جگہ مونجی پیدا ہوتی ہے۔ اور کسی جگہ کچھ اور کسی جگہ کچھ پیدا ہوتا ہے۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکریہ ادا کرتے ہو ان نعمتوں کا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ پھر تمھاری صورتیں بنائیں ثُمَّ قُلْنَا پھر کہا ہم نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدمؑ کو فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ پس انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ کس چیز نے روکا تجھ کو اس بات سے کہ تو

نے سجدہ نہ کیا اِذْ اَمَرْتُکَ جب میں نے تجھے حکم دیا تھا قَالَ کہا ابلیس نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ میں بہتر ہوں اس سے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے وَخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاھْبِطْ مِنْھَا پس اتر جا تو اس سے فَمَا یَکُوْنُ لَکَ پس تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْھَا یہ کہ تو تکبر کرے اس میں رہ کر فَاخْرُجْ پس نکل جا تو اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے قَالَ کہا ابلیس نے اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ تو مہلت دے مجھے اس دن تک جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے قَالَ فرمایا پروردگار نے اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے قَالَ کہا ابلیس نے فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ پس بسبب اس کے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ البتہ میں ضرور بیٹھوں گا ان کے لئے صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ تیرے سیدھے راستے پر ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ پھر ضرور آؤں گا میں ان کے پاس مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ ان کے آگے سے وَمِنْ خَلْفِھِمْ اور ان کے پیچھے سے وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ اور ان کے دائیں طرف سے وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ اور ان کے بائیں طرف سے وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ اور نہیں پائے گا تو ان میں سے اکثروں کو شٰکِرِیْنَ شکر گزار۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اس کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا اور ابلیس کو بھی کہ سجدہ کرو فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس اکڑ گیا اور سجدہ نہ کیا۔ اب جو رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے اکڑتے ہیں وہ ابلیس

کا ٹولہ ہیں اور جو رب تعالیٰ کے احکام کو مانتے ہیں وہ فرشتہ صفت لوگ ہیں۔اب تمہاری مرضی ہے کہ ابلیس کے راستے پر چلتے ہو یا فرشتہ صفت بنتے ہو۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا تم کو۔

انسان کی تخلیق :

بخاری شریف کی روایت میں ہے نطفہ ماں کے رحم میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد لوتھڑا بن جاتا ہے پھر اس کے بعد وہ بوٹی بن جاتا ہے۔قرآنِ کریم میں بھی اس کا ذکر ہے، پھر بوٹی کو اللہ تعالیٰ شکل بنا دیتے ہیں۔لڑکا ہو یا لڑکی، شکل ماں کے رحم میں ہی بنتی ہے۔چار ماہ کے بعد اس میں جان پڑتی ہے۔تو ہماری تخلیق اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے،جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ پھر تمہاری صورتیں بنائیں۔آدمؑ کی شکل وصورت جب بن گئی اور اس میں روح ڈال دی گئی ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ پھر ہم نے کہا فرشتوں کو اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدمؑ کو۔

سجدۂ تعظیمی :

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ آدمؑ کے زمانے سے لیکر حضرت عیسیٰؑ کے زمانے تک سجدہ تعظیمی جائز تھا۔سجدہ تعظیمی اور عبادت میں فرق صرف نیت سے ہوتا تھا اگر نیت سجدہ تعظیمی کی ہیں تو سجدہ تعظیمی ہے اور اگر نیت عبادت کی ہے تو سجدہ عبادت ہے باقی سجدے کا مفہوم ایک ہی تھا کہ پیشانی اور ناک زمین پر لگایا جائے۔اور ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی کی اجازت نہیں ہے۔چنانچہ آنحضرت ﷺ کے مشہور صحابی حضرت قیس ابن سعدؓ جو آپ ﷺ کے دور میں محکمہ پولیس کے انچارج یعنی آئی جی تھے۔یہ عراق کے علاقہ حیرہ میں تشریف لے گئے۔وہ اُس زمانے میں بین الاقوامی منڈی تھی مختلف ملکوں کے

لوگ وہاں آتے اور کئی کئی دنوں تک سامان بیچتے اور خریدتے تھے۔عیسائیوں کا اس علاقے میں بڑا زور تھا انھوں نے وہاں دیکھا کہ وہاں کے عوام اپنے مولویوں اور پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں، سجدۂ تعظیمی۔ حضرت قیس ابن سعدؓ جب واپس تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ کے سامنے اسکا ذکر کیا کہ میں حیرہ کے علاقے میں گیا تھا، میں نے دیکھا کہ وہاں کے عام لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَلَکَ پس آپ زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ظاہر بات ہے کہ صحابی ہیں موحد ہیں سجدہ تعظیمی کی اجازت مانگ رہے ہیں، سجدہ عبادت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''میری شریعت میں کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے۔'' کیونکہ خاوند کے بیوی پر بڑے حقوق ہیں۔ لھذا ہماری شریعت میں سجدۂ تعظیمی جائز نہیں ہے۔اور اس شریعت میں جائز تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْا پس انھوں نے فوراً سجدہ کیا اور دوسرے مقام پر آتا ہے فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَةُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا، جیسے ہم جماعت کے ساتھ نماز پڑتے ہیں اور اکٹھے رکوع سجود کرتے ہیں۔کوئی فرشتہ سجدے سے خالی نہیں رہا اِلَّا اِبْلِیْس مگر ابلیس نے نہ کیا یہ بھی اس وقت فرشتوں میں رہتا تھا لَمْ یَکُنْ مِنَ السّٰجِدِیْنَ نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا مَامَنَعَکَ تجھے کس چیز نے روکا اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ اس بات سے کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا یہ اَمَرْتُکَ کا جملہ بتلا رہا ہے کہ سجدے کا حکم جسطرح فرشتوں کو تھا، ابلیس کو بھی تھا قَالَ کہا ابلیس نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں بہتر ہوں آدم سے، بہتری کی دلیل کیا ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے

وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ اور پیدا کیا تو نے آدم کو مٹی سے، یہ ابلیسی منطق تھی رب تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں، حالانکہ اگر فرشتے اس منطق سے کام لیتے تو ان کی منطق کا وزن زیادہ ہوتا، کیونکہ نوری مخلوق ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور نور کا درجہ نار سے زیادہ ہے۔ لیکن یاد رکھنا یہ نور جس سے فرشتے پیدا کیے گئے ہیں، مخلوق ہے رب تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ وہ نور جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس سے کوئی چیز نہیں نکلی۔ تو فرشتے کہہ سکتے تھے کہ ہم خاکی کو کیوں سجدہ کریں مگر وہ فرمانبردار تھے کوئی حجت نہیں گھڑی مگر ابلیس لعین اکڑ گیا اور حجت بازی شروع کر دی مولانا جلال الدین رومیؒ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی کتاب مثنوی شریف توحید، احیاءِ سنت اور تصوف کے ساتھ بھری ہوئی ہے۔ مولانا اس واقعہ کو سلطان محمود غزنویؒ اور ایاز کے واقعہ کے ضمن میں سمجھاتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی خلفاءِ راشدین کی صفت میں سے تو نہیں تھا البتہ نیک عادل مجاہد قسم کا بادشاہ تھا جیسے صلاح الدین ایوبیؒ یا سلطان بایزیدؒ نیک بادشاہ تھے، خلافت کا مقام تو بہت اونچا ہے۔ تو سلطان محمود غزنویؒ اپنی مجلس میں ایاز کو بٹھاتے تھے جو ایک نوعمر کا لڑکا تھا۔ وزیروں نے اعتراض کیا کہ آپ اس نوعمر لڑکے کو بڑوں کی مجلس میں کیوں بٹھاتے ہو؟ سلطان محمود غزنویؒ مسکرائے اور خاموش ہو گئے اور اپنے ملازم کو کہا کہ فلاں دن جب میں عدالت میں بیٹھوں گا تو ایک پتھر کی سل اور ہتھوڑا لا کر مجلس میں رکھ دینا۔ اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ سلطان محمود غزنوی نے جب سومنات کا مندر فتح کیا تھا تو یہاں سے بڑے قیمتی ہیرے اور لال و جواہرات لے گیا تھا۔ ان میں سے ایک قیمتی ہیرا نکال کر دیا اور ایک وزیر کو کہا کہ ہیرے کو پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے توڑ دے۔ اس نے کہا بڑا قیمتی ہیرا ہے۔ یہ توڑنے کے قابل نہیں ہے۔ دوسرے کو کہا اس نے

بھی یہی جواب دیا۔ تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے وزیر کو کہا، سب نے یہی جواب دیا اور کسی وزیر مشیر نے وہ ہیرا نہ توڑا۔ پھر ایاز سے کہا بیٹا ہیرے کو توڑ دو۔ اس نے ہیرا پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سلطان محمود غزنوی نے کہا بیٹے ان کی بات تو تُو نے سن لی تھی کہ یہ ہیرا بڑا قیمتی ہے تو تُو نے کیوں توڑ دیا۔ ایاز نے کہا حضرت ایک طرف ہیرے کی قیمت تھی اور دوسری طرف میرے آقا کے حکم کی قیمت تھی اور آقا کے حکم کی قیمت زیادہ تھی اس لیے میں نے اس کی تعمیل کی۔ مولانا رومؒ یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ ابلیس کے ذہن میں تو ایاز جتنی بات بھی نہ آئی۔ چلو ایک منٹ کے لیے مان لو، فرض کر لو کہ وہ بہتر ہے۔ مگر یہ نہ دیکھا کہ مجھے حکم کون دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اکڑ گیا اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا فَاهْبِطْ مِنْهَا پس اتر جا، نکل جا اس جنت سے۔ حضرت آدمؑ کا ڈھانچہ وادیٔ نعمان جو عرفات کا ایک کونہ ہے میں بنایا گیا۔ پھر ڈھانچہ جنت میں پہنچایا گیا اور روح جنت میں ڈالی گئی اور حضرت حواؑ کی پیدائش حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے یہیں ہوئی تھی تو رب تعالیٰ نے فرمایا اتر جا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ پس تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا یہ کہ تو تکبر کرے اس جنت میں رہ کر یہ تو متواضعین کی جگہ ہے۔ متکبرین کی جگہ تو دوزخ ہے فَاخْرُجْ فوراً نکل جا اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے کہ تو نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی قَالَ کہا ابلیس نے اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ تو مہلت دے مجھے اس دن تک جب یہ دوبارہ اٹھائیں جائیں گے یعنی مجھے موت نہ آئے کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے" کتاب الآثار" امام ابو یوسفؒ کی کتاب ہے اس میں یہ روایت منقول ہے کہ حضرت یحییٰؑ کو فوت ہوئے کافی سال گزر گئے تھے کہ ان کے ساتھیوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا حضرت یحییٰؑ کو

بِاِذْنِ اللّٰہ زندہ کرو ہم ان کی ملاقات کرنا چاہتے ہیں حضرت عیسٰیؑ بمع اپنے حواریوں کے حضرت یحیٰیؑ کی قبر پر کھڑے ہوگئے اور فرمایا یٰیَحْیٰی قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ اے یحیٰیؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو حضرت یحیٰیؑ قبر سے باہر نکل آئے۔ حواریوں نے دیکھا کہ ان کے سر کے بال آدھے سفید تھے۔ ساتھیوں نے پوچھا کہ حضرت جب آپ کی وفات ہوئی تھی سر کے سارے بال کالے تھے اور اب آدھے سفید ہیں۔ حضرت یحیٰیؑ نے فرمایا کہ جس وقت حضرت عیسٰیؑ نے آواز دی قُمْ تو میں نے سمجھا قیامت آگئی ہے تو قیامت کے ہول سے میرے بال سفید ہوگئے۔ حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا حضرت اگر آپ چاہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں کہ تمہیں کچھ عرصے مزید دے۔ فرمایا معاف رکھنا، مجھے پہلی موت کی تلخی نہیں بھولی زندہ رہا تو پھر مروں گا۔ وہ تلخی کون برداشت کرے گا۔ موت بڑی سخت چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت آپ کے پاس پانی پڑا تھا۔ اس میں ہاتھ ڈبو ڈبو کر ہونٹوں کو تر کرتے تھے اور فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ اے پروردگار! موت کی سختیوں میں میری مدد فرما۔ تو ابلیس نے کہا کہ تو مجھے اس دن تک زندہ چھوڑ دے جس وقت لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے۔ فرشتوں کو بھی مہلت ہے اور تجھے بھی۔ لیکن اس وقت تک نہیں جس وقت تک کی اس نے چھٹی مانگی ہے دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (پ: ۱۴، حجر) وقت معلوم تک یعنی نفخہ اولیٰ تک جس میں ساری دنیا تباہ ہوگی اور وہ نفخہ ثانیہ تک مہلت مانگ رہا تھا کہ موت سے بچ جاؤں۔ جب دوسرے لوگ کھڑے ہوں میں بھی کھڑا ہو جاؤں۔ نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان چالیس سال تک وقفہ ہوگا آگے ابلیس کی منطق دیکھو کیا کہہ رہا ہے قَالَ کہا

ابلیس نے فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ پس بسبب اس کے کہ تو نے گمراہ کیا ہے۔ دیکھو اپنے ذمے کچھ نہیں لیا کہ میرا بھی کوئی جرم ہے۔ رب سے خطاب کر کے کہہ رہا ہے۔ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ البتہ میں ضرور بیٹھوں گا ان کیلئے صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ تیرے سیدھے راستے پر ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ پھر میں آؤں گا ان کے پاس جو سیدھے راستے پر چلیں گے مِّنْ م بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے سے وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور ان کے پیچھے سے آؤں گا وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف سے آؤں گا وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ اور ان کے بائیں طرف سے آؤں گا یعنی ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا۔ ابلیس کو فوق کا لفظ یاد نہیں رہا کہ اوپر بھی تو ایک طرف ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی رحمت کے لیے راستہ رہ گیا وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ اور نہیں پائے گا تو ان میں سے اکثروں کو شکر گزار۔ اکثریت ہمیشہ گمراہ ہوگی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی کل آبادی ساڑھے پانچ ارب کے قریب ہے۔ ان میں سے سوا ارب مسلمان ہیں۔ وہ بھی کلمہ پڑھنے والے، باقی ان میں سے صحیح معنٰی میں مسلمان کتنے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات ہمیں سمجھانے کے لیے بتائے ہیں کہ شیطان کے راستے پر نہ چلنا، رحمان کے راستے پر چلنا۔ رب تعالیٰ سب کو اپنے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَامَذْءُ وْمًامَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَکَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ فَكُلَامِنْ حَيْثُ شِئْتُمَاوَلَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَوَسْوَسَ لَهُمَاالشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَامَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَارَبُّكُمَاعَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِاِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَامَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَامِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَالَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ فَدَلّٰهُمَابِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّاذَاقَاالشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَاسَوْاٰتُهُمَاوَطَفِقَايَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰهُمَارَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَاعَنْ تِلْكُمَاالشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَاعَدُوٌّمُّبِيْنٌ ○ قَالَا رَبَّنَاظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَاوَتَرْحَمْنَالَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اخْرُجْ مِنْهَا نکل جاؤ یہاں سے مَذْءُ وْمًا

مَذْءُومًا مَّدْحُوْرًا مذمت کیا ہوا، پھٹکارا ہوا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ البتہ جو شخص پیروی کرے گا تیری ان میں سے لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ میں ضرور بھروں گا جہنم کو تم سب سے وَيَآدَمُ اور اے آدم اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٹھہرو تم اور تمھاری بیوی الْجَنَّةَ جنت میں فَكُلَا پس کھاؤ مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا جہاں سے چاہو تم دونوں وَلَا تَقْرَبَا اور قریب نہ جانا تم دونوں هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ پس ہو جاؤ گے زیادتی کرنے والوں میں سے فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ پس وسوسہ ڈالا دونوں کے لیے شیطان نے لِيُبْدِيَ لَهُمَا تاکہ ظاہر کردے ان دونوں کے لیے مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وہ چیز جو چھپائی گئی ہے ان دونوں سے، ان کی شرمگاہ سے وَقَالَ اور کہا شیطان نے مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا نہیں منع کیا تم دونوں کو تمہارے رب نے عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اس درخت سے إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ مگر یہ کہ ہو جاؤ تم فرشتے أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخٰلِدِينَ یا ہو جاؤ تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے وَقَاسَمَهُمَآ اور قسم اٹھائی ابلیس نے ان دونوں کے سامنے إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِينَ بے شک میں دونوں کے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں فَدَلّٰهُمَا بِغُرُورٍ پس اتار لایا ان دونوں کو دھوکے کے ساتھ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ پس جس وقت چکھا ان دونوں نے درخت کو بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا ظاہر ہو گئیں ان دونوں کے سامنے ان دونوں کی شرمگاہیں وَطَفِقَا اور شروع کیا ان دونوں نے يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا

جوڑنے لگ گئے اپنے اوپر مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّۃِ جنت کے پتوں سے وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَاۤ اور پکارا ان دونوں کو، ان دونوں کے پروردگار نے اَلَمۡ اَنۡهَكُمَا کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا عَنۡ تِلۡكُمَا الشَّجَرَةِ اس درخت سے وَاَقُلۡ لَّكُمَاۤ اور نہیں کہا تھا میں نے تم دونوں کو اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے قَالَا کہا ان دونوں نے رَبَّنَا اے ہمارے رب ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ہم نے زیادتی کی اپنی جانوں پر وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا وَتَرۡحَمۡنَا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ تو البتہ ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

پچھلے سبق میں آپ حضرات نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا ڈھانچہ بنایا اور اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اس میں روح پھونکی۔ ان میں زندگی اور حیات آ گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ تعظیمی کرو۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس اکڑ گیا اور کہنے لگا، میں اس سے بہتر ہوں اس کو سجدہ کیوں کروں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اخۡرُجۡ مِنۡهَا مَذۡءُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا نکل جا یہاں سے مذمت کیا ہوا، پھٹکارا ہوا۔ تجھے میں نے رحمت سے دور کر دیا آج بُرے سے بُرے کام کرنے والا بھی شیطان کو برا سمجھتا ہے چاہے وہ خود شیطانی کاموں میں ڈوبا ہوا ہو مگر شیطان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ فرمایا لَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ البتہ جو شخص پیروی کرے گا تیری انسانوں میں سے لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ میں ضرور بھروں گا جہنم کو تم سب سے۔ جو تیری پیروی کریں گے وہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ پہلے یہ بیان ہو

چکا ہے کہ آدمؑ کا ڈھانچہ زمین پر وادی محرۃ النعمان میں جو عرفات کا ایک کونہ ہے میں بنایا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کو جنت میں پہنچایا اور اس میں روح پھونکی گئی۔ پھر حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے حوّاؑ کو پیدا فرمایا اور فرمایا یٰٓاٰدَمُ اے آدم اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ ٹھہرو تم اور تمہاری بیوی جنت میں فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا پس کھاؤ جہاں سے چاہو تم دونوں۔ جنت میں بے شمار درخت ہیں ہر قسم کا پھل ہر قسم کا میوا کھا سکتے ہو لیکن وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور قریب نہ جانا تم دونوں اس درخت کے۔ بعض کہتے ہیں کھجور کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں انگور کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں بادام کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں اخروٹ کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں املوک کا درخت تھا۔ لیکن جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ گندم کا درخت تھا۔ دنیا میں گندم کے درخت نہیں ہوتے چھوٹے چھوٹے پودے ہوتے ہیں۔ لیکن جنت میں گندم کے بڑے بڑے درخت ہوں گے تو فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا کیونکہ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس ہو جاؤ گے زیادتی کرنے والوں میں سے فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ پس وسوسہ ڈالا دونوں کے لیے شیطان نے۔ سوال یہ ہے کہ ابلیس کو تو جنت سے نکال دیا گیا تھا اور وہ دونوں جنت میں رہتے ہیں تو ابلیس نے ان کے دلوں میں وسوسہ کس طرح ڈالا؟ قاضی بیضاویؒ اور دوسرے مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازے سے اندر داخلہ ممنوع تھا باہر کھڑا ہو سکتا تھا۔ آدمؑ اور حوّاؑ جنت کے اندر تھے اور یہ دروازے سے باہر تھا۔ جیسے عموماً لوگ دروازے سے باہر کھڑے ہو کر گھر والوں سے گفتگو کرتے ہیں اس نے بھی کی۔ وہ وسوسہ کیا تھا اس کا ذکر آگے آ رہا ہے لیکن وسوسہ قبول کرنے کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا تاکہ ظاہر کر دے ان

دونوں کے لیے وہ چیز جو چھپائی گئی ہے ان دونوں سے مِنْ سَوْاٰتِھِمَا ان کی شرم گاہوں سے یعنی اس پھل کھانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنت کا لباس چھین لیا۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ دونوں بالکل ننگے ہو گئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مرد کا ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ ستر ہے اس کا چھپانا فرض ہے اور عورت کا سارا بدن سوائے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے سارا ستر ہے۔ اس کا چھپانا فرض ہے چند مقام ایسے ہیں جہاں ننگے ہونے کی اجازت ہے۔ حاجت کے وقت، میاں بیوی کے ملنے کے وقت، غسل کے وقت، اس کے علاوہ کسی مقام پر ننگا ہونا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یَا عَلِیُّ لَا تَنْظُرْ اِلٰی فَخِذِ حَیٍّ وَلَا مَیِّتٍ اے علی کسی زندہ آدمی کی ران کو بھی نہیں دیکھنا اور کسی مردے آدمی کی ران کو بھی نہیں دیکھنا۔

غسلِ میت :

اسی لیے مردے کو غسل دیتے وقت ناف سے لیکر گھٹنوں تک کپڑا ڈال دینا سنت ہے تاکہ اس کی ران پر نگاہ نہ پڑے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے کسی مردے کو غسل دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ یعنی مردے کو غسل دینا بڑی عبادت ہے۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ جو امام مردوں کو غسل دے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مجھے آج تک یہ مسئلہ کسی کتاب میں نہیں ملا۔ ہاں بعض لوگوں نے اس کو پیشہ بنایا ہوا ہے اور نیک بد میتوں کو غسل دیتے ہیں، یہ برا ہے۔ اور ایک ہے احیاناً کبھی کبھی کسی کو غسل دینا یہ کارِ ثواب ہے۔ تو فرمایا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شرمگاہیں ننگی ہو گئیں۔ ابلیس کا وسوسہ کیا تھا؟ وہ یہ تھا وَقَالَ اور کہا ابلیس نے مَا نَھٰکُمَا رَبُّکُمَا عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ نہیں منع کیا تم دونوں کو تمھارے رب نے اس درخت سے اِلَّآ

اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ مگر یہ کہ ہو جاؤ تم فرشتے یعنی اس درخت کی تاثیر یہ ہے کہ اس کا پھل کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ یا ہو جاؤ گے تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے کہ تم اس درخت کا پھل چکھو گے تو ہمیشہ جنت میں رہو گے ورنہ یہاں سے نکال دیئے جاؤ گے۔ حضرت آدمؑ کو ذہول ہو گیا اور اس طرف دھیان نہ گیا کہ فرشتہ بن جاؤں گا تو پھر کیا ہو جائے گا فرشتوں نے تو مجھے سجدہ کیا ہے اور اس نے دوسری منطق یہ لڑائی کہ پھل چکھو تو ہمیشہ جنت میں رہو گے ورنہ یہاں سے نکال دیئے جاؤ گے۔ تو یہ حرص اور لالچ مار گئی وَقَاسَمَهُمَآ اور قسم اٹھائی ابلیس نے ان دونوں کے سامنے اِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ بیشک میں دونوں کے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ حضرت آدمؑ کی خطا کی ایک وجہ تو ابلیس کی قسم تھی کہ اس نے رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ آدمؑ نے سوچا کہ یہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر تو جھوٹ نہیں بولے گا تو قسم سے مغالطہ کھا گئے۔ دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ آدمؑ لَا تَقْرَبَا کی نہی کو نہی تنزیہی خیال فرمایا کہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔ تنزیہی کا مطلب ہے کہ اس سے بچ جانا بہتر ہے۔ لیکن اگر کوئی کرے تو گناہ بھی نہیں ہے۔ اور نہی تحریمی کا مطلب ہے کہ اس کے قریب نہ جاؤ۔ تیسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب نہ جاؤ تو انہوں نے سمجھا کہ خاص جس درخت کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ مراد ہے کہ اس کے قریب نہیں جانا چنانچہ اس کے قریب نہیں گئے۔ اسی جنس کے دوسرے درخت سے پھل کھایا لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ اس جنس کے جتنے درخت ہیں وہ سب ممنوع ہیں۔ چوتھی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں معالم التنزیل والے کہ آدمؑ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ شاید اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم منسوخ کر دیا ہے۔ ابلیس کو اس کی منسوخی کا علم ہو گیا ہے

مجھے علم نہیں ہوا۔ بہرحال کوئی بھی وجہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَدَلّٰھُمَا بِغُرُوْرٍ پس اتار لایا ان دونوں کو دھوکے کے ساتھ جنت سے، قسم بھی دھوکہ دینے کے لیے کھائی اور تمام باتیں فریب والی کہیں فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ پس جب ان دونوں نے چکھا اس درخت کے پھل کو بَدَتْ لَھُمَا سَوْاٰتُھُمَا ظاہر ہوگئیں ان دونوں کے سامنے ان دونوں کی شرمگاہیں۔ جنت کا لباس اتار لیا گیا اور دونوں کی شرمگاہیں ننگی ہوگئیں وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْھِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ اور شروع کیا ان دونوں نے جوڑنے لگے اپنے اوپر جنت کے پتوں سے کہ ہماری شرم گاہیں چھپی رہیں۔ اس آیت کریمہ کی تشریح میں تفسیروں میں بھی لکھا ہے اور احادیث میں بھی آتا ہے کہ حضرت آدمؑ جس درخت کے قریب جاتے رب تعالیٰ کی قدرت کہ اس کی ٹہنیاں اونچی ہو جاتیں تھیں۔ کسی درخت نے پتے نہ لینے دیئے۔ بالآخر انجیر کے درخت نے سخاوت کی اور پتے لینے دیئے۔ ان پتوں سے انہوں نے ستر پوشی کی وَنَادٰھُمَا رَبُّھُمَآ اور پکارا ان دونوں کو ان کے پروردگار نے اَلَمْ اَنْھَکُمَا عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَۃِ کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا اس درخت سے وَاَقُلْ لَّکُمَآ اور نہیں کہا تھا میں نے تم دونوں کو اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس سے محتاط رہنا۔ مگر پھر بھی تم اس کے بہکاوے میں آگئے قَالَا رَبَّنَا کہا ان دونوں نے اے ہمارے رب ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ہم نے زیادتی کی اپنی جانوں پر۔

اقرارِ غلطی :

اپنی غلطی کا اقرار کر لیا کوئی بہانہ اور ابلیس کی طرح حجت بازی نہیں کی۔ غیر مشروط طور پر کہا۔ اے پروردگار ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ یہی انسان کی شان ہے۔ اور نیک آدمی

کی شرافت ہے کہ غلطی ہوتو اس کو تسلیم کر لیتا ہے۔اور برا آدمی ابلیس کی طرح اکڑ جاتا ہے۔اور کہتا ہے کہ میں نے کیا کیا ہے۔میری کیا غلطی ہے؟ تو فرمایا کہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا، ہماری غلطی کو وَتَرْحَمْنَا اور ہم پر اپنی رحمت نازل نہیں کرے گا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تو البتہ ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔پہلے پارے میں آتا ہے فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ پس حاصل کیے آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمات۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔جن کلمات کے ساتھ آدمؑ اور حواؑ نے معافی مانگی، یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہن میں ڈالے اور انہوں نے اپنی لغزش سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا کہ تمہاری لغزش ہے لیکن میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔انسان سے جب بھی کوئی غلطی ہو تو اس پر اکڑنا نہیں چاہیے۔فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے بسا اوقات کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔لھذا غلطی جیسی بھی ہو، قولی ہو یا فعلی ہو آدمی کو چاہیے کہ اس کا اقرار کرے اور رب تعالیٰ سے فوراً معافی مانگے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ○ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اُترجاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہوں گے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لیے زمین ٹھہرنے کی جگہ ہے وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ اٹھانا ہے ایک وقت

تک قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فِیْهَا تَحْیَوْنَ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ اور اسی میں تم مرو گے وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ اور اسی زمین سے تم نکالے جاؤ گے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے آدمؑ کی اولاد قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا تحقیق ہم نے اتارا تمہارے لیے لباس یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ جو چھپاتا ہے تمہاری شرمگاہوں کو وَرِیْشًا اور زینت کا ذریعہ ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰی اور تقوے کا لباس ذٰلِکَ خَیْرٌ وہ بہت ہی بہتر ہے ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے آدمؑ کی اولاد لَایَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ ہرگز فتنے میں نہ ڈالے تم کو شیطان کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ جیسا کہ اس نے نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا کھینچ لیا اس نے ان دونوں سے لباس لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا تاکہ دکھائے ان کو ان کی شرمگاہیں اِنَّهٗ یَرٰکُمْ بے شک وہ دیکھتا ہے تم کو هُوَ وَقَبِیْلُهٗ وہ اور اس کا قبیلہ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ جہاں سے تم انکو نہیں دیکھتے اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ بے شک ہم نے بنا دیا ہے شیطان کو دوست لِلَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اور جس وقت کرتے ہیں وہ بے حیائی قَالُوْا کہتے ہیں وَجَدْنَا عَلَیْهَآ اٰبَآءَنَا پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ بیشک اللہ تعالیٰ حکم نہیں دیتا بے حیائی کا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی

اللہِ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وہ بات جس کو تم نہیں جانتے ۔

گذشتہ درس میں آپ حضرات نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور حواؑ کو جنت میں ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا۔لیکن انھوں نے غلطی سے اس کو چکھ لیا جس پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے بغیر کسی بہانے اور حجت کے معافی مانگی قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں کے ساتھ زیادتی کی ہے وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور اگر آپ ہمیں نہیں بخشیں گے اور ہم پر رحم نہیں کریں گے تو ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔رب تعالیٰ نے معاف کر دیا اور جنت سے اترنے کا حکم دیا قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اتر جاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہوں گے اهْبِطُوْا جمع کا صیغہ ہے۔اس میں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام اور ان سے آگے جو نسل ہونے والی تھی سب کو خطاب ہے۔اس اعتبار سے جمع کا صیغہ لائے ہیں۔ انسان کی انسان کے ساتھ دشمنی تو ظاہر بات ہے۔انسان،انسان کا گلا کاٹ رہا ہے اور اس وقت دنیا میں انسان کے ہاتھوں انسانوں کی جو تباہی ہو رہی ہے۔وہ بھی سب کے سامنے ہے۔فرمایا وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے۔وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ اٹھانا ہے ایک وقت تک قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فِيْهَا تَحْيَوْنَ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ اور اسی میں تم مرو گے وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ اور اسی زمین سے تم نکالے جاؤ گے۔یہ اکثریتی قاعدہ ہے کہ انسان نے زمین پر زندہ رہنا ہے اور یہیں مرنا ہے۔اور زمین سے ہی نکالا جائے گا اگر کچھ جزئیات اس کے

خلاف ہوں تو اس قاعدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی ۔ جیسا کہ مرزائی عیسیٰ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا آسمانوں پر زندہ رہنا فِيهَا تَحْيَوْنَ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو زندہ ہی آسمانوں پر اٹھالیا گیا تھا اور وہ اب دوسرے آسمان پر تشریف فرما ہیں قیامت سے پہلے نازل ہونگے ۔ دجال کو قتل کریں گے، یہود کے ساتھ لڑیں گے اور نصاریٰ کے ساتھ بھی لڑائی ہوگی جن علاقوں میں عیسیٰ کا اثر ورسوخ ہوگا وہاں پر ایک بھی کافر باقی نہیں رہے گا اور چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی ۔ انگریز کے دور میں مرزائیوں کا بڑا زور تھا اور اب بھی ہے ۔ بیرون ممالک میں بھی اڈے قائم کیے ہوئے ہیں اور انتہائی زور وشور سے تبلیغ کرتے ہیں۔ تو وہ اہل حق کے اس عقیدے پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو جی تم کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں فِيهَا تَحْيَوْنَ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے ۔ تو وہ آسمانوں پر کس طرح زندہ ہیں تو اہل حق جواب دیتے ہیں کہ یہ اکثریتی ضابطہ ہے۔ اگر کوئی جزئی اس کے خلاف ہو تو اس ضابطہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ دیکھو امریکہ اور روس نے جو خلائی جہاز بنائے ہیں۔ ان میں لوگ مہینوں تک زندہ رہتے ہیں ۔ اسی طرح امریکہ نے چاند پر اپنے آدمی اتارے وہ چاند پر رہے، وہیں انہوں نے کھایا پیا اور زندہ رہے، تو اس سے ضابطے پر کیا فرق پڑا کہ اکثریت زمین پر زندہ رہتی ہے اور اکثریت زمین پر مرتی ہے۔ ورنہ ایسے لوگ بھی ہیں جو دریاؤں میں مرتے ہیں۔ مچھلیاں اور مگرمچھ ان کو کھا جاتے ہیں تو اگر کچھ جزئیات خلاف ہوں تو ضابطے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَبَنِي آدَمَ اے آدمؑ کی اولاد قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا تحقیق ہم نے اتارا تمہارے لیے لباس۔ اتارنے کا مطلب یہ ہے کہ لباس جن چیزوں

سے تیار ہوتا ہے۔ مثلاً کپاس ہے کہ اس کے پودوں کیلئے بارش اللہ تعالیٰ نازل فرماتے ہیں۔ تو گویا اصل مادہ بارش ہے جو آسمان کی طرف سے اتاری گئی۔ اسی طرح اُون ہے، پشم ہے کہ اس سے لباس بنتا ہے۔ تو جن جانوروں سے اُون اور پشم حاصل ہوتی ہے۔ ان کی خوراک گھاس چارہ ہے اور یہ بھی بارش کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بارش آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ تو گویا تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے اتاری ہیں۔ یہ معنٰی ہے لباس کے اتارنے کا۔ دوسرے مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اَنْزَلْنَا کا معنٰی خَلَقْنَا بھی آتا ہے۔ اس وقت معنٰی ہوگا ہم نے پیدا کیا تمہارے لیے لباس یُوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ جو چھپاتا ہے تمہاری شرمگاہوں کو وَرِیْشًا اور تمہارے لیے زینت کا ذریعہ ہے۔ شرعی دائرے میں رہتے ہوئے مرد و خواتین حضرات اچھے سے اچھا صاف ستھرا لباس پہن سکتے ہیں۔ اچھا لباس بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اور اچھے لباس کی توفیق ہوتے ہوئے ادنیٰ لباس پہننے کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ کپڑے اس کے پھٹے پرانے اور میلے کچیلے تھے۔ سر کے بال بکھرے ہوئے اور ان میں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ جیسے چڑیل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا او خدا کے بندے تیرے پاس صابن نہیں کہ تو کپڑے دھولے، تیرے پاس تیل نہیں کہ تو سر کو لگا کر کنگھی کرلے۔ اس نے کہا میرے اوپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اتنے اونٹ ہیں، اتنی بکریاں ہیں، اتنی بھیڑیں ہیں، اتنے میرے غلام ہیں اور اتنی میری دکانیں ہیں، بڑا وسیع کاروبار ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں فَلْیُرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلَیْکَ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اثر تیرے بدن پر نظر آنا چاہیے۔ تو اچھا اور ستھرا لباس پہننا، شرعی دائرے میں رہتے ہوئے، یہ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا عملی طور

پر شکریہ ہے۔ تو یہ ظاہری لباس ہے۔ اور ایک دوسرا لباس بھی ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی اور تقوے کا لباس ذٰلِکَ خَیْرٌ وہ بہت ہی بہتر ہے۔ جسطرح تم ظاہری لباس کی حفاظت کرتے ہو کہ صاف ستھرا ہو کوئی داغ دھبہ نہ لگا ہوا ہو، اس پر کوئی چھینٹ وغیرہ نہ پڑی ہوئی ہو، اسی طرح تقوے کے لباس کا بھی خیال کرو کہ جھوٹ نہ بولو، کسی کی غیبت نہ کرو، گالی نہ دو، دوسرے کا مال نہ کھاؤ، کسی کے خلاف ناجائز کاروائی نہ کرو، اپنے جذبات پر کنٹرول رکھو، کیونکہ یہ تمام چیزیں لباس تقویٰ کو تار تار کرنے والی چیزیں ہیں۔ لہذا ہر مرد اور ہر عورت کو یہ عزم کرنا چاہیے کہ میں برائی نہیں کرونگا، نہ قولاً نہ فعلاً۔ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اسے لیے بیان کیا ہے کہ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے آدمؑ کی اولاد لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ ہرگز فتنے میں نہ ڈالے تم کو شیطان کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ جیسا کہ اس نے نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے یعنی جنت سے نکالنے کا سبب بنا کہ دھوکے سے وہ پھل کھلا دیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو جنت سے نکال دیا۔ لہذا کہیں تم اس کے دھوکے میں نہ آجانا یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا کھینچ لیا اس نے ان دونوں سے لباس، یعنی اترنے کا سبب بنا کہ شیطان نے کہا کہ اس درخت سے کھالو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا لباس بھی سلب ہو گیا۔ اتارا اللہ تعالیٰ نے لِیُرِیَھُمَا سَوْاٰتِھِمَا تاکہ دکھائیں ان کو ان کی شرمگاہیں۔ ظاہر بات ہے کہ لباس اتر جائے تو شرمگاہیں نظر آتیں ہیں اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ بے شک وہ دیکھتا ہے تم کو وہ اور اس کا قبیلہ، برادری مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ یقین جانو! جنات ہر جگہ کثرت سے موجود ہیں۔ ناری مخلوق ہے۔ ان میں مومن بھی ہیں کافر بھی

ہیں۔ ہندو اور سکھ وغیرہ بھی ہیں۔ قرآن کریم میں مستقل سورۃ ہے، سورۃ جن۔ اس میں جنات کا اپنا بیان ہے مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ہم میں نیک بھی ہیں یعنی مسلمان اور کوئی اور طرح کے یعنی کافر۔ ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔ ان میں جو مومن ہیں وہ ہماری طرح نماز روزہ اور دوسری دین کی باتوں کی پابندی کرتے ہیں۔ جیسے ہم کرتے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے اور کسی وقت جنات اصل شکل میں یا کسی حیوان کی شکل میں آئیں تو انکار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف شکلیں بدلنے کا اختیار دیا ہے۔ لہذا بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا یا مرغی دیکھی یا بکری اور پھر وہ غائب ہوگئی، یہ ٹھیک ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ایک نوجوان صحابی کی نئی شادی ہوئی تھی غزوہ خندق کے موقع پر، دوپہر کے وقت کہنے لگا حضرت مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں کہ میں گھر جا کر کچھ کھانے پکانے کے لیے دے آؤں۔ میرے گھر میں صرف میری بیوی ہے جس کو میں بیاہ کر لایا ہوں۔ گھر میں کوئی اور چھوٹا بڑا فرد نہیں ہے۔ اور وہ ناواقف ہے بازار نہیں جاسکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ لیکن ہوشیاری کے ساتھ اور ہتھیار ساتھ لیکر جاؤ۔ کہیں یہود تجھ پر بے خبری میں حملہ نہ کردیں۔ یہ نوجوان جب گھر گیا تو دیکھا بیوی گھر کے دروازے پر اس طرح کھڑی ہے جیسے کسی کو جھانک رہی ہے، کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ اس کو بڑا غصہ آیا، غیرت آئی کہ کل تو میں اس کو بیاہ کر لایا ہوں اور آج اس نے باہر جھانکنا شروع کردیا ہے۔ اس نے تیر کمان میں رکھ کر سیدھا کیا اس کو مارنے کیلئے۔ اس عورت نے کہا اللہ کے بندے جلد بازی سے کام نہ لو پہلے میری مجبوری سن لو۔ تو نوجوان رک گیا۔ عورت نے کہا کہ ایک ہی کمرہ تھا اور اس میں اژدھائیل

ڈال کر بیٹھ گیا اور سر اوپر اٹھا لیا۔ میں بھاگ کر دروازے پر آئی کہ کوئی آدمی نظر آئے تو اس کو کہوں۔ ورنہ میں نہ بدنیت ہوں اور نہ بری ہوں۔ نوجوان سمجھ گیا کہ واقعی مجبوری تھی۔ دروازے پر کھڑے ہو کر نوجوان نے سانپ کو نیزہ مارا۔ سانپ بھی مر گیا اور ساتھ ہی خود بھی مر گیا۔ اس کی برادری آنحضرت ﷺ کے پاس آئی کہ حضرت آپ اس کے لیے دعا کریں کہ یہ زندہ ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ زندہ تو قیامت والے دن ہوگا تم اس کو جا کر دفنا دوں۔ فرمایا اگر گھر میں سانپ نظر آئے خصوصاً سفید رنگ کا فَتَحَرَّجُوْا عَلَیْہِ ثَلاثًا تین دفعہ اس کو خبردار کرو۔ پھر بھی اگر غائب نہ ہو اور شکل بھی نہ بدلے تو اس کو قتل کر دو۔ تو جنات مختلف شکلوں میں آسکتے ہیں۔ وہ اب ہمیں دیکھ کر ہنستے ہونگے کہ ہماری باتیں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ بے شک ہم نے بنا دیا ہے شیطان کو دوست لِلَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اور جس وقت کرتے ہیں وہ بے حیائی قَالُوْا کہتے ہیں وَجَدْنَا عَلَیْھَآ اٰبَآءَ نَا پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو وَاللّٰہُ اَمَرَنَا بِھَا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔
بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ زمانہ جاھلیت میں لوگ مرد عورتیں مادرزاد ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔ پہلوانوں کی طرح تھوڑا کپڑا اگلی طرف اور تھوڑا سا پچھلی طرف رکھ لیتے تھے۔ ہاں اگر قریش ان کو کپڑا دے دیتے تو وہ پہن لیتے تھے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ اس طرح کیوں کرتے ہو تو کہتے ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اور دلیل یہ دیتے تھے کہ ہم جب ماں باپ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے تو کونسا سوٹ پہن کر آئے تھے لھذا جس حالت میں پیدا ہوئے تھے اسی حالت میں طواف کریں گے۔ بعض کہتے تھے کہ کپڑا بھی دنیا کی شے ہے رقم سے ملتا

ہے۔لھذا ہم دنیادار ہوکر کعبۃ اللہ کا طواف کیوں کریں۔بعض یہ جواب دیتے تھے کہ ان کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں تو گناہ والے کپڑوں میں طواف کیوں کریں۔اگر یہ منطق ان کی صحیح تھی تو جن اعضاء کے ساتھ گناہ کئے ہیں ان کو کاٹ کر طواف کرتے۔تو عجیب عجیب منطق لڑاتے تھے،اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰہَ لَایَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ بیشک اللہ تعالیٰ حکم نہیں دیتا بے حیائی کا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر وہ بات جو تم نہیں جانتے۔ یہ سب تمہاری خودساختہ بے حیائی کی باتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁
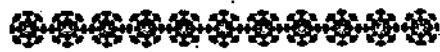
قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ط اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ج اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ط كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝

قُلْ آپ کہہ دیں اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ حکم دیا ہے میرے رب نے انصاف کا وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ اور قائم رکھو اپنے چہروں کو عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد کے پاس وَّادْعُوْهُ اور پکارو اس کو مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ خالص کرتے ہوئے اس کیلئے دین کو كَمَا بَدَاَكُمْ جیسے اس نے ابتداءً تمہیں پیدا کیا ہے تَعُوْدُوْنَ

اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے فَرِيقًا هَدٰى ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی ہے
وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيۡهِمُ الضَّلٰلَةُ اور ایک گروہ ایسا ہے جس پر گمراہی لازم ہو چکی
ہے اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيۡنَ بے شک انہوں نے بنالیا شیطانوں کو اَوۡلِيَآءَ مِنۡ
دُوۡنِ اللّٰهِ دوست اللہ سے ورے ورے وَيَحۡسَبُوۡنَ اور وہ خیال کرتے ہیں
اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ کہ بے شک وہ ہدایت پانے والے ہیں يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اے بنی آدم
خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ لے لو اپنی زینت عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ ہر مسجد کے پاس
وَّكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا اور کھاؤ اور پیو وَلَا تُسۡرِفُوۡا اور اسراف نہ کرو اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الۡمُسۡرِفِيۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا قُلۡ آپ
کہہ دیں مَنۡ حَرَّمَ کس نے حرام کی ہے زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِىۡۤ اللہ تعالیٰ کی زینت جو
اَخۡرَجَ اس نے نکالی ہے لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کیلئے وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ
اور پاکیزہ رزق قُلۡ آپ کہہ دیں هِىَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو
ایمان لائے ہیں فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا دنیا کی زندگی میں خَالِصَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اور
یہ خالص ہوں گی ان کیلئے قیامت کے دن كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ اسی طرح
ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتیں لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ایسی قوم کیلئے جو جانتی
ہے۔

کل کے سبق میں آپ نے یہ بات سنی تھی کہ زمانہ جاہلیت میں مرد عورتیں ننگا

طواف کرتے تھے۔سوائے ان کے کہ جن کو قریش کپڑے دیتے تھے۔جب ان سے کہا جاتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو کہتے ہمارے پاس سو دلیلوں کی ایک ہی دلیل ہے وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے طریقے پر پایا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔کہ ہمارے باپ دادا کوئی بے وقوف تھوڑے تھے کہ خود ایسا کرتے۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا اور شرمگاہوں کو ننگا کرنا بے حیائی ہے۔اللہ تعالیٰ کے ذمے تم ایسی چیزیں لگاتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔ان چیزوں کا تمہیں رب تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔رب تعالیٰ نے کن چیزوں کا حکم دیا ہے آگے ان کا تذکرہ ہے۔فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ حکم دیا ہے میرے رب نے انصاف کا۔اپنے ہوں یا پرائے بات کرو انصاف کی، کام کرو انصاف کا وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ اور قائم رکھو اپنے چہروں کو عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد کے پاس کعبے کی طرف یعنی ہر نماز کے وقت اپنا چہرہ کعبے کی طرف سیدھا کرو۔بعضے لوگوں کی عادت ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر نیچے جھکا لیتے ہیں۔یہ صحیح نہیں ہے۔اس طرح کرنے سے تو چہرہ پاؤں یا زمین کی طرف ہوا کعبہ کی طرف تو نہ ہوا۔لھذا نیت کرتے وقت سر سیدھا اور چہرہ کعبے کی طرف کرنا ہے۔

شرائطِ نماز :

استقبال قبلہ نماز کی شرائط میں سے ہے۔جس طرح طہارت یعنی وضوء شرط ہے، جگہ کا پاک ہونا شرط ہے، کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے، نماز کا وقت ہونا شرط ہے۔اگر کعبۃ اللہ سامنے نظر آتا ہو تو عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے اگر کعبے سے رخ ادھر اُدھر ہٹا ہوا ہوگا تو نماز نہیں ہوگی اور اگر کعبۃ اللہ نظر نہیں آتا تو اس وقت جہت اور سمت

معتبر ہے چاہے آدمی مکہ مکرمہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ پھر عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہے سمت کعبہ کافی ہے۔ ہماری مسجدوں کے رخ عین کعبہ کی طرف نہیں ہیں کوئی ایک ڈگری ہٹی ہوئی ہے، کوئی دو ڈگری، کوئی تین چار ڈگری ہٹی ہوئی ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا نماز بالکل صحیح ہے۔ وَّادْعُوْهُ اور پکارو اس کو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اس کیلئے دین کو۔

اخلاصِ عبادت :

عبادت کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال بھی نہ آئے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ انسانی شکل میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے چند سوال کیے۔ ایک سوال یہ تھا مَاالْاِحْسَانُ احسان کیا ہے، اخلاص کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ یہ کہ تو عبادت کرے اللہ کی اس طرح کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے آنکھوں سے فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ اگر تمہیں یہ کیفیت حاصل نہ ہو فَاِنَّهٗ يَرَاكَ تو پھر یہ یقین رکھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے تو عبادت کا صحیح ہونا اخلاص پر موقوف ہے كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ جیسے اس نے تمہیں ابتداءً پیدا کیا ہے اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے۔ تمہیں دنیا میں آنے کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ یقیناً تم دنیا میں آچکے ہو۔ تو جو ذات تمہیں دنیا میں لائی ہے وہی تمہیں قیامت والے دن اٹھائے گی۔ قیامت کا یقین رکھنا ضروری ہے۔ فَرِيْقًا هَدٰى ایک گروہ کو رب تعالیٰ نے ہدایت دی ہے جو ہدایت کا طالب ہوا سورۃ الشوریٰ میں آتا

ہے وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ اور ہدایت دیتا ہے اس کو جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اور ایک گروہ ایسا ہے جس پر گمراہی لازم ہو چکی ہے۔ وہ کونسا گروہ ہے فرمایا اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ بے شک انہوں نے بنالیا شیطانوں کو دوست مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے۔ رب تعالیٰ کو چھوڑ کر اور اس کے حکموں کو چھوڑ کر اور رب تعالیٰ کے پیغمبروں کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنالیا ہے۔ اور شیطان والے کام کرتے ہیں لازمی بات ہے کہ شیطان گمراہ ہے تو وہ اپنے دوستوں کو بھی گمراہی پر آمادہ کرے گا تو ان پر گمراہی ہی لازم ہو گی۔ پھر گمراہ ہونے کے باوجود وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پانے والے ہیں۔ ہر باطل سے باطل فرقہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔

باطل فرقے :

پاکستان میں بہت سے باطل فرقے ہیں۔ ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، پارسی، رافضی، قادیانی، بہائی، ذِکری وغیرہ۔ آپ کسی سے پوچھ کر دیکھ لیں وہ یہی کہے گا کہ ہم حق پر ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں صحیح کر رہے ہیں۔ کوئی بھی نہیں کہے گا کہ ہم غلط کر رہے ہیں۔ ضابطہ یاد رکھیں۔ جو بھی قرآن وسنت سے ہٹ گیا، اجماع امت سے ہٹ گیا، گمراہ ہو گیا۔ ہدایت قرآن پاک اور حدیث شریف میں پھر امت کے اجماع میں ہے۔ صحابہ کرام کو چھوڑ کر، تابعین تبع تابعین کو چھوڑ کر، ائمہ دین، فقہاء کرام، محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کوئی دین کو نہیں سمجھ سکتا اور ان حضرات سے الگ ہو کر کوئی دین سمجھنا چاہے تو......

؎ این خیال است ومحال است وجنوں

ان بزرگوں نے دین کو سمجھا اور اس پر عمل کیا حَاشَا وَ کَلَّا ان کو چھوڑ کر کوئی دین نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے بنی آدم خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ لے لو اپنی زینت ہر مسجد کے پاس یعنی ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو۔ نماز انسان ایسے لباس میں پڑھے جو صاف ستھرا ہو اور وہ لباس پہن کر کسی مجلس میں جانے سے نہ شرمائے اور ایسا میلا کچیلا لباس جس کو پہن کر کسی مجلس یا شادی خوشی میں شامل ہونا پسند نہ کرے ایسے لباس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ کہ ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری اچھے لباس میں ہونی چاہیے۔ اسی لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں جوتوپیاں رکھی ہوتی ہیں ان سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے کہ ان کو پہن کر کوئی شادی میں شامل نہیں ہوتا نہ ان کو پہن کر کوئی مجلس یا بازار میں جانا پسند کرتا ہے۔ تو ایسا لباس جس کو پہن کر آدمی کسی اچھی مجلس میں جانا پسند نہ کرے اس کو پہن کر مسجد میں آئے یہ رب تعالیٰ کی تعظیم کے خلاف ہے اور مکروہ تحریمی ان کی تحقیق ہے۔ میری تحقیق یہ ہے کہ مکروہ تحریمی تو نہیں مکروہ تنزیہی ہے۔ بہر حال مسجد میں صاف ستھرا اچھا لباس پہن کے آؤ کہ جس کے پہننے میں آپ کو ہچکچاہٹ اور عار محسوس نہ ہو۔ اور نو جوانو! یاد رکھنا عام طور پر گلی محلے اور بازار میں بھی ننگے سر پھرنا بڑی بری بات ہے۔ ہاں گھر میں ہو یا گرمی ہو تو اتارنے

میں کوئی حرج نہیں ہے۔فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ جو شخص ننگے سر بازار گلیوں میں پھرے وہ مردود الشھادۃ ہے یعنی اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔انگریز پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے یہ تمام خرابیاں پیدا کی ہیں کہ آج نوجوان دفتر میں جائیں گے تو ننگے سر، بازار جائیں گے تو ننگے سر، عزیز رشتہ داروں کو ملنے جائیں گے تو ننگے سر، یہ بری عادت ہے۔لھذا سر پر پگڑی باندھو، ٹوپی پہنو۔ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا کہ اگر کوئی تعلیم کے دوران ننگے سر ہوا تو اس کو جماعت سے اٹھا دیتے تھے۔لہذا قرآن کریم کے درس اور حدیث کی تعلیم میں بھی ننگے سر نہیں بیٹھنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو۔اسراف کہتے ہیں ضرورت سے زیادہ کو اور تبذیر کہتے ہیں کہ جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں وہاں خرچ کیا جائے۔اور یہ بھی یاد رکھنا کہ تفسیر روح المعانی اور فوائد عثمانی وغیرہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ تھوڑا کھانا بھی اسراف ہے۔اتنا تھوڑا کہ جس سے قوۃ بدنی اور صحت برقرار نہ رہ سکے۔تمہارے فائدے کی بات کر رہا ہوں۔اتنا کھاؤ کہ تمہاری قوۃ بدنی برقرار رہے، نماز پڑھ سکو، روزہ رکھ سکو، کام کر سکو۔فرمایا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ کس نے حرام کی ہے اللہ کی زینت الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ جو اس نے نکالی ہے اپنے بندوں کیلئے وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ اور پاکیزہ رزق۔زمانہ جاھلیت میں لوگ جب حج کیلئے آتے کیونکہ حج حضرت

ابراھیم کا طریقہ تھا تو یہ ان میں برائے نام جاری تھا۔ ننگے طواف کرتے اور گھی، گوشت، مچھلی، انڈے نہیں کھاتے تھے اور دودھ نہیں پیتے تھے۔ کہتے ہم رب کی عبادت کیلئے آئے ہیں کھانے پینے کیلئے تو نہیں آئے۔ لھذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے پوچھو یہ چیزیں کس نے حرام کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو پیغمبروں کو حکم دیا ہے. کُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور رب تعالیٰ کی عبادت کرو یہ رب تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ہاں اگر کوئی چیز کسی کے مزاج کے موافق نہ آتی ہو تو اس کو چھوڑ دے۔ مثلاً کسی کو گرم چیز موافق نہیں ہوتی، کسی کو ٹھنڈی چیز موافق نہیں ہوتی قُلْ آپ کہہ دیں هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ اچھی چیزیں اور پاکیزہ رزق ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لائے ہیں یہ ان کے مستحق ہیں اور دوسروں کو ان کے واسطے سے ملتا ہے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اور یہ چیزیں خالص ہوں گی ان کیلئے قیامت کے دن۔ کافروں کو وہاں کوئی شئی نہیں ملے گی سوائے گرم پانی کے جو ہونٹوں کو جلا دے گا اور انتڑیوں کو باہر نکال دے گا اور زخموں کی پیپ ملے گی اور ضریع اور زقوم جیسی چیزیں ان کو ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ فرمائے۔ دوزخی جنتیوں سے کہیں گے تمہیں جو رزق ملا ہے اس میں سے اور پانی ہمیں بھی دو۔ جنتی کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۸، پ، اعراف) بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام قرار دی ہیں ہم نہیں دے سکتے۔ تو اتنی بات آپ حضرات نے سمجھ لی کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال کی ہیں ان کو کھاؤ پیو۔ ان کو حرام نہ قرار دو۔ آج دنیا میں ٹھگ قسم کے عاملوں کی بھرمار ہے۔ ایمان بھی لوٹتے ہیں اور رقم بھی لوٹتے ہیں اور خوامخواہ لوگوں کو وساوس میں مبتلا کرتے ہیں کہ تجھ پر کسی نے وار کیا

ہے، تجھے جنات نے گھیرا ہوا ہے، تیرے اوپر کوئی پھر گیا ہے اور نہ معلوم کیا کیا خرافات بولتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ اور وہ تعویذ دھاگے کے ساتھ پابندیاں بھی لگاتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز نہیں کھانی خصوصاً عورتیں اس بیماری کا بہت شکار ہیں۔ میرے پاس بھی کئی عورتیں تعویذ لینے آتی ہیں اور کہتیں ہیں کہ ہمیں کوئی چیز منع کرو میں کہتا ہوں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان سے کون منع کرسکتا ہے۔ پھر کہیں گی نہیں جی کوئی چیز ضرور بتاؤ جو ہم نہ کھائیں۔ ایسے ہی ایک بی بی بڑی لیچڑ تھی جو جان نہیں چھوڑتی تھی کہ کوئی چیز میرے لئے منع کرو میں نے کہا تم میرا دماغ نہ کھاؤ باقی ساری چیزیں کھاؤ۔ فرمایا کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتیں لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہے۔ اور جو نہ جاننا چاہے اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ يٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا پختہ بات ہے حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ حرام قرار دیا ہے میرے رب نے بے حیائیوں کو مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ جو ظاہراً کی جاتی ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ طور پر کی جاتی ہوں وَالْاِثْمَ اور گناہ کو حرام کیا ہے وَالْبَغْیَ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور زیادتی کو حرام کیا ہے جو ناحق ہو وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ اور یہ کہ تم شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مَا ایسی مخلوق کو لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا جس

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اور یہ کہ تم کہو اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اور ہر امت کیلئے ایک میعاد ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت ان کی میعاد آئے گی لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً تو نہ پیچھے ہوسکیں گے ایک گھڑی وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہوسکیں گے يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے بنی آدم اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ جو بیان کریں تم پر میری آیتیں فَمَنِ اتَّقٰى پس جس نے تقویٰ اختیار کیا وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کی فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اور تکبر کیا ان سے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مشرکین کا حلال اشیاء کو حرام قرار دینا :

اس سے پہلے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ مشرکین نے اپنی مرضی سے کچھ چیزیں حرام قرار دی تھیں۔ خصوصاً حج کے دنوں میں کہ گوشت، مچھلی، انڈا وغیرہ نہیں کھاتے تھے کہ ہم عبادت کیلئے آئیں ہیں کھانے پینے کیلئے نہیں آئے اور کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی کہ اللہ نے ایسا کوئی حکم ان کو نہیں دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی باتیں لگاتے ہیں جو

نہیں جانتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ وہ چیزیں بیان فرماتے ہیں جو اس نے حرام قرار دی ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ پختہ بات ہے حرام قرار دیا ہے میرے رب نے بے حیائیوں کو مَا ظَهَرَ مِنْهَا جو ظاہراً کی جاتی ہیں ان میں سے۔ جیسے رقص ہے، ناچ ہے، سود ہے۔ یہ تمام چیزیں کھلی بے حیائی ہیں۔ اور تم لوگ یہ سب کام کرتے ہو۔ ان کا کوئی مجمع ناچ سے خالی نہیں ہوتا تھا اور آج بھی بڑے بڑے لوگ محفلوں میں ناچتے ہیں اور کئی دوسرے لوگوں کو نچاتے ہیں اور حیوانوں کو نچاتے ہیں، یہ رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ وَمَا بَطَنَ اور جو پوشیدہ طور پر کی جاتی ہیں بے حیائی کی چیزیں ان کو بھی رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور تم ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے وَالْاِثْمَ اور اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا گناہ حرام قرار دیا ہے قولی ہو یا فعلی ہو، اللہ تعالیٰ کے حقوق کو توڑنا ہو یا آنحضرت ﷺ کے حقوق کو ضائع کرنا ہو یا بندوں کے حقوق کو پائمال کرنا ہو، اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ اور زیادتی جو ناحق ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے۔ ایک زیادتی ناحق ہوتی ہے اور ایک زیادتی حق ہوتی ہے۔ زیادتی ناحق یہ ہے کہ مثلاً بلاوجہ کسی کو مکا مار دیا یا ڈنڈا مار دیا اور زیادتی حق یہ ہے کہ ایک آدمی نے مکا مارا اور اس نے جواب میں بدلہ لینے کیلئے مکا مارا تو یہ زیادتی حق ہے حقیقت میں یہ زیادتی تو نہیں ہے لیکن شکل اس کی چونکہ زیادتی کے ساتھ ملتی ہے اس وجہ سے اس کو بھی زیادتی کہہ دیتے ہیں کہ جی اس نے اس کیساتھ زیادتی کی اور اس نے اس کے ساتھ زیادتی کی اور حالانکہ دوسرے نے بدلہ لیا ہے لیکن ہم شکل ہونے کی وجہ سے اس کو زیادتی کہا جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ جوابی مکا اتنا مارے جتنا اس نے مارا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس

نے پانچ سیر کا مکا مارا ہے اور یہ دس سیر کا مکا مار دے، اب یہ ظالم بن جائے گا اور معاف کر دینا بہتر ہے کہ کہیں تمہارے مکا مار دینے میں زیادتی نہ ہو جائے۔ کیونکہ انسان جب غصے اور جوش میں ہوتا ہے تو بہت کچھ کر لیتا ہے۔ لھذا معاف کرنا ہی بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے ان میں سے ایک کی رگیں پھولی ہوئی تھیں چہرہ سرخ اور بڑے غصے میں تھا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ وہ کلمہ پڑھ لے جو میں بتلاتا ہوں تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا وہ کلمہ یہ ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھے اور پانی پیئے۔ وہ چونکہ غصے میں تھا اس نے خود تو بات نہ سنی ساتھیوں نے اس کو کہا کہ آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھ لے۔ کہنے لگا کہ میں کوئی پاگل ہوں۔ تو غصے کی حالت میں اس نے یہ کہا تو غصہ بری چیز ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم پہلوان کسے کہتے ہو کہنے لگے حضرت پہلوان وہ ہوتا ہے جو میدان میں دوسرے کو پچھاڑ دے۔ آپؐ نے فرمایا لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ مَنْ یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ " پہلوان وہ نہیں ہے جو میدان میں دوسرے کو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصے پر قابو پائے" وَاَنْ تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ اور یہ کہ تم شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ایسی مخلوق کو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری یہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے کہ تم مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ فرشتوں میں، نہ پیغمبروں میں، نہ عام انسانوں میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھانا بھی شرک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِکُمْ اپنے باپ دادا کی قسمیں نہ

اٹھاؤ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بَاللهِ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور یہ کہ تم کہو اللہ تعالیٰ پر جو تم نہیں جانتے ۔ جو چیز رب تعالیٰ نے حرام نہیں کی تم کہتے ہو کہ رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہ حرام ہے یہ رب تعالیٰ پر بہتان ہے اور اس سے بڑا کون ظالم ہے جو رب تعالیٰ پر بہتان باندھتا ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اور ہر امت کیلئے ایک میعاد ہے۔ ہر گروہ اور ہر طبقہ کیلئے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت ان کی میعاد آئے گی لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً تو نہ پیچھے ہو سکیں گے ایک گھڑی وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکیں گے۔ جس وقت انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتوں کو دیکھ کر منتیں کرتا ہے اور کہتا ہے لَوْلَا اَخَّرْتَنِىْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (پ:۲۸) کیوں نہ تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی کہ میں صدقہ خیرات کرتا اور نیکیوں میں داخل ہو جاتا۔ حالانکہ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (پ،۲۸) ہرگز مہلت نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو جب اس پر موت آجاتی ہے۔ لوگوں نے غلط قصے کہانیاں بنائی ہوئی ہیں کہ فلاں شخص کا یہ نام تھا فرشتے کو مغالطہ ہو گیا اور اس نام کے دوسرے شخص کی جان نکال کر لے گیا حَاشَا وَ كَلَّا ایسی کوئی بات نہیں ہے اور رب تعالیٰ کے نظام میں کوئی مغالطہ نہیں ہے، بندوں کو مغالطہ لگ سکتا ہے۔ چنانچہ انگریز دور میں مولانا فضل حق رامپوری انگریز کے خلاف تھے اور ایک تھے مولانا فضل حق خیر آبادی۔ تو مولانا فضل حق رامپوری کے خلاف وارنٹ جاری ہوئے اور بجائے مولانا رامپوری کے، مولانا فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کر کے کالے پانی لے گئے۔ بیچارے کالے پانی میں رہے اور وہی ان کی

وفات ہوئی۔لیکن رب تعالیٰ کے کارندوں کوکوئی مغالطہ نہیں لگتا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اے اولاد آدم اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں
سے یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ جو بیان کریں تم پر میری آیتیں فَمَنِ اتَّقٰی پس جس نے
تقویٰ اختیار کیا وَاَصۡلَحَ اور اس نے اصلاح کی فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ پس نہ ان پر کوئی خوف
ہوگا وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔قادیانیوں نے اس آیت کریمہ سے اجراء
نبوت پر استدلال کیا ہے کہ نبوت جاری ہے ختم نہیں ہوئی اور استدلال اس طرح کیا ہے
کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ اے اولاد آدم اگر آئیں
تمہارے پاس رسول تم میں سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کے پاس پیغمبر آتے رہیں گے اور حکم
ہے کہ جب پیغمبر آئے تو اس پر ایمان لاؤ تو ہم بھی بنی آدم ہیں ہمارے پاس پیغمبر آئے تو
ہم کیوں نہ مانیں۔جواب یہ ہے کہ جب نسلِ انسانی چلی تھی اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہی فرما
دیا تھا کہ اے بنی آدم تمہارے پاس پیغمبر آتے رہیں گے اس ارشاد کے مطابق پیغمبر آتے
رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے
وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ (پ،۲۸،صف) کی بشارت
سنائی۔"اور میں خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام
احمد ہوگا" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام احمد بھی اور محمد بھی ہے۔اور جب آپ دنیا
میں تشریف لے آئے تو رب تعالیٰ نے فرمادیا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ
وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (پ،۲۲) محمد (ﷺ) باپ نہیں کسی کا تمہارے
مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ تعالیٰ کا اور مہر سب نبیوں پر ہے۔آنحضرتؐ کے تین

بیٹے تھے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عبداللہ کا لقب طاہر بھی تھا اور طیب بھی تھا۔ تینوں نابالغ فوت ہوئے ہیں رجل کوئی نہیں بنا، بالغ کوئی نہیں ہوا اور چار بیٹیاں تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پہلے ان دونوں کا نکاح ابولہب کے بیٹوں کے ساتھ ہوا تھا لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی وجہ سے ان کو طلاق ہوئی۔ عدت ختم ہونے پر آنحضرت ﷺ نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا یہ فوت ہوگئیں تو پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کر دیا اور آپ کی بڑی لڑکی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ تو اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ کا خطاب ہر زمانے کے بنی آدم کو نہیں ہے یہ ابتداءً تھا سلسلہ نبوت چلتا رہا اور آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا۔

خاتم النبیّین :

آپ خاتم النبیّین ہیں۔ آپ کے بعد دنیا میں کوئی سچا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ ترمذی شریف صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں اور دیگر احادیث کی کتابوں میں صحیح روایات موجود ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِانْقَطَعَتْ بے شک رسالت اور نبوۃ ختم اور منقطع ہو چکی ہے۔ فَلاَ رَسُوْلَ بَعْدِی وَلاَ نَبِیَّ بَعْدِی سو میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ یعنی نہ کوئی شریعت والا نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ بغیر شریعت کے

اور یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَاِنَّهٗ سَیَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ كَذَّبُوْنَ ثَلَاثُوْنَ اور بے شک میری امت میں تیس کے قریب بڑے بڑے جھوٹے ہوں گے كُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیُّ اللّٰهِ ان میں سے ہرایک یہ دعوی کرے گا کہ میں نبی ہوں وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ حالانکہ میں خاتم النبین ہوں اور میرے بعد اور کوئی نبی نہیں ہے (ابوداود،ص ۲۲۸،ج ۲) ان دجالوں میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے۔اور ان کی تبلیغ اب بھی جاری ہے۔اور تبلیغ کے لحاظ سے سب سے نرم فرقہ قادیانیوں کا ہے۔ بڑے آہستہ اور دیمک کی طرح چاٹتے ہیں لھذا ان کے دھوکے میں نہ آنا۔اللہ تعالیٰ نے نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم کردی ہے۔فرمایا وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا اور تکبر کیا ان سے،انکار کیا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا یہ فرمان جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے سنا تو پریشان ہو گئے،تکبر کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکے کہنے لگے حضرت ہم تو تکبر کرتے ہیں۔تو پھر ہم میں سے کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اچھا لباس ہو، پٹے رکھے ہوئے ہوں تیل لگا ہوا ہو، کنگھی کی ہوئی ہو۔آپؐ نے فرمایا اچھے لباس کا نام تکبر نہیں ہے یہ تو تَجَمُّلَ ہے۔اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ "اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔" فرمایا تکبر ہے غَمْطُ النَّاسِ وَبَطَرُ الْحَقِّ لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق کو ٹھکرا دینا۔شرعی دائرے میں رہ کر اچھا لباس پہننا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ○ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ○

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افتری باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا اس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ یہی لوگ ہیں جن کو

پہنچے گا ان کا حصہ مِّنَ الْكِتٰبِ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ
رُسُلُنَا یہاںتک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے
يَتَوَفَّوْنَهُمْ جو ان کی جان نکالتے ہیں قَالُوْٓا ان کو کہتے ہیں اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے قَالُوْا وہ کہتے
ہیں ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اور گواہی
دیں گے اپنی جانوں پر اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ کہ بے شک تھے وہ کفر کرنے والے
قَالَ فرمائیگا اللہ تعالیٰ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ داخل ہو جاؤ ان امتوں میں قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے گزری ہیں مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنوں اور انسانوں
میں سے فِي النَّارِ دوزخ میں كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ جب کبھی داخل ہوگی کوئی
امت لَّعَنَتْ اُخْتَهَا لعنت کرے گی دوسری پر حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا
یہاںتک کہ جب سارے جمع ہو جائیں گے دوزخ میں قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ کہے گی
پچھلی ان میں سے لِاُوْلٰىهُمْ پہلوں کے بارے میں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار!
هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا انھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ پس
دے تو ان کو دُگنا عذاب آگ میں قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ ہر ایک کیلئے دگنا عذاب
ہے وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ اور لیکن تم نہیں جانتے وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ اور
کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ پس نہ ہوئی
تمھارے لیے ہمارے اوپر کوئی فضیلت فَذُوْقُوا الْعَذَابَ پس چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ بسبب اس کے جو تم کماتے تھے۔

ظلم اور ظالموں کی اقسام :

دنیا میں ظلم کی بھی بڑی قسمیں ہیں اور ظالموں کی بھی بڑی قسمیں ہیں۔ ظلم بھی بہت ہیں اور ظالم بھی بہت ہیں مگر جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتا ہے وہ اَظْلَمُ ہے اَظْلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے جسطرح اکبر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا معنٰی ہے اللہ سب سے بڑا ہے تو اظلم کا معنٰی سب سے بڑا ظالم۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں حالانکہ وہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے۔ اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی، اپنے افعال میں بھی ایک تو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے بڑا ظالم ہے۔ سورۃ لقمان میں ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ مشرک بڑا ظالم ہے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا بھی بڑا ظلم ہے۔ یہودیوں نے عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسٰیؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور مشرکوں نے کہا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ (پ۱۴) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں۔

رب تعالیٰ کو گالیاں دینے کا مطلب :

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَشْتِمُنِىْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَيُكَذِّبُنِىْ اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ ”ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اسے گالیاں دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے جھٹلانے کا حق نہیں پہنچتا“ گالیاں کس طرح دیتا ہے؟ یَدْعُوْالِی وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ رب کی طرف اولاد کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔ جسطرح ہماری اولاد کے متعلق کوئی یہ کہے کہ یہ تیری اولاد نہیں ہے، یہ گالی ہے۔ تکذیب اس طرح کرتا ہے، کہتا ہے لَنْ یُعِیْدُنِی اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ بعث بعد الموت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں کہتا ہوں کہ ضرور اٹھاؤں گا۔ اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا اس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والا بھی بڑا ظالم ہے۔ آج کتنے ظلم کی بات ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے بھی شرعی احکام کی مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بچائے۔ اُولٰٓئِکَ یَنَالُھُمْ نَصِیْبُھُمْ یہی لوگ ہیں جن کو پہنچے گا ان کا حصہ مِّنَ الْکِتٰبِ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ سزا اسے دنیا میں بھی پہنچے گی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے سزا کا جو حصہ لکھا ہے وہ ان کو ضرور پہنچے گا حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا یہانتک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے یَتَوَفَّوْنَھُمْ جو ان کی جان نکالتے ہیں قَالُوْا فرشتے ان کو کہتے ہیں اَیْنَ مَا کہاں ہیں وہ کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے قَالُوْا مرنے والے کہتے ہیں ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے غائب ہوگئے ہیں وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اور گواہی دیں گے اپنی جانوں پر اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ کہ بے شک تھے وہ کفر کرنے والے۔ اس وقت کفر، شرک کے اقرار کا کیا فائدہ کہ موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔

؎ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

روح قبض کرنے والا ایک ہے یا زیادہ ہیں؟

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جان نکالنے والا فرشتہ ایک ہے یا زیادہ ہیں۔ علماء کا ایک طبقہ کہتا ہے، ایک فرشتہ سب کی جان نکالتا ہے۔ اور دلیل دیتے ہیں مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (پ، ۲۱) موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ اور علماء کا دوسرا طبقہ کہتا ہے نہیں بلکہ یہ ایک مستقل محکمہ ہے اس میں بے شمار فرشتے ہیں اور ملک الموت ان کا انچارج ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔ حَتّٰی اِذَاجَآءَ تْھُمْ رُسُلُنَا یہاں تک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے۔ تو یہ جمع کا صیغہ ہے اور آگے قَالُوْا ہے کہ وہ فرشتے کہتے ہیں یہ جمع کا صیغہ ہے جو تعدد پر دلالت کرتا ہے۔ اور سورۃ محمد میں آتا ہے فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ پس کیا حال ہوگا اس وقت جب فرشتے ان کی جانیں نکالیں گے، یہاں جمع کا صیغہ ہے، لھذا جان نکالنے والا ایک فرشتہ نہیں ہے بلکہ بے شمار فرشتے ہیں جن کا سربراہ ملک الموت ہے۔

عذابِ قبر حق ہے:

ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اھل حق کا مذہب ہے کہ قبر میں عذاب بھی حق ہے اور ثواب بھی حق ہے اور اس دعوے پر صحیح احادیث بھی موجود ہیں اور قبر میں سوال جواب بھی حق ہے۔ اگر مرنے والا نافرمان ہو تو اس کے سوال جواب کیلئے منکر نکیر آتے ہیں علیھما الصلاۃ والسلام۔ اور اگر نیک ہو تو اس کے لیے مُبَشِّر بَشِیْر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے مَنْ نَّبِیُّکَ تو کس کو نبی مانتا ہے مَادِیْنُکَ تو کس دین پر

ہے۔اور کئی مُلحِدُ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ عذاب قبر اور قبر میں سوال جواب کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس طرح کرتے ہیں کہ ہم قبر میں مردے کے ساتھ ایک زندہ آدمی کو بھی لٹا دیتے ہیں۔فرشتے سوال کریں گے تو زندہ آدمی آکر ہمیں بتلائے گا کہ واقعی فرشتوں نے آکر سوال کیے ہیں اور میں نے سنے ہیں۔اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے ایسی کوئی بات نہیں تھے۔بھائی بات یہ ہے کہ یہ چیزیں عالم غیب سے تعلق رکھتی ہیں اور ایمان بالغیب ضروری ہے۔یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم سے مخفی رکھی ہیں۔قبر میں مردے کے ساتھ لیٹنے کی کیا ضرورت ہے مرنے والے سے فرشتوں کا سوال کرنا تو اسی آیت کریمہ میں موجود ہے۔اور مرنے والے کا جواب بھی موجود ہے کہ فرشتے جب ان کی جان نکالتے ہیں قَالُوْا کہتے ہیں اَیْنَ مَاکُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے قَالُوْا وہ جواب دیتے ہیں ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں۔لھذا قبر میں لیٹنے کی بجائے مرنے والے کے سرھانے بیٹھ جاؤ اور یہ جو باقاعدہ گفتگو ہوتی ہے۔جس کا ابھی ذکر ہوا اس کو سنو۔کیا تم سن سکتے ہو یا کبھی کسی نے سنی ہے؟ جبکہ یہ نص قطعی سے ثابت ہے تو قبر میں تم کس طرح سن سکتے ہو؟ یہ باتیں ایمان بالغیب ہے۔اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بتلا دے تو ایمان بالغیب نہیں رہتا حالانکہ ہم سے ایمان بالغیب مطلوب ہے۔فرمایا یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ہدایت یافتہ وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔منکرین کے جواب کے لئے اس آیت کو نہ بھولنا۔تو مرتے وقت کافر مشرک اپنے کفر شرک کا اقرار کریں گے قَالَ فرمائیگا اللہ تعالیٰ اُدْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ داخل ہو جاؤ ان امتوں میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ جو تم سے پہلے گزری ہیں مِنَ الْجِنِّ جنات میں سے وَالْاِنْسِ اور

انسانوں میں سے فِی النَّارِ دوزخ میں جاچکی ہیں تم بھی ان کے ساتھ جاملوتمہارا ٹھکانا بھی دوزخ ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ......

جنات کو بھی عذابِ جہنم ہوگا :

جنات بھی دوزخ میں جائیں گے اور انسان بھی۔ بعض مُلحِد قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ جنات کی تخلیق آگ سے ہے اور دوزخ میں بھی آگ ہے۔ تو آگ سے آگ کو کیا تکلیف ہوگی۔ تو یہ ان کا ڈھکوسلہ ہے۔ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اتنی تیز آگ میں اس کو تکلیف ہو تو کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ پھر جہنم کے طبقوں میں تفاوت بھی ہے۔ حدیث پاک میں آتا کہ جہنم کے بعض طبقوں نے دوسروں کی شکایت کی کہ اے رب مجھے وہ کھا گیا ہے، اس کی آگ مجھے کھا گئی ہے اور زمہریر بھی دوزخ گا ایک ٹھنڈا طبقہ ہے۔ اس نے بھی دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ یہ مجھے کھا گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک سانس لے لو۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ ایک سانس آگ نے لیا، فرمایا دنیا میں جو تم شدید گرمی محسوس کرتے ہو یہ اس سانس کی بھاپ ہے۔ اور شدید سردی جو تم محسوس کرتے ہو جس میں پانی اور تیل بھی جم جاتا ہے۔ یہ اس ٹھنڈے طبقے کا ایک سانس ہے كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ جب بھی داخل ہوگی کوئی امت لَّعَنَتْ اُخْتَهَا اخت کے معنٰی بہن کے ہیں اور مراد دوسرا ساتھی ہے۔ لعنت کرے گی دوسری پر او ملعونو! ہم تو آئے ہیں تم بھی آئے ہوئے ہو۔ حَتّٰى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا یہاں تک کہ جب سارے جمع ہو جائیں گے دوزخ میں قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ کہے گی ان میں سے پچھلی پہلوں کے بارے میں رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا اے ہمارے پروردگار! انھوں نے

ہمیں گمراہ کیا تھا، یہ ہمارے بڑے تھے ہم ان کے پیچھے چلتے رہے فَاٰتِھِمْ عَذَابًا ضِعْفًامِنَ النَّارِ پس دے ان کو دُگنا عذاب آگ میں۔ یاد رکھنا اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اتنی سمجھ دی ہے کہ وہ کھوٹی کھری چیز کا امتیاز کر سکتا ہے۔ آج بھی کسی بھولے سے بھولے آدمی کو پھٹا پرانا نوٹ دو تو نہیں لے گا۔ جب دنیا میں ہم اتنی تمیز کر سکتے ہیں تو پھر عقیدے اور عمل کے صحیح اور غلط ہونے کی تمیز کیوں نہیں کر سکتے؟ لیکن اگر کوئی بغیر سوچ سمجھے غلط لوگوں کے پیچھے لگا رہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار دعوت دی ہے۔ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ کیا تم سمجھتے نہیں ہو اَفَلاَ یَعْقِلُوْنَ کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ قیامت والے دن دوزخ میں جلنے والے کہیں گے لَوْ کُنَّانَسْمَعُ اَوْنَعْقِلُ مَاکُنَّافِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرُ (پ، ۲۹ سورۃ ملک) اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ رب تعالیٰ نے عقل بڑی دولت اور نعمت عطا فرمائی ہے اگر ہم اس سے کام لیں۔ قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے لِکُلٍّ ضِعْفٌ ہر ایک کیلئے دگنا عذاب ہے۔ ان کیلئے تو اس وجہ سے کہ انھوں نے خود کفر شرک کیا اور دوسروں کو کفر شرک کے راستے پر چلایا اور تمہارے لئے اس وجہ سے کہ تم نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور سوچا سمجھا نہیں، سابقہ امتوں کے حالات سے عبرت حاصل نہیں کی لھذا تمہارے لئے بھی ڈبل عذاب ہے۔ اور سورۃ نباءؔ میں ہے فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَزِیْدَکُمْ اِلاَّعَذَابًا پس مزہ چکھو ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔ دن بدن کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا اور مومنوں کے لئے جنت میں نعمتوں اور خوشیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ جنت میں پہلے دن جو پھل ملیں گے اسی شکل کے دوسرے دن ملیں گے لیکن پہلے دن سے ذائقہ علیحدہ ہوگا، تیسرے دن کا ذائقہ الگ ہوگا،

چوتھے دن کا ذائقہ علیحدہ ہوگا اور کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا وَّلٰـکِـنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ اور لیکن تم نہیں جانتے۔ کہ دوسروں کو ملعون کرنے والے تم بھی ڈبل سزا کے مستحق ہو وَقَـالَـتْ اُوْلٰهُمْ لِاُخْرٰهُمْ اور کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو فَـمَـا كَـانَ لَكُمْ عَلَيْنَامِنْ فَضْلٍ پس نہ ہوئی تمھارے لیے ہمارے اوپر کوئی فضیلت۔ تم نے ہماری شکایت کی تھی، ہمیں مجرم قرار دینے کی کوشش کی تھی مگر اس کا تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ عذاب سے تو تم بھی نہ بچ سکے۔ یہ نوک جھوک دوزخ میں ہوتی رہے گی۔ فرمایا فَذُوْقُـوا الْعَذَابَ پس چکھو عذاب بِـمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ بسبب اس کے جو تم کماتے تھے۔ جو عقیدہ اور عمل تم نے کمایا آج اس کی سزا بھگتو۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے اور دوزخ کے کاموں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ○ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ○ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ز اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ج وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا قف وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ج لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا بے شک وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری ایتوں کو وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا اور تکبر کیا ان سے لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ نہیں کھولے جائیں گے ان کیلئے اَبْوَابُ السَّمَآءِ آسمان کے دروازے وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اور نہ

داخل ہوں گے وہ جنت میں حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ یہاںتک کہ داخل ہو جائے اونٹ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ سوئی کے سوراخ میں وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ اوراسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرموں کولَھُمْ مِنْ جَھَنَّمَ مِھَادٌ ان کیلئے جہنم میں بچھونے ہوں گے مِنْ فَوْقِھِمْ غَوَاشٍ اوراوپر پردے ہونگے وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ اوراسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کووَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جوایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے عمل کئے اچھے لَانُکَلِّفُ نَفْسًا ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کواِلَّا وُسْعَھَا مگراس نفس کی طاقت کے مطابق اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ وہ لوگ جنت والے ہیں ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے وَنَزَعْنَا اورہم نکال دیں گے مَافِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ جوکچھ ان کے سینوں میں ہوگا کینہ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں وَقَالُوْا اور کہیں گے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہماری رہنمائی کی اس مقام تک وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ اورنہیں تھے ہم ہدایت پانے والے لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ اگراللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ البتہ تحقیق آچکے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ اور ان کوپکارا جائے گا کہ یہ ہے وہ جنت اُوْرِثْتُمُوْھَا جس کے تم وارث بنائے گئے ہو بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بسبب اس کے جوتم عمل کرتے تھے۔

اس سے قبل کافروں اور مشرکوں کا ذکر تھا اور اب ان کے انجام کا ذکر ہے۔ کیونکہ ہر عمل کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس کا نتیجہ نہ ہو۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا بے شک وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا اور تکبر کیا ان سے ان کو نہ مانا اور رد کر دیا اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ فرمایا لَاتُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ نہیں کھولے جائیں گے ان کیلئے آسمان کے دروازے۔ صحیح روایات میں آتا ہے اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ وضاحت کر رہی ہے کہ آسمانوں کے دروازے ہیں اور فرشتے ان سے آتے جاتے ہیں۔ نیک لوگوں کے اعمال اوپر جاتے ہیں اور رب تعالیٰ کی رحمتیں نیچے نازل ہوتی ہیں۔ انسان کی وفات کا جب وقت آتا ہے تو فرشتے روح نکالنے کیلئے آتے ہیں۔ ایک فرشتہ آگے ہو کر روح نکالتا ہے اور اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتے معاون قطار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر مرنے والا آدمی نیک ہے تو اس کی روح کیلئے جنت سے کپڑا اور خوشبوئیں لاتے ہیں اور اگر برا آدمی ہے تو اس کیلئے جہنم سے بدبودار ٹاٹ لاتے ہیں وہ فرشتہ روح نکال کر دوسروں کے حوالے کر دیتا ہے۔ وہ فرشتے روح لیکر آسمان تک پہنچتے ہیں۔ نیک شخص کی روح کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، ساتوں آسمانوں سے گذار کر علیین کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں جو نیک لوگوں کی ارواح کا ٹھکانا ہے۔ اگر کافر مشرک نافرمان ہے تو اس کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ وہاں سے اس کو گرا کر ساتویں زمین کے نیچے سجین کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہ کافروں، مشرکوں اور نافرمانوں کی ارواح کا ٹھکانا ہے۔ علیین اور سجین دونوں کا ذکر ۳۰ پارے میں موجود ہے۔ ایک تو مکذبین اور متکبرین عن ایات اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو

جھٹلانے والے اور انکار کرنے والوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے اور کیا ہوگا؟ فرمایا وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ اور نہ داخل ہوں گے وہ جنت میں حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ یہانتک کہ اونٹ داخل ہو جائے سوئی کے سوراخ میں۔ جس میں دھاگہ بھی بڑی مشکل سے داخل ہوتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں تَعْلِيْقُ بِالْمُحَالِ کسی چیز کو محال چیز کے ساتھ معلق کرنا کہ جس طرح اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے نہیں گذر سکتا اسی طرح کافر بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو۔ اس کے علاوہ اور کیا ہوگا؟ فرمایا لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ ان کیلئے دوزخ میں بچھونے ہوں گے۔ گرمی میں لوگ سوتے وقت عموماً نیچے دری چادر وغیرہ بچھا لیتے ہیں مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ اور اوپر پردے ہونگے۔ گرمی میں مکھی مچھر سے بچنے کیلئے لوگ اوپر چادر لے لیتے ہیں اور سردی کے زمانے میں نیچے گدا اور اوپر تلائی رضائی لیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جہنمیوں کے اوپر نیچے آگ ہوگی۔ گدا، دری بھی آگ اور چادر رضائی بھی آگ ہوگی۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔ اب مومنوں کا نتیجہ بھی سن لو۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے اچھے یعنی خالی ایمان نہیں بلکہ ساتھ اچھے عمل بھی کیئے۔ محض ایمان کے دعوے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا جب تک ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں۔ ان کی جزا کیا ہوگی؟ فرمایا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وہ لوگ جنت والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے درمیاں میں جملہ مُعْتَرِضَہ ہے لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس

کی طاقت کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو کر نہ سکتے ہوں یا ان کی ہمت سے زیادہ ہو اور وہ کر نہ سکتے ہوں۔ چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں فرض ہیں کوئی بڑے آرام سے بھی پڑھے تو ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگتا۔ تو چوبیس گھنٹوں میں ایک گھنٹہ کوئی بڑی بات نہیں ہے پھر اگر کوئی کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے سے پڑھ لے اور سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینے کے روزے ہیں۔ باقی گیارہ مہینوں میں کوئی روزہ فرض نہیں ہے۔ اور زکوٰۃ اس پر ہے جس کے پاس رقم ہو اور صاحب نصاب ہو اور جس کے پاس رقم نہیں ہے اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ تو یہ اعمال کرنے والے جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے وَنَزَعْنَا مَافِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور ہم نکال دیں گے جو کچھ ان کے سینے میں ہوگا کینہ۔ دنیا میں انسانوں کو جھگڑنے کے بڑے اسباب ہیں۔ مالی لحاظ سے، رشتے کیوجہ سے، عہدے کی وجہ سے ایک دوسرے کیخلاف بغض اور کینہ بھی ہوتا ہے، عداوت بھی ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات شرارتی لوگ بھی آپس میں لڑا دیتے ہیں دنیا میں شرارتی لوگ بھی بڑے ہیں۔ تو دنیا میں ایک دوسرے کے خلاف بغض، کینہ ذاتیات کی وجہ سے تھا یا شرارتی لوگوں کے اکسانے کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مومنوں کے دلوں سے نکال دیں گے وہ کہاں نکالیں گے؟ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ پُل صراط سے گذر کر جنت سے پہلے ایک پُل ہے هِيَ قَنْطَرَةٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پُل ہے۔ اس پر جب پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کیخلاف جو بغض کینہ ہوگا اس کو نکال دیں گے۔ پھر ایک دوسرے کے ساتھ پیار، محبت اور الفت ہوگی۔

ایک دوسرے کیخلاف جذبات ختم ہو جائیں گے دل شیشے کی طرح صاف ہو جائیں گے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ جنت کے ہر علاقے میں نہریں چلتی ہوں گی وَقَالُوا اور مومن کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا جس نے ہماری رہنمائی کی اس مقام تک اور ہم یہاں تک پہنچے وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ اور نہیں تھے ہم ہدایت پانے والے لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی تو ہمیں ہدایت نصیب ہوئی۔ رب تعالیٰ نے ہدایت کس طرح دی؟ فرمایا لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ البتہ تحقیق آچکے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ۔ وہ ہمارے لئے رہبر اور ہادی بن کر آئے، انھوں نے ہمیں ہدایت کے راستے بتائے، نیکی بدی سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے جن میں ہدایت کا پروگرام تھا اور ہر زمانے میں حق کی آواز بلند کرنے والے کھڑے کئے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے عقل جیسی دولت سے نوازا۔ یہ تمام ہدایت کے اسباب اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے۔ وَنُوْدُوْٓا اور ان کو پکارا جائے گا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو۔ اور وارث کیوں بنائے گئے ہو؟ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بسبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔ عمل جنت میں داخلے کا سبب ہے اور داخلے کی علت تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

ہر شخص فضل الٰہی سے جنت میں جائے گا نہ کہ عمل سے :

ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس کا عمل اس کو جنت میں داخل کرے جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے کہا

حضرت ہمارے عمل تو خیر کیا ہوں گے آپ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتے؟ حدیث پاک میں آتا ہے فَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى هَامَتِهِ آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر پر رکھا اور فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِفَضْلٍ مِّنْهُ وَرَحْمَةٍ اور میں بھی صرف عمل کے زور پر جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہو گی۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سمجھانے کیلئے اپنے زمانے اور دور کے لحاظ سے مثال دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں گاڑی ہے اس کا انجن ہے اسکے ڈرائیور اور معاونین اس کے ساتھ ہوتے ہیں اس میں چلنے کے تمام کل پرزے موجود ہیں اور چلانا اس کو ڈرائیور نے ہے لیکن گارڈ جب تک سبز جھنڈی نہیں ہلائے گا اس وقت تک چلے گی نہیں۔ یہ اعمال سمجھو گاڑی ہے، انجن ہے، ڈرائیور ہے، سب کچھ ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت کی جھنڈی جب تک نہیں ہلے گی تب تک بندہ جنت میں نہیں جا سکے گا تو اعمال سبب ہیں اور رب تعالیٰ کا فضل و کرم جنت میں داخلے کی علت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بتائے ہیں۔ مزید بحث آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَنَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ وَبَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ۫ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

وَنَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو اَنْ قَدْ وَجَدْنَا کہ بے شک ہم نے پالیا ہے مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا جس کا وعدہ کیا تھا ہم سے ہمارے رب نے بالکل حق فَهَلْ وَجَدْتُّمْ پس کیا تم نے پالیا ہے مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا جو وعدہ کیا تمہارے پروردگار نے سچ

قَالُوْا نَعَمْ دوزخی کہیں گے ہاں فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَهُمْ پس اعلان کرے گا ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ظالموں پر الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے منکر ہیں وَبَیْنَهُمَا حِجَابٌ اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے یَّعْرِفُوْنَ كُلًّا جو پہچانیں گے ہر ایک کو بِسِیْمٰهُمْ ان کی نشانی کے ساتھ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ کہ بے شک سلام ہو تم پر لَمْ یَدْخُلُوْهَا وہ ابھی داخل نہیں ہوئے ہوں گے وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ اور وہ امید رکھتے ہوں گے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ اور جب پھر جائیں گی ان کی نگاہیں تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ دوزخ والوں کی طرف قَالُوْا اعراف والے کہیں گے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ نہ کرنا ہمیں ظالم قوم کے ساتھ۔

اس سے پہلے مومنوں اور کافروں کے انجام کا ذکر تھا کہ کافر مشرک دوزخ میں ہوں گے اور ان کے اوپر نیچے آگ ہوگی اور مومن جنت والے ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ جنت کا محل وقوع ایسا ہوگا جیسے بالا خانہ ہوتا ہے کہ اوپر والی منزل والے نیچے

والوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ جہنم نیچے ہوگی جنتی جہنمیوں کو چلتے پھرتے، آگ میں جلتے، چیخیں مارتے دیکھیں گے عجیب منظر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ اور جنتی جنت کے عیش و آرام میں ہوں گے جنت میں نہریں جاری ہوں گی حور و غلمان ہوں گے جو چاہیں گے رب ان کو فوراً دے گا بس ارادہ کرنے کی ضرورت ہوگی روایات میں آتا ہے کہ ایک بہت اونچا درخت ہوگا اس کی چوٹی پر پکے ہوئے پھل ہونگے یہ پھل کھانے کا ارادہ کرے گا اُدھر قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ وہ ٹہنی خود بخود جھک کر سامنے آجائے گی اس کو اوپر چڑھ کر اتارنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ پرندہ اڑ رہا ہوگا یہ اس کو کھانے کا خیال کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ذبح ہو کر روسٹ شدہ اس کے سامنے پلیٹ میں رکھا ہوگا رب تعالیٰ کی قدرت بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اور پکاریں گے جنت والے اَصْحٰبَ النَّارِ دوزخ والوں کو اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا کہ بے شک ہم نے پالیا ہے اس چیز کو جس کا وعدہ کیا تھا ہمارے ساتھ ہمارے رب نے بالکل حق فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا پس کیا تم نے پالیا ہے اس چیز کو جس کا تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا سچ۔ کہ تمہیں دوزخ میں سزا ہوگی سانپ ڈسیں گے، بچھو ڈسیں گے اور خاردار جھاڑیاں تمھاری خوراک ہوگی، گرم پانی تمہارے سروں پر ڈالا جائے گا، تمہارے چمڑے اتر کر نیچے گر جائیں گے اور جو اندر جائے گا انتڑیاں کاٹ کر پاخانے کے راستے نکال دے گا اس کو تم نے حق پایا ہے یا نہیں؟ قَالُوْا نَعَمْ دوزخی کہیں گے ہاں سچ پایا ہے۔ اقرار کے سوا کیا چارہ ہوگا فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ پس اعلان کرے گا ایک اعلان کرنیوالا، وہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہوگا بَيْنَهُمْ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان۔ ان کو بھی

سنائے گا اور ان کو بھی سنائے گا اور اس کی آواز ایسی ہوگی یَسمَعُ مَنْ بَعُدَ کَمَا یَسمَعُ مَنْ قَرُبَ دور والا ایسے ہی سنے گا جیسے قریب والا سنے گا۔ وہ فرشتہ کہے گا اَنْ لَّعنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ظالموں پر جنہوں نے شرک کیا کیونکہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔ اور شرک سے نیچے ظلم کی بہت سی قسمیں ہیں تو ظلم کرنے والوں پر رب تعالیٰ کی لعنت۔ ظالم کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی روکتے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہیں آدمی کرتا ہے تو اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں زبان سے چاہے نہ کہے۔ اس لئے مسئلہ یہ ہے کہ سنتیں اور نفلیں گھر میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اسلئے کہ جب بڑے گھر میں پڑھیں گے تو چھوٹوں کا ذہن بنے گا بچے دیکھیں گے کہ ابو کیا کر رہا ہے، دادا کیا کر رہا ہے، ہم نے بھی اسی طرح کرنا ہے۔ یہ وضو گھر میں کریں ان کی طرف دیکھ کر بچے بھی وضوء کا طریقہ سیکھیں گے اور اسی لئے حکم یہ ہے کہ حتی الوسع بڑی عمر کی عورتیں سر سے دوپٹہ نہ اتاریں کہ ان کی طرف دیکھ کر چھوٹی بچیاں بھی سر سے کپڑا اتار دیں گی کہ دادی اماں نے اتارا ہوا ہے، نانی اماں نے اتارا ہوا ہے اور عملی سبق کا اثر زیادہ ہوتا ہے بنسبت زبانی سبق کے۔ تو یہ قولاً بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور فعلاً بھی۔ کہ ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ حق سے رکتے ہیں وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی۔ کجی کا مطلب یہ ہے کہ نام اسلام کا لیں اور مرضی اپنی کریں۔ اس وقت ہمارے لیڈر یہی کچھ کر رہے ہیں۔ شریعت بہت بڑی شے ہے کون مسلمان ہے جو شریعت کو نہیں مانتا مگر اس کا نفاذ اور اس پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ دیکھ لینا

یہ شریعت بل بالکل منظور نہیں ہوگا ان کی موجودگی میں۔ ہاں اللہ تعالیٰ طالبان کی طرح کوئی آدمی لے آئے تو بات بنے گی کہ جو خود بھی عمل کرے اور دوسروں سے بھی عمل کروائے اور جنہوں نے خود کچھ نہیں کرنا وہ دوسروں پر شریعت کیسے نافذ کریں گے اور وہ اسلام ہے بھی نہیں ان کی مرضی ہے وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو زبانی اور کھلے طور پر منکر ہیں کہ اسلام کو مانتے ہی نہیں اور بعض عملی طور پر منکر ہیں یعنی زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں، قیامت کو مانتے ہیں مگر نہ کلمہ کے مطابق عمل کرنے کیلئے تیار ہیں اور نہ قیامت کی تیاری کرتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک آدمی سکول میں داخل ہو جاتا ہے مگر پڑھتا نہیں ہے سال مکمل ہونے پر اس نے کیا امتحان دینا ہے جس نے ایک دن بھی نہیں پڑھا۔ تو ایک آدمی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے مگر اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ تو یہ عملی طور پر منکر ہے عمل کے بغیر کچھ نہیں ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

جو لوگ عمل نہیں کرتے اور زبانی طور پر کہتے ہیں قبر حق ہے ثواب وعذاب حق ہے۔ صرف اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ بڑا ظلم ہے، زیادتی ہے اور حرامخوری ہے۔ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا هُمَا کی ضمیر جنت دوزخ کی طرف راجع ہے۔ جنت دوزخ کے درمیان ایک بہت بڑا جزیرہ ہوگا یا ایک بہت بڑا پلیٹ فارم ہوگا سمجھانے کیلئے کہہ رہا ہوں، اس کا نام اعراف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعَلَى

اَلْاَعْرَافِ رِجَالٌ اوراعراف پر کچھ مرد ہوں گے

اعراف کی وضاحت اور اہلِ اعراف :

اَعْرَاف عَرَفَ یَعْرِفُ سے ہے اس کا معنٰی ہے پہچاننا تو وہاں جو لوگ ہوں گے وہ جنتیوں کو بھی پہچانیں گے اور دوزخیوں کو بھی پہچانیں گے اس لئے اس کو اعراف کہتے ہیں۔ فرمایا یَعْرِفُوْنَ کُلًّا بِسِیْمٰھُمْ جو پہچانیں گے ہر ایک کو ان کی نشانی کے ساتھ۔ جنتیوں کو ان کی نشانی سے اور دوزخیوں کو ان کی نشانی سے۔ جنتیوں کی نشانی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ کچھ چہرے روشن ہونگے، عمدہ لباس پہنے ہوئے ہوں گے، بڑے صحت مند ہونگے اور کافروں کی نشانی وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ اور کتنے چہرے سیاہ ہوں گے، بری شکلیں ہونگی، زاروقطار روئیں گے اور چیخیں گے لیکن حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ اعراف میں کون لوگ ہوں گے؟ ایک تفسیر اس کی وہ ہے جو حدیث میں آئی ہے مَنِ اسْتَوَتْ حَسَنَاتُہٗ وَسَیِّاٰتُہٗ جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی کہ نیکیاں بھی پچاس ہیں اور برائیاں بھی پچاس ہیں تو یہ لوگ کچھ عرصہ میں رہیں گے دوزخ میں تو نہ جائیں گے کیونکہ برائیاں غالب نہیں ہیں اور جنت میں بھی اول دخول نصیب نہیں ہوگا کیونکہ نیکیوں کا پلڑا بھاری نہیں ہے۔ اعراف میں کتنا عرصہ رہیں گے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس کا علم ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور جنت میں نہ پہنچنا یہ بھی ایک قسم کی اذیت ہی ہے۔ اس کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ فترت کے زمانے کے لوگ ہوں گے عَلٰی فَتْرَۃٍ الرُّسُل فترت کا زمانہ وہ تھا کہ ایک نبی دنیا سے چلا گیا اور دوسرا ابھی آیا نہیں تو یہ درمیان کا جو عرصہ ہے یہ فترت کا زمانہ کہلاتا ہے۔ پہلے نبی کی تعلیم صحیح نہ رہی اس لئے وہ لوگ اتنے

مجرم نہیں جتنے پیغمبر کے تشریف لے آنے کے بعد کے لوگ مجرم ہوتے ہیں جو تسلیم نہ کریں آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا نہ کوئی سچا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن امت مرحومہ نے الحمد للہ آج تک اپنے دین کی حفاظت کی ہے اور قیامت تک حفاظت ہوتی رہے گی۔ ایک حدیث میں آتا ہے عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل کہ میری امت کے علماء ایسے ہی ہیں جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے یعنی جسطرح انھوں نے اپنے اپنے دور میں دین کی حفاظت کی اسی طرح یہ دین کی حفاظت کریں گے۔ حدیث کا یہ مطلب حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں بیان کیا ہے اور فرماتے ہیں اگر چہ حدیث ضعیف ہے مگر مفہوم صحیح ہے۔ اگر چہ اہل بدعت نے دین میں بڑی بڑی خرافات پیدا کی ہیں لیکن ہر جگہ میں آپ کو اصل دین ملے گا الحمد للہ اس امت نے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات اور جائز ناجائز تک کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی حفاظت کی ہے تیسری تفسیر یہ ہے کہ مومن جنات اعراف میں ہونگے لیکن جمہور کہتے ہیں کہ مومن جن بھی جنت میں جائیں گے اور چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اعراف والے وہ لوگ ہونگے جو مقروض فوت ہوئے۔ قرضہ بھی بہت بُری چیز ہے ایک سوئی بھی کسی کے ذمہ ہو تو وہ بھی بڑی بھاری ہے کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں واقعات نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بہت بڑے بزرگ نیک پرہیزگار آدمی کی وفات ہوگئی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا گزری فرمایا مجھے سزا تو نہیں ہوئی لیکن جنت کے دروازے کے اندر داخلہ ممنوع ہے مجھے کہتے ہیں کہ تو نے ہمسائے سے سوئی مانگ کر لی تھی کپڑا سینے کیلئے وہ تو نے واپس نہیں کی۔ جب تک وہ سوئی تیرے ورثہ واپس

نہیں دیں گے تو جنت میں نہیں جا سکتا۔ اندازہ لگاؤ کسی کے حق کا۔ سوئی کتنی بھاری ہے؟ اور یہاں تو لوگ دوسروں کی مشینیں، کارخانے، دوکانیں اور مکان غائب کر جاتے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یاد رکھنا حقوق العباد بہت سخت چیز ہے جب تک صاحب حق معاف نہیں کرے گا رب بھی معاف نہیں کرے گا چاہے حق باپ کا ہو، بھائی کا ہو، چچے کا ہو، پھوپھی کا ہو، بہن کا یا کسی اور کا ہو حق کی معافی نہیں ہے۔ پانچویں تفسیر یہ ہے کہ اصحاب اعراف وہ ہیں جنھوں نے جہاد کیا اور عُصَاةٌ لِاٰبَآئِهِمْ اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں۔ شہادت بھی بڑی چیز ہے مگر یاد رکھنا ماں باپ کی فرمانبرداری فرض عین ہے۔

والدین کا حق :

فتح الباری وغیرہ تمام کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے اور اس پر علماء اور محدثین کا اتفاق ہے کہ جہاد اگر فرض عین ہو تو پھر ماں باپ کی اجازت کے بغیر اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ اور فرض عین اس وقت ہوتا ہے کہ جس وقت ملک پر براہ راست حملہ ہو جائے اور اگر دوسرے علاقے میں جا کر لڑنا پڑے تو پھر ماں باپ کی اجازت کے بغیر جانا حرام ہے ایسا آدمی اگر مرا تو شہید تو ہوگا لیکن فوراً جنت میں نہیں جا سکتا۔ کچھ عرصہ اس کو اعراف میں رہنا پڑے گا۔ بہت سارے نوجوان جذبات میں آ کر ماں باپ کی کوئی قدر نہیں کرتے آنکھیں بند ہونے کے بعد پتہ چلے گا کہ ماں باپ کا کیا حق ہے۔ آجکل ماں باپ کے سامنے بعض دفعہ اولاد ایسے بات کرتی ہے جیسے اپنے دشمن کے ساتھ بات کر رہا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک کا حکم ہے کہ ان کے سامنے اُف بھی نہ کرو۔ رئیس التابعین حضرت سعید ابن مسیب فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے اولاد کو ایسے بات کرنی چاہیے جیسے سخت مزاج آقا کے

سامنے غلام بات کرتا ہے۔ لیکن آج اولاد اچھل اچھل کر حملہ کرتی ہے تجربہ شاہد ہے وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ کہ بے شک ہماری طرف سے تم پر سلام ہو لَمْ يَدْخُلُوْهَا اور وہ اعراف والے ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ اور وہ امید رکھتے ہوں گے کہ ہم ایک نہ ایک دن جنت میں داخل ہو جائیں گے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں اعراف والوں کی تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ دوزخ والوں کی طرف اور وہ ان کو دیکھیں گے تو قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ نہ کر ہمیں ظالم قوم کے ساتھ۔ کیونکہ ہم تو درمیان میں ہیں۔ اِدھر بھی جا سکتے ہیں اور اُدھر بھی جا سکتے ہیں۔ لیکن اے ہمارے پروردگار ہماری دعا ہے کہ ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی حقیقت بتلا دی ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰی عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ○ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ هُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا اور پکاریں گے اعراف والے کچھ آدمیوں کو یَّعْرِفُوْنَهُمْ جن کو وہ پہچانیں گے بِسِیْمٰهُمْ ان کی علامتوں سے قَالُوْا کہیں گے مَآ اَغْنٰی عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ نہ کفایت کی تم کو تمہاری جماعت نے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ اور جو کچھ تم تکبر کرتے تھے اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کیا یہ وہ

لوگ ہیں اَقْسَمْتُمْ کہ تم قسمیں اٹھاتے تھے لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ کہ اللہ ان کو رحمت نہیں پہنچائے گا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ (ان کو تو حکم ہو چکا ہے) داخل ہو جاؤ جنت میں لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ نہ خوف ہو گا تم پر وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اور نہ تم غمگین ہو گے وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ کہ بہادو ہمارے اوپر کچھ پانی اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یا جو کچھ اللہ نے تمہیں روزی دی ہے قَالُوْا جنت والے کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا ہے کافروں پر الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا جنھوں نے ٹھہرایا اپنے دین کو کھیل وَّلَعِبًا اور تماشا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ پس آج ہم ان کو فراموش کر دیں گے كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا جیسا کہ انہوں نے فراموش کیا اس دن کی ملاقات کو وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو کتاب دی ہے فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے علم کے ساتھ هُدًى وَّرَحْمَةً جو ہدایت ہے اور رحمت لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لائے۔

جن کی نیکیوں کا پلہ بھارا ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہو

جائیں گے اور جن کی برائیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ دوزخ میں چلے جائیں گے اور جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی وہ اعراف کے مقام میں رہیں گے جو جنت اور دوزخ کے درمیان بہت بڑا پلیٹ فارم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں کتنا عرصہ رہیں گے لیکن ایک وقت آئے گا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ اہل توحید میں سے جو گنہگار عملی کمزوریوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے ایک وقت آئے گا کہ وہ دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جائیں گے تو اعراف والے تو ان سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ آگے اعراف والوں کے مکالمے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا اور پکاریں گے اعراف والے کچھ آدمیوں کو یَّعْرِفُوْنَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ جن کو وہ پہچانیں گے ان کی علامتوں سے۔ جیسے ہم ایک دوسرے کی شکل وصورت دیکھ کر پہچانتے ہیں یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَھُمْ قیامت والے دن بھی باقاعدہ تعارف ہوگا اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے کیونکہ ان کی شکلیں تو وہاں رات کی طرح سیاہ ہو چکی ہوں گی عَلَیْھَا غَبَرَۃٌ تَرْھَقُھَا قَتَرَۃٌ (پ۳۰) ان پر گرد پڑ رہی ہوگی اور سیاہی چڑھ رہی ہوگی قَالُوْا اعراف والے کہیں گے مَآ اَغْنٰی عَنْکُمْ جَمْعُکُمْ نہ کفایت کی تم کو تمہاری جماعت نے۔ تم گھمنڈ کرتے تھے کہ ہم زیادہ ہیں ہماری جماعت طاقتور ہے آج وہ جماعت کچھ کام نہ آئی وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ اور جو کچھ تم تکبر کرتے تھے کہ ہمارے پاس مربعے ہیں، کارخانے ہیں، مال و دولت ہے، کرسیاں ہیں، ہمارے نمائندے اتنے ہیں۔ آج کچھ بھی تمہارے کام نہ آیا اَھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں تم قسمیں کھاتے تھے

لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ کہ اللہ ان کو رحمت نہیں پہنچائے گا، رحمت سے نہیں نوازے گا، ان کو بھلائی کہاں ملے گی، ان کو کبھی خوش نصیبی نہیں ملے گی کہ کافر دنیا میں ان کی غربت دیکھتے، پھٹے پرانے کپڑے ہوتے، رہنے کیلئے مکان نہیں، بھوک کی وجہ سے چہرے مرجھائے ہوئے ہیں تو کہتے کہ رب نے ان کو یہاں نہیں دیا وہاں کیا دے گا؟ اور ہم یہاں بھی مزے کر رہے ہیں کہ مال، اولاد، عزت وغیرہ ہمیں حاصل ہے اور آگے بھی ہمارے مزے ہونگے۔ تو اعراف والے جنتیوں کی طرف اشارہ کر کے دوزخیوں کو کہیں گے اے کافرو! جن کے بارے میں تم قسمیں اٹھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو رحمت سے نہیں نوازے گا دیکھو آج وہ کیسے مزے کر رہے ہیں۔ ان کو تو رب تعالیٰ نے فرمادیا ہے اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ داخل ہو جاؤ جنت میں لَاخَوْفٌ عَلَیْکُمْ نہ خوف ہوگا تم پر وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اور نہ تم غمگین ہوگے۔ خوف کہتے ہیں آئندہ کسی چیز کے خدشے کو اور غم کہتے ہیں گذشتہ کسی شے پر افسوس کو۔ تو جنتیوں کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا کہ ہمیں جنت سے نکالا جائے گا یا کوئی بیماری لگے گی یا بھوک پیاس کا خطرہ یا گرمی سردی کا ڈر، قطعاً کسی شے کا خوف نہیں ہوگا اور نہ گذشتہ پر غم کہ ہم نے اعمال صحیح نہیں کیے۔ جیسا کہ دوزخی افسوس کریں گے کاش کہ دنیا میں ہم ایمان لاتے، اعمال اچھے کرتے۔ جنتیوں کو ایسا کوئی غم نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کی رضا شامل حال ہوگی سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی خود جنتیوں کو سلام کرے گی، حوریں سلام کہیں گی خود جنتی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلَامٌ۔ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اور پکاریں گے دوزخ والے اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ جنت والوں کو اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ کہ بہا دو ہمارے اوپر کچھ

پانی۔ جب دیکھیں گے جنتیوں کو ٹھنڈے پانی، شربت، شراب طہور پیتے ہوئے تو کہیں گے اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے کچھ تھوڑی سی ہمیں بھی بھیج دو۔ جنتیوں کی منتیں کریں گے۔

جنتیوں کا جواب :

قَالُوْا جنتی کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا ہے کافروں پر۔ پانی بھی اور روٹی بھی کافروں کیلئے حرام ہے۔ ہم دینے کے مجاز نہیں ہیں اور نہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ کسی سے کچھ مانگنا، خوراک مانگنا بڑی چیز ہوتی ہے تو یہ دنیا کے بڑے بڑے مالدار اور مغرور جنتیوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے وہ کھرا کھرا جواب دیں گے کہ یہ پانی اور خوراک کافروں کیلئے حرام ہے۔ کافر کون ہیں؟ فرمایا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا جنھوں نے ٹھہرایا اپنے دین کو کھیل اور تماشا۔ اپنے دین سے کیا مراد ہے؟ تو یہ تفسیر بھی کی گئی کہ دین جسطرح ہمارے لئے ہے کافروں کیلئے بھی ہے ہم نے قبول کر لیا اور انہوں نے اس کو کھیل تماشا بنایا اور اس کا مذاق اڑاتے۔ چھٹے پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ نماز کے ساتھ مسخرہ کرتے تھے، اذان کا مذاق اڑاتے تھے اور نوویں پارے میں آئے گا مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً اور نہیں ہے ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس مگر سیٹی بجانا اور تالی بجانا۔ یہ کعبۃ اللہ کے سامنے قوالی کرتے تھے جیسے آج کل کئی جاہل قسم کے لوگ قوالی کو عبادت سمجھتے ہیں۔ اچھے اشعار جو شریعت کے مطابق ہوں تو ان میں کوئی کلام نہیں ہے بشرطیکہ ساتھ باجا وغیرہ نہ ہو اور قوالی تو باجے کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی۔ لھذا اس کا سننا بھی گناہ ہے، کرنا

بھی گناہ اور دیکھنا بھی گناہ ہے۔ انگریز کا دور تھا ۱۹۳۴ء ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ گوجرانوالہ میں ہندوؤں کا سینما ہوتا تھا انھوں نے خبر شائع کرائی اور اشتہارات دیے کہ ہم حج فلم دکھائیں گے تمام طبقوں کے علماء اکھٹے ہوئے اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حج ہماری عبادت ہے اس کو کھیل کے طور پر پیش کرنا یہ ہمارے دین سے مذاق ہے۔ چنانچہ اس کے خلاف جلوس نکالا گیا اور میں خود اس جلوس میں شریک تھا۔ انگریز سمجھ گیا کہ اس سے ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اس نے حج فلم پر پابندی لگادی۔ انگریز دفع ہو گیا اور ہماری اپنی حکومت آئی تو انہوں نے خانہ خدا فلم چلادی۔ شیخوپورہ میں جلسہ تھا مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر تھی اور میری صدارت تھی۔ ایک پرچی آئی کہ انگریز کے دور میں حج فلم چلتی تھی تو ہمارے علماء اس کے خلاف احتجاج کرتے تھے اور اب خانہ خدا نام سے فلم چل رہی ہے تو تم خاموش ہو تمہاری خاموشی کس معنٰی میں ہے موٹے موٹے حرفوں سے لکھی ہوئی تھی میرے پڑھتے ہوئے مولانا کی نظر اس پر پڑ گئی انہوں نے وہ پرچی میرے سے لے لی اور فرمایا کہ میں خود اس کا جواب دونگا مولانا نے جواب دیا اور فرمایا کہ دیکھو بھائی انگریز کے دور میں بھی ہم احتجاج کرتے تھے اور آج بھی ہم سختی سے تردید کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے قوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ ایک ماں سگی ہوتی ہے اور ایک سوتیلی ہوتی ہے۔ سوتیلی ماں بچے کو مارتے ہوئے جھجھکتی ہے کہ لوگ کہیں گے کہ سوتیلی ہے اس لئے مار رہی ہے اور سگی ماں مارتے ہوئے جھجھکتی نہیں ہے کیونکہ اس کا سگا بیٹا ہے۔ پہلے ہماری سوتیلی بے بے تھی حکومت برطانیہ، وہ ڈرتی تھی اور اب ہماری سگی بے بے ہے حکومت پاکستان، یہ جو چاہے کرے ڈرتی نہیں ہے۔ اب جو کچھ ہمارے ساتھ ہو

رہا ہے سگی بے بے کا معاملہ ہو رہا ہے۔ سگی بے بے جو کچھ ہمارے ساتھ کر رہی ہے ایسی خرافات کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ فحاشی کا بازار گرم ہے۔ کوئی اخبار فحش تصاویر سے خالی نہیں ہے، کوئی رسالہ خالی نہیں ہے انسان حیران ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے طالبان کو ان کے کسی اخبار میں کسی جاندار کی تصویر نہیں ہوتی کاش کہ ہمارے ملک میں بھی وہی سچا اسلام آجائے جس کو طالبان نے اپنے ملک میں نافذ کیا ہے۔ تمام خرابیاں ختم ہو جائیں گی اور امن قائم ہو جائے گا اور سب صحیح معنٰی میں مسلمان ہو جائیں گے وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے۔ دنیا کی زندگی پر مفتون ہوئے فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ آج ہم ان کو فراموش کر دیں گے كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا جیسا کہ انہوں نے فراموش کیا آج کے دن کی ملاقات کو۔ نسیان کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف مجازی ہے ورنہ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا تمہارا رب بھولتا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے منکرین کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا جو کسی فراموش شدہ آدمی کے ساتھ کیا جاتا ہے یا یوں سمجھ لو کہ انہوں نے آخرت کی تیاری کو چھوڑ دیا آج ہم ان کو چھوڑ دیں گے اور رحمت سے الگ کر دیں گے وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے اور آخرت کی تیاری چھوڑ دی اور اگر وہ کہیں کہ ہم بے خبر تھے تو غلط ہے کیونکہ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو کتاب دی ہے، قرآن کریم۔ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے علم کے ساتھ۔ قرآن کریم میں اصول، قانون، کلیات بیان ہوئے ہیں هُدًى یہ اللہ تعالیٰ کی نری ہدایت ہے۔ اس کو پڑھنا ثواب، ہاتھ لگانا ثواب، دیکھنا ثواب، سمجھنا ثواب، اس پر عمل کرنا ثواب

وَرَحْمَةً اور نری رحمت ہے۔ یادرکھنا یہ قرآن صرف مولویوں، قاریوں اور حافظوں کیلئے نہیں ہے، صرف مردوں کیلئے نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔ مولوی ہوں غیر مولوی ہوں، مرد ہوں یا عورتیں ہوں، پڑھے ہوں یا ان پڑھ ہوں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے میں نے ایک کتاب تمہاری طرف نازل کی تھی تم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے ہاں استغاثہ دائر کریں گے اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا (پ:۱۹، الفرقان) بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ کتاب باعث رحمت ہے لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لائے۔ اور جس نے نہیں مانا اس کیلئے کچھ نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

هَلْ يَنظُرُونَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

هَلْ يَنظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ وہ نہیں انتظار کرتے مگر اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا يَقُوْلُ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ جنہوں نے بھلا دیا اس قرآن کو اس سے پہلے قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ تحقیق آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ پس کیا ہمارے لئے کوئی سفارشی

ہیں فَیَشْفَعُوْا لَنَآ جو سفارش کریں ہمارے لئے اَوْ نُرَدُّ یا ہم لوٹا دیئے جائیں فَنَعْمَلَ پس عمل کریں ہم غَیْرَ الَّذِیْ سوا اس کے کُنَّا نَعْمَلُ جو ہم عمل کرتے تھے قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ تحقیق انھوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنے نفسوں کو وَضَلَّ عَنْھُمْ اور گم ہوگئیں ان سے وہ باتیں مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ جن کا وہ افترا باندھتے تھے اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہے الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر مستوی ہوا عرش پر یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ وہ ڈھانپ دیتا ہے رات کو دن پر یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا طلب کرتا ہے وہ اس کو تیزی سے وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ اور سورج اور چاند اور ستارے مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ جو اس کے حکم کے تابع ہیں اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ خبردار اسی کی ہے مخلوق اور اسی کا ہے حکم تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ برکت والا ہے، تمام جہانوں کا پروردگار ہے اُدْعُوْا رَبَّکُمْ پکارو اپنے رب کو تَضَرُّعًا عاجزی کرتے ہوئے وَّخُفْیَۃً اور آہستہ آہستہ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بیشک وہ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے اعلیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عقائد، عبادات، اور معاملات کے اصول بیان

فرمائے ہیں ۔اپنوں کے بھی اور غیروں کے بھی۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ آج تک دنیا میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی ۔ مسائل کو عقلی اور نقلی دلائل سے سمجھایا ہے ۔اس سے پہلی آیت میں ذکر تھا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو کتاب دی جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا علم کے ساتھ ۔تو فرمایا جو لوگ اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ فرمایا هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ نہیں انتظار کرتے مگر اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا یعنی قرآن کریم نے جو کچھ بیان کیا ہے جب اس کی حقیقت سامنے آئے گی مرنے کے بعد، قیامت برپا ہونے کے بعد میدانِ محشر قائم ہوگا پھر مانیں گے يَقُوْلُ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ جنھوں نے بھلا دیا اس قرآن کو اس سے پہلے اور اس کے احکامات کی طرف پیٹھ کی وہ کہیں گے قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ تحقیق آئے ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ مگر ہم نے تسلیم نہیں کیا تھا فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ پس کیا ہمارے لئے ہے کوئی سفارشی فَيَشْفَعُوْا لَنَآ جو سفارش کریں ہمارے لئے اَوْ نُرَدُّ یا ہم لوٹا دیئے جائیں دنیا کی طرف فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ پھر عمل کریں ہم سوا اس کے كُنَّا نَعْمَلُ جو ہم عمل کرتے تھے ۔کفریہ، شرکیہ، رب تعالیٰ کی نافرمانی کہ اگر ہمیں دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو اب ہم وہ کام نہیں کریں گے ۔مگر اب اس جہان سے اس جہان کی طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ تحقیق انھوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنے نفسوں کو وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور گم ہوگئیں ان سے وہ باتیں جن کا وہ افترا باندھتے تھے اور کہتے تھے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (پ:۱۱، یونس، ۱۸) یہ

ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہم ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں یہ رب کے قریب کردیں مَانَعبُدُ هُمْ اِلَّالِيُقَرِّبُوْنَااِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (پ۲۳،زمر) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنادیں گے۔ وہاں نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا اور نہ ہی کوئی رب کے قریب کرنے والا ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ رب کا معنٰی ہے پالنے والا مخلوق کی تربیت کیلئے، یہ لفظ تربیت سے ہے۔ اور مخلوق کی تربیت کیلئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہے وہ تمام رب کے مفہوم میں داخل ہیں کہ خوراک کی ضرورت ہے، پانی کی ضرورت ہے، ہوا کی ضرورت ہے، ان سب چیزوں کا خالق رب تعالیٰ ہے۔ اور ان چیزوں کے پیدا کرنے کے جتنے ذرائع اور اسباب ہیں مثلاً زمین، پانی ہوا، چاند، سورج، ستارے سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ اگر کوئی شخص رب کا مفہوم ہی سمجھ لے تو انشاء اللہ کبھی شرک میں مبتلا نہیں ہو گا اور اللہ، اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور ننانوے صفاتی نام مشہور ہیں۔ ویسے پانچ ہزار (۵۰۰۰) صفاتی نام اللہ تعالیٰ کے صحیفوں اور کتابوں میں اور پیغمبروں کی وحی میں آئے ہیں۔ ان تمام ناموں میں رب کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی ذات کو زیادہ واضح کرتا ہے اور ذاتی نام لفظ اللہ ہے۔ جیسے کسی شخص کا نام عبداللہ ہو اور وہ حافظ، قاری، مولوی، حاجی، منشی، اور پہلوان بھی ہو تو عبداللہ کے علاوہ سارے اس کے صفاتی نام ہیں۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے رشتہ میں رکاوٹ ہو تو وہ آدمی یہ تین لفظ یارحیمُ، یاکریمُ، یالطیف پڑھے تو اللہ تعالیٰ رشتے کی رکاوٹ کو دور فرمادیں گے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں ناموں کے عدد اور اپنے اور اپنی والدہ کے نام کے عدد نکال کر جمع کرلیں اتنی تعداد

کے مطابق اکتالیس دن پڑھیں انشاء اللہ نتیجہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور رزق کی تنگی کیلئے یَارحیمُ یَا کریمُ یَارزّاق کا وظیفہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے ہرنام میں اثر ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کواور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں ۔ یہ دن تو اس وقت نہیں تھے لھذا اتنا وقت مراد ہے کہ چھ دنوں کے وقت میں پیدا کیا۔ پیدا تو وہ ایک لمحے میں کرسکتا تھا مگر یہ اس کی حکمت تھی ۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ چھ دنوں میں پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے مخلوق کو سمجھانا مقصود ہے کہ کام دفعۃً نہیں بلکہ تدریجاً آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے بھی چھ دنوں میں پیدا کیا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ مستوی کا ایک معنیٰ تو مجازی ہے کہ پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے۔ عرش کا بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہے۔ اور اِسْتَوٰی کا حقیقی معنیٰ بیٹھنا بھی کرسکتے ہیں لیکن وہ کس طرح قائم اور بیٹھا ہے؟ ہم کسی سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے۔ مثلاً میں گدی پر بیٹھا ہوں اور آپ قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے کوئی پلنگ پر اور کوئی چٹائی پر، کوئی زمین پر۔ یہ بیٹھنا تو ہم دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ کہیں گے کہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہے، جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے۔ اس سے آگے ہمیں اس کی تشریح معلوم نہیں ہے اور کیفیت کا معلوم کرنا ضروری بھی نہیں ہے۔ اسی آیت کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اِستوی علی العرش کے متعلق امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے۔ تو فرمایا

اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ اس پر ایمان لانا واجب ہے وَالْكَيْفِيَّةُ مَجْهُوْلَةٌ اور کیفیت اس کی مجہول ہے وَالسُّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ اور اس کے بارے میں کچھ پوچھنا بدعت ہے۔ جس چیز کی حقیقت کا علم نہ ہو اس کے پیچھے پڑنا ہی بدعت ہے۔ اور دونوں معنوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی ماننا ہے کہ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (پ:۲۷، الحدید) وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (پ:۲۶، ق) اور ہم انسان کے زیادہ قریب ہیں شاہ رگ سے۔ شاہ رگ اور رگ جان اسے کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ تو رب اس سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن جسطرح اس کی شان کے لائق ہے معیت اور قرب۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ وہ ڈھانپ دیتا ہے رات کو دن پر۔ دن کی روشنی ختم ہو جاتی ہے رات آ جاتی ہے يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا طلب کرتا ہے وہ اس کو تیزی سے۔ یہ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں رات دن کو دوڑتے ہوئے طلب کرتی ہے اور دن رات کو دوڑتے ہوئے طلب کرتا ہے وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ اور سورج، چاند اور ستارے مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ جو اس کے حکم کے تابع ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کی جو رفتار اور راستے مقرر کیے ہیں، اس کے مطابق چل رہے ہیں اَلَا خبردار لَهُ الْخَلْقُ اسی کی ہے مخلوق وَالْاَمْرُ اور اسی کا حکم مخلوق پر نافذ ہوگا۔ انگریز کے دور میں ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے انگریز جب کوئی نیا حکم جاری کرتا تھا تو منادی کرنے والا ڈھول کے ساتھ منادی کرتا اور کہتا مخلوق خدا کی اور حکم انگریز کا اور پھر حکم سناتا کہ تمہارے لئے یہ حکم ہے۔ بھائی جب مخلوق خدا کی ہے تو حکم بھی خدا کا۔ لیکن آج

حکم اپنے ہیں اسی لئے مسلمان قوموں پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے۔ کہ مخلوق خدا کی اور حکم چاپچے برطانیہ کا اور تاۓ امریکہ کا۔ سعودی عرب تک اس کا تسلط ہے اور جس ملک میں بھی جاؤ اس کا سکہ چلتا ہے پاکستانی سکہ دکھاؤ نہیں لیں گے ڈالر دوڑ کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی اور حکم بھی اللہ تعالیٰ کا تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ برکت والا ہے، تمام جہانوں کا پروردگار ہے، پالنے والا صرف وہی ہے۔

ذکر بلند آواز سے کرنا چاہیئے یا آہستہ؟

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستہ آہستہ۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ خیبر کے سفر میں صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے اونچی اونچی ذکر کرنا شروع کر دیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اپنی جانوں پر رحم کرو لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَّ لَا غَائِبًا تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا بے شک تم اس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے وَ ھُوَ مَعَکُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے (بخاری، ص ۶۰۵، ج ۲) اس حدیث کی شرح میں فتح الباری عمدۃ القاری وغیرہ میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور تابعین عظام رحمھم اللہ تعالیٰ اونچی ذکر کو مکروہ سمجھتے تھے مکروہ تحریمی کے درجے میں سوائے ان جگہوں کے کہ جہاں شریعت نے اجازت دی ہے۔ مثلاً اذان ہے، تکبیر ہے تلبیہ ہے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اور بڑی عید کے موقع پر۔ عیدگاہ جاتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا یا جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے ہے وغیرہ

اور جن جگہوں میں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم نہیں ہے وہاں آہستہ پڑھنا ہے۔جیسے عید الفطر کے موقع پر عید گاہ جاتے ہوئے تکبیر آہستہ پڑھنی ہے۔بلند آواز سے پڑھو گے تو بدعت کے مرتکب ہو گے۔خلاصہ یہ ہے جہاں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہے وہاں بلند آواز سے ورنہ آہستہ آواز سے پڑھنا ہے اور چاروں امام،امام ابوحنیفہؒ،امام مالکؒ،امام شافعیؒ،امام احمدؒ متفق ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے۔اور امام صاحب کی عبارت یہ ہے اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ بِدْعَةٌ مُخَالِفٌ لِاَمْرٍ فِیْ قولہ تعالیٰ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً کہ بے شک آواز کا بلند کرنا ذکر کے ساتھ اور دعا کے ساتھ بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس اَمْر اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً کے خلاف ہے۔کبیری،البحر الرائق،فتح القدیر میں امام صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے''البتہ اگر آدمی بالکل تنہا ہے اور اس کے بلند آواز سے ذکر کرنے کی وجہ سے کسی کی نیند یا نماز اور مطالعہ میں خلل نہیں پڑھتا اور کسی بیمار کو تکلیف نہیں ہوتی تو اونچی آواز سے پڑھنے کی اجازت ہے۔''مگر اتنی بلند آواز سے نہیں کہ لوگ ڈر جائیں۔باقی مجلس اور مسجد کے متعلق تفسیر مظہری میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ اگر ایک نمازی بھی نماز پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے قرآن کریم بھی پڑھنا جائز نہیں ہے۔مگر آج تو لوگوں نے مسجدوں کو اکھاڑا بنایا ہوا ہے اور یہ جو کچھ کرتے ہیں سب بدعات ہیں اور بڑے ظلم کی بات ہے۔ان کے امام احمد رضا خان بریلوی جس کا رتبہ یہ دوسرے اماموں سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں ان کے فتاوی رضویہ میں لکھا ہے کہ کسی نے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا،ذکر کرنا اور درود شریف اونچی پڑھنے کا کیا حکم ہے۔تو فقہی حوالے دے کر بتاتے ہیں کہ درست نہیں ہے۔

اور سوال کی دوسری شق یہ ہے کہ اگر کوئی نہ مانے تو پھر؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگر نہیں مانتا تو قوۃ ہے تو ہاتھ سے روکو نہیں ہے تو زبان سے منع کرو نہیں ہے تو دل سے برا مناؤ۔ تو یہ لوگ ضد میں آ کر اپنے امام کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ہاں تعلیم کیلئے درست ہے جیسے قادری سلسلے میں کہ حضرت لاہوریؒ کے پاس جب نئے نئے مرید آتے تھے تو جمعرات کے دن اونچی آواز سے ذکر کی تعلیم دیتے تھے مگر اتنی اونچی نہیں کہ کان کھا جائیں ویسے ذکر یعنی تعلیم کے علاوہ آہستہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ بہترین ذکر آہستہ کرنا ہے اور یہ بھی حدیث ہے کہ آہستہ ذکر کرنا اونچی ذکر کرنے سے ستر درجے زیادہ ہے۔ تو قرآن کریم کا بھی یہی حکم ہے اور حدیث کا بھی اور فقہ حنفی کا بھی اور تمام فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا درست نہیں ہے۔ ذکر اس انداز سے کرے کہ اپنے کان سنیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دیکھو کتنے صاف لفظ ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنے والوں سے، شور مچانے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اس کی اصلاح کے بعد وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور پکارو اللہ تعالیٰ کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت قَرِيْبٌ مِّنَ

الْمُحْسِنِیْنَ قریب ہے نیکی کرنے والوں کے وَھُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات ہے یُرْسِلُ الرِّیٰحَ جو چلاتا ہے ہواؤں کو بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ جو خوشخبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے پہلے حَتّٰٓی اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا یہانتک کہ جب اٹھاتی ہیں وہ ہوائیں بادلوں کو جو بوجھل ہوتے ہیں سُقْنٰہُ ہم اس کو چلاتے ہیں لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ مردہ شہر کی طرف فَاَنْزَلْنَا بِہِ الْمَآءَ پس ہم اتارتے ہیں اس سے پانی فَاَخْرَجْنَا بِہٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ پس ہم نکالتے ہیں اس پانی کے ذریعے ہر قسم کے پھلوں کو کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ اور پاکیزہ شہر یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ نکلتا ہے اس کا سبزہ بِاِذْنِ رَبِّہٖ اس کے رب کے حکم سے وَالَّذِیْ خَبُثَ اور وہ جو ردی ہوتا ہے لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا نہیں نکلتا مگر نکما کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ اس قوم کیلئے جو شکر ادا کرتی ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اِلٰی قَوْمِہٖ ان کی قوم کی طرف فَقَالَ پس کہا انہوں نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود غَیْرُہٗ اس کے سوا اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ بیشک میں خوف کرتا ہوں تم پر عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کے عذاب کا قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖ کہا ان کی قوم کے سرداروں نے اِنَّا لَنَرٰکَ بیشک ہم دیکھتے

ہیں تجھے فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی میں۔

رابطِ آیات :

اس سے پچھلی آیت کریمہ ہے اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آگے فرمایا وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اس کی اصلاح کے بعد۔ معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور بلند آواز سے دعا کرنا فساد کا ذریعہ ہے۔ کہ پہلے فرمایا اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اور پھر فرمایا وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اسلئے کہ ذکر جہری سے جس کی نیند میں خلل آئے گا وہ لڑے گا، کسی کے مطالعہ میں خلل آئے گا، کسی کی نماز میں خلل آئے گا، بیمار ہو تو اس کے آرام میں خلل آئے گا، اسی کا فساد ہے۔ کہ دوسروں کو تنگ کرے اور لوگوں نے چیخنے چلانے کو ثواب سمجھ رکھا ہے اور قرآن کریم اس کو فساد کہتا ہے لھذا جہاں بلند آواز سے دعا و ذکر کرنے کی اجازت نہیں ہے وہاں ذکر بالجہر اور دعا بلند آواز سے کرنا گناہ بھی ہے، مکروہ بھی ہے، حرام بھی ہے اور فساد بھی ہے وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اور پکارو اللہ تعالیٰ کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو قبول فرمائے گا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں کے۔

رحمتِ خداوندی :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے۔ ان میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ ساری مخلوق پر تقسیم کیا جس میں انسان،

جنات، حیوانات وغیرہ سب شامل ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے اسی رحمت کی وجہ سے انسان اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے، حیوان اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا کہ ایک جہاد کا سفر تھا جس میں کچھ عورتیں بھی شریک تھیں کپڑے دھونے اور روٹی پکانے کیلئے۔ ایک عورت کی گود میں بچہ تھا اس نے ہانڈی پکانے کیلئے پتھروں کا چولہا بنایا۔ کھلا مقام تھا اور ہوا بڑی تیز تھی آگ کے شعلے ادھر ادھر نکل رہے تھے۔ ایک طرف شعلہ آتا تو بچے کو لیکر دوسری طرف ہو جاتی اس طرف شعلہ آتا تو تیسری طرف ہو جاتی تیسری طرف شعلہ آتا تو چوتھی طرف ہو جاتی۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ میرا بچہ ہے میں اس کی ماں ہوں میرا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ اسکو آگ لگے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات میں اتنی شفقت اور رحمت نہیں ہوگی جتنی ماں کو بیٹے سے ہے؟ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچی اور کہنے لگی حضرت مجھے ایک بات بتائیں۔ حضرت میں نے چولہے پر ہنڈیا رکھی ہوئی تھی اور ہوا تیز تھی یہ میرا بچہ میری گود میں تھا جس طرف سے آگ کا شعلہ آتا میں اس کو لیکر دوسری طرف ہو جاتی۔ چاروں طرف گھومتی رہی کہ میرے بچے کو آگ نہ لگے۔ حضرت کیا اللہ تعالیٰ میں ایسی شفقت اور رحمت نہ ہوگی بندوں کے حق میں جتنی میرے دل میں اپنے بچے کے حق میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا......

ماں سے زیادہ بندوں سے پیار ومحبت :

اَللّٰہُ اَرْحَمُ لِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا اللہ تعالیٰ زیادہ رحیم ہے اپنے بندوں پر اس سے جتنی ماں اپنے بچوں پر مہربان ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی محروم ہوگا جو سر کش ہوگا اور جو مطیع اور فرمانبردار ہوگا اس کو رب کی رحمت ضرور ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کی

رحمت سے کسی کو نا امید نہیں ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ وہ وہی ذات ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ جو خوشخبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے پہلے۔ رحمت سے مراد اس مقام پر بارش ہے۔ عموماً بارش سے پہلے اور بارش کے بعد ہوائیں چلتی ہیں کہ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بارش ہوگی۔ محکمہ موسمیات والے جو بارش کے ہونے اور نہ ہونے کی پیشگوئی کرتے ہیں وہ ہواؤں کی نمی سے ہی اندازہ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنوری میں ہوگی، دسمبر میں ہوگی یا اس سال نہیں ہوگی۔ میں کہتا کہ ہواؤں کا چلانا اور ان میں نمی اور خشکی پیدا کرنا سب اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس بارشیں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے گناہ گذشتہ سال کی نسبت زیادہ ہیں اور اگلے سال اور زیادہ ہو جائیں گے۔ جوں جوں قیامت کا وقت قریب آئے گا ظلم، زیادتی اور گناہوں میں اضافہ ہوگا۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں باقی سائنسدان جانیں اور ان کی سائنس جانے حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا یہاں تک کہ جب اٹھاتی ہیں وہ ہوائیں بادلوں کو جو بوجھل ہوتے ہیں، بارش سے بھرے ہوتے ہیں سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ ہم اس کو چلاتے ہیں مردہ شہر کی طرف۔ جہاں سے کوئی شے اُگ نہیں سکتی فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ پس ہم اتارتے ہیں اس سے پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ پس ہم نکالتے ہیں اس پانی کے ذریعے ہر قسم کے پھلوں کو۔ فصلیں پیدا ہوتی ہیں، پھل پیدا ہوتے ہیں انسانوں کیلئے، حیوانوں کیلئے اور دوسری مخلوقات کیلئے تو بارش کا برسانا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہواؤں کا چلانا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جیٹھ کے مہینے میں گندم کی گہائی کا موسم ہوتا ہے، ہوائیں تیز چلتی

ہیں۔ دو آدمی کھڑے تھے تیز ہوا چلی تو ایک نے کہا دوسرے سے کہ تجھے معلوم ہے ہوا کیوں چلی ہے؟ دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی سہولت کیلئے چلائی ہے۔ پہلے نے کہا نہیں بلکہ بابا بھڑی شاہ رحمان اور بابا گاجر گولے والے کی آپس میں مخالفت ہے۔ بابا گاجر گولے والا چراغ جلاتا ہے اور بابا بھڑی شاہ رحمان تیز ہوا چلا کر اس کے چراغ کو بجھاتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم دوسرا سمجھدار تھا اس نے کہا اچھا جی اگر یہ ان دونوں بزرگوں کا کھیل ہے تو ہمارا بھوسہ کیوں اڑاتے ہیں آپس میں لگے رہیں۔ بھڑی شاہ رحمان مشہور جگہ ہے ہمارے ضلع میں یہ نیک بزرگ تھے جو اپنی قبروں میں آرام فرما رہے ہیں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ بعد والے لوگوں نے خرافات گھڑی ہیں اور ان کی قبروں پر بدعات شروع کی ہیں۔ تو یاد رکھنا ہواؤں کا چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کو چلاتا ہے، بارش برساتا ہے مردہ شہر کو زندہ کرتا ہے۔ فرمایا کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو جسطرح زمین سے فصلیں اور پھل اگاتے ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے بس زمین سے مخلوق اُگے گی لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ بارش ہونے کے بعد وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ اور پاکیزہ شہر، اچھی زمین اچھا علاقہ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ نکلتا ہے سبزہ اس کا، اس کے رب کے حکم سے۔ گندم بھی پیدا ہوتی ہے، مکئی، چاول اور دیگر سبزیاں وغیرہ بھی وَالَّذِیْ خَبُثَ اور وہ جو ردی ہوتا ہے۔ خبیث اور ناپاک علاقہ ہے لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا، نَکِدًا کا معنٰی تھوڑا، قلیل اور نکما بھی آتا ہے۔ معنٰی ہوگا نہیں نکلتا مگر نکما یعنی ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں کہ لوگ ان کے نام بھی برے رکھتے ہیں مثلاً پد پیڑے۔ اسی طرح

سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی وحی رُوحانی بارش ہے یہ اچھے دلوں پر نازل ہوتی ہے تو اچھے خیالات، اچھے تصورات پیدا ہوتے ہیں اور اگر بُرے دلوں پر پہنچے تو بُرے خیالات پد پیڑے پیدا ہوتے ہیں کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں اس قوم کیلئے جو شکر ادا کرتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے چند پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے ہیں جو شرک قوم کے دور میں آئے ہیں۔

قومِ نوح، شرک کے بانی :

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے اور گناہ تو تھے مگر شرک نہیں تھا۔ پہلی قوم جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نام عبدالغفار بن زمق بتاتے ہیں۔ چودہ سو سال کے قریب عمر پائی ہے۔ عرصۂ دراز تک تبلیغ کی۔ قوم کی بری عادات پر اتنے روئے کہ نوح لقب پڑ گیا اور اب اسی نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف فَقَالَ پس کہا انہوں نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔ کوئی مسجود نہیں، کوئی حاجت روا نہیں اس کے سوا، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی فریاد رس نہیں، کوئی دستگیر نہیں اس کے سوا، کوئی دکھ دینے والا نہیں، کوئی سکھ دینے والا نہیں، کوئی بیمار کرنے والا نہیں، کوئی تندرست کرنے والا نہیں اس کے سوا، ان تمام کاموں کا اختیار اور قدرت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے اگر مخلوق میں سے کسی کے پاس اختیار و قدرت ہوتی تو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتی مگر اللہ تعالیٰ نے

قرآن پاک میں آپؐ سے اعلان کروایا۔ فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان لوگوں کو کہہ دیں لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ (پ ۹، اعراف) میں اپنی جان کیلئے بھی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے قُلْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (پ ۲۹، جن) آپ کہہ دیں بے شک میں تمہارے لئے ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں۔ اعلان کردے تا کہ غلط کار لوگ فائدہ نہ اٹھائیں۔ جب آپؐ کے قبضے میں نفع نقصان نہیں، نہ اپنا اور نہ لوگوں کا

؎ تو بدیگراں چہ رسد

اور کون کس باغ کی مولی ہے کہ اس کو یہ اختیارات حاصل ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ذات نہیں ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے مختصر قصہ یہی ہے اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے سبق دیا ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَ اِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پ ۷: انعام) اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور اگر وہ تجھ کو نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ یعنی اے انسان اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو دور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تیرے اوپر رحمت نازل کرنا چاہے تجھے سکھ پہنچائے تو ساری دنیا ملکر بھی اس کو نہیں روک سکتی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہے اِنِّیْٓ اَخَافُ

عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ بیشک میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا۔ کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی، میری اطاعت نہ کی تو تم پر عذاب نازل ہوگا قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِہٖۤ کہا اس کی قوم کے سرداروں نے۔ مَلَاُ کے لفظی معنیٰ ہیں بھرا ہوا جو مال سے بھرے ہوئے ہیں انھوں نے کہا اور اس کا معنیٰ جماعت کا کرتے ہیں کہ اس جماعت نے کہا، کیا کہا اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھے کھلی گمراہی میں۔ کہ ساری قوم ایک طرف ہے اور تو اکیلا ایک طرف ہے اور کہتا ہے کہ میں سچا ہوں یہ تو کھلی گمراہی ہے۔ اور دوسری جگہ ہے قَالُوۡا مَجۡنُوۡنٌ وَّازۡدُجِرَ (پ ۲۹، القمر) انھوں نے کہا پاگل ہے اور اسکو جھڑک دیا گیا آگے مزید ان کے حالات آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ○ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے يٰقَوْمِ اے میری قوم لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ نہیں ہے مجھ میں گمراہی وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے

رب کے پیغام وَاَنْصَحُ لَكُمْ اور تم کو نصیحت کرتا ہوں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَالَا تَعْلَمُوْنَ وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے اَوَعَجِبْتُمْ کیا تم نے تعجب کیا ہے اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ کہ آئی تمہارے پاس نصیحت مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ایک مرد پر تم میں سے لِيُنْذِرَكُمْ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے وَلِتَتَّقُوْا اور تاکہ تم بچ جاؤ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے فَكَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے اس کو فَاَنْجَيْنٰهُ پس ہم نے بچالیا اس کو وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ اور ان کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ اور ہم نے غرق کردیا ان لوگوں کو كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ بے شک وہ اندھی قوم تھی وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا اور قومِ عاد کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی ہود کو قَالَ فرمایا انھوں نے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہا اس جماعت نے جس نے کفر کیا مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم سے اِنَّا لَنَرٰىكَ بیشک ہم تجھے دیکھتے ہیں فِىْ سَفَاهَةٍ حماقت میں وَاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور بے شک ہم خیال کرتے ہیں تیرے بارے میں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے قَالَ فرمایا يٰقَوْمِ اے میری قوم لَيْسَ بِىْ سَفَاهَةٌ میرے اندر بے وقوفی

نہیں ہے وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور لیکن میں رسول ہوں رب العا لمین کی طرف سے۔

شرک کا آغاز کیسے ہوا ؟

حضرت نوح کا ذکر چلا آرہا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ایک ہزار سال عمر عطا فرمائی اس عرصہ میں بڑی مخلوق پھیلی۔ ان میں اور عملی کمزوریاں تو تھیں قتل، ظلم، زیادتی، نافرمانی، مگر شرک نہیں۔ حضرت آدمؑ کے بعد نوح علیہ السلام تک مزید ایک ہزار سال تک کا زمانہ گزرا اس زمانے میں بھی لوگوں میں شرک نہیں تھا سب سے پہلے جس قوم کو شرک کی بیماری لگی وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی اور واقعہ اس طرح پیش آیا کہ پانچ بزرگ تھے جن کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ نوح میں ہے، وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نَسر۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اَسْمَآءُ صَالِحِیْنَ مِنْ رِّجَالِ قَوْمِ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں یہ پانچ نیک اور بزرگ تھے حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ ود حضرت ادریسؑ کا لقب تھا اور حضرت ادریسؑ کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں جَدُّ اَبِ نُوْحٍ حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کے دادا تھے گویا حضرت نوح علیہ السلام کے پڑدادا تھے اور باقی چاروں بزرگ حضرت ادریسؑ کے بیٹے اور صحابی تھے۔ یہ بزرگ اپنے دور میں لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے تھے جس سے ان میں خدا خوفی اور حلال حرام کی تمیز ہوتی تھی حضرت ادریسؑ کی وفات ہوگئی اور باقی بزرگ بھی اپنے اپنے دور میں گزر گئے ان حضرات کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد لوگ پریشان ہو گئے

کیونکہ ان کو روحانی غذا نہ ملی اور جس طرح جسم کو غذا کی ضرورت ہے اسی طرح روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ جو لوگ دین کو سمجھتے ہیں اور ان کا قرآن کریم اور حدیث شریف کے ساتھ ربط ہے اور قرآن وحدیث کا درس سنتے ہیں جس دن ان کا درس رہ جاتا ہے وہ یقیناً پریشان ہوتے ہیں اور ان کے دماغ پر بوجھ ہوتا ہے کیونکہ اس دن کی روحانی غذا نہیں ملی۔ چنانچہ ان بزرگوں کے فوت ہو جانے کے بعد وہ لوگ ایک مسجد میں پریشان بیٹھے تھے اور افسوس کر رہے تھے کہ اب ہم کیا کریں تو اتنے میں دیکھا کہ ایک بزرگ صفت آدمی چلا آ رہا ہے خوبصورت چہرہ اور عمدہ لباس ہے۔ اس نے آ کر سلام کیا اور بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ تم لوگ کس وجہ سے پریشان ہو؟ ان حضرات نے کہا کہ ہم اس لئے پریشان ہیں کہ ہمارے بزرگ تھے وہ ہماری اخلاقی تربیت کرتے تھے اور ہمیں روحانی غذا پہنچاتے تھے اب وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں ہمیں روحانی غذا نہیں ملتی اس لئے ہم پریشان ہیں وہ کہنے لگا واقعی تمہارا صدمہ اتنا بھاری ہے کہ جتنا کہو کم ہے۔ اب اس کا علاج کیا ہے؟ وہ حضرات تو دنیا سے چلے گئے ہیں اور واپس آنا نہیں ہے۔ لھذا تم اس طرح کرو کہ ان کے مجسمے بنا کر یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ لو اور یوں سمجھو کہ وہ بزرگ ہمارے اندر موجود ہیں چونکہ وہ پختہ ذہن کے لوگ تھے یہ تو نہ کہہ سکا کہ ان کو سجدہ کرو، رکوع کرو، ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھو مگر بنیاد اس نے ڈال دی۔ وہ ابلیس لعین تھا۔ ان لوگوں نے خیال کیا کہ چلو ہمارے بزرگوں کے مجسمے ہمارے گھروں میں موجود ہوں گے تو اس سے ہمیں کچھ راحت اور تسلی ہو گی ہم نے کونسی ان کی پوجا کرنی ہے۔ جسطرح آج کل لوگوں نے گھروں میں عزیز و اقارب کے فوٹو رکھے ہوئے ہیں یادگار کے طور پر اور اپنے رکھے

ہوئے ہیں مجبوری کے طور پر۔ کیونکہ شناختی کارڈ بھی ضروری ہے، پاسپورٹ اور لائسنس بھی ضروری ہے۔ اور مسلمانوں میں کوئی بھی ان کی پوجا کا قائل نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تصویریں ہیں ناجائز۔ اس کو جائز سمجھ کر نہ کرنا اس کو یوں سمجھو کہ ظالم قانون نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، ہے ناجائز۔ کیونکہ جس چیز کو آنحضرت ﷺ نے ناجائز قرار دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو جائز قرار نہیں دے سکتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو لوگ جاندار چیز کی تصویر بناتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ ان میں روح ڈالو تو روح کون ڈال سکتا ہے؟ فرمایا اَشَدُّ النَّاس عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ لوگوں میں سب سے زیادہ سزا قیامت والے دن تصویریں بنانے والوں کو ہوگی۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔ چاہے تصویر کوئی ہاتھ سے بنائے یا کیمرے سے یا اور کسی طریقے سے سب برابر ہے اور ایک ہی حکم میں ہے لیکن چونکہ ظالم قانون ہے اور ہم مجبور ہیں جیسے نوٹ ہیں ان پر بابا جناح بیٹھا ہوا ہے۔ اب کیا کریں پھینک تو سکتے نہیں اور نماز بھی پڑھنی ہے۔ اگر تصویر سامنے ہو تو رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور اگر پوشیدہ ہو تو آتے ہیں ان کی ڈیوٹی ہے۔ بہر حال انھوں نے مجسموں کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ لوگ جب ختم ہو گئے اور نئی پود آئی تو ان کو ابلیس لعین نے یہ سبق دیا کہ تمہارے بڑے تو ان کی عبادت کرتے تھے تو انھوں نے ان کی عبادت شروع کر دی اور اس طرح شرک کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ پانچ بزرگ تھے ایک ادریس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور چار ان کے بیٹے اور آج بھی بعض علاقوں میں پنج پیر مشہور ہیں ان پانچ پیروں کی عبادت ہوتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ شروع کی قَالَ یٰقَوْمِ فرمایا اے میری قوم لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ نہیں ہے مجھ میں گمراہی وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغام وَاَنْصَحُ لَکُمْ اور تم کو نصیحت کرتا ہوں، تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے۔ حلال حرام، جائز ناجائز کے احکام و مسائل میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ رب تعالیٰ نے مجھے اسی لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ تمہیں بتاؤں کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے یہ کرنا ہے اور وہ نہیں کرنا اور عذاب کا ذکر نوح علیہ السلام پہلے کر چکے تھے اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا کہ میں تمہیں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تم نہیں مان رہے۔ مجھے علم ہے کہ نافرمانی کے بعد عذاب ضرور آئے گا اَوَعَجِبْتُمْ کیا تم نے تعجب کیا ہے اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ ایک مرد پر تم میں سے، اس پر تم تعجب کرتے ہو لِیُنْذِرَکُمْ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے وَلِتَتَّقُوْا اور تاکہ تم بچ جاؤ شرک سے، نافرمانی سے وَلَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب یہ کہا تو بارھویں پارے میں آتا ہے کہ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا مَانَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ہم تمہیں اپنے جیسا انسان خیال کرتے ہیں۔ بشر ہو کر آپ نبی کیسے بن گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پہلی مشرک قوم تھی جنہوں نے کہا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کھائے بھی پئے بھی اور نبی بھی ہو۔ نبی کی بشریت کا انکار اس وقت سے چلا آ رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر بشر ہی ہوتا ہے اور اس بات کی قرآن

میں تصریح ہے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ میں تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے۔ اسی طرح پندرھویں پارے میں مشرکوں کے مطالبات کا ذکر ہے کہ انھوں نے یہ مطالبات کئے کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دے یا تیرے لئے ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اس کے درمیان میں نہریں چلتی ہوں یا ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے یا اللہ تعالیٰ فرشتے ہمارے سامنے لائے یا تمہارے لئے سونے کا گھر ہو وغیرہ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ میرا رب پاک ہے ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا میں نہیں ہوں مگر بشر رسول اور تم نے جو مطالبات کئے ہیں یہ تو خدائی کام ہیں۔ تو مشرک قوموں نے ہر دور میں نبی کی بشریت کا انکار کیا ہے۔ فرمایا تم اس پر تعجب نہ کرو کہ ایک مرد پر رب تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے فَکَذَّبُوْہُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے ان کو فَاَنْجَیْنٰہُ پس ہم نے بچالیا اس کو وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ اور ان کو جو اس کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ ان کی تعداد پوری سو بھی نہیں تھی۔ حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال دن رات ایک کر کے تبلیغ کی اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا نوح ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔ مکان کی چھت پر چڑھ کر اور گھروں میں جا کر بھی سمجھایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی الٰہ اس کے سوا۔ لیکن انھوں نے نہیں مانا وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور ہم نے غرق کر دیا ان لوگوں کو جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ غرق ہونے والوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی نافرمان ہونے

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہ بچ سکا اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ بے شک وہ اندھی قوم تھی۔ظاہری آنکھیں تو تھیں مگر دل کے اندھے تھے اور دل کا اندھا ہونا بہت برا ہے اس کے بعد رب تعالیٰ نے دوسری قوم بھیجی اس کا ذکر ہے۔فرمایا وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا اور قومِ عاد کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی ہود کو۔یہ احقاف کے علاقے میں رہتے تھے اور احقاف کا علاقہ بحرین،عمان،حضرموت اور مغربی یمن کے درمیان کا علاقہ ہے۔آج کل اس کا نام نجران ہے۔اس علاقے میں حضرت ہودؑ تشریف لائے۔عاد قوم بڑے بڑے قد قامت اور ڈول ڈیل اور صحت مند قوم تھی قَالَ فرمایا ہودؑ نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سجدے کے لائق نہیں ہے،نذر و نیاز کے قابل کوئی نہیں ہے۔اس کے سوا کوئی حاجت روا،مشکل کشا نہیں ہے،فریادرس،دستگیر نہیں ہے۔اس کے سوا سکھ پہنچانے والا کوئی نہیں ہے۔اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں کفر سے بچتے نہیں قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ کہا اس جماعت نے جس نے کفر کیا اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاھَۃٍ بیشک ہم تجھے دیکھتے ہیں حماقت میں۔کہ سارے لوگ ایک طرف ہیں اور تو ایک طرف ہے۔ان کو جھوٹا کہیں یا تمھیں جھوٹا کہیں ظاہر بات ہے کہ ساری دنیا تو بے وقوف نہیں ہو سکتی لھذا تم اکیلے ہی بے قوف ہو۔جس وقت برائی بڑھ جائے اور عام ہو جائے تو اس وقت یہی کچھ ہوتا ہے کہ اچھے لوگوں کو بے وقوف اور گمراہ کہا جاتا ہے۔یہی حال ہے ہمارے زمانے کا کہ اکثریت بے دین ہو گئی ہے اور غیروں سے کوئی گلہ نہیں ہے گلہ ان سے ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں کہ وہ دین

کے خلاف، قرآن وسنت کے خلاف بکواس کرتے ہیں بڑا افسوس ہے۔ اور انھوں نے پیغمبر کو یہ بھی کہاوَاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ اور بے شک ہم خیال کرتے ہیں تیرے بارے میں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ کس طرح پیغمبر کے منہ پر کہتے تھے اور وہ برداشت کرتے تھے پیغمبروں کے بڑے حوصلے تھے۔ آج کسی کو بے وقوف کہہ کر دیکھو یا تم نہیں یا وہ نہیں اگرچہ واقعۃً وہ جھوٹا ہی ہو۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے سَاحِرٌ یہ جادوگر ہے کَذَّابٌ بڑا جھوٹا ہے۔ نوح علیہ السلام کے منہ پر کہا گیا مجنوں، پاگل ہے۔ کَذَّابٌ اَشِرٌ بڑا جھوٹا ہے بڑا اشرارتی ہے۔ قَالَ حضرت ہودؑ نے کہا یٰقَوْمِ اے میری قوم۔ انداز دیکھو کہ قوم جھوٹا اور بیوقوف کہتی ہے اور پیغمبر کہتا ہے ''اے میری قوم'' اس سے زیادہ نرمی اور کیا ہوگی؟ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ میرے اندر بے وقوفی نہیں ہے وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے۔ اس کے احکام تمہارے تک پہنچاتا اور سمجھاتا ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں مجھے بیوقوف کہنا غلط ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○

لفظی ترجمہ :

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ میں پہنچا تا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغامات وَاَنَا

لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ اور میں تمہارے لئے نصیحت کرنے والا امین ہوں اَوَعَجِبْتُمْ کیا تم نے تعجب کیا جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ اس بات پر کہ آئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ ایک مرد پر تم میں سے لِیُنْذِرَکُمْ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے وَاذْکُرُوْآ اور یاد کرو اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ جب تم کو خلیفہ بنایا زمین میں مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد وَّزَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ اور زیادہ کیا تم کو پیدائش میں پھیلاؤ کے لحاظ سے فَاذْکُرُوْآ پس یاد کرو تم اٰلَآءَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیابی حاصل کرو قَالُوْٓا انھوں نے کہا اَجِئْتَنَا کیا آیا ہے تو ہمارے پاس لِنَعْبُدَ اللّٰہَ وَحْدَہٗ تاکہ ہم عبادت کریں اکیلے رب کی وَنَذَرَ مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اور چھوڑیں ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا فَاْتِنَا پس لاؤ تم ہمارے پاس بِمَا تَعِدُنَآ جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر تم سچوں میں سے ہو قَالَ کہا ہودؑ نے قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ تحقیق واقع ہو چکا تم پر تمہارے رب کی طرف سے رِجْسٌ وَّغَضَبٌ عذاب اور غضب اَتُجَادِلُوْنَنِیْ کیا تم جھگڑا کرتے ہو میرے ساتھ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْھَآ کچھ ناموں کے بارے میں جو تم نے رکھے ہیں اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مَّا نَزَّلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نازل نہیں کی فَانْتَظِرُوْآ پس تم انتظار کرو اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ

الْمُنْتَظِرِيْنَ بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں فَاَنْجَيْنٰهُ پس ہم نے ان کو نجات دی وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اوران کو جو ان کے ساتھ تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے وَقَطَعْنَا اور کاٹ دی ہم نے دَابِرَ الَّذِيْنَ جڑ ان لوگوں کی كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ اور نہیں تھے وہ ایمان لانے والے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد وہی لوگ بچے جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان میں تین حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے اور کچھ دوسرے لوگ تھے کہ جن کی تعداد سو تک نہیں پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ کتنا زمانہ گذرا کہ ایک قوم پیدا ہوئی جس کا نام عاد تھا یہ احقاف کے علاقے میں آباد تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہودؑ کو مبعوث فرمایا۔ حضرت ہودؑ نے ان کو وہی سبق دیا جو حضرت آدمؑ اور حضرت نوح علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغام رِسٰلٰتٌ رِسَالَةٌ کی جمع ہے اور رِسَالَةٌ کا معنٰی ہے پیغام اور حکم وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ اور میں تمہارے لئے نصیحت کرنے والا امین ہوں۔ رب تعالیٰ نے جو حکم دیا بِعَيْنِهٖ وہی تم تک پہنچایا ہے اس میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کی اَوَعَجِبْتُمْ کیا تم نے تعجب کیا ہے جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اس بات پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ایک مرد پر تم میں سے۔ میں بھی تمہاری قوم کا فرد ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری بھلائی کیلئے مجھ پر وحی نازل کی ہے تو اس پر کوئی تعجب کرنے کی بات نہیں ہے لِيُنْذِرَكُمْ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کہ اگر تم اللہ

تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا ہو گے اور مرنے کے بعد قبر برزخ میں اور پھر آخرت کے عذاب میں وَاذْكُرُوْٓا اور یاد کرو اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ جب تم کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا زمین میں مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد۔ تمہارے سے پہلے زمین کے اس خطے میں نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت دی وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْطَةً اور زیادہ کیا تم کو پیدائش میں پھیلاؤ کے لحاظ سے بَصْطَةً کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ ان کے قد بڑے بڑے تھے اور ان کے مکانات بھی بنسبت دوسروں کے اونچے ہوتے تھے اور اتنے طاقت ور تھے کہ ہاتھ سے پتھروں کو توڑ دیتے تھے وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ (پ۱۹،شعرآء) اور بَصْطَةً کا یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ تمہاری نسلیں پھیلائیں۔ پہلے تھوڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں کتنا پھیلا دیا فَاذْكُرُوْٓا پس یاد کرو تم اٰلَآءَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اٰلَآءَ کا مفرد اِلْیٌ، اَلْیٌ، اُلْیٌ آتا ہے معنیٰ ہے نعمت اللہ تعالیٰ کی جسمانی نعمتیں بھی ہیں اور روحانی نعمتیں بھی ہیں، ظاہری نعمتیں بھی ہیں اور باطنی نعمتیں بھی ہیں اور بے شمار ہیں یاد کرنے کا مطلب ہے کہ ان کا شکریہ ادا کرو وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (پ۱۳،ابراہیم) اگر تم شکریہ ادا کرو گے تو تمہیں زیادہ دوں گا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیابی حاصل کرو قَالُوْٓا انھوں نے کہا، ہودؑ کی قوم نے اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ ہم عبادت کریں اکیلے رب کی وَنَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اور چھوڑیں ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔

آباؤ اجداد کا دین نہ چھوڑیں گے :

مشرک کیلئے یہی سب سے مشکل ہے کہ باپ دادا کا دین چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کھرے لوگ تھے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ مشرک اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی بھی عبادت کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے وجود کے منکر نہیں تھے بلکہ اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو عام کلمہ پڑھنے والوں کی نسبت سے سکہ بند مشرک خدا کا زیادہ عقیدت مند ہوتا ہے۔ آٹھویں پارے میں ہے کہ مشرکوں کے کھیت جب تیار ہو جاتے تو دسویں ڈھیری اللہ تعالیٰ کیلئے خاص کرتے تھے اور گیارویں ڈھیری شرکاء کیلئے۔ یعنی خدا کا حصہ پہلے نکالتے ہیں اور دوسرے معبودوں کا بعد میں۔ اسی طرح جانوروں میں دسواں جانور اللہ تعالیٰ کیلئے اور گیارواں اوروں کیلئے پھر اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ اگر رب تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے شرکاء کے ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو علیحدہ نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اور اگر شرکاء کے ڈھیری کے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں شامل ہو جاتے تو فوراً الگ کر لیتے تھے کہ یہ کمزور اور ضرورت مند ہیں ان کے حصے میں کمی نہ ہو۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ کے کتنے عقیدت مند تھے۔ مشرک نبیوں، ولیوں کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ ہماری ان کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند ذات ہے جسطرح مکان کی چھت پر بغیر سیڑھی کے نہیں جا سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ تک ان سیڑھیوں کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ ملک کے بادشاہ کو ملنے کیلئے ممبر وغیرہ کی سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے، وزیر اعظم تک پہنچنے کیلئے کمشنر ڈی، سی کی ضرورت پڑتی ہے براہ راست وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے ھٰؤُلَاءِ

شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں ہم ان کی کوئی مستقل عبادت تو نہیں کرتے مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُنَا عِنْدَ اللّٰہِ زُلْفٰی ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں دیکھو اللہ تعالیٰ کیساتھ کتنی عقیدت ہے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے کتنے قائل ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب چودھویں پارے میں دیا فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل) اللہ تعالیٰ کے بارے میں مثالیں نہ بیان کرو بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشرک کو کتنی عقیدت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں بغیر واسطوں کے وہاں تک ہماری پہنچ نہیں ہے اور ان دونوں کی۔ کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور مخلوق واقعی پست ہے لیکن درمیان میں جو واسطوں والا عقیدہ نکالا ہے کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں ہے یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں انسان کے تو یہاں تم سیڑھیاں کہاں لگاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے جو سفارشیوں کا عقیدہ ہے اس سے کفر کی بنیاد پڑتی ہے کہ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سفارشی ہیں تو اس کو اس کیلئے چند صفات ماننی پڑیں گیں کہ وہ عالم الغیب ہیں کہ میری تکلیف کو جانتے ہیں، وہ حاضر ناظر ہیں۔ مخلوق کیلئے یہ عقیدے ہی کفر کے ستون ہیں اور تمام فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یَکْفُرُ جس آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ بزرگوں کی روحیں ہمارے پاس حاضر اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ پکا کافر ہے۔ تو ظاہراً مشرک کی رب تعالیٰ

کے ساتھ بڑی عقیدت ہوتی ہے لیکن درمیان میں جو واسطہ ڈھونڈھتے ہیں اس سے شرک پیدا ہوتا ہے۔اور مشرک رب تعالیٰ کی عبادت کا منکر نہیں ہوتا البتہ اس کو اکیلے رب کی عبادت گوارہ نہیں ہے یہی کچھ انھوں نے کہا، کیا تو آیا ہمارے پاس کہ ہم اکیلے رب کی عبادت کریں اور چھوڑ دیں ان کو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے بس یہ ہمیں گوارہ نہیں ہے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ پس لاؤ تم ہمارے پاس جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو، دھمکیاں دیتے ہو اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر تم سچوں میں سے ہو قَالَ ہودؑ نے کہا قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ تحقیق واقع ہو چکا ہے تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب ۔ابھی آیا نہیں لیکن اتنا یقینی ہے کہ گویا واقع ہو چکا ہے اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ کیا تم جھگڑا کرتے ہو میرے ساتھ کچھ ناموں کے بارے میں سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ جو تم نے رکھے ہیں اور تمہارے باپ دادا نے مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نازل نہیں کی۔

بزرگوں کے بارے میں مشرکوں کے غلط نظریات :

مشرکوں نے مختلف بزرگوں کے نام رکھے ہوئے تھے کہ فلاں بارش برسانے والا ہے اور فلاں اولاد دینے والا ہے، فلاں شادیاں کراتا ہے، فلاں کوڑھ کو ٹھیک کرتا ہے، فلاں بیماریاں دور کرتا ہے ۔اللہ تعالیٰ ان کی بات کو رد نہیں کرتا ان کے پاس جاؤ وہ تمہارے کام کرادیں گے یہ ان کا شرک تھا۔یقین جانو آج کلمہ پڑھنے والوں کی اکثریت بھی یہی کچھ کر رہی ہے ۔یہ قبروں پر جانے والے الا ماشاء اللہ یہ قبروں والے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اور انھوں نے دین کا بڑا کام کیا ہے سارے ہندوستان میں اسلام ان

بزرگوں کی برکت سے پھیلا ہے۔ یہاں اسلام بادشاہوں کی وجہ سے نہیں آیا ان بزرگوں کی وجہ سے آیا ہے۔ ان کی بڑی خدمات ہیں خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ذریعے نوے ہزار ہندو مسلمان ہوئے علی ہجویریؒ جن کو لوگ داتا گنج بخش کہتے ہیں ان کے ہاتھ چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے آج ہمارے ہاتھ پر تو کوئی مسلمان صحیح مسلمان بننے کیلئے تیار نہیں چاہے جتنا مغز کھپاتے رہو۔ علی ہجویریؒ کی کتاب ہے ''کشف المحجوب'' اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اس میں انھوں نے شرک کی تردید فرمائی ہے اور ان کی دوسری کتاب ہے ''کشف الاسرار'' اس میں وہ لکھتے ہیں اے علی! خلقت تجھے گنج بخش کہتی ہے حالانکہ تیرے پاس ایک دانہ تک نہیں ہے تو اس بات پر فخر نہ کر کیونکہ یہ غرور ہے گنج بخش اور رنج بخش صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو بے مثل ہے اور جس کی مانند کوئی دوسرا نہیں (ص:۱۴) اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے شرک کی بڑی تردید فرمائی ہے۔ ''فتوح الغیب'' میں لکھتے ہیں ہم مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیے یہ اعتقاد رکھ کر اللہ تعالیٰ کے تمام افعال اچھے اور حکمت اور مصلحت سے معمور ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت کو بندوں سے ہمیشہ مخفی رکھا ہے بندہ کیلئے لازم ہے کہ وہ تسلیم و رضا اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مصالح و حکم سے اتفاق کرے اور وہ اپنی گفتار یا حرکات یا سکنات میں اللہ تعالیٰ کے خلاف شکوہ شکایت سے باز رہے ان تمام باتوں کی سند آنحضرت ﷺ کی وہ حدیث ہے جو ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے لڑکے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی نگہداشت کر اللہ تعالیٰ تیری اور تیرے حقوق کی نگہداشت کرے گا اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان اور پھر تو

اسے اپنے سامنے معبود پائے گا جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے کر اور جب مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے وہ ازل سے مقدر ہو چکا ہے اور اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہر شخص کو جو فائدہ پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا اور جو نقصان پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ پس ہر مومن کو چاہئے کہ اپنے قلب اور دماغ کیلئے رہنما بنائے اور نفس کے وساوس سے چھٹکارا پائے۔ تو یہ سارے بزرگ موحد تھے نیک تھے بعد والوں نے اپنی طرف سے خرافات گھڑ کے ان کے ذمے لگا دی ہیں کہ فلاں یہ کر سکتا ہے اور فلاں کو یہ اختیار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ناموں پر کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور تمہاری بدبختی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور تمہاری طرف سے شرک سے باز آجانے کی اب کوئی امید باقی نہیں رہی لھذا فَانْتَظِرُوْا اِنِّی مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ پس تم انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ جب قوم سرکشی سے باز نہ آئی تو پھر ان کیلئے فیصلے کا وقت آن پہنچا۔ خدا تعالیٰ نے اس قوم پر تین سال تک قحط مسلط کر دیا جب یہ قوم عاد سخت قحط میں مبتلا ہو گئی تو ایک وفد دعا کیلئے مکہ مکرمہ بھیجا اور خود بتوں سے مانگنے لگے کہ قحط دور کر دو۔ بہر حال ادھر قوم نے دعا کی ادھر وفد نے بارش کیلئے دعا کی تو بادل کا ایک ٹکڑا ان کی طرف متوجہ ہوا۔ انھوں نے خوشی کے مارے بھنگڑا ڈالا کہنے لگے ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا۔ اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اس بادل کے ٹکڑے سے بھی آواز آئی خُذْ رَمَدًا رِمَادًا لَا تَبْقِی مِنَ الْاَحَدِ مِنْ عَادٍ یہ سیاہی مائل جلا ہوا بادل لے لو یہ قوم عاد میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا انھوں نے کانوں سے یہ آواز سنی مگر نہیں مانے۔

اس میں رب تعالیٰ نے بڑی تیز ہوا چلائی۔ ہوا نے ان کی پانچ پانچ، چھ چھ من کی لاشوں کو میل میل، دو دو میل دور پھینک دیا ایسے لگتے تھے جیسے درختوں کے تنے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَنْجَیْنٰهُ پس ہم نے ہودؑ کو نجات دی وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اور ان کو جو ان کے ساتھ تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور کاٹ دی ہم نے جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، نشانیوں کو، حکموں کو۔ اس طرح جڑ کاٹی کہ ان مجرموں میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں، بیمار، تندرست سب کے سب اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیئے وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ اور نہیں تھے وہ ایمان لانے والے۔ لھذا ان سب کافروں، مشرکوں کو ہلاک کر دیا۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ
لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ
مِنْ ۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا
قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ
وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۞ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ
مُؤْمِنُوْنَ ۞ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
كٰفِرُوْنَ ۞ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ
ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ فَاَخَذَتْهُمُ
الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۞ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ

وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ○

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا قَالَ انہوں نے کہا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے لَکُمْ اٰیَةً تمہارے لئے نشانی فَذَرُوْهَا پس چھوڑ دو اس کو تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وہ کھائے اللہ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور نہ اس کو ہاتھ لگاؤ برائی سے فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ پس پکڑے گا تم کو دردناک عذاب وَاذْکُرُوْٓا اور یاد کرو تم اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تم کو خلیفے مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ قومِ عاد کے بعد وَّبَوَّاَکُمْ فِی الْاَرْضِ اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا بناتے ہو تم اس کی نرم جگہوں سے قُصُوْرًا محلات وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو فَاذْکُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ پس یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ اور نہ پھرو زمین میں مُفْسِدِیْنَ فساد کرتے ہوئے قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا کہا جماعت نے جنہوں نے تکبر کیا مِنْ قَوْمِهٖ اس کی

قوم میں سے لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ جو ان میں سے ایمان لائے تھے اَتَعْلَمُوْنَ کیا تم جانتے ہو اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کہ بے شک صالح بھیجے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم اس چیز پر جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں ایمان لانے والے ہیں قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا کہا ان لوگوں نے جو متکبر تھے اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ بے شک ہم اس چیز کا جس پر تم ایمان لائے ہو انکار کرنے والے ہیں فَعَقَرُوا النَّاقَةَ پس انھوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اور نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اے صالح لے آ تو ہم پر وہ چیز جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اگر ہیں آپ رسولوں میں سے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرنے والے فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ پس وہ پھرے ان سے وَقَالَ یٰقَوْمِ اور کہا اے میری قوم لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ تحقیق میں نے پہنچا دیا تم تک اپنے رب کا پیغام وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور تم کو نصیحت کر چکا وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ اور لیکن تم پسند نہیں کرتے خیر خواہوں کو۔

قومِ صالح علیہ السلام کا ذکر :

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سمجھانے کیلئے قرآن کریم میں مختلف قسم کے لوگوں کے واقعات بیان فرمائے ہیں نیکوں کے بھی اور بُروں کے بھی۔اس سے پہلے دوقوموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ایک نوح علیہ السلام کی قوم کا جو سیلاب میں تباہ ہوئی دوسری ہودؑ کی قوم جن پر تند و تیز ہوا کا عذاب آیا اور اب تیسرے نمبر پر حضرت صالحؑ کی قوم کا ذکر ہے جو حجر کے علاقہ میں آباد تھے اور حجر کا علاقہ تبوک اور خیبر کے درمیان سعودیہ میں واقع ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ بھائی اس لئے فرمایا کیونکہ وہ ان کی برادری میں سے تھے قَالَ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔رب تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں ،کوئی مالک نہیں ،کوئی رازق نہیں ،کوئی صحت دینے والا نہیں ،کوئی اولاد دینے والا نہیں ،کوئی غنی کرنے والا نہیں ،کوئی دکھ دینے والا نہیں ،کوئی کاشفِ ضر نہیں ، کوئی مشکل کشا نہیں ،کوئی حاجت روا نہیں ،کوئی فریاد رس نہیں ،کوئی مُقَنِّن نہیں ، یہ تمام صفات رب تعالیٰ کی ہیں۔تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ قوم اکٹھی ہو کر حضرت صالحؑ کے پاس آئی۔ کہنے لگے کہ ہم تیری بات مان لیں گے اگر آپ ہمارا مطالبہ پورا کر دیں اور ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہم جس چٹان پر ہاتھ رکھیں وہ پھٹ جائے اور اس میں سے اونٹنی نکلے اور بعض تفسیروں میں ہے کہ بچہ بھی ساتھ ہو۔

معجزہ اور کرامت کی حقیقت :

مسئلہ یہ ہے کہ معجزے رب تعالیٰ کے اختیار میں ہوتے ہیں پیغمبر کو اختیار نہیں ہوتا۔ سورۃ العنکبوت میں ہے اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ پختہ بات ہے وہ معجزے تو سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے ہاتھ پر ظاہر فرماتے ہیں اسی طرح کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتی ہے ولی کو اس پر اختیار نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ولی کے ہاتھ پر ظاہر فرماتے ہیں ان کی بزرگی ظاہر کرنے کیلئے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا واقعہ :

حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ یہ کام تو رب تعالیٰ کا ہے لیکن اگر رب تعالیٰ میری تصدیق کیلئے ایسا کر دے کہ جس چٹان پر تم ہاتھ رکھو اس سے اونٹنی نکل آئے تو پھر مان جاؤ گے کہنے لگے کیوں نہیں مانیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے خود وقت مقرر کیا اور حجر شہر میں اس کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور مذاق کے انداز میں کہتے تھے کہ آؤ بھائی آج چٹان سے اونٹنی نکلے گی خوب منادی کرائی گئی مرد عورتیں بچے بھنگڑے ڈالتے ہوئے تمسخر اڑاتے ہوئے اکٹھے ہوئے قریب ہی پہاڑ تھا اس کی چٹان پر انھوں نے ہاتھ رکھا کہ اس چٹان سے اونٹنی نکل آئے تو ہم مان لیں گے، قادر مطلق نے ان کے سامنے متعین کردہ چٹان کو کھولا اور سچ مچ اس سے اونٹنی نکل آئی سب نے آنکھوں سے دیکھی مگر ایمان کوئی نہ لایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح نشانی تمہارے رب کی طرف سے ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔ جو تم نے خود مانگی ہے رب تعالیٰ نے تمہارے سامنے ظاہر فرما دی ہے فَذَرُوْھَا پس چھوڑ دو اس کو چھیڑنا نہ تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ وہ کھائے اللہ کی زمین میں وَلَا

تَمَسُّوْهَا بِسُوٓءٍ اور نہ اس کو ہاتھ لگاؤ برائی سے۔ برے ارادے سے مارنے کیلئے اس کو ہاتھ نہ لگاؤ ویسے تبرک سمجھ کر ہاتھ لگا سکتے ہو اور اس سے مٹی وغیرہ جھاڑ سکتے ہو۔ اس مقام پر ایک چشمہ تھا جس سے انسان اور جانور بھی پانی پیتے تھے سورہ شعراء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باری مقرر کردی۔ فرمایا لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین دن تمہاری باری ہے۔ ایک دن اونٹنی چشمے سے پانی پئے گی تمہارا کوئی جانور اس دن نہیں آئے گا اور ایک دن تمہارے جانور پئیں گے اس دن اونٹنی نہیں آئے گی یہ رب تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے امتحان اور آزمائش تھی۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک بڑی اوباش قسم کی عورت تھی جس کا نام عنیزہ بنت غنم تھا اور اس کی نوعمر لڑکیاں تھیں اور اس کے پاس جانور بہت زیادہ تھے۔ گائیں، بکریاں، بھیڑیں، اونٹ کنویں پر پانی پلاتے ہوئے اس کو بڑی پریشانی اٹھانی پڑتی تھی کیونکہ ایک دن تو اونٹنی کی باری ہوتی اور دوسرے دن تمام لوگوں اور ان کے جانوروں کی باری ہوتی تھی۔ حجر شہر میں نو غنڈے تھے جن کا ذکر سورۃ نمل میں آتا ہے وَمَا كَانَ تِسْعَةُ رَهْطٍ اور تھے شہر میں نو شخص يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ جو فساد کرتے تھے زمین میں وَلَا يُصْلِحُوْنَ اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔ اس عورت نے ان بدمعاشوں سے رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ میرے جانور پانی پینے کیلئے جاتے ہیں ایک دن پانی پیتے ہیں اور بعض جانوروں کی باری بھی نہیں آتی اور یہ ساری پریشانی صالحؑ کی اونٹنی کی وجہ سے ہے۔ اگر تم اس اونٹنی کا خاتمہ کرو تو تم میری جس لڑکی کی طرف اشارہ کرو گے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کردوں گی غنڈوں کو اور کیا چاہئے۔ ان کے سرغنہ قدار نے کہا کہ صرف اونٹی کو الگ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا پہلے ہم صالح (علیہ

السلام) کو بمع اہل وعیال کے ختم کرتے ہیں پھر اونٹنی کی خبر لیں گے قَالُوْا کہا انھوں نے تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ قسم کھاؤ اللہ کے نام کی لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ کہ ہم رات کے وقت صالحؑ اور ان کے گھر والوں کو حملہ کر کے ہلاک کر دیں گے ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ پھر ہم کہیں گے ان کے دعویدار سے مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ کہ ہم نہیں حاضر ہوئے ان کے اہل کے ہلاک ہونے کے وقت وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور ہم سچے ہیں۔ بیشک ہم غنڈے ہیں مگر ایسی حرکت نہیں کر سکتے کہ نبی کو قتل کریں لیکن بعد میں ان کا پروگرام بدل گیا کہ نہیں پہلے اونٹنی کا کام تمام کرو۔ سورۃ ہود میں ہے فَعَقَرُوْهَا پس انھوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے۔ اس وقت اونٹنی کی ایک عجیب قسم کی آواز تھی جب حضرت صالحؑ نے وہ آواز سنی تو سمجھ گئے کہ ظالموں نے اونٹنی پر ظلم کیا ہے اور اب ان کی تباہی آئے گی۔ حضرت صالحؑ نے آکر اونٹنی کو دیکھا کہ اس نے چہرہ آسمان کی طرف کیا ہوا ہے تو فرمایا تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن تک ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔ اب رب تعالیٰ نے تمہیں تین دن کی مہلت دی ہے توبہ کر لو کلمہ پڑھ لو ورنہ کل تمہاری شکلیں پیلی ہونگی پرسوں تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اس سے اگلے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے علامتیں بھی ساری بتلا دیں۔ اسی طرح سارا مرحلہ گزرا مگر وہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اللہ کرے کسی میں ضد اور ہٹ دھرمی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس پکڑے گا تم کو دردناک عذاب میں۔

قومِ عاد کا خلیفہ :

اے میری قوم وَاذْكُرُوْا اور یاد کرو اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ جب اللہ

تعالیٰ نے بنایا تم کو خلیفے عاد قوم کے بعد۔ پہلے وہ قوم یہاں آباد تھی پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو یہاں بسایا ان کا حشر سن لو کہیں تمہارا حشر وہ نہ ہو وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ اور ٹھکانا دیا تمہیں زمین میں۔ سارا علاقہ تمہارے قبضہ میں ہے تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا بناتے ہو تم اس کی نرم جگہوں سے محلات وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو۔ سُهُوْل سَهْلٌ کی جمع ہے۔ تم ہموار میدانی زمین میں محل بناتے ہو۔ اور قصور قصر کی جمع ہے بمعنیٰ محل۔ بڑی بڑی چٹانوں کو تراشتے اور کہتے یہ باورچی خانہ ہے، یہ مہمان خانہ ہے، یہ ناچنے کا مکان ہے اور یہ رہائشی مکان ہیں۔ ساری زندگی ایسے ہی گزار دی ہتھوڑے اور دیگر آلات لیکر لگے رہتے تھے۔ دوسرے مقام پر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس پر تنقید کی کہ رب تعالیٰ نے جو تمہیں قیمتی وقت دیا ہے اس کو بیکار کاموں میں ضائع نہ کرو۔ ایک ایک چٹان بنانے میں تمہارے سو سو سال لگ جاتے ہیں یہ قیمتی وقت کسی اور طرف لگاؤ اپنی بود و باش کیلئے مکان بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر سارے چھوٹے بڑے ہتھوڑے اور دیگر آلات لے کر اسی میں زندگیاں کھپاؤ یہ صحیح نہیں ہے فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ پس یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ رب تعالیٰ کی تعلیم کے مقابلے میں کفر و شرک فساد ہے۔ لوگ صرف ڈنڈا چلانے کو فساد سمجھتے ہیں فساد صرف چوری ڈکیتی کا نام نہیں ہے۔ دو رکوع پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ بلند آواز سے دعا اور ذکر کرنا بھی فساد ہے۔ اس لئے کہ اس میں دوسروں کو اذیت پہنچتی ہے۔ کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی تلاوت کر رہا ہے، کوئی اپنا ورد، وظیفہ کر رہا ہے کوئی مسافر تھکا ہوا ہے، آرام کر رہا ہے اور تم

بلند آواز سے دعا اور ذکر کر کے اپنے دل کا شوق پورا کرتے ہو اور ان سب کو اذیت پہنچاتے ہو۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ الْمَلَاُ کہا اس جماعت نے الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا جنہوں نے تکبر کیا مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم میں سے لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ جو ان میں سے ایمان لائے تھے۔ مضبوط متکبر کافروں نے کہا ان ایمان والوں سے جو مالی اور عددی لحاظ سے کمزور تھے اَتَعْلَمُوْنَ کیا تم جانتے ہو اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کہ بے شک صالح بھیجے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم اس چیز پر جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں ایمان لانے والے ہیں۔ اب آگے ان کافروں کا جواب ہے قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا کہا ان لوگوں نے جو متکبر تھے اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ کٰفِرُوْنَ بے شک ہم اس چیز کا جس پر تم ایمان لائے ہو انکار کرنے والے ہیں۔ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی اور ضد سے بچائے اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے فَعَقَرُوا النَّاقَةَ پس انھوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اور نافرمانی کی اپنے رب کی اپنے رب کے حکم سے وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اے صالح لے آؤ ہم پر وہ چیز جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اگر ہیں آپ رسولوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے۔ یہاں رجفة کا لفظ ہے اور سورۃ حجر میں صَیْحَةٌ کا لفظ ہے چیخ، آواز۔ حضرت جبرائیلؑ نے ایک ڈراونی آواز نکالی اس سے

زلزلہ پیدا ہوا اور مجرم جہاں جہاں تھے ان کے دل پھٹ گئے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرنے والے۔ جیسے ہم لوگ التحیات میں دوزانوں ہو کر بیٹھتے ہیں یہ بڑی عاجزی کی حالت ہے۔ سارے دوزانو ہو کر توبہ توبہ کرنے لگے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا وہیں گر گئے عذاب ظاہر ہونے کے بعد کوئی قوم نہیں بچی سوا حضرت یونسؑ کے فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ پس وہ پھرے ان سے (حضرت صالحؑ) وَقَالَ اور انھوں نے کہا یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ اے میری قوم تحقیق میں نے پہنچا دیا تم تک اپنے رب کا پیغام وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور تم کو نصیحت کر چکا وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ اور لیکن تم پسند نہیں کرتے خیر خواہوں کو۔ یہ حضرت صالحؑ نے ان کو خطاب کیا ان کے ہلاک ہو جانے کے بعد۔

مردوں کا سننا :

اس سے یہ مسئلہ سمجھ آرہا ہے کہ مردے سنتے ہیں اور اگر نہیں سنتے تو ان کو خطاب کرنے کا کیا فائدہ؟ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے وہ کہتے ہیں کہ حضرت صالحؑ کا ان کو سنانا مقصود نہیں تھا بلکہ حیرت کا اظہار تھا لیکن اس مسئلے میں تفصیل ہے کہ مردے زندوں کی باتیں سنتے ہیں یا نہیں سنتے؟ ایک خاص مسئلہ یعنی خواص کے متعلق ہے اور ایک عام مسئلہ ہے یعنی عوام کے متعلق۔ خاص انبیاءؑ کے متعلق ہے کہ وہ سنتے ہیں اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کے پاس کوئی آواز دے، درود شریف پڑھے تو وہ سنتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ

میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلے پر امت کا اتفاق ہے کہ پیغمبر کی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھو تو وہ سنتے ہیں۔اس مسئلے پر ۱۲۶۷ء میں بعض لوگوں نے اختلاف پیدا کیا ہے اور دوسرا مسئلہ تمام مردوں کے سننے کا ہے۔یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے لیکر آج تک اختلافی چلا آ رہا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمع کا انکار فرماتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور ابن کثیر، فتح الباری وغیرہ تفسیر کی کتابوں میں ہے خَالَفَهَا الْجُمْهُوْرُ جمہور صحابہ کرامؓ ان کے مخالف تھے وہ فرماتے تھے کہ سنتے ہیں اور قبرستان جانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ نَسْئَلُ لِلّٰهِ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔جمہور یعنی ۹۰ فیصد مسلمان حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، مُقلِّد اور غیر مُقلِّد اس کے قائل ہیں کہ مردے سنتے ہیں اور دس فیصد ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

وَلُوْطًا اِذْقَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ج اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ز صلے كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ط فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○

وَلُوْطًا اور یاد کرو لوطؑ کا قصہ اِذْقَالَ جس وقت کہا انھوں نے لِقَوْمِہٖٓ اپنی قوم کو اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کیا تم کرتے ہو بے حیائی مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ جو نہیں کیا تم سے پہلے کسی نے جہان والوں میں سے اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ بیشک تم دوڑتے ہو مردوں پر شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ شہوت رانی کرتے ہوئے عورتوں کو چھوڑ کر بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم لوگ حد سے نکلنے والے ہو وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اور نہیں تھا ان کی قوم کا جواب اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر یہ کہ کہا انھوں نے اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ نکال دو ان کو اپنی بستی سے اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ بیشک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ

وَاَهْلَهٗ پس ہم نے نجات دی ان کو اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی کو کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ تھی وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور ہم نے برسائی ان پر ایک خاص قسم کی بارش فَانْظُرْ پس دیکھ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔

قومِ لوط کا ذکر :

حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے حقیقی بھتیجے تھے یہ عراق کے دار الخلافہ میں رہتے تھے اس وقت اس جگہ کا نام کُوثٰی بروزن طُوبٰی تھا آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بابل ہے اب یہ چھوٹا سا قصبہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد آزر بھی یہیں رہتے تھے۔ آزر حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام ہی ہے اور لوگوں نے ویسے ہی تاویلیں کی ہیں اور تاویلیں کس کس جگہ کریں گے قرآن میں حدیث میں آزر کے ایک بیٹے تو حضرت ابراہیمؑ تھے اور دوسرے بیٹے کا نام حاران تھا "ح" حلوے والی۔ لوطؑ حاران کے بیٹے تھے۔ اس علاقے میں صرف یہ تین بزرگ شخصیات حق کو قبول کرنے والی تھیں حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت سارہؓ، اہلیہ محترمہ حضرت ابراہیم۔ حضرت ابراہیمؑ نے نبوت ملنے کے بعد تقریباً اسّی سال قوم میں گزارے اور بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ تم عراق سے شام کی طرف ہجرت کر جاؤ اور حکم ہوا کہ دمشق میں لوگوں کو تبلیغ کرو۔ راستے میں کسی جگہ پر حضرت لوطؑ کو نبوت عطا ہوئی اور حکم ہوا کہ تم سدوم شہر میں جاؤ اور ان لوگوں کو تبلیغ کرو۔ سدوم بڑا شہر تھا یہ دس میل میں پھیلا ہوا تھا۔ آج کل اس کی جگہ بحرمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلُوْطًا اور یاد کرو لوطؑ کا قصہ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جس

وقت کہا انھوں نے اپنی قوم کو۔ وہ قوم جس کی طرف ان کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ جن کا مرکزی شہر سدوم تھا اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کیا تم کرتے ہو بے حیائی مَاسَبَقَكُمْ بِهَا نہیں سبقت لے گیا اس بے حیائی میں مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ کوئی ایک آدمی جہان والوں میں سے۔ تم سے پہلے یہ بے حیائی کسی نے نہیں کی۔ وہ بے حیائی کیا تھی؟ فرمایا اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً بیشک تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کرتے ہوئے اپنی شہوت مردوں پر پوری کرتے ہو مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ عورتوں کو چھوڑ کر۔ اللہ تعالیٰ نے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی اور نسل انسانی کو باقی رکھنے کیلئے نکاح کا حکم فرمایا کہ جائز طریقے سے تم اپنی خواہش کو پورا کرو۔ لیکن وہ قوم اس سے ہٹ کر ہم جنس پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی تو حضرت لوطؑ نے ان کو سمجھایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ حدیث پاک میں آتا ہے اُقْتُلُوْا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ جو مرد آپس میں بے حیائی کریں دونوں کو قتل کردو۔ اور حال یہ ہے کہ یورپ کے بعض ممالک میں یہ قانون پاس ہو چکا ہے کہ مرد مرد سے نکاح کرسکتا ہے۔ اور بعض علاقوں والے اس قانون کے پاس کرانے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ان بے حیا قوموں میں انسانیت ختم ہوگئی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں حرج کیا ہے۔ فرمایا بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم لوگ ہو حد سے نکلنے والے۔ تم خدا کے حکم کو چھوڑ کر آگے نکل گئے ہو وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ نہیں تھا ان کی قوم کا جواب اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا مگر یہ کہ کہا انھوں نے اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ نکال دو ان کو اپنی بستی سے۔ اس کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ مجرموں کو نکالنا چاہیے یا نیکوں کو؟ مگر جب مجرم زیادہ ہو جائیں تو پھر نیکوں پر سختیاں ہو جاتی ہیں۔ کیوں نکالو؟ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ یہ لوگ ہیں جو پاک

بنتے ہیں۔ان کا انداز گفتگو دیکھو کہ یہ پاک بنتے پھرتے ہیں۔ بھائی یہ پاک بنتے نہیں پھرتے بلکہ حقیقۃً وہ پاک ہیں فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ پس ہم نے نجات دی ان کو اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی کو نجات نہیں ملی۔حضرت لوطؑ بیوی پیچھے سے تو لائے نہیں تھے ان ہی لوگوں میں شادی ہوئی مگر وہ اسلام نہیں لائی۔اس وقت مسلمان کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے سولہ سال بعد تک کافروں کے ساتھ نکاح جائز رہا ہے۔آنحضرت ﷺ کی تین بیٹیاں پہلے کافروں کے نکاح میں تھیں۔حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابولھب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت زینبؓ ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں ایک عورت تھی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس کی کنیت اُمّ بکر پڑی اور حضرت صدیق اکبر ابوبکر کہلائے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بڑی کوشش کی مگر وہ مسلمان نہیں ہوئی، کہتی تھی رب مجھے اسلام سے بچائے۔جب دوسرے پارے کی یہ آیات نازل ہوئیں وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ ایمان لائیں وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ اور البتہ مومن لونڈی بہتر ہے مشرک عورت سے وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ چاہے وہ تم کو کتنی اچھی معلوم ہو وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا اور نہ نکاح کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کے ساتھ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور البتہ مومن غلام بہتر ہے مشرک سے وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ چاہے وہ تم کو اچھا معلوم ہو۔اس آیت کریمہ کے بعد مشرکوں سے نکاح منسوخ ہو گیا۔یاد رکھنا رشتہ کرتے وقت سب سے پہلے عقیدہ دیکھو۔بچہ بچی مشرک

کافر تو نہیں تاکہ اولاد کا ایمان خراب نہ ہو لیکن اب حالت یہ ہے کہ ہم لوگ شکل دیکھتے ہیں، کوٹھیاں کاریں دیکھتے ہیں، مال دیکھتے ہیں، دنیاوی تعلیم دیکھتے ہیں عقیدے کی طرف نگاہ کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ آخرت کی فکر کرو دنیا تو گزر ہی جائے گی۔ حضرت ابوالدرداءؓ مشہور صحابی ہیں ان کی لڑکی جوان ہوگئی رشتہ داروں نے رشتہ تلاش کیا اور کہا کہ حضرت آپ لڑکی فلاں جگہ دے دیں۔ فرمایا میں لڑکی وہاں نہیں دونگا رشتہ داروں نے کہا حضرت کیوں نہیں وجہ کیا ہے، کیا لڑکے کی شکل اچھی نہیں، بیکار ہے؟ فرمایا نہیں شکل بھی اچھی ہے اور عقل بھی پڑھا لکھا دین دار پرہیز گار ہے اور سارا گھرانہ دینداروں کا ہے مگر ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں میری بیٹی کو ساس کی خدمت کا موقع نہیں میسر ہوگا جس سے اس کی آخرت ماری جائے گی۔ اس لئے میں بیٹی وہاں دینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ آخرت کا کتنا فکر ہے آج تو ایسے لوگ بھی ہیں جو رشتہ کرتے وقت کہتے ہیں ہماری لڑکی روٹی نہیں پکائے گی، کپڑے نہیں دھوئے گی، جھاڑو نہیں پھیرے گی اس کو ٹرے میں تیار روٹی ملنی چاہئے۔ یاد رکھنا اور عورتیں اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھیں یہ جو گھر کے کام ہیں مثلاً بچوں کو نہلانا، تیار کرنا، کپڑے دھونا، روٹی پکانا اور کھلانا، جھاڑو پھیرنا ان کا ثواب نفلی نماز روزہ سے زیادہ ہے۔ تو فرمایا کہ ان کی بیوی کو نجات نہ ملی کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ تھی وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے کہ حضرت لوطؑ کو حکم تھا کہ آپ جلدی سے یہاں سے چلیں جائیں کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ہم نے اس علاقے کو الٹا دینا ہے۔ وہ تشریف لے گئے اور یہ پیچھے مُعَذَّبِیْن میں رہ گئی۔ اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے۔

پہلا عذاب: فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ (سورۃ القمر) ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں آنکھوں کی

بینائی ختم کردی۔دوسرا عذاب: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا (سورۃ النمل) ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔تیسرا عذاب: سورۃ نحل میں صَيْحَةُ کے لفظ آتے ہیں ڈراونی آواز۔چوتھا عذاب: فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (سورۃ ھود) پس ہم نے بستی کو الٹ کر نیچے اوپر کردیا۔اس مقام پر دس میل کا بحیرہ مردار ہے وہاں پر کسی قسم کی مچھلی یا دریائی جانوروں کی قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔حالانکہ چھوٹے چھوٹے تلابوں میں بھی کیڑے اور مچھلیاں ہو جاتی ہیں مگر ان پر ایسا عذاب آیا کہ آج تک وہاں ایک مچھلی بھی پیدا نہیں ہوئی۔فرمایا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور ہم نے ان پر برسائی ایک خاص قسم کی بارش فَانْظُرْ اے مخاطب دیکھ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔اللہ تعالیٰ جرم سے بچائے اور گناہ سے بھی بچائے اور محفوظ رکھے۔آمین

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط قَدْ جَآءَ تْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ وَلَا تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَتَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ج وَاذْکُرُوْآ اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَّرَکُمْ ص وَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ ○ وَاِنْ کَانَ طَآئِفَۃٌ مِّنْکُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِہٖ وَطَآئِفَۃٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا ج وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ○

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا اور مدین قوم کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو قَالَ فرمایا انھوں نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح دلیل مِّنْ

رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ پس پورا ماپ اور تول کردو وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَ هُمْ اور نہ کم کرو لوگوں سے ان کی چیزیں وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ اور نہ فساد کرو زمین میں بَعْدَ اِصْلَاحِهَا زمین کی اصلاح کے بعد ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ چیزیں تمہارے لئے بہتر ہیں اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن وَلَا تَقْعُدُوْا اور نہ بیٹھو بِكُلِّ صِرَاطٍ کسی بھی راستے پر تُوْعِدُوْنَ ڈراتے ہو تم لوگوں کو وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے سے مَنْ اٰمَنَ بِهٖ اس کو جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہو اس راستے میں کجی وَاذْكُرُوْآ اور یاد کرو تم اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا جس وقت تم تھوڑے تھے فَكَثَّرَكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کردیا وَانْظُرُوْا اور دیکھو كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ کیسا انجام تھا فساد مچانے والوں کا وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اور اگر ہے ایک گروہ تم میں سے اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ جو ایمان لایا اس چیز پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا اور ایک گروہ ایسا ہے جو ایمان نہیں لایا فَاصْبِرُوْا پس تم صبر کرو حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ یہاںتک کہ فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

قومِ شعیب کا تذکرہ :

مدین حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے کا نام ہے۔ حضرت کے دو بیٹے تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر

تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ ۔ان کے علاوہ تین بیٹے اور تھے جن کا ذکر توراۃ اور تاریخ کی کتابوں میں ہے حضرت مدین، حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمھم اللہ تعالیٰ ۔تو مدین حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا ہے ۔آگے ان کی نسل چلی انھوں نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام مدین رکھا۔ بہت سارے شہروں کے نام قوموں کے نام پر ہیں سننے میں آیا ہے کہ گکھڑ بھی ایک قوم تھی جن کے نام پر گکھڑ شہر آباد ہے ۔اس علاقے کی مدین بڑی مرکزی جگہ تھی اس کے حدود اربعہ یعنی چاروں طرف بڑے بڑے جنگلات تھے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اَصۡحَابُ الۡاَیۡکَۃِ بھی کہا ہے جنگل والے۔ اور مدین اس وقت بین الاقوامی منڈی تھی دور دراز سے تاجر آتے چیزیں بیچتے اور خریدتے تھے بڑا بارونق اور آباد شہر تھا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاھُمۡ شُعَیۡبًا اور مدین قوم کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت شعیبؑ اپنے دور میں بڑے فصیح اللسان تھے بات بڑی صاف اور بڑے اچھے طریقے سے سمجھاتے تھے خطیب الانبیاء ان کا لقب ہے۔ نماز بڑے آرام اور آہستہ آہستہ پڑھتے تھے سورہ ہود میں آئے گا کافروں نے طعنہ دیا یٰشُعَیۡبُ اَصَلٰوتُکَ تَاۡمُرُکَ اَنۡ نَّتۡرُکَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں ان چیزوں کو جن کی پوجا کرتے تھے ہمارے باپ دادا یعنی یہ جو تو نماز پڑھتا ہے یہ تجھے حکم دیتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ حضرت شعیبؑ کی نماز کا تمسخر اڑاتے تھے حضرت شعیبؑ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیاں عطا فرمائی تھیں بیٹیاں ہی بکریاں چراتی تھیں ان کا دودھ کچھ پی لیتے اور کچھ

بیچ کر گھر کا نظام چلاتے۔قَالَ فرمایا حضرت شعیبؑ نے یٰقَوْمِ اصل میں یٰقَوْمِیْ تھا "یٰ"
متکلم کی تخفیفاً حذف کردی گئی ہے۔اے میری قوم! اُعْبُدُوا اللّٰہَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی
مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا۔دنیا میں جتنے
بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا پہلا سبق ہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
عبادت کے لائق نہیں ،اس کے سوا کوئی معبود نہیں ،کوئی مسجود نہیں ،کوئی حاجت روا نہیں ،
کوئی مشکل کشا نہیں ،کوئی فریادرس نہیں ،کوئی دستگیر نہیں ،کوئی مُقَنِّن نہیں ،کوئی حاکم نہیں اِنِ
الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔تمام پیغمبروں نے پہلا سبق یہی دیا
سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ
اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم
وحی کرتے تھے اس کی طرف کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں پس میری ہی عبادت
کرو۔حضرت شعیبؑ نے بھی وہی سبق دیا فرمایا قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ تحقیق
آچکی تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے۔بَیِّنَۃٌ کا معنیٰ تو معجزہ ہے اکثر
پیغمبروں کے معجزات قرآن پاک میں مذکور ہیں لیکن شعیبؑ کا کوئی معجزہ صراحت کے
ساتھ قرآن پاک میں مذکور نہیں ہے۔ میں نے بے شمار تفسیریں دیکھیں اور تلاش کرتا
رہا کہ کوئی معجزہ مل جائے بَیِّنَۃٌ کا معنیٰ تو معجزہ ہے مگر اس کی تفصیل کیا ہے کہ وہ معجزہ کیا تھا
معلوم نہیں البتہ ایک بزرگ نے کتاب لکھی ہے "بَدَائِعُ الظُّھُوْرِ فِیْ وَقَائِعُ الدُّھُوْرِ"
اس میں انھوں نے حضرت شعیبؑ کا ایک معجزہ بیان کیا ہے کہ قوم نے شعیبؑ سے کہا کہ
آپ ہمارے الٰہوں ،بتوں اور اصنام کی تردید کرتے رہتے ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر

ہیں تو ان کو بلوائیں ہمارے بت بول کر کہیں کہ واقعی شعیبؑ کا سبق اور تعلیم صحیح ہے تو ہم مان لیں گے۔ان کا خیال تھا کہ ان پتھروں کی مورتیوں نے کیا بولنا ہے حضرت شعیبؑ نے دوسرے پیغمبروں کی طرح پہلا جواب تو یہ دیا کہ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَاللّٰہِ معجزے،خرق عادت چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں پیغمبروں کے اختیار میں نہیں ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمہارے منہ سے نکلا ہوا مطالبہ پورا کردے تو مان لو گے کہنے لگے ضرور مانیں گے۔ بدائع الظہور میں ہے کہ انھوں نے بت بڑے بنائے اور سنوارے ہوئے تھے اور ان پر پردے لٹکائے اور خوشبوئیں لگائیں ہوئی تھیں۔لوگ ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہوئے اکٹھے ہوئے کہ آج ہمارے بتوں نے بولنا ہے اور شعیبؑ کی تصدیق کرنی ہے مخلوق ساری اکٹھی تھی میلے کا سماں تھا حضرت شعیبؑ جب قریب پہنچے تو بتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو اس سبق کے متعلق جو میں ان لوگوں کو دیتا ہوں کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کو گویائی کی طاقت عطا فرمائی سب لوگوں نے سنا کہ بتوں نے بلند آواز سے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وَاَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّنَا اور آپ ہمارے رب کے رسول ہیں۔اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس چیز کو چاہے بلوا سکتا ہے۔مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت بھی اس پتھر کو جانتا ہوں مکہ مکرمہ میں کہ میں جب اس کے پاس سے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کرتا تھا۔ایک موقع پر آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ سے دور چلے گئے آپؐ کے ساتھ حضرت انسؓ تھے ایک آدمی ہل چلاتا تھا تھک گیا فارغ ہو کر واپس آنے لگا تو چھلانگ لگا کر بیل پر سوار ہو گیا بیل اکڑ

گیا کہنے لگا لَمْ نُخْلَقُ هٰذا اِنَّمَا خُلِقْتُ لِلزِّرَاعَةِ ہم سواری کیلئے نہیں پیدا کیے گئے میں تو کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں نیچے اترو ہمارے ذریعے کھیتی باڑی کرو۔ لوگوں نے سنا کہنے لگے سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمَتْ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے بیل بولتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھی ایمان ہے ابوبکر کا بھی ایمان ہے عمر کا بھی ایمان ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ رب تعالیٰ جس چیز کو چاہے بلوا سکتا ہے۔ وَمَا هُمَا ثَمَّهٗ یہ دونوں بزرگ اس وقت ساتھ نہیں تھے گویا ان پر آپ کو اتنا اعتماد تھا کہ آپ نے ان کی وکالت فرمائی۔ آگے چلے تو ایک موٹا تازہ بھیڑیا آیا اس نے ریوڑ سے ایک بکری اٹھالی۔ ریوڑ کا مالک بھی بڑا بہادر تھا پیچھے سے دوڑا پتھر وغیرہ مارے اور بھیڑے سے بکری چھڑالی وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر کہنے لگا کہ آج تو تو نے میرے پاس سے بکری چھڑالی ہے کل جب میری بادشاہی ہوگی تو کون چھڑائے گا لوگوں نے کہا سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے بلوائے میرا بھی ایمان ہے ابوبکر کا بھی ایمان ہے عمر کا بھی ایمان ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ ہمارے ہاتھ پاؤں آج تو نہیں بولتے مگر قرآن پاک میں آتا ہے قیامت والے دن یہ بولیں گے چنانچہ سورۃ یٰسین میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ جو کچھ وہ کماتے تھے اور چوبیسواں پارہ سورۃ حٰمٓ سجدہ میں آتا ہے حَتّٰى اِذَا مَا جَآءُوْهَا یہانتک کہ وہ جب اس کے قریب پہنچیں گے شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ تو گواہی دیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں وَجُلُوْدُهُمْ اور ان کی کھالیں بِمَا كَانُوْا

یَعْلَمُوْنَ اس چیز کی جو کچھ وہ کرتے تھے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں سے لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا کہ تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف قَالُوْا وہ کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ ہم کو بلوایا ہے اس اللہ تعالیٰ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔ ہم تو بے اختیار ہیں بلوانے والے نے بلوایا ہے۔ تو بات ہو رہی تھی کہ ان کے بتوں نے کہا کہ حضرت شعیبؑ سچ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر ضدی لوگ یہ سن کر بھی ایمان نہ لائے مدین چونکہ اس علاقے کا بڑا شہر تھا اور اس علاقے کی بڑی منڈی تھی تو یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، ڈنڈی مارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ پس پورا ماپ اور تول کر دو وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ اور نہ کم کرو لوگوں سے ان کی چیزیں۔ اگر کسی دوکاندار نے کہا کہ ایک کلو چیز ایک روپے کی دونگا عند اللہ اس شخص کا ایک کلو بن گیا اب اگر اس میں کمی کرے گا تو اس کا حق مارے گا اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی توڑنے والا ہوگا۔ اسی طرح جس جنس اور رنگ اور کوالٹی کا وعدہ کیا ہے اگر اس میں کمی بیشی کرے گا تو دھوکا ہوگا اور قیامت والے دن اس کا جواب دہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اور نہ فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد۔ معلوم ہوا کہ کم تولنا بھی فساد ہے، شرک کرنا بھی فساد ہے، قبروں کو پوجنا بھی فساد ہے۔ فساد نہ مچاؤ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ چیزیں تمہارے حق میں بہتر ہیں اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے۔ اور ان لوگوں نے ایجنٹ رکھے ہوتے تھے ڈاکو جو دور دراز جنگلوں میں چھپے ہوتے تھے قافلے والوں سے قیمتی چیز لوٹ لیتے تھے اور شہر میں بھی ایجنٹ

ہوتے تھے جو دیکھتے کہ سونا کس نے خریدا ہے، ریشمی کپڑے کس نے خریدے ہیں، قیمتی سامان کس نے خریدا ہے۔ یہ ان کو آگاہ کرتے اور وہ ان کو لوٹ لیتے تھے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ اور نہ بیٹھو کسی بھی راستے پر ڈراتے ہوئے لوگوں کو۔ اور ڈاکوؤں میں ایسے بھی تھے جو لوٹتے بھی تھے اور اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم جب شہر میں جاؤ گے تو وہاں ایک باباجی ہیں ان کا یہ حلیہ ہے اُن کے قریب نہ جانا ان کی بات نہیں سننی تو وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے کہ یہ ایمان نہ لائیں دوطرفہ لٹیرے تھے مال بھی لوٹتے تھے اور ایمان بھی۔ فرمایا وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے سے مَنْ اٰمَنَ بِهٖ ان کو جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہو اس راستے میں کجی۔ کجی کہتے ہیں کہ نام تو اسلام کا لے اور کرے اپنی مرضی جسطرح ہمارے حکمرانوں نے اسلام کو ٹیڑھا کر دیا ہے وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا اور یاد کرو تم جس وقت تم تھوڑے تھے فَكَثَّرَكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا وَانْظُرُوْا اور دیکھو كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ کیسا انجام تھا فساد مچانے والوں کا۔

سابقہ اقوام کا انجام :

تمہارے سے پہلے جو فسادی لوگ تھے ان کا کیا انجام ہوا لوطؑ کی قوم کا کیا حشر ہوا، صالحؑ کی قوم کا کیا حشر ہوا، عاد قوم کا کیا حشر ہوا، نوحؑ کی قوم کا کیا حشر ہوا یہ سب تمہارے سامنے ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ ان لوگوں پر رب تعالیٰ کا عذاب آیا تھا کہ کسی کو رب تعالیٰ نے سیلاب میں تباہ کیا، کسی پر تند ہوا چلائی، کسی پر پتھر برسائے، کسی کو

کسی شکل میں اور کسی کو کسی شکل میں تباہ کیا وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اور اگر ہے ایک گروہ تم میں سے اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ جو ایمان لایا اس چیز کے ساتھ جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ یہ تھوڑے سے لوگ تھے جو حضرت شعیبؑ پر ایمان لائے تھے جن کے متعلق کافر کہتے تھے لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ شعیب اگر تیرے ساتھ یہ چند ساتھی نہ ہوں جن کی ہم تھوڑی سی شرم کرتے ہیں تو ہم تجھے پتھروں سے مار مار کر ختم کر دیں حضرت شعیبؑ نے اس کے جواب میں فرمایا یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (ھود، پ ۱۲) اے میری قوم میرا خاندان زیادہ عزیز ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی نسبت۔ ظالمو! میری برادری کا خیال کرتے ہو اور اس رب کا خیال نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، تمہیں رزق دیا ہے، صحت دی ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا اور ایک گروہ ایسا ہے جو ایمان نہیں لایا فَاصْبِرُوْا پس تم صبر کرو حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے ہمارے درمیان وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے اس کا جو فیصلہ ہوگا وہ حق ہوگا اور دنیا کے جج غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط فیصلے بھی کر جاتے ہیں اور بسا اوقات ڈنڈی بھی مار جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نہ ڈنڈی مارتا ہے اور نہ غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے۔ اس قوم کے ساتھ کیا ہوا؟ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ○ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ○ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ○ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ○ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ○

وَقَالَ الْمَلَاُ کہا جماعت نے الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا وہ جنھوں نے تکبر کیا مِنْ قَوْمِہٖ ان کی قوم میں سے لَنُخْرِجَنَّکَ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تم کو یٰشُعَیْبُ اے شعیب وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں مِنْ قَرْیَتِنَآ اپنی بستی سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ یا تم پلٹ آؤ فِیْ مِلَّتِنَا ہماری ملت میں قَالَ کہا شعیبؑ نے اَوَلَوْ کُنَّا کٰرِھِیْنَ کیا اگرچہ ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہوں قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا تحقیق ہم نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ اگر ہم لوٹیں تمہاری ملت میں بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰہُ مِنْھَا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی وَمَا یَکُوْنُ لَنَآ اور نہیں ہے ہمارے لئے حق اَنْ نَّعُوْدَ فِیْھَآ کہ ہم لوٹیں اس ملت میں اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ رَبُّنَا ہمارا رب وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے ہمارا پروردگار ہر چیز پر علم کے اعتبار سے عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا اللہ تعالیٰ پر ہی ہم بھروسہ کرتے ہیں رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا اے ہمارے پروردگار حقیقت کھول دے ہمارے درمیان وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ اور تو سب سے بہتر ہے حقیقت کھولنے والوں میں سے وَقَالَ الْمَلَاُ اور کہا جماعت نے الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا شعیبؑ کی قوم میں سے لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اگر تم نے پیروی کی شعیبؑ کی اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ تو بے شک تم

اس وقت نقصان اٹھانے والے ہوگے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہوگئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا گویا وہ ان گھروں میں بسنے والے ہی نہیں تھے اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ وہی تھے نقصان اٹھانے والے فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ پس پھرے ان لوگوں سے وَقَالَ اور کہا یٰقَوْمِ اے میری قوم لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ البتہ تحقیق میں پہنچا چکا ہوں تم کو رِسٰلٰتِ رَبِّیْ اپنے رب کے پیغام وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور میں تمہیں نصیحت کر چکا ہوں فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ پس کیسے افسوس کروں اس قوم پر جو کافر ہے۔

قومِ شعیب کا ناپ تول میں بددیانتی کرنا :

پہلے سے حضرت شعیبؑ کا ذکر چلا آرہا ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول کی کمی کی بیماری میں بھی مبتلا تھی مدین چونکہ بین الاقوامی منڈی تھی اور وہاں دور دراز سے تاجر آتے تھے اور مدین قوم میں بھی بڑے بڑے تاجر تھے اور انھوں نے مختلف قسم کے پیمانے رکھے ہوئے تھے خریدنے والا پیمانہ اور تھا اور بیچنے والا اور تھا مثلاً خریدتے وقت چھ کلو کا پیمانہ استعمال کرتے اور بیچتے وقت پانچ کلو کا۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا اس طرح نہ کرو جس پیمانے سے خریدو اسی سے بیچو اور تولتے وقت ڈنڈی نہ مارو اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اور وہ قوم ڈاکو بھی تھی اس سے بھی منع فرمایا کہ ڈاکے نہ مارو تو

قوم نے کیا جواب دیا؟ ارشاد ربانی ہے وَقَالَ الْمَلَاُ کہا جماعت نے الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ وہ جنھوں نے تکبر کیا ان کی قوم میں سے حق کو ٹھکرانے والے اور نہ ماننے والے۔ انھوں نے حضرت شعیبؑ اور ان کے ساتھیوں کو دھمکی دی لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تم کو اے شعیب وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں مِنْ قَرْیَتِنَآ اپنی بستی سے۔ جب غنڈوں، بدمعاشوں اور بدکرداروں کے ہاتھ میں اقتدار ہو تو نیکوں کے ساتھ پھر یہی سلوک ہوتا ہے اصولی طور پر تو غنڈوں بدمعاشوں کو، مجرموں کو شہر سے نکالنا چاہئے لیکن یہاں مجرم اکٹھے ہو کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں نکالیں گے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا یا تم پلٹ آؤ ہماری ملت میں ہماری طرح کافر مشرک بن جاؤ پھر چھوڑیں گے۔ عود کا ایک معنیٰ ہے کہ میں جس جگہ تھا لوٹ کر واپس وہاں آ جاؤں اگر یہ معنیٰ کریں تو پھر تغلیباً ہوگا کیونکہ حضرت شعیبؑ کے ساتھی تو پہلے مشرک تھے ان کیلئے عود کے لفظ کا استعمال اس معنیٰ میں صحیح ہے حضرت شعیبؑ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور......

عصمتِ انبیاء کرام :

پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے اس سے نہ نبوت سے پہلے شرک سرزد ہوتا ہے اور نہ بعد میں ایک لمحہ کیلئے بھی۔ تو یہ لفظ استعمال کیا تو حضرت شعیبؑ کیلئے یہ لفظ تغلیباً استعمال کیا اور عود کا معنیٰ آ جانے کا بھی ہوتا ہے تو معنیٰ ہوگا تم ہماری ملت میں آ جاؤ تو پھر یہاں رہ سکتے ہو ورنہ ہم تمہیں یہاں سے نکال دیں گے قَالَ حضرت شعیبؑ نے فرمایا اَوَلَوْ کُنَّا کٰرِهِیْنَ کیا اگرچہ ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہوں کہ تمہاری ملت میں

آجائیں ہم شرک کو پسند نہیں کرتے قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا تحقیق ہم نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ اگر ہم لوٹیں تمہاری ملت میں۔ دنیا میں مشرک سے بڑا مفتری کوئی نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ پر شرک کا افترا باندھتا ہے اگر ہم تمہاری ملت میں آجائیں تو تمہاری طرح مفتری ہو گئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر افترا باندھنے والوں میں سے ہو گئے بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ہے۔ ہم قطعاً تمہاری ملت میں نہیں آئیں گے وَمَا يَكُوْنُ لَنَا اور نہیں ہے ہمارے لئے حق اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَا کہ ہم لوٹیں اس ملت میں اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار۔ معاذ اللہ تعالیٰ رب تعالیٰ اگر ہمیں مشرک بنادے تو ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے رب، رب ہے۔ باقی ہم اپنی مرضی سے تمہاری ملت قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا وسیع ہے ہمارا پروردگار ہر چیز پر علم کے اعتبار سے عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا اللہ تعالیٰ پر ہی ہم بھروسہ کرتے ہیں۔ تم نے جو دھمکیاں دینی ہیں دیتے رہو اور جو کرنا ہے کرو حضرت شعیبؑ نے جب قوم کا فیصلہ سنا اور اپنا بھی سنا دیا تو فرمایا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ اے ہمارے پروردگار حقیقت کھول دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب یہ ہمیں ہمارے گھروں میں بھی نہیں رہنے دیتے لھذا فیصلہ فرمادے۔

ظالم کا انجام :

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُمْلِيَ الظَّالِمَ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے یکدم پکڑتا ہے پھر ڈھیل نہیں دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ ظالم کو اپنی

مرضی سے ڈھیل دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ گیا ہوں یہ اس کا وہم ہوتا ہے جتنے لوگ ظلم کرر ہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں ذلیل کرے گا اور آخرت میں بھی۔فرمایا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ اور تو سب سے بہتر حقیقت کھولنے والوں میں سے ہے۔تیرے سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا کیونکہ صحیح فیصلہ وہ کرے گا جو حقیقت سے واقف ہوگا اور رب تعالیٰ سے زیادہ حقیقت کو جاننے والا کون ہے؟ اور صحیح فیصلے کیلئے یہ بھی ہے کہ کسی کا ڈر خوف نہ ہو کہ کسی کے دباؤ میں نہ آئے اللہ تعالیٰ کو کس کا ڈر ہے؟ اور صحیح فیصلے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ لالچ نہ ہو یہ دنیا میں جتنے غلط فیصلے ہوتے ہیں ان کی یہی وجوہات ہیں تو اللہ تعالیٰ کو کوئی لالچ نہیں ہے۔

قوم کا شعیبؑ کو دھمکی دینا :

ایک طرف تو قوم نے حضرت شعیبؑ کو دھمکی دی کہ ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو بستی سے نکال دیں گے اور شعیبؑ کا جواب بھی سن لیا پھر وہ لوگ ان کی قوم کے پاس گئے وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہا جماعت نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا مِنْ قَوْمِہٖ ان کی قوم میں سے۔اور کہا جماعت نے جنہوں نے کفر کیا شعیبؑ کی قوم میں سے لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اگر تم نے پیروی کی شعیبؑ کی اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ تو بے شک تم اس وقت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔اس دھمکی کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو ہم تمہاری مرمت کریں گے ہم تمہارے ساتھ نمٹیں گے اور خسارے کا ایک معنٰی یہ ہے کہ تم نے اپنی ملت کفر شرک والی چھوڑی تو مذہبی طور پر خسارے میں رہو گے اور سیاسی طور پر بھی خسارے میں رہو گے کیونکہ کافر مشرک اپنے آپ کو سچا

سمجھتے تھے۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کی تباہی :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے۔ اور سورۃ حجر میں صَیْحَةٌ کے لفظ آئے ہیں آواز چیخ حضرت جبرائیلؑ نے ایک آواز نکالی اس کی وجہ سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہوگئی مدین کے رہنے والے جتنے مجرم تھے ان میں سے ایک بھی نہ بچا اور وہاں رہنے والے جو مومن موحد تھے ان میں سے کسی ایک کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچا جو مومنوں کو بستی سے نکالنا چاہتے تھے ان پر خدائی لعنت پڑی اور وہ دنیا سے چلے گئے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ جسطرح ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں یہ بڑی عاجزی کی علامت ہے اس وقت کہنے لگے اِنَّا اِذًا لَّظٰلِمِیْنَ بے شک ہم ظالم ہیں اب تو وقت ختم ہوگیا اب اقرار کا کیا فائدہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا گویا وہ لوگ ان گھروں میں بسنے والے ہی نہیں تھے۔ وہ گھر جہاں ہر وقت رونقیں تھیں چہل پہل تھی جہاں ہر قسم کی بدمعاشی ہوتی تھی اب وہ گھر ایسے اجڑے جیسے یہاں کبھی کوئی رہا ہی نہیں یہ خسارہ تو دنیا میں ہوا سب کچھ ہوگیا اور عذاب میں مبتلا ہوئے اور مرنے کے بعد کی سزا علیحدہ ہے اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو وہی تھے نقصان اٹھانے والے۔ اب معلوم ہوا نا کہ متبعین پیغمبر نقصان اٹھانے والے ہیں یا پیغمبر کو جھٹلانے والے خسارے میں پڑے فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ پس پھرے شعیبؑ ان لوگوں سے جب وہ تباہ ہوگئے وَقَالَ اور فرمایا یٰقَوْمِ اے

میری قوم لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ البتہ تحقیق میں پہنچا چکا ہوں تم کو اپنے رب کے پیغام وَنَصَحْتُ لَکُمْ اور تمکو نصیحت بھی کر چکا ہوں فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ پس کیسے افسوس کروں اس قوم پر جو کافر ہے۔

سماعِ انبیاء میں کوئی اختلاف نہیں :

میں پہلے بھی اس مسئلے کے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ پیغمبر اور ان کے علاوہ جو دوسرے لوگ قبروں میں آرام کر رہے ہیں ان کی قبروں کے قریب کوئی بات کرے تو وہ سنتے ہیں یا نہیں؟ یعنی سماع موتی ہے یا نہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کے متعلق ساری امت کا اتفاق ہے کہ وہ سنتے ہیں اور امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں اس پر امت کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اس مسئلے میں سب سے پہلے اختلاف پیدا کرنے والا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی ہے ہم نے اٹھارہ سال اکٹھے کام کیا ہے جس وقت اس نے یہ مسئلہ نکالا تو ہم نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی باقی رہا عام مردوں کے سننے اور نہ سننے کا مسئلہ تو اس کے متعلق صحابہ کرامؓ سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے سنتے ہیں اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہیں سنتے ان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ہیں وَخَالَفَهُمُ الْجُمْهُوْرُ باقی تقریباً سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس اگر کوئی سلام کلام کرے تو مردے سنتے ہیں اور جمہور یعنی پچانوے فیصد امت مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی اسی کے قائل ہیں پہلے غیر مقلدین حضرات کا بھی یہی فتویٰ تھا اب ان میں سے کچھ تھوڑے

سے بگڑ گئے ہیں شاہ صاحب کے مرید بن گئے ہیں جو حضرات سماع موتی کے قائل ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت شعیبؑ نے مُردوں کو سنایا اور فرمایا اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا چکا ہوں پس کیسے افسوس کروں کافر قوم پر۔ اور جو کہتے ہیں کہ نہیں سنتے ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ افسوس کا اظہار ہے کہ مجھے اس قوم پر افسوس ہے میں ان کو سناتا رہا اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتا رہا لیکن انہوں نے میری بات نہیں سنی۔

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ○ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا مگر یہ کہ پکڑا ہم نے وہاں کے باشندوں کو بِالْبَاْسَآءِ مالی پریشانی میں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی پریشانی میں لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ تاکہ وہ عاجزی اورزاری کریں ثُمَّ بَدَّلْنَا پھر ہم نے بدل دیا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ تکلیف

کی جگہ راحت کو حَتّٰی عَفَوْا یہانتک کہ وہ لوگ بڑھ گئے وَّقَالُوْا اور کہا انھوں نے قَدْ مَسَّ اٰبَآءَ نَا تحقیق پہنچی ہمارے باپ دادا کو بھی الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ بدنی تکلیف اور راحت فَاَخَذْ نٰھُمْ بَغْتَةً پس پکڑا ہم نے ان کو اچانک وَّھُمْ لَایَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے وَلَوْاَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اور اگر بستیوں کے باشندے اٰمَنُوْا ایمان لائیں وَاتَّقَوْا اور گناہ سے بچتے رہیں لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ البتہ ہم کھول دیں ان پر بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان اور زمین کی برکتیں وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا اور لیکن انھوں نے تکذیب کی فَاَخَذْنٰھُمْ پس ہم نے پکڑا ان کو بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ بسبب اس کمائی کے جو وہ کرتے تھے اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی کیا پس امن میں ہیں بستیوں والے اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا اس چیز سے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب بَیَاتًا راتوں رات کے وقت وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ اور وہ سوئے ہوئے ہوں اَوَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اور کیا امن میں ہیں بستیوں والے اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا کہ ان پر ہماری گرفت آئے ضُحًی چاشت کے وقت وَّ ھُمْ یَلْعَبُوْنَ اور وہ کھیل رہے ہوں اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰهِ کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے امن میں ہیں فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰهِ پس نہیں بے فکر ہوتی اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ مگر وہ قوم جو خسارہ اٹھانے والی ہو۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ کے واقعات قدرے تفصیل سے بیان فرمائے اب آگے

اجمالی طور پر ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں مِنْ نَّبِیٍّ کوئی نبی اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا مگر پکڑا ہم نے وہاں کے رہنے والوں کو بِالْبَاْسَآءِ مالی پریشانی میں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جس وقت حق کی بات لوگوں کو سنائی ہدایت اور گمراہی سے آگاہ کیا اور اتمام حجت ہو چکا اور لوگوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کو مالی پریشانی میں مبتلا کیا گیا کبھی قحط ان پر مسلط کیا گیا، کبھی سیلاب آیا، کبھی چیزیں مہنگی ہو گئیں وغیرہ وغیرہ وَالضَّرَّآءِ اور بدنی تکلیف میں مبتلا کیا گیا۔ مختلف قسم کی بیماریاں ان پر مسلط کی گئیں لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ تاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں رب کی طرف رجوع کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی کہ جب بھی کسی کو تکلیف پہنچے تو وہ فوری طور پر رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے تکلیف چاہے مالی ہو یا بدنی ہو۔ اور جو غافل ہوتے ہیں ان کو قطعاً کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی وہ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں بہادر شاہ ظفر دھلی کا آخری بادشاہ تھا اور شاعر بھی جس کے بیٹوں کے سر کاٹ کر انگریزوں نے اس کے سامنے رکھے تھے ظفر مرحوم کہتے ہیں......

ظفر اس کو آدمی نہ جانیے گا گو ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

انسانیت کا معیار :

مرحوم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر تم نے انسان کی انسانیت دیکھنی ہیں تو یہ ہے کہ عیش میں ہو تو رب تعالیٰ کو نہ بھولے اور تکلیف میں ہو تو رب تعالیٰ کو نہ بھولے۔ تکلیفیں رب تعالیٰ کی طرف سے اس لئے آتی ہیں کہ انسان کو تنبیہ ہو لھذا جب بھی کوئی تکلیف آئے تو

رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔

پریشانی میں اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھنا :

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے گھر چراغ نہیں ہوتا تھا آپ ﷺ نماز تہجد اندھیرے ہی میں پڑھتے تھے اور کوئی بھی نماز ہو اندھیرے میں بھی ہو جاتی ہے۔ روشنی ہو تو نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ایک دو مواقع پر صحابہ کرامؓ نے مٹی کا چراغ مہیا کیا تھا اس میں تیل تھا، میں لوگوں کے گھروں میں دیکھتی کہ چراغ جلتے ہیں مجھے بھی شوق ہوا تو میں نے ایک چراغ مہیا کیا چراغ باہر جل رہا تھا تیز ہوا سے چراغ بجھ گیا آنحضرتؐ نے فرمایا اِنَّـالِلّٰـہِ وَاِنَّااِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ تو میں پریشان ہوگئی کیونکہ میں یہ لفظ کسی کے مرنے پر یا بڑی مصیبت پر سنتی تھی میں نے کہا حضرت خیر ہے آپ نے یہ پڑھا ہے فرمایا چراغ کے بجھنے پر کہنے لگیں یہ کونسی بڑی مصیبت ہے میں انشاء اللہ دوبارہ جلا دونگی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر وہ چیز جو مسلمان کی پریشانی کا ذریعہ ہو وہاں اِنَّـالِلّٰـہِ وَاِنَّـااِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ چراغ کے بجھنے سے ہمیں تکلیف ہوئی ہے اس لئے میں نے پڑھا اور یہاں حال یہ ہے کہ لوگوں پر پریشانیوں کے طوفان گزر جاتے ہیں مگر رب تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے ان کو حوادثات زمانہ پر محمول کرتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے حق کی تعلیم پیش کی اور قوم نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مالی اور بدنی پریشانیوں میں مبتلا کیا تا کہ یہ لوگ رب تعالیٰ کی طرف زاری اور عاجزی کریں رجوع کریں مگر وہ لوگ اتنے سنگدل تھے کہ ان پر کوئی اثر نہ ہوا لھذا جب ان کو عبرت حاصل نہ ہوئی تو فرمایا ثُمَّ بَدَّلۡنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الۡحَسَنَۃَ پھر ہم نے بدل دیا تکلیف کی جگہ راحت کو۔ تکلیفیں اٹھالیں

مال زیادہ کر دیا زمین کی پیداوار میں اضافہ کر دیا، درختوں پر پھل کثرت سے لگائے، اولاد کثرت سے دی تاکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات دیکھ کر اس کا شکریہ ادا کریں لیکن انھوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی اللہ تعالیٰ دل کی سختی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْعَدَ الْقُلُوْبِ مِنَ اللّٰهِ اَلْقَلْبُ الْقَاسِیْ " اللہ تعالیٰ سے وہ لوگ زیادہ دور ہوتے ہیں جن کے دل سخت ہوتے ہیں'' ان کو رحمت سے بہت دوری ہوتی ہے۔ جب مال دولت اولاد کی کثرت ہوئی حَتّٰی عَفَوْا یہاںتک کہ وہ لوگ بڑھ گئے۔ ہر لحاظ سے ان کو ترقی اور عروج مل گیا وَّقَالُوْا اور کہا انھوں نے قَدْ مَسَّ اٰبَآءَ نَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ تحقیق پہنچی ہمارے باپ دادا کو بھی بدنی تکلیف اور راحت۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے دنیا کے دور اسطرح چلتے رہتے ہیں کبھی تکلیف اور کبھی راحت، کبھی بیماری کبھی صحت۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں طرح آزمایا تکلیف دے کر بھی اور راحت دے کر بھی اور وہ آزمائش میں پورے نہ اترے فَاَخَذْ نٰهُمْ بَغْتَةً پس پکڑا ہم نے ان کو اچانک وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔ عذاب کی آمد کا ان کو علم ہی نہیں تھا غفلت کی حالت میں ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اور اگر بستیوں کے باشندے اٰمَنُوْا ایمان لائیں وَاتَّقَوْا اور گناہ سے بچتے رہیں۔ کفر شرک سے بچ جائیں گناہوں سے بچ جائیں لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ البتہ ہم کھول دیں ان پر آسمان وَالْاَرْضِ اور زمین کی برکتیں۔ آسمان سے برکتیں برسائیں اس طرح کہ بارشیں ہوں دیکھو دو مہینے ہو گئے ہیں بارشیں نہیں ہوئیں لوگ کتنے پریشان ہیں اور بارانی علاقے کے لوگ روتے پھر رہے ہیں مگر رب تعالیٰ کی طرف رجوع

نہیں کرتے بہت کم علاقوں میں نماز استسقاء پڑھی گئی ہے کہ لوگوں نے توبہ استغفار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تو قیامت تک رہیں گے لیکن اکثریت باغی لوگوں کی ہے۔ اور زمین کی برکتیں یہ ہیں کہ پیداوار زیادہ ہوگی وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا اور لیکن انھوں نے تکذیب کی بجائے ایمان لانے اور کفر وشرک سے بچنے کے گناہوں سے بچنے کے فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے پکڑا ان کو بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بسبب اس کمائی کے جو وہ کرتے تھے۔ کفر، شرک، بدی اور گناہوں میں آلودہ تھے اس وجہ سے ہم نے ان کو تباہ کر دیا جن کے کچھ واقعات تفصیلاً اور اجمالاً تم سن چکے ہو۔ کیا یہ لوگ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى کیا پس امن میں ہیں بستیوں والے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا اس چیز سے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ کیا بستیوں میں رہنے والے اس سے بے خبر ہیں کیا انھوں نے گذشتہ قوموں سے عبرت حاصل نہیں کی ان کے حالات ان کے سامنے نہیں ہیں؟ کہ رات کے وقت عذاب آئے اور یہ تباہ ہو جائیں۔ ۱۹۳۷ء مئی میں کوئٹہ میں جب زلزلے کی شکل میں رب کی طرف سے عذاب آیا تو لوگ اس وقت سوئے ہوئے تھے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر گئے اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اور کیا امن میں ہیں بستیوں والے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى کہ ان پر ہماری گرفت آئے چاشت کے وقت وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ اور وہ کھیل رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری گرفت رات کو بھی آسکتی ہے اور دن کو بھی آدمی کو ہر وقت رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہئے اور دنیا میں کوئی بھی آفت آئے تو یہی سمجھے کہ یہ میری وجہ سے ہے میرے گناہوں کی شامت ہے۔ لیکن حال یہ ہے کہ ہم لوگ تو اپنے آپ کو معصوم

سمجھتے ہیں اور ہمیں ذاتی طور پر کوئی پریشانی یا تکلیف ہو تو کہتے ہیں کہ خدا جانے کیا گناہ کر بیٹھا ہوں کہ مجھے یہ تکلیف آئی ہے۔ او معصوم بننے والے تو تو سر سے لیکر پاؤں تک گناہوں سے گھرا ہوا ہے اور تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو کونسے گناہوں میں پکڑا گیا ہے کتنا مچلا بنتا ہے۔ ہر آدمی اپنی کمزوریوں اور گناہوں اور اپنے عیبوں کو بخوبی جانتا ہے ویسے بھولا بن جائے تو الگ بات ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی چھوٹے گناہ میں پکڑ لے اس لئے گناہ کو گناہ سمجھو چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں ''تم بعض چیزوں کو چھوٹے چھوٹے گناہ سمجھتے ہو ہم آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ان کو ''موبقات'' یعنی ایسے گناہ سمجھتے تھے جو ہلاکت کا ذریعہ ہیں'' اِيَّاكُمْ وَمُحَقِّرَاتِ الذُّنُوْبِ حدیث پاک میں آتا ہے ''جو گناہ تمہیں چھوٹے نظر آتے ہیں ان کو چھوٹا نہ سمجھو بڑا گناہ سمجھو۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ مکر کے معنی حیلہ اور خفیہ تدبیر کے ہیں کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے امن میں ہیں۔ غافل ہیں اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مدبر ہے وہ ایسی تدبیر کرتا ہے کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ فرمایا فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ پس نہیں بے فکر ہوتی اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ مگر وہ قوم جو خسارہ اٹھانے والی ہو۔ دوسرے تو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، معافی مانگتے ہیں، نیکیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ
نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا
يَسْمَعُوْنَ ۝ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ
اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا
كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ
وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ
مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى
يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ
لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ
فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ

ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ○ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَاهِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ○

اَوَلَمْ يَهْدِ اور کیا ہدایت نہیں ہوئی لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ جو وارث ہوئے ہیں زمین کے مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَآ اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے بعد اَنْ لَّوْ نَشَآءُ کہ اگر ہم چاہیں اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ان کو بھی مصیبت میں مبتلا کر دیں ان کے گناہوں کی وجہ سے وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ہم مہر لگا دیں ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پس وہ لوگ نہیں سنتے تِلْكَ الْقُرٰى یہ بستیاں ہیں نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کے کچھ حالات وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آ چکے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر فَمَا كَانُوْا پس نہیں تھے وہ لوگ لِيُؤْمِنُوْا کہ ایمان لاتے بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ اس چیز پر جس کو جھٹلا چکے تھے پہلے كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح ہم مہر لگاتے ہیں کافروں کے دلوں پر وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ اور نہیں پایا ہم نے ان میں اکثروں کیلئے کوئی عہد وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ اور بے شک پایا ہم نے ان میں سے اکثروں کو البتہ نافرمان ثُمَّ بَعَثْنَا پھر بھیجا ہم نے مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بِاٰيٰتِنَآ اپنی نشانیوں کے ساتھ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف فَظَلَمُوْا بِهَا پس انہوں نے زیادتی کی ان نشانیوں

کے ساتھ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ پس دیکھ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا وَقَالَ مُوْسٰی اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اے فرعون میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے حَقِیْقٌ حق دار ہوں عَلٰٓی اَنْ اس بات کا لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ کہ میں نہ کہوں اللہ تعالیٰ پر اِلَّا الْحَقَّ مگر حق قَدْ جِئْتُکُمْ تحقیق میں لا چکا تمہارے پاس بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ پس بھیج دے تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو قَالَ کہا فرعون نے اِنْ کُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ اگر تو لایا ہے کوئی نشانی فَاْتِ بِهَآ تو لا اس کو اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر ہے تو سچ کہنے والوں میں فَاَلْقٰی عَصَاهُ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ پس اچانک وہ اژدھا بن گیا کھلے طور پر وَنَزَعَ یَدَهٗ اور نکالا انھوں نے اپنا ہاتھ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کیلئے۔

آٹھویں پارے کے آخر میں اور نویں پارے کی ابتداء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ قوموں کے واقعات تفصیلاً اور کچھ کے اجمالاً بیان فرمائے کہ ان لوگوں کے پاس پیغمبر آئے مگر جب انھوں نے نافرمانی کی تو ان سب پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا یہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ اور کیا ہدایت نہیں ہوئی ان لوگوں کو یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ جو وارث ہوئے زمین کے مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَآ اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے

بعد۔ وارث بننے والوں سے پہلے جو زمین میں رہتے تھے ان کے ہلاک ہونے کے بعد اس وقت جو وارث ہیں ان کو ہدایت نہیں ہوئی؟ کس بات کی؟ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ اس بات کی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی مصیبت میں مبتلا کر دیں ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ پہلے لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ان لوگوں کو جو اس وقت زمین پر برسر اقتدار ہیں رہتے سہتے ہیں کہ ان پر بھی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آ سکتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ لِغَیْرِہٖ" نیک بخت اور سعادت مند وہ شخص ہے جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے" کہ جس طرح ان پر عذاب آیا ہے مجھ پر نہ آجائے اور اگر رب تعالیٰ نے کسی کو نعمت سے نوازا ہے تو رب تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے تاکہ یہ بھی نعمتوں سے نوازا جائے اور بد بخت ہے وہ انسان کہ طوفان اوپر سے گزر جائیں تو ٹس سے مس نہ ہو، نہ اچھی باتوں سے عبرت حاصل کرے اور نہ بری باتوں سے عبرت حاصل کرے وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اور ہم مہر لگا دیں ان کے دلوں پر فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ پس وہ لوگ نہیں سنتے۔ دیکھنا بہت سارے لوگ جو لفظی ترجمہ پڑھتے ہیں ان کے سامنے جب اس طرح کی آیات آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو ان کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے ہدایت کا راستہ بند کر دیا تو پھر اس میں بندے کا کیا قصور ہے؟ یہ تو پھر مجبور ہوا اور اسی طرح متعدد مقامات پر یہ بھی آتا ہے یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ایک بڑا اعتراض اور اس کا جواب :

سطحی قسم کے لوگ کہتے ہیں رب تعالیٰ ہی گمراہ کرتا ہے اور رب تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے تو پھر اس میں بندے کا کیا دخل ہے لھذا یہ دونوں باتیں غور سے سننے اور سمجھنے کے لائق ہیں۔ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور دوسری یہ کہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔مہر لگانے کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے چوبیسویں پارہ سورہ حم میں سمجھایا کہ ہم مہر کب لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حٰمٓ. تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ قرآن اتارہ ہوا ہے رحمان اور رحیم کی طرف سے کِتٰبٌ ایک کتاب ہے فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ جس کی آیتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا یہ قرآن عربی زبان میں ہے لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کیلئے جو علم رکھتی ہے بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا خوشخبری دینے والا ہے اور ڈرسنانے والا ہے فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پس وہ نہیں سنتے ایسا سننا کہ جس سے اس کو قبول کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ ہمارے دل پردوں میں ہیں ہم نے دلوں کو پردوں میں چھپا کر رکھا ہوا ہے مِمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں ایمان کی طرف، دین کی طرف، کلمے کی طرف وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں تمہاری کوئی بات ہم نہیں سنتے وَمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پردہ ہے انکار کا دشمنی کا عداوت کا فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ پس آپ اپنا کام کرتے جائیں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ اب بات سمجھیں کہ جب ان لوگوں نے اپنی مرضی اور اختیار سے اس چیز کو پسند کیا کہ اپنے

لئے ہدایت کے سارے راستے بند کئے دلوں پر پردے، کانوں میں ڈاٹیں، آنکھوں پر پردے ڈال لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا اگر تم اس بات پر راضی ہو تو خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (بقرۃ) مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے کہ تم جس چیز کو اپنے لئے پسند کرتے ہو ہم اسی طرح کر دیتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی مرحلے میں جبراً ان کیلئے ہدایت کے راستے بند کر دیئے ہوں بلکہ انھوں نے اپنی مرضی سے یہ چیزیں قبول کیں اور کہتے فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ پس آپ اپنا کام کرتے جائیں ہم اپنا کام کر رہے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔ باقی رہا دوسرا مسئلہ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (پ ۱۴، سورۃ النحل) گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جبراً نہ تو کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے چنانچہ سورۃ الرعد میں ارشاد ربانی ہے وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیوں نہیں اتاری جاتی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے قُلْ آپ فرما دیں اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔ وہ رجوع کیسے کرے گا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اور مطمئن ہیں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔ تو رب

تعالیٰ ہدایت اس کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ اس کے متعلق بھی سمجھ لیں سورۃ مومن میں ہے ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ پھر کہا جائے گا ان سے اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک بناتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وہ کہیں گے گم گئے ہم سے بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا بلکہ ہم نہیں تھے بلاتے اس سے پہلے کسی چیز کو كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کو یعنی جو خود کفر کرتے ہیں ان کو گمراہ کرتا ہے۔ کفران کا اپنا فعل ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (سورہ صف: پ ۲۸) پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ فرمایا نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى (النساء: ۱۱۵) ہم پھیر دیتے ہیں جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے یہ میں نے تمہیں حوالے اس لئے بتلا دیئے ہیں کہ اگر تمہیں کسی سے گفتگو کرنی پڑے تو آسانی ہو اور اس کو سمجھا سکو۔ تو فرمایا وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ہم مہر لگا دیتے ہیں ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پس وہ لوگ نہیں سنتے۔ ایسا سننا کہ جس سے وہ فائدہ حاصل کریں کیونکہ کافر بہرے تو نہیں ہوتے کہ وہ سرے سے سنتے ہی نہیں ہیں انہی کافروں کے متعلق فرمایا صُمٌّ بہرے ہیں بُكْمٌ گونگے ہیں عُمْيٌ اندھے ہیں حالانکہ وہ سنتے بھی ہیں اور کئی کئی گھنٹے بولتے بھی ہیں دنیا کو دیکھتے بھی ہیں مطلب یہ ہے کہ حق سننے سے بہرے ہیں حق بولنے سے گونگے ہیں حق کی چیزیں دیکھنے سے اندھے ہیں۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گونگے، بہرے، اندھے تمہارے بادشاہ بن جائیں گے" آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کی بات

ہے جب ہم نے یہ حدیث استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے پڑھی جو یہاں بھی کئی دفعہ تشریف لائے ہیں پوچھا حضرت لوگ گونگوں ، بہروں ، اور اندھوں کو بادشاہ بنائیں گے تو وہاں آنکھوں والے ، بولنے والے ، سننے والے نہیں ہونگے ؟ حضرت نے فرمایا! میاں آنکھیں ہوں گی ، کان بھی ہوں گے ، زبان بھی ہوگی مگر حق کی نشانیوں کو دیکھیں گے نہیں ، حق کی بات سنیں گے نہیں ، حق کی بات زبان سے نہیں نکالیں گے ۔ آج وہ اندھے ، بہرے ، گونگے بادشاہ نظر آرہے ہیں حق کی بات سننے کیلئے تیار نہیں ہیں اور حق کی بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اگر کبھی بھول کر حق کی بات زبان سے نکل جاتی ہے تو اس پر پسپائی اختیار کرتے ہیں اور اس کی تاویل کرتے ہیں کہ ہمارا مطلب یہ نہیں تھا ، یہ تھا فرمایا تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا یہ بستیاں ہیں ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کے کچھ حالات جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آچکے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر فَمَا كَانُوْا پس نہیں تھے وہ لوگ لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ کہ ایمان لاتے اس چیز پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے پہلے ۔ پہلے قدم پر جس چیز کو جھٹلایا تھا آخر دم تک اپنی ضد پر قائم رہے اور تسلیم نہیں کیا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح ہم مہر لگاتے ہیں کافروں کے دلوں پر وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ اور نہیں پایا ہم نے ان میں سے اکثروں کیلئے کوئی عہد وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ اور بے شک پایا ہم نے ان میں سے اکثر کو البتہ نافرمان ۔ دنیا میں اکثریت ہمیشہ نافرمانوں کی رہی ہے ۔ فرمانبردار بہت تھوڑے رہے ہیں پیغمبروں کے اجمالاً ذکر کے بعد فرمایا ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى پھر بھیجا ہم

نے ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں دیکر۔

پانچ فرقوں کا ذکر :

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آتا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سرزمین عرب پر مشرکین کے بعد مردم شماری کے اعتبار سے یہودیوں کا نمبر تھا مدینہ طیبہ اور اس کے آس پاس علاقوں پر بھی ان کا کنٹرول تھا اور خیبر سارا ان کا تھا آبادی کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر عیسائی تھے نجران وغیرہ کے علاقے میں عیسائی آباد تھے اور دوسرے علاقوں میں بھی تھوڑے تھوڑے آباد تھے چوتھے نمبر پر صابی فرقہ تھا اور پانچویں نمبر پر مجوسی تھے آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو اس وقت یہ پانچ فرقے تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اور یہ عرب لوگ یہودیوں کے جلسوں اور محفلوں میں شریک ہوتے تھے وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے تھے اور یہ سنتے تھے۔اس لئے یہ قصہ اپنی حقیقت کے ساتھ بار بار بیان ہوا ہے تا کہ وہ اس سے سبق حاصل کریں اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِہٖ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف نشانیاں دیکر موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔نشانیوں کی تفصیل آگے آرہی ہے فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام تھا ولید بن مصعب بن ریان بڑا خبیث اور شیطان آدمی تھا بڑا چالاک ہوشیار حق تلفی کرنے والا ظلم اور گھپلے مارنے والا اس وقت جو بڑے لیڈر ہیں ان کا بھائی تھا یہ سب بدمعاش ہیں فَظَلَمُوْا بِھَا پس انھوں نے زیادتی کی نشانیوں کے ساتھ۔انکار کر گئے اور کسی کو تسلیم نہ کیا فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ پس دیکھ کیسا انجام ہوا فساد

کرنے والوں کا۔فرعون کی لاش اس وقت بھی مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہے لوگ جا کر تماشا دیکھتے ہیں اور بھی کئی فرعون وہاں پڑے ہیں وَقَالَ مُوْسٰی اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے یٰفِرْعَوْنُ اے فرعون اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے حَقِیْقٌ حق دار ہوں عَلٰٓی اَنْ اس بات کا لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ کہ میں نہ کہوں اللہ تعالیٰ پر مگر حق یعنی میں جو بات کہتا ہوں وہ رب تعالیٰ نے فرمائی ہے اس میں غلط بیانی نہیں ہے قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ تحقیق میں لا چکا تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ پس بھیج دے تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو مطالبات کیے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں رسالت کا مسئلہ آ گیا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ میں توحید کا مسئلہ آ گیا اور دوسرے مقام پر قیامت کا ذکر بھی ہے اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ اور سورۃ طٰہٰ میں نماز کا ذکر بھی ہے اور بھی کچھ نیکیاں ہیں۔ان بنیادی مسائل کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے ان کی آزادی بھی میرا مقصد ہے۔صدیوں سے تم ان سے بیگار لے رہے ہو ان کو آزاد کر کے میرے ساتھ بھیج میں ان کو ارضِ مقدس لے جانا چاہتا ہوں جو ہمارا آبائی علاقہ ہے۔تاکہ یہ کھل کر رب تعالیٰ کی عبادت کریں معلوم ہوا کہ اگر قوم غلام ہو تو اس کو آزاد کرنا بھی پیغمبروں کے سبق میں شامل تھا قَالَ فرعون نے کہا اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ اگر تو لایا ہے کوئی نشانی فَاْتِ بِهَآ تو لے آ اس کو اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر ہے تو سچ کہنے والوں میں سے۔

حضرت موسیٰ دربارِ فرعون میں :

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کو دعوت دینے کیلئے تشریف لے گئے ہیں اس وقت ان کے ساتھ صرف ان کے بھائی حضرت ہارونؑ تھے۔فرعون کا بہت بڑا تخت تھا اس پر کرسی تھی سر پر تاج رکھ کر اس پر بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں طرف اس کا وزیر اعظم ہامان بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف وزیر دفاع بیٹھا ہوا تھا اور ان کے علاوہ باقی وزراء اور مشیر حضرات بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑا شاہی حلقہ تھا موسیٰ علیہ السلام نے اُون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے پہلے تو انھوں نے دیکھ کر مذاق اڑایا کہ ملنگ کہاں سے آ گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توحید و رسالت ،قیامت کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد جب بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تو فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ......

معجزاتِ موسیٰ علیہ السلام :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ پس اچانک وہ اژدھا بن گیا کھلے طور پر۔جب لاٹھی اژدھا بن گیا تو اژدھا نے فرعون کی طرف رخ کیا فرعون بدحواس ہو کر نیچے گرا اوپر اس کے کرسی باقی سارے سہم گئے لیکن وہاں سے کوئی بھاگا نہیں کیونکہ فرعون بڑا سخت گیر تھا سب پر خوف تھا کہ یہ نہ کہے کہ تم دوڑے کیوں تھے ایسے موقع پر ہر ایک کو جان کی فکر ہوتی ہے۔ایک معجزہ تو یہ دکھایا اور دوسرا وَنَزَعَ يَدَهُ اور نکالا انھوں نے اپنا ہاتھ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کیلئے۔موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ ایسا منور تھا کہ اس کے سامنے سورج کی روشنی بھی مات تھی۔

باقی واقعہ آگے آئے گا۔ انشاء اللہ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ○ يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ○ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ○ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ○ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ○ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ○ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ○ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ○

قَالَ الْمَلَاُ کہا جماعت نے مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم سے اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ بیشک یہ موسیٰ علیہ السلام بڑا ماہر جادوگر ہے يُرِيْدُ وہ ارادہ کرتا ہے اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ اس بات کا کہ تمہیں نکال دے تمہاری زمین

سے فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ پس تم کیا حکم کرتے ہو قَالُوْٓا انھوں نے کہا اَرْجِهْ
وَاَخَاهُ مہلت دے اس کو اور اسکے بھائی کو وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ اور
بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والے یَاْتُوْكَ لائیں گے تیرے پاس بِكُلِّ سٰحِرٍ
عَلِیْمٍ ہر ایسے جادوگر کو جو علم والا ہوگا وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ اور آئے جادوگر
فرعون کے پاس قَالُوْٓا کہنے لگے اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا بیشک ہمارے لئے کچھ اجر ہوگا
اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ اگر ہم غالب ہوگئے قَالَ نَعَمْ فرعون نے کہا ہاں وَاِنَّكُمْ
لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ اور البتہ تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی کہا جادو
گروں نے اے موسیٰ علیہ السلام اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ یا تو آپ ڈال دیں وَاِمَّآ اَنْ
نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ یا ہم ہوں ڈالنے والے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا
اَلْقُوْا تم ڈالو فَلَمَّآ اَلْقَوْا پس جس وقت انھوں نے ڈالا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ
النَّاسِ انھوں نے جادو کر دیا لوگوں کی آنکھوں میں وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ اور خوفزدہ
کر دیا ان کو وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ اور لائے وہ بہت بڑا جادو وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی
مُوْسٰٓی اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ کہ ڈال دو
تم اپنی لاٹھی کو فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ پس اچانک وہ نگل گئی مَا یَاْفِكُوْنَ اس چیز کو جو وہ
بناتے تھے فَوَقَعَ الْحَقُّ پس ثابت ہوگیا حق وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور
باطل ہوگئی وہ کاروائی جو وہ کرتے تھے فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ پس وہ یہاں مغلوب
ہوگئے وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ اور لوٹے وہ ذلیل ہو کر۔

موسیٰ علیہ السلام، فرعون اوران کی قوم کا ذکر پیچھے سے چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کونبوت ورسالت عطا فرمائی اوران کے بھائی ہارونؑ کوبھی جو موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں تین سال بڑے تھے اور درجے اور رتبے کے لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام بڑے تھے حضرت ہارونؑ ان کے وزیر، معاون اور امدادی تھے دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے فرعون تخت پر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تاج شاہی پہن کر۔اس کے وزیر، مشیر اور فوجی افسران بھی موجود تھے۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رب تعالیٰ کا رسول ہوں توحید ورسالت کا مسئلہ بیان فرمایا اور فرمایا کہ قیامت کا عقیدہ یقینی ہے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے میرے ساتھ بھیج دو فرعون نے کہا کہ اگر تم پیغمبر ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا فرعون پیچھے گر گیا اور باقی تمام گھبرا گئے۔پھر آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج سے زیادہ روشن تھا یہ نشانیاں جب دیکھیں تو قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے جو اس کی کابینہ کے افراد وزیر، مشیر اور بڑے بڑے فوجی افسر تھے اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ بیشک یہ موسیٰ علیہ السلام بڑا ماہر جادوگر ہے۔فن کو جانتا ہے موسیٰ علیہ السلام کے دونوں معجزوں عصا اور ید بیضا کو جادو کے ساتھ تعبیر کیا (معاذ اللہ تعالیٰ)۔اور موسیٰ علیہ السلام کو علیم فن کو جاننے والا ماہر کہا یُرِيْدُ وہ ارادہ کرتا ہے چاہتا ہے اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ کہ تمہیں نکال دے تمہاری زمین سے تمہیں مرعوب کر کے سرزمین مصر سے نکال دے اور گیارھویں پارے میں آتا ہے تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ (سورۃ یونس) اور ہو جائے بڑائی تم دونوں بھائیوں کی زمین میں۔یعنی ہمیں نکال کر تم بڑا بننا

چاہتے ہو فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ پس تم کیا حکم کرتے ہو اور مشورہ دیتے ہو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ اہم باتوں میں لوگ مشورہ کرتے ہیں۔

مشورہ کن امور میں کرنا چاہئے :

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ (پ،۲۵) اور ان کا معاملہ آپس میں مشورے سے طے ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ (پ،۴) اور اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر لیا کریں لیکن مشورہ ان چیزوں میں ہوگا جو منصوص نہیں ہیں یعنی جن کے متعلق شریعت میں واضح احکام نہیں ہیں اور جن کاموں کے متعلق شریعت میں واضح احکام موجود ہیں ان کے متعلق مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً شراب حرام ہے اس کے متعلق کوئی مشورہ کرے کہ اس کو جاری رہنا چاہئے یا بند کر دینا چاہئے تو یہ کوئی مشورہ نہیں ہے۔ زنا حرام ہے اس کیلئے چکلوں کی اجازت دینی چاہئے یا نہیں تو اس کے متعلق مشورے کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ یہ منصوص ہے اور وہ مسائل جو غیر منصوص ہیں شریعت میں ان کے متعلق واضح احکام موجود نہیں ہیں دنیا میں اس طرح کے بے شمار مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کے متعلق شریعت نے مشورے کی اجازت دی ہے۔ تو کہا مشورہ دو ہمیں کیا کرنا چاہئے قَالُوْا ان لوگوں نے کہا اَرْجِهْ اس کو مہلت دے وَاَخَاهُ مہلت اور اسکے بھائی کو بھی اور دونوں کو تاریخ دے دو وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ اور بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والے۔ وہ سب جادوگروں کو اکھٹا کر کے لائیں یہاں پر اجمال ہے اور سورہ طٰہٰ میں تفصیل ہے فَلَنَاْتِیَنَّکَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ پس ہم

لائیں گے تیرے مقابلے اس جیسا جادو فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَکَانًا سُوًی پھر مقرر کر ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں نہ تم ایک کھلے میدان میں۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے ذہن میں یہ ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میں حکومت کے ساتھ ٹکر نہیں لینا چاہتا حکومت جانے اور اس کا کام میں نے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور بات واضح طور پر سمجھا دی ہے اور اقتدار ہمارے پاس ہے۔ ہم خوب پروپیگنڈہ کریں گے کہ موسیٰ علیہ السلام رہ گیا ہے، ہار گیا ہے، مقابلے میں نہیں آیا۔ مگر قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مَوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی تمہارا وعدہ زینت کا دن ہے اور یہ کہ اکھٹے ہو جائیں لوگ دن چڑھتے وقت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عید کا دن مقرر فرمایا جو ان کے دین کے مطابق عید تھی اور چاشت کا وقت مقرر فرمایا کہ لوگ چاشت کے وقت عید مناتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کا جواب سن کر فرعون گھبرا گیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ ہتھیار ڈال دے گا فَتَوَلّٰی فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ کَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰی (پ، ۱۶) پس اکھٹا کیا اس نے اپنی تدبیر کو پھر آیا۔ اس زمانے میں جادوگری بڑا اونچا فن سمجھا جاتا تھا اور مصر کا علاقہ بڑا زرخیز تھا کھیت، باغات، نہریں، دریا نیل کی وجہ سے بڑی رونق تھی چپے چپے پر شہر آباد تھے حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ جادوگر آئے کوئی سومیل کی مسافت سے کوئی پچاس اور کوئی دوسومیل کی مسافت سے کوئی ہزار اور کوئی دو ہزار میل کی مسافت سے۔ کسی کے ساتھ ایک خادم اور کسی کے ساتھ دو اور کسی کے ساتھ تین اور کسی کے ساتھ دس اور کسی کے ساتھ بیس خادم تھے کوئی گھوڑے پر سوار اور کوئی خچر پر کوئی اونٹ پر اور کوئی گدھے پر۔ عملہ خاصہ پھیلا ہوا تھا ان کی

تعداد ستر ہزار بھی لکھی ہے۔اسی اور بیاسی ہزار بھی لکھی ہے یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ لائیں گے تیرے پاس ہر ایسے جادوگر کو جو علم والا ہوگا ماہر وَجَآءَ السَّحَرَۃُ فِرْعَوْنَ آئے جادوگر اور ان کو مقابلے کی اجازت ملی۔جادوگروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فرعون بڑا ظالم اور جابر آدمی ہے۔ہم آتو گئے ہیں مگر پہلے اس سے طے کرلو کہ اگر ہم غالب آگئے تو ہمیں کچھ اجرت بھی ملے گی کیونکہ ہم خرچ کر کے آئے ہیں سواریاں ہیں خادم ہیں کسی کی اپنی سواری ہے کوئی کرائے پر لے کر آیا ہے اور کھانے پینے کا بھی خرچہ ہے لھذا ہمیں کوئی خرچہ ملے گا یا ہم سے ویسے ہی بیگار لی جارہی ہے جادوگر فرعون کے پاس گئے

فرعون کا جادوگروں کو لالچ دینا :

قَالُوْٓا کہنے لگے اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ بیشک ہمارے لئے کچھ اجر ہوگا اگر ہم غالب ہوگئے۔کچھ خرچہ معاوضہ ہمیں ملے گا یا نہیں قَالَ نَعَمْ فرعون نے کہا ہاں باقاعدہ خرچہ ملے گا صرف خرچہ ہی نہیں وَاِنَّکُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ اور البتہ تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔تمہیں تمغے ملیں گے جس طرح حکومتیں تمغے دیتی ہیں۔انگریز کے زمانے میں کسی کو خان بہادر کا کسی کو سرکا کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ تمغہ ملتا تھا سٹیج لگا ہوا ہے فرعون کرسی پر اور ہامان اس کے ساتھ بیٹھا ہے ارکین سلطنت بھی موجود ہیں۔ستر ہزار تو جادوگر تھے پبلک کتنی ہوگی اس کا خود اندازہ لگالو دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہیں مخالفوں کو اپنی کثرت پر گھمنڈ تھا جادوگروں کا وفد موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا قَالُوْا کہنے لگے......

جادوگروں کا میدان میں رسیاں پھینکنا :

یٰمُوْسٰی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ اے موسیٰ علیہ السلام یا تو آپ ڈال دیں وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ یا ہم ہوں ڈالنے والے۔یعنی پہل آپ نے کرنی ہے یا ہم نے کرنی ہے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَلْقُوْا تم ڈالو جو کچھ تم نے ڈالنا ہے فَلَمَّآ اَلْقَوْا پس جب ڈالا انھوں نے۔کیا ڈالا؟ اس چیز کا اس مقام پر ذکر نہیں ہے سورۃ طٰہٰ (۱۶، پ) میں ہے فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ پس اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں اس طرح دکھائی دیتی تھیں ان کے سحر کی وجہ سے کہ وہ دوڑ رہی ہیں انھوں نے رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسیوں اور لاٹھیوں میں پارہ ڈالا ہوا تھا اور پارا گرمی میں نقل و حرکت کرتا ہے پارہ انھوں نے کافی مقدار میں ڈالا ہوا تھا وہ پارے کے زور سے دوڑ رہی ہیں مگر دوسرے مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ان کے جادو کے زور سے رسیاں اور لاٹھیاں سانپ بن گئے اور خود امام رازیؒ نے بھی پہلے پارے میں ہاروت اور ماروت کے واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ......

جادو کا اثر :

جادو میں اتنا اثر ہے کہ آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنا دے اور کہتے ہیں کہ یہ اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔تو امام رازی جب خود مانتے ہیں کہ جادو میں اتنا اثر ہے تو کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں حقیقۃً سانپ بن گئے ہوں بہتر ہزار جادوگر ہیں ہر جادوگر نے دو سانپ نکالے ایک رسی اور ایک لاٹھی تو ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں آ گئے کیسا سماں ہوگا آج ایک چھوٹا سا سانپ نکل آئے تو لوگوں کے ہوش و

ہواس خطا ہو جاتے ہیں جان بچانے کیلئے دوڑ لگا دیتے ہیں اور سورۃ نمل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ پس جب دیکھا موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پشت پھیری موسیٰ علیہ السلام نے۔ سورۃ طٰہٰ میں ہے قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذْهَا وَلَا تَخَفْ اس کو پکڑ و اور ڈرو مت سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ہم اس کو پہلی حالت پر پلٹ دیں گے لاٹھی بنا دیں گے اس سے اندازہ لگاؤ کہ جب ایک لاکھ چوالیس ہزار کے قریب سانپ میدان میں ہوں گے کیا عالم ہوگا فرعون زندہ باد کے نعرے لگ رہے ہیں سورہ طٰہٰ میں ہے فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى پس محسوس کیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جی میں ڈر۔

حضرت موسیٰ کے گھبرانے کی حقیقت :

موسیٰ علیہ السلام کچھ گھبرائے اور گھبرائے اس بات سے نہیں کہ معاذ اللہ آج یہ غالب آجائیں گے اور میں مغلوب ہو جاؤں گا حاشا وکلا ایسی کوئی بات نہیں تھی گھبرائے اس بات سے کہ ان لوگوں نے سانپ دیکھ کر دوڑنا شروع کر دیا ہے جب میری باری آئی اور انھوں نے اچھی طرح نہ دیکھا تو پھر کیا ہوگا؟ یہ خوف تھا اور دوسری وجہ مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے یہ لکھی ہے کہ اس بات کا خوف تھا کہ انھوں نے رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی ہیں سانپ بن گئے ہیں میں ڈالوں گا اژدھا بن جائے گا لوگ فرق کس طرح کریں گے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ پس جس وقت انھوں نے ڈالا انھوں نے جادو کر دیا لوگوں کی آنکھوں میں وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ اور خوفزدہ کر دیا ان کو وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ اور لائے وہ بہت بڑا جادو وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ کہ ڈال دو تم بھی اپنی لاٹھی کو فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ پس اچانک وہ نگل گئی اس چیز کو جو وہ بناتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کا سانپ اژدھا بن کر ایک لاکھ چوبیس ہزار سانپوں کو نگل گیا جادوگر چونکہ اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے یہ جادو نہیں ہے کیونکہ جادو میں اتنا ہی زور ہے کہ لاٹھی اور رسی سانپ نظر آئے اس میں حقیقت نہیں بدلتی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کو کھا جائے کہ اژدھا ہمارے سانپوں کو ایک ایک کر کے نگل جائے جیسے مرغی دانے چگتی ہے لھذا یہ جادو نہیں ہے فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ پس ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گئی وہ کاروائی جو وہ کرتے تھے فَغُلِبُوْا هُنَالِکَ پس وہ یہاں مغلوب ہو گئے وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ اور لوٹے وہ ذلیل ہو کر۔ آگے بات آئے گی کہ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون بھی مان لیتا اور اس کی کابینہ کے افراد مشیر وزیر بھی سر تسلیم خم کرتے لیکن کسی نے نہ مانا البتہ جادوگروں نے مان لیا اور فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا وہ انشاء اللہ آئندہ آئے گا۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ ○قَالُوْآ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ○قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَکُمْ ج اِنَّ ھٰذَا لَمَکْرٌ مَّکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ج فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّکُمْ اَجْمَعِیْنَ ○قَالُوْآ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ○وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ط رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ○وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَیَذَرَکَ وَاٰلِهَتَکَ ط قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ج وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ○

وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ اورڈال دیئے گئے جادوگر سجدے میں قَالُوْآ اٰمَنَّا کہا انھوں نے ہم ایمان لائے بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین پر رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ جو کہ رب ہے موسیٰ علیہ السلام کا اور ہارون علیہ السلام کا قَالَ

فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ تم ایمان لائے ہو اس پر اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دیتا اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ بیشک یہ ایک داؤ ہے مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ جو تم نے شہر میں مکر کیا ہے لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا تا کہ نکالو تم اس کے ذریعے اس کے رہنے والوں کو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ البتہ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ اور تمہارے پاؤں الٹے ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ پھر میں تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اور تو نہیں انتقام لیتا ہم سے اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا مگر اس لئے کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی آیات پر جب وہ ہمارے پاس آچکیں رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اے ہمارے رب! ڈال ہم پر صبر وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ اور وفات دے ہم کو اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ تو چھوڑتا ہے موسیٰ علیہ السلام کو اور اس کی قوم کو لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ تا کہ وہ فساد مچائیں زمین میں وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ اور وہ چھوڑ دیں تجھے اور تیرے معبودوں کو قَالَ کہا فرعون نے سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ہم ضرور قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔

گذشتہ درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ مصر شہر میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ ہوا تھا بہت بڑا وسیع میدان تھا عید کا دن تھا چاشت کا وقت تھا فرعون، اس کی کابینہ، فوج اور پبلک اکٹھی تھی بہتر ہزار جادوگروں نے ایک ایک رسی اور ایک ایک لاٹھی میدان میں ڈالی ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں نکل آئے نعرے پر نعرے لگنے شروع ہو گئے لوگوں نے اِدھر اُدھر دوڑنا شروع کر دیا عجیب قسم کا منظر تھا موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا عصا مبارک میدان میں ڈالا تو وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ لاٹھی بن گئی یہ کاروائی دیکھ کر وَ اُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ اور ڈال دیئے گئے جادوگر سجدے میں۔ انھوں نے یقین کر لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے جادو نہیں ہے معجزہ ہے قَالُوْٓا کہا انھوں نے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔ کون رب العالمین؟ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ جو رب ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا۔ یہ وضاحت اس لئے فرمائی کہ فرعون خبیث بھی دعویٰ کرتا تھا رب ہونے کا اور کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اسلئے انھوں نے وضاحت فرما دی کہ رب سے مراد یہ بناوٹی رب نہیں ہے بلکہ کائنات کے رب پر ایمان لائے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب فرعون کے وکیلوں نے تسلیم کر لیا تو فرعون کو بھی تسلیم کر لینا چاہئے تھا کیونکہ وکیل کی ہار جیت مؤکل کی ہار جیت ہوتی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وکیل ہار گیا اور مؤکل جیت گیا یہ جادوگر فرعون کے وکیل تھے انھوں نے ہار مان لی اور سب نے مان لی کیونکہ کسی کا استثناء نہیں ہے کہ کچھ نے مانا اور کچھ نے نہ مانا بلکہ سب کے سب مومن ہو گئے اور اپنی

شکست تسلیم کرلی، سجدے میں گر گئے۔لیکن قَالَ فِرْعَوْنُ کہافرعون نے اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ تم ایمان لائے ہواس پر پہلے اس سے کہ میں تم کو اجازت دیتا۔

فرعونیتِ فرعون :

فرعون اب غنڈہ گردی پراتر آیا کیونکہ جس کے پاس اقتدار ہوتو وہ ایسا ہی کرتا ہے اقتدار کا نشہ بہت بری چیز ہے۔حق و باطل کو نہیں سمجھنے دیتا کہنے لگا تمہیں بلایا میں نے تھا خرچہ تم پر میں نے کیا تھا اور میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان لے آئے ہو اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ بے شک یہ ایک داؤ ہے جو تم نے شہر میں کیا ہے۔ یہاں اجمال ہے سورۃ طٰہٰ میں ہے اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔یہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو اندر سے تم آپس میں ملے ہوئے ہو حکومت کے خلاف سازش کر رہے ہو لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا تاکہ نکالو تم اس کے ذریعے اس کے رہنے والوں کو اور تمہارا اقتدار قائم ہو جائے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ البتہ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں الٹے۔ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ دایاں ہاتھ کاٹوں گا بایاں پاؤں یا بائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں کو کاٹوں گا ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ پھر میں تم سب کو سولی پر لٹکا دونگا۔اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دونگا کیونکہ تم نے میری مخالفت کی ہے اس کی میں تمہیں سزا دونگا۔

ایمان والوں کا جواب :

فرعون کی اس دھمکی سے وہ جادوگر جو ابھی ابھی مومن ہوئے ہیں مرعوب نہیں

ہوئے قَالُوٓا کہا انھوں نے اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔اور سورۃ طٰہ میں ہے کہ انھوں نے کہا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ پس کر لے تو جو بھی فیصلہ کرنے والا ہے اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا سوائے اس کے نہیں کہ تو صرف اس دنیا کی زندگی کو ہی ختم کرسکتا ہے اگر اس سے ہماری آخرت بن جائے تو سودا مہنگا نہیں ہے۔قرآن کریم میں اس کی تفصیل نہیں ہے کہ فرعون نے اپنی دھمکی پر عمل کیا یا نہیں کیا۔البتہ مختلف تفسیروں میں آتا ہے کسی میں اجمالاً اور کسی میں تفصیلاً کہ اس نے دھمکی پر عمل کیا۔

فرعون نے ستر کے ہاتھ پاؤں کاٹے :

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ فرعون نے ستّر جادوگر جو سب جادوگروں سے بڑے تھے اور اب مسلمان ہو چکے تھے ان کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹے اور ان کو سولی پر بھی لٹکایا۔عجیب منظر تھا ہاتھ اور پاؤں کاٹے جا رہے تھے اور ہر ایک ہاتھ پاؤں کٹوانے کیلئے آگے بڑھ رہا تھا حالانکہ نہ ان کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور نہ پولیس کا پہرہ تھا اور ہر ایک کہتا تھا کہ میرا نمبر ہے پہلے میرے ہاتھ پاؤں کاٹو ایمانی قوت بہت بڑی چیز ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوۃ چلی تو جنرل اعظم ظالم نے تقریباً دس ہزار نوجوان شہید کیا ہمارے سامنے کی بات ہے نوجوان گریبان کھول کر آگے بڑھتے تھے کہ ہمیں گولی مارو دوڑا کوئی نہیں۔

حضرت خباب بن ارت کی استقامت :

حضرت خباب بن ارتؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے آنحضرت ﷺ کعبۃ اللہ

کے سائے میں چادر کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے تھے حضرت خبابؓ نے اپنی کمر سے کرتا اٹھا کر دیکھا یا کمر میں جلنے کی وجہ سے گڑھے بنے ہوئے تھے جسطرح ہمارے یہاں کیکر کے درخت کے کوئلے دیر سے بجھتے ہیں اس طرح عرب میں ایک درخت ہے اس کو غضا کہتے ہیں اس کا کوئلہ بھی دیر تک جلتا رہتا ہے۔ اس کے کوئلے کو خوب جلا کر حضرت خبابؓ کو پشت کے بل لٹا کر چھاتی پر پاؤں رکھ کر کہتے کہ بتا کلمہ چھوڑتا ہے کہ نہیں وہ فرماتے کہ کلمہ چھوڑنے والی چیز تو نہیں ہے وہ تو پکڑنے اور قابو کرنے والی چیز ہے۔ بدن سے رطوبت نکلتی خون نکلتا جس سے وہ کوئلے ٹھنڈے ہوتے تو حضرت خبابؓ نے آنحضرتؐ کو وہ گڑھے دکھائے اور عرض کیا حضرت ان کے لئے بددعا کریں اللہ تعالیٰ ان کا بیڑا غرق کرے۔

ایمان والوں کی استقامت :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خباب! دین کے سلسلے میں بڑی تکلیفیں آتی ہیں تم سے پہلے ایسے لوگ بھی گذرے ہیں کہ ظالموں نے ان کو زمین میں ناف تک گاڑ کر آری کے ساتھ چیر کر دو ٹکڑے کر دیا مگر انھوں نے ایمان نہیں چھوڑا لوہے کی کنگھیوں سے ان کے بدن سے جلد اور گوشت نوچ دیا گیا مگر انھوں نے کلمہ نہیں چھوڑا ایمان کی قوۃ بڑی قوت ہوتی ہے ہم ایمانی لحاظ سے کمزور لوگ ہیں اور بہت ہی کمزور ہیں وہ تکلیفیں جو ان حضرات پر آئی ہیں ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور ہم چونکہ کمزور لوگ ہیں اس لئے ہم پر اس طرح کے امتحان بھی نہیں آتے اللہ تعالیٰ ہمیں امتحانوں سے محفوظ رکھے خدانخواستہ ہم پر اگر ایسی سختی آ گئی تو ہم برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں وہ لوگ دین میں مضبوط تھے

آخرت کی زندگی کے مقابلے میں اس زندگی کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت عبید بن عدی کا عشق رسول اور شہادت :

حضرت عبید ابن عدیؓ تو جوان صحابی تھے مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑتے ہوئے گرفتار ہو گئے مسیلمہ کذاب ہر ایک کا بیان سنتا تھا کہ تو کون ہے کیوں آیا ہے کیوں لڑتا ہے؟ یہ بڑے خوبصورت اور فصیح اللسان تھے بڑی سلجھی ہوئی بات کرتے تھے مسیلمہ کذاب ان کی گفتگو سے بڑا متاثر ہوا کہنے لگا میرے خلاف کیوں لڑنے آئے ہو انھوں نے کہا اس لئے کہ تو نے نبوۃ کا دعوٰی کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوٰی کرنے والا کافر ہے اور اس کے خلاف جہاد فرض عین ہے۔ اس نے کہا تم آنحضرت ﷺ کو نبی مانتے ہو فرمایا ہاں میرا تو ایمان ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور خاتم النبین ہیں مسیلمہ کذاب نے کہا کہ میں بھی نبی ہوں حضرت عبیدؓ نے کہا کہ لَا اَسْمَعُ میں یہ لفظ سننے کیلئے تیار نہیں ہوں مسیلمہ نے کہا اَتَسْمَعُ ذَاکَ وَلَا تَسْمَعُ ھٰذَا تو نے پہلی بات سن لی ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ بات تو سننے کیلئے تیار نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میرا ایمان ہے اس لئے میں نے سنی ہے اور یہ میرے ایمان سے خارج ہے اس لئے نہیں سنتا۔ مسیلمہ نے کہا لَاُقَطِّعُکَ اربًا اربًا میں تیرا ایک ایک جوڑ کاٹ کر جدا کر دونگا حضرت عبید نے کہا اَنْتَ وَذَاکَ جو تیرے دل میں آئے کر مسیلمہ کذاب نے ان کے بازو ایک ایک جوڑ سے کاٹے پھر اسی طرح پاؤں ایک ایک جوڑ سے کاٹے اور آخر میں سینے میں نیزہ مار کر شہید کر دیا مگر وہ ایمان سے نہیں پھرے تو ایمان بڑی طاقت ور چیز ہے اور اس کیلئے استقامت بھی

مگر ہم بڑے ضعیف اور کمزور ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تکالیف اور امتحانوں سے بچایا ہے۔ اور آئندہ بھی محفوظ رکھے کیونکہ امتحان امتحان ہی ہوتا ہے اس میں قسمت والے کامیاب ہوتے ہیں۔

حلوا خوروں کا عشقِ رسول :

تحریک ختم نبوت میں، میں سنٹرل جیل ملتان میں تھا کیونکہ وہ کئی ضلعوں کی جیل تھی میرے ساتھ میرے استاد مولانا عبدالقدیر صاحب بھی تھے جیل میں تقریباً دو ہزار اخلاقی قیدی تھے اور دو سو سے زائد ہم تحریکی قیدی تھے جن میں علماء، طلباء، وکلاء، تاجر اور عوام تھے جیل کا سپریڈنٹ اسلم خان چھچھ کے علاقے کا رہنے والا اور ہمارے استاد مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کے دیہات کا قریبی تھا ایک دوسرے کو جانتے تھے سیٹی بجی دروازے بند ہو گئے سپاہیوں نے کہا کہ دورہ ہے اس لئے دروازے بند ہو گئے ہیں سپرنٹنڈنٹ آرہا ہے وہ قیدیوں سے حالات پوچھے گا کہ کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ چنانچہ اسلم خان نے آکر سلام کیا اور پوچھا کہ مولانا کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ مولانا نے فرمایا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ہم آرام میں ہیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ تمہارے ساتھیوں کی طرف سے میرے پاس ایک درخواست آئی ہے جس میں لکھا ہے کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ رکھیں گے لیکن درس، جمعہ اور تقریر میں بیان نہیں کریں گے لھذا ہمیں جیل سے نکال دو یہ بات کر کے اسلم خان مسکرایا اور کہنے لگا مولانا یہ لوگ کتنے سادہ ہیں ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ مرکزی حکومت کے قیدی ہیں میں کون ہوتا ہوں ان کو نکالنے والا ان کو تو گورنر بھی نہیں نکال سکتا میں تو قیدیوں کا چوکیدار ہوں کہ کتنے قیدی میرے پاس ہیں اور ا

ن کا حال کیا ہے پھر کہنے لگا مولانا میرے پاس دو ہزار سے زیادہ اخلاقی قیدی ہیں کسی نے اتنی کمزوری نہیں دکھائی جتنی تمہارے مولویوں نے دکھائی ہے ہم نے مولانا عبد القدیر صاحبؒ سے کہا کہ حضرت آپ اس سے ان مولویوں کے نام مہیا کریں تا کہ پتا چلے کہ کون کون سے مولوی صاحبان ہیں دو چار دن کے بعد مولانا سپریڈنٹ سے ملے اور کہا کہ وہ جو میرے دوست مولوی حضرات ہیں جنہوں نے درخواست دی ہے ان کے نام مطلوب ہیں وہ کہنے لگا کہ میں امین ہوں بتلا نہیں سکتا مولانا نے فرمایا کہ میں نے ضرور لینے ہیں کیونکہ اس سے سابقہ تعارف تھا اس نے نام بتلا دیئے مولانا نام نوٹ کر کے لائے یقین جانیں سارے حلوہ خور ہی تھے اہل حق میں سے ایک بھی نہیں تھا حالانکہ ہم B- کلاس میں تھے کوئی مشقت نہیں تھی دوسروں کی نسبت کھانا بھی اچھا ملتا تھا اور وہاں ہم پڑھتے پڑھاتے بھی تھے چار سبق میں پڑھاتا تھا ترجمہ موطا امام مالک، حجۃ اللہ البالغہ، نخبۃ الفکر ،ھدایہ وغیرہ کتابوں کے اسباق ہوتے تھے صرف یہ کہ ہم گھر کے افراد سے جدا تھے اور کوئی تکلیف نہیں تھی مگر پھر بھی حلوا خوروں کا یہ حال تھا کہ درخواست لکھ ڈالی۔ چونکہ میں بڑے مجرموں میں سے تھا اس لئے دس ماہ بعد رہا ہوا باقی ساتھی کوئی پانچ ماہ بعد، کوئی چھ ماہ بعد اور کوئی سات ماہ کے بعد رہا ہو گئے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بھائی ہم تو معمولی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے قربانیاں تو ان لوگوں کی ہیں جنہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں ہیں بہر حال ستّر آدمیوں کے انھوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے اور سولی پر لٹکایا لیکن کوئی بھی ایمان سے نہ پھرا بلکہ آگے آگے بڑھتے تھے فرعون کا وزیر اعظم گھبرا گیا کہ ان پر تو کوئی اثر نہیں ہے اور اس سے بڑی بدنامی ہوگی اور بہت خوار ہوں گے یہ کہہ

کر باقیوں کو بھیج دیا کہ آج وقت ختم ہو گیا ہے باقیوں کو کل سولی پر لٹکائیں گے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہ صحابی تھے جو پہلے پہر جادوگر اور پچھلے پہر صحابی ہوئے اتنے امتحان میں بھی ایمان سے نہیں پھرے اس سے آنحضرت ﷺ کے صحابیوں کے ایمان کی مضبوطی کا اندازہ لگاؤ کیونکہ جتنا پیغمبر بلند ہوتا ہے اس کا صحابی بھی اتنا ہی بلند ہوتا ہے۔

رافضیوں کا عقیدہ :

مگر رافضی کیا کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ''ہمہ مرتد گشتند اِلّا سہ کس یا چہار کس'' کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے سوائے تین یا چار آدمیوں کے سلمان فارسیؓ، حذیفہؓ، عمارؓ وغیرہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ نقل کفر کفر نا باشد) نامکمل تھی استاد کامل ہو تو شاگرد بھی کامل ہوتا ہے اور اگر استاد ناقص ہو تو شاگرد بھی ناقص ہوتا ہے۔ لھذا یاد رکھنا یہ چیز تصور سے بھی باہر ہے جو کچھ رافضیوں نے کہا ہے۔ ہمارا ایمان ہے صحابہ سب کے سب مومن تھے اور مومن ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مہاجرین اور انصار کے متعلق فرمایا ہے اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (پ۹، ۱۰) پکی بات ہے کہ وہ سارے مومن ہیں۔ جادوگر جو ایک منٹ کے مومن تھے انھوں نے ایمان نہیں چھوڑا اور یہ ۲۳ سال کے مومن اور شاگرد ہیں آخری پیغمبر ﷺ کے۔ یہ مرتد ہو گئے؟ لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم. لھذا نوجوان اس بات کو بھول نہ جائیں۔ آج بہت سے باطل فرقے برساتی مینڈکوں کی طرح پھرتے ہیں اور اتنی تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں کہ تم اتنی نہیں کر سکتے لھذا کسی باطل کے پھندے میں نہ آنا۔ تو فرعون لعین نے کہا میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں

گا سولی پر لٹکاؤں گا انھوں نے کہا بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اور تو نہیں انتقام لیتا ہم سے اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا مگر اس لئے کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب کی آیات پر لَمَّا جَآءَتْنَا جب وہ ہمارے پاس آچکیں رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اے ہمارے رب! ڈال ہم پر صبر وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ اور وفات دے ہم کو اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں جانیں دیں ایمان نہ چھوڑیں وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ تو چھوڑتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو یعنی بنی اسرائیل کو لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ تاکہ وہ زمین میں فساد مچائیں۔ ان جادوگروں کو تو نے قتل کیا ہے موسیٰ اور اس کی قوم کو قتل کروا۔ دل سے فرعون اور ہامان سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ چنانچہ انیسویں پارے میں آتا ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ (سورۃ النمل) اور انکار کیا انھوں نے اس کا حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا مگر انکار کیا ظلم اور تکبر کی بنا پر۔ لھذا موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالا تو براہ راست اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤں گا اس کی قوم نے یہ مشورہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو قتل کیوں نہیں کرتا وَ يَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ اور وہ چھوڑ دیں تجھے اور تیرے معبودوں کو۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ فرعون نے کچھ تصویریں بنا کر لوگوں کو دی ہوئیں تھیں کہ جب میں سامنے ہوں تو مجھے الٰہ سمجھو اور اگر میں سامنے نہ ہوں تو پھر یہ تمہارے الٰہ ہیں قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ کہا فرعون نے ہم ضرور قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑیں گے ان کی عورتوں کو۔

فرعون نے حکومت بچانے کیلئے بچے قتل کروائے :

ایک تو اس وقت قتل کئے تھے جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور نوّے ہزار حمل دیدہ دانستہ گرائے گئے کہ ہوسکتا ہے کہ لڑکا ہو اور ہمارے سامنے قتل کیا جائے اور ہماری مامتا اس کو گوارہ نہ کرسکے اکبر الہ آبادی مرحوم ہائی کورٹ کے جج تھے بڑے مُتشرِّع آدمی تھے انھوں نے طنزیہ انداز میں بہت کچھ کہا ہے اس موقع پر انھوں نے کہا کہ

؎ یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ایسے ہی قتل کر کے بدنام ہوا کالج کھول کے بچوں کے ذہن بگاڑ دیتا۔ کالجوں میں عموماً بے دینی ہوتی ہے الا ماشاء اللہ جن کے ماں باپ دیندار ہوں وہ کالجوں میں بھی ٹھیک رہتے ہیں اور جو خالی الذہن ہوتے ہیں وہ بچے کالجوں سے بے دین ہو کر نکلتے ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ تو یہ دوبارہ قتل کی وہی سزا تجویز کی کہ ان کے بچوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔ یہ ہمارے مقابلے میں کیا کر سکتے ہیں مزید بحث آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْآ اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ مدد طلب کرو اللہ تعالیٰ سے وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ بیشک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وارث بناتا ہے زمین کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور اچھا انجام ہے پرہیز

گاروں کیلئے قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا کہا انھوں نے ہمیں اذیت دی گئی مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا پہلے اس سے کہ آپ ہمارے پاس آئے وَمِنْ بَعْدِمَا جِئْتَنَا اور اس کے بعد کہ تم ہمارے پاس آچکے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے عَسٰی رَبُّکُمْ قریب ہے کہ تمہارا رب اَنْ یُّھْلِکَ عَدُوَّکُمْ ہلاک کردے تمہارے دشمن کو وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ اور تمہیں خلیفہ بنائے زمین میں فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ پھر وہ دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے پکڑا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ آل فرعون کو قحطوں کیساتھ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور پھلوں کی کمی کے ساتھ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں فَاِذَا جَآءَتْھُمُ الْحَسَنَۃُ پس جب آتی ان کے پاس کوئی راحت قَالُوْا لَنَا ھٰذِہٖ کہتے یہ ہمارے لائق ہے وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ اور اگر پہنچتی کوئی تکلیف یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗ تو شگون لیتے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُھُمْ عِنْدَاللّٰہِ سن لو ان کا شگون اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے جانتے نہیں ہیں وَقَالُوْا مَھْمَا تَاْتِنَا بِہٖ مِنْ اٰیَۃٍ اور کہنے لگے جب بھی تم لاؤ گے ہمارے پاس کوئی نشانی لِتَسْحَرَنَا بِھَا تاکہ تم ہم پر جادو کرو اس کے ساتھ فَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ پس ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

کل کے سبق میں تم نے سنا کہ فرعون نے ستر جادوگر جو نئے نئے مومن تھے ان

کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکایا کہ تم میری اجازت کے بغیر کیوں ایمان لائے ہو اس پر فرعون کی کابینہ نے کہا کہ تو نے ان کو تو سزا دی ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو چھوڑ دیا ہے جبکہ اصل علت تو وہ ہیں اصل سزا کے لائق تو وہ ہیں تو فرعون نے کہا کہ میں ان کو بھی سزا دونگا ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑیں گے ہم ان پر غالب ہیں موسیٰ علیہ السلام کے خاندان نے جب یہ دھمکی سنی تو پریشان ہو گئے کیونکہ وہ ایک دفعہ پہلے یہ سزا بھگت چکے تھے تو ان مظلوموں نے کہا کہ ہمیں پہلے بھی تکلیف دی گئی اور اب آپ کے آنے کے بعد پھر ہمیں تکلیف دی جائے گی۔

صبر کی اہمیت :

قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهِ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا مدد حاصل کرو اللہ تعالیٰ سے اور صبر کرو تکالیف پر۔ ایمان بڑی قیمتی شے ہے اور جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی اتنی ہی قیمت چکانا پڑتی ہے۔ لھذا صبر کرو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ بیشک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وارث بناتا ہے زمین کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور اچھا انجام پرہیز گاروں کیلئے ہے۔ یہ فرعون کا اقتدار عارضی ہے۔ کب تک زندہ رہے گا؟ قَالُوْٓا کہا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا ہمیں اذیت دی گئی پہلے اس سے کہ آپ ہمارے پاس آئے۔ حضرت آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں یہ اذیت دی گئی کہ لڑکوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں کو زندہ چھوڑا گیا۔

فرعون کے نجومیوں کی پیشگوئیاں :

جس وقت نجومیوں نے یہ خبر دی تھی کہ تین سالوں کے اندر بنی اسرائیل کے خاندان میں بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا فرعون نجومیوں کی بات سن کر بڑا گھبرایا کیونکہ ان کی پیشگوئیاں اکثر سچی ثابت ہوتی تھیں اس نے بنی اسرائیلیوں کے گھروں پر پہرے لگادیئے عورتیں مقرر کیں، مرد مقرر کیے کہ جہاں کوئی لڑکا پیدا ہو فوراً اطلاع دو چنانچہ جہاں لڑکا پیدا ہوتا فوراً قتل کر دیا جاتا لڑکی پیدا ہوتی چھوڑ دی جاتی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ ظالم نے بارہ ہزار بچے قتل کیے اور علامہ بونیؒ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں وہ اپنی کتاب شمس المعارف میں لکھتے ہیں کہ ستر ہزار بچے قتل ہوئے بارہ ہزار بھی کوئی کم نہیں ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی برادری نے اس کا حوالہ دیا کہ یہ سزا ہمیں آپ کے آنے سے پہلے بھی دی گئی ہے وَمِنْۢ بَعْدِمَا جِئْتَنَا اور آپ کے ہمارے پاس آجانے کے بعد بھی یہ سزا ہو تو ہمارے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔ پہلے بھی ہمارے بچے ہوتے رہے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ نے بچانا تھا بچالیا اور اس واقعہ کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ فرعون نے اس کیلئے مردوں کے علاوہ عورتوں کی مستقل پولیس بنائی عورتیں آکر گھروں میں عورتوں کی تحقیق کرتی تھیں کہ کون حاملہ ہے اور کون غیر حاملہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السالم کی والدہ ماجدہ کا نام یُوْخَابَذْ آتا ہے رحمہا اللہ تعالیٰ اردو والے یوکابد لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ یہ جب امید سے ہوئیں تو دیکھنے والی عورتوں کو شبہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان کے پیٹ میں کوئی شے ہے ان کا مکان دریائے نیل کے کنارے تھا موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو بڑی پریشان ہوئیں کہ ابھی کارندے آئیں گے اور اسے ہمارے سامنے قتل کر دیں گے اللہ تعالیٰ کے فرشتے جبرائیلؑ

نے آکر کہا کہ اس بچے کو ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دو اور پرواہ نہ کرنا وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اور نہ خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ (قصص) بیشک ہم اس کو لوٹا دیں گے تیری طرف وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور بنانے والے ہیں اسکو رسولوں میں سے۔ چنانچہ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں بند کر کے دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا یہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے سامنے پہنچا فرعون کی بیوی کی نگاہ صندوق پر پڑی اس نے نکلوایا وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ اور فرعون کی بیوی پکار اٹھی قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَکَ اے فرعون! یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ فرعون نے کہا یہ بچہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا میری آنکھوں کی نہیں فرعون کے دل میں یہی بات آئی کہ کسی اسرائیلی نے اس بچے کو قتل سے بچانے کیلئے دریا میں بہا دیا ہے لھذا اسے قتل کر دینا چاہئے مگر بیوی نے سفارش کی لَا تَقْتُلُوْہُ اسے قتل نہ کرو یہ تو بڑا پیارا بچہ ہے۔ اب بچے کی رضاعت دودھ پلانے کا مسئلہ درپیش آیا کہ اس کو دودھ کون پلائے شاہی حکم پر بہت سی دودھ پلانے والی عورتوں کو آزمایا گیا مگر اللہ تعالیٰ کا حکم تھا وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ (قصص) ہم نے اس سے پہلے ہی بچے پر دودھ پلانے والیوں کو ممنوع قرار دے دیا تھا شہر میں مشہور ہو گیا کہ فرعون ایک بچے کی پرورش کرنا چاہتا ہے مگر وہ بچہ کسی عورت کا دودھ پینے کیلئے تیار نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن جو وہاں پہنچی ہوئی تھی هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَهْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَهٗ لَکُمْ کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسے گھر کے متعلق نہ بتاؤں جو اس بچے کی تمہارے لئے کفالت کریں وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ اور وہ لوگ اس کیلئے خیر خواہ بھی ہونگے۔ فرعون نے اس لڑکی کی بات کو تسلیم کر

لیا اور حکم دیا کہ جس عورت کا پتہ دیتی ہو اس کو حاضر کرو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فوراً بلایا گیا جس وقت والدہ نے اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا موسیٰ علیہ السلام نے دودھ پی لیا تو وہ خوش ہو گئے کہ بچے نے دودھ پی لیا ہے۔ فرعون نے کہا بی بی ہم تجھے تنخواہ بھی دیں گے، خوراک بھی دیں گے، کمرہ بھی دیں گے اور ہر قسم کی سہولت میسر ہوگی تو یہاں رہ اور بچے کو دودھ پلا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میرا گھر ہے، خاوند ہے، بچے ہیں میں یہاں نہیں رہ سکتی تم نے جو کچھ دینا ہے مجھے دے دو میں اسے اپنے ساتھ گھر لے جاؤں گی۔ بڑے اصرار کے بعد فرعون مان گیا وظیفہ بھی مقرر ہوا اور سہولتیں بھی دی گئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ لے کر گھر گئیں سورہ قصص میں ہے فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ پس ہم نے لوٹا دیا اس کو اس کی والدہ کے پاس تا کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور وہ غمگین نہ ہو اور تا کہ وہ جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ اور فرعون نے یہ بھی کہا کہ ہفتہ دس دن کے بعد بچے کو لا کر دکھا جایا کرو تا کہ ہم دیکھیں کہ تو نے بچے کی پرورش صحیح کی ہے بچے کی صحت ٹھیک ہے۔ اس سلسلے میں کافی زمانہ گزر گیا اور کسی کو وہم بھی نہ ہوا کہ بچہ جس بی بی کے گھر ہے اسی کا ہے۔

مثنوی شریف میں ایک اہم واقعہ :

مولانا رومؒ بڑے بلند مرتبے کے بزرگ ہوئے ہیں انھوں نے مثنوی شریف میں کہانی کی شکل میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بڑا مالدار آدمی تھا مکان اس کا بڑا بلند قلعہ کی شکل میں تھا سونا چاندی موتی جواہرات اور قیمتی سامان اس کے گھر میں تھا ڈاکوؤں نے اس کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا اور کئی دنوں تک مشورہ کرتے رہے کہ کس طرح

لوٹیں کہ دیواریں بہت بلند ہیں اور دروازے بڑے مضبوط ہیں بالآخر مشورہ یہ طے پایا کہ دن کو جب مکان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں ایک آدمی احتیاط سے اندر داخل ہو جائے اور مکان بڑا وسیع ہے کسی کونے میں چھپ کر بیٹھ جائے رات کو جب فلاں ستارہ طلوع ہو تو اندر سے کنٹرول کھول دے ہم باہر سے اندر داخل ہو جائیں گے اور ملکر لوٹ لیں گے چنانچہ مشورے کے مطابق ایک آدمی اندر داخل ہو کر چھپ کر بیٹھ گیا اور مقررہ وقت پر اس نے کنڈی کھول دی آہٹ سے مالک مکان کی آنکھ کھل گئی اس نے فوراً اٹھ کر کنڈی لگا دی اور ڈاکوؤں کا ایجنٹ اندر ہی تھا سحری کے وقت جب وہ گہری نیند سوئے ہوئے تھے اس نے دروازہ کھولا اور سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

ے در بہ بست دزد اندر خانہ بود

حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود

دروازہ بند کر دیا اور چور گھر کے اندر تھا فرعونؔ کا معاملہ بھی اسی طرح تھا کہ جس سے خطرہ تھا وہ گھر میں پرورش پا رہا ہے، دودھ پلایا جا رہا ہے، والدہ کو تنخواہ دی جا رہی ہے۔ مولانا یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ ہماری توبہ کا بھی یہی حال ہے کہ گناہوں کا چور تو ہمارے سینے میں ہوتا ہے اور زبان سے کہتے ہیں اللہ میری توبہ اللہ میری توبہ بھائی پہلے چور کو تو اندر سے نکالو پھر توبہ کرو تو قوم نے کہا حضرت ہم آپ کے آنے سے پہلے بھی اذیت دیئے گئے اور اب پھر ہمیں وہی اذیت دی جائے گی قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے قریب ہے کہ تمہارا رب اَنْ یُّھْلِکَ عَدُوَّکُمْ ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ اور تمہیں خلیفہ بنائے زمین میں فَیَنْظُرَ کَیْفَ

تَعۡمَلُوۡنَ پھر وہ دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو۔ضروری نہیں کہ اس کی دھمکی پوری ہو جائے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے ہی ختم کر دے سورۃ یونس میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون ہامان اور اس کی فوج کو بحر قلزم میں غرق کر دیا اور اس کے یہ سارے ارمان کہ دوبارہ اسرائیلیوں کے بچوں کو ذبح کرے گا اور عورتوں کو زندہ چھوڑے گا دل میں ہی رہ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیوں کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدۡ اَخَذۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ بِالسِّنِيۡنَ اور البتہ تحقیق پکڑا ہم نے آل فرعون کو قحطوں کیساتھ گناہوں کی وجہ سے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو قحط سالی میں مبتلا کیا اور عذاب گناہوں کیوجہ سے ہی آتا ہے آج پاکستان اور بھارت میں دھند ہی دھند چھائی ہوئی ہے اور معلوم نہیں کب تک رہتی ہے ہر چیز کا ایک ظاہری سبب ہوتا ہے اور ایک باطنی سبب ہوتا ہے دھند کا ظاہری سبب تو ایٹم بموں کا چلنا ہے کہ بھارت نے بھی تجربہ کیا ہے اور ہم نے بھی تجربہ کیا ہے اور باطنی سبب ہمارے گناہ ہیں مگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا وَنَقۡصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور پھلوں کی کمی کے ساتھ پکڑا۔تو پھلوں کا کم ہو جانا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے کوئی نہ سمجھے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے اب دیکھو بارشیں نہیں ہو رہیں بارانی علاقے کے لوگ روتے ہیں کہ موسم پر بارش ہونی چاہئے تھی نہیں ہو رہی اس کا مطلب یہ ہے کہ فصلیں نہیں ہوں گی اور اگر ہوئیں بھی تو کم ہوں گی اس کے باوجود ہمارے گناہوں میں کوئی کمی نہیں آئی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں ہوا لوگ روزے پہلے بھی کھاتے تھے اور اب بھی کھاتے ہیں نمازیں پہلے بھی چھوڑتے تھے اور اب بھی چھوڑتے ہیں برائیاں بھی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے ان

کو قحط سالی میں اور پھلوں کی کمی کی سزا اس لئے دی لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ پس جب آتی ان کے پاس کوئی راحت، آرام، بھلائی قَالُوْا کہتے لَنَا هٰذِهٖ یہ ہمارے لائق ہے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچتی کوئی تکلیف يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ تو شگون لیتے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ۔ نحوست اور بدفالی ان پر ڈالتے کوئی راحت پہنچتی تو کہتے ہماری وجہ سے ہے تکلیف آتی تو کہتے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ تَطَيَّرُ کے لفظی معنٰی ہیں پرندہ اُڑانا طیر پرندے کو کہتے ہیں ہزارہا سال سے یہ غلط نظریہ چلا آ رہا ہے کہ لوگ پرندوں کے ذریعے نیک فالی اور بدفالی لیتے ہیں وہ اس طرح کہ گھروں کے آس پاس درخت تو ہوتے تھے اور ان پر پرندے بھی ہوتے تھے یہ لوگ جب کوئی کام کرنا چاہتے تھے تو صبح کو اٹھ کر درخت پر پتھر مارتے اگر پرندہ اڑ کر دائیں طرف جاتا تو کہتے ہمارا کام ہو جائے گا اور اگر بائیں طرف اڑ کر جاتا تو کہتے ہمارا کام نہیں ہوگا سوال یہ ہے کہ پرندوں کے اڑنے کے ساتھ تمہارے کام کا کیا تعلق ہے؟ وہ پرندہ ہے دائیں طرف بھی اڑے گا بائیں طرف بھی اڑے گا تو لفظی معنٰی ہے پرندے کا اُڑانا اور لازمی معنٰی ہے نحوست اور بدفالی حاصل کرنا۔ فرمایا اَلَآ خبردار اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ان کا شگون اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ نحوست اور بدفالی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ان کے اعمال کی وجہ سے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے جانتے نہیں ہیں کہ ہمارا بھی کوئی قصور ہے وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ اور کہنے لگے جب بھی تم لاؤ گے ہمارے پاس کوئی نشانی لِّتَسْحَرَنَا بِهَا تاکہ تم ہم پر جادو کرو اس کے ساتھ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ پس

ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔نشانیاں گذر چکی ہیں ایک عصا والی کہ وہ اژدھا بن گیا اور دوسری نشانی یہ کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو سورج کی طرح چمکتا تھا اور تیسری نشانی قحط سالی اور چوتھی نشانی پھلوں کی کمی باقی نشانیوں کا ذکر اسی صفحے کے آخر میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔عموماً وہ لوگ نشانیوں اور معجزات کو جادو کے ساتھ تعبیر کرتے تھے اور اپنی ضد پر اڑے رہے۔اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁
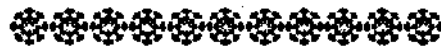
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ○ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ○ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ○

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ پس بھیجا ہم نے ان پر طوفان وَالْجَرَادَ اور ٹڈی دل وَالْقُمَّلَ اور جوئیں وَالضَّفَادِعَ اور مینڈک وَالدَّمَ اور خون اٰيٰتٍ

مُّفَصَّلٰتٍ یہ کھلے کھلے معجزے تھے فَاسْتَكْبَرُوْا پس انھوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور وہ مجرم قوم تھی وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ اور جس وقت واقع ہوا ان پر عذاب قَالُوْا کہا انھوں نے یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا اے موسیٰ علیہ السلام دعا کر ہمارے لئے رَبَّكَ اپنے رب سے بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ عہد کر رکھا ہے لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ البتہ اگر تو دور کر دے ہم سے عذاب لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجھ پر وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور ضرور بھیج دیں گے تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ پس جب دور کر دیا ہم نے ان سے عذاب اِلٰٓى اَجَلٍ ایک مدت تک هُمْ بٰلِغُوْهُ جس کو وہ پہنچنے والے تھے اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ اچانک وہ عہد کو توڑتے تھے فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ پس ہم نے ان کو غرق کر دیا دریا میں بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اس وجہ سے کہ انھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ اور وہ ان نشانیوں سے غافل تھے وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ اور ہم نے وارث بنایا اس قوم کو كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ جو کمزور سمجھے جاتے تھے مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا اس زمین کے مشرق اور مغرب کے اطراف میں الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا جس زمین میں ہم نے برکتیں ڈالی تھیں وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی اور پوری ہو گئی تیرے رب کی بات اچھی عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل پر بِمَا

صَبَرُوْا اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا وَدَمَّرْنَا اور ہم نے ملیامیٹ کر دیا مَاکَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُہٗ اس چیز کو جو فرعون اور اس کی قوم بناتی تھی وَمَاکَانُوْا یَعْرِشُوْنَ اور جس کو وہ اوپر چڑھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزے عطا فرمائے تسع ایات کا لفظ سورۃ بنی اسرائیل میں بھی ہے اور سورۃ نمل میں بھی ہے ایک نشانی اور معجزہ عصا کا سانپ بن جانا تھا اور دوسرا معجزہ ہاتھ کا گریبان میں ڈال کر نکالنا اور اس کا سورج کی طرح چمکنا تھا تیسری نشانی فرعونیوں کو قحط سالی میں مبتلا کرنا کہ بارشیں رک گئیں زمین سے فصلیں نہ ہوئیں اور پھلوں کی کمی قاضی بیضاویؒ اور حضرت تھانویؒ کے بیان کے مطابق قحط سالی تیسری نشانی تھی اور پھلوں کی کمی جدا نشانی تھی یعنی چوتھی نشانی تھی جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ قحط سالی اور پھلوں کی کمی دونوں ایک نشانی تھی قحط سالی کی وجہ سے پھل کم پیدا ہوئے۔ تو ان کے بیان کے مطابق تین نشانیاں یہ ہوئیں چوتھی نشانی فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الطُّوْفَانَ پس بھیجا ہم نے ان پر طوفان۔ امام بخاریؒ معنیٰ کرتے ہیں اَلْمَوْتُ الْکَثِیْرُ ان پر ایسی بیماری مسلط کی مثلاً طاعون وغیرہ کہ تھوڑے سے وقت میں بے شمار لوگ فوت ہو گئے جبکہ امام رازیؒ طوفان سے سیلاب مراد لیتے ہیں کہ ان پر سیلاب آیا کہ جس سے وہ تباہ و برباد ہوئے جبکہ خازن وغیرہ میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان ہوا کی شکل میں مسلط فرمایا جس طرح قوم عاد پر سخت اور تند ہوا مسلط کی گئی اس میں بے شمار لوگ ختم ہو گئے پانچویں نشانی وَالْجَرَادَ اور ٹڈی دل۔ مکڑی مکڑیوں کے لشکر بھیجے اس نے درختوں، کھیتوں، سبزیوں کو اس طرح کھا کر صاف کیا کہ کوئی درخت تو کیا گھاس بھی نظر نہیں آتا تھا جسطرح

ہم پر دھند کا عذاب مسلط ہے جو ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے بہت کم ہیں لوگ ان چیزوں کو اسباب طبعی پر محمول کرتے ہیں بیشک اسباب طبعی بھی ہوتے ہیں لیکن بڑا سبب بداعمالی ہے۔ چھٹی نشانی وَالْقُمَّلَ قمل کا معنیٰ جوئیں کرتے ہیں جو بدن کو میلا کچیلا رکھنے سے بدن میں پیدا ہوتیں ہیں اور اگر بدن کو صاف ستھرا رکھا جائے اور کپڑوں کو بھی تو پیدا نہیں ہوتیں اللہ تعالیٰ نے بطور سزا کے ان کے بدن میں جوئیں پیدا فرمادیں ایک مارتے چار اور چمٹ جاتیں خارش کرتے رہتے تھے نہ دن کو آرام نہ رات کو بعض حضرات نے قمل کا معنیٰ سُسری کا کیا ہے گندم کو جو گھن لگ جاتا ہے چاولوں میں پڑ جاتی ہے۔ ایسا عذاب مسلط کیا کہ ان کے دانوں اور کپڑوں کو گھن کھا جاتا۔ ساتویں نشانی وَالضَّفَادِعَ اور مینڈک اس کثرت سے تھے کہ جہاں بیٹھتے وہاں مینڈک۔ کھانے میں مینڈک پڑ جاتے منہ کھولتے تو مینڈک منہ میں چھلانگ لگا کر داخل ہو جاتا اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا اور نشانی وَالدَّمَ اور خون۔ ان کا کھانا اور پانی خون کی شکل اختیار کر جاتا وہ لوگ کھانا بڑا عمدہ پکاتے ہلدی کی جگہ زعفران استعمال کرتے کھانا تیار ہوتا خون بن جاتا صاف ستھرا دودھ لاتے پینے کا ارادہ کرتے خون بن جاتا ہر قسم کا کھانا خون کی شکل اختیار کر جاتا ہم غریب لوگ ہلدی استعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ضرور کوئی نہ کوئی فائدہ رکھا ہے۔ ہلدی میں اللہ تعالیٰ نے پٹھوں کو جوڑنے کا اثر رکھا ہے اور زخموں کو ملانے کا اثر بھی اس میں رکھا ہے۔ پہلے حکیم کثرت سے ہلدی استعمال کراتے تھے تاکہ پھیپھڑوں کے زخم مل جائیں بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ خون میں اتنا جوش پیدا ہو گیا کہ وہ سو بھی نہیں سکتے تھے جس کو آج کل بلڈ پریشر کہتے ہیں اس سے ان کے ہوش

حواس اڑ جاتے تھے یہ آٹھ نشانیاں ہوگئیں اور نویں نشانی کا ذکر سورۃ یونس میں آتا ہے طَمْسِ اَمْوَالُ کہ ان کے سونا، چاندی، ہیرے پتھروں کی شکل میں کردیئے جس سے ان کی کوئی قیمت نہ رہی۔ فرمایا اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ یہ کھلے کھلے معجزے تھے۔ اور معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ نشانیاں فاصلے فاصلے سے آئیں وقفے وقفے سے ایک نشانی آئی پھر کچھ دنوں کے وقفے کے بعد دوسری آئی پھر کچھ وقفے کے بعد تیسری آئی یعنی دفعۃً اکٹھی نہیں آئیں فَاسْتَکْبَرُوْا پس انھوں نے تکبر کیا وَ کَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور وہ مجرم قوم تھی نہ مانا انھوں نے وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ اور جس وقت واقع ہوا ان پر عذاب قَالُوْا کہا انھوں نے......

قومِ موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ دعا :

یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّکَ اے موسیٰ علیہ السلام دعا کر اپنے رب سے ہمارے لئے بِمَا عَهِدَ عِنْدَکَ جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ عہد کر رکھا ہے۔ اپنے رب کو پکارو وہ ہماری تکلیف دور کردے لَئِنْ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ البتہ اگر تو نے دور کردیا ہم سے عذاب لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجھ پر وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور ضرور بھیج دیں گے تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔ پہلے بات بیان ہوچکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی کابینہ کے سامنے توحید، رسالت اور قیامت کے اصولی مسائل بیان کرنے کے بعد بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا کہ ان کو جو تو نے غلام بنا رکھا ہے ان سے بیگار لیتا ہے اور دیتا کچھ نہیں ہے ان کو آزاد کر میں انکو اپنے آبائی علاقہ کنعان، شام، فلسطین لے جانا چاہتا ہوں۔ تو جب رب تعالیٰ کا عذاب

آیا تو انھوں نے کہا کہ تو اپنے رب سے دعا کر یہ عذاب ہم سے ٹل جائے تو تجھ پر ایمان بھی لائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر کے تمہارے ساتھ بھیج دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ پس جب دور کردیا ہم نے ان سے عذاب اِلٰٓی اَجَلٍ ایک مدت تک هُمْ بٰلِغُوْهُ جس کو وہ پہنچنے والے تھے اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ اچانک وہ عہد کو توڑتے تھے۔ جیسے ہمارے لیڈر اور حکمران ووٹوں کے دنوں میں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں گے وقت گزرنے کے بعد بھول کر بھی نام نہیں لیتے لوگوں کو دھوکہ دے کر برسر اقتدار آجاتے ہیں اور وعدہ کوئی بھی پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ پس ہم نے ان کو بحر شور میں غرق کردیا۔ یہاں اجمال ہے اور سورۃ طٰہٰ میں اسکی تفصیل ہے۔

حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو نکالنا :

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اور البتہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ یہ تمہیں آزادی نہیں دیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ یہ خفیہ پروگرام تیار کیا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو مسلمان ہوئے تھے چل پڑے فرعون کو بھی پتہ چل گیا کہ یہ سارے چلے گئے ہیں پریشانی ہوئی کہ ہم مفت میں کھاتے تھے یہ ہمارے غلام کام کرتے تھے زمینوں کو کاشت وہ کرتے تھے ہمارے جانوروں کو سنبھالتے تھے وغیرہ اب ہم کیا کریں گے یقین جانو اگر مزدور طبقہ نہ ہو تو نہ کوئی کام ہو اور نہ کوئی عمارت بنے

مزدور مجبور ہیں نظام چلانے کیلئے اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ ایک کو پیسے دیئے اور دوسرے کو قوت بدنی دی سب کام چل رہا ہے۔ اگر مزدور نہ ہوں تو پیسوں کا کوئی کیا کرے گا تو فرعونی کافی پریشان ہوئے کہ یہ ہماری رعایا ہوکر ہماری اجازت کے بغیر جارہے ہیں ہنگامی طور پر اعلان کر دیا کہ ان کا پیچھا کرو عوام اور فوج کو لے کر پیچھے چل پڑا۔ انھوں نے فلسطین جانا تھا راستے میں بحر قلزم تھا مرد بھی تھے عورتیں بھی تھیں بوڑھے اور بچے بھی تھے کشتی کسی کے پاس نہیں تھی مُشْرِقِیْن کا لفظ آتا ہے اشراق کا معنیٰ ہے سورج کا چمکنا جب سورج کے چمکنے کا وقت آیا پیچھے سے فرعون کی فوجیں پہنچ گئیں لوگ گھبرا گئے کہنے لگے اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ ہم پکڑے گئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِیْ ہرگز نہیں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میرے ساتھ میرا رب ہے وہ میری راہنمائی کرے گا جس وقت بحر قلزم پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا بحر قلزم پر اپنی لاٹھی مارو خشک راستے بن جائیں گے بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا جس کا معنیٰ عبد اللہ ہے ان کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی بیٹوں میں ایک حضرت یوسفؑ بھی تھے جو بعد میں نبی بنے تو بارہ بیٹوں کی نسل بارہ خاندان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بارہ راستے بنا دیئے ہر خاندان کیلئے الگ الگ راستہ جب یہ لوگ دریا کراس کر کے دوسری جانب جا پہنچے تو فرعون، ہامان اور ان کی فوج بھی دریا کے کنارے آپہنچی بعض فوجی افسروں نے مشو دیا کہ چلو اب یہ نکل گئے ہیں ہمیں ان کا پیچھا نہیں کرنا چاہیئے۔ فرعون بڑا جابر، [illegible] ور موذی خبیث تھا کہنے لگا نہیں اور اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا تم آگے چلو تمہارے پیچھے فوج اور میں پیچھے ہوں گا تا کہ کوئی پیچھے نہ رہے۔ جب وہ سارے ان راستوں پر چڑھ گئے جن

پر بنی اسرائیل نے نجات پائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ تم اپنی روانیوں کیساتھ چل پڑو وہ چل پڑا تو وہ وہاں سے سیدھے جہنم رسید ہوئے غرق ہوتے وقت فرعون نے بڑا واویلا کیا کہنے لگا اٰمَنْتُ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ایمان لایا میں رب العالمین پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا۔ بندے پر جب نزع کی حالت طاری ہو جائے تو پھر ایمان قبول نہیں ہوتا نہ ہی توبہ قبول ہوتی ہے۔ جبرائیلؑ نے گارا اٹھا کر فرعون کے منہ میں ڈالا کہ پروردگار کو کہیں اس پر رحم نہ آجائے اس کا منہ بند ہو گیا اور غرق ہو گیا۔

عبرت کیلئے فرعون کے جسم کا محفوظ ہونا :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً پس آج کے دن ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے تاکہ ہو جائے تو پچھلوں کیلئے نشانی۔ عام مفسرین رحمھم اللہ تعالیٰ تو نُنَجِّیْکَ کا معنیٰ نجات کرتے ہیں اور امام بخاریؒ نُلْقِیْکَ عَلٰی نَجْوَةِ الْبَحْرِ کرتے ہیں ہم تجھے دریا کے کنارے ڈالیں گے نَجْوَة کا معنیٰ کنارہ۔ جب اس کو اللہ تعالیٰ نے کنارے پر ڈالا تو مشکیزہ بنا ہوا تھا منہ اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا اور نہ جانے کہاں کہاں سے بہہ رہا تھا۔ آج تک فرعون کی لاش مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہے اس کے علاوہ اور فرعونوں کی لاشیں بھی پڑی ہیں۔ خدا کی شان کیا انجام ہوا ایک وہ وقت تھا کہ کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ میں اپنے علاوہ تمہارے لئے کسی کو الٰہ نہیں جانتا۔ آج اس کا عجیب نقشہ بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بِاَنَّهُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اس وجہ سے کہ وہ جھٹلاتے تھے ہماری

آیتوں کو وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ اور وہ ان نشانیوں سے غافل تھے کسی نشانی کی طرف انھوں نے توجہ نہیں کی وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا اور وارث بنایا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اس زمین کے مشرق اور مغرب کے اطراف میں الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا جس زمین میں ہم نے برکتیں ڈالی تھیں۔ مشہور تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ وہ مصر کی زمین کے وارث بنے مگر اپنے دور میں، فوراً نہیں، اگرچہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جس وقت فرعون غرق ہوگیا تو بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ واپس جا کر زمینوں پر قابض ہوگئے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ اپنے دور میں مصر کی زمین کے وارث بنے مشرقی اطراف کے بھی اور مغربی اطراف کے بھی مصر میں ظاہری برکتیں بھی تھیں اور باطنی بھی۔ ظاہری یہ کہ زرخیز علاقہ ہے پیداوار بہت ہوتی ہے اور باطنی اس لئے کہ حضرت یوسفؑ مصر میں آئے، حضرت یعقوبؑ مصر میں آئے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور نیک بندے آئے اور جہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کا قدم پڑ جائے وہ جگہ برکت والی ہوجاتی ہے۔ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ برکت والی زمین سے شام کا علاقہ مراد ہے۔ اس وقت شام کنعان کا علاقہ ایک ہی ہوتا تھا انگریز اور ظالم قوتوں نے اس کو علیحدہ علیحدہ کر دیا کہ یہ اکھٹے نہ ہوسکیں اور اس وقت حالت یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ صلح ہوسکتی ہے مگر اردن، لبنان، فلسطین کی آپس میں صلح نہیں ہوسکتی دشمن نے ان کے اتنے ذہن بگاڑ دیئے ہیں اور اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کے گھروں میں یہودی اور عیسائی لڑکیاں ہیں یاسر عرفات کے نکاح میں بھی عیسائی عورت ہے۔ ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ قطعاً کسی قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی یہ

کافروں کے ایجنٹ ہیں اور شام کے علاقہ میں ظاہری طور پر بھی برکتیں ہیں بڑا زرخیز علاقہ ہے۔ پانی صاف ستھرا بڑے پھل وہاں پیدا ہوتے ہیں اور لوگ بڑے خوشحال ہیں اور باطنی لحاظ سے بے شمار پیغمبر وہاں تشریف لائے اور بے شمار پیغمبروں کی قبریں وہاں موجود ہیں وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى اور پوری ہوگئی تیرے رب کی بات اچھی جو اس نے اچھا فیصلہ کیا تھا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل پر۔ کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ تم اگر ایمان پر قائم رہے تو ہم تمہیں برکت والی زمین کا وارث بنائیں گے بِمَا صَبَرُوْا اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ اور ہم نے ملیامیٹ کردیا اس چیز کو جو فرعون اور اس کی قوم نے بنائی تھی منصوبے وغیرہ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ اور جس کو وہ اوپر اٹھاتے تھے۔ یعنی اپنے منصوبوں کی جو چھت بناتے تھے مکان کی چھت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ انھوں نے اپنے منصوبوں کی جو عمارتیں کھڑی کی تھیں ہم نے ان کو برباد کردیا اور مظلوموں کی مدد کی اور ان سے نجات دلائی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ○

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اور ہم نے پار کردیا بنی اسرائیل کو دریا سے فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ پس وہ آئے ایک قوم کے پاس یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ جو جھکی ہوئی تھی اپنے بتوں پر قَالُوْا یٰمُوْسَی کہا انھوں اے موسیٰ علیہ السلام اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا آپ بنا دیں ہمارے لئے بھی الٰہ كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ جیسے ان کیلئے الٰہ ہیں قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ فرمایا بیشک تم جاہل قوم ہو اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ بیشک یہ لوگ ہیں ہلاک ہونے والے مَّا هُمْ فِیْهِ وہ چیز جس میں یہ مبتلا ہیں وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور باطل ہے وہ جو یہ عمل کر رہے ہیں قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ

اِلٰھًا فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا تلاش کروں میں تمہارے لئے الٰہ وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ حالانکہ اُس نے تمہیں فضیلت دی ہے تمام جہان والوں پر وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور جس وقت ہم نے نجات دی تم کو فرعونیوں سے یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ چکھاتے تھے تم کو بُرا عذاب یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ قتل کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ اور اس بات میں تمہارے لئے آزمائش تھی مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی۔

پیچھے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر چلا آرہا ہے۔ کل تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یکے بعد دیگرے نو معجزے عطا فرمائے تھے لیکن انھوں نے اس سے کوئی عبرت حاصل نہ کی بلکہ جب بھی کوئی تکلیف آئی تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھاگ کر آتے کہ آپ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کریں یہ دور ہو جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے مگر جب وہ تکلیف دور ہو جاتی تو اِذَا ھُمْ یَنْکُثُوْنَ اسی وقت عہد شکنی کرتے اللہ تعالیٰ نے ان کو بحر قلزم میں غرق کر دیا وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اور ہم نے پار کر دیا بنی اسرائیل کو دریا سے۔ اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم کو پھاڑ کر خشک رستے بنا دیئے بنی اسرائیلی نکل گئے فرعون، ہامان اور ان کی فوجیں تعاقب کیلئے پیچھے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ چل پڑ وہ چل پڑا تو یہ سارے غرق ہو گئے فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے کنارے پر ڈال دیا تا کہ آنے والوں کیلئے نشانی رہے۔ بنی اسرائیلی بحر قلزم کو پار کر کے آگے گئے تو وادی تیہ جس کو آج کل جغرافیہ میں وادی سینائی کہتے ہیں جسکی لمبائی

چھتیس ،۳۶میل اور اور چوڑائی چوبیس ،۲۴ میل ہے اور سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے اس سے پہلے کچھ آبادیاں تھیں تفسیروں میں ایک شہر کا نام قَنِّسرِین آتا ہے یہ شہر وادی تیہ سے کچھ نیچے ہے۔جب وہاں پہنچے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ پس وہ آئے ایک قوم کے پاس جو جھکی ہوئی تھی اپنے بتوں پر ۔یہ کنعانی لوگ بت پرست تھے اور یاد رکھنا کہ بت محض پتھر کا نام نہیں ہوتا بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں بت دراصل کسی بزرگ شخصیت کا نمونہ ہوتا ہے آپ حضرات میں جو پرانے بزرگ ہیں انھوں نے دیکھا ہوگا کہ ہندو ایک من کی لکڑی اٹھا کر لاتے اس کو تیسے کیساتھ چھیلتے جب وہ پانچ کلو رہ جاتی اور اس پر رام چندر کا یا کرشن جی کا نمونہ بن جاتا تو پھر اس کی وہ پوجا کرتے پتھر اور لکڑی کی اگر پوجا ہوتی تو جب وہ ایک من کی تھی اس وقت اس کو پوجتے ۔تو یاد رکھنا کسی قوم نے محض پتھر یا لکڑی کی پوجا نہیں کی پوجا اس وقت کی جب وہ کسی بزرگ کی شکل پر ڈھل گئی تو اصل پوجا اس بزرگ کی ہوئی جس کی شکل پر اس کو بنایا گیا اسی طرح کسی درخت یا دریا کی پوجا محض درخت یا دریا کی حیثیت سے نہیں کی گئی بلکہ اس درخت کی پوجا کی گئی کہ جس کے سائے میں ان کا کوئی بزرگ بیٹھا یا جس دریا سے کسی بزرگ نے وضو یا غسل کیا تو اس وجہ سے اس درخت اور دریا کو متبرک سمجھ کر پوجا کی گئی۔

صلح حدیبیہ کا مختصر پس منظر :

قرآن پاک سورۃ الفتح میں ایک درخت کا ذکر ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (پ،۲۶) البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے جبکہ وہ بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے۔یہ کیکر کا

درخت تھا حدیبیہ کے مقام پر آج کل اس جگہ کا نام شُمَیْسَۃ ہے مکہ مکرمہ سے چھ میل کے فاصلے پر آج کل حدودِ مکہ مکرمہ میں داخل ہوچکی ہے اس بیعت کا پس منظر یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان ؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو بتاؤ کہ ہم عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں لڑنے کیلئے نہیں آئے قریش مکہ نے ان کو قید کرلیا اور پھر خبر مشہور ہوگئی کہ ان کو شہید کردیا گیا ہے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ قید ہوئے تھے شہید نہیں ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کا انتقام لیں گے اس لئے آپ نے بیعت لی تھی اب وہ درخت درجے والا ہوگیا کہ جس کے نیچے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے افضل ترین شخصیت تشریف فرما ہوئے اور انبیاء کرام علیھم السلام کے بعد تمام امتوں میں سے افضل ترین امت آپ ﷺ کی امت ہے۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ بھی موجود ہیں تو پندرہ سو صحابہ ؓ بھی وہاں موجود ہیں تو وہ درخت کتنا متبرک ہوگیا لوگ اس درخت کے نیچے اہتمام کے ساتھ آکر بیٹھتے تھے کہ یہاں آنحضرت ﷺ نے بیعت لی تھی جب حضرت عمر ؓ کو علم ہوا تو انھوں نے فوجی بھیج کر اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکوادیا کہ اس زمانے کے لوگ تو سمجھ دار ہیں محض تبرک کیلئے بیٹھتے ہیں اور آئندہ نادان قسم کے لوگ اس کی پوجا شروع کردیں گے اسلئے انھوں نے ایسا کیا۔ لھذا یاد رکھنا محض پتھر، درخت کی کبھی پوجا نہیں ہوئی ہاں جب اس کی کسی بزرگ کے ساتھ نسبت ہوگئی تو لوگوں نے اس کی پوجا شروع کردی اور جس لکڑی یا پتھر پر کسی بزرگ شخصیت کی تصویر بنائی جاتی ہے اس کو صنم کہتے ہیں اور صنم کی تعریف کرتے ہیں اَلَّذِیْ یَتَّخِذُ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالنُّحَاسِ وَالْمَدَرِ وَالْخَشَبِ عَلَی الْاِنْسَانِ عربی میں صنم اس چیز کو کہتے

ہیں جو بنایا جائے سونے سے اور چاندی سے یا لوہے سے یا پیتل سے، تانبے سے اور مٹی سے یا لکڑی کا ہو انسان کی شکل پر اور وثن بھی اسی کو کہتے ہیں جسطرح آجکل تصویریں ہیں لوگوں نے اپنے دوستوں کی فوٹوز جیب میں رکھی ہوئیں ہیں تو اس کاغذ کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے اصل وہ تصویر ہے جو اس کے اوپر بنی ہوئی ہے۔ تو وہ لوگ ان بتوں کے سامنے جو انھوں نے اپنے پیشواؤں کے نام پر بنائے ہوئے تھے، جھکے ہوئے تھے قَالُوْا یٰمُوْسَی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں مخلص اور پکے ساتھی بھی اور کچے بھی تھے اور ہر زمانے میں کچے پکے ہوتے ہیں تو جو کچے تھے انھوں نے کہا اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ آپ بنادیں ہمارے لئے بھی الٰہ جیسے ان کیلئے الٰہ ہیں کہ ہمیں ہمارے الٰہ نظر آئیں قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ بیشک تم بڑی جاہل قوم ہو کہ تم ان جاہلوں کیساتھ مشابہت کرتے ہو اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بیشک یہ لوگ ہیں مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ ہلاک ہونے والے وہ چیز جس چیز میں یہ مبتلا ہیں وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور باطل ہے وہ کاروائی جو یہ کررہے ہیں۔ ایسے مشرک دنیا میں بھی خسارے میں اور آخرت میں بھی خسارے میں ہیں تو جو کچے لوگ تھے انھوں نے کہا تھا کہ ہمیں ایسے خدا بنادے۔ سارے کچے نہیں تھے، صحیح بھی تھے اور ایسے ہی کچے لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (پ ۶، مائدہ) پس جا تو اور تیرا پروردگار دونوں جا کر لڑو بیشک ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔ یہ انھوں نے اس وقت کہا تھا جب وادی تیہ میں پہنچنے کے بعد اللہ

تعالیٰ نے ان کو عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا تھا، کہ وہ تو بڑی سخت قوم ہے ہم ان کے ساتھ لڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک وہ علاقہ ان پر ممنوع قرار دے دیا ایسی قوم کو تو فوراً سزا ملنی چاہئے تھی مگر اللہ تعالیٰ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے۔ وہ کافروں کو بھی رزق اور اولاد دیتا ہے، مال بھی دیتا ہے، بہت کچھ دیتا ہے ان لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی کہ وادی تیہ میں سایہ کوئی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے سائے کا انتظام کیا۔ فرمایا وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ اور ہم نے سایہ کیا تم پر بادلوں کا۔ جونہی سورج چڑھتا بادل ان کے سر پر آجاتا رات ہوتی بادل صاف ہو جاتا اور وہاں خوراک کا کوئی انتظام نہیں تھا وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ نازل فرمایا پانی کی دقت تھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مار فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا بارہ چشمے جاری ہو گئے کیونکہ وہ بارہ خاندان تھے ہر خاندان کا الگ چشمہ تھا تو کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ ہمیں بھی ایسے الٰہ بنا دے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تلاش کروں میں تمہارے لئے الٰہ۔ الٰہ کے معنیٰ معبود مسجود، اُو جاہلو! کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود، مسجود، عالم الغیب، حاظر ناظر، مختار کل، فریاد رس، مشکل کشا، دستگیر، مُقَنِّن (قانون بنانے والا) حاکم تلاش کروں وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ حالانکہ اُس نے تمہیں فضیلت دی ہے تمام جہان والوں پر۔ حضرت یعقوبؑ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی تک چار ہزار پیغمبر اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں بھیجے کسی قوم میں ایک نبی آجائے تو اس قوم کا سر آسمان کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ عرب میں حضرت اسماعیلؑ کے بعد صرف ایک پیغمبر آئے ہیں حضرت محمد رسول

اللہ ﷺ اور اب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد دنیا میں کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا آپ ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔اور جو اس کو مانے وہ بھی کافر ہے اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔جھوٹے نبی دنیا میں بڑے پیدا ہوئے ہیں مرزا قادیانی بھی انہیں میں سے ہے۔اس وقت بھی قادیانیوں نے یورپ میں فتنہ کھڑا کیا ہوا ہے مسلمانوں کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ دو چار زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر دیں ۔قادیانیوں نے ۷۲ بہتر زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے اپنی مرضی کے مطابق ۔نوجوانو یاد رکھنا! ہمیں کسی باطل فرقے سے چاہے وہ قادیانی ہو یا کوئی اور ہو کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔نہ زمین کا جھگڑا ہے نہ رشتے کا اور نہ پرنالے کا، باطل فرقوں کا ذکر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ تم کسی فتنے کا شکار نہ ہو جاؤ اور اپنے ایمان کو برباد نہ کر بیٹھو۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور جس وقت ہم نے نجات دی تم کو فرعونیوں سے یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ چکھاتے تھے تم کو برا عذاب ۔وہ کیا تھا یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ قتل کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ اور اس میں تمہارے لئے آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی۔فرعونیوں نے ایسا اس لئے کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے زمانے میں ایک بہت بڑا علم نجوم کا ماہر تھا اور اس کی اکثر پیشنگوئیاں سچی ثابت ہوتی تھیں اس نے فرعون، ہامان اور ان کی کابینہ کو یہ بتایا کہ دو تین سالوں میں بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو فرعون کی حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔فرعون، ہامان نے اس کی پیش گوئی پر یقین کیا اور بنی اسرائیل

کے گھروں پر پہرے لگادیئے اور جو بی بی بھی حاملہ ہوتی تھی اس کا باقاعدہ ریکارڈ ہوتا تھا پھر اگر بچہ پیدا ہوتا تو ماں کے سامنے ذبح کر دیا جاتا تھا اور عورت کو زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا اس طرح فرعون کے حکم سے بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور علامہ بونی ؒ کے قول کے مطابق ستر ہزار بچے قتل ہوئے مگر بارہ ہزار بھی کوئی کم نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ اس بچے کو فرعون کے گھر میں پال کر دکھایا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً تیس راتوں کا وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے ان کو دس کے ساتھ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً پس پوری ہوگئی اس کے پروردگار کی مدت چالیس راتیں وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام

کو اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں وَاَصْلِحْ اور اصلاح کرتے رہنا
وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ اور پیروی نہ کرنا فساد مچانے والوں کے راستے کی
وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے کے
وقت پر وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ اور کلام کیا ان کے ساتھ ان کے رب نے قَالَ کہا موسیٰ
علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اے میرے رب تو مجھے اپنا دیدار کرا
میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ
سکو گے وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ اور لیکن دیکھ تو پہاڑ کی طرف فَاِنِ اسْتَقَرَّ
مَکَانَهٗ پس وہ اگر قائم رہا اپنی جگہ پر فَسَوْفَ تَرٰنِیْ تو پھر قریب ہے تو مجھے دیکھ
سکے گا فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پس جس وقت تجلی ڈالی اس کے پروردگار نے
پہاڑ پر جَعَلَهٗ دَکًّا تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا اور گر پڑے
موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر فَلَمَّآ اَفَاقَ پس جب موسیٰ علیہ السلام ہوش میں
آئے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے سُبْحٰنَکَ تیری ذات پاک ہے تُبْتُ
اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مومنوں
میں سے پہلا ہوں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی
النَّاسِ اے موسیٰ علیہ السلام بے شک میں نے تمہیں منتخب کیا ہے لوگوں پر
بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ اپنے پیغام کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ فَخُذْ
مَآ اٰتَیْتُکَ پس پکڑ تو وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ اور

ہو جاؤتم شکرادا کرنے والوں میں سے۔

آل فرعون بحر قلزم میں غرق ہوگئی اور بنی اسرائیل بحر قلزم پار کر کے وادی تیہ میں پہنچے تو کہنے لگے حضرت جب ہم مصر میں تھے تو فرعونیوں کے غلام تھے اور انہیں کا قانون چلتا تھا اور اب ہم آزاد قوم ہیں اور کوئی قوم بھی بغیر قانون کے وقت نہیں گزار سکتی اور زندہ رہ سکتی آپ ہمیں پروردگار سے کوئی قانون لا کر دیں۔ کیونکہ کہ اگر معاملہ آدمیوں پر چھوڑا جائے تو کوئی کہے گا کہ میری رائے ٹھیک ہے اور کوئی کہے گا میری رائے ٹھیک ہے۔ فتنہ فساد برپا ہوگا لہذا سب کیلئے ایک قانون ہونا چاہئے جس کے مطابق ہم زندگی بسر کریں۔ اور اصول بھی یہی ہے کہ رب تعالیٰ کی زمین پر رب تعالیٰ کا قانون نافذ ہونا چاہئے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (پ،۷) حکم صرف اللہ تعالیٰ کا کیونکہ بندے جب قانون بنائیں گے تو اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر بنائیں گے اور یہ بات سب کے سامنے ہے کہ جب کافر ظالم غنڈے غالب آجاتے ہے تو وہ اپنا قانون بناتے ہیں اور قانون ایسا بناتے ہیں کہ جس میں ان کا ذاتی مفاد ہوتا ہے۔ کہ ان کے کارخانوں پر کوئی زد نہ آئے، جائیداد محفوظ رہے، ان کے کاروبار پر کوئی زد نہ آئے۔ اور رب تعالیٰ کا قانون سب کیلئے مساوی ہوتا ہے اس میں اعلیٰ ادنیٰ کا کوئی فرق نہیں ہوتا چنانچہ بنو مخزوم قریش کا ایک خاندان تھا ابو جہل اسی خاندان سے تھا تو اس قبیلہ کی ایک نوجوان لڑکی نے چوری کی جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ لڑکی نے خود اقرار کیا اگرچہ گواہ بھی موجود تھے پوچھا گیا کہ اس کی سزا کیا ہوگی تو معلوم ہوا کہ اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا لڑکی کے والدین اور رشتہ دار سب پریشان ہوئے کہ ابھی تو ہم نے اس کی شادی کرنی ہے ہاتھ کاٹا گیا تو اس کو کون لے گا سوچا کہ

آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی سفارش کی جائے کہ جرمانہ لے لو کوڑے مار لو یا قید کر لو ہاتھ نہ کاٹو مگر سفارش کرے کون؟ ذہن میں آیا کہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ آنحضرت ﷺ کو بڑے پیارے اور محبوب ہیں اور انہی دنوں میں ان کے والد جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے امید ہے آپ ﷺ اس کی بات کو رد نہیں کریں گے چنانچہ ان کو بھیجا گیا آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے حضرت اسامہؓ کی عمر سولہ سترہ سال تھی، آ کر انھوں نے آپ ﷺ کی ٹانگیں دبانا شروع کیں اور کہنے لگے حضرت سنا ہے کسی بی بی نے چوری کی ہے فرمایا ہاں حضرت وہ کون سے خاندان سے تعلق رکھتی ہے فرمایا بنو مخزوم سے کہنے لگے حضرت اب اس کا کیا ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا کہنے لگے حضرت ہاتھ نہ کاٹا جائے اس کو قید کر دیا جائے جرمانہ کر دیا جائے یا کوڑے لگا دیئے جائیں آنحضرت ﷺ سمجھ گئے کہ یہ خود نہیں بول رہا اس کے اندر کوئی اور بول رہا ہے۔ آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے اسامہ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ کی حد کو ٹالنے کیلئے سفارش کرتا ہے وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ (ﷺ) اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری میری جان ہے لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ (ﷺ) سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا اَوْ کَمَا قَالَ ﷺ "اگر میری پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا" یہ ہے مساوات محمدی لیکن لوگوں نے اس کو کو ٹھیوں اور مکانوں پر فٹ کیا ہوا ہے کہ اس میں سارے برابر ہوں اس میں کبھی برابری نہیں ہو سکتی مساوات محمدی ﷺ کا مطلب ہے کہ قانون ادنیٰ اعلیٰ سب کیلئے برابر ہو کوئی اس سے مستثنیٰ نہ ہو۔ تو بنی اسرائیوں نے جب قانون کا مطالبہ کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم

کوہِ طور پر آؤ اور تیس دن وہاں رہو ہم تمہیں قانون دیں گے اس کا ذکر ہے
وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً تیس راتوں کا
وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے ان تیس کو دس کے ساتھ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ
لَیْلَۃً پس پوری ہوگئی اس کے پروردگار کی مدت چالیس راتیں۔ مکمل کرنے کی دو تفسیریں
ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تیس روزے رکھ کر میرے پاس آؤ موسیٰ علیہ السلام
نے حاضری سے پہلے مسواک کر لی جس سے خُلُوْفُ فَمِ صَآئِمٍ ختم ہوگئی اور حدیث پاک
میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی
جان ہے لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے
نزدیک مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے تو حکم ہوا کہ دس روزے
مزید رکھو چالیس پورے ہو جائیں گے تو پھر تورات ملے گی اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ
تیس راتیں پہلے انتظار میں گذاریں۔ تورات کی دس تختیاں تھیں روزانہ ایک تختی ملتی تھی تو
اس طرح چالیس راتیں پوری ہوگئیں جس وقت موسیٰ علیہ السلام طور پر جانے لگے تھے
وَقَالَ مُوْسٰی اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام
کو اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں جب تک میں واپس نہ آؤں قوم
میں رہو وَاَصْلِحْ اور اصلاح کرتے رہنا وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ اور پیروی نہ کرنا
فساد مچانے والوں کے راستے کی۔ اس مقام پر ذکر نہیں ہے سورۃ طٰہٰ میں تفصیل آئے گی
واقعہ اس طرح ہوا کہ بنی اسرائیل کی ایک شاخ تھی بنو سامرہ۔ قبیلہ بنو سامرہ کا ایک شخص
تھا موسیٰ بن ظفر یہ بڑا منافق آدمی تھا فرعون کی فوجیں غرق ہونے کے وقت حضرت

جبرائیلؑ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے ان کا گھوڑا جہاں قدم رکھ کر اٹھاتا تھا وہاں سبزہ اُگ آتا تھا اس نے سوچا کہ اس میں کوئی کرشمہ ہے تو اس نے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی تھوڑی سی مٹی اٹھالی تھی اِدھر بنی اسرائیلی فرعونیوں کے جو زیورات لے کر آئے تھے ان کو استعمال کی اجازت نہیں تھی انھوں نے پھینک دیئے سامری نے ان کو ڈھال کر بچھڑا بنایا اور اس میں وہ مٹی جو جبرائیلؑ کے قدموں کی تھی ڈال دی تو بچھڑے نے ٹیں ٹیں شروع کر دی سامری نے لوگوں کو کہا کہ بچھڑے میں جو ٹیں کر رہا ہے یہی تمہارا رب ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) سورۃ طٰہٰ میں ہے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ پس کیا حال ہے تیرا اے سامری قَالَ کہا اس نے بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِہٖ میں نے دیکھا اس چیز کو جس کو دوسروں نے نہیں دیکھا فَقَبَضْتُ قَبْضَۃً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ پس میں نے بھر لی ایک مٹھی رسول (جبرائیلؑ) کے قدم سے فَنَبَذْتُھَا پس میں نے اس کو ڈال دیا وَکَذٰلِکَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ اور اس طریقے سے مجھے آمادہ کیا میرے نفس نے۔ تو اس طریقے سے سامری نے بچھڑا بنایا کہ اس سے ٹیں کی آواز آنے لگ گئی اور انھوں نے اس کو رب بنالیا۔ قرآن پاک میں آتا ہے لَا یَمْلِکُ لَھُمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وہ نہیں مالک ان کے نفع اور نقصان کا۔ صرف ٹیں کرنے سے تو کچھ نہیں ہوسکتا مگر جب انسان کی عقل ماری جائے تو اس وقت اسکا کوئی علاج نہیں ہے۔

پھر یہ حیوانوں کی پوجا شروع کر دیتا ہے پیغمبروں اور درختوں کی پوجا شروع کر دیتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد سامری نے یہ شرارت کی کہ لوگوں کو بچھڑے کی پوجا پر لگا دیا۔ سب کو نہیں، اچھے مخلص اور یقین والے بھی تھے جو بچھڑے کی پوجا میں

شریک نہیں ہوئے چونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے مزاج سے واقف تھے اس لئے حضرت ہارونؑ کو فرمایا کہ ان کی اصلاح کرتے رہنا اور جو فسادی ہوں ان کے کہنے میں نہ آنا سورۃ طٰہٰ میں ہے کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے دیکھا کہ بچھڑے کی پوجا ہو رہی ہے تو ہارونؑ سے ناراض ہوئے ان کی داڑھی کو پکڑا سر کے بال پکڑے انھوں نے یہ خیال کیا کہ یہ نرم مزاج اور متحمل مزاج ہیں ان کی نرمی نے کام بگاڑا ہے۔ حضرت ہارونؑ نے کہا یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ اے میری ماں کے بیٹے نہ پکڑ میری داڑھی کو اور سر کو میں نے ان کو اتنا سمجھایا ہے کہ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ (پ، ۹، اعراف) قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین آ گیا کہ ان کی نرمی سے ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِيْقَاتِنَا اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے کے وقت پر جو جگہ ہم نے مقرر کی تھی وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ اور کلام کیا ان کے ساتھ ان کے رب نے۔ پس پردہ سامنے نہیں اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہتے ہیں قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ اے میرے رب! تو مجھے اپنا دیدار کرا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَنْ تَرٰىنِیْ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ اور لیکن دیکھ تو پہاڑ کی طرف۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ جس پہاڑ کی طرف دیکھنے کا حکم ہوا تھا اس کا نام زبیر پہاڑ تھا طور نہیں تھا اور زبیر پہاڑ بھی بہت اونچا پہاڑ ہے اور طور کے قریب ہے۔ فرمایا فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ پس وہ اگر قائم رہا اپنی جگہ پر فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ تو پھر قریب ہے کہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ بھی یاد رکھنا۔ کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے اور فرقہ معتزلہ اس کا منکر ہے۔

معتزلہ فرقے کی ابتدا کس طرح ہوئی ؟ حضرت حسن بصریؒ تابعین میں سے ہیں یہ بصرہ کی مسجد میں پڑھاتے تھے اور ان کا حلقۂ درس بہت بڑا تھا ان کا ایک شاگرد تھا واصل ابن عطاء اُوٹ پٹانگ دماغ کا مالک تھا اس نے الٹی سیدھی باتیں شروع کیں حضرت حسن بصریؒ نے اس کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھا ساتھیوں نے بھی سمجھایا مگر نہ سمجھا حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ساتھیو! اِعْتَزَلَ عَنَّا یہ ہمارے نظریہ سے الگ ہوگیا ہے۔ اعتزال کے معنٰی ہیں جدا ہونا اس سے آگے فرقہ معتزلہ بنا۔ تو اس فرقے کا بانی واصل بن عطاء ہے۔ اس کی پیدائش ۸۰ھ اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی۔ یہ شفاعت کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ مجرم کو چھڑانے کیلئے سفارش کرنی کہاں جائز ہے اور کہتا تھا کہ قبر میں عذاب روح کو ہوتا ہے فقط۔ بدن اور روح دونوں کو نہیں ہوتا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا منکر تھا کہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں ہوسکا اور کون ہے دیکھنے والا۔

رؤیت باری تعالیٰ اور معتزلہ کا رد :

لیکن یاد رکھنا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے اور قرآن کریم، حادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (پ، ۲۹) اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے صحابہ کرامؓ نے پوچھا حضرت هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کیا ہم دیکھیں گے اپنے رب کو قیامت والے دن؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا......

خلاصہ:

چودھویں رات کا چاند ہو بادل دھند وغیرہ کوئی آڑ بھی نہ ہو تو تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں کہنے لگے حضرت نظر آتا ہے۔ فرمایا یہ بتلاؤ کہ دوپہر کا وقت ہو سورج سر پر ہو اور کوئی دھند بادل وغیرہ بھی نہ ہو تو تمہیں سورج نظر آتا ہے یا نہیں کہنے لگے حضرت نظر آتا ہے۔ فرمایا کَذٰلِکَ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ اسی طرح تم اپنے پروردگار کا دیدار کرو گے اور امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی ساری امت کا کسی مسئلے پر اتفاق ہو جائے تو یہ بھی بڑی وزنی دلیل ہے تو یہ تین دلیلیں قطعی ہیں۔ زیارت کریں گے اپنی اپنی استعداد کے مطابق۔ جو بہت نیک ہونگے خدا جانے وہ دن میں دو دفعہ دیکھیں یا تین دفعہ دیکھیں ایسے بھی ہونگے جو ایک دفعہ دیکھیں گے اور ایسے بھی ہونگے جن کو ہفتے میں ایک مرتبہ زیارت ہوگی بعض کو مہینے میں ایک دفعہ بہر حال قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے۔ باقی واصل ابن عطاء کا خیال باطل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نہیں دیکھ سکے تو کون دیکھ سکے گا۔ باطل اس لئے ہے کہ دنیا کے مسائل اور ہیں اور آخرت کے مسائل اور ہیں آخرت کی چیزیں ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے۔ مثلاً بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جنت میں طوبیٰ نامی ایک درخت ہوگا اس کا اتنا لمبا سایہ ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا ہو اور سو سال تک اس کے سائے کو طے نہ کر سکے اور قرآن کریم میں آتا ہے وہاں دودھ کی نہریں ہوں گی، شراب طہور کی نہریں ہوں گی آج ہمیں دودھ کی نہریں سمجھ نہیں آتیں کہ یہاں تو دودھ کو رات کو رکھو تو صبح کو دہی ہو جائے گا یا کھٹا ہو جائے گا، بیکار ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ دودھ ہی ہوگا لھذا آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کرنا غلط ہے۔ تو فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ

پر قائم رہا تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا۔شاعروں کے خیال الگ ہوتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے......

؎ دل میں آتا ہے لگادوں آگ کوہِ طور کو

پھر خیال آتا کہ موسیٰؑ بے وطن ہو جائے گا

یہ شاعرانہ تخیلات ہیں۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پس جس وقت تجلّی ڈالی اس کے پروردگار نے پہاڑ پر جَعَلَهٗ دَكًّا تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا اور گر پڑے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہاتھ کی جو چھوٹی انگلی ہے چھنگلی جس کو ہم چیچی کہتے ہیں اس کے ایک پورے کے برابر اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال کا نور ڈالا کہ جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ پس جب موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو کہا سُبْحٰنَكَ تیری ذات پاک ہے تُبْتُ اِلَيْكَ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور میں مومنوں میں سے پہلا ہوں۔ کیونکہ نبی پہلے مانتا ہے پھر لوگوں کو دعوت دیتا ہے قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ اے موسیٰ علیہ السلام بے شک میں نے تجھے منتخب کیا ہے لوگوں پر بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ اپنے پیغام کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ ۔میں نے تیرے ساتھ کلام کیا ہے اور اپنے پیغام اور احکام دے کر تجھے نبوت دی ہے ۔موسیٰ علیہ السلام کا بڑا بلند مقام ہے۔عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے سب سے بلند اور پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا

ہے۔آپ ﷺ کے درجے اور مقام کو نہ انسانوں میں سے کوئی پہنچ سکتا ہے نہ جنوں میں سے، نہ فرشتوں میں سے، نہ اِس جہان میں اور نہ اگلے جہان میں اور یاد رکھنا جہاں آپ ﷺ کو نبی ماننا ضروری ہے وہاں خاتم النبین ماننا بھی ضروری ہے اور ایمان کی بنیاد ہے ۔لیکن اس کے باوجود خدائی اختیارات آپ ﷺ کے پاس نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (پ، ۲۹) اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور یہ بھی کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا میں اپنے نفع نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں۔جب آپ ﷺ اپنے ذاتی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں اور مخلوق کے نفع نقصان کے مالک بھی نہیں ہیں تو اور کون ہوسکتا ہے؟ جو کسی نفع نقصان کا مالک ہو یہ ٹکے ٹکے کے ملنگ لوگوں کو ڈراتے پھرتے ہیں کہ میں اس طرح کردوں گا اور اس طرح کردوں گا اگر تیرے پاس اتنی پاور ہے تو پھر مانگتا کیوں پھرتا ہے؟ سارے خزانے اکٹھے کر کے رکھ لو اور کھاتے رہو۔ان ملنگوں نے ایک اور فتنہ شروع کیا ہوا ہے کہ نعرہ مارتے ہیں دم مست قلندر علی کا پہلا نمبر ایک تو لوگوں سے پیسے لیتے ہیں خیرات کے ذریعے اور دوسرا لوگوں کا ایمان بگاڑتے ہیں اور ان سے سن کر چھوٹے چھوٹے بچے بھی کہتے پھرتے ہیں دم مست قلندر علی کا پہلا نمبر۔یہ رافضیوں کا نظریہ ہے کہ خلافت میں حضرت علیؓ کا پہلا نمبر ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا چوتھا نمبر ہے۔پہلا نمبر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے دوسرا نمبر حضرت عمرؓ کا ہے اور تیسرا نمبر حضرت عثمانؓ کا ہے اور چوتھا نمبر حضرت علیؓ کا ہے مرتبے میں بھی اور خلافت میں بھی۔

گداگروں کو رقم دینے کا حکم :

ایسے لوگوں کو پیسے دینا حرام ہے۔ فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ گانا بجا کر مانگے اس کو بالکل نہ دو اب آگے چونکہ فطرانے کے دن آرہے ہیں اور مانگنے والے تمہارے پاس آئیں گے لھذا مسئلہ سمجھ لیں کہ فطرانے کا مصرف بھی وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے جس کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے اس کو فطرانہ دینا بھی جائز نہیں ہے زکوٰۃ اور فطرانہ سید کو دینا جائز نہیں ہے۔ لینے والا سادات میں سے نہ ہو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور آنحضرت ﷺ کے چچا حارث وہ خود مسلمان نہیں ہوئے ان کی اولاد مسلمان ہوئی ہے۔ یہ سادات ہیں ان میں سے نہ ہو ان کو زکوٰۃ، فطرانہ، عشر اور ہر قسم کا کفارہ، یہ واجب قسم کے جتنے صدقات ہیں ان کو نہیں لگتے اور کسی نے ان کو زکوٰۃ وغیرہ دے دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسی طرح زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ جتنے ہیں اس آدمی کو بھی دینا جائز نہیں ہیں جس کا عقیدہ صحیح نہ ہو اور نماز روزے کا پابند نہ ہو۔ ان کو اگر تم دو گے تو اس کے گناہ پر اس کی مدد کرنے والے ہو گے لھذا زکوٰۃ فطرانہ دیکھ کر دو یہ نہیں کہ جو تمہارے پاس آ گیا اس کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ دے دیا۔ کافر مشرک کو دو گے بالکل ادا نہ ہوگا میں نے مسئلہ سمجھا دیا ہے قیامت والے دن یہ نہ کہنا ہمیں کسی نے مسئلہ نہیں سمجھایا تھا لھذا ان چیزوں کا خاص خیال رکھو۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام اور پیغام کے لئے چنا اور فرمایا فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ پس پکڑ تو وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ اور ہو جاؤ تم شکر ادا کرنے والوں میں سے۔ آگے ذکر آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں دیں۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ○ سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ○ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ اور لکھ دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے تختیوں میں مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً ہر قسم کی نصیحت وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور تفصیل ہر چیز کیلئے فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ پس پکڑو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ وَأْمُرْ قَوْمَكَ اور حکم دیں اپنی قوم کو يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا کہ وہ پکڑیں ان تمام اچھی چیزوں کو سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو نافرمانوں کا

گھر سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ میں پھیر دونگا اپنی آیتوں سے الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ اور اگر وہ دیکھ لیں ہر قسم کی نشانی لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا تو اس پر ایمان نہ لائیں وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ اور اگر وہ دیکھیں بھلائی کا راستہ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا تو نہ بنائیں وہ اس کو اپنا راستہ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ اور اگر وہ دیکھیں گمراہی کا راستہ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا تو بنالیں اس کو اپنا راستہ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ اور تھے وہ ان آیات، نشانیوں سے غافل وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَلِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ اور آخرت کی ملاقات کو حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ضائع ہو گئے ان کے اعمال ھَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اس چیز کا جو وہ کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے مطالبے پر کہ اب ہم آزاد قوم ہیں ہمارے لئے کوئی قانون ہونا چاہیے کہ کوئی قوم قانون کے بغیر وقت نہیں گزار سکتی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر بلا کر تورات عطا کی اور فرمایا فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ پس پکڑ وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَکَتَبْنَا لَہٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَۃً اور لکھ دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت۔ توراۃ کی دس

تختیوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے لکھوایا جسطرح ہمارے سامنے کاغذوں پر قرآن کریم لکھا ہوا ہے اسی طرح تختیوں پر نصیحت لکھوائی نصیحت کا معنٰی ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو، اس کی نافرمانی نہ کرو، بڑوں کا ادب کرو، پیغمبروں پر ایمان لاؤ، قیامت کو تسلیم کرو، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو قولاً اور فعلاً تکلیف نہ دو۔ یہ تمام چیزیں اس میں درج تھیں وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور ہر چیز کی تفصیل تھی۔ ہر چیز سے مراد یہ ہے کہ جو چیزیں ان کی ضرورت اور ان کے متعلق تھیں۔ یہ نہیں کہ دنیا کہ ساری چیزوں کی تفصیل تھی کیونکہ ہماری شریعت اور ان کی شریعت میں بڑا فرق تھا مثلاً ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان پر دو نمازیں فرض تھیں تو تین نمازوں کی تفصیل تورات میں نہیں تھی اس لئے کہ یہ ان کی ضرورت نہیں تھی اسی طرح بہت ساری ایسی چیزیں تھیں جو ان کی شریعت میں تھیں اور ہماری شریعت میں نہیں ہیں اور بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو ان کی شریعت میں نہیں تھیں اور ہماری شریعت میں ہیں۔ تو جو چیزیں ان کی شریعت تھیں ان کی تفصیل تھی فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ پس پکڑو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ۔ کہ تختیاں وزنی تھیں اور تورات میں جو احکام تھے آزاد قوم کیلئے وہ بھی کافی مشکل تھے وَأْمُرْ قَوْمَكَ اور حکم دیں اپنی قوم کو يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا کہ وہ پکڑیں ان تمام اچھی چیزوں کو۔ کیونکہ توراۃ میں جتنی چیزیں تھیں وہ ساری اچھی ہی تھیں اس مقام پر نہیں مگر دوسری جگہ میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات لوگوں کے سامنے پیش کی قوم نے غور کے ساتھ سنی کہنے لگے یہ کتاب تو بہت مشکل ہے اس پر تو عمل نہیں ہوسکتا ایسا کرو کہ اس کو واپس لے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ ہمیں کوئی سہل سی کتاب دیں جس پر ہم عمل کرسکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

پہلے تم نے آزادسی زندگی گزاری ہے اب تمہیں یہ قید والی زندگی نظر آرہی ہے کچھ دن اس پرعمل کرو اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرما دیں گے۔مگر قوم نے کہا کہ آپ ضرور اللہ تعالیٰ کے آگے درخواست کریں کیونکہ یہ کتاب بہت مشکل ہے ہم سے عمل نہیں ہوسکتا۔دیکھو جولوگ نماز نہیں پڑھتے ان کیلئے نماز پہاڑ سے بھی مشکل ہے اور جولوگ روزے نہیں رکھتے ان کیلئے روزے قیامت ہیں حالانکہ چھوٹے چھوٹے دن ہیں نہ پیاس لگتی ہے نہ بھوک اور جولوگ نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں ان کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے اور چونکہ بنی اسرائیلیوں نے حیوانوں کی طرح زندگی بسر کی تھی نہ نمازیں تھیں اور نہ روزے تھے تو ان کیلئے دفعۃً یہ بات بہت مشکل تھی۔آگے آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آدمی بھیجو میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرونگا کہ ہمیں کوئی آسان سے احکام عطا فرماوَ اخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا اور منتخب کیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کیلئے یہ نمائندے تھے بنی اسرائیل کے جس وقت یہ کوہِ طور کے پاس وادی مقدس میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ کا کلام انھوں نے کانوں سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب میں نے دی ہے میں علیم خبیر ہوں جو احکام میں نے دیئے ہیں یہ تمہاری طاقت کے مطابق ہیں اور اگر بشری تقاضے سے کوئی غلطی ہوگئی تو میں غفوررّحیم ہوں بخش دوں گا۔انھوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو کہنے لگے لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً ہم تو ہرگز تیری تصدیق نہیں کریں گے یہاںتک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو ظاہر فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑ لیا تم کو بجلی نے۔

اصحاب موسیٰ علیہ السلام حیات بعد الموت :

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر بجلی گری اور ستر آدمی مارے گئے تو قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے ہی اور مجھے بھی اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا کیا ہلاک کرتا ہے ہمیں اس چیز کے ساتھ جو کی ہے ہم میں سے بعض بیوقوفوں نے۔ یہ تو قوم کے نمائندے تھے لوگ کہیں گے ہمارے نمائندوں کو مار آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا یہ بڑی اکھڑ مزاج قوم تھی۔ تو فرمایا ان تمام اچھی چیزوں پر عمل کرو سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو نافرمانوں کا گھر۔ ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فاسقین کے گھر سے مراد شام کا علاقہ ہے کہ اس وقت شام کے علاقے میں سارے نافرمان اور کافر تھے تو اس کا وعدہ ہوا کہ عنقریب اس علاقے پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد مصر کا علاقہ ہے کہ یہاں تم پہلے غلامی کی حالت میں تھے ایک وقت آئے گا کہ وہ تمہارا دارالخلافہ ہوگا اور وہاں تم حکمران ہوگے اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد دوزخ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد جنت بھی سامنے آجائے گی اور دوزخ بھی سامنے آجائے گی اور دوزخ نافرمانوں کا گھر ہے۔

قبر کے حالات :

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی کی وفات ہو جاتی ہے اور قبر میں دفنانے کے بعد مٹی ڈال کر واپس لوٹتے ہو تو اِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ بخاری اور مسلم کی روایت ہے بے شک میت ان کے جوتوں کی کھڑ کھڑاہٹ سنتا ہے میت میں جان پڑ جاتی

ہے وہ سنتا ہے کہ یہ واپس جارہے ہیں دو فرشتے آجاتے ہیں منکر نکیر عام لوگوں کیلئے اور مومنوں کیلئے آتے ہیں مبشر بشیر۔وہ سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّکَ تیرارب کون ہے مَنْ نَبِیُّکَ تیرا نبی کون ہے مَادِیْنُکَ تیرادین کیا ہے۔اگر آدمی سوالوں میں کامیاب ہوگیا تو فوراً جہنم کی طرف سے کھڑکی کھل جاتی ہے وہ گھبرا جاتا ہے کہ میں نے سوالوں کے جواب تو ٹھیک دیئے ہیں دوزخ کی آگ مجھے کیوں نظر آرہی ہے؟فرشتے کہتے ہیں کہ یہ تیرا ٹھکانا نہیں ہے یہ تجھے بتانے کیلئے دکھائی ہے کہ اگر نافرمانی کرتا تو پھر یہ تیرا ٹھکانا ہوتا پھر اس کو بند کر کے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور جنت کی ساری نعمتیں اس کو قبر میں حاصل ہو تی ہیں۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حِفَرِ النِّیْرَانِ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ میں پھیر دونگا اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق۔غلط راستے پر ڈٹے ہوئے ہیں میں ان کو اپنی آیات پر ایمان لانے کی توفیق نہیں دوں گا اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے جو شخص ایمان کی نیت کرے گا اللہ تعالیٰ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دے گا اور جو شخص کفر پر ڈٹا رہے گا اس کے دل پر مہر لگا دے گا اللہ تعالیٰ جبراً نہ کسی کو ایمان دیتا ہے اور نہ کسی کو کافر بناتا ہے۔تو متکبرین کو اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں سے پھیر دیں گے کہ ان کو ماننے کی توفیق نہیں ہوگی۔حدیث پاک میں آتا ہے آں حضرت ﷺ نے

فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا صحابہ کرامؓ پریشان ہوئے کہ اس طرح تو کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا کہ ہم سب اچھے کپڑے پہنتے ہیں، سر پر پٹے رکھتے ہیں، تیل لگاتے ہیں، کنگھی کرتے ہیں، عمدہ جوتا پہنتے ہیں انھوں نے اس کو تکبر سمجھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ تو جمال ہے خوبصورتی ہے تکبر نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند کرتا ہے شرعی دائرے میں رہتے ہوئے اچھا لباس پہننا یہ تکبر نہیں ہے اور جو شخص طاقت رکھتے ہوئے اچھا لباس نہیں پہنتا وہ گنہگار ہے۔ اس لئے کہ اس نے رب کی نعمت کا اظہار عملی طور پر نہیں کیا حالانکہ یہ مطلوب ہے۔ تکبر کہتے ہیں بَطَرُ الْحَقِّ حق کو ٹھکرا دینا وَغَمْطُ النَّاسِ اور لوگوں کو حقیر سمجھنا اور اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھنا۔ ان کے تکبر کی علامت یہ ہے کہ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِھَا اور اگر وہ دیکھیں ہر قسم کی نشانی تو اس پر ایمان نہ لائیں۔ پہلے گزرا ہے کہ موسیٰ علیہ اسلام نے ان کو نو [۹] معجزے دکھائے لیکن وہ لوگ آنکھوں کے ساتھ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے بلکہ وہ جادوگر جو مقابلے کیلئے آئے تھے اور موسیٰ علیہ اسلام پر ایمان لائے تو فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا کہ تم میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے کاٹوں گا اور تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا اور اس نے ستر آدمیوں کو اس طرح شہید کیا تو اس سے بڑا تکبر کیا ہوسکتا ہے کہ خود تو ماننا درکنار دوسروں کا ایمان بھی گوارا نہیں۔ یاد رکھنا ایمان بڑی قیمتی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے جنت ملتی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ بیشک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اس حالت میں مر گئے کہ وہ کفر کرنے والے ہیں فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ

اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (پ، ۳) پس ان میں سے کسی ایک سے ہر گز قبول نہیں کی جائے گی سونے سے بھری ہوئی زمین اگر چہ وہ اس کا فدیہ دیدے۔ اور سورۃ زمر میں ہے وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اگر ہو بیشک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا جو کچھ زمین میں سارے کا سارا اور اس جیسا مزید بھی اس کے ساتھ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر فدیہ دیدیں میرے عذاب سے قیامت والے دن تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ مگر ایمان کی بدولت جنت ملے گی اس سے اندازہ لگاؤ کہ ایمان کتنی قیمتی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ اور اگر وہ دیکھیں بھلائی کا راستہ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا تو نہ بنائیں وہ اس کو اپنا راستہ یعنی نیکی کے راستے پر نہیں چلیں گے۔ سورۃ نمل کے پہلے رکوع میں فرعون اور اسکے ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَحَدُوْا بِهَا اور انکار کیا انھوں نے اس کا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے ظُلْمًا وَّعُلُوًّا مگر انکار کیا ظلم اور تکبر کی بنا پر۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جو نشانیاں اور معجزے دکھائے تھے فرعون، ہامان، شدّاد، قارون کے دلوں میں یقین تھا کہ واقعی یہ صحیح ہیں انکار کیا سرکشی کی اور زیادتی کرتے ہوئے تکبر کرتے ہوئے۔ کیونکہ کرسی، اقتدار، بادشاہی، صدارت، وزارت یہ کمبل نہیں چھوڑتے۔

گمراہی کا راستہ :

فرمایا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ اور اگر وہ دیکھیں گمراہی کا راستہ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا تو بنالیں اس کو اپنا راستہ۔ گمراہی کے راستے پر چلتے ہیں راہِ سنت پر نہیں چلتے جانتے

ہوئے بھی ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ تورات کو اور دیگر آسمانی آیات اور معجزات کو وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ اور تھے وہ ان آیات، نشانیوں سے غافل۔

سب سے بڑا معجزہ :

آنحضرت ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے ہیں ان میں قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے اور یہ قیامت تک رہنے والی کتاب ہے۔ عرب اس کی فصاحت اور بلاغت کو جانتے تھے اور اس کی تاثیر کو بھی مانتے تھے تاثیر کی وجہ سے سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہتے تھے کہ یہ جادو اثر کرتا ہے اس کی تاثیر حق ہونے کی وجہ سے نہیں جادو ہونے کی وجہ سے ہے۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات میں شق قمر چاند کا دو ٹکڑے ہونا بھی ہے اور یہ معجزہ مخالفین نے خود طلب کیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کیلئے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قریب آگئی قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔ کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔ اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے کہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وَلِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ اور آخرت کی ملاقات کو یعنی قیامت کو جھٹلایا حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ضائع ہوگئے ان کے اعمال۔ جو عمل انھوں نے کیے ہیں سب اکارت ہوگئے۔ کافر بھی اچھے کام کرتے ہیں سڑکیں بناتے ہیں، مسافر خانے بناتے ہیں، ہسپتال اور یتیم خانے بناتے ہیں، پانی کا انتظام کرتے ہیں، رفاہ عامہ کے بڑے بڑے کام کرتے ہیں بلکہ ظاہری طور پر دیکھو تو رفاہِ عامہ کے کام مسلمانوں سے زیادہ کرتے ہیں لیکن ایمان

نہ ہونے کی وجہ سے کسی چیز کا ان کو آخرت میں فائدہ نہیں ہوگا۔غریبوں کی ہمدردی،یتیموں کی معاونت،بیواؤں کے ساتھ تعاون،سب اکارت ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اس چیز کا جو وہ کرتے تھے۔جو کفر،شرک اور نافرمانی کی،اس کا انھیں بدلہ ملے گا اور باقی کسی نیکی کا بدلہ نہیں ملے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ اور بنالیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے طور پر جانے کے بعد مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ وہ ایک جسم تھا اس کیلئے گائے کی آواز تھی ٹیں ٹیں اَلَمْ يَرَوْا کیا

انھوں نے نہ دیکھا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُھُمْ کہ بیشک وہ نہیں کلام کرتا ان سے وَلَا یَھْدِیْھِمْ سَبِیْلًا اور نہ ان کی راہنمائی کرتا ہے راستے کی اِتَّخَذُوْہُ وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ انھوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور وہ ظالم تھے وَلَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْھِمْ اور جس وقت وہ لوگ نادم اور پریشان ہوئے وَرَاَوْا اَنَّھُمْ قَدْ ضَلُّوْا اور انھوں نے دیکھا سمجھ گئے کہ تحقیق وہ گمراہ ہو چکے ہیں قَالُوْا انھوں نے کہا لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا اگر نہیں رحم کرے گا ہم پر ہمارا پروردگار وَیَغْفِرْ لَنَا اور ہمیں نہیں بخشے گا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ البتہ ہم ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِہٖ اور جب لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس غَضْبَانَ اَسِفًا غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے قَالَ فرمایا بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ بہت بری خلافت کی ہے تم نے میرے طور پر جانے کے بعد اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ کیا تم نے جلدی کی اپنے رب کے حکم کے بارے میں وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ اور جلدی سے رکھ دیا تورات کی تختیوں کو وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْہِ اور پکڑ لیا اپنے بھائی کے سر کو یَجُرُّہٗٓ اِلَیْہِ اس کو اپنی طرف کھینچنے لگے قَالَ اس نے کہا ابْنَ اُمَّ اے میری ماں کے بیٹے اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ پس تو نہ خوش کر میرے ذریعے دشمنوں کو وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور نہ کر تو مجھے ظالم قوم کے ساتھ قَالَ عرض کیا

موسیٰ علیہ اسلام نے رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ اے پروردگار معاف کردے مجھے اور میرے بھائی کو وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر پیچھے سے چلا آرہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کیلئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور حضرت ہارونؑ کو قوم میں اپنا خلیفہ بنا گئے کہ ان کا خیال رکھنا اور قوم کو بھی تاکید کر گئے کہ جو دین تمہارے پاس ہے اس میں گڑ بڑ نہ کرنا۔ بنی اسرائیلیوں کے پاس فرعونیوں کے زیورات تھے کافی مقدار میں سونا چاندی، ہیرے جواہرات۔ یہ زیورات ان کے پاس کیسے آئے تھے؟ اس کے متعلق امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ فرعونی چونکہ امیر اور مالدار لوگ تھے اس لئے ان کو چوروں ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا اور بنی اسرائیلی غریب لوگ تھے ان کے نوکر اور کمی تھے ان کے پاس بطور امانت کے رکھے ہوئے تھے کہ غریب کے گھر چور نہیں پڑتے اور علامہ آلوسیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیوں کے موقع پر ان سے مانگے تھے آج بھی دستور ہے کہ غریب آدمی دوسروں کے زیورات مانگ کر وقت گزارتے ہیں اور یہ بات پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ مالِ غنیمت پہلی قوموں کیلئے جائز نہیں تھا لھذا وہ اس کو استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ سورۃ طٰہٰ میں آتا ہے کہ انھوں نے سارا مال سونا چاندی ہیرے موتی لے جا کر جنگل میں دبا دیئے تھے۔

بنی اسرائیل کا ابو جہل :

موسیٰ بن ظفر قبیلہ بنو سامرہ کا آدمی تھا سولہویں پارے میں سامری کا لفظ آتا ہے۔

یہ منافق اور اس زمانے کا ابوجہل تھا ظاہری طور پر کلمہ پڑھتا تھا لیکن حقیقت میں وہ کلمے کا قائل نہیں تھا اس نے وہ زیورات نکال کر ان کا بچھڑا بنایا اور حضرت جبرائیلؑ کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے کی مٹی جو اس نے اُس موقع پر اٹھائی تھی جب فرعونیوں کے غرق ہونے کے موقع پر جبرائیلؑ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے وہ مٹی اس نے اس بچھڑے کے منہ میں ڈالی اس سے ٹیں ٹیں کی آواز نکلنی شروع ہوگئی سامری نے کہا ھٰذَا اِلٰھُکُمْ وَاِلٰـهُ مُوْسٰی یہ تمہارا بھی اللہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی۔ بڑی عجیب بات ہے کہ ان زیورات کو استعمال کرنے کی تو اجازت نہیں تھی اور انھیں جنگل میں پھینک دیا لیکن ان زیورات کا بچھڑا بنا تو اس کی پوجا شروع کر دی کتنی کم عقلی کی بات ہے انسان کی جب عقل ماری جائے تو پھر ہوش و حواس بھی خطا ہو جاتے ہیں۔ تو اس کا ذکر ہے وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ اور بنالیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے طور پر جانے کے بعد مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا ان کے پاس جو زیورات تھے ان کا بچھڑا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ وہ ایک جسم تھا اس کیلئے گائے کی آواز تھی ٹیں ٹیں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُکَلِّمُهُمْ کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ بیشک وہ نہیں کر سکتا کلام ان سے۔ صرف ٹیں ٹیں کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور معراج کی رات آنحضرت ﷺ سے کلام کیا، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کلام کرتا ہے اور وہ بچھڑا صرف ٹیں ٹیں کرتا تھا تو صرف ٹیں ٹیں سے تو کچھ نہیں بنتا مگر جب عقل ماری جائے تو یہی کچھ ہوتا ہے۔

رب رُسّے، عقل کھسّے :

ہندوستان میں ہندوؤں کا ایک خاندان تھا اس کو واہمار جی کہتے تھے ان کی حالت یہ تھی کہ عورتوں کو ننگا کر کے مردان کی شرم گاہ کی پوجا کرتے تھے اور عورتیں مردوں کی شرمگاہ کی پوجا کرتیں تھیں۔ عورتیں کہتی تھیں کہ مردوں کی شرمگاہ یہ دُنیا کی جڑ ہے اور مرد کہتے تھے کہ عورتوں کی شرمگاہ یہ دنیا کا منبع ہے۔ تو انھوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اسی بچھڑے کی پوجا کی وجہ سے ہندوستان میں گائے کی بڑی قدر ہوتی ہے وہ اس کو ماں کہتے ہیں گاؤ ماتا اور مسلمان گائے کی قربانی کریں تو ان کی سختی آجاتی ہے بیچارے چھپ چھپا کر قربانی کرتے ہیں۔ بسا اوقات پتہ چل جائے تو لڑائی ہو جاتی ہے جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں اور......

اگر جان کا خطرہ ہو :

مسئلہ یہ ہے کہ اگر جان کا خطرہ ہو تو ضروری نہیں کہ گائے کی قربانی دی جائے بکرے چھترے کی کرلو۔ تو جس بچھڑے کو انہوں نے الہ بنایا نہ تو ان سے کلام کرسکتا ہے وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا اور نہ ان کی راہنمائی کرتا ہے راستے کی اِتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظٰلِمِينَ انھوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور وہ ظالم تھے وَلَمَّا سُقِطَ فِيٓ اَيْدِيهِمْ سقط کے معنیٰ گرنا، تو معنیٰ ہوگا جب گرائے گئے ان کے چہرے ہاتھوں میں۔ جب آدمی پشیمان ہوتا ہے تو اپنے ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔ تو اب اس کا لازمی معنیٰ ہوگا اور جس وقت وہ لوگ نادم اور پریشان ہوئے وَرَاَوْا اَنَّهُمْ اور انھوں نے دیکھا سمجھ گئے کہ بیشک وہ قَدْ ضَلُّوْا تحقیق وہ گمراہ ہو چکے ہیں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے کی بات ہے کہ ابھی کوہِ طور سے واپس تشریف نہیں لائے تھے قَالُوْا انھوں نے کہا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا اگر

نہیں رحم کرے گا ہم پر ہمارا پروردگار وَيَغْفِرْ لَنَا اور ہمیں نہیں بخشے گا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ البتہ ہم ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ اور جب لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس غَضْبَانَ اَسِفًا غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے کہ بچھڑے کی پوجا ہوئی توحید پر زد پڑی قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِىْ مِنْ بَعْدِىْ فرمایا بہت بری خلافت کی ہے میرے طور پر جانے کے بعد اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ کیا تم نے جلدی کی اپنے رب کے حکم کے بارے میں۔ رب تعالیٰ نے مجھے بلایا تھا تورات کیلئے ابھی تک میں توراۃ لایا نہیں رب کا حکم تم تک پہنچایا نہیں اور تم نے یہ حرکت شروع کر دی اس جگہ اجمال ہے اور دوسری جگہ تفصیل ہے موسیٰ علیہ السلام جب واپس آئے تو سخت غصے میں تھے اور لوگ بھی یہی سمجھ چکے تھے کہ ہم گمراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے حضرت ہم توبہ کرتے ہیں۔ فرمایا فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ تم اپنی جانوں کو قتل کرو کہ ان کی شریعت میں مرتد کی توبہ قتل ہی تھی قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ اُن کو قتل کریں جنھوں نے بچھڑے کی پوجا کی ہے۔ مرتد کی توبہ قتل ہی تھی۔

شریعت محمدی ﷺ میں مرتد کا حکم :

ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ معاذ اللہ اگر کوئی مرتد ہو جائے اور سچے دل سے توبہ کرے مسلمان ہو جائے تو گنجائش ہے۔ البتہ مرتد ہونے سے پہلے اس نے جو نیکیاں کی تھیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، عمرہ وغیرہ وہ ضائع ہو گئیں ان کا اجر نہیں ملے گا اب توبہ کرنے کے بعد جو نیکیاں کرے گا صرف ان کا اجر ملے گا۔

ایک جملے سے ساٹھ سال کی عبادت ضائع :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ ساٹھ ساٹھ سال تک عبادت کرتے ہیں اور اتفاقاً زبان سے ایسا کلمہ نکل جاتا ہے یعنی پہلے سے کوئی منصوبہ یا پروگرام بھی نہیں ہوتا اس لفظ کے نکالنے کا، اچانک نکل جاتا ہے اور ساٹھ سال کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی کو کہو کہ بھائی جی نماز پڑھا کرو اور وہ جواب میں کہے کہ نماز میں کیا رکھا ہے تو اتنا کہنے سے کافر ہو گیا اور اس کی اس سے پہلے کی تمام نیکیاں اکارت ہو گئیں یا کسی کو کہا کہ روزہ رکھا کرو اور وہ جواب میں کہے کہ روزے میں کیا رکھا ہے تو یہ کلمہ کفر ہے اس سے پہلے جو نیکیاں کیں تھیں وہ سب برباد ہو گئیں یا کسی کو کہو کہ بھائی داڑھی رکھ لو وہ کہے کہ داڑھی میں کیا رکھا ہے تو وہ کافر ہو گیا اور اس سے پہلے کی تمام نیکیاں ضائع ہو گئیں نکاح ٹوٹ گیا اگر عورت نے ایسا کوئی لفظ کہا تو وہ مرتد ہو گئی اور نکاح گیا خاوند نے کہا تو وہ مرتد ہو گیا نکاح ٹوٹ گیا۔ علامہ شامیؒ تو فرماتے ہیں کہ ہر مہینے تازہ نکاح ہونا چاہئے اس لئے کہ ہماری زبان سے ایسے لفظ نکلتے رہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ اولاد بھی حرامی پیدا ہوتی رہے۔ اندازہ لگاؤ فقہاء کرام کی احتیاط کا اور ہم تو ان باتوں کو کچھ نہیں سمجھتے یاد رکھنا دین کی معمولی چیز کے ساتھ مذاق بھی کفر ہے۔ جب مسلمانوں کی حکومت کاشغر تک تھی مسلمان ترپن (۵۳) لاکھ مربع میل کے رقبے پر قابض ہو گئے اور قاضی ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس تھے ان کے سامنے ایک مسئلہ پیش ہوا کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے سامنے حدیث بیان کی کہ آنحضرت ﷺ سالن میں کدو کو پسند کرتے تھے دوسرے شخص نے ناک چڑا کر کہا اَمَّا اَنَا لَا اُحِبُّ الْقَدْعَ بہر حال میں کدو کو پسند نہیں کرتا۔ ان لفظوں پر مقدمہ درج ہوا قاضی القضاۃ امام یوسفؒ نے حکم سنایا کہ یہ آدمی مرتد ہو

گیا ہے کیونکہ آنحضرتﷺ کی حدیث بیان ہوئی تھی کہ آپﷺ کدو کو پسند کرتے تھے اگر اس کو طبعی طور پر قبول نہیں تھا تو چھوڑ دیتا لیکن آپﷺ کی حدیث کے مقابلے میں یہ کہنا کہ میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا کفر ہے۔ آنحضرتﷺ سے مونچھوں کے متعلق قص کے لفظ بھی آتے ہیں یعنی قینچی سے کٹوانا اور امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے کہ قینچی کے ساتھ کاٹنا بہتر ہے۔ اور حدیث میں اُحْفُوا الشَّوَارِبَ کے لفظ بھی آتے ہیں کہ مونچھوں کو بالکل صاف کر دو امام ابو حنیفہؒ کا یہی مسلک ہے کہ حلق افضل ہے۔ امام طحاویؒ وکیل احناف ہیں والحلق افضل وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَبِهٖ نَاْخُذُ مونچھوں کو اُسترے سے صاف کرانا افضل ہے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ عنھم کا اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

مسئلہ اولیٰ، غیر اولیٰ :

لیکن یاد رکھنا مسئلہ اولیٰ غیر اولیٰ کا ہے جائز ناجائز کا نہیں ہے جیسے رفع یدین کا مسئلہ ہے چار اِماموں میں سے دو امام، امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کرنا مستحب بھی نہیں ہے رکوع کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے اور دو امام، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف مستحب ہے اور مستحب کیلئے بازو چڑھانا اور لڑنا جھگڑنا جیسے بعض غیر مقلدین کا طریقہ ہے یہ غُلُوّ فی الدین ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَلَا تَنَازَعُوْا جھگڑا نہ کرو۔ داڑھی کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے کہ آپﷺ اپنی داڑھی نیچے سے بھی کٹواتے تھے اور اِدھر اُدھر سے بھی یہ پرلے درجے کی کمزور روایت ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے عمر ابن ہارون اس کے متعلق

محدثین کرامؒ فرماتے ہیں اَکْذَبُ مِنْ فِرْعَوْنَ یہ فرعون سے بھی بڑا جھوٹا تھا صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے داڑھی کو کبھی نہیں چھیڑا نہ کسی صحابی نے داڑھی منڈوائی ہے نہ کٹوائی ہے اور داڑھی کے مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں ہوا تو اول تو غیر اولیٰ پر جھگڑنے کی بجائے اس مسئلے پر زور دو جو واجب ہے اور جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

داڑھی کی اہمیت :

اب بات سمجھیں کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی مونچھیں مونڈی ہوئی دیکھیں تو استہزاء کے طور پر کہا کہ بھائی جی آپ نے پھاٹک بنایا ہے کہ ادھر بھی داڑھی اور ادھر بھی داڑھی اور درمیان سے مونچھیں صاف تو فقہ اکبر میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ یہ مذاق کرنے والا آدمی مرتد ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ کی سنت کے ساتھ استہزاء کیا تو بسا اوقات ایسا کلمہ کفر زبان سے نکل جاتا ہے کہ جس سے اعمال ضائع ہو جاتے وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ اِلْقَاء کے لفظی معنیٰ ہیں پھینکنا یہاں فرماتے ہیں کہ القاء کے معنیٰ ہیں جلدی سے نیچے رکھنا جلدی سے نیچے رکھنے کو القاء سے تعبیر کیا ہے کہ جلدی سے ہاتھ فارغ ہو جائیں کہ ہارون علیہ السلام سے دو ہاتھ کرنے ہیں وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ اور پکڑ لیا اپنے بھائی کے سر کو یَجُرُّهٗ اِلَیْهِ اس کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چونکہ حضرت ہارونؑ کی طبیعت جمالی تھی شاید ان کی نرمی کی وجہ سے بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ پیغمبر کی توہین مقصود نہیں تھی۔

ماں کی شفقت :

قَالَ ہارونؑ نے کہا اِبْنَ اُمَّ اے میری ماں کے بیٹے۔ جیسے وہ ماں کے بیٹے تھے باپ کے بیٹے بھی تھے مگر ماں میں شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ طبعی طور پر اور وہ شفقت ماں

میں نہ ہوتو بچے کی تربیت کبھی نہیں ہوسکتی کون ہے جو ٹھنڈی راتوں میں اٹھ کر پیشاب کرائے ، پاخانہ صاف کرے تو ماں کا واسطہ دیا کہ ماں میں شفقت زیادہ ہوتی ہے فرمایا اے میری ماں کے بیٹے اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے۔ میں نے مسئلہ بیان کرنے میں اور سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ کمزوری دکھائی ہے فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ پس تو نہ خوش کر میرے ذریعے دشمنوں کو کہ دشمن کہیں گے کہ اچھے پیغمبر ہیں کہ ایک دوسرے کی داڑھی کھینچتے ہیں سر پکڑتے ہیں چھوٹے نے بڑے کی توہین کی ہے اور شَمَاتَتُ اَعْدا بھی بری چیز ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی تکلیف پر خوشی محسوس کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے علامہ ذہبیؒ بڑے چوٹی کے محدث ہیں انھوں نے کتاب لکھی ہے "کتاب الکبائر" اس میں انھوں نے کوشش کی ہے کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں ان کی نشاندہی کی جائے۔ ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے آئی ہے کہ ستر کے قریب گناہ کبیرہ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سات سو کے قریب ہیں اور گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا اور اگر کسی کا حق ہے تو جب تک اس کا حق نہیں دو گے معاف نہیں ہوگا اور جو صغیرہ گناہ ہیں وہ نیکیوں سے معاف ہو جاتے ہیں مثلاً مسجد کی طرف آنے کی برکت سے ایک ایک قدم پر دس نیکیاں ملیں گی اور ایک ایک صغیرہ گناہ خود بخود مٹتا جائے گا اور ایک ایک درجہ بلند ہو جائے گا وضو کی برکت سے ، نماز کی برکت سے ، روزے

کی برکت سے، جمعہ پڑھنے کی برکت سے، حج اور عمرہ کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ نیکیوں کی وجہ سے معاف نہیں ہوتے یہاں تک کہ حج اور عمرہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے کبیرہ توبہ سے معاف ہوگا اور فرض نمازیں اور روزے بھی توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک ان کو قضا نہیں کرو گے یہ مسئلہ میں کئی دفعہ واضح کر چکا ہوں۔ فرمایا وَلَا تَجْعَلْنِىْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور نہ کر تو مجھے ظالم قوم کے ساتھ۔ انھوں نے ظلم کیا ہے میں نے اپنا فریضہ پورا ادا کیا ہے موسیٰ علیہ السلام کو یقین آ گیا کہ ان کی کوئی کوتاہی نہیں جب تحقیق ہوگئی تو قَالَ عرض کیا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَ لِاَخِىْ اے پروردگار معاف کردے مجھے اور میرے بھائی کو۔ مجھے معاف کردے اس کوتاہی پر کہ بھائی کا سر اور داڑھی پکڑ کر کھینچا اور دعا میں حضرت ہارونؑ کو شریک کیا دلجوئی کیلئے ورنہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا وَاَدْخِلْنَا فِىْ رَحْمَتِكَ اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ○ وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ○ وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ○

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بنالیا بچھڑے کو معبود سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ پہنچے گا ان کو غضب ان کے رب کی طرف سے وَذِلَّةٌ اور ذلت فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں وَكَذٰلِكَ نَجْزِی

الْمُفْتَرِيْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں افترا باندھنے والوں کو وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اور وہ لوگ جنہوں نے برے کام کئے ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا پھر توبہ کی انھوں نے ان برے کاموں کے بعد وَاٰمَنُوْٓا اور سچے دل سے ایمان لائے اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا بیشک تیرا رب توبہ کرنے کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اور جب تھم گیا موسیٰ علیہ السلام سے غصہ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ پکڑ لیا انہوں نے تختیوں کو وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ اور ان تختیوں میں لکھی ہوئی تھی ہدایت اور رحمت لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ اور چنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے سَبْعِيْنَ رَجُلًا ستر آدمی لِّمِيْقَاتِنَا ہمارے مقرر کردہ وقت کیلئے فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس جس وقت پکڑا ان کو زلزلے نے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے ہی اور مجھے بھی اَتُهْلِكُنَا کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اس کاروائی کی وجہ سے جو کی ہے ہم میں سے بعض بیوقوفوں نے اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش اور امتحان تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ تو گمراہ کرتا ہے اس کے ساتھ جس کو چاہتا ہے وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اَنْتَ وَلِيُّنَا تو ہی ہمارا کارساز ہے فَاغْفِرْ لَنَا پس بخش دے ہم کو

وَارْحَمْنَا اور رحم فرما ہم پر وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کا انجام :

موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر چلا آ رہا ہے اور یہ بات بھی بیان ہوئی تھی کہ بنی اسرائیلیوں نے فرعونیوں کے جو زیور پھینکے تھے سامری نے ان کو اٹھا کر ڈھال کر بچھڑا بنا دیا اور جبرائیلؑ کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی اس کے منہ میں ڈالی اس سے ٹیں ٹیں کی آواز نکلنی شروع ہو گئی تو کچھ نادان لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی کوئی بوسا دیتا ہے، کوئی طواف کرتا ہے، کوئی ہاتھ لگاتا ہے، کوئی سجدہ اور کوئی رکوع کرتا ہے۔ جو مشرک قوموں کا طریقہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بنالیا بچھڑے کو معبود سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ عنقریب پہنچے گا ان کو غضب ان کے رب کی طرف سے وَذِلَّةٌ اور ذلت فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں۔ وہ ذلت یہ تھی رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ پس توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے پس قتل کرو ایک دوسرے کو ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ (پ، ۱) یہ بہتر ہے تمہارے پیدا کرنے والے کے پاس۔

مرتد کی توبہ :

گذشتہ درس میں عرض کیا تھا کہ ان شریعتوں میں مرتد کی توبہ قتل تھی صرف توبہ سے معافی نہیں تھی یہ تو آں حضرت ﷺ کے صدقے اور وسیلے سے اس امت کے واسطے سہولت ہو گئی کہ معاذ اللہ تعالیٰ اگر کوئی مرتد ہو جائے پھر سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی

رحمت سے معاف فرمادیتے ہیں اوران کی توبہ قتل تھی چنانچہ غیر مجرموں نے مجرموں کو قتل کیااور قتل ہونے والے کافی تعداد میں تھے تفسیروں میں ستر ہزار تک تعداد کا ذکر ملتا ہے۔ فرمایاوَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ اوراسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں افترا باندھنے والوں کو کہ جورب تعالیٰ پر جھوٹا افترا باندھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کوقتل کرووَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اور وہ لوگ جوعمل کرتے ہیں برے ثُمَّ تَابُوْا مِنْ م بَعْدِھَا پھرتوبہ کی ان برے کاموں کے بعد وَاٰمَنُوْٓا اور سچے دل سے ایمان لائے اِنَّ رَبَّکَ مِنْ م بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک تیرارب توبہ کرنے کے بعد البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توبہ کی قبولیت میں تفصیل :

کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ غلط فہمی کا شکار نہ ہونا کہ توبہ کی قبولیت میں تفصیل ہے۔حق دوقسم کے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد پھر اللہ تعالیٰ کے حق دوقسم کے ہیں ایک وہ ہیں کہ ان کی قضانہیں ہے مثلاً کسی نے شراب پی لی ،زنا کرلیا،طاقت کے ہوتے ہوئے امر بالمعروف نہی عن المنکر نہیں کیا یہ گناہ کبیرہ ہیں اوران کی قضانہیں ہے۔ایسے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرے گا معاف ہو جائیں گے اور دوسرے وہ حق ہیں جن کی قضاضروری ہے مثلاً نماز ،روزہ ،زکوٰۃ،عشراگر یہ کسی کے ذمہ ہیں تو کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے تو معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضانہیں کرے گا مرد عورت بالغ ہونے کے بعد ایک نماز یا ایک روزہ رہ گیا تو کروڑ مرتبہ بھی توبہ سجدے میں گر گر کرے معاف نہیں ہوگا جب تک اس کی قضانہیں کرے گا اوراسی طرح حقوق العباد بھی توبہ سے معاف نہیں

ہوتے وہ حق چاہے اپنوں کے ہوں یا غیروں کے ہوں مثلاً بھائی کا حق کھا گیا، باپ بیٹے کا حق کھا گیا، بیٹا باپ کا حق کھا گیا کہ اس کی دل آزاری کرتا ہے یا اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرتا ہے یہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور فقط زبانی توبہ سے معاف نہیں ہونگے اس کی صورت یہ ہے کہ ان کا حق ادا کیا جائے اور ان سے معافی مانگی جائے کہ میں نے تمہاری گستاخی کی ہے تمہارا حق کھایا تھا مجھے معاف کردو یاد رکھنا سوئی دھاگے تک بھی معافی نہیں ہے۔ غیبت گناہ کبیرہ ہے جھوٹ گناہ کبیرہ ہے غیبت سننا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی آپ ﷺ نے نماز کے بعد دو آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں نماز بھی دوبارہ پڑھو اور آج کے روزے کی بھی قضا کرو وہ بڑے حیران ہوئے کہنے لگے حضرت ہم نے نماز قاعدے کے مطابق پڑھی ہے اور روزہ میں کھایا پیا بھی کچھ نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اِغْتَبْتُمَا فُلَانًا تم دونوں نے نماز سے پہلے فلاں آدمی کی غیبت کی تھی تو غیبت کبیرہ گناہ ہے۔

بچوں کے تحفے کا حکم :

ایک مسئلہ اور بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ لوگ بچوں کو تحفے تحائف دیتے ہیں وہ بچے چونکہ چھوٹے ہوتے ہیں وہ خود سنبھال نہیں سکتے ماں باپ یا دادا دادی وغیرہ کسی نے وصول کر لئے تو یہ اس بچے کے کھاتے میں ہیں ان کو کوئی اور استعمال نہیں کر سکتا بچے کی اجازت دینے کے باوجود بھی، کیونکہ بچہ اجازت دینے کا اہل نہیں ہے اس لئے اس کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر بچے کے علاوہ کسی اور مصرف میں استعمال کیا تو حرام کا ارتکاب کیا ہے اور اس بچے کے علاوہ کسی اور نے کھایا تو خنزیر کھایا ہے۔ عورتیں اس مسئلے کو

اچھی طرح سمجھ لیں اگر بچے کے کپڑے تنگ ہو گئے ہیں تو وہ کپڑے اس کے دوسرے بہن بھائی نہیں پہن سکتے وہ اسی کے کھاتے میں ہیں کسی اور کو دینے کی اجازت نہیں ہے۔ (ہاں اگر ان کپڑوں کی قیمت لگا کر پیسے بچے کے مصرف میں خرچ کیے تو پھر دوسروں کو دے سکتے ہو۔ بلوچ) ہم میں بہت ساری کوتاہیاں ہیں بیچارے روزے اور نمازیں کیا کریں گی حلال حرام کی تمیز تو ہم میں ختم ہو گئی ہے۔ تو یاد رکھنا حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہونگے بیشک کوئی کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے توبہ کی شرائط ہیں بخاری شریف میں حدیث ہے قیامت کا دن ہوگا وہاں ایسے بندے بھی ہوں گے کہ جن کی نیکیوں کے وہاں پہاڑ قائم ہوں گے وہ بندہ دیکھ کر بڑا خوش ہوگا کہ میری نیکیاں بڑی ہیں خیر صلاّ ہے جس وقت حساب شروع ہوگا ایک آدمی آئے گا کہے گا اے پروردگار! اس نے مجھے گالی دی تھی پروردگار اس نے مجھے گھور کر دیکھا تھا پروردگار اس نے میرا مال کھایا تھا پروردگار اس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی کوئی کہے گا اے پروردگار اس نے میری غیبت کی تھی اس کی وہ سب نیکیاں ان پر تقسیم ہو جائیں گی اور وہ جو پہاڑ نظر آ رہے تھے ذرہ بھی نہیں رہیں گے ان کے گناہ اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے اور دوزخ میں بھیج دیا جائے گا تو بندے کا حق بڑی سخت چیز ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے واپس آئے اور دیکھا کہ قوم گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی ہے تو سخت غصے میں آئے حضرت ہارونؑ کا سر اور داڑھی پکڑ کر جھنجھوڑا کہ شاید ان کی نرمی سے یہ کام ہوا ہے۔ پھر جب انھوں نے وضاحت فرمائی کہ میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی میں نے تو ان کو اتنا سمجھایا ہے کہ قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے اب موسیٰ علیہ اسلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ ارشاد ربانی ہے وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اور جب تھم

گیا موسیٰ علیہ السلامؑ سے غصہ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ پکڑ لیا انہوں نے تختیوں کو جو جلدی سے نیچے رکھی تھیں وَفِیْ نُسْخَتِھَا ھُدًی وَّرَحْمَۃٌ اور ان تختیوں میں لکھی ہوئی تھی ہدایت اور رحمت لِّلَّذِیْنَ ھُمْ لِرَبِّھِمْ یَرْھَبُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔

اعجازِ قرآن :

تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں قرآن کریم کا مرتبہ سب سے بلند ہے اور الحمدللہ آج تک اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود پروردگار نے لیا ہے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ ۱۴، حجر) بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر کو اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ محفوظ ہیں، اس کا لب ولہجہ محفوظ ہے، اس کا ترجمہ اور تفسیر محفوظ ہے۔ قرآن کریم کے بعد درجے میں تورات کا مقام ہے ہزارہا سال تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، علماءِ احبار ومشائخ اس کے مطابق عمل کرتے رہے۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اپنی اصل شکل میں کہیں موجود ہے پادری صاحبان کا اقرار ہے کہ ان میں تبدیلیاں ہوئیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جب تورات لے کر آئے تو لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ یہ کتاب تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے اور ان کو وقفے وقفے کے بعد پڑھ کر سنائی مثلاً ایک دن دس پارے دوسرے دن دس پارے تیسرے دن دس پارے چوتھے دن دس پارے۔ سب مردوں، عورتوں، بوڑھوں، جوانوں نے ساری تورات سنی جب سن چکے تو کہنے لگے یہ کتاب تو بڑی سخت ہے ہم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا یہ کتاب آپ اللہ تعالیٰ کے پاس لے جائیں اور ہمیں اور کوئی کتاب آسان سی

لا کر دیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ بڑے رؤف ورحیم ہیں، رحمٰن ہیں، علیم ہیں، خبیر ہیں اس نے جو حکم دیئے ہیں صحیح ہیں کہنے لگے اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے فرمایا ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلاً لِّمِیْقَاتِنَا اور چنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے مقرر کردہ وقت کیلئے۔ فرمایا میں ان نمائندوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست کروں گا کہ ہمیں کوئی آسان سی کتاب دے دیں یا اس میں جو سخت حکم ہیں ان میں نرمی پیدا فرمادے چنانچہ ستر آدمی لیکر موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر پہنچ گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے پروردگار آپ تو جانتے ہیں مگر میں ان کی نمائندگی کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ تورات کے احکام بڑے سخت ہیں لہٰذا یہ کتاب واپس لی جائے اور ہمیں اس کی جگہ کوئی آسان سی کتاب دی جائے یا اس کے فلاں فلاں حکم میں ترمیم ہو جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یہ کتاب ان کی طاقت کے مطابق ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا چونکہ تم نے پہلے آزاد زندگی گزاری ہے حیوانوں کی طرح۔ اب پابندیوں سے گھبراتے ہو کچھ دن عمل کرو گے عادت بن جائیگی مشکل نہیں ہوگی۔

ستر آدمیوں کا مطالبہ اور انکا انجام :

انھوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے کانوں سے سنا لیکن اکڑ گئے کہنے لگے لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً (پ ۱، البقرہ ۵) ہم ایمان نہیں لائیں گے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ یہاں رَجْفَةُ کا لفظ ہے رجفہ کا معنیٰ زلزلہ اور پہلے

پارے اور دوسرے مقامات پر صَاعِقَة کا لفظ ہے جس کا معنی بجلی ہے آسمان سے جب بجلی گری تو اس کے ساتھ زمین پر زلزلہ بھی پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس جس وقت پکڑا ان کو زلزلے نے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ تو قادر مطلق ہے وہیں گھروں میں بھی ان کو ہلاک کر سکتا تھا اور مجھے بھی ہم سارے تیری مخلوق ہیں حکم تو تیرا ہی نافذ ہے اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس کاروائی کی وجہ سے جو کی ہے ہم میں سے بعض بیوقوفوں نے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ درخواست کی اور پہلے پارے میں ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا مرنے کے بعد تاکہ تم شکریہ ادا کرو یہ گرفت اس وجہ سے ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو حکم میں نے دیئے ہیں یہ تمہاری طاقت کے مطابق ہیں ان پر عمل کرو اور اگر کوئی کمی ہوئی تو میں غفور رحیم ہوں بخش دونگا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو ہو سکے اس پر عمل کرو نہیں ہو سکتا تو میں معاف کر دوں گا اس پر گرفت ہوئی اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش اور امتحان تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ تو گمراہ کرتا ہے اس آزمائش کے ساتھ جس کو چاہتا ہے وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

سطحی قسم کے لوگوں کے اعتراض کا جواب :

میں پہلے کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سطحی قسم کے لوگ جب اس عنوان کی آیات پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو پھر اس

میں ہمارا کیا دخل ہوا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ جب اللہ تعالیٰ نے ہی دلوں پر مہر لگادی، کانوں پر مہر لگادی اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تو بندے کا کیا قصور ہے بندہ تو مجبور ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے شاعر نے کہا ہے.......

درمیان قعر تختہ بند کردہ ای

باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

رسیوں میں جکڑ کر پانی میں پھینک دیا جائے اور کہا جائے کہ بھیگنا نہیں بھائی وہ بھیگے گا نہیں تو کیا کرے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے قرآن کریم کی آیات کھول کر دکھائی ہیں اور تمہیں پڑھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور جو ایمان لانے کی نیت کرے گا یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ اللہ تعالیٰ راہنمائی کرتا ہے اپنی طرف اس کی جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کفر کا بھی اس نے اختیار دیا ہے۔ تیرھویں پارے میں ہے یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ جو اپنے کفر اور شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں جبراً اللہ تعالیٰ نہ تو کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے ۔ ہدایت میں بھی انسان کا اپنا دخل ہے اور گمراہی میں بھی اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی جدھر کوئی پھرنا چاہتا ہے ہم ادھر ہی پھیر دیتے ہیں اگر کوئی ایمان کی طرف آئے گا تو فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اور جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور راہنمائی کرتے ہیں ان کو اپنے راستوں کی یعنی اپنی طرف آنے کی توفیق

دے دیتے ہیں اور فَلَمَّا زَاغُوْا اور جب وہ ٹیڑھے راستے پر چلتے ہیں اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ تو اللہ تعالیٰ ان کے دل ٹیڑھے کر دیتا ہے۔ فرمایا اَنْتَ وَلِیُّنَا تو ہی ہمارا کارساز ہے، آقا ہے فَاغْفِرْ لَنَا پس بخش دے ہمیں۔ ان نادانوں کی غلطی معاف کر دے وَارْحَمْنَا اور رحم فرما ہم پر وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ درگذر کرنے والا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

وَاكْتُبْ لَنَا اور لکھ دے ہمارے لئے فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً اس دنیا میں بھلائی وَّفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی بھلائی اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ بیشک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

اَشَآءُ پہنچاؤں گا میں اپنا عذاب جس کو چاہوں گا وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اور میری رحمت وسیع ہے ہر چیز پر فَسَاَكْتُبُهَا پس بتاکید میں لکھوں گا اس رحمت کو لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوۃ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اَلَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کا جو نبی ہے کہ اس نے کسی سے پڑھا نہیں ہے الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ وہ جس کو پاتے ہیں مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وہ حکم دیتا ہے ان کو نیکی کا وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ اور منع کرتا ہے برائی سے وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ اور وہ حلال ہونا بیان کرتا ہے ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور حرمت بیان کرتا ہے ان کے سامنے ناپاک چیزوں کی وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ اور اُتارتا ہے ان سے ان کے بوجھ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ اور طوق جو ان پر تھے فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے وَعَزَّرُوْهُ اور اس کی تعظیم کی وَنَصَرُوْهُ اور اس کی مدد کی وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اور پیروی کی اس نور کی اُنْزِلَ مَعَهٗ جو اتارا گیا اس کے ساتھ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

بنی اسرائیل کا مطالبہ :

پہلے سے یہ مضمون چلا آرہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب توراۃ لاکر قوم کے سامنے پیش کی تو قوم نے کہا کہ یہ کتاب بہت مشکل ہے ہم سے اس پر عمل نہیں ہوسکتا لھذا اس کو تبدیل کراؤ یا اس کے احکام میں ترمیم کراؤ۔ اس سلسلے میں موسیٰ علیہ السلام قوم کے ستر نمائندے ساتھ لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے اپیل کی کہ اے پروردگار یہ قوم کے نمائندے میرے ساتھ آئے ہیں یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کے احکام سخت ہیں ہم سے عمل نہیں ہوسکتا بدل دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جو احکام تمہیں دیئے ہیں تمہاری طاقت کے مطابق ہیں (صرف دو نمازیں اور کچھ احکام تھے وہ ہم پر بھی ہیں) اگر اس میں کوئی کمی ہوگی تو میں معاف کردونگا اللہ تعالیٰ کے کلام کو انہوں نے کانوں سے سنا، سن کر کہنے لگے ہمیں کیا معلوم ہے کہ یہ جن بول رہا ہے، بھوت بول رہا ہے، کوئی فرشتہ بول رہا ہے، ہم تو رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھیں گے تب مانیں گے اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ نے ان پر بجلی گرائی یہ ستر آدمی مارے گئے پھر موسیٰ علیہ لسلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وَاكْتُبْ لَنَا اور لکھ دے ہمارے لئے فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً اس دنیا کی زندگی میں بھلائی کہ ہم اچھے کام اور نیکیاں کرتے رہیں وَّفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت کی زندگی میں بھی ہمارے لئے بھلائی لکھ دے اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ بیشک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف۔ یہودیوں کو یہودی کہنے کی ایک وجہ تفسیروں میں یہ بیان کی گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی نادانی کے بعد ان کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے کہا تھا اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ہم نے تیری طرف رجوع کیا هُدْنَا سے یہودی

ہیں رجوع کرنے والے اور......

یہودی کی وجہ تسمیہ :

ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ تَھَوُّدْ کے معنی حرکت کرنا ہے اور ان کے حافظ جب تورات پڑھتے تھے تو حرکت کرتے تھے یعنی آگے پیچھے ہلتے تھے جیسا کہ حفاظ قرآن جب پڑھتے ہیں تو آگے پیچھے جھومتے ہیں اس طرح وہ بھی جھومتے تھے حرکت کرتے تھے اس لئے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ پہنچاؤں گا میں اپنا عذاب جس کو چاہوں گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا سرکشی اور بغاوت پر اترے گا اس کے احکام کی اطاعت نہیں کرے گا اس کو عذاب پہنچے گا وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اور میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔ دنیا میں نافرمانوں کو بھی اولاد، مال، دولت ملتی ہے، بادشاہی اور اقتدار ملتا ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی اور شیطان کا مکالمہ :

شیخ محی الدین بن عربیؒ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کو شیطان ملا اور کہنے لگا مجھے جانتے ہو میں کون ہوں فرمایا ہاں تو ابلیس لعین ہے کہنے لگا اچھا یہ بتاؤ کہ میرے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حصہ ہے یا نہیں فرمایا تیرے لئے رب کی رحمت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ شیطان نے کہا کہ پھر آپ نے قرآن تو پڑھا ہی نہیں ہے۔ کہنے لگے قرآن کریم میں نے پڑھا ہے۔ ابلیس نے کہا قرآن کریم میں آتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ

شَیْءٍ میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔تو میں بھی تو ایک چیز ہوں اور بڑی چیز ہوں تو میرے واسطے رب کی رحمت کیوں نہیں ہے فَسَكَتَ الشَّیْخُ شیخ خاموش ہو گئے۔

لیکن ہمارے بزرگوں میں سے دو نے اس کا جواب دیا ہے ایک حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں ہوتا تو کہتا اے ابلیس تیرے لئے رحمت اس لئے نہیں ہے کہ تو رحمت کی چھتری کے نیچے ہی نہیں آتا رحمت کی چھتری کے نیچے آتا تو رحمت کا کچھ حصہ تجھے ملتا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے تو رحمت کی چھتری کے نیچے نہیں آیا دوسرا جواب حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے دیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں ہوتا تو جواب دیتا کہ تیرے واسطے بھی رحمت کا حصہ ہے۔وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ تیرے لئے جتنا عذاب مقدر ہے رب تعالیٰ اس سے زیادہ دینے پر بھی قادر ہے مگر وہ اس سے زیادہ عذاب تجھے نہیں دے گا یہ رب کی رحمت ہے۔ فرمایا فَسَاَكْتُبُهَا پس بتاکید میں لکھوں گا اس رحمت کو یعنی فرشتوں کو حکم دونگا لکھنے کا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں۔ایک تو رحمت کا حصہ ان کو ملے گا اور کس کو ملے گا؟ فرمایا وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور جو دیتے ہیں زکوٰۃ۔مالی عبادات میں زکوٰۃ کا بہت بلند مقام ہے اور رحمت کن کیلئے ہے؟ فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ظاہر بات ہے کہ جو ایمان نہیں لاتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اس کیلئے رحمت کہاں ہوگی وہ تو رحمت کی چھتری کے نیچے آیا ہی نہیں ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ وہ لوگ ہیں جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کا جو نبی ہے کہ اس نے کسی سے پڑھا نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں وہ

تمام اپنے اپنے درجے کے مطابق لکھنا پڑھنا جانتے تھے آنحضرت ﷺ امی تھے۔

پہلی کتب سماویہ میں حضور ﷺ کی صفات کا موجود ہونا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ اور نہیں تھے آپ ﷺ پڑھتے اس سے پہلے کوئی کتاب وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (پ، ۲۱، العنکبوت) اور نہ لکھتے تھے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے اس وقت البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ۔ تو آپ ﷺ اُمی تھے اور اس بات سے سارے بخوبی واقف تھے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو علم نازل فرمایا اس نے ساری دنیا کے علماء کو مات کر دیا تو آپ رسولِ اُمی ہیں الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ جس کو وہ پاتے ہیں مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ آنحضرت ﷺ کی صفات توراۃ میں بھی تھیں اور انجیل میں بھی تھیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی صفات اور نشانیاں بھی تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔ ان کی خوبی ہے يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ حکم دیتا ہے ان کو نیکی کا کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو، قربانی کرو، سچ بولو، پورا تولو، ماپ کر پورا دو، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ اور منع کرتا ہے برائی سے۔ کہ شرک نہ کرو بدعت کے قریب نہ جاؤ، تکبر سے بچو، کسی کو گالی نہ دو، کسی کا مال ناجائز نہ کھاؤ، کسی کا حق نہ دباؤ، کسی کیساتھ زیادتی نہ کرو۔

حلال حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ اور وہ حلال ہونا بیان کرتا ہے ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کا وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور حرمت بیان کرتا ہے ان کے سامنے ناپاک چیزوں کی۔ يُحِلُّ

کے لفظی معنیٰ حلال کرنے کے ہیں اور یُحَرِّمُ کے لفظی معنیٰ حرام کرنے کے ہیں اور حلال حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حرام وحلال کرنے کا اختیار نہیں حلال اور حرام کرنے کی نسبت آپ کی طرف بیان کرنے کی وجہ سے۔اس لئے میں نے ترجمہ کیا ہے کہ حلال کو بیان کرتے ہیں اور حرمت کو بیان کرتے ہیں تو مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ حلال کرنا اور حرام کرنا رب تعالیٰ کی صفات ہیں اور مخلوق میں سے یہ صفت کسی کو حاصل نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر صرف اپنی ذات کیلئے شہد کو حرام کیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ تحریم نازل فرمائی یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ اے نبی آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے حلال ٹھہرائی ہے تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ کیا آپ چاہتے ہیں خوشنودی اپنی بیویوں کی قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے تمہارے لئے کھول دینا تمہاری قسموں کا۔فرمایا شہد نہ کھانے کی جو قسم اٹھائی ہے اس کو توڑ و کفارہ ادا کرو اور شہد استعمال کرو۔جب آنحضرت ﷺ کسی چیز کو حرام نہیں قرار دے سکتے تو اور کسی کی کیا حیثیت ہے کہ وہ حرام اور حلال ٹھہراتا پھرے۔مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا آج بھی دستور ہے اور اس وقت بھی تھا کہ کھانے کے ساتھ سلاد رکھتے ہیں ٹماٹر، پیاز، مولی، گاجر وغیرہ تو انھوں نے سلاد رکھا اس میں تھوم بھی تھا کچا لہسن دل کی بیماریوں کیلئے بہت بڑا علاج ہے ڈاکٹر بھی کہتے ہیں اور حکیم بھی۔آپ ﷺ نے باقی چیزیں تو تناول فرمائیں مگر تھوم کو ہاتھ نہ لگایا اور ساتھیوں کے آگے کر دیا اور فرمایا کہ تم کھاؤ ساتھیوں میں سے کسی نے کہا حضرت کیا تھوم حرام ہے؟ فرمایا نہیں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے

حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا حضرت پھر کھاتے کیوں نہیں؟ فرمایا اس لئے نہیں کھاتا کہ تھوم سے بو آتی ہے اور میرے پاس فرشتے آتے ہیں اور فرشتوں کو بو سے نفرت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پیاز، تھوم، مولی اور وہ چیز جس سے بو آتی ہو کھا کر فوراً مسجد میں نہ آؤ کیونکہ فرشتے بو سے نفرت کرتے ہیں اور یاد رکھنا حقے کی بو تھوم سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا بھی یہی حکم ہے اور آنحضرت ﷺ کو بو سے کتنی نفرت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگاؤ۔ ایک صوفی قسم کے بہت نیک آدمی تھے ان کو تبخیر کی تکلیف تھی کسی حکیم نے کہا حضرت آپ حقہ پیا کریں اس سے تبخیر گیس کو فائدہ ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے حقہ پینا شروع کر دیا انھوں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں اور سامنے بیٹھنے کی بجائے پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئے ہیں انھوں نے آپ ﷺ کی طرف رخ پھیرا تو آپ ﷺ پھر پیٹھ کی طرف ہو گئے پھر چہرہ آپ کی طرف پھیرا آپ ﷺ پھر پیٹھ کے پیچھے ہو گئے بڑے پریشان ہوئے اور اسی پریشانی میں نیند کھل گئی شاہ عبد العزیزؒ اپنے دور میں علم تعبیر کے بڑے ماہر تھے ان کے پاس گئے خواب کی تعبیر کیلئے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم حقہ تو نہیں پیتے کہنے لگے پیتا ہوں فرمایا یہی وجہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کو حقے سے نفرت ہے۔ لھذا مسجد میں آنے سے پہلے بو کا ازالہ کرو مسواک کے ساتھ خوشبو لگاؤ اسی لئے حکم ہے کہ جمعہ اور عید کے دن غسل کرو کہ اجتماع ہوتا ہے دوسروں کو تنگی نہ ہو رب توفیق دے تو نئے کپڑے پہن کر آؤ ورنہ دھلے ہوئے پہن کر آؤ مسواک کر کے آؤ کیونکہ بعض حضرات کے منہ سے بو آتی ہے اور بعض حضرات کی بغلوں سے بعض کے ناک اور بعض کے کانوں سے اور بعض کی انگلیوں سے اگرچہ یہ ساری غیر اختیاری ہیں مگر شریعت کہتی ہے کہ اس کو دور کرو تا کہ دوسروں کو

نفرت نہ ہو اس سے اندازہ لگاؤ کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کا کتنا گناہ ہے۔ ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیں کہ معتکف ضروری غسل مسجد سے باہر جا کر کر سکتا ہے مگر غسل جمعہ جو سنت ہے کرنا چاہے تو مسجد میں ٹب رکھ کر اس میں بیٹھ کر کرے باہر نہیں جا سکتا اسی طرح اگر کسی عورت نے غسل کرنا ہے جو اعتکاف بیٹھی ہے اگر ضروری غسل ہے تو اعتکاف والی جگہ سے باہر جا سکتی ہے اگر ضروری نہیں ہے تو جہاں بیٹھی ہے وہاں سے باہر نہ نکلے تو خیر مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ حرام اور حلال کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حلال اور حرام کا اختیار نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ ابو جہل کی بیٹی جویریہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے تھے آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ اے علی میں نے سنا ہے کہ تو جویریہ کیساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا حضرت کچھ بات ہوئی تو ہے فرمایا سن لے لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا میں حلال کو حرام نہیں کر سکتا اور حرام کو حلال نہیں کر سکتا تیرے ساتھ جویریہ کا نکاح حلال ہے لیکن میری بیٹی کا مزاج اور ہے اور اس خاندان کی عورتوں کا مزاج اور ہے میری بیٹی اس کے ساتھ رہ نہیں سکتی میں باپ ہوں اپنی بیٹی کی طرف سے وکالت کر رہا ہوں اگر ضرور ہی اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی فاطمہ کو طلاق دیدے۔ جس وقت طلاق کا سنا تو حضرت علیؓ کے طوطے اڑ گئے پریشان ہو گئے کہنے لگے حضرت میری توبہ حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں کوئی اور شادی نہیں کی ان کے بعد پھر کئی نکاح کیے۔

بوجھ اور طوق کی حقیقت :

فرمایا وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ اور اُتارتا ہے ان سے ان کے بوجھ وَالْاَغْلٰلَ

الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ اور طوق جوان پر تھے۔ رہا یہ سوال کہ وہ بوجھ اور طوق کیا تھے تو بہت ساری چیزیں ہیں مثلاً ان پر زکوٰۃ چوتھائی تھی چار سو میں سے ایک سو دینا پڑتا ہے چار ہزار میں سے ایک ہزار، چار لاکھ میں سے ایک لاکھ اور آپ ﷺ کی شریعت میں چالیسواں حصہ ہے کہ چالیس سو ہوں تو پھر ایک سو ہے چالیس ہزار ہوں تو ایک ہزار ہے ان کیلئے مال غنیمت حلال نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے اِس امت کیلئے غنیمت کا مال بھی حلال فرمایا ہے ان کے مردوں کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی تھی اور ہماری شریعت میں ہر پاک جگہ پر نماز درست ہے اُن کو تیمم کی اجازت نہیں تھی ہر حال میں وضو کرنا پڑتا تھا اگر کپڑے پر نجاست لگ جاتی تو دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا کاٹنا پڑتا تھا مثلاً یہ میرے پاس کمبل ہے کسی وقت انسان کی نکسیر پھوٹ پڑتی ہے، بدن میں پھوڑے کا زخم ہوتا ہے اس پر خون کے قطرے لگ جاتے ہیں تو دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر کاٹنا پڑتا تو یہ کتنا قیمتی کپڑا ہے اندازہ لگاؤ کتنے نقصان کی بات ہے۔ ان پر بہت سی پابندیاں تھیں بعض تفسیروں میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو گناہ کرتا تو صبح کو فرشتے اس کے دروازے پر لکھ دیتے تھے کہ فَعَلَ کَذَا فُلَانٌ کہ فلاں نے یہ حرکت کی ہے یہ تمام بوجھ اور طوق کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وسیلے سے اتار دیئے فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے وَعَزَّرُوْہُ اور اس کی تعظیم کی وَنَصَرُوْہُ اور اس کی مدد کی وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَہٗ اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا اس کے ساتھ۔ وہ نور یہ قرآن کریم ہے۔ چھٹے پارے میں آتا ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا اور ہم نے نازل کیا تم پر نور مبین اور سورۃ تغابن میں ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول

پر وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اُنْزِلَنا اور اس نور پر جس کو ہم نے اتارا ہے۔ یہ قرآن نور ہدایت ہے، نور حق ہے، نور توحید، نور سنت ہے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ جن کی خوبیاں اوپر بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی اوصاف والا بنائے اور آنحضرت ﷺ کا صحیح معنٰی میں متبع اور پیروکار بنائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِىْ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ
وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَمِنْ قَوْمِ
مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَقَطَّعْنٰهُمُ
اثْنَتَىْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى
اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ
فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ
مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ
السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ
كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ
الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ
وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ

الْمُحْسِنِيْنَ ○ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ○

قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے انسانو اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا بیشک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ اللہ جس کیلئے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِہٖ اور اس کے رسول پر النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ جو نبی ہے ان پڑھ الَّـذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وہ نبی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وَکَلِمٰتِہٖ اور اس کے فیصلوں پر وَاتَّبِعُوْہُ اور تم اس کی پیروی کرو لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓی اُمَّۃٌ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک گروہ تھا یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو راہنمائی کرتا تھا حق کے مطابق وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ اور اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے وَقَطَّعْنٰھُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا اُمَمًا اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنا کر وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اِذِ اسْتَسْقٰہُ قَوْمُہٗٓ جس وقت پانی مانگا ان سے ان کی قوم نے اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ

الْحَجَرَ یہ کہ مار اپنی لاٹھی پتھر پر فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ پس پھوٹ پڑے اس پتھر سے اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا بارہ چشمے قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ تحقیق جان لیا ہر گروہ نے مَّشْرَبَهُمْ اپنی پانی پینے کی جگہ کو وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ اور ہم نے سایہ کیا ان پر بادلوں کا وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى اور نازل کیا ہم نے ان پر من اور سلویٰ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے وَمَا ظَلَمُوْنَا اور انھوں نے نہیں ظلم کیا ہم پر وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اور جب کہا گیا ان سے اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ٹھہرو اس بستی میں وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ اور کہو ہمارے گناہ معاف ہو جائیں وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓئٰتِكُمْ بخش دیں گے ہم تمہارے گناہ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور بتاکید ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ پس بدل دی ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا تھا ان میں سے قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ بات سوا اس کے قِيْلَ لَهُمْ جو ان سے کہی گئی تھی فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا پس بھیجا ہم نے ان پر عذاب مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اس وجہ سے کہ تھے وہ ظلم کرتے۔

عالمگیر رسالت :

اس سے پہلی آیات میں یہود ونصاریٰ کو توجہ دلائی گئی تھی کہ تمہاری طرف اس پیغمبر کو بھیجا گیا ہے یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ اس کو پاتے ہیں وہ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں اور جب وہ پیغمبر تشریف لے لائے تو انہوں نے اعلان کیا قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا بیشک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔ خطاب عام ہے یہ نہیں فرمایا کہ اے عربیو یا اے عجمیو، اے کالے رنگ والو یا گورے رنگ والو! بلکہ فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ تمام کائنات کیلئے رسول ہیں چنانچہ سورۃ فرقان میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا بڑی برکت دینے والی ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہان والوں کیلئے ڈرانے والا تو عالمین انسان جنات سب پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کو سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ حدیث پاک میں ہے آں حضرت ﷺ نے فرمایا بُعِثْتُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ اِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مجھے اللہ تعالیٰ نے کالے سرخ انسان جنات سب کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تمام مکلف مخلوق آپ کی رسالت ماننے کی پابند ہے آگے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے اس پیغمبر کو بھیجا ہے۔ فرمایا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ اللہ جس کیلئے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی۔ ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق، پروردگار لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ :

اِلٰہ کے معنیٰ دستگیر اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی حاجت روا نہیں ہے، مشکل کشا نہیں ہے، فریادرس نہیں ہے، دستگیر نہیں ہے لھذا اس کے سوا نذر و نیاز کے لائق کوئی نہیں ہے۔ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد یا عورت اس طرح منت مانتا ہے کہ اگر ہمارا فلاں مریض تندرست ہوگیا یا میں امتحان میں کامیاب ہوگیا یا میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اتنی چیز فلاں بزرگ کے نام پر دونگا تو وہ کافر ہوگیا، دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اس لئے کہ نذر عبادت ہے وَالْعِبَادَةُ لَاتَجُوْزَ لِمَخْلُوْقٍ اور عبادت مخلوق کیلئے جائز نہیں ہے۔ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مسجود نہیں ہے، کوئی عالم الغیب نہیں ہے، کوئی حاضر و ناضر نہیں ہے، کوئی مختار نہیں ہے، تمام جہانوں کے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ﷺ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ جو نبی ہے ان پڑھ۔ رسول کا معنیٰ ہے لوگوں کو پیغام پہنچانے والا اور نبی کا معنیٰ ہے خبر دینے والا۔ رسول اللہ تعالیٰ کے پیغام بھی پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے لوگوں کو خبردار بھی کرتا ہے۔ اور آپ ﷺ امی ہیں یعنی مخلوق میں سے آپ نے کسی سے نہیں پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ علوم عطا فرمائے کہ دنیا کے تمام علوم ان کے سامنے ہیچ ہیں اَلَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وہ نبی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اس کے فیصلوں پر حکموں پر وَاتَّبِعُوْهُ اور تم اس کی پیروی کرو جو عمل انہوں نے کئے ہیں ان پر چلو لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ہدایت آنحضرت ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے سے ہی حاصل

ہوگی۔

یہود کا تذکرہ :

آگے پھر یہودیوں کا ذکر ہے وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی اُمَّةٌ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک گروہ تھا یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو راہنمائی کرتا تھا حق کے مطابق۔لوگوں کو بتاتا تھا کہ حق یہ ہے اس پر قائم رہو وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ اور اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔لیکن تھے تھوڑے سے کیونکہ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے اور اہل حق ہمیشہ تھوڑے رہے ہیں اکثریت ہمیشہ باطل کی رہی ہے۔آٹھویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ مردم شماری کرا لیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ لوگ زیادہ ہیں یا آپ کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو بہکا دیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔

قلت، کثرت حق پہ دال نہیں :

اکثریت تو ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے قلت کثرت کا کوئی سوال نہیں ہے حق، حق ہے چاہے حق والے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوانؑ کا صرف ایک امتی تھا اور ایسے پیغمبر بھی گذرے ہیں کہ جن کو ایک امتی بھی نہیں ملا۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسے پیغمبر بھی تشریف لائیں گے جن کے ساتھ ایک امتی ہوگا اور ایسے بھی ہونگے کہ جن کے ساتھ دو امتی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے کہ جن کے ساتھ تین امتی ہوں گے اور وہ بھی ہوں گے جن کے ساتھ چار

امتی ہونگے اور وہ بھی ہونگے جن کے ساتھ پانچ امتی ہوں گے اور وہ بھی ہونگے جن کے ساتھ دس امتی ہوں گے اور وہ بھی ہونگے جن کے ساتھ جماعت ہوگی اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی امت ہوگی اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ اِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ایسی عورتوں کے ساتھ شادی کرو جو بچے زیادہ جننے والیاں ہوں محبت کرنے والیاں ہوں کیونکہ مجھے امت کی اکثریت کی وجہ سے قیامت والے دن فخر ہوگا اور وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں جان پڑ جانے کے بعد مردہ پیدا ہوا مردم شماری میں وہ بھی باقاعدہ آئے گا اور......

یومِ قیامت بچے کا جھگڑا :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا بچہ کہ ماں کے پیٹ میں اس کے اندر جان پڑ چکی تھی اور مر گیا مردہ پیدا ہوا وہ قیامت والے دن بڑا جھگڑا کرے گا جس وقت اس کے ماں باپ کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جائیں گے وہ ماں باپ کا دامن پکڑ لے گا فرشتے کہیں گے کہ تم جنت میں جاؤ ان کو ہم دوزخ میں لے جائیں گے وہ کہے گا میں تو امی ابو کے ساتھ جاؤں گا اور اتنا جھگڑا کرے گا کہ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے جھگڑالو بچے! ماں باپ کا دامن پکڑ لے اور ان کو جنت میں ساتھ لے جا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَطَّعْنٰھُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا اُمَمًا اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنا کر۔ اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنیٰ ہے عبداللہ۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے ایک حضرت یوسفؑ بھی تھے حضرت یعقوبؑ کی بیٹی کوئی نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے ان بارہ بیٹوں کی آگے نسل چلائی اور وہ مستقل

بارہ خاندان بنے۔ان کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان کو بکھیر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنا کر وَاَوۡحَیۡنَآ اِلٰی مُوۡسٰی اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اِذِ اسۡتَسۡقٰهُ قَوۡمُهٗۤ جس وقت پانی مانگا ان سے ان کی قوم نے اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ یہ کہ مار اپنی لاٹھی پتھر پر فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا پس پھوٹ پڑے اس پتھر سے بارہ چشمے۔یہ وادی تیہ کا واقعہ ہے آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام وادیٔ سینائی ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں وادی سینائی پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا تھا یہ میدان چھتیس میل لمبا اور چوبیس میل چوڑا ہے اور سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے اس کا کچھ حصہ تو مصر کو مل گیا ہے لیکن فوجی اہمیت کا حامل حصہ جہاں تیل ہے وہ اب بھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔

بنی اسرائیل کا انکارِ جہاد :

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلیوں کو لیکر جب اس میدان میں پہنچے تو قوم سے فرمایا کہ شام فلسطین حاصل کرنے کیلئے عمالقہ قوم سے جہاد کرنا ہے کیونکہ وہ اس علاقے پر قابض تھی قوم نے کہا کہ وہ بڑی سخت جنگجو قوم ہے ہم ان کے ساتھ نہیں لڑ سکتے فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ آپ اپنے رب کے ساتھ جا کر لڑیں ہم یہاں بیٹھے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ علاقہ چالیس سال کیلئے حرام کر دیا چالیس سال تک اسی وادیٔ سینائی میں پھرتے رہو۔یہ لوگ لاکھوں کی تعداد میں تھے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے ،نوجوان، ان کی ضرورتوں میں سے پانی بھی تھا، کھانا بھی تھا، سایہ بھی تھا تو سارے انتظام اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے کئے پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

مَّشْــرَبَهُــمْ جان لیاہر گروہ نے اپنی پانی پینے کی جگہ کو۔ کہ یہ چشمہ یوسفیوں کا ہے، یہ روبیلیوں کا ہے، یہ بنیامینیوں کا ہے، یہ یہودیوں کا ہے تا کہ آپس میں جھگڑا نہ کریں وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ اور ہم نے ان پر سایہ کیا بادلوں کا۔ کیونکہ وہ کھلا میدان تھا اور کوئی درخت وغیرہ نہیں تھا باغیوں کی بھی اللہ تعالیٰ نے پوری مدد کی پھر خوراک کا مسئلہ پیدا ہوا کہ خوراک کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا انبیاء کرام علیہم السلام بھی کھانا کھاتے تھے۔ کافروں نے آں حضرت ﷺ کو طعنہ دیا کہ مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ اس نبی کو کیا ہو گیا ہے کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں سودا لینے دینے کیلئے جاتا ہے پھر کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (پ: ۱۷، انبیاء) ہم نے پیغمبروں کے ایسے جسم نہیں بنائے کہ کھانا نہ کھائیں پیغمبروں کو بھوک بھی لگتی ہے پیاس بھی لگتی ہے۔

جنگِ احزاب :

غزوہ خندق سخت سردی کے موسم میں تھا اور بھوک کا زمانہ تھا دس ہزار کے قریب کافروں کی فوج تھی اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی مدینہ طیبہ میں ہی لڑائی کا فیصلہ ہوا شہر کے تین اطراف محفوظ تھے اگر اسطرف سے دشمن حملہ کرتا تو چند آدمی بھی مقابلہ کر سکتے تھے ایک طرف کھلا میدان تھا حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے اس طرف خندق کھودی گئی۔ آپ ﷺ نے دس دس آدمیوں کو ایک ایک ٹکڑا کھودنے کیلئے دیا اور فرمایا کہ خندق اتنی گہری ہو کہ آدمی اس میں اتر کر اوپر نہ چڑھ سکے اور نہ ادھر سے ادھر چھلانگ سکے بلکہ گھوڑا بھی نہ پھلانگ سکے۔ کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آ گئی بڑا زور لگایا

گیا مگر وہ کدال وغیرہ سے نہ ٹوٹی ساتھی آپ ﷺ کے پاس آئے کہنے لگے حضرت ہم بھوکے بھی ہیں اور چٹان بڑی سخت ہے ہمارے قابو میں نہیں آ رہی اور بھوک کی وجہ سے ہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے دیکھو میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہے تو پیغمبروں کو بھی بھوک پیاس لگتی ہے گرمی سردی بھی لگتی ہے بخار بھی ہوتا ہے اور دوسری تکالیف بھی ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو درد شقیقہ اتنا تیز ہوا کہ آپؐ دو دن گھر سے باہر تشریف نہیں لائے اور ایک موقع پر گھٹنوں کا اتنا درد تھا کہ بیٹھ نہیں سکتے تھے پیشاب بھی کھڑے ہو کر کیا تو تمام لوازمات بشریہ پیغمبروں کی ساتھ تھے۔

بنی اسرائیل کیلئے کھانے کا انتظام :

تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے کھانے کا انتظام فرمایا وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى من کا معنیٰ کھیر اور سلویٰ کا معنیٰ بٹیر۔ اور نازل کیا ہم نے ان پر من اور سلویٰ۔ ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی تھی اور ایک پلیٹ میں بھنے ہوئے بٹیر ان کے سامنے آجاتے تھے اور حکم تھا کہ صبح شام وقت پر ان کو کھاؤ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وقت پر پھر آجائیں گے چالیس سال تک انہوں نے کھیر بٹیر کھائے لیکن انہوں نے اس کی قدر نہیں کی کہنے لگے لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ اے موسیٰ علیہ السلام! ہم ایک کھانا کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے ہمارے لئے لہسن پیاز وغیرہ کا انتظام کرو جس کی تفصیل پہلے پارے میں گزر چکی ہے۔ فرمایا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے وَمَا ظَلَمُوْنَا اور انھوں نے نہیں ظلم کیا ہم پر ہمارا کیا بگاڑا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے۔ وادیٔ تیہ میں ہی موسیٰ علیہ السلام کو حکم آیا کہ ہارون علیہ السلام کو بتانے کے بغیر فلاں جگہ پر پہنچاؤ وہاں ان کی جان نکالی جائے گی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارونؑ کو ساتھ لے گئے وہاں ایک پلنگ پڑا ہوا تھا فرمایا تم یہاں لیٹ جاؤ جب یہ لیٹے تو فرشتوں نے اپنی کاروائی شروع کر دی حضرت ہارونؑ نے کہا خَدَعْتَنِیْ یٰمُوْسٰی اے موسیٰ تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا پہلے بتایا نہیں حضرت ہارونؑ کی وفات کے تین سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی وفات ہو گئی ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نونؑ کو نبوت عطا فرمائی اور چالیس سال بھی گذر چکے تھے بوڑھے غلامی کے مارے ہوئے مر گئے تھے نئی پود نے آزاد آب و ہوا دیکھی تھی ان کو لیکر حضرت یوشعؑ نے عمالقہ قوم پر حملہ کیا لڑائی ہوئی لیکن انھوں نے بھی کمزوریاں دکھائیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذۡ قِيۡلَ لَهُمُ اور جب کہا گیا ان سے اسۡكُنُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ ٹھہرو اس بستی میں۔ بستی سے مراد بیت المقدس ہے بیت المقدس کے پاس صیہون نامی ایک پہاڑ تھا جو سطح سمندر سے سات آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع تھا پہلے اس پہاڑ پر ٹھہرے اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس شہر میں ہے اس وقت اس پر یہودیوں کا قبضہ ہے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں انہوں نے اس علاقے پر قبضہ کیا تھا ابھی تک مسلمان واپس نہیں لے سکے تو ان سے کہا گیا کہ بیت المقدس میں ٹھہرو وَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور ہے باغات ہیں، سبزیاں ہیں، فصلیں ہیں، بہت کچھ ہے وَ قُوۡلُوۡا حِطَّةٌ اور کہو ہمارے گناہ معاف ہو جائیں۔ مگر انھوں نے کہا حِنۡطَةٌ ہمیں گندم

چاہئے وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے۔ شہر کے چاروں طرف دیوار تھی جس کو فصیل البلد کہتے تھے اس میں دروازے تھے جسطرح شہر گوجرانوالہ کے اردگرد دروازے ہیں سیالکوٹی دروازہ، کھیالی دروازہ، گرجاکھی دروازہ وغیرہ وغیرہ اسی طرح بیت المقدس شہر کے بھی دروازے تھے تو جو دروازہ مصر کی جانب سے تھا اس سے داخل ہونے کا حکم ہوا کہ داخل ہو جاؤ سجدہ کرتے ہوئے نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْئٰتِكُمْ بخش دیں گے ہم تمہارے گناہ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور بتاکید ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو یعنی بخشش کے علاوہ اور عنایتیں بھی ہوں گی فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ پس بدل دی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا تھا ان میں سے یعنی سب نے نہیں مگر ان میں سے جو ظالم تھے انھوں نے بدل دی قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ بات سوائے اس کے جو ان سے کہی گئی تھی ان سے تو کہا گیا تھا کہ کہو حِطَّةٌ ہمارے گناہ معاف کردے اور انھوں نے کہا حِنْطَةٌ ہمیں گندم چاہئے یا کہا کہ حِنْطَةٌ فِيْ شَعِيْرَةٍ کہ ہمارے لئے سٹے کے اندر گندم ہونی چاہئے۔ اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے چوتڑ گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے جسطرح چھوٹے بچے گھیسیاں کرتے ہیں اس طرح انھوں نے حکم عدولی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دونوں حکم تبدیل کردیئے فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ پس بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کو مسلط فرمایا جس سے ایک دن میں صبح سے لیکر دوپہر تک ستر ہزار آدمی مر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ بلاوجہ کسی قوم کو سزا میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اس وجہ سے کہ تھے وہ ظلم کرتے۔ تو انکو نافرمانی کی سزا ملی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی سے بچائے اور

اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ ۚ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ ۢ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ○

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ اورآپ سوال کریں ان سے اس بستی کے متعلق •الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ جو سمندر کے کنارے پر تھی إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ جبکہ یہ لوگ تجاوز کرتے تھے ہفتے کے دن إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ جس وقت آتی تھیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا جس دن ان کا ہفتہ ہوتا تھا بالکل ظاہر وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ اور جس دن ان کا ہفتہ نہیں ہوتا تھا لَا

تَاْتِیْهِمْ مچھلیاں نہیں آتی تھیں ان کے پاس كَذٰلِكَ اسی طرح نَبْلُوْهُمْ ہم نے امتحان لیا ان کا بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے لِمَ تَعِظُوْنَ کیوں نصیحت کرتے ہو تم قَوْمَا ۨاللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ قوم کو کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا یا ان کو سزا دینے والا ہے سخت سزا قَالُوْا انہوں نے کہا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ عذر کرتے ہوئے تمہارے رب کے سامنے وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اور شاید کہ وہ بچ جائیں گناہ سے فَلَمَّا نَسُوْا پس جس وقت بھلا دی انہوں نے مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ وہ چیز جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ ہم نے نجات دی ان لوگوں کو يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ جو منع کرتے تھے برائی سے وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ اور پکڑا ہم نے ان لوگوں کو ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا بِعَذَابٍۢ بَئِیْسٍ سخت عذاب میں بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے فَلَمَّا عَتَوْا پس جب انہوں نے سرکشی کی عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ اس چیز سے جس سے ان کو روکا گیا تھا قُلْنَا لَهُمْ ہم نے ان کو کہا كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ ہو جاؤ تم بندر ذلیل۔

بنی اسرائیل کی نافرمانی اور شرارتیں :

بنی اسرائیل کی کج روی، نافرمانی اور شرارتوں کا ذکر چلا آ رہا ہے اگرچہ وہ سارے بُرے نہیں تھے مگر ان کی اکثریت بُروں کی تھی بحر قلزم کے کنارے ایک شہر تھا اُس وقت

اس کو ایلی کہتے تھے اور آج کل اس کو ایلات کہتے ہیں یہ یہودیوں کی بندرگاہ ہے ہزار ہا سال سے یہ شہر چلا آرہا ہے چونکہ یہ لوگ سمندر کے کنارے پر رہتے تھے مچھلیوں کا شکار کرتے تھے خود بھی کھاتے تھے اور دور دراز تک سپلائی بھی کرتے تھے جس سے ان کو خوب کمائی حاصل ہوتی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور فرمایا کہ تم ہفتے والے دن شکار نہیں کرسکتے باقی دنوں میں کرسکتے ہو اور ہفتے کے چوبیس گھنٹے صرف عبادت کرنی ہے شکار کرنا منع ہے۔ اسلامی لحاظ سے غروب آفتاب کے ساتھ ہی تاریخ بدل جاتی ہے مثلاً جمعہ والے دن جب سورج غروب ہوگا تو ہفتے کا دن شروع ہوگیا اور انگریزی اعتبار سے رات کے بارہ بجے تاریخ بدلتی ہے۔ بہر حال ہفتے والے دن کے چوبیس گھنٹے ان کیلئے شکار ممنوع تھا جسطرح ہمارے لئے جمعہ کی پہلی آذان سے لیکر امام کے سلام پھیرنے تک ہو کام حرام ہے سوائے اس کے جس کا تعلق نماز جمعہ کے ساتھ ہے اور آذان سے پہلی آذان مراد ہے اور سب کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ اَلْمُعْتَبَرُ الْاَذَانُ الْاَوَّلُ پہلی اذان معتبر ہے اور اس مسجد کا اعتبار ہوگا جہاں یہ نمازِ جمعہ پڑھتا ہے۔ تو اذان ہو جانے کے بعد کھانا حرام، پینا حرام، لکھنا حرام، پڑھنا حرام، بیچنا حرام، خریدنا حرام، ہاں! وضو کرسکتے ہے، غسل کرسکتا ہے، مسواک کرسکتا ہے، کپڑے بدل سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے۔ یعنی جن کاموں کا تعلق نماز جمعہ کے ساتھ ہے وہ کرسکتا ہے۔ امام خطیب اپنا مضمون دیکھ سکتا ہے، قرآن وحدیث سے، فقہی کتابوں سے کیونکہ ان کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے البتہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے لہٰذا وہ خرید وفروخت کرسکتا ہے اور مقامی لوگوں پر جمعہ فرض عین ہے پانچ نمازوں کی طرح۔ عمل کا مسئلہ ہے اچھی طرح ذہن

نشین کر لیں کہ جس پر جمعہ فرض ہے پہلی آذان کے بعد کوئی کام نہیں کر سکتا۔ پہلے ہماری آذان آدھا گھنٹہ پہلے ہوتی تھی مسئلہ بتا بتا کر تھک گئے مگر لوگ بعض نہیں آتے تو ہم نے اپنے خیال کے مطابق یہ فیصلہ کیا کہ آدھا گھنٹہ کی بجائے کچھ وقت پہلے ہو جائے تا کہ لوگ گنہگار ہونے سے بچ جائیں۔ تو ہمارے لئے تو صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کا وقت ہے کہ اس میں ہر وہ کام حرام ہے جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے مگر ان کیلئے چوبیس گھنٹے کی پابندی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَسْئَلْهُمْ اور آپ ان سے سوال کریں عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي اس بستی کے متعلق كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ جو سمندر کے کنارے پر تھی بستی ایلات اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ جبکہ یہ لوگ تجاوز کرتے تھے ہفتے کے دن میں کہ ہفتے والے دن بھی شکار کرنے سے باز نہیں آتے تھے حالانکہ ان کیلئے حرام تھا اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ جس وقت آتی تھیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں حِيْتَان حُوْت کی جمع ہے بمعنی مچھلی يَوْمَ سَبْتِهِمْ جس دن ان کا ہفتہ ہوتا تھا شُرَّعًا بالکل ظاہر۔ پانی کے اوپر تیرتی ہوئی مچھلیاں نظر آتی تھیں اور ان کے منہ سے رال ٹپکتی تھی کہ سامنے پھر رہی ہیں وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ اور جس دن ان کا ہفتہ نہیں ہوتا تھا لَا تَاْتِيْهِمْ مچھلیاں نہیں آتی تھیں ان کے پاس۔ کیونکہ ان دنوں میں وہ ان کو چھیڑتے تھے شکار کرتے تھے اور ہفتے والے دن چونکہ چھیڑتے نہیں تھے اس لئے وہ کھلے طور پر پانی کے اوپر پھرتی تھیں كَذٰلِكَ اسی طرح نَبْلُوْهُمْ ہم ان کا امتحان لیتے رہے بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے تین گروہ ہو گئے ایک گروہ وہ تھا جو حیلے بہانے سے شکار کرتا تھا وہ اس طرح کہ انھوں نے بحر قلزم کے ساتھ ساتھ تالاب بنائے۔ ہفتے والے دن پانی ان تالابوں میں چھوڑ

دیتے مچھلیاں تالابوں میں آجاتیں تو پیچھے سے بند کر دیتے اور پھر سارا ہفتہ پکڑتے رہتے اور دوسرا گروہ وہ تھا جنہوں نے ان کو شروع شروع میں منع کیا جب دیکھا کہ یہ باز نہیں آتے تو انھوں نے کہا کہ اپنی مرضی کرو اور سمجھانا چھوڑ دیا شکار کرنے سے روکا نہیں یہ سمجھ کر کہ ہم نے فریضہ ادا کر دیا ہے اور خود بھی شکار نہیں کرتے تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو آخر دم تک ان کو روکتا اور منع کرتا رہا کہ شکار کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ مردوں اور عورتوں کیلئے مسئلہ یہ ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ رَای مِنکُمْ مُنکَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ "جو تم میں برا کام دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے روکے" یہ ہاتھ سے روکنا اس کیلئے ہے جس کے پاس طاقت اور قدرت ہو فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہیں ہے کہ لوگ سخت قسم کے لڑاکے اور فتان قسم کے ہیں تو پھر دل سے برا سمجھے اور اگر برائی کو دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو فرمایا اس کے دل میں رتی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ آج دیکھو گھروں میں فحاشی ہے ٹی وی لگا ہوا ہے اور اس کو محسوس بھی کوئی نہیں کرتا بھائی نمازوں کا کیا فائدہ، روزوں کا کیا فائدہ؟ بیشک نماز روزہ بڑی نیکی ہیں مگر یہ خرافات نیکیوں کو برباد کر دیتی ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر :

اور مسئلہ یاد رکھنا امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ ۴) تم میں سے ایک جماعت ہو جو خیر کی دعوت دے اور معروف کا حکم

کرے اور برائی کے کاموں سے روکے تو مجموعی طور پر تبلیغ فرض کفایہ ہے اگر ایک جماعت ادا کرے تو دوسرے گناہ سے بچ جائیں گے اور امر بالمعروف ہر جگہ ہے اپنی بیوی کو، بچوں کو، بہنوں کو، بھائیوں کو سمجھاؤ۔ چھوٹوں کو، بڑوں کو استاد شاگردوں کو امر بالمعروف کرتا رہے گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں چل پھر کر تبلیغ کرنا فرض کفایہ ہے۔آج عورتیں کافی موجود ہونگی میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں چند مسائل ہیں ان کا ضرور خیال رکھیں۔ ناخن پالش لگانے سے نہ وضوء ہوتا ہے نہ غسل ہوتا ہے نہ نماز لہٰذا جو عورت تمہارے پاس آئے اس کے ناخن دیکھو اور اس کو نرمی سے سمجھاؤ کہ بہن بیٹی اس ناخن پالش سے نہ وضو، نہ غسل اور جتنی نمازیں پڑھی ہیں وہ ساری تیری گردن پر اسی طرح ہیں اور بعض عورتیں بطور فیشن کے لمبے لمبے ناخن رکھتی ہیں ان کے نیچے مٹی جم جاتی ہے پانی نہیں پہنچتا حالانکہ نیچے والی سطح کا بھیگنا فرض ہے تو جب پانی نہ پہنچا تو نہ وضوء، نہ غسل، پڑھی ہوئی نماز بھی اسی طرح گردن پر باقی ہے۔عورتوں نے ناک میں کوکے ڈالے ہوتے ہیں تو کوکے کا جو سوراخ ہے اگر اندر سے سوئی کے برابر بھی خشک رہ گیا تو وضوء نماز کوئی شے نہیں ہوگی۔اگر بازو چھوٹا ہے ایک انگلی کے برابر بازو ننگا ہے عورت کی نماز نہیں ہوگی۔ باریک دوپٹہ ہے ململ کا یا جارجٹ کا کہ پہنے ہوئے بال نظر آتے ہیں عورت کی نماز نہیں ہوگی چاہے بجلی بند کر کے تاریک کمرے میں پڑھے یہ مسئلے بڑے اہم ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بے وضو سجدہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔تو ناخن پالش سے وضو تو نہ ہوا لمبے ناخن ہیں وضو تو نہ ہوا یہ بیچاری نماز پڑھے گی سجدہ کرے گی کافر ہوگئی نکاح ٹوٹ گیا یہ بظاہر چھوٹے مسائل ہیں مگر پہاڑ سے بڑے ہیں لھذا ان مسائل کو خوب یاد رکھو اور آگے تبلیغ کرو اور نرمی کے

ساتھ سمجھاؤ یہ نہیں کہ دوسروں کے سر پر ڈنڈا مارو اور کہو او بے نماز، او بے روز، او شرابی اس طرح تو لڑائی شروع ہو جائے گی۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرماتھے ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور بعد میں دعا کی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَ مُحَمَّدًا (ﷺ) وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا اے اللہ مجھ پر رحمت نازل فرما اور آنحضرت ﷺ پر اور کسی پر نازل نہ کرنا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا اللہ تعالیٰ کی رحمت تو سب کیلئے ہے تو نے اس کو تنگ کر دیا ہے۔یہ بات کر کے وہ آگے چلا اور مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا لوگوں نے کہا او کیا کر رہا ہے؟ اس کے پیچھے دوڑے ۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کو نہ روکو کرنے دو کیوں کرنے دو؟ وجہ یہ ہے کہ جب اس نے پیشاب شروع کر دیا ہے تو روکنے سے اسے تکلیف ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے تم اس کے پیچھے دوڑو گے وہ آگے دوڑے گا تو ساری مسجد کو گندہ کرے گا اب تو ایک جگہ ہے یہاں سے صاف کرنا آسان ہے جب اس نے پیشاب کر لیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا ''دیکھو یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کیلئے ہیں، نیکیوں کے لئے ہیں، پیشاب پاخانے کیلئے نہیں ہیں۔'' نرمی کے ساتھ اس کو سمجھایا اور جو صحابہ کرامؓ پیچھے دوڑے تھے ان کو بھی تنبیہ فرمائی اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ لَا مُعَسِّرِیْنَ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نرمی کے لئے بھیجا ہے سختی کیلئے نہیں بھیجا تو عزیزو! مسئلہ بتاؤ، سمجھاؤ نرمی کے ساتھ، ڈانگ نہ مارو سختی کرنے سے فتنہ فساد ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا نِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ کیوں نصیحت کرتے ہو تم اس قوم کو کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے اَوْ

مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا یا ان کو سزا دینے والا ہے سخت سزا۔ یہ اس گروہ نے کہا جو ایک دو دفعہ تبلیغ کر کے خاموش ہو گیا تھا اور ان کو کہا جو آخر تک ان کو روکتے اور منع کرتے رہے کہ ہفتے والے دن شکار نہ کرو۔ ان کو کہا کہ چھوڑو کیوں ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہو ان کو رب تعالیٰ نے ہلاک کرنا ہے یا سزا دے گا۔ قَالُوا منع کرنے والوں نے کہا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ عذر کرتے ہوئے تمہارے رب کے سامنے کہ اے پروردگار! ہم ان کو آخر تک سمجھاتے رہے وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اور شاید کہ وہ بچ جائیں گناہ سے کسی بھی وقت اسلئے سمجھانا ہمارا فریضہ ہے وہ مانیں یا نہ مانیں فَلَمَّا نَسُوْا پس جس وقت بھلا دیا انہوں نے مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ وہ چیز جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی۔ جس کے ذریعے ان کو بار بار یاد دھانی کرائی گئی تذکیر کا معنٰی بار بار یاد کرانا......

تین گروہوں کا ذکر:

اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو منع کرتے تھے برائی سے وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور پکڑا ہم نے ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍ سخت عذاب میں۔ کیوں پکڑا؟ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ منع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی اور نافرمانوں کو عذاب میں گرفتار کیا اور وہ جو تیسرا گروہ تھا کہ ایک دو دفعہ منع کرنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا اس کا ذکر نہیں کیا۔ عکرمہؒ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد ہیں ان سے پوچھا گیا کہ تیسرے گروہ کا کیا بنا سزا ملی یا نجات؟ فرمایا سزا نہیں ملی کیونکہ انھوں نے مچھلیوں کا شکار بھی نہیں کیا اور ابتداءً منع بھی کیا اگرچہ بعد میں خاموش ہو

گیا چونکہ ان کا خاموش رہنا اچھی بات نہیں تھی اس لئے رب تعالیٰ نے ان کا ذکر نہیں کیا کہ وہ قابلِ تعریف نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا عَتَوْا پس جب انہوں نے سرکشی کی عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ اس چیز سے جس سے ان کو روکا گیا تھا قُلْنَا لَهُمْ ہم نے ان کو کہا كُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِئِیْنَ ہو جاؤ تم بندر ذلیل۔ یہاں بندروں کا ذکر ہے اور چھٹے پارے میں ہے وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر کی شکل میں مسخ کیا۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ بوڑھوں کو خنزیر اور جوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا تین دن وہ بندر اور خنزیر رہے اس کے بعد ان کو ہلاک کر دیا گیا ان بندروں اور خنزیروں کی آگے نسل نہیں چلی۔ آج جو دنیا میں بندر اور خنزیر ہیں یہ حیوانات کی نسل ہیں اور شروع سے چلی آرہی ہے۔ تفسیروں میں ہے کہ جب ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تو ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور روتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کو بندر اور خنزیر بنایا گیا ہے۔

اعمال کا بگاڑ اور اس کی سزا :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''کہ آخری دور میں میری امت میں سے بھی کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر بنایا جائے گا'' سوال کرنے والے نے پوچھا حضرت وہ کلمہ پڑھنے والے نہیں ہونگے آپؐ نے فرمایا کلمہ تو کیا یُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ نمازیں بھی پڑھتے ہونگے اور روزے بھی رکھتے ہوں گے وَیَحُجُّوْنَ اور حج بھی کرتے ہوں گے لیکن گانے سننے کے شوقین ہوں گے یوں سمجھو کہ ٹی وی کے آگے بیٹھے بیٹھے گانے سنتے سنتے سو جائیں گے صبح کو اٹھیں گے تو بعض بندر اور بعض خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔

بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت ہے کہ بوڑھے خنزیر اور نوجوان بندر بنیں گے پھر ان کو اللہ تعالیٰ ہلاک کردے گا۔ یاد رکھو جو نیکیاں کرتے ہو ان کی حفاظت بھی کرو تاکہ تمہارے حق میں رہیں نوجوانوں رمضان المبارک میں تم نے نمازیں شروع کردی ہیں رمضان شریف کے بعد ان کو چھوڑ نہ دینا بے شک رمضان کی برکات بہت ہیں مگر پانچ نمازیں تو ہمیشہ کیلئے فرض ہیں روزوں کے بعد اپنے اندر انقلاب محسوس کرو۔ ہمارے ایک بزرگ تھے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی ؒ فاضل دیوبند تھے یہاں بھی آتے رہتے تھے شاعر بھی تھے مہاجر تھے انھوں نے یہاں مہاجروں کی کیفیت دیکھی کہ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تو اس پر حضرت نے شعر بولا......

؎ زمین بدلی زماں بدلا مکیں بدلے مکاں بدلا

نہ تو بدلا نہ میں بدلا جو بدلا پھر تو کیا بدلا

لھذا روزوں کے بعد تمہاری کیفیت بدلنی چاہئے نیکی کرو بدی سے پرہیز کرو نمازیں با جماعت پڑھنے کی پابندی کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

وَاِذْتَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُھُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَقَطَّعْنٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْھُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْھُمْ دُوْنَ ذٰلِکَ ۫ وَبَلَوْنٰھُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْکِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ ھٰذَا الْاَدْنٰی وَیَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُلَنَا ۚ وَاِنْ یَّاْتِھِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ یَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْھِمْ مِّیْثَاقُ الْکِتٰبِ اَنْ لَّایَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِیْهِ ؕ وَالدَّارُالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَانُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝

وَاِذْتَاَذَّنَ رَبُّکَ اور جس وقت واضح طور پر اعلان کر دیا تیرے رب نے لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ البتہ ضرور بھیجے گا ان یہودیوں پر قیامت کے دن تک مَنْ یَّسُوْمُھُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ایسے لوگوں کو جو ان کو ضرور دیں گے

بُری سزا اِنَّ رَبَّکَ بے شک تیرارب لَسَرِیۡعُ الۡعِقَابِ جلد سزا دینے والا ہے
وَ اِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے وَقَطَّعۡنٰهُمۡ فِی
الۡاَرۡضِ اُمَمًا اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا زمین میں گروہ در گروہ بنا کر مِنۡهُمُ
الصّٰلِحُوۡنَ بعض ان میں سے نیک ہیں وَمِنۡهُمۡ دُوۡنَ ذٰلِكَ اور بعض ان میں
سے اس کے سوا بھی تھے وَبَلَوۡنٰهُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ اور ہم نے امتحان لیا
ان کا نیکیوں کے ساتھ اور برائیوں کے ساتھ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ تا کہ یہ لوگ
واپس لوٹ آئیں فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ پس خلیفہ بنے ان کے بعد نااہل
لوگ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ جو وارث ہوئے کتاب کے يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى لیتے
رہے اس گھٹیا زندگی کا سامان وَيَقُوۡلُوۡنَ اور کہتے ہیں سَيُغۡفَرُ لَنَا بتاکید ہمیں بخش دیا
جائے گا وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ اور اگر آئے ان کے پاس اس جیسا اور سامان
يَاۡخُذُوۡهُ تو اس کو لے لیتے ہیں اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ کیا نہیں لیا
گیا تھا ان سے پختہ عہد کتاب میں اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ کہ وہ نہ
کہیں گے اللہ تعالیٰ پر مگر حق وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ اور پڑھا انھوں نے جو کچھ اس میں
لکھا ہوا تھا وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ اور آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے لِّلَّذِيۡنَ
يَتَّقُوۡنَ ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو
وَالَّذِيۡنَ يُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑتے ہیں کتاب کو
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ

اَلْمُصْلِحِیْنَ بیشک ہم نہیں ضائع کرتے اصلاح کرنے والوں کا اجر۔

پہلے سے بنی اسرائیل کا ذکر چلا آرہا ہے ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانیاں کیں، من وسلویٰ ان پر نازل فرمایا، ان کیلئے پتھر سے پانی کے چشمے جاری فرمائے، دریا کو ان کیلئے پھاڑا، بادلوں سے ان پر سایہ کیا بہت کچھ کیا لیکن یہ بڑی نافرمان اور ضدی قوم تھی اور ذہین بھی تھی یہ دو خوبیاں ہیں ان کی ذہین اور ضدی۔ جب انھوں نے نافرمانی کی حدیں توڑ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکَ اور جس وقت واضح طور پر اعلان کر دیا تیرے رب نے اپنے پیغمبروں، کتابوں اور صحیفوں کے ذریعے لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ البتہ ضرور بھیجے گا ان یہودیوں پر قیامت کے دن تک۔ بھیجے گا یعنی بھیجتا رہے گا مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ایسے لوگوں کو جو ان کو ضرور دیں گے بری سزا۔ ان کو تکلیفیں پہنچائیں گے یہود اس زمانے میں مغضوب علیہم تھے اور باوجود مالدار ہونے کے صدہا سال تک غلامی میں رہے اور ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ اِسوقت بھی اگر امریکہ جیسے بدمعاش، برطانیہ اور فرانس ان کی مدد نہ کریں تو چند گھنٹے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔

اجتماع اہلِ یہود اور اہل ایمان سے لڑنا :

آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے حدیث کی پہلی کتاب مشکوٰۃ شریف ہم نے پڑھی جس وقت یہ حدیث ہمارے سامنے آئی یُقَاتِلُوْنَکُمُ الْیَهُوْدَ یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے وَتُقَاتِلُوْنَ الْیَهُوْدَ اور تم یہودیوں کے ساتھ لڑو گے۔ ہم بڑے حیران ہوئے کہ یہودیوں کے ساتھ ہماری کیا لڑائی ہوگی اور ان کی ہمارے ساتھ کیا لڑائی ہوگی ان کی کیا حیثیت ہے کہ اس وقت فلسطین میں چھ سات ہزار یہودی تھے ہم نے استاذِ محترم حضرت

مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے سوال کیا کہ حضرت ان لوگوں سے لڑنا تو ہماری توہین ہوگی کہ میدان میں ایک پہلوان ہو اور دوسری طرف بچہ ہو تو پہلوان کی توہین ہوتی ہے تو یہودی تو ہمارے مقابلے میں بچے ہیں حضرت نے فرمایا ''میاں (یہ حضرت کا تکیہ کلام تھا) اس وقت ان کو قوت حاصل ہو جائے گی جب ان کی تباہی کا وقت آئے گا ان کو پر لگ جائیں گے چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں'' اس وقت ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ ان کو قوت کس طرح حاصل ہو جائے گی لیکن دیکھتے دیکھتے ہی اب وہاں ۸۰ لاکھ یہودی ہیں اور ان خبیث حکومتوں نے تجربہ کار افراد جو اکثر فوجی ہیں وہاں جمع کر دیئے ہیں اس وقت دنیا میں اسلحہ کے اعتبار سے یہودی تیسرے نمبر پر ہیں ایٹم بم تک انھوں نے تیار کر لیا ہے بیچارے صدام نے سر اٹھایا ہے تو اس کو ان خبیثوں نے کچلنا شروع کیا ہوا ہے۔ اس کی کچھ نادانیاں بھی ہیں اگر وہ نادانی نہ کرتا اور اگر اب بھی نہ کرے تو خیر ہے لیکن وہ بھی بڑا ضدی آدمی ہے اس کی نادانی کی وجہ سے آٹھ لاکھ آدمی پہلے شہید ہوئے ہیں۔ (اور اب اسے بھی امریکہ نے پھانسی دیدی ہے) تو اللہ تعالیٰ نے یہود پر دوسری قوموں کو مسلط کیا وہ ان کو تکلیفیں دیتے رہے اس وقت کافی قوت ہونے کے باوجود آس پاس کے مجاہدین سے ڈرتے رہتے ہیں اور موت سے جتنا یہودی ڈرتے ہیں اتنا دنیا کی اور کوئی قوم نہیں ڈرتی۔ پہلے پارے میں ہے **وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَيٰوةٍ** اور البتہ تم ان لوگوں کو زندگی پر زیادہ حریص پاؤ گے۔ لوگوں سے بھی ذرا سی ٹھاہ ہو جائے تو ان پر خوف طاری ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور سزا دے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور وہ وقت قریب آچکا ہے کہ دنیا سے ان کا وجود ختم ہو جائے گا یہودیوں کو اگر غیر مسلموں میں

سے کسی نے سمجھا ہے تو ہٹلر نے سمجھا ہے باقی کافروں میں سے کوئی ان کو صحیح معنٰی میں سمجھ نہیں سکا اس نے ان کا صفایا کیا تھا ساری دنیا میں انھوں نے خباثت پھیلائی ہوئی ہے خفیہ تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں ان کو مالی قوۃ پہنچاتے ہیں اور سازشیں کرتے رہتے ہیں اور ظاہری طور پر خود خاموش رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیۡعُ الۡعِقَابِ بے شک تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ مجرموں کو وَ اِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے وَقَطَّعۡنٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اُمَمًا اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا زمین میں گروہ در گروہ بنا کر۔ اسوقت دنیا کے بیشتر علاقوں میں ان کے کارخانے ہیں، ان کی تنظیمیں، بڑے مالدار ہیں اور سب پر چھائے ہوئے ہیں باوجود اس کے کہ عیسائی ان کو اپنے برابر نہیں سمجھتے مگر ان کا اثر ورسوخ اتنا ہے کہ ان کے پنجے سے نکل نہیں سکتے مِنۡهُمُ الصّٰلِحُوۡنَ بعض ان میں سے ٹھیک ہیں۔ سارے بُرے نہیں ہیں بنی اسرائیل صدیوں پر محیط ہے ان میں نیک اور اللہ والے بھی ہوئے ہیں وَمِنۡهُمۡ دُوۡنَ ذٰلِکَ اور بعض ان میں سے اس کے سوا بھی تھے برے اور حد سے نکلنے والے وَبَلَوۡنٰهُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ اور ہم نے ان کا امتحان لیا نیکیوں کے ساتھ۔ کہ ان کو مال دیا، اولاد دی، عزت دی، راحتیں پہنچائیں، حکومت دی وَالسَّیِّاٰتِ اور برائیوں کے ساتھ کہ پریشانیوں میں مبتلا کیا لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ تاکہ یہ لوگ واپس لوٹ آئیں گناہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ لوگ رجوع کریں مثلاً ڈیڑھ دو ماہ سے ہم پر دھند مسلط ہے کاروبارِ زندگی معطل، جہازوں کے نظام میں گڑ بڑ، ٹریفک کا نظام درہم برہم لیکن توبہ کرنے والے کتنے لوگ ہیں جسطرح پہلے تھے اسی طرح ہیں کسی پر کوئی اثر نہیں ہے الا ماشاء اللہ کچھ اللہ تعالیٰ کے

بندے ہیں جو تائب ہوئے ہیں۔تو یہ آفات رب تعالیٰ کی طرف سے تنبیہات ہوتی ہیں جب لوگ رجوع نہیں کرتے تو پھر سخت گرفت آتی ہے اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ پس خلیفہ بنے ان کے بعد نا اہل لوگ۔خَلَفٌ لام کی زبر کے ساتھ ہو تو معنیٰ ہوتا ہے صحیح جانشین اور اگر خَلْفٌ لام کے سکون کے ساتھ ہو تو معنیٰ ہوتا ہے نا اہل۔ اگر کہا جائے کہ فلاں،فلاں کا خَلَفُ الرَّشِيْد ہے تو معنیٰ ہوگا کہ فلاں فلاں کا صحیح جانشین ہے اور اگر کہا جائے کہ فلاں،فلاں کا خَلْفُ الرَّشِيْد ہے تو معنیٰ ہوگا فلاں فلاں کا نا اہل جانشین ہے۔تو اس کے بعد نا اہل لوگ آئے وَّرِثُوا الْكِتٰبَ جو وارث ہوئے کتاب کے یعنی تورات کے یہ ان کی مرکزی کتاب تھی ہزار ہا سال تک لوگ اس پر عمل کرتے آئے ہیں لیکن نا اہل لوگوں نے کیا کام کیا يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى لیتے رہے اس گھٹیا زندگی کا سامان۔غلط فتوے دیتے تھے اور جدھر سے رقم زیادہ مل جاتی اس کے حق میں فیصلہ اور فتویٰ دے دیتے۔آج ہماری عدالتوں کا بھی یہی حال ہے اگرچہ اچھے جج بھی موجود ہیں انصاف اور دیانت والے لیکن اکثریت ایسوں کی ہے جو مال لیکر مجرم کو غیر مجرم اور غیر مجرم کو مجرم بنا دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کہتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سَيُغْفَرُ لَنَا بتاکید ہمیں بخش دیا جائے گا۔اس لئے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں،نیکوں کی اولاد ہیں،ہمارا نام یہودی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ اور اگر آئے ان کے پاس اس جیسا اور سامان يَاْخُذُوْهُ تو اس کو لے لیتے ہیں۔ان کا پیٹ نہیں بھرتا لوگوں کا ناحق مال لیتے ہیں۔

یہودی علماء اور بدعات :

دسویں پارے میں آتا ہے اِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ بیشک بہت سے عالم اور درویش البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال باطل طریقے سے۔تو یہودیوں کے مولویوں اور پیروں کا یہ کام تھا کہ وہ لوگوں کا مال بھی ناجائز طریقے سے کھاتے تھے اور ان کے ایمان پر بھی ڈاکے ڈالتے تھے اور عوام یہ سمجھتے تھے کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہی دین ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ اہل بدعت نے آذان سے پہلے اور بعد میں صلاۃ والی جو بدعت شروع کی ہے آنے والی نسلیں یہ سمجھیں گی کہ یہ آذان کا جز ہے اور دین میں اتنی احتیاط ہے کہ وَلَا الضَّالِّيْن کے بعد آمین یہ دعا ہے لیکن قرآن کریم کے کسی نسخے میں تمہیں آمین لکھی ہوئی نظر نہیں آئے گی کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ قرآن کا حصہ ہے۔اس امت نے قرآن کو محفوظ رکھا ہے اس کی زیر زبر تک کی حفاظت کی ہے بعض لوگوں نے قرآن کریم کا صرف ترجمہ شائع کیا تھا حروف کے بغیر اس زمانے میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے ان کے خلاف آواز بلند کی میں خود ان کے پاس پہنچا اور ان کی تائید کی کھل کر کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ان لوگوں نے اپنے ذوق کے مطابق ترجمہ کیا تھا لفظی ترجمہ نہیں تھا آنے والی نسلوں کو اگر اس ترجمہ پر چھوڑ دیا جاتا تو قرآن کریم کا حلیہ بگڑ جاتا اس لئے یاد رکھنا کوئی بھی ایسا ترجمہ کہ جس کے ساتھ قرآن کریم کے الفاظ نہ ہوں مت خریدنا اور نہ پڑھنا وہ ترجمہ پڑھو جس کے ساتھ اصل متن موجود ہو یہودیوں نے غیر دین کو دین میں شامل کر کے دین کا نقشہ بدل دیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہودیوں کی مخالفت کی یہی وجہ تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ دین میں جو تم نے رسمیں نکالی ہوئی ہیں وہ دین نہیں ہے اور وہ ان کی کمائی کا سلسلہ تھا پیٹ

کا سارا دھندا اس پر چلتا تھا تو ان کے مولویوں اور پیروں نے عوام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کر دیا کہ یہ ہمارے دین پر حملہ کرتا ہے ان کے خلاف انھوں نے تحریک چلائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کو سولی پر لٹکاؤ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے حالانکہ وہ بدعات کو دین سے الگ کرنا چاہتے تھے یہ مخالف ہو گئے کیونکہ ان کے پیٹ پر زد پڑتی تھی اور مخالفت میں یہاں تک چلے گئے کہ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (النساء:۱۵۶) اور حضرت مریمؑ پر بڑا بہتان باندھنے پر۔ کہنے لگے یہ کہتا ہے کہ میں مصلح ہوں یہ تو حلالی نہیں ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) مصلح کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ کیا نہیں لیا گیا تھا ان سے پختہ عہد کتاب میں، تورات میں وعدہ نہیں لیا گیا تھا اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ کہ وہ نہیں کہیں گے اللہ تعالیٰ پر مگر حق۔

رشوت ستانی :

یعنی وہ باتیں کہیں گے جو رب تعالیٰ نے فرمائی ہیں مگر یہ تو غلط فتوے اور خلاف شرع فیصلے کرتے ہیں اور ذمہ اللہ تعالیٰ کے لگاتے ہیں اور اس کے بدلے جو رشوت لیتے تھے اس کو نذرانہ کہتے تھے یاد رکھنا! جس آدمی کے ہاتھ میں کچھ اختیار ہے اس کو جو بھی دو گے رشوت ہو گی چاہے کسی بھی نام سے دے، عیدی کہہ کر دیا جائے ہدیہ کہہ کر دیا جائے وہ رشوت ہی ہے۔ اور اگر وہ حکمران نہیں ہے تو ہدیہ دو عیدی دو سب جائز ہے اور یہ جو حکمران دوسرے ملکوں کے دورے پر جاتے ہیں اور ان کو حکومتوں کی طرف سے تحفے تحائف ملتے ہیں وہ ان لوگوں کی ذات کیلئے جائز نہیں ہیں وہ حکومت کا مال ہے مگر یہ لوگ کروڑوں کے تحفے اپنے لئے لیتے ہیں یہ جائز نہیں ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ تو ان سے عہد لیا

گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق بات ہی کہیں گے وَدَرَسُوْامَافِيْهِ اور پڑھا انھوں نے جو کچھ اس میں لکھا ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے جو احکام دئے تھے سب پڑھتے تھے دنیا کی طرف اتنا نہ جھکو وَالدَّارُالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ اور آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے۔ دنیا کیلئے غلط طریقے نہ اختیار کرو، کتاب اللہ کو نہ بدلو، غلط فتوے نہ دو، رسم ورواج کی ترویج نہ کرو اور ان کے ذریعے مال نہ کھاؤ، آخرت کو سامنے رکھو آخرت کا گھر بہت بہتر ہے۔ لیکن کن لوگوں کیلئے لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو کہ عارضی شے عارضی ہوتی ہے اور دائمی شے دائمی ہوتی ہے۔ حق حق ہے باطل باطل ہے، سچ سچ ہے جھوٹ جھوٹ ہے، ایمان ایمان ہے کفر کفر ہے۔ اتنی واضح بات بھی ان کو سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑتے ہیں کتاب کو۔ تمسک کا معنٰی ہے کسی شے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا اسے پڑھتے بھی ہیں سمجھتے بھی ہیں ایسے لوگوں کی واضح علامت یہ ہے کہ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور وہ قائم رکھتے ہیں نماز کو۔ اگر نماز کو قائم رکھتے ہیں تو سمجھ لو کہ واقعی یہ کتاب کو ماننے والے ہیں اور نااہل لوگوں کی علامت دوسری جگہ بیان فرمائی کہ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ انھوں نے نماز ضائع کردی۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں ہوتا تھا صحابہ کرامؓ کا دور ۱۱۰ھ تک رہا ہے ایک سو دس سال میں ایک مقدمہ بھی دائر نہیں ہوا کہ فلاں آدمی نے دیدہ دانستہ طور پر نماز چھوڑ دی ہے۔ اگر کوئی مقدمہ دائر ہوا ہوتا تو اس کا فیصلہ ہوا ہوتا، اس کی نظیر ملتی کتابوں میں اسکی کوئی نظیر نہیں ہے۔

بے نمازی کے بارے میں ائمہ اربعہ کی رائے :

بے نماز کے متعلق تین امام فرماتے ہیں کہ جو شخص بالغ ہونے کے بعد قصداً ایک نماز چھوڑ دے اس کی سزا قتل ہے۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس لئے قتل کرو کہ ایک نماز چھوڑ کر یہ مرتد ہو گیا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرتد تو نہیں ہوا لیکن اتنا بڑا مجرم ہے کہ اس۔کے وجود کی لعنت زمین پر پڑے گی لہذا اس کو ختم کر دو تا کہ اس کی لعنت زمین پر نہ پڑے اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کو قید کر دو اگر سچے دل سے توبہ کرے تو رہا کرو ورنہ جیل میں ہی مر جائے اس کے ناپاک قدموں سے زمین ناپاک نہ ہو۔یہ ایک نماز کی بات ہے ہفتے مہینے کی نمازوں کی بات نہیں ہے یہ ہمارا حکمران طبقہ اسلام کو کیوں نہیں آنے دیتا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری خیر نہیں ہے۔فرمایا اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ بیشک ہم نہیں ضائع کرتے اصلاح کرنے والوں کا اجر۔جو اپنی بھی اصلاح کرتے ہیں اور دوسروں کی اصلاح کی بھی فکر کرتے ہیں ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ اور جب ہم نے اکھاڑا پہاڑ کو فَوْقَهُمْ ان کے اوپر كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ گویا کہ وہ سائبان تھا وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بیشک وہ پہاڑ ان پر گرنے والا ہے خُذُوْا پکڑو مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ جو چیز ہم نے تمہیں دی ہے قوت کے ساتھ وَّاذْكُرُوْا اور یاد کرو مَا فِيْهِ جو کچھ اس میں ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ اور جب لیا وعدہ تیرے رب نے مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ بنی آدم سے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکال کر وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اور گواہ بنایا ان کو ان کی جانوں پر

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰی کہا انھوں نے ہاں ضرور آپ ہمارے رب ہیں شَهِدْنَا ہم گواہی دیتے ہیں اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تا کہ نہ کہو تم قیامت والے دن اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ بیشک ہم اس سے غافل تھے اَوْ تَقُوْلُوْٓا یا یہ نہ کہو اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ پختہ بات ہے شرک کیا ہمارے باپ دادا نے اس سے پہلے وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اور ہم تو ان کی اولاد تھے ان کے بعد اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ کیا پس آپ ہمیں ہلاک کریں گے اس کاروائی کی وجہ سے جو باطل پرستوں نے کی ہے وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور تا کہ یہ لوگ گناہوں سے باز آجائیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا تورات لانا اور قوم کی نافرمانی :

اس سے پچھلی آیات میں تورات کا ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لے کر آئے تو لوگوں کو کہا کہ فلاں جگہ پر سب اکٹھے ہو جاؤ میں نے تمہیں توراۃ سنانی ہے چنانچہ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان سارے اکٹھے ہو گئے ان کی زبان عبرانی تھی اور تورات بھی عبرانی زبان میں تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک بھی بڑا تھا اور آواز بھی بڑی بلند تھی پہلوان قسم کے بزرگ تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ تورات ان کو سنائی تا کہ ہر ہر آیت کا حکم سمجھ لیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات پڑھنی شروع کی جہاں کہیں کوئی سخت حکم آتا تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور بعض بول بھی پڑتے موسیٰ علیہ السلام

فرماتے خاموشی کے ساتھ سن لو جو کچھ کہنا ہو بعد میں کہہ لینا توراۃ سننے کے بعد کہنے لگے یہ تو بڑی سخت کتاب ہے،ہم تو اس پر عمل نہیں کر سکتے۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے آزاد زندگی بسر کی ہے اب تمہیں پابندی مشکل نظر آرہی ہے لیکن جب عمل کرو گے تو آسان ہو جائے گی کہنے لگے ہمیں یہ کتاب نہیں چاہئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دیا اور فرمایا اس کو قبول کرو ورنہ پہاڑ تم پر گرا دیں گے اس کا ذکر ہے وَاِذْنَتَقْنَا الْجَبَلَ اور جب ہم نے اکھاڑا پہاڑ کو فَوْقَهُمْ ان کے اوپر اٹھا کر سر پر لٹکا دیا کَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ گویا کہ وہ سائبان تھا۔سائبان کی شکل میں ان کے سروں پر معلق کر دیا وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بیشک پہاڑ ان پر گرنے والا ہے۔ہم نے کہا خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑو جو چیز ہم نے تمہیں دی ہے قوت کے ساتھ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ اور یاد کرو جو کچھ اس میں ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ رب تعالیٰ کی گرفت سے۔اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی پر جبر نہیں کرتے اس کا قانون ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین میں جبر نہیں ہے۔اور اس سے زیادہ کیا جبر ہوگا کہ طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دیا کہ قبول کرو ورنہ تم پر گرا دیا جائے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ جبر شریعت کو قبول کرانے کیلئے نہیں تھا شریعت تو پہلے وہ قبول کر چکے تھے اور انھوں نے خود مطالبہ کیا تھا کہ ہمارے لئے کوئی قانون اور دستور ہونا چاہئے تاکہ ہم اس کے مطابق زندگی گذاریں۔اب جب کتاب آگئی تو ماننے سے انکار کر دیا تو یہ جبر نقض عہد کی وجہ سے تھا جیسا کہ چھٹے پارے میں تصریح ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ اس کے عہد توڑنے کیوجہ سے۔تو یہ وعدہ شکنی کی وجہ سے ہوا نہ کہ ابتداء شریعت منوانے کیلئے دونوں میں

بڑا فرق ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ تم کسی کافر کو تبلیغ کر سکتے ہو، اسلام قبول کرنے کی ترغیب دے سکتے ہو لیکن ڈنڈے کے زور پر اسے مسلمان کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر وہ مسلمان ہو جانے کے بعد مرتد ہو گیا تو اس کی سزا قتل ہے کیونکہ اس نے عہد شکنی کی ہے غدار ہے اور غدار کو کوئی حکومت بھی معاف نہیں کرتی تو جو بندوں کی حکومت کا غدار ہو اس کیلئے سزا موت ہے تو جو رب تعالیٰ کا غدار ہو اس کیلئے تو موت بھی تھوڑی سزا ہے زیادہ ہونی چاہئے تھی لیکن اس میں بھی بڑی سہولتیں رکھی گئی ہیں کہ مرتد کو تین دن کی مہلت دی جائے گی تا کہ وہ اپنے شکوک وشبہات دور کرے اس کو ایک آدمی سمجھائے گا اس سے نہ سمجھا تو دوسرا سمجھائے گا، تیسرا سمجھائے گا، چوتھا سمجھائے گا، اس کے اشکالات دور کیے جائیں گے اگر تین دن تک نہ سمجھا تو چوتھے دن قتل کر دیا جائے گا اور یہ قتل ارتداد غداری اور نقض عہد کی وجہ سے ہوگا نہ کہ ابتداءً شریعت اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے ہوگا تو ان پر کوہِ طور کو عہد شکنی کی وجہ سے مسلط کیا گیا تھا وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ اور جب لیا وعدہ تیرے رب نے بنی آدم سے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکال کر۔عرفات کا میدان بڑا وسیع ہے لاکھوں کی تعداد میں لوگ وہاں سما جاتے ہیں عرفات کے ایک کنارے پر وادی مُعَزَّۃُ النعمان ہے اس وادی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیٹھ کی دائیں طرف دست پھیرا تو اَصْحَابُ الیمین چیونٹیوں کی طرح سامنے آ گئے پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا تو اَصْحَابُ الشمال چیونٹیوں کی طرح سامنے آ گئے۔آدمؑ نے پوچھا پروردگار یہ کیا ہے؟ فرمایا تیری اولاد ہے۔پروردگار کوئی چھوٹا ہے، کوئی لمبا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی کالا ہے، ان کو ایک جیسا نہیں بنایا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے

فرمایا اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْكَرَ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ میرا شکریہ ادا کیا جائے۔ امیر غریب کو دیکھ کر، بڑا چھوٹے کو دیکھ کر، گورا کالے کو دیکھ کر شکریہ ادا کرے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے سب کو ادراک وشعور عطا فرمایا اور دو چیزیں سامنے رکھیں وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اور گواہ بنایا ان کو ان کی جانوں پر۔ پہلی چیز فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰى کہا انھوں نے ہاں ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔ ازل میں عالم مثال اور عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب سے یہ وعدہ لیا اور......

میثاقِ انبیاء اور حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق :

ایک وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے لیا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد کہ جب میں نے تم کو کتاب اور حکمت دیدی ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ پھر آیا تمہارے پاس رسول تصدیق کرنے والا اس کی جو تمہارے پاس ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (پ ۳) البتہ ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور البتہ ضرور اس کی مدد کرو گے۔ آخری پیغمبر کی مدد کرنا تمہارے فریضہ میں شامل ہے۔ تو یہ دو عہد لئے گئے شَهِدْنَا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے یہ وعدہ کر لیا کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ وعدہ کیوں لیا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تاکہ نہ کہو تم قیامت والے دن اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ کہ بیشک ہم اس سے غافل تھے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ ہمارے رب ہیں اَوْ تَقُوْلُوْٓا یا یہ نہ کہو اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ پختہ بات ہے کہ شرک کیا ہمارے باپ دادا نے اس سے پہلے وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اور ہم تو ان کی

اولاد تھے ان کے بعد ان کے نقش قدم پر چلتے رہے تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو اس لئے میں نے براہ راست تم سے اقرار لیا ہے اور تم نے مان لیا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں تا کہ تم کل حجت بازی نہ کرسکو۔

ملحدوں کا اعتراض اور اسکا جواب :

بعض ملحدوں نے اعتراض کیا ہے کہ ہمیں تو وہ وعدہ یاد نہیں ہے اگر ہوتا تو کسی نہ کسی کو تو یاد ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ جن حضرات کے حافظے مضبوط ہیں ان کو یاد ہے چنانچہ تفسیروں میں حوالے آتے ہیں بہت سارے بزرگوں کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ عہد ہمیں یاد ہے۔ان میں حضرت علیؓ کا نام آتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ وعدہ مجھے یاد ہے حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ بہت بڑے ولی ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں مجھے وہ وعدہ یاد ہے۔شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ وعدہ یاد ہے۔اور کئی بزرگ ہیں جن کو وہ وعدہ یاد ہے اگر ماشُما کو یاد نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وعدہ لیا ہی نہیں گیا ہمیں اور کون سی ساری باتیں یاد ہیں مثلاً ہمیں ابا امی کسی نے سکھایا ہے، روٹی، پانی، آسمان، زمین کسی نے تو سکھایا ہے مگر کوئی نہیں بتا سکتا کہ کس نے کس وقت اور کس جگہ ہمیں یہ الفاظ یاد کرائے ہیں ہاں ان کا نتیجہ ہمارے ذہن میں ہے کہ جو چیزیں ہمیں بتلائی گئی ہیں حق ہیں اسی طرح وہ وعدہ یاد نہیں ہے لیکن اس کا نتیجہ ہمارے ذہن میں ہے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔اور سوائے چند دہریوں کے سارے مانتے ہیں ہندو ہوں یا سکھ ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی ہوں، بدھ ہوں یا ڈوگرے ہوں سب کے سب رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے عنوان کے مطابق مانتا ہے۔البتہ دہریئے کہتے ہیں

کہ ایک گول سا مادہ ہے جیسے پیڑا ہوتا ہے اس نے ساری زمین اور آسمان پیدا کئے ہیں اور خود اس کو کوئی شد بد نہیں ہے اور ان کا یہ نظریہ عقل کے خلاف ہے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تم سے یہ عہد اس لئے لیا کہ کل کو تم یہ نہ کہو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے کیا تھا ہم تو ان کی اولاد تھے ان کے نقش قدم پر چلتے تھے اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔اسلئے رب تعالیٰ نے سب کو ادراک و شعور دے کر اقرار کرایا کہ میں تمہارا رب ہوں اور یہ نہ کہہ سکو اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ کیا پس آپ ہمیں ہلاک کریں گے اس کاروائی کی وجہ سے جو باطل پرستوں نے کی ہے۔ہمارے آباء واجداد نے اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے رہے وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو وَلَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ اور تا کہ یہ لوگ گناہوں سے باز آ جائیں۔رب تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جائیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَآءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور آپ پڑھ کر سنائیں ان لوگوں کو نَبَاَ الَّذِیْ خبر اس شخص کی اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا جس کو ہم نے دی تھیں اپنی کچھ نشانیاں فَانْسَلَخَ مِنْهَا پس وہ نکل گیا ان نشانیوں سے فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ پس اس کا پیچھا کیا شیطان نے فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ پس ہو گیا وہ گمراہوں میں سے وَلَوْ شِئْنَا اور اگر ہم چاہتے لَرَفَعْنٰهُ بِهَا تو البتہ ہم اس کو بلند کرتے ان نشانیوں کی وجہ سے وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ اور لیکن وہ جھک گیا زمین کی طرف وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی فَمَثَلُهٗ پس اس کی مثال كَمَثَلِ الْكَلْبِ جیسے مثال ہے کتے کی اِنْ تَحْمِلْ

عَلَیْهِ یَلْهَثْ اگرتواس پرحملہ کرے تو وہ ہانپتا ہے اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ یا اگراس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہے ذٰلِکَ مَثَلُ الْقَوْمِ یہ مثال ہے قوم کی الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جس نے جھٹلا دیا ہماری ایتوں کو فَاقْصُصِ الْقَصَصَ پس آپ بیان کریں حالات لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ غور وفکر کریں سَآءَ بُری ہے مَثَلًا نِ الْقَوْمُ مثال اس قوم کی الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ پس وہی ہدایت پانے والا ہے وَمَنْ یُّضْلِلْ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس وہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

مقامِ انبیاء اور درجات :

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نیک لوگوں کے واقعات بھی بیان فرمائے ہیں اور بُرے لوگوں کے حالات بھی بیان فرمائے ہیں۔ نیکوں کے واقعات اس لئے بیان فرمائے ہیں کہ تم ان کی پیروی کرو، ان کے نقش قدم پر چلو اور بُرے لوگوں کے حالات اس لئے بیان فرمائے ہیں تاکہ تم ان سے پرہیز کرو اور تمہارا حشر ان جیسا نہ ہو اس سلسلے کا یہ واقعہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر کا بھی کئی دفعہ آپ حضرات سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اور آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا درجہ ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک صوفی قسم کا آدمی تھا اس کا نام بلعم اور باپ کا نام باعورا تھا بلعم ابن باعورا کے ہاتھ پر بڑی عجیب و غریب قسم کی چیزیں صادر ہوتی تھیں لوگوں کا اس کی طرف رجوع تھا کوئی کہتا میرے سر میں درد ہے پھونک مارتا درد فوراً ٹھیک ہو جاتا، کوئی کہتا میرے گھٹنوں میں درد ہے یہ دم کرتا وہ ٹھیک ہو جاتا کوئی کہتا میری کمر میں درد ہے کمر پر ہاتھ پھیرتا تکلیف دور ہو جاتی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔ یہ تو بہانہ تھا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ تھا کسی کا کام رکا ہوا ہوتا، شادی نہیں ہو رہی، رقم پھنس گئی ہے، ناحق مقدمے میں مبتلا ہو گیا ہوتا، زمین مکان پر کسی نے قبضہ کر لیا ہے، اس کے پاس آتے بلعم باعورا دعا کرتا اللہ تعالیٰ ان پر کرم فرما دیتا اور مصیبتوں سے چھٹکارا مل جاتا۔ بڑی دور دور تک اس کی شہرت تھی مرد عورتوں کا ہجوم لگا رہتا تھا اور تھا بھی بڑا عابد زاہد اس کی عبادت بھی لوگوں میں مشہور تھی اس کا مقبول الدعا ہونا بھی لوگوں میں معروف تھا۔ فرعون اور اس کے حواری موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے تنگ تھے اور جادوگروں کے ذریعے بھی مقابلہ نہ کر سکے ان کے جادوگر مات ہو گئے ان کی نیندیں حرام ہو گئیں بڑے پریشان تھے کہ اب کیا کریں مشورے سے طے ہوا کہ معزز آدمیوں کا ایک وفد بلعم باعورا کو ملے اور ان سے کہے کہ تم مقبول الدعا ہو لوگوں کے حق میں دعا بددعا کرتے رہتے ہو موسیٰ علیہ السلام کے حق میں بددعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو (معاذ اللہ تعالیٰ) ختم کر دے کہ ہم اس سے چھٹکارا پا لیں اس نے ہمارے ناک میں دم کیا ہوا ہے تعداد میں ہم زیادہ ہیں اقتدار ہمارے پاس لیکن اس نے ہمارا جینا حرام کیا ہوا ہے چنانچہ یہ وفد بلعم باعورا کے پاس پہنچا اور اس کو سارے حالات سنائے اور موسیٰ علیہ السلام

کے خلاف بددعا کرنے کی التجا کی بلعم باعورا اُچھلا اور کہنے لگے شیطانو! تم کیا کہتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے خلاف بددعا کروں اور پیغمبر بھی بلند شان والا صاحب شریعت ، بھاگ جاؤ یہاں سے وفد کو اس نے ڈرایا وفد واپس چلا گیا مگر ان کو اس کا لالچی ہونا معلوم تھا اور وہ اس کی اس عادت سے واقف تھے کہ جو شخص اس کی تھوڑی خدمت کرتا تھا اس کی طرف توجہ بھی تھوڑی دیتا تھا اور جو زیادہ خدمت کرتا تھا اس کی طرف توجہ بہت زیادہ کرتا تھا۔

تعویز فروشی اور اجرت :

ضمنی طور پر یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ چاروں ائمہ کرامؒ اور سو فیصد محدثینؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ دم اور تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے اور بخاری وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے البتہ ہمارے اکابر کا یہ طریقہ تھا کہ وہ کسی سے مانگتے نہیں تھے اور اشارہ بھی نہیں کرتے تھے کہ اجرت دو اگر کوئی اپنی خوشی سے دے دیتا تھا تو لے لیتے تھے کیونکہ معاوضہ حلال ہے حرام نہیں ہے۔ ایسا نہیں کرتے تھے کہ تو نے کتنی رقم کا تعویذ کرانا ہے جیسے آج کل لوگوں نے دکانیں کھولی ہوئی ہیں۔ ہمارے اکابر سب تعویذ کرتے تھے شفا رب تعالیٰ کے پاس ہے بندے کے پاس نہیں ہے۔ پیسے مانگنا ، لالچ کرنا ہمارے اکابر کے طریقے کے خلاف ہے۔

خیر لوگوں کو علم تھا کہ بلعم باعورا لالچی ہے انھوں نے دوبارہ وفد تشکیل دیا وہ اس کے پاس گیا اور سونے ، چاندی اور جواہرات کے ہدیے پیش کیے اور اس کو بددعا کا کہا مگر وہ پھر بھی بددعا پر آمادہ نہ ہوا چنانچہ تیسری مرتبہ وفد آیا اور کافی مقدار میں سونا چاندی ، ہیرے

موتی اور نقدی کے ڈھیر اس کے سامنے لگا دیئے۔اس نے اپنے خاص خاص مریدوں کو مجلس سے اٹھا دیا تا کہ لیتے ہوئے شرم نہ آئے۔اب صرف وفد تھا اور بلعم باعورا تھا وفد والوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں بڑا تنگ کیا ہے اس کے حق میں بد دعا کرو لالچ میں آ گیا اور شیطان عدو مبین ہے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ہر مرحلے میں دشمنی کرتا ہے اور اس کی دشمنی سے بچنا بڑا مشکل ہے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے سوا کوئی نہیں بچ سکتا۔ایک قصہ مشہور ہے اور بعض قصے بھی بڑے معنیٰ خیز ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا شیطان کے جال میں نہیں آتا تھا گرمی کا زمانہ اور دوپہر کا وقت تھا وہ بزرگ ایک دیوار کے سائے میں سو گیا دن لمبے ہوں اور رات چھوٹی ہو تو قیلولہ کئے بغیر رات کو جاگنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَأْبِ الصّٰلِحِیْنَ قیلولہ نیک لوگوں کی عادت سے ہے دن کو تھوڑا سا سونا تا کہ رات کو تہجد کیلئے جاگنا آسان ہو جائے اگرچہ تہجد مستحب ہے فرض واجب نہیں ہے۔تو اس بزرگ نے قیلوا کرنے کیلئے تھوڑا سا آرام کیا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک آدمی آیا ہے اچھی وضع قطع والا اس نے لباس پہنا ہوا ہے شکل صورت بھی اس کی خوب تھی کہنے لگا جلدی جلدی اٹھو دیوار گرنے والی ہے اس کا اٹھنا تھا کہ سچ مچ دیوار گر گئی اس نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں اللہ والے نے کہا تُو تو میرا دشمن ہے میرے ساتھ نیکی کرنے کا کیا مطلب شیطان نے کہا میں نے نیکی نہیں کی میں نے اس لئے اٹھایا ہے کہ کہیں تجھے شہادت کا درجہ نہ مل جائے تو شیطان دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

بلعم باعورا کا موسیٰؑ کے خلاف بددعا کرنا اور اسکا انجام :

بلعم باعورا لالچ میں آگیا کیونکہ اس کے سامنے دنیا کی قیمتی چیزوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اگر چہ دل سے بددعا نہیں کرنا چاہتا تھا مگر مال ھضم کرنے کیلئے ان کے سامنے منہ کھولا مثلاً کہنا چاہتا تھا کہ اے اللہ موسیٰ علیہ السلام کو تباہ کر دے یا غرق کر دے لیکن جونہی اس نے منہ سے نکالا اے اللہ موسیٰ کو تو اس کی زبان نیچے ناف تک گئی جیسے باؤلے کتے کی زبان لٹکی ہوئی ہوتی ہے اور دوڑا بھاگتا پھرتا ہے اسی طرح زبان لٹکا کر بھاگنے لگ گیا اور آگے کچھ نہ کہہ سکا اور انتہائی گھٹیا حرکتیں لوگوں کے سامنے کرنی شروع کر دیں مثلاً لوگوں کے سامنے گدھیوں سے جفتی کرتا رہتا تھا اور مختلف قسم کی خرافات کرتا رہتا تھا۔ اس کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور آپ پڑھ کر سنائیں ان لوگوں کو نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا خبر اس شخص کی جس کو ہم نے دی تھیں اپنی کچھ نشانیاں۔ کچھ کرشمے اور عجیب وغریب قسم کی چیزیں جو اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی تھیں فَانْسَلَخَ مِنْهَا پس وہ نکل گیا ان نشانیوں سے فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ پس اس کا پیچھا کیا شیطان نے فَکَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ پس ہو گیا وہ گمراہوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نیکی پر قائم رکھے اور ہر وقت نیکی پر قائم رہنے کی دعا کرتے رہنی چاہئے کہ انسان کا دل کسی بھی وقت پلٹ سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اکثر دعا فرماتے تھے امت کی تعلیم کیلئے اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ "اے پروردگار میرے دل کو دین پر ثابت رکھنا" ایمان قائم رہے گا تو نیکیاں کام آئیں گی وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلند کرتے ان نشانیوں کی وجہ سے۔ کہ ان کرشموں پر قائم رہتا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے خلاف لب کشائی نہ کرتا اپنی عبادات میں لگا رہتا تو اس کی وجہ سے

ہم اس کو اور بلند مقام پر پہنچا دیتے لیکن وہ زمین کی چیزوں پر عاشق ہو گیا سونا چاندی جواہرات دیکھ کر ان پر گر پڑا اور گمراہ ہو گیا۔

جنتی جانور :

تفسیروں میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اصحاب کہف کے کتے کو اللہ تعالیٰ بلعم باعورا کی شکل عطا فرمائیں گے بڑا صحت مند خوبصورت بلعم باعورا کی شکل میں جنت میں داخل ہو گا کیونکہ یہ بھی بڑا خوبصورت صحت مند جوان تھا ابن نجیم مصریؒ جن کا لقب تھا ابو حنیفہ ثانی، وہ اپنی کتاب "اَلْاَشْبَاهُ وَ النَّظَائِر" میں لکھتے ہیں کہ ۱۳ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے ان میں اصحاب کہف کا کتا، حضرت صالحؑ کی اونٹنی، سلیمانؑ کا ہد ہد اور وہ چیونٹی جس نے چیونٹیوں کو آگاہ کیا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کا لشکر آ رہا ہے فوراً بلوں میں داخل ہو جاؤ اور اس قسم کے اور بھی کئی جانوروں کا ذکر کیا ہے۔ وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ اور لیکن وہ بلعم باعورا جھک گیا زمین کی طرف۔ سونا چاندی جواہرات دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آ گیا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ پس اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مثال ہے کتے کی اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اگر تو اس پر حملہ کرے تو وہ ہانپتا ہے زبان باہر نکالے گا اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ یا اگر تو اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہے۔ پھر بھی زبان نکالے گا ہلکا کتا ہر وقت زبان نکالے پھرتا رہتا ہے اسی طرح بلعم باعورا بھی پھرتا رہتا تھا اللہ تعالیٰ اپنی گرفت سے محفوظ فرمائے کبھی کسی بھی نیکی پر تکبر نہ کرو اور کسی برائی کو حقیر نہ سمجھو، یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عبرت اور ہمیں سمجھانے کیلئے بیان فرمایا ہے۔ فرمایا ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا یہ

مثال ہے اس قوم کی جس نے جھٹلایا ہماری ایتوں کو یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے خلاف بکتے رہتے ہیں ان کی زبان کتے کی ہے فَاقْصُصِ الْقَصَصَ پس آپ بیان کریں حالات ایسے لوگوں کے لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ تاکہ وہ لوگ غور وفکر کریں۔ جو آنے والی نسلیں ہیں اور اس سے سبق حاصل کریں سَآءَ مَثَلاَ نِ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا بری ہے مثال اس قوم کی جس نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ وہ مثال یہ ہے کہ ان کی زبانیں کتے کی طرح نکلی ہوئی ہیں وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اس میں رب تعالیٰ کا کیا نقصان ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ساری دنیا نیک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی خدائی اس کے کمالات، اس کی صفات، اس کی خوبیوں میں ایک رتی کا بھی اضافہ نہیں ہو سکتا اور اگر سارے کافر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا بھی نقصان نہیں ہوگا رب، رب ہے، بنتا اور بگڑتا مخلوق کا ہے۔ ہر ایک نے اپنا بنانا اور بگاڑنا ہے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے پس وہی ہدایت پانے والا ہے وَمَنْ يُّضْلِلْ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس وہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

ایمان اور کفر میں انسان کا اختیار :

میں یہ بات کئی مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ اس قسم کی آیات جب قرآن کریم میں آتی ہیں تو بعض لوگوں کو شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ جب ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے تو پھر اس میں بندے کا کیا قصور ہے مثلاً یہی ایت کریمہ ہے کہ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت پانے والا

ہے وَمَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔اس کے متعلق میں نے قرآن پاک کی آیات نکال کر تمہیں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی جدھر کوئی پھرنا چاہے ہم اس کو ادھر پھیر دیتے ہیں جو ہدایت چاہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے ہیں یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ اللہ تعالیٰ اپنی طرف اس کی راہنمائی کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔اور یہ لفظ بھی قرآن میں ہیں اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے اپنے لئے جس کو چاہتا ہے۔جسطرح پیغمبروں کو منتخب کرلیا وَیَهْدِیْٓ مَنْ یُّنِیْبُ اور ہدایت اس کو دیتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ متعدد مقامات پر ہے یُضِلُّ اللّٰهُ الْکٰفِرِیْنَ کافروں اور منکروں کو گمراہ کرتا ہے۔اور کسی جگہ پر آتا ہے یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پس جب انھوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا اس کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀
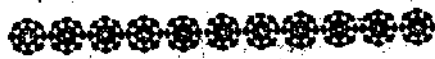
وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﷺ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ص وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ط سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ○

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیے جہنم کیلئے كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ بہت سے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے لَهُمْ قُلُوْبٌ ان کے دل ہیں لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا سمجھتے نہیں ہیں ان دلوں کے ساتھ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ اور ان کی آنکھیں ہیں لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا دیکھتے نہیں ہیں ان آنکھوں کے ساتھ وَلَهُمْ اٰذَانٌ اور ان کے کان ہیں لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا نہیں سنتے ان کانوں کیساتھ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ یہ لوگ ہیں جانوروں کی طرح بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ یہی لوگ ہیں غافل وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہیں نام اچھے فَادْعُوْهُ بِهَا پس پکارو تم

اس کو ان کے ناموں کے ساتھ وَذَرُوا اور چھوڑ دو الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ان لوگوں کو جو کج روی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا اس کاروائی کا جو وہ کرتے ہیں وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ہے اُمَّةٌ ایک گروہ ہے يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو راہنمائی کرتے ہیں حق کے ساتھ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ اور وہ اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

جنتیوں اور دوزخیوں کی محشر میں تقسیم :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کی گمراہی اور ان کے جہنم میں جانے کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا جہنم کیلئے كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ بہت سے جنوں میں سے وَالْاِنْسِ اور انسانوں میں سے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے قیامت کا دن ہوگا مخلوق ساری جمع ہوگی اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کو فرمائیں گے اِبْعَثْ بَعْثًا لِلنَّار دوزخیوں کو الگ کر دو۔ نو سو ننانوے دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا یعنی یہ نسبت ہوگی ان میں جو مخلوق میدان حشر میں جمع ہوگی اندازہ لگالو جنوں اور انسانوں میں سے زیادہ تو دوزخ میں گئے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کی ہے فرمایا لَهُمْ قُلُوْبٌ ان کے دل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سمجھنے کیلئے دیئے ہیں لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا سمجھتے نہیں ہیں ان دلوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دل عطا فرمایا ہے ماں کے پیٹ میں جب بچہ ساڑھے چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو دل کو چلا دیا جاتا ہے اور موت تک باقاعدہ حرکت

کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں سمجھ رکھی ہے وہ دن رات دائیں بائیں گرم سرد وغیرہ چیزوں کو سمجھتا ہے وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا اوران کی آنکھیں ہیں دیکھتے نہیں ان آنکھوں کے ساتھ۔ اگر آدمی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں، زمین، آسمان، پہاڑ، دریا وغیرہ نہ دیکھے، حق باطل کو نہ دیکھے تو آنکھوں کا کیا فائدہ۔ سب کچھ سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کرلے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اوران کے کان ہیں نہیں سنتے ان کانوں کیساتھ۔ حق کی بات اگر کانوں سے نہ سنی تو اور سنا تو کیا سنا؟ کافروں کے متعلق رب تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ کانوں سے بہرے ہیں، زبان سے گونگے ہیں، آنکھوں سے اندھے ہیں۔ حالانکہ کافروں کے کان بھی ہیں اوران سے سنتے بھی اور آنکھوں سے دیکھتے بھی ہیں زبانیں بھی ان کی چلتی ہیں تو پھر بہرے، گونگے اور اندھے ہونے کا کیا مطلب ہوا تو مطلب یہ ہے کہ حق سننے سے بہرے ہیں حق بولنے سے گونگے ہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنے سے اندھے ہیں وہ آنکھیں کس کام کی جو حقیقت کو نہ دیکھیں جو دل حقیقت کو نہ سمجھے اس میں خوف خدا نہ ہو آخرت کی فکر نہ ہو قبر بھول جائے تو وہ دل پتھر ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ یہ لوگ ہیں جانوروں کی طرح۔ اَنْعَامُ جمع ہے نَعَمٌ کی اور نَعَمٌ کے معنی ہیں مویشی حیوان بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

انسانوں کو اپنے مالکِ حقیقی سے تعلق رکھنا چاہئے:

جانوروں میں سے گدھا سب سے زیادہ احمق ہے لیکن گدھا بھی اپنے مالک کی آواز کو پہچانتا ہے مالک آواز دے تو چل پڑتا ہے آواز دے تو کھڑا ہو جاتا ہے مالک

دائیں بائیں موڑتا ہے تو مڑتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا مالک ہے اس کی آواز پر میں نے لبیک کہنا ہے اور کہتا ہے۔ معاف رکھنا ہم تو گدھے سے بھی گئے گذرے لوگ ہیں کہ رب تعالیٰ ہمارا حقیقی مالک ہے ہم اس کی کتنی نافرمانیاں کرتے ہیں اور اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے آپ حضرات دیکھتے ہیں کہ جو جانور انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں وہ اپنے مجازی آقا کی بات مانتے ہیں اور ہم اپنے حقیقی آقا کی بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں اور دنیا میں اکثریت ایسے گمراہ لوگوں کی ہی رہی ہے۔ یہ دوزخ کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ یہی لوگ ہیں غافل۔ رب تعالیٰ کی توحید سے، رب تعالیٰ کے حکموں سے، رب تعالیٰ کی نعمتوں سے......

اسماء الحسنٰی اور انکی تاثیر :

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہیں نام اچھے فَادْعُوْہُ بِھَا پس پکارو تم اس کو ان کے ناموں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور ہیں جو قرآن کریم اور دیگر کتابوں کے شروع میں لکھے ہوتے ہیں ویسے اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار کے قریب نام ہیں جو آسمانی کتابوں، صحیفوں اور وحی الٰہی میں نازل ہوئے ہیں ان میں سے لفظ ''اللہ'' یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور باقی صفاتی نام ہیں ان میں سے کسی بھی نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارو وہ سنتا ہے اور فریاد کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں الگ الگ خاصیت ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو رزق کی تنگی ہو تو وہ اخلاص کے ساتھ ہر نماز کے بعد تین دفعہ پڑھے یَا رَزَّاقُ یَا بَاسِطُ اللہ تعالیٰ رزق میں وسعت پیدا فرما دیں گے اگر کسی سے دشمنی اور عداوت کا خوف ہے تو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھے یَا حَکِیْمُ

یَاوَدُوْدُ اللہ تعالیٰ دشمنی ٹال دیں گے اگر کسی کو رشتے وغیرہ کی پریشانی ہے تو ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھے یَارَحِیْمُ یَاکَرِیْمُ یَالَطِیْفُ اللہ تعالیٰ پریشانی دور فرمادیں گے (لیکن یہ ضابطہ یاد رکھیں کہ جو بھی وظیفہ پڑھیں اول آخر درود شریف تین تین مرتبہ ضرور پڑھیں یہ قبولیت کی شرط ہے۔محمد نواز بلوچ، مرتب) تو ان ناموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت پکارو۔فرمایا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو کج روی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں۔کہ اس کے نام کسی اور کیلئے استعمال کرتے ہیں، رب کے ناموں میں کسی اور کو شریک کرتے ہیں مثلاً عالم الغیب صرف رب تعالیٰ ہے۔تو جو لوگ کسی اور کو عالم الغیب کہتے ہیں اس نے رب کے نام میں کجروی اختیار کی ہے۔

حاضر وناضر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات :

ہر جگہ حاضر وناظر صرف پروردگار ہے اس نے قرآن میں فرمایا ہے ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو اور کسی کو حاضر ناظر ماننے والا رب تعالیٰ کے نام میں زیادتی کرتا ہے۔اسی طرح مختار کل سارے جہان کا مالک متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے جو شخص اور کسی کو مختار کل سمجھے اس نے رب تعالیٰ کے نام میں کجروی اور زیادتی کی ہے۔جو رب تعالیٰ کے نام ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کا اطلاق کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔فرمایا جو لوگ الحاد اور کج روی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں اوروں کو داخل کرتے ہیں سَیُجْزَوْنَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ عنقریب ان کو بدلا دیا جائے گا اس کاروائی کا جو وہ کرتے ہیں۔نافرمانیوں کا بدلہ ضرور ملے گا اور اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اکثریت دوزخ میں جائے گی لیکن اب فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حق والے بھی ہیں وَمِمَّنْ

خَلَقْنَآ اوران لوگوں میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ہے اُمَّةٌ ایک گروہ ہے یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ جوراہنمائی کرتا ہے حق کے ساتھ لوگوں کی کہ حق بتاتا ہے۔ سارے حق نہیں بتاتے صرف ایک گروہ ہے کیونکہ دوسری طرف کثیر کالفظ آیا ہے کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اکثریت تو دوزخیوں کی ہے وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ اوروہ اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ یعنی وہ گروہ خود بھی اسی حق پر عدل وانصاف کے ساتھ چلتا اور عمل کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر ڈٹا رہے گا لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا جوان کی مخالفت کرے گا وَلَا مَنْ خَذَلَهُمْ اور نہ وہ ان کا کچھ بگاڑ سکے گا جوان سے علیحدگی اختیار کرے گا وَلَا مَنْ نَاوَاهُمْ اور جواندرونی طور پر ان کے خلاف سازش کرے گا وہ بھی کامیاب نہیں ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زبان سے نکلا ہوا فرمان ہے لہٰذا حق کا گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک ضرور رہے گا۔ قولاً، فعلاً، عملاً ہر طریقے سے حق کو بیان کرے گا اور حق پر چلے گا۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ○ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ ۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ○ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ بتاکید ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ایسی جگہ سے جہاں ان کو علم نہیں ہوگا وَاُمْلِيْ لَهُمْ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا کیا انھوں نے غور وفکر نہیں کیا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ کہ نہیں ہے ان کے ساتھی کو کوئی جنون اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا کھول کر اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا کیا انھوں نے نہیں دیکھا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا

ہے چیزوں کو وَّاَنْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ اور یہ کہ شاید ہو قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُھُمْ قریب آ چکی ہو ان کی میعاد فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ پس کس بات پر اس قرآن کے بعد یہ لوگ ایمان لائیں گے مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے وَیَذَرُھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ اور وہ اللہ ان کو چھوڑتا ہے ان کی سرکشی میں یَعْمَھُوْنَ سرگردان پھرتے ہیں۔

معجزات اور کرامات کی حقیقت :

ایت کا لفظی معنیٰ قرآن کریم یا اور آسمانی کتابوں کی آیت بھی ہے اور ایت کا معنیٰ معجزہ اور نشانی بھی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے ان میں بیشمار آیات تھیں قرآن کریم کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیات ہیں لیکن نہ ماننے والوں نے نہیں مانا اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو عجیب وغریب قسم کے معجزات بھی عطا فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے اس معجزے کا مطالبہ خود مشرکین مکہ نے کیا تھا انھوں نے آنکھوں سے دیکھا چودھویں رات کا چاند آسمان پر دو ٹکڑے ہوا لیکن انھوں نے نہ مانا ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو سَنَسْتَدْرِجُھُمْ بتاکید ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ایسی جگہ سے جہاں ان کو علم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا عام قانون

یہی ہے کہ وہ یکدم گرفت نہیں کرتا بلکہ ابتداء میں مہلت دیتا رہتا ہے پھر جب مہلت پوری ہو جاتی ہے تو گرفت آجاتی ہے اور یہ گرفت ایسی جگہ سے ہوتی ہے کہ جہاں سے انھیں علم ہی نہیں ہوتا ان کی توقع کے خلاف ان کی سرکوبی کیلئے دروازہ کھل جاتا ہے اور وہ سزا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔اِستِــــدْرَاج کا لغوی معنٰی ہے کسی شے کو آہستہ آہستہ ترقی دینا آگے بڑھانا آپ حضرات یہاں پر چند ایک اصطلاحات سمجھ لیں جو علماء کرام نے بیان فرمائی ہیں وہ یہ کہ جو چیزیں خلاف عادت اور خرق عادت کے طور پر کسی کے ہاتھ پر صادر ہوں تو ان میں تفصیل ہے اگر نبی کے ہاتھ پر نبوت ملنے سے پہلے صادر ہو تو اس کو ''ارھاص'' کہتے ہیں اِرْ ہاص کا معنٰی تمہید ہے گویا کہ یہ نبوت کی تمہید ہوتی ہے۔جیسے آنحضرت ﷺ نبوت کے ملنے سے پہلے مکہ مکرمہ میں راستوں سے گزرتے تھے تو پتھر آپ کو سلام کرتے تھے۔بچپن میں ابو طالب آپ ﷺ کو سفر میں ساتھ لے گئے بڑی سخت گرمی اور دھوپ تھی بادل نے آکر آپ کے سر پر سایہ کیا اس کو ارہاص کہتے ہیں اور جو خلاف عادت چیزیں نبوۃ ملنے کے بعد ظاہر ہوں ان کو معجزہ کہتے ہیں معجزہ کا معنٰی ایسی نشانی جو لوگوں کو عاجز کر دے قرآن کریم آپ ﷺ کا مستقل معجزہ ہے۔آج تک قرآن پاک کے مثل بلکہ اس کی چھوٹی سی آیت کریمہ کے مثل بھی کوئی نہ لا سکا اور نہ لا سکے گا۔شق قمر آپ کا معجزہ ہے ان کے علاوہ بیشمار آپ ﷺ کے معجزات ہیں اور ولی کے ہاتھ پر خلاف عادت جو چیز صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں اور ولی وہ ہوتا ہے جو توحید و سنت کا پابند ہو شریعت پر پورا اترتا ہو اور یاد رکھنا کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے معجزے میں نبی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا اور کرامت میں ولی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا اور عام آدمی کے ہاتھ پر بسا

اوقات کبھی کوئی چیز خلاف عادت ظاہر ہو جاتی ہے چاہے وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو اس کو ''معونت'' کہتے ہیں معونت کے معنٰی امداد یہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی تقویت کیلئے امداد فرماتے ہیں اور اگر کافر کے ہاتھ پر خلاف عادت کوئی چیز ظاہر ہو تو اس کو ''استدراج'' کہتے ہیں دجال لعین جب آئے گا تو اس کے ہاتھ پر بہت کچھ ظاہر ہوگا بادلوں کو حکم دے گا وہ اکٹھے ہو کر بارش برسانا شروع کر دیں گے زمین پر پاؤں مارے گا وہ سونا چاندی اگل دے گی جو لوگ اس کو خدا مانیں گے ان کے گھروں کو دولت سے بھر دے گا اور جو اس کو الٰہ نہیں مانیں گے ان کے گھروں کا سامان دجال کے پیچھے چل پڑے گا جیسے کسی چیز کو پہیے لگ جاتے ہیں کوئی شے گھر میں نہیں رہے گی عجیب امتحان ہوگا عجیب وغریب چیزیں اس سے صادر ہوں گی یہ استدراج ہے۔ اور اگر کوئی چیز کافر کی مرضی کے خلاف صادر ہو تو اس کو ''اہانت'' کہتے ہیں تاریخ میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے ایک ساتھی کا لڑائی کے دوران آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا وہ مسیلمہ کذاب کے پاس گیا کہ لڑتے لڑتے تلوار یا نیزہ لگا ہے اور آنکھ کا ڈھیلا باہر آ گیا ہے اس کو ٹھیک کر دے اس نے جب اس کو دائرے میں رکھا تو دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ تو یہ اہانت ہے دراصل اس نے آنحضرت ﷺ کی نقل اتارنی چاہی وہ اس طرح کہ جنگ احد میں لڑتے ہوئے ایک صحابی کا ڈھیلا آنکھ سے باہر نکل آیا تھا حضرت ابو قتادہ ربیع ابن خراش بڑے خوبصورت صحت مند نوجوان تھے نئی نئی شادی ہوئی تھی ڈھیلا لیکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے حضرت میری نئی نئی شادی ہوئی ہے اگر میری آنکھ کی یہی وضع رہی تو میری بیوی نفرت کرے گی آنحضرت ﷺ نے وہ آنکھ کا ڈھیلا آنکھ کے دائرے میں رکھا اور دعا کی کہ اے پروردگار اتنا کام میرا تھا

آگے تیرا کام ہے۔ وہ آنکھ درست ہوگئی اور دوسری آنکھ کی طرح کام کرتی تھی یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ حدیبیہ کے مقام پر پندرہ سو صحابہ تھے اور ان کے ساتھ اونٹ، گھوڑے، خچر بھی تھے پانی سب کی ضرورت تھی لیکن وہاں پانی ختم ہوگیا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا حضرت پانی نہیں ہے وہاں ایک چشمہ تھا اس سے تھوڑا تھوڑا پانی رستا تھا آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اس چشمے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس سے پانی ایسے چلنے لگ گیا جیسے نہر پھوٹ پڑی ہو اور مسیلمہ کذاب کے دور میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ یمامہ کے مقام پر ان کو پانی کی قلت پیش آئی اس کے ساتھی اس کے پاس گئے کہ پانی کی ضرورت ہے وہاں ایک چشمہ تھا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی رستا تھا مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کی نقل اتارتے ہوئے چشمے پر ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت پانی کا جو قطرہ آرہا تھا وہ بھی بند ہوگیا اس کو اہانت کہتے ہیں اور کافر کی مرضی کے مطابق اگر کوئی شے خلاف عادت ظاہر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔ کافروں کو حکومت اقتدار ملتا ہے، مال اور اولاد ملتی ہے، عزت ملتی ہے، وزارت ملتی ہے تو یہ نہ سمجھو کہ وہ کامیاب ہوگئے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو آہستہ آہستہ عذاب کی طرف چلاتے ہیں جہاں سے وہ جانتے نہیں بلکہ وہ خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں یہ مل گیا وہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاُمْلِیْ لَهُمْ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ رب تعالیٰ کی تدبیر سے بہتر تدبیر کس کی ہوسکتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ایک شوشے کا جواب دیا ہے کافروں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ یہ جادوگر بھی ہے اور مجنوں بھی ہے۔

شکاری خود شکار ہوگیا :

مکہ مکرمہ سے کافی دور تقریباً تین چار دن کی مسافت پر قبیلہ بنو غفار کا علاقہ تھا وہاں کا ایک آدمی مجنوں اور پاگلوں کو دم کرتا تھا جس کا نام ضماد ابن ثعلبہ تھا اس نے سنا کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں میں سے ایک کالاوارث بیٹا ہے مال اس کے پاس نہیں ہے اور وہ پاگل ہو گیا ہے چونکہ لوگوں کو کعبۃ اللہ کے ساتھ بڑی عقیدت تھی ضماد مکہ مکرمہ پہنچا آنحضرت ﷺ کا معلوم کر کے آپؐ سے ملاقات کی کہنے لگا حضرت آپ نے سنا ہو گا کہ ازدشنوءۃ کے علاقہ میں ایک آدمی ہے جو پاگلوں کو دم کرتا ہے اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے وہ گنہگار میں ہوں اور ضماد میرا نام ہے میں نے آپ سے فیس نہیں لینی صرف انسانی ہمدردی کے تحت میں نے آپ کو دم کرنا ہے۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا دیکھو ان کافروں نے کتنی دور تک میرے متعلق مشہور کیا ہوا ہے کہ میں پاگل ہوں فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاگل نہیں ہوں ضماد نے کہا لوگ کہتے ہیں آپ نے فرمایا لوگوں کی زبانیں منہ میں ہیں جو چاہیں کہیں۔ اس نے کہا پھر لوگ آپ کو کس وجہ سے مجنوں کہتے ہیں آپ نے وہ خطبہ پڑھا جو جمعہ میں پڑھا جاتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ آخر تک پھر توحید و رسالت اور قیامت کا مسئلہ بیان فرمایا پھر سورۃ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ پڑھی ضماد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہنے لگا میں خود فصیح بلیغ ہوں، شاعر ہوں، مقرر ہوں لیکن یہ کلام انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی وقت مسلمان ہو گیا دم کرنے کیلئے آیا قیدی اور اسیر بن کر گیا کفر کی حالت میں آیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گیا۔ تو کافروں نے آپ ﷺ کے متعلق دور دراز تک مشہور کیا ہوا تھا کہ یہ پاگل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا کیا انھوں نے غور و فکر نہیں کیا مَا بِصَاحِبِھِمْ مِّنْ جِنَّۃٍ کہ نہیں

ہے ان کے ساتھی کو کوئی جنون۔

پاگل، پاگل ہی ہوتا ہے:

پاگل چاہے کتنا ہی سمجھ دار کیوں نہ ہو وہ چھپا نہیں رہتا۔ ہمارے استاد تھے مولانا غلام محمد صاحب لدھیانویؒ علم نحو کے امام تھے ۱۹۳۰ء کے قریب کی بات ہے ہم جہانیاں منڈی میں ان کے پاس نحو کی کتابیں عبدالغفور وغیرہ پڑھتے تھے وہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ہماری برادری کے ایک آدمی کا دماغی توازن خراب ہو گیا اس کو لاہور مینٹل ہسپتال داخل کرایا گیا کچھ عرصہ کے بعد میں اس کی تیمارداری کیلئے گیا کہ برادری کا آدمی ہے۔ کچھ تحفے تحائف بھی ساتھ لے گیا میں اس سے ملاقات کر رہا تھا کہ ایک اور بڑے قد کا موٹا تازہ خوبصورت آدمی آکر میرے ساتھ علمی باتیں کرنے لگ گیا کبھی نحو کے متعلق، کبھی صرف کے متعلق، کبھی منطق کے متعلق، کبھی تفسیر اور کبھی اصول تفسیر کے متعلق باتیں کرتا۔ مولانا بھی بڑے فاضل آدمی تھے کچھ دیر کے بعد وہ پیشاب کرنے کیلئے چلا گیا میں نے پوچھا کہ یہ آدمی جو میرے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا پاگل ہے۔ مولانا فرماتے ہیں میں بڑا حیران ہوا کہ اتنا فاضل آدمی ہے اور اس کا حافظہ اتنا ہے کہ سارے علوم وفنون اس کو یاد ہیں یہ کس طرح پاگل ہے یوں لگتا ہے کہ اس کو پاگل کہنے والے خود پاگل ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہ آ گیا اور پھر علمی گفتگو شروع کر دی میں نے اجازت مانگی کہ میں نے جانا ہے کیونکہ اس وقت یہ سڑکیں اور بسیں تو نہیں ہوتی تھیں ریل گاڑی کا سفر ہوتا تھا اور قریب قریب کا سفر لوگ ٹانگوں پر کرتے تھے کہ اگر گاڑی چلی گئی تو میرے لئے مسئلہ بن جائے گا کہنے لگا اچھا تم نے جانا ہے میں نے کہا ہاں میں نے جانا ہے کہنے لگا اچھا پھر

ہاتھ آگے کرو میں نے ہاتھ آگے کیا تو اس نے میرے ہاتھ پر تھوک دیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ پاگل چھپا نہیں رہتا وہ پروفیسر تھا اور اس کا دماغی توازن خراب ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انھوں نے غور و فکر نہیں کیا کہ نہیں ہے ان کا جو ساتھی ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو کوئی جنون نہیں ہے۔ ان جیسا سمجھ دار دنیا میں نہ پیدا ہوا ہے نہ ہوگا اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا کھول کر۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہے کہ قبر کے عذاب سے بچ جاؤ دوزخ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ وہ تو نذیر ہے نہ کاہن ہے، نہ شاعر ہے، نہ مجنوں ہے۔ تم نے غلط پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔ فرمایا رب تعالیٰ کی قدرتیں نہیں دیکھتے اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا انھوں نے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں۔ آسمانوں کے عجائبات نہیں دیکھے کتنے بلند ہیں اور بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قائم ہیں اور زمین نہیں دیکھی کتنی وسیع ہے؟ اس میں پہاڑ ہیں، دریا ہیں، میدان ہیں اور بیشمار مخلوق ہے اور ان کے علاوہ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے چیزوں کو۔ کسی کا کوئی قد ہے کسی کا کوئی ہے کسی کی کوئی شکل ہے کسی کا کوئی رنگ ہے بے شمار مخلوقات کی ہیئتیں اس کی قدرت پر دلیل ہیں۔ وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّهٗ وَاحِدٌ ہر چیز میں خدا کی وحدانیت کی دلیل موجود ہے۔ کوئی ماننے والا ہو تو یقیناً سمجھ آسکتا ہے۔ آگے قیامت کے متعلق فرمایا وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ اور یہ کہ شاید قریب آچکی ہو ان کی میعاد۔

قیامت برحق ہے :

قیامت حق ہے کائنات پر جب قیامت آئے گی، آئے گی مگر ہر آدمی کی قیامت

دور نہیں ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ جو مرے گا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔قبر میں جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے، عذاب بھی ہے ثواب بھی ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ ، بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ پس کس بات پر اس قرآن کے بعد یہ لوگ ایمان لائیں گے۔قرآن کریم سے زیادہ وزنی، قطعی اور یقینی اور کونسی بات ہے کہ اس کو یہ مانیں گے۔فرمایا مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔اور وہ گمراہ کن کو کرتا ہے؟ فرمایا يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے وَيُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور یہ جو گمراہ ہیں وَيَذَرُهُمْ اور وہ اللہ ان کو چھوڑتا ہے فِيْ طُغْيَانِهِمْ ان کو ان کی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ سرگردان پھرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ ج لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ط ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ط وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ج وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ج اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں اَيَّانَ مُرْسٰهَا وہ کب قائم ہوگی قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ پختہ بات ہے کہ قیامت کا علم میرے رب کے پاس ہے لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر اِلَّا هُوَ مگر اللہ تعالیٰ ہی ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ قیامت بھاری ہے آسمانوں میں اور زمین میں لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً نہیں آئے گی تم پر مگر اچانک يَسْئَلُوْنَكَ وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا گویا کہ آپ اس کے

کھوج میں لگے ہوئے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے قُلْ آپ کہہ دیں لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نہ نقصان کا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ تو میں زیادہ حاصل کر لیتا بھلائی وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہے۔

توحید و رسالت اور قیامت :

اَصْلُ الْاُصُوْل تین عقیدے ہیں۔ توحید و رسالت اور قیامت باقی تمام ان کی فرع ہیں ان کی شاخیں ہیں لیکن قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتایا یہ اس کا راز ہے جیسے موت کہ یہ تو ہم سارے جانتے ہیں کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن مرنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔

؎ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

اسی طرح قیامت کا آنا حق ہے لیکن وہ کب قائم ہوگی یہ رب تعالیٰ کی ذات کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ آنحضرت ﷺ جب قیامت کا ذکر فرماتے تو لوگ پوچھتے تھے مَتَى السَّاعَةُ

قیامت کب آئے گی؟ اس کے متعلق ارشاد ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا
لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ وہ کب قائم ہوگی قُلْ اے نبی
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ دیں اِنَّمَا پختہ اور یقینی بات ہے عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ
قیامت کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں ہے لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ
اِلَّا هُوَ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ ہی۔ رب تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ
اس نے اس کو کب قائم کرنا ہے ثَقُلَتْ وہ قیامت بھاری ہے فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
آسمانوں میں اور زمین میں۔ آسمانوں میں بے شمار مخلوق ہے فرشتے وغیرہ، وہ سب
قیامت سے گھبرائے ہوئے ہوں گے اَلسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ کے لفظ بھی آتے ہیں
قیامت بڑی دہشت ناک اور کڑوی ہے تو قیامت کا مسئلہ آسمانوں کی مخلوق پر بھی بھاری
ہے اور زمین کی مخلوق پر بھی لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً نہیں آئے گی تم پر مگر اچانک کتنی اچانک
آئے گی؟ حدیث پاک میں آتا ہے ایک شخص اپنے جانور کا دودھ دُہ کر لائے گا پیالے میں
ڈال کر اس سے ایک گھونٹ منہ میں ڈالے گا حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا نہ منہ سے باہر
نکال سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی وہ ڈھیر ہو جائے گا کھانے کا لقمہ منہ میں ڈالے گا
نگل نہیں سکے گا کہ وہیں ختم ہو جائے گا کوئی آدمی گھر داخل ہونے کیلئے دروازے کے اندر
قدم رکھے گا ایک قدم اندر اور ایک باہر ہوگا کہ وہیں ڈھیر ہو جائے گا دوکاندار گاہک کیلئے
تھان کھول کے بکھیرے گا خریدار ان کے رنگ دیکھتے ہوں گے، ڈیزائن دیکھتے ہوں گے،
بھاؤ طے کرتے ہوں گے وہ تھان بکھرے رہ جائیں گے گاہک بھی مالک بھی ڈھیر ہو
جائیں گے يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا وہ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت

کے بارے میں گویا کہ آپ اس کے کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔ حَفِیٌّ کا لغوی معنیٰ ہے کھوجی کسی چیز کا کھوج لگانے والا کھوج لگا کر کسی چیز کی تہہ تک پہنچا۔ یہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ نے کھوج لگا کر قیامت کو جان لیا ہے اور حَفِیٌّ کا معنیٰ عالم بھی ہے تو پھر مفہوم اس طرح بنے گا یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ قیامت کا علم رکھتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کسی کو نہیں ہے۔

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

اب اتنی صاف اور صریح آیات کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ قیامت کا علم رکھتے تھے تو قرآن کریم کی مخالفت اور قرآن کریم کے ساتھ ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ انھی آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے ایک صحیح روایت نقل فرمائی ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات جب انبیاء کرامؑ کا اجتماع ہوا اس میں آنحضرت ﷺ بھی تشریف فرما تھے فَتَذَاكَرُوْا فِيْمَا بَيْنَهُمْ عِلْمُ السَّاعَةِ اس پیغمبروں کے اجتماع میں قیامت کا مسئلہ چل پڑا کہ کسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی فَرَدُّوْا اَمْرَهَا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السلام پس انھوں نے قیامت کا معاملہ ابراہیمؑ کی طرف لوٹایا کہ خلیل اللہ ہیں شاید ان کو معلوم ہو کہ قیامت کس سن میں آئے گی قَالَ لَا عِلْمَ لِيْ بِهَا حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے اس کے صحیح وقت کا علم نہیں ہے پھر آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو کہ کلیم اللہ ہیں ممکن ہے کلام کے دوران یہ راز بتا دیا ہو قَالَ لَا عِلْمَ لِيْ

بِھَا موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے علم نہیں ہے پھر کہنے لگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھو
اِنَّہٗ لَعِلْمُ السَّاعَۃِ کہ وہ قیامت کی نشانی ہیں ہوسکتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا ہو
کہ قیامت کب برپا ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا
اَمَّا وَجْبَتُھَا فَلَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ قیامت کے واقع ہونے کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی
نہیں جانتا مجھے صرف اتنا بتلایا گیا ہے کہ قرب قیامت میں مجھے رب تعالیٰ زمین پر اتاریں
گے پھر آگے دجال کے قتل اور یاجوج ماجوج کے ساتھ لڑائی اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ
لڑائی کا طویل قصہ ذکر فرمایا حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ
پیغمبروں کا بھی اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ قیامت کے صحیح وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے
سوا کسی کو نہیں ہے ۔اب بتاؤ جو شخص قرآن کریم کے خلاف عقیدہ رکھے اور کہے کہ
آنحضرت ﷺ کو قیامت کے صحیح وقت کا علم تھا کہ کب برپا ہونی ہے اور اس کو آنحضرت ﷺ
کے ساتھ محبت سمجھنا یہ قرآن کریم سے کھلی بغاوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ بالکل بغاوت ہے
ان لوگوں کو اس سے دھوکہ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبریں پیغمبروں کو بتلائی ہیں
تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا اِلَیْکَ (پ: ۱۲، ہود) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم
آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بے
شمار غیب کی خبریں بتلائی ہیں اس میں پہلے زمانے کی خبریں بھی ہیں، قیامت سے پہلے کی
بھی ہیں اور قیامت کے بعد جنت دوزخ کی خبریں بھی ہیں ان کی صحیح تعیین معلوم نہیں کہ
کتنی ہیں لیکن وہ غیب کی خبریں ہیں علم غیب نہیں ہے۔

علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے :

علم غیب کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ایک ذرہ بھی خارج نہ ہو تو غیب کی خبریں اور علمِ غیب میں بڑا فرق ہے علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبریں بتائیں ہیں لیکن ان میں قیامت کے صحیح وقوع کا علم نہیں ہے جاہل لوگ غیب کی چند خبریں بیان کر کے دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت ؐ سب کچھ جانتے تھے یہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِشَھْرٍ آپ ﷺ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی ؟ آپ ﷺ نے فرمایا غَیْبٌ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ قیامت کا صحیح وقت غیب میں سے ہے اور غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ کوئی فرعی مسئلہ نہیں ہے کہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ سب کچھ جانتے تھے اور قیامت کے وقوع کا بھی آپ ﷺ کو علم تھا بھئی یہ قرآن کریم سے بغاوت ہے کہ صاف لفظ ہیں قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ آپ کہہ دیں کہ پختہ بات ہے قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے حقیقت کو۔ خواہ مخواہ غلط عقیدے قائم کیے ہوئے ہیں آگے فرمایا کہ......

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ :

جس طرح غیب صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نفع نقصان کا مالک بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ارشاد ربانی ہے قُلْ اے نبی کریم ؐ آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نقصان کا اور انتیسویں پارے میں امت کو سمجھانے کیلئے اعلان کروایا قُلْ آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا

رَشَدًا (اے لوگو!) میں تمہارے لئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ جب آنحضرت ﷺ نہ اپنے نفع نقصان کے مالک ہیں اور نہ مخلوق کے نفع نقصان کے مالک ہیں تو اور کون ہے جو کسی کے نفع نقصان کا مالک ہو؟ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے یہ آیات نہ بھولنا اور گھر جا کر اپنی عورتوں کو، بہنوں کو، بیٹیوں کو، بھائیوں کو اور جتنے بھی گھر کے افراد ہیں سب کو یہ آیات یاد کراؤ، رٹاؤ اور سمجھاؤ کیونکہ عقیدہ بہت بڑی چیز ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ آگے فرمایا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ تو میں زیادہ حاصل کر لیتا بھلائی وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف۔ حالانکہ آپ ﷺ نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

یہودی عورت کی دعوت اور علمِ غیب:

ہجرت کا ساتواں سال اور محرم کا مہینہ تھا خیبر کا علاقہ فتح ہوا یہ یہود کا گڑھ تھا یہود کو بڑا صدمہ ہوا اور اس صدمے میں ان کی عورتیں، مرد، بوڑھے، بچے، جوان سب شریک تھے اور یہ بھی وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے ساتھ ٹکر لینا بہت مشکل ہے آپ ﷺ کے خلاف خفیہ طور پر سازش کی زینب نامی ایک یہودی عورت تھی اور اس کے علم میں تھا کہ آپ ﷺ کسی کی دعوت رد نہیں کرتے آپ ﷺ کے پاس آئی کہنے لگی حضرت میں آپ ﷺ کا کھانا پکانا چاہتی ہوں اگر قبول فرمالیں آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اس وقت دو چار ساتھی آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہنے لگی ان کو بھی ساتھ لیتے آنا اور یہ بھی اس نے پوچھ لیا کہ آپ ﷺ کو کھانے میں کونسی چیز مرغوب ہے آپ ﷺ بکری کے شانے کا گوشت پسند فرماتے تھے اس

نے بکری ذبح کی اس کا سالن بنایا اور اس میں تیز قسم کا زہر ڈال دیا چنانچہ آپ ﷺ چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے حضرت بشر ابن براء بن معرورؓ نوجوان صحابی تھے ایک آدھ بوٹی کھائی تڑپ کر مر گئے آپ ﷺ نے اپنے منہ میں بوٹی ڈالی دارمی شریف کی روایت میں ہے کہ بوٹی بولی کہ مجھ میں زہر ہے نہ کھانا یہ معجزہ تھا لیکن جو زہر لعاب کے ساتھ اندر چلا گیا تھا اس کا بھی کافی اثر تھا بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی وفات کا وقت تھا آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ مجھے جو زہر کھلایا گیا تھا اس کے اثر سے میری جان کٹ رہی ہے۔

حضور ﷺ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہیں:

اسی لئے محققین فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ شہید بھی ہیں کیونکہ زہر دے کر جس کو مارا جائے وہ شہید ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ غیب جانتے ہوتے تو کیا آپ ﷺ کھاتے اور ساتھیوں کو کھانے دیتے؟ آپ ﷺ نے اس عورت کو بلا کر پوچھا اس میں کیا ہے اس نے کہا زہر ہے فرمایا کیوں ڈالا؟ کہنے لگی اسلئے کہ اگر آپ ﷺ نبی ہیں تو آپ پر اثر نہ ہوگا اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہماری جان چھوٹ جائے گی پھر آگے روایات مختلف ہیں دارمی کی روایت میں ہے کہ اس عورت کو سولی پر لٹکایا گیا تھا کیونکہ ساتھی شہید ہو گئے تھے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس مختلف قبائل کا ایک وفد آیا کہنے لگے حضرت ہم دور دراز کے رہنے والے ہیں یہ فلاں علاقے کا سردار ہے، یہ فلاں علاقے کا سردار ہے، یہ فلاں علاقے کا سردار ہے اور ہم لوگوں میں دین کی بڑی تڑپ ہے بڑے بھوکے اور پیاسے ہیں آپ ایسا کریں کہ جتنے آپ کے ساتھی ہیں ہمارے ساتھ بھیج

دین یہ ہمیں دین سکھلائیں گے آنحضرت ﷺ نے ان کو سچا سمجھ کر سارے تو نہیں ستر صحابہ کرامؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا جب وہ اپنے علاقے کے قریب پہنچے تو ان لوگوں کی بولیاں بدل گئیں نتیجہ یہ ہوا کہ بئر معونہ کے مقام پر ستر کے ستر کو شہید کر دیا تھا آپ ﷺ کو بڑا صدمہ ہوا اور تقریباً ایک مہینہ آپؐ نے فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا کہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہو رہا ہے تو ستر ساتھیوں کو موت کے منہ میں ڈالتے؟ اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں اگر آپ ﷺ کو پتہ ہوتا کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے میرے سر اور منہ پر پتھر مارنے ہیں تو پہلے سے اس کا دفاع نہ کر لیتے یہ سارے واقعات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ آپ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے۔ فرمایا اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا۔ نافرمانی کرو گے تو دنیا کا عذاب بھی آئے گا اور آخرت کا عذاب بھی آئے گا اور جو فرمانبردار ہیں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں کامیاب رکھے گا لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہے۔ اور جو ضدی اور متکبر ہیں ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁
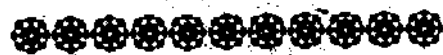
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ○ فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَکَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ○ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ○ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی لَا یَتَّبِعُوْکُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ○

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس سے وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور بنایا اس نفس سے اس کا جوڑا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا تاکہ وہ سکون حاصل کرے اس سے فَلَمَّا تَغَشّٰهَا پس جب مرد نے ڈھانپا اس عورت کو حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا تو حمل ٹھہرا اس عورت کو ہلکا سا فَمَرَّتْ بِهٖ پس وہ عورت اس کو لے کر چلتی پھرتی ہے

فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ پس جب وہ بوجھل ہوگئی دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا تو اللہ تعالیٰ کو پکارا دونوں نے جو ہے پروردگار ان کا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا البتہ اگر تو نے دیا ہمیں اچھا بھلا بچہ لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ البتہ ہم ضرور ہوں گے شکر گزاروں میں سے فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا پس جب دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اچھا بھلا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ بنائے ان دونوں نے رب کے شریک فِيْمَآ اٰتٰهُمَا اس میں جو اللہ نے ان کو دیا تھا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں اَيُشْرِكُوْنَ کیا شریک ٹھہراتے ہیں مَا اس مخلوق کو لَا يَخْلُقُ شَيْئًا جو نہیں پیدا کر سکتی کسی چیز کو وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا اور وہ نہیں طاقت رکھتے ان کیلئے مدد کی وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم بلاؤ ان کو ہدایت کی طرف لَا يَتَّبِعُوْكُمْ تو نہیں پیروی کریں گے تمہاری سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ برابر ہے تم پر اَدَعَوْتُمُوْهُمْ یا تم ان کو پکارو اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ یا تم خاموش رہو۔

جناب آدم وحوا اور نسلِ انسانی کی تخلیق کا تذکرہ :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کا ذکر تھا ایک یہ کہ قیامت کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا صحیح روایات سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جمعہ والے دن قائم ہوگی لیکن اس جمعہ تک کتنی صدیاں باقی ہیں، کتنے سال باقی ہیں، کتنے مہینے باقی ہیں،

مہینے میں عموماً چار جمعے ہوتے ہیں ان میں سے کونسا جمعہ ہے؟ اس کے بارے میں کوئی صحیح ثبوت نہیں ہے ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ دس محرم کا جمعہ ہوگا لیکن محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا بیان ہے فرمایا هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو ایک نفس سے۔ خالق بھی وہی ہے، ساری کائنات میں تصرف کرنے والا بھی وہی ہے، عالم الغیب والشہادۃ بھی وہی ہے، نفع دینے والا بھی وہی ہے، اور ضرر دینے والا بھی وہی ہے اسی نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔ اس نفس سے حضرت آدم کا نفس مراد ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ساری زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی جمع فرمائی اس مٹی کا خمیر بنایا خشک مٹی کو عربی میں تراب کہتے ہیں خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ خشک مٹی جب گارے کی شکل بن جائے تو اس کو طین کہتے ہیں قرآن کریم میں طین کا لفظ بھی آیا ہے شیطان نے حجت بازی کرتے ہوئے کہا تھا خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے اور جب گارا خشک ہوا جیسے ٹھیکری بجتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا وجود بنایا ابلیس لعین نے بھی سنا تھا کہ ایک نئی مخلوق آرہی ہے تو آدمؑ کے ڈھانچے کے اردگرد پھرنے لگا ابھی اس میں روح نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں اس بدن میں وسوسے کس طرح ڈالوں گا خوب گھوما، ٹانگیں دیکھیں ٹھوس ہیں بازو دیکھے ٹھوس ہیں منہ اور ناک دیکھا تو کہنے لگا ہاں میرے خیالات کے داخل کرنے کی جگہ بھی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے

آدمؑ میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمام فرشتوں کو حکم دیا سجدہ کرو، ابلیس کو حکم تھا تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس ضد میں آ گیا حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا انسان کے بدن میں جو سب سے ٹیڑی پسلی ہے اس سے حواؑ کو پیدا فرمایا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ عورتیں ٹیڑی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اگر تم ان کو سیدھا کرنا چاہو تو تمہارے بس کی بات نہیں ہے وہ ٹیڑی ہی رہیں گی فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا پس عورتوں کے بارے میں تم مجھ سے خیر کی وصیت سنو کہ برداشت کرو ان کا سیدھا ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ خلقت کا اس میں دخل ہے۔ لیکن عورتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کا مزاج دیکھیں اور اس کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں یاد رکھنا زنا بہت بُری شے ہے لیکن حدیث پاک میں آتا ہے کہ گھر میں بدمزگی کرنا لڑنا یہ زنا سے بھی زیادہ بُری ہے۔ گھر میں حالات کو درست رکھنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور بنایا اس نفس سے اس کا جوڑا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا تاکہ وہ سکون حاصل کرے اس سے۔ میاں بیوی کا مزاج مل جائے تو گھر سکون اور جنت ہوتا ہے اور اگر خدانخواستہ مزاج نہ ملے تو وہ گھر دوزخ ہوتا ہے فَلَمَّا تَغَشّٰهَا پس جب مرد نے ڈھانپا اس عورت کو کہ اس کے ساتھ ہمبستری کی حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا تو حمل ٹھہرا اس عورت کو ہلکا سا۔ ابتدائی دور میں حدیث پاک میں آتا ہے چالیس دن تک رحم میں نطفہ ہی رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد خون کا لوتھڑا بنتا ہے پھر چالیس دن کے بعد گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس میں ہڈیاں، سر، بازو، ٹانگیں بناتا ہے چار مہینے سے کچھ دن جب زائد ہو جاتے ہیں تو اس میں روح ڈالی جاتی ہے وہ ماں کے پیٹ میں نقل و حرکت کرتا ہے اللہ

تعالیٰ کی قدرت دیکھو تقریباً پانچ ماہ اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہتا ہے ماں کے پیٹ میں نالی ہوتی ہے جو اس کے ساتھ لگ جاتی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ خوراک پہنچاتا ہے بندہ اگر رب تعالیٰ کی قدرت سمجھنا چاہے تو فرمایا وَفِی اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اپنی جانوں کو کیوں نہیں دیکھتے۔ تو ابتداءً ہلکا پھلکا سا حمل قرار پاتا ہے فَمَرَّتْ بِہٖ پس وہ عورت اس کو لے کر چلتی پھرتی ہے فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ پس جب وہ بوجھل ہوگئی کہ جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو پیٹ میں ثقل اور بوجھ محسوس ہوتا ہے دَّعَوَا اللّٰہَ رَبَّھُمَا دونوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا جو رب ہے ان کا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا البتہ اگر تو نے دیا ہمیں اچھا بھلا بچہ لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ البتہ ہم ضرور ہوں گے شکر گذاروں میں سے فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا صَالِحًا پس جب دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اچھا بھلا بچہ جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ بنائے ان دونوں نے رب کے شریک فِیْمَآ اٰتٰھُمَا اس میں جو اللہ نے ان کو دیا تھا فَتَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔ ان آیات کی ایک تفسیر یہ نقل کی گئی ہے جو بعض حدیث کی کتابوں میں بھی آتی ہے کہ شروع شروع میں حضرت حوا علیہا السلام کے بچے بچتے نہیں تھے جو بچہ پیدا ہوتا مر جاتا تھا ابلیس لعین ایک بڑی اچھی بزرگانہ شکل میں سامنے آیا اور کہنے لگا اے بی بی! تو پریشان کیوں ہے؟ کہنے لگیں پریشان اس لئے ہوں کہ بچے پیدا ہوتے ہیں تو مر جاتے ہیں زندہ نہیں رہتے کہنے لگا کوئی بات نہیں اب جو بچہ پیدا ہو اس کا نام عبد الحارث رکھ دینا حارث کا لفظ مشترک تھا شیطان کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے اور حارث کے معنیٰ جاٹ، کاشتکاری کرنے والا بھی ہے۔ اب صحیح العقیدہ تو صحیح معنیٰ مراد لے گا اور عبد کے معنیٰ غلام کے ہیں تو حضرت

حوا علیہا السلام نے سمجھا کہ باپ چونکہ کاشتکاری کرتا ہے تو عبد الحارث کے معنیٰ باپ کا غلام ہوگا چنانچہ انھوں نے عبد الحارث نام رکھ دیا اور عبد کا لفظ بھی مشترک ہے کہ عبد کے معنیٰ غلام کے بھی ہیں اور بندے کے بھی ہیں تو شیطان کے خیال کے مطابق معنیٰ بنے گا ابلیس کا بندہ۔

عبد الرسول، عبد النبی نام رکھنا مکروہ ہے :

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ غلام نبی غلام رسول اچھے نام ہیں لیکن عبد الرسول، عبد النبی ،عبد المصطفیٰ ان ناموں میں تفصیل ہے۔ اگر عبد سے مراد غلام ہے تو اچھا نام ہے لیکن اگر اس سے مراد بندہ ہے جیسے عبد اللہ (اللہ کا بندہ) عبد الرحمٰن (رحمان کا بندہ) تو پھر یہ نام غلط ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کسی کا بندہ نہیں ہے اسی واسطے فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ عبد الرسول، عبد النبی نام رکھنے مکروہ ہیں اور اگر عبد سے مراد بندہ ہو تو پھر رکھنے حرام ہیں اور رکھنے والا مشرک ہے۔ تو حضرت حواؑ کا ذہن چونکہ صاف تھا اس لئے انھوں نے سمجھا کہ عبد الحارث کا معنیٰ ہے اپنے باپ کا غلام۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا نام کا بڑا دخل ہوتا ہے کل ہی عورت آئی کہنے لگی میں قادر کی بیٹی ہوں میں نے کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ قادر کا تو نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے یہ تو رب تعالیٰ کا نام ہے تو غلام قادر کی بیٹی ہوگی یا عبد القادر کی بیٹی ہوگی تو نام پورا لینا چاہیے وحید کا بیٹا رحمان کا بیٹا کہنا جائز نہیں ہے عبد الوحید کہو عبد الرحمٰن کہو ان ناموں کے استعمال میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ کفر تک نوبت آجاتی ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ، امام ابن جریر طبریؒ، علامہ آلوسیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ سے لیکر لِيَسْكُنَ

الیھا تک حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام کا ذکر ہے اور آگے عام جوڑے کا ذکر ہے حضرت آدم حضرت حوا علیہما السلام کا ذکر نہیں ہے کہ عام انسانوں کے جب جوڑے بنتے ہیں شادیاں ہوتی ہیں میاں بیوی آپس میں ملتے ہیں بیوی امید سے ہوتی ہے اس وقت دونوں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں اچھا بھلا بچہ عطا کرنا ہم تیرا شکر یہ ادا کریں گے مگر جب اچھا بھلا بچہ پیدا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگ جاتے ہیں نام رکھ دیا پیراں دتہ بھائی دیا تو رب نے ہے یہ پیراں دتہ کہاں سے آ گیا آج یہ خرافات لوگوں میں بہت پیدا ہو چکی ہیں لھذا ان چیزوں کی احتیاط کرو اور ایک یہ بھی ذہن بن گیا ہے کہ لڑکے لڑکی کا ایسا نام ہو کہ اور کسی کا نہ ہو اس وجہ سے بڑے بڑے مہمل بے معنیٰ قسم کے نام بھی رکھتے ہیں جن کا کوئی سر پاؤں نہیں ہوتا تو یہ عام انسانوں کے جوڑے کا ذکر ہے آدمؑ اور حضرت حواؑ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی انھوں نے کوئی شرک کیا ہے کسی قسم کا، وہ ہر طرح کے شرک سے پاک تھے یہ عام انسانوں کے جوڑوں کا ذکر ہے کہ ان میں ایسے ہوتے ہیں جو شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا کیا شریک ٹھہراتے ہیں اس مخلوق کو جو نہیں پیدا کر سکتی کسی چیز کو۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کسی چیز کا خالق نہیں ہے خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ فرشتے مخلوق، انبیاء کرامؑ مخلوق، انسان مخلوق، جنات مخلوق، اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے تمام کے تمام مخلوق ہیں وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا اور وہ نہیں طاقت رکھتے ان کیلئے مدد کی۔ ان کی مدد تو کیا کریں گے وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

عیسائی مسیح علیہ السلام کو منجی مانتے ہیں:

دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی اپنا الہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے مُنَجّی ہیں نجات دینے والے ہیں حالانکہ چاروں اناجیل انجیل متی ومرقس، لوقا، یوحنا میں یہ آیت موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر لٹکانے لگے تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اِیلِیٰ اِیلِیٰ اے میرے رب اے میرے رب! کیوں تو نے مجھے دشمنوں میں پھنسا دیا۔ تو بھائی جو اپنی جان کے بچانے پر قادر نہیں ہے وہ تمہارا مُنَجّی کیسے بن گیا یا پھر انجیل سے یہ الفاظ نکال دو۔ عیسائیوں کی عجیب منطق دیکھو کہتے ہیں کہ ہم جو گناہ کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹک کے ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں او بے ایمانو! گناہ تم کرو اور سولی پر وہ لٹکیں گناہ تم اب کرو اور وہ سولی پر دو ہزار سال پہلے لٹکیں یہ کیسی منطق ہے آج بھی اگر آپ عیسائیوں سے پوچھیں تو وہ یہی کہیں گے کہ یسوع مسیح ہمارے منجی ہیں بھئی وہ تمہارے نجات دہندہ کس طرح ہیں رب تعالیٰ تو فرماتے ہیں وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم بلاؤ ان کو ہدایت کی طرف لَا يَتَّبِعُوْكُمْ تو نہیں پیروی کریں گے تمہاری سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ برابر ہے تم پر اَدَعَوْتُمُوْهُمْ یا تم ان کو پکارو اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ یا تم خاموش رہو۔ جن کے نام پر تم نے بت بنائے ہوئے ہیں وہ تمہارا کچھ بھی نہیں کر سکتے ان کے اختیار میں ہی کچھ نہیں ہے وہ کیا کر سکتے ہیں کعبۃ اللہ کی بیرونی دیوار پر مشرکین مکہ نے تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے ان میں ایک بت ہُبل تھا جو حضرت ہابیلؓ کے نام پر تھا اور یہ سب سے بڑا تھا ایک حضرت ابراہیمؑ کے نام کا تھا، ایک

حضرت اسماعیلؑ کے نام کا تھا، ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا تھا، ایک حضرت مریمؑ کے نام کا تھا۔ ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے یہ سب مجسمے گرائے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک لمبی لاٹھی تھی ایک ایک کو مارتے اور گراتے تھے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل ہے ہی بھاگنے والا۔ جن بزرگوں کے مجسمے تھے بیشک وہ سارے اپنی اپنی جگہ قابل احترام ہیں مگر ان مجسموں اور تصویروں کا کیا معنیٰ ہے اور ان کو خدائی اوصاف کے ساتھ متصف کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁
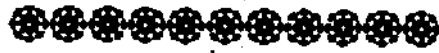
اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنَّ وَلِیِّ ۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ بندے ہیں تمہارے جیسے فَادْعُوْهُمْ

پس تم پکارو ان کو فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ پس چاہئے کہ وہ تمہاری دعائیں قبول کریں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے اَلَهُمْ اَرْجُلٌ کیا ان کیلئے پاؤں ہیں يَّمْشُوْنَ بِهَا جن کے ساتھ وہ چلتے ہیں اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ کیا ان کیلئے ہاتھ ہیں يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ جن کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ کیا ان کی آنکھیں ہیں يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ کیا ان کے کان ہیں يَّسْمَعُوْنَ بِهَا جن کے ساتھ وہ سنتے ہیں قُلِ آپ کہہ دیں ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ پکارو اپنے شریکوں کو ثُمَّ كِيْدُوْنِ پھر تم میرے خلاف تدبیر کرو فَلَا تُنْظِرُوْنِ پس تم مہلت نہ دو مجھے اِنَّ وَلِيِّ ىَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بیشک میرا کارساز اللہ ہے جس نے اتاری ہے کتاب وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ اور وہی دوستی کرتا ہے نیک لوگوں کے ساتھ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وہ نہیں طاقت رکھتے تمہاری مدد کرنے کی وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم بلاؤ ان کو ہدایت کی طرف لَا يَسْمَعُوْا تو وہ نہ سنیں وَتَرٰىهُمْ اور تو دیکھے گا ان کو يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ کہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور وہ حقیقتاً نہیں دیکھ رہے خُذِ الْعَفْوَ اور لے معافی والا معاملہ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ اور حکم کر نیکی کا وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور اعراض کر جاہلوں سے وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ اور اگر ابھارے

تجھ کو شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی پناہ لو اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

مفہومِ توحید :

عقیدہ توحید بنیادی عقائد میں سے ہے اور توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور افعال میں وحدہٗ لاشریک سمجھا جائے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ جیسا کوئی اور اللہ ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات کسی اور میں پائی جاتی ہیں نہ اللہ تعالیٰ جیسے کوئی اور کام کر سکتا ہے اور توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آئے گی جب تک شرک کا مفہوم نہیں سمجھ آئے گا اور اس کو سمجھنے کیلئے میری کتاب ''گلدستہ توحید'' کا مطالعہ کریں اور گلدستہ توحید تمہارے پاس ضرور ہونی چاہیے محض وعظ اور درس سے بات سمجھ نہیں آئے گی میں نے گلدستہ توحید میں قرآن پاک، احادیث مبارکہ، فقہ حنفی اور دیگر معتمد کتابوں کے حوالوں سے توحید اور شرک کی وضاحت کی ہے اور بتایا ہے کہ شرک کیا ہے اور توحید کیا ہے۔ اردو زبان میں ہے۔ اتنا یاد رکھیں کہ شرک بہت بڑا گناہ ہے قرآن پاک میں زوردار الفاظ میں شرک کا رد کیا گیا ہے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (پ: ۵) بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس کو جس نے اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور بخش دے گا اس کے پیچھے کے گناہ جس کے چاہے گا شرک کے علاوہ جتنا بڑا گناہ بھی ہو کسی نہ کسی وقت اس کی بخشش ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ (پ: ٦) بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کا پس حرام کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہ ہمیشہ دوزخ

میں رہے گالہذا شرک سے بچو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بیشک وہ لوگ جن کوتم پکارتے ہواللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔مشرکوں میں سے جب کوئی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہےتو غیراللہ سے مدد مانگتے ہیں کوئی کہتا ہے معین الدین چشتی لگا پار میری کشتی کوئی کہتا ہے یابہاءالحق بیڑا دھک کوئی کہتا ہے......

؎ امداد کن امداد کن از بندِ غم آزاد کن در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

کوئی کہتا ہے داتا علی ہجویری میری مدد کر طرح طرح کی شرکیہ بولیاں بولتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا فرمایا جن کوتم پکارتے ہو عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ بندے ہیں تمہارے جیسے۔ رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں یہ الگ بات ہے کہ انبیاء کرام کا مرتبہ تمام مخلوق میں بلند ہے پھر صدیق ہیں پھر شہید ہیں پھر امام اور ولی ہیں ان کے مراتب اپنے اپنے مقام پر مگر خدا تو نہیں ہیں تو رب تعالیٰ کے بندوں میں رب تعالیٰ کی صفتیں نہیں آسکتیں۔

خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں :

آج سے چند سال پہلے امریکہ ظالم نے بغداد پر بمباری کی جس سے سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار کا کافی حصہ متاثر ہوا کہ وہ بموں کی زد میں آیا اس کیلئے امریکہ کو معذرت بھی کرنی پڑی کہ مزار ہمارا نشانہ نہیں تھا غلطی ہو گئی ہے تو اگر خدائی اختیارات ان کے پاس ہوتے تو وہ بم اٹھا کر واپس امریکہ پر نہ گرا دیتے اور اپنے مزار کو بچا لیتے یاد رکھنا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔فرمایا فَادْعُوْھُمْ پس تم پکارو ان کو فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ پس چاہئے کہ وہ تمہاری دعائیں قبول کریں اور تمہارے کام بنائیں اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے۔ان کو تم

ساری عمر پکارتے رہو کچھ بھی نہیں ہوگا اسلئے کہ نافع اور ضار صرف رب تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّاھُوَ پس اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ (پ: ۱۱) اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو ساری کائنات اکٹھی ہو کر روک نہیں سکتی وہ بھی رب تعالیٰ کے احکام کے قیدی ہیں یہ بھی قیدی ہیں قیدی، قیدی کو کس طرح چھڑائے گا فرمایا اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَا کیا ان کیلئے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چلتے ہیں اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَآ کیا ان کیلئے ہاتھ ہیں جن کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں اَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَآ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا کیا ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے ہیں۔ ان لوگوں نے جو بت بنائے ہوئے تھے وہ محض پتھر اور لکڑیاں تو نہیں تھیں بلکہ ان پتھروں کو تراش کر لکڑیوں کو چھیل کر کسی نہ کسی بزرگ کی شکل پر بنایا ہوا تھا اصنام اور اوثان کی مزید تفسیر اور تشریح کیلئے گلدستہ توحید کا مطالعہ کرو اور باحوالہ سمجھو محض کسی پتھر اور درخت کی پوجا کسی نے نہیں کی بزرگوں کے نام اور شکلوں پر بت بنائے ہوئے تھے ان کی پوجا کرتے تھے تو دراصل پوجا اس بزرگ کی ہوتی تھی جس کی شکل پر وہ بت ہوتا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو تم نے بت بنا رکھے ہیں کیا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں کہ ان کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں؟ کیا ان کے پاؤں ہیں کہ ان کے ساتھ وہ چلتے ہیں؟ کیا ان کے کان ہیں کہ ان کے ساتھ وہ سنتے ہیں؟ ظاہر بات ہے کہ بتوں کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہیں ہیں تو وہ اندھے

بہرے کیا کر سکتے ہیں؟ وہ تمہیں کیا نفع پہنچا سکتے ہیں؟ اور......

صفاتِ خداوندی میں قطعاً کوئی شریک نہیں :

محققین فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بتوں کے پاس کچھ نہیں ہے لیکن جن کے نام پر بت بنائے گئے ہیں کیا ان کے ایسے پاؤں ہیں کہ تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں ایسی آنکھیں ہیں کہ تم پکارو تو وہ تمہیں دیکھ لیں کیا ان کے ایسے ہاتھ ہیں کہ دنیا کے اطراف میں پہنچ جائیں اور تم جہاں پھنسے ہوئے ہو تمہیں چھڑا لیں؟ تم جو آواز دیتے ہو پکارتے ہو یَا شَیْخ عبد القادر جیلانی شَیْأً لِلّٰہِ تو کیا وہ ایسے ہاتھ رکھتے ہیں کہ ظالم کا ہاتھ روک لیں ایسے پاؤں ہیں کہ فوراً چل کر پہنچ جائیں ایسے کان ہیں کہ تمہاری فریاد سن لیں؟ ہزار ہا میل دور سے یہ تمام صفتیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں قطعاً کوئی شریک نہیں ہے۔ پھر کافر لوگ آنحضرت ﷺ کو ڈراتے تھے کہ تم ہمارے خداؤں کی تردید کرتے ہو توہین کرتے ہو ہمارے الٰہ تمہیں تکلیف پہنچائیں گے آنحضرت ﷺ کو رب تعالیٰ خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں قُلِ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کہہ دیں اُدْعُوْا شُرَکَآءَ کُمْ پکارو اپنے شریکوں کو جنکو تم نے رب تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا ہے ان سب کو پکارو اکٹھا کرو ثُمَّ کِیْدُوْنِ پھر تم میرے خلاف تدبیر کرو جو کر سکتے ہو فَلَا تُنْظِرُوْنِ پھر تم مہلت نہ دو مجھے۔ کِیْدُوْن اصل میں کیدونی ہے فَلَا تُنْظِرُوْنِ اصل میں فَلَا تُنْظِرُوْنِیْ ہے دونوں جگہ یا متکلم کی تخفیفاً حذف ہے کہ تم اپنے معبودوں کو اکٹھا کر لو اور پھر جو تدبیر میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر لو اور مجھے ایک لمحہ کی مہلت بھی نہ دو مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور نہ ہی میرا کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے ہوگا وہی

جو میرا رب چاہے گا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا اِنَّ وَلِیِّ ۔َ اللّٰہُ بیشک میرا کارساز اور آقا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی میرا سرپرست محافظ اور نگران ہے الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ جس نے اتاری ہے کتاب۔ جسمیں توحید کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اور شرک کی جڑیں اکھیڑ کر رکھ دی ہیں وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ اور وہی دوستی کرتا ہے نیک لوگوں کے ساتھ اور وہی نیکوں کا سرپرست ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی مرد عورت قرآن پاک کا صرف لفظی ترجمہ پڑھ لے تو وہ شرک اور بدعت کے قریب نہیں جا سکتا یہ قرآن کریم کی ذاتی تاثیر ہے اور شرک و بدعت اور رسومات میں الجھنے کی وجہ قرآن پاک سے ناواقفیت ہے اور یاد رکھنا قرآن کریم صرف مولویوں اور حافظوں کیلئے نہیں ہے اس کا سمجھنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَۃٍ ''علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے'' ضروریات دین کا علم حاصل کرنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا مدد مانگنے کیلئے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وہ نہیں طاقت رکھتے تمہاری مدد کرنے کی وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ کل میں نے عرض کیا تھا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو منجی مانتے ہیں اور چاروں انجیلوں میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جب سولی پر لٹکانے لگے تو انھوں نے کہا اِیْلِیْ اِیْلِیْ اے میرے رب اے میرے رب! تو نے مجھے دشمنوں میں کیوں پھنسا دیا مجھے بچاؤ تو جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا وہ تمہیں کیا بچائے گا جو خود اپنی مدد نہ کر سکیں وہ تمہاری کیا مدد کریں گے یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مددگار ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی فریادرس

ہے، نہ کوئی دستگیر ہے یہ تمام صفات رب تعالیٰ کی ہیں جو مانگنا۔ ہے رب تعالیٰ سے مانگو مگر مشرکوں کو رب تعالیٰ نے اندھا کیا ہوا ہے۔ ۳۰-۱۹۳۱ء کی بات ہے مجھے اجمیر شریف جانے کا موقع ملا طالب علمی کا زمانہ تھا جمعرات کو وہاں قوالی ہوتی تھی اس قوالی مین مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجاور بھی تھے دربار کا دوسرا عملہ بھی تھا ایک انگریز اور میم بھی تھی عجیب عجیب قسم کی قوالیاں کرتے تھے ایک قوال نے یہ بھی کہا......

؎ خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوس اعلیٰ کو
مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

خدا کے ساتھ اس طرح متھّا لگا کر یہاں تک کہہ دیا کہ میں خدا سے جنت الفردوس نہیں مانگوں گا مجھے جنت سے کیا واسطہ ہے مجھے یہ قبر ہی کافی ہے جب اس نے یہ شعر کہا تو عجیب سماں تھا لوگ وجد میں آ گئے بے ہوشی پڑی ہوئی تھی لوگ ایک دوسرے کے اوپر گر رہے تھے کسی کی پگڑی وہاں پڑی ہے کسی کی ٹوپی کہیں پڑی ہے پھر دوسرا بھانڈ اٹھا اور اس نے اپنا کمال دکھایا اور کہا......

؎ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

شرک شریعت کی تمام حدود کو ختم کر دیتا ہے :

اندازہ لگاؤ کہ شرک کتنی بری چیز ہے کہ شریعت کی ساری حدیں ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم ان کو بلاؤ ہدایت کی طرف لَا يَسْمَعُوْا تو وہ نہ سنیں۔ ظاہر بات ہے کہ اگر بت ہیں تو انھوں نے کیا سننا ہے؟

اور بت جن کی شکلؑ پر بنائے گئے ہیں اگر ان کو پکارو تو ان کو بھی کیا پتہ کہ ہمیں کس نے کہاں سے پکارا ہے کیونکہ ہر ایک کی ہر جگہ سے سننا تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ اور آپ دیکھیں گے ان کو کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور وہ حقیقۃً نہیں دیکھ رہے۔ یعنی وہ جو بت ہیں سامنے ان کی آنکھیں ہیں لیکن اندر کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خُذِ الْعَفْوَ اور لے معافی والا معاملہ کہ ان کو معاف کر دے۔ مخالفین آنحضرت ﷺ کو منہ پر کہتے تھے ساحر ہے، کذاب ہے، جادوگر ہے، شاعر ہے، مجنوں ہے، مفتری ہے معاذ اللہ تعالیٰ، آج اگر ہمیں کوئی ہمارے سامنے کہے تو پھر سارے سمجھتے ہو کہ کیا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ آپؐ ان کو معاف کر دیں یعنی ان کو تلک بتلک جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر آپ بھی ان کو اسی طرح کہیں گے تو آپ ﷺ اور ان میں کیا فرق رہے گا اور معافی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنا مشن چھوڑ دیں مشن تو جاری رکھنا ہے وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ اور حکم کر نیکی کا توحید بیان کرتے رہیں وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور اعراض کر جاہلوں سے وہ جو جہالت کی باتیں کرتے ہیں ان کا مقابلہ نہ کرو اعراض کرو یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا ہے وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ اور اگر ابھارے تجھ کو شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ۔

مقابلے میں جھوٹے خداؤں کو گالیاں نہ دو لیکن تردید بیان کرو :

انسان آخر انسان ہے حق بیان کرنا ہے جب حق کی بات کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو غصہ آتا ہے لہٰذا ایسے موقع پر اگر شیطان ابھارے کہ آپ بھی ان کو دو چار سنا دیں تو

فرمایا تم نے ایسا نہیں کرنا بلکہ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی پناہ لو یعنی اعوذ باللہ پڑھو دیکھو !اگر واعظ اور مبلغ بھی وہی زبان استعمال کرے جو جاہل کرتا ہے تو پھر واعظ، مبلغ، مصلح اور غیر مصلح میں فرق تو نہ ہوا یہ قرآن کریم کا سبق ہے کہ تمہیں کوئی گالیاں بھی دے تو ان کے جھوٹے خداؤں کو گالیاں نہ دو بلکہ چپ کر جاؤ لیکن ان کی تردید بیان کرو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور نہ خدائی اوصاف ان میں ہیں اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ سب کچھ اس کے علم میں ہے اُس کے مطابق جزا سزا دے گا۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ○ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ یَسْجُدُوْنَ ○ السجدۃ

اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ اتَّقَوْا جو ڈرتے ہیں اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ جب پہنچتا ہے ان کو خیال شیطان کی طرف سے تَذَكَّرُوْا وہ یاد کرتے ہیں فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ پس وہ اچانک بصیرت والے ہوجاتے ہیں وَ اِخْوَانُهُمْ اور شیطانوں کے بھائی یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ان کو کھینچ لیتے ہیں

گمراہی میں ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ پھر وہ کوتاہی نہیں کرتے وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ اور جب آپ نہ لائیں ان کے پاس کوئی نشانی قَالُوْا تو کہتے ہیں لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کیوں نہیں چن کر لایا تو اس نشانی کو قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَتَّبِعُ میں پیروی کرتا ہوں مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب کی طرف سے هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ یہ قرآن کی باتیں بصیرت کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ اور ہدایت ہے اور رحمت ہے لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو مومن ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اور جس وقت پڑھا جائے قرآن فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ پس توجہ کے ساتھ تم سنو اس کو وَاَنْصِتُوْا اور خاموش رہو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اور نہ اونچی بات کر بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ پہلے پہر اور پچھلے پہر وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور نہ ہوں آپ غفلت کرنے والوں میں سے اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ بیشک جو تیرے رب کے پاس ہیں لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وہ تکبر نہیں کرتے اس کی عبادت سے وَيُسَبِّحُوْنَهٗ اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ اور وہ اسی کیلئے سجدہ کرتے ہیں۔

اس سے پہلی ایت کریمہ میں ہے کہ اے مخاطب اگر شیطان تجھے ابھارے چھیڑ کر تو

تو اعوذ باللہ پڑھ لے شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَجۡرِیۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مجری الدم او کماقال علیہ الصلاۃ والسلام انسان کے بدن میں جہاں تک خون دورہ کرتا ہے شیطان کا دورہ بھی وہاں تک ہوتا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا بیشک وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اِذَا مَسَّهُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ جب پہنچتا ہے ان کو خیال وسوسہ شیطان کی طرف سے تَذَكَّرُوۡا وہ یاد کرتے ہیں یعنی فوراً ان کو بات یاد آجاتی ہے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے فَاِذَا هُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ پس وہ اچانک بصیرت والے ہوجاتے ہیں کہ اس بُرے خیال سے باز آجاتے ہیں۔

بُرے خیالات پر گرفت نہیں :

ہر انسان کو اچھے خیالات بھی آتے ہیں اور بُرے خیالات بھی آتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل کہ بُرے سے بُرا اور گندے سے گندا خیال بھی آئے تو اس پر کوئی پکڑ نہیں ہے اگر خیال پر پکڑ ہوتی تو کسی کی بھی خیر نہیں تھی خیال اسے کہتے ہیں کہ جو بغیر ارادے کے خود بخود آئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں متقیوں کو جب خیال آتے ہیں تو فوراً ان کو یاد آجاتا ہے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے وہ صاحب بصیرت ہوجاتے ہیں سمجھ سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں اور باز آجاتے ہیں وَاِخۡوَانُهُمۡ اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں یَمُدُّوۡنَهُمۡ فِی الۡغَیِّ وہ ان کو کھینچ لیتے ہیں گمراہی میں شیطان اپنے بھائیوں کے دلوں میں بُرے بُرے خیال لاتا ہے وہ ان خیالات پر راضی ہوتے ہیں اور مزید گندے خیالات کا ارادے کرتے ہیں ثُمَّ لَا یُقۡصِرُوۡنَ پھر وہ کوتاہی نہیں کرتے شیطان بھی بُرے خیالات

کے لانے میں کوتاہی نہیں کرتے وہ انکو پسند کرتے ہیں اوران پرعمل کرنا شروع کردیتے ہیں وَاِذَالَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ اور جب آپ نہ لائیں ان کے پاس کوئی نشانی قَالُوْا تو کہتے ہیں لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کیوں نہیں تو چن کر لا یا تو اس نشانی کو۔اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ کیوں نہ کھینچ لایا ایت آج تجھ پر کوئی ایت کیوں نہیں نازل ہوئی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اَتَّبِعُ پختہ بات ہے میں پیروی کرتا ہوں مَايُوْحٰى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب کی طرف سے۔میں خود ایات نہیں بنا تا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایات نازل ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہے اور ایت کا معنٰی معجزہ بھی ہے تو پھر مطلب یہ بنے گا کہ جب کوئی ایسا معجزہ ظاہر نہیں ہوتا تھا جو وہ طلب کرتے تھے تو کہتے کہ ہم نے آپ سے نشانی مانگی تھی کیوں نہیں آئی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ کہہ دیں میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا میں تو وحی کا پابند ہوں اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ بیشک نشانیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں رب کی طرف سے ہیں یادرکھنا معجزہ اور کرامت حق ہے معجزہ پیغمبر کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر، معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کرامت بھی، معجزے میں نبی کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور کرامت میں ولی کا کوئی دخل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ یہ قرآن کی باتیں بصیرت کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے۔بصیرت کا معنٰی ہے دل میں روشنی پیدا کرنا یہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے جو دلوں میں روشنی پیدا کرتی ہے تمہارے رب کی طرف سے اس قرآن کو مخلوق میں سے کسی نے بنایا نہیں ہے وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ اور ہدایت ہے اور رحمت ہے لیکن کن کیلئے ہدایت ہے اور کس کیلئے رحمت ہے؟ اور

کن کے دلوں میں روشنی پیدا کرتی ہے؟ فرمایا لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو مومن ہے اور چونکہ قرآن کریم کا ذکر تھا آگے آداب ذکر فرمائے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اور جس وقت پڑھا جائے قرآن فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ پس توجہ کے ساتھ تم سنو اس کو وَاَنْصِتُوْا اور خاموش رہو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے تم پر رحمت نازل کی جائے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ تمام صحابہ میں بڑے مفسرِ قرآن ہیں ویسے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیک تھے عادل تھے حق پر تھے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تھے لیکن ان کے آپس میں درجے مختلف تھے۔

قرأت خلف الامام حکم خداوندی کی صریح مخالفت ہے :

قرآن کریم کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ کا پہلا نمبر ہے ان کے بعد دوسرا نمبر ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تفسیر قرآن میں باقی تمام صحابہ ان کے بعد ہیں یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ایت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ مقتدیوں نے امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی نہ فاتحہ پڑھنی ہے اور نہ ہی قرآن کا کوئی اور حصہ پڑھنا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کچھ لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت شروع کی سورۃ فاتحہ پڑھی یا کچھ اور پڑھا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سخت غصے ہوئے فرمایا اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَفْقَهُوْا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم میں دین کا فہم اور بصیرت پیدا ہو اَمَا آنَ اَنْ تَعْقِلُوْا وہ وقت نہیں آیا کہ تم عقل سے کام لو جس وقت امام قرآن کریم پڑھے تو خاموش رہو۔ امام احمد ابن حنبلؒ بڑے اونچے درجے کے امام ہے وہ فرماتے ہیں کہ اَجْمَعُوْا عَلٰی

اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ ''تمام ائمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے'' کہ امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں قرأت ہے اور نہ سرّی نمازوں میں اور حکم خداوندی ہے فَاسْتَمِعُوْا پس تم توجہ کے ساتھ سنو اگر امام بلند آواز سے پڑھے وَاَنْصِتُوْا اور خاموش رہو اگر امام آہستہ پڑھتا ہے۔ تو امام کے پیچھے قرأت کرنا قرآن پاک کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور جمہور کا یہی مسلک ہے بعض دوستوں کو دو حدیثوں کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے ان میں ایک حدیث صحیح ہے مگر وہ ان کی دلیل نہیں بنتی جو کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہئے اور دوسری صریح ہے مگر وہ روایت پرلے درجے کی کمزور ہے۔ صحیح حدیث ہے لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ جس نے نماز میں فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔ لیکن کس کی نماز نہیں ہے اور کس کے بارے میں ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں لِمَنْ يُّصَلِّيْ وَحْدَهٗ'' یہ روایت اس کے بارے میں ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔'' حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لِمَنْ يُّصَلِّيْ وَحْدَهٗ'' یہ روایت اس کے بارے میں ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔'' امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مقتدی کے بارے میں نہیں ہے اکیلے شخص کے بارے میں ہے۔ امام سفیان ابن عیینہ امام شافعی رحمہ اللہ اور تمام محدثین کے استاذ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مقتدیوں کے بارے میں قطعاً نہیں ہے جو اکیلا نماز پڑھے اُس کے بارے میں ہے اور مقتدیوں کے بارے میں مسلم شریف وغیرہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا

اور جب امام قرأت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور دوسری روایت جو صریح ہے کہ جس نے امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی تو اس حدیث کا ایک راوی محمد ابن اسحاق اس کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَۃ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ امام یحیٰ سعید القطان جو کہ جرح اور تعدیل کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّهٗ كَذَّابٌ میں کھلے طور پر گواہی دیتا ہوں کہ وہ بڑا جھوٹا راوی تھا۔ یحیٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ جھوٹا تھا خالد ابن وہب فرماتے ہیں کہ جھوٹا تھا تو جھوٹے راوی کی روایت پر دارومدار رکھ کر لوگوں کی نمازوں کو باطل قرار دینا کہاں کا دین ہے یا یہ دین کی کونسی خدمت ہے؟ تو یاد رکھنا! جو روایت صحیح ہے وہ مقتدی کے بارے میں نہیں اکیلے کے بارے میں ہے اور جس روایت میں مقتدی کا ذکر ہے اس کا راوی دجال اور کذاب ہے باقی جس آدمی کو تفصیل کا شوق ہو تو اس مسئلے پر میری مستقل کتاب ہے ''احسن الکلام فی ترک القرأت خلف الامام'' اس کا مطالعہ کریں جس پر ہندوستان پاکستان کے جید علماء کرام کی تصدیقات ہیں اور حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق بھی ہے تو یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا کہ امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں قرأت ہے اور نہ سری نمازوں میں۔ باقی تسبیحات وغیرہ ٹھیک ہیں وہ پڑھنی ہیں وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں نماز کے بعد تَضَرُّعًا عاجزی کرتے ہوئے وَّخِيْفَةً اور رب سے ڈرتے ہوئے وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اور نہ اونچی بات کریں نماز سے فارغ ہو کر ذکر کرو، تسبیحات پڑھو، استغفار کرو لیکن بلند آواز سے نہیں یہ قرآن کی روح کے خلاف ہے ہاں اگر تعلیم کیلئے کسی وقت امام بلند آواز سے دعا کر دے تا کہ لوگوں کو

پرو النُّوْرِ الَّذِیْ اُنْزِلَنَا اوراس نور پر جس کو ہم نے اتارا ہے۔ یہ قرآن نور ہدایت ہے، نور حق ہے، نور توحید، نور سنت ہے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ جن کی خوبیاں اوپر بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی اوصاف والا بنائے اور آنحضرت ﷺ کا صحیح معنٰی میں متبع اور پیروکار بنائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

طرح کرنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جاؤ اور تین یا پانچ یا سات مرتبہ تسبیحات پڑھو اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالو اس میں نہ التحیات ہے نہ سلام ہے اور دو سجدے بھی نہیں ہیں صرف ایک سجدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج مؤرخہ ۱۱ رمضان المبارک بروز سوموار ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۰۷ کو سورۃ الاعراف مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الانفال، سورۃ التوبہ

(مکمل)

جلد............٨

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ پاکستان

نام کتاب	----	ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ﴿الانفال، التوبہ مکمل﴾
افادات	----	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم
مرتب	----	مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ
نظر ثانی	----	مولانا علامہ زاہد الراشدی
سرورق	----	محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ
کمپوزنگ	----	محمد صفدر حمید
تعداد	----	گیارہ سو (۱۱۰۰)
طبع	----	سوئم
قیمت	----	
طابع وناشر	----	لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالا

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر دام مجدھم علینا کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے ہیں۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہو تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا ہے۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم-اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم-اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم-اے پنجابی کو بلایا اوراس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماءِ ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہذا جہاں دشواری ہو وہاں حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی، مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری مدیر: ''بینات'' کراچی اور دیگر صاحبِ علم حضرات سے رجوع کرتا ہوں اور اگر کہیں زیادہ ہی الجھن بن جائے تو براہِ راست حضرت اقدس سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا ہوں کیونکہ بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جہاں حضرت اقدس کے بغیر مسئلہ حل ہو ہی نہیں سکتا۔

اور اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات

میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

میں کیسٹ سے تحریر کرنے کے بعد مسودہ اپنے بڑے بھائی لیفٹیننٹ حبیب اللہ خان کے پاس بھیجتا ہوں جن کا تعلق آرمی میں شعبۂ تعلیم ہی سے ہے۔ ان کے راہنمائی کے بعد مسودہ نظر ثانی کے لئے علامہ زاہد الراشدی صاحب (جو حضرت کے بڑے فرزند اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث ہیں) کے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد یہ مسودہ کمپوزنگ کیلئے جاتا ہے اور تصحیح اغلاط کے بعد پھر یہ مسودہ دوبارہ علامہ زاہد الراشدی کے پاس جاتا ہے ان کے مطالعہ اور تصدیق کے بعد یہ مسودہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور نسیان سے مرکب ہیں غلطیاں ممکن ہیں۔ خصوصاً بندۂ ناچیز ان سب حضرات سے علم عمل اور عمر میں چھوٹا ہے لہذا تمام خامیوں، کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع کیا جائے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر
سورۃ الانفال

(مکمل)

جلد ۸

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑ والی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ○ يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ○

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ سوال کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے بارے میں قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ آپ کہہ دیں غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہیں فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ

بَیۡنِکُمۡ اور درست کرو آپس کے معاملات کو وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗۤ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اگر ہو تم مومن اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ پختہ بات ہے مومن الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وہ لوگ ہیں کہ جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ خوفزدہ ہو جاتے ہیں دل ان کے وَاِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں وَّعَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ اور وہ مومن اپنے رب پر توکل کرتے ہیں الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وہ لوگ قائم کرتے ہیں نماز کو وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ اور جو ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا یہی لوگ ہیں مومن پکی بات ہے لَہُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ان کیلئے درجے ہیں ان کے رب کے ہاں وَمَغۡفِرَۃٌ اور بخشش ہے وَّرِزۡقٌ کَرِیۡمٌ اور رزق ہوگا عمدہ کَمَاۤ اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ جیسے نکالا تجھ کو تیرے پروردگار نے مِنۡ بَیۡتِکَ تیرے گھر سے بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّ فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اور بیشک ایک گروہ ایمان والوں میں سے لَکٰرِہُوۡنَ البتہ اس کو ناپسند کرتا تھا یُجَادِلُوۡنَکَ فِی الۡحَقِّ جھگڑتے ہیں وہ آپ کے ساتھ حق کے بارے میں بَعۡدَمَا تَبَیَّنَ بعد اس کے کہ بات واضح ہو چکی ہے کَاَنَّمَا یُسَاقُوۡنَ اِلَی الۡمَوۡتِ گویا کہ وہ چلائے جارہے ہیں موت کی طرف وَہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اور وہ دیکھ رہے ہیں۔

کوائفِ سورۃ اورغزوہ بدر :

اس سورۃ کا نام انفال ہے اور پہلی آیت کریمہ ہی میں انفال کا لفظ موجود ہے اسی سے سورۃ کا نام انفال ہے۔سورۃ فاتحہ کے بعد اس کا آٹھواں نمبر ہے اور نزول کے اعتبار سے اٹھاسیواں (۸۸) نمبر ہے۔ستاسی (۸۷) سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے اس کے دس رکوع اور پچھتر (۷۵) آیات ہیں۔اس سورۃ میں غزوہ بدر کے واقعات کا ذکر ہے چونکہ یہ پہلا غزوہ تھا اس لئے بعض مسائل کا علم بعض حضرات کو نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرما کر ان مسائل سے آگاہ کیا۔یہی اس کا شانِ نزول ہے۔بدر دراصل ایک آدمی کا نام تھا بدر بن قیس بن صبا۔اس نے اس مقام پر ایک کنواں کھودا تھا تو کنویں کا نام اس شخص کے نام پر بدر پڑ گیا پھر سارے علاقے کو بدر کا علاقہ کہا جاتا تھا۔یہ غزوہ ۲ ھ ۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن پیش آیا۔اَنفال جمع ہے نفل کی،نفل کے معنٰی زائد کے ہیں،جو نماز فرضوں سے سے زیادہ ہوتی ہے وہ نفل کہلاتی ہے اور مال غنیمت کو نفل کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی مقصد سے زائد ہوتا ہے کہ جہاد میں اصل مقصد تو اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔تو نفل کے معنٰی مال غنیمت کے ہیں اور مال غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں کے ساتھ جہاد کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اس مال کے پانچ حصے کیے جاتے ہیں پانچواں حصہ خُمس کہلاتا ہے۔وہ خمس آنحضرت ﷺ کے غریب رشتہ داروں کیلئے اور عام مساکین اور یتیموں اور نادار لوگوں کیلئے ہوتا تھا باقی چار حصے مجاہدین پر تقسیم ہو جاتے تھے اور مسلمانوں کیلئے سب سے بہتر کمائی مال غنیمت ہے کیونکہ جہاد کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے اور جہاد بہت بلند عمل ہے۔یہ لڑائی کیوں ہوئی اس کے اسباب یا نتیجے ان کا ذکر آگے آرہا ہے اس لڑائی میں مسلمان کل تین سو تیرہ تھے تین سو بارہ صحابہ کرامؓ اور

تیرھویں آنحضرت ﷺ تھے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ تین سو تیرہ کے پاس صرف آٹھ تلواریں چھ زرہیں، ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں اور لباس کی یہ حالت تھی کہ کسی کے پاس پگڑی ٹوپی تھی اور کوئی ننگے سر تھے اور کسی کے پاس جوتا تھا اور کئی ننگے پاؤں تھے اس گرمی اور دھوپ میں اور مقابلے میں ایک ہزار آدمی اور ان کے پاس ہر طرح کا اسلحہ تلواریں، نیزے، تیر کمان، زرہیں، خود اور وافر مقدار میں اونٹ گھوڑے اور خچر تھے اور آپ پہلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پڑھ چکے ہیں کہ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ''اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر چکا بدر میں اور تم کمزور تھے۔'' ستر کافر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور باقی دوڑ لگا گئے یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی ورنہ تین سو تیرہ کی ایک ہزار کے ساتھ کیا نسبت ہے، آٹھ تلواروں کی ایک ہزار تلوار کے ساتھ کیا نسبت ہے۔ صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے، آٹھ مہاجر اور چھ انصار میں سے۔ مال غنیمت میں اونٹ، گھوڑے، تلواریں، خود (لوہے کی ٹوپی کو کہتے ہیں)، زرہیں اور جو کچھ بھی اس زمانے میں ان کے پاس تھا، حاصل ہوا۔ کچھ حضرات لڑائی میں تھے اور کچھ حضرات ان کی خدمت پر خیموں میں کھانا پکانا، کپڑے دھونا اور دیگر سامان کی حفاظت کر رہے تھے اور یہ کہ جب ان کی باری آنی تھی انھوں نے بھی لڑنا تھا۔

مال غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا اور جب آدمی زیادہ ہوں تو قدرتی طور پر اختلافِ رائے ہو جاتا ہے۔ لڑنے والوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ ہم لڑے ہیں اس لئے مالِ غنیمت ہمارا حق بنتا ہے اور جو حضرات انتظامات پر مامور تھے انھوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں لہذا ہمارا بھی حق بنتا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ اختلاف کی کیا ضرورت ہے آنحضرت ﷺ موجود ہیں ان سے پوچھ لیتے ہیں کہ حضرت مالِ غنیمت کس کا حق بنتا ہے؟

صرف لڑنے والوں کا حق ہے یا جو پیچھے اونٹوں، گھوڑوں اور گدھے کی حفاظت پر مامور تھے اور کھانے پکانے پر مامور تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کر رہے تھے ان کا بھی حق بنتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا......

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ سوال کرتے ہیں آپ سے غنیموں کے بارے میں قُلْ آپ کہہ دیں اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ غنیمتیں اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے رسول کیلئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کے رسول کے کنٹرول میں ہیں فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ اور درست رکھو آپس کے معاملے کو، اختلاف پیدا نہ کرو۔ مالِ غنیمت کا کیا کرنا ہے؟ اس کا حکم دسویں پارے کی ابتداء میں آئے گا۔

وَاعْلَمُوْآ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ" اور اچھے طریقے سے جان لو کہ بیشک جو تم نے حاصل کیا ہے غنیمت میں سے پس بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور اس کے رسول کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے قرابت داروں کیلئے اور یتیموں کیلئے اور مسکینوں کیلئے اور مسافروں کیلئے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر۔" وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم مومن۔

علاماتِ مومنین:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ پختہ بات ہے مومن وہ لوگ ہیں کہ جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا خوفزدہ ہو جاتے ہیں دل ان کے رب تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کی وجہ سے۔

طبعی خوف منافی ایمان نہیں

تھا۔ اب یہ موقع ہے کچھ حضرات طبعی طور پر لڑائی کو پسند نہیں کرتے تھے اور طبعی طور پر ایسی چیزوں سے گریز کرنے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اس کو ڈال دو جب اس کو ڈالا تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگی موسیٰ علیہ السلام نے دوسری طرف دوڑ لگا دی کیونکہ سانپ موذی شی ہے اور موذی شی سے بچنا بہت ضروری ہے پیغمبر سے بڑھ کر کسی کا ایمان قوی نہیں ہوتا مگر طبعاً اس سانپ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَفْ خوف نہ کر اس پر ہاتھ رکھ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُوْلٰى ہم اس کو پہلی حالت میں بدل دیں گے تو طبعاً لڑائی سے ڈرنا، دشمنوں سے ڈرنا ایسا ہی ہے جیسے سانپ سے ڈرنا جو ڈر طبعی ہو وہ ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ تو کچھ حضرات لڑائی کو پسند نہیں کرتے تھے اس کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ جیسے نکالا تجھ کو تیرے پروردگار نے تیرے گھر سے جو مدینہ طیبہ میں تھا حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ اور بے شک ایک گروہ ایمان والوں میں سے البتہ اس کو ناپسند کرتا تھا طبعاً چاہتے تھے کہ لڑائی کی نوبت نہ آئے يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ جھگڑتے ہیں وہ آپ سے حق کے بارے میں بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ بعد اس کے کہ بات واضح ہو چکی ہے کہ لڑائی ضرور پیش آئے گی كَأَنَّمَا يُسَاقُوْنَ إِلَى الْمَوْتِ گویا کہ وہ چلائے جا رہے ہیں موت کی طرف یعنی یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کو موت کی طرف چلایا جا رہا ہے وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اور وہ دیکھ رہے ہیں موت کو آنکھوں سے یعنی بعض ایسے گھبرائے ہوئے تھے کہ گویا موت سامنے کھڑی ہے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اور جس وقت وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ دو گروہوں میں سے ایک کا اَنَّهَا لَكُمْ کہ بیشک وہ تمہارا ہے وَتَوَدُّوْنَ اور تم پسند کرتے تھے اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ بیشک جو کانٹے والا نہیں ہے تَكُوْنُ لَكُمْ وہ تمہارا ہو جائے وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اور ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ کہ ثابت کردے حق کو اپنے فیصلوں کے ساتھ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ اور جڑ کاٹ دے کافروں کی لِيُحِقَّ الْحَقَّ تاکہ ثابت کردے حق کو وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ اور مٹا دے باطل کو وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ اور اگرچہ مجرم

ناپسند کریں اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ جس وقت تم مدد طلب کرتے تھے اپنے رب سے فَاسْتَجَابَ لَكُمْ پس اس نے تمہاری دعا قبول کرلی (یہ فرماتے ہوئے) اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ بیشک میں تمہاری مدد کرونگا ایک ہزار فرشتوں کیساتھ مُرْدِفِيْنَ جو آگے پیچھے قطار میں آئیں گے وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى اورنہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کی امداد کو مگر خوشخبری وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہوں وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اورنہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

ماقبل سے ربط اور سببِ بدر :

غزوہ بدر کا ذکر چلا آرہا ہے مکہ مکرمہ میں قابلِ کاشت زمین نہیں تھی پہاڑ ہی پہاڑ ہیں روحانی برکات بہت تھیں مگر ظاہری اسباب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی کا ذریعہ یہ بنایا تھا کہ یہ لوگ سال میں دو تجارتی سفر کرتے تھے رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ایک گرمیوں میں اور دوسرا سردیوں میں، گرمیوں میں شام کا سفر کرتے تھے اور سردیوں میں یمن کے علاقے کا سفر کرتے تھے۔ اگرچہ اکثریت کافروں اور مشرکوں کی تھی مگر کعبۃ اللہ کا احترام ان لوگوں کے دلوں میں تھا وہ جب سنتے کہ مکہ مکرمہ سے آئے ہیں تو کعبۃ اللہ کی نسبت سے ان کا بڑا احترام کرتے، بڑی قدر کرتے ان کی مہمانی کرتے، کھانا مفت کھلاتے، چار پائیاں دیتے، رہائش دیتے، ان سے چیزیں مہنگی خریدتے کہ برکت والی ہیں اور ان کو چیزیں سستی دیتے ان دو سفروں میں ان کا سال کا خرچہ پورا ہو جاتا تھا۔

غزوۂ بدر کا سبب یہ بنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی اکثریت مشرکین مکہ کی سختیوں سے تنگ آکر مدینہ منورہ ہجرت فرما گئی انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ کافر اب ان کا پیچھا چھوڑ دیتے کیونکہ یہ وہاں سے کافی دور چلے گئے ہیں مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے تین سو گیارہ میل دور ہے جو اس زمانے میں اونٹوں پر دس دن کا سفر تھا مگر کافروں نے پیچھا نہ چھوڑا اور شرارتوں سے باز نہ آئے مدینہ طیبہ کے قریب چراگاہیں تھیں جہاں لوگ اپنے مویشی جانور چرانے بھیجتے ان میں سے ایک چراگاہ میں بیت المال کے اونٹ چر رہے تھے حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کے نگران تھے ان کے ساتھ دو چار ساتھی اور تھے [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] سودا سلف لینے مدینہ طیبہ گئے ہوئے تھے۔ کرز ابن جابر فہری کافر لشکر لیکر آیا حضرت یسار کو موقع پر قتل کر دیا اور اونٹ لے کر چلا گیا مسلمانوں کے پاس یہی سرمایہ تھا آنحضرت ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے سنا، بڑے پریشان ہوئے اور ابھی جہاد کی اجازت بھی نہیں ملی تھی حکم تھا کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ہاتھ روکے رکھو اور عبادت میں مشغول رہو۔ تو کافر شرارتوں سے بعض نہ آئے اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بناتے رہتے تھے چنانچہ مشرکین مکہ نے "دار الندوہ" جو ان کا دارا تھا۔ یہ جگہ پہلے مسجد حرام سے باہر تھی مگر اب مسجد حرام میں شامل ہو گئی ہے تو دار الندوہ میں انھوں نے میٹنگ کی، کہنے لگے کہ محمد یہاں سے چلے گئے ہیں اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہیں کہ ہمیں نظر نہیں آتے لیکن یاد رکھو ہم نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے وہ اسکو بھول نہیں سکتے آج نہیں کل سہی دو چار سال تک یہ زندہ رہا تو یہ فوج جمع کر کے ہم پر حملہ آور ہوگا اور ہماری بیخ کنی کر دے گا، ہم کو مٹا دے گا۔ یہاں تو ہم رکاوٹیں ڈالتے تھے لوگوں کو اس کے قریب نہیں آنے دیتے تھے

وہاں تو رکاوٹ ڈالنے والا بھی کوئی نہیں ہے اور لوگ ان کے ساتھ ملتے جا رہے ہیں لہٰذا
اس پر غور کرو اس کیلئے ایک تجویز ہے اس پر سب لوگ عمل کریں وہ تجویز یہ ہے کہ اس دفعہ شام
کا جو تجارتی سفر ہو چاہے کوئی خود جائے یا کسی کو مضاربت پر بھیجے وہاں پر سامان بیچ کر جو
نفع حاصل ہو اور وہاں سے سامان لا کر مکہ مکرمہ بیچنے پر جو نفع حاصل ہو وہ سارا ہم چندے
میں پیش کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف ہتھیار خریدیں گے چونکہ اسلام کے خلاف ان
کے دلوں میں نفرت تھی لہٰذا تمام نے اس تجویز پر اتفاق کیا چنانچہ ستر آدمیوں پر مشتمل
ایک قافلہ تیار کیا گیا اس قافلے کے امیر ابو سفیان تھے کیونکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں
ہوئے تھے بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے۔ ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا
سامان تھا آج کل کے حساب سے یوں سمجھو کہ تین کروڑ کی مالیت کا سامان تھا یہ قافلہ شام
پہنچا اپنا سامان بیچا، نفع کمایا اور وہاں سے سامان خرید کر واپس چل پڑے ادھر مسلمانوں کو ان
کے منصوبے کی اطلاع ہوگئی کہ ہمارے خلاف یہ کاروائی کر رہے ہیں ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف
سے آیت جہاد بھی اس وقت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت دی گئی اُذِنَ
لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کیساتھ کافر لڑتے ہیں اس
وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں رہی یہ بات کہ مسلمان تھوڑے ہیں تو فرمایا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ [پ۱۷/حج ۳۹] "بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ سامان ہمارے خلاف خرچ ہونا ہے لہٰذا اس کا راستہ
روکنا چاہئے تیاری کر کے باہر تشریف لائے ادھر مکے والوں کو علم ہو گیا کہ ہمارے قافلے
پر حملہ کر رہے ہیں وہ بھی تیاری کر کے آ گئے۔ ابو سفیان بڑے چالاک اور ہوشیار آدمی تھے
انہوں نے معروف راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور بچ بچا کر قافلہ مکے پہنچا دیا

مسلمان اس راستے کو پہنچ ہی نہ سکے مسلمان جب نکلے تو رب تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا کہ دو قافلے ہیں ایک ابوسفیان کا قافلہ جس میں ساٹھ آدمی اور ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار سے زیادہ کا سامان ہے اور دوسرا وہ قافلہ جو مکہ مکرمہ سے ابوجہل کی قیادت میں مسلح ہو کر آرہا ہے اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ فرمایا ان دو میں سے ایک کے ساتھ ضرور تمہاری ٹکر ہوگی، اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ اور جس وقت وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کا کہ بیشک وہ تمہارا ہے **وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ** اور تم پسند کرتے تھے بیشک جو کانٹے والا نہیں ہے وہ تمہارا ہو جائے۔ ابوسفیان والا قافلہ کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھے کہ شوکہ کا معنیٰ کانٹا بھی ہوتا ہے اور ہتھیار بھی ہوتا ہے **وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ** اور ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے کہ ثابت کردے حق کو اپنے فیصلوں کے ساتھ **وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ** اور جڑ کاٹ دے کافروں کی **لِيُحِقَّ الْحَقَّ** تاکہ ثابت کردے حق کو **وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ** اور مٹادے باطل کو **وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ** اور اگرچہ مجرم ناپسند کریں اس کو۔ بدر مدینہ منورہ سے بسوئے مکہ مکرمہ ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے کافر وہاں پہنچ گئے محلِ وقوع کے اعتبار سے جو اچھی جگہ تھی اور وہاں پانی کے ایک دو چشمے بھی تھے اس پر قبضہ کرلیا مسلمانوں کیلئے بڑی پریشانی تھی کیونکہ آدمیوں، اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کیلئے پانی کی ضرورت ہے اس کے بغیر گذارہ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جمعرات کو وہاں پہنچے عشاء کی نماز پڑھائی، حالات دیکھ کر ایک سرخ رنگ کا چمڑے کا خیمہ تھا اس میں رُو رُو کر گڑ گڑا کر دعا کی کہ اے پروردگار! یہ جو میرے ساتھ ہیں یہ میری پندرہ سال کی محنت ہے اگر آج یہ

سارے ختم ہو گئے تو قیامت تک تیرا صحیح نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا اے پروردگار یہ بے سہارا ہیں ان کا سہارا تیرے سوا کوئی نہیں ہے یہ بھوکے پیاسے ہیں ان کو کھلانے پلانے والا صرف تو ہی ہے۔ آپ ﷺ رو رہے اور دعائیں کر رہے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمے سے باہر تھے برداشت نہ کر سکے اندر داخل ہوئے کہنے لگے حضرت آپؐ نے بڑی آہ و زاری کی ہے اب بس کریں آنحضرت ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ تھی سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یہ شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے جمعہ کا دن تھا صبح کو معرکہ ہوا مسلمان تین سو تیرہ اور ان کے پاس آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر اونٹ تھے اور کافر ایک ہزار اور ان کے پاس ایک ہزار تلوار اور دوسرے ہتھیار بھی تھے بظاہر کوئی مقابلہ نہیں تھا اس موقع پر مسلمانوں نے دعائیں کیں اس کا ذکر ہے......

نصرت خداوندی :

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ جس وقت تم مدد طلب کرتے تھے اپنے رب سے فَاسْتَجَابَ لَکُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کر لی یہ فرماتے ہوئے اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ بیشک میں تمہاری مدد کرونگا ایک ہزار فرشتوں کیساتھ جو آگے پیچھے قطار میں آئیں گے۔ اس مقام پر ایک ہزار کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر تین ہزار اور پانچ ہزار کا ذکر ہے۔ محدثین عظام مفسرین کرام اس کی اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ مسلمان تین سو تیرہ تھے اور مقابلے میں ایک ہزار کافر تھے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا کہ وہ تمہاری مدد کرے گا مگر چونکہ کافر مسلمانوں سے تین گناہ زیادہ تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے مزید مسلمانوں کی تسلی کیلئے فرمایا کہ تین ہزار فرشتے

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ کُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِکُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ جس وقت طاری کی تم پر اللہ تعالیٰ نے اونگھ اَمَنَةً مِّنْهُ امن دلانے کیلئے اپنی طرف سے وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً اور نازل کیا اس نے تم پر آسمان کیطرف سے پانی لِیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ تاکہ تم کو پاک کرے اس پانی کے ذریعے وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ اور تاکہ دور کر دے تم سے شیطان کا وسوسہ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ اور تاکہ ثابت رکھے اس کے ذریعے سے تمہارے قدموں کو اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ جس وقت وحی کی تیرے

رب نے فرشتوں کو اَنِّیْ مَعَکُمْ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس ثابت قدم رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ عنقریب میں ڈالوں گا ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ پس مارو تم ان کی گردنوں پر وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ اور مارو ان میں سے ہر ہر پورے پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اسلئے کہ بیشک انھوں نے مخالفت کی ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو شخص مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ پس چکھو تم مزا اس کا وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ اور بیشک کافروں کیلئے دوزخ کا عذاب ہے۔

غزوہ بدر کا ذکر چلا آرہا ہے۔ کافر وہاں پہلے پہنچ گئے اور پانی کے چشموں پر قبضہ کر لیا آنحضرت ﷺ ساتھیوں کے ہمراہ جب وہاں پہنچے تو ایک جگہ کا انتخاب فرمایا کہ یہاں پر پڑاؤ ڈالو یہاں ہم نے اپنا مورچہ قائم کرنا ہے۔

حضرت خبابؓ ابن منذر کا مشورہ :

حضرت خباب ابن منذر انصاری ؓ جنگی امور کے بڑے ماہر تھے انھوں نے دیکھا کہ جس جگہ کا آپ ﷺ نے انتخاب کیا ہے وہ جنگی نقطۂ نظر سے مفید نہیں ہے تو عرض کیا کہ حضرت جس جگہ کا آپ ﷺ نے انتخاب فرمایا ہے کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ اس جگہ تم نے اپنا مورچہ قائم کرنا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، رب تعالیٰ کا یہ حکم نہیں ہے

رب تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے کہ تم جہاد کرو آگے ہماری صوابدید پر ہے کہ ہم نے کیسے لڑنا ہے۔ کہنے لگے حضرت جنگی نقطہ نظر سے یہ جگہ مفید نہیں ہے چند قدم ہٹ کر ایک جگہ بتائی۔ وہ اونچی جگہ تھی اور ریت پڑی تھی عرض کیا حضرت یہ جگہ جنگی لحاظ سے بڑی مفید ہے کیونکہ مخلص اور تجربہ کار تھے آنحضرت ﷺ نے ان کی بات مان لی اور آنحضرت ﷺ لوگوں کی صحیح بات مان لیتے تھے اور باقی صحابہ کرام ﷺ نے بھی اتفاق کیا وہاں پہنچنے پر چند پریشانیاں پیش آئیں کہ پانی پاس نہیں تھا ستر اونٹ، دو گھوڑے تھے اور آنحضرت ﷺ سمیت تین سو تیرہ آدمی تھے پانی سب کی ضرورت تھی پھر تمام کے تمام نمازی تھے وضو کیلئے بھی پانی درکار تھا اور وہاں جو تھوڑا بہت پانی تھا اس پر کافروں کا قبضہ تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ "جہاں تک انسان کے بدن میں خون گردش کرتا ہے شیطان کی گردش بھی وہاں تک ہوتی ہے۔" تو شیطان نے فوراً دل میں وسوسے ڈالنے شروع کیے کہ اگر تم سچے ہوتے تو پانی سے محروم کیوں ہوتے اور ریت میں تمہارے پاؤں کیوں دھنستے؟ بعض کے دلوں میں شیطان نے یہ وسوسے ڈالے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحمت نازل فرمائی بارش ہوئی انھوں نے حوض بنا کر پانی جمع کر لیا اور ریت جم گئی جیسے سڑک بنی ہوئی ہے اور کافر پست جگہ پر تھے وہاں پانی جمع ہو گیا اور کیچڑ بن گیا کہ ان کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا اور کافروں کی شکست کا ایک ظاہری سبب یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اس مشکل گھڑی میں اونگھ طاری کر دی حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی ؒ فرماتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں نیند رحمٰن کی طرف سے ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور پڑھتے پڑھاتے وقت نیند کا آجانا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں [illegible]

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت طاری کی اللہ تعالیٰ نے تم پر اونگھ اَمَنَةً مِّنْهُ امن دلانے کیلئے اپنی طرف سے وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ اور نازل کیا اللہ تعالیٰ نے تم پر مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان کی طرف سے پانی لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ تاکہ تم کو پاک کرے اس پانی کے ذریعے کہ وضو کر سکو، غسل کر سکو وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ اور تاکہ دور کر دے تم سے شیطان کا وسوسہ جو شیطان نے ڈالا تھا کہ اگر تم سچے ہوتے تو پانی سے محروم نہ ہوتے وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری غیبی مدد فرمائی۔ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ اور تاکہ ثابت رکھے اس کے ذریعے سے تمہارے قدموں کو۔ ریت بیٹھ گئی سڑک کی طرح پکی ہو گئی کہ جس میں نہیں تمہارے پاؤں دھنستے تھے اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ جس وقت وحی کی یعنی حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ پہلے ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا پھر تین ہزار کا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کافر کافروں کی مدد کیلئے آئے تو پانچ ہزار فرشتے بھیج دوں گا مگر نہ وہ آئے نہ پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے، تین ہزار نازل ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور فرمایا اَنِّیْ مَعَکُمْ میں تمہارے ساتھ ہوں، میری مدد تمہارے ساتھ ہے فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس ثابت قدم رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں تمہارا مومنوں کے درمیان رہنا ان کی ثابت قدمی کا ذریعہ ہے سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ عنقریب میں ڈالوں گا ان کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔

عزائم مشرکین

مشرکین جب مکہ مکرمہ سے چلے تھے تو گانے والی عورتیں ساتھ لیکر آئے تھے

ڈھول بجاتے بھنگڑے ڈالتے ہوئے اور اونٹوں پر شراب کی بوتلیں لادی ہوئیں تھیں کہ ہم مسلمانوں کو ختم کرنے کے بعد شراب پئیں گے اور آس پاس کے قبائل کی شراب سے دعوت کریں گے اور ان کو اونٹ ذبح کر کے کھلائیں گے کہ اونٹ بھی وافر مقدار میں لیکر آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی بدر کے مقام پر خوب درگت بنائی فرشتوں کو حکم دیا فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ "اَعْنَاق" عُنُق کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے گردن۔ پس مارو تم ان کافروں کی گردنوں پر وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ "بنان" بَنَانَة کی جمع ہے بمعنی پورا۔ اور مارو تم ان میں سے ہر ہر پورے پر کہ ان کی انگلیوں کے پورے نہ رہیں تاکہ نہ تلوار چلاسکیں نہ تیر چلاسکیں، بیکار ہو جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں نے لڑائی میں باقاعدہ شرکت کی تھی۔

بدر میں ملائکہ کی شرکت :

حضرت سعد ابن ابی وقاص ﷺ رشتے میں آنحضرت ﷺ کے ماموں لگتے تھے اور مسلمان ہونے میں ان کا تیسرا نمبر ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں اَنَا ثَالِثُ الْاِسْلَامِ میں اسلام میں تیسرا ہوں۔ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک جبرائیل تھے اور دوسرے میکائیل تھے اور یاد رکھنا! کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور جنات کو اختیار دیا ہے کہ يَتَشَكَّلُ بِاَشْكَالٍ مُّخْتَلِفَةٍ وہ مختلف شکلیں اختیار کرسکتے ہیں۔ انسانی شکل اختیار کرلیں، سانپ کی شکل اختیار کرلیں، گھوڑے بھینس وغیرہ کی شکل اختیار کرلیں فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ انسانی شکل میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس ایک عام آدمی کی شکل میں آئے اور آپ ﷺ کے گھٹنوں کیساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھ گئے اور سوالات شروع

کردیئے۔ جس وقت وہ چلے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب بھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے میں ان کو پہچان لیتا اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ ھٰذِہِ الْمَرَّۃَ مگر اس دفعہ میں ان کو نہیں پہچان سکا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سوال کرنے والے جبرائیل علیہ السلام تھے آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ دحیہ ابن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کو اتنا بھی خیال نہیں آرہا کہ آپ ﷺ کو قید کرکے بیٹھا ہے جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت، دحیہ نے آپ کا بڑا وقت لیا ہے آپ ہنس پڑے فرمایا تو نے دیکھا تھا عرض کیا جی ہاں! فرمایا وہ دحیہ نہیں تھے وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ ایک نوجوان اور خوبصورت صحابی تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی کبھی ان کی شکل میں آتے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اختیار دیا ہے انسانی شکل اختیار کرنے کا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو بدر میں گھوڑے پر سوار دیکھا انھوں نے کافر کے کندھے پر کوڑا مارا وہ الٹ کر نیچے گر پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ ایک صحابی نے آپؐ سے عرض کیا حضرت! میں نے ایک بندے کو دیکھا کہ وہ جس کو چابک مارتا تھا وہ نیچے گرتے ہی مرجاتا تھا اور کہتا تھا اَقْدِمْ حَیْزُوْم حیزوم آگے بڑھ، آپؐ نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ لہذا جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ بدر کے موقع پر فرشتوں نے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا تھا وہ صحیح کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دونگا پس تم کافروں کی گردنیں مارو ذٰلِکَ

بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ اسلئے کہ انھوں نے مخالفت کی ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو شخص مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ پس بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ بدر کے موقع پر کیسی سزا دی کہ ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور ان میں سے ایسے بھی تھے جو چھ ماہ تک گھر سے باہر نہیں نکلے شرم کے مارے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِکُمْ فَذُوْقُوْهُ پس چکھو تم مزا اس ذلت کا جو اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کے ہاتھوں دکھائی ہے اور اس پر بس نہیں ہے یاد رکھو! وَاَنَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ اور بیشک کافروں کیلئے دوزخ کا عذاب ہے۔ اللہ بچائے اور محفوظ رکھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جس وقت تم مقابلہ کرو ان لوگوں سے جو کافر ہیں زَحْفًا میدان جنگ میں فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ پس نہ پھیرو تم ان کی طرف پشتیں وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اور جس نے پھیری اس دن اپنی پشت اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ مگر یہ کہ وہ پینترہ بدلتا ہے لڑائی کیلئے اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ یا ملنے والا ہے کسی جماعت کیساتھ فَقَدْ

بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ پس تحقیق وہ لوٹا ہے اللہ تعالیٰ کا غضب لیکر وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ اور نہیں پھینکی آپ نے ریت جس وقت آپ نے ریت پھینکی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ اور تاکہ انعام دے مومنوں کو اپنی طرف سے بَلَآءً حَسَنًا اچھا انعام اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ذٰلِكُمْ یہ بات تو ہو چکی وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ کمزور کرنے والا ہے کافروں کی تدبیر کو اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا اگر تم فیصلہ چاہتے ہو فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ پس تحقیق تمہارے پاس فتح آچکی ہے وَاِنْ تَنْتَهُوْا اور اگر تم باز آجاؤ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ اگر تم پلٹ کر آؤ گے تو ہم بھی پلٹ کر آئیں گے وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا اور ہرگز نہ کام دے گا تم کو تمہارا گروہ کچھ بھی وَّلَوْ كَثُرَتْ اور اگرچہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کیساتھ ہے۔

جہاد میں کامیابی کے ذرائع :

عالم اسباب میں جو چیزیں جہاد کی کامیابی کا ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام چیزیں قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ کامیابی کیلئے مجاہدین کا متحد ہونا ضروری

ہے اختلاف کا بہت برا نتیجہ نکلتا ہے۔ چوتھے پارے میں ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا "اور مظبوطی سے پکڑلو اللہ تعالیٰ کی رسی کو سارے کے سارے۔" اور دوسری چیز اسلحہ کی تیاری ہے اس کا ذکر ان آیات میں ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ [پارہ:۱۰] "اور تیار کرو تم دشمن کے مقابلے میں ہتھیار جتنی تمہارے پاس طاقت ہے۔" تیسری چیز میدان میں ڈٹ کر لڑنا ہے پشت نہیں پھیرنی اس کا ذکر آج کی آیات میں ہے۔ مسلمانوں نے جس قدر جہاد کیا ہے اور لڑائیاں لڑی ہیں الحمد للہ نہایت بہادری کے ساتھ لڑی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کافروں کی تعداد تم سے دُگنی ہے کہ مسلمان ایک ہزار ہیں اور کافر دو ہزار ہیں تو پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے اور اگر دو گناہ سے کافر زیادہ ہوں تو پشت پھیرنا گناہ تو نہیں ہے لیکن اگر ہمت کر کے لڑتے رہیں تو بہادری اور عزیمت ہے۔ موتہ کے مقام پر تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ کافروں سے مقابلہ کیا اور قادسیہ کے مقام پر صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا، حدیقۃ الموت کے مقام پر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ ایمان بڑی قوت ہے اگر مومن صحیح معنٰی میں مومن ہو۔ افغانستان میں جہاد کیلئے ہمارے ساتھی یہاں سے لاٹھیاں لیکر جاتے تھے افغان جہاد لاٹھیوں سے شروع ہوا ہے چنے اور گڑ ساتھ لیا اور ڈنڈا پکڑا اور افغانستان جہاد کیلئے چل پڑے۔ شروع شروع میں ان کے پاس بندوقیں بھی نہیں تھیں لیکن آج دنیا ان کا سکہ مانتی ہے اور دنیائے کفر ان سے خوف زدہ ہے چین اور امریکہ پریشان ہیں کہ یہ طالبان ہم پر نہ چھا جائیں۔ ایمان بڑی قوت ہے۔ اور جہاد کیلئے ضروری ہے صفوں میں اتحاد، اسلحہ کی تیاری، سنت کے مطابق اور میدان میں ڈٹ کر لڑنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا جس

وقت تم مقابلہ کروان لوگوں سے جو کافر ہیں میدان جنگ میں فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ پس نہ پھیرو تم ان کی طرف پشتیں وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اور جس نے پھیری اس دن اپنی پشت۔اس کا حکم آگے آرہا ہے کہ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ پس تحقیق وہ لوٹا اللہ تعالیٰ کا غضب لیکر وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔میدانِ جنگ سے پشت پھیرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے لیکن اگر سچے دل سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اسی طرح طاقت کے ہوتے ہوئے حق بیان نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے شراب پینا کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر سچے دل سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔تو میدانِ جنگ سے پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے مگر دو صورتیں مستثنیٰ ہیں اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ مگر یہ کہ وہ پینترہ بدلتا ہے لڑائی کیلئے۔داؤ لگاتے ہوئے کہ کوئی سکیم ذہن میں آئی ہے پیچھے ہٹتا ہے تو جائز ہے۔مثلاً کافروں کا مورچہ بڑا مضبوط ہے اور وہ جب تک اس مورچے میں ہیں کامیابی مشکل ہے تو مجاہدین آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ اس طرح کریں کہ ہم اپنے مورچے سے نکل کر دوڑ لگادیں تاکہ وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مقابلے سے عاجز آکر دوڑ رہے ہیں اپنے مورچے سے نکل کر ہمارے پیچھے دوڑیں اور جونہی وہ مورچے سے باہر نکلیں تو مڑ کر ان پر حملہ کردو۔اب دیکھو! جب مجاہدین اپنے مورچے سے نکل کر دوڑیں تو کافروں کی طرف پشت ہوگی مگر یہ پشت کرنا میدانِ جنگ سے بھاگنے کیلئے نہیں ہے بلکہ لڑائی کیلئے ایک داؤ اور تدبیر ہے لہذا یہ جائز ہے اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ یا ملنے والا ہے کسی جماعت کیساتھ۔اس کو اس طرح سمجھو کہ کسی محاذ پر مجاہدین کی حالت کمزور ہو اور فوجی نقطہ نگاہ سے وہاں نقصان کا زیادہ خطرہ ہو اور دوسرے ساتھی دوسرے محاذ پر ہیں تو کمزور محاذ کو چھوڑ کر دوسرے ساتھیوں کے ساتھ جاملیں تو یہ بھی

جائز ہے اگرچہ بظاہر انھوں نے پشت پھیری ہے لیکن بھاگنے کیلئے نہیں، پشت اس لئے پھیری ہے کہ یہاں نقصان زیادہ تھا اور دوسرے مورچے میں جا کر ساتھیوں کی مدد کی ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے اور اس کیلئے وعید ہے جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا غضب لیکر لوٹا اور ٹھکانہ اس کا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ٹینکوں کی جنگِ عظیم اور کیپٹن زبیری :

ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ ہٹلر کے زمانے میں عالمین کے مقام پر ہوئی تھی اور اس کے بعد ۱۹۶۵ء میں چونڈہ کے مقام پر ہوئی تھی۔ چونڈہ کے محاذ پر کیپٹن ایس۔ایس زبیری تھا۔ اس کے پاس سو جوان اور تین چھوٹے ٹینک تھے اور مقابلے میں ٹینکوں کی قطاریں تھیں کیپٹن ایس۔ایس زبیری نے مرکز سے رابطہ کیا اور صورتِ حال سے آگاہ کیا اور پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے؟ مرکز نے کہا کہ جوانوں کو نہ مروا واپس آجا۔ اس نے کہا کہ بحیثیت مسلمان ہونے کے میرا دل اس کو گوارا نہیں کرتا کہ میں پشت پھیروں اور یہ آیت پڑھی کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ [پ: ۲] "بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئیں ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔" مرکز نے حملہ کرنے کی اجازت دیدی۔ چوبیس گھنٹے لڑائی ہوئی سو جوانوں نے تین ہزار کا مقابلہ کیا ہزاروں ٹینک اڑائے خود بھی شہید ہو گئے لیکن فتح پائی۔ توپوں کی گرج سے یہاں ہماری کھڑکیاں ہلتی تھیں۔ ایمان کی بڑی طاقت ہے۔ بدر کے مقام پر جب مسلمان اور کافر آمنے سامنے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ایک مٹھی ریت کی بھر کر شَاهَتِ الْوُجُوه اَیْ قَبُحَتِ الْوُجُوه اے اللہ کافروں کے چہروں کو برباد کردے یہ کہہ کر کافروں کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سب کافروں کی آنکھوں

میں ریت پہنچادی چاہے وہ آگے تھے یا پیچھے، دائیں تھے یا بائیں تھے وہ آنکھیں ملتے رہے اور مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ...... فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے کہ آٹھ تلواریں ایک ہزار پر غالب آئیں تین سو تیرہ ایک ہزار پر غالب آئے تصور میں بھی نہیں آسکتا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اور نہیں پھینکی آپ نے ریت جب آپ نے ریت پھینکی اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ آپ کا اتنا کام تھا کہ ریت کی مٹھی کافروں کی طرف پھینکیں باقی سب کی آنکھوں میں پہنچانا کہ دور ہوں یا نزدیک، آگے ہوں یا پیچھے وہ رب تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ ظاہر بات ہے ایک مٹھی ریت کی کہاں تک جاسکتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا کہ اس نے سب کی آنکھوں تک پہنچائی وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اور تاکہ انعام دے اللہ تعالیٰ مومنوں کو اچھا انعام، اچھی آزمائش، اچھا احسان اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ ذٰلِكُمْ یہ جو کچھ ہم نے کیا یہ اسی طرح ہوا۔ یہ بات تو ہو چکی وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ کمزور کرنے والا ہے کافروں کی تدبیر کو۔ کافروں کی تدبیر کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو کمزور کر دیتا ہے۔

غزوۂ بدر سے پہلے کافروں کی قیادت ابوجہل کے پاس تھی وہ ان کا قائد تھا مکہ مکرمہ سے نکلنے سے پہلے رات کو اس نے دعا کی اَللّٰهُمَّ اَهِنْ مَنْ قَطَعَ الرَّحِمَ اے اللہ جو قطع رحمی کرتا ہے اس کو ختم کر دے س، اس کو ہلاک کر دے۔ وہ اپنے زعم میں یہ سمجھتے تھے کہ کلمہ پڑھنے والے قطع رحمی کرتے ہیں اور بیوقوف یہ نہ سمجھے کہ ہم جو کلمے کی مخالفت کرنے والے ہیں ہم قطع رحمی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور وہ ہلاک ہوا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ اے کافرو! اگر تم فیصلہ چاہتے ہو فتح کی دعا کرتے ہو پس تمہارے پاس فتح آ چکی ہے۔ یہ طنز اور استہزاء ہے وَاِنْ تَنْتَهُوْا اور اگر تم مسلمانوں کے مقابلے سے باز آ جاؤ گے فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ اگر تم پلٹ کر آؤ گے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کیلئے تو ہم بھی پلٹ کر آئیں گے ان کی مدد کیلئے کہ فرشتے بھیجیں گے اور یاد رکھو وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا اور ہرگز نہ کام دے گا تم کو تمہارا گروہ کچھ بھی وَّلَوْ كَثُرَتْ اور اگرچہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ جس کثرت پر تمہیں گھمنڈ ہے یہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی اسلئے کہ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کیساتھ ہے اور اس کی مدد اور نصرت مومنوں کے شامل حال ہوگی۔

٭٭٭٭٭

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ اور نہ اعراض کرو اس سے وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ حالانکہ تم سنتے ہو وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سن لیا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ حالانکہ وہ نہیں سنتے اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ بیشک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے ہاں الصُّمُّ الْبُكْمُ بہرے ہیں گونگے ہیں الَّذِيْنَ

لَا یَعْقِلُوْنَ وہ جو عقل سے کام نہیں لیتے وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْهِمْ خَیْرًا اور اگر اللہ تعالیٰ جانتا ان کے اندر خیر لَّاَسْمَعَهُمْ تو ان کو سنا دیتا وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ اور اگر اب ان کو سنائے گا لَتَوَلَّوْا تو البتہ وہ روگردانی کریں گے وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور وہ اعراض کرنے والے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ حکم مانو! اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا اِذَا دَعَاكُمْ جس وقت وہ تمہیں بلائیں لِمَا یُحْیِیْكُمْ اس چیز کی طرف جو تم کو زندگی دے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ بیشک اللہ تعالیٰ رکاوٹ ڈال دیتا ہے آدمی اور اس کے دل کے درمیان وَاَنَّهٗٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ اور بیشک تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً اور بچو تم اس فتنے سے لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً نہ پہنچے گا ان لوگوں کو تم میں سے جو ظالم ہیں خاص طور پر وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے رکوع میں غزوۂ بدر کا ذکر تھا اور یہ غزوہ کفر اور اسلام کے درمیان پہلا مقابلہ تھا۔ مسلمان جب مدینہ طیبہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے تو یہود و نصاریٰ اور منافقین ان کا مذاق اڑاتے تھے اور آوازیں کستے اور ایک، دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کہتا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ دوسرا کہتا ہے دشمنوں کا سر اتارنے کیلئے جا رہے ہیں یہ ان کو قید [illegible] آئیں گے عجیب طرح سے تمسخر کرتے اور کہتے غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ان کو ان

کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔مگر جب اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی تو ان کے ہوش وحواس اُڑ گئے۔کامیابی کا بنیادی راز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری تھی کہ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی اور آئندہ بھی کامیابی اطاعت اور فرمانبرداری سے ہی ہوگی۔لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی کہ رب تعالیٰ جو فرمائیں وہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تمہاری کامیابی اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط، تعلق اور فرمانبرداری ہو اور آنحضرت ﷺ کی فرمانبرداری ہو مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ اور نہ اعراض کرو اس سے وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ حالانکہ تم سنتے ہو۔تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ نجات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ حالانکہ وہ حقیقت میں نہیں سنتے۔ان ظاہری کانوں سے سنا تو کیا سنا کہ دل کے کانوں سے نہ سنا کہ قبول نہ کیا تو ظاہری کانوں سے سننے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ سارے کافر بہرے، گونگے اندھے ہیں کوئی نہیں بولتا، کوئی نہیں سنتا، کوئی نہیں دیکھتا ہر آدمی سمجھتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے بلکہ صُمٌّ کا مطلب ہے کہ حق کی بات نہیں سنتے بُكْمٌ کا معنیٰ ہے کہ حق کی بات ان کی زبان سے نہیں نکلتی عُمْیٌ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں ویسے ان کو آسمان، زمین، پہاڑ وغیرہ سب کچھ نظر آتا ہے۔فرمایا اِنَّ

شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ "دَوَاب" "دَابَّۃ" کی جمع ہے زمین پر چلنے پھرنے والی چیز۔ انسان پر بھی بولا جاتا ہے کہ وہ بھی زمین پر نقل و حرکت کرتا ہے۔ معنٰی ہوگا بیشک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے ہاں اَلصُّمُّ الْبُکْمُ جو بہرے ہیں حق کو نہیں سنتے، گونگے ہیں حق بات نہیں کہتے اَلَّذِیْنَ لَایَعْقِلُوْنَ وہ لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ بس عقل اور مت ان کی ماری ہوئی ہے۔ اس وقت یہودی اور عیسائی دنیا کی عقلمند قوم سمجھی جاتی ہے اور ان کا بھی خیال ہے کہ ہم سے زیادہ عقلمند اور کوئی نہیں ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑا بیوقوف بھی کوئی نہیں ہے۔ مثلاً عیسائیوں سے کہو کہ ایک دو ہوتا ہے اور دو ایک ہوتے ہیں تو کہیں گے نہیں ایسا نہیں ہوتا، اچھا ایک چار ہوتا ہے اور چار ایک ہوتا ہے، کہیں گے نہیں! یہ نہیں ہو سکتا اور اگر کہو کہ ایک تین اور تین ایک بن جاتا ہے تو کہیں گے ہاں بن جاتا ہے۔

اقانیمِ ثلاثہ :

عیسائیوں کا نظریہ ہے کہ خدائی نظام تین سے چلتا ہے۔

1)...... اللہ تعالیٰ 2)...... جبرائیل علیہ السلام 3)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ان کو وہ اقانیمِ ثلاثہ کہتے ہیں۔ اقانیم جمع ہے اُقْنُوم کی اور اُقْنُوم کا معنٰی ہے رکن، یہ تین خدائی کے ارکان ہیں۔ ان سے کہو کہ اس سے شرک لازم آتا ہے اور یہ نظریہ عقیدۂ توحید کے خلاف ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں تین ایک ہوتے ہیں۔ بیوقوفو! عقل کی بات کرو۔ جب ایک دو نہیں ہو سکتا، ایک چار نہیں ہو سکتا، دو ایک نہیں ہو سکتے، چار ایک نہیں ہو سکتے تو تین ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟ عقل ماری گئی ہے پھر ان سے پوچھو کہ جبرائیل علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مخلوق ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جب تک جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا نہیں کیا تھا زمین آسمان بنائے، چاند، سورج

، ستارے وغیرہ اکیلے پروردگار نے بنائے تو جبرائیل علیہ السلام درمیان میں کیسے آ گئے؟
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نظامِ کائنات چلتا تھا یا نہیں؟ چلتا تھا سب مانتے
ہیں کہ چلتا تھا تو خدائی ارکان تو پورے نہیں ہوئے تھے یہ کیسے چلتا تھا۔ اکیلا خدا چلاتا تھا تو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سی کمی آ گئی ہے کہ اب وہ اکیلا
نہیں چلا سکتا اور ان کا محتاج ہو گیا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ وران کا ایک گروہ حضرت جبرائیل
علیہ السلام کی جگہ تیسرا رکن حضرت مریم علیہا السلام کو مانتا ہے۔ تو یہ تین ان کے نزدیک ایک ہیں
اور ایک تین ہے اور توحید میں کوئی فرق نہیں آیا یہ کون سی منطق ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ
جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور ان کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ
عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ آپس میں گڈ مڈ ہیں۔ ظاہری طور پر عیسیٰ علیہ السلام اور اندر اللہ تعالیٰ
ہے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بقول تمہارے جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا تو ان کے
اندر اللہ تعالیٰ تھا اس کو بھی سولی پر لٹکا دیا گیا اگر ایسا ہوا تو پھر ان کیساتھ اللہ تعالیٰ بھی ختم ہو
گیا معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس وقت اندر سے نکل گیا تو پھر گڈ مڈ تو نہ ہوئے لیکن
لَا یَعْقِلُوْنَ وہ عقل سے کام نہیں لیتے وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا اور اگر اللہ تعالیٰ جانتا ان
کے اندر خیر۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا کہ ان کے دلوں میں خیر ہے لَّاَسْمَعَهُمْ تو ان
کو سنا دیتا۔ ایسا سناتا کہ اس کے بعد وہ قبول کر لیتے لیکن ان کے دلوں میں خیر ہی نہیں ہے
کہ انھوں نے خیر اور نیکی کا ارادہ ہی نہیں کیا کہ ایمان قبول کر لیں وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ اور اگر
اب ان کو سنائے گا لَتَوَلَّوْا البتہ وہ روگردانی کریں گے حق کی بات سے وَّهُمْ
مُّعْرِضُوْنَ اور وہ اعراض کرنے والے ہیں حق کو قبول کرنے سے۔ جب ان کے دلوں
میں صفائی نہیں تو رب تعالیٰ جبراً تو کسی کو ہدایت نہیں دیتا ایمان کیلئے تو صاف دل چاہئے

اور اس دولت کیلئے محنت چاہئے کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ حکم مانو! اللہ تعالیٰ کا وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ کا اِذَا دَعَاکُمْ جس وقت وہ تمہیں بلائے لِمَا یُحْیِیْکُمْ اس چیز کی طرف جو تمہیں زندگی دے۔ وہ دین اسلام شریعت ہے جو حیات بخشتا ہے اس کے ذریعے تم دنیا میں کامیابی حاصل کرو گے اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی پاؤ گے اس چیز کی تمہیں دعوت دیتے ہیں جو تمہاری حقیقی زندگی کا باعث ہے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ بیشک اللہ تعالیٰ رکاوٹ ڈال دیتا ہے آدمی اور اس کے دل کے درمیان۔ اللہ تعالیٰ رکاوٹ کس طرح ڈالتا ہے؟ اچھی طرح سمجھ لیں اور یہ تفسیر تقریباً تمام تفسیروں میں منقول ہے کہ آدمی سچے دل سے ایمان قبول کرے اور نیک اعمال سر انجام دے تو اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی برکت سے کفر اور معصیت کے درمیان رکاوٹ پیدا فرمادیتے ہیں کہ آدمی کفر کی طرف اور گناہ کی طرف مائل نہیں ہوگا اور اگر کوئی بدبخت کفر پر اور گناہ پر ڈٹ گیا کہ ان کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کفر اور ایمان کے درمیان رکاوٹ پیدا فرمادیتے ہیں، معصیت اور نیکی کے درمیان رکاوٹ پیدا فرما دیتے ہیں کہ وہ کفر اور گناہوں کی نحوست کے وجہ سے ایمان اور نیکی کے قریب نہیں آئے گا نیک اعمال اور ایمان کی توفیق نہیں ہوگی۔

حضرت نانوتویؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت یہ فرمائیں کہ ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں ان کے قبول ہونے کی کوئی علامت ہے کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ہماری نماز اور روزہ قبول ہوگئے ہیں حضرت نے فرمایا ایک نماز پڑھنے کے بعد اخلاص کیساتھ دوسری نماز کے پڑھنے کی توفیق ہوگئی تو سمجھو کہ پہلی قبول ہوگئی، ایک روزہ

رکھنے کے بعد دوسرا روزہ رکھنے کی توفیق ہوگئی تو سمجھ لو کہ پہلا روزہ قبول ہوگیا ہے۔ وَاَنَّهٗ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ اور بیشک تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وبالِ فتنہ :

آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَاتَّقُوْا فِتْنَةً اور بچو تم اس فتنے سے کہ اس فتنے کا وبال لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً نہ پہنچے گا ان لوگوں کو جو تم میں سے ظالم ہیں خاص طور پر بلکہ وہ دوسروں کو بھی پہنچے گا۔ کرنے والوں پر اس وجہ سے کہ انھوں نے گناہ کیا ہے اور دوسروں پر اس وجہ سے کہ انھوں نے گناہ سے روکا نہیں ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنخضرت ﷺ نے مثال کے ذریعے اس بات کو سمجھایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً ایک جہاز ہے جس کی تین منزلیں ہیں نیچے والی منزل والوں کو پانی کی ضرورت پیش آئی انھوں نے اوپر والی منزل والوں سے پانی مانگا انہوں نے انکار کیا اور اوپر جا کر ڈول کے ذریعے بھی پانی نہ لینے دیا تو نچلے طبقے والوں نے کہا کہ پھر ہم سوراخ کر کے پانی حاصل کریں گے کیونکہ ہماری ضرورت ہے لیکن انھوں نے نہ مانا۔ آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ نچلے طبقے والے سوراخ کر کے سمندر کا پانی اندر آنے دیں اور دوسرے ان کو نہ روکیں تو صرف وہ طبقہ تباہ ہوگا یا سارا جہاز؟ عرض کیا گیا سارا جہاز تباہ ہو گا۔

فرمایا اسی طرح سمجھو کہ دین کی کشتی میں ایک شخص گناہ کے ذریعے سوراخ کرتا ہے اور دوسرے اس کو نہیں روکتے تو سارے غرق ہوں گے صرف گناہ کرنے والا ہی غرق نہیں ہوگا اس کے گناہ کا وبال سب پر پڑے گا۔ اس لئے آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو بدی کو دیکھے اس کو ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے اگر ہاتھ سے

روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو دل سے برا سمجھے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

وَاذْكُرُوْٓا اور یاد کرو اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ جس وقت تم تھوڑے تھے مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ کمزور سمجھے جاتے تھے زمین میں تَخَافُوْنَ تم ڈرتے تھے اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ اس بات سے کہ تمہیں اچک لیں گے لوگ فَاٰوٰكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو ٹھکانہ دیا وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ اور تمہاری تائید کی اپنی مدد کیساتھ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور تمہیں رزق دیا پاکیزہ چیزوں کا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ نہ خیانت کرو اللہ سے اور رسول سے وَتَخُوْنُوْٓا

اَمٰنٰتِکُمْ اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں سے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو

وَاعْلَمُوْآ اور تم جان لو اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ پختہ بات ہے تمہارے

مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں وَاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور بیشک اللہ

تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنْ

تَتَّقُوا اللّٰهَ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا بنا دے گا

تمہارے لئے فیصلہ کن بات وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ اور مٹا دے گا تمہاری

خطاؤں کو وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تمہارے گناہ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

انسان پر مختلف حالتیں آتی رہتی ہیں۔ کبھی غمی کی حالت ہوتی ہے کبھی خوشی کی، کبھی بیماری اور کبھی تندرستی کی، کبھی مالی فراخی اور کبھی تنگدستی کی حالت ہوتی ہے۔ صحیح معنٰی میں انسان وہ ہے کہ وہ کسی حالت کو نہ بھولے فراخی آئی ہے تو تنگدستی کا زمانہ نہ بھولے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے تنگدستی کے بعد فراخی عطا فرمائی ہے۔ بیماری کے بعد تندرستی آئی ہے تو بیماری کے زمانے کو نہ بھولے اور یاد کرے کہ ایک وقت تھا کہ میں چل پھر نہیں سکتا تھا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے صحت عطا فرمائی ہے اب میں چل پھر سکتا ہوں۔ تو صحیح معنٰی میں انسان وہ ہے جو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرے۔ دہلی کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر مرحوم کہتا ہے......

؎ ظفر اسکو آدمی نہ جانیے گا گو ہو وہ کیسا ہی فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

جو آدمی عیش میں خدا کو بھول جائے اور طیش میں آپے سے باہر ہو جائے وہ انسان نہیں حیوان ہے بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مکی زندگی :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو مکی زندگی تھی نبوت کے پہلے تیرہ سال، وہ بڑی آزمائش والی زندگی تھی اللہ تعالیٰ وہ زندگی یاد کراتے ہیں۔ فرمایا..... وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ اور یاد کرو تم جس وقت تم تھوڑے تھے مکہ مکرمہ میں مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ کمزور سمجھے جاتے تھے زمین میں تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ تم ڈرتے تھے اس بات سے کہ تمہیں اچک لیں گے لوگ۔ ہر وقت خدشہ ہوتا تھا کہ کافر لوگ ہمیں قتل کر دیں گے اور کئی صحابی شہید بھی کیے گئے۔ مردوں میں حضرت حارث ابن ابی حالہ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے بیٹے تھے پہلے خاوند سے۔ ایک موقع پر کافروں نے آنحضرت ﷺ کو گھیرا ہوا تھا شہید کرنے کیلئے، ان میں جوان خون تھا میدان میں نکل آئے، کہنے لگے کون ہوتا ہے ہمارے ابا جان سے ٹکر لینے والا؟ کافروں نے آنحضرت ﷺ کو تو چھوڑ دیا اور ان کو اسی مقام پر شہید کر دیا اور عورتوں میں حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ، ابوجہل نے نازک مقام پر برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا اور دوسرے صحابہ کے ساتھ بڑی بڑی زیادتیاں ہوئیں ہیں۔ رب تعالیٰ وہ حالت یاد کراتے ہوئے فرماتے ہیں فَاٰوٰىكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو ٹھکانہ دیا مدینہ منورہ میں کہ اب تمہاری پوزیشن مستحکم ہو گئی ہے وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ اور تمہاری تائید کی اپنی مدد کیساتھ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے۔ مکہ مکرمہ میں روحانی برکات تو بہت ہیں بیت اللہ کی وجہ سے اور آنحضرت ﷺ کے مَوْلِدْ (جائے پیدائش) ہونے کیوجہ سے، لیکن

ظاہراً تو پہاڑ ہی پہاڑ ہیں اور مدینہ طیبہ کا علاقہ زرخیز ہے۔چشمے ہیں، کنویں ہیں، باغات ہیں،کھیت ہیں۔لوگ بڑے آسودہ تھے۔فرمایا لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو رب تعالیٰ کا کہ ہم پہلے کیسی حالت میں تھے اور رب تعالیٰ نے ہم پر کتنا کرم فرمایا ہے۔

آیت کا شانِ نزول اور غزوہ خندق :

۵ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا حملہ آور کافروں کی تعداد تقریباً چوبیس ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی کافی دنوں تک محاصرہ رہا لیکن کافروں کی دال نہ گلی اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی تند و تیز ہوا مسلط فرمائی کہ ان کو زیروزبر کر کے رکھ دیا یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی۔غزوۂ خندق میں یہود بنو قریظہ کا بھی بڑا دخل تھا یہ مدینہ طیبہ میں بڑا طاقتور گروہ تھا مدینہ منورہ شہر اور اس کے اطراف میں ان کے بڑے مظبوط قلعے تھے۔جب مشرکین ہزمیت اٹھا کر بھاگے تو یہ کہنے لگے کہ اب ہم مسلمانوں کیساتھ لڑیں گے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوۂ خندق سے فارغ ہوئے تو اپنا ہتھیار، زرہ اور خود اتار تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا حضرت آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں ہم نے تو ابھی نہیں اتارے آپ نے فرمایا کہ ابھی لڑائی باقی ہے؟ فرمایا...... ہاں! بنو قریظہ کا فیصلہ کرنا ہے۔آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ چلو بنو قریظہ کا محاصرہ کرو چنانچہ ان کیساتھ مقابلے کیلئے نکلے اکیس دن تک محاصرہ رہا جب اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کے شاملِ حال ہوئی یہودیوں کی ہمت پست ہوئی انھوں نے صلح کا پیغام بھیجا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے متعلق جو فیصلہ معاذ بن سعدؓ کریگا وہ تمہیں قبول کرنا پڑے گا۔حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا یہود کیساتھ تجارتی لین دین تھا اور انہیں کے محلّہ میں رہتے تھے وہ ان پر اعتماد کرتے تھے۔

یہودیوں نے مشورہ کیلئے ان کو بلایا کہ ہمیں بتاؤ کہ سعد بن معاذ کا فیصلہ قبول کر لینا چاہئے یا نہیں؟ تو انھوں نے زبان سے تو کچھ نہ کہا ہاتھ سے گردن کی طرف اشارہ کیا کہ تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہوگا کہ تمہیں قتل کیا جائے گا اور یہ توریت کا فیصلہ تھا اور آج بھی توریت میں موجود ہے کہ کوئی قوم تمہارے ساتھ لڑے اور تمہیں ان پر فتح حاصل ہو جائے تو نوجوانوں کو قتل کر دو اور عورتوں اور بوڑھوں کو قید کر لو۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ یہ اشارہ کرنے کے بعد پریشان ہو گئے کہ میں نے خیانت کی ہے قبل از وقت ان کو بتلا دیا کہ تمہارے متعلق کیا فیصلہ ہونا ہے۔ وہاں سے گھر آئے اور بیوی سے کہا مجھے اس ستون سے باندھ دو۔ مسجد نبوی میں آج بھی وہ ستون موجود ہے اور '' اُسْتُوَانَه تَوْبَه '' کے نام سے مشہور ہے۔ بیوی نماز کے وقت کھول دیا کرتی اور پھر باندھ دیا کرتی۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائیں گے میں نہ کھاؤں گا نہ پیوؤں گا۔

روایات میں چھ دن کا ذکر بھی آتا ہے اور سات دن کا بھی، انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے نہیں کھولیں گے اس وقت تک میں یہیں رہوں گا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ نہ خیانت کرو اللہ سے اور رسول ﷺ سے وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ یہ جملہ بھی لا کے تحت داخل ہے۔ اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں سے۔ تم امین اور آپ ﷺ کے نمائندہ تھے تم نے خیانت کی ہے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ خیانت بہت بری چیز ہے پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیساتھ وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ پختہ بات ہے تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ بیشک تمہارا گھر ان کے محلے میں ہے تمہارے اہل و

عیال وہاں ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کیساتھ خیانت بہت بڑا جرم ہے۔ سات دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ مبارک سے کھولا جس ستون کیساتھ انھوں نے اپنے آپ کو باندھا تھا وہ تو لکڑی کا تھا آج اس کی جگہ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ستون ہے وَاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔ بدر کے موقع پر تقویٰ، پرہیز گاری اعلیٰ درجے کی تھی، اطاعت اور فرمانبرداری تھی انتہائی بہادری کا جذبہ تھا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اب آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اس کی نافرمانی اور عذاب سے ڈراتے رہے يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا بنادے گا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے فیصلہ کن بات کہ فیصلہ تمہارے حق میں کرے گا جیسے بدر میں فیصلہ تمہارے حق میں کیا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ اور مٹادے گا تمہاری خطائیں یعنی صغیرہ گناہ وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تمہارے گناہ جو کبیرہ ہیں مگر وہ نہیں جو حقوق العباد ہیں اور وہ گناہ جن کی قضا ضروری ہے کہ یہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے مثلاً نماز روزے کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک ان کی قضا نہیں لوٹائی جائے گی۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے توبہ سے معافی نہیں ہوگی جب تک ادا نہیں کی جائے گی۔ ہاں! شراب پی لی، میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر لی وغیرہ جو گناہ ہیں توبہ سے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے، بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ سب رحمتیں اور مہربانیاں اسی کے پاس ہیں۔

❁❁❁❁❁

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ○ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ ۙ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ○ وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَہُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ○

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ اور جس وقت خفیہ تدبیر کی آپ کے متعلق الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ان لوگوں نے جو کافر تھے لِیُثْبِتُوْکَ تاکہ آپ کو گرفتار کریں اَوْ یَقْتُلُوْکَ یا آپ کو قتل کردیں اَوْ یُخْرِجُوْکَ یا آپ کو جلاوطن کردیں وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ اور وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا ہے وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں قَالُوْا کہتے ہیں قَدْ سَمِعْنَا تحقیق ہم نے سن لیا لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ تو ہم

بھی اس جیسی آیات کہہ سکتے ہیں اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ نہیں ہے یہ قرآن مگر پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں وَ اِذْقَالُوا اور جس وقت کہا انہوں نے اَللّٰھُمَّ اے اللہ! اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ اگر یہ قرآن حق ہے مِنْ عِنْدِکَ تیری طرف سے فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ پس برسادے پتھر ہم پر آسمان کی طرف سے اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یا لے آ ہمارے پاس دردناک عذاب وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ سزا دے انکو کہ آپ ان میں موجود ہوں وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے والا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔

اس سے پہلے ذکر ہوا تھا کہ وَاذْکُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، کمزور سمجھے جاتے تھے زمین پر اور ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھکانہ دیا مدینہ طیبہ میں اور تمہاری تائید کی اپنی نصرت کیساتھ۔

مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کی علت اور سبب :

آج کی آیات میں مدینہ طیبہ جانے کی علت اور سبب بیان فرماتے ہیں کہ آپ وہاں کیوں تشریف لے گئے؟ آنحضرت ﷺ کو نبوت ملے تیرہ سال ہو چکے تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں جس ہمت اور بہادری کیساتھ تبلیغ کی دنیا میں اس کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا ہی خوب کہا ہے......

؎ وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی

عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

آپ ﷺ کی تبلیغ کے اثرات دور دور تک پہنچ چکے تھے۔ مکہ مکرمہ میں کچھ سعادت مند اسلام سے مستفید ہوئے آس پاس جو قبیلے آباد تھے ان میں اسلام پھیلا جس طرف سے لوگ آتے وہ بتلاتے کہ فلاں جگہ کلمہ پڑھنے والے موجود ہیں، فلاں جگہ موجود ہیں۔ اس چیز نے کافروں کو انتہائی پریشان کیا کہ ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو تکالیف بھی بڑی پہنچائیں ہیں، راستہ بھی بڑا روکا ہے، آنے جانے والوں کو بھی اس کے قریب نہیں جانے دیتے تھے۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں نظر بند بھی رکھا اور اس کے باوجود اس کے نظریات پھیلتے جا رہے ہیں اور اس کی جماعت بڑھتی جا رہی ہے لہذا اس کے متعلق سوچا جائے۔ ابو جہل اور نظر ابن حارث پیش پیش تھے انہوں نے ایک رات متعین کی کہ فلاں رات کو تمام قبیلوں کے سردار دار الندوہ میں جمع ہوں۔ دَارُ النَّدوہ مشورے کے گھر کو کہتے ہیں۔ تمام مکہ والے وہاں جمع ہو کر مشورہ کرتے تھے۔

اس دفعہ کا ایجنڈا یہ تھا کہ تمام قبیلوں کے صرف سردار مشورے میں شریک ہوں اور کوئی اس دعوت نامے کی خلاف ورزی نہ کرے۔ سب حاضر ہوں سب کے نام لکھ کر چوکیدار کے حوالے کر دیئے گئے کہ ان کے علاوہ کوئی شخص اندر نہ آئے چوکیدار سب کو جانتا تھا چنانچہ وہ اپنے اپنے وقت پر آتے رہے اور یہ نام دیکھ کر اندر بھیجتا رہا جس وقت سارے آ گئے اور دروازہ بند کرنے لگا تو ایک بڑی بزرگ شکل اور عجیب وضع قطع والا، اچھے قد و قامت والا شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں بھی اندر جانا چاہتا ہوں چوکیدار نے کہا کہ تم اپنا تعارف کراؤ تاکہ میں اندر سے پوچھ لوں اس نے کہا کہ میں نجد کا سردار ہوں اور تمہارا اہم خیال ہوں چوکیدار نے اندر جا کر بتایا کہ نجد کا سردار ہے اور وہ اندر آنا چاہتا ہے اس کے

بارے میں کیا ہدایت ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو آنے دو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ اندر آ کر خاموشی کیساتھ بیٹھ گیا، دروازہ بند کر دیا گیا اور مشورہ شروع ہو گیا ابو جہل نے کھڑے ہو کر کہا اے سردارانِ قریش! تم سب اس بات کو سمجھتے ہو کہ محمد (ﷺ) کا جو طریقہ ہے اس نے ہمارے سینے جلا کر رکھ دیئے ہیں اس کے متعلق تم نے آج آخری فیصلہ کر کے اٹھنا ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟ اس نے پر جوش تقریر کر کے لوگوں کے جذبات ابھارے تو کچھ لوگ کھڑے ہو گئے کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو نظر بند کر دو کچھ نے ان کی تائید کی ابو جہل کھڑا ہوا کہنے لگا میں تمہاری رائے کی قدر کرتا ہوں مگر یہ حربہ تو ہم استعمال کر چکے ہیں تین سال تم نے ان کو نظر بند رکھا مگر ان تین سالوں میں بھی لوگ اس کے پاس آتے رہے اور اس کی تبلیغ جاری رہی۔ حضرت ابو ذر غفاری ؓ ان نظر بندی کے دنوں میں مسلمان ہوئے لہذا جس چیز کا ایک مرتبہ تجربہ ہو جائے تو اسکو دوبارہ آزمانے کا کیا فائدہ؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں ہمیں سمجھ آ گئی ہے کہ نظر بندی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کچھ اور لوگ اٹھے کہنے لگے ان کو جلا وطن کر دو نہ ہمیں نظر آئیں اور نہ ہم ان کو نظر آئیں جہاں چاہے اپنا کام کرے۔ کچھ لوگوں نے ان کی بھی تائید کی کہ یہ رائے صحیح ہے۔ ابو جہل نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ تمہارے ہوش وحواس کہاں چلے گئے ہیں یہاں تم نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اس کے باوجود ان کا دین پھیلا کہ لِسَانِ محمد ﷺ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ " آپ کی زبان شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔" ناواقف لوگوں میں جا کر تبلیغ کریں گے وہاں فوراً اثر ہو گا وہاں ان کا مقابلہ کرنے والا بھی کوئی نہیں ہو گا جماعت اکٹھی کر کے تم پر حملہ کرے گا اور تمہاری کھوپڑیاں پیس دیگا تحریک پیش کرنے والوں نے کہا کہ ہمیں بات سمجھ آ گئی ہے ہم اپنی تحریک واپس لیتے ہیں۔ کچھ اور لوگ اٹھے اور کہنے

لگے کہ اب آخری صورت یہی ہے کہ ان کو قتل کرو اور قتل کی صورت یہ ہو کہ ہر قبیلے کا ایک آدمی قتل میں شریک ہو تا کہ بنو ہاشم مقابلہ نہ کر سکیں اور اگر بالفرض دیت دینی پڑے تو سب پر تقسیم ہو جائے کسی ایک پر بوجھ نہیں ہوگا (دیت سو اونٹ تھی) اس تجویز پر سب کا اتفاق ہو گیا وہ آدمی جو نجد سے آیا تھا کہنے لگا تم نے جو کچھ تجویز کیا ہے ٹھیک ہے میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں ہم نے بھی سنا ہے کہ آدمی بڑا خطرناک ہے۔ یہ ابلیس لعین تھا جو انسانی شکل میں آیا تھا ان کی حوصلہ افزائی کیلئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کیلئے رات بھی متعین ہوگئی اور آدمی بھی متعین ہو گئے اور انہوں نے اس رات کو آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ تلواریں، نیزے، تیر کمان ان کے پاس تھے کہ جونہی دروازہ کھولے گا یکبارگی حملہ کرنا ہے جب سحری کا وقت ہوا تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ دشمنوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور قتل کے در پے ہیں آپ ان کی پرواہ نہ کریں رب تعالیٰ آپ کا محافظ ہے آنحضرت ﷺ نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر تشریف لائے۔

سیرت ہشام وغیرہ کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ مسلط فرما دی کوئی کھڑا سو رہا ہے، کوئی بیٹھا سو رہا ہے آنحضرت ﷺ نے ان کے سروں پر تھوڑی تھوڑی گرد و غبار ڈالی اور تشریف لے گئے۔ فجر کے وقت انہوں نے اندر جا کر تلاشی لی تو آپ ﷺ وہاں موجود نہیں تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہلِ خانہ موجود تھے افراتفری پھیل گئی کہ ہوا کیا؟ بعد میں تحقیق کی تو معلوم ہوا ابو بکر بھی گھر سے غائب ہیں۔ مشرکین مکہ نے اعلان کیا کہ جو شخص ان کو زندہ لائے یا سر کاٹ کر لائے ایک ایک کے بدلے سو سو اونٹ دیا جائے گا یہ حضرات غارِ ثور میں جا کر چھپ گئے۔ صبح ہوئی تو کافروں پر عجیب قسم کی قیامت برپا تھی

اِدھر اُدھر بھاگے، تلاش کیا، واویلا کیا، ماہر کھوجی تلاش کر کے لائے چنانچہ کھوجی کھوج لگا کر قدموں کے نشان دیکھتے غارِ ثور کے پاس پہنچے کہنے لگے کہ یہاں تک ان کے نشان ہیں خیال ہے کہ اس غار میں ہونگے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس نے مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے منہ پر جالا بُن دے اس نے جالا بن دیا سب کھوجی کے پیچھے پڑ گئے کہ تیری عقل ماری گئی ہے اگر اس کے اندر جاتے تو جالا اس طرح ہوتا؟ اللہ تعالیٰ کی شان کہ مکڑی کا جالا جس کے متعلق فرمایا اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْت ”تمام گھروں سے بودا گھر مکڑی کا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس سے مضبوط قلعے کا کام لے لیا۔ تین دن تین راتیں آنحضرت ﷺ غار میں رہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے غلام حضرت عامر ابن فہیرہؓ ان کو دودھ وغیرہ پہنچاتے رہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بیٹے عبداللہؓ رات کو مکے والوں کی ساری رپورٹ اور خبریں پہنچاتے تھے کہ آج یہ ہوا اور یہ ہوا، فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا۔ پھر واپس آکر گھر سوتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں...... وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور جس وقت خفیہ تدبیر کی آپ کے متعلق ان لوگوں نے جو کافر تھے لِیُثْبِتُوْکَ تاکہ آپ کو گرفتار کریں، نظر بند کردیں اَوْ یَقْتُلُوْکَ یا آپ کو قتل کردیں اَوْ یُخْرِجُوْکَ یا آپ کو جلاوطن کردیں مکہ مکرمہ سے نکال دیں یہ تجویزیں سامنے آئیں لیکن آخری فیصلہ قتل کا ہوا وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ اور وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا تھا وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے کہ مکڑی سے جالا بنوا کر کبوتری کو حکم دیا کہ تو انڈے دیدے۔ ایک انڈے کا ذکر بھی آتا ہے اور دو انڈوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی تدبیر کی کہ سب کی عقل ماری گئی اور واپس چلے گئے۔ فرمایا وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر

ہماری آیتیں قَالُوْا کہتے ہیں قَدْ سَمِعْنَا تحقیق ہم نے سن لیا آیات کو لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس جیسی آیات کہہ سکتے ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ نہیں ہے یہ قرآن مگر پہلے لوگوں کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ بیشک قرآن کریم میں قصے ذکر کئے گئے ہیں پیغمبروں کے، بادشاہوں کے، نیکوں اور بدوں کے، مگر وہ محض قصے نہیں ہیں ان میں عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ "ان کے سامنے قصے بیان کرو تا کہ وہ غور و فکر کریں۔" اچھے لوگوں کے نقش قدم پر چلیں اور برے لوگوں کی کاروائی سے بچیں۔

وَ اِذْ قَالُوا اور جب کہا کافروں نے اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ اے اللہ! اگر یہ قرآن حق ہے مِنْ عِنْدِكَ تیری طرف سے، ہم تو منکر ہیں فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ پس برسا دے پتھر ہم پر آسمان کی طرف سے اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یا لے آ ہمارے پاس دردناک عذاب۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ وہ اپنے کفر پر کتنے پختہ اور مضبوط تھے کہ اگر یہ قرآن سچا ہے تو ہم تو منکر ہیں ہم پر آسمان سے پتھر کیوں نہیں گراتا، عذاب کیوں نہیں بھیجتا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ سزا دے انکو اے نبی کریم ﷺ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کہ آپ ان میں موجود ہوں۔ کہ آپ ﷺ جیسی رحمت بھی ان میں موجود ہے خدا کا عذاب بھی آئے ایسا نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ پیغمبر موجود ہو وہاں عذاب نہیں آتا وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے والا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ یہ معافی کافروں سے دنیا کا عذاب تو ٹال سکتی ہے لیکن اُخروی عذاب نہیں ٹل سکتا چونکہ آخرت کے عذاب کی علت کفر موجود ہے۔ کافر لوگ جب طواف کرتے تھے تو کہتے

تھے غُفْرَانَکَ ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں تو ہمیں معاف کر دے۔ یہ ان کا معافی مانگنا دنیوی عذاب کے ٹلنے کا سبب اور ذریعہ تھا۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

وَمَا لَهُمْ اور کیا وجہ ہے ان کیلئے اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حالانکہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ اور نہیں ہیں وہ مسجد حرام کے متولی اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ نہیں ہیں اس کے متولی مگر متقی وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے جانتے نہیں وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ اور نہیں ہے ان کی نماز

عِنْدَ الْبَيْتِ بیت اللہ شریف کے پاس اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا فَذُوْقُوا الْعَذَابَ پس چکھو تم عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اس سبب سے کہ تم کفر کرتے رہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے فَسَيُنْفِقُوْنَهَا بتا کید وہ مال خرچ کریں گے ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً پھر ہونگے وہ اموال ان پر حسرت اور افسوس کا ذریعہ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ پھر وہ مغلوب ہونگے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ تاکہ جدا کر دے اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ اور تاکہ کر دے خبیث کے بعض کو بعض پر فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا پس اکٹھا کرے گا ان سب کو فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ پس کر دے گا ان کو جہنم میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

گذشتہ درس میں آپ نے سنا کہ کافروں نے کہا اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ اگر یہ قرآن حق ہے تیری طرف سے ہے۔ ہم تو منکر ہیں ہم پر پتھر برسایا کوئی درد ناک عذاب لا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا عذاب نہ آنے کی وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبران میں موجود ہے اور پیغمبر کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا۔ اور دوسرا یہ کہ وہ استغفار کرتے ہیں اور معافی مانگنے سے بھی دنیوی عذاب ٹل جاتا ہے ورنہ وہ

عذاب کے مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَا لَهُمْ اور کیا وجہ ہے ان کیلئے اَلَّا يُعَذِّ
بَهُمُ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حالانکہ
وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے ان کو جو صحیح معنیٰ میں عبادت کرتے ہیں۔ ہجرت کے چھٹے سال
ذوالقعدہ کے مہینے میں آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کیلئے روانہ ہوئے اس
وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ حج ۹ ھ میں فرض ہوا ہے۔ عمرہ پہلے بھی تھا۔ مدینہ طیبہ
سے چھ میل دور ایک مقام ہے جسکا نام ذوالحلیفہ ہے آج کل اس کا نام بئر علی ہے ذوالحلیفہ
کوئی نہیں جانتا سوائے علماء کے۔ یہاں سے آپ ﷺ نے احرام باندھا اور مکہ مکرمہ کے
قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے آج کل حدیبیہ کا نام شُمیسہ ہے اور حدودِ مکہ میں آچکا
ہے مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے انگریزی میل کے حساب سے تقریباً تین سو گیارہ میل کا سفر
ہے۔ جب آپ ﷺ حدیبیہ پہنچے تو کافروں کو علم ہوا کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے
کیلئے آئے ہیں ان کے جذبات بھڑک اٹھے اور لڑنے کیلئے تیار ہو گئے وفد پر وفد آرہے
ہیں اور نعرے لگ رہے ہیں انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے احرام باندھے ہوئے ہیں
اور لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ پڑھ رہے ہیں تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ لڑنے
کیلئے نہیں آئے کیونکہ وہ اتنی بات جانتے اور سمجھتے تھے کہ احرام باندھنے کے بعد لڑائی
جھگڑا حرام ہو جاتا ہے۔ محرم سر نہیں ڈھانپ سکتا، ناخن اور لبیں نہیں کاٹ سکتا، سلے ہوئے
کپڑے نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، اگر جسم کے کسی حصہ سے جوں نکلے تو نہیں مار سکتا
البتہ نیچے گرا سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیا
حالانکہ مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکنا بڑا گناہ تھا۔ مکہ مکرمہ میں داخلے کیلئے شرائط
طے ہوئیں کہ اس سال واپس جاؤ، آئندہ سال آ کر عمرہ کرنا اور تین دن سے زیادہ نہیں رہ

سکو گے اور دوسرا گناہ وَمَا کَانُوْآ اَوْلِیَآءَ ہٗ اور نہیں ہیں وہ مسجد حرام کے متولی اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ نہیں ہیں اس کے متولی مگر متقی ، تقوے والے اور تقویٰ میں پہلی بات شرک سے بچنا ہے اور ان ظالموں نے تو مسجد حرام کو شرک کا اڈا بنایا ہوا تھا ۔ بیت اللہ کی بیرونی دیوار پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے یہ مسجد حرام کے متولی کس طرح ہو سکتے ہیں ؟ زبردستی کرنے سے تو کوئی متولی نہیں بنتا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کے حقیقی متولی وہ ہیں جو موحد ہیں ۔ شرک کرنے والے ، خرافات کرنے والے مسجد کے متولی نہیں ہو سکتے کیونکہ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو نہ پکارو" لہٰذا مسجدوں کے متولی مشرک نہیں ہو سکتے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے جانتے نہیں ۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس کا قبضہ ہو گیا وہ متولی ہے حالانکہ مشرک کا مسجد سے کیا تعلق ہے ؟ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہیں یہاں اوروں ، غیر اللہ سے مدد مانگنا بالکل قرآن کریم کی روح کے خلاف ہے ۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی عبادت کا ذکر فرمایا ہے ...... وَمَا کَانَ صَلَاتُھُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً وَّتَصْدِیَۃً اور نہیں ہے ان کی نماز بیت اللہ شریف کے پاس مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا یعنی قوالی کرنا ۔ یہ لوگ مسجد حرام کے باہر جمع ہو جاتے تھے اور قوالی کرتے تھے ۔ تو تالیاں بجانا ، سیٹیاں بجانا ، بھنگڑا ڈالنا یہ ان کی عبادت تھی ۔

آج کل بھی کئی جاہل قسم کے لوگ قوالی کو عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ گناہ اور اسلام کی روح کے خلاف ہے پھر گانوں اور باجوں کیساتھ اللہ تعالیٰ کا نام اور آنحضرت ﷺ کا نام بھی ہو اور بزرگوں کا ذکر بھی ہو یہ ڈبل توہین ہے ۔ حکم ہوگا فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ

تَکْفُرُوْنَ پس چکھوتم عذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے رہے۔

معرکہ بدر :

بدر کے معرکہ میں قریش مکہ نے بڑا مال خرچ کیا مسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے مشرکوں نے بڑا چندہ دیا نقد بھی، اسلحہ بھی اور سواریاں، اونٹ اور گھوڑے بھی۔ لوگوں کے جذبات ابھارنے کیلئے مکہ مکرمہ میں ڈھول بجائے گئے شاعروں نے اشعار کہے مقررین نے تقریریں کیں، عورتوں نے دف بجایا کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے جانا ہے۔ ایک ہزار تعداد تھی اونٹوں پر سوار تھے اس کے علاوہ وافر مقدار میں اونٹ اور شراب کی بوتلیں اور گانے والی عورتیں ساتھ تھیں کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اردگرد کے قبائل کی دعوت کریں گے، جشن منائیں گے، شراب چلے گی، عورتیں فتح کے گیت گائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ آٹھ تلواروں نے ہزار تلواروں کو شکست دی ستر کافر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے مسلمان صرف چودہ آدمی شہید ہوئے آٹھ انصار اور چھ مہاجرین میں سے۔ مشرک جو اونٹ لیکر آئے تھے وہ مسلمانوں کیلئے مالِ غنیمت بنے شراب تو ان کو پینی نصیب نہ ہوئی البتہ مسلمانوں کے ہاتھوں موت کے پیالے بھر بھر کے پئے اور جو عورتیں گیت گانے کیلئے ساتھ لائے تھے وہ بدر سے لیکر مکے تک ماتم کرتیں آئیں کہ فلاں سردار مارا گیا ہائے فلاں سردار مارا گیا تو انہوں نے اسلام کیخلاف بڑا مال خرچ کیا اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے فَسَیُنْفِقُوْنَھَا بتا کید وہ مال خرچ کریں گے ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً پھر ہونگے وہ اموال ان پر حسرت اور افسوس کا ذریعہ ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ پھر وہ مغلوب

ہونگے ان کو شکست دی جائے گی۔ جن کافروں کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی انہوں نے کہا کہ ہم نے کیا نادانی کی کہ اسلام کا مقابلہ کیا چندے دیئے اور اسلام کیخلاف ہم نے بڑا مال خرچ کیا ہائے افسوس وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ جہنم کی طرف ان کو اکٹھا کیا جائے گا کیوں؟ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ تاکہ جدا کردے اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے۔ اللہ تعالیٰ نے ناپاک اور پاک کو الگ الگ کردیا وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ اور تاکہ کردے خبیث کے بعض کو بعض پر۔ ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر لگادے فَیَرْکُمَهٗ جَمِیْعًا پھر اکٹھا کرے گا ان سب کو۔ بدر میں ستر کافر مارے گئے اور چودہ مسلمان شہید ہوئے ان کو دفن کرنے کا مسئلہ تھا زمین پتھریلی تھی ایک قبر کو کھودنے پر ایک دن لگ جاتا تھا سب کیلئے قبریں کھودنا مشکل تھا مسلمانوں کیلئے تو ایک مربع جگہ میں قبریں کھودیں گئیں اور سب کافر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے اوپر نیچے البتہ امیہ بن خلف بھاگتا ہوا جا رہا تھا جب اس کو مار کر کھینچا گیا کنویں میں ڈالنے کیلئے تو اس کی ٹانگیں وجود سے الگ ہوگئیں اور بازو بھی الگ ہوگئے اس کا بدن بڑا بھاری تھا تو اس کو وہیں ریت میں دفن کردیا گیا اور یہ یاد رہے کہ بدر کا یہ کنواں ویران تھا اس میں پانی نہیں تھا دوسرے دن آنحضرت ﷺ کنویں پر تشریف لے گئے کنارے پر کھڑے ہو کر فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ ہمارے ساتھ فرمایا تھا ہم نے تو پالیا اور جو وعدہ رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا تھا تم نے پالیا ہے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ اور بعض دیگر صحابہ کرام نے عرض کیا حضرت مُردوں کیساتھ کیا گفتگو کرتے ہیں کیا یہ سنتے ہیں؟ بخاری اور مسلم کی روایت ہے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے تم اس گفتگو کو

جو میں ان سے کہہ رہا ہوں ان سے زیادہ نہیں سنتے یعنی جس طرح تم سن رہے ہو وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن ہمیں جواب نہیں دے سکتے۔ یہ مطلب کہ کردے خبیث کے بعض کو بعض پر فَیَرْکُمَهٗ جَمِیْعًا پھر اکٹھا کرے گا ان سب کو فَیَجْعَلَهٗ فِیْ جَهَنَّمَ پس کر دے گا ان کو دوزخ میں۔ وہیں سے سیدھے دوزخ کی طرف گئے اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

قُلْ آپ کہہ دیں لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ان لوگوں کو جو کافر ہیں اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ اگر وہ باز آجائیں تو بخش دیا جائے گا مَّا قَدْ سَلَفَ جو پہلے ہو چکا وَاِنْ يَّعُوْدُوْا اور اگر وہ لوٹیں گے فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ پس تحقیق گذر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا وَقَاتِلُوْهُمْ اور تم لڑو ان سے حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ اور ہو جائے دین سارا اللہ تعالیٰ کیلئے فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ باز آجائیں فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ پس

بیشک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں دیکھتا ہے وَاِنۡ تَوَلَّوۡا اور اگر وہ اعراض کریں فَاعۡلَمُوۡٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰہَ مَوۡلٰکُمۡ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا آقا ہے نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وہ بہتر آقا ہے وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ اور اچھا مددگار ہے وَاعۡلَمُوۡٓا اور تم جان لو اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ بیشک جو تم نے غنیمت حاصل کی کوئی شے بھی ہو فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ پس بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس کا پانچواں حصہ وَلِلرَّسُوۡلِ اور رسول ﷺ کیلئے وَلِذِی الۡقُرۡبٰی اور اللہ کے رسول کے قرابتداروں کیلئے وَالۡیَتٰمٰی اور یتیموں کیلئے وَالۡمَسٰکِیۡنِ اور مسکینوں کیلئے وَابۡنِ السَّبِیۡلِ اور مسافروں کیلئے اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ اگر ہو تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا اور اس چیز پر جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ فیصلے والے دن یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ جس دن آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے کئی رکوعوں میں غزوۂ بدر تفصیل کیساتھ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے تکبر اور غرور کو خاک میں ملایا اور مسلمانوں کو قلیل تعداد اور بے سروسامانی میں فتح عطاء فرمائی۔ اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قُلۡ اے نبی کریم ﷺ کہہ دیں لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡٓا ان لوگوں کو جو کافر ہیں اِنۡ یَّنۡتَہُوۡا یُغۡفَرۡ لَہُمۡ اگر وہ باز آجائیں تو ان کو بخش دیا جائے گا مَّا قَدۡ سَلَفَ جو پہلے ہو چکا۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلۡاِسۡلَامُ یَھۡدِمُ مَا کَانَ قَبۡلَہٗ "اسلام اپنے سے پہلے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔" کفر شرک

شراب نوشی وغیرہ سب گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اگر کوئی سچے دل سے مسلمان ہو اور وہ اس طرح ہو جاتا ہے یَوْمَ وَلَدَتْ اُمُّهٗ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے وَاِنْ یَّعُوْدُوْا اور اگر وہ لوٹیں گے کہ پلٹ کر دوبارہ مسلمانوں کیساتھ لڑائی کا ارادہ کریں فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ پس تحقیق گذر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا کہ حق کے مقابلے میں کفر کو کبھی فتح نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور مومنوں کی نصرت فرماتے ہیں۔اور سورۃ مومن میں ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا [پ:٢٧] بیشک البتہ ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ [پ:٢٣] ''البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات اپنے بندوں کیلئے جو رسول ہیں کہ بیشک البتہ وہی مدد دیئے جائیں گے اور بیشک البتہ ہمارا ہی لشکر غالب ہوگا۔''

فلسفہ جہاد :

آگے اللہ تعالیٰ جہاد کا فلسفہ اور حکمت بیان فرماتے ہیں کہ جہاد سے مقصود نہ ملک حاصل کرنا ہے نہ قتل وغارت مقصود ہے اور نہ مالِ غنیمت حاصل کرنا مقصود ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنا مقصود ہے۔فرمایا وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ اور تم لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے کوئی فتنہ۔سب سے بڑا فتنہ کفر اور شرک ہے۔کفر شرک باقی نہ رہے اور اس کے علاوہ جتنے فتنے ہیں سب ختم ہو جائیں کوئی بھی باقی نہ رہے وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ اور ہو جائے دین سارا اللہ تعالیٰ کیلئے۔اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے کیلئے اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جو شخص لڑتا ہے وہ مجاہد ہے۔جیسے افغانستان کے طالبان ہیں اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے تقریباً پچپن ملک ہیں ان میں

سے صرف طالبان کا ملک ہے جس میں قرآن وسنت کا قانون نافذ ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ ہے۔ان کا ہر فیصلہ قرآن حدیث اور فقہ اسلامی کے مطابق ہوتا ہے۔قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے بدکار کو شرعی سزا ملتی ہے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے قرآن کے احکام پر پورا پورا عمل ہورہا ہے۔ ہر طرف سکون ہے اور کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے ایک زمانہ تھا کہ چمن سے قندھار جو پچھتر میل کی مسافت ہے۔اس سڑک پر جو لوگ سفر کرتے تھے وہاں کے قبائلی افغانی جگا ٹیکس وصول کرتے تھے مختلف جگہوں پر انہوں نے اڈے بنائے ہوئے تھے چھوٹی بڑی گاڑی ٹرک بس وغیرہ جو بھی گزرتی ٹیکس ادا کر کے جاتی اور مجبوراً ان کو دینا پڑتا تھا۔طالبان نے وہ سارے اڈے ختم کر دیئے ہیں اب وہاں کوئی کسی کو نہیں پوچھ سکتا لیکن دشمنانِ دین ان کو برداشت نہیں کر رہے۔دنیائے یورپ نے ان کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ طالبان کو ان کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ باز آجائیں کفر شرک فتنہ وغیرہ سے فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں دیکھتا ہے وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر وہ اعراض کریں کہ تمہاری بات نہ مانیں فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا آقا ہے اے مومنو! نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ وہ بہتر آقا ہے اور اچھا مددگار ہے۔لہٰذا کافروں کی پرواہ نہ کرو اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔الحمد للہ اس وقت افغانستان کی آبادی ڈیڑھ کروڑ سے زائد ہے اور آس پاس کی باطل قوتوں نے طالبان مخالف قوتوں کو بڑی قوت پہنچائی ہے انڈیا بھی اس میں شامل ہے اور ایران سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے طالبان کو ہمت دی ہے اور وہ حق پر قائم ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد فرمائے گا۔

آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ اس سورۃ کے شروع میں یہ مسئلہ بیان ہوا تھا کہ بدر کی غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا تھا بعض نے کہا کہ جو لڑائی میں شریک تھے یہ ان کا حصہ ہے دوسروں نے کہا کہ جو یہاں آئے ہیں چاہے وہ لڑے ہیں یا لڑنے والوں کی خدمت میں مصروف تھے سب کا حق ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ یہ آپ سے غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَلْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ غنیمت اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کیلئے ہے۔

مالِ غنیمت کی تفصیل :

تو وہاں اجمالی طور پر جواب دیا تھا اب اس کی تفصیل بیان فرماتے ہیں وَاعْلَمُوْآ اور تم جان لو اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ بیشک جو تم نے غنیمت حاصل کی کوئی شے بھی ہو۔ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو شرعی جہاد کے نتیجے میں آئے۔ مسلمانوں کی کمائی میں سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی مال غنیمت ہے کیونکہ جہاد بہت اونچا عمل ہے اور یہ اس کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ پس بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس کا پانچواں حصہ۔ کل مالِ غنیمت کو جمع کرنے کے بعد اس کے پانچ حصے کئے جائیں گے اس کا پانچواں حصہ خمس کہلاتا ہے۔ چار حصے مجاہدین پر تقسیم ہونگے اور سپہ سالار امیر لشکر یعنی کمانڈر اگر اپنی صوابدید پر کسی مجاہد کو بہادری کی وجہ سے زیادہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے کہ اس نے بہادری کے جوہر بنسبت دوسروں کے زیادہ دکھائے ہیں۔ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے خمس کے مصارف بیان فرمائے ہیں کہ وہ کہاں کہاں خرچ کیا جائے گا وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ کیلئے۔ خمس میں سے بقدر ضرورت آنحضرت ﷺ اپنے لئے بھی لے لیتے تھے کیونکہ جتنی انسانی ضروریات ہیں وہ پیغمبروں کو بھی ہوتی ہیں وَلِذِی الْقُرْبٰی

اور اللہ کے رسول کے قرابتداروں کیلئے ۔آپؐ کے جو قریبی رشتہ دار تھے بنو ہاشم بنو عبد المطلب جنہوں نے ابتدائی دور میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا بڑی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کیں باوجود اس کے کہ دین میں آپؐ کے موافق نہیں تھے ۔ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کافروں نے خیف بنی کنانہ کے مقام پر اجتماع کیا اور تَقَاسَمُوْا قسمیں کھائیں پیالے میں پانی ڈال کر ہاتھ ڈبوئے یہ ان کا رواج تھا کہ اس قسم کو یہ مظبوط سمجھتے تھے جو پیالے میں پانی ڈال کر اس میں ہاتھ ڈبو کر اٹھائی جاتی تھی تو انہوں نے پکی قسمیں کھائیں کہ اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْهُمْ وَلَایُبَایِعُوْهُمْ بنو ہاشم کو نہ رشتہ دینا اور نہ ان سے رشتہ لینا، نہ ان کے آگے کوئی چیز بیچنی ہے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدنی ہے ان کیساتھ ہر طرح کا بائیکاٹ کرو۔اس مشکل گھڑی میں بھی آپؐ کے رشتہ داروں نے آپؐ کا ساتھ دیا اور تکلیفیں برداشت کیں۔

آپ ﷺ کا چچا ابو طالب دین میں آپ کی موافقت نہیں کرتا تھا مگر دنیاوی طور پر خوب مدد کرتا تھا۔اسی طرح آپ کا چچا حارث ابن عبد المطلب مسلمان نہیں ہوا تھا مگر خاندانی عصبیت کی وجہ سے آپ ﷺ کی پوری معاونت کرتا تھا۔لہذا آپ کے رشتہ داروں کا بھی خمس میں حق ہے وَالْیَتٰمٰی اور یتیموں کیلئے۔یتیم چاہے کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو وہ خمس کے مال کا مستحق ہے وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں کیلئے۔مسکین اسے کہتے ہیں کہ اس کے پاس بقدر نصاب سامان نہ ہو۔بقدر نصاب سامان کا مطلب یہ ہے کہ گھر کی عام ضرورت سے زائد اس کے پاس اتنا سامان ہو کہ اگر اس کو بیچا جائے تو ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت ساڑھے پانچ ہزار ہے۔وہ برتن جو روزانہ استعمال میں نہیں آتے، وہ چارپائیاں جو روزانہ استعمال میں نہیں آتیں، وہ بستر جو روزانہ استعمال میں نہیں آتے کبھی کبھار مہمان آئیں تو استعمال

ہوتے ہیں یہ زائد سامان شمار ہوتا ہے۔ اگر یہ اتنا ہے کہ اس کو بیچا جائے تو اس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو یہ شخص صاحب نصاب ہے اس پر قربانی آئے گی اور یہ فطرانہ بھی دے گا اور یہ مسکین نہیں ہے۔ وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کیلئے۔ مسافر کا بھی خمس میں حق ہے اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہونگے اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ اگر ہو تم

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ اور وہ نصرت جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر فیصلے والے دن۔ جس دن حق اور باطل کا فیصلہ ہوا اس پر ایمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تین ہزار فرشتے نازل کیے تو پھر سمجھ لو کہ غنیمت کے مستحق یہ لوگ ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔ یہ مدد کس دن ہوئی؟ فرمایا يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ جس دن آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں حق اور باطل کی، ایک طرف تین سو تیرہ اور دوسری طرف ایک ہزار اور نتیجہ تم تفصیل کیساتھ پڑھ اور سن چکے ہو وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور جو کچھ وہ کر سکتا ہے وہ اور کوئی نہیں کر سکتا اور رب تعالیٰ نے جو فرمایا سچ فرمایا ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ ط وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ لا وَلٰکِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ۵لا لِّیَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o اِذْ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا ط وَلَوْ اَرٰکَھُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ ط اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ o وَاِذْ یُرِیْکُمُوْھُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلًا وَّیُقَلِّلُکُمْ فِیْ اَعْیُنِھِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ط وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ o

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا اور جس وقت تھے تم ادھر والے کنارے پر وَھُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی اور وہ کافر پرلے کنارے پر تھے وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ اور تجارت والا قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ تو البتہ اختلاف کرتے وعدہ پورا کرنے میں وَلٰکِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے

اس معاملے کا جو طے شدہ ہے لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ تاکہ ہلاک ہو وہ جو ہلاک ہونا چاہتا ہے کھلی دلیل کیساتھ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ اور جو زندہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے کھلی دلیل کیساتھ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور بیشک البتہ اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا جس وقت اللہ تعالیٰ دکھاتا تھا تجھے وہ کافر آپ کے خواب میں تھوڑے وَلَوْ اَرٰكَهُمْ كَثِيْرًا اور اگر اللہ تعالیٰ دکھاتا وہ کافر آپ کو زیادہ لَّفَشِلْتُمْ البتہ تم بزدلی کر جاتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ اور البتہ تم جھگڑا کرتے معاملہ میں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامتی میں رکھا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ سینے کے رازوں کو جاننے والا ہے وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اور تم کو دکھائی وہ فوج اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا جب تم آمنے سامنے ہوئے تمہاری آنکھوں میں تھوڑی وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ اور تم کو تھوڑا کر کے دکھایا ان کی آنکھوں میں لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا جو طے شدہ ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔

یہ بات آپ حضرات پہلے سن چکے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں باغات کھیت وغیرہ نہیں تھے کیونکہ وہ زمین زراعت والی نہیں تھی وہ لوگ اپنی بود و باش خوراک کا انتظام تجارت کے

ذریعے سے کرتے تھے اور اس کیلئے وہ دو سفر کرتے تھے گرمیوں میں شام کا اور سردیوں میں یمن کا رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ سورہ قریش میں اسی کا ذکر ہے۔

دارالندوہ میں مشاورت :

غزوۂ بدر سے پہلے قریش مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ یہ لوگ جب مکہ مکرمہ میں تھے ہم لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے تھے اور سختیاں کرتے تھے اب یہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں اور وہاں ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور یہ طاقتور ہوتے جارہے ہیں لہذا جب تک ان کا ڈٹ مقابلہ نہیں کریں گے اور ان کے وجود کو ختم نہیں کریں گے یہ ہمارے لئے خطرہ ہیں لہذا سارے لوگ ایثار کرو۔ اس دفعہ شام کا جو تجارتی سفر ہو اس کا سارا نفع جو شام میں حاصل ہو یا واپس آکر سامان یہاں بیچ کر حاصل ہو وہ سارا کا سارا مسلمانوں کے خلاف خرچ ہو اس سے ہتھیار خریدے جائیں اور دیگر جنگی ضروریات اور اصل رقم تمہاری رہے گی۔ اس بات پر سارے راضی ہو گئے اور کسی نے اختلاف نہ کیا چنانچہ ایک ہزار اونٹ سامان سے لدا ہوا ساٹھ آدمیوں کا قافلہ جس کے امیر ابوسفیانؓ تھے جو اس وقت ﷺ نہیں ہوئے تھے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس میٹنگ اور ایجنڈے کی خبر مدینہ طیبہ پہنچی تو مسلمانوں نے پروگرام بنایا کہ واپسی پر ان پر حملہ کر دو تاکہ نہ ان کے پاس مال رہے اور نہ لڑائی کی نوبت آئے۔ مکے والوں کو بھی اطلاع ہوگئی کہ وہ ہمارے قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں وہ وہاں سے چل پڑے اور یہ یہاں سے چل پڑے تجارتی قافلہ تو راستہ بدل کر نیچے کی طرف ہو گیا اور یہ دونوں گروہ بدر میں اکٹھے ہو گئے۔ بدر مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کی مسافت پر ہے۔ کافر بدر میں پہلے پہنچ گئے اور پانی کے

چشموں پر قبضہ کرلیا جب یہ حضرات پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ایک جگہ کے متعلق فرمایا کہ تم یہاں مورچہ قائم کرو۔

حضرت خباب ابن منذر کا مشورہ :

حضرت خباب ابن منذر انصاری ؓ جنگی امور میں بڑا تجربہ رکھتے تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اس جگہ مورچہ بنانے کا حکم رب تعالیٰ کی طرف سے ہے یا آپ ﷺ کی ذاتی رائے ہے؟ اگر رب تعالیٰ کا حکم ہے تو پھر ہمیں قیل قال کا حق نہیں پہنچتا اور اگر ذاتی ہے تو پھر میں تجربہ کی بنا پر اپنی رائے عرض کرتا ہوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے صرف لڑنے کا حکم ہے مورچہ ہماری صوابدید پر ہے۔ کہنے لگے حضرت جنگی نکتہ نظر سے یہ جگہ ہمارے لئے مفید نہیں ہے آگے والی جگہ ٹھیک رہے گی۔ رائے ان کی درست تھی آگے ریت کا ٹیلہ تھا وہاں جا کر مورچہ بنایا گیا وہاں پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی ریت جم کر سڑک بن گئی اور پانی کا انتظام بھی ہوگیا۔ کافر پست جگہ پر تھے وہاں پانی جمع ہوگیا۔ ان کی شکست کے ظاہری اسباب میں سے ایک یہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا اور جس وقت تھے تم ادھر والے کنارے پر جو مدینہ طیبہ کی طرف قریب تھا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى اور وہ کافر پرلے کنارے پر تھے جو مدینہ طیبہ سے دور تھا۔ وَالرَّكْبُ اور تجارتی قافلہ جس کی قیادت ابوسفیان کر رہے تھے اَسْفَلَ مِنْكُمْ تم سے نیچے کی طرف تھا۔ ساحل سمندر پر وہ جگہ بدر سے پست تھی۔ غزوہ بدر کوئی پہلے سے طے شدہ نہیں تھا کہ تم نے فلاں جگہ پہنچنا ہے اور ہم نے بھی اور لڑائی ہوگی بلکہ اتفاق ہوگیا۔ اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے پہلے سے کہ فلاں وقت فلاں جگہ پر پہنچنا ہے لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ تو البتہ اختلاف کرتے وعدہ پورا کرنے میں۔ ممکن ہے تم بروقت نہ پہنچتے یا وہ نہ پہنچتے وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا اور لیکن تا کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اس معاملے کا جو طے شدہ ہے لِّيَهْلِكَ تا کہ ہلاک ہو مَنْ هَلَكَ جو ہلاک ہونا چاہتا ہے عَنْۢ بَيِّنَةٍ کھلی دلیل کیساتھ۔ کہ ان کو کثرتِ تعداد اور قوت پر گھمنڈ اور غرور تھا۔ اسلحہ کی ان کے پاس بہتات تھی سارا عرب ان کیساتھ تھا اور اس طرف صرف تین سو تیرہ تھے اور لڑائی کے قابل یہی تھے پیچھے نابینا، لنگڑے، بوڑھے، معذور تھے، عورتیں اور بچے تھے وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ اور جو زندہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے کھلی دلیل کیساتھ۔ آٹھ تلواروں کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار تلوار پر غلبہ عطا فرمایا وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور بیشک البتہ اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا جس وقت اللہ تعالیٰ دکھاتا تھا تجھے وہ کافر آپ کے خواب میں تھوڑے۔ غزوہ بدر سے چند دن پہلے آنحضرت ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ ہمارا کافروں سے مقابلہ ہو رہا ہے ہماری تعداد زیادہ ہے اور ان کی تعداد کم ہے۔ یہ خواب آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان کیا تھا جس سے مسلمانوں کی ہمت بڑھ گئی۔ حالانکہ ظاہری طور پر معاملہ اس کے برعکس تھا کہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اور کافروں کی تعداد زیادہ تھی۔

آنحضرت ﷺ کا خواب :

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا خواب ہو اور خلافِ حقیقت ہو یہ کیسے ہو سکتا

ہے؟ جبکہ پیغمبر کی بات بیداری کی ہو یا خواب کی وہ حقیقت ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت جس کو تعبیر بھی کہتے ہیں صورت اور ہوتی ہے اور حقیقت اور ہوتی ہے۔ یہ تھوڑے نظر آنے کی حقیقت اور تعبیر ان کی شکست کی طرف اشارہ تھا کیونکہ عادۃً تھوڑوں کو شکست ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کی چچی حضرت ام فضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا اور وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کہ آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ وہ بہت ہی سخت ہے آپ ﷺ نے فرمایا بتائیں تو سہی وہ کیا ہے حضرت ام فضلؓ نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ میری لخت جگر بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا چنانچہ سیدنا حسین ؓ پیدا ہوئے۔ ظاہراً دیکھو تو خواب کی صورت کتنا خوفناک تھی اور وہ بڑی پریشان ہوئیں کیونکہ ان دنوں افواہ مشہور تھی کہ یہودی آپ کو شہید کرنا چاہتے ہیں ان کا ذہن اس طرف گیا کہ آپ ﷺ کی شہادت کی طرف اشارہ ہے لیکن حقیقت اور تعبیر کیسی خوبصورت تھی۔ اسی طرح یہاں خواب میں کافروں کا تھوڑا نظر آنا ان کی شکست کی طرف اشارہ تھا اور ایسا ہی ہوا وَلَوْ اَرٰكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ اور اگر اللہ تعالیٰ دکھاتا وہ کافر آپ کو زیادہ البتہ تم بزدلی کر جاتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ اور البتہ تم جھگڑا کرتے

اس معاملہ میں۔ اگر خواب میں کافر زیادہ نظر آتے اور آپ خواب بیان فرماتے تو ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے حضرت نہیں لڑنا چاہیے ہم تھوڑے ہیں اور کوئی کہتا لڑنا چاہیے۔ کیونکہ ذہن مختلف ہوتے ہیں حالات جدا جدا ہوتے ہیں حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک مزاج اور ایک سمجھ نہیں دی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامتی میں رکھا اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ سینے کے رازوں کو جاننے والا ہے۔

جس وقت آپ ﷺ مقام بدر میں پہنچ گئے آگے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اور تم کو دکھائی وہ فوج اِذِ الْتَقَيْتُمْ جب تم آمنے سامنے ہوئے فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا تمہاری آنکھوں میں تھوڑی۔ جو سامنے نظر آتے تھے وہ تھوڑے تھے باقی پیچھے تھے وہ نظر نہیں آتے تھے ان کو کم سمجھ کر مسلمانوں کی ہمت بڑھ گئی کہ ہمارے مقابلے میں تھوڑے ہیں پھر جب پچھلے بھی آگئے اور اکٹھے ہو گئے تو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ریت کی مٹھی بھر کر شَاهَتِ الْوُجُوْهُ پڑھ کر ان کی طرف پھینکی وہ ان کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ اگلوں پچھلوں دائیں بائیں سب کی آنکھوں میں۔ ریت کی مٹھی پھینکنا آپ کا کام تھا اور سب کی آنکھوں میں ڈالنا رب کا کام تھا۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اے نبی کریم ﷺ ریت کی مٹھی جو آپ نے پھینکی تھی وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی وہ رب تعالیٰ نے پہنچائی تھی وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ اور تم کو تھوڑا کر کے دکھایا ان کی آنکھوں میں۔ مسلمان تو واقعی تھوڑے تھے لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ اس معاملے کا جو طے شدہ ہے کہ باوجود تمہارے کمزور ہونے کے اللہ تعالیٰ نصرت و مدد فرما کر کامیابی نصیب کرے گا وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

اُلْاُمُـــوْرُ اوراللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔ظاہری باطنی روحانی جسمانی تکوینی تشریعی سب پر کنٹرول اسی کا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً جب تم ملو یعنی ٹکر ہو کافروں کے گروہ سے فَاثْبُتُوْا پس ثابت قدم رہو وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم فلاح پا جاؤ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی وَلَا تَنَازَعُوْا اور آپس میں جھگڑا نہ کرو فَتَفْشَلُوْا پس تم کمزور ہو جاؤ گے وَتَذْهَبَ

رِيْحُكُمْ اورتمہاری ہوا اکھڑ جائے گی وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو تم كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا ان لوگوں کی طرح جو نکلے اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے وَّرِئَآءَ النَّاسِ اور لوگوں کو دکھانے کیلئے وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ روکتے تھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ اور اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں احاطہ کرنے والا ہے وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور جس وقت مزین کیا ان کیلئے شیطان نے ان کے اعمال کو وَقَالَ اور کہا لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ نہیں غالب آئیگا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ اور بیشک میں تمہارا مددگار رہوں فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ پس جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ پھر گیا وہ ایڑیوں کے بل وَقَالَ اور کہا اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ بیشک میں بیزار ہوں تم سے اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ بیشک میں دیکھتا ہوں وہ مخلوق جو تم نہیں دیکھتے اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

غزوہ بدر کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اس غزوہ میں جو چیزیں مسلمانوں کی کامیابی کا سبب بنیں اور قیامت تک مسلمانوں کی کامیابی کا ذریعہ ہیں ان میں سے بعض اہم چیزوں کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں۔

میدان جنگ میں کامیابی کے راز :

پہلی چیز...... فرمایا...... یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً جب ملو تم یعنی ٹکر ہو کافروں کے گروہ سے مقابلہ ہو کافروں کیساتھ فَاثْبُتُوْا پس ثابت قدم رہو۔ اور پہلے اسی سورۃ میں گذر چکا ہے کہ میدان جنگ میں پشت دکھانا جبکہ دشمن کا لشکر اپنے سے دوگنا بھی ہو، گناہ کبیرہ ہے۔

دوسرا کام...... وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے مومن کے دل کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن میدان جنگ میں نعرۂ تکبیر کے علاوہ دوسرے اذکار آہستہ کرے اور ضرورت پیش آئے تو نعرۂ تکبیر بلند آواز سے لگائے۔ تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں روایت ہے کہ تین موقعوں پر اللہ تعالیٰ آواز کو بلند کرنا پسند نہیں کرتے ایک جہاد کے موقع پر کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آہستہ کرو۔ دوسرا جنازے کیساتھ جاتے ہوئے جو ذکر بھی کرو آہستہ کرو۔ تیسرا نمازوں کے بعد جو ذکر کرنا ہے آہستہ کرنا ہے۔ اور مسجد کے متعلق یہ مسئلہ کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ جب مسجد میں ایک نمازی بھی نماز پڑھ رہا ہو بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا بھی جائز نہیں ہے البتہ امام کو اجازت ہے کہ تعلیم کیلئے ذکر بلند آواز سے بتا سکتا ہے کہ اسطرح کرو اور اس طرح پڑھو اور ذکر کیلئے بڑی سہولتیں ہیں کہ وضو شرط نہیں، قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط نہیں ہے، بیٹھ کے کرنا شرط نہیں ہے چلتے پھرتے کر سکتے ہو، لیٹے ہوئے کر سکتے ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو یہ تمہاری کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ ہے لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

تیسرا کام...... وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے اس کی تعمیل ضروری ہے۔

چوتھا کام...... وَلَاتَنَازَعُوْا اور آپس میں جھگڑا نہ کرو اسلئے کہ اگر تم نے جھگڑا کیا تو فَتَفْشَلُوْا کمزور ہو جاؤ گے بزدل ہو جاؤ گے تمہاری قوت بکھر جائے گی وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اتحاد اتفاق میں جو برکت ہے وہ انتشار میں نہیں ہے اگر نظریاتی باتیں ہیں تو ایک دوسرے کو گوارہ کرو یہ کامیابی کا گر رب تعالیٰ نے بتایا ہے وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو۔ راہِ حق میں تکلیفیں آئیں گی، زخمی ہو گے، شہید بھی ہو گے، طرح طرح کی چیزیں ہونگی صبر کرو۔ یہ وہ اصول ہیں کہ ان پر عمل کرنے والا انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوگا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور اس کا یہ بھی حکم ہے کہ تکبر اور غرور نہ کرو تکبر بہت بری چیز ہے۔ تکبر کا معنٰی ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور دوسروں کو حقیر اور گھٹیا سمجھے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ "جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" اگر وہ تکبر کو حلال سمجھتا ہے تو پھر تو وہ کافر ہے اور کافر جنت میں کبھی نہیں جائے گا اور اگر حرام اور گناہ سمجھتے ہوئے کرتا ہے تو اس کو جنت میں دخولِ اول نصیب نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کتنے سالوں کے بعد جنت کا دخول نصیب ہوگا۔ لہذا تکبر سے بچو کسی کو حقیر نہ سمجھو اور کسی کی صحیح بات کو ٹھکراؤ نہ وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا جو نکلے اپنے گھروں سے یعنی مکہ مکرمہ سے اکڑتے ہوئے تکبر کرتے ہوئے اپنی قوت کے نشے میں وَّرِئَآءَ النَّاسِ اور لوگوں کو دکھانے کیلئے۔ ڈھول بجا رہے تھے، عورتیں ناچ رہی تھیں بھنگڑا ڈالتے ہوئے مکہ مکرمہ سے نکلے بڑا عجیب منظر تھا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے راستے سے ۔ یہ سب کچھ انہوں نے اسلام کے مقابلے کیلئے کیا پھران کا جوحشر ہوا وہ آپ تفصیلاً سن چکے ہیں کہ ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگنے کیلئے راستہ نہ ملاوَ اللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ اوراللہ تعالیٰ جووہ عمل کرتے ہیں اس کا احاطہ کرنے والا ہے علم کے لحاظ سے بھی اور قدرت کے لحاظ سے بھی ۔

سراقہ ابن مالک والا واقعہ :

اگلی آیت کریمہ میں ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ قریش مکہ جب بدر کیلئے نکلنے لگے تو انہیں یہ خیال آیا کہ سراقہ ابن مالک کنانی سے ہمارا اختلاف ہے۔ سراقہ ابن مالک قبیلہ بنو بکر جوعرب کے قبائل میں سے بڑا مشہور اورلڑاکا قبیلہ تھا اوراس کی شاخیں دور دراز تک پھیلی ہوئیں تھیں یہ اس قبیلے کا سردار تھا اور مکے والوں کو وہ کئی دفعہ دھمکیاں دے چکا تھا کہ مین تمہارے ساتھ نمٹ لوں گا تو مشرکین مکہ پریشان ہوئے کہ ہم سارے جارہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے چلے جانے کے بعد سراقہ ہماری عورتوں اور بچوں کو قید کر کے لے جائے کیونکہ دشمن ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے ۔آنحضرت ﷺ جب سولہ سو ساتھیوں کے ہمراہ غزوۂ خیبر کیلئے تشریف لے گئے تو قبیلہ بنو اسد اور قبیلہ بنوغطفان جو مشرکوں کے قبیلے تھے انہوں نے یہودیوں کیساتھ مل کر مشورہ کیا کہ لڑنے والے مسلمان تو سارے جاچکے ہیں لہذا مدینہ طیبہ پرحملہ کر کے مسلمانوں کی عورتوں کو قید اور بچوں کوختم کر دو۔ ان میں جو بوڑھے تھے ان میں سے بعض نے کہا کہ دیکھو! محمد (ﷺ) بڑے دانا اور سمجھ دار آدمی ہیں اوراس بات کوتم سب تسلیم کرتے ہو۔ وہ خیبر گئے ہیں تو پچھلوں کا کوئی انتظام کر کے گئے ہوں گے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ عورتوں اور بچوں کو بے آسرا چھوڑ کر چلے جائیں۔ اتنی بات سنتے ہی سب کی ہمت پست ہوگئی۔ اسی طرح مکے والے اس بات سے پریشان

ہوئے اور ان کے بڑے بڑے حضرات دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے اسی سوچ بچار میں تھے کہ ابلیس لعین سراقہ ابن مالک کی شکل میں آیا اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔انسان کی، گدھے کی اور بلی وغیرہ کی۔ یہ جو بعض سیانے لوگ کہتے ہیں کہ میں نے بدّاوہ ذیکھا ہے وہ حقیقت میں جن ہوتا ہے تو ابلیس لعین سراقہ ابن مالک کی شکل اختیار کر کے آیا اور اس کے ساتھ اور کافی شیاطین انسانوں کی شکل میں آئے کہنے لگا دیکھو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری وجہ سے پریشان ہو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری ہماری گھر کی لڑائیاں ہیں یہ ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اس وقت تم محمد (ﷺ) کے مقابلے میں جا رہے ہو وہ تمہارا ہمارا مشترکہ دشمن ہے میں بہت خوش ہوں میرے ساتھ مختلف برادریوں کے لوگ ہیں ہم سب تمہارے ساتھ لڑنے کیلئے جائیں گے۔نعرے شروع ہو گئے سراقہ زندہ باد سراقہ زندہ باد مکے والے خوش ہوئے کہ خطرہ ٹل گیا ہے بلکہ وہ ہمارا معاون بن گیا ہے یہ جعلی سراقہ بدر تک ساتھ گیا اپنی فوج سمیت۔تفسیر اور حدیث کی کتب میں آتا ہے ابوجہل قیادت کر رہا تھا اسکا ایک ہاتھ ابوجہل کے ہاتھ میں تھا اور ایک روایت میں آتا ہے اس کا ہاتھ ابوجہل کے بھائی حارث ابن ہشام کے ہاتھ میں تھا یہ ۸ھ میں مسلمان ہو گئے تھے۔جس وقت بدر میں تین ہزار فرشتے نازل ہوئے تو جعلی سراقہ ابلیس لعین اور اس کے فوجیوں نے دیکھے تو ہاتھ چھڑا کر بھاگا اور کہنے لگا تم جانو اور تمہارا کام مجھے وہ مخلوق نظر آرہی ہے جو تمہیں نظر نہیں آرہی۔ ابلیس کو پتہ تھا کہ جبرائیل اور میکائیل میری بھی ٹھکائی کریں گے لہذا بھاگ گیا اس کا ذکر ہے۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور جس وقت مزین کیا ان کیلئے شیطان نے ان کے اعمال کو کہ ان کو کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں وَقَالَ اور

کہنے لگا لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ نہیں غالب آئے گا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی۔ خود تم ہی کافی ہو وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ اور بیشک میں تمہارا مددگار رہوں فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ پس جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں۔ مومنوں کی اور کافروں کی بدر کے مقام پر نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ پھر گیا وہ ایڑیوں کے بل۔ الٹے پاؤں بھاگا وَقَالَ اور کہنے لگا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ بیشک میں بیزار ہوں تم سے اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ بیشک میں دیکھتا ہوں وہ مخلوق جو تم نہیں دیکھتے۔ مجھے فرشتے نظر آرہے ہیں اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اس کے فرشتے مجھے ماریں گے پٹائی کریں گے۔ لوگوں نے بہت کہا او سراقہ! کہاں جارہے ہو کہنے لگا اب وضو ٹوٹ گیا ہے ٹھہر نہیں سکتا۔ لوگوں نے طعنے بھی دیئے بہت کچھ کہا لیکن اس نے کسی کی کوئی بات نہ سنی وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ آج میری پٹائی ہو جائے گی یہ کہہ کر شیطان بھاگ گیا۔ شیطان شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے پھندوں سے سب کو بچائے اور محفوظ رکھے۔

اِذْيَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْيَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْاعَذَابَ الْحَرِيْقِ ○ ذٰلِكَ بِمَاقَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَابِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○

اِذْيَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ جب کہنے لگے منافق وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ دھوکے میں

ڈالا ہے ان کو ان کے دین نے وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور جو بھروسہ کرے اللہ
تعالیٰ پر فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے
وَلَوْ تَرٰۤى اور اگر اے مخاطب! تو دیکھے اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ جس
وقت جان نکالتے ہیں ان لوگوں کی جو کافر ہیں، فرشتے یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ
وَاَدْبَارَهُمْ مارتے ہیں ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر وَذُوْقُوْا عَذَابَ
الْحَرِیْقِ اور چکھو جلانے والا عذاب ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ یہ اس سبب
سے جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور
بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ان
لوگوں کی عادت ہے جیسے عادت تھی فرعونیوں کی وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور ان
لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ انکار کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی
آیتوں کا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں
کے بدلے اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ بیشک اللہ تعالیٰ قوی ہے شَدِیْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے
والا ہے ذٰلِكَ یہ سزا اس لئے دیتا ہے بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا بیشک اللہ
تعالیٰ نہیں بدلنے والا نِّعْمَةً نعمت کو اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ جو نعمت دی ہے اس نے
کسی قوم کو حَتّٰى یُغَیِّرُوْا یہاں تک کہ وہ خود بدل دیں مَا بِاَنْفُسِهِمْ اس کو جو ان
کے نفسوں میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے
جاننے والا ہے كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ان کی عادت ہے جیسے فرعونیوں کی تھی

وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اوران لوگوں کی جوان سے پہلے تھے کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ جھٹلایا انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو فَاَهْلَكْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کیا بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کے بدلے میں وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور ہم نے غرق کیا فرعونیوں کو وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ اور یہ سب کے سب ظلم کرنے والے تھے۔

غزوہ بدر کا ذکر چلا آرہا ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہودی بھی آباد تھے عیسائی اور مشرک بھی رہتے تھے یہودیوں میں سے بہت سے لوگ ظاہرًا یعنی زبانی طور پر کلمہ پڑھ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے مگر دل سے اسلام کو قبول نہ کیا۔ یہ منافقین بھی موجود تھے مجاہدین کا لشکر جب بدر کیلئے روانہ ہوا تو مجاہدین کی یہ حالت تھی کہ کوئی ننگے پاؤں تھا کسی کے سر پر ٹوپی پگڑی نہیں تھی سخت گرمی کا زمانہ تھا اور عجب یہ کہ صرف آٹھ تلواریں ہیں حالانکہ اس وقت عرب کا عام دستور تھا کہ لوگ تلوار ہاتھ میں رکھتے تھے جیسے یہاں لوگ لاٹھی ہاتھ میں رکھتے ہیں مگر ناداری اور مفلسی کی وجہ سے تلواریں بھی نہیں تھیں آنحضرت ﷺ نے روانگی کے وقت دعا فرمائی۔ یہ بھوکے، ننگے، نہتے جب وہاں سے روانہ ہوئے تو یہودیوں، مشرکوں اور منافقوں نے آوازیں کسیں، طعنے دیئے کہ یہ مکہ فتح کرنے کیلئے جا رہے ہیں یہ بہادر ہیں ان کی گردنیں اتاریں گے اور ان کو گرفتار کر کے لائیں گے اور ان کا مال کھائیں گے۔ ان کی طرف اشارہ کرتے اور عجیب عجیب قسم کے طعنے دیتے اور اتنی بات تو ظاہر تھی کہ ایک طرف ساری دنیائے عرب تھی اور دوسری طرف یہ تین سو تیرہ تھے بظاہر کوئی نسبت نہیں تھی۔

مشرکین کے طعنے کا جواب :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے طعنے کا جواب دیا ہے اور منافقین کی تردید فرمائی ہے۔فرمایا۔۔۔۔۔اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ جب کہنے لگے منافق وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کفر شرک کی غَرَّ ھٰٓؤُلَآءِ دِیْنُھُمْ دھوکے میں ڈالا ہے ان کو ان کے دین نے۔یہ چند مٹھی بھر عرب کو فتح کرنے کیلئے جارہے ہیں،قریش مکہ پر غلبہ پانے کیلئے جارہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس کا بڑا مختصر سا جواب دیا وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اور جو بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ پر فَاِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔جانے والوں کا رب تعالیٰ پر بھروسہ ہے جو کچھ میسر تھا وہ لے لیا ہے آگے رب تعالیٰ کا کام ہے نتیجہ اس کے ہاتھ میں ہے۔توکل کا معنیٰ ہے ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دینا۔اگر ظاہری اسباب اختیار نہ کئے جائیں تو اس کو تعطل کہتے ہیں یہ توکل نہیں ہے۔شاعر نے توکل کا مفہوم بیان کیا ہے کہ۔۔۔۔۔

توکل کا یہ معنیٰ ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا

انجام اسکی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو دین نے دھوکے میں نہیں ڈالا بلکہ ان کا رب تعالیٰ کی ذات پر توکل ہے۔فرمایا آج تو یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ٹھٹھہ کر رہے ہیں،کرتے رہے گے وَلَوْ تَرٰٓی اور اگر اے مخاطب!تو دیکھے اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَۃُ جس وقت جان نکالتے ہیں ان لوگوں کی جو کافر ہیں،فرشتے جس وقت جان قبض کرتے ہیں یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ مارتے ہیں ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر۔

تفسیروں میں لکھا ہے مَقَامِعَ مِنْ حَدِیْدٍ کہ لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں مونہوں پر بھی اور پشتوں پر بھی۔ لیکن ساتھ کھڑے ہوئے ڈاکٹروں، حکیموں اور گھر کے افراد کو کوئی پتہ نہیں چلتا کہ مرنے والے کیساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے غیب میں رکھی ہیں ان کو اسی طرح ماننے کا نام ایمان بالغیب ہے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دکھادے تو پھر ایمان بالغیب تو نہ رہا۔ تو یاد رکھنا! جان نکالتے وقت فرشتے سوال جواب کرتے ہیں، گفتگو ہوتی ہے، مار پڑتی ہے یہ سب کچھ حق ہے اور کہتے ہیں وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ اور چکھو جلانے والا عذاب۔ قبر میں جانے کے بعد دوزخ جنت سامنے آجاتی ہے، حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے لوگ قیامت کو دور سمجھتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ ''جو فوت ہوا تحقیق اس کی قیامت برپا ہوگئی۔'' فرمایا ذٰلِکَ یہ جو سزا تم کو ہو رہی ہے بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ یہ اس سبب سے جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے اعمال سے، جو تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر ذرہ برابر بھی۔ بدلا تو تمہیں ملے گا کفر شرک کا اور حق کیساتھ ٹکرانے کا کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ان لوگوں کی عادت ہے جیسے عادت تھی فرعونیوں کی وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے۔ جیسے نمرود، قومِ صالح، قوم ثمود، قومِ نوح ان کی عادت بھی ایسے ہی تھی کہ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ انکار کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ آیات سے مراد آسمانی کتابیں اور صحیفے بھی ہو سکتے ہیں اور معجزے بھی ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو بھی جھٹلایا اور معجزات کو جادو کہہ کر رد کر دیا حالانکہ خاص معجزات ان کے مطالبے پر ظاہر کئے گئے۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر آتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ

کے پیغمبر ہیں تو جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں وہ پھٹ جائے اور اس سے اونٹنی نکل آئے اور بعض تفسیروں میں ہے کہ اس کیساتھ ایک بچہ بھی ہو۔ فرمایا اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ یہ معجزات رب کے اختیار میں ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید کیلئے ظاہر کر دے تو مان لو گے؟ کہنے لگے کیوں نہیں مانیں گے۔ وقت مقرر ہوا حِجر شہر والے سب مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان بھنگڑا ڈالتے، ناچتے کودتے اور مذاق اڑاتے ہوئے جمع ہوئے کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔ انہوں نے جس چٹان پر ہاتھ رکھا اسی سے اونٹنی نکل آئی فرمایا ھٰذِہٖ نَاقَةُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَةً " یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔" لیکن ایمان کوئی بھی نہ لایا کہنے لگے جادو ہے اور انکار کر دیا فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ قوی ہے سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ سزا کیوں دیتا ہے؟ ذٰلِکَ یہ اس لئے ہے بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بدلنے والا نِعْمَةً نعمت کو اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ جو نعمت دی ہے اس نے کسی قوم کو حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ یہانتک کہ وہ خود بدل دیں اس کو جو ان کے نفسوں میں ہے۔ اسی کا ترجمہ علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہے.....

؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جس کو آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

انہوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی، جھٹلایا، پیغمبروں کا مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوئے وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے جاننے والا ہے کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ان کی عادت ہے جیسے فرعونیوں کی تھی اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے کہ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ جھٹلایا انہوں

نے اپنے رب کی آیتوں کو۔ فرعون کا دربار لگا ہوا تھا اور فرعون بہت اونچے تخت پر کرسی کے اوپر بیٹھا تھا تاج پہنے ہوئے دائیں بائیں اس کے وزیر مشیر اور عملے کے لوگ بیٹھے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے کہا اگر آپ سچے ہیں تو نشانی لاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے جس وقت عصا ڈالا وہ اژدھا بن گیا اور فرعون کی طرف بڑھا فرعون بدحواس ہو کر نیچے گر پڑا اور کرسی اس کے اوپر۔ عجیب منظر تھا فرعون کے ڈر کے مارے وہاں سے کوئی باہر نہیں گیا کیونکہ فرعون بڑا ظالم جابر تھا کَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ کہ اگر ہم باہر گئے تو بعد میں ہم سے پوچھے گا کہ مجھ پر سختی کا وقت آیا تھا تو بھاگ گئے تھے لیکن فرعون یہ سارا کچھ دیکھ کر کہنے لگا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ کھلا جادو ہے۔ ہمیں بھی موقع دے ہم اس کا مقابلہ جادو کے ساتھ کریں گے۔ تو فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کیا ان کے گناہوں کے بدلے میں وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور ہم نے غرق کیا فرعونیوں کو۔ فرعون، ہامان اور ان کا لشکر بحر قلزم میں غرق کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھی بنی اسرائیل کیلئے خشک راستے بنا کر دریا عبور کرا دیا اور فرعونی جس وقت داخل ہوئے تو رب تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا وہ چل پڑا یہ غرق ہو کر سیدھے جہنم رسید ہوئے فرعون کی لاش کے علاوہ کوئی لاش باہر نہیں نکلی اس کو اللہ تعالیٰ نے بطور نشانی کے باہر نکالا اور باقی رکھا کہ لوگ دیکھیں کہ یہ وہ تھا جو کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى "میں تمہارا رب الاعلیٰ ہوں۔" یہ اس کا حال ہے فرعون کی لاش مصر کے عجائب گھر میں محفوظ ہے وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ اور یہ سب کے سب ظلم کرنے والے تھے۔ رب تعالیٰ نے سب کو تباہ اور برباد کیا۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ بیشک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے نزدیک الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہ ایمان نہیں لاتے اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ پھر وہ توڑتے ہیں اپنے عہد کو فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ ہر مرتبہ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ اور وہ ڈرتے نہیں عہد شکنی سے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ پس اگر آپ پائیں ان کو

لڑائی کے موقع پر فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ پس بھگا دیں ان کی وجہ سے ان کو جو ان کے پیچھے ہیں لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً اور اگر آپ خوف محسوس کریں کسی قوم سے خیانت کا فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ پس پھینک دیں ان کی طرف برابری پر اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا خیانت کرنے والوں کو وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور نہ خیال کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا سَبَقُوْا کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ بیشک وہ عاجز نہیں کر سکتے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ اور تیار رکھو ان کیلئے مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ جو تم طاقت رکھتے ہو قوت وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ اور باندھے ہوئے گھوڑوں سے تُرْهِبُوْنَ بِهٖ ڈراؤ تم اس قوت کے ذریعے عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ اور دوسروں کو جو ان کے علاوہ ہیں لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ تم ان کو نہیں جانتے اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں يُوَفَّ اِلَيْكُمْ اس کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا تم کو وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

خاندانِ یہود کی عہد شکنی :

مدینہ طیبہ میں مختلف فرقے رہتے تھے۔ مگر اکثریت اور اقتدار یہودیوں کے پاس

تھا تجارت اور سیاست پر انہی کا کنٹرول تھا ان کے مقابلہ میں اوس اور خزرج مشرک قبیلے تھے مگر یہ بھی یہودیوں کے محکوم تھے اپنے بچے بچی کی شادی بھی اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے تھے جب تک اپنے محلے کے یہودی رئیس سے اجازت نہیں لے لیتے تھے اور یہودیوں سے قرض لیکر کھاتے تھے۔ یہودیوں کے تین خاندان تھے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریضہ۔ بنوقریضہ نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا کہ ہم آپ کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کریں گے اور کافروں کا ساتھ نہیں دیں گے آپ جانیں اور وہ جانیں ہم غیر جانب دار رہیں گے مگر وہ یہ معاہدہ ظاہری طور پر کرتے اور اندر اندر سے جڑیں کاٹتے تھے۔ انہی لوگوں کا اس مقام پر ذکر ہے۔ فرمایا اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِ عِنْدَ اللّٰهِ "دَوَابُ" جمع ہے دَابَةٌ کی اور دَابَةٌ کا معنٰی ہے زمین پر چلنے پھرنے والا جانور۔ اور جانور کا معنٰی ہے جان والا اور طاقتور کا معنٰی ہے طاقت والا، نامور کا معنٰی ہے نام والا شہرت والا، انسان بھی جانور ہے۔ معنٰی ہوگا بیشک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں۔ زمین پر نقل و حرکت کرتے چلتے پھرتے ہیں فَھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ پس وہ ایمان نہیں لاتے اَلَّذِیْنَ عَاھَدْتَّ مِنْھُمْ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَھُمْ فِیْ کُلِّ مَرَّةٍ پھر وہ توڑتے ہیں اپنے عہد کو ہر مرتبہ وَھُمْ لَایَتَّقُوْنَ اور وہ ڈرتے نہیں عہد شکنی سے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا ہے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ فِی الْحَرْبِ پس اگر آپ پائیں ان کو لڑائی کے موقع پر فَشَرِّدْ بِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ پس بھگا دیں ان کی وجہ سے ان کو جو ان کے پیچھے ہیں یعنی ان کو ایسی مار پلائیں کہ جس سے پچھلے بھی بھاگ جائیں۔ لڑائی کے موقع پر ان سے نرمی نہ کرو تا کہ نرمی سے یہ غلط فائدہ نہ اٹھائیں خوب سختی کرو لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں کہ لڑائی کا یہ مزا

ہے۔ اگر نرمی کی جائے گی تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً اور اگر آپ خوف محسوس کریں کسی قوم سے خیانت کا معاہدہ میں کہ وہ معاہدے کی خلاف ورزی کریں گے فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ پس پھینک دیں ان کی طرف ان کے عہد کو برابری پر۔ ان کو اطلاع بھیج دو کہ ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ نہیں رہا یعنی معاہدے کی منسوخی کا اعلان کردیں۔ خفیہ طریقے سے ان کے خلاف کاروائی نہ کرو۔

معاہدہ کی پاسداری :

رومیوں کیساتھ صلح ہوئی تھی اور معاہدہ طے پایا تھا کہ اتنی مدت تک ہم آپس میں نہیں لڑیں گے ابھی معاہدہ کی مدت کے کچھ دن باقی تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو سرحد کی طرف مارچ کرنے کا حکم دے دیا کہ جب وقت ختم ہوگا حملہ کردیں گے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود لشکر کی کمان کررہے تھے ابوداؤد شریف میں روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ رضی اللہ عنہ چوتھے پانچویں نمبر کے صحابی ہیں یہ برزون ترکی گھوڑے پر سوار دوڑتے ہوئے پیچھے گئے اور آواز دی اَللّٰه اَللّٰه وَفَاءٌ لَاغَدَرَ " اللہ تعالیٰ سے ڈرو، وعدہ پورا کرو، غداری نہ کرو۔" لوگوں نے پیچھے دیکھا فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کانوں سے سنا ہے کہ معاہدے کے وقت جو پوزیشن کسی فریق کی ہو معاہدے کے ختم ہونے تک اس پوزیشن کو بدل نہیں سکتا جہاں پہلے فوجیں تھیں معاہدے کے ختم ہونے تک وہیں رہیں گی۔ تم نے مارچ کیوں کیا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوجیوں کو حکم دیا کہ فوراً واپس چلے جاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر۔ لہذا اگر تمہارا کسی قوم کیساتھ معاہدہ ہے تو ان کو باقاعدہ اطلاع دو کہ تم نے چونکہ خیانت کی ہے لہذا ہم نے معاہدہ ختم کردیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا خیانت کرنے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور نہ خیال کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا سَبَقُوۡا کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ اگر ان کو فوری سزا نہیں ملی تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہماری قدرت سے نکل گئے ہیں مہلت سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں اِنَّھُمۡ لَا یُعۡجِزُوۡنَ بیشک وہ عاجز نہیں کر سکتے رب تعالیٰ کو اپنے فیصلوں سے جو فیصلہ وہ کرے گا وہی ہوگا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے وَاَعِدُّوۡا لَھُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ اور تیار رکھو کافروں کیلئے جو تم طاقت رکھتے ہو قوت۔

جنگی تیاریاں :

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دشمن کے خلاف مکمل جنگی تیاری کرو۔ مسلمانوں کو جس طرح نماز پڑھنے کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم ہے اسی طرح ہتھیار رکھنے اور دشمن کے خلاف پوری تیاری کرنے کا حکم ہے اسلامی حکومت میں اسلحہ کا کوئی لائسنس نہیں ہے یہ سب انگریز کی سزا ہے۔ قرآن کریم کے کسی حکم پر عمل کرنے کیلئے لائسنس نہیں ہے ہاں اگر کوئی شرارتی ہے، ڈاکو ہے، دہشت گرد، فتنہ انگیز ہے تو اس کی نگرانی کرو جرم ثابت ہو جائے تو سزا دو اور اس پر پابندی لگا دو۔ اور جس سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے اس پر قطعاً کوئی پابندی نہیں ہے وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ اور باندھے ہوئے گھوڑوں سے۔ جہاد کے آلات میں سے ایک گھوڑا بھی ہے آج بھی باوجود اس ترقی کے پہاڑی علاقوں میں سامان پہنچانے اور مجاہدین کے آنے جانے کیلئے گھوڑا ضرورت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کی پیشانی کیساتھ قیامت کے دن تک خیر باندھی ہوئی ہے۔" تو جنگی تیاری رکھنا، گھڑ سواری سیکھنا، ہتھیاروں کو چلانا، سیکھنا مسلمان کے فرائض میں داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تیر اندازی سیکھی اور پھر بھول گیا وہ ہم

میں سے نہیں ہے۔'' اس زمانے میں تیر اندازی بڑا ہتھیار تھا آج کل دوسرے ہتھیار ہیں گاڑیاں ہیں ان کا سیکھنا، تیراکی سیکھنا وغیرہ مسلمان کے فرائض میں سے ہے اور یہ اسلام ہے تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ڈراؤ تم اس قوت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ اور دوسروں کو جو ان کے علاوہ ہیں لَاتَعْلَمُوْنَهُمْ تم ان کو نہیں جانتے۔ چور ڈاکو ہیں کہ ان کو معلوم ہو کہ فلاں گھر میں اسلحہ ہے تو بہت کم ہمت کرتے ہیں اس گھر میں داخل ہونے کی اور نہتے گھروں پر بے باکی کیساتھ حملہ کرتے ہیں اور لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ حکومت کا فریضہ ہے کہ مسلمانوں کیلئے ہتھیاروں کی اجازت دیدے اور لائسنس کی پابندی ختم کردے۔ ہاں چوروں ڈاکوؤں پر پابندی لگائے مگر یہاں تو مصیبت یہ ہے کہ شرفاء پر پابندی ہے شریروں کو اجازت ہے۔ فرمایا تم ان کو نہیں جانتے اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اسلحہ مال کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَاتُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں يُوَفَّ اِلَيْكُمْ اس کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا تم کو۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی حفاظت کیلئے بندوق، کلاشنکوف خریدتا ہے تو یہ جتنے پیسے خرچ کئے ہیں یہ فی سبیل اللہ کی مد میں ہیں ان کا اس کو اجر ملے گا۔ یقین جانو! ایمان اعتقاد درست ہو نماز روزے کا پابند ہو تو اس کا ہر کام عبادت ہے یہانتک کہ سونا بھی عبادت، جاگنا بھی عبادت ہے، کھانا پینا بھی عبادت ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس پر تمہیں باقاعدہ صدقے کا ثواب ملے گا حالانکہ بیوی کا خرچہ تم پر فرض ہے۔ چھوٹے بہن بھائیوں، ماں باپ، مہمانوں کو کھلانے پر ثواب ہے۔ اور اگر بوجھ سمجھ کر اور ناک چڑھا کر کرو گے تو پھر

کچھ ثواب نہیں ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کہ تم نیکی کرو اور بدلہ نہ ملے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو اور بدلہ نہ ملے ایسا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے اللہ تعالیٰ کے خزانے بڑے وسیع ہیں تمہیں پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ اور اگر وہ کافر مائل ہوں صلح کیلئے فَاجْنَحْ لَهَا تو آپ بھی مائل ہو جائیں اس کیلئے وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اور اگر وہ کافر ارادہ کریں اَنْ يَّخْدَعُوْكَ کہ آپ کو دھوکہ دیں فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ پس بیشک کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وہی ہے

جس نے آپ کی تائید کی اپنی مدد کیساتھ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کیساتھ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اور الفت ڈال دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سارا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ تو نہ الفت ڈال سکتے ان کے دلوں میں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت ڈال دی ان کے درمیان اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم ﷺ حَسْبُكَ اللّٰهُ کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ان کیلئے جنہوں نے پیروی کی آپ کی مومنوں میں سے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ اے نبی کریم ﷺ آپ ابھاریں ایمان والوں کو عَلَى الْقِتَالِ لڑائی پر اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اگر ہوں گے تم میں سے عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ بیس صبر کرنے والے يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ غالب آئیں گے دو سو پر وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ اور اگر ہوں گے تم میں ایک سو يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا غالب آئیں گے ایک ہزار پر مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بیشک وہ قوم ہے ایسی جو سمجھتی نہیں۔

دشمنوں سے صلح کی ضرورت :

اس سے قبل کافروں کے خلاف جہاد کی تیاری کا حکم تھا کہ اپنی طاقت کے مطابق اسلحہ اور سواریوں کا بندوبست کرو۔ بعض دفعہ دشمنوں سے صلح کی ضرورت بھی پیش آجاتی

ہے اس لئے اب صلح کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا...... وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ اور اگر وہ کافر مائل ہوں، آمادہ ہوں صلح کیلئے فَاجْنَحْ لَهَا تو آپ بھی مائل ہو جائیں صلح کیلئے۔ قرآنِ کریم کی یہ آیت کریمہ بتلا رہی ہے کہ صلح میں پہل تم نے نہیں کرنی کافر پہل کریں تو صلح کرلو کیونکہ اگر تم صلح کی پیشکش کرو گے تو اس میں تمہاری کمزوری کا احساس ہوگا۔ کافر یہ سمجھیں گے کہ کمزور ہیں اس لئے صلح کا پیغام دے رہے ہیں حالانکہ مسلمان کو کسی بھی مقام پر کمزوری نہیں دکھانی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہاد کے میدان میں کوئی مجاہد اکڑ کر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے ہیں چاہے وہ جسمانی طور پر کمزور ہی کیوں نہ ہو تاکہ کافروں کو احساس ہو کہ یہ بڑا پہلوان ہے۔ صحابہ کرام ﷡ طواف کے دوران مسجد حرام کا ادب کرتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے تھے اس وقت مسجد اتنی وسیع نہیں تھی لوگ اطراف میں اونچی جگہ بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ کہنے لگے وَهَنُوْا حُمّٰى يَثْرِبَ ان کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ کہ یہ چلنے سے بھی رہ گئے ہیں ان کے اس طعن پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ طواف کرتے ہوئے اکڑ کر چلو جس کو رمل کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا دشمنوں کے سامنے اکڑ کر چلنا اتنا پسند آیا کہ پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلنا ضروری فرما دیا۔ یہ حکم مردوں کیلئے ہے۔ بہر حال کسی بھی مقام پر کافروں کے سامنے کمزوری کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔

حیرت انگیز واقعہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو ابن العاص کی کمان میں ایک لشکر روانہ فرمایا اور مجاہدین کو حکم دیا کہ اپنے کمانڈر کی بات ماننا۔ انہوں نے پہنچ کر پڑاؤ ڈالا سخت سردی کا موسم تھا ان بیچاروں نے لکڑیاں اکٹھی کیں کہ جلا کر سینکتے ہیں

حضرت ابن العاص ﷺ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا خبردار! اگر کسی نے آگ جلائی تو میں اس کو تیر مار کر خود ختم کر دونگا اور وجہ نہ بتلائی۔ کمانڈر کا حکم تھا آگ نہ جلائی ساری رات سردی میں گذاری اور سردی کیوجہ سے دانت بجتے رہے صبح ہوئی تو دشمن دو پہاڑوں کے درمیان درے سے تیزی کیساتھ بھاگا مجاہدین ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔ حضرت عمرو ابن العاص ﷺ نے منع فرمادیا اور ایک لکیر کھینچ کر فرمایا کہ جو مجاہد اس لکیر کو عبور کرے گا میں اس کو تیر مار دونگا مجاہدین واپس آگئے اور ان کو یہ بات بھی سمجھ نہ آئی کہ ہمیں بھاگتے دشمن کا تعاقب کیوں نہیں کرنے دیا خیر جب واپس آئے تو مجاہدین نے دونوں باتوں کی شکایت آنحضرت ﷺ کو پیش کی کہ حضرت ہمارے کمانڈر نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے کہ سردی کی رات میں آگ نہیں جلانے دی اور دن کو ہم دشمن پر غلبہ پا چکے تھے اس کا تعاقب نہیں کرنے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عمرو ابن العاص بڑا سمجھ دار آدمی ہے اس کی بات میں ضرور کوئی حکمت ہوگی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرو ابن العاص فاتح مصر کو بلایا اور فرمایا کہ تیرے مجاہد تیرا شکوہ کر رہے ہیں انہوں نے کہا حضرت بات یہ ہے کہ میدان بڑا وسیع اور کھلا تھا اور دشمن بالکل ہمارے قریب اور تعداد میں ہم سے کئی گنا زیادہ تھا اگر ہمارے ساتھی آگ جلاتے تو ان کو ہماری تعداد کا پتہ چل جاتا کیونکہ رات کی تاریکی کے علاوہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں تھی اس لئے میں نے ان کو منع کیا کہ آگ نہ جلاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے بڑی دانائی سے کام لیا۔ حضرت دوسری بات یہ تھی کہ دن کو وہ ہمارے آگے بڑی تیزی سے درے کی طرف بھاگے حالانکہ دشمن اتنی تیزی سے نہیں بھاگتا کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں تو مارتا ہے تو جب وہ بھاگے تو ہمارے ساتھی خوش ہو کر ان کے پیچھے بھاگے کہ ہم ان کو قابو کر لیں حالانکہ ان کی سکیم تھی کہ جب ہم ان کے تعاقب

میں درہ عبور کرلیں تو ان کے دوسرے ساتھی درے پر آجائیں اور بھاگنے والے رک کر ہم پر حملہ آور ہوں اور پیچھے والے بھی ہم پر حملہ کردیں اور ہم درمیان میں قابو آجائیں اس لئے میں نے ان کو ان کے پیچھے نہیں جانے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جزاءِ خیر عطا فرمائے کہ تو نے اپنے ساتھیوں کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ تو مسلمان کو کسی بھی مقام پر اپنی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ اور صلح کا ضابطہ قرآنِ کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اور اگر وہ کافر ارادہ کریں اَنْ يَّخْدَعُوْكَ کہ آپ کو دھوکہ دیں صلح کے ذریعے کہ شاعر کہتا ہے......

صلح کیا ہے مہلتِ سامانِ جنگ

کہ وہ صلح اس لئے کرتے ہیں کہ اپنی تیاری کرلیں تو یاد رکھو فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ تو بیشک کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی مدد کے ساتھ بدر اور دیگر مقامات پر وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کیساتھ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اور الفت ڈال دی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سارا یعنی زمین کے سارے خزانے خرچ کرتے مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ تو نہ الفت ڈال سکتے ان کے دلوں میں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت ڈال دی ان کے دلوں میں۔

اوس وخزرج کی لڑائیاں :

مدینہ طیبہ میں اوس اور خزرج قبیلے صدیوں سے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے

معمولی معمولی باتوں پر جنگ چھڑ جاتی تھی اور کئی کئی سال تک لڑتے رہتے تھے۔ایک لڑائی ان کی جس کو''حرب بُعَاث'' کہتے ہیں ایک سو بیس سال تک رہی ،ایک لڑائی تھی ''داخل'' جو ترانوے (۹۳) سال تک رہی ،ایک تھی ''حرب بَسُوس'' تریسٹھ سال رہی۔ قریب قریب گھر تھے گھر سے نکلتے ایک دوسرے کو گھور کر دیکھتے اور جنگ شروع ہو جاتی ان کا آپس میں اتفاق ممکن نہیں تھا جیسے آج کل امریکہ ،فرانس اور برطانیہ نے مسلمان ممالک کے درمیان نفرت ڈالی ہوئی ہے۔شام ،مصر ،لبنان ،اردن ،سعودیہ ،کویت یہ کافروں کے ساتھ مل سکتے ہیں آپس میں نہیں مل سکتے ایسا ذہن بنا دیا گیا ہے۔یہی حال اوس وخزرج کا تھا اسلام آیا تو یہ لوگ اکٹھے بیٹھ کر نمازیں پڑھتے ،کھاتے پیتے ،اٹھتے بیٹھتے یہودی عیسائی حیران ہوتے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے آج بھائی بھائی بن گئے ہیں آپس میں رشتے نہیں کرتے تھے آج رشتے بھی کر رہے ہیں آپس میں شیر وشکر ہو گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں میں یہ محبت اور الفت میں نے ڈالی ہے۔آپؐ ساری زمین کے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو ان کے دلوں میں محبت نہیں ڈال سکتے تھے اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ اے نبی کریم ﷺ کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ وَ مَنِ اور ان کیلئے بھی اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ جنہوں نے پیروی کی آپ کی مومنوں میں سے۔حقیقی مددگار تو رب تعالیٰ ہے اور عالمِ اسباب میں ظاہری طور پر مدد کرنے والے مومن ہیں۔اس لئے کافروں کی خیانت اور بددیانتی سے نہ گھبرائیں البتہ اپنے ساتھیوں کو جنگ کیلئے تیار رکھیں۔

قتال پہ ابھارنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم ﷺ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى

الْقِتَالِ آپ ابھاریں، آمادہ کریں، رغبت دیں ایمان والوں کو جہاد پر۔ کیونکہ جب تک جہاد نہیں ہوگا اس وقت تک یہ کافر تمہارے قابو نہیں آئیں گے جہاد ہی ایک ایسی چیز ہے جس کا کافروں پر رعب ہے۔ اس وقت امریکہ سمیت پوری دنیا کے کافر طالبان سے خوف زدہ ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتے بلکہ موت کو اپنی حقیقی زندگی سمجھتے ہیں اور ان کو بدنام کرنے کیلئے کبھی کوئی اور کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ اگر ہوں گے تم میں سے بیس صبر کرنے والے یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ غالب آئیں گے دوسو پر یعنی ایک اور دس کی نسبت ہے۔ ایک مسلمان دس کافروں پر غالب آئے گا رب تعالیٰ کے حکم سے وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ اور اگر ہوں گے تم میں سو یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا غالب آئیں گے ایک ہزار پر ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا گویا یہاں بھی نسبت ایک اور دس کی ہے۔ یہ حکم پہلے تھا بعد میں تخفیف ہوگئی جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے۔ تو حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے مسلمان تھوڑے تھے اور صحیح معنیٰ میں مسلمان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی تھی۔

ایمانی قوت :

تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں ایک ایک مسلمان نے ہزار ہزار کافر کا مقابلہ کیا ہے چنانچہ جنگ قادسیہ میں صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کافروں کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ دس مسلمان شہید ہوئے اور کافروں کی دس ہزار لاشیں میدان میں پڑی تھیں باقی سب بھاگ گئے۔ حدیقۃ الموت کے مقام پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں حضرت دجانہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ ایمان کی قوت

بہت بڑی قوت ہے کاش کہ ہمیں یہ قوت سمجھ آجائے کیونکہ ایمان کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور جس کا رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو گیا تو رب تعالیٰ کتنا قوی ہے؟ دیکھو لائٹ چل رہی ہے اس لئے کہ اس کا کنکشن ٹرانسفارم کے ساتھ ہے اگر کنکشن ختم ہو جائے تو یہ بھی بند ہو جائے گی۔ رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق قوی ہو جائے تو سب کچھ ہو جائے گا۔ تو فرمایا کہ تم میں سے ایک سو ہوں تو ایک ہزار پر غالب آئیں گے بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بیشک وہ قوم ہے ایسی جو سمجھتی نہیں ہے۔ وہ اپنی ناک کی خاطر لڑیں گے ملک وقوم اور رقم کی خاطر لڑیں گے اور تمہاری لڑائی رب تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ بچ گئے تو غازی اور اگر مر گئے تو شہید اور جنت کے وارث ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت شہید کا خون زمین پر گرتا ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج دیتے ہیں کہ اس کو تم فوراً جنت میں لے جاؤ۔ آگے مزید حکم آئے گا۔

اَلْـئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

اَلْـئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ اب تخفیف کردی اللہ تعالیٰ نے تم سے وَعَلِمَ اور وہ جانتا ہے اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا بیشک تمہارے اندر کمزوری ہے فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ پس اگر ہوں گے تم میں سے مِائَةٌ صَابِرَةٌ ایک سو صبر کرنے والے يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ غالب آئیں گے دو سو پر وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک ہزار يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے مَا كَانَ لِنَبِيٍّ نہیں لائق نبی ﷺ کیلئے اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى یہ کہ ہوں

ان کے پاس قیدی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ یہاںتک کہ وہ ان کا خون بہادیتا زمین میں تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا تم ارادہ کرتے ہو دنیا کے سامان کا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ اور اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے آخرت کا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے لَوْلَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سَبَقَ جو پہلے سے طے ہے لَمَسَّکُمْ البتہ پہنچتا تم کو فِیْمَآ اَخَذْتُمْ اس چیز کی وجہ سے جو تم نے لی ہے عَذَابٌ عَظِیْمٌ عذاب بڑا فَکُلُوْا پس کھاؤ تم مِمَّا غَنِمْتُمْ اس میں سے جو تم نے غنیمت میں حاصل کیا ہے حَلٰلًا طَیِّبًا حلال پاکیزہ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

کافروں کیساتھ جہاد کا ذکر چلا آرہا ہے۔اس سے پہلے یہ حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہوں نے کر کے دکھایا کیونکہ ان کے ایمان قوی تھے اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے۔یہ حکم کئی سال تک رہا۔

ایک اور دو کی نسبت :

اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ اب تخفیف کر دی اللہ تعالیٰ نے تم سے وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا اور رب تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک تمہارے اندر کمزوری ہے۔وہ پہلی سی قوت تمہارے اندر نہیں ہے فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ پس اگر ہوں گے تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ غالب آئیں گے دو سو پر وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک ہزار یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ غالب آئیں گے

دو ہزار پر۔ پہلے تھی ایک اور دس کی نسبت اور اب ہوگئی ایک اور دو کی نسبت۔ یہ حکم اب تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اور اسی سورۃ میں یہ حکم تفصیل کیساتھ تم سن چکے ہو کہ اگر کافر مسلمانوں سے دوگنا ہوں اور مسلمان کافروں کی طرف پیٹھ پھیریں تو کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ جس کو تَوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحف کہتے ہیں۔ اور اگر کافر دوگنا سے زیادہ ہوں تو پھر پشت پھیرنا گناہ نہیں لیکن اگر ڈٹ کر مقابلہ کرے تو عزیمت اور بہادری ہے۔ اور ایسے نظائر موجود ہیں کہ تھوڑے سے مسلمانوں نے اپنے سے کئی گنا زیادہ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ پہلے گذر چکا ہے کہ قادسیہ میں ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور فتح پائی۔ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں جھنڈا لہرایا تھا اور مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے جھنڈا لہرایا تھا۔ یہ دونوں حضرات مولانا اشرف علی تھانویؒ کے معتقدین میں سے تھے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے سورۃ آلعمران سے لیکر آخر تک حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ پر حاشیہ لکھا ہے جسے تفسیر عثمانی کہا جاتا ہے اس وقت یہ اردو کی تفسیروں میں بڑی جامع مانع تفسیر ہے اور تفصیلی تفسیروں میں "معارف القرآن" مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر جو آٹھ جلدوں میں ہے، بہت عمدہ تفسیر ہے۔ تو اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ موتہ کے مقام پر تین ہزار نے دو لاکھ کا مقابلہ کیا وہ اس طرح کہ ہجرت کے آٹھویں سال جمادی الاولی کے مہینے میں آنحضرت ﷺ نے تین جرنیل منتخب فرمائے حضرت زید ابن حارثہ، حضرت جعفر ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہم ان کی قیادت میں تین ہزار فوج روانہ فرمائی کیونکہ اس وقت معلومات کے مطابق کافروں کی فوج سات آٹھ ہزار تھی مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کافروں کی فوج دو لاکھ ہے۔ اور حدیقۃ الموت کے مقام پر

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔مسلمانوں کی تاریخ بڑی سنہری تاریخ ہے۔فرمایا ایک ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب آئیں گے بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ۔جس دور میں بھی مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نصرت پائی۔

۱۹۶۵ء میں چونڈہ کے محاذ پر کیپٹن ایس اے زبیری کے پاس صرف ایک سو جوان اور تین ٹینک تھے اور مقابلے میں تین ہزار فوج اور ہزاروں ٹینک تھے۔ایک سو جوانوں نے تین ہزار کا مقابلہ کیا،ان کے ٹینک اڑائے،جانیں دیدیں مگر الحمد للہ اسلام اور ملک پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔دنیا کی تاریخ میں پہلے نمبر پر ٹینکوں کی لڑائی ہٹلر کے زمانے میں عالمین کے مقام پر ہوئی اور دوسرے نمبر پر چونڈہ کے مقام پر ہوئی۔جب گولے چلتے تھے ہماری الماریاں کھٹکتی تھیں اور رات کے وقت شعلے نظر آتے تھے اور اب اس وقت بھی مقبوضہ کشمیر میں انڈیا کی سات لاکھ فوج کا مقابلہ چند ہزار مجاہدین کر رہے ہیں۔سات لاکھ فوج ان کو شکست نہیں دے سکی مجاہدین ہی ان کو مارتے ہیں مگر مسلمانوں کی بدبختی یہ ہے کہ آپس میں بٹے ہوئے ہیں،علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنی ہوئیں ہیں حالانکہ اتفاق اور اتحاد میں بڑی برکت ہے۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشاورت :

آگے اللہ تعالیٰ ایک اور بات بیان فرماتے ہیں۔وہ یہ کہ بدر کے مقام پر ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے،گرفتار ہونے والوں میں آنحضرت ﷺ کے چچا جان حضرت عباس اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد الرحمٰن اور آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص،مقسم بن ربیع اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی زید ابن خطاب شامل تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ان قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟ تین سو تیرہ میں سے چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو شہید ہو گئے تھے باقی آنحضرت ﷺ کے علاوہ دو سو اٹھانوے (۲۹۸) تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پہلے میری رائے سنیں بعد میں دوسرے حضرات کی رائے سنیئے گا۔ آپ ؐ نے فرمایا تیری کیا رائے ہے؟ کہنے لگے حضرت یہ اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف اور آپ ﷺ کے خلاف لڑنے کیلئے آئے ہیں ان کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہئے اور قتل بھی اس طرح کرنا چاہئے کہ ہر آدمی اپنے عزیز کو قتل کرے۔ میرے بھائی کو میرے حوالے کرو اس کو میں ماروں گا، آپ ﷺ اپنے چچا کو ماریں، ابو بکر کو کہیں کہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کا گلا کاٹیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور کوئی رائے دے۔ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ انصاری کہنے لگے حضرت میری رائے بھی وہی ہے جو حضرت عمر کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اور رائے دینے والا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے آپ ﷺ نے فرمایا ابو بکر تم بھی اپنی رائے دو۔ عرض کیا حضرت! عمرؓ کی رائے بھی غلط نہیں ہے کیونکہ کلمے اور اسلام کے خلاف لڑنے آئے ہیں۔ لیکن حضرت یہ قیدی ہیں اگر ہم ان کو قتل کر دیں گے تو کافر کہیں گے یہ اتنے مغلوب الغضب ہیں کہ قیدیوں کو بھی نہیں چھوڑا اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کو قتل کرنے کے بعد کفر کے جذبات اور بھڑکیں گے اور مقابلے کیلئے زیادہ تیار ہوں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم پر بیٹے کی محبت غالب آگئی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا لَا وَاللّٰہِ خدا کی قسم بیٹا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ ہمارے پاس قیدی ہیں زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کو قتل کرو گے تو بدنامی ہوگی کہ یہ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْن ہیں کہ قیدیوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ علاوہ سب نے ووٹ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا۔

فیصلہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کی رائے کے مطابق ہوا اور ہر قیدی سے چار چار سو درھم چاندی کے لیکر رہا کر دیا گیا اور جن کے پاس درھم نہیں تھے ان کو کہا گیا کہ تم ہمارے دو دو، تین تین ساتھیوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ بڑے ذہین لوگ تھے چند دنوں میں لکھنا پڑھنا سیکھ گئے اور ان کو بھی رہا کر دیا گیا۔ حضرت عباس ﷛ کو آپ ؐ نے فرمایا کہ چچا جان اپنا فدیہ بھی دیں اور عقیل کا بھی کہ آپ کا بھتیجا ہے کہنے لگے میرے پاس تو رقم نہیں ہے۔ فرمایا اس وقت آپ کے پاس نہیں ہے مگر گھر کے فلاں کونے میں تو رکھی ہے کیوں کہتے ہو؟ نہیں ہے! چنانچہ حضرت عباس ﷛ نے اپنا فدیہ بھی دیا اور عقیل کا بھی دیا۔ اور علم جس سے بھی ملے حاصل کرو۔ یہودی زیادہ تر عربی بولتے تھے اور عبرانی زبان بھی جانتے اور بولتے تھے۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کو خط بھیجتے تو عبرانی زبان میں لکھتے۔ آنحضرت ﷺ عبرانی زبان نہیں جانتے تھے مجبوراً کسی مترجم کو بلا کر ان کا خط پڑھایا جاتا تھا اور اس کا جواب عبرانی زبان میں لکھوایا جاتا تھا۔

آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت ﷛ کو حکم دیا (جو کہ انصار مدینہ میں سے تھے) کہ عبرانی زبان لکھنا اور بولنا سیکھو۔ جب ان کا خط آئے تو پڑھ کر سنایا کرو اور جواب بھی لکھا کرو۔ پڑھے لکھے آدمی تھے صرف توجہ کی ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے صرف پندرہ دنوں میں عبرانی زبان میں بولنا اور لکھنا سیکھ لیا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ لِنَبِيٍّ نہیں لائق نبی ﷺ کیلئے اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى. " اسریٰ" اَسِیْرٌ کی جمع ہے۔ اَسِیر کا معنیٰ ہے قیدی، تو معنیٰ ہوگا، یہ کہ ہوں ان کے پاس قیدی حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ یہانتک کہ وہ ان کا خون بہا دیتا زمین میں۔ یعنی حضرت عمر ﷛ کی رائے اللہ تعالیٰ کو پسند آئی تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا تم ارادہ کرتے ہو دنیا کے سامان کا۔ یہ چار سو درھم تمہیں

پسند آ گئے وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کا ارادہ کرتا ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پہلے سے طے ہے لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ البتہ پہنچتا تم کو اس چیز کی وجہ سے جو تم نے لی ہے عذاب بڑا۔ لیکن پہلے سے لکھا ہوا تھا کہ ایسا فیصلہ کریں گے بس وہ برقرار ہے کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں عذاب نہیں آئے گا۔

اور اگر مجتہد سے اجتہادی غلطی ہو تو مجتہد پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور بدریوں سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو رب تعالیٰ معاف کر دیگا اور ان قیدیوں میں سے کچھ مسلمان ہونے والے بھی تھے اگر یہاں قتل کر دیئے جاتے تو وہ مسلمان کس طرح ہوتے، یہ سب حکمتیں اس میں آ گئیں فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ پس کھاؤ تم اس میں سے جو تم نے غنیمت میں حاصل کیا ہے حَلٰلًا طَيِّبًا حلال پاکیزہ۔ یعنی کھانے کی دو شرطیں ہیں حلال اور طیب۔

حلال کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے اس کو حلال کیا ہے جیسے گندم، جو، گائے، بکری، مرغی وغیرہ یہ سب چیزیں حلال ہیں اور طیب کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کا حق مُتَعَلِّق نہ ہو۔ مثلاً گندم حلال ہے لیکن کسی سے چھینی ہوئی نہ ہو اگر کسی سے چھینی ہوئی ہے تو طیب نہیں ہے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مرغی حلال ہے لیکن اگر کسی کی چوری کی ہوئی ہے یا چھینی ہوئی ہے تو طیب نہیں ہے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بھی پورا پورا ہو اور بندے کا حق بھی پورا پورا ہو اس میں کسی کے حق کی ملاوٹ نہ ہو تو حلال اور طیب ہے۔ امت کیلئے بھی یہی حکم ہے اور رسولوں کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ” اے رسولو!

پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ۔'' وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓی ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی ﷺ قُلْ کہہ دیں لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓی ان کو جو تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا اگر جان لیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری کو یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا دیگا تم کو بہتر مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ اس سے جو تم سے لیا گیا ہے وَ یَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہیں بخش دیگا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ یُّرِیْدُوْا

خِيَانَتَكَ اور اگر وہ ارادہ کریں تمہارے ساتھ خیانت کرنے کا فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ تو تحقیق انہوں نے خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر قدرت دی ہے تم کو وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور جنہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا اور جہاد کیا انہوں نے بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْآ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مدد کی اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یہی لوگ ہیں جو بعض ان کے وارث ہیں بعض کے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَلَمْ يُهَاجِرُوْا اور انہوں نے ہجرت نہیں کی مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ نہیں ہے تمہارے لئے ان کی وراثت میں سے کچھ بھی حَتّٰى يُهَاجِرُوْا یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ اور اگر وہ مدد طلب کریں تم سے دین کے بارے میں فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ پس تم پر ضروری ہے ان کی مدد کرنا اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ مگر اس قوم کے مقابلے میں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔

پچھلے سبق میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ بدر کے مقام پر ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ گرفتار شدگان کے متعلق آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ

ان کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے؟ اور قرآن کریم کا حکم بھی ہے کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ''جن چیزوں کے بارے میں شریعت کا صریح حکم نازل نہیں ہوا ان کے متعلق آپس میں مشورہ کرلو۔'' یعنی مشورہ بھی شریعت کا ایک حکم ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت سعد ابن معاذؓ کی رائے تھی کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور باقی تمام حضراتؓ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور اسی رائے پر عمل کیا گیا اور فی کس سے چار سو درھم چاندی فدیہ لیا گیا، ایک درھم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ اور جن کے پاس درھم نہیں تھے ان سے کہا گیا کہ تم دو دو، تین تین آدمیوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ انہیں قیدیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ قُلْ کہہ دیں لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ ان کو جو تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں جنگ بدر کے اِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا اگر جان لیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری کو کہ تم کفر چھوڑ کر ایمان لائے اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت چھوڑ کر آپ کا ساتھ دیا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ دیگا تم کو بہتر اس سے جو تم سے لیا گیا ہے فی کس چار سو درھم۔ تم ایمان لاؤ گے، نیکی کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ اس سے کئی گناہ بہتر عطا فرمائیں گے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہیں بخش دیگا۔ کفر شرک جواب تک کیا ہے اور حق کا جو مقابلہ کرتے رہے وہ بھی معاف کر دے گا۔ اسلام لانے کے بعد یہ سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ پورا کرنا :

۸ ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر بحرین کیلئے روانہ فرمایا۔ بحرین کا علاقہ فتح ہوا وہاں کپڑوں اور اجناس کے علاوہ ایک لاکھ درھم نقد وصول ہوا۔ فجر کے وقت مسجد میں درھموں کا ڈھیر لگا ہوا تھا انصارِ مدینہ نے

بھی سنا کہ بحرین سے کافی رقم آئی ہے ہمیں بھی ملے گی۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے نماز کے بعد جو دین کی باتیں ہوتی تھیں ان سے فارغ ہوئے ،حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر کے قیدیوں میں سے تھے اور اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور اپنے بھتیجے عقیل کا بھی ، کہنے لگے رب تعالیٰ کا فرمان ہے یُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ أُخِذَ مِنكُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر دیگا جو تم سے لیا گیا ہے حضرت آج وہ موقع ہے مجھے دیدیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑے قد آور اور موٹے آدمی تھے ان پر ایک بڑا مضبوط کمبل تھا آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان جتنا اٹھا سکتے ہو اٹھالو۔کمبل بچھایا اس میں اتنے درھم ڈالے کہ خود اٹھا نہ سکے کہنے لگے حضرت میرے کندھے پر رکھوادیں۔فرمایاؐ چچا جان اس طرح نہیں کرنا۔کہنے لگے ساتھیوں میں سے کسی کو کہہ دیں میرا ہاتھ بٹائے فرمایا یہ بھی نہیں ہوگا خود جتنا اٹھا سکتے ہو اٹھالو ان میں سے۔انہوں نے کچھ کم کیے پھر بھی نہ اٹھا سکے عرض کیا حضرت !اب تو ہاتھ بٹا دیں فرمایا نہیں !انہوں نے اور کم کیے جب اٹھا کر چل پڑے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جان کی حرص دیکھو کتنی ہے۔اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ جو وعدہ فرماتے ہیں پورا کرتے ہیں۔چنانچہ ہجرت کے موقع پر سراقہ ابن مالک (جو بڑا پہلوان قسم کا آدمی تھا) نے سنا کہ مکہ والوں نے دارالندوہ میں اعلان کیا ہے کہ ان کو جو زندہ پکڑ کر لائے یا دونوں کے سر کاٹ کر لائے دو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔جب آپ ﷺ غارِ ثور سے آگے ہجرت کیلئے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر ابن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن اُریقط جو بعد میں رضی اللہ عنہ ساتھ ملے تھے۔سراقہ ابن مالک نے انعام کے لالچ میں پیچھا کیا جس وقت آپ ﷺ کے قریب آیا تو گھوڑا گرا اور یہ نیچے گر پڑا پھر اٹھا سوار ہوا تو گھوڑا زمین میں دھنس گیا بڑی کوشش سے جب گھوڑا نکل آیا اس

نے تین دفعہ یہ حرکت کی تو سمجھ گیا کہ میں ان پر قابو نہیں پا سکتا کہنے لگا مجھے معاف کر دو اور معافی کا ایک پروانہ لکھ دو۔ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر حضرت عامر ابن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے معافی کا پروانہ لکھ دیا اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کَیْفَ بِکَ اِذَا اُلْبِسْتَ السَّوَارِیْ کِسْرٰی ''وہ وقت کیسا ہوگا جب تو کسریٰ ایران کے کنگن پہنے گا۔''

حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جب ایران فتح ہوا۔ کسریٰ کے خزانے اور کنگن مسجد نبوی میں لائے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی پورا کرنے کیلئے ان کو تھوڑی دیر کیلئے سونے کے کنگن پہنائے گئے۔ گویا کہ آپ کے ارشاد سے اس طرف اشارہ تھا کہ آج تو دو سو اونٹ کی خاطر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے بہتر شخصیت کے قتل کے در پے ہے۔ وہ وقت بھی آئے گا کہ تم مسلمان ہوگے اور کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھ میں ہوں گے۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ دن ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَکَ اور اگر یہ قیدی ارادہ کریں تمہارے ساتھ خیانت کرنے کا کہ کفر پر ڈٹے رہیں اور اسلام کی مخالفت پر جمے رہیں فَقَدْ خَانُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ تو تحقیق انہوں نے خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی فَاَمْکَنَ مِنْھُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر قدرت دی ہے تم کو۔ وہ پہلی خیانت کیا تھی؟

مشرکین کی خیانتیں :

مفسرین کرام ؒ کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اس جہان یعنی عالمِ وجود میں آنے سے پہلے عرفات کے میدان میں وادی معرّۃ النعمان میں تمام انسانوں کی ارواح کو حاضر کر

کے رب تعالیٰ نے وعدہ لیا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰی ''سب نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کیساتھ عہد تھا اور عالمِ وجود میں آنے کے بعد لات، منات، عزیٰ، ہبل وغیرہ کو رب بنا کر اس عہد میں خیانت کی ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ابو طالب کے مکان میں تمام بنو ہاشم اکٹھے ہوئے اور آپس میں عہد کیا کہ اگرچہ محمد ﷺ کے ساتھ ہمیں مذہبی اعتبار سے اختلاف ہے لیکن ہے تو ہماری برادری کا۔ لہٰذا برادری سسٹم کے مطابق ہم نے اس کی مخالفت نہیں کرنی۔ لیکن ابوجہل بڑا شیطان قسم کا آدمی تھا اس نے معاہدہ نہ چلنے دیا اور بنو ہاشم کو مجبور کر کے بدر میں بھی لے آیا اور احد میں بھی آپ ﷺ کی مخالفت میں آئے۔ تو انہوں نے پہلے بھی عہد شکنی کر کے مخالفت کی اگر اب بھی کریں گے تو آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

مسئلہ مواخات :

آگے ایک مسئلے کا ذکر ہے۔ شروع شروع میں نہ مہاجرین برادری کے اعتبار سے سارے مسلمان ہوئے تھے بلکہ کچھ مسلمان اور کچھ کافر تھے اور انصار میں بھی کچھ مسلمان اور کچھ کافر تھے۔ آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی کہ ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنایا۔ اگر انصاری فوت ہوتا تو اس کی وراثت مہاجر بھائی کو ملتی اور اگر مہاجر فوت ہوتا تو اس کی وراثت انصاری کو ملتی تھی۔ اس کو وراثتِ مواخات یعنی بھائی چارے کی وراثت کہتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا اور مہاجرین کی ساری برادری مسلمان ہو گئی اور انصار بھی برادری کے لحاظ سے سارے مسلمان ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اسی سورت کے آخر میں آئے گا کہ اب مرنے والے کے رشتہ دار وارث

ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی وَجٰھَدُوۡا بِاَمۡوَالِھِمۡ وَاَنۡفُسِھِمۡ اور جہاد کیا انہوں نے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔اپنے مال خرچ کئے اور جانیں لیکر کافروں کے مقابلے میں گئے فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ان مہاجرین،مجاہدین کا ذکر ہے وَالَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّنَصَرُوۡۤا اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مدد کی۔یہ انصار ہیں جنہوں نے بڑی قربانی دی کہ چھوٹے چھوٹے مکان ہوتے ہوئے مہاجرین مرد بھی ، عورتیں بھی تھیں ، بچے بھی تھے اور رہائش کا کوئی انتظام نہیں تھا ان کو اپنے مکان رہائش کیلئے دیئے اپنی زمینوں اور باغات میں سے ان کو حصہ دیا۔وہ اسطرح کہ جب آنحضرت ﷺ نے مواخات قائم فرمائی تو انصار نے جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ تمام اس بات کا عہد کرو کہ زمینیں اور کھجوروں کے درخت آدھے ہمارے اور آدھے مہاجرین بھائیوں کے۔اس فیصلے کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہ آپ ﷺ کی رائے لے لیں چنانچہ انصار نے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں مگر یہ مہاجرین تو تاجر پیشہ ہیں ان کو کیا معلوم کہ فصل کب لگاتے ہیں اور کب کاٹتے ہیں اور کب گوڈی کرتے ہیں۔کیونکہ مکہ مکرمہ میں کھیتی باڑی نہیں تھی۔انصارِ مدینہ نے کہا اچھا حضرت اس طرح کرتے ہیں کہ کھیتی باڑی ہم کریں گے ، فصلیں بھی ہم کاٹیں گے ، کھجوریں بھی ہم اتاریں گے تیار کھیتی اور تیار پھل آدھا ان کا اور آدھا ہم لیں گے۔یہ کتنی بڑی قربانی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''لوگو! یاد رکھنا دنیا فانی ہے میں دنیا سے جانے والا ہے انصار کا خیال رکھنا حُبُّ الۡاَنۡصَارِ مِنَ الۡاِیۡمَانِ انصار کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ بَعۡضُھُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ یہی لوگ ہیں جو

بعض ان کے وارث ہیں بعض کے۔ مہاجر انصاری کا اور انصاری مہاجر کا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ نہیں ہے تمہارے لئے ان کی وراثت میں سے کچھ بھی حَتّٰى يُهَاجِرُوْا یہانتک کہ وہ ہجرت کریں۔

مسئلہ اختلافِ دارین :

مسئلہ یہ ہے کہ اختلاف دارین اور اختلاف دین وراثت سے محرومی کا سبب ہیں کہ باپ کافر ہے اور بیٹا مسلمان ہے یا اس کا عکس ہے تو یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے، ایک بھائی کافر ہے اور ایک مسلمان ہے تو یہ بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے، قاتل کو بھی مقتول کی وراثت نہیں ملے گی۔ مثلاً کوئی شخص اپنے باپ یا بھائی کو قتل کر دیتا ہے تو شریعت اس کو وراثت سے بالکل محروم کر دیتی ہے۔ اور اختلاف دارین کا مطلب یہ ہے کہ باپ بیٹا دونوں مسلمان ہیں یا دو بھائی مسلمان ہیں لیکن ایک دارالامن، دارالاسلام میں رہتا ہے یعنی مسلمان ملک میں رہتا ہے اور دوسرا دارالحرب، دارالکفر میں رہتا ہے، کافروں کے ملک میں رہتا ہے تو ایک کو دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی بیشک دونوں مسلمان ہیں۔

اس وقت صحیح معنیٰ میں دارالاسلام کا اطلاق طالبان کی حکومت پر ہوتا ہے جہاں سو فیصد قرآن وسنت کے مطابق قانون نافذ ہے۔ دنیاءِ کفر ان کو خواہ مخواہ بدنام کرنے پہ لگی ہوئی ہے کبھی دہشت گرد، کبھی ظالم اور خدا جانے ان کے متعلق کیا کیا بکتے رہتے ہیں۔ حالانکہ وہاں صحیح معنیٰ میں میں اسلام نافذ ہے۔ کل کے اخبار میں تھا کہ ایک ظالم نے اپنی ماں، بیوی، بہنوں اور بھائیوں، پانچ چھ کو ذبح کر دیا تھا وہ گرفتار ہوا تو قاتل کے باپ کو کہا

گیا کہ قرآن تجھے اختیار دیتا ہے چاہو تو اس کو معاف کر دو چاہو تو قصاص میں اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ باپ نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا کر قصاص لیا۔ قرآن کریم کا حکم تھا انہوں نے بعینہٖ اس پر عمل کیا اور کرنا بھی ایسے ہی چاہئے کہ قرآن وسنت پر عمل کرو۔ چاہے ظالم، دہشت گرد کہیں، وحشیانہ سزائیں کہیں، کچھ بھی کہیں اس کی پرواہ نہ کرو۔ ہاں اگر مہاجر کا بھائی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آجائے تو پھر وہ اپنے بھائی کا وارث ہو گا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ اور اگر وہ تم سے مدد طلب کریں دین کے بارے میں۔ جو کفار کے علاقے میں رہتے ہیں فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ پس تم پر لازم اور ضروری ہے ان کی مدد کرنا اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ مگر اس قوم کے مقابلے میں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو اس قوم کے خلاف تم مدد نہیں کر سکتے یعنی عہد و پیمان کی پابندی کرنی ہے۔ آج کل کی حکومتوں کی طرح نہیں کہ بظاہر کچھ اور اندر سے کچھ۔ مثلاً ہمارا پاکستان ہے کہ کھل کر تو انڈیا کے خلاف لڑنے کی اجازت نہیں دیتا مگر اندر اندر سب کچھ کر رہا ہے یہی حال انڈیا کا ہے۔ اسلام اس دورنگی کی اجازت نہیں دیتا جو کرنا ہے کھل کر کرو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ○

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ان میں سے بعض بعض کے وارث ہیں اِلَّا تَفْعَلُوْهُ اگر تم ان کی مدد نہیں کرو گے تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ تو ہوگا فتنہ زمین میں وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ اور فساد بہت بڑا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جنہوں نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہی لوگ ہیں ایمان والے پکی بات ہے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ان کیلئے بخشش ہے اور رزق ہے عمدہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس کے بعد وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا

مَعَکُمْ اورانہوں نے جہاد کیا تمہارے ساتھ مل کر فَاُولٰٓئِکَ مِنْکُمْ پس یہ لوگ تم میں سے ہیں وَاُولُوا الْاَرْحَامِ اورقریبی رشتہ دار بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ بعض ان کے زیادہ حقدار ہیں بعض سے فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم فرمائی اور یہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے کیونکہ مہاجرین کی ساری برادری مسلمان نہیں ہوئی تھی اور انصار کی ساری برادری بھی مسلمان نہیں ہوئی تھی یہی ایک دوسرے کی برادری تھے۔ اور اختلاف دارین کی وجہ سے مکہ والے مسلمان مدینے والے مسلمانوں کے اور مدینے والے مسلمان مکے والے مسلمانوں کے وارث نہیں بن سکتے تھے کہ ایک دارالاسلام اور دوسرا دارالکفر میں تھا اور یہ بھی وراثت سے محرومی کا سبب ہے۔ دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف میں فقہی طور پر کافی اختلاف ہے۔ اکثر کے نزدیک دارالاسلام کی تعریف یہ ہے کہ وہاں سو فیصد اسلامی قوانین نافذ ہوں اس معنٰی میں اس وقت طالبان کی حکومت کے علاوہ دنیا میں کوئی ملک سعودیہ سمیت دارالاسلام نہیں ہے۔ اور دارالحرب اسے کہتے ہیں کہ جہاں مسلمان اسلام کا کوئی کام نہ کرسکیں اور دنیا میں ایسا ملک بھی کوئی نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کو کوئی نماز روزے سے روکے، حج سے بھی نہیں روکتے۔ تو صحیح معنٰی میں دارالحرب بھی کوئی ملک نہیں ہے۔ ایسے ملکوں کو دارالامن کہہ لو یا دارالکفر کہہ لو۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تمام ملکوں سے زیادہ ہے۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں کی تعداد بیس کروڑ ہے اور ہندوستان میں اٹھائیس کروڑ ہے۔ ہندوستان کی حکومت مسلمانوں کو نماز روزے سے منع نہیں کرتی البتہ

قربانی کے مسئلہ پر جھگڑا کرتی ہے مگر وہ تو تھر پارکر کے علاقہ میں بھی جھگڑا ہوتا ہے جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے حالانکہ وہ پاکستان کا حصہ ہے۔ وہاں بھی قربانی نہیں کرنے دیتے وہاں بڑا گوشت نہیں ملے گا بیشک اب جا کر دیکھ لو۔ باقی وراثت کس کو ملے گی تو مومن مومن کا وارث ہوگا اور کافر کافر کا وارث ہوگا عام قانون یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ بعض ان میں سے بعض کے وارث ہیں۔ کافر کی وراثت کافر کو ملے گی اِلَّا تَفْعَلُوْهُ ہٗ ضمیر کا مرجع نصر ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے کہ اگر تم ان مسلمانوں کی مدد نہیں کرو گے تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ تو ہوگا فتنہ زمین میں کہ کافروں کا مسلمانوں پر غلبہ ہوگا اور وہ مسلمانوں پر ظلم کریں گے وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ اور فساد ہوگا بہت بڑا۔ لہٰذا مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا تمہارا فریضہ ہے۔ اس وقت کوسوا میں مسلمانوں پر اتنا ظلم ہو رہا ہے کہ جس کا کوئی حساب نہیں ہے لیکن تمام عرب ممالک گونگے ہو چکے ہیں ان کو اتنی بھی توفیق نہیں ہے کہ اخباری بیان ہی دیدیں کہ یہ ظلم ہو رہا ہے۔ یہ سب امریکہ، برطانیہ، فرانس کے پٹھو ہیں، ان کے اشارے کا انتظار کرتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

بھائی تم عملی طور پر مظلوموں کی مدد نہیں کر سکتے، مالی مدد نہیں کر سکتے تو بیان ہی دیدو کہ مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی نہ کرو۔ لیکن مسلمان آج اتنا بے حس ہو چکا ہے کہ اتنی توفیق بھی نہیں ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس علاقے میں کمزور مسلمان تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرو ورنہ زمین میں بڑا فتنہ فساد ہوگا اور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائیگا۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا اور جنہوں نے جہاد کیا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے

میں۔ یہ مہاجرین کا ذکر ہے وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانہ دیا اپنے گھروں میں ، زمینوں میں ، باغات میں اور مدد کی۔ یہ انصار کا ذکر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو ہی طبقے تھے ایک مہاجرین کا اور دوسرا انصار کا ، اللہ تعالیٰ نے دونوں طبقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہی لوگ ہیں ایمان والے پکی بات ہے۔ یعنی مہاجرین اور انصار لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ ان کیلئے بخشش ہے وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ اور عمدہ رزق ہے۔ کتنی صاف آیات ہیں کہ مہاجرین بھی مومن ہیں اور انصار بھی مومن ہیں حضرت ابوبکر ، حضرت عمر ، حضرت عثمان ، حضرت علی رضی اللہ عنہم مہاجرین ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ ، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مہاجرات ہیں۔ ان کو اگر کوئی کافر کہے گا تو وہ خود کافر ہو جائے گا ، انصار میں سے کسی کو کافر کہے گا تو وہ خود کافر ہے۔

اکابرین کی خدمات :

ہندوستان میں اکبر بادشاہ نے ایک اپنا دین جاری کیا تھا ہندوؤں اور مسلمانوں کو خلط ملط کیا کہ مسلمان عورت ہندو کے گھر اور سکھ کے گھر ہے۔ عجیب قسم کا ایک ملغوبہ بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا محافظ ہے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر حکومت کا مقابلہ کیا کئی سال گوالیار کے قلعہ میں نظر بند رہے مگر حق پر قائم رہے ، انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ ان کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے پھر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور ان کے بیٹوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ پھر علماء دیوبند اور ڈھابیل اور سہانپور کے علماء نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ اگر ان لوگوں کی تنظیمیں اور کوششیں نہ ہوتیں تو صحیح بات یہ ہے کہ صحیح طور پر مسلمان نہ رہ سکتے بہر حال ان حضرات کی بڑی خدمات ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف اخلاقی ، علمی ،

روحانی اعتبار سے علمی ذخیرہ ہے یہ فارسی زبان میں ہیں اور اب اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ حضرت کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت رافضیوں اور شیعوں کے بارے میں ہم کیا نظریہ رکھیں؟ اس پر حضرت نے کتاب لکھی جس کا نام ''ردِ روافض'' ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ رافضی شیعہ مسلمان نہیں ہیں اور ان کے مسلمان نہ ہونے کی تین وجہیں بیان فرمائی ہیں۔

شیعوں کے کفر کی وجوہِ ثلاثہ از مجدد الف ثانیؒ:

ایک یہ کہ وہ اس قرآن کو اصلی قرآن نہیں مانتے اور ظاہر بات ہے کہ جو شخص موجودہ قرآن کو اصلی قرآن نہ مانے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟ اس پر انہوں نے کافی روایات نقل کی ہیں۔

دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں جبکہ رب تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ''یہی پکے مومن ہیں۔'' اور چھبیسویں پارے میں فرمایا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ''البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے جنہوں نے آپ کی بیعت کی درخت کے نیچے۔'' ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی بیعت کی اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بنا کر بھیجا تھا مکہ مکرمہ کہ ان کو بتاؤ ہم عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں لڑنے کیلئے نہیں آئے ادھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت کے بدلے کیلئے تمام صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔فرمایا میرا دایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''یہ سب مومن ہیں اور میں ان سے راضی ہوں'' اور یہ ان کی تکفیر کرتے ہیں۔

اور تیسری وجہ ان کے کفر کی یہ ہے کہ یہ آئمہ کو معصوم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اماموں پر وحی نازل ہوتی ہے۔اور ظاہر بات ہے کہ جب امام معصوم ہوئے اور ان پر وحی بھی نازل ہوتی ہے تو نبی اور امام میں کیا فرق ہوا؟ گویا یہ آنحضرت ﷺ کے بعد بارہ نبی مانتے ہیں یہ ختم نبوت کا انکار ہوا۔ بلکہ یہ اماموں کو وہ درجہ دیتے ہیں جو ہم نبیوں کو نہیں دیتے کیونکہ اہل وسنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ حرام حلال کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے نبی کو حرام حلال کا اختیار نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر صرف اپنی ذات کیلئے شہد حرام فرمایا تھا اس پر پوری سورت نازل ہوئی یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ''اے نبی کریم ﷺ! آپ نے اس چیز کو کیوں حرام قرار دیا جس کو رب تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال قرار دیا ہے۔'' اور یہ کہتے ہیں کہ اماموں کو حلال حرام کا اختیار ہے۔اِمَامٌ یُحِلُّوْنَ مَایَشَاءُ وْنَ وَیُحَرِّمُوْنَ مَایَشَآءُ وْنَ ''امام جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں حرام کریں'' اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جب ''اِزَالَۃُ الْخِفَاء اور قُرَّۃُ العینین'' لکھی تو رافضی حاکم نے ان کی انگلیاں کاٹ دیں کہ ان کے ساتھ تم نے کتابیں لکھیں ہیں۔ان خبیثوں کا جہاں بھی اقتدار ہو معاف نہیں کرتے۔شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کو ننگے پاؤں جلاوطن کیا وہ رام پور جا کر ٹھہرے کہ انہوں نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' لکھی تھی۔ایران کی وجہ سے شیعہ پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔لیکن عزیزو، برخوردارو کسی سے جھگڑا نہ کرنا،

کافر کافر کہنا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کافر تو کافر ہی ہوتا ہے مگر چڑہانے کیلئے جسطرح جذباتی ساتھی کرتے ہیں کافر کافر شیعہ کافر یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ کافر ہیں اور ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے لیکن چڑانا بری بات ہے۔ ہندو کافر ہیں، سکھ کافر ہیں، عیسائی کافر ہیں، یہودی کافر ہیں، پارسی کافر ہیں، ذکری کافر ہیں اور یہ سارے پاکستان میں موجود ہیں رافضی بھی کافر ہیں پاکستان کافروں سے بھرا ہوا ہے۔ مسلمان تو نام کے ہیں کام کا مسلمان تو کوئی نہیں ہے صرف چند گنتی کے ہیں۔ تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شیعہ کے کفر پر اس آیت کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اب انہوں (شیعوں) نے مخلص (چھٹکارے کا راستہ) کیا تلاش کیا؟ ایک یہ کہ ہم اس قرآن کو اصل نہیں مانتے تم بیشک کافر ٹھہراتے رہو اور دوسرا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو بداٗ ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے جب ان کے مومن ہونے کا فرمایا تھا اس کو علم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ مرتد ہو جائیں گے سوائے دو چار کے (معاذ اللہ تعالیٰ) بھائی وہ رب ہی کیا ہے کہ جس کو علم نہیں ہے۔

میری ایک کتاب ہے ''ارشاد الشیعہ'' اس میں میں نے ان کا مسلک اور ان کے عقیدے دلائل کے ساتھ بیان کئے ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ مگر کافر کافر کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد کئی لوگ مسلمان ہو گئے ان میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور بیشمار لوگ ہیں رضی اللہ عنہم۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ان مہاجرین اور انصار کے بعد وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ اور انہوں نے جہاد کیا تمہارے ساتھ مل کر فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ پس یہ لوگ تم میں سے ہیں۔ جیسے ابو سفیان، امیر معاویہ، حارث ابن ہشام رضی اللہ عنہم یہ بھی تمہارے ہیں اور سب مومن ہیں وَاُولُوا الْاَرْحَامِ اور

قریبی رشتے دار، برادری والے بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ بعض ان کے زیادہ حقدار ہیں بعض سے وراثت میں فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یعنی اب مواخات والی وراثت کا مسئلہ ختم ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ کی پہلی نوشت یہی تھی کہ مواخات کے ذریعے وراثت ملے گی اور اب حکم یہ ہے کہ رشتہ دار عزیز ایک دوسرے کے وارث بنیں گے کیونکہ اب ساری برادریاں مسلمان ہوگئی ہیں لہذا اب باپ کی وراثت بیٹے کو اور بیٹے کی باپ کو، بھائی کی بھائی کو، چچے کی تائے کو، ان کی اولاد کو وراثت ملے گی۔ کتاب اللہ میں یہی لکھا ہوا تھا کہ پہلا حکم منسوخ ہو جائے گا مواخات والا اور دوسرا حکم برادری والا نافذ ہو جائے گا اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس کے علم سے کوئی شی مخفی نہیں ہے۔

آج مورخہ ۷ شوال بروز ہفتہ ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰ راکتوبر ۲۰۰۷ء

سورۃ انفال مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورة التوبہ

(مکمل)

جلد.............۸

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑ والی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

فہرست مضامین

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا سِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ توبہ مدنی ہے اور اس میں ایک سو انتیس آیات ہیں اور سولہ رکوع ہیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ بیزاری کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ان لوگوں کی طرف جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا مشرکوں میں سے فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ (ان سے

کہہ دو) چلو پھرو زمین میں اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ چار مہینے وَّاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ بیشک تم نہیں عاجز کر سکتے اللہ تعالیٰ کو وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اور اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اِلَى النَّاسِ لوگوں کو يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ بڑے حج کے دن اَنَّ اللّٰهَ بَرِىٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ کہ بیشک بیزار ہے اللہ تعالیٰ مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ پس اگر تم توبہ کر لو پس وہ تمہارے حق میں بہتر ہے وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور اگر تم اعراض کرو گے فَاعْلَمُوْٓا تو جان لو اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ بیشک تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور آپ خوشخبری سنا دیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب کی اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مشرکوں میں سے ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا پھر انہوں نے کمی نہیں کی تمہارے ساتھ کسی شے میں وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا اور نہ امداد کی تمہارے خلاف کسی کی فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ پس تم مکمل کرو ان کے ساتھ ان کا عہد اِلٰى مُدَّتِهِمْ ان کی مدت تک اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پرہیزگاروں کے ساتھ۔

سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ :

قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔اور سورت توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی کیا وجہ ہے؟ جامع قرآن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حضرت باقی سورتوں کے شروع میں بسم اللہ ہے اور سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا باقی سورتوں کے شروع میں ہم نے آنحضرت ﷺ سے بسم اللہ سنی ہے اس کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں سنی۔یعنی آنحضرت ﷺ جب اس سورۃ کو پڑھتے تھے تو بسم اللہ سے نہیں پڑھتے تھے لہذا ہم اپنی طرف سے بسم اللہ نہیں لکھ سکتے اور مفسرین کرامؒ اس کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں کہ بسم اللہ میں رب تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے اور سورۃ براۃ کے شروع میں ہی کافروں اور مشرکوں سے بیزاری کا اعلان ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے رب بیزار ہے تو جن سے رب بیزار ہے وہ رحمت کے مستحق تو نہیں ہو سکتے اس لئے اس کے شروع میں بسم اللہ ذکر نہیں کی گئی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جامع القرآن ہیں۔انہوں نے ایک کام یہ بھی کیا کہ لوگوں کو لغت قریش پر قرآن پڑھنے کا پابند فرمایا اور......

لغتِ قریش پر قرآن جمع کرنے کی وجہ :

اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں آذر بائیجان اور آرمینیہ کے علاقے جو اس وقت روس کے علاقے میں ہیں، یہاں جنگیں ہو رہی تھیں لڑائی کے دوران دو مسلمان فوجی آپس میں جھگڑ پڑے اس وجہ سے کہ ایک نے پڑھا یِعْلَمُوْنَ اور دوسرے نے اصرار کیا کہ یَعْلَمُوْنَ ہے۔اصل بات یہ ہے کہ قرآن لغت قریش میں نازل ہوا ہے اور اس وقت جو ہمارے سامنے قرآن کریم ہے یہ لغت قریش میں ہی ہے۔عرب میں اور

لوگ بھی رہتے تھے ان کی زبانوں میں اور قریش کی زبان میں کچھ فرق تھا جسطرح عموماً علاقے کی زبانوں میں فرق ہوتا ہے۔ تو قریش کے علاوہ چھ اور خاندان تھے ان کو اپنی زبان میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ تو ایک فوجی نے اپنی لغت کے مطابق یِعْلَمُوْنَ پڑھا۔ دوسرے نے کہا نہیں! یَعْلَمُوْنَ ہے تو جھگڑا ہو گیا لوگ کافی پریشان ہوئے کہ عین جنگ کے موقع پر آپس میں جھگڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا گیا انہوں نے محسوس کیا کہ ہر آدمی اپنی لغت پر اصرار کرے گا اور جھگڑے ہوتے رہیں گے۔ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ عرض کرتا ہوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم لغت قریش میں نازل ہوا ہے اور لوگوں کو اپنی لغتوں کے مطابق پڑھنے کی اجازت تھی اب میں اس اجازت پر پابندی لگاتا ہوں اب قرآن کریم صرف قریش کی لغت کے مطابق پڑھا جائے گا، قریش کی لغت رہے گی۔ آج تک ساری دنیا لغت قریش کے مطابق ہی قرآن شریف پڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ امت کیلئے اختلاف اور افتراق کا دروازہ بند کر دیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بات ماننا، ان کا حکم ماننا ہم پر لازم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ "میری سنت بھی تم پر لازم ہے اور خلفاء راشدین کی سنت بھی لازم ہے۔" اور جو آدمی خلفاء راشدین کی سنت کو نہیں مانتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں مانتا کیونکہ یہ آپ کا حکم ہے کہ ان کی سنت کو لازم پکڑو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالاتفاق خلیفہ راشد ہیں۔ انہوں نے یہ حکم جاری کر کے امت کو لڑائی جھگڑوں سے بچا لیا ورنہ لوگ قرآن کریم کے سلسلے میں ایک دوسرے کا سر پھوڑتے۔

ضالین اور دالین کی تحقیق :

جسطرح آجکل کئی لوگ آکر پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب وَلَا الضَّآلِیْن ہوتا ہے یا وَلَا الدَّالِیْن ہے۔ حالانکہ وہ روزمرہ میں یہ لفظ' ضاد' بولتے ہیں' دال' نہیں بولتے۔ مثلاً ضلع کہتے ہیں دلع نہیں بولتے، رمضان کہتے ہیں رمدان نہیں کہتے، وضو کہتے ہیں وُ دُو نہیں کہتے، کہتے ہیں آپس میں راضی ہو یہ نہیں کہتے کہ آپس میں رادی ہو، عرضی نویس کہتے ہیں عردی نویس نہیں کہتے اسی طرح وَلَا الضَّالِیْن کا لفظ ہے وَلَا الدَّالین نہیں ہے مگر یہ لوگ نامعلوم یہاں آکر بگڑ جاتے ہیں تو مسئلہ یاد رکھنا لفظ' ضاد' ہے سب لغت کی کتابوں میں اور تجوید کی کتابوں میں۔ اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر وَ لَا الدَّالین پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ (لطیفہ: ایک دفعہ نجی مجلس میں اسی موضوع پر بات ہو رہی تھی تو حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کوئی گھر جائے اور اس کی بیوی بیمار ہو تو بیان کرتے وقت کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں گھر گیا تو میری بیوی کو مرد لگا ہوا تھا، یہ کہے گا کہ مرض لگا ہوا تھا۔ محمد نواز بلوچ) تو بات چل رہی تھی بسم اللہ کی کہ سورت برات کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی تو آپ ﷺ نے چونکہ اس سورت کے شروع میں پڑھی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکھی نہیں ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی اوپر سے پڑھتا ہوا آئے اور سورۃ براۃ شروع کردے تو پھر بسم اللہ نہیں پڑھنی۔ مثلاً اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. لیکن اگر پڑھنا ہی اسی سورت سے شروع کرے تو پھر اعوذ باللہ بھی پڑھنا ہے اور بسم اللہ بھی پڑھنی ہے۔ اسی طرح اگر آگے کسی جگہ سے تلاوت شروع کرے تو اعوذ باللہ بھی پڑھنا ہے اور بسم اللہ بھی پڑھنی ہے۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کا حکم ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰن

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ " جب تم قرآن کریم پڑھو تو اعوذ باللہ پڑھو" اور حدیث پاک میں آتا ہے
كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَاْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ " ہر ذیشان کام جو بسم اللہ سے نہ شروع
کیا جائے وہ دم کٹا ہوتا ہے، بے برکت ہوتا ہے۔" بخلاف باقی سورتوں کے کہ جب ایک
سورت ختم ہوئی دوسری شروع کرنی ہے تو درمیان میں بسم اللہ پڑھنی ہے۔ بعض لوگوں نے
یہاں ایک عجیب سی دعا بنائی ہے کہ سورت توبہ سے پہلے پڑھتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ
غَضَبِ الْجَبَّارِ اس کا پڑھنا بدعت ہے۔ بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ بیزاری کا اعلان ہے
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اِلَى الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ان
لوگوں کی طرف جن کیساتھ تم نے معاہدہ کیا تھا۔ مشرکوں میں سے عرب کے قبائل کیساتھ
آپ ﷺ کے کئی قسم کے معاملات تھے۔

قریش مکہ کے مختلف قبیلوں کیساتھ معاہدوں کی تفصیل :

۱)..... قریش مکہ کیساتھ صلح حدیبیہ کے مقام پر ۶ھ میں دس سال کا معاہدہ ہوا مگر انہوں
نے تھوڑی مدت کے بعد عہد شکنی کی کیونکہ معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ جو ہمارے حلیف
اور دوست ہیں وہ بھی اس معاہدے میں شریک ہیں ان کے خلاف تم کوئی کارروائی نہیں کرو
گے اور جو تمہارے دوست اور حلیف ہیں ہم ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔
قبیلہ بنو بکر یہ قریش کا حلیف تھا اور قبیلہ بنو خزاعہ اگرچہ کافر تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے
ہمدردوں میں سے تھا اور مسلمانوں کا حلیف تھا۔

اس معاہدے سے کچھ مدت بعد قبیلہ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ یہ
بنو بکر کی زیادتی تھی اور مکے والوں نے ان کی ہر طرح کی مدد کی بندے بھیجے، اسلحہ دیا، مالی
امداد کی حالانکہ معاہدے کے مطابق یہ سب ناجائز اور معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ قبیلہ

بنوخزاعہ کا نقصان ہوا آدمی مارے گئے وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے حضرت ہم آپ کے حلیف ہیں ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ہماری مدد کی جائے۔ آپ ﷺ نے تحقیق کی معلوم ہوا کہ واقعی یہ سچے ہیں آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ نمائندے بھیجے کہ ہمارے حلیف دوست پر تمہارے حلیف نے زیادتی کی ہے اور تم نے ان کی مدد کی ہے جس میں ان کے آدمی مارے گئے ہیں لہذا تم ان آدمیوں کی قاعدے کے مطابق دیت ادا کرو ورنہ یہ سمجھو کہ معاہدہ ختم ہے۔ مکے والوں نے جذبات میں آ کر کہہ دیا کہ ٹھیک ہے معاہدہ ٹوٹ گیا، ہم کسی معاہدے کے پابند نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کے نمائندے جب واپس آ گئے تو مشرکین دارالندوہ میں جمع ہوئے اور کہنے لگے ان کے منہ پر تو نہیں کہنا چاہئے تھا کہ معاہدہ ختم ہے اگرچہ ہم نے پابندی نہیں کرنی اب اس طرح کرو کہ اپنے آدمی بھیجو جو جا کر ان کو تسلی دیں کہ معاہدہ قائم ہے کیونکہ اگر معاہدہ باقی نہ رہا تو ہم بھی باقی نہیں رہیں گے۔

چنانچہ ابوسفیان اس وقت تک کافر تھا اور اس کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں ان کی سربراہی میں مکے والوں کا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے فرمایا چچا کیسے آئے ہو خیر ہے؟ ابوسفیان نے کہا آپؐ کے آدمی گئے تھے کہ بنوبکر نے بنوخزاعہ کے ساتھ زیادتی کی ہے ان کے آدمی مارے گئے ہیں ان کی دیت ادا کرو ورنہ معاہدہ ختم سمجھو۔ ہم میں سے کچھ جذباتی لوگوں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے، معاہدہ ختم ہے۔ میں آیا ہوں کہ معاہدہ ہمارا باقی ہے ختم نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آپ ایسا کریں کہ ہمارے حلیفوں کے جو آدمی مارے گئے ہیں قاعدے کے مطابق ان کی دیت ادا کریں کہنے

لگا دیت کی بات نہ کریں بس میں آ گیا ہوں ۔آپ ﷺ نے فرمایا گول مول بات سے معاہدے کی تجدید نہیں ہوگی اگر واقعی معاہدہ رکھنا ہے تو قاعدے کے مطابق دیت ادا کرو۔ بہر حال شور وغل میں بات ختم ہوگئی تو ایک تو یہ تھے جن کے ساتھ دس سال کا معاہدہ تھا۔

۲)......ان کے علاوہ دو قبیلے تھے بنو قَمرَہ اور بنو مُدلِج۔ان کے ساتھ بھی معاہدہ تھا اور اس اعلان برأت کے وقت ان کے معاہدے کے نو مہینے باقی تھے اور انہوں نے کوئی خلاف ورزی بھی نہیں کی تھی ان کا ذکر آگے آئے گا کہ تمہارے ساتھ معاہدہ برقرار ہے اپنی مدت تک اسے پورا کرو۔

۳)......تیسرا گروہ وہ تھا کہ جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا۔ حج کے دنوں میں آنحضرت ﷺ نے اعلان کروایا بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بیزاری کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ان لوگوں کی طرف جن کیساتھ تم نے معاہدہ کیا ہے مشرکوں میں سے۔ کہ ہم معاہدے کے بالکل پابند نہیں ہیں کیونکہ تم نے معاہدے کی پابندی نہیں کی باہر سے کچھ اور تھے اور اندر سے کچھ اور تھے ان سے کہہ دو فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ چلو پھرو زمین میں اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ چار مہینے تم کو مہلت ہے آج کے بعد وَّاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ بیشک تم عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِی الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اور اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اِلَى النَّاسِ لوگوں کو يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ بڑے حج کے دن۔

حج اکبر کی وضاحت :

عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمعے والے دن حج ہو تو وہ حج اکبر ہے حالانکہ اس بات کی

کوئی حقیقت نہیں ہے۔اصل بات یہ ہے کہ حج اکبر کہتے ہیں عمرہ کے مقابلہ میں کہ عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔چنانچہ منیٰ میں، مزدلفہ میں، عرفات میں آپ ﷺ کے اعلان کرنے والوں نے اعلان کر کے سنایا اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ کہ بیشک بیزار ہے اللہ تعالیٰ مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی (ﷺ) اب ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ نہیں چار مہینے تم کو مہلت ہے فَاِنْ تُبْتُمْ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ پس اگر تم توبہ کر لو کفر شرک سے اور مسلمان ہو جاؤ تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ اور اگر تم اعراض کرو گے ایمان سے اور کفر وشرک پر ڈٹے رہو گے فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ بیشک تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اور آپ خوشخبری سنا دیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں دردناک عذاب کی۔یہ ان پر خوب چوٹ ہے کیونکہ عذاب کی تو خوشخبری نہیں ہوتی پھر عذاب بھی اَلِیْمٌ یہ ان کیساتھ طنز اور استہزاء ہے۔اس اعلان کا اطلاق حج کے دن نو تاریخ سے شروع ہوا چار ماہ کی ان کو مہلت دی گئی۔ہاں صرف ان لوگوں کیساتھ معاہدہ برقرار رہے گا اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مشرکوں میں سے ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا پھر انہوں نے کمی نہیں کی تمہارے ساتھ کسی شے میں۔قبیلہ بنو ضَمْرَہ اور قبیلہ بنو مُدْلِج. ان کیساتھ معاہدہ تھا اور معاہدے کی میعاد ختم ہونے میں ابھی نو مہینے باقی تھے انہوں نے کوئی خلاف ورزی نہیں کی معاہدے میں کوئی کمی نہیں کی وَّلَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا اور نہ امداد کی تمہارے خلاف کسی کی۔جیسے مکہ والوں نے قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی کھل کر امداد کی تھی فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ پس تم مکمل کرو ان کے ساتھ ان کا عہد اِلٰی مُدَّتِھِمْ ان کی مدت تک نو ماہ جو باقی ہیں ان تک معاہدہ پورا کرو اس کے بعد پھر وہ خود دیکھیں گے کہ کیا کرنا

ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عرب کے رہنے والے تقریباً تقریباً سارے مسلمان ہو گئے سوائے یہود و نصاریٰ کے اور ان کے متعلق آنحضرت ﷺ وصیت فرما گئے تھے اَخْرِجُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَب ''یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دینا'' یہ بڑے سازشی بے ایمان ہیں تمہیں اسلام پر نہیں چلنے دیں گے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرب میں اسلام کے علاوہ کوئی اور دین باقی نہ رہے۔ مگر اب بڑی مصیبت یہ ہے شہزادوں نے امریکہ کی فوج لا کر وہاں بٹھادی ہے کہ امریکہ اور برطانیہ نے ان کا ذہن بنایا ہے اور یہ ہوّا ڈالا ہے کہ عراق تمہیں ہڑپ کر جائے گا ہماری فوج یہاں رہے گی تو تمہیں پناہ ملے گی۔ ان کی اس فوج کا سارا خرچہ سعودی حکومت برداشت کر رہی ہے جس میں شراب تک شامل ہے ان کی ساری بدمعاشی کے خرچے ان پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزادے علامہ عبدالرحمٰن حذیفی کو جو مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے خطیب تھے انہوں نے وہ باتیں کیں جو ہر مسلمان کے گھر ہونی چاہئیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو اور تم نے فوراً لا کے بٹھایا ہے اور ان کا خرچہ بھی برداشت کرتے ہو۔ انہوں نے اپنا فریضہ ادا کیا اور یہ بھی کہا صاف لفظوں میں کہ یہ شیعہ بھی مسلمان نہیں ہیں اور بڑی عجیب بات یہ تھی کہ ایران کا وزیر خارجہ سامنے بیٹھا تھا۔ ان کی یہ بڑی تفصیلی تقریر ہے۔ پھر بیچارے کو فوراً وہاں سے ہٹا دیا گیا آج کل معلوم نہیں کہ جیل میں ہیں یا کہیں اور ہیں۔ اقتدار کی خاطر شہزادوں نے یہ سارا کچھ کیا ہے (اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ اپنے عہدے پر بحال ہو چکے ہیں اور پہلے کی طرح مسجد نبوی میں خطابت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ محمد نواز بلوچ، مرتب) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْــمُتَّــقِيْــنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پرہیزگاروں کے ساتھ۔ لہٰذا تم پرہیزگاری کا ثبوت دو۔

✿✿✿✿✿

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ پس جس وقت گذر جائیں عزت والے مہینے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ پس تم قتل کرو مشرکوں کو حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ جہاں بھی تم انکو پاؤ وَخُذُوْهُمْ اور ان کو پکڑو وَاحْصُرُوْهُمْ اور ان کا گھیراؤ کرو وَاقْعُدُوْا لَهُمْ اور بیٹھو ان کیلئے كُلَّ مَرْصَدٍ ہر گھات میں فَاِنْ تَابُوْا پس اگر وہ کفر و شرک سے توبہ کرلیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کریں وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوۃ ادا کریں فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ تو چھوڑ دو ان کا راستہ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور اگر کوئی ایک بھی مشرکوں میں سے اسْتَجَارَكَ پناہ مانگے آپ سے فَاَجِرْهُ پس آپ پناہ دیں اس کو حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ یہاں تک کہ وہ سن لے اللہ تعالیٰ کا کلام ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ پھر پہنچا دیں اس کو امن کی جگہ تک ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

یَعۡلَمُوۡنَ یہ اس لئے کہ بے شک یہ قوم ہے جو نہیں جانتی۔

پچھلے سبق میں یہ بات گزری ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کیساتھ دس سال کا معاہدہ کیا تھا مگر وہ اس پر قائم نہ رہے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی زبانی کلامی معاہدے کئے تھے لیکن کسی نے بھی معاہدے کی پاسداری نہ کی سوائے دو قبیلوں کے، قبیلہ بنو مدلج اور قبیلہ بنو ضمرہ کہ یہ معاہدے کے پابند رہے۔

مشرکین کیساتھ معاہدے ختم کر دیئے گئے :

۹ھ میں حج کے دنوں میں آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ، منٰی، مزدلفہ اور عرفات میں اعلان کروایا کہ اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے کوئی مغالطے میں نہ رہے صرف چار ماہ کی تم کو مہلت ہے سوچ سمجھ لو چار ماہ بعد پھر اگلی کاروائی ہوگی۔ اس کا ذکر ہے فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡهُرُ الۡحُرُمُ پس جس وقت گذر جائیں عزت والے مہینے۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا رجب کا مہینہ ہے۔ جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ ان چار ماہ کا بڑا احترام کرتے تھے اور کسی سے لڑتے نہیں تھے۔ اسلام میں بھی ابتداءً لڑائی ان مہینوں میں ممنوع تھی۔ دوسرے پارے میں آتا ہے یَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ الشَّهۡرِ الۡحَرَامِ قِتَالٍ فِيۡهِ آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی سے متعلق سوال کرتے ہیں قُلۡ قِتَالٌ فِيۡهِ کَبِيۡرٌ آپ کہہ دیں حرمت والے مہینے میں لڑائی بڑا گناہ ہے۔ لیکن ان مہینوں میں اگر کوئی تم پر حملہ کر دے تو تم اس کا مقابلہ کرو یعنی ابتدا نہ کرو لیکن وَاِنۡ قَاتَلُوۡکُمۡ فَقَاتِلُوۡهُمۡ اور اگر وہ تمہارے ساتھ لڑیں تو تم اپنا دفاع کرو یہ تمہارا حق ہے۔ لیکن بعد میں ان مہینوں کی حرمت اٹھادی گئی اسی سورۃ میں آگے آئیگا کہ اب تمہیں ان مہینوں میں لڑنے کی اجازت ہے۔ ذوالحجہ کے مہینے میں اعلان ہوا تھا یہ بھی اشہر حرم میں

سے تھا اس کے بعد محرم بھی گزر جائے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ پس تم قتل کرو مشرکوں کو جہاں بھی انکو پاؤ کہ معاہدہ ختم ہو گیا ہے۔ یہ ان مشرکوں کی بات ہے جو عرب میں رہتے تھے اور ان کے ساتھ معاہدے ہوئے تھے اور انہوں نے معاہدے توڑ دیئے تھے ان کو قتل کرو وَخُذُوْهُمْ اور ان کو پکڑ و، گرفتار کرو وَاحْصُرُوْهُمْ اور ان کا محاصرہ اور گھیراؤ کرو وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ اور بیٹھو ان کیلئے ہر گھات میں جنہوں نے معاہدے کئے اور ان کی پاسداری نہیں کی فَاِنْ تَابُوْا پس اگر وہ توبہ کر لیں کفر و شرک سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور ادا کریں زکوٰۃ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ کہ اب انہوں نے کفر شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا ہے، اندر کا معاملہ رب تعالیٰ کیساتھ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مشرکوں کے ساتھ لڑوں حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہانتک کہ وہ کلمہ پڑھ لیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کر لیں تو ان کی جان مال محفوظ، عزت محفوظ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، باطنی معاملہ ان کا رب تعالیٰ کیساتھ ہے ہم ظاہر کے مکلّف ہیں۔ ظاہری طور پر وہ احکامِ اسلام کو قبول کریں اور ان پر عمل کریں تو مسلمان سمجھیں گے ہاں اگر وہ کوئی ایسا فعل کریں یا کوئی بات کریں جو کفریہ ہو تو پھر کافر سمجھیں گے۔ اور یہ بات کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی مسلمان نے دیدہ دانستہ نماز چھوڑی ہو۔ آپ ﷺ کے بعد تیس سالہ خلافت راشدہ کا دور گزرا ہے۔ اس دور میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی مسلمان نے نماز چھوڑی تھی اور اس کو فلاں سزا ملی تھی پھر ایک سو دس ہجری تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور ہے۔ آخری صحابی حضرت ابوالطفیل عامر ابن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ

میں فوت ہوئے ہیں گویا آپ ﷺ کی وفات کے بعد پورا سو سال صحابہ کرام کا دور تھا اس دور میں بھی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ بے نماز کو سزا دی گئی ہو نماز چھوڑنے کا کوئی واقعہ پیش آتا تو سزا ملتی۔

بے نماز کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک :

حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک نماز چھوڑے مرد ہو یا عورت یہ مرتد ہو گیا ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نماز کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور فرض سمجھتا ہے مگر عملاً کوتاہی کی کہ نماز نہیں پڑھی تو وہ کافر تو نہیں ہے لیکن نماز ایک بڑا فریضہ ہے اس کے چھوڑنے کی وجہ سے تعزیراً اس کو قتل کیا جائے گا۔ صرف ایک نماز کی بات ہو رہی ہے پانچ کی نہیں، ہفتے، مہینے اور سال کی نمازوں کی بات نہیں، یہ اتنا پاپی گنہگار ہے کہ زمین اس کے وجود کو گوارہ نہیں کرتی تین امام اس بات پر متفق ہیں کہ بے نماز کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ غیر مشروط طور پر توبہ کر لے اور آئندہ کیلئے نماز پڑھنے کی تسلی کرائے اور عملاً نماز پڑھے تو اس کو چھوڑ دو اور اگر قیل وقال کرے تو اس کو جیل میں بند کر دو وہاں توبہ کرے یا مر جائے، اس کے وجود سے زمین کو پاک رکھو۔ الحمد للہ افغانستان میں طالبان کے پاس جو علاقہ ہے اس میں باقاعدہ یہ حکم جاری ہے وہاں تمہیں کوئی بے نمازی نہیں ملے گا۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب سے مرد یا عورت بالغ ہوئے ہیں اگر ان کے ذمہ ایک نماز بھی ہے تو وہ توبہ سے معاف نہیں ہوگی چاہے کروڑ مرتبہ بھی توبہ کریں جب تک اس کی قضا نہیں لوٹائیں گے۔ بہت سارے پڑھے لکھے لوگ بھی مغالطے کا شکار ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ ایسا چورن ہے کہ جس سے

سارے گناہ ہضم ہو جاتے ہیں لہذا اچھی طرح سمجھ لیں اور قیامت والے دن یہ نہ کہنا کہ ہمیں کسی نے بتلایا نہیں تھا نماز، روزہ، زکوٰۃ، عشر توبہ سے معاف نہیں ہوتے اگر کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی قضا کرلو۔ نماز میں فرائض اور وتر واجب کی قضا ہے سنتوں اور نفلوں کی قضا نہیں ہے۔

قضا نمازیں پڑھنے کا طریقہ :

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جسطرح وقتی نمازوں میں ترتیب ضروری ہے قضا نمازوں میں بھی ترتیب ضروری ہے۔ اسلئے ہر آدمی سوچے کہ میں کب بالغ ہوا ہوں اور میں نے کتنی نمازیں پڑھی ہیں اور کتنی میرے ذمہ ہیں۔ ان کو باقاعدہ کاپی پر نوٹ کرے اور قضا نمازوں کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ مثلاً ایک ہزار نماز اس کے ذمہ ہے فجر کی اور ہزار نماز ہے ظہر کی، قضا کرتے وقت یوں نیت کرے گا کہ میں ان میں سے پہلی فجر یا پہلی ظہر پڑھتا ہوں۔ پہلی پہلی کہتا جائے گا تو ترتیب قائم ہو جائے گی یا آخر سے شروع کرے کہ میرے ذمہ جو فجر کی ہزار نمازیں ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں آخری پڑھتا ہوں آخری آخری کہہ کر نیت کرتا جائے اس طرح ترتیب قائم رہے گی اور تین اوقات کے علاوہ جس وقت چاہے پڑھے۔

۱) سورج کے طلوع ہونے کے وقت (۲) زوال کے وقت (۳) اور غروب ہونے کے وقت نہیں پڑھ سکتا اور صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک نفلی عبادت بھی جائز نہیں ہے۔ قضا نماز پڑھ سکتا ہے، سجدہ تلاوت واجب ہے وہ بھی کر سکتا ہے، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے پڑھ سکتا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نفلی عبادت نہیں کر سکتا۔ اہل ظواہر اور غیر مقلدین کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ قضا نمازیں توبہ سے معاف ہو جاتی ہیں ان کا مغالطہ بھی

سمجھیں اور اس کا جواب بھی ذہن میں رکھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بندہ نے جب ایک نماز چھوڑ دی تو وہ کافر ہو گیا اور کفر کے زمانے کی نمازوں کی قضا نہیں ہے کیونکہ کافر پر کوئی نماز ہی نہیں ہے قضا کس چیز کی کرے گا؟ اگر انہوں نے اس نظریہ پر چلنا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ ایک شخص شادی شدہ ہے اس نے ایک نماز چھوڑ دی اور نماز چھوڑنے کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا۔ لہذا نمازوں کے قضا کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن کافر ہونے کی وجہ سے نکاح بھی ٹوٹ گیا آئندہ اولاد حرامی ہو گی اگر اس حالت میں مر گیا تو اس کا جنازہ بھی نہیں ہے اور اگر اس کا باپ یا بھائی فوت ہو گیا تو ان کی وراثت اس کو نہیں ملے گی، مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہیں کیا جائے گا۔ یہ تو بڑا مشکل مسئلہ ہے صرف اتنی بات نہیں ہے کہ کافر بنا کر نمازوں کی قضا ختم کرا دیں۔ اس سے یہ آسان ہے کہ بے نماز کو کافر نہ بنائیں ہفتہ دو ہفتے یا اس سے کم یا زیادہ وقت لگے گا نمازیں قضا ہو جائیں گی ورنہ مرتدوں والے سارے احکام نافذ ہو جائیں گے لہذا حساب لگا کر نمازوں کو قضا کرو۔ البتہ عورتوں کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جن دنوں میں شریعت نے ان کو رخصت دی ہے حیض اور نفاس کے دنوں میں، ان دنوں کی نمازوں کی قضا ان کے ذمہ نہیں ہے۔ باقی جو نمازیں ان سے رہ گئی ہیں ان کی قضا انہوں نے کرنی ہے اور جسطرح نماز فرض ہے اسی طرح صاحب نصاب پر زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں کچھ لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے وہ غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ زکوٰۃ لینا صرف آنحضرت ﷺ کا کام تھا آپ ﷺ کے بعد زکوٰۃ وصول کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ [پ:۱۱] "اے نبی کریم ﷺ آپ وصول کریں ان کے مالوں

میں سے زکوٰۃ، پاک کردیں ان کو اور تزکیہ کریں ان کا اس زکوٰۃ کے ساتھ اور ان کیلئے دعا کریں آپ کی دعا ان کیلئے باعث تسکین ہوگی۔''لوگ آپ ﷺ کو آ کر زکوٰۃ دیتے تھے۔ آپ ﷺ جمع کرنے کے بعد ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

مانعینِ زکوٰۃ کیخلاف جہاد کا اعلان :

آپ ﷺ کے وصال کے بعد کچھ لوگ کہنے لگے کہ قرآن نے آپ ﷺ کو لینے کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ چونکہ نہیں ہیں لہذا ہم کسی اور کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو زکوٰۃ دینے کا انکار کرے گا میں اس کے خلاف جہاد کرونگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں حج کے قائل ہیں ان کے ساتھ کیسے لڑو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت جلالی تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت بڑی ٹھنڈی تھی لیکن اس موقع پر وہ بھی جلال میں آ گئے فرمانے لگے اے عمر! اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ'' کیا بہادر اور دلیر تھا جب کافر تھا اور اسلام میں اب کمزور کمزور باتیں کرتے ہو۔'' اَيُنْقَصُ دِيْنٌ وَاَنَا حَیٌّ'' کیا دین کم ہوتا جائے گا اور میں زندہ تماشا دیکھتا رہوں گا'' خدا کی قسم! جانور تو جانور رہے جو جانور کی رسی ہوتی ہے اگر وہ بھی زکوٰۃ میں نہ دیں گے تو میں ان کے خلاف لڑوں گا اور واقعتاً لڑے بعض نے توبہ کی اور بہت سے آدمی مارے گئے۔ تو جو زکوٰۃ کا انکار کرے گا اس کے خلاف جہاد ہوگا جو نماز کا انکار کرے گا اس کے خلاف بھی جہاد ہوگا۔

حکومتی سطح پر زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم :

ضیاء نے بہت سی غلطیاں کی تھیں۔ ان میں سے ایک غلطی یہ بھی تھی کہ اس نے حکومتی سطح پر زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا تھا ہم نے اس وقت بھی گرفت کی تھی کہ حکومت

اس کی مُجاز نہیں ہے حکومت صرف جانوروں کی زکوٰۃ اور زمین کی پیداوار سے عشر وصول کر نے کا اختیار رکھتی ہے نقد پیسے اور سامان تجارت کی زکوٰۃ خود مالک اپنی مرضی سے دے گا۔ اور ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ حکومتی سطح پر وصول کی جانے والی زکوٰۃ اپنے مصرف میں خرچ نہیں ہوگی کوئی اس رقم سے گلیاں بنوائے گا، کوئی الیکشن لڑے گا، کوئی کچھ کرے گا اور کوئی کچھ کرے گا اور ہمارے خدشات درست ثابت ہوئے اور اب حکومت بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ ضیاء الحق مشیروں کی اندرونی بات کو نہیں سمجھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ زکوٰۃ حکومت وصول کرے گی تو یہ دینی مدارس جو زکوٰۃ پر چل رہے ہیں بند ہو جائیں گے لیکن الحمدللہ کوئی بھی بند نہیں ہوا بلکہ مزید بڑھے ہیں۔ ان شریروں کی پالیسی کامیاب نہ ہوئی۔ اسی طرح ضیاء سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وفاق المدارس سے فارغ ہونے والے طلباء کو ایم۔اے کی ڈگری دیں لیکن اس کے مشیر نہ مانے۔ علماء کو آگے نہیں آنے دیتے بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ علماء کو اپنے تابع کر لیں اس کیلئے بڑی کوشش کرتے اور منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ نصرت العلوم میں الحمدللہ اسوقت اٹھارہ سو طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں اور ستر افراد پر مشتمل عملہ ہے اور ان کا صدر مدرس اور نگران تعلیم میں ہوں۔ ہمیں حکومت نے پیشکش کی کہ آپ کے مدرسہ میں دورہ حدیث بھی ہوتا ہے لہذا تمہیں چار لاکھ روپیہ سالانہ ملے گا صوبے سے بھی اور مرکز سے بھی، پیغام آیا ہم نے انکار کر دیا کہ ہم حکومتی امداد نہیں لیں گے۔ انہوں نے دھمکی دی کہ حکومت تمہیں گرفتار کرے گی ہم نے کہا کرے گرفتار یہ کونسی نئی بات ہے ہم نے پہلے قیدیں بھگتی ہیں۔ یہاں ہمارے صدر چوہدری اعجاز صاحب نے پہلے سال غلطی کی اور میری لاعلمی میں ایک سال کی زکوٰۃ وصول کر لی میں ناراض ہوا کہ تم نے کیوں وصول کی؟ کہنے لگا مجھے علم نہیں تھا اس کے بعد آج

تک حکومت سے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کیا۔تو ان کے سارے حربے ناکام ہوئے اور ہوں گے اسلام نہیں مٹے گا اسلام کو مٹاتے والے خود مٹ جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔آگے اور حکم ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور اگر کوئی ایک بھی مشرکوں میں سے اسْتَجَارَکَ پناہ مانگے آپ سے فَاَجِرْهُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ پس آپ پناہ دیں اس کو یہاںتک کہ وہ سن لے اللہ تعالیٰ کا کلام۔یعنی اگر کوئی کافر کہے کہ میں تمہارا دین سمجھنا چاہتا ہوں مجھے اپنا دین سمجھاؤ، سمجھ آ گئی تو قبول کرلوں گا تو ایسے آدمی کو پناہ دو اور سمجھاؤ، اس کے شبہات دور کرو ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ پھر پہنچا دیں اس کو امن کی جگہ تک۔کہ وہ سوچے کہ جو باتیں مجھے کہی گئی ہیں وہ حق ہیں اگر قبول کرلے تو فَبِھَا ورنہ وہ بھی دوسرے کافروں کی طرح ہے ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ اس لئے کہ یہ قوم ہے جو نہیں جانتی۔لہذا اس کو تم پہلے دینی علم سکھا دو۔یہ دینِ فطرت ہے اسلام ایسا مذھب ہے جو فطرت کے مطابق ہے اگر کسی میں ضد نہ ہو تو فوراً قبول کرے گا اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ کیسے ہوسکتا ہے مشرکوں کیلئے عہد عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے ہاں اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ پس جس وقت تک وہ قائم رہیں تمہارے لئے فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ پس تم بھی قائم رہو ان کیلئے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پرہیز گاروں کے ساتھ كَيْفَ کیسے ان کے وعدے کا اعتبار ہوسکتا ہے وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ اور اگر وہ تم پر غلبہ پالیں لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً نہیں لحاظ کریں گے رشتہ داری کا اور نہ عہد و پیمان کا يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ تمہیں راضی کرتے ہیں اپنے مونہوں کی بات سے وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ

اورانکار کرتے ہیں دل ان کے وَاَکْثَرُھُمْ فٰسِقُوْنَ اور اکثر ان کے نافرمان ہیں اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا خریدا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت کو فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِہٖ پس روکا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بیشک بُری ہے وہ کاروائی جو وہ کرتے ہیں۔

پہلے اجمالاً بیان ہوا ہے کہ ۶ھ ذوالقعدہ کے مہینے میں آنحضرت ﷺ نے پندرہ سو صحابہ کرام ؓ کے ہمراہ ذوالحلیفہ (جس کو آج کل بیئر علی کہتے ہیں) کے مقام پر عمرے کا احرام باندھا اور لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ بِعُمْرَۃٍ کہتے ہوئے چل پڑے۔ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ جب مکہ مکرمہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جس کو آج کل شمیسہ کہتے ہیں اور وہ مکہ مکرمہ میں شامل ہو گیا ہے بلکہ مکہ مکرمہ پھیل کر اس سے آگے نکل گیا ہے۔ قریش مکہ کو علم ہوا تو انہوں نے ہنگامی طور پر اعلان کر دیا کہ اکٹھے ہو جاؤ ہم پر حملہ ہونے والا ہے۔ چونکہ اس سے قبل تین لڑائیاں ہو چکی تھیں بدر، احد، خندق اسلئے ان کو شبہ ہوا کہ ہم پر حملہ کیلئے آرہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ تو عمرہ کی ادائیگی کیلئے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے بڑی تحقیق کی ایک نمائندہ بھیجا، دوسرا بھیجا، تیسرا بھیجا پھر ان کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ عمرہ کیلئے آئے ہیں احرام باندھے ہوئے ہیں اور احرام کی وہ بھی عزت کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آدمی احرام کی حالت میں مکھی مچھر تک نہیں مار سکتا چہ جائیکہ وہ لڑائی کرے گا۔ یہ جانتے ہوئے بھی ضد میں آگئے اور کہنے لگے کہ ہمیں یقین ہے کہ تم عمرے کیلئے آئے ہو لڑنے کیلئے نہیں لیکن اس سال اجازت نہیں دیں گے کہ ہماری کمزوری سمجھی جائے گی اگلے سال آؤ عمرہ کرو، طواف کرو ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس موقع پر ان کیساتھ

دس سال کا معاہدہ ہوا تھا لیکن مشرکوں نے معاہدے کی پاسداری نہ کی۔اس معاہدے کی ایک شق تھی کہ عرب میں جو خاندان قریش کے ساتھ ملنا چاہے مل جائے اور جو مسلمانوں کے ساتھ ملنا چاہے مل جائے اور وہ بھی اس معاہدے کے پابند ہونگے۔

چنانچہ قبیلہ بنو بکر جو کافی بڑا قبیلہ تھا قریش مکہ کیساتھ مل گیا اور قبیلہ بنو خزاعہ اگرچہ کافر قبیلہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ کا خیر خواہ تھا وہ مسلمانوں کے ساتھ مل گیا ذوالقعدہ میں یہ معاہدہ ہوا!! اور محرم کے مہینے میں بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔قریش نے بنو بکر کو اسلحہ بھی دیا، مالی معاونت بھی کی اور آدمی بھی دیئے اور معاہدہ توڑ دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب ہمیں بھی اس کی پابندی کرنے کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... کَیۡفَ یَکُوۡنُ لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ عَهۡدٌ کیسے ہوسکتا ہے مشرکوں کیلئے عہد عِنۡدَ اللّٰهِ وَعِنۡدَ رَسُوۡلِهٖۤ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے ہاں۔کیونکہ وعدے کا پاس تو اس کو ہوتا ہے کہ جس کا یہ ذہن ہو کہ اگر اس کی خلاف ورزی کرونگا تو گنہگار ہو جاؤ گا اور قیامت والے دن مجھ سے پوچھا جائے گا اور جو شخص قیامت کا ہی قائل نہیں ہے ثواب عقاب کا قائل نہیں ہے وہ وعدے کا کیا خیال رکھے گا۔

منافق کی علامتیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق کی چار علامتیں ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو وہ فرشتہ جو ہونٹ کے پاس ہوتا ہے درود شریف پہنچانے کیلئے، تسبیحات پہنچانے کیلئے، وہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے۔اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں تو بدبو نہیں آتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نشوونما ہی جھوٹ میں پائی

ہے اس لئے ہمیں بدبونہیں آتی۔ جسطرح گندے نالے پر رہنے والوں کی حس ختم ہو جاتی ہے اور ان کو بدبو محسوس نہیں ہوتی اور جو باہر سے ملنے کیلئے ان کے پاس جائے تو اس کو محسوس ہوتی ہے۔ اور فرشتے چونکہ پاک نفوس اور معصوم ہیں اس لئے ان کو بو آتی ہے۔ منافق کی دوسری علامت اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ جب کسی سے معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔ معاہدہ شخصی اور انفرادی بھی ہوتا ہے جماعتی، قومی اور حکومتی سطح پر بھی ہوتا ہے۔ یہ منافق کسی سے انفرادی طور پر معاہدہ کرتا ہے تو اس کی بھی مخالفت کرتا ہے جماعتی شکل میں ہو تو اس کی بھی مخالفت کرتا ہے۔ منافق کی تیسری علامت اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور بات کی بھی امانت ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ "جب کوئی آدمی تم سے گفتگو کر رہا ہو اور دائیں بائیں دیکھتا ہو تو سمجھ لو کہ اس کی بات تمہارے پاس امانت ہے۔" اور علم کی بھی امانت ہوتی ہے، مشورے کی بھی امانت ہوتی ہے اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔"

لہذا جو بات اس کے حق میں صحیح سمجھتا ہے وہ بتلائے اگر غلط بتلائے گا تو خائن ہو گا اور نتیجہ بھی اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ بعض دفعہ آدمی اپنی سوچ کے مطابق اپنی صوابدید کے مطابق ایک بات کا فیصلہ کرتا ہے لیکن اس کا نتیجہ الٹ نکلتا ہے لہذا جب مشورہ دے تو اس میں خیانت نہ کرے۔ منافق کی چھوتھی علامت اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔ معاف رکھنا آج ہم نے گالیوں میں منافقوں کو بھی چار قدم پیچھے چھوڑ دیا ہے کہ ہم تو ہنسی اور مذاق میں گالیاں نکالتے ہیں گالیاں ہمارا ورد وظیفہ ہے۔ جس میں یہ چار علامتیں ہوں گی وہ پکا منافق ہے اور جس میں ایک پائی جائے وہ ایک درجے کا اور جس میں دو علامتیں پائی جائیں گی وہ دو درجے کا اور جس میں تین پائی جائیں

گی وہ تین درجوں کا منافق ہوگا۔تو وعدے کی خلاف ورزی یہ منافقوں کا کام ہے لہذا وعدہ جس سے کرو سوچ سمجھ کر کرو دفع الوقتی نہ کرو کہ اب تو وقت پاس کرو بعد میں دیکھا جائے گا، یہ گناہ ہے۔ جب دل اور زبان نہ ملیں تو گناہ ہے وعدہ کرو پورا کرنے کیلئے کرو تو اللہ تعالیٰ بھی اسباب پیدا فرمادیتے ہیں ہاں اگر کار قضا یعنی تقدیراً پورا نہ ہوسکے، بیمار ہوگیا کوئی اور عذر پیش آگیا تو وہ الگ بات ہے۔ بلاعذر وعدہ خلافی منافقوں اور کافروں کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... کیا اعتبار ہے مشرکوں کے وعدے کا اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس۔ اس سے مراد معاہدہ حدیبیہ ہے کہ حدیبیہ مسجد حرام سے چھ میل کے فاصلے پر ہے فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ پس جس وقت تک وہ قائم رہیں گے تمہارے لئے فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ پس تم بھی قائم رہوان کیلئے۔یعنی اگر وہ پابندی کریں تو تم بھی پابندی کرو اگر وہ معاہدے کو توڑ دیں تو تم بھی اس کے پابند نہیں ہو۔ چنانچہ ہوا یہ کہ بنوبکر جو قریش مکہ کا حلیف تھا اس نے زیادتی کی قبیلہ بنوخزاعہ پر جو حلیف تھا مسلمانوں کا۔قبیلہ بنوبکر افراد اور اسلحہ کے اعتبار سے بڑا طاقتور تھا اور بنوخزاعہ انکی بنسبت کمزور تھا۔قبیلہ بنوخزاعہ کا وفد فریاد لیکر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگے حضرت ہم آپ کے حلیف اور دوست ہیں بنوبکر نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے اور ہمارے آدمی مارڈالے ہیں اور قریش نے ان کی معاونت کی ہے۔اور عکرمہ ابوجہل کا لڑکا معاونت کرنے والوں کا سرغنہ تھا۔آنحضرت ﷺ نے تحقیق کرائی تو معلوم ہوا کہ بنوخزاعہ والے سچے ہیں۔آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ وفد بھیجا کہ تم نے ہمارے دوستوں کیساتھ زیادتی کی ہے لہذا یا تو مقتولین کی دیت ادا کردو یا پھر یہ سمجھو کہ ہمارے

تمہارے درمیان جو معاہدہ تھا وہ ختم ہوگیا ہے۔قریش مکہ نے کہا ہاں ٹھیک ہے یہی سمجھو کہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔وفد واپس آ گیا تو بعد میں فکر مند ہوئے کہ ہم نے جذبات میں آ کر کیا کہہ دیا ہے۔مشورے میں یہ طے ہوا کہ زبانی کلامی معاہدہ برقرار رکھو اور دل سے ختم سمجھو۔چنانچہ اس کیلئے انہوں نے ابوسفیان جو اس وقت تک ؓ نہیں ہوئے تھے کو مدینہ طیبہ بھیجا۔وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور بڑے میٹھے انداز میں کہنے لگے کہ ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ برقرار ہے ایسے ہی کچھ جذباتی آدمیوں نے کہہ دیا تھا کہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان اگر معاہدہ قائم ہے تو مقتولین کی دیت ادا کرو کہنے لگا دیت کی بات نہ کرو بس میں آ گیا ہوں میرے آنے کو سب کچھ سمجھو۔آپ ﷺ نے فرمایا اس بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے ضابطے کے مطابق بات کرو مگر وہ باتیں کرتا ہوا اٹھ کر چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ پابندی کریں تم بھی پابندی کرو ورنہ نہیں اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پرہیز گاروں کے ساتھ کَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ کیسے ان کے وعدوں کا اعتبار ہوسکتا ہے اور اگر وہ تم پر غلبہ پالیں لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً نہیں لحاظ کریں گے رشتہ داری کا اور نہ عہد و پیمان کا۔یہ ''اِلًّا'' استثنائی نہیں ہے یہ اسم ہے بمعنی قرابت داری۔یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ تمہیں راضی کرتے ہیں اپنے مونہوں کی بات سے وَتَاْبٰی قُلُوْبُهُمْ اور انکار کرتے ہیں دل ان کے۔اس لئے کہ مشرک آخرت کا قائل نہیں ہے کہ قیامت آنی ہے اور مجھ سے باز پرس ہو گی میں نے جواب دینا ہے۔لہذا مشرک کے کسی وعدے کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ معاہدے کی بنیاد یہی ہے کہ قیامت قائم ہونی ہے اور قیامت والے دن مجھ سے

سوال ہوگا اور میں جواب دے سکوں گا کہ اے پروردگار! میں نے وعدہ نبھانے کی پوری کوشش کی تھی۔

حضرت مدنیؒ کا واقعہ :

حضرت مدنیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک جلسے میں پہنچنے کا وعدہ کر لیا سوئے اتفاق کہ گاڑی لیٹ ہوگئی وہ وقت پر نہیں پہنچ سکتے تھے دوسری سواری کا انتظام نہیں تھا حضرت نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی وقت کم تھا حضرت پہلوان قسم کے آدمی تھے ساتھی سے فرمایا کہ دوڑو...... ساتھی نے کہا حضرت دوڑیں کیسے؟ فرمایا دوڑ کر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اگر راستے میں تھک کر گر پڑے تو قیامت والے دن کہہ سکیں گے کہ پروردگار ہم نے وعدہ پورا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم وعدے کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ ہمارے ہاں وعدہ تار عنکبوت مکڑی کا جالا ہے یاد رکھنا! کسی سے وعدہ نہ کرنا اگر کرو تو اس کو نبھاؤ کسی کو مغالطے میں نہ رکھو یہ منافقوں اور مشرکوں کی علامت ہے۔ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ اور اکثر ان کے نافرمان ہیں۔ ہمیشہ اکثریت نافرمانوں کی رہی ہے اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا خریدا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت کو۔ آیات سے مراد قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم مکہ مکرمہ میں نازل ہونا شروع ہوا اور مکے والوں کی زبان میں نازل ہوا وہ اس کی فصاحت و بلاغت کو سمجھتے جانتے تھے اور قرآن کریم کے اثر کو بھی مانتے تھے اسی لئے کہتے تھے لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ [۲۴/حم سجدہ:۲۶] ''نہ سنو اس قرآن کو اور شور مچاؤ اس میں تاکہ تم غالب ہو جاؤ'' کہ شور مچاؤ گے تو دوسرے سنیں گے نہیں اور ان پر اثر نہیں ہوگا یہ کافروں کا مشن تھا اور وہ قرآن کریم کا اتنا اثر مانتے تھے کہ اس

کو سحر مبین سے تعبیر کرتے تھے قرآن پاک کے بدلے میں دنیا کی حقیر چیزیں حاصل کرتے تھے۔ جاہ، اقتدار، چودھراہٹ، دولت یہ تمام چیزیں ثمن قلیل ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اسکی قدر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ اگر وہ لوگ اس حقیر دنیاوی مفاد کی بجائے آخرت کی فکر کرتے تو کامیاب ہو جاتے مگر انہوں نے حقیر چیز کو پسند کیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے راستے سے خود بھی بھٹک گئے فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکایا اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بیشک بری ہے وہ کاروائی جو وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی اور ان کی کاروائی سے بھی بچائے اور محفوظ فرمائے۔

لَا يَرْقُبُوْنَ فِىْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ○ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ○ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

لَا يَرْقُبُوْنَ فِىْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً نہیں لحاظ کرتے وہ کسی مومن کے بارے میں قرابتداری کا اور نہ عہد و پیمان کا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ اور یہی لوگ ہیں تجاوز کرنے والے فَاِنْ تَابُوْا پس وہ اگر توبہ کرلیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کریں فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ

پس تمہارے بھائی ہیں وہ دین میں وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیات لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہے وَاِنْ نَّكَثُوْآ اَيْمَانَهُمْ اور اگر وہ توڑ دیں اپنے وعدے کو مِنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ اپنے عہد کرنے کے بعد وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ اور طعن کریں تمہارے دین میں فَقَاتِلُوْآ اَئِمَّةَ الْكُفْرِ پس لڑو تم کفر کے سرداروں کیساتھ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ بیشک ان کا کوئی وعدہ نہیں ہے لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ تاکہ وہ باز آجائیں اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا کیوں نہیں لڑتے تم اس قوم سے نَّكَثُوْآ اَيْمَانَهُمْ جنہوں نے اپنے وعدے توڑ دیئے وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اور انہوں نے قصد کیا رسول کو نکالنے کا وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور انہوں نے ابتدا کی تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ اَتَخْشَوْنَهُمْ کیا تم ان سے ڈرتے ہو فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ پس اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن قَاتِلُوْهُمْ لڑو تم ان کیساتھ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیگا بِاَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھوں سے وَيُخْزِهِمْ اور ان کو رسوا کرے گا وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ اور تمہاری مدد کریگا ان کیخلاف وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اور شفا دے گا مومنوں کے دلوں کو وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ اور دور کردیگا ان کے دلوں کے غصے کو وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے گا جس پر چاہے گا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ کافر مشرک اور منافق کے وعدے کا کوئی اعتبار نہیں ہے یُرۡضُوۡنَکُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ یہ مونہوں سے تم کو راضی کرتے ہیں اور دل ان کے منکر ہیں۔ حالانکہ بات تو وہ ہوتی ہے جو دل سے نکلے۔ یہ لوگ وعدہ کرتے ہیں دفع الوقتی کیلئے اور حال ان کا یہ ہے کہ لَا یَرۡقُبُوۡنَ فِیۡ مُؤۡمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً نہیں لحاظ کرتے وہ کسی مومن کے بارے میں قرابتداری کا اور نہ عہد و پیمان کا۔ پہلے بھی اس مضمون کی آیت گزری ہے یہاں جو اِلًّا ہے یہ حرفِ استثناء نہیں ہے بلکہ یہ اسم ہے اور اس کا معنٰی قرابتداری ہے۔ یہ کفر میں اتنے پختہ ہیں کہ وہ رشتہ داری کا بھی خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ عربوں میں عزیز و اقارب کا بڑا لحاظ ہوتا تھا لیکن مومنو! تمہارے لئے قطعاً کوئی رعایت کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُعۡتَدُوۡنَ اور یہی لوگ ہیں حد سے تجاوز کرنے والے فَاِنۡ تَابُوۡا پس اگر وہ توبہ کرلیں کفر شرک سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور وہ قائم کریں نماز کو۔ کیونکہ نماز تمام عبادات میں سے اہم عبادت ہے۔ قیامت والے دن حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے سوال نماز کا ہوگا اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ الۡعَبۡدُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اَلصَّلَاة ''پہلی وہ چیز کہ بندے کا حساب لیا جائے گا قیامت والے دن وہ نماز ہے۔'' پہلا پرچہ نماز کا ہوگا اگر نماز صحیح نکلی تو امید ہے انشاء اللہ العزیز باقی کام بھی ٹھیک نکلیں گے اور اگر پہلے پرچے میں ہی رہ گیا تو بعد والے پرچوں میں اس کا کیا حال ہوگا؟ اور قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو شرائط کیساتھ ادا کرتے ہیں، وقت پر پڑھتے ہیں فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کیساتھ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ مالی عبادات میں زکوٰۃ بڑی عبادت ہے۔ جسطرح بدنی عبادتوں میں نماز بڑی عبادت ہے۔ ان دونوں بڑی عبادتوں کا ذکر کر کے فرمایا فَاِخۡوَانُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ پس وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں۔ جیسے تم نے دین قبول کیا اور

مسلمان ہوگئے اب وہ بھی مسلمان ہیں وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیات لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہے۔علم کیساتھ تعلق رکھتی ہے ان کیلئے ہم نے کوئی خفا نہیں چھوڑا بڑی تفصیل سے باتیں بیان کر دیں ہیں اور اگر وہ توبہ نہ کریں وَاِنْ نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ مِنْۢ بَعْدِ عَھْدِھِمْ اور اگر وہ توڑ دیں اپنے وعدے کو اپنے عہد کرنے کے بعد وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ اور طعن کریں تمہارے دین میں فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْکُفْرِ پس لڑو تم کفر کے سرداروں کیساتھ۔ان کے پیشواؤں ،اماموں ،لیڈروں اور وڈیروں سے مقابلہ کرو اور لڑو۔

صلح حدیبیہ کی شرائط :

یہ بات پہلے بھی بیان ہوئی ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر قریش مکہ کیساتھ معاہدہ ہوا تھا جس کی تفصیل آج بھی حدیث ،تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ......

۱)......مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

۲)......اگلے سال آئیں تو صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

۳)......ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلوار ساتھ لائیں وہ بھی نیام میں۔

۴)......مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۵)......کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں جائے گا۔

۶)......قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کیساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔لیکن......

معاہدہ کو ڈیڑھ سال بھی نہ گزرا کہ انہوں نے عہد شکنی کی کہ قبیلہ بنو بکر (جو قریش کا حلیف تھا) نے قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا جو آنحضرت ﷺ کا دوست اور حلیف تھا اور مکہ والوں نے بنو بکر کو اسلحہ بھی دیا، مال بھی دیا اور آدمی بھی دیئے اور ان کو اکسایا اور ابھارا بھی۔ جو شریروں اور فسادیوں کا طریقہ ہوتا ہے وہ انہوں نے سارا اختیار کیا عہد شکنی کی اور دین کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنا وعدہ توڑ دیں عہد کرنے کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین کے بارے میں اور چھٹے پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ مسلمان جب اذان دیتے اور نماز پڑھتے تو اِتَّخَذُوْهَا هُزُوًا یہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ نماز کی نقل اتارتے، رکوع کی، سجدے کی، سلام پھیرنے کی، کبھی مؤذن کی طرح اذان کی آواز نکالتے وغیرہ وغیرہ۔ اور مسئلہ یاد رکھنا دینؒ کی کسی چیز کیساتھ مسخرہ کرنا کفر ہے۔

فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں قرآن کریم اور حدیثِ متواتر سے ثابت نہیں یعنی قطعی الثبوت نہیں ہیں لیکن خبرِ واحد سے ثابت ہیں اور جو چیز خبر واحد سے ثابت ہوتی ہے وہ ظنی ہوتی ہے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہے مگر اس کے ساتھ مذاق کرنے والا کافر ہے۔ اور جو چیز قرآن سے ثابت ہے یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہے اسکا منکر کافر ہے۔ ایک آدمی نے مونچھیں صاف کیں استرے کیساتھ دوسرے نے اس کے ساتھ مذاق کیا کہ تو نے یہ کیا پھاٹک بنایا ہے تو اس نے اس آدمی کیخلاف قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ اس نے میرے ساتھ یہ مذاق کیا ہے تو قاضیٔ وقت نے اس کے مرتد ہونے کا فیصلہ دیا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی ایک سنت کے ساتھ مذاق کیا ہے لہذا یہ مسلمان نہیں رہا۔ مونچھوں کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ قینچی کیساتھ کاٹنی بھی جائز ہیں

لیکن افضل یہ ہے کہ استرے سے صاف کی جائیں امام ابوحنیفہ اور ان کیساتھ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ اسی کے قائل ہیں کہ استرے کے ساتھ مونڈنے میں زیادہ فضیلت ہے۔تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ جو چیز خبر واحد سے ثابت ہے اس کا انکار کرنا کفر نہیں ہے لیکن استہزاء کرنا کفر ہے۔امام ابو یوسفؒ کے دور میں ایک شخص نے یہ حدیث پیش کی کہ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُحِبُّ الْقَرْعَ وَفِیْ رِوَایَۃِ الدُّبَّا ''آنحضرت ﷺ کدو پسند فرماتے تھے خوش ہو کر کھاتے تھے۔'' مجلس میں ایک آدمی نے کہا اَمَّا اَنَا فَلَا اُحِبُّ الْقَرْعَ بہر حال میں کدو کو پسند نہیں کرتا۔ان الفاظ پر مقدمہ درج ہوا اور قاضی صاحب نے اس کے مرتد ہونے کا فیصلہ سنایا۔اگر تجھے پسند نہیں ہے نہ کھا شریعت تجھے مجبور نہیں کرتی لیکن آنحضرت ﷺ کی پسند کے مقابلہ میں ناک چڑھا: کفر ہے۔یاد رکھنا! دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا انکار کرنے سے بھی سخت جرم ہے۔اور ہم سے ایسی باتیں غیر شعوری طور پر نکل جاتی ہیں جو کفر کے زمرے میں آتی ہیں اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔اسی وجہ سے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ہر مہینے نکاح کی تجدید کرنی چاہیئے تاکہ اولاد حلالی ہو۔تو فرمایا کہ یہ تمہارے دین میں طعن کرتے ہیں پس لڑو تم کفر کے سرغنوں کیساتھ اِنَّھُمْ لَآ اَیْمَانَ لَھُمْ بیشک ان کا کوئی وعدہ نہیں ہے انکی کوئی قسم نہیں ہے۔کیوں لڑو؟ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَ تاکہ وہ باز آجائیں کفر شرک سے، بدی سے اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا کیوں نہیں لڑتے تم اس قوم سے نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جنہوں نے اپنے وعدے توڑ دیئے وَھَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اور انہوں نے قصد کیا رسول کو نکالنے کا مکہ مکرمہ سے۔یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ صرف نکالنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ شہید کرنے کا ارادہ کیا اور قتل کرنے کیلئے آدمی متعین کر دیئے گئے، وقت متعین کر دیا گیا آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا مگر جس کو رب رکھے اس کو

کون چکھے اوران کاقتل کرنے کامنصوبہ ہی آپ ﷺ کے نکلنے کا سبب بنا کہ آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیساتھ وہاں سے نکلے تین دن غارِثور میں رہے پھر وہاں سے چل کرمدینہ منورہ پہنچے۔ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ اورانہوں نے ابتدا کی تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ کہ بنوبکر نے چڑھائی کی بنوخزاعہ پراورقریش مکہ نے ان کی مدد کی۔اور مسلمانوں کے حلیف پرحملہ مسلمانوں پر ہی حملہ تھااور آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو کرزابن جابر فہری جوعرب کا بڑارئیس تھا یہ اپنی فوج لیکرآیا اور چراگاہ سے بیت المال کے اونٹ لیکر بھاگا۔ یہ بھی بنیادتھی ان کی شرارت کی اس کے بعد بدر، احداور دوسرے غزوات پیش آئے أَتَخْشَوْنَهُمْ کیاتم ان سے ڈرتے ہو فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ پس اللہ تعالیٰ زیادہ حق دارہے کہ تم اس سے ڈرو إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اگرہوتم مومن۔رب سے ڈروکافروں سے نہ ڈرو قَاتِلُوهُمْ لڑوتم ان کیساتھ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ اللہ تعالیٰ ان کوسزادیگا تمہارے ہاتھوں سے وَيُخْزِهِمْ اوران کورسوا کرے گااس طرح کہ تھوڑے اور معمولی اسلحہ والے زیادہ تعداداورزیادہ اسلحہ والوں کو مارڈالیں یہ تھوڑی ذلت ہے۔ بدر میں مسلمانوں کے پاس آٹھ تلواریں تھیں اور مقابلے میں ہزارتلوارتھی اوران کے ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا۔ جب گھر گئے تو عورتوں نے طعنے دیئے کہ تمہارا باپ مرگیا، بھائی مرگیاتم کیوں آئے ہوتم بھی مرجاتے۔اور کئی ماہ تک چھپتے پھرتے رہے۔فرمایا وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ اورتمہاری مددکریگاان کیخلاف وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ اورشفادے گا مومنوں کے دلوں کواس طرح کہ کافروں کے خلاف جوبغض وکینہ ہے مومنوں کے دلوں میں توجب مومن اپنے ہاتھوں سے ان کو ماریں گے تو مومنوں کوشفا ہوگی وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ اوردورکردیگاان کے دلوں کے غصے کو جوتمہارے خلاف

ہے۔آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں قرآن کے باغی ہیں یہ دور ہو جائے گا وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے گا جس پر چاہے گا کہ اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے چنانچہ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے کفر پر نادم ہوئے اور مسلمان ہوئے۔کفر کے زمانے کی کاروائیوں پر افسوس کرتے تھے کہ ہم کیا کیا کرتے رہے لیکن الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق دی ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝

اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم گمان کرتے ہو اَنْ تُتْرَكُوْا اس بات کا کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ حالانکہ ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا وَلَا رَسُوْلِهٖ اور نہ اس کے رسول کے سوا وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً اور مومنوں کے سوا راز دان وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبر دار ہے اس کاروائی سے جو تم کرتے ہو مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ نہیں ہے لائق شرک کرنے والوں کے اَنْ يَّعْمُرُوْا

مَسٰجِدَ اللّٰہِ کہ وہ آباد کریں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو شٰھِدِیْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ بِالْکُفْرِ گواہی دیتے ہوئے اپنے نفسوں پر کفر کی اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو چکے ہیں وَفِی النَّارِھُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ دوزخ میں رہیں گے ہمیشہ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ پختہ بات ہے کہ آباد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو مَنْ اٰمَنَ بِااللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر ایمان لائے وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور نماز قائم کی وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ ادا کی وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ اور نہ ڈرے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے فَعَسٰٓی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ پس قریب ہے کہ یہی لوگ ہوں گے ہدایت پانے والوں میں سے۔

اس سے پہلی آیات میں کفار اور مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کے اسباب بیان فرمائے تھے کہ انہوں نے عہد شکنی کی۔ رسول کو نکالا، جنگ میں ابتدا کی اور اب ایک اور سبب بیان فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی آزمائش بھی مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم گمان کرتے ہو کلمہ پڑھنے والو! اَنْ تُتْرَکُوْا اس بات کا کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے اسی حالت پر وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جٰھَدُوْا مِنْکُمْ حالانکہ ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔ یَعْلَمُ کا لفظی معنیٰ تو ہے جاننا اور رب تعالیٰ چونکہ سب چیزوں کو جانتا ہے اسلئے معنیٰ کرتے ہیں ظاہر کرنے کا کہ تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کلمہ پڑھ لیا تو مومن ہو گئے اور اس کے بعد تم پر کوئی امتحان اور تکلیف نہیں آئے گی جہاد کے بغیر تم کیسے مومن کہلا سکتے ہو لہذا کافروں کے ساتھ لڑو۔ اور جہاد کی

کئی قسمیں ہیں۔سب سے بڑا جہاد قرآن کریم پڑھنا پڑھانا اور اس کو سمجھنا سمجھانا ہے اور اس کی تبلیغ کرنا ہے اور اس کی نشر و اشاعت کرنا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہادِ کبیر فرمایا ہے وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا [پ:۱۹] "اور جہاد کر ان کیساتھ اس قرآن کے ذریعے بڑا جہاد۔" تو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑا جہاد کوئی نہیں ہے۔پھر کافروں کے مقابلے میں لڑنا بھی جہاد ہے کہ اس کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔لڑنے والے مجاہد ہیں اور جو لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اور لڑنے والوں کی مالی امداد کرتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں، جو مجاہدین کو اسلحہ اور خرچہ دیتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں اور جو مجاہدین کے بچوں کا خرچہ اٹھاتے ہیں اور ان کے گھروں کی نگرانی کرتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں اور اسلام کا دفاع کرنا تقریر اور تحریر کے ذریعے یہ بھی جہاد ہے۔تو جہاد کے مختلف شعبے ہیں۔سب سے بڑا شعبہ تو دین کی تعلیم ہے پھر لوگوں کو دین کی دعوت دینا تقریر کے ذریعے اور تحریر کے ذریعے اور تبلیغ کیلئے مالی امداد کرنا یہ بھی تبلیغ ہے۔

جہاد اور تبلیغ :

بعض سادہ قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ صرف وہ ہے جو تبلیغی جماعت والے کرتے ہیں اور کوئی تبلیغ نہیں کرتا۔نصرت العلوم میں ایک بزرگ بابا جی نیک آدمی تھے میرے پاس بیٹھ کر قرآن کا درس سنتے تھے طلباء کی بھی کافی تعداد ہوتی تھی کافی عرصہ کے بعد مجھے کہنے لگے مولانا آپ بہت بڑا کام کر رہے ہیں مگر دین کا کام نہیں کرتے۔میں نے کہا بابا جی دین کا کیا کام کروں کہنے لگے آپ نے کوئی چلہ تو دیا نہیں میں نے کہا اگر میں چلہ دیدوں تو ان کو کون پڑھائے گا کہنے لگے ان کو خدا پڑھائے گا۔بھائی اتنی سادگی بھی نہیں ہونی چاہیے خدا ہر ایک کو خود نہیں پڑھاتا اس نے پڑھانے کے اسباب بنائے ہیں جو

وقت نکال کر باہر جاتے ہیں وہ بھی مبلغ ہیں جو اپنی جگہ رہ کر اصلاح کرتے ہیں وہ بھی مبلغ ہیں اور اصل جہاد اور تبلیغ قرآن پاک کی تعلیم اور اس کیلئے مدرسے قائم کرنا ہے باقی ان کے شعبے ہیں وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اور نہیں بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا وَلَا رَسُوْلِہٖ اور نہ اس کے رسول کے سوا وَ لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَۃً اور مومنوں کے سوا رازدان۔ وَلِیْجَہ کا معنٰی رازدان، بھیدی ایجنٹ۔ مطلب یہ ہے کہ پکا سچا مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنا دلی دوست نہیں بنا سکتا کیونکہ دوستی کے ذریعے راز کے افشا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ شریعت نے کافروں کیساتھ معاملات سے منع نہیں کیا ان کیساتھ خرید و فروخت کر سکتے ہو، گفتگو کر سکتے ہو لیکن اگر ان کیساتھ معاملات کرنے میں یا کاروبار کا ایسا طریق اختیار کرنا جس سے کلمے پر زد پڑے، اسلام پر زد پڑے یہ حرام ہے۔ وہ کیسا مسلمان ہے جو مومن بھی ہو اور کافروں کا ایجنٹ بھی ہو۔ باقی ہر زمانے میں لوگ ہوئے ہیں جو بظاہر مسلمان اور اندر سے کافروں کے ایجنٹ اور اب بھی کمی نہیں ہے کلمہ پڑھتے ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں، اسلام کے کام بھی کرتے ہیں اور اندر سے کافروں کے ایجنٹ ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کے تمام حکام الا ماشاء اللہ طالبان کے علاوہ سعودیہ سمیت سارے امریکہ کے ایجنٹ ہیں اسکی ہمنوائی کرتے ہیں جو وہ کہتا ہے وہ کرتے ہیں۔ تو فرمایا کیا سمجھتے ہو تم کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدوں کو ظاہر نہیں کیا اور ان کو ظاہر نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے علاوہ کسی کو رازدان نہیں بناتے اور وہ کیسے مسلمان ہیں اور مومن ہیں جنہوں نے نہ عملی جہاد کیا ہے اور نہ مالی جہاد کیا ہے اور نہ زبانی جہاد کیا ہے وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو تم کرتے ہو۔ رب تعالیٰ تمہارے ظاہر باطن سے واقف ہے اس سے کوئی

شئے مخفی نہیں ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ تم ہمارے ساتھ لڑنے کا حکم دیتے ہو قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حالانکہ ہم تو صدیوں سے مسجد حرام کی خدمت کرتے ہیں اس کو آباد رکھتے ہیں اور یہ بات حقیقت تھی کہ ان کے بڑے بڑے سردار آکر مسجد حرام میں جھاڑو دیتے تھے صفائی کرتے تھے مسجد حرام کا بڑا خیال رکھتے تھے اور جو غریب آجاتا اس کو کھانا بھی کھلاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ نہیں ہے لائق شرک کرنے والوں کے کہ وہ آباد کریں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ گواہی دیتے ہوئے اپنے نفسوں پر کفر کی۔ یہ مسجد حرام کی کیا خدمت ہوئی کہ مسجد حرام کی خدمت بھی کرتے ہو اور ہبل اور دوسرے بتوں کے سامنے بھی جھکتے ہو حالانکہ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا [۲۹: جن] ''اور بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو۔'' تو مسجد میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونی چاہئے ایسا نہیں کہ نماز پڑھی پھر کہنا شروع کر دیا یا دستگیر، یا غوث اعظم، یہ مسجد کی آبادی ہے یا بربادی ہے اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو چکے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو بظاہر نیک عمل کرتے ہیں مسجد کی صفائی کرتے ہیں، ٹینکی میں پانی بھرتے ہیں، مسجد میں روشنی کا انتظام کرتے ہیں اور اگر مسجد میں کوئی مسافر مہمان آجائے تو اس کو کھانا بھی کھلاتے ہیں مگر ساتھ ساتھ شرکیہ افعال بھی کرتے ہیں تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو گئے ان کا کوئی فائدہ آخرت میں نہیں ہوگا وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ دوزخ میں رہیں گے ہمیشہ۔ شرک کرنے والوں کی کبھی بخشش نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ [پ:۴/ سورۃ مائدہ] ''بیشک جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ

کے ساتھ تحقیق حرام کردی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور نہیں ہے ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار۔'' اور شرک کی حالت میں نیک اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔لوگ نیک اعمال کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے حج کیا ہے، عمرہ کیا ہے وغیرہ اور نیکی پر خوش ہونا گناہ بھی نہیں ہے۔

ایمان کی علامت :

آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت ایمان کی کوئی ایسی علامت ہے کہ جس سے ہم سمجھیں کہ ہم مومن ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَ تْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ (رواہُ مسلم) ''جب نیکی سے خوشی ہو اور برائی پر افسوس ہو تو سمجھ لو کہ تم مومن ہو۔'' لیکن نیکی کر کے پھولنا اور تکبر نہیں کرنا چاہئے یہ بری چیز ہے اور اس کیساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ میرا عقیدہ بھی درست ہے کہ نہیں ،قرآن وسنت کے مطابق ہے کہ نہیں کیونکہ اگر عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوا تو کوئی نیکی آخرت میں کام نہیں آئے گی۔

آدابِ مسجد :

فرمایا.....اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ پختہ بات ہے آباد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔مسجدوں کی آبادی ان کیساتھ ہے شور وغل مچانے سے مسجدیں آباد نہیں ہوتیں لیکن لوگوں نے آج کل اس کو دین بنالیا ہے حالانکہ رَفْعُ الصَّوْتِ فِی الْمَسٰجِدِ مسجدوں میں شور کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ترمذی شریف کی روایت ہے کہ لوگ مسجدوں میں شور کریں گے، آواز بلند کریں گے۔ یہ لاؤڈ سپیکر کے

ذریعے شور اور اس کے علاوہ شور کرنا سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔ مسجد امن اور احترام کی جگہ ہے جب مسجد میں آؤ تو آرام اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ ادب کو ملحوظ رکھ کر، دوڑ کر اور چھلانگیں لگاتے ہوئے نہ آؤ۔ بچو! تم بھی یاد رکھو مسجد میں دوڑ کر نہیں آنا البتہ تیزی کیساتھ قدم تو رکھ سکتے ہو لیکن دوڑ نہیں سکتے یہاں تک کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا ہے اور تم رکعت میں شامل ہونا چاہتے ہو تو دوڑ کر نہ شامل ہو۔ اگرچہ تمہارا ارادہ یہ ہے کہ رکعت مل جائے مگر دوڑنے میں چونکہ مسجد کی بےحرمتی ہے لہٰذا آہستہ چل کر آؤ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَا تَاتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ دوڑ کر نہ آؤ وَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَافَاتَكُمْ فَاقْضُوْا اور جتنی تم امام کیساتھ پالو پڑھلو اور جو تم سے فوت ہوگئی ہے بعد میں پڑھ لو۔ کیونکہ مسجد کا ادب واحترام ضروری ہے، مسجد میں دوڑنا، شور کرنا، بلند آواز سے ذکر کرنا سب گناہ ہے مگر آج لوگوں نے اس کو ثواب سمجھا ہوا ہے۔ پہلے زمانے میں سپیکر تو نہیں ہوتے تھے مگر بعض صوفی قسم کے لوگ گرمی کے موسم میں اپنے گھروں کی چھتوں پر بلند آواز سے ذکر کرتے تھے فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ گناہ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر قرآن کریم بھی بلند آواز سے پڑھنے میں لوگوں کے آرام سکون میں خلل آئے تو یہ بھی گناہ ہے اسلام بڑا امن اور رواداری رکھنے والا دین ہے۔ تو فرمایا پختہ بات ہے مسجدوں کو آباد وہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آخرت پر ایمان لائے وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کی وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کی وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ اور نہ ڈرے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے۔ حق کے بیان کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کرو جو حق ہے اس کو بیان کردو فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ پس قریب ہے کہ یہی لوگ ہوں گے ہدایت پانے والوں میں سے۔ جو نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں رب تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اللہ تعالیٰ

کی عبادت کرتے ہیں یہی لوگ کامیاب ہیں اور ہمیں رب تعالیٰ انھی لوگوں میں سے بنائے۔

✪✪✪✪✪

1

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ کیا بنادیا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام کی خدمت کرنا كَمَنْ اس شخص کی طرح اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اس نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ نہیں برابر اللہ تعالیٰ کے ہاں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ

تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وہ لوگ جو ایمان لائے اورانہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اورانہوں نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ اپنے مالوں اور جانوں کیساتھ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ بڑے درجے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں يُبَشِّرُهُمۡ رَبُّهُمۡ خوشخبری دیتا ہے ان کو ان کا رب بِرَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَرِضۡوَانٍ اپنی رحمت اور رضا کی وَّجَنّٰتٍ لَّهُمۡ اور ایسے باغ ہیں ان کیلئے فِيۡهَا نَعِيۡمٌ مُّقِيۡمٌ جن کے اندر دائمی نعمتیں ہونگی خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان میں ہمیشہ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰبَآءَكُمۡ وَاِخۡوَانَكُمۡ نہ بناؤ تم اپنے باپ دادا کو اور اپنے بھائیوں کو اَوۡلِيَآءَ دوست اِنِ اسۡتَحَبُّوا الۡكُفۡرَ عَلَى الۡاِيۡمَانِ اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان کے مقابلے میں وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ اور جو کوئی دوستی کرے گا ان کیساتھ تم میں سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ پس یہی لوگ ہیں ظلم کرنے والے۔

اس سے قبل مساجد کی تعمیر کا ذکر تھا کہ مشرکین مکہ مسجد حرام کے آباد کرنے اور حاجیوں کو پانی پلانے پر بڑا فخر کرتے تھے اور جب کافروں کے ساتھ لڑنے کا وقت آیا تو بعض کافروں نے یہ بھی کہا کہ تم ہمارے ساتھ کیوں لڑتے ہو ہم بھی تو نیک کام کرتے ہیں مسجد حرام کو آباد رکھتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور شکل وصورت سے واقعی وہ نیک

کام کرتے تھے کہ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں پانی کی بڑی قلت تھی ایک زمزم کا پانی تھا اور چند جگہوں پر معمولی معمولی چشمے تھے کنواں اور نہر وہاں کوئی نہیں تھی۔ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سولہ راستے تھے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ پانی کے محکمہ کے منتظم تھے ان کے سپرد تھا کہ سولہ راستوں پر انہوں نے پانی کی سبیلیں لگائی ہوتی تھیں۔ آٹھ دس میل تک پانی کی سبیلیں ہوتی تھیں اور ساتھ پانی پینے کے برتن پیالے وغیرہ رکھے ہوتے تھے اور ان کی باقاعدہ نگرانی ہوتی تھی کہ پانی لانے والے پانی لاکر سبیلوں میں ڈال رہے ہیں یا نہیں تو اس زمانے میں اتنی بڑی خدمت کوئی معمولی نیکی نہیں تھی اور پانی بھی مفت اور پلانا بھی حاجیوں کو۔ حالانکہ ایمان کی حالت میں اگر کوئی کتے کو پانی پلادے تو اس کی نجات کا سبب بن جاتا ہے حالانکہ کتا گھر میں رکھنا جائز نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے اور دونوں روایتیں بخاری شریف میں موجود ہیں ایک آدمی نے پیاسے کتے کو پانی پلایا رب تعالیٰ نے اس کی بخشش کردی ایک عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو رب تعالیٰ نے اس کو بخش دیا اور ایمان کے بغیر حاجیوں کو پانی پلانا بھی کسی کام کا نہیں ہے۔ تو مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم کتنی بڑی نیکی کرتے ہیں کہ حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور پھر مسجد حرام کی خدمت۔ وہ مسجد حرام اور کعبۃ اللہ کی بڑی خدمت کرتے تھے اس کی صفائی کا خیال رکھتے روشنی کا انتظام شیبہ نامی آدمی کے سپرد تھا، کچھ لوگوں کی ڈیوٹی تھی کہ جس کے پاس اپنے کھانے کا انتظام نہ ہو اس کے کھانے کا بندوبست کریں اور اس کام کیلئے انہوں نے کافی چندہ جمع کیا ہوتا تھا اور مسافر بیماروں کے علاج کیلئے ایک مستقل محکمہ تھا جو اس زمانے کے مطابق جو مناسب علاج ہوا کرتا تھا کرتے تھے اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ کیا بنا دیا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام کی خدمت کرنا كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ اس شخص کی طرح جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر۔

ایمان کے بغیر کوئی نیکی قابلِ قبول نہیں :

ایمان کے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں ہے چاہے تم حاجیوں کو پانی پلاتے رہو یا مسجد حرام کی خدمت کرتے رہو یہ تمہارے کام مومن کی طرح نہیں ہو سکتے حاشا وکلّا بالکل نہیں ہو سکتے کیونکہ ایمان تمام عبادتوں کی جڑ ہے۔سورت ابراہیم میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ''مثال ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ ان کے اعمال مثل راکھ کے ہیں کہ سخت ہوگئی ہے اس کے ساتھ ہوا شدید آندھی کے دن۔'' کافروں کے اعمال راکھ کے ڈھیر کی طرح ہیں کہ نظر تو بڑا آتا ہے مگر وزن کوئی نہیں ہے، آندھی چلی، طوفان آیا سب کچھ لے گیا۔کیونکہ اعمال میں وزن پیدا ہوتا ہے ایمان، اخلاص اور اتباع سنت سے اور مشرک ان تینوں چیزوں سے محروم ہوتا ہے وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اس نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کیلئے۔اور ایک جہاد بالنفس ہے اپنے نفس کے ساتھ جہاد۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالْمُجَاهِدِ کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ مجاہد کون ہے؟ فرمایا مجاہد وہ ہے مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ ''جس نے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا کہ نفس کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگایا نفس کی خواہشات پر نہ چلا۔'' تو فرمایا تمہارے یہ کام..... حاجیوں کو پانی پلانا، مسجد حرام کی خدمت کرنا..... یہ مومن مجاہد کے عمل کی طرح نہیں ہو سکتے لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ نہیں برابر اللہ تعالیٰ کے ہاں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا

ظالم قوم کو جبراً۔ ہدایت اس شخص کو دیتا ہے مَنْ یُّنِیْبُ جو رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ زبردستی نہ کسی کو مومن بناتا ہے نہ کافر بناتا ہے اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ "پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔" فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے وَھَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی ایمان کو بچانے کیلئے وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور انہوں نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کیساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جانیں پیش کیں، اپنے مال پیش کیے اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَاللّٰہِ بڑے درجے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ اور اگر ایمان نہیں ہے تو کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے چاہے حاجیوں کو پانی پلائیں یا مسجد حرام کی خدمت کریں۔ کافر بڑی بڑی نیکیاں کرتے ہیں ان کے ملکوں میں جا کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ میں 1984ء میں انگلستان گیا تھا بائیس تیئس (23,22) دن وہاں رہا ساتھی مختلف علاقوں میں مجھے لے گئے ان کے کام دیکھ کر حیرانگی ہوئی اگر ان لوگوں میں ایمان ہو اور شراب زنا سے بچ جائیں تو جنت میں چلے جائیں ان کے پاس باقی سب کچھ ہے ایمان نہیں ہے اور ہمارے پاس سب دھوکہ اور فراڈ ہے اور کامیاب وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ درست ہو اور اعمال صحیح ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ خوشخبری سناتا ہے ان کو ان کا رب بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ اپنی رحمت اور رضا کی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑا پروانہ ہے وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ اور ایسے باغ ہیں ان کیلئے فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ جن کے اندر دائمی نعمتیں ہونگی خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان میں ہمیشہ۔ اس ہمیشہ کی زندگی کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، سو، ہزار سال

نہیں، ارب، کھرب سال نہیں بلکہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو حق کو سمجھتے ہوئے ہجرت نہ کر سکے کیونکہ ماں باپ کاروبار چھوڑنا آسان کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَاتَتَّخِذُوْ آ اٰبَآءَ کُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ نہ بناؤ تم اپنے باپ دادا کو اور اپنے بھائیوں کو دوست۔ان کیساتھ دوستی نہ کرو مگر کب؟اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان کے مقابلے میں ۔کیونکہ تمہاری دوستی رب تعالیٰ کی رضا کیلئے ہونی چاہیئے اگر تمہارے باپ دادا، بھائی، عزیز رشتہ دار کفر کو پسند کرتے ہیں تو اے ایمان والو! ان کیساتھ بالکل دوستی نہ کرو اور نہ ہی خدا رسول کے مقابلے میں ان کی بات ماننی ہے چاہے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے......

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں :

فَلاَ تُطِعْھُمَا پس تم ان کی بات نہ مانو لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ہاں اگر ماں باپ نیکی کا حکم دیں انکار کرے گا تو ڈبل گنہگار ہوگا، ایک رب تعالیٰ کی نافرمانی اور ایک والدین کی نافرمانی وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ اور جو کوئی دوستی کرے گا ان کیساتھ تم میں سے کہ وہ کفر کو پسند کرتے ہیں، کفر کو ترجیح دیتے ہیں اور تم ان کیساتھ دوستی کرتے ہو فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظلم کرنے والے۔کہ رب کے حکم کے مخالف ہیں تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ رب تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں نہ ماں باپ کی پرواہ کرو اور نہ بھائی اور دیگر عزیز رشتہ داروں کی پرواہ کرو۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ ۢبَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

قُلْ آپ کہہ دیں اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ اگر ہوں تمہارے باپ دادا وَاَبْنَآؤُكُمْ اور تمہارے بیٹے وَاِخْوَانُكُمْ اور تمہارے بھائی وَاَزْوَاجُكُمْ اور

تمہاری بیویاں وَعَشِيْرَتُكُمْ اورتمہاری برادری وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا اور مال جوتم نے مشقت کیساتھ کمایا ہے وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اورتجارت جس کے ماند پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اورتمہارے مکانات جوتمہیں پسندیدہ ہیں اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ زیادہ پسندیدہ ہوں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ سے وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ اوراس کے راستے میں جہاد کرنے سے فَتَرَبَّصُوْا توپھرتم انتظار کروحَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یہاںتک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپناحکم وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو لَقَدْ البتہ تحقیق نَصَرَكُمُ اللّٰهُ مدد کی تمہاری اللہ تعالیٰ نے فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ بہت سی جگہوں میں وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اور حنین والے دن اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ جس وقت تمہیں تعجب میں ڈالا كَثْرَتُكُمْ تمہاری کثرت نے فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا پس نہ کفایت کی اس کثرت نے تم سے کچھ بھی وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ اورتنگ ہوگئی تم پر زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادہ ہونے کے ثُمَّ وَلَّيْتُمْ پھرتم پھرے مُّدْبِرِيْنَ پشت پھیرتے ہوئے ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ پھراللہ تعالیٰ نے نازل کی سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ تسلی اپنے رسول پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اورایمان والوں پر وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا اورنازل کیے اس نے ایسے لشکر لَّمْ تَرَوْهَا جن کوتم نے نہ دیکھا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ اورسزادی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اوریہی

بدلہ ہے کافروں کا ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰہُ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ جس پر چاہا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کی محبت کی وجہ سے لوگ جہاد سے گریز کرتے ہیں ارشادِ ربانی ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ اگر ہوں تمہارے باپ دادا وَاَبْنَآؤُکُمْ اور تمہارے بیٹے وَاِخْوَانُکُمْ اور تمہارے بھائی وَاَزْوَاجُکُمْ اور تمہاری بیویاں وَعَشِیْرَتُکُمْ اور تمہاری برادری وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا اور وہ مال جو تم نے مشقت کیساتھ کمایا ہے۔ اِقْتِرَاف کا معنٰی ہے مشقت کیساتھ کمانا اور اکتساب عام کمائی کو کہتے ہیں اور روپے کوئی آسانی کیساتھ تو نہیں کمائے جاتے اگر ایسا ہوتا تو لوگ جاپان، جرمنی، امریکہ اور انگلینڈ جیسے ملکوں کی خاک کیوں چھانتے پھرتے۔ بیویوں اور بچوں سے جدا ہوئے، ماں باپ، عزیز رشتہ داروں سے جدا ہوئے، بعض علاقے ٹھنڈے اور بعض بہت گرم ہیں یہ سب کچھ مال کیلئے ہی برداشت کیا۔

نکتہ :

نکتہ دیکھو! بڑی عجیب سی بات ہے کہ رزق کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا سب کیساتھ ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا [پ:۱۲/ ہود] ''اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی'' اور سورۃ الذاریات /پ:۲۷ میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ''بیشک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا مضبوط طاقت کا مالک ہے۔'' اور مغفرت سب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہیں لی۔ تو جس چیز کا ذمہ رب تعالیٰ نے لیا ہے اس کیلئے تو دنیا ماری ماری پھرتی ہے اور جس چیز

کا ذمہ رب تعالیٰ نے نہیں لیا اس کی پرواہ بہت تھوڑوں کو ہے بڑی عبرت کی بات ہے۔حالانکہ اس کی طرف توجہ زیادہ ہونی چاہئے اور رزق کی طرف کم ہونی چاہئے کیونکہ روزی کا وعدہ تو رب تعالیٰ نے کیا ہے۔فرمایا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا اور وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو کہ اگر میں دوکان پر نہ گیا تو کام ٹھنڈا ہو جائے گا گاہک رخ دوسری طرف کرلیں گے اور میری تجارت پر زد پڑے گی وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اور تمہارے مکانات، بلڈنگیں، کوٹھیاں جو تمہیں پسندیدہ ہیں۔اگر یہ ساری چیزیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اَحَبَّ اِلَیْکُمْ زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہوں مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے فَتَرَبَّصُوْا تو پھر تم انتظار کرو حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ یہاںتک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم۔رب تعالیٰ نے کون سا حکم لانا ہے اس کے متعلق نسائی شریف اور ابو داؤد شریف میں آنحضرت ﷺ کا فرمان موجود ہے یعنی اس آیت کی تشریح میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِذَا تَبَایَعْتُمْ بِالْعِیْنَۃِ وَاَخَذْتُمْ بِاَذْنَابِ الْبَقَرِ وَرَضِیْتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَکْتُمُ الْجِھَادَ یُسَلِّطُ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ ذُلًّا لَا یَنْزِعُہٗ عَنْکُمْ حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ اَوْ کَمَا قَالَ ﷺ ”جب تم خرید و فروخت کو اپنا دنیاوی مقصد بنالو گے کہ ہم دنیا میں آئے ہی خرید و فروخت کیلئے ہیں اور جانوروں کی دُمیں پکڑلو گے، ڈیری فارم بنالو گے، دودھ بیچنے کیلئے نسل کی افزائش کیلئے، گوشت فراہم کرنے کیلئے اور اسی کو تم زندگی کا مقصد سمجھ لو گے اور کھیتی باڑی پر تم راضی ہو جاؤ گے کہ تمہیں رب تعالیٰ نے کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا ہے وَتَرَکْتُمُ الْجِھَادَ اور جہاد کو تم چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کرے گا کہ تم اس ذلت کے چکر سے نہیں نکل سکو گے حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی

دِیۡنِکُمۡ یہانتک کہ تم دین کی طرف جہاد کی طرف لوٹ آؤ۔''یعنی جب تک تم جہاد نہیں کرو گے ذلت سے نہیں نکل سکو گے۔روپوؤں سے عزت نہیں ہوتی اگر ہوتی تو کنجر دنیا میں بڑے عزت والے ہوتے کہ ان سے زیادہ دولت کس کے پاس ہے۔

مسلمان کی عزت جہاد کیساتھ ہے :

مسلمان کی عزت، ایمان، عملِ صالح اور جہاد کیساتھ ہے۔آج مجموعی حیثیت سے مسلمان کی کوئی عزت نہیں ہے ساری دنیا میں ذلیل ہے۔دیکھو!امریکہ پھر پر تول رہا ہے عراق پر حملہ کرنے کیلئے اس کے خیال کے مطابق عراق ابھی تک کمزور نہیں ہوا کیونکہ جب تک عراق کمزور نہیں ہوگا اس کا متبنّٰی اسرائیل خوفزدہ رہے گا۔اسرائیل امریکہ اور برطانیہ کا متبنّٰی ہے۔ان ملکوں میں بڑے بڑے تاجر سب یہودی ہیں یہودیوں کی مدد اور ساتھ دیئے بغیر یہ ملک نہیں چل سکتے۔تو یہودیوں کی مدد ان کی مجبوری ہے ان کے بغیر ان کا ملکی نظام نہیں چل سکتا فوجی مقامات معائنے سب بہانے ہیں انہوں نے عراق کو تباہ کر کے اسرائیل کو راضی کرنا ہیں اور اسرائیل رہے گا تو ان کے ملکوں کے یہودی راضی ہوں گے اور ان کا کام چلے گا یہودیوں کی سازشیں بڑی گہری ہوتی ہیں یہود کو اگر کسی نے سمجھا تھا تو وہ ہٹلر تھا اس کے سوا ان کو کوئی نہیں سمجھ سکا اس نے ان کا خوب علاج کیا تھا لاکھوں کی تعداد میں یہودی ذبح ہوئے تھے۔یہودی اگرچہ تعداد میں کم ہیں مگر ہیں بڑے منظم اور مالدار۔پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تجارت کے ذریعے، ملازمت کے ذریعے کوئی کسی بہانے اور کوئی کسی بہانے اور دنیا کو شکنجے میں لیا ہوا ہے اس وقت اسرائیل کی کل آبادی ستر لاکھ بھی نہیں ہے اور ان کے آس پاس مسلمان حکومتوں میں پندرہ کروڑ مسلمان ہیں اور یہودیوں نے سب کو آگے لگایا ہوا ہے کبھی لبنان پر بمباری، کبھی شام پر، کبھی شرق اردن پر

کبھی کسی پر، بیس لاکھ کے قریب قریب فلسطینی مہاجر گھروں سے نکالے ہوئے ہیں ان پر حملہ کر دیتے ہیں کہ وہاں سے گولی کی آواز آتی ہے۔ تو جب تک مسلمان جہاد کا راستہ نہیں اپنائے گا ذلت کے چکر سے نہیں نکل سکے گا جب تک دین کی طرف نہیں لوٹے گا عزت نہیں حاصل ہوگی وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو زبردستی۔ اگرچہ زبردستی بھی ہدایت دے سکتا ہے مگر اس نے قانون بنایا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ فتح وشکست کا تعلق کثرت تعداد اور قلت پر نہیں اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں، بدر میں خیبر میں وغیرہ وغیرہ۔

فتح مکہ :

آنحضرت ﷺ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینہ میں دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیساتھ مدینہ طیبہ سے فتح مکہ کیلئے چلے اور تورات کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ وہ نبی جب دارالخلافہ فتح کرے گا تو اس کیساتھ دس ہزار قدسی یعنی پاک دامن لوگ ہوں گے جب آپ ﷺ دس ہزار قدسیوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے تو کافروں نے ہتھیار ڈال دیئے کچھ مسلمان ہوگئے اور کچھ بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ وہاں کا بڑا سردار صفوان ابن امیہ جو کافروں کو اسلحہ سپلائی کرتا تھا ہبار ابن اسود جس نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ٹانگ پکڑ کر اونٹ سے نیچے گرایا تھا جب وہ ہجرت کر کے جارہی تھیں، پیٹ میں بچہ تھا وہ بھی ضائع ہوگیا اور کافی مدت تک

بیمار بھی رہیں اور وحشی ابن حرب (جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو احد کے مقام پر شہید کے مقام پر شہید کیا تھا) شامل تھا کیونکہ ان لوگوں کو اپنے جرائم اچھی طرح یاد تھے اس لئے یہ سارے بھاگ گئے مکہ والوں نے تو ہتھیار ڈال دیئے مگر عرب کے دو بڑے قبیلے ہوازن اور ثقیف نے کہا کہ مکہ والوں نے بہت برا کیا ہے کہ ہتھیار ڈال دیئے ہیں ہم نہیں ڈالیں گے اور جنگ کا اعلان کر دیا۔

غزوہ حنین :

حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان میں ہے اور طائف مکہ مکرمہ سے پچھتر میل کے فاصلے پر واقع ہے حنین کے میدان میں ہوازن اور ثقیف کے چار ہزار لڑاکے جمع ہوئے یہ لوگ تیر اندازی کے اتنے ماہر تھے کہ سو فیصد تیر اپنے نشانے پر لگتے تھے اور ان کی کمان کرنے والا دُرَید ابن الصمہ نابینا تھا اس وقت اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اس کو پلنگ پر اٹھائے پھرتے تھے اس نے عورتوں بچوں اور اونٹوں، بھیڑ، بکریوں کی آوازیں سنیں تو کہنے لگا یہ آوازیں کیسی آرہی ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہم سب کچھ سونا چاندی سمیت میدان میں لے آئے ہیں تا کہ جم کر لڑیں کہ ہمارا سب کچھ یہیں ہے پیچھے کچھ نہیں ہے۔ اندازہ لگاؤ کس ارادے سے آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین پہنچے تو آپ کیساتھ بارہ ہزار صحابہ کرام تھے دس ہزار تو مدینہ طیبہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آئے تھے اور دو ہزار نو مسلم تھے جو مکہ مکرمہ سے ساتھ آئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو گیا تھا کہ آج دشمن کی تعداد چار ہزار ہے بعض مسلمانوں کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہوا کہ ہم تھوڑے ہو کر شکست نہیں کھاتے تھے آج تو ہم بارہ ہزار ہیں اور دشمن چار ہزار ہے اور اللہ تعالیٰ انانیت اور گھمنڈ کو کسی موقع پر بھی پسند نہیں کرتا لڑائی شروع ہوئی ابتداءً مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا کافروں نے

زریں پھینکیں، خود پھینکے تلواریں پھینکیں، سامان چھوڑا اور بھاگنا شروع کیا مسلمان مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔ اس دوران انہوں نے ایسی تیراندازی شروع کی کہ بہت سارے میدان میں زخمی ہوئے اور باقی میدان سے بھاگ گئے میدان میں آنحضرت ﷺ، آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان ابن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ رہا۔ آپ ﷺ اس وقت سفید رنگ کے ایک خچر پر سوار تھے یہ خچر آپ ﷺ کو دومۃ الجندل کے ایک سردار (جس کا نام اُکید رتھا) نے ہدیۃً دیا تھا۔ آپ ﷺ ہدیہ اور تحفہ کسی کا رد نہیں فرماتے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ جملہ تھا......

؎ اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ اَنَاابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

''میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں'' اپنے آپ کو دادا کی طرف منسوب کیا ابوسفیان لگام پیچھے کھینچتے تھے اور آپ ﷺ سواری کو آگے چلاتے تھے۔ جس وقت آپ ﷺ نے فرمایا یَا اَصْحَابَ الشَّجَرَۃِ'' او درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' تو فوراً سارے میدان میں جمع ہو گئے اور جس نے کہا تھا کہ آج تو ہم بہت ہیں اس نے کان پکڑے اور توبہ کی کہ یہ سارا کچھ میری وجہ سے ہوا ہے چونکہ وہ بڑے پختہ مسلمان تھے غلطی کا احساس جلدی کرتے تھے اور سچے دل سے کرتے اور ہمیں پہلے تو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا اور ہو بھی تو بڑی دیر سے ہوتا ہے اور وہ بھی خالص دل سے نہیں ہوتا ان کو فوراً احساس ہوا اور توبہ کی۔ نکتہ دیکھو! ایک آدمی نے ایک جملہ کہا جس کی سزا ساری قوم کو بھگتنا پڑی اور عجیب بات یہ ہے کہ کمان آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ہے اس سے تم یہ سمجھ لو کہ ایک مسلمان کی کوتاہی کا اثر صرف اس کی ذات تک نہیں رہتا بلکہ اس کا

اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کافروں کی طرف بڑھے چلے جارہے ہیں تو سارے آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔وہ چار ہزار جنگجو بھی قیدی بنے اور عورتیں اور بچے بھی قید ہوئے چالیس ہزار بھیڑ بکریاں، چوبیس ہزار اونٹ اور منوں کے حساب سے سونا چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

تقسیمِ غنائمِ حنین :

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ بِضْعَ عَشَرَ یَوْمًا چودہ پندرہ دن آپ ﷺ نے تقسیم نہ کیا اس انتظار میں کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہو جائیں تو ان کی ہر چیز واپس کر دی جائے۔لیکن اتنے دن جب وہ نہ آئے تو آپ ﷺ نے قیدی بھی اور مال بھی اور اونٹ بھی تقسیم کر دیئے۔کسی کو سو، کسی کو دوسو، کسی کو پچاس، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیئے۔اسی طرح بھیڑ بکریاں بھی کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیں۔جب یہ سارا معاملہ ہو گیا تو وہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے کہ حضرت ہم مسلمان ہو گئے ہیں ہمیں ہمارا مال بھی اور قیدی بھی دے دیئے جائیں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تقریباً چودہ پندرہ دن تمہارا انتظار فرمایا لیکن تم نے آکر کلمے کا کوئی ثبوت نہیں دیا اور اب تو میں مال بھی تقسیم کر چکا ہوں اور قیدی بھی، اب میں ساتھیوں سے سفارش کرتا ہوں کہ تمہیں ایک چیز مل جائے مال یا قیدی۔کہنے لگے حضرت ہمیں مال بیشک نہ ملے ہمارے قیدی اور عورتیں بچے مل جائیں۔بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تقریر فرمائی اور فرمایا کہ اِنَّ اِخْوَانَکُمْ جَاءُ وْکُمْ تَائِبِیْنَ بیشک یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے مسلمان ہو گئے ہیں مگر دیر سے میں نے ان کا انتظار کیا کہ اگر یہ مسلمان ہو جائیں تو ان کے قیدی بھی ان کو دیدوں اور ان کا مال بھی مگر

اب میں تقسیم کر چکا ہوں میں نے ان کو کہا ہے کہ ایک چیز لے لو انہوں نے قیدیوں کا مطالبہ کیا ہے لہذا جن کو قیدی ملے ہیں اگر وہ بخوشی و رضا مفت میں دے دیں تو ان کی نوازش ہے اور اگر اس شرط پر دینا چاہیں کہ آئندہ جنگ ہوگی تو انہیں اتنے قیدی دیئے جائیں تو ہم یہ شرط بھی قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ سب حضرات نے کہا حضرت! رَضِینَا ہم راضی ہیں اور ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے ہم نے سارے قیدی واپس کر دیئے چونکہ رش زیادہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی لہذا تمہارے خاندانوں کے سربراہ تمام حضرات سے پوچھ کر مجھے بتائیں چنانچہ سربراہوں نے پوچھنے کے بعد آ کر بتایا کہ حضرت ہم نے ایک ایک سے دریافت کیا ہے سارے اس پر راضی ہیں کہ مرد عورتیں اور بچے ان کو واپس کر دیئے جائیں لہذا سب قیدی ان کو واپس کر دیئے گئے چونکہ یہ مال آپ ﷺ نے مکہ والوں میں تقسیم کیا تھا تو بعض انصار نے یہ جملہ کہا کہ اس طرح لگتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اپنی برادری کی محبت غالب آ گئی ہے کہ خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے اور ہمیں کچھ بھی نہیں ملا جب یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا انصار کے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو تم لوگ اوس اور خزرج آپس میں لڑتے رہتے تھے زمانہ جاہلیت تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے کلمہ نصیب فرمایا اور اب تم میں اتفاق و اتحاد ہے، محبت ہے۔ کہنے لگے حضرت ہم یہ باتیں تسلیم کرتے ہیں یہ جملہ جو تمہارے پاس پہنچا ہے وہ ہم نے نہیں کہا نوجوانوں میں سے بعض نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو بھائی میں نے ان کو مال اس لئے نہیں دیا کہ ان کی دینی خدمات زیادہ ہیں بلکہ اس لئے دیا ہے کہ یہ لوگ نئے نئے مسلمان ہیں ان کی

تالیف قلب ہو جائے ان کی دلجوئی کیلئے میں نے دیا ہے اور تم تو پکے مسلمان ہو کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ گھروں میں اونٹ بھیڑ بکریاں لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) کو ساتھ لے جاؤ کیونکہ میں ان کیساتھ تو نہیں جا سکتا کیونکہ میں مہاجر ہوں اور مہاجر مکے میں نہیں رہ سکتے عارضی طور پر جانا اور بات ہے۔ سب نے کہا حضرت ہمیں بات سمجھ آگئی ہم راضی ہیں اس مقام کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ اور حنین والے دن جب تمہیں تعجب میں ڈالا تمہاری کثرت نے کہ تم نے کہا کہ آج تو بارہ ہزار ہیں اور کافر چار ہزار ہیں ہم ضرور فتح حاصل کریں گے فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا پس نہ کفایت کی اس کثرت نے تم سے کچھ بھی وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ اور تنگ ہوگئی تم پر زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادہ ہونے کے ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ پھر تم پھرے پشت پھیرتے ہوئے۔ کثرتِ تعداد کے باوجود تمہیں نقصان اٹھانا پڑا ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل کی اپنی طرف سے تسکین۔ جس سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ضرور انہیں فتح عطا فرمائے گا عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اپنے رسول ﷺ پر اور ایمان والوں پر وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور نازل کئے اس نے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا۔ بدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا تھا تا کہ ایمان والوں کے دلوں کو تسلی ہو اور یہاں پر بھی فرشتے نازل ہوئے اور ان کے اترنے کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے دل قائم ہو گئے۔ فرشتے معصوم ہیں اور ہر وقت نیکی میں مشغول رہتے ہیں اور نیکی کے اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں اسی طرح آدمی اچھے آدمیوں میں بیٹھے تو ان کی نیکی کا اثر ہوتا ہے۔

نیک لوگوں کی صحبت :

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ تشریف لائے تو ایک عقیدت مند نے دستی پنکھا کرنا شروع کر دیا اس زمانے میں بجلی والے پنکھے نہیں ہوتے تھے پنکھا کرتے ہوئے سوال کیا حضرت ایک گنہگار آدمی نیکوں کیساتھ دفن ہوا اور نیک لوگ جہاں دفن ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں تو کیا اس گنہگار کو بھی کوئی فائدہ ہوگا حضرت نے فرمایا تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا حضرت میں پنکھا کر رہا ہوں کہ آپ گرمی میں آئے ہیں آپ کا پسینہ خشک ہو جائے اور آپ کو سکون پہنچے۔ فرمایا یہ بتا کہ تیرے پنکھے کی ہوا میرے دائیں بائیں والوں کو بھی لگ رہی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا حضرت لگ رہی ہے۔ فرمایا تیرے پنکھے کی ہوا کا فائدہ میری وجہ سے ان کو ہو رہا ہے تو رب کی رحمت تو بڑی وسیع ہے جہاں وہ برستی ہے آس پاس والوں کو ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ اچھی مجلس میں بیٹھنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطر فروش کی دوکان میں بیٹھا ہو کہ وہ اس عطر کو تحفتاً دیگا یا یہ خود خریدے گا اگر یہ نہ ہو تو وہاں بیٹھے ہوئے خوشبو تو آرہی ہے اور بری مجلس میں بیٹھنے والے کی مثال لوہار کی بھٹی کی سی ہے چنگاریاں اڑیں گی، دھواں آئے گا حرارت پہنچے گی اور یہ بھی یاد رکھنا کہ بری مجلس کا اثر جلدی ہوتا ہے اور اچھی مجلس کا اثر دیر سے ہوتا ہے اسلئے کہ انسان کیساتھ دو قوتیں ہیں ایک شیطان اور ایک نفس امّارہ کی۔ نفس امارہ بری چیزوں کی طرف اچھل کے جاتا ہے لہذا بری مجلس اور برے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ فارسی کا مقولہ ہے.....

؎ یار بد، از مار بد، بسیار بد

''برا یار برے سانپ سے بھی برا ہوتا ہے۔'' آج کل لوگ روتے ہیں کہ ہمارے

بچے نشئی ہو گئے، جواری بن گئے ہیں بھائی قصور تو تمہارا بھی ہے تم نے ان کو بری مجلسوں سے کیوں نہیں روکا۔ بچے کو جب بری مجلس میں ایک مرتبہ بھی دیکھو تو وہاں سے کان پکڑ کے لے آؤ اگر تم نے چھٹی دیدی بری مجلسوں بیٹھنے کی تو پھر وہ نشئی بنیں گے، جواری بنیں گے، بدمعاشیاں کریں گے۔مقولہ ہے کہ...... ''نیکی چیونٹی کی چال چلتی ہے اور بدی کی رفتار گھوڑے کی ہے۔'' تو اچھی بری صحبت کا اثر ہوتا ہے۔فرمایا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور سزا دی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا، گرفتار ہوئے قیدی بنے وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اور یہی بدلہ ہے کافروں کا ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ ۢبَعْدِ ذٰلِكَ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا اس کے بعد عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہا کہ کچھ ان میں سے مسلمان ہو گئے اور پھر سارے ہی مسلمان ہو گئے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک نری پلیدی ہیں فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ پس نہ قریب آئیں مسجد حرام کے بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا اس سال کے بعد وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً اور اگر تم خوف کرو فقر کا فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ پس عنقریب تمہیں اللہ تعالیٰ غنی کردے گا مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے اِنْ شَآءَ اگر اس نے چاہا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لڑو ان لوگوں سے لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو نہیں ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ آخرت کے دن پر وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور نہیں حرام قرار دیتے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے اور

اس کے رسول ﷺ نے وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ اورنہیں قبول کرتے سچے دین کو مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی اس وقت تک لڑو حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ یہاںتک وہ جزیہ دیں عَنْ يَّدٍ اپنے ہاتھ سے وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ اور وہ ذلیل اور عاجز ہوکر رہیں۔

ابتدائے سورت میں ذکر تھا بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔ اور اب یہ حکم ہے کہ مشرک آئندہ نہ حج کر سکتے ہیں اور نہ حرم میں آسکتے ہیں۔ فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک بالکل پلید ہیں فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ پس نہ قریب آئیں مسجد حرام کے بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا اس سال کے بعد۔ ایک ہوتا ہے پلید اور ایک ہوتی ہے پلیدی۔ نجس کے معنیٰ نری پلیدی کے ہیں مشرک اگر سات سمندروں میں بھی غسل کرے پاک نہیں ہوسکتا۔ پھر پاک کس سے ہوتا ہے؟ پاک ہوگا سچے دل سے، پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جو کفر شرک کے زمانے میں گناہ کیے ہیں وہ سب معاف ہو جائیں گے اس طرح ہو جائے گا جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور کلمے کے بغیر کوئی پاک نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر مشرک حج عمرے کیلئے نہ آئے تو ہم سامان کس کے آگے بیچیں گے اور کس سے خریدیں گے؟ کیونکہ ان دنوں میں تجارت انہی لوگوں سے ہوتی تھی تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً اور اگر تم خوف کرو فقر اور محتاجی کا، غربت کا فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ پس عنقریب تمہیں اللہ تعالیٰ غنی کر دے گا اپنے فضل سے اگر اس نے چاہا۔ کہ رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے

اسباب پیدا کردے گا اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ ابتداء سورۃ سے یعنی بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ سے لیکر ابتک عنوان مشرکوں کیخلاف تھا اور سرزمین عرب پر اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی بھی آباد تھے کچھ سائبین اور کچھ مجوسی بھی تھے لیکن اکثریت یہودیوں کی تھی آگے ان کے متعلق ارشاد ہے۔ فرمایا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لڑو ان لوگوں سے لَایُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ جونہیں ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور نہ آخرت کے دن پر وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اور نہیں حرام قرار دیتے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے اور اس کے رسول ﷺ نے۔ ان کو حرام نہیں سمجھتے جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، جنکی حرمت آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ اور نہیں قبول کرتے سچے دین کو مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی۔ یہودی اور عیسائی کہ یہ بھی اسلام کے سخت مخالف ہیں۔ سورۃ المائدۃ/پ:۶ میں آتا ہے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا" البتہ پاؤ گے تم زیادہ شدید عداوت کے اعتبار سے مومنوں کے حق میں یہود کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا" یعنی مومنوں کے زیادہ سخت مخالف یہودی ہیں پھر مشرک ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی سازشیں :

اس وقت دنیا میں جتنے فتنے اٹھے ہوئے ہیں چاہے کسی علاقے میں ہوں تحقیق کرو گے تو اس کی کڑی یہود کے ساتھ ملے گی ہر جگہ ان کی سازش کارفرما ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے اعلان کیا تھا اَخْرِجُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ "یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔" مگر اس وقت عرب کے

شہزادوں نے محض اپنے ذہنی دفاع کیلئے امریکی فوج تبوک کے مقام پر ٹھہرائی ہوئی ہے اور ان کی تنخواہیں اور تمام اخراجات خود اٹھائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ امریکہ نے ان کے دماغوں میں یہ ہوّا اٹھایا ہوا ہے کہ اگر ہم یہاں نہیں رہیں گے تو کویت تمہیں کھا جائے گا عراق تمہیں کھا جائے گا اور ہم تمہارے چوکیدار ہیں۔ تیل کے کنوؤں پر بھی ان کا قبضہ ہے اور مزے سے کھا رہے ہیں ان سے بھی لڑو حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ یہاں تک وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے۔

جزیہ کی تعریف اور اسکی مقدار :

جزیہ اس مال اور رقم کو کہتے ہیں جو فوجی مصارف اور دفاع کیلئے ان کافروں سے لی جاتی ہے جو مومنوں کے رعایا بن کر رہتے ہیں اور ان میں سے جو بوڑھے اور بچے ہیں ان پر کوئی جزیہ نہیں ہے، عورتوں پر کوئی جزیہ نہیں ہے، لنگڑے، لولے، نابینے پر کوئی جزیہ نہیں ہے صرف جوان پر ہے اور اگر وہ فوج میں بھرتی ہو جائے تو اس پر بھی کوئی جزیہ نہیں ہے۔ اور جزیہ کی مقدار کیا ہے؟ خلافت راشدہ کے دور میں امیر سے اڑتالیس درھم اور متوسط سے چوبیس درھم اور ادنٰی کمائی والے سے بارہ درھم سالانہ تھے۔ ظاہر بات ہے کہ ملک میں وہ بھی رہتے ہیں ان کی زمینیں ہیں کارخانے ہیں، باغات ہیں ملکی دفاع ان کے بھی ذمہ ہے اس میں کوئی ناانصافی نہیں ہے اور اس وقت حکومت نے جو ٹیکس لگائے ہوئے ہیں ان کو کوئی ظلم نہیں کہتا۔ سیٹھی محمد یوسف صاحب راہوالی والے انہوں نے حفظ قرآن اور تجوید کے بارے میں بڑا کام کیا ہے۔ میرے ساتھ ان کی بے تکلفی تھی اور میرے پاس آتے جاتے رہتے تھے ایک دن میں نے ان سے پوچھا سیٹھی صاحب یہ جو تمہارا گتے کا کارخانہ ہے اس میں سے حکومت بھی تم سے کچھ لیتی ہے؟ تو مسکرا پڑے اور

کہنے لگے سو میں سے ترانوے (۹۳) روپے لیتی ہے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ پھر تمہارے پاس کیا باقی رہا کہنے لگے باقی جو سات روپے ہیں ان میں فلاں فلاں ٹیکس علیحدہ ہے۔ آج حکومت اتنا کچھ لے تو ظلم نہیں ہے اور اسلام ملکی دفاع کیلئے تھوڑی سی رقم لے تو لوگ اس کو ظلم کہتے ہیں بھائی یہ بات ہی ظلم ہے کیونکہ بارہ درہم تقریباً دوسو روپے بنتے ہیں متوسط سے چار سو روپے اور مالدار سے آٹھ سو روپے سالانہ تو اس کو ظلم کہنا کتنا بڑا ظلم ہے؟ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ اور وہ ذلیل اور عاجز ہو کر رہیں۔ اسلامی احکامات کے تابع ہو جائیں اور کہیں کہ ہم تمہارے فرمانبردار ہو کر رہیں گے اور اگر جزیہ نہیں دیتے تو پھر ان سے لڑو۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ اور کہا یہودیوں نے عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے وَقَالَتِ النَّصٰرَى اور کہا نصاریٰ نے الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ باتیں ہیں ان کے اپنے مونہوں کی يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ مشابہت کرتے ہیں ان لوگوں کی بات کی كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کدھر اُلٹے پھرے جارہے ہیں اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ

وَرُهْبَانَهُمْ بنالیا انہوں نے اپنے مولویوں کو اور پیروں کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ رب، اللہ تعالیٰ کے سوا وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اور مسیح ابن مریم کو وَمَآ اُمِرُوْٓا حالانکہ ان کو نہیں حکم دیا گیا تھا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں ایک ہی خدا کی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر صرف وہی سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پاک ہے ذات اس کی ان چیزوں سے جن کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں يُرِيْدُوْنَ وہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ کہ مٹادیں اللہ تعالیٰ کے نور کو بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں کیساتھ وَيَاْبَى اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ مگر یہ کہ وہ پورا کرے اپنے نور کو وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اگرچہ کافرلوگ اس کو پسند نہ کریں هُوَ الَّذِيْٓ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کیساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کیساتھ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کردے اس دین کو تمام دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ پسند نہ کریں اس کو شرک کرنے والے۔

پچھلی آیت کریمہ میں حکم تھا کہ اہل کتاب میں سے ان لوگوں کیساتھ لڑو جو ایمان نہیں لائے۔ کیونکہ سرزمین عرب میں یہود بھی آباد تھے اور عیسائی بھی اور صابئین بھی۔ ان کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے تو جب اہل کتاب کیساتھ لڑنے کا حکم ہوا تو سطحی قسم کے ذہنوں میں یہ اشکال پیدا ہوا کہ ان سے کیوں لڑنا ہے لڑائی کی وجہ اور سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کیساتھ لڑنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ اس لئے ان سے لڑو۔ ارشاد ربانی ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ اور کہا یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا بڑا کفر ہے۔ رب تعالیٰ کیلئے بیٹا ثابت کرنا معمولی بات نہیں ہے وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور کہا نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو جنا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ حدیث قدسی میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَشْتِمُنِيْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ جَائِزٌ "ابن آدم مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اس کو گالیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔" گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْنِيْ وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو گالیاں نکالنا ہے اور گالی کے بعد تو لڑائی ہوتی ہے۔ دیکھو ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے ہمیں کوئی گالی نکالے تو ہمارے جذبات کیا ہوتے ہیں؟ تو جو اللہ تعالیٰ کو گالی نکالے پھر اس کے خلاف لڑنا ہی ہے مگر یہ بات یاد رکھنا کہ لڑنا افراد کا کام نہیں ہے کہ ہر آدمی اپنے طور پر اٹھ کر لڑنا شروع کر دے۔ یہودی سے عیسائی سے لڑنا اقتدار اور حکومتی سطح پر ہے۔

تعزیرات کا حکم :

حدود تعزیرات کے جتنے بھی احکام ہیں یہ افراد کیلئے نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا [٦/ المائدہ: ٣٨] "چور مرد اور چور عورت پس تم ہاتھ کاٹ دوان کے۔" عام آدمی میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ چور کو پکڑ کر اس کے ہاتھ کاٹ دے۔ غیر شادی شدہ مرد عورت زنا کریں تو ان کو کوڑے مارنے کا حکم قرآن حکیم میں مذکور ہے مگر حکومت کے بغیر کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ کوڑے مارے یہ

حکومت کا کام ہے اسی طرح یہود و نصاریٰ اور دیگر کافروں سے لڑنا انفرادی کام نہیں ہے یہ اجتماعی طور پر حکومت کا کام ہے گویا کہ مسلمانوں کے پاس اتنا اقتدار ہونا چاہئے کہ جس اقتدار کے ذریعے کافروں کی سرکوبی کریں یہود سے لڑیں نصاریٰ سے لڑیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ عزیر علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ فرمایا ذٰلِکَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ باتیں ہیں ان کے اپنے مونہوں کی۔ آدمی منہ سے جو کچھ کہنا چاہے کہہ سکتا ہے یُضَاهِئُوْنَ یہ مشابہت رکھتے ہیں، نقل اتارتے ہیں قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ان لوگوں کی بات کی جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے۔ وہ کافر اور مشرک جو ان سے پہلے تھے وہ کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ [النحل: ۵۷] کسی نے رب تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا کسی نے بیٹیاں بنا دیں حالانکہ رب تعالیٰ کا نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ ماں، نہ باپ، رب تعالیٰ کی ذات ان سب سے پاک ہے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ تباہ کرے ان کو اللہ تعالیٰ، برباد کرے، غارت کرے، لعنت بھیجے اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ کدھر اُلٹے پھرے جا رہے ہیں۔ تو ان کے ساتھ لڑنے کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا بنایا۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ. اَحْبَار جمع ہے حِبْرٌ کی اور حِبْر کا معنیٰ ہے عالم، مولوی۔ اور رُهْبَان جمع ہے راھِبٌ کی، راہب کا معنیٰ ہے پیر۔ آیت کا معنیٰ ہوگا بنا لیا انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب اللہ تعالیٰ کے سوا، اس لئے ان کیساتھ لڑو۔ حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ پہلے عیسائیوں کے پادری تھے بڑے پڑھے لکھے سمجھ دار آدمی تھے۔ نو ہجری کے آخر میں یا دسویں سال کی ابتداء میں یہ مسلمان ہوئے۔ جب یہ آیتِ کریمہ سامنے آئی تو کہنے لگے حضرت میں خود عیسائیوں کا مولوی، پادری اور مبلغ تھا میرے علم میں تو نہیں ہے

کہ انہوں نے مولویوں اور پیروں کو رب بنایا ہوا اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنا لیا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ترمذی شریف صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں اور مسند احمد میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کے مولوی بغیر کسی شرعی ثبوت کے کوئی حکم دیتے تھے تو لوگ ان کو مانتے تھے، ان کے پیر بغیر کسی شرعی ثبوت کے کوئی حکم دیتے تھے تو وہ لوگ مانتے تھے؟ عرض کیا یہ تو ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا شرعی ثبوت کے بغیر کسی مولوی پیر کی بات ماننا یہی اس کو رب بنانا ہے کیونکہ یہ صفت رب تعالیٰ کی ہے ہاں اگر مولوی پیر مسئلہ شریعت کے مطابق بتلائیں تو ٹھیک ہے اور اگر وہ مسئلہ نہ قرآن کے مطابق ہے، نہ حدیث کے مطابق ہے، نہ فقہ اسلامی کے مطابق ہے اور پھر بھی لوگ اس کی پیروی کریں تو یہ ان کو رب بنانا ہے۔ آج اس کی کمی کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں میں بھی نہیں ہے۔

شرک کی ایک قسم :

یہ عام تعویزات والے عموماً کہتے ہیں کہ فلاں چیز چھوڑ دو فلاں چیز نہیں کھانی چاہیے، یہ شرک کی ایک قسم ہے۔ تم کون ہوتے ہو حلال چیزوں کو چھڑانے والے؟ ہاں اگر طبی لحاظ سے کوئی چیز کسی کو نقصان دیتی ہے کہ بعض چیزیں بعض کے مزاج کے موافق ہوتی ہیں اور بعض چیزیں مزاج کے موافق نہیں ہوتیں اگر حکمت اور ڈاکٹری اعتبار سے ان کو نہ کھائے تو کھانے پر اسکو مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن ان کو حرام سمجھنے کا مجاز نہیں ہے۔ اکثر تعویز لکھنے والے مشرکانہ ذہن رکھتے ہیں اور لوگوں کو بھی مشرک بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے یہ نہیں کرنا وہ نہیں کرنا ولادت والے گھر نہیں جانا، یہ سب خرافات ہیں اور ان کی باتوں کو ماننا ان کو رب بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ اور مسیح ابن

مریم کو انہوں نے رب بنایا ان کی عبادت کی وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا حالانکہ ان کو نہیں حکم دیا گیا تھا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں ایک ہی خدا کی۔ کسی کا حکم ماننا بلا شرعی ثبوت کے یہ بھی عبادت تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر صرف وہی اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پاک ہے ذات اس کی ان چیزوں سے جن کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ نہ اس کا بیٹا نہ بیٹی، نہ کوئی شریک، نہ اس کے سوا کوئی حکم دینے والا اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے پیغمبر بھی اس چیز کے مجاز نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے کسی چیز کا حکم یا کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر۔ فرمایا يُرِيْدُوْنَ وہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ کہ مٹا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو۔ نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ سنت، نورِ اسلام کو بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں کیساتھ پھونکیں مار کر یہ چاہتے ہیں کہ حق کی باتیں دبی رہیں وَيَاْبَى اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ مگر یہ کہ وہ پورا کرے، اپنے نور کو۔ یہ لوگ اسلام توحید و سنت کو مٹانا چاہتے ہیں رب تعالیٰ اس کو روشن کرے گا۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے اچھا فرمایا ہے کہ.....

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جیسے کوئی سارا دن سورج کو پھونکیں مارتا رہے کہ سورج بجھ جائے اس کا منہ تھک جائے گا گردن ٹیڑھی ہو جائے گی مگر سورج چمکتا رہے گا اسلام کو مٹانے کی بڑی کوششیں ہوئیں ہیں مگر کوئی نہیں مٹا سکا۔ آج حیرانی ہوتی ہے کہ کوسوو میں البانی مسلمان لاکھوں کی تعداد میں تھے یوگوسلاویہ میں ان کو نکال دیا گیا ہے۔ کافر برائے نام شلجموں سے مٹی

جھاڑنے کی طرح ساتھ دے رہے ہیں جیسے برطانیہ، امریکہ اور نیٹو والے اور مسلمان بادشاہ ایسے بے ایمان ہیں کہ ایک نے بھی ساتھ نہیں دیا بمع سعودیہ اور کویت کے سارے گونگے ہو چکے ہیں کم از کم زبانی طور پر ہی کہہ دو او ظالمو! یہ ظلم بند کر دو یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ ظلم ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے ان کو شرم آنی چاہیے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نور کو چمکائے گا مکمل کرے گا وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو بِالْهُدٰی ہدایت کیساتھ وَدِیْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کیساتھ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کر دے اس دین کو تمام دینوں پر۔ الحمد للہ حجت، دلیل اور برہان کے اعتبار سے اسلام ہمیشہ غالب رہا ہے اور رہے گا۔

ایک واقعہ :

آج سے تقریباً آٹھ نو سال پہلے کا واقعہ ہے کہ احمد دیدات گجرات کاٹھیاوار کا رہنے والا عالم ہے دیوبندی مسلک کا آدمی ہے اور انگریزی زبان کا بڑا ماہر ہے۔ پادریوں کے ساتھ اس کا مناظرہ طے ہوا اس نے کہا کہ مناظرہ میں اس شرط پر کروں گا کہ مناظرہ ٹی وی پر ہو باقاعدہ جج مقرر کیا جائے وہ میرے دلائل بھی سنے اور تمہارے دلائل بھی سنے اور پھر فیصلہ دے کہ کون ہارا اور کون جیتا۔ چنانچہ ٹی وی پر مناظرہ ہوا اور جج غیر مسلم انگریز تھے انہوں نے فیصلہ دیا کہ احمد دیدات جیت گیا اور پادری ہار گیا۔ میرے خیال کے مطابق یہ مناظرہ ٹی وی پر دو ارب آدمیوں نے دیکھا کافر نے فیصلہ سنایا، اور غلبہ کس طرح ہوگا؟ اللہ تعالیٰ دین کو غالب کرے گا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ اس کو پسند نہ کریں شرک کرنے والے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس دین کو چمکائے گا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ حق تعالیٰ

اہل حق کی امداد فرمائے اسوقت ایران نے خباثت کر کے بامیان کے کچھ حصے پر قبضہ کرلیا ہے اور یہ مزید کچھ شرارتیں کرے گا۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ طالبان کو فتح نصیب فرمائے اور کوسوو اور فلپائن کے مسلمانوں کی بھی امداد فرمائے اور جہاں جہاں مسلمان مظلوم ہیں وہاں وہاں ان کی مدد فرمائے اور ان حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں تباہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّ كَثِيْرًا بیشک بہت سارے مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ مولوی اور پیر لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال بِالْبَاطِلِ باطل طریقے سے وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ان کو خوشخبری سنا دیں دردناک عذاب کی يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جس دن گرم کیا جائے گا انکو جہنم کی آگ میں فَتُكْوٰى بِهَا پس داغا جائے گا اس کے ساتھ جِبَاهُهُمْ ان کی پیشانیوں کو وَجُنُوْبُهُمْ اور ان کے پہلوؤں کو وَظُهُوْرُهُمْ اور ان کی پشتوں کو (اور کہا جائے گا) هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ یہ وہ چیز ہے جس

کو تم خزانہ بناتے تھے لِاَنْفُسِکُمْ اپنے نفسوں کیلئے فَذُوْقُوْا پس چکھو تم مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ وہ چیز جس کو تم خزانہ بناتے تھے۔

صدقہ دینے کا طریقہ :

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بہت سارے مولوی اور پیر لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں۔ دیکھو! صدقہ خیرات بڑی اچھی چیز ہے مگر اس کیلئے شریعت نے بڑی شرائط مقرر فرمائی ہیں ایک شرط یہ ہے کہ صدقہ کرنے والا مومن ہو بغیر ایمان کے صدقے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور صدقہ خیرات جس کیلئے کیا گیا ہے یعنی جس کو صدقہ خیرات کا ثواب پہنچانا ہے وہ بھی مومن ہو چاہے گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ صدقہ حلال اور طیب مال سے ہو حرام مال سے صدقہ کرے گا تو قبول نہیں ہوگا پھر یہ کہ صدقے کیلئے دن کی تعیین نہیں ہے کہ فلاں دن صدقہ ہو سکتا ہے اور فلاں دن نہیں ہو سکتا صدقہ جب اور جس وقت چاہے کرے، ہو جائے گا اور صدقہ اس طریقے سے کرے کہ دائیں ہاتھ سے کرے تو بائیں کو پتہ نہ چلے۔ اب ان شرائط کے ساتھ صدقہ کون کرتا ہے پھر صدقہ جس کو دینا ہے وہ مستحق بھی ہو۔ اب تم فیصلہ کرو کہ تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں، عرس، برسی، گیارھویں یہ صدقے کی مد میں آتے ہیں؟ یہ تمام باطل طریقے ہیں اور ان باطل طریقوں سے مولوی اور پیر لوگوں کا مال کھاتے ہیں حالانکہ ان کو کھانے کا حق بھی نہیں پہنچتا۔ صدقہ خیرات تو غریبوں کا حق ہے جو مولوی، پیر مالدار ہیں خود صدقہ فطرانہ دیتے ہیں قربانی کرتے ہیں وہ صدقہ کھانے کے کہاں مجاز ہیں مگر کھا جاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ یہودیوں کے بارے میں ہے مگر خطاب تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کیا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو سنو! بہت

سارے مولوی اور پیر لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں تم ایسا نہ کرنا یہ سمجھانا مقصود ہے۔ تو صدقہ خیرات کرو شرائط کیساتھ رب تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے اور یہاں تو حالت یہ ہے کہ جب تک گلی میں دیگ نہ کھٹکے ہمارا دل ہی مطمئن نہیں ہوتا۔ یہ سارا کچھ اپنی ناک کیلئے ہے رب تعالیٰ کی رضا کیلئے تو نہیں ہے پھر لوگوں کا مال اس طرح بھی کھاتے ہیں کہ جو لوگ تعویز لینے کیلئے آتے ہیں ان سے کہتے ہیں دس روپے والا لینا ہے یا پچاس والا یا سو روپے یا پانچ سو والا لینا ہے۔ بیشک تعویز کی اجرت حرام نہیں ہے مگر اپنی خوشی سے کوئی دے تو لے لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ بیشک بہت سارے مولوی اور پیر لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال باطل طریقے سے وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو۔ جو صحیح مسئلہ بتاتا ہے اس سے روکتے ہیں کہ اسکے پاس نہ جاؤ یہ وہابی ہے۔ صدقہ خیرات کا تو ہم بھی انکار نہیں کرتے مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ دنوں کی تعیین نہ کرو غریبوں کو دو مخفی طریقے سے دو نام ونمود نہ کرو شہرت پسندی سے بچو، مستحق کو دو خود نہ کھاؤ، ماموں چچا کھائے، سسر کھائے، داماد کھائے یہ صدقہ ہے ہاں تجربہ کر کے دیکھ لو تیجا، ساتا، دسواں لوگ خود کھا جاتے ہیں غریبوں کو دھکے پڑتے ہیں۔ یاد رکھنا! جو واجب قسم کا صدقہ ہے وہ ایسے شخص کو دینا جو خود فطرانہ دیتا ہے حرام ہے اور نفلی صدقہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی ہتھیلی پر تھوک کر چاٹ لے اور تیجے ساتے کے موقع پر جو لوگ آتے ہیں میرے خیال کے مطابق کوئی ہو جو غریب ہو باقی سب صاحب حیثیت ہوتے ہیں رب تعالیٰ نے صحیح فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے

سے روکتے ہیں حق بیان کرنے والے کے پاس جانے سے منع کرتے ہیں اس کے قریب نہیں جانے دیتے ۔حافظ اللہ داد صاحب مرحوم کھٹیالہ گجرات کے رہنے والے تھے اور ہمارے پیر بھائی تھے ۔پنجابی زبان کے بڑے بہترین مقرر تھے بڑا بہترین وعظ فرماتے تھے کئی کئی دن وہ میرے پاس ٹھہرتے تھے ۔کوٹ وارث جلسہ کر کے واپس آرہے تھے پیدل والے راستے سے مطالعہ کیلئے کتابوں کی گٹھڑی ان کے پاس ہوتی تھی کہ کئی کئی دن گھر سے باہر رہتے تھے، اس راستے پر گدھے آرہے تھے حافظ صاحب نے گدھے والے کو کہا بھائی جان اگر اجازت ہو تو میں کتابوں کی گٹھڑی تمہارے گدھے پر رکھ دوں اس نے کہا رکھ دو اور پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آرہے ہو؟ حافظ صاحب نے کہا کوٹ وارث جلسہ تھا جلسہ ختم کر کے اب میں گکھڑ جارہا ہوں اس نے کہا کس کے پاس جانا ہے؟ حافظ صاحب نے میرا نام لیا (کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر کے پاس جانا ہے۔) کمہار نے کہا اس کے پاس نہ جانا وہ تو کلمے کا منکر ہے۔حافظ صاحب نے کہا کہ وہ تو کلمہ لوگوں کو پڑھاتا پھرتا ہے وہ کلمے کا کیسے منکر ہے؟ کمہار نے کہا ہمیں مولویوں نے کہا ہے کہ وہ کلمے کا منکر ہے پھر کہا کہ وہ معراج کا منکر ہے حافظ صاحب نے میرا رسالہ ''ضوء اسراج'' یعنی چراغ کی روشنی جو معراج کے مسئلے پر لکھا ہوا ہے اور تمام باطل اعتراضات کا اس میں رد ہے جو معراج کے متعلق کئے گئے ہیں الحمدللہ بڑا مقبول ہے، گٹھڑی سے نکال کر کمہار کو پڑھ کے سنایا کہ اس نے تو معراج کے بڑے ثبوت دیئے ہیں اور دلائل کیساتھ معراج کو ثابت کیا ہے وہ کیسے منکر ہوا؟ پھر کمہار نے کہا نہیں جی وہ آنحضرت ﷺ کی توہین کرتا ہے۔ اس طرح ایک سیڑھی سے اترا، دوسری پر چڑھا، دوسری سے اُترا، تیسری پر چڑھا اَسْتَغْفِرُ اللّٰه ثُمَّ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ پیغمبر تو بڑی ذات ہے، صحابہ کا بڑا مقام ہے۔ ہمارا

یہ نظریہ تم متعدد بار سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ولی، کسی نیک بندے کا نام جس مجلس میں لیا جائے تو وہاں رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں مگر ہم بد باطنوں کا کیا کر سکتے ہیں خود حرام کھاتے ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا دین صحیح طریقہ سے بیان کرنے والوں کے پاس جانے سے روکتے ہیں۔

صدقہ وخیرات نہ دینے پر وعید :

آگے اور مسئلہ بیان فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اور وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی۔ اس زمانے میں کاغذ کے نوٹ نہیں ہوتے تھے سونا چاندی ہوتا تھا وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ نہ زکوٰۃ دیتے ہیں، نہ فطرانہ، نہ عشر اور نفلی صدقہ بھی نہیں کرتے حالانکہ غریب آدمی کی امداد اخلاقی طور پر اسلام کا فریضہ ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ان کو خوشخبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔ یہ طنز اور استہزاء کے طور پر فرمایا ہے ورنہ خوشخبری تو اچھی چیز کی ہوتی ہے عذب کی خوشخبری کیا ہوئی پھر عذاب بھی معمولی نہیں بلکہ دردناک عذاب ہے يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جس دن تپایا جائے گا، گرم کیا جائے گا سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں ٹکڑے ٹکڑے بنا کر فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ پس داغا جائے گا اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں کو وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ اور ان کے پہلوؤں کو اور پشتوں کو۔ ٹکڑا گرم کر کے پیشانی پر رکھیں گے پیچھے سے نکل جائے گا۔ سونے چاندی کا ٹکڑا گرم کر کے ایک طرف پہلو پر رکھیں گے آگے چھاتی سے نکل جائے گا۔ کیونکہ جو صحیح معنیٰ میں مستحق ہے مانگنا اس کی عادت نہیں ہے مجبور ہے جب وہ سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے اگر آدمی نے نہ دینا ہو تو منہ پھیر لیتا ہے پھر پہلو پھیر لیتا ہے اگر مزید وہ اصرار کرے تو پیٹھ پھیر لیتا ہے تو پہلے پیشانی داغی

جائے گی اور کہا جائے گا هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ یہ وہ چیز ہے جس کو تم خزانہ بناتے تھے اپنے نفسوں کیلئے بخلاف اس کے جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، فطرانہ دیتے ہیں، عشر نکالتے ہیں اور اس کے علاوہ غریبوں کی امداد کرتے ہیں ان پر کوئی حرف نہیں آئے گا سزا وہ پائیں گے جو مال کا حق ادا نہیں کرتے غریب کی امداد نہیں کرتے چاہے مانگتا رہے اس کی پرواہ نہیں کرتے اور آج تو یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ بعض لوگوں نے مانگنا پیشہ بنالیا ہے چاہے اس کے پاس ہزاروں لاکھوں روپے کیوں نہ ہوں حالانکہ یہ گناہ اور حرام ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''بلا اشد ضرورت کے جو شخص سوال کرے گا قیامت والے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا ہڈیوں کا پنجر ہوگا یہ نشانی ہوگی اس شخص کی جو بلاضرورت دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔'' تو بغیر ضرورت کے مانگنا حرام ہے اور مستحق کو نہ دینا بھی گناہ ہے فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ پس چکھو تم وہ چیز جس کو تم خزانہ بناتے تھے۔ یعنی اس کا وبال چکھو اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں سمجھا دیا ہے تاکہ تم آخرت میں پریشان نہ ہو اور آج ہی جو کچھ اپنے لیے کرنا ہے کرلو۔

۞۞۞۞۞

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَاعَشَرَ شَهْرًافِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۵ فَلَاتَظْلِمُوْافِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَايُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَاالنَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْايُحِلُّوْنَهٗ عَامًاوَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْاعِدَّةَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْامَاحَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَايَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ بیشک گنتی مہینوں کی عِنْدَاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں اثْنَاعَشَرَ شَهْرًا بارہ مہینے ہیں فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس دن اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ان میں سے چار مہینے عزت والے ہیں ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہ دین مظبوط ہے فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ پس نہ زیادتی کرو تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً اور لڑو تم شرک کرنے والوں کیساتھ اکٹھے ہوکر كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً جیسا کہ وہ تم سے لڑتے

ہیں اکٹھے ہوکر وَاعْلَمُوْآ اور جان لو اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ کہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کیساتھ ہے اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ پختہ بات ہے مؤخر کر دینا کفر میں زیادتی ہے یُضَلُّ بِہٖ گمراہ کیے جاتے ہیں اس مؤخر کرنے کیساتھ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہیں یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا حلال سمجھتے ہیں اس مہینے کو ایک سال وَّ یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا اور حرام قرار دیتے ہیں ایک سال لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ تاکہ پوری کرلیں گنتی مَا حَرَّمَ اللّٰہُ اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ پس حلال کرلیتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے زُیِّنَ لَھُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِھِمْ مزین کیے گئے ان کیلئے برے اعمال وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔

مہینوں کی تعیین :

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص حکم بیان فرمایا ہے جس حکم کے بارے میں مشرکین عرب بہت زیادتی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ بیشک گنتی مہینوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا بارہ مہینے ہیں سال کے فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں، لوح محفوظ میں۔ نوشت میں یہ سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے مقرر کیے ہوئے ہیں یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس دن پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو۔ اس لئے کہ ان کے بغیر نظام نہیں چلتا۔ سارے کام مہینوں کیساتھ اور تاریخوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہے۔ اور بھی جتنے دینی کام ہیں بلکہ دنیاوی کام بھی بغیر تعیین تاریخ کے نہیں ہوتے کہ فلاں

سال فلاں مہینے میں پیدا ہوا، فلاں سال فلاں تاریخ کو نکاح ہوا اور فلاں تاریخ کو فوت ہوا، کس سن اور تاریخ کو ملازم ہوا اور کب ریٹائر ہونا ہے، کب یہ معاملہ کرنا ہے فلاں تاریخ وعدہ کیا اور فلاں تاریخ کو پورا کرنا ہے۔ غرضیکہ بلاتعین سال، مہینے اور دن کے نظام نہیں چل سکتا۔ اسلامی قاعدے کے مطابق سال محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اور ذوالحجہ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

اَشْھُرِ حُرُم :

تو سال کے اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے بنائے مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ان میں سے چار مہینے عزت والے ہیں۔ ان چار مہینوں میں لڑائی وغیرہ حضرت ابراہیم سے لیکر آنحضرت ﷺ کے زمانے تک منع تھی آخر میں اس کی حرمت منسوخ ہوگئی۔ وہ چار مہینے یہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ لوگ ان مہینوں کا خاص احترام کرتے تھے۔ ۶ھ میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمرے کا احرام باندھا ذوالقعدہ کے مہینے میں تو صحابہ کرام کو اشکال پیش آیا کہ ہم تو عمرہ کیلئے آئے ہیں، احرام باندھا ہوا ہے اور مہینہ بھی حرمت کا ہے اگر کافر ہم پر حملہ کر دیں تو ہم کیا کریں گے ایک تو مہینہ محترم ہے اس میں لڑائی ممنوع ہے اور حرم کے علاقے میں بھی لڑنا ممنوع ہے بلکہ حرم کے علاقے میں درخت کاٹنا، اکھیڑنا گھاس اکھیڑنا سوائے اذخر کے اور شکار کرنا منع ہے، حرام ہے۔ تو ایک یہ کہ مہینہ محترم دوسرا یہ کہ علاقہ محترم اور تیسرا یہ کہ ہم ہیں احرام میں احرام باندھنے کے بعد آدمی لڑ نہیں سکتا، بلکہ ناخن نہیں کاٹ سکتا لبیں نہیں صاف کر سکتا سر کو ڈھانپ نہیں سکتا، سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، کسی چیز کو مار نہیں سکتا، یہ سب ممنوعات احرام ہیں۔ ہم پر تو پابندیاں ہیں اگر کافروں نے ہم پر حملہ کر دیا تو پھر ہم کیا کریں گے؟ دوسرے پارے میں

اس کا ذکر ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامَ آپ کہہ دیں حرمت والے مہینے میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ابتداء نہ کرو لیکن اگر وہ تم پر حملہ کردیں تو تم دفاع کر سکتے ہو لیکن بعد میں یہ حرمت منسوخ ہوگئی اب ان مہینوں میں کافروں کیساتھ لڑائی میں ابتدا کرنا بھی جائز ہے۔ فرمایا ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یہ دین مظبوط ہے، سیدھا ہے فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ پس نہ زیادتی کرو تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر یعنی لڑائی نہ کرو لیکن وَقَاتِلُوْا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّةً اور لڑو تم شرک کرنے والوں کیساتھ اکٹھے ہوکر کَمَایُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّةً جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں اکٹھے ہوکر۔ ویسے لڑائی تو ہر جگہ میں بری ہے لیکن حرم میں اور زیادہ بری ہے اور مسجد حرام میں اور زیادہ بری ہے اور مسجد نبوی میں اور زیادہ بری ہے جیسے لڑنا اور مہینوں میں ممنوع ہے مگر رمضان المبارک میں اور زیادہ ممنوع ہے لیکن دفاع کی اجازت ہے۔

مسئلہ :

وقت اور جگہ کا خیال رکھو مسجد تو ایسی جگہ ہے کہ یہاں دوڑ کر آنا بھی منع ہے یہانتک کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا تو تمہیں دوڑ کر ساتھ ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ حالانکہ تمہارا مقصد یہی ہے کہ جلدی سے امام کیساتھ رکوع میں مل جاؤں کہ مسئلہ یہ ہے کہ جس نے رکوع میں شرکت کر لی اس کی وہ رکعت ہوگئی لیکن شرط یہ ہے کہ رکوع میں جانے سے پہلے اتنی دیر قیام کرے کہ جس میں تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ سکے اور اگر تکبیر تحریمہ رکوع میں جا کر کہی تو نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ تکبیر اولیٰ قیام نماز میں فرض ہے اگر معذور نہ ہو اگر قیام کرنے سے معذور ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے۔ بہر حال مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہنی ہے۔ پھر اگر امام کیساتھ رکوع میں مل گیا تو اس نے رکعت پالی وَاعْلَمُوْا اور تم

جان لو اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ کہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کیساتھ ہے۔

مشرکین مکہ کی خصلتِ بد :

حرمت والے مہینوں کا تقدس اور احترام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس خرابی کا ذکر فرمایا ہے جو وہ اس سلسلے میں کرتے تھے۔ وہ اسطرح کہ چار مہینے حرمت وعزت والے تھے ان میں لڑنا حرام تھا لیکن مشرکین مکہ کو ان میں سے کسی مہینے میں لڑنے کی ضرورت پیش آجاتی تو اس کی حرمت اگلے مہینے کی طرف منتقل کر دیتے اور اس میں لڑائی کر لیتے۔ مثلاً رجب کا مہینہ حرمت والا مہینہ تھا اس میں لڑائی ممنوع تھی لیکن ان کو اگر دشمن کے مقابلے میں لڑائی پیش آجاتی تو رجب میں لڑ لیتے اور اس کی حرمت شعبان کی طرف منتقل کر دیتے کہ اس سال شعبان کا مہینہ محترم ہے۔ اسی طرح محرم کے مہینے میں لڑنا حرام تھا مگر ان کو اگر کسی کیساتھ لڑنے کی ضرورت پیش آجاتی تو لڑ لیتے اور کہتے کہ اس مہینے کی حرمت ہم نے صفر کی طرف منتقل کر دی ہے کہ صفر میں نہیں لڑیں گے۔ بھائی سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرمت محرم کو حاصل ہے تم نے اپنی طرف سے وہ حرمت صفر کو دیدی رب تعالیٰ کی طرف سے تو حرمت رجب کے مہینے کو حاصل ہے تم نے وہ حرمت شعبان کی طرف منتقل کر دی۔ کسی چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا اپنی مرضی سے یہ کفر میں زیادتی ہے۔ نفس کفر تو پہلے ہے اس سے کفر اور زیادہ ہو گیا کہ تم نے رب تعالیٰ کے حکم کو اپنی جگہ سے پھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ پختہ بات ہے مؤخر کر دینا، اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں زیادتی ہے یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا گمراہ کیے جاتے ہیں اس مؤخر کرنے کیساتھ وہ لوگ جو کافر ہیں یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا حلال سمجھتے ہیں اس مہینے کو ایک سال۔ کہ جب ان کو اس میں لڑائی کی ضرورت پیش آتی ہے تو لڑ لیتے ہیں اور کہتے

ہیں کہ اس مہینے کی حرمت ہم اگلے مہینے کو دیدیں گے وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا اور حرام قرار دیتے ہیں ایک سال۔ یعنی دوسرے سال پھر اس کی حرمت کو برقرار رکھتے ہیں کہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اس میں ہم نہیں لڑیں گے اسی طرح کیوں کرتے ہیں لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ تاکہ پوری کرلیں گنتی اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کی حرمت بیان فرمائی ہے تو چار کا عدد اس طرح پورا کر لیتے کہ رجب کی بجائے شعبان کو حرم شمار کر لیتے یا مثلاً محرم کو حلال سمجھ لیا اور صفر کو عزت والا مہینہ ٹھہرا لیتے حالانکہ یہ غلط تھا۔ محترم تو وہی مہینہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہے تمہیں تو اس کی تعیین کا اختیار کسی کو نہیں دیا کہ جس کو چاہو محترم بنا لو اور جس کو چاہو حلال سمجھ لو۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ روزے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں فرض فرمائے ہیں لیکن کوئی یوں کہے کہ اس سال روزے شوال میں رکھیں گے تو اس کا کوئی مجاز نہیں ہے یا مثلاً حج کا مہینہ ذوالحجہ ہے تو کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ یہ کہنے لگے کہ اس سال ذوالحجہ گرمی میں آرہا ہے لہذا حج ربیع الثانی میں کریں گے کہ سردی ہو جائے گی۔ تو ایسا کوئی نہیں کر سکتا جو چیز رب تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے ہم اس میں ہیر پھیر نہیں کر سکتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے ایسی چیز کی تعیین کرنا جو اللہ تعالیٰ نے متعین نہیں فرمائی، نافرمانی ہے۔ جو متعین ہے اس کو ہٹاؤ نہیں اور جو متعین نہیں اس کو متعین نہ کرو۔ تو وہ مہینوں کو آگے پیچھے کر کے گنتی پوری کر لیتے مَا حَرَّمَ اللّٰهُ اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ پس حلال کر لیتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اور اس کی حرمت دوسرے مہینے کو دے دیتے یہ ان کی زیادتی تھی کفر میں زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ مزین کیے گئے ان کیلئے برے اعمال۔ اور مزین کیے کس نے؟ اس کے متعلق قرآن پاک میں دوسری جگہ آتا

ہے زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ "شیطان نے ان کیلئے اعمال مزین کئے" خوبصورت تاویلوں کیساتھ اور ہیرا پھیری کیساتھ ان کے ذہنوں میں ڈالتا ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو جبراً دھکے کے ساتھ۔ بلکہ اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔" اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان لانے پر اور کفر اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتا باوجود اس کے کہ وہ قادر ہے، کرسکتا ہے۔ لیکن اس نے انسان کو نیکی بدی کرنے کا اختیار دیا ہے۔ مرضی سے نیکی کرے، مرضی سے برائی کرے اس میں انسان مجبور نہیں۔

✿✿✿✿✿

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۬ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہو گیا ہے اِذَا قِيْلَ لَكُمْ کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کوچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ تو تم بوجھل ہوئے جاتے ہو زمین کی طرف اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کیا تم راضی ہو چکے ہو دنیا کی زندگی پر مِنَ الْاٰخِرَةِ آخرت کے بدلے میں فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ پس

نہیں ہے فائدہ دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلے میں اِلَّا قَلِیْلٌ مگر بہت تھوڑا اِلَّا تَنْفِرُوْا اگر تم کوچ نہیں کرو گے یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دیگا دردناک سزا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ اور تبدیل کر دیگا تمہاری جگہ دوسری قوم کو وَلَاتَضُرُّوْهُ شَیْئًا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ اگر تم مدد نہیں کرو گے اس کے رسول کی فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی ہے اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جب نکالا اس کو ان لوگوں نے جو کافر تھے ثَانِیَ اثْنَیْنِ دو میں سے دوسرے تھے اِذْهُمَا فِی الْغَارِ جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے اِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ جب کہا اس نے اپنے صحابی کو لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا تو غمگین نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی عَلَیْهِ ان پر وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی ایسے لشکروں کیساتھ لَّمْ تَرَوْهَا جنکو تم نے نہیں دیکھا وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی اور کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا فیصلہ جنہوں نے کفر کیا تھا پست وَکَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب رہا وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

- پچھلے رکوع میں یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدے کا ذکر تھا کہ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ نِابْنُ اللّٰهِ اور کہا یہود نے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور نصاریٰ نے کہا مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

غزوہ تبوک :

آگے مسلسل کئی رکوع غزوہ تبوک کے بارے میں ہیں۔جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کا ایک مذہبی اور سیاسی پیشوا تھا ابو عامر راہب بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا۔آج کل کے لیڈروں کی طرح کہ جھوٹے ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو سچا ثابت کرتے ہیں۔ابو عامر راہب اسلام کا اور آنحضرت ﷺ کا سخت دشمن تھا بدر سے لیکر غزوہ خندق تک کی لڑائیوں میں اس کا ہاتھ تھا۔آگے اسی سورت میں مسجد ضرار کا ذکر آئے گا وہ بھی اسی کی کوششوں سے بنی تھی۔جس وقت مکہ مکرمہ فتح ہوگیا اور عرب کا سارا علاقہ اسلام کے جھنڈے تلے آگیا تو اس کو پیٹ میں مروڑ اٹھا اس کو بڑی تکلیف ہوئی یہ روم کے بادشاہ ہرقل روم کے پاس روتا ہوا گیا اور اس کو کہا کہ عرب کی سرزمین پر انہوں نے قبضہ کرلیا ہے اور اب وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے روم بھی فتح کرنا ہے اور یہ بات میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے اور ہرقل روم اس سے پہلے بھی کچھ باتیں مسلمانوں کی سن چکا تھا اس نے گویا مزید آگ پر تیل چھڑکا کہ وہ تم پر حملہ کرنے والے ہیں لہذا تم اس کا بروقت دفاع کرو۔اور جس وقت کسی کے اقتدار کو خطرہ لاحق ہو تو وہ پریشان ہوتا ہے اور اس کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ ہرقل روم نے اپنے کمانڈر کیساتھ مشورہ کیا تو انہوں نے کہا یہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے اور کچھ باتیں تم پہلے بھی سن چکے ہو کہ وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے لہذا ان کا علاج کرنا چاہئے۔چنانچہ اس نے ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں لاکھوں کی تعداد میں اپنی فوجیں تبوک کے مقام پر پہنچادیں۔آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے اس کی تحقیق فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کسی خبر پر یقین نہیں کرتے تھے جب تک اس کی تحقیق نہ فرمالیتے اور قرآن کریم کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر پہنچے

فَتَبَيَّنُوْا'' توتحقیق کرلیا کرو۔'' تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی فوجیں تبوک تک نہیں پہنچ گئی ہیں۔ ترکوں کے زمانے میں سعودیہ نے جب لائن بچھائی تھی تو مدینہ طیبہ سے تبوک پندرھواں اسٹیشن تھا اور ہمارے ہاں تو اسٹیشن قریب قریب ہیں وہاں آبادی نہ ہونے کی وجہ سے دور دور ہیں۔ تم یوں سمجھو کہ پندرہ دن کی مسافت تھی لمبا سفر تھا اور سخت گرمی کے دن تھے اسی سورت میں آگے آئے گا کہ منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ بڑی گرمی ہے نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ بہت گرم ہے۔ پھر فصلیں پکی ہوئیں تھیں کھجوریں اتارنے کا وقت تھا۔ فصلوں کی کٹائی کے وقت فصل والوں کو فرصت نہیں ہوتی۔ کہاوت مشہور ہے کہ'' ان دنوں میں جاٹوں کی ماں مرگئی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ اس کو بھڑولے میں ڈال دو فصل سے فارغ ہونے کے بعد دفن کرلیں گے۔'' یعنی وہ اتنے مصروف ہوتے ہیں۔ تو وہ موقع تھا فصل کی کٹائی کا اس وجہ سے کچھ لوگوں سے کمزوری سامنے آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی اگر تم اپنے نبی کیساتھ جہاد میں شریک نہیں ہوگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کا کوئی دوسرا ذریعہ پیدا فرمادیگا۔ ارشاد ربانی ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوگیا ہے اِذَا قِيْلَ لَكُمُ جب تمہیں کہا جاتا ہے انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کوچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ تو تم بوجھل ہوئے جاتے ہو زمین کی طرف، بوجھ بن کر زمین پر گر پڑتے ہو اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کیا تم راضی ہو چکے ہو دنیا کی زندگی پر مِنَ الْاٰخِرَةِ آخرت کے مقابلے میں فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ پس نہیں ہے فائدہ دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا۔ آخرت کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے وہ آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ دنیا

کی زندگی کتنی ہے؟ دس سال، بیس سال، چالیس سال، پچاس سال، سو سال، پانچ سو سال بالآخر ختم ہونے والی ہے۔ تو یہ آخرت کے مقابلے میں ہیچ ہے تم اس زندگی پر راضی ہو چکے ہو اور آخرت کو نظر انداز کر رہے ہو اِلَّا تَنۡفِرُوۡا اگر تم کوچ نہیں کرو گے یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دیگا دردناک سزا وَّیَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ اور تبدیل کر دیگا تمہاری جگہ دوسری قوم کو۔ یہ نہ سمجھو کہ تم ہی ہو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ دین حق اور توحید کی امداد کیلئے کوئی اور قوم لے آئیگا جو دین حق کی امداد کرے گی وَلَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اور اگر ''ہ'' ضمیر کا مرجع آنحضرت ﷺ کو بنایا جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا اگر تم جہاد کیلئے نہیں نکلو گے تو پیغمبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اللہ تعالیٰ ان کے امدادی اور بنادیں گے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو جن لوگوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ سستی کی تھی کہ فصل کی کٹائی کا موسم تھا، سفر لمبا تھا، گرمی کا موسم تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَّا تَنۡصُرُوۡہُ فَقَدۡ نَصَرَہُ اللّٰہُ اگر تم مدد نہیں کرو گے اس کے رسول ﷺ کی پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی ہے اِذۡ اَخۡرَجَہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا جب نکالا اس کو ان لوگوں نے جو کافر تھے ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ دو میں سے دوسرے تھے اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ نویں پارے میں اس کی تم تفصیل سن چکے ہو۔

دار الندوہ میں مشرکین مکہ کی میٹنگ:

قریش مکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف دار الندوہ میں اکٹھے ہوئے اس وقت یہ جگہ مسجد حرام میں شامل ہوگئی ہے۔ اس مشورے کیلئے ہر قبیلے کے ایک آدمی کو دعوت تھی اور مدعوین کے علاوہ کسی اور کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ دروازے پر پہریدار بٹھا دیا گیا

تھا کہ کوئی غیر متعلقہ آدمی داخل نہ ہو صرف وہ آئیں جن کے نام مدعوین میں شامل ہیں۔ چنانچہ وہی لوگ آئے دروازہ بند ہونے والا تھا ایک ناواقف آدمی بزرگانہ شکل میں آیا اور کہنے لگا کہ میں نے بھی اس میٹنگ میں شریک ہونا ہے۔ پہریدار نے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے کہنے لگا نجد سے آیا ہوں چوکیدار نے اندر جا کر بتایا کہ ایک معزز بوڑھا نجد سے آیا ہے اور اندر آنا چاہتا ہے مجلس والوں نے کہا کہ آنے دو کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ یہ اندر جا کر بیٹھ گیا۔ ابو جہل نے اٹھ کر کہا مکے والو! تمہیں معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) کا معاملہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کا کلمہ پڑھنے والوں کو تم نے مارا ہے، شہید کیا ہے، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی مگر اس کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں اگر معاملہ اسی طرح رہا تو تمہارے سارے بچے گمراہ ہو جائیں گے اور تمہارے باپ دادا کا دین مٹ جائے گا۔ لہٰذا آج کی مجلس میں آخری فیصلہ کر کے اٹھنا ہے۔ یہ رائے جب سامنے آئی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ اس کو نظر بند کر دیا جائے نہ لوگ اس کو ملیں اور نہ یہ کسی کو ملے۔ چند آدمیوں نے ان کی رائے کی تائید کی کہ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ایسا کر لو اور دنیا میں غلط سے غلط بات کی تائید کرنے والے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان کی رائے کے بعد ابو جہل اٹھا اور کہنے لگا مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ فَقَدْ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ ''تجربہ شدہ بات کا تجربہ کرنا نادانوں کا کام ہے۔'' تین سال تم نے اس کو شعب ابی طالب میں بند رکھا بتاؤ ان تین سالوں میں اسلام کم ہوا یا زیادہ ہوا ہے؟ کہنے لگے ٹھیک ہے ہم اپنے الفاظ واپس لیتے ہیں۔ اور چند کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اس کو جلا وطن کر دو نہ تم اس کو دیکھو گے نہ یہ تم کو دیکھے گا۔ ان کی بھی کچھ لوگوں نے کھڑے ہو کر تائید کی کہ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ابو جہل نے کھڑے ہو کر کہا تم عجیب لوگ ہو کیسی بات کر رہے ہو؟ تمہیں

معلوم ہے کہ اس کی زبان کتنی میٹھی ہے کہ ہماری اس شدید مخالفت کے باوجود اور رکاوٹیں ڈالنے کے باوجود اس کے پروگرام میں کوئی فرق نہیں آیا اور ساتھی اس کے بڑھتے جا رہے ہیں۔ جب یہ کسی نئی جگہ جائے گا تو اس کا مقابلہ کون کرے گا وہاں یہ دنوں میں فوج بنا لے گا اور تم پر حملہ کر کے تمہیں کچل کر رکھ دے گا کچھ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ ان لوگوں نے بھی کہا کہ ہم اپنی تجویز واپس لیتے ہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ اب آخری بات بتاؤ لوگوں نے کہا پھر یہی ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ وہ نجدی بابا جو اصل میں شیطان لعین تھا کہنے لگا یہ بات بڑی اچھی ہے مگر قتل اس طرح کرو کہ ہر برادری کا ایک ایک آدمی اس کے قتل میں شریک ہو تاکہ بنو ہاشم انتقام نہ لے سکیں اور دیت دینی آسان ہو۔

ہجرتِ مدینہ :

جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے آپ ﷺ کو اس سارے مشورے کی اطلاع دی۔ آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لیکر جبل ثور کی چوٹی پر غار میں جا کر بیٹھ گئے۔ جبل ثور مکہ مکرمہ سے جنوب مشرق کی طرف کافی بلند پہاڑ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں پونے دو گھنٹوں میں غار تک پہنچا تھا کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی بیٹھ کر میں نے دو نفل بھی پڑھے تھے۔ کافروں کو جب پتہ چلا کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے ہیں تو ان میں کھلبلی مچ گئی کھوجیوں کو بلایا سراغ لگانے کیلئے کوئی اِدھر بھاگا کوئی اُدھر بھاگا بڑا کھوجی مخزومی ان کو لیکر غار کے منہ پر پہنچ گیا کہنے لگا یہاں تک ان کا نشان پہنچتا ہے۔ اِدھر یہ ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار کے اندر چلے گئے تو غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا اور اس پر جنگلی کبوتروں نے گھونسلہ تیار کر کے انڈے دے دیئے۔ جب یہ چیز دیکھی تو مشرکین نے کھوجی کی بات پر اعتبار نہ کیا اور کہنے لگے یہ جالا تو محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا

معلوم ہوتا ہے وہ اس غار میں کدھر سے جاسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ چاہے تو مکڑی کے جالے سے قلعے کا کام لے لے۔غار کے اندر سے حضرت صدیق اکبر ؓ نے مشرکین کے پاؤں دیکھے تو آپ ؓ کو سخت پریشانی ہوئی۔آنحضرت ﷺ سے عرض کیا اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف جھک کر دیکھیں تو ہمیں پالیں گے۔اس موقع کا ذکر ہے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا جب کہا اس نے اپنے صحابی کو تو غم نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

صدیقِ اکبر ؓ کی صحابیت کا انکار، قرآن کا انکار ہے :

مفسرین کرام ؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا صحابی ہونا نص سے ثابت ہے۔لہذا جو شخص ابوبکر ؓ کے صحابی ہونے کا انکار کرتا ہے وہ قرآن کا منکر ہے۔اور یہاں ظلم یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ سب سے بڑا کافر ہی ابوبکر ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) خمینی نے کشف الاسرار میں لکھا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد قرآن پاک کا پہلا منکر ابوبکر ہے اور دوسرے نمبر پر قرآن کا منکر ملحد اور زندیق عمر تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ باتیں جب حکومت کے سامنے آتی ہیں تو ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی بالکل۔الٹا حکومت دوسروں کو پکڑتی ہے کہ تم نے یہ حوالے ظاہر کر کے توہین کی ہے۔توہین تو انہوں نے کی ہے جنہوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں اور شیخین کو قرآن کا منکر لکھنے سے بڑی توہین اور کیا ہے؟ ان کتابوں پر پابندی کیوں نہیں لگاتے؟ بیشک سپاہ صحابہ کے ساتھی جذباتی ہیں جذبات میں غلو نہیں کرنا چاہئے مگر وہ مجبور ہیں جب وہ حالات دیکھتے ہیں کہ یکطرفہ کاروائی ہو رہی ہے تو ان کے جذبات ابھرتے ہیں فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی ان پر۔آپ ﷺ پر

اور ابوبکر صدیقؓ پر بھی وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی ایسے لشکروں کیساتھ جنکو تم نے نہیں دیکھا۔ فرشتوں کا لشکر اترا جو نظر نہیں آیا لیکن اس کے اترنے کے بعد کافروں کے دلوں میں رعب پیدا ہو گیا۔ اور اپنے کھوجی کو ڈانٹا اور کہنے لگے تیری مت ماری گئی ہے۔ وہ غار کے اندر جاتے تو یہ انڈے ضرور ٹوٹتے تو نے خواہ مخواہ ہماری ٹانگیں تھکا دی ہیں۔ مایوس ہو کر واپس چلے گئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی اور کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا فیصلہ جنہوں نے کفر کیا تھا پست اور ناکام۔ ان کا فیصلہ یہ تھا کہ معاذ اللہ آپ ﷺ کو شہید کر دیتے ہیں لیکن وہ شہید نہ کر سکے وَکَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کی جان محفوظ رہی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جان محفوظ رہی اور تین راتیں اور تین دن غار ثور میں رہنے کے بعد منزل بمنزل چل کر مدینہ منورہ محلہ قبا میں پہنچے۔ چودہ دن وہاں رہے پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ تو اے لوگو! اگر تم اس وقت آپ کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی مدد کرے گا جس نے اس موقع پر آپ ﷺ کی مدد کی۔

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ لَوۡ كَانَ عَرَضًا قَرِيۡبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوۡكَ وَلٰـكِنۡۢ بَعُدَتۡ عَلَيۡهِمُ الشُّقَّةُ ‌ؕ وَسَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسۡتَطَعۡنَا لَخَـرَجۡنَا مَعَكُمۡ‌ ۚ يُهۡلِكُوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ‌ ۚ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِنَّهُمۡ لَـكٰذِبُوۡنَ ۝ عَفَا اللّٰهُ عَنۡكَ‌ ۚ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَتَعۡلَمَ الۡـكٰذِبِيۡنَ ۝ لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اَنۡ يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ۝

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا کوچ کرو ہلکے ہونے کی حالت میں اور بوجھل ہونے کی حالت میں وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ اور جہاد کرو اپنے مالوں کیساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم جانتے ہو لَوۡ كَانَ عَرَضًا قَرِيۡبًا اگر ہوتا سامان قریب وَّسَفَرًا قَاصِدًا اور سفر درمیانہ لَّاتَّبَعُوۡكَ البتہ یہ ضرور تمہاری پیروی کرتے وَلٰـكِنۡۢ بَعُدَتۡ عَلَيۡهِمُ

الشُّقَّةُ اور لیکن بعید ہو گئی ان پر مسافت وَسَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اور عنقریب یہ قسمیں اٹھائیں گے اللہ کے نام کی لَوِ اسْتَطَعْنَا اگر ہم طاقت رکھتے لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ تو البتہ ضرور نکلتے تمہارے ساتھ یُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ یہ ہلاک کرتے ہیں اپنی جانوں کو وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے بیشک یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ آپ نے کیوں اجازت دی انکو حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكَ یہاںتک کہ واضح ہو جاتے آپ کیلئے الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وہ لوگ جو سچے ہیں وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِیْنَ اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو لَا یَسْتَاْذِنُكَ نہیں رخصت طلب کرتے آپ سے الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اس بات کی کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے پرہیز گاروں کو۔

پچھلے درس میں میں نے کہا تھا کہ آگے مسلسل کئی رکوع غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئے ہیں۔ تبوک سعودی عرب میں ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً ہزار (۱۰۰۰) کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ تبوک کے مقام پر آج کل امریکہ کی فوجیں بیٹھی ہوئیں ہیں۔ ان کو شہزادوں نے اپنے تحفظ کیلئے بٹھایا ہوا ہے کہ امریکہ نے ان کے دماغوں پر یہ ہوّا سوار کیا ہوا ہے کہ اگر ہماری فوجیں نہیں ہوں گی تو تمہیں کویت کھا جائے گا، عراق کھا جائے گا اور ان کا سارا خرچہ سعودیہ برداشت کرتا ہے۔ حالانکہ ان کی فوجوں کو سرزمین

عرب میں رکھنا آنحضرت ﷺ کے صریح ارشاد کے خلاف ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَخْرِجُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ ''یہود ونصاریٰ کو عرب کی سرزمین سے نکال دو'' یہ آپ ﷺ نے اس سال فرمایا جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اِنْ عِشْتُ اگر آئندہ سال تک میں زندہ رہا تو کوئی یہودی اور عیسائی یہاں نہیں رہنے دونگا عرب میں صرف مسلمان رہیں گے۔'' کتنا صاف اور صریح حکم ہے لیکن سعودی شہزادے اپنے دفاع کیلئے اسکی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اپنے ذاتی تحفظ کیلئے تو اتنا کچھ کر رہے ہیں اور ادھر کسووُ میں مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے خدا کی پناہ پوری خبریں نہیں آتیں اور جو آتیں ہیں وہ انسان کے دل کو ہلا دیتی ہیں۔ کسووُ یوگوسلاویہ کی ایک ریاست ہے وہاں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہیں ان کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کی گئی چار لاکھ کے قریب مسلمان بے دردی کے ساتھ شہید کر دیئے کچھ نکال دیئے ہیں اور باقیوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن تمام مسلمان حکومتوں کے سربراہ گونگے، اندھے بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب شلجموں سے مٹی جھاڑنے کیلئے گئے تھے جسطرح امداد ہونی چاہئے تھی اس طرح نہیں ہوئی۔ باقی مسلمان ملک خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں اور اپنے مزے اور عیش میں ہیں۔ حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے ''مسلمان کی مثال ایسے ہے جیسے انسان کے اعضاء ہوتے ہیں ایک عضو کو تکلیف ہو تو باقی سارے اعضاء بیقرار ہو جاتے ہیں۔'' ایسا نہیں کہ آنکھ کو درد ہو تو دوسرے اعضاء کہیں کہ ہمیں کیا، کان میں درد ہو، دانت میں درد ہو جسم کے کسی بھی حصہ میں تکلیف ہو تو سارے اعضاء اس کیلئے بیقرار ہو جاتے ہیں مگر آج ہم اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ اس درد سے غافل ہیں۔ تو خیر تبوک کے مقام پر ہرقل روم

کی فوجیں پہنچ گئیں تو آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچنے کا اعلان فرمادیا۔اور کل میں نے بیان کیا تھا کہ گرمی کا موسم تھا جیسے یہاں جولائی کے مہینے میں ہوتی ہے۔فصلیں پکی ہوئی تھیں، گندم، جو، کھجوریں وغیرہ اور سفر بھی لمبا تھا، سواریوں کی کمی تھی۔دس دس آدمیوں کیلئے ایک ایک سواری تھی ایک آدمی ایک میل سوار ہوتا پھر دوسرا پھر تیسرا یوں سمجھو سارا سفر ہی پیدل تھا۔مخلص ساتھ رہے اور منافقوں نے جان چھڑانے کیلئے خوب بہانے بنائے۔بڑے مکار تھے وہ جانتے تھے کہ مقابلہ رومیوں کیساتھ ہے وہاں سے کچھ غنیمت ملنے کی بھی توقع نہیں تھی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا کوچ کرو ہلکے ہونے کی حالت میں اور بوجھل ہونے کی حالت میں۔ہلکے پھلکے ہونے کا کیا معنیٰ ہے؟ تو اس کی تفسیر یہ ہے کہ تم غریب ہو تمہارے پاس زیادہ سامان نہیں ہے پھر بھی جاؤ۔غریب آدمی کا کیا ہے چادر کندھے پر ڈالی، تلوار سیدھی الٹی پکڑی اور چل پڑا۔اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ انسان تندرست ہو تو اس کا بدن ہلکا پھلکا ہوتا ہے۔اور بوجھل کا معنیٰ ہے کہ امیر ہو کہ امیر آدمی اپنی سہولت کیلئے سامان رکھ کر بوجھل ہو جاتا ہے اور ایک معنیٰ یہ ہے کہ بیمار ہو تو بیماریوں کیوجہ سے بدن بوجھل ہو جاتا ہے۔تو مطلب یہ بنے گا کہ غریب ہو یا امیر ہو، تندرست ہو یا بیمار ہو مگر ایسی بیماری کہ جس کے ساتھ سفر کر سکتے ہو تو کوچ کرو وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ اور جہاد کرو اپنے مالوں کیساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔کہ جب آنکھیں بند ہو جائیں گی قبر برزخ کا معاملہ ہوگا، جنت دوزخ کی منزل آنی ہے اس وقت ان چیزوں کے درجے کا پتہ چلے گا کہ کتنا ہے۔فرمایا لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا اگر ہوتا سامان قریب۔کہ ان کا خیال ہوتا کہ ہمیں

وہاں سامان ملے گا مالِ غنیمت کا وَّسَفَرًا قَاصِدًا اور سفر ہوتا درمیانہ لَّاتَّبَعُوْكَ البتہ یہ ضرور تمہاری پیروی کرتے جان چرانے والے منافق وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ اور لیکن بعید ہوگئی ان پر مسافت۔ ''شُقَّہ'' کے معنیٰ مسافت، کہ مسافت لمبی ہے، رومیوں کیساتھ مقابلہ ہے، کچھ ملنے کی امید نہیں ہے۔ آگے اسی سورۃ میں آئے گا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا بڑی گرمی ہے نہ جانا۔ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اور عنقریب یہ قسمیں اٹھائیں گے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر جب تم واپس آؤ گے لَوِ اسْتَطَعْنَا اگر ہم طاقت رکھتے لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ تو البتہ ہم ضرور نکلتے تمہارے ساتھ لیکن ہم مجبور تھے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ یہ ہلاک کرتے ہیں اپنی جانوں کو جھوٹ بول کر وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کا کوئی عذر نہیں تھا سوائے اس کے کہ گرمی تھی، سفر لمبا تھا وہاں سے کچھ ملنے کی توقع نہیں تھی۔

غزوہ تبوک کا سفر اور منافقین کی چالاکیاں :

بعض منافق بڑے ہوشیار تھے جب سفر شروع ہونے لگا تو آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ کسی نے کہا حضرت میری ماں بیمار ہے اور بالکل قریب المرگ ہے اور میرا کوئی بھائی بھی نہیں کہ اس کو دفن ہی کردے۔ حضرت قبر کھودنی ہے، کفن کا انتظام کرنا ہے، یہ مجبوری ہے ورنہ میں تو بالکل تیار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تجھے چھٹی ہے۔ ایک اور آیا اس نے کہا حضرت میرا غلام جو کام کرتا تھا بھاگ گیا ہے (اور خود بھگا کے آیا) بکریاں بھیڑیں ہیں، اونٹ ہیں، فصل کی کٹائی کرنی ہے کوئی اور آدمی نہیں ہے اگر میں چلا گیا تو جانور بھوکے مر جائیں گے، کھیتی تباہ ہو جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے بھی چھٹی ہے۔ اس

قسم کے بہانے بناتے رہے اور آپ ان کو اجازت دیتے رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا یہاں تک کہ واضح ہو جاتے آپ کیلئے وہ لوگ جو سچے ہیں وَتَعۡلَمَ الۡکٰذِبِیۡنَ اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو۔ کہ انہوں نے جانا ہی نہیں تھا کسی قیمت پر اب انہوں نے آپ ﷺ کی اجازت کو سہارا بنا لیا ہے کہ حضرت نے اجازت دی تھی اس لئے نہیں گئے۔ یہ ان کے ہاتھ سند آ گئی۔ لَا یَسۡتَاۡذِنُکَ نہیں اجازت طلب کرتے آپ سے الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اَنۡ یُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ اس بات کی کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ۔ مخلصوں میں سے کسی نے اجازت نہیں مانگی چاہے وہ آسانی میں تھے یا تنگی میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیا اور جھوٹے منافقوں نے مختلف بہانے بنا کر اپنی جان چھڑائی سوائے چند منافقوں کے جو آپ ﷺ کے ساتھ گئے جن کی تعداد کوئی دس بتلاتا ہے، کوئی بارہ اور کوئی چودہ بتلاتا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی منافق اس سفر میں شریک نہیں ہوا۔ آگے ذکر آئے گا کہ اس سفر میں ایسے حالات بھی پیش آئے کہ کچھ ساتھی پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آواز دی گئی هَلۡ مَعَکُمۡ مِنۡ مَّآءٍ کسی کے پاس کچھ پانی ہے۔ کسی کے پاس پانی نہ ملا۔ دائیں بائیں دوڑے شاید کہیں سے پانی مل جائے، جب نہ ملا تو ذہن میں یہ چیز آئی کہ اونٹ ذبح کر و اس کی اوجھڑی سے پانی نچوڑ کر ان لوگوں کے منہ میں ڈالو کہ ان کی جانیں بچ جائیں۔ مجبوری کی حالت میں شریعت ان چیزوں کی اجازت دیتی ہے۔ شراب حرام ہے، مردار حرام ہے، خنزیر حرام ہے لیکن قرآن پاک میں اِلَّا مَنِ

اضْطُرَّ کا استثنا موجود ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اتنا مجبور ہے کہ ان کے کھائے پیئے بغیر جان نہیں بچ سکتی تو ان کو کھا پی کر جان بچالے غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ نہ لذت تلاش کرنے والا ہو کہ ان کا مزا کیسا ہوتا ہے اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے۔ اگر ایسی مجبوری کی حالت میں ان کو کھائے گا نہیں پیئے گا نہیں اور مر جائے تو گنہگار موت مرے گا کیونکہ رب تعالیٰ نے ا سکو اجازت دی ہے اور رب تعالیٰ کی اجازت کو نہ ماننا بھی گناہ ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے پرہیز گاروں کو۔ اور جن لوگوں نے چھٹی مانگی ہے منافق بے ایمان ہیں۔

✿✿✿✿✿

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ٥ وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَہٗ عُدَّۃً وَّلٰکِنْ کَرِہَ اللّٰہُ انْبِعَاثَھُمْ فَثَبَّطَھُمْ وَقِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ ٥ لَوْخَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالاً وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ ج وَفِیْکُمْ سَمّٰعُوْنَ لَھُمْ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ م بِالظّٰلِمِیْنَ ٥ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَۃَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ وَظَھَرَ اَمْرُ اللّٰہِ وَ ھُمْ کٰرِھُوْنَ ٥

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ پختہ بات ہے آپ سے اجازت مانگتے ہیں الَّذِیْنَ وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ اور شک میں پڑے ہوئے ہیں دل ان کے فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ پس وہ اپنے شک میں ہی متردد ہیں وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ اور اگر وہ ارادہ کرتے نکلنے کا جہاد کیلئے لَاَعَدُّوْا لَہٗ عُدَّۃً تو ضرور تیار کرتے اس کیلئے سامان وَّلٰکِنْ کَرِہَ اللّٰہُ انْبِعَاثَھُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ان کا اٹھ کھڑا ہونا فَثَبَّطَھُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا وَقِیْلَ

اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ اور کہا گیا (تکوینًا) بیٹھ جاؤ تم بیٹھنے والوں کیساتھ لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ اور اگر وہ نکلتے تمہارے درمیان مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا تو نہ زیادہ کرتے تمہارے لئے مگر فساد وَّلَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ اور البتہ شرارت کے گھوڑے دوڑاتے تمہارے درمیان یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَةَ اور تلاش کرتے تمہارے لئے فتنہ وَفِیْکُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ اور تمہارے اندر ان کی باتیں سننے والے ہیں وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ البتہ تحقیق وہ تلاش کر چکے ہیں فتنے کو اس سے پہلے وَقَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ اور الٹ دیا انہوں نے معاملات کو آپ کے سامنے حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ یہانتک کہ حق آ گیا وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ اور ظاہر ہو گیا اللہ تعالیٰ کا حکم وَ هُمْ کٰرِهُوْنَ اور وہ ناپسند کرتے تھے۔

پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا شیوہ بیان فرمایا کہ وہ اپنے مال جان کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور اس معاملے میں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے رخصت طلب نہیں کرتے انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو بھی تکلیف پہنچے اسے وہ برداشت کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف منافقوں کا طرزِ عمل یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ پختہ بات ہے آپ سے اجازت مانگتے ہیں جہاد پر نہ جانے کی وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔ نہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور نہ آخرت پر ان کا ایمان ہے وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ اور شک میں پڑے ہوئے ہیں دل ان کے اسلام کے بارے میں فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ پس

وہ اپنے شک میں ہی متردد ہیں۔ ان کے دل ایمان والے نہیں ہیں اسلئے کبھی کوئی بہانہ بناتے ہیں اور کبھی کوئی بہانہ بناتے ہیں۔ فرمایا ہم ایک نشانی بتا دیتے ہیں ان کے جھوٹے ہونے کی وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ نے تبوک کے سفر پر روانگی سے چند دن قبل اعلان فرمایا کہ ہم نے اس طرح تبوک کے مقام پر پہنچنا ہے۔ اپنا سامان تیار کرلو، اپنے لئے گھوڑے، خچر، اونٹ وغیرہ سواریوں کا انتظام کرلو اور جو کچھ تمہارے پاس اسلحہ ہے تلواریں، نیزے، تیر کمان وغیرہ کا سامان کرلو۔ آپ ﷺ نے یہ اعلان نماز کے بعد فرمایا کہ میری بات سن کر جانا۔ سب لوگ نمازی تھے ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھوں۔ اس زمانے میں اس بات کا تصور بھی نہیں ہوتا تھا کہ مسلمان ہو، معذور بھی نہ ہو اور مسجد میں حاضر نہ ہو۔ اذان کیساتھ ہی مسجدیں بھر جاتیں تھیں۔ تو آپ ﷺ نے نماز کے بعد اعلان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ میرا اعلان جہاں تک پہنچا سکتے ہو پہنچاؤ۔ مدینہ طیبہ اور اردگرد کی آبادیوں کا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جس تک یہ جہاد کا اعلان نہ پہنچا ہو۔ اور عین جب جانے کا وقت ہوا تو یہ منافق آگئے اور مختلف بہانے بنا کر اجازت طلب کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ اور اگر وہ ارادہ کرتے نکلنے کا جہاد کیلئے لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً تو ضرور تیار کرتے اس کیلئے اپنا سامان۔ سفر کیلئے جو سامان تیار کرنا تھا وہ تو کیا نہیں اور ماں بیمار ہے، مرنے والی ہے اور کسی نے کہا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے کام کرنے والا کوئی نہیں، بہانے بنا کر رخصت طلب کرنے کیلئے آگئے ہیں۔ ان کا جانے کا ارادہ ہی نہیں تھا وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ان کا اٹھ کھڑا ہونا۔ جہاد کیلئے ان کا جانا رب تعالیٰ کو پسند ہی نہیں تھا فَثَبَّطَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم پھیر دیتے ہیں

جدھر کوئی پھرے۔ کیونکہ ان کا ارادہ اور نیت ہی جہاد کیلئے جانے کی نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو روکدیا کہ جانے کی توفیق ہی نہیں دی وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ اور کہا گیا (تکوینی طور پر) بیٹھ جاؤ تم بیٹھ جانے والوں کیساتھ تمہارا جنگ میں جانا سودمند ثابت نہیں ہوگا کیونکہ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ اور اگر وہ نکلتے تمہارے درمیان۔ یعنی تمہارے ساتھ جہاد کیلئے جاتے مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا تو نہ زیادہ کرتے تمہارے لئے مگر فساد۔ مقصد یہ ہے کہ اگر بادل نخواستہ آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑتے تو آپ کیلئے مشکلات میں اضافہ کا باعث بنتے لہذا ان کا نہ جانا ہی بہتر تھا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ اور البتہ شرارت کے گھوڑے دوڑاتے تمہارے درمیان۔ ''ایضاع'' گھوڑے اور اونٹ کو تیز دوڑانے کو کہتے ہیں مگر محاورہ کے طور پر اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ اِدھر کی باتیں اُدھر کی جائیں اور اُدھر کی باتیں اِدھر کی جائیں جس سے فتنہ فساد کا بازار گرم ہو۔ منافقین کی ایک خصلت یہ بھی بیان فرمائی يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ اور تلاش کرتے تمہارے لئے فتنہ۔ جب سے آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے یہ لوگ ہمیشہ سازشوں میں مصروف رہے اور فتنہ فساد کی آگ بھڑکاتے رہے۔ کبھی یہودیوں کے ساتھ مل کر اہل ایمان کے خلاف سازش کی اور کبھی مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف مدد دی۔ اب بھی اگر یہ لوگ جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوتے تو کوئی نہ کوئی فتنہ ہی کھڑا کرتے لہذا اچھا ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں رفیق نہیں بنے وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ اور تمہارے اندر ان کی باتیں سننے والے ہیں۔ یعنی تمہارے اندر ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی باتوں کو سنتے ہیں یعنی ان کی لگائی بجھائی سے متاثر ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ سچے مومن دل کے کھرے ہیں ان کو بھی وہ کھرے سمجھتے ہیں۔ جب سچے مومن منافقین کی چال میں آجائیں گے تو فتنہ ہی برپا ہوگا۔ جیسے

محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ جواللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہ بڑے بزرگ ہیں ہم ان کے متعلق امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جنت میں بہترین ٹھکانے بنائے ہیں لیکن ہم ان کی بیان کردہ ہر حدیث نہیں مانیں گے۔ کیونکہ یہ بڑے صاف دل اور سچے لوگ ہیں یہ دوسروں کے بارے میں بھی یہی گمان کرتے ہیں کہ وہ بھی سچ کہہ رہے ہیں تحقیق نہیں کرتے جوان کے سامنے حدیث کہہ کر بیان کرے لے لیتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے حدیث کے وَضّاع اور کذاب بھی گزرے ہیں جو جعلی احادیث بناتے رہے ہیں۔ یہ نیک لوگ کھوٹے کھرے کی تمیز نہیں کر سکتے۔

شیخ عبدالقادر کی کتاب غنیۃ الطالبین کی تحقیق :

غنیۃ الطالبین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب ہے مگر جعلی احادیث کا اس میں انبار ہے۔ اس وجہ سے بعض محدثین نے انکار کر دیا ہے کہ یہ کتاب ان کی نہیں ہے۔ ناقد فنِ رجال علامہ ذھبی وغیرہ فرماتے ہیں کہ کتاب انہی کی ہے مگر چونکہ بزرگ تھے روایات بیان کرنے والوں نے بیان کیں انہوں نے لکھ لیں تحقیق نہیں کی۔ خود سچے تھے دوسروں کو بھی سچا سمجھتے تھے۔ اور محدثینِ کرامؒ تو راویوں کے بال کی کھال اُتارتے ہیں کہ یہ راوی کب پیدا ہوا، کس استاد سے پڑھا، کس سے سنا اور کس وقت سنا وہ جب حدیث سنتے ہیں تو راوی کی تحقیق کر کے پاؤں سے زمین نکال دیتے ہیں جیسے آج کل وکیل گواہ پر جرح کرتے ہیں وہ ایسی باتیں پوچھتے ہیں کہ گواہ بیچارہ حیران ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا تمہارے اندر ان کی باتیں سننے والے بھی ہیں جو نیک ہیں، سچے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ بھی سچ کہتے ہیں۔ اچھا ہوا کہ یہ شیطان نہیں گئے کہ اگر یہ جاتے تو تمہارے لئے فساد اور شرارتیں تلاش کرتے وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ البتہ تحقیق وہ تلاش کر چکے ہیں فتنے کو اس سے پہلے وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ اور الٹ دیا انہوں نے معاملات کو آپ کے سامنے حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ یہاںتک کہ حق آ گیا وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ اور ظاہر ہو گیا اللہ تعالیٰ کا حکم۔ اس طرح کے بہت سارے واقعات قرآن پاک میں ہیں کہ واقعہ کچھ تھا اور منافقوں نے پلٹ کر کچھ اور بنا کر دکھایا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت کو ظاہر فرمایا اور معاملہ صاف ہوا۔ ایک واقعہ میں عرض کرتا ہوں جس کا پانچویں پارے میں ذکر ہے۔

بشیر نامی منافق کا واقعہ :

بشیر نامی ایک منافق نے حضرت رفاعہ ؓ کے گھر نقب لگائی اور آٹے کی بوری، تلوار، زرہ اور خود چوری کر کے لے گیا۔ بوری میں تھوڑا سا سوراخ تھا جس راستے سے جاتا رہا تھوڑا تھوڑا آٹا گرتا رہا، تھا بڑا ہوشیار اور چالاک کہ بوری اپنے گھر رکھنے کی بجائے دور محلے میں لبید ابن الاعصم کے گھر جا کر رکھی۔ ادھر صبح کو جب گھر والے اٹھے دیکھا دیوار پھٹی ہوئی ہے اور اس سے روشنی اندر آ رہی ہے عورتوں نے شور مچایا کہ چوری ہوگئی ہے۔ آٹے کی بوری نہیں، تلوار نہیں، زرہ نہیں اور خود نہیں، اس وقت یہ قیمتی چیزیں تھیں۔ حضرت رفاعہ ؓ بوڑھے آدمی تھے منہ میں کوئی دانت نہیں تھا کوئی بات ان کی سمجھ آتی تھی کوئی سمجھ نہیں آتی تھی۔ اپنے بھتیجے حضرت ابوقتادہ ؓ کو بلایا اور فرمایا بیٹے یہ معاملہ ہو گیا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں میری کوئی بات سمجھ آتی ہے اور کوئی سمجھ نہیں آتی اور چل بھی نہیں سکتا لہذا تم میری طرف سے آنحضرت ﷺ کے سامنے مقدمہ پیش کرو کہ اس طرح ہماری چوری ہوگئی ہے اور قرائن سے ہمیں فلاں آدمی پر شک ہے۔ وہاں منافق بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فوراً آپس میں میٹنگ کی اور آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہ جس

نوجوان کا یہ ذکر کرتے ہیں وہ تو بڑا پارسا، نیک آدمی ہے، بڑا متقی اور پرہیزگار آدمی ہے بلا وجہ اس پر الزام لگا رہے ہیں ان کے پاس کوئی گواہ ہے؟ بھائی رات کو کون گواہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے اس انداز سے گفتگو کی کہ آنحضرت ﷺ نے ان کی باتوں کو سچا سمجھا اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو جھڑک دیا کہ بغیر ثبوت کے تم ایک آدمی پر چوری کا الزام لگاتے ہو اتنے آدمی اس کی صفائی پیش کر رہے ہیں۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا اور روتا ہوا تایا جی کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ یہ بات ہوئی ہے۔ فرمانے لگے بیٹا کوئی بات نہیں دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے لیکن حق حق ہے انشاء اللہ حق ہو کر رہے گا۔ تو اس سلسلے میں دو رکوع نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ان کی طرف سے جھگڑا نہ کریں جنہوں نے اپنی جانوں کیساتھ خیانت کی۔ یہ واقعی جھوٹے ہیں، چور ہیں۔ اب دیکھو منافقوں نے معاملہ کو کس طرح پلٹا کہ آپ ﷺ نے جھوٹوں کو سچا اور سچوں کو جھوٹا سمجھا۔ حق آیا، وحی آئی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوا۔ تو فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کے سامنے پہلے بھی معاملات پلٹ چکے ہیں یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ اور وہ ناپسند کرتے تھے حقیقت کے کھلنے کو لیکن اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ○ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ○ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ کہ آپ مجھے رخصت دیدیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا خبردار فتنے میں تو یہ گرے ہوئے ہیں وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ اور بیشک جہنم البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ اگر پہنچے آپ کو کوئی بھلائی تَسُؤْهُمْ ان کو بری لگتی ہے وَاِنْ تُصِبْكَ

مُصِیبَةٌ اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت یَقُولُوا تو کہتے ہیں قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ تحقیق ہم نے اپنا معاملہ سنبھال لیا تھا اس سے پہلے وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ اور پھرتے ہیں وہ اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّنْ يُّصِيبَنَآ ہمیں ہرگز نہیں پہنچے گی اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا مگر وہی چیز جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے ہمارے لئے هُوَ مَوْلٰنَا وہی ہمارا آقا ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ پر ہی چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ تم نہیں انتظار کرتے ہمارے بارے میں اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ مگر دو بھلائیوں میں سے ایک کی وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں اَنْ يُّصِيبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ کہ پہنچائے اللہ تعالیٰ تم کو عذاب مِّنْ عِنْدِهٖٓ اپنی طرف سے اَوْ بِاَيْدِيْنَا یا ہمارے ہاتھوں کیساتھ فَتَرَبَّصُوْٓا پس تم انتظار کرو اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ بیشک ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا آپ کہہ دیں خرچ کرو تم خوشی سے یا جبراً لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا تم سے اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بیشک تم نافرمان قوم ہو۔

غزوہ کی تعریف اور ان کی تعداد :

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں جو جہاد پیش آئے ہیں ان میں آپ ﷺ نے شرکت کی یا حکم دیا اس کو غزوہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں ستائیس (۲۷) غزوات ہوئے ہیں۔ اور جہاد ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوا ہے۔ گویا نو سالوں میں ستائیس غزوات

ہوئے تو اوسطً فی سال تین غزوے ہیں۔ان میں سے پہلا جہاد غزوہ بدر تھا جو بالکل بے سروسامانی کا معاملہ تھا لیکن رب تعالیٰ نے اپنی قدرت سے غلبہ عطا کیا۔اس کے بعد غزوۂ احد تھا پھر احزاب تھا اس کے بعد بنو قریظہ اور پھر غزوۂ خیبر ہوا اس کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ اور یہ جو رکوع چلے آرہے ہیں ان میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے۔یہ ہجرت کے نوویں سال پیش آیا اور پہلے میں نے بتایا تھا کہ یہ جتنے غزوات ہوئے ہیں ان میں یہودیوں کے مذہبی اور سیاسی پیشوا ابو عامر کا ہاتھ تھا۔عرب کی ساری زمین ۸ھ تک جب اسلام کے جھنڈے کے نیچے آگئی تو یہ بہت زیادہ پریشان ہوا کہ عرب تو سارا ان کے ہاتھ آگیا ہے اب انہوں نے دوسرے ملکوں پر بھی حملہ کر دینا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے غریب مسلمانو! ایک وقت آئے گا کہ تم قیصر وکسریٰ کی حکومتوں پر بھی فتح پاؤ گے۔یہ لفظ بھی اس نے باقاعدہ نوٹ کئے ہوئے تھے۔چنانچہ اس نے ہرقل روم کو جا کر اکسایا اس کو کہا کہ میں مدینہ طیبہ سے آیا ہوں اور تم سن چکے ہو کہ محمد (ﷺ) نامی شخص نے عرب کی ساری زمین فتح کر لی ہے اور اب وہ تمہارے اوپر حملہ کرنے والا ہے ان کے متعلق کچھ فکر کرو۔وہ بادشاہ تھا کچھ باتیں اُس نے بھی سنی ہوئی تھیں اس نے اور تیز کر دیا۔اُس نے کمانڈروں کیساتھ مشورے کے بعد فوجیں تبوک کے مقام پر پہنچا دیں کہ یکبارگی حملہ کر کے سارے عرب سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیں گے۔آنحضرت ﷺ کو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی تبوک کے مقام پر ہرقل کی فوجیں پہنچ چکی ہیں۔آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو تبوک کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا مخلص ساتھی سارے تیار ہو گئے باوجودیکہ سخت گرمی اور فصلوں کی کٹائی کا موسم تھا اور بے سروسامانی کا عالم تھا۔لیکن منافقوں نے طرح طرح کے بہانے تراش کر جان چھڑائی سوائے چند منافقین کے جو مجبوراً ساتھ گئے۔جیسے عبداللہ ابن

ابی ۔لیکن وہ بھی اپنی سازشوں سے باز نہیں آیا۔ان منافقوں میں ایک جُدُّ ابْنُ قَیس بھی تھا۔یہ بڑا صحت مند،خوبصورت اور مالدار آدمی تھا اس کی شکل شباہت دیکھ کر آدمی مرعوب ہو جاتا تھا۔یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں اور اس غزوے میں ضرور شرکت کروں لیکن میرے اندر ایک کمزوری ہے،نقص ہے کہ میں ہرجائی ہوں (اردو کی اصطلاح میں ہرجائی اس آدمی کو کہتے ہیں جو ہر سفید گوری عورت کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جائے۔) اور سنا ہے کہ روم کی عورتیں بڑی گوریاں ہیں پھر میں تو ان کو دیکھ کر وہیں کا ہو جاؤں گا۔اندازہ لگاؤ کیسی گفتگو کر رہا ہے یہ بات کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آئی اس کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں،جُدُّ ابْنِ قیس ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي کہ آپ مجھے رخصت دیدیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔کہ میں وہاں گیا تو وہاں کا ہو کر رہ جاؤں گا کہ میرے اندر عیب ہے میں گوری عورت دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا خبردار فتنے میں تو یہ گرے ہوئے ہیں وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ اور بیشک جہنم البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو۔منافقین کی اور برائی اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ اگر پہنچے آپ کو کوئی بھلائی تَسُؤْهُمْ ان کو بری لگتی ہے۔کسی جگہ فتح ہو جائے،مالِ غنیمت مل جائے،کافر دھڑا دھڑ مسلمان ہو جائیں جو بات بھی آپ کیلئے خوشی اور بھلائی ہو ان کو بری لگتی ہے وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت يَّقُوْلُوْا کہتے ہیں قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ تحقیق ہم نے اپنا معاملہ سنبھال لیا تھا اس سے پہلے۔یعنی ہم نے اپنے بچاؤ کا سامان کر لیا تھا کہ شریک ہی نہیں ہوئے اور دوسرے مقام میں آتا ہے کہ اگر آپ ﷺ کو

تکلیف پہنچتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ اور وہ پھرتے ہیں اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔اچھا ہوا ان کو تکلیف پہنچی اور ہماری جان بچ گئی۔احد کے مقام پر آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا، چہرۂ اقدس زخمی ہوا تھا مسلمانوں کے صدمے کی کوئی حد نہیں تھی حضرت عمر ؓ جیسے بہادر قدم اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ایک چٹان کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔حضرت انس ابن نصر ؓ نے کہا عمر کیا بات ہے؟ فرمایا ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔عرض کیا کہ کوئی مرہم پٹی کی ہے؟ فرمایا اس طرح نہیں ٹوٹی تو نے نہیں سنا کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں انہوں نے کہا کیا تمہارے لئے جنت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟ فرمایا نہیں! مگر پاؤں آگے چلیں تو میں چلوں۔اتنے بہادر آدمی کے صدمے کا یہ عالم تھا کہ قدم اٹھانے کی سکت نہیں اور منافق خوش تھے کہ اچھا ہوا قُلْ آپ کہہ دیں لَنْ يُّصِيبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ہمیں ہرگز نہیں پہنچے گی مگر وہی چیز جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے هُوَ مَوْلٰنَا وہی ہمارا آقا ہے، ہمارا کارساز ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ اور اللہ تعالیٰ پر ہی چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔کہ وہ ہمارا رب ہے اس نے جو ہمارے لئے لکھا ہوگا وہی ہوگا قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ تم نہیں انتظار کرتے ہمارے بارے میں مگر دو بھلائیوں میں سے ایک کی۔ایک بھلائی ہے ہمارا شہید ہو جانا اور ایک بھلائی ہے ہمارا فتح پالینا ہمارے لئے وہ بھی ٹھیک ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے۔

شہید کا مقام :

کافروں پر فتح ہو جائے تو یہ بھی ہمارے لئے خوشی ہے اور اگر شہادت مل جائے تو یہ بھی ہمارے لئے خوشی ہے کہ ایک شہید کو ستر بہتر گنہگاروں کی سفارش کا موقع ملے گا۔

شہید سے قبر میں سوال جواب نہیں ہوتے ،قبر کے حساب سے بالکل فارغ ہو جاتا ہے حالانکہ قبر کا حساب بڑا سخت اور مشکل ہے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔اس کے بدن سے خون کے قطرے بعد میں زمین پر گرتے ہیں اور حوریں پہلے پہنچ جاتی ہیں۔کوئی معمولی درجہ ہے؟اور جنت میں سو درجے اونچی بلڈنگ شہید کو ملے گی اور رب تعالیٰ کی رضا ہو گی۔تو ہمارے لئے شہادت بھی اچھی ہے اور کافروں پر فتح اور غلبہ بھی اچھا ہے وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں اَنْ يُّصِيبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ کہ پہنچائے اللہ تعالیٰ عذاب تم کو اپنی طرف سے کہ براہ راست سزا دے اَوْ بِاَيْدِينَا یا ہمارے ہاتھوں سے کہ ہمیں حکم دے تمہارے خلاف لڑنے کا۔ہمارے ہاتھوں سے تمہیں سزا دے ہم رب تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں۔کافروں کیساتھ جہاد تلوار کیساتھ تھا اور منافقوں کیساتھ تلوار کا نہیں تھا۔ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت کافروں کے خلاف ہم لڑتے ہیں یہ منافق ان سے زیادہ سخت ہیں ان کیساتھ کیوں نہ لڑیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا دَعْ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا (ﷺ) يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ ''چھوڑو!لوگ کہیں گے کہ بیشک محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔''چونکہ یہ لوگ زبانی کلمہ پڑھتے ہیں،نمازیں پڑھتے ہیں عام لوگ معاملہ فہم نہیں ہوتے وہ سمجھیں گے کہ کلمہ پڑھنے والوں کو قتل کر دیا ہے۔وہ کلمہ سے بیزار ہو جائیں گے بدنامی ہو گی۔فرمایا فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ پس تم انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حکم کیا آتا ہے؟ یہ منافقین چندہ بھی دیتے تھے لیکن چندہ دینے کا انداز بڑا عجیب ہوتا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے مخلص تھے ریاکاری سے بچتے تھے۔وہ کوشش کرتے تھے کہ جب آپ ﷺ اکیلے ہوں اس وقت چندہ دیں یا ایسے موقع پر کہ لوگ کم سے

کم جمع ہوں۔لیکن یہ منافق بڑے ہوشیار تھے یہ انتظار کرتے تھے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جمع ہو جائیں بڑا مجمع بن جائے پھر آ کر کہتے کہ حضرت یہ ہماری طرف سے چندہ ہے تاکہ لوگ دیکھیں اور سمجھیں کہ یہ بھی مسلمان ہیں اور ہمیں کچھ نہ کہیں اور دھوکے میں بھی رہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا خرچ کرو تم خوشی سے یا جبراً لَّنْ یُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا تم سے یہ مال اور چندہ۔کیونکہ قبولیت کی بنیادی شرط ایمان ہے اور ایمان تو دل کیساتھ تعلق رکھتا ہے قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ[۱۴/النحل:۱۰۶]"اس کا قلب مطمئن ہو ایمان کیساتھ" ایمان کا مرکز دل ہے۔اگر دل میں ایمان نہیں تو زبان سے کلمہ پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اور منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے کلمہ پڑھتا ہے دل سے نہیں اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ بیشک تم نافرمان قوم ہو۔تم دل سے ایمان نہیں لائے تمہارے چندے رب تعالیٰ کیوں قبول کرے؟

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝

وَمَا مَنَعَهُمْ اور نہیں روکا ان کو اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ کہ قبول کیے جائیں ان سے نَفَقٰتُهُمْ ان کے چندے اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ مگر اس بات نے کہ بیشک انہوں نے کفر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اور وہ نہیں ادا کرتے نماز کو اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى مگر اس حال

میں کہ وہ سست ہوتے ہیں وَلَا یُنْفِقُوْنَ اورنہیں خرچ کرتے وہ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرتے ہیں فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ پس نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اور نہ ان کی اولاد اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا کہ ان کو سزا دے ان کی وجہ سے فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ اور نکلیں ان کی جانیں وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اور وہ قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ کہ بیشک وہ تم میں سے ہیں وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ اور لیکن وہ قوم ہے ڈرنے والی لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اگر وہ پائیں کوئی جائے پناہ اَوْ مَغٰرٰتٍ یا کوئی سرنگیں اَوْ مُدَّخَلًا یا کوئی داخل ہونے کی جگہ لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ البتہ پھر جائیں اس کی طرف وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ اور وہ بڑی تیزی سے جائیں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ پر عیب لگاتے ہیں فِى الصَّدَقٰتِ صدقات کی تقسیم میں فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا پس اگر دیا جائے ان کو اس میں سے رَضُوْا راضی ہو جاتے ہیں وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اور اگر ان کو نہ دیا جائے اس میں سے اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ اچانک وہ ناراض ہو جاتے ہیں وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا اور اگر وہ بیشک راضی ہو جاتے ہیں مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اس چیز پر جو دی ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے وَقَالُوْا حَسْبُنَا

اللّٰہُ اور کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے سَیُؤْتِینَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ عنقریب دیگا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وَرَسُوْلُہٗ اور اللہ تعالیٰ کا رسول اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

گذشتہ درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ منافق مختلف موقعوں پر چندہ بھی پیش کرتے دکھاوے کیلئے اور ایسے موقع پر پیش کرتے تھے کہ لوگوں کی حاضری زیادہ ہوتا کہ لوگ دیکھیں کہ فلاں نے اتنا چندہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ چندہ خوشی سے دیں یا جبراً دیں ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ عدم قبولیت کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے وَمَا مَنَعَھُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْھُمْ نَفَقٰتُھُمْ اور نہیں روکا ان کو کہ قبول کئے جائیں ان سے چندے اور خرچے اِلَّآ اَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ مگر اس بات نے کہ انہوں نے کفر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

قبولیتِ عمل کی شرطیں :

کفر کی حالت میں چندہ دینے اور امداد کرنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اعمال کی قبولیت کا مدار تین چیزوں پر ہے۔

۱) ایمان...... اگر کسی میں ایمان نہیں ہے اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی۔ نہ قولی، نہ فعلی، نہ مالی، نہ بدنی، چاہے وہ کتنی خوبصورت ہی کیوں نہ ہو۔

۲) ایمان کے بعد دوسری چیز ہے اخلاص...... کہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو ریاکاری اور دکھلاوا نہ ہو، نام اور شہرت مقصود نہ ہو۔ اگر کسی عمل میں نمود آ گیا تو گناہ لازم اور ثواب کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور......

۳) تیسری چیز اتباعِ سنت...... سنت کی پیروی میں جو عمل کیا جائے گا وہ قبول ہوگا۔ بدعت

رسم کا کوئی ثواب نہیں ہے بلکہ اس پر گرفت ہوگی۔تو چونکہ ان میں ایمان نہیں ہے اسلئے ان کے چندے قبول نہیں ہیں وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی اور وہ نہیں ادا کرتے نماز کو مگر اس حال میں کہ وہ سست ہوتے ہیں۔نماز میں سستی کرنا منافقوں کا کام ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس صفت سے بچائے۔حدیث پاک میں آتا ہے اَثْقَلُ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ ''منافقوں پر بھاری نمازیں دو ہیں عشاء اور فجر کی۔''مومن سارے کام چھوڑ کر نماز کی طرف آتا ہے اور منافق بہانے بناتا ہے وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ اور نہیں خرچ کرتے وہ مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرتے ہیں۔خوشی سے چندہ نہیں دیتے بلکہ دکھلاوے کے طور پر دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ پس نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو اے نبی کریم ﷺ ان کے مال اور نہ ان کی اولاد۔کہ ان کو اتنا مال کیوں ملا ہے اور اتنی اولاد کیوں ملی ہے؟ تعجب نہ کریں کیوں؟ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کہ ان کو سزا دے ان اموال اور اولاد کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں۔مال مشقت سے کماتے ہیں پھر اس کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح اولاد کے پالنے کی مشقت برداشت کرتے ہیں لیکن ایمان نہیں ہے تو یہ مشقتیں آخرت میں کام نہیں آئیں گی تو ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہی ہے کہ جس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔مومن بھی مال کماتے ہوئے مشقت برداشت کرتا ہے لیکن چونکہ ایمان ہے تو یہ مشقت اس کے گناہوں کا کفارہ بنے گی اور کمانے پر ثواب بھی ملے گا اور گناہوں کا کفارہ بھی ہوگا۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن جو لقمہ کما کر بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے اس

سے اس کو صدقے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ حالانکہ بیوی کا خرچہ اس پر فرض ہے اسی طرح اولاد کو خوراک اور لباس مہیا کرتا ہے تو اس پر بھی اسکو ثواب ملتا ہے حالانکہ یہ بھی اس کے ذمے ہیں۔ فرمایا وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اور وہ قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی اِنَّھُمْ لَمِنْکُمْ کہ بیشک وہ تم میں سے ہیں۔ منافقین اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھا کر مومنوں کو کہتے تھے کہ ہم تم میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَاھُمْ مِّنْکُمْ حالانکہ وہ منافق تم میں سے نہیں ہیں وَلٰکِنَّھُمْ قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ اور لیکن وہ قوم ہے ڈرنے والی، ڈرپوک قوم۔ یہ تم سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کو پتہ چل گیا ہماری منافقت کا تو ہم پر سختی کریں گے اسلئے جان بچانے کیلئے تمہارے سامنے قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں۔ فرمایا ان کی حالت یہ ہے لَوْیَجِدُوْنَ مَلْجَاً۔ "مَلْجَاً" کا معنی ہے جائے پناہ۔ اگر وہ پائیں کوئی جائے پناہ اَوْمَغٰرٰتٍ۔ مغٰرٰتٍ "مَغَارَۃٌ" کی جمع ہے مَغَارَۃٌ کا معنی ہے سرنگ جو پہاڑوں میں ہوتی ہیں۔ بہت سارے علاقے ایسے ہیں کہ وہاں کے لوگ اس وقت بھی سرنگوں میں گذارہ کرتے ہیں۔ عالم اسباب میں افغانستان میں جنگ جیتنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مجاہدین کی بڑے بڑے پہاڑوں میں سرنگیں ہیں جہاں وہ رہتے ہیں۔ روس اپنا پورا زور لگا چکا ہے نہ وہ ان پہاڑوں کو اڑا سکا ہے اور نہ سرنگیں ختم کر سکا ہے۔ تو فرمایا ان کو سرنگیں مل جائیں اَوْمُدَّخَلاً یا کوئی داخل ہونے کی جگہ لَّوَلَّوْا اِلَیْہِ البتہ پھر جائیں اس کی طرف وَھُمْ یَجْمَحُوْنَ اور وہ بڑی تیزی سے جائیں۔ جَمَحَ کا معنی ہے گھوڑا لگام کی پرواہ کیے بغیر تیزی کے ساتھ چلے۔ مطلب یہ ہے کہ لگام والے گھوڑے کی طرح سر اٹھائے چلے جائیں مگر اب مصیبت یہ ہے کہ سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا ہے ان کو کوئی جگہ نہیں ملتی سر چھپانے کو اسلئے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھا کر تمہیں اعتماد میں لیتے ہیں اور

الٹی سیدھی نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں مگر اندر سے دل صاف نہیں ہیں۔زبانی طور پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حقیقت میں مومن نہیں ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ پر عیب لگاتے ہیں صدقات کی تقسیم میں۔آنحضرت ﷺ کے پاس مال آیا آپ ﷺ اس کو تقسیم فرمارہے تھے اور آپ ﷺ کی خدمت میں کافی لوگ جمع تھے۔آپ ﷺ گھر کے افراد اور لوگوں کی حیثیت کو سامنے رکھ کر مال تقسیم فرمارہے تھے۔مثلاً جس آدمی کے گھر کے افراد دس تھے اس کو اس کے مطابق دیا اور یہ بھی انصاف کا تقاضا ہے۔اور جو مقروض تھا اس کو قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ زیادہ دے دیا، بڑے کو کچھ زیادہ دے دیا، چھوٹے کو تھوڑا دے دیا اور ظاہر بات ہے کہ بڑے کا خرچہ اور ہوتا ہے چھوٹے کا خرچہ اور ہوتا ہے۔فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ملک کا بادشاہ ہے اس کے گھر کے افراد چار ہیں لیکن اس کے گن مین ہیں، چپڑاسی ہے، اردلی ہے تو اس کو خرچہ صرف چار افراد کے حساب سے نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کے باقی عملہ کو سامنے رکھ کر خرچہ دیا جائے گا یہ ساری باتیں انصاف اور شریعت کے مطابق ہیں لیکن دنیا نہیں سمجھتی۔تو آنحضرت ﷺ صدقات تقسیم فرمارہے تھے حرقوص بن زہیر قبیلہ بنوتمیم کا بڑا منہ پھٹ آدمی تھا اس نے اعتراض کیا۔کہنے لگا مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ يَا مُحَمَّدُ ''آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیا ہے۔''اس کا ذکر ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جو آپ ﷺ پر عیب لگاتے ہیں صدقات کی تقسیم کے سلسلہ میں فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا پس اگر دیا جائے ان کو اس میں سے تو راضی ہو جاتے ہیں پھر زبان نہیں کھولتے وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اور اگر ان کو نہ دیا جائے صدقات میں سے اور صرف مستحقین کو دیا جائے تو اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ اچانک وہ ناراض ہو جاتے ہیں کہ ہمیں نہیں دیا وَلَوْ اَنَّهُمْ

رَضُوْا اور اگر بیشک وہ راضی ہو جاتے ہیں مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اس چیز پر جو ان کو دی ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی صدقات، عشر اور زکوٰۃ اکٹھی ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ ان کو اپنے ہاتھوں سے تقسیم کر دیتے ہیں۔ یہ مطلب ہے کہ جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اور رسول ﷺ نے دیا وَقَالُوْا اور کہتے ہیں حَسْبُنَا اللّٰهُ ہمیں اللہ کافی ہیں سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عنقریب ہمیں دیگا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے۔ آئندہ بھی ایسے مواقع آئیں گے جن میں مالِ غنیمت، مال فئی، صدقات آئیں گے ان میں سے اللہ تعالیٰ ہمیں دیگا وَرَسُوْلُهٗ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تقسیم کریں گے۔ آپ ﷺ کے دور میں فطرانہ وغیرہ مسجد نبوی میں جمع ہوتا تھا اور آپ ﷺ اپنی نگرانی میں تقسیم کراتے تھے اور آپ ﷺ مصروف ہوتے تو کسی کو مقرر کر دیتے۔ زکوٰۃ، صدقات مستحقین میں تقسیم ہوتی تھی اور اگر کوئی مستحق نہیں ہوتا تھا وہ خود کہہ دیتا تھا کہ میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔ اور......

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا :

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں لوگ زکوٰۃ دیتے وقت پریشان ہوتے تھے کہ ہم زکوٰۃ کس کو دیں؟ رات کو ایک تھیلے میں سونے کے دینار اور ایک تھیلے میں چاندی کے درھم ڈال کر رکھ دیتے۔ صبح کی نماز اور اشراق پڑھ کر ناشتہ کر کے وہ تھیلے لیتے اور بازاروں، چوکوں اور گلیوں میں پھرنا شروع کر دیتے۔ جو ملتا اس سے پوچھتے کہ بھائی یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اگر آپ مصرف اور مستحق ہیں تو لے لیں۔ وہ کہتا دھائی خدا کی میں تو خود دینے والا ہوں۔ سارا دن پھرتے لینے والا کوئی نہ ملتا تھا شام کو لا کر گھر رکھ دیتے تھے پھر دوسرے دن اسی طرح پھرتے۔ اندازہ لگاؤ ایک وہ زمانہ تھا اور ایک آج کا زمانہ ہے کہ

مستحق ہو یا نہ ہو کہتا ہے سارا مصرف میں ہی ہوں مجھے دیدو۔ نہ دینے والے کو زکوۃ کے مصرف کا علم اور نہ لینے والے کو مصرف کا علم۔ اکثریت تو زکوۃ دیتی نہیں اور جو دیتے ہیں ان میں بہت تھوڑے ایسے ہیں جو صحیح مستحقین کے حوالے کریں۔ حکومتِ پاکستان نے جب زکوۃ اور عشر وصول کرنا شروع کیا تو ہم نے اس پر تنقید کی کہ یہ مصرف پر خرچ نہیں ہو گی اور ہمارا خدشہ درست ثابت ہوا لوگوں نے زکوۃ سے نالیاں بنوائیں اور الیکشن لڑے اور یہ باتیں آج تک اخباروں میں آ رہی ہیں بہت کم لوگ ہیں جو مالی معاملات میں دیانت داری سے کام لیتے ہوں اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اگر اس طرح وہ کرتے تو بڑی اچھی بات ہوتی مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

پختہ بات ہے صدقات فقیروں کیلئے ہیں اور مسکینوں کیلئے ہیں اور جو اس پر عمل کرتے ہیں ان کیلئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے ہیں جن کے دلوں میں الفت ڈالی جائے اور گردنوں کو آزاد کرنے میں اور جو تاوان میں دبے ہوئے ہیں ان کیلئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور مسافروں کیلئے، یہ فریضہ ہے ٹھہرایا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے حکمت والا ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف بیان فرمائے ہیں کہ زکوٰۃ کس کس کو دی جاسکتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جو حکم زکوٰۃ کا ہے سو حکم صدقات واجبہ کا ہے۔ صدقات واجبہ سے مراد فطرانہ، نذر، منت، قسم کے کفارے کی رقم، کفارۂ ظہار، یہ تمام صدقات واجبہ ہیں۔ ان کے احکام اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ نہ دینے والے غلط فہمی کا شکار ہوں اور نہ لینے والے غلط فہمی میں رہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ واجب قسم کے صدقات کسی غیر مسلم کو نہیں لگتے یعنی اگر تم غیر مسلم کو زکوٰۃ، عشر، فطرانہ وغیرہ دو گے تو وہ ادا نہیں ہونگے دینے کے باوجود تمہارے ذمہ اسی طرح رہیں گے۔ اور ہر ایسا شخص مسلمان

نہیں ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔

قادیانی، رافضی، خارجی، بہائی کو بوجہ مسلمان نہ ہونے کے زکوٰۃ نہیں لگتی:

مسلمان وہ ہے جس کو شریعت مسلمان کہے اور وہ نفس الامر میں صحیح معنی میں مسلمان ہو یہ اسلئے کہہ رہا ہوں کہ کہنے کو تو قادیانی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، منکرین حدیث اور رافضی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں خارجی، بہائی اور ذکری بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہے لہذا تصدیق کر کے کہ مسلمان ہے یا نہیں۔ پھر واجب قسم کا صدقہ دو تو پہلی بنیادی شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو اگر عقیدے کا کچا ہے تو چاہے وہ کتنا بھوکا اور محتاج کیوں نہ ہو اس کو واجب قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں ہے ہاں نفلی قسم کا صدقہ دے سکتے ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سادات میں سے نہ ہو۔ سید کو صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ الْمَالِ لَاتَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَالِاٰلِ مُحَمَّدٍ (ﷺ) ’’یہ صدقات زکوٰۃ وغیرہ یہ لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہے نہ میرے لئے حلال ہے اور نہ میری آل کیلئے حلال ہے۔‘‘ (بخاری شریف) اب رہا یہ سوال کہ سید کون ہیں تو پانچ بزرگوں کی اولاد سید ہے۔

۱)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد چاہے وہ حضرت فاطمہ الذہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو چاہے کسی اور سے ہو۔ یہ اعوان برادری ہے یہ کہتے ہیں کہ ہم عون ابن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں اگر واقعی ان کی بات صحیح ہے تو یہ بھی سادات ہیں ان کو بھی زکوٰۃ وغیرہ صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔

۲)..... حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد۔

۳)..... حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد، جو اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں۔

۴)..... حضرت عقیل ؓ کی اولاد، جو عقیلی کہلاتے ہیں۔

۵)..... آپ ﷺ کے چچا حارث کی اولاد، یہ خود تو مسلمان نہیں ہوئے تھے البتہ ان کے بیٹے ابوسفیان بن حارث مسلمان تھے۔ تو ان پانچ بزرگوں کی اولاد کو شریعت سادات کہتی ہے۔ یعنی علوی، عباسی، اعوان، جعفری، عقیلی، حارثی حضرات، یہ نہ تو دوسروں سے زکوٰۃ وغیرہ لے سکتے ہیں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ مالدار اور غنی نہ ہو۔ اور شریعت مالدار کسے کہتی ہے؟ شریعت مالدار اسے کہتی ہے کہ جس پر قرض نہ ہو نقد روپیہ اور سونا چاندی بھی اس کے پاس نہیں ہے مگر اس کے گھر میں ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے کہ اگر اس کو فروخت کیا جائے گا تو ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتا ہے تو یہ شخص شریعت کے نزدیک مالدار ہے۔ زائد سامان سے وہ سامان مراد ہے جو عموماً استعمال میں نہیں ہوتا۔ مثلاً گھر میں دو درجن برتن ہیں ایک درجن استعمال میں ہیں اور ایک درجن ویسے ہی پڑے ہیں کبھی کوئی مہمان آئے تو استعمال ہوتے ہیں۔ ایک درجن بستر ے ہیں چھ سات استعمال میں ہیں اور باقی کبھی کبھار استعمال ہوتے ہیں۔ کچھ چار پائیاں استعمال میں ہیں اور کچھ ویسے ہی پڑی ہیں کبھی کبھار استعمال ہوتی ہیں یہ سب زائد سامان کہلاتا ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ کوئی عورت بیوہ ہے مگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ میں سے رقم دینا جائز نہیں ہے۔ لوگ محض بیوہ سمجھ کر دیدیتے ہیں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح بعض لوگ یتیم بچے سمجھ کر زکوٰۃ دے دیتے ہیں اگر وہ واقعتاً مستحق ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر ان کے باپ نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ ہر بچے کے حصے میں اتنا آتا ہے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو وہ بھی زکوٰۃ، صدقات واجبہ نہیں لے سکتے۔

مال کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ نقد روپے یا سونا چاندی ہی ہو بلکہ کرسیاں، پلنگ، بیڈ، بستر ے، برتن یہ تمام چیزیں مال ہیں۔ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں یہ چیزیں ہمارے عمل کی ہیں اور اکثر حضرات زکوٰۃ دیتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ دی ہے اور کچھ لینے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ. ''فُقَرَاء'' فقیر کی جمع ہے۔ پختہ بات ہے صدقات فقیروں کیلئے ہیں وَالْمَسٰکِیْنَ اور مسکینوں کیلئے ہیں۔

فقیر اور مسکین کی تعریف :

فقیر اور مسکین کی تعریف میں فقہاء کرامؒ اختلاف کرتے ہیں۔ایک گروہ کہتا ہے کہ فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس ایک وقت کی خوراک بھی نہ ہو اور نہ اس کے پاس زائد سامان اور سونا چاندی ہے۔اور مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد کچھ چیزیں ہیں مگر اتنی نہیں ہیں کہ ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کو پہنچ جائیں تو یہ مسکین ہے۔اور سید چاہے فقیر مسکین ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ سید کو اگر زکوٰۃ نہ دی تو وہ بھوکا مر جائے گا یہ لوگوں ڈھکوسلے ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا شریعت نے تمہارے سے سارا مال لے لیا ہے اور تمہارے پاس کچھ نہیں چھوڑا اگر ایسا ہے تو پھر تو تمہارا کہنا بجا ہے لیکن شریعت نے تو چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے باقی انتالیس روپے تمہارے پاس ہیں ان انتالیس پاکیزہ میں سے سید بادشاہ کو دو تم نے ضرور سید کو میل کچیل کھلانی ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہیں۔'' صرف یہ نہیں کہ زکوٰۃ، فطرانہ، عشر دیکر تم فارغ ہو گئے صحیح مال بھی یتیموں، مسکینوں اور ناداروں پر خرچ کرو اور مال کے پورے حقوق ادا کرو۔اور تیسرا مصرف وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا اور جو اس پر عمل کرتے ہیں، وصول کرنے اور تقسیم کرنے

کیلئے حکومتی سطح پر مقرر ہیں کہ فلاں علاقے کی زکوٰۃ تم نے وصول کرنی ہے اور فلاں حلقے کی اس نے واصول کرنی ہے۔تو ان وصول کرنے والوں کو بھی زکوٰۃ میں سے معاوضہ دیا جا سکتا ہے یا کسی کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ تم یہ زکوٰۃ کی رقم دیانتداری سے تقسیم کرو اور وہ غریب ہے تو اس کو بھی اس میں سے معاوضہ دیا جا سکتا ہے یا حساب کرنے والا ہے اس کو بھی معاوضہ اس سے دیا جا سکتا ہے۔لیکن روح المعانی میں تصریح ہے کہ کوئی عامل سادات میں سے نہیں ہو سکتا۔ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لو بہت سارے لوگ ان مسائل میں مبتلا ہیں۔آج کل مانگنے والے لیچڑ قسم کے آدمی ہوتے ہیں پیچھا نہیں چھوڑتے وہ ایسی باتیں کرتے ہیں ہ دینے والا سمجھتا ہے کہ واقعی یہ مستحق ہیں۔اول تحقیق کرو ثانیاً اپنا ظن غالب کرو کہ غالب گمان بھی اعتبار ہے۔اگر تم نے کسی شخص کو غالب گمان سے مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ مصرف نہیں تھا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا [پ:۳] ”نہیں تکلیف دی اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔“ آگے انشاء اللہ مزید تفصیل آئے گی۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ پختہ بات ہے کہ صدقات فقراء کیلئے ہیں وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کیلئے وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا اور جو زکوۃ وصول کرنے کا کام کرتے ہیں ان کیلئے ہے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ اور ان لوگوں کیلئے ہیں جن کے دلوں میں الفت ڈالی جائے وَفِى الرِّقَابِ اور گردنوں کو آزاد کرنے میں وَالْغٰرِمِيْنَ اور جو تاوان میں دبے ہوئے ہیں ان کیلئے وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کیلئے فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ فریضہ ہے ٹھہرایا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ اور ان منافقوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو وَيَقُوْلُوْنَ

هُوَ اُذُنٌ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہے قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ آپ کہہ دیں وہ کان ہیں تمہاری بہتری کیلئے يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور تصدیق کرتا ہے ایمان والوں کی وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے تم میں سے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ اور وہ لوگ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کو لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

کل کے سبق میں کچھ مصارف کے متعلق بیان ہوا تھا اور میں نے تفصیل کیساتھ سمجھایا تھا کہ فقیر کسے کہتے ہیں اور مسکین کسے کہتے ہیں۔تاکہ اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں، دینے والے بھی اور لینے والے بھی۔کہ اگر کسی نے لاپرواہی میں دی اور وہ مصرف پر خرچ نہ ہوئی تو دینے والا فارغ الذمہ نہ ہوگا۔اس کو اسطرح سمجھو کہ ایک آدمی ناپاک کپڑوں کیساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی چاہے پورے اطمینان کے ساتھ رکوع سجود وغیرہ کرے۔کیونکہ شرط نہیں پائی گئی کہ کپڑے پاک نہیں ہیں یا جگہ پاک نہ ہو باقی ساری شرطیں پائی جائیں یا قبلے کی طرف رخ نہیں کیا، نماز نہیں ہوگی چاہے کتنے خشوع خضوع کیساتھ پڑھے نماز نہیں ہوگی۔توجسطرح نماز بغیر شرطوں کے نہیں ہوتی اسی طرح زکوٰۃ بھی شرطوں کے بغیر ادا نہیں ہوگی۔اور مستحق کی بھی وضاحت کی تھی تاکہ لینے والے بھی حرام خوری کے مرتکب نہ ہوں تو مستحق کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو اور مسلمان بھی وہ جس کو شریعت مسلمان کہے از خود اپنے کو مسلمان کہنے والا نہ ہو۔دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نماز روزے کا پابند ہو، برے کام نہ کرتا ہو۔اگر شرابی، زانی، جوا کھیلنے والے کو علم ہوتے ہوئے زکوٰۃ دو گے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔اسلئے کہ وہ تمہاری زکوٰۃ والی رقم سے

شراب پیئے گا، جوا کھیلے گا، برے کام کرے گا۔ ہاں اگر تمہیں علم نہیں تھا اور مصرف سمجھ کر زکوٰۃ دیدی تو تمہارا فریضہ ادا ہوگیا غیب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ سادات میں سے نہ ہو اور سادات کی تفصیل پچھلے سبق میں بیان ہو چکی ہے۔

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ اور وَفِی الرِّقَابُ کی تفسیر :

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ اور ان لوگوں کیلئے ہیں جن کے دلوں میں الفت ڈالی جائے۔ اس کی دو طرح سے تفسیر کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ ابتداء میں جب مسلمان تھوڑے تھے اور اسلام کمزور تھا بعض اثر و رسوخ والے کافروں کو زکوٰۃ دینا جائز تھی جن کے ایمان لانے کی توقع ہوتی تھی تا کہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہوں۔ یہ شق اب تمام کے نزدیک منسوخ ہے کسی کافر کو تالیف قلب کیلئے زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جو نئے مسلمان ہوئے تھے کافر برادری ان سے تعاون ختم کر دیتی تھی تو ایسے نو مسلم کو تالیف قلب کیلئے زکوٰۃ دی جاتی تھی کہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائے۔ اور چونکہ وہ مسلمان ہوتا اسلئے اس کو پاؤں پر کھڑا کرنے اور اس کی ضروریات پوری کرنے کیلئے زکوٰۃ دی جاتی تھی۔ یہ شق اب بھی موجود ہے وَفِی الرِّقَابِ اور گردنوں کو آزاد کرنے میں۔ اس زمانے میں غلام اور لونڈیاں ہوتی تھیں وہ آزادی چاہتے تھے اور اکثر مالک بغیر رقم کے آزاد نہیں کرتے تھے۔ تو ان لونڈیوں اور غلاموں کو بھی زکوٰۃ دے سکتے ہوتا کہ وہ اپنی آزادی حاصل کر سکیں۔ اس وقت ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کسی ملک میں شرعی غلام ہو ویسے کسی کو زبردستی غلام اور لونڈی بنا لینا صحیح نہیں ہے۔ یہ تو دھکے شاہی ہے وَالْغٰرِمِیْنَ اور جو تاوان میں دبے ہوئے ہیں۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً تاجر سے سامان لوٹ لیا گیا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا، آگ لگ گئی مکان جل گیا یا دوکان جل گئی یا سیلاب آ گیا اور

سب کچھ اس میں بہہ گیا، دشمنوں نے حملہ کیا اور سارا مال لے گئے۔ بیشک پہلے یہ مالدار تھا لیکن اب یہ تاوان میں آ گیا ہے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ مگر شرائط مذکورہ کیساتھ کہ غیر مسلم نہ ہو اور سید نہ ہو اور برابد معاش نہ ہو وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو جہاد کرتے ہیں اور ان کے پاس خرچہ نہیں اسلحہ نہیں تو زکوٰۃ کی رقم سے ان مجاہدین کی امداد کرنا اگر وہ مالدار نہ ہوں۔ اگر وہ مالدار ہیں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ہم کسی پر بدگمانی نہیں کرتے غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن حالات واقعات کو سامنے رکھ کر بات کر رہا ہوں کہ آج بعض تنظیمیں ایسی ہیں مجاہدین کی کہ ان کا مقصد صرف پیسہ اکٹھا کرنا ہے۔ لہٰذا جو تمہارے پاس آئیں پہلے ان کی مکمل تحقیق کر لو کہ واقعی یہ تنظیم صحیح مصرف میں خرچ کرتی ہے یا صرف روپیہ اکٹھا کرتی ہے پھر اس کے مطابق فیصلہ کرو وَابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافروں کیلئے۔ کئی مسافر ایسے ہوتے ہیں کہ سفر میں ان کیساتھ کوئی ایسا معاملہ ہو جاتا ہے کہ ان کے پاس کرایہ نہیں رہا چاہے اپنے گھر میں وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں ان کی زکوٰۃ اور صدقات واجبہ میں سے امداد کی جا سکتی ہے۔ تو یہ آٹھ مصارف ہیں زکوٰۃ کے اور جو حکم زکوٰۃ کا ہے وہی حکم فطرانے، عشر، کفارۂ قسم اور کفارۂ ظہار کا ہے۔ اور......

سیّد کو زکوٰۃ نہیں لگتی :

ایک دفعہ پھر سمجھ لیں کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی۔ بعض لوگ غلط فہمی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ زکوٰۃ سید کو لگتی ہیں۔ میری پھوپھی اور بڑی ہمشیرہ سادات کے گھر میں ہے۔ میں جب دارالعلوم دیو بند سے فارغ التحصیل ہو کر آیا تو ایک مولوی صاحب جو مدرس، عالم اور سید تھے۔ کہنے لگے سید کو زکوٰۃ لگتی ہے اور میں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ نہیں لگتی۔ وہ پرانے بزرگ تھے اور میں نوعمر تھا انہوں نے کہا کہ لگتی ہے میں نے کہا نہیں لگتی کافی بحث

ہوئی۔انہوں نے امام طحاویؒ جو کہ تین واسطوں سے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور احناف کے وکیل اور بڑے بزرگ ہیں ان کی وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی ہے انہوں نے ان کی ایک عبارت اپنے مؤقف پر پیش کی تو میں تردد میں پڑ گیا۔چونکہ ہمت کافی تھی اور مطالعہ کا شوق بھی تھا الحمدللہ! شاذ و نادر ہی کسی عالم نے میرے جتنا مطالعہ کیا ہوگا۔چنانچہ میں نے حدیث کی کتابیں اور شروح حدیث کی کتابیں اور فقہ کی ساری کتابیں چھان ماریں اور اپنے مؤقف سے مطمئن ہوا کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی۔میں نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ''الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی'' اور علامہ طحاوی کی عبارت سے ثابت کیا کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی۔اور جس عبارت سے انہوں نے استدلال کیا تھا کہ سید کو زکوٰۃ لگتی ہے اس کتاب پر دار العلوم دیوبند کے مفتی اور مفتی محمود صاحب ،حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مدرس دار العلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبد العزیزؒ حضرات نے تصدیقات کیں۔اسلئے زکوٰۃ صدقات واجبہ دیتے ہوئے اچھی طرح چھان بین کرو،جلد بازی سے کام نہ لو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ فریضہ ہے ٹھہرایا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔اس کا انکار کرنے والا کافر ہے نہ دینے والا گنہ گار ہے اور یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ زکوٰۃ لازم ہو جانے کے فوراً اس کو ادا کر دے لیکن اگر فوری طور پر ادا نہیں کرنا چاہتا تو زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے اس میں وصیت لکھ کر رکھ دے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔اور گھر کے دیانتدار افراد کو بتلا دے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اگر میں مر گیا تو ادا کر دینا۔اگر بغیر تحریر کے مر گیا یا گھر کے افراد کو بتلائے بغیر مر گیا تو گنہ گار مرے گا۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو ضروری کام ہیں ان کی باقاعدہ وصیت لکھ کر دو بغیر وصیت لکھے دو راتیں بھی نہ گذرنے پائیں۔کسی سے قرض لینا ہے کسی کو قرض دینا ہے تفصیل کے ساتھ تحریر لکھ کر رکھنی

چاہئے۔لوگ بے پرواہی کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔اگر قرض دینا ہے اور بغیر دیئے فوت ہوگیا ہے اور وارثوں کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ ادا کردیں تو اس کی قبر پر بوجھ ہوگا۔اور اگر قرض لینا ہے اور نہیں بتلایا تو وارثوں کی حق تلفی ہوگی یہ باتیں اچھی طرح سمجھ لو زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے کوئی یہ کہے کہ میں بوڑھا ہو کر مروں گا تو وہ غلط فہمی کا شکار ہے اور تندرست یہ کہے کہ میں بیمار ہوں گا تو مروں گا یہ بھی غلط فہمی کا شکار ہے۔کیا تندرست نہیں مرتے؟ ہمارا دور تو حادثی دور ہے معلوم نہیں تھوڑی دیر میں کیا ہو جانا ہے۔میں نے بارہا کہا ہے کہ اس دور میں اگر کوئی صبح کو گھر سے نکلا ہے اور بخیریت رات کو واپس آگیا ہے تو اس کو دو نفل شکرانے کے پڑھنے چاہئیں۔فرمایا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے حکمت والا ہے وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ اور ان منافقوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو۔کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں اور کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی کیخلاف باتیں کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہے۔یہ لوگ جب آپس میں واہی تباہی قسم کی باتیں کرتے تھے تو دوسرے کہتے کہ یہ تمہاری باتیں اس تک پہنچی تو تمہیں تنبیہ کرے گا تو کہنے لگے وہ تو کان ہی کان ہے ہم جو کہیں گے وہ مان لے گا۔کیونکہ جو آدمی خود سچا ہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی سچا سمجھتا ہے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ جب منافقین میں سے کچھ آپ کی بدخواہی کرتے تو دوسرے کہتے بھائی ایسی باتیں نہ کرو وہ نرا کان ہے یہ باتیں اس تک پہنچ جائیں گی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ وہ کان ہیں تمہاری بہتری کیلئے يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور تصدیق کرتا ہے ایمان والوں کی وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان

لائے تم میں سے۔آنحضرت ﷺ کا ایک لقب رحمۃ للعالمین بھی ہے کہ آپ سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو مومن ہیں وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ اور وہ لوگ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔آپ ﷺ کی شان تو بہت بلند ہے عام مسلمان کو کوئی قولاً یا فعلاً تکلیف پہنچائے تو اس کو سخت سزا ملے گی۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ منافقین قسم اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے لِيُرْضُوْكُمْ تاکہ تمہیں راضی کردیں وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے اَنْ يُّرْضُوْهُ کہ یہ اس کو راضی کریں اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ اگر وہ مومن ہیں اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا ان لوگوں نے نہیں جانا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ بیشک وہ شخص جو مخالفت کرتا ہے اللہ

تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا پس بیشک اس کیلئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ یہ رسوائی بہت بڑی ہے یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ ڈرتے ہیں منافق اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ اس بات سے کہ نازل کی جائے ان پر کوئی سورۃ تُنَبِّئُهُمْ جو خبر دے ان کو بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ان چیزوں کی جو ان کے دلوں میں ہیں قُلِ اسْتَهْزِءُوْا آپ کہہ دیں کہ مذاق کرلو اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نکالنے والے ہیں اس چیز کو جس سے تم ڈرتے ہو وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں لَیَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ پختہ بات ہے ہم تو شغل کرتے تھے اور کھیلتے تھے قُلْ آپ کہہ دیں اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ کیا اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اس کی آیات کیساتھ اور اس کے رسول کیساتھ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ تم مذاق کرتے تھے لَا تَعْتَذِرُوْا مت بہانے بناؤ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ تحقیق تم نے کفر کیا ہے ایمان ظاہر کرنے کے بعد اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ اگر ہم معاف کردیں تم میں سے ایک گروہ کو نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ہم سزا دیں گے ایک گروہ کو اس وجہ سے کہ بیشک وہ مجرم ہیں۔

منافقوں کی شرارتیں اور گناہوں کا ذکر ہے کل کی آیت کریمہ میں تم نے پڑھا تھا وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ ان منافقوں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نبی کو تکلیف پہنچاتے ہیں زبانی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی۔ مثلاً آنحضرت ﷺ تشریف فرما

ہوتے آپ کے پاس صحابہ کرام ﷺ اور دوسرے لوگ بھی ہوتے تھے۔

19
19

منافقین کا آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا :

منافق جب مجلس میں گفتگو کرتے تو بڑے ترش لہجے میں کرتے اور کہتے یَا مُحَمَّدُ أُخبِرُنَا اے محمد (ﷺ)! ہمیں یہ بتایئے۔ حالانکہ بغیر القاب کے محض نام لیکر بلانا بے ادبی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی اگر کسی کو خالی نام لے کر آواز دی جائے تو وہ محسوس کرتا ہے اور کڑھتا ہے۔ البتہ نام وہ لے سکتا ہے جو عمر میں بڑا ہو یا کوئی بے تکلف ساتھی ہو ورنہ وصفی نام سے بلاتے ہیں مولوی صاحب، حاجی صاحب، قاری صاحب، منشی جی تو پیغمبر خدا کو القاب کے ساتھ متوجہ کرنا چاہئے تھا۔ مثلاً یا رسولَ اللّٰہِ، یاحبیبَ اللّٰہِ، یا نبیَ اللّٰہِ، یا شفیعَ اللّٰہِ اچھے الفاظ کیساتھ مگر وہ بے ادبی کے لہجے میں بلاتے تھے اور پھر ایسی عجیب باتیں پوچھتے تھے کہ جن کا مجلس کے موضوع کیساتھ تعلق نہیں ہوتا تھا۔ مثلاً آنحضرت ﷺ وعظ ونصیحت کرر ہے تھے کہ ابن سلیط منافق نے آکر کہا یَامُحَمَّدُ اَخبِرنِی اَینَ نَاقَتِیُ اے محمد (ﷺ)! میری اونٹنی گم ہوگئی ہے بتاؤ کہاں ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَا اَدرِیُ اَینَ نَاقَتکَ میں نہیں جانتا تیری اونٹنی کہاں ہے۔ میں تو لوگوں کو مسائل بتا رہا ہوں۔ وہ بڑبڑ کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا یُخبِرُنَا بِخَبرِ السَّمَآءِ وَلَایَدرِیُ اَینَ نَاقَتِیُ ہمیں آسمان کی خبریں بتاتا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ میری اونٹنی کہاں ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ باتیں تو دین کی ہورہی ہیں اور یہ درمیان میں اونٹنی پوچھتا پھر رہا ہے۔ کیا غیب جانتے تھے یا اونٹنیاں چوری کرواتے تھے کہ آپ کو معلوم ہوتا کہ تیری اونٹنی فلاں کے پاس ہے۔ بعض صحابہ نے سنا اور بعض نے اس بڑبڑ کو نہ سنا کچھ اس کی طرف بڑھے کہ اس کو دو چار لگائیں مگر آپ ﷺ نے اشارہ کیا تو کچھ نہ کہا۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام وحی لیکر آئے اور

بتلایا کہ اس کی اونٹنی فلاں جگہ پر جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی ہے اسطرح کہ اس کا مظبوط پٹہ مظبوط ٹہنی کیساتھ اڑ گیا ہے کہ نہ ٹہنی ٹوٹتی ہے اور نہ پٹہ ٹوٹتا ہے یہ وہاں اڑی ہوئی ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا ابھی جو آدمی بات کر رہا تھا اس کو بلاؤ بعض صحابہ اس کو بلا لائے ۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے مجھ سے اپنی اونٹنی کے متعلق پوچھا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ خدا کی قسم مجھے اس وقت علم نہ تھا جَاءَ نِیْ جِبْرَائِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اب جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آ کر خبر دی ہے کہ تیری اونٹنی فلاں جگہ جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی ہے ۔ایسی بے موقع باتوں سے آنحضرت ﷺ کو اذیت پہنچاتے تھے پھر اپنی صفائی کیلئے مومنوں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ منافقین قسم اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے کہ ہم دل سے سچے ہیں ویسے ہی غیر محتاط بات منہ سے نکل گئی ہے یہ قسمیں کیوں کھاتے ہیں؟ لِیُرْضُوْکُمْ تاکہ تمہیں راضی کریں اے پیغمبر کے ساتھیو! وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے کہ یہ ان کو راضی کریں ۔اللہ تعالیٰ راضی تو سارا جہان راضی اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہو جائے تو مسلمانوں کیلئے اس سے بڑی خوش قسمتی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ اگر وہ مومن ہیں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو راضی کریں ۔بعض جاہل قسم کے لوگ اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ ایک شی ہیں ۔یعنی وہی اللہ ہے اور وہی رسول ہے الگ الگ نہیں ہیں ۔اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کو ذاتِ واحد کہتے ہیں اور استدلال اسطرح کرتے ہیں اَنْ یُّرْضُوْہُ میں ضمیر مفرد کی ہے ۔جو لوٹ رہی ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف ۔اگر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ الگ الگ ہوتے تو ضمیر تثنیہ کی ہوتی یعنی ''ہ'' کی بجائے ھُمَا ہوتی اور معنی ہو

تا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ یہ ان دونوں کو راضی کریں اور موجود صورت میں معنٰی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ یہ اس کو راضی کریں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی چیز ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ایک کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ذات خالق ہے آنحضرت ﷺ کی ذات مخلوق ہے اور اس میں بھی کوئی شک شبہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ ساری مخلوق میں اعلیٰ وافضل ہیں۔ مگر خالق اور مخلوق گڈمڈ کسطرح ہو گئے؟ اب رہا یہ سوال کہ ضمیر مفرد کی کیوں لائے ہیں؟ تو اس کے متعلق مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی رضا ایک ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا آنحضرت ﷺ کی رضا میں ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [النساء: ۸۰] ''جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بیشک اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔'' جس نے رسول ﷺ کو راضی کیا اس نے رب کو راضی کیا اور جب تک آنحضرت ﷺ راضی نہ ہوں اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا جب تک آنحضرت ﷺ نہ راضی ہوں۔ تو چونکہ رضا ایک ہے اس لئے ضمیر مفرد لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا ان لوگوں نے نہیں جانا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ بیشک وہ جو مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا پس بیشک ان کیلئے جھنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہیں گے ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ یہی رسوائی بہت بڑی ہے۔

منافقین کی کیفیتِ باطنی کا بیان:

آگے اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ذہنی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ دو چار منافق جب اکٹھے ہو جاتے تو اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے مسلمانوں کا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا، قرآن

کریم کی آیات کا مذاق اڑاتے ۔ چنانچہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کیساتھ مخشی ابن حمیر منافق اور چھ سات افراد اور بھی تھے رات کو سفر کرتے ہوئے یہ ٹولہ دوسرے حضرات سے علیحدہ چلتا تا کہ گپیں لگا سکیں اور دل کی باتیں ایک دوسرے کے سامنے کر سکیں ۔ باتوں باتوں میں ان منافقین نے قرآن کریم کی آیات سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اور صحابہ کرام ﷺ کے متعلق مذاق شروع کر دیا اور واہی تباہی قسم کی باتیں کیں ان میں سے کسی نے کہا کہ ایسی باتیں نہ کرو قرآن نازل ہوگا اور تمہاری ساری باتیں ظاہر کر دے گا پھر تمہیں شرمندگی ہوگی ۔تو منافق شرارتیں بھی کرتے تھے اور ساتھ ساتھ ڈرتے بھی تھے ان کی اسی کیفیت کو بیان فرمایا ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ ڈرتے ہیں منافق اس بات سے کہ نازل کی جائے ان پر کوئی سورۃ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ جو خبر دے ان کو ان چیزوں کی جو ان کے دلوں میں ہیں ۔ کہ وحی اترے گی اور ہماری حقیقت لوگوں کے سامنے کھل جائے گی اور ہم شرمندہ ہونگے قُلِ اسْتَهْزِءُوْا آپ کہہ دیں کہ مذاق کرلو اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نکالنے والے ہیں اس چیز کو جس سے تم ڈرتے ہو وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ پختہ بات ہے ہم تو شغل کرتے تھے اور کھیلتے تھے ، دل لگی کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَبِاللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ذات کیساتھ وَاٰيٰتِهٖ اور اس کی آیات کیساتھ وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول ﷺ کیساتھ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ تم مذاق کرتے تھے ۔اپنی واہی تباہی باتوں کا انکار تو نہ کر سکے البتہ یہ بہانہ بنایا کہ ہم خوش گپی کرتے تھے تا کہ سفر طے ہو جائے ۔حقیقتاً اللہ تعالیٰ ،اس کی آیات ،اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق نہیں کرتے تھے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَعْتَذِرُوْا

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ مت بہانے بناؤ تحقیق تم نے کفر کیا ہے ایمان ظاہر کرنے کے بعد۔تمہاری دل لگی اللہ تعالیٰ ،اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہی ہوسکتی تھی اور کوئی نہ تھا استہزاء کیلئے اور وقت گزارنے کیلئے ،مذاق کے علاوہ اور کوئی بات نہیں تھی استہزاء تو بڑا جرم ہے۔فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز خبر واحد سے ثابت ہے اگر کوئی آدمی اس کا انکار کرے گنہگار ہوگا کافر نہیں ہوگا لیکن اگر اس نے اس کا مذاق اڑایا تو کافر ہو جائے گا۔حالانکہ فقہاء کرامؒ کا طبقہ بڑا محتاط طبقہ ہے اتنی جلدی کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ اگر ہم معاف کر دیں تم میں سے ایک گروہ کو نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ہم سزا دیں گے ایک گروہ کو۔منافقین میں سے مخشی ابن حمیر کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی اس نے سچے دل سے توبہ کی۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں یمامہ کے مقام پر مسیلمہ کذاب سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔تو جو نفاق کو چھوڑ دیں گے ان کو معافی مل جائے گی اور جو کفر پر اڑے رہیں گے ان کو سزا دیں گے۔اور سب سے زیادہ سخت سزا منافقین کی ہے۔قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ[النساء] ’’بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہونگے۔ان کو سزا کیوں دیں بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ اس وجہ سے کہ بیشک وہ مجرم ہیں۔جرم سخت ہے سزا بھی سخت ہوگی۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ منافق مرد اور منافق عورتیں بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یہ بعض بعض سے ہیں يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ حکم دیتے ہیں برائی کا وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ اور منع کرتے ہیں نیکی سے وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اور روکتے ہیں اپنے ہاتھوں کو نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ بیشک منافق لوگ

وہی ہیں نافرمان لوگ وَعَدَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کیساتھ وَالْکُفَّارَ اور کافروں کیساتھ نَارَ جَھَنَّمَ جہنم کی آگ کا خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ رہیں گے اس میں ھِیَ حَسْبُھُمْ یہ ان کو کافی ہے وَلَعَنَھُمُ اللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا کَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے گذرے ہیں کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْکُمْ قُوَّۃً تھے وہ زیادہ طاقت والے تم سے وَّاَکْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا اور زیادہ تھے مالوں میں اور اولاد میں فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِھِمْ پس انہوں نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِکُمْ پس تم نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا کَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ جسطرح کہ فائدہ اٹھایا ان لوگوں نے جو تم سے پہلے تھے بِخَلَاقِھِمْ اپنے حصے سے وَخُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاضُوْا اور شغل کیا تم نے جیسا کہ شغل کیا انہوں نے اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہوگئے ہیں فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

پچھلے رکوعوں میں منافقوں کے کچھ حالات بیان کئے گئے تھے کہ جہاد سے جان بچاتے، آنحضرت ﷺ پر اعتراض کرتے اور آپ ﷺ کیلئے تکلیف دہ گفتگو کرتے، فتنہ فساد، شرارت یہ ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ اور شریر آدمی جب تک شرارت نہ کرے اس کو کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ شعوری طور پر بھی اور لاشعوری طور پر بھی شرارت ضرورت کرتا ہے۔

منافقین کی بری خصلت :

انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ منافق مرد اور منافق عورتیں یہ بعض بعض سے ہیں۔ کیونکہ اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ ''جنس کو جنس پیاری ہوتی ہے۔'' مومن کو مومن کیساتھ الفت ہوتی ہے اور کافر کو کافر کیساتھ محبت ہوتی ہے، منافق کو منافق کیساتھ پیار ہوتا ہے۔ منافقوں کی خصلت ہے يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ حکم دیتے ہیں برائی کا وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ اور منع کرتے ہیں نیکی سے۔ اگر کوئی نماز پڑھنے کیلئے جاتا ہے تو اس کو کہتے ہیں کہ نماز میں کیا ہے روزے دار کو کہتے ہیں روزے میں کیا رکھا ہے فلاں کام میں کیا ہے فلاں کام میں کیا ہے۔ ایسا ذہن بناتے ہیں کہ کچے ذہن کے لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور برائیوں کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور مومن خود بھی نیکی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی نیکی کا سبق دیتا ہے۔ خود برائی سے رکتا ہے اور دوسروں کو بھی برائی سے منع کرتا ہے۔ اور منافق اس کے برعکس ہیں وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اور روکتے ہیں اپنے ہاتھوں کو۔ جہاں خرچ کرنے کی جگہ ہوتی ہے وہاں سے ہاتھ روکتے ہیں اور جہاں خرچ نہیں کرنا وہاں بے تحاشہ خرچ کرتے ہیں۔ مسجد کی ضرورت کیلئے چندہ مانگو تو اس کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں اور منگنی اور شادی کے موقع پر ٹھاہ ٹھاہ کیلئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں مشاہدے کی بات ہے۔ حالانکہ یہ بڑے گناہوں میں سے ہے کیونکہ یہ تبذیر ہے یہ خرچ کرنا ناجائز ہے مگر ہماری عادت بن گئی ہے۔ سنت کے مطابق تو کوئی شادی ہوتی ہی نہیں ہے۔ اللہ معاف فرمائے۔ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ رب تعالیٰ بھولتا تو نہیں ہے اس کی شان ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا [مریم: ۶۴] ''تیرا رب بھولنے

والا نہیں ہے۔ ''تو نَسِیَ کا معنیٰ ہے رب تعالیٰ نے ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا ہے کہ جو کرتے ہیں کرتے رہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے قرآن واحکام کو بھلا دیا رب تعالیٰ نے بھی ان کی پرواہ نہیں کی اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ بیشک منافق لوگ وہی ہیں نافرمان لوگ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کیساتھ اور کافروں کیساتھ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا جہنم کی آگ کا ہمیشہ رہیں گے اس میں هِیَ حَسْبُهُمْ یہ ان کو کافی ہے۔

جہنم کی آگ کی شدت :

یہ دنیا کی آگ اُس آگ کے مقابلے میں نرم ہے مگر اس میں لوہا تانبا پگھل جاتا ہے، پتھر جل جاتے ہیں، ساری دھاتیں پگھل جاتی ہیں اور وہ آگ اس سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے۔ اگر اس آگ میں لے جا کر مارنا مقصود ہو تو ایک شعلہ ہی کافی ہے۔ لیکن وہاں تو سزا بھگتنی ہے کہ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی [الاعلیٰ: ۱۳] ''وہ نہ مرے گا اس دوزخ میں اور نہ ہی وہ زندہ رہے گا'' دعائیں کریں گے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ [الحاقہ: ۲۷] ''کاش کہ موت مجھے ختم کر دیتی اور پکاریں گے یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ [الزخرف: ۷۷] اے مالک چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار قَالَ وہ کہے گا اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ بیشک تم رہنے والے ہو۔'' مالک علیہ السلام جہنم کے انچارج فرشتے کا نام ہے اور جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے۔ ان کے تحت بیشمار فرشتے ہیں سارے مل جل کر مالک علیہ السلام سے کہیں گے کہ اے مالک! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہمیں ذلیل کر کے مار ہی دے۔ وہ یہ بھی کہیں گے تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے کتابیں نہیں آئی تھیں، حق

کی آواز پہنچانے والے نہیں آئے تھے؟ جہنمی کہیں گے آئے تھے وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيهَا [فاطر: ۳۷] اور وہ چلائیں گے اس کے اندر لیکن وَمَادُعٰؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ [المومن: ۵۵] اور نہیں ہے پکار کافروں کی مگر ناکامی میں۔ یعنی کافروں کی دعاؤں کا نتیجہ برآمد نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ اس حالت سے بچائے اور سب سے زیادہ سخت عذاب منافقوں کو ہوگا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء: ۱۴۵] بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہونگے۔ جس میں سب سے زیادہ سزا ہوگی۔ آگ کے علاوہ ان کو بچھو ڈسیں گے اور ایک ایک بچھو خچر کے برابر ہوگا ایک ڈنگ مارے گا تو ساری عمر اس کی جلن نہیں جائے گی اور سانپ ڈسیں گے، فرشتے ہتھوڑے ماریں گے ، بھوک پیاس ہوگی اور ضریع جیسی خاردار جھاڑیاں کھانی پڑیں گی، پیاس لگے گی تو پیشاب اور غلاظت ان کو پلائی جائے گی۔ آج کوئی انسان اس کا تصور نہیں کرسکتا وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا کبھی بھی عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان منافقوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے گذرے ہیں۔ تمہارا طریقہ بھی ان کی طرح ہے اور یاد رکھو كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً تم سے زیادہ سخت تھے قوت میں قد ان کے بڑے بڑے تھے بدنی قوت میں بھی بڑے مضبوط تھے اور للکارتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ: ۱۵] ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے۔ ایسے بھی تھے کہ پتھر کو ہاتھ میں پکڑتے تھے تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیتے تھے وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ [الشعراء: ۱۳۰] اور جب تم ہاتھ ڈالتے ہو کسی پر تو گرفت کرتے ہو ظلم کیساتھ۔ تو اتنے مضبوط اور طاقتور تھے وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا اور زیادہ تھے مالوں میں اور اولادمیں۔

قارون کا قصہ :

قارون کا قصہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ نام اس کا منور تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور کتابوں میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بعد توریت کا سب سے زیادہ ماہر تھا۔ کلمہ پڑھتا تھا، نمازیں پڑھتا تھا مگر دل سے صاف نہیں تھا اتنا مالدار تھا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی۔ سورۃ قصص آیت ۷۶ میں ہے اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓأُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ "بیشک اس کی چابیوں سے تھکتے کئی مرد طاقتور۔" پھر وہ شرارتوں پر اتر آیا یہانتک کہ بدقماش بازاری عورت کو کچھ رقم دی کہ تو موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگا کہ اس نے میرے ساتھ برا کام کیا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بیان کررہے تھے کہ مجمع میں وہ اٹھ کر کھڑی ہوگی اور پڑھا ہوا سبق سنادیا۔ موسیٰ علیہ السلام حیران ہوگئے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے؟ اور مخلص مومن بھی بڑے حیران ہوئے کہ یہ کس بات کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کررہی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر ہیں۔ مگر جو شریر قسم کے لوگ تھے انہوں نے کہا کہ بڑے صحت مند موٹے تازے آدمی ہیں ایسی حرکت ہوگئی ہو تو کیا بعید ہے۔ مجلس میں تو ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں اچھے بھی برے بھی۔ موسیٰ علیہ السلام فوراً سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے پروردگار یہ بنی اسرائیل کا بھرا مجمع ہے اور اس میں ہر طرح کے لوگ موجود ہے اور یہ عورت کہہ رہی ہے کہ آپ نے فلاں رات میرے ساتھ برا کام کیا ہے۔ مخلص لوگ اس کی نہیں مانیں گے اور جو غیر مخلص ہیں وہ کہیں گے کہ ہوسکتا ہے کیونکہ انسان ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس عورت سے کہو کہ صحیح بات بتادے ورنہ ابھی رب تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ وہ ڈر گئی اور کہنے لگی کہ میں نہیں بولتی یہ رقم کی تھیلی جو مجھے قارون نے دی ہے یہ بول رہی ہے۔

آپ نے میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی یہ دس ہزار روپیہ بول رہا ہے، وہ تائب ہوکر الگ ہوگئی۔ جب وہ شرارتوں میں اس حد تک آگے چلا گیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [القصص:۸۱] پس ہم نے دھنسا دیا اس قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔ اس کی بڑی کوٹھی تھی اور نوکروں کے کوارٹر تھے، بڑا پھیلا ہوا عملہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو زمین میں دھنسا دیا۔ تو فرمایا کہ وہ لوگ تمہارے سے مال میں بھی زیادہ تھے اور اولاد میں بھی فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ پس انہوں نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا۔ یعنی اس وقت کے جو منافق اور کافر تھے فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ پس تم نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا۔ جو رزق تمہارے مقدر میں ہے کھا پی رہے ہو۔ رزق کا دروازہ اللہ تعالیٰ کافروں پر بھی بند نہیں کرتا وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ [نور:۳۸] رزق دیتا ہے جو کو چاہتا ہے۔ کافر لوگ غلط فہمی میں مبتلا تھے کہتے تھے کہ ہمارے پاس رزق زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر راضی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ اور تم بھوکے مرتے ہو معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تم پر ناراض ہے۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ رزق کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور خوشی کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ رزق نیکوں کو بھی دیتا ہے بروں کو بھی دیتا ہے ایمان کی دولت صرف اپنے پیاروں کو دیتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِى الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ " بیشک اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی کہ جس کیساتھ محبت نہیں کرتا وَلَا يُعْطِى الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ " اور نہیں دیتا ایمان مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِى الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ " اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔" یعنی رب

تعالیٰ کی محبت کا معیار ایمان ، اسلام ، دین ہے ۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان دین کی دولت سے نوازا ہے کہ اس میں دین کی تڑپ ہے دین ایمان کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے وہ سمجھ لے کہ رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور جس کے پاس دولت زیادہ ہے اور دین ایمان سے محروم ہے وہ قطعاً اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہے ۔ تو فرمایا کہ تم نے فائدہ اٹھایا کَمَا اسۡتَمۡتَعَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ جسطرح کہ فائدہ اٹھایا ان لوگوں نے جو تم سے پہلے تھے بِخَلَاقِهِمۡ اپنے حصے کا وَخُضۡتُمۡ كَالَّذِیۡ خَاضُوۡا اور شغل کیا تم نے جیسا کہ شغل کیا انہوں نے ۔ وہ شغل کیا تھا ؟ کفر کی حمایت حق کی مخالفت ، برے کام کرنے اور اچھے کاموں سے روکنا ۔ جو انہوں نے کیا تم بھی وہی کر رہے ہو ۔ وہ دنیاوی طور پر نیکی کے کام بھی کرتے تھے کہ راستہ بنا دیا ، کنواں کھدوا دیا ، مسافروں کو کھانا کھلاتے ، صدقہ خیرات کرتے ۔ کافر منافق یہ کام دکھلاوے کے طور پر کرتے تھے ۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۔ جو نیکی کے کام انہوں نے کیے کسی غریب کی ہمدردی کی ، مالی معاونت کی ، کسی بیمار کا علاج کرایا کسی گرے ہوئے کو سہارا دیا وغیرہ تمام نیکیاں ختم ہو گئیں ۔ کیونکہ نیکیوں کی قبولیت کا مدار ایمان ، اخلاص اور اتباع سنت رسول ﷺ ہے جو نیکی ایمان ، اخلاص ، اتباع سنت کے بغیر ہو گی اس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ اور یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے ۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی بدی کا راستہ بتلا کر خبردار کر دیا ہے ۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۵ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

اَلَمْ يَاْتِهِمْ کیا نہیں آئی ان کے پاس نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزرے ہیں قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ نوح علیہ السلام کی قوم کی خبر اور قوم عاد کی خبر اور قوم ثمود کی خبر وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی خبر اور مدین والوں کی خبر اور ان بستیوں

کی خبر جو الٹ دی گئیں اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ آئے ان کے پاس رسول واضح دلائل کیساتھ فَمَا كَانَ اللّٰهُ پس نہیں تھا اللہ تعالیٰ ایسا لِيَظۡلِمَهُمۡ کہ ان پر ظلم کرتا وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ اور مومن مرد اور مومن عورتیں بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ حکم کرتے ہیں وہ نیکی کا وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ اور روکتے ہیں برائی سے وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اُولٰٓئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں کہ عنقریب ان پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے مومن مردوں کیساتھ اور مومن عورتوں کیساتھ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ باغات کہ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ مکانات کا وعدہ کیا ہے فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ رہنے کے باغوں میں وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی تو سب سے بڑی ہے ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔

منافقوں کو پہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنی چاہئے:

اس سے قبل منافقوں کی نشانیاں، علامات اور ان کے کردار کا ذکر تھا۔ کہ منافق مرد اور عورتیں ایک دوسرے کیساتھ جڑے ہوئے ہیں اور برائی کا حکم کرتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس نافرمان قوموں کی خبر نہیں آئی؟ ان کا انجام کیا ہوا۔ اَلَمْ یَاْتِهِمْ کیا نہیں آئی ان کے پاس نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزرے ہیں قَوْمِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم کی خبر۔ کہ ان کی قوم نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو سیلاب میں تباہ و برباد کیا۔ رب تعالیٰ کی قدرت اب بھی اسی طرح ہے جسطرح پہلے تھی وَّعَادٍ اور عاد قوم کی خبر کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے تیز و تند ہوا ان پر چھوڑ دی سات دن اور آٹھ راتیں کہ ان میں سے ایک بھی نہ بچا وَّثَمُوْدَ اور ثمود قوم کی خبر کہ زلزلے نے ان کو آ پکڑا اور چیخ نازل ہوئی۔ ان کے جگر پھٹ گئے اور ہر چیز تہہ و بالا ہوگئی اور پوری کی پوری قوم تباہ ہوگئی وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی خبر کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تباہ کیا کہ نمرود ابن کنعان نے ایک بہت بڑی بلڈنگ بنائی تھی اس میں الگ الگ کمرے تھے۔ کوئی کمرہ شراب نوشی کیلئے مخصوص تھا، کوئی جوے کیلئے مخصوص تھا، کوئی بے حیائی کیلئے مخصوص تھا، کوئی کسی کام کیلئے اور کوئی کسی کام کیلئے یہ سارے لوگ اس میں اکٹھے تھے اور اپنی اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا بلڈنگ گری سب کے سب تباہ ہوگئے وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ اور مدین والوں کی خبر۔ مدین شہر کا نام بھی تھا اور قوم کا نام بھی تھا۔ ان کی طرف

حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔اس قوم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی مسلط فرمائی کہ آسانی سے سانس نہیں لے سکتے تھے بادل کا ایک ٹکڑا آیا کچھ لوگ اس کے نیچے جا کر کھڑے ہوئے اور دوسروں کو بھی آواز دی کہ یہاں سانس آسانی سے آتا ہے فوراً یہاں آجاؤ۔چنانچہ وہ ساری قوم اس بادل کے نیچے اکٹھی ہوگئی اللہ تعالیٰ نے اس بادل میں سے آگ کے شعلے برسائے سبْ کے سب تباہ ہو گئے وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اوران بستیوں کی خبر جو الٹ دی گئیں۔یہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں تھیں جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا جبرائیل علیہ السلام نے آکر زمین پر پَر مارے اور زمین کو اٹھا کر الٹا کر دیا اور وہ سب لوگ ہلاک کر دیئے گئے۔فرمایا کہ ان قوموں کا حال ان منافقوں کے پاس نہیں پہنچا کہ یہ اس سے عبرت حاصل کریں اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کیساتھ۔معجزات لے کر آئے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور ہلاک ہوئے فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ پس نہیں تھا اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر ظلم کرتا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے کہ نافرمانیاں کیں اور ان کی سزا بھگتی۔اللہ تعالیٰ تو کسی پر رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

مومنوں کے اوصاف:

آگے مومنوں کے متعلق بیان ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اور مومن مرد اور مومن عورتیں بعض ان میں سے بعض کے دوست ہیں۔ایک دوسرے کے ساتھ الفت، محبت، خیر خواہی اور ہمدردی ان کا کام ہے۔اور ان کا کیا کام ہے يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرتے ہیں وہ نیکی کا۔جسطرح نیکی کرنا اور نیکی کا حکم کرنا

مردوں کے ذمہ ہے اسی طرح نیکی کرنا اور نیکی کا حکم کرنا عورتوں کے بھی ذمہ ہے۔عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ تبلیغ کرنا اور مسائل کا بتانا صرف مردوں کا کام ہے عورتوں کی بھی ذمہ داری ہے۔اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دین بڑا آسان ہوگیا ہے اللہ والوں نے اردو زبان میں کتابیں لکھ کر آسان کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔بہشتی زیور گھر میں ہو اس کو خود بھی پڑھیں، بچوں کو پڑھ کر سنائیں، دوسری عورتوں کو پڑھ کر سنائیں تو ان کی اصلاح ہو جائے گی، آخرت بن جائے گی وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکتے ہیں برائی سے۔برائی سے روکنا جسطرح مردوں کا کام ہے اسی طرح عورتوں کا بھی کام ہے وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو۔مومن مرد بھی اور مومن عورتیں بھی اور صرف خود ہی قائم نہیں کرتے بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں اور ان کی نماز کا بھی خیال رکھتے ہیں وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ۔

جسطرح مردوں پر زکوٰۃ ہے اگر عورتیں بھی صاحب نصاب ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ ہے۔شریعت نے عورت کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔عورت کو جو مال جہیز میں ملتا ہے تحفہ تحائف ملتے ہیں ان چیزوں کی عورت خود مالک ہوتی ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال کو نہ ساس خرچ کرسکتی ہے نہ خسر، حتی کہ خاوند جس کا عورت پر بہت زیادہ حق ہے وہ بھی بیوی کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کرسکتا۔شریعت نے عورت کے حق کا اتنا لحاظ کیا ہے۔

لہذا عورت پر باقاعدہ زکوٰۃ قربانی فطرانہ ہے اور ان احکام پر عمل کرنے میں وہ خاوند کی اجازت کی بھی محتاج نہیں ہے۔کیونکہ یہ فرض عین ہے جسطرح نماز روزہ فرض عین ہیں۔اور نماز روزہ کی ادئیگی کیلئے خاوند سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے ہاں نفلی

روزے اگر عورت رکھنا چاہے تو ان کیلئے خاوند کی اجازت کی ضرورت ہے اگر چہ وہ بیمار بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ اور وہ اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی۔ جسطرح اطاعت مردوں کیلئے ہے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہے، جسطرح دین مردوں کیلئے ہے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہے، جسطرح قرآن مردوں کیلئے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہے، جسطرح آنحضرت ﷺ کی سنت مردوں کیلئے ہے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہے أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور کافروں کیساتھ دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا تھا اور فرمایا کہ خٰلِدِينَ فِيهَا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مومنوں کیساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ :

اب اس وعدے کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیساتھ کیا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے مومن مردوں کیساتھ اور مومن عورتوں کیساتھ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات کہ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں۔ سرزمین عرب بڑی خشک ہے ان لوگوں کیلئے پانی بڑی نعمت تھا اور ہے۔ سایہ ان لوگوں کیلئے بڑی نعمت تھا اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا مفہوم سمجھانے کیلئے فرمایا وہاں بڑے بڑے گھنے باغ ہونگے ظِلًّا ظَلِيلًا وہاں نہریں چل رہیں ہونگی۔ تاکہ وہ آسانی کیساتھ سمجھ سکیں کہ جنت کتنی عیش کا مقام ہے۔ اور یہ بھی فرمایا وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ [النحل: ۵۷] اور ان کیلئے جنت میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے یہ تو موٹی موٹی چیزیں اللہ تعالیٰ نے بتلائی ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ اگر کوئی پرندہ کسی کو بہت بلندی پر اڑتا ہوا نظر

آئے گا اور وہ خیال کرے گا کہ یہ میری خوراک بن جائے ارادہ کرتے ہی وہ سامنے بھنا ہوا پڑا ہوگا بہت بلند درختوں پر پھل لگے ہوں گے جنتی پھل کھانے کا ارادہ کرے گا اس کی ٹہنی خود بخود جھک جائے گی قُطُوۡفُهَا دَانِيَةٌ اس کو اٹھ کر توڑنے کی ضرورت نہیں پیش آئی گی خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں۔ جو خوش نصیب، نیک بخت، ساعت مند جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا وہاں سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جنت میں کتنا عرصہ رہے گا؟ سو سال، ہزار سال لاکھ سال، کروڑ سال، ارب سال، کھرب سال، پدم سال۔ نہیں نہیں اس کی انتہاء ہی کوئی نہیں ہے اور یہ دنیا کی زندگی تو تھوڑی سی زندگی ہے اس میں آخرت بنالو معلوم نہیں کس وقت ختم ہو جائے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ابھی جوان ہوں بوڑھا ہو کے مروں گا یا میں تندرست ہوں بیمار ہو کر مروں گا تو غلط فہمی کا شکار ہے جوان بھی مر رہے ہیں اور تندرست بھی مر رہے ہیں۔

میں نے بارہا یہ بات کہی ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ یہ ہمارا دور تو حادثاتی دور ہے اس دور میں کوئی شخص رات کو گھر آجائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، دو رکعت نفل پڑھے کہ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ میں خیریت سے گھر آ گیا ہوں۔ روڈ و سلطان ضلع جھنگ میں دو تین دن کا واقعہ ہے کہ پٹرول کی ٹینکی پھٹی تیل بہنے لگ گیا لوگ پٹرول مختلف برتنوں میں بھرنے لگ گئے، پٹرول کو آگ لگ گئی تقریباً سو آدمی جل کر مر گیا۔ کس کام میں مصروف تھے، کس حالت میں مرے؟ چوری کی حالت میں مرے اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمائے اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے مگر ہم نے رحمت والا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو ان کو وہم بھی نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیساتھ وعدہ کیا ہے باغوں کا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں

ہمیشہ رہیں گے وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً اور پاکیزہ مکانات کا وعدہ کیا ہے۔ جو بڑے ستھرے ہونگے نہ مکھی ہوگی، نہ مچھر ہوگا، نہ کیڑا مکوڑا ہوگا۔ ان کی صحیح کیفیت کا آج تصور بھی نہیں ہو سکتا فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ رہنے کے باغوں میں۔ یہ جو دنیا کے باغ ہیں ان پر کبھی پھل ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جنت کے باغوں کی یہ خوبی ہے کہ پھل توڑیں گے ساتھ ہی لگ جائے گا لَامَقْطُوْعَۃٍ وَّلَامَمْنُوْعَۃٍ نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے [واقعہ:۳۳] نہ وہاں کے درختوں کے پتے جھڑیں گے نہ خشک ہوں گے۔

رضاءِ الٰہی سب سے بڑی کامیابی :

مومن مردوں اور عورتوں کو اور کیا ملے گا؟ فرمایا وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندگی تو سب سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر راضی ہو جائے بہت بڑی بات ہے صحابہ کرام ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ لقب اور سند دنیا میں ہی عطا فرما دی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔'' ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔ کہ آدمی سے رب راضی ہو جائے، بندہ خدا کے غضب سے بچ جائے، جنت میں پہنچ جائے، جنت کی نعمتیں حاصل ہوں، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو نصیب فرمائے۔ لیکن اس نعمت کے حاصل کرنے کیلئے محنت کی ضرورت ہے مفت میں نہیں ملتی۔

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا ط وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ج وَمَا نَقَمُوْا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ج فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ج وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا لا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ○

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ آپ جہاد کریں کافروں اور منافقوں کیساتھ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان پر سختی کریں وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ اور البتہ تحقیق انہوں نے کہی ہے کفر کی بات وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ اور کفر کیا انہوں نے اسلام ظاہر کرنے کے بعد وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا اور انہوں نے ارادہ کیا اس چیز کا جس کو وہ پا نہ سکے وَمَا نَقَمُوْا اور انہوں نے نہیں بدلہ لیا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مگر اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی کر دیا اور اس کے رسول ﷺ نے بھی مِنْ فَضْلِهٖ اپنے

کرم سے فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّھُمْ پس اگر وہ توبہ کرلیں تو بہتر ہوگا ان کیلئے وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا اور اگر اعراض کریں گے یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیْمًا تو سزا دیگا اللہ تعالیٰ ان کو دردناک سزا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ دنیا میں اور آخرت میں وَمَا لَھُمْ فِی الْاَرْضِ اور نہیں ہوگا ان کیلئے زمین میں مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

کافروں اور منافقوں کا آپ ﷺ کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھانا :

آنحضرت ﷺ مجسمہ اخلاق اور بڑے نرم مزاج تھے اتنا کہ کافر آپ ﷺ کے منہ پر کہتے تھے کہ تم بڑے جھوٹے اور جادوگر ہو، کبھی کہتے تم پاگل ہو، دیوانے ہو، کبھی کہتے تم اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہو اور کبھی کہتے تم کاہن فال نکالنے والے ہو۔ عجیب عجیب قسم کی باتیں کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان کی یہ ساری باتیں سن کر درگذر فرماتے اور ان کا کوئی جواب نہ دیتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ ان کیلئے نرم ہیں وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ اور اگر آپ سخت مزاج تنگدل ہوتے لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ [آل عمران:۱۵۹] تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے پراگندہ ہو جاتے۔ ظاہر بات ہے کہ جو آدمی سخت مزاج اور لڑاکا ہوتا ہے اس کے قریب کوئی نہیں جاتا۔ نرم مزاج اخلاق والا ہو تو اس کے پاس لوگ بیٹھتے ہیں تو کافر اور منافق آپ ﷺ کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے اور غلط باتیں کر جاتے تھے۔ چنانچہ یہودی آکر کہتے اَلسَّامُ عَلَیْکَ درمیان سے لام کھا جاتے، اس کا معنیٰ ہے تیرے اوپر موت پڑے۔ ایک دفعہ اس طرح ہوا کہ ایک یہودی نے دروازہ کھٹکھٹایا ام المومنین پردے کے پیچھے چلی گئیں اتنے زیادہ کمرے تو نہیں ہوتے تھے کہ انکو الگ بٹھاتے وہی حجرہ ہوتا

تھا پردہ لٹکتا تھا جب مرد آتے تو عورتیں پردے کے پیچھے چلی جاتیں تھیں۔تو یہودی نے کہا اَلسَّامُ عَلَیْکَ آپ ﷺ نے فرمایا عَلَیْکَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے پیچھے سے فرمایا عَلَیْکَ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ تجھ پر موت اور لعنت پڑے۔یہودی جب اپنی بات کر کے چلا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا عائشہ تو بڑے غصے میں تھی کہنے لگیں حضرت آپ ﷺ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جو جواب دیا وہ تو نے نہیں سنا میں نے کہا عَلَیْکَ تجھ پر پڑے بس جواب پورا ہو گیا مزید کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔تو آپ ﷺ کی نرمی سے لوگ بڑا غلط فائدہ اٹھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ کافروں اور منافقوں کیساتھ اتنی نرمی کی ضرورت نہیں ہے۔

کافروں کیساتھ جہاد بالسیف ہے اور منافقوں کیساتھ باللسان ہے:

ارشادربانی ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اے نبی ﷺ آپ جہاد کریں کافروں اور منافقوں کیساتھ۔کافروں کیساتھ جہاد تلوار کیساتھ ہوتا ہے اور یہ ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوا تھا اور منافقوں کے ساتھ جہاد زبان کے ساتھ ہوتا ہے تلوار سے نہیں۔بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کہا حضرت ہم کافروں کیساتھ لڑنے کیلئے دور دراز کے محاذوں پر جاتے ہیں اور یہ منافق لوگ ہمارے قریب ہیں ہم ان کیساتھ جہاد کر کے تلوار کیساتھ ان کا صفایا نہ کر دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا ان کیساتھ تلوار کا جہاد نہیں کرنا اِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ یَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ ”لوگ کہیں گے کہ بیشک محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔“ کیونکہ بظاہر یہ کلمہ پڑھتے ہیں،نمازیں پڑھتے ہیں عوام سطحی ہوتے ہیں وہ ان کی منافقت کو نہیں جانتے لہٰذا اگر ان کو قتل کیا گیا تو عوام پر اس کا برا اثر پڑے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچے لوگ جو نئے

نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ بددل ہو جائیں گے اور نئے مسلمان نہیں ہونگے۔ زبانی جہاد کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کوئی بات کریں تو ان کو معقول طریقے سے ایسا جواب دو کہ جو منہ توڑ ہو کہ پھر ایسی بات نہ کر سکیں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان پر سختی کریں۔ سختی کا یہ مطلب نہیں کہ گالیاں دو نہیں بلکہ بات معقول ہو اور لہجہ اور انداز ایسا ہو کہ اس کو پتا چلے کہ یہ سخت بات کر رہا ہے۔ بالکل نرمی کرو گے تو یہ اِس سے غلط فائدہ اٹھائیں گے وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر صحیح العقیدہ مسلمان کو دوزخ سے بچائے گا۔

منافقوں کی ایک سازش کا تذکرہ :

آگے منافقوں کے ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ وہ اسطرح کہ غزوہ تبوک ۹ھ رجب کے مہینے میں پیش آیا۔ چند منافق بھی اس غزوہ میں شریک تھے انہوں نے راستے میں بھی شرارتیں نہیں چھوڑیں۔ اس سے پہلی آیات میں تم پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیساتھ مذاق، آنحضرت ﷺ کی ذات کیساتھ ٹھٹھہ، قرآن کریم کیساتھ مخول کرتے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو کہنے لگے کہ ہم تو صرف دل لگی کر رہے تھے کہ راستہ طے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ کیا اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اس کی آیتوں کیساتھ اور اس کے رسول کیساتھ تم ٹھٹھہ کرتے ہو، تمہارے مسخرے کیلئے یہی رہ گئے تھے۔ اس غزوہ میں منافقوں کا یہ ذہن تھا کہ آپ ﷺ زندہ بچ کر واپس نہیں آئیں گے اور نہ ہی ان کے ساتھی زندہ بچیں گے۔ کیونکہ رومیوں کی بے بہا فوج ہے ان کیساتھ مقابلے کے بعد یہ کیسے زندہ واپس آ سکتے ہیں؟ یہ خیال ذہن میں جما کر وہ بہت خوش تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے تمام ساتھی

زندہ واپس آ گئے سوائے ایک دو ساتھیوں کے کہ وہ طبعی طور پر دوران سفر فوت ہو گئے تھے باقی ان میں کوئی ضائع نہیں ہوا۔ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب آ گئے تو منافق پریشان ہو گئے تو منافقوں نے آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ دریافت کیا کہ آپ ﷺ کس راستے سے واپس آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ کون کون ہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ فلاں راستے سے آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کیساتھ عمار ابن یاسر اور حذیفہ ابن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ مسلم شریف کی روایت میں بارہ تیرہ اور چودہ پندرہ کا ذکر ہے۔ رات کا وقت تھا نہ کھلی روشنی تھی اور نہ بالکل اندھیرا تھا ان تیرا چودہ منافقوں نے نقاب پہن رکھے تھے تاکہ ہم پہچانے نہ جائیں اور ایک درے کے پاس چھپ کر بیٹھ گئے کہ جب آپ ﷺ یہاں سے گذریں تو اچانک حملہ کر کے آپ ﷺ کا کام تمام کر دیں۔ آپ ﷺ سواری پر تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سواری کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سواری کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل رہے تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے آدمیوں کی آہٹ محسوس کی کہ کچھ آدمی ہیں دیکھا تو واقعی ایک گروہ تھا جو آپ ﷺ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایسی جرأت اور ہمت عطا فرمائی کہ تلوار لیکر ان کو للکارا۔ وہ دوڑ پڑے یہ ان کے پیچھے دوڑے دور تک دوڑا کر واپس آئے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کیساتھ رہے کہ ایسا نہ ہو کہ تنہائی میں آپ پر کوئی وار کر دے آنحضرت ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان منافقین کے نام بتائے کہ فلاں فلاں منافق تھا اور فرمایا کہ یہ تیرا میرا راز ہے کسی کو بتانا نہیں۔ اسی لئے ان کو صاحب سرّ رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے۔

ان منافقوں میں ایک جلاس نامی آدمی بھی تھا بعد میں وہ تائب ہو کر رضی اللہ عنہ ہو گئے

تھے۔اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کے پیٹ میں مروڑ ہوگا اور یہ اس بیماری کیساتھ ختم ہوجائیں گے۔ان منافقوں کا علم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اگر کوئی مشہور مسلمان فوت ہوتا تو وہ بے کھٹکے اس کا جنازہ پڑھ لیتے تھے اور جس کے متعلق صحیح طور پر علم نہیں ہوتا تھا تو اس کے بارے میں پوچھتے تھے کہ حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ جنازے میں شریک ہیں یا نہیں اگر حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ ہوتے تو بے کھٹک جنازہ پڑھا دیتے اور اگر حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو تحقیق کرنے کے بعد جنازہ پڑھاتے کہ کہیں ان منافقوں میں سے کسی کا جنازہ نہ ہو۔ان میں سے بعض کے متعلق لوگوں کو شبہ ہوا کہ ان لوگوں نے منصوبہ بنایا تھا کیونکہ یقینی طور پر تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا جن کے متعلق شبہ تھا ان سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کرنے کی کوشش کی تھی اور آنحضرت ﷺ کے متعلق واہی تباہی قسم کی باتیں کیں تھیں کہ مثلاً یہ کہا ھُوَ اَکَّالٌ یہ پیٹو ہے، خیبر کھالیا، مکہ کھالیا، عرب سارا کھالیا اب رومیوں کو کھانے کیلئے جا رہا ہے کہ ان کو شکست دے کر ان کا مال کھائے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔اور یاد رکھنا آنحضرت ﷺ کی ادنی توہین بھی کفر ہے۔مثلاً اگر کوئی شخص حقارت کے طور پر کہے کہ آپ ﷺ کی چادر میلی تھی تو فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں یہ شخص کافر ہو گیا اسی طرح اگر کوئی شخص تحقیراً آپ ﷺ کے بال مبارک کے متعلق کہے بالڑو تو کافر ہو جائے گا۔تو جب ان سے پوچھا گیا تو منکر ہو گئے اور قسمیں کھانے لگے اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ اور البتہ تحقیق انہوں نے کہی ہے کفر کی بات۔کہ آپ ﷺ تحقیر کی اور اور مذاق اڑایا معاذ اللہ تعالیٰ وَكَفَرُوْا بَعْدَ

اِسْلَامِهِمْ اورانہوں نے کفر کیا اسلام ظاہر کرنے کے بعد کہ دل سے تو ایمان نہیں لائے تھے زبانی طور پر کلمہ پڑھتے تھے اور زبانی طور پر کلمہ پڑھنے کے بعد قولاً فعلاً یہ کفر یہ کارروائی کی کہ آپکے متعلق پیٹو کے لفظ استعمال کئے اور عملاً یہ کہ آپ ﷺ کے شہید کرنے کے درپئے ہوئے وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا اور انہوں نے ارادہ کیا اس چیز کا جس کو وہ پا نہ سکے۔ کہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا اور کر نہ سکے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسی جرأت کے ساتھ ان کو للکارا کہ یہ گیدڑوں کی طرح بھاگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جو غریب مسکین تھے بھوکے مرتے تھے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو زکوۃ، صدقات اور فطرانہ میں سے ان کی بڑی معاونت کی، بیت المال میں سے ان کی امداد کی اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ اور انہوں نے نہیں بدلہ لیا، آپ ﷺ کی عیب جوئی نہیں کی، آپ ﷺ کیخلاف کارروائی نہیں کی مگر اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زکوۃ، صدقات اور فطرانہ سے رقم دے کر اور بیت المال سے امداد کر کے ان کو مالدار کر دیا اپنے کرم۔ جس کا یہ بدلہ لے رہے ہیں فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو بہتر ہوگا ان کیلئے۔ جسطرح جلاس نے سچے دل سے توبہ کی اور رضی اللہ عنہ ہو گئے وَإِنْ يَتَوَلَّوْا اور اگر وہ توبہ سے اعراض کریں گے يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تو سزا دیگا ان کو اللہ تعالیٰ دردناک سزا دنیا میں کہ جس وقت ان کے پیٹ میں مروڑ پڑتا تھا تو گدھے کی طرح زمین میں لیٹیاں لیتے تھے اور چیخیں مارتے تھے۔ ایسی تکلیف سے اللہ تعالیٰ بچائے اور آخرت میں جو سزا ہوگی وہ علیحدہ ہے وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ اور نہیں ہوگا ان کیلئے زمین

میں مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَانَصِیْرٍ کوئی حمایتی کہ زبانی کلامی حمایت کرے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اسطرح کا بھی کوئی نہیں ہوگا اور نہ کوئی ان کا عملی طور پر مددگار ہوگا جب یہ رب تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا ہے اللہ تعالیٰ کیساتھ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ کہ اگر دیگا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے لَنَصَّدَّقَنَّ تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور البتہ ہم ضرور ہوں گے نیکوں میں سے فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا اپنے فضل سے بَخِلُوْا بِهٖ تو انہوں نے بخل کیا اس میں وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور انہوں نے اعراض کیا اور وہ اعراض کرنے والے ہیں فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے پیچھے لگا دیا نفاق فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان

کے دلوں میں اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ اس دن تک جس دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ تعالیٰ سے مَا وَعَدُوْهُ اس چیز کی جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے اَلَمْ يَعْلَمُوْآ کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ کہ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی مخفی بات کو وَنَجْوٰهُمْ اور ان کی سرگوشی کو وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اور بیشک اللہ تعالیٰ غیبوں کا جاننے والا ہے اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ منافق وہ ہیں جو عیب لگاتے ہیں خوشی سے کرنے والوں پر مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں میں سے فِي الصَّدَقٰتِ صدقہ خیرات وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اور ان لوگوں پر جو نہیں پاتے اِلَّا جُهْدَهُمْ مگر اپنی محنت فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ پس وہ مسخرہ کرتے ہیں ان کے ساتھ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اللہ تعالیٰ ان کیساتھ مسخرہ کرے گا، بدلہ دے گا ٹھٹھے کا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کیساتھ بدعہدی کرنے والوں کا انجام :

منافقوں کی کارستانیاں اور ان کی تردید کا سلسلہ شروع ہے۔ مدینہ طیبہ میں ثعلبہ ابن ابی حاطب نامی ایک آدمی تھا اکثر تفسیروں میں ان کا نام ثعلبہ ابن حاطب لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ثعلبہ ابن حاطب ﷛ بدری صحابی ہیں اور بدریوں کے بارے میں یہ روایت بخاری، مسلم، تمام کتب صحاح میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِعْمَلُوْا كَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ " جو تمہارا جی چاہے کرو تحقیق

میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہارے لئے جنت واجب کر دی ہے۔'' تو بدریوں کی بخشش قطعی ہے اسی طرح حدیبیہ والوں کے بارے میں الجامع الصغیر میں روایت ہے۔ یہ بھی حدیث کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جو صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے میں ان کو معاف کر چکا ہوں۔ لہذا یہ واقعہ ثعلبہ ابن حاطب کا نہیں بلکہ ثعلبہ ابن ابی حاطب کا ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ منافق کا ہے اور حافظ ابن حجر اور دیگر مفسرین اور محدثین کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس کا نام ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے۔

اور آگے اسی سورۃ میں مسجد ضرار کا ذکر آ رہا ہے جو منافقوں نے مسجد قبا کے پاس بنائی تھی یہ اس کے بانیوں میں شامل تھا۔ تو یہ ثعلبہ ابن ابی حاطب آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت میں بھوکا مر رہا ہوں، فاقے پہ فاقہ آ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا...... دنیا میں غربت بھی ہے اور امارت بھی ہے، بھوک بھی ہے پیاس بھی ہے، راحت بھی ہے تکالیف بھی ہیں، برداشت کرو۔ کہنے لگا حضرت برداشت سے باہر ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے مال دیدے۔ آپ ﷺ نے اس کو سمجھایا کہ مال دولت میں فراوانی طلب نہ کرو مال کے بہت سارے حقوق ہیں آدمی اگر وہ حقوق ادا نہ کرے تو مال اس کیلئے وبال کا باعث ہوتا ہے۔ کہنے لگا اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال دے تو میں صدقہ خیرات کروں گا اس کے ذریعے نیکیاں کماؤں گا آنحضرت ﷺ نے اس کیلئے دعا کی اللہ تعالیٰ نیکوں کی دعا قبول فرماتے ہیں اگرچہ وہ اس میں مجبور نہیں ہے۔ چاہے تو نوح علیہ السلام کی دعا کو رد کر دے مگر بنسبت عام لوگوں کے نیکوں کی دعا زیادہ قبول کرتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر خدا کی دنیا میں کون نیک ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔

ثعلبہ تاجر پیشہ آدمی تھا بھیڑ، بکریاں، اونٹ خریدے اس سے اس کو کافی مالی فائدہ ہوا اس کے پاس بھیڑ، بکریاں، اونٹ اتنے زیادہ ہو گئے کہ مدینہ طیبہ میں نہ رکھ سکا باہر لے گیا۔ پہلے رات کی نماز گئی، پھر دن کی نماز گئی صرف جمعہ رہ گیا اور پھر رفتہ رفتہ جمعہ کی شرکت بھی ختم ہو گئی۔ بہر حال اس کے پاس کافی مال جمع ہو گیا اور مسئلہ یہ ہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ، زمین کی پیداوار کا عشر، باغات کے پھل کا عشر حکومت براہِ راست وصول کرتی ہے اور اموال باطنہ جیسے سونا چاندی، سامان تجارت ان کی زکوٰۃ مالک خود ادا کرے گا شرعاً حکومت لینے کی مجاز نہیں ہے ہاں اگر واقعی طور پر کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ علیحدہ مسئلہ ہے۔

جب ضیاء الحق کے دور میں حکومت نے لوگوں کی زکوٰۃ کاٹنی شروع کی تھی تو ہم نے اس پر سخت تنقید کی تھی کہ حکومت اس کی مجاز نہیں ہے اور یہ کہ اپنے مصرف میں خرچ نہیں ہو گی اور ہم نے جو خدشات ظاہر کئے تھے وہ پورے ہو کر رہے اور زکوٰۃ کو مصرف پر خرچ کرنے کی بجائے اس رقم سے گلیاں، نالیاں بنتی رہیں۔ سو میں سے پانچ دس آدمی ہونگے جنہوں نے صحیح جگہ پر خرچ کی ہو ورنہ کوئی اس رقم سے الیکشن لڑتا رہا اور کوئی کچھ کرتا رہا، کوئی کچھ کرتا رہا۔ قصہ یہ کہ جانوروں کی زکوٰۃ براہ راست حکومت وصول کرتی ہے۔

ثعلبہ کے مال پر جب سال گذر گیا تو آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیجا کہ ثعلبہ سال پورا ہو گیا ہے جانوروں کا حساب کر کے زکوٰۃ دو۔ ثعلبہ ابن ابی حاطب نے آپ ﷺ کے نمائندے کو کہا میں نے ابھی حساب نہیں کیا تم کل آنا، اگلے دن پھر یہی کہا کہ میں نے ابھی حساب نہیں کیا تم کل آنا وہ کل کو گیا تو پھر کہنے لگا کہ میں نے ابھی حساب نہیں کیا تم کل آنا جب آدمی کے دل میں کھوٹ ہوتا ہے تو وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے نمائندے نے کہا

کہ اگر زکوۃ دینی ہے تو دیدو نہیں دینی تو انکار کردو میں تو روزانہ چل چل کر تھک گیا ہوں تو اس نے کہا مَاهِيَ اِلَّا اُخْتُ الْجِزْيَةِ ''یہ زکوۃ تو ٹیکس کی طرح ہے۔'' قاصد نے یہی الفاظ واپس آ کر آنحضرت ﷺ کو بتلا دیئے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا وَيْـــــحَكَ يَاثَعْلَبَةُ ''اے ثعلبہ تجھ پر افسوس ہے۔'' اور محصل کو فرمایا کہ اب تم اس کے پاس نہ جانا اس کے بعد وہ خود زکوۃ لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ نے وصول کرنے سے انکار فرما دیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے پاس آیا انہوں نے بھی رد کر دی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مین ان کے پاس لیکر آیا اور کہنے لگا پہلے میں منافق تھا اب میں مخلص ہو گیا ہوں تم زکوۃ وصول کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًافِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ یہ نفاق ان کے دل میں اس دن تک رہے گا جس دن یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔ تو نے کس طرح چھوڑ دیا ہے؟ تو سچا ہے یا رب تعالیٰ سچے ہیں؟ رد کر دی فرمایا لے جاؤ۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی لے کر آیا انہوں نے بھی رد کر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی یہ ثعلبہ ابن ابی حاطب منافق مر گیا۔ اس کا ذکر ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا ہے اللہ تعالیٰ کیساتھ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ کہ اگر دیگا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے مال لَنَصَّدَّقَنَّ تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور البتہ ہم ضرور رہوں گے نیکوں میں سے فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ پس جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا اپنے فضل سے بَخِلُوْا بِهٖ تو انہوں نے بخل کیا اس میں وَتَوَلَّوْا اور انہوں نے اعراض کیا یعنی وعدے سے پھر گئے وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور وہ اعراض کرنے والے ہیں فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا پس اللہ تعالیٰ نے ان

کے پیچھے لگادیا نفاق کو فِیْ قُلُوْبِھِمْ ان کے دلوں میں اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ اس دن تک جس دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔ یعنی مرتے دم تک منافقت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دی ہے بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ تعالیٰ سے مَا وَعَدُوْهُ اس چیز کی جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے۔ کہ صدقہ خیرات کریں گے نیک بنیں گے وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ زبان پر کچھ اور اندر کچھ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی مخفی بات کو اور ان کی سرگوشی کو وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اور بیشک اللہ تعالیٰ غیبوں کا جاننے والا ہے۔

مسلمانوں پر طعن و تشنیع منافقوں کا وطیرہ ہے :

آگے اور واقعہ کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر چندے کی اپیل کی کسی محاذ پر دشمنوں کے مقابلہ کیلئے جانا تھا اسلحہ اور دیگر جنگی سامان کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دل کھول کر چندہ دو بڑی ضرورت ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہتے ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے ایک مجلس میں جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔ انہوں نے چار ہزار درھم اور ایک روایت میں آٹھ ہزار درہم کا ذکر بھی آتا ہے لا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشے چاندی کا ہوتا ہے اچھا خاصا وزن تھا تھیلہ بھرا ہوا تھا منافقوں نے کہا کہ یہ ریاکاری ہے۔ زیادہ چندہ اس لئے دیا ہے کہ اسکا نام مشہور ہو اچھے نمبر ملیں۔

صحابی کا انوکھا ایثار :

اور حضرت ابو عقیل حَبْحَاب رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں جب آپ ﷺ نے چندے کی

اپیل کی یہ گھر تشریف لے گئے بیوی سے کہا تیرے پاس کوئی شی ہے؟ کھجوریں یا نقد یا آٹا یا ستو جو میں آپ ﷺ کو چندے میں دے سکوں بیوی نے کہا کوئی شے نہیں ہے۔ بڑے پریشان ہوئے کہ میں اس موقع پر چندہ دینے سے محروم رہا۔ یہ ایک یہودی کے پاس گئے کہ میں عشاء سے لے کر صبح تک تیرے باغ کو پانی پلاؤں گا تو مجھے کیا دے گا؟ اس نے کہا دو صاع کھجوریں دونگا۔ ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ یہودیوں کے باغ ہوتے تھے کنویں میں سے پانی نکال کر باغات کو سیراب کرتے تھے۔ انہوں نے دیانتداری کیساتھ مزدوری کی جسطرح کرنی چاہئے تھی اور مسئلہ یہ ہے کہ مزدور اگر مزدوری میں کوتاہی کرے گا داؤ لگائے گا تو اس کی کمائی حلال نہیں ہوگی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مزدور کو مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔ اگر آدمی مزدور کو مزدوری نہیں دیتا ٹال مٹول کرتا ہے تو گنہگار ہوگا۔ انہوں نے ساری رات باغ کو پانی پلایا دو صاع کھجوروں کے ملے ایک صاع بیوی کو لا کر دیا کہ گھر کیلئے استعمال کرو اور ایک صاع کھجوروں کا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور ساری کہانی بھی سنا دی کہ یہ میں کس طرح مزدوری کر کے لایا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ کھجوریں دوسرے چندے کے اوپر رکھ دیں کہ اس آدمی نے جو محنت کی ہے بڑی قابل قدر ہے۔

منافقوں نے ان کو بھی معاف نہ کیا کہنے لگے کہ کیا مصیبت پڑی تھی ساری رات کھڑے ہو کر باغ کو پانی پلانے کی یہ لہو لگا کر شہیدوں میں اپنا نام لکھوانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ منافق وہ ہیں جو عیب لگاتے ہیں خوشی سے کرنے والوں پر مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے فِى الصَّدَقٰتِ صدقہ خیرات۔ دل کھول کر صدقہ خیرات کرنے والوں پر بھی عیب لگاتے ہیں جیسے حضرت عبد الرحمٰن بن

عوف رضی اللہ عنہ پر عیب لگایا کہ یہ ریا کاری ہے نمبر لینے کیلئے یہ کام کیا ہے وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ اوران لوگوں پر جونہیں پاتے مگر اپنی محنت۔

جیسے حضرت ابوعقیل حبحاب رضی اللہ عنہ کہ مشقت کر کے لائے ان کو معاف نہیں کیا۔ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ پس وہ مسخرہ کرتے ہیں ان کے ساتھ۔ کہ دیکھو ساری رات یہودی کے باغ کو پانی پلاتا رہا اور ایک صاع کھجوروں کا لا کر پیش کیا اگر نہ لاتا تو کیا ہو جاتا اور اب تیرے صاع کیساتھ کون سی فتح ہو جانی ہے سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اللہ تعالیٰ ان کیساتھ مسخرہ کرے گا یعنی ان کو مسخرے کا بدلہ دے گا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ کہ یہ منافق کسی کو معاف نہیں کرتے۔ شریر آدمی ہمیشہ شرارت کی بات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرارت سے بچائے اور محفوظ فرمائے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ آپ ان کیلئے بخشش طلب کریں اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا نہ طلب کریں اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یہ اس لئے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا فاسق قوم کو فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ خوش ہیں جو پیچھے چھوڑ گئے بِمَقْعَدِهِمْ اپنے بیٹھے رہنے پر خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول کے

پیچھے وَکَرِهُوْآ اور انہوں نے ناپسند کیا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ نہ کوچ کرو تم گرمی میں قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا اے پیغمبر آپ کہہ دیں جہنم کی آگ بہت سخت گرم ہے لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ کاش کہ وہ سمجھ لیں فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا پس چاہئے کہ وہ ہنسیں تھوڑا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا اور چاہئے کہ وہ روئیں زیادہ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے رہے۔

ایسے منافق بھی تھے جن کے نفاق کا آخر تک پتہ نہ چلا :

مدینہ منورہ میں منافقوں کی کافی تعداد تھی۔ ان میں سے بعض ایسے گہرے منافق تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر کوئی نہیں جانتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ اور بعض اہل مدینہ میں وہ ہیں جو اڑے ہوئے ہیں نفاق پر لَا تَعْلَمُهُمْ آپ ان کو نہیں جانتے نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ہم انکو جانتے ہیں۔ اور کچھ منافق ایسے تھے کہ ان کی حرکات وسکنات، طور طریقے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ منافق ہیں۔ انہی میں سے عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین بھی تھا۔ یہ بڑا قد آور، خوبصورت، صحت مند اور مالدار آدمی تھا گفتگو بڑے سلیقہ اور طریقہ سے کرتا تھا جب بات شروع کرتا تھا تو آدمی کی خواہش ہوتی کہ اس کی باتیں سنتا رہے۔ اتنا باتونی آدمی تھا کہ آنحضرت ﷺ جیسی ذہین وفطین شخصیت کو بھی دھوکہ دے جاتا تھا۔ اس انداز اور ڈھنگ سے بات کرتا تھا کہ آپ ﷺ بھی سمجھتے تھے کہ بڑا مخلص ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔ اس رئیس

المنافقین کا ایک بیٹا تھا اس کا نام بھی عبداللہ تھا اس زمانے میں لوگ باپ کے نام پر نام رکھتے تھے دادا کے نام پر نام رکھتے تھے مثلاً عباس ابن عباس ابن عباس، زبیر ابن زبیر ابن زبیر، عبداللہ ابن عبداللہ ابن عبداللہ۔ اور فرق اسطرح کرتے تھے کہ چھوٹا عبداللہ درمیانہ عبداللہ بڑا عبداللہ۔ مولانا الیاس صاحبؒ جو تبلیغی جماعت کے بانی ہیں ان کے بیٹے کا نام تھا محمد یوسفؒ فوت ہو گئے ہیں تو مفتی زین العابدینؒ نے ان کے نام پر اپنے چاروں بیٹوں کے نام محمد یوسف رکھے اور فرق اسطرح کرتے کہ اول، ثانی، ثالث، رابع۔ یوسف اول، یوسف ثانی، یوسف ثالث، یوسف رابع۔ اول، دوم، سوم، چہارم۔ تو اس طرح وہ ناموں کی تعیین کرتے تھے۔

عبداللہ ابن اُبی رئیس المنافقین تھا اور بیٹا عبداللہ مخلص صحابی تھا جب رئیس المنافقین فوت ہو گیا تو بیٹا آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا حضرت میں یہ نہیں کہتا کہ میرا باپ مخلص تھا بلکہ میں بھی اس کو منافق ہی سمجھتا ہوں لیکن کوئی حیلہ کر کے دیکھ لو کہ رب تعالیٰ اس کی بخشش کر دے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی دلجوئی کیلئے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ نے اس وقت دو کرتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ کرتا جو بدن کیساتھ لگا ہوا تھا اتار کر اس کو دیدیا کہ یہ کفن کے طور پر اس کو پہناؤ اور یہ بھی فرمایا کہ جنازہ بھی میں پڑھاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت اس منافق کا جنازہ آپ ﷺ نے پڑھانا ہے جس نے فلاں دن یہ حرکت کی اور فلاں موقع پر یہ حرکت کی اور فلاں دن یہ حرکت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چونکہ میری طبیعت گرم تھی صبر نہ ہو سکا اور بار بار کہتا رہا کہ حضرت اس منافق کا جنازہ پڑھاتے ہو۔ یہانتک کہ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر! تو مجھ پر داروغہ مسلط ہوا ہے، میں نے پڑھانا ہے۔ پھر یہ خاموش ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ تشریف لائے اس کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کا جنازہ بھی پڑھایا۔ظاہر بات ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے جنازہ پڑھایا تو صحابہ کرام ﷢ نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے جنازہ پڑھا کیونکہ کسی صحابی میں جرأت نہ تھی کہ پیچھے رہتا۔اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ آپ ان کیلئے بخشش طلب کریں یا ان کیلئے بخشش طلب نہ کریں اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔

خدا کی پکڑ سے نبی بھی نہیں چھڑا سکتا :

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ پکڑے اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا اور ادھر پنجابی میں لوگوں نے کچھ اشعار بنائے ہوئے ہیں......

؎ اللہ دے پکڑے چھڑائے محمد ﷺ

محمد ﷺ دے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکدا

رئیس المنافقین کو رب تعالیٰ نے پکڑا ہے اور آنحضرت ﷺ چھڑانے کی پوری کوشش کی ہے۔کرتا بطور کفن کے دیا ہے،لعاب مبارک منہ میں ڈالا ہے،بدن پر ملا ہے،جنازہ بھی پڑھایا ہے مگر رب تعالیٰ نے اس کو نہیں چھوڑا۔تو یہ شعر بالکل قرآن کیخلاف ہے خدا خدا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں حضرت محمد ﷺ کا درجہ سب سے اعلیٰ اور افضل ہے مگر رب تعالیٰ کے مقابلے میں تو مخلوق ہیں۔خالق اور مخلوق کا کیا مقابلہ ہے؟ رب تعالیٰ نے فرمایا ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کرو گے تو میں نہیں بخشوں گا۔اسی سورۃ میں آگے آئے گا کہ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کیلئے اس کی موت کے وقت کلمہ پڑھانے کی

کوشش کی اس نے اس بات کا اقرار بھی کیا کہ تیرا دین سچا ہے لیکن میں اپنا دھڑا چھوڑ نے کیلئے تیار نہیں ہوں ۔آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی کی دعا مانگوں گا۔آپ ﷺ ابو طالب کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے مگر اس کیلئے دعا مانگی آپ ﷺ کو دیکھ کر اور لوگوں نے بھی دعا مانگی۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم نازل فرمایا مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى [التوبہ]نہیں لائق نبی کے اوران لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں شرک کرنے والوں کیلئے اگر چہ وہ ان کے قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں وَمِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ الْجَحِيمِ [التوبہ:۱۱۳] بعد اس کے کہ واضح ہو چکا ہے ان کیلئے کہ وہ بیشک دوزخ والے ہیں۔لہذا یاد رکھنا رب تعالیٰ کے پکڑے ہوئے کو کوئی نہیں چھڑا سکتا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ یہ اس لئے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کا۔نہ دل سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مانا، نہ قرآن کریم کو مانا اور نہ رسول اللہ ﷺ کو مانا اور زبان سے ماننے کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور ظاہری اعمال کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر دل میں ایمان نہیں ہے۔ظاہری اعمال میں تو منافقین بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔نماز کا وقت ہوتا تھا تو مخلصین سے پہلے آ کر پہلی صف میں بیٹھ جاتے تھے ناواقف آدمی سمجھتا تھا بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں جو پہلے آ گئے ہیں۔چندہ دینے کے موقع پر پہلے چندہ پیش کرتے تھے اور بڑھ چڑھ کر پیش کرتے تھے الا ماشاء اللہ اور اگر اسلام کی تائید کی بات ہوتی تو ایسے انداز سے کرتے تھے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ بڑے مخلص ہیں۔کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے کہ اعتماد اٹھنے کا خطرہ ہو مگر دل سے اللہ تعالیٰ کے حکموں کا بھی انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ

کے حکموں کا بھی انکار کرتے تھے وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا فاسق قوم کو۔

غزوۂ تبوک میں منافقوں کا مختلف بہانے تراش کر جان چھڑانا:

پہلے تفصیل کیساتھ بات بیان ہو چکی ہے کہ غزوہ تبوک سخت گرمی میں ہوا تھا سفر لمبا تھا، لوگوں کی فصلیں پکی ہوئیں تھیں، رومیوں کیساتھ مقابلہ تھا منافقوں نے حیلے بہانے کر کے جان چھڑا لی اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ خوش ہیں جو پیچھے چھوڑ گئے۔ شیطان کے بہکاوے میں آ کر پیچھے رہ گئے اور وہ خوش ہو گئے بِمَقْعَدِھِمْ اپنے بیٹھے رہنے پر خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور یہ پیچھے گھروں میں بیٹھ کر خوش ہوتے اور گپیں مارتے کہ ہمارا بڑا داؤ لگا ہے وَکَرِھُوْٓا اَنْ یُّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے دوسروں کو لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ نہ کوچ کرو تم گرمی میں۔ سخت گرمی کا مہینہ تھا اور تقریباً ایک ماہ کا سفر تھا چل چل کر صحابہ کرام ﷺ کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے اور ناخن اتر گئے قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں نَارُ جَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا جہنم کی آگ بہت سخت گرم ہے۔ تم اس دنیا کی گرمی سے بچنے کی کوشش کرتے ہو اس آگ کی گرمی سے بچو کرو جو اس دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔

اس دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے، سخت سے سخت دھاتیں پگھل جاتی ہیں تو اس کی کیا کیفیت ہو گی جو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اگر دوزخ کی آگ سے مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن وہاں تو لَایَمُوْتُ فِیْھَا

وَلَا یَحْیٰ نہ مرے گا نہ زندہ رہے گا۔ اور وہ زندگی زندگی نہیں وہ ایسی زندگی ہے جہنمی خود اپنے لئے موت مانگیں گے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ کاش کہ ہم پر موت آ جائے۔ اور جہنم کے داروغہ مالک فرشتے کو کہیں گے یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ اے مالک تیرا رب ہمیں مار دے ختم کر دے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی۔ حکم ہوگا تم یہیں رہو گے یہی تمہارا ٹھکانہ ہے لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ کاش کہ وہ سمجھ لیں فَلْیَضْحَكُوْا قَلِیْلًا پس چاہئے کہ وہ ہنسیں تھوڑا۔ دنیا میں کوئی کتنا عرصہ ہنس لے گا کسی کی عمر دس سال، کسی کی بیس سال، کسی کی تیس سال، سو سال، پچاس جتنی زندگی ہے اتنا ہی ہنسیں گے وَلْیَبْكُوْا كَثِیْرًا اور چاہئے کہ وہ روئیں زیادہ۔ آگے پھر ساری زندگی رونا ہی ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مجرم جس وقت روئیں گے تو ان کے آنسوؤں سے رخساروں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور ایک ایک مجرم اتنا روئے گا کہ اس کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائیں تو چل پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے سارے واقعات عبرت کیلئے ہمیں ابھی بتائے ہیں تاکہ جو نیکی کرنا چاہتا ہے اب کر لے اور آخرت کی فکر کر لے۔ آخرت کے عذاب سے بچنا اور اس کی فکر کرنا دین کا بڑا اہم حصہ ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے رہے۔ اور جس نے جو کمائی کرنی ہے اس کو اس کا بدلہ ضرور ملنا ہے۔

❁❁❁❁❁

فَاِنْ رَّجَعَکَ اللّٰہُ اِلٰی طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْکَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّکُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ۝ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ کٰفِرُوْنَ ۝

فَاِنْ رَّجَعَکَ اللّٰہُ پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لوٹائے اِلٰی طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ ان میں سے ایک گروہ کی طرف فَاسْتَاْذَنُوْکَ لِلْخُرُوْجِ پس وہ اجازت طلب کریں آپ سے نکلنے کی فَقُلْ پس آپ کہہ دیں لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا کہ ہرگز نہ نکلو میرے ساتھ کبھی بھی وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا اور نہ لڑو تم میرے ساتھ ہو کر دشمن سے اِنَّکُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ بیشک تم راضی ہو چکے ہو بیٹھے رہنے کیساتھ اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ پس بیٹھ جاؤ پیچھے بیٹھنے والوں کیساتھ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ اور نہ آپ جنازہ پڑھائیں کسی کا مِّنْهُمْ

ان میں سے مَّاتَ اَبَدًا جو مر گیا ہو کبھی بھی وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اور نہ کھڑے ہو اس کی قبر پر اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بیشک انہوں نے انکار کیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کا اور اس کے رسول کے احکام کا وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ اور وہ مرے اس حال میں کہ وہ نافرمان ہیں وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان منافقوں کے مال اور ان کی اولاد اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ بیشک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا کہ ان کو سزا دے ان کے مالوں کی وجہ سے دنیا میں وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ اور نکلیں ان کی جانیں وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی کہ رومیوں کی فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے مسلمانوں کی سرحد تبوک کے مقام پر پہنچ چکی ہے اور مزید فوج پیچھے آ رہی ہے جب یہ اکٹھی ہو جائے گی تو مسلمانوں پر حملہ کر دے گی۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا اگر کوئی خبر آپ ﷺ کے پاس پہنچتی تھی آپ ﷺ اس کی تحقیق کرتے تھے اگر سچی ہوتی تو اس پر عمل کرتے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا [۲۶/الحجرات:۶] اگر کوئی کچا آدمی تمہارے پاس خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کر لو۔ کہ جو بات یہ کہہ رہا ہے صحیح ہے یا نہیں۔ چنانچہ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی رومیوں کی فوج تبوک کے مقام کے قریب پہنچ چکی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ہنگامی حالت کا اعلان کیا اور فرمایا کہ چلو ہم بھی ان کا مقابلہ کریں۔ آپ ﷺ کے ساتھ مجاہدین کی تعداد تیس ہزار بھی لکھی ہے، چالیس ہزار بھی لکھی ہے اور ستر ہزار بھی لکھی ہے۔ اور یہ بات بھی پہلے بیان ہو چکی ہے کہ سخت گرمی کا زمانہ تھا، فصلیں پکی

ہوئی تھیں اور سفر لمبا تھا اور رومیوں کی فوج کیساتھ لڑنا تھا۔ یہ سب دشواریاں اور پریشانیاں سامنے تھیں۔ منافقین نے عجیب عجیب قسم کے بہانے کر کے آپ ﷺ سے اجازت اور چھٹی لے لی اور آپ ﷺ نے ان کو چھٹی دے بھی دی جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ اَذِنتَ لَهُمْ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو اجازت کیوں دی یعنی نہیں دینی چاہئے تھی۔ انہوں نے تو کسی صورت بھی نہیں جانا تھا اب اجازت کو یہ اپنے لئے دلیل بناتے ہیں۔ تبوک کے سفر میں لڑائی کی نوبت نہیں پیش آئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ساری فوج صحیح سالم واپس آئی۔

اب آئندہ کیلئے رب تعالیٰ فرماتے ہیں تبوک کے سفر کے دوران ہی یہ آیتیں نازل ہوئیں فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لوٹائے تبوک سے مدینے طیبہ کی طرف ان منافقوں میں سے ایک گروہ کی طرف۔ مِنْهُم اس لئے فرمایا کہ ایک دو منافق بعد میں تائب ہو کر مخلص مسلمان ہو گئے تھے فَاسْتَاْذَنُوكَ آئندہ وہ اجازت طلب کریں آپ سے لِلْخُرُوْجِ نکلنے کی جہاد کیلئے فَقُلْ تو آپ کہہ دیں لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا کہ ہرگز نہ نکلو میرے ساتھ کبھی بھی۔ آئندہ جہاد کا موقع آیا تو انہوں نے شامل ہونے کیلئے اجازت مانگی ہے تا کہ جو خفت ہوئی ہے اس کا مداوا ہو جائے وَلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا اور نہ لڑو تم میرے ساتھ ہو کر دشمن سے، میں تمہیں اجازت نہیں دیتا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ بیشک تم راضی ہو چکے ہو بیٹھے رہنے کیساتھ پہلی مرتبہ۔ تبوک کے مقام پر تم نے شرکت نہیں کی حالانکہ وہاں شرکت بہت ضروری تھی لہذا اب بھی بیٹھے رہو فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ پس بیٹھ جاؤ پیچھے بیٹھنے والوں کیساتھ۔ لنگڑے، لولے، بیمار، نابینے، بوڑھے جو نہیں لڑ سکتے ان کے پاس بیٹھے رہو وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى

اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَاتَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ اور نہ آپ جنازہ پڑھائیں ان میں سے کسی کا جو مر گیا ہو کبھی بھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔ کل تم پڑھ چکے ہو عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کا جنازہ آپ ﷺ نے پڑھا اس کے بیٹے کی دلجوئی کیلئے جو کہ بڑا مخلص تھا۔ بلکہ آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک بھی اس کے جسم پر ملا اور کرتا مبارک بھی اس کے جسم پر ڈالا، صحابہ کرام ؓ نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے جنازہ پڑھا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً اگر آپ ستر مرتبہ بھی اس کیلئے بخشش طلب کریں اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ جب آپ ﷺ نے جنازہ پڑھایا اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی لیکن آئندہ کیلئے رب تعالیٰ نے پابندی لگادی کہ نہ تو منافق کا جنازہ پڑھانا ہے نہ ہی کسی منافق کی قبر پر کھڑا ہونا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر ؓ کے دور میں کوئی مرجاتا تھا تو وہ بڑے پریشان ہوتے تھے کہ کہیں یہ منافق ہی نہ ہو۔ سب سے پہلے وہ حضرت حذیفہ ابن یمان ؓ کو دیکھتے تھے کہ وہ جنازے میں شریک ہوئے ہیں یا نہیں اگر وہ جنازے میں شریک ہوتے تھے تو بے کھٹک جنازہ پڑھ دیتے تھے اور اگر وہ جنازہ میں نظر نہ آتے تو ان کے متعلق سوال کرتے وہ کہاں ہیں کیوں نہیں آئے اگر ان کے نہ آنے کی کوئی معقول وجہ ہوتی کہ وہ بیمار ہیں یا سفر پر گئے ہوئے ہیں تو پھر بھی جنازہ پڑھا دیتے تھے۔ کیونکہ مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا بھی اس کا حق سر سے اتارتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چند حقوق ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے سلام کیا ہے تو اس کا جواب دو اور اگر اس نے تمہیں دعوت دی ہے تو بغیر کسی شرعی عذر کے اس کو رد نہ کرو، بیمار ہو جائے تو تیمارداری کرو، فوت ہو جائے تو جنازے میں شرکت کرو۔ اور اگر معلوم ہوتا کہ حضرت حذیفہ ابن یمان ؓ بیمار بھی نہیں اور سفر پر

ابھی نہیں ہیں تو پھر حضرت عمرؓ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔اور آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جنازہ پڑھانے اور دفن کر دینے اور اس کی قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح بنا دینے کے بعد کافی دیر ساتھیوں کے ہمراہ ٹھہرتے تھے اور فرماتے تھے اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ اپنے بھائی کیلئے دعاء مغفرت کرو اور یہ الفاظ بھی آتے ہیں سَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّهٗ اَلْاٰنَ یُسْئَلُ اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھے کہ رب تعالیٰ کے فرشتے اس سے سوال کر رہے ہیں۔آپ ﷺ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی ترغیب دیتے تھے کہ اپنے بھائی کیلئے دعاء مغفرت کرو قبر کی منزل بڑا مشکل مرحلہ ہے۔

مشہور صحابی حضرت سعد ابن معاذؓ جب فوت ہوئے تو بخاری شریف میں روایت ہے اِهْتَزَّ لَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ اٹھا ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے آنحضرت ﷺ نے جنازہ پڑھایا، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علیؓ جیسی شخصیات نے پیچھے کھڑے ہو کر جنازہ پڑھا۔جب ان کو قبر میں دفن کیا گیا تو آنحضرت ﷺ کا رنگ مبارک فق ہو گیا فرمایا اس کی قبر تنگ ہوگئی ہے اگر اتنے بڑے صحابی کی قبر تنگ ہوگئی تو پھر ہمارا تمہارا کیا حال ہوگا؟

بھائی بات یہ ہے کہ قبر ہماری ماں ہے انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔جب بچہ ماں سے جدا ہو کر دوبارہ ملتا ہے تو ماں اس کو بغلگیر ہو کر دباتی ہے یہ دبانا پیار کی وجہ سے ہوتا ہے سزا دینے کے ارادے سے نہیں تو زمین بھی ہماری ماں ہے ہم اس سے الگ ہوئے پھر جب قبر میں پہنچتے ہیں تو وہ تھوڑا سا دباتی ہے۔البتہ پیغمبر اور چھوٹے معصوم بچے اس

سے مستثنیٰ ہیں۔قبر کے قریب کھڑے ہو کر دعا کرنا جائز ہے۔ہاتھ اٹھا کر بھی دعا کر سکتے ہو اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی دعا کر سکتے ہو۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ جو حضرت تھانویؒ کے بڑے خلفاء میں سے تھے اور چوٹی کے علماء میں سے تھے۔مجھے اپنے جلسے پر ضرور بلاتے تھے میں مولانا کے پاس کمرے میں بیٹھا تھا اور ان کے بیٹے مولانا محمد شریف صاحبؒ بھی بیٹھے تھے اور ایک چائے پلانے والا خادم تھا ایک مولوی صاحب نے اندر آکر مسئلہ چھیڑ دیا کہ حضرت آپ نے نماز حنفی میں لکھا ہے کہ جب قبر پر دعا کرو تو ہاتھ نہ اٹھاؤ۔مولانا خیر محمد صاحبؒ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے اس مولوی صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ انہوں نے راہِ سنت میں لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہو اب بتلاؤ ہم کس بزرگ کی بات مانیں؟ مولانا خیر محمد صاحبؒ نے فرمایا انہوں نے لکھا ہے تو اس کی دلیل ان سے مانگیں میں نے کہا جی میں نے اپنی دلیلیں بھی نقل کیں ہیں۔مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے گئے رَفَعَ یَدَیْہِ وَدَعَا ثلثًا آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ. تو آپ ﷺ نے قبروں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے اور آپ ﷺ کے صحابی طلحہ ابن براءؓ فوت ہو گئے آپ ﷺ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔روایات میں موجود ہے کہ آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے فَرَفَعَ پس آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔اس کے بعد مولانا خیر محمد صاحبؒ خاموش ہو گئے نہ میری تائید کی اور نہ تردید۔تو اپنی تحقیق یہی ہے کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہو یعنی جائز ہے۔لیکن ہاتھ اٹھا کے دعا کرنا ضروری نہیں ہے۔اور آج بھی جب مردے کو دفن کر دیا

جاتا ہے تو اس کے سرہانے کیطرف سورۃ البقرہ کا اول حصہ اور پاؤں کی طرف آخری حصہ پڑھ کر اس کیلئے دعا کرتے ہیں۔ لیکن منافق کیلئے دعا کرنا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے کیونکہ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ بیشک انہوں نے انکار کیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ اور وہ مرے اس حال میں کہ وہ نافرمان ہیں۔ لہٰذا نہ ان کا جنازہ پڑھو نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو اور نہ ان کیلئے دعا کرو وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَاَوْلَادُھُمْ اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد۔ کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں تو ان کو مال کیوں ملا ہے، اولاد کیوں ملی ہے؟ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ بیشک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ یُّعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الدُّنْیَا کہ ان کو سزا دے ان کے مالوں کی وجہ سے دنیا میں۔ کہ مال اولاد ان کے لئے وبال جان بن جائیں مال اولاد کی فکر میں ہی رہیں اور یہ ان کیلئے مصیبت بنا رہے گا ہم غریب ہیں ہمیں اتنی فکر نہیں ہے جتنی مالدار کو ہوتی ہے۔ گوجرانوالہ شہر کے ایک کارخانہ دار اتفاقاً مجھے ملے۔ کہنے لگے ہمیں تو کاموں سے فرصت ہی نہیں ملتی فلاں تاریخ کو سوئی گیس کا لاکھوں کا بل ادا کرنا ہے وہ رقم اکٹھی کرنی ہے اور فلاں تاریخ کو بجلی کا بل ادا کرنا ہے، فلاں تاریخ کو ٹیکس جمع کروانا ہے اگر جمع نہیں کراتے تو افسر ہمارے پیچھے پڑ جاتے ہیں یقین جانو ہمیں تو نیند ہی نہیں آتی۔ غریب کو بیشک مالی طور پر پریشانی ہوتی ہے لیکن اتنا پریشان نہیں ہوتا جتنا مالدار ہوتا ہے وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں۔ لہٰذا کسی کے مال اور اولاد کو دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ وہ رب تعالیٰ کا پیارا ہے اگر ایمان اور عمل صالح نہیں ہیں تو یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بطور سزا کے دی ہیں۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ○ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کیساتھ مل کر اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ تو رخصت مانگتے ہیں آپ سے طاقت والے لوگ ان میں سے وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ اور کہتے ہیں چھوڑ دو ہمیں تاکہ ہو جائیں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کیساتھ رَضُوْا وہ راضی ہو چکے ہیں بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ اس بات پر کہ ہوں یہ پیچھے رہنے والی عورتوں کیساتھ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور مہر لگا دی گئی ان کے

دلوں پر فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ پس وہ نہیں سمجھتے لٰكِنِ الرَّسُوْلُ لیکن رسول ﷺ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں آپ کیساتھ جٰهَدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وہ جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں کولیکر اور اپنی جانوں کولیکر
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ یہی لوگ ہیں جن کیلئے بھلائیاں ہیں وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کئے اللہ
تعالیٰ نے ان کیلئے جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات بہتی ہیں ان کے
نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
یہی بڑی کامیابی ہے۔

منافقوں کی کاروائیاں اور ان کی تردید چلی آرہی ہے اور سورت توبہ کا کافی حصہ انہیں کے متعلق ہے۔ مدینہ طیبہ اور اردگرد کے جو دیہات تھے ان میں منافقوں کی کافی تعداد تھی یہ لوگ آپس میں خفیہ طریقے سے میٹنگیں اور مشورے بھی کرتے رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے احکامات کو ٹالنے کیلئے عجیب وغریب قسم کے بہانے بناتے تھے۔ غزوہ تبوک کے سلسلے میں تفصیلاً سن چکے ہو کہ منافقین نے بہانے بنا کر اجازت لی تھی اور ایک گروہ تھا جس نے کوئی بہانہ نہیں بنایا اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ اور منافق اس امید پر تھے کہ ان میں سے کوئی بچ کر واپس نہیں آئے گا اور مخلصین کی ساری جماعت کو رومی فوج تباہ کردے گی اور وہ منافقین جنہوں نے سفر پر جانے سے پہلے آپ ﷺ سے اجازت لے لی تھی اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہیں۔ فرمایا وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ قرآن پاک کی اور اس میں حکم ہوتا ہے اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ۔ ایمان تمام نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی ہے۔ اور سب سے پہلے مطالبہ

بھی ایمان کا ہے۔

مکی سورتوں کی تعداد و مقاصد :

مکہ مکرمہ میں تقریباً چھیاسی سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ان میں زیادہ ایمان پر زور، شرک کی تردید، رسالت کا اثبات، قیامت کا اثبات اور قرآن پاک کی حقانیت جیسے اصولی احکامات بیان کیے گئے ہیں پھر جس وقت لوگوں کا ذہن بن گیا تو باقی احکام نازل ہوئے ۔مکہ مکرمہ میں صرف دو نمازیں تھیں فجر اور عصر، پانچ نمازوں کا حکم ہجرت سے تین سال قبل معراج کے موقع پر نازل ہوا۔زکوٰۃ اور دیگر احکام مدینہ منورہ میں نازل ہوئے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی جس میں حکم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام احکام کو تسلیم کرو،اس کے پیغمبروں کو اس کی کتابوں کو جو کچھ بھی ایمانیات میں ہے وہ اٰمنوا میں شامل ہے۔اور حکم ہوتا ہے وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کیساتھ مل کر۔یعنی ان کی معیت میں کافروں کیساتھ لڑو اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ تو رخصت مانگتے ہیں آپ سے طاقت والے لوگ ان میں سے ۔یعنی ان کو بدنی اور مالی قوت حاصل ہے۔

تبوک کے سفر پر جانے سے پہلے ایک منافق آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت میں بالکل تیار ہوں مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہے سارا سامان میں نے تیار کیا ہوا ہے لیکن میری ماں سخت بیمار ہے آخری سانس لے رہی ہے اگر میں چلا گیا تو اس کو دفن کون کرے گا اس کو سنبھالے گا کون؟ تھوڑی بہت تکلیف تو انسان کو ہوتی ہی ہے مگر وہ اس تھوڑی تکلیف کو بڑھا چڑھا کر ایسے انداز میں بیان کرتے تھے کہ جیسے وہ سچ مچ مر چلی ہے اور بعض نے اس طرح کیا کہ اپنے غلام کو خود بھگا دیا کہ جا تو دو دن چھٹی کر لے پھر آپ ﷺ

کی خدمت میں آ کر کہا کہ حضرت میں بالکل تیار تھا لیکن میرا غلام دوڑ گیا ہے ۔ اونٹ ، بھیڑ بکریوں کو پانی پلانے والا کوئی نہیں ہے ، چارہ ڈالنے والا کوئی نہیں ہے ، بے زبان مخلوق ہے بھوکی پیاسی مر جائی گی ۔ اب یہ ایسا بہانہ ہے کہ آپ اس کو رد نہیں کر سکتے تھے لہذا اجازت دے دی۔

ایک نے آ کر کہا کہ میری فصل بالکل پکی ہوئی ہے ، کٹائی کرنے والا کوئی نہیں ہے ، میں چلا گیا تو فصل ساری تباہ ہو جائے گی وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے ذَرْنَا نَکُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ چھوڑ دو ہمیں تا کہ ہو جائیں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کیساتھ ۔ لنگڑے ، لولے ، اندھے ، بیمار ، بوڑھے ، معذوروں کیساتھ رَضُوْا بِاَنْ یَّکُوْنُوْا اور وہ راضی ہو چکے ہیں اس بات پر کہ ہوں یہ مَعَ الْخَوَالِفِ پیچھے رہنے والی عورتوں کیساتھ ۔ خَوَالِفُ خَالِفَۃٌ کی جمع ہے ۔ اس عورت کو کہتے ہیں جو پیچھے گھر میں رہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تو ان کو مرد بنایا ہے جہاد مردوں کا کام ہے اور یہ گھر رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہیں کہ ان کیساتھ بیٹھے رہیں وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اور مہر لگا دی گئی ہے ان کے دلوں پر ۔

اور یہ بات میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ ابتداءً ہی اللہ تعالیٰ مہر نہیں لگا دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو سمجھ عطا کی ہے ، دین سمجھانے کیلئے پیغمبر بھیجے ، کتابیں نازل فرمائیں ہر زمانے میں حق کی آواز بلند کرنے والے کھڑے کئے ، خیر اور شر کے دونوں راستے بتلائے اور ان کو انجام بتایا کہ اگر خیر کے راستے پر چلو گے تو جنت میں جاؤ گے شر کے راستے پر چلو گے تو دوزخ میں جاؤ گے ، یہ کام جنتیوں والے ہیں اور یہ کام دوزخیوں والے ہیں ۔ اور جنتیوں والے وہ کام ہیں جن کو عقل اور فطرت بھی تسلیم کرتی ہے ۔ اس کے باوجود جو کفر اور نافرمانی پر ڈٹے رہیں اور فخر یہ کہیں قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ ہمارے دل

غلافوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں، ڈاٹے چڑھائے ہوئے ہیں وَمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے نہ ماننے کا فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ آپ اپنا عمل کرتے جائیں ہم اپنا کام کررہے ہیں۔[حم سجدہ:۵] جب وہ لوگ اپنی اس حالت پر راضی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی ہم اس کو ادھر چلا دیتے ہیں جدھر وہ چلنا چاہتا ہے فَھُمْ لَایَفْقَھُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے، بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہاں تک تو منافقوں کی کارستانیوں کا ذکر تھا آگے رسول اللہ ﷺ اور مخلص مومنوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ لیکن رسول اللہ ﷺ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں آپ کیساتھ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وہ جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں کو لیکر اور اپنی جانوں کو لیکر۔ غزوہ تبوک میں آنحضرت ﷺ خود بنفس نفیس شریک ہوئے اور مجاہدین نے اس غزوے میں بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ ریت پر چل چل کر بعض کے پاؤں پر چھالے پڑ گئے، ناخن گر گئے، پیاس کی وجہ سے راستے میں بے ہوش ہوتے رہے لیکن ایمان میں وہ اتنے مضبوط تھے کہ ڈگمگائے نہیں، ایمانی قوت کے مقابلے میں کسی شی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس وقت ایٹم بم کی قوت کو بڑی قوۃ سمجھتے ہیں بیشک ظاہری لحاظ سے یہ بڑی قوت ہے لیکن یقین جانو ایمان کی قوت ایٹم بم سے بہت زیادہ ہے۔ مومنوں کو جب بھی کامیابی ہوئی ہے ایمان کی برکت سے ہوئی ہے۔ محض اسلحہ اور تعداد کے بل بوتے پر کبھی کامیابی نہیں ہوئی وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ یہی لوگ ہیں جن کیلئے بھلائیاں ہیں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ

اَلْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے اَعَدَّاللّٰہُ لَھُمْ جَنّٰتٍ تیار کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے باغات تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔عرب کی سرزمین خشک تھی دور دور تک پانی نظر نہیں آتا تھا وہ لوگ پانی کو ترستے تھے گرمی بہت سخت تھی ،دھوپ تیز ہوتی تھی وہ لوگ جہاں پانی اور سایہ دار درخت دیکھتے تھے وہاں ڈیرہ لگا لیتے۔

آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان ابن مظعون ؓ غریب آدمی تھے ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھے ایک جگہ دیکھا کہ پانی کا چشمہ ہے بڑے بڑے عمدہ درخت ہیں ہرا بھرا گھاس ہے۔سبزیاں لگی ہوئیں تھیں ارادہ کیا کہ یہیں ڈیرہ لگا لوں گھر جا کے کیا کرنا ہے یہیں پر اللہ اللہ کرتا ہوں پھر خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں۔آپ سے پوچھا حضرت! کیسے بڑے بڑے عمدہ درخت ہیں پانی کا چشمہ ہے سبزیاں ہیں کیا میں یہیں ڈیرہ نہ لگا لوں؟ اور اللہ اللہ کرتا رہوں بیوی بچے اپنا کریں اور کھائیں نَھٰی رسول اللہ ﷺ عثمان ابن مظعونٍ عَنِ التَّبَتُّلِ فرمایا''اسلام اس چیز کا قائل نہیں ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر،عزیزوں کو چھوڑ کر، ماں باپ بہن بھائیوں کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔''اسلام یہ کہتا ہے کہ ان کے اندر رہو ان کی خدمت کرو ان کی باتوں کی تکلیف کو برداشت کرو ان کی طرف سے جو تکلیفیں آئیں برداشت کرو تمہارے گناہ معاف ہونگے۔

بعض دفعہ عزیز رشتہ داروں کی طرف سے خلاف طبع ایسی ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ آدمی پریشان ہو جاتا ہے لیکن وہ مومن کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں۔یہ کیا زندگی ہے کہ اپنے سکھ کیلئے سب کو چھوڑ کر الگ ہو جائے؟ یہ کوئی زندگی نہیں ہے۔اسلام کہتا ہے

محنت مشقت کرو کماؤ اور ماں باپ بہن بھائیوں بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو، ہمسائیوں کا حق ادا کرو یہ دین کا حصہ ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید دنیا کمانا گناہ ہے۔ ایسی بات نہیں ہے ہاں وہ دنیا جو حلال حرام کی تمیز کیے بغیر کمائی جائے وہ گناہ اور حرام ہے باقی جائز طریقے سے دنیا کمانا یہ بھی دین کا حصہ ہے۔ اگر مال اور دولت فی نفسہ بری شی ہوتی تو اس پر اسلام کے ارکان موقوف نہ ہوتے۔ زکوٰۃ اسلام کا رکن ہے اور مال پر موقوف ہے اگر مال نہ ہو تو زکوٰۃ کس چیز کی ہوگی؟ حج اسلام کا رکن ہے رقم نہیں حج کیسے کرے گا؟ اگر مال نہیں ہے تو عشر کیسا، قربانی کس چیز کی، فطرانہ کس چیز کا؟ لہٰذا مال فی نفسہ بری چیز نہیں ہے بشرطیکہ جائز طریقے سے کمایا جائے اس کے کمانے کی وجہ سے نماز روزے میں خلل نہ آئے اگر کوئی شخص نماز چھوڑ کر مال کماتا ہے وہ حلال نہیں ہے اگر روزہ کھا کر مال کماتا ہے تو وہ حلال نہیں ہے۔ مومن کا سونا بھی عبادت ہے جاگنا بھی عبادت ہے، چلنا بھی عبادت ہے اگر شریعت کے تابع ہو۔ تو چونکہ وہ لوگ پانی اور سایہ دار درخت کو ترستے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہارے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر صحیح العقیدہ مسلمان مرد عورت کو نصیب فرمائے۔

❁❁❁❁❁

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ○ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ اور آئے عذر پیش کرنے والے مِنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے لِيُؤْذَنَ لَهُمْ تاکہ اجازت دی جائے ان کو وَقَعَدَ الَّذِيْنَ اور بیٹھ گئے وہ لوگ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عنقریب

پہنچے گا ان لوگوں جنہوں نے کفر اختیار کیا ان میں سے عَذَابٌ اَلِیۡمٌ دردناک عذاب لَیۡسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ نہیں ہے ضعیفوں پر وَلَا عَلَى الۡمَرۡضٰى اور نہ بیماروں پر وَلَا عَلَى الَّذِیۡنَ اور نہ ان لوگوں پر لَا یَجِدُوۡنَ مَا یُنۡفِقُوۡنَ جو نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں حَرَجٌ کوئی گناہ اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ جب کہ وہ اخلاص سے پیش آئیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول کیساتھ مَا عَلَى الۡمُحۡسِنِیۡنَ مِنۡ سَبِیۡلٍ نہیں ہے نیکی کرنے والوں پر کوئی الزام وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَلَا عَلَى الَّذِیۡنَ اور نہیں ہے گناہ ان لوگوں پر اِذَا مَاۤ اَتَوۡكَ جو آئے تھے آپ کے پاس لِتَحۡمِلَهُمۡ تاکہ آپ ان کو سواری دیں قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ تو کہا آپ نے کہ میں نہیں پاتا وہ چیز جس پر تم کو سوار کروں تَوَلَّوۡا وَّاَعۡيُنُهُمۡ وہ پھرے اور آنکھیں ان کی تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا بہا رہی تھیں آنسو غم کرتے ہوئے اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ کہ نہیں پاتے وہ اس چیز کو جس کو وہ خرچ کریں اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ بیشک الزام ان لوگوں پر ہے يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ وَهُمۡ اَغۡنِيَآءُ جو آپ ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ وہ راضی ہو گئے اس بات پر کہ ہو جائیں وہ بیٹھنے والی عورتوں کیساتھ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اور اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر فَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ پس وہ نہیں جانتے۔

غزوہ تبوک اور منافقوں کا بہانہ بنا کر رخصت لینے کا ذکر:

کافی تفصیل کیساتھ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ سورۃ توبہ کا بیشتر حصہ غزوہ تبوک کے متعلق ہے۔تبوک مدینہ طیبہ سے پندرواں اسٹیشن تھا ترکوں کے زمانے میں۔اور ان کے اسٹیشن دور دور ہوتے تھے کہ وہاں آبادی کم تھی۔ ہمارے ہاں اسٹیشن قریب قریب ہیں کیونکہ یہاں آبادی قریب قریب ہے یا اسطرح سمجھو کہ کوئی تیز سواری پر چلے تو پندرہ دن کا راستہ تھا۔اس زمانے میں یہ عرب کی آخری سرحد تھی اور اب سعودیہ میں شامل ہے اور بدقسمتی سے وہاں امریکی فوج بیٹھی ہوئی ہے۔ ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا عرب کا بیشتر علاقہ اسلام کے نیچے آچکا تھا اور نجران کے عیسائی بھی وفادار رعیت ہونے کا عہد کر چکے تھے ابو عامر راہب یہودی جو بڑا خبیث قسم کا سازشی آدمی تھا اس نے ہرقل روم کو اکسایا کہ اب مسلمان تم پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔اس کے اکسانے پر ہرقل روم نے لاکھوں کی تعداد میں فوج لیکر تبوک میں ڈیرہ لگایا اور مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں شروع کیں آنحضرت ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے بغیر اشارے اور کنائے کے صریح الفاظ میں فرمایا کہ ہم نے تبوک کے مقام پر جانا ہے اور رومیوں کیساتھ ہماری لڑائی ہے۔اس لڑائی کے علاوہ جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں توریہ کرتے تھے۔

توریہ کا معنی ہے کہ اصل جگہ نہیں بتلاتے تھے بلکہ اشارہ فرمادیتے تھے مثلاً لاہور جانا ہوتا تو فرماتے کاموکی کی طرف جانا ہے یہ نہ فرماتے کہ لاہور جانا ہے اور اگر راولپنڈی جانا ہوتا تھا تو فرماتے ہم نے جہلم کی طرف جانا ہے۔اصل جگہ کا نام نہیں لیتے تھے تاکہ جاسوس درمیان میں کوئی خرابی پیدا نہ کریں۔اس غزوہ میں سارے مخلصین شریک ہوئے سوائے دس آدمیوں کے جو سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے تین ان میں خاص تھے جن کا

ذکر اسی سورت کے آخر میں آئے گا۔ان پر بڑی پابندی لگی اور وہ بڑے امتحان سے گزرے اور سات عام تھے ان کی توبہ جلد قبول ہوگئی۔شدید گرمی کا موسم تھا سفر لمبا تھا فصلیں پکی ہوئی تھیں منافقوں نے ایک دوسرے کو کہا لَا تَنۡفِرُوۡا فِي الۡحَرِّ گرمی ہے نہ جاؤ۔منافقوں نے عجیب وغریب قسم کے بہانے بنا کر رخصتیں لیں اور ان میں سے ایک گروہ وہ بھی تھا جنہوں نے رخصت لینے کی ضرورت نہ سمجھی ان کے ذہن میں یہ تھا کہ انہوں نے کونسا بچ کر واپس آنا ہے رومیوں کی فوج ان کو تباہ و برباد کر دے گی رخصت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ ان کا ذکر بھی آئے گا اور اب ان کا ذکر ہے جنہوں نے آپ ﷺ کی روانگی سے پہلے بہانے بنائے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَآءَ الۡمُعَذِّرُوۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ اور آئے عذر پیش کرنے والے دیہاتیوں میں سے۔یہ لوگ مدینہ طیبہ کے آس پاس دیہاتوں میں رہنے والے تھے لِيُؤۡذَنَ لَهُمۡ تاکہ اجازت دی جائے ان کو پیچھے رہنے کی اور جہاد میں شریک نہ ہوں۔

کچھ ایسے منافق جنہوں نے رخصت لینا بھی ضروری نہ سمجھی:

وَقَعَدَ الَّذِيۡنَ اور بیٹھ گئے وہ لوگ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے۔کہ ہم مومن ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں تھے اس لئے وہ بلا عذر جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے جھوٹے عذر اور بہانے بنانے والوں اور بلا عذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔فرمایا سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ عنقریب پہنچے گا ان لوگوں کو كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ جنہوں نے کفر کیا ان میں سے۔منافق کافروں سے بھی بدتر ہیں اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِي الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ بیشک منافق جہنم کا جو سب سے نیچے والا طبقہ ہے اس میں ہوں گے جس کا عذاب سب سے زیادہ سخت

ہے عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب۔ کیونکہ انہوں نے کلمہ پڑھا مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا اور آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

معذور اگر جہاد میں شرکت نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں :

آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو حقیقتاً معذور ہیں۔ ارشاد ربانی ہے لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ نہیں ہے ضعیفوں پر جو بوڑھے ہیں وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی اور نہ بیماروں پر وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ اور نہ ان لوگوں پر لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ جو نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں حَرَجٌ کوئی گناہ۔ یعنی جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے یہ اگر جہاد جہاد میں شرکت نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے مخلص بھی تھے کہ ان کو تلوار لینے کی توفیق نہیں تھی سفر خرچ نہیں تھا سواری کا انتظام نہیں تھا عرب کا گرم ریتلا علاقہ ہے اس علاقے میں اونٹ کے بغیر سفر بڑا مشکل ہوتا تھا۔ رب تعالیٰ نے اونٹ کے چوڑے پاؤں بنائے ہیں کہ ریت میں نہ دھنسے اور قدم بھی لمبے لمبے رکھتا ہے سفر جلدی طے ہو جاتا ہے لَا یُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ لیکن جن لوگوں کو جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت ہے ان کیلئے بھی ایک شرط ہے اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جب کہ وہ اخلاص سے پیش آئیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ بن کر رہیں کہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف غلط پروپیگنڈا نہ کریں غلط افواہیں نہ پھیلائیں مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ نہیں ہے نیکی کرنے والوں پر کوئی الزام وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جہاد سے محروم ہونے کے خطرہ پر صحابہ کرام کی پریشانی واخلاص:

اسی طرح کے چند اور آدمیوں کا ذکر ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری بمع پانچ ساتھیوں کے ؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ یمن کے باشندے اور قبیلہ بنواشعر کے فرد تھے۔ جب سارا عرب فتح ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو یمن کا گورنر مقرر کیا تھا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے گذارش کی کہ حضرت ہم چھ آدمی ہیں ہم نے کوشش کر کے ستو، آٹا اور چھوہارے تو اکٹھے کر لئے ہیں مگر ہمارے پاس سواری کا کوئی انتظام نہیں ہے حضرت ہمیں تین اونٹ دیدو تا کہ ہم جہاد کیلئے تبوک پہنچ سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ کہنے لگے حضرت چلو دو دیدو ہم تین تین آدمی باری باری ایک ایک سواری پر سوار ہو کر پہنچ جائیں گے۔ اندازہ لگاؤ کتنے مخلص تھے۔

بدر کے موقع پر اخلاصِ صحابہ:

بدر کے موقع پر آنحضرت ﷺ، حضرت علی ؓ، حضرت ابولبابہ ابن عبد المنذر ؓ ان تینوں کے پاس صرف ایک اونٹنی تھی۔ ایک میل ایک سوار ہوتا دو پیدل چلتے، بدر مدینہ منورہ سے اسّی میل کی مسافت پر ہے۔ کافی لمبا سفر تھا جس وقت آنحضرت ﷺ کے چلنے کی باری آتی تو حضرت علی ؓ اور حضرت ابولبابہ انصاری ؓ نے کہا حضرت نَحْنُ نَمْشِیْ عَنْکَ ہم آپ ﷺ کی طرف سے چلتے ہیں آپ ﷺ سوار رہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے یہ منظور نہیں ہے میں بھی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلوں اور راستے کی گرد وغبار میرے پاؤں پر پڑے اور درجے بلند ہوں اور میں تمہارے سے کمزور بھی نہیں ہوں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی صحت بہت اچھی تھی آٹھ ہجری میں کمزور ہو گئے تھے اور

عموماً نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ تو خیر اشعریوں نے کہا حضرت ہمیں دو اونٹنیاں ہی دیدیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ میں نہیں پاتا کوئی سواری کہ اس پر تمہیں سوار کر سکوں۔ اس جواب کے بعد یہ چھ آدمی آپ ﷺ کی مجلس سے روتے ہوئے اٹھے آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ ہمیں سواری کی توفیق نہیں ہے اور آپ ﷺ نے بھی جواب دیدیا لہٰذا ہم تو اس سفر سے محروم ہو گئے اور اس طرح روئے جس طرح وہ آدمی روتا ہے جس کے گھر مرگ ہو گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر بھی کوئی الزام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا عَلَى الَّذِيۡنَ اور نہیں ہے گناہ ان لوگوں پر اِذَا مَاۤ اَتَوۡكَ جو آئے تھے آپ کے پاس لِتَحۡمِلَهُمۡ تاکہ آپ ان کو سواری دیں قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ تو کہا آپ نے میں نہیں پاتا وہ چیز جس پر تم کو سوار کروں تَوَلَّوۡا وَّ اَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ وہ پھرے اور آنکھیں ان کی بہا رہی تھیں آنسو حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ غم کرتے ہوئے کہ نہیں پاتے وہ اس چیز کو جس کو وہ خرچ کریں۔

تقسیمِ رزق صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں :

اب تم اس آیت پر غور کرو اور ان لوگوں کے عقیدے کو بھی دیکھو جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے رزق کو تقسیم کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے مالک ہے۔ بھائی خزانے کا مالک بھی کبھی کہتا ہے کہ میرے پاس نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے بھی کبھی کسی کو کہا کہ تیرے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ انتہائی ناپاک اور گندہ عقیدہ ہے ان لوگوں کا اللہ پناہ۔ یاد رکھنا رب، رب ہے۔ اور ساری دنیا کے خزانوں کا صرف وہی مالک ہے۔ اس کے سوا دنیا کے خزانوں کا کوئی مالک نہیں ہے اور ان غالیوں کا عقیدہ ہے کہ سب کچھ آپ ﷺ تقسیم کرتے ہیں تو پھر ان کے نظریئے کے مطابق

چور کو چوری کا مال، رشوت لینے والے کو رشوت کا مال، شرابی کو شراب آپ ﷺ دیتے ہیں؟ یہ ہے کوئی عقل کی بات؟ میرے جیسے گنہگار کو کوئی کہے کہ یہ شراب ہے تقسیم کر دے، یہ ہیروئن ہے اس کو تقسیم کر دے میں تو کبھی اس کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔

پاکستان بننے سے پہلے ایک دفعہ مجھے ٹی بی کی تکلیف ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک دوا تجویز کی جس کے اندر الکوحل تھا میں نے اس کو استعمال نہ کیا میری نوعمری تھی میں نے مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے میرے لئے ایک دوا تجویز کی ہے اور اسمیں بارہ فیصد الکوحل ہے میں نے استعمال نہیں کی اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت نے فتویٰ دیا کہ جائز ہے اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے پھر شامی اور بہت ساری کتابوں کے حوالے بتائے۔ الکوحل دوائیوں کو محفوظ رکھنے کیلئے استعمال کرتے ہیں جسطرح حکیم لوگ اپنی اَدویہ شہد میں محفوظ رکھتے ہیں اس طرح ڈاکٹر حضرات الکوحل استعمال کرتے ہیں جس سے ادویہ کافی دیر تک محفوظ رہتی ہیں۔ ان کے فتویٰ کے بعد میں میں نے استعمال کی تو میرے جیسا گنہگار آدمی تو ایسی چیزوں کے قریب نہ جائے اور آنحضرت ﷺ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ، ثم العیاذ باللہ، ثم العیاذ باللہ یہ سارا حلال حرام رزق خود تقسیم کریں کتنا گندہ نظریہ ہے۔

آپ لوگ ان کی مسجدوں سے یہ جملہ سنتے ہوگے جب یہ لوگ صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں..... الصلاۃ والسلام عَلٰی قَاسِمِ رِزْقِ اللّٰہِ ''صلاۃ وسلام نازل ہوں اللہ تعالیٰ کے رزق تقسیم کرنے والے پر۔'' ان کا یہ گندہ عقیدہ کہ سب کچھ آپ ﷺ ہی تقسیم کرتے ہیں قرآن، حدیث اور عقل کیخلاف ہے۔ بریلویت نام ہی جہالت کا ہے۔ اگر آپ ﷺ دنیا کے خزانوں کے مالک ہوتے تو یہ فرماتے کہ لَا اَجِدُ مَا اَحمِلُکُم میں نہیں پاتا وہ چیز

جس پر تم کو سوار کروں۔ ان کے نظریات تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو ہم چھوڑ دیں۔ اور قرآن مجید کو ہم کس طرح چھوڑ سکتے ہیں؟ اور یاد رکھنا بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ فروعی مسائل ہیں یہ فروعی مسائل نہیں ہیں بلکہ اصولی مسائل ہیں۔ اور تاریخ میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ اشعری حضرات نے جب زیادہ اصرار کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے رب تعالیٰ کی قسم ہے میرے پاس نہیں ہیں میں کہاں سے دوں؟ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ کسی جگہ سے کسی نے چند اونٹ چندے میں بھیج دیئے کہ یہ میری طرف سے ان کو دیدو جو ضرورتمند ہیں تاکہ وہ ان پر سوار ہو کر جہاد کیلئے جائیں۔ اتفاق ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَیْنَ الْاَشْعَرِیُّوْنَ وہ چھ آدمی اشعری کہاں ہیں ان کو تلاش کر کے لاؤ۔ ساتھی انکو تلاش کر کے لائے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لو بھائی اللہ تعالیٰ نے عنایت کر دیئے ہیں۔ وہ کہنے لگے حضرت آپ ﷺ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے قسم اٹھائی تھی اُس وقت میرے پاس نہیں تھے اب رب تعالیٰ نے عنایت فرمائے ہیں تو میں نے تمہیں دیدیئے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے ان صاحب استطاعت لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو بلا عذر جہاد میں شرکت کرنے سے اعراض کرتے ہیں۔ فرمایا اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ بیشک الزام ان لوگوں پر ہے یَسْتَاْذِنُوْنَکَ جو آپ ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں وَھُمْ اَغْنِیَآءُ حالانکہ وہ مالدار ہیں۔ سواریاں مہیا کر سکتے ہیں اور بدنی اعتبار سے بھی قوی ہیں بوڑھے نہیں، لنگڑے لولے نہیں پھر جان کتراتے ہیں۔ ہاں اگر دل میں اشتیاق پورا ہو مگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ جا سکے تو اس کو گھر بیٹھے بھی اجر ملتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے

تبوک کے مقام پر پہنچ کر فرمایا اِنَّ فِی الْمَدِیْنَةِ اَقْوَامًا بیشک مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ہیں ان کیلئے اتنا ہی اجر ہے جتنا تمہیں ملا ہے قَالُوْا وَهُمْ فِی الْمَدِیْنَةِ ساتھیوں نے کہا حضرت ان کو گھروں میں بیٹھے ہوئے وہی اجر ملے گا جو ہمیں اتنی تکالیف اٹھانے کے بعد ملا ہے۔ ہمارے پاؤں گھس گئے، پاؤں میں چھالے پڑ گئے، ناخن اتر گئے، ہمارے حلیے بگڑ گئے فرمایا ہاں اتنا ہی اجر ان کو ملے گا کیونکہ اَحْبَسَهُمُ الْعُذْرُ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ان کو عذر نے روک لیا ہے۔ اگر نابینے، لنگڑے، بیمار نہ ہوتے تو ضرور آتے تمہیں تمہارے عمل کی بنیاد پر اجر ملا ہے اور ان کو حسن نیت کی بنیاد پر۔

جامع الصغیر وغیرہ میں حدیث ہے آدمی کی نیت بھی نیکی ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّتِ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نِیَّةُ الْمَرْءِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ آدمی کی نیت عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جہاد کے دنوں میں جہاد کرو اگر نہیں تو پھر جہاد کی نیت کر لو اور جنہوں نے نیت بھی نہ کی مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنَ النِّفَاقِ وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔ اور جس نے نیت کی کہ جب جہاد شروع ہوگا تو میں جہاد میں شریک ہونگا اور اسکو جہاد کرنے کا موقع نہیں ملا جہاد شروع نہیں ہوا تو مسلم شریف کی روایت ہے بَلَغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ شُهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فَرْشِهٖ رب تعالیٰ اس کو شہداء کی منازل میں پہنچائے گا اگرچہ وہ بستر پر مرے۔ کیونکہ اس کی نیت تھی جہاد میں شریک ہونے کی۔

تو فرمایا الزام ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہونے کے باوجود جہاد سے کتراتے ہیں رَضُوْا وہ راضی ہوگئے بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ. خوالف جمع ہے خَالِفَةٌ کی۔ اور خوالفہ گھر بیٹھنے والی عورت کو کہتے ہیں۔ تو معنی ہوگا اس بات پر کہ ہو جائیں وہ گھر

بیٹھنے والی عورتوں کیساتھ۔ان میں مردانہ اوصاف نہیں ہیں وَطَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اور اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر نفاق کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے ساتھ جھوٹ بولنے کی وجہ سے کَذَبُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ زبان سے کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَاھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اور حقیقت میں وہ مومن نہیں ہیں فَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ پس وہ نہیں جانتے۔جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا فرمائے ہیں اگر آدمی ان اسباب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے تو اٹھا سکتا ہے۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ج جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ج فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ عذر پیش کریں گے وہ تمہارے سامنے اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ جس وقت تم لوٹو گے ان کی طرف قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا آپ کہہ دیں تم عذر

پیش نہ کرو لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہیں کریں گے قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتادی ہیں وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ اور عنقریب دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول بھی ثُمَّ تُرَدُّوْنَ پھر تم لوٹائے جاؤ گے اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ عالم الغیب والشھادہ کی طرف فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ تمہیں خبر دیگا اس چیز کی جو تم کرتے رہے سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ عنقریب یہ لوگ قسمیں کھائیں گے اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ جب تم لوٹ کے جاؤ گے ان کی طرف لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ تاکہ تم اعراض کرو ان سے فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ پس اعراض کرو تم ان سے اِنَّهُمْ رِجْسٌ بیشک وہ پلید ہیں وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے رہے يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وہ قسمیں اٹھائیں گے تمہارے سامنے لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ پس اگر تم ان سے راضی ہو گئے فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راضی ہو گا فاسق قوم سے اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا دیہاتی لوگ زیادہ سخت ہیں کفر میں اور منافقت میں وَّاَجْدَرُ اور زیادہ لائق ہیں اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کہ وہ نہ جانیں وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا

ہے حکمت والا ہے وَمِنَ الْاَعْرَابِ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ بھی ہیں مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا جو بناتے ہیں اس چیز کو جو خرچ کرتے ہیں تاوان وَّیَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ اور انتظار کرتے ہیں تمہارے متعلق گردشوں کا عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ انہیں پر پڑے بُری گردش وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

غزوۂ تبوک کا ذکر چلا آرہا ہے۔اس غزوہ میں منافقین نے مختلف بہانے بنا کر جان چھڑائی۔اس کی وجہ میں نے عرض کی تھی کہ سخت گرمی کا موسم تھا،فصلیں پکی ہوئی تھیں، سفر لمبا تھا،رومی فوج کے ساتھ مقابلہ تھا،مالِ غنیمت ملنے کی بھی کوئی امید نہیں تھی،جان بھی خطرے میں تھی۔منافقین مدینہ طیبہ شہر میں بھی تھے اور باہر دیہات میں بھی تھے پھر یہ منافق دو قسم کے تھے ایک وہ جنہوں نے بہانے بنا کر رخصت لے لی اور آپ ﷺ نے انکو رخصت دے دی اور یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ اس رخصت دینے پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی عَفَا اللّٰهُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو کیوں چھٹی دی ہے۔انہوں نے تو کسی قیمت پر نہیں جانا تھا اب ان کو بہانہ مل گیا ہے کہ ہمیں رخصت مل گئی ہے۔اور دوسرے وہ منافق تھے جنہوں نے بہانے بنا کر رخصت لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ان کے ذہن میں یہ تھا کہ انہوں نے کونسا واپس آنا ہے روم کی فوج ان کو وہیں ختم کر دے گی ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا ہم ان سے رخصت کیوں لیں۔اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ کئی دنوں تک آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تبوک کے مقام پر رہے۔ہرقل روم نے اپنے ان کمانڈروں کو بلایا جو خاص اس کے رازدان اور قریبی تھے ان سے کہا کہ میں نے جو تمہارے ساتھ بات کرنی ہے یہ

راز ہے کسی اور کیساتھ نہ کرنا۔ بات یہ ہے کہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ ہمارا مقابلہ جس کیساتھ ہے یہ وہی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جنہوں نے آنا تھا اور پیغمبر کا مقابلہ کر کے کبھی کوئی کامیاب نہیں ہوا۔ لھذا ہم نے ان کیساتھ لڑنا نہیں ہے اور اپنی فوج اور کمانڈروں کو مطمئن بھی کرنا ہے، یہ بھی بڑا کام ہے۔ لہذا تم یہ کہو کہ جب تک دوسرا فریق حملہ نہیں کرے گا ہم بھی حملہ نہیں کریں گے اور اس کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ حتی الوسع پہلے حملہ نہیں کرتے۔ جب دشمن حملہ آور ہوتا تھا تو اس کا دفاع ضرور کرتے تھے۔

لہذا جب انہوں نے حملہ نہیں کرنا اور ہم نے بھی پہل نہیں کرنی تو لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی گی۔ چند دن ٹھہرنے کے بعد کہنے لگے کہ اتنے دن ہم ٹھہرے رہے انہوں نے حملہ نہیں کیا لہذا واپس چلو یہ بہانہ بنا کر واپس چلے گئے اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے تو ان منافقین کو پریشانی ہوئی جنہوں نے نہ جانے کا کوئی عذر پیش نہیں کیا تھا۔ غزوہ تبوک کے سفر کے دوران ہی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ عذر پیش کریں گے وہ تمہارے سامنے اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْهِمْ جس وقت اے مسلمانو! تم ان کی طرف لوٹو گے قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں لَا تَعْتَذِرُوْا تم عذر پیش نہ کرو۔ کیونکہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہیں کریں گے۔ تمہارے عذر اور بہانوں کو ہم نہیں مانیں گے قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتادی ہیں۔ کہ یہ منافق ہیں جھوٹے ہیں ان کو کوئی عذر نہیں تھا یہ منافقت کی وجہ سے نہیں گئے۔ اور آئندہ کیلئے وَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُهٗ اور عنقریب دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول بھی ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ پھر تم لوٹائے جاؤ گے عالم

الغیب والشہادہ کی طرف۔

عالم الغیب کا معنیٰ:

عالم الغیب کا معنیٰ ہے مَاغَابَ عَنِ الْخَلْقِ جومخلوق سے غیب ہے۔اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہماری نسبت سے ہے یعنی جو چیز مخلوق سے غائب۔ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔ پھر تمہارا معاملہ اس کے ساتھ ہوگا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ تمہیں خبر دیگا اس چیز کی جو تم کرتے رہے۔آئندہ جو حالات پیش آئیں گے ان میں دیکھیں گے کہ تم کتنا ساتھ دیتے ہو۔

اہل بدعت کا استدلال اور اس کا جواب:

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ کے لفظ سے اہل بدعت نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔وہ اس طرح کہ اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ امت کے تمام اعمال کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔لیکن ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ اس سے اگلے صفحے پر آیت کریمہ موجود ہے وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور آپ ان منافقوں سے کہہ دیں عمل کئے جاؤ پس دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول اور مومن۔اگر اس لفظ سے حاضر ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر سارے مومن حاضر ناظر ہیں کیونکہ اعمال دیکھنے میں مومن بھی شامل ہیں۔حالانکہ مطلب یہ اتنا ہے کہ تم اس وقت بہانے نہ بناؤ آئندہ جہاد کے مواقع آئیں تو دیکھ لیں گے تم کیا کرتے ہو۔پھر حاضر و ناظر چند افراد کے حالاتے کو جاننے کا نام نہیں کیونکہ بات تو منافقوں کی ہو رہی ہے کہ منافق

تمہارے سامنے آکر معذرت کریں گے لیکن تم نے ان کا عذر نہیں ماننا بلکہ کہو کہ آئندہ تمہارے اعمال دیکھیں گے اس سے ہر جگہ حاضروناظر ہونا کس طرح ثابت ہو گیا۔ حاضروناظر تو اسے کہتے ہیں کہ مشرق سے لیکر مغرب تک شمال سے لیکر جنوب تک تمام کائنات اس کے سامنے ہو۔ چند منافقوں کے حالات جاننے سے حاضروناظر ہونا کس طرح ثابت ہو گیا؟

سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ عنقریب یہ لوگ قسمیں کھائیں گے اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْھِمْ جب تم لوٹو گے ان کی طرف تبوک سے۔ تو یہ قسمیں کھائیں گے کہ رب تعالیٰ کی قسم ہے ہم تو بالکل تیار تھے یہ مجبوری آگئی تھی یہ مجبوری آگئی تھی تمہیں اعتماد میں لینے کیلئے جھوٹی قسمیں کھائیں گے لِتُعْرِضُوْا عَنْھُمْ تاکہ تم اعراض کرو ان سے کہ ان کو کچھ نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمْ پس اعراض کرو تم ان سے اِنَّھُمْ رِجْسٌ بیشک وہ پلید ہیں وَّمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ یہ جھوٹے منافق تمہارے سامنے قسمیں اٹھائیں گے لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ تاکہ آپ ان سے راضی ہو جائیں فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ پس بالفرض اگر تم ان سے راضی ہو گئے ظاہر کو دیکھتے ہوئے فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راضی ہوگا فاسق قوم سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر باطن کو جانتا ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ جھوٹی قسمیں اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا دیہاتی لوگ زیادہ سخت ہیں کفر میں اور منافقت میں۔ چونکہ عموماً دیہاتی لوگ بنسبت شہریوں کے مزاجاً سخت ہوتے ہیں اور حالات سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے مولانا عبدالمہیمنؒ صاحب کو فوت ہو گئے ہیں جب پاکستان بن رہا تھا اس زمانے میں انہوں نے میرے پاس مشکوٰۃ شریف پڑھی تھی۔ نصرۃ العلوم سے فارغ ہو کر نصرت العلوم میں ہی کئی سال تک تدریس کی خدمت سرانجام دیتے رہے پھر جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث رہے اب دو سال ہو گئے ہیں فوت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ مشکوٰۃ شریف میں جب یہ روایت آئی مَنْ تَبَدَّ فَقَدْ جَفَا جس نے دیہاتی زندگی اختیار کی اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ مولوی صاحب مرحوم کہنے لگے استاد جی حدیث کا مفہوم سمجھ نہیں آ رہا کیونکہ دیہات کی آب وہوا بڑی عمدہ ہوتی ہے، دیہاتی لوگ بڑے مخلص ہوتے ہیں، محبت کرتے ہیں چیزیں مفت دے دیتے ہیں، شہری لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں جی حضور جی حضور کر کے ٹرخا دیتے ہیں پھر حدیث کا کیا معنیٰ ہے؟ میں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ دیکھو شہروں میں دنیا کے واقعات، حالات، حادثات کا علم اور دیگر علوم حاصل ہونے کے مواقع اور اسباب ہوتے ہیں جو دیہاتوں میں نہیں ہوتے اور انسانی ضروریات شہر میں حاصل ہو جاتی ہیں دیہات میں بعض چیزیں نہیں ملتیں آدمی تنگ ہوتے ہیں پھر شہر میں اگر کوئی اچانک بیمار ہو جائے تو فوراً ڈاکٹر حکیم کا انتظام ہو جاتا ہے دیہات میں فوراً انتظام نہیں ہوتا۔

مرحوم نے کہا استاد جی ساری باتیں صحیح ہیں مگر تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا پھر تسلی اور کس طرح ہو؟ جو بڑی عمر کے لوگ ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ جنرل یحییٰ کے زمانہ میں نوٹ تبدیل ہوئے تھے اور انہوں نے دو دن کی مہلت دی تھی نوٹ تبدیل کرانے کی۔ یہ بیچارے دیہات کے قبائلی علاقے میں رہتے تھے انہوں نے حج اور مکان بنانے کیلئے اسّی نوے ہزار روپیہ جمع کیا ہوا تھا اور یہ جہاں رہتے تھے وہاں نہ ریڈیو اور نہ اور کوئی ایسا ذریعہ

تھا کہ جس سے ان کو پتہ چل جاتا دو دن گزر گئے اور یہ تبدیل نہ کرا سکے۔ پھر وہ نوٹ لے کر پھرتے رہے کوئی لیتا نہیں تھا۔ کہتے تھے اب ان سے چائے پکا لو۔ کہنے لگے استاد جی! اب حدیث سمجھ آ گئی ہے کہ جس نے دیہاتی زندگی اختیار کی اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اگر میں شہر کے اندر ہوتا تو اسّی نوے ہزار روپیہ تو برباد نہ ہوتا۔

تو دیہات میں علم کے مواقع کم ہوتے ہیں بہت ساری تکالیف ہوتی ہیں۔ مزاج کے لحاظ سے بھی پینڈو رے سخت ہوتے ہیں وَّاَجۡدَرُ اور زیادہ لائق ہیں اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ کہ وہ نہ جانیں وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے نازل کئے ہیں اپنے رسول پر۔ علم کی کمی کی وجہ سے وہ ان چیزوں کو اچھی طرح نہیں سمجھتے وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حکمت والا ہے وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ بھی ہیں مَنۡ یَّتَّخِذُ مَا یُنۡفِقُ مَغۡرَمًا جو بناتے ہیں اس چیز کو جو خرچ کرتے ہیں تاوان۔ زکوٰۃ، عشر، فطرانہ وغیرہ کو تاوان اور چٹی سمجھتے ہیں، بوجھ سمجھتے ہیں کیونکہ ایمان پختہ نہیں ہے وَّیَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ اور انتظار کرتے ہیں تمہارے متعلق گردشوں کا۔ کہ مسلمانوں پر کوئی آفت آئے اور ہم ان کی گرفت سے بچ جائیں کیونکہ اس زمانے کے کافر گیدڑ بھبکیاں دیتے رہتے تھے۔ یہ کریں گے اور وہ کریں گے اور منافق اندر اندر سے خوش ہوتے تھے کہ مکے والے مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو ختم کر دیں گے، خیبر والے حملہ کر کے ختم کر دیں، روم والے حملہ کر کے ختم کر دیں، غسانی بادشاہ ان کو ختم کر دے، ساسانی ان کو ختم کر دیں گے، نجرانی ان کو ختم کر دیں گے، ان گردشوں کے منتظر رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مومنوں پر گردش نہیں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ عَلَیۡہِمۡ دَآئِرَۃُ السَّوۡءِ انہی پر پڑے بری گردش۔ یہ لوگ ختم ہونگے ذلیل ہونگے ان کے نظریات مٹ جائیں گے

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ اللہ تعالیٰ نورِ اسلام، نورِ ایمان کو مکمل کرے گا چاہے مشرک کڑھتے رہیں۔ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ اس سے کوئی شئ مخفی نہیں ہے نہ قولی نہ فعلی۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

وَمِنَ الْاَعْرَابِ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ ہیں مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ اور بناتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ذریعہ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا ذریعہ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ خبردار! بیشک یہ ان کے تقرب کا ذریعہ ہیں سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىْ رَحْمَتِهٖ عنقریب داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور ایمان میں سبقت لے جانے والے سب سے پہلے مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ مہاجرین اور انصار میں سے وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

بِاِحْسَانٍ اور جنہوں نے ان کا اتباع کیا اخلاص کیساتھ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے وَاَعَدَّ لَھُمْ تیار کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ باغات، جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ہمیشہ رہا کریں گے ان میں ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔

دیہاتی لوگ عموماً علمی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور گفتگو کا انداز بھی عجیب ہوتا ہے۔ اس میں ادب واحترام کا پہلو کم ہوتا ہے اور موٹی زبان رکھتے ہیں۔ شہری لوگ شہر میں رہنے کی وجہ سے علم بھی حاصل کرتے ہیں اور تازہ تازہ خبریں بھی ان کو معلوم ہوتی رہتی ہیں اگرچہ دیہاتیوں کی طرح مخلص نہیں ہوتے۔ کیونکہ دیہاتی اپنے نظریئے میں پختہ ہوتے ہیں، جیسا بھی ہو اور بات کھری کر دیتے ہیں۔

دیہاتی چودھری کا کھرا پن :

۱۹۷۱ء میں جمعیت علماء اسلام نے قومی اور صوبائی اسمبلی کے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا اور دو حلقوں گکھڑ، وزیر آباد کا حلقہ اور شہر گوجرانوالہ کے حلقہ میں استاد محترم حضرت مفتی عبد الواحدؒ صاحب کو کھڑا کیا گیا۔ ایک پر صوبائی کیلئے اور ایک پر قومی کیلئے۔ دیہاتی علاقوں میں ہمیں بھی جانا پڑتا تھا کیونکہ میں اس وقت جمعیت علماء اسلام ضلع گوجرانوالہ کا امیر تھا، جمعیت کیساتھ تعلق تھا اور ۱۹۹۰ء کے بعد بڑھاپے اور بیماریوں کی وجہ سے اور کچھ پالیسیوں کی وجہ سے جمعیت کیساتھ نہیں ہوں اور نہ ہی کسی اور جماعت کیساتھ ہوں۔ حضرت درخواستیؒ زندہ تھے میں نے ان کو اطلاع دے دی تھی کہ اب میرا کسی جماعت کیساتھ تعلق نہیں ہے۔ تو خیر الیکشن کے سلسلہ میں علی پور کے قریب ایک قصبہ میں

پہنچے۔سورج طلوع ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا چودھری بارے معلوم کیا۔نام ان کا ڈائری میں درج ہے زبانی مجھے یادنہیں ہے۔چودھری صاحب آئے اور بڑے خوش ہوئے کیونکہ مجھے بھی جانتے تھے میری تقاریر بھی سنتے تھے اور مفتی عبدالواحد کو بھی جانتے تھے۔کہنے لگے آج میرے لئے عید کا چاند ہے اور دو عیدیں ہیں دو بزرگ ہمارے قصبے میں تشریف لائے ہیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔ہمارے ساتھ دس بارہ رضا کار بھی تھے کہ ویگن بھری ہوئی تھی۔چودھری صاحب نے پرتکلف ناشتہ کرانے کے بعد پوچھا کہ تم کس لئے آئے ہو؟ ہم نے بتایا کہ ہم الیکشن لڑ رہے ہیں اور مولانا کو اس حلقے میں کھڑا کیا ہے۔آپ لوگوں کو اکٹھا کریں تاکہ ہم ان سے بات کریں چودھری صاحب نے لوگوں کو اکٹھا کیا جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو ہم نے تقریریں کیں بعد میں چودھری صاحب نے کہا علماء کرام جی اگر ناشتے میں کوئی کمی ہوئی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں دوپہر کا کھانا تم نے یہیں کھانا ہے انشاء اللہ کھانے پینے کی کمی پوری کر دیں گے مگر ووٹ ہم میں سے کسی ایک نے بھی تمہیں نہیں دینے۔

ہم بڑے حیران ہوئے کہ چودھری صاحب تو بڑے خوش تھے اور کہہ رہے تھے ہمارے لئے عید کا چاند چڑھ گیا ہے اور اب کہتے ہیں کہ ایک ووٹ بھی نہیں دینا۔بڑا کھرا آدمی تھا کہنے لگا سنو! ہماری آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔بنے پر، زمین پر، پرنالے پر، درخت پر، جانوروں پر، رشتوں پر، ہم سچے بھی ہوتے ہیں جھوٹے بھی ہوتے ہیں تم سارے کاموں میں ہمارا ساتھ دو گے؟ ہم نے کہا نہیں! تو کہنے لگا پھر ہم نے ووٹ ان کو دینے ہیں کہ اگر ہم جھوٹے بھی ہوں تو ہمارا ساتھ دیں۔ہم نے قتل بھی کیا ہو تو ہمارے ساتھ جائے اور کہے یہ قاتل نہیں ہیں، چوری کی ہو تو کہے یہ تو بڑے پارسا ہیں، ڈاکہ ڈالا

ہوتو کہے یہ توڈاکو نہیں ہیں۔ہم نے تو ووٹ ایسے لوگوں کو دینے ہیں اسلئے ہم معذرت خواہ ہیں تمہیں مغالطے میں نہیں رکھنا چاہتے۔اور شہری لوگوں کا حال یہ ہے کہ ایک آیا تو اس کو قسم اٹھا کر تسلی دیدی دوسرا آیا تو اس کو قسم اٹھا کر تسلی دیدی۔ایک کے سامنے قرآن اٹھا لیتے ہیں اور دوسرے کیلئے بھی قرآن سر پر رکھ لیتے ہیں اندر میں کچھ اور ظاہر میں کچھ ہوتے ہیں۔تو دیہاتیوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کفر اور نفاق میں پکے ہوتے ہیں۔

لطیفہ :

امام غزالیؒ نے ایک لطیفہ نقل کیا ہے کہ ایک امام تھا جس کو چند سورتیں یاد تھیں اور اسکو اس سورۃ کا اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا والا رکوع بھی یاد تھا اور یہ رکوع وہ اکثر نماز میں پڑھتا تھا۔دیہاتی نے ایک بار سنا، دوسری بار سنا، تیسری بار سنا تو امام کو ڈنڈا مار کر کہا کہ تم ہمیشہ ہمارے پیچھے ہی لگے رہتے ہو اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَ نِفَاقًا تمہیں اور کوئی آیت نہیں آتی کچھ عرصہ بعد آیا تو امام صاحب مذکورہ آیت پڑھ چکے تھے اور مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ دیہاتیوں میں سے وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ اور بناتے ہیں وہ اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ذریعہ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا ذریعہ، پڑھ رہے تھے۔وہ دیہاتی کہنے لگا اَلْاٰنَ نَفَعَکَ الْعَصَا میرا ڈنڈا کام آگیا ہے۔پہلے تو دیہاتیوں کی مذمت کرتا تھا اور اب تو نے تعریف شروع کر دی ہے۔تو سارے دیہاتی برے نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر

وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبٰتٍ عِندَ اللّٰهِ اور بناتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ذریعہ وَصَلَوٰتِ الرَّسُولِ اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا ذریعہ، یعنی وہ مال اس نظریئے سے خرچ کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوگا اور آنحضرت ﷺ ہمیں دعائیں دیں گے اور آئندہ رکوع میں آرہا ہے کہ جب لوگ آنحضرت ﷺ کے سامنے صدقہ خیرات پیش کرتے تھے تو آپ ﷺ ان کیلئے دعا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ خبردار! بیشک یہ ان کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ صدقات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوْءِ جو شخص صدقہ خیرات کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بری موت سے بچائے گا۔ اور یہ بھی حدیث پاک میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ صدقہ خیرات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصیبت ٹال دیتا ہے۔ اور یہ بھی آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تُطْفِیءُ غَضَبَ الرَّبِّ کہ صدقے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ یہ سب روایات اپنی جگہ صحیح ہیں لیکن عوام نے صدقے کا مفہوم نہیں سمجھا۔

صدقہ کا مفہوم :

عوام یہ سمجھتے ہیں کہ کالے بکرے کی سری دینا صدقہ ہے اور اس سے بڑی چھلانگ لگائی تو بکرا چھترا دیدیا۔ یہ صحیح معنی میں صدقہ نہیں ہے اس لئے کہ صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ غریب کو آٹے دانے کی ضرورت ہے، جوتے کی ضرورت ہے، صابن تیل کی ضرورت ہے، اس کے بچوں کو فیس کی ضرورت ہے، کتاب کاپی کی ضرورت ہے یہ کالی سری کہاں کہاں کام آئے گی اس سے کون کونسی ضرورت پوری ہوگی؟ تو صدقے خیرات کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اس کا بہترین طریقہ ہے کہ

اس کو نقد دیدوتا کہ اس کی جو ضرورت ہو اس سے وہ پوری کر لے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَیُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیۡ رَحۡمَتِهٖ عنقریب ان کو داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی خاص رحمت نازل فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اگر نیکی کرنے والوں سے چھوٹی موٹی غلطی ہوگی تو معاف کردے گا۔ پہلے تفصیل کیساتھ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ سورۃ توبہ میں غزوہ تبوک کا ذکر ہے جو ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں پیش آیا سخت گرمی کا موسم اور سفر لمبا تھا اور رومیوں کیساتھ مقابلہ تھا۔ منافقوں نے حیلے بہانے کر کے جان چھڑائی سوائے چند منافقوں کے جو ساتھ جانے پر مجبور تھے اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی مذمت اور برائی بیان فرمائی ہے۔

اب ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے دل و جان سے آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیا اور ہر نیکی کے کام میں پیش پیش رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ اور ایمان میں سبقت لے جانے والے سب سے پہلے اور عمل میں بھی مِنَ الۡمُهٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ مہاجرین اور انصار میں سے وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ اور جنہوں نے ان کا اتباع کیا اخلاص کیساتھ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ سے کون لوگ مراد ہیں؟

وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ سے کون لوگ مراد ہیں؟ مفسرین کرامؒ سے تین تفسیریں منقول ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ وہ مہاجرین جو سب سے پہلے ایمان لائے یہ تو وہ ہوئے ایمان میں سبقت لے جانے والے اور وہ مہاجر جو دوسرے تیسرے چوتھے نمبر پر مسلمان ہوئے

وہ ان کی اتباع کرنے والے ہوئے۔ اسی طرح وہ انصار جنہوں نے پہلے نصرت اور مدد کی وہ تو وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہوئے اور جنہوں نے دوسرے تیسرے نمبر پر مدد کی وہ ان کی اتباع کرنے والے ہوئے تو اس تفسیر کے مطابق تمام کے تمام مہاجرین اور انصار ہوئے یعنی والسبقون الاولون بھی اور ان کی اتباع اور پیروی کرنے والے بھی۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ والسبقون الاولون سے مراد تو صحابہ کرام ہیں رضی اللہ عنہم اِتَّبَعُوْهُمْ سے مراد تابعین ہیں اور تابعی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کو دیکھا ہو آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا۔ جن لوگوں نے مہاجرین اور انصار کو دیکھا ہے وہ تابعین ہیں انہوں نے اخلاص کے ساتھ مہاجرین اور انصار کی پیروی کی ان سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

اور تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اِتَّبَعُوْهُمْ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مہاجرین اور انصار کی ایمان میں، عمل صالح میں، جہاد میں، ہجرت میں پیروی کرنے والے ہیں قیامت تک۔ ان کیساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو مہاجرین انصار کا دامن تھامنے والے ہیں، پاؤں پکڑنے والے ہیں، ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ تیار کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے باغات، جاری ہیں ان کے نیچے نہریں۔ جنت کی نہریں دنیا کی نہروں کی طرح زمین کے پیٹ میں نہیں بہتیں بلکہ وہ سطح زمین کے اوپر چلتی ہیں اور دونوں طرف موتیوں کے بند بنے ہوئے ہونگے اور احادیث میں آتا ہے کہ جو آدمی چاہے گا کہ پانی کا رخ میری طرف ہو سونے کی چھڑی اس کے ہاتھ میں ہوگی اس کیساتھ اشارہ کریگا پانی کا رخ اس کی طرف ہو

جائے گا اور اردگرد بند بندھتا چلا جائے گا۔ وہاں کسی شی کی کمی نہیں ہوگی دنیا میں تو ہمارے پاس تھوڑی جگہ ہے اور جنت کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ ادنیٰ ترین جنتی کو اس دنیا سے دس گنا زیادہ جگہ ملے گی اور ہر ایک جنتی کا مکان موتی کا ہوگا جو ساٹھ میل میں پھیلا ہوا ہوگا۔ یہ چیزیں ہمیں یہاں سمجھ نہیں آسکتیں۔ جسطرح ماں کے پیٹ میں بچے کو یہ دنیا سمجھ نہیں آسکتی کیونکہ اس کیلئے ماں کا پیٹ ہی ساری دنیا ہے۔ اس کو وہاں کوئی سمجھائے کہ جب تو ماں کے پیٹ سے باہر آئے گا تو تجھے بڑی وسیع دنیا نظر آئے گی اور بہت اونچا آسمان نظر آئے گا باغات، دریا، درخت اور میدان ہوں گے تو ظاہر بات ہے کہ وہ نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح یہاں دنیا میں ہوتے ہوئے ہمیں بھی آخرت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہا کریں گے ان باغوں میں ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔ رب تعالیٰ تمام مومنین مومنات کو نصیب فرمائے۔

۞۞۞۞۞

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝ وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اوران میں سے جو تمہارے اردگرد ہیں دیہاتوں میں رہنے والے لوگ مُنٰفِقُوْنَ منافق ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اور

بعض مدینہ طیبہ میں سے بھی مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ جوڑے ہوئے ہیں منافقت پر لَاتَعْلَمُهُمْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان کو نہیں جانتے نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ بتاکید ہم ان کو دو مرتبہ سزا دیں گے ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ پھر وہ لوٹائیں جائیں گے بڑے عذاب کی طرف وَ اٰخَرُوْنَ اور کچھ دوسرے لوگ ہیں اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ جنہوں نے اعتراف کیا ہے اپنے گناہوں کا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ملایا ہے انہوں نے نیک عمل اور دوسرا برا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رجوع کریگا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً آپ لیں ان کے مالوں میں سے صدقہ تُطَهِّرُهُمْ آپ پاک کریں ان کو وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا اور صاف کردیں ان کو اس صدقے کی وصولی کیساتھ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اور دعا کریں ان کیلئے اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بیشک آپ کی دعا ان کیلئے تسکین کا باعث ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ بیشک اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتا ہے توبہ عَنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں سے وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ اور وہی وصول کرتا ہے صدقات وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے وَقُلِ اعْمَلُوْا اور آپ ان سے کہہ دیں عمل کرتے رہو فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

عنقریب دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول ﷺ بھی دیکھے گا اور مومن بھی دیکھیں گے وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے اس ذات کی طرف جو غیب اور حاضر چیزوں کو جاننے والی ہے فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ ذات تمہیں بتادیگی وہ عمل جو تم کرتے تھے۔

آج کی آیات میں غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے منافقین اور وہ مسلمان جنہوں نے تن آسانی کی خاطر سفر اختیار نہیں کیا تھا کا رد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ اور ان میں سے جو تمہارے اردگرد ہیں مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ دیہاتوں میں رہنے والے لوگ منافق ہیں۔ اردگرد سے مراد وہ دیہات ہیں جو مدینہ طیبہ سے دو تین چار چھ دس بارہ میل کے فاصلے پر آبادیاں تھیں اور وہ سودا سلف خریدنے کیلئے مدینہ طیبہ آتے تھے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ اور بعض مدینہ طیبہ میں سے بھی منافق ہیں مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ جوڑے ہوئے ہیں منافقت پر لَا تَعْلَمُهُمْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان کو نہیں جانتے نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ آپ ﷺ کو ما کان و مایکون کا علم حاصل تھا۔

کیونکہ یہ سورۃ توبہ قرآن کریم کی بڑی سورتوں میں سے آخری سورت ہے اس کے بعد صرف اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی ہے اور کوئی سورۃ نازل نہیں ہوئی۔ چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آخری سورت نَزَلَتْ سُوْرَةُ التوبۃ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت توبہ ہے۔ اور یہ آیت کریمہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور

جونفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے ان کو بھی جناب نبی کریم ﷺ نہیں جانتے تھے۔ان کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔اگر آپ ﷺ عالم الغیب اور ما کان و ما یکون کے عالم ہوتے تو لامحالہ آپ ﷺ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے کہ آپ ﷺ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔اور یاد رکھنا اہل بدعت میں جو ہوشیار قسم کے مولوی ہیں ان کے سامنے جب وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے غیب کی نفی ہے تو وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس وقت علم نہیں تھا بعد میں غیب حاصل ہو گیا تھا۔عوام سطحی ہوتے ہیں مان لیتے ہیں کیونکہ قرآن کریم کا نزول تو ہوتا رہا ہے اگر پہلے آپ ﷺ کو غیب حاصل نہیں ہوا تو بعد میں حاصل ہو گیا ہوگا۔لہذا آیات اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کے داؤ میں نہ آنا کیونکہ یہ قرآن کریم کی بڑی سورتوں میں سے آخری سورت ہے اس کے بعد کوئی ایسی سورۃ نازل نہیں ہوئی جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ بعد میں آپ ﷺ کو غیب حاصل ہو گیا تھا اور نہ ہی اس کے بعد کوئی ایسی آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جس میں یہ ذکر ہو کہ آپ ﷺ کو عَالِمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ بنا دیا گیا ہے۔اس سبق کو اچھی طرح سمجھ لو اور یاد کر لو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ بتاکید ہم ان کو دو مرتبہ سزا دیں گے۔ایک اس وقت جب فرشتے کافر منافق کی جان نکالتے ہیں تو ہتھوڑے سے مارتے ہیں يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ان کے چہروں پر مارتے ہیں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔[انفال:۵۰] اور حدیث پاک میں آتا ہے ان کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے گیلی اون سے لوہے کی گرم سلاخ کو کھینچا جائے تو سی سی کرے گی۔اور دوسری سزا قبر میں ہوگی ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ پھر وہ لوٹائیں جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔یہ تیسرا عذاب آخرت کا ہوگا اور یہ سب سے بڑا اور ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے

مومنوں کو اس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے بخلاف اس کے مومن کی جان نکالنے کیلئے جب فرشتے اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کو اس کا جنت کا مقام دکھاتے ہیں کہ تو نے اب وہاں جانا ہے۔اس کو بڑا شوق پیدا ہوتا ہے اور کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔اور مومن کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے مشکیزہ کا منہ کھول دیا جائے تو پانی نکل جاتا ہے۔

عام اور خاص کا فرق :

آگے ان دس مخلص مومنوں کا ذکر ہے جو صرف گرمی سے بچنے اور تن آسانی کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے ان میں سے سات عام اور تین خاص مخلص تھے۔ان آیات میں سات عام کا ذکر ہے اور جو تین خاص تھے ان کا ذکر سورۃ کے آخر میں آئے گا وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا کے اندر۔ان کی توبہ پچاس دن کے بعد قبول ہوئی۔کیونکہ جس کو جتنا قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے اس کا امتحان بھی اتنا زیادہ ہوتا ہے اور جس کی اتنی حیثیت نہیں ہوتی اس کیلئے زیادہ امتحان اور پابندی بھی نہیں ہوتی۔چنانچہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ؓ کیساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے سب کے سامنے مسجد میں پیشاب کر دیا صحابہ کرام ؓ بازو چڑھا کر پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے بھاگے آنحضرت ﷺ نے منع فرما دیا کہ اس کو نہ روکو۔اس کے یہاں پیشاب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو پیشاب کی تکلیف ہے تم روکو گے تو تکلیف زیادہ ہو گی اب تو یہ ایک کونے میں پیشاب کر رہا ہے اس کا دھونا آسان ہے اگر تم اس کے پیچھے بھاگو گے وہ آگے بھاگے گا ساری مسجد پلید کرے گا تو آپ ﷺ نے اس جاہل کا پیشاب کرنا بھی گوارا کر لیا۔اور دوسری ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ ایک چھوٹی سی مسجد کا امام تھا آپ ﷺ نے اس امام کو قبلے کی طرف تھوکتے دیکھا تو فرمایا کہ تاحکمِ ثانی یہ تمہیں امامت نہیں کروا سکتا حالانکہ

تھوک پلید نہیں ہے۔تو خاص کیلئے پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

؎ نیکاں را بیش بود حیرانی

جتنا قرب ہوگا اتنا امتحان اور پابندی زیادہ ہوگی۔اور جو سات عام تھے ان کی توبہ اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول فرمالی اس کا ذکر ہے۔فرمایا وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا ہے اپنے گناہوں کا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ملایا ہے انہوں نے نیک عمل اور دوسرا بُرا عمل کہ اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رجوع کریگا کہ ان کی توبہ قبول کرلیگا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔یہ سات آدمی زکوٰۃ لیکر آئے تو آنحضرت ﷺ نے گریز کیا کہ یہ لوگ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے۔حالانکہ آپ ﷺ زکوٰۃ اپنے لئے نہیں لیتے تھے بلکہ جمع کر کے فقیروں، مسکینوں، ضرورت مندوں پر خرچ کرتے تھے۔تو حق تعالیٰ نے فرمایا خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً آپ لیں ان کے مالوں میں سے صدقہ زکوٰۃ تُطَهِّرُهُمْ آپ پاک کریں ان کو وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا اور صاف کردیں ان کو اس صدقہ زکوٰۃ کی وصولی کیساتھ۔بخل سے تطہیر سے مال پاک ہوگا اور تزکیہ سے دل پاک ہوگا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اور آپ دعا کریں ان کیلئے۔چنانچہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جو آدمی زکوٰۃ لاکر آپ ﷺ کو دیتا تھا آپ ﷺ اس کیلئے دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ بَنِيْ فُلَانٍ اے اللہ فلاں کی آل اولاد پر رحمت فرما اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بیشک آپ کی دعا ان کیلئے تسکین کا باعث ہے۔ویسے تو اللہ تعالیٰ بنسبت عام لوگوں کے نیکوں کی دعائیں زیادہ قبول کرتا ہے مگر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبروں کی دعا قبول فرماتا ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ

تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ نہ تو منافق ہیں اور نہ ہی ریا کار ہیں سستی سے غلطی ہوئی ہے اور اپنی کوتاہی کا اقرار بھی کررہے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے۔ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون معاف کرسکتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے یٰبَنِیْٓ آدَمَ کُلُّکُمْ خَطَّاؤُوْنَ اے اولادِ آدم! تم سب خطا کار ہو وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو فوراً توبہ کرتے ہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ اور وہی وصول کرتا ہے صدقات یعنی قبول کرتا ہے۔ جو صدقہ اخلاص کے ساتھ دیا جاتا ہے اس کیلئے قبولیت ہوگی وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے وَقُلْ اور آپ ان سے کہہ دیں اِعْمَلُوْا عمل کرتے رہو فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ عنقریب دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول ﷺ بھی دیکھے گا اور مومن بھی دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو حقیقت جانتا ہے اور آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے جانتے ہیں اور عام مومن قرائن اور شواہد سے جانتے ہیں کہ یہ شخص مخلص ہے یا نہیں۔ باقی اندر کی بات کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے اس ذات کی طرف جو غیب اور حاضر چیزوں کو جاننے والی ہے۔ یعنی جو چیزیں تمہارے سامنے حاضر ہیں رب تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں تم سے غائب ہیں رب تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے وہ مخلوق کی نسبت سے عالم الغیب ہے یعنی جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں

وہ ان کو بھی جانتا ہے فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ ذات تمہیں بتا دیگی وہ عمل جو تم کرتے تھے۔ یعنی ان کا نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ٥ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ٥ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ٥

وَاٰخَرُوْنَ اور بعض دوسرے لوگ ہیں مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ جنکو مہلت دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ یا تو اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیگا وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ یا ان کی توبہ قبول کر لیگا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد ضِرَارًا وَّكُفْرًا ضرر دینے کیلئے اور کفر کیلئے وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کیلئے وَاِرْصَادًا اور اڈا بنانے کیلئے لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ اس شخص کیلئے جو لڑتا رہا اللہ

2

تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس سے پہلے وَلَیَحْلِفُنَّ اور البتہ یہ لوگ قسمیں اٹھائیں گے اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا مگر نیکی کا وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ البتہ یہ لوگ جھوٹے ہیں لَاتَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا آپ نہ کھڑے ہوں اس مسجد میں کبھی بھی لَمَسْجِدٌ البتہ وہ مسجد اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ جس کی بنیاد رکھی گئی تقویٰ پر پہلے دن سے اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں فِیْہِ رِجَالٌ اس میں مرد ہیں یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَھَّرُوْا جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ وہ پاکیزگی حاصل کریں وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے طہارت حاصل کرنے والوں کو۔

غزوہ تبوک کا ذکر چلا آرہا ہے۔منافقوں نے تو صرف منافقت کی وجہ سے شرکت نہیں کی تھی ورنہ انکو مالی اور بدنی کسی قسم کا عذر نہیں تھا اور دس مخلص صحابہ کرام ؓ نے محض گرمی اور لمبے سفر سے بچنے کیلئے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی۔ان میں سے سات تو عام تھے جن کی توبہ فوراً قبول ہوگئی جن کے متعلق تم سن چکے ہو اور تین خاص تھے۔حضرت کعب ابن مالک ؓ، حضرت مرارہ ابن ربیع ؓ، اور ہلال ابن امیہ ؓ ان میں سے دو تو بدری صحابی تھے اور اصحاب بدر کا درجہ بہت بلند ہے۔تیسرے بدری نہیں تھے مگر والسابقون الاولون میں سے تھے۔چونکہ ان کا مقام بہت اونچا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ فوراً قبول نہیں فرمائی۔بخاری اور مسلم کی روایات میں بڑی تفصیل ہے مکمل پچاس دن ان کا بائیکاٹ رہا کوئی مسلمان ان کو نہ سلام کہتا تھا اور نہ ان کے سلام کا جواب دیتا تھا ان کا ذکر

ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اور بعض دوسرے ہیں جن کو مہلت دی گئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ یا تو ان کو اللہ تعالیٰ سزا دیگا وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ یا ان کی توبہ قبول کر لیگا۔آگے ذکر آئے گا کہ انہوں نے رو رو کے اللہ تعالیٰ کو منایا پچاس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

منافقوں کی سازش کا تذکرہ :

آگے منافقوں کی ایک سازش کا ذکر ہے۔مدینہ طیبہ میں ابو عامر راہب نامی ایک آدمی تھا یہ پہلے یہودی تھا اس کی بری حرکتوں اور بُرے اخلاق کی وجہ سے یہودی متنفر ہوئے تو یہ عیسائی بن گیا اور نجران چلا گیا۔چونکہ وہاں کافی عیسائی آباد تھے اور وہ اس کے حالات سے ناواقف تھے۔وہاں جا کر اس نے پیری مریدی شروع کر دی۔یہ بڑا خبیث قسم کا آدمی تھا غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ تبوک تک جتنی جنگیں ہوئیں ہیں تمام میں اس کا حصہ تھا یہ کافروں کو ابھارتا اور برانگیختہ کرتا تھا اور غزوہ تبوک بھی اسی کی شرارت کا نتیجہ تھا کہ روتا ہوا ہرقل روم کے پاس گیا کہ ہم مارے گئے ہیں ہم پر بڑے ظلم ہوئے ہیں ہمارے آدمی مار دیئے گئے علاقے ہمارے سے چھین لئے گئے روم ہمارا مرکز ہے وہ روم پر بھی حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں ہرقل روم چونکہ عیسائی تھا اور یہ ان کا راہب اور پادری بنا ہوا تھا اُس نے اِسکے اکسانے پر فوجیں تبوک کے مقام پر بھیج دیں۔

غزوہ تبوک سے پہلے کا قصہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اس کے خاص بارہ آدمی تھے ان کے ذریعے اس نے شرارت کا منصوبہ بنایا۔ان میں سے ایک ثعلبہ ابن ابی حاطب بھی تھا جس کا ذکر پہلے سن چکے ہو۔ابو عامر راہب نے ان بارہ منافقوں کیساتھ میٹنگ کر کے یہ

طے کیا کہ مسجد قبا سے الگ ایک مسجد بنائیں تاکہ مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے پاس جانے کا موقع کم ملے اور دین نہ سیکھ سکیں۔ اور ان کی ایسی ذہن سازی کرو کہ ان کی پرانی لڑائیاں پھر تازہ ہو جائیں۔ کیونکہ اوس اور خزرج کے درمیان خاندانی رقابتیں تو پہلے تھیں ان کا ہمیشہ برادری مسئلہ رہا ہے اور ہم اپنا کفر خفیہ طریقے سے پھیلاتے رہیں اور مسلمانوں کو تقسیم کرتے رہیں۔ اور ابو عامر نے کہا کہ میرا اڈا بن جائے گا میں یہاں آ کر ٹھہرا کرونگا۔ یہ ان کے مقاصد تھے مسلمانوں کو ضرر پہنچانا، اپنا کفر پھیلانا، اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنی اور ابو عامر کیلئے اڈا بنانا۔

ان بارہ منافقوں نے ابو عامر راہب کے مشورے سے مسجد بنا دی چونکہ بڑے مکار تھے انہوں نے سوچا کہ اگر آنحضرت ﷺ مسجد میں نہ آئے تو مسلمانوں نے اعتماد نہیں کرنا لہذا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جائے اور گذارش کرے کہ حضرت مسجد قبا ہم سے دور ہے گرمی بھی ہوتی ہے، بارش بھی ہوتی ہے، کبھی آندھی اور طوفان بھی آجاتا ہے اندھیرا ہوتا ہے ہم میں سے بوڑھے بیمار اس مسجد تک نہیں پہنچ سکتے ان کی سہولت کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہم نے مسجد بنائی ہے حضرت آپ ﷺ افتتاح فرمادیں کہ وہ مسجد ہی کیا ہوئی جس میں نماز نہ پڑھائیں اور بڑی قسمیں اٹھائیں کہ حضرت ہمارا مقصد اور کوئی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو سچا سمجھ کر وعدہ فرمالیا کہ تبوک کے سفر سے واپسی پر انشاء اللہ تعالیٰ آکر تمہاری مسجد میں نماز پڑھوں گا کیونکہ اب تو میں تبوک کی تیاری میں مصروف ہوں اللہ تعالیٰ نے تبوک کے سفر سے واپس مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے ہی یہ آیات نازل فرما کر بتا دیا کہ یہ نام نہاد مسجد اسلام کے خلاف سازش کرنے اور مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنے کیلئے تیار کی گئی ہے لہذا اس میں کبھی نہ کھڑے ہونا۔

حضور ﷺ کا مسجد ضرار کو مسمار کروانا :

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے چار صحابہ مالک ابن دُخشم ،مَعْن ابن عدی، عامر ابن سکن اور وحشی ابن حرب جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ اس مسجد کو جا کر گرا دو چنانچہ یہ گئے اور جا کر مسجد کو آگ لگا کر راکھ کر کے رکھ دیا۔ پھر منافقوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ مسجد کو آگ لگا دی ہے مسجد نے کسی کا کیا بگاڑا تھا، شہتیروں اور دروازوں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد ضرر دینے کیلئے مسلمانوں کو اور اپنے کفر کو پھیلانے کیلئے وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کیلئے وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ اور اڈا اور مورچہ اس شخص کیلئے جو لڑتا رہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کیساتھ اس سے پہلے۔ وہ شخص کون ہے؟ جس کیلئے مورچہ بنا رہے تھے، ابو عامر راہب۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى اور البتہ یہ لوگ قسمیں اٹھائیں گے کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا مگر نیکی اور بھلائی کا۔ منافقین میں سے جو لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تھے بڑی شکل وصورت قدوقامت والے اور گفتگو کے ایسے کاریگر کہ آدمی ان کی باتوں میں آجاتے تھے حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ جیسی ذہین فطین شخصیت بھی۔ ایسے ہی ایک منافق کے بارے میں آتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں کہ دنیوی زندگی کے متعلق اسکی بات آپکو تعجب میں ڈالتی ہے اور اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ شخص بہت جھگڑا کرنے والا ہے۔ [البقرہ: ۲۰۷] مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی

قسمیں کھاتے ہیں وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ البتہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے مسجد اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے نہیں بنائی لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا اے نبی کریم ﷺ آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی بھی لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد رکھی گئی تقویٰ پر پہلے دن سے اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں یعنی مسجد قبا۔

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ طیبہ سے پہلے قبا کا علاقہ تھا اب تو یہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گیا ہے اُس وقت یہ ملحقات اور مضافات مدینہ میں سے تھا۔ آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دو چار ساتھی اور تھے یہ حضرات چودہ یا بیس دن یہاں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت کلثوم ابن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر۔ آپ ﷺ بڑے پریشان اور مغموم تھے انہوں نے خیال کیا کہ شاید خدمت میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ پہلے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی لیکن بالآخر پوچھ لیا کہ حضرت ہم آپ ﷺ کو بڑا پریشان اور مغموم دیکھتے ہیں اگر مہمانی میں کوئی کمی ہوئی ہے تو ہمیں بے تکلف بتا دیں تا کہ ہم آپ ﷺ کی پسند کے مطابق خدمت کر سکیں۔ فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے دل میں جو بات تھی اس کو کھل کر بیان نہ کیا۔

ساتھیوں نے آپس میں بات کی کہ ہجرت بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے گھر چھوڑنا ، برادری چھوڑنا، بچوں کو چھوڑنا، ہو سکتا ہے آپ ﷺ اس وجہ سے پریشان ہوں۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے حضرت شاید پریشانی کی وجہ ہجرت ہے کہ آپ ﷺ گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں ہمیں بھی افسوس ہے مگر ہم کر کچھ نہیں سکتے۔ ہمارے جو اختیار میں ہے اس کا آپ ﷺ ہمیں حکم دیں ہم کرنے کیلئے تیار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے

پریشان نہیں ہوں بلکہ میری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر اجتماعی نماز پڑھنے کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔حضرت کلثوم ابن ہدم ﷜ نے کہا حضرت یہ سارا رقبہ میرا ہے بلا شرکت غیرے جتنا رقبہ آپ ﷺ کو چاہئے اتنے پر لکیر لگا دیں،ہم مسجد بنا دیتے ہیں۔تو قبا کی علاقہ میں مسجد تعمیر کی گئی اسی لئے اس کا نام مسجد قبا ہے۔ پہلے یہ چھوٹی سی تھی اب حکومت نے بہت بڑی بنا دی ہے۔میں نے وہ چھوٹی بھی دیکھی ہے اس میں قبلے کے قریب ایک جگہ پر نوٹ لکھا ہوا ہے۔یہ وہ جگہ ہے جہاں جبرائیل علیہ السلام ایک آیت کریمہ لیکر آئے تھے۔ الحمد للہ وہاں مرد بھی جاتے ہیں عورتیں بھی جاتیں ہیں اور دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔آنحضرت ﷺ اکثر ہفتے والے دن وہاں پیدل تشریف لے جاتے اور دو رکعتیں پڑھ کر واپس تشریف لے آتے۔

چار بڑے درجے والی مسجدیں :

چار مسجدیں بڑے درجے والی ہیں۔ایک مسجد حرام،دوسری مسجد اقصیٰ،تیسری مسجد نبوی اور چوتھی مسجد قبا اور یہ چاروں مسجدیں پیغمبروں کے ہاتھ سے بنی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فِيْهِ رِجَالٌ اس میں مرد ہیں يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ وہ پاکیزگی حاصل کریں۔ترمذی شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے قبا والوں کو بلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے بتاؤ وہ کون سی پاکیزگی ہے جو تم حاصل کرتے ہو؟ تو قبا والوں نے کہا حضرت ہم جب پیشاب پاخانے سے فارغ ہوتے ہیں تو پہلے ڈھیلے استعمال کرتے ہیں پھر پانی کیساتھ استنجا کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس بات پر تمہاری تعریف کی ہے لہذا اس عمل کو قائم رکھنا۔

اصل بات یہ ہے کہ عرب کے علاقہ میں پانی کی قلت ہوتی تھی عموماً لوگ استنجا کے لیے صرف ڈھیلا استعمال کرتے تھے اور قبا والے ڈھیلا اور پانی دونوں استعمال کرتے تھے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے طہارت حاصل کرنے والوں کو۔ جتنا کوئی بدنی اور اخلاقی لحاظ سے پاک رہے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو اتنا ہی تقرب حاصل ہوگا۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ کیا پس وہ شخص جس نے بنیاد رکھی ہے اپنی عمارت کی عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خَیْرٌ یہ بہتر ہے اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ یا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی عَلٰی شَفَا جُرُفٍ گڑھے کے کنارے پر هَارٍ جو گرنے والا ہے فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ پس وہ اس کو لے گرا جہنم کی آگ میں وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو لَا یَزَالُ ہمیشہ رہے گی

بُنۡیَانُهُمُ الَّذِیۡ بَنَوۡا ان کی عمارت جو انہوں نے تعمیر کی تھی رِیۡبَةً فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ تردد اور شک ان کے دلوں میں اِلَّآ اَنۡ تَقَطَّعَ قُلُوۡبُهُمۡ مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مومنوں سے اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ ان کی جانیں اور ان کے مال بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ کہ اس کے بدلے میں ان کیلئے جنت ہے یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ پس وہ قتل کرتے ہیں دشمنوں کو اور خود قتل کئے جاتے ہیں وَعۡدًا عَلَیۡهِ حَقًّا یہ وعدہ ہے رب تعالیٰ کے ذمے سچا فِی التَّوۡرٰةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں وَمَنۡ اَوۡفٰی بِعَهۡدِهٖ اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے عہد کو مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے فَاسۡتَبۡشِرُوۡا پس تم خوش ہو جاؤ بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِهٖ اپنے اس سودے پر جو تم نے اپنے رب کیساتھ کیا ہے وَذٰلِکَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

یہ بات پچھلے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ ابو عامر راہب جو پہلے یہودی تھا پھر عیسائیوں کا پادری بن گیا۔ یہ بڑا شریر خبیث اور اسلام کا سخت دشمن تھا اس کیساتھ ثعلبہ ابن ابی حاطب وغیرہ دس بارہ منافق تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ مسجد قبا کے مقابلے میں ایک مسجد بنائی جائے تاکہ لوگوں کو مسجد نبوی اور مسجد قبا سے روکا جا سکے کہ لوگ یہاں آئیں گے تو ان کی اسلام کے خلاف ذہن سازی کی جا سکے اور اوس اور خزرج قبیلے جو زمانہ جاہلیت میں

ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پرانی باتوں کو سامنے لا کر ان کو آپس میں لڑا دیا جائے اور ابو عامر راہب نے کہا کہ میرے لئے اڈا بن جائے گا میں یہاں آ کر رہا کرونگا۔ چنانچہ مسجد بنانے کے بعد وفد کی شکل میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہ حضرت آپ اس مسجد کا افتتاح فرمادیں۔ کیونکہ مسجد نبوی بھی ہم سے دور ہے اور مسجد قبا بھی فاصلے پر ہے۔ گرمی بھی ہوتی ہے، کچھ بوڑھے بھی ہیں، کچھ معذور بھی ہیں ان لوگوں کیلئے سہولت رہے گی۔

آں حضرت ﷺ نے وعدہ کرلیا کہ تبوک کے سفر سے واپسی پر تمہاری مسجد میں نماز پڑھاؤں گا۔ واپس آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرمادیا کہ یہ مسجد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن کا اڈا اور مورچہ انہوں نے بنایا ہے۔ لہذا آپ وہاں کھڑے بھی نہ ہوں اور مسجد قبا میں کھڑے ہوں جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی کیا پس وہ شخص جس نے بنیاد رکھی ہے اپنی عمارت کی تقویٰ پر مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے۔ زمین حضرت کلثوم ابن ہدم رضی اللہ عنہ نے دی تھی جو بڑے نیک صحابی تھے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کی بنیاد رکھی تھی خَیْرٌ یہ بہتر ہے اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ یا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی گڑھے کے کنارے پر۔ شَفَا شین کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنٰی ہے کنارہ اور شین کے کسرے کیساتھ ہو شِفَا تو اس کا معنٰی ہے صحت یابی۔ جسطرح شہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فِیْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اس میں لوگوں کیلئے صحت یابی ہے۔ اور قرآن کریم کے بارے میں فرمایا شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ کہ قرآن کریم دل کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ اور

جُـــرُفٍ کا معنیٰ گڑھا۔ یوں سمجھو کہ بہت بڑا گڑھا ہو اور ہو بھی گرنے والا اور اس کے کنارے مکان ہو گڑھا گرا، مکان گرا اور مکان والے بھی گر گئے۔ یہ مثال ہے مسجد ضرار کی کہ اس کی بنیاد رکھی ایسے گڑھے کے کنارے پر کہ وہ خود گرنے والا ہے هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ جو گرنے والا ہے پس وہ اس کو لے گرا جہنم کی آگ میں۔ کہ وہاں سے سیدھا دوزخ میں چلا گیا وَاللّٰـهُ لَایَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ (زبردستی) ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو لَایَـزَالُ بُـنْیَانُهُمُ الَّذِیْ ہمیشہ رہے گی ان کی مسجد ضرار کی عمارت بَـنَوْا جو انہوں نے بنائی رِیْبَةً فِـیْ قُـلُـوْبِهِمْ تردد اور شک ان کے دلوں میں۔ کیونکہ اگر کسی کا منصوبہ ناکام ہو جائے تو اس پر اس کا بڑا صدمہ ہوتا ہے لہذا یہ عمارت ان کو ہمیشہ کھٹکتی رہے گی کہ ہم نے تو کچھ اور سکیم بنائی تھی مگر ہو کچھ اور گیا یہ ناکامی ان کو ہمیشہ یاد رہے گی اِلَّآ اَنْ تَـقَـطَّـعَ قُلُوْبُهُمْ مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں کہ ان میں سمجھ کی صلاحیت ہی نہ رہے یعنی مر جائیں تو تردد ختم ہوگا اور بھول جائیں گے وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

مسلسل کئی رکوعوں میں غزوہ تبوک کا ذکر ہو چکا ہے کہ منافقوں نے مختلف بہانے کر کے جان بچائی لیکن مخلص مومنوں نے سوائے دس آدمیوں کے جن میں سے سات کی توبہ جلدی قبول ہو گئی اور تین کا ذکر آگے آ رہا ہے، باقی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰـهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال۔ یہ خریدنا مجازی طور پر کہا ہے اپنے لطف اور کرم کا اظہار کرتے ہوئے اس لئے کہ خریدی تو دوسرے کی چیز جاتی ہے مومنوں کے مال اور جانیں تو اللہ تعالیٰ کی اپنی ہیں۔ اپنے مال کو

خریدنے کا کیا معنیٰ ہے؟ یہ صرف تشبیہ دی ہے سمجھانے کیلئے حقیقتاً سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ شاعر نے اسی کا مفہوم ادا کیا ہے......

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو

تو رب تعالیٰ نے مجازاً فرمایا ہے کہ مومنوں کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں اور کس چیز کے بدلے میں خریدے ہیں؟ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ اس کے بدلے میں ان کیلئے جنت ہے۔ مومن کرتے کیا ہیں؟ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ دنیا میں لڑائیاں تو بہت ہیں کسی کا کوئی مقصد ہے کسی کا کوئی مقصد ہے، کوئی کسی شی کیلئے لڑتا ہے کوئی کسی شی کیلئے لڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ لڑائی پسندیدہ ہے جو فی سبیل اللہ لڑی جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت کچھ لوگ مال غنیمت کیلئے لڑتے ہیں اور کچھ لوگ بہادری کے جوہر دکھانے کیلئے لڑتے ہیں بعض کسی اور مقصد کیلئے لڑتے ہیں تو کیا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ ہے قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ الْعُلْيَا جو لڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کیلئے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے جو لڑتا ہے وہ فی سبیل اللہ ہے۔

شہادت کی اقسام :

اور شہادت کی بڑی قسم یہی ہے اس کے علاوہ اور بھی بڑی قسمیں ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو آدمی مکان سے گر کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، آگ میں جل جائے وہ بھی شہید ہے، نمونیا سل میں مر جائے وہ

بھی شہید ہے، جو شخص اپنی جان کا دفع کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، سواری سے گر کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو سانپ ڈسنے کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے، اپنے مال کا تحفظ کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، لیکن سب سے بلند مقام اس شہید کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے مارا جائے۔

پہلے لوگ بہت سمجھدار تھے وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے دین کو مقدم رکھتے تھے اور کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ اب لوگوں نے دنیا کو مقصد بنالیا ہے یہ دیوانے لوگ ہیں ان کو کامیابی اور فتح بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ پس وہ قتل کرتے ہیں دشمنوں کو اور خود بھی قتل کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوتے ہیں وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا یہ وعدہ ہے رب تعالیٰ کے ذمے سچا کہ ان کو جنت دیگا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں۔ اور قرآن پاک میں یہ بھی ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کہنے کے اعتبار سے [النساء: ۱۲۲] فرمایا وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے عہد کو اللہ تعالیٰ سے۔ سب سے سچا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لہذا اس نے جو مجاہدین کے ساتھ وعدہ کیا ہے اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔ اس کیلئے وعدہ پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ مخلوق سے وعدہ خلافی ہو سکتی ہے کہ مخلوق عاجز اور قاصر ہے۔ بعض دفعہ آدمی وعدے میں مخلص بھی ہوتا ہے مگر نباہ نہیں سکتا اور بعض لوگ وعدے کو داؤ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر تم نے کسی کیساتھ کسی چیز کا وعدہ کرنا ہے تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس پر پورا اتر سکوں گا، مجھ سے یہ ہو سکے گا یا نہیں، اگر وہ کام ہو سکتا ہے اور تمہاری نیت بھی صحیح ہے تو پھر وعدہ کرو ورنہ نہ کرو۔ حدیث میں وعدہ

خلافی منافق کی خصلت بتائی گئی ہے فرمایا اِذَا وَعَدَ خَلَفَ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔مومن کا کام ہے وعدے کو پورا کرنا۔

مولانا حسین احمد مدنی کا واقعہ :

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ایک جگہ ٹائم دیا تھا جگہ اسٹیشن سے دور تھی تانگہ وغیرہ کوئی سواری انہوں نے لینے کیلئے نہ بھیجی مغالطے میں رہے حضرت نے دوڑ لگا دی خادم کو بھی دوڑنا پڑا۔خادم نے کہا حضرت کیا دوڑ کر ٹائم پر پہنچ جائیں گے؟ حضرت نے فرمایا دوڑ رہے ہیں اگر گر گئے تو قیامت والے دن یہ تو کہہ سکیں گے کہ اے پروردگار وعدہ پورا کرنے کیلئے ہمارے اختیار میں اتنا ہی تھا ہم یہی کچھ کر سکتے تھے۔اندازہ لگاؤ ان لوگوں کو وعدے کا کتنا احساس تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ بِهٖ پس تم خوش ہو جاؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اپنے رب کیساتھ کیا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے مال اور جانیں جنت کے بدلے خرید لی ہیں اور رب تعالیٰ کی کمال شفقت دیکھو کہ ہے بھی سب کچھ اس کا یعنی مال بھی اس کا جانیں بھی اسی کی پھر فرما رہے ہیں کہ میں نے تم سے خرید لی ہیں۔

ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں اسی لئے خودکشی حرام ہے اور اس پر گرفت ہے اگر انسان اپنے وجود کی حفاظت نہیں کرتا تو گنہگار ہے۔گرمی میں گرمی سے نہیں بچتا اور سردی میں سردی سے نہیں بچتا،سڑک اور لائن کراس کرتے ہوئے بے احتیاطی کرتا ہے اور مر جاتا ہے تو گنہگار مرا ہے۔خودکشی کرنے والے کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ اس کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو کافر ہے اس کا جنازہ جائز نہیں ہے۔اگر حرام سمجھتا ہے اور جذبات میں آ کر کر لیتا ہے تو گنہگار ہے اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔البتہ آنحضرت ﷺ نے

صاحب اقتدار اور حاکم وقت کو خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا ہے تاکہ خودکشی کا رجحان پیدا نہ ہو۔ آجکل اخبارات پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی کا سلسلہ ہی چل پڑا ہے۔ یہ گناہ کی بات ہے یہ جان رب تعالیٰ کی امانت ہے اور مال بھی رب تعالیٰ کی امانت ہے۔ اگر مال بھی بے جا خرچ کرے گا تو قیامت والے دن گرفت ہو گی یہانتک کہ ایک روپے کا پٹاخہ بھی چلائے گا تو قیامت والے دن اس کا حساب دینا ہوگا کہ اے بندے! یہ روپیہ تو نے بے جا کیوں خرچ کیا تھا۔ مگر آج شادیوں پر شرلی پٹاخوں کا اتنا زور لگا دیتے ہیں کہ توبہ توبہ۔ نہ محلے والوں کو سونے دیتے ہیں اور نہ خود سوتے ہیں۔ ان کو اگر کہو کہ اللہ کے بندو روپے کسی دینی مدرسے پر لگا دو، طالبعلموں پر خرچ کرو، کہیں مسجد بنا دو تو اس طرف نہیں آتے ان کو دلوں پر ایسی مار اور لعنت پڑی ہے کہ ٹھاہ ٹھاہ کی طرف جاتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال اور جانیں خرچ کرتے ہیں وَ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ رب تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○

اَلتَّآئِبُوْنَ توبہ کرنے والے ہیں اَلْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنے والے ہیں اَلْحٰمِدُوْنَ تعریف کرنے والے ہیں السَّآئِحُوْنَ روزہ رکھنے والے ہیں الرّٰكِعُوْنَ رکوع کرنے والے ہیں السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنے والے ہیں الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ نیکی کا حکم کرنے والے ہیں وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور برائی سے روکنے والے ہیں وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور آپ خوشخبری سنادیں ایمان والوں کو مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ نہیں تھا لائق نبی کریم ﷺ کے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اور نہ ان کیلئے جو ایمان لائے ہیں اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ کہ بخشش طلب کریں مشرکوں کیلئے وَلَوْ کَانُوْآ اُوْلِیْ قُرْبٰی اور اگر چہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمْ بعد اس کے ان کے سامنے واضح ہو چکا اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ کہ بیشک وہ دوزخ والے ہیں وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰھِیْمَ لِاَبِیْہِ اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَۃٍ وَّعَدَھَآ اِیَّاہُ مگر ایک وعدے کی بنا پر جو انہوں نے اپنے والد سے کر رکھا تھا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗٓ پس جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ کہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تَبَرَّاَ مِنْہُ تو اس سے بیزار ہو گئے اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ بیشک ابراہیم علیہ السلام زاری کرنے والے تحمل والے تھے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوْمًا اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ گمراہ کر دے کسی قوم کو بَعْدَ اِذْ ھَدٰھُمْ بعد اس کے کہ ان کی راہنمائی کی ہے حَتّٰی یُبَیِّنَ لَھُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ یہاں تک کہ بیان کر دے وہ باتیں جن سے انہوں نے بچنا ہے اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی یُحْیٖ

وَيُمِيتُ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وَمَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اس کا ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے خرید لی ہیں۔

مومنوں کے اوصاف:

آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی موٹی موٹی اوصاف بیان فرمائی ہیں۔ مومنوں کی پہلی صفت...... اَلتَّآئِبُوْنَ توبہ کرنے والے ہیں اگر ان سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرتے ہیں کیونکہ گناہ پر اصرار کرنا بڑا گناہ ہے۔ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے یعنی بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور مومنوں کی صفت یہ ہے کہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے ہیں۔ دوسری صفت...... الْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنے والے ہیں۔ نہایت اخلاص سے نماز ادا کرتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، حج کرتے ہیں یہ بڑی بڑی عبادتیں ہیں۔ الْحٰمِدُوْنَ تعریف کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی ہر وقت اور ہر حال میں، راحت میں تکلیف میں، غمی میں، خوشی میں، سفر میں حضر میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وغیرہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں السَّآئِحُوْنَ. اس کا ایک معنیٰ ہے روزہ رکھنے والے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلسِّيَاحَةُ اُمَّتِيْ الصِّيَامُ میری امت کی سیاحت روزہ رکھنا ہے۔ تو اس حدیث کی روشنی میں السَّآئِحُوْنَ کا ترجمہ ہوگا روزہ رکھنے والے ہیں۔ بعض مفسرین کرامؒ نے یہ لفظ سیر و سیاحت کے معنیٰ میں لیا ہے تو اس وقت معنیٰ ہوگا چلنے پھرنے کا کہ مومن اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے چلتے پھرتے ہیں کیونکہ جہاد کیلئے بھی چلنا پڑتا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے دینی طلباء مراد لئے ہیں

کہ وہ بھی سفر کر کے دینی مدارس میں پہنچتے ہیں دین حاصل کرنے کیلئے ۔بعض حضرات فرماتے ہیں کہ السَّآئِحُوْنَ سے مراد مہاجرین ہیں کہ جب کسی علاقے میں کفر کا غلبہ ہو جائے تو وہ وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں ۔بہر حال ان معانی میں کوئی تعارض نہیں ہے اس کا مصداق روزہ رکھنے والے بھی ہیں ،طالب علم بھی ہیں ،مہاجر بھی ہیں اور مجاہد بھی ہیں الرّٰکِعُوْنَ رکوع کرنے والے ہیں السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنے والے ہیں اطمینان سے ۔جس آدمی نے رکوع سجدہ اطمینان کیساتھ نہ کیا ،رکوع سے اٹھ کر تھوڑا سا قومہ نہ کیا ،دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ نہ کیا اس نے اپنا وقت ہی ضائع کیا ہے ۔نماز اس کے منہ پر ماری جائے گی الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ نیکی کا حکم کرنے والے ہیں ،نیکی کی تعلیم دیتے ہیں وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور برائی سے روکنے والے ہیں وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔یعنی صرف دوسروں کو ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خود بھی ان چیزوں کی پابندی کرتے ہیں ۔رب تعالیٰ نے مومنوں کی موٹی موٹی اوصاف بیان کر کے فرمایا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوشخبری سنا دیں ایمان والوں کو اور اس کے بالمقابل مشرکوں کیلئے آپ ﷺ دعاء مغفرت بھی نہیں کر سکتے ۔

آنحضرت ﷺ کے مہربان چچا ابو طالب عبد ابن مناف ؓ نے آپ ﷺ کی بڑی خدمت کی ہے اور اس خدمت کا اس کو صلہ بھی ملا کہ جہنم کا سب سے ہلکا عذاب اس کو ہوگا کہ اس کو آگ کا جوتا پہنایا جائے گا جس سے اس کا دماغ اس طرح ابلے گا جسطرح تیز آگ پر ہانڈی ابلتی ہے ۔سمجھدار ہونے کے باوجود اس نے اپنا دھڑا نہیں چھوڑا۔ آنحضرت ﷺ اس کی وفات کے وقت اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ چچا جان

کلمہ پڑھ لوتا کہ میں آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ کہہ سکوں۔ کہنے لگا وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا اور البتہ تحقیق میں جانتا ہوں کہ تمہارا دین دنیا کے تمام دینوں سے سچا اور کھرا ہے مگر میں اپنا دھڑا چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ یہ خلاصہ ہے اس کے جواب کا۔ فوت ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے لیکن مغفرت کی دعا کی کہ اے پروردگار! اس نے میری بڑی خدمت کی ہے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے اس کو بخش دے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنے بڑوں کیلئے جو شرک پر مرے تھے دعائیں شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ نہیں تھا لائق نبی کریم ﷺ کے اور نہ ان کیلئے جو ایمان لائے اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ کہ بخشش طلب کریں مشرکوں کیلئے وَلَوْ کَانُوْآ اُولِیْ قُرْبٰی اور اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں مِنْ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ بعد اس کے کہ ان کے سامنے واضح ہو چکا کہ بیشک وہ دوزخ والے ہیں۔ کہ انہوں نے کلمے کا انکار کر دیا اور کفر پر مرے تو ان کیلئے مغفرت کی نہ نبی دعا کر سکتے ہیں اور نہ مومن کر سکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد جن کا نام آذر تھا۔ ساتویں پارے میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰذَرَ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر کو اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً تو بتوں کو معبود بناتا ہے اِنِّیْ اَرٰکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بیشک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں [انعام: ۷۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو بڑا سمجھایا مگر اس نے نہ مانا اور آخر دم تک شرک پر ڈٹا رہا تو اس کیلئے مغفرت کی دعا کیوں مانگی تھی؟ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم

علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ مگر ایک وعدے کی بنا پر جو انہوں نے اپنے والد سے کر رکھا تھا۔ جس کا ذکر سورۃ مریم آیت نمبر ۴۷ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو سمجھایا جب وہ نہ مانا تو کہا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىْ اِنَّهٗ كَانَ بِىْ حَفِيًّا میں بخشش طلب کرونگا تیرے لئے اپنے پروردگار سے بیشک وہ میرے ساتھ بہت مہربان ہے۔ اور امید تھی کہ یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے گا اور بخشش کا اہل ہو جائے گا۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ پس جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کہ بیشک ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تَبَرَّاَ مِنْهُ تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بیزاری کا اعلان کر دیا پھر ان کیلئے مغفرت کی دعا نہیں مانگی۔ اور مشرک کافر کیلئے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی دعا مانگے تو قبول نہیں ہوتی۔ آپ حضرات پہلے تفصیلاً پڑھ چکے ہو کہ آں حضرت ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی کو اپنا کرتہ بطور کفن کے پہنایا اپنا لعاب مبارک اس کے بدن پر ملا اور اس کا جنازہ پڑھایا، یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ان کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا۔ فرمایا اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ بیشک ابراہیم علیہ السلام زاری کرنے والے تحمل والے تھے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ گمراہ کر دے کسی قوم کو بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ بعد اس کے کہ ان کی راہنمائی کی ہے حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ یہاں تک کہ بیان کر دے وہ باتیں جن سے انہوں نے بچنا ہے۔ ایک ہدایت تو فطری طور پر ہر آدمی میں موجود ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ہر بچے کو اللہ تعالیٰ فطرت اسلام پر پیدا فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں اور حق کی آواز پہنچانے والے بھیجتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے

پروگرام کی خوب تشہیر کرتے ہیں خدا کی خوشی اور ناراضگی سے آگاہ رہتے ہیں۔اس کے بعد اگر کوئی گمراہ ہوتا ہے تو ہوتا رہے زبردستی اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا، ہدایت کے اسباب اس نے نازل اور پیدا کر دیئے ہیں، حجت تمام کر دی ہے اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے،اس کے علم سے کوئی شی باہر نہیں ہے۔اس کی شان یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔خالق بھی وہی ہے مالک بھی وہی ہے، زمیں اور آسمانوں میں تصرف کا اختیار بھی صرف اسی کو ہے اس کے سوا یہ اختیارات اور کسی کو نہیں ہیں اور نہ ہی اس نے کسی کو دیئے ہیں یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔اس کے سوا اور کسی کے پاس موت وحیات کا اختیار نہیں ہے وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت اور عذاب آئے گا تو تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا نہ زبانی طور پر حمایت کر سکے گا اور نہ عملی طور پر کوئی تمہاری مدد کر سکے گا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سب کچھ کرنے والی ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ البتہ تحقیق رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین اور انصار پر الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ جنہوں نے نبی کا اتباع کیا تنگی کی گھڑی میں مِنْۢ بَعْدِ بعد اس کے مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہوجاتے دل ان میں سے ایک فریق کے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان پر اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بیشک وہ ان کیساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا اور ان تین پر بھی رب تعالیٰ نے رجوع فرمایا جنکا معاملہ پیچھے رکھا گیا تھا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ یہانتک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادہ ہونے کے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

اور تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں بھی وَظَنُّوْآ اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ اور انہوں نے یقین کرلیا کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مگر اسی کی طرف سے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا لِيَتُوْبُوْا تاکہ وہ توبہ کرلیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

مسلسل کئی رکوعوں میں غزوہ تبوک کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا کھیت پکے ہوئے تھے مالی طور پر بھی تنگی تھی سفر بڑا مشکل تھا۔ آنحضرت ﷺ کے اعلان کے بعد جہاد کیلئے جانا فرض ہوگیا خود آنحضرت ﷺ بھی تیار ہوگئے۔ اس فرض میں جن لوگوں نے کوتاہی کی وہ دو قسم کے تھے۔ ایک تو منافق کہ جن کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی قدر و منزلت نہیں تھی انہوں نے حیلے بہانے کر کے رخصت لے لی اور آپ ﷺ نے ان کو رخصت دے بھی دی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ بھی فرمائی کہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو چھٹی کیوں دی۔ جانا تو انہوں نے تھا ہی نہیں آپ ﷺ کی رخصت کو انہوں نے جواز کا راستہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اس سورۃ میں کافی تردید فرمائی۔ دوسرے پیچھے رہ جانے والے دس مخلص مسلمان تھے سات ان میں سے عام اور تین خاص تھے عام اور خاص کا فرق ہوتا ہے۔ عام اگر غلطی کرے تو اس کی غلطی کو برداشت کیا جاتا ہے خاص غلطی کرے تو اس کو تنبیہ ہوتی ہے کہ اس کا مقام بلند تھا اس کی شان بلند تھی اس نے یہ حرکت کیوں کی تو عام کی تو فوراً توبہ قبول ہوگئی اور وہ تین جو خاص تھے حضرت کعب ابن مالک ؓ غزوہ بدر کے علاوہ کسی غزوے میں پیچھے نہیں رہے اور غزوہ بدر میں اسلیئے شریک نہ ہوسکے کہ اس موقع پر یہ سفر پر

تھے۔دوسرے مرارہ ابن ربیع ﷺ یہ بدری صحابی ہیں اور تیسر ہلال ابن امیہ ﷺ یہ بھی بدری صحابی ہیں۔اور بدر والوں کا مقام صحابہ کرام میں بہت بلند تھا۔

حضرت عمر ﷺ کا بدریوں پر اہل بیت کو ترجیح دینا :

حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں بدریوں کا وظیفہ فی کس چھ چھ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا اور حضرت عباس ﷺ کا وظیفہ پچیس ہزار سالانہ تھا بعض حضرات نے اعتراض بھی کیا کہ حضرت ان کو آپ نے بدریوں پر ترجیح دی ہے حالانکہ یہ تو بدر میں قیدیوں میں سے تھے حضرت عمر نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے عَمُّ الرَّجُلِ صِنُوُابِیۡہِ " چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔"اس نسبت کی وجہ سے میں ان کو اتنا وظیفہ دیتا ہوں۔اور حضرت حسن ﷺ اور حضرت حسین ﷺ کا وظیفہ بھی چھ چھ ہزار سالانہ تھا۔اس پر بھی بعض نے اعتراض کیا کہ حضرت بدر کے موقع پر تو ان کے ماں باپ کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔حضرت علی ﷺ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بدر کے بعد ہوئی ہے۔ ۴ھ میں حضرت حسن پیدا ہوئے اور ۵ھ میں حضرت حسین پیدا ہوئے۔ آپ نے ان کو بدریوں میں شامل کر دیا ہے ان کا تو اس وقت وجود ہی نہیں تھا۔حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے نواسے ہیں اس نسبت کی وجہ سے ان کا وظیفہ بدریوں کے برابر مقرر کیا ہے۔اندازہ لگاؤ ان کو اہل بیت کیساتھ کتنی محبت تھی اور غلط کاروں نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے کہ یہ اہل بیت کے دشمن تھے معاذ اللہ تعالیٰ۔دشمنی اس کا نام ہے؟

مہاجرین کا وظیفہ فی کس چار چار ہزار سالانہ تھا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر ﷺ کو ساڑھے تین ہزار سالانہ دیتے تھے۔لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے مہاجرین کا

وظیفہ چار چار ہزار مقرر فرمایا ہے اور اپنے بیٹے کا پانچ سو کم حالانکہ وہ بھی مہاجر ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ دوسرے مہاجر تو از خود آئے تھے اور یہ اپنے باپ کیساتھ آیا تھا اس لئے اس کا وظیفہ کم مقرر کیا ہے۔ آج کل کا دور ہوتا تو کہتے کہ باپ کیساتھ آیا ہے اور صدر کا بیٹا ہے لہٰذا اس کا وظیفہ زیادہ ہونا چاہئے۔ تو خیر ان تین خاص میں سے دو بدری صحابی تھے اور حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ بھی بڑے بلند پائے کے صحابی تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس سفر میں تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے؟ کھری کھری بات کہہ دی کوئی حیلہ بہانہ نہیں کیا کہ حضرت سواری بھی تھی، اسلحہ بھی تھا، سفر خرچ بھی تھا جانے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی صرف تن آسانی نے خراب کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے ساتھ بائیکاٹ ہے ان کیساتھ کوئی میل جول نہ رکھے حتی کہ ان کو سلام بھی نہ کرے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی غستان کے بادشاہ کیساتھ دوستی تھی جو کہ کافر تھا۔ اس کو معلوم ہوا تو اس نے رقعہ دیکر قاصد بھیجا کہ تیرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو میرے پاس آجا۔ قاصد ناواقف تھا جس سے ان کے متعلق پوچھتا زبان سے کوئی نہ بتلاتا صرف اشارہ کرتے کہ اِس طرف جا اُسطرف جا۔ بالآخر وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور رقعہ ان کے حوالے کیا وہاں تندور جل رہا تھا رقعہ پڑھ کر قاصد کے سامنے آگ میں پھینک دیا اور فرمایا کہ کافروں کو اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ میرے ایمان پر ڈاکا ڈالنے لگے ہیں۔ میں نے غلطی کی ہے کہ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوا ،خطا کار ہوں مگر رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو نہیں ہوں کہ کافروں سے جاملوں۔ قاصد کو فرمایا کہ میرے دوست کو اسی طرح جواب دینا جسطرح میں نے تیرے

سامنے کیا ہے کہ اس کا رقعہ میں نے تندور میں ڈال دیا ہے اور یہ کہ میں نے غلطی کی ہے خطا کار ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو نہیں ہوں۔ بائیکاٹ کی حالت میں پچاس دن اور پچاس راتیں گذر گئیں اور ان کی بیویوں کو بھی حکم ہو گیا کہ ان کے قریب نہیں جانا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ قبول ہوگئی اس کا ذکر ہے لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ البتہ تحقیق رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین اور انصار پر کہ ان کو ثابت قدم رکھا الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ جنہوں نے نبی کا اتباع کیا تنگی کی گھڑی میں۔ پیغمبر تو معصوم ہے اور مہاجرین و انصار نے بھی آپ کی پیروی کی مخالفت نہیں کی تو یہاں تاب کا معنیٰ ان کو توبہ پر قائم رکھا جو وہ پہلے سے کرتے ہیں۔ اس لشکر کو جیش العسرۃ تنگی کے وقت سفر کرنے والا لشکر کہتے ہیں۔ سفر لمبا تھا، گرمی کا موسم تھا دس دس آدمیوں کے پاس ایک سواری تھی ایک میل سوار اور نو میل پیدل چلنا ہوتا تھا اسی سفر میں آپ ﷺ نے ایک ایک کھجور دو دو آدمیوں کو دی، آدھی ایک کو آدھی دوسرے کو، یہ خوراک تھی۔ آدھا دانہ کیا کرے گا یہ تو بچے کو بھی کفایت نہیں کرتی۔

پیاس کی شدت کی وجہ سے صحابی کا بیہوش ہونا :

اس سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک ساتھی پیاس کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر گیا۔ آواز لگائی گئی هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِّنْ مَّاءٍ کسی کے پاس پانی ہے؟ ستر ہزار آدمیوں میں سے کسی کے پاس پانی نہیں تھا کیونکہ ایک روایت میں غزوہ تبوک میں شریک ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار بتلائی گئی ہے، جان خطرے میں تھی اونٹ ذبح کیا گیا اس کی اوجھڑی نچوڑ کر اس کو پانی پلایا گیا تو اس کی جان بچی۔ ضرورت کے وقت اسکی اجازت ہے جان خطرے میں ہو تو اتنی شراب پی سکتے ہو کہ جان خطرے میں نہ رہے۔ خنزیر اور مردار حرام ہیں لیکن

اگر جان خطرے میں ہوتو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کھانے کی اجازت دی ہے کہ اتنا کھاسکتے ہو کہ جان بچ جائے۔تو فرمایا انہوں نے تنگی میں پیغمبر کی پیروی کی مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ بعد اس کے کہ قریب تھا يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ٹیڑھے ہوجاتے دل ان میں سے ایک فریق کے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان پر کہ توبہ پر قائم رکھا اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بیشک وہ ان کیساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا اور ان تین پر بھی رب تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان کی بھی توبہ قبول ہوگئی جنکا معاملہ پیچھے رکھا گیا تھا کعب ابن مالکؓ، مرارہ ابن ربیع، ہلال ابن امیہؓ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ یہاںتک کہ جب ان پر تنگ ہوگئی زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادہ ہونے کے۔کوئی آدمی ان کیساتھ بات کرنے کیلئے تیار نہیں سلام کا جواب تک کوئی نہیں دیتا بیوی بھی بولنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

حضرت کعب ابن مالکؓ کا چچا زاد بھائی ابو قتادہ ان کا بڑا گہرا دوست تھا آنحضرت ﷺ کے بائیکاٹ کے اعلان کے بعد یہ ان کے پاس گئے کہ بھائی تو تو میرے ساتھ بات کرے گا باقیوں نے تو بائیکاٹ کیا ہے اس نے کوئی جواب نہ دیا خاموش رہے جب انہوں نے بار بار کہا تو کہنے لگے آنحضرت ﷺ سے اجازت لے آؤ پھر بولوں گا ورنہ نہیں گہرے دوست بھی بولنے کیلئے تیار نہیں ہیں وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں۔ان کی جانیں بھی ان کے لئے وبال بن گئیں کہ گھر کے افراد بھی سلام کلام کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ اور انہوں نے یقین کرلیا کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آفت سے بچنے کیلئے مگر اسی کی طرف سے۔چونکہ ایمان پختہ تھا اس لئے سمجھتے تھے کہ رب تعالیٰ نے ہی معافی دینی

ہے اور کوئی حل نہیں ہے۔ حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کو بعض ساتھیوں نے کہا کہ آپ گفتگو کرنے کے ماہر تھے کوئی بہانہ ذکر کردیتے معافی مل جاتی پھر توبہ کرلیتے یہ تمہارے لئے آسان تھا کہنے لگے توبہ توبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولتا اور میرے جھوٹے ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہوتی یہ میرے سے نہیں ہوسکتا تھا میں نے سچی بات کہہ دی ہے اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اس سچائی کی بنا پر ان کی توبہ قبول ہوئی۔ فرمایا ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا لِيَتُوبُوا تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ سچے دل سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ اچھے خاصے مالدار آدمی تھے یہاں بھی زمین تھی، خیبر میں بھی تھی اور مختلف جگہوں میں بھی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگے حضرت اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے اس پر میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا سارا مال صدقہ کردوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارا مال صدقہ نہ کرو اپنی بھی ضروریات ہوتی ہیں کچھ اپنے لئے بھی رکھو۔ یہ صدقہ اچھا نہیں ہے سارا مال صدقہ کرکے پھر دوسروں سے مانگتے پھرو۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک دبلا پتلا آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آیا اس نے سوال کیا اس کی حالت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی مدد کرو مختلف ساتھیوں نے اس کی مدد کی۔ ایک ساتھی نے سونے کی ڈلی دیدی کسی اور نے دیکھا کہ یہاں تو سونا مل رہا ہے اس نے بھی سوال کردیا کہ میں بھی غریب آدمی ہوں میری بھی مدد کرو پہلے سوالی نے وہ سونے کا ٹکڑا نکال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کہ حضرت یہ اس کو دیدو یہ میرے سے زیادہ مستحق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونے کا ٹکڑا

اس کو زور سے مارا اور فرمایا کہ ابھی تو مانگ رہا تھا اور اب دینے والا بن گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی خود ضرورت مند ہو تو آگے صدقہ نہ کرتا پھرے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے گھر کی ضروریات پوری ہوں تو پھر صدقہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر گھر کے افراد مشکل میں ہوں تو سخی نور بننے کی ضرورت نہیں اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ ○ مَا كَانَ لِاَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ وَمَنۡ حَوۡلَهُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ اَنۡ يَّتَخَلَّفُوۡا عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَرۡغَبُوۡا بِاَنۡفُسِهِمۡ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ لَا يُصِيۡبُهُمۡ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخۡمَصَةٌ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوۡنَ مَوۡطِئًا يَّغِيۡظُ الۡكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوۡنَ مِنۡ عَدُوٍّ نَّيۡلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمۡ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ○ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ نَفَقَةً صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً وَّلَا يَقۡطَعُوۡنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمۡ لِيَجۡزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ مَا كَانَ لِاَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ نہیں تھا مناسب مدینہ طیبہ والوں کیلئے وَمَنۡ حَوۡلَهُمۡ اور نہ ان لوگوں کیلئے جو مدینہ طیبہ کے ارد گرد رہتے ہیں مِّنَ الۡاَعۡرَابِ دیہاتیوں میں سے اَنۡ يَّتَخَلَّفُوۡا عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ کہ وہ پیچھے رہ جاتے اللہ تعالیٰ کے رسول سے وَلَا يَرۡغَبُوۡا بِاَنۡفُسِهِمۡ اور نہ یہ مناسب تھا کہ وہ عزیز سمجھتے اپنی جانوں کو عَنۡ نَّفۡسِهٖ اس کی

جان سے ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک وہ لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ جن کو نہیں پہنچے گی پیاس اور نہ تھکاوٹ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ اور نہ بھوک فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا اور نہ وہ روندیں گے کسی راستے کو یَّغِیْظُ الْكُفَّارَ جو کافروں کو غصے میں ڈالے وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اور نہیں پائیں گے وہ دشمن سے کوئی غنیمت کا مال اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ مگر یہ کہ ان سب کے بدلے میں لکھا جائے گا نیک عمل اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً اور نہیں خرچ کریں گے کوئی خرچہ صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً چھوٹا اور نہ بڑا وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اور نہ طے کریں گے وہ کسی میدان کو اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ مگر ان کیلئے نیکی لکھی جائے گی لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بہتر اس کام کا جو وہ کرتے رہے۔

کافی تفصیل سے تم سن چکے ہو کہ ۹ھ رجب کے مہینے میں غزوہ تبوک کا سفر پیش آیا۔ گرمی کا موسم تھا فصل پکی ہوئی تھی سفر لمبا تھا روم کی تجربہ کار فوج کیساتھ مقابلہ۔ اس زمانے میں دو ہی بڑی حکومتیں تھیں روم اور ایران، روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہوتا تھا اور یہ عیسائی تھے اور ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا ان دو حکومتوں کے علاوہ جو حکومتیں تھیں وہ سب ان کی حاشیہ بردار اور ان کی دم چھلہ تھیں۔ اس سفر میں منافقین نے مختلف حیلوں بہانوں سے جان چھڑائی سوائے چند منافقوں کے وہ مجبوراً گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے دس آدمی تن آسانی اور سستی کی وجہ سے نہیں گئے جن میں سے سات کی توبہ فوراً

قبول ہوگئی اور تین کی توبہ کا ذکرتم گذشتہ درس میں سن چکے ہو کہ ان کی توبہ پچاس دنوں کے بعد قبول ہوئی۔ انہوں نے نہ جانے پر کوئی حیلہ بہانہ نہیں کیا بلکہ سچ کہہ دیا کہ ہم نے تن آسانی کی وجہ سے سستی کی ہے۔

سچوں کا ساتھ دو :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو اتَّقُوا اللّٰہَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے، اس کے احکام مانو نافرمانی نہ کرو وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ۔ جن لوگوں نے سچ بولا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان سے راضی ہو گیا اور جنہوں نے جھوٹ بولا ان کے متعلق فرمایا یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ منافق تمہارے سامنے جھوٹی قسمیں اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا فاسق قوم سے۔ قرآن کی یہ آیت کریمہ بتلا رہی ہے کہ جو لوگ سچے ہیں عقیدے کے لحاظ سے، عمل کے لحاظ سے، اخلاق کے لحاظ سے، سیاسی لحاظ سے ان کا ساتھ دینا چاہئے اور جھوٹوں کا ساتھ نہیں دینا چاہئے۔ مگر آج مصیبت یہ ہے کہ لوگوں نے دھڑے بازی برادری سسٹم کو اپنایا ہوا ہے اور حق باطل کی تمیز نہیں کرتے۔

غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کو تنبیہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا کَانَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَةِ نہیں تھا مناسب مدینہ طیبہ میں رہنے والوں کیلئے وَمَنْ حَوْلَھُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اور نہ ان لوگوں کیلئے مناسب تھا جو مدینہ طیبہ کے ارد گرد رہتے ہیں دیہاتیوں میں سے اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ کہ وہ پیچھے رہ جاتے

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تو اس لمبے سفر میں تکالیف برداشت کرے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والے، آپ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے مخلص ہو کر گھروں میں بیٹھیں آپ ﷺ جہاد کیلئے جائیں اور تم گھروں میں آرام کرو یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ اور نہ یہ مناسب تھا کہ وہ عزیز سمجھتے اپنی جانوں کو آپ ﷺ کی ذات سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ''تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک میں اس کو زیادہ محبوب ہو جاؤں اس کی اولاد سے اس کے ماں باپ سے اور تمام انسانوں سے۔'' اور محبت کا پتہ ٹکراؤ میں لگتا ہے کہ ایک طرف آنحضرت ﷺ کا ارشاد اور فعل ہو دوسری طرف ماں باپ ہوں یا اولاد جو اس کے خلاف چاہتے ہوں تو پتہ چلے گا کہ آنحضرت ﷺ کے قول فعل کو ترجیح دیتا ہے یا ان کی بات مانتا ہے۔ اگر ماں باپ کے وغیرہ کے طریقے پر چلتا ہے تو مسلمان نہیں ہے۔ ایک طرف آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی اور آپ ﷺ کا فعل ہے اور دوسری طرف دوسرے لوگ ہیں اگر آپ ﷺ کے مقابلے میں ان کی بات مانے گا یا ان کے طریقے پر چلے گا تو مومن نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے قسم اٹھا فرمایا ہے وَاللّٰهِ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد بیشک وہ اپنے آپ کو مومن کہلاتا پھرے۔

مجاہد کا ہر فعل اور حرکت نیکی ہوتا ہے :

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک وہ لَايُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ نہیں پہنچے گی ان کو پیاس وَّلَا نَصَبٌ اور نہ سفر کی تھکاوٹ وَّ لَامَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور نہ بھوک اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا اور نہ وہ روندیں گے کسی راستے کو ایسا روندنا يَّغِيْظُ

اَلْکُفَّارَ جو کافروں کو غصے میں ڈالے۔ظاہر بات ہے کہ مومن جہاد کیلئے راستے پر چلیں گے تو کافروں کو دکھ ہوگا وَلَایَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اور نہیں پائیں گے وہ دشمن سے کوئی غنیمت کا مال اِلَّاکُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ مگر یہ کہ ان سب کے بدلے میں لکھا جائے گا نیک عمل۔ جہاد کے راستے میں جو پیاس لگے گی یہ ان کی نیکی ہے، چلنے سے جو تھکاوٹ ہوگی وہ نیکی ہے، بھوک لگے گی وہ بھی نیکی ہے۔کافروں کیساتھ جہاد کیلئے سفر کافروں کو ناگوار ہے، یہ چلنا بھی باعث ثواب ہے اور کافروں سے جو مال غنیمت حاصل کیا اس پر بھی ثواب ملے گا۔مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جب ایک قدم رکھتا ہے تو اس کی ادنیٰ ترین نیکی سات سو ہے وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھا دے گا جس کیلئے چاہے گا عام حالات میں مومن کیلئے ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے۔قرآن کریم میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو شخص لایا ایک نیکی اس کیلئے دس گنا اجر ہے[الانعام:۱۶۰] مثلاً ایک شخص سلام کہتا ہے **السلام علیکم** اس پر اس کو دس نیکیاں ملیں گی ایک درجہ بلند ہوگا ایک صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جائے گا اور **وعلیکم السلام** کہنے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔وضوء کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے آنے پر ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں ہیں اور اگر یہ نیت کر کے آئے کہ میں نے قرآن وحدیث کا درس سننا ہے تو پھر ہر ہر قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی لیکن......

ہر عمل کی قبولیت کیلئے تین شرائط :

ہر عمل کی قبولیت کیلئے تین شرطیں ہیں۔۱)ایمان......۲)اخلاص......۳)اتباع سنت۔ اگر عقیدہ درست نہیں ہے تو نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے،اخلاص نہیں ہے ریا دکھلاوے

کیلئے عمل کیا ہے تو ضائع ہو گیا، خلاف سنت کیا ہے تو بھی قبول نہیں ہوگا اور جتنا ثواب آنے پر ملتا ہے اسی طرح واپسی پر بھی ہر ہر قدم پر اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔ اندازہ لگاؤ کتنا ذخیرہ ہو گیا مسجد سے جتنا بھی دور ہو ہر ہر قدم پر ثواب اتنا ہی ملے گا۔ مسجد نبوی کے آس پاس یہودیوں کے مکانات تھے جب مسجد نبوی میں اذان شروع ہوئی تو یہ بڑے پریشان ہوئے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہ کی آواز جب ان کے کانوں میں پڑتی تو ان کے کلیجے پھٹتے۔ آپس میں انہوں نے مشورہ کیا کہ جس چیز کو ہم گوارہ نہیں کرتے وہ چیز یہ ہمارے کانوں میں ڈالتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہ پھر یہ نماز کیلئے اکٹھے ہوتے ہیں تب ہمارے سینے جلتے ہیں پھر وہاں بیٹھ کر دین کی باتیں کرتے ہیں اور باہر سے وفد آتے جاتے ہیں اس سے ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ چونکہ یہودی امیر لوگ تھے کہنے لگے یہ مکانات کرائے پر دیدو اور دوسرے مکانوں میں چلے جاتے ہیں جو یہاں سے دور ہیں نہ ان کی اذان کی آواز سنیں گے اور نہ ہی نماز پڑھتے دیکھیں گے چنانچہ مشورے کے بعد یہودی دوسرے محلوں میں منتقل ہو گئے۔

مسجد نبوی سے دور جہاں مسجد قبلتین ہے یہاں دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ آباد تھے یہ وہاں سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کیلئے آتے تھے انہوں نے خیال کیا کہ مسجد نبوی کے پاس مکان کرائے پر مل رہے ہیں تو ہم وہاں جا کر رہیں مسجد قریب ہوگی نماز کی پریشانی نہیں ہوگی پھر کہنے لگے آنحضرت ﷺ سے پوچھ لو آنحضرت ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے ان کی رضا کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہنے لگے حضرت آپ کے علم میں ہے کہ ہم نماز میں شرکت کیلئے دور دور سے آتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ شدید گرمی میں اور بارش ہو تو رات کو آنا جانا مشکل ہوتا ہے۔ بوڑھوں کیلئے اگرچہ جوانوں

کیلئے تو مشکل نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جوانی میں میں میں اپنے گھر سے چل کر دس منٹ میں نارمل سکول کی مسجد میں پہنچ جاتا تھا اور اب بوڑھا ہو گیا ہوں نہیں پہنچ سکتا۔ تو انہوں نے کہا حضرت ہمیں اجازت دیدیں کہ ہم مسجد کے قریب رہائش کرلیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ جتنا دور سے آؤ گے اتنے قدم زیادہ ہونگے نیکیاں زیادہ ملیں گی تو میں کم نیکیوں کا مشورہ کیوں دوں اور دوسری بات یہ ہے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی محلہ مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو کوئی علاقہ کوئی محلّہ مسلمانوں کے وجود سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں جتنی بھی تکلیفیں پیش آئیں گی اللہ تعالیٰ کے راستے میں بھوک لگے گی پیاس لگے گی تھکاوٹ ہوگی یہ تمہارے نامۂ اعمال میں نیکی لکھی جائے گی یہانتک کہ زمین کا روندنا اور مالِ غنیمت کا حاصل کرنا بھی تمہارا ایک عمل تحریر ہوگا اِنَّ اللّٰهِ لَایُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا وَلَا یُنۡفِقُوۡنَ نَفَقَةً اور نہیں خرچ کریں گے کوئی خرچہ صَغِیۡرَةً وَّلَا کَبِیۡرَةً چھوٹا اور نہ بڑا وَّلَا یَقۡطَعُوۡنَ وَادِیًا اور نہ طے کریں گے وہ کسی میدان کو اِلَّا کُتِبَ لَهُمۡ مگر ان کیلئے نیکی لکھی جائے گی جس کا ادنیٰ ترین سات سو ہے لِیَجۡزِیَهُمُ اللّٰهُ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ اَحۡسَنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ بہتر اس کام کا جو وہ کرتے رہے۔

مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مقام عطا فرمایا ہے اور فی سبیل اللہ کی کئی مدیں ہیں۔ ایک کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور ایک دین کا علم حاصل کرنے کیلئے سفر کرنا ہے اور دین کی تبلیغ کیلئے سفر کرنا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ صحیح العقیدہ نماز روزے کا پابند آدمی رزق حلال کیلئے سفر کرتا ہے وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ رزق کمانے کیلئے

دوکان میں جاتا ہے، کارخانے جاتا ہے، ملازمت پر جاتا ہے، مزدوری کیلئے جاتا ہے اس کا ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اور عقیدہ صحیح نہیں ہے نماز روزے کا پابند نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ایمان بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ٥ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ٥

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور مناسب نہیں مومنوں کیلئے لِيَنفِرُوْا كَآفَّةً کہ کوچ کرجائیں سارے کے سارے فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ پس کیوں نہیں کوچ کیا ہر خاندان میں سے مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ایک گروہ ان میں سے لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اور تاکہ وہ ڈرائیں اپنی قوم کو اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ جس وقت کہ وہ واپس لوٹیں ان کی طرف لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ تاکہ وہ بچ جائیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ لڑو ان لوگوں کیساتھ جو تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً اور چاہیے کہ وہ پائیں تمہارے اندر سختی وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ کہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز

گاروں کیسا تھ ہے وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورۃ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ پس بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے اس سورۃ نے ایمان فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا پس وہ سورۃ ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہے وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

فقہ مطلوب ہے، فقہ کے بغیر چارہ نہیں :

اس سے قبل مسلسل کئی رکوع گزر چکے ہیں جن میں غزوہ تبوک کا ذکر تھا جو ۹ ھ کو پیش آیا اور آنحضرت ﷺ خود اس کی قیادت فرمائی۔ اس سورۃ میں منافقوں کی بڑی تردید فرمائی کہ طاقت اور اسلحہ ہوتے ہوئے بھی تم نے جہاد میں کیوں شرکت نہیں کی حالانکہ اپنے آپ کو مومن کہتے ہو۔ مومن ہو تو پھر حکم کیوں نہیں مانا اور جو مخلص مومن شریک نہیں ہوئے تھے ان کو بھی بڑا سخت سست کہا۔ غزوہ تبوک کے بعد ایک چھوٹا سا غزوہ پیش آیا تھا اس میں مورخین کا اختلاف ہے کہ وہ غزوہ بنو جذیمہ تھا یا کوئی اور۔ اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے کہ ضرورت نہیں تھی اس غزوہ میں ضرورت سے زیادہ لوگ چلے گئے تھے حالانکہ اتنے آدمیوں کے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جب آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو آدمی بہت تھوڑے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ جس طرح جہاد میں نہ جانا گناہ ہے اسی طرح ضرورت سے زیادہ آدمیوں کا جانا بھی اچھی بات نہیں ہے [illegible] ـتے ہیں وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً اور مناسب نہیں ہے

مومنوں کیلئے کہ کوچ کر جائیں جہاد کیلئے سارے کے سارے فَلَوْ لَا نَفَرَ پس کیوں نہ کوچ کیا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ ہر خاندان میں سے مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ ان میں سے ایک گروہ۔ ہر خاندان میں سے کچھ آدمی چلے جاتے باقی رہ جاتے لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ تاکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہنے والے دین کی سمجھ حاصل کرتے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر وقت دین کی باتیں ہوتی تھیں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دین نہ سیکھتے اور نہ پہنچاتے تو کلمہ دین کسی تک نہ پہنچتا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کا سبق دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ فقہ بھی بڑی چیز ہے سطحی قسم کے لوگ ہیں جو فقہ کی سخت مخالفت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تفقہ فی الدین مطلوب ہے۔ بخاری شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے، آنحضرت نے فرمایا مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ اللہ تعالیٰ جس شخص کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ دین کی فقاہت عطا فرماتے ہیں۔ جس کو دین کی سمجھ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ قضا حاجت کیلئے تشریف لے گئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت آٹھ نو سال تھی۔ ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ آپ ﷺ واپس تشریف لائیں گے تو طہارت کریں گے۔ انہوں نے پانی کا ایک لوٹا لا کر رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ باپردہ جگہ پر لوٹا رکھا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ يَّضَعُ هٰهُنَا یہ لوٹا یہاں کس نے رکھا ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباس نے عرض کیا حضرت میں نے رکھا ہے۔ آپ ﷺ کے دل میں رقت پیدا ہوگی کہ بچے کو کیسا خیال آیا ہے کہ لوٹا مہیا کیا، پانی مہیا کیا پھر باپردہ جگہ پر رکھا آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ

عَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ اے اللہ! اس بچے کو قرآن پاک کی تفسیر کا علم عطا فرما وَ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما، فقاہت عطا فرما۔ لہٰذا فقہ کا انکار قرآن کا انکار ہے اور حدیث کا انکار ہے۔ یاد رکھنا! سارے مسئلے قرآن پاک میں موجود نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں اصول موجود ہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے نماز کا مسئلہ ہی لے لو قرآن کریم میں پانچ نمازوں کی تفصیل موجود نہیں ہے کہ فجر کے دو فرض ہیں، ظہر کے چار فرض ہیں، عصر کے چار فرض ہیں، مغرب کے تین فرض ہیں، عشا کے چار فرض ہیں، فجر کی دو سنتیں ہیں اور ظہر کے فرضوں سے پہلے چار سنت مؤکدہ ہیں اور دو بعد میں ہیں اور مغرب کے فرضوں کے بعد دو سنتیں مؤکدہ ہیں اور عشاء میں دو سنت مؤکدہ اور تین وتر واجب ہیں باقی نفل ہیں۔ یہ تفصیل قرآن پاک میں کسی جگہ بھی موجود نہیں ہے۔ اگر حدیث کی طرف رجوع نہیں کروں گے تو قرآن سمجھ نہیں آئے گا اور اگر فقہ کی طرف رجوع نہیں کرو گے تو حدیث سمجھ نہیں آئے گی نہ تمام مسائل صراحت کیساتھ قرآن میں اور نہ حدیث میں ہیں قرآن وحدیث سے قیاس کے ذریعے جو مسئلہ نکلے گا وہ بھی دین ہے۔

۱۰ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا کیونکہ یمن کے دو صوبے تھے ایک صوبے کا گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا تھا یہ معمر آدمی تھے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نو عمر صحابی تھے انہوں نے معذرت کی کہ حضرت گورنری کا عہدہ بڑا اہم عہدہ ہے اور میں نوجوان آدمی ہوں اور یمن میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں یہودی، عیسائی، مجوسی اور مسلمان، ایسے علاقے میں فیصلے اور حکمرانی کرنا مشکل کام ہے۔ سب فرقوں کو مطمئن کرنا آسان کام نہیں ہے۔ جہاں ایک ذہن کے لوگ رہتے ہوں وہاں حکمرانی آسان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

کہ تجھے میں نے منتخب کیا ہے جانا پڑے گا پھر تکرار نہیں کیا تیار ہو گئے۔ رخصت کرتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے کوئی جھگڑا آئے تو تُو اس کا فیصلہ کیسے کریگا؟ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ انہوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرونگا قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تجھے نہ ملے تو پھر تو کیا کرے گا قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ انہوں نے کہا کہ پھر میں سنتِ رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کرونگا قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رسول اللّٰہ ﷺ وَلَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ میں تجھے نہ مل سکے تو پھر کیا کرے گا قَالَ اَجْتَھِدُ بِرَائِیْ وَلَا آلُوْا انہوں نے فرمایا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرونگا فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَدْرَہٗ آپ ﷺ نے حضرت معاذ کی چھاتی پر (رضا اور شفقت کا) ہاتھ مارا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لِمَا یَرْضٰی رَسُوْلُ اللّٰہ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔

اس حدیث سے صراحت کیساتھ یہ بات ثابت ہوئی کہ جو پیش آمدہ مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ مل سکے اس میں مجتہد کا اجتہاد وقیاس کرنا اور اپنی رائے سے اس کو حل کرنا آنحضرت ﷺ کی رضا کا سبب ہے اور اسی کا نام فقہ ہے۔ ان لوگوں کو بلا وجہ فقہ سے چڑ ہے فقہ کے بغیر بات ہی نہیں بنتی۔ جو مسئلہ قرآن اور حدیث میں نہیں ہے اس کے بارے میں فقاہت سے کام لینا پڑے گا صحابہ کرام ؓ، تابعین، تبع تابعین سب نے فقاہت سے کام لیا۔ تمام صحابہ کرام ؓ میں سے سب سے بڑے فقیہ حضرت عبداللہ ابن

مسعود ﷜ تھے ان کے شاگرد ہیں ابراہیم نخعیؒ اور ان کے شاگرد ہیں امام ابوحنیفہؒ۔ تمام آئمہ کرامؒ ان کی فقاہت کے قائل ہیں اور فقہ مطلوب ہے مبغوض نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... مناسب نہیں تھا ایمان والوں کیلئے کہ کوچ کر جائیں سارے کے سارے پس نہ کوچ کیا ہر خاندان میں سے ایک گروہ نے تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں آپ کی خدمت میں رہ کر وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اور تا کہ وہ ڈرائیں اپنی قوم کو۔ جنہوں نے دین کی سمجھ حاصل کی ہے ڈرائیں رب تعالیٰ کی مخالفت سے۔ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ جس وقت کہ وہ واپس لوٹیں جہاد سے ان کی طرف کہ تمہاری غیر موجودگی میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ تا کہ وہ بھی بچ جائیں اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے۔ تو تفقہ فی الدین ازروئے قرآن، ازروئے حدیث، ازروئے عقل بہت بلند چیز ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے سمجھانے کیلئے فرمایا زمین تین قسم کی ہے۔ ایک وہ زمین ہے کہ جس پر بارش برستی ہے تو وہ بارش کے پانی کو جذب کر لیتی ہے۔ اس زمین سے درخت، سبزیاں، پھل، اناج پیدا ہوتا ہے۔ دوسری وہ ہے کہ جس میں پیداوار کی استعداد نہیں ہے اس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوسکتی البتہ پانی اس میں کھڑا ہو جاتا ہے جمع ہو جاتا ہے انسان پانی پیتے ہیں، جانور پانی پیتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور تیسری قسم کی وہ زمین ہے کہ نہ تو وہ پانی کو جذب کر کے کوئی چیز اگاتی ہے اور نہ پانی اس میں جمع ہو کر ٹھہرتا ہے سارا پانی بہہ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان تینوں زمینوں میں سے اچھا ٹکڑا کون سا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا حضرت سب سے اچھا ٹکڑا وہ ہے جس میں سبزیاں، پھل، فصلیں، اناج پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس سے ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اور فی الجملہ وہ بھی اچھا ہے جسمیں پانی رکا ہوا ہے۔ لیکن اس

کا اتنا فائدہ نہیں ہے جتنا پہلی کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہلی مثال فقہاء کی ہے کہ قرآن وحدیث ان میں جمع ہوتا ہے اور اس سے آگے نئے نئے مسائل نکالتے ہیں اور دوسری مثال محدثین کی ہے کہ پانی کو پانی کی شکل میں رکھا اور تیسری مثال عام لوگوں کی ہے کہ پانی آیا اور بہہ گیا۔ تو فقہاء کرام کا مقام بہت بلند ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے فَقِیْـهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ایک فقیہ زیادہ سخت اور بھاری ہے شیطان پر ہزار عابد سے ۔ شیطان جتنا ایک فقیہ سے گھبراتا ہے ہزار عابد سے نہیں گھبراتا۔ تو جو لوگ فقہ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بڑے بے وقوف اور احمق ہیں۔

بہر حال جہاد کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ لڑو ان لوگوں کیساتھ جو تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے۔ جیسے بھارت ہمارے قریب ہے وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَةً اور چاہئے کہ وہ پائیں تمہارے اندر سختی، نرمی نہ کرو اور سختی بھی ایسی کرو کہ ان کو پتہ چل جائے کہ لڑنا کسے کہتے ہیں۔ الحمد للہ! چند سو مجاہدین اپنے مورچوں میں ڈٹے ہوئے ہیں اور کافروں کے دانت کھٹے کئے ہوئے ہیں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ اور تم جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کیساتھ ہے ان کی امداد فرمائے گا۔

تردید منافقین :

آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی تردید فرمائی ہے۔ فرمایا وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورۃ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ پس بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں اَیُّکُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِیْمَانًا تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے اس سورۃ نے ایمان۔ یہ بات وہ تمسخر کے طور پر کہتے تھے کہ اس سورۃ نے کس کا ایمان بڑھا

دیا ہے۔اور مومن جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی تو اس پر ایمان لاتے تھے اور پڑھتے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے فَزَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا پس وہ سورۃ ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہے۔چونکہ اس سے پہلے اتنی چیزوں پر ایمان تھا جتنی نازل ہو چکی تھیں اور سورۃ جب اتری تو اس کو بھی مانا اس میں جو احکامات نازل ہوئے ان کو بھی مانا تو ایمان بڑھ گیا اسی طرح جوں جوں سورۃ نازل ہوتی جاتی ایمان بڑھ جاتا وَّهُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ اور وہ خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تازہ حکم ہماری طرف نازل ہوا ہے اور ہمارا اللہ تعالیٰ کیساتھ رابطہ ہے۔آگے ذکر آئے گا کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو منافق کڑھتے ہیں کہ یہ حکم کیوں نازل ہوا ہے؟!

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ ؕ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ۝ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور بہر حال وہ لوگ جن کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ پس زیادہ کرتی ہے یہ سورۃ ان کیلئے گندگی کو ان کی گندگی کیساتھ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اور مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوتے ہیں اَوَلَا یَرَوْنَ کیا اور وہ دیکھتے نہیں ہیں اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ کہ بیشک وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں فِیْ كُلِّ عَامٍ ہر سال مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ پھر وہ توبہ نہیں

کرتے وَلَاھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے نَّظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ دیکھتے ہیں ان میں سے بعض بعض کی طرف ھَلْ یَرٰکُمْ مِّنْ اَحَدٍ کہ کیا تم کو کوئی دیکھ رہا ہے ثُمَّ انْصَرَفُوْا پھر وہ کھسک جاتے ہیں صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ پھیر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّایَفْقَھُوْنَ بیشک وہ قوم ہے جو فقاہت سے محروم ہے لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول مِّنْ اَنْفُسِکُمْ تم میں سے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ گراں گذرتی ہے اس پر مَاعَنِتُّمْ وہ چیز جو تمہیں مشقت میں ڈالے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بہت ہی حریص ہے تم پر بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ مومنوں کیساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ لوگ پھر جائیں فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ پس آپ کہہ دیں مجھے اللہ کافی ہے لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اور وہ رب ہے بہت بڑے عرش کا۔

پچھلے درس میں آپ نے یہ آیات پڑھیں کہ وَاِذَامَآاُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖٓ اِیْمَانًا اور جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورۃ پس بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے ایمان اس سورۃ نے۔ یہ بات وہ مذاق کے طور پر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ مومنوں کا ایمان بڑھا دیتی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

نزولِ قرآن سے منافقت کی گندگی اور زیادہ ہو جاتی تھی :

2 اب منافقوں کے بارے میں فرمایا وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اور بہر حال وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے منافقت کی فَزَادَتْھُمْ رِجْسًا اِلَی رِجْسِھِمْ پس زیادہ کرتی ہے یہ سورۃ ان کیلئے گندگی کو گندگی کیساتھ۔ پہلے بھی ان کے دل گندے ہیں سورۃ نازل ہوئی اس کا انکار کیا اور گندے ہو گئے گندگی بڑھ گئی، یہ مطلب ہے گندگی کے زیادہ کرنے کا ورنہ قرآن کریم تو نورِ ہدایت ہے یہ گندگی کیسے بڑھاتا ہے؟ اس بات کو سمجھانے کیلئے شیخ سعدیؒ نے گلستان میں فرمایا ہے......

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

''بارش کہ اس کی طبیعت کے پاک ہونے میں اختلاف نہیں ہے باغ میں گلِ لالہ اگاتی ہے اور خراب زمین میں کانٹے دار گھاس'' بارش کا پانی تو بڑا صاف ستھرا ہوتا ہے وہ کسی اچھی زمین پر برسے تو اس میں پھل، سبزیاں، پھول اور عمدہ عمدہ چیزیں پیدا ہوتیں ہیں اور اگر وہی بارش روڑی پر نازل ہو تو بد بو پھیلتی ہے، خراب زمین پر نازل ہو تو کانٹے دار گھاس اور پڑ بھیڑے اگتے ہیں بارش میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی بارش ہے اچھے دلوں تک پہنچے تو ایمان بڑھتا ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور برے دلوں پر پہنچے جو پہلے سے منکر ہیں مزید انکار کر کے کفر کی گندگی و نجاست بڑھالی۔ فرمایا وَمَاتُوْا وَھُمْ کٰفِرُوْنَ اور مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے تکلیف میں مبتلا کرنا :

اَوَلَا یَرَوْنَ کیا اور وہ منافق دیکھتے نہیں ہیں اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ کہ بیشک وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں ہر سال مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ یہ آزمائش کیا ہوتی تھی؟ یہ کبھی سیلاب کی شکل میں، کبھی گرمی کی شکل میں، کبھی قحط کی شکل میں کبھی دشمن کی طرف سے حملے کی شکل میں ہوتی، کبھی وبا اور طاعون کی شکل میں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جھنجوڑتا ہے کہ وہ سمجھ جائیں اور سنبھل جائیں۔ آج کل آپ اخبارات میں پڑھ رہے ہو کہ فلاں جگہ گرمی کی وجہ سے اتنے آدمی فوت ہو گئے ہیں، فلاں جگہ اتنے فوت ہو گئے ہیں اور جب بارشیں شروع ہونگی تو سیلاب میں مریں گے یہ سب آزمائشیں ہیں مگر لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے حالانکہ یہ سب کچھ انسان کی تنبیہ کیلئے ہوتی ہیں۔ آدمی کو جب بھی کوئی تکلیف آئے تو سمجھے کہ یہ میرے لئے تنبیہ ہے۔ لیکن فرمایا جن کی فطرت مسخ ہوگئی ہو وہ توبہ نہیں کرتے :

ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ پھر وہ توبہ نہیں کرتے وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور مومن کو جو تکالیف آتی ہیں وہ اس کے گناہ کا کفارہ بنتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو جو تکلیف آتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے بخاری شریف کی روایت ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُّصِبْہُ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کیساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بدنی تکلیف، مالی تکلیف، اہل کانہ کی طرف سے پریشانی، اولاد کی نافرمانی مومن آدمی جب ان چیزوں کو برداشت کرتا ہے تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور منافق کسی تکلیف سے کوئی اثر نہیں لیتا جیسے اونٹ کو باندھ دیا اور کھول دیا اس کو نہیں

پتہ کہ مجھے باندھا کیوں ہے اور کھولا کیوں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ تو دیکھتے ہیں ان میں سے بعض بعض کی طرف۔ کیونکہ قرآن کریم کی سورتوں میں توحید کا مسئلہ بیان ہوتا قیامت کا مسئلہ بیان کیا جاتا آنحضرت ﷺ کی رسالت اور صداقت کا مسئلہ بیان ہوتا اور یہ سارے مسئلے ان کو چبھتے تھے اور کڑھتے تھے کیونکہ دل میں منافقت تھی مجبوراً زبانی طور پر کلمہ پڑھتے تھے کہ اسلام کا غلبہ تھا، مالِ غنیمت ، زکوٰۃ کا مال ، بیت المال سے حصہ ملتا تھا۔ بس اس خوف اور لالچ کیوجہ سے کلمہ پڑھتے تھے جب کوئی سورت نازل ہوتی تو ایک دوسرے کو دیکھتے تھے هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ کیا تم کو کوئی دیکھ رہا ہے۔ ان کا مطلب یہ ہوتا کہ مجلس میں موجود مخلص مسلمانوں میں سے اگر کوئی نہیں دیکھ رہا تو بادل نخواستہ بیٹھے رہتے اگر سمجھتے کہ مسلمان ان کی طرف متوجہ نہیں ہیں تو ثُمَّ انْصَرَفُوْا پھر وہ کھسک جاتے ہیں۔ جوتی اٹھاتے اور چل پڑتے کیونکہ قرآن کو سننا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ عربی تھے اسلئے مطلب سمجھتے تھے ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے اسلئے ہم نہیں سمجھتے صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف کا اس نے رخ کیا ہے۔ [النساء: ۱۱۵] جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے اس طرف چلنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔ ایمان کے راستے پر چلنا چاہے تو ایمان کی توفیق دیدیتے ہیں کفر کی طرف چلنا چاہے تو کفر کے راستے پر چلنے کی توفیق دیدیتے ہیں فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔ [کہف: ۲۹] مجبور کسی شی پر نہیں ہے۔ یہ منافقت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ

اس وجہ سے کہ بیشک وہ قوم ہے جو فقاہت اور سمجھ سے محروم ہے۔ اور دین کی سمجھ تو بڑی چیز ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ اللہ تعالیٰ جس کیساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ وہ دین کیساتھ تعلق، دین کے کاموں کو پسند کرتا ہے، دینی کاموں میں اس کا وقت گزرتا ہے اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے آزاد پرندے کو پنجرے میں بند کردو تو وہ پھڑکتا رہتا ہے۔ چونکہ منافقوں کو دین کی سمجھ نہیں ہے اسلئے ان کو دین سے دلچسپی نہیں ہے وہ پنجرے میں قید ہیں دوڑ نہیں سکتے۔

مسئلہ بشریتِ پیغمبر ضروریاتِ دین میں سے ہے :

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول مِّنْ اَنْفُسِکُمْ تم میں سے یعنی تمہاری ہی جنس بشر اور انسانوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول بشر اور انسان تھے اور اس کے متعلق تم کئی دفعہ پڑھ چکے ہو اور میں سمجھا چکا ہوں کہ بشریتِ رسول کوئی فرعی مسئلہ نہیں ہے، یہ عقیدے کا بنیادی مسئلہ ہے۔ فقہاء کرامؒ کا طبقہ دین کے معاملے میں بڑا محتاط طبقہ وہ بشریت رسول کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ روح المعانی، فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق اور متعدد کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ کیا یہ جاننا کہ آنحضرت ﷺ بشر اور عربی ہیں صحتِ ایمان کیلئے شرط ہے یا یہ فرض کفایہ ہے؟ تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ صحتِ ایمان کیلئے شرط ہے۔ سو اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو تمام مخلوق کیلئے مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتہ یا جن، یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ عربی تھے یا عجمی تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ اس نے قرآن پاک کی تکذیب کی ہے تو صرف اتنا کہنے سے کہ لاَ اَدْرِیْ میں نہیں جانتا یَکْفُرُ کافر ہو گیا نکاح ٹوٹ گیا کیونکہ یہ جاننا ضروریات دین

میں سے ہے دین کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جانے کہ آپ ﷺ بشر ہیں عربی ہیں کیوں کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں ہے؟ مسلمان نہیں ہے؟ اس کو ضروریاتِ دین کا علم کیوں نہیں ہے۔

کافی عرصے کی بات ہے مجھے ساتھیوں نے کہا کہ علامہ خالد محمود صاحب کی تقریر کرانی ہے۔ علامہ خالد محمود ہماری جماعت کے محقق عالم ہیں بہت کام کر رہے ہیں مجھ سے کافی چھوٹے ہیں اسوقت انگلستان میں ہیں۔ میں نے کہا بڑے شوق سے تقریر کراؤ مگر لاؤڈ سپیکر کی اجازت لے لو کیونکہ لاؤڈ سپیکر پر پابندی ہے۔ نوجوان تھے تجربہ نہیں تھا درخواست دیدی لیکن منظوری نہ ہوئی ان نادانوں نے سمجھا کہ درخواست دینے سے ہی منظوری ہو جاتی ہے۔ اسی مسجد میں تقریر ہوئی میں اس مسجد کا تقریباً ساٹھ سال سے خطیب ہوں۔ مجھ پر مقدمہ ہو گیا پہلے وزیر آباد پھر سیشن کورٹ گوجرانوالہ منتقل ہو گیا ابرار احمد ہمارا وکیل تھا جج نے پوچھا مولانا جب لاؤڈ سپیکر پر پابندی تھی تو تم نے کیوں چلایا؟ وکیل نے وکیلانہ شوشہ چھوڑا کہ بوڑھے آدمی ہیں بزرگ ہیں ان کو معلوم نہیں تھا کہ قانون کیا ہے۔ جج نے بڑی معقول بات کہی کہ وکیل صاحب ملک میں رہ کر ملکی قانون سے بے خبر رہنا یہ کوئی وجہِ جواز نہیں ہے بہر حال اس نے ہمیں رہا کر دیا۔

تو ساتھیو! خدا کے ملک میں رہ کر، خدا کی زمین پر رہ کر، اس کے آسمان کی چھت کے نیچے رہ کر، اس کی پیدا کردہ خوراک کھا کر، اس کا پانی پی کر، اس کی ہوا اندر کھینچ کر زندہ رہے اور بنیادی عقیدے کے متعلق یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے یہ کیسے حجت ہوگا؟ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ بالغ بچی کا نکاح ہو گیا اس مجلس میں دو تین منٹ بعد اس سے پوچھا گیا کہ بیٹی ایمان کسے کہتے ہیں؟ وَقَالَتْ لَا اَدْرِیْ اور اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے تو نکاح ٹوٹ گیا۔ اس کو بالغ ہوتے ہی ایمان کی تیاری کرنی چاہئے تھی کہ ایمان کیا ہوتا

ہے۔ اور یہاں تو یہ حال ہے دادی نانی کو بھی پتہ نہیں ہے کہ ایمان کسے کہتے ہیں تو یاد رکھنا آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ انسان ہیں، بشر ہیں، آدمی ہیں، عربی ہیں، ہاشمی قریشی ہیں اور نہ جاننے والا کافر ہے، نکاح ٹوٹ گیا عَزِيزٌ عَلَيْهِ گراں گذرتی ہے اس پر مَا عَنِتُّمْ وہ چیز جو تمہیں مشقت میں ڈالے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جمعہ والے دن جمعہ کی تیاری کر رہے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا جس کا خستہ لباس اور بری حالت تھی آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا تو پریشان ہو گئے خطبہ موقوف کر کے اس کو فرمایا قُمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ اٹھ کر دو رکعت پڑھو۔

ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دو رکعتیں اس لئے پڑھوائیں تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں۔ ویسے خطبے کے وقت کوئی نماز درست نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب امام آ کر خطبہ شروع کر دے تو خاموشی کیساتھ بیٹھو، تو لوگوں نے جب اس کی خستہ حالت کو دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی حالت تمہارے سامنے ہے اس کی امداد کرو۔ تو ساتھیوں کی تکلیف اور مشقت کو دیکھ کر آپ ﷺ پریشان ہو جاتے تھے حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بہت ہی حریص ہے تم پر ایمان اور نیکی کیلئے بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ مومنوں کیساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ آپ ﷺ کا رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ہونا مخلوق کے اعتبار سے ہے کہ مخلوق میں سے آپ ﷺ بندوں پر زیادہ شفقت کرنے والے ہیں۔ خالق والی شفقت خالق کیساتھ خاص ہے فَإِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ لوگ پھر جائیں، پیغمبر کی اطاعت سے اعراض کریں فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ آپ کہہ دیں مجھے اللہ کافی ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی اللہ تعالیٰ۔ اس کے سوا کوئی الٰہ

نہیں، کوئی معبود نہیں، کوئی سجدے کے لائق نہیں ہے، کوئی حاجت روا نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد رس نہیں ہے، کوئی رزق دینے والا نہیں ہے، کوئی بیماروں کو شفا دینے والا نہیں ہے، کوئی اولاد دینے والا نہیں، کوئی مارنے اور زندہ کرنے والا نہیں کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔ ابو داؤد شریف میں روایت ہے حضرت ابو الدرداءؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح سات مرتبہ یہ دعا پڑھے حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ تو اللہ تعالیٰ سارا دن اس کے کاموں کی کفایت کریگا اور جو رات کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ رات کو اس کیلئے کفایت فرمائے گا۔ لہذا یہ دعا سات دفعہ صبح کو پڑھا کرو اور سات دفعہ رات کو پڑھا کرو۔ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اور وہ رب ہے بہت بڑے عرش کا۔ اللہ تعالیٰ کا عرش جسم اور حجم کے لحاظ سے ساری مخلوقات سے بڑا ہے جس کے اندر آسمان، زمین، کرسی سب کچھ ہے لیکن درجے، رتبے اور شان کے لحاظ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سب سے بلند ہیں نہ اِس جہان میں آپ ﷺ کے درجے کا کوئی ہے اور نہ اُس جہان میں آپ ﷺ کے درجے کی کوئی مثال ہے۔ یہ دعا یاد کرو حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سات دفعہ صبح اور سات دفعہ رات کو پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمام مہمات میں کامیابی اور ضروریات پوری فرمائے گا۔

آج بروز اتوار ۱۸ مئی ۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ کو یہ سورۃ مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الی جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرقریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
بحسن انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے جملہ حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدئے ہیں واللہ الموفق

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ
۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ
۲۸ر اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ یونس، سورۃ ھود

(مکمل)

جلد.............۹

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ﴿سورۃ یونس، ہود مکمل﴾

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ

کمپوزنگ ---- محمد صفدر بلوچ

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

مطبع --

طابع و ناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالہ

۳) ظفر اسلامی کتاب گھر جی، ٹی روڈ گکھڑ

پیش لفظ

نحمدہٗ تبارک وتعالٰی ونصلّی ونسلم علٰی رسولہ الکریم وعلٰی
الہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واتباعہٖ اجمعین

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز برّصغیر پاک وہند بنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار وزوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دُوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات اس لیے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کے لیے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر انکے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلّے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے نئے جذبہ ولگن کے ساتھ مصروفِ عمل ہو گئے۔ اس سے قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی اور ان کے عظیم المرتبت فرزندان حضرت

شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اُردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا قرآن کریم کے ساتھ فہم و شعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر و ضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار و نظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی۔ بالخصوص پنجاب میں بدعات و اوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات و رسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن و سنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا لیکن اس کے لیے جن اربابِ عزیمت نے عزم و ہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن و تشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہٗ کے اسماء گرامی سرِ فہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر سے عام مسلمانوں کو رُوشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم و استقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول و عرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں نمازِ فجر کے بعد باقاعدہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم و بیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کے ساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

سے اور ترجمہ و تفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرفِ تلمذ و اجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب و طرز پر انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درسِ قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں۔ ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیمیافتہ حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کے لیے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم و معارف کے موتی ان کے دامنِ قلب و ذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض مرتبہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا

پورا ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لیے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آکر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرت خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے اس لیے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا ہے جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرض کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور ان گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لیے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس و بیان کے لوازمات میں سے ہے لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اسکے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کے لیے سالہا سال تک پابندی کے ساتھ خدمت سرانجام دی۔ اللہ تعالٰی انہیں جزاءِ خیر سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی

یکم مارچ ۲۰۰۲ء

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر دام مجدھم علینا کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے ہیں۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہو تو علاج [illegible] کے لیے اکثر جانا ہوتا ہے۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔(چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم-اے پنجابی بھی کیا ہے۔اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم-اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم-اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرتِ اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماءِ ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہذا جہاں دشواری ہو وہاں حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی، مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری مدیر "بینات" کراچی اور دیگر صاحبِ علم حضرات سے رجوع کرتا ہوں اور اگر کہیں زیادہ ہی الجھن بن جائے تو براہِ راست حضرت اقدس سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا ہوں کیونکہ بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جہاں حضرت اقدس کے بغیر مسئلہ حل ہو ہی نہیں سکتا۔

اور اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی

ہیں۔جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

میں کیسٹ سے تحریر کرنے کے بعد مسودہ اپنے بڑے بھائی لیفٹیننٹ حبیب اللہ خان کے پاس بھیجتا ہوں جن کا تعلق آرمی میں شعبۂ تعلیم ہی سے ہے۔ان کے راہنمائی کے بعد مسودہ نظر ثانی کے لئے علامہ زاہد الراشدی صاحب (جو حضرت کے بڑے فرزند اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث ہیں) کے پاس بھیجتا ہوں۔اس کے بعد یہ مسودہ کمپوزنگ کیلئے جاتا ہے اور تصحیح اغلاط کے بعد پھر یہ مسودہ دوبارہ علامہ زاہد الراشدی کے پاس جاتا ہے ان کے مطالعہ اور تصدیق کے بعد یہ مسودہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتا ہے۔لیکن باایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور نسیان سے مرکب ہیں غلطیاں ممکن ہیں۔خصوصاً بندۂ ناچیز ان سب حضرات سے علم،عمل اور عمر میں چھوٹا ہے لہذا تمام خامیوں،کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوسکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ،ملتان

میرے شیخ، میرے مشفق، میرے مرشد، میرے مربی

اس بات میں تو کوئی شک شبہ نہیں ہے کہ شرعی سوگ صرف تین ہے اس کے بعد سوگ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن کچھ صدمے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو بھلانے پر وقت لگتا ہے اور جس کو جس سے جتنا تعلق اور قرب ہوتا ہے اس کی جدائی کا اس پر اتنا ہی اثر ہوتا ہے مجھے ابھی تک ہوش نہیں آئی اور وارثوں کی طرف سے خط آگیا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کر کے دیں۔ (الشریعہ والوں نے امام اہلسنت نمبر کیلئے تاثرات قلمبند کرنے کیلئے خط بھیجا تھا اور ان دنوں استاد جی بلوچ صاحب کی کیفیت یہ تھی کہ جمعہ پڑھاتے ہوئے دوران تقریر جب کبھی امام اہل سنت کا ذکر آتا تو آپ بجائے رحمہ اللہ کہنے کے مدظلہ العالی کہہ دیتے گویا ؎ تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے والی کیفیت تھی۔ آپ کا ذہن ابھی تک اس بات کو قبول کرنے کو تیار نہ تھا کہ امام اہلسنت اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں اس سے استاد محترم کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ تاثرات ماہنامہ الشریعہ اور مجلہ المصطفیٰ میں اشاعت کیلئے بھیجے گئے تھے لیکن انہوں نے اس میں قطع و برید کر کے شائع کیا۔ لہٰذا اب یہاں مکمل تحریر شائع کی جا رہی ہے۔) کم از کم ایک سال کے بعد اگر یہ بات مجھے کہی جاتی تو لکھنے کی کیفیت کچھ اور ہوتی۔ لیکن چونکہ حکم ہے اس لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

؎ ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

میں نے ۱۹۷۹ء میں مدرسہ نصرت العلوم میں موقوف علیہ میں داخلہ لیا۔ عید الاضحیٰ کی چھٹیوں میں گھر گیا، ابھی دو تین چھٹیاں باقی تھیں کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے شیخین یعنی حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شیخ الحدیث والتفسیر رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں اکٹھے کھڑے ہیں اور دونوں حضرات دونوں ہاتھوں سے واپس آنے کا اشارہ کر کے بلا رہے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ کوئی اہم مسئلہ ہے صبح ہوتے ہی میں نے واپسی کا سفر شروع کیا، راستے میں واصو آستانہ کے ساتھیوں نے جمعہ پڑھانے کیلئے کہا کہ ان کے خطیب سفر پر تھے، جمعہ کے بعد پھر سفر شروع ہوا۔ ہفتے والے دن جونہی دروازے سے اندر داخل ہوا تو کچھ حضرات سامنے برآمدے میں جمع تھے، مجھے دیکھ کر مولانا عبد القدوس صاحب قارن نے کہا کہ وہ بلوچ آ گیا ہے۔ خواب تو میرے ذہن میں تھا ہی یہ آواز سن کر فکر مند ہوا کہ اللہ تعالیٰ خیر

کرے۔ ان حضرات نے مجھے اپنی طرف بلالیا اور مجھے کہا کہ حضرت شیخ کا حکم ہے کہ آپ ان حضرات کیساتھ امامت کیلئے جائیں۔ یہ حضرات مجھے مدنی مسجد اندرون قدیم گرجاکھ کی امامت کیلئے لے آئے۔ (اس کی تفصیل وقت نے ساتھ دیا تو انشاءاللہ آئندہ کبھی لکھوں گا کہ مجھے وہاں بھیجنے کی کیا وجہ تھی۔) اگلے دن میں نے حضرت شیخ سے گزارش کی کہ حضرت امامت کی ذمہ داری کی وجہ سے میرے اسباق میں فرق آئے گا اگر کسی اور ساتھی کو بھیج دیں تو...... حضرت نے فرمایا کہ تو پریشان نہ ہو ان شاءاللہ پڑھائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا، میں مطمئن ہو گیا۔ وہاں ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا تھا کہ جامع مسجد عثمانیہ کی کمیٹی حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس آگئی اور کہا کہ بلوچ جس مسجد میں ہے وہ چھوٹی ہے آپ اُسے ہمیں عثمانیہ مسجد کیلئے دے دیں۔ حضرت نے وعدہ فرمالیا کہ دورے سے فراغت کے بعد تمہیں دیدیں گے۔ چنانچہ دستار بندی کے موقع پر وہ حضرات آئے ہوئے تھے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کو وعدہ یاد کرایا، حضرت نے مجھے فرمایا کہ آپ سامان اٹھا کر عثمانیہ مسجد میں آجائیں۔ چنانچہ میں عثمانیہ مسجد آگیا لیکن یہاں کچھ نمازیوں کیساتھ اختلاف ہوگیا اور معاملہ کافی طول پکڑ گیا۔ جب حضرت صوفی صاحبؒ کو علم ہوا تو فرمایا کہ سامان اٹھا کر واپس مدرسہ میں آجائیں۔ ادھر مسجد ریحان والوں کو معلوم ہوا تو یہ حضرات صوفی صاحبؒ کے پاس گئے کہ بلوچ ہمیں دیدو۔ لیکن میں ایک ہفتہ کی چھٹی لیکر گھر چلا گیا تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ایک ہفتے کی چھٹی پر گیا ہے جب آئے گا تو تمہارے ساتھ بھیج دونگا۔ چنانچہ جس دن میں واپس آیا تو الحاج نور محمد صاحبؒ دو تین ساتھیوں کے ہمراہ مدرسہ میں موجود تھے حضرت نے مجھے ان کے حوالہ کیا کہ جاؤ وہاں جا کر کام کرو۔ اس وقت سے لیکر آج تک میں یہیں کام کر رہا ہوں۔ نصرت العلوم میں داخلے کے کچھ دنوں بعد میں حضرت امام اہل سنتؒ سے بیعت کا تعلق قائم کرلیا اور پڑھائی کے اوقات کے علاوہ توجہ حاصل کرنے کیلئے میں گکھڑ جا کر ان سے ملتا رہتا تھا۔

حضرت صوفی صاحبؒ جلالی مزاج رکھتے تھے۔ ان کو ملتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔ ایک دفعہ میں مٹھائی کا ایک ڈبہ بطور ہدیہ لیکر گیا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے انقباض ہو جاتا ہے۔ کافی منت اور اصرار کے بعد وہ ہدیہ قبول کیا۔ لیکن حضرت شیخؒ جمالی مزاج کے مالک تھے۔ ملتے ہی آدمی کو ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔ اس انداز سے ملتے تھے کہ اجنبی بھی یہ محسوس کرتا تھا کہ جیسے حضرت میرے پرانے واقف کار ہیں اور میں تو شاگرد بھی تھا اور مرید بھی۔ میں بیعت بھی گکھڑ جا کے ہوا تھا۔ حضرت امام اہلسنتؒ نے بیعت لینے کے بعد فرمایا کہ تیرا وظیفہ ہے توحید وسنت کو بیان کرنا اور شرک وبدعت کی تردید کرنا، اور یہ بھی فرمایا کہ جب میں مولانا حسین علی صاحبؒ سے بیعت ہوا تھا تو انہوں نے مجھے یہی وظیفہ بتایا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ علم بڑھانا ہے تو کسی نہ کسی باطل کے خلاف کام جاری رکھنا! فرمایا کہ یہ بات مجھے قاضی نور محمد صاحبؒ نے فرمائی تھی۔ اس کے بعد میں وقتاً فوقتاً توجہ حاصل کرنے کیلئے گکھڑ جاتا رہتا تھا۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا، محبت اور تعلق بڑھتا گیا۔

حضرت شیخ صاحبؒ پہلے سرکلر روڈ والے راستے سے مدرسہ نصرت العلوم آتے جاتے تھے مگر جب جناح روڈ

بن گیا تو واپسی اسی راستے سے ہوتی تھی۔ کبھی کبھی میری مسجد کے دروازے پر گاڑی رکوا دیتے۔ مجھے پتہ چلتا تو میں ننگے پاؤں دوڑتا ہوا جاتا۔ مدرسہ کے طالب علم بھی اسی طرح دوڑتے ہوئے باہر آجاتے۔ حضرتؒ حال احوال پوچھتے اور دعائیں دیتے ہوئے تشریف لے جاتے۔ ۱۹۸۵ء میں میرا بڑا بیٹا جس کا نام میں نے اپنے شیخ حضرت امام اہلسنتؒ کے نام پر محمد سرفراز خان رکھا تھا، ڈیڑھ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ جب چوتھے روز میں گاؤں سے واپس آیا تو حسب سابق حضرت امام اہلسنتؒ کی گاڑی رکی، ہم سب دوڑتے ہوئے باہر آگئے لیکن حضرت اندر تشریف لے لائے۔ ہم نے مسجد کیساتھ والے کمرے میں بٹھایا۔ انہوں نے مجھ سے تعزیت کی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس سے پہلے میرا نظریہ یہ تھا کہ تعزیت کے موقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح نہیں ہے۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت! کیا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح ہے؟ فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے چالیس مسائل میں لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔

حضرت امام اہل سنتؒ مسائل میں اپنے بزرگوں پر کلی طور پر اعتماد کرتے تھے اور اپنے شاگردوں اور متعلقین کو بھی یہی درس دیتے تھے کہ اپنے بزرگوں کا دامن نہ چھوڑنا۔ چنانچہ ایک دن حسب معمول راقم اثیم اور حضرت کے طبیب ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب اور خادم خاص لقمان اللہ میر صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت کا پوتا عمار خان ناصر آگیا جس کے متعلق یہ شکایتیں حضرت امام اہلسنت کو پہنچ چکی تھیں کہ وہ بے راہ روی اختیار کرتا جا رہا ہے اور اپنے بزرگوں کیخلاف لب کشائی کرتا ہے۔ حضرت نے اس کو سمجھایا اور فرمایا کہ اپنے اکابر کیخلاف کبھی بات نہ کرنا، اگر چہ ان میں کوئی غلطی بھی ہو۔ ان کی نیکیوں کی بوریاں بھری ہوئی ہیں، اگر ان میں ایک چٹکی مٹی کی بھر بھی گئی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ ۱۹ اپریل ۲۰۰۲ء کی بات ہے۔

پہلے پہل میں اکیلا یا کسی مولوی ساتھی کو ساتھ لے کر حضرت شیخؒ سے ملاقات کیلئے جاتا تھا۔ حضرت کے مرید لقمان اللہ میر صاحب سے بھی وہاں ملاقات ہو جاتی تھی، پھر ان کیساتھ آنے جانے لگا۔ ایک دن کہنے لگے کہ ہمارے دوسرے رشتہ داروں کے ہاں علماء کرام اور بزرگ آتے ہیں، میری والدہ کہتی ہے کہ ہمارے گھر بھی کبھی اسی طرح بزرگ اور علماء آئیں گے؟ یعنی وہ دوسرے رشتہ داروں پر رشک کرتی ہیں لہذا حضرت کو گھر لے جانے کا کوئی پروگرام بناؤ۔ چنانچہ میں امام اہل سنتؒ سے درخواست کی جو انہوں نے قبول فرمائی اور میر لقمان صاحب کی والدہ کی یہ دعا اور خواہش پوری فرمائی کہ پھر دوسرے رشتہ داران پہ رشک کرنے لگے۔ ہمیں اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا یا کوئی دلیل پوچھنی ہوتی تو فوراً حضرت شیخؒ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

۱۹۹۵ء کی بات ہے۔ میں اپنی گاڑی کا کام کروانے کیلئے لاری اڈا کے قریب ایک الیکٹریشن (Electrition) کے پاس گیا۔ مدرسہ ریحان المدارس کے جلسہ دستار فضیلت کے اشتہار بھی میرے پاس تھے۔ الیکٹریشن غیر مقلد تھا۔ اشتہار پڑھ کر کہنے لگا کہ دستار فضیلت باندھنے کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی دلیل تو میرے علم میں نہیں ہے لیکن میں اتنی بات یقین کیساتھ کہتا ہوں کہ ہمارے بزرگ کوئی کام بغیر ثبوت کے نہیں

کرتے۔ میں تجھے اس کی دلیل لاکر دوں گا۔ جب گاڑی کا کام ہوگیا تو میں نے گاڑی کا رخ سیدھا گکھڑ کی طرف کیا۔ اپنے شیخ، اپنے مرشد سے ملاقات کی اور دستار فضیلت سے متعلق ثبوت دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مستدرک حاکم جلد نمبر ۴ اُٹھاکے لاؤ اس کے شروع میں میرا نوٹ ہوگا، وہ پڑھ کر صفحہ نکالو۔ میں نے صفحہ نمبر ۵۴۰ نکالا۔ فرمایا فلاں سطر والی حدیث جس پر میں نے نشان لگایا ہے پڑھو! وہ حدیث میں نے پڑھ کر سنائی اور نوٹ بھی کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے سر پر پگڑی باندھ کر ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ میں گکھڑ سے شاداں وفرحاں واپس اس غیر مقلد کے پاس پہنچا اور باحوالہ روایت سنائی تو اس نے تسلیم کرلیا اور کہا کہ آئندہ میں یہ اعتراض نہیں کرونگا۔

حضرت لمبے سفر پر مجھے ساتھ لے جاتے تھے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میں خادم بن کر رہتا تھا عالم بن کر نہیں اور دوسرا یہ کہ میں نے حضرت کو کبھی بیچا نہیں تھا کہ حضرت کا نام لیکر چندہ کروں۔

یہ ۱۹۹۷ء کی بات ہے۔ ایک دن آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت نے فرمایا مجلس عمل علماء اسلام کے اجلاس میں شرکت کیلئے مری جانا ہے۔ میر صاحب نے کہا حضرت گاڑی کے متعلق کسی کو کہنے کی ضرورت نہیں ہم اپنی گاڑی پر آپ کو لیجائیں گے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ میر صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں لمبے سفر پر ہوں تو مجھ سے گاڑی نہیں چلتی، گاڑی ڈرائیو آپ نے کرنی ہے۔ میں نے کہا آپ فکر نہ کریں ڈرائیونگ میں ہی کرونگا۔ ہم حضرت کو لے کر مری حاجی محمد شعیب صاحب کے گھر پہنچے، کیونکہ مشائخ کا یہ خصوصی اجلاس انہی کے ہاں رکھا گیا تھا۔ جب میر صاحب کی نگاہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی گاڑی پر پڑی تو کہنے لگے ہماری گاڑی حضرت کی شان کے لائق نہیں کہ ہمارے پاس سوزوکی مارگلہ (Suzuki Margala) تھی، آئندہ جو سفر ہوگا نئی گاڑی پر ہوگا۔ چنانچہ واپس آکر انہوں نے زیرو میٹر ٹو-ڈی خریدی۔ اجلاس کے اختتام پر میزبان حاجی محمد شعیب صاحب اور مقامی علماء خصوصاً قاری محمد سعید صاحب کے اصرار پر ہم تین دن مزید وہاں ٹھہرے۔ جب ان حضرات نے مزید اصرار کیا تو حضرت نے وعدہ فرمایا کہ ان شاءاللہ دوبارہ آئیں گے۔

اگلے سال پھر ایک ہفتہ کیلئے ہم حضرت امام اہل سنت کو مری لے گئے۔ قیام کے دوران حضرت نفلی عبادات معمول کے مطابق ادا کرتے تھے اور فرماتے کہ ہمارے بزرگوں کا یہی معمول رہا ہے کہ سفر جاری ہوتا تو نفلی عبادات کو چھوڑ دیتے تھے اور اگر پڑاؤ ہوتا تو فرضوں میں تو رخصت پر عمل کرتے لیکن نوافل اور سنتیں پوری پڑھتے۔ عصر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن کریم کا معمول تھا۔ اور فرمایا کہ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے عصر اور مغرب کے درمیان پیدا فرمایا تھا لہٰذا یہ وقت اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا ہے۔ وہاں مختلف مساجد میں حضرت کے درس ہوئے، کہیں ظہر کے بعد اور کہیں مغرب کے بعد اور کہیں عشاء کے بعد۔ درس میں لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوتے اور بڑے شوق کیساتھ سنتے۔ میں بھی سامنے بیٹھ کر سنتا تھا اور لوگوں کے تاثرات بھی معلوم کرتا، لوگ کہتے تھے کہ بابا بڑے سخت مسئلے بیان کرتا ہے۔ ان دنوں

حضرت ان مسائل پر بہت زور دیتے تھے کہ جس کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں اس کی نماز نہیں ہوتی، کیونکہ ناخنوں کے نیچے میل جم جاتی ہے جس سے وضو نہیں ہوتا۔ عورتیں ناخن پالش نہ لگائیں کیونکہ ناخن پالش کے ہوتے ہوئے پانی ناخن تک نہیں پہنچتا جس سے وضو اور غسل نہیں ہوتا۔ پڑھی ہوئی نمازیں بھی ذمے میں باقی رہتی ہیں۔ اور اگر خواتین نے ناخن پالش لگائی ہی ہے تو نماز کے وقت سے پہلے پہلے صاف کرلیں۔ وضو کرتے وقت انگوٹھی اچھی طرح ہلائیں تاکہ نیچے پانی چلا جائے اور انگوٹھی والی جگہ خشک نہ رہے، ورنہ وضو نہیں ہوگا۔ عورتیں کوکے اور بالی کے سوراخ میں پانی پہنچائیں ورنہ وضو اور غسل نہیں ہوگا۔ عورت اگر باریک دوپٹہ پہن کر نماز پڑھے جس سے سر کے بال نظر آتے ہوں تو نماز نہیں ہوگی، چاہے بند کمرے میں ہی کیوں نہ پڑھے، کیونکہ سر عورت کے ستر میں داخل ہے۔

حضرت امام اہل سنت کی برکت سے میں بھی تہجد پڑھ لیتا تھا، ورنہ میں تہجد گزار نہیں ہوں۔ ایک دن میں نے تہجد کی نماز کے بعد دعا کی کہ اے پروردگار! مال وافر مقدار میں عطا فرما۔ حضرتؒ نے صبح کی نماز میں سورہ بنی اسرائیل کے دوسرے رکوع کی تلاوت کی جس میں آتا ہے وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً ''اور مانگتا ہے انسان برائی کو جیسا کہ وہ مانگتا ہے بھلائی کو اور ہے انسان جلد باز۔'' میں نے میر لقمان صاحب کو قصہ سنایا تو بہت ہنسے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کیلئے حضرت کو یہ القا فرمایا ہے۔ واپسی سے دو دن پہلے میں نے اپنے جی میں فیصلہ کیا کہ پرسوں واپس جانا ہے، کل کو خوب خریداری کرونگا۔ صبح حضرت نے نماز پڑھائی تو سورہ بنی اسرائیل کا تیسرا رکوع تلاوت فرمایا۔ جس میں ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ''بیشک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔'' میں نے فوراً اپنے ارادے توبہ کرلی۔

ایک دفعہ میں اور کاتب خاور بٹ صاحب تفسیر ذخیرۃ الجنان کے متعلق کچھ ہدایات لینے کیلئے گئے۔ بھوک سخت لگی ہوئی تھی اور روٹی کا وقت بھی نہیں تھا۔ میں نے بٹ صاحب سے کہا کہ آج اگر حضرت کھانا کھلا دیں تو کیا بات ہے۔ ہم ابھی مصافحہ کرکے بیٹھے ہی تھے کہ حضرت نے فوراً گھر حکم بھیجا کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔ میں نے بٹ صاحب کو کہا کہ شریعت میں اگر دھمال ڈالنے کی اجازت ہوتی تو آج میں اس القا پر دھمال ڈالتا۔ خیر میں مری کی بات کر رہا تھا۔ ہم چار سال مسلسل ایک ہفتہ کیلئے حضرت امام اہل سنت کو مری لے جاتے رہے ہیں۔ حاجی محمد شعیب صاحب بھی خدمت کی حد کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب فرمائے۔

چوتھے سال جب مری گئے تو حضرت نے فرمایا کہ آگے کشمیر چلیں۔ میں اور مولانا محمد اسحاق صاحب جھالہ بازار والے کو فون کرکے اطلاع کردو کہ اس نے ہمارے ساتھ رہنا ہے۔ کشمیر کی طرف سفر شروع ہوا اور میں باکرہ گاڑی ٹوڈی چلا رہا تھا۔ جب ہم نے دریائے کنہار کراس کیا، پہاڑی سفر تو تھا ہی آگے اندھے موڑ شروع ہوگئے۔ میر صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ بلوچ ڈرائیونگ میں پاس ہے یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا پاس ہے۔

جب ہم مدرسہ انوار العلوم ڈھیر کوٹ پہنچے تو مولانا محمد اسحاق صاحب وہاں پہنچ چکے تھے۔ ہم وہاں کچھ دیر ٹھہرے اور حضرت نے بیان بھی فرمایا۔ پھر مجاہد آباد، ہاڑی گیل، ارجع لقمان پورہ، ملوٹ، نیلہ بٹ، بیر، بنگلہ، غنی آباد تھب، باغ، یہاں مفتی عبدالشکور صاحب تحصیل مفتی باغ بھی قافلے میں شامل ہوگئے۔ جگہ جگہ حضرت کے بیان ہوئے، کہیں تفصیلی اور کہیں اجمال کیساتھ۔ یہاں ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب ہم ملوٹ مدرسہ تعلیم القرآن کے پاس پہنچے تو ساتھ کالج میں چودہ اگست کے حوالہ سے پروگرام ہو رہا تھا۔ کچھ حضرات نے کہا کہ حضرت کا بھی مختصر سا بیان ہو جائے، یہ ایک اتفاقی امر تھا پروگرام میں شامل نہیں تھا اور نہ ہی حضرت کو اس کی پیشگی اطلاع تھی۔ مفتی عبدالشکور صاحب نے اسٹیج سیکریٹری کو کہا کہ حضرت علیل ہیں صرف دعا فرمائیں گے مگر ایک نوجوان ماسٹر نے قریب آ کر کہا کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ علمائے دیوبند نے پاکستان بننے کی مخالفت کیوں کی تھی؟ حضرت امام اہل سنت ؒ نے خطبہ کے بعد فرمایا کہ جن علماء نے حمایت کی تھی وہ بھی ہمارے بزرگ تھے اور جنہوں نے مخالفت کی تھی وہ بھی ہمارے بزرگ تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ قائداعظم نے کہا تھا کہ پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام ہوگا۔ جن علماء نے ان کی بات پہ اعتماد کیا انہوں نے ساتھ دیا، حمایت کی اور جنہوں نے ان کی بات پر اعتماد نہیں کیا انہوں نے مخالفت کی۔ میری اس بات کی تصدیق کیلئے پاکستان بننے سے پہلے کے اخبارات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ فیصلہ آپ حضرات خود کر سکتے ہیں کہ جن علماء نے اعتماد نہیں کیا تھا ان کی سوچ صحیح تھی یا نہیں؟ اور مزید یہ بھی کہا کہ آیا قائداعظم نے عہد کا ایفاء کرتے ہوئے پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ کیا یا نہیں؟ اس کے بعد حضرت نے خلافت راشدہ کے نظام پر مختصری روشنی ڈالی اور دعا فرمائی۔

ان حضرات نے اگر کثرت سے بیان کروائے کہ واپسی پر مفتی عبدالشکور پر نظر پڑی تو فرمایا مفتی صاحب! اب تم میری جان چھوڑ دو۔ جناب محمد رفیق صاحب مرحوم ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر آخری تین دن حضرت کے ساتھ رہے۔ ان کے بھائی ماسٹر غلام رسول عباسی صاحب کا گھر پستی میں تھا، رفیق صاحب نے گذارش کی کہ حضرت! بھائی کے گھر صرف دعا فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں چونکہ علیل ہوں اس لئے نیچے جا نہیں سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو چارپائی پر اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ زندہ ہوتے تو چارپائی پر نہیں جاؤں گا۔ پھر کرسی پر بیٹھا کر نیچے لے جایا گیا۔ حضرت کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور پھر واپسی کا سفر شروع ہوا۔ یہ سات دن کا سفر تھا۔ جب گکھڑ پہنچے تو کھانا تیار تھا، ہم نے حضرت کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ بعد میں حضرت نے مجھے قریب بلایا اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

''جو شخص بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا۔

اور مجھے پانچ سو روپے دیئے اور میر لقمان صاحب کو فقط دعا دی اور ہم واپس آ گئے۔

یہ میں نے صرف ایک سفر بیان کیا ہے۔ اگر سرگودھا، ملتان، پسرور، پشاور، پنڈی، مانسہرا، بفگرام جیسے سارے سفروں کی تفصیل بیان کروں تو یہ مستقل ایک کتاب ہوگی۔ حضرت کا حوصلہ، صبر اور برداشت بیان کرنے سے باہر ہے۔ اس وقت تک حضرت امام اہل سنت کے پاس روزانہ جانے کا معمول نہیں تھا وقفے وقفے کے بعد ملاقات کیلئے جاتے تھے۔ میر صاحب اور میں جی ٹی روڈ پر کسی جگہ اکٹھے ہو جاتے تھے اور واپسی پر وہ مجھے جی ٹی روڈ پر ہی اتار دیتے تھے، وہ اپنے گھر اور میں رکشہ پر بیٹھ کر مدرسے آجاتا۔

ایک دفعہ سبق کے دوران حضرت شیخؒ نے خود بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ کے علماء کو میرے متعلق بتایا گیا تو وہ میرے پاس آگئے۔ کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں ان حضرات نے مجھ سے تقاضا کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ منہ اور یہ زبان جس سے اللہ تعالیٰ نے دین کا اتنا کام لیا اس کا لعاب ہمارے منہ میں ڈالیں یعنی ہمارے منہ میں آپ تھوکیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یہ بات ٹھیک نہیں ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے عظمت عطا فرمائی ہے لیکن انہوں نے مجھے تھوکنے پر مجبور کر دیا۔ فرمایا مولوی صاحب! مجھے مجبوراً یہ کام بھی کرنا پڑا کہ میں نے اپنا لعاب ان کے منہ میں ڈالا جسطرح دوسروں کو دم کیا جاتا ہے۔

ایک دن بندہ راقم معمول کے مطابق بعد نماز ظہر حضرت کی تفسیر ''ذخیرۃ الجنان'' ترتیب دے رہا تھا کہ استاذ زادہ مولانا احمد اللہ خان کا جدے سے فون آیا کہ ابا جی (استاذ محترم مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ العالی) سے بات کرو۔ علیک سلیک کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہاں مقیم ہمارے ساتھیوں نے مقامی احباب کو میرا تعارف کرادیا جس پہ انہوں نے تقاضا کیا کہ ہمیں کچھ اسباق حدیث کے پڑھادو۔ اس دوران میں نے حضرت شیخ کا تعارف کرایا تو جدہ کے بڑے عالم الشیخ احمد ہمدان اور ان کے ساتھیوں نے تقاضا کیا کہ ہماری شیخ صاحب سے بھی بات کراؤ اور حدیث کی اجازت بھی لے کر دو، لہذا آپ گکھڑ جاکر حضرت سے ہماری بات کروائیں۔ چنانچہ میں اسی وقت ساری مصروفیات کو پس پشت ڈال کر میر لقمان صاحب اور ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کو لیکر گکھڑ پہنچ گیا اور پھر ان عرب علماء سے رابطہ کیا۔ جب ان حضرات نے حضرت امام اہلسنت کا حال احوال دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ میں علیل ہوں۔ انہوں نے دعاؤں کیساتھ اجازت حدیث طلب کی تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ آپ ان کو میری طرف سے کہہ دیں کہ اجازت ہے۔ میں نے انکو کہا کہ حضرت نے آپ حضرات کو اجازت دیدی ہے۔ اس پہ انہوں نے کہا کہ حضرت خود اپنی آواز میں ہمیں اجازت دیں۔ میں نے حضرت کو بتلایا کہ حضرت! وہ فرمارہے ہیں کہ آپ بلاواسطہ خود اجازت عنایت فرمائیں۔ اشارہ فرمایا کہ فون میری طرف کرو، میں نے موبائل حضرت کے منہ سے لگادیا۔ آپ نے انکو عربی میں فرمایا اجزتکم ''میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔''

وفات سے تقریباً چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ ٹکونڈی موسیٰ خان مولوی نذیر صاحب سرگودھوی کی مسجد میں تبلیغی جماعت آئی، جس میں کچھ علماء بھی تھے۔ مولوی نذیر صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت کی زیارت

کیلئے چلیں، چنانچہ ہم حضرت کے پاس پہنچ گئے۔ ملاقات کے بعد علماء نے سند اجازت کا تقاضا کیا۔ حضرت شیخ" نے ایک سے پوچھا تو کہاسے فارغ ہے؟ اس نے کہا اکوڑا خٹک سے۔ فرمایا اس کو سند دیدو۔ دوسرے سے پوچھا، اس نے کہا دارالعلوم کراچی سے۔ فرمایا اس کو سند دیدو۔ جب تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا رائیونڈ سے۔ فرمایا اس کو باہر نکال دو، اس کیلئے کوئی سند نہیں ہے اور پھر باہر نکلوا دیا۔

۲۰۰۱ء میں حضرت پر فالج کا حملہ ہوا، پریشانی بڑھ گئی۔ میں نے لقمان اللہ میر صاحب سے کہا کہ میرے ایک بہت اچھے دوست ہیں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب جو اپنے شعبے میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ حضرت کے علاج کے سلسلے میں ان کو ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔ میر صاحب نے کہا کہ ان کا ذہن کشمیریوں کیخلاف ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، سارا نور باوا ان کے پاس بیٹھا ہوتا ہے۔ آپ ان سے ملاقات تو کریں۔ چنانچہ میں نے میر صاحب کی ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کروادی۔ پھر ہم تینوں نے مل کر گکھڑ جانے کا معمول بنالیا۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ نماز ظہر کے بعد ہم آپس میں بذریعہ فون رابطہ کرتے کہ تم کہا ہو اور تم کہاں ہو؟ پھر میر صاحب ڈاکٹر صاحب کو ہسپتال سے ریسیو کرتے اور مجھے حکم فرماتے کہ جی ٹی روڈ پر فلاں جگہ پہنچ جائیں۔ عموماً شریف پورہ چوک میں ہم اکٹھے ہوتے، کبھی گوندلانوالہ چوک، کبھی لاری اڈا، کبھی کسی اور جگہ، اور امام اہلسنت کے کھانے پینے کیلئے مختلف چیزیں ساتھ لے جاتے۔ میرے ذمہ پرندوں کی یخنی ہوتی تھی۔ جس دن میں نے نہیں جانا ہوتا تھا یخنی کسی ساتھی کے ذریعے ان کے پاس پہنچا دیتا تھا۔ یخنی مختلف پرندوں مثلاً فاختہ، تیتر، بیٹر، تلیر، چہے، بھاڑ، جل مرغی، جنگلی کبوتر، مرغابی وغیرہ کی بناتا تھا۔ لیکن حضرت زیادہ شوق سے فاختہ کی یخنی نوش فرماتے تھے۔ بلکہ کبھی خود فرما دیتے کہ گھوگھی (فاختہ) کی یخنی لانی ہے۔ گرمیوں میں زیادہ تر مکس پھلوں کا تازہ جوس، کبھی دودھ پلایا جاتا مگر خالی نہیں بلکہ اس میں مختلف قسم کے طاقت کے پوڈر اور دوائیاں ملائی جاتیں جن کا نام ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔ اور کبھی انڈا اور شہد مکس کر کے پلا دیتے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر یہی ہوتی تھی کہ یخنی والے پرندوں کی کمی نہ ہو اور کبھی حضرت فرما دیتے کہ یخنی کی بجائے پرندے گھر پہنچا دو یہ خود تیار کر دیں گے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوتی اور میں پرندے گھر پہنچا دیتا۔

خدمت کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ حضرت امام اہل سنت کے پاس پہنچ کر علیک سلیک کے بعد ڈاکٹر صاحب بلڈ پریشر چیک کرتے، میں یخنی ٹھنڈی کرتا یا دودھ اور انڈہ مکس کرتا اور میر صاحب اپنے ہاتھوں سے پلاتے تھے۔ جس دوائی کی ضرورت ہوتی وہ استعمال کرادی جاتی اور باقی ادویاں کا استعمال اہل خانہ کو سمجھا کے ہم واپس آجاتے۔ جب حضرت کی طبیعت معمول پر آجاتی تو پھر میں ایک دن کا ناغہ کرتا تھا لیکن میر صاحب ڈاکٹر صاحب کو لیکر روزانہ جاتے تھے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کو اپنا کوئی کام ہوتا تھا تو پھر ڈاکٹر سہیل انجم بٹ صاحب کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ اور ہم خدمت کے اس تسلسل کا توڑنا حرام سمجھتے تھے اور یہ سارے اخراجات میر صاحب نے اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے۔ میر صاحب فرماتے تھے کہ دوائی کیلئے کسی سے کوئی پیسہ نہیں لینا، چاہے ایک روپے کی ہو یا ایک لاکھ کی۔

انہوں نے اس عہد کو حضرت کے وفات تک بڑی خندہ پیشانی کیساتھ نبھایا۔ جب حضرت کا مثانے کا آپریشن لاہور میں چوبرجی کے قریب ایک ہسپتال میں ہوا تو مولانا حسن صاحب جامعہ مدنیہ والے تشریف لائے جو حضرت کے بھی شاگرد ہیں اور میرے بھی شاگرد ہیں۔ وہ مجھ سے کہنے لگے استاد جی! اگر اجازت ہو تو آپریشن کا خرچہ میں دیدوں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ ذمہ داری چونکہ میر صاحب کی ہے لہذا میں ان سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ میر صاحب کے سامنے میں نے مولانا کی خواہش رکھی تو میر صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ساتھیوں کے علم میں ہے کہ یہ کام میں کر رہا ہوں اور یہاں کوئی اور خرچ کرے یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ بات حقیقت کیخلاف ہو جائے گی لہذا مولانا سے معذرت کرلیں۔

یہ سلسلہ اس طرح چلتا رہا کہ ۲۰۰۳ء میں حضرت پر فالج کا دوبارہ اٹیک ہوا، طبیعت تو حضرت کی سنبھل گئی لیکن انہوں نے کھانا بہت کم کر دیا، اس پر ساتھی کافی پریشان ہوئے۔ جب بھی مفتی محمد جمیل خانؒ صاحب تشریف لاتے تو بدو بدی کھانا کھلا دیتے، ہم بھی کہتے رہتے تھے کہ حضرت کچھ نہ کچھ تو کھالیا کریں۔ ایک دن ہم حضرت کے خدمت میں بیٹھے تھے کہ استاذ محترم مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا مفتی صاحب یہ لوگ مجھے کھانے پر مجبور کرتے ہیں حالانکہ آنحضرتﷺ کا فرمان ہے لَا تُكْرِهُوْا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيْهِمْ. ''اور اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور مت کرو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔''

اور فرمایا کہ مفتی صاحب آپ نے یہ حدیث باحوالہ لکھ کر مجھے دینی ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الطب کے حوالے سے لکھ کر مجھے دی، میں نے وہ پرچی حضرت کو دے دی۔ فرمایا پڑھو! میں نے پڑھی تو فرمانے لگے، پھر تم مجھے زیادہ کھانے پر کیوں مجبور کرتے ہو؟ آخری پانچ چھ سال تو یخنی، مشروبات، چائے اور کبھی معمولی سا دلیہ کھا لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے شیخ جس طرح اپنی ذات اور صفات میں بے مثال تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت بھی بے مثال کروائی۔ ایسی کسی بزرگ کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتا جیسی خدمت حضرت کی ہوئی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل وکرم تھا جو انہوں نے دین کی خدمت کی تھی۔ یہاں میں لفظ شیخ کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں تاکہ اگلی بات آسانی سے سمجھ آسکے۔

شیخ لغت میں بوڑھے آدمی کو کہتے ہیں اور اصلاح شرع میں شیخ کہتے ہیں کہ

مَنْ يُّحْيِي السُّنَّةَ وَيُمِيْتُ الْبِدْعَةَ وَيَكُوْنُ اَقْوَالُهٗ وَاَفْعَالُهٗ حُجَّةً لِّلنَّاسِ

''جو سنت کو زندہ کرے اور بدعت کو مٹائے اور اس کے اقوال اور افعال لوگوں کیلئے حجت ہوں۔''

اور عرف عام میں شیخ اسے کہتے ہیں کہ

مَنْ لَّهٗ مَهَارَةٌ كَامِلَةٌ فِيْ فَنٍّ مِّنَ الْفُنُوْنِ اَوْ عِلْمٍ مِّنَ الْعُلُوْمِ وَلَوْ كَانَ شَابًّا

''جس کو کسی فن یا علم میں مہارت کامل حاصل ہو اگرچہ وہ جوان ہو۔''

یہ تینوں معانی میرے شیخ پر صادق آتے تھے۔ میں یہ بات بلا مبالغہ کر رہا ہوں کہ ایک پلڑے میں شریعت کو رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں میرے شیخ کو ان شاء اللہ العزیز ترازو برابر ہوگا۔ سیئات رب تعالیٰ کی طرف سے عفو ہیں اور عرفی معنی کے اعتبار سے بھی آپ ہر فن اور علم میں شیخ تھے۔ آپ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم معانی، علم ادب، علم اصول فقہ، علم الصرف والنحو غرضیکہ آپ تمام علوم میں اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مہارت کاملہ رکھتے تھے اور اس بات کے دوست دشمن بھی معترف تھے۔ استاذ محترم حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۸۷ء کی بات ہے۔ مجھ سے مولانا عبدالمالک صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ نے بیان کیا کہ نوشہرہ ورکاں میں ایک بہت بڑے جلسہ سے مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم بیان فرما رہے تھے اور شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اسٹیج پر موجود تھے۔ حضرت شیخ القرآن صاحب نے ایک حدیث بیان کی اور فرمایا مجھے اس کی سند اور درجے کا علم نہیں ہے۔ اتنے میں شاہ صاحب بخاری نے آواز دے کر کہا کہ گھبرانے کی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس بیہقی وقت مولانا محمد سرفراز خان بیٹھے ہیں۔ پھر شیخ الحدیث صاحب نے فی البدیہہ کہا کہ اس حدیث کی سند یہ ہے اور درجہ یہ ہے اور فلاں فلاں محدث نے اس حدیث کے بارے میں یہ یہ بیان کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنے رفقاء کیساتھ حضرت قاضی شمس الدین صاحب کے پاس ترمذی شریف کا سبق پڑھ رہا تھا کہ ایک راوی کے متعلق قاضی صاحب سے سوال کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ حاشیہ پر دیکھو! لیکن حاشیے پر اس کے متعلق کچھ نہ لکھا تھا۔ فرمایا پھر مولانا محمد سرفراز خان سے دریافت کر لینا۔ تیسرے گھنٹے میں ہم حضرت شیخ صاحب کے پاس ابو داؤد شریف پڑھ رہے تھے کہ قاضی صاحب کلاس میں تشریف لے آئے۔ شیخ صاحب نے قاضی صاحب کو دیکھا تو کھڑے ہونے لگے، حضرت قاضی صاحب نے فرمایا بیٹھے رہو۔ حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپ زبردستی کرتے ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کھڑے ہوں اور میں بیٹھا رہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا یہ بتاؤ کہ ترمذی شریف کا فلاں راوی کس پائے کا ہے" شیخ نے فوراً اس کی وضاحت فرمائی۔ حضرت قاضی صاحب نے فرمایا مولوی عیسیٰ سن لیا! میں نے کہا جی ہاں! حضرت سن لیا۔ فرمایا اچھا السلام علیکم۔

میرے شیخ تعبیر الرؤیا یعنی خوابوں کی تعبیر کے بھی شیخ تھے۔ ایک دفعہ چودھری محمد یعقوب صاحب جو گلی لانگریاں والی میں رہتے ہیں، تشریف لائے اور اپنا خواب سنایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری والدہ کا کفن چھوٹا ہے۔ سر ڈھانپتے ہیں تو پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں اور اگر پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری والدہ کی قبر کیساتھ قبر کھودی گئی ہے جس سے تمہاری والدہ کی قبر چھوٹی ہوگئی ہے۔ بعد میں چودھری صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت نے جو تعبیر بتائی تھی بالکل صحیح تھی۔ میں نے قبرستان جا کر معلوم کیا تو واقعتاً پاؤں کی طرف قبر کھودی گئی تھی اور میری والدہ کی قبر کا کچھ حصہ اس میں شامل ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ ایک شیخ صاحب نے آ کر اپنا خواب سنایا کہ خواب میں میں قبرستان گیا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے والد کا سر قبر سے باہر پڑا ہوا ہے اور منہ سے سورہ الم نشرح کی آواز آ

رہی ہے۔شیخ نے تعبیر بتائی کہ تیرے والد کی جائیداد صحیح تقسیم نہیں ہوئی۔تعبیر پوچھنے والے نے کہا کہ حضرت باقی وراثت تو تقسیم کر دی ہے البتہ میں نے اپنے والد صاحب سے پچاس ہزار روپے لئے تھے، وہ تقسیم نہیں کئے۔حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی حصہ کے مطابق سب میں تقسیم کرو۔اب حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالقدوس قارن صاحب تعبیر تو بتاتے ہیں لیکن پوچھنے سے پہلے ٹوکن لینا پڑے گا کیونکہ معروف بہت زیادہ ہیں۔

بہرحال میرے شیخ ہرفن کے امام تھے۔میرے علم کے مطابق حضرت پاک وہند کے آخری شیخ الحدیث تھے۔ اب آپ کو اشتہاری اور اخباری شیخ الحدیث بہت ملیں گے لیکن جو شیخ الحدیث کی تعریف ہے اس کے مطابق کوئی شیخ الحدیث نہیں پائیں گے۔ بلکہ اب تو رواج بن گیا ہے کہ جو بخاری شریف پڑھائے اس کو شیخ الحدیث کہتے ہیں، چاہے اسے بخاری شریف کے دس راویوں کے حالات کا بھی علم نہ ہو۔میرے ساتھ دورہ حدیث میں ایک شریک ساتھی کو فال کا صیغہ نہیں آتا ہے وہ بھی آج کل اپنے نام کیساتھ شیخ الحدیث لکھتا ہے۔کیونکہ وہ بچیوں کے ایک مدرسہ میں بخاری شریف پڑھاتا ہے، اس لئے کہ بخاری شریف کی مترجم بازار سے مل جاتی ہے۔

بہرحال میرے نزدیک میرے شیخ، میرے مرشد، میری مربی، حضرت شیخ الحدیث والتفسیر امام اہل سنت آخری شیخ الحدیث تھے۔حضرت امام اہل سنت تقوی وطہارت کے پیکر تھے۔ہم جب حضرت کی ملاقات کیلئے جاتے تو ملک محمد یوسف صاحب باہر اپنی دوکان پر بیٹھے ہوتے تھے، ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور کہتے ماشاء اللہ، ماشاء اللہ حضرت کے خادم آگئے ہیں۔ایک دن مجھے کہنے لگے میرے پاس بیٹھو، میں تمہیں حضرت کا ایک واقعہ سناؤں۔ایک دن حضرت نے حقوق العباد کے موضوع پر درس دیا، میرے والد صاحب درس میں موجود تھے۔حضرت جب اشراق سے فارغ ہو کر آئے تو میرے والد صاحب نے روک لیا کہ حضرت میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔حضرت نے فرمایا کرو بات۔والد صاحب نے کہا حضرت آج آپ نے بہت اچھا درس دیا ہے لیکن حضرت یہ بتایئے کہ صبح کا ناشتہ کس چیز سے کرتے ہیں۔حضرت نے فرمایا پراٹھا، دو انڈے اور چائے۔کہنے لگے حضرت یہ بتایئے کہ وہ انڈے اپنی مرغی کے استعمال کرتے ہو؟ حضرت نے فرمایا ہاں! والد صاحب کہنے لگے کہ آپ کی مرغیاں تو ہمارے دانے چگ جاتی ہیں (کیونکہ اس وقت غالباً ان کی گندم کی دکان تھی۔) حضرت نے فرمایا اچھا! میں اس کا بندوبست کرتا ہوں، آئندہ آپ کے دانے نہیں کھائیں گی۔گھر جا کر ساری مرغیاں ذبح کر دیں۔ملک یوسف کہنے لگے یہ تھا حضرت کے تقوی کا عالم۔حالانکہ یہ بیان کرنے والا غیر مقلد تھا، اب مرحوم ہو گیا ہے۔

حضرت امام اہل سنت کی آنکھ کا آپریشن کروا کے جب ہم واپس لے کر آئے، نماز کا وقت ہوا، فرمایا کہ صوفی صاحب کو فون کر کے پوچھو کہ میں نے تیمم کرنا ہے یا باقی اعضاء کا غسل اور چہرے کا مسح؟ حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ تیمم کرنا ہے۔پھر فرمایا مفتی عیسیٰ صاحب سے پوچھو۔ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔حضرت نے تیمم کیا، نماز پڑھی پھر فرمایا کہ مسئلے کا مجھے بھی علم تھا لیکن میں چونکہ مبتلیٰ بہ تھا۔اس لئے ان سے پوچھا تا کہ حجت تام

ہو جائے۔ اللہ اللہ! کیا تقویٰ اور کیا احتیاط ہے، حالانکہ خود فقہ اور اصول فقہ کے امام ہیں۔

قاری محمد قاسم صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ اپنے والد مرحوم مولانا عبدالمالک سے روایت کرتے ہیں کہ شاہدرہ میں جلسہ تھا۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری بیان فرما رہے تھے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سٹیج پر بیٹھے تھے۔ دوران تقریر حضرت شاہ صاحب نے کہا کہ جس نے وقت کا امام اعظم ابوحنیفہ دیکھنا ہو تو سٹیج پر مولانا محمد سرفراز خان صفدر بیٹھے ہیں ،ان کو دیکھ لو۔ سفر حضر میں حضرت ساتھیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ڈرائیور کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

حج سے واپسی پر مجھے سفید رنگ کا کالی دھاری والا رومال دیا اور فرمایا کہ صرف دو رومال لایا تھا، ایک صوفی صاحب کو دیا ہے اور ایک تجھے دے رہا ہوں۔ مجھ سے کبھی کبھی فرماتے کہ فلاں حدیث کی کتاب اٹھا کر پڑھ کر سناؤ۔ ایک دن فرمانے لگے کہ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُنِي صَلاَ حًا کی ترکیب بتاؤ۔ میں نے عرض کیا حضرت! لعل مشبہ بالفعل میں سے ہے لفظ اللہ اس کا اسم ہے اور آگے مکمل جملہ اس کی خبر ہے۔ کبھی کبھی میر صاحب مجھے فرماتے کہ حضرت کو کوئی نعت سناؤ تا کہ دھیان بٹ جائے اور کچھ کھا پی لیں۔

لبیک کو اجل کہنے سے آٹھ دن پہلے جو تھوڑا بہت پیتے تھے وہ بھی بند کر دیا جس سے بڑی پریشانی ہوئی۔ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب سفر پر تھے۔ ڈاکٹر سہیل انجم نے عرض کیا حضرت! جسم میں خون بالکل نہیں ہے یا تو کچھ کھائیں، پئیں یا پھر خون کی بوتلیں لگانے کی اجازت دیں۔ بڑی مشکل سے منت سماجت کے بعد اجازت دی، دو دن خون کی بوتلیں لگیں پھر تھوڑا بہت پینا شروع کر دیا مگر نہ چاہتے ہوئے۔ تین دن پہلے ڈاکٹر صاحب نے پھر عرض کی کہ حضرت بوتل لگانے کی اجازت دے دیں۔ تو فرمایا اب تم میرے ساتھ بکھیڑے کرنے چھوڑ دو، مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو۔ میں سمجھ گیا کہ اب میرے شیخ آخرت کی تیاری فرما چکے ہیں۔ آخری دنوں میں حضرت پر کبھی کبھی استغراق کی کیفیت ہو جاتی تھی۔ وہ اس طرح کہ آسمان کی طرف رخ کر کے ٹک ٹکی باندھ لیتے اور اس حالت میں کسی کیساتھ گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اگر اس کیفیت میں کسی نے مخل ہونے کی کوشش کی تو اس کو تھپڑ بھی مار دیتے تھے اور فرماتے کہ مجھے نہ چھیڑو۔ جب اس کیفیت سے واپس آتے تو پھر ہمیں خود پکارتے اور ہم سے باتیں کرتے۔

حضرت کی کیفیت دیکھ کر جب مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت کا آخری وقت قریب آ گیا ہے تو میں نے اپنے ساتھی مولانا ریاض انور گجراتی کو فون کیا کہ جاؤ حضرت کی زندگی میں جتنی زیارت کر سکتے ہو کر لو حضرت آخرت کی تیاری فرما چکے ہیں۔ اور مولانا نور حسین عارف صاحب کو بھی بتا دو۔ پھر میں نے قاری محمود صاحب اختر کو بھی فون پر یہی بات گوش گذار کی کہ جاؤ حضرت کی جتنی زیارت کر سکتے ہو کر لو، حضرت آخرت کی تیاری فرما چکے ہیں، ورنہ پچھتاؤ گے۔ چنانچہ اس کے دو ہی دن بعد میرے شیخ نے اجل کو لبیک کہا اور ہمیں داغ مفارقت دیکر دار الفناء سے دار البقاء تشریف لے گئے۔

؎ جس دن سے جدا وہ ہم سے ہوئے اس دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا

ہے چاند کا منہ اُترا اُترا، تاروں نے چمکنا چھوڑ دیا

وہ پاس ہمارے ہوتے تھے بے رت بھی بہار آ جاتی تھی

اب لاکھ بہاریں آئیں بھی تو دل نے مہکنا چھوڑ دیا

لیکن میرے شیخ کا فیض ایسا نہیں ہے کہ ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گا۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں! میرے شیخ کے عقائد ونظریات، دینی خدمات اور فرقِ باطلہ کی سرکوبی تحریر وتصنیف کی شکل میں موجود ہے۔ حضرت کا یہ فیض قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ کے لواحقین، متعلقین، مریدین اور شاگردوں کو صبر عطا فرمائے اور حضرت کے مشن کو زندہ وجاری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

؎ طبیعت کو ہو گی قلق چند روز
سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی

خاکپائے امام اہل سنت محمد نواز بلوچ

مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ، گوجرانوالہ

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۰ رجون ۲۰۰۹ء

فہرست مضامین

سُوْرَۃُ یُوْنُسَ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ مِائَۃٌ وَّتِسْعُ اٰیَاتٍ وَّاِحْدٰی عَشَرَ رُکُوْعًا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ﴿۱﴾ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْہُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَہُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّہِمْ ط قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ ہٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲﴾ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ ط ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ط اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا ط وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا ط اِنَّہٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَہُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿۴﴾

الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا کیا ہے لوگوں کیلئے تعجب اَنْ اَوْحَیْنَا اس بات میں کہ ہم نے وحی بھیجی اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ ان میں سے ایک شخص پر اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ یہ کہ ڈرائیں آپ لوگوں کو وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور خوشخبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ کہ بیشک ان کیلئے سچائی کا قدم ہے عِنْدَ رَبِّھِمْ ان کے رب کے ہاں قَالَ الْکٰفِرُوْنَ کہا کافروں نے اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ بیشک

یہ پیغمبر البتہ جادوگر ہے کھلا اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ بیشک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے ہر کام کی مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ نہیں ہے کوئی سفارشی مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ذٰلِکُمُ اللّٰهُ یہی ہے تمہارا اللہ رَبُّکُمْ تمہارا پروردگار فَاعْبُدُوْهُ پس اسی کی عبادت کرو اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا اسی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اللہ کا وعدہ سچا ہے اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ بیشک وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے ثُمَّ یُعِیْدُهٗ پھر اس کو لوٹائے گا لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے بِالْقِسْطِ انصاف کے مطابق وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ان کیلئے پینا ہوگا کھولتا ہوا پانی وَعَذَابٌ اَلِیْمٌ اور عذاب ہوگا دردناک بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

سورۃ یونس کی وجہ تسمیہ و حروف مقطعات :

اس سورۃ کا نام یونس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کا نام یونس ہے علیہ الصلاۃ والسلام۔ ان کے نام پر اس سورۃ کا نام رکھا گیا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام ملک عراق کے صوبہ موصل میں نینوا شہر میں رہتے تھے وہ شہر آج بھی موجود ہے۔ اس سورۃ میں حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر آئے گا۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں

نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے پچاس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کے گیارہ رکوع اور ایک سو نو آیات ہیں۔

الٓـر یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور ان کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کسی لفظ کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے کیلئے اس سے ایک حرف الگ کر لیا جائے، پورا لفظ نہ بولا جائے۔ اور یہ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ تو یہ حروف کس سے مخفف ہیں؟ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ''الف'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی یہ لفظ اللہ سے مخفف ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ باقی اس کے صفاتی نام ہیں۔ جیسے رحمٰن، رحیم، قہار، جبار، رزاق، رشید، جلیل۔ اور ''لام'' سے مراد لطیف ہے۔ اس کا معنیٰ ہے باریک بین۔ باریک سے باریک تر چیز بھی رب تعالیٰ کے سامنے ہے۔

بزرگانِ دین نے اپنے تجربات میں لکھا ہے کہ اگر رشتے ناطے میں کوئی رکاوٹ ہو یا کاروباری سلسلے میں کوئی رکاوٹ ہو تو لطیف کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے سے اللہ تعالیٰ سہولت پیدا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سارے نام برکت والے ہیں۔ اور 'را' سے مراد رؤف ہے۔ یعنی یہ رؤف سے مخفف ہے، معنیٰ ہے شفقت کرنے والا۔ یہ بھی رحمٰن، رحیمؔ کی طرح اللہ تعالیٰ کا صفتی نام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.....

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی۔ یعنی یہ آیتیں جو تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں اس کتاب کی ہیں جو حکیم ہے۔ حکیم کا معنیٰ ہے دانا، تو مطلب یہ بنے گا کہ دانائی والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی کتابیں نازل ہوئی ہیں سب برحق ہیں مگر ان تمام کتابوں میں سے زیادہ دانائی اور حکمت اس کتاب میں ہے اور حکیم کا معنیٰ محکم اور اٹل بھی کرتے ہیں کہ یہ کتاب اپنی جگہ بڑی محکم

اور اٹل بھی کرتے ہیں۔ دُنیائے کفر نے اس کے خلاف بڑی کوشش کی ہے مگر کامیاب نہیں ہوسکی اور قیامت تک کامیاب نہیں ہوسکتی۔

توحید باری تعالیٰ پر کافروں کا تعجب :

فرمایا اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا کیا ہے لوگوں کیلئے تعجب اَنْ اَوْحَیْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ اس بات میں کہ ہم نے وحی بھیجی ان میں سے ایک شخص پر یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر۔ کافروں کو اس بات پر تعجب تھا کہ وحی الٰہی مکہ مکرمہ کے ایک ایسے شخص پر نازل ہوئی ہے جو یتیم ہے۔ اس کا کاروبار ہے نہ اس کے پاس مال ودولت ہے۔ کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ[الزخرف:۳۱] "کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔" کہ مکہ مکرمہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نہیں اتارا گیا۔ جدہ اس وقت نہیں تھا بعد میں آباد ہوا ہے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں بڑا چوہدری ولید ابن مغیرہ تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد ابن ولید ؓ کا باپ۔ اس کے تیرا (۱۳) بیٹے تھے۔ بڑے خوبصورت اور صحتمند جوان، اس کی اپنی صحت بھی بڑی اچھی تھی بیٹوں میں بیٹھا ہوا یوں لگتا تھا کہ بھائی ہے۔ مال بھی اس کے پاس سب سے زیادہ تھا۔ مشرکین کہتے تھے مکہ مکرمہ میں اس پر قرآن نازل ہونا چاہئے تھا۔ اور طائف میں اس وقت بڑا سردار عروہ ابن مسعود ثقفی تھا جو بعد میں صحابی بنا اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوگیا۔

پیغمبر کی ذمہ داری، مقصود بعثت :

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا تو آپ کی ذمہ داری کیا ہے؟ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ یہ کہ ڈرائیں آپ لوگوں کو کہ جو رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اس پر دنیا میں بھی

عذاب آسکتا ہے اور آئیگا اور قبر اور آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور خوشخبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ کہ بیشک ان کیلئے سچائی کا قدم ہے۔ قَدَمَ صِدْقٍ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کھڑے ہونگے تو ڈگمگائیں گے نہیں بلکہ نہایت مضبوطی کیساتھ رب تعالیٰ جو فرمائیں گے اس کا جواب دیں گے۔ اور قَدَمَ صِدْقٍ کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں جو سچائی انہوں نے آگے بھیجی ہے۔ یعنی جو نیکیاں وہ زندگی میں کر چکے ہیں وہ ان کو ملیں گی اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ اور بعض حضرات نے قَدَمَ صِدْقٍ سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی مراد لی ہے کہ آپ ﷺ سچائی کا پہاڑ تھے۔ جن قدموں پر کھڑے ہوتے آخر دم تک وہاں سے نہ ہٹتے۔ مشن اور پروگرام کے اعتبار سے تو ایمان والوں کیلئے سچائی کا قدم ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں قَالَ الْكٰفِرُوْنَ کہا کافروں نے اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ بیشک یہ پیغمبر البتہ جادوگر ہے کھلا، معاذ اللہ تعالیٰ۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر جو معجزات صادر کئے تھے ان کی وجہ سے آپ ﷺ کو جادوگر کہتے تھے کہ یہ جادو کے ذریعے لوگوں پر اثر ڈالتا ہے۔ بجائے اس کے کہ معجزات کو دیکھ کر تسلیم کرتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی سچائی کی دلیل ہے الٹا یہ کہا کہ جادوگر ہے۔ کس چیز کے نہ ماننے پر ڈراتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے قوم کے سامنے جو چیزیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے پہلی چیز توحید ہے اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کی پہلی دعوت تھی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم! رب تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' رب کا معنیٰ ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا۔ اگر کوئی رب کے مفہوم کو ہی سمجھ لے تو شرک کے

قریب نہ جائے۔ تربیت کیلئے بڑی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ خوراک کی ضرورت ہے کہ کوئی جاندار، نباتات خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ خوراک رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے، کوئی جاندار ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا یہ ہوا بھی رب تعالیٰ نے پیدا کی۔ غرضیکہ جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں سب کی سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں تو کوئی اور معبود کس طرح بن گیا؟ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ بیشک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ تمہارا پالنے والا، تربیت کرنے والا اللہ جلّ جلالہٗ ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے مراد چھ دن کا وقفہ ہے حقیقتاً دن مراد نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں تو دن کہتے ہیں سورج کے طلوع ہونے سے غروب ہونے تک کو کہ سورج طلوع ہوا تو دن ہو گیا اور غروب ہوا تو دن ختم ہو گیا۔ حالانکہ اس وقت نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی۔ تو چھ دنوں کا وقفہ مراد ہے اور اس طرح پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ورنہ اس کی قدرت یہ ہے کہ ایک دن میں پیدا کر سکتا ہے اور فنا بھی کر سکتا ہے اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [یسین: ۸۲] ''بیشک اس کا حکم جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں تو کہتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' رہی یہ بات کہ قادر مطلق ہو کر بتدریج اور آہستہ آہستہ کیوں پیدا فرمایا ہے؟ تو اس سے مخلوق کو بتلایا ہے کہ دنیا میں ہر کام آہستہ آہستہ ہونا ہے۔ قادر مطلق ہو کر میں نے زمین آسمان چھ دنوں میں پیدا فرمائے ہیں لہٰذا تم بھی جو کام کرو آہستہ آہستہ کرنا ہے۔

استوی علی العرش کا مطلب :

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ عرش پر وہ کیسے مستوی ہے؟

کیونکہ مستوی کا معنی ہے بیٹھنا۔ دیکھو! میں چھوٹی سی گدی پر بیٹھا ہوں اور تم ان دریوں پر بیٹھے ہو۔ کسی وقت آدمی کرسی پر بیٹھتا ہے، کسی وقت چارپائی پر، کسی وقت صف پر اور کبھی زمین پر اور کبھی آدمی پلنگ پر بیٹھتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ امام دارالھجرت ہیں۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ان سے ان کے شاگردوں نے پوچھا حضرت! رب عرش پر کیسے مستوی ہے؟ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا بیٹو یاد رکھو! اَلْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ اس پر ایمان لانا ضروری ہے وَکَیْفِیَّتُہٗ مَجْھُوْلَۃٌ اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں جو استوی اس کی شان کے لائق ہے وَالسُّوَالُ عَنْہُ بِدْعَۃٌ اور اس کے متعلق سوال کرنا یعنی بار بار پوچھنا بدعت ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔ محترم ساتھیو! ہم اس کی باقی صفات کب سمجھ سکتے ہیں مثلاً وہ سنتا ہے مگر کان نہیں ہیں، وہ دیکھتا ہے لیکن مخلوق کی طرح آنکھیں نہیں ہیں، بولتا ہے لیکن ہماری طرح ہونٹ اور دانت نہیں ہیں بِیَدِہِ الْمُلْکُ میں ایک ہاتھ کا ذکر ہے۔ کہ اس کے ہاتھ میں شاہی ہے بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ دو ہاتھوں کا ذکر ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ اب اس کے ہاتھ کیسے ہیں؟ ہم نہیں سمجھ سکتے بس یہی کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں۔ اور رحمٰن کے بارے میں جس طرح یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اسی طرح یہ بھی ماننا اور تسلیم کرنا ہے کہ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ [الحدید:۴] ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' صرف عرش پر ہی نہیں ماننا۔ اس کا ارشاد ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [ق:۱۶] ''اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اسکی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔'' حبل الورید رگِ جان، جس کو شاہ رگ کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ رب اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ یہ تمام باتیں قرآن پاک میں موجود

ہیں یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے ہر کام کی۔ زمین وآسمان کا مدبر وہی ہے، خدائی اختیارات اس نے کسی کو نہیں دیئے اور یہ سب غلط نظریے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کو سارے جہان کی تدبیر کے اختیارات دے دیئے ہیں۔

احمد رضا خان بریلوی کے شرکیہ اشعار اور انکا رد :

جیسے احمد رضا خان بریلوی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں کہتے ہیں......

؎ ذی تصرف بھی ہے ، ماذون بھی ہے ، مختار بھی ہے

کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

[حدائق بخشش ص ۱۹، ج دوم]

کہ اللہ تعالیٰ نے سارے اختیارات سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کو دے دیئے ہیں ، وہی سارا نظام چلاتے ہیں، العیاذ باللہ۔ اس سے بڑا کفر اور کیا ہوگا۔ تو یاد رکھنا! مدبر صرف پروردگار ہے۔ اور "الامن والعلی" ص ۸۵ میں لکھتے ہیں آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کرے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوال یہ ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی ولادت ۴۹۴ھ میں ہوئی ہے اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ اس سے پہلے جہان کا مدبر کون تھا؟ اور اس سے پہلے سورج کس کو سلوٹ مارتا تھا یا اس سے پہلے سورج طلوع ہی نہیں ہوتا تھا؟ لہٰذا یہ سب غلط نظریات ہیں۔ جہان کا مدبر صرف رب تعالیٰ ہے۔ اور اس بات کو کافر بھی مانتے تھے کہ سارے جہان کی تدبیر رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ [سورۃ یونس] "کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی تو وہ بولیں گے کہ اللہ" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ نہیں ہے کوئی سفارشی مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے

بعد۔ یعنی اس کے بعد کوئی سفارش کر سکے گا اس سے پہلے کوئی نہیں کر سکتا۔ قیامت کے دن جب ساری کائنات پریشان ہوگی تو آنحضرت ﷺ سجدے میں گر پڑیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو وہ تسبیحات بتلائیں گے جواب آپ ﷺ کو معلوم نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یَا مُحَمَّد اِرْفَعْ رَاْسَکَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ ''اے محمد! سر اٹھایئے آپ کو سفارش کرنے کی اجازت ہے، تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔'' اس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ بھی سفارش رب تعالیٰ کی اجازت سے کریں گے۔ رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیغمبر، نہ کوئی اور دم مار سکتا ہے۔ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ یہی ہے تمہارا اللہ، تمہارا پروردگار فَاعْبُدُوْهُ پس تم اسی کی عبادت کرو اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، یہ باتیں تمہیں سمجھ نہیں آتیں اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا اسی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ سب نے اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ بیشک وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو لوٹائے گا۔ اگر تم اس کے لوٹانے میں شک کرتے ہو تو پھر یہ بھی کہو کہ ہمیں رب تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا اور اس کا تم انکار نہیں کر سکتے کہ رب تعالیٰ خالق نہیں ہے بلکہ اسی کو خالق مانتے ہو۔ تو پھر یہ بھی تسلیم کرو کہ وہی لوٹائے گا۔ کیوں؟ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل اچھے کیے بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر نگری نہیں :

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر نگری نہیں ہے کہ نیک کو نیکی کا بدلہ نہ دے اور برے کو سزا نہ ملے۔ کیونکہ دنیا میں تو کتنے شریر ایسے ہیں کہ ان کو ان کے شر کے مطابق سزا نہیں ملتی اور کتنے نیک ایسے ہیں کہ ان کو نیکی کی جزا نہیں ملتی۔ اوروں کو تو

چھوڑ یئے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے زیادہ نیک دنیا میں کوئی نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ تین دن مسلسل ہمیں روٹی سالن کیساتھ کبھی نہیں ملی اور دو، دو ماہ آپ ﷺ کے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ کیونکہ پکانے کیلئے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ آج ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے گھروں میں چار دن آگ نہ جلے تو عورتیں ہمیں کچا کھا جائیں۔ پوچھنے والے نے پوچھا تم کیا کرتے تھے؟ فرمایا ردی کھجوریں مل جاتیں تھیں وہ کھا لیتے تھے، پانی پی کر گزارہ کر لیتے تھے۔ انصار مدینہ کے کچھ لوگ آپ ﷺ کو کبھی دودھ ہدیہ کے طور پر بھیج دیتے تھے دودھ پی کر گزارہ کر لیتے تھے۔ اگر قیامت نہ آنی ہو تو معاذ اللہ نیکوں کو بدلہ تو نہ ملا اور بروں کو صحیح معنوں میں برائی کی سزا تو نہ ملی۔ پھر معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی حکومت سکھا شاہی ہوئی کہ نہ کافروں کو بدلہ نہ نیکوں کو بدلہ۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ان کیلئے پینا ہوگا کھولتا ہوا پانی۔ اتنا گرم کہ ہونٹ کیساتھ لگائیں گے تو یَشْوِی الْوُجُوْہ ہونٹ جل جائیں گے۔ پھر وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیٹ میں ڈالیں گے۔ جب چند قطرے پیٹ میں جائیں گے قَطَّعَ اَمْعَائَهُمْ وہ انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ یہ سب قرآن پاک میں ہے۔ وَعَذَابٌ اَلِيْمٌ اور عذاب ہوگا دردناک بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔ لہٰذا قیامت ضرور قائم ہوگی تاکہ نیک کو نیکی کا بدلہ ملے اور برے کو برائی کا۔

❁❁❁

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ

الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وہی اللہ ہے جس نے بنایا ہے سورج کو روشن وَّالْقَمَرَ نُوْرًا اور چاند کو نور وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ اور مقرر کی ہیں اس کیلئے منزلیں لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ تاکہ جان لو تم سالوں کی گنتی اور حساب مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے آیتیں لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کیلئے جو جانتی ہے اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ بیشک رات اور دن کے

بدلنے میں وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ البتہ نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو پرہیزگار ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اور راضی ہو گئے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور وہ مطمئن ہو گئے ہیں اس زندگی پر وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں اُولٰٓئِکَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ یہی لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ بسبب اس کے جو وہ کماتے رہے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ رب تعالیٰ ان کو ہدایت پر قائم رکھے گا ان کے ایمان کی وجہ سے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی ان کے نیچے سے نہریں فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغوں میں دَعْوٰهُمْ فِیْهَا اور پکار ان کی ان باغوں میں سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ اے اللہ تیری ذات پاک ہے وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ اور ملاقات ان کی اس کے اندر سلام ہوگا وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اور ان کی آخری دعا ہوگی اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت سمجھانے کیلئے مخلوق کی توجہ مختلف چیزوں کی

طرف دلائی اور اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کو سمجھو۔ ارشاد ہے..... هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وہی اللہ ہے جس نے بنایا ہے سورج کو روشن۔ سورج کی روشنی کا فائدہ ساری دنیا جانتی ہے۔ یہاںتک کہ چھوٹے بچے بھی سمجھتے ہیں۔ کوئی شخص سورج کی روشنی سے اور اس کے ذریعے فصلوں، میوے اور پھلوں کے پکنے سے انکار نہیں کرسکتا۔ وَّالْقَمَرَ نُوْرًا اور چاند کو نور بنایا ہے وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ اور مقرر کی ہیں اس کیلئے منزلیں۔ ۲۹ یا ۳۰، کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ تاکہ جان لو تم سالوں کی گنتی اور حساب۔ دنیا میں دو قسم کے حساب ہیں۔ ایک کا تعلق سورج کیساتھ اور ایک کا چاند کیساتھ ہے۔ جنوری، فروری، مارچ، اپریل وغیرہ کا تعلق سورج کیساتھ ہے اور جیٹھ، ہاڑ، ساون وغیرہ جو ہندی مہینے ہیں ان کا تعلق بھی سورج کیساتھ ہے اور جو اسلامی مہینے ہیں محرم، صفر، ربیع الاول وغیرہ یہ چاند کے لحاظ سے ہیں۔ ہماری عبادات کا تعلق دونوں کیساتھ وابستہ ہے۔ مثلاً رمضان المبارک کا مہینہ ہے اس کا تعلق چاند کیساتھ ہے۔ رمضان المبارک کا چاند چڑھے گا تو لوگ روزہ رکھیں گے، شوال کا چاند طلوع ہوا تو ہم نے عید کرلی۔ اسی طرح ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوگا تو حج کے احکام کی تیاری ہوگی اور نو ذوالحجہ کو حج ہوگا۔ ہماری نمازوں کے اوقات، روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا تعلق سورج کیساتھ ہے۔ آج ہم نے جس وقت پر نماز پڑھی ہے چند دن کے بعد نماز کا وقت آگے کرنا پڑے گا تو چونکہ ہماری عبادات کا تعلق چاند اور سورج کے حساب سے ہے اس لئے فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ حساب کا علم جاننا فرض کفایہ ہے۔ اگر کسی جگہ کے مسلمانوں کو ان کا حساب نہیں آتا تو وہاں کے سارے لوگ گنہگار ہیں۔ لیکن اگر کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ان کو چاند سورج کے حساب کا علم ہے تو باقی لوگ گناہ سے بچ جائیں گے۔ جیسے

تبلیغ فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے کہ ہر بندے پر فرض ہو۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ افراد تبلیغ کر رہے ہیں تو باقی گناہ سے بچ جائیں گے اور اگر کسی مقام پر کوئی بھی تبلیغ نہیں کرتا تو سارے گنہگار ہیں۔ بہر حال چاند کے حساب کو، سورج کے حساب کو یاد رکھنا ہے کیونکہ ہماری عبادات اس پر موقوف ہیں کہ کس وقت صبح صادق ہوگی؟ اشراق کس وقت پڑھنی ہے؟ سورج کس وقت غروب ہوگا کہ مغرب پڑھنی ہے، روزہ افطار کرنا ہے۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو مگر حق کیساتھ۔ سورج بھی تمہارے فائدے کیلئے ہے اور چاند بھی تمہارے فائدے کیلئے ہے۔ دنیا کی ہر چیز تمہارے فائدے کیلئے ہے یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے آیتیں اس قوم کیلئے جو جانتی ہے، علم سے فائدہ حاصل کرتی ہے اور جس نے آنکھیں بند کر لی ہیں اس کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے چاند سورج کا انعام ہونا بتایا ہے آگے قدرت کی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ بیشک رات اور دن کے بدلنے میں۔ رات بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے وَالنَّوْمَ سُبَاتًا۔ اگر چند دن آدمی کو نیند نہ آئے تو کلی طور پر پاگل ہو جائے گا یا نیم پاگل تو ضرور ہو جائیگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں نیند کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ ہر وقت سویا رہے۔ نہ نماز روزے کا خیال ہو، نہ ڈیوٹی کا خیال ہو۔ اپنے وقت پر سونا نعمت ہے اور اپنے وقت پر جاگنا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین میں۔ چاند، سورج، ستارے بیشمار چیزیں آسمانوں میں پیدا کی ہیں اور زمین میں پہاڑ، میدان، دریا، درخت، انسان، حیوان، کیڑے مکوڑے، پھل فروٹ، اناج، عجیب قسم کے پھول،

ترکاریاں اور فصلیں پیدا فرمائی ہیں۔ یہ تمام چیزیں لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ البتہ نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو پرہیزگار ہے۔اس کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں اور اس کے انعامات ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا بیشک وہ لوگ جونہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی یعنی قیامت کے قائل نہیں ہیں وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اور راضی ہو گئے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر وَاطْمَاَنُّوْا بِھَا اور وہ مطمئن ہو گئے ہیں اس زندگی پر۔اس طرح کہ نہ نماز کا خیال ہے، نہ حلال حرام کی پرواہ ہے۔بس یہی خیال ہے کہ دنیا آئے چاہے جس طرح آئے۔قرآن اس کی تردید کرتا ہے،حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔اور ایک ہے فرائض واجبات کا خیال رکھتے ہوئے جائز طریقے سے مال کمانا اور یہ بات میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ اس سے شریعت نہیں روکتی ، جائز ملازمت ہے،مزدوری ہے،صنعت وزراعت ہے۔جائز قسم کے جتنے بھی پیشے ہیں سب صحیح ہیں وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمُ النَّارُ یہی لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔یعنی جو لوگ قیامت کی امید نہیں رکھتے دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہیں اور آخرت کی فکر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے غافل ہیں۔ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔کیوں؟ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ بسبب اس کے جو وہ کماتے رہے ہیں۔اس کا پھل ان کو ملے گا۔ہر آدمی اس بات کو جانتا ہے۔شاعر کہتا ہے......

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو از جو

"بندے عمل کے نتیجے سے غافل نہ ہو گندم بوئے گا گندم کاٹے گا،جو بوئے گا جو کاٹے گا۔"نیکی کرے گا اس کا پھل پائے گا،بدی کرے گا اس کا پھل پائے گا۔لیکن

معاف کرنا آج ہمارا ذہن کچھ ایسا بن گیا ہے کہ بوتے کچھ ہیں اور امید کسی اور کی رکھتے ہیں۔ بلکہ بوتے کچھ بھی نہیں اور کہتے ہیں کاٹیں گے سب کچھ، عمل کے قریب نہیں جاتے اور امیدیں یہ ہیں کہ ہمیں جنت میں سب کچھ ملے گا، جنت کے ہم وارث ہیں۔ جو آدمی کبھی نماز روزے کے قریب نہیں گیا مرنے کے بعد اس کو بہشتی کہتے ہیں۔ غافلوں کے برعکس فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے کیونکہ محض دعویٰ ایمان سے کچھ نہیں بنتا ساتھ اچھے عمل بھی چاہئیں یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ رب تعالیٰ ان کو ہدایت پر قائم رکھے گا اور ان کو پہنچائے گا ان کے ایمان کیوجہ سے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغوں میں۔

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ :

وہاں نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی اور خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی، جنت کا درخت نہ تو کبھی سوکھے گا اور نہ ہی اس کا پھل کبھی ختم ہوگا نہ اس کے پتے جھڑیں گے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ: ۳۳،۳۴] ''نہ وہ قطع کئے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔'' پھل توڑے گا دوسرا لگ جائے گا، پینے کیلئے جنت میں نہریں ہونگی، شراب طہور کی اور دودھ کی نہریں ہونگی، خالص پانی کی نہریں ہونگی، شہد کی نہریں اور رقبہ اتنا وسیع ہوگا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک ایک جنتی کو اتنا زیادہ رقبہ ملے گا کہ ایک ایک مکان ساٹھ ساٹھ میل میں پھیلا ہوا ہوگا، اس میں بے شمار کمرے ہونگے ان میں قالینیں بچھی ہوئی ہونگی، تکیے لگے ہوئے ہوں گے۔ نہ وہاں کسی کے سر درد ہوگا، نہ پیٹ درد، نہ بخار بغیر محنت اور مشقت کے سب کچھ ملے گا جو خواہش کریں گے پوری ہوگی اگر وہاں اپنے کسی دوست کو

ملنے کی خواہش کریں گا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی وقت اڑ کے اس کے پاس پہنچ جائے گا ایک لمحہ کی تاخیر نہیں ہوگی دَعْوٰهُمْ فِيْهَا اور پکار ان کی جنت کے باغوں میں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی، اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ تسبیح غیر ارادی طور پر جنتیوں کی زبان پر جاری ہو جائے گی۔ جس طرح سانس انسان کو الہام کیا گیا ہے کہ ہم ہر وقت سانس لیتے رہتے ہیں، سوتے ہوئے، جاگتے ہوئے، چلتے پھرتے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے اور تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہاں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ بغیر کسی تکلیف کے ادا کرتے رہیں گے۔ وہاں تکلیفی زندگی نہیں ہے۔ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ اور ملاقات ان کی اس کے اندر سلام ہوگا۔ جنتی آپس میں ملاقات کریں گے، جی آیاں نوں کریں گے تو کہیں گے سَلٰامٌ عَلَيْكُمْ فرشتے بھی سلام کریں گے، جنت میں حوریں بھی ملیں گی اور غلمان جنتی بچے ملیں گے خدمت کیلئے، پروردگار کی طرف سے بھی سلام ہوگا سَلٰامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ [سورۃ یٰسین] جنت میں داخلے کے وقت سے ہی سلام شروع ہو جائے گا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ [سورۃ الزمر: ۷۳] ''اور کہیں گے اس کے داروغے سلام ہو تم پر، خوش رہو داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے والے'' وہاں کوئی خطرہ نہ فکر ہوگی، نہ کوئی بیماری نہ کوئی جھگڑا، پوری جنت میں ایک تھانیدار بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ دلوں سے اللہ تعالیٰ کدورت نکال دیں گے دل شیشے کی طرح صاف ہونگے۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی راحت اور آرام کیساتھ نصیب ہوگی۔ جنتی جب مجلس برخاست کریں گے تو وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور ان کی آخری دعا ہوگی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اور اگر اللہ تعالیٰ جلدی کرے لوگوں کیلئے برائی کو اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ تو البتہ فیصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا فَنَذَرُ الَّذِيْنَ پس ہم چھوڑتے ہیں ان لوگوں کو لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ وہ اپنی سرکشی میں سرگردان ہو رہے ہیں وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ تو وہ پکارتا ہے ہمیں اپنے پہلو کے بل اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا یا بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ پس جب ہم کھول دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف کو مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ تو وہ گذرتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ

کسی تکلیف کی طرف جو اس کو پہنچی تھی کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ اسی طرح مزین کیا گیا ہے مسرفوں کیلئے مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ جو کچھ کیا کرتے تھے وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا الْقُرُوْنَ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا ہے کئی قوموں کو مِنْ قَبْلِکُمْ تم سے پہلے لَمَّا ظَلَمُوْا جب کہ انہوں نے ظلم کیا وَجَاءَ تْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کیساتھ وَمَا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا اور نہیں تھے وہ لوگ کہ وہ ایمان لاتے کَذٰلِکَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوم کو ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ پھر ہم نے بنایا تم کو نائب زمین میں مِنْ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔

پچھلے درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جب دوزخ اور نار کا لفظ آتا تو قیامت کے منکر کہتے تھے کہ جو دوزخ اور آگ تم نے ہمارے لئے رکھی ہوئی ہے وہ لے آؤ نا، جلدی کرو! جزا سزا کا مذاق اڑاتے ہوئے ایک بے ایمان ہندو شاعر کہتا ہے کہ

ملے گی شیخ کو جنت ہمیں دوزخ عطا ہو
بس اتنی بات ہے جس کیلئے دوزخ بپا ہو

یعنی یہ بھی کوئی کام ہے۔ بھائی یہ تھوڑی بات ہے کہ رب تعالیٰ تجھے دوزخ میں ڈالے اور شیخ کو، نیک کو جنت میں بھیجے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے کہ ہر ایک کو عمل کے مطابق اس کے انجام تک پہنچایا جائے۔

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے مطالبے پر شر بھیج دے تو کوئی نہ بچے :

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اور اگر اللہ تعالیٰ جلدی کرے لوگوں کیلئے برائی کو۔ خیر کو شر سے بدل دے اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو۔ مال مانگتے ہیں، اولاد مانگتے ہیں، صحت مانگتے ہیں، دنیا کی ترقی مانگتے ہیں اور رب تعالیٰ ان کو دیتا ہے۔ تو جسطرح وہ رب تعالیٰ سے خیر مانگتے ہیں اسی طرح اگر رب تعالیٰ ان کو شر دیدے تو لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ تو البتہ فیصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا کہ زندگی کی میعاد ختم کر دی جائے مگر نہیں۔ رب تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے ایک وقت مقرر فرمایا ہے ہر آدمی کو رب تعالیٰ نے ایک وقت دیا ہے۔ ہر قوم کیلئے ایک وقت ہے وقت آنے پر سب کچھ ہو گا۔ ان کی جلدی مانگنے سے قیامت برپا نہیں ہو گی اور نہ ان کے انکار کرنے سے ٹل سکتی ہے۔

مشرکین مکہ توحید کی مخالفت میں اس حد تک آگے جا چکے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کہا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [سورۃ الانفال: ۳۲] ''اے اللہ اگر یہ بات حق ہے تیری طرف سے تو پھر برسا دے ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے یا لے آ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب۔'' تاکہ میدان تیرے پیغمبر کیلئے صاف ہو جائے۔ مگر رب تعالیٰ بڑا حکیم ہے وہ اپنی باتوں کو خود ہی سمجھتا ہے، وہ اپنے افعال میں کسی کا پابند نہیں ہے اور بندوں کو اس کے فیصلوں پر راضی ہونا چاہئے۔

حدیث پاک میں ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد اور مال کیلئے بددعا نہ کرو ہو سکتا ہے کہ وہ قبولیت کا وقت ہو اور تمہاری بددعا قبول ہو جائے۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ

لَا یَتَمَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ ''تم میں سے کوئی آدمی موت کی تمنا نہ کرے۔'' تکالیف اور پریشانیوں سے تنگ آ کر کیونکہ رب تعالیٰ کا ایک فیصلہ ہے کہ فلاں نے فلاں وقت میں مرنا ہے اور یہ اس سے پہلے موت مانگ رہا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ رب تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہیں ہے۔حالانکہ مومن وہ ہے جو رب تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو اور اگر خواہ مخواہ کوئی مجبوری ہے تو ان لفظوں کیساتھ دعا کرے اے پروردگار! اگر میرے لئے زندگی بہتر ہے تو مجھے زندگی عطا فرما اور اگر تیرے علم میں میرے لئے موت بہتر ہے تو مجھے موت دیدے، رب تعالیٰ کے حوالے کردے اپنی رائے نہ دے۔تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ جلدی کر دے لوگوں کے لئے برائی کو جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو تو البتہ فیصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا، زندگی ختم کر دی جائے۔فَنَذَرُ الَّذِیْنَ پس ہم چھوڑتے ہیں ان لوگوں کو لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، قیامت پر ان کا ایمان نہیں ہے فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں مصلح بھیجے :

اللہ تعالیٰ نے سمجھانے اور اصلاح کرنے کیلئے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں ہیں اور ہر دور میں حق کی آواز پہنچانے والے بھی بھیجے ہیں۔کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے تک حق نہیں پہنچا۔خصوصاً اس دور میں کہ ذرائع ابلاغ اور مواصلات نے دنیا کو ایک مٹھی (Galobal-Village،گلوبل وِلیج) کر دیا ہے۔لیکن اگر کوئی شخص ضد کی وجہ سے اپنے غلط نظریات کو نہ چھوڑنا چاہے تو اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ایسے شخص کو تو رب تعالیٰ کے پیغمبر بھی نہیں منوا سکے۔نوح علیہ السلام کا بیٹا ضد پر اڑ گیا، صدیاں گذر گئیں نہیں منوا سکے، نوح علیہ السلام کی بیوی ضد پہ اڑ گئی کلمہ نہیں پڑھا۔نوح علیہ السلام جیسا اولوالعزم پیغمبر اپنی

بیوی کو کلمہ نہیں پڑھا سکا کیونکہ ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ بس یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ حق کے مقابلہ میں کسی کے سینے میں ضد نہ پیدا فرمائے۔ کیونکہ ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہوگئی تو اس کو حق سمجھ نہیں آئے گا چاہے وہ سارے معجزے دیکھ لے۔ دیکھو چودھویں کا چاند تھا اور کافروں کا خاصا مجمع تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم تیرے اوپر ایمان لے آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ کام تو رب تعالیٰ کا ہے میں تو نہیں کر سکتا لیکن اگر اللہ تعالیٰ ایسا کر دے تو ایمان لے آؤ گے؟ کہنے لگے کیوں نہیں لائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے اس طرح ہاتھ سے اشارہ کیا۔ چاند کا ایک ٹکڑا مشرق کی طرف چلا گیا اور دوسرا مغرب کی طرف اور سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ماننے کی بجائے کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ [سورۃ القمر: ۲] "یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔" وَ كَذَّبُوْا "اور جھٹلایا انہوں نے" تو ضد بری چیز ہے۔ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف، دکھ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا تو وہ پکارتا ہے ہمیں پہلو کے بل یا بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان جب کسی بیماری اور تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو ہمیں پکارتا ہے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ پس جب ہم کھول دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ تو وہ گذرتا ہے چلتا پھرتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ کسی تکلیف کی طرف جو اس کو پہنچی تھی۔ بیمار ہوتا ہے، زندگی سے مایوس ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے رب تعالیٰ کو پکارتا ہے کہتا ہے اے اللہ! مجھے صحت دیدے، میری بیماری دور کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ صحت یاب کر دیتے ہیں اور چلنے پھرنے لگتا ہے تو اس طرح پھرتا ہے کہ گویا اس کو کبھی اللہ تعالیٰ کی ضرورت پڑی ہی نہیں ہے۔ یہ انسان کی خصلت اور عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اسی طرح مزین کیا گیا ہے مسرفوں کیلئے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ برے کام کرتے ہیں برے کاموں پر راضی ہیں، اچھے کاموں سے انہیں نفرت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسرفین سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے بروں کے انجام کا ذکر فرمایا ہے وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قرن کے عربی لغت میں بہت سے معانی آئے ہیں مثلاً ایک معنیٰ اس کا صدی ہے۔ دوسرا معنیٰ جماعت اور آدمیوں کا گروہ ہے وغیرہ۔ اس مقام پر قرن کا معنیٰ جماعت ہے اور قرون کا معنیٰ جماعتیں۔ ترجمہ ہوگا اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا ہے کئی جماعتوں اور قوموں کو تم سے پہلے۔ نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، آل فرعون وغیرہ کو لَمَّا ظَلَمُوْا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اللہ تعالیٰ کے حق میں کہ اس کیساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا کیونکہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ "بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔" اور بندوں پر بھی انہوں نے بڑا ظلم کیا زیادتی کی تو جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں وہ بیچارے بے خبری میں نہ مارے گئے ہوں ان کو کسی شے کا علم نہ ہو، جائز ناجائز کا، حلال حرام کا، ایمان اور شرک کا؟ فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف قوم کی بولی میں سمجھانے والا بھیجا اور بڑے عرصے تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کو سمجھایا حجت مکمل فرمائی عموماً غیر قوم کا نبی نہیں بھیجا انہی میں سے بھیجا تاکہ یہ نہ کہیں کہ ہم اس کی بولی نہیں سمجھتے تھے لیکن وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اور نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے، کفر پر ڈٹے رہے كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوم کو۔ تم جرم کرو گے تو تم بھی

سزا پاؤ گے۔ان قوموں کی ہلاکت کے بعد ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ پھر بنایا ہم نے تم کو نائب زمین میں ۔اے اس وقت زمین میں رہنے والو!ان کے بعد تمہیں زمین میں نائب اور خلیفہ کیوں بنایا مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات اس لئے بیان فرمائے ہیں تا کہ کوئی بے خبری میں نہ رہے اور کل رب تعالیٰ کی عدالت میں یہ نہ کہہ سکے کہ میں جاہل تھا، بے خبری میں تھا مجھے کچھ معلوم نہ تھا لہذا میں بے قصور ہوں ۔تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر، کتابیں اور اہل حق بھیج کر حجت پوری کردی۔

۞۞۞

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ صاف صاف قَالَ الَّذِیْنَ تو کہتے ہیں وہ لوگ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ لے آ کوئی قرآن اس کے علاوہ اَوْ بَدِّلْهُ یا اس کو تبدیل کردے قُلْ آپ کہہ دیں مَا یَكُوْنُ لِیْٓ نہیں ہے مجھے کوئی اختیار اَنْ اُبَدِّلَهٗ یہ کہ تبدیل کروں اس کو مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اپنی طرف سے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف اِنِّیْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کے عذاب سے قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ نہ تلاوت کرتا میں اس قرآن کی تم پر وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ اور نہ پروردگار تمہیں بتاتا یہ قرآن فَقَدْ

لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا پس بیشک میں ٹھہر چکا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ مِّنْ قَبْلِہٖ اس سے پہلے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم نہیں سمجھتے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو اِنَّہٗ لَایُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ نہیں فلاح پائیں گے مجرم۔

اس سے پہلے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ان کے پاس واضح دلائل لیکر آئے لیکن وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے زمین میں تمہیں ان کا نائب اور خلیفہ بنایا تاکہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لیکن لوگوں کی ضد کا حال یہ ہے کہ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان لوگوں پر ہماری آیتیں صاف صاف۔ کیونکہ ان کی زبان بھی عربی تھی اور قرآن کریم بھی عربی میں تھا اس لئے مطلب اور مفہوم کو سمجھتے تھے۔

قرآن کریم لغتِ قریش پر نازل ہوا ہے :

یہاں پر ایک ضروری بات سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ قرآن کریم قریش کی لغت اور زبان میں ہی نازل ہوا ہے۔ دوسرے علاقوں کی زبانوں میں کچھ فرق تھا جس طرح یہاں کی پنجابی اور ہے، میانوالی کی اور ہے اور ملتان کی اور ہے۔ اسی طرح علاقے علاقے کی پشتو کا فرق ہے۔ تو دوسرے قبیلوں اور قریش کی لغت میں زبر زیر کا کچھ فرق تھا۔ مثلاً قریش پڑھتے ہیں یَعْلَمُوْنَ ''ی'' کی زبر کیساتھ اور دوسری بولی والے پڑھتے یِعْلَمُوْنَ 'ی' کی زیر کیساتھ۔ تو انہوں نے کہا حضرت ہماری بولی کچھ اور ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دیدی کہ تم اپنی بولی میں قرآن پاک پڑھ لیا کرو معنیٰ نہیں بدلے گا۔ بعض لوگ یِقْصِدُ میں

صادؑ کی جگہ ُسینؑ پڑھتے تھے۔فرمایا پڑھ لیا کرو معنٰی میں فرق نہیں آئے گا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا یہانتک کہ حضرت عثمان ﷜ کا دور آیا۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روس کے علاقہ آذر بائیجان اور آرمینیا میں جنگیں جاری تھیں جہاد ہو رہا تھا مجاہدین کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ایک نے پڑھا یَعْلَمُوْنَ ُیؑ کے فتحہ کے ساتھ۔دوسرے نے کہایِعْلَمُوْنَ ہے ُیؑ کے کسرہ کے ساتھ۔اوراس پر خاصا اصرار اور تکرار ہوا۔جسطرح یہاں ضاد، داد کا جھگڑا ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ پڑھے تو اس کیساتھ لڑائی شروع کر دیتے ہیں کہ تو نے دالّین کیوں نہیں پڑھا؟ اور اگر ان سے پوچھو کہ تمہارا ضلع کون سا ہے تو ضلع کہیں گے دِلّع نہیں کہیں گے ،وضو کہتے ہیں ودو نہیں کہتے ،رمضان کہتے ہیں رمدان نہیں کہتے ،فضیلت کہتے ہیں فدیلت نہیں کہتے ،ناراض کہتے ہیں ناراد نہیں کہتے ،اگر کسی کو مرض لگ جائے تو یہ نہیں کہتا کہ مجھے مرد لگ گیا ہے۔لیکن وَلَا الضَّالِّیْنَ پر جھگڑ پڑتے ہیں کہ مولوی صاحب تو نے وَلَا الدَّالِیْن کیوں نہیں پڑھا؟ بھائی تم یہ لفظ روزمرہ بولتے ہو عرضی نویس کہتے ہو عردی نویس نہیں کہتے لیکن مولوی نے ضاد پڑھی ہے تو تم اس کے خلاف ہو گئے ہو۔تو خیر اسی طرح ان لوگوں کے درمیان یَعْلَمُوْنَ ،یِعْلَمُوْنَ پر جھگڑا ہو گیا۔لوگوں نے عثمان ﷜ سے شکایت کی حضرت قرآن پاک کی لغت میں جھگڑا ہوا ہے اَصْلِحْ آپ اس قوم کی اصلاح فرمائیں۔حضرت عثمان ﷜ چونکہ خلیفہ راشد تھے انہوں نے صرف قریش کی لغت رہنے دی اور باقی ساری لغتیں ختم کر دیں کہ قرآن کریم باقی لغتوں پر نہیں پڑھا جا سکتا تا کہ لڑائیاں ختم ہو جائیں۔اوران کی بات ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ وہ خلیفہ راشد ہیں۔امت کو فساد سے بچانے کیلئے انہوں نے یہ کام کیا ہے۔ یہ

ہمارے پاس جو قرآن ہے یہ لغت قریش کے مطابق ہے۔تو فرمایا وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ جب ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری آیتیں صاف صاف قَالَ الَّذِيْنَ کہتے ہیں وہ لوگ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ لے آ کوئی قرآن اس کے علاوہ اور اگر یہی قرآن رکھنا ہے تو اَوْ بَدِّلْهُ یا اس کو تبدیل کر دے، اس میں ترمیم کر دے۔

مشرکوں کو توحید سے چڑ تھی :

اس قرآن سے ان کو کیا تکلیف تھی اور اس میں وہ کیا ترمیم چاہتے تھے؟ اس کا ذکر اس مقام پر نہیں ہے۔اس کا ذکر دوسرے مقام پر ہے کہ وہ کیا تبدیلی چاہتے تھے۔سب سے پہلے وہ توحید کے مسئلہ میں تبدیلی چاہتے تھے سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ”بیشک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو تکبر کرتے ہیں۔“ یعنی جب ان کے سامنے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے تو اچھلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے سب خداؤں کی نفی کر دی ہے اور سورۃ ص آیت نمبر ۵ میں ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ”کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود؟ بیشک یہ عجیب چیز ہے۔“ یہ کہتا ہے کہ صرف ایک خدا ہے، صرف ایک حاجت روا ہے، صرف ایک مشکل کشا ہے، صرف ایک ہی فریاد رس ہے تو یہ جو ہمارے خدا ہیں یہ کدھر گئے؟ یاد رکھنا! قریش مکہ، مشرکین مکہ کو آنحضرت ﷺ کی ذات سے کوئی اختلاف نہیں تھا آپ کو تو وہ صادق وامین مانتے تھے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۳۳ میں ہے فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ”پس بیشک یہ لوگ نہیں جھٹلاتے آپ کو لیکن ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا

انکار کرتے ہیں۔'' ابوجہل نے آنحضرت ﷺ کے منہ پر کہا تھا لَانُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ بِالَّذِیْ جِئْتَ بِہٖ ''ہم تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن ہم جھٹلاتے ہیں اس کو جو آپ لیکر آئے ہیں۔'' جو آپ سبق پڑھاتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ تو وہ کہتے تھے کہ مسئلہ توحید میں ترمیم کر پھر ہم مانیں گے۔ جواب دیا گیا قُلْ آپ انکو کہہ دیں مَایَکُوْنُ لِیْ نہیں ہے مجھے کوئی اختیار اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ یہ کہ میں تبدیل کروں اس کو اپنی طرف سے۔ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اس نے نازل کیا ہے، جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے ہیں، میں اس میں تبدیلی کا قطعاً مجاز نہیں ہوں اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰۤی اِلَیَّ نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام میری طرف آتا ہے میں اس کی پیروی کرتا ہوں اس کو بدلنے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہی کلام پاک ہے جو لوح محفوظ میں وہاں سے جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے ہیں اور آپ ﷺ نے امت کے سامنے پیش کیا۔ الحمد للہ تعالیٰ آج ہمارے سامنے وہی قرآن کریم موجود ہے۔

حلال وحرام کا امتیاز صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

قرآن بنانا، شریعت بنانا پیغمبر کا کام نہیں۔ ابوجہل کی لڑکی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کیساتھ نکاح کا ارادہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو جویریہ کیساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کہنے لگے حضرت! ارادہ تو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا علی! اَلَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا ''جو چیز حلال ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا اور جو چیز حرام ہے میں اس کو حلال نہیں کر سکتا۔'' یہ رشتہ تیرے لئے حلال ہے مگر میں فاطمہ کا باپ ہوں اور بحیثیت باپ کے مجھے اپنی بیٹی کے متعلق کچھ فکر لاحق ہے۔ وہ یہ کہ میری بیٹی کا مزاج نرم

ہے اور ابو جہل کے خاندان کا مزاج سخت ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب گھر میں مزاج ایک جیسے نہ ہوں تو وہ گھر عذاب بنا رہتا ہے، ہر وقت لڑائی رہتی ہے۔ اگر کوئی نہ مانے تو اس کا کوئی علاج نہیں جسطرح میراثی کو کسی نے کہا تمہارا جھگڑا ختم کیوں نہیں ہوتا؟ کہنے لگا کہ ہم ایک دوسرے کی نوک جھوک کو سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اگر تو نے اس کے ساتھ نکاح کرنا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب طلاق کا لفظ سنا تو کہا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں اور نکاح نہیں کرونگا۔ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دنیا سے رخصت ہوئی ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور عورتوں کیساتھ نکاح کیا۔ تمام عورتوں سے اکیس لڑکے اور انیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بڑا گھرانہ تھا۔ تو کسی شے کو حلال حرام کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے پیغمبر کا کام نہیں ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا اس کیساتھ سلاد بھی تھی۔ جسطرح آج کل لوگ کھانے کے ساتھ سلاد پیش کرتے ہیں۔ اس میں پیاز، لہسن، مولیاں، ٹماٹر وغیرہ ہوتے ہیں۔ تو آپ نے باقی کھانا تو کھایا مگر سلاد نہ کھایا۔ کسی نے پوچھا حضرت کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کرسکتا لیکن اِنِّی اُنَاجِی مَنْ لَا تُنَاجُوْنَ "میں ان سے گفتگو کرتا ہوں جن سے تم گفتگو نہیں کرتے۔" یعنی میں فرشتوں سے گفتگو کرتا ہوں اور ان کے کھانے سے منہ سے بو آتی ہے اور فرشتے بو سے نفرت کرتے ہیں اور تمہاری طرف وحی تو نہیں آتی۔ تو فرمایا کہ میں اپنی طرف سے قرآن کریم میں ترمیم نہیں کرسکتا میں تو اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بیشک

میں ڈرتا ہوں اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے، مراد قیامت کا دن قُلْ آپ کہہ دیں لَوْشَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَاتَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ نہ تلاوت کرتا میں اس قرآن کی تم پر۔ رب چاہتا تو میرے اوپر نازل ہی نہ کرتا، مجھے نبی نہ بناتا، مجھے پڑھنے کا حکم نہ دیتا۔ کیونکہ نبی بنانا رب تعالیٰ پر لازم تو نہیں ہے یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے نبی بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، دنیا پیدا فرمائی۔ اس کا احسان ہے نہ پیدا کرتا تو اس کو کون پوچھ سکتا تھا۔ ایک وقت آئے گا کہ دنیا کو فنا کرے گا مگر فنا کرنا اس پر لازم نہیں ہے اس کی مرضی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے لازم اور واجب ہونے سے مجبور ہو جاتا ہے اور اختیار ختم ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ کسی شے میں مجبور نہیں ہے۔ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ اور نہ پروردگار تمہیں بتاتا یہ قرآن پاک۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے میں تو اس کا پیغمبر ہوں، اس کے حکموں کی تعمیل کرنے کیلئے آیا ہوں۔ اپنی طرف سے تبدیلی اور ترمیم کا اختیار نہیں رکھتا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ پس تحقیق میں ٹھہر چکا ہوں تمہارے اندر عمر کا ایک حصہ اس سے پہلے۔

حضور کی شرافت وصداقت کے سب قائل تھے :

چالیس سال کا عرصہ بڑا عرصہ ہوتا ہے اور وہ چالیس سال زندگی بھی ایسی کہ نہ ماں کی سرپرستی، نہ باپ، نہ دادا کی، نہ بھائی ہے، نہ بہن ہے، نہ مال و دولت ہے۔ ان حالات میں بچے عموماً آوارہ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہاں حالت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ کی گلیوں سے گزرتے تو کیا مکہ کے سردار اور کیا غلام، کیا مرد اور کیا عورتیں، سب آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ایسا شریف انسان ہم نے نہیں دیکھا اور مختلف علاقوں میں تجارت کیلئے جانے آنے والے لوگ یعنی جہاندیدہ لوگ جو کبھی یمن جا رہے ہیں، کبھی شام

کبھی کہیں اور کبھی کہیں، کہتے تھے کیسا انسان ہے کہ نگاہ پاک، دل پاک، زبان پاک اور پھر
اس زمانے میں کہ لوگ شراب اسطرح پیتے جسطرح یہاں لسی اور چائے پیتے ہیں اور اس
پینے کو کوئی عیب نہیں سمجھتا۔ لیکن کیا مجال کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر کبھی ایک قطرہ بھی آیا
ہو۔ باوجود اس کے کہ اس وقت شراب حلال تھی اور عقیدے کی مخالفت کے باوجود لوگ
امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے۔ اور مشرکوں کے بڑوں کی خیانت کا یہ عالم تھا کہ
غسان کے بادشاہ نے کسی اہم کام کیلئے منت مانی تھی کہ اگر میرا کام ہو گیا تو میں سونے کا
ہرن کعبۃ اللہ کیلئے نذرانہ پیش کروں گا۔ رب تعالیٰ نے اس کا کام کر دیا۔ اس نے سونے کا
ہرن تیار کرا کے بھیج دیا۔ اس کے کارندے لیٹ پہنچے لوگ آرام کر رہے تھے۔ متولیوں میں
آپ ﷺ کا حقیقی چچا ابولہب بھی تھا، یہ موجود تھا اس کو انہوں نے کہا کہ یہ کعبۃ اللہ کا نذرانہ
ہے ہم سے وصول کر لو اور کعبۃ اللہ کی ضروریات پر صرف کر لو کیونکہ ہم نے جلدی واپس جانا
ہے۔ ابولہب نے وہ سونے کا ہرن وصول کیا اور ہڑپ کر گیا۔ اس کا دھواں تک نہ نکلنے
دیا۔ اتنے بد دیانت تھے اور ادھر دیکھو کہ زندگی پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم
نہیں سمجھتے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص
سے جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو۔
اللہ تعالیٰ پر افتراء یہ ہے کہ کوئی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا
ہے، میں تو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہوں، میں اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں باندھ رہا اور نہ ہی میں
قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف غلط منسوب کر رہا ہوں بلکہ من وعن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ
نے میری طرف نازل فرمایا ہے وہی قرآن میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میں اگر
اللہ تعالیٰ کا پیغمبر نہ ہوتا میرے اوپر قرآن کریم نازل نہ ہوتا اور میں یہ دعویٰ کرتا تو میرے

سے بڑا کوئی ظالم نہیں تھا اور یہ تو نہیں ہے لہذا اب تمہارے سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے کہ تم رب تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہو۔ فرمایا ایک علامت بھی تمہیں بتلا دیتے ہیں اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ نہیں فلاح پائیں گے مجرم۔ مجرم لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکتے معلوم ہو جائے گا کہ کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے۔ اگر مجھے کامیابی حاصل ہوئی اور ہو گی کہ چند سالوں میں سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ جائے گا تو پھر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ مجرم کون ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾

وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا اس مخلوق کی لَا يَضُرُّهُمْ جو ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی وَلَا يَنْفَعُهُمْ اور نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس قُلْ آپ کہہ دیں اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ کیا تم بتاتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِمَا وہ چیز لَا يَعْلَمُ جس کو وہ نہیں جانتا فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِى الْاَرْضِ اور نہ زمین میں سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ان چیزوں سے جن کو اس کے ساتھ شریک بناتے ہو وَمَا كَانَ النَّاسُ اور نہیں تھے لوگ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً مگر ایک ہی گروہ فَاخْتَلَفُوْا پس انہوں نے اختلاف کیا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتی ایک بات سَبَقَتْ جو طے ہو چکی ہے مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے لَقُضِىَ

بَیْنَھُمْ تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا فِیْمَا ان چیزوں میں فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں وَیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے فَقُلْ پس آپ کہہ دیں اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ پختہ بات ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کیلئے ہے فَانْتَظِرُوْا پس تم انتظار کرو اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

توحید بنیادی عقیدہ :

قرآن پاک کے بنیادی اصول اور بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ توحید بھی ہے۔ یعنی قرآن کریم میں جو اصول اور عقائد بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک اصل عقیدہ توحید ہے۔ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات اور افعال میں وحدہٗ لاشریک سمجھا جائے اور، کسی فرشتے، کسی پیغمبر، کسی ولی اور شہید کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال میں شریک نہ سمجھا اور یہ بات بھی ذہن میں بٹھائیں کہ جس طرح توحید ایک بنیادی عقیدہ ہے اسی طرح شرک کا رد بھی بنیادی عقیدہ ہے۔ کیونکہ جب تک شرک کا رد نہیں کیا جائے گا توحید سمجھ نہیں آئے گی۔ چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ایک مغالطے کو بیان فرمایا ہے اور ان کے عقیدہ کا رد فرمایا ہے اور یہ مغالطہ عامۃ الورود ہے جس میں پہلے زمانے کے مشرک بھی مبتلا تھے اور آج کل کے مشرک بھی۔ وہ یہ کہ جب مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ تم غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کیوں دیتے ہو، ان کے نام کے چڑھاوے کیوں چڑھاتے ہو؟ یہ کوئی رب ہیں؟ ان کی کیوں پوجا پاٹ کرتے ہو تو وہ کہتے

ہیں کہ ہم کی ان پوجا پاٹ خدا سمجھ کر نہیں کرتے، نہ وہ خدا ہیں اور نہ ہی ہم ان کو رب مانتے ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ اور ولی ہیں، نیک اور پرہیزگار ہیں اور ہم بڑے گنہگار ہیں ہماری اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی اور پہنچ نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ہماری وہاں تک پہنچ نہیں ہے یہ رب تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ رب تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے ہماری سیڑھیاں ہیں۔ پھر مثال دیتے ہیں کہ دیکھو رعیت کا کوئی آدمی بادشاہ کو بغیر واسطہ کے نہیں مل سکتا وہ ملنے کیلئے رابطہ تلاش کرے گا، ڈی سی کا، کمشنر کا، وزیر اعلیٰ کا، گورنر کا، پھر کہیں وہ بادشاہ تک پہنچے گا ان کی سفارش کیساتھ۔ تو ہم جو فرشتوں، نبیوں، شہیدوں اور ولیوں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور ان کے نذر و نیاز دیتے ہیں تو اس لئے کہ یہ ہم سے راضی اور خوش ہو کر رب تعالیٰ کے آگے ہماری سفارش کریں اور {''یہ بات ان میں سے وہ کرتے ہیں جو چالاک اور سمجھ دار ہیں۔ ورنہ جو عام ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیارات دیئے ہوئے ہیں ان کے پاس خدائی اختیارات ہیں یہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو ہم اس لئے ان کو خوش رکھتے ہیں تاکہ یہ ہم کو فائدہ پہنچائیں اور نقصان سے بچائیں۔'' نواز بلوچ}

سفارش کے متعلق بھی سمجھ لیں کہ......

اقسامِ سفارش:

سفارش دو قسم پر ہے۔ ایک ماتحت الاسباب سفارش کرنا اور ایک مافوق الاسباب سفارش کرنا ہے۔ ماتحت الاسباب کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی زندہ موجود ہیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ فلاں میرا کام کر دے تو یہ دوسرا جو دعا کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کے آگے سفارش ہے

اور ماتحت الاسباب ہے یہ شرعاً جائز ہے اور یہ دعا اپنے سے بڑے سے بھی کرائی جاسکتی ہے اور چھوٹے سے بھی۔ چند دن پہلے تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ عمرہ کرنے کیلئے تشریف لے جارہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا یَا اُخَیَّ لَا تَنْسِنَا فِیْ دُعَائِکَ ''اے میرے چھوٹے بھائی! اپنی دعا میں مجھے نہ بھولنا۔'' یہ ماتحت الاسباب سفارش ہے اور ایک ہے مافوق الاسباب سفارش۔ کہ ایک آدمی موجود نہیں ہے، سامنے نہیں ہے، اس کو کہے کہ تو رب تعالیٰ کے آگے سفارش کر دے میرا کام کر دے۔ مثلاً کوئی کہے کہ اے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں کہ وہ میرا فلاں کام کر دے۔ اب دیکھو! شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہم سے ہزروں میل دور بغداد میں اپنی قبر کے اندر موجود ہیں۔ یہاں پر جو شخص یہ کہے گا تو وہ چند چیزوں کا نظریہ رکھتے ہوئے یہ کہے گا۔

۱)......اس کا یہ عقیدہ ہوگا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حاضر و ناظر ہیں مجھے دیکھ رہے ہیں اور میری بات سن رہے ہیں۔ یا

۲)......یہ نظریہ رکھے گا کہ وہ عالم الغیب ہیں جب میں ان کو پکارتا ہوں تو میری بات کو سنتے اور جانتے ہیں اور

۳)......اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ نظریہ بھی رکھے گا کہ وہ تصرف فی الامور پر بھی قادر ہیں کہ میری بات سن کر آگے پہنچائیں گے۔

تو یہ مافوق الاسباب سفارش ہے اور یہی شرک کی بنیاد ہے۔

فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یَکْفُرُ ''جس شخص نے کہا بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہوا۔''

حالانکہ فقہاء کرام کا طبقہ بڑا محتاط طبقہ ہے۔ بلکہ مسائل کے متعلق شاید ہی کوئی اتنی احتیاط کرتا ہو۔ کتنا محتاط طبقہ ہے؟

فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک کلمہ بولا جس کے سو معانی بن سکتے ہیں اور سو میں سے ایک معنٰی اسلام کا ہے اور ننانوے کفریہ ہیں تو کہنے والے کو کافر نہ کہو کہ ممکن ہے اس نے اسلام والا معنٰی مراد لیا ہو یعنی وہ ایک فیصد احتمال کو بھی رد نہیں کرتے۔ اتنے محتاط لوگ ہیں۔ لیکن ساتھ فرماتے ہیں کہ اگر بولنے والا شخص کفر کا معنٰی متعین کر لے کہ میری مراد یہ ہے تو پھر وہ کافر ہے اور اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے۔ یہ جو صلح کلی قسم کے لوگ ہوتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ کافر کو بھی کافر نہ کہو۔ کیوں نہ کہیں کافر کو کافر، نہ کہنے والا تو خود کافر ہو جاتا ہے تو کافر کو کافر نہ کہہ کر خود کافر بنیں؟

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا عمل بیان فرمایا ہے وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے۔ وہ عبادت کبھی نذر و نیاز کی شکل میں ہے، کبھی سجدہ کرنے کی شکل میں ہے، کبھی طواف کرنے کی شکل میں ہے اور کبھی گیارہویں کی شکل میں ہے۔ غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دینا یہ بھی اس کی عبادت کرنا ہے مَا لَا يَضُرُّهُمْ اس مخلوق کی جو ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی وَلَا يَنْفَعُهُمْ اور نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے کیونکہ نفع اور ضرر کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کسی کو نفع نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [الاعراف: ۱۸۸] اور فرمایا ان کو بھی سنا دیں اِنِّىْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ الجن: ۲۱] "میں تمہارے لیے نفع

نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' جب آنحضرت ﷺ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو

؎ دیگراں چہ رسد

دوسرا کون ماں کا لال ہے جس کو یہ اختیار ہو۔ تو یاد رکھنا! نہ فرشتے نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ پیغمبر، نہ صحابہ، نہ شہید، نہ ولی، نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تو مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے مختلف شکلوں میں، کبھی طواف، کبھی غلاف چڑھاتے کبھی دیگیں اتارتے، کبھی بکرے چھترے کا چڑھاوا اور کہتے تھے کہ یہ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [سورۃ زمر: ۳] ''نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچا دیں گے۔'' یہ رب نہیں ہیں وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اور وہ کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔ مافوق الاسباب جو سفارش ہے یہی شرک ہے۔ فتاویٰ بزازیہ، البحر الرائق وغیرہ جو فقہ کی مستند کتابیں ہیں ان میں یہ جزیہ موجود ہے کہ مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ ''جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ کافر ہے۔'' یہ بزرگوں کے متعلق حاضر و ناظر کا عقیدہ کفریہ ہے۔ اور بریلویوں میں کوئی ہوگا جس کا یہ نظریہ نہ ہو ورنہ سب کا یہی نظریہ ہے۔ اور بزرگوں کے بارے میں علم الغیب اور مختار کل کا نظریہ بھی رکھتے ہیں ان کی صلاتوں میں تم یہ جملہ بھی سنتے ہو الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُخْتَارَ مُلْكِ اللّٰهِ کہ اللہ تعالیٰ کے تمام ملک کا اختیار تمہارے پاس ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ بھائی سوال یہ ہے کہ اگر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اختیار میں کچھ ہوتا تو پچھلے دنوں ۲۵، ۳۰ حکومتوں نے عراق پر حملہ کیا اور خود ان کے روضہ اقدس پر بھی بمباری ہوئی اور بڑا نقصان ہوا اور اس

کے خلاف احتجاج بھی ہوا اور انہوں نے معذرت بھی کی کہ غلطی سے ہوا ہے اور جانی نقصان بھی کافی ہوا جن میں فوجی بھی تھے اور غیر فوجی تھے۔ حضرت کے اختیار میں ہوتا تو ان کے جانوں کو بچا نہ لیتے۔ یہاں تمہارے گھر میں آکر بچاتے ہیں وہاں نہیں بچاتے، یہ ان کی عجیب منطق ہے اور یہ لوگ حل مشکلات کیلئے وظائف پڑھتے ہیں یَا شیخ عبد القادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہِ، یہ کفر ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں تفصیل ہے کہ عربی لغت کے اعتبار سے اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ لام معطیٰ لہٗ پر بھی داخل ہوتا ہے تو اس لحاظ سے اس جملے کا معنٰی بنے گا اے شیخ عبد القادر جیلانی! تم رب تعالیٰ کو کچھ دو۔ معاذ اللہ رب منگتا ہوا عبد القادر جیلانیؒ دینے والے ہوئے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے کوئی شے دو اللہ تعالیٰ کے واسطے سے دینا لینا تو تمہارا کام ہے رب تعالیٰ درمیان میں واسطہ ہے تو یہ بھی کفر ہے۔ ہاں اگر شیخؒ کو واسطہ بناؤ اور مانگو رب تعالیٰ سے تو یہ جائز ہے۔ چنانچہ شاہ اسماعیل شہیدؒ "تقویۃ الایمان" میں فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی یہ کہے کہ اے پروردگار تو مجھے دے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے واسطے سے تو یہ جائز ہے۔" دینا تو رب تعالیٰ نے ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں اور ہماری ان سے محبت ہے تو ان کے نیک ہونے کی وجہ سے جو وسیلہ ہوگا تو وہ توسل بالاعمال الصالحہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اے نبی کریم ﷺ! اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰہَ کیا تم بتاتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وہ چیز جس کو وہ نہیں جانتا آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ رب تعالیٰ کو تو اپنا شریک نہ آسمانوں میں معلوم ہے نہ زمینوں میں۔ اگر کوئی اس کا شریک ہوتا تو اس کے علم میں تو ہوتا اور اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰہَ کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو خبر دیتے ہو اس مخلوق کی کہ وہ مخلوق نہیں

جانتی آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں۔ یعنی جس کو آسمانوں اور زمینوں کا علم نہیں ہے اس کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو بتاؤ کس معنٰی میں تم ان کو سفارشی بنا کر پکارتے ہو سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اس کی ذات پاک ہے اور بلند ہے ان چیزوں سے جن کو اس کے ساتھ شریک بناتے ہو۔ فرمایا وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی گروہ فَاخْتَلَفُوْا پس انہوں نے اختلاف کیا۔

شرک کی ابتدا کس طرح ہوئی :

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام تک سارے کے سارے لوگ دین کے اعتبار سے ایک تھے۔ پہلی مشرک قوم جو پیدا ہوئی وہ نوح علیہ السلام کی قوم ہے اور شرک کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ پانچ بزرگ تھے جن کے نام سورۃ نوح میں آتے ہیں ود، سواع یغوث، یعوق، نسر۔ حضرت ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ود حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار ان کے نیک بیٹے تھے اور کتاب التفسیر بخاری شریف میں حضرت ابن عباس عنہما سے روایت ہے کہ اَسْمَاءُ رِجَالٍ الصَّالِحِيْنَ "یہ پانچ بزرگ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک بندوں کے نام ہیں۔" یہ لوگوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت کرتے تھے، دین کی باتیں بتاتے تھے اور یاد رکھنا! جس طرح جسم کی خوراک ہے اسی طرح روح کی بھی خوراک ہے۔ دیکھو! جن لوگوں کو درس سننے کی عادت ہے جس دن ان کا درس رہ جائے ان کو افسوس ہوتا ہے اور وہ پریشان ہوتے ہیں کہ ان کو روح کی خوراک نہیں ملی تو جب یہ بزرگ اللہ تعالیٰ والے دنیا سے رخصت ہو گئے تو روحانی خوراک نہ ملی پریشان ہو گئے اور اداس اداس رہنے لگے۔ ابلیس لعین بزرگانہ شکل ولباس میں آپہنچا لوگ سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگا کیا بات ہے کیوں پریشان ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے بزرگ

تھے ہمیں دین سمجھاتے سکھاتے تھے اچھی اچھی باتوں کی رہنمائی کرتے تھے وہ ہم سے رخصت ہو گئے ہیں تو ہمیں جو روحانی خوراک ملتی تھی وہ نہیں مل رہی اس لئے ہم پریشان ہیں۔ابلیس نے کہا واقعی تمہارا صدمہ بجا ہے مگر وہ تو اب واپس نہیں آسکتے لہذا تم اس طرح کرو کہ ان کے مجسمے اور تصویریں بنا کر گھروں اور عبادت خانوں میں رکھ لو اور یوں سمجھو کہ وہ ہمارے اندر موجود ہیں اور اُس وقت جاندار چیز کی تصویر بنانی جائز تھی۔ یہ تو نہ کر سکا کہ ان کی عبادت کرواتا کیونکہ یہ پختہ ذہن کے لوگ تھے انہوں نے مجسموں کو سجدہ نہیں کرنا تھا۔ ان سے صرف مجسمے اور تصویریں بنوائیں۔ جب یہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور دوسری نسل آئی تو اس کو یہ سبق پڑھایا کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا کرتے تھے تو انہوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ یہ پہلی مشرک قوم تھی دنیا میں جس نے شرک کی ابتداء کی اور ان کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا اس سے پہلے لوگ ایک ہی مذہب تھے،توحید پر تھے اس طرح انہوں نے توحید پر اختلاف کیا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو طے ہو چکی ہے تیرے رب کی طرف سے۔وہ کونسی بات ہے؟ وہ یہ ہے کہ ہر قوم کے فنا اور تباہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے۔اگر پہلے سے یہ بات طے نہ ہوتی تو جس وقت انہوں نے اختلاف شروع کیا تھا اسی وقت ان کو ختم کر دیا جاتا لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ان چیزوں میں جن میں اختلاف کرتے ہیں اور سنو! وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے۔جس کو وہ نشانی سمجھتے تھے کہ صفا مروہ کی چٹانیں سونا بن جائیں،اس کی کوٹھی سونے کی ہونی چاہیے،اس کیلئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہیے اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اگر ہمارے سامنے آسمان کی طرف چلا جائے

خالی ہاتھ اور وہاں سے کتاب لیکر آئے اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا یا ہمارے سامنے رب تعالیٰ اور فرشتوں کو لا کھڑا کرے۔ آگے رب تعالیٰ ہو اور اس کے پیچھے فرشتے ہوں اور رب تعالیٰ کہے کہ واقعتاً یہ میرا پیغمبر ہے میں نے اُس کو بھیجا ہے اور فرشتے رب تعالیٰ کی تائید کریں کہ ہمارا رب ٹھیک کہتا ہے پھر ہم مانیں گے۔ یہ تھیں ان کی نشانیاں منہ مانگی ورنہ اگر محض نشانیوں کی بات ہوتی تو قرآن کریم کوئی چھوٹی نشانی ہے کہ ساری دنیا اس کی مثل لانے سے عاجز ہے، اس کی ایک سورۃ کی مثل لانے سے عاجز ہے، چاند کا دو ٹکڑے ہونا نشانی نہیں تھی، درختوں کا چل کر آنا، پتھروں کا بولنا نشانی نہیں تھی، انگلیوں کا پانی سے نکلنا، تھوڑی چیز کا زیادہ ہو جانا نشانی نہیں ہے؟ نشانیاں تو بڑی تھیں مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ضد کا علاج تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے پاس بھی نہیں ہے۔ پھر کہتے تھے کہ آنی کب ہے؟ فرمایا فَقُلْ پس آپ کہہ دیں انکو اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ پختہ بات ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ میں غیب دان نہیں ہوں رب تعالیٰ جانتا ہے کہ کب کوئی نشانی آنی ہے اس کی طرف سے اور سورۃ النحل آیت نمبر ۷۷ میں فرمایا وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے غیب آسمانوں اور زمین کا'' اس کے سوا کوئی غیب دان نہیں ہے فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ پس تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھو نشانی کب نازل ہوتی ہے۔ پھر ان مکے والوں پر نشانی اس طرح آئی کہ رب تعالیٰ نے ان پر قحط سالی مسلط فرمائی۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ان پر اتنی بھوک مسلط ہوئی کہ حَتّٰی اَکَلُوا الْمَیْتَۃَ وَالْجُلُوْدَ وَالْعِظَامَ انہوں نے مردار، چمڑے اور ہڈیاں کھائیں کہ تم نافرمانی کرتے ہو رب تعالیٰ کی طرف سے نشانی آئی ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ ابو

سفیان وفد لیکر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد (ﷺ)! یہ تیری قوم اور برادری ہے۔ آپ نے ان کیلئے قحط سالی کی بددعا کی تھی اب دعا کر رب تعالیٰ حالات بدل دے۔ اس حد تک تسلیم کرتے تھے اور مانتے تھے مگر پرنالہ اپنی جگہ پر ہے ضد اسی طرح ہے۔ بھائی ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟ اور ضد کی وجہ سے آدمی بہت سی چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ضد سے بچائے۔

وَإِذَآ أَذَقۡنَا ٱلنَّاسَ رَحۡمَةٗ مِّنۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُمۡ إِذَا لَهُم مَّكۡرٞ فِيٓ ءَايَاتِنَاۚ قُلِ ٱللَّهُ أَسۡرَعُ مَكۡرًاۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكۡتُبُونَ مَا تَمۡكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ ٱلَّذِي يُسَيِّرُكُمۡ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمۡ فِي ٱلۡفُلۡكِ وَجَرَيۡنَ بِهِم بِرِيحٖ طَيِّبَةٖ وَفَرِحُواْ بِهَا جَآءَتۡهَا رِيحٌ عَاصِفٞ وَجَآءَهُمُ ٱلۡمَوۡجُ مِن كُلِّ مَكَانٖ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمۡ أُحِيطَ بِهِمۡ دَعَوُاْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنۡ أَنجَيۡتَنَا مِنۡ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمۡ إِذَا هُمۡ يَبۡغُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّۗ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّمَا بَغۡيُكُمۡ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۖ مَّتَٰعَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ ثُمَّ إِلَيۡنَا مَرۡجِعُكُمۡ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ ﴿٢٣﴾

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت مِّنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ تکلیف کے بعد جو ان کو پہنچی ہے اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا تو اچانک وہ تدبیریں کرتے ہیں ہماری آیتوں کو گرانے کیلئے قُلْ آپ کہہ دیں اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا اللہ تعالیٰ بہت جلد تدبیریں کرنے والا ہے اِنَّ رُسُلَنَا بیشک ہمارے فرشتے يَكْتُبُوْنَ لکھتے ہیں مَا تَمْكُرُوْنَ جو تم تدبیریں کرتے ہو هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اللہ تعالیٰ کی وہی ذات ہے جو چلاتا ہے تمہیں خشکی میں اور سمندر میں حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ یہاں تک کہ جب تم ہوتے ہو کشتیوں میں وَجَرَيْنَ بِهِمْ اور وہ کشتیاں ان لوگوں کو لیکر چلتی ہیں بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ خوشگوار ہوا کیساتھ وَفَرِحُوْا بِهَا اور وہ اس کیساتھ خوش ہو جاتے ہیں

جَآءَ تْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ تو آجاتی ہے ان پر ہوا بڑی تیز وتند وَجَآءَ هُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور آتا ہے ان پر طوفان ہر طرف سے وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بیشک وہ گھیرے گئے ہیں دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے دین لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ اگر تو نے ہمیں نجات دے دی اس مصیبت سے لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ البتہ ضرور ہم ہو جائیں گے شکر کرنے والوں میں سے فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ اچانک وہ سرکشی کرتے ہیں زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ بیشک تمہاری سرکشی تمہاری جانوں پر پڑے گی مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ پھر ہماری طرف ہے تم کا لوٹنا فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس ہم تمہیں خبر دیں گے اس کارروائی کی جو تم کرتے تھے۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں تھا کہ یہ منہ مانگی نشانیاں مانگتے ہیں یعنی ضد اور عناد کی وجہ سے ورنہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار ظاہر فرمائی ہیں اگر تم نہیں مانتے تو پھر حتمی فیصلہ کیلئے تم بھی انتظار کرو اور میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا منتظر ہوں۔

انسان کی دو حالتوں کا ذکر :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو حالتوں یعنی تکلیف اور راحت کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً اور جب ہم چکھاتے ہیں

لوگوں کو رحمت مِنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ تکلیف کے بعد جوان کو پہنچی ہے اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَا تو اچانک وہ تدبیریں کرتے ہیں ہماری آیتوں کو گرانے کیلئے۔ آدمی بیمار ہو جائے اور اپنی زندگی سے ناامید ہو جائے کہ ڈاکٹر بھی علاج کر کے تھک جائیں اور حکیم بھی کہ ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے تو آدمی دعائیں کرواتا ہے کہ میرے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے اور اپنے دل میں بھی تہیہ کرتا ہے کہ میں نمازیں پڑھوں گا، روزے رکھوں گا، اچھے کام کروں گا، برائیوں سے بچوں گا اور اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے وعدے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو قادر مطلق ہے مجھے شفا دیدے میں یہ کروں گا وہ کروں گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے، صحتمند اور طاقتور ہو جاتا ہے کچھ دن گزرتے ہیں تو وہ سارے کئے ہوئے وعدے بھول جاتا ہے كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَا اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ پھر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کو کبھی رب تعالیٰ سے واسطہ ہی نہیں پڑا۔ انسان کتنا رنگ بدلتا ہے ہر آدمی کو اپنے اوپر غور کرنا چاہئے۔ انسان وہ ہے جو اپنی حقیقت کو سمجھے اور اپنے اوقات کو یاد رکھے۔ غربت کے بعد امیری آئی تو غربت کو نہ بھولے اور بیماری کے بعد تندرستی آئی ہے تو بیماری کو نہ بھولے تو ایسے شخص کی اصلاح ہوگی اور اگر سمجھے کہ

؎ پدرم سلطان بود

میرا باپ بادشاہ تھا اور میں خاندانی لینڈ لارڈ ہوں تو ایسے شخص کی کبھی اصلاح نہیں ہوتی۔ آج کئی لوگ ہیں کہ چار ٹکے آ جانے کے بعد انہوں نے ذاتیں بدل لی ہیں۔

ذات بدلنا کبیرہ گناہ :

ذات کچھ ہے اور بتلاتے کچھ ہیں۔ مثلاً نائی سے باجوہ بن گئے ہیں کمہار سے گوندل بن گئے۔ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ”جس شخص نے اپنا

نسب بدلا وہ جنت سے محروم ہو جائے گا، لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ۔ اپنے باپ دادا کی ذات کو اپنے لئے کیوں عار سمجھتے ہو۔ بھائی جائز کام سارے صحیح ہیں۔

انبیاء نے ہر جائز پیشہ اختیار کیا :

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے سارے کام کئے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی باڑی بھی کی ہے اور کھڈی پر بیٹھ کر کپڑے بھی بُنے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے لوہاروں والا کام کیا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام نے ترکھانوں والا کام کیا ہے، آنحضرت ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں اور دوسرے پیغمبر بھی بکریاں چراتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانے کی مزدوری کی ہے۔ جائز پیشہ کوئی بھی ہو اس کے کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ سارے کام ایسے ہیں کہ ان کے بغیر دنیا کا نظام نہیں چل سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکلیف جب دور ہو جاتی ہے تو اِذَا لَھُمْ مَّکْرٌ فِیْٓ اٰیَاتِنَا اچانک وہ تدبیریں کرتے ہیں ہماری آیتوں کو گرانے کیلئے قُلْ آپ کہہ دیں اللّٰہُ اَسْرَعُ مَکْرًا اللہ تعالیٰ بہت جلد تدبیریں کرنے والا ہے۔ تمہاری تدبیریں دھری رہ جائیں گی اور ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا اور جو وہ چاہے گا۔ آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہو کہ شادی کے موقع پر دولہا بھی مر گیا اور اتنے براتیے بھی مر گئے۔ خوشی میں گا رہے تھے کہ چار پائیاں مُردوں کی اٹھائی گئیں۔ انسان کو قطعاً کبھی بھی رب تعالیٰ کے ڈر سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے۔ فرمایا اِنَّ رُسُلَنَا یَکْتُبُوْنَ مَا تَمْکُرُوْنَ بیشک ہمارے فرشتے لکھتے ہیں جو تدبیریں تم کرتے ہو۔ ہر آدمی کیساتھ دو فرشتے دن کو ہوتے ہیں اور دو رات کو ہوتے ہیں۔ ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ انسان جو لفظ بولتا ہے وہ لکھ لیتے ہیں وَیَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ''اور وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' سب تحریر میں آرہا

ہے اور سارا ریکارڈ محفوظ ہے، قیامت والے دن جب سامنے آئے گا تو انسان حیران ہوگا کہ فلاں فلاں چیز بھی لکھی ہوئی ہے وہاں ہر آدمی اپنا نامۂ اعمال خود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو پڑھنے کا ملکہ عطا فرمائیں گے۔ ارشاد ہوگا اِقْرَءْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا [سورۃ بنی اسرائیل: ۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' جب تھوڑا سا پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَظَلَمَکَ کَتَبَتِیْ ''کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے زیادتی کی ہے؟'' پھر کچھ پڑھے گا۔ سوال ہوگا کہ یہ مضمون تو نے خود پڑھا ہے کیا تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں ہوئی؟ کہے گا نہیں بلکہ میں نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ بھائی یہ سب کچھ سامنے آنے والا ہے لہٰذا کبھی بھی رب تعالیٰ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے اور رب تعالیٰ کے عذاب سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور مشرکین کے شرکیہ نظریہ کا ذکر فرمایا ہے هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جو چلاتا ہے تمہیں خشکی میں اور سمندر میں۔ خشکی میں چلنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا فرمائے ہیں۔ اُس زمانے میں یہی سواریاں ہوتی تھیں۔ ان پر تم سوار ہوتے ہو اور غریب پیدل چلتے تھے۔ بہر حال یہ چلنے کی توفیق پیدل یا سواری پر رب تعالیٰ نے ہی تمہیں عطا فرمائی ہے۔ اور سمندر میں بھی تمہیں رب تعالیٰ ہی چلاتا ہے۔ اُس زمانے میں کشتیاں ہوتی تھیں جن پر لوگ سفر کرتے تھے حَتّٰٓی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ یہاں تک کہ جب تم ہوتے ہو کشتیوں میں وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ اور وہ کشتیاں ان کو لیکر چلتی ہیں خوشگوار ہوا کیساتھ کہ بظاہر ان کے غرق ہونے کا امکان نہیں ہوتا وَفَرِحُوْا بِهَا اور وہ اس

کیساتھ خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم جدھر جانا چاہتے ہیں ہوا کا رخ بھی ادھر ہی ہے کشتیوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔اسی خوشی میں ہوتے ہیں کہ جَآءَ تُهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ تو آ جاتی ہے ان پر ہوا بڑی تیز و تند وَجَآءَ هُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور آتا ہے ان پر طوفان ہر طرف سے۔دائیں بائیں سے، آگے پیچھے سے وَّظَنُّوْآ اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بیشک وہ گھیرے گئے ہیں ان میں ہمارا بچنا مشکل ہے۔جب وہ زندگی سے ناامید ہو جاتے ہیں دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے دین کو۔خالص اسی پر یقین رکھتے ہوئے۔اس حالت میں مکہ مکرمہ اور عرب کے مشرک سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں پکارتے تھے۔

مکہ مکرمہ کے بڑے مجرموں کا روپوش ہونا :

حافظ ابن کثیرؒ نے اس مقام پر دو روایتیں نقل فرمائی ہیں۔ایک روایت نسائی شریف کی ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینے میں مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو جو لوگ اپنے آپ کو بڑا مجرم سمجھتے تھے وہ روپوش ہو گئے۔مثلاً وحشی بن حرب جس نے آپ ﷺ کے چچا مبارک حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا لیکن بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے ؓ۔حضار ابن اسود نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر ظلم کیا تھا۔وہ اسطرح کی کہ یہ مردوں اور عورتوں کے قافلے کیساتھ مدینہ طیبہ آنحضرت ﷺ کی ملاقات کیلئے جا رہی تھیں۔حضار ابن اسود رشتے میں خسر لگتا تھا۔حقیقی خسر نہیں تھا کہنے لگا تو کہاں جا رہی ہے؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے خاوند (حضرت ابو العاص بن ربیع) کی اجازت سے ابا جی کو ملنے جا رہی ہوں۔کہنے لگا تجھے کوئی اجازت نہیں ہے۔انہوں نے کہا میرے ساتھ کوئی بات نہ کرو اگر بات کرنی ہے تو میرے خاوند سے کرو۔کہنے

لگا کوئی اجازت نہیں ہے ان کی ٹانگ سے پکڑ کر پیچھے کھینچا وہ اونٹ سے نیچے گر گئیں پیٹ میں بچہ تھا حمل ضائع ہو گیا اور بیمار ہو گئیں۔ جس نے ایسی حرکت کی ہو اس کو تو خطرہ ہوتا ہے کہ میں نے جرم کیا ہے تو یہ بھی بھاگ گیا، بعد میں یہ بھی مسلمان ہو گیا تھا ﷺ۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی بھاگ گیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد سارے کفریہ کام یہی کرتا تھا لیکن بعد میں مسلمان ہو گیا تھا ﷺ اسی طرح صفوان بن امیہ بڑا ہوشیار قسم کا آدمی تھا اور بڑا فراخ دل تھا خود پیچھے رہتا تھا، ہتھیار اور رقم کافروں کو مہیا کرتا تھا ان کا بڑا معاون تھا یہ بھی بھاگ گیا۔ اس وقت جدہ شہر نہیں تھا یہ بعد میں آباد ہوا ہے اور مکہ مکرمہ سے پینتالیس میل کے فاصلے پر ہے اور بندرگاہ ہے۔ اس زمانے میں کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھ پر تیس میل کے فاصلے پر سمندر کے کنارے کشتیاں کھڑی ہوتی تھیں اور وہاں کچھ جھونپڑیاں تھیں اگر کسی نے حبشہ وغیرہ جانا ہوتا تھا تو وہاں سے کشتیوں پر سوار ہو کے جاتے تھے۔ جھونپڑیوں میں لوگ رہتے تھے، دودھ، ستو اور کھجوریں بیچتے تھے۔ اس زمانے میں یہی چیزیں ہوتی تھیں۔ عکرمہ نے دیکھا کہ اب عرب میں مجھے پناہ نہیں مل سکتی کیونکہ سارے عرب میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا ہے لہذا میں حبشہ چلا جاؤں حالات سازگار ہوئے تو واپس آجاؤں گا ورنہ وہیں رہوں گا۔

مشرکین مکہ انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے :

اتفاق کی بات ہے کہ جب یہ وہاں پہنچا تو کشتی تیار تھی اور لوگوں کیساتھ یہ بھی سوار ہو گیا۔ کشتی جب پانچ چھ میل کا سفر کر چکی تو اچانک سخت طوفان آگیا کشتی کے سواروں میں سے کسی نے کہا یَا مَنَاتُ اَغِثْنِیْ اے منات! میری مدد کر، کسی نے کہا یَا عُزّٰی اَغِثْنِیْ اے عزیٰ! میری مدد کر، کسی نے کہا یَا لَاتُ اَغِثْنِیْ اے لات! میری مدد کر۔ ہر ایک نے

اپنے اپنے معبود کو پکارنا شروع کیا۔ کشتی بانو یعنی ملاحوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو فَاِنَّ اٰلِھَتَکُمْ لَا تُغْنِ ھٰھُنَا شَیْئًا ''بیشک تمہارے خدا یہاں کام نہیں آسکتے۔'' یہاں صرف رب تعالیٰ کو پکارو، یہاں اگر بچانا ہے تو صرف رب نے بچانا ہے۔ یہاں اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ لات، منات اور عزیٰ کسی نے ٹانگ نہیں اڑائی۔ حالانکہ ملاح بھی مشرک تھے۔ عکرمہ نے کہا کہ اگر یہاں ہمارے خدا کچھ نہیں کر سکتے تو خشکی میں کیا کرتے ہیں۔ یہی سبق تو ہمیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں کہ صرف ایک رب کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو! میں رب تعالیٰ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ اگر میں بچ گیا تو ضرور میں محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دونگا یعنی ان کی بیعت کرونگا۔ تو اس وقت کے مشرکوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ انتہائی مشکل میں صرف رب تعالیٰ کو پکارتے تھے دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے پکار کو۔

آج کل کے مشرک مشرکین مکہ سے آگے ہیں :

لیکن آج کل کا مشرک کہتا ہے......

؎ بگرداب بلا افتاد کشتی ☆ مدد کن یا معین الدین چشتی

؎ یا بہاء الحق ☆ بیڑا دھک

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن ☆ در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر

العیاذ باللہ یقین جانو! یہ لوگ مشرک ہیں اور مشرکین مکہ سے ایک نمبر آگے ہیں، یہ ایک نمبر کے مشرک ہیں۔ مشرک کو کوئی سینگ نہیں لگا ہوتا وہ ہماری طرح کا انسان ہوتا ہے۔ ساتھیو! شرک سے بچو یہ اتنی بری چیز ہے کہ اسکے چند قطرے بھی نیکیوں میں پڑ گئے تو ساری نیکیاں تباہ ہو جائیں گی۔ تو خیر عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے خدا ہمیں یہاں نہیں بچا سکتے تو

باہر بھی نہیں بچا سکتے لہذا کشتی واپس کرو، ملاح کشتی واپس لے آئے۔ عکرمہ نے دیکھا کہ اس کی بیوی ام حکیم بغل میں کوئی چیز چھپائے کنارے پر کھڑی ہے۔ یہ بڑا حیران ہوا کہ یہ یہاں کس طرح اور کیوں آئی ہے؟ اس کی بیوی نے کہا خیر ہے پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے، میں آئی تھی تجھے بلانے کیلئے جب پہنچی تو کشتی جا چکی تھی۔ میں حیران تھی کہ معلوم نہیں اب چھ ماہ بعد آئے یا سال بعد مگر تم جلدی واپس آ گئے ہو۔ عکرمہ نے کہا خیر ہے مکہ والوں کا کیا بنا؟ اس کی بیوی نے کہا مکے والے بڑے خوش ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلایا، مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سب آ گئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو ان کے جرائم بتائے کہ فلاں موقع پر تم نے یہ کیا، فلاں موقع پر تم نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی، میرے فلاں فلاں ساتھی کو شہید کیا، فلاں عورت کو شہید کیا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حارث بن ہالہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے خاوند کے بیٹے تھے جن کو مشرکوں نے شہید کیا تھا، حضرت یاسر ؓ کو شہید کیا تھا۔ فلاں وقت تم نے یہ کیا، فلاں وقت تم نے یہ کیا جب آپ ﷺ جرائم بیان کرتے جا رہے تھے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ ہمیں کبھی معافی نہیں ملے گی لیکن آپ ﷺ نے جرائم بیان کرنے کے بعد فرمایا مکے والو! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا چاہئے؟ سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں وہی کچھ کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [سورۃ یوسف: ۹۲] ''نہیں ملامت آج کے دن تم پر۔'' میں نے تم سب کو معاف کر دیا کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔ ام حکیم فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے قریب ہوئی اور کہا کہ مجھے جانتے ہو؟ فرمایا ہاں! ام حکیم تو ہے۔ کہنے لگی میرا خاوند عکرمہ بھاگا ہوا ہے اس کیلئے پناہ ہے؟ فرمایا ہاں! اس کیلئے پناہ ہے، وحشی بن حرب

بھاگا ہوا ہے اس کیلئے پناہ ہے؟ فرمایا ہاں! اس کیلئے بھی پناہ ہے۔ ہبار بن اسود کا بھتیجا آیا
کہ حضرت میرے چچا کو بھی پناہ ہے؟ فرمایا اس کو بھی پناہ ہے، سفیان بن امیہ کا پوتا آیا کہ
اس کو بھی پناہ ہے؟ فرمایا اس کو بھی پناہ ہے۔ ام حکیم فرماتی ہیں کہ میں نے کہا میرا خاوند یقین
نہیں کرے گا تم کوئی نشانی دیدو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت
ﷺ نے کالے رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔ آپ نے اپنی پگڑی اتار کر
دیدی اور فرمایا کہ سب جانتے ہیں کہ کالی پگڑی میری ہے۔ کہنے لگی میں آپ ﷺ کی پگڑی
لے کر آئی ہوں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اونٹ پر سوار ہو کر آئی تھی اسی پر دونوں سوار ہو کر گئے۔
روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب دروازے سے دیکھا کہ عکرمہ آرہا ہے تو اس
کی دلجوئی کی خاطر اٹھے اور فرمایا مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ کہ اب تو رب تعالیٰ کے
رسول کی طرف ہجرت کر کے آیا ہے۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک جب انتہائی مشکل میں پھنستے تھے تو خالص اللہ
تعالیٰ کو پکارتے تھے اور کیا دعائیں کرتے تھے؟ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الشّٰكِرِيْنَ اگر تو نے ہمیں نجات دے دی اس مصیبت سے تو البتہ ضرور ہم ہو جائیں گے
شکر کرنے والوں میں سے فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دیتا ہے
اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ تو اچانک وہ سرکشی کرتے ہیں زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق
کہ دریا میں تو اکیلے رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں ور باہر آ کر کہتے ہیں فلاں نے بچا لیا فلاں
نے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ
بیشک تمہاری سرکشی تمہاری جانوں پر پڑے گی۔ رب تعالیٰ کا کیا بگڑے گا بگڑے گا تو تمہارا
ہی مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا، فائدہ اٹھا لو ثُمَّ اِلَيْنَا

مَرْجِعُكُمْ پھر ہماری طرف ہے تم کا لوٹنا، آنا تو ہمارے پاس ہی ہے نا! فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس ہم تمہیں خبر دیں گے اس کاروائی کی جو تم کرتے تھے۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔

۞۞۞

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پختہ بات ہے مثال دنیا کی زندگی کی كَمَآءٍ ایسے ہی ہے جیسے پانی اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جسے نازل کیا ہم نے آسمان سے فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پس مل گیا اس کیساتھ زمین کا سبزہ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ جس کو کھاتے ہیں لوگ اور جانور حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ یہاں تک کہ جب پکڑ لیتی ہے زُخْرُفَهَا اپنی رونق وَازَّيَّنَتْ اور زمین مزین ہو جاتی ہے وَظَنَّ اَهْلُهَآ اور گمان کرتے ہیں زمین کے رہنے والے اَنَّهُمْ

قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ کہ بیشک وہ اس پر قادر ہیں اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا تو آیا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا پس ہم نے کر دیا اس کو کٹی ہوئی کھیتی كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ گویا کہ وہ نہیں تھی کل وہاں كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتیں لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ اور اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے اَحْسَنُوا جو نیکی کرتے ہیں الْحُسْنٰى اچھائی ہوگی وَزِيَادَةٌ اور مزید کچھ ہوگا وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ اور نہیں چڑھے گی ان کے چہرے پر قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ سیاہی اور نہ ذلت اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ ہیں جنت والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ اور وہ لوگ جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا بدلہ برائی کا اس جیسا ہی ہوگا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ اور چھا جائے گی ان پر ذلت مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ نہیں ہوگا ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے مِنْ عَاصِمٍ کوئی بچانے والا كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ گویا کہ ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا رات کے ٹکڑوں کیساتھ جو کالی رات ہے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

دنیا کی زندگی کی بے ثباتی:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کا ناپائیدار ہونا سمجھایا ہے اور بتایا کہ مخلوق کی زندگی ہمیشہ کی نہیں ہے یہ ہمیشگی کی صفت صرف رب تعالیٰ کو حاصل ہے کہ اس پر کبھی فنا نہیں آئے گی۔ سورۃ الرحمٰن میں ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ''جو کوئی بھی ہے زمین میں فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔'' لہٰذا دنیا کی زندگی کو عارضی سمجھو دائمی نہ سمجھو۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ مثال کے ذریعے سمجھاتے ہیں۔ فرمایا اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا پختہ بات ہے مثال دنیا کی زندگی کی کَمَآءٍ ایسے ہی ہے جیسے پانی ہے اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جس کو ہم نے نازل کیا ہم نے آسمان سے کہ بارش برسی فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پس مل گیا اس پانی کیساتھ زمین کا سبزہ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ جس کو کھاتے ہیں لوگ جیسے ساگ، مولی اور ٹماٹر وغیرہ سبزیاں جو انسان کھاتے ہیں وَالْاَنْعَامُ اور جانور کھاتے ہیں۔ پہلے زمین پر کوئی چیز نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوتی ہے جس سے چارہ اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں اور جانور کھاتے ہیں حَتّٰی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا یہاں تک کہ جب زمین پکڑ لیتی ہے اپنی رونق وَازَّیَّنَتْ اور مزین ہو جاتی ہے وَظَنَّ اَھْلُھَآ اَنَّھُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْھَا اور گمان کرتے ہیں زمین پر رہنے والے کہ وہ بیشک اس پر قادر ہیں کاٹنے کیلئے اَتٰھَآ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَھَارًا تو آیا اس پر ہمارا حکم عذاب کا رات کو یا دن کو فَجَعَلْنٰھَا حَصِیْدًا پس ہم نے کر دیا اس کو کٹی ہوئی کھیتی کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ گویا کہ وہ نہیں تھی کل وہاں، سیلاب آیا سب کو بہا کر لے گیا، آگ آئی سب کو جلا کے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے سرسبز زمین کو کھنڈر بنا دیا ایسے ہی تم زندگی کو سمجھو یہ

زندگی بھی ایک سبزی کی طرح ہے آدمی ہمیشہ جوان نہیں رہتا یہ زوال پذیر مخلوق ہے، بچپن ،جوانی، بڑھاپا۔

بعض خوابوں کی تعبیر :

اس آیت کریمہ کی روشنی میں علم تعبیر الرویا والے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں پانی دیکھے تو اس سے مراد زندگی ہوگی، زیادہ پانی دیکھے تو زیادہ زندگی مراد ہوگی اور اگر کم پانی دیکھے تو کم زندگی مراد ہوگی، صاف پانی دیکھے تو صاف زندگی ہوگی اور اگر میلا کچیلا پانی دیکھے تو تکلیف دہ زندگی ہوگی اور اگر خواب میں دودھ دیکھے تو اس سے مراد علم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خواب میں میں نے دیکھا کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا میں نے وہ دودھ پیا پھر وہ پیالہ میں نے عمر بن خطاب کو پکڑا دیا انہوں نے خود بھی پیا اور لوگوں میں بھی تقسیم کیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا حضرت دودھ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا علم مراد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے جو علم حاصل کیا تھا اس کو اپنی خلافت کے دور میں دنیا میں پھیلا دیا۔

حضور ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد :

آنحضرت ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت صحابہ کرام ﷺ کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی۔ بعض حضرات نے ایک لاکھ چالیس ہزار اور بعض نے ایک لاکھ چوالیس ہزار بھی لکھی ہے۔ بہر حال ڈیڑھ لاکھ پورے نہیں تھے۔

لیکن جب حضرت عمر ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت کلمہ پڑھنے والوں کی تعداد چھ کروڑ تھی۔ مصر فتح ہوا، عراق فتح ہوا، روم کا کافی علاقہ فتح ہوا۔ یہ تقریباً تیئس

(۲۳) لاکھ مربع میل کا رقبہ بنتا ہے جو حضرت عمرؓ کے دور میں فتح ہوا سرزمین عرب کے علاوہ۔ اور انہوں نے مؤذن اور امام مقرر کئے، مساجد میں تعلیم کا نظام شروع کیا اور پڑھانے والوں کے وظائف مقرر کئے اور پورا انتظام فرمایا۔

مسجدوں کی روشنی اور چٹائیوں کی ابتداء :

پہلے مسجدوں میں چٹائیاں نہیں ہوتی تھیں، کوئی شوقین ہوتا تھا تو اپنا مصلٰی چادر گھر سے ساتھ لاتا اور اس پر نماز پڑھ لیتا تھا ورنہ صرف زمین پر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ گرد و غبار کپڑوں کو لگتا ہے تو انہوں نے مسجدوں میں صفوں کا انتظام کروایا۔ تو مسجدوں میں چٹائیاں حضرت عمرؓ کے دور میں شروع ہوئی ہیں۔ اسی طرح پہلے مسجدوں میں روشنی کا انتظام بھی نہیں ہوتا تھا یہ بھی حضرت عمرؓ کے دور میں شروع ہوا۔ اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حضرت تمیم داریؓ مشہور صحابی ہیں پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہوئے، یہ سحری کے وقت مسجد میں تشریف لائے اندھیرا تھا کسی آدمی سے ٹکرا گئے، آگے چلے تو دوسرا کھڑا تھا اس کو ٹکر لگی مسجد نبویؐ میں تہجد پڑھنے کیلئے لوگ آجاتے تھے۔ حضرت تمیم داری نے خیال کیا کہ مجھے ٹکر لگی ہے تو اوروں کو بھی لگتی ہوگی لہذا مسجد میں چراغ کا انتظام کیوں نہ کرلیا جائے؟ چنانچہ انہوں نے محراب کے پاس دو اینٹیں رکھیں اور ان پر مٹی کا چراغ رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ فجر کی سنتیں گھر پڑھ کر تشریف لاتے تھے اور آنحضرت ﷺ کا بھی یہی معمول تھا۔ صبح کی نماز اس زمانے میں جلدی ہوتی تھی کیونکہ سارے ہی تہجد پڑھنے والے ہوتے تھے اذان ہوتے ہی سارے مسجد میں پہنچ جاتے تھے اور آج صورتِ حال یہ ہے کہ جب صبح کی اذان ہوتی ہے تو ہم آنکھیں ملتے ہوئے اٹھتے ہیں پھر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کرتے ہیں کافی

وقت لگ جاتا ہے۔تو حضرت عمرؓ سنتیں پڑھ کرآئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسجد میں خلافِ معمول روشنی ہے۔پوچھا مَنْ وَضَعَهَا هٰهُنَا یہ چراغ یہاں کس نے رکھا ہے؟قدرتی طور پرحضرت عمرؓ کا قد بھی بڑا تھااور آواز بھی کھڑاک والی تھی کوئی نہ بولا پھر ذرا غصے سے کہا مَنْ وَضَعَهَا هٰهُنَا پھرکوئی نہ بولا تو حضرت عمرؓ نے فرمایانَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ كَمَا نَوَّرَ مَسْجِدَنَا ''اللہ تعالیٰ چراغ رکھنے والے کی قبرکوروشن کرے۔جسطرح اس نے ہماری مسجد کوروشن کیا ہے۔'' یہ لفظ سنتے ہی حضرت تمیم داریؓ بولے کہ حضرت چراغ میں نے رکھا ہے۔حضرت عمر نے فرمایا کہ ضرورت کے مطابق مسجد میں روشنی ہونی چاہئے ضرورت سے زیادہ اسراف ہوگا۔تو یہ سارے انتظامات حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئے اور وہ دودھ کا پیالہ جوآنحضرتﷺ نے پیا تھااور پھر حضرت عمرکودیا تھااس سے مراد علم اوردین تھا اوراس طرح پھیلا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتیں ایسی قوم کیلئے جوفکر کرتی ہے۔

جنت سلامتی کا گھر:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ اوراللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف۔جنت کا نام دارالسلام بھی ہے اسلئے کہ جس وقت جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلام ہوتم پر،اندرقدم رکھیں گےتو حوریں سلام کریں گی وہاں جوبچے ہوں گے غلمان ہونگے وہ سلام کریں گےحتیٰ کہ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ رب تعالیٰ کی ذات بھی اپنے بندوں کوسلام کہے گی۔اوراس لئے بھی دارالسلام ہے کہ وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی،نہ بخار،نہ سردرد،نہ نزلہ زکام،نہ پیٹ درد،نہ جھگڑا فساد،یہ جتنی بیماریاں اورشرارتیں دنیا میں ہیں سب ختم ہوجائیں گی،آرام ہی آرام،

سکون ہی سکون ہوگا وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔ اور ہدایت دیتا کن لوگوں کو ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [سورۃ عنکبوت:۶۹] ''اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہمارے لئے ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں، نیکی کے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں اور جو غلط راستے پر چلتے ہیں فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [سورۃ صف:۵] ''جب وہ ٹیڑھے راستے پر چل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔'' زبردستی اللہ تعالیٰ نہ کسی کو ایمان دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔ قادر مطلق ہے چاہے تو اس طرح بھی کرسکتا ہے لیکن اس طرح کرتا نہیں ہے۔ یاد رکھنا! صراط مستقیم پر قائم رہنا بڑی چیز ہے ہم ہر نماز میں کہتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ''چلا ہمیں سیدھے راستے پر راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔'' اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ پیغمبر ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں، صالحین ہیں۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ان لوگوں کیلئے جو نیکی کرتے ہیں بھلائی ہوگی اور مزید کچھ اور ہوگا۔

زیادہ کی تین تفسیریں:

اور مفسرین کرامؒ اس کا یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں جو آدمی ایمان کی حالت میں اخلاص کیساتھ اتباع سنت پہ عمل کرے گا اس کو ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا قاعدے کے تحت نیکی اس نے ایک کی ہے اور رب تعالیٰ نے نو مزید دے دیں۔ مسلمان مسلمان بھائی کو کہے السلام علیکم تو اللہ تعالیٰ دس نیکیاں بھی دیتا ہے اور ایک صغیرہ گناہ بھی معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بھی بڑھا دیتا ہے۔ ایک دفعہ الحمد للہ کہنے

سے دس نیکیاں مل گئیں۔ قرآن کریم پڑھتا ہے الم تو الف کی دس نیکیاں الگ، لام کی دس نیکیاں الگ اور میم کی دس نیکیاں الگ، تیس نیکیاں مل گئیں۔ پڑھنے والے کو اور سننے والے کو بھی اتنی ہی مل جاتی ہیں اور نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو تو ایک کے بدلے کم از کم سات سو ہیں۔ جو آدمی گھر سے اس نیت کیساتھ چلا کہ میں دین سیکھوں گا اور اس کی نشر و اشاعت کروں گا اس کا ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہے ایک روپیہ خرچ کرے گا سات سو کا ثواب ملے گا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ ''اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے۔'' اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی جنت ہے اور زیادہ ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔ چنانچہ مسلم شریف اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ زیادہ سے مراد دیدارِ خداوندی ہے۔ جو کسی کو ایک دن میں دو دفعہ ہوگا، کسی کو ایک دفعہ، کسی کو ہفتے کے بعد ہوگا اس دیدار سے جو خوشی اور لذت ہوگی وہ آدمی وہیں سمجھے گا یہاں نہیں سمجھ سکتا۔

مسلمانوں کے چہرے منور ہوں گے :

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اور نہیں چڑھے گی ان کے چہرے پر سیاہی اور نہ ذلت۔ قَتَرٌ تارکول کو کہتے ہیں، لُک جو سڑکوں پر ڈالی جاتی ہے، مراد سیاہی ہے۔ اور کافروں کے بارے میں آتا ہے تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ان کے چہرے سیاہ ہونگے اور نافرمانوں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی۔ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ''آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہونگی اور ان پر ذلت سوار ہوگی۔'' ایمان والوں کے چہرے منور اور ہشاش بشاش ہونگے۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ ہیں جنت والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ اور وہ لوگ جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۭبِمِثْلِهَا برائی کا بدلہ اس جیسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت

دیکھو کہ ایک نیکی پر دس گنا اجر ملتا ہے اور برائی ایک کی دو نہیں ہوتیں، ایک ہی رہے گی۔ دس دفعہ سبحان اللہ کہو تو سو نیکیاں درج ہوتی ہیں اور دس برائیاں کرو تو دس ہی لکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھو! اتنا کچھ ہوتے بھی انسان جنت سے محروم رہے تو واقعی بڑا بد قسمت ہے۔ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ اور چھا جائے گی ان پر ذلت مَالَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ نہیں ہوگا ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بچانے والا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ان کو کوئی چھڑانے والا نہیں ہوگا كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا گویا کہ ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے رات کے ٹکڑوں کیساتھ جو کالی رات ہے۔ ان کے چہرے ایسے کالے سیاہ ہونگے جیسے کالی رات کے ٹکڑے اتار کر ان کے چہروں پر لگا دیئے گئے ہیں، بڑی بری شکلیں ہونگی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ کے کاموں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ (آمین)

۞۞۞

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ
نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ
وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو
كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ
مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ
يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ
أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۱﴾ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا
الضَّلَالُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴿۳۲﴾

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو ثُمَّ نَقُولُ پھر کہیں گے لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو تم اور تمہارے شریک بھی فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ پھر ہم ان کو الگ الگ کردیں گے وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ اور کہیں گے ان کے شریک مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے تمہارے درمیان إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ بیشک ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ اس مقام پر جانچ لے گا ہر نفس مَّآ اَسْلَفَتْ جو اس نے آگے بھیجا ہے وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اور لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ جو ان کا سچا آقا ہے وَضَلَّ عَنْهُمْ اور غائب ہو جائے گی ان سے وہ چیز مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جو افتراء باندھتے رہے تھے قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ آیا کون ہے مالک کانوں کا اور آنکھوں کا وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ اور کون ہے جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون سب معاملات کی تدبیر کرتا ہے فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ پس یقیناً وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس آپ کہہ دیں پھر تم شرک سے کیوں نہیں بچتے فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ پس یہی ہے اللہ تعالیٰ رَبُّكُمُ الْحَقُّ تمہارا سچا پروردگار فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ پس کیا ہے حق کے بعد اِلَّا الضَّلٰلُ سوائے گمراہی کے فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ پس کدھر الٹے پھیرے جا رہے ہو۔

میدان محشر میں مشرکوں کی رسوائی :

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو۔ حشر کا معنی ہے اکٹھا کرنا، جمع کرنا اور نشر کا معنی بکھیرنا۔ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی، اللہ تعالیٰ سب کو جمع کریں گے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا پھر ہم کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا مَكَانَكُمْ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو اَنْتُمْ

وَ شُرَکَآؤُکُمْ تم اور تمہارے شریک بھی کہ جن کو تم نے رب تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا۔ کچھ وقت کیلئے سب اکٹھے ہونگے ایک دوسرے کی شکلیں صورتیں قد وقامت دیکھیں گے ایک دوسرے کی شناخت کرلیں گے پھر رب تعالیٰ کا حکم ہوگا الگ الگ ہو جاؤ۔ فرمایا فَزَیَّلْنَا بَیْنَھُمْ پھر ہم ان کو الگ الگ کر دیں گے۔ جو شرک عبادت کرنے والے تھے علیحدہ اور جنکو معبود بنایا تھا وہ علیحدہ، درجہ بندی ہوگی وَقَالَ شُرَکَآؤُھُمْ اور کہیں گے ان کے شریک۔ جنکو رب تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا مَا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے فَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًام بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے تمہارے درمیان اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ بیشک ہم تمہاری عبادت سے غافل اور بے خبر تھے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تم نے کس کی عبادت کی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ معبود کون ہیں؟ جو اپنی عبادت کے منکر ہونگے تو تفسیروں میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ بت تھے جن کی عبادت کی گئی ہے تو ظاہر بات ہے کہ بت بے حس وحرکت ہوتا ہے اس کو کیا معلوم کہ کوئی کیا کر رہا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں جیسے حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام وغیرھم کہ ان کی بھی عبادت کی گئی ہے، ان کو بھی لوگوں نے الہ بنایا ہے فرشتوں کو بھی الہ بنایا گیا ہے ان کی بھی پوجا کی گئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ گواہ ہے ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے کس کی عبادت کی ہے۔ ہم نے تو اپنی عبادت کا کسی کو نہیں کہا۔ یہ جو کچھ تم کرتے رہے ہو ہمارے حکم سے نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں تمہاری عبادت کا کوئی پتہ ہے کیونکہ یہ تو سارے اپنی اپنی جگہ آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر زندہ موجود ہیں انکو کیا معلوم کہ زمین پر عیسائی کیا کر رہے ہیں، حضرت عزیر علیہ السلام اپنی

جگہ جنت میں آرام فرما ہیں انکو کیا معلوم کہ پیچھے یہودی ان کی پوجا کر رہے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام اپنی جگہ آرام فرما ہیں ان کو کیا معلوم کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ اور ہر فرشتہ ہر آدمی کے ساتھ نہیں ہوتا جہاں جس کی ڈیوٹی ہے وہیں ہوتا ہے اور غیب کا علم فرشتوں کو بھی نہیں ہے۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر ہیں ان کو کیا معلوم کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا کہتے اور کرتے ہیں اور معبودانِ باطلہ جنہوں نے اپنی عبادتیں کروائی ہیں وہ بھی انکار کریں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے تھے تو اس طرح سارے ہی عبادت کرنے والوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ اس مقام پر جانچ لے گا ہر نفس جو اس نے آگے بھیجا ہے۔ نیکیاں بھیجی ہیں وہ بھی سامنے آجائیں گی، برائیاں بھیجیں ہیں وہ بھی سامنے آجائیں گی، توحید سامنے آئی گی، شرک سامنے آئے گا، سنت پر عمل سامنے آئے گا، بدعت سامنے آئی گی، سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونگے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس عدالت سے غائب یا غیر حاضر ہو۔ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اور لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا سچا آقا ہے وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور غائب ہو جائے گی ان سے وہ چیز جو افتراء باندھتے رہے تھے۔ نہ شرک کام آئے گا، نہ مال، نہ اولاد کام آئے گی، نہ گروہ، نہ پارٹی کام آئے گی غرضیکہ کوئی شے کام نہیں آئے گی صرف حق ہی حق کام آئے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک بنیادی طور پر ساری چیزوں کو مانتے ہیں۔ عام طور پر جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مشرک اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے یا مشرک یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خالق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے، ایسا نہیں ہے۔ مشرکوں کا عقیدہ سنو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں، اے نبی کریم ﷺ آپ ان سے پوچھیں مَنْ

یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے۔ آسمان سے رزق دینے کا مطلب یہ ہے کہ اوپر سے بارش برستی ہے جس سے فصلیں پیدا ہوتی ہیں، سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں جس سے فصلیں بڑھتی اور پکتی ہیں، چاند کی مدھم روشنی کا بھی فصلوں پر اثر پڑتا ہے، ستاروں کی روشنی کا بھی فصلوں اور پھلوں پر اثر پڑتا ہے، ہوا اوپر سے آتی ہے اس کا بھی فصلوں پر اثر پڑتا ہے اور بالفعل فصلیں اور پھل زمین سے اگتے ہیں۔ تم زمین میں دانے بکھیر کر آجاتے ہو، یہ دانے کون اگاتا ہے، ان کو فصلیں کون بناتا ہے؟ تو ایک سوال یہ ہے کہ زمین اور آسمان سے تمہیں رزق کون دیتا ہے؟ دوسرا سوال اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ کون ہے مالک کانوں کا اور آنکھوں کا۔ کانوں میں سننے اور آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت کس نے رکھی ہے؟ ساتویں پارے میں ہے اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ وَاَبْصَارَکُمْ وَخَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ مَّنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ [الانعام:۴۶] ”اگر اللہ تعالیٰ لے لے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر تو کون ہے معبود اللہ تعالیٰ کے سوا جو لائے تمہارے پاس اس چیز کو۔“ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان، آنکھیں اور دل چھین لے تو اور کون ہے جو تمہیں یہ چیزیں دے گا۔

مردہ سے زندہ، زندہ سے مردہ پیدا کرنے کا مطلب و معنٰی :

تیسرا سوال...... وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، انڈہ بے جان ہے اس سے چوزہ اور منی کا قطرہ بے جان ہے اس سے بچہ کون پیدا کرتا ہے، کافر سے مومن، جاہل سے عالم پیدا ہوتا ہے وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ مردہ سے زندہ پیدا کرنے والا کون ہے؟ انسان زندہ ہے اس سے رب تعالیٰ نے منی پیدا فرمائی جس سے آگے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مرغی سے انڈا پیدا ہوتا ہے اس میں بظاہر جان نہیں ہوتی

۔حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کا بیٹا کنعان کافر ہے تو مومن سے کافر کس نے پیدا کیا؟ کئی عالم ایسے ہیں کہ ان کی اولاد اَجْھَلُ النَّاسِ ہے تو عالم سے جاہل پیدا کرنے والا کون ہے؟ یہ ان مشرکوں سے پوچھا ہے۔خلاصہ کلام وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون سب معاملات کی تدبیر کرتا ہے؟ جہان کے سارے نظام کو چلانے والا کون ہے فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ پس یقیناً وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ ان سارے کاموں کے بارے میں مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور اٹھارویں پارے میں آتا ہے قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھَا "آپ کہہ دیں کس کے لئے ہے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم کچھ جانتے ہو۔"

مشرک بنیادی طور پر اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مانتے تھے:

قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ کون ہے رب سات آسمانوں کا اور کون ہے مالک عرش عظیم کا سَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہِ تو کہیں گے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس آپ کہہ دیں پھر تم شرک سے کیوں نہیں بچتے؟ قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کون ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہے بادشاہی ہر چیز کی اور پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو سَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہِ [سورۃ مومنون] تو کہیں گے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ یہ سارا کچھ جانتے ہیں پھر بھی مشرک ہیں اور یُدَبِّرُ الْاَمْرَ کا جملہ بڑا جامع ہے کہ کام کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آسمان سے زمین تک، مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک جہان میں جو کچھ ہوتا ہے کون کرتا ہے؟ پس مشرک کہیں گے کہ اللہ ہی کرتا ہے۔ یہ عقیدہ تھا مشرکین مکہ کا اور آج حالت

یہ ہے کہ احمد رضا خان اپنی کتاب حدائق بخشش میں لکھتے ہیں......

ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی ہے، مختار بھی ہے

کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر [حصہ اول، ص۲۳]

دنیا کا سارا نظام شیخ عبدالقادر جیلانی چلا رہے ہیں۔

اور حصہ دوم میں لکھتے ہیں......

احد سے احمد، احمد سے تجھ کو

کن اور سب کن مکن حاصل ہیں یا غوث

یعنی اللہ تعالیٰ نے سب خدائی اختیارات آنحضرت ﷺ کو دے دیئے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے وہ سارے خدائی اختیارات شیخ عبدالقادر جیلانی کو دے دیئے ہیں۔ اوہ! خدا کی پناہ کیا یہ اسلام ہے؟ اور اگر یہ اسلام ہے تو کفر اور شرک کس بلا کا نام ہے؟ مکہ اور عرب کے سکہ بند مشرکوں سے پوچھا جاتا ہے کہ بتلاؤ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ کانوں کا مالک کون ہے، آنکھوں کا مالک کون ہے، کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہے، مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کون پیدا کرتا ہے تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کرتا ہے، یہ تو مشرک ہیں اور جو کہیں یہ سارے کام آنخضرت ﷺ اور عبد القادر جیلانی کرتے ہیں وہ موحد ہوں۔ الٹی گنگا ہے خدا کی پناہ۔ ذاتی طور پر ہمیں کسی سے کوئی عداوت نہیں ہے لیکن یہ جو اسلام کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے اس کی ہم اجازت نہیں دیں گے۔ اور یہ جو کچھ میں نے بتایا ہے کسی عام آدمی کی بات نہیں ہے۔ احمد رضا خان بریلویوں کا امام ہے، اس نے کہا ہے......

ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی، مختار بھی ہے

کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

اور اس نے کتاب ''الامن والعلیٰ'' میں لکھا ہے کہ سورج طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نائب، ان کے وارث، ان کے فرزند، ان کے دلبند، غوث الثقلین، غیث الکونین، حضور پرنور، سیدنا و مولانا، امام ابو احمد شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ پر سلام نہ کرے۔[ص ۱۰۸] لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سوال یہ ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت ہوئی ہے ۴۹۰ھ میں اور انکی وفات ہوئی ہے ۵۶۱ھ میں۔ تو کیا ۴۹۰ھ سے پہلے سورج طلوع ہوتا تھا یا نہیں؟ اگر ہوتا تھا اور یقیناً طلوع ہوتا تھا تو اس وقت کس کو سلام کر کے چلتا تھا؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ سورج پر بھی ان کی بادشاہی ہوئی اور چاند پر بھی ان کی بادشاہ ہوئی اور ہر چیز پر ان کا قبضہ اور کنٹرول ہے اور اسی لئے کہتے ہو......

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

یہ مسجدوں میں سارا شرک جس کو مٹانے کیلئے قرآن آیا ہے۔ یہ آیات اچھی طرح سمجھو اور گھروں میں عورتوں کو سمجھاؤ، خود پڑھو سمجھو، عورتوں اور بچوں کو پڑھاؤ اور سمجھاؤ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس آپ کہہ دیں پھر تم شرک سے نہیں بچتے اور کہتے ہو هٰٓؤُلَاۤءِ شُفَعَاۤؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ یہ جس کے بارے میں تم اقرار کرتے ہو کہ وہ تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، کانوں آنکھوں کا مالک ہے، زندہ کو مردہ سے مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور ساری کائنات کے نظام کو چلانے والا ہے فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ پس یہی ہے اللہ تعالیٰ تمہارا سچا پروردگار فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ پس کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ پس کدھر الٹے

پھرے جا رہے ہو کچھ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ساتھیو! قرآن تمہارے سامنے ہے یہ سب کچھ ماننے کے باوجود وہ مشرک تھے اور اب یہ سب کچھ کرنے کے باوجود موحد ہیں۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❁❁❁

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ ۟ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اسی طرح لازم ہو چکا ہے فیصلہ تیرے رب کا عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ کہ بے شک وہ ایمان نہیں لائیں گے قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے مَنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اس کو دوبارہ لوٹائے قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ آپ کہہ دیں اللہ ہی ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ

لوٹائے گا فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ پس تم کدھر الٹے پھیرے جا رہے ہو قُلْ آپ کہہ دیں
هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى
الْحَقِّ جو راہنمائی کرے حق کی طرف قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ آپ کہہ دیں اللہ
تعالیٰ ہی راہنمائی کرتا ہے حق کی اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ کیا پس وہ جو ہدایت
دیتا ہے حق کی طرف اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے
اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ یا وہ جو ہدایت نہیں پا سکتا اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى مگر یہ کہ اس کو ہدایت دی
جائے فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ پس کیا ہو گیا ہے تمہیں تم کیسا فیصلہ کرتے ہو
وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر اِلَّا ظَنًّا مگر گمان کی
اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا بیشک گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے
کچھ بھی اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے
ہیں وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اور نہیں ہے یہ قرآن اَنْ يُّفْتَرٰى کہ گھڑا جائے مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اور لیکن تصدیق
ہے اس چیز کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہے وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ
اور یہ تفصیل ہے کتاب کی نہیں شک اس میں مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ رب العالمین
کی طرف سے ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نے اس قرآن کو
گھڑ لیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ پس لاؤ ایک چھوٹی سورت
اس جیسی وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ اور بلاؤ جس کو بھی طاقت رکھتے ہو مِنْ دُوْنِ

اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے سوا اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے۔

مشرکین بزرگوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے سیڑھیاں بناتے تھے

گذشتہ درس میں تم نے پڑھا اور سنا کہ مشرکین اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ تمام بنیادی چیزوں کا مالک خالق اللہ تعالیٰ ہے اور تمام معاملات کا نظام چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اور یہ ساری باتیں تسلیم کرنے کے باوجود وہ شرک میں مبتلا تھے اور کہتے تھے کہ بیشک یہ تمام کام رب تعالیٰ کرتا ہے مگر وہ ہم سے بہت دور ہے اور ہم بہت پست ہیں ہمیں رب تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے سیڑھی کی ضرورت ہے اور سیڑھی اور زینے کے بغیر ہم رب تک نہیں پہنچ سکتے۔جن بابوں کی ہم پوجا کرتے ہیں یہ رب نہیں ہیں، زمین وآسمان کے خالق نہیں ہیں رب تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں آنکھ، کان، دل وغیرہ یہ ہمیں نہیں دے سکتے یہ سارے کام رب تعالیٰ کے ہیں یہ صرف ہمیں رب تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی [سورۃ زمر:۳] ''ہم تو ان کو اس واسطے پکارتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچا دیں درجہ میں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں، مقبول ہیں یہ ہمیں رب تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں، یہ ہماری فریادیں اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔اب غور کرو کہ جس کو تم مافوق الاسباب سفارشی مانو گے تو اس کیلئے غیب کی صفت بھی ماننی پڑے گی کہ وہ ہمارے حالات سے واقف ہے اور یہی کفر ہے۔پھر اس کو حاضر و ناظر بھی ماننا پڑے گا کہ وہ میرے حالات کو دیکھتا ہے اور یہی کفر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذٰلِکَ حَقَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ اسی طرح لازم ہو چکا ہے فیصلہ تیرے رب کا عَلَی الَّذِیْنَ فَسَقُوْا ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی ہے کہ سب کچھ جانتے اور مانتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہیں تو ان کیلئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ لازم ہو گیا ہے کہ

اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ کہ بے شک وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

ہر چیز کو پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے :

قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان سے کہہ دیں، ان سے پوچھیں هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے مَنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہو پھر دوبارہ اس کو لوٹائے ۔ ابتداءً انسان ،جنات ،فرشتے ،حیوانات وغیرہ کو پیدا کیا ہو پھر قیامت والے دن دوبارہ اس کو لوٹائے تمہارے خداؤں میں سے ہے کوئی جو یہ کام کرے؟ قُلِ آپ ہی کہہ دیں اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ اللہ ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ لوٹائے گا فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس تم کدھر الٹے پھیرے جارہے ہو قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے۔ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا ہوا ہے مَّنْ يَّهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ جو راہنمائی کرے حق کی طرف۔ حق کو سمجھنے کیلئے جو چیزیں درکار ہیں مثلاً عقل ہے، کان ہیں کہ ان کے ذریعے سنتا ہے، آنکھیں ہیں ان کے ذریعے دیکھتا ہے، دل ہے جس کے ذریعے سوچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہے جو تمہیں یہ چیزیں دے؟ کتابوں کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کتابیں کسی نے نازل کی ہیں؟ پیغمبروں کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے پیغمبر بھیجے ہیں؟ قُلِ آپ کہہ دیں اَللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ اللہ تعالیٰ ہی راہنمائی کرتا ہے حق کی۔ اب تم خود فیصلہ کرو اَفَمَنْ يَّهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ کیا پس وہ جو ہدایت دیتا ہے حق کی طرف اَحَقُّ زیادہ حقدار ہے اَنْ يُّتَّبَعَ کہ اس کی پیروی کی جائے اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْ یا وہ جو ہدایت نہیں پا سکتا اِلَّا اَنْ يُّهْدٰى مگر یہ کہ اس کو ہدایت دی جائے۔ یعنی ایک وہ ہے جو ہدایت دیتا ہے، ہدایت کے اسباب پیدا کرتا ہے اور ایک وہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ ہدایت نہ

دے تو اس کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ تو کس کی بات ماننی ہے؟ جو خود ہدایت نہیں پا سکتا اس کی بات ماننی ہے یا اس کی جو ہدایت دے سکتا ہے۔ مگر یہاں تو بڑی مصیبت ہے کہ مشرکوں نے سب حدود پار کر لی ہیں۔

ایک غالی نے کہا ہے.....

؎ دل ملا، آنکھیں ملیں، ایمان ملا

جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا

جو دیا تو نے دیا احمد رضا

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ عقائد رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اسلام ہے۔ بھائی اگر یہ اسلام ہے تو پھر کفر کس بلا کا نام ہے؟ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ پس کیا ہو گیا ہے تمہیں تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ یاد رکھنا! عقیدہ بڑی اور اصل چیز ہے۔ صحیح عقیدے کو اپنانا ہی بڑی بات ہے وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر مگر گمان کی۔ اکثریت اپنے گمان پر چلتی ہے۔ حق کو ماننے والے دنیا میں بہت تھوڑے لوگ ہیں اور ضابطہ یہ ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا بیشک گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی۔ گمان سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔

منکرین حدیث کا عوام الناس کو دھوکہ دینا :

منکرین حدیث اس آیت کریمہ سے عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہیں۔ ان کا مغالطہ بھی سمجھ لو۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ” کہ بیشک

گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی ۔'' اور احادیث ظنی ہیں اس لئے ہم نہیں مانتے ۔ یاد رکھنا ! ان کا یہ دعویٰ بالکل باطل ہے ۔ کیونکہ سب احادیث ظنی نہیں ہیں ۔ احادیث قطعی بھی ہیں ۔ جو احادیث متواتر ہیں قرآن کریم کی طرح قطعی ہیں ۔ اور تواتر کی چار قسمیں ہیں ۔

۱)..... تواتر لفظی　　۲)..... تواتر معنوی

۳)..... تواتر طبقہ　　۴)..... تواتر توارث

ان میں سے کسی بھی قسم سے ہو وہ قطعی ہے ۔ اور احادیث کا بیشتر حصہ قطعی ہے ۔ البتہ خبر واحد ظنی ہوتی ہے وہ عقیدہ کیلئے کفایت نہیں کرتی ۔ یعنی اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا ۔ لیکن عمل کیلئے وہ بھی کافی ہے اور ساری احادیث کو ظنی کہہ کر ٹھکرا دینا پرلے درجے کی جہالت ہے اور منکرین حدیث کا فتنہ بھی آجکل بڑے زوروں پر ہے ۔ انہوں نے کویت میں فتور ڈالا ہوا ہے کہ حدیث کوئی شے نہیں ہے ۔ علماء کرام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے وہاں ان کا مقابلہ کیا اور عوام کو بتلایا ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ۔ اور حکومت کو بھی بتلایا ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں تو حکومت نے ان پر پابندی لگا دی ۔ برطانیہ میں ان لوگوں کا بڑا زور ہے ، پاکستان میں بھی ہیں ۔ غلام احمد پرویز ان کا بڑا ہے اور اس کے چیلے پھیلے ہوئے ہیں ۔ کبھی قربانی کے مسئلہ کو اچھالتے ہیں ، کبھی نماز اور زکوٰۃ اور کہتے ہیں کہ قرآن کے علاوہ کوئی شے نہیں ہے اور ماننے قرآن کو بھی نہیں ہیں ۔ قرآن کو مان لیں تو پھر بھی بات بن جائے ۔ غلام احمد پرویز نے چار جلدوں میں معارف القرآن کے نام سے تفسیر لکھی ہے ۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ اگر سائنس ثابت بھی کر دے کہ انسان چند سیکنڈ میں آسمانوں پر جا اور آ سکتا ہے میں پھر بھی حضور ﷺ کے معراج جسمانی کو نہیں

مانوں گا۔ اس وقت امریکہ اور روس نے خلائی جہاز نہیں چھوڑے تھے، بعد میں انہوں نے خلائی جہاز چھوڑے اور وہ چاند پر اترے بھی ہیں۔ ضد کا اندازہ لگاؤ۔ تو نہیں ماننا تو نہ مان اور ماننے والے تھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑا جائے اللہ تعالیٰ کے سوا کہ کسی اور نے اس کو بنایا ہو۔ ایسا قطعاً نہیں ہے بلکہ یہ رب تعالیٰ کی کتاب ہے وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اور لیکن تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ قرآن پاک اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ اور یہ تفصیل ہے کتاب کی اور تمام اصول وعقائد و نظریات موجود ہیں جو پہلی کتابوں میں نازل ہوئے لَا رَيْبَ فِيْهِ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

مشرکوں کا شوشہ کہ یہ قرآن خود بناتا ہے:

مشرکین نے یہ شوشہ بھی چھوڑا تھا کہ یہ قرآن اِفْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ اس نے اپنے پاس سے گھڑا ہے اور ایک قوم نے اس کی امداد کی ہے۔ فُسطاس رومی ایک غلام تھا اس کی طرف نسبت کرتے تھے کہ وہ اسکو لکھاتا ہے۔ حالانکہ وہ بیچارہ ٹوٹی پھوٹی عربی بھی نہیں بول سکتا تھا اور قرآن کریم تو بڑا فصیح اور صاف عربی میں ہے اس عجمی نے کیسے سکھا دیا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ [سورۃ نحل: ۱۰۳] ''اس شخص کی زبان جسکی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔'' تو اس طرح کے شوشے چھوڑتے رہتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلا چیلنج دیا کہ اگر یہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ اکیلے بنا کر لائے ہیں تو تم سارے جمع ہو

کر اس جیسا قرآن لے آؤ اور اپنے ساتھ جنات کو بھی ملا لو۔ پھر تحدی فرمادی اور فرمایا قل اے نبی کریم آپ ان سے کہہ دیں لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا [سورۃ بنی اسرائیل:۸۸] ''اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل تو نہیں لائیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔'' کئی سال اس چیلنج پر گذر گئے اور وہ نہ لا سکے تو پھر ان کو چھوٹ دی گئی کہ قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ تمہیں ایک سو چار معاف فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ ''لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئیں۔'' اور یہاں بھی فرمایا وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [سورۃ ھود:۱۳] ''اور بلا لو جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر ہو تم سچے۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا انسان، جن اور فرشتے سب کو ملا لو اور اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ مگر سالہا سال گذر گئے وہ قرآن پاک کی دس سورتوں کے مثل نہ لا سکے تو آخر میں فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ پس لاؤ ایک چھوٹی سورت اس جیسی۔

سورۃ کے اوپر جو تنوین ہے وہ تقلیل کیلئے ہے یعنی چھوٹی سی سورت قرآن پاک جیسی لاؤ۔ قرآن پاک کی تین سورتیں چھوٹی ہیں سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر، ان تینوں کی تین تین آیتیں ہیں۔ ان جیسی کوئی سورت لاؤ اور پہلے پارے میں ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ''پھر اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور بلا لو جس کو بھی طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس کو چاہو بلا لو اگر ہو تم سچے کہ یہ

بندے کا بنایا ہوا ہے اور پیغمبر نے خود گھڑ لیا ہے۔ قرآن کریم کے اس چیلنج کو آج چودہ صدیاں گذر گئی ہیں کوئی ماں کا لال اس چیلنج کو قبول نہیں کرسکا کہ قرآن کی چھوٹی سی سورت کا مثل نہیں لا سکا۔ پھر گھڑنے اور بنانے کا شوشہ اس ذات کیلئے چھوڑتے ہیں جو اَلرَّسُوْلُ النَّبِیُّ الْاُمِّی ہے۔ نہ لکھنا جانتا ہے نہ پڑھنا جانتا ہے۔ یہ شوشے صرف لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے۔ (آمین)

۞۞۞

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

بَلْ كَذَّبُوْا بلکہ جھٹلایا انہوں نے بِمَا اس چیز کو لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا انہوں نے وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ اور ابھی تک نہیں آئی ان کے پاس اس کی حقیقت كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ پس دیکھو کیا انجام ہوا ظالموں کا وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس قرآن پر وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ اور تیرا رب خوب جانتا ہے فسادیوں کو وَاِنْ كَذَّبُوْكَ اور اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں فَقُلْ پس آپ کہہ

دیں لِیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ تم بیزار ہو اس چیز سے جو میں کرتا ہوں وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اور میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم کرتے ہو وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ اگر چہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ کیا آپ اندھوں کو ہدایت دے سکتے ہیں وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ اگر چہ وہ نہ دیکھتے ہوں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا کچھ بھی وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

مشرکین شوشے محض ضد کی وجہ سے چھوڑتے تھے :

اس سے قبل مشرکین کے اس شوشے کا ذکر تھا کہ یہ قرآن خود بنا کر لایا ہے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیں کہ اگر میں اُمی ہونے کے باوجود بنا لایا ہوں تو تم سارے مل کر اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے تو پھر ایسے شوشے نہ چھوڑو۔ یہ شوشے تو محض ضد کیوجہ سے چھوڑتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ بَلْ كَذَّبُوْا بلکہ جھٹلایا ہے انہوں نے بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ اس چیز کو جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا انہوں نے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتابوں میں سے اعلیٰ اور افضل

ہے۔اس میں جو اصول اور قاعدے بیان کیئے گئے ہیں، ایسے جامع مانع ہیں کہ قیامت تک ان کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہے وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ اور ابھی تک نہیں آئی ان کے پاس اس کی حقیقت قرآن پاک کی تکذیب کا نتیجہ ہے عذاب وہ ابھی تک ان پر نہیں آیا آئے گا ضرور کیونکہ جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کو جھٹلایا ہے ان پر عذاب آیا ہے۔

جن قوموں نے حق کو جھٹلایا ان کا انجام :

پہلی قوم جس نے حق کو جھٹلایا وہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ہے۔کئی صدیاں حق کو جھٹلاتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور سارے غرق ہو گئے۔پھر حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، پھر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، فرعون اور اس کی جماعت نے حق کو جھٹلایا اور ٹھکرایا ان پر عذاب آیا۔بے شمار قوموں کا قرآن میں ذکر ہے۔کہ حق کو جھٹلانے کا کیا انجام ہوا۔ان پر ابھی تک حق کو جھٹلانے کا نتیجہ نہیں آیا کہ کیا ہوتا ہے؟ باقی ان کا حق کو جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے اور اس کا نتیجہ بھی سامنے آ گیا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ پس دیکھو کیا انجام ہوا ظالموں کا۔عرب قوم تاجر تھی تجارت کے سلسلے میں شام جاتے تھے یمن جاتے تھے، لوط علیہ السلام کی بستیوں کے پاس سے گذرتے تھے۔حجر اور مدین کے علاقے سے گذرتے تھے، تباہ ہونے والی قوموں کی جگہیں ان کے سامنے تھیں۔حافظے ان کے بڑے قوی ہوتے تھے۔رات کو جب اکٹھے ہوتے تو ان کے قصے بیان کرتے کہ فلاں قوم اس طرح تباہ ہوئی، فلاں قوم اس طرح تباہ ہوئی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس

قرآن پر۔ قرآن کریم کے نزول کے بعد اس کو ماننے والے بھی تھے اگر چہ تھوڑے سے وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهٖ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے اس قرآن پر۔ ہر دور میں حق والے بھی رہے ہیں اور باطل والے بھی رہے ہیں۔ البتہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے سارے لوگ حق پر تھے كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [سورۃ البقرۃ:۲۱۳] ''سب لوگ ایک ہی دین پر تھے۔'' پہلی قوم جو شرک میں مبتلا ہوتی ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھی اس کے بعد آج تک اکثریت کافروں کی ہے۔

اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے :

ایک دفعہ مشرکین مکہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں۔ تو فیصلہ تو ثالث ہی کر سکتا ہے لہذا ایک ثالث مقرر کر کے مردم شماری کرالیں جس طرف اکثریت ہوئی وہ سچے ہونگے۔ آٹھویں پارے میں ہے فرمایا اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِىۡ حَكَمًا ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں۔'' پھر فرمایا وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ [سورۃ الانعام:۱۱۶] ''اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ بہکا دیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔'' اکثریت تو گمراہوں کی ہے، ووٹ تو زیادہ ان کے ہیں اس طرح کے فیصلے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حق حق ہے کوئی مانے یا نہ مانے اور یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں ایسے پیغمبر بھی تشریف لائیں گے کہ ان کیساتھ چار امتی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ دو امتی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ صرف ایک امتی ہو گا وَيَجِئُ النَّبِىُّ وَلَيۡسَ مَعَهٗ اَحَدٌ اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ ایک امتی

بھی نہیں ہوگا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ پیغمبر تن تنہا ہوگا مگر پیغمبر سارے کامیاب اور جنہوں نے حق کو نہیں مانا وہ ناکام اور نامراد، تو اکثریت تو کوئی معیار نہیں ہے۔ وَرَبُّکَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِیْنَ اور تیرا رب خوب جانتا ہے فسادیوں کو کہ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نہیں مانتے وہ فسادی ہیں۔ دیکھو یہ بات سارے ہی سمجھتے ہیں کہ جو ملکی قانون کو نہیں مانتا وہ مجرم ہوتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہیں مانتا اس سے بڑا مجرم کون ہوگا۔ ملکی قانون کے باغی کو حکومت کب معاف کرتی ہے۔ اور جو خدا کی زمین میں رہ کر اس کے آسمان کی چھت کے نیچے رہ کر رب تعالیٰ کے حکم کو نہ مانے اس سے بڑا فسادی کون ہوگا۔ فسادی صرف مکا مارنے والا ہی نہیں، چوری، ڈاکے ڈالنے والا ہی نہیں بلکہ جو حق کو نہیں مانتا وہ بھی فسادی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں۔ فرمایا وَاِنْ کَذَّبُوْکَ اور اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ پس آپ کہہ دیں میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے۔ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو اپنا کام کرتے رہو میں اپنے کام کو نہیں چھوڑوں گا اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ تم بیزار ہو اس چیز سے جو میں کرتا ہوں وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اور میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ تمہارے کفر و شرک سے میں بیزار ہوں اور میں توحید پر قائم ہوں اور توحید کا سبق دیتا ہوں، قیامت کو مانتا ہوں اور اس کی تلقین کرتا ہوں، قرآن پاک کو مانتا ہوں اور اس کا درس دیتا ہوں تم اس سے بیزار ہو میرا عمل میرے ساتھ اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔'' وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگائے رکھتے ہیں آپ کی طرف۔

مشرک آپ کا بیان محض پروپیگنڈہ کیلئے سنتے تھے :

آپ ﷺ کے مخالف آکر سنتے تھے اس ارادے اور قصد سے کہ ہمیں کوئی اعتراض کی بات مل جائے پروپیگنڈہ کیلئے مثلاً اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی بے بسی سمجھانے کیلئے مکھی کا بھی ذکر کیا ہے۔ سورۃ حج کے آخری رکوع میں ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ بیشک وہ لوگ کہ پکارتے ہوتم ان کو لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ہرگز نہیں پیدا کرسکتے ایک مکھی بھی اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں۔ اور سورت بقرہ کے تیسرے رکوع میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَةً فَمَا فَوۡقَهَا'' بیشک اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا یہ کہ بیان کرے مثال مچھر کی یا اس سے بڑی۔'' اور سورت عنکبوت آیت نمبر ۴۱ میں مشرکوں کے شرک کی حقیقت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا مَثَلُ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِیَآءَ ''مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز کَمَثَلِ الۡعَنۡکَبُوۡتِ مکڑی کی مثال ہے اِتَّخَذَتۡ بَیۡتًا جس نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ اور بیشک تمام گھروں سے کمزور گھر البتہ مکڑی کا گھر ہوتا ہے لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ اگر ان لوگوں کو سمجھ ہوتی۔'' کہ مکڑی کا جالا نہ اسے گرمی سے بچا سکتا ہے نہ سردی سے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد کرنے والا اور کسی کو نافع اور ضار سمجھنے والا مکڑی کے جالے میں رہتا ہے۔ یہ شرک کی تردید کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرک مکڑی کے جالے میں پناہ لیتا ہے کیونکہ......

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ :

وَاِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا وَاِنۡ یُّرِدۡکَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ [سورۃ یونس: ۱۰۷]

''اور اگر وہ ارادہ کرے آپکے ساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں رد کر سکتا اس کے فضل کو۔'' جو کرنا ہے وہ صرف رب نے کرنا ہے۔ تو قرآن کریم میں مکھی، مچھر اور مکڑی کا ذکر ہے۔ یہ لوگ جب اس طرح کی آیات سنتے تو کہتے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے کہ اس میں ان چیزوں کا ذکر ہے۔ تو وہ پروپیگنڈہ کرنے کیلئے سنتے ہیں لیکن دل کے کان انہوں نے بند کیئے ہوتے ہیں اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ اگر چہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں۔ جس آدمی نے توجہ سے بات نہیں سنی اور دل پر تالا لگایا ہوا ہے اس کو سنانے کا کیا فائدہ ہوگا اس کا تو دل بند ہے۔ اور آپ ﷺ کے مخالفین تو اس پر فخر کرتے تھے۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ [حم سجدہ: ۵] ''اور کہا انہوں نے ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔'' تمہاری کوئی بات ہمارے دلوں تک نہیں پہنچتی اور ہم نے کانوں میں ڈاٹے چڑھائے ہوئے ہیں تمہاری کوئی بات ہم کانوں میں نہیں پڑنے دیتے۔ اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ کوئی علاج نہیں ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ کیا آپ اندھوں کو ہدایت دے سکتے ہیں وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ اگر چہ وہ نہ دیکھتے ہوں۔ مثلاً دوپہر کا وقت ہو سورج بالکل سر پر ہو بادل اور دھند بھی نہ ہو، غبار بھی نہ ہو یعنی مطلع بالکل صاف ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کہے کہ مجھے سورج دکھاؤ۔ بھائی جب تو نے آنکھیں بند کرلیں ہیں تجھے سورج کون دکھائے گا؟

؎ آنکھیں اگر ہیں بند تو دن بھی رات ہے
بھلا اس میں قصور کیا ہے آفتاب کا

بہرحال مشرکوں کی حقیقت کی آنکھیں بند ہیں وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ اور وہ دیکھتے نہیں ہیں صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے ہیں حق سننے سے، گونگے ہیں حق بولنے سے، اندھے ہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنے سے۔

صم بکم عمی کا مفہوم:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ دنیا کے حکمران کانوں سے بہرے ہونگے، آنکھوں سے اندھے ہوں گے، زبان سے گونگے ہونگے۔ ہمارے طالب علمی کا زمانہ تھا آج سے ساٹھ ستر سال پہلے۔ ہمیں یہ حدیث سمجھ نہ آئی ہم نے استاد سے پوچھا حضرت اس وقت آنکھوں والے لوگ نہیں ہونگے کہ لوگ اندھوں کو بادشاہ بنائیں گے، کانوں سے سننے والے نہیں ہونگے کہ بہروں کو بادشاہ بنائیں گے اور بولنے والے نہیں ہونگے کہ لوگ گونگوں کو بادشاہ بنائیں گے۔ تو استاد محترم مولانا عبدالقدیر صاحبؒ نے فرمایا میاں (یہ ان کا تکیہ کلام تھا) کان بھی ہونگے، آنکھیں بھی ہونگی، زبانیں بھی ہوں گی۔ حق کی نشانیوں کو دیکھیں گے نہیں، حق کی بات کہیں گے نہیں، حق کی بات سنیں گے نہیں۔ وہی سارا قصہ ہے۔ حق کی بات نہیں سنتے چاہے کچھ ہو جائے، حق کی بات زبان پر نہیں لاتے، حق دیکھنے کیلئے تیار نہیں۔ حالانکہ زبان بھی رکھتے ہیں، آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

ایک شخص نے آکر سوال کیا حضرت قیامت کب آئے گی؟ فرمایا اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَۃُ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ جب امانت ضائع کردی جائے گی پس قیامت کا انتظار کرو وہ چلی آرہی ہے۔ اس نے سوال کیا کہ حضرت امانت کس طرح ضائع ہوجائے گی اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ "جب حکمرانی نا اہل لوگوں کے حوالے کردی جائے گی۔" [بخاری شریف [اب

جو ہمارے حکمران ہیں وہ اس لائق نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے بادشاہ ہوں ۔ یہ بیچارے طالبان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور جو غیر ہیں وہ بھی ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔ ان کے متعلق کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے اور کبھی کوئی شوشہ ۔ان کے شوشوں سے قطعاً متاثر نہ ہوں اور سمجھو، اللہ تعالیٰ نے سب کو سمجھ دی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا کچھ بھی، رتی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانتے ، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان نہیں لاتے ، پیغمبروں کو نہیں مانتے ، دنیا کے نشے میں ہیں ۔ مرنے کے بعد جب آنکھیں کھلیں گی تو پتہ چلے گا کہ ہم اپنے ساتھ کیا کرتے رہے ہیں ۔ جسطرح آپریشن کے وقت ڈاکٹر بے ہوش کر کے ہاتھ کاٹ دیتے ہیں، ٹانگ کاٹ دیتے ہیں یا جسم کا جو بھی حصہ کاٹنا ہو اس وقت مریض کو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ نشے میں ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ نشہ اترتا ہے ہوش آتی ہے پھر معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ آج ہم پر بھی دنیا کا نشہ ہے ہمیں اپنے نفع نقصان کا کوئی علم نہیں ہے ۔جس وقت موت آئے گی آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے نشہ اترے گا پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور پتہ چل جائے گا کہ ہم دنیا میں کیا کما کر آئے ہیں اور کیا کر کے آئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہماری آنکھیں وقت سے پہلے کھل جائیں اور یہ بات سمجھ جائیں کہ دنیا کی زندگی بالکل فانی اور عارضی ہے اور موت صرف بوڑھوں کیلئے نہیں ہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے تو غلط فہمی میں مبتلا ہے ۔کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں ابھی تندرست ہوں تو وہ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہے موت سب کیلئے ہے، جوان بھی مر رہے ہیں، تندرست بھی مر رہے ہیں، بچے بھی مر رہے ہیں اور ہمارا زمانہ تو حادثاتی دور ہے ۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ اس زمانے میں اگر کوئی رات کو

اپنے گھر خیریت کے ساتھ آجائے تو دو رکعت شکرانے کے پڑھے کہ اے پروردگار! تیرا فضل ہے کہ میں خیریت کیساتھ گھر لوٹ آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

(امین)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَإِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ مگر دن کی ایک گھڑی يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ تحقیق خسارہ اٹھایا ان لوگوں نے كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ اور نہیں تھے وہ ہدایت یافتہ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ اور اگر ہم دکھادیں آپ کو بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ بعض وہ عذاب جس کی ہم ان کو دھمکی دے چکے ہیں أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ پس ہماری طرف ہے ان کا لوٹنا ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ اس کارروائی پر جو وہ کرتے ہیں وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ اور ہر امت کیلئے

رسول ہے فَاِذَاجَآءَ رَسُوْلُهُمْ پس جب آئے گا ان کا رسول قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا انصاف کیساتھ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰی هٰذَاالْوَعْدُ کب آئے گا یہ وعدہ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّاوَّ لَانَفْعًا میں مالک نہیں ہوں اپنے لئے ضرر کا اور نہ نفع کا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جو رب چاہے لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ہر امت کیلئے ایک میعاد مقرر ہے اِذَاجَآءَ اَجَلُهُمْ جب آئے گی ان کی میعاد فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً پس نہیں موخر ہوں گے ایک گھڑی وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکتے ہیں۔

اس سے پہلے فرمایا فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ''پس دیکھ کیا انجام ہوا ظالموں کا۔'' جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی، حق کو قبول نہ کیا ان کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔ قرآن پاک میں واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، تبّع کی قوم اور دیگر قومیں دنیا میں کس طرح تباہ و برباد ہوئیں۔ اب فرماتے ہیں کہ آخرت میں ان کیساتھ کیا ہوگا۔

نافرمان قوموں کا آخرت میں انجام:

وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا۔ محشر کا معنی ہے اکٹھا ہونے کی جگہ، میدان محشر جب برپا ہوگا کَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْآ اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ گویا کہ وہ

نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی۔ کَاَنْ اصل میں کَاَنَّھُمْ تھا۔ جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ان کو یوں محسوس ہوگی کہ گویا ہم دنیا میں ایک گھڑی رہے ہیں۔ بعض مفسرین کرامؒ نے اس سے قبر اور برزخ کی زندگی مراد لی ہے۔ مرنے کے بعد قبر برزخ کی زندگی ہے جو نیکوں کیلئے راحت اور برے کیلئے تکلیف ہے۔ تو جس وقت قبر سے اٹھائے جائیں گے تو یوں محسوس کریں گے کہ گویا برزخ میں، قبر میں ایک گھڑی رہے ہیں اور حقیقت بھی ہے۔ کیونکہ قیامت کا دن خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہو گا۔ تو اس کے مقابلہ میں بیس سال، تیس سال، پچاس سال، سو سال، ہزار سال کی زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جنت دوزخ کی زندگی تو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، ابدالآباد ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَھُمْ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ جیسے ہم یہاں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اسی طرح میدان محشر میں بھی اور جنت دوزخ میں بھی سب ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا تحقیق خسارہ اٹھایا ان لوگوں نے جنہوں نے جھٹلایا بِلِقَآءِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو، قیامت قائم ہونے کو اور اللہ تعالیٰ کی عدالت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور اہل حق اس بات کو مانتے ہیں کہ قیامت قائم ہوگی، اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، ہر ایک کی اللہ تعالیٰ کیساتھ اس دن ملاقات ہوگی، رب تعالیٰ سب سے ملاقات کریں گے اور کافر منکر ہیں بلکہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک ہندو بے ایمان شاعر ہے اس نے استہزاءً کہا ہے......

ملے گی شیخ کو جنت، ہمیں دوزخ عطا ہوگی

بس اتنی بات ہے جس کیلئے محشر بپا ہوگا

کیا یہ تھوڑی بات ہے؟ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ اور نہیں تھے وہ ہدایت یافتہ۔

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں۔ کیونکہ کافروں کی بے جا باتیں سن کر آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی، ہونی بھی چاہئے تھی کہ انسان ہیں۔ آپ ﷺ کے منہ پر آپ کو پاگل، مجنون، ساحر، کذاب، جادوگر، مفتری، اور کاھن کہتے تھے اور ہر قسم کا مذاق اڑاتے تو آپ ﷺ کو دکھ ہوتا اور دل میں آتا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پکڑتا کیوں نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اور اگر ہم دکھادیں آپ کو بعض وہ عذاب جس کی ہم ان کو دھمکی دے چکے ہیں۔ علماء عربیت فرماتے ہیں کہ وَعَدَ يَعِدُ کا مصدر اگر وَعِيْدًا آئے تو معنٰی دھمکی ہے اور اگر مصدر وَعْدًا آئے تو معنٰی ہے وعدہ کرنا۔ اور یہاں وَعَدَ يَعِدُ وَعِيْدًا سے ہے یعنی جس عذاب کی ہم انکو دھمکی دے چکے ہیں اگر آپ ﷺ کی موجودگی میں آئے تو اس پر بھی ہم قادر ہیں اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو پھر بھی یہ عذاب سے نہیں چھوٹ سکتے فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ پس ہماری طرف ہے ان کا لوٹنا۔ مَرْجِع کو مصدر میمی بھی قرار دیتے ہیں۔ اگر مصدر میمی ہو تو پھر معنٰی ہے لوٹنا اور اس کو ظرف کا صیغہ بھی قرار دیتے ہیں۔ اگر ظرف کا صیغہ ہے تو پھر معنٰی ہے لوٹانے کی جگہ، دونوں صحیح ہیں۔ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس کاروائی پر جو وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ اور ہر امت کیلئے رسول ہے فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ پس جب آئے گا ان کا رسول (میدان محشر میں) قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا انصاف کیساتھ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

روز قیامت کسی پر ظلم نہیں ہوگا :

سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۱ میں ہے یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ ۭبِاِمَامِهِمْ "اور جس دن ہم بلائیں گے ہر گروہ کو اس کے امام کیساتھ۔" مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم عدالت میں آئے گی۔ نوح علیہ السلام پر بہت تھوڑے آدمی ایمان لائے تھے سو سے بھی کم تھے اکثریت کافروں اور مشرکوں کی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے ھَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ کیا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی فَیَقُوْلُ نَعَمْ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے ہاں اے پروردگار! میں نے تبلیغ کی تھی اور تبلیغ بھی کیسی؟ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا بیشک میں نے ان کو برملا دعوت دی ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا [سورۃ نوح:۸،۹] پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال سمجھایا۔ پھر ان کی قوم سے پوچھا جائے گا ھَلْ بَلَّغَکُمْ نُوْحٌ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ کہیں گے ہمیں کب تبلیغ کی ہے؟ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ مشرک بہت بے حیا ہوتے ہیں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ [سورۃ انعام:۲۳] "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ [انعام: ۲۴] "دیکھو کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر۔" تو مشرک سے زیادہ بے حیا کوئی نہیں ہے۔ چونکہ ضابطہ ہے کہ مدعی کے ذمہ ہے گواہ پیش کرنا اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے مَنْ یَّشْهَدُ لَکَ تیرا گواہ کون ہے؟ نوح جواب میں فرمائیں گے مُحَمَّدٌ وَ اُمَّتُهٗ (یہ میں بخاری

شریف کی روایت کا خلاصہ پیش کر رہا ہوں)امت محمد ﷺ کو بلایا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی یہ امت کہے گی ہاں نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی اس امت کے گواہی دینے کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ [سورۃ البقرۃ:۱۴۳] ''تا کہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہی دینے والے۔'' تو جب یہ امت گواہی دے گی تو نوح علیہ السلام کی امت کہے گی ان کی گواہی منظور نہیں ہے کہ یہ موقع پر موجود نہیں تھے یہ تو ہمارے سے ہزاروں سال بعد کے ہیں گواہ تو موقع کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت سے کہیں گے سنتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ امت کہے گی اے پروردگار! یہ بات ٹھیک ہے مگر ہم سچے ہیں کیونکہ ہم نے تیری پاک اور سچی کتاب میں پڑھا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [سورۃ المومنون:۲۳] ''اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف پس کہا انہوں نے کہ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود۔'' اور اے پروردگار! تیرے آخری پیغمبر نے بھی ہمیں بتایا کہ قَدْ بَلَّغَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ تحقیق نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ اے پروردگار! اگر تیری کتاب سچی ہے اور تیرا پیغمبر سچا ہے تو پھر ہم بھی سچے ہیں۔ اور جب کوئی اہم مسئلہ ہوتا ہے تو وہاں گواہوں کی بھی صفائی ہوتی ہے جس کو تزکیۃ الشہود کہتے ہیں۔ تو پھر آنحضرت ﷺ اس امت کی صفائی پیش کریں گے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور ہوں گے رسول ﷺ تم پر گواہ کہ میری امت نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ تو اس طرح فیصلہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اور وہ کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ، قیامت کب لاؤ گے، فیصلے کب ہوں گے؟ بتاؤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔

قیامت اور موت کا علم کسی کو نہیں :

ہمیں نہیں بتلایا گیا کہ قیامت کب آئے گی ہمیں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ قیامت آئے گی یہ راز کی بات ہے اور اس میں حکمت ہے جیسے مرنے کا وقت کسی کو نہیں بتلایا گیا۔ اگر وقت بتا دیتے تو دنیا کا کوئی کام نہ چل سکتا جس نے بیس سال بعد مرنا ہے وہ ابھی سے سوکھنا شروع ہو جاتا لہٰذا رب تعالیٰ نے نہیں بتایا چاہے آج ہی مر جائے اتنا بتلا دیا کہ ہر آدمی نے مرنا ہے۔ اسی طرح قیامت حق ہے مگر وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا میں مالک نہیں ہوں اپنے لئے ضرر کا اور نہ نفع کا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ مگر وہ جو رب چاہے۔ یاد رکھنا! خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے، نفع دینے والا بھی رب ہے اور نقصان پہنچانے والا بھی رب ہی ہے۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ "اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں ہے اس کے فضل کو۔" اور سورۃ جن میں ہے لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا "میں تمہارے لئے نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں۔" جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بہتر شخصیت اپنے لئے نفع اور نقصان کی مالک نہیں ہے تو

؎ بدیگراں چہ رسد

اور کون ہوتا ہے کہ اس کے پاس خدائی اختیارات ہوں۔ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ ہر امت کیلئے ایک میعاد مقرر ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ جب آئے گی ان کی میعاد فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً پس نہیں موخر ہوں گے ایک گھڑی وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ کا قانون بڑا اٹل، محکم اور مضبوط ہے۔ اس میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہے۔

❁❁❁

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۵۰ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۵۱ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۵۲ وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۳ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۵۴ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۵ هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۵۶

(حاشیہ: وقف النبی علیہ السلام)

قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بھلا تم بتلاؤ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اگر آ جائے اس کا عذاب رات کے وقت اَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ کیا جلدی کرلیں گے اس سے مجرم لوگ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ پھر کیا جس وقت وہ واقع ہو گیا اٰمَنْتُمْ بِهٖ تو اس پر ایمان لاؤ گے آٰلْئٰنَ اب ایمان لاتے ہو وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ اور تحقیق تھے تم اس کیساتھ جلدی کرنے والے ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پھر کہا جائے گا ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ چکھو ہمیشہ کا عذاب هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں مگر اس کا جو تم کماتے تھے وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ

اور آپ سے خبر طلب کرتے ہیں اَحَقٌّ ھُوَ کیا یہ بات سچ ہے قُلْ آپ کہہ دیں
اِیْ وَرَبِّیْٓ ہاں میرے رب کی قسم ہے اِنَّہٗ لَحَقٌّ بیشک البتہ یہ بات حق ہے وَمَآ
اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے وَلَوْ اَنَّ لِکُلِّ نَفْسٍ
اور اگر ہو ہر نفس کیلئے ظَلَمَتْ جس نے ظلم کیا مَا فِی الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں
ہے لَافْتَدَتْ بِہٖ البتہ وہ فدیہ دے اس کیساتھ وَاَسَرُّوا النَّدَامَۃَ اور چھپائیں
گے شرمندگی کو لَمَّا رَاَوُ الْعَذَابَ جب کہ دیکھیں گے وہ عذاب کو وَقُضِیَ
بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان کے درمیان انصاف کیساتھ وَھُمْ لَا
یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
زمینوں میں ہے اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے
وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ھُوَ یُحْیٖ
وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم
لوٹائے جاؤ گے۔

گذشتہ درس میں تم نے یہ بات سنی کہ کافروں نے کہا مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ جس
عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو وہ کب آئے گا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ عذاب لانا میرے
بس میں نہیں ہے۔ بلکہ میں تو اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اور
نافرمانوں پر عذاب بہرحال آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ تم
بتلاؤ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُہٗ بَیَاتًا اگر آجائے اس کا عذاب رات کے وقت اَوْ نَھَارًا یا دن

کے وقت مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ کیا جلدی کرلیں گے اس سے مجرم لوگ بچنے کیلئے ۔ جب رب تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو اس سے بچاؤ کا کیا انتظام کرسکو گے؟ اس کی گرفت سے کون بچ سکے گا وہ ایک لمحے میں بہت کچھ کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آدمی بچ نہیں سکتا :

آج سے چند سال قبل جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا۔ اس سے اتنی تباہی ہوئی کہ حکومت جاپان نے کہا تھا کہ زلزلے سے جتنا نقصان ہوا ہے ہم پچاس سال تک پورا نہیں کرسکتے حالانکہ صنعت کے لحاظ سے جاپان تمام ملکوں سے آگے ہے۔ اَثُمَّ اِذَامَاوَقَعَ پھر کیا جس وقت وہ عذاب واقع ہوگا اٰمَنْتُمْ بِهٖ تو اس پر ایمان لاؤ گے۔ بِهٖ کی ہٖ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی لوٹاتے ہیں اس وقت اس کا مطلب ہوگا کہ پھر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ گے۔ اس کی ضمیر قرآن پاک کی طرف بھی لوٹاتے ہیں تو پھر معنٰی ہوگا پھر قرآن پاک پر ایمان لاؤ گے اور عذاب کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ اس وقت معنٰی ہوگا پھر عذاب پر ایمان لاؤ گے۔ جب واقع ہوجائے گا پھر مانو گے۔ اس وقت کہا جائے گا آٰلْـٰٔنَ اب ایمان لاتے ہو وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ اور تحقیق تھے تم اس کیساتھ جلدی کرنے والے اور کہتے تھے مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ جس وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے اس وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم تھی کہ جب عذاب کا آغاز ہوا تو وہ لوگ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے عذاب کو ٹال دیا باقی کسی قوم سے نہیں ٹلا ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پھر کہا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ چکھو تم ہمیشہ کا عذاب ۔ مجرموں پر جب عذاب آتا ہے تو پھر اس کا تسلسل ختم نہیں ہوتا، دنیاوی

عذاب کے بعد قبر کا عذاب، پھر میدان محشر میں، پھر پل صراط پر گذرتے ہوئے اور پھر دوزخ کا عذاب تو ہمیشہ کا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آئے گا ھَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں مگر اس کا جو تم کماتے ہو۔ آگے ان کے مذاق کا ذکر ہے وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ اور آپ سے یہ خبر طلب کرتے ہیں نبأ کا معنیٰ ہے خبر اور باب استفعال طلب کیلئے آتا ہے کہ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ عذاب آئے گا کیا یہ حق ہے، سچ ہے؟ قُلْ آپ کہہ دیں اِيْ وَرَبِّيْ ہاں میرے رب کی قسم ہے اِنَّهٗ لَحَقٌّ بیشک یہ بات البتہ حق ہے۔ تمہارے انکار کرنے کی وجہ سے وہ ٹلے گا نہیں اور آئے گا اپنے وقت پر وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے کہ اللہ تعالیٰ عذاب نہ لا سکے معاذ اللہ تعالیٰ۔ آج تو تم ایسی باتیں کرتے ہو کل کیا بنے گا کہ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ اور اگر ہو ہر نفس کیلئے جس نے ظلم کمایا مَا فِي الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے وہ سارا اس کو مل جائے۔ اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۱ میں ہے فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ "پس ہرگز قبول نہیں کی جائے گی ان میں سے کسی ایک سے۔ ساری زمین سونے سے بھری ہوئی ہو مشرق سے لیکر مغرب تک اور شمال سے لیکر جنوب تک، زمین کے فرش سے لیکر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو جائے اگرچہ وہ اس کا فدیہ دیدے وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اتنی دنیا اور تصور کر لو وہ بھی سونے کیساتھ بھری ہوئی ہو اور اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ اے بندے سب کچھ دیکر اپنی جان چھڑانے کیلئے آمادہ ہے۔ لَافْتَدَتْ بِهٖ البتہ وہ فدیہ دیدے اس کیساتھ اگر بالفرض کسی کے پاس ہو۔ اور سورۃ المعارج آیت نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں ہے يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ○ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُئْوِيْهِ ○ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

جَمِیۡعًا ثُمَّ یُنۡجِیۡهِ ○ کَلَّا ”مجرم خواہش کریگا کاش کہ وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کیلئے اپنے بیٹوں کا فدیہ دیدے اور اپنی بیوی اور بھائی کو اور اپنے اس قبیلے کو جو اس کو پناہ دیتا تھا اور سب زمین پر رہنے والوں کو بھی (فدیہ میں پیش کردے) پھر اپنے آپ کو بچالے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔“ دنیا میں تو بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آدمی نے اپنی ماں کیلئے باپ کیلئے بیٹے بیٹی کیلئے، دوست کیلئے جان دیدی اور ان کو بچالیا لیکن حشر میں ایسا نہیں ہو گا۔ سورۃ عبس میں یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِیۡهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیۡهِ ○ ”جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔“ اور بعض تفسیری روایات میں آتا ہے کہ ایک آدمی کا نیکیوں اور بدیوں والا پلہ برابر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ایک نیکی تلاش کر کے لاؤ کہ تیری نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے اور تو جنت میں جا سکے۔ وہ آدمی بہت خوش ہوگا کہ ایک نیکی کی کیا بات ہے بھائی کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، بیٹے کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، باپ کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، دوست کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، آخر میں اپنی ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا اَتَعۡرِفُنِیۡ کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ ماں کہے گی ہاں! میں نے تجھے بڑی تکلیف سے پیٹ میں رکھا پھر تجھے جنا اور پالا اور

حشر والے دن لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے :

گذشتہ سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ یَتَعَارَفُوۡنَ بَیۡنَهُمۡ ”وہاں لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔“ تو کہے گا امی مجھے ایک نیکی دیدو تاکہ میرا بیڑا پار ہو جائے۔ وہ ماں کہے گی اِلَیۡکَ عَنِّیۡ دفع ہو جا میں تجھے نیکی دے کر خود کہاں جاؤں گی؟ ایک نیکی کیلئے پورے میدان محشر میں پھرے گا کوئی ایک نیکی دینے کیلئے تیار نہیں ہوگا اور اپنے بدلے میں تمام

برادری کو دوزخ میں ڈالنے کیلئے تیار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور چھپائیں گے شرمندگی کو جس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہوگی وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ [سورۃ ق:۳۱] ''اور قریب کردی جائے گی جنت متقیوں کے اور دوزخ گمراہوں کے سامنے کردی جائے گی۔'' لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جب کہ دیکھیں گے وہ عذاب کو خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ ''آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی۔'' تاکہ ہمارے دشمن ہمیں نہ دیکھیں مگر کب تک اپنے آپ کو چھپائیں گے وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اور فیصلہ کردیا جائے گا ان کے درمیان انصاف کیساتھ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جو نیکی قاعدے کے مطابق کی ہے اس کا اجر ملے گا اور جو برائی نہیں کی وہ ذمے نہیں لگائی جائے گی۔ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمینوں میں۔ ان کا خالق بھی وہی ہے اور ملک بھی اسی کی ہیں اور زمین اور آسمانوں میں تدبیر بھی وہ کرتا ہے، قیامت بھی اسی نے برپا کرنی ہے اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کا سچا ہے وہ آ کے رہے گی وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے۔ فرمایا یاد رکھو! هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مارتا ہے اور یہ تمہارے مشاہدے کی بات ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

رب تعالیٰ کی کس قدرت کا تم انکار کر سکتے ہو؟ آدمی کو قبر حشر یاد رکھنا چاہئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ ''لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو۔'' موت کو یاد کرو گے تو نیکیوں کی فکر ہوگی اور برائیوں

سے بچو گے۔رب تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

يَاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تحقیق آ چکی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ اور شفا ہے ان بیماریوں کیلئے جو سینوں میں ہیں وَهُدًى اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کیلئے قُلْ آپ کہہ دیں بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اور اس کی رحمت پر فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا پس اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ خوش ہوں هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اکٹھا کرتے ہیں قُلْ اَرَءَيْتُمْ آپ کہہ دیں بتلاؤ (اے لوگو) مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ جو اللہ نے نازل کیا ہے تمہارے لئے رزق فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا پس بنایا تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال قُلْ آپ کہہ دیں آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے اَمْ عَلَى

اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو وَمَاظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ بیشک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَایَشْکُرُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے شکر ادا نہیں کرتے۔

قرآن کریم میں جن مسائل پر زور دیا گیا ہے ان میں سے ایک مسئلہ توحید کا ہے اور یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے اور توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتی جب تک شرک کا مفہوم نہ سمجھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں شرک کا خوب رد کیا گیا ہے۔

مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے :

دوسرا مسئلہ قیامت کا ہے۔ مشرکین مکہ قیامت کا زوردار الفاظ میں انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ءَاِذَامِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ [سورۃ ق:۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اور سورۃ مومنون آیت نمبر ۳۶ میں ہے کہتے تھے ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ (کہ مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔)'' اور سورۃ یٰسین آیت نمبر ۷۸ میں ہے قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ''کہتا ہے کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' اور کہتے تھے اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ [سورۃ مومنون:۳۷] ''نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔'' لہٰذا قرآن پاک میں قیامت کے مسئلے کا بھی زوردار الفاظ میں اثبات کیا گیا اور مشرکین کے غلط

عقیدے کا رد کیا گیا اور ان بنیادی مسائل میں سے رسالت کا مسئلہ بھی ہے۔

مشرکین بشر کے رسول ہونے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے :

رسالت کے مفہوم کو تو وہ سمجھتے تھے مگر کہتے تھے کہ رسول کا بشر ہونا مناسب نہیں ہے، رسول نوری مخلوق میں سے ہونا چاہئے۔ قرآن پاک نے ان کے اس نظریے کی بھی تردید کی ہے۔ چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۵ میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلاً ''آپ کہہ دیں اگر ہوتے زمین پر فرشتے چلنے بسنے والے تو یقیناً ہم اتارتے ان پر آسمان کی طرف سے فرشتے رسول بنا کر۔'' لیکن چونکہ زمین کی خلافت انسان کو دی ہے لہذا اس کی اصلاح اور ہدایت کیلئے نبی بھی ان کی جنس انسان سے ہوگا اور ان بنیادی مسائل اور عقائد میں سے قرآن کی حقانیت بھی ہے۔ پہلے توحید کا مسئلہ بیان ہوا پھر قیامت کا اور اب قرآن پاک کی حقانیت کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! قرآن پاک انسانوں اور جنوں سب کیلئے ہے۔ لیکن زمین کی خلافت انسان کو دی گئی ہے۔ لہذا یہ اصل ہے اور جنات اس کے تابع ہیں اور خطاب اصل کو ہوتا ہے۔

قرآن کریم کا نصیحت اور شفا ہونا :

قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تحقیق آ چکی نصیحت تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے، یہ قرآن پاک بڑی نصیحت والی کتاب ہے وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ اور شفا ہے ان تمام بیماریوں کیلئے جو سینوں میں ہیں۔ جیسے کفر ہے، شرک ہے بغض ہے، حسد اور کینہ ہے، دنیا کی محبت ہے۔ قرآن کریم ان بیماریوں کیلئے شفا ہے۔ قرآن کریم جسطرح روحانی بیماریوں کیلئے شفا ہے اسی طرح جسمانی بیماریوں کیلئے بھی شفا

ہے اور اس کی برکات ظاہری طور پر بھی ہیں اور باطنی طور پر بھی۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیس (۳۰) صحابہ کرام ؓ کو ایک مہم پر روانہ فرمایا تھا یہ حضرات مہم سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے کہ رات ہوگئی۔ ایک قصبے میں پہنچے رات گزارنے کیلئے لیکن دیہاتیوں نے قصبے سے نکال دیا کہ تم صابی ہو۔ اس زمانے میں اہل حق کو صابی کہتے تھے جسطرح آج کل وہابی کہتے ہیں۔ بے چاروں نے قصبے سے باہر کھلی جگہ پر ڈیرہ ڈال لیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے چودھری کو کسی زہریلی چیز سانپ وغیرہ نے کاٹ لیا فَسَعَوْا لَهٗ كُلَّ شَیْءٍ وہ اس کیلئے ساری کوششیں کر چکے، کاہنوں سے دم کروایا، طبیبوں سے علاج کروایا مگر کوئی فرق نہ پڑا مجبور تھے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے کہ سَیِّدُنَا لُدِیْغٌ ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا ہے هَلْ مِنْكُمْ رَاقٍ تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟ ان میں انصار مدینہ میں سے نوعمر صحابی حضرت ابوسعید خدری ؓ بھی تھے جن کا نام سعد بن مالک بن سنان تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم دم کرتے ہیں مگر بغیر اجرت کے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم دیں گے ہمارا سردار ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری ؓ گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا كَاَنَّمَا نُشِطَ عِقَالٍ ''سردار ایسا ہو گیا جیسے اس کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ ان کیساتھ تیس بکریاں طے تھیں کیونکہ یہ تیس آدمی تھے کہ ہر ایک کو ایک ایک آجائے گی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دم پر اجرت جائز ہے اور اس کا یہی روایت ماخذ ہے۔ البتہ ہمارے اکابر کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مانگتے نہیں تھے کوئی خوشی سے دیتا تو لے لیتے۔ صحابہ کرام نے تیس بکریاں وصول کر کے کہنے لگے کہ آپس میں تقسیم کر لو پھر کہنے لگے کہ جا تو مدینہ منورہ رہے ہیں لہذا آنحضرت ﷺ سے پوچھ لیں کہ جو کام ہم نے کیا ہے ٹھیک ہے یا نہیں اس کے بعد فیصلہ کریں گے۔ مدینہ

منورہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو سارا واقعہ سنایا اور پوچھا کہ یہ ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا فَاضْرِبُوْا لِیْ سَھْمًا مِّنْھُمْ اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان لالچ کے طور پر نہیں تھا بلکہ یہ بتانا مقصود تھا کہ اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کو یقین ہو جائے کہ اس میں ذرہ برابر بھی خرابی ہوتی تو آپ کبھی نہ لیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو حکم دیا ہے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا "پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوسعید تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ یہ سورۃ پڑھنی ہے۔ عرض کیا حضرت ہم نے آپ سے سنا تھا کہ سورۃ فاتحہ کا نام شفا بھی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ تعالیٰ شفا عطا فرماتے ہیں اسلئے میں نے یہ پڑھی۔ تو جسطرح سورۃ فاتحہ شفا ہے اسی طرح قرآن سارے کا سارا باطنی بیماریوں کیلئے تو شفا ہے، ظاہری بیماریوں کیلئے بھی شفا ہے۔ اگر کسی وقت ہمارے پڑھنے اور دم کرنے سے اثر نہیں ہوتا تو وہ ہم میں کمی ہے قرآن پاک میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو وظائف بتائے ہیں ان میں کوئی کمی نہیں ہے۔ وَھُدًی اور قرآن کریم نری ہدایت ہے وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ مومنوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ اس سے فائدہ وہ اٹھاتے ہیں ورنہ بِالْقُوَّةِ ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے اور تمام مکلف مخلوق چاہے انسان ہوں یا جنات ہوں سب کیلئے رحمت اور ہدایت ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے فضل پر اور اس کی رحمت پر۔

مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ فضل سے مراد اسلام ہے اور رحمت سے مراد قرآن ہے فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا پس اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ خوش ہوں۔ جن کو اللہ تعالیٰ اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کی دولت نصیب فرمائے پھر اس کو قرآن کریم کی سمجھ

عطا فرمائے۔ البتہ نیکی پر گھمنڈ بری چیز ہے اور نیکی پر خوش ہونا اچھی بات ہے۔

ایمان کی پہچان :

مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت ایمان کی کوئی علامت بھی ہے؟ کہ جس سے ہم سمجھیں کہ ہم مومن ہیں کیونکہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور نشانی ہوتی ہے جس سے اس شے کی شناخت ہوتی ہے۔ فرمایا، ہے! اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَتْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ ''جب تیری نیکی تجھے خوش کردے کہ نیکی کرنے سے دل میں خوشی پیدا ہو اور جب تیری برائی تجھے بری لگے کہ جب کوئی برائی کرو تو دل میں کڑھن پیدا ہو کہ مجھ سے یہ کام کیوں ہوا ہے پس سمجھ لو کہ مومن ہو'' حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کا قد چھوٹا تھا۔ ناواقف آدمی ان کو دیکھ کر ان کے مقام کو نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کتنی بڑی شخصیت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو علم سے منور کیا تھا۔ یہ تمام صحابہ کرام ﷺ سے بڑے مفسر قرآن اور سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ان سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُحِبُّ وَمَنْ لَّا یُحِبُّ '' بیشک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جسکے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا وَلَا یُعْطِی الْاِیْمَانَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ اور ایمان نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے وَلَا یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو کہ جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔'' دین کی سمجھ، دین کا ولولہ، ذوق شوق ، دین کی طرف میلان رجحان جس شخص میں پیدا ہو جائے وہ سمجھے کہ رب تعالیٰ نے اس کیساتھ محبت کا ارادہ کرلیا ہے۔

اور بخاری شریف میں حضرت معاویہ ﷺ سے روایت ہے کہ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ

خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ''اللہ تعالیٰ جس کیساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔'' فضل سے مراد اسلام ہے کہ جس کو اسلام کی دولت مل گئی ہے اسے خوش ہونا چاہئے اور خوش ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بھنگڑا ڈالو، جھنڈیاں لگاؤ، چراغاں کرو، اچھلو اور کودو بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کہ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں توفیق بخشی ہے کہ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں ہمیں قرآن پاک سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اکٹھا کرتے ہیں۔ سونا چاندی مال و دولت جو کچھ بھی جمع کرتے ہیں اس کے مقابلے میں یہ بہتر ہے اور قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کے مقابلے میں دنیا و مافیہا کے خزانے ہیچ ہیں قُلْ اَرَءَيْتُمْ آپ ان سے کہہ دیں بتلاؤ (اے لوگو) مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تمہارے لئے رزق۔ نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بارش آسمان کی سے نازل ہوتی ہے اس رزق سے پھل فصلیں پیدا ہوتی ہیں فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا پس بنایا تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال اپنی مرضی سے قُلْ آپ کہہ دیں آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے اس کو حلال کرو اور اس کو حرام کرو۔

کسی شے کو حلال حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا منصب ہے :

مسئلہ یہ ہے کہ حلال حرام کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ مخلوق میں یہ صفت اور اختیار رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا اگر یہ اختیار مخلوق میں سے کسی کو حاصل ہوتا تو حضرت محمد ﷺ کو ہوتا کیونکہ ساری مخلوق میں بڑی فضیلت والی شخصیت آپ ﷺ ہیں لیکن حلال و حرام کرنے کا اختیار آپ کو حاصل نہیں تھا۔ آپ نے خانگی مصلحت کیلئے ایک مرتبہ اپنی ذات کیلئے شہد حرام کیا تو اس پر پوری سورۃ تحریم نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ

''اے نبی کریم ﷺ آپ ۔نے کیوں حرام کردی وہ چیز جواللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال فرمائی ہے۔'' آگے فرمایاقَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِکُمْ ''رب تعالیٰ نے فرض کیاتم پر کہ قسم کوتوڑو۔'' اور جو چیز حلال ہے اس کو استعمال کرو۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا تھا ابو جہل کی لڑکی جویریہ کیساتھ نکاح کرنے کا آنحضرت ﷺ کو پتا چلاتو بخاری شریف کی روایت ہے۔آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایااے علی! مجھے خبر ملی ہے کہ تو جویریہ بنت ابوجہل کیساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے (جویریہ مسلمان ہو چکی تھی اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آچکی تھی) یہ خبراورافواہ صحیح ہے؟ کہنے لگے حضرت! کچھ ارادہ تو ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا سنو! لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَّلَا اُحِلُّ حَرَامًا ''جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کردی ہے میں اس کوحرام کرنے کا مجاز نہیں ہوں اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کردی ہے میں اس کوحلال کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔'' یہ رشتہ تیرے لئے جائز ہے اور حلال ہے لیکن میں فاطمہ کا باپ ہوں اس کا مزاج اور ہے اور اُس خاندان کی عورتوں کا مزاج اور ہے۔اس کو میں سمجھتا ہوں اسلئے تو نے اگراس کیساتھ نکاح کرنا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدو یعنی مصلحت بھی دیکھنی چاہئے۔چنانچہ جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ زندہ رہی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔آنحضرت کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئی عورتوں کیساتھ نکاح کیا۔تو حلال وحرام کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شخصیت کو حاصل نہیں ہے۔

توفرمایا کہ یہ جو تم چیزوں کو حلال وحرام کرتے ہو کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے اَمْ عَلَى اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ یاتم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔جو چیز رب تعالیٰ نے حلال کی دنیا کی کوئی طاقت اسکوحرام نہیں کرسکتی اور جس چیز کو رب تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے

ساری دنیا اکٹھی ہو کر اس کو حلال نہیں کر سکتی وَمَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں، رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ اور مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ کہتے ہیں۔ وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ اور اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔ یہ جو رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا کیا خیال ہے قیامت والے دن کیا ہوگا ایسے ہی چھوٹ جائیں گے باز پرس نہیں ہوگی۔ قاعدہ تو یہ ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ''اور جس کسی نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' اور ہر چیز کا باقاعدہ جواب دینا ہوگا اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ بیشک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں، اس کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں، اس کے پیغمبروں کی توہین کرتے ہیں، انکار کرتے ہیں پھر بھی رب تعالیٰ ان کو رزق دیتا ہے، اولاد دیتا ہے کتنا بڑا مہربان ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے شکر ادا نہیں کرتے۔ رب تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہیں۔

۞۞۞

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَّمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰي فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ اور نہیں ہوتے آپ کسی حال میں وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ اور نہیں تلاوت کرتے اس حال میں قرآن سے وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اور نہیں عمل کرتے تم کوئی عمل اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا مگر ہم حاضر ہوتے ہیں تم پر اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ جس وقت تم مشغول ہوتے ہو اس کام میں وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ اور نہیں غائب تیرے رب سے مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ ایک ذرہ برابر چیز بھی زمین میں وَلَا فِي السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اور نہ اس ذرے سے کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ ایسی کتاب میں درج ہے جو واضح ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ خبردار! بیشک جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ نہ خوف ہو گا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ولی وہ لوگ ہیں جو

ایمان لائے اور وہ متقی ہیں لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں وَفِی الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ نہیں ہے تبدیلی اللہ تعالیٰ کے کلمات میں ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی ہے بڑی کامیابی۔

اللہ تعالیٰ کو حاضر ناضر سمجھنا بنیادی عقیدہ ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق جن بنیادی عقائد کا رکھنا ضروری اور لازمی ہے کہ جن کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر جگہ حاضر وناظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے سوا کوئی حاضر وناظر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا بھی بنیادی چیز ہے کہ رب تعالیٰ سب چیزوں کو جانتے ہیں ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ اور نہیں ہوتے آپ محمد رسول اللہ ﷺ کسی حال میں وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ اور نہیں تلاوت کرتے اس حال میں قرآن سے۔ اس حال سے مراد یہ ہے کہ کھڑے ہوکر تلاوت کرتے ہو، بیٹھ کر تلاوت کرتے ہو، لیٹ کر تلاوت کرتے ہو، چلتے پھرتے کرتے ہو، سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔ آگے امتیوں کو خطاب ہے وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اور اے اُمتیو! نہیں عمل کرتے تم کوئی عمل اِلَّا کُنَّا عَلَیْکُمْ شُهُوْدًا مگر ہم حاضر ہوتے ہیں تم پر یعنی اس عقیدے کو تم اچھی طرح ذہن میں رکھو کہ تم جو کچھ عمل کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے وہ دیکھ رہا ہے۔ شھود جمع ہے شاھد کی۔ شاہد کا معنی ہے حاضر۔ جو کام تم کرتے ہو اور جس کام میں تم مصروف ہو وہاں اللہ موجود ہے اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ جس وقت تم مشغول ہوتے ہو اس کام میں۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفت حاضر وناظر میں کوئی شریک نہیں

ہے۔آگے صفت علم کا ذکر ہے وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ اور نہیں غائب تیرے رب سے مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّۃٍ فِی الْاَرْضِ ایک ذرہ برابر چیز بھی زمین میں وَلَا فِی السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں۔ وہ ذرہ چاہے زمین میں ہو یا آسمان میں ہو۔ ذرہ سرخ رنگ کی چیونٹی کو بھی کہتے ہیں جو نظر نہیں آتی اور ہوا میں جو باریک ذرات ہیں ان پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ تو یہ عقیدہ رکھو کہ ہر جگہ حاضر وناظر بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ذرے ذرے کا علم بھی رب تعالیٰ رکھتا ہے وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرَ اور نہ اس ذرے سے کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی چیز ایسی ہے جو رب تعالیٰ کے علم سے خارج ہو اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر وہ ایسی کتاب میں درج ہے جو واضح ہے۔ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا پیدا کی ہے اس وقت سے لیکر دخول جنت ونار تک کی سب چیزیں لوح محفوظ میں درج ہیں۔ دنیا کی پیدائش سے پہلے کی چیزیں اور مومن کافر کے جنت دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہمیشہ کی چیزوں کا علم صرف رب تعالیٰ کے پاس ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ ایک متعین چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور ابدی ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے اور لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کے کروڑ در کروڑ کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے اور رب تعالیٰ کی اس صفت علم میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔ لیکن دنیا میں غلط سے غلط عقیدہ رکھنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔

احمد رضا خان کے غلط نظریات :

احمد رضا خان صاحب اپنی متعدد کتابوں میں لکھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر دخول جنت والنار تک اور از شرق تا غرب از شمال تا جنوب از فرش تا عرش کوئی ذرہ اور کوئی قطرہ بھی نہیں جس کا علم آنحضرت ﷺ کو نہ ہو لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب ان

سے کہا جاتا ہے کہ یہ تو شرک ہے رب تعالیٰ کیساتھ تو پھر کہتے ہیں کہ یہ سارا علم رب نے آپ کو دیا ہے یعنی شرک تب ہے کہ ذاتی علم مانا جائے۔ یہ تو رب تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی شریک نہیں :

یاد رکھنا! ان کی یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ یہ سارا علم آپ ﷺ کو حاصل تھا اور نہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا تھا۔ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ ،سورت توبہ ہے [بخاری، ص ۶۲۶، ج ۲] اس کے بعد صرف سورۃ نصر نازل ہوئی ہے۔ اس آخری سورت میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ''اور بعض مدینے والے اڑ رہے ہیں نفاق پر اے محمد ﷺ آپ ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔'' یہ ارشاد اس امر پر واضح دلیل ہے کہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حدِ کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے ان کو بھی جناب نبی کریم ﷺ نہیں جانتے تھے۔ اگر آپ ﷺ کو علم غیب اور جمیع مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کا علم ہوتا تو لامحالہ آپ ﷺ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ ﷺ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کونسی آیت نازل ہوئی ہے؟ جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ ان منافقوں کا علم بھی آپ ﷺ کو دیا گیا ہے۔ اور سورۃ یٰسین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ''اور ہم نے اس (جناب نبی کریم ﷺ) کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اشعار کی تعلیم دی ہی نہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی تعلیم نہیں دی اور کہاں سے حاصل ہوگئی؟ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ان کے متعلق سورۃ مومن میں ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ

مِنۡهُمۡ مَنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ''اور البتہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔'' ان کا علم رب نے آپ ﷺ کو نہیں دیا تُبَّعٌ کا لفظ قرآن پاک میں دو دفعہ آیا ہے۔اس کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں لَا اَدۡرِیۡ اَ تُبَّعٌ نَبِیٌّ اَمۡ لَا '' میں نہیں جانتا مجھے اس کا علم نہیں کہ تبع نبی تھے یا نبی نہیں تھے وَلَا اَدۡرِیۡ اَذِی الۡقَرۡنَیۡنِ نَبِیٌّ کَانَ اَمۡ لَا مجھے معلوم نہیں کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں۔'' یہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت ہے۔تو آنحضرت ﷺ کے متعلق ذرے ذرے کے علم کا عقیدہ رکھنا صریحاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ یہ عقیدہ اچھی طرح یاد رکھیں کہ ہر جگہ حاضر وناظر صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے اور ذرے ذرے کا علم بھی صرف پروردگار کو ہے اور کسی کو نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کی تعریف :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَآ خبردار! اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ بیشک اللہ تعالیٰ کے جو ولی ہیں لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔آئندہ کیلئے کسی شے کا خدشہ ہو تو اس کو خوف کہتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مہربانی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آئندہ پھر کوئی خطرہ نہیں ہوگا کہ ہمیں یہاں سے نکالا جائے گا یا ہم بیمار ہوں گے یا مر جائیں گے اور یہ کوٹھیاں ہم سے چھین لی جائیں گی۔ اور حزن کہتے ہیں گذشتہ کسی چیز پر غم کھانا۔تو وہ اس بات کا غم نہیں کھائیں گے کہ کاش ہم دنیا میں نیکیاں کر لیتے کیونکہ الحمد للہ انہوں نے دنیا میں نیکیاں کیں تھیں۔اب رہی یہ بات کہ ولی کہتے کسے ہیں؟ تو رب تعالیٰ نے بالکل مختصر دو جملوں میں ولی کی تعریف کی ہے۔ فرمایا اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ولی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔تو ولی کیلئے پہلی شرط

یہ ہے کہ وہ مومن ہو وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور وہ متقی ہیں۔ یہ دوسری شرط ہے۔ متقی اسے کہتے ہیں کہ جو کام کرنے والے ہوں انہیں چھوڑے نہ اور جو نہ کرنے کے ہوں ان کے قریب نہ جائے۔ یہ ہے ولی، یہ نہیں کہ جو کپڑے اتار کر ننگ دھڑنگ ہو کر پھرے اور کہے کہ میں ولی ہوں تو اس کو ولی مان لو۔ یا گھنگرو ٹل باندھ کر پھرے تو اس کو ولی مان لو بالکل نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی ولی نہیں ہو سکتا چاہے اس سے عجیب وغریب چیزیں ہی کیوں نہ صادر ہوں۔ دیکھو! دجال لعین کے ہاتھ سے بہت کچھ صادر ہوگا۔ مثلاً اشارہ کرے گا بادل اکٹھے ہو جائیں گے اور بارش برسنی شروع ہو جائے گی، پاؤں مارے گا زمین سے سونا نکل آئے گا، غریب آدمی اسے کہے گا کہ میں بھوکا مر گیا ہوں اشارہ کرے گا اس کے پاس اتنی دولت ہو جائے گی کہ وہ سنبھال نہیں سکے گا اور جو مومن دجال کا انکار کریگا اس کا سارا سامان دجال کے پیچھے چل پڑے گا مومن کا گھر اس طرح خالی اور صاف ہو جائے گا جیسے ہتھیلی ہوتی ہے۔ کرسیاں پلنگ وغیرہ سب دجال کے پیچھے چل پڑیں گے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک آدمی کے دو ٹکڑے کر کے ایک اِدھر پھینک دے گا اور ایک اُدھر پھینک کر درمیان سے گذر جائے گا پھر اسے زندہ کریگا۔ تو اس کو ولی سمجھا جائیگا؟ ہرگز نہیں! اسی لئے فقہاء کرام اور متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ سے عجیب وغریب چیزیں ظاہر ہوں اس کو ولی نہ سمجھ لو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ مومن متقی ہے یا نہیں۔ اگر مومن متقی ہے اور پھر اس کے ہاتھ سے خلاف عادت چیزیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس کی کرامت ہے اور اگر مومن متقی نہیں ہے اور اس سے عجیب وغریب چیزیں ظاہر ہوتی ہیں تو استدراج ہے یعنی رب تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے۔ گویا ولایت سے کرامت کی طرف جانا نہ کہ استدراج سے ولایت کی طرف۔ کیونکہ اگر محض عجیب چیز کا صادر ہونا ولایت کی

دلیل ہو تو پھر دجال لعین کو تو رئیس الاولیاء ماننا پڑے گا۔ بڑی عجیب وغریب چیزیں اس کے ہاتھ ظاہر ہونگی اور وہ خدا ہونے کا دعویٰ بھی کرے گا۔ چونکہ وہ مومن نہیں ہوگا اس لئے وہ ولی نہیں بلکہ دجال لعین ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے اپنی امت کو دجال کے متعلق آگاہ نہ کیا ہو مگر میں ایک بات کہتا ہوں لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ قَبْلِي جو میرے سے پہلے کسی نبی نے نہیں کہی وہ یہ کہ دجال اَعْوَر یعنی کانا ہوگا وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرٍ اور بیشک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ دیکھو! بڑی عجیب بات ہے کہ بڑی عجیب وغریب چیزیں اس سے ظاہر ہوں گی مگر اپنے کانے پن کو دور نہیں کر سکے گا گویا رب تعالیٰ نے اس کے دجال ہونے کی علامت بتلائی ہے کہ ایک آنکھ آگے کو ابھری ہوئی ہوگی بڑی بڑی لگے گی مگر وہ اس کو ٹھیک نہیں کر سکے گا۔ تو ولی کی تعریف یہ ہے کہ وہ مومن ہوتا ہے اور متقی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ روایات میں آتا ہے کہ مومن صالح کی جب وفات ہوتی ہے تو فرشتے اس کے سامنے جنت میں اسکی کوٹھی کا نقشہ اس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے یہاں پر جانا ہے تو اس کے دل میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ جلدی جاؤں اور کافر کے سامنے جہنم کا نقشہ پیش ہوتا ہے تو وہ زاری کرتا ہے اور کہتا ہے لَوْلَا اَخَّرْتَنِي اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [سورۃ منافقون] ''اے میرے پروردگار! کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے۔'' توبہ کر لیتا وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں موخر کرے گا کسی جان سے موت جب اس کا وعدہ آ گیا۔''

وقت آنے کے بعد ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں گی اور اس وقت توبہ، ایمان کوئی شے قبول نہیں ہوگی۔ اور آخرت میں قبر میں بھی ایمان والوں کو فرشتے خوشخبری سنائیں گے اور میدان محشر میں بھی اور جنت میں بھی خوشخبریاں ہوں گی لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ نہیں ہے تبدیلی اللہ تعالیٰ کے کلمات میں۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھی خوشخبری ملے، آخرت میں بھی خوشخبری ملے اور عذاب سے بچ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام میں پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو نصیب فرمائے۔ آمین

❁❁❁

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۗ سُبْحٰنَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اور نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا بیشک عزت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے سب هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وہی سننے والا جاننے والا ہے اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور وہ مخلوق جو زمینوں میں ہے وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ اور نہیں پیروی کرتے وہ لوگ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے شریکوں کو اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور

نہیں ہیں وہ مگر اٹکل سے بات کرتے ھُوَ الَّذِیْ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ جس نے بنائی تمہارے لئے رات لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ تا کہ تم اس میں آرام حاصل کرو وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا اور دن کو روشن بنایا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں خدا کی قدرت کی دلیلیں ہیں لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم کیلئے جو سنتی ہے قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا کہا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے سُبْحٰنَہٗ اس کی ذات پاک ہے ھُوَ الْغَنِیُّ وہ بے پرواہ ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اسی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمینوں میں اِنْ عِنْدَکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِھٰذَا نہیں ہے تمہارے پاس کوئی دلیل اس کی اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وہ چیز جو تم نہیں جانتے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ بیشک وہ لوگ جو افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا لَا یُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا تھوڑا سا فائدہ ہے دنیا میں ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ پھر ہماری طرف ہی ہے ان کا لوٹنا ثُمَّ نُذِیْقُھُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ پھر ہم ان کو چکھائیں گے سخت عذاب بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

مشرکین کا انداز غیر مہذب تھا :

آنحضرت ﷺ کے مخالفین آپ ﷺ کے منہ پر بھی اور غائبانہ طور پر ایسی باتیں کرتے تھے جو شرافت کی حد سے خارج تھیں۔ مجنون کہتے، مسحور کہتے، جادوگر کہتے، کذاب کہتے، مفتری کہتے، غربت کے طعنے دیتے، جس سے طبعاً آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی اور

یہ تکلیف انسان کے مزاج کی بات ہے۔ ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے مگر ہمیں بھی کوئی کہے کہ تم پاگل ہو، بڑے جھوٹے ہو، افتراء باندھتے ہو، بہتان تراش ہو تو تکلیف ہوگی۔ کسی مالدار سے بات کریں تو وہ کہے کہ تیرے پاس کونسی کوٹھی ہے جو مجھ سے بات کرتا ہے، کونسی دولت ہے تیرے پاس، تیری کیا پوزیشن ہے میرے ساتھ بات کرنے کی تو طبعاً تکلیف ہو گی۔ اسی طرح آپ ﷺ کو بھی ان کی باتوں سے تکلیف اور رنج ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُهُمْ اور نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات کہ مخالف کا کام ہے مخالفت کرنا آپ ﷺ ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوں کیونکہ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بیشک عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ اور سورۃ منافقون میں ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ کیلئے عزت ہے اور اس کے رسول کیلئے اور مومنوں کیلئے۔'' عزت وہ ہے جو دل میں ہو، زبان سے انسان بہت کچھ کہہ جاتا ہے۔ کبھی گدھے کو بھی چچا کہہ دیتا ہے۔ اس میں ہمارے لئے سبق ہے کہ اگر مخالف تمہارے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اس نے تو کرنا ہے تم اس کی پرواہ نہ کرو اور اپنا کام کرتے جاؤ۔ علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

''دشمن تند ہوا ہے اس کی مخالفت سے تم اور بلند ہو جاؤ گے۔'' دشمن کی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ یہ ذہن بنالو کہ باتیں ہوئی ہی نہیں ہیں۔ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وہی سننے والا جاننے والا ہے اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور وہ مخلوق جو زمینوں میں ہے۔

آسمانوں میں فرشتے ہیں اور زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں اور رب تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے سب رب تعالیٰ کی ملک ہے اور سب پر تصرف رب تعالیٰ کا ہے کسی اور کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ اور نہیں پیروی کرتے وہ لوگ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے شریکوں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر فریادرس سمجھ کر۔ اپنے گمان میں وہ ان کو رب تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں رب تعالیٰ کا شریک کون ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک لہٗ ہے۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی۔ اپنے گمان سے انہوں نے خدا کے شریک بنائے ہوئے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں یہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے قطعاً شریک نہیں ہیں وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ اور اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل سے بات کرتے۔ خرص کا لغوی معنٰی ہے درخت پر لگے ہوئے پھل کا اندازہ لگانا کہ یہ کتنا ہوگا اور یہ اندازہ کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی غلط ہوتا ہے۔ تو یہ غیر اللہ کے بارے میں تخمینے سے باتیں کرتے ہیں کہ وہ خدا کے شریک ہیں حقیقت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ ذات میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہے اور صفات میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہے اور افعال میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہے هُوَ الَّذِیْ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ جس نے بنائی تمہارے لئے رات لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ تاکہ تم اس میں آرام حاصل کرو۔ رات اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں نیند کا بھی ذکر فرمایا ہے وَالنَّوْمَ سُبَاتًا اگر مسلسل کسی کو نیند نہیں آتی تو وہ پاگل ہو جاتا ہے اطبا لکھتے ہیں کہ نوجوان کیلئے سات گھنٹے نیند ہونی چاہئے چوبیس گھنٹوں میں اور بوڑھوں کیلئے تین چار گھنٹے بھی کافی ہیں۔ فرمایا وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم دن کی روشنی میں دین کے کام بھی کرو اور دنیا کے کام بھی

کرو اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں خدا کی قدرت کی دلیلیں ہیں۔ رات اور طرح ہے دن اور طرح ہے، رات کے کام اور ہیں دن کے کام اور ہیں، سورج ہے، چاند ہے، یہ سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم کیلئے جو سنتی ہے اور مانتی ہے۔ اور جس نے سننا ماننا نہیں ہے اس کیلئے کچھ بھی نہیں ہے وہ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ عبرت حاصل کرنے والے ہی صحیح طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا کہا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۲۰ میں ہے وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ''اور کہا یہودیوں نے عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور کہا نصاریٰ نے مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' پہلے تو عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا جب تھوڑا سا لوگوں کا ذہن بن گیا تو پھر دعویٰ کر دیا وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ [المائدہ :۱۸] ''اور کہا یہودیوں نے اور نصرانیوں نے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔'' اور عرب اور غیر عرب میں جو جاہل قسم کے لوگ تھے وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۵۶ میں ہے وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ ''اور ٹھہراتے ہیں یہ لوگ اللہ کیلئے بیٹیاں سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اس کی ذات بیٹیوں سے بھی اور بیٹوں سے بھی۔'' ان کے دعوے سب جھوٹے ہیں۔ یہ جاہل اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور خود ان کا اپنا حال یہ ہے کہ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ کَظِیْمٌ [آیت :۵۸] ''اور جب خوشخبری دی جائے ان میں سے کسی کو بیٹی کی تو ہو جاتا ہے اسکا چہرہ سیاہ اور وہ غم میں بھرا ہوا ہوتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔'' اپنے لئے تو لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے اور رب تعالیٰ کی طرف لڑکیوں کی نسبت کرتے ہیں یہ ظالم۔

اللہ تعالیٰ لڑکے لڑکیوں سے پاک ہے اگر اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد مناسب ہوتی تو صرف لڑکے ہوتے اور ہوتے بھی بے شمار۔

بھٹیارے کا پادری کو لاجواب کرنا :

فانڈر پادری بڑا ذہین، طرار اور منہ پھٹ آدمی تھا۔ اس نے ایک دن دھلی کی شاہی مسجد کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی اس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ مسجد کے قریب ایک کالے رنگ کا بھٹیارہ تھا لوگوں کو دانے بھون بھون کر دیتا تھا۔ وہ بھی تقریر سن رہا تھا لوگ اکٹھے ہو گئے لیکن کوئی اس کو جواب نہیں دے رہا تھا۔ بھٹیارا ہاتھ میں درانتی پکڑے ہوئے جس سے وہ دانے ریت ہلاتا تھا آ گیا اور کہنے لگا پادری صاحب مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے کتنے بیٹے ہیں؟ اس نے کہا ایک ہی بیٹا ہے یسوع مسیح علیہ السلام۔ بھٹیارے نے کہا مجھے دیکھ اور میری شکل اور قد کو دیکھ! میرے تو چودہ بیٹے ہوں اور اللہ تعالیٰ اتنا بڑا ہے اس کا صرف ایک ہی بیٹا ہے؟ کوئی عقل کی بات کر۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ بیٹا ہونا اگر کوئی کمال کی بات ہے تو پھر تو رب تعالیٰ میرے سے بھی پیچھے رہ گیا کہ میرے تو چودہ بیٹے ہیں اور رب تعالیٰ کا صرف ایک بیٹا ہے۔ ہر آدمی کی گفتگو کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے پادری لاجواب ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ کی ذات بیٹوں بیٹیوں سے پاک ہے، بیوی سے پاک ہے، ہر اس عیب سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے هُوَ الْغَنِیُّ وہ بے پرواہ ہے۔ بھائی انسان تو اولاد اس لئے مانگتا ہے کہ جب میں بوڑھا ہو جاؤں گا تو میری خدمت کرے گی رب تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے وہ تو بے پرواہ ہے اور خدمت کی نیت بھی عام لوگ کرتے ہیں جو بے سمجھ ہیں پھر ان کو نیتوں کا پھل بھی بہت کم

ملتا ہے۔ پہلے زمانے کے لوگ بڑے صحیح العقیدہ اور خالص لوگ تھے اور اولاد کی دعا کرتے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ کی امت بڑھے، آپ ﷺ کے امتیوں میں اضافہ ہو۔ خدمت بالتبع حاصل ہو جاتی تھی اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کو پھل لگا دیتا تھا اور ہماری نیتیں چونکہ خالص نہیں ہیں ہمارا ذہن یہ ہے کہ بچے پیدا ہونگے وہ کمائیں گے اور ہمیں کھلائیں گے۔ جب وہ کمانے کے قابل ہوتے ہیں تو ان کے ہاتھوں سے جوتے کھاتے ہیں اور خوب جی بھر کے کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ضرورتوں سے پاک ہے۔ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ اس کے سوا کوئی مالک نہیں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اِنْ نافیہ ہے۔ معنی ہوگا نہیں ہے تمہارے پاس کوئی دلیل اس کی کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا [جن:۳] "نہیں بنائی اس نے اپنے لئے کوئی بیوی اور نہ اولاد۔" وہ ان سب چیزوں سے پاک ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ اس کی انتہاء ہے۔ اس کے سارے اوصاف و کمالات ذاتی ہیں۔ مخلوق کے جتنے اوصاف ہیں وہ رب تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے ہیں۔ جب اپنی شے ہی کوئی نہیں تو غرور کس چیز کا، تکبر کس چیز کا؟ اس لئے تکبر مخلوق کیلئے حرام ہے۔

حدیث قدسی ہے اَلْكِبْرُ رِدَائِيْ فرمایا تکبر میری چادر ہے، میری صفت ہے۔ مخلوق کی کوئی شے ذاتی نہیں ہے اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا کہتے ہو تم اللہ تعالیٰ پر وہ چیز جو تم نہیں جانتے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ بیشک وہ لوگ جو افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ ان کو کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوگی کتنے دن عیش کر لیں گے؟ اللہ تعالیٰ

کی گرفت یقیناً آئے گی اس سے بچ نہیں سکتے مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا تھوڑا سا فائدہ ہے دنیا میں۔ دس دن کھالیں گے، سال کھالیں گے، دس سال، پچاس سال، سو سال کھالیں گے آخرت کی طویل زندگی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں :

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال زندگی عطا فرمائی۔ چالیس سال نبوت سے پہلے اور ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور طوفان نوح کے بعد کئی سو سال زندہ رہے تفسیروں میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا لوگ خبر گیری کیلئے آئے تو پوچھا حضرت آپ نے بڑی زندگی پائی ہے دنیا کو آپ نے کیسا پایا؟ فرمایا یوں سمجھو کہ دنیا ایک مکان ہے اس کے ایک دروازے سے داخل ہوا ہوں اور دوسرے سے نکل رہا ہوں۔ یعنی چودہ سو سال کی زندگی کو اس طرح تعبیر کیا۔ ہماری زندگیاں تو ان کے مقابلے میں کچھ نہیں ہیں مگر ہم دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ آخرت کو، قبر کو کچھ نہیں سمجھتے اسی دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ یاد رکھنا! یہ زندگی عارضی اور فانی ہے اور اس کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہے۔ کوئی پتہ نہیں ہے کہ اب ہے چند منٹ بعد ہو گی کہ نہیں، صبح ہے شام ہے کہ نہیں اس مغالطے میں کبھی نہ آنا کہ ہم ابھی جوان ہیں بوڑھے ہونگے تو مریں گے، تندرست ہیں بیمار ہوں گے تو مریں گے جوان بھی مرتے ہیں، تندرست بھی مرتے ہیں۔

یہ بات میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہمارا دور حادثاتی دور ہے معلوم نہیں کہ کس وقت کیا ہونے والا ہے۔ اس حادثاتی دور میں جو شخص رات کو خیریت کیساتھ گھر واپس آجائے تو دو رکعت شکرانے کے پڑھے کہ پروردگار تیرا شکر ہے کہ میں بخیریت گھر واپس آگیا ہوں۔

تو فرمایا کہ تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ پھر ہماری طرف ہی ہے ان سب کا لوٹنا ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ پھر ہم ان کو چکھائیں گے سخت عذاب۔ دیکھو! دنیا کی آگ میں پتھر، لوہا، تانبا پگھل جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے۔ اگر بندے کو مارنا مقصود ہو تو اس آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن مر جائے تو سزا کس کو ہوگی۔ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰ نہ دوزخ میں مرے گا نہ جئے گا۔ مرے گا اس لئے نہیں کہ سزا کون بھگتے گا اور عذاب کی زندگی کوئی زندگی نہیں۔ خود اپنے لئے کہیں گے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَه [الحاقہ] کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔ کاش کہ ہم پر موت ہی آ جائے اپنے لئے ہلاکت مانگیں گے مل جل کر مالک علیہ السلام جو جہنم کے انچارج ہیں ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ [الزخرف ۷۷] ’’اے مالک چاہئے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار۔‘‘ وہ ہمیں مار دے۔ وہ جواب دیں گے چلے جاؤ تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، کتابیں نہیں آئی تھیں وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ [رعد: ۱۵] ’’اور نہیں پکار کافروں کی مگر گمراہی میں۔‘‘ تو ان کی موت کی دعا بھی قبول نہیں ہوگی اور سخت عذاب میں رہیں گے بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔ رب تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے تھے، پیغمبروں کی رسالت کا انکار کرتے تھے، حق کی باتوں کا انکار کرتے تھے، قیامت کا انکار کرتے تھے، رب تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے تھے، کفر پر ڈٹے ہوئے تھے اس لئے سخت سے سخت عذاب ان کو دیا جائے گا۔

۞۞۞

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ
لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ
اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝۷۱ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ
اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۷۲ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي
الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝۷۳

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور اے پیغمبر آپ ان کو پڑھ کر سنائیں نَبَاَ نُوْحٍ خبر نوح علیہ السلام کی اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جب کہا انھوں نے اپنی قوم سے يٰقَوْمِ اے میری قوم اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ اگر گراں گذرتا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کیساتھ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ تو میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہوں فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ پس تم جمع کرلو اپنا معاملہ وَشُرَكَآءَكُمْ اور اپنے شریکوں کو ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً پھر نہ ہو تمہارے معاملے میں تم پر کوئی اشتباہ ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ پھر فیصلہ کرلو میرے خلاف وَلَا تُنْظِرُوْنِ اور مجھے مہلت بھی نہ دو فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم نے روگردانی کی فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ پس میں نہیں سوال کرتا تم سے کسی معاوضے کا اِنْ

اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وَ اُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہ ہو جاؤں میں مسلمانوں میں سے فَکَذَّبُوْہُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے نوح علیہ السلام کو فَنَجَّیْنٰہُ پس نجات دی ہم نے اس کو وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ اور ان کو جو ان کیساتھ تھے کشتی میں وَجَعَلْنٰھُمْ خَلٰٓئِفَ اور بنایا ہم نے انکو نائب وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور غرق کیا ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو فَانْظُرْ پس دیکھو کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُنْذَرِیْنَ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو بھیجا اور آدم علیہ السلام کو ہی پیغمبر بنایا۔ تو آدم علیہ السلام پہلے انسان اور پہلے پیغمبر ہیں ان کی عمر ہزار سال تھی انہوں نے کئی نسلیں دیکھیں۔ اس دور میں اور گناہ تو تھے لیکن شرک و کفر نہیں تھا کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً عقیدے کے لحاظ سے لوگ ایک طرح کے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے۔ یہ پہلے پیغمبر ہیں جن کی قوم نے شرک کو ترویج دی ان کو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال عمر عطا فرمائی۔ ساڑھے نو سو سال انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔

حق سے اگر کسی کو تکلیف ہوتی ہے تو ہوتی رہے :

اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَاتْلُ عَلَیْھِمْ اور اے پیغمبر آپ ان کو پڑھ کر سنائیں نَبَاَ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی خبر اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖ جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے یٰقَوْمِ اے میری قوم اِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکُمْ

مَّقَامِیْ اگر گراں اور بھاری گذرتا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا تبلیغ کیلئے وَ تَذْکِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور میرا نصیحت کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات کیساتھ تمہاری طبائع پر ناگوار گزرتا ہے تو ہوا کرے میں تو اس سے باز نہیں آؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا وعظ نصیحت کرنا ان پر کتنا ناگوار تھا اس کا اندازہ آپ اس روایت سے لگائیں جو حافظ ابن کثیرؒ نے صحیح سند کیساتھ نقل فرمائی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کے دور میں طوفان آیا تو ایک نوجوان لڑکی شادی شدہ جسکی عمر تقریباً بیس سال ہوگی ایک خوبصورت بچہ اٹھائے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے آئی۔ اس کو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا بیٹی اپنی جان پر بھی رحم کرو اور اپنے بچے پر بھی رحم کرو اور میرا کلمہ پڑھو تو کہنے لگی اگر تمہارے کلمے کیساتھ بچتی ہوں تو اس سے مر جانا بہتر ہے۔ اب اس ضد کا بھی کوئی علاج ہے؟ وہ بیٹھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ پانی آ گیا وہ بچے کو لے کر اٹھ کر کھڑی ہوگئی پانی تو اللہ تعالیٰ کا غضب تھا اور بلند ہوا تو بچے کو کندھے پر بیٹھالیا کہ پانی شاید یہاں تک نہ پہنچے پانی کندھے پر سے بھی گذر گیا تو اپنے ہاتھوں پر بچے کو اٹھالیا مگر پانی آناً فاناً اور بڑھا اور وہ بچے سمیت غرق ہوگئی لیکن حق کو قبول نہیں کیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا وعظ و نصیحت کیلئے کھڑا ہونا اگر تم پر گراں گزرتا ہے تو گذرے میں نے تو اللہ تعالیٰ کا دین بیان کرتا ہوں نہ اس میں کوتاہی کی ہے اور نہ کرنی ہے۔ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہوں تم میرے خلاف جو کر سکتے ہو کرلو فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ پس تم جمع کرلو اپنا معاملہ وَشُرَكَآءَكُمْ اور اپنے شریکوں کو بھی جن کو تم نے رب کا شریک بنایا ہوا ہے ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، ان کو بھی بلالو۔

ود، سواع وغیرہ کون تھے اور شرک کی ابتدا کیسے ہوئی :

اور میں اس بات کی وضاحت پہلے بھی کر چکا ہوں کہ ود حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چاروں ان کے بیٹے اور صحابی تھے ۔ جس وقت یہ بزرگ دنیا سے رخصت ہو گئے تو لوگ اداس اداس رہنے لگے ۔ ایک دن یہ لوگ اکٹھے بیٹھے تھے کہ ابلیس لعین ان کے پاس آیا کہنے لگا کہ کیا بات ہے پریشان اور غمگین ہو ۔ لوگوں نے کہا کہ پریشان اس لئے ہیں کہ ہمارے بزرگ تھے جن کے ذریعے ہمیں روحانی خوراک ملتی تھی دنیا سے چلے گئے ہیں اب ہمیں وہ خوراک نہیں مل رہی ۔ کہنے لگا کہ تمہارا غمگین ہونا صحیح ہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے وہ تو واپس نہیں آئیں گے تم ان کے بت بنا کر بطور یادگار کے اپنے پاس رکھ لو اور یہ سمجھو کہ گویا ہمارے اندر ہی موجود ہیں ۔ چونکہ وہ پختہ ذہن کے لوگ تھے ان کو یہ تو نہ کہہ سکا کہ تم ان کی پوجا کرو، ان سے مرادیں مانگو، ان کو حاجت روا، مشکل کشا اور فریادرس سمجھو ۔ البتہ شرک کی بنیاد رکھ دی جس وقت یہ پختہ ذہن کے لوگ ختم ہو گئے اور نئی نسل آئی تو ابلیس نے ان کو کہا کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا کرتے تھے اس پر ساری قوم اکٹھی ہو گئی اور ان کی پوجا شروع کر دی ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال ان پر صرف کئے مگر وہ لوگ اپنی ضد سے باز نہ آئے الٹا نوح علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دیتے تھے اور ان کو پتھر مارتے تھے ۔ جب نوح علیہ السلام مجلس میں داخل ہوتے تھے تو کہتے تھے پاگل آ گیا ہے ۔ پاگل پاگل کہہ کر دھکے مارتے تھے قتل رجم کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے ۔ فرمایا سن لو! میرا بھروسا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے تم اپنی تدبیر کر لو اور اپنے شریکوں کو بھی بلا لو ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً پھر نہ ہو تمہارے معاملے میں تم پر کوئی اشتباہ ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ پھر فیصلہ کر لو میرے خلاف تم بھی اور تمہارے الٰہ بھی

وَلَا تُنْظِرُوْنِ اور تم مجھے مہلت بھی نہ دو میرا جو کچھ تم کر سکتے ہو کر لو فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم نے روگردانی کی حق سے، توحید سے، قیامت سے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی رسالت سے فَمَاسَاَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ پس میں نہیں سوال کرتا تم سے کسی معاوضے کا کہ تمہیں یہ خیال ہو کہ میں وعظ تبلیغ کا تم سے معاوضہ مانگوں گا ہرگز نہیں اور جتنے بھی پیغمبر دنیا میں تشریف لائے سب نے یہی کہا کہ ہم تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ خود دے گا وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں میں سے ہو جاؤں فَكَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے نوح علیہ السلام کو۔ صاف لفظوں میں کہا کہ تم جھوٹے ہو شریر ہو تیری وجہ سے قوم میں اختلاف پیدا ہوا ہے ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ سورت ہود میں بات تفصیل سے آئے گی کہ نوح علیہ السلام نے پانچ سو فٹ لمبی تیس فٹ چوڑی اور پچاس فٹ اونچی کشتی بنائی اس میں انہوں نے طبقے بنائے ایک طبقے میں انسان تھے، ایک میں حیوانات تھے، ایک میں ضرورت کا سامان تھا تقریباً چھ ماہ سترہ دن وہ کشتی میں رہے جب قوم غرق ہوگئی وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر آ کر بیٹھ گئی جس کو آجکل کے جغرافیہ میں ارارات کہتے ہیں۔ عراق کے ملک میں صوبہ موصل میں یہ پہاڑ ہے جس کی بلندی اٹھارہ ہزار فٹ ہے فَنَجَّيْنٰهُ پس ہم نے نجات دی نوح علیہ السلام کو وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ اور ان کو جو ان کیساتھ تھے کشتی میں وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ اور بنایا ہم نے انکو نائب تمام لوگوں کی تباہی کے بعد۔ جب زمین سے پانی خشک ہوا تو یہی لوگ زمین میں خلیفہ ہوئے وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور ہم نے غرق کیا ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ مکے والوں کو یہ واقعہ سناؤ کہ پیغمبروں کی تکذیب کرنے

والوں کا یہ حشر ہوتا ہے یہی حال تمہارا ابھی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور میں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے پھر دنیا نے دیکھا کہ بدر کے موقع پر ان کی وہ گت بنی کہ بڑے حیران ہوئے کہ ہمارے ساتھ ہوا کیا ہے فَانْظُرْ پس دیکھو اے مخاطب كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا۔ آج کے نافرمانوں کا بھی وہی انجام ہوگا جو ان کا ہوا۔

✿✿✿

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

ثُمَّ بَعَثْنَا پھر بھیجے ہم نے مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اس کے بعد کئی رسول اِلٰى قَوْمِهِمْ ان کی قوم کی طرف فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس وہ آئے ان کے پاس کھلے دلائل لیکر فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا پس نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ اس چیز پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے كَذٰلِكَ نَطْبَعُ اسی

طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ تجاوز کرنے والوں کے دلوں
پر ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی وَهٰرُوْنَ پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور
ہارون علیہما السلام کو اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف
بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں دے کر فَاسْتَکْبَرُوْا پس انہوں نے تکبر کیا وَکَانُوْا قَوْمًا
مُّجْرِمِیْنَ اور تھی وہ مجرم قوم فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا پس جب آیا ان
کے پاس حق ہماری طرف سے قَالُوْآ کہنے لگے اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ بیشک یہ
البتہ کھلا جادو ہے قَالَ مُوْسٰی فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ کیا
کہتے ہو حق کے بارے میں لَمَّا جَآءَکُمْ جب وہ حق تمہارے پاس آیا
اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ جادو ہے وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ حالانکہ نہیں فلاح پاتے
جادوگر قَالُوْآ کہنے لگے اَجِئْتَنَا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس لِتَلْفِتَنَا تاکہ تو ہمیں
پھیر دے عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اس چیز سے جس پر پایا ہے ہم نے اپنے
باپ دادا کو وَتَکُوْنَ لَکُمَا اور ہو جائے تم دونوں کیلئے الْکِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ
سرداری زمین میں وَمَا نَحْنُ لَکُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ہم تم دونوں پر ایمان
لانے والے وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے ائْتُوْنِیْ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ لاؤ
میرے پاس ہر جادوگر فن کو جاننے والا فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ پس جب آئے
جادوگر قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰی کہا ان کو موسیٰ علیہ السلام نے اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ
مُّلْقُوْنَ ڈالو تم وہ چیز جو ڈالنا چاہتے ہو فَلَمَّآ اَلْقَوْا پس جب انہوں نے ڈالا قَالَ

مُوْسٰی فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے مَاجِئْتُمْ بِہِ السِّحْرُ جو کچھ تم لائے ہو یہ جادو اِنَّ اللّٰہَ سَیُبْطِلُہٗ بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کر دے گا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ درست نہیں کرتا فسادیوں کے عمل کو وَیُحِقُّ اللّٰہُ الْحَقَّ اور ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق کو بِکَلِمٰتِہٖ فیصلوں کے ساتھ وَلَوْکَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کریں مجرم۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر فرمایا اور نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت سارے پیغمبر بھیجے اس کا ذکر ہے۔ ثُمَّ بَعَثْنَامِنْ ۢبَعْدِہٖ رُسُلاً پھر بھیجے ہم نے ان کے بعد کئی رسول اِلٰی قَوْمِھِمْ ان کی قوم کی طرف فَجَآءُ وْھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ پس وہ آئے ان کے پاس کھلے دلائل لیکر فَمَا کَانُوْ الِیُؤْمِنُوْا پس نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے بِمَا کَذَّبُوْابِہٖ مِنْ قَبْلُ اس چیز پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے کَذٰلِکَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بے شمار پیغمبر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کو دلائل اور معجزات دے کر بھیجا لیکن لوگ بڑے ضدی تھے ایمان لانے کیلئے تیار نہیں ہوئے جب وہ ضد پر اڑ گئے۔ پہلے جھٹلا دیا پھر مانے نہیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں کہ وہ حد سے تجاوز کر گئے تھے ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ ۢبَعْدِھِمْ مُّوْسٰی وَھٰرُوْنَ پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو۔ یہ دونوں بھائی تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔ قرآن پاک میں دونوں کے واقعات بڑی وضاحت کیساتھ بیان ہوئے ہیں ان کو کدھر بھیجا؟ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاْ ئِہٖ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف یعنی اس کی جماعت کی طرف۔

فرعون مصر کے بادشاہ کا نام ہوتا تھا بہت سارے فراعِنہ گزرے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا لقب مصعب بن ریان تھا۔ یہ بڑا چالاک، ہوشیار اور شاطر تھا جیسے آج کل کے اپنے لیڈر ہیں۔ بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، نو نشانیوں کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ایک موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک تھا جو اژدھا بن جاتا تھا۔

دوسری یہ کہ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تو سورج کی طرح روشن ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر مکڑیاں مسلط فرمائیں، مینڈک مسلط کیے، ان کا کھانا خون بن جاتا تھا بڑا کچھ ہوا مگر فَاسْتَکْبَرُوْا پس انہوں نے تکبر کیا وَ کَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور تھی وہ قوم مجرم۔ اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبروں نے پورا زور لگایا لیکن انہوں نے حق کو قبول نہیں کیا فَلَمَّا جَآءَ هُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا پس جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے قَالُوْٓا کہنے لگے اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ بیشک البتہ یہ کھلا جادو ہے کہ لاٹھی اژدھا بن جاتی ہے، ہاتھ چمکنے لگ جاتا ہے یہ تو ہم بھی کر سکتے ہیں قَالَ مُوْسٰٓی فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَ کُمْ کیا کہتے ہو حق کے بارے میں جب وہ حق تمہارے پاس آیا اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ جادو ہے؟ پھر سن لو وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ حالانکہ نہیں فلاح پاتے جادوگر۔ جادوگروں کو کبھی فلاح نصیب نہیں ہوتی چنانچہ اسی طرح ہوا کہ جب جادوگروں کیساتھ مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا فرمایا اور سارے جادوگر شکست کھا گئے۔ فرعون اور اس کے وزیر اعظم ہامان اور اس کے دست راست قارون نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو کہ تو ہمیں ہمارے باپ دادا کے راستے سے پھیرنا چاہتا ہے۔ قارون موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی چچا کا بیٹا تھا نام اس کا منور تھا۔ نسب اس کا اس طرح تھا منور بن یسر بن قحر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے موسیٰ بن عمران

بن قحر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ۔ تو قارون یعقوب علیہ السلام کا شر پوتا ہے بڑا پڑھا لکھا اور اونچے خاندان سے تعلق رکھتا تھا مگر مال نے اس کو غرور میں مبتلا کر دیا تھا۔

رزق کی زیادتی سے لوگ سرکشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ [شوریٰ :۲۷] ''اور اگر اللہ تعالیٰ رزق عام کر دے اپنے بندوں کا تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین میں اور یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بعض لوگ جب غریب تھے تو نمازی بھی تھے اور روزے بھی رکھتے تھے درس بھی سنتے تھے۔ اب بیرون ملک جانے سے روپے آگئے ہیں تو کبھی جمعہ میں ان کی شکلیں نظر آتی ہیں اس کے علاوہ نظر ہی نہیں آتے۔ بھائی ایسے مال کا کیا کرو گے، کتنا عرصہ کتنے دن کھالو گے؟ یہ آخرت میں تو کام نہیں آئے گا اگر دین کے مطابق زندگی بسر نہیں کرو گے۔ تو فرعون، اس کے وزیر اعظم ہامان اور اس کے دست راست قارون نے کہا قَالُوْٓا کہا انہوں نے اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تاکہ تو ہمیں پھیر دے اس چیز سے جس پر ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادا کو کہ ہمارے باپ دادا تو کئی خداؤں کے قائل تھے تیری بات مان کر سب کو چھوڑ دیں اور صرف ایک خدا کے قائل ہو جائیں کیونکہ موسیٰ نے ان کو فرمایا کہ عبادت صرف ایک رب کی ہو گی اور دنیا میں جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کی پہلی پکار یہی ہوتی تھی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [ہود:۵۰] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود'' کوئی مسجود نہیں ہے، کوئی حاجت روا نہیں ہے اور فریادرس نہیں ہے، نذر و نیاز کے لائق کوئی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر دستگیر کوئی نہیں ہے اور یہی بات سننا مشرکوں کیلئے بڑی مشکل اور کڑوی تھی۔

چنانچہ سورۂ صٰفّٰت آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّھُمْ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَـکْبِرُوْنَ ''بیشک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھے'' اور اچھلتے کودتے تھے اور کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [سورۂ صٓ:۵] ''کیا کردیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بیشک یہ عجیب چیز ہے۔'' کہ ایک خدا سارا نظام چلاتا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے کہا تو ہمیں ہمارے باپ دادا کے دین سے پھیرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ وَتَکُوْنَ لَکُمَا الْکِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ اور ہو جائے تم دونوں کیلئے سرداری زمین میں۔ ہمیں باپ دادا کے دین سے پھیر کر مصر کی زمین میں تم دونوں اپنا اقتدار چاہتے ہو۔ لہٰذا صاف طور پر سن لو وَمَا نَحْنُ لَکُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے۔ کتنا کھرا جواب ہے جو فرعون، ہامان، قارون اور ان کی جماعت نے دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا اور وہ اژدھا بن گیا لوگ اس کو دیکھ کر گھبرائے اور فکر کرنے لگے اس اثر کو زائل کرنے کیلئے وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ اور کہا فرعون نے لاؤ میرے پاس بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ہر جادوگر فن کو جاننے والا ماہر۔ اگر اس نے سانپ نکالا ہے تو ہم بھی سانپ نکالیں گے چنانچہ جادوگر آئے اور وہ کتنے تھے؟ تفسیروں میں مختلف روایات ہیں ۸۰ ہزار اور ۷۲ ہزار اور کم اور زیادہ کا بھی ذکر آتا ہے پھر دور دراز سے آئے تھے کسی کیساتھ دو خادم تھے کسی کیساتھ چار خادم تھے کسی کے پاس چار سواریاں ہیں کسی کے پاس دس سواریاں ہیں عجیب قسم کا منظر تھا۔

باطل لوگ مفاد پرست ہوتے ہیں :

جادوگروں نے آپس میں کہا کہ پہلے اس سے تسلیم کرالو کہ ہمیں معاوضہ ملے گا کہ

نہیں قَالُوْا یٰفِرْعَوْنَ ''انہوں نے کہا اے فرعون! اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ کیا بیشک ہمارے لئے اجر ہوگا اگر ہم غالب آئے۔'' یا صرف بیگار لے گا اور کوئی معاوضہ نہیں دیگا۔ چنانچہ جادوگروں کا ایک نمائندہ وفد فرعون کے پاس گیا اور کہا کہ ہمیں کوئی معاوضہ بھی ملے گا یا نہیں۔ ہم دور دراز سے خرچہ کر کے آئے ہیں۔ فرعون نے کہا نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ [شعراء:۴۲] ''ہاں یقیناً تم اس وقت البتہ مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔'' تمہیں معاوضہ بھی ملے گا اور سرکاری خطابات بھی ملیں گے۔ مصر کا ملک تھا قاہرہ کا علاقہ تھا عید کے دن کا چاشت کا وقت تھا عید کے موقع پر عام تعطیل ہوتی ہے۔ وسیع میدان بھرا ہوا تھا فرعون، ہامان، قارون اور ان کے سردار کرسیاں لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، فوج اور پولیس والے بھی تھے عوام خواص مرد عورتیں بچے بوڑھے سب موجود تھے فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ پس جب آئے جادوگر سَحَرَۃٌ سَاحِرٌ کی جمع ہے قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى کہا ان کو موسیٰ علیہ السلام نے اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ڈالو تم وہ چیز جو تم ڈالنا چاہتے ہو فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا پس جب انہوں نے ڈالا۔ کیا ڈالا؟ اس کا ذکر یہاں نہیں ہے لیکن سورۃ طہ آیت نمبر ۶۶ میں ہے فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ ''اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں۔'' ہر جادوگر نے ایک لاٹھی اور ایک رسی ڈالی وہ سانپ بن گئیں۔ لوگوں نے نعرے مارنے شروع کر دیئے فرعون زندہ باد فرعون زندہ باد عجیب قسم کا منظر تھا فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ [آیت ۴۵] ''پھر ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ نگلتی تھی اس چیز کو جو ان لوگوں نے بنایا تھا۔'' وہ ایک لاکھ چوہتر ہزار کے قریب جو سانپ تھے موسیٰ علیہ السلام کا اژدھا وہ سب نگل گیا موسیٰ علیہ السلام نے اژدھا پر ہاتھ رکھا وہ دوبارہ لاٹھی بن گئی۔ جادوگر جو فن کے ماہر تھے سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے۔ کیونکہ

جادو سے شے کی حقیقت نہیں بدلتی ان کے عصا کی حقیقت بدل گئی ہے وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ [شعراء:٦] پس گر پڑے جادوگر سجدے میں قَالُوْآ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہنے لگے ہم ایمان لائے ہیں رب العالمین پر رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وہی جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔ [الاعراف:۱۲۲] فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ کیا تم اس پر ایمان لائے ہو پہلے اس کے کہ میں تمہیں اجازت دیتا کس کی اجازت سے تم نے ایمان قبول کیا؟ بلایا تمہیں میں نے تھا ایمان اس پر لے آئے ہو۔ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ [شعراء:۴۹، ۵۰] میں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹے اور لٹکاؤں گا تم سب کو سولی پر قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ [آیت ۵۰] وہ کہنے لگے کوئی ڈر نہیں ہے بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔'' تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ ستر آدمیوں کو اس نے سولی پر لٹکایا بھاگا کوئی بھی نہیں باقی اپنے نمبر کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ فرعون نے سمجھا کہ یہ تو ڈرتے نہیں اور ایمان چھوڑنے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے اور اس میں میری بدنامی ہوگی۔ یہ کہہ کر بات کو ٹال گیا کہ آج اتنے ہی کافی ہیں باقیوں کو پھر سولی پر لٹکاؤں گا۔ قَالَ موسٰى موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ جو کچھ تم لائے ہو یہ جادو اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کر دے گا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا وہ سب کو نگل گیا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ درست نہیں کرتا فسادیوں کے عمل کو وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اور ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق کو اپنے فیصلوں کے ساتھ۔ چنانچہ اس میدان میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا کیا اور سارے جادوگر شکست کھا گئے وَلَوْ كَرِهَ

الْمُجْرِمُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کریں مجرم۔ مگر اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرتا ہے اور باطل کو مٹاتا ہے۔ یہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ ہے باقی اس کا نتیجہ آئے گا۔

۞۞۞

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى

اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۸۳ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝۸۴ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۵ۙ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۸۶ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۷

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى پس نہیں ایمان لائے موسیٰ علیہ السلام پر اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ مگر کچھ نوجوان ان کی قوم میں سے عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ ڈرتے ہوئے فرعون اور اس کی جماعت سے اَنْ يَّفْتِنَهُمْ کہ وہ ان کو فتنے میں مبتلا کردے گا وَاِنَّ فِرْعَوْنَ اور بیشک فرعون لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ سرکشی کرنے والا تھا زمین میں وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ اور بیشک وہ حد سے گذرنے والا تھا وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میری قوم اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا پس اس پر بھروسہ کرو اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ اگر ہو تم مسلمان فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا پس کہا انہوں نے

ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً اے ہمارے پروردگار نہ بنا ہمیں آزمائش لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کیلئے وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت کیساتھ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کافر قوم سے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کی طرف اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا کہ بناؤ تم دونوں اپنی قوم کیلئے مصر کے اندر گھر وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً اور بناؤ اپنے گھروں کو مسجد وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور خوشخبری دو ایمان والوں کو۔

گذشتہ درس میں تم نے یہ بات سنی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے جب فرعون، ہامان اور اس کی جماعت کو تبلیغ کی تو فرعون نے نشانی مانگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا فرعون اپنے بلند تخت پر کرسی کے اوپر تاج شاہی پہن کر وزیروں اور مشیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اژدھا دیکھ کر بدحواس ہو کر ایسے گرا کہ نیچے فرعون اور اوپر کرسی۔ بجائے ماننے کے ضد پر آ گیا اور کہنے لگا کہ ہم بھی مقابلہ کریں گے۔ بھلا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟ کہنے لگا وقت مقرر کرو قریب ہی عید کا دن تھا موسیٰ علیہ السلام نے عید کا دن اور چاشت کا وقت مقرر کیا۔ فرعون نے ہزاروں کی تعداد میں جادوگر بلائے اور ان کیساتھ معاوضہ بھی طے کیا اور سرکاری خطاب کا بھی وعدہ کیا۔ ۷۲ ہزار بھی تعداد لکھی ہے اور اس سے کم وبیش کا بھی ذکر آتا ہے۔ اگر ۷۲ ہزار بھی تعداد ہو تو ایک ایک نے دو دو سانپ نکالے تھے تو اس طرح ایک لاکھ چوالیس ہزار تعداد بنتی ہے۔ فرعونیوں نے دیکھا تو نعرے پر نعرے لگانے شروع کر دیئے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو اس نے اژدھا بن کر سب کو نگل لیا پھر ہاتھ رکھا تو لاٹھی بن

گئی۔ جادوگر اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے، مسلمان ہو گئے۔ فرعون غصے میں آ گیا اور ستر آدمیوں کو سولی پر لٹکایا اور باقیوں کو دھمکی دیکر چھوڑ دیا کہ تمہارے ساتھ پھر نمٹ لوں گا۔ لوگ دور دراز سے آئے تھے اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔

فرعون کے خوف کی وجہ سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓی پس نہیں ایمان لائے موسیٰ علیہ السلام پر اِلَّا ذُرِّیَّۃٌ مِّنْ قَوْمِہٖ مگر کچھ نوجوان ان کی قوم میں سے۔ ذریت کا معنٰی بچے نوجوان اور نو عمر ہے۔ وہ نوجوان بنی اسرائیل میں سے تھے جو ایمان لائے عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِھِمْ ڈرتے ہوئے فرعون اور انکی جماعت سے۔ مَلَا۟ئِھِمْ سے ان کے وڈیرے مراد ہیں۔ تو وہ وڈیروں سے بھی ڈرتے تھے کہ ہم ایمان لائیں گے تو وہ ہمیں ماریں گے کیونکہ وہ بھی بڑے ظالم تھے فرعون کی طرح اور خوف کس بات کا تھا اَنْ یَّفْتِنَھُمْ کہ وہ ان کو فتنے میں مبتلا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان نوجوانوں کا خوف بلا وجہ نہیں تھا اس لئے کہ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ اور بیشک فرعون سرکشی کرنے والا تھا زمین میں وَاِنَّہٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ اور بیشک وہ حد سے گذرنے والا تھا۔ اس لئے ان نوجوانوں کا خوف بے جا نہ تھا اور عالم اسباب میں خوف والی چیزوں سے خوف کرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ خود موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دیکھ لو۔ مدین سے واپس آتے ہوئے جب طویٰ کے مقام پر پہنچے رات کا وقت تھا عناب کے ایک درخت سے اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ظاہر ہو رہی تھی۔ دور سے آگ کے شعلے نظر آتے تھے یہ آگ لینے کیلئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ " بیشک میں تیرا پروردگار ہوں وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ [طٰہٰ:۴۱] میں نے تجھے اپنی ذات کیلئے چن لیا ہے۔" میں نے تجھے نبوت اور رسالت عطا کی ہے۔ موسیٰ علیہ

السلام نے عرض کی اے پروردگار! میری زبان میں تھوڑی سی لکنت ہے وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا ''اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زبان میں زیادہ فصیح ہے فَاَرْسِلْہُ مَعِیَ رِدْاً پس اس کو بھیج دے میرے ساتھ بطور معاون کے [قصص:۳۴] قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی [طہ:۳۶] تحقیق دیا گیا تجھ کو تیرا سوال اے موسیٰ۔'' ہم نے تیرا سوال قبول کرلیا تجھے بھی نبوت دی اور تیرے بھائی کو بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ''اور کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ قَالَ ھِیَ عَصَایَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے یہ میری لاٹھی ہے اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ اور پتے جھاڑتا ہوں بکریوں پر وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی اور میرے لئے اس میں دوسرے فائدے بھی ہیں قَالَ اَلْقِھَا یٰمُوْسٰی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس لاٹھی کو نیچے ڈال دو فَاَلْقٰھَا فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی [طہ:۲۰] پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ڈالا پس اچانک وہ ہوگیا ایک سانپ دوڑتا ہوا۔'' اور سورت قصص میں ہے فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ''اور جب دیکھا اس کو تو وہ حرکت کر رہی تھی گویا کہ وہ سانپ ہے، پشت پھیری موسیٰ علیہ السلام نے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔''

طبعی خوف ایمان کیخلاف نہیں :

تو یہ سانپ سے خوف کرنا ایمان کے خلاف نہیں۔ حالانکہ نبی کا ایمان تو پہاڑوں سے بھی وزنی ہوتا ہے اور نبی نبوت سے پہلے بھی مومن ہوتا ہے اور اب تو نبوت بھی مل چکی ہے لیکن سانپ کو دیکھ کر پشت پھیری اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذْھَا وَلَا تَخَفْ ''اے موسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑ لیں اور خوف نہ کریں سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا

الْاُوْلٰی [طٰہٰ:۲۱] ہم اس کو پلٹ دیں گے اس کی پہلی حالت پر۔'' تو طبعاً شیر کتے سے ڈرنا، سانپ بچھو سے ڈرنا، چور اور دہشت گرد سے ڈرنے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ تو وہ نوجوان جو فرعون سے ڈرے اور اس کی جماعت سے ڈرے تو اس سے ان کے ایمان پر کوئی زد نہیں آئی کیونکہ ان چیزوں کا ڈر طبعی اور فطری چیز ہے۔ وَقَالَ مُوْسٰی اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے یٰقَوْمِ اے میری قوم اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا پس اسی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو۔ توکل کا معنٰی ہے ظاہری اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ اگر ہو تم مسلمان۔ تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو وہ مسبب الاسباب خود اسباب پیدا کر دے گا فَقَالُوْا پس کہا ان نوجوانوں نے جو تھوڑی دیر پہلے مسلمان ہوئے تھے عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا ہے اور ساتھ ہی دعا کی رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اے پروردگار ہمارے! نہ بنا ہمیں آزمائش ظالم قوم کیلئے۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں ظالموں کیلئے تختہ مشق نہ بنا کہ وہ ہم پر ظلم ڈھاتے رہیں یعنی ہمیں ان کے ظلم سے بچا اور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں اتنا کمزور نہ بنا کہ وہ ہماری کمزوری کو دیکھ کر کہیں کہ یہ اگر حق پر ہوتے تو اتنے کمزور نہ ہوتے ان کیساتھ رب نہیں ہے۔ اور اُن کے دل بڑھ جائیں اور ہمارے ساتھ زیادتیاں کرنے لگ جائیں وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت کیساتھ کافر قوم سے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کی طرف۔

موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سخت تھی :

موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم پرصرف دونمازیں فرض تھیں اوران کوحکم تھا کہ نمازیں مسجد میں پڑھنی ہیں مسجد سے باہران کی نماز نہیں ہوتی تھی اوران کوتیمّم کی اجازت اورسہولت نہیں تھی ۔ وضوکرکےاورغسل کرکےنماز پڑھنی ہوتی تھی اوراگران کےکپڑوں پر گندگی لگ جاتی تو دھونے سے پاک نہیں ہوتے تھے بلکہ اس جگہ کوقینچی سے کاٹنا ہوتا تھا سات دفعہ دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتے تھے ۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے ۔ کتنی مشقت کی بات تھی کیونکہ کبھی آدمی چھوٹے بچے کواٹھاتا ہے وہ ناسمجھی کیوجہ سے پیشاب پاخانہ کردیتے ہیں ، کبھی زخم سےخون نکل آتا ہے ، کبھی پھوڑاپھنسی بہہ پڑتا ہے ، کبھی نکسیر پھوٹ جاتی ہے ۔ تو جگہ کاٹنے کا حکم تھا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی برکت سے ہمیں سہولتیں عطافرمائی ہیں کہ گندگی دھونے سے کپڑاپاک ہوجاتاہےاورساری زمین ہمارے لئےمسجد ہے ۔ مسجد سے باہر بھی نماز ہوجاتی ہے ہاں اتنی بات ہے کہ بغیرکسی شرعی عذر کے لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمسجد دارقطنی کی روایت ہے کہ جولوگ مسجد کےقریب رہتے ہیں وہ بلاکسی عذر کے بلا جماعت نماز پڑھیں توانکی نماز نہیں ہوگی ۔ ہاں اگرشرعی عذرہےتوالگ بات ہے ۔ مثلاً بیمار ہےیا گھٹنےاور پاؤں سے رہ گیاہے یاسویارہا اوروقت نکل گیایاسفر میں ہےتوپھرگنجائش ہے مسجد سے باہربھی نماز ہوجائےگی ۔ لیکن بنی اسرائیلوں کیلئےپابندی تھی کہ نمازمسجد میں پڑھنی ہے مسجد سے باہرنماز نہیں ہوگی جس وقت فرعونیوں کے جذبات زیادہ ابھرےتواس وقت اللہ تعالیٰ نےان کوحکم دیاموسیٰ اور ہارون علیھما السلام کی طرف وحی بھیجی اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا کہ بناؤتم دونوں اپنی قوم کیلئےمصر کےاندرگھراورگھروں میں رہو ۔ کیونکہ ان کے جذبات ابھرے ہوئے ہیں

چلو پھرو گے تو وہ تمہارے ساتھ زیادتی کریں گے وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً اور بناؤ اپنے گھروں کو مسجد۔ یہ ان کو عارضی طور پر گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت ملی ورنہ عموماً ان کو مسجدوں کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی اور اگر غسل جنابت کرنا ہوتا تھا تو سات دفعہ نہانا پڑتا تھا آدمی ایک دفعہ جسم پر پانی ڈالنے سے پاک نہیں ہوتا تھا۔ اندازہ لگاؤ ان کیلئے کتنی شریعت سخت تھی؟ دیکھو سردی کے زمانے میں سات دفعہ غسل کرنا پڑے اور پانی بھی ٹھنڈا ہو تو پہلے آڈر دیگا کہ میرے لئے کفن تیار رکھنا کہ میں نے غسل کرنا ہے۔

فرمایا جب حالات قابو میں آجائیں گے کہ ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو باہر آجانا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کرو۔ ان کیلئے صرف دو نمازیں تھیں ایک فجر اور ایک عصر کی۔ اور رکعتیں کتنی تھیں؟ اس کے متعلق بھی ہم قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کتنی رکعات تھیں۔ ہم اپنی شریعت کو سمجھ لیں تو بڑی بات ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور خوشخبری دو ایمان والوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ جو مومن ہیں ان کو خوشخبری سنادو کہ اللہ تعالیٰ کسی کا ایمان ضائع نہیں کرے گا نہ کسی کا عمل ضائع کرے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی نصیب فرمائے گا۔ لیکن ان دنوں میں گھروں سے باہر نہ نکلو اور نماز گھروں میں ہی پڑھو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور یقین رکھو۔

۞۞۞

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

وَقَالَ مُوْسٰى اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّکَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ بیشک تو نے دی ہے فرعون کو وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً اور اس کی جماعت کو زینت وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور مال دنیا کی زندگی میں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ تاکہ وہ گمراہ کریں تیرے راستے سے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ اے ہمارے پروردگار مٹا دے ان کے مالوں کو وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور سخت کر دے ان کے دلوں کو فَلَا يُؤْمِنُوْا پس وہ ایمان

نہ لائیں حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو
قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا تحقیق قبول کر لی گئی ہے تم دونوں
کی دعا فَاسْتَقِیْمَا پس تم دونوں ڈٹ کر قائم ہو وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ اور نہ پیروی کرنا تم
سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ان لوگوں کے راستے کی جو نہیں جانتے وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ
اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اور ہم نے پار کر دیا بنی اسرائیل کو سمندر سے فَاَتْبَعَهُمْ
فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ پس پیچھا کیا ان کا فرعون نے اور اس کے لشکر نے
بَغْیًا وَّعَدْوًا سرکشی کرتے ہوئے اور زیادتی کرتے ہوئے حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ
الْغَرَقُ یہاں تک کہ جب پا لیا فرعون کو غرق ہونے نے قَالَ اٰمَنْتُ کہنے لگا ایمان
لایا میں اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ کہ بیشک شان یہ ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی
اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل وَاَنَا مِنَ
الْمُسْلِمِیْنَ اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ
اب تو اسلام لاتا ہے اور تحقیق تو نے نافرمانی کی اس سے پہلے وَكُنْتَ مِنَ
الْمُفْسِدِیْنَ اور تو فسادیوں میں سے تھا فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ پس آج
کے دن بچا لیں گے ہم تیرے جسم کو لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً تاکہ ہو جائے تو
ان لوگوں کیلئے جو تیرے بعد آئیں گے نشانی وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بیشک
بہت سے لوگوں میں ایسے ہیں عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ جو ہماری آیتوں سے غافل
ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرعون کو اقتدار اور حکومت دی تھی۔ یہ مطلق العنان یعنی بے

لگام بادشاہ تھا۔ مال کی بہتات تھی اس کے پاس بھی اور اس کے فوجی افسروں کے پاس بھی سارے ہی بڑے مالدار تھے۔ صرف ایک قارون کا اتنا خزانہ تھا کہ بیسویں پارے میں آتا ہے کہ اس کی چابیاں اچھی خاصی جماعت کو تھکا دیتی تھیں۔ مال کی کثرت نے ان کو بگاڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پچیسویں پارے میں وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ " اور اگر اللہ تعالیٰ بڑھا دیتے رزق اپنے بندوں کیلئے تو وہ باغی ہو جائیں زمین میں۔" عموماً مال کی کثرت انسان کو سرکشی پر آمادہ کرتی ہے۔ کوئی ہزار میں سے ایک آدھ نکلے گا جو سرکشی سے بچ جائے خصوصاً اس دور میں تو خدا پناہ! اور ہر دور میں ایسا ہی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَالَ مُوْسٰی اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔ رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار! اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً بیشک دی تو نے فرعون کو اور اس کی جماعت کو زینت وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اور مال دنیا کی زندگی میں۔ بادشاہی، کرسی، اقتدار، مال دولت، کوٹھیاں باغات اور بڑا کچھ رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ اے رب ہمارے اس لئے کہ وہ گمراہ کریں تیرے راستے سے۔ مال دیا ہے ان کو کہ مال کے بل بوتے پر انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ اے ہمارے پروردگار! مٹا دے ان کے مالوں کو وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور سخت کر دے ان کے دلوں کو فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ پس وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو۔ اب تک میں ان کو تبلیغ کرتا آیا ہوں اور یہ مقابلہ کرتے آئے ہیں اور ابھی تک گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں اور دوسروں کو مال کے بل بوتے پر گمراہ کیے ہوئے ہیں ان کو اپنے مال و دولت پر بڑا گھمنڈ اور غرور ہے۔ چنانچہ پچیسویں پارے میں ذکر ہے کہ فرعون نے کہا

اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ [الزخرف:۵۱] ''کیا یہ ملک مصر میرے قبضے میں نہیں ہے اور یہ جو نہریں چلتی ہیں میری کوٹھیوں کے نیچے سے کیا پس تم دیکھتے نہیں ہو۔'' اس مال کے بل بوتے پر انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا تحقیق قبول کر لی گئی ہے تم دونوں کی دعا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور ہارون علیہ السلام نے امین کہی تھی۔ امین کہنے والا بدستور دعا میں شریک ہوتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا اور اس کا ظہور :

اسی مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ ان کے سونے چاندی کے سکے پتھر بن گئے اور ہیرے موتی سب عام پتھر بن گئے۔ وہ جب برتنوں کو کھول کر دیکھتے تو سونے چاندی کے سکوں کی جگہ پتھر پڑے ہوتے تھے باغ اجڑ گئے، دوکانیں تباہ ہوگئیں، قیمتی چیزیں پتھر بن گئیں، اٹھا کے سڑک کے کنارے پھینک دیتے، مالی حیثیت ختم ہوگئی اور دعا کی قبولیت سامنے آگئی۔ اللہ نے فرمایا فَاسْتَقِیْمَا پس تم دونوں ڈٹ کر رہو۔ تھوڑے سے آدمی ان کیساتھ تھے کیونکہ فرعون کا غلبہ تھا، اقتدار تھا اور بڑا ظالم تھا جو کلمہ پڑھتا تھا اس پر بڑی سختی کرتا تھا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اور نہ پیروی کرنا تم ان لوگوں کے راستے کی جو نہیں جانتے۔

مصر سے کنعان ہجرت کرنا :

فرعون کی، نہ ہامان کی، نہ قارون کی، نہ ان کی جماعت کی اور حق پر ڈٹ کر رہنا ہے پھر عرصہ دراز تک موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ان کو سمجھاتے رہے مگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ارضِ مقدس کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

پروگرام سے اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ ہم نے رات کو یہاں سے ہجرت کر کے ارض مقدسہ فلسطین اور کنعان کے علاقہ میں جانا ہے اور یہ رب تعالیٰ کا حکم ہے پختہ ذہن کے لوگ تھے مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سب تیار ہو گئے۔ رات ہوئی تو پروگرام کے مطابق مصر سے روانہ ہو گئے۔ عورتیں ساتھ ہوں تو شور تو ہوتا ہے فرعون کے ایجنٹوں نے اس کو بتا دیا کہ بنی اسرائیلی یہاں سے چلے گئے ہیں۔ فرعون بڑا پریشان ہوا کہ یہی لوگ تھے کام کرنے والے جنکی وجہ سے ہم حکومت کرتے تھے اگر یہ کام کرنے والے نہ رہے تو ہمارا سارا نظام بگڑ جائے گا۔ فرعون نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا کہ ان کو پکڑنا ہے۔ بنی اسرائیلیوں نے بحر قلزم کے قریب پڑاؤ ڈالا تھا۔ مُشْرِقِین کا لفظ قرآن پاک میں آتا ہے۔ جیسے اب سورج طلوع ہونے کا وقت ہے پیچھے سے فوجیں پہنچ گئیں۔ آگے بحر قلزم کی موجیں ہیں کشتیاں ان کے پاس نہیں تھیں بڑے پریشان ہوئے قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ [شعراء] ''موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا بیشک ہم تو پکڑے گئے قَالَ كَلَّاۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ہرگز نہیں بیشک میرے ساتھ میرا پروردگار ہے۔'' اس کے حکم سے آئے ہیں ہمارے بچاؤ کا انتظام وہ خود کرے گا۔ جس وقت بحر قلزم کے کنارے آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ مارو اپنی لاٹھی سمندر پر۔ بارہ خاندان تھے اللہ تعالیٰ نے ہر خاندان کیلئے الگ الگ راستہ بنا دیا بڑا گہرا سمندر تھا اس کا پانی اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے دیواریں ہوتی ہیں فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ پس پھٹ گیا وہ پس ہو گیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح۔ پانی کی دیواریں ایسی تھیں جیسے پہاڑ کھڑے ہوں۔ بنی اسرائیلیوں نے بحر قلزم عبور کر لیا فرعون فوجیں لیکر آیا اس کے وزیر اعظم ہامان نے کہا کہ تم آگے چلو تمہارے

پیچھے فوجیں ہونگی اور ان کے پیچھے میں ہوں گا ان کا تعاقب کرنا ہے یہ کون ہوتے ہیں بھاگ کر جانے والے۔ جب سارے بحر قلزم میں اتر گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا چل پڑو۔ یہ سارے وہیں جہنم رسید ہوئے۔ فرعون نے بڑا واویلا کیا۔ اس کا ذکر ہے وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اور ہم نے پار کردیا بنی اسرائیل کو سمندر سے فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ پس پیچھا کیا ان کا فرعون نے اور اس کے لشکر نے۔ بہت بڑا لشکر تھا بَغْيًا وَّعَدْوًا سرکشی کرتے ہوئے اور زیادتی کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر زیادتی کیلئے تیار ہوگئے۔ سارے غرق ہوگئے۔ جب فرعون غرق ہونے لگا حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ یہاں تک کہ جب پالیا فرعون کو غرق ہونے نے قَالَ کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ ایمان لایا میں کہ بیشک شان یہ ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں آٰلْئٰنَ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام نے آواز دی اب ایمان لاتے ہو وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ اور تحقیق تو نے نافرمانی کی اس سے پہلے وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ اور تو فسادیوں میں سے تھا۔

عذاب کے ظاہر ہونے اور نزع کے وقت کا ایمان قابل قبول نہیں :

اللہ تعالیٰ کے عذاب آنے کے بعد کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح نزع کی حالت میں کوئی ایمان لائے یا توبہ کرے تو وہ بھی قبول نہیں ہے۔ آئندہ رکوع میں آئے گا کہ عذاب کے ظاہر ہوجانے کے بعد صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی باقی دنیا میں کسی قوم کی توبہ اس حالت میں قبول نہیں ہوئی۔ کیونکہ ایمان وہ قبول ہے جو بالغیب ہو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ''وہ ایمان لاتے ہیں بن دیکھے۔'' جب فرشتے نظر آجائیں تو

ایمان بالغیب نہ رہا۔ احادیث میں آتا ہے کہ موت کے وقت ملک الموت آگے ہوتا ہے اور اٹھارہ فرشتے اس کے پیچھے ہوتے ہیں نیک آدمی کیلئے جنت کا کفن، جنت کی خوشبو لاتے ہیں۔ ملک الموت روح نکال کے ان کے حوالے کر دیتا ہے وہ فرشتے جنت کے کفن اور خوشبوؤں میں لپیٹ کر آسمانوں کی طرف اڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور اسے علیین میں پہنچاتے ہیں جو نیک لوگوں کی ارواج کا دفتر ہے۔ اور اگر مرنے والا کافر، مشرک، بے ایمان اور نافرمان ہے تو فرشتے اس کے لئے جہنم کا ٹاٹ اور بد بوئیں لیکر آتے ہیں۔ ملک الموت اس کی روح نکال کر ان کے حوالے کر دیتا ہے وہ اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ''ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔'' وہ اس کو واپس سجین میں لے آتے ہیں جو ساتویں زمین پر کافروں کی ارواح کا دفتر ہے۔ وہاں جب اندراج ہو جاتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے تُعَادُ رُوْحُهُ اِلٰی جَسَدِهٖ اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ لوگ اس کو ابھی دفنا کے واپس نہیں لوٹتے کہ اس کے جسم میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ قبر میں پڑا ہوا سن رہا ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ وہ ان کی جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ پھر فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ مَنْ نَبِیُّکَ تیرا نبی کون ہے؟ مَا دِیْنُکَ تو کس دین پر ہے؟ نیک ہے تو ایمان کی برکت سے صحیح اور معقول جواب دیتا ہے اور اگر برا ہے تو حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے ھَاہْ ھَاہْ لَا اَدْرِیْ مجھے معلوم نہیں کیا کہنا ہے۔

تو فرشتے نے آواز دی اب ایمان لاتا ہے اور اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا ہے اور

فسادیوں میں سے تھا فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ. نُنَجِّیْکَ کے دومعنٰی بیان کرتے ہیں۔ایک یہ کہ نجوی سے لیا جائے اور نجوی کا معنٰی ہے دریا کا کنارہ۔ساحِلِ بَحْر نُلْقِیْکَ عَلٰی نَجْوَۃٍ مِنَ الْبَحْرِ ہم تیرے بدن کوسمندر کے کنارے پھینک دیں گے لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً تاکہ ہوجائے تو ان لوگوں کیلئے جو تیرے بعد آئیں نشانی۔ دوسرا معنٰی نجات کا کرتے ہیں کہ ہم تیرے بدن کونجات دیں گے یعنی تیرے بدن کونجات دیں گے۔روح اور بدن دونوں کونجات نہیں ہوسکتی کہ تو آخرت سے بچ جائے۔پھر فرعون کی لاش مشک بنی ہوئی باہر پڑی تھی کہ پیٹ میں پانی بھر گیا تھا تاکہ پچھلوں کو پتا چلے کہ یہ ہے وہ فرعون جو کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی [نازعات:۲۱] "تمہارا بڑا رب تو میں ہوں۔" آج دیکھواس کا یہ حال ہے۔مصر کے عجائب گھر میں کئی فرعونوں کی لاشیں پڑی ہیں۔صدیاں گذر گئیں ہیں لوگ وہاں جا کے دیکھتے ہیں۔جو فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔اسی لئے بعض احادیث میں آتا ہے کہ ولید نام ٹھیک نہیں ہے۔دوسری احادیث میں ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔بہت سارے صحابی ہیں جن کے نام ولید رکھے گئے ہیں۔آج سے چند سال قبل مصر کی حکومت نے کہا کہ اس کو دفن کر دینا چاہیئے۔دوسروں نے کہا کہ نہیں! کیونکہ یہی سلسلہ چلا آرہا ہے اور لوگ آ کر اس کو دیکھتے ہیں لہذا دفن نہیں کرنا چاہیئے تو پھر حکومت کی رائے بدل گئی وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بیشک بہت سے لوگوں میں ایسے ہیں عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ہماری قدرت پر یقین نہیں رکھتے اور ہماری نشانیوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

۞۞۞

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ج فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَھُمُ الْعِلْمُ ط اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ ج لَقَدْ جَآءَکَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَکُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْھُمْ کُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۹۷﴾

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور البتہ تحقیق ہم نے جگہ دی بنی اسرائیل کو مُبَوَّاَ صِدْقٍ بڑی اچھی جگہ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ اور ان کو روزی دی پاکیزہ چیزوں کی فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَھُمُ الْعِلْمُ پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے یہاںتک کہ ان کے پاس علم آگیا اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ بیشک تیرا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جن میں اختلاف کرتے تھے فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ پس اگر آپ شک میں ہیں مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اس چیز کے بارے میں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی فَسْئَلِ الَّذِیْنَ پس آپ پوچھ لیں ان لوگوں سے یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ جو پڑھتے ہیں کتاب آپ سے پہلے

لَقَدْ جَآءَکَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ البتہ تحقیق آچکا ہے حق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اور ہرگز نہ ہوں ان لوگوں میں سے کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو فَتَکُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پس آپ ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ بیشک وہ لوگ جن پر لازم ہو چکا ہے کَلِمَتُ رَبِّکَ تیرے رب کا فیصلہ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے وَلَوْ جَآءَتْھُمْ کُلُّ اٰیَۃٍ اور اگر چہ آ جائے ان کے پاس ہر قسم کی نشانی حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ یہاںتک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب۔

اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے ناشکری کا شکوہ :

اسرائیل حضرت یعقوب کا لقب تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے ان میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام بھی تھے ہر بیٹے سے آگے خاندان چلا اور بنی اسرائیل کہلائے یہ نسلاً بعد نسلٍ بہت پھیلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے انعام واکرام سے نوازا لیکن ان پر اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں کیں یہ اُتنے ہی زیادہ سرکش ہوئے اور نافرمانی ان کی گھٹی میں داخل تھی اسی کا پروردگار شکوہ فرماتے ہیں وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ اور البتہ تحقیق ہم نے جگہ دی بنی اسرائیل کو بڑی اچھی جگہ۔ بنی اسرائیل جب وادی تیہ پہنچے۔ (جس کو آج کل جغرافیہ میں وادی سینائی کہتے ہیں۔ جس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی چوبیس میل ہے اور سطح سمندر سے تقریباً چار ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس وادی

کے ایک حصہ سے تیل اور پٹرول بھی نکلتا ہے۔یہود نے ۱۹۶۷ء میں اسی پر قبضہ کیا تھا اور تیل والے حصہ پر اب بھی یہود کا قبضہ ہے باقی ریت والا حصہ مصر کو واپس دے دیا ہے۔:نواز بلوچ)

تو ان کیلئے وہاں خوراک پانی کا کوئی انتظام نہ تھا،دھوپ سے بچنے کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔بڑی سخت دھوپ تھی وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ''اور ہم نے تمہارے اوپر بادلوں کا سایہ کیا۔''جب سورج چڑھتا تھا تو گھرے بادل ان کے اوپر سایہ کرتے تھے کھانے کیلئے بھنے ہوئے بٹیر اور کھیر دو تھال دو وقت اترتے تھے اور یہ مزے کیساتھ کھاتے تھے پانی کا انتظام نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ انہوں نے جب لاٹھی ماری تو بارہ چشمے پتھر سے بہہ پڑے۔ہر خاندان کیلئے ایک ایک چشمہ مقرر کر دیا اور مسلسل چالیس سال ان کیلئے یہی انتظام رہا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ اور ہم نے ان کو روزی دی پاکیزہ چیزوں کی۔تیار کھانا وقت پر آجاتا تھا لیکن کہنے لگے ہم ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے ہمیں پیاز،دال مسور کی اور فلاں فلاں چیزیں چاہئیں۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں اعلیٰ چیزیں بلا مشقت مل رہی ہیں ان کو چھوڑ کر ادنیٰ مانگتے ہو اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ [بقرہ:۶۱] ''شہر میں اتر جاؤ بیشک تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جو تم نے مانگا ہے۔''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی اس کے بعد یہ وادی سیناء سے نکل کر شام کے علاقہ میں داخل ہوئے۔اس وقت شام،فلسطین،اردن اور وہ علاقہ جو اسوقت اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا مجموعہ ارضِ مقدس کہلاتا تھا،کنعان کہلاتا تھا۔ظالم انگریز نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور اب وہاں کے حکمرانوں کا یہ حال ہے کہ امریکہ،برطانیہ،جرمنی وغیرہ باطل قوتوں

کیساتھ مل سکتے ہیں آپس میں سرنہیں جوڑ سکتے۔ اتنا بُعد اور تنفر پیدا کر دیا گیا ہے۔ شام کا علاقہ بڑا زرخیز ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو پھل سبزیاں اور ہر طرح کی فصلیں عطا فرمائی ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد مصر گئے، مصر کا علاقہ بھی بڑا زرخیز ہے، مصر میں بھی عمدہ غذائیں کھاتے پیتے رہے۔ تو بات یہ ہو رہی تھی کہ وادی سینائی میں ان کو من سلویٰ کی شکل میں پاکیزہ کھانے ملتے تھے فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے یہانتک کہ ان کے پاس علم آ گیا۔ علم آنے کے بعد انہوں نے اختلاف کیا۔ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بیشک تیرا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ یہ اختلاف ان کا محض ضد کی وجہ سے تھا۔

یہودی آپ ﷺ کو اچھی طرح پہچانتے تھے :

یہودی دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں سے ایک قوم ہے۔ ورنہ وہ آپ ﷺ کو جانتے اور پہچانتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر برحق ہیں جنہوں نے آنا تھا اور وہ اپنی مجلسوں میں اس کا تذکرہ بھی کرتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا۔ قرآن پاک میں ہے یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ "وہ اس پیغمبر کو اسطرح پہچانتے ہیں علامات اور نشانیوں سے کہ جسطرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔" بلکہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہو گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے بچوں کے بارے میں تردد ہو سکتا ہے کہ شاید ہماری بیویوں نے خیانت کی ہو مگر اس نبی کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ یہ وہی برحق نبی ہیں۔

چند یہودی مسلمان ہوئے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت بن

یامین ﷺ اوراکثریت نافرمان ہی تھی اور حق کیساتھ ٹکراتے تھے حالانکہ ان کے بڑوں کے مدینہ آنے کی وجہ تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ انکے پاس علامات تھیں کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے مکہ مکرمہ میں پیدا ہونا ہے اور مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آنا ہے ۔ یہودیوں نے صدیوں پہلے یہاں آ کر ڈیرے لگائے ہوئے تھے کہ وہ آئیں گے تو ان کا کلمہ پڑھیں گے۔ان کے بڑے اتنے عقیدت مند تھے مگر اگلی نسلیں بگڑ گئیں دیکھنے سننے کے باوجود نہیں مانا بلکہ آپ ﷺ کے شہید کرنے کے درپے ہو گئے ،آپ ﷺ پر جادو کیا، کھانے میں زہر ملا کر آپ ﷺ کو دیا اور بہت کچھ کیا۔

فان کنت فی شک کا مفہوم :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ پس اگر آپ شک میں ہیں۔ یہ خطاب آپ ﷺ کو ہے مگر سمجھایا امت کو جارہا ہے۔ بعض دفعہ اس طرح ہوتا ہے کہ

؎ گفتہ آید در حدیث دیگراں

سمجھانا کسی کو ہوتا ہے اور خطاب کسی اور کو ہوتا ہے۔ جسطرح پنجابی میں کہتے ہیں

؎ آکھے دھی نوں تے سناوے نوہ نوں

آنخضرت ﷺ کو شک ہو ہی نہیں سکتا۔

تو فرمایا اگر آپ شک میں ہیں مِمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اس چیز کے بارے میں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ پس آپ پوچھ لیں ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب آپ سے پہلے۔ پھر سمجھ لیں کہ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے لوگوں کو بتایا ہے کہ اگر تمہیں شک ہے تو پہلے ان لوگوں سے پوچھ لو جو کتاب پڑھتے ہیں۔اور نویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی

التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ ''جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔'' اس کی علامات اور نشانیاں بلکہ سورت فتح کے آخری رکوع میں صحابہ کرام کی علامات بھی بتلائی ہیں جو پانچویں دن تم صبح کی قرات میں سنتے ہو۔ (حضرت شیخ صبح کی نماز میں جو قرات تلاوت فرماتے تھے وہ سات دن کیلئے الگ الگ رکوع تھے۔ پانچویں دن ایک رکعت میں سورت فتح کا آخری رکوع پڑھتے تھے اس کے متعلق فرمایا کہ پانچویں دن صبح کی قرات میں تم سنتے ہو۔ نواز بلوچ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین علامتیں :

اس رکوع میں صحابہ کرام کی علامتیں بیان کی گئیں ہیں مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِیْلِ ''ان کی مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اس طرح ہے کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ جیسا کہ کھیتی اپنا پٹھا نکالتی ہے فَاٰزَرَهٗ پھر اس کو مضبوط کرتی ہے۔'' لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ البتہ تحقیق آچکا ہے حق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ آپ ﷺ کو خطاب کر کے دوسروں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں اپنے بارے میں نبوت ورسالت اور کتاب کے ملنے میں شک ہے تو پہلے جو کتابیں پڑھتے ہیں توریت انجیل ان سے پوچھ لیں۔ کیونکہ توریت، انجیل اور زبور میں آنحضرت کی بشارتیں موجود ہیں۔ ہزار ہا تحریفات کے باوجود آج بھی اشارات موجود ہیں۔ انجیل یوحنا میں یہ آیت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور حواریوں سے فرمایا کہ ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔''

[باب ۱۵: آیت ۳۰]

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی پادریوں کیساتھ گفتگو :

ایک دن دو مہمان آئے میں ان کو جا کر بیٹھک میں ملا اور دریافت کیا کہ کہاں سے تشریف لائے ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا نام پادری پطرس گل ہے دوسرے کا نام یاد نہیں ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔ کہنے لگا کہ انار کلی لاہور کے گرجے کا مین انچارج ہوں اور یہ میرا معاون ہے۔ میں نے سوچا کہ ان کے پادریوں کا مجھ سے کیا جوڑ اور ربط ہے؟ کوئی مولوی، قاری، حافظ یا طالبعلم ہوتے تو الگ بات تھی۔ میں ذہنی طور پر متردد ہوا کہ یہ کیوں آئے ہیں؟ خیر میں نے ان سے پوچھا کہ تم کیسے تشریف لائے ہو۔ کہنے لگے ہم نے تمہاری کتاب عیسائیت کا پس منظر پڑھی ہے اس میں آپ نے انجیل یوحنا کی ایک آیت کو اپنے نبی (ﷺ) پر فٹ کیا ہے حالانکہ وہ تمہارے پیغمبر پر فٹ نہیں آتی۔ کیونکہ آیت میں جو یہ جملہ ہے کہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اس سے مراد تمہارا نبی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تو شیطان ہے۔ میں نے کہا پادری صاحبان لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ بتاؤ کہ شیطان پہلے موجود نہیں تھا کہ اس نے اب آنا ہے؟ آدم علیہ السلام کو جنت سے کس نے نکلوایا تھا، حوا علیہا السلام کے جنت سے نکلنے کا سبب کون بنا تھا؟ وہ شیطان نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جاؤں گا اور وہ آئے گا اور کیا تم شیطان کو دنیا کا سردار مانتے ہو وہ تو جوتیاں مارنے کے قابل ہے۔ ایسی غلط تاویلیں کرتے ہو پھر وہ چائے پی کر چلے گئے۔ اور انجیل متی میں ہے ''میں آنے والے کی جوتیاں اٹھانے کے قابل بھی نہیں ہوں۔'' بیشک عیسیٰ علیہ السلام اپنی جگہ پیغمبر ہیں، نبی ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کی شان کا تو کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں آپ ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ اور ہرگز نہ ہوں ان لوگوں میں سے

جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو، آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا جا رہا ہے۔ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ پس آپ ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ بیشک وہ لوگ جن پر لازم ہو چکا ہے تیرے رب کا فیصلہ لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ شروع ہی سے فیصلہ نہیں فرما دیتے کہ یہ ایمان نہیں لائے گا۔ بلکہ جب وہ کفر پر ڈٹ جاتے ہیں اور ایمان نہ لانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم نے نہیں ماننا تب اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فیصلہ فرما دیتے ہیں اور ان سے ایمان لانے کی صلاحیت ختم کر دیتے ہیں پھر وہ ایمان نہیں لاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ جبراً نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات میں نیکی بدی کی صلاحیت رکھی ہے اور اختیار دیا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔'' سورت نساء میں فرمایا نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ''ہم اس کو پھیر دیتے ہیں اسی طرف جسطرف اس نے رخ کیا۔'' یعنی جس طرف کوئی چلنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرف جانے کی توفیق دے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نہ جبراً کسی کو ہدایت دیتے ہیں اور نہ گمراہ کرتے ہیں :

سورت عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ''اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنے راستوں کی توفیق عطا فرما دیں گے۔ اور سورت صف میں فرمایا فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے (یعنی غلط راستے پر چلے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ

نے بھی ان کو غلط راستے پر چلا دیا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتے۔ قادر مطلق ہے کر سکتا ہے مگر اس نے اختیار دیا ہے۔ اختیار کے ساتھ نیکی بدی کریں اور جو کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ اور اگرچہ آجائے ان کے پاس ہر قسم کی نشانی ایمان نہیں لائیں گے حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب۔

جیسا کہ تم نے گذشتہ درس میں پڑھا ہے کہ فرعون پہلے انکار کرتا رہا حَتّٰىٓ اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ''یہاں تک کہ جب اس کو پالیا (فرعون کو) غرق ہونے نے تو کہنے لگا ایمان لایا ہوں میں کہ بیشک کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں۔'' اور اس رب پر ایمان لایا جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے۔ فرشتے نے کہا آٰلْئٰنَ اب ایمان لاتے ہو وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ اور تحقیق تو نے نافرمانی کی اس سے پہلے اور تھا تو فسادیوں میں سے۔ اب ایمان لانے کا کیا فائدہ اور عذاب الیم آجانے کے بعد نجات نہیں مل سکتی۔

❁❁❁

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ

فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۞ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۞ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۞ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۞ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۞ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی اٰمَنَتْ کہ ایمان لاتی فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ پھر نفع پہنچاتا اسکو اس کا ایمان اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ مگر یونس علیہ السلام کی قوم لَمَّآ اٰمَنُوْا جس وقت وہ ایمان لائی كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ دور کردیا ہم نے ان سے رسوائی والا عذاب فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ اور ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا رب لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا

البتہ ایمان لے آئیں جو بھی ہیں زمین میں سب کے سب اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ کیا پس آپ لوگوں کو مجبور کر سکتے ہیں حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یہاںتک کہ وہ ہو جائیں مومن وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اور نہیں ہے کسی نفس کو اختیار اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ اور وہ ڈالتا ہے گندگی عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ان لوگوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے قُلِ انْظُرُوْا آپ فرمادیں دیکھو مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ اور نہیں فائدہ دیتیں نشانیاں اور ڈرانے والے عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ پس یہ نہیں انتظار کرتے اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ مگر ان لوگوں کے دنوں کی طرح خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ جو گذرے ہیں ان سے پہلے قُلْ آپ فرمادیں فَانْتَظِرُوْٓا پس تم انتظار کرو اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان کو جو ایمان لائے كَذٰلِكَ اسی طرح حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ لازم ہے ہمارے اوپر کہ ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

عذاب سے نجات صرف قومِ یونس علیہ السلام کو ملی :

دنیا میں بہت سی قوموں پر عذاب آئے ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں جابجا موجود

ہے۔لیکن عذاب آنے کے بعد کسی قوم کو نجات نہیں ملی سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے۔
جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ پس
کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ پھر نفع پہنچا تا اسکو اس کا ایمان۔
یعنی عذاب آنے کے بعد کسی بستی والوں کو ان کے ایمان نے نفع نہیں دیا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ مگر
یونس علیہ السلام کی قوم لَمَّآ اٰمَنُوْا جس وقت وہ ایمان لائی كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ
الْخِزْيِ دور کر دیا ہم نے ان سے رسوائی والا عذاب فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی
میں وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ اور ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک۔عذاب آ جانے
کے بعد کسی قوم کو نجات نہیں ملی سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے جسکا مختصر واقعہ یہ ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا تعارف اور ابتلا کا واقعہ :

عراق کے صوبہ موصل میں ایک شہر تھا جس کا نام نینوا تھا اور یہ شہر آج بھی موجود
ہے۔یہ بڑا مرکزی شہر ہوتا تھا ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب اس کی آبادی تھی۔سورت
صٰفّٰت میں ہے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ''اور بھیجا ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس
سے زیادہ لوگوں کی طرف۔'' حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام متّٰی تھا۔اللہ تبارک
وتعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو نبوت و رسالت عطا فرما کر اس قوم کی اصلاح کیلئے مبعوث
فرمایا۔حضرت یونس علیہ السلام کی شادی بھی ہوئی اللہ تعالیٰ نے دولڑکے بھی عطا فرمائے۔
عرصہ دراز تک انہوں نے اس قوم کو حق سنایا اور پہنچایا مگر کوئی شخص بھی ایمان نہ لایا سوائے
اہلیہ محترمہ کے اور والد صاحب فوت ہوگئے تھے اور کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ نے دھمکی
بھیجی کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر عذاب آئے گا۔ایک آدمی نے استہزاء
کے طور پر کھڑے ہو کر کہا کہ کب تک آئے گا؟ فرمایا تین دن تک آئے گا اور ایک روایت

میں ہے کہ فرمایا چالیس دن تک آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دن کی تعیین نہیں تھی یہ حضرت یونس علیہ السلام سے اجتہادی غلطی ہوئی کہ انہوں نے از خود تعیین فرمادی۔ پھر جب تین دن یا چالیس پورے ہونے لگے تو حضرت یونس علیہ السلام اپنی بیوی اور دونوں بچوں کو جن میں ایک کی عمر دس سال تھی اور ایک کی سات سال تھی لیکر چل پڑے کہ ان پر تو عذاب آئے گا میں اس معذب قوم میں کیوں رہوں؟ حالانکہ یہ جانے کا حکم بھی ابھی تک رب تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا تھا یہ بھی انہوں نے اپنے اجتہاد کیساتھ ایسا کیا اور ایک تفسیر یہ بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ میری تعیین کا پابند تو نہیں ہے کہ وہ تین دن یا چالیس دن میں عذاب لے لائے اور اگر عذاب نہ آیا تو لوگ مجھے شرمندہ کریں گے اس لئے وہاں سے چل پڑے۔ اب یہ بھی سمجھ نہیں آرہی کہ کہاں جانا ہے؟ ایک طرف رخ کر کے چل پڑے کچھ آگے گئے تو دیکھا کہ معزز لوگوں کا قافلہ آرہا ہے۔ قافلے والوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو گھیر لیا اور کہنے لگے تم کون ہو اور کہاں جارہے ہو یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں قوم کو تبلیغ کرتا رہا ہوں لیکن انہوں نے مانا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی دھمکی سنا کر میں جارہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ بیوی کو ساتھ نہیں لے جاسکتے بڑی منت سماجت کی بحث مباحثہ ہوا فرمایا پیغمبر کی بیوی ہے کہنے لگے ہوگی مگر ہم نہیں چھوڑیں گے چنانچہ چھین کر لے گئے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ کتنے صدمے کی بات تھی آگے گئے تو ایک نہر تھی جس کا پانی بڑا تیز چل رہا تھا اس کو عبور کر کے دوسری طرف جانا تھا ایک بچے کو نہر کے کنارے بٹھایا کہ ایک کو چھوڑ آؤں پھر دوسرے کو لے جاؤں گا۔ جس وقت نہر کے درمیان میں پہنچے تو دیکھا کہ کنارے والے بچے کو بھیڑیا اٹھا کے لے جارہا ہے بچے کی حالت کو دیکھ کر کانپ گئے تو جو بچہ کندھے پر تھا وہ نہر میں گر گیا

بڑی کوشش کی مگر کچھ نہ کر سکے۔ باہر نکل کر پریشانی میں گھوم رہے ہیں، کبھی اِدھر کبھی اُدھر، دونوں کا کوئی سراغ نہ لگا۔ بیوی بچوں سے ناامید ہو کر آگے چلے تو آگے دریا تھا۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات تھا جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ دریائے دجلہ تھا۔ دریائے فرات کے کنارے کشتی تھی اس پر سوار ہوئے کشتی ہچکولے کھانے لگی ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آتا ہے تب کشتی کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں کسی کو یقین نہ آیا شکل غلاموں والی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں نورانی خوبصورت بارعب چہرہ ہے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ کشتی میں سواریاں زیادہ تھیں اگر ایک سواری کو دریا میں ڈال دیا جائے تو باقیوں کی جان بچ سکتی ہے۔ فَسَاهَمَ اس کیلئے قرعہ اندازی ہوئی یونس علیہ السلام کا نام نکلا کشتی والوں نے ان کو دریا میں ڈال دیا فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ [سورۃ الصفّٰت] ''پس لقمہ بنا لیا ان کو ایک مچھلی نے۔'' اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یہ تیری خوراک نہیں ہیں تیرا پیٹ ان کیلئے جیل خانہ ہے۔ مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے؟ مختلف تفسیریں ہیں تین دن، آٹھ دن، بیس دن یا چالیس دن۔ مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام نے عاجزی اور انکساری کیساتھ دعا کی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [سورۃ الانبیاء] ''نہیں کوئی معبود سوائے تیرے تیری ذات پاک ہے بیشک میں ہی قصورواروں میں سے ہوں۔'' فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ''پس ہم نے اس کی بات کو سن لیا اور ہم نے اس کو نجات دی غم سے۔'' اور سورت صٰفّٰت میں فرمایا کہ اگر یہ دعا نہ کرتے لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ''البتہ ٹھہرتے وہ اس مچھلی کے پیٹ میں لوگوں کے دوبارہ اٹھنے کے دن تک'' یعنی دنیا کی طرف آنا نصیب نہ ہوتا اور یہ بھی فرمایا

وَكَذٰلِكَ نُنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ''اوراسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔''

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا پڑھنے سے مصیبت ٹل جاتی ہے :

یہ آیت کریمہ صدیوں سے لوگوں کے تجربہ میں ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ مشکل حل فرمادیتے ہیں۔اور حدیث پاک میں ہے دَعۡوَةُ الۡمَكۡرُوۡبِ دَعۡوَةُ ذِى النُّوۡنِ پریشان آدمی وہ دعا کرے جو مچھلی کے پیٹ والے پیغمبر نے کی تھی لَا اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ. اب رہا یہ سوال کہ کتنی دفعہ پڑھنی ہے؟ تو یاد رکھنا! ہر دعا کا اصل گُر اخلاص ہے۔اخلاص کیساتھ ایک دفعہ پڑھنے سے بھی اثر ہوتا ہے ویسے تم زبردستی سومرتبہ بھی گٹھلی گراؤ تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔کسی بزرگ نے کسی وقت اسکا سوالاکھ مرتبہ ورد کیا اور اس کا کام ہوگیا اب لوگوں نے سوالاکھ کو پکڑا ہوا ہے بچوں اور عورتوں کو اکٹھا کرتے ہیں ان کے آگے گٹھلیاں رکھ دیتے ہیں اور ادھر چائے کی دیگ رکھ دیتے ہیں ان کا دھیان ادھر ہوتا ہے اور گٹھلی پر گٹھلی گراتے جاتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔اخلاص کیساتھ پڑھو تو ایک دفعہ پڑھنا بھی کافی ہے اور اگر اخلاص نہیں ہے تو سارا دن پڑھنے سے بھی کچھ نہیں ہوگا۔تو خیر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا اس نے ان کو اُگل دیا کمزور ہیں کہ کئی دن خوراک بھی نہیں ملی اور تازہ ہوا بھی نہ ملی بڑے پریشان ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بیل دار درخت اگا کے سائے کا انتظام فرمایا۔ سورت صفت میں ہے وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ اور اگایا ہم نے انکے اوپر ایک بیلدار درخت جیسے کدو کے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں تاکہ ان کو دھوپ میں تکلیف نہ ہو۔ادھر ہرنی کا بچہ گم ہوگیا تھا وہ اپنے بچے کو تلاش کرتی پھرتی تھی حضرت یونس علیہ السلام ملے تو اس نے سمجھا کہ میرا بچہ یہاں ہے قریب آئی انہوں نے لیٹے لیٹے ہرنی کا دودھ پیا

تازہ ہوا بھی لگی بدن میں قوت آئی اٹھ کر چل پڑے۔ ایک قافلے والوں کے پاس اپنا بچہ دیکھا ان کو کہا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کے وارث کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں فرمایا وارث تو میں ہوں یہ میرا بیٹا ہے نہر میں گر گیا تھا انہوں نے کہا کہ یہ نہر میں بہتا جا رہا تھا ہم نے اس کو نہر سے نکال لیا۔ فرمایا میرے ایک بیٹے کو بھیڑیا لے گیا تھا وہ کہنے لگے کہ فلاں علاقے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ ایک چرواہے نے بھیڑیے سے بچہ چھڑوایا ہے اور وہ بچہ ان لوگوں کے پاس ہے۔ وہاں گئے تو دوسرا بچہ بھی مل گیا بڑی خوشی ہوئی غم کافی کم ہو گیا آگے جا رہے تھے تو دیکھا جنہوں نے بیوی چھینی تھی وہ قافلے والے بیوی لے کر آ رہے ہیں وہ رب تعالیٰ کے فرشتے تھے انہوں نے کہا لو تمہارا امتحان ہو گیا ہے بیوی لے جاؤ میں جبرائیل ہوں، یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے، ہم خدا کے فرشتے جنسی خواہشات سے بالکل پاک ہیں۔ بیوی بچے مل گئے بڑی خوشی ہوئی۔ ادھر قوم نے جب خدا کے عذاب کے آثار دیکھے تو من الحیث القوم سب نے توبہ کی روئے گڑگڑائے ان کو روتا دیکھ کر جانور بھی رونے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عذاب ٹال دیا۔ اب انہوں نے یونس علیہ السلام کی تلاش شروع کی کہ کہاں ہیں مل جائیں تو ہم ان کی بیعت کریں۔ یونس علیہ السلام واپس آ گئے قوم کو بڑی خوشی ہوئی قوم نے کہا حضرت رب تعالیٰ کا عذاب آ چکا تھا ہم نے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے عذاب ٹال دیا۔ ہم آپ کی تلاش میں تھے اب آپ ہمیں مسلمان بنائیں۔ یہ اس واقعہ کا خلاصہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کیساتھ پیش آیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر نفع پہنچاتا اسکو اس کا ایمان مگر یونس علیہ السلام کی قوم جس وقت وہ قوم ایمان لائی تو دور کر دیا ہم

نے ان سے رسوائی والا عذاب دنیا کی زندگی میں اور ہم نے ان کو فائدہ دیا ایک وقت تک۔

اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان پر مجبور نہیں کرتے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ اور اگر چاہے تیرا رب لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا البتہ ایمان لائیں جو بھی ہیں زمین میں سب کے سب کہ اللہ تعالیٰ سب کو ایمان پر مجبور کر دے جیسا کہ فرشتوں میں کفر کا مادہ ہی نہیں رکھا۔ رب تعالیٰ نے ان کو ایمان پر مجبور کیا ہوا ہے اسی طرح انسانوں اور جنوں کو بھی مجبور کر سکتا ہے کہ یہ کفر کر ہی نہ سکیں۔ مگر ایسا کرتا نہیں ہے کیونکہ پھر امتحان ختم ہو جاتا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورۃ الکہف: ۲۹] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' اپنی مرضی سے مجبور نہیں اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ کیا پس آپ لوگوں کو مجبور کر سکتے ہیں حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یہاں تک کہ وہ ہو جائیں مومن۔ ایمان پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں ہے آپ کا کام ہے حق پہنچا دینا وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ اور نہیں ہے کسی نفس کو اختیار کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مراد یہ ہے کہ جب اپنی مرضی سے ایمان کی طرف قدم اٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے گا اور اگر قدم نہیں اٹھائے گا تو رب تعالیٰ زبردستی توفیق نہیں دیتا۔ تو انہوں نے ایمان کی طرف قدم نہیں اٹھایا کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے گندگی ان لوگوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے عقل سے کام نہیں لیتے۔ ان کے ذہن گندے، ان کے دل گندے اور ان کے بدن روحانی طور پر گندے ہیں قُلِ انْظُرُوْا آپ فرما دیں دیکھو مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا کچھ ہے آسمانوں

ہیں اور زمین میں۔ قدرت کی نشانیاں ہیں سورج دیکھو، چاند دیکھو، ستارے دیکھو، آسمان کی بلندی دیکھو، زمین کی بناوٹ دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو، دریا کو دیکھو، درخت دیکھو، پھول دیکھو، ہر شے رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور دلیل ہے وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ اور نہیں فائدہ دیتیں نشانیاں اور ڈرانے والے عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے۔ جو ماننے کیلئے تیار ہی نہیں ہیں وہاں نشانیاں کیا کریں گی اور ڈرانے والے کیا کریں گے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ مکہ کے مشرکوں نے کہا کہ یہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو نظر آ رہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں! لیکن ایک بھی ایمان نہیں لایا۔ ستائیسویں پارے میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ "قریب آ گئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا اور اگر دیکھیں یہ لوگ کوئی نشانی تو اعتراض کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اور کہتے کہ یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی اپنی خواہشات کی۔" مطلب یہ ہے کہ جادو کہہ کر ٹال دیا اس ضد کا کیا علاج ہے؟ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ پس یہ نہیں انتظار کرتے اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ مگر ان لوگوں کے دنوں کی طرح خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ جو گذرے ہیں ان سے پہلے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم، حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کہ یہ اس انتظار میں ہیں کہ ان قوموں کی طرح عذاب آئے تو پھر مانیں گے قُلْ آپ فرما دیں فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ پس تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھتا ہوں تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔ ثُمَّ نُنَجِّي

رُسُلَنَا پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اوران کو جوایمان لائے كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ اسی طرح لازم ہے ہمارے اوپر کہ ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

✿✿✿

قُلْ یٰاَیُّهَا

النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۟ۙ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۟ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۟ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ۟ؕ وَ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ۟

قُلْ آپ کہہ دیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ اگر ہو تم شک میں مِنْ دِیْنِیْ میرے دین کے بارے میں فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ پس میں نہیں عبادت کرونگا ان کی تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ اور لیکن میں عبادت کرونگا اللہ تعالیٰ کی الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ جو تمہیں وفات دیتا ہے وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں ایمان والوں میں سے وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ
اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ قائم رکھیں اپنے چہرے کو لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا دین کیلئے یکسو ہو کر
وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور ہرگز نہ ہوں آپ شرک کرنے والوں میں سے
وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہ پکار اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا یَنْفَعُكَ
وَلَا یَضُرُّكَ اس مخلوق کو کہ وہ نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان فَاِنْ فَعَلْتَ پس
بالفرض اگر آپ نے ایسا کیا فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ پس بیشک آپ اس وقت
ناانصافی کرنے والوں میں سے ہوں گے وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اور اگر
پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ پس نہیں کوئی دور
کرنے والا مگر اللہ تعالیٰ ہی وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ
کیساتھ بھلائی کا فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ پس کوئی نہیں رد کرنے والا اس کے فضل کو
یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ پہنچاتا ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے
بندوں میں سے وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اور وہ بخشنے والا مہربان ہے قُلْ آپ کہہ
دیں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ تحقیق آچکا ہے
تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے فَمَنِ اهْتَدٰی پس جس نے
ہدایت حاصل کی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے اس نے ہدایت
حاصل کی اپنے نفس کیلئے وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا پس
پختہ بات ہے کہ وہ گمراہ ہوا ہے اپنے نفس کے برے کیلئے وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ

بِوَکِیْلٍ اور نہیں ہوں میں تم پر وکیل وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ اور پیروی کریں اس چیز کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ یہاںتک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

شرک کے بغیر توحید سمجھ نہیں آتی :

دین نام ہے عقائد، عبادات اور احکام کا۔ اور تمام عقائد، عبادات اور اعمال میں سب سے بڑی اور اصل شے توحید ہے اور توحید سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک نہ سمجھ آئے۔ عربی کا مقولہ ہے وَبِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَآءُ ''اپنی ضد کیساتھ چیزیں واضح ہوتی ہیں۔'' چیز کی حقیقت سمجھ آئے گی جب اس کی ضد سمجھ آئے گی۔ روشنی کی قدر تب سمجھ آئے گی جب رات کی تاریکی سامنے آئے گی، میٹھی چیز کو نہیں سمجھ سکتا جب تک اس کے سامنے کڑوی نہ ہو توحید کی حقیقت سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کی حقیقت نہ سمجھ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کا پہلا سبق ہی یہاں سے شروع ہوا ہے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور پیغمبروں نے اس مسئلے کی وجہ سے جتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور جتنی پریشانیاں اٹھائی ہیں اتنی اور کسی مسئلے میں نہیں آئیں۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں اے انسانو! کالے ہو، گورے ہو، عربی ہو، عجمی ہو جہاں کہیں بھی رہتے ہو اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ اگر ہو تم شک میں میرے دین کے بارے میں تو اس کو دور کرلو فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ پس میں نہیں عبادت کروں گا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے

ورے ورے۔ غیر اللہ کی عبادت تم کرتے ہو میں نہیں کرونگا وَلٰـكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ اور لیکن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرونگا الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ جو تمہیں وفات دیتا ہے۔ یعنی جس کے قبضے میں موت وحیات ہے اس رب کے سوامیں کسی کی عبادت نہیں کرونگا۔

اقسامِ عبادت :

اصولی طور پر عبادت کی تین قسمیں ہیں۔

۱)......زبانی عبادت ۲)......بدنی عبادت اور ۳)......مالی عبادت۔

جن کا ہم ہر نماز میں اقرار کرتے ہیں اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ. اَلتَّحِيَّات کا معنیٰ ہے زبانی عبادتیں، صَلَوٰتُ کا معنیٰ ہے بدنی عبادتیں، طَیِّبات کا معنیٰ ہے مالی عبادتیں۔ زبانی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں، بدنی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور مالی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سورنا پکارنا، حاجت روا، مشکل کشا سمجھنا، فریادرس سمجھنا زبانی عبادت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ نماز، روزہ، سجدہ، رکوع بدنی عبادت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ نذرو نیاز چڑھاوا یہ مالی عبادت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ جہالت کیوجہ سے اس کیخلاف عمل کرتے ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد شروع کردیا یاغوث اعظم دستگیر نماز پڑھی اور پھر قبر کے آگے سجدے میں گر گیا۔ بھائی نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ نماز میں تو اقرار کرتا ہے کہ ساری عبادتیں رب تعالیٰ کیلئے ہیں اور نذر مانتا ہے غیر اللہ کیلئے، دیگیں دیتا ہے بزرگوں کے نام کی تو وعدہ جو تو نے نماز کے اندر کیا ہے اس کو تو توڑ دیا ہے۔ تو فرمایا کہ سن لو میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرونگا۔ لیکن اس رب کی عبادت کرتا رہوں گا جو تمہیں موت دیتا ہے، جس کے قبضے میں موت وحیات ہے

وَ اُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ ہو جاؤں مین ایمان والوں میں سے اور مجھے اس کا حکم ہے کہ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا اور یہ کہ قائم رکھیں اپنے چہرے کو دین کیلئے یکسو ہو کر۔ مطلب یہ ہے کہ صرف دین پر چلیں۔ ایسا نہیں کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر کہ کچھ کام دین کے کر لئے اور کچھ رسمیں کر لیں، کچھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر لی اور کچھ قبروں کی پوجا بلکہ صرف رب کے دین پر چلیں۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے رب نے ہمیں سمجھایا ہے۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور ہرگز نہ ہوں آپ شرک کرنے والوں میں سے۔ نبی اور شرک جمع ہونے کا تصور بھی نہیں۔ آگ اور پانی تو جمع ہو سکتے ہیں لیکن نبی اور شرک جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [زمر: ۶۰] ''اور البتہ تحقیق حکم دیا جا چکا ہے آپ کو اور آپ سے اگلوں کو کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہو جائے گا نقصان اٹھانے والوں میں سے۔'' اور عموماً شرک ہے غیر اللہ کو سورنا پکارنا اور غیر اللہ سے مرادیں مانگنا۔ فرمایا وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہ پکار اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ اس مخلوق کو کہ وہ نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ نافع بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے اور ضار بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ نفع بھی وہی پہنچاتا ہے اور ضرر بھی وہی پہنچاتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ جن کو داتا گنج بخش کہتے ہیں بخارا کے علاقے کے تھے چالیس ہزار ہندوان کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب ہے ''کشف المحجوب'' اصل فارسی زبان میں ہے چونکہ حضرت کی زبان فارسی تھی۔ اس کا بہت سے لوگوں نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اسمیں حضرت نے اپنے مریدوں اور شاگردوں کو سبق دیا ہے۔ فرماتے ہیں یاد رکھنا!

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ کوئی رنج بخش ہے۔ یعنی نفع بھی کوئی نہیں دے سکتا اور نقصان بھی کوئی نہیں دے سکتا۔ لیکن لوگ ان کو گنج بخش کہتے ہیں خزانے دینے والا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر حضرت کے اختیار میں ہوتا تو قبر سے نکل کر ان کے منہ پر طمانچے مار کر سرخ کر دیتے اور حال یہ ہے کہ آج اگر کوئی اس کے خلاف بات کرے تو یہ سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔

چنانچہ جب چالیس من خالص دودھ کیساتھ سید علی ہجویریؒ کی قبر کو غسل دیا گیا تو سابق کمانڈر انچیف اسلم بیگ کی بیوی جو علی گڑھ کی پڑھی ہوئی تھی اور وہ علاقہ عقیدے کے لحاظ سے بڑا صاف ستھرا تھا۔ اس بیچاری نے کہا کہ یہ جو تم نے اسراف کیا ہے کہ چالیس من دودھ کیساتھ قبر کو دھویا ہے یہ دودھ غرباء مساکین کو کیوں نہیں دیا کہ ان کو فائدہ ہوتا تو سارے بدعتی بھڑوں کی طرح اس کے پیچھے پڑ گئے کہ اسلم بیگ کی بیوی مرتد ہو گئی ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حالانکہ اس بیچاری نے صحیح کہا تھا۔ اندازہ لگاؤ لوگوں کے عقیدے کتنے گندے ہو گئے ہیں بس ذرا سی کوئی تکلیف ہو تو کہتے ہیں وہاں دیگ پہنچاؤ۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کے نام کی نذر و نیاز بالکل حرام ہے اور دینے والا کافر اور مرتد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ فَعَلْتَ پس بالفرض اگر آپ نے ایسا کیا فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ پس بیشک آپ اس وقت ناانصافی کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی دکھ درد دور نہیں کر سکتا :

فرمایا سبق یاد رکھنا! وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ پس کوئی نہیں دور کرنے والا مگر اللہ تعالیٰ ہی۔

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی دور نہیں کر سکتا وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کیساتھ بھلائی کا فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ پس کوئی نہیں روکرنے والا اس کے فضل کو۔ ترمذی شریف وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھا آپ نے مجھے فرمایا اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اور جب بھی تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے کر اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے کر اور جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کوئی نفع دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر کر دیا ہے اور اگر سب تجھے نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر کر دیا ہے، قلم لکھ چکے ہیں اور رجسٹر خشک ہو چکے ہیں۔

[مشکوۃ باب التوکل والصبر]

لہذا انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارے یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ پہنچاتا ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَھُوَ الْغَفُوْرُ اور وہ بخشنے والا ہے۔ انسان قاعدے کیمطابق سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ بخش دیگا الرَّحِیْمُ وہ رحم کرنے والا ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے انسانو! قَدْ جَآءَ کُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ تحقیق آچکا ہے حق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے فَمَنِ اھْتَدٰی پس جس نے ہدایت حاصل کی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ پس پختہ بات ہے اس نے ہدایت حاصل کی اپنے نفس کیلئے کہ اس کا فائدہ خود کو ہوگا وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا پس پختہ بات ہے کہ وہ گمراہ ہوا ہے اپنے نفس کے برے کیلئے کہ اس کی گمراہی اس کے نفس پر ہوگی وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ اور نہیں ہوں میں تم پر

وکیل کہ زبردستی تمہیں کفر شرک سے ہٹاؤں اور ہدایت پر مجبور کروں یہ میرا کام نہیں ہے۔
مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وَاتَّبِعْ مَايُوْحٰی اِلَيْكَ اور پیروی کریں اس چیز کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف۔اس پیروی میں تکلیفیں بھی آئیں گی اور آئی بھی ہیں لیکن وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں۔مخالفت ہوگی،لڑائی جھگڑے ہونگے،گالیاں ہونگی،ماریں گے، ہجرت بھی کرنی پڑے گی۔حق کہنا آسان بات نہیں ہے حق پر قائم رہنا بڑی مشکل بات ہے۔مشہور مقولہ ہے کہ حق پر رہنا ایسے ہے جیسے کَجَمْرَةٍ عَلَى النَّارِ آگ کا جلتا ہوا انگارہ ہاتھ میں۔جیسے اس کی تکلیف ہوتی ہے حق پر قائم رہنے کو بھی اسی طرح سمجھو اور حدیث کے لفظ میں کَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرَةِ جیسے انگارا پکڑنے والا۔برادری کی طرف سے،بیوی کی طرف سے،محلے والوں کی طرف سے اور دوسرے لوگوں کی طرف سے طعنے ہوں گے۔ تو فرمایا صبر کرو حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ [سورۃ صف] ''اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔'' کڑھتے رہیں وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ علیم ہے ظاہر باطن کو جانتا ہے۔اس سے بہتر فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ باقی لوگوں کے فیصلے ظاہری ہوتے ہیں ان کا علم محدود ہوتا ہے انہوں نے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کون پہنچ سکتا ہے۔

آج مورخہ ۱۶ ذی قعدہ بروز ہفتہ ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۵ نومبر ۲۰۰۸ کو
یہ سورۃ مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ ہود

(مکمل)

جلد............۹

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّ ... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ... رُكُوْعَاتُهَا ١٠

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴿١﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ﴿٢﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿٣﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٥﴾

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ یہ کتاب ہے اس کی آیات کو محکم کیا گیا ہے ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر تفصیل کی گئی ہے مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ حکمت والے اور خبردار کی طرف سے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اللہ تعالیٰ کی اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اور یہ کہ تم معافی مانگو اپنے پروردگار سے ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ پھر اس کی طرف رجوع کرو يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا وہ فائدہ پہنچائے گا تم کو اچھا فائدہ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ اور دیگا ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت وَاِنْ

تَوَلَّوْا اور اگر تم پھر جاؤ گے فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ تو بیشک میں تم پر خوف کرتا ہوں عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ بڑے دن کے عذاب کا اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اَ لَآ خبردار اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ بیشک وہ دہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ تاکہ چھپ جائیں اس سے اَلَا خبردار حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ جس وقت وہ پہنتے ہیں اپنے کپڑے یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ جانتا ہے وہ جس کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔

سورہ ہود کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۂ ہود ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہود علیہ السلام کا ذکر اور ان کی قوم کی تباہی کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اکاون (۵۱) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دس رکوع اور ایک سو تیئس (۱۲۳) آیات ہیں۔

حروف مقطعات کی بحث :

الٓرٰ حروف مقطعات میں سے ہے اور قرآن کریم کی انتیس (۲۹) سورتیں ہیں جن کے شروع میں یہ کلمات ہیں۔ جیسے الم، حم، طٰہٰ، یٰسین، حمعسق وغیرہ۔ ان کے متعلق پہلے کئی مرتبہ بات ہو چکی ہے کہ یہ مخفف ہیں یعنی کسی لفظ سے ایک حرف نکال کر اختصار کے ساتھ ذکر کرنا اور اس طرح کا استعمال ہر زبان میں ہوتا ہے۔ جیسے ڈی سی، ڈپٹی کمشنر کا مخفف

ہے، اے سی اسسٹنٹ کمشنر کا مخفف ہے۔ تو الف اللہ سے مخفف ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جَلَّ جَلَالُـہٗ۔ لام لطیف کا مخفف ہے باریک بین، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور ''را'' رحمٰن، رحیم اور رؤوف کا مخفف بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ یہ کتاب ہے اس کی آیات کو محکم کیا گیا ہے۔ یعنی جو مضامین آیات میں ہیں وہ بڑے ٹھوس، بڑے مضبوط اور اٹل ہیں اور اُحْکِمَتْ کا یہ معنٰی بھی کیا گیا ہے کہ اس کی آیتیں حکمت والی دانش و دانائی والی بنائی گئی ہیں یعنی اس میں جو کچھ ہے نرا مغز ہی مغز ہے اس میں کوئی چھلکا نہیں ہے دانائی ہی دانائی ہے ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر تفصیل کی گئی ہے ان آیتوں کی یعنی تفصیل کیساتھ بیان کی گئی ہیں مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ حکمت والے اور خبردار کی طرف سے۔ حکیم خبیر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اس سے بڑا حکمت والا کوئی نہیں ہے اور اس سے بڑا خبردار بھی کوئی نہیں ہے۔

تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید :

اس کتاب قرآن پاک کا پہلا سبق کیا ہے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اللہ تعالیٰ کی۔ تمام پیغمبروں کا سبق اس جملے سے شروع ہوتا تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' کوئی حاجت روا نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریادرس اور دستگیر نہیں ہے، نفع دینے والا اور نقصان پہنچانے والا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ گذشتہ درس میں پڑھ چکے ہو وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ''اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ''اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو

اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا" لہٰذا عبادت صرف اس کی کرو چاہے بدنی عبادت ہو، چاہے زبانی ہو یا مالی ہو۔ رکوع اسی کیلئے، سجدہ اسی کیلئے، نذر و نیاز بھی اسی کیلئے کیونکہ یہ سب عبادتیں ہیں۔

حد سے زیادہ جھکنے کی بھی اجازت نہیں :

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت ہم آپس میں کبھی دیر سے ملتے ہیں تو ہم معانقہ، گلے لگ کے مل سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! مل سکتے ہو۔ حضرت کیا اس کیساتھ مصافحہ بھی کر سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! کر سکتے ہو اور امام بخاریؒ نے باقاعدہ باب قائم کیا ہے المصافحۃ بِالْیَدَیْن کہ مصافحہ دو ہاتھوں کیساتھ ہوتا ہے۔ حضرت جب ہم ایک دوسرے کیساتھ ملاقات کریں تو جھک بھی سکتے ہیں؟ فرمایا لاَ نہیں جھکنا نہیں جھکنے سے رکوع کی حالت ہو جائے گی اور رکوع رب تعالیٰ کے بغیر کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ سجدہ بھی رب تعالیٰ کے بغیر کسی کیلئے جائز نہیں ہے نہ زندہ کیلئے نہ مردہ کیلئے۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں محکمہ پولیس کے انچارج تھے یوں سمجھو کہ آئی۔ جی پولیس تھے۔ عراق کے علاقہ حیرہ میں بڑی منڈی لگتی تھی جسطرح ہانگ کانگ وغیرہ دنیا کی مشہور منڈیاں ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے پادریوں اور چودھریوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے حیرہ کے علاقہ میں دیکھا ہے کہ لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتلاؤ کہ اگر میری وفات ہو جائے اور مجھے قبر میں دفنا دیا جائے تو کیا تم میری قبر پر سجدہ کرو گے؟ قَالَ لاَ حضرت قیس نے عرض کیا کہ نہیں! قبر پر سجدہ نہیں کریں گے۔ فرمایا اسی طرح زندگی میں بھی سجدہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ

نے معاملہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سجدہ نہ زندہ کیلئے جائز ہے، نہ قبر پر سجدہ کرنا جائز ہے اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ اگر تم رب تعالیٰ کی مخالفت کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور آخرت میں بھی اور قبر میں بھی عذاب ہوگا اور اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں بھی آرام دیگا قبر میں بھی راحت ہوگی اور آخرت میں بھی۔ اور میں تمہیں یہ سبق دیتا ہوں وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اور یہ کہ تم معافی مانگو اپنے پروردگار سے۔

استغفار مطلوب ہے :

آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر دن میں ستر ستر مرتبہ، سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ اور مختصر لفظ کہہ لو اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. صرف زبان سے نہیں بلکہ دل سے۔ جب تک آدمی سچے دل سے معافی نہ مانگے محض استغفر اللہ استغفر اللہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے کہ دل میں برائی کے پورے ارادے ہوں اور زبان سے استغفار۔ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ انسان گنہگار اور خطا کار ہے کوئی یہ نہ سمجھے میں نماز پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، حج کرتا ہوں، زکوٰتیں دیتا ہوں، قربانی کرتا ہوں تو بڑا نیک پاک ہوں۔ ان کاموں کے باوجود انسان گنہگار ہے کوئی نہ کوئی گناہ اس سے ہو جاتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ معافی کے بعد نیکیاں کرو یعنی توبہ سے پہلے کی زندگی اور بعد کی زندگی میں فرق ہونا چاہئے۔ جو کام پہلے کرتے تھے اب نہیں کرنے چاہئیں۔ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا وہ فائدہ پہنچائے گا تم کو اچھا فائدہ پہنچانا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مدت مقرر تک۔ جو وقت تمہاری موت کا لکھا ہوا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ

تمہیں پاک صاف ستھری زندگی عطا فرمائے گا وَّ یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ اور دیگا
ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت کا اجر۔ نماز روزے کا اجر دے گا، قرآن شریف پڑھتا
ہے، درود شریف پڑھتا ہے اس کا اجر دے گا، تعلیم دیتا ہے، تبلیغ کرتا ہے اس کا اجر ملے گا،
اچھی بات کرتا ہے برائی سے منع کرتا ہے اس کا اجر ملے گا۔ مختصر یہ کہ ہر نیکی کا اللہ تعالیٰ اجر
دیگا وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر تم پھر جاؤ گے روگردانی کرو گے فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ تو بیشک
میں تم پر خوف کرتا ہوں عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ بڑے دن کے عذاب کا۔ وہ بڑے دن کا
عذاب مرنے کے بعد ہوگا۔ مَنْ مَاتَ قَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ ''جو مرا تحقیق اس کی قیامت قائم
ہوگی۔'' مجرم کو مرنے کے بعد جو سزا شروع ہوگی وہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ پہلے قبر میں پھر حشر
میں پھر پل صراط پر گذرتے ہوئے پھر دوزخ میں ہوگی اور قیامت کا دن جس میں حساب
کتاب ہوگا وہ پچاس ہزار سال کا ہوگا اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے
وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رب تعالیٰ کے پاس جانے میں
شک نہ کرو کہ کس طرح جائیں گے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس ذات نے تمہیں حقیر نطفے
سے پیدا کیا اس کیلئے تمہیں دوبارہ کھڑا کرنا قیامت والے دن کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگلی
آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں اور دونوں حدیث میں موجود ہیں۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ صحابہ کرام ﷡ جب قضائے حاجت کیلئے بیٹھتے تھے تو سینے کو خوب
جھکا کر اللہ تعالیٰ کیساتھ ادب کی خاطر کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیں شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا یہ غلو فی الدین ہے۔ انسان انسان ہے پیشاب پاخانہ کرنا ہے غسل کرتے وقت بھی
ننگا ہونا ہے۔ اسی طرح عورتوں کیساتھ اختلاط کے وقت بھی ستر کھلنا ہے لہذا اتنا سکڑنے کی
ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَآ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ خبردار بیشک وہ

دُہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ تا کہ چھپ جائیں اس سے۔ اللہ تعالیٰ سے کون سی چیز چھپ سکتی ہے اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ خبردار جس وقت وہ پہنتے ہیں اپنے کپڑے یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ جانتا ہے وہ جس کو وہ چھپاتے ہیں۔ لہذا طبعی ضرورت کے وقت کپڑے اتارنے میں کوئی گناہ نہیں ہے وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے۔

منافقوں پر جب کوئی ذمہ داری پڑتی ہے تو سکڑ جاتے ہیں :

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ منافق بھی آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ جب ان کے مطلب کی بات ہوتی تو بڑے خوش ہو کر بیٹھتے اور جب ان پر کوئی ذمہ داری اور بوجھ پڑتا کہ جہاد کا حکم ہوتا یا چندے کی اپیل ہوتی یا آپ ﷺ فرماتے کہ فلاں آدمی کی امداد کرو تو اس وقت اپنے سینوں کو دُہرا کرتے چھپنے کیلئے۔ بھائی رب تعالیٰ سے کوئی چھپ سکتا ہے؟ وہ تو سب کچھ جانتا ہے۔ جس کو مخفی کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے اور جسکو ظاہر کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ بندوں کے خیالات کو بھی رب جانتا ہے خالق جو ہوا اس پر کوئی شے مخفی نہیں۔ لہذا اپنی ضرورت کے وقت تم ننگے ہو سکتے ہو۔ غسل کے وقت، قضائے حاجت کے وقت اور دیگر ضروریات کے وقت۔ دین میں غلو کرنا بری بات ہے۔

❁❁❁

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اور نہیں ہے کوئی جاندار چیز زمین میں اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کا رزق وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا اور وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو وَمُسْتَوْدَعَهَا اور اس کے سونپنے کی جگہ کو كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے وَهُوَ الَّذِيْ اور وہ وہی ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ اور اس کا عرش پانی پر تھا لِيَبْلُوَكُمْ تاکہ امتحان لے تمہارا اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کہ کون تم میں سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے وَلَئِنْ قُلْتَ اور البتہ اگر آپ ان سے کہتے اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ کہ بیشک تم کھڑے کیے جاؤ گے مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ مرنے کے بعد لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ هٰذَآ

اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اور البتہ اگر ہم مؤخر کر دیں ان سے عذاب کو اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ایک مدت تک جو گنی ہوئی ہے لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے مَا يَحْبِسُهٗ کس چیز نے روکا ہے عذاب کو اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ خبردار جس دن آئے گا لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ نہیں پھیرا جائے گا ان سے وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لے گی ان کو مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ چیز جس کیساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔

رزاق صرف اللہ تعالیٰ ہے :

گذشتہ درس میں تم نے سنا کہ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا کسی کے اختیار میں نہ نفع ہے نہ نقصان ہے اور یہ بھی تم نے سنا کہ دلوں کے راز بھی بجز پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔ اور آج کے سبق میں ہے کہ رزّاق بھی صرف وہی ہے۔ رزّاق اور رَازِق یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ رزق دینے والا صرف پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ. دَبَّ يَدُبُّ کا معنی ہے حرکت کرنا۔ تو معنی ہوگا اور نہیں ہے کوئی جاندار چیز جو حرکت کرتی ہے زمین میں چاہے وہ انسان ہوں یا جنات، حیوانات ہوں یا حشرات الارض، کیڑے مکوڑے ہوں۔ یہ سب دابـــہ کے تحت ہیں۔ تو لازمی معنٰی ہے جو جاندار چیز ہے۔ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کا رزق۔ حیوانات انسان کی بنسبت بہت زیادہ کھاتے ہیں ان کو بھی رزق اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور وقت پر دیتا ہے۔ کیڑے مکوڑوں، چرند پرند سب کو رزق رب ہی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے منظم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو

بڑی شاہی عطا فرمائی تھی اور بڑے انتظام کیساتھ کام چلاتے تھے ان کی فوج میں انسان بھی تھے، جنات بھی تھے اور پرندے بھی تھے۔ یہ قرآن پاک میں ہے۔ بڑے معقول انداز سے حکومت کرتے تھے۔ قریب سمندر میں بڑی بڑی مچھلیاں تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے حسن انتظام پر بڑا ناز تھا کہ الحمدللہ میرا انتظام بہت اچھا ہے اور واقعی اچھا ہوتا تھا۔ ایک دن عرض کیا کہ اے پروردگار! یہ قریب سمندر میں جو مچھلیاں ہیں میں انکو ایک وقت کا کھانا کھلانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے سلیمان (علیہ السلام) اپنا کام کرو اس بات کے پیچھے مت پڑو۔ عرض کیا نہیں میرا شوق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ پھر شوق پورا کرلو۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساری فوج کو لگا کر سمندر کے کنارے چٹائیاں بچھوا کر ہر قسم کے کھانوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ دل میں بڑے خوش تھے کہ میں نے بڑا انتظام کیا ہے کوئی کتنا کھالے گا دَابَّةٌ مِنَ الْبَحْرِ سمندر میں سے ایک مچھلی نکل کر سارا کھا گئی اور کہنے لگی اور لاؤ۔ سلیمانؑ نے فرمایا اور تو نہیں ہے۔ مچھلی نے کہا اے پروردگار! آج تو نے مخلوق کے حوالے کیا ہے میں بھوکی رہی ہوں۔ تو رب رب ہے۔ وہی ساری مخلوق کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ دو تین دن ہوئے ہیں اخبار میں خبر آئی تھی کہ کسی سمندر میں بہت بڑی مچھلی نظر آئی ہے اس علاقے سے گذرنے والے جہازوں کے مالکوں کو حکومتوں نے خبردار کیا ہے کہ احتیاط سے گزرو کہ یہ کہیں جہاز کو نہ ڈبودے۔ بھائی رب تعالیٰ کی بڑی بڑی مخلوق ہے۔ اس وقت معاشی نظام کا جو کنٹرول کرنے والے ہیں وہ بلاوجہ پریشان ہیں اور شیخ چلی کی طرح کہانیاں سوچتے رہتے ہیں کہ دس سال بعد انسان اتنے ہو جائیں گے اور پچاس سال بعد اتنے ہو جائیں گے تو وہ کیا کھائیں گے؟ بھائی تمہیں کیا فکر ہے رزق تو رب تعالیٰ کے ذمے ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے تین ارب تھے وہ بھی

کھاتے تھے اور اسوقت چھ ارب ہیں رب انکو بھی دے رہا ہے۔ پچاس سال بعد بارہ ارب بھی ہو گئے اور عذابوں اور لڑائی جھگڑوں سے بچ گئے تو رب ان کو بھی دے گا۔ عالم اسباب میں رب تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے ہیں۔ پہلے زمین تھوڑی کاشت ہوتی تھی پیداوار بھی کم ہوتی تھی اب زمین زیادہ کاشت ہوتی ہے اور پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے جیسے مخلوق بڑھتی جائے گی ویسے ویسے اللہ تعالیٰ اسباب بڑھاتا جائے گا اس کی تمہیں فکر نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے مکلّف مخلوق کو پابند بنایا ہے کہ روزی کمانے کیلیئے ہاتھ پاؤں مارو دینا اللہ تعالیٰ نے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا اور وہ جانتا ہے اس جاندار کے مستقر کو کہ اس نے جہاں رات کو ٹھہرنا ہے وَمُسْتَوْدَعَهَا اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو کہ کہاں دفن کیا جائے گا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے۔ کھلی کتاب کا نام لوح محفوظ ہے۔ جب سے کائنات پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر دخول جنت اور نار تک سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ لوح کا معنیٰ تختی، وہ ایک تختی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لکھا ہوا ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ درج ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کا علم ازلی ہے ابدی ہے۔ مخلوق کی پیدائش سے پہلے بھی رب تعالیٰ کا علم تھا دخول جنت اور نار کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی جو لوح محفوظ میں درج نہیں رب تعالیٰ کو اس کا بھی علم ہے۔ تو لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا تھوڑا سا حصہ ہے وَهُوَ الَّذِي اور اللہ تعالیٰ ذات وہی ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں۔

آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کرنے کی حکمت :

چھ دنوں سے مراد چھ دنوں کا وقفہ ہے کیونکہ دن تو نام ہے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا اور اس وقت نہ سورج تھا نہ اس کا طلوع اور غروب ہونا تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ وہ ایک آن میں سب کچھ کر سکتی ہے لیکن اس کے باوجود چھ دنوں میں پیدا کیا۔ مخلوق کو بتانے کیلئے کہ تمہارے کام بھی تدریجی یعنی آہستہ آہستہ ہونے چاہئیں وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ اور تھا اس کا عرش پانی پر۔ مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں یہ روایت ہے کہ پوچھنے والے نے مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ پانی کس چیز پر تھا؟ انہوں نے فرمایا عَلَى الرِّيحِ ہوا پر تھا۔ ہوا کس چیز پر تھی؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سب سے بڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا :

اس میں اختلاف ہے کہ اَوَّلُ الْمَخْلُوْق کیا چیز ہے یعنی سب سے پہلے کونسی چیز پیدا ہوئی ہے؟ تو مختلف قسم کی روایتیں آئی ہیں میں نے اپنی کتاب ''تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین'' میں اس پر کافی بحث کی ہے۔ ایک روایت میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ہے لیکن یہ روایت جعلی ہے صحیح نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَرْش سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا۔ اس روایت پر بھی محدثین کلام کرتے ہیں کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے اوّل مَا خَلَقَ اللّٰه نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فیض کیساتھ تیرے نبی کی روح کو پیدا کیا۔ نور سے مراد روح ہے۔ لیکن فنی لحاظ سے اس

روایت کا بھی ثبوت نہیں ہے۔

مولانا سید سلمان ندویؒ نے سیرت النبی ﷺ کی تیسری جلد میں غیر مستند روایات کا باب قائم کیا ہے۔ اس میں ان روایات کے متعلق فرمایا ہے کہ کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ صحیح روایت ابوداؤد اور ترمذی شریف میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم تقدیر کو پیدا فرمایا ہے۔ جس کیساتھ سب تقدیریں لکھی گئیں۔ اصولی اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔ باقی اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے جس میں نور کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فیض کیساتھ آپ ﷺ کی روح کو پیدا کیا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے نور سے تو کوئی شے نہیں نکلی۔ تو علماء اس کے بھی قائل ہیں کہ ارواح میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ کی روح مبارک پیدا ہوئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ امتحان لے تمہارا کہ کون تم میں سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔ یوں سمجھو کہ آسمان اور زمین ایک کالج یونیورسٹی ہے، مدرسہ اور مکتب ہے۔ اس میں تم نے کیا تعلیم حاصل کی ہے؟ ایک ایک لمحے کو غنیمت سمجھو اَلسَّاعَةَ لِلطَّاعَةِ یہ وقت نیکی کیلئے ہے۔ جتنی نیکی کر سکتے ہو ایک دوسرے سے بڑھ کر کرلو وَلَئِنْ قُلْتَ اور البتہ اگر آپ ان سے کہتے اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ کہ بیشک تم کھڑے کئے جاؤ گے مرنے کے بعد لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ هذا کا مشارٌ اِلَيه قرآن کریم ہے۔ نہیں ہے یہ قرآن کریم مگر کھلا جادو کہ اس قرآن میں جو کچھ ہے جادو ہے اور هذا کا مُشارٌ اِلَيه بعث بعد الموت بھی ہے۔ پھر مطلب یہ بنے گا کہ مرنے کے بعد اٹھنا یہ جادو کی بات ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَئِنْ

اخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ اور البتہ اگر ہم مؤخر کردیں ان سے عذاب کو ایک مدت تک جو گنی ہوئی ہے۔

لفظ امت کے تین معانی ہیں :

امت کے تین معانی ہیں۔ ایک معنٰی ہے گروہ۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ''تم سب گروہوں سے بہتر گروہ ہو کیونکہ تمہیں نکالا گیا ہے پیدا کیا گیا ہے لوگوں کے لئے تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [آل عمران:۱۱۰] لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو'' اور دوسرا معنٰی پیشوا کا ہے اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا [النحل:۱۲۰] ''بیشک ابراہیم علیہ السلام پیشوا تھے اطاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کیلئے یکسو ہو کر۔'' اور تیسرا معنٰی ہے کہ البتہ ہم ان سے عذاب موخر کردیں گے اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ایک مدت تک جو گنی گئی ہے۔ لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے مَا يَحْبِسُهٗ کس چیز نے روکا ہے عذاب کو۔ عذاب کیوں نہیں آتا؟ اَلَا خبردار يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ جس دن آئے گا وہ ان سے پاس نہیں پھیرا جائے گا ان سے۔ فرعون کے پاس عذاب آیا تو اس کو غرق کر کے چھوڑا، قوم عاد و ثمود کو نیست و نابود کیا، قوم لوط اور دوسری قوموں کو ہلاک کیا۔ ان کے پاس بھی عذاب آئے گا تو بچ نہیں سکیں گے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور گھیرے گی ان کو وہ چیز جس کیساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔ جب عذاب آئے گا تو وہ ان کو گھیر لے گا اور ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔

۞ • ۞

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ
نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ
مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝۱۰ اِلَّا الَّذِيْنَ
صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۱
فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ
يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۱۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا
بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ
اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۴

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً اور البتہ اگر ہم چکھائیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ پھر ہم اس سے چھین لیں وہ رحمت اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ بیشک وہ البتہ ناامید ہو جاتا ہے ناشکری کرتا ہے وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ اور البتہ اگر ہم اس کو چکھائیں نعمت بَعْدَ ضَرَّآءَ تکلیف کے بعد مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی ہے لَيَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہے گا وہ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ دور ہو گئی ہیں مجھ سے تکلیفیں اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ بیشک وہ اترانے والا اور شیخی بگھارنے والا ہوتا ہے اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور

اچھے عمل کئے اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ انھی لوگوں کیلئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ پس شاید کہ آپ چھوڑنے والے ہیں۔ بَعْضَ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ بعض وہ چیز جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے وَضَآئِقٌ بِہٖ صَدْرُکَ اور تنگ ہوتا ہے اس کی وجہ سے آپ کا سینہ اَنْ یَّقُوْلُوْا کہ یہ لوگ کہتے ہیں لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کَنْزٌ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر خزانہ اَوْجَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ یا کیوں نہیں آیا اس کیساتھ فرشتہ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ پختہ بات ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا کار ساز ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ کیا یہ کہتے ہیں افْتَرٰہُ یہ قرآن اس نے گھڑلیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِہٖ مُفْتَرَیٰتٍ پس لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی وَّادْعُوْا اور بلالو مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ پس اگر وہ جواب نہ دے سکیں فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ بیشک یہ قرآن اتارا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق وَاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف وہی فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس کیا تم مسلمان ہونے والے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا مقام تمام انسانوں سے ممتاز اور الگ ہے۔ ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اپنے اپنے دور میں ان کے صحابی بڑے شکر گزار تھے۔

اللہ تعالیٰ کا عام انسانوں سے شکوہ :

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کا شکوہ کیا ہے اور حالات بیان فرمائے ہیں وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً اور اگر ہم چکھائیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت ۔ اولاد بھی رحمت ہے اور جائز طریقے سے جو مال حاصل کیا گیا ہے وہ بھی رحمت ہے، دنیا کی ترقی اور جائز اقتدار بھی رحمت ہے۔ اسی طرح کاشتکار کی فصل خوب ہوتی ہے، جانور پھلتے پھولتے ہیں یہ رحمت ہے تو رحمت کی بہت سی اقسام ہیں ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ پھر ہم اس سے چھین لیں وہ رحمت اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ بیشک البتہ وہ نا امید ہو جاتا ہے ناشکری کرتا ہے۔ جو رب رحمتیں کرتا ہے وہ چھین بھی سکتا ہے نا امید اور ناشکرا ہونا کیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہونا بڑے گناہوں میں سے ہے ۔ ارشاد ربانی ہے لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ [زمر:۵۳] ''نا امید نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے'' رحمت چھن جانے کے بعد جب انسان کہتا ہے کہ مجھے کیا ملا تھا یہ ناشکری کا لفظ ہے۔ کیونکہ اس کو تو ملا تھا اور اس کے پاس تھا لیکن اب رب تعالیٰ نے اس سے چھین لیا تو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر احسان تھا اب میں رب تعالیٰ کی طرف سے آزمائش میں ہوں میرے سے کوئی گناہ ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ انعام اٹھالیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے پھر دیگا۔ ایسا جملہ نہ بولے جس سے پہلی نعمتوں کی ناقدری ہو کیونکہ رب تعالیٰ کی نعمتیں کھاتا اور استعمال کرتا رہا ہے فائدہ اٹھاتا رہا ہے ان کی ناشکری کرنا گناہ کی بات ہے۔

خوشی غمی میں خدا کو نہیں بھولنا چاہئے :

فرمایا وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ اور البتہ اگر ہم اس کو چکھائیں نعمت تکالیف کے بعد مَسَّتْهُ جو تکلیف اس کو پہنچی ہے اس سے پہلے، دولت آ گئی نعمت آ گئی

لَیَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہے گا وہ ذَھَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّی دور ہوگئی ہیں مجھ سے تکلیفیں اور تکلیفیں دور ہونے کے بعد عموماً لوگ غافل ہو جاتے ہیں اِنَّہٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ بیشک وہ اترانے والا اور شیخی بگھارنے والا ہوتا ہے۔ ان نعمتوں پر جو رب تعالیٰ نے دی ہیں اور شیخی بگھارتا ہے کہ میرے پاس یہ ہے وہ ہے۔ کچھ زبان سے ادا کرتا ہے اور کچھ دل سے ادا کرتا ہے حالانکہ جس وقت راحت و آرام آئے تو رب تعالیٰ کو نہیں بھولنا چاہئے۔ دہلی کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر شاعر بھی تھا اس نے بڑی مزیدار بات کہی ہے......

؎ ظفر اسے آدمی نہ جانیے گا خواہ وہ ہو کتنا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

جو عیش کے وقت رب تعالیٰ کو بھول جائے اور طیش اور غصے کی حالت میں خدا کو یاد نہ رکھے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ انسان وہ ہے جو عیش اور طیش دونوں حالتوں میں رب تعالیٰ کو یاد رکھے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ تکلیف کے وقت اس کی دعائیں قبول ہوں اسکو راحت کے وقت رب تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے۔ مطلب پرست نہیں ہونا چاہئے کہ جب تکلیف آئے تو رب رب کرے اور جب راحت آئے تو لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ باغی ہو جائیں زمین میں۔ کیونکہ مال آ جانے کے بعد اکثر لوگ سرکش ہو جاتے ہیں۔ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا تکلیفوں پر۔

سب سے زیادہ تکالیف انبیاء کرامؑ کو آئی ہیں :

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت یہ بتلائیں کہ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً انسانوں میں سب سے زیادہ تکلیفیں کن کو پیش آتی ہیں قَالَ الْاَنْبِیَآءُ اَلْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ سب سے زیادہ تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو پیش آئی ہیں پھر ان کو جو درجے

میں ان کے قریب ہوتے ہیں پھر ان کو جو درجے میں ان کے قریب ہوتے ہیں یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ جو آدمی جتنا دین دار ہوتا ہے اتنا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام دین میں بڑے پختہ تھے ان کے امتحان بھی اتنے ہی سخت تھے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت خُباب بن ارت ﷜ کا مالک امیہ بن خلف بڑا ظالم آدمی تھا۔ جیسے ہمارے ہاں کیکر کے درخت کا کوئلہ دیر تک سلگتا رہتا ہے عرب میں ایک لکڑی ہوتی تھی جس کا نام غضانہ تھا اس کا کوئلہ بھی دیر تک سلگتا رہتا تھا یہ ظالم اس لکڑی کے کوئلے سلگا کر حضرت خباب بن ارت ﷜ کا کرتہ اتار کر پیٹھ کے بل کوئلوں پر لٹا دیتا تھا اور خود سینے پر چڑھ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کلمہ چھوڑ دو۔ حضرت خباب فرماتے کلمہ چھوڑنے والی شے نہیں ہے۔ ایسے لوگ بھی تھے کہ ان کو ناف تک زمین میں گاڑ کر چیر دیا گیا مگر انہوں نے کلمہ نہیں چھوڑا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ دو ٹکڑے ہو جاتا تھا مگر دین نہیں چھوڑتا تھا۔ ایمان والوں پر یہاں تک ظلم کیا گیا کہ لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ ان کے گوشت کو ہڈیوں تک رگوں سمیت نوچ دیا گیا مگر انہوں نے ایمان نہیں چھوڑا۔ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہمارا ایمان اور دین بڑا کمزور ہے اس لئے ہماری آزمائش بھی بڑی نہیں ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور اچھے عمل کئے اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ انھی لوگوں کیلئے بخشش ہے وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ اور بڑا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

مشرک کو توحید سے چڑ ہے :

آنحضرت ﷺ جس دور میں مبعوث ہوئے ہیں اس وقت ہر طرف کفر ہی کفر تھا اور وہ لوگ کفر میں بڑے پکے تھے۔ ان کیلئے سب سے کڑوا مسئلہ توحید کا تھا۔ جب آپ ؐ

فرماتے لَا اِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ تو وہ بگڑ جاتے۔ سورت صٰفّٰت میں اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ "وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں تو وہ غرور کرتے تھے۔" بگڑ جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں اور کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ [ص:۵] "کیا اس پیغمبر نے اتنے الٰہوں کا ایک الٰہ بنادیا ہے یہ تو بڑی تعجب کی بات ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ پس شاید کہ آپ چھوڑنے والے ہیں بعض وہ چیز جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اور تنگ ہوتا ہے اس کی وجہ سے آپ کا سینہ۔ یعنی جو مشکل چیزیں ہیں ان کو نہ آپ نے چھوڑا اور نہ چھوڑنے کا ارادہ کیا مگر امکان تو ہے کہ آپ چھوڑ دیں اَنْ يَّقُوْلُوْا کہ یہ لوگ کہتے ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر خزانہ۔ اگر یہ نبی ہے تو اَوْجَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ یا کیوں نہیں آیا اس کیساتھ فرشتہ۔ دیکھو آج صوبے کا وزیر اعلیٰ یا گورنر سڑک پر سے گزرے تو آگے پیچھے پولیس ہوتی ہے، راستہ صاف کرتی ہے کہ لوگو ہٹو! گورنر صاحب آرہے ہیں، وزیر اعلیٰ صاحب آرہے ہیں اور یہ رب کا نائب ہے نہ اس کے پاس کوئی خزانہ ہے، نہ باغات ہیں، نہ سونے کی کوٹھی ہے، نہ کوئی فرشتہ گن مین ہے اور کہتا ہے کہ میں رب تعالیٰ کا نائب ہوں۔ اس کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچاتا ہوں۔ یہ کیسے نبی بن گیا؟ اس طرح کے طعنے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ پختہ بات ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں رب کے عذاب سے۔ خدائی صفات آپ میں نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کسی کو دی ہیں نافع ضار اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں

ہے۔ وَاِنْ یَمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ ''اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس کوئی نہیں دور کر سکتا اس تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ [سورت یونس] ''اگر اللہ تعالیٰ آپ کیساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔'' یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے آنحضرت ﷺ سے اعلان کروایا لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''میرے اختیار میں نہیں تمہارا ضرر اور نہ بھلائی۔'' خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے رتی برابر بھی کسی کو نہیں دیئے۔ اگر دینے ہوتے تو مخلوق میں سب سے بہتر کہ جس جیسی شخصیت ہوئی ہے نہ ہوگی آنحضرت کو دیتا لیکن آپ کو بھی نہیں دیئے بلکہ ان سے اعلان کروایا کہ میں نہ اپنے نفع نقصان کا مالک ہوں اور نہ تمہارے نفع نقصان کا مالک ہوں۔ تو اور کون ہے جس کو خدائی اختیارات مل گئے ہیں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا کارساز ہے، کام بنانے والا اور محافظ ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ کیا یہ کہتے ہیں افْتَرٰہُ یہ قرآن اس نے گھڑ لیا ہے۔

مشرکوں کا شوشہ کہ یہ قرآن خود بناتا ہے کا جواب :

اس کے جواب میں قرآن پاک میں تین قسم کے چیلنج موجود ہیں۔ ایک پندرھویں پارے میں ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا ''آپ کہہ دیں اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل تو نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔'' اگر میں اکیلا بنا کر لا سکتا ہوں تو تم سارے اکٹھے ہو کر زور لگاؤ اور بناؤ، لاؤ اور نہیں بنا سکو گے تو سمجھ جاؤ کہ میرا بنایا

ہوا بھی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس لئے اس جیسا کوئی نہیں بنا سکتا اور دوسرا چیلنج اس مقام پر ہے۔ فرمایا قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ آپ کہہ دیں پس لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی۔ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں ایک سو چار تمہیں معاف۔ وہاں تھا کہ سارے انسانوں اور جنوں کو ساتھ ملا لو اور یہاں فرمایا وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ اور بلا لو جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ فرشتوں کو ساتھ ملا لو، انسانوں اور جنوں کو ساتھ ملا لو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔ تم ساری مخلوق ملکر بھی قرآن کریم کی دس سورتوں جیسی سورتیں نہ لا سکو تو پھر یہ اعتراض کرنا کہ اس نے اپنی طرف سے بنایا ہے کتنے ظلم کی بات ہے؟ اور تیسرا چیلنج پہلے پارے میں ہے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ''پس لاؤ تم ایک چھوٹی سی سورت قرآن جیسی۔'' قرآن پاک کی چھوٹی سورتیں تین ہیں سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر، ان کی تین تین آیتیں ہیں۔ تم ایسی کوئی سورت لے آؤ۔

فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ''پس اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے پس بچو اس آگ سے جسکا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔ قرآن کریم کے اس چیلنج کو آج تک کسی نے قبول نہیں کیا حالانکہ اس وقت بڑے فصیح و بلیغ لوگ موجود تھے۔ سحبان وائل ایک شخص گزرا ہے اس کی فصاحت و بلاغت لوگوں میں مشہور تھی۔ وہ ایک سال تک کسی مجمع میں گفتگو کرتا تو کوئی لفظ دوبارہ زبان پر نہ لاتا اور اگر وہی مضمون دوبارہ بیان کرنا ہوتا تو اس کو دوسرے الفاظ اور نئی عبارت سے ادا کرتا۔ لیکن یہ لوگ بھی چیلنج قبول نہیں کر سکے۔ تو فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ پس اگر وہ جواب نہ دے سکیں فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان

لوانَّمَآ اُنزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ بیشک یہ قرآن اتارا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق، یہ کسی کا گھڑا ہوا نہیں ہے اور جس مسئلے سے یہ چڑھتے ہیں وہ بھی سن لو وَاَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ اور یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف وہی اللہ تعالیٰ۔ اس کے سوا نہ کوئی معبود، نہ کوئی مسجود، نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق، نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریاد رس، نہ کوئی دستگیر، نہ کوئی نفع نقصان کا مالک، نہ عزت ذلت کسی کے اختیار میں وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ [آل عمران:۲۶] ''اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ میں خیر ہے۔'' فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس کیا تم مسلمان ہونے والے ہو۔ فرمانبرداری کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا کام ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا، اس کے عذاب سے ڈرانا اور راحت کی خوشخبری دینا آگے تمہاری مرضی ہے اسلام لاؤ یا نہ لاؤ۔

۞۞۞

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا۔ وَزِيْنَتَهَا اور اس کی زیب وزینت کا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا ہم ان کو پورا پورا دیتے ہیں ان کے اعمال اس میں وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اور ان کو اس میں کوئی نقصان نہیں ہوتا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ نہیں ہے ان کیلئے آخرت میں اِلَّا النَّارُ مگر آگ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا اور اکارت ہو جائیگا جو انہوں نے کیا ہے وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور باطل ہو جائیگی وہ چیز جو وہ کیا کرتے تھے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ کیا پس وہ شخص جو واضح

دلیل پر ہے مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ اور اس کیساتھ لگا ہوا ہے ایک گواہ اس (اللہ) کی طرف سے وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تھی راہنمائی کرنے والی اور رحمت اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ اور جو شخص انکار کرے گا اس کا گروہوں میں فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ پس آگ اس کے وعدے کی جگہ ہے فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ پس نہ ہو تو شک میں قرآن کے بارے میں اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بیشک یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے جس نے افترا باندھ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ اور کہیں گے گواہ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ کہ یہ وہی لوگ ہیں كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ خبردار اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اس راستے میں کجی وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

جو دنیا چاہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا دے دیتے ہیں :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں ترقی کرنا چاہے اور جتنی کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کی ترقی دے دیتے ہیں۔ دیکھو پہنچنے والے چاند تک پہنچ گئے ہیں اور اب زہرہ ستارے تک پہنچنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ سمندر کی تہہ تک پہنچے ہیں، زمین کے پیٹ سے بہت کچھ نکالا ہے اور نکالیں گے، فضا میں اڑتے پھرتے ہیں جس کا مقصد صرف دنیا ہے۔ وہ دنیا میں جتنی ترقی کرنا چاہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اس کو دیں گے اور جو شخص آخرت کے بارے میں ارادہ کرے گا اس کو آخرت ملے گی۔ جو جسطرح کی محنت کرے گا اسی طرح کا اس کو پھل ملے گا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا کہ وہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے وَزِيْنَتَهَا اور دنیا کی زیب وزینت کا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا ہم ان کو پورا پورا دیتے ہیں ان کے اعمال دنیا میں، جو محنت کریں گے اس کا پھل ملے گا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اور ان کو اس دنیا میں مجموعی لحاظ سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ انفرادی طور پر کسی وقت کچھ خسارہ ہو تو وہ بات الگ ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ نہیں ہے ان کیلئے آخرت میں مگر آگ ہی کیونکہ آخرت کیلئے انہوں نے کچھ نہیں کیا آخرت میں ان کیلئے آگ ہی آگ ہے اور کچھ نہیں وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا اور اکارت ہو جائیں گے جو انہوں نے کیا ہے دنیا میں نیکی کا کام آخرت کیلئے۔ کیونکہ ایمان نہیں ہے اور ایمان کے بغیر بڑی سے بڑی نیکی کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حالانکہ کافر بھی بڑے بڑے نیکی کے کام کرتے ہیں رفاہی اداروں کے ذریعے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں، ہسپتال بناتے ہیں، لوگوں کے علاج کراتے ہیں،

یتیم خانے بھی بنائے ہوئے ہیں اگر کسی علاقے میں قحط پڑ جائے یا زلزلہ آ جائے تو فوراً وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ان معاملات میں وہ مسلمانوں سے آگے ہیں مگر چونکہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں اس لئے ان کی کوئی نیکی آخرت میں مفید نہیں ہوگی وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور باطل ہو جائیگی وہ چیز جو وہ کماتے تھے۔ جو عمل بھی انہوں نے نیکی کا کیا وہ سب کا سب باطل ہو جائے گا کیونکہ ایمان تمام اعمال کی بنیاد ہے۔

قبول عمل کی تین شرائط :

اور یہ بات تم کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ عمل کی قبولیت کیلئے تین بنیادی شرطیں ہیں۔

۱)......ایمان ۲)......اخلاص ۳)......اتباع سنت

ان کے بغیر عمل کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا پس وہ شخص جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔ اس شخصیت سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ اور اس کیساتھ لگا ہوا ہے ایک گواہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ گواہ سے کیا مراد ہے؟ ایک یہ کہ قرآن پاک مراد ہے جو بڑی فصیح اور بلیغ کتاب ہے۔ یہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ اگر یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے تو تم اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ لیکن یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے تو پھر یہ قرآن پیغمبر علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ شاہد سے مراد دوسرے معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کی صداقت کیلئے صادر فرمائے جیسے چاند دو ٹکڑے ہوا، درخت چل کر آئے، لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا، تھوڑا کھانا زیادہ ہوا، تھوڑا پانی زیادہ ہو گیا اور بہت سارے معجزات تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی نبوت پر واضح

دلائل تھے۔ تو فرمایا کہ اس کی گواہی دینے والی چیزیں بھی ساتھ موجود ہیں وَمِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰۤى اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تھی تورات اِمَامًا وَّرَحۡمَةً راہنمائی کرنے والی لوگوں کی اور رحمت تھی۔

قرآن کریم کے بعد مقام تورات کا ہے :

ہزار ہا سال تک لوگ تورات پر عمل کرتے رہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا مقام بہت بلند ہے۔ بے شمار اللہ کے پیغمبر تورات کے مطابق عمل کرتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی اصل کتاب توریت ہی تھی انجیل کو اس کا تکملہ اور ضمیمہ سمجھو۔ لیکن تورات میں یہودیوں نے بڑی تحریفات کی ہیں جیسے آجکل اہل بدعت نے دین کا نقشہ بدل کے رکھ دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان کی اصلاح شروع کی تو عوام خواص، مولوی پیر بگڑ گئے کہ یہ ہمارے دین میں رخنہ پیدا کرتا ہے۔ انہوں نے دین کی شکل وہ بنائی ہوئی تھی جسطرح آج کل بدعتیوں نے بنائی ہوئی ہے۔ ان کے خلاف بھی کوئی لفظ کہو تو بھڑوں کی طرح پیچھے پڑ جاتے ہیں جسطرح یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پڑ گئے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کو سولی پر چڑھانے کی بھی کوششیں کیں کہ یہ ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔ حالانکہ جو کچھ یہ اہل بدعت کرتے ہیں وہ سب بدعت اور گناہ ہے۔ بیشک قرآن اور حدیث پر ان کو پرکھ لو اور پھر حنفی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ سب بدعات ہیں۔

بدعت کی سب سے زیادہ تردید فقہ حنفی میں ہے :

میں دعوے کیساتھ کہتا ہوں کہ فقہ حنفی میں جتنی شرک و بدعت کی تردید ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ البحر الرائق فقہ حنفی کی بڑی کتاب ہے۔ اس کے مصنف ابن نجیم

مصریؒ اتنے بڑے مرتبے کے آدمی تھے کہ ان کو ابوحنیفہ ثانی کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوگ شب برأت اور دیگر مواقع پر مساجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرتے ہیں یہ سب بدعت اور گناہ ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اصلاح شروع کی تو سب ان کے مخالف ہو گئے حتی کہ انکو سولی پر لٹکانے کی تیاری کی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔'' اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں یعنی جو لوگ صحیح طریقے سے تورات کو مانتے ہیں وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور آخری پیغمبر پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور نویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو اَلَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ''پاتے ہیں اس پیغمبر کو لکھا ہوا تورات اور انجیل میں۔'' اور پہلے پارے میں ہے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ''اور تھے اس سے پہلے وہ کافر فتح مانگتے۔'' یعنی آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! آخر الزمان کے وسیلے اور طفیل سے ہمیں فتح عطا فرما فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ''پس جب آپ تشریف لائے اور انہوں نے پہچان لیا تو انکار کر دیا۔'' اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ اور جو شخص انکار کرے گا اس کا گروہوں میں سے جو عرب کی سرزمین پر رہتے ہیں فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ پس آگ اس کے وعدے کی جگہ ہے، اس کا ٹھکانہ ہے اے مخاطب! فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ پس نہ ہو تو قرآن کے بارے میں شک کرنے والوں میں سے۔ قطعاً کوئی شک نہ کرنا اے سننے والے! اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بیشک یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس کو ہاتھ لگانا ثواب، اس کو

دیکھنا ثواب، قرآن پاک کی ایک آیت بغیر ترجمے کے پڑھنے کا ثواب سونفل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے اور ترجمے کیساتھ پڑھنے کا ثواب ہزار نفل پڑھنے سے زیادہ ہے۔ مگر ہم نے اس کتاب کی قدر نہیں کی ہم نے اس کو تیجے کیلئے رکھا ہوا ہے کہ کوئی مرجائے تو وہاں پڑھ لو یا قسم اٹھانے کیلئے رکھا ہوا ہے۔

اگر قرآن اجرت لیکر پڑھا جائے تو ثواب نہیں پہنچتا :

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اگر بغیر اجرت کے پڑھو گے تو اس کا تو ثواب پہنچے گا اور اگر کسی کو چائے کی پیالی بھی پلاؤ گے تو کچھ ثواب نہیں ہوگا بلکہ تم بھی گنہگار ہو گے اور وہ پڑھنے والا بھی گنہگار ہوگا بلا معاوضہ پڑھ کر ثواب بخشو یہ جائز ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو تین دفعہ سورت اخلاص پڑھ کر بخشے رب تعالیٰ پورے قرآن کا ثواب دیتے ہیں اور تین دفعہ پڑھنے پر تین منٹ بھی نہیں لگتے اور طریقہ یہ ہے کہ تین دفعہ سورت اخلاص پڑھ کر کہو اے پروردگار! اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے اس کو پورے قرآن کا ثواب پہنچ جائے گا۔

تو قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور ہمارے لئے ہدایت نامہ ہے اور نری رحمت ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور کسی نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، جہلائے عرب نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس کے بعد پھر اپنے متعلق دعویٰ کر دیا نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُ

ۃ[مائدہ:۱۸] ''ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اوراس کے محبوب ہیں۔'' یہ سب اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّہِمْ یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے قیامت والے دن وَیَقُوْلُ الْاَشْھَادُ شاہد کی جمع ہے۔اور کہیں گے گواہ ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّہِمْ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر۔یہ گواہ کون ہونگے۔

گواہی دینے والوں کی تشریح :

۱)......اللہ تعالیٰ کے پیغمبر گواہ ہونگے۔

آنحضرت ﷺ کوخطاب کرتے ہوئے فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا [فتح:۸] ''بیشک بھیجا ہم نے آپ کوگواہ بنا کراور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔

۲)......وہ فرشتے مراد ہیں جو اعمال لکھتے ہیں۔ ۳)......شاہد سے مراد اعضاء بھی ہیں۔

وہ اس طرح کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں سے کہیں گے تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے تو وہ اپنے شرک کا انکار کریں گے اور کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ [انعام:۲۲] ''قسم ہے اللہ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' ان کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگادیں گے۔سورت یٰسین میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاھِہِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْہِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ [۶۸] ''آج ہم مہر لگادیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔''اور سورت حٰم سجدہ آیت نمبر ۲۰ میں ہے شَھِدَ عَلَیْہِمْ

سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''گواہی دیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے اس چیز کی جو وہ کرتے تھے۔'' تو آدمی کے اعضاء بولیں گے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ''وہ کہیں گے تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف قَالُوْٓا اعضاء کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ہم کو بلوایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔'' اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ تو سب گواہی دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ خبردار اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

ظالموں کی اوصاف :

ظالم ہیں کون؟ تو اس مقام پر ظالموں کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صفت...... الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ قولاً روکیں یا فعلاً یہ ظالم ہیں۔

دوسری صفت...... وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔

نفاذ اسلام میں حکمران سب سے بڑی رکاوٹ :

کہ نام اسلام کا ہو مگر ہو ان کی مرضی جسطرح آج کل کا حکمران طبقہ ہے اور صرف پاکستان کا نہیں بلکہ تقریباً پچاس اسلامی ملک ہیں سب کے حکمران مجرم ہیں اور اسلامی نظام نافذ کرنے میں سب سے بڑی روکاوٹ ہیں۔ کرسی اقتدار ان کے پاس ہے ان کو اسلام ان کی مرضی کا چاہئے۔ اندازہ لگاؤ کہ شریعت کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سود حرام ہے۔ کیونکہ نص قطعی ہے اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا [بقرہ: ۲۷۵] ''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔'' اور اس کی حرمت پر احادیث متواترہ اور

اجماع امت موجود ہے۔ اب ہماری حکومت نے یہ کیا ہے کہ سپریم کورٹ میں کیس دائر کیا ہے کہ شریعت کورٹ کے فیصلہ کو منسوخ کرو، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کا حکم منسوخ کرو۔ پھر بزرگوں سے اپنی مرضی کا بیان دلراتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں محترم ابن سبیل صاحب (امام کعبہ) تشریف لائے تھے۔ بڑے اچھے آدمی ہیں مگر ان کے بیان پر حیرانگی ہوئی کہ انہوں نے یہ بیان کیوں دیا ہے؟ ان سے حکومت نے یہ بیان دلوایا کہ پاکستان میں سود کافی سالوں سے چلا آرہا ہے بٹن دبانے سے تو ختم نہیں ہوگا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ تجھے کیا مصیبت پڑی ایسا بیان دینے کی۔ تم اپنا موقف پیش کرو کہ اس کو جلد ختم کرو مگر جو حضرات باہر سے تشریف لاتے ہیں یہ ان کو مجبور کر کے اپنی مرضی کے مطابق الٹے سیدھے بیان دلواتے ہیں کیونکہ صراط مستقیم ان کو موافق نہیں ہے۔

تیسری صفت...... وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ چاہے عقیدے کے لحاظ سے منکر ہوں اور چاہے عقیدے کے لحاظ سے انکار نہ بھی کریں مگر تیاری تو بالکل نہیں ہے۔

۞۞۞

أُولَٰٓئِكَ لَمۡ

يَكُونُواْ مُعۡجِزِينَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنۡ أَوۡلِيَآءَۘ يُضَٰعَفُ لَهُمُ ٱلۡعَذَابُۚ مَا كَانُواْ يَسۡتَطِيعُونَ ٱلسَّمۡعَ وَمَا كَانُواْ يُبۡصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ يَفۡتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ هُمُ ٱلۡأَخۡسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَأَخۡبَتُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَنَّةِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٣﴾ ۞مَثَلُ ٱلۡفَرِيقَيۡنِ كَٱلۡأَعۡمَىٰ وَٱلۡأَصَمِّ وَٱلۡبَصِيرِ وَٱلسَّمِيعِۚ هَلۡ يَسۡتَوِيَانِ مَثَلًاۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوۡمِهِۦٓ إِنِّي لَكُمۡ نَذِيرٞ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَن لَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّا ٱللَّهَۖ إِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ أَلِيمٖ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ ٱلۡمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوۡمِهِۦ مَا نَرَىٰكَ إِلَّا بَشَرٗا مِّثۡلَنَا وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ هُمۡ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ ٱلرَّأۡيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمۡ عَلَيۡنَا مِن فَضۡلِۭ بَلۡ نَظُنُّكُمۡ كَٰذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَٰقَوۡمِ أَرَءَيۡتُمۡ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٖ مِّن رَّبِّي وَءَاتَىٰنِي رَحۡمَةٗ مِّنۡ عِندِهِۦ فَعُمِّيَتۡ عَلَيۡكُمۡ أَنُلۡزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمۡ لَهَا كَٰرِهُونَ ﴿٢٨﴾

اُولٰئِکَ لَمۡ یَکُوۡنُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ یہ لوگ ہیں عاجز نہیں کر سکتے زمین میں وَمَا کَانَ لَھُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ اور نہیں ہے ان کیلئے

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا ان کیلئے
عذاب مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وہ نہیں طاقت رکھتے سننے کی وَمَا كَانُوْا
يُبْصِرُوْنَ اور نہیں تھے وہ دیکھتے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یہی لوگ
ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ
اور گم ہو جائیگی ان سے وہ چیز جو وہ افتراء کرتے تھے لَا جَرَمَ ضرور بضرور اَنَّهُمْ
فِي الْاٰخِرَةِ بیشک وہ آخرت میں هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ بہت نقصان اٹھانے والے
ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل
کئے انہوں نے اچھے وَاَخْبَتُوْٓا اور جھکے وہ اِلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ جنت والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس
جنت میں ہمیشہ رہیں گے مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ مثال دونوں گروہوں کی كَالْاَعْمٰى
وَالْاَصَمِّ جیسے اندھا اور بہرہ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ اور دیکھنے والا اور سننے والا
هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا کیا یہ دونوں برابر ہیں مثال میں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم
نصیحت حاصل نہیں کرتے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول
بنا کر نوح علیہ السلام کو اِلٰى قَوْمِهٖٓ ان کی قوم کی طرف اِنِّيْ لَكُمْ بیشک میں
تمہارے لئے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ یہ کہ
نہ عبادت کرو تم مگر اللہ تعالیٰ کی اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ بیشک میں خوف کھاتا ہوں
تم پر عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ دردناک دن کے عذاب سے فَقَالَ الْمَلَاُ پس

کہا سرداروں نے الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ جنہوں نے کفر کیا تھا ان کی قوم میں سے مَا نَرٰىكَ ہم نہیں دیکھتے آپ کو اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا مگر اپنے جیسا انسان وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اور ہم نہیں دیکھتے آپ کو کہ تیری پیروی کی ہو اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا مگر وہ لوگ جو ہم میں سے کمی ہیں بَادِیَ الرَّاْیِ سرسری رائے والے وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تمہیں جھوٹا قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے یٰقَوْمِ اے میری قوم اَرَءَیْتُمْ بتاؤ تم اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ اور دی اس نے مجھے رحمت اپنی طرف سے فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ اور وہ مخفی ہو گئی تم پر اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کیا ہم لازم کر دیں گے تم پر وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ حالانکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔

اس سے پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ ظالم وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ یہ لوگ ہیں عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو زمین میں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے زلزلہ لے آئے، سیلاب لے آئے اور کوئی عذاب بھیج کر تباہ کر دے۔ جن علاقوں میں سیلاب آیا ہے ان کو جا کر دیکھو کس طرح ان کا کچومر نکلا ہے وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا حمایتی۔ اللہ تعالیٰ سے ورے کوئی ساز گار نہیں ہے، کوئی مددگار نہیں ہے ان کی کون مدد کرے گا؟ یُضٰعَفُ

لَهُمُ الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا ان کیلئے عذاب قیامت والے دن، اسلئے کہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکے اور دوسروں کو بھی روکا مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وہ طاقت نہیں رکھتے حق بات سننے کی وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ اور نہیں تھے وہ دیکھتے حق کی نشانیوں کو۔ اب دیکھو زلزلہ آیا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ صدر وزیر اعظم توبہ کرتے اور ساری قوم توبہ کرتی لیکن کوئی ٹس سے مس تک نہیں ہوا۔ نہ حکمران، نہ قوم سب کا پرنالہ وہیں ہے جہاں تھا۔ اللہ تعالیٰ نافرمانیوں سے بچائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

قیامت والے دن مشرک پچھتائیں گے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور کجی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے منکر ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یہی لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور گم ہو جائیگی ان سے وہ چیز جو وہ افتراء کرتے تھے۔ آج تو کہتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [سورۃ یونس] "یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔" اور کہتے ہیں کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [سورۃ زمر] "ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر اس لئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔" مگر قیامت والے دن کوئی ان کے کام نہیں آئے گا ان کے سارے دعوے اور گمان کافور ہو جائیں گے لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ ضرور بضرور بیشک وہ آخرت میں هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

آج تو یہ لوگ دنیا کے نشے میں مدہوش ہیں اس لئے ان کو نفع نقصان کا کوئی احساس نہیں ہو رہا جب دنیا کا نشہ اترے گا تو پھر معلوم ہوگا کہ ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ڈاکٹر آپریشن کے وقت یا تو سارے جسم کو بے ہوش کرتے ہیں یا اس جگہ کو سُن کرتے ہیں جہاں سے آپریشن کرنا ہوتا ہے۔ پھر آدمی کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے؟ جب وہ نشہ اترتا ہے تو درد شروع ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ میرا بازو کٹ گیا ہے یا ٹانگ کٹ گئی ہے، پیٹ چاک کیا ہے۔ دنیا کی محبت کا نشہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ جس وقت عزرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے جان نکالیں گے تو معلوم ہوگا کہ میں کیا کرتا رہا ہوں۔ اس کے بعد جب قبر میں اندھے اور بہرے فرشتے ہتھوڑوں سے پٹائی کریں گے تو معلوم ہوگا کہ کیا نقصان کر کے آیا ہوں۔ پھر حشر والے دن پتہ چلے گا کہ نقصان کر کے آیا ہوں یا نفع کما کے لایا ہوں۔ قرآن کریم کا طریقہ کار ہے کہ اگر مجرموں کی سزا کا ذکر کرتا ہے تو اس کے برعکس مومنوں کی جزا کا بھی ذکر کرتا ہے کیونکہ بِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ ''چیزیں اپنی ضد سے واضح ہوتی ہیں۔'' دونوں چیزیں سامنے ہوں تو پھر حقیقت کھلتی ہے کہ نیکی کیا ہے بدی کیا ہے، ایمان کیا ہے کفر کیا ہے، جنت کیا ہے دوزخ کیا ہے، راحت کیا ہے آرام کیا ہے۔

کافروں کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجمالاً ذکر کرتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے۔ یعنی محض مومن ہونے کے دعویدار ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ عمل بھی کرتے ہیں وَاَخْبَتُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اور جھکے وہ اپنے رب کی طرف۔ ہر وقت ان کا اپنے رب کیساتھ تعلق ہے، نمازوں میں، روزوں میں، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں، حلال حرام کی تمیز کرنے میں رب تعالیٰ کا حکم دیکھتے ہیں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ جنت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہونے کے بعد هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں

گے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کا تقابل ایک مثال کے ذریعے کیا ہے۔
فرمایا مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ مثال دونوں گروہوں کی جیسے اندھا اور بہرہ
اس کے مقابلے میں وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ اور دیکھنے والا اور سننے والا هَلْ يَسْتَوِيٰنِ
مَثَلاً کیا یہ دونوں برابر ہیں مثال میں۔ ایک اندھا ہے اور ایک دیکھنے والا ہے، ایک بہرہ
ہے اور ایک سننے والا ہے۔ کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اسی طرح تم سمجھ لو کہ مومن اور
کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ آگے اللہ
تعالیٰ نے کئی واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ نوح علیہ السلام کا، ہود علیہ السلام کا، صالح علیہ
السلام کا، ابراہیم علیہ السلام کا، لوط علیہ السلام کا، شعیب علیہ السلام کا کہ ایک طرف حق
والے ہیں اور دوسری طرف باطل والے ہیں ان واقعات کے ضمن میں حق والوں کا نتیجہ
دیکھ لو اور باطل والوں کا حشر دیکھ لو۔ ارشاد ربانی ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ اور
البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول بنا کر نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف۔

''مفتاح السعادہ'' تاریخ کی کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کا نام
عبدالغفار تھا قوم کی حالت پر نوحہ کرتے کرتے نوح پڑ گیا۔ ان کے والد کا نام نمط تھا اور وہ
بھی پیغمبر تھے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو تبلیغ کی۔ چنانچہ سورۃ عنکبوت
میں ہے فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ''پس ٹھہرے وہ ان کے درمیان
ایک ہزار سال سے پچاس سال کم۔'' اور دعوت دیتے رہے۔ سورت نوح میں ہے اِنِّيْ
دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ''میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔'' ہر رات تبلیغ
کرتے تھے اور ہر دن تبلیغ کرتے تھے۔ اور آیت نمبر ۸-۹ میں ہے ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ
جِهَارًا ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ''پھر بیشک میں نے انکو برملا

دعوت دی پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔'' اگلے رکوع میں آئے گا ان اللہ تعالیٰ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ''اور نہیں ایمان لائے اس کیساتھ مگر بہت تھوڑے لوگ۔''

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کی تعداد :

کسی تفسیر میں ۸۰ کا ذکر آتا ہے، کسی میں بیاسی کا، کسی میں ۸۴، کسی میں ۹۰، کسی میں ۹۴، ۱۰۰ کی تعداد بھی پوری نہیں ہوتی۔ پھر افسوس کی بات ہے کہ نوح علیہ السلام کی بیوی جس کا نام واعلہ تھا وہ بھی ایمان نہیں لائی اور بیٹا جس کا نام جان اور لقب کنعان تھا وہ بھی ایمان نہیں لایا۔ باقی تین بیٹے حام، سام اور یافث مومن تھے رحمھم اللہ تعالیٰ۔ اور بیٹی کوئی نہیں تھی انہیں تین بیٹوں سے آگے نسل چلی ہے۔ سورت صفّت آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ''اور کر دیا ہم نے ان کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے۔'' نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ بیشک میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں کھول کر۔ لگی لپٹی گول مول بات نہیں کرتا کہ میں تمہیں اندھیرے میں رکھوں۔ کیونکہ بات کھلی اور صاف ہو تو پھر ہی سمجھ آتی ہے اور سب سے پہلی بات جو میں نے تمہارے سامنے کرنی ہے وہ یہ ہے اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ تعالیٰ کی۔

تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید :

اور دنیا میں جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا پہلا سبق یہی تھا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود۔'' نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریاد

رس، نہ کوئی دستگیر، نہ کوئی خالق، نہ کوئی رازق، نہ کوئی مقنن قانون بنانے والا، نہ کوئی حاضر نہ کوئی ناظر، نہ کوئی مختار، نہ کوئی عالم الغیب، ان سب خوبیوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام پیغمبروں اور ولیوں نے توحید کا ہی سبق دیا ہے۔ بزرگوں کی کتابیں پڑھو تو معلوم ہو کہ انہوں نے کیا تعلیم دی ہے۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دو کتابیں مشہور ہیں ایک ''غنیۃ الطالبین'' بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ان کی نہیں ہے۔ وہ غلط کہتے ہیں بلکہ یہ انہی کی کتاب ہے اور دوسری ہے ''فتوح الغیب'' یہ عربی زبان میں تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا حکیم محمد صادق مرحوم کو انہوں نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے اور میرا مشورہ اس میں شامل ہے۔ اس کتاب میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اس کو ضرور پڑھو۔ حضرت کے ایک بیٹے کا نام عبدالرزاقؒ تھا۔ یہ بڑے اکابر محدثین میں سے تھے اور ایک کا نام عبد الوہاب تھا۔ یہ اتنے بڑے عالم تو نہیں تھے مگر ولی کامل کے بیٹے اور بڑے پارسا آدمی تھے۔ آخری مقالے میں لکھا ہے کہ حضرت کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے کہنے لگے ابا جی! دنیا سے جا رہے ہو مجھے کوئی وصیت کر دو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا اَلتَّوْحِیْد ، اَلتَّوْحِیْد ، اَلتَّوْحِیْد۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ بزرگوں نے کیا تعلیم دی ہے۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کا پہلا سبق ہی یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی یہی سبق دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر دردناک دن کے عذاب کا فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ پس کہا سرداروں نے جنہوں

نے کفر کیا تھا ان کی قوم میں سے۔ یعنی نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے لوگوں نے ان کا جواب دیا مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ہم نہیں دیکھتے تمہیں کو مگر اپنے جیسا انسان کہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہو، لباس پہنتے ہو، بازاروں میں چلتے پھرتے ہو، بیوی بچے رکھتے ہو، یہ نبوت کا دعویٰ کیسے کر رہے ہو۔ کفار مشرکین ہمیشہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ انسان نبی نہیں بن سکتا منصب رسالت کیلئے کوئی فرشتہ، نوری مخلوق ہونی چاہئے۔

کفار مشرکین بشر کو نبوت کی اصل نہیں سمجھتے :

چنانچہ سورۂ قمر میں ہے فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ ''کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے میں سے ایک انسان کے پیچھے لگ جائیں۔ اگر ایسا کریں گے تو اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ہم اس وقت گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے۔'' تو بشر کا نبی بننا بڑا عجیب سمجھتے تھے اور اس مسئلے میں پرانے زمانے کے کافر اور موجودہ دور کے بدعتی برابر ہیں۔ وہ بشر مانتے تھے اور نبوت کا انکار کرتے تھے جب کہ یہ نبی مانتے ہیں اور بشریت کا انکار کرتے ہیں اور بنی نوع انسان سے نکال کر نوری مخلوق میں داخل کر دیا ہے اور پھر خود ہی نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ کا عقیدہ بنالیا ہے۔ وہ بھی گمراہ تھے اور یہ بھی گمراہ ہیں۔ جو شخص آنحضرت ﷺ کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ تو نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ ہم تجھے اپنے جیسا انسان دیکھتے ہیں تو نبی کیسے بن گیا؟ اور دوسرا اعتراض یہ کیا کہ وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا اور ہم نہیں دیکھتے آپ کو کہ تیری پیروی کی ہو مگر وہ لوگ جو ہم میں سے کمی ہیں، رزیل لوگ ہیں۔ اگر آپ کا اتباع امیر کبیر لوگ کرتے تو ہم آپ کے دعوے پر غور کر سکتے تھے مگر آپ کے متبعین تو کمی کمین لوگ ہیں لہذا ہم اعلیٰ خاندان والے تمہاری نبوت کو تسلیم نہیں کرتے اور صرف رذیل لوگ ہی نہیں بلکہ بَادِیَ الرَّاْیِ سرسری رائے

والے ہیں۔ کسی پختہ رائے کے مالک نہیں ہیں لہذا ایسے کمزور لوگوں نے جسکو نبی مانا ہو ہم اسے نبی ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ عموماً لوگوں نے مال و دولت، عہدہ اور حسب نسب کو ہی کمال کی بنیاد سمجھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کمال اور کامیابی کا معیار ایمان اور نیکی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَمَنْ لَّا یُحِبُّ ''بیشک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس کیساتھ محبت کرتا ہے وَلَا یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَلَا یُعْطِی الْاِیْمَانَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ اور ایک روایت میں ہے اور ایمان نہیں دیتا مگر اسکو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ تو اصل کمال تو ایمان اور دین ہے۔ اور مشرکین نے نوح علیہ السلام کو یہ بھی کہا وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت۔ تم ہم سے کسی طرح بھی بہتر نہیں ہو، نہ مال و دولت کے اعتبار سے، نہ نوکر چاکر اور جائیداد کے اعتبار سے بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تمہیں جھوٹا۔ ہمارے نزدیک تمہارا دعویٰ نبوت درست نہیں ہے۔ قَالَ نوح علیہ السلام نے فرمایا قوم کے اعتراضات کے جواب میں یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ اے میری قوم! بتاؤ تم اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰنِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِہٖ اور دی اس نے مجھے رحمت اپنی طرف سے۔

ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی وحی الٰہی کی وجہ سے ہمیشہ واضح راستے پر ہوتا ہے اور خصوصی رحمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت کے عظیم عہدے پر سرفراز فرمایا ہے۔ اور یہ

سب سے بڑا انعام خداوندی ہے اور بہت بڑی فضیلت ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا کر دے۔
فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر یہ انعامات ہوئے ہوں اور یقیناً ہوئے ہیں
فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اور یہ چیز تم پر مخفی ہوگئی ہو۔ ظاہر ہے کہ جس کا عقیدہ فاسد اور عمل باطل
ہے تو اس کے اندر باطنی روشنی ہی موجود نہیں ہے جس کے ذریعے وہ ان انعامات الٰہی کا
مشاہدہ کر سکے۔ اس میں وہ صلاحیت ہی موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے اسے کمالات نبوت
نظر آسکیں اور وہ نبی کے مرتبہ کو پہچان سکے۔ فرمایا اگر تم میرے واضح راستے اور مجھ پر ہو
نے والی خصوصی رحمت کا ادراک نہ کرو اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ کیا ہم لازم کر
دیں گے تم پر حالانکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔ یعنی تم خدا کی ہدایت اور اس کی رحمت کو پسند
ہی نہیں کرتے تو ہم کیسے زبردستی تمہیں چمٹادیں۔ اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔
جو نیت اور ارادہ کرے اور طالب ہو اسے دیتا ہے۔

۞۞۞

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی مال اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ نہیں ہے میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور نہیں میں دھکیلنے والا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ بیشک وہ ملنے والے ہیں اپنے پروردگار سے وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ اور لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ تم لوگ جاہل ہو وَيٰقَوْمِ مَنْ

يَّنۡصُرُنِيۡ مِنَ اللّٰهِ اور اے میری قوم کون میری مدد کریگا اللہ تعالیٰ کے سامنے اِنۡ طَرَدۡتُّهُمۡ اگر میں نے ان کو دھکیل دیا اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ اور میں نہیں کہتا تم سے عِنۡدِيۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ اور نہیں جانتا میں غیب وَلَاۤ اَقُوۡلُ اِنِّيۡ مَلَكٌ اور میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں وَّلَاۤ اَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ اور میں نہیں کہتا ان لوگوں کو تَزۡدَرِيۡۤ اَعۡيُنُكُمۡ جنہیں تمہاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں لَنۡ يُّؤۡتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيۡرًا کہ ان کو ہرگز نہیں دیگا اللہ تعالیٰ خیر اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا فِيۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو ان کے نفسوں میں ہے اِنِّيۡۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بیشک میں اس وقت البتہ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤں گا قَالُوۡا کہا نوح علیہ السلام کی قوم نے يٰـنُوۡحُ قَدۡ جٰدَلۡتَنَا اے نوح تو نے جھگڑا کیا ہے ہمارے ساتھ فَاَكۡثَرۡتَ جِدَالَنَا پس بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ پس لے آتو ہمارے پاس وہ چیز جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ اگر ہے تو سچوں میں سے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے اِنَّمَا يَاۡتِيۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ بیشک لائیگا اس کو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ اِنۡ شَآءَ اگر وہ چاہے وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ اور تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے وَلَا يَنۡفَعُكُمۡ نُصۡحِيۡۤ اور نہیں فائدہ دے گی تمہیں میری نصیحت اِنۡ اَرَدْتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَـكُمۡ جو میں چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں اِنۡ كَانَ اللّٰهُ يُرِيۡدُ اگر ہے اللہ تعالیٰ چاہتا اَنۡ يُّغۡوِيَكُمۡ کہ تمہیں

گمراہ کردے ھُوَ رَبُّكُمْ وہی تمہارا رب ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ کیا یہ کہتے ہیں کہ گھڑ لایا ہے یہ اس قرآن کو قُلْ آپ فرمادیں اِنِ افْتَرَيْتُهٗ اگر میں نے اس کو گھڑا ہے فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ پس مجھ پر ہی ہے میرا گناہ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ اور میں بری ہوں ان گناہوں سے جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔

پیغمبر کی مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے :

اس سے پچھلی آیت کریمہ میں تھا کہ میں تمہیں زبردستی ہدایت نہیں دے سکتا کہ تمہارے جی ناپسند کرتے ہوں۔ اور اگر تمہارے ذہن میں یہ بات ہو کہ میں اس تبلیغ سے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو یہ بات بھی تم ذہن سے نکال دو وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اور اے میری قوم! میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی مال کہ میں جو تمہیں خدا کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہاری جو خیر خواہی کر رہا ہوں اس کا میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ نہیں ہے میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے۔ جس مالک کی خوشنودی اور رضا کیلئے فریضہ تبلیغ انجام دے رہا ہوں میرا معاوضہ اسی کے پاس ہے اور وہی سب سے بہتر اجر ہوگا۔

ہر دور کے وڈیروں نے غرباء کو اچھا نہیں سمجھا :

ہر نبی کے دور میں اس وقت کے سرداروں اور چودھریوں نے یہ بات کہی کہ تمہارے پیچھے لگنے والے غریب لوگ ہیں ان کی موجودگی میں ہم تمہاری مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے۔ لہٰذا ان کمی لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں کیونکہ ان کے برابر بیٹھنے سے ہماری ہتک

ہوتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور نہیں میں دھکیلنے والا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ ان کو میں اپنی مجلس سے اس لئے اٹھا دوں کہ بڑے لوگ میری بات سنیں، یہ نہیں ہوسکتا۔ یہی مطالبہ مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ سے کیا تھا کہ ہم آپ کی بات سننے کیلئے آئے ہیں مگر ہماری شرط یہ ہے کہ آپ ان کمی قسم کے لوگوں حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب بن ارت، حضرت عمار، حضرت یاسر، حضرت ابو مکیہ، حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت نے یہ گوارا نہ کیا اور فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ''اور مجلس سے دھکیل کر نہ نکال ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو پہلے پہر اور پچھلے پہر يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا۔'' تو نوح علیہ السلام نے غرباء کو مجلس سے نکالنے سے انکار کر دیا کہ میں ان لوگوں کو مجلس سے نکالنے والا نہیں ہوں جو ایمان لا چکے ہیں اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ بیشک وہ ملنے والے ہیں اپنے پروردگار سے۔ وہ اگرچہ غریب ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مقبول ہیں وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ اور لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں تم لوگ جاہل ہو۔ کہ اس قسم کے بیہودہ مطالبات پیش کرتے ہو۔ اہل ایمان کو حقیر سمجھنا جہالت کی بات ہے۔ ہاتھ سے کام کرنا تو قابل قدر بات ہے۔ عربی کا مقولہ ہے اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ ''کمائی کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کا پیارا ہے۔'' ان کو حقیر سمجھنا حماقت ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ من اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اور اے میری قوم کون میری مدد کریگا اللہ تعالیٰ کے سامنے اگر میں نے ان کو دھکیل دیا کہ قیامت والے دن پروردگار نے فرمایا کہ تو نے ان اہل ایمان کو مجلس سے کیوں اٹھایا تھا تو میری جگہ کون جواب دے گا؟ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت نہیں

حاصل کرتے۔ ہر زمانے کے مشرکوں نے پیغمبروں پر یہ بھی اعتراض کیا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو تم پیغمبر کس طرح بن گئے؟ نہ تیرے پاس کوئی مال و دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے کہلوایا وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور مجھے حکم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھاؤں میں نے تو مال اور خزانوں کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ خزانوں کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ اور نہیں جانتا میں غیب۔ غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مخلوق میں سے کوئی بھی غیب دان نہیں ہے وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ اور میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں کہ کھانے پینے، پہننے اور بیوی بچوں سے پاک ہوں بلکہ مجھے تو تمام لوازمات بشریت کی ضرورت ہے وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْٓ اَعْیُنُكُمْ اور میں نہیں کہتا ان لوگوں کو جنہیں تمہاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا کہ ان کو ہرگز نہیں دیگا اللہ تعالیٰ خیر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے تو وہ ان کو بہتری اور کامیابی عطا کرے گا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو ان کے نفسوں میں ہے۔ اخلاص ہے۔ نفاق ہے، ان کی نیت کھوٹی ہے کھری ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس کا بدلہ بھی اسی نے دینا ہے میری اس معاملہ میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہم نے تو ظاہر کو دیکھنا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ سے آراستہ ہے تو وہ ہمارا ساتھی ہے ہم اسے اپنی مجلس سے نہیں اٹھائیں گے اگر میں اس خیال سے غرباء کو اپنی مجلس سے نکال دوں کہ اس طرح امیر لوگ ایمان لے آئیں گے تو ایسا کرنے میں اِنِّیْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ بیشک میں اس وقت ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ امیری اور غریبی کا تعلق ایمان کیساتھ نہیں ہے۔ جو ایمان قبول کرے گا وہ فیض حاصل کریگا خواہ غریب ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ

تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ آدمی ہوگا اور جو ایمان قبول نہیں کریگا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے چاہے کتنا مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث پاک میں آتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس کیساتھ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کیساتھ محبت نہیں کرتا اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا معیار ایمان ہے، دین ہے، دنیا نہیں ہے۔تو یہ غریب ایماندار ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں اگر میں ان کو اپنی مجلس سے نکالوں گا تو ظالم ہو جاؤں گا لہذا میں ایسا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔

مشرک شرک چھوڑنے کی بجائے عذاب کو ترجیح دیتے ہیں :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو طوفان آنے سے پہلے ساڑھے نوسو سال تبلیغ فرمائی۔صبح اور شام، تنہائی میں بھی اور اجتماعات میں بھی، ظاہراً بھی اور سرّاً بھی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر قوم نے جواب دیا قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا کہا نوح علیہ السلام کی قوم نے اے نوح! تو نے جھگڑا کیا ہے ہمارے ساتھ یعنی بحث تکرار کیا ہے فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا پس بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے یعنی جھگڑے کو طول دیا ہے۔ہمیں تبلیغ کرتے کرتے صدیاں گزر گئیں ہیں اب ہم ایسی باتوں کو مزید سننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔اب یہ بحث بند ہونی چاہئے اور حتمی بات کرو فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا پس لے آتو ہمارے پاس وہ چیز جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے یعنی جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو وہ لے آؤ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر ہے تو سچوں میں سے۔کہ قیامت آنے والی ہے اور عذاب نازل ہونے والا ہے۔ہم تمہاری خالی دھمکیوں سے مرعوب ہونے والے نہیں ہیں۔اندازہ لگاؤ کہ ان کی طبیعتیں کیسی مسخ ہو چکی تھیں کہ خدا کے عذاب کا خود مطالبہ کرتے ہیں۔

مشرکین مکہ نے بھی آنحضرت ﷺ سے اسی قسم کا مطالبہ کیا تھا اِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ ''جب کہا انہوں نے اے اللہ! اگر یہ بات حق ہے تیری طرف سے ہے فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تو پھر برسا دے ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ [سورۃ الانفال:۳۲] ''یا لے آ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب۔'' اور سورت شعراء آیت نمبر ۱۸۷ میں ہے فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ''پس گرا ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر ہے تو سچوں میں سے۔'' غرضیکہ ضد اور ہٹ دھرمی تمام مشرکین کا قدیم شیوہ ہے۔ قوم کے عذاب کے مطالبے پر نوح علیہ السلام نے فرمایا قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْکُمْ بِہِ اللّٰہُ اِنْ شَآءَ فرمایا بیشک لائیگا اس کو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ اگر وہ چاہے گا، یہ چیز میرے اختیار میں نہیں ہے وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اور تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تم اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ جب اس کا عذاب آئیگا تو وہ ٹالا نہیں جائیگا۔ جب بھی کسی پیغمبر کی قوم نے اس قسم کا مطالبہ کیا تو ہر نبی نے یہی جواب دیا کہ یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ ہمارا کام تو اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ بھی فرمایا وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اور نہیں فائدہ دے گی تمہیں میری نصیحت جو میں چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں یعنی مزید۔ کیونکہ اس سے پہلے ساڑھے نو سو سال تو نصیحت کرتے رہے اِنْ کَانَ اللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ اگر ہے اللہ تعالیٰ چاہتا کہ تمہیں گمراہ کر دے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی وعظ تبلیغ اور نصیحت مفید نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جو لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، عناد

اور تعصب سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے نہ جبراً وہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ جبراً ہدایت دیتا ہے۔ بلکہ ہدایت اور گمراہی کے اسباب انسان خود پیدا کرتا ہے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میری نصیحت تم پر کارگر ثابت نہیں ہوسکتی اگر اللہ تعالیٰ ہی تمہیں گمراہی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہے۔ گمراہ کردے هُوَ رَبُّكُمْ وہی تمہارا رب ہے۔ سارا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے کسی کو ہدایت دے یا گمراہ رکھے ضابطہ کے مطابق۔ پھر تم ہدایت پر ہو یا ضلالت پر وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کافر یہ الزام بھی لگاتے تھے کہ یہ قرآن خود گھڑ لایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰهُ کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ گھڑ لایا ہے اس قرآن کو قُلْ آپ کہہ دیں اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ اگر میں نے اس کو گھڑا ہے پس مجھ پر ہی ہے میرا گناہ۔ اس کا گناہ میرے اوپر ہوگا میں ہی اس کا ذمہ دار ہوں اور اس کا خمیازہ بھگتوں گا وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ اور میں بری ہوں ان گناہوں سے جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔ تمہارے گناہوں کا حساب میں نے نہیں دینا تم نے اپنے گناہوں کا حساب خود دینا ہے۔

اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت کریمہ کا تعلق نوح علیہ السلام کیساتھ ہی ہے۔ گذشتہ سے پیوستہ درس میں گزر چکا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ''بلکہ ہم تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔'' تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح علیہ السلام! آپ کہہ دیں اگر تم اسے افترا سمجھتے ہو تو اس جرم کا ذمہ دار میں ہی ہوں اور حق کی تکذیب کر کے جن جرائم کا ارتکاب تم کر رہے ہو اس کے ذمہ دار تم ہو گے میں ان سے بری الذمہ ہوں۔

اور دوسری تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کا شکوہ کیا ہے۔ نزول قرآن کے زمانے میں مشرکین کا بھی یہی حال تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا تھا۔ وہ بھی کہتے تھے کہ یہ قرآن مجید محمد ﷺ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے یہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ یہ مضمون اس سورت میں بھی اور سورت یونس اور بقرہ میں بھی گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مشرکین کو چیلنج کیا کہ اگر تم اس قرآن کو خود ساختہ سمجھتے ہو اور اسے انسانی کلام سے تعبیر کرتے ہو تو پھر تم بھی آخر انسان ہو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ مگر قرآن نے خود واضح کر دیا کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ سارے انسان اور جن مل کر بھی قرآن پاک کی نظیر لانا چاہیں تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔ فرمایا اگر تم ایسا نہ کر سکو فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ [سورۃ البقرہ] تو دوزخ کی آگ سے ڈر جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ بات سمجھانے کا یہ نہایت ہی حکیمانہ انداز ہے کہ اگر میں نے کوئی جرم کیا ہے تو اس کا میں ذمہ دار ہوں اور تم اپنے گناہوں کے خود ذمہ دار ہو گے میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف سے اس قسم کا جواب حق پرستی کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

۞۞۞

وَ اُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اور وحی کی گئی نوح علیہ السلام کی طرف اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ کہ بیشک ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ مگر وہ جو ایمان لاچکے ہیں فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ پس آپ غمگین نہ ہوں ان کاموں پر جو وہ کررہے ہیں وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا اور تیار کر کشتی ہمارے سامنے وَوَحْيِنَا اور ہمارے حکم سے وَلَا تُخَاطِبْنِيْ اور میرے ساتھ بات نہ کرنا فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا ہے اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ بیشک وہ غرق کیے جائیں گے وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ اور وہ

بناتے تھے کشتی وَ کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ اور جب بھی گزرتا تھا ان پر کوئی گروہ مِّنْ قَوْمِهٖ ان کی قوم کا سَخِرُوْا مِنْهُ تو ٹھٹھا کرتے تھے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا اگر تم ٹھٹھا کرتے ہو ہمارے ساتھ فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ پس بیشک ہم بھی تمہاری ہنسی اڑائیں گے كَمَا تَسْخَرُوْنَ جس طرح تم ہنسی اڑاتے ہو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ کہ کس کے پاس آتا ہے عذاب يُّخْزِيْهِ جو رسوا کرے وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور کس پر لازم ہوتا ہے دائمی عذاب حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا یہاں تک کہ جب آیا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور جوش مارا تندور نے قُلْنَا کہا ہم نے احْمِلْ فِيْهَا سوار کر اس کشتی میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ہر قسم کے جوڑے کو وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر والوں کو اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مگر وہ کہ جن پر پہلے بات طے ہو چکی ہے وَمَنْ اٰمَنَ اور جو ایمان لائے وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ اور نہیں ایمان لائے ان پر مگر بہت تھوڑے۔

پچھلے سبق میں تم پڑھ اور سن چکے ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا اے نوح! (علیہ السلام) تو نے ہمارے ساتھ بڑا جھگڑا کیا ہے، انتہا ہو گئی ہے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ''پس لے آتو ہمارے پاس وہ عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اگر ہے تو سچوں میں سے۔'' آگے اس عذاب کا ذکر ہے جس کیلئے وہ جلدی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اور وحی کی گئی نوح علیہ السلام کی طرف اور ان پر یہ بات بھی واضح کر دی گئی کہ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ کہ

بیشک ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔ اسّی یا بیاسی افراد، ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بڑی تکلیفیں برداشت کیں :

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ جب نوح علیہ السلام اپنی قوم کو خدا کا پیغام پہنچاتے تو وہ آپ کو مارنا پیٹنا شروع کر دیتے۔

ایک دفعہ آپ تبلیغ کر رہے تھے کہ ایک بوڑھے آدمی نے اٹھ کر آپ کا گلا دبا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض اوقات آپ کو دھومویا کر کے کسی نمدے میں لپیٹ کر کہیں پھینک دیتے اور سمجھتے کہ اب آپ کی جان نہیں بچ سکتی۔ مگر دوسرے دن پھر نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے ہوئے دیکھتے۔ ایک دفعہ لاٹھی کے سہارے چلنے والے ایک بوڑھے آدمی نے اپنے جوان بیٹے سے کہا کہ اس بوڑھے دیوانے (نوح علیہ السلام) کی باتوں میں نہ آنا۔ بیٹے نے وہی لاٹھی باپ کے ہاتھ سے لیکر نوح علیہ السلام کے سر پر اس زور سے ماری کہ آپ لہولہان ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد جب ہوش میں آتے تو یہی دعا کرتے رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ "خداوند کریم میری اس قوم کو معاف کر دے کہ یہ نادان ہیں۔" پھر جب حالات زیادہ سنگین ہو گئے، زمین ظلم سے بھر گئی اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ بھی فرما دیا کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لائے گا تو نوح علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ پس آپ غمگین نہ ہوں ان کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں۔ اب انصاف کا وقت قریب آ چکا ہے ان

سے انتقام لیا جائے گا۔اس پر نوح علیہ السلام نے دعا کی اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ [سورۃ قمر:۱۰] ''بیشک میں عاجز ہوں پس میرا بدلہ لے۔''اور سورت نوح میں بھی آپ علیہ السلام کی دعا مذکور ہے وَقَالَ نُوْحٌ ''اور کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۔اے میرے پروردگار نہ چھوڑ زمین پر کافروں کا ایک گھر بسنے والا۔'' کیونکہ ان میں اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔کیونکہ یہ دعا نوح علیہ السلام نے اس وقت کی جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتا دیا کہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا اور تیار کر کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے وَوَحْیِنَا اور ہمارے حکم سے۔

اس کشتی کی بہت سی تفصیلات تورات اور قرآن کریم کی تفاسیروں میں ملتی ہیں۔یہ کشتی اتنی بڑی تھی کہ تمام مومن مرد،عورتیں اور دیگر جاندار اس میں سوار ہو گئے۔توریت کے مطابق نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ گوکھر کی لکڑی سے کشتی تیار کرو۔عام تفسیروں والے ساگوان کی لکڑی کا ذکر کرتے ہیں جو کہ بہت مضبوط ہوتی ہے۔ممکن ہے گوکھر اور ساگوان ایک ہی درخت کے دو نام ہوں۔

پیمائش کشتی نوح علیہ السلام :

محققین کی تحقیق کے مطابق کشتی تین سو ہاتھ لمبی پچاس ہاتھ چوڑی تیس ہاتھ بلند تھی۔اس کی تین منزلیں تھیں۔ایک منزل پر جانور تھے،دوسری پر سامان اور تیسری پر انسان سوار ہوئے۔لمبائی چوڑائی کے اعتبار سے یہ کشتی اتنی بڑی تھی جتنا بڑا پاکستانی جہاز سفینہ حجاج تھا۔یہ جہاز جرمنی کا بنا ہوا تھا جرمنی فوج اسے نقل وحمل کیلئے استعمال کرتی رہی جب پاکستان کی تحویل میں آیا تو یہ حاجیوں کی نقل وحمل کیلئے کراچی اور جدہ کے درمیان چلتا

رہا۔ کچھ عرصہ قبل اسے ناقابل سروس قرار دیکر ضائع کر دیا گیا ہے۔اس جہاز کی گیارہ منزلیں تھیں جبکہ کشتی کی تین منزلیں تھیں۔ بہرحال اس کشتی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑکیاں اور روشن دان بھی بنائے گئے۔ بہرحال کشتی تیار ہوگئی اور پھر اس کیساتھ دو واقعات پیش آئے جن کا ذکر آگے آئیگا جو اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے مطابق تھے۔اس کشتی کو اللہ تعالیٰ نے پچھلوں کیلئے باعث عبرت بنادیا اور یہ ہمیشہ یادرکھی جائے گی۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی جیسی ہے اور میرے صحابہ کی مثال ستاروں جیسی ہے۔ان دونوں گروہوں کو نظرانداز نہ کرو۔اہل بیت کی کشتی پر سوار ہو جاؤ یعنی اہل بیت کیساتھ مل جاؤ۔جیسا کہ نوح علیہ السلام کی امت کے مومن آپ کیساتھ سوار ہو کر مل گئے تھے اور جسطرح تاریکی میں ستاروں سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح تم میرے صحابہ سے راہنمائی حاصل کرو۔

پھر نوح علیہ السلام کو حکم ہوا وَلَا تُخَاطِبْنِی فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اور میرے ساتھ بات نہ کرنا ان لوگوں کے بارے میں جنہوں۔نے ظلم کیا ہے۔آپ کی نبوت ورسالت کو تسلیم نہیں کیا اور آپ کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔وہ ظالم لوگ ہیں کفر شرک میں مبتلا ہیں ان کے متعلق مجھ سے کوئی سفارت نہ کرنا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ بیشک وہ غرق کئے جائیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ اور نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی بناتے تھے اور اس دوران وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ اور جب بھی گزرتا تھا ان پر کوئی گروہ ان کی قوم کا سَخِرُوْا مِنْهُ تو ٹھٹھا کرتے تھے کہ دیکھو پیغمبر سے بڑھئی بن گئے۔کبھی نوح علیہ السلام سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ نوح علیہ السلام فرماتے کہ ایک گھر بناتا ہوں جو پانی پر چلے گا اور ڈوبنے سے بچائے گا۔وہ سن کر

ہنسی اڑاتے کہ خشک زمین پر ڈوبنے کا بچاؤ کر رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے
کرلو مذاق جب غوطے کھاؤ گے اور تمہارے ہوش وحواس اُڑے ہوئے ہونگے، چیخو گے،
چلاؤ گے، ایک دوسرے کو بلاؤ گے اس وقت ہم بھی تمہارے ساتھ مسخرہ کریں گے کہ کیا
حال ہے، کیا بنا ہے؟ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فرمایا نوح علیہ السلام نے اگر تم ٹھٹھا کرتے
ہو ہمارے ساتھ فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ پس بیشک ہم بھی تمہاری ہنسی
اڑائیں گے جسطرح تم ہنسی اڑاتے ہو۔ پس تم نادان ہو وہ وقت تمہاری آنکھوں کے
سامنے نہیں ہے جو رب تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے وحی کے مطابق کہ وہ بڑا مشکل وقت ہوگا
کوئی کسی کا رشتہ دار نہیں بنے گا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ يَّاْتِيْهِ
عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ کہ کس کے پاس آتا ہے عذاب جو رسوا کرے وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ
مُّقِيْمٌ اور کس پر لازم ہوتا ہے دائمی عذاب۔ یہ مادہ جب ضَرَبَ يَضْرِبُ سے آئے تو معنیٰ
ہوتا ہے واجب اور لازم ہونا اور اگر حَلَّ يَحُلُّ نَصَرَ سے آئے تو معنیٰ ہوتا ہے اترنا۔ اور
یہاں ضَرَبَ سے ہے لازم اور واجب ہونے کے معنیٰ میں۔ اور وہ عذاب ایسا دائمی ہوگا
کہ کبھی ختم نہیں ہوگا دنیا میں پھر برزخ قبر میں پھر میدان حشر میں پھر پل صراط سے گزرتے
وقت پھر دوزخ میں۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا یہاں تک کہ جب آیا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور
جوش مارا تندور نے، ابلا تندور۔

عکرمہؒ شاگرد ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تندور سے
مراد وَجْهُ الْاَرْض سطح زمین ہے۔ اور عربی میں تنور کے معنیٰ سطح زمین کے بھی آتے ہیں
لیکن یہ تفسیر غلط ہے۔ صحیح تفسیر وہ ہے جو جمہور کرتے ہیں کہ تندور سے مراد وہی تندور ہے
جس میں لوگ روٹیاں پکاتے ہیں۔ عربی میں بھی اس کو تندور کہتے ہیں، فارسی میں بھی اس کو

تندور کہتے ہیں، اردو پنجابی میں بھی اور پشتو میں بھی اس کو تندور کہتے ہیں۔ یہ تَوَارُدُ اَلْسِنَہ ہے۔ مختلف زبانوں میں یہ لفظ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علامت مقرر کی گئی تھی کہ تمہارے گھر میں جو تندور ہے اس سے جب پانی ابلنا شروع ہو تو تم سامان کشتی کے اوپر چڑھانا شروع کر دینا۔ چنانچہ جب وہ وقت آیا کہ تندور نے جوش مارا قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا کہا ہم نے نوح علیہ السلام کو سوار کر اس کشتی میں۔

یہاں ایک گرائمر کا مسئلہ سمجھ لیں وہ یہ کہ ھا ضمیر مونث کی ہے اور فُلْک کا لفظ مذکر ہے۔ تو راجع مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہے اس کے متعلق مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں ھا ضمیر سفینہ کی نسبت سے ہے یعنی فلک سفینہ کی تاویل میں ہے۔ سوار کریں آپ اس سفینہ میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ہر قسم کے جوڑے کو۔ زَوْجَيْن کے بعد اثْنَيْنِ کے لفظ کا اضافہ اس لئے کیا کہ اگر اثنین کا لفظ نہ لاتے تو زوجین کا معنیٰ چار ہوتا کیونکہ زوج کا معنیٰ جفت ہے تو زَوْجَيْن دو جفت ہوئے۔ تو جفت کا معنیٰ چار ہوگا حالانکہ چار مراد نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دوسرے کو ساتھ ملا کر زوج بنانے والا۔ اس لئے اثنین کا لفظ بڑھا کر واضح کیا کہ دو مراد ہیں نر اور مادہ کہ ہر نوع کا نر مادہ سوار کر لیں۔ چنانچہ تفسیروں میں موجود ہے کہ کتا کتی سوار کیے گئے، بلا بلی، چوہا چوہی سوار کیے گئے، خنزیر نر مادہ سوار کیے گئے، گھوڑا گھوڑی، گدھا گدھی، بکرا بکری وغیرہ نر مادہ سوار کیے گئے لیکن نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو جو مشرک تھا سوار نہیں کیا گیا۔ انسان جب انسان ہوتا ہے تو تمام مخلوق سے بہتر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ [سورت بینہ: ۷] ''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے یہ لوگ

بہترین مخلوق ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ انسان انسان ہو تو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ انسان انسانیت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑی فضیلت دی ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ [بنی اسرائیل: ۷۰] ''اور البتہ تحقیق ہم نے عزت بخشی ہے اولاد آدم کو۔'' اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو بڑی فضیلت دی ہے لیکن جب انسان انسانیت سے گر جاتا ہے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ [بینۃ: ۶] ''بیشک وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب اور مشرکوں میں سے ان کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس میں رہیں گے یہ لوگ تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔'' کتے بلے چوہے خنزیر سے بھی بدتر ہیں کہ ان کو تو کشتی میں جگہ مل گئی مگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کو جگہ نہ ملی کہ انسانیت سے گر چکا تھا۔

کشتی نوحؑ میں کتنے آدمی سوار تھے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر مگر وہ کہ جن پر بات پہلے طے ہو چکی ہے۔ وہ کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا اور نوح علیہ السلام کی بیوی اور دیگر عزیز۔ وَمَنْ اٰمَنَ اور جو ایمان لائے ان کو بھی سوار کر۔ کتاب مقدس کے حصہ مکاشفہ، ملاکی عیقوق میں لکھا ہے کہ کشتی میں نوح علیہ السلام کے علاوہ صرف سات آدمی تھے تین ان کے بیٹے اور چار بہوئیں۔

لیکن قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے اور تفسیریں بھی بتلاتی ہیں کہ صرف سات آدمی نہیں تھے بلکہ اور بھی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کشتی میں سوار کر اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ اپنے اہل کو مگر وہ جن پر بات طے ہو چکی ہے ان کو نہیں وَمَنْ اٰمَنَ اور

ان کو بھی سوار کر جو ایمان لائے ہیں۔تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے بیٹوں اور بہوؤں کے علاوہ بھی کچھ لوگ تھے۔اور تفسیروں میں یہ لفظ بھی آئے ہیں رِجَالٌ وَنِسَآءٌ وَصِبْيَانٌ مرد بھی ،عورتیں بھی تھیں ، بچے بھی تھے۔اور یہ بھی تم پڑھ چکے ہو کہ نوح علیہ السلام کے مخالفین نے طعنہ دیا وَمَانَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّأْیِ ''اور ہم نہیں دیکھتے کہ تیرا اتباع کیا ہو مگر ان لوگوں نے جو ہم میں رذیل ہیں سرسری رائے والے ہیں۔'' اگر تمہاری بات صحیح ہوتی تو ہم سرداروں کو سمجھ نہ آتی۔ان کو کمی کہہ کر توہین کی۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ پیغمبر اشراف قوم میں سے ہوتے ہیں تا کہ کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ ہم نیچ قوم کے آدمی کی بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔تو اراذلنا کا جملہ بھی بتا رہا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی تھے کہ جن کی تعداد کسی معتبر تفسیر میں اسی سے زیادہ نہیں ملتی۔یہ ساڑھے نو سو سال کی کمائی تھی ان کو ضائع نہیں کرنا تھا اگر ہمارا مال ضائع ہو جائے تو ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ اتنی دیر کی محنت تھی جو ضائع ہو گئی۔بدر کے موقع پر آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز پڑھ کے سرخ رنگ کے خیمے میں داخل ہوئے جو چمڑے کا تھا اور ان الفاظ کیساتھ دعا کرتے رہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عَهْدَکَ وَوَعْدَکَ ''اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدے کا سوال کرتا ہوں کہ یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے۔'' ۱۳ سال مکہ کے اور تقریباً دو سال مدینہ منورہ کے۔اگر یہ ہلاک ہو گئے لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْیَوْمَ ''تیری خالص عبادت آج کے بعد نہیں ہو گی۔'' یہی تو میری کمائی ہے۔تین سو بارہ یہ اور تیرھواں میں ہوں بار بار دعا اور زاری کرتے رہے۔بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ خیمے سے باہر آپ ﷺ کی آہ وزاری سنتے رہے۔اندر جا کے کہنے لگے حضرت بس کرو! بڑی زاری کی ہے انشاء اللہ آپ کی دعا قبول ہو گی۔آپ ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے یہ آیت کریمہ

آپ ﷺ کی زبان مبارک پر تھی سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ [قمر:۴۵] ''عنقریب شکست ہو گی کافروں کی جماعت کو اور یہ پیٹھ پھیر جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ اور نہیں ایمان لائے ان پر مگر بہت تھوڑے۔ میں نے عرض کیا کہ اسّی سے زیادہ تعداد کسی معتبر تفسیر میں سے نہیں گذری۔

۞۞۞

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾

وَقَالَ اور فرمایا نوح علیہ السلام نے ارْكَبُوْا فِيْهَا سوار ہو جاؤ اس کشتی میں بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ اور وہ کشتی ان کو لے کر چل رہی تھی فِيْ مَوْجٍ موجوں کے اندر كَالْجِبَالِ جیسے پہاڑ ہوتے ہیں وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ اور تھا وہ الگ جگہ میں يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا اے پیارے بیٹے سوار ہو جا ہمارے ساتھ وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ اور نہ ہو تو کافروں کیساتھ قَالَ

اس نے کہا سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ عنقریب میں پناہ پکڑوں گا پہاڑ کی طرف
یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ وہ پہاڑ مجھے بچالے گا پانی سے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام
نے لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ
تعالیٰ کے حکم سے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ مگر وہ جس پر رحم کیا اس نے وَحَالَ بَیْنَھُمَا
الْمَوْجُ اور حائل ہوگئیں ان کے درمیان موجیں فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ پس ہوگیا
وہ غرق ہونے والوں میں سے وَقِیْلَ اور کہا گیا یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ اے
زمین نگل لے تو اپنے پانی کو وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ اور اے آسمان اب تم تھم جاؤ
وَغِیْضَ الْمَآءُ اور خشک کر دیا گیا پانی وَقُضِیَ الْاَمْرُ اور فیصلہ کر دیا گیا معاملے کا
وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ اور جا ٹکی وہ کشتی جودی پہاڑ پر وَقِیْلَ اور کہا گیا
بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ دوری ہوئی ظالم قوم کیلئے وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّہٗ اور پکارا
نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو فَقَالَ رَبِّ پس کہا اے میرے رب اِنَّ ابْنِیْ
مِنْ اَھْلِیْ بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ اور
بیشک وعدہ تیرا سچا ہے وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ اور تو سب حاکموں سے بڑھ کر
حاکم ہے۔

نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ انہوں نے ساڑھے نو سو سال
قوم کو تبلیغ کی۔ رات کو، دن کو، مجلس میں، تنہائی میں، بلند اور آہستہ، ہر طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا
پیغام پہنچایا پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لا
چکے ہیں بس یہی مومن رہیں گے اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو پھر حضرت نوح علیہ السلام

نے اللہ تعالیٰ سے گذارش کی کہ ان کا بیڑا غرق کردے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ''نہ چھوڑ زمین پر کافروں کا کوئی گھر بسنے والا'' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی تیار کی جسکی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی (اور ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔) کشتی کی تین منزلیں تھیں۔ایک میں انسان، ایک میں حیوانات اور ایک میں ساز و سامان تھا۔ جب کشتی میں سب کچھ رکھ لیا گیا وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْهَا اور فرمایا نوح علیہ السلام نے سوار ہو جاؤ کشتی میں بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖ هَا وَمُرْسٰهَا اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا۔

ہر اچھا کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہئے :

حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ بِذِکْرِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَبْتَرُ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَجْزَمُ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ''ہر ذی شان کام جو نہ شروع کیا جائے بسم اللہ کیساتھ اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ تو وہ کام ختم ہونے والا ہے اور ایک رویت میں ہے کہ وہ کام دم بریدہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کام بیمار ہے۔ '' تو آدمی جو بھی اچھا کام شروع کرے بسم اللہ سے شروع کرے۔ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھے، کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے غرضیکہ کوئی بھی اچھا کام کرے اس سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔ پھر یہ سوال ہے کہ بسم اللہ پوری پڑھنی ہے یا صرف بسم اللہ کافی ہے؟ حضرت ملا قاریؒ شرح النقایہ میں لکھتے ہیں کہ وضو سے پہلے اگر صرف بسم اللہ کا جملہ کہہ دے تو کافی ہے وَاَعْلَاهُ بِالنَّعْتَیْنِ اور بہتر یہ ہے کہ ساتھ الرحمٰن الرحیم کی دونوں صفتیں بھی ملائے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مُسَوّٰی میں لکھتے ہیں کہ امام نوویؒ لکھتے

ہیں کہ وضو سے پہلے اور ہر اچھے کام سے پہلے پوری بسم اللہ پڑھے تو بہتر ہے اور اگر صرف بسم اللہ کہہ لے تو بھی کافی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر آدمی شروع میں بھول گیا درمیان میں یاد آیا تو اس وقت پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ ''پہلے بھی اللہ تعالیٰ کا نام اور آخر میں بھی اسی کا نام ہے۔'' لیکن برے کام سے پہلے پڑھنا کفر کا باعث ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شراب پیتے وقت یا زنا کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تو کافر ہو جائے گا، کسی کو ناحق قتل کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ بسم اللہ کا مقام تو اچھے کام ہیں اس نے بری جگہ میں پڑھ کر شریعت کی وضع کو تبدیل کیا ہے۔

ایک عورت بچے سمیت غرق ہوگئی مگر کشتی نوح میں سوار نہ ہوئی :

تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس کے متعلق فرماتے ہیں بِاِسْنَادٍ لَا بَاْسَ بِهٖ یعنی اصول حدیث کے اعتبار سے یہ روایت صحیح سند کیساتھ ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جس وقت اپنے ساتھی سوار کر لئے اور خود بھی سوار ہو گئے تو وہاں ایک نوجوان عورت تھی جسکی عمر بیس اکیس سال ہوگی اس کے پاس ایک خوبصورت لڑکا تھا جس کو اس نے چھاتی کیساتھ لگایا ہوا تھا۔ اس کو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا بیٹی اپنے اوپر بھی رحم کر اور اس بچے پر بھی رحم کر کلمہ پڑھ لا الٰہ الا اللہ نوح نجی اللہ اور کشتی پر سوار ہو جا۔ **اس نے کہا** تمہارا کلمہ پڑھنے کی ضرورت نہیں **ہے**۔ طوفان آیا بچے کو دودھ پلا رہی تھی پانی اس کی چھاتی سے اوپر چلا گیا اس نے بچے کو کندھے پر بٹھالیا پانی کندھے سے اوپر

چڑھا تو اس نے بچے کو سر پر بٹھا لیا جب اس نے دیکھا کہ پانی سر سے بھی اوپر چڑھ رہا ہے تو اس کو ہاتھوں کے پنجوں پر اٹھا لیا۔ ان کے دیکھتے دیکھتے خود بھی سیلاب کی نظر ہوگئی اور بچہ بھی مگر حق کو قبول نہیں کیا دھڑا نہیں چھوڑا۔ ضد اور دھڑے بندی بہت بری چیز ہے آدمی بات کو صحیح سمجھتے ہوئے بھی نہیں مانتا جسطرح تم لوگ رسم ورواج میں پھنسے ہوئے ہو اور اچھی طرح سمجھتے بھی ہو کہ یہ غلط کام ہیں مگر چھوڑتے نہیں ہو کہتے ہو کہ ناک کدھر لے جائیں۔ ناک کی خاطر یہ سارے کام کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ سو جہاد سے بڑھ کر ہے ایسی دھڑے بازی سے نکلنا۔ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ اور وہ کشتی ان کو لے کر چل رہی تھی فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ موجوں کے اندر جیسے پہاڑ ہوتے ہیں۔ خود ہم نے تجربہ کیا ہے کہ بعض دفعہ سمندر میں اتنی بڑی موج اٹھتی ہے کہ جہاز کی دوسری طرف کچھ نظر نہیں آتا۔ وَنَادٰی نُوْحُ ۨابْنَهٗ اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ اور تھا وہ الگ جگہ میں۔ اس کی بیوی بھی کشتی میں سوار تھی کیونکہ وہ مومنہ تھی لیکن وہ ضد پر اڑا ہوا تھا۔

ضد اور تکبر انسان کو تباہ کر دیتا ہے :

باپ کی آواز نے بھی اس پر کچھ اثر نہ کیا کیونکہ جب بدبختی انسان پر غالب آجاتی ہے تو پھر کچھ نہیں ہوسکتا۔ عجیب منظر تھا سارے کافر اس وقت موت کے منہ میں تھے مگر اس نے ضد نہیں چھوڑی، ضد ضد ہے۔ ابوجہل کو زخمی تو معوذ اور معاذ انصاری نوجوانوں نے کیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیکن مرا نہیں تھا موت کی کشمکش میں تھا۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب اس کا سر کاٹنے لگے تو کہنے لگا کہ میرا سر ذرا نیچے سے کاٹنا کہ سردار کا سر بڑا نظر آئے۔ تکبر ابھی تک نہیں گیا حالانکہ اس وقت آدمی دنیا کو بھول جاتا ہے۔ تو نوح علیہ السلام نے بیٹے کو بلایا يٰبُنَيَّ گرائمر والے اس یا کو یائے تصغیر کہتے ہیں۔ شفقت کیلئے آتی ہے پنجابی

میں اس کا ترجمہ ہوگا اے میری پتری! اور اردو میں ترجمہ ہوگا اے میرے پیارے بیٹے
! باپ باپ ہوتا ہے باپ کی شفقت دیکھو اور بیٹے کا جواب سنو اِرۡکَبۡ مَّعَنَا سوار ہوجا
ہمارے ساتھ تو کلمہ پڑھ کر ایمان قبول کر کے وَلَا تَكُنۡ مَّعَ الۡكٰفِرِيۡنَ اور نہ ہو تو کافروں
کیساتھ۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اصحاب کہف میں چھ نوجوان تو وہ تھے جو بادشاہ کے شر
سے بچنے کیلئے چلے تھے ساتواں راستے میں چرواہا مل گیا۔ جب یہ چلے تو چرواہے کا کتا بھی
ساتھ چل پڑا ساتھیوں نے کہا کتے کو رہنے دو اس کو دیکھ کر دوسرے کتے بھونکیں گے ہمارا
راز فاش ہو جائے گا حالانکہ ہم چھپ چھپا کے جا رہے ہیں۔ کتے کے مالک اور دوسرے
ساتھیوں نے بھی پتھر اٹھائے کتے کو مارنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کتے کو قوت گویائی عطا فرمائی
۔ کہنے لگا جس رب کی عبادت کیلئے تم جا رہے ہو میں بھی اسی کیلئے جا رہا ہوں میں تمہیں کچھ
نہیں کہتا مجھے ساتھ جانے دو۔ شیخ سعدیؒ اصحاب کہف کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے
فرماتے ہیں......

؎ پسرِ نوح بابداں نشست خاندان نبوتش گم شد

''نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کی صحبت میں رہا اس کی نبوت کا خاندان گم ہوگیا۔

؎ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی آدمی ہوگیا۔''

تیرہ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے :

امام ابن نجیم مصریؒ بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں۔ فقہاء کرام ان کو ابوحنیفہ ثانی کہتے
ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' میں لکھا ہے کہ ۱۳ قسم کے جانور جنت میں
جائیں گے ان میں ایک اصحاب کہف کا کتا اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، سلیمان

علیہ السلام کیساتھ گفتگو کرنے والا ہدہد بھی ہے۔لیکن نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کیساتھ بیٹھا بری مجلس اختیار کی خاندان نبوت گم کر بیٹھا دنیا بھی گئی آخرت بھی گئی۔بعض تفسیروں میں ہے کہ بلعم باعور کی شکل میں اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا۔بلعم باعور ایک آدمی تھا اس کا نام تو قرآن کریم میں نہیں ہے لیکن اس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔اچھے آدمیوں کا اچھا اثر ہوتا ہے اور برے آدمیوں کا برا اثر ہوتا ہے،حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی آدمی کے متعلق معلوم کرنا ہو کہ کیسا ہے تو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں فَلْيَنْظُرْ مَنْ يُّخَالِلُ فَاِنَّ الْمَرْءَ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ یہ دیکھو کہ اس کی سوسائٹی کیسی ہے؟ کیسے آدمیوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے کیونکہ آدمی اپنے دوست کے نظریے پر ہوتا ہے۔یہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور تو کافروں کیساتھ نہ ہو۔ قَالَ کنعان بیٹے نے مغرورانہ انداز میں کہا سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ عنقریب میں پناہ پکڑوں گا پہاڑ کی طرف يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ وہ پہاڑ مجھے بچالے گا پانی سے۔اونچے اونچے پہاڑ ہیں کسی پر چڑھ جاؤں پانی میرا کیا بگاڑے گا قَالَ نوح علیہ السلام نے فرمایا لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ مگر وہ جس پر رحم کرے گا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ رحم اسی پر کرے گا جو کلمہ پڑھ کر کشتی میں میرے ساتھ سوار ہو جائے گا۔ نوح علیہ السلام کا کلمہ تھا لا الٰہ الا اللّٰہ نوح نجی اللّٰہ. لیکن اس نے کوئی بات نہ سنی طوفان آیا نوح علیہ السلام اور ان کیساتھ سوار ساتھی دیکھ رہے تھے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ اور حائل ہو گئیں باپ بیٹے کے درمیان موجیں فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ پس ہو گیا وہ غرق ہونے والوں میں سے۔جو نافرمان لوگ غرق ہوئے ان میں نوح علیہ السلام کا بیٹا

کنعان بھی تھا۔ جب کام پورا ہوگیا تورات میں ہے کہ وہ کشتی چھ ماہ سترہ دن چلتی رہی سترھویں دن اس پہاڑی پر رکی جس کا نام آگے آرہا ہے وَقِيلَ اور کہا گیا يٰٓاَرۡضُ ابۡلَعِيۡ مَآءَكِ اے زمین نگل لے تو اپنے پانی کو وَيٰسَمَآءُ اَقۡلِعِيۡ اور اے آسمان اب تو تھم جا بارش روک لے۔ جب سیلاب برپا ہوا آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو وہ بارش رک گئی وَغِيۡضَ الۡمَآءُ اور خشک کردیا گیا پانی سارے علاقے کا تو نہیں جہاں کشتی جا کر ٹھہری تھی وہاں پانی خشک ہوگیا وَقُضِيَ الۡاَمۡرُ اور فیصلہ کردیا گیا معاملے کا۔ جس قوم کو تباہ کرنا تھا وہ سب کے سب تباہ ہوگئے۔ قِصَصُ النَّبِيِّيۡنَ ایک کتاب ہے۔ اس میں رطب ویابس ہر قسم کے قصے ہیں اس میں لکھا ہے کہ عوج ابن عنق نامی ایک آدمی تھا اس کا قد تین ہزار تین سو بتیس گز (3332) تھا۔ اس کے صرف ٹخنوں تک پانی آیا تھا وہ مچھلیاں پکڑتا اور سورج پر رکھ کر بھون کر کھاتا تھا۔ یہ سب خرافات ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سب غرق ہوگئے تھے سوائے کشتی کے سواروں کے۔

وَاسۡتَوَتۡ عَلَى الۡجُوۡدِيِّ اور جا لگی وہ کشتی جودی پہاڑ پر۔

جودی پہاڑ عراق کے صوبہ موصل میں ہے اور تورات میں اس پہاڑی کا نام ارارات ہے۔ کہتے ہیں کہ سطح سمندر سے تقریباً سترہ (۱۷) ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جیسے کارگل کا علاقہ ہے۔ اور قرآن کریم میں اس پہاڑ کا نام جودی ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ "اَدۡرَكَهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الۡاُمَّةِ" اس کشتی کا ڈھانچہ اس امت کے ابتدائی افراد نے بھی دیکھا ہے۔" یعنی آنحضرت ﷺ کی امت کے افراد صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں سے بعض حضرات نے اس کشتی کا ڈھانچہ دیکھا ہے اور بعض سیاحوں نے اس پر کتابیں بھی لکھی ہیں اور جو کچھ قرآن کریم نے بتلایا ہے اس کی تائید کی ہے۔ اور تورات میں ہے کہ ساتویں

مہینے کی سترہ تاریخ کو یہ کشتی پہاڑ پر جا لگی گویا کہ یہ چھ ماہ سترہ دن کشتی میں رہے۔ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّلِمِيْنَ اور کہا گیا دوری ہوئی ظالم قوم کیلئے۔ یہاں نسبت بھی کام نہ آئی وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو۔ یہ غرق ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ جب نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہونے لگے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا سوار ہو جاؤ کشتی میں اس کا چلنا بھی اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ ہے اور اس کا لنگر انداز ہونا بھی اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ ہے۔ ساتھی سوار ہو گئے تو بیٹے کو کہا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کیساتھ نہ ہو۔ وہ نہ مانا۔ جب بچے کی طرف سے ناامید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے آگے درخواست کی فَقَالَ رَبِّ پس کہا اے میرے رب اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور بیشک وعدہ تیرا سچا ہے۔ قرآن پاک میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ ہم تجھے بھی بچائیں گے اور تیرے اہل کو بھی۔ اس وعدے کو نوح علیہ السلام یاد کروا رہے تھے کہ اے پروردگار! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں اور تمہاری اہل کو نجات دوں گا۔ اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے وہ نافرمان ہے مگر آپ قادر مطلق ہیں دلوں کو پھیرنے پر قادر ہیں آپ ہی اس کے دل کو پھیر دیں کہ یہ کلمہ پڑھ کر کشتی میں سوار ہو جائے وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ اور تو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔ جتنے فیصلہ کرنے والے ہیں ان سب میں بڑا فیصلہ کرنے والا تو ہے اس کے دل کو پھیر دے۔ زندگی رہی تو کل جواب سنو گے۔

۞۞۞

قَالَ يٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّىۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۴۷﴾ قِيۡلَ يٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمۡ ثُمَّ يَمَسُّهُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۴۸﴾ تِلۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهَاۤ اِلَيۡكَ ۚ مَا كُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَلَا قَوۡمُكَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا ۛؕ فَاصۡبِرۡ ؕۛ اِنَّ الۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۹﴾

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ اے نوح بیشک یہ بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ بیشک اس کے عمل اچھے نہیں ہیں فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ پس نہ سوال کر مجھ سے مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ اس چیز کا جس کا آپ کو علم نہیں ہے اِنِّىۡۤ اَعِظُكَ بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ اس بات کی کہ نہ ہو جائیں آپ جاہلوں میں سے قَالَ عرض کیا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اے میرے رب بیشک میں آپ کی پناہ لیتا ہوں آپ کی مدد کیساتھ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ یہ کہ میں سوال کروں آپ سے مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ اس چیز کا جس کا مجھے علم نہیں ہے وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ اور اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اور رحم نہیں کریں گے اَكُنۡ مِّنَ

الْخٰسِرِیْنَ تو ہوجاؤں گا میں نقصان اٹھانے والوں میں سے قِیْلَ کہا گیا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام کو) یٰنُوْحُ اهْبِطْ اے نوح علیہ السلام اتر جاؤ نیچے بِسَلٰمٍ مِّنَّا سلامتی کیساتھ ہماری طرف سے وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ اور برکتوں کیساتھ جو تجھ پر ہیں وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ اور ان خاندانوں پر بھی جو تیرے ساتھ ہیں وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ اور کچھ امتیں ایسی ہیں جن کو ہم فائدہ پہنچائیں گے ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ یہ نوح علیہ السلام کا واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ ہم وحی کرتے ہیں اس واقعہ کی آپ کی طرف مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ آپ اس واقعہ کو نہیں جانتے تھے وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس سے پہلے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ بیشک اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے۔

پچھلے سبق میں آپ نے پڑھا اور سنا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے مومن ساتھیوں کیساتھ کشتی میں سوار ہوتے وقت اپنے بیٹے کنعان کو کہا کہ کلمہ پڑھ کر مومن ہوکر ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ کیونکہ کشتی میں سوار ہونے کیلئے ایمان شرط ہے مکلّف مخلوق کیلئے۔ اس نے مغرورانہ انداز میں کہا کہ پانی میرا کیا بگاڑے گا میں پہاڑ کی چوٹی پر چلا جاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچانے والا مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اللہ تعالیٰ رحم اس پر کریگا جو کلمہ پڑھ کر میرے ساتھ کشتی میں سوار ہوگا۔ لیکن وہ ضد پہ اڑ گیا اور دوسرے غرق ہونے والوں کیساتھ

غرق ہوگیا۔ غرقابی سے پہلے نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی پروردگار تیرا وعدہ تھا کہ میں تجھے بھی بچاؤں گا اور تیری اہل کو بھی بچاؤں گا اور یہ میرا بیٹا میری اہل میں سے ہے۔ اور تیرا وعدہ سچا ہے تو سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ جواب میں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِکَ اے نوح بیشک یہ بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ بیٹا تو ہے لیکن اہل میں سے نہیں ہے۔ کیوں نہیں؟ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ بیشک اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ یہ کام اچھے نہیں کرتا یہ کفر پر چلتا ہے۔

پیغمبر کا اہل وہی ہے جو پیغمبر کا اتباع کرتا ہے :

معلوم ہوا کہ پیغمبر کی اہل وہ ہوتا ہے جو اس کا کلمہ پڑھ کر اس کے دین پر چلے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ نوح علیہ السلام کو لوگوں نے طعنہ دیا تھا ھُمۡ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاۡیِ ''آپ کیساتھ تو کمزور اور گھٹیا لوگ ہیں۔'' تفسیروں میں ہے کہ کوئی لوہار تھا، کوئی بڑھئی تھا، کوئی موچی تھا، یہ تو نوح علیہ السلام کے اہل بن گئے مگر بیٹا کنعان اہل نہ بن سکا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو صحیح العقیدہ مسلمان ہے کُلُّ مُؤمِنٍ تَقِیٍّ نَقِیٍّ اہل میں داخل ہے چاہے وہ کسی قوم کیساتھ تعلق رکھتا ہو۔ اور ہم درود شریف پڑھتے ہیں اللّٰھم صلی علی محمد وعلی اٰل محمد تو اس میں آل کے تحت سارے آجاتے ہیں اور ایک آدمی آنحضرت ﷺ کی نسل میں سے ہو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے ہو مگر اس کے کام اچھے نہیں ہیں تو وہ آپ کی اہل میں شامل نہیں ہے۔

چھ قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے چھ قسم کے آدمی ہیں جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور خدا

نے بھی ان کو ملعون قرار دیا ہے۔ اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔

o...... پہلا کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ o...... دوسرا تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔

o...... تیسرا وہ شخص جو زبردستی غلبہ پانے کی بنا پر ایسے شخص کو معزز بنائے جسکو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر رکھا ہو اور اس شخص کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت اور عظمت کی دولت سے نوازا ہو۔

o...... چوتھا وہ شخص جو اس چیز کو حلال جانے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔

o...... پانچواں وہ جو میری اولاد میں سے ہو اور اس چیز کو حلال جانے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے۔

o...... چھٹا وہ شخص جو میری سنت کو چھوڑ دے۔ [مشکوۃ، باب الایمان بالقدر]

تو وہ شخص جو آپ ﷺ کی اولاد میں سے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال جانتا ہے وہ آپ کے دین پر نہیں چل رہا۔ حالانکہ آپ ﷺ کی اولاد کی ذمہ داری تھی کہ وہ آپ ﷺ کے گھر کے چوکیدار ہوتے اور دین کی امانت کی حفاظت کرتے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے مال تو چھوڑا نہیں تو دین کی حفاظت کا فریضہ آپ ﷺ کی اولاد پر زیادہ آتا ہے کہ وہ اس امانت کی حفاظت کریں۔ اور گھر کا چوکیدار اگر چور بن جائے تو وہ بڑا مجرم ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میں اس پر بھی لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ پس نہ سوال کر مجھ سے اس چیز کا جس کا آپ کو علم نہیں ہے اِنِّیٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اس بات کی کہ نہ ہو جائیں آپ جاہلوں میں سے۔ اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اندازہ لگاؤ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اس حال میں کہ نہ دن دیکھا نہ رات، نہ صبح نہ شام اور پھر تبلیغ

میں جھڑکیاں بھی کھائیں اور مار بھی برداشت کی۔ رب تعالیٰ جلال میں آئے ہیں تو فرمایا فَلَا تَسْـئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ پس نہ سوال کر مجھ سے اس چیز کا جس کا تجھے علم نہیں ہے بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے نہ ہو جائے۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ ایک آدمی نے دو دن نماز پڑھی تیسرے دن آسمان کی طرف دیکھنے لگ گیا۔ لوگوں نے پوچھا آسمان کی طرف کیوں دیکھتا ہے؟ کہنے لگا دیکھ رہا ہوں کہ میں نے دو دن نماز پڑھی ہے مجھ پر وحی کیوں نہیں آئی۔ دو دن نماز پڑھتے ہیں تو تیسرے دن وحی کے منتظر ہو جاتے ہیں کہ ہم پر رب کی رحمت کیوں نہیں آتی۔ ہمیں رب تعالیٰ کی عظمت کا علم ہی نہیں ہے۔ نوح علیہ السلام کو بیٹے کا معاملہ بھول گیا اپنی فکر پڑ گئی قَالَ عرض کیا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْـئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ اے میرے رب بیشک میں آپ کی پناہ لیتا ہوں آپ کی مدد کیساتھ یہ کہ میں سوال کروں آپ سے اس چیز کا جس کا مجھے علم نہیں ہے مجھے معاف کر دے۔ رب رب ہے وہ چاہے تو چیونٹی کی دعا قبول کر لے اور نہ چاہے تو نوح علیہ السلام جیسے پیغمبر کی دعا قبول نہ کرے۔

قبول کرنے پہ آئے تو چیونٹی کی قبول کر لے، نہ کرے تو پیغمبر کی نہ کرے:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بارشیں نہ ہوئیں خشک سالی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور تھا انہوں نے اپنے ساتھیوں میں اعلان کیا کہ فلاں وقت فلاں میدان میں نماز استسقاء کیلئے جمع ہونا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔ کافی ساتھی میدان میں پہلے پہنچ گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لے جا رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک چیونٹی الٹی پڑی ہوئی ہے ٹانگیں آسمان کی طرف کیے ہوئے اور دعا کر رہی ہے کہ اے پروردگار! بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہم بھی تنگ ہیں رحمت نازل فرما۔ حضرت سلیمانؑ

نے ساتھیوں سے فرمایا کہ واپس گھروں میں جلدی پہنچ جاؤ ورنہ بھیگ جاؤ گے رب تعالیٰ نے چیونٹی کی دعا قبول کر لی ہے۔ رب تعالیٰ کی مرضی ہے جس کی چاہے دعا قبول کرے اور جس کی چاہے قبول نہ کرے۔ ساری قبول کرے آدھی قبول کرے اس کی مرضی ہے وہ کسی کا پابندہ نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے جنوب مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کا نام ہے اِجَابَۃ۔ اس جگہ آنحضرت ﷺ نے تین دعائیں مانگیں تھیں رب تعالیٰ نے دو قبول فرمائیں اور تیسری منظور نہ فرمائی۔ ایک دعا یہ تھی کہ اے پروردگار! میری ساری کی ساری امت کسی آسمانی آفت میں ختم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے منظور ہے کہ ساری امت کسی سیلاب زلزلے میں یا کسی آسمانی آفت میں ختم نہیں ہوگی۔ دوسری دعا کہ میری امت کو کافر نہ ختم کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساری دنیا کے کافر جمع ہو کر بھی مسلمانوں کے وجود کو ختم نہیں کر سکتے۔ تیسری دعا...... اے پروردگار مسلمان آپس میں نہ لڑیں۔ فرمایا یہ منظور نہیں ہے۔ اس کی حکمت رب تعالیٰ جانتا ہے۔ دعا قبول کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ اور اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے وَتَرْحَمْنِیْ اور رحم نہیں کریں گے اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ تو ہو جاؤں گا میں نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ کل تم پڑھ اور سن چکے ہو کہ کشتی جودی پہاڑ جس کا نام تورات میں ارارات ہے پر جا لگی۔ جس وقت پانی اتر گیا قِیْلَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا یٰنُوْحُ اھْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا اے نوح علیہ السلام اتر جاؤ نیچے سلامتی کیساتھ ہماری طرف سے وَبَرَکٰتٍ عَلَیْکَ اور برکتوں کیساتھ جو تجھ پر ہیں وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ اور ان خاندانوں پر بھی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اب پانی خشک ہو گیا ہے اپنا کام کرو جو تم نے کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کل عمر چودہ سو سال تھی ۔ چالیس سال نبوت سے پہلے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی، اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اتنی عمر میں بھی ان کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ رہے۔ پہلا شخص جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید ہونے شروع ہوئے ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ہزار سال تھی بال کالے تھے ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر سات سو ستتر (۷۷۷) سال تھی بال کالے تھے ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چودہ سو سال تھی بال کالے تھے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب سفید بال دیکھے تو تعجب کیا اے پروردگار! یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وقار اور عزت ہے۔ عرض کیا زِدْنِیْ وَقَارًا اے پروردگار! میری عزت اور بڑھا دے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک دو سو سال تھی ۔ وَاُمَمٌ اور کچھ امتیں ایسی ہیں سَنُمَتِّعُهُمْ جن کو ہم فائدہ پہنچائیں گے ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب۔ کفر شرک کی وجہ سے، نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کے احکام ٹھکرانے کی وجہ سے سزا ہوگی ۔ یہ نوح علیہ السلام کا واقعہ رب تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ یہ واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ ہم وحی کرتے ہیں اس واقعہ کی آپ کی طرف، بذریعہ وحی آپکو بتایا ہے مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ آپ اس واقعہ کو نہیں جانتے تھے وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس سے پہلے یعنی ہمارے بتلانے سے پہلے ۔ بات سمجھ لیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کو ہمارے بتلانے سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔

غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا :

لیکن غلط کار لوگوں نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو پیدا ہوتے ہی سارا غیب حاصل ہو گیا تھا۔ بھائی سوال یہ ہے کہ اگر سارا غیب حاصل ہو گیا تھا تو وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی ،قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ قرآن بھی تو غیب تھا یہ کیوں اترا اور کس پر اترا؟ حالانکہ قرآن کریم آپ ﷺ کی پیدائش سے چالیس سال بعد نازل ہوا جس میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس واقعہ کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ لوگوں نے خود کہانیاں بنائی ہوئی ہیں خدا پناہ۔ تو یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عالم الغیب نہیں ہے، نہ کوئی حاضر ناظر ہے، نہ کوئی مختار کل ہے، نہ کوئی دستگیر ہے، نہ فریاد رس ہے، نہ حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ یہ فروعی مسائل نہیں ہیں بلکہ بنیادی عقائد ہیں۔ اس کیخلاف عقیدہ رکھنے والا قطعاً مسلمان نہیں ہے چاہے کلمہ پڑھے، چاہے نمازیں پڑھے، چاہے روزے رکھے۔ فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں۔ جسطرح نوح علیہ السلام نے قوم کے اذیت دینے پر صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔ نوح علیہ السلام کا واقعہ آنحضرت ﷺ کی تسلی کیلئے نقل کیا ہے۔ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ بیشک اچھا انجام پرہیز گاروں کیلئے ہے۔ پرہیز گاروں کو ہی اللہ تعالیٰ فتح اور کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ باطل پر چلنے والے تباہ اور برباد ہوتے ہیں۔

۞۞۞

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ

ھُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِکِیْۤ اٰلِھَتِنَا عَنْ قَوْلِکَ وَ مَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىکَ بَعْضُ اٰلِھَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْھِدُ اللّٰہَ وَ اشْھَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِہٖ فَکِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا قَالَ انہوں نے کہا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ نہیں ہو تم مگر افتراء باندھنے والے یٰقَوْمِ اے میری قوم لَاۤ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا میں نہیں سوال کرتا تم سے اس پر کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ نہیں ہے میرا معاوضہ مگر اس ذات پر جس نے مجھے پیدا

کیا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اور اے میری
قوم اپنے رب سے بخشش طلب کرو ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ پھر اس کی طرف رجوع کرو
یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا اور وہ چھوڑے گا تمہارے اوپر آسمان کو بارش
برسانے والا وَّیَزِدْکُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِکُمْ اور زیادہ کریگا تمہارے لئے قوت کو
تمہاری قوت کیساتھ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ اور نہ پھرو تم جرم کرتے ہوئے
قَالُوْا کہا انہوں نے یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ اے ہود علیہ السلام نہیں لائے تم
ہمارے پاس کوئی واضح دلیل وَّمَا نَحْنُ بِتَارِکِیْٓ اٰلِهَتِنَا اور نہیں ہم چھوڑنے
والے اپنے معبودوں کو عَنْ قَوْلِکَ تیری بات کی وجہ سے وَمَا نَحْنُ لَکَ
بِمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہم تیرے اوپر ایمان لانے والے اِنْ نَّقُوْلُ ہم نہیں کہتے
اِلَّا اعْتَرٰکَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ مگر تکلیف پہنچائی ہے تجھے ہمارے خداؤں
میں سے بعض نے قَالَ فرمایا ہود علیہ السلام نے اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ بیشک میں گواہ
بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو وَاشْهَدُوْٓا اور تم بھی گواہ بن جاؤ اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ
مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ بیشک میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو مِنْ دُوْنِهٖ
فَکِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ سے ورے ورے پس تم سب کرلو تدبیر میرے
خلاف ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ پھر تم مہلت نہ دو اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ
وَرَبِّکُمْ بیشک میں نے بھروسہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو میرا بھی رب ہے اور
تمہارا بھی رب ہے مَا مِنْ دَآبَّةٍ نہیں ہے کوئی جاندار چیز اِلَّا هُوَ

اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا مگر وہ پکڑنے والا ہے اس کی پیشانی کو اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بیشک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

اس سے پہلے دو رکوعوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کا ذکر تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس سال تبلیغ کی لیکن وہ لوگ ضد سے باز نہیں آئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو سیلاب میں تباہ کیا۔ نوح علیہ السلام کے بعد جو قوم دنیا میں آئی اس قوم کا نام عاد ہے۔ عاد نوح علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ شجرہ نسب اس طرح ہے عاد بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ اس کی آگے نسل چلی اس قوم کے علاقے کے متعلق تاریخ والے بتلاتے ہیں کہ ایک طرف نجران دوسری طرف عُمان تیسری طرف مغربی یمن اور چوتھی طرف حضرَ موت ہے اس کے درمیان کا علاقہ تھا۔ آجکل کے جغرافیہ میں ربع خالی دھمآ بھی کہتے ہیں، ریتلا علاقہ ہے۔ عاد قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ای اَرْسَلْنَا اِلٰی عَادٍ ''اور ہم نے عاد قوم کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ بھائی اس لئے فرمایا کہ وہ قوم کے ایک فرد تھے۔ جسطرح اس ملک میں ہندو بھی ہیں، سکھ بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، یہودی بھی ہیں، پارسی وغیرہ بھی ہیں۔ تو برادرانِ وطن ہونے میں تو سارے شامل ہیں۔

قَالَ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔ تمام پیغمبروں کا سبق اسی جملہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہی سبق حضرت نوح علیہ السلام نے دیا تھا اور یہی سبق حضرت ہود علیہ السلام نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ الٰہ کا معنٰی

ہے معبود، عبادت کے قابل، خالق ۔ الہ کا معنی حاجت رَوا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر، مالک، مُقنّن، قانون ساز ۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر مخلوق کیلئے قانون بنانے کا اختیار کسی کو نہیں ہے بنائے گا تو ظالم ہوگا خلاف شرع ہوگا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ نہیں ہو تم مگر افتراء باندھنے والے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا جو معبود بنائے اور گھڑے ہوئے ہیں وہ نرا افترا اور جھوٹ ہے یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اے میری قوم! میں نہیں سوال کرتا تم سے اس پر کسی معاوضے کا۔ یہ تبلیغ تمہیں للہ فی للہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرتا ہوں تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا اگر تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو تو میرا یہ اعلان سن لو اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ نہیں ہے میرا معاوضہ مگر اس ذات پر جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہ مجھے اس کا اجر و ثواب اور معاوضہ دیگا میں تم سے کوئی چیز لینے کا روادار نہیں ہوں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری اصلاح کیلئے بھیجا ہے اور تم سے کچھ لینا بھی نہیں ہے اور تمہیں میں عقائد کی اصلاح کی دعوت دے رہا ہوں کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اس کا کوئی شریک نہیں ہے ۔ نہ ذات میں اور نہ صفات میں، نہ افعال میں ۔ یہ میری سیدھی سادی اور موٹی باتیں تمہیں سمجھ نہیں آتیں ۔ دیکھو! یہاں اگر کچھ عرصہ بارش نہ ہو تو کنویں خشک ہو جاتے ہیں نہروں میں پانی کم ہو جاتا ہے اور جہاں تین سال تک بارش نہ ہو اس علاقے کا کیا حال ہوگا۔ حضرت ہودؑ کی قوم پر خشک سالی آئی تین سال تک بارشیں نہ ہوئیں ۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی کے چشمے خشک ہو گئے، درخت تک خشک ہو گئے، لوگوں نے نقل مکانی شروع کر دی اور جو رہ گئے بڑی تنگی میں تھے تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش طلب کرو، کفر شرک سے معافی مانگو ثُمَّ

تُوْبُوْآ اِلَيْهِ پھراس کی طرف رجوع کرواس کی بندگی اور عبادت کرو يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا اور وہ چھوڑے گا تمہارے اوپر آسمان کو بارش برسانے والا یعنی لگا تار بارش ہوگی۔ یہ بات سن کر کچھ عرصہ تو خاموش رہے پھر انہوں نے کہا کہ اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے کہ ہم تیرا کلمہ پڑھ لیں تیری باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں تو بارش آئے گی تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ان کے علاقہ کا نام احقاف تھا جس کا ذکر چھبیسویں پارے میں ہے۔ چنانچہ تین سال تک مسلسل بارش نہ ہوئی اس کے بعد بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا بڑے خوش ہوئے بھنگڑا ڈالا اور کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا "یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا" ترمذی شریف صحاح ستہ میں سے ہے۔ اس میں روایت ہے کہ بادل سے آواز آئی رِمَادًا رِمَادًا لَاتَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا "ان کو راکھ اور خاک کر کے رکھ دے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا" لیکن انہوں نے اس سے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ وہ بادل جب ان کے قریب آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں سے ایسی تند و تیز ہوا نکلی ان کو اٹھا اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ حالانکہ ان کے بڑے لمبے قد تھے اور بڑی قوت والے تھے۔ کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ: ۱۵] "ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟" ہوا نے اٹھا اٹھا کر کسی کو ایک میل پھینکا کسی کو دو میل پھینکا۔ لاشیں اس طرح پڑی تھیں كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ [قمر: ۲۰] "جیسا کہ وہ تنے ہیں اکھڑی ہوئی کھجوروں کے۔" ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ دیکھو نوح علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں تباہ کیا حالانکہ پانی جاندار چیزوں کی حیات کا ذریعہ ہے۔ مگر وہ حد سے بڑھا تو عذاب بن گیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعے تباہ کیا۔ حالانکہ ہوا وہ ہے جس کو آدمی خود کھینچ کر اندر لے جاتا ہے اور اس کی وجہ سے حیات ہے۔

درختوں اور پودوں پر بھی اس کا اثر ہے لیکن وہی جب حد سے بڑھی تو عذاب بن گئی۔ تو حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو بارش برسائے گا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ اور زیادہ کریگا تمہارے لئے قوت کو تمہاری قوت کیساتھ۔ پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ بھی رہے گا اور مزید بھی دے گا۔ بارشیں ہونگی فصلوں اور پھلوں کی فراوانی ہوگی وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ اور نہ پھرو تم جرم کرتے ہوئے۔ حق کی طرف پشت نہ کرو قَالُوا کہنے لگے يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ اے ھود علیہ السلام نہیں لائے تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل۔ بھائی واضح دلیل کیا ہے؟ تم کسے واضح دلیل کہتے ہو؟ وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور یہ پروگرام لے کر آیا ہوں کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کتنی واضح بات ہے مگر نہ ماننا ہو تو کہتے ہیں ہمیں تیری باتیں سمجھ نہیں آتیں۔ کہنے لگے اور سن لو! وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو تیری بات کی وجہ سے۔ تم ہمیں ہمارے خداؤں سے پھیرتے اور ہٹاتے ہو۔ ہم نہیں مانیں گے اور صاف لفظوں میں سن لو وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ اور نہیں ہم تیرے اوپر ایمان لانے والے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کتنے پیارے الفاظ سے سمجھاتے ہیں يَا قَوْمِ اے میری قوم! اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں تمہاری بات سمجھ نہیں آتی اور ہم تیرے کہنے کی وجہ سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی ہم تیرے اوپر ایمان لائیں گے۔ بلکہ الٹی بات إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ہم نہیں کہتے مگر تکلیف پہنچائی ہے تجھے ہمارے خداؤں میں سے بعض نے۔ آپ پاگلوں والی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں (نعوذ باللہ تعالیٰ) کہ ہمارے خداؤں کی توہین کرتے ہیں یہ ہمارے خداؤں نے تجھے پاگل بنا دیا ہے، تیری مت ماری گئی ہے۔ ہر مجلس میں کہتے

ہیں یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ نہ تیرے لئے کوئی غمی ہے نہ خوشی ہے۔ تجھے صرف ایک ہی رٹ یاد ہے اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ قَالَ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیۡ اُشۡہِدُ اللّٰہَ بیشک میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو وَاشۡہَدُوۡۤا اور تم بھی گواہ بن جاؤ اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ بیشک میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے میں ان سب سے بیزار ہوں مِنۡ دُوۡنِہٖ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے فَکِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا پس تم سب ملکر کرلو تدبیر میرے خلاف ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنِ پھر تم مہلت نہ دو۔ تم اپنے خداؤں کیساتھ مل کر جو میرا بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیۡ وَرَبِّکُمۡ بیشک میں نے بھروسہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام کیساتھ تھوڑے سے آدمی تھے اور حق والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔

ایک موقع پر مکے والوں نے کہا تھا کہ لوگوں سے رائے لے لیتے ہیں جس طرف لوگ زیادہ ہوں ان کی بات مان لینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اکثریت کی بات نہیں ماننی اکثریت تو گمراہوں کی ہے وَاِنۡ تُطِعۡ اَکۡثَرَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یُضِلُّوۡکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ [انعام:۱۱۶] ''اور اگر آپ اطاعت کریں ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو بہکا دیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔'' لیکن حق حق ہوتا ہے چاہے آدمی تھوڑے ہوں۔

کئی دفعہ سن چکے ہو بخاری شریف، مسلم شریف، ابو عوانہ میں حدیث ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسے پیغمبر بھی آئیں گے کہ ان کیساتھ چار آدمی ہونگے

اور ایسے بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ تین آدمی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے کہ ان کیساتھ دو آدمی ہونگے اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے کہ یَجِیْءُ النَّبِیُّ وَلَیْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ پیغمبر آئے گا اور اس کیساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔ گھر کے افراد بھی ساتھ نہیں ہونگے۔ لیکن اس کے باوجود کامیاب اور جنہوں نے نہیں مانا وہ ناکام اور نامراد۔ تو حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ رب تو سب کا مشترکہ ہے۔ اور رب وہ ہے مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا نہیں ہے کوئی جاندار چیز مگر وہ پکڑنے والا ہے اس کی پیشانی کو۔ سب کے سب رب تعالیٰ کے قبضے میں ہیں کوئی چیز اس کی ملکیت اور تصرف سے خارج نہیں ہے۔ اور میری قوم یاد رکھو! اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بیشک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔ صراط مستقیم پر چلو گے تو تمہیں رب ملے گا اس کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی۔ مزید بات آگے آئے گی۔ انشاء اللہ

۞۞۞

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّاۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ عَادٌ ﳜ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر تم اعراض کرو گے فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ پس تحقیق میں پہنچا چکا ہوں وہ بات جو میں دیکر بھیجا گیا تھا تمہاری طرف وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ اور جانشین بنائے گا میرا رب کسی قوم کو تمہارے سوا وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْــٴًـا اور تم اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا اور جس وقت آیا ہمارا حکم نَجَّیْنَا هُوْدًا ہم نے نجات دی ہود علیہ السلام کو وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی مہربانی کیساتھ وَ نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ اور نجات دی ہم نے ان کو گاڑھے عذاب سے وَ تِلْكَ عَادٌ اور یہ عاد ہیں جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ اور انہوں نے نافرمانی کی اللہ

تعالیٰ کے رسولوں کی وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اورانہوں نے پیروی کی ہر جبر کرنے والے سرکش کے حکم کی وَاُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْيَا لَعْنَةً اور لگادی گئی پیچھے اس دنیا میں لعنت وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن بھی اَلَآ اِنَّ عَادًا کَفَرُوْا رَبَّھُمْ خبردار بیشک قوم عاد نے اپنے رب کے احکام کا انکار کیا اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ ھُوْدٍ خبردار بربادی ہوئی عاد کیلئے جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔

ہودؑ نے بھی وہی پروگرام پیش کیا جو نوحؑ نے پیش کیا :

اس سے پہلے دو رکوعوں میں حضرت نوح علیہ السلام اور انکی قوم کا ذکر تھا۔ کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے جب نافرمانی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قوم کو تباہ کر دیا اور تباہ ہونے والوں میں نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی تھا۔ باپ اور پیغمبر کی نسبت بھی کچھ کام نہ آسکی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پورا زور لگایا مگر وہ ضد پر اڑا رہا کفر سے باز نہیں آیا اور تباہ ہونے والوں کے ساتھ تباہ ہو گیا۔ اس رکوع میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہوا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا عاد قوم کی طرف۔ یہ بڑی ڈیل ڈول اور قد آور قوم تھی۔ سورہ شعراء آیت نمبر ۱۳۰ میں اس قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ''اور جب تم کسی پر کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو گرفت کرتے ہو ظلم کیساتھ'' کہ کچومر نکال دیتے ہو۔ اور للکارتے اور نعرہ مارتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ] ''ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے۔ رب تعالیٰ سب سے بڑا طاقتور ہے مگر جس وقت کسی قوم میں غرور اور گھمنڈ آجائے تو اس کا دماغی توازن قائم نہیں رہتا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی وہی سبق پیش کیا جو ان سے پہلے نوح علیہ السلام نے

پیش کیا تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' یہ جو بزرگوں کے بت بنا کر ان کی تم پوجا کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ بھی عبادت کے لائق ہیں یہ سب تمہارا افتراء ہے۔ حضرت ہودؑ قوم کو سمجھاتے رہے پھر آخر میں فرمایا فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر تم اعراض کرو گے فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِہٖٓ اِلَیْکُمْ پس میں پہنچا چکا ہوں وہ بات جو میں دے کر بھیجا گیا تھا تمہاری طرف۔

پیغمبر کا کام پیغام پہنچانا ہے منوانا نہیں :

پیغمبر کا کام ہے حق کی بات پہنچا دینا۔ منوانا پیغمبر کے فریضہ میں داخل نہیں ہے۔ پہلے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ [سورۃ البقرہ:۱۱۹] ''بیشک ہم نے آپ کو حق کیساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور آپ سے دوزخیوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء ﷺ کو فرمایا ہے۔ کہ قیامت والے دن آپ سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں۔ کیوں؟ یہ سوال دو وجہ سے ہو سکتا تھا ایک یہ کہ پیغمبر تبلیغ نہ کرتے اور تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے لوگ دوزخ میں چلے جاتے تو اس کوتاہی کی وجہ سے سوال ہوتا کہ انہوں نے فریضہ ادا نہیں کیا۔ اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی پیغمبر فریضہ ادا نہ کرے خصوصاً آنحضرت ﷺ۔ اس لئے آپؐ سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں؟ اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہدایت دینا پیغمبر کے اختیار میں ہوتا اور وہ اختیار کو استعمال نہ کرتے اور لوگوں کو ہدایت نہ دیتے تو پھر سوال ہو سکتا تھا کہ تم نے ان کو ہدایت کیوں نہیں دی؟ اور ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے پیغمبر کا کام نہیں ہے۔

سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ”اے نبی کریم ﷺ آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کیساتھ آپ کی محبت ہے اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔“ کیا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے قابیل پر زور نہیں لگایا کہ اپنے بھائی کو ناحق قتل نہ کر؟ پیغمبر تھے سب انسانوں کی اصل تھے مگر بیٹا قابیل نہیں مانا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے زور لگایا اپنے بیٹے کنعان پر مگر وہ نہیں مانا، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی بیوی پر زور لگایا مگر نہیں مانی، حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سمجھایا مگر نہیں مانی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن نہیں مانا، آنحضرت ﷺ نے اپنے مہربان چچا ابو طالب کو منانے کی انتہائی کوشش کی مگر نہیں مانے۔ کیونکہ ہدایت دینا پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہے ہدایت دینا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے۔ پیغمبر کا کام بات کو پہنچا دینا ہے۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۷ میں ہے یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ”اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر آپ پہنچا دیں جو احکام نازل کیے گئے ہیں آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا حق ہی ادا نہیں کیا۔“

یہاں پر ہود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ پس اگر تم اعراض کرو گے تو پس تحقیق میں پہنچا چکا ہوں وہ احکامات جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں تمہاری طرف۔ اس میں میں نے کوئی کمی بیشی نہیں کی اور یاد رکھو! وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ اور جانشین بنائے گا میرا رب کسی قوم کو تمہارے سوا۔ تمہیں تباہ و برباد کر کے کسی اور قوم کو لا کر یہاں آباد کرے گا وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْئًا اور تم اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ بھائی مخلوق رب تعالیٰ کا

کیا بگاڑ سکتی ہے؟ مخلوق میں سے بڑی سے بڑی ہستی بھی رب کا کیا بگاڑ سکتی ہے؟ نفع نقصان کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام نَافِع ہے، نفع دینے والا۔ اور ایک نام ضَارٌّ، ضرر دینے والا۔ نفع دینا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں اور ضرر دور کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ گیارہواں پارہ سورت یونس میں وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ ''اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔'' اور یاد رکھو! اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ ہر چیز کی حفاظت کرنے والا صرف میرا رب ہے۔ میری حفاظت بھی کریگا میرے ساتھیوں کی حفاظت بھی کرے گا ہمارے ایمان کی بھی حفاظت کرے گا۔ ہمیں تمہاری دھمکیوں کا کوئی خوف نہیں ہے۔ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا اور جس وقت آیا ہمارا حکم نَجَّیْنَا ھُوْدًا ہم نے نجات دی ہود علیہ السلام کو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ اور ان لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے ان کو بھی نجات دی بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا اپنی مہربانی کیساتھ۔

عاد قوم نے ضد کی انتہا کر دی :

کچھ تفصیل پہلے تم سن چکے ہو کہ ان کا علاقہ احقاف تھا یہ بحرین، نجران، عمان، حَضَرَمَوت کے درمیان کا وسیع علاقہ ہے۔ تقریباً تین سال مسلسل بارش نہ ہوئی خشک علاقہ تھا، کنوؤں کا پانی خشک ہو گیا، چشمے خشک ہو گئے، درخت جھلس گئے، جانور بھوک پیاس سے مرنے لگے۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا اے میری قوم! توبہ کرو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ''چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ آسمان کو تمہارے اوپر بارش

برسانے والا۔'' لگاتار بارش برسائے گا۔قوم نے بیک زبان ہو کر کہا کہ اے ہود (علیہ السلام)! اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس طرح ہوا کہ ایک ٹکڑا بادل کا ان کی آبادیوں کی طرف آیا۔ بڑے خوش ہوئے ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے، مبارک ہو بادل آ گیا۔ اس بادل میں سے آواز آئی رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا ''ان کو راکھ کر دو ان میں سے ایک آدمی کو بھی نہ چھوڑو، کوئی زندہ نہ بچے۔'' وہ بادل جب بالکل سروں کے قریب آ گیا تو اس میں سے ایسی تیز و تند ہوا نکلی کہ اس نے بڑی بڑی لاشوں کو اٹھا کر میلوں دور پھینک دیا رب تعالیٰ کی قدرت کہ ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی بھی وہیں تھے ان کو کچھ نہیں ہوا۔ مجرموں کو چھوڑا نہیں اور انکو چھیڑا نہیں۔ اسی کا ذکر ہے کہ جس وقت ہمارا حکم آیا، عذاب آیا تو ہم نے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی اپنے فضل سے وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ اور نجات دی ہم نے ان کو گاڑھے عذاب سے، سخت عذاب سے۔ بادِ صَرصَر، تند ہوا سے نجات دی وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اور یہ عاد ہیں جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا۔ چونکہ یہ بستیاں مکہ والوں کے راستے میں تھیں وہ تاجر پیشہ لوگ تھے ، شام جاتے، یمن جاتے، عراق جاتے تجارت کیلئے۔ اس زمانے میں آمد و رفت پر کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی جو جہاں چاہے جائے اور آئے۔ یہ مصیبتیں تو اب پڑی ہیں جب لوگوں کی شرارتیں بڑھی ہیں۔ تو ہر حکومت نے پابندی لگا دی کہ پاسپورٹ اور ویزے کے بغیر کوئی آ جا نہیں سکتا۔ تو یہ عرب کے لوگ ان علاقوں میں آتے جاتے تھے ان کی عمارتیں دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ اتنی بڑی بڑی عمارتیں ہیں۔ ان کی طرف اشارہ کر کے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو آثار تمہیں نظر آتے ہیں یہاں قوم عاد رہتی تھی۔ اپنے رب کی

آیات کا انہوں نے انکار کیا وَعَصَوْا رُسُلَهٗ اور انہوں نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی، رُسُل رسول کی جمع ہے۔ بظاہر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نافرمانی تو انہوں نے ایک پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کی کی ہے کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام کے زمانے میں اور کوئی پیغمبر نہیں تھا اور رب تعالیٰ نے جمع کا صیغہ بولا ہے کہ انہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی ہے ۔اس کے متعلق مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ایک پیغمبر کی نافرمانی سب پیغمبروں کی نافرمانی ہے کیونکہ پیغمبروں کی دعوت مشترک ہے۔ جب حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی تو سب پیغمبروں کی نافرمانی کی اس لئے کہ سب کا سبق ایک تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ. وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اور انہوں نے پیروی کی ہر جبر کرنے والے سرکش کے حکم کی۔ عنید ضدی کو کہتے ہیں۔ جو حق کیساتھ ٹکرانے والا ضدی اور عناد رکھنے والا تھا اس کی بات مان لی مگر اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کی بات نہ مانی وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً اور لگا دی گئی ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت۔ دنیا میں ملعون ہوئے ۔عذاب بھی رب تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن بھی جب وہ اٹھیں گے تو ملعون ہی ہوں گے۔ رب تعالیٰ کی لعنت آئی تو ان پر عذاب آیا پھر وہ عذاب ختم ہونے میں نہیں آئے گا۔ برزخ قبر میں عذاب، میدان حشر میں عذاب، پھر پل صراط کا عذاب، پھر دوزخ کا عذاب لعنت ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اَلَآ خبردار اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ بیشک قوم عاد نے اپنے رب کے احکام کا انکار کیا اَلَا خبردار بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ بربادی ہوئی عاد قوم کیلئے جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ بُعْد کا لغوی معنیٰ دوری ہے۔ مطلب بنے گا دوری ہوئی تباہی ہوئی قوم عاد کی۔ ان کا نام ونشان مٹ گیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اور اس کے مومن ساتھی وہیں پھرتے رہے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ

صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور (بھیجا ہم نے) ثمود قوم کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو قَالَ فرمایا انہوں نے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اسی نے پیدا کیا تمہیں زمین سے وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا اور اسی نے تمہیں آباد کیا اس زمین میں فَاسْتَغْفِرُوْهُ پس تم اس سے بخشش طلب کرو ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ پھر رجوع کرو تم اس کی طرف اِنَّ رَبِّيْ

قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ بیشک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے قَالُوْا کہا انہوں نے يٰصٰلِحُ اے صالح علیہ السلام قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ تحقیق تھا تو ہمارے درمیان امید کیا گیا اس سے پہلے اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ کیا آپ ہمیں منع کرتے ہیں اس بات سے کہ ہم عبادت کریں مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ اور بیشک ہم شک میں ہیں مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ اس چیز کے بارے میں جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں مُرِيْبٍ وہ شک ہمیں اضطراب میں ڈالتا ہے قَالَ فرمایا صالح علیہ السلام نے يٰقَوْمِ اے میری قوم اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً اور اس نے دی ہو مجھے رحمت اپنی طرف سے فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ پس کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے سامنے اِنْ عَصَيْتُهٗ اگر میں نے اس کی نافرمانی کی فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ پس نہیں زیادہ کرو گے تم میرے لئے سوائے نقصان کے وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ یہ اللہ کی اونٹنی ہے لَكُمْ اٰيَةً تمہارے لئے نشانی ہے فَذَرُوْهَا پس اس کو چھوڑ دو تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور نہ تم اسکو ہاتھ لگاؤ تکلیف پہنچانے کیلئے فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ پس پکڑے گا تمہیں قریبی عذاب فَعَقَرُوْهَا پس انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَقَالَ پس فرمایا تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ

اَیَّامٍ فائدہ اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں کیا جائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان اور مجرم قوم کے بعد دوسرے نمبر پر دنیا میں عاد قوم آئی تھی جس کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ اس قوم نے بھی حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی حق کو ٹھکرایا، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کی، توحید نہ مانی شرک کو نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تباہ کر دیا۔ تیسرے نمبر پر قوم ثمود ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا اور بھیجا ہم نے ثمود قوم کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو۔ بھائی کا معنٰی پہلے میں نے سمجھایا ہے کہ برادری کے ایک فرد تھے اس لئے بھائی کہا ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں برادران وطن اور برادرانِ وطن میں ہندو، سکھ، عیسائی اور پارسی سارے آتے ہیں۔ ورنہ یہ پیغمبر اور مومن ہیں قوم کافر ہے۔ اس معنٰی میں بھائی نہیں ہیں۔ قَالَ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم! اُعْبُدُوا اللّٰہَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود۔

عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ :

تمام پیغمبروں کی دعوت اور تبلیغ کا پہلا سبق یہی ہوتا تھا کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو چاہے بدنی ہو، زبانی ہو یا مالی ہو۔ تمام عبادتوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے سوا کوئی قانون بنانے والا نہیں ہے، نہ کوئی رزق دینے والا ہے، نہ کوئی اولاد دینے والا ہے، نہ کوئی سکھ دینے والا ہے، نہ کوئی دکھ دینے والا ہے، نہ کوئی نفع پہنچانے والا ہے، نہ کوئی نقصان پہنچانے والا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے اگر مخلوق میں

سے کسی کو یہ اختیارات ملتے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ملتے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اختیارات آپ کو بھی نہیں دیئے۔کئی دفعہ سن چکے ہو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ کہہ دو اعلان کردو اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [جن:۲۱] "بیشک میں نہیں مالک تمہارے لئے نقصان اور نفع کا ۔" جب آپ ﷺ کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کون ہوسکتا ہے؟ اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے قُلْ لَّا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ "اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے۔ میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کیلئے نفع نقصان کا۔" خدا کی مخلوق میں آپ ﷺ سے بڑی ہستی کوئی نہیں ہے تو جب آپ ﷺ کو نفع نقصان کا اختیار حاصل نہیں ہے تو آپ سے بڑی ہستی مخلوق میں کون ہے جسکو خدائی اختیارات حاصل ہو گئے ہیں۔خدائی اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں زمین سے۔

زمین سے پیدا کرنے کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا کہ زمین کے مختلف حصوں سے مٹی لیکر اس کا خمیر کیا،اس سے آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ بنایا خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ [آل عمران :۵۹] "آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر فرمایا ہو جا پس وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہو گیا" اور اس سے آگے نسل چلی۔تو اصل تمہاری خاک ہے۔اور یہ معنی بھی بیان کرتے ہیں کہ انسان جو رزق کھاتا ہے اناج پھل وغیرہ وہ زمین سے پیدا ہوتا ہے اور اس رزق سے خون پیدا ہوتا ہے اسی خون کو رب تعالیٰ مادہ تولید بنا دیتا ہے اسی سے آگے نسل چلتی ہے۔تو اب بھی پیدائش زمین سے ہوئی وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا اور اسی نے تمہیں

آباد کیا اس زمین میں فَاسْتَغْفِرُوْهُ پس تم اس سے بخشش طلب کرو اس سے معافی مانگو۔
انسان کو ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہئے اور معافی مانگتے رہنا چاہئے۔

بہترین گنہگار توبہ کرنے والے ہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّکُمْ خَطَّاءُوْنَ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ ''تم سب کے سب خطا کار ہو (سوائے پیغمبروں کے) کوئی گناہوں سے معصوم نہیں ہے اور گناہگاروں میں بہترین وہ ہیں جو معافی مانگتے ہیں۔'' آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر دن میں سو سو مرتبہ استغفار فرماتے تھے تاکہ امت کو استغفار کا سبق معلوم ہو جائے۔
ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْهِ پھر رجوع کرو تم اس رب کی طرف۔ اس کی فرمانبرداری اور عبادت کرو گناہوں سے معافی مانگی ہے تو دوبارہ نہ کرو۔ یہ کوئی توبہ نہیں ہے کہ زبان سے توبہ توبہ اور ساتھ ساتھ گناہ بھی چلتے رہیں اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ بیشک میرا رب قریب ہے دعا قبول کرنے والا ہے۔ کتنا قریب ہے؟ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [سورۃ ق] ''ہم اس کے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا دعا بھی کوئی قبول نہیں کر سکتا۔ یہ بات حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حجر کے علاقہ میں سمجھائی۔ حجر بحرین اور سعودیہ کے درمیان میں ہے۔ قَالُوْا لوگوں نے جواب دیا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اے صالح علیہ السلام تحقیق تھا تو ہمارے درمیان امید کیا گیا اس تبلیغ سے پہلے۔ ہمیں تو امید تھی کہ آپ مستعد آدمی ہیں اب ہم اگر دس بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو آپ بیس بتوں کی پوجا کرائیں گے۔ اگر ہم نے دس بت خانے بنائے ہیں تو آپ بیس بنا کر دیں گے لیکن آپ نے تو ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ کہ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا کیا آپ ہمیں منع کرتے ہیں اس بات سے کہ ہم

عبادت کریں جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ اور بیشک ہم شک میں ہیں اس چیز کے بارے میں جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں۔ ہمیں تمہاری بات سمجھ نہیں آتی کہ الہ ایک ہو مُرِیْبٍ یہ ہمیں شک اور تردد میں ڈالتا ہے لہذا ہم ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں قَالَ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم اَرَءَیْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰنِیْ مِنْہُ رَحْمَۃً اور اس نے دی ہو مجھے رحمت اپنی طرف سے، ہدایت، ایمان، تقویٰ، نیکی۔ فرمایا ان حالات میں فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ عَصَیْتُہٗ پس کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے سامنے اگر میں نے اس کی نافرمانی کی فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ پس نہیں زیادہ کرو گے تم میرے لئے سوائے نقصان کے۔ مطلب یہ ہے کہ میں توحید کا سبق چھوڑ دوں اور تمہاری شرکیہ رسومات کی تردید کرنے کی بجائے خود کرنے لگ جاؤں تو مجھے نقصان کے سوا کیا حاصل ہوگا۔ لہذا نہ میں پیغام الٰہی پہنچانے سے باز آ سکتا ہوں اور نہ تمہاری غلط بات کے پیچھے لگ سکتا ہوں۔

مکان ضرورت کے مطابق بنانا چاہئے :

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے چٹانیں تراش کر اندر مکان بنائے ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے سنا ہوا تھا کہ جب زلزلہ آتا ہے تو مکان گر جاتے ہیں اور دیوار میں اینٹ پتھر علیحدہ علیحدہ ہوں تو دیوار کے گرنے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور چٹان اندر سے کرید کرید کر مکان بنایا جائے تو وہاں کونسی دیوار پھٹے گی۔ چٹانوں کو تراشنے کا ذکر سورت اعراف آیت نمبر ۷۴ میں ہے وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ''اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو'' ان چٹانوں میں انہوں نے بڑے بڑے کمرے بنائے ہوئے تھے۔ ہال کمرہ، ناچ

کمرہ، مہمان خانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ وغیرہ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے اس عمل پر بھی تنقید کی کہ اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہوایسا نہ کروضرورت کیمطابق مکان بناؤ ۔ یہ جوتم مکان بنانے پر ستر ستر سال، اسی اسی سال اور سو سو سال لگا دیتے ہو زندگی تمہاری ان چیزوں میں صرف ہو رہی ہے۔ دیکھو مکان بھی انسان کی ضرورت ہے اس سے شریعت نہیں روکتی مگر اپنی ضرورت کے مطابق بناؤ۔ خیر انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی بات کو تسلیم نہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنی ڈیوٹی دیتا رہا یہاں تک کہ وہ صالح علیہ السلام کی تبلیغ سے تنگ آ کر کہنے لگے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو ہماری فرمائش کو پورا کرو ہم تمہاری باتیں مان لیں گے۔

قوم ثمود کا مطالبہ کہ اونٹنی پتھر سے پیدا ہو اور ہو بھی گابھن :

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ ایک بہت بڑی چٹان تھی اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس چٹان سے اونٹنی نکلے اور ساتھ ہی بچہ جَن (جنم) دے۔ عادتاً تو اس فرمائش کے پورے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ پتھروں اور چٹانوں سے اونٹنی پیدا ہو اور پھر فوراً بچہ بھی جَن دے اور یہ بھی انہوں نے کہا کہ اس اونٹنی کے بال بڑے گھنے اور خوبصورت ہوں۔ چنانچہ اس کیلئے دن مقرر کیا گیا شہروں دیہاتوں میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ آؤ بھئی فلاں دن پتھر سے اونٹنی پیدا ہونی ہے، مذاق اڑاتے تھے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے اور جوان اکٹھے ہوئے عجیب قسم کا منظر تھا ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ اشارہ کیا کہ اس چٹان سے اونٹنی نکلے سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا اسی چٹان سے اونٹنی نکلی اور ساتھ ہی بچہ بھی جَن دیا۔ اس کا ذکر ہے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً اور اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانی ہے۔

پتھروں میں سے کہاں اونٹنیاں نکلتی ہیں یہ تو رب تعالیٰ نے تمہیں نشانی دکھائی ہے۔ فَذَرُوْهَا پس اس کو چھوڑ دو تَـاْكُلُ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ کھائے چارہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْءٍ اور نہ تم اسکو ہاتھ لگاؤ تکلیف پہنچانے کیلئے ویسے برکت کیلئے ہاتھ لگا سکتے ہو، مالش کرو خدمت کرو لیکن تکلیف پہنچانے کیلئے ہاتھ نہ لگاؤ فَيَـاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ پس پکڑے گا تمہیں قریبی عذاب۔

منہ مانگی نشانی دیکھنے کے باوجود کوئی مسلمان نہ ہوا :

اتنی بڑی نشانی دیکھی لیکن کسی تفسیر یا تاریخ کی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا کہ ان مجرموں میں سے کوئی ایمان لایا ہو حالانکہ الحمد للہ تفسیر اور تاریخ کی کافی کتابیں دیکھی ہیں۔ جیسے قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کو کہا کہ اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم مان جائیں گے۔ چودھویں رات کا چاند تھا دو ٹکڑے ہوا قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ "قریب آگئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔" لیکن کوئی نہ مانا۔ کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ "یہ جادو ہے مضبوط جادو۔" اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ اس کو برائی کیساتھ ہاتھ نہ لگانا۔ سورت نمل آیت نمبر ۴۸ میں ہے وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ "اور تھے شہر میں نو شخص جو فساد کرتے تھے زمین میں اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔" یہ تو اس علاقے کے بدمعاش اور غنڈے تھے انکے سردار کا نام تھا قدار ابن صالح۔ اس کا سر چھوٹا اور بلی کی طرح آنکھیں تھیں شیطانوں کا پیر تھا۔ ہر ڈاکے اور قتل میں یہ شریک ہوتے تھے۔ ایک عورت تھی جس کا نام تھا عنیزہ بنت غَنَم۔ اس کے پاس بھیڑ بکریاں، گائیں اور اونٹ بہت تھے اس کو جانوروں کے پانی پلانے میں دقت پیش آتی تھی۔ سورت شعراء آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے قَالَ

هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ''حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ اونٹنی ہے اس کیلئے پانی پینے کی باری ہے اور تمہارے لئے بھی پانی پینے کی باری ہے ایک مقرر دن پر۔'' ایک دن تمہارے جانور پئیں گے اور ایک دن یہ اونٹنی پئے گی تمہارا کوئی جانور نہیں پئے گا۔ عنیزہ کے جانور بہت زیادہ تھے۔ اوباش قسم کی عورت تھی خاوند فوت ہو چکا تھا جواں سال اس کی بیٹیاں تھیں۔ اس نے قیدار ابن صالح کیساتھ سازباز کی کہ میرے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں تم درمیان سے اس اونٹنی کو ختم کرو تاکہ وہ پانی کی باری بھی ہمیں مل جائے۔

حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ :

قیدار نے اپنے غنڈوں کے ساتھ مشورہ کیا جس کا ذکر سورۃ النمل آیت نمبر ۴۹ میں ہے۔ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ''کہا انہوں نے قسمیں کھاؤ اللہ تعالیٰ کے نام کی کہ ہم رات کے وقت صالح علیہ السلام اور انکے گھر والوں کو حملہ کر کے ہلاک کر دیں گے۔ ہم کہیں گے ان کے دعویدار سے کہ ہم نہیں حاضر ہوئے انکے اہل کے ہلاک ہونے کے وقت اور ہم سچے ہیں۔'' یعنی انہوں نے مشورہ کیا کہ رات کو حملہ کر کے صالح علیہ السلام کو بمع اہل خانہ کے ہلاک کر دیں پھر ہم قسم اٹھا کر کہیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے مارا ہے۔ پھر اونٹنی کو ہلاک کر دیں گے۔ پھر مشورہ تبدیل کر لیا کہ پہلے اونٹنی کو مارو پھر صالح علیہ السلام کو۔ اُس کا ذکر ہے فَعَقَرُوْهَا پس انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَقَالَ پس حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فائدہ اٹھالو تم اپنے گھروں میں تین دن۔ مثلاً بدھ والے دن انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کل

جمعرات ہے پرسوں جمعہ ہے چوتھ (ترسوں) ہفتہ ہے۔ان تین دنوں تک تمہیں مہلت ہے۔اور یہ بھی تفسیروں میں آتا ہے کہ فرمایا کل تمہاری شکلیں پیلی ہونگی پرسوں سرخ ہونگی پھر کالی ہو جائیں گی۔ یہ سب کچھ تمہیں نظر آئے گا بہتر ہے توبہ کرلو۔ کہنے لگے اگر تیری وجہ سے بچتے ہیں تو پھر موت ہی بہتر ہے۔فرمایا فائدہ اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں کیا جائے گا۔باقی آئندہ آئے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ

۞۞۞

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب آیا ہمارا حکم نَجَّيْنَا صٰلِحًا ہم نے نجات دی صالح علیہ السلام کو وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اوران لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ان کیساتھ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت کیساتھ وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ اوراس دن کی رسوائی سے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ بیشک تیرارب وہ قوی ہے غالب ہے وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ایک چیخ نے فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ پس ہوگئے وہ اپنے گھروں میں جٰثِمِيْنَ گھٹنوں کے بل گرنے والے كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا گویا کہ وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے اَلَاۤ خبردار اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ بیشک قوم ثمود نے اپنے رب کے

احکامات کی نافرمانی کی اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ خبردار دوری ہے قوم ثمود کیلئے وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اور البتہ تحقیق آئے ہمارے بھیجے ہوئے اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر قَالُوْا سَلٰمًا انہوں نے کہا سلام قَالَ سَلٰمٌ ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا سلام فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ پس نہ ٹھہرے کہ لے آئے بچھڑا بھونا ہوا فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ پس جب دیکھا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ہاتھوں کو لَا تَصِلُ اِلَيْهِ کہ نہیں پہنچتے اس کی طرف نَكِرَهُمْ تو اوپرا سمجھا ان کو وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف قَالُوْا لَا تَخَفْ انہوں نے کہا خوف نہ کرو اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ہم بھیجے گئے ہیں لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی فَضَحِكَتْ پس وہ ہنس پڑی فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ پس ہم نے اس کو خوشخبری دی اسحاق علیہ السلام کی وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی۔

گذشتہ درس میں تم سن چکے ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حجر کے علاقے میں قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم کو کافی عرصہ تک تبلیغ کی۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ ان پر تقریباً چار ہزار آدمی ایمان لائے باقی کوئی ایمان لانے کیلئے تیار نہ ہوا بلکہ فرمائشی معجزے طلب کرنے پر لگے رہے۔ بالآخر یہ مطالبہ کیا کہ چٹان سے اونٹنی پیدا ہو اس کے جسم پر بال گھنے اور خوبصورت ہوں اور اس سے جوان قسم کا بچہ بھی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فرمائش کو پورا کیا۔ چٹان سے اونٹنی نکلی اور اس نے بچہ بھی جن

دیا لیکن ان مشرکوں، نافرمانوں اور مجرموں میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اس کو تکلیف نہ دینا مگر ان ظالموں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں تین دن کی مہلت ہے۔ توبہ استغفار کرو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو لیکن وہ اس کیلئے بھی تیار نہ ہوئے۔ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا؟

قوم صالح کی تباہی کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب آیا ہمارا حکم مراد عذاب ہے کہ جب ہمارا عذاب آیا نَجَّیْنَا صٰلِحًا نجات دی ہم نے صالح علیہ السلام کو وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ان کیساتھ۔ جن کی تعداد تقریباً چار ہزار تفسیروں میں بتائی گئی ہے۔ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت کیساتھ ان کو نجات دی وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِئِذٍ اور اس دن کی رسوائی سے بھی جو عذاب آنے کے بعد ہوئی اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ بیشک تیرا رب وہ قوی ہے غالب ہے۔ آگے عذاب کی شکل کا بیان ہے کہ وہ عذاب کس شکل میں آیا وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ایک چیخ نے۔ حضرت جبرائیل نے ایک ڈراونی سی آواز نکالی اس سے سارے مجرم ہلاک ہو گئے جہاں جہاں بھی تھے ایک نفس بھی نہ بچا لیکن نہ حضرت صالح علیہ السلام کو کچھ ہوا اور نہ ان کے ساتھیوں کو حالانکہ وہ بھی وہیں تھے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہی ہے کہ جگہ ایک ہو بعض عذاب میں مبتلا ہوں اور بعض کو کچھ بھی نہ ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو آواز نے کچھ نہ کہا اور جو مجرم تھے ان کو چھوڑا نہیں۔ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑنے والے۔ جس طرح ہم

التحیات میں بیٹھتے ہیں یہ انسان کی عاجزی کی حالت ہے۔اس طرح گھٹنوں کے بل گر کر تباہ و برباد ہو گئے کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا گویا کہ وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے۔ایسے تباہ ہوئے کہ ان کے نام ونشان مٹ گئے۔حالانکہ ان گھروں میں چہل پہل ہوتی تھی عورتیں،مرد،چھوٹے بڑے،بوڑھے اور بچوں کا میلا لگا ہوتا تھا اور اب ان گھروں میں آواز ہی نہیں ہے۔اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاْ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ خبردار بیشک قوم ثمود نے اپنے رب کے احکامات کی نافرمانی کی۔گویا ان کی تباہی کا سبب اور علت رب کی نافرمانی اور پیغمبروں کی نافرمانی ہے۔اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ خبردار! دوری ہے قوم ثمود کیلئے دنیا سے۔اور لازمی معنی کرتے ہیں ہلاکت اور بربادی ہوئی قوم ثمود کی۔اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور آیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آبائی وطن :

حضرت ابراہیم کی علیہ السلام کی پیدائش عراق کے شہر کُوثی بروزن طوبیٰ میں ہوئی۔یہ اس وقت کلدانی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔آجکل کے جغرافیہ میں اس کا نام اُرن ہے۔اس وقت کے بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان تھا جو بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔حضرت ابراہیم نے عرصہ دراز تک تبلیغ کی مگر اپنی بیوی سارہ علیہا السلام جو چچازاد بہن بھی تھی اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا اور یہ بھی یاد رکھنا! کہ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے ایک لحہ کیلئے بھی شرک نہیں کرتا۔البتہ تبلیغ کا کام اس وقت شروع کرتا ہے جب رب تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا تاج پہنایا جاتا ہے۔تو اس عرصہ دراز میں بڑی بڑی آزمائشیں آئیں یہاں تک کہ آگ کا بھٹہ تیار کیا گیا۔کپڑے اتار کر رسیوں میں جکڑ کر اس میں ڈال دیا گیا۔تماشائیوں کا بہت بڑا مجمع تھا انتظار میں تھے کہ دیکھو اب سر پھٹے

ٹھاہ! ہوگی اور ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔لیکن ارشادخداوندی ہے قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًاوَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ[انبیاء:٦٩] ''ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم علیہ السلام پر۔'' رب تعالیٰ کی قدرت کہ وہ آگ جس کے شعلے آسمان تک بلند ہورہے تھے اس نے ابراہیم علیہ السلام کے جسم کے ایک بال کو بھی نہیں چھیڑا صرف وہ رسیاں جلادیں جن کیساتھ ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ یہ سارا منظر دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہ لایا۔ حافظ ابن کثیرؒ محدث بھی ہیں، مفسر اور فقیہ بھی۔ وہ اپنی تفسیر اور اپنی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر نے اس وقت یہ الفاظ کہے تھے نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّکَ یَا اِبْرَاهِیْمُ ''اے ابراہیم تیرا رب بہت اچھا رب ہے۔'' لیکن ایمان پھر بھی نہیں لایا۔اس کے بعد یہاں سے ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے۔راستے میں بھی بڑی تکلیفیں آئیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو سُدُوم کے علاقہ میں نبی مقرر فرمایا جہاں آجکل آب سیاہ بحیرہ مردار ہے۔یہ دس میل کا رقبہ ہے جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی تھی۔

دمشق میں ابراہیمؑ کے پاس فرشتوں کی آمد :

حضرت ابراہیم علیہ السلام دمشق میں اپنی اہلیہ حضرت سارا علیہ السلام کے ہمراہ اپنے گھر تشریف فرما تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمانوں کی شکل میں فرشتے آئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل کا نام تفسیروں میں آتا ہے۔کل تعداد کتنی تھی؟ تین تھے، چھ تھے، دس تھے بارہ فرشتے بھی لکھے ہیں۔واللہ اعلم بالصواب

یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بڑی عمر والے آدمیوں کی شکل میں

معزز مہمانوں کی طرح آئے سلام کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔گھر بیوی کے علاوہ کوئی نہیں تھا لہذا بیوی سے کہا مصالحہ تیار کرو آگ جلاؤ۔حضرت ابراہیمؑ نے موٹا تازہ بچھڑا ذبح کیا، کھال اتاری گوشت بنا کر بیوی کو دیا کہ اس کو روسٹ کرو۔ حَنِيذٌ کا معنٰی ایسا بھونا ہوا کہ اس میں پانی بالکل نہ ہو اور ایک معنٰی گھی میں تلا ہوا بھی کرتے ہیں دو معانی ہیں۔اس واقعہ کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى اور البتہ تحقیق آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر۔اس خوشخبری کا ذکر آگے آئے گا قَالُوْا سَلٰمًا انہوں نے کہا سلام۔اور مسئلہ یہی ہے کہ آنے والے کو سلام کرے بڑا ہو یا چھوٹا ہو یہ آنے والے کا فریضہ ہے۔

سلام کرنے کی ترغیب وترتیب :

بخاری شریف میں حدیث آتی ہے سوار پیدل کو سلام کرے جو کھڑا ہے بیٹھنے والے کو سلام کرے چلنے والا ہے وہ کھڑے ہوئے کو سلام کرے چھوٹا بڑے کو سلام کرے تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ایک طرف سے دس آدمی آرہے ہیں اور دوسری طرف سے دو آرہے ہیں تو یہ دو آدمی دس آدمیوں کو سلام کریں۔لیکن اگر جہالت کی وجہ سے اس مسئلے کو نہیں سمجھتا جیسا کہ ہمارا زمانہ دینی مسائل کے اعتبار سے جہالت میں ڈوبا ہوا ہے تو پھر دیندار آدمی کو خود سلام کر لینا چاہیئے اجر ضائع نہ کرے۔السلام علیکم کہے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نیکیاں ملیں گی ایک صغیرہ گناہ جھڑ جائے گا اور ایک درجہ بلند ہو جائے گا اسی طرح وعلیکم السلام کہنے والے کو بھی دس نیکیاں ملیں گی ایک گناہ جھڑ جائے گا اور ایک درجہ بلند ہو جائے گا خود بخود۔اور اگر ساتھ ورحمہ اللہ کہا تو بیس نیکیاں ملیں گی اور اگر ساتھ وبرکاتہ کہا تو تیس نیکیاں ملیں گی اور اگر ساتھ ومغفرتہٗ بھی کہا تو چالیس

نیکیاں ملیں گی۔ ابوداؤد شریف اور امام بخاریؒ کی کتاب ''ادب المفرد'' میں پانچواں لفظ وَطَیِّبٰتُ صَلَاتُہٗ بھی ہے۔ چونکہ الگ الگ جملے ہیں لہٰذا ہر ہر جملے کی دس دس نیکیاں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

جن موقعوں پر سلام کرنا منع ہے :

لیکن اگر درس ہو رہا ہے قرآن وحدیث کا یا وعظ ہو رہا ہو، جمعہ اور عید کا خطبہ ہو رہا ہو پھر سلام نہیں کہنا۔ بلکہ ان صورتوں میں اگر کہے گا تو کہنے والا گنہگار ہوگا لہٰذا خاموشی سے آکر بیٹھ جائے۔ فرشتے چونکہ باہر سے آئے تھے اس لئے انہوں نے سلام کیا قَالَ سَلٰمٌ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمہ اللہ فَمَا لَبِثَ پس نہیں ٹھہرے ابراہیم علیہ السلام اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ کہ لے آئے بچھڑا بھونا ہوا ڈش میں رکھ کر۔ اب بھنا تلا ہوا بچھڑا سامنے رکھا ہوا ہے فرشتے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں مگر کھانے کی طرف ہاتھ کسی کا نہیں بڑھتا فَلَمَّا رَآ اَیْدِیَھُمْ پس جب دیکھا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ہاتھوں کو لَا تَصِلُ اِلَیْہِ کہ نہیں پہنچتے اس بچھڑے کے گوشت کی طرف نَکِرَھُمْ تو انکو اوپرا، اجنبی سمجھا۔

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ چور، ڈاکو، اغواء کرنے والے اس گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے جنکو نقصان پہنچانا ہوتا تھا کہ یہ نمک حرامی ہے کہ ان کا کھانا بھی کھائیں اور پھر ان کی چوری بھی کریں۔ مگر آجکل کے ڈاکو تو بہ توبہ پہلے پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ کھانے کی چیزیں کہاں کہاں پڑی ہیں؟ کھانے پینے کے بعد کہتے ہیں بتاؤ چابیاں کہاں ہیں؟ ہمارے حوالے کرو اور بتلاؤ کہ پیسے اور زیورات کہاں ہیں؟ کہ جرأت پیدا ہوگئی ہے۔ خدا پناہ! کسی کی جان محفوظ نہیں نہ عزت محفوظ ہے۔ اور کہیں بھی محفوظ نہیں ہے نہ گھر

میں نہ سفر میں۔ اور یاد رکھو! یہ سب کچھ ناقص نظام کا حصہ ہے اگر اسلام نافذ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اس وقت پچپن اسلامی ملک کہلاتے ہیں۔ ان میں سے صرف طالبان کے علاقے میں مکمل اسلامی قانون نافذ ہے اور اس کا ثمرہ سب لوگوں کے سامنے ہے کہ وہاں کے لوگوں کو امن حاصل ہے، نہ چوری ہے، نہ ڈاکہ ہے، نہ قتل ہے۔ غیر ملکی صحافی بھی جب اس ملک میں آتے ہیں تو اقرار کرتے ہیں کہ وہاں نہایت امن وسکون ہے۔ کیونکہ قانون خداوندی نافذ ہے اور دوسرے ملکوں میں بد امنی کی وجہ سے نظام کی خرابی ہے کہ یہ نظام لوگوں نے بنائے ہیں اپنے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ میرا کاروبار کیسے بچتا ہے، میری زمین کیسے بچتی ہے، میری آمدنی پر زد تو نہیں پڑتی۔ ہر ایک اپنا فائدہ سوچتا ہے۔ اور طالبان کو قانون بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے سامنے قرآن وسنت ہے ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابیں موجود ہیں۔ یہ اسلامی قانون ہے۔ اور ان کے جتنے افسر ہیں سب علماء ہیں اور بڑا خدا کا فضل یہ ہے کہ دیوبندی مسلک کے ہیں ہمارے مدارس سے پڑھ کے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے طاہر القادری جیسے لوگ مخالفت کرتے ہیں کہ ہم طالبان کی جمہوریت کو نہیں مانتے۔ بھائی وہ تو دین ہے جمہوریت نہیں ہے۔ یہ کہو کہ ہم دین نہیں مانتے دیوبندیوں کی حکومت نہیں مانتے۔ کھل کر کہو، بات سب کو سمجھ آئے چکر دے کر باتیں کرنے کا کیا معنیٰ؟ **وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً** اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف کہ یہ لوگ کھانا نہیں کھا رہے لگتا ہے اچھے ارادے سے نہیں آئے۔ مذھبی مخالف ہیں یا کوئی اور بات ہے۔ فرشتے سمجھ گئے کہ **قَالُوْا لَا تَخَفْ** انہوں نے کہا خوف نہ کرو **اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ** ہم بھیجے گئے ہیں لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف۔

پیغمبر غیب دان نہیں ہوتا :

اب بات سمجھیں۔ اہل بدعت کہتے ہیں کہ پیغمبر علم غیب رکھتے ہیں اور حاضر ناظر بھی ہیں۔سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو ان کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں؟اور اگر حاضر ناظر ہوتے تو معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ سے فلاں فلاں راستے سے آئے ہیں بچھڑا ذبح کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی ؟ کہ فرشتے تو کچھ کھاتے پیتے ہی نہیں ہیں ان کیلئے بچھڑا ذبح کرنے اور پھران سے خوف کھانے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت ابراہیمؑ نے ان کو انسان سمجھا اوران کی مہمانی کیلئے بچھڑا ذبح کیا۔علم غیب اور حاضروناظر کی نفی کیلئے یہی دلیل کافی ہے اگر کوئی سمجھے۔حالانکہ سارا قرآن بھرا پڑا ہے دلائل سے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے اور نہ کوئی حاضر وناظر ہے۔ **وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ** اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی اس انتظار میں کہ اور گوشت منگوائیں گے تو پکڑا دونگی۔جس وقت انہوں نے کہا کہ ہم تو فرشتے ہیں **فَضَحِکَتْ** اہلیہ محترمہ ہنس پڑیں کہ ہمارے ساتھ کیا بنا ہے۔ یہ تو فرشتے ہیں جو نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں ، نہ پیشاب پاخانہ کرتے ہیں، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں نہ سوتے ہیں، نہ تھکتے ہیں، نہ سوتے ہیں۔ خوراک ان کی سبحان اللہ ہے۔تو وہ ہنس پڑی کہ ہم نے کیا سمجھا اور نکلا کیا۔جد الانبیاء کی بیوی جو اولیاء کی سردار ہیں وہ بھی نہیں جانتی لیکن ٹکے ٹکے کے ملنگ کہتے ہیں کہ ہم سارا کچھ جانتے ہیں۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

یاد رکھنا!عقیدہ بڑی قیمتی چیز ہے اس کو محفوظ رکھنا۔کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر نہ کوئی عالم الغیب ہے، نہ کوئی حاضر وناظر ہے، نہ کوئی مختار کل ہے، نہ کوئی دستگیر ہے، نہ کوئی حاجت روا اور نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریاد رس اور نہ کوئی مقنن قانون ساز ہے۔

قانون ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ [سورۃ یوسف] ''نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کیلیے۔'' فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ پس ہم نے اس عورت کو خوشخبری دی اسحاق علیہ السلام کی۔ اے بی بی! تجھے اللہ تعالیٰ بیٹا دے گا اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود رکھا اسحاق علیہ السلام وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ یعنی آپ کی زندگی میں اسحاق علیہ السلام جوان ہونگے شادی کریں گے شادی کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو بیٹا دیگا اور اس بیٹے کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود یعقوب علیہ السلام رکھا۔ یہ سب کچھ ہوا زندگی رہی تو آئندہ کلام آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

۞۞۞

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

قَالَتْ وہ کہنے لگی يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ ہائے افسوس مجھ پر کیا میں بچہ جنوں گی وَاَنَا عَجُوْزٌ حالانکہ میں بوڑھی ہوں وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ بیشک یہ تو البتہ عجیب چیز ہے قَالُوْٓا وہ کہنے لگے اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ تم پر ہوں اے گھر والو اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ بیشک وہ تعریفوں اور بزرگی والا ہے فَلَمَّا ذَهَبَ پس جب چلا گیا عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ ابراہیم علیہ السلام سے خوف وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى اور آگئی ان کے پاس خوشخبری يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ تکرار کرنے لگے ہمارے ساتھ قوم لوط کے بارے میں اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑے بردبار آہ وزاری کرنے والے رجوع کرنے والے تھے يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اے ابراہیم علیہ السلام اعراض

کریں اس سے اِنَّہٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّکَ بیشک شان یہ ہے تحقیق تیرے رب کا حکم آچکا ہے وَاِنَّھُمْ اٰتِیْھِمْ اور بیشک ان لوگوں کے پاس آنے والا ہے عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ایسا عذاب جس کو لوٹایا نہیں جا سکتا۔

فرشتوں اور جنات کو مختلف شکلیں بدلنے کا اختیار :

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے معزز مہمانوں کی شکل میں تشریف لائے۔ جن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر تفسیروں میں صراحت کیساتھ آتا ہے۔ یہ فرشتوں کی اچھی خاصی جماعت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جس کی شکل اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی کی شکل میں تشریف لاتے۔ دیکھنے والے انسان ہی سمجھتے تھے حالانکہ جبرائیل علیہ السلام ہوتے تھے۔ جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف شکلیں اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے۔ جن انسان کی شکل میں بھی آ سکتا ہے، گدھے اور چڑیا کی شکل میں بھی آ سکتا ہے، سانپ کی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار نہیں دیا کہ وہ اپنی شکل بدل سکیں۔ بہر حال فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس معزز اور محترم بڑی عمر والے انسانوں کی شکل میں تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا چونکہ مہمان زیادہ تھے مرغی سے کام نہیں چل سکتا تھا ایک بچھڑا پالا ہوا تھا اس کو ذبح کر کے گوشت بنا کر روسٹ کرا کے مہمانوں کے سامنے رکھ دیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ

ضَیْفَہٗ ''جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔'' مہمان کی عزت کرنا ایمان کا حصہ ہے اور پیغمبر سے بڑا مومن کوئی نہیں ہوسکتا۔ لیکن مہمانوں نے کھانا چکھا تک نہیں تو ابراہیم علیہ السلام حیران ہوئے کہ یہ کھاتے کیوں نہیں؟ بالآخر فرشتے بول پڑے کہ ہم تو فرشتے ہیں اور لوط علیہ السلام کی تباہی کیلئے بھیجے گئے ہیں اور جاتے جاتے تمہیں خوشخبری بھی سنانی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا اسحاق علیہ السلام عطا فرمائیں گے اور پوتا یعقوب علیہ السلام بھی۔ تم اپنی آنکھوں سے بیٹے کو اور پوتے کو بھی دیکھوگے۔

اللہ تعالیٰ جب چاہے اولاد دیدے:

قَالَتْ وہ کہنے لگی ہائے افسوس مجھ پر یٰوَیْلَتٰٓی ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ایک کم سو سال تھی اور ہمارے ہاں ننانوے سال کی بیبیاں لاٹھی لیکر بھی نہیں چل سکتیں۔ وَھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت اے سو بیس سال تھی۔ مطلب یہ ہے کہ میں بھی بوڑھی میرا خاوند بھی بوڑھا ہم تو اولاد کے قابل نہیں ہیں اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ بیشک یہ تو البتہ عجیب چیز ہے کہ بوڑھوں کے گھر بچہ پیدا ہو۔ ظاہری حالات کے مطابق تو بات ایسی ہی تھی قَالُوْآ فرشتے کہنے لگے اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر رَحْمَتُ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو وَبَرَکٰتُہٗ اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ تم پر اے گھر والو اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ بیشک وہ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے چاہے جوانی میں اولاد دیدے چاہے بڑھاپے میں دیدے، چاہے نہ جوانی میں دے نہ بڑھاپے میں

دے۔

سورت مریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ”جب پکارا زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارنا آہستہ قَالَ کہا رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ اے میرے پروردگار بیشک میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا اور بھڑک اٹھا ہے سر سفیدی سے وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا اور نہیں ہوں میں تجھ سے دعا کرنے میں اے میرے رب محروم۔“ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور خوشخبری دی يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ”اے زکریا علیہ السلام ہم خوشخبری دیتے ہیں تمہیں لڑکے کی جسکا نام یحییٰ ہوگا لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا نہیں بنایا ہم نے اس کیلئے اس سے پہلے کوئی ہم نام قَالَ کہا زکریا علیہ السلام نے رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ اے پروردگار کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا اور میری عورت بانجھ ہے۔“ سو سال ان کی عمر تھی وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ”اور بیشک میں پہنچ گیا ہوں بڑھاپے کے انتہائی درجے کو۔ جب میں چلتا ہوں تو کمر ٹیڑھی ہوتی ہے۔ ایک سو بیس سال ان کی عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ مجھ پر آسان ہے۔ عرض کیا پروردگار میرے لئے کوئی نشانی بنا دے جس سے میں سمجھو کہ میری بیوی حاملہ ہوگئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ”تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو نہ کلام کرے گا لوگوں کیساتھ تین دن تک صحیح سلامت۔“ تسبیحات کر سکیں گے، نماز پڑھ سکیں گے، خدا کا ذکر کر سکیں گے لیکن لوگوں کیساتھ گفتگو نہیں کر سکو گے اور زبان ہوگی بھی ٹھیک ٹھاک۔ لیکن جب لوگوں کیساتھ گفتگو کرو گے تو زبان نہیں چلے گی۔ تو رب جب دینے پہ آئے دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلا عطا فرمائے۔

تو فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں تم پر ہوں اے گھر والو! اہلبیت کا اولین مصداق بیوی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر اس وقت بیوی کے علاوہ کوئی نہیں تھا فرشتوں نے ان کو اہل بیت کہا۔ اور ہماری زبان میں بھی اھل بیوی کو کہتے ہیں۔ مثلاً دو دوست ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں اہل وعیال کا کیا حال ہے؟ تو اہل بیوی اور عیال بچے۔ اور اگر کسی نے نئی شادی کی ہے تو اس سے دوست پوچھتے ہیں گھر والوں کا کیا حال ہے؟ اب دیکھو! کل تو اس کی شادی ہوئی ہے راتوں رات تو بچہ نہیں ہو جائے گا۔ تو گھر والوں سے مراد بیوی ہے۔ اصل اہل کا مصداق بیوی ہے پھر اس کے تحت اولاد بھی آتی ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ پس جب چلا گیا **عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الرَّوْعُ** ابراہیم علیہ السلام سے خوف۔ کیونکہ پہلے تو فرشتوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے پریشان تھے کہ کیوں نہیں کھاتے؟ لگتا ہے کسی اچھے ارادے سے نہیں آئے۔ مگر جب فرشتوں نے اپنی پوزیشن واضح کر دی کہ ہم فرشتے ہیں اور لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کیلئے بھیجے گئے ہیں اور تمہیں خوشخبری سنا کر جانا ہے **وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى** اور آ گئی ان کے پاس خوشخبری بیٹے کی اور پوتے کی بھی اپنی زندگی میں اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود تجویز کیے، اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد یعقوب علیہ السلام۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اسراء کا معنٰی عبد اور ایل کا معنٰی ہے اللہ، تو اسرائیل کا لفظی معنی ہوا عبداللہ۔ پھر آگے ان کی نسل چلی۔ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے حضرت یوسف بھی ان کے بیٹے ہیں۔ یہ سارے بنی اسرائیل کہلائے۔ یہ دنیا کی ذہین ترین اور ضدی قوم

ہے۔ تو جب خوف ختم ہو گیا اور خوشخبری بھی مل گئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں اور ایک مہم کیلئے آئے ہیں یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ تکرار کرنے لگے ہمارے ساتھ قوم لوط کے بارے میں اور سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۳۲ میں ہے قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ''کہا ابراہیمؑ نے اس بستی میں میرے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں۔'' لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے بھائی کا نام حاران بن آذر، حاطلوے والی کیساتھ لکھتے ہیں اور لاہور والی ہا کیساتھ بھی لکھتے ہیں۔ قَالُوْا ''فرشتوں نے کہا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ہم خوب جانتے ہیں اس میں رہنے والوں کو لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ہم ضرور بچالیں گے اس کو اور اس کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ سوائے اسکی بیوی کے کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔'' یہ ہے مطلب تکرار اور جھگڑے کا کہ تم بنی سدوم کی تباہی کیلئے جا رہے ہو تو میرے بھتیجے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کا کیا بنے گا؟ جس کے متعلق فرشتوں نے وضاحت کر دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑے بردبار بکثرت آہ و زاری کرنے والے بکثرت رجوع کرنے والے تھے۔ جتنا کوئی رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اتنا ہی اس کو رب تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

ہمیں نماز میں لطف کیوں نہیں آتا :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں نماز میں لطف نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ہماری توجہ نہیں ہوتی۔ بھائی لطف آئے یا نہ آئے، توجہ رہے یا نہ رہے کرتے جاؤ۔ رب تعالیٰ نے جو فریضہ مقرر کیا ہے جو کام ذمے لگایا ہے کرتے رہو کسی نہ کسی وقت دل کے تالے کھل جائیں گے۔ لطف بھی آئے گا توجہ بھی حاصل ہو جائے گی۔ تمہارا کام ہے وضو

کرواور وقت پر نماز پڑھو۔ نماز میں مختلف خیالات بھی آتے رہتے ہیں اور یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا بے حد انعام واحسان ہے کہ جو وساوس اور خیالات آتے ہیں ان پر شرعاً کوئی گرفت نہیں ہے اگر گرفت ہوتی تو ہماری تمہاری کوئی خیر نہیں تھی۔ کوئی بندہ وساوس اور خیالات سے بچا ہوا نہیں ہے لیکن یہ ان وساوس اور خیالات کی بات ہے جو از خود آئیں بندہ قصداً نہ لائے۔ خود بخود خیال آ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ بندے کو کوشش کرنی چاہئے کہ نماز میں خیال نہ آئے توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے نفس نماز قبول ہو جائے گی۔ اور حسن قبول اس وقت ہوگا جب پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کہا یٰاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اے ابراہیم علیہ السلام ان باتوں سے اعراض کریں۔ آپ ان کی فکر نہ کریں لوط علیہ السلام بھی بچ جائیں گے اور جو مؤمن ہیں وہ بھی بچ جائیں گے ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ان پر کوئی زد نہیں پڑے گی اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّکَ بیشک شان یہ ہے کہ تحقیق تیرے رب کا حکم آ چکا ہے قوم لوط کی تباہی کا وَاِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ اور بیشک ان لوگوں کے پاس آنے والا ہے ایسا عذاب جس کو لوٹایا نہیں جا سکتا۔ اس عذاب کا ذکر آئندہ آئے گا۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝۷۷ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝۷۸ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝۷۹ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۝۸۰ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝۸۱ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ۝۸۲ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝۸۳

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوطؑ کے پاس سِيْٓءَ بِهِمْ پریشان کردیئے گئے ان کی وجہ سے وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا اور تنگ ہوا ان کی وجہ سے دل ان کا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ اور فرمایا یہ دن بڑا مشکل ہے وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ اور آئی ان کے پاس ان کی قوم يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ دوڑتی ہوئی تیزی کیساتھ ان کی طرف وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اور اس

سے پہلے وہ برے عمل کرتے تھے قَالَ یٰقَوْمِ فرمایا اے میری قوم ھٰٓؤُلَآءِ
بَنَاتِیْ یہ میری بیٹیاں ہیں ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں
فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اور مجھے رسوانہ
کرو میرے مہمانوں کے بارے میں اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ کیا نہیں ہے تم
میں کوئی سمجھدار آدمی قَالُوْا کہنے لگے وہ لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق آپ جانتے ہیں
مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ نہیں ہے ہمیں آپ کی بیٹیوں کے بارے میں کوئی
شوق وَاِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ اور بیشک آپ جانتے ہیں جو ہم ارادہ کرتے ہیں
قَالَ فرمایا لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً کاش مجھے تمہارے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی
اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ یا میں پناہ پکڑتا ایسے بازو کی طرف جو سخت ہو
قَالُوْا بولے مہمان یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ اے لوط علیہ السلام بیشک ہم تیرے
رب کے بھیجے ہوئے ہیں لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ یہ ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تجھ تک
فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ پس آپ چلیں اپنے اہل والوں کو لے کر بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ رات
کے حصے میں وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی ایک
اِلَّا امْرَاَتَکَ مگر آپ کی بیوی اِنَّہٗ مُصِیْبُھَا بیشک شان یہ ہے کہ پہنچے گا اس کو
مَآ اَصَابَھُمْ وہ عذاب جو پہنچے گا ان کو اِنَّ مَوْعِدَھُمُ الصُّبْحُ بیشک ان کے
وعدے کا وقت صبح ہے اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ کیا صبح قریب نہیں ہے فَلَمَّا
جَآءَ اَمْرُنَا پس جس وقت آیا ہمارا حکم جَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا کر دیا ہم نے ان

کے اوپر والے حصے کو نیچے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کنکر کے کونے والے تہہ بہ تہہ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ نشان لگائے ہوئے تیرے رب کی طرف سے وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ اور نہیں ہے یہ ظالموں سے دور۔

فرشتوں کی آمد پر لوط علیہ السلام کا پریشان ہونا :

یہ تم نے سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے معزز مہمانوں کی شکل میں۔ وہی فرشتے جو ابراہیم علیہ السلام کے پاس کوئی ساٹھ سال کا لگتا تھا، کوئی پچاس سال کا، کوئی چالیس سال کا، لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو نوعمر لڑکوں کی صورت میں۔ کوئی گیارہ سال کا، کوئی دس سال کا، کوئی بارہ سال کا، بڑے خوبصورت بچوں کی شکل میں۔ رب تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس سِیْٓءَ بِهِمْ پریشان کر دیئے گئے ان کی وجہ سے وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا اور تنگ ہوا ان کو دیکھنے کی وجہ سے دل ان کا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ اور فرمایا یہ دن بڑا مشکل ہے۔ کیونکہ قوم لونڈے باز تھی بلکہ بڑوں کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لئے لوط پریشان ہوئے کہ جب قوم نے دیکھا کہ میرے گھر خوبصورت بچے آئے ہوئے ہیں یقیناً بدمعاشی کے لئے آئیں گے تو میری بڑی بے عزتی ہوگی کہ میرے مہمان ہیں۔ دن کا وقت تھا لوگ بھی دیکھ رہے تھے ایک دوسرے کو آوازیں دیں کہ بڑے خوبصورت لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ اور آئی لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ دوڑتی ہوئی تیزی کیساتھ ان کی طرف۔ اور حضرت لوط کی پریشانی بے جا نہیں تھی کیونکہ وَمِنْ قَبْلُ اور اس سے پہلے كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ وہ برے کام کرتے تھے۔

اتنے بے حیا تھے کہ مجلس میں ایک دوسرے کے سامنے بدمعاشی کرتے تھے۔

سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۹ میں ہے وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ''اور تم کرتے ہو اپنی مجلسوں میں بری بات۔'' اتنے بے حیا تھے۔ اور جب بندے میں حیا نہ ہو ایمان نہیں رہ سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ''حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔'' لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا حَیَاءَ لَهٗ ''اس آدمی کا ایمان نہیں ہے جس میں حیا نہیں ہے۔''

قَالَ لوط علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم! سب بدمعاش اکٹھے ہو کر آ گئے ہو ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اور مجھے رسوا نہ کرو میرے مہمانوں کے بارے میں۔ قوم کو برائی سے بچانے کیلئے اور مہمانوں کی تکریم کیلئے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے بیٹیوں کی پیشکش کر دی۔ ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حضرت لوطؑ کی دو یا تین بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا تو یہ قربانی سرداروں کے سامنے پیش کی کہ تم جو قوم کے سردار ہو ایک ایک سردار میری بیٹی کیساتھ نکاح کر لے اور نکاح کے بعد اپنی قوم پر کنٹرول کرو تا کہ میرے مہمانوں کی عزت محفوظ رہے۔ بڑی قربانی ہے۔

ہجرت کے تیسرے سال تک کافروں کیساتھ رشتہ ناطہ جائز تھا :

اب رہا یہ سوال کہ قوم تو کافر تھی ان کو رشتہ دینے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت مومن اور کافر کا رشتہ جائز تھا۔ خود حضرت لوطؑ کی بیوی جسکا نام واعلہ تھا، کافرہ تھی اور اسلام میں بھی تقریباً سولہ سال تک یہی مسئلہ رہا ہے۔ تیرہ سال مکی زندگی اور

تین سال مدنی زندگی میں کہ مومن اور کافر کا آپس میں نکاح جائز تھا۔ ہجرت کے تیسرے سال جب یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ "اور مشرک عورتوں کیساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ اور البتہ مومن لونڈی بہتر ہے مشرکہ عورت سے چاہے وہ تمہیں کتنی اچھی لگے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا اور نہ نکاح کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کیساتھ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ بہتر ہے مشرک سے وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ چاہے وہ تمہیں اچھا معلوم ہو [البقرہ:۲۲۱] تو مومن کافر کے رشتے والا حکم ہجرت کے تیسرے سال منسوخ ہوا۔

پیغمبر قوم کی باپ کی طرح اصلاح کرتا ہے :

دوسری تفسیر یہ ہے کہ لوط علیہ السلام نے اپنی حقیقی بیٹیوں کی بات نہیں کی بلکہ قوم کی بیٹیوں کے متعلق فرمایا۔ کیونکہ پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ کہ یہ قوم کی جو بیٹیاں ہیں میری ہی بیٹیاں ہیں جائز طریقے سے ان کیساتھ نکاح کرو اور اپنی خواہش کو پورا کرو۔ تو روحانی باپ کی حیثیت سے یہ بات فرمائی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یہودیوں نے گھیر لیا۔ کہنے لگے تمہارا نبی بھی اچھا ہے تمہیں بتلاتا ہے کہ پیشاب ایسے کرو، پاخانہ اس طرح کرو، یہ کرو، وہ کرو بھلا یہ باتیں بتلانے کی ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ معمر صحابی تھے۔ صحیح قول کیمطابق اللہ تعالیٰ نے ان کو اڑھائی سو سال عمر عطا فرمائی تھی۔ ان کی صحت بڑی اچھی تھی دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ ساٹھ پینسٹھ سال کے پیٹے میں ہونگے۔ انہوں نے یہودیوں کو خوب سنائیں۔ فرمایا ہاں! آنحضرت ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے کہ پیشاب بائیں ہاتھ سے خشک کرنا ہے، شرمگاہ کو دایاں ہاتھ نہیں لگانا، استنجا کو کلے اور

لید کیساتھ نہیں کرنا، گوبر اور ہڈی کیساتھ نہیں کرنا اور جس وقت قضائے حاجت کیلئے بیٹھنا ہے تو قبلے کی طرف منہ نہیں کرنا اور قبلے کی طرف پیٹھ بھی نہیں کرنی۔ یہ چیزیں ہمیں پیغمبر نے بتلائی ہیں۔ ان میں کونسا کام گناہ کا ہے؟ حضرت نے ان کو خوب لتاڑا پھر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے حضرت! آج یہودیوں نے مجھ پر یہ اعتراض کیا تھا میں نے اس کا یہ یہ جواب دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جواب ٹھیک ہے اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمِثْلِ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ ''بیشک میں امت کیلئے ایسے ہی ہوں جیسے باپ اولاد کیلئے ہوتا ہے۔''

تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا مجھے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ کیا نہیں ہے تم میں کوئی سمجھدار آدمی جو بات کو سمجھ لے۔ اب قوم کا جواب سنو! قَالُوْا کہنے لگے وہ لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق آپ جانتے ہیں مَالَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ نہیں ہے ہمیں آپ کی بیٹیوں کے بارے میں کوئی شوق، کوئی رغبت نہیں ہے وَاِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ اور بیشک آپ البتہ جانتے ہیں جو ہم چاہتے ہیں جو ہمارا ارادہ ہے۔ ہم نے اپنا ارادہ پورا کرنا ہے لڑکیاں پیش کر کے ہمارے ارادے میں رکاوٹ ڈالتے ہو۔ اس موقع پر قَالَ فرمایا حضرت لوط علیہ السلام نے لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً کاش کہ مجھے تمہارے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی تو میں تمہیں بتلاتا کہ تم بدمعاشی کس طرح کرتے ہو۔

بدمعاشیاں صرف وعظوں سے ختم نہیں ہوتیں :

اور یاد رکھنا! بدمعاشیاں، خرابیاں، گناہ نرے وعظوں سے ختم نہیں ہوتے ان کے ختم کرنے کیلئے قوت بھی چاہیے۔ جیسے طالبان کو رب تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے وہ طاقت ہمیں بھی پاکستان میں حاصل ہو جائے۔ محض وعظ تو ساٹھ سالوں سے

میں بھی کر رہا ہوں لیکن معاشرے نے اس کا کتنا اثر لیا ہے؟ کتنے عامل بنے ہیں؟ وہاں جا کر دیکھو ان کو شکلیں اور صورتیں اسلام کے مطابق ہیں اور تم بھی وہاں داڑھی کے بغیر جا کر دیکھو تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔ پہلے قدم پر ہی تمہیں گرفتار کر لیں گے۔ لیکن تم ہو کہ ایک کان سے سنتے ہو اور دوسرے سے نکال دیتے ہو۔ حق کے نفاذ کیلئے قوت بھی چاہئے۔ فرمایا اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ یا میں پناہ پکڑتا ایسے بازو کی طرف جو سخت ہو، ایسے گروہ کی طرف جو قوی ہوتا۔ کاش میرا بھی کوئی معاون گروہ ہوتا تو میں تمہیں بتلاتا کہ تم کس طرح بدمعاشی کرتے ہو۔

اہل بدعت کی تردید :

اب دیکھو! اہل بدعت کہتے ہیں کہ پیغمبر ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہیں اور عالم الغیب بھی۔ اگر حضرت لوط علیہ السلام عالم الغیب ہوتے اور جانتے ہوتے کہ یہ فرشتے ہیں تو اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی اور اتنی منتیں اور بیٹیاں قربان کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر حاضر و ناظر ہوتے تو سمجھ جاتے کہ یہ وہی فرشتے ہیں جو تایا جی ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے۔ لہذا یاد رکھنا! عالم الغیب اور حاضر و ناظر کا عقیدہ نبیوں اور ولیوں کے بارے میں کافرانہ اور مشرکانہ ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام جب قوم کیساتھ گفتگو کر رہے تھے فرشتے سن رہے تھے۔ جب دیکھا کہ پیغمبر کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی ہے قَالُوْا فرشتے بولے یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ اے لوط علیہ السلام! بیشک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ یہ ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے آپ تک فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ پس آپ چلیں اپنے اہل والوں کو لے کر بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ رات کے حصے میں۔ کہتے ہیں کہ یہ مہمان جب آئے تھے تو ظہر کا وقت تھا بعض کہتے ہیں عصر کا وقت تھا۔ بحث و تکرار میں کافی

وقت گذر گیا جب رات آئی تو فرشتوں نے کہا آپ اپنے اہل کو جو تیرے ماننے والے ہیں ساتھ لیکر چلیں جائیں۔ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی ایک اِلَّا امْـــرَاَتَکَ مگر آپ کی بیوی کہ اسکو نہیں لے جانا۔ وہ کفر میں سخت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ دو یا تین بیٹیاں تھیں انہوں نے ماں کی بات نہیں مانی وہ باپ کے عقیدے پر تھیں ۔ فرمایا اِنَّـهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ بیشک شان یہ ہے کہ پہنچے گا اس کو وہ عذاب جو پہنچے گا اس قوم کو۔ جو عذاب آپ کی قوم پر آئے گا وہ آپ کی بیوی پر بھی آئیگا۔ کب آئے گا؟ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ بیشک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ اس لئے دے رہے ہیں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ سارے علاقے کو الٹا کر دینا ہے۔ جب تم یہاں سے چلے جاؤ گے پھر کاروائی ہوگی اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ کیا صبح قریب نہیں ہے؟

قوم لوط پر چار قسم کے عذاب آئے :

اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے ہیں اور چاروں قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ پہلا عذاب فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَهُمْ [قمر:۳۷] ''پس مٹا دیں ہم نے ان کی آنکھیں۔'' فرشتوں کو چھیڑنے کیلئے آگے بڑھے اللہ تعالیٰ نے ساری قوم کو اندھا کر دیا۔ دوسرا عذاب اسی مقام پر مذکور ہے''اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کونے والے تہہ بہ تہہ۔''

تیسرے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۳ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ''پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے سورج نکلتے وقت۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ اور چوتھا عذاب جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا ''کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' حضرت جبرائیل نے وہ دس میل کا علاقہ اپنے پَر پر اٹھا کر پھینک دیا۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بحر میت

ہے۔ چھ میل کے علاقہ میں پانی ہے اس میں کوئی بھی جاندار چیز نہیں ہے حالانکہ تھوڑا سا پانی بھی ہو اس میں کیڑے مکوڑے، ڈھڈو (مینڈک)، مچھلی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر وہاں کوئی شے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا پس جس وقت آیا ہمارا حکم جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔ زمین کے بالائی حصے کو نچلا کر دیا۔ نیچے والے کو اوپر اور اوپر والے کو نیچے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کنکر کے کونے والے تہہ بہ تہہ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ نشان لگائے ہوئے تیرے رب کی طرف سے وَمَا هِيَ، ھی کی ضمیر اس علاقے کی طرف لوٹ رہی ہے مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ اور نہیں ہے وہ علاقہ ان مکے والے ظالموں سے دور۔ کیونکہ جب یہ تجارت کیلئے شام جاتے تھے تو وہاں سے گذر کر جاتے تھے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ھِیَ کی ضمیر راجع ہے پتھروں کی طرف۔ تو معنیٰ ہو گا کہ اور نہیں ہیں وہ پتھر ان مکے والے ظالموں سے دور۔ جیسے ان پر پتھر برسائے گئے ان پر بھی برس سکتے ہیں۔ وہ قادر مطلق ذات ہے جو چاہے کرے، پتھر برسائے، ہوا تیز کر دے، پانی کا سیلاب بھیج دے، زلزلہ طاری کر دے، آسمانی بجلی گرا دے۔ کل پرسوں کے اخبار میں پڑھا ہے ہندوستان میں واجپائی کے جلسہ میں آسمانی بجلی گری جس سے اکیس بائیس آدمی موقع پر مر گئے بہت سارے زخمی ہوئے، جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ یہ سارا کچھ دیکھ کر بھی ان پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

کہلاتے مسلمان ہیں کرتے خلافِ قرآن ہیں :

ترکی میں دیکھو! مسلمان کہلانے والے بے ایمانوں نے پردے پر با قاعدہ پابندی

لگائی ہے۔جن علاقوں میں یہ خبیث رہتے ہیں وہاں زلزلے آتے ہیں۔رب تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہورہی ہے مگروہ ٹس سے مس نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً لوگوں کوآگاہ کرتے رہتے ہیں مگرلوگ آگاہ نہیں ہوتے۔دیکھو! کہلاتے مسلمان ہیں اورحکم قرآن کریم کیخلاف دیتے ہیں۔پردے کے متعلق سورت احزاب آیت نمبر۶۹ میں پردے کاواضح حکم ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ''اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں اپنی بیویوں سےاوراپنی بیٹیوں سےاور مومنوں کی عورتوں سے کہ وہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنی چادریں۔'' مطلب یہ ہے کہ پردہ کریں۔کتناواضح حکم ہے۔اللہ تعالیٰ ان بےایمانوں کوتباہ کرے۔مسلمان کہلاتے ہیں اور قرآن کریم کی مخالفت کرتے ہیں۔تو فرمایا کہ وہ پتھران ظالموں سے بھی دورنہیں۔رب چاہےتوان پربھی برسا سکتا ہے۔

۞۞۞

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ

شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۗ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو (ہم نے رسول بنا کر بھیجا) قَالَ فرمایا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اور نہ کمی کرو ماپ اور تول میں اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ بیشک میں دیکھتا تم کو خیر کیساتھ وَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اور بیشک میں خوف کرتا ہوں تم پر عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ گھیرنے والے دن کے عذاب کا وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ اور اے میری قوم پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ اور کم نہ دو لوگوں کو انکی

چیزیں وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہو ئے بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اللہ تعالیٰ کا چھوڑا ہوا بہتر ہے تمہارے لئے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم مومن وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر کوئی نگران قَالُوْا کہا انہوں نے یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اے شعیب علیہ السلام کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے اَنْ نَّتْرُکَ مَایَعْبُدُ اٰبَآءُ نَآ تا کہ ہم چھوڑ دیں انکو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا یا یہ کہ ہم کریں اپنے مالوں میں مَا نَشٰٓؤُا جو ہم چاہیں اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ بیشک آپ تحمل کرنے والے سمجھدار ہیں۔

جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کے وجہ سے تباہ کیا ان میں سے چند کا ذکر تم سن چکے ہو۔ جیسے نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم، حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کہ یہ قومیں نافرمانی، بغاوت سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ اب آگے نمبر آیا قوم مدین کا۔

قوم مدین کے حالات :

یہ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ذکر تو قرآن پاک میں ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام جو بڑے تھے اور قربانی بھی انہی کی تھی اور دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام یہ چھوٹے تھے اور ان کے بیٹے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام جنکا لقب اسرائیل تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ان کی نسل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر تشریف لائے اور حضرت اسماعیل

علیہ السلام کی اولاد میں صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ لیکن تورات اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کے تین اور بیٹوں کا بھی ذکر ہے ،حضرت مدین، حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمہم اللہ۔

جو حضرت مدین کی اولاد ہے وہ قوم مدین کہلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا اور مدین قوم کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا۔ بھائی اس لئے کہا کہ وہ اسی قوم کے ایک فرد اور اسی شہر کے رہنے والے تھے جسکا نام مدین تھا۔ جیسے سننے میں آتا ہے کہ گکھڑ کسی قوم کا نام تھا اس قوم کے نام پر یہ گکھڑ مشہور ہو گیا۔ اسی طرح مدین شہر کا نام بھی تھا اور قوم کا نام بھی اور ان کو اصحاب الایکہ بھی کہا گیا ہے۔ کیونکہ مدین شہر کے حدود اربعہ میں جنگلات تھے درمیان میں یہ بہت بڑا وسیع شہر تھا یعنی وہ لوگ جو جنگلات میں رہتے ہیں۔ اس دور میں مدین بین الاقوامی منڈی تھی۔ لوگ دور دراز سے آکر وہاں سودا بیچتے اور خریدتے تھے۔ خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام اپنے دور میں بڑے فصیح اور بلیغ تھے اور نماز بڑی دلجمعی کیساتھ پڑھتے تھے۔

نماز اطمینان کیساتھ پڑھنی چاہیئے :

اسی صفحے پر آرہا ہے کہ لوگوں نے اطمینان کیساتھ نماز پڑھنے کا طعنہ بھی دیا اور یاد رکھنا! نماز صحیح معنٰی میں وہی نماز ہے جس میں رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ وغیرہ اطمینان کیساتھ ہوں۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ صحابی رسول حضرت خلاد بن رافع ؓ نے آپ ﷺ کے سامنے جلدی جلدی نماز پڑھی۔ آپ نے ان کو فرمایا صَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ''پھر نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔'' انہوں نے دوبارہ اسی طرح پڑھی اور آپ ﷺ کے

پاس آئے۔آپ ﷺ نے فرمایا نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔وہ تیسری دفعہ پھر پڑھ کر آئے۔آپ ﷺ نے فرمایا صَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ''پھر نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔'' کہنے لگے حضرت! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے جو ڈھنگ اور طریقہ آتا تھا میں نے اس طرح پڑھی ہے اب آپ مجھے بتائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا نہایت اطمینان کیساتھ رکوع کر سر اٹھا، اطمینان کیساتھ قومہ کر، اطمینان کیساتھ سجدہ کر، اطمینان کیساتھ جلسہ کر غرضیکہ اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا۔عجیب بات ہے کہ صحابی رسول کی نماز جلدی جلدی پڑھنے سے مسجد نبوی میں نہ ہو جہاں ایک نماز پڑھنے کا ثواب صحیح روایات کے مطابق ایک ہزار نماز کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ملتا ہے بشرطیکہ نماز ہو۔تو بغیر اطمینان کے نماز پڑھنے سے ہماری تمہاری نماز کس طرح ہو جائے گی۔ قَالَ حضرت شعیبؑ نے فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی عبادت کے لائق ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی فریادرس ہے، نہ کوئی دستگیر ہے، نہ کوئی مقنن قانون ساز ہے، مخلوق بھی اسی کی حکم بھی اسی کا، جو کچھ کرتا ہے رب کرتا ہے رب تعالیٰ کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

قوم مدین شرک کے علاوہ ناپ تول کی کمی میں مبتلا تھی :

بہر حال مدین چونکہ مشہور اور بڑی منڈی تھی وہاں بڑا وسیع کاروبار ہوتا تھا لوگ دور دراز سے آتے اناج وغیرہ خریدتے اور بیچتے تھے۔ان لوگوں نے ڈبل پیمانے اور باٹ بنائے ہوئے تھے۔لیتے وقت اور پیمان اور باٹ ہوتا اور دیتے وقت اور پیمانہ اور باٹ

ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے تنقید کی۔ فرمایا وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ مِکیال کا معنٰی پیمانہ اور میزان کا معنٰی ترازو۔ معنٰی ہوگا اور نہ کمی کرو ماپ اور تول میں۔ اور مکیال اور میزان مصدر بھی آتے ہیں۔ پھر مکیال کا معنٰی ہوگا ناپنا اور میزان کا معنٰی ہوگا تولنا۔ تو مطلب بنے گا ناپنے اور تولنے میں کمی نہ کرو۔ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ بیشک میں دیکھتا تم کو خیر وعافیت کیساتھ کہ آدمی کمزور وغریب ہو وہ داؤ فریب کرے تو آدمی کہتا ہے چلو کمزور آدمی تھا اس لئے داؤ کیا۔ تم صاحب حیثیت ہو وسیع پیمانے پر تمہارا کاروبار ہے پھر تم ایسی خساست کرتے ہو کہ لیتے وقت پورا لیتے ہو اور دیتے وقت کمی کرتے ہو۔ اچھے بھلے آسودہ حال ہوتے ہوئے ایسی حرکت کرتے ہو وَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ اور بیشک میں تم پر خوف کرتا ہوں گھیرنے والے دن کے عذاب کا۔ جس دن کا عذاب تم سب کو گھیر لے گا اور مجرموں میں سے کوئی بچے گا نہیں وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم! اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ اور کم نہ دو لوگوں کو انکی چیزیں۔ جتنی چیز کی ان سے رقم لی ہے اتنی ہی چیز ان کو دو ڈنڈی نہ مارو کہ مثلاً رقم تو لی ہے ایک سیر کی اور دو اس کو تین پاؤ چودہ چھٹانک۔ اس طرح نہ کرو پوری چیز دو۔

مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو کہ بیع نام ہے ایجاب وقبول کا۔ مثلاً ایک آدمی نے کہا کہ میں تمہیں یہ چیز ایک سیر ایک روپے کی دونگا اور لینے والے نے کہا ٹھیک ہے مجھے قبول ہے تو یہ بیع ہوگئی۔ روپیہ بیچنے والے کا اور وہ چیز ایک سیر خریدنے والے کی ہوگئی۔ اب اگر دینے والا وہ چیز پوری سیر نہیں دیتا تو اس نے اس کا حق مارا ہے۔ اور حق العبد وہ چیز ہے کہ کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا جب تک صاحب حق خود نہ معاف کرے۔ اسی

طرح باٹ کی بجائے پیمانے کیساتھ کوئی چیز بیچتا ہے کہ مثلاً کہتا ہے کہ ایک ٹوپہ پانچ روپے کا دونگا اور خریدنے والا کہتا ہے ٹھیک ہے! اور یہ پورا ٹوپہ نہیں دیتا تو اِس نے اُس کا حق مارا ہے جس کی معافی نہیں ہے۔ یا جس چیز کا سودا کیا ہے وہ نہیں دیتا مثلاً سودا ہوا کہ فلاں چیز جس کی نوع یہ ہوگی جنس وہ ہوگی رنگ یہ ہوگا اور اب یہ اس کو اس نوع یا اس جنس یا اس رنگ کی چیز نہیں دیتا تو اس نے اس کا حق مارا ہے اس کیساتھ دھوکہ کیا ہے اور اس کی کمائی حلال کی نہیں ہوگی۔ جو جنس اور جو نوع اور رنگ کہا ہے اس کے مطابق ہونی چاہئے اگر ہیرا پھیری کرے گا تو کمائی حرام ہو جائے گی۔ اور آج جو حالات ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ سارے کا سارا معاشرہ ہی بگڑا ہوا ہے۔ الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ ہیں جو دیانت داری کیساتھ خرید وفروخت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح طریقے سے ہم سے نیکی نہیں ہوتی کیونکہ خوراک کا بھی انسان کی نیکی پر اثر پڑتا ہے۔

ایک لقمہ حرام کا کھانے سے چالیس دن دعا قبول نہیں ہوتی :

اور کئی دفعہ تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ حضرت سعد ابن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بندہ ایک لقمہ حرام کا کھالے تو چالیس دن دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہمارا تو خیر سے پیٹ ہی حرام سے بھرا ہوا ہے۔ اور مسلم وغیرہ میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لوگ دور دراز سے حج کیلئے جاتے ہیں۔ سر پراگندہ پاؤں غبار آلود ہوتے ہیں تکالیف اٹھا کر کعبۃ اللہ پہنچتے ہیں کعبے کا طواف کرتے ہیں غلاف پکڑ کے دعائیں کرتے ہیں یارب! یارب! میرے گناہ معاف کردے اور حال یہ ہے کہ مَأْكَلُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ ''کھانا اس کا حرام کا، پینا اس کا حرام کا، کپڑے اس کے حرام کے، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لَهٗ پس کہاں سے اس کی دعا قبول ہوگی''

یاد رکھنا! رزق حلال سے نیکی پر اثر پڑتا ہے۔ ان میں ایک خرابی اور بھی تھی جس کی تفصیل یہاں نہیں ہے۔ آٹھویں پارے میں اسکی تفصیل ہے کہ ان کے اردگرد جو جنگلات تھے ان میں ڈاکو رہتے تھے اور تاجروں میں ان کے ایجنٹ ہوتے تھے جو ان کو اطلاع کرتے تھے کہ کونسے قافلے والوں نے سونا چاندی اور قیمتی سامان خریدا ہے۔ وہ ڈاکو قافلوں کو لوٹ لیتے تھے باہر سے آنے والوں کو بھی لوٹ لیتے تھے۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ [الاعراف:۸۶] ''اور نہ بیٹھو ہر راستے پر کہ ڈراتے ہو تم لوگوں کو۔'' ڈاکے ڈالتے ہو اس طرح نہ کرو۔ وسیع جنگلات تھے لوٹ کر جنگلات میں چلے جاتے تھے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا تھا ڈاکے بھی ڈالتے تھے اور ساتھ ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کی مخالفت بھی کرتے تھے۔ لوگوں کو کہتے تھے وہاں ایک بابا ہوگا اس حلیہ کا اس شکل کا اس کے پاس نہ جانا۔ فرمایا وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اور روکتے ہو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کے معجزے کا ذکر :

حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے۔ بڑے فصیح اور بلیغ تھے اور پھر پیغمبر کی زبان تو پیغمبر کی زبان ہے لیکن ضدی نہ ماننے والے کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ''بدائع الظھور فی وقائع الدھور'' نایاب تھی اب مردان کے ایک کتب خانے والوں نے طبع کروائی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے تو ہمیں کوئی نشانی دکھاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کونسی نشانی چاہتے ہو کہنے لگے کہ ہم جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں یہ بول کر تیری اور تیرے دعوے کی تصدیق کریں تو ہم ایمان لے آئیں

گے۔حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا آؤ چلیں تمہارے بتوں کے پاس۔وہاں جا کر حضرت شعیب علیہ السلام نے بتوں سے دو سوال کئے مَنْ رَّبُّکَ تمہارا رب کون ہے؟ وَمَنْ اَنَا اور میں کون ہوں؟ بتوں نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے۔زمین کو، آسمانوں کو، انسانوں کو، حیوانوں کو پیدا کیا ہے۔ ہم پتھر اور لکڑی ہیں ہمیں بھی پیدا کرنے والا وہی ہے۔وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَنَبِیُّہٗ اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں۔قوم نے کہا کہ بڑا جادوگر ہے بتوں پر بھی اس کا جادو چل گیا اور ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا۔اب اس کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟

وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہوئے۔نہ ڈاکے ڈالو اور نہ کمی کر کے لوگوں کو لوٹو بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اللہ تعالیٰ کا چھوڑا ہوا بہتر ہے تمہارے لئے اگر ہو تم مومن۔لوگوں کا حق دے کر جو باقی تمہارے پاس رہے اس میں برکت ہے۔اور یاد رکھو! وَمَا اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر کوئی نگران کہ ہر وقت تمہیں دیکھتا رہوں کہ تم کونسے پیمانے اور ترازو سے لیتے ہو اور کونسے پیمانے اور ترازو سے دیتے ہو۔یہ رب تعالیٰ کا معاملہ ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ ان لوگوں نے کہا اے شعیب علیہ السلام! اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآءُنَا کہ ہم چھوڑ دیں انکو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔یہ لمبی لمبی جو اطمینان کیساتھ تم نماز پڑھتے ہو یہ تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم باپ دادا کا طریقہ چھوڑ دیں۔نماز کا طعنہ دیا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا یا یہ کہ ہم کریں اپنے مالوں میں جو ہم چاہیں۔مال ہمارے ہیں یا تمہارے ہیں؟ آگے استہزاء کے طور پر کہا اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ بیشک آپ تحمل کرنے

والے سمجھدار ہیں۔

تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ استہزاء ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کمزور آدمی کو کہے آؤ پہلوان جی! تم تو پھونک مار کر کراچی کے سمندر میں پھینک دو یا کسی شرارتی آدمی کو کوئی کہے آؤ حضرت جی! یہ شرارتی آدمی کو حضرت کہنا مذاق ہے۔ اور کمزور کو پہلوان کہنا بھی مذاق ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے مذاق کیا۔

۞۞۞

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًاؕ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُؕ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۸۸﴾ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًاۚ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّاؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۹۲﴾

قَالَ یٰقَوْمِ فرمایا شعیب علیہ السلام نے اے میری قوم اَرَءَیْتُمْ بتلاؤ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا اور اس اللہ نے مجھے روزی دی اپنی طرف سے اچھی روزی وَمَاۤ اُرِیْدُ اور میں نہیں ارادہ کرتا اَنْ اُخَالِفَكُمْ اس بات کا کہ میں مخالفت کروں تمہاری اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ان چیزوں کی طرف جن سے میں تمہیں منع کرتا ہوں اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ نہیں ارادہ کرتا میں مگر اصلاح کا مَا اسْتَطَعْتُ جتنی میں توفیق رکھتا ہوں وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی

کی طرف میں رجوع کرتا ہوں وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ نہ برانگیختہ کرے تمہیں میرے ساتھ اختلاف رکھنا اَنْ يُّصِيْبَكُمْ اس بات پر کہ پہنچے تمہیں مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اس کے مثل جو پہنچا نوح علیہ السلام کی قوم کو اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ یا ہود علیہ السلام کی قوم کو اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ یا صالح علیہ السلام کی قوم کو وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ اور نہیں ہے لوط علیہ السلام کی قوم تم سے دور وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اور معافی مانگو اپنے رب سے ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ پھر اس کی طرف رجوع کرو اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ بیشک میرا رب مہربان ہے محبت کرنے والا ہے قَالُوْا يٰشُعَيْبُ کہنے لگے اے شعیب علیہ السلام مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ہم نہیں سمجھتے بہت سی وہ باتیں جو تم کرتے ہو وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا اور بیشک البتہ ہم دیکھتے ہیں تجھے اپنے اندر کمزور وَلَوْلَا رَهْطُكَ اور اگر نہ ہوتی تیری برادری لَرَجَمْنٰكَ تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ اور نہیں ہے تو ہمیں کوئی پیارا قَالَ يٰقَوْمِ فرمایا شعیب علیہ السلام نے اے میری قوم اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ کیا میری برادری تمہیں زیادہ عزیز ہے اللہ تعالیٰ سے وَاتَّخَذْتُمُوْهُ اور بنالیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اپنی پشتوں کے پیچھے اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ بیشک میرا رب جو تم عمل کرتے ہو گھیرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں کی تبلیغ اور دین کی نشر و اشاعت کا ذکر اور نافرمان قوموں کی تباہی اور بربادی کا ذکر مسلسل چلا آرہا ہے۔ اسی سلسلے میں شعیب علیہ السلام کے

متعلق کچھ بیان ہوا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے سامنے اصولی طور پر تین باتیں رکھی تھیں۔

پہلی بات کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو اور اس کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسری بات کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو اور تیسری بات زمین میں فساد نہ مچاؤ۔ ساری باتیں سچی اور حق تھیں مگر قوم نے مذاق اڑایا لَاَ نْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْد کہہ کر کہ تو بڑا تحمل کرنے والا سمجھدار آدمی ہے۔ یہ ان کا پیغمبر کو کہنا ایسے ہی تھا جیسے میں نے کہا تھا کہ کسی کمزور آدمی کو کہیں آؤ پہلوان جی! یا شرارتی آدمی کو کہیں حضرت صاحب تشریف رکھو۔ یہ ان کیساتھ مذاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم اَرَءَ یْتُمْ بتلاؤ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تمہیں توحید کا سبق دیتا ہوں اور یہ فطری چیز ہے اور تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ پھر تم نے مطالبہ کیا کہ یہ ہمارے بت بولیں اور تیرا اقرار کریں کہ جو کچھ شعیب علیہ السلام کہہ رہے ہیں حق اور سچ ہے۔ تو بدائع الظہور کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے بتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا مَنْ رَّبُّكُمْ وَمَنْ اَنَا ''تمہارا رب کون ہے اور میں کون ہوں؟'' بتوں نے بول کر کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے جو ساری کائنات کا خالق ہے۔ وَاَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ وَنَبِيُّهٗ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں۔'' اتنی واضح دلیل بھی میں تم کو دے چکا ہوں مگر تم ہو کہ ضد پر اڑے ہوئے ہو۔ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا اور اس اللہ نے مجھے روزی دی ہے اپنی طرف سے اچھی روزی۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت اور رسالت کا رزق عطا

فرمایا ہے۔ یعنی رزق سے مراد روحانی رزق ہے۔ اور یہ مفہوم بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا۔ بھیڑ بکریاں رکھی ہوئی تھیں خود بوڑھے تھے بیٹیاں ہی بھیڑ بکریاں چراتی تھیں ان کا دودھ پی کر گذارہ کر لیتے تھے۔ لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا کہ ہماری بات مان لو تو تم بھی ایسے ہی کھلا کھاؤ پیو گے جسطرح ہم کھاتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف سے اچھا رزق عطا فرمایا ہے حلال وطیب، جس سے میرا گزارہ چل رہا ہے۔ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اور میں نہیں ارادہ کرتا یہ کہ تمہاری مخالفت کروں اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ان چیزوں کی طرف جن سے میں تمہیں منع کرتا ہوں۔ وہ میں خود بھی نہیں کرتا ایسا نہیں ہے کہ تمہیں تو ان سے منع کروں اور خود کروں تا کہ تم کہو کہ کہتا کیا ہے اور کرتا کیا ہے۔

کامل جو کہتے ہیں وہی کچھ کرتے ہیں :

مثلاً میں تمہیں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ اور خود بھی کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔ تمہیں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ کی عبادت کرو خود بھی اس کی عبادت کرتا ہوں۔ تمہیں کہتا ہوں کہ پورا ناپ تول کر دو ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے پاس ناپ تول والی کوئی شے ہی نہیں ہے اور اگر کسی وقت ناپ تول کر دیتا بھی ہوں تو پورے ناپ تول کیساتھ دیتا ہوں اور کسی قسم کے فساد کا قائل نہیں ہوں۔ تو جو باتیں میں تمہیں کہتا ہوں خود بھی اس کا پابند ہوں اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ نہیں ارادہ کرتا مگر اصلاح کا جتنی میں توفیق رکھتا ہوں۔

اصلاح بین الناس بڑی چیز ہے۔ لوگوں کی خدمت کرنا، اتحاد اتفاق پیدا کرنا،

عقائد اور اعمال کی اصلاح کی کوشش کرنا۔ دنیا میں خدمت خلق کے نام پر بڑی بڑی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں مگر کام صفر ہے صرف اپنے مقصد کو پورا کرتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ۔ جتنی مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے میں اس کے مطابق کام کرتا ہوں عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی اللہ تعالیٰ کی ذات پر میرا بھروسہ ہے وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر اس کیساتھ میرا ربط ہے اسی کیساتھ میرا تعلق ہے۔ وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ نہ برانگیختہ کرے، نہ ابھارے تمہیں میرے ساتھ اختلاف رکھنا اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اس بات پر کہ پہنچے تمہیں اس کے مثل عذاب جو پہنچا نوح علیہ السلام کی قوم کو۔

کونسی قوم کونسے عذاب میں ہلاک ہوئی :

نوح علیہ السلام کی قوم سیلاب کی شکل میں تباہ ہوئی ان کی تباہی کا ذکر اسی پارے میں چند رکوع پہلے تم سن چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کی مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ انہوں نے مخالفت کی تباہ ہوئے کہیں تم میری مخالفت کر کے تباہ نہ ہو جاؤ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ یا ہود علیہ السلام کی قوم کو کہ ان پر تند و تیز ہوا کا عذاب آیا تھا جس سے سب مجرم تباہ و برباد ہو گئے اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ یا صالح علیہ السلام کی قوم کو کہ ان پر زلزلہ بھی آیا تھا اور صیحہ کہ جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی جس سے ان کی کلیجے پھٹ گئے۔ اس طرح کا عذاب تم پر نہ آجائے۔ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ اور نہیں ہے لوط علیہ السلام کی قوم تم سے دور۔ رقبے کے لحاظ سے بھی دور نہیں ہے کہ مدین بحر میت کے قریب تھا اور زمانے کے لحاظ سے بھی وہ تم سے دور نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے ان کو

اندھا کیا اور ان پر آواز بھی مسلط کی اور اس علاقے کو الٹا کر دیا۔ ان قوموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی توحید کا انکار کیا تباہ و برباد ہو گئے کہیں تم بھی ان کی طرح برباد نہ ہو جاؤ۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو معافی مانگو۔

پیغمبر کے علاوہ اصولی طور پر کوئی معصوم نہیں :

دیکھو! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے سوا ہر بندہ گنہگار ہے۔ اصولی طور پر کوئی بھی گناہوں سے معصوم نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ میں گنہگار نہیں ہوں تو یہ خیال کرنا خود گناہ ہے۔ ہم ہر وقت گنہگار ہیں، ہماری آنکھیں گنہگار، ہمارے کان گنہگار، ہمارے اعضاء گنہگار، ہماری ساری زندگی گناہوں میں گزری ہے لہذا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو۔ آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر دن میں سو سو دفعہ استغفار کرتے تھے۔ کبھی ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ پھر اسی کی طرف رجوع کرو۔ جن گناہوں سے توبہ کی ہے دوبارہ نہ کرو اور نیکی کے کاموں کی طرف رجوع کرو۔ وہ توبہ کوئی توبہ نہیں ہے کہ زبان سے توبہ توبہ اور عملاً اس کی خلاف ورزی، یہ نرا دھوکہ ہے۔ اپنے رب کی طرف رجوع کرو سچے دل سے توبہ کرو اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ بیشک میرا رب مہربان ہے محبت کرنے والا ہے۔ اس کی مہربانی کا اندازہ لگاؤ کہ مشرک رب تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہیں رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں کوئی کہتا ہے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، کوئی کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ملحد رب کا انکار کرتے ہیں پھر بھی وہ ان کو رزق دیتا ہے اور اولاد دیتا ہے اور بہت کچھ دیتا ہے وَدُوْدٌ محبت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بڑی محبت کرتا ہے بشرطیکہ اس (بندے) کی طرف سے بھی کچھ طلب ہو یکطرفہ کام نہیں چلتا۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ کہنے لگے اے شعیب علیہ السلام مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ہم نہیں سمجھتے بہت سی وہ باتیں جو تم کرتے ہو۔ پہلے گزر چکا ہے کہ کہتے تھے کہ یہ تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے کو چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں اپنی مرضی سے تصرف نہ کریں۔ مال ہمارے ہیں یا تمہارے ہیں؟ یہ تیری باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں کہ اکیلا رب سارا نظام چلا رہا ہے۔ کیا ہمارے باپ دادا بیوقوف تھے جو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی پوجا کرتے تھے۔ نہ سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم مانتے ہی نہیں ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو پیغمبر کی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔

سورۃ ابراہیم میں ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کیلئے۔'' جتنے بھی پیغمبر آئے قومی زبان میں آئے ہیں تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں ان کی بولی سمجھ نہیں آتی اور پیغمبر سے زیادہ فصیح و بلیغ بھی کوئی نہیں ہوتا ان سے زیادہ بہتر انداز میں سمجھا بھی کوئی نہیں سکتا۔ ان ساری باتوں کے ہوتے ہوئے کوئی کہے بات سمجھ نہیں آتی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے میں نہیں مانتا ہوں۔ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا اور بیشک البتہ ہم دیکھتے ہیں تجھے اپنے اندر کمزور۔ تیرا بھائی بیٹا کوئی نہیں صرف دو بیٹیاں ہیں وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ اور اگر نہ ہوتی تیری برادری جن کیساتھ ہمارا کچھ میل جول ہے تو تجھے ہم سنگسار کر دیتے یعنی پتھر مار مار کے بالکل ختم کر دیتے۔ چونکہ برادری کے لوگوں کا ایک دوسرے کیساتھ تعارف ہوتا ہے تعلقات ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے کی رعایت ہوتی ہے ان کا حیا ہمیں مارتا ہے وَمَا اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ اور نہیں ہے تو ہمیں کوئی پیارا، نہ سخت۔ تیری کوئی قدر نہیں ہے تیری برادری کے چند افراد کا خیال ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ کیا میری برادری زیادہ عزیز ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے کہ ان کا خیال رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا خیال نہیں رکھتے وَاتَّخَذْتُمُوْهُ اور بنالیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اپنی پشتوں کے پیچھے۔ رب تعالیٰ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے تمہیں رزق دیتا ہے جس نے تمہیں اولاد دی ہے اس کو تم نے بالکل بھلا دیا ہے اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ بیشک میرا رب جو تم عمل کرتے ہو گھیرنے والا ہے۔ علم کے لحاظ سے بھی اور قدرت کے لحاظ سے بھی۔ تمہارا سب کچھ اس کے علم اور قدرت کے احاطہ میں ہے۔

۞۞۞

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ عمل کروتم اپنے طریقے پر بیشک میں بھی عمل کرنے والا ہوں سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ اسکو جس پر عذاب آیگا ایسا يُّخْزِيْهِ جواسکو رسوا کریگا وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ اور وہ شخص جو جھوٹا ہے وَارْتَقِبُوْۤا اور انتظار کروتم اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا اور جب آیا ہمارا حکم نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نجات دی ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جوان کیساتھ ایمان لائے تھے بِرَحْمَةٍ

مِّنَّا اپنی مہربانی کیساتھ وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا گویا کہ وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ خبردار دوری ہوئی مدین قوم کیلئے کَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ جیسا کہ دور ہوئی قوم ثمود وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دیکر وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اور کھلی سند دیکر اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِہٖ فرعون اور اسکی جماعت کی طرف فَاتَّبَعُوْآ اَمْرَ فِرْعَوْنَ پس انہوں نے پیروی کی فرعون کے حکم کی وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا یَقْدُمُ قَوْمَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ آگے آگے ہوگا وہ اپنی قوم سے قیامت کے دن فَاَوْرَدَھُمُ النَّارَ پس داخل کریگا وہ ان کو آگ میں وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ اور برا ہے وہ گھات اتارے جانے کا وَاُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِہٖ لَعْنَۃً اور پیچھے لگا دی گئی ان کے اس دنیا میں لعنت وَّیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور قیامت والے دن بھی بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ برا ہے تحفہ جو انکو دیا گیا ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْقُرٰی یہ ہیں بستیوں کی خبروں سے نَقُصُّہٗ عَلَیْکَ ہم بیان کرتے ہیں ان کو آپ پر مِنْھَا قَآئِمٌ وَّحَصِیْدٌ بعض ان میں سے قائم ہیں اور بعض ان میں سے کٹی ہوئی ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر چلا آرہا ہے کہ ان کی قوم نے ان کی تبلیغ سے اکتا کر کہا کہ اگر تیری برادری نہ ہوتی کہ جن کیساتھ ہمارے تعلقات اور میل

جول ہے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کے ختم کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ تم میری برادری کا خیال کرتے ہو اور رب تعالیٰ کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا وَیٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اور اے میری قوم! قوم کا انداز دیکھو اور پیغمبر کا ایمان دیکھو۔ پھر بھی فرمایا اے میری قوم! عمل کرو تم اپنے طریقے پر اِنِّیْ عَامِلٌ بیشک میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ جب تم نے میری بات ماننی سننی نہیں ہے تو پھر جو چاہو کرتے پھرو لیکن میں اپنے طریقے پر عمل کرتا رہوں گا۔ لیکن یاد رکھنا! سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ اسکو جس پر عذاب آئیگا ایسا جو اسکو رسوا کریگا وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ اور اس کو بھی جان لو جو جھوٹا ہے۔ کون سچا ہے، کون فرمانبردار ہے اور کون نافرمان ہے، کون عذاب کا مستحق ہے اور کون نجات کا؟ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ اور انتظار کرو تم بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا اور جب آیا ہمارا حکم۔ مدین کی کافی آبادی تھی اور اس علاقے کی مرکزی منڈی تھی۔ وہاں مقامی لوگ بھی ہوتے تھے اور بیرونی بھی۔

قوم شعیب علیہ السلام کی تباہی کا ذکر :

تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک دن ایسا ہوا کہ انتہائی شدید گرمی پھیلی کہ لوگوں کے سانس رکنے لگ گئے۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان، مسافر اور مقامی سب پریشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ حضرت شعیب علیہ السلام، ان کے گھر والوں اور ایمان والوں کو کچھ نہ ہوا حالانکہ یہ بھی وہیں موجود تھے۔ لیکن مجرم پریشان ہو گئے اور گھر سے باہر نکل آئے کہ کھلی ہوا لگے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ایک گہرے بادل کا ٹکڑا آیا۔ چند آدمی اس کے نیچے جا کر کھڑے ہوئے تو ان کا سانس کچھ ٹھیک ہو گیا۔ انہوں نے باقیوں کو بھی

آواز دی کہ ادھر آجاؤ یہاں سکون ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس درمیان میں گھنٹہ گذرا یا دو گھنٹے بہرحال سب مجرم وہاں اکٹھے ہو گئے اور بڑے خوش ہوئے کہ یہاں ہمارا سانس آسانی سے آجا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس بادل سے آگ برسی اور ساتھ ڈراؤنی آواز آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور وہ سب جل مر گئے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ بہت سخت ہوتا ہے۔

فرمایا جب ہمارا حکم آیا کہ بادل کی صورت میں آگ برسی، سب تباہ ہو گئے۔ نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نجات دی ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی مہربانی کیساتھ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے۔ پہلے ڈراؤنی آواز آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے پھر آگ برسی فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ جو باہر تھے وہ وہاں تباہ ہوئے اور جو گھروں میں تھے وہ وہاں گھٹنوں کے بل گر کر تباہ ہوئے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا گویا کہ وہ کبھی ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے۔ وہ گھر جہاں ہر وقت چہل پہل تھی، بھنگڑے اور ناچ تھے، رنگا رنگ کی باتیں تھیں وہاں اب کسی کا نام ونشان نہیں ہے۔ اَلَا خبردار بُعْدًا لِّمَدْيَنَ دوری ہوئی مدین قوم کی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ جیسے دور ہوئی ثمود قوم رب کی رحمت سے اور ان پر پھٹکار پڑی۔ یہاں تک تو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ذکر تھا۔

آگے موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا ذکر ہے۔ اور شاید آپس میں ربط یہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بڑی بیٹی صفورا رحمہا اللہ تعالیٰ کیساتھ نکاح کیا تھا جس کا

ذکر سورۃ القصص میں آتا ہے۔ تو شعیب علیہ السلام سُسر ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام داماد۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول بنا کر موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دیکر۔ وہ نو معجزے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ایک عصا مبارک کہ ڈالتے تو اژدھا بن جاتا تھا، ہاتھ گریبان میں ڈالتے تھے تو سورج کی طرح روشن ہو جاتا تھا اور ان کے علاوہ اس قوم کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر قحط سالی مسلط کی گئی۔ پھلوں میں کمی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک مسلط کئے، خون کا عذاب مسلط ہوا کہ کھانا سالن پکاتے خون بن جاتا، پانی خون بن جاتا، دودھ خون بن جاتا، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جُوئیں مسلط فرمائیں۔ ایک کو اتارتے چار اور چمٹ جاتیں۔ ہر وقت خارش کرتے رہتے۔ وقفے وقفے سے ان پر یہ عذاب آئے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ چھوڑی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا البتہ جادوگر ایمان لے آئے۔ وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اور کھلی سند دیکر بھیجا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فرعون اور اسکی جماعت کی طرف۔

لفظ فرعون کی تشریح :

مصر کی زبان میں صدر کو فرعون کہتے تھے۔ جسطرح ہم بادشاہ کو صدر کہتے ہیں۔ روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے تھے اور ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا۔ فراعنہ مصر بہت سارے آئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا جیسے آجکل ہمارے لیڈر ہیں۔ یہ بالکل فرعونی صفت پر ہیں اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ، عوام کیساتھ کچھ اور خواص کیساتھ کچھ، بالکل فرعونی مزاج کے ہیں۔ فرعون بڑا ہوشیار، بڑا شاطر، حق کو ختم کرنے والا اور حق والوں کا بڑا دشمن تھا۔ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ پس ان لوگوں نے پیروی کی فرعون کے حکم

کی۔حکومت اقتدار اس کے پاس تھا اس لئے لوگوں نے اس کی اتباع اور پیروی کی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا۔لیکن دنیاداروں اور دولت مندوں نے فرعون کا دامن ہی پکڑا۔سرداری اس کی آخرت میں بھی قائم رہے گی۔کیسے؟فرمایا يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ آگے آگے ہوگا وہ اپنی قوم سے قیامت والے دن۔آگے فرعون ہوگا اس کے پیچھے ہامان پھر قارون اور دوسرے افسر فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ پس وہ داخل کریگا ان کو آگ میں۔یہاں بھی آگے چلتا تھا وہاں بھی آگے آگے چلے گا۔وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ اور برا ہے وہ گھاٹ اتارے جانے کا۔ورد کا معنیٰ ہے پانی کا چشمہ اور مَورود کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں پیاسے جانوروں کو پانی پلانے کیلئے اتارا جاتا ہے۔تو جانور پانی کے چشمے پر جب جاتے ہیں تو آگے پیچھے لائن لگی ہوتی ہے۔جسطرح جانوروں کیلئے وہ چشمہ گھاٹ ہے اسی طرح فرعونیوں کیلئے دوزخ گھاٹ ہوگا جس میں وہ اتارے جائیں گے۔وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً اور پیچھے لگادی گئی ان کے اس دنیا میں لعنت کہ دنیا میں لوگ جب اس کا نام لیتے ہیں تو اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔آج بھی اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہے لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ لعنتی تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن بھی لعنت اس کا پیچھا کرے گی بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ. رفد کا معنیٰ عطیہ اور تحفہ ہے مَرفود کا معنیٰ جس کو تحفہ دیا گیا۔تو معنیٰ ہوگا برا ہے تحفہ جو انکو دیا گیا۔دنیا کا تحفہ بھی لعنت اور آخرت کا تحفہ بھی لعنت جو اس کی گردن پر پڑا ہوگا ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى یہ ہیں بستیوں کی خبروں سے۔یہ جو مذکورہ واقعات ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا،حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا،حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام

کی قوم کا، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا اور اسی طرح فرعون کا، یہ بستیوں کی خبروں میں سے کچھ ہیں۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں ان کو آپ پر کہ نافرمانوں کیساتھ رب تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ مِنْهَا قَآئِمٌ بعض ان میں سے قائم ہیں۔ قوم ثمود نے پتھروں کو تراش کر جو مکان بنائے تھے وہ آج بھی موجود ہیں۔ جو لوگ سیر کرنے کیلئے جاتے ہیں وہ دیکھتے ہیں چٹانوں میں بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے ہیں مگر رہنے والا کوئی نہیں ہے۔ وَّحَصِيْدٌ اور بعض ان میں سے کٹی ہوئی ہیں جیسے کھیتی کو کاٹ دیتے ہیں اسی طرح کچھ بستیاں تباہ و برباد ہو گئیں ہیں۔ ان قوموں سے عبرت حاصل کرو۔

۞۞۞

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۙ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے نہیں ظلم کیا ان پر وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمْ پس نہیں کفایت دی ان کو ان کے معبودوں نے الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جنکو وہ پکارتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مِنْ شَيْءٍ کچھ بھی لَمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ جب آ گیا

تیرے رب کا حکم وَمَا زَادُوْھُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ نہ زیادہ کیا انہوں نے ان کیلئے سوائے ہلاکت کے وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اور اسی طرح ہے تیرے رب کا پکڑنا اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی جس وقت وہ پکڑتا ہے بستیوں کو وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اس حال میں کہ ان بستیوں میں رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں اِنَّ اَخْذَہٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ بیشک اس کی پکڑ دردناک ہے سخت ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں نشانی ہے لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ اس شخص کیلئے جو خوف کھاتا ہے آخرت کے عذاب سے ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ وہ دن ایسا ہے کہ جمع کئے جائیں گے اس کیلئے لوگ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ اور وہ دن ہے کہ جس میں حاضری دی جائے گی وَمَا نُؤَخِّرُہٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ اور ہم نہیں اس کو موخر کرتے مگر ایک وقت مقرر کیلئے یَوْمَ یَاْتِ جس دن آئے گا وہ دن لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ نہیں کلام کریگا کوئی نفس مگر اس کی اجازت سے فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ پس بعض ان میں سے بدبخت ہونگے اور بعض ان میں نیک بخت فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو بدبخت ہیں فَفِی النَّارِ پس دوزخ میں ہونگے لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ ان کیلئے اس میں گدھے کی آواز ہوگی پہلی اور پچھلی خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رہیں گے اس دوزخ میں ہمیشہ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک کہ آسمان اور زمین ہونگے اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ مگر جو تیرا رب چاہے اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ بیشک تیرا رب کرنے والا ہے وہ جو وہ چاہے

وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا اور بہر حال وہ لوگ جو نیک بخت ہیں فَفِی الْجَنَّۃِ وہ جنت میں ہونگے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رہیں گے وہ اس جنت میں ہمیشہ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک آسمان اور زمین ہونگے اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ مگر وہ جو تیرا رب چاہے عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ یہ ایسا عطیہ ہے جو منقطع نہیں ہوگا فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَۃٍ پس نہ ہوں آپ شک میں مِّمَّا یَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ اس چیز کے بارے میں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا کَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ یہ لوگ نہیں عبادت کرتے مگر ایسے ہی جیسے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اس سے پہلے وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ اور بیشک ہم ان کو پورا پورا دیں گے ان کا حصہ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ جو کم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوموں کی تباہی کا ذکر تم نے سنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے نہیں ظلم کیا ان پر جن کو ہم نے تباہ و برباد کیا ہم نے ان پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی وَلٰکِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی کہ رب تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا، پیغمبروں کی نافرمانی کی ان کے احکامات کو تسلیم نہیں کیا، نیکی اختیار نہیں کی، بدی کو نہیں چھوڑا جس کے نتیجہ میں یہ سب کچھ ہوا۔ تو رب تعالیٰ نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی انہوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا، اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو معبود بنایا۔ پھر جب رب تعالیٰ نے ان کو پکڑا تو فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمْ پس نہیں کفایت کی نہیں کام آئے ان کے الٰہ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ جنکو وہ پکارتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ جن کو انہوں نے مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دستگیر بنا رکھا تھا وہ بھی ان کو عذاب سے نہ بچا سکے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی لَمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّکَ جب آ گیا تیرے رب کا حکم۔ رب تعالیٰ کی گرفت اور سزا آئی عذاب آیا تو ان کا کوئی الٰہ میدان میں نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کس کے پاس قدرت ہے؟ اس کے سوا کون الٰہ ہے؟ وَمَا زَادُوْھُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ''اور نہ زیادہ کیا ان کیلئے ہلاکت کے سوا۔'' ان کے الٰہ ان کی ہلاکت کا سبب بنے بچاؤ کا سبب نہ بنے۔ یہ واقعات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی اور اسی طرح ہے تیرے رب کا پکڑنا اے مخاطب جس وقت وہ پکڑتا ہے بستیوں کو وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اس حال میں کہ ان بستیوں میں رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کا فرمان کہ مجھے ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا :

ترمذی شریف، ابوداؤد شریف اور مسند احمد میں روایت ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا حضرت! آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے بیس کے قریب بال سفید ہو گئے تھے۔ کچھ نیچے والے ہونٹ مبارک کے پاس اور کچھ دونوں کنپٹیوں میں اور کچھ سر مبارک میں۔ بیس سے زیادہ سفید نہیں تھے لیکن اٹھتے بیٹھتے کمزوری محسوس ہوتی تھی تو صحابہ کرام ؓ نے سوال کیا کہ حضرت آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدُ وَاَخَوَاتُھَا ''مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔'' اب سوال یہ ہے کہ سورت ہود میں کون سی ایسی چیز ہے جس نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ تو اس کے متعلق مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں ضلع میانوالی جو تفسیر میں شاگرد تھے حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ کے جو ہندوستان میں اپنے دور میں سب سے بڑے

مفسر قرآن تھے۔ جنہوں نے سہارن پور میں مدرسہ مظاہر العلوم قائم کیا تھا اور حدیث میں شاگرد تھے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے۔

آیتِ ہود، حضور ﷺ کے بوڑھا ہونے کا سبب:

حضرت فرماتے ہیں کہ یہ جو آیت ہے وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى اس نے آپ ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اور اسی طرح ہے پکڑنا تیرے رب کا جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اور ان بستیوں کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو آپ ﷺ جب اس آیت کریمہ کو پڑھتے تھے تو خیال کرتے تھے کہ میری امت میں بھی گنہگار ہونگے تو وہ بھی تباہ ہونگے جس سے آپ ﷺ پریشان اور مغموم ہوتے تھے اور غم اور پریشانی آدمی کو جلد بوڑھا کر دیتی ہے اور غم اور پریشانی نہ ہو اور آدمی کھاتا پیتا ہو تو جلدی بوڑھا نہیں ہوتا۔ تو حضرت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اس پریشانی کی وجہ سے جلدی بوڑھے ہوئے۔

جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ سورت ہود کی آیت فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ ''پس آپ سیدھے رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے اوپر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا وَلَا تَطْغَوْا اور حد سے آگے نہ بڑھو۔'' اس آیت کی وجہ سے آپ ﷺ پریشان تھے کہ آیا میری امت میری قوم حق پر ڈٹ سکتی ہے یا نہیں۔ تو اس پریشانی نے آپ کو جلدی بوڑھا کر دیا۔ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ بیشک اس کا پکڑنا دردناک ہے سخت ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بیشک ان قوموں کے ذکر میں نشانی ہے لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ اس شخص کیلئے جو خوف کھاتا ہے آخرت کے عذاب سے۔ جو رب دنیا میں عذاب دیتا ہے وہی آخرت میں بھی دے گا اور وہ آخرت کیا

ہے؟ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وہ دن ایسا ہے کہ جمع کیے جائیں گے اس کیلئے لوگ۔ ساری کائنات، انسان، جن فرشتے اور خدا کی ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہوگی وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ اور وہ دن ہے کہ جس میں حاضری دی جائے گی۔ حاضری کا دن ہے سب کو وہاں حاضر ہونا پڑے گا کوئی متنفس وہاں سے غیر حاضر نہیں ہوگا وَمَا نُؤَخِّرُهٗ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ اور ہم نہیں اس کو موخر کرتے مگر ایک وقت مقرر کیلئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے قیامت کب برپا کرنی ہے یَوْمَ یَاْتِ جس دن آئے گا وہ دن لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ نہیں کلام کریگا کوئی مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی نہیں بول سکے گا فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ پس بعض ان میں سے بدبخت ہونگے اور بعض ان میں نیک بخت۔ مومن بھی ہونگے، کافر بھی ہونگے، سچے بھی ہونگے، جھوٹے بھی ہونگے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو بدبخت ہیں فَفِی النَّارِ پس وہ دوزخ میں ہونگے اللہ تعالیٰ بچائے۔ آج اس دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے، بعض پتھر جل جاتے ہیں اور وہ آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ اگر اس آگ میں ڈال کر مارنا مقصود ہو تو ایک شعلہ کافی ہے لیکن رب تعالیٰ کا فرمان ہے لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی [اعلیٰ:۱۳] ''نہ مرے گا اس دوزخ میں اور نہ ہی وہ زندہ رہے گا۔'' کیونکہ اگر مار دیا جائے تو پھر سزا کون بھگتے گا۔ خود کافر مشرک دوزخ میں سڑنے والے کہیں گے یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ [الحاقہ:۲۷] ''کاش کہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔'' اور سورت زُخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے دوزخ کے انچارج فرشتہ مالک کو کہیں گے یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ ''اے مالک علیہ السلام! چاہئے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا رب۔ ہمیں فنا کر دے قَالَ وہ کہے گا اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ بیشک تم رہنے والے ہو اسی

مقام میں ۔'' اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے جہنم میں لے جانے والے اعمال سے ۔ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ان کیلئے اس میں گدھے کی آواز ہوگی پہلی اور پچھلی ۔ زَفِيْر گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو شروع میں زور سے نکلتا ہے اور شَهِيْقٌ گدھے کی وہ آواز جو آخر میں مدھم سی ہوتی ہے ۔ اور گدھے کی آواز سے اس لئے تشبیہ دی کہ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [لقمٰن:۱۹] ''سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے ۔ حضرت لقمان حکیم نے اپنے پیارے بیٹے ساران کو بہت سی نصیحتیں کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بیٹا بلا ضرورت اونچی نہ بولو ۔ اگر اونچا بولنا کوئی زیادہ فضیلت ہوتی گدھا بڑا فاضل ہوتا حالانکہ سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے ۔ تو جہنمی گدھے کی طرح آوازیں نکالیں گے اور چیخیں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک کہ آسمان اور زمین ہونگے ۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ اس وقت جو زمین اور آسمان ہیں یہ فانی ہے ۔

سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۴۸ میں ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ ''جس دن تبدیل کی جائے گی زمین اس کے علاوہ دوسری زمین کے ساتھ اور یہ آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے ۔'' اور اس زمین کی جگہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی زمین آ جائے گی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے آسمان آ جائیں گے اور جب تک وہ زمین اور آسمان قائم رہیں گے یہ دوزخ میں رہیں گے اور انہوں نے فنا ہونا نہیں ہے ۔ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ مگر جو تیرا رب چاہے ۔ رب تعالیٰ قادر ہے فنا کرنے پر مگر فنا کریگا نہیں ۔ کر سکنا اور چیز ہے اور کرنا اور چیز ہے ، دونوں میں فرق ہے ۔

سید سلیمان ندویؒ کا غلط نظریات سے رجوع کرنا :

ہندوستان میں بہت بڑے مؤرخ گذرے ہیں سید سلیمان ندویؒ ، یہ علامہ شبلی نعمانی کے شاگرد تھے ۔ پہلے ان کے نظریات ٹھیک نہیں تھے آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج کے منکر تھے اور خلود فی النار کے بھی منکر تھے ۔ کہتے تھے کہ دوزخ ہمیشہ نہیں رہے گی اور کئی مسائل تھے جو انہوں نے سیرت النبی کی پہلی جلدوں میں پہلے ایڈیشنوں میں لکھے تھے ۔ دوزخ کے فنا ہونے پر بھی انہوں نے چودہ دلائل پیش کیے ۔ ان کو خیال آیا کہ کسی کامل پیر کی طرف رجوع کردں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کروں اور یہ بات سمجھ لیں کہ بیعت نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ ہے بلکہ مستحب ہے ۔ اور بیعت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ذہنی انتشار سے بچ جاتا ہے ۔ ہمارے تمام بزرگوں میں پیر و مرید گزرے ہیں ۔ تو انہوں نے حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کو خط لکھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں ۔ حضرت بڑے کھرے آدمی تھے فرمایا میں تیرے جیسے مُلحِد اور زندیق کو مرید نہیں بناتا ۔ یہ لفظ سید سلیمان ندوی کو بڑے چبھے کہ مجھے ملحد اور زندیق کہا ہے حالانکہ لوگ میرا لوہا مانتے ہیں اور تھے بھی بڑے مؤرخ اور ادیب ۔ پھر خط لکھا کہ حضرت آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے کہ مجھے ملحد اور زندیق کہا ہے ۔ حضرت نے جواب لکھا اور چند مسائل کی نشاندہی فرمائی کہ آپ کے یہ نظریات قرآن مجید کے بالکل خلاف ہیں میرے پاس آکر سمجھو یا مجھے سمجھاؤ ۔ آج کل کا کوئی غلام احمد قادیانی یا غلام احمد پرویز جیسا ہوتا یا انکا کوئی شطونگڑا ہوتا تو کہتا میں آدمی ہوں وہ بھی آدمی ہے ، میں مولوی ہوں وہ بھی مولوی ہے ، مجھے اس کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے ۔ مگر وہ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے شبہات پیش کئے ۔ حضرت نے سب کے جوابات

دیئے۔ فرمایا دیکھو! دوزخ کا ہمیشہ نہ رہنا تو یہاں سے ثابت کرتا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جب تک زمین و آسمان ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ تو فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ زمین و آسمان سے دنیا کے زمین آسمان مراد نہیں ہیں بلکہ اگلے جہان کے زمین و آسمان مراد ہیں جو ختم اور فنا نہیں ہونگے اور اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ میں اللہ تعالیٰ نے قدرت کا اظہار فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ فنا ہو جائیں گے۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح معراج جسمانی کے متعلق بھی سمجھایا، سمجھ گئے اور اپنے غلط نظریات سے توبہ کی اور استغفار کیا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ آئندہ جو سیرت النبی کی جلدیں طبع ہونگی ان سے یہ مسائل نکال کر صحیح مسائل کر کے لکھو اور اپنی غلطیوں کا اظہار کرو گے اور اپنے رسالہ ''معارف'' میں جاتے ہی بیان دو گے کہ میں اپنے نظریات سے باز آ گیا ہوں۔

چنانچہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اپنے رسالے معارف میں تحریر لکھ دی کہ میں نے اپنے غلط نظریات سے توبہ کر لی ہے اور سیرۃ النبی سے بھی وہ مسائل نکال دیئے ۔اس وقت جو ایڈیشن ہیں ان میں وہ غلط مسائل نہیں ہیں اور سیرت کی کتابوں میں یہ بڑی مستند کتاب ہے۔ پہلی دو جلدیں مولانا شبلیؒ کی لکھی ہوئی ہیں ان میں کچھ غلطیاں تھیں سید سلیمان ندوی نے ان کی اصلاح کی ہے۔ آگے تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد نہایت مبسوط ہیں۔ یہ سید سلیمان ندوی نے لکھی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کے بارے میں اس سے زیادہ مستند ذخیرہ کوئی نہیں ہے۔ یہ نیک لوگ تھے غلطی کا اعتراف کرنے والے تھے۔ پھر حضرت تھانویؒ نے ان کو بیعت بھی کیا اور خلافت بھی دی اور پاکستان بنانے میں بھی ان کا بڑا دخل تھا۔

اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ بیشک تیرا رب کرنے والا ہے وہ جو وہ چاہے۔ وہ جو ارادہ کرے اس کو کوئی روک نہیں سکتا وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ اور بہرحال وہ لوگ جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہونگے خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک آسمان اور زمین ہونگے اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ مگر وہ جو تیرا رب چاہے منقطع کر سکتا ہے مگر کریگا نہیں عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ یہ ایسا عطیہ ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ وہ ایسی ہمیشہ کی زندگی ہے جسکا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ سو سال نہیں، ہزار سال نہیں، لاکھ سال نہیں، کروڑ سال نہیں، ارب کھرب سال نہیں، وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اس کو سوچتے سوچتے ہمارے دماغ فیل ہو جائیں گے۔ فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَۃٍ پس اے مخاطب نہ ہو تو شک میں مِّمَّا یَعْبُدُ ھٰٓؤُلَآءِ اس چیز کے بارے میں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں مکے والے۔

ان ظالموں نے کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بھی بت تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بھی بت تھا اور ہُبل حضرت ہابیل رحمہ اللہ کا مجسمہ تھا، آدم علیہ السلام کا مظلوم بیٹا جو قابیل کے ہاتھوں شہید ہوا تھا۔ یہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے، لات، منات، عزیٰ کی پوجا کرتے تھے۔ فرمایا جن کی یہ پوجا کرتے ہیں اس میں آپ شک نہ کریں مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا کَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُھُمْ مِّنْ قَبْلُ یہ لوگ نہیں عبادت کرتے مگر ایسے ہی جیسے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اس سے پہلے تو ان کو ان کے خداؤں نے عذاب سے نہیں بچایا ان کو بھی نہیں بچا سکتے۔ آج ہی تم نے پڑھا ہے فَمَآ اَغْنَتْ عَنْھُمْ اٰلِھَتُھُمُ "پس نہ کام آئے ان کے خدا" وَاِنَّا لَمُوَفُّوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ اور

بیشک ہم ان کو پورا پورا دیں گے ان کا حصہ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ جو کم نہیں کیا جائے گا۔ سزا پوری پوری دیں گے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

۞۞۞

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۵﴾

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب فَاخْتُلِفَ فِیْهِ پس اختلاف کیا گیا اس میں وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ جو طے ہو چکا تھا تیرے رب کی طرف سے لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان وَاِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ اور بیشک وہ لوگ اس قرآن کے بارے میں شک میں ہیں مُرِیْبٍ جو ان کو تردد میں ڈالتا ہے وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اور بیشک سب کے سب البتہ پورا دیگا ان کو تیرا پروردگار اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال کا صلہ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ بیشک وہ جو عمل کرتے ہیں خبردار ہے فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ پس آپ ڈٹ کر

رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے وَمَنْ تَابَ مَعَكَ اور وہ لوگ بھی جنہوں نے توبہ کی آپ کے ساتھ وَلَا تَطْغَوْا اور حد سے آگے نہ بڑھو اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بیشک جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور نہ جھکو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ پس چھوئے گی تم کو آگ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ اور نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کوئی سازگار ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو طَرَفَيِ النَّهَارِ دن کے دونوں طرفوں میں وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اور رات کی گھڑیوں میں اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اور صبر کریں پس بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا۔

بہت سارے پیغمبروں اور ان کی قوموں کے حالات بیان ہوئے۔ اور اس سے پہلے رکوع میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اب اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی تسلی کیلئے ارشاد فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توراۃ۔ آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد توراۃ کا درجہ بہت بلند ہے۔ ہزاروں انبیاء، بزرگ، علماء، مشائخ اس پر عمل کرتے آئے ہیں لیکن فَاخْتُلِفَ فِيْهِ پس اختلاف کیا گیا اس میں۔

باعتبار مردم شماری یہودیوں کا عرب میں نمبر :

یہ آنحضرت ﷺ کی تسلی کیلئے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب دی گئی تورات، اختلاف کرنے والوں نے اس میں بھی اختلاف کیا، ماننے والوں نے مانا اور نہ ماننے والوں نے نہ مانا اور خصوصیت کیساتھ موسیٰ علیہ السلام اور تورات کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ عرب میں مردم شماری کے لحاظ سے مشرکین کے بعد یہود کا نمبر تھا۔ خیبر ساران کا تھا اور مدینہ طیبہ میں ان کی اکثریت تھی اور مقامات پر بھی آباد تھے اور عربی لوگ یہودیوں سے تورات سنتے اور عربی ترجمہ کرتے تھے کیونکہ تورات کی اصل زبان عبرانی تھی۔ تو نہ ماننے والوں نے تو تورات کو بھی نہیں مانا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ جو طے ہو چکا تھا تیرے رب کی طرف سے کہ ہر قوم کی تباہی اور ہلاکت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر پہلے سے یہ طے نہ ہوا ہوتا تو لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان جن لوگوں نے اختلاف کیا تھا کہ فوراً ان کو تباہ کر دیا جاتا۔ لیکن رب تعالیٰ کا پہلا فیصلہ قطعی ہے کہ فلاں وقت فلاں قوم کو تباہ کیا جائے گا وَاِنَّهُمْ اور بیشک یہ عرب لوگ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ. منه کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ قرآن شریف میں شک کرتے ہیں مُرِيْبٍ ایسا شک جو ان کو تردد میں ڈالتا ہے۔ لہذا آپ اس بات کی پرواہ نہ کریں، تورات میں لوگوں نے اختلاف کیا اور قرآن کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ آپ کا کام ہے سنانا، منوانا آپ کا فریضہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو شک نہیں ہے الم. ذلك كتاب لا ريب فيه. ''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' لیکن اگر مزاج بگڑ جائے تو بھینگے کو دو دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور صفراء کا غلبہ ہو تو چینی اور شہد بھی کڑوا لگتا ہے حالانکہ دونوں کتنے میٹھے ہیں، مگر اس کا مزاج بگڑا ہوا ہے۔ غلام جیلانی برق کا

مزاج بگڑا ایک اسلام اسے دو نظر آتے تھے۔ اس نے کتاب لکھی ’’دو اسلام‘‘ کہ ایک اسلام وہ ہے جو ہم مانتے ہیں اور ایک مولویوں کا بنایا ہوا ہے، دو قرآن ہیں، ایک قرآن ہم مانتے ہیں ایک مولویوں کا بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دی آخر میں توبہ کر کے مرا لیکن وہ فتنے فساد کی کتابیں چھوڑ گیا۔ ابھی گردن اس کی صاف نہیں ہوئی کیونکہ اس کا فریضہ تھا کہ اعلان کرتا، تحریری طور پر لوگوں کو بتاتا کہ میری یہ سب کتابیں کنڈم ہیں ان پر کوئی عمل نہ کرے۔ اب حال یہ ہے کہ منکرین حدیث اس کی کتابیں طبع کراتے ہیں، بیچتے ہیں اور لوگوں کے عقائد خراب کرتے ہیں، اس کی کتابوں سے بدستور گناہ پھیل رہا ہے۔

تو جس وقت آدمی کا مزاج بگڑ جائے تو صحیح چیز نظر آتی ہے۔ تورات تو اللہ تعالیٰ کی کتاب تھی لیکن اختلاف کرنے والوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ وَاِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ رَبُّکَ اور بیشک سب کے سب البتہ پورا پورا دیگا ان کو تیرا پروردگار اَعْمَالَھُمْ ان کے اعمال کا صلہ۔ جو لوگ عربی سے واقف ہیں ان کیلئے عرض کر رہا ہوں کہ کُلًّا مضاف ہے اور اس کے اوپر جو تنوین ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے کُلَّ الْخَلَائِقِ سب کی سب مخلوق۔ اور لَمَّا اصل میں لِمَنْ مَا تھا پھر مَنْ کی نون کا میم میں ادغام کیا لِمَّا پھر لام کے کسرے کو فتح سے بدل دیا الف کی وجہ سے تو لَمَّا بن گیا۔ تو معنی ہوا کہ بیشک سب کی سب مخلوق البتہ وہ ہے کہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ’’جس نے ذرہ برابر نیکی کی اس کو دیکھ لے گا وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ’’اور جو ذرہ برابر بھی برائی کرے گا دیکھ لے گا۔‘‘ عمل کا نتیجہ ضرور ملے گا۔ اِنَّہٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ بیشک وہ جو عمل کرتے ہیں خبردار ہے۔ مخلوق جو بھی عمل کرتی ہے رب تعالیٰ کو خبر ہے۔ بہت ساری قوموں کے حالات

بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ ڈٹ کر رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم رہو، رسالت پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانے پر آپ قائم اور ڈٹ کر رہیں۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ اور وہ بھی جنہوں نے کفر شرک سے توبہ کر کے آپ کا ساتھ دیا وہ بھی ڈٹ کر رہیں۔

پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں آپ کے بدن میں کمزوری آ گئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا شَيَّبَتْنِي هُوْدُ وَاَخَوَاتُهَا ''سورت ہود اور اس جیسی سورتوں کے مضامین نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔'' تو سورت ہود میں وہ کونسا مضمون ہے جس نے آپ ﷺ کو بوڑھا کیا؟ تو ایک تو اس آیت کی وجہ سے کہ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى ''اور اسی طرح تیرے رب کا پکڑنا جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے۔'' اس آیت سے آپ ﷺ پریشان تھے کہ میری امت بھی یہ جرائم کرے گی اور سزا ہو گی۔ اور دوسری یہ آیت کریمہ ہے کہ ''ڈٹ کر رہو جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ جنہوں نے توبہ کر کے آپ کے ساتھ ایمان قبول کیا ہے وہ بھی ڈٹے رہیں۔'' اس پر آپ پریشان تھے کہ خدا جانے امت ڈٹ کر رہ سکتی ہے یا نہیں۔ لیکن الحمد للہ امت نے ڈٹ کر دکھایا اور ہر میدان میں کفر کا مقابلہ کیا اور دشمنان اسلام کی سرکوبی کی، اللہ اور اس کے رسول کے اعتماد پر پورے اترے کہ دنیا آپ ﷺ کے ساتھیوں کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

آدمی کو حق پر ڈٹ جانا چاہیئے لوٹا نہیں ہونا چاہیئے :

اور یاد رکھنا! کہ حق کی بات کو پکڑنا اور پھر اس پر ڈٹ جانا بڑی بات ہے اور آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ آدمی لوٹے کی طرح پھرتا رہے، صبح کوئی عقیدہ اور شام کو کوئی

عقیدہ۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ڈٹنا حق پر ہے غلط چیز پر ڈٹنا اچھی بات نہیں ہے۔ اور آج تو حال یہ ہے کہ حق پر ڈٹنا تو بعد کی بات ہے کسی کو اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ میں صحیح عقیدے پر چل رہا ہوں یا نہیں۔ اس کا احساس ہو کہ کہیں میرا عقیدہ ہی غلط نہ ہو کسی سے پوچھ لوں اور عقیدے کی درستی کیلئے قرآن سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

دین سمجھنے کیلئے کوئی تیار نہیں :

اور میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی قرآن پاک کا لفظی ترجمہ پڑھ لے تو وہ کبھی کفر شرک بدعت میں مبتلا نہیں ہوگا۔ کوتاہی تو اپنی ہے کہ کوئی حقیقت معلوم کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہے اور اپنی کوتاہی مولویوں کے ذمہ لگا دیتے ہیں کہ ایک مولوی یہ کہتا ہے دوسرا مولوی یہ کہتا ہے، ہم کس کی مانیں کدھر جائیں؟ بھئی تم کسی مولوی کی نہ مانو خود قرآن مجید پڑھو اور سمجھو کہ قرآن کریم کیا کہتا ہے؟ اس پر عمل کرو مولویوں کا بہانہ بنا کر گمراہی میں نہ پڑے رہو۔ اور حکومت بھی اسلام کے عدم نفاذ کا ذمہ دار مولویوں کو ٹھہراتی ہے کہ مولوی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے، ہم کس کا اسلام نافذ کریں؟ بھئی سوال یہ ہے کہ تم تو یہ بہانہ بناتے ہو لیکن مسلمانوں کے پچاس سے زیادہ ملک ہیں ان میں وہ ملک بھی ہیں جن میں کوئی فرقہ واریت نہیں ہے، خطیب کو اوپر سے لکھا ہوا خطبہ ملتا ہے وہ پڑھ کے سنا دیتا ہے تو ان ملکوں میں شریعت نافذ کیوں نہیں ہوتی؟ وہاں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مولویوں کا جھگڑا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ تو ایک بہانہ ہے اصل خرابی حکمران طبقے کا بے دین ہونا ہے۔ جس اسلامی ملک کو دیکھو حکمران بے دین اور عیاش ہیں اپنی بے دینیوں پر زد نہیں آنے دیتے۔ ان کے بے دین ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ختم نبوت والوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا

اضافہ کیا جائے تا کہ کوئی مرزائی جج پر نہ جا سکے، یہ کافر ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں کیونکہ پتہ نہیں چل سکتا۔ حکومت نے وعدہ کرلیا مذہب کے خانے کے اضافے کا، قادیانیوں نے عیسائیوں کو استعمال کیا وہ سڑکوں پر نکل آئے کہ اس طرح ہمیں الگ کیا جارہا ہے۔ حکومت نے شناختی کارڈ سے مذہب کا خانہ ہی ختم کر دیا۔ جب یہ مطالبہ ہوا تھا مسلمانوں کی آبادی ساڑھے گیارہ کروڑ تھی اور عیسائی صرف گیارہ لاکھ تھے اور کل مرزائی ایک لاکھ چار ہزار تھے ۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ گیارہ لاکھ کی بات تو معتبر ہو، ایک لاکھ چار ہزار کی آواز موثر ہو اور ساڑھے گیارہ کروڑ کی آواز کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ یہ حکمرانوں کے بے دین ہونے کا ثبوت ہے خدا ان کا بیڑا غرق کرے۔ سود کیخلاف شریعت کورٹ نے فیصلہ دیا کہ سود حرام ہے لیکن وزیر اعظم نواز شریف کا بیان آیا کہ ہم اس فیصلہ کیخلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کریں گے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

حالانکہ شریعت کورٹ کی عدالت خود حکومت نے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحمٰن اور رحیم ہے میں حیران ہوں کہ ان پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی اور ان کو بھی جنہوں نے کفر شرک سے توبہ کر کے آپ کا ساتھ دیا یعنی صحابہ کرام ؓ ڈٹ کر رہنے کا حکم دیا کہ موقف میں لچک نہ آئے اور فرمایا وَلَا تَطْغَوْا اور حد سے آگے نہ بڑھو، اللہ تعالیٰ کے احکام کیخلاف سرکشی نہ کرو اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بیشک جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔ یہ آیت کریمہ اچھی طرح یاد رکھنا۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور نہ جھکو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا یعنی جو پارٹی شریعت کیخلاف ہو ان کی طرف مائل نہ ہو فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ پس چھوئے گی تم کو آگ۔ کیونکہ ظالموں کی طرف مائل ہونے کا مطلب یہ کہ تمہارا قارورہ ان کیساتھ ملتا ہے۔ بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ آج لوگوں نے

مفت ومفت دوزخ خریدی ہوئی ہے کہ ظالموں کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ وہ ظلم کیوجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور یہ ظلم کے ساتھ تعاون اور ان کیساتھ میل جول رکھنے کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ اور نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کوئی سازگار، مددگار کوئی نہیں ہوگا اور یہ بھی یادرکھو ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ پکڑے گا تو کوئی مددگار نہیں ہوگا لہذا حق کا ساتھ دو اور جو ذہنی طور پر ظالم ہیں ان کا ساتھ نہ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں غم نہ کر اور پریشان نہ ہو وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ اور قائم کرو نماز کو دن کے دونوں طرفوں میں۔ مثلاً فجر کی نماز ہے پوہ پھوٹنے کے بعد اور ظہر اور عصر کی نماز ہے غروب آفتاب سے پہلے وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اور رات کی گھڑیوں میں زُلَفًا زُلْفَةٌ کی جمع ہے، رات کا حصہ۔ معنٰی ہوگا اور رات کی گھڑیوں میں۔ جیسے مغرب اور عشاء کی نماز ہوئی کیونکہ ضابطہ ہے ایک طرف دھیان کرنے سے دوسری طرف کے صدمے میں کمی آتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ نفلی نمازوں میں تہجد کی بڑی فضیلت ہے۔ اور تہجد کی نماز دو رکعتیں بھی ہیں، چار رکعتیں بھی ہیں، چھ رکعتیں بھی ہیں اور آٹھ رکعتیں بھی ہیں اور بارہ رکعتیں بھی ہیں اور آج کل ساڑھے پانچ بجے تک تہجد کا وقت ہے۔ (یہ جنوری کے مہینے کی بات ہے۔ مرتب)

آج کل لوگ آخرت سے بے پرواہ ہو گئے ہیں :

آجکل لوگوں میں آخرت کی تیاری کی فکر ختم ہوگئی ہے الا ماشاء اللہ۔ اور پہلے یہ ہوتا تھا کہ جس آدمی کے سر کا یا داڑھی کا بال سفید ہو جاتا تو اس کو آخرت کی فکر زیادہ ہو جاتی تھی اور آج کل کے ہمارے بوڑھے تاش کھیلتے ہیں اور کئی ایسے کھیل کھیلتے ہیں جن کا مجھے نام بھی نہیں آتا بلکہ چھوٹے چھوٹے بچے کہتے ہیں گول ہو گیا۔ مجھے آج تک گول کا مفہوم سمجھ نہیں

آیا کیونکہ دلچسپی ہی نہیں ہے۔ ساتھیو! آخرت کو کبھی نہ بھولو! فرض نمازوں کیساتھ ساتھ نفلی نمازیں پڑھواور خصوصاً تہجد کی نماز نہیں چھوڑنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، مٹا دیتی ہیں برائیوں کو۔ دیکھو وضو کی برکت سے صغیرہ گناہ ہاتھ پاؤں آنکھوں سے جھڑ جاتے ہیں، مسجد کی طرف آنے سے ایک ایک قدم کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں ایک ایک صغیرہ گناہ جھڑ جاتا ہے آٹومیٹک اور ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس ارادے سے چلو کہ قرآن حدیث کا درس بھی سننا ہے تو پھر ہر ہر قدم پر سات سات سو نیکیاں ملتی ہیں وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہے بڑھا دے۔'' کیونکہ یہ فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے۔ اور اگر کوئی قبول نہ کرے اور اکڑ جائے تو اس کا کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ آگے اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ یہ کافر آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور وعظ کرنے پر برا بھلا کہتے ہیں وَاصْبِرْ اور صبر کریں فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ پس بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ اجر دے گا، بدلہ دیگا اور درجات بلند فرمائے گا۔

۞۞۞

فَلَوْلَا كَانَ

مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ
فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى
بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ
وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ
الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِىْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ
مَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا
عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ
غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ
وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ پس کیوں نہیں ہوئے ان جماعتوں میں سے مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے گزری ہیں اُولُوْا بَقِيَّةٍ فضیلت والے لوگ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ جو منع کرتے زمین میں فساد سے اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے مِمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ان میں سے جن کو ہم نے نجات دی وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ اور پیروی کی ان لوگوں نے ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ اس

چیز کی جس میں ان کو خوشحالی دی گئی تھی وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ اور تھے وہ مجرم وَمَا كَانَ رَبُّكَ اور نہیں ہے تیرا رب لِيُهْلِكَ الْقُرٰى کہ ہلاک کردے بستیوں کو بِظُلْمٍ ظلم کی وجہ سے وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ جب کہ وہاں کے رہنے والے اصلاح کرتے ہوں وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا رب لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً تو البتہ کردے لوگوں کو ایک گروہ وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اور ہمیشہ رہیں گے یہ مختلف اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ مگر وہ جس پر تیرا رب رحم کریگا وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا رب نے وَتَمَّتْ اور مکمل ہو چکا كَلِمَةُ رَبِّكَ فیصلہ تیرے رب کا لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ البتہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو مِنَ الْجِنَّةِ جنات سے وَالنَّاسِ اور انسانوں سے اَجْمَعِيْنَ اکٹھے ہونگے وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ اور ہر خبر ہم بیان کرتے ہیں آپ پر مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ رسولوں کی خبروں سے مَا وہ نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ جس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھتے ہیں وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ اور آیا آپ کے پاس ان خبروں میں سے حق وَمَوْعِظَةٌ اور نصیحت وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور یاددہانی مومنوں کیلئے وَقُلْ اور آپ کہہ دیں لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں سے لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر اِنَّا عٰمِلُوْنَ بیشک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں وَانْتَظِرُوْا اور انتظار کرو تم اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ بیشک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی

ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے معاملات فَاعْبُدْهُ پس اسی کی عبادت کر وَتَوَکَّلْ عَلَیْهِ اور اسی پر بھروسہ کر وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں تیرا پروردگار غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

نہی عن المنکر نہ کرنے والوں کی مذمت :

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کے ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی ہے جو پڑھے لکھے اور نیک تھے۔ اخلاقی حالت بھی ان کی کچھ اچھی تھی لیکن دوسرے لوگوں کو فساد فی الارض سے منع نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ ان کا فریضہ تھا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ خود نیک ہونا بیشک اچھی بات ہے مگر اس سے خداوند عزیز کا عذاب نہیں ٹلتا، عذاب ٹلتا ہے مصلح ہونے کی وجہ سے جس کا ذکر اگلی آیت کریمہ میں آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَا کَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ پس کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں سے جو تم سے پہلے گزری ہیں اُولُوْا بَقِیَّةٍ فضیلت والے لوگ، جو ان میں صاحب فضیلت، صاحب علم اور سمجھدار لوگ تھے یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ جو منع کرتے زمین میں فساد سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی ہے کہ جو صاحب علم، صاحب فضیلت اور سمجھ دار تھے انہوں نے لوگوں کو فساد فی الارض سے منع کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ان کا فریضہ تھا اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے جن کو ہم نے نجات دی کہ انہوں نے امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا لوگوں کو فساد فی الارض سے منع کیا۔ تو امر

بالمعروف نہی عن المنکر کرنا عذاب سے نجات کا سبب ہے، محض نیک ہونا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچاتا۔

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بستی تھی جس میں گناہ بہت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس بستی کو وَمَنْ فِيهَا اور جو اس میں ہیں سب کو تباہ کردو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سوال کیا اے پروردگار! بِمَنْ فِيهَا اس بستی میں رہنے والے تمام کو عذاب میں مبتلا کردوں؟ فرمایا ہاں! سب کو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! اس بستی میں تیرا ایک ایسا بندہ ہے لَمْ يَعْصِيكَ قَطُّ طَرْفَةَ عَيْنٍ جس نے آپ کی کبھی نافرمانی نہیں کی پلک جھپکنے کے برابر، کیا اس کا گھر بھی تباہ کردوں؟ فرمایا ہاں! بیشک وہ خود تو نیک ہے لیکن وہ لوگوں کو نیکی کا سبق نہیں دیتا اور برائی سے منع نہیں کرتا وَلَمْ يَتَمَعَّرْ وَجْهُهٗ اور برائی دیکھ کر اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوتا۔ برائی دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل نہیں پڑتے لہٰذا اس کو بھی ساتھ ہلاک کردے۔ تو نجات کا سبب مُصْلِحٌ ہے اصلاح کرنے والا، نیک ہونا عذاب سے نہیں بچاتا۔ تو فرمایا کہ صاحب فضیلت، صاحب علم اور سمجھ دار لوگوں نے فساد فی الارض سے منع نہیں کیا وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور پیروی کی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ اس چیز کی جس میں ان کو خوشحالی دی گئی۔ مال، دولت، اقتدار، باغ، کوٹھیوں کے پیچھے پڑے رہے ان کی ساری زندگی دنیا کی ترقی میں گزر گئی۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغَ ثَالِثًا ''اگر ابن آدم کو دو بڑے وسیع میدان سونے کے بھرے ہوئے مل جائیں تو یہ تیسرے میدان کی تلاش میں پڑیگا دو پر قناعت نہیں کریگا۔'' اور فرمایا

وَلَا یَمْلَاءُ جَوْفَ اِبْنِ آدم اِلَّا التُّرَابُ ''بندے کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی پُر کر سکتی ہے۔
اور کوئی شے اس کے پیٹ کو بھرتی نہیں ہے۔'' تو فرمایا وہ لوگ جو مال و دولت کے پیچھے
پڑے رہے وَکَانُوْا مُجْرِمِیْنَ اور تھے وہ مجرم۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک ضابطہ بیان فرماتے
ہیں وَمَا کَانَ رَبُّکَ لِیُھْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ اور نہیں ہے تیرا رب کہ ہلاک کر دے
بستیوں کو ظلم کی وجہ سے وَّاَھْلُھَا مُصْلِحُوْنَ جب کہ وہاں کے رہنے والے اصلاح کرتے
ہوں۔ یعنی ان بستیوں میں ظلم بھی ہے گناہ بھی ہیں لیکن وہاں کے باشندے اصلاح بھی
کرتے ہوں برائیوں سے لوگوں کو روکتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک نہیں کرتا۔ اس کا
مطلب یہ ہوا کہ مُصلح کا وجود اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مانع ہے۔ بخاری شریف میں
روایت ہے کہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ
حضرت اَنُھْلِکُ وَفِیْنَا صَالِحُوْنَ '' کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے اس حال میں کہ ہم میں
نیک لوگ بھی ہوں قَالَ نَعَمْ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں! اِذَا کَثُرَ الْخُبْثُ جب گناہ اور
جرائم زیادہ ہو جائیں۔ یعنی محض نیک ہونا عذاب کو نہیں ٹالتا مُصلح کا وجود عذاب کو ٹالتا
ہے۔ صَالِحٌ کا معنی ہے خود نیک ہونا اور مُصْلِحٌ کا معنیٰ ہے دوسروں کو نیکی کا سبق دینے
والا اور برائی سے روکنے والا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو نیکی اور بدی کا اختیار ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ اور اگر چاہے تیرا رب لَجَعَلَ النَّاسَ
اُمَّةً وَّاحِدَةً تو البتہ کر دے لوگوں کو ایک گروہ۔ بدی کا مادہ ہی نکال دے فرشتہ صفت بنا
دے کہ فرشتوں میں جنسی خواہشات ہی نہیں ہیں نہ وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ ان میں
نر مادہ ہے، نہ لڑتے جھگڑتے ہیں۔ رب تعالیٰ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔

اور معاذ اللہ تعالیٰ، اگر وہ چاہے تو تمام انسانوں کو کافر بنادے لیکن وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اور ہمیشہ رہیں گے یہ مختلف۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات میں خیر اور شر کی قوت رکھی ہے اور سمجھ دی ہے اور خیر اور شر کی قوت کو اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی سے خیر کا راستہ اختیار کریں یا شر کا راستہ اختیار کریں۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ [سورت کہف] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [النساء:۱۱۵] ''ہم پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا ہے۔'' یعنی جس طرف وہ آدمی چلے گا ہم اس کو اسی طرف چلا دیں گے، جبر نہیں ہے۔ اور اگر انسان میں نیکی بدی کا مادہ نہ ہوتا تو پھر تو فرشتہ ہوتا لہٰذا نیکی بدی کے لحاظ سے مختلف رہیں گے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ مگر وہ جس پر تیرا رب رحم کریگا وہ حق کیساتھ اختلاف نہیں کرے گا اور رب تعالیٰ کی مہربانی اسی پر ہوتی ہے جو رب کی طرف آئے۔ چنانچہ سورت عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ ''اور وہ لوگ جو کوشش کریں ہماری طرف آنے کی ہم ان کو اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں۔'' اور بخلاف اس کے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو ہم نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' [صف:۵] مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی پیٹھ سیدھی نہیں کرتے۔ مختصر یہ کہ انسان اپنے ارادے اور مشیت میں مختار ہے۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا رب نے کہ اپنی مرضی سے ایمان لائیں اور اپنی مرضی سے کفر اختیار کریں، اپنی مرضی سے نیکی بدی کریں وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ اور مکمل ہو چکا فیصلہ تیرے رب کا۔ وہ فیصلہ یہ ہے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ البتہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے

اکٹھے ہونگے وہاں اکٹھے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سارے جہنم کے ایک ہی خانے میں ہونگے بلکہ اپنے اعمال کے مطابق جہنم کے مختلف درجوں میں ہونگے۔ جسطرح ریل گاڑی میں مختلف درجے ہوتے ہیں کوئی فرسٹ کلاس میں ہے، کوئی سیکنڈ کلاس میں، کوئی تھرڈ کلاس میں ہوتا ہے۔ بعض ملحد یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں سورۃ الحجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ''اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔'' اور دوزخ میں بھی آگ ہی ہے تو آگ کو آگ سے کیا تکلیف ہوگی۔ لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آگ آگ میں فرق ہے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس طبقے کو میرے سے کچھ دور کردے کہ مجھے اس کی حرارت اور گرمی کھا گئی ہے۔ یعنی جہنم کا ایک طبقہ دوسرے طبقے سے نالاں ہے۔ جب دوزخ کی آگ میں اتنا فرق ہے کہ ایک طبقہ دوسرے طبقے سے پناہ لیتا ہے تو جنات تو دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے۔ دنیا کی آگ کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے کہ اس سے پیدا ہونے والے جنات کو اس سے تکلیف نہ ہوگی۔ ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جنہوں نے دین کو سمجھا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ اور ہر خبر ہم بیان کرتے ہیں آپ پر رسولوں کی خبروں سے وہ جس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھتے ہیں۔ بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ مطلقاً ہر خبر نہیں بلکہ ہر وہ خبر کہ جس خبر کے ذریعے سے ہم تیرے دل کو ثابت رکھتے ہیں وہ ہم بیان کرتے ہیں۔ اور کل

کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ''اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب پھر اس میں اختلاف کیا گیا۔'' اب یہ خبر کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں اختلاف کیا گیا یہ آپ ﷺ کو کیوں سنائی تا کہ آپ ﷺ کو تسلی ہو کہ اگر اس وقت یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے اور صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ہم نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ تیری باتوں کو تو آپ پریشان نہ ہوں پہلی کتابوں کے بارے میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی پہلے پیغمبروں نے بھی ہجرت کی، بکریاں چرائی اور ماریں کھائی، بڑا کچھ ہوا لیکن آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ہے۔

پیغمبروں نے تمام تکالیف برداشت کر کے توحید کا سبق دیا:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو توحید کا سبق دیا تو مشرکوں نے آپ ﷺ کو اتنا مارا کہ سارا بدن زخمی ہو گیا۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے اے محمد ﷺ! آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں وہ درخت جو کنارے پر کھڑا ہے اس کو اشارہ کرو وہ تمہاری طرف آ جائے گا۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا وہ درخت آپ ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، تا کہ آپ ﷺ کی توجہ غم سے ہٹائی جائے۔ پھر آپ ﷺ نے اس درخت کو اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ تو آپ ﷺ پر کافروں نے انتہائی ظلم کئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واقعات سنا کر آپ ﷺ کو تسلی دی باقی پیغمبروں کی ہر ہر خبر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نہیں دی۔ چنانچہ تم چھٹے پارے میں پڑھ چکے ہو ارشاد ربانی ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ [نساء: ۱۶۴] ''اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے جنکے حالات ہم نے بیان نہیں کئے آپ پر۔'' اور سورت مومن آیت نمبر ۷۸ میں

میں فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْکَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْکَ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت رسول بھیجے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔'' تو بدعتیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سارا علم دیدیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم اور آپ ﷺ کے علم میں بس اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور آپ ﷺ کا علم عطائی ہے۔ یہ فرق کر کے خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم مشرک نہیں بنے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور آپ کے علم میں فرق کر دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو سارا علم دیا ہی نہیں ہے۔ بعض پیغمبروں کے واقعات ہم نے آپ کو بتائے ہیں اور بعض کے واقعات نہیں بتائے عطا ہی نہیں کیے۔ اور سورہ یٰسین میں ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ''اور نہیں سکھایا، نہیں عطا کیا ہم نے اس پیغمبر کو شعر کہنا اور نہ ہی لائق ہے اس کیلئے۔'' اس کے بعد عطائی کہاں سے آجائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو دیا ہی نہیں ہے۔ یاد رکھنا! یہ سب بدعتیوں کے ڈھکوسلے ہیں کہ آپ ﷺ کو سارا علم عطا کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَآءَکَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ اور آیا آپ کے پاس ان خبروں میں سے حق وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور نصیحت اور یاددہانی مومنوں کیلئے۔ آپ مومنوں کو سنا کر یاددہانی کرائیں۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور آپ کہہ دیں ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لائے آپ کی نبوت پر، اللہ تعالیٰ کی توحید پر اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر اِنَّا عٰمِلُوْنَ بیشک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں اپنے طریقے پر وَانْتَظِرُوْا اور تم انتظار کرو اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ بیشک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں کہ کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے اور عذاب میں کون مبتلا ہوتا ہے۔ کون بچتا ہے اور کون

تباہ ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر کافر کہتے تھے کہ تم نے جو عذاب لانا ہے ہمیں بتاؤ وہ کب آئے گا۔ اس کے جواب میں فرمایا وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے غیب آسمانوں اور زمین کا، وہ جانتا ہے کہ اس نے تم پر عذاب کب نازل کرنا ہے مجھے جتنی بات رب تعالیٰ بتاتے ہیں میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے معاملات۔ اس نے اپنے خدائی اختیارات میں سے تو ایک رتی بھی کسی کو نہیں دی۔ فَاعْبُدْهُ پس اسی کی عبادت کر وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اور اسی پر بھروسہ کر وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں تیرا پروردگار غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ تمہاری نیکی بدی سب رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔

آج مؤرخہ ۹ صفر المظفر بروز جمعرات ۱۴۳۰ھ بمطابق ۵ر فروری ۲۰۰۹ کو

یہ سورۃ مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

۞۞۞

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ یوسف
سورۃ الرعد
سورۃ ابراھیم

(مکمل)

جلد............۱۰

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑ والی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ﴿سورۃ یوسف، رعد، ابراہیم مکمل﴾

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

مطبع ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار لاہور

پیش لفظ

نحمده تبارك وتعالىٰ ونصلي ونسلم علی رسوله الكريم وعلی اله واصحابه وازواجه واتباعه اجمعين۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز پاک وہند وبنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار وزوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات۔ اس لئے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہند ؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے نئے جذبہ ولگن کیساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت شاہ عبد العزیزؒ، حضرت شاہ عبد القادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا

قرآن کریم کیساتھ فہم وشعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر وضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدو جہد بھی اسی کا تسلسل تھی بالخصوص پنجاب میں بدعات واوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات ورسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کیلئے جن اربابِ عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم واستقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول وعرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم وبیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کیساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ واجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر

انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن وحدیث کے علوم وتعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسطہ اور منتہی درجہ کے طلبہ کیلئے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چار حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف کے موتی ان کے دامن قلب وذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کیلئے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض دفعہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لئے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اس لئے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر وتبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔ (آمین)

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس وخطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لئے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کیلئے سالہا سال تک پابندی کیساتھ خدمت سرانجام دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء　　　ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجددوقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم-اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماء ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائش بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشاندہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّ اثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ ع

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ آیتیں ہیں کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا بیشک ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان میں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر اَحْسَنَ الْقَصَصِ اچھا بیان بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ بہ سبب اس کے کہ ہم نے وحی کی آپ کی طرف هٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن پاک کی وَاِنْ كُنْتَ اور بیشک آپ تھے مِنْ قَبْلِهٖ اس بیان سے پہلے لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ البتہ بے خبروں میں سے اِذْ قَالَ يُوْسُفُ جب کہا یوسف علیہ السلام

نے لِاَبِیۡهِ اپنے والد سے یٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا بیشک میں نے دیکھا گیارہ ستاروں کو وَّالشَّمۡسَ اور سورج کو وَالۡقَمَرَ اور چاند کو رَاَیۡتُهُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ دیکھا میں نے انکو کہ وہ مجھ کو سجدہ کرتے ہیں قَالَ فرمایا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاكَ نہ بیان کرنا اپنا خواب عَلٰۤی اِخۡوَتِكَ اپنے بھائیوں پر فَیَكِیۡدُوۡا لَكَ پس وہ تدبیر کریں گے تیرے لئے كَیۡدًا کوئی تدبیر اِنَّ الشَّیۡطٰنَ بیشک شیطان لِلۡاِنۡسَانِ انسان کا عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ کھلا دشمن ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح یَجۡتَبِیۡكَ رَبُّكَ آپ کو منتخب کریگا تیرا رب وَیُعَلِّمُكَ اور سکھائے گا آپ کو مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ خوابوں کی تعبیر کی وَیُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ اور مکمل کریگا اپنی نعمت عَلَیۡكَ آپ پر وَعَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان پر كَمَاۤ اَتَمَّهَا جیسا کہ اس نے پورا کیا عَلٰۤی اَبَوَیۡكَ آپ کے اباؤاجداد پر مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر اِنَّ رَبَّكَ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ بیشک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔

تمام قرآن پاک میں صرف واقعہ یوسفؑ بالترتیب بیان ہوا ہے :

اس سورہ کا نام سورۃ یوسف ہے۔ اس سورت میں حضرت یوسف کا علیہ السلام کا واقعہ بچپن سے لیکر وفات تک ترتیب کیساتھ بیان ہوا ہے۔ قرآن پاک میں اور جتنے

واقعات بیان ہوئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ترتیب کیساتھ کسی مقام پر بیان نہیں ہوا۔ کچھ حصہ کسی جگہ اور کچھ حصہ کسی جگہ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ چونکہ ترتیب کیساتھ بیان ہوا ہے اسی لئے اس کو احسن القصص فرمایا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے پہلے باون (۵۲) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے بارہ رکوع اور ایک سو گیارہ آیات ہیں۔ الٓر حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حقیقی معنیٰ تو اللّٰہ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ ''اللہ تعالیٰ ہی ان کی مراد کو جانتا ہے۔'' مفسرین کرام نے مختلف مفہوم بیان فرمائے ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ اس کی پھر آگے دو تفسیریں کرتے ہیں ایک یہ کہ بعینہٖ الٓر اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس پر اعتراض ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں تو یہ نام نہیں آئے؟ اس کا جواب امام رازیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام خمسة الآف پانچ ہزار ہیں یہ ننانوے نام تو مشہور ہیں اللہ تعالیٰ کے نام ان میں منحصر نہیں ہیں۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کے ایک ایک نام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ الف سے مراد اللہ جل جلالہ ہے۔ لام سے مراد لطیف ہے۔ معنیٰ ہے باریک بین۔ اور 'را' سے مراد رحمٰن، رحیم، رؤف ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

عظمتِ قرآن :

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ یہ آیتیں ہیں ایسی کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے حقیقت کو اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ بیشک ہم نے اس کتاب کو نازل کیا ہے قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا قرآن کی شکل میں عربی زبان میں لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو۔ قرآن پاک کے پہلے مخاطب چونکہ عربی تھے اس لئے یہ عربی زبان میں نازل ہوئی تاکہ وہ سمجھ سکیں۔ پھر اس کی وساطت

سے یہ کتاب پوری دنیا میں پھیلی ہے۔ دنیا میں جتنی یہ کتاب پڑھی جاتی ہے اتنی اور کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی اور دنیا میں جتنی خدمت اس کتاب کی ہوئی ہے اور کسی کتاب کی نہیں ہوئی۔ صرفیوں نے قواعد بنائے، نحویوں نے قواعد بنائے، تجوید والوں نے تجوید کی، ترجمے والوں نے ترجمے کیے، مفسرین نے تفسیریں کیں، کسی نے ناظرہ پڑھایا، کسی نے حفظ کرایا غرضیکہ جتنی خدمت اس کتاب کی ہوئی ہے وہ اور کسی کتاب کی نہیں ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہی آسمانی کتاب ہے جو اپنی اصلی شکل وصورت میں موجود ہے۔ جسکے ایک حرف میں بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ اور باقی کتابوں کے بارے میں تو یہ بھی نہیں بتایا جاسکتا کہ ان کی اصل زبان کیا تھی؟ تورات کس زبان میں نازل ہوئی؟ زبور کی اصل زبان کیا تھی؟ خود پادری صاحبان انجیل کے بارے میں متردد ہیں کہ اس کی زبان عبرانی تھی یا سریانی تھی یا کوئی اور زبان تھی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ تم سمجھو۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر أَحْسَنَ الْقَصَصِ اچھا بیان، بہترین قصہ بے ترتیب کے لحاظ سے بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ بہ سبب اس کے کہ ہم نے وحی کی آپ کی طرف هٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن پاک کی یعنی اس قرآن کے ذریعے ہم یہ قصہ بیان کرتے ہیں جو بارہ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ اور بیشک آپ تھے اس سے پہلے البتہ بے خبروں میں سے کہ آپ کو خبر نہیں تھی کہ یہ واقعہ کیسے ہوا؟ ہم قرآن کریم کے ذریعے آپ کو بتا رہے ہیں۔

غالیوں کے عقائد کی تردید :

اہل بدعت میں جو غالی قسم کے لوگ ہیں جیسے مفتی احمد یار خان صاحب کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ماں کے پیٹ میں قرآن کے حافظ تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی

العظیم۔ غلو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بھائی سوال یہ ہے کہ اگر آپ ماں کے پیٹ میں حافظ قرآن تھے تو چالیس سال گذرنے کے بعد غار حرا میں وحی کا آغاز کس پر ہوا؟ پھر کچھ سورتیں مکی ہیں اور کچھ مدنی ہیں تو یہ مکے میں کس پر نازل ہوئی اور مدینے میں کس پر نازل ہوئی۔ جب آپ پہلے ہی حافظ تھے تو ان کے نازل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یہ لوگ غلو میں بہت آگے نکل گئے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔ بیشک آنحضرت ﷺ کیساتھ محبت عین ایمان ہے اور ساری مخلوق میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے مگر ایسی افراط اور تفریط کا نام تو محبت نہیں ہے۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ [قصص:۸۶] ''اور آپ امید نہیں رکھتے تھے کہ اتاری جائے گی آپ کی طرف کتاب۔'' اور یہ پہلے تم پڑھ چکے ہو سورہ ہود آیت نمبر ۴۹ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلُ ''آپ ان واقعات کو نہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم اس سے پہلے۔'' اور سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ میں ہے مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور شریعت کی تفصیل بھی نہیں جانتے تھے۔'' ہم نے بتائی ہے آپ کو۔ تو یہ کہنا کہ آپ ﷺ ماں کے پیٹ میں قرآن کے حافظ تھے یہ نرا غلو ہے حقیقت کیساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالَ يُوْسُفُ جب کہا یوسف علیہ السلام نے لِاَبِيْهِ اپنے والد سے يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اے میرے ابا جان بیشک میں نے دیکھا اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَ گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے انکو کہ وہ مجھے سجدہ کرتے ہیں۔

خواب کی وضاحت :

خواب کے متعلق تھوڑی وضاحت سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور اس میں پنہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر خواب خوشنما ہوتا اور مژدہ افزاء معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں خواب نہایت تاریک، اندوہناک اور وحشت ناک دکھائی دیتا ہے مگر اس کا باطنی پہلو اور تعبیر بہت ہی خوش کن اور خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی انتہاء نہیں ہوتی۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی چچی حضرت ام فضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا خواب ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ بہت ہی سخت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بتائیں تو سہی وہ کیا ہے؟ ام الفضل نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ چونکہ اس وقت یہ افواہ بھی عام پھیلی ہوئی تھی کہ یہودی آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کے درپے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہی بات آئی کہ آپ ﷺ کے بدن سے ٹکڑا الگ کر کے میری گود میں پھینک دیا گیا ہے کہیں آپ ﷺ کو کوئی حادثہ نہ پیش آجائے اور یہی دن تھے کہ حضرت طلحہ ابن براء رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ انہوں نے گھر کے افراد کو ایک وصیت کی کہ اگر میرے دفن کی نوبت رات کو آئے تو آنحضرت ﷺ کو جنازے کیلئے ہرگز نہ بلانا۔ سب رشتہ دار حاضر تھے بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ اس کا کلمہ مخلصانہ نہیں تھا یہ منافق ہے، کسی نے

کہانہیں مرتد نہیں بدری صحابی ہے اس کے ہوش وحواس سلامت نہیں رہے اور جب ہوش وحواس سلامت نہیں ہوتے تو واہی تباہی باتیں زبان سے نکلتی ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں جو باتیں کسی کی زبان سے نکلیں تو سننے والوں کو بیان نہیں کرنی چاہئیں۔ اور ان باتوں پر فتویٰ بھی نہیں ہے کیونکہ ہوش وحواس ہی قائم نہیں ہیں تو اس پر کیا فتویٰ ہوگا؟ اور حضرت طلحہ ؓ ان کی باتیں سن رہے تھے فرمانے لگے تم سب غلط کہتے ہو، نہ میں منافق ہوں، نہ میں مرتد ہوں اور نہ بدحواس ہوں، الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی توفیق دی ہے اور سچا اسلام میرے دل میں ہے۔ یہ وصیت میں نے تمہیں اس لئے کی ہے کہ یہ خبریں تم نے سنی ہونگی کہ یہودی آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کے درپے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ رات کو میرے جنازے میں شرکت کریں اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہودی کوئی شرارت نہ کریں اور آپ ﷺ میری وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوں اسلئے میں کہہ رہا ہوں۔ تو آپ ﷺ کی چچی بھی اس لئے پریشان ہوئیں لیکن آنحضرت ﷺ ان کا خواب سن کر مسکرائے اور فرمایا تَلِدُ فَاطِمَةُ غُلاَماًان شاء الله ''حضرت فاطمہ کے ہاں بچہ پیدا ہوگا اور تمہاری گود میں کھیلے گا۔''

چنانچہ سیدنا حضرت حسین ؓ پیدا ہوئے اور ان کی گود میں کھیلتے تھے۔ تو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر کچھ ہوتا ہے اور اندر کچھ ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ خواب اور تعبیر ملتے جلتے ہیں اور یوسف علیہ السلام کی خواب بھی ایسی تھی کہ اس کی تعبیر بڑی آسان تھی۔ گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی تھے اور بہن کوئی نہیں تھی اور سورج اور چاند سے مراد ماں باپ ہیں۔ تو فرمایا کہ ابا جی! میں نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ قَالَ فرمایا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰى

اِخْوَتِکَ نہ بیان کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں پر فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا پس وہ تدبیر کریں گے تیرے لئے کوئی تدبیر۔ کیوں؟ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ دوسرے ان کے سوتیلے بھائی تھے اور سوتیلوں کو ضد تو ہوتی ہے۔ انسان کا مزاج ہے کہ اپنے سے اونچا کسی کو گوارہ نہیں کرتا۔ اسی لئے تو چودھراہٹ اور اقتدار کے جھگڑے ہوتے ہیں۔ اگر انسان اپنے آپ کو عاجز سمجھے اور تواضع کرے تو کوئی جھگڑا نہ ہو۔

فرمایا وَکَذٰلِکَ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ اور اسی طرح آپ کو منتخب کریگا تیرا رب وَیُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور سکھائے گا آپ کو خوابوں کی تعبیر کی وَیُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ اور مکمل کریگا اپنی نعمت آپ پر وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان پر۔ یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ بنی اسرائیل یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں چار ہزار پیغمبر بھیجے اور تین آسمانی کتابیں تورات، انجیل اور زبور ان کو ملیں۔ تورات موسیٰ علیہ السلام کو، زبور داؤد علیہ السلام کو اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ یہ تمام بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نبوت بھی دی اور بادشاہی بھی دی، بڑی نعمتیں ان پر نازل فرمائیں۔ فرمایا ایسے ہی نعمت پوری کریگا کَمَآ اَتَمَّھَا عَلٰٓی اَبَوَیْکَ جیسا کہ اس نے پورا کیا نعمت کو آپ کے اباؤاجداد پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ ابراہیم علیہ السلام پر اور اسحاق علیہ السلام پر۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کا نام روشن کیا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ [بقرہ:۱۳۰] اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں شمار ہونگے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات

گواہی کے بعد تمام پیغمبروں میں ابراہیم علیہ السلام کا درجہ ہے۔ تو فرمایا جیسے ابراہیم علیہ السلام پر نعمت مکمل ہوئی اسحاق علیہ السلام پر مکمل ہوئی ان کو پیغمبر بنایا اسی طرح ان کی آل پر بھی مکمل ہوئی اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ بے شک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔

یہ خواب کا بالکل ابتدائی حصہ ہے زندگی رہی تو آگے ساتھ ساتھ سنتے رہو گے۔

۞ ۞ ۞

لَقَدْ كَانَ فِىْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ﴿۸﴾ ۚ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّىْ لَيَحْزُنُنِىْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

لَقَدْ كَانَ البتہ ہیں فِىْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ کی نشانیاں سوال کرنے والوں کیلئے اِذْ قَالُوْا جب کہا انہوں نے لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ البتہ یوسف علیہ السلام اور اس کا بھائی اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا زیادہ محبوب ہیں ہمارے باپ کو مِنَّا بہ نسبت ہمارے سے وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اور ہم کافی اچھی جماعت ہیں اِنَّ اَبَانَا بیشک ہمارے والد لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ البتہ کھلی خطا میں ہیں اقْتُلُوْا يُوْسُفَ قتل کر ڈالو یوسف علیہ السلام کو اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یا پھینک دو اس کو کسی زمین میں يَّخْلُ لَكُمْ خالی ہو

جائے تمہارے لئے وَجۡهُ اَبِيۡكُمۡ تمہارے باپ کی توجہ وَتَكُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ اور ہو جاؤ تم اس کے بعد قَوۡمًا صٰلِحِيۡنَ نیک قوم قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ نہ قتل کرو تم یوسف علیہ السلام کو وَاَلۡقُوۡهُ فِىۡ غَيٰبَتِ الۡجُبِّ اور ڈال دو تم اس کو کسی کنوئیں کی گہرائی میں يَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّيَّارَةِ اٹھا لیں گے اس کو قافلوں میں سے بعض اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ اگر ہو تم کرنے والے قَالُوۡا کہنے لگے يٰۤاَبَانَا اے ہمارے ابا جان مَالَكَ آپ کو کیا ہو گیا ہے لَا تَاۡمَنَّا عَلٰى يُوۡسُفَ آپ ہم پر اطمینان نہیں کرتے یوسف کے بارے میں وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوۡنَ اور بیشک ہم اس کے بڑے خیر خواہ ہیں اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا بھیج دیں اس کو ہمارے ساتھ کل يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ کھلے میوے کھائے اور کھیلے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ اور بیشک ہم اس کی البتہ نگرانی کرنے والے ہیں قَالَ فرمایا اِنِّىۡ لَيَحۡزُنُنِىۡۤ البتہ یہ چیز مجھے پریشان کرتی ہے اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ کہ تم اس کو لے جاؤ وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ اور میں خوف کرتا ہوں کہ کھا جائے اسکو بھیڑیا وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ اور تم اس سے غافل رہو قَالُوۡا کہنے لگے لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ البتہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے وَنَحۡنُ عُصۡبَةٌ اور ہم کافی اچھی جماعت ہیں اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ بیشک ہم اس وقت البتہ نقصان اٹھانے والے ہونگے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے اہل خانہ کی تفصیل :

یوسف علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے احسن القصص کے عنوان سے بیان فرمایا

ہے۔ یہود و نصاریٰ پڑھے لکھے لوگ تھے وہ اسکو بخوبی جانتے تھے۔ عرب کے لوگ ان پڑھ اور جاہل تھے مگر یہود و نصاریٰ کے جلسوں میں شریک ہونے کی وجہ سے اجمالاً ان کو بھی کوئی کوئی حصہ یاد تھا۔ یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اس کے متعلق ارشاد ہے لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ البتہ ہیں یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ کئی نشانیاں سوال کرنے والوں کیلئے۔ جو سوال کرتے ہیں کہ ہمیں یوسف علیہ السلام کا واقعہ سناؤ، کیسے ہوا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں سگے بھائی تھے ایک ماں سے اور باقی بیٹوں کی مائیں علیحدہ تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا رحمہا اللہ تعالیٰ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ان دونوں کیساتھ بڑا پیار تھا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے کہ چھوٹے بچوں پر ماں باپ کی شفقت زیادہ ہوتی ہے اور اگر یہ شفقت نہ ہو تو ان کی تربیت بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں جو کچھ وہ جانتا ہے دوسرا کوئی نہیں جانتا اس لئے اس نے چھوٹوں کیلئے پیار زیادہ رکھا ہے تاکہ تربیت میں کمی نہ آئے۔ پھر ان دونوں کی حقیقی والدہ بھی فوت ہو چکی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلامؑ نے راحیل کی بہن یعنی اپنی سالی کیساتھ نکاح کیا تھا جو ان کی خالہ لگتی تھی اس لئے بھی ان دونوں کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ کھانے پینے میں اندر باہر آنے جانے میں ان کی نگرانی کرتے تھے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ باقی دس بھائیوں کو خوشی ہوتی کہ ہم بڑے ہیں کام کاج میں لگے رہتے ہیں، کوئی اونٹ چراتا ہے، کوئی بکریاں، کوئی دانے پسوانے کیلئے چلا گیا، کوئی لکڑیاں لانے کیلئے، آخر دنیا کے دھندے ہوتے ہیں جن کے کرنے سے ہی کام چلتا ہے تو ہم ان دھندوں میں لگے رہتے ہیں اور الحمد للہ ابا جان ان

بچوں کی طرف توجہ کرتے ہیں تو بڑی اچھی بات ہے۔لیکن شیطان شیطان ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ ''انسان کے بدن میں جہاں تک خون کا دورہوتا ہے وہاں تک شیطان کا اثر ہوتا ہے۔''

وہم کا ازالہ کردینا چاہیے :

یہ آپ ﷺ نے کس موقع پر فرمایا؟ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں ساتھیوں کیساتھ اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کیساتھ کوئی کام تھا وہ عشاء کی نماز کے بعد دیر سے آپ ﷺ کے پاس آئیں باقی تو چلی گئیں لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیساتھ آپ ﷺ گفتگو کرتے رہے، کافی دیر ہوگئی۔جب وہ رخصت ہوئیں تو آپ ﷺ مسجد کے دروازے تک ساتھ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں تم اپنے حجرے میں چلی جاؤ۔ایک لائن میں حجرے تھے،ان کا حجرہ اُدھر تھا نیم چاندنی تھی آپ ﷺ کو دو آدمی نظر آئے۔آپ نے فرمایا کون کون ہو؟ انہوں نے سلام کیا۔ایک اسید بن حضیر اور دوسرے عباد بن بشیر تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔یہ دونوں آپس میں گہرے دوست تھے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اکٹھے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا قریب آجاؤ جب قریب آئے تو فرمایا کہ تم نے یہ بی بی جاتی ہوئی دیکھی ہے۔کہنے لگے ہاں! دیکھی ہے۔فرمایا یہ میری بیوی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھی۔انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ! حضرت ہمیں کوئی اور وہم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہو، رمضان کا مہینہ ہو، اعتکاف میں بیٹھے ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو! اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ ''انسان کے جسم میں جہاں تک خون دور کرتا ہے شیطان کا دور بھی وہاں تک ہوتا ہے۔''تو میں نے یہ وضاحت اس لئے کی ہے کہ شیطان تمہارے دلوں میں وسوسہ نہ ڈالے کہ کون بی بی تھی جو رات کو آئی۔اسی واسطے

یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو فرمایا بیٹا! لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ''اپنے بھائیوں کے سامنے خواب نہ بیان کرنا پس وہ تیرے لئے مکر اور حیلہ کریں گے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

یوسف علیہ السلام کیساتھ بھائیوں کی دشمنی کا سبب :

اس شیطان نے پھر دشمنی کرادی کہ ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ دیکھو! جانور تم سنبھالتے ہو، دانے تم پسوا کر لاتے ہو، لکڑیاں تم چن کر لاتے ہو، گھر کے سارے کام کاج تم کرتے ہو اور باپ کی توجہ کے مستحق یہ چھوٹے بن گئے۔ ہماری طرف اتنی توجہ نہیں جتنی ان کی طرف ہے۔ انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ہم سب عاقل بالغ شادی شدہ ہیں اور وہ چھوٹے بچے ہیں۔ بنیامین یوسف علیہ السلام سے چھوٹے تھے اور یوسف علیہ السلام کی عمر بارے مختلف روایتیں ہیں، گیارہ سال بھی لکھی ہے، بارہ سال بھی اور اس سے کم وبیش بھی لکھی ہے۔ تو انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ یہ چھوٹے ہیں اگر ان کی طرف باپ کی توجہ ہے تو تمہیں شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ابا جان چھوٹوں کا خیال رکھتے ہیں ہمیں ان کا خیال رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ الٹا تم اور طرح کے خیالات کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالُوْا جب کہا بھائیوں نے لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ البتہ یوسف علیہ السلام اور اس کا بھائی بنیامین اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا زیادہ محبوب ہیں ہمارے باپ کو ہمارے سے یعنی بہ نسبت ہمارے باپ کی محبت ان کیساتھ زیادہ ہے حالانکہ ہم بھی تو اس کے بیٹے ہیں وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اور ہم کافی جماعت ہیں۔ دس آدمی ہیں محنت مشقت کرنے والے کمانے والے ہیں اور توجہ ان کی طرف ہے اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ بیشک ہمارا والد کھلی خطا میں

ہے۔ والد کو چاہیئے تھا کہ ہماری طرف توجہ کرتے کہ ہم کماتے ہیں اور گھر کے سارے کام کاج ہم کرتے ہیں لہذا ایسے کرو اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ قتل کر ڈالو یوسف علیہ السلام کو اَوِاطْرَحُوْهُ اَرْضًا یا پھینک دو اس کو کسی ایسی زمین میں یَّخْلُ لَکُمْ وَجْهُ اَبِیْکُمْ خالی ہو جائے، خالص ہو جائے تمہارے لئے تمہارے باپ کی توجہ۔ اب تو والد صاحب ان کی طرف توجہ کرتے ہیں جب تم اس کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دور پھینک آؤ گے اور ہماری نظروں سے غائب ہو جائے گا، اس کو جانور کھا جائیں گے ابا جان کی توجہ ہماری طرف لوٹ آئے گی۔ پھر خود فیصلہ کرتے ہیں کہ قتل کرنا یا دور لے جا کر پھینکنا ہے تو بڑا گناہ لیکن وَتَکُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ اور ہو جاؤ اس کے بعد نیک قوم، یہ انہوں نے مشورہ کیا۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ کہا ایک کہنے والے نے ان بھائیوں میں سے جسکا نام یہودا بتاتے ہیں۔ یہ سب سے بڑا تھا اس میں کچھ انصاف کا مادہ تھا۔ اس نے کہا لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ نہ قتل کرو تم یوسف علیہ السلام کو۔ والد کی نظروں سے ہٹانے کے اور بھی طریقے ہو سکتے ہیں مقصد تو تمہارا یہی ہے نا کہ والد کی نظروں سے ہٹ جائے وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ اور ڈال دو تم اس کو کسی کنوئیں کی گہرائی میں۔ غَیٰبَت کے معنیٰ گہرائی کے بھی ہوتے ہیں اور اندھیرے کے بھی ہوتے ہیں اور جُبّ کا معنیٰ کنواں ہے۔ تو کسی گہرے کنویں میں پھینک دو یا کنویں کی تاریکی میں پھینک دو۔ اس زمانے میں لوگ سڑکوں کے قریب میل میل، دو دو میل کے فاصلے کنویں کھدواتے تھے بعض کنویں تو ایسے ہوتے تھے کہ ان کے اوپر چرخیاں بھی ہوتی تھیں اور ڈول بھی اور اکثر کے اوپر صرف چرخی ہوتی تھی۔ رسی اور ڈول مسافر اپنے پاس رکھتے تھے بلکہ لوگ اپنے ساتھ ایک آدھ مزدور بھی رکھتے تھے جس کی ڈیوٹی ہوتی تھی ٹھہراؤ کے وقت ان کو پانی مہیا کرنا، لکڑیاں ایندھن اکٹھا کر کے دینا

۔تو ان کے بڑے بھائی یہودا نے کہا کہ اس کو ہاتھ سے نہ مارو اس کو کسی گہرے کنویں میں پھینک دو۔ کہتے ہیں کہ اس علاقے میں کنویں بڑے گہرے ہوتے تھے۔ ہمارے ہاں تو پانی کی فراوانی ہے بعض علاقوں میں دس پندرہ فٹ پر پانی نکل آتا ہے البتہ پاکستان میں بعض علاقے ایسے ہیں کہ جہاں ہزار فٹ پر بھی پانی نہیں نکلتا لیکن اکثر علاقوں میں بہت قریب سے پانی نکل آتا ہے لیکن ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنے والے نہیں ہیں۔ ان علاقوں میں جا کر دیکھو جہاں لوگ کھارا پانی پیتے ہیں اگر اس کیساتھ نہانے کی غلطی کرلیں تو پانی ہی کو ملتے رہیں صابن لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو خیر کہنے لگے کنویں کی گہرائی میں یا کنویں کی تاریکی میں پھینک دو۔ پھر کیا ہوگا یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اٹھالیں گے اس کو قافلوں میں سے بعض، کیونکہ قافلوں کو پانی کی تو ضرورت ہوتی ہے جس وقت وہ ڈول پھینکیں گے تو ڈول کیساتھ یہ خود نکل آئے گا وہ لے جائیں گے اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ اگر ہو تم کرنے والے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہو گیا پھر اکٹھے ہو کر باپ کے پاس گئے قَالُوْا کہنے لگے يٰٓاَبَانَا مَالَكَ اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہو گیا ہے لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ آپ ہم پر اطمینان نہیں کرتے یوسف کے بارے میں۔

یعقوبؑ کو بصیرت سے معلوم ہوا کہ یوسف کے بھائی اس کے حق میں اچھے نہیں :

لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ کا جملہ یہ بتا رہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی فراست اور بصیرت سے یہ سمجھتے تھے کہ یہ میرے لڑکے میرے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کے حق میں اچھے نہیں ہیں اس لئے انکو ان سے بچا کر رکھتے تھے کہ ان

سے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ کہنے لگے وَاِنَّا لَهُ لَنٰصِحُوْنَ اور بیشک ہم اس کے بڑے خیر خواہ ہیں، ان کے ہمدرد ہیں۔ تو ان سب نے یعقوب علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا بھیج دیں اس کو ہمارے ساتھ کل یَرْتَعْ وَيَلْعَبْ کھلے میوے کھائے اور کھیلے۔ رَتْعٌ کا معنیٰ ہے جانور کا چارہ کھانا اور (اگر رَتْعٌ کا صلہ انسان آئے تو معنیٰ ہوگا پھل کھانا) انسان پھل کھاتے ہیں۔ وہاں شہر سے دور جنگلات میں جنگلی میوے ہوتے ہیں اور ہمارا پروگرام ہے سیر و سیاحت کا تو ہمارا خیال ہے کہ یہ بھی ہمارے ساتھ چلا جائے جنگل میں کھلے میوے ہونگے میوے خوب کھل کر کھائے گا اور کھیلے گا اس کے ہاتھ پاؤں کھلیں یہ گھر ہی میں بند رہتا ہے چلنے پھرنے سے آدمی کی صحت اچھی رہتی ہے۔ ابا جان وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ اور بیشک ہم اس کی البتہ نگرانی کرنے والے ہیں۔ جب سب نے مل کر مطالبہ کیا اور اپنا پروگرام پیش کیا تو یعقوب علیہ السلام آخر والد تھے انہوں نے خیال کیا کہ سب اکٹھے ہو کر کہہ رہے ہیں ظن غالب یہ ہے کہ شرارت نہیں کریں گے لیکن دل میں جو خطرہ تھا اس کا ذکر کر دیا قَالَ فرمایا اِنِّیْ لَيَحْزُنُنِیْٓ البتہ یہ چیز مجھے پریشان کرتی ہے، غم میں ڈالتی ہے اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ یہ کہ تم اس کو لے جاؤ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ اور میں خوف کرتا ہوں کہ کھا جائے اسکو بھیڑیا۔ اسی مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ وَكَانَتْ اَرْضُهُمْ كَثِيْرَةُ الذِّئَابِ ان کی زمین پر بھیڑیے بکثرت تھے۔ اب تو دنیا میں آبادی بہت زیادہ ہو گئی ہے ورنہ جب میں گکھڑ آیا تھا تو قبرستان سے گیدڑوں کی آوازیں سنتا تھا تم بھی سنتے ہوگے ہر جگہ موذی جانور وافر مقدار میں ہوتے تھے اب آبادیوں کی وجہ سے کم ہو گئے ہیں۔ تو اس علاقے اور زمین میں بھیڑیئے بہت زیادہ تھے تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے خطرے کا اظہار کر دیا۔ جس طرح ہمیں تمہیں بچوں کے بارے میں ٹرکوں، بسوں اور

کاروں کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ یہاں یہی چیزیں زیادہ چلتی ہیں ہم بچوں کو کہتے ہیں سڑک دائیں بائیں دیکھ کر کراس کرنا۔ تمام حیوانوں میں سب سے زیادہ بے رحم حیوان بھیڑیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جہاں بھیڑیئے اکٹھے ہو جائیں وہاں اپنے میں سے کمزور کو کھا جاتے ہیں

علاماتِ قیامت کہ انسانوں کے دل بھیڑیوں کی طرح ہونگے :

اسی واسطے حدیث پاک میں قیامت کے قریب آنے والے لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی شکلیں انسانوں جیسی ہونگی وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ اور ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہونگے۔ آج کل دیکھ لو انسان جتنا انسانوں کا نقصان کر رہے ہیں بھیڑیئے بھی نہ کرسکیں۔ ناپ تول میں کمی، چیزوں میں ملاوٹ، مکروفریب، دھوکہ اغوا، قتل، یہ تمام فعل بھیڑیوں سے بڑھ کر ہیں۔ فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ اس کو کوئی بھیڑیا نہ کھا جائے وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ اور تم اس سے غافل رہو۔ یہ بچہ ہے ناتجربے کار ہے کہاں دوڑے بھاگے گا کہیں تمہاری غفلت سے اس کا نقصان نہ ہو جائے۔ قَالُوْا کہنے لگے ابا جان! لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ البتہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم کافی جماعت ہیں۔ عُصْبَةٌ کا لفظ عربی میں دس سے ستر تک بولا جاتا ہے اور عام قسم کے آدمیوں کی جماعت پر بھی نہیں بولتے بلکہ ایسی جماعت پر کہ جس میں ہر ایک پہلوان قسم کا آدمی ہو۔ اگر کمزور آدمی ہوں تو اس پر رھط کا لفظ بولتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ابا جان اگر اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا تو پھر ہماری پہلوانی کس کام آئی۔ ان کے قد بھی بڑے تھے اور شکل وصورت سے بھی خوبصورت تھے اور عموماً اس زمانے کے لوگ بڑے صحت مند ہوتے تھے خوراک کھری اور محنت کش لوگ تھے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ایک تو ہمیں خوراک اچھی نہیں ملتی جس کی وجہ

سے جسم میں بیماریاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں دوسرا اہم بدن سے کام بھی تھوڑا لیتے ہیں اس لئے بدن بھدے (بدصورت، کوڑے) ہوتے ہیں۔ آج بھی جو لوگ بدنی طور پر کام کرتے ہیں وہ طاقتور ہیں اور جو نہیں کرتے وہ کمزور اور بوڑھے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعضاء کی ساخت ایسی رکھی ہوئی ہے کہ انکو پوری طرح ہلایا جائے تو ان میں قوت آتی ہے اور اگر نہ ہلیں تو دن بدن قوت ختم ہوتی جاتی ہے۔ کیا مرد، کیا عورتیں، کیا چھوٹے بچے اور بچیاں روتے پھرتے ہیں اور سب سے بڑی خرابی خوراک کا صحیح نہ ہونا ہے اور دوسرا بدن کو استعمال نہ کرنا تو کہنے لگے کہ ہم اچھی خاصی پہلوانوں کی جماعت ہیں ہمارے ہوتے ہوئے اگر بھیڑیا کھا گیا تو اِنَّـآ اِذًا لَّـخٰسِـرُوْنَ بیشک ہم اس وقت البتہ نقصان اٹھانے والے ہونگے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام مطمئن ہو گئے کہ اس کے اتنے سارے بھائی اعتماد دلا رہے ہیں لہذا ان پر اعتماد کرنا چاہئے۔ دیکھو غیب کا علم رب تعالیٰ کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا اگر حضرت یعقوب غیب جانتے ہوتے تو فرماتے مجھے تمہارے سارے پروگرام کا علم ہے اور اگر حاضر و ناظر ہوتے تو فرماتے بیٹو! جب تم میٹنگ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہمارا باپ ان کی طرف توجہ کرتا ہے اور ہماری طرف توجہ نہیں کرتا اور ہم کافی جماعت ہیں میں یہ تمہاری ساری باتیں سن رہا تھا اور تمہیں دیکھ رہا تھا مجھے سب علم ہے۔ لیکن نہ حاضر و ناظر تھے اور نہ عالم الغیب تھے اس لئے وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گئے۔ انبیاء کرام کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا رب تعالیٰ ان کو بتاتا ہے یا دکھاتا ہے۔ قرآن کریم میں جو واقعات ہیں ان کا ایک ایک جملہ بتاتا ہے کہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر صرف رب تعالیٰ ہے، مختار کل بھی صرف وہی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرتیں کسی کے پاس نہیں ہیں باقی واقعہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَ
اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ
بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾
قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا
فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾
وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ
اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾
وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى
هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ
شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۱۲

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ پس جب وہ لے گئے اسکو وَاَجْمَعُوْۤا اورانہوں نے اتفاق کرلیا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ اس بات پر کہ وہ اس کوڈال دیں فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ گہرے کنویں میں وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اور ہم نے وحی بھیجی اسکی طرف لَتُنَبِّئَنَّهُمْ البتہ آپ ضرور خبر دیں گے انکو بِاَمْرِهِمْ هٰذَا ان کے اس معاملے کی وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں شعور رکھتے ہونگے وَجَآءُوْ اور آئے وہ اَبَاهُمْ اپنے والد کے پاس عِشَآءً عشا کے وقت يَّبْكُوْنَ روتے ہوئے قَالُوْا کہنے لگے يٰۤاَبَانَاۤ اے ہمارے اباجان اِنَّا ذَهَبْنَا بیشک ہم گئے نَسْتَبِقُ دوڑ لگاتے رہے

وَتَرَكْنَا يُوسُفَ اور چھوڑا ہم نے یوسف علیہ السلام کو عِنْدَ مَتَاعِنَا اپنے سامان کے پاس فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ پس اس کو کھالیا بھیڑیے نے وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا اور نہیں ہیں آپ ہماری تصدیق کرنے والے وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ اور اگرچہ ہم سچے ہوں وَجَآءُوْ اور لائے وہ عَلٰى قَمِيْصِهٖ اس کے کرتے پر بِدَمٍ كَذِبٍ جھوٹا خون مل کر قَالَ فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ بلکہ مزین کیا ہے تمہارے لئے اَنْفُسُكُمْ تمہارے نفسوں نے اَمْرًا یہ معاملہ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ پس صبر ہی بہت اچھا ہے وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ان باتوں کیخلاف جو تم کرتے ہو وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ اور آیا ایک قافلہ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ پس بھیجا انہوں نے ایک پانی لانے والے کو فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ پس اس نے لٹکایا کنویں میں اپنا ڈول قَالَ اس نے کہا يٰبُشْرٰى اے خوشخبری هٰذَا غُلٰمٌ یہ لڑکا ہے وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً اور انہوں نے مخفی رکھا اسکو سامان تجارت بنا کر وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں وَشَرَوْهُ اور خریدا انہوں نے اسکو بِثَمَنٍ بَخْسٍ گھٹیا قیمت کیساتھ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ روپے تھے گنتی کے وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ اور تھے وہ اس میں بے رغبتی کرنے والے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ بڑوں کی والدہ اور تھی اور چھوٹوں کی والدہ اور تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں ایک والدہ سے تھے چھوٹے ہونے کیوجہ سے باپ کی شفقت ان کیساتھ زیادہ تھی جو بڑوں کو

برداشت نہ ہوئی کہ محنت مشقت ہم کرتے ہیں اور باپ کی گود میں یہ بیٹھے رہتے ہیں۔ شیطان نے انکو اکسایا اور ابھارا کہ انکو راستے سے ہٹاؤ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف علیہ السلام کو قتل کردو یا کنویں میں ڈال دو۔ اس کا ذکر ہے فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ پس جب وہ لے گئے یوسف علیہ السلام کو باپ کو اعتماد دلا کر کہ ہم اچھے خاصے پہلوانوں کی جماعت ہیں اگر ہمارے ہوتے ہوئے بھی اسکو بھیڑیا کھا جائے تو پھر تو ہم بڑے خسارے میں ہیں۔ صبح ہوئی تو گھر میں جو بھی ناشتہ تیار تھا کھا کے یوسف علیہ السلام کو لے گئے وَاَجْمَعُوْٓا اور انہوں نے اتفاق کرلیا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ اس بات پر کہ وہ اس کو ڈال دیں گہرے کنویں میں۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی سنگدلی :

کہتے ہیں کہ یہ کنواں بستی سے تین میل دور کچے راستے کے کنارے پر تھا اس کنویں سے مسافر یا چرواہے وغیرہ اپنے لئے اور جانوروں کیلئے پانی نکالتے تھے۔ بستی کے قریب اور کنویں تھے وہاں کے لوگ ان کنوؤں سے پانی لیتے تھے اور اپنی ضرورت پوری کرتے تھے اس کنویں کیساتھ بستی والوں کا کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ یہاں پر تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے پڑھ کر انسان کا دل پھٹ جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا اتار کر کنویں میں پھینکنے لگے تو ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھتے مار پیٹ کر جب کنویں میں پھینکنے لگے تو یوسف علیہ السلام نے انکی بڑی منتیں کیں زاری کی کہ میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں ترس کھاؤ اگر مجھ پر ترس نہیں کھاتے تو اپنے والد پر ترس کھاؤ۔ سوچو، غور کرو! جب تم واپس جاؤ گے اور میں تمہارے ساتھ نہیں ہونگا والد صاحب کا کیا حال ہوگا؟ مگر آدمی جب سنگدل ہو جاتا ہے تو اسکو کوئی ترس نہیں آتا۔ یوسف علیہ السلام کو رسی کیساتھ باندھ کر کنویں میں لٹکایا

کنواں کافی گہرااور تاریک تھا جب وہ پانی کے قریب ہوئے تو رسی کو چھوڑ دیا وہ پانی میں گر گئے۔اوپر سے آواز دی تا کہ معلوم ہو کہ مرا ہے یا نہیں۔حضرت یوسف علیہ السلام نے بڑی عاجزی والی آواز نکالی کہ شاید مجھ پر ترس کھا جائیں بعض نے کہا یہ تو ابھی زندہ ہے پتھر مارو۔ بڑے بھائی یہودا نے کہا اب اس کو چھوڑ دو پتھر وغیرہ نہ مارو جو ہو گیا ہے ٹھیک ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر آوازیں دیں تو کنویں سے کوئی جواب نہ آیا کیونکہ اب جواب دینے کا مطلب ہے کہ سر پر پتھر ماریں اور تو انہوں نے کچھ کرنا نہیں ہے۔کنویں کے اندر پانی کے قریب ایک بڑا پتھر لگاتے تھے تا کہ کنویں میں صفائی وغیرہ کیلئے اترنے والا اس پتھر پر پاؤں رکھ سکے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے ادھر ادھر دیکھا ہاتھ مارا تو وہ پتھر معلوم ہو ااس پر جا بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ ارشاد ربانی ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ اور ہم نے وحی بھیجی اسکی طرف یعنی یوسف علیہ السلام کی طرف۔ یہ وحی صرف ذات تک محدود تھی کہ گھبراؤ نہیں کیونکہ ابھی تک نبوت و رسالت نہیں ملی لَتُنَبِّئَنَّھُمْ بِاَمْرِھِمْ ھٰذَا البتہ آپ ضرور ان بھائیوں کو خبر دیں گے ان کی اس کاروائی کی، معاملے کی وَھُمْ لَایَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں شعور رکھتے ہونگے کہ ہمارے ساتھ بولنے والا اور پوچھنے والا کون ہے۔ یہ قصہ آگے آئے گا۔ کہتے ہیں کہ اس کنویں کا پانی نمکین تھا میٹھا نہیں تھا لوگ مجبوراً اس سے پانی بھرتے تھے مگر جب یوسف علیہ السلام کو اس کنویں میں ڈالا گیا تو رب تعالیٰ نے اس کنویں کا پانی میٹھا کر دیا حضرت یوسف علیہ السلام اس کنویں میں تقریباً تین دن اور تین راتیں رہے۔ادھر بھائیوں نے دیکھ بھال کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی اور نگرانی کر رہے تھے کہ دیکھو اس کو کنویں سے کون نکالتا ہے اور کدھر لے جاتا ہے؟ پھر بستی کی طرف نہ آجائے کہ ہمارا راز کھل جائے اور نگرانی کا طریقہ یہ تھا کہ بھیڑ بکریاں چرانے کے بہانے

۔اونٹ چرانے کے بہانے ،لکڑیاں کاٹنے کے بہانے ،کبھی کوئی چلا جاتا کبھی کوئی چلا جاتا۔ تین دن گذر گئے بڑے پریشان ہوئے کہ ابھی تک کسی نے نہیں نکالا۔اتفاق کی بات ہے کہ مدین کے علاقے کے کنعانی تاجر کافی تعداد میں مصر جارہے تھے وہ یہاں پہنچے اور میں نے کل عرض کیا تھا کہ تاجر اپنے ساتھ ایک نوکر آدمی ساتھ رکھتے تھے اور اس کا خرچہ مل کر برداشت کرتے تھے۔نوکر کا کام ہوتا تھا پانی مہیا کرنا ایندھن وغیرہ مہیا کرنا جو مسافروں کی ضروریات ہوتی تھیں ۔ وہاں قریب کچھ درخت تھے قافلہ وہاں ٹھہرا۔ پانی مہیا کرنے والے نوکر جس کا نام مالک ابن دغنہ تھا جو بڑا موٹا تازا کام کرنے والا تھا۔اس سے کہا کہ تم پانی کی تلاش کرو کوئی کنواں چشمہ ڈھونڈو کہ ہم نے کھانے پینے کا انتظام کرنا ہے۔چنانچہ وہ گیا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔درمیان میں ان کی کاروائی کا ذکر ہے۔یوسف علیہ السلام کو تو کنویں میں ڈالا وَجَآءُ وْ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ اور آئے وہ اپنے والد کے پاس عشاء کے وقت،رات کے وقت اس کے پاس آئے کہ باپ کے سامنے دن کے وقت آنکھیں شرم کے مارے اٹھ نہیں سکیں گی۔

ہر رونے پیٹنے والا سچا نہیں ہوتا :

آدمی ڈھیٹ اور بے شرم نہ ہو تو اس کو شرم آتی ہے، آنکھیں نہیں اٹھتیں، بے شرم اور ڈھیٹ ہو تو اس کی بات اور ہے تو اس لئے رات کو آئے کہ ہم نے جو کام کیا ہے اس کا تو ہمیں علم ہے ابا جان کے سامنے جائیں گے تو وہ پوچھیں گے تو سہی کہ میرا لخت جگر کدھر ہے؟ اس کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟ تو رات ہماری شرمندگی پر پردہ ڈالے گی۔ اور آئے کس حال میں؟ فرمایا يَبْكُوْنَ روتے ہوئے۔دیکھو مجرم بھی خود ہیں اور روتے بھی خود ہیں۔

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر میں سے

ہیں۔ میں نے ان کی تقریر بھی سنی ہے اور ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے کہ حضرت کو علم ہوا کہ رافضیوں نے منصوبہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت علم سے خالی ہے لہذا ان کی بے علمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو رافضی بنایا جائے اور انہوں نے یہ کوشش کی تھی۔ حضرت کو ان کے اس منصوبے کا علم ہوا تو حضرت نے پوری ہمت کیساتھ مناظروں کی شکل میں اور تحریری شکل میں رافضیوں کا مقابلہ کیا۔ انکا ایک بڑا علمی رسالہ تھا النجم اسکا نام تھا اس میں مضامین شائع ہوتے تھے۔ ۷۰ سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ حضرت نے اس پر صرف کیا۔ ویسے امام اہلسنت حضرت لکھنویؒ کی عمر سو سال تھی۔ حضرت کی اردو زبان میں ایک کتاب ہے ''قاتلان حسین کی خانہ تلاشی'' کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کن لوگوں نے قتل کیا ہے۔ اس میں انہوں نے ٹھوس علمی اور تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یہی جو روتے اور پیٹتے ہیں یہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں ایسے ہی جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائی خود اسکو کنویں میں پھینک کر آئے تھے۔ مجرم بھی خود تھے اور روتے ہوئے اپنے والد کے پاس عشاء کے وقت آئے۔ قَالُوْا کہنے لگے یٰٓاَبَانَآ اے ہمارے ابا جان اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ بیشک ہم گئے دوڑ لگاتے رہے آپس میں کہ کون آگے نکلتا ہے۔

بیوی کو تفریح کیلئے لے جانا جائز ہے :

دوڑنا بھی ایک کھیل ہوتا تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے عشاء کی نماز پڑھائی گھر تشریف لائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضرت میرا دل کرتا ہے کہ ذرا باہر چل پھر کر آؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آؤ چلیں۔ رات چاندنی تھی جب باہر تشریف لائے تو کوئی بھی نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عائشہ میرے ساتھ دوڑ

لگانی ہے۔ کہنے لگی دوڑو! آنحضرت ﷺ چونکہ معمر تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچی تھیں آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور یہ واقعہ چند سال پہلے کا ہے۔ بارہ چودہ سال کے پیٹے میں تھیں آگے نکل گئیں پھر دو تین سال کے بعد ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیماری کی وجہ سے کمزور تھیں آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ آج پھر دوڑ لگانی ہے؟ کہنے دوڑو! آنحضرت ﷺ آگے نکل گئے۔ فرمایا تِـلْـکَ بِتِـلْـکَ یہ اس دن کا بدلہ ہوگیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ گھر والوں کی دلجوئی بھی ہونی چاہئے مگر شرعی دائرے میں رہتے ہوئے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہوں نے گھر کو ماتم کدہ بنایا ہوتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پتہ نہیں ان کے گھر میں کتنے آدمی مرگئے ہیں۔ ایک کا منہ اِس طرف، ایک کا منہ اُس طرف، یہ اچھی بات نہیں ہے بلکہ خرابی ہے۔ گھروں میں پیار محبت اور امن وامان کیساتھ رہنا بھی شریعت کا ایک حصہ ہے۔ تو کہنے لگے کہ ہم دوڑتے تھے وَتَرَکْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا اور چھوڑا ہم نے یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس فَاَکَلَـهُ الذِّئْبُ پس اس کو کھالیا بھیڑیئے نے وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا اور نہیں ہیں آپ ہماری تصدیق کرنے والے وَلَوْ کُنَّا صٰدِقِیْنَ اور اگر چہ ہم سچے ہوں وَجَآءُ وْعَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ کَذِبٍ اور لائے وہ اس کے کرتے پر جھوٹا خون مل کر۔ کہتے ہیں کہ ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جو کرتا تھا اتارا اس کو خون سے لت پت کیا اور لے گئے اور اس طرف توجہ نہ گئی کہ کرتا تھوڑا سا پھاڑ لیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کرتا دیکھا آخر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے عقلمند تھے، معمر تھے، غور کیا کہ بھیڑیئے نے کھایا ہے بھیڑیا تھا یا کوئی امریکہ کے کالج کا پروفیسر تھا کہ کرتا اتار کر کھایا اور کرتا رنگین کر کے دے دیا ہے، نہ کرتا پھٹا ہے نہ پنجہ لگا ہے، کتنا سیانا اور سمجھدار تھا آدمی کچھ تو

اندازہ لگاتا ہے۔ قَالَ فرمایا یہ بات نہیں جو تم کہتے ہو بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا بلکہ مزین کیا ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے یہ معاملہ۔ میں تمہاری بات پر مطمئن نہیں ہوں کوئی گڑبڑ تم نے کی ہے جسکا مجھے علم نہیں ہے پس میں تمہاری بات سے مطمئن نہیں ہوں فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ پس صبر ہی بہت اچھا ہے وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے ان باتوں کیخلاف جو تم کرتے ہو،صرف مددگار وہی ہے۔

حضرت یعقوبؑ یوسفؑ سے چالیس سال دور رہے :

کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جدائی اور دوبارہ ملاقات کے درمیان کی مدت چالیس سال ہے یہ زندگی کا بہت بڑا حصہ ہے۔اور قدرتی بات ہے کہ بچہ فوت ہو جائے تو اس کا صدمہ عارضی ہوتا ہے صبر آجاتا ہے لیکن اگر بچہ گم ہو جائے تو اس کا صدمہ ساری زندگی رہتا ہے۔ جب بھی کوئی خوشی یا غمی کا وقت آئے تو ماں باپ کی حالت کچھ اور ہو جاتی ہے ایسا صدمہ ساری عمر نہیں جاتا۔ یہ جو ہمارے ملک میں بچوں کو اغوا کرتے ہیں کبھی خرکار اٹھا کر لے جاتے ہیں اور کبھی بیرون ملک ریاستوں کی طرف منتقل کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بھی اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ ان کے اعضاء بیچتے ہیں اور اس دھندے میں بڑے بڑے شریک ہیں۔حکومت نے اس سلسلے میں کوئی سد باب نہیں کیا۔او ظالمو! کچھ تو انصاف کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بھیڑیوں سے بھی زیادہ درندے ہو گئے ہیں حکومت والوں پر زد پڑے تو ان کو پتا چلے کہ کسی کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

صاحبِ اقتدار اپنے مفاد کیلئے قانون بناتے ہیں :

ایوب خان کی حکومت تھا۔ اس کا ایک باغ ہری پور کے علاقے میں بکریاں اجاڑ

گئیں ایوب خان نے قانون بنا دیا کہ پاکستان میں اب بکری نہ رہے۔ پھر لوگوں نے شور مچایا کہ بکریاں چرانے والے کہاں جائیں تو پھر اس نے ختم کر دیا لیکن اپنا باغ اجڑا تو ایک دفعہ قانون بنا تو سہی۔ مارشل لاء دور کی بات ہے۔ ایوب خان کے زمانے کے ایک فوجی جرنیل کے ماموں کی لوہے کے خود کی دوکان تھی جسکو غالباً ہیلمٹ کہتے ہیں۔ کوئی اس کی دوکان کے قریب نہیں آتا تھا تو فوجی جرنیل نے آرڈر جاری کر دیا کہ کوئی آدمی ہیلمٹ کے بغیر سکوٹر نہیں چلا سکتا۔ پھر وہ جو پچھتر (۷۵) روپے کا تھا اب تین سو کا بکنے لگ گیا لاکھوں کروڑوں روپے کما لئے تو جب اپنے پیٹ پر زد پڑے تو فوراً قانون بن جاتا ہے۔ دیکھو! امیر لوگوں کے بچے تو گاڑیوں میں آتے جاتے ہیں۔ ان کیلئے نوکر ہیں نوکرانیاں ہیں لہذا ان کو کیا فکر ہے بچے تو ہمارے تمہارے اٹھائے جائیں گے جو اکیلے اور پیدل آتے جاتے ہیں لہذا حکومت والوں کو اس کے متعلق قانون بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بچوں کو اغوا کرنا انتہائی سنگین جرم ہے اور ایسے شخص کی سزا تعزیراً قتل ہونی چاہئے اور فقہ اس کی تائید کرتی ہے کہ اس کی سزا موت ہو۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کے متعلق جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کیخلاف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جا سکتی ہے۔ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ اور آیا ایک قافلہ کنعانیوں کا مدین سے جو مصر کی طرف جا رہا تھا فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ پس بھیجا انہوں نے ایک پانی لانے والے کو جس کا نام میں نے مالک ابن دغنہ بتایا تھا فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ پس اس نے لٹکایا کنویں میں اپنا ڈول مظبوط رسی کیساتھ باندھ کر تو یوسف علیہ السلام اس کیساتھ چمٹ گئے۔ آدمی پہلوان قسم کا تھا کہنے لگا پانی تو میں نے بہت سارے کنوؤں سے نکالا ہے مگر اس کنویں کا پانی بڑا بھاری ہے حالانکہ ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام لٹکے ہوئے تھے۔ جس وقت دیکھا کہ خوبصورت لڑکا ہے،

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بے پناہ حسن دیا تھا قَالَ کہنے لگا یٰبُشْرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ اے خوشخبری یہ لڑکا ہے ڈول کیساتھ چمٹا ہوا وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً اور انہوں نے اسکو مخفی رکھا سامان تجارت بنا کر۔ کہنے لگے عمدہ خوبصورت ہے ہم اس کو بیچ کر بڑی رقم کمائیں گے کیونکہ اس زمانے میں غلاموں اور لونڈیوں کی تجارت ہوتی تھی۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ بھائی بھی تاک میں لگے رہتے تھے کہ دیکھو کیا بنتا ہے جب انہوں نے دیکھا کہ قافلے والوں نے نکال لیا ہے تو ان میں سے ایک دو آئے اور کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے بھاگا ہوا تم اس کو کہاں لے جا رہے ہو۔ ہاں کچھ رقم دیکر لے جاؤ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ اور انہوں نے خریدا اسکو بھائیوں سے گھٹیا قیمت کیساتھ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ روپے تھے گنتی کے۔ اسی مقام پر تفسیروں میں بیس (۲۰) درہم بھی لکھے ہیں اور بائیس (۲۲) درہم بھی لکھے ہیں۔ بیس درہم اس لحاظ سے کہ یہودا نے انکار کر دیا کہ میں پیسے نہیں لونگا تو دس کو دو دو درہم آ جائیں گے اور بائیس درہم کی صورت میں انہوں نے کہا کہ دو درہم بنیامین کو بھی دیدو کسی حیلے بہانے سے اس طرح اس کی اشک شوئی ہو جائے گی وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ اور تھے وہ اس میں بے رغبتی کرنے والے۔ زاھد کا صلہ جب فی آ جائے تو اس کا معنٰی بے رغبتی ہوتا ہے۔ اور تھے وہ اس میں بے رغبت اور بے شوق کہ ان کو کوئی ضرورت نہیں تھی ان کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ ابا جی کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے جس کیلئے انہوں نے یہ ساری کاروائی کی۔

۞ ۞ ۞

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا ۚ لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾

وَقَالَ الَّذِی اور کہا اس شخص نے اشْتَرٰهُ جس نے خریدا تھا اسکو مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖ مصر سے اپنی بیوی سے اَكْرِمِیْ مَثْوٰهُ اچھا کرنا اسکا ٹھکانا عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ قریب ہے کہ یہ ہمیں نفع دے اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا ہم اسکو اپنا بیٹا بنالیں گے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ ہم نے قدرت دی یوسف علیہ السلام کو فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلِنُعَلِّمَهٗ اور تاکہ ہم اسکو تعلیم دیں مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ باتوں کو ٹھکانے لگانے کی وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِهٖ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے معاملے پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَا یَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اور جب پہنچے یوسف علیہ السلام اپنی قوۃ کو اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا دیا ہم نے اسکو حکم اور علم وَكَذٰلِكَ نَجْزِی

الْمُحْسِنِیْنَ اوراسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ اور پھسلایا اسکواس عورت نے هُوَ فِیْ بَیْتِهَا کہ یوسف علیہ السلام اس کے گھر میں تھے عَنْ نَّفْسِهٖ اسکی خواہش کے بارے میں وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ اور بند کردیئے اس عورت نے دروازے وَقَالَتْ هَیْتَ لَکَ اور کہنے لگی جلدی کرو تجھے کہتی ہوں قَالَ فرمایا مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی پناہ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ بیشک وہ میرا آقا ہے اَحْسَنَ مَثْوَایَ اچھا بنایا ہے اس نے میرا ٹھکانا اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ اور البتہ تحقیق وہ عورت قصد کرچکی تھی اس کا وَهَمَّ بِهَا اور وہ بھی قصد کرلیتا اسکا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ اگر نہ دیکھتا وہ اپنے رب کی برہان اور دلیل کَذٰلِکَ اسی طرح لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ تاکہ ہم پھیر دیں اس سے برائی اور بے حیائی اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ یوسف علیہ السلام کو کنعانی خاندان کا ایک قافلہ جو مدین سے مصر جارہا تھا بھائیوں سے بیس یا بائیس درہم کے عوض خرید کرلے گیا۔ وہاں سے مصر آٹھ یا دس دن کی مسافت پر تھا۔ تفسیروں میں آٹھ دن کی مسافت بھی لکھی ہے اور دس دن کی مسافت بھی لکھی ہے۔ جب یہ قافلہ مصر پہنچا تو وہاں کے تاجر راستے میں کھڑے تھے کہ قافلہ کہاں سے آیا ہے اور کیا مال لے کر آیا ہے؟ تاکہ اپنی منڈی یا دکان پر پہنچائیں ہر ایک کو اپنی لالچ اور حرص ہوتی ہے انہوں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا

ان کے ساتھ ہے۔ پوچھا یہ کون ہے؟ قافلے والوں نے کہا یہ ہمارا غلام ہے اسکو بیچنا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے خریداروں کا ذکر :

حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کی خبر فوراً چاروں اطراف میں پھیل گئی یہاں تک کہ عزیز مصر جو مصر کا وزیر اعظم تھا جسکا نام قطفیر تھا کو بھی خبر پہنچ گئی۔ قطفیر شریف الطبع آدمی تھا اور مصر کا بادشاہ ریان ابن ولید یہ اس سے بھی زیادہ شریف آدمی تھا۔ بادشاہوں کی تاریخ میں ایسے بہت کم ملتے ہیں۔ اس کی نیکی کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ آخر میں حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان بھی لایا اور حکومت بھی یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی باوجود یوسف علیہ السلام کے اصرار کرنے کے کہ تم تخت پر رہو۔ اس نے کہا حضرت! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد میں تخت پر بیٹھوں۔ آج تو معمولی چپڑاسی اپنی کرسی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے چہ جائیکہ کوئی بادشاہت کا تخت چھوڑ دے۔ یہ اس شخص کی انتہائی شرافت تھی اور اسکا ایمان بڑا مضبوط تھا۔ تو خیر عزیز مصر قطفیر کو بھی یہ خبر پہنچی کہ ایک بڑا خوبصورت غلام تاجر بیچنا چاہتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے بارے میں لوگوں نے بڑے عجیب عجیب واقعات اور کہانیاں بنائی ہیں ان میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ غلط ہیں۔ بعض ناول نویسوں نے یہ قصہ بھی لکھا ہے کہ ایک بوڑھیا سوت کی اٹی لیکر یوسف علیہ السلام کو خریدنے کیلئے جا پہنچی۔ لوگوں نے کہا یہاں تو بڑی بڑی رقم لگ رہی ہے اور تم سوت کی اٹی کیساتھ خریدنا چاہتی ہو۔ اس نے کہا کہ ملے نہ ملے گاہکوں میں میرا نام تو لکھا جائے گا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰہُ اور کہا اس شخص نے یعنی مصر کے وزیر اعظم نے جس کا نام قطفیر تھا جس نے خریدا تھا یوسف علیہ السلام کو۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں کہ بیس

دینار، دو جوڑے کپڑے اور دو جوڑے جوتوں کے بدلے انہوں نے بیچ دیا اور عزیز مصر نے خرید لیا مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِہٖ مصر سے اپنی بیوی سے جس کا نام اکثر تفسیروں میں زلیخا آتا ہے اور بعض نے راحیل بھی لکھا ہے اَکْرِمِیْ مَثْوٰہُ اچھا کرنا اسکا ٹھکانا، رہنے کیلئے اچھا کمرہ دو، اس کی خوراک اور لباس کا خیال رکھنا عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ قریب ہے کہ یہ ہمیں نفع دے۔ شریف الطبع بچہ ہے اور اس کے چہرے پر ایسے آثار ہیں کہ اس سے ہمیں کوئی فائدہ پہنچے گا اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا یا اسکو ہم اپنا بیٹا بنالیں گے۔

اولاد دینا نہ دینا اللہ کا کام ہے البتہ علاج کرانا چاہیے :

کہتے ہیں کہ عزیز مصر کی شادی کے بعد کئی سال گذر چکے تھے اولاد نہیں تھی۔ اولاد دینا نہ دینا رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ [شوریٰ:۴۹] ''رب تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّ اِنَاثًا یا جوڑا جوڑا دیتا ہے انکو بیٹے بیٹیاں وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اور بناتا ہے جسکو چاہے بانجھ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ بیشک وہ سب کچھ جاننے والا ہے قدرت رکھنے والا ہے۔'' تو اولاد دینا نہ دینا رب تعالیٰ کا کام ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے البتہ بعض بیماریوں کی وجہ سے عورتوں کو حمل نہیں ٹھہرتا۔ شرعی دائرے میں رہ کر اسکا علاج کرائیں یہ شریعت کا حکم ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر بیماری کا علاج ہے سوائے دو بیماریوں کے بڑھاپا اور موت۔ نہ بڑھاپے کا علاج ہے نہ موت کا، باقی ہر بیماری کا علاج ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بیماری سمجھ میں نہ آئے یعنی بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بیماری سمجھ میں نہیں آتی، بیماری اور ہوتی ہے اور علاج اور ہوتا ہے۔ آج کل اکثر یہی حال ہے باوجود اس کے بڑے بڑے

آلات اور مشینیں ایجاد ہو چکیں ہیں مگر پھر بھی بیماری کی تعیین نہیں ہوتی۔ پہلا دور بڑا اچھا تھا طبیب زبان دیکھ کر، آنکھیں دیکھ کر نبض دیکھ کر بیماری کا تعین کرتے تھے۔ اب ایک مشین کچھ بتلاتی ہے دوسری کچھ بتلاتی ہے اصل بیماری بالکل سمجھ نہیں آتی الا ماشاء اللہ۔ اگر اصل بیماری سمجھ میں آ جائے تو اس کا علاج بھی ہے اور شرعی دائرے میں رہ کر علاج کرانا بھی صحیح ہے مگر اولاد دینا رب تعالیٰ کا کام ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ تو عزیز مصر نے کہا کہ یا ہم اس کو بیٹا بنالیں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ہم نے قدرت دی یوسف علیہ السلام کو زمین میں کہ پہنچا دیا وزیر اعظم کے گھر کیونکہ ان سے بڑے کام لینے تھے۔ اس گھر میں رہ کر دنیا کے رنگ ڈھنگ معلوم کرلیں گے۔

پیغمبر دنیاوی چیزیں دنیا والوں سے سیکھ سکتا ہے دین نہیں :

اور دنیا کی چیزیں اگر پیغمبر دنیا والوں سے سیکھے تو اس میں کوئی عیب نہیں۔ دین صرف رب تعالیٰ سے سیکھتا ہے مخلوق میں سے کسی سے حاصل نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو کعبۃ اللہ کے پاس زمزم کے مقام پر چھوڑا وہاں قریب قریب کوئی آدمی نہ تھا۔ کافی مدت کے بعد قبیلہ بنو جرہم کا وہاں سے گذر ہوا انہوں نے دیکھا کہ یہاں پانی ہے اور ایک عورت اور ایک بچہ ہے۔ ان سے اجازت مانگی یہاں رہنے کی انہوں نے اجازت دی کہ ہاں رہ لو۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس قبیلے سے عربی سیکھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اپنی زبان کردی یا کوئی اور زبان تھی۔ کیونکہ عراق میں کوئی اور زبان بولی جاتی تھی۔ تو پیغمبر دنیا کی

باتیں لوگوں سے سیکھے تو اس میں کوحرج نہیں ہے۔ دین میں صرف رب تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے کی تلقین ہوتی ہے۔ فرمایا ہم نے ان کو قدرت دی زمین میں وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ اور تاکہ ہم اسکو تعلیم دیں باتوں کو ٹھکانے لگانے کی۔ یعنی فیصلہ کرنے کا رنگ ڈھنگ سکھانے کیلئے ہم نے وہاں پہنچایا اور **تاویل الاحادیث** کا معنٰی خواب کی تعبیر بھی ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے معاملے پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ وہ نہیں جانتے۔ دیکھو یوسف علیہ السلام کو ملک مصر کی بادشاہی دینی تھی اس کیلئے کنویں میں ڈلوایا پھر جیل میں بھجوایا جس کا آگے ذکر آئیگا بڑا کچھ ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا جس کو رب تعالیٰ ہی جانتے تھے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ فرمایا وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اور جب پہنچے یوسف علیہ السلام اپنی قوۃ کو اپنی جوانی کو اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا دیا ہم نے اسکو حکم اور علم۔ اس حکم سے مراد نبوت نہیں ہے نبوۃ تو چالیس سال کے بعد ملی یہ زمانہ پہلے کا ہے۔

اصلاح بین الناس بھی اسلام کا شعبہ ہے :

اس حکم سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی بصیرت عطا فرمائی کہ کوئی بھی قضیہ اور جھگڑا لیکر لوگ آتے آپ ان کی بات سن کر فوراً صحیح صحیح فیصلہ فرمادیتے تھے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانا اصلاح بین الناس یہ بھی اسلام کا ایک شعبہ ہے اور اس وقت ہماری حالت اور عادت یہ ہے کہ ہم جھگڑنے والوں کو اور ابھارتے ہیں اچھا بھائی شاباش! حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ چھوٹے بچے بھی آپس میں لڑیں جھگڑیں تو ان کو بھی سمجھاؤ اور منع کرو کہ بری بات ہے۔ اسلام بڑا اور عین فطرت کے مطابق مذہب ہے اور عین عقل کے مطابق ہے۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی

کرنے والوں کو۔ نیکی کرنے والے انسان کو یقین کرنا چاہئے کہ اسکو نیکی کا ضرور بدلہ ملے گا کیونکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے اور رب تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے؟ مگر دے گا وقت پر کہ ہر چیز کا اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے مگر ہم جلد باز ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ابھی ہو جائے۔ مثلاً ایک آدمی چند دن دعا کرتا ہے فوراً نتیجہ سامنے نہیں آتا وہ دعا ہی چھوڑ دیتا ہے۔ بھائی اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دیا تو جاؤ گے کس کے دروازے پر؟ کوئی اور دروازہ ہے؟ اس کے علاوہ کوئی دروازہ نہیں ہے لہذا اس سے کبھی بھی مانگنا نہ چھوڑو۔ اور یہ بھی یاد رکھنا! کہ دعا بھی عبادت ہے۔ جتنا عرصہ تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے رہو گے، اس سے مانگتے رہو گے اتنا عرصہ تم عبادت میں رہو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔

زلیخا کا پھسلانا اور یوسف علیہ السلام کا بچنا :

مصر کا وزیر اعظم قطفیر ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کرتا رہتا تھا۔ دوروں پر کبھی دو دن بعد جاتا، کبھی تین دن بعد جاتا کبھی چار دن بعد جاتا۔ مصر کا رقبہ بھی کافی تھا گھر میں بیوی کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا تھا یوسف علیہ السلام گھر میں ہوتے تھے بی بی کے ذہن میں فتور پیدا ہو گیا وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا اور پھسلایا اسکو اس عورت نے کہ یوسف علیہ السلام اس کے گھر میں تھے عَنْ نَّفْسِهٖ اسکی خواہش کے بارے میں کہ اسکو کہا کہ میری خواہش پوری کرو وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ اور بند کر دیئے اس عورت نے دروازے۔ سب دروازوں کو کنڈی لگا دی کہ ایسا نہ ہو کہ اچانک خاوند آ جائے اور ہمیں غیر حالت میں دیکھے اور غیور آدمی اس چیز کو برداشت نہیں کرتا وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ اور کہنے لگی جلدی کرو تجھے کہتی ہوں میری خواہش پوری کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حسن بھی عطا فرمایا تھا

صحت اور قوت بھی دی تھی مگر قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ بیشک وہ میرا آقا ہے اَحْسَنَ مَثْوَایَ اچھا بنایا ہے اس نے میرا ٹھکانا۔ اس کی ایک تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ اِنَّہٗ کی ہ' ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ تو معنیٰ ہوگا بیشک وہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانا دیا ہے۔ کنویں سے نکال کر مجھے یہاں پہنچایا ہے میں اس رب کی نافرمانی کیوں کروں؟ اور انّہٗ کی ضمیر کا مرجع الذی بھی بن سکتا ہے جو قَالَ الَّذِیْ اشْتَرٰہُ میں ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا بیشک وہ شخص جس نے مجھے خریدا ہے میرا مجازی رب ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا ہے۔ رہنے کیلئے کمرہ دیا ہے، خوراک اور لباس کا انتظام کیا ہے میں اس کے گھر میں اس کی بیوی کیساتھ ایسی حرکت کروں مَعَاذَ اللّٰہ اللہ تعالیٰ کی پناہ! یہ تو بڑی ظلم کی بات ہے اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے۔ ضرور شرمندہ ہونگے آج نہ سہی کل سہی۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا :

کوئی آدمی ظلم زیادتی کر کے یہ سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤں گا حَاشَا وَ کَلَّا مہلت مل سکتی ہے مگر بچ نہیں سکتا۔ اور یاد رکھنا! گناہ تم جتنا مرضی چھپ کر کرو یہ خیال نہ کرو کہ میرے اس گناہ اور برائی کا علم کسی کو نہیں ہے وَاللّٰہُ مُخْرِجٌ مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ [بقرہ:۷۲] "اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے اس چیز کو جس کو تم چھپاتے تھے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ "اگر کوئی بندہ ایسی چٹان میں داخل ہو جائے کہ لَا بَابَ لَھَا وَ لَا کُوَّۃَ لَھَا اس چٹان کا نہ کوئی دروازہ ہو، نہ روشن دان ہو اور نہ کوئی سوراخ ہو اس میں چھپ کر کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ اسکو بھی ظاہر کر دیگا۔" یہ تو ہو سکتا ہے کہ آج ظاہر نہ کرے کل کر دے، پرسوں نہ ظاہر کرے چوتھ کر دے۔ نہ نیکی چھپی رہتی ہے اور نہ بدی الا یہ کہ خدا

کو رحم آجائے اور پردہ ڈال دے یہ الگ بات ہے۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ اور البتہ تحقیق وہ عورت قصد کر چکی تھی یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کا وَهَمَّ بِهَا اور وہ بھی قصد کر لیتا اسکا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ اگر نہ دیکھتا وہ اپنے رب کی برہان اور دلیل۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ رب کی برہان کیا ہے؟ تو اس کے متعلق محققین فرماتے ہیں کہ رب کا برہان عصمت انبیاء ہے۔ خواہشات تو پیغمبروں کیساتھ بھی ہیں لیکن پیغمبر معصوم ہوتے ہیں نبوت ملنے سے پہلے بھی اور نبوت ملنے کے بعد بھی کفر سے، شرک سے، گناہوں سے۔ تو وہ جو عصمت انبیاء ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معصوم رکھا ہے اگر وہ نہ ہوتی تو یوسف علیہ السلام بھی ضرور مبتلا ہو جاتے اور اکثر تفسیروں والے برہان کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثالی شکل سامنے آگئی اور انہوں نے اپنے منہ میں انگلی دبائی ہوئی ہے کہ بیٹا اس کام کے قریب نہ جانا۔ تو برہان رب سے وہ مثالی شکل مراد ہے۔

مثالی شکل کا مفہوم :

مثالی شکل کے متعلق بھی بات سمجھ لیں۔ مثالی شکل کا مطلب یہ ہے کہ میری شکل جو تمہارے سامنے ہے یہ حقیقی ہے اس جیسی شکل تمہیں کسی اور جگہ نظر آئے کہ جہاں میں موجود نہ ہوں تو میری مثالی شکل ہوگی۔ جیسے خواب میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں، گفتگو بھی کرتے ہیں، کھاتے پیتے بھی ہیں اور بسا اوقات لڑتے جھگڑتے بھی ہیں۔ یہ مثالی شکلیں ہوتی ہیں اصل کو کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ مثلاً صبح کو اٹھ کر تم اس سے پوچھو کہ میری تیرے ساتھ ملاقات ہوئی ہے تو وہ کہے گا کہ مجھے تو کوئی علم نہیں ہے تو یہ ملاقات اس کی شکل مثالی سے ہوئی ہے۔ بعض لوگ تو ویسے ہی جھوٹی کہانیاں بیان کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگ ثقہ ہوتے ہیں جو سچی بات کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ سے ملاقات کی

حالانکہ وہ بزرگ فوت ہو چکے ہوتے ہیں یا وہاں سے دور ہوتے ہیں تو یہ ملاقات ان کی شکل مثالی کیساتھ ہوتی ہے نہ کہ اصل کیساتھ بلکہ اصل کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ مثال کہاں گئی اور کیا کر کے آئی ہے اور کیا کہا ہے۔ تو یہ یعقوب علیہ السلام کی مثالی شکل تھی اس شکل کے آنے سے نہ حاضر وناظر کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور نہ علم غیب کا۔ اگر یعقوب علیہ السلام کو علم ہوتا تو روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی نہ جاتی جیسا کہ آگے تم پڑھو گے کہ روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ اگر اصل کو پتہ ہوتا تو رونے کی کیا ضرورت تھی؟ کہتے میرا بیٹا مصر میں موجود ہے میں اسکو وہاں دیکھ کر آیا ہوں۔ تو فرمایا کہ وہ پھسلانے کا قصد کر چکی تھی اور وہ بھی قصد کر لیتے اگر اپنے رب کا برہان نہ دیکھتے یعنی عصمت کی مضبوطی نہ ہوتی اور یعقوب علیہ السلام کی شکل سامنے نہ آتی۔ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اسی طرح تا کہ ہم پھیر دیں اس سے برائی اور بے حیائی کو۔ گناہ تو اور بھی بڑے ہیں مگر زنا بہت بری چیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس عورت نے بدکاری کرائی غیر کا نطفہ خاوند کیساتھ ملایا جنت اس پر حرام ہے۔ اور جنت اس لئے حرام ہے کہ اس میں شرعی ورثاء کی حق تلفی ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسی تو کوئی عورت نہیں ہے جو خاوند کو بتلائے کہ یہ تمہارا نہیں ہے تو غیر کے نطفے کو خاوند کا وارث بنا دیا۔ اس نے زمین بھی لینی ہے، مکان سے بھی حصہ لے گا یہ بڑا سنگین جرم ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی [بنی اسرائیل:۳۲] ''اور قریب نہ جاؤ زنا کے۔'' زنا کرنا تو الگ چیز ہے قریب جانے سے بھی منع فرمایا۔ زنا بڑے گناہوں میں سے ہے جنت اس پر حرام ہے اور جو حکم عورت کا ہے وہی مرد کا ہے کہ اس نے زنا کر کے اپنے نطفے کا غیر کو وارث بنا دیا ہے۔ اس کی زمین بھی لی، مکان بھی لیا

بہت گناہ کی بات ہے۔فرمایا اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ بیشک وہ یوسف علیہ السلام ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔پیغمبر کو رب تعالیٰ منتخب فرماتے ہیں اور پیغمبر سے زیادہ رتبہ اور درجہ کسی کا نہیں ہوسکتا۔فرمایا وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے اس لیے ہم نے ان کو بچایا اور محفوظ رکھا۔

❁ ❁ ❁

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٩﴾ ع ۳ ۱۲

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ اور وہ دونوں دوڑے دروازے کی طرف وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ اور پھاڑ دیا اس عورت نے یوسف علیہ السلام کا کرتا مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا اور پایا ان دونوں نے اس کے آقا خاوند کو لَدَا الْبَابِ دروازے کے پاس قَالَتْ کہنے لگی مَا جَزَاءُ کیا سزا ہے مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ جو ارادہ کرے تیری بیوی کے ساتھ سُوءًا برائی کا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ مگر یہ کہ اسکو قید کیا جائے أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ یا سزا ہو دردناک قَالَ کہا یوسف علیہ السلام نے هِيَ رَاوَدَتْنِي اس عورت نے مجھے پھسلانا چاہا ہے عَنْ نَفْسِي میری خواہش کے بارے میں وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے اس عورت کے لوگوں میں سے إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ اگر ہو اس کی قمیص قُدَّ مِنْ

قُبُلٍ پھاڑی گئی سامنے سے فَصَدَقَتْ تو یہ سچ کہتی ہے وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور وہ جھوٹوں میں سے ہے وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ اور اگر ہے اسکی قمیص پھاڑی گئی پیچھے سے فَكَذَبَتْ تو وہ عورت جھوٹ کہتی ہے وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اور یہ سچوں میں سے ہے فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ پس جب دیکھا عزیز مصر نے اسکی قمیص کو قُدَّ مِنْ دُبُرٍ پھاڑی گئی ہے پیچھے سے قَالَ کہنے لگا اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ بیشک یہ تمہارے فریبوں میں سے ہے اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ بیشک تمہاری فریب کاریاں بڑی ہیں يُوْسُفُ اے یوسف (علیہ السلام) اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا درگذر کر اس بات سے وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اور اے زلیخا تو معافی مانگ اپنے گناہ سے اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ عزیز مصر کی بیوی یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہو گئی اور خواہش پوری کرنے کی اس کو دعوت دی مگر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ جب اس عورت نے دروازے بند کر دیئے تو یوسف علیہ السلام نے وہاں سے دوڑ لگا دی۔ وہ عورت بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑی ان کو پکڑنے کیلئے اس کا ہاتھ یوسف علیہ السلام کے کرتے تک پہنچا جس سے کرتا پھٹ گیا اور یوسف علیہ السلام اس کے قابو میں نہ آئے دونوں باہر والے دروازے پر پہنچے تو آگے عزیز مصر بھی کھڑا تھا۔ اس نے بھی دیکھ لیا کہ یوسف علیہ السلام آگے آگے ہیں یہ پیچھے پیچھے دوڑ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاسْتَبَقَا الْبَابَ اور وہ دونوں یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی دوڑے دروازے کی

طرف۔آگے آگے یوسف تھے برائی سے بچنے کیلئے اور پیچھے پیچھے عزیز مصر کی بیوی تھی جو اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے ان کو پکڑنا چاہتی تھی۔اس نے پیچھے سے قمیص پکڑ لی وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ اس عورت نے یوسف علیہ السلام کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور یوسف علیہ السلام دروازے سے باہر نکل گئے زلیخا بھی پیچھے آرہی تھی وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ اور پایا ان دونوں نے اس عورت کے خاوند اور آقا کو یعنی عزیز کو دروازے کے پاس۔وہ سفر سے واپس آئے تھے۔

زلیخا کی مکاری :

جب زلیخا نے اپنے خاوند کو دیکھا تو فوراً پینترا بدلا اور الٹا یوسف علیہ السلام کو قصور وار ٹھہرانے کی کوشش کی قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا کہنے لگی کیا سزا ہے اسکی جو ارادہ کرتا ہے تیری بیوی کے ساتھ برائی کا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ مگر یہ کہ اسکو قید کیا جائے اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یا اور کوئی سزا ہو دردناک یعنی پٹائی وغیرہ کی جائے۔اس موقع پر اگر یوسف علیہ السلام خاموشی اختیار کرتے تو اس عورت کی بات کی تصدیق ہو جاتی لہٰذا آپ نے اپنی صفائی کا حق استعمال کیا قَالَ کہا یوسف علیہ السلام نے هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ اس عورت نے مجھے پھسلانا چاہا ہے میری خواہش کے بارے میں یعنی مجھے برائی پر آمادہ کرنا چاہتی تھی میں نے دوڑ لگا کر اپنی عزت بچائی ہے اور یہ جو کچھ کہہ رہی ہے غلط ہے اسکا بیان حقیقت کیخلاف ہے۔اب فیصلہ کس طرح ہو؟ وہ کہتی ہے میں سچی ہوں اور یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں سچا ہوں۔جب عزیز مصر کیلئے حقیقت حال معلوم کرنا مشکل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت کرنے کیلئے یہ انتظام فرمایا کہ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے اس عورت

کے خاندان کے لوگوں میں سے ہے۔کیا گواہی دی؟ فرمایا اِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ اگر ہو یوسف علیہ السلام کی قمیص پھاڑی گئی سامنے سے آگے سے فَصَدَقَتْ تو زلیخا سچی ہے وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور وہ جھوٹوں میں سے ہے۔مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اقدام کیا ہے اور وہ بچنا چاہتی تھی وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّمِنْ دُبُرٍ اور اگر ہے یوسف کی قمیص پھٹی ہوئی پیچھے سے فَكَذَبَتْ تو وہ عورت جھوٹ کہتی ہے وَهُوَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ اور وہ یوسف علیہ السلام سچوں میں سے ہیں کہ وہ بھاگ رہے تھے زلیخا نے پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کی اور قمیص پھاڑ دیا۔

قرائن کی شہادت سے قطعی فیصلہ تو نہیں ہوسکتا البتہ مدد مل سکتی ہے :

یہ قرائن کی شہادت تھی قرائن کی شہادت سے قطعی فیصلہ تو نہیں ہوسکتا البتہ فیصلہ کرنے میں مدد مل سکتی ہے کیونکہ فیصلہ کا مدار گواہی ہے قطعی فیصلہ گواہی پر ہوتا ہے۔البتہ علامتوں سے فیصلے میں مدد ضرور مل سکتی ہے اور اگر گواہی کسی کے پاس نہ ہو اور کئی دعویدار ہوں تو پھر فیصلہ علامات اور قرائن سے ہوسکتا ہے۔مثلاً تابعین اور تبع تابعین کے دور میں قاضی عیاض کے پاس کاتی ہوئی اون یا روئی کی ایک اٹی لائی گئی جس کی ملکیت کی دعویدار دو عورتیں تھیں۔قاضی صاحب نے دونوں عورتوں کو ایک ایک کر کے بلایا اور پوچھا کہ یہ سوت تم نے کس چیز پر لپیٹا تھا ایک عورت نے کہا کہ روٹی کے ایک ٹکڑے پر لپیٹا تھا اور دوسری نے کہا کہ اخروٹ کے دانے پر لپیٹا تھا چنانچہ اٹی کو آخر تک کھولا گیا اور اس میں سے جس عورت کے بیان کے مطابق چیز نکلی اس کے حق میں فیصلہ دے دیا گیا۔گویا یہ فیصلہ بھی علامت پر تھا تو قرائن کی یہ شہادت عزیز مصر کو پسند آئی فَلَمَّا رَاٰقَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ پس جب دیکھا عزیز مصر نے اسکی قمیص کو پھاڑی گئی ہے پیچھے سے قَالَ کہنے لگا اِنَّهٗ مِنْ

کَیۡدِکُنَّ بیشک یہ تمہارے فریبوں میں سے ہے۔یعنی تیرا بیان جھوٹ پر مبنی ہے اور حقیقت یہ ہے اِنَّ کَیۡدَکُنَّ عَظِیۡمٌ بیشک تم عورتوں کی فریب کاریاں بہت بڑی ہیں۔اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ گواہی دینے والا ایک شیر خوار بچہ تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے یوسف علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دی۔

تین بچوں نے پنگھوڑے میں گفتگو کی :

اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین بچوں نے گہوارے میں گفتگو کی ہے۔ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہوں نے اپنی نبوت کی گواہی دی اور اس میں والدہ کی پاکدامنی بھی ہوگئی اور دوسرا ایک راہب تھا جسکا نام جریج تھا۔وہ بڑا نیک اور پارسا آدمی تھا اور ایسے شخص کے دشمن بہت سے فاسق، فاجر شیطان کے پیرو لوگ ہوتے ہیں۔ہوا اس طرح کہ ایک عورت کے ہاں بچہ ہوا جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی۔اس سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ اس نے کہا یہ جریج راہب کا ہے۔ لوگ اکٹھے ہوکر جریج کے پاس گئے اس کو برا بھلا کہا کہ تو نے یہ حرکت کی ہے۔اس نے کہا مجھے وہاں لے چلو وہ عورت اور بچہ کہاں ہے وہاں گئے تو جریج نے لاٹھی بچے کے سینے پر رکھ کر کہا کہ بتا بچے تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے بول کر بتایا کہ فلاں چرواہا ہے۔اب لگے ان سے اپنی زیادتی کی معافیاں مانگنے۔اس نے کہا کوئی بات نہیں میری والدہؒ نے بددعا دی تھی وہ پوری ہوگئی ہے۔چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (بنی اسرائیل میں) ایک عورت تھی اس نے اپنے بیٹے کو آواز دی وہ اپنے عبادت خانے میں تھا۔کہنے لگی جریج! جریج نے کہا یا اللہ! میں کیا کروں نماز پڑھوں یا ماں کا جواب دوں؟ تین مرتبہ والدہ نے آواز دی مگر اس نے جواب نہ دیا کہ نماز پڑھوں یا والدہ کا جواب

دوں۔ بالآخر والدہ نے تنگ آ کر بدعا کی کہ یا اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے جب تک کنجریوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ تو فرمایا کہ میری والدہ کی بدعا پوری ہوگئی ہے۔ اور تیسرا ایک بچہ تھا جو اپنی ماں کا دودھ پیتا تھا۔ ادھر سے ایک آدمی بڑا خوبصورت، خوش لباس گذرا۔ ماں نے کہا اے پروردگار! میرے بچے کو بھی ایسا ہی بنانا تو بچہ بول پڑا کہ پروردگار! مجھے ایسا نہ بنانا۔ ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں چار بچوں کے بولنے کا ذکر ہے۔ اس میں یوسف علیہ السلام کی گواہی دینے والے بچے کا بھی ذکر ہے۔

تو یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی ایک شیر خوار بچے نے دی۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ مودودی صاحب نے تفسیر بیان کی ہے کہ ممکن ہے گواہی دینے والا ایک جج اور مجسٹریٹ ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اس کا مطلب یہ بنے گا کہ وزیر اعظم صاحب جج یا مجسٹریٹ کے پاس گیا ہوگا کہ میری بیوی کا یہ حال ہے۔ تو یہ کوئی عقل کی بات ہے؟ بلکہ یہ بات تو عقل کیخلاف ہے کہ وہ جج اور مجسٹریٹ کو جا کر کہے کہ میری بیوی کا یہ معاملہ ہے۔ اور مودودی صاحب کی بات نقل کے بھی خلاف ہے جیسا کہ تم حدیث سن چکے ہو۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی فریب کاری کے متعلق فرمایا ہے کہ تمہاری مکاری بہت بڑی ہے۔ جبکہ شیطان کے متعلق فرمایا اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا [سورۃ نساء] ”شیطان کی مکاری تو کمزور ہے۔“ اس لئے عورتوں کی مکاری سے چوکنا رہنا چاہئے۔ بہر حال عزیز مصر نے اپنی بیوی کیخلاف فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا یُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا اے یوسف علیہ السلام اس معاملے سے درگزر کرو معاف کردو چھوڑ دو۔ اور ادھر اپنی بیوی سے کہا وَاسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِکِ اِنَّکِ کُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِئِیۡنَ اور اے زلیخا تو معافی مانگ اپنے

گناہ سے بیشک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔ غلطی کا ارتکاب تو نے کیا ہے اور یوسف علیہ السلام پر غلط الزام لگایا ہے اور پھر خود جج بن کر اسکو سزا دلوانے کا بھی کہا ہے۔

❁ ❁ ❁

وَقَالَ نِسْوَةٌ

فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَىٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۳۵﴾ ع ۱۴

وَقَالَ نِسْوَةٌ اورکہا کچھ عورتوں نے فِی الْمَدِیْنَةِ شہر میں امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عزیز کی بیوی پھسلاتی ہے اپنے غلام کو عَنْ نَّفْسِهٖ اس کی خواہش کے بارے میں قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا تحقیق وہ اس کی محبت میں فریفتہ ہوگئی ہے اِنَّا لَنَرٰىهَا بیشک ہم دیکھتی ہیں اسکو فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی میں فَلَمَّا

سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ پس جب سنی عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کی فریب کاری کی باتیں اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ اوران کی طرف پیغام بھیجا وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً اور تیار کی ان کیلئے مجلس طعام وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ اوردی اس نے ہرایک کو مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا ان میں سے چھری وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ اوراس نے کہا یوسف علیہ السلام سے کہ نکل آ وان کے سامنے فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ پس جب ان عورتوں نے اسکودیکھا اَكْبَرْنَهٗ تواسکو بڑا خیال کیا وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اورکاٹ ڈالے انہوں نے اپنے ہاتھ وَقُلْنَ اور کہنے لگیں حَاشَ لِلّٰهِ وہ پاک ہے اللہ تعالیٰ مَا هٰذَا بَشَرًا نہیں ہے یہ بشر اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ نہیں ہے مگر بزرگ فرشتہ قَالَتْ زلیخا نے کہا فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ یہ وہی ہے لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ کہ تم ملامت کرتی تھیں مجھے اس کے بارے میں وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ اور البتہ تحقیق میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا اس کی خواہش کے بارے میں فَاسْتَعْصَمَ مگر وہ بچا ہے بڑی سختی کیساتھ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ اوراگر وہ نہیں کریگا مَآ اٰمُرُهٗ وہ کارروائی جو میں اسکو کہتی ہوں لَيُسْجَنَنَّ توضرور وہ قید میں ڈالا جائے گا وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ اور ہوجائے گا وہ بے عزت قَالَ کہا یوسف علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے پروردگار السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ قیدخانہ زیادہ اچھا ہے میرے نزدیک مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ اس چیز سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اوراگر تونہیں پھیرے گا

مجھ سے ان عورتوں کے مکر کو اَصْبُ اِلَیْهِنَّ تو میں مائل ہو سکتا ہوں ان کی طرف وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ اور ہو جاؤں گا میں نادانوں میں سے فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ پس قبول کی اس کے پروردگار نے اس کی دعا فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ پس پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے ان کا مکر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بے شک رب تعالیٰ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے ثُمَّ بَدَا لَهُمْ پھر واضح ہوئی بات ان سب کے سامنے مِنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ بعد اس کے کہ کئی نشانیاں دیکھ چکے تھے لَيَسْجُنُنَّهٗ البتہ ضرور اسکو قید میں رکھیں حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو برائی کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو محفوظ رکھا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ زلیخا نے کمرہ میں بلا کر کمرے کی کنڈی بھی لگا دی مگر یوسف علیہ السلام نے بھاگ کر عزت بچائی۔ اس نے پیچھے سے قمیص پکڑا جس سے وہ پھٹ گیا دروازے پر پہنچے تو وہاں عزیز مصر کو پایا۔ زلیخا نے فوراً پینترا بدلا اور یوسف علیہ السلام پر برائی کا الزام لگا دیا۔ یوسف علیہ السلام نے جواباً اپنی صفائی پیش کی اور شیر خوار بچے نے یوسف علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دی۔ عزیز مصر نے ہر چند اس واقعہ کو چھپانے کی کوشش کی مگر بات پھر بھی کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو گئی اور شہر میں اس واقعہ کے تذکرے ہونے لگے اور عزیز مصر کی بیوی کی جو ہم پلہ عورتیں تھیں ان کیلئے یہ واقعہ خاص طور پر موضوع سخن بن گیا۔ آج کے درس میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

فرمایا وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ اور کہا کچھ عورتوں نے شہر میں۔ ظاہر بات ہے کہ عزیز مصر کی بیوی کا تعلق شہر کی اونچی سوسائٹی سے تھا جس میں بڑے بڑے امراء اور

وزراء کی بیویاں شامل تھیں۔انہوں نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کردیں کہ اِمْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ عزیز کی بیوی پھسلاتی ہے اپنے غلام کو اس کی خواہش کے بارے میں کہ وہ میری خواہش پوری کرے۔اسکو کیا ہوگیا ہے؟ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا تحقیق وہ اس کی محبت میں فریفتہ ہوگئی ہے کہ زلیخا کنعانی غلام کو دل دے بیٹھی ہے۔غلام کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی لہذا ایک اعلیٰ خاندان کی عورت کا غلام پر فریفتہ ہونا زیادہ قابل ملامت ہے۔ اِنَّا لَنَرٰهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بیشک ہم دیکھتی ہیں اسکو کھلی گمراہی میں۔صریح غلطی ہے اسکی کہ غلام پر فریفتہ ہوگئی اگر ہونا ہی تھا تو وزیر داخلہ یا وزیر بلدیات پر فریفتہ ہوتی۔جب شہر میں زلیخا کیخلاف اس قسم کا پروپیگنڈہ شروع ہوگیا اس تک بھی بات پہنچ گئی کہ میرے متعلق اس قسم کی باتیں ہورہی ہیں تو اس نے اپنے دفاع میں تدبیر کی کہ میرا اس پر فریفتہ ہونا بلاوجہ نہیں ہے۔

مصر کی عورتوں کی زلیخا پر الزام تراشی اور زلیخا کا دفاع کرنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ پس جب سنی عزیز مصر کی بیوی، زلیخا نے ان عورتوں کی فریب کاری کی باتیں اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ اوران کی طرف پیغام بھیجا وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً اوران کیلئے مجلس طعام کا اہتمام کیا۔مُتَّكَاً کا لغوی معنٰی ہے تکیہ گاہ، یعنی ایسی نشستیں جن پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں۔عرب کا رواج یہی تھا کہ فرش پر قالین بچھا کر ہر مہمان کیلئے تکیہ رکھ دیا جاتا تھا جس سے ٹیک لگا کر مہمان بیٹھتے تھے پھر ان کے سامنے چھوٹے میز رکھے جاتے تھے جن کو خوان کہتے تھے ان میزوں پر کھانا رکھا جاتا کہ مہمان جھکے بغیر آسانی سے کھالے۔بہرحال زلیخا نے ہم طبقہ عورتوں کیلئے کھانے کا انتظام کیا اور نہایت باعزت طریقے سے ان کو اپنے گھر بلایا تاکہ اعتراض کرنے والیوں پر واضح کرسکے

کہ جس پر وہ دل نثار کر چکی ہے وہ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ جب تمام عورتیں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئیں اور ان کے آگے کھانا چن دیا گیا وَّاٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا اور دی اس نے ان میں سے ہر ایک کو چھری۔ گوشت کاٹ کے کھانے کیلئے یا پھل کاٹ کے کھانے کیلئے تو زلیخا نے اپنے منصوبے کی تکمیل کیلئے یہ تدبیر اختیار کی وَّقَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ اور کہا زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے کہ نکل آؤ ان کے سامنے۔ مالکہ کے حکم کی تکمیل میں یوسف علیہ السلام نہایت اطمینان کیساتھ مہمان عورتوں کے سامنے سے گذر گئے اور کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ پس جب ان عورتوں نے دیکھا یوسف علیہ السلام کو تو اسکو بڑا خیال کیا کہ یہ تو کوئی بڑی ہستی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ معراج کی رات جب آنحضرت ﷺ تیسرے آسمان پر پہنچے تو یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کو دنیا کے کل حسن و جمال کا نصف حصہ دیا گیا ہے اور باقی نصف باقی ساری مخلوق کو تقسیم کیا گیا ہے۔ بہرحال ان عورتوں پر یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا اس قدر رعب طاری ہوا کہ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور چھری کیساتھ گوشت یا پھل کاٹنے کی بجائے وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ اور کاٹ ڈالے انہوں نے اپنے ہاتھ۔ یعنی بے حسی میں ہاتھ کٹ گئے اور مولانا آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''الجمال والکمال'' میں فرماتے ہیں کہ قَطَّعۡنَ معروف کا صیغہ ہے انہوں نے خود اپنے ہاتھ کاٹے کہ یہ قریب آئے اور ہمارا خون صاف کرے اور قریب سے تلذذ حاصل کریں۔ بہرحال مہمان عورتیں یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر کہنے لگیں وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ اور کہنے لگیں وہ پاک ہے اللہ تعالیٰ جس نے اتنا خوبصورت اور خوب سیرت انسان بنایا۔ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ نہیں

ہے یہ بشر نہیں ہے مگر بزرگ فرشتہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر کہنے لگیں کہ یہ تو انسان معلوم ہی نہیں ہوتا یہ تو فرشتہ ہے عزت والا۔

پیغمبر بشر ہوتا ہے :

یہاں پر بدعتی کہتے ہیں کہ دیکھو مصر کی عورتوں نے کہا یہ بشر نہیں ہے یہ فرشتہ ہے تو معلوم ہوا کہ پیغمبر بشر نہیں ہے۔ بڑی عجیب بات ہے پیغمبر خود فرماتے ہیں هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [اسراء: ۹۳] ''نہیں ہوں میں مگر ایک انسان اور خدا کا پیغمبر۔'' اور سورہ ابراہیم آیت نمبر ۱۱ میں ہے قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ''کہا ان کو ان کے رسولوں نے نہیں ہیں ہم مگر انسان تمہارے جیسے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اور لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے۔'' اور اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ پیغمبر بشر ہوتے ہیں۔ فرمایا مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [آل عمران: ۷۹] ''کسی بشر کیلئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ ہو جاؤ تم میرے بندے اللہ کے سوا۔'' اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جن میں پیغمبروں کی بشریت کا ذکر ہے۔ لیکن یہ بدعتی نہ اللہ تعالیٰ کی بات ماننے کیلئے تیار ہیں اور نہ پیغمبر کی بات ان کیلئے حجت ہے مگر مصر کی مکار عورتوں کی بات ان کیلئے حجت ہے۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔ بخاری جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۵۸ اور مسلم شریف جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۱۳ میں روایت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے اپنا منصب بیان کرتے ہوئے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ''کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں۔'' اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں كَانَ رَسُوْلُ

اللّٰہ ﷺ یَخْصِفُ نَعْلَہٗ ''کہ آنحضرت ﷺ پیوند لگاتے تھے اپنے جوڑے مبارک کو وَیَخِیْطُ ثَوْبَہٗ اور سیتے تھے کپڑے کو وَیَعْمَلُ فِیْ بَیْتِہٖ اور کام کرتے تھے اپنے گھر میں کَمَا یَعْمَلُ اَحَدُکُمْ جیسے کہ تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو وَقَالَتْ اور فرماتی ہیں کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ آنحضرت ﷺ بشر میں سے بشر تھے۔''مشکوۃ صفحہ ۵۲۰ یَفْلِیْ ثَوْبَہٗ اپنے کپڑوں سے جوئیں بھی تلاش کرتے تھے وَیَحْلِبُ شَاتَہٗ اور دودھ نکالتے اپنی بکری کا وَیَخْدِمُ نَفْسَہٗ اور خدمت کرتے تھے اپنے نفس کی۔اس حدیث پر ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے اعتراض کیا ہے کہ جوئیں تو پیدا ہوتی ہیں بدن کے میل کچیل سے کہ بندہ غسل نہ کرے کپڑے نہ دھوئے تو میل جوئیں بن جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ تو بڑا اہتمام فرماتے تھے اور آپ کا بدن مبارک تو بڑا پاک صاف ہوتا تھا۔ چاہے کپڑے سادے ہوتے تھے مگر ستھرے ہوتے تھے۔آپ ﷺ کے بدن مبارک سے جو پسینہ مبارک نکلتا تھا وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا تھا اور گرمی کے موسم میں جب پسینہ زیادہ آتا تھا تو صحابہ کرام ﷺ جمع کر کے شیشی میں رکھ لیتے تھے اور اہل خانہ کو وصیت کرتے تھے کہ میری وفات کے بعد سنت کے مطابق خوشبو میرے بدن اور کفن پر چھڑکو گے تو ساتھ یہ پسینہ بھی چھڑک دینا۔تو جس ذات کے بدن کا پسینہ کستوری اور زعفران کو بھی مات کرتا ہو اس کے بدن میں جوئیں کہاں سے پیدا ہو گئیں؟ تو ملا علی قاریؒ نے اس کے دو جواب نقل کئے ہیں پہلا جواب یہ نقل کرتے ہیں کہ خشکی کی وجہ سے بدن میں خارش ہو جاتی ہے اور وہم ہوتا ہے کہ کہیں جوں تو نہیں ہے۔تو آپ ﷺ کرتا وغیرہ اتار کر دیکھتے تھے تو کچھ نہیں ہوتا تھا۔یعنی جوئیں تلاش کرنے کیلئے کرتا اتارتے تھے ہوتا کچھ نہیں تھا تو یَفْلِیْ ثَوْبَہٗ صحیح ہے۔اور دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ غربا مساکین کیساتھ مل کر بیٹھتے تو ان کے بدنوں سے جوئیں

آپ ﷺ کے بدن پر چڑھ جاتی تھیں اگر چہ آپ ﷺ کے بدن میں جوں نہیں ہوتی تھی۔ وہ تنگ کرتی تھی تو آپ ﷺ اس کو ڈھونڈتے تھے۔ فرماتی ہیں (کہ اگر مجھ کو تکلیف ہوتی تو) گھر میں جھاڑو بھی دے لیتے تھے، اپنا جوتا اور کپڑا سی لیتے تھے سب کام کر لیتے تھے۔ تو جتنے پیغمبر ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تک، تمام کے تمام انسان تھے بشر تھے۔ رب کا اپنا قول ہے، پیغمبروں کا ارشاد علیحدہ ہے۔ اس کے مقابلے میں کافر عورتوں کی بات کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے۔ ان کا اپنا نظریہ تھا مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ یہ بشر نہیں ہے نہیں ہے یہ مگر فرشتہ ہے عزت والا۔ قَالَتْ زلیخا نے کہا فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ یہ وہ ہے لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ کہ تم ملامت کرتی تھیں جس کے بارے میں میں تمہاری باتیں سن چکی ہوں کہ تم نے کہا ہے کہ دیکھو جی وزیر اعظم کی بیوی ایک غلام پر فریفتہ ہے۔ اب تم نے غلام دیکھ لیا ہے یہ نرا غلام نہیں ہے۔ ایک دفعہ دیکھنے سے انگلیاں کاٹ لی ہیں۔ یہ بات حقیقت ہے کہ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ اور البتہ تحقیق میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا اس کی خواہش کے بارے میں کہ میری خواہش پوری کرے فَاسْتَعْصَمَ مگر وہ بچا ہے بڑی سختی کیساتھ۔ رب تعالیٰ کی شان دیکھو جو کیسی سچی بات اس کی زبان سے نکلوا رہا ہے اور ان عورتوں کے سامنے یوسف علیہ السلام کی صفائی بیان کر رہی ہے کہ میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا اور اسکو پھسلایا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو بڑی سختی اور مضبوطی کیساتھ بچایا ہے۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ اور اگر وہ نہیں کریگا وہ کاروائی جو میں اسکو کہتی ہوں، اگر میرے حکم کیمطابق کاروائی نہیں کریگا لَيُسْجَنَنَّ تو ضرور وہ قید میں ڈالا جائے گا وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ اور ہو جائے گا وہ بے عزت لوگوں میں سے، ذلیل اور خواروں میں سے۔ بڑا ذلیل کرونگی اسکو، مار پیٹ کے اسکو قید کر دیں گے۔

اب اس موقع پر خاموش رہنے کا تو کوئی معنیٰ نہیں تھا یوسف علیہ السلام کو بولنا چاہئے تھا اور وہ بولے قَالَ کہا یوسف علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے پروردگار السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ قید خانہ زیادہ اچھا ہے میرے نزدیک، مجھے قید خانہ محبوب ہے مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ اس برائی اور شر کی کاروائی سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھ کو دعوت دیتی ہیں۔ یہ یَدْعُوْنَنِیْ جمع مؤنث کا صیغہ ہے، یہ بتلا رہا ہے کہ ان عورتوں نے بھی حق نمک ادا کیا ہوگا۔ آخر دعوت اڑائی ہے اشارے کنایے سے کہا ہوگا کہ دیکھو! تم یہاں رہتے ہو کھانا کھاتے ہو، کپڑے پہنتے ہو، یہ کرتے ہو وہ کرتے ہو کچھ تو اس کا خیال کرو۔ لیکن یوسف علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! اس برائی سے مجھے قید خانہ محبوب ہے وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اور اگر تو نہیں پھیرے گا مجھ سے ان عورتوں کے مکر کو اَصْبُ اِلَیْهِنَّ تو میں مائل ہو سکتا ہوں ان کی طرف۔ انسان ہوں انسانی خواہشات سب میں موجود ہیں اے پروردگار! بچانے والے صرف آپ ہیں اگر میں نے ایسا کام کیا وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ اور ہو جاؤں گا میں نادانوں میں سے۔ آپ کے احکام اور آپ کے عذاب سے ناواقف لوگوں میں سے ہو جاؤنگا فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ پس قبول کی اس کے پروردگار نے اس کی دعا فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ پس پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے ان کا مکر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بیشک رب تعالیٰ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یوسف علیہ السلام کو جیل ڈالنے کی وجہ :

اب یہ بات سب عورتوں کے سامنے آ گئی مصر کے گھر گھر اور گلی بازاروں میں یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا ذکر چل رہا ہے۔ وزیر اعظم سوچنے پر مجبور ہو گیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اس کو قید خانے میں ڈال دینا چاہئے تا کہ نہ بی بی اس کو دیکھے نہ اکٹھے رہیں اور نہ خرابی

پیدا ہو۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ بَدَا لَھُمْ پھر واضح ہوئی بات ان سب کے سامنے مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُ الْاٰیٰتِ بعد اس کے کہ کئی نشانیاں دیکھ چکے تھے کہ دودھ پیتے بچے نے گواہی دی اور یہ کہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یوسف سچے ہیں اور عورت غلط کار ہے۔پھر عزیز مصر کا خود یقین کر لینا اور زلیخا کا عورتوں کے سامنے کہنا کہ میں نے اس کو کہا تھا اور یہ بچا رہا ہے۔یہ سب شہادتیں واضح ہیں کہ یوسف علیہ السلام کا قطعاً کوئی قصور اور رجحان اور نہیں تھا۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب نشانیاں دیکھنے کے بعد ان کیلئے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ لَیَسْجُنُنَّهٗ البتہ ضرور اسکو قید میں رکھیں حَتّٰی حِیْنٍ ایک وقت تک۔ چنانچہ سات سال بھی لکھے ہیں اور بارہ سال بھی لکھے ہیں اتنا عرصہ یوسف علیہ السلام قید میں رہے۔بقیہ حصہ آگے آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ اور داخل ہوئے ان کیساتھ قید خانے میں فَتَيٰنِ دونو جوان قَالَ اَحَدُهُمَآ کہا ان دو میں سے ایک نے اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ بیشک میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے اَعْصِرُ خَمْرًا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں وَقَالَ الْاٰخَرُ اور کہا دوسرے نے اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ بیشک میں نے خواب میں

اپنے آپ کو دیکھا ہے اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ اٹھا رہا ہوں میں اپنے سر پر خُبْزًا روٹیاں تَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ پرندے ان روٹیوں کو کھا رہے ہیں نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ بتلاؤ ہمیں اس کی تعبیر اِنَّا نَرٰکَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ بیشک ہم آپکو دیکھتے ہیں نیکی کرنے والوں میں سے قَالَ فرمایا لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا تُرْزَقٰنِهٖ جو تمہیں دیا جاتا ہے اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ مگر میں بتا دوں گا تمہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا اس سے پہلے کہ کھانا تمہارے پاس آئے ذٰلِكُمَا یہ مِمَّا وہ چیز ہے عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ جو تعلیم دی ہے مجھ کو میرے رب نے اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ بیشک میں نے چھوڑی ہے ملت اس قوم کی لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وہ قوم جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائی وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور خود آخرت کی منکر ہے وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْ اور میں نے پیروی کی اپنے آباء واجداد کی ملت کی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ جو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام ہیں مَا كَانَ لَنَآ ہمیں کوئی حق نہیں ہے اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ یہ کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہمارے اوپر وَعَلَى النَّاسِ اور لوگوں پر بھی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکریہ ادا نہیں کرتے یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے میرے قید خانے کے دو ساتھیو! ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ کیا بہت سے معبود رب جو بکھرے ہوئے ہیں خَیْرٌ بہتر ہیں اَمِ اللّٰهُ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یا اللہ تعالیٰ ہی جو اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ نہیں عبادت کرتے تم اللہ تعالیٰ سے نیچے اِلَّآ اَسْمَاءً مگر کچھ ناموں کی سَمَّیْتُمُوْهَا نام رکھ دیئے ہیں اَنْتُمْ تم نے وَاٰبَآءُكُمْ اور تمہارے آباؤ اجداد نے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند اور دلیل اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ تعالیٰ کا اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اس نے حکم دیا ہے یہ کہ تم نہ عبادت کرو اِلَّآ اِيَّاهُ مگر اللہ کی ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہی سیدھا دین ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

گذشتہ درس میں تم یہ بات سن چکے ہو کہ یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت ہونے کے باوجود انہوں نے یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈال دیا اس خیال کے پیش نظر کہ اس گھر میں رہتے ہوئے بی بی نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا لہذا جیل میں ڈال دو نظر سے اوجھل رہیں گے تو شاید بی بی بھول جائے گی۔ یہ قصور یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں لے گیا۔ جس دن یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں داخل کیا گیا دو نو جوان اور ان کیساتھ اسی وقت داخل کیے گئے یہ دونوں جوان مصر کے بادشاہ ریان ابن ولید کے خادم تھے۔

یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں کی جیل جانے کی وجہ:

ایک ساقی تھا پانی پلانے والا جس کا نام بعض ابوحا بتلاتے ہیں اور بعض یونا بتلاتے ہیں اور دوسرا باورچی تھا اس کا نام بعض مخلا بتلاتے ہیں اور بعض غالب بتلاتے ہیں۔ ان دونوں پر الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ معاملہ اس طرح

ہوا کہ بادشاہ کی جو مخالف قوتیں تھیں انہوں نے ریان ابن ولید کو راستے سے ہٹانے کا آسان راستہ نکالا کہ اس کے خادموں کو خرید کر اس کو زہر دے کر ختم کردو کہ بادشاہ کو ویسے قتل کرانا مشکل سا معاملہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے خادموں کیساتھ میل جول کیا تعلقات بنائے کہ ان کو زہر دینے پر آمادہ کریں چنانچہ انہوں نے پہلے ابوحا ساقی کیساتھ میل جول کیا جب اس کے سامنے اپنے مقصد کا اظہار کیا اور بڑا لالچ بھی دیا کہ ہم تم کو اتنا کچھ دیں گے، یہ دیں گے اور وہ دیں گے، ابوحا ساقی نے کہا کہ وہ میرا آقا ہے میرا محسن ہے اور میرے حق میں بہت اچھا ہے میں اپنے محسن کا احسان کیوں برباد کروں پھر کرسی اور اقتدار کی کوشش تو تمہاری ہے میں خواہ مخواہ اس کو زہر دیکر ماردوں مجھ سے اس کی توقع بالکل نہ رکھنا اور مجھے تمہارے اس لالچ کی بھی ضرورت نہیں ہے میرا محسن بادشاہ جو تنخواہ مجھے دیتا ہے مجھے کافی ہے اور اگر تم نے میرے ساتھ دوبارہ بات کی تو میں بادشاہ کو بتلادوں گا۔ جب وہ ساقی سے ناامید ہوگئے تو کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے باورچی کیساتھ میل جول شروع کیا۔ وہ لالچی آدمی تھا اس کو لالچ دیا کہ ہم تجھے اتنی رقم دیں گے تم موقع پا کر بادشاہ کو زہر دے دینا ہم اس سے بہت تنگ ہیں۔ لالچ دنیا میں بہت بری بلا ہے باورچی ان کے چکمے میں آگیا اور جو ساقی تھا وہ جستجو میں رہتا کیونکہ پہلے اس سے بات ہوئی تھی تو باورچی جب کھانا تیار کرتا تو وہ اس پر نظر رکھتا تھا کہ یہ شرارت نہ کرے۔ چنانچہ اُس نے موقع پا کر کھانے میں زہر ملادیا۔ ساقی نے دیکھ لیا۔ جس وقت کھانا بادشاہ کے سامنے رکھا گیا تو ساقی جگ وغیرہ پکڑ لایا کہ پانی پلانا ہے، شراب پلانی ہے۔ باورچی کچھ کھانا رکھ کر کچھ باورچی خانے سے لینے گیا تو ساقی نے کہہ دیا بادشاہ سلامت کھانا احتیاط سے کھائیں۔ بادشاہ کیلئے اتنی بات کافی تھی سمجھ گیا اس نے فوراً ڈاکٹر کو طلب کئے کھانا ٹیسٹ کرایا تو زہر نکلا۔ باورچی نے کہا کہ ساقی نے

ڈالا ہے ساقی نے کہا کہ باورچی نے ڈالا ہے تو دونوں کو جیل میں ڈال دیا گیا کہ ایک تو مجرم ہے اور ایک کو شبہ میں دونوں میں سے ایک تو مجرم ہے تحقیق کے بعد جس پر جرم ثابت ہوگا اس کو سزا دی جائے گی۔ اس کا ذکر ہے وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ اور داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کیساتھ قید خانے میں دو نوجوان۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے خواب دیکھے قَالَ اَحَدُهُمَآ ان میں سے ایک نے کہا جو ساقی تھا اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا بیشک میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں، شراب بنا رہا ہوں، شراب نکال رہا ہوں بس خواب صرف اتنا ہے وَقَالَ الْاٰخَرُ اور دوسرے نے کہا اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا بیشک میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے میں نے اپنے سر پر روٹیوں کا چھابا (ٹوکرا) اٹھایا ہوا ہے تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ پرندے ان روٹیوں کو کھا رہے ہیں نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ بتلاؤ ہمیں اس کی تعبیر۔ آپ ہمیں ہمارے خواب کی تعبیر بتائیں اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم آپکو دیکھتے ہیں نیکی کرنے والوں میں سے۔ بڑے نیک آدمی ہو اسلئے خواب کی تعبیر بتلاؤ۔

یوسف علیہ السلام نے دوران قید بھی توحید کا سبق دیا :

حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع غنیمت سمجھا عقیدہ توحید بیان کرنے کیلئے قَالَ فرمایا لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا تُرْزَقٰنِهٖٓ جو تمہیں دیا جاتا ہے وقت پر اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ مگر میں بتا دوں گا تمہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر مثلاً تمہیں ایک کھانا دوپہر کے وقت ملتا ہے تو میں تمہیں اس کھانے سے پہلے تمہارے خواب کی تعبیر بتا دونگا قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا اس سے پہلے کہ کھانا تمہارے پاس آئے ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ یہ وہ چیز ہے جو تعلیم دی ہے مجھ کو میرے رب نے یعنی یہ خوابوں کی تعبیر

وہ فن ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے مگر اس سے پہلے میں نے تمہیں ایک ضروری بات کہنی ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ اس وقت پھنسے ہوئے ہیں میری بات کو توجہ سے سنیں گے ان کو رب تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا، قیامت سمجھائی ،اپنے باپ دادا جو پیغمبر تھے ان کا نام لیکر رسالت کا ذکر کیا اور اس طرح اپنا فریضہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جیل میں بھی حق کی تبلیغ کی۔فرمایا اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ بیشک میں نے چھوڑی ہے ملت اس قوم کی جو قوم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتی وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور خود وہ آخرت کی بھی منکر ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان نہ لانے کا مطلب سمجھ لیں۔ میں یہ بات کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ مشرک لوگ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے نہ پہلے مشرک منکر تھے اور نہ اس زمانے کے مشرک رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ مشرک رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں اور اسکو رب، خالق ،مالک بھی مانتے ہیں مگر اس کی صفات میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے اور ہم بہت پست لوگ ہیں (اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس سے آگے جو نتیجہ نکالتے ہیں وہ غلط ہے۔) کہ ہماری رب تعالیٰ تک رسائی نہیں ہوسکتی جب تک ولیوں کی سیڑھیاں نہ لگائیں وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸]''اور کہتے ہیں یہ لوگ (جن کی ہم عبادت کرتے ہیں، سورتے پکارتے ہیں) یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔''اور سورۃ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے، کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''ہم ان کی پوجا پاٹ نہیں کرتے مگر اسلئے کہ یہ ہمیں رتبے اور درجے میں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔''تو مشرک لوگ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں ہیں بلکہ رب تعالیٰ کیساتھ بڑی

عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔آٹھویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو مشرکین زمین کی پیداوار میں سے رب تعالیٰ کا حصہ بھی نکالتے تھے اور اپنے دوسرے معبودوں اور شریکوں کا حصہ بھی نکالتے تھے۔فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ ''پس کہا انہوں نے یہ اللہ کا حصہ ہے اپنے خیال سے وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کیلئے ہے۔''یعنی لات،منات،عزیٰ وغیرہ کیلئے تو مشرک پہلے رب تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے پھر اپنے دوسرے معبودوں کا حصہ نکالتے تھے اور اسی مقام پر آٹھویں پارے میں مذکور ہے کہ دو ڈھیر پاس پاس ہوتے تھے ایک اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا مثلاً لات،منات وغیرہ کا۔تو اگر اللہ تعالیٰ کے ڈھیر سے کچھ دانے ادھر دوسرے ڈھیر میں مل جاتے تو نہیں نکالتے تھے کہتے تھے رب تعالیٰ تو غنی ہے کوئی بات نہیں ہے اور اگر ان کے ڈھیر سے کچھ دانے رب تعالیٰ کے ڈھیر کیساتھ مل جاتے تو فوراً نکال لیتے تھے کہتے کہ یہ محتاج ہیں ان کا نقصان نہیں ہونا چاہئے۔یہ سب کچھ مانتے ہوئے بھی وہ مشرک تھے۔عقیدے اور عمل سے شرک کا پتا چلتا ہے باقی مشرک کے سینگ نہیں ہوتے شاید تم یہ سمجھو کہ مشرک کے سر پر سینگ ہوتے ہیں بلکہ عام بندوں کی طرح بندہ ہی ہوتا ہے خوبصورت عمدہ لباس بعضوں کی کوٹھیاں بھی اعلیٰ ہوتی ہیں اور ہوتے مشرک ہیں۔تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا بیشک میں نے چھوڑ دی ملت اس قوم کی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتی یعنی اس کے احکام کو نہیں مانتی آخرت کا انکار کرتی ہے وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْ اور میں نے پیروی کی اپنے آباء واجداد کی ملت کی اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ جو ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی ملت کی۔حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے والد تھے اسحاق علیہ السلام دادا تھے اور ابراہیم علیہ السلام پردادا تھے۔اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی نے آنحضرت سے پوچھا کہ

الکریم لوگ کون سے ہوتے ہیں؟ فرمایا یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کہ پیغمبروں کی لڑی چلی آئے۔

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

''یہ سارا گھرانہ ہی سورج ہے'' کہ سب پیغمبر ہیں۔ تو فرمایا میں نے اپنے باپ دادا کی ملت کی پیروی کی ہے۔

اچھے لوگوں کی پیروی کرنا مطلوب ہے :

اس سے معلوم ہوا کہ اچھے لوگوں کی پیروی کرنا مطلوب ہے۔ سورہ لقمان آیت نمبر ۱۵ میں ہے وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ''اور پیروی کر اس شخص کی جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔'' یہ جو ائمہ کرام ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور جو محدثین کرام ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ان کی پیروی کرنے کا حکم قرآن کریم میں ہے۔ ان کی طرف اپنی نسبت کرنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ غیر مقلد کہتے ہیں کہ اماموں کی طرف نسبت کرنا ناجائز ہے یہ غلط کہتے ہیں کیونکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ان کی پیروی مطلوب ہے۔ ہاں اچھے ہونے چاہئے اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ امام ابوحنیفہؒ رب تعالیٰ کے نافرمان ہیں ، رب تعالیٰ کے باغی تھے تو پھر بات علیحدہ ہے۔ اگر کوئی اپنی گڑی ان کیساتھ ملاتا ہے تو اسی لئے کہ یہ رب تعالیٰ کے فرمانبردار تھے۔ بھائی صاحب یہ قرآن کا سبق ہے وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ اور پیروی کر اس شخص کی جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔'' اور رب تعالیٰ کے پیغمبر یوسف علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ میں نے اپنے باپ دادا کی پیروی کی ابراہیم

علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی۔ ہاں مشرکوں کے باپ دادا مشرک تھے غلط کار تھے رب تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور ان کی اولاد کہتی تھی بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَ نَا [بقرہ:۱۷۰] "بلکہ ہم پیروی کریں گے اس چیز کی جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔" یعنی تمہاری بات نہیں سنی اپنے باپ دادا کی سنی ہے ان کی راہ کو اختیار کرنا ہے تو یہ نسبت بری ہے۔ محض نسبت بری نہیں ہے اچھے لوگوں کی طرف نسبت اچھی ہے اور برے لوگوں کی طرف نسبت بری ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے پیروی کی اپنے باپ دادا کی ملت کی جو ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام ہیں۔ فرمایا مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ہمیں کوئی حق نہیں ہے یہ کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو۔ رب تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرانا ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہمارے اوپر۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے توحید سمجھا دی موحد بن گیا شرک سے بچ گیا اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے وَعَلَی النَّاسِ اور لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ جس کو اللہ تعالیٰ دین کی دولت عطا فرمائے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ یہ حدیث تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا اسکو بھی دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے اور اسکو بھی دیتا ہے جس پر راضی نہیں ہوتا اور ایمان اور دین صرف اسکو دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے۔ فرمایا یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے میرے قید خانے کے دو ساتھیو! یہ بتاؤ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ کیا بہت سارے معبود رب جو بکھرے ہوئے ہیں کوئی کسی کو رب بنائے گا کوئی کسی کو، ایک کام ایک رب کرتا ہے دوسرا کام دوسرا کرتا ہے وہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ ہی جو اکیلا ہے اپنی ذات میں اور صفات

میں اور افعال میں اور سب پر غالب ہے۔اے میرے ساتھیو! مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ نہیں عبادت کرتے تم اللہ تعالیٰ سے نیچے اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَا مگر کچھ ناموں کی، نام رکھ دیئے ہیں اَنْتُمْ تم نے وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا نے اختراع کی ہوئی ہے مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند اور دلیل۔اے میرے قید خانے کے ساتھیو سن لو! اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے، وہی بادشاہ بناتا ہے وہی گدا گر بناتا ہے، وہی بیمار کرتا ہے وہی تندرست کرتا ہے، وہی اولاد دیتا ہے وہی لیتا ہے، سب کچھ وہی کرتا ہے پھر اوروں کے دروازے پر جھکنے کا کیا معنیٰ؟ ان کے پاس کیا تلاش کرتے ہو؟ ان کے پاس ہے کیا؟ وہ اور ساری دنیا رب تعالیٰ کی محتاج ہے رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے حکم صرف اسی کا ہے اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ اس نے حکم دیا ہے یہ کہ تم نہ عبادت کرو مگر اسی اللہ تعالیٰ کی۔

دین کا خلاصہ صرف تین چیزوں میں

دین کا خلاصہ صرف تین چیزوں میں آجاتا ہے۔

۱)عبادت رب کی ۲)اطاعت رسول کریم ﷺ کی ۳)اور خدمت مخلوق کی

جس نے یہ تین چیزیں سمجھ لیں اس نے اسلام کو سمجھ لیا۔تو عبادت صرف رب تعالیٰ کی ہے ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہی سیدھا دین ہے کہ عبادت رب تعالیٰ کی کرو! شرک سے بچو! اچھے لوگوں کیساتھ میل جول رکھو اور برے لوگوں کیساتھ میل جول نہ رکھو! کامیابی اسی میں ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔شکوک شبہات اور رسم و رواج میں پھنسے ہوئے ہیں رب تعالیٰ ان سے سب کو بچائے اور موحد بنائے۔امین

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۠﴿۴۲﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اے میرے قید خانے کے دوساتھیو اَمَّآ اَحَدُكُمَا بہرحال تم میں سے ایک فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا پس وہ پلائے گا اپنے آقا کو شراب وَاَمَّا الْاٰخَرُ اور بہرحال دوسرا فَيُصْلَبُ پس وہ سولی پر لٹکایا جائیگا فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ پس کھائیں گے پرندے مِنْ رَّاْسِهٖ اس کے سر سے قُضِيَ الْاَمْرُ فیصلہ کیا گیا ہے اس معاملے کا الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ جس کے بارے میں تم دونوں پوچھتے ہو وَقَالَ اور فرمایا لِلَّذِيْ اس شخص کو ظَنَّ کہ گمان کیا اَنَّهٗ نَاجٍ کہ وہ نجات پانے والا ہے مِّنْهُمَا ان دونوں میں سے اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ میرا ذکر کرنا اپنے آقا

کے پاس فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ پس بھلادیا اسکوشیطان نے ذِكْرَ رَبِّهٖ اپنے آقا کے پاس ذکر کرنے کو فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ پس ٹھہرے رہے یوسف علیہ السلام قید خانے میں بِضْعَ سِنِیْنَ کئی سال وَقَالَ الْمَلِكُ اور کہا بادشاہ نے اِنِّیْۤ اَرٰی بیشک میں نے دیکھا ہے سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ سات گائیں ہیں خوب موٹی یَّاْكُلُهُنَّ کھاتی ہیں ان کو سَبْعٌ عِجَافٌ سات پتلی دبلی گائیں وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ اور سات خوشے سبز وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ اور دوسرے خشک یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ اے درباریو مجھے بتلاؤ فِیْ رُءْیَایَ میرے خواب کے بارے میں اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ اگر ہو تم خواب کی تعبیر کو جاننے والے قَالُوْۤا کہا انہوں نے اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ پریشان خیالات ہیں وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ اور ہم پریشان خواب کی تعبیر کو جاننے والے نہیں ہیں وَقَالَ اور کہا الَّذِیْ نَجَا اس شخص نے جس نے نجات پائی تھی مِنْهُمَا ان دونوں میں سے وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اور اس نے یاد کیا ایک مدت کے بعد اَنَا اُنَبِّئُكُمْ میں تم کو خبر دیتا ہوں بِتَاْوِیْلِهٖ اس خواب کی تعبیر کی فَاَرْسِلُوْنِ پس تم مجھ کو بھیجو۔

یہ بات تم پہلے سن چکے ہو کہ جس دن یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ڈالا گیا دو نوجوان اور ان کیساتھ جیل میں بند کیے گئے۔ ایک بادشاہ ریان بن ولید کا ساقی تھا پانی پلانے والا اور دوسرا باورچی تھا۔ ان دونوں نے خوابیں دیکھیں۔ ساقی نے کہا کہ میں نے خواب دیکھی ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ

میرے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا ہے اور اس سے پرندے کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں کھانا آنے سے پہلے خواب کی تعبیر بتلاؤں گا مگر اس سے پہلے ایک ضروری اور اہم بات سمجھ لو چنانچہ انکو توحید اور رسالت کا سبق دیا اور اپنے آباء کی ملت کی طرف دعوت دی پھر ان کو خواب کی تعبیر بتلائی، اس کا ذکر ہے۔ فرمایا یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے میرے قید خانے کے ساتھیو! اب میں تمہیں خواب کی تعبیر بتاتا ہوں اَمَّآ اَحَدُکُمَا بہرحال تم میں سے ایک جو ساقی ہے فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا پس وہ پلائے گا اپنے آقا کو شراب یعنی وہ رہا ہو کر اپنی ڈیوٹی پر برقرار رہے گا وَاَمَّا الْاٰخَرُ اور بہرحال دوسرا جو باورچی ہے اس کا جرم ثابت ہوگا فَیُصْلَبُ پس اسکو سولی پر لٹکایا جائیگا۔ چنانچہ انکوائری ہوئی اور جس سے زہر خریدا تھا اور جس واسطے سے خریدا تھا وہ سب کا سب سامنے آگیا اور تحقیق سے جرم ثابت ہوگیا اور اسکو سولی پر لٹکا دیا گیا فَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ پس کھائیں گے پرندے اس کے سر سے، مغز نکالیں گے، بدن کو نوچیں گے قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ فیصلہ کیا گیا ہے اس معاملے کا جس کے بارے میں تم دونوں پوچھتے ہو۔ یعنی تمہاری خوابوں کی یہ تعبیر ہے اسی طرح ہوگا اب بات بدلے گی نہیں وَقَالَ اور فرمایا یوسف علیہ السلام نے لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اس شخص کو کہ گمان تھا کہ رہا ہونے والا ہے ان دونوں قیدیوں میں سے اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ میرا ذکر کرنا اپنے آقا کے پاس یعنی اپنے بادشاہ کو کہنا کہ تم نے ایک بے گناہ آدمی کو قید میں ڈال رکھا ہے اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ مگر ہوا یہ کہ جب وہ ساقی بری ہو کر دربار میں پہنچا فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ پس بھلا دیا اسکو شیطان نے ذِکْرَ رَبِّهٖ اپنے آقا کے پاس ذکر کرنے کو فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ پس ٹھہرے رہے قید خانے میں یوسف علیہ السلام کئی سال، سات سال، نو سال،

بارہ سال کا ذکر بھی تفسیروں میں آتا ہے۔ کافی عرصہ کے بعد وَقَالَ الْمَلِکُ اور کہا بادشاہ نے جب وہ اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس وزیر، سفیر، مشیر آئے ہوئے تھے اور ساقی بھی خدمت کیلئے موجود تھا بادشاہ ریان ابن ولید نے کہا اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ بیشک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات گائیں ہیں موٹی سِمَان سَمِیْنَۃٌ کی جمع ہے موٹی گائیں یَّاْکُلُھُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ کھاتی ہیں ان کو سات پتلی دبلی گائیں عِجَافٌ عَجْفَاءُ کی جمع ہے۔ اب یہ کتنی عجیب بات ہے کہ گائیں گائیں کو کھا رہی ہیں حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے کہ کتے جانوروں کو کھاتے ہیں، بھیڑیے کھاتے ہیں، شیر چیتے بھی کھاتے ہیں مگر گائے تو کسی جانور کو نہیں کھاتی۔ اور میں نے دیکھا ہے وَّسَبْعَ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ اور سات خوشے سبز میں نے دیکھے ہیں۔ خوشے کے بارے میں تفصیل نہیں ہے کہ وہ گندم کے تھے یا باجرے کے تھے یا مکئی اور چاول کے تھے کیونکہ مصر کا علاقہ کافی زرخیز ہے وہاں ہر قسم کی فصل ہوتی ہے۔ تو سات خوشے سبز اور دوسرے خشک بس اتنا خواب ہے کہ سات خوشے سبز اور سات خوشے خشک سوکھے ہوئے یٰۤاَیُّھَا الْمَلَاُ اے درباریو اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ مجھے بتلاؤ میرے خواب کے بارے میں تعبیر اِنْ کُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ اگر ہو تم خواب کی تعبیر جانتے تو میرے خواب کی تعبیر مجھے بتلاؤ قَالُوْا کہنے لگے درباری اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ پریشان خیالات ہیں وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر کو جاننے والے نہیں ہیں۔ اَضْغَاثٌ ضِغْثٌ کی جمع ہے ضِغْثٌ کا معنی ہے گھاس وغیرہ مٹھی ہو ہاتھ میں کوئی تنکا لمبا ہو گا کوئی چھوٹا ہو گا، کوئی باریک ہو گا کوئی موٹا ہو گا، کوئی خشک ہو گا کوئی تر ہو گا۔ اَحْلَام حُلْمٌ کی جمع ہے حُلْم کے معنی خیالات۔ تو کہنے لگے یہ پریشان خیالات ہیں بکھرے ہوئے

خیالات ہیں گویا انہوں نے اس سے اسکو تسلی دینے کی کوشش کی۔

خواب کی تین قسمیں :

بخاری شریف میں حضرت محمد بن سیرینؒ سے منقول ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں۔

۱)......ایک ہے حدیث النفس۔حدیث النفس کا مطلب ہے خیالات۔انسان دن کو جو کام کرتا ہے اور سوچتا رہتا ہے خیالات اس کے دماغ میں گھومتے رہتے ہیں اس کیساتھ ملتے جلتے خواب رات کو آئیں تو ان کا تعبیر کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ حدیث النفس ہے یعنی خیالات ہیں۔

۲)...... اور دوسری قسم ہے تَخوِيفُ الشَّيطٰن، شیطان کے خیالات۔وہ رات کو آکر خواب میں مختلف چیزیں انسان کو دکھاتا ہے کبھی ڈرانے والی، کبھی ہنسانے والی، کبھی خوشی والی اور کبھی غمی والی پیش کرتا ہے اس کی بھی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔اگر اس طرح کا پریشان خواب دیکھو تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بیدار ہونے کے بعد اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيمِ لَاحَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ العَظِيم پڑھ کر بائیں طرف تھوک دو کیونکہ انسان کے دل کی دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اور دل کے بائیں طرف کوئی نہ کوئی شیطان ہوتا ہے۔حدث پاک میں آتا ہے کہ دل میں اچھا خیال پیدا ہو تو وہ فرشتہ القاء کرتا ہے اور اگر برا خیال آئے تو سمجھو کہ وہ شیطان کا وسوسہ ہے۔چونکہ شیطان دل کی بائیں طرف ہوتا ہے جب بندہ تھوک دے تو وہ شرمندہ ہو جاتا ہے کہ میرا اثر نہیں ہوا۔ جب یہ پڑھ کر بائیں طرف تھوک دے گا تو فرمایا لَا يَضُرُّهٗ اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور

۳)......تیسری قسم خواب کی وہ ہے کہ یا تو خوشی کی کوئی بات پہلے بتلاتی ہے یا غمی کی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے ساتھ جو اہم واقعات پیش آنے والے ہوتے ہیں چاہے وہ اس کی ذات کیساتھ تعلق رکھتے ہوں یا اولاد کیساتھ یا اعزّا کے بارے میں ہوں مال کے بارے میں ہوں وہ اس خواب کے ذریعے پہلے ہی بتلا دیئے جاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کو وہ خواب یاد رہے یا نہ رہے یا وہ خواب کی تعبیر سمجھے یا نہ سمجھے کیونکہ خواب کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک صورت ہوتی ہے۔ صورت کچھ ہوتی ہے اور حقیقت کچھ ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عباس ﷺ کی اہلیہ تھیں اور آنحضرت ﷺ کی چچی تھیں انہوں نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے بدن مبارک سے ایک عضو (بازو سمجھو، ٹانگ سمجھو) الگ ہو کر میری گود میں آ گیا ہے وہ بڑی پریشان ہوئی کیونکہ ان دنوں مدینہ طیبہ میں افواہیں پھیلی ہوئی تھیں کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا ہے اور یہ باتیں بازاروں میں، گلیوں میں، ہر جگہ پہنچی ہوئی تھیں۔ حضرت لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی یہ خبر پہنچی تھی اس لئے وہ پریشان ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں۔ کہنے لگیں کہ حضرت آج رات کو میں نے ایک بڑا سخت خواب دیکھا ہے جس سے میں بڑی پریشان ہوں۔ فرمایا چچی جان خواب کیا ہے؟ کہنے لگی اِنَّھَا الرُّءْ یَاشَدِیْدَۃٌ وہ بڑا سخت خواب ہے میں یہاں بیان بھی نہیں کر سکتی۔ فرمایا بیان تو کرو۔ بیان کیا کہ حضرت آپؐ کے بدن مبارک سے ایک ٹکڑا الگ ہو کر میری گود میں آ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تَلِدُ فَاطِمَۃُ غلامًا انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں بچہ پیدا ہو گا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ اب دیکھو وہ بیچاری خواب کی ظاہری صورت کیوجہ سے کتنی پریشان تھی مگر اسکی حقیقت اور تعبیر کتنی خوشی والی تھی اسی واسطے حدیث پاک میں آیا ہے کہ خواب ہر کہہ مکہ (چھوٹے بڑے) کو نہ بتاؤ بلکہ اپنے مخلص دوست کو حبیبًا او لبیبًا کے

لفظ آتے ہیں جو خواب کی تعبیر کو بھی جانتا ہو اس کے سامنے بیان کرو اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جیسی کوئی تعبیر نکالے گا ویسے ہی خواب کا نتیجہ ہوگا ہوسکتا ہے کوئی غلط کار خواب کی تعبیر غلط بتا دے تو وہ اسی طرح ہو جائے گا۔ تو درباریوں نے کہا کہ پریشان خیالات ہیں اور ہم ان خیالات کی تعبیر نہیں جانتے پہلے تو اسکو تسلی دی کہ وہ پریشان نہ ہو پھر اپنا عاجز ہونا ظاہر کیا اور وہ ساقی جو ساتھ کھڑا تھا اور یہ ساری گفتگو سن رہا تھا وہ بولا وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا اور کہا اس شخص نے جس نے نجات پائی تھی ان دو قیدیوں میں سے وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اور اس نے یاد کیا ایک مدت کے بعد۔

امت کا لفظ تین معنوں میں آیا ہے

قرآن کریم میں امت کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک مدت کے معنٰی میں اور یہاں یہی معنٰی ہے اور دوسرا معنٰی امت کا گروہ اور ٹولہ قوم کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [آل عمران:] "تم بہترین جماعت ہو قوم ہو جو لوگوں کی اصلاح کیلئے نکالے گئے ہو" اور امت کا تیسرا معنٰی پیشوا مقتدا ہے۔ سورۃ نحل میں ہے ان ابراھیم کان امة "ابراہیم علیہ السلام پیشوا تھے، مقتدا تھے، امام تھے لوگوں کیلئے۔" تو اس مقام پر امت کے معنٰی مدت کے ہیں۔ تو قیدی کو جو رہا ہو چکا تھا یاد آ گیا ایک مدت کے بعد کہنے لگا اَنَا اُنَبِّئُکُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ میں تم کو خبر دیتا ہوں اس خواب کی تعبیر کی لیکن میں خود نہیں بتلا سکتا فَاَرْسِلُوْنِ پس تم مجھ کو بھیجو یوسف علیہ السلام کے پاس سرکاری طور پر کیونکہ قیدیوں کو ملنا ذرا مشکل ہوتا ہے تم مجھے قاعدے کے مطابق بھیجو گے تو میں اسکو ملوں گا اس سے پوچھ کر پھر تمہیں بتاؤں گا۔ باقی حصہ کل آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ

❁ ❁ ❁

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴿٥٠﴾

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ اے یوسف علیہ السلام اے سچے أَفْتِنَا بتلائیں ہمیں فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سات گائیوں کے بارے میں سِمَانٍ جو خوب موٹی ہیں يَأْكُلُهُنَّ کہ انکو کھاتی ہیں سَبْعٌ عِجَافٌ سات پتلی دبلی گائیں وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ اور سات خوشے ہیں سرسبز وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ اور سات اور ہیں خشک لَعَلِّي تاکہ میں أَرْجِعُ لوٹوں إِلَى النَّاسِ لوگوں کی طرف لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ تاکہ وہ جان لیں قَالَ فرمایا تَزْرَعُونَ تم کاشت کروگے سَبْعَ سِنِينَ سات سال دَأَبًا لگاتار فَمَا حَصَدْتُمْ پس جو تم کاٹو کھیتی فَذَرُوهُ پس

چھوڑ دو اسکو فِیْ سُنْبُلِہٖ اس کے خوشوں میں اِلَّا قَلِیْلاً مِّمَّا تَاْکُلُوْنَ مگر تھوڑا سا اس میں سے جسکو تم کھاؤ گے ثُمَّ یَاْتِیْ پھر آئیں گے مِنْ م بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد سَبْعٌ شِدَادٌ سات سال سخت یَّاْکُلْنَ جو کھا جائیں گے مَا اس چیز کو قَدَّمْتُمْ لَھُنَّ جو پہلے تم نے اس کیلئے تیار کی ہوگی اِلَّا قَلِیْلاً مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ مگر بہت کم جس کی تم حفاظت کرو گے ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ م بَعْدِ ذٰلِکَ پھر آئے گا اس کے بعد عَامٌ ایک سال فِیْہِ یُغَاثُ النَّاسُ جس میں بارش برسائی جائیگی لوگوں پر وَفِیْہِ یَعْصِرُوْنَ اور اس میں لوگ جوس نکالیں گے پھلوں کا وَقَالَ الْمَلِکُ اور کہا بادشاہ نے ائْتُوْنِیْ بِہٖ لاؤ اس کو میرے پاس فَلَمَّا جَآءَہُ الرَّسُوْلُ پس جب آیا یوسف علیہ السلام کے پاس قاصد قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فرمایا لوٹ جا اپنے آقا کی طرف فَسْئَلْہُ پس اس سے پوچھ مَا بَالُ النِّسْوَۃِ الّٰتِیْ کیا حال ہے ان عورتوں کا قَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے اِنَّ رَبِّیْ بیشک میرا رب بِکَیْدِھِنَّ عَلِیْمٌ ان کے مکر کو خوب جاننے والا ہے۔

پچھلے سبق میں پڑھ چکے ہو کہ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی پتلی گائیں ہیں جو موٹی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور سات خوشے سرسبز ہیں اور دوسرے سات خشک ہیں۔ اس نے اپنی کابینہ کے افراد سے پوچھا کہ میرے خواب کی اگر تم تعبیر جانتے ہو تو بتلاؤ۔ انہوں نے کہا کہ پریشان خیالات ہیں اور ہم پریشان خیالات کی تعبیر نہیں جانتے اور ساقی جو رہا ہو کر گیا تھا اور یوسف علیہ السلام نے اس کو کہا تھا کہ بادشاہ کے سامنے میرا بھی ذکر کرنا کہ قید خانے میں ایک قیدی ہے غیر ملکی، کیونکہ یوسف علیہ السلام

کنعان ملک شام کے رہنے والے تھے، وہ کئی سالوں سے قید خانے میں پڑا ہوا ہے اس کا بھی تم کچھ خیال کرو۔ لیکن یہ رہا ہونے کے بعد بھول گیا اب اسکو یاد آ گیا کہ اس نیک آدمی کیساتھ وعدہ کیا تھا تو ساقی نے بادشاہ کو کہا بادشاہ سلامت! میں تمہیں خواب کی تعبیر بتاؤں گا لیکن خود نہیں بلکہ جیل میں ایک بڑا شریف اور نیک طبع آدمی ہے اسکو خوابوں کی تعبیر کا بڑا علم ہے ہمیں بھی اس نے خوابوں کی تعبیر بتلائی تھی وہ بالکل صحیح نکلی۔ لہذا میرے لئے جیل کے اندر جا کر اس کیساتھ ملاقات کرنے کا انتظام کرو۔ بادشاہ نے سپر نٹنڈنٹ جیل کو حکم دیا کہ ہمارا ساقی جیل میں قید ایک آدمی کو ملنا چاہتا ہے اس کی ملاقات کا خصوصی انتظام کرو چنانچہ یہ شخص ان کے پاس جا پہنچا اور یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی۔

بادشاہ کا خواب اور اس کی تعبیر :

یوسف علیہ السلام کو خطاب کر کے کہنے لگا یُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ اے یوسف علیہ السلام اے سچے! أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرٰتٍ بتلاؤ ہمیں سات گائیوں کے بارے میں سِمَانٍ جو خوب موٹی ہیں يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ کہ انکو کھاتی ہیں سات دبلی پتلی گائیں وَّسَبْعِ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ اور سات خوشے ہیں سرسبز وَّأُخَرَ يٰبِسٰتٍ اور دوسرے سات خشک ہیں۔ بس خواب اتنی ہے ہمیں اس کی تعبیر بتلاؤ لَّعَلِّيْٓ أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ تاکہ میں لوٹوں لوگوں کی طرف لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ تاکہ وہ جان لیں خواب کی تعبیر کو۔ یوسف علیہ السلام نے اسکو خواب کی تعبیر بتلائی جس کا ذکر اگلی آیت کریمہ میں ہے اور اس بات کا اشارہ تک نہیں کیا کہ میں نے تجھے ایک پیغام بھی دیا تھا پہلے مجھے اس کے متعلق بتلا کہ تو نے کیا کیا پھر آگے چلوں گا۔ اس سے اندازہ لگاؤ پیغمبروں کے اخلاق کا، کہہ تو سکتے تھے اس کا کیا جواب ہے، بالکل ذکر تک نہیں کیا۔ اگر ہم تم ہوتے تو اس کے گلے پڑ جاتے کہ تمہاری

ایسی کی تیسی اپنے کام کیلئے تو فوراً آ گیا ہے اور میرا ذکر تک نہیں کیا اور کافی مدت گذر گئی کیونکہ بَعْدَ اُمَّةٍ کا جملہ ہے۔ پیغمبروں کے اخلاق بہت بلند ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر بھی بتلائی اور تعبیر سے بڑھ کر تدبیر بھی بتلائی۔ قَالَ فرمایا تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا کاشت کرو گے تم سات سال لگاتار۔ وہ جو سات موٹی گائیں ہیں ان سے مراد ہے کہ تم سات سال کاشت کرو گے اور ان میں خوب پیداوار ہوگی۔ وہ جو سبز خوشے دیکھے ہیں اس سے پیداوار کی طرف اشارہ ہے اور موٹی گائیوں سے پیداوار والے سال مراد ہیں فصلیں خوب ہونگی۔ درمیان میں تدبیر کا ذکر ہے یہ تعبیر نہیں ہے فَمَا حَصَدْتُّمْ پس جو تم کاٹو کھیتی فَذَرُوْهُ پس چھوڑ دو اسکو اس کے خوشوں میں اس کو ملنا اور گاہنا نہیں ہے بلکہ خوشوں میں ہی اس کا ذخیرہ کرنا ہے اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ مگر تھوڑا سا اس میں سے جو تم کھاؤ گے۔ کیونکہ دانے خوشوں میں ہوں تو عموماً گھن کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں اس کے بعد سات سال آئیں گے بڑے قحط کے ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ پھر آئیں گے اس کے بعد سَبْعٌ شِدَادٌ سات سال سخت يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ جو کھا جائیں گے اس چیز کو جو پہلے تم نے اس کیلئے تیار کی ہوگی، جس کا تم نے ذخیرہ بنایا تھا اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ مگر بہت کم جس کی تم حفاظت کرو گے۔ چنانچہ خدا کی قدرت کہ سات سال ایسے آئے کہ مصر کے علاقے میں بارش ہوئی اور نہ شام کے علاقہ میں، لوگ بڑے پریشان تھے اور مصر والوں نے چونکہ پیداوار ذخیرہ کر کے رکھی ہوئی تھی لوگوں کو دور دراز تک اطلاع پہنچی کہ مصر کا بادشاہ پیسوں کیساتھ اناج دیتا ہے ایک آدمی کو ایک اونٹ کا بوجھ تاکہ لوگ قحط سالی سے بچ جائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی سنا کہ اس طرح مصر میں اناج ملتا ہے۔ ان کے گھر کے افراد تین سو نوے تھے (۳۹۰) بیٹے

،ان کی اولاد، خادم وغیرہ بڑا خاندان تھا چھوٹے کو تو روک لیا جس کی آگے تفصیل آرہی ہے اور باقیوں کو بھیجا کہ تم جا کر اناج لے آؤ۔

تقدیر نے یوسفؑ کے سامنے بھائیوں کو بے بس کھڑا کر دیا :

یہ سب تقدیر کا چکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے سامنے بھائیوں کو بے بس کر کے کھڑا کرنا تھا درمیان میں دیکھو کتنے چکر پڑے ہیں۔ بھائی یوسف علیہ السلام کو راستے سے ہٹانا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو یوسف علیہ السلام کے سامنے مانگنے والا بنا کر کھڑا کر دیا۔ آگے آئے گا کہنے لگے تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ''اے عزیز مصر ہم بھوکے ننگے ہیں ہمیں خیرات دو۔'' ایک وقت وہ تھا کہ یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنی جان کی خاطر کہا تھا کہ میں تمہارا بھائی ہوں مجھے نہ مارو جب تم واپس جاؤ گے اور میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا تو باپ پر کیا گزرے گی والد کا بھی کچھ سوچو! مگر ان سنگدلوں نے کسی شے کی کوئی پرواہ نہ کی اور اب یہ وقت ہے کہ ظالم پیٹ کیلئے یوسف علیہ السلام سے خیرات مانگ رہے ہیں۔ تو سات سال کمائی کے اور سات سال قحط سالی کے جب گزر جائیں گے، یہ زمانہ ہے چودہ سال کا ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ پھر آئے گا اس کے بعد ایک سال، پندرھواں سال فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ جس میں بارش برسائی جائیگی لوگوں پر، اس سال خوب بارش ہوگی وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ اور اس میں لوگ جوس نکالیں گے پھلوں کا۔ پیداوار خوب ہوگی پھل ہونگے لوگ پھلوں کا جوس نکالیں گے، شراب بنانے والے شراب بنائیں گے۔ جس وقت بادشاہ کے سامنے اس کا ذکر ہوا بادشاہ بڑا سمجھدار، سلیم الطبع آدمی تھا اس نے کہا وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ اور کہا بادشاہ نے لاؤ اس کو میرے پاس یعنی اسکو رہا کر کے میرے پاس لاؤ تا کہ میں اپنے خواب کی تعبیر اس سے براہ راست سنوں

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ پس جب آیا یوسف علیہ السلام کے پاس قاصد کہ بادشاہ نے تمہیں رہا کر دیا ہے لہذا قید خانے سے نکلیں اور بادشاہ کے پاس جانا ہے قَالَ یوسف علیہ السلام نے فرمایا ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ لوٹ جا اپنے آقا کی طرف فَسْئَلْهُ پس اس سے پوچھ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ بیشک میرا رب ان کے مکر کو خوب جانتا ہے۔

یوسفؑ نے صفائی کا مطالبہ اس لئے کیا کہ تبلیغ میں رکاوٹ نہ آئے :

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے عورتوں والا معاملہ صاف کرو پھر میں آؤں گا جب تک بادشاہ یہ تحقیق نہیں کریگا کہ میرا قصور تھا یا بی بی کا اس وقت تک میں نہیں جاؤں گا اس واقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اتنا لمبا عرصہ میں جیل میں رہتا جتنا عرصہ یوسف علیہ السلام رہے تو جس وقت رہائی کا حکم آیا تھا میں فوراً ساتھ چلا جاتا۔ اس روایت پر عیسائیوں نے بڑی لے دے کی ہے کہتے ہیں کہ ایک طرف تم کہتے ہو کہ ہمارے پیغمبر ہمت اور حوصلے کے پہاڑ ہیں اور ایک طرف یہ حدیث بیان کرتے ہو یہ حدیث تو بتلاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کا حوصلہ اور صبر زیادہ تھا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہندیؒ جواب دیتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں دین کی تبلیغ کی ہے فرمایا اسکو محفوظ رکھو حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی صفائی کی فکر تھی کہ میں باہر جا کر تبلیغ کرونگا تو لوگ کہیں گے کہ کل تو قیدی تھا آج واعظ بن گیا ہے۔ لہذا انکو صفائی کی ضرورت تھی کہ میری طرف کوئی انگلی نہ اٹھا سکے اور ہمارے پیغمبر کو اپنی ذات کی کوئی فکر نہیں تھی بلکہ تبلیغ کی فکر تھی کہ چونکہ میرا رقبہ تبلیغ کا وسیع ہونا تھا میں باہر نکل کر فوراً اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دین سناتا اور یوسف علیہ السلام نے اپنی ذاتی پوزیشن صاف کرنے کیلئے فرمایا کہ اپنے آقا کے

پاس جاؤ ان کو کہو کہ پہلے بیبیوں والا معاملہ صاف کرواسلئے کہ میں نے تبلیغ کرنی ہے اور لوگوں کو پتا ہے کہ میں قید میں رہا ہوں۔لوگ مجھے کہیں گے کہ تو نے بُرے کام کی بنا پر قید کاٹی ہے اور اب تم وعظ نصیحت کرنے والے بن گئے ہو لہذا جب تک میری پوزیشن واضح نہ ہو میں باہر نہیں آؤنگا۔

شبہ کا ازالہ کردینا چاہیے :

آدمی کو شکوک وشبہات سے بھی بچنا چاہئے چنانچہ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے تھے اور عشاء کی نماز آپ ﷺ عموماً اس وقت پڑھتے تھے جب تیسری رات کا چاند غروب ہوتا ہے۔عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد آپ دوسرے معتکفین کیساتھ مسجد میں تشریف فرماتھے بخاری شریف میں روایت ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو آپ ﷺ کیساتھ کوئی کام تھا ان میں سے دو تین یا چار آپ ﷺ کے پاس آئیں اور کافی دیر تک آپ ﷺ کے پاس بیٹھی رہیں پھر باقی تو چلی گئیں لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد میں بھی کافی دیر تک بیٹھی رہیں اور رات ایسی تھی کہ نہ پوری چاندنی اور نہ پورا اندھیرا آپ ﷺ نے فرمایا صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں دروازے کے پاس کھڑا ہوتا ہوں اور تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ازواج مطہرات کے حجرے مسجد نبوی کیساتھ لائن میں بنا کر دیئے گئے تھے اور ان حجروں کے نام پر سورت حجرات ہے جو چھبیسویں (۲۶) پارے میں ہے۔پہلا حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا دوسرا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور تیسرا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسی طرح باقی نمبروار تھے چھوٹے چھوٹے حجرے تھے تو فرمایا کہ میں یہاں کھڑا ہوتا ہوں اور تم میری نگرانی میں حجرے میں چلی جاؤ۔اتفاق کی بات ہے کہ دو صحابی حضرت اُسید بن حضیر اور عبادہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

دیکھا کہ ایک آدمی مسجد میں کھڑا ہے اور بی بی جارہی ہے آنحضرت ﷺ نے ان کو آواز دی مَنْ اَنْتُمَا تم کون ہو؟ کہنے لگے کہ عبادہ بن بشر اور اُسید بن حضیر ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے یہ بی بی گزرتے ہوئے دیکھی ہے؟ کہنے لگے ہاں! حضرت ہم نے آپ کو بھی کھڑے ہوئے دیکھا ہے اور بی بی کو بھی جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ فرمایا یہ میری بیوی صفیہ تھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہنے لگے سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے حضرت کیا ہمارے تصور میں بھی ایسی بات آسکتی ہے۔ فرمایا بیشک تمہارے ذہن صاف ہونگے مگر پوزیشن واضح کرنا میرا بھی فرض ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِی مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ "جہاں تک بدن میں خون گردش کرتا ہے وہاں تک شیطان کا اثر ہوتا ہے۔" میں نے خیال کیا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں وسوسہ ڈال دے کہ کون بی بی تھی کیا قصہ تھا اسلئے میں نے تمہارے وہم کو دور کرنے کیلئے بتا دیا ہے کہ یہ میری بیوی صفیہ تھی۔ یہ جو بدگمانیاں ہوتی ہیں یہ بھی بری چیزیں ہیں۔ اس حدیث پر امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ اگر کسی کے قول اور فعل سے لوگوں کو کچھ بدگمانیاں پیدا ہونے کا امکان ہو تو اس کا فریضہ ہے کہ وہ بدگمانیاں خود دور کردے کہ بھائی میری بات کا یہ مطلب ہے اور میرے فعل کا مطلب یہ ہے کیونکہ ہر ایک کا ذہن ایک جیسا نہیں ہوتا اور ہر آدمی اپنی فکر کے مطابق نتیجہ نکالتا ہے۔ دیکھو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کو ہجرت کے موقع پر غار میں لے گئے جب لوگوں کی کچھ آوازیں سنیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! ایسے لگتا ہے کہ کچھ لوگ ہمارے پیچھے آگئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [توبہ: ۴۰] "تو غمگین نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

رافضیوں کے ذہن کی تردید :

مطلب واضح ہے کہ آپ غمگین نہ ہوں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے وہ ہماری حفاظت فرمائیگا اور ہماری مدد کریگا لیکن رافضیوں کا ذہن دیکھو انہوں نے اسکا مطلب نکالا ہے کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ قریب آگئے تو ابوبکر بولے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم یہاں ہیں اور وہ آپ ﷺ کو شہید کر دیں تو آپ ﷺ نے ان کو جھڑک کر فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ ان کے اس نتیجہ نکالنے پر سوال یہ ہے کہ جسطرح آنحضرت ﷺ کے بارے میں سو اونٹ کا اعلان تھا اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اعلان تھا کہ ان کو کوئی زندہ لائے یا سر لے کر آئے سو اونٹ ملیں گے۔ اگر وہ آپ ﷺ کو پکڑوانا چاہتے تھے تو خود بھی تو ساتھ جاتے ان کی بھی تو جان جاتی لہذا یہ مطلب کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ مگر ہر آدمی کی اپنی اپنی سوچ ہے، سمجھ ہے۔

ایک انگریز کی غلط سوچ :

مارگیوس نامی انگریز بڑا زہریلا آدمی ہے، مورخ بھی ہے اور عربی کا بھی بڑا ماہر ہے۔ مسند احمد حدیث کی کتاب ہے جو چھ جلدوں میں ہے۔ میرے خیال میں پورے پاکستان میں چار یا پانچ مولوی ہونگے جنہوں نے تسلسل کے ساتھ مکمل پڑھی ہوا کثر ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت ہوئی تو حدیث دیکھ لی۔ اس انگریز کے سامنے مسند احمد کا ایک ایک حرف ہے۔ وہ ہجرت حبشہ کا نتیجہ نکالتے ہوئے کہتا ہے کہ حبشہ کیطرف جو مرد عورتیں بچے ہجرت کر کے گئے تھے ان کو آنحضرت ﷺ نے اس لئے بھیجا تھا کہ تم حبشہ کے بادشاہ کے آگے جا کر واویلا کرو تا کہ وہ مکے والوں پر حملہ کر کے ان کا صفایا کر دے۔ اب دیکھو یہ بیچارے تو اپنا دین بچانے کیلئے یہاں سے بھاگ کر گئے ہیں لیکن اس نے نتیجہ کیا نکالا

ہے۔تو ہر آدمی اپنے مطلب کا نتیجہ نکالتا ہے لوگوں کے ذہن ایک طرح کے نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ ایک مقدمہ ہوتا ہے مدعی اور گواہوں کے بیان وہی ہوتے ہیں ان پر جرح اور صفائی کا ریکارڈ بھی وہی ہوتا ہے مگر نیچے والا جج اور فیصلہ کرتا ہے، سیشن جج فیصلہ اور کرتا ہے، سپریم کورٹ کا جج فیصلہ اور کرتا ہے حالانکہ فائل وہی ہوتی ہے لیکن ان چیزوں کو تم گوارہ کرتے ہو اور کبھی جج کیخلاف کچھ نہیں کہتے مگر ائمہ کرامؒ اگر اجتہادی مسئلے میں اختلاف کریں تو تم ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ جاتے ہو کہ ایک امام کچھ کہتا ہے دوسرا کچھ کہتا ہے بھئی تمہارے ججوں کے پاس مثلیں وہی ہیں، گواہیاں وہی ہیں، سارا مقدمہ وہی ہے لیکن نیچے والا کچھ فیصلہ کرتا ہے اور اوپر والا کچھ فیصلہ کرتا ہے کیوں؟ ذہن علیحدہ علیحدہ ہیں، سمجھ علیحدہ علیحدہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو الگ الگ سمجھ دی ہے ہر ایک کا ذہن ایک طرح کا نہیں ہوتا بعض ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ ہوا سے بات کو اخذ کر لیتے ہیں اور بعض ساری رات قصہ سنتے رہتے ہیں اور صبح کو پوچھتے ہیں کہ زلیخا مرد کا نام تھا یا عورت کا۔

اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ واپس لوٹ جا اپنے آقا کے پاس اور اس سے ان عورتوں کے متعلق پوچھ کہ جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے کہ ان کا کیا معاملہ ہے تاکہ میری پوزیشن واضح ہو جائے اور لوگوں کی میرے متعلق زبانیں بند ہو جائیں اس گومگو کی حالت میں نکلنا ٹھیک نہیں ہے۔باقی بات آگے آئیگی۔انشاء اللہ تعالیٰ

❁ ❁ ❁

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع

قَالَ کہا بادشاہ نے مَا خَطْبُكُنَّ کیا معاملہ تھا اے بیبیو! اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ جب تم نے مطالبہ کیا یوسف علیہ السلام سے عَنْ نَّفْسِهٖ اس کی خواہش کے بارے میں قُلْنَ ان عورتوں نے کہا حَاشَ لِلّٰهِ پاکی ہے اللہ تعالیٰ کیلئے مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ہم نہیں جانتی اس کے بارے میں کوئی برائی قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ کہا عزیز مصر کی بیوی نے الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اب حق ظاہر ہو چکا ہے اَنَا رَاوَدْتُّهٗ میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا عَنْ نَّفْسِهٖ اسکی

خواہش کے بارے میں وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ اور بیشک وہ البتہ سچوں میں سے
ہے ذٰلِكَ یہ ہے لِيَعْلَمَ تا کہ وہ جان لے اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ بیشک میں
نے خیانت نہیں کی غیر حاضری میں وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ
الْخَآئِنِيْنَ نہیں کامیاب کرتا خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ
اور میں نہیں بری قرار دیتی اپنے نفس کو اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ بیشک نفس
بہت حکم کرتا ہے برائی کا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ مگر جس پر میرا رب مہربانی فرمائے اِنَّ
رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے وَقَالَ الْمَلِكُ
ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اور کہا بادشاہ نے لاؤ تم اسکو میرے پاس اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ خالص
کرلونگا میں اسکو اپنی جان کیلئے فَلَمَّا كَلَّمَهٗ پس جب اس کیساتھ گفتگو کی قَالَ
اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ کہا آج کے دن آپ ہمارے پاس عزت
والے اور امانت والے ہو قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ کہا اس نے
مجھے مقرر کردو زمین کے خزانوں پر اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ بیشک میں حفاظت کرنے
والا جاننے والا ہوں وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا اور اسی طرح ہم نے قدرت دی
لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ یوسف علیہ السلام کو زمین میں يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ
يَشَآءُ ٹھکانہ بناتے تھے اس زمین میں جہاں چاہتے تھے نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا ہم
پہنچاتے ہیں اپنی رحمت مَنْ نَّشَآءُ جسکو چاہتے ہیں وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِيْنَ اور ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکی کرنے والوں کا وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ

خَیْرٌ اور البتہ اجر آخرت کا بہت ہی بہتر ہے لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور تھے وہ متقی۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ بادشاہ نے اپنے خواب کی تعبیر کابینہ سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ ساقی جو رہا ہو کر گیا تھا اس نے کہا کہ مجھے جیل خانے بھیجو وہاں ایک پارسا نیک آدمی ہے اس سے پوچھ کر میں تمہیں بتلاؤں گا جب وہ جیل خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا خواب سنائی انہوں نے تعبیر بھی بتلائی اور تدبیر بھی۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک میری پوزیشن واضح نہیں ہوگی اس وقت تک میں باہر نہیں جاؤں گا چنانچہ بادشاہ نے تحقیق کیلئے زلیخا کو بھی اور ان عورتوں کو بھی بلایا جن کی زلیخا نے دعوت کی تھی۔

مصر کی عورتوں نے یوسفؑ کی پاک دامنی کی گواہی دی :

قَالَ بادشاہ نے ان عورتوں کو کہا مَا خَطْبُکُنَّ تمہارا کیا معاملہ تھا اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِہٖ جب تم نے مطالبہ کیا یوسف علیہ السلام سے اس کی خواہش کے بارے میں۔ وہ قصہ کیا ہے مجھے کچھ سنا دو قُلْنَ ان عورتوں نے کہا جنہوں نے دعوت کھائی تھی حَاشَ لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ ہم نہیں جانتیں یوسف علیہ السلام کے بارے میں کوئی برائی، ہمارے علم میں اس کی کوئی برائی نہیں ہے۔ یہ تو ان عورتوں نے کہا جو دعوت میں شریک تھیں لیکن بات ابھی تک واضح نہیں ہوئی کیونکہ جس کیساتھ معاملہ ہوا تھا یعنی زلیخا وہ تو خاموش ہے۔ دعوت اڑانے والیاں کہتی ہیں کہ ہمارے علم میں اس کی کوئی برائی نہیں ہے لہذا قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ عزیز مصر قطفیر کی بیوی نے کہا اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اب حق ظاہر ہو چکا ہے بات کھل گئی ہے اَنَا رَاوَدْتُّہٗ

میں نے یوسف علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا عَنْ نَّفْسِہٖ اسکی خواہش کے بارے میں قصور میرا تھا۔ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ اور بیشک وہ البتہ سچوں میں سے ہے اسکا کوئی قصور نہیں ہے اب معاملہ بالکل واضح اور صاف ہوگیا ہے۔ کیونکہ دعوت میں شریک عورتوں نے بھی بیان دے دیا یوسف علیہ السلام کی صفائی کا اور زلیخا نے بھی اپنے مجرم ہونے کا اقرار کرلیا اور یوسف علیہ السلام کی صفائی دیدی اور ظاہر بات ہے کہ بادشاہ کی مجلس میں اور لوگ بھی ہونگے سب کے سامنے گفتگو ہوئی۔ اب آگے ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ سے لیکر اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک دو تفسیریں ہیں۔

پہلی تفسیر یہ ہے کہ بیان زلیخا کا ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ ذٰلِکَ یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے کہ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْہُ بِالْغَیْبِ تاکہ میرا خاوند جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں خیانت نہیں کی یعنی جو عین برائی کا فعل تھا وہ میں نے نہیں کیا کیوں؟ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ نہیں کامیاب کرتا خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو لیکن وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اور میں نہیں بری قرار دیتی اپنے نفس کو کہ شرارت تو میری تھی لیکن عین فعل نہیں ہوا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ بیشک نفس بہت حکم دیتا ہے برائی کا اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ مگر جس پر میرا رب مہربانی فرمائے وہی بچ سکتا ہے اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ جب یہ بیان زلیخا کا ہو اور یہ بھی صحیح ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ بیان یوسف علیہ السلام کا ہے تو پھر مطلب اس طرح کا ہوگا کہ یہ بات میں نے کیوں کی ہے کہ عورتوں سے پوچھو۔ ذٰلِکَ یہ بات میں نے اس لئے کی ہے لِیَعْلَمَ تاکہ عزیز مصر جان لے اَنِّیْ لَمْ اَخُنْہُ بِالْغَیْبِ بے شک میں نے

خیانت نہیں کی اسکی غیر حاضری میں اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اور باقی میں اپنے نفس کی صفائی بھی بیان نہیں کرتا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ بیشک نفس بہت حکم دیتا ہے برائی کا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر جس پر میرا رب مہربانی فرمائے۔ اہل حق اہل سنت والجماعت کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بچایا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں :

انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی صغیرہ کبیرہ سے محفوظ ہوتے ہیں اور نبوت ملنے کے بعد تو پھر شان بہت ہی بلند ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے غیر اللہ کے نام پر ایک موٹا تازہ پلا ہوا دنبہ ذبح کیا اس کا گوشت محلے والوں میں تقسیم کیا آنحضرت ﷺ بھی اسی محلے میں تھے گوشت کی ایک پلیٹ آپ ﷺ کو بھی پیش کی گئی۔ لانے والے سے آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیسا گوشت ہے؟ اس نے کہا کہ ہم نے فلاں بت کے نام پر دنبہ ذبح کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ہاتھ لگانے کیلئے بھی تیار نہیں ہوں اسکو لے جاؤ کیونکہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہوتا ہے آپ ﷺ نے نہیں کھایا رد کر دیا اور یہ واقعہ نبوت کے ملنے سے پہلے کا ہے کیونکہ روایت میں قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ کے الفاظ ہیں بعثت سے پہلے۔ نبی تو معصوم ہوتا ہے نیک لوگوں کی بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ تعالیٰ زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے ہیں ان کے پاس اس طرح کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے خوب جھاڑ پلائی۔ کہنے لگے مجھے یہ بتلاؤ بکری کو پیدا کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا اس کے لئے گھاس چارہ کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔

فرمایا بکری جو پانی پیتی ہے وہ کس نے پیدا کیا؟ کہا اللہ تعالیٰ نے۔ ہوا کس نے پیدا فرمائی؟ کہا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ یہ زمین جس پر چلتی پھرتی ہے کس نے پیدا کی ہے؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ رب تعالیٰ کی چیز کو غیر اللہ کے نام پر دیتے ہو لیجاؤ اور بھاگ جاؤ۔ یہ روایت بھی بخاری شریف میں موجود ہے۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی صغیرہ کبیرہ سے محفوظ ہوتے ہیں اور بعد میں بھی۔ اور ایک ہوتی ہے خطاء اجتہادی۔ گناہ اور چیز ہے اور خطا اور چیز ہے، گناہ اور خطا میں فرق ہوتا ہے۔ خطا میں گناہ کرنے کی نیت نہیں ہوتی مثلاً ایک آدمی نے الماری سے قرآن کریم اٹھانے کیلئے ہاتھ ڈالا صحیح پکڑا نہیں گیا نیچے گر گیا نیچے گرانے کا اس کا ارادہ نہیں تھا بیچارے کا ہاتھ صحیح نہیں پہنچا نیچے گر گیا یہ خطا ہے گناہ نہیں ہے۔ اس خطا پر اس بیچارے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں توبہ کرتا ہے استغفار کرتا ہے قرآن کریم کو بوسہ دیتا ہے چومتا ہے اور بوسہ دینا جائز ہے۔ بعض جاہل اس قرآن کریم کیساتھ دانے تول کر دیتے ہیں یہ غلط ہے۔ قرآن کریم ایسی کتاب ہے کہ دانے تو کیا ساری دنیا کے خزانے اس کیساتھ وزن نہیں کیے جاسکتے ہاں ویسے صدقہ کرنا اچھی بات ہے وہ جس چیز کی توفیق ہو کر دے، دانوں کا کر دے، کپڑوں کا کر دے، آٹے کا کر دے، نقد پیسوں کا کر دے مگر قرآن کریم کی دیدہ دانستہ بے حرمتی نہ کرے۔ تو خطا میں ارادہ نہیں ہوتا سورۃ القصص میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ آتا ہے موسیٰ علیہ السلام دوپہر کے وقت کہیں جا رہے تھے کہ دو آدمی جھگڑ رہے تھے ایک موسیٰ علیہ السلام کی برادری کا آدمی تھا اسرائیلی اور دوسرا قبطی فرعون کے باورچی خانے کا انچارج افسر تھا قاف اس کا نام تھا۔ جھگڑا کس بات پر ہو رہا تھا؟ لکڑیوں کا گٹھا تھا یا بھاری قسم کی بوری تھی وہ افسر اس اسرائیلی کو کہتا تھا کہ اسکو اٹھا کر فلاں جگہ پہنچاؤ اس نے کہا کہ میں کمزور آدمی

ہوں نہ یہ بوری مجھ سے اٹھائی جا سکتی ہے نہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا سکتا ہوں اس نے کہا تمہیں اٹھانا پڑے گا۔اس نے کہا میرا قد دیکھ میرا وزن دیکھ کیا میں اٹھا سکتا ہوں اس نے پھر کہا کہ تمہیں اٹھانا پڑے گا اور اسرائیلی کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ قاف بڑا بددیانت افسر ہے یہ سرکاری خزانے سے مزدوروں کی اجرت لے لیتا تھا اور ان سے بیگار کے طور پر کام لیتا تھا اجرت نہیں دیتا تھا۔فرعون کے نام میں بڑی دہشت تھی فرعون کا نام سن کر بیچارے بادل نخواستہ وقت پاس کرتے تھے۔

کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ میں فرعون کے باورچی خانے کا انچارج ہوں اسرائیلی نے کہا کہ تیرا روزانہ کا وطیرہ ہے کہ پیسے جیب میں ڈالتے ہو اور بیگار میں بندہ پکڑ کر اس سے کام کرواتے ہو لہذا پیسے دیکر لے جاؤ اسرائیلی مظلوم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر آواز دی کہ یہ میرے اوپر ظلم کرتا ہے۔ یہ بوری اور گٹھا دیکھو اور میرا قد دیکھو میں نہیں اٹھا سکتا مجھے کہتا ہے کہ اٹھا کر لے چلو اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کا روزمرہ کا وطیرہ ہے کہ پیسے جیب میں ڈالتا ہے اور لوگوں سے جبراً کام لیتا ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے قاف کو کہا کہ بھائی دیکھو یہ کمزور آدمی ہے اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا وہ موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگا تمہارے پیٹ کیلئے تو انتظام کرتا ہوں تم نے بھی تو وہی سے روٹی کھانی ہے۔جب موسیٰ علیہ السلام کے سر چڑھا تو انہوں نے اس کو ایک مکا مارا فَقَضٰی عَلَيْهِ ''پس وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔'' اب دیکھو مکے کیساتھ عادتاً آدمی مرتا تو نہیں ہے اگر مکے سے آدمی مرتا تو محمد علی باکسر لاکھوں پونڈ اور ڈالر کیسے کماتا تو مکا آلہ قتل نہیں ہے اور نہ موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا تھا یہ خطا تھی مگر چونکہ نفس کا قتل تھا اس لئے فرمایا کہ پروردگار! مجھ سے غلطی ہو گئی ہے معاف کر دیں فَغَفَرَ لَهٗ رب تعالیٰ نے معاف کر دیا۔تو خطا میں نافرمانی کا ارادہ نہیں ہوتا اور گناہ میں ارادہ

ہوتا ہے۔تو یوسف علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی فرمایا میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا بیشک نفس برائی کا حکم دیتا ہے مگر جس پر رب مہربانی فرمائے۔چونکہ رب تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اس لئے اس کی مہربانی سے بچا ہوں۔

قرآن پاک میں تین قسم کے نفسوں کا ذکر ہے۔(۱)......ایک نفس اَمّارہ، جو ہر وقت برائی کا حکم کرتا ہے برائی ہی برائی۔

۲)......دوسرا نفس لَوَّامَہ ہے۔یہ وہ ہے کہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ تم نے کیا کیا ہے، کیا کر بیٹھے ہو۔یہ بھی اچھی بات ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھے اور اپنے آپ کو ملامت کرے۔اور

۳)......تیسرا نفس مطمئنہ ہے۔یہ صرف نیکی ہی کرتا ہے۔برائیوں سے بچتا ہے اور رب تعالیٰ کی یاد میں لگا رہتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کی جب شاہی دربار میں سب کے سامنے پوزیشن واضح اور صاف ہوگئی تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اب میں جاؤنگا وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖ اور کہا بادشاہ نے لاؤ اسکو تم میرے پاس سیدھا کہ رہائی کے بعد اِدھر اُدھر نہ جائے تاکہ میں اس کی زیارت کرلوں دیکھ لوں اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ خالص کرلونگا میں اسکو اپنی جان کیلئے۔اس لئے رہائی دلاتا ہوں کہ اتنا نیک اور دیانت دار آدمی ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے فَلَمَّا کَلَّمَهٗ پس جب بادشاہ نے گفتگو کی یوسف علیہ السلام کیساتھ تو قَالَ کہا اس نے اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ بیشک آج کے دن سے آپ ہمارے پاس عزت والے اور امانت والے ہو۔ہم تمہاری امانت و دیانت کو سمجھ گئے ہیں کہ عین شباب ہو اور عورت خود دروازے بند کر کے برائی کی دعوت دے اور آدمی اس حالت میں کہے معاذ اللہ،

اللہ کی پناہ! اس سے بڑھ کر امانت کیا ہوگی۔ پھر گومگو کی حالت میں رہا ہونے کیلئے بھی تیار نہ ہو پوزیشن واضح ہونے کے بعد باہر آئے لہذا آپ بڑے عزت والے ہیں امانت والے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اپنا عہدہ آپ کو دے دوں تاکہ لوگ فائدہ اٹھائیں قَالَ یوسف علیہ السلام نے فرمایا اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ مجھے مقرر کر دو زمین کے خزانوں پر یعنی وزیر خزانہ بنا دو۔ آج تو زراعت کیساتھ صنعت کا زمانہ ہے۔ اس وقت کارخانے وغیرہ نہیں ہوتے تھے صرف زمین کی پیداوار ہوتی تھی مطلب یہ ہے میں زمین کی نگرانی کرونگا جو فصل ہوگی اسکی حفاظت کرونگا اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ بیشک میں حفاظت کرنے والا جاننے والا ہوں۔ بیشک میں حفاظت بھی کرونگا اور اس فن کو جانتا بھی ہوں اصل چکر تو سارا کمائی کے سات سال اور پھر وہ سال ہیں جن میں قحط سالی ہونی ہے اور رب تعالیٰ نے بھائیوں کو لاکر ہاتھ باندھ کے کھڑا کرنا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ اور اسی طرح ہم نے قدرت دی یوسف علیہ السلام کو فِی الْاَرْضِ زمین میں مصر کے ملک میں یَتَبَوَّاُ مِنْهَا ٹھکانہ بناتے تھے اس زمین میں حَیْثُ یَشَآءُ جہاں چاہتے تھے۔ مصر کے سولہ سترہ صوبے ہیں۔ آج اس صوبے میں کل اس صوبے میں پرسوں کسی اور صوبے کی نگرانی کیلئے جاتے تھے دیکھتے کہ کاشت کیسی ہو رہی ہے کس طرح بیجتے (بوتے) ہیں کس طرح سنبھالتے ہیں، نگرانی کرتے تھے نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ ہم پہنچاتے ہیں اپنی رحمت جسکو چاہتے ہیں، ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ اور ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکی کرنے والوں کا۔ آدمی مومن ہو تو اسکو نیکی کا اجر یقیناً دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی نیکی کا صلہ رب تعالیٰ ضائع نہیں کرتے مگر ہم تھوڑ دِلے (کم ظرف) ہیں ہماری خواہش ہوتی ہے کہ ایک ہاتھ سے نیکی کریں تو دوسرے

ہاتھ سے اسی وقت صلہ مل جائے۔ رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ کس کو کب صلہ دینا ہے دے گا ضرور جو اس کے صلے کا اس نے وقت مقرر فرمایا ہے یہ دنیا کا اجر علیحدہ ہے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ اور البتہ اجر آخرت کا بہت ہی بہتر ہے۔ دیکھو قرآن کریم میں یہ مضمون صاف درج ہے کہ جو شخص بھی نیکی کریگا اسکو دنیا میں بھی بدلہ ملے گا اور آخرت میں بھی بدلہ ہوگا اور آخرت کا بدلہ بہت بہتر ہوگا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کیلئے جو مومن ہیں وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور تھے وہ پرہیزگار۔ تو ان کو ضرور اجر ملے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

❁ ❁ ❁

وَجَآءَ اِخْوَةُ

يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ ؕ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا ۚ وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۶۶﴾

وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ اور آئے یوسف علیہ السلام کے بھائی فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ پس وہ ان کے پاس داخل ہوئے فَعَرَفَهُمْ تو یوسف علیہ السلام نے ان کو

پہچان لیا وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اور وہ بھائی ان کو نہ پہچان سکے وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ اور
جب ان کو تیار کیا بِجَهَازِهِمْ ان کے سامان کیساتھ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ فرمایا
لانا میرے پاس اپنے بھائی کو مِّنْ اَبِيْكُمْ جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے اَلَا
تَرَوْنَ کیا تم نہیں دیکھتے اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ بیشک میں پورا ناپ کر دیتا ہوں
وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ اور میں بہترین میزبانی کرنے والا ہوں فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ
بِهٖ پس اگر تم نہ لائے اس کو میرے پاس فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ پس نہیں ہوگا
اناج تمہارے لئے میرے پاس وَلَا تَقْرَبُوْنِ اور میرے قریب بھی نہ آنا قَالُوْا
انہوں نے کہا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ بتاکید ہم مطالبہ کریں گے اس کے بارے میں
اس کے والد سے وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ اور بیشک البتہ یہ کام ہم کریں گے وَقَالَ اور کہا
یوسف علیہ السلام نے لِفِتْيٰنِهِ اپنے نوجوانوں سے اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ رکھدو ان
کا سامان فِيْ رِحَالِهِمْ ان کے سامانوں میں لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ شاید کہ وہ اسکو
پہچان لیں اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ جب کہ لوٹیں گے وہ اپنے گھر کے افراد کی
طرف لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى
اَبِيْهِمْ پس جب وہ لوٹے اپنے باپ کی طرف قَالُوْا کہنے لگے يٰٓاَبَانَا اے
ہمارے ابا جان مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ روک دیا گیا ہم سے اناج فَاَرْسِلْ
مَعَنَآ اَخَانَا پس بھیج دیں ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نَكْتَلْ ہم اناج لائیں گے
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور بیشک ہم اسکی البتہ حفاظت کرنے والے ہیں قَالَ فرمایا

یعقوب علیہ السلام نے هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ میں نہیں اعتبار کرتا تمہارا اس کے بارے میں اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مگر جیسا کہ میں نے اعتبار کیا تھا تمہارا اس کے بھائی کے بارے میں مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ پس اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ اور جب کھولا انہوں نے اپنے سامان کو وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ پایا انہوں نے اپنی پونجی کو رُدَّتْ اِلَيْهِمْ لوٹا دی گئی ہے ان کی طرف قَالُوْا کہنے لگے يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا جان مَا نَبْغِيْ ہم کیا چاہتے ہیں هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا یہ ہماری پونجی ہے رُدَّتْ اِلَيْنَا لوٹا دی گئی ہے ہماری طرف وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا اور ہم اناج لائیں گے اپنے گھر والوں کے لئے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور ہم حفاظت کریں گے اپنے بھائی کی وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ اور ہم زیادہ لائیں گے ایک اونٹ کا بوجھ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یہ بوجھ تو بہت تھوڑا ہے قَالَ فرمایا یعقوب علیہ السلام نے لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ ہرگز نہیں بھیجوں گا تمہارے ساتھ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا یہاں تک کہ تم دو گے مجھے وعدہ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ کہ البتہ تم ضرور لاؤ گے اسکو میرے پاس اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ مگر یہ کہ تم سب کو گھیر لیا جائے فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پس جب دیا انہوں نے اپنے باپ کو وعدہ اپنا قَالَ فرمایا اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ اللہ تعالیٰ اس بات پر جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہے۔

قحط سالی کے اثرات کا کنعان تک پہنچنا اور یعقوبؑ کا بیٹوں کو گندم لینے بھیجنا :

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ چلا آ رہا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام وزیر خزانہ بنے انہوں نے ہر ہر صوبے میں ہر ہر ضلع میں ہر ہر تحصیل میں گندم کا خوشوں سمیت ذخیرہ کرایا سات سال تک اس کے بعد پھر قحط والے سال شروع ہوئے ایک آدھ سال گزرا کنعان کے علاقے میں بھی قحط سالی ہوئی یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام رہتے تھے آجکل اس کا نام الخلیل ہے، القدس ہے۔ یہ شام، اردن، فلسطین اور جو علاقہ اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا علاقہ اس وقت شام اور ارض مقدس کہلاتا تھا ان علاقوں میں بھی قحط سالی ہوئی لوگوں کو پتہ چلا کہ مصر میں پیسوں کیساتھ دانے ملتے ہیں ہر آدمی کو ایک اونٹ کا بوجھ ملتا ہے قحط کے دنوں میں دانوں کا مل جانا بڑی بات ہے چاہے پیسوں کیساتھ ملیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے تین سو نوے (۳۹۰) افراد تھے۔ پورا دیہات تھا گیارہ بیٹے ان کے پاس رہتے تھے فرمایا یہ لوگ جا کر مصر سے دانے لاتے ہیں بیٹو! تم بھی جاؤ کبھی کھانے کو ملتا ہے کبھی نہیں ملتا بھوک ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بھائی گندم لینے کیلئے چلے بنیامین کو یعقوب علیہ السلام نے نہیں بھیجا فرمایا یہ میرے پاس رہے گا تم جاؤ اور دانے لیکر آؤ۔ یاد رکھنا! مسئلہ یہ ہے کہ مومن آدمی دیانتداری کیساتھ تجارت کرے کسی محلے میں اس نیت کیساتھ دوکان کھولے کہ لوگوں کو سہولت ہوگی اور مجھے نفع بھی حاصل ہوگا کیونکہ تجارت نفع کے بغیر نہیں ہے تو ایسے شخص کو پیسے بھی ملیں گے اور ثواب بھی ملے گا اور اگر صرف لوگوں کو لوٹنے کیلئے دوکان ڈالی ہے تو پھر یہ نیت اس کیساتھ ہے۔ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات** ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' حضرت یوسف علیہ السلام کے

بھائی اور دیگر قافلے والے لوگ بھی کنعان سے چلے۔ تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں کنعان سے مصر کی مسافت آٹھ دن کی بھی لکھی ہے اور دس دن کی بھی لکھی ہے۔

یوسفؑ نے بھائیوں کو پہچان لیا، وہ نہ پہچان سکے:

دانے لینے کیلئے جو بھی آتے تھے ان کا باقاعدہ ریکارڈ ہوتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے منشیوں کو حکم تھا کہ جو بھی آئے اس کا نام پتہ درج کرو کہ کس علاقے سے آئے ہیں کتنے افراد ہیں، کیا نام ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دفتر میں بیٹھے تھے ان کے دس بھائی بھی آئے، داخل ہوتے ہی یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے اس کا ذکر ہے۔ وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ ۔ اِخْوَةٌ اَخٌ کی جمع ہے بمعنٰی بھائی اِخْوَةٌ کا معنٰی ہے بہت سارے بھائی۔ معنٰی ہوگا اور آئے یوسف علیہ السلام کے بھائی فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ پس وہ ان کے پاس داخل ہوئے دفتر میں فَعَرَفَهُمْ پس یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اور وہ بھائی ان کو نہ پہچان سکے۔ نہ پہچاننے کی ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بھائیوں کی عمریں پکی تھیں اور پکی عمر والے کا حلیہ کم بدلتا ہے اور یوسف علیہ السلام کو جب انہوں نے کنویں میں ڈالا تھا ایک روایت کے مطابق ان کی عمر سترہ سال بتاتے ہیں ابھی داڑھی بھی پوری نہیں آئی تھی پھر داڑھی آئی درمیان میں کافی سال گذر گئے ان کا حلیہ بدلا پہچان نہ سکے۔

دوسری وجہ یہ لکھتے ہیں کہ وہ باقاعدہ پوچھتے تھے تم کون ہو، کیا نام ہے، باپ کا کیا نام ہے، کہاں سے آئے ہو؟ اور افسر کو حق پہنچتا ہے کہ وہ پوچھے لیکن عام آدمی افسر سے نہیں پوچھ سکتے کہ تمہارا کیا نام ہے اور تمہارے والد صاحب کا کیا نام ہے، کہاں کے رہنے والے ہو؟ تو جس وقت یوسف علیہ السلام سے انہوں نے ملاقات کی پوچھا کہاں سے آئے

ہو؟ کہنے لگے کنعان کے علاقے سے۔ پوچھا وہاں کیا کرتے ہو؟ کہنے لگے ہمارے والد ہیں جنکا نام یعقوب (علیہ السلام) ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں ہم ان کی خدمت کرتے ہیں پوچھا تم سب بھائی ہو؟ کہنے لگے ہاں ہم سب بھائی ہیں۔ پوچھا اور بھی کوئی تمہارا بھائی ہے؟ کہنے لگے ہاں ایک چھوٹا بھائی ہے ابا جی نے اسکو نہیں آنے دیا۔ کیوں نہیں آنے دیا؟ کہنے لگے بس ان کی مرضی ایک ہمارا بھائی اور تھا وہ ضائع ہو گیا ہے، گم ہو گیا ہے اس کا کوئی پتا نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی بڑی خدمت کی۔ اولاً تو اس لئے کہ پیغمبر سے بڑھ کر کسی کا اخلاق نہیں ہوتا ہر ایک سے اچھے سلوک کیساتھ پیش آتا ہے اور پھر یہ تو بھائی تھے خونی رشتہ تھا بڑی خدمت کی۔

ہر آدمی کی خدمت اس کی حیثیت کے مطابق ہونی چاہئے :

حدیث پاک میں آتا ہے اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ''لوگوں کیساتھ ایسا برتاؤ کرو جو ان کی شان کے لائق ہو۔'' ابوداؤد شریف میں روایت آتی ہے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی کہ اتنے میں ایک سائل آیا اس نے سوال کیا حضرت عائشہؓ نے اپنی لونڈی خادمہ سے فرمایا کہ بیٹی چنگیر میں جو روٹی ہے پوری ہے یا آدھی ہے اس مانگنے والے کو دیدو۔ تھوڑی دیر گزری کہ ایک اور آدمی آیا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اور فلاں جگہ سے آیا ہوں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ فوراً اس کیلئے چارپائی کا انتظام کرو اس پر چادر بچھاؤ اس پر ان کو بٹھاؤ اور انکا احترام کرو۔ وہ عورت جو پاس بیٹھی تھی اس نے کہا ام المومنین آپ تو سب مومنوں کی ماں ہیں جو مانگنے والا تھا وہ بھی آپ کا بیٹا ہی تھا اس کو آپ نے آدھی روٹی پر ٹرخا دیا اور اس کیلئے چارپائی بستر ے کا اہتمام کر رہی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے حدیث کا حوالہ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ '' جیسی جیسی کسی کی شان

ہواسی کے مطابق اس کیساتھ برتاؤ کرو۔'' یہ مانگنے والا ہر ہر دروازے پر جاتا ہے اور مانگتا ہے اور یہ شخص صرف ہمارا ہی مہمان ہے لہذا دونوں میں فرق ہونا چاہئے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ ''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان لاتا ہے پس چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' تو مہمان کی عزت اس کے ایمان میں داخل ہے اور جو مہمان پر خرچ ہوگا اسکو ثواب ملے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ اور جب ان کو تیار کیا بِجَهَازِهِمْ ان کے سامان کیساتھ اور رخصت کیا قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ فرمایا آئندہ آؤ گے تو اپنے بھائی کو بھی میرے پاس لانا جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ انہوں نے بتلایا تھا کہ ہمارا ایک اور بھائی بھی ہے اسکو باپ نے نہیں آنے دیا اَلَا تَرَوْنَ کیا تم دیکھتے نہیں اَنِّیْ اُوْفِی الْكَيْلَ بیشک میں پورا ماپ کر دیتا ہوں وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ اور میں بہترین میزبانی کرنے والا ہوں۔ مُنْزِلٌ کا معنٰی ہوتا ہے میزبان، میں میزبانوں میں سے بہترین میزبان ہوں تم نے میری میزبانی کا اندازہ لگالیا ہوگا لہذا آئندہ اس کو بھی ساتھ لیکر آنا۔ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ پس اگر تم نہ لاؤ گے اس کو میرے پاس فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ پس نہیں ہوگا اناج تمہارے لئے میرے پاس، تمہیں بھی دانے نہیں ملیں گے وَلَا تَقْرَبُوْنِ اور میرے قریب بھی نہ آنا۔ کچھ رغبت دلائی اور کچھ دھمکی بھی دی تاکہ آئندہ وہ بھائی کو لے آئیں یہ سب اس چیز کی تمہید تھی کہ آئندہ آئیں گے عاجزی کا اظہار کریں گے اور بالآخر یعقوب علیہ السلام کیساتھ بھی ملاقات ہوگی۔ قَالُوْا بھائیوں نے کہا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ بتاکید ہم مطالبہ کریں گے اس کے بارے میں اس کے والد سے، ہم ساتھ لانے کیلئے ابا جان سے ضرور مطالبہ کریں گے کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ اور

بیشک البتہ یہ کام ہم کریں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اجازت تھی کہ چاہیں تو کسی کو دانے مفت دیں رقم نہ لیں یہ اختیار ان کے پاس تھا آخر وزیر خزانہ تھے وَقَالَ اور فرمایا یوسف علیہ السلام نے لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوْا اپنے نوجوانوں سے جو خادم تھے رکھدو بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ ان کا سامان ان کے سامانوں میں۔ بضاعت کا معنیٰ سرمایہ، پونجی، رقم، راس المال۔ تو فرمایا کہ ان دس سے ہم نے رقم نہیں لینی لہذا ان کی رقم کسی حیلے بہانے سے ان کے سامان میں رکھ دینا۔ وہ رقم کیا تھی؟ تفسیروں میں مختلف باتیں ہیں اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ دراہم دینار تھے جو اس زمانے کا سکہ تھا وہ تھیلے میں تھے پہلے وہ رقم انہوں نے گن کر ان سے وصول کی پھر خادموں کو حکم دیا کہ خاموشی کیساتھ ان کے سامان میں رکھ دینا کہ ان کو پتہ نہ چلے لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ شاید کہ وہ اپنے اس سرمائے کو پہچان لیں اِذَا انْقَلَبُوْآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ جب کہ لوٹیں گے وہ اپنے گھر والوں کی طرف لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں۔

یوسفؑ کی دوبارہ بھائیوں کو بلانے کی تدبیر:

یہاں پر اسکی دو تفسیریں منقول ہیں ایک یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے جو بیٹے تھے گو ان سے یوسف علیہ السلام کے بارے میں کوتاہی ہوئی تھی لیکن پیغمبر کی اولاد تھے حلال حرام کو سمجھتے تھے تو یوسف علیہ السلام نے یہ تعبیر کی کہ وہ جس وقت اپنی بوریوں سے اناج نکالیں گے تو یہ رقم بھی ملے گی تو اسکو کھائیں گے نہیں کہ یہ رقم ہماری نہیں ہے غلطی سے واپس آگئی ہے لازماً وہ یہ رقم واپس لائیں گے اور جب رقم واپس لائیں گے تو میرا بھائی بھی ساتھ لائیں گے اس طرح میرا بھائی مجھے جلدی ملے گا۔

اگر کسی آدمی کے پاس ایسی رقم ہو کہ جس کا مالک معلوم نہیں تو کیا کرے؟

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس کسی آدمی کی رقم ہے اگر اس کا مالک معلوم ہو یا اس کا شرعی وارث معلوم ہو تو وہ رقم اس کو پہنچانی ضروری ہے چاہے وہ قریب ہو یا بعید ہو۔ جلدی پہنچا سکے یا دیر سے بہر حال رقم اسکو پہنچانی ہے۔ اور اگر مالک کا یا اس کا شرعی وارث معلوم نہ ہو تو اس سلسلے میں طویل بحث ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷜ اَفْقَہُ الْاُمَّت ہیں یعنی امت میں سب سے بڑے فقیہ ہیں چھٹے نمبر پر مسلمان ہونیوالے ہیں پوری امت میں پہلے نمبر کے مفسر قرآن ہیں، یہ منڈی تشریف لے گئے وہاں غلاموں اور لونڈیوں کے علاوہ اور بہت کچھ بکتا تھا انہوں نے ایک لونڈی خریدی، ایجاب قبول ہو گیا اور شریعت میں ایجاب قبول ہوتے ہی ملک دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز اتنے میں تجھے دی اس نے کہا میں نے قبول کر لی بس اب یہ قبول کرنے والا شرعاً اس کا مالک بن گیا ہے شرعاً تحریر اور رجسٹری وغیرہ جو اس وقت ہیں یہ ملکیت کیلئے ضروری نہیں ہیں۔ تو ایجاب وقبول ہو گیا لونڈی قبضے میں آ گئی رقم دینے لگے تو آدمیوں کا ایسا ٹھیلہ (ریلہ) آیا کہ جس کو رقم دینی تھی وہ اِدھر اُدھر ہو گیا حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷜ نے اسکو تلاش کرنے کیلئے بڑا زور لگایا اعلان کرتے رہے ڈھونڈتے رہے کہ بھائی میں نے باندی خریدی ہے اس کا مالک بتاؤ مگر مالک نہ ملا۔ بخاری شریف میں واقعہ ہے کہ بڑے پریشان ہوئے کہ اے پروردگار! میں بدنیت نہیں ہوں حرام خور نہیں ہوں شرعاً میں لونڈی کا مالک ہو چکا ہوں پیسے دینے کی بڑی کوشش کی ہے لیکن مالک نہیں ملتا میں کیا کروں جب مالک کسی طرح نہ مل سکا تو انہوں نے وہ رقم صدقہ کرنے کے بعد عرض کی اے پروردگار! اس صدقے کو اس آدمی کے کھاتے میں شامل کر لے۔ اسی پر فقہاء کرامؒ

فرماتے ہیں کہ اگر مالک یا اس کا شرعی وارث معلوم نہ ہو تو وہ رقم اس آدمی کی طرف سے کسی غریب مسکین کو صدقہ کر دو۔ اس رقم کو مسجد، قبرستان یا عیدگاہ وغیرہ پر لگانا درست نہیں ہے بلکہ اس کا مصرف یہ مسکین ہے اور یہ نیت کرے کہ اے پروردگار! اس کا ثواب اس کے مالک کے کھاتے میں ڈال دے، طالب علم کو بھی دے سکتے ہیں۔ تو اس کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ رقم وہ نہیں کھائیں گے بلکہ واپس پہنچائیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ میرا بھائی بھی ساتھ آئے گا تو میں اس کو جلدی دیکھ لوں گا۔

اور دوسری تفسیر یہ لکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے ان سے سن بھی لیا تھا اور ویسے بھی جانتے تھے کہ یہ غریب ہیں اگر یہ رقم واپس نہ بھیجی تو ممکن ہے نئی رقم حاصل کرنے میں وقت لگ جائے اور یہ رقم جب ان کو مل جائے گی تو جلدی واپس آجائیں گے قِیْلَ اور رُوِیَ کیساتھ یہ تفسیر بھی منقول ہے فَلَمَّا رَجَعُوْآ اِلٰٓی اَبِیْهِمْ پس جب وہ لوٹے اپنے باپ کی طرف۔ دس بھائی اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس آئے قَالُوْا یٰٓاَبَانَا کہنے لگے اے ہمارے ابا جان! مُنِعَ مِنَّا الْکَیْلُ. کیل کا لفظی معنٰی ہے پیمانے میں ماپنا، اور یہاں وہ چیز مراد ہے جو پیمانے میں آئے گی دانے وغیرہ۔ معنٰی ہوگا روک دیا گیا ہم سے اناج، ہمیں دانے ماپ نہیں ملیں گے فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا پس تو بھیج دے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو نَکْتَلْ ہم اناج لائیں گے یعنی دانے ماپ کرلائیں گے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور بیشک ہم اسکے البتہ حفاظت کرنے والے ہیں نگران ہیں۔ تمہیں یاد ہوگا کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد محترم سے سوال کیا تھا کہ ابا جی کل ہم سیر کرنے جائیں گے اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا آپ کل اسکو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ یَرْتَعْ۔ رَتَعَ کا لفظ جب جانوروں کیلئے بولا جائے تو معنٰی ہوتا ہے چرنا اور رَتَعَ کا لفظ

جب انسانوں کیلئے بولا جائے تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے جنگلی پھل کھانا کہ ہمارے ساتھ جائے گا تو جنگلی پھل کھائے گا وَیَلۡعَبۡ اور کھیلے گا وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ اور بیشک ہم اسکی حفاظت کریں گے۔ وہاں بھی حٰفِظُوۡنَ کا لفظ بولا اسی کا یعقوب علیہ السلام حوالہ دے رہے ہیں۔ قَالَ فرمایا یعقوب علیہ السلام هَلۡ اٰمَنُكُمۡ عَلَيۡهِ میں نہیں اعتبار کرتا تم پر اس بنیامین کے بارے میں اِلَّا كَمَاۤ اَمِنۡتُكُمۡ عَلٰۤى اَخِيۡهِ مگر جیسا کہ میں نے اعتبار کیا تھا تمہارا اس کے بھائی یوسف علیہ السلام کے بارے میں مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے۔ اس وقت بھی تم نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ کہا تھا۔ تمہاری حفاظت مجھے معلوم ہے تم کیا حفاظت کرو گے فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ پس اللہ تعالیٰ بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے بڑا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ مہربان ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کیساتھ کچھ عورتیں بھی تھیں وہ بیچاریاں کھانا پکانے کیلئے ساتھ ہوتی تھیں۔ ایک عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا کھلی جگہ پر اس نے پتھروں کا چولہا بنایا تا کہ کھانا تیار کیا جاسکے ہوا بڑی تیز تھی دوسری طرف سے آگ کا شعلہ آیا تو اُدھر سے ہٹ کے بیٹھ گئی اُدھر سے شعلہ آیا دوسری طرف ہٹ کے بیٹھ گئی جسطرف سے شعلہ آتا ہٹ کے دوسری جانب بیٹھ جاتی اس کے ذہن میں خیال آیا کہ میں تو ماں ہوں مجھے اپنے بچے پر اتنی شفقت ہے کہ اسکو بچانے کیلئے آگ کے چاروں طرف پھر لیا ہے کہ آگ میں جلانا اسکو پسند نہیں کرتی کیا اللہ تعالیٰ کی ذات میں مخلوق کیلئے اتنی بھی شفقت نہیں ہے جتنی میری شفقت اپنے بچے کیلئے ہے بخاری شریف میں روایت ہے کہ وہ بی بی آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی حضرت! میں چولہے پر کھانا پکا رہی تھی اور میری

گود میں بچہ تھا اُس طرف سے ہوا چل رہی تھی جب آگ کے شعلے میری طرف آتے تو میں کبھی اِدھر کو ہو جاتی اور کبھی اُدھر کو ہو جاتی تھی تو حضرت! یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی رحمت بھی نہیں کریگی جتنی ماں میں اولاد کیلئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِابْنِہٖ ''اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرنے والا ہے اپنے بندوں پر بہ نسبت ماں کے اپنے بیٹوں کیساتھ۔'' اس بی بی نے کہا پھر خیر صلاً ہے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے ہیں ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں ایک حصہ ساری مخلوق پر تقسیم کیا ہے انسان، حیوانات، جنات جو آپس میں پیار محبت کرتے ہیں اسی ایک حصے کیوجہ سے کرتے ہیں۔ ''شمس المعارف'' تعویزوں کی کتابوں میں بڑی کتاب ہے۔ علامہ بونیؒ بڑے بزرگ ہیں اس میں وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اسکو دشمنوں کی زد سے بچائے گا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ انہوں نے سامان کھولا وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَھُمْ اور جب کھولا انہوں نے اپنے سامان کو، دانوں کی بوریاں کھولیں وَجَدُوْا بِضَاعَتَھُمْ پایا انہوں نے اپنی پونجی اور سرمائے کو رُدَّتْ اِلَیْھِمْ لوٹا دی گئی ہے ان کی طرف وہ درہم اور دنانیر کا تھیلہ درمیان سے نکل آیا قَالُوْا خوشی کیساتھ کہنے لگے یٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِیْ اے ہمارے ابا جان! ہم کیا چاہتے ہیں اور ہمیں کیا چاہیئے پیسے بھی آگئے اور دانے بھی آگئے ھٰذِہٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا یہ ہمارا سرمایہ، پونجی اور رقم لوٹا دی گئی ہے ہماری طرف وَنَمِیْرُ اَھْلَنَامِیْرَہ مِیْم مکسور کیساتھ بمعنی خوراک کے ہے۔ معنیٰ ہوگا اور ہم اناج لائیں گے خوراک لائیں گے اپنے گھر کے افراد کیلئے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے وَنَزْدَادُ کَیْلَ بَعِیْرٍ اور ہم زیادہ لائیں گے ایک اونٹ کا

بوجھ۔ پہلے ہم دس تھے انہوں نے دس اونٹوں پر دانے رکھ کر دیئے اب ہم گیارہ ہوں گے تو ہمیں وہ گیارہ اونٹوں پر اناج دیں گے ذٰلِکَ کَیْلٌ یَّسِیْرٌ یہ بوجھ تو بہت تھوڑا ہے۔ یہ ایک اونٹ کا بوجھ دینا عزیز مصر کیلئے بہت آسان ہے وہ بڑا سخی آدمی ہے۔

اور یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ ابا جی! اگر ہم دس اونٹوں کا بوجھ لاتے ہیں تو یہ تو تھوڑا سا ہے یہ کتنے دن رہے گا۔ مستدرک حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے اہل خانہ سب چھوٹے بڑے ملا کے تین سو نوے (۳۹۰) افراد تھے بڑا خاندان تھا پھر ہوں بھی سارے کھانے پینے والے تو خرچ کا اندازہ تم خود لگا لو اسلئے تم اس کو ضرور بھیجو۔ قَالَ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ میں ہرگز نہیں بھیجوں گا اسکو تمہارے ساتھ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ۔ مَوْثِقٌ کا معنی وثیقہ، اعتماد، وعدہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تم دو گے مجھے وعدہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر، اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر میرے ساتھ تم عہد و پیمان کرو کس بات کا لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ البتہ تم ضرور لاؤ گے اسکو میرے پاس کوئی مکر اور حیلہ نہیں کرو گے کوئی شرارت نہیں کرو گے۔ ہاں اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ مگر یہ کہ تم سب کو گھیر لیا جائے تم سب کسی گرفت میں آ جاؤ پھر سمجھیں گے کہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اگر خود تم جیتے جاگتے آ جاؤ اور اسکو تم ادھر ادھر کرو تو پھر تو تمہاری ہی شرارت سمجھی جائیگی فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پس جب دیا انہوں نے اپنے باپ کو وعدہ اپنا۔ اے ابا جان! ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر رب تعالیٰ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتے ہیں ہم انشاء اللہ العزیز بھائی کی حفاظت کریں گے اور اسکو ضرور لائیں گے قَالَ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ لفظ اللہ قال کا فاعل نہیں ہے بلکہ مقولہ ہے۔ اَللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ اللہ تعالیٰ اس بات پر جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہے، گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ سمجھنا اور اپنی طرف سے کوئی

شرارت نہ کرنا لے جاؤ اس بھائی کو بھی ۔ بقیہ واقعہ آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

9

وَقَالَ يٰبَنِيَّ

لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع

وَقَالَ اور فرمایا یعقوب علیہ السلام نے یٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ نہ داخل ہونا ایک دروازے سے وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا جدا جدا دروازوں سے وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ اور میں کفایت نہیں کرسکتا تم سے مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے سے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ تعالیٰ کا عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اسی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جس وقت وہ داخل ہوئے مِنْ حَيْثُ جہاں سے اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ حکم دیا تھا ان کے والد نے مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ نہیں تھے وہ کہ بچا سکتے انکو مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز سے اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ مگر ایک ارمان تھا یعقوب علیہ السلام کے جی میں قَضٰىهَا جو انہوں نے پورا کیا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ اور بیشک وہ علم والے تھے

لِمَا عَلَّمْنٰهُ اس وجہ سے کہ ہم نے ان کو سکھایا تھا وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ جب پہلی مرتبہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اناج لینے کیلئے مصر سے کنعان پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ انکو پہچان گئے اور یہ نہ پہچان سکے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی بڑی عزت کی احترام کیا گھر کے حالات پوچھے اور یہ بھی پوچھا کہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ انہوں نے سارا کچھ بتلایا کہ ہمارا ایک بھائی اور بھی ہے۔ فرمایا آئندہ جب آنا تو اس کو بھی ساتھ لانا انہوں نے اپنے والد صاحب کو آمادہ کیا کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجو ہم گندم زیادہ لائیں گے اور اس کے بغیر ہمیں اناج نہیں ملے گا بیٹوں نے جب پورا اطمینان دلایا تسلی دی تو حضرت یعقوب علیہ السلام مطمئن ہو گئے اور ساتھ بھیج دیا۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا دوسری مرتبہ جانا :

اب یہ دوسری دفعہ کنعان سے مصر جا رہے ہیں جو آٹھ یا دس دن کی مسافت پر تھا بڑا قافلہ تھا ان کیساتھ اور لوگ بھی تھے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا وَقَالَ اور فرمایا یعقوب علیہ السلام نے یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو! لَا تَدْخُلُوْا مِنْ م بَابٍ وَّاحِدٍ نہ داخل ہونا ایک دروازے سے۔ پہلے زمانے میں شہروں کے ارد گرد دیوار ہوتی تھی جسکو فصیل اور سُوْرُ البلاد کہتے تھے اس سے داخل ہونے کے مختلف دروازے ہوتے تھے جسطرح گوجرانوالہ میں سیالکوٹی دروازہ ہے، کھیالی دروازہ ہے ،لاہوری دروازہ ہے۔ اسی طرح لاہور میں دلی دروازہ ہے، ملتانی دروازہ ہے اسی طرح

مصر کے بھی بہت سارے دروازے تھے ۔ فرمایا ایک دروازے سے داخل نہ ہونا وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا جدا جدا دروازوں سے، بکھرے ہوئے دروازوں سے داخل ہونا دو تین بھائی ایک دروازے سے دو تین دوسرے دروازے سے اس طرح بکھر کے جانا اور بیٹو یاد رکھو! وَمَآ اُغۡنِیۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ اور میں کفایت نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے سے، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتا کیوں؟ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ تعالیٰ کا حکم وہی ہوگا جو رب تعالیٰ نے دینا ہے عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں وَعَلَيۡهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ اور اسی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ سبق کیوں دیا کہ ایک دروازے سے داخل نہ ہونا؟

نظر کا لگ جانا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کوئی نہیں بچ سکتا :

تفسیروں میں ایک بات یہ لکھی ہے کہ نظر بد سے بچنے کیلئے کہ ماشاء اللہ سارے صحتمند خوبصورت جوان ہو کہیں نظر بد نہ لگ جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلۡعَيۡنُ حَقٌّ وَلَهٗ رُقۡيَةٌ ''نظر کا لگ جانا حق ہے اور اس کا دم بھی ہے۔'' نظر کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو دیکھے کہ یہ اتنا صحت مند ہے اتنا خوبصورت ہے اتنا مالدار ہے اتنا قابل لائق ہے یعنی ان چیزوں پر تعجب کا اظہار کرے یہ جب تعجب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس میں عیب پیدا کر دیتے ہیں کہ ان کمالات میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہے یہ میرے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ دینے پر بھی قادر ہے اور لینے پر بھی قادر ہے :

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بتلاتے ہیں کہ دیکھو جس نے کمال دیا ہے وہ زائل بھی کر سکتا

ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب انسانوں کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سورج گرہن اور چاند گرہن کر دیتا ہے یہ بتلانے کیلئے کہ اپنی صحت اور حسن وکمال پر گھمنڈ کرنے والو، برائیاں کرنے والو باز آ جاؤ جس رب نے سورج کو روشنی دی تھی تمہارے سامنے سلب کر لی ہے چھین لی ہے، جس نے چاند کو چمک دی تھی دیکھتے نہیں ہو اس نے چمک چھین لی ہے۔

حضرت سید حسین احمد مدنیؒ بعض اوقات یہ شعر پڑھتے تھے......

؎ حسن والے حسن کا انجام دیکھ

ڈوبتے سورج کو بوقت شام دیکھ

یہ کمالات جو رب تعالیٰ نے کسی کو دیئے ہیں یہ رب تعالیٰ کا عطیہ ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کی قدر کرنی چاہئے۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا نظر بد سے بچنے کیلئے ماشاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ پڑھو نظر بد نہیں لگے گی اور اگر لگ گئی تو یہ پڑھ کر دم کرو باقی ایک بات یہاں اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر ہم پھونکیں ماریں اور اثر نہ ہو یا فوراً اثر نہ ہو تو یہ ذہن ہرگز نہ بنانا کہ رب تعالیٰ کے کلام میں اثر نہیں ہے اور یہ نظریہ قائم نہ کرنا کہ العیاذ باللہ آنحضرت ﷺ نے صحیح نہیں بتلایا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں اثر ہے اور آپ ﷺ کی زبان بھی سچی ہے کمی کوتاہی ہم میں ہے ہمارے عقیدے کمزور ہیں ایمان بڑا کمزور ہے ہماری خوراک حرام نہ سہی مشکوک تو ضرور ہے اور

دعا کی قبولیت کیلئے رزق حلال شرط ہے :

دعاؤں کی قبولیت کیلئے بنیادی شرط رزق حلال ہے اور دم بھی دعا ہے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک

لقمہ بھی حرام کا کھایا تو چالیس دن اور چالیس راتیں دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے تو خیر پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں ایک لقمے کی تو بات ہی نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے یہ روایت نقل فرمائی ہے اور فرماتے ہیں بِاِسْنَادٍ لَابَاسَ بِہٖ صحیح سند ہے۔ اور بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ لوگ دور دراز سے سفر کرتے ہیں (آج تو سفر بڑا آرام دہ ہوگیا ہے اس وقت پسینہ سر سے پاؤں تک ٹپکتا تھا گرد وغبار ان کے کپڑوں پر اور سر اور پاؤں پر پڑتا تھا۔) فرمایا دور دراز کا سفر کرتے ہیں کعبۃ اللہ پہنچتے ہیں کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں کعبۃ اللہ کا غلاف پکڑتے ہیں اور یَارَبِّ یَارَبِّ دعائیں کرتے ہیں فرمایا مَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام اس کا لباس حرام ایسے شخص کی دعا کہاں سے قبول کی جائے گی۔ کعبے میں بھی قبول نہیں ہوتی اس لئے کہ دعاؤں کی قبولیت کیلئے، نمازوں کی قبولیت کیلئے حلال کھانا شرط ہے حرام سے بچنا شرط ہے لیکن آج حالات ہی اتنے خراب ہو گئے کہ الامان والحفیظ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئیگا کہ اگر کوئی شخص حرام سے بچنا چاہے گا بھی تو حرام کا دھواں دھکے سے اس کے ناک میں گھسے گا۔

بینک میں پیسے رکھنا مجبوری ہے :

آج حالات ایسے ہیں کہ لوگ مجبور ہیں اگر کسی کے پاس چار پیسے جمع ہو جاتے ہیں خوشی غمی کیلئے تو وہ مجبوراً بینک میں رکھتے ہیں کہ چور ڈاکو نہیں چھوڑتے۔ مگر جائز سمجھ کر نہ رکھیں بینک میں رکھنا ناجائز ہے کیونکہ بینک والے رقم سے سودی کاروبار کرتے ہیں مگر جب دو مصیبتیں جمع ہو جائیں تو ہلکی کو اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ مسئلہ شریعت نے یہ بتلایا ہے اِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِبَلِیَّتَیْنِ فَاخْتَرْ اَھْوَانَھُمَا " جب دو مصیبتوں میں پھنس جاؤ ہلکی کو اختیار کر

لو۔" یہاں دو مصیبتیں جمع ہوگئی ہیں ایک طرف ڈاکوؤں، چوروں سے جان کا خطرہ ہے اور دوسری طرف سود ہے لہٰذا دوسری جانب اختیار کرلو۔ پیسے بنک میں رکھوا دو مگر وہاں سے جو زائد پیسے تمہیں ملیں گے جسکو وہ نفع کہتے ہیں وہ اپنی ذات کیلئے استعمال نہیں کرنے وہ کسی غریب فقیر کو دیدو ثواب کی نیت کے بغیر کیونکہ اگر کسی نے حرام مال کا صدقہ کیا اور ثواب کی نیت کی تو کافر ہو جائیگا نکاح ٹوٹ جائیگا لہٰذا دیتے وقت ثواب کی نیت نہ کرنا نیت یہ ہونی چاہئے کہ میں حرام خوری سے بچ جاؤں۔ اس رقم سے سڑک نہیں بنوا سکتے، گلی نہیں بنوا سکتے، بیت الخلاء نہیں بنا سکتے صرف فقیر مسکین کو دے سکتے ہیں اس کیلئے جائز ہے وہ کھا سکتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ سب بھائی بڑے صحت مند تھے پہلے دس اور اب گیارہ ہیں اور بادشاہ اور وزیر نے ان کی قدر بھی بڑی کی تھی جب یہ سارے ایک ہی دروازے سے داخل ہوں گے تو کہیں مصری لوگ ان کے درپے نہ ہو جائیں یہ کون لوگ ہیں جن کی عزیز مصر اتنی عزت کرتا ہے خدمت کرتا ہے۔

تدبیر توکل کے خلاف نہیں :

آخر باپ باپ ہے اپنی اولاد کیلئے بہت کچھ سوچتا ہے اسی سے معلوم ہوا کہ تدبیر توکل کیخلاف نہیں ہے۔ ساتھ کہتے ہیں عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ میں نے اس اللہ پر توکل کیا ہے اور تدبیر بھی بتلاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس دور سے ایک مسافر آیا آپ کی عادت مبارک تھی کہ آنے والے سے پوچھتے تھے کہاں سے آئے ہو کس کے مہمان ہو کس سے ملنا ہے تیرے ساتھ کون ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کھانے پینے رہائش کا انتظام کس کے ذمہ ہے اس نے کہا حضرت میں آپ کا مہمان ہوں۔ فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور آدمی بھی ہے کہنے لگا کوئی نہیں ہے کیسے آئے ہو اس نے کہا حضرت اونٹنی پر

سوار ہو کر آیا ہوں فرمایا اونٹنی کہاں ہے؟ حضرت! باہر چھوڑ آیا ہوں توکل پر آپ ﷺ نے فرمایا قَیِّدْ ھَا ثُمَّ تَوَکَّلْ ''پہلے اس کے پاؤں باندھو پھر توکل کرو۔'' مولانا رومؒ نے اس حدیث کا ایسے ترجمہ کیا ہے......

؎ گفت پیغمبر باواز بلند
درتوکل زانوئے اشتر بہ بند

پہلے اونٹنی کا پاؤں باندھو پھر توکل کرو۔ توکل کا یہ معنیٰ ہے کہ ظاہری اسباب اختیار کرو اس کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دو اگر کوئی شخص ظاہری اسباب اختیار نہیں کرتا تو وہ تَعَطُّل کا شکار ہے، اسباب کو چھوڑنے والا ہے۔ لہٰذا تدبیر توکل کے خلاف نہیں ہے۔ شاعر کہتا ہے......

؎ توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
انجام اسکی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جس وقت وہ داخل ہوئے مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ جہاں سے حکم دیا تھا ان کے والد نے کہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ يُغْنِىْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ نہیں تھے وہ کہ بچا سکتے انکو اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز سے، وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کفایت نہیں کر سکتے تھے کچھ بھی اِلَّا حَاجَةً فِىْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا مگر ایک ارمان اور حاجت تھی ایک ضرورت تھی یعقوب علیہ السلام کے دل میں جو انہوں نے پوری کی اپنا ارمان پورا کیا اپنے باپ ہونے کی حیثیت سے جو بات بہتر تھی وہ ان کو بتلائی باقی اختیار ان کو کچھ نہ تھا۔

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ ہے :

اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے جو کرتا ہے رب تعالیٰ کرتا ہے لیکن لوگوں کا حال یہ

ہے کہ اگر کوئی گھنگرو ڈال کر پھرنے لگ جائے تو اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہمارا بیڑا نہ غرق کر دے۔ بھئی اگر وہ اتنا پہنچا ہوا ہوتا تو اپنے آپ کو درست نہ کر لیتا نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے النافع بھی اس کی صفت ہے اور الضار بھی اس کی صفت ہے بارہا یہ بات تم سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ذات نہ ہے نہ ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے بھی اعلان کرادیا قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں اعلان کر کے ان کو سنادے لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں [سورۃ جن] اور سورۃ اعراف میں اپنی ذات کے بارے میں اعلان کروایا قل آپ کہہ دیں لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ ''میں اپنی جان کیلئے بھی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ۔'' جب آپ ﷺ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کوئی کس باغ کی مولی ہے کہ اس کے پاس یہ اختیار ہے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمادیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری کچھ کفایت نہیں کر سکتا اور ان کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمادیا کہ وہ اپنے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے چھڑانے کیلئے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے پس انہوں نے اپنا فریضہ ادا کیا جو ان کے دل میں بات تھی وہ انہوں نے پوری کی وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ اور بیشک یعقوب علیہ السلام علم والے تھے لِّمَا عَلَّمْنٰہُ اس وجہ سے کہ ہم نے ان کو سکھایا تھا وہ ان چیزوں کو جانتے تھے جنکی ہم نے انکو تعلیم دی تھی وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ حقیقت نہیں جانتے حقیقت سے دور ہوتے ہیں۔

❁❁❁

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ

اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِىْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِىْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اور جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ جگہ دی انہوں نے اپنے پاس اپنے بھائی کو قَالَ فرمایا اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ بیشک میں تیرا بھائی ہوں فَلَا تَبْتَئِسْ پس تو پریشان نہ ہو بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس کاروائی پر جو یہ کرتے تھے فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ پس جب انکو تیار کیا ان کے سامان کیساتھ جَعَلَ السِّقَايَةَ رکھ دیا پیمانہ فِىْ رَحْلِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے سامان میں ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر اعلان کرنے والے نے اعلان کیا اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اے قافلے والو اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ بیشک البتہ تم چور ہو قَالُوْا انہوں نے کہا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ اور وہ متوجہ ہوئے ان پر مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کیا

چیز تم گم پاتے ہو قَالُوْا انہوں نے کہا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ ہم گم پاتے ہیں بادشاہ کا پیمانہ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ اور جو خود اسکو لائے گا اس کیلئے حِمْلُ بَعِيْرٍ ایک بوجھ اونٹ کا ہوگا وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ اور میں اس کا ذمہ دار ہوں قَالُوْا انہوں نے کہا تَاللّٰهِ اللہ کی قسم لَقَدْ عَلِمْتُمْ البتہ تحقیق تم جانتے ہو مَا جِئْنَا نہیں آئے ہم لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ کہ فساد مچائیں ہم زمین میں وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ اور ہم چور نہیں ہیں قَالُوْا انہوں نے کہا فَمَا جَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ کیا ہوگا اس کا بدلہ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے قَالُوْا انہوں نے کہا جَزَآؤُهٗ اس کا بدلہ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ جس کے سامان میں وہ چیز پائی گئی فَهُوَ جَزَآؤُهٗ وہی اس کا بدلہ ہوگا كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔

پہلے تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام وزیر مالیات بنے پہلے سات سال خوب کاشت ہوئی جس کو خوشوں سمیت محفوظ کر لیا گیا پھر سات سال قحط کے آئے۔ قحط جسطرح مصر میں پڑا اسی طرح آس پاس کے علاقے کنعان، شام، فلسطین میں بھی پڑا۔ اناج کا سٹاک صرف مصر والوں کے پاس تھا دور دراز سے لوگ دانے لینے مصر جاتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو بھیجا پہلی دفعہ دس بھائی گئے یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا لیکن وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے یوسف علیہ السلام نے گھر کے حالات پوچھے اور فرمایا کہ تمہارا اور بھی کوئی بھائی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہمارا ایک بھائی ہے سوتیلی ماں سے ہمارے والد نے ہماری والدہ کے فوت ہو جانے کے بعد ہماری خالہ سے نکاح کیا تھا وہ اس سے ہے۔ فرمایا آئندہ اسکو بھی ساتھ لے آنا کہنے

لگے اباجی سے درخواست کریں گے حضرت یعقوب علیہ السلام کو عہد و پیمان دیا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ان کیساتھ بھیج دیا اب یہ دوسری دفعہ گیارہ آدمی گئے اس کا ذکر ہے۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اور جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس اٰوٰی اِلَیْہِ اَخَاہُ جگہ دی انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس۔

حضرت یوسفؑ بنیامین کیساتھ بے تکلف ہو گئے :

صورت اسکی یہ ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی خاطر تواضع کی اور فرمایا کہ تم دس آدمی پہلے بھی آئے اور شہر کے واقف ہو کئی دن یہاں رہے ہو بازاروں سے بھی واقف ہو باغات کو جانتے ہو تمہیں اجازت ہے چلو پھرو اور بنیامین پہلی دفعہ آیا ہے اسکو یہاں رہنے دو چنانچہ وہ جب چلنے پھرنے کیلئے رخصت ہو گئے اور بنیامین پاس رہے تو یوسف علیہ السلام ان کیساتھ بے تکلف ہو گئے قَالَ اِنِّیْ اَنَا اَخُوْکَ فرمایا بیشک میں تیرا بھائی یوسف ہوں۔ پھر دونوں بھائی باتیں کرتے رہے بنیامین نے بھی بڑوں کی زیادتیاں بیان کی کہ انہوں نے میرے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا اس کا ذکر ہے فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ پس تو پریشان نہ ہو اس کاروائی پر جو وہ کرتے ہیں اب ان چیزوں کو بھلا دو۔ یہ سارے کئی دن تک یوسف علیہ السلام کے پاس رہے بڑی عزت احترام کیساتھ ان کو رکھا اور قاعدے کے مطابق ان کو فی کس ایک ایک اونٹ بوجھ اناج کا دیا فَلَمَّا جَھَّزَھُمْ بِجَھَازِھِمْ پس جب انکو تیار کیا ان کے سامان کیساتھ یعنی واپسی کا سامان دانے وغیرہ بوریوں میں ڈال کر اونٹوں پر لدوائے تو جَعَلَ السِّقَایَۃَ۔ سقایہ کا لفظی معنیٰ ہے وہ پیالہ جس کیساتھ پانی پلایا جائے۔ یہ سونے کا پیالہ تھا اور اس کے کنارے پر موتی لگے ہوئے تھے بادشاہ اس میں دودھ پانی شراب وغیرہ پیتا تھا بعد میں اس پیالے کو پیمانے کے طور پر

مقرر کردیا گیا کہ اس پیمانے کیساتھ ماپ کر اناج لوگوں کو دو اب اس کے معنی پیمانے کے ہیں، رکھ دیا پیمانہ فِیْ رَحْلِ اَخِیْہِ اپنے بھائی کے سامان میں، ان سے نظر بچا کر بوری میں رکھ دیا ان میں سے کسی کو معلوم نہیں ہے نہ بڑوں کو نہ چھوٹوں نوکروں میں سے بھی کسی کو علم نہیں ہے۔ جس وقت تیار ہو کر جانے لگے ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر اعلان کرنے والے نے اعلان کیا اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اے قافلے والو اِنَّکُمْ لَسٰرِقُوْنَ بیشک تم چور ہو۔ انہوں نے حیران ہو کر کہا قَالُوْا کہا انہوں نے وَاَقْبَلُوْا عَلَیْھِمْ اور وہ انکی طرف متوجہ ہوئے مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کیا چیز تم گم پاتے ہو۔ ہمیں چور کہتے ہو کیا چیز تمہاری گم ہوگئی ہے قَالُوْا انہوں نے کہا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِکِ ہم گم پاتے ہیں بادشاہ کا پیمانہ جس کیساتھ ہم دانے ماپ کر دیتے ہیں وَلِمَنْ جَآءَ بِہٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ اور جو خود اسکو لائے گا اس کیلئے ایک بوجھ اونٹ کا ہوگا انعام کے طور پر وَّاَنَا بِہٖ زَعِیْمٌ اور میں اعلان کرنے والا اس کا ذمہ دار ہوں۔

یوسفؑ کی تدبیر ان کی شان کے لائق نہیں تھی، اعتراض کا جواب :

یہاں پر بڑی بحث کی گئی ہے اس بات پر کہ ان کو چور کہنا خلاف واقعہ ہے کیونکہ پیالہ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خود رکھا تھا ان کو تو علم بھی نہیں کہ ہماری کسی بوری میں بادشاہ کا پیالہ ہے اور یوسف علیہ السلام کو اگر نبوت بعد میں بھی ملی ہو پھر بھی یہ بات مناسب نہیں ہے کیونکہ نبی نبوت سے پہلے بھی ولی ہوتا ہے واقعہ کے خلاف بات ان کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اس کے جواب میں تفسیروں کے اندر بہت کچھ لکھا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ پیالہ تو رکھا یوسف علیہ السلام نے لیکن اعلان انہوں نے نہیں کیا اعلان کے متعلق جملہ ہے ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر اعلان کیا ایک اعلان کرنے والے نے۔ یہ نگران نے اعلان

کیا اس نے جب دیکھا کہ سونے کا پیالہ جو سرکاری طور پر پیمانہ مقرر ہوا تھا نہیں ہے، کہاں گیا ہے؟ اور اسکو حقیقت کا علم نہیں تھا نگرانی اسکی تھی کیونکہ وہ دفتر کا ذمہ دار تھا اس کے علم میں واقعی وہ چوری تھی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ عربی میں ایک محاورہ ہے جسکو توریہ کہتے ہیں توریہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ذو معنوں والا لفظ بولا جائے سننے والا قریبی معنٰی سمجھے اور متکلم کی مراد دور والے معنٰی کی ہو۔ جیسے آنحضرت ﷺ ایک سفر میں تھے آپ ﷺ کیساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور کوئی نہیں تھا راستے میں کچھ لوگ ملے جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہچانتے تھے اور آپ ﷺ کو نہیں پہچانتے تھے۔ انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا **مَنْ مَّعَکَ** اے ابو بکر! تیرے ساتھ کون ہے؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا **رَجُلٌ یَّھْدِیْنِیْ السَّبِیْلَ** یہ شخص مجھے راستہ دکھاتا ہے میری راہنمائی کرتا ہے۔ انہوں نے یہ حسی راستہ سمجھا جس پر لوگ چلتے ہیں کہ انہوں نے اس راستے کی راہبری کیلئے کوئی آدمی ساتھ لیا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد تھی صراط مستقیم کی کہ یہ مجھے صراط مستقیم دکھاتا ہے جو آخرت کا راستہ ہے۔ جس کیلئے ہم نماز میں دعا کرتے ہیں **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ** پروردگار ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔

تو اگر اعلان کرنے والے خود یوسف علیہ السلام ہیں کہ انہوں نے اعلان کیا اے قافلے والو! تم چور ہو تو انہوں نے توریے کے طور پر کیا اور ان کی مراد یہ تھی کہ تم نے بچپن میں یوسف علیہ السلام کو باپ سے چرا کر قافلے والوں کے آگے چند درہموں کے عوض بیچ دیا تھا۔ انہوں نے قریبی معنٰی سمجھا کہ پیالے کی وجہ سے ہمیں چور کہہ رہے ہیں اور یوسف علیہ السلام کے ذہن میں دور والا معنٰی تھا جو بالکل حقیقت کے مطابق ہے۔ **قَالُوْا** انہوں

نے کہا تَـاللّٰـهِ اللہ کی قسم! حرف 'ت' اور 'واؤ' اور 'ب' قسم کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ واللہ، باللہ، تاللہ سب قسمیں ہیں۔ لَـقَـدْ عَـلِمْتُمْ البتہ تحقیق تم جانتے ہو مَـا جِئْنَـا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ نہیں آئے ہم کہ فساد مچائیں زمین میں یہ چوری بھی فساد ہے جسطرح جھوٹ اور فریب فساد ہے ان چیزوں سے زمین میں فساد پھیلتا ہے وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ اور ہم چور نہیں ہیں۔ اور اس بات میں وہ سچے تھے کیونکہ وہ تو اناج لینے کیلئے آئے تھے چوری جھگڑا فتنہ فساد تو ان کا مقصد نہیں تھا قَـالُوْا انہوں نے کہا جو سرکاری دفتر کے ملازم تھے فَـمَا جَزَآؤُهٗ کیا ہوگا بدلہ اسکا یعنی چور کا اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے قَـالُوْا انہوں نے کہا جَزَآؤُهٗ بدلہ اسکا مَـنْ وُّجِـدَ فِـيْ رَحْلِـهٖ جس کے سامان میں وہ چوری پائی گئی فَهُـوَ جَزَآؤُهٗ پس وہی اس کا بدلہ ہے كَـذٰلِكَ نَـجْـزِي الظّٰلِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو اپنی شریعت میں۔

بات اچھی طرح سمجھ لیں وہ یہ کہ چور کے بارے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کی سزا اور تھی اور ملک مصر کے قانون میں سزا اور تھی۔ مصر کا قانون یہ تھا کہ چور سے ڈبل قیمت وصول کی جاتی تھی مثلاً اگر اس نے سو کی چوری کی ہے تو اس سے دو سو روپے وصول کئے جاتے تھے اور اَلضَّرْبُ کے لفظ بھی آتے ہیں کہ اس کی پٹائی بھی کی جاتی تھی چور کی پٹائی بھی کرتے تھے اور اس سے ڈبل قیمت بھی وصول کرتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں یہ قانون تھا کہ چور کو چوری کے مال کے حساب سے اپنے پاس غلام بنا کر رکھنا ہوتا تھا مثلاً ایک ہزار کی چوری کی ہے تو ایک سال غلام بن کے ان کے پاس ٹھہرے گا جن کی چوری کی ہے اور اگر پانچ سو کی چوری کی ہے تو چھ ماہ غلام بن کے ٹھہرے گا اور وہ اس سے خدمت لیتے رہیں گے اگر اس سے کم کی چوری کی ہوتی تو اس

حساب سے غلام بنا کر رکھا جاتا تھا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ وہ مصر کے قانون کے مطابق بنیامین کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے اس لئے کہ وہ اس سے دگنا رقم لیکر چھوڑ دیتے یا مارتے پیٹتے اور یوسف علیہ السلام کا مقصد تو بھائی کو پاس رکھنا تھا اس لئے انہوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک چور کی سزا کیا ہے اور انہوں نے اپنی شریعت کے مطابق بیان کر دی کہ وہی اس کی سزا ہے کہ مال کے بدلے میں اس کو اپنے پاس رکھا جاتا ہے تو یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق بھائی کو اپنے پاس رکھا۔ اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝۷۶ قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝۷۷ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝۷۸ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝۷۹ ع

فَبَدَاَ پس ابتدا کی (یوسف علیہ السلام نے تلاشی لینے کی) بِاَوْعِیَتِهِمْ ان کے سامان سے قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ اپنے بھائی کے سامان سے پہلے ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا پھر نکالا اس پیمانے کو مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ اپنے بھائی کے سامان سے كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ اسی طرح ہم نے تدبیر بتلائی یوسف علیہ السلام کو مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ نہیں تھے وہ کہ لیتے اپنے بھائی کو فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اس بادشاہ کے قانون میں اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ ہم بلند کرتے ہیں درجے مَّنْ نَّشَآءُ جس کے چاہتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ اور ہر علم والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے قَالُوْۤا بھائیوں نے کہا اِنْ یَّسْرِقْ اگر چوری کی ہے اس نے فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ پس تحقیق

چوری کی ہے اس کے بھائی نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ پس پوشیدہ رکھا اس بات کو یوسف علیہ السلام نے فِیْ نَفْسِهٖ اپنے دل میں وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور ظاہر نہ کیا ان کے سامنے قَالَ فرمایا اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا تم برے ہو درجے کے لحاظ سے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم بیان کرتے ہو قَالُوْا وہ کہنے لگے يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اے عزیز (مصر کے وزیر اعظم) اِنَّ لَهٗۤ اَبًا بیشک اس کا باپ شَيْخًا كَبِيْرًا بہت بوڑھا ہے فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ پس لے لے ہم میں سے ایک کو اس کی جگہ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم دیکھتے ہیں آپ کو نیکی کرنے والوں میں سے قَالَ فرمایا مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے اَنْ نَّاْخُذَ یہ کہ ہم لیں گے اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مگر اسی کو کہ پایا ہے ہم نے مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اپنا سامان اس کے پاس اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ بیشک ہم اس وقت زیادتی کرنے والے ہوں گے۔

گذشتہ سبق میں تم نے یہ بات پڑھی اور سنی کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کیساتھ کھل کر باتیں کیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں کسی تدبیر اور حکمت عملی کیساتھ اپنے پاس رکھونگا پریشان نہ ہونا چنانچہ یوسف علیہ السلام نے آہستہ سے اپنے بھائی بنیامین کے سامان میں وہ سونے کا پیالہ جواب پیمانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا رکھ دیا جس وقت پیالہ نہ ملا تو دفتر والوں نے شور مچایا کہ مل نہیں رہا تمہارے سے پہلے پیالہ موجود تھا جب تم گیارہ آدمی آئے ہو تو وہ غائب ہو گیا ہے لہٰذا تم نے ہی چوری کیا ہے یہ تمہاری شرارت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم چوری کیلئے نہیں آئے۔ اِنہوں نے کہا کہ اگر وہ پیالہ تمہارے

پاس سے نکلے تو کیا سزا ہوگی؟ بھائیوں نے کہا کہ ہماری شریعت کا مسئلہ ہے کہ جو چور ہو اس کو پکڑ کر غلام بنالینا کَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں اور یوسف علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِھِمْ اَوْعِیَه وِعَاءٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ سامان۔ پس ابتدا کی یوسف علیہ السلام نے تلاشی لینے کی ان کے سامان سے بھائیوں کی بوریاں کھولیں قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ اپنے بھائی کے سامان سے پہلے ان میں پیمانہ نہیں تھا پھر حقیقی بھائی کی تلاشی لی ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ پھر نکالا اس پیمانے کو اپنے بھائی کے سامان سے، بھائی کی بوری کھولی تو اس سے پیمانہ نکل آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ اسی طرح ہم نے تدبیر بتلائی یوسف علیہ السلام کو۔ یہ حیلہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے بتلایا کیوں مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ نہیں تھے وہ کہ لیتے اپنے بھائی کو فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ اس بادشاہ کے قانون میں۔ مصر کے بادشاہ ریان ابن ولید کے قانون میں وہ بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے کہ اس کا قانون یہ تھا کہ چور نے جتنی چوری کی ہے اس سے ڈبل قیمت اس پر ڈال دیتے یا مارتے پیٹتے تھے رکھ نہیں سکتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں جتنی چوری ہوتی تھی اس کے مطابق اتنی دیر غلام بنا کر رکھتے تھے اور یوسف علیہ السلام کا مقصد بھی بھائی کو اپنے پاس رکھنا تھا اس لئے یہ حیلہ کیا گیا اور حیلے کے بارے میں بڑی تفصیل ہے۔

حیلہ جائز بھی ہے اور حیلہ حرام بھی ہے :

حیلہ جائز بھی ہے اور حیلہ حرام بھی ہے۔ جس حیلے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا کوئی حق باطل کیا جائے یا کسی بندے کا حق وصول کیا جائے وہ حرام اور بڑا سخت گناہ ہے اور جس حیلے سے کوئی شے جائز ہو جائے وہ صحیح ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت

عمارہ بن عزیہ ؓ کو آنحضرت ﷺ نے خیبر کی زمینوں کا محصل بنا کر بھیجا یعنی وہاں کی پیداوار ہے وہ لانی ہے اس کو ساعی بھی کہتے ہیں اور محصل اور عامل بھی کہتے ہیں۔ وہ جس وقت اپنی میعاد پوری کر کے آئے تو وہاں سے جنیب کھجور بھی لائے۔ خیبر میں بے شمار قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں جتنی قسم کی کھجوریں وہاں ہوتی ہیں اتنی ملک کے کسی علاقے میں نہیں ہوتیں۔ جنیب کھجور کا دانہ بڑا لمبا ہوتا ہے اور یہ بہت میٹھی ہوتی ہے اور اس میں گٹھلی بھی برائے نام ہوتی ہے وہاں کے لوگ تحفے تحائف میں یہ کھجور دیتے تھے اور جس کی اپنی نہیں ہوتی تھی وہ دوسری دو کلو کھجوریں دیکر یہ ایک کلو لے لیتا تھا یا عام کھجوریں تین کلو دے کر یہ ایک کلو لے لیتے تھے تو حضرت عمارہ ؓ جب آئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ کھجوریں پیش کیں آپ ﷺ نے اس سے پہلے ایسی کھجوریں نہیں دیکھی تھیں حالانکہ مدینہ طیبہ میں بھی بے شمار قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَکُلُّ تَمرَ خَیبَرَ ھٰکَذَا کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں۔ اس نے کہا نہیں حضرت یہ بہت اعلیٰ قسم اور قیمتی کھجور ہے ہم عام کھجور دو کلو دیکر یہ ایک کلو لیتے ہیں تا کہ تحفہ بھیج سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَوَّہ اَوَّہ عینُ الرِّبوا یہ تو نرا سود ہے۔ کیونکہ جنس بدلے جنس کے کمی بیشی کیساتھ سود ہے اعلیٰ ادنیٰ کی اس میں تمیز نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے حیلہ بتایا کہ ایسا کیا کرو کہ جو عام قسم کی کھجوریں ہیں وہ بیچ کر رقم لے لو اور اس رقم کیساتھ جنیب کھجور لے لیا کرو تا کہ جنس کیساتھ جنس کا تقابل نہ آئے۔ اسی طرح ایک موقع پر سزا دینے کیلئے بھی آپ ﷺ نے حیلہ کیا وہ اس طرح کہ ایک شخص بڑا کمزور تھا مگر اس سے زنا کا فعل صادر ہو گیا انسان انسان ہے شیطان بہلا دیتا ہے اور تھا بھی غیر شادی شدہ، اس کو سو کوڑے مارنے تھے آپ ﷺ نے اس کو دیکھا تو محسوس کیا کہ یہ تو اتنے کوڑوں سے مر جائے گا آپ ﷺ نے ایک جھاڑو پکڑا

جس کے سو تنکے تھے وہ اس کو مارا اور پھر فرمایا کہ اس طریقے سے سزا یہ اس کیلئے ہے اوروں کیلئے نہیں ہے کیونکہ جان نکالنی مقصود نہیں تھی اسکو اگر کوڑے مارے جاتے تو وہ مر جاتا۔

پیغمبروں کو کوئی ایسی بیماری نہیں لگتی جس سے نفرت پیدا ہو :

قرآن پاک میں حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم کا ذکر ہے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام رحمت بنت فراخ سین رحمہا اللہ تعالیٰ تھا بڑی خادمہ قسم کی بیوی تھی ایک زمانہ تھا کہ گھر میں ہزاروں لوگوں کا کھانا پکتا تھا لوگوں کی آمدورفت لگی رہتی تھی پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ایوب علیہ السلام بیمار ہو گئے لیکن ان کے متعلق جو مشہور ہے کہ ان کو روڑی (گندگی پھینکنے کی جگہ) پر ڈال دیا گیا اور ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے یہ نری خرافات ہیں حقیقت کیساتھ ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے نہ انکو کسی نے روڑی پر ڈالا اور نہ ان کے بدن میں کیڑے پڑے ہیں پیغمبروں کے جسم میں ایسی کوئی بیماری پیدا نہیں ہوتی جو لوگوں کی نفرت کا باعث بنے قطعاً نہیں ہو سکتی۔ گھٹنوں کا درد کہو کمر درد کہو سر درد یا بخار ہو گیا یہ صحیح ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کو گھٹنوں کا اتنا شدید درد ہوا کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا بیٹھ کر نہیں کر سکے لیکن ایسی بیماری کہ پیغمبر گنجا ہو کانا ہو ایسی کوئی بیماری پیغمبر پر نہیں آتی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی رحمتؒ سے کام میں کوئی کوتاہی ہوئی تو حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم اٹھائی کہ میں تجھے سو ڈنڈے ماروں گا قسم تو اٹھالی مگر پھر خیال آیا کہ اس کو سو ڈنڈے پڑے تو یہ مر جائے گی۔ سورۃ ص آیت نمبر ۴۴ میں ہے وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا اور پکڑ لے اپنے ہاتھ میں تنکوں کا گٹھا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ پس مارو اس کیساتھ اور قسم میں جھوٹے نہ ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو خود حیلہ بتایا کہ سو تنکو والا جھاڑو لیکر مارو اس طرح تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے گی اور خدمت گار بیوی بھی مارے

بچ جائے گی تو حیلے کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔اور ایسا حیلہ کہ جس سے کسی ناجائز چیز سے بچ جائے وہ درست ہے لیکن حیلے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کرے یا بندے کا حق ضائع کرے یا بندے کا حق لے تو بڑا سخت گناہ ہے تو فرمایا کہ اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو تدبیر بتلائی ورنہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے اِلَّآ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق بھائی دلوا دیا نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں وَفَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ اور ہر علم والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے۔ایک سے دوسرا زیادہ جاننے والا ہے تیسرا اس سے زیادہ جاننے والا ہے چوتھا اس سے زیادہ جاننے والا ہے اور ایک یہ کہ ہر جاننے والے سے پروردگار زیادہ جاننے والا ہے اس کا علم سب پر حاوی اور محیط ہے۔جب بنیامین کے سامان سے پیالہ نکل آیا قَالُوۡا بھائی کہنے لگے اِنۡ یَّسۡرِقۡ اگر اس بنیامین نے چوری کی ہے فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ پس تحقیق چوری کی اس کے بھائی نے مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے۔بھائی سے مراد یوسف علیہ السلام ہیں کہ ان کا دودھ ہی چوروں کا ہے کیونکہ ان کی والدہ علیحدہ تھی اور دوسروں کی والدہ علیحدہ تھی۔وہ بھائی یوسف علیہ السلام کی چوری کیا ہے تفسیروں میں دو تین باتیں آتی ہیں۔

ایک یہ کہ یوسف علیہ السلام کا نانا مشرک تھا اس نے سونے کے بت بنائے ہوئے تھے جنکی وہ پوجا کرتا تھا یوسف علیہ السلام نے بچپن میں وہ بت چرا کر توڑ دیئے تا کہ وہ ان کی پوجا نہ کرے۔دوسری بات تفسیروں میں یہ لکھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو کہا ہوا تھا کہ کوئی مانگنے والا آئے تو خالی نہ جائے اس زمانے میں مانگنے والے بھی مستحق ہوتے تھے اور دینے والے بھی بہتر لوگ ہوتے تھے۔

آج مانگنے والے پیشہ ور ہیں مستحق نہیں :

آج تو لوگوں نے مانگنے کو پیشہ بنایا ہوا ہے ایسے لوگوں کو دینے سے نہ دینا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے حاجی سیف اللہ صاحب کو، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے ایسی عاجزی کی باتیں کیں کہ سننے والا یہ سمجھے کہ واقعی وہ مستحق ہے اس نے کہا کہ مجھے راولپنڈی کا کرایہ چاہئے انہوں نے کہا کہ ہم تیری تلاشی لیتے ہیں اگر تیرے پاس سے پچاس روپے سے زیادہ نکلے تو وہ ہم چھین لیں گے اس نے اسی وقت دوڑ لگا دی بعد میں کسی نے اس کو حساب کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے پاس کئی سو روپے تھے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے گھر والوں کو کہا ہوا تھا کہ کوئی سائل خالی نہ جائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مانگنے والا آیا اور گھر میں یوسف علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا انہوں نے ایک مرغی جو بڑی موٹی تازی تھی پکڑ کر اسکو دے دی بھائی بڑے سخت مزاج تھے جب گھر آئے تو مرغی کو چلتے پھرتے نہ دیکھا پوچھا مرغی کہاں ہے؟ یہ خاموش رہے محلے کے بچوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یوسف علیہ السلام نے مرغی پکڑ کر مانگنے والے کو دے دی ہے اس کو انہوں نے چوری کیساتھ تعبیر کیا۔

تیسری بات یہ لکھی ہے کہ گھر میں ایک انڈہ پڑا تھا یوسف علیہ السلام نے وہ انڈہ اٹھا کر کسی بچے کو دے دیا بھائیوں نے کہا یہاں انڈہ تھا وہ نہیں مل رہا وہ خاموش رہے بعد میں معلوم ہوا کہ یوسف علیہ السلام نے اٹھا کر کسی بچے کو دے دیا ہے۔ یہ تھیں وہ چوریاں جن کا انہوں نے طعنہ دیا۔ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ پس پوشیدہ رکھا یوسف علیہ السلام نے اس مقولے کو اپنے دل میں کسی سے بحث نہیں کی کہ تم کیا کہتے ہو اور میں نے کیا چوری کی ہے وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور ظاہر نہیں کیا ان کے سامنے ابھی ان کے سامنے کھلے نہیں (اپنا

حال ظاہر نہیں کیا کہ میں یوسف ہوں) اگلے دور کوع آئیں گے ان میں کھل کر بتائیں گے کہ میں کون ہوں اور تم کون ہو۔ قَالَ فرمایا اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا تم برے ہو درجے کے لحاظ سے۔ تم نے گھر کی باتیں یہاں شروع کر دی ہیں یہ باتیں گھر جا کے کرنا ہمارے ساتھ پیالے کی بات کرو اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دل میں کہا کہ تم نے یوسف علیہ السلام کو باپ سے چرا کر بیچ دیا اس کا تمہیں خیال نہیں ہے اور زائدہ تمہیں یاد ہے ،ان کے سامنے یہ بات ظاہر نہیں کی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم بیان کرتے ہو قَالُوْا وہ کہنے لگے یٰٓاَیُّھَا الْعَزِیْزُ اے عزیز مصر! یہ اس لئے کہا کہ اس وقت ان کا عہدہ وزیر اعظم کا تھا اِنَّ لَہٗٓ اَبًا شَیْخًا کَبِیْرًا بیشک اس بنیامین کا والد بہت بوڑھا ہے فَخُذْ اَحَدَنَا مَکَانَہٗ پس لے لے ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ اور اسکو چھوڑ دے اس کیساتھ والد کا بڑا پیار ہے اگر یہ نہ گیا تو والد پر بڑا صدمہ گرے گا اِنَّا نَرٰکَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ بیشک ہم آپکو دیکھتے ہیں نیکی کرنے والوں میں سے قَالَ یوسف علیہ السلام نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی پناہ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَہٗٓ یہ کہ ہم لیں گے مگر اس کو کہ پایا ہے ہم نے اپنا سامان اس کے پاس۔ یہاں دیکھو چوری کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ وجدنا فرمایا کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے جس کے پاس ہمارا پیالہ تھا اسی کو رکھیں گے دوسروں کو نہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے اور کوئی پیشکش نہ کرو اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ بیشک اس وقت ہم زیادتی کرنے والے ہوں گے جب اسکی بجائے کسی اور کو رکھیں گے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی لہذا ایسا نہیں ہوگا۔

۞ ۞ ۞

فَلَمَّا اسْتَایْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ۭ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْئَلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۳﴾

فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ پس جس وقت وہ ناامید ہوگئے اس سے خَلَصُوْا نَجِیًّا تو الگ ہوئے مشورہ کرتے ہوئے قَالَ كَبِیْرُهُمْ تو کہا ان میں سے بڑے نے اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا کیا تم نہیں جانتے اَنَّ اَبَاكُمْ بیشک تمہارے والد نے قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ تحقیق لیا تھا تمہارے سے وعدہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر وَمِنْ قَبْلُ اور اس سے پہلے مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ جو کوتاہی کی تم نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ پس میں ہرگز نہیں ہٹوں گا اس زمین سے حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ یہاں تک کہ مجھے اجازت دے میرا والد اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ یا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے کوئی میرے لئے وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِیْكُمْ لوٹو تم

اپنے والد کی طرف فَقُوْلُوْا پس کہو یٰاَبَانَآ اے ہمارے ابا جان اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے وَمَا شَہِدْنَآ اور ہم نہیں گواہی دیتے اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا مگر اس چیز کی جو ہم جانتے ہیں وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ اور نہیں ہیں ہم غیب کی چیزوں کی حفاظت کرنے والے وَسْئَلِ الْقَرْیَۃَ اور آپ پوچھ لیں اس شہر سے الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا جس میں ہم تھے وَالْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْھَا اور قافلے والوں سے جس میں ہم واپس آئے ہیں وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بیشک ہم سچے ہیں قَالَ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ بلکہ بنایا ہے تمہارے لئے اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا تمہارے نفسوں نے ایک معاملہ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ پس صبر ہی اچھا ہے عَسَی اللّٰہُ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِھِمْ جَمِیْعًا لے آئے ان سب کو میرے پاس اکٹھا اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ بیشک وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

پچھلے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خاص تدبیر اور حیلے کیساتھ اپنے بھائی بنیامینؑ کو اپنے پاس رکھا بھائیوں نے بڑی منت کی اور کہا کہ اسکا باپ بہت بوڑھا ہے اسکو اس کیساتھ بہت پیار ہے اسکو بڑا صدمہ ہوگا اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لو اور اسکو چھوڑ دو۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی ہم اس کو اپنے پاس رکھیں گے جس کے سامان سے ہمارا پیالہ ملا ہے۔ منت سماجت کی مگر کامیابی نہ ہوئی فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا پس جس وقت ناامید ہوگئے یوسف علیہ السلام کے بھائی مِنْہُ اس سے۔ ہٗ ضمیر کے بارے میں مفسرین کرامؒ فرماتے

ہیں کہ اس کا مرجع بنیامین ہے کہ وہ بنیامینؑ سے ناامید ہوگئے کہ وہ اب ہمارے ساتھ نہیں جائیگا اور انہوں نے اسکو نہیں چھوڑنا۔ یہ بھی صحیح ہے اور ہ ضمیر کا مرجع عزیز مصر کو بھی بنایا گیا ہے کہ جس وقت وہ بھائی ناامید ہوگئے عزیز مصر سے وزیر اعظم سے کہ انہوں نے اب ہمارا آدمی نہیں دینا۔ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔

بھائیوں کا بنیامین سے ناامید ہو کر مشورہ کرنا :

تو جس وقت وہ اس سے ناامید ہوگئے خَلَصُوْا کا معنٰی ہے تنہائی میں چلے گئے نَجِيًّا سرگوشی کیلئے، ان کے دفتر سے باہر نکل کر مشورہ کرنے لگے کہ اب ہم کیا کریں قَالَ كَبِيْرُهُمْ کہا ان بھائیوں میں سے بڑے نے۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ عمر کے اعتبار سے بڑا رُوبیل تھا رحمہ اللہ تعالیٰ اور رائے کے اعتبار سے بڑا یہوداؒ کا نام لیتے ہیں بعض نے شمعون نام لکھا ہے رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر یہوداؒ کا نام لیتے ہیں اور اسی یہودا کی طرف یہودی منسوب ہیں اَلَمْ تَعْلَمُوْآ کیا تم نہیں جانتے اَنَّ اَبَاكُمْ بیشک تمہارے والد نے قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ تحقیق لیا تھا تمہارے سے مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وعدہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر، اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر تم پر گواہ بنایا اس بات پر کہ تم اسکو لاؤ گے وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِىْ يُوْسُفَ اور اس بنیامین سے پہلے جو کوتاہی تم نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں کی تھی وہ بھی تمہارے سامنے ہے۔ عموماً عادت ہے کہ جب کوئی نیا صدمہ پیش آئے تو پہلا صدمہ بھی تازہ ہو جاتا ہے تو ابا جان ایک تو اس سے پریشان ہونگے کہ بنیامین ہمارے ساتھ نہیں ہوگا اور یوسف علیہ السلام کا صدمہ بھی ان کے سامنے آجائے گا لہذا میرا فیصلہ یہ ہے فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ پس میں ہرگز نہیں ہٹوں گا اس زمین مصر سے اسکو نہیں چھوڑوں گا حَتّٰى يَاْذَنَ لِىْٓ اَبِىْٓ یہاں تک کہ مجھے اجازت دے میرا والد، میری آنکھیں ابا جان کا

سامنا نہیں کر سکتی جب تک وہ مجھے خصوصی حکم نہ دیں کہ اب تم جاؤ اَوْ یَحْکُمَ اللّٰهُ لِیْ یا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے کوئی میرے لئے کہ وہ مجھے وفات دیگا اور میں یہیں مروں گا یا اللہ تعالیٰ کوئی صورت ایسی پیدا کر دے کہ میں بھائی کو ساتھ لیکر آؤں اس حالت میں میں واپس جانے کیلئے تیار نہیں ہوں وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے میرے بھائیو! اِرْجِعُوْا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ لوٹو تم اپنے والد کی طرف، تم نے جانا ہے جاؤ فَقُوْلُوْا پس کہو تم ابا جان کو يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ اے ہمارے ابا جان! بیشک تیرے بیٹے بنیامین نے چوری کی ہے اس لئے اسکو وہاں روک لیا گیا ہے اور ہماری شریعت کے مطابق اس کو غلام بنالیا گیا ہے وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا اور ہم نہیں گواہی دیتے مگر اس چیز کی جو ہم جانتے ہیں ہمارے علم میں یہی ہے اس کے سامان میں سے سونے کا بڑا وزنی پیالہ نکلا تھا اور اس میں موتی جڑے ہوئے تھے وہ سرکاری پیالہ تھا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ اور نہیں ہیں ہم غیب کی چیزوں کی حفاظت کرنے والے ہماری غیر حاضری میں اس نے یہ پیالہ اپنے سامان میں رکھا ہے اور یہ معنٰی بھی ہو سکتا ہے کہ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم پہلے سے ہی جان لیتے کہ اس طرح ہمارے بھائی کو روکا جائے گا تو ہم یہاں سے اسکو لے کر ہی نہ جاتے غیب تو صرف پروردگار ہی جانتا ہے ہم دیانتداری سے کہتے ہیں کہ ہم اسے بڑے اخلاص کیساتھ لے گئے تھے ہماری طرف سے کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ. قریہ کا معنٰی بستی اور شہر آتا ہے آپ پوچھ لیں اس شہر سے الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا جس میں ہم تھے اسکی صورت یہ ہے کہ آپ اپنے آدمی بھیجیں جو مصر میں جا کر جو وہاں سے آٹھ دس دن کی مسافت پر تھا وہ وہاں جا کر دفتر والوں سے دریافت کریں کہ یہ معاملہ کیا تھا اگر آپ کو ہماری بات پر یقین نہیں آتا تو شہر والوں سے پوچھ

لیں اورابا جان وَالْعِيْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا اورقافلے والوں سے جس میں ہم واپس آئے ہیں۔ عیر اس قافلے کو کہتے ہیں جو خوراک دانے لیکر آئے۔ یہ کنعانیوں کا قافلہ کافی بڑا تھاان کوبھی ساراقصہ معلوم ہےان سے پوچھ لوکہ واقعی بات اسی طرح ہے یانہیں وَاِنَّـــا لَصٰدِقُوْنَ اور بیشک البتہ ہم سچے ہیں۔اس واقعہ میں واقعی وہ سچے تھےلیکن یعقوب علیہ السلام نے فرمایا قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فرمایاتم سچےنہیں ہوبلکہ بنایا ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے ایک معاملہ،شرارت کی ہے تمہاری جانوں نے کسی معاملہ میں۔

اللہ تعالیٰ کے سوانہ کوئی عالم الغیب ہےاور نہ حاضر ناظر :

دیکھو! یعقوب علیہ السلام فرمارہے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہاری شرارت ہے حالانکہ اس موقع پران کی کوئی شرارت نہیں تھی اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کوعلم غیب ہوتا تو یہ کبھی نہ فرماتے کہ تمہاری شرارت ہےاوراگر حاضر ناظر ہوتے تو یہ سارا قصہ ان کے سامنے ہوتاپھربھی یہ بات نہ فرماتے۔مسئلہ یادرکھنا! اللہ تعالیٰ کے سواکسی کوحاضروناظر ماننا نرا کفر ہےاورقرآن اوراسلام کی روح کیخلاف ہےاور یہ کوئی فرعی مسئلہ نہیں ہے۔فرمایا اب میں کیاکرسکتاہوں فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ پس صبر ہی اچھاہےاب میں صبر ہی کرونگا عَسَى اللّٰهُ ممکن ہےاللہ تعالیٰ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا لےآئےان سب کومیرے پاس اکٹھا کیونکہ خواب کا جونقشہ ہے وہ ساراذہن میں ہےلیکن درمیان کی کڑیاں اور درمیان کے حالات کا کوئی علم نہیں ہے کہ یوسف علیہ السلام کنویں میں کہاں ڈالے گئے پھر نکالے گئے پھرفروخت ہوگئےعزیز مصر کے گھر پہنچ گئے پھر دس یابارہ سال قید میں رہے پھر وزیراعظم بنے پھرآخرعمر میں اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی ان سب کے درمیان کے حالات سے واقف

نہیں تھے صرف دھندلا سا نقشہ ذہن میں ہے کہ ایک وقت ایسا ضرور آئیگا کہ یوسف علیہ السلام کے سامنے سورج اور چاند یعنی والدین اور گیارہ ستارے بھی یعنی بھائی جھکیں گے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو لائے اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ بیشک وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وہی سب کچھ جانتا ہے وہی سب کچھ کرتا ہے۔

❁❁❁

وَتَوَلّٰی عَنۡہُمۡ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی

عَلٰی یُوۡسُفَ وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰہُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَہُوَ کَظِیۡمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوۡا تَاللّٰہِ تَفۡتَؤُا تَذۡکُرُ یُوۡسُفَ حَتّٰی تَکُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡہٰلِکِیۡنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾ یٰبَنِیَّ اذۡہَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ یُّوۡسُفَ وَاَخِیۡہِ وَلَا تَایۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ لَا یَایۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰہِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَیۡہِ قَالُوۡا یٰۤاَیُّہَا الۡعَزِیۡزُ مَسَّنَا وَاَہۡلَنَا الضُّرُّ وَجِئۡنَا بِبِضَاعَۃٍ مُّزۡجٰىۃٍ فَاَوۡفِ لَنَا الۡکَیۡلَ وَتَصَدَّقۡ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَجۡزِی الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ ﴿۸۸﴾

وَتَوَلّٰی عَنۡہُمۡ اور پھرے (یعقوب علیہ السلام) بیٹوں کے پاس سے وَقَالَ اور فرمایا یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ اے افسوس! یوسف علیہ السلام پر وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰہُ اور سفید ہوگئیں تھیں ان کی آنکھیں مِنَ الۡحُزۡنِ غم کی وجہ سے فَہُوَ کَظِیۡمٌ پس ان کا سانس رکتا تھا قَالُوۡا بیٹوں نے کہا تَاللّٰہِ خدا کی قسم تَفۡتَؤُا تو نہیں ٹلتا تَذۡکُرُ یُوۡسُفَ ذکر کرتا رہیگا یوسف علیہ السلام کا حَتّٰی تَکُوۡنَ حَرَضًا یہاں تک کہ آپ گھل جائیں گے اَوۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡہٰلِکِیۡنَ یا ہوجائیں گے ہلاک ہونے والوں میں سے قَالَ فرمایا اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ پختہ بات ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اپنی پریشانی کی وَحُزۡنِیۡۤ اور اپنے غم کی اِلَی

اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جو تم نہیں جانتے یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا اے میرے بیٹو! جاؤ فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ پس تلاش کرو تم یوسف علیہ السلام کو اور اسکے بھائی کو وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اور ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ بیشک شان یہ ہے کہ ناامید نہیں ہوتے اللہ کی رحمت سے اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ مگر وہ لوگ جو کفر کرنے والے ہیں فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ پس جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام پر قَالُوْا کہنے لگے یٰاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اے عزیز مصر مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف وَجِئْنَا اور ہم لائے ہیں بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ کھوٹا سرمایہ فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ پس پورا پورا ماپ کر دیدو ہمیں اناج وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا اور صدقہ کر ہم پر اِنَّ اللّٰہَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے صدقہ کرنے والوں کو۔

پچھلے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب دوسری مرتبہ گئے تو یوسف علیہ السلام نے تدبیر کیساتھ اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا اور بڑا بھائی روبیل یا یہودا بھی وہیں رہ گیا کہ میں نہیں جاتا میری آنکھیں ابا جان کا سامنا نہیں کر سکتیں بڑی شرم والے لوگ ہوتے تھے آج تو زمانہ بے حیا ہے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اب نو بھائی واپس آئے کہ یوسف علیہ السلام بھی وہیں تھے اور بنیامین کو بھی انہوں نے اپنے پاس رکھ لیا اور روبیل بھی وہیں رک گیا، نو بھائیوں نے واپس آکر والد صاحب کو داستان سنائی اور کہا

کہ تحقیق کرلو اور قافلے والوں سے بھی پوچھ لو ہم سچے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی بات پر یقین نہ آیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے نفسوں کی شرارت ہے میں تمہاری بات پر مطمئن نہیں ہوں **فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ** پس صبر ہی اچھا ہے اور کیا کرسکتا ہوں **وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ** اور پھرے (یعقوب علیہ السلام) بیٹوں کے پاس سے، ان سے اعراض کیا ان کی باتیں سن کر تسلی نہ ہوئی، منہ دوسری طرف پھیر لیا **وَقَالَ** اور فرمایا **يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ** اے افسوس! یوسف علیہ السلام پر۔ انسان کا مزاج اور طبیعت ہے کہ جب کوئی نیا صدمہ پیش آئے تو پہلا صدمہ بھی اسکو یاد آجاتا ہے۔ اب بنیامینؒ کی جدائی کے صدمے سے یوسف علیہ السلام کی جدائی کا صدمہ بھی تازہ ہو گیا۔ سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ بچہ فوت ہو جائے تو اس کا صدمہ دو دن، چار دن، دس دن، بیس دن رہیگا پھر بھول بھال جاتا ہے لیکن اگر بچہ اغواء ہو جائے تو اس کا صدمہ ساری زندگی رہتا ہے جب بھی کوئی خوشی یا غمی کا وقت آئے گا وہ صدمہ تازہ ہو جائیگا۔

بچوں کو اغوا کرنے والوں کی سزا موت ہونی چاہیئے :

اس وقت حکومت اور قانون کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ بچوں کو خرکار اور دوسرے شیطان قسم کے لوگ اغوا کر کے لے جاتے ہیں مگر ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس کیلئے کوئی مؤثر قانون نہیں ہے ان کی سزا صرف موت ہونی چاہیئے اور فقہی طور پر اسلامی طور پر تعزیراً سزائے موت دی جاسکتی ہے۔ دو چار کو سزا ہوگی تو پھر بچوں کے اغوا کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیگا **وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ** اور سفید ہو گئیں تھیں ان کی آنکھیں غم کی وجہ سے۔ آنکھوں میں جو کالی پتلی ہوتی ہے اس میں رب تعالیٰ نے روشنی رکھی ہے جس وقت یہ سفید ہو جائے تو پھر آنکھ کی روشنی کم ہو جاتی ہے ان کی دونوں آنکھوں کی سیاہی سفید ہو گئی تھی

غم کی وجہ سے بینائی بہت کمزور ہوگئی تھی۔ یہ تقریباً چالیس سال کا وقفہ گزرا ہے یہ کوئی تھوڑا عرصہ نہیں ہے جب بھی کوئی خوشی کی بات آئی یا غمی کی بات آئی یوسف علیہ السلام ذہن میں آ گئے فَهُوَ كَظِيمٌ پس ان کا سانس رکتا تھا، دم گھٹتا تھا۔ جب آدمی پریشان ہو تو سانس جلدی لیتا ہے اس کا سانس اندر رکتا ہے، بیٹوں، پوتوں اور پڑپوتوں نے جب یہ حالت دیکھی قَالُوْا کہنے لگے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم تَفْتَؤُا اصل میں لَاتَفْتَؤُ تھا لا کا لفظ یہاں محذوف ہے، معنٰی ہوگا تو نہیں ٹلتا تَذْكُرُ يُوْسُفَ ذکر کرتا رہیگا یوسف علیہ السلام کا حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا یہاں تک کہ آپ گھل جائیں گے۔ پانی کو نمک پڑ ا لو تو گھلتا ہے اس کو عربی میں حرض کہتے ہیں تو حرض کا معنٰی گھل جانے والا، آپ گھلتے گھلتے ختم ہو جائیں گے اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ یا ہو جائیں گے ہلاک ہونے والوں میں سے، اب اس کا ذکر چھوڑ دو قَالَ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اپنی پریشانی کی اور اپنے غم کی اللہ تعالیٰ کی طرف، میں اپنے رب کے سامنے شکوہ کرتا ہوں تمہیں تو کوئی تکلیف نہیں ہے تکلیف تو مجھے ہے۔

کوئی شخص اپنی پریشانی کا اظہار رب کے سامنے کرسکتا ہے یا نہیں :

اس بات میں کافی طویل بحث ہے کہ کوئی شخص اپنی پریشانی اور غم کا اظہار رب تعالیٰ کے سامنے کرسکتا ہے یا نہیں بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ نہیں کرسکتا لیکن جمہور فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ کرسکتا ہے کہ مجھے یہ تکلیف ہے۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ انسان کو دکھ درد غم پریشانی ہوتی ہے اس کے اظہار میں شرعاً کوئی گناہ نہیں ہے انسان انسان ہے لوہے یا ربڑ کا تو نہیں ہے نہ مٹی کا بت ہے کہ اس کو دکھ درد نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کو درد شقیقہ تھی فرمایا اتنی درد ہے کہ میں حرکت

نہیں کرسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سر کا درد شروع ہوا تو فرمایا وَا رَأْسَاهُ۔ تو بندے کو جب کوئی تکلیف ہوتی ہے تو وہ اپنے رب کے سامنے اظہار کرتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی تکلیف شروع ہوئی جسکو لنگڑی کا درد کہتے ہیں یہ بڑا ظالم ہے میں خود اس میں مبتلا ہوں (حضرت کو کسی نے بتایا کہ اس کا واحد علاج خون کا نکلوانا ہے ہم جب حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا مولوی صاحب مجھے عرق النساء کی تکلیف ہے اور کہتے ہیں کہ علاج اس رگ سے خون نکلوانا ہے اور بھیرے میں ایک آدمی کام کرتا ہے مگر وہ کہیں جاتا نہیں ہے۔ میں نے کہا حضرت! میں اسکو لے آؤنگا جیسے بھی لانا پڑے۔ وہیں ایک ساتھی بیٹھے تھے اس نے بتایا کہ قلعہ دیواں نزد قلعہ دیدار سنگھ ماسٹر خورشید صاحب یہ کام کرتے ہیں۔ میں نے کہا پھر تو یہ کام اور آسان ہوگیا ہے چنانچہ میں ماسٹر خورشید کو لے آیا انہوں نے پچھ لگا کر خون نکالا اور کھانے کی دوائی بھی دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو شفا عطا فرمادی۔ محمد نواز بلوچ، مرتب) حضرت یعقوب علیہ السلام نے نذر مانی کہ اے پروردگار! مجھے عرق النساء سے شفاء ہوئی تو کھانے پینے میں جو مرغوب چیزیں ہیں وہ چھوڑ دونگا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ پسند کرتے تھے جب شفا ہوئی تو انہوں نے ان دونوں چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ تو یہ ایک ایسا ظالم درد ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو بے تاب کردیا۔

نذر و منت کا مسئلہ :

ہماری شریعت میں ایسی نذر منت جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی حلال کو حرام کرتا ہے تو اسے قسم کا کفارہ دینا پڑیگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام تقریباً سترہ سال پریشان رہے تو تکلیفیں پیش آتی رہتی ہیں ان کا اظہار اعتدال کی حد میں رہ کر جائز ہے۔ ایک ہے رب

تعالیٰ پر اعتراض کہ اے رب! اس تکلیف کیلئے تجھے کوئی اور نہیں ملا، یہ رب تعالیٰ کیساتھ مقابلہ ہے، یہ گناہ کی بات ہے۔ تو فرمایا کہ میں اپنی پریشانی اور غم کا شکوہ اپنے رب کے سامنے کرتا ہوں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَاتَعْلَمُوْنَ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جو تم نہیں جانتے۔ اجمالی طور پر وہ خاکہ ذہن میں ہے کہ ایک وقت آئیگا کہ یوسف علیہ السلام کے سامنے ہم بھی اور اس کے بھائی بھی جھکیں گے باقی تفصیل کا کوئی علم نہیں کہ درمیان میں کیا ہوگا اور یہ کہاں ہوگا۔ چنانچہ تفسیروں میں ہے کہ اس موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ ہم گھر کے سارے افراد اکٹھے ہیں اور ان میں یوسف علیہ السلام بھی موجود ہیں اسی کا پھر ذکر فرمایا۔ اب یہ تیسری دفعہ نو بھائی دانے لینے کیلئے جارہے ہیں کنعان سے۔ آج کل اس کا نام الخلیل اور القدس ہے حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبریں وہیں ہیں۔ تین تو پہلے وہاں موجود ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا اے میرے بیٹو! جاؤ فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ پس تلاش کرو تم یوسف علیہ السلام کو اور اسکے بھائی کو۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مجمع بنایا ہے کہ اس میں یوسف علیہ السلام بھی ہیں بنیامین اور روبیل بھی ہیں یہودا بھی ہیں تم سارے بھائی جمع ہو وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اور ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ ناامید نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مگر وہ لوگ جو کافر ہیں فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ پس جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس قَالُوْا کہنے لگے یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اے عزیز مصر! مصر کے وزیر اعظم، یوسف علیہ السلام پہلے وزیر خزانہ تھے اور اب انکو وزیر اعظم بنادیا گیا تھا اور آخر میں ریان بن ولید نے اپنے سر سے

تاج شاہی اتار کر ان کے سر پر رکھ دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حکمرانی عطا فرمادی مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے گھر کے افراد کو تکلیف کہ بھوکے مر رہے ہیں وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ اور ہم لائے ہیں کھوٹا سرمایہ، پیسے ان کے پاس کھوٹے تھے صحیح نہیں تھے فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ پس پورا پورا ماپ کردے دو ہمیں اناج وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اور صدقہ کر ہم پر، ہمیں کچھ صدقہ خیرات بھی دو۔

ظالم بھائیوں کو رب تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے سامنے جھکا دیا :

تمہیں یاد ہوگا کہ جب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کا کرتا اتار کر کنویں میں پھینکنے لگے تھے تو یوسف علیہ السلام نے ایک ایک بھائی کے منہ کی طرف دیکھا اور یہ لفظ کہے کہ بھائیو تم جو کچھ میرے ساتھ کر رہے ہو کچھ سوچو جب تم واپس جاؤ گے اور میں نہیں ہونگا تو والد صاحب پر کیا گزرے گی مجھ پر اگر تم ترس نہیں کھاتے تو اپنے بوڑھے باپ پر ترس کھاؤ مگر سنگدلوں کو کوئی ترس نہ آیا اور کرتا اتار کر کنویں میں پھینک دیا اور گرانے کے بعد اوپر سے قہقہے لگائے اور ہنستے رہے اور اب یہ وقت ہے کہ ظالم پیٹ کی خاطر خیرات مانگ رہے ہیں وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ہم پر صدقہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ [آل عمران: ۱۵۰] ''یہ زمانے کے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں۔'' یاد رکھنا! نہ ہمیشہ تندرستی رہتی ہے، نہ ہمیشہ مال رہتا ہے نہ ہمیشہ خوشی رہتی ہے حالات بدلتے رہتے ہیں ایک وقت تھا کہ کنویں میں ڈال کر ہنس رہے تھے اور اب یہ وقت ہے کہ خیرات مانگ رہے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے صدقہ کرنے والوں کو۔ صدقہ کے متعلق بات سن لو۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَايَا ''صدقے کی برکت

سے مصیبتیں ٹلتی ہیں۔'' اور مَیْتَۃَ السُّــوْءِ کے لفظ بھی آتے ہیں کہ صدقہ کرنے والا بری موت نہیں مریگا اور ایک روایت ہے کہ اَلصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ''صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔'' صدقہ خیرات بڑی اچھی چیز ہے مگر لوگوں نے اسکا مفہوم نہیں سمجھا۔

صدقہ کا مفہوم :

لوگ سمجھتے ہیں کہ کالی سری دینا صدقہ ہے یا اس سے بڑی چھلانگ لگائیں گے تو بکری دیدیں گے۔ یاد رکھنا! صدقے کا یہ کوئی معنٰی نہیں ہے یہ رسم و رواج ہے صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا اب سردی کا موسم ہے غریب کو رضائی تلائی کی ضرورت ہے تم اسکو سری دیدو، اس بیچارے کو جوتے کی ضرورت ہے اس کے گھر میں کوئی بیمار ہے اسکو دوائی کی ضرورت ہے بچے پڑھتے ہیں کتابوں کی ضروت ہے اسکو دال آٹے کی ضرورت ہے یہ کالی سری کہاں کہاں کام آئیگی۔ تو یہ کوئی صدقہ نہیں ہے نقد پیسے دیدو اسکی جو ضرورت ہوگی وہ پوری کرلے گا۔ پھر بعض جاہل لوگ اس طرح کرتے ہیں جسکی طرف سے صدقہ کرتے ہیں سری مرغی وغیرہ اسکے سر پر سے گھما کر دیتے ہیں بکری کے اوپر ہاتھ پھرواتے ہیں یہ بھی نری رسم ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں۔ صدقہ اس طرح دو کہ دائیں ہاتھ سے دو تو بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے غریب کی ضرورت پوری کرو اس کا دل دعائیں دے دکھلاوا نہ کرو۔

(سامعین میں سے ایک آدمی نے سوالات کیئے حضرت نے ان کے جوابات دیئے۔)

سوال: یہ گوشت وغیرہ جو لوگ باہر چوک یا چھت یا جنگل میں گرادیتے ہیں قبرستان میں ڈال دیتے ہیں۔

جواب: یہ نری جہالت ہے۔

سوال: بعض لوگ جانوروں کیلئے ڈال دیتے ہیں؟

جواب: اس میں تفصیل ہے اگر ایسا علاقہ ہے کہ جہاں جانوروں کو خوراک نہ ملتی ہو تو وہ الگ بات ہے باقی پنجاب میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یہاں ایسی کوئی بات نہیں یہاں تو جانوروں کو خوراک عام ملتی ہے لہذا یہاں جانوروں پرندوں کے آگے ڈالنے کا کوئی معنٰی نہیں ہے۔غریب مسکین کو دو۔

سوال: بے نماز کو صدقہ دینا کیسا ہے؟

جواب: بے نماز کو صدقہ نہ دو۔حدیث پاک میں آتا ہے لَا یَاکُلُ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ ''تیرا کھانا صرف پرہیز گار کھائے بے نماز کو بالکل نہ دو۔'' وہ رب تعالیٰ کا نافرمان ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿٨٩﴾ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾ ع

قَالَ فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) هَلْ عَلِمْتُمْ کیا تم جانتے ہو مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ کیا کیا تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کیساتھ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ جب تم بے خبر تھے قَالُوْآ وہ کہنے لگے ءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ کیا بیشک آپ یوسف ہیں قَالَ فرمایا اَنَا یُوْسُفُ میں یوسف ہوں وَهٰذَآ اَخِیْ اور یہ میرا بھائی ہے قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ بیشک شان یہ ہے کہ جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ تعالیٰ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا قَالُوْا کہنے لگے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰهُ عَلَیْنَا البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترجیح دی ہے ہم پر وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ اور بیشک ہم البتہ خطا کار تھے قَالَ فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمْ

اَلْیَوْمَ نہیں ملامت تم پر آج کے دن کچھ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ معاف کریگا اللہ تعالیٰ تمہیں وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور وہ سب سے بڑھ کر شفقت کرنے والا ہے اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا لے جاؤ میری یہ قمیض فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ پس ڈالو تم اس کُرتے کو میرے باپ کے چہرے پر یَاْتِ بَصِیْرًا وہ آئیں گے دیکھتے ہوئے وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ اور لاؤ تم میرے پاس اپنے گھر کے سب افراد کو۔

گذشتہ درس میں تم نے سنا کہ تیسری دفعہ یوسف علیہ السلام کے نو بھائی آٹھ دس دن کا سفر کر کے کنعان سے مصر پہنچے۔ اس دفعہ ان کے پاس کھوٹے سکے تھے اور وہ بھی ضرورت کے مطابق پورے نہیں تھے۔ یوسف علیہ السلام کو کہنے لگے اس دفعہ ہم کھوٹے سکے لائے ہیں یہی ہم سے وصول کر کے ہمیں پورے پورے دانے دیدو اور ہم پر کوئی صدقہ خیرات بھی کرو کیونکہ ہم بڑی تکلیف میں ہیں اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

جب بھائی تیسری دفعہ آئے تو یوسف علیہ السلام نے حقیقت واضح کردی :

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ان کی عاجزی کی یہ حالت دیکھی کہ یہ پیٹ کیلئے صدقہ مانگنے پر آگئے ہیں تو کُھل گئے۔ قَالَ فرمایا یوسف علیہ السلام نے ھَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْہِ کیا تم جانتے ہو کیا کیا تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی بنیامینؒ کیساتھ۔ یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی والدہ ایک تھی اور باقی بھائی علیحدہ

علیحدہ ماؤں سے تھے یہ چونکہ چھوٹے تھے اور والدہ بھی فوت ہو چکی تھی اور باپ کی خصوصی توجہ ان کی طرف ہوتی تھی ۔ بھائی ہر وقت ان کو کوستے رہتے تھے اور ظلم کرتے رہتے تھے اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو جو تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کیساتھ کیا۔ بعض نے ما کو استفہامیہ بھی قرار دیا ہے کہ جانتے ہو تم نے کیا کیا تھا یوسف علیہ السلام اور اسکے بھائی کیساتھ اِذْاَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ جب تم بے خبر تھے حقیقت سے قَالُوْٓا بھائی کہنے لگے ءَ اِنَّكَ کیا بیشک آپ ہی لَاَنْتَ یُوْسُفَ البتہ یوسف ہیں ۔ وہ قرائن اور شواہد سے سمجھ گئے کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں قَالَ اَنَا یُوْسُفُ فرمایا ہاں میں یوسف ہوں وَهٰذَآ اَخِیْ اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ بیشک شان یہ ہے کہ جو ڈرتا ہے اور بچتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اور صبر کرتا ہے تکالیف اور مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ پس بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا۔ اس کیلئے دو شرطیں ہیں۔

تقویٰ کا مفہوم :

۱)......تقویٰ ۲)......صبر۔ تقویٰ کا معنیٰ ہے کہ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے کہ ان چیزوں سے گریز کرنا ہے اور بچنا ہے اور تکالیف آئیں تو ان پر صبر کرنا ہے۔ صبر کا مطلب یہ ہے کہ شرعی دائرے میں رہ کر تکلیف کا ازالہ بھی کرے اور اس کیلئے کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتراض اور شکوہ نہ کرے اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس کو حکم ہے کہ اپنا علاج کرائے۔

علاج کرانا توکل کے خلاف نہیں :

یہ علاج کرانا صبر کیخلاف نہیں ہے اور نہ توکل کیخلاف ہے اور جو بھی تکلیف آئے اس پر صبر سے کام لے اور حوصلہ کرے اور صبر دکھ، تکلیف کے بعد ہوتا ہے بغیر دکھ تکلیف کے صبر کی دعا بھی نہ کرے کہ اے پروردگار! تو مجھے صبر عطا فرما۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ ایک نوجوان نے دعا کی اے پروردگار! مجھے صبر کی توفیق دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے ویسے رب سے صبر مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سَاَلْتَ اللّٰهَ الْبَلَاءَ تو نے تو اللہ تعالیٰ سے مصیبت مانگی ہے۔ صبر تو مصیبت کے بعد ہوتا ہے۔ دھکے سے مصیبتیں نہ مانگو آ جائیں تو حوصلہ کرو اسی طرح ایک بڑا صالح نوجوان تھا با جماعت نماز پڑھتا تھا آپ ﷺ کو چند دن نظر نہ آیا فرمایا وہ حاضر باش نوجوان جماعت کیساتھ نماز پڑھتا تھا وہ نظر نہیں آتا ساتھیوں نے کہا حضرت! ہم معلومات کر کے آتے ہیں پتا چلا کہ وہ بیمار ہے۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ كَاَنَّمَا فَرْخٌ ایسا کہ جیسا چڑیا کا بچہ ہوتا ہے بیماری کیوجہ سے بالکل سوکھ گیا آپ اس کی خبر لینے کیلئے تشریف لے گئے۔ فرمایا تجھے بڑی تکلیف ہے بہت کمزور ہو گئے ہو کیا بات ہے کہنے لگا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ اے پروردگار! جو سزا تو نے مجھے مرنے کے بعد دینی ہے ابھی دیدے اس دعا کے نتیجے میں اس تکلیف میں مبتلا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم بڑے اچھے آدمی ہو رب تعالیٰ سے مانگتے ہو تو عافیت مانگو ایسا کیوں نہیں کہا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ''اے پروردگار! دنیا میں بھی ہمیں راحت عطا فرما اور آخرت میں بھی راحت عطا فرما۔'' رب تعالیٰ سے تکلیف مانگنے کا کیا معنٰی ہے؟ رب تعالیٰ سے خیر مانگو رحمت مانگو اور اگر کوئی تکلیف آ جائے تو صبر کرو۔ قَالُوْا

بھائیوں نے کہا تَاللّٰہِ اللہ کی قسم لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترجیح دی ہے ہم پر۔ ہم نے خواب سنا کہ کوئی وقت آئیگا ہم سب تجھے سجدہ کریں گے یعنی تیرے ماتحت ہونگے فرمانبردار ہونگے اس پر ہم نے راستے کا پتھر ہٹانے کی کوشش کی تھی مگر رب اپنے کاموں میں غالب ہے وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ اور بیشک ہم البتہ خطا کار تھے۔ قصور ہمارا تھا اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ قَالَ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کوئی ملامت نہیں تم پر آج کے دن۔ تثریب کا لفظی معنٰی ہے جانور کو ذبح کرنے کے بعد گوشت کیساتھ جو چربی ہوتی ہے اس کو دور کر کے گوشت کو ننگا کر دیا، پھر یہ ملامت کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے کہ جس طرح چربی دور ہو جانے کے بعد نیچے سے گوشت ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح ملامت کرنے سے عیب ظاہر ہوتا ہے۔ تو آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے کوئی زجر و توبیخ نہیں ہے یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ میں نے تمہیں معاف کیا اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف کرے وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور وہ سب سے بڑھ کر شفقت کرنے والا ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ ان بھائیوں کو کنویں میں گراتے ہوئے ترس نہ آیا اور اپنے والد گرامی کا بھی خیال نہ کیا باوجود یہ کہ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ کچھ تو سوچو جب تم مجھے کنویں میں گرا کر واپس جاؤ گے اور میں تمہارے ساتھ نہیں ہونگا تو ابا جی پر کیا گزرے گی اور یاد رکھنا! والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اگر ماں باپ مسلمان ہیں تو ان کی دل آزاری گناہ کبیرہ ہے جن کو حدیث پاک میں مُوبقات کہا گیا ہے، بندے کو ہلاک کر دینے والے۔ ابن السُّنّی کی عَمَلَ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَہ حدیث کی کتاب ہے۔ جس میں دعاؤں کا ذکر آتا ہے اس میں یہ حدیث بھی ہے جس کا مفہوم ہے کہ یہ بھی نافرمانی ہے کہ باپ پیچھے چلے اور بیٹا آگے چلے یعنی یہ

بھی عقوق والدین میں داخل ہے۔اب جو حالات ہیں بس اللہ تعالیٰ بچائے بہت کچھ ہورہا ہے تو ایک وقت وہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کہہ رہے تھے مجھ پہ ترس کھاؤ اور ایک یہ وقت ہے وہ معافی مانگ رہے ہیں کہ بیشک ہم خطا کار تھے ہمیں معاف کردو اللہ تعالیٰ حالات بدلتے رہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے مکہ والوں کی زیادتیاں معاف فرمادیں :

ہجرت کا آٹھواں سال رمضان المبارک کا مہینہ تھا مکہ مکرمہ فتح ہوا اس وقت کعبۃ اللہ سے بلند عمارت مکہ مکرمہ میں اور کوئی نہیں تھی کعبۃ اللہ کی بلندی پچاس فٹ ہے اب تو کئی کئی منزلہ بلڈنگیں بن گئی ہیں لوگ لفٹ کے ذریعے اوپر نیچے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ پہاڑی پر تشریف لے گئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے سفید چادر لہرائی اس وقت سفید چادر کو لہرانا خطرے کی علامت ہوتا تھا اور اگر خطرہ بہت زیادہ ہوتا تو کپڑے اتار کر چیخیں مارتے تھے اس کو وہ نذیر العریان کہتے تھے ننگا ڈرانے والا، یہ خطرے کا آخری آلارم ہوتا تھا کہ دشمن آ گیا ہے ۔ جب آپ ﷺ نے کپڑا لہرایا تو عام لوگ اکٹھے ہو گئے مرد عورتیں بوڑھے بچے آنحضرت ﷺ نے تقریر فرمائی کہ اے اہل مکہ! تم نے مجھ پر زیادتیاں کی ہیں فلاں دن یہ زیادتی کی فلاں دن یہ زیادتی کی ۔ یاد ہے تمہیں میرے فلاں صحابی پر کی فلاں صحابی پر کی تمہیں یاد ہے۔ان کے سب جرائم اور قصور شمار کیے ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہنے لگے ہمیں تو یاد ہی نہیں تھا کہ ہم نے کیا کچھ کیا تھا اس نے سب کچھ نوٹ کیا ہوا ہے۔ جیسے جیسے آپ ﷺ ان کے جرائم بیان کرتے تھے ان کے ہوش وحواس اڑتے گئے ۔فرمایا مکے والو! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا میں وہی کچھ کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو کہا

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کوئی ملامت نہیں تم پر میں نے سب کو معاف کر دیا۔ عکرمہ بن ابو جہل کی بیوی ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں کہنے لگیں میرے خاوند عکرمہ کیلئے بھی معافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کیلئے بھی معافی ہے حالانکہ ابوجہل کے بدر میں قتل ہو جانے کے بعد ہر معاملے میں یہ پیش پیش تھا پوچھنے والے نے پوچھا کہ وحشی ابن حرب کیلئے بھی معافی ہے جس نے غزوہ احد میں حضرت حمزہ ﷺ کو بڑی بے دردی کیساتھ شہید کیا تھا ان کا کلیجہ نکالا کان کاٹے، ناک کاٹا حلیہ بگاڑ دیا فرمایا اس کیلئے بھی معافی ہے۔ فرمایا حبار ابن اسود کو بھی معافی ہے آنحضرت ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ کا خسر لگتا تھا ان کا نکاح ابو العاص بن ربیع کیساتھ تھا جنکا نام مِقْسَم تھا یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے یہ بدر کے قیدیوں میں سے تھے۔ جس وقت بدر کے قیدی رہا ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے داماد ابو العاص بن ربیع کو فرمایا کہ مکہ مکرمہ سے جب کوئی ایسا قافلہ آئے کہ اس میں مرد عورتیں ہوں تو میری بیٹی کو ان کیساتھ ملاقات کیلئے بھیج دینا انہوں نے وعدہ کیا اور وہ لوگ وعدے کے پکے تھے جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو انہوں نے حضرت زینبؓ کو ساتھ بھیج دیا جب وہ اونٹ پر سوار ہو گئی تو یہ حبار بن اسود آ گیا بڑا منہ پھٹ آدمی تھا کہنے لگا اے عورت! تو کدھر جا رہی ہے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا چچا جی میں اپنے گھر والوں کی اجازت سے جا رہی ہوں ابا جان کی ملاقات کر کے واپس آ جاؤں گی کہنے لگا تم نہیں جا سکتی۔ انہوں نے کہا چچا جی میں نے اپنے خاوند سے پوچھا ہے، ابا جی سے پوچھا ہے، ساس سے پوچھا ہے، سب کی اجازت سے جا رہی ہوں۔ کہنے لگا تم نہیں جا سکتی ٹانگ سے پکڑ کر نیچے کھینچا وہ گر گئیں حاملہ تھیں ان کے حمل میں گڑبڑ ہو گئی بچہ مردہ پیدا ہوا یہ بڑا موذی قسم کا بے لحاظ آدمی تھا۔ فرمایا اس کو بھی معافی ہے صفوان ابن امیہ بڑا مالدار آدمی

تھا اور تمام ہتھیار، تلواریں، نیزے، تیر کمان وغیرہ یہ سپلائی کرتا تھا فرمایا اسکو بھی معافی ہے عجیب منظر تھا عکرمہ کی بیوی ام حکیمؓ نے کہا حضرت کوئی نشانی دیدو تا کہ میں اسکو مطمئن کر سکوں کہ واقعی تجھے معافی مل گئی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا سیاہ رنگ کا عمامہ عنایت فرمایا کہ یہ لے جاؤ اس کو سارے پہچانتے ہیں کہ میرا ہے۔ چنانچہ انکی تلاش میں نکلیں پتا چلا کہ وہ حبشہ کی طرف بھاگ گیا ہے اس وقت جدہ آباد نہیں ہوا تھا جدہ بعد میں آباد ہوا ہے جدہ مکہ مکرمہ سے پینتالیس میل کے فاصلے پر ہے اس زمانے میں کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھ پر تیس میل کے فاصلے پر کشتیاں آتی تھیں کوئی باقاعدہ نظم ونسق نہیں تھا کبھی حبشہ اور دوسرے علاقوں سے آجاتی تھیں وہاں چند جھونپڑیاں تھیں جن کے پاس کھجوریں، ستو اور اس قسم کی چیزیں ہوتی تھیں جو ضرورت پوری کرتی تھیں عکرمہ بھی ایک کشتی میں سوار ہو گئے کشتی چند میل چلی تھی کہ طوفان آ گیا۔ اپنے اپنے خداؤں کو انہوں نے پکارنا شروع کیا کسی نے کہا یَا لَاتُ اَغِثْنِی ''اے لات میری مدد کر'' کسی نے کہا یَاعُزّٰی اَغِثْنِی ''اے عزی میری مدد کر۔'' ملاح نے کہا اِنَّ اٰلِھَتَکُمْ لَاتُغْنِی ھٰھُنَاشَیْئًا ''بیشک تمہارے خدا یہاں کام نہیں آئیں گے یہاں صرف رب کو پکارو۔'' فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ''جب وہ سوار ہوتے ہیں کشتیوں میں تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے دین کو۔'' عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے یہ خدا یہاں کام نہیں آسکتے تو خشکی پر بھی کام نہیں آسکتے یہی سبق تو میرا بھائی دیتا تھا اگر مجھے رب نے نجات دی تو ضرور جا کر کلمہ پڑھوں گا کشتی واپس آ گئی کنارے پر دیکھا تو بیوی کھڑی ہے اونٹنی پر سوار تھی نیچے اتری بغل میں بیوی نے کوئی چیز دبائی ہوئی تھی کشتی سے باہر پاؤں رکھا پریشان ہوا کہنے لگا عورتوں کی بھی خیر نہیں ہے لگتا ہے یہ بھی بھاگ کر آئی ہے پوچھا کَیْفَ اَنْتِ تم کیسے آئی ہو خیر تو ہے

اس نے کہا خیر ہے، کہنے لگی وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے سب کو معافی ہوگئی ہے عکرمہ نے کہا مجھے بھی؟ فرمایا ہاں! کہنے لگا کہیں مجھے پھنسا نہ دینا ام حکیمؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر سیاہ رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی کَانَتْ عَلٰی رَأْسِهٖ عَمَامَةٌ سَوْدَآءُ یہ پگڑی آپ ﷺ کی ہے اور یہ علامت کے طور پر لے آئی ہوں۔ عکرمہ نے جس وقت وہ پگڑی دیکھی تو مطمئن ہوگیا۔ مؤطا امام مالک کی روایت ہے کہ جب وہ واپس آئے تو آنحضرت ﷺ انکو دیکھ کر اعزاز کیلئے کھڑے ہو گئے فرمایا مَرْحَبًا بِالرَّاکِبِ الْمُهَاجِرِ ۔تو جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی قوم کو معاف کر دیا۔ فرمایا اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِیْ هٰذَا لے جاؤ میری یہ قمیض فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ پس ڈالو تم اس کرتے کو میرے باپ کے چہرے پر غم کیوجہ سے رو رو کر آنکھیں سفید ہوگئی ہیں نظر کمزور پڑ گئی ہے یَاْتِ بَصِيْرًا وہ آئیں گے دیکھتے ہوئے فضل و کرم سے ان کی بینائی آجائے گی یہ معجزہ ہے وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور لاؤ تم میرے پاس اپنے گھر کے سب افراد کو۔ ان شاء اللہ العزیز زندگی رہی تو باقی واقعہ آئندہ بیان ہوگا۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ

الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ اور جب جدا ہوا قافلہ قَالَ أَبُوهُمْ کہا ان کے والد نے إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ بیشک میں البتہ پاتا ہوں یوسف علیہ السلام کی خوشبو لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ اگر تم مجھے بوڑھا بے عقل نہ کہو قَالُوا کہنے لگے تَاللَّهِ اللہ کی قسم إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ بیشک آپ پرانی خطا میں مبتلا ہیں فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ پس جس وقت آیا خوشخبری سنانے والا أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ ڈالا

اس کرتے کو اپنے والد کے چہرے پر فَارْتَدَّ بَصِیْرًا پس وہ لوٹ آئے بینا ہو کر قَالَ فرمایا اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ کیا میں نے نہیں کہا تھا تمہیں اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بیشک میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جو تم نہیں جانتے قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ کہنے لگے اے ہمارے ابا جان معافی مانگ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ بیشک ہم قصوروار اور خطا کار ہیں قَالَ فرمایا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ عنقریب میں بخشش مانگوں گا تمہارے لئے اپنے رب سے اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا مہربان ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ پس جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ تو انہوں نے جگہ دی اپنے پاس اپنے والدین کو وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اور فرمایا داخل ہو مصر میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ اگر اللہ نے چاہا تو امن میں رہو گے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ اور بلند کیا اپنے ماں باپ کو تخت پر وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا اور گر پڑے ان کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے وَقَالَ اور کہا یوسف علیہ السلام نے یٰٓاَبَتِ اے میرے ابا جان هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ یہ ہے تعبیر میرے خواب کی مِنْ قَبْلُ جو اس سے پہلے میں نے دیکھا تھا قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا بیشک بنایا ہے اسکو میرے پروردگار نے سچا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اور تحقیق اس نے احسان کیا میرے ساتھ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ جس وقت نکالا مجھے قید خانے سے وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ اور لایا وہ تمہیں دیہات سے

مِنْ مبَعْدِ بعد اسکے اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ کہ جھگڑا ڈال دیا شیطان نے بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ بیشک میرا رب باریک بین ہے جو چاہے اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

یوسف علیہ السلام کا واقعہ چلا آرہا ہے یوسف علیہ السلام کے نو بھائی جب تیسری دفعہ اناج لینے کیلئے گئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کیساتھ کھل کر بات کی اور بتایا کہ میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اور جو کچھ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی بنیامین کیساتھ کیا ہے تمہیں معلوم ہے بھائیوں نے کہا کہ ہماری غلطی تھی ہمیں معاف کردو یوسف علیہ السلام نے فرمایا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ کوئی ملامت نہیں ہے تم پر آج کے دن۔ اب تم جاؤ یہ کرتا میرے ابا جان کے چہرے پر ڈال دو آنکھوں کی بینائی واپس آجائے گی اور گھر کے تمام افراد کو لیکر یہاں آجاؤ۔ اب جس وقت بھائی اناج لیکر مصر سے روانہ ہوئے وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ. عِیْر اس قافلے کو کہتے ہیں جو خوراک پہنچاتا ہے۔ اور جب جدا ہوا قافلہ خوراک لے کر مصر سے قَالَ اَبُوْهُمْ کہا ان کے والد یعقوب علیہ السلام نے اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ بیشک میں البتہ پاتا ہوں یوسف علیہ السلام کی خوشبو۔

جب یوسفؑ کا کرتا مصر سے لے کر چلے تو یعقوبؑ کو کنعان میں خوشبو آئی :

تفسیروں میں تین دن کا ذکر بھی ہے آٹھ اور دس دن کا ذکر بھی ہے تو یہ کافی سفر ہے وہاں سے جب وہ کرتا لیکر چلے تو یعقوب علیہ السلام کو کنعان کے مقام پر جسکو آجکل القدس اور الخلیل کہتے ہیں یہاں خوشبو آئی انہوں نے اپنے پوتوں پڑپوتوں جو اہل خانہ تھے ان کو بتایا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ فَنَد کا معنیٰ ہے

اَلنِّسْبَۃُ اِلٰی ضُعْفِ الْعَقْلِ ''کسی کو عقل کی کمزوری کی طرف منسوب کرنا۔'' اگر تم یہ نہ کہو کہ میری عقل کمزور ہے میری عقل ماری ہوئی ہے مجھے بے عقل نہ کہو تو میں کہتا ہوں کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔

غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا :

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ قریب کنویں میں تھے تو علم نہ ہوا اور اب مصر سے کرتا چلا ہے تو خوشبو آ گئی۔ شیخ مُصلح الدین سعدی شیرازیؒ اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں انکی کتابیں گلستان، بوستان، کریما، کلیات سعدی وغیرہ فارسی ادب کا ذخیرہ ہے آج بھی لوگ ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں کلیات سعدی میں انہوں نے اخلاقیات توحید وسنت بہت کچھ درج کیا ہے۔ وہ گلستان میں لکھتے ہیں......

؎ یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند

''ایک شخص نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے دریافت کیا

اے روشن گہر پیر خردمند

اے روشن ذات عقلمند پیر

زمصرش بوئے پیرہن شنیدی

یہ کیا بات ہے کہ مصر سے یوسف علیہ السلام کے قمیص کی خوشبو آپ نے سونگھ لی

چرا در چاہ کنعانش ندیدی

لیکن کنعان کے کنویں میں جو آپ سے زیادہ دور نہیں تھا نہ دیکھ سکے

بگفت احوال ما برق جہاں است

یعقوبؑ نے فرمایا ہمارے حالات کوندنے والی بجلی کی طرح ہیں

دمے پیدا ودیگر دم نہاں است

ایک سانس میں ظاہر اور دوسرے میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم

کبھی ہم اونچی اٹاؤں پر بیٹھتے ہیں

گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ سکتے۔''

تو فرمایا کہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے رب تعالیٰ ہمیں دکھاتا ہے چاہے تو ہمیں دور کی چیز بھی دکھا دیتا ہے اور اگر نہ دکھانا چاہے تو ہمیں پاؤں کی پشت کا بھی پتا نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور علامتیں پوچھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لَمْ اُثْبِتْهُ مجھے یاد نہیں تھیں فَكُرِبْتُ كُرْبَةً لَمْ اُكْرِبْ مِثْلَهٗ قَطُّ مسلم شریف کی روایت ہے کہ میں اتنا پریشان ہوا کہ زندگی میں کبھی اتنا پریشان نہیں ہوا کیونکہ اگر میں اس وقت صحیح جواب نہ دے سکا تو کافر خوب ڈھنڈورا پیٹیں گے کہ معاذ اللہ غلط ہے۔ مسجد اقصیٰ مکہ مکرمہ سے پندرہ سو میل کی مسافت پر ہے فَجَلّٰى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ ''اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا نقشہ میرے سامنے کر دیا۔'' وہ جو کچھ پوچھتے تھے میں سب کچھ بتاتا تھا، تو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے چاہے تو ساری دنیا کا نقشہ سامنے کر دے۔ حضرت نجاشی اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبقے کے لحاظ سے صحابی ہیں لیکن رؤیت کے لحاظ سے صحابی نہیں ہیں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا تھا بڑا نیک دل عادل بادشاہ تھا ایمان لانے کے بعد آنے کی اجازت مانگی آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی کیونکہ مخالف اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے آپ ﷺ نے خیال فرمایا

کہ اس کی غیر حاضری میں مخالفین نے اگر اقتدار پر قبضہ کرلیا تو ایک تو یہ اقتدار سے محروم ہو جائے گا دوسرا اسکی وجہ سے اسلام کو جو وسعت حاصل ہے اس میں پریشانی آئے گی جب ان کا انتقال ہوا تو آنحضرت ﷺ نے ساتھیوں کو مدینہ منورہ میں بتایا کہ تمہارا بھائی آج وفات پا گیا ہے آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔

غائبانہ جنازہ صحیح نہیں :

مسند احمد میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے کر دیا وہ آپ ﷺ کے حق میں غائب نہیں تھا ہاں صحابہ کرام ﷺ کو نظر نہیں آیا۔ آج کل جو لوگ غائب کا جنازہ پڑھتے ہیں وہ اسی روایت کو پیش کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے حق میں غائب نہیں تھا رب تعالیٰ نے آپؐ کے سامنے کر دیا، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد دور دراز کے علاقوں میں آپ ﷺ کے ساتھی شہید ہوئے آپ ﷺ نے کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھایا (تیسری بات یہ ہے کہ وہاں اور کوئی جنازہ پڑھانے والا نہیں تھا۔ نواز بلوچ مرتب) لہٰذا غائب کا جنازہ نہیں ہے۔ تو خیر بات یہ ہو رہی تھی کہ چاہے تو دور کی خبر دے اور نہ چاہے تو قریب کا بھی پتہ نہ چلے۔ ایک زمانے تک لوگ جوتیوں سمیت نماز پڑھتے تھے کیونکہ جوتیاں صاف ہوتی تھیں عرب کا ریتلا اور پتھریلا علاقہ بارشیں بھی کم ہوں اور آبادی بھی کم ہو تو ان علاقوں میں پھرنے سے جوتیوں کو کچھ نہیں لگتا آج اگر کوئی اپنی گلیوں کو ان پر قیاس کرے اور کہے کہ میں سنت پر عمل کرتا ہوں جوتا پہن کر نماز پڑھے تو نرا پاگل ہے ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے تو سارے حضرات جوتوں سمیت نماز پڑھ رہے تھے نماز کے اندر آپ ﷺ نے جوتا مبارک اتار کر رکھ دیا صحابہ کرام ﷺ نے دیکھا تو انہوں نے بھی

جوتے اتار دیئے۔آپ ﷺ نے فرمایا مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اِلْقَائِكُمْ نِعَالَكُمْ ''جوتے اتارنے پر تمہیں کس چیز نے ابھارا جوتے تم نے کیوں اتارے؟ کہنے لگے رَاَیْنَاکَ اَلْقَیْتَ نَعْلَیْکَ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے جوتا اتار دیا ہے'' توسمجھا کہ جوتے اتارنے کا حکم آ گیا ہے اس لئے ہم نے آپ کی پیروی کی ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کوئی حکم نہیں آیا جَاءَ نِیْ جِبْرَائِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ میرے پاس تو جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے جوتے کے نیچے کچھ غلاظت لگی ہوئی ہے اس لئے میں نے جوتا اتارا۔تو رب تعالیٰ نہ دکھانا چاہے تو جوتے کے نیچے معمولی سی غلاظت لگی ہوئی نہ دکھائے اور بتلانا چاہے تو بیت المقدس سامنے کر دے یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔تو فرمایا کہ اگر تم مجھے بے عقل نہ کہو تو مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے قَالُوْا کہنے لگے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ بے شک آپ پرانی خطا میں مبتلا ہیں یوسف تجھے بھولتا ہی نہیں ہے یوسف کہاں ہے کم از کم چالیس سال کا عرصہ گذر گیا ہے کیونکہ مستدرک حاکم وغیرہ میں اسی سال کی روایت بھی موجود ہے لیکن چالیس سال کا عرصہ بھی کوئی کم نہیں ہے انسان کی پوری زندگی ہے فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ پس جس وقت آیا خوشخبری سنانے والا یہودا یہ وہی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تھا تو بکری کا بچہ ذبح کر کے اس سے کرتا خون آلود کر کے اباجی کے پاس لایا تھا کہ اباجی دیکھو یہ کرتا خون آلود ہے آپ کے بیٹے کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔اور خوشخبری سنانے والا مصر سے کرتا لے کر آنے والا بھی یہی یہودا ہے یا روحیل ہے اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ ڈالا اس کرتے کو اپنے والد یعقوب علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر فَارْتَدَّ بَصِیْرًا پس وہ لوٹ آئے بینا ہو کر اللہ تعالیٰ نے بینائی واپس کر دی قَالَ فرمایا اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ کیا میں نے نہیں کہا تھا تمہیں اِنِّیْٓ

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بیشک میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جو تم نہیں جانتے۔تفصیلات تو رب تعالیٰ ہی جانتا تھا مگر اجمالی طور پر مجھے یہ امید تھی کہ کوئی وقت آئیگا کہ ہم سب اکٹھے ہوں گے قَالُوْا بیٹوں نے کہا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اے ہمارے ابا جان ہمارے لئے معافی مانگ ہمارے گناہوں کی اپنے رب سے اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ بے شک ہم قصوروار اور خطا کار تھے کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرایا تھا ہماری شرارت تھی قَالَ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ عنقریب میں معافی مانگوں گا تمہارے لئے اپنے رب سے۔

کن کن اوقات میں دعا قبول ہوتی ہے :

تفسیروں میں آتا ہے کہ صبح سحری کے وقت کا وعدہ تھا کیونکہ وہ دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے دعاؤں کی قبولیت کے جو اوقات ہیں ان میں ایک فرض نماز کے بعد کا وقت بھی ہے اور اجتماعی شکل میں دعا کرنا بھی ثابت ہے مگر آج عجیب عجیب قسم کے ذہن پیدا ہو گئے ہیں سعودیہ والے نجدی نماز کے بعد دعا نہیں کرتے بس نماز پڑھی اور اٹھ کر چلے گئے حالانکہ فرض نماز کے بعد دعا پر احادیث صحیحہ موجود ہیں فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے میں علمی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن یہ نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ ہے اگر کسی کو جلدی ہے بیمار ہے مسافر ہے وہ دعا کئے بغیر اٹھ کر جا سکتا ہے مجبور ہو کر بیٹھنا کوئی ضروری نہیں ہے تو جو جائے اس پر نکیر نہ کرو تو فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔رات کا جب تیسرا حصہ باقی رہ جائے تو وہ بھی قبولیت کا وقت ہے تو فرمایا کہ میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا مہربان ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے باہر چند میل کے

فاصلے پر ان کے استقبال کیلئے ایک جگہ بنائی تھی کہ یہاں آکر کچھ آرام کریں گے پھر یہاں سے ان شاء اللہ اطمینان کیساتھ مصر میں داخل ہونگے اسوقت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ تو فوت ہوگئی تھیں سوتیلی والدہ تھی وہ بھی تو والدہ ہی تھی کچھ دنوں کے بعد یعقوب علیہ السلام ان کی اہلیہ اور باقی گھر کے تمام افراد کو کارندے یوسف علیہ السلام کے حکم پر مصر لے گئے۔ اس کا ذکر ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ پس جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ ٹھکانہ دیا انہوں نے اپنے پاس اپنے والدین کو عقیدت، احترام اور محبت کیساتھ ملے اور کہا کہ یہاں آرام کرو وَقَالَ اور فرمایا ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ داخل ہو مصر میں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن میں رہو گے۔ مصر سے باہر دو تین میل پر جو جگہ بنائی تھی یہاں پر آرام کرلو پھر مصر کے اندر داخل ہونگے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ اور بلند کیا اپنے ماں باپ کو تخت پر، جو بڑا تخت تھا اس پر والدین کو بٹھایا وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا اور سب گر پڑے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرتے ہوئے وَقَالَ یوسف علیہ السلام نے فرمایا یٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو اس سے پہلے میں نے بچپن میں دیکھا تھا کہ سورج چاند یعنی والدین اور گیارہ ستارے یعنی بھائی سب نے مجھے سجدہ کیا ہے۔

ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے :

اس آیت کی تفسیر میں دیگر مفسرین نے بھی لکھا ہے اور حافظ ابن کثیر جو چوٹی کے مفسر بھی ہیں، محدث اور مؤرخ بھی ہیں انہوں نے بھی لکھا ہے کہ حضرت آدم کی شریعت سے لیکر آنحضرت ﷺ تک سجدہ تعظیمی جائز تھا سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیمی میں فرق نیت سے ہوتا تھا شکل وصورت دونوں کی ایک طرح کی تھی اگر عبادت کی نیت ہوتی تھی تو سجدہ

عبادت کا ہوتا تھا اور اگر عبادت کی نیت نہیں ہوتی تھی تو عبادت کا نہیں ہوتا تھا آنحضرت ﷺ کی شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام ہو گیا۔ حضرت قیس بن سعد ؓ نے جو اس دور میں آئی جی پولیس اور بڑے درجے کے صحابی تھے آنحضرت ﷺ سے پوچھا حضرت ہم نے عراق میں دیکھا ہے کہ لوگ بڑے پادریوں کو اور چودھریوں کو سجدہ کرتے ہیں ہم آپ کو نہ کریں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ میری وفات ہو جائے اور مجھے قبر میں دفن کر دیا جائے تو میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ قَالُوْا لَا انہوں نے کہا نہیں حضرت قبر کو تو نہیں کریں گے فرمایا اب بھی نہ کرو اگر میری شریعت میں کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرو کہ اس کا بڑا حق ہے مگر میری شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ لہذا نہ کسی قبر کو سجدہ جائز ہے نہ کسی پیر کو نہ زندہ کو نہ مردہ کو جب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو سجدہ تعظیمی جائز نہیں ہے تو اور کس کیلئے جائز ہو گا اور حد سے زیادہ جھکاؤ بھی جائز نہیں ہے کہ جس سے رکوع کا شبہ ہو ہاں امر مجبوری اور بات ہے۔ مثلاً میں بیٹھا ہوں اگر کوئی آ کر مجھے ملے گا تو جھکے گا یہ وہ بامر مجبوری جھک رہا ہے تعظیم کیلئے نہیں ہے تو اس کی گنجائش ہے اور اگر دونوں کھڑے ہوں اور کوئی ایک جھک کر ملتا ہے تو یہ گناہ ہے معانقہ کیا جا سکتا ہے مصافحہ کیا جا سکتا ہے تو ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام ہے۔

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا بیشک بنایا ہے اس خواب کو میرے پروردگار نے سچا وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اور تحقیق اس نے احسان کیا میرے ساتھ اچھا سلوک فرمایا اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ جس وقت نکالا اس نے مجھے قید خانے سے، قید خانے کا ذکر کیا اور کنویں کا ذکر نہ کیا تا کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں حالانکہ اصل بات تو کنویں کی تھی وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ اور لایا وہ تمہیں دیہات سے شہر میں مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بعد اسکے کہ

شیطان نے اختلاف اور پھوٹ ڈال دی بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ بیشک میرا رب باریک بین ہے اس کے کام نہایت باریکی کیساتھ ہوتے ہیں لِّمَا یَشَآءُ جو چاہے، بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر رشتے میں رکاوٹ ہو یا کاروبار میں رکاوٹ ہو یا کسی بھی جائز کام میں رکاوٹ ہو تو اللہ تعالیٰ کے صفتی نام لطیف کا ذکر کثرت کیساتھ کرو، لطیف لطیف، اس کی برکت سے رکاوٹ دور ہو جائے گی اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

❁ ❁ ❁

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

رَبِّ اے میرے رب قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ تحقیق تو نے عطا کیا مجھے ملک وَعَلَّمْتَنِیْ اور تعلیم دی مجھے مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ خوابوں کی تعبیر کی فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اے بے نمونہ پیدا کرنے والے آسمانوں کے اور زمینوں کے اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ آپ میرے آقا ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وفات دیں مجھے اس حال میں کہ میں مسلمان ہوں وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اور ملا دے مجھے نیک لوگوں کیساتھ ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ہم وحی کرتے ہیں اس کی آپ کی طرف وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اور نہیں تھے آپ ان کے پاس اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ جب انہوں نے اتفاق کر لیا اپنے معاملہ میں وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ اور وہ تدبیر کر رہے تھے وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ اور نہیں ہیں اکثر لوگ

وَلَوْ حَرَصْتَ اوراگرچہ آپ حرص کریں بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے وَمَاتَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اورنہیں آپ ان سے اس تبلیغ پرکوئی اجر اِنْ هُوَ اِلَّاذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے یہ قرآن مگرنصیحت جہان والوں کیلئے۔

یوسفؑ کیساتھ زلیخا کا نکاح ہوا ہے یا نہیں :

حضرت یوسف علیہ السلام ،ان کے بھائیوں اور ان کے والد محترم یعقوب علیہ السلام کا قصہ تم نے تفصیل کیساتھ سنا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام اہل خانہ کیساتھ مصر آئے اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر کافی ہو چکی تھی اس میں اختلاف ہے کہ آیا زلیخا رحمہا اللہ تعالیٰ کیساتھ یوسف علیہ السلام کا نکاح ہوا ہے یا نہیں۔محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نکاح نہیں مانتے۔حافظ ابن تیمیہؒ جو حنبلی مسلک کے تھے انہوں نے اس پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے کہ ایسی حرکتیں کرنے والی عورت نبی کے نکاح میں نہیں آنی چاہئے جبکہ جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ نکاح ہوا ہے بیشک اس کی غلطی تھی لیکن اس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور رب تعالیٰ سے معافی مانگی اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ سچے دل سے توبہ کریگا ان گناہوں سے جن سے معافی مل سکتی ہے تو معافی مل جائے گی اور جن گناہوں کی توبہ کیساتھ معافی نہیں ملتی ان میں نہیں ملے گی۔مثلاً کسی کے ذمہ بالغ ہونے کے بعد نماز ہے روزہ ہے اس نے ادا نہیں کیئے بیشک توبہ کرتا رہے معافی نہیں ملے گی جب تک ان کو ادا نہیں کریگا اگر کسی کا حق دینا ہے ایک دفعہ نہیں کروڑ دفعہ بھی توبہ کرے معافی نہیں ہے جب تک حق ادا نہیں کریگا، زکوٰۃ نہیں دی جب تک دے گا نہیں کوئی معافی نہیں ہے، جب تک ادا نہیں کریگا۔اس مسئلے میں بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اور جن چیزوں میں قضا نہیں ہے ان میں معافی مل جائے گی مثلاً کسی نے شراب پی، بدکاری کی سچے دل سے توبہ

کرے رب معاف کردے گا تو جمہور فرماتے ہیں کہ نکاح ہوا ہے اور نکاح کے بعد تین بچے بھی پیدا ہوئے ہیں۔ ایک کا نام افرائیم تھا رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرے بیٹے کا نام اِیشا تھا رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام رحمت تھا رحمہا اللہ تعالیٰ اور یہی رحمت بی بی حضرت ایوب علیہ السلام کے نکاح میں آئی۔ تفسیر خازن والے اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال کی ہوگئی تو عرض کیا رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ اے میرے رب! تحقیق تو نے عطا کیا مجھے ملک۔ ایک زمانہ تھا یوسف علیہ السلام مصر میں غلام کی حیثیت سے فروخت ہو رہے تھے اور خریدے گئے پھر ایک وقت آیا کہ سات سال یا بارہ سال جیل میں رہے پھر وزیر خزانہ بنائے گئے پھر وزیر اعظم بنا دیئے گئے۔

یوسفؑ کو نبوت ملی تو بادشاہ نے اقتدار ان کے حوالے کر دیا:

پھر بادشاہ ریان بن ولید جو بڑا نیک دل بادشاہ تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اس نے کلمہ پڑھ لیا کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے عرض کیا حضرت! میں نے اب آپ کا کلمہ پڑھ لیا ہے کلمہ پڑھنے کے بعد یہ نہیں ہوسکتا کہ اب میں آپ کا بادشاہ رہوں یہ تاج وتخت اور اقتدار آپ کے حوالے ہے سارا اقتدار یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیا، بڑی قربانی ہے آج معمولی کرسی چھوڑنے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے ملک مصر کی بادشاہی چھوڑ دینا مشکل کام تھا لیکن ریان ابن ولید رحمہ اللہ تعالیٰ نے سارا اقتدار یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیا۔ تو یوسف علیہ السلام ملک مصر کے حکمران رہے ان کے زمانے میں بڑا امن اور سکون تھا اور اس کیساتھ ساتھ انہوں نے دین کی نشر و اشاعت بھی کی جو پیغمبر کی شان ہوسکتی ہے جب عمر مبارک ایک سو بیس سال کے قریب ہوئی تو عرض کیا اے پروردگار! تو نے مجھے

ملک عطا کیا وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور تعلیم دی مجھے خوابوں کی تعبیر کی۔ وہ اپنے دور میں خوابوں کی تعبیر کے امام اور ماہر تھے فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. فاطر کا معنٰی ہے بغیر نمونے کے پیدا کرنا۔ اے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والے، نمونے کے ہوتے ہوئے بھی کسی شے کو بنانا اتنا آسان نہیں ہوتا اور جس چیز کی پہلے مثال اور نمونہ بھی نہ ہو اس کو بنانا بہت بڑی بات ہے سات آسمان ہیں اور سات زمینیں ہیں آسمانوں کے سات ہونے کا ذکر تو متعدد آیات میں ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف ایک آیت کریمہ میں ہے سورۃ طلاق آیت نمبر ۱۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ ''اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے ہیں سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کی ہیں۔'' اور وہ زمینیں اوپر نیچے ہیں ایسے نہیں کہ ایک زمین پاکستان کی اور ایک زمین امریکہ کی، ایک افریقہ کی اور ایک روس کی اور ایک چین کی، لوگوں نے اس طرح سات زمینیں برابر کی ہوئی ہیں یہ بات غلط ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے کسی کی زمین پر ایک بالشت برابر بھی ناجائز قبضہ کیا تو قیامت والے دن اوپر نیچے کی سات زمینیں اس کے کندھے پر لادی جائینگی اس روایت سے معلوم ہوا کہ زمینیں اوپر نیچے ہیں یہ روایت بخاری شریف کی ہے اور ترمذی شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو حاوی ہے اگر تم ایک زنجیر کو لٹکاؤ وہ زمین کو چیر کر دوسری زمین تک پہنچ جائے پھر وہاں سے تیسری زمین تک پھر چوتھی زمین تک پھر پانچویں چھٹی ساتویں زمین تک اترتی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ زمینیں اوپر نیچے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ [سورۃ المدثر] ''اور تیرے رب کے

لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے اس کی ذات کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔" تو فرمایا اے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والے اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تو میرا آقا ہے کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وفات دیں مجھے اس حال میں کہ میں مسلمان ہوں اور پہلے پارے میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ "پس نہ مرنا تم مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو" اور اس امت کو بھی حکم ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ [آل عمران:۱۰۲] "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ حق ہے اس سے ڈرنے کا اور نہ مرو تم مگر اس حالت میں کہ تم اسلام پر ہو۔" جس نیک بخت اور سعادت مند کی وفات اسلام پر ہوگئی وہ دنیا میں ہی کامیاب ہوگیا اور یہ سعادت اسے ہی حاصل ہوگی جو شخص اسلام پر قائم رہے گا دین کے کام کرتا رہے گا احکامات کی پابندی کریگا گناہوں سے بچے گا مکر وفریب کرنے سے رکے گا کسی کیساتھ دھوکہ مکاری نہیں کریگا دل صاف رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سچائی کی بدولت اس کا خاتمہ ایمان پر کریگا اور جو شخص بے نماز دھوکے باز اور مکار ہے لوگوں سے لیتا ہے اور دیتا نہیں ہے ایسے شخص کا خاتمہ ایمان پر بہت کم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اور ملا دے مجھے نیک لوگوں کیساتھ۔ کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد یوسف علیہ السلام ایک ہفتہ یا کچھ دن زائد دنیا میں رہے پھر دنیا سے رخصت ہوگئے۔

غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ یہ واقعہ جو بیان کیا گیا ہے یہ غیب کی خبروں میں سے ہے نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ آگے ہے

علم غیب یہ صرف رب تعالیٰ کی صفت ہے۔سورۃ نحل آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اوراللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔'' زمین آسمان کا ایک ایک ذرہ ایک ایک پتہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہاں انباء الغيب ،غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو دی ہیں اور سب سے زیادہ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دی ہیں اور یہ واقعہ بھی غیب کی خبروں میں ہے۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان کے پاس نہیں تھے اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ جب انہوں نے اجماع اور اتفاق کرلیا اپنے معاملہ میں وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ اور وہ مکر کر رہے تھے تدبیر کر رہے تھے کہ ہم یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر سے کس طرح بچ سکتے ہیں کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے خواب آیا ہے کہ سورج چاند اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں اگرچہ والد صاحب نے انکو منع کیا تھا کہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا مگر بات کسی طرح نکل گئی کیونکہ بات چھپتی نہیں اچھی ہو یا بری ہو۔سورۃ بقرہ میں ہے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے اس چیز کو جس کو چھپاتے تھے۔'' کوئی شخص نیکی کرے تو وہ بھی چھپی نہیں رہتی برائی بھی چھپی نہیں رہتی الا ماشاء اللہ تو وہ خواب بھائیوں تک پہنچ گیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اسکو راستے سے ہٹانا چاہیے اس لئے کہ ایسا وقت کیوں آئے کہ ہم سب اس کو سجدہ کریں پھر والد صاحب کو اعتماد میں لے کر اس کو لے گئے اور انہوں نے اس معاملے میں اتفاق کرلیا کہ اسکو کنویں میں پھینک دو پھر پھینک بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب یہ سارا معاملہ ہوا اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے یہ سارا واقعہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا ہے اس کا رب تعالیٰ نے حوالہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ اور نہیں ہیں

اکثر لوگ وَلَوْ حَرَصْتَ اور اگر چہ آپ حرص کریں بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے۔
اکثریت ہمیشہ کافروں کی رہی ہے صرف آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [البقرہ:۲۱۳] ''سب لوگ ایک ہی دین پر تھے۔'' اُس دور میں صرف مسلمان ہی تھے۔

اکثریت ہمیشہ کافروں کی رہی ہے :

نوح علیہ السلام کے زمانے سے کفر شرک چلا اور قیامت تک چلتا رہے گا حضرت عیسیٰؑ جب نازل ہونگے اور جس علاقے میں ان کا اقتدار ہوگا وہاں صرف اسلام ہوگا اور اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہیں ہوگا اور جو دوسرے علاقوں میں ہونگے جیسے چین روس جاپان میں کفر بدستور رہے گا تو اکثریت ہمیشہ کافروں کی رہی ہے۔ ایک موقع پر کافروں نے آنحضرت ﷺ کو کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں سچا ہوں اور ہم کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں تو لوگوں سے رائے معلوم کر لیتے ہیں جس طرح لوگ کہیں گے اسی طرح کر لیں گے۔ آٹھویں پارے میں اس کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ [سورۃ الانعام] ''اور اگر آپ اطاعت کریں ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ آپ کو بہکا دیں گے۔'' اکثریت تو گمراہوں کی رہی ہے اکثر ووٹ ان کے ہیں۔ آج دنیا کا نظام اسی اکثریت پر چل رہا ہے کہ جو اکثریت کہہ دے وہ ٹھیک ہے اسی ضابطے کے تحت پاپائے روم جو اس وقت رومیوں کا سب سے بڑا مولوی ہے اور اٹلی میں ہے نے فتویٰ دیا ہے کہ اب نکاح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت مردوں عورتوں کا اختلاط ہے پچاس فیصد سے زیادہ لوگ پہلے ہی اپنے لئے عورتوں کا انتخاب کر لیتے ہیں اور آپس میں جوڑے بن جاتے ہیں لہذا اب نکاح کی ضرورت نہیں ہے جو آپس میں جوڑے

بن گئے ہیں کافی ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ایسی اکثریت اور جمہوریت پر کروڑ لعنت ہے اس جمہوریت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔جمہوریت کا مطلب ہے کہ اس میں سب لوگ امن وسکون سے رہیں سب کو انصاف حاصل ہو جمہوریت کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اکثر لوگ کسی شے کے بارے میں کہیں کہ یہ جائز ہے تو وہ جائز ہو جائے اور ناجائز کہیں تو ناجائز ہو جائے، قطعاً نہیں یہ کفر ہے۔تو فرمایا کہ آپ حریص بھی ہوں تو اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

آنحضرت ﷺ نے بڑا زور صرف کیا اپنے چچا ابو طالب کیلئے کہ وہ ایمان لے آئیں اور وہ سمجھتے بھی تھے کہ بھتیجے کا دین سچا ہے مگر اپنا دھڑا (پارٹی) نہیں چھوڑا ایمان نہیں لائے مرتے وقت اس نے جو قصیدہ پڑھا تھا اس کو دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔اس میں ہے......

؎ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بیشک محمد رسول اللہ ﷺ کا دین سب دینوں سے اچھا ہے۔"
کہنے لگا اگر میں کلمہ پڑھتا ہوں تو قریشی طعنہ دیں گے کہ مرتے وقت دھڑا چھوڑ گیا ہے۔ اب بتاؤ دنیا میں اس ضد کا کوئی علاج ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے پر بڑا زور صرف کیا اپنی بیوی کو بڑا سمجھایا مگر ایمان نہیں لائے، حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی پر بڑا زور صرف کیا مگر ایمان نہیں لائی ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور نہیں مانگتے آپ ان سے تبلیغ پر کوئی اجرت کسی پیغمبر نے تبلیغ پر

معاوضہ نہیں مانگا یہ پیغمبر کی شان ہے ہر آدمی ایسا نہیں کرسکتا۔

خدمت پر وظیفہ لیا جا سکتا ہے :

خلیفہ بننے سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڈیاں لگائی ہوئی تھیں مزدور کام کرتے تھے یہ سوتر لا کر ان کو دیتے تھے جب کپڑا تیار ہو جاتا تھا تو تھان کندھے پر رکھ کر پھیری لگا کر بیچتے تھے دوکان نہیں تھی اس طرح اپنا وقت پاس کرتے تھے جب خلافت کا بوجھ ان پر پڑا تو اب نمازیں بھی پڑھانی ہیں جمعہ بھی پڑھانا ہے لوگوں کے فیصلے بھی کرنے ہیں جب اتنی ذمہ داری ہو تو آدمی اور کچھ نہیں کرسکتا۔ ایک دن نماز پڑھانے کے بعد فرمایا مَهْلاً ذرا ٹھہرو جاؤ سب ٹھہر گئے۔ فرمایا میرا جو پیشہ تھا اس سے میرے گھر کے افراد کا گذارہ ہوتا تھا وَاِنْ شُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ اور اگر میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوں گا تو میں اپنا کام تو نہیں کرسکتا پیٹ میرے ساتھ بھی لگا ہوا ہے اور میرے بچوں کیساتھ بھی لگا ہوا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یا تو خلافت کسی اور کو دیدو جو گھر سے کھاتا پیتا ہو یا بیت المال سے میرا وظیفہ مقرر کر دو۔ بات صاف اور کھری فرمائی چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیت المال سے پچیس درہم ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ یہ صرف پیغمبروں کی خصوصیت ہے کہ انہوں نے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِيَآءِ بِالتَّحْقِيْقِ اَبُوْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ رضی اللہ عنہ ''تمام انسانوں میں انبیاء کے بعد افضل ترین شخصیت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ان میں سے تین باقاعدہ بیت المال سے وظیفہ لیتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال خلیفہ رہے۔ بارہ سالوں میں بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا نہ اپنے لئے نہ اپنے گھروں

والوں کے لئے نہ مہمانوں کیلئے۔ لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ پہلے خلیفہ لیتے تھے تم کیوں نہیں لیتے ؟ فرمایا وہ لیتے تھے کہ مجبور تھے میں غنی ہوں میں بیت المال پر کیوں بوجھ ڈالوں مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی دولت دی ہے۔ فرمایا آپ ان سے سوال نہیں کرتے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے یہ قرآن کریم مگر نصیحت والی کتاب ہے جہان والوں کیلئے۔ قرآن پاک کا سمجھنا سب کا فریضہ ہے مسلمان مرد عورتیں بچے بوڑھے سب قرآن پاک کا ترجمہ پڑھیں تب جا کر صحیح معنیٰ میں مسلمان اور انسان بنیں گے۔

❁ ❁ ❁

وَكَأَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝١٠٥ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝١٠٦ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١٠٧ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٠٨ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠٩

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور کتنی ہی نشانیاں ہیں فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا جن پر یہ لوگ گذرتے ہیں وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور وہ ان سے اعراض کرتے ہیں وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اور نہیں ایمان لاتے ان کے اکثر اللہ تعالیٰ پر اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ مگر وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں اَفَاَمِنُوْٓا کیا پس وہ امن میں ہیں اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ اس سے کہ آئے ان کے پاس ڈھانپ لینے والی مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کے عذاب سے اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا آجائے ان کے پاس قیامت اچانک وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں قُلْ آپ کہہ دیں هٰذِهٖ

سَبِیۡلِیۡۤ یہ میرا راستہ ہے اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ میں دعوت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت پر ہوں میں اور وہ لوگ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں وَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ اور پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وَمَا اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مرد نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف مِّنۡ اَہۡلِ الۡقُرٰی بستیوں کے رہنے والے تھے اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کیا پس انہوں نے سیر نہیں کی زمین میں فَیَنۡظُرُوۡا پس دیکھتے کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ کیسا تھا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گذرے وَلَدَارُ الۡاٰخِرَۃِ اور البتہ گھر آخرت کا خَیۡرٌ بہت بہتر ہے لِّلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ان لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے۔

اسی سورۃ کے دوسرے رکوع میں ہے لَقَدۡ کَانَ فِیۡ یُوۡسُفَ وَاِخۡوَتِہٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیۡنَ "البتہ تحقیق ہیں یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں کے واقعہ میں نشانیاں پوچھنے والوں کیلئے۔" تو یہ پوچھنے والے اور سوال کرنے والے کون تھے اکثر تفسیروں میں آتا ہے کہ یہودیوں نے امتحاناً آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا کہ یہ بتلاؤ کہ یوسف علیہ السلام کون تھے اور ان کے بھائیوں کا کیا قصہ تھا اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتلائیں۔

سورت یوسف یہودیوں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی :

اور یہ بھی آتا ہے کہ یہود نے سوال کیا تھا کہ یعقوب علیہ السلام تو شام کنعان میں

رہتے تھے وہ مصر میں کیسے آئے ان کی اولاد مصر میں کیسے آئی۔ اللہ تعالیٰ نے سارا قصہ بیان فرمایا کہ بیشک کنعان میں رہتے تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اقتدار عطا فرمایا تو ان کے حکم سے کنعان چھوڑ کر مصر آئے اگر ماننا چاہیں تو ایک نشانی یوسف علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے لیکن وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور کتنی ہی نشانیاں ہیں فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمینوں میں۔ آسمان کی بلندی خود نشانی ہے کہ کتنا بلند ہے اور نیچے کوئی ستون نہیں دیوار نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے ورنہ ہم چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں تو نیچے کتنے ستون کھڑے کرتے ہیں دیواریں ہوتی ہیں۔ پھر اس آسمان میں سورج چاند ستارے نظر آتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور زمین میں دیکھو کسی جگہ میدان ہے کسی جگہ پہاڑ ہیں کسی جگہ حیوانات ہیں چرند ہیں پرند ہیں حشرات الارض ہیں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے اگر کوئی ماننا چاہے تو بڑی نشانیاں ہیں اور اگر آنکھیں بند کر لے تو کچھ بھی نہیں ہے يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا جن نشانیوں پر یہ لوگ گذرتے ہیں کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے حالانکہ ایک ایک نشانی میں رب تعالیٰ کی قدرت کی دلیل موجود ہے وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور وہ ان سے اعراض کرتے ہیں توجہ نہیں کرتے انسان وہ ہے جو ہر چیز کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے رب تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل سمجھے اور رب تعالیٰ کا قادر مطلق ہونا سمجھے وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اور نہیں ایمان لاتے ان کے اکثر اللہ تعالیٰ پر اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ مگر وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔

مشرک نہ ذاتِ باری تعالیٰ کا منکر نہ صفات کا، بلکہ صفات میں دوسروں کو شریک کرتا ہے :

ایمان بھی ہے شرک بھی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کو بھی مانتے ہیں اور دوسروں

کو اس کا شریک بھی ٹھہراتے ہیں مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کا منکر نہیں ہوتا مانتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں متعدد مقامات میں مذکور ہے کہ تم ان سے سوال کرو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان سے سوال کرو کہ زمین آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان سے پوچھو کہ چاند سورج ستاروں کو کس نے پیدا کیا ہے یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان سے پوچھو مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ زمین آسمان سے تمہیں روزی کون دیتا ہے یہ تمہیں آنکھ اور کان اور دل کس نے دیئے ہیں کہیں گے اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ [سورۃ یونس] سارے جہاں کی تدبیر کون کرتا ہے کہیں گے اللہ تعالیٰ کرتا ہے یہ ساری باتیں ماننے کے بعد لات منات عزّیٰ ہبل کے پاس کیا لینے جاتے ہو ان کے سامنے جھکنے کا کیا معنیٰ ہے یہ سب باتیں تسلیم کرنے کے بعد اوروں کو حاجت روا مشکل کشا فریاد رس ماننے کا کیا مطلب ہے اسی کو شرک کہتے ہیں۔ آج بھی دیکھ لو کلمہ بھی پڑھتے ہیں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور بعد میں......

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر

یا بہاؤ الحق! بیڑا دھک

اسی کا نام شرک ہے کہ رب تعالیٰ کو بھی مانیں اور اس کی اوصاف میں دوسروں کو شریک بھی کریں۔ بھائی اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ کوئی فریاد رس ہے نہ کوئی دستگیر ہے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے پیچھے نمازیں پڑھ کر اپنی نمازیں کیوں برباد کرتے ہو شرک اتنی بری چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے قرآن پاک میں

فرمایا ہے وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [سورۃ زمر:۶۴] ''اے نبی کریم ﷺ! آپ کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی اور آپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف بھی وحی بھیجی اگر بالفرض والمحال آپ بھی شرک کریں گے تو البتہ ضائع ہو جائیں آپ کے اعمال۔''

آپ ﷺ کا ایک عمل امت کے تمام اعمال سے وزنی ہے :

اور یہ بات یاد رکھنا! کہ میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک عمل ترازو کے ایک پلڑے میں ہو اور ساری امت کے سارے اعمال دوسرے پلڑے میں ہوں تو آپکا پلڑا بھاری ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کی ایک نماز امت کی ساری نمازوں سے بھاری ہے آپ ﷺ کا ایک روزہ امت کے سارے روزوں سے بھاری ہے اتنے بڑے شاندار اور جاندار اعمال بھی شرک سے ضائع ہو جائیں تو ماشما کے اعمال کی کیا حیثیت ہے کہ وہ شرک کیساتھ باقی رہیں۔ کل پیغمبروں کی تعداد کتنی ہے؟ اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر آتا ہے مگر دونوں روایتیں ضعیف اور کمزور ہیں اس لئے بیان کرتے وقت ساتھ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ قرآن پاک میں پچیس پیغمبروں کے نام آئے ہیں اور ساتویں پارے کے سولہویں رکوع میں اٹھارہ پیغمبروں کے نام ذکر فرمانے کے بعد فرمایا وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ اور ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے وَاجْتَبَیْنٰهُمْ اور چنا ہم نے انکو اور ہدایت دی ان کو سیدھے راستے کی، گویا کہ اجمالاً سب تمام پیغمبروں کا ذکر آ گیا اس کے بعد فرمایا وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور اگر یہ بھی شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتے ان کے وہ اعمال جو وہ کیا کرتے تھے۔

شرک سے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں :

بھائی شرک اتنی بری چیز ہے کہ پیغمبروں کے وزنی اور جاندار عمل بھی مقبول نہیں ہیں تو پھر ہمارے آپکے عمل کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھو دس من دودھ ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس میں اپنے ہی لخت جگر کے پیشاب کے چند قطرے گر جائیں تو کوئی دیانتدار آدمی اسکو استعمال کرنے کیلئے تیار ہو گا؟ ہرگز نہیں! بد دیانتوں کی بات نہیں ہے دنیا بد دیانتوں سے بھری ہوئی ہے مردار جانور اور کتے بلے کھانے کھلانے والے بھی موجود ہیں۔ تو دیانت دار آدمی یہ نہیں کہے گا کہ دس من دودھ میں چند قطرے پیشاب کے جو ایک تولہ بھی نہیں ان کی کیا حیثیت ہے بلکہ وہ یہ کہے گا کہ تولہ چھوڑ کر ایک قطرہ پیشاب بھی پڑ جائے تو سارا دودھ پلید ہو جائے گا یہی حال تم اعمال کا سمجھو کہ اعمال میں اگر شرک کا ایک قطرہ بھی پڑ گیا تو سارے اعمال اکارت ہو جائیں گے شرک بہت بری چیز ہے اس سے بچو نہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اسکی صفات میں کوئی شریک ہے نہ اسکے کاموں میں کوئی شریک ہے نافع بھی وہی ہے ضار بھی وہی ہے تمام کام وہی کرتا ہے راحت آرام دکھ سکھ دینے والا بھی وہی ہے اور دور کرنے والا بھی وہی ہے اس کے سوا اور کوئی یہ کام نہیں کر سکتا۔ اَفَاَمِنُوْٓا کیا پس وہ امن میں ہیں اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اس سے کہ آئے ان کے پاس ڈھانپ لینے والی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے، طوفان کی شکل میں، ہوا کی شکل میں، زلزلے کی شکل میں، ایسا عذاب آئے جو ان کو ڈھانپ لے ان پر چھا جائے کیا یہ لوگ اس سے امن میں ہیں اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا

آجائے ان کے پاس قیامت اچانک کہ اس سے امن میں ہیں وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور انکوشعور بھی نہ ہولہذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید بھی نہیں ہونا چاہئے قُلْ آپ اے نبی کریم ﷺ کہہ دیں هٰذِهٖ سَبِيْلِیْ یہ میرا راستہ ہے کونسا راستہ ہے؟ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ میں دعوت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف یہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا میرا راستہ ہے۔ مخلوق میں سب سے اونچا عہدہ نبوت اور رسالت کا ہے مخلوق کیلئے اس سے بڑا عہدہ اور کوئی نہیں ہے اور کام بھی عہدے کے مناسب ہوتا ہے جتنا بڑا عہدا اتنا بڑا کام۔

دعوت اِلیٰ اللہ سب سے بلند کام ہے :

تو اگر دعوت اِلیٰ اللہ سے اچھا اور عمدہ کوئی کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ پیغمبروں کے حوالے کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے حوالے دعوت الی اللہ کا کام سپرد کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک سب کے ذمہ دعوت اِلیٰ اللہ کا کام لگایا اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ فرمایا عَلٰی بَصِيْرَةٍ بصیرت کہتے ہیں دل کی بینائی کو اور بصارت کہتے ہیں آنکھوں کی بینائی کو تو معنیٰ ہو گا میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں بصیرت پر ہوں اَنَا میں بھی وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ اور وہ لوگ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں ابو بکر، عمر، عثمان، علی ؓ تمام کے تمام بصیرت پر ہیں وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ اور پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سب عیبوں اور نقائص سے وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے، میں تو شرک کو ختم کرنے اور مٹانے کیلئے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر مرد وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف کہ

لوگوں کو میری توحید کی دعوت دو اوران کی دعوت یہاں سے شروع ہوتی تھی یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ [سورۃ ہود:۶۱] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا اس کے سوا کوئی معبود۔''

پیغمبروں اور ولیوں کی دعوت توحید ہے :

اور سب پیغمبروں کی دعوت ایک ہی ہے توحید اوران کے متبعین کی بھی یہی دعوت ہے اولیاء اللہ کی بھی یہی دعوت ہے سیدنا شیخ عبدالقادرؒ اکابر اولیاء میں سے گذرے ہیں انکی کتابیں عربی میں ہیں غنیۃ الطالبین ،فتوح الغیب وغیرہ فتوح الغیب کا اردو ترجمہ کلیم صادق صاحب مرحوم نے میرے مشورے کیساتھ کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اگر کسی جگہ سے مل جائے تو اسکو ضرور پڑھو۔حضرت کے ایک بیٹے تھے عبدالرزاقؒ یہ چوٹی کے محدث تھے اور ایک بیٹے کا نام تھا عبدالوہابؒ حضرت کی وفات کے وقت یہ چھوٹا بیٹا عبدالوہاب ان کے پاس موجود تھا کہنے لگا ابا جان آپ دنیا سے جا رہے ہیں مجھے کوئی وصیت فرمائیں حضرت نے توجہ سے دیکھا اور فرمایا التوحید، التوحید، التوحید بیٹا توحید کو لازم پکڑنا توحید پر قائم رہنا توحید کو نہ چھوڑنا سب اہل حق کی دعوت یہاں سے شروع ہوتی ہے اور فرمایا جتنے بھی پیغمبر بھیجے مرد بھیجے عورت کوئی نہیں بھیجی کوئی عورت نبیہ نہیں بنی اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ پیغمبر نیکوں کے پاس بھی جاتے ہیں اور بروں کے پاس بھی جاتے ہیں اوران کے پاس اچھے برے سب آتے ہیں رات کو بھی آتے ہیں دن کو بھی آتے ہیں عورت کا یہ کام نہیں کہ نیکوں کے پاس جائے بروں کے پاس جائے رات کو پہنچے دن کو پہنچے یہ فطرت کے بالکل خلاف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو نبی نہیں بنایا۔ پھر نبی اپنی قوم کے اشراف میں سے ہوتے تھے اور شکل وصورت اور صحت کے لحاظ سے

سب سے بڑھ کر ہوتے تھے تو اگر عورت نبی ہوتی تو لوگوں کے ذہن اور طرف منتقل ہو جاتے نبوت کی حقانیت اور صداقت ظاہر نہ ہوتی اسلئے کوئی عورت نبی نہیں تھی سب مرد تھے۔ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ کیا پس انہوں نے سیر نہیں کی زمین میں فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ پس دیکھتے کیسا تھا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گذرے ہیں۔

نافرمان قوموں کا حشر اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونے دیکھنے کیلئے سیر وسیاحت کرنا بھی ثواب ہے :

یہ زمین میں چل پھر کر جائزہ لیتے اور دیکھتے نافرمان قوموں کا کیا حشر ہوا ہے اس ارادے سے سیر وسیاحت کرنا بھی ثواب اور اس ارادے سے سیر وسیاحت کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونے دیکھنے ہیں کہ اس علاقے میں کیا ہے اور اس علاقے میں کیا ہے اس پر جو پیسہ خرچ کریگا اس کا ثواب ملے گا کسی بھی جائز کام کی مسلمان نیت کرے تو اس کو باقاعدہ ثواب ملتا ہے۔

مرد محنت کر کے ثواب کماتے ہیں اور عورتیں مفت میں :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی ازداج مطہرات میں سے بڑی سلجھی ہوئی بیوی ہیں بڑی ٹھنڈی طبیعت تھی جتنا بھی کوئی گرم ہوتا تھا یہ گرم نہیں ہوتی تھیں اور بات بڑے سلیقے سے کرتی تھیں ایک دفعہ عورتیں ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ ام المومنین آنحضرت ﷺ سے سوال کرو کہ عورتوں کیلئے تو اجر وثواب کی کوئی چیز نہیں ہے ثواب

تو سارا مرد لے گئے کیونکہ اذان مرد کہتے ہیں عورتیں نہیں کہہ سکتیں اور صرف اذان کی آواز بلند کرنے پر نوے نیکیاں ملتی ہیں اور اقامت کی آواز بلند کرنے پر ساٹھ نیکیاں ملتی ہیں لفظوں اور حرفوں کا ثواب علیحدہ ہے عورت امامت بھی نہیں کرواسکتی جہاد کیلئے نہیں جاسکتیں مردوں کیلئے قاضی نہیں بن سکتیں ہاں عورتوں کیلئے قاضی بن سکتی ہیں تو بہت سارے کام ہیں جو عورتیں نہیں کرسکتیں تو ثواب تو سارا مردوں کیلئے ہے ہمارے لئے ہنڈیا رہ گئی، جھاڑو رہ گئے، بچوں کو نہلانا دھلانا رہ گیا چنانچہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو ام سلمہ کنیت تھی نام ہند تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا آج عورتیں آئی تھیں انہوں نے یہ شکوہ کیا ہے آپ مسکرائے اور فرمایا عورتیں تو مفت میں سارا کچھ لے گئیں جس عورت کا خاوند مؤذن ہے جتنا ثواب اسکو ملتا ہے اتنا ثواب اسکی بیوی کو بھی ملتا ہے اور جسکا خاوند امام ہے جتنا ثواب اسکو ملتا ہے اتنا ثواب اسکی بیوی کو بھی ملتا ہے، جسکا خاوند مجاہد ہے جتنا ثواب اسکو ملتا ہے اتنا ثواب اسکی بیوی کو بھی ملتا ہے اسلئے کہ یہ اپنے خاوندوں کی خدمت کرتی ہیں کپڑے دھوتی ہیں روٹی پکا کر دیتی ہیں ان کے بچوں کو سنبھالتی ہیں اور عورتیں یاد رکھیں کہ گھر کے جو کام ہیں مثلاً ہنڈیا دھونا جھاڑو پھیرنا بچوں کو نہلانا دھلانا صفائی کرنا اس کا ثواب نفلی نماز اور روزے سے زیادہ ہے۔ کئی عورتیں کام چور ہیں کام نہیں کرتیں کھانے کے وقت آکر بیٹھ جاتی ہیں یہ بڑے خسارے کی بات ہے۔

صحابی کا رشتہ دینے سے انکار اسلئے کہ بیٹی کو خدمت کا موقع نہ ملے گا:

حضرت ابو درداء ؓ کی بیٹی جوان ہوگئی گھر کے افراد عزیز رشتہ داروں نے رشتہ ڈھونڈا اور ان کے سامنے ذکر کیا کہ ہم نے بچی کا رشتہ تلاش کیا ہے فرمایا کون لڑکا ہے؟ عرض کیا فلاں لڑکا ہے صحت مند اور دین دار امیر گھرانے کا ہے اور جو خوبیاں خاوند میں ہونی

چاہئیں وہ سب اس میں ہیں حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی وہاں نہیں دینی پوچھا کیا بات ہے شکل کا بڑا ہے عقل کی کمی ہے فرمایا نہیں شکل بھی اچھی ہے عقل بھی اچھی ہے صحت قد قامت سب کچھ صحیح ہے مگر میں نے لڑکی نہیں دینی کیونکہ ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں لہذا میری بیٹی کو گھر کے افراد کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا آخرت ماری جائے گی اسلئے نہیں دیتا اور آج کا زمانہ ہوتا تو کہتے کہ رشتہ تو دیتا ہوں مگر میری بیٹی تندور پر روٹی نہیں پکائے گی سالن نہیں پکائے گی یہ نہیں کرے گی وہ نہیں کریگی جھاڑو نہیں پھیرے گی مگر وہ بڑے چوٹی کے فقہاء صحابہ کرام میں سے تھے۔ فرمایا میں اپنی بیٹی کی آخرت خراب نہیں کرتا۔ تو یہ جتنے کام ہیں سب ثواب ہیں مگر عقیدہ صحیح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ اور البتہ آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے لیکن کن لوگوں کیلئے؟ فرمایا لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ان لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں رب تعالیٰ کی گرفت سے بچتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس اتنی موٹی موٹی باتیں بھی تم نہیں سمجھتے۔ اللہ کرے تمہیں سمجھ آجائے اور ان پر عمل کرو۔ (آمین)

۞ ۞ ۞

حَتّٰۤی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع

حَتّٰۤی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ یہاںتک کہ جب ناامید ہو گئے پیغمبر وَظَنُّوْۤا اور خیال کیا لوگوں نے اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے ہیں جَآءَهُمْ نَصْرُنَا تو آ گئی ان کے پاس ہماری مدد فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ پس نجات دی گئی ان لوگوں کو جن کو ہم نے چاہا وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا اور نہیں لوٹایا جاتا ہمارا عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ مجرم قوم سے لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ البتہ تحقیق ان کے واقعات میں عبرت تھی لِّاُولِی الْاَلْبَابِ عقل مندوں کیلئے مَا كَانَ حَدِیْثًا اور نہیں ہے یہ قرآن ایسی بات یُّفْتَرٰی جو گھڑی گئی ہو وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ اور لیکن تصدیق ہے ان کتابوں کی بَیْنَ یَدَیْهِ جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ اور تفصیل ہے ہر چیز کی وَّهُدًی اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اور رحمت ہے اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے۔

دعوت دینے والے کامیاب اور نہ ماننے والے ناکام:

پچھلی آیت میں تھا کہ اے نبی کریم ﷺ! ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے

ہیں سب مرد تھے عورت کوئی نہیں تھی ان پیغمبروں کی طرف ہم نے وحی بھیجی یہ سارے پیغمبر دین کے داعی تھے ان کی دعوت کو کسی نے قبول کیا اور کسی نے قبول نہیں کیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ قیامت والے دن ایسے پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونگے کہ ان کی امت سب سے زیادہ ہوگی اور وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہوگی۔ جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہونگی ان میں سے اسی صفیں آپ ﷺ کی امت کی ہونگی اور باقی چالیس صفیں تمام پیغمبروں کی ہونگی اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے جن کیساتھ ہزاروں امتی ہونگے، ایسے پیغمبر بھی ہونگے جن کیساتھ سینکڑوں امتی ہونگے اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے کہ جن کیساتھ دس امتی ہونگے، ایسے بھی ہونگے جن کیساتھ آٹھ امتی ہونگے، سات امتی ہونگے، چار اور دو امتی والے پیغمبر بھی ہونگے وَيَجِيْءُ نَبِيٌّ وَلَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ اور ایک نبی آئے گا اس کیساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔

قوم نے پیغمبر پر ظلم کی انتہاء کردی :

قرآن پاک میں دو جگہ آیا ہے اصحاب الرس یعنی کنویں والے، کنویں والے سے کیا مراد ہے؟ اسکی مختلف تفسیریں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یمن کا علاقہ تھا ان کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ الصلوۃ والسلام کو نبی بنا کر بھیجا انہوں نے انکو تبلیغ کی ان کو نہ تو ان کی برادری نے قبول کیا اور نہ ہی گاؤں کے لوگوں نے۔ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ ایک کالے رنگ کا حبشی تھا صرف اس نے کلمہ پڑھا لوگ جب ان کی تبلیغ سے اکتا گئے تو ایک گہرے کنویں میں پھینکنے کا ارادہ کیا جو شہر سے دور کسی جنگل بیابان میں تھا۔ انہوں نے آپس میں میٹنگ کی کہ یہ ہمیں رات دن تنگ کرتا ہے اور ایک ہی رٹ لگائی ہوئی ہے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ چنانچہ وہ ظالم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو لے گئے اور

کنویں میں ڈال دیا اور اوپر بھاری چٹان رکھ دی وہ حبشی رات کی تاریکی میں جاتا اور روکھی سوکھی روٹی اس کے پاس ہوتی وہ کنویں میں ڈال دیتا اور کہتا حضرت اگر اجازت ہو تو میں بھی کسی کنویں میں چھلانگ لگا لوں ۔ حضرت حنظلہ علیہ السلام فرماتے میں نے خود تو چھلانگ نہیں لگائی مجھے تو ظالموں نے پھینکا ہے اب صبر سے کام لے کئی دن گزرنے کے بعد لوگ کنویں پر گئے کہ اب فوت ہو گئے ہوں گے چٹان اٹھا کر مسخرہ کیا کَیْفَ بِکَ یَا حَنْظَلَۃُ حنظلہ تیرا کیا حال ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس حال میں یعنی کنویں میں ہوتے ہوئے فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے وہاں بھی توحید کی تبلیغ نہیں چھوڑی ۔ کہنے لگے بڑا سخت جان ہے نہ مرتا ہے نہ اپنی رٹ چھوڑتا ہے (نعوذ باللہ تعالیٰ) پھر روایات مختلف ہیں ۔ ایک تفسیری روایت یہ ہے کہ مٹی اور پتھر ڈال کر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو انہوں نے زندہ دفن کر دیا ۔ مٹی پتھر ڈال کر اوپر ناچنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کی شکل میں عذاب آیا اس نے ان سب کو جلا کر راکھ کر دیا اور ایسے پیغمبر بھی ہوں گے کہ ان کیساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے دین کی تبلیغ میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی ، اس کا ذکر ہے حَتّٰی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تبلیغ کرتے رہے ۔ یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے پیغمبر قوم سے کہ یہ حق کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہے جیسے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور کی بھی اس طرح کہ لَیْلًا وَّنَھَارًا رات کو بھی اور دن کو ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا [سورۃ نوح] ''پھر میں نے علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی ۔'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ

اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ [ہود:۳۶] ''ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔'' جب معلوم ہو گیا کہ آئندہ کوئی ایمان نہیں لائے گا تو پھر نوح علیہ السلام نے بدعا کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا[سورۃ نوح] ''اے پروردگار! زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ رہنے دے۔'' تو جب پیغمبر نا امید ہو گئے وَظَنُّوْآ اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا. ظَنُّوْا کی ضمیر کس طرف لوٹ رہی ہے؟ اس کا مرجع کیا ہے؟ اس کے متعلق کافی تفسیریں ہیں اور احادیث میں بھی بہت کچھ آتا ہے۔ آسان بات یہ ہے کہ اس سے پہلے یہ جملہ موجود ہے كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ''کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گذرے ہیں۔'' تو اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں جن لوگوں کا ذکر ہے ظَنُّوْا کی ضمیر ان کی طرف لوٹتی ہے۔ تو معنٰی ہوگا کہ ان کافروں نے مجرموں نے خیال کیا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا تحقیق وہ پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں پیغمبروں کیساتھ جھوٹ بولا گیا ہے کہ یہ کہتے تھے کہ مدد آئے گی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد نہیں آئی۔ سورۃ مومن آیت نمبر ۵۱ میں ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ''بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں۔'' اور سورۃ صفت آیت نمبر ۱۷۱،۱۷۲ میں ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ''البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے بات اپنے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں بیشک البتہ وہی مدد کیے جائیں گے۔'' لیکن ان کی مدد کوئی نہیں ہوئی لہذا رب تعالیٰ نے ان کیساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا ہے اس خیال میں ہی تھے کہ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا آ گئی ان کے پاس ہماری مدد تاخیر سے آئی مگر آئی ضرور فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ پس نجات دی گئی ان لوگوں کو جن کو ہم نے چاہا کن کو رب تعالیٰ نے چاہا جو فرمانبردار تھے نافرمان عذاب میں مبتلا ہوئے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم بڑی ڈول ڈیل والی تھی ان کا نعرہ تھا مَنْ اَشَدُّ

مِنَّا قُوَّةً کون ہے بڑھ کر ہم سے طاقت میں۔'' ان پر آٹھ دن سات راتیں مسلسل تند و تیز ہوا چلتی رہی اور ان کو ایسے اٹھا اٹھا کر پھینکا کَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ [سورۃ الحاقہ: ۷] ''گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہوں۔'' مگر اسی جگہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی تھے ان کو ہوا نے چھیڑا تک نہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہے اور مجرموں میں سے ایک بھی نہ بچا۔

تو فرمایا نجات دی گئی جن کو ہم نے چاہا وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ اور نہیں لوٹایا جاتا ہمارا عذاب مجرم قوم سے۔ جس وقت مجرم قوم پر رب تعالیٰ کی گرفت آتی ہے سزا آتی ہے تو اسکو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُمْلِىْ الظَّالِمَ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ''بخاری شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاںتک کہ جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ہے۔'' ظالم جب ظلم کرتے ہیں تو اسوقت ان کے اور خیالات ہوتے ہیں بڑھکیں مارتے ہیں اور جب گرفت میں آتے ہیں پکڑے جاتے ہیں پھر روتے پھرتے ہیں بہر حال مجرم کبھی سزا سے بچ نہیں سکتا نہ دنیوی سزا سے اور نہ اُخروی سزا سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ هُمْ ضمیر کا مرجع بعض مفسرین کرامؒ لفظ رُسُل بتاتے ہیں جو پہلے مذکور ہے۔ معنٰی ہوگا البتہ تحقیق ان پیغمبروں کے قصوں میں عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَاب عبرت ہے عقل مندوں کیلئے۔ اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ھم ضمیر کا مرجع یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی ہیں کہ ان کے قصے میں عبرت ہے عقلمندوں کیلئے کہ کس طرح انہوں نے کنویں میں پھینکا پھر یہ کنویں سے نکل کر غلامی کی زندگی بسر کرتے رہے پھر قید ہوئے پھر وزیر خزانہ بنے پھر وزیر اعظم بنے پھر مصر کی شاہی ان کو ملی اور کنویں میں ڈالنے والے دانے

مانگنے کیلئے آئے اور خیرات مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جس کو صحت دے اس پر گھمنڈ نہ کرے مال ملے تو غرور نہ کرے حسن و جمال پر ناز نہ کرے جو دے سکتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی اور نہیں ہے یہ قرآن پاک ایسی بات جو گھڑی گئی ہو کافروں نے کہا کہ اِفْتَرٰهُ اس نے قرآن خود گھڑا ہے وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ [الفرقان: ۴] ''اور مدد کی ہے اس کی اس پر ایک دوسری قوم نے۔'' کافروں کا یہ شوشہ عجیب تھا کیونکہ جس کی طرف نسبت کرتے تھے کہ وہ ان کو بنا کر دیتا ہے اس کے متعلق سورۃ النحل آیت نمبر ۱۰۳ میں آتا ہے لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ''اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن عربی اور صاف زبان میں ہے۔'' اس آدمی کیساتھ کڑی ملانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مسافر تھا آپ ﷺ کبھی کبھی اس کی خدمت کیلئے جاتے تھے تیمارداری کیلئے جو خدمت ہو سکتی تھی اس غریب کی کرتے تھے۔ آپ ﷺ چونکہ اس کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے تو کافروں نے یہ کڑی ملائی کہ وہ آپ ﷺ کو قرآن سناتا ہے حالانکہ وہ بیچارہ عجمی تھا عربی جانتا بھی نہیں تھا واجبی قسم کے جملے بولتا تھا اور اس بولنے کی کیفیت یہ تھی کہ چراغ جل رہا تھا تیمارداری کیلئے آنے والے کو کہتا تھا کہ چراغ بجھا دے تو کہنے لگا اُقْتُلُ السِّرَاجَ اس چراغ کو قتل کر دے۔ حالانکہ عربی میں کہتے ہیں اِطْفَاءِ السِّرَاج چراغ کو بجھا دے جو اِطْفَأْ کی جگہ اُقْتُلْ کہہ رہا ہے اور اتنی موٹی عربی بھی نہیں جانتا وہ قرآن پاک جیسی فصیح بلیغ کلام بنا سکتا ہے مگر دنیا میں لوگ شوشے چھوڑتے رہتے ہیں مگر شوشوں سے کوئی بات بنتی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات کو هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کھلا جادو ہے تو قرآن پاک ایسی بات نہیں جو گھڑی جائے وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ اور لیکن یہ تصدیق کرتا ہے

ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں جتنی آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں قرآن پاک سب کی تصدیق کرتا ہے مگر جو اصل کتابیں ہیں ان کی نہ کہ ان کی جو محرف ہو چکی ہیں تحریف شدہ کتابوں کا مُصدِّق نہیں وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَىْءٍ اور تفصیل ہے ہر چیز کی۔ قرآن پاک میں اصولی اور بنیادی باتوں کی تفصیل موجود ہے لیکن جزئیات اور فروعی باتیں احادیث میں موجود ہیں جو عقائد اور قاعدے ہیں اصولی طور پر قرآن نے بیان فرمائے ہیں وَهُدًى اور نری ہدایت ہے وَّرَحْمَةً اور رحمت ہے۔ قرآن پاک کو دیکھنا ثواب ہے، ہاتھ لگانا ثواب ہے، اس کو پڑھنا ثواب ہے، اسکو سمجھنا ثواب ہے اس پر عقیدہ رکھنا ثواب ہے، اس پر عمل کرنا ثواب ہے یہ ثواب ہی ثواب ہے رحمت ہی رحمت ہے۔ بغیر وضو کے اسکو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے زبانی طور پر پڑھ سکتے ہو۔ تو یہ ہدایت ہے اور رحمت لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے۔ اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے ہاں قرآن کی کوئی قدر نہیں ہے ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی نعمت ہے اس کی قدر و منزلت کا پتا مرنے کے بعد چلے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے کہ وہ قرآن پاک پڑھے اور اس کو ترجمے کیساتھ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے۔

آج بروز بدھ ۲۲ شوال ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۴/ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو سورۃ یوسف مکمل ہوئی

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہٖ

(مولانا) محمد نواز بلوچ مرتب

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الرعد

(مکمل)

جلد............۱۰

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

لفظی ترجمہ :

الٓمّٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ یہ کتاب کی آیتیں ہیں وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اور وہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ تیرے رب کی طرف سے حق ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَایُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے اَللّٰہُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے رَفَعَ السَّمٰوٰتِ جس نے بلند کئے آسمان بِغَیْرِ عَمَدٍ بغیر ستونوں کے تَرَوْنَھَا جنکو تم دیکھتے ہو ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ قائم ہے عرش پر وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے تابع کیا ہے سورج اور چاند کو کُلٌّ یَّجْرِیْ ہر ایک چل رہا ہے لِاَجَلٍ مُّسَمًّی

ایک مقررہ مدت تک يُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے سب کاموں کی يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ تفصیل سے اپنی آیات بیان کرتا ہے لَعَلَّكُمْ تاکہ تم بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ اپنے رب کی ملاقات پر یقین رکھو وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہ ذات ہے مَدَّ الْاَرْضَ جس نے زمین کو پھیلایا وَجَعَلَ فِيْهَا اور بنائے اس نے زمین میں رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا مضبوط پہاڑ اور نہریں وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل بنائے جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ بنایا ہے اس میں جوڑا جوڑا يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانپتا ہے رات کو دن پر اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام رعد ہے۔ رعد ایک فرشتہ کا نام ہے اس سورۃ میں چونکہ رعد علیہ السلام کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام رعد ہے۔ قرآن کریم میں پچیس پیغمبروں کے نام آئے ہیں اور چھ فرشتوں کے، چار کا ذکر پہلے پارے میں ہے جبرائیل، میکائیل اور ہاروت ماروت علیہم السلام اور پانچویں فرشتے رعد کا نام اگلے رکوع میں آئیگا وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ علیہ السلام، اور چھٹے فرشتے کا نام مالک علیہ السلام ہے جو جہنم کا انچارج فرشتہ ہے اس کا ذکر سورۃ زخرف میں ہے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ اور جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے۔ اور چھ کافروں کے نام قرآن میں آئے ہیں ابلیس، فرعون، ہامان، قارون، آزر اور ابولہب۔ تو اس سورۃ کا نام رعد ہے یعنی وہ سورۃ جس میں رعد علیہ السلام کا ذکر ہے یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چھیانوے نمبر ہے اس

سے پہلے پچانویں سورتیں نازل ہوچکی تھیں اس کے چھ رکوع ہیں اور تینتالیس آیات ہیں۔

حروف مقطعات :

الۤمّٓرٰ حروف مقطعات ہیں یعنی کسی لفظ سے ایک حرف الگ کر کے اس کو اختصار کیساتھ پیش کیا جائے جیسے مردم شماری کے نمبر لکھتے ہیں م ش نمبر ۱۰۰ اور ہر زبان میں ایسے لفظ بولے جاتے ہیں جسطرح ڈی سی، ڈپٹی کمشنر کا مخفف ہے۔اس کے متعلق حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ھِیَ اَسْمَاءُ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یہ انتیس سورتوں کے شروع میں آتے ہیں مثلاً الم، الر، طه، یٰسین، حم وغیرہ۔تو الف سے مراد اللہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور لام سے مراد لطیف ہے، میم سے مراد مالک ہے، مقتدر ہے، را سے مراد رؤف ہے، رحمٰن رحیم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہے تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ یہ کتاب کی آیتیں ہیں قرآن پاک کی جو تمہارے سامنے پڑھی جارہی ہے وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اور وہ چیز جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّکَ تیرے رب کی طرف سے الْحَقُّ حق ہے۔ جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے قرآن پاک کی شکل میں، حدیث پاک کی شکل میں سب حق ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اکثریت ہمیشہ نافرمانوں کی رہی ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے۔ عَمَدٌ عُمُوْدٌ کی جمع ہے عَمَدٌ ستون کو کہتے ہیں. تَرَوْنَھَا جنکو تم دیکھتے ہو۔

عمد کی تفسیر :

اس کی دو تفسیریں بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ نہ ستون ہیں اور نہ نظر آتے ہیں۔

دوسری تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت مجاہدؒ، حضرت حسنؒ سے نقل کی گئی ہے کہ ستون ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔ تو مطلب یوں بنے گا کہ بغیر ایسے ستونوں کے جنکو تم دیکھو۔ نورانی ستون ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ اکثر حضرات پہلی تفسیر کرتے ہیں کہ آسمانوں کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے انسان چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں ان کے نیچے دیواریں ہوتی ہیں ستون ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک نہیں سات آسمان بنائے ہیں نیچے کوئی ستون، کوئی کھمبا نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔

استویٰ علی العرش اور امام مالک کی تحقیق :

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، قائم ہے۔ کیسے قائم ہے؟ ہم اس کی حقیقت کو نہیں جانتے حضرت امام مالکؒ چار مشہور مجتہد اماموں میں سے ایک ہیں ان سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ بڑے عالم ہیں اور محدث ہیں، فقیہ ہیں یہ فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے ہمارے ذہن میں تو اپنا بیٹھنا ہے کہ کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے، کوئی پلنگ پر بیٹھتا ہے، کوئی نیچے صف پر بیٹھتا ہے، کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا بیٹھنا کس طرح ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ وَالْکَیْفِیَّۃُ مَجْھُوْلَۃٌ وَالسُّوَالُ عَنْہُ بِدْعَۃٌ ''اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع ہے کہ وہ سنتا ہے تو سننے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کان ہیں معاذ اللہ تعالیٰ کہ ان کے ذریعے سے سنتا ہے۔ جسطرح ہم کانوں کیساتھ سنتے ہیں حاشا وکلا ایسی بات نہیں ہے بلکہ جو اس ذات کی شان ہے اس طرح سنتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر بھی ہے

دیکھتا ہے مخلوق آنکھ کیساتھ دیکھتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی آنکھیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ متکلم ہے سورۃ نساء میں ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا "اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کیساتھ کلام کیا۔" کلام کرنے کیلئے تالو، زبان، دانت اور ہونٹ چاہئے لیکن اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہیں وہ بولتا ہے جواس کی شان کے لائق ہے اور عرش پر مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اس پر ہمارا ایمان ہے کیفیت ہم نہیں جانتے اور اس کیساتھ یہ بھی ماننا ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ "جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔" اور ہر ایک کیساتھ ہے اور قریب بھی اتنا ہے کہ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [ق:١٦] "اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اس کی شاہ رگ سے۔" شاہ رگ وہ ہے جو دماغ سے دل تک جاتی ہے اور اگر وہ کٹ جائے تو عادتاً مخلوق زندہ نہیں رہتی۔ تو عرش کے اوپر بھی ماننا ہے اور ہر ایک کے قریب بھی ماننا ہے جواسکی شان کے لائق ہے یہ ہمارا ایمان ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے تابع کیا ہے سورج کو اور چاند کو دونوں اس کے حکم سے چلتے ہیں كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ہر ایک چل رہا ہے ایک مقررہ مدت تک جو رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے سورج ایک سال میں اپنا دورہ پورا کرتا ہے اور چاند ایک ماہ میں اپنا دورہ پورا کرتا ہے یہ قیامت تک اسی طرح چلتے رہیں گے رب تعالیٰ کے حکم سے۔ سورج میں روشنی ہے اور حرارت ہے اور چاند میں چمک اور رطوبت ہے۔

شمس وقمر کے پجاری احمق ہیں :

سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے انسان کا وجود ان کے جسم سے بہت چھوٹا سا ہے لیکن جتنے اختیارات اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیئے ہیں وہ سورج اور چاند کو نہیں دیئے پھر جو لوگ چاند اور سورج کی پوجا کرتے ہیں وہ بڑے احمق ہیں۔ کوئی قطب ستارے کی پوجا کرتا

ہے کوئی کسی ستارے کی پوجا کرتا ہے جبکہ یہ سارے بے بس ہیں مجبور ہیں ایک ڈیوٹی کے اوپر اور انسان کے اختیارات زیادہ ہیں۔ وہ اس طرح کہ تم اپنی مرضی سے بیٹھے ہو رب تعالیٰ نے آپ کو بیٹھنے کا اختیار دیا ہے، تمہیں اپنی مرضی سے اٹھنے کا اختیار بھی دیا ہے، کھڑے ہونے کا اختیار دیا ہے، تیز چلنے کا اختیار دیا ہے، کسی جگہ ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ اس کا بھی اختیار دیا ہے آگے پیچھے دائیں بائیں مڑنے کا اختیار دیا ہے سورج چاند کو تو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ایک اِنچ آگے پیچھے ہو سکیں یا اپنی رفتار میں کمی بیشی کر سکیں یا کسی جگہ کھڑے ہو جائیں بالکل ان کے اختیار میں نہیں ہے مجبور محض ہیں لیکن انسان کے اختیارات زیادہ ہیں پھر جو لوگ ان کی چمک دمک دیکھ کر ان کی پوجا کرتے ہیں وہ بڑے احمق اور بیوقوف ہیں۔

زمین سے متعلق سائنسدانوں کی تحقیق :

یہاں ایک اور بات بھی سمجھ لیں وہ یہ کہ سائنسدانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور سورج چاند چلتے ہیں اس گروہ کی رائے قرآن کریم کے مطابق ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے کُلٌّ یَّجْرِیْ ہر ایک چل رہا ہے۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے اور سورج اور چاند اپنی جگہ کھڑے ہیں ان کا نظریہ ٹھیک نہیں ہے قرآن کیخلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی صفت بیان فرمائی ہے کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ہر ایک چل رہا ہے ایک مدت مقررہ تک۔ صاحب روح المعانی بڑے اونچے مرتبے کے مفسر گذرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی معقول دلیل سے ثابت کر دیا جائے کہ زمین حرکت کرتی ہے اور ساتھ ساتھ سورج اور چاند کا چلنا بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہم غور کر کے مان لیں گے اور اگر کسی معقول دلیل سے ثابت ہی نہ ہو سکے اور بلا

دلیل کہیں کہ سورج چاند ساکن ہیں اور زمین حرکت کرتی ہے تو چونکہ یہ نظریہ قرآن پاک کیخلاف ہے لہذا ہم ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ قرآن اٹل اور محکم ہے اور سائنسدانوں کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں۔ چنانچہ یونان کا حکیم طمالیس ملطی تھا اس کا نظریہ تھا کہ پانی مفرد ہے بسیط ہے اس میں ترکیب نہیں ہے تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک سائنسدان اسی کے نظریے پر چلتے رہے کہ پانی مفرد ہے اس میں ترکیب نہیں ہے پھر فاؤنڈس نے آکر ثابت کر دیا کہ پانی مرکب ہے اس میں دو قوتیں ہیں ایک آکسیجن اور ایک ہائیڈروجن۔ سائنسدانوں نے تین ہزار سال کی تحقیق کو چھوڑ کر فاؤنڈس کی تحقیق کو تسلیم کیا۔ یہ لاؤڈ سپیکر مجھ سے دس سال چھوٹا ہے اس کی ایجاد ۱۹۲۷ء میں ہوئی اور میری پیدائش ۱۹۱۴ء کی ہے۔ لاؤڈ سپیکر کے بارے میں سائنسدانوں کا اختلاف ہوا ایک گروہ کہتا تھا کہ لاؤڈ سپیکر سے جو آواز نکلتی ہے وہ بولنے والے کی اصل آواز نہیں ہوتی یہ اس کی مثل ہوتی ہے جیسے گنبد میں کوئی آدمی آواز لگائے تو واپس آواز آتی ہے جسکو عربی میں صدا کہتے ہیں اس آواز پر اقتداء جائز نہیں ہے کیونکہ امام کی اصل آواز مقتدیوں نے نہیں سنی یہ صدائے بازگشت ہے اس واپسی آواز پر اقتدا نہیں کر سکتے شامی وغیرہ میں یہ مسئلہ بڑی تفصیل کیساتھ لکھا ہے۔ تو جب سائنسدانوں نے کہا کہ سپیکر کی آواز اصل آواز نہیں ہوتی تو علماء نے اتفاق کیساتھ یہ فیصلہ کیا کہ اس پر نماز جائز نہیں ہے پھر کئی سال بعد سائنسدانوں نے تحقیق کر کے بتایا کہ یہ اصل آواز ہی ہے یہ آلہ اسکو اونچا کر دیتا ہے، بڑھا دیتا ہے، دوچند کر دیتا ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا فتویٰ اور تبلیغی حضرات :

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ اپنے دور کے بہت بڑے محدث تھے اور بڑی بصیرت والے تھے انہوں نے پہلے فتویٰ دیا تھا کہ سپیکر پر نماز جائز نہیں

ہے جب سائنسدانوں کی تحقیق بدل گئی اور انہوں نے کہا کہ بولنے والے کی اصل آواز ہوتی ہے آلہ صرف اسکو دوچند کر دیتا ہے تو حضرت نے پہلے فتوے سے رجوع کر لیا۔ اس زمانے میں رسالہ خدام الدین جو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی سرپرستی میں چلتا تھا اس کے آخری صفحہ پر جلی حروف میں حضرت مدنیؒ کا فتویٰ شائع ہوا تھا کہ لاؤڈ سپیکر پر اذان نماز درست ہے ہمارے تبلیغی حضرات نے پہلا فتویٰ پکڑا ہوا ہے وہ نماز سپیکر پر نہیں پڑھاتے، میں نے اس سلسلے میں مولانا جمشید صاحب اور مولانا ظاہر شاہ مرحوم سے گفتگو کی تھی کہ تم لوگ لاؤڈ سپیکر کیوں نہیں چلاتے صحیح آواز نہ پہنچنے ک وجہ سے کوئی رکوع میں ہوتا ہے کوئی سجدے میں، کوئی کچھ کرتا ہے کوئی کچھ کرتا ہے نماز میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ اب دو سال سے قدرے نرم ہوئے ہیں تو اصل میں علماء میں اختلاف نہیں ہے یہ سائنس کا اختلاف ہے یہ بدلتی بگڑتی رہتی ہے اور رب تعالیٰ کا حکم نہ بدلتا ہے نہ بگڑتا ہے۔

مدبر الامور :

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ رب تعالیٰ سب کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ مدبّر الامر صرف اللہ تعالیٰ ہے سارے کام وہی کرتا ہے کسی کو بادشاہ بناتا ہے کسی کو گدا بناتا ہے، کسی کو امیر اور کسی کو غریب بناتا ہے، کسی کو اولاد دیتا ہے اور کسی کو دیکر چھین لیتا ہے کسی کو بیمار اور کسی کو تندرست کرتا ہے یہ سارے کام رب تعالیٰ کے ہیں وہی حاجت روا ہے وہی مشکل کشا ہے وہی فریادرس ہے وہی مدبّر الامر ہے یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ تفصیل سے اپنی آیات بیان کرتا ہے لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین رکھو کہ ایک وقت آئیگا اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے نیکی بدی کا ہم سے سوال ہوگا لہذا جو نیکی کرنی ہے اب کرلو وہاں کچھ نہیں کرسکو گے بلکہ وہاں تو بھرو گے وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ اور وہ وہ

ذات ہے جس نے زمین کو پھیلایا بڑی وسیع زمین بنائی ہے وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ رَوَاسِيَ رَاسِيَةٌ کی جمع ہے بمعنی مضبوط پہاڑ اللہ تعالیٰ نے زمین میں بڑے بڑے مضبوط پہاڑ رکھے ہیں وَاَنْهٰرًا اور نہریں چلائی ہیں وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل بنائے جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ بنایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے جوڑا جوڑا کوئی موٹا ہے کوئی چھوٹا ہے کوئی کالا ہے کوئی گورا ہے کوئی کھٹا ہے کوئی میٹھا ہے کوئی گرم ہے کوئی سرد ہے یہ پھل آپس میں اضداد ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کیساتھ سب کچھ بنایا ہے اور ہر ایک میں کچھ نہ کچھ فائدہ رکھ دیا ہے يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانپتا ہے رات کو دن پر، دن منور ہوتا ہے پھر رات آکر اس پر چھا جاتی ہے اندھیرا ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ رات کی تاریکی کو کھینچ لیتے ہیں اور دن کی روشنی آجاتی ہے اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں خدا کی قدرت کی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے۔ جو قوم سمجھنا چاہے اس کیلئے نشانیاں ہیں اور نہ ماننے والے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

❁ ❁ ❁

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ ع

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ اور زمین میں ٹکڑے ہیں مُّتَجٰوِرٰتٌ ایک دوسرے کیساتھ ملے جلے ہوئے وَّجَنّٰتٌ اور باغات ہیں مِّنْ اَعْنَابٍ انگوروں کے وَّزَرْعٌ اور کھیتیاں ہیں وَّنَخِيْلٌ اور کھجوریں ہیں صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ وہ درخت جن کی دو شاخیں ہیں اور وہ بھی ہیں جن کی شاخیں الگ الگ نہیں ہیں يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ان کو سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی کیساتھ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ اور ہم فضیلت دیتے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر فِي الْاُكُلِ کھانے میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں

لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ اس قوم کیلئے جو عقل سے کام لیتی ہے وَاِنۡ تَعۡجَبۡ اور اگر آپ تعجب کریں فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ پس تعجب ہے انکی اس بات پر ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ وَاُولٰٓئِکَ الۡاَغۡلٰلُ اور یہی لوگ ہیں طوق ہونگے فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ان کی گردنوں میں وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ اور یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالسَّیِّئَةِ اور آپ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ راحت سے پہلے وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ اور تحقیق گذر چکی ہیں ان سے پہلے الۡمَثُلٰتُ سزائیں وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ اور بیشک آپ کا رب بخشش کرنے والا ہے لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلۡمِهِمۡ لوگوں کیلئے باوجود ان کے ظلم کے وَاِنَّ رَبَّکَ اور بیشک تیرا رب لَشَدِیۡدُ الۡعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡهِ اٰیَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر کوئی نشانی مِّنۡ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں وَّلِکُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ اور ہر قوم کیلئے ایک ہدایت دینے والا ہے۔

ماقبل سے ربط:

اس سے پہلے اَللّٰهُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ میں آسمانوں کی بلندی کا

ذکر تھا اب اس کے مقابلے میں زمین کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو تم دیکھنا چاہو تو آسانی کیساتھ دیکھ اور سمجھ سکتے ہو۔

الفاظ کی تحقیق وتشریح :

قِطَعٌ قِطْعَةٌ کی جمع ہے اور قِطْعَةٌ کا معنٰی ہے ٹکڑا۔ مُتَجٰوِرٰتٌ کا مجرد ہے جَارٌ اور جَارٌ کا معنٰی ہے پڑوسی اور مُتَجٰوِرٰتٌ کا معنٰی ہے ملا جلا ہوا۔ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ کا معنٰی ہوگا اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کیساتھ ملے جلے ہوئے۔ یہ ٹکڑا اس کیساتھ ملا ہوا ہے وہ اس کیساتھ ملا ہوا ہے پھر ان ٹکڑوں میں قیمت کا بڑا فرق ہے انکی پیداوار میں بھی بڑا فرق ہے۔ ہے وہ بھی زمین یہ بھی زمین، اسی طرح آدم علیہ السلام کی اولاد کا باپ ایک ہوتا ہے ماں ایک ہوتی ہے مگر اولاد کے مزاج اور طبیعتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے جدا جدا ہوتی ہیں۔ خود حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزاج اور تھا اور قابیل کا مزاج اور تھا، حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام، سام، یافث رحمہم اللہ تعالیٰ کا مزاج اور تھا اور کنعان کا مزاج اور تھا، ایک ماں باپ کی اولاد تھے۔ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ اور باغات ہیں انگوروں کے اَعْنَابٌ عِنَبٌ کی جمع ہے اور عِنَبٌ کا معنٰی ہے انگور وَّزَرْعٌ اور کھیتیاں ہیں، مختلف قسم کی فصلیں زمین میں لگائی جاتی ہیں وَّنَخِیْلٌ. نَخِیْلٌ نَخْلَةٌ کی جمع ہے۔ معنٰی ہوگا اور کھجوریں ہیں کھجوروں کی ہزارہا اقسام ہیں صِنْوَانٌ. صِنْوَانٌ صِنْوٌ کی جمع ہے صِنْوٌ کا معنٰی ہے کہ نیچے جڑ تو ایک ہو لیکن اوپر تنے جدا جدا ہوں۔ کھجور کے ایسے درخت بھی ہوتے ہیں کہ نیچے جڑ تو ایک ہوتی ہے اور اوپر تنے جدا جدا ہوتے ہیں وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ اور وہ بھی ہیں جنکے علیحدہ علیحدہ نہیں ہوتے ہیں ایک ہی تنا چلا جاتا ہے اور اس کے اوپر پھل لگتا ہے کھجور کے درختوں کی بے شمار اقسام

ہیں ہر قسم کا علیحدہ علیحدہ ذائقہ ہے یُسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ان کو سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی کیساتھ۔ پانی بھی ایک، ہوا بھی ایک اور سورج کی کرنیں بھی سب پر برابر پڑتی ہیں۔

کھانے پینے کی چیزوں میں فرق :

لیکن وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ اور ہم فضیلت دیتے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر کھانے میں۔ ایک کا ذائقہ اور ہے دوسری کا اور ہے تیسری کا اور ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ اسی طرح انگوروں میں فرق ہے اور باقی فصلوں میں بھی فرق ہے کوئی زیادہ میٹھی اور کوئی کم، کسی کا دانہ موٹا کسی کا باریک اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ بیشک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو عقل سے کام لیتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کو سمجھنا چاہے تو آسانی سے سمجھ سکتا ہے وَاِنْ تَعْجَبْ اور اے نبی کریم ﷺ! اگر آپ ان کی کسی بات پر تعجب کرنا چاہیں فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ تو پس تعجب ہے انکی اس بات پر۔

کفار کے غلط نظریہ کی تردید :

ان کی اس بات پر تعجب کرو وہ بات یہ ہے کہتے ہیں ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے کیا ہم نئی مخلوق بنائی جائیں گے۔ کافروں کا یہ غلط نظریہ تھا وہ کہتے تھے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ [الانعام:۲۹] ''اور نہیں ہیں ہم زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے جانے والے۔'' اور دوبارہ اٹھنے پر بڑا تعجب کرتے تھے کہتے تھے هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [مومنون:۳۶] ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' اور سورۃ ق میں ہے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ

کرآنا تو بہت بعید ہے۔ایک کافر پرانی سی کھوپڑی اٹھا کر لایا بعضے اسکا نام ابوجہل لکھتے ہیں اور عقبہ ابن ابی معیط بھی لکھا ہے اور عاص ابن وائل کا نام بھی ذکر کرتے ہیں۔کسی قبر میں سے انکو پرانی سی کھوپڑی مل گئی کہ تھوڑا سا سخت ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہو جاتی تھی رومال میں لپیٹ کر آنحضرت ﷺ! کی مجلس میں لایا آپ ﷺ کے پاس ہر وقت کوئی نہ کوئی آدمی رہتا تھا صحابہ بھی ہوتے تھے کافر بھی ہوتے تھے مسافر بھی ہوتے تھے اور مقامی بھی ہوتے تھے تو کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے یہ آکر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا کھوپڑی سے رومال دور کر کے کہنے لگا اے محمد (ﷺ)! مسئلہ یاد رکھنا کہ جب آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی آئے تو اس وقت ﷺ کہنا مسلمان کا اسلامی اور اخلاقی فرض ہے۔البتہ چند مقامات ہیں جہاں نہیں پڑھنا۔

درود شریف نہ پڑھنے کے چند مقامات :

۱)..... جب پیشاب پاخانے کیلئے بیٹھا ہو۔ ۲)..... ننگا ہو کر غسل کر رہا ہو۔

۳)..... نماز پڑھ رہا ہو اور امام نے آیت پڑھی محمد الرسول الله تو ﷺ زبان سے نہیں پڑھنا دل میں پڑھ سکتا ہے۔

۴)..... جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو اس میں آپ ﷺ کا اسم گرامی آئے تو زبان کیساتھ نہیں پڑھ سکتا دل میں پڑھ سکتا ہے۔

تو کچھ مقامات مستثنیٰ ہیں باقی جب بھی آپ ﷺ کا اسم گرامی سنو تو ﷺ پڑھو۔ قرآن پاک میں دونوں لفظ آئے ہیں صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا تو خیر وہ کافر آکر کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ)! اس کھوپڑی کو ذرا ہاتھ لگاؤ وہ پرانی بوسیدہ ہڈیاں تھیں آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا تو وہ بھرنی شروع ہو گئیں۔قہقہہ لگایا ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسا اور کہنے لگا مَنْ

يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ [یٰسین:۷۸] "کون زندہ کریگا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے جواب دیا قُلْ آپ ﷺ کہہ دیں يُحْيِيهَا الَّذِيْ أَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ زندہ کریگا ان کو وہ جس نے پیدا کیا ان کو پہلی مرتبہ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر پیدائش کو خوب جاننے والا ہے۔ [یٰسین:۷۹] اور یہ بھی جواب دیا کہ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ [آیت نمبر ۷۷] "کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بیشک ہم نے پیدا کیا ہے اسکو ایک قطرہ آب سے پس اچانک وہ بڑا جھگڑا کرنیوالا ہے۔" یاد نہیں رکھتا کہ اسکو کس حقیر قطرہ سے پیدا کیا ہے اور سوچتا بھی نہیں ہے کہ جس رب نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ رب قادر نہیں ہے کہ انسان کو دوبارہ پیدا کرے چوتھا جواب دیا کہ جس رب نے سبز درخت سے آگ نکالی ہے وہی رب پیدا کریگا عرب میں تین قسم کے درخت ہوتے تھے مرخ، عفار اور کلہ۔ ان کی تازہ لکڑیوں کو لکڑیوں کیساتھ رگڑتے تھے آگ نکلتی تھی وہ لوگ جب سفر پر جاتے تھے تو ان کی لکڑیوں کو کپڑوں میں لپیٹ کر ساتھ لے جاتے تھے جہاں آگ کی ضرورت پڑتی ٹہنیوں کو رگڑ کر آگ جلا لیتے تھے اور اگر وہ خشک ہو جاتی تھیں تو آگ نہیں نکلتی تھی۔ فرمایا الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ [یٰسین:۸۰] "وہ جس نے بنائی تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پس اچانک تم اس سے سلگاتے ہو۔" تو جس نے سبز درخت سے آگ نکالی ہے وہی دوبارہ پیدا کریگا لہٰذا جو دوبارہ پیدا کرنے پر تعجب کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ انہوں نے اپنے رب کے حکم کا انکار کیا وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اور یہی لوگ ہیں کہ طوق ہونگے انکی گردنوں میں۔ سورۃ الحاقہ آیت نمبر ۳۱ میں ہے ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ پھر ایسی

زنجیروں میں ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً جس کی لمبائی ستر گز ہے۔ستر ستر گز کی زنجیروں میں جکڑے ہونگے۔

خلود فی النار :

وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ اور یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہےاور دنیا کی آگ کا یہ حال ہے کہ اس میں آدمی ہاتھ پاؤں نہیں رکھ سکتا اور اس آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے تانبا پگھل جاتا ہے تو جو آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی اس کا کیا عالم ہوگا اگر اس میں ڈال کر مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک ہی شعلہ کافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰ [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ مرے گا وہ اس دوزخ میں اور نہ جئے گا۔'' آگ میں سڑنے جلنے کی زندگی کوئی زندگی تو نہیں ہے اور مرے گا اس لئے نہیں کہ مر گیا تو عذاب کون بھگتے گا اور دوزخ میں رہیں گے بھی ہمیشہ۔عذاب سے تنگ آکر دوزخی دوزخ کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''اے مالک علیہ السلام تو ہی رب کے سامنے درخواست کر کہ تیرا رب ہمارے اوپر فیصلہ کردے ہمیں ہلاک کردے۔'' اور سورۃ انشقاق میں ہے فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ''پس عنقریب وہ پکارے گا ہلاکت کو۔'' اپنے لئے ہلاکت کی دعائیں کریں گے مگر شنوائی نہیں ہوگی اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔اس ہمیشہ کی زندگی کو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کتنی ہوگی نیک بخت جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔سو سال، ہزار سال۔لاکھ سال، کروڑ سال، ارب سال، کھرب سال، نہیں نہیں سوچتے سوچتے ہمارا دماغ فیل ہو جائیگا لیکن ہم اسکی ہمیشگی کو شمار نہیں کر سکتے۔اسی طرح بد بخت اور بد نصیب دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ

دوزخ کیا ہے اور اب یہ پیغمبر علیہ السلام کو کہتے تھے لاؤ وہ عذاب جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں، عذاب مانگتے ہیں۔

کفار کے مطالبات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ اورآپ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب راحت سے پہلے۔کافر آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ آپ صفا پہاڑی کوسونا بنادیں، مروہ کوسونا بنادیں یہاں پانی کی نہریں چلادیں آپ کیلئے سونے کی کوٹھی ہو کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔اسی مقام پر پندرھویں پارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کو کہہ دیں هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ''نہیں ہوں میں مگر بشر رسول ۔''اور یہ کام رب تعالیٰ کے ہیں مخلوق کے نہیں ہیں اس پر کافر کہتے آپ اگر خوشی نہیں دکھا سکتے تو پھر عذاب لاؤ تاکہ ہم ختم ہو جائیں اور میدان آپ کیلئے صاف ہو جائے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ اور تحقیق گذر چکی ہیں ان سے پہلے سزائیں۔ مَثُلَاتٌ مُثْلَةٌ کی جمع ہے مُثْلَۃٌ کا معنیٰ سزا اور عقوبت ہے۔جن لوگوں کا یہ کردار ادا کر رہے ہیں اِن والی بیماریاں جن لوگوں میں تھیں ان پر بڑی بڑی سزائیں آچکی ہیں۔کسی پر بارش اور سیلاب کا عذاب، کسی پر تند ہوا چلی، کوئی زلزلے میں تباہ ہوا، کسی کے کلیجے جبرائیل علیہ السلام کی ڈراؤنی آواز سے پھٹ گئے طرح طرح کی سزائیں اور عقوبتیں پہلے لوگوں پر نازل ہوئیں وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ اور بیشک آپ کا رب بخشش کرنے والا ہے لِلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ لوگوں کیلئے باوجود ان کے ظلم کے۔ بندے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں، اس کے پیغمبر کی مخالفت کریں، اس کے احکامات کو ٹھکرائیں لیکن یہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے کیلئے تیار ہے۔ تیرا رب مغفرت والا

ہے۔کمی ہمارے اندر ہے ہمیں ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہئے اور ہیں بھی گنہگار لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ تھوڑی سی تکلیف پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ خدا جانے کس گناہ میں پکڑا گیا ہوں معصوم بن جاتے ہیں تم کہاں کے معصوم ہو کہ تمہیں اپنے گناہوں کا پتہ ہی نہیں ہے حالانکہ سر سے لیکر پاؤں تک گنہگار ہیں۔ ہماری آنکھیں گنہگار، ہمارے ہاتھ گنہگار، ہمارے پاؤں گنہگار، ہمارا دل گنہگار ہر وقت گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لہذا ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہئے اور توبہ کرنی چاہئے۔حدیث پاک میں آتا ہے خَیۡرُ الۡخَطَّائِیۡنَ اَلتَّوَّابُوۡنَ ''بہترین گنہگار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں رب سے معافی مانگتے ہیں۔'' ہر وقت رب تعالیٰ سے معافی مانگتے رہنا چاہئے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے نیکیاں کماؤ گناہوں سے بچو۔

غیبت بڑا گناہ ہے :

میری بہنیں اور بیٹیاں بھی مسئلہ سمجھ لیں اور یاد رکھیں کہ غیبت بڑا گناہ ہے اور غیبت کا سننا بھی گناہ ہے۔کوئی تمہارے پاس آکر کسی کی غیبت کرے تو اس کو منع کرو اگر منع کرنے کی توفیق نہیں تو اٹھ کر چلے جاؤ۔غیبت صرف رمضان المبارک میں گناہ نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی گناہ ہے اور غیبت اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے روزے پر زد پڑتی ہے۔ کسی کو گالی بھی نہ نکالو اور کسی کے ساتھ لڑو بھی نہیں روزے کو صحیح معنیٰ میں روزہ بناؤ۔

کثرتِ تلاوت اجرِ عظیم کا سبب :

قرآن پاک کی تلاوت کثرت کیساتھ کرو اس کے ایک ایک حرف سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جسطرح پڑھنے پر ملتی ہیں اسی طرح سننے پر بھی ملتی ہے۔الٓمٓ پڑھا تیس نیکیاں مل گئیں لیکن رمضان المبارک میں نیکیاں ستر گنا بڑھ جاتی ہیں۔الف پر ستر لام پر ستر اور میم

پر ستر نیکیاں مل گئیں مردوں کیلئے بھی اتنا ثواب ہے اور عورتوں کیلئے بھی اتنا ثواب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم کی آیت کریمہ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب سو نفل پڑھنے سے زیادہ ہے اور اگر ترجمے کیساتھ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب ہزار رکعات نفل پڑھنے سے زیادہ ہے یہ ابن ماجہ کی روایتیں ہیں جو صحاح ستہ میں چھٹے نمبر کی کتاب ہے اور مردوں کا فریضہ ہے کہ قرآن کریم کو سمجھیں۔ الحمد للہ اٹھاون سال ہونے والے ہیں مجھے قرآن وحدیث کا درس دیتے ہوئے ایک ایک لفظ علیحدہ علیحدہ ترجمہ کرتا ہوں تاکہ شوق والے مرد عورتیں قرآن وحدیث کیساتھ مانوس رہیں۔ ساتھیو! زندگی کا کوئی پتا نہیں ہے موت سر پر کھڑی ہے قرآن پڑھو، دورد شریف کثرت کیساتھ پڑھو، توبہ استغفار کرو، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا ورد کرو موت کو ہر وقت یاد رکھو یہ نہ خیال کرو کہ میں ابھی جوان ہوں ابھی تندرست ہوں موت سب کیلئے ہے۔

موت یقینی امر ہے :

حدیث پاک میں آتا کہ موت کا ذکر کثرت کیساتھ کرو۔ امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی کتاب لکھی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات ہیں اس میں انہوں نے یحیٰی ابن معینؒ جو مشہور محدث اور امام بخاریؒ کے استاذ ہیں کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کو ایک حدیث کے الفاظ کے بارے میں شبہ ہوا اس کے ازالے کیلئے اپنے استاد محمد بن فضلؒ کے پاس دوپہر کے وقت گئے ان کا چھوٹا سا مکان تھا اس کا دروازہ کھٹکھٹایا استاذ نے باہر آکر کہا یحییٰؒ اس وقت کیسے آئے ہو کہنے لگے حضرت ایک حدیث کے الفاظ میں شبہ پیدا ہو گیا ہے وہ سننے کیلئے آیا ہوں استاذ نے حدیث زبانی شروع کی تو کہنے لگے حضرت اگر آپ کاپی سے پڑھ کر سنا دیں تو بات زیادہ پختہ ہو جائے گی وہ کاپی لینے کیلئے جانے لگے تو انہوں نے

ان کا دامن پکڑ لیا استاذ نے کہا کہ میں اندر سے جا کر کاپی لانا چاہتا ہوں تا کہ تجھے کاپی سے پڑھ کر حدیث سناؤں۔ کہنے لگے حضرت! مجھے زبانی ہی سنا دو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے اندر جا کر واپس آنے تک میں زندہ رہوں گا یا نہیں۔ جوانو! موت کو انہوں نے سمجھا تھا کہ موت یقینی ہے اور قرآن پاک میں موت کا نام یقین ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ [الحجر:۹۹] ''اور عبادت کر اپنے رب کی یہانتک کہ یقین آجائے موت آجائے۔'' تو موت یقینی شے ہے اور زندگی وہمی ہے وَاِنَّ رَبَّکَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ اور بیشک تیرا رب سخت سزا دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے قبر میں بھی اور حشر میں بھی اور دوزخ سے بھی وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے ہماری خواہش کے مطابق کہ جسطرح کا معجزہ ہم مانگتے ہیں کہ نبی کیلئے سونے کی کوٹھی ہونی چاہئے صفا مروہ سونے کے کیوں نہیں بنائے، مکہ مکرمہ میں نہریں چلا دیں، ہمارے سامنے اڑ کر آسمانوں پر جاؤ اور کتاب لیکر آؤ اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ قَبِیْلًا [سورۃ اسراء] ''رب تعالیٰ کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کر اور اس کے پیچھے فرشتے کھڑے ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں۔ ان کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا رب تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرا معجزات کا اتارنا آپ کا کام نہیں ہے وہ رب تعالیٰ کا کام ہے آپ اپنا کام کریں۔

لکل قوم ھاد کی تین تفسیریں :

وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم کیلئے ایک ہدایت دینے والا ہے۔ اس کی تین تفسیریں مشہور ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ آپ ہر قوم کو ڈرانے والے ہیں ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ

رہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کام ڈرانا ہے ہدایت دینا نہیں ہے ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ''اے پیغمبر بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس سے آپ محبت کرتے ہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' آپ ﷺ ہادی ہیں بایں معنیٰ کہ رہنمائی کرنے والے ہیں راہ بتلانا آپ کا کام ہے ہدایت دینا صرف پروردگار کا کام ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہم نے ہر قوم کی طرف رہنمائی کرنے والا بھیجا ہے۔ حضرت آدم سے لیکر آپکی ذات گرامی تک ہر قوم کی اصلاح کیلئے ھادی رہنما بھیجے گئے ہیں۔

تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے راہنما ہیں آپ کے تشریف لے آنے کے بعد قیامت تک جتنی قومیں ہیں وہ آپ ﷺ کے کلمہ کی پابند ہیں اگر وہ آپ ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھیں گی اور آپ ﷺ سے رہنمائی حاصل نہیں کریں گی تو وہ ایمان سے خارج ہو جائیں گی اور کافر کہلائیں گی تو آپ ﷺ کو ہر قوم کیلئے ہادی اور رہبر بنا کر بھیجا ہے باقی ہدایت دینا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے اور ہدایت اسی کو نصیب ہوتی ہے جس میں طلب ہو اور اگر طلب نہیں ہوگی تو پھر کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اس کی مثال آپ حضرات اس طرح سمجھیں کہ تم نلکے اور ٹوٹی کے نیچے سیدھا کر کے برتن رکھو یعنی اس کا منہ نلکے اور ٹوٹی کی طرف ہو تو وہ بھر جائے گا چھوٹا ہوگا تو جلدی بھر جائے گا بڑا ہوگا تو دیر سے بھرے گا اور اگر برتن کو الٹا کر کے رکھ دو تو وہ نہیں بھریگا چاہے اس پر سارا دن پانی گرتا رہے۔ یہی حال ہے طلب اور غیر طلب کا جو حق کا طالب ہوتا ہے اس کا منہ رب تعالیٰ کی

رحمت کی طرف ہوتا ہے اور جو انکار کرتا ہے اس نے اپنے دل کے برتن کو الٹا کیا ہوا ہے اس پر چاہے تم سارا دن ٹیوب ویل چلائے رکھو وہ نہیں بھریگا پس تم دعا کرو کہ ہمارے دل الٹے نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف سیدھے ہوں ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالب ہوں اور اپنی نجات کے خواہش مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو طلب رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

❁ ❁ ❁

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

اَللّٰهُ يَعْلَمُ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى اس چیز کو جو اٹھاتی ہے ہر مادہ وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ اور جو کم ہوتے ہیں رحم وَمَا تَزْدَادُ اور جو زیادہ ہوتے ہیں وَكُلُّ شَيْءٍ اور ہر چیز عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ اس کے نزدیک ایک مقدار کیساتھ ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ غیب کو جاننے والا ہے اور حاضر چیزوں کو الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ وہ بہت بڑی ذات ہے اور بہت بلند ہے سَوَآءٌ مِّنْكُمْ برابر ہے تم میں سے مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وہ شخص جو آہستہ بات کرتا ہے وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ اور وہ شخص جس نے بلند آواز میں بات کی وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ اور وہ شخص جو چھپا ہوا ہے رات کو وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ اور جو چلنے والا ہے دن کو لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ اس کیلئے آگے پیچھے آنے والے فرشتے ہیں مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس آدمی کے آگے ہیں وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے پیچھے ہیں يَحْفَظُوْنَهٗ جو اس کی

حفاظت کرتے ہیں مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ نہیں بدلتا اس حالت کو جو کسی قوم کی ہے حَتّٰی یُغَیِّرُوْا یہاں تک کہ وہ بدلیں مَا بِاَنْفُسِہِمْ جو کچھ ان کے نفسوں میں ہے وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ اور جس وقت ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کے بارے میں سُوْٓءًا تکلیف کا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ پس نہیں ٹلتا اس تکلیف کا وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ اور نہیں ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی بچانے والا۔

عقیدہ توحید :

تمام عقائد میں سے اہم اور بنیادی عقیدہ توحید ہے اور توحید کا مفہوم یہ ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا ہے اور نہ اس کی صفات میں کسی کو شریک کرنا ہے اور نہ اس کے افعال میں کسی کو شریک کرنا ہے وہ اپنی ذات میں، صفات میں، افعال میں وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے ہر چیز کو جاننا، یہ بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے اَللّٰہُ یَعْلَمُ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی جو اٹھاتی ہے ہر مادہ اپنے پیٹ میں کہ وہ نر ہے یا مادہ ہے، ایک ہے یا دو ہیں، کالا ہے یا گورا ہے، صحیح الاعضاء ہے ناقص الاعضا ہے یہ چیزیں قطعی طور پر رب تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا وہ عورت جس کے پیٹ میں بچہ ہے وہ بھی نہیں جانتی کہ میرے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے، ایک ہے یا دو ہیں یہ رب تعالیٰ کا راز ہے رب تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ عربی کا قاعدہ ہے کہ فعل پہلے ہوتا ہے فاعل بعد میں ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ مارا زید نے۔ لیکن جب فاعل فعل سے پہلے آجائے تو حصر کا فائدہ دیتا ہے بندش کا مثلاً زَیْدٌ ضَرَبَ تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ زید

نے ہی مارا ہے۔تو مار نا زید میں بند ہو گیا تو قاعدے کے مطابق تو یَعْلَمُ اللّٰهُ ہوتا کہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ لیکن لفظ اللہ جو فاعل ہے اس کو مقدم کر دیا اَللّٰہُ یَعْلَمُ تو حصر پیدا ہو گئی۔معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی اس چیز کو جو اٹھاتی ہے ہر مادہ کو پیٹ میں وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ اور جو کم ہوتے ہیں رحم وَمَا تَزْدَادُ اور جو بڑھتے ہیں۔

مدتِ حمل :

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حمل کی ادنیٰ مدت نکاح کے بعد چھ ماہ ہے چھ ماہ کے بعد جو بچہ پیدا ہوا وہ حلال ہے بشرطیکہ خاوند اس کا انکار نہ کرے ہاں اگر وہ انکار کر دے اور کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو پھر مسئلہ جدا ہے۔بعض بچے سات ماہ کے بھی ہوتے ہیں بعض آٹھ ماہ کے بھی ہوتے ہیں اور عادتاً بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک رہتا ہے اور کئی بچے نو ماہ سے زیادہ بھی ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال تک رہ سکتا ہے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چار سال بھی ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے۔ضحاک ابن مزاحم رحمہما اللہ تعالیٰ بڑے درجے کے تابعین میں سے ہیں وہ چار سال ماں کے پیٹ میں رہے جب پیدا ہوئے تو ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنے لگے منہ میں دانت بھی تھے اسی لئے ان کا نام ضحاک رکھ دیا ہنسنے والا۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بچہ ماں کے پیٹ میں پانچ سال تک بھی رہ سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔تو اس تفسیر کے مطابق ترجمہ ہوگا اور جو کم ہوتے ہیں چھ ماہ سات ماہ وغیرہ یعنی رحم کی مدت جو کم ہوتی ہے اور جو بڑھتے ہیں یعنی مدت زیادہ ہوتی ہے نو ماہ دو سال وغیرہ رب تعالیٰ اسکو بھی جانتا ہے اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ابتداءً جب بچے کا ماں کے پیٹ میں وجود بنتا ہے تو اس

وقت رحم سکڑا ہوا ہوتا ہے جوں جوں بچے کا وجود بڑھتا جاتا ہے رحم کھلتا اور بڑھتا جاتا ہے رب تعالیٰ پیٹ کے اس سکڑنے اور بڑھنے کو جانتا ہے حالانکہ وہ عورت خود نہیں جانتی کہ اندر کیا ہو رہا ہے یہ سب رب تعالیٰ کے کام ہیں اور اس کے کاموں کی کوئی نظیر نہیں ہے اور نہ ہی اسکے کاموں میں کوئی شریک ہے اور کیا پوچھتے ہو۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک مقدار اور اندازے کیساتھ ہے۔ ہر چیز کا اندازہ رب ہی کو معلوم ہے۔

عالم الغیب والشہادۃ :

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ غیب کو جاننے والا ہے اور حاضر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ غیب کا یہ معنٰی نہیں ہے کہ رب تعالیٰ سے کوئی چیز غائب ہے اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے بلکہ اس کا معنٰی ہے کہ مخلوق سے جو چیزیں غائب ہیں رب تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اور جو مخلوق کے سامنے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ عالم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو غیب کی خبریں بتلائی ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ''یہ غیب کی خبریں ہیں اے نبی کریم ﷺ! ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔'' اور سارا غیب رب تعالیٰ کی صفت ہے وہ کسی کو نہیں دیا سورۃ النحل آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے غیب آسمانوں کا زمینوں کا۔''

اسماء الٰہی کی تاثیر :

اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ وہ بہت بڑی ذات ہے اور بہت بلند ہے بہت اونچی شان والا ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اللہ تعالیٰ کے مشہور نام ننانوے ہیں اور ہر نام

میں کوئی نہ کوئی تاثیر ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ رشتے اور کاروبار میں رکاوٹ ہوتو آدمی یا لطیف کا ورد کثرت کیساتھ کرے۔ لطیف کا معنی ہے باریک بین۔ رزق کی تنگی ہوتو یارزّاق کا ورد کثرت کیساتھ کرے، اس کا معنی ہے رزق دینے والا یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ''رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔'' آپس میں الفت پیدا کرنے کیلئے یَا وَدُوۡدُ کا ورد کرے، ودود کا معنی ہے محبت کرنے والا، محبت ڈالنے والا اور اگر کسی کو زیادہ غصہ آتا ہوتو یَا حَلِیۡمُ کا ورد کرے اس کا معنی ہے تحمل کرنے والا۔

آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا حضرت مجھے بڑی جلدی غصہ آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت غصہ آئے اگر کھڑے ہوتو بیٹھ جاؤ اور بیٹھے ہوتو لیٹ جاؤ پانی پیو اور وضو کرو کیونکہ انسان میں آگ کا مادہ بھی ہے یہ اس کی وجہ سے ہے پانی سے ٹھنڈا ہو جائے گا اور اختیاری چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لَیۡسَ الشَّدِیۡدُ بِالصُّرۡعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیۡدُ مَنۡ یَّمۡلِکُ نَفۡسَهٗ عِنۡدَ الۡغَضَبِ ''پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسرے کو میدان میں پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پالے۔'' یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔

ذکرِ خفی کی افضلیت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَوَآءٌ مِّنۡکُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ برابر ہے تم میں سے وہ شخص جو آہستہ بات کرے وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ اور وہ شخص جس نے بلند آواز میں بات کی وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّیۡلِ اور وہ شخص جو چھپا ہوا ہے رات کو وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ اور جو چلنے والا ہے دن کو۔ سرب کا معنی ہے راستے پر چلنا۔ ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آہستہ بات کرے تو ہم نہیں سن سکتے اونچی کرے تو سن لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اونچی

اور آہستہ دونوں برابر ہیں رات کو کوئی شخص کونے میں چھپا ہوا ہے تو ہمیں نظر نہیں آتا دن کو گلی میں یا سڑک پر چلنے والا ہمیں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رات کو چھپا ہوا اور دن کو چلنے والا دونوں برابر ہیں وہ ایسی علیم خبیر ذات ہے کہ اس سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ؓ کیساتھ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے صحابہ کرام ؓ نے اونچی اونچی ذکر شروع کیا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَّلَا غَائِبًا اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَّھُوَ مَعَکُمْ ''اپنی جانوں پر نرمی کرو بیشک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم اس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔'' اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ آہستہ ذکر کرنے کا درجہ اونچی ذکر کرنے سے ستر گنا زیادہ ہے اور اگر ذکر کرنے سے کسی کی نیند میں خلل آئے یا نماز میں خلل آئے تو اس کے متعلق تمام فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے اور ذکر کرنے والا گنہگار ہوگا۔ تفسیر مظہری مشہور تفسیر ہے اس میں لکھا ہے کہ اگر مسجد میں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے پاس بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنے والا گنہگار ہے لیکن یہاں تو لوگوں نے یہ سمجھا رکھا ہے کہ شور مچاؤ رب راضی ہوگا اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کیساتھ کرو مگر آہستہ کرو درود شریف کثرت کیساتھ پڑھو، تیسرا کلمہ پڑھو اور جو تمہارے پاس قرآن و حدیث سے وِرد، وظیفے ہیں کثرت سے پڑھو اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو اور ذکر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ذکر کیلئے کوئی خاص کیفیت مقرر نہیں فرمائی نہ بیٹھ کر پڑھو یا کھڑے ہو کر پڑھو اس میں تمہیں اجازت ہے بیٹھ کر پڑھو، کھڑے ہو کر پڑھو، لیٹے ہوئے پڑھو، چلتے پھرتے پڑھ سکتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ فرماتے کہ بیٹھ کر پڑھو تو کاروباری اور مزدور لوگ کہہ سکتے تھے اے پروردگار!

میں مزدور آدمی ہوں بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا لہذا اللہ تعالیٰ نے کوئی شرط نہیں لگائی ذکر کیلئے وضو بھی شرط نہیں ہے۔ اگر وضو شرط ہوتا تو آدمی کہہ سکتا تھا اے پروردگار! میرا معدہ خراب ہے میرا وضو نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی سہولتیں دی ہیں جن دنوں میں عورتیں قرآن شریف نہیں پڑھ سکتیں نماز نہیں پڑھ سکتیں فقہاء کرام فرماتے کہ ان دنوں میں کثرت کیساتھ ذکر کریں تا کہ نماز کی جگہ وہ ہو جائے۔

بندوں کی حفاظت فرشتوں سے :

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ اس کیلئے آگے پیچھے آنے والے فرشتے ہیں۔ ہٗ ضمیر کا مرجع انسان کو بھی بنایا گیا ہے۔ تو معنیٰ ہوگا اس بندے کیلئے آگے پیچھے آنے والے فرشتے ہیں۔ اور ہٗ ضمیر کا مرجع لفظ اللہ کو بھی بنایا گیا ہے جو اَللّٰهُ يَعْلَمُ میں ہے تو اس وقت معنیٰ ہوگا رب تعالیٰ ہی کیلئے وہ فرشتے ہیں جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ جو بندے کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ ہر مرد عورت بوڑھے جوان تندرست بیمار کیساتھ مومن اور کافر کیساتھ رات دن میں چوبیس فرشتے ہوتے ہیں چار فرشتے تو اعمال لکھنے والے ہیں جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں دو دن والے اور دو رات والے۔ ان کی ڈیوٹیاں صبح اور عصر کی نماز کے وقت تبدیل ہوتی ہیں مثلاً صبح کی نماز جب یہاں شروع ہوئی کہ امام نے کہا اللہ اکبر تو وہ لوگ جو اس مسجد سے وابستہ ہیں ان کے فرشتوں کی ڈیوٹی بدل جاتی ہے رات والے فرشتے چلے گئے اور دن والے آگئے پھر عصر کی نماز جب شروع ہوئی تو دن والے چلے گئے اور رات والے آگئے۔ اسی آیت کی تشریح میں تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر آدمی کیساتھ دس فرشتے دن اور دس فرشتے رات کو ہوتے ہیں جو اس کی

حفاظت کیلئے ہیں وہ حفاظت کرتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے دو فرشتے آدمی کے ہونٹ کے پاس ہوتے ہیں جن کی ڈیوٹی درود شریف پہنچانے کی ہے جب کوئی آدمی درود شریف پڑھتا ہے تو یہ فرشتے باری باری آنحضرت ﷺ کے پاس درود شریف پہنچاتے ہیں ایک پہنچا کر آتا ہے پھر دوسرا جاتا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھے گا اس کو میں خود سنوں گا اور جواب بھی دونگا اور جو دور سے پڑھے گا وہ فرشتے پہنچائیں گے۔ ایک فرشتہ انسان کے دل کی دائیں طرف ہوتا ہے یہ جو دل میں اچھا خیال پیدا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کا القا ہوتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے کہ اے اللہ تیرا شکر ہے فرشتے نے مجھے اچھی بات کا اشارہ دیا ہے۔ اور دل کے بائیں طرف شیطان ہوتا ہے شیطان سے مراد ابلیس نہیں ہے کوئی نہ کوئی شیطان ہوتا ہے یہ جو دل میں برا خیال آتا ہے یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے لہذا جب برا خیال آئے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو اور اعوذ باللہ پڑھ کر بائیں طرف تھوک دو۔ تو یہ پچیس فرشتے ہر بندے کیساتھ چوبیس گھنٹے رہتے ہیں انسانوں کیساتھ بھی اور جنوں کیساتھ بھی۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ فرشتے کتنے ہیں ساتوں آسمانوں پر فرشتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے آسمانوں پر ایک ہتھیلی کے برابر بھی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت نہ کر رہا ہو۔ اور کعبہ کے عین برابر ساتویں آسمان پر بیت المعمور ہے جو فرشتوں کا کعبہ ہے روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جس نے ایک دفعہ طواف کر لیا پھر ساری زندگی دوبارہ اس کی باری نہیں آتی اس سے اندازہ لگاؤ کہ فرشتے کتنے ہیں؟

اصلاح کیلئے نیت ضروری ہے :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا اس حالت کو جو کسی قوم کی ہے حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِھِمْ یہانتک کہ وہ بدلیں اسکو جو ان کے نفسوں میں ہے۔ جب تک کوئی قوم اپنی اصلاح کی نیت نہیں کریگی اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کی حالت نہیں بدلے گا جبراً اللہ تعالیٰ کسی کی حالت نہیں بدلتے۔ کوئی شخص نماز نہیں پڑھنا چاہتا اللہ تعالیٰ اس سے دھکے کیساتھ زبردستی نہیں پڑھواتے، کوئی روزہ نہیں رکھنا چاہتا جبراً اللہ تعالیٰ اس سے روزہ نہیں رکھواتے، رکھوا سکتا ہے قادر مطلق ہے مگر رکھواتا نہیں ہے۔ جب کوئی نماز روزے کی نیت کریگا تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما دیں گے اچھے کام کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما دیں گے اللہ تعالیٰ زبردستی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں...

؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جب تم نیکی کا ارادہ کرلو گے تو کل کا دن آج سے بہتر ہوگا اور پرسوں کا کل سے بہتر ہوگا پھر اگلا دن اس سے بہتر ہوگا اسی طرح دن بدلتے جائیں گے۔ برائی سے رکنے کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ رکنے کی توفیق عطا کر دیں گے نیت اور ارادے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے۔ فرمایا وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا اور جس وقت ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کے بارے میں تکلیف کا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ پس نہیں ہے ٹلنا اس تکلیف کا چاہے وہ کتنی ہی کوشش کرے جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے تو پھر اسکی پکڑ سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ اور نہیں ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی

بچانے والا کوئی حفاظت کرنے والا کوئی نگران جو انکو بچا سکے۔

۞ ۞ ۞

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

هُوَ الَّذِيْ وہی اللہ تعالیٰ ہے يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی خَوْفًا وَّطَمَعًا خوف اور طمع کیلئے وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ اور اٹھاتا ہے ایسے بادل جو بوجھل ہیں وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد علیہ السلام اس کی تعریف کیساتھ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور فرشتے بھی اس کے خوف سے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور چھوڑتا ہے کڑک کو فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ پس

پہنچاتا ہے اسکو جسکو چاہتا ہے وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ اور وہ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ حالانکہ وہ بہت سخت طاقت والا ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ اسی کیلئے ہے حق کی دعوت وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ وہ نہیں قبول کر سکتے ان کی دعاؤں کو بِشَيْءٍ کچھ بھی اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ مگر جسطرح کوئی پھیلانے والا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں کو اِلَى الْمَآءِ پانی کی طرف لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ وہ پانی پہنچ جائے اس کے منہ تک وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ اور نہیں ہے وہ پہنچنے والا اس تک وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مگر گمراہی میں وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سجدہ کرتے ہیں مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں طَوْعًا وَّكَرْهًا خوشی سے اور جبراً وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ اور ان کے سائے بھی صبح اور پچھلے پہر قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کون ہے تربیت کرنے والا آسمانوں کی اور زمین کی قُلِ اللّٰهُ آپ کہہ دیں اللہ ہی ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ کیا پس تم نے بنا لئے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے کارساز لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نہیں وہ مالک اپنے نفسوں کیلئے نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا نفع کے اور نہ نقصان کے قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ کیا برابر ہیں اندھیرے اور روشنی

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ کیا ٹھہرائے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ انہوں نے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق کی طرح فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ پس متشابہ ہوگئی ہے مخلوق عَلَيْهِمْ ان پر قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اور وہ اکیلا ہے سب کو دبا کر رکھنے والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے هُوَ الَّذِیْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی۔ جب آسمان پر بجلی چمکتی ہے تو وہ ذات تمہیں بجلی دکھاتی ہے خَوْفًا خوف کی خاطر وَّ طَمَعًا اور طمع کی خاطر۔ خوف اس طرح کہ آسمانی بجلی جب زمین پر گرتی ہے تو اس سے آدمی مرتے ہیں، جانور مرتے ہیں، فصلیں تباہ ہوتی ہیں تو جب بجلی چمکتی ہے خوف ہوتا ہے کہ کہیں نیچے گر کر نقصان نہ کرے اور طمع بھی ہوتا ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے امید ہوتی ہے کہ بارش ہوگی جس سے فصلیں پیدا ہوں گی پھل ہونگے جانوروں کیلئے چارہ پیدا ہوگا گرمی دور ہوگی یہ بجلی کو رب ہی چمکاتا ہے۔ وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ اور اٹھاتا ہے ایسے بادل جو بوجھل ہیں بارش سے برف سے اولوں سے ان بادلوں پر کنٹرول اللہ تعالیٰ کا ہی ہے وہی ان کو اٹھاتا ہے چلاتا ہے۔

رعد و دیگر ملائکہ کی مصروفیات :

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد علیہ السلام اس کی تعریف کیساتھ۔ وہ تسبیح ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ چھ فرشتوں کے نام قرآن پاک میں آئے ہیں چار فرشتوں کے نام پہلے پارے میں آئے ہیں، جبرائیل، میکائیل، ھاروت، ماروت علیہم السلام اور پانچواں یہ رعد

علیہ السلام ہے بادلوں کو چلانے والا اور چھٹے فرشتے کا نام مالک علیہ السلام ہے جو جہنم کا انچارج ہے۔اس کا ذکر سورۃ زخرف میں یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے جس کا نام قرآن پاک میں نہیں ہے۔تو رعد فرشتہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْکَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ''وظیفوں میں بہتر ورد ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ یا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

باری تعالیٰ کی صفات مختصہ :

دونوں جملے صحیح ہیں وجہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں عدمی اور وجودی۔عدمی کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کے منافی ہیں اور وجودی جو اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ثابت ہیں اور لائق ہیں۔منافی مثلاً اللہ تعالیٰ کی ماں نہیں ہے،والد نہیں ہے،بیٹا نہیں ہے،بیٹی نہیں ہے،بیوی نہیں،کھاتا نہیں،پیتا نہیں،سوتا نہیں، بیمار نہیں ہوتا،ہلاک نہیں ہوتا،اس کی ابتدا نہیں ہے،انتہا نہیں ہے۔جب سبحان اللہ کہا تو ان سب کی نفی ہوگی اور وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں مثلاً وہ عالم الغیب والشہادہ ہے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے،مختار کل ہے،دستگیر ہے،اولاد دینے والا ہے،لینے والا ہے، بیمار کرنے والا ہے،صحت دینے والا ہے،بادشاہ بنانے والا ہے،گداگر بنانے والا ہے۔ وبحمدہ کا جملہ ان سب صفات پر دلالت کرتا ہے بخاری شریف کی آخری حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ''دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی بھارے

ہیں ترازو میں قیامت والے دن جب ان کو ترازو میں تولا جائے گا تو بہت زیادہ وزن ہوگا وہ کونسے کلمے ہیں فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ. اور فرشتوں کی تسبیح اور خوراک بھی یہی ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ باقی فرشتے بھی یہی تسبیح کرتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں معصوم ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور چھوڑتا ہے کڑک کو صَوَاعِق صَاعِقَةٌ کی جمع ہے۔ وہ بجلی جو زمین پر گرتی ہے اس کو صاعقہ کہتے ہیں فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ پس پہنچاتا ہے اس کو جس کو چاہتا ہے وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ اور وہ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں۔

ایک عبرتناک واقعہ :

عرب میں ایک شخص تھا زید ابن ربیعہ بڑا مغرور شرک سے بھرا ہوا مالدار آدمی تھا اور اس کی مجلس ہر وقت اوباش لوگوں سے بھری رہتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ایک مبلغ اس کے پاس بھیجا جب وہ پہنچا تو یہ ایک کھلی جگہ میں بیٹھا تھا مبلغ بھی سلام کرنے کے بعد بیٹھ گیا اور ساتھ والوں سے پوچھا کہ زید ابن ربیعہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتلایا کہ یہ جو سامنے بیٹھا ہے یہ زید ابن ربیعہ ہے۔ مبلغ نے زید ابن ربیعہ کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں پیغام پہنچا دوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر برحق ہیں، آسمانی کتابیں برحق ہیں، فرشتے برحق ہیں، تقدیر برحق ہے، مرنا برحق ہے، قیامت برحق ہے۔ اس نے مذاق کرنا شروع کر دیا کہنے لگا اللہ کیا ہوتا ہے؟ سونے کا ہے، چاندی کا ہے، پیتل کا ہے، تانبے کا ہے، شیطان

نے جب مذاق اڑایا تو قدرت خداوندی کہ آسمان سے بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اتار کر پھینک دی حالانکہ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ تو بجلیاں پہنچاتا ہے جس پر چاہتا ہے اور وہ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ حالانکہ وہ بہت سخت طاقت والا ہے۔ مَحَال میم کے فتح کیساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے ناممکن، کہ یہ چیز محال ہے، نہیں ہو سکتی اور اگر مِحَال میم کے کسرے کیساتھ ہو تو اس کا معنیٰ قوۃ اور طاقت ہے۔ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ اسی کیلئے ہے حق کی دعوت یعنی اسی کو پکارو وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے یعنی اس کے سوا دوسروں کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ وہ نہیں قبول کر سکتے ان کی دعاؤں کو کچھ بھی، وہ ان کے کام نہیں آ سکتے کیونکہ ان کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ نے خدائی اختیارات مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہیں وہ ان کا کوئی کام نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے فرمایا کہ یوں سمجھو اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ مگر ایسے جیسے کوئی پھیلانے والا ہو اپنے دونوں ہاتھوں کو پانی کی طرف لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ وہ پانی پہنچ جائے اس کے منہ میں۔ ایک آدمی دریا یا نہر کے کنارے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں سے پانی کو کہتا ہے کہ تو میرے منہ میں آجا تو کیا اس طرح پانی اس کے منہ میں آجائے گا؟ سارا دن بھی کہتا رہے تو ایک قطرہ بھی اس کے منہ میں نہیں آئیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ اور نہیں ہے وہ پہنچنے والا اس تک۔ وہ اپنی رو میں بہتا ہے اور بہتا رہے گا کنویں میں ہے تو وہیں ٹکا رہے گا اسی طرح غیر اللہ سے مرادیں مانگنے والوں کا کچھ نہیں بنے گا وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر گمراہی میں۔ اس میں

اختلاف ہے کہ کافر کی دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔

کافر کی دعا کی حقیقت :

مفسرین کرامؒ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ کافر کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی چاہے اس کا تعلق دنیا کیساتھ ہو یا آخرت کیساتھ کہ اسکو عذاب سے نجات مل جائے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ جس میں اس کے نجات پانے کا ذکر ہو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا ذکر ہو قبول نہیں ہوتی البتہ دنیوی سلسلے میں کوئی دعا قبول ہوتی ہو تو ہو سکتی ہے، یہ فرماتے ہیں کہ شیطان سے بڑا کافر کون ہے یہ وہ کافر اعظم ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کرنے کا اور اس نے انکار کر دیا اس پر اسکو اللہ تعالیٰ نے ٹھکرا کر نکال دیا۔ شیطان نے مردود ہونے کے بعد کہا اے پروردگار! تو مجھے مہلت دے اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ تک یعنی دوبارہ قبروں سے اٹھنے تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ تک تو نہیں یعنی نفخہ ثانیہ تک تو مہلت نہیں مل سکتی ہاں نفخہ اولیٰ تک تجھے مہلت ہے یعنی جب اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے اور دنیا فنا ہوگی اس وقت تک تجھے مہلت ہے۔ تو شیطان ہزار ہا سال سے زندہ چلا آرہا ہے جب ساری کائنات ختم ہو جائے گی عام فرشتے بھی نہیں رہیں گے پھر ابلیس لعین مرے گا تو اس نے دعا کی تھی رب نے قبول کی۔ تو ایسی دعا کہ جس کا تعلق ذات کیساتھ ہو دنیا میں قبول ہو سکتی ہے لیکن جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے تقرب اور نجات اخروی کیساتھ ہو کہ دوزخ سے نجات مل جائے اور جنت میں چلا جائے قبول نہیں ہوتی۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے۔ فرشتے آسمانوں میں بھی ہیں اور زمین میں بھی ہیں اور زمین میں انسان بھی ہیں جنات بھی

ہیں اوران کے علاوہ بے شمار مخلوق ہے طَوْعًا وَّکَرْهًا خوشی سے اور جبراً۔ایسے بھی ہیں جوخوشی سے رب تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو قیدی ہیں مجبور ہو کر رب تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں وَظِلٰلُهُمْ ظِلاَلٌ ظِلٌّ کی جمع ہے بمعنی سایہ،اوران کے سائے بِالْغُدُوِّ غُدُوّ،غُدْوَۃٌ کی جمع ہےاس کا معنی ہے پہلا پہر وَالْاٰصَالِ اَصِیْلٌ کی جمع ہے اصیل کا معنی ہے پچھلا پہر۔معنی ہوگا اوران کے سائے بھی پہلے پہر اور پچھلے پہر سجدہ کرتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا حکم :

یہ آیت سجدہ ہے اور قرآن پاک میں چودہ پندرہ آیتیں سجدے کی ہیں ان کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جو پڑھے گا اس پر بھی سجدہ لازم ہوگا اور جو سنے گا اس پر بھی سجدہ لازم ہوگا۔اب یہ آیت کریمہ میں نے تمہارے سامنے پڑھی ہے لہذا جتنے مرد عورتیں یہاں موجود ہیں ان پر سجدہ لازم ہوگیا اس کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔قرآن پاک میں سجدے کی چودہ پندرہ آیتیں ہیں سجدہ تلاوت کیلئے وہ ساری شرائط ضروری ہیں جونماز کیلئے ضروری ہیں ،باوضو ہونا،کپڑوں کا پاک ہونا،جگہ کا پاک ہونا،نماز کا وقت ہونا مطلب یہ کہ سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور غروب ہونے کے وقت اور زوال کے وقت سجدہ نہیں کرسکتا فجر کی نماز کے بعد سجدہ تلاوت کرسکتے ہیں کیونکہ واجب ہے البتہ نفل نہیں پڑھ سکتے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد بھی سجدہ تلاوت کرسکتے ہیں،جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ جنازہ فرض کفایہ ہے قضا نماز بھی پڑھ سکتے ہیں نفلی نماز نہیں پڑھ سکتے۔صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لیکر غروب آفتاب تک قضا نمازیں،سجدہ تلاوت، جنازہ وغیرہ سب صحیح ہیں سجدہ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں

چلا جائے، تین، پانچ، سات دفعہ تسبیحات پڑھے اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالے بس اتنا ہی کافی ہے اس میں نہ التحیات ہے اور نہ سلام پھیرنا ہے۔ اگر آیت سجدہ پڑھتے وقت کسی کو یاد نہ رہے یا اس وقت وضو نہ ہو تو بعد میں ادا کرلے یہ اس کے ذمہ لازم ہے۔

لفظِ رب کا مفہوم :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں، ان سے پوچھیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کون ہے تربیت کرنے والا آسمانوں کی اور زمین کی۔ رب کا معنیٰ ہے تربیت کرنے والا، پالنے والا اور تربیت کیلئے بہت کچھ چاہئے، پانی چاہئے، ہوا چاہئے، لباس چاہئے اور بے شمار چیزیں تربیت کیلئے ہیں یہ تمام ضرورتیں کون پوری کرتا ہے اس مخلوق کی جو آسمانوں میں ہے فرشتے یا اور جو بھی مخلوق ہے اور زمین میں جو مخلوق ہے ان کی تربیت کرنے والا پالنے والا کون ہے قُلِ اللّٰهُ آپ خود کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی رب ہے۔ اگر کوئی شخص رب کے لفظ کا مفہوم ہی سمجھ لے تو شرک کے قریب نہیں جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پالنے والی جتنی چیزیں ہیں وہ تو ساری رب پیدا کرتا ہے اور کسی کے پاس کیا رکھا ہے تربیت کیلئے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ کیا پس تم نے بنا لئے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے اور کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا نہیں وہ مالک اپنے نفسوں کیلئے نفع کے اور نہ نقصان کے وہ تمہارا کیا کریں گے۔ آنحضرت ﷺ کی ذاتی گرامی سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا قرآن پاک سورۃ جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے اعلان کروایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا "میں تمہارے لئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔" اور سورۃ یونس آیت نمبر ۴۹ میں ہے قل آپ کہہ دیں لا

اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَانَفْعًا اِلَّامَاشَآءَ اللّٰہ ’’نہیں میں مالک اپنے نفس کیلئے نفع نقصان کا مگر جواللہ تعالیٰ چاہے۔‘‘ تو جب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی نہ اپنے نفع نقصان کی مالک ہے اور نہ کسی کے نفع نقصان کی مالک ہے اور جن کو حاجت روا مشکل کشا سمجھتے ہیں وہ بیچارے بھی اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو یہ ان کو خدا کی کرسی پر کیوں بٹھائے پھرتے ہیں قل آپ کہہ دیں هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں۔اندھے سے مراد کافر مشرک نافرمان ہے اور آنکھ والے سے مراد مومن موحد ہے اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ کیا برابر ہیں اندھیرے اور روشنی، جس طرح اندھیرے اور روشنی کا فرق ہے اندھے اور بینے کا فرق ہے اسی طرح مومن اور کافر میں فرق ہے، موحد اور مشرک میں فرق ہے اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ کیا ٹھہرائے ہیں بنائے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ انہوں نے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق کی طرح۔ یہ جن کو شریک بناتے ہیں کیا انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ پس متشابہ ہوگئی ہے مخلوق ان پر کہ وہ بھی رب تعالیٰ کی طرح پیدا کرتے ہیں اور انکو مشابہ لگ گیا ہے اور انہوں نے ان کو رب بنانا شروع کر دیا ہے حالانکہ رب تعالیٰ کے بغیر کوئی کسی چیز کا خالق نہیں ہے قُلِ آپ ﷺ کہہ دیں اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی پروردگار ہے۔

شرک کی تردید :

اس رکوع کو اچھی طرح سمجھو اس میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی خوب تردید فرمائی ہے۔امام احمد ابن حنبلؒ نے حدیث نقل فرمائی ہے کہ دو آدمی جارہے تھے آگے ایک مقام پر

مشرکوں نے اڈا بنایا ہوا تھا (موٹے تازے کھانے پینے والے ملنگ تھے) جو وہاں جاتا اسکو کہتے یہاں کسی نہ کسی چیز کا چڑھاوا چڑھاؤ، مرغی ذبح کرو، بکری ذبح کرو کوئی اور چیز ذبح کر کے چڑھاوا چڑھاؤ ورنہ وہاں سے آگے نہیں جانے دیتے تھے، یہ دو موحد تھے جب یہ وہاں پہنچے تو انکو بھی کہا کہ یہاں کسی نہ کسی چیز کا چڑھاوا چڑھاؤ ورنہ جانے نہیں دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے چڑھاوا جائز نہیں سمجھتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس کچھ ہے بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے چھوڑنا نہیں ہے جب تک یہاں کسی نہ کسی چیز کا چڑھاوا نہیں چڑھاؤ گے۔ انہوں نے سوچا کہ روزانہ کتنی مکھیاں مر جاتی ہیں مار دیتے ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ جو کیڑے مکوڑے تکلیف دیں اور مکھیاں تکلیف دیں تو ان کا مارنا جائز ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا چلو ایک مار کے یہاں چڑھاوا چڑھا دیتا ہوں اس نے مکھی ماری چڑھاوا چڑھائی اس کو انہوں نے جانے کی اجازت دیدی وہ چلا گیا اور دوسرے نے کہا کہ میں تو غیر اللہ کے نام پر مکھی بھی چڑھاوا چڑھانے کیلئے تیار نہیں ہوں اس کو انہوں نے قتل کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مکھی چڑھاوا چڑھائی مرا سیدھا جہنم میں گیا اور جسکو انہوں نے قتل کیا وہ شہید ہوا سیدھا جنت میں گیا۔ تو فرمایا آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے **وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ** اور وہ اکیلا ہے اور سب کو دبا کر رکھنے والا ہے۔ رب تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کا حکم نہیں چلتا وہی ہر چیز کا کرتا دھرتا ہے۔

۞ ۞ ۞

اَنۡزَلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَمِمَّا یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡكُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۱۷﴾ؕ لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰی ؕؔ وَالَّذِیۡنَ لَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۬ۙ وَمَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۸﴾ ع

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اتارا اس نے آسمان کی طرف سے پانی فَسَالَتۡ اَوۡدِیَةٌ پس بہہ پڑیں وادیاں بِقَدَرِهَا اپنے اپنے اندازے کے مطابق فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ پس اٹھایا سیلاب نے زَبَدًا رَّابِیًا جھاگ پھولا ہوا وَمِمَّا یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ فِی النَّارِ اور اس میں سے جس کو یہ گرم کرتے ہیں آگ میں ابۡتِغَآءَ حِلۡیَةٍ زیور کی تلاش کیلئے اَوۡ مَتَاعٍ یا سامان زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ میل کچیل ہوتا ہے اسی طرح كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کو فَاَمَّا الزَّبَدُ پس بہر حال جو جھاگ ہے فَیَذۡهَبُ جُفَآءً پس وہ چلی جاتی ہے خشک ہو کر وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ اور بہر حال وہ چیز جو

نفع دیتی ہے لوگوں کو فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ پس وہ ٹھہر جاتی ہے زمین میں
کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں
لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمُ الۡحُسۡنٰی ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اپنے رب کے
حکم کو قبول کیا بھلائی ہے وَالَّذِیۡنَ اور وہ لوگ لَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَہٗ جنہوں نے
رب کے حکم کو قبول نہیں کیا لَوۡ اَنَّ لَہُمۡ اگر بیشک ان کیلئے ہو مَّا فِی الۡاَرۡضِ
جَمِیۡعًا جو کچھ زمین میں ہے سارا وَّ مِثۡلَہٗ مَعَہٗ اور اس جیسا اس کیساتھ اور بھی ہو
لَافۡتَدَوۡا بِہٖ البتہ وہ فدیہ دے دیں اس کیساتھ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ
الۡحِسَابِ وہ لوگ ہیں جن کیلئے برا حساب ہے وَمَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ اور ٹھکانہ ان کا
دوزخ ہے وَبِئۡسَ الۡمِہَادُ اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

کفر کا عارضی غلبہ اسکے حق ہونے کی دلیل نہیں :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب آدمیوں کو ایک جیسی سمجھ عقل شکل وصورت ،قدو قامت، مال ودولت عطا نہیں فرمائی بلکہ فرق رکھا ہے۔ ذہن کے اعتبار سے کچھ لوگ ذہین ہوتے ہیں کچھ متوسط درجے کے اور کچھ غبی کند ذہن ہوتے ہیں ۔کم فہم لوگ تمام چیزوں میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں مثلاً کبھی مسلمانوں کو شکست ہو جائے تو وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کافر غالب آ گئے کفر کا غلبہ ہو گیا ہے حالانکہ حق وباطل کی ٹکر میں کبھی حق غالب آتا ہے کبھی باطل غالب ہو جاتا ہے اور دنیا میں بکثرت ایسا ہوا ہے۔ دیکھو غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی حالانکہ تین سو تیرہ آدمی ، آٹھ تلواریں ، چھ زریں تھی ۔آٹھ تلواروں کا ہزار تلوار کیساتھ مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آٹھ تلواروں کو ہزار پر غلبہ

عطا فرمایا اس کے بعد احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے آنحضرت ﷺ کا بھی ایک دانت مبارک شہید ہوا اور چہرہ مبارک زخمی ہوا آپ کے محترم چچا حضرت حمزہ ؓ کو بے دردی کیساتھ شہید کیا گیا، شکست ہوئی۔ تو دنیا میں فتح بھی ہوتی ہے شکست بھی ہوتی ہے۔ شکست کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حق کے حق ہونے میں کوئی شک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مثال کے ذریعے سمجھایا ہے کہ حق حق ہوتا ہے اور باطل باطل ہوتا ہے مثال یہ دی ہے کہ جب آسمان سے بارش ہوتی ہے تو ندیاں نالے چل پڑتے ہیں چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی ہوتا ہے اور بڑے میں زیادہ بِقَدَرِهَا اپنے اپنے انداز کیساتھ پانی چلتا ہے جب زور کی بارش ہوتی ہے تو سیلاب آجاتا ہے اور سیلاب میں تنکے اور جھاگ پانی کے اوپر ہوتے ہیں اور قیمتی چیزیں سونا چاندی تانبا وغیرہ پانی کے نیچے ہوتے ہیں اب کوئی نادان یہ سمجھے کہ جھاگ پانی کے اوپر ہے لہذا یہ قیمتی چیز ہے اور نیچے جو سونا چاندی تانبا ہیرے وغیرہ ہیں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تو ایسا سمجھنا اسکی غلطی ہوگی۔ کافروں کے غلبے کو ایسے سمجھو جیسے جھاگ کہ وہ عارضی طور پر اوپر آتی ہے اور تھوڑی دیر بعد ختم ہو جاتی ہے اور حق کو اس طرح سمجھو جیسے پانی کے نیچے سونا چاندی وغیرہ قیمتی چیزیں ہیں ان کا پانی کے نیچے رہنا ان کی قدر کو کم نہیں کرتا اور جھاگ کا پانی کے اوپر ہونا اس کی قدر کو بڑھاتا نہیں ہے وہ حق ہے یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، اتارا آسمان کی طرف سے پانی فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ اَوْدِيَه وادی کی جمع ہے وادی کا معنٰی ہے نالہ۔ معنٰی ہوگا پس بہہ پڑے نالے بِقَدَرِهَا اپنے اپنے اندازے کے مطابق فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا پس اٹھایا سیلاب نے جھاگ پھولا ہوا پانی کی سطح پر ابھری ہوئی وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ اور اس میں سے جس کو یہ گرم کرتے ہیں آگ میں ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ زیور کی

تلاش کیلیۓ زیور بنانے کیلیۓ اَوْ مَتَاعٍ یا سامان بنانے کیلیۓ۔ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ میل کچیل ہوتا ہے اسی طرح، سونے چاندی تانبے وغیرہ کیساتھ بھی میل کچیل ہوتی ہے ان کو جب کٹھالی میں ڈال کر گرم کرتے ہیں تو میل کچیل دور ہو جاتی ہے کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کو۔ حق کی مثال ایسے ہی ہے جیسے پانی کے نیچے سونا چاندی تانبا ہیرے موتی وغیرہ اور باطل کی مثال ایسی ہی ہے جیسے پانی کے اوپر جھاگ، تو جھاگ کے اوپر چھا جانے کی وجہ سے اس کی کوئی قیمت تو نہیں بن جاتی اور سونے چاندی وغیرہ کے نیچے رہنے کی وجہ سے ان کی قدر میں کمی نہیں آتی فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً پس بہر حال جو جھاگ ہے وہ چلی جاتی ہے خشک ہو کر، جھاگ تھوڑا وقت رہتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے اسی طرح کافروں کا عارضی غلبہ بھی جھاگ کی طرح ہے عارضی غلبہ کی وجہ سے ان کو حق پر نہ سمجھو وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ اور بہر حال وہ چیز جو لوگوں کو فائدہ دیتی ہے سونا چاندی وغیرہ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ پس وہ ٹھہر جاتی ہے زمین میں کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں تاکہ تم مثالوں کے ذریعے سمجھو کہ عارضی غلبہ کیوجہ سے کافر مسلمانوں کو مٹا نہیں سکتے۔

حق کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی :

دنیائے کفر نے بہت دفعہ کوشش کی ہے حق کو مٹانے کی مگر نہیں مٹا سکے اور نہ مٹا سکیں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے تین چیزیں مانگی تھیں ان میں سے دو چیزیں تو مجھے عطا فرما دی گئیں اور ایک چیز سے منع کر دیا گیا۔ ایک چیز کی درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو قحط عام میں ہلاک نہ کیا جائے یہ درخواست قبول فرمالی گئی۔ دوسری درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو پانی میں غرق کر کے ہلاک نہ کیا

جائے اور میری یہ درخواست بھی قبول فرمالی گئی۔ تیسری درخواست یہ تھی کہ میری امت کے لوگ آپس میں دست وگریباں نہ ہوں لیکن میری یہ درخواست قبول نہیں ہوئی (رواہ مسلم) جس جگہ آپ نے یہ تین دعائیں کی تھیں وہاں مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مسجد اجابہ ہے یہ مسجد نبوی سے شمال مغرب کی طرف چھوٹی سی مسجد ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے پوچھا حضرت مسلمانوں پر کوئی ایسا عذاب بھی آسکتا ہے جس میں سارے مسلمان تباہ ہو جائیں، امت من حیث الامت تباہ ہو جائے؟ فرمایا نہیں! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے ایسا کوئی آسمانی عذاب نہیں آئیگا جس سے ساری کی ساری امت تباہ ہو جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ساری دنیا کے کافر اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنا چاہیں تو ختم نہیں کر سکتے۔ لہذا سب کے سب کافر مل کر بھی زور لگائیں تو مسلمانوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ صلیبی جنگیں تاریخ کا اہم موضوع ہیں جس میں ان تمام کافروں، برطانیہ، بیلجیئم، ڈنمارک، پولینڈ، ہالینڈ وغیرہ تمام خبیثوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم نے مسلمانوں کو ختم کرنا ہے۔ اس زمانے میں انہوں نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ بھی کیا لیکن مسلمان مسلمان ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی سرکوبی کیلئے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے آدمی کو ان کے مقابلے کیلئے کھڑا کیا اور علامہ بلقینی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے عالم کو کھڑا کیا انہوں نے کفر کا مقابلہ کیا ان کے دانت کھٹے کر دیئے اور صلیب کے نام پر جو کافر اکٹھے ہوئے تھے ان کی طاقت کو رب تعالیٰ نے ختم کیا یہ تباہ و برباد ہوئے اور ذلیل ہو کر واپس گئے۔ آج بھی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سلطان صلاح الدین ایوبی جیسا کوئی آدمی ہمیں عطا کرے۔ پروردگار! الپ ارسلان سلجوقی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا آدمی دے، پروردگار! سلطان بایزید یلدرم ترکی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا کوئی بندہ دے، سلطان محمود

غزنوی جیسا کوئی بندہ ہمیں دے ان جیسا کوئی ایک ہی بندہ آجائے تو ان شاء اللہ انقلاب آجائے گا مگر ہمارے پاس کیرل کنگو آتے ہیں اپنے مطلب نکالنے اور دولت جمع کرنے کیلئے، یہ لوگوں کا خون چوسنے کیلئے جونکیں ہیں لیکن اسلام اللہ تعالیٰ کا حق مذہب ہے سچا مذہب ہے اسکو دنیا کی کوئی طاقت کوئی قوۃ نہیں مٹا سکتی۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ انگریز کے اقتدار میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا ایک جگہ غروب ہوا تو دوسری جگہ طلوع ہوا ساری دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ برطانیہ کے وزیر اعظم گلیڈسٹون نے دار العوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس اتنی قوۃ ہے کہ اگر ہم پر آسمان بھی گرنا چاہے تو اسے ہم سنگینوں کی نوکوں پر تھام لیں گے لیکن وہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم نہ کر سکے بلکہ خود سمٹ کر ایک جزیرے میں رہ گئے اور اس وقت تو الحمد للہ جرمنی میں انگلینڈ میں امریکہ اور فرانس وغیرہ ہر ملک میں مسلمان دن بدن بڑھ رہے ہیں اور مسلمانوں کی اس افرادی قوت سے امریکہ اور فرانس جیسی خبیث قوتیں بھی گبھرا رہی ہیں اگر کسی ایک ملک میں بھی اسلامی قانون صحیح معنٰی میں نافذ ہو جائے جیسے افغانستان میں طالبان کے علاقہ میں ہے تو پھر ہماری طرف نگاہ اٹھا کر کوئی نہیں دیکھے گا عدل وانصاف ہوگا امن وآشتی ہوگی لوگ ہم سے مطالبہ کریں گے کہ اس طرح کا امن اور انصاف ہمیں بھی دو لیکن اس سے کفریہ طاقتیں گھبرائی ہوئی ہیں اور مختلف ملکوں میں مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ روس میں، چیچنیا میں، فلپائن میں، اوپٹیریا میں، کشمیر میں، فلسطین میں، کوسوو میں مسلمانوں پر ظلم ڈھائے جا رہے ہیں اور مسلمان بادشاہ گونگے بنے ہوئے ہیں کوئی ان کے حق میں آواز بلند کرنے کیلئے تیار نہیں ہے کم از کم اتنا ہی کہیں کہ ظلم بند کرو آج ان علاقوں میں مسلمان مظلوم ہیں اللہ کرے کہ ہم صحیح معنٰی میں مسلمان بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آجائے۔ بہر حال اسلام اور مسلمان دنیا سے مٹ نہیں سکتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا قیامت کے آنے تک لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ وَلَا مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَامَنْ نَاوٰھُمْ ''نہیں نقصان پہنچا سکے گا انکو وہ جوان کی مخالفت کریگا اور نہ وہ جوان کو رسوا کرنے کی کوشش کریگا اور نہ وہ جوان کا مقابلہ کریگا۔'' تو حدیث پاک میں تین لفظ آئے ہیں خَالَفَھُمْ جوان کی مخالفت کریگا مَنْ خَذَلَھُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اس طبقے کیساتھ وقتی طور پر ملنے کے بعد الگ ہو جائیں فصلی بٹیرے تو ان کا جدا ہونا بھی انکو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا کیونکہ وہ اسلام کیساتھ بڑے مخلص ہونگے وفادار ہونگے اور نَاوٰھُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اندرونی طور پر ان کیخلاف سازشیں کرنا۔ تو اندرونی طور پر ان کیخلاف سازشیں کرنے والے بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اب یہ امریکہ پریشان ہے کہ پاکستان میں چھ لاکھ کے قریب طلباء دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اکثر مجاہد قسم کے ہیں بنی بنائی چھ لاکھ کی فوج کوئی معمولی نہیں ہوتی۔ بھٹو صاحب نے مدارس پر پابندی لگانے کی کوشش کی تو از شریف کے ان سے الگ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کی دعا قبول فرمائی ان کے آدمی میرے پاس بھی آئے۔ کہنے لگے تمہارے پاس کتنے مدرس ہیں اور کتنے طلباء ہیں؟ تمہارا نظم کیا ہے تمہیں پیسے کہاں سے ملتے ہیں؟ دیگر تمام مدارس کے بھی کوائف انہوں نے اکٹھے کیے اس کا مطلب یہ تھا کہ سرکاری طور پر ان پر پابندی لگائی جائے اور کوئی مدرسہ نہ چل سکے مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور مدرسے چلتے رہے اور ان شاء اللہ چلتے رہیں گے۔ حق حق ہے اور باطل باطل ہے۔ پھر ضیاء الحق کے دور میں زکوۃ پر قبضہ ہوا کہ زکوۃ حکومت خود وصول کریگی اور عشر بھی حکومت وصول کریگی اور کر رہی ہے۔ ان کے ابو امریکہ کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح مدارس بند ہو جائیں گے کیونکہ مدارس زکوۃ پر چلتے ہیں الحمد للہ حکومت کے اس اقدام کے

باوجود مدارس پہلے سے زیادہ چل رہے ہیں۔ مدرسہ نصرت العلوم میں گذشتہ سال طلباء اور طالبات کی تعداد تیرا سوتھی اور ساٹھ سے زیادہ افراد کا عملہ ہے برائے نام میں بھی وہاں کا سربراہ ہوں ہمارے پاس حکومت کے نمائندے آئے کہ تمہارے مدرسہ کے کافی اخراجات ہیں حکومت سے گرانٹ لے لو تمہیں سالانہ تین لاکھ روپیہ ملے گا ہم نے انکار کر دیا کہ ہمیں حکومت کی گرانٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے ہمیں کافی ڈرایا، دھمکایا اور کہا کہ تمہیں گرانٹ لینی پڑے گی مگر ہم نہیں مانے پھر صوبائی حکومت کے نمائندے آئے اور کہنے لگے کہ یہ امداد تمہیں لینی پڑے گی ورنہ ہم تمہیں قید کر دیں گے۔ ہم نے کہا کہ پہلے کئی دفعہ قید کاٹی ہے اگر امداد نہ لینے کی وجہ سے کاٹنی پڑی تو یہ بھی کاٹ لیں گے لیکن گرانٹ نہیں لینی اور لی بھی نہیں۔ یہاں گکھڑ میں ہمارے مدرسہ کے صدر محترم نے غلطی سے چند ہزار لے لئے معلوم نہیں کہ وہ کتنے تھے مجھے معلوم ہوا تو میں ان کے پیچھے پڑ گیا کہ یہ تم نے کیوں لئے ہیں؟ کہنے لگے مجھے علم نہیں تھا انہوں نے دیئے اور میں نے لے لئے۔ میں نے کہا کہ ہم نے حکومت سے امداد نہیں لینی پھر اس کے بعد آج تک الحمد للہ نہیں لئے اور تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے ہاں تقریباً ستر کے قریب طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں تین چار مدرس ہیں ہمارے ہاں بیرونی بچے پڑھتے ہیں لڑکیوں کا مدرسہ بھی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور عالم اسباب میں تم دوستوں کا تعاون ہے۔ تو حق حق ہے اسکو کوئی مٹا نہیں سکتا چاہے جتنا کوئی زور لگائے حق کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے۔ بہر حال ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مثال کے ذریعے یہ بات سمجھائی کہ اگر کسی وقت کفر کا غلبہ ہو جائے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے سیلاب کے پانی کے اوپر جھاگ ہوتی ہے حق نیچے آ گیا ہے تو حق حق ہی ہے جہاں رہے۔

مستحقین جنت کون لوگ ہیں :

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو قبول کیا مانا بھلائی ہے اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ ان کیلئے جنت ہوگی اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب انکو حاصل ہوگا وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ اور وہ لوگ جنہوں نے رب تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا اگر بیشک ان کیلئے ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا۔ اس جگہ اجمال ہے اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۱ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ''پس ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا ان میں سے کسی ایک سے سونے سے بھری ہوئی زمین اگر چہ اس کا وہ فدیہ دیدے۔'' اندازہ لگاؤ سونے سے بھری ہوئی زمین یعنی مشرق سے لیکر مغرب تک، شمال سے لیکر جنوب تک، زمین کے فرش سے لیکر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو تو اس کی کتنی مالیت ہوگی۔ اس وقت سونے کی مالیت پونے چھ ہزار ہے ۹۸-۱۹۹۷ء میں (اور مُرَتَّب ہونے کے وقت ایک تولہ سونے کی قیمت تقریباً تیس ہزار ہے۔) تو اتنا سونا اگر اس کے پاس ہو اور قیامت والے دن عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے دیدے تو چھٹکارا حاصل نہیں ہوگا بلکہ فرمایا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اس کیساتھ اور بھی ہو دیکر عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہے فرمایا لَافْتَدَوْا بِهٖ البتہ وہ فدیہ دے دے اس کیساتھ تو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی :

آج تو چھٹکارا بڑا آسان ہے صرف دل کو پھیرنا ہے ارادہ کرنا ہے کہ ایمان لاتا ہوں شرک اور کفر کو چھوڑتا ہوں یہ ایسی مشکل بات تو نہیں ہے کہ انسان نہ کر سکے اور اللہ

تعالیٰ نے انسان کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو لَا یُکَلِّفُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَھَا ''نہیں تکلیف دی اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو مگر اسکی طاقت کے مطابق۔'' مثلاً جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا بیٹھ کر پڑھ لے غسل وضو نہیں کر سکتا تیمم کر کے پڑھ لے، بیٹھ کے بھی نہیں پڑھ سکتا اشارے کیساتھ پڑھ لے البتہ ہوش وحواس ہوتے ہوئے نماز معاف نہیں ہے صرف وہی نمازیں معاف ہونگی کہ کوئی بیمار ہے کہ پانچ نمازوں کے اوقات گذر جائیں اور وہ بے ہوش رہے اس بیہوشی کی نمازیں معاف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خطاب اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ نماز قائم کرو۔ ان لوگوں کو ہے جو باہوش ہوں اگر ہوش نہیں تو خطاب بھی نہیں اور یاد رکھنا! اگر دن کی پانچ نمازوں میں سے ایک، دو، تین کے وقت ہوش ہے پھر بے ہوش ہو گیا ہے تو جن میں ہوش ہے ان کو قضا کرنا پڑے گا اور روزے کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ نہیں رکھ سکتا تو فدیہ دے لیکن مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں یہ حکم اس بیمار کیلئے ہے کہ جسکو شفا کی امید نہ ہو اور اس بیماری میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور جو عارضی بیماریاں ہیں بخار وغیرہ تو ان میں صحت یاب ہونے کے بعد روزہ قضا کرنا ہے فدیہ نہیں ہے۔ عورتیں بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہر بیماری میں فدیہ نہیں ہے فدیہ اس بیماری میں ہے کہ طبی اور ڈاکٹری لحاظ سے روزہ رکھنا درست نہ ہو اور اس بیماری سے شفا یاب ہونے کا امکان بھی نہ ہو اور ہر ہر نماز کا فدیہ ہے اور ایک دن میں چھ نمازیں ہیں پانچ نمازیں اور چھٹا وتر ہے کیونکہ وتر واجب ہے اور واجب عملی طور پر فرض ہوتا ہے۔ اور فی نماز دو سیر گندم فدیہ ہے تو ایک دن کی نمازوں کا کفارہ بارہ سیر گندم ہے اور روزے کا فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے دو وقت کا اور وہ اس جگہ کے حساب سے ہوگا جہاں وہ رہتے ہیں مثلاً یہاں گکھڑ میں ایک وقت کے کھانے پر جتنے پیسے خرچ ہوتے ہیں اور دوپہر کے کھانے پر

کتنے پیسے خرچ ہوتے ہیں۔ چاہو تو مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دو یا اتنے پیسے دیدو، ایک مسکین کو تم نماز روزے کا اکٹھا فدیہ دے سکتے ہو لیکن مسکین وہ کہ اس کیلئے زکوۃ لینی جائز ہو عشر لینا جائز ہو۔ تو فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول نہیں کرتے اگر ان کیلئے ہو جائے جو کچھ زمین میں ہے اور اس جیسا اور بھی اور وہ اس کے ساتھ فدیہ دے دیں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے اُولٰٓئِکَ لَھُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وہ لوگ ہیں جن کیلئے برا حساب ہے وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے جس کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے اور محفوظ رکھے وَبِئْسَ الْمِھَادُ اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ پڑھتے تھے۔ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب سے بچا، اپنی گرفت سے بچا، گناہوں سے بچا۔

❁ ❁ ❁

اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ کَمَنۡ ہُوَ اَعۡمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَ لَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَ الَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ وَ یَخَافُوۡنَ سُوۡٓءَ الۡحِسَابِ ﴿ؕ۲۱﴾ وَ الَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِمۡ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً وَّ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَہَا وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ وَ اَزۡوَاجِہِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِہِمۡ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ کُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿ؕ۲۴﴾

اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ کیا پس وہ شخص جانتا ہے اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ بیشک وہ چیز جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے کَمَنۡ ہُوَ اَعۡمٰی اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ پختہ بات ہے نصیحت پکڑتے ہیں عقلمند لوگ الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ عقلمند وہ لوگ ہیں جو پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو وَ لَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ اور نہیں توڑتے وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو وَ الَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں مَاۤ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسکے بارے میں اَنۡ یُّوۡصَلَ کہ اسکو ملایا جائے وَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ اور وہ ڈرتے ہیں

اپنے رب سے وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور خوف کرتے ہیں برے حساب سے وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اور وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انکو رزق دیا ہے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مخفی بھی اور ظاہر بھی وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور وہ ٹالتے ہیں بھلائی کیساتھ برائی کو اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت کا گھر ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغ ہیں يَّدْخُلُوْنَهَا داخل ہونگے ان میں وَمَنْ صَلَحَ اور وہ بھی داخل ہونگے جو نیک ہیں مِنْ اٰبَآئِهِمْ ان کے آباؤ اجداد میں سے وَاَزْوَاجِهِمْ اور ان کی بیویوں میں سے وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ اور فرشتے داخل ہوں گے ان پر مِّنْ كُلِّ بَابٍ ہر دروازے سے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ کہیں گے سلام ہو تم پر بِمَا صَبَرْتُمْ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پس کیا اچھا ہے آخرت کا گھر۔

اس سے قبل دو گروہوں کا ذکر تھا ایک وہ جو رب تعالیٰ کا حکم ماننے والے ہیں اور دوسرے وہ جو رب تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانتے اور دونوں کی جزا کا بھی ذکر فرمایا کہ جو ماننے والے ہیں ان کیلئے حُسنٰی بھلائی ہے اور جو نہیں مانتے وہ دوزخ سے نہیں بچ سکتے چاہے ساری دنیا سونے کی بھری ہوئی اور اتنی اور بھی ساتھ ہو اور فدیہ دیدیں تو فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اسی سلسلے میں آگے دو آدمیوں کا ذکر ہے۔ ایک ابو جہل اور دوسرے حضرت حمزہؓ۔

ان آیات کا شان نزول یہ بتلاتے ہیں کہ ایک دن ابوجہل جو بڑا بے لحاظ اور منہ پھٹ آدمی تھا اس کا نام عمرو ابن ہشام تھا اور ابوالحکم اسکی کنیت تھی۔ ابوالحکم کا معنٰی ہے چیئر مین، یہ مکہ مکرمہ کا چیئر مین تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو بڑی بری گالیاں دیں ایک لونڈی سن رہی تھی مگر عورت ذات اور لونڈی تھی دل میں کڑھتی رہی کہ محمد رسول اللہ ﷺ جیسی شریف ذات کو برا بھلا کہنا گالیاں دینا بری بات ہے۔ اس دن حضرت حمزہ ؓ شکار کیلئے دور گئے ہوئے تھے واپس آئے تو یہ لونڈی راستے میں کھڑی تھی دیکھا کہ انہوں نے اپنی پیٹھ پر شکار کا تھیلا ڈالا ہوا ہے جسمیں خرگوش کبوتر وغیرہ پرندے ہیں اور ہاتھ میں کمان ہے قریب آئے تو اس لونڈی نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہ کوئی آدمی تو نہیں دیکھ رہا، حضرت حمزہ ؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ باندی کہنے لگی چچا جان میرا نام نہ لینا میں نے تمہارے ساتھ ایک بات کرنی ہے وہ یہ کہ ابوالحکم ابوجہل نے محمد (ﷺ) کو بڑی بُری گالیاں دی ہیں ایسی کہ میں کہہ نہیں سکتی پھر کچھ سنا بھی دیں مگر وہ ایسے الفاظ ہیں کہ مسلمان ان کو اپنی زبان پر نہیں لا سکتا۔ حضرت حمزہ ؓ کو بڑا غصہ آیا ابوجہل کی تلاش میں چل پڑے ابوجہل ننگے سر گوٹھ مار کر اپنی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنے دوستوں کیساتھ گپیں مار رہا تھا حضرت حمزہ ؓ نے کمان کے کنارے سے اس کے سر پر چند ضربیں زور زور سے لگائیں کہ وہ زخمی ہو گیا۔ شور پڑ گیا لوگوں نے حضرت حمزہ ؓ سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہارا دماغ تو نہیں پھر گیا سردار کو مارا ہے۔ فرمایا میں اسکی سرداری نکالتا ہوں اس نے میرے بھتیجے کو گالیاں دیں ہیں یہ ہوتا کون ہے گالیاں نکالنے والا۔ انہوں نے کہا کہ تم تو ہمارے عقیدے کے آدمی ہو اور اپنے عقیدے کے آدمی کو زخمی کر دیا ہے فرمایا پہلے تھا اب نہیں ہوں وہاں سے سیدھے آنحضرتؐ کے پاس پہنچے اور کلمہ پڑھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور مسلمان ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَمَنْ یَّعْلَمُ کیا پس وہ شخص جانتا ہے۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ شخص سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور اس صفت کے جو لوگ بھی قیامت تک پیدا ہونگے وہ اس میں داخل ہیں کہ کیا پس وہ شخص جو جانتا ہے اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ بیشک وہ چیز جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف قرآن اور حدیث وحی آپ کے رب کی طرف یہ شخص جو جانتا ہے حق ہے کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے دل کا ابو جہل وغیرہ۔ تو جسطرح بینا اور نابینا میں فرق ہے اسی طرح مومن اور کافر میں فرق ہے ایک وہ ہے کہ جس نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور کہتا ہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ شاعر کہتا ہے......

؎ آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

بھلا اس میں قصور کیا ہے آفتاب کا

دن چڑھا ہوا ہو اور مطلع بھی صاف ہو اور کوئی آدمی آنکھیں بند کر کے کہے کہ مجھے سورج دکھاؤ کہاں ہے تو اسکو کون دکھائے گا جبھی آنکھیں کھولے گا تو سورج نظر آئے گا تو جو شخص حق کی تلاش میں ہی نہیں ہے تو اسکو حق کہاں سے نصیب ہو گا جس میں طلب ہو گی اس کو ضرور حق نصیب ہو گا اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ ہے جبراً ہدایت کسی کو نہیں دیتا اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ پختہ بات ہے نصیحت پکڑتے ہیں عقلمند لوگ۔ لفظ اُولُو، ذُوْ کی جمع ہے اور الباب لُبّ کی جمع ہے لب کا معنیٰ عقل ہے۔ تو اُولُوا الْاَلْبَابُ کا معنیٰ ہے عقل والے۔ تو عقلمند کون ہیں اللہ تعالیٰ عقلمند کن لوگوں کو کہتے ہے اور آج دنیا تو عقلمند ان کو کہتی ہے جنہوں نے راکٹ تیار کیے، میزائل تیار کیے، جہاز تیار کیے، چاند تک پہنچے، زھرہ تک جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، کلاشنکوف ایجاد کی ہے اور دیگر مہلک ہتھیار تیار کیے ہیں دنیا کی تباہی کا

سامان تیار کیا ہے۔ کلاشنکوف کا مؤجد میخائیل کلاشنکوف ابھی تک زندہ ہے اس وقت اس کی عمر ۸۰ سال ہے۔ اخبارات میں اس کا بیان چھپا ہے وہ اپنی اس ایجاد پر سخت پشیمان ہے کہ میں نے ایسی چیز ایجاد کی کہ جس میں لوگوں کی تباہی اور بربادی ہے کاش کہ میں کوئی ایسا کام کرتا جس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا۔ تو ایسے لوگوں کو دنیا عقلمند کہتی ہے اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو عقلمند کہا ہے؟ اور قرآن پاک کی اصطلاح میں عقلمند کون ہیں؟ اسکو اچھی طرح سمجھو۔

عقلمندوں کے اوصاف :

یہ اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ عقلمند وہ لوگ ہیں جو پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو، اللہ تعالیٰ کا وعدہ کیا ہے؟ ابھی لوگ اس جہان میں نہیں آئے تھے بلکہ عالم ارواح اور عالم میثاق میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو ادراک وشعور عطا فرمایا پھر پوچھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰى سب نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے وادی مُعَرَّۃُ النُّعْمَان جو عرفات کے میدان میں ہے وہاں لیا تھا۔ تو عقلمند وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس عہد کو پورا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب نہیں بناتے پھر جب کلمہ پڑھتے ہیں اور ایمان مجمل اور ایمان مفصل کا اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِهٖ میں نے رب تعالیٰ کے سارے احکام قبول کیے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اقرار یہ تمام چیزیں اس عہد میں داخل ہیں۔ دوسری صفت...... وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ اور نہیں توڑتے وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو۔ اسی طرح نیک بندوں کیساتھ جو جائز معاہدے کرتے ہیں اسکو بھی نہیں توڑتے بلکہ پورا کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص وعدہ کر کے پورا نہیں کرتا وہ منافق ہے لہذا کسی کے ساتھ وعدہ نہ کرو اور

کرنا ہے تو تب کرو کہ سمجھو کہ نبھا سکتے ہو پھر دیانتداری کیساتھ اسکو نبھانے کی کوشش کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق کی چار علامتیں ہیں۔

پہلی علامت...... اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔تو جھوٹ بولنا منافق کی پہلی علامت ہے۔دوسری علامت...... اِذَائْتُمِنَ خَانَ جب اسکے پاس امانت رکھی جائے گی تو خیانت کرے گا۔تیسری علامت......اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ جب کسی کیساتھ وعدہ کریگا تو خلاف ورزی کریگا۔چوتھی علامت......اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی کیساتھ جھگڑا کریگا تو فحش گوئی پر اتر آئیگا گالیاں نکالے گا۔گالیوں میں تو ہم نے منافقوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے کہ ہم ہنسی خوشی میں بھی ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں حالانکہ گالی اتنی بری چیز ہے کہ خدا پناہ! اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو ہونٹ کے پاس ہوتے ہیں وہ دور بھاگ جاتے ہیں۔

عقلمندوں کی تیسری صفت......وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسکے بارے میں اَنْ یُّوْصَلَ کہ اسکو ملایا جائے۔اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کیساتھ جوڑنے کا وہ جوڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کیساتھ جوڑنے کا، کتابوں کیساتھ جوڑنے کا وہ جوڑتے ہیں آپس میں صلہ رحمی کرتے ہیں۔چوتھی علامت...... وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور وہ ڈرتے ہیں اپنے رب سے، رب تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسکی نافرمانی، اس کی پکڑ، اس کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔عقلمندوں کی پانچویں صفت...... وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور ڈرتے ہیں برے حساب سے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونگے اور رب تعالیٰ ان سے نیکی

بدی کے بارے میں پوچھیں گے اگر اس وقت حساب میں کامیابی نہ ہوئی تو بہت برا نتیجہ ہو گا اسکا وہ ہر وقت خوف کرتے ہیں۔چھٹی صفت...... وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اور وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے۔وَجْهَ کا معنی رضا ہے نیکیوں پر ڈٹے رہتے ہیں اور برائیوں سے بچتے ہیں تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں۔مسئلہ سمجھ لیں کہ شرعی دائرے میں رہتے ہوئے تکلیف کے ازالے کی کوشش کرنا بیماری کے علاج کرنے کا حکم ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندو! جب بیمار ہو جاؤ تو علاج کرو اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری پیدا نہیں کی جسکا علاج نہ ہو سوائے دو بیماریوں کے ایک بڑھاپا اور دوسری موت، باقی ہر بیماری کا علاج ہے یہ الگ بات ہے کہ حکیم ڈاکٹر کی سمجھ میں نہ آئے تشخیص نہ ہو سکے۔ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہ حضرت مجھے دم کر دیں۔ آپ ﷺ نے اس کو دم کیا اور فرمایا کہ فلاں حکیم کے پاس جا کر علاج کراؤ۔تو دونوں طریقے بتلائے دم روحانی علاج ہے اور حکیم ڈاکٹر کے پاس جانا یہ جسمانی علاج ہے اگر آپ ﷺ یہ نہ فرماتے تو ممکن ہے اسکا ذہن اس میں بند ہو جاتا کہ علاج صرف دم کرانا ہی ہے، دوا لینا بھی علاج ہے۔آنحضرت ﷺ کے دور میں حارث ابن کلاہ رضی اللہ عنہ بڑا ماہر حکیم تھا سرزمین عرب میں اسکی بڑی شہرت تھی اس نے دو باتیں کہی ہیں وہ سب کو یاد رکھنی چاہئیں۔فرماتے ہیں رَأْسُ الدَّاءِ الْبِطْنَةُ وَرَأْسُ الدَّوَاءِ الْحِمْيَةُ "بیماریوں کی جڑ پیٹ بھر کر کھانا ہے اور اصل علاج پرہیز ہے۔" تو علاج کرانا نہ صبر کیخلاف ہے اور نہ توکل کیخلاف ہے بلکہ جو شخص اس سلسلے میں اپنے اوپر خرچ کریگا بیوی بچوں پر خرچ کریگا بہن بھائیوں میں سے کسی پر خرچ کریگا یہ سمجھتے ہوئے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے جو جتنے پیسے خرچ کریگا ان کا اسکو ثواب ملے گا شفا ہو یا نہ ہو کہ شفا تو رب تعالیٰ کے پاس ہے بات

نیت کی ہے نیت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے اسلئے جب بھی اپنا یا کسی کا علاج کراؤ تو یہ نیت کرلو کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے اسلئے میں علاج کراتا ہوں۔ ساتویں صفت...... وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو۔ نماز وقت پر قاعدے کے مطابق پابندی کیساتھ پڑھتے ہیں عقلمندوں کے مرد بھی اور عورتیں بھی۔ آٹھویں صفت وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انکو رزق دیا ہے مخفی بھی اور ظاہری طور پر بھی۔ اگر کسی کی نیت صاف ہے ریا نہیں ہے اور کھلے طور پر صدقہ خیرات کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے اور مخفی طور پر دیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے لیکن جہاں ریا کا شبہ ہو وہاں مخفی طور پر دینا ہی بہتر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے سات قسم کے آدمی عرش کے سائے کے نیچے ہونگے جب عرش کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔ ان میں سے ایک شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ ''وہ نوجوان ہوگا جس کی جوانی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گذری۔'' جوانی میں عبادت کا بڑا ثواب ہے بوڑھا ہو کر بھی بندہ عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت کو ضائع نہیں کرتا مگر عزیزو یاد رکھنا! جو ثواب جوانی کی عبادت کا ہے بڑھاپے کی عبادت کا وہ نہیں ہے۔ اور ایک وہ ہوگا جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے تو بائیں کو پتہ نہیں چلتا۔ اتنے اخلاص کیساتھ ریا سے بچتے ہوئے خرچ کرتا ہے۔ اور ان میں ایک وہ ہوگا قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسْجِدِ ''جس کا دل مسجد کیساتھ لٹکا ہوا ہے۔'' ایک نماز پڑھی دوسری کی فکر ہے دوسری پڑھی تیسری کی فکر ہے تیسری پڑھی چوتھی کی فکر ہے۔ یہ لوگ اس دن عرش کے سائے کے نیچے ہونگے جب پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا اور سورج میل دو میل کی مسافت پر ہوگا لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے عرش کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔ عقلمندوں کی نویں صفت...... وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اور وہ ٹالتے ہیں بھلائی کیساتھ برائی کو اور یہ

معنٰی بھی کرتے ہیں کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً نیکی کرتے ہیں کیونکہ نیکی کی برکت سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں تو نیکی کیساتھ برائی کو ٹال دیتے ہیں تو ان خوبیوں والے عقل مند ہیں پھر نتیجہ کیا ہوگا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت کا گھر ہے۔ وہ آخرت کا گھر کیا ہے؟ جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں ہمیشگی کے باغات ہیں دنیا کے باغوں میں موسم میں پھل لگتا ہے آگے پیچھے نہیں ہوتا جنت کے پھل ہمیشہ ہونگے۔ لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ] ''وہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔'' ایک دانہ توڑا فوراً دوسرا لگ گیا اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہوگی دنیا والے کیوں روکتے ہیں اسلئے کہ یہ ان کی ضرورت ہے پیسے کم ہوتے ہیں اور وہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی یَدْخُلُوْنَھَا یہ عقلمند ان میں داخل ہونگے وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ اور وہ بھی داخل ہونگے جو نیک ہیں ان کے باپ دادا میں سے، ان کی بیویوں میں سے اور ان کی اولادوں میں سے وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ اور فرشتے داخل ہوں گے ان پر کمروں میں مِّنْ کُلِّ بَابٍ ہر دروازے سے۔ چونکہ بڑی بڑی کوٹھیاں ہونگی ان کے مختلف دروازوں سے فرشتے داخل ہونگے اور کہیں گے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ سلام ہو تم پر اے اللہ کے نیک بندو! کیوں؟ بِمَا صَبَرْتُمْ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، دنیا میں تکلیفیں برداشت کیں، نمازوں پر ڈٹے رہے، روزوں پر ڈٹے رہے، گناہوں سے تم نے صبر کیا فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ پس کیا اچھا ہے آخرت کا گھر۔ یہ رب تعالٰی نے تمہیں نصیب فرمایا ہے۔ یاد رکھنا! یہ عقلمندوں کی خوبیاں ہر ایک کو یاد ہونی چاہئیں۔ رب تعالٰی ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے۔ (آمین)

❁ ❁ ❁

وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿ۖۚ۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿ؕ۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں عَهْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ بعد اس کے مضبوط کرنے کے وَيَقْطَعُوْنَ اور قطع کرتے ہیں مَآ اَمَرَ اللّٰهُ اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ کہ اسکو جوڑا جائے وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد مچاتے ہیں زمین میں اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وہ لوگ ہیں ان کیلئے لعنت ہے وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اور ان کیلئے برا گھر ہے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق جس کیلئے چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور یہ لوگ خوش ہوگئے ہیں دنیا کی زندگی پر وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور نہیں ہے دنیا کی زندگی فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑا سا سامان وَيَقُوْلُ

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہے وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع کرتا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ اور مطمئن ہوئے ان کے دل بِذِکْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ دل مطمئن ہوتے ہیں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے اچھے طُوْبٰی لَهُمْ ان کو مبارک ہو وَحُسْنُ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانہ۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کی اوصاف بیان فرمائیں کہ انہوں نے اپنے رب کیساتھ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی والا جو وعدہ کیا تھا اس کو نبھایا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں، تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو انکو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں برائی کو بھلائی کیساتھ ٹالتے ہیں۔ اب ان کے مقابلے میں جو نافرمان ہیں ان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو، میثاق والے دن جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ وعدہ کیا تھا بَلٰی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں اور دنیا میں آ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور رب بنا لئے ہیں اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ [سورۃ التوبہ:۳۱] ''بنا لیا ہے انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو

رب اللہ تعالیٰ کے سوا۔'' اللہ تعالیٰ کیساتھ کئے ہوئے وعدے کوتوڑ دیا اسی طرح جب ایمان مفصل پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں وَقَبِلْتُ جَمِيعَ اَحْكَامِهٖ ''اور میں نے رب کے سارے احکام قبول کئے۔'' پھر رب کے احکام نہیں مانتے ان پر نہیں چلتے تو یہ کلمہ پڑھ کر اس وعدے کو توڑتے ہیں مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهٖ اس کو پکا کرنے کے بعد وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اور قطع کرتے ہیں توڑتے ہیں اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے بارے میں اَنْ يُّوْصَلَ کہ اسکو جوڑا جائے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا رب کیساتھ تعلق جوڑنے کا پیغمبروں کیساتھ تعلق جوڑنے کا وہ نہیں جوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کی کتابوں کیساتھ اسلام اور شریعت کیساتھ جوڑو، وہ نہیں جوڑتے پھر اس نے آپس میں صلہ رحمی کا حکم دیا ہے وہ نہیں کرتے غرضیکہ ہر چیز میں مخالفت کرتے وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد مچاتے ہیں زمین میں۔

فساد فی الارض کی حقیقت :

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں اور اس کو یاد رکھنا کہ فساد صرف لڑائی جھگڑے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ دوسرے آدمی کے سکون میں خلل ڈالنے کا نام بھی فساد ہے اور شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کی مشہور تفسیر تفسیر مظہری اور دیگر کتابوں میں بھی ہے کہ اگر مسجد میں ایک شخص بھی نماز پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اسکی نماز میں خلل پیدا ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی سویا ہوا ہے تو بلند آواز سے ذکر کرنا جائز نہیں کہ اسکی نیند میں خلل پیدا ہوگا تو یہ بھی فساد کی ایک قسم ہے۔ اور آٹھویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ''پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستہ بیشک وہ

محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں کیساتھ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اور فساد نہ مچاؤ زمین میں اصلاح کے بعد وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور اسی کو پکارو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے۔" تو اونچی آواز سے پکارنے اور ذکر کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے فساد فی الارض میں داخل کیا ہے۔ اور یہ قرآن کا حکم ہے کہ فساد مچانے والے بڑے مجرم ہیں اُولٰٓئِکَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑتے ہیں ان کیلئے لعنت ہے وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اور ان کیلئے برا گھر ہے اور وہ دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو دوزخ سے بچائے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حلال حرام کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان حلال حرام کی تمیز ختم کر دے اور چوری ڈاکے مکر فریب شروع کر دے تو ایسے لوگوں کے قریب بھی نہ جانا۔

اکل حرام سے نیکی متاثر ہوتی ہے :

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے بڑھاتا ہے رزق جس کیلئے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگ کرتا ہے جو کسی کے نصیب میں لکھا ہے وہ اسکو ملے گا لہذا حلال کماؤ حرام طریقے سے حاصل نہ کرو کئی دفعہ تم سن چکے ہو ابو داؤد شریف صحاح ستہ کی مشہور کتاب ہے اس میں حدیث آتی ہے کہ اگر کسی شخص کے بدن پر کرتا ہے جسکی مالیت دس روپے ہے اس میں نو روپے تو حلال ہیں اور ایک روپیہ حرام کا ہے جب تک اس نے وہ کرتا پہنا ہوا ہے اسکی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی اور حضرت سعد ابن ابی وقاص ؓ کی روایت تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک لقمہ حرام کا کوئی کھالے تو اسکی چالیس دن چالیس راتیں دعا قبول نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ اکل حرام کا بھی انسان کی نیکی پر بڑا اثر ہوتا ہے اور یاد رکھنا کہ حرام صرف وہی نہیں ہے جو چوری اور

رشوت کے ذریعے آئے بلکہ اذان ہونے اور سننے کے بعد سودا خریدنا بیچنا حرام ہے روزے کھا کر کمائی کرتا ہے وہ حلال نہیں ہے ملازم آدمی اگر پوری ڈیوٹی نہیں دیتا ملازمت کا جو ٹائم ہے پورا نہیں دیتا اس کی کمائی بھی حلال کی نہیں ہے اور یہ تو نص قطعی سے ثابت ہے جمعہ کی اذان کے بعد بیچنا، کھانا اور چلنا اور ہر وہ کام جسکا تعلق جمعہ کیساتھ نہیں ہے وہ مکروہ تحریمی ہے حتیٰ کہ اگر جمعہ کی اذان کے بعد نکاح بھی ہو تو دوبارہ پڑھنا پڑھے گا اسی حرام خوری کی وجہ سے ہماری نیکیوں کا کوئی ہم پر اثر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حرام سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ تو رزق اللہ تعالیٰ ہی کشادہ کرتا ہے وہی تنگ کرتا ہے۔

وظیفہ دفع تنگی رزق :

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کسی پر رزق کی تنگی ہو تو توجہ کیساتھ ہر نماز کے بعد تین دفعہ یَا رَحِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا بَاسِطُ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرما دیگا بشرطیکہ نہ نماز چھوٹے اور نہ وظیفہ چھوٹے اور اگر ساتھ یَا رَزَّاقُ بھی ملالے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہو جائیگا یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیارے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اور یہ لوگ خوش ہو گئے ہیں دنیا کی زندگی پر وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑا سا سامان تھوڑا سا فائدہ ہے آخرت کی زندگی بڑی طویل ہے دنیا کی زندگی اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی عمر چودہ سو سال تھی وفات کے وقت کسی نے ان سے پوچھا حضرت دنیا میں بڑا عرصہ رہے ہو دنیا کو کیسے دیکھا ہے؟ فرمایا اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک گھر ہے اس کے دو دروازے ہیں ایک دروازے سے داخل ہوا ہوں اور

دوسرے سے نکل گیا ہوں۔ یہ ہے دنیا کی زندگی کی حقیقت مگر ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ رب سے ہم نے پٹہ لکھوایا ہوا ہے۔ عزیزو! موت کو کبھی نہ بھولو موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔ جو موت کو یاد رکھے گا وہ گناہوں سے بچے گا اور اسکو نیکی کی توفیق ہوگی۔

فرمائشی معجزہ کا مطالبہ :

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیوں نہیں اتاری گئی اس پیغمبر ﷺ پر کوئی نشانی معجزہ اس کے رب کی طرف سے یعنی ان کا منہ مانگا اور فرمائشی معجزہ کہ صفا مروہ پہاڑی سونے کی ہو جائے، یہاں باغ ہوں ان میں نہریں چلتی ہوں اور آپ ﷺ کیلئے سونے کی کوٹھی ہو۔ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع کرتا ہے۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ آتا ہے جس کا معنٰی ہے گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے سطحی قسم کے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ جب رب خود گمراہ کرتا ہے تو پھر اس میں ہمارا کیا دخل ہے اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہمارے بس میں تو بات ہی کوئی نہیں ہے ہمارا کیا قصور ہے۔ لہٰذا اس آیت کو سامنے رکھو اور یاد رکھو قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اسکو جس نے رجوع کیا۔ اور رجوع کس طرح ہوگا؟ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے خود اپنی مرضی اور اختیار کیساتھ یہ رجوع کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۴ میں ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو

ہدایت نہیں دیتا جبراً۔''اور سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ''بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا جبراً۔''اور سورۃ الکہف میں ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ''پس جو چاہے ایمان لائے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے اپنے اختیار سے۔''اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جنات میں سے اور انسانوں میں سے اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے نیکی بدی کر سکتے ہیں اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔اس آیت کو سامنے رکھو کہ''اور گمراہ ان کو کرتا ہے جو غلط راستے پر چلتے ہیں۔''سورۃ صف میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ ''پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔''تو جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا جب وہ اپنے لئے گمراہی پسند کرتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ انکو گمراہ کر دیتا ہے اور جو حق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دیتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت:۶۹] ''اور وہ لوگ جو ہماری طرف آتے ہیں ہم ضرور ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔''اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی [النساء:۱۱۵] ''ہم اسکو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔''تو جس طرف کوئی چلنا چاہے رب اسکو اس طرف چلا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نہ نیکی پر جبر کرتے ہیں نہ بدی پر جبر کرتے ہیں۔عزیزو، برخوردارو اور میرے بیٹو! اس آیت کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اور مطمئن ہوئے دل انکے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں دلوں کو اطمینان اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے نصیب ہوتا ہے۔

قرآن پاک سے بڑا وظیفہ اور کوئی نہیں :

قرآن پاک سے بڑا وظیفہ اور کوئی نہیں ہے پھر اس کے بعد درود شریف کثرت سے پڑھو اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم پڑھو تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم اور استغفار کثرت سے پڑھو تو جو بھی نیکی کرو گے اس کی برکت سے تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہوگا۔ فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے اچھے طُوْبٰى لَهُمْ انکو مبارک ہو، طوبیٰ کا معنیٰ خوشحالی اور مبارک بادی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ اِلَى الْغُرَبَآءِ ''اسلام کی ابتدا غریبوں میں ہوئی غریب لوگوں نے اسلام کی حمایت زیادہ کی ہے اور اسلام لوٹے گا اور رہے گا غریبوں میں فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ اے غریبو! میری طرف سے تمہیں مبارک باد ہو'' غریبوں کو آنحضرت ﷺ نے مبارکباد دی ہے اس لئے کہ ان کے دلوں میں ایمان ہے۔ اس وقت بھی جو امیر طبقہ ہے ان کو دین سے بہت کم نسبت ہے ہزار میں سے ایک شخص بھی دیندار ہو امیر لوگوں میں سے تو غنیمت ہے اور غریب اکثر دیندار ہیں الحمدللہ! لہٰذا اپنی غربت پر پریشان نہ ہو غریبوں کو آنحضرت ﷺ نے مبارکباد دی ہے وَحُسْنُ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانہ۔ مرنے کے بعد جنت میں جائیں گے جس سے بہتر جگہ تصور میں نہیں آسکتی۔

خرافات کی کوئی حقیقت نہیں :

ایک آدمی نے سوال کیا کہ میاں محمد یوسف نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دعوت کی تھی اور دعوت کیلئے بکری ذبح کی تھی ان کے بیٹوں نے جب بکری

ذبح ہوتے دیکھی تو ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو ذبح کر دیا اور پھر اسی چھری سے اپنے آپ کو ذبح کرلیا جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت جابر ؓ سے پوچھا کہ بچے کہاں ہیں تو انہوں نے واقعہ سنایا تو آپ ﷺ ان مردہ بچوں کے پاس تشریف لے گئے اور کچھ پڑھا تو وہ دونوں بچے زندہ ہو گئے، آیا ایسا کوئی واقعہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

جواب: ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے یہ نری خرافات ہیں اتنی بات صحیح ہے کہ حضرت جابر ؓ نے آپ ﷺ کی دعوت کی تھی اس دعوت میں ساڑھے تین سیر جو کا آٹا تھا اور چھوٹی سی ٹیڈی بکری تھی جو ایک ہزار آدمیوں نے کھائی تھی اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ تھوڑا کھانا زیادہ ہوا، یہ بچوں کے ذبح کرنے اور مرنے کا واقعہ نری خرافات ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

❁ ❁ ❁

كَذٰلِكَ

اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٣١﴾ ع

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ اسی طرح بھیجا ہم نے آپ کو رسول بنا کر ایک امت میں قَدْ خَلَتْ تحقیق گذر چکی ہیں مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ اس سے پہلے بہت سی امتیں لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ تا کہ آپ تلاوت کریں ان پر الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وہ کتاب جو ہم نے وحی کی ہے آپ کی طرف وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ اور وہ انکار کرتے ہیں رحمٰن کا قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ رَبِّيْ وہ میرا رب ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود اس کے سوا عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے توکل کیا ہے وَاِلَيْهِ مَتَابِ اور اسی کی طرف میرا رجوع کرنا ہے وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ جس کے ذریعے چلا دیئے جاتے پہاڑ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ یا ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی اس کے

ذریعے زمین اَوْ کُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی یا اس کے ذریعے مردوں سے کلام کیا جاتا بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے سارا معاملہ اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ کیا پس نہیں جانتے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اَنْ لَّوْیَشَآءُ اللّٰهُ اس بات کو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا البتہ ہدایت دیدے سب لوگوں کو وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں تُصِیْبُهُمْ پہنچتی رہے گی انکو بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اس وجہ سے جوانہوں نے کیا ہے مصیبت اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ یا آپ اتریں ان کے گھروں کے قریب حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ یہاںتک کہ آجائے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں خلاف کرتا وعدے کے۔

امتِ محمدیہ ﷺ کی فضیلت :

كَذٰلِكَ اسی طرح یعنی جسطرح ہم نے پہلی امتوں کی طرف ہدایت کیلئے پیغمبر بھیجے ہیں اسی طرح اَرْسَلْنٰكَ فِیْٓ اُمَّةٍ بھیجا ہم نے آپ کو رسول بنا کر ایک امت میں۔حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک بہت ساری امتیں گذری ہیں اور بہت سارے پیغمبر گذرے ہیں جن کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے کہ اس نے ہمیں تعداد معلوم کرنے اور جاننے کا پابند نہیں بنایا اگر ہمیں اس بات کا مکلف اور پابند بناتا تو ہمارے لئے بڑی مشکل تھی بس ہمارے ایمان کیلئے اتنی بات کافی ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ''ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر اور اسکے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔'' پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہیں اور آخری پیغمبر

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ان کے بعد دنیا میں کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوسکتا۔ آپ امام الانبیاء ہیں سید الکائنات ہیں آپ کا مقام تمام پیغمبروں میں بلند ہے اور آپ کی امت کا درجہ بھی بلند ہے۔ سب سے پہلے جنت میں آنحضرت قدم رکھیں گے پھر آپ کی امت آپ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ اور قیامت والے دن حساب بھی سب سے پہلے آپ ﷺ کی امت کا ہوگا حالانکہ قاعدے کے مطابق اس امت کا حساب آخر میں ہونا چاہئے تھا کیونکہ یہ امت آخر میں آئی ہے۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے کتنی شان اور عظمت عطا فرمائی ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے پروردگار! تو نے مجھے نبوت ورسالت عطا فرمائی مجھے انجیل عطا کی یہ آپ کا میرے اوپر بڑا فضل وکرم اور انعام ہے آپ کی نوازش ہے میں نے آنے والی امت کی فضیلت دیکھی اور پڑھی ہے اے پروردگار! مجھے اس امت میں سے بھی کھڑا کردے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ رکھا ہوا ہے وہ اس امت میں آکر چالیس سال حکومت کریں گے ہماری طرح پانچ نمازیں پڑھیں گے حالانکہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں تھیں۔ اور انتیس تیس روزے رکھیں گے جو رمضان کے ہیں قرآن وحدیث اور اسلام کے مطابق فیصلے کریں گے اور جن جن علاقوں پر ان کا کنٹرول ہوگا ان علاقوں میں کافروں کا نام ونشان مٹ جائیگا صرف اسلام ہی اسلام ہوگا لوگوں کے درمیان آپس میں اتنی الفت اور محبت ہوگی کہ جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے انسان تو انسان حیوان ایک دوسرے کو نہیں چھیڑیں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بکریاں بھیڑیوں میں چرتی رہیں گی نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈریں گی اور بھیڑیئے ان کو چھیڑیں گے سانپوں کیساتھ بچے کھیلیں گے مگر وہ ان کو ڈسیں گے نہیں ایسا امن اور سکون ہوگا کہ جس کی

کوئی مثال نہیں برکتیں ہی برکتیں ہونگی۔لوگ زکوۃ لئے پھریں گے کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ہوگا ایسی آسودگی ہوگی کہ کسی کو کسی سے لینے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی یقین مانو یہ سب کچھ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے کام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ تحقیق گذر چکی ہیں اس سے پہلے بہت سی امتیں ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ تا کہ آپ ان پر تلاوت کریں الَّذِیٓ وہ کتاب اَوْحَیْنَآ اِلَيْکَ جو ہم نے وحی کی ہے آپ کی طرف اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذمہ جو کام لگائے تھے ان میں سے ایک قرآن پاک کی تلاوت کرنا تھا۔ چونکہ آپ ﷺ کے اول مخاطبین عربی لوگ تھے مادری زبان تھی بہت سارے مضمون خود بخود سمجھ جاتے تھے۔آپکا دوسرا کام تھا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔بعض آیات ایسی تھیں کہ جن کا صحیح مفہوم صحابہ کرام نہیں سمجھتے تھے آپ انکو اس کی تعلیم دیتے تھے۔تیسرا کام تھا حِکْمَۃ تعلیم حکمت،حکمت کا معنٰی ہے سنت،حدیث۔آپ ﷺ سنت اور حدیث کی تعلیم دیتے تھے اور آپ ﷺ کا چوتھا کام تھا وَيُزَكِّيْهِمْ آپ ان کا تزکیہ کرتے تھے باطنی صفائی،دلوں کی صفائی،حقیقتاً تو رب تعالیٰ کرتا ہے لیکن آپ ﷺ جو اسباق بتلاتے تھے ان کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی صفائی ہوتی تھی۔کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ''خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ ہی دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔'' ذکر جتنے اخلاص کیساتھ کیا جائے گا اتنی ہی دل کی صفائی ہوگی اللہ تعالیٰ کیساتھ محبت بڑھے گی،قبر کا خیال پیدا ہوگا،آخرت کی فکر پیدا ہوگی حلال حرام کی تمیز ہوگی لہذا کثرت کیساتھ ذکر کیا کرو۔تو فرمایا تا کہ آپ ﷺ تلاوت کریں ان پر اس کتاب

کی جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ اور وہ انکار کرتے ہیں رحمٰن کا۔

صلح حدیبیہ اور انکارِ رحمٰن کی صورت :

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح کی شرائط طے ہوگئیں تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اُكْتُبْ بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھ دیا۔ یہ خوب نویس بھی تھے اور زود نویس بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط بہت اچھا تھا اور بڑی جلدی لکھتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دیا تو کافروں کے نمائندے سہیل ابن عمرو جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے تھے کہنے لگے ہم یہ نہیں لکھنے دیں گے یہ تمہاری علامت ہے۔ اس کی جگہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو۔ اس کا معنٰی ہے اے اللہ تیرے نام کیساتھ شروع کرتے ہیں۔ دور جاہلیت میں بھی جب وہ خط لکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ لکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم رحمٰن کو نہیں جانتے؟ کہنے لگے ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ یہ انہوں نے ضد کی وجہ سے کہا ورنہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ان کے نام عبدالرحمٰن تھے۔ مثلاً عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ تو رحمٰن کے لفظ کو بھی جانتے تھے اور مفہوم بھی سمجھتے تھے لیکن آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوایا تو انکار کر گئے کہ ہم نے نہیں لکھنا اسی کا ذکر ہے کہ وہ انکار کرتے ہیں رحمٰن کا۔ قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ رَبِّيْ وہ رحمٰن میرا رب ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود اس کے سوا۔ اِلٰه کا معنٰی معبود، حاجت روا، مشکل کشا، دستگیر، فریاد رس یہ سب الٰہ کے معانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ کوئی حاجت روا ہے نہ کوئی فریاد رس ہے، نہ کوئی عبادت کے لائق ہے، نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے مگر وہی ہے۔

توکل کا معنیٰ :

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی اللہ تعالیٰ کی ذات پر میں نے توکل کیا ہے۔توکل کا معنیٰ ہے ظاہری اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دینا اور ظاہری اسباب کو نہ اختیار کرنا یہ تَعَطُّلْ ہے توکل نہیں ۔تعطل کا معنیٰ ہے چھٹی چھوڑ دینا۔آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی آدمی آپ ﷺ کے پاس آتا تھا تو آپ ﷺ پوچھتے تھے بھائی کہاں سے آئے ہو کون ہو کیوں آئے ہو؟ کس کے مہمان ہو؟ کیونکہ اگر وہ آپ کے پاس آیا ہے تو اس کے کھانے پلانے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر ہوتی تھی۔ایک شخص آپؐ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اس سے مذکورہ سولات کیے تو اس نے کہا کہ حضرت میں آپ کے پاس آیا ہوں۔فرمایا تم اکیلے ہو یا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ کہنے لگا اکیلا ہوں، پیدل آئے ہو یا سوار ہو کر ؟ کہنے لگا اونٹنی پر سوار ہو کر آیا ہوں۔فرمایا اونٹنی کہاں ہے؟ کہنے لگا میں نے باہر کھلی چھوڑ دی ہے توکل کرتے ہوئے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا قَيِّدْهَا ثُمَّ تَوَكَّلْ پہلے اس کی ٹانگیں باندھو پھر توکل کرو۔یہ توکل نہیں ہے کہ تم اس کو کھلا چھوڑ دو اور کہو کہ میں توکل کرتا ہوں۔مولانا رومؒ فرماتے ہیں......

؎ گفت پیغمبر بآواز بلند   بر توکل زانوئے اشتر ببند

''آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا تاکہ سب سن لیں پہلے اونٹنی کی ٹانگیں باندھو پھر توکل کرو۔'' یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے محض دعاؤں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسباب کو اختیار کیا ہے۔بدر کے مقام پر تشریف لے گئے ،احد کے مقام پر پہنچے ،خندق کھودی ،حدیبیہ پہنچے اگر نری دعاؤں سے مسائل حل ہوتے تو آپ ﷺ محراب میں بیٹھ کر کہہ دیتے وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔اور ظاہری اسباب اختیار نہ

کرتے حالانکہ آپ ﷺ نے ظاہری اسباب اختیار کیے ہیں۔احد کے موقع پر آپ ﷺ نے دوزر ہیں پہنی ہوئی تھیں تو ظاہری اسباب اختیار کر کے نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دینے کا نام توکل ہے وَاِلَيْهِ مَتَابِ اور اسی کی طرف میرا رجوع کرنا ہے۔تَابَ يَتُوْبُ کا معنیٰ ہے رجوع کرنا اور متاب مصدر میمی ہے۔اور لفظ 'ی' جو ضمیر ہے متکلم کی وہ یہاں محذوف ہے اصل میں تھا مَتَابِی میرا لوٹنا۔تو معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ کی ہی طرف ہے میرا رجوع کرنا ظاہراً بھی اور باطناً بھی جو رب چاہے وہ ہوتا ہے بندے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔آگے ان لوگوں کی ضد کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح بات سننے اور سمجھنے کیلئے تیار نہیں ہیں ضد پر اڑے ہوئے ہیں من پسند نشانیاں مانگتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے مطالبات کرتے رہتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ یا اس کو تبدیل کر دو۔

عظمتِ قرآن :

حالانکہ یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں عظیم کتاب ہے بڑی عظمتوں اور شانوں والی ہے۔اسکو دیکھنا ثواب ، اسکو باوضو ہاتھ لگانا ثواب ، اسکو پڑھنا ثواب اور ثواب بھی اتنا کہ ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ہیں۔مثلاً اِلَيْهِ میں الف الگ حرف ، لام الگ حرف ، 'ی' الگ حرف ، 'ہ' الگ حرف ہے تو اِلَيْهِ پڑھنے والے کو چالیس نیکیاں ملتی ہیں اور یہ بھی عام حالات میں رمضان المبارک کے مہینے میں ایک ایک حرف کے بدلے ستر ستر نیکیاں ہیں اس لئے قرآن پاک کی تلاوت کو اپنے اوپر لازم کرلو اور **رمضان المبارک کے** مہینہ میں نیکیوں کا بڑھنا صرف قرآن کیساتھ خاص نہیں ہے ہر نیکی کا **اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے لہٰذا** رمضان شریف کا مہینہ ہے درود شریف کثرت سے پڑھو ، توبہ استغفار **کرو** ، تیسرا کلمہ **پڑھو** ، **روزے** داروں کے روزے افطار کراؤ۔حدیث پاک میں آتا

ہے کہ جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا اسکو روزے کا ثواب ملے گا اور رکھنے والے کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی صحابہ کرام ﷺ نے سوال کیا کہ حضرت افطاری کیلئے تو ایک آدھ کھجور بھی کافی ہے مطلب یہ ہے کہ ایک کھجور سے افطار کرانے والے کو پورے روزے کا ثواب۔ فرمایا تعجب والی بات کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ لہذا یہ جو رمضان کے تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں مرد عورتیں سب جوق در جوق شوق سے عبادت کرو خصوصاً جو آگے طاق راتیں آرہی ہیں ان میں عبادت کرو اور اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ آگے پیچھے چھوڑ دو۔ نہیں! بلکہ عزم کرو جو نیکی شروع کی ہے اسکو نہیں چھوڑیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فصلی بٹیرے نہ بنو کہ رمضان المبارک میں آؤ اور آگے پیچھے اڑ جاؤ۔ تو یہ قرآن کریم بڑی عظیم کتاب ہے دلوں میں انقلاب پیدا کرنے والی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق جوڑنے والی کتاب ہے پھر اسکو نہیں مانتے تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے یہ **کفر شرک** پر اڑ گئے ہیں لہذا ان کے مطالبے پر کوئی ایسا قرآن اتار دیں کہ اسکو پڑھ کر پہاڑوں پر پھونک دیا جاتا تو پہاڑ چل پڑیں، زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، مردے بولنے لگ جائیں، انہوں نے پھر بھی نہیں ماننا ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ** اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے چلا دیئے جاتے پہاڑ **اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ** یا ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی اس کے ذریعے زمین **اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى** یا اس کے ذریعے مردوں سے کلام کیا جاتا کہ وہ قرآن یہاں پڑھا جاتا مردے خود بخود بولنے لگ جاتے انہوں نے پھر بھی نہیں ماننا تھا کیونکہ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کا معجزہ :

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں ہمیشہ تھوڑے بہت آدمی رہتے تھے صحابہ بھی اور دوسرے بھی ، ابو جہل آیا جس کا نام عمرو ابن ہشام ابوالحکم تھا۔ ابوالحکم کا معنیٰ ہے چیئر مین ، یہ مکہ مکرمہ کا چیئر مین تھا مالدار اور منہ پھٹ آدمی تھا سارے لوگ اسکی ظاہراً اور باطناً عزت کرتے تھے یہ ہاتھ میں کوئی چیز لیکر آیا اور آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا سارے سمجھ گئے کہ اب اس نے کوئی شرارت کرنی ہے۔ شریر آدمی کو شرارت میں لطف اور مزہ آتا ہے کہنے لگا یا محمد (ﷺ) اَخبِرنِی مَافِی یَدِی مجھے بتا میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان اگر تیرے ہاتھ والی چیزیں خود بول پڑیں تو پھر؟ کہنے لگا بلواؤ! فرمایا بلوانا رب کا کام ہے۔ اس نے ہاتھ میں جو سنگریزے پکڑے ہوئے تھے انہوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور بعض روایتوں میں ہے سبحان اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ابو جہل نے وہ سنگریزے پھینک دیئے یہ کہہ کر کہ تم اس کی طرف ہو گئے ہو۔ اب بتلاؤ اس ضد کا کیا علاج ہے؟ سنگریزے خود اٹھا کر لایا ہے لیکن انہوں نے جب آپ ﷺ کی شہادت دی تو ان کو پھینک دیا بَل لِلّٰهِ الاَمرُ جَمِیعًا بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے سارا معاملہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور گذشتہ سبق میں تم پڑھ چکے ہو وَیَهدِی اِلَیهِ مَن اَنَابَ ”اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔“ اور جو کفر پر اڑ جاتا ہے اسکو گمراہ کر دیتا ہے وہ جبراً کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَن شَآءَ فَلیُؤمِن وَّمَن شَآءَ فَلیَکفُر ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی اور اختیار سے۔“ اَفَلَم یَایئَسِ الَّذِینَ اٰمَنُوٓا۔ یَئِسَ یَیئَسُ کے عربی میں دو معانی آتے ہیں ایک معنیٰ ہے نا امید ہونا

اور دوسرا معنیٰ ہے جاننا۔ پہلے معنیٰ کے اعتبار سے ترجمہ ہوگا کیا پس نہیں ناامید ہوئے وہ لوگ جو ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے سے مطلب یہ ہے کہ ایمان والوں کو ناامید ہو جانا چاہئے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے کہ بڑے ضدی لوگ ہیں اور دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے ترجمہ ہوگا کہ کیا پس وہ نہیں جانتے جو ایمان لائے ہیں اس بات کو اَنْ لَّوْیَشَآءُ اللّٰہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو البتہ ہدایت دیدے سب لوگوں کو جبراً مجبور کر سکتا ہے کہ فرشتوں کی طرح معصوم بنادے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ ''وہ نہیں نافرمانی کرتے جو اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے۔'' ان میں برائی کا مادہ ہی نہیں ہے نہ مرد ہیں نہ عورتیں ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ سوتے ہیں، نہ وہ بیمار ہوتے ہیں انکی خوراک ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہر وقت یہی پڑھتے رہتے ہیں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو فرشتوں کی طرح معصوم بنا دیتا مگر وہ کرتا نہیں ہے کر وہ سب کچھ سکتا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ وہ سب کو کافر بنا دیتا اس کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ حق گو عالم :

ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ علم کے لحاظ سے، تقویٰ اور پرہیزگاری کے لحاظ سے، حق گوئی کے لحاظ سے بڑی شخصیت گذری ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا حضرت یہ بتلائیں کہ کوئی بہت ہی نیک بندہ ہو تو کیا اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اسکو دوزخ میں ڈال دے تو حضرت مجددؒ فاروقی تھے اور عربی کا مشہور مقولہ ہے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ ''اولاد میں آبائی اثرات ضرور ہوتے ہیں۔'' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے وَاَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ ''اور ان میں زیادہ سخت اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں عمر ہے رضی اللہ عنہ'' حضرت مجدد الف ثانیؒ میں بھی دینی سختی تھی جلال میں آگئے فرمایا تم نے کیا پوچھا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو

قدرت ہے کہ کسی بہت ہی نیک بندے کو دوزخ میں ڈال دے؟ حضرت نے فرمایا کہ تم ایک نیک کی بات کرتے ہو اگر......

؎ ہمہ را بدوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست

''اگر وہ سب کو دوزخ میں ڈال دے اسکو کون پوچھ سکتا ہے۔'' یہ بات حضرت کی کتاب ''مکتوبات'' میں ہے وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے مگر کریگا وہ جو فرما چکا ہے کہ نیکوں کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا اور بروں کو دوزخ میں ڈالے گا وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ کرنے اور کرسکنے میں بڑا فرق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دیدے وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ پہنچتی رہے گی انکو اس وجہ سے جو انہوں نے کیا ہے مصیبت، کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آتا رہے گا کبھی قحط سالی میں مبتلا ہونگے، کبھی زلزلے میں مبتلا ہونگے کبھی کوئی اور مصیبت آئے گی اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ یا اے نبی کریم ﷺ! آپ اتریں ان کے گھروں کے قریب۔

ہجرت کا آٹھواں سال تھا یہی رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ آنحضرت ؐ دس ہزار صحابہ کرام ؓ کی معیت کیساتھ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے جسکو آج کل بئر علی کہتے ہیں۔ وہاں آپ نے احرام باندھا اور فرمایا کہ ہم نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ہے اگر وہ رکاوٹ ڈالیں گے تو پھر جہاد کریں گے اور فاتح ہو کر آئیں گے۔ جس وقت آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو ان کے طوطے اڑ گئے کہنے لگے اب تو ہم اپنے آپ کو سنبھال بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ نامی گرامی کافر سب بھاگ گئے مثلاً ابوجہل کا بیٹا عکرمہ جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گیا تھا وہ حبشہ کی تیاری کر کے چلا گیا جبار ابن اسود کافر جو آپ ﷺ کی بیٹی

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سسرال میں سے تھا چچا سسر لگتا تھا بڑا منہ پھٹ آدمی تھا
حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خاوند سے اجازت لیکر غزوہ بدر کے بعد مدینہ منورہ
جارہی تھیں ایک قافلے کیساتھ جس میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں تو حبار آپہنچا کہنے لگا
اے لڑکی تو کہاں جارہی ہے؟ کہنے لگیں چچا جان میں اپنے خاوند سے اجازت لیکر مدینہ
منورہ جارہی ہوں اپنے ابا جان کو ملنے کیلئے۔ کہنے لگا تو نہیں جاسکتی ٹانگ سے پکڑ کر اونٹ
سے نیچے گرادیا وہ حاملہ تھیں گرنے سے تکلیف ہوئی بچہ ضائع ہوگیا اور یہی تکلیف ان کی
وفات کا سبب بنی، یہ بھی بھاگ گیا صفوان ابن امیہ بڑا رئیس آدمی تھا مسلمانوں کیخلاف
سارا اسلحہ مفت سپلائی کرتا تھا اسکے علاوہ مالی امداد بھی کرتا تھا یہ بھی بھاگ گیا وحشی ابن حرب
جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا یہ بھی بھاگ گیا سب نامی گرامی کافر بھاگ گئے۔ تو
فرمایا جس وقت اتریں گے آپ ان کے گھروں کے قریب پھر ان کو پتا چلے گا حَتّٰی یَاْتِیَ
وَعْدُ اللّٰهِ یہانتک کہ آجائے اللہ تعالیٰ کا وعدہ۔ وہ وعدہ کیا تھا؟ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ
وَالْفَتْحُ وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ''جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے
گی اور مکہ فتح ہوگا اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو فوج در فوج داخل ہوتے دین میں۔'' یہ
بشارت اللہ تعالیٰ نے پہلے دیدی تھی چنانچہ ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا صرف دو مسلمان شہید
ہوئے اور بیس کافر مارے گئے مزید کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے
مسلمانو! جو تمہارے خلاف تلوار نہ اٹھائے اسکو کچھ نہیں کہنا اور جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کو
بھی کچھ نہیں کہنا، بوڑھوں کو، عورتوں کو بچوں کو کچھ نہیں کہنا، عام غزوات میں بھی یہی حکم تھا
ایک غزوہ میں آپ نے دیکھا کہ عورت مری پڑی ہے تو سخت ناراض ہوئے فرمایا اسکو کس
نے قتل کیا ہے؟ پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے پروردگار! میں بیزار ہوں اس عورت کے قتل سے

اوراس کے قاتل سے بھی جس نے اسکوقتل کیا ہے اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔تو یہ گویا رحمت کا سمندر تھا جو بہہ گیا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُـخْلِفُ الْمِيْعَادَ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں خلاف کرتا وعدے کے۔جوفرماتا ہے وہی کرتا ہے اوراسی طرح ہوا مکہ فتح ہوا اور اسلام کا جھنڈا سارے عرب میں لہرادیا گیا۔

❁ ❁ ❁

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ
مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ قف فَكَيْفَ
كَانَ عِقَابِ ۝۳۲ أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ج
وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ط قُلْ سَمُّوْهُمْ ط أَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي
الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
مِنْ هَادٍ ۝۳۳ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
أَشَقُّ ج وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۳۴

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ اور البتہ تحقیق استہزاء کیا گیا بِرُسُلٍ کئی رسولوں کیساتھ مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَأَمْلَيْتُ پس ہم نے مہلت دی لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ پھر میں نے پکڑا انکو فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ پس کیسا تھا میرا سزا دینا أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ کیا پس وہ ذات جو قائم ہے عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ ہر نفس پر بِمَا كَسَبَتْ جو اس نفس نے کمایا وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ اور بنا رکھے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک قُلْ آپ کہہ دیں سَمُّوْهُمْ تم ان کے نام لو أَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ کیا تم خبر دیتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ اس چیز کی جو نہیں جانتا وہ زمین میں أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری طور پر بات کرتے ہو بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ مزین کیا گیا ان لوگوں کیلئے

جو کافر ہیں مَكْرُهُمْ ان کا مکر وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ اور روکے گئے وہ راستے سے وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ اور وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے پس نہیں ہے کوئی اسکو ہدایت دینے والا لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ان لوگوں کیلئے سزا ہوگی دنیا کی زندگی میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت مشقت والا ہے وَمَا لَهُمْ اور نہیں ہوگا ان کیلئے مِّنْ وَّاقٍ اللہ کی طرف سے کوئی بچانے والا۔

آنحضرت ﷺ کا استہزاء :

مکہ کے مشرک اور کافر آنحضرت ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے کہتے تھے اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ [الانبیاء: ۳۶] "کیا یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا۔" یعنی یہ تمہارے معبودوں کی تردید کرتا ہے کہ اس کے پاس مال ہے نہ دولت ہے، نہ کوٹھی ہے پھر مذاق کیساتھ ساتھ زیادتیاں بھی کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب مسئلہ توحید بیان کرتے تو آپ کے منہ پر کہتے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ "یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے" العیاذ باللہ۔ حج کے موقع پر لوگ جمع ہوتے تھے کیونکہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے لیکر بدستور حج عمرہ کرتے چلے آرہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی شریعت میں حج ۹ھ کو فرض ہوا ہے جسطرح نمازیں معراج کی رات فرض ہوئی ہیں لیکن اس سے پہلے آپ ﷺ بھی اور صحابہ ؓ بھی فجر کی نماز، عصر کی نماز اور چاشت کی نماز پڑھتے تھے یہ نفلی تھیں۔ اسی طرح ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت سے پہلے دو دفعہ حج کیا تھا یہ نفلی تھا فرض نہیں تھا۔ تو حج کے دنوں میں لوگ منیٰ مزدلفہ عرفات میں اکٹھے ہوتے تھے آپ ﷺ

اس کو غنیمت سمجھتے کہ چلو لوگ اکٹھے ہوئے ہیں میں ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا دین پیش کرونگا لیکن ابو ...ن اور ابولہب مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا یہ آپ ﷺ کا سگا چچا تھا اور ابوجہل برادری میں چچا لگتا تھا ان دونوں نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں فلاں جگہ تقریر کریگا تو نے پہنچنا ہے اور فلاں جگہ تقریر کریگا تو میں نے پہنچنا ہے۔ چنانچہ عرفات کے میدان میں ابولہب کی باری تھی اور منیٰ کے مقام پر ابوجہل کی ڈیوٹی تھی۔ چنانچہ عرفات کے میدان میں آپ ﷺ نے تقریر کی لوگوں پر اثر ہوا ابولہب اٹھ کر کہنے لگا میں اسکا چچا ہوں یہ میرا بھتیجا پاگل ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اسکی اطاعت نہ کرنا۔ منیٰ کے مقام پر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان کیا لوگوں پر کافی اثر ہوا ابوجہل اٹھ کر کہنے لگا یاد رکھو! میرا نام عمرو ابن ہشام ہے میں اسکا چچا ہوں یہ میرا بھتیجا مجنون اور جادوگر ہے اور جھوٹا ہے اس کے پھندے میں نہ آنا بلکہ وہاں سے ریت کے موٹے موٹے دانوں کی مٹھی بھر کر آپ ﷺ پر پھینکی۔ یہ اشارہ تھا کہ تم اس پر سنگ باری کرو چنانچہ چند شریر جوانوں نے آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کر دی تو یہ لوگ آپ ﷺ کیساتھ ساتھ پھرتے تکلیفیں بھی دیتے اور مذاق بھی اڑاتے۔ طبعاً انسان کو ان چیزوں سے کوفت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ بھی آخر انسان تھے بشر تھے بشری تقاضے سب کیساتھ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ﷺ یہ خیال نہ کریں کہ یہ مسخرہ صرف آپ ﷺ کیساتھ ہو رہا ہے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق استہزاء کیا گیا کئی رسولوں کیساتھ آپ سے پہلے۔ اس سے پہلے تم سورت ہود میں پڑھ چکے ہو کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ "جب کبھی گذرتا تھا ان پر کوئی گروہ ان کی قوم کا تو ٹھٹھا کرتا تھا ان کیساتھ۔" کوئی کہتا تھا اے نوح (علیہ السلام) پہلے تو

آپ نبی تھے اب ترکھان کب سے بنے ہو، کبھی کہتے یہ کشتی تم کہاں چلاؤ گے، دوسرا کہتا ہمارے چھپڑ میں چلائے گا، طرح طرح کے مذاق کرتے تھے تو فرمایا کہ آپ سے پہلے رسولوں کیساتھ بھی استہزاء کیا گیا فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس ہم نے مہلت دی ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا فوراً ان کو کچھ نہیں کہا کہ کرلو جو کچھ کرنا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يُمْلِيْ الظَّالِمَ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ''بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہانتک کہ جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔'' اسلئے ظالم کو اگر مہلت مل جائے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ میں چھوٹ گیا ہوں بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت مل رہی ہے، ضرور پکڑے گا۔ فرمایا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر میں نے پکڑا انکو کسی کو پانی میں ڈبویا، کسی کو زلزلے سے تباہ کیا، کسی کو آسمانی کڑک سے تباہ کیا، کسی کو ڈراونی آواز سے کہ آواز سے کلیجے پھٹ گئے فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ یہ اصل میں عِقَابِیْ 'ی' متکلم تخفیفاً گر گئی۔ معنٰی ہوگا پس کیسا تھا میرا سزا دینا میرا پکڑنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ کیا پس وہ ذات جو قائم ہے عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ ہر نفس پر بِمَا كَسَبَتْ جو اس نفس نے کمایا یعنی وہ ذات جس نے اسکو پیدا کیا ہے اس کا مالک ہے اور جو کچھ انسان کرتا ہے اسکو جانتی ہے اور اس پر نگران ہے، یہ اس کی طرح ہے جو کچھ نہیں جانتا اور اس میں کوئی قدرت نہیں ہے؟ تو کیا قادر اور غیر قادر برابر ہیں، جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر ہیں بتاؤ تو سہی کہ رب تعالیٰ کیساتھ کوئی کس صفت میں شریک ہے؟ قدرت میں شریک ہے، علم میں شریک ہے، خلق میں شریک ہے یا علم غیب میں شریک ہے یا اور کسی صفت میں شریک ہے۔

فرقہ ثنویہ :

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ اور بنا رکھے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک۔ اللہ

تعالیٰ کی ذات میں شریک کرنے والا صرف ایک گروہ تھا ایران میں ثنویہ فرقہ، یہ دو خداؤں کا قائل تھا ایک کا نام یزدان اور دوسرے کا نام اَہرمن۔ کہتے تھے کہ یزدان خالق خیر ہے اور اہرمن خالق شر ہے یہ بری چیزوں کا خالق ہے۔ ان کے علاوہ دنیا میں کافروں کا ایسا کوئی طبقہ نہیں ہے جو رب تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہو باقی سارے رب تعالیٰ کی صفات میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی بے نظیر کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' اور ''بدور بازغہ'' وغیرہ میں لکھا ہے کہ عرب کے مشرکوں اور یہود و نصاریٰ میں یہ عقیدہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کیلئے خدائی اختیارات مانتے تھے جس طرح ایک ملک کے مختلف صوبے ہوتے ہیں پھر صوبے میں ڈویژن ہوتے ہیں اور اضلاع ہوتے ہیں، تحصیلیں ہوتی ہیں ملکی بادشاہ نے ملکی نظام چلانے کیلئے جزوی اختیارات گورنروں، کمشنروں اور ڈی سی اُوز اور تحصیل داروں کو دیئے ہوتے ہیں تاکہ وہ ان اختیارات کے ذریعے نظام چلائیں۔ اسی طرح عرب کے مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کا نظریہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو کچھ اختیارات دیئے ہوئے ہیں جن سے وہ خدائی نظام چلاتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں وَالْغُلَاۃُ مِنْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیْ زَمَانِنَا اور ہمارے زمانے میں کلمہ پڑھنے والے بعض بھی ایسے ہی ہیں کہ وہ کہتے ہیں رب تعالیٰ نے خدائی اختیارات کچھ بندوں کو دیئے ہوئے ہیں حالانکہ خدائی اختیارات کسی بندے کو ایک رتی بھی حاصل نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک صحابی نے یہ لفظ کہے مَاشَآءَ اللّٰہُ وَشَآءَ مُحَمَّدٌ ﷺ ''اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور محمد نے چاہا تو میرا کام ہو جائے گا۔'' آپ ناراض ہوئے اور فرمایا جَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے قُلْ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ کہو اللہ تعالیٰ اکیلا جو چاہتا ہے وہ

ہوتا ہے۔تو مشیت بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے اس میں بھی کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔
یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں اور اسکو یاد رکھنا! وہ یہ کہ کئی بیچارے دین سے ناواقف لوگ ایسے جملے بول جاتے ہیں جو شرک کے زمرے میں آتے ہیں لیکن ان کو علم نہیں ہوتا مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم سے بیمار صحت یاب ہو جائے گا، اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے مقدمے میں بری ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کیساتھ امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کیساتھ رشتہ مل جائے گا یہ شرک ہے کیونکہ تکوینی حکم میں بھی رب کا کوئی شریک نہیں ہے ہاں شرعی احکامات کے متعلق کہیں تو وہ صحیح ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے نماز پڑھو، اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے روزہ رکھو، اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے سچ بولو، اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے غیبت نہ کرو کیونکہ یہ احکام رب تعالیٰ نے نازل کیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے بیان کیے ہیں۔ اور بیمار کو شفا حاصل ہونا، مقدمے میں بری ہونا، امتحان میں کامیاب ہونا، تجارت میں کامیاب ہونا یہ تکوینی امور ہوں ان میں قطعاً رب کا کوئی شریک نہیں ہے عام لوگ جہالت کی وجہ سے ایسے جملے بول جاتے ہیں باقی خدا کے ساتھ کسی کو عداوت نہیں ہوتی۔ ہمارے ایک بزرگ تھے حافظ اللہ داد صاحب میرے وہ پیر بھائی بھی تھے وہ میرے پاس کئی کئی دن ٹھہرتے تھے پنجابی میں بڑی بہترین تقریر کرتے تھے انہوں نے بتایا کہ ہمارے قصبے میں ایک بڑا امیر چودھری تھا اس کی زمینیں تھیں وہ فوت ہو گیا اس کے صرف دو لڑکے تھے لڑکی کوئی نہیں تھی لڑکوں کا جائیداد کی تقسیم میں جھگڑا ہو گیا زمین کا کوئی ٹکڑا اچھا ہوگا، کوئی ہلکا ہوگا ایک نے کہا یہ میں نے لینا ہے دوسرے نے کہا یہ میں نے لینا ہے۔ جھگڑا طول پکڑ گیا۔ والدہ نے سمجھایا کہ بیٹو! تمہارا باپ نامی گرامی آدمی تھا زمین کافی ہے آپس میں نہ لڑو اگر کسی کو تھوڑا

بہت نقصان بھی ہوتو برداشت کرلو جگ ہنسائی نہ کراؤ۔ مگر بیٹے نہ مانے وہ ناراض ہوکر اپنے بھائیوں کے ہاں چلی گئی کافی عرصہ وہ اپنے بھائیوں کے پاس رہی لوگوں نے بیٹوں کو طعنہ دیا کہ تم اچھے بھلے کھاتے پیتے ہو اور تمہاری والدہ اپنے بھائیوں کے گھر بیٹھی ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے خیر لوگوں کے لعن طعن سنکر والدہ کو منانے کیلئے گئے کہنے لگے ہمارے ساتھ چل تو ہماری بے بے جو ہے وہ کہنے لگی میں تمہاری کوئی بے بے نہیں ہوں میں تو اللہ رسول کی بے بے ہوں جاؤ دوڑ جاؤ۔ اب دیکھو یہ کلمہ کفر ہے مگر اس بیچاری نے پیار کیساتھ کہا ہے لیکن زہر ایسی چیز ہے کہ جان بوجھ کر کھائے پھر مرے گا چینی سمجھ کر کھائے پھر مریگا۔ اب وہ پیار میں رب کی بے بے بن گئی رب کی بے بے کہاں سے آئی؟ وہ تو لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔

مسئلہ حاضر و ناظر :

اسی طرح لوگ محبت میں کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور نیک بندے ہر جگہ حاضر ناظر ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں محبت اور عقیدت ہے حالانکہ یہ غلط ہے اور آنحضرت ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننے میں ان کی توہین ہے۔ دیکھو میری عمر اس وقت قمری لحاظ سے تقریباً نوے سال ہے الحمدللہ میں نے آج تک سینما نہیں دیکھا۔ ۱۹۴۱ء کی بات ہے میں ملتان پڑھتا تھا وہاں ایک مندوا نامی سینما تھا اس میں اتوار کو مفت فلم دکھاتے تھے میرے متعلق ساتھیوں کو علم تھا کہ یہ سینما سے نفرت کرتا ہے مجھے وہ پکڑ کر لے گئے میں الحمدللہ ثِقَۃٌ ثَبَتٌ تھا قریب گئے تو میں وہاں سے دوڑ گیا تو میرے جیسا گنہگار بندہ تو ایسی جگہ حاضر ہونے کو گناہ سمجھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور نیک بندوں کو ایسی جگہ میں حاضر ناظر سمجھنے میں کون سی فضیلت ہے؟ البتہ انکار میں فضیلت ہے کہ کہا جائے کہ وہ ہر جگہ

حاضر ناظر نہیں ہیں۔ باقی رہا یہ ڈھکوسلہ کہ رب وہاں کیوں ہے؟ بھائی رب اسلیئے ہے کہ اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا اور آنحضرت ﷺ قانون کے پابند ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلیئے شہد حرام کیا تھا تو اس پر پوری سورۃ تحریم نازل ہوئی یَاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ''اے نبی کریم آپ نے وہ چیز کیوں حرام کی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلیئے حلال کیا ہے۔'' لوگ اسی طرح کی باتیں پیار کی وجہ سے کرتے ہیں لیکن یاد رکھو! شرک چاہے پیار کی وجہ سے ہو معاف نہیں ہے۔ اسی طرح عام لوگ مرد بھی اور عورتیں بھی پیار کی وجہ سے اللہ جی کہہ دیتے ہیں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ جی دعائیہ کلمہ ہے۔ یہ اس کیلیئے بولا جاتا ہے جس پر موت آئے۔ ابا جی، اماں جی، استاد جی، قاری جی، حافظ جی، مولوی جی کیونکہ ان سب نے مرنا ہے اور رب تعالیٰ کی ذات پر موت نہیں آتی وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا لہذا اسکو اللہ جی کہنا ناجائز ہے۔ تو فرمایا کہ یہ رب کے شریک بنائے ہوئے ہیں۔ قُلْ آپ کہہ دیں سَمُّوْھُمْ تم ان کے نام تو لو کہ کون رب تعالیٰ کا شریک ہے اَمْ تُنَبِّئُوْنَہٗ کیا تم خبر دیتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِمَا اس چیز کی لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ جو نہیں جانتا وہ زمین میں۔ اگر رب تعالیٰ کا کوئی شریک ہوتا تو اسکو تو اپنے شریک کا علم ہوتا رب تعالیٰ کو تو اپنے شریک کا علم نہیں ہے اَمْ بِظَاھِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری طور پر بات کرتے ہو محبت کی وجہ سے ان ظاہری باتوں سے آدمی کفر شرک سے نہیں بچ سکتا اس لیئے ضروریات دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔

بہشتی زیور کی ضرورت واہمیت :

بیٹیو! ہر گھر میں بہشتی زیور ہونا چاہیے بہشتی زیور کے ابتداء میں عقیدے بتلائے گئے ہیں کہ یہ عقیدے ہونے چاہئیں اور یہ نہیں ہونے چاہئیں پھر آگے نماز روزے کے

مسائل بیان کیئے گئے ہیں تمہارے گھروں میں ٹی وی موجود ہے اور بہت کچھ ہوگا لیکن بہشتی زیور بہت کم گھروں میں ہوگا۔ پہلے زمانے میں گھر کا سربراہ عشاء کی نماز کے بعد تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے عقیدے بیان کرتا تھا کہ رب کے متعلق یہ عقیدہ ہے فرشتوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے تاکہ بچوں کا ذہن بنے۔ آج کل بچوں کا ذہن ٹی وی کی طرف ہے، کھیلوں کی طرف ہے دین کی طرف نہیں ہے۔ ماں باپ کا فریضہ ہے کہ وہ انہیں دین سکھائیں ورنہ قیامت والے دن گریبان سے پکڑے جائیں گے بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ مزین کیا گیا ان لوگوں کیلیئے جو کافر ہیں مَكْرُهُمْ ان کا مکر۔ یہ اپنے مکر اور چالاکی کو بڑا کمال سمجھتے ہیں کہ میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا یہ مکر و فریب اور ہوشیاری کام نہیں آئیگی۔

وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ اور روکے گئے وہ راستے سے، شیطان نے روکا نفس امارہ نے روکا برے لوگوں نے روکا بہرحال سیدھے راستے سے روکے گئے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے پس نہیں ہے کوئی اسکو ہدایت دینے والا۔ اور یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ اسی کو گمراہ کرتا ہے جو کفر پر ڈٹا رہے اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے جبراً نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ان لوگوں کیلیئے عذاب ہوگا دنیا کی زندگی میں کبھی کسی رنگ میں، کبھی کسی رنگ میں، کبھی کسی شکل میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت مشقت والا ہے یہ دنیا کی آگ برداشت نہیں کر سکتے اور آخرت کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے اگر مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن مار دیا تو پھر سزا کون بھگتے گا وَمَا لَهُمْ مِّنْ وَّاقٍ اور نہیں ہوگا ان کیلیئے اللہ کی طرف

سے کوئی بچانے والا۔ وَقٰی یَقِیْ کا معنیٰ ہے بچنا متقی اسی سے ہے بچنے والا۔ کوئی بھی انکو رب تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا نہیں ہوگا۔

❁ ❁ ❁

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَىٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ صفت اس جنت کی وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کیساتھ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی اس کے نیچے نہریں اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا پھل اس کے ہمیشہ ہونگے اور سایہ بھی تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ یہ انجام ہے ان لوگوں کا اتَّقَوْا جو ڈرتے ہیں وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگی وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب یَفْرَحُوْنَ وہ خوش ہوتے ہیں بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ اس چیز پر جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف وَ مِنَ الْاَحْزَابِ اور بعض فرقوں میں سے مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ وہ ہیں جو اسکی بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ پختہ بات ہے مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ کہ میں عبادت کروں اللہ تعالیٰ کی وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤں اِلَیْهِ اَدْعُوْا اسی

کی طرف میں دعوت دیتا ہوں وَاِلَیْهِ مَاٰبِ اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ہم نے نازل کیا ہے اسکو ایک فیصلہ عربی زبان میں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ اور البتہ اگر آپ نے پیروی کی ان کی خواہشات کی بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم مَالَكَ مِنَ اللهِ نہیں ہوگا آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ کوئی حمایت کرنے والا اور نہ کوئی بچانے والا۔

عقیدۂ قیامت :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ قیامت کا ہے کہ مرنے کے بعد سب نے زندہ ہونا ہے اور میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں سب پیش ہونگے اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ پھر یہ بھی عقیدہ ہے کہ پل صراط پر سے بھی گذرنا ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے لیکن مومنوں کیلئے جرنیلی سڑک ہے یہ اپنے اپنے اعمال کی بنیاد پر اس پر چلیں گے کوئی تو تیز اڑنے والے پرندے کی رفتار سے گذرے گا، کوئی ایسے جیسے گھوڑے پر سوار ہے، کوئی اونٹ پر سوار کی رفتار سے، کوئی پیدل اور جس کے نیک اعمال زیادہ کمزور ہونگے وہ آہستہ آہستہ چلے گا غرضیکہ اعمال کی نسبت سے رفتار ہوگی جس کے اعمال میں جتنی طاقت ہوگی اس رفتار سے چلے گا جیسے طاقتور تیز چلتا ہے، بوڑھا بیمار کمزور آہستہ چلتا ہے۔ آج ہمیں اس چیز کا احساس نہیں ہے اعمال کا پورا پورا احساس مرنے کے بعد ہوگا عقائد میں جنت کا ماننا بھی ہے۔ جنت کا آج ہم صحیح معنٰی میں تصور نہیں کر سکتے ادنیٰ ترین جنتی کو ایسی ایسی کوٹھیاں ملیں گی جو ساٹھ ساٹھ میل میں پھیلی ہونگی ان

میں بے شمار کمرے ہونگے جن میں قالین بچھی ہوں گی تکیے لگے ہونگے ، دودھ کی نہریں ہونگی ، خالص شراب اور شہد کی نہریں ہونگی ، صاف ستھرے پانی کی نہریں ہونگی ۔ جنت میں جو پھل ہونگے ان کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ، اس کا ذکر ہے مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ صفت اور حلیہ اس جنت کا جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیز گاروں کیساتھ ۔

تقویٰ کا معنٰی و مفہوم :

تقویٰ کا معنٰی ہے بچنا ۔ وہ لوگ جو شرک سے بچتے ہیں ، کفر سے بچتے ہیں ، بدعت سے بچتے ہیں ، جھوٹ اور بدکاری سے بچتے ہیں ، جوئے اور شراب نوشی سے بچتے ہیں وہ متقی ہیں ۔ فن قرات میں حضرت اُبَیّ ابن کعب ؓ سید القراء ہیں تمام قاریوں کے امام ہیں تجوید کا سلسلہ ان پر جا کے ختم ہوتا ہے ۔ حضرت عمر ؓ نے لوگوں کو سمجھانے کیلئے ان سے سوال کیا کہ اے اُبی ابن کعب یہ بتاؤ کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں ؟ (عربی لوگ اس وقت بھی کھلے کھلے کرتے پہنتے تھے اور اب بھی) فرمانے لگے حضرت ! میں تقویٰ کا مفہوم اس طرح سمجھا سکتا ہوں کہ میں جس وقت جھاڑیوں اور درختوں میں سے گذرتا ہوں تو اپنے اس لمبے اور کھلے کرتے کو سمیٹ لیتا ہوں تا کہ کوئی کانٹا کوئی ٹہنی میرے کرتے کیساتھ نہ اٹکے ، اسی طرح انسان اپنے آپ کو گناہوں کے کانٹے سے بچاتا جائے یہ گناہ نرے کانٹے ہیں ۔ تو تقویٰ کا معنٰی ہے بچنا پرہیز کرنا رب کی مخالفت سے بچنا ۔ تو متقیوں کیساتھ جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی اس کے نیچے نہریں یعنی جنت کے مکانوں اور کوٹھیوں کے نیچے نہریں جاری ہونگی ۔

جنت کے پھل دائمی ہونگے :

اُكُلُهَا دَآئِمٌ پھل اس کے ہمیشہ ہونگے ۔ دنیا کے پھل موسمی ہوتے ہیں موسم ختم

ہوا پھل بھی ختم ہو گیا لیکن جنت کے پھل دائمی اور ہمیشہ ہونگے جب کوئی دانہ توڑے گا ساتھ ہی اور لگ جائے گا ختم ہونے میں نہیں آئیگا اور توڑنے کیلئے اٹھنا بھی نہیں پڑیگا جب کسی پھل کے کھانے کا ارادہ کریگا اسکی ٹہنی خود بخود اس کے آگے جھک جائیگی چاہے وہ درخت کتنا بلند ہی کیوں نہ ہو اس کے اوپر چڑھنے کیلئے سیڑھی کی ضرورت نہیں پڑیگی۔ تو جنت کے پھل دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ ہونگے اس دنیا کے پھلوں کی طرح نہیں کہ موسم ہے تو پھل ہے اور موسم نہیں ہے تو پھل بھی نہیں ہے دنیا میں بھی بعض پھل دو دفعہ لگتے ہیں جیسے امرود ہے باقی پھل عموماً سال میں ایک دفعہ ہی آتے ہیں خصوصاً کھجور لیکن آنحضرت ﷺ کے خادم خاص حضرت انس ؓ کی کھجوروں کو پھل سال میں دو دفعہ لگتا تھا انہوں نے آپکی دس سال خدمت کی ہے۔ حضرت انس کی والدہ ماجدہ امّ سلیم بنت ملحان صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رشتے میں آنحضرت ﷺ کی رضاعی خالہ بھی ہیں کیونکہ آپکی والدہ ماجدہ اور انہوں نے مل کر دودھ پیا تھا۔ آنحضرت ﷺ سے کہنے لگیں حضرت! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کیلئے دعا کریں آنحضرت ﷺ نے ان کیلئے دعا کی کہ دین کیساتھ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کردے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ان کی بڑی بیٹی حضرت اُمیمہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابا جان جب بوڑھے ہو گئے تو آخری دو سال بڑھاپے کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے لہذا فدیہ دیتے تھے۔ ایک دن کہنے لگے بیٹی مجھے گن کر بتاؤ میری اولاد کتنی ہے؟ بیٹی نے کہا ابا جان ۹۲ھ تک آپ کے جو بیٹے بیٹیاں فوت ہوئے ہیں ان کی تعداد ایک سو بیس ہے اور ایک سو اس وقت آپ کے پاس ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی دعا کا اثر تھا اور ان کی کھجوروں کا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اتنا وافر ہوتا تھا کہ کئی باغ اسکا

مقابلہ نہیں کر سکتے تھے حضرت انس ؓ نے ایک سو تین سال عمر پائی ہے۔تو جنت کے پھل دائمی ہیں وَّظِلُّهَا اور سایہ بھی۔عرب کا علاقہ بڑا گرم ہے اور میٹھے پانی کی بھی قلت ہے وہ لوگ درختوں اور پانی کو غنیمت سمجھتے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا جب بھی نقشہ پیش کیا ہے تو فرمایا ہے کہ وہاں پانی کی نہریں ہوں گی اور سائے دار درخت ہونگے یہ موٹی موٹی چیزیں ہیں۔اور کیا پوچھتے ہو لَهُمْ مَايَشَآءُ وْنَ فِيهَا ان کیلئے وہ کچھ ہوگا جو یہ وہاں چاہیں گے۔آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان بن مظعون ؓ جہاد کے ایک سفر میں آپ کیساتھ تھے ایک جگہ دیکھا کہ بڑے درخت ہیں اور پانی کا چشمہ ہے دل میں خیال آیا کہ یہیں ڈیرہ لگالوں اور اللہ اللہ کرتا رہوں پھر خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر مجھے ایسی کاروائی نہیں کرنی چاہئے کہنے لگے حضرت! یہاں پانی بھی ہے اور درخت بھی ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ بیوی بچے چھوڑ کر یہاں رہ جاؤں اور اللہ اللہ کرتا رہوں۔

اسلام تبتل کا قائل نہیں :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسلام تَبَتُّـــلُ کا قائل نہیں ہے۔تبتل کا معنیٰ ہے کہ آدمی اپنے اہل وعیال عزیز رشتہ داروں سے تعلق منقطع کر کے جنگل میں جا بیٹھے، اسلام اس کا سخت مخالف ہے۔اسلام اجتماعی زندگی کو پسند کرتا ہے اگر چہ اجتماعی زندگی میں تکالیف آتی ہیں مگر یہ تکلیفیں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں گناہ معاف ہوتے ہیں یہانتک کہ کانٹا چبھ جائے چیونٹی کاٹ لے اس پر بھی معاف ہوتے ہیں، سر درد، پیٹ درد، کمر درد، بخار ہو جائے ان تمام چیزوں پر گناہوں کی معافی ہے۔حضرت فرید گنج شکرؒ اکابر اولیاء اللہ میں سے گذرے ہیں ان کو کوئی تکلیف تھی جس پر وہ بڑے خوش تھے تکلیف جب جاتی رہی تو رونا شروع کر دیا شاگردوں نے، مریدوں نے اور ساتھیوں نے عرض کیا حضرت جب

آپ کو تکلیف تھی تو آپ خوش خوش نظر آتے تھے اور اب جب تکلیف دفع ہو گئی ہے تو روتے ہو؟ فرمایا اسلئے روتا ہوں کہ اب گناہوں کے معاف ہونے کا سبب ختم ہو گیا ہے کیونکہ مومن کو کوئی بھی تکلیف آئے تو وہ اس کی نجات کا ذریعہ ہوتی ہے اور گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا حافظہ عطا کیا تھا اس دور میں انہوں نے جتنا مطالعہ کیا شاید کسی نے کیا ہوان کی بڑی علمی خدمات ہیں۔ عمر ساری ساٹھ سال تھی۔ وہ فرماتے ہیں اَلْحَرُّ وَالْقَرُّ یُکَفِّرَانِ الذُّنُوْبَ ''گرمی اور سردی مومن کے گناہوں کا کفارہ ہیں'' یعنی گرمی اور سردی کی جو تکلیف ہے یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔ تو گھروں میں رہتے ہوئے جو تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں اور الٹی سیدھی باتیں سننی پڑتی ہیں یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے ایسی یکسوئی کی شریعت قائل نہیں ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر تم اپنی سہولت تلاش کرو۔ میری بیٹیو! مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا کہ نفلی نماز روزے کا بڑا ثواب ہے لیکن گھر کے جو کام ہیں جھاڑو پھیرنا، بچوں کو سنبھالنا، انکو نہلانا دھلانا، روٹی تیار کر کے دینا، گھر والوں کی خدمت کرنا اس کا ثواب نفلی عبادت سے زیادہ ہے۔ تو فرمایا کہ جنت کا پھل بھی ہمیشہ رہیگا اور سایہ بھی تِلْکَ عُقْبَی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا یہ انجام ہے ان لوگوں کا جو ڈرتے ہیں رب تعالیٰ سے۔ اب دوسری مد کا انجام بھی سن لو۔ فرمایا وَّعُقْبَی الْکٰفِرِیْنَ النَّارُ اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو دوزخ سے بچائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرشتوں کو حکم دیں گے وہ آدمی لاؤ جس نے دنیا میں سب سے زیادہ راحت اور آرام کی زندگی گذاری ہے۔ اس کو لایا جائے گا وہ کافر ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اسکو دوزخ کی ایک ڈبکی دیکر لاؤ۔ فرشتے اسکو دوزخ کا ایک غوطہ

دیکر لائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اسکوفرمائیں گے کہ بتا تو نے دنیا میں کتنا سکھ آرام دیکھا ہے؟ وہ کہے گا اے میرے رب مجھے تیری قسم ہے میں نے کوئی سکھ نہیں دیکھا۔ یہ اس آدمی کا حال ہے جو ساری دنیا میں سکھی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ آدمی لاؤ جس نے دنیا میں کوئی خوشی نہیں دیکھی، وہ لایا جائیگا اور وہ مومن ہوگا جس نے بالغ ہونے سے لیکر مرتے دم تک کوئی خوشی نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ اسکوفرمائیں گے کہ جا نہر حیات میں ایک غوطہ لگا کر آ ،نہر حیات جنت کے گیٹ کے اندر ہے، وہ ایک غوطہ لگائے گا اس کا اتنا مزا اور سرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسکوفرمائیں گے کہ بتا میرے بندے تو نے دنیا میں کتنی تکلیف دیکھی ہے؟ وہ کہے گا اے پروردگار! مجھے تیری قسم ہے میں نے کوئی تکلیف نہیں دیکھی۔ آج ہم جنت کی راحت اور دوزخ کی تکلیف کو نہیں سمجھ سکتے۔

اہل کتاب کا اسلام قبول کرنا :

فرمایا وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ اور وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب، تورات، زبور، انجیل یہود و نصاریٰ کو دی تو ان میں جو نیک دِل تھے جیسے عبد اللہ ابن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اُسید، حضرت بن یامین ﷺ یہ پہلے یہودی تھے اور حضرت سلمان فارسی ،حضرت تمیم داری، حضرت عدی ابن حاتم ﷺ یہ پہلے عیسائی تھے انہوں نے قرآن سنا فوراً ایمان لائے یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وہ خوش ہوتے ہیں اس چیز پر جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف، قرآن پاک کو سن کر خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ ان کی کتابوں کے مطابق ہے جو غیر محرف تھیں بدلی نہیں گئی تھیں وَمِنَ الْاَحْزَابِ. اَحْزَاب حِزْبٌ کی جمع ہے ،حزب کا معنیٰ گروہ ہے۔ معنیٰ ہوگا اور گروہوں میں سے جو باقی عرب ہیں مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَهٗ وہ ہیں جو اسکی بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کیا تھیں؟ پہلی بات توحید تھی۔

سورت صٰفٰت آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ''بیشک وہ لوگ کہ جب ان کیسامنے کہا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں ہے، کوئی فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے، کوئی حاکم نہیں اور مُقنن نہیں ہے تو تکبر کرتے تھے اچھلتے کودتے تھے کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [سورۃ ص] کیا اس پیغمبر نے اتنے الٰہوں کا ایک ہی الٰہ بنا دیا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔'' یہ ہمارے الٰہ کہاں گئے پھر قیامت کا بھی انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [المومنون:۳۶] ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے اَءِ ذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ یہ لوٹنا دور کی بات ہے۔ تو فرمایا کہ گروہوں میں سے بعض وہ ہیں کہ جو قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اُمِرْتُ پختہ بات ہے مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ کہ میں عبادت کروں اللہ تعالیٰ کی وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤں کسی چیز کو نہ اس کی ذات میں نہ اسکی صفات میں وہ وحدہ لاشریک لہ ہے اِلَیْہِ اَدْعُوْا اسی کی طرف میں دعوت دیتا ہوں کہ عبادت رب تعالیٰ کی کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ وَاِلَیْہِ مَاٰبِ اصل میں مَاٰبِیْ تھا 'ی' متکلم کی تخفیفاً حذف کی گئی ہے معنیٰ ہوگا اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے مَاٰبُ مصدر میمی ہے۔

حفاظتِ قرآن :

فرمایا وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ اور اسی طرح ہم نے نازل کیا اس قرآن کو جسطرح پہلے پیغمبروں پر کتابیں نازل کیں ہیں حُکْمًا عَرَبِیًّا ایک فیصلہ عربی زبان میں۔ الحمدللہ آج

آسمانی کتابوں میں سے صرف قرآن کریم اصلی شکل میں موجود ہے دنیا کے کسی خطے میں تم چلے جاؤ تمہیں یہی قرآن ملے گا قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اصلی شکل میں موجود نہیں ہے اور یہ بات صرف ہم ہی نہیں کہتے بلکہ خود پادری بھی اقرار کرتے ہیں کہ واقعی انجیل بھی اصل شکل میں نہیں ہے اور تورات بھی زبور بھی اصلی شکل میں نہیں ہیں جبکہ قرآن کریم کے الفاظ بھی محفوظ ہیں معنٰی بھی محفوظ ہیں اور قرات وتجوید اور لب ولہجہ بھی محفوظ ہے کیونکہ اس کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے اور دینی مدارس اور مساجد اس کی حفاظت کا ذریعہ ہیں لہذا ان کو بھی کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی اپنے دوست کو کہتا ہے کہ میں کسی کام کیلئے جارہا ہوں دودھ کا خیال رکھنا کتا بلی نہ پی جائے اور وہ دودھ پیالے میں ہے تو جسطرح وہ دودھ کی حفاظت کریگا پیالے کی بھی کریگا اصل مقصد تو دودھ کی حفاظت ہے مگر اس کی وجہ سے پیالے کی بھی حفاظت ہوگی کیونکہ پیالے کے بغیر دودھ رہ نہیں سکتا۔ اسی طرح قرآن کریم مساجد اور مدارس کے بغیر کہیں سے حاصل نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ جس حکومت نے بھی مدارس کی طرف آنکھ اٹھائی ہے رب تعالیٰ نے اسکو ذلیل ہی کیا ہے۔ پچھلے دنوں نواز حکومت نے یہ ادارہ کیا تھا اپنے ابوجی امریکہ کے کہنے پر کہ دینی مدارس پر پابندی لگائیں تو ہمارے پاس بھی کوائف لینے کیلئے آئے تھے کہ تمہارے پاس طالب علم کتنے ہیں مدارس کتنے ہیں، آپکا ذریعہ آمدن کیا ہے، کہاں سے مدد ملتی ہے یہ سارے کوائف لے کر چلے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے خود ان کا بیڑا غرق کردیا۔ تو اللہ تعالیٰ دین کا محافظ ہے اور اس کے برتن کا بھی محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ اور البتہ اگر آپ نے پیروی کی ان لوگوں کی خواہشات کی بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ

وَّلِيٍّ نہیں ہوگا آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حمایتی، کوئی حمایت نہیں کر سکے گا وَّلَا وَاقٍ اور نہ کوئی بچانے والا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بچا نہیں سکے گا۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے دوسروں کو سمجھایا جا رہا ہے۔

؎ گفتہ آید در حدیث دیگراں

بعض دفعہ خطاب کسی کو ہوتا ہے اور سمجھانا کسی کو ہوتا ہے۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں تمہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو بلکہ جو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۗ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۗ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۗ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۗ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۱۴

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول مِنْ قَبْلِکَ آپ سے پہلے وَجَعَلْنَا لَهُمْ بنائی ہم نے ان کیلئے اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً بیویاں اور اولاد وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اور نہیں ہے کسی رسول کیلئے اختیار اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ یہ کہ لائے وہ کوئی نشانی اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ہر وعدے کیلئے ایک لکھا ہوا ہے يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے وَيُثْبِتُ اور ثابت رکھتا ہے جسکو چاہے وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ اور اسی کے پاس ہے

اصل کتاب وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّکَ اور اگر ہم دکھائیں آپ کو بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ بعض وہ چیزیں جن کی ہم انکو دھمکی دیتے ہیں اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَاِنَّمَا عَلَيْکَ الْبَلٰغُ پس پختہ بات ہے آپ کے ذمہ بات پہنچانا ہے وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور ہمارے ذمہ ہے حساب لینا اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ بیشک ہم آتے ہیں زمین پر نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم گھٹاتے ہیں اسکو اس کے اطراف سے وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی نہیں ہٹانے والا اسکے حکم کو وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور وہ جلدی حساب لینے والا ہے وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ اور تحقیق تدبیر کی ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا پس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تدبیر ساری يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ اور عنقریب جان لیں گے کافر لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ کس کیلئے ہے آخرت کا گھر وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَسْتَ مُرْسَلًا نہیں ہے تو بھیجا ہوا قُلْ آپ کہہ دیں كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

حضور ﷺ پر اعتراضات :

کفار نے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر طرح طرح کے اعتراضات کئے تھے۔

ان اعتراضوں میں سے ایک یہ بھی تھا، یہ کیسا نبی ہے جس نے اتنی بیویاں کر رکھی ہیں اتنی تو بادشاہوں کی بھی نہیں ہوتیں۔ اولاً تو نبی کی بیوی ہونی ہی نہیں چاہیئے اسکو سارا وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ کرنا چاہیئے اگر بہت ضروری ہو بھی تو ایک آدھ بیوی کافی ہے اور سطحی قسم کے لوگ یقیناً ایسے اعتراضات کا شکار ہو جاتے ہیں کہ بظاہر بات تو صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی اتنی بیویاں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی منکوحہ بیویاں گیارہ تھیں اور دو لونڈیاں تھیں ان میں سے دو آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پا گئی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یہ آپ ﷺ کی پہلی بیوی ہیں اور ان کی زندگی میں آپ ﷺ نے کسی اور کیساتھ نکاح نہیں کیا یہ مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں اور جنت المعلیٰ کے قبرستان میں انکی قبر ہے۔ اور دوسری حضرت زینب اُمّ المساکین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یہ چند ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر فوت ہو گئیں، انکی قبر مدینہ طیبہ میں جنت البقیع کے قبرستان میں ہے۔ باقی نو بیویاں اور دو لونڈیاں آپ ﷺ کی وفات تک زندہ تھیں۔ کافروں نے اعتراض کیا کہ اگر یہ نبی ہے تو اتنی بیویاں کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے انہوں نے اس اعتراض کے کئی جواب دیئے ہیں دو آسان ہیں وہ میں عرض کرتا ہوں۔

کثرت ازواج کی ایک وجہ یہ ہے کہ آدھی امت عورتیں ہیں اور عورتوں کو تبلیغ عورتیں اچھے انداز میں کر سکتی ہیں۔ کچھ مسائل ایسے ہیں کہ عورتیں عورتوں سے ہی سیکھ سمجھ سکتی ہیں وہ مسائل نہ وہ مردوں سے پوچھ سکتی ہیں اور نہ مرد بیان کر سکتے ہیں تو آپ نے اتنی عورتوں کیساتھ شادی محض نفسانی خواہش کی تکمیل کیلئے نہیں کی بلکہ مقصود عورتوں میں تبلیغ کرنا تھا کہ عورتوں میں دین پھیلے اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات عورتوں میں خوب تبلیغ کریں۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ جس جس خاندان کی عورت سے شادی ہوگی اس خاندان کی آپ کیساتھ

اور اسلام کیساتھ دشمنی مدھم ہو جائے گی یا ختم ہو جائے گی کیونکہ عرب کا رواج تھا کہ ان کی بچی کی شادی جس خاندان میں ہو جاتی تھی اس سے عداوت ختم کر دیتے تھے اب وہ سارے خاندان کا داماد کہلاتا تھا۔ آپ ﷺ نے مختلف خاندانوں میں شادیاں اسلیئے کیں تاکہ ان کی آپ ﷺ کیساتھ اور اسلام کیساتھ دشمنی ختم ہو جائے اور اسکا حقیقتاً اثر ہوا چنانچہ آپ ﷺ نے جس جس خاندان میں نکاح کیا اس خاندان کی آپ ﷺ کیساتھ اور اسلام کیساتھ دشمنی بہت ماند پڑ گئی یا ختم ہو گئی۔ تو اصل مقصد اسلام کی سربلندی تھی اور اسلام کا عورتوں میں پھیلانا تھا محض تکمیل نفس مقصود نہیں تھی۔ تو یہ کہنا کہ انکی بیویاں زیادہ کیوں ہیں یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے کئی رسول مِنْ قَبْلِکَ آپ سے پہلے وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّ ذُرِّيَّةً بنائی ہم نے ان کیلئے بیویاں اور اولاد بھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں تورات بتلاتی ہے کہ ان کی تین سو بیویاں تھیں اور سات سو لونڈیاں تھیں واللہ اعلم کس حد تک یہ بات صحیح ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو بیویوں کا ذکر تو بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس لڑکے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے تو بیوی اور اولاد کا ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے لہذا یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کرتے تھے اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو صفا مروہ کو سونا بنا دیں کعبۃ اللہ کے اردگرد کے پہاڑ یہاں سے ہٹا کر یہاں نہریں چلا دیں، یہاں باغات ہونے چاہئیں اور آپ کی کوٹھی سونے کی ہونی چاہیئے اس قسم کے مطالبات انہوں نے کیئے جن کا ذکر پندرھویں پارے میں موجود ہے اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اور نہیں ہے کسی رسول کیلئے اختیار اَنْ يَّاْتِىَ بِاٰيَةٍ یہ کہ لائے وہ کوئی نشانی معجزہ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم

کیساتھ۔ یہ جو معجزات اور نشانیاں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں نبی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل اور اختیار نہیں ہے۔

قانونِ ناسخ ومنسوخ :

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ہر وعدے کیلئے ایک نوشتہ ہے ہر ایک کی موت وحیات اولاد کا ملنا اور چھن جانا، غنی ہونا، فقیر ہونا، ہر چیز کیلئے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک میعاد اور نوشت ہے جو کچھ ہونا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہوا ہے یَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے وَيُثْبِتُ اور ثابت رکھتا ہے جسکو چاہے۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ سے کیا مراد ہے؟ اس سے متعلق مفسرین کرامؒ کافی تفصیل کرتے ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ سے مراد وہ حکم ہیں جو پہلے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ختم کر دیا منسوخ کر دیا وَيُثْبِتُ اور بہت سارے احکام باقی ہیں مثلاً پہلے شراب حلال تھی لوگ پیتے تھے ہجرت کے سال رب تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا، پہلے کافرہ عورت کیساتھ نکاح جائز تھا اور مومن اپنی بیٹی کا نکاح کافر کیساتھ کرا سکتا تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ تو بہت سارے احکام رب تعالیٰ نے مٹا دیئے اور بہت سارے حکم ہیں جو ثابت ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ تقدیر کے متعلق ہے۔ تقدیر دو قسم پر ہے مُبْرَمْ اور مُعَلَّقْ۔ مُبْرَمْ وہ ہے جو اٹل ہوتی ہے ٹلتی نہیں ہے جیسے موت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیماری کا علاج ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں فرمائی جس کا علاج نہ ہو یہ الگ بات ہے کہ حکیم ڈاکٹر کی سمجھ میں نہ آئے یا اس کیلئے صحیح دوائی تجویز نہ کر سکیں لیکن علاج ہر بیماری کا ہے۔ دو بیماریاں ایسی ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے ایک بڑھاپا اور دوسری موت، اسلئے فرمایا اللہ کے بندو! عَلَيْكُمْ بِالتَّدَاوِیْ علاج کیا کرو۔ مسئلہ سمجھ لیں اگر کوئی آدمی اس ارادے سے

علاج کرے کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے شفا ہو نہ ہو جو رقم علاج پر خرچ کریگا اسکا اسکو ثواب ملے گا چاہے اپنی ذات پر خرچ کرے یا اولاد پر، بیوی پر عزیزوں پر، لہذا ہر مسلمان کو اس نیت سے علاج کرانا چاہیئے کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے علاج کیا کرو۔ تو تقدیر مبرم نہیں ٹلتی اور دوسری ہے تقدیر معلق۔ اور مُعَلَّقْ وہ ہے جو دعا کے ذریعے ٹل جاتی ہے دوا کے ذریعے ٹل جاتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کیلئے کوئی بیماری لکھی ہے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ دعا کریگا تو بیماری چلی جائیگی، دوا کریگا تو بیماری چلی جائیگی یہ کام کریگا تو اسکا کام بن جائے گا۔ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ اور اسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اصل کتاب یعنی لوح محفوظ جس میں یہ تمام چیزیں درج ہیں۔ لیکن لوح محفوظ میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے کیونکہ لوح محفوظ میں دنیا کی پیدائش سے لیکر دنیا کے اختتام تک کے حالات لکھے ہیں اور دنیا کی پیدائش سے پہلے کا جو ازلی علم ہے اور دنیا کے اختتام کے بعد کا جو ابدی علم ہے وہ رب تعالیٰ کا بے شمار علم ہے وہ رب تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں لوح محفوظ تو محدود سی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ اگر یہ لوگ آپ ﷺ کیساتھ مذاق کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم انکو دنیا میں بھی سزا دے سکتے ہیں۔ فرمایا وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اور اگر ہم دکھا دیں آپ کو بعض وہ چیزیں جن کی سزا کی ہم انکو دھمکی دیتے ہیں اگر آپ کی زندگی میں ایسا کرنا چاہئیں تو ہمیں اسکی قدرت ہے اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ پس پختہ بات ہے آپ کے ذمہ بات پہنچانا ہے وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور ہمارے ذمہ ہے حساب لینا۔

یعنی آپ ﷺ اپنا کام کرتے جائیں آپ ﷺ کے دشمن سزا سے نہیں بچ سکتے سزا ان کو ضرور ہوگی چاہے آپ ﷺ کی زندگی میں ہم انکو دے دیں یا بعد میں دیں ہم ہر طرح سے قادر ہیں۔ اگلی آیات کا تعلق بھی اسی وعدے کیساتھ ہے کہ ہم انکو دنیا میں ہی تہس نہس کر سکتے ہیں کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم کس طرح مسلمانوں کا رقبہ بڑھاتے جا رہے ہیں اور کافروں کا گھٹاتے جا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جب مکہ مکرمہ کی سرزمین پر لوگوں کو توحید و رسالت کا سبق دیا، قیامت کا سبق دیا، قرآن کریم کی حقانیت سمجھائی تو لوگ دن بدن آپ ﷺ کی جماعت میں شامل ہوتے گئے لیکن مکہ مکرمہ میں زمین کا کوئی ٹکڑا آپ ﷺ کے زیر اثر نہیں تھا وہاں سے ہجرت کر کے آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ کا اقتدار عطا فرمایا پھر خیبر فتح ہوا اس کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوا اور آپ ﷺ کی آخری زندگی میں عرب کی ساری زمین فتح ہوگئی پھر آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحیح جانشینوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کیساتھ دنیا کے آخری کونے تک اسلام پہنچا دیا تو اس طرح دن بدن کافروں کا رقبہ کم ہوتا تھا اور اسلام کا رقبہ بڑھتا جاتا تھا۔ اس کا ذکر ہے اَوَلَمْ یَرَوْا کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ بیشک ہم چلے آتے ہیں زمین پر یعنی ہمارا حکم چلا آتا ہے نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم گھٹاتے ہیں اس کو اس کے اطراف سے زمین کافروں کے قدموں سے نکلتی جا رہی ہے اور مسلمانوں کے قدموں کے نیچے آ رہی ہے۔

حضور ﷺ کی پیشنگوئیاں :

مدینہ طیبہ میں ایک بازار تھا اسکو سوق التمر کہتے تھے یعنی کھجور منڈی، یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا بنو قینقاع، ان کی وہاں بڑی بڑی دکانیں تھیں غزوہ بدر سے واپسی پر آپ ﷺ نے

یہاں تقریر فرمائی جس میں مسلمانوں کو بشارت سنائی کہ جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بدر میں کامیابی حاصل کر کے آئے ہیں اسی طرح ایک وقت آئے گا کہ قیصر وکسریٰ کی حکومتیں بھی تمہارے قدموں کے نیچے ہونگی۔ قیصر عیسائی تھا روم کا علاقہ اس کے قبضے میں تھا اور کسریٰ مجوسی تھا ایران کا علاقہ اور خلیج فارس کی ریاستیں اس کے زیر اثر تھیں۔ اس وقت دو ہی قوتیں تھیں ایک قیصر روم اور دوسرا کسریٰ ایران، جیسے آج سے چند سال پہلے دنیا میں دو ہی طاقتیں سمجھی جاتی تھیں روس اور امریکہ۔ روس کا اللہ تعالیٰ نے ناس کیا ہے ان شاء اللہ وہ وقت بھی قریب ہے کہ امریکہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے جب کھجور منڈی میں تقریر کے دوران یہ فرمایا کہ ایک وقت آئیگا قیصر وکسریٰ کی حکومتیں بھی تمہارے زیر اثر آئیں گی تو یہود نے مذاق اڑایا کہنے لگے دیکھو عرب کے ناتجربہ کار بدوؤں پر فتح حاصل کر کے خوش ہو رہے ہیں اور قیصر وکسریٰ کی فتح کے خواب دیکھ رہے ہیں اور ظاہری حالات بھی ایسے ہی تھے کہ ان کو مذاق کرنا چاہئے تھا کیونکہ دونوں بڑی قوتیں تھیں اور ان کے پاس لاکھوں کی تعداد میں فوج تھی صرف یرموک کے مقام پر تقریباً پینتالیس ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کی سات لاکھ فوج تھی۔ ظاہری طور پر تو کوئی مقابلہ نہیں ہے مگر اس جنگ میں ایک لاکھ تین ہزار آدمی ان کے مارے گئے اور مسلمان صرف تین ہزار شہید ہوئے۔ عزت ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۶ میں ہے قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ”اے پیغمبر! آپ کہہ دیں اے اللہ جو بادشاہی کا مالک ہے تو جسے چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جسکو

چاہے عزت دیتا ہے اور جسکو چاہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ میں ہے خیر بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' ہم خود کچھ نہیں ہیں ہمارے ساتھ رب تعالیٰ کی مدد ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور میں سارے کا سارا کسریٰ کا علاقہ بمع افغانستان کے فتح ہو گیا اور قیصر کا بھی بہت سا علاقہ فتح ہو گیا اُستانہ اور قسطنطنیہ تک وہ محدود ہو کر رہ گیا مصر فتح ہوا، عراق فتح ہوا، شام فتح ہوا، آرمینیا اور آذربیجان کے علاقے فتح ہوئے، تو یہ سارے کنارے اللہ تعالیٰ نے کافروں سے چھین کر مسلمانوں کو دیئے۔ آج بھی اگر مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان بن جائیں تو اسلحہ کوئی شے نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا نام اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سب سے بڑی چیز ہے۔ تو فرمایا کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین پر چلے آرہے ہیں ہمارا حکم زمین پر چلا آرہا ہے، ہم اسکو اطراف سے گھٹا رہے ہیں وَاللّٰهُ یَحْکُمُ اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی نہیں ہٹانے والا اسکے حکم کو۔ کوئی قوت اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر نہیں ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے حکم کو ٹال سکے وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اور وہ جلدی حساب لینے والا ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ 'جو مرا ہے پس تحقیق اسکی قیامت قائم ہوگئی۔'' قبر میں جنت دوزخ بھی سامنے ہے فرشتے بھی نظر آئیں گے راحت اور تکلیف بھی دیکھ لے گا اپنے اعمال کے مطابق وَقَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور تحقیق تدبیریں کی لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، اسلام کو مٹانے کیلئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِیْعًا پس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تدبیر ساری۔ ان کی تدبیریں رب تعالیٰ کی تدبیر کے مقابلے میں کچھ بھی نہ کرسکیں۔ اب بھی کافر اسلام کو مٹانے کے درپئے ہیں لیکن اسلام مٹ نہیں سکتا بلکہ بڑھے گا اور قیامت تک رہے گا۔ مسلم شریف

میں حدیث ہے لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ''اور مسلمانوں میں قیامت تک ایک جماعت ایسی رہے گی جو حق کی خاطر لڑائی اور جہاد کریگی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی۔'' تو اسلام کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔ کافر جتنی بھی خفیہ تدبیریں کریں اللہ تعالیٰ کے علم کے آگے کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہ ان کی تدبیروں کو روکنا جانتا ہے۔ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ اور عنقریب جان لیں گے کافر کس کیلئے ہے آخرت کا گھر۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب معلوم ہو جائیگا کہ آخرت میں کامیابی کس کو نصیب ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جان نکالنے والے فرشتے جب جان نکالنے کیلئے آتے ہیں وہ مرنے والے کو نظر آتے ہیں اگرچہ وہ ڈاکٹر حکیم اور عزیز رشتہ دار جو وہاں موجود ہوتے ہیں ان کو نظر نہیں آتے یہ اس وقت منتیں کرتا ہے اور کہتا ہے رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [المنفقون: ۱۰] ''اے میرے پروردگار کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تا کہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے، لیکن وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا اور اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں مؤخر کریگا کسی جان سے اس کی موت جبکہ اس کا وعدہ آ گیا۔'' احادیث میں آتا ہے کہ جب ملک الموت روح نکالنے کیلئے سامنے آتا ہے تو اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتے لائن باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں جنتی کیلئے جنت کی خوشبوئیں اور جنت کا کفن اور اگر بدبخت ہے تو جہنم کی بدبو اور جہنم کے ٹاٹ لیکر کھڑے ہوتے ہیں اور مرنے والے کو یہ سارے نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے ذریعے تمام باتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔

آپ ﷺ کی صداقت کی گواہی :

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَسْتَ مُرْسَلًا نہیں ہے تو بھیجا ہوا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہیں قُلْ آپ کہہ دیں كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے اور تمہارے درمیان۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی کیا ہے آپ ﷺ کی صداقت پر کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ ایک گواہی تو قرآن کریم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے اور قرآن کریم نے چیلنج کیا ہے کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو میرے جیسا قرآن لیکر آؤ چنانچہ سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۸ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ''اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل تو نہیں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے مزید چھوٹ دی کہ قرآن پاک کی دس سورتیں لائیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر باقی سارے اکٹھے ہو جائیں فرشتوں کو بھی ساتھ ملالیں پھر بھی نہیں لاسکتے۔ پھر آخر میں فرمایا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ''پس لاؤ تم کوئی چھوٹی سی سورت اس قرآن کی سورت کی مثل۔''

قرآن میں تین سورتیں چھوٹی ہیں ایک سورۃ العصر، ایک کوثر اور ایک نصر، یہ تین تین آیات والی سورتیں ہیں اگر تم سب مل کر ایک چھوٹی سی سورت نہیں لاسکتے اور ہرگز نہیں لاسکو گے تو پھر سمجھ جاؤ کہ قرآن بندے کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر نازل فرمایا ہے یہ اس بات کی گواہی اور دلیل ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ آپ ﷺ کے رسول ہونے اور سچے ہونے کی دوسری دلیل چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے

سورۃ القمر میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ "قریب آ گئی قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔" کافروں نے کہا تھا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو چاند دو ٹکڑے کر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام رب کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اگر میری تصدیق کیلئے کر دے تو مان لو گے؟ کہنے لگے ہاں! مان لیں گے۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں! اور تجھے؟ ہاں! اور تجھے؟ ہاں! کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ "جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔" جادو کہہ کر ٹال دیا مسلمان نہ ہوئے۔ اور بے شمار معجزات آپ ﷺ کے ہاتھ پر صادر ہوئے ہیں یہ سب آپ ﷺ کی صداقت کی دلیل تھے مگر انہوں نے نہیں مانا۔ ایک تو اللہ تعالیٰ گواہ ہیں اور کون گواہ ہے؟ فرمایا وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اس سے مراد یہود و نصاریٰ کے سچے علماء ہیں ان میں سے جو سچے لوگ تھے حضرت عبد اللہ ابن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اُسید، حضرت بنیامین ﷺ۔ یہ سارے پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری، حضرت عدی بن حاتم ﷺ یہ پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہوئے انہوں نے گواہی دی کہ واقعی یہ سچی کتاب ہے اور یہ وہی رسول ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ تو جن کے پاس کتاب کا علم ہے وہ بھی میری نبوت کی گواہی دیتے ہیں اور تم انکار کرتے ہو تو کرتے رہو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ ابراہیم

(مکمل)

جلد.............۱۰

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۶﴾ ع

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے آپ کی طرف لِتُخْرِجَ النَّاسَ تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کیساتھ اِلٰی

صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ غالب اور تعریفوں والے کے راستے کی طرف اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ وہ اللہ ہے جس کیلئے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ اور خرابی ہے کافروں کیلئے مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ سخت عذاب کی الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کو عَلَی الْاٰخِرَۃِ آخرت کے مقابلے میں وَیَصُدُّوْنَ اور روکتے ہیں عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ یہ لوگ مبتلا ہیں دور کی گمراہی میں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اِلَّا مگر بِلِسَانِ قَوْمِهٖ اسکی قوم کی زبان میں لِیُبَیِّنَ لَهُمْ تا کہ وہ بیان کرے ان کے سامنے فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ پس اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور وہ غالب حکمت والا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دیکر اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ یہ کہ نکال اپنی قوم کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف وَذَکِّرْهُمْ اور یاد دلاؤ انکو بِاَیّٰمِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دن اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں البتہ بہت سی نشانیاں ہیں لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ہر اس شخص کیلئے جو صبر کرنے والا شکر گذار ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی اور جس وقت فرمایا موسیٰ

علیہ السلام نے لِقَوْمِهِ اپنی قوم کو اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں اِذْ اَنْجٰكُمْ جس وقت اس نے نجات دی تمہیں مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعونیوں سے يَسُوْمُوْنَكُمْ چکھاتے تھے تمہیں سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ اور ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ اور اس میں آزمائش تھی مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی۔

انبیاء میں درجات کی ترتیب :

اس سورت کا نام ابراہیم ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد ان کا درجہ اور مقام ہے۔علم عقائد کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں درجے کے لحاظ سے،شان اور رتبے کے لحاظ سے پہلا مقام اور درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے مخلوق میں آپ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔آپ ﷺ کے بعد دوسرا نمبر اور درجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد مقام ہے موسیٰ علیہ السلام کا۔چونکہ اس سورۃ میں ابراہیم علیہ السلام کا بیان اور ان کی تقریر آرہی ہے اس وجہ سے اس سورۃ کا نام سورہ ابراہیم ہے یہ سورۃ مکہ کرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے اکہتر (۷۱) سورتیں نازل ہو چکی تھیں نزول کے اعتبار سے اس کا بہتر واں نمبر ہے اور موجودہ ترتیب کے اعتبار سے سورۃ فاتحہ کے بعد چودھویں (۱۴) نمبر پر ہے۔اس کے سات رکوع اور

باون آیات ہیں۔ الٓرٰ کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ کسی لفظ سے ایک حرف لیکر اختصاراً اس لفظ کی طرف اشارہ کرنا ہے تو الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ لام سے مراد لَطِیفٌ ہے (یعنی) باریک بین۔ 'را' سے مراد رحمٰن ہے، رحیم ہے، رؤف ہے۔ کِتٰبٌ یہ کتاب ہمارے سامنے ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ جس کو ہم نے نازل کیا ہے آپ کی طرف اے نبی کریم ﷺ کیوں اتارا ہے؟ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ اندھیرے کئی ہیں۔ کفر کا اندھیرا، شرک کا اندھیرا، بدعت کا اندھیرا، جھوٹ کا اندھیرا، غیبت کا اندھیرا، گالی گلوچ کا اندھیرا، برائیاں جتنی ہیں یہ سب اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ نور سے مراد نور ایمان، نور توحید، نور سنت، نور حق، یہ نکالنا آپ کے بس کی بات نہیں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کیساتھ نکالنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ انکو کتاب سنائیں سمجھائیں آگے حقیقتاً نکالنا رب کا کام ہے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ "اے نبی کریم بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کیساتھ آپ کو محبت ہو اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔" پیغمبر کا کام ہے ہدایت پیش کرنا پھر جو ہدایت کا ارادہ کریگا اسکو اللہ تعالیٰ ہدایت دیگا اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ غالب اور تعریفوں والے کے راستے کی طرف۔ عزیز اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، معنیٰ ہے غالب۔ حمید کا معنیٰ ہے قابل تعریف۔

صراط مستقیم کیلئے ہم ہر نماز میں دعا کرتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. عزیز اور حمید کون ہے؟ اللّٰہِ الَّذِیْ وہ اللہ ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جس کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ پیدا بھی اسی نے کیا ہے تدبیر بھی وہی کرتا ہے اور ہر چیز کا تصرف بھی اسی کے اختیار میں ہے خدائی اختیارات کسی ایک کو بھی حاصل نہیں ہیں وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ اور خرابی ہے کافروں کیلئے سخت عذاب کی۔ دنیا کی آگ کا عذاب بھی بڑا سخت ہے اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بچائے۔ اور ویل کے لفظی معنٰی خرابی، بربادی، ہلاکت کے بھی ہیں۔ کافروں کو عذاب دنیا میں بھی آئیگا، قبر میں بھی آئیگا، میدان حشر میں بھی آئیگا پھر پلصراط پر آئیگا اور دوزخ میں آئیگا۔ کافر کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں دنیا کی زندگی کو عَلَی الْاٰخِرَۃِ آخرت کے مقابلے میں یعنی ان کی ساری کوشش صرف دنیا کی زندگی کیلئے ہے نہ حلال حرام کی تمیز ہے نہ جائز ناجائز کی بس یہ سمجھتے ہیں دنیا آنی چاہئے اور آخرت کیلئے کچھ نہیں ہے۔ اور ایک ہے آخرت کیساتھ ساتھ دنیا کمانا یعنی ایمان اور عقیدہ درست ہے نماز روزے کا پابند ہے ساتھ ساتھ جائز طریقے سے دنیا بھی کماتا ہے، یہ صحیح ہے۔

جائز طریقے سے مال کمانا دین کا حصہ ہے :

یاد رکھنا! جائز طریقے سے دنیا کمانا دین کا حصہ ہے بلکہ کام نہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوتی ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ ''آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے یہ کافی ہے یہ کہ ضائع کردے انکو جن کی روزی اس کے ذمہ ہے۔'' تن آسانی کی وجہ سے گھر کے

افراد تنگ ہیں یہ بڈ حرام ہے کماتا نہیں ہے کام سے جی چراتا ہے۔ چاہے مرد ہے یا عورت جو بھی کام میں کوتاہی کرتا ہے گھر کے افراد اس سے تنگ ہیں یہ بڑے گناہوں میں سے ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الشَّبَابَ الْفَارِغَ الصَّحِیْحَ ''اللہ تعالیٰ اس نوجوان پر سخت ناراض ہے اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا شکار ہے جو تندرست ہے اور فارغ رہتا ہے کام نہیں کرتا۔'' روزی کمانے کا حکم بھی اسی طرح ہے جس طرح نماز روزے کا حکم ہے۔ نماز کے متعلق فرمایا اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃ امر کے صیغہ کیساتھ، نماز قائم کرو۔ زکوۃ کے متعلق فرمایا اٰتُوا الزکوۃ امر کے صیغہ کیساتھ، تم زکوۃ ادا کرو اسی امر کے صیغے کیساتھ حلال روزی کمانے کا حکم بھی دیا ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ''پس جب نماز پوری کر لی جائے (جمعہ والے دن) پس پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔'' لہٰذا جو کام نہیں کرتا وہ گنہگار ہے، ہاں بیمار ہے معذور ہے تو یہ بات علیحدہ ہے۔

انسان کا بدن حرکت کرے تو اس میں قوت آتی ہے :

نوجوانو! عزیزو! تم بھی یاد رکھو اور بیٹیو! تم بھی یاد رکھو فارغ رہنا از روئے شرع گناہ ہے اور طبی لحاظ سے بھی اگر انسان کا بدن حرکت نہ کرے تو بیمار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے بدن کی ساخت ہی ایسی بنائی ہے کہ یہ حرکت کرتا رہے تو اس میں قوت آتی ہے اور یہ صحتمند رہتا ہے یہ جو بوڑھے آدمی ہیں اور بوڑھی عورتیں ہیں وہ آج کل کے جوان مردوں اور جوان عورتوں سے زیادہ طاقتور نظر آتے ہیں، آتی ہیں کیونکہ وہ محنت کرتے تھے کام کرتے تھے پہلے زمانے میں عورتیں چادریں، کھیس ڈنڈے مار مار کے خوب صاف کرتی تھیں اب سارے کام مشینیں کرتی ہیں عورتیں کمزور ہوگئی ہیں الا ماشاء اللہ۔ آج کل

عورتیں تن آسانی کو ترجیح دیتی ہیں چارپائی پر لیٹے رہنے کو کمال سمجھتی ہیں جس کی وجہ سے بیماریاں بڑھ گئی ہیں۔ تو فرمایا کافر لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں آخرت پر وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے اپنے قول کیساتھ بھی اور اپنے فعل کیساتھ بھی لوگوں کو حق سے روکتے ہیں۔ اس وقت ٹی وی، وی سی آر وغیرہ یہ چیزیں دین سے روکنے والی ہیں اور ذہن کو بگاڑنے والی چیزیں ہیں وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی، اپنی مرضی کے مطابق اسلام کو چاہتے ہیں نام اسلام کا ہو اور مرضی اپنی ہو اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ یہ لوگ مبتلا ہیں دور کی گمراہی میں حق سے بہت دور ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک ضابطہ بیان فرماتے ہیں فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ مگر اسکی قوم کی زبان میں جو قوم کی زبان تھی اسی زبان میں نبی آئے لِيُبَيِّنَ لَهُمْ تاکہ پیغمبر بیان کرے ان کے سامنے اور وہ سمجھیں۔ اگر غیر ملکی زبان ہوتو آدمی نہیں سمجھ سکتا اسلئے اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت فرمائی کہ پیغمبر اسی قوم میں سے بھیجا اور اسی زبان میں سے بھیجا جو زبان اس قوم کی تھی تاکہ وہ اچھی طرح سمجھیں۔ صوبہ سرحد میں ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں بابا عبدالرحمنؒ، پشتو زبان میں ان کا بہت بڑا دیوان ہے جس کا نام دیوان عبدالرحمن ہے۔ وہ کہتے ہیں......

؎ سار چہ سُورَی لہ ورشی هلتہ سم شی
تہ پہ کورے لم مالم کے نہ سم شوے رحمانہ

تمہیں کیا سمجھ آئے گی کچھ سمجھ نہیں آئے گی زبان ہوتی تو سمجھ آتی اور وہ بڑی اونچی بات کہہ گئے ہیں۔" کہتے ہیں سانپ جس وقت اپنے بل میں داخل ہوتا ہے تو سیدھا ہوکر

داخل ہوتا ہے اے عبدالرحمٰن! تم قبر کے کنارے آ گئے ہو اور تیرے بل نہیں نکلے۔'' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر قومی زبان میں بھیجا تا کہ وہ بات کو سمجھیں۔ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ پس اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ اور یہ بات کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ وَيَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وَيُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ اور گمراہ کرتا ہے کافروں کو وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ اور گمراہ کرتا ہے ظالموں کو۔ نہ زبردستی کسی کو مسلمان بناتا ہے اور نہ زبردستی کسی کو کافر بناتا ہے اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ کہف] پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ غالب حکمت والا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دیکر۔ قرآن پاک میں ان کی نو نشانیوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک عصا ہے کہ جب اسکو پھینکتے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سانپ اور اژدھا بن جاتا، پھر جب اس پر ہاتھ رکھتے تھے تو وہ سانپ یا اژدھا لاٹھی بن جاتا تھا اور اس کے ذریعے انہوں نے جادوگروں پر غلبہ بھی حاصل کیا۔ اور ایک نشانی یہ تھی کہ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کے نکالتے تھے تو وہ اس طرح روشن ہو جاتا جیسے یہ بلب ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ اسکی روشنی ہوتی تھی۔ ان کے علاوہ طوفان ہے، ٹڈی ہے، قُمّل وغیرہ ہیں۔ نشانیاں دیکر بھیجا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ یہ کہ نکال اپنی قوم کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ کفر، شرک اور بدی کے اندھیروں سے ایمان، اسلام، حق و توحید کی روشنی کی طرف وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اور یاد دلاؤ انکو اللہ تعالیٰ کے دن۔

ایام کا مفہوم :

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن دنوں میں نافرمان قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ہے۔نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، ہود علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا ان کو یاد کراؤ کہ اگر ان قوموں کی طرح تم نافرمانی کرو گے تم پر بھی عذاب آئے گا۔اور بعض فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے قوموں کو آزادی دی ہے نعمتوں کیساتھ نوازا ہے اولاد مال دیا ہے۔طبائع دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ کہ نعمت کو سامنے رکھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو ڈر کے ذریعے سمجھتے ہیں اور کامل آدمی وہ ہے جو دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔بہادر شاہ ظفر دہلی کا آخری بادشاہ تھا اور وہ شاعر بھی تھا اس نے بڑی مزیدار بات کہی ہے۔

کہتے ہیں......

ظفر اسکو آدمی نہ جانئے گا خواہ وہ ہو کیسا ہی فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

آدمی وہ ہے جو عیش کی زندگی میں رب کو نہ بھولے اور طیش میں آئے تو خدا کے خوف سے بے نیاز نہ ہو۔جب اللہ تعالیٰ انسان کو کوئی سہولت دے راحت اور آرام دے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے اور ضرور سوچے کہ میں پہلے کیا تھا اور اب میری کیا حالت ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے تو یہ جب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ مزید نعمت عطا فرمائیں گے۔اگلے رکوع میں آیگا لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ نعمتیں دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تو

میری گرفت اور عذاب بڑا سخت ہے۔ فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ بیشک اس میں البتہ بہت سی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کیلئے جو صبر کرنے والا تکلیفوں میں شکر گذار ہے رب کی نعمتوں پر۔ آگے ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

بنی اسرائیل پر ابتلاء :

وہ یہ کہ فرعون کو ایک نجومی نے خبر دی کہ ان تین سالوں میں بنی اسرائیل کے خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کی تباہی کا سبب بنے گا اس نجومی پر لوگوں کا کافی اعتماد تھا وہ جو حساب لگاتا تھا عموماً صحیح ہو جاتا تھا فرعون نے اپنے وزیر اعظم ہامان کو بتایا (وہ بھی اسی طرح کا تھا) کہ خاندانِ بنی اسرائیل میں لڑکا پیدا ہوگا جو میری سلطنت کی تباہی کا سبب بنے گا تو انہوں نے ایک فورس تشکیل دی جس میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی جس کی ڈیوٹی تھی کہ بنی اسرائیلیوں کے گھروں میں جا کر دیکھو کہ کونسی عورت حاملہ ہے ان کا ریکارڈ بناؤ اگر بچہ پیدا ہو تو اسکو ذبح کر دو چنانچہ ان تین سالوں میں جو بھی لڑکا پیدا ہوتا اس کو ذبح کر دیتے جیسے قصائی بکرا چھترا ذبح کرتا ہے لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے کیونکہ عورتوں سے کوئی خدشہ نہیں تھا نجومی نے لڑکے کا بتایا تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں اور تفسیروں میں بھی ہے کہ ان سالوں میں بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور نوے ہزار ماؤں کے حمل دیدہ دانستہ گرائے گئے کہ ممکن ہے کہ لڑکا ہو اور ہماری آنکھوں کے سامنے ذبح کیا جائے اور ہماری ماممتا گوارہ نہ کر سکے۔ علامہ بونیؒ بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں عملیات میں ان کی کتاب 'شمس المعارف' جو چار جلدوں میں ہے اول نمبر کی کتاب ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ فرعون نے ستر ہزار بچے قتل کرائے۔ بہرحال بارہ ہزار کی تعداد بھی کوئی کم نہیں ہے اور نوے ہزار ماؤں نے حمل خود گرا دیئے۔

اکبرالہ آبادی مرحوم طنزیہ نگار شاعر گزرے ہیں ان کی کتاب ''کلیات اکبر'' ہے اس میں وہ بڑی بڑی عجیب باتیں لکھتے ہیں یہ بھی لکھا ہے......

؎ یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

کہ بچوں کو قتل کرا کے بین الاقوامی طور پر بدنام ہوگیا وہ کالج بنا کر بچوں کے ذہن بگاڑ دیتا تو یہ آسان تھا طنز کر گئے کہ کالجوں میں بچوں کے ذہن بگڑ تے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف روسی سازش :

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۴۰ء کے قریب قریب کی بات ہے ہم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے پاس بخاری شریف پڑھ رہے تھے اس سال دورہ حدیث میں ہم تین سو تینتیس (۳۳۳) آدمی تھے میں دوسری لائن میں ہوتا تھا میرے ساتھ ایک بوڑھا ترکی جرنیل تھا وہ کچی پکی اردو بولتا تھا ہم اسکے ساتھ مذاق بھی کرتے تھے کہ بابا تمہیں کیا خیال آگیا ہے پڑھنے کا؟ وہ کہتا تھا کہ کیا میرے لئے دین پڑھنا حرام ہے۔ سبق کے دوران کسی نے حضرت مدنیؒ کو اخبار کی ایک کٹنگ، ایک تراشا پیش کیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ روس نے افغانستان کے سربراہ ظاہر شاہ کو دو باتوں کی پیشکش کی ہے ایک یہ کہ میں اپنی طرف سے ٹیچر اور ماسٹر بھیجوں گا جو تمہارے کالجوں میں بچوں کو مفت پڑھائیں گے تنخواہ روس دیگا اور دوسری یہ کہ تمہارے جو بچے روس میں آ کر تعلیم حاصل کریں گے ان کا خرچہ حکومت روس برداشت کریگی اور ظاہر شاہ نے یہ دونوں پیشکشیں مان لی ہیں۔ اس وقت حضرت مدنیؒ کی عجیب وغریب کیفیت تھی اور رو پڑے فرمانے لگے ظاہر شاہ! بڑی نادانی کی ہے، ظاہر شاہ! بڑی نادانی کی ہے، ظاہر شاہ! بڑی نادانی کی ہے۔ یہ قومیں مالی فائدہ

دیکر اپنے نظریات پھیلاتی ہیں چنانچہ اسکے چند سال بعد اخبارات میں یہ خبر آئی اس وقت پاکستان ابھی نہیں بنا تھا کہ وہ لڑکے جو روس میں تعلیم حاصل کرنے گئے تھے ان میں سے ایک واپس افغانستان آیا تو اس کے والد نے کہا کہ اب میں نے تیری شادی کا انتظام کرنا ہے تو اس لڑکے نے کہا کہ میں نے اپنی بہن سے شادی کرنی ہے والد نے کہا کہ یہ تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ بہن بھی تو عورت ہی ہے۔ والد نے کہا کہ تیرے ہوش وحواس ٹھکانے ہیں کیا؟ اس نے کہا ہاں میں اچھا خاصا پڑھا لکھا ہوں میرے پاس کالج کی ڈگری ہے یہ بھی عورت ہی ہے میں نے اس کے ساتھ شادی کرنی ہے غیرت مند والد نے اسکو گولی سے اڑا دیا۔ اور سنیئے! یہ جہاں واہ فیکٹری ہے یہاں چینی لوگ آ گئے اور انہوں نے اپنے نظریات پھیلانے شروع کر دیئے۔ اس علاقے کے طالبعلم ہمارے پاس پڑھتے تھے انہوں نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ گدھ حلال ہے، سانپ حلال ہے، بچھو حلال ہے، چھپکلی وغیرہ حلال ہے یہ خدا کی مخلوق ہے اسکو خدا نے مخلوق کیلئے پیدا کیا ہے۔ بچوں کے وہ ذہن بگاڑتے ہیں تبلیغی حضرات نے بھی وہاں جا کر انکو تبلیغ کی مگر کالج کے اندر جانا بڑا مشکل تھا۔ اس علاقے کے ہمارے شاگرد ہیں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ایم اے ہیں وکیل بھی ہیں نصرۃ العلوم میں مدرس ہیں۔ ہم نے انکو آمادہ کیا کہ آپ اس کالج میں جا کر ملازمت اختیار کریں چاہے کلرک لگ جائیں یا قلی بھرتی ہو جائیں اور کالج کے اندر جو طلباء ہیں انکی ذہن سازی کرو چنانچہ مولانا نے ہماری بات مان لی اور کئی سال وہاں کلرک کی حیثیت سے رہے اور بچوں کے ذہن صاف کیئے۔ تو یہ جو کالج ہیں یہ لوگوں کے ذہن بگاڑنے کیلئے ہیں ہاں ایسا بچہ جسکا پہلے ذہن صاف کر دیا گیا ہے چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کے کالج میں جانے کا کوئی حرج نہیں ہے اور جو بچے خالی الذہن کالج میں جاتے ہیں وہ مرتد ہو کر واپس آتے

ہیں الا ماشاء اللہ۔ کافی سال پہلے کی بات ہے کہ میرے پاس کراچی سے کچھ مہمان آئے درس کے وقت مجھے ملے کہنے لگے کہ ہم سیدھا آپ کے پاس آئے ہیں ایک مشورہ کرنے کیلئے۔ وہ ٹائم میرا نصرت العلوم جانے کا تھا میں نے ان سے کہا کہ میں نے نصرت العلوم جانا ہے واپس آ کر آپ سے بات کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بجے ہماری واپسی کی فلائٹ ہے ہم نے ضرور جانا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو، ناشتہ کرو میں دس ساڑھے دس بجے کے قریب آجاؤں گا۔ میں نے اہل خانہ سے کہا کہ ان کیلئے ناشتہ تیار کرو۔ میں نصرت العلوم پہنچ کر سبق پڑھا رہا تھا کہ چھ آدمی آ گئے، کہنے لگے ہم نے آپ سے بات کرنی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر مدرسے کی کوئی انتظامی بات ہے تو مہتمم صاحب موجود ہیں، ناظم صاحب موجود ہیں۔ اگر مسئلہ پوچھنا ہے تو دارالافتاء میں مفتی موجود ہیں ان سے مسئلہ پوچھ لو۔ کہنے لگے نہیں آپ کیساتھ بات کرنی ہے۔ میں نے کہا میرے گھر مہمان بیٹھے ہیں اور انہوں نے واپسی کی ٹکٹیں لی ہوئی ہیں وہ میری انتظار میں ہیں میرا عذر ہے۔ وہ کہنے لگے نہیں آپ کیساتھ بات کرنی ہے۔ میں بڑا پریشان ہوا میں نے کہا بات کیا ہے؟ کہنے لگے یہ نوجوان ملتان کالج میں پڑھتا تھا یہ کہتا ہے کہ خدا کوئی نہیں ہے اسکو خدا سمجھاؤ۔ مولانا عبدالقیوم صاحب میرے پرانے شاگردوں میں سے ہیں وہ یہاں گکھڑ میرے پاس پاکستان بننے سے پہلے پڑھتے رہے ہیں۔ انکو میں نے اُنکے حوالے کیا کہ تم اِن کو سمجھاؤ میں جا رہا ہوں۔ تو اکبر الہ آبادی مرحوم کہتے ہیں کہ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی کہ کالج بنا کر بچوں کے ذہن بگاڑ دیتا یہ آسان تھا بہ نسبت ان کو قتل کرنے کے، اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ اور جس وقت فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہو

کیں ہیں اِذْ اَنْجٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ جس وقت اس نے نجات دی تمہیں فرعونیوں سے یَسُوْمُوْنَکُمْ چکھاتے تھے تمہیں سُوْٓءَ الْعَذَابِ براعذاب۔ وہ کیا تھا؟ وَیُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ کُمْ اور ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَ کُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ اور اس میں آزمائش تھی امتحان تھا مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کہ موسیٰ علیہ السلام انہی سالوں میں پیدا ہوئے اور فرعون کے گھر پلے جوان ہوئے اور فرعون کچھ نہ کرسکا۔

❁ ❁ ❁

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝۸ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛؕ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕۛ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝۹ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۰

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ اور جب واضح اعلان کیا تمہارے پروردگار نے لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ البتہ اگر تم شکرادا کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ دونگا وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اور البتہ اگر تم ناشکری کرو گے تو اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ بیشک میرا عذاب بہت سخت ہے وَقَالَ مُوْسٰى اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اگر کفر اختیار کرو تم اور جو بھی زمین میں ہیں سارے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ تعالیٰ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ البتہ بے پرواہ تعریفوں والا ہے اَلَمْ یَاْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمہارے پاس نَبَؤُا الَّذِیْنَ خبر ان لوگوں کی مِنْ

قَبْلِكُمْ جوتمہارے سے پہلے تھے قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ نوح علیہ السلام کی قوم اورقوم عاداورقوم ثمود وَالَّذِيْنَ مِنْ ۢبَعْدِهِمْ اوروہ لوگ جوان کے بعدآئے لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ نہیں جانتاانکوکوئی بھی مگرصرف اللہ تعالیٰ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ آئے ان کے پاس ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لےکر فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ پس لوٹائے انہوں نے اپنے ہاتھ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں میں وَقَالُوْٓا اورکہاانہوں نے اِنَّا كَفَرْنَا بیشک ہم منکر ہیں بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ اس چیز کے جوتم دیکر بھیجے گئے ہو وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ اور بیشک البتہ ہم شک میں ہیں مِّمَّا اس چیز سے تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ جس کے بارے میں تم ہمیں دعوت دیتے ہووہ شک تردد میں ڈالتا ہے قَالَتْ رُسُلُهُمْ کہاان کے رسولوں نے اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ کیااللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو بغیرنمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کااورزمین کا يَدْعُوْكُمْ وہ تمہیں دعوت دیتا ہے لِيَغْفِرَ لَكُمْ تاکہ وہ بخش دے مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ وَيُؤَخِّرَكُمْ اورتاکہ وہ تمہیں مہلت دے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک قَالُوْٓا کہاانہوں نے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہوتم مگر بشر ہمارے جیسے تُرِيْدُوْنَ چاہتے ہوتم اَنْ تَصُدُّوْنَا کہ ہمیں روکو عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اس سے جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ لاؤ تم ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتابوں اوراپنے پیغمبروں کے ذریعے ہر دور میں یہ

اعلان کروایا وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ اور جب واضح اعلان کیا تمہارے پروردگار نے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ البتہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ دونگا۔ لام بھی تاکید کا ہے اور یہ جو نون مشدد ہے یہ بھی تاکید کا ہے۔ دو تاکیدیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے شکر کا بہترین طریقہ :

شکر کس طرح ادا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی توحید ماننے میں اس کی اطاعت کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کام بتلائے ہیں وہ کرے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے رک جائے اور عبادات میں سب سے اہم چیز نماز ہے نماز کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے وہ اور کسی فعل کے ذریعے ادا نہیں ہوتا اسلئے کہ نماز میں گھٹنے بھی زمین پر لگتے ہیں پاؤں بھی ہاتھ بھی ناک اور پیشانی بھی، یہ انسان کی انتہائی عاجزی کی حالت ہوتی ہے اپنی اس عاجزی کی حالت میں کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی میرا رب بہت بلند ہے اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ اپنی پستی میں رب کی بلندی کے گیت گاتا ہے۔ نماز کے متعلق چند مسائل سمجھ لیں اور انکو یاد رکھنا۔ سجدے میں ناک اور پیشانی زمین پر لگے اگر بغیر کسی عذر کے ناک اور پیشانی زمین پر نہ لگی تو نماز نہیں ہوگی البتہ اگر سخت سردی ہو جیسے آجکل ہے یا سخت گرمی ہو تو اپنی پگڑی یا رومال اور ٹوپی پر سجدہ کرنے کی اجازت ہے مگر عام حالات میں پیشانی ننگی کرنی پڑے گی اور سجدے کی حالت میں دونوں پاؤں زمین پر لگے ہوئے ہوں اگر دونوں پاؤں سجدے کی حالت میں زمین سے اٹھے ہوئے ہونگے تو نماز نہیں ہوگی پڑھنے کے باوجود گردن پر رہے گی۔ اگر ایک پاؤں لگا ہوا ہے اور دوسرا اٹھا ہوا ہے تو نماز مکروہ ہوگی۔ مردوں نے سجدے میں بازو اٹھا کر رکھنے ہیں اور عورتوں نے پست کر کے زمین کیساتھ ملا کر رکھنے ہیں۔ مردوں کیلئے الگ حکم ہے اور

عورتوں کیلئے الگ، تو سجدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور بلندی کی تسبیح پڑھنی ہے
یہ زبان کا شکریہ ہے اور صرف زبان سے شکر ادا کرنا ناکافی ہے کیونکہ رب تعالیٰ کی نعمتوں
سے فائدہ تو سارا بدن اٹھاتا ہے سر سے لیکر پاؤں تک، طب کی کتابوں میں ہے کہ آدمی
جب پانی پیتا ہے تو دو منٹ میں ناخنوں تک پہنچ جاتا ہے، تو نعمتوں سے فائدہ تو سارا بدن
اٹھائے اور شکریے کیلئے صرف دو تولے کی زبان ہلانا ہی کافی سمجھا جائے کہ الحمد للہ کہہ دے
یہ مذاق ہے شکریہ نہیں ہے۔ شکریہ یہ ہے کہ سارے اعضاء رب تعالیٰ کے سامنے جھکیں اس
کی بہترین صورت نماز ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں زیادہ دونگا وَلَـئِنْ
كَفَرْتُمْ اور البتہ اگر تم ناشکری کرو گے تو اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ بیشک میرا عذاب بہت سخت
ہے وَقَالَ مُوْسٰی اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا اوپر سے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ چلا آرہا تھا درمیان میں شکریہ کا مسئلہ بیان فرمایا۔
موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کفر اختیار کرو گے اور جو بھی زمین میں ہیں سارے، زمین
میں جتنی مخلوق ہے معاذ اللہ تعالیٰ ساری کی ساری کافر ہو جائے تو رب تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا
کیونکہ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِيْدٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ البتہ بے پرواہ ہے لوگوں کی عبادت
سے لوگوں کے اعمال سے اسکو کوئی ضرورت نہیں ہے وہ فی حد ذاتہ قابل تعریف ہے۔ تم
اسکی تعریف کرو نہ کرو اسکی خدائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے
آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر (معاذ اللہ تعالیٰ) سب کے سب لوگ کافر ہو جائیں تو خدا کی
خدائی میں ایک رتی برابر فرق نہیں پڑتا اور اگر سب کے سب لوگ نیک ہو جائیں تو رب
تعالیٰ کی عظمت میں بڑائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تمہارے اعمال تمہارے کام
آئیں گے اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کا محتاج نہیں ہے ناشکری کرو گے تو اس کا وبال تمہارے

اوپر پڑیگا دیکھتے نہیں ہو جن لوگوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی ہے ان کا کیا حشر ہوا؟

اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی شی نہیں بچاسکتی :

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کیا نہیں آئی خبر تمہارے پاس ان لوگوں کی جو تمہارے سے پہلے تھے قَوْمِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ تم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی نعمتیں دی تھیں باغات دیئے زمینیں دیں اولاد دی تھی مال دیا تھا لمبی عمریں دیں اپنی چھ چھ پشتیں انہوں نے دیکھی لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو پانی میں ڈبو کے ماردیا وَّعَادٍ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عاد قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ بڑے قد آور اور مضبوط لوگ تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کا نعرہ لگاتے تھے "کون ہے ہم سے زیادہ طاقتور" انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلسل ہوا مسلط فرمائی اس ہوا نے انکو دور دور جا کر پھینک دیا کوئی ایک میل کے فاصلے پر گرا ہوا ہے کوئی دو میل کے فاصلے پر گرا ہوا ہے كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ جیسے کھجور کے تنے پڑے ہوتے ہیں وَّثَمُوْدَ حضرت ہود علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ قوم حجر کے علاقے میں آباد تھی انہوں نے پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں میں مکان بنائے ہوئے تھے کہتے تھے کہ زلزلے آتے ہیں دیواریں پھٹ جاتی ہیں گر جاتی ہیں اسلئے چٹانوں میں مکان بناتے تھے تراش کر مگر جب انہوں نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز دی کہ اس کیوجہ سے زلزلہ پیدا ہوا سب کے دل پھٹ گئے اور ختم ہو گئے وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا

اللّٰہُ نہیں جانتا انکی کوئی بھی تفصیل اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر۔ بے شمار قومیں دنیا میں آئی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے بغاوت کی تو دنیا کے عذاب میں مبتلا ہوئے جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُم بِالۡبَيِّنٰتِ آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر حسی طور پر معجزات بھی دکھائے اور معنوی طور پر بڑے بڑے معقول دلائل پیش کیے لیکن لوگوں نے نہیں مانا فَرَدُّوۡا اَيۡدِيَهُمۡ فِيۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ پس انہوں نے لوٹائے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں۔ اس جملے کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ کافر پیغمبروں کی عظمت کو دیکھ کر بڑے جلتے تھے عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ [آل عمران:۱۱۹] ”غصے کی وجہ سے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں۔“ اپنے منہ میں ڈال کر کہ یہ ہم سے بڑھ گئے ہیں لوگ ان کیساتھ زیادہ مل گئے ہیں۔ اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ جس وقت پیغمبر تبلیغ شروع کرتے تو کافر اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لوٹا کر اشارہ کرتے کہ خبردار! آگے نہ بولنا۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ پر جا کر رکھ دیئے کہ چپ کر جاؤ آگے نہ بولنا، اور یہ بھی تفسیر کرتے ہیں کہ پیغمبروں کی تعلیم سن کر انکو ہنسی آگئی پھر ہنسی کو روکنے کیلئے اپنے منہ کے آگے اپنے ہاتھ رکھ لئے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ پیغمبروں کے ہاتھ پیغمبروں کے مونہوں پر رکھ دیئے کہ چپ کر جاؤ تم نے کیا شور مچایا ہوا ہے۔ اور اَيۡدِيۡ کا معنیٰ نعمتوں کا بھی آتا ہے، یَدٌ کی جمع ہے اور ید کا معنیٰ نعمت ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا کہ پیغمبروں نے جو نعمتیں پیش کیں تھیں توحید کی نعمت، رسالت کی نعمت، احکامات الٰہی کی نعمتیں، وہ سب انہوں نے پیغمبروں کے منہ پر پھینک دیں کہ ہم نہیں مانتے۔ وَقَالُوۡۤا اِنَّا كَفَرۡنَا اور کہا انہوں نے بیشک ہم منکر ہیں بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ اس چیز کے جو تم دیکر بھیجے گئے ہو۔ ہم نہ توحید کو مانتے ہیں نہ رسالت کو مانتے ہیں اور نہ تمہاری باتوں کو مانتے ہیں وَاِنَّا لَفِيۡ

شَکٍّ اور بیشک البتہ ہم شک میں ہیں مِمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ اس چیز سے جس کے بارے میں تم ہمیں دعوت دیتے ہو مُرِیْبٍ وہ شک ہمیں تردد میں ڈالتا ہے قَالَتْ رُسُلُهُمْ ان کے پیغمبروں نے کہا اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شک ہے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. لفظ فاطر"ط" کیساتھ۔ فطور کے معنی ہیں بغیر نمونے اور مثال کے پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا پہلے ان کا کوئی ماڈل اور نمونہ نہیں تھا پھر ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان ہیں ان کے اوپر کرسی ہے اور اس کے اوپر عرش ہے۔ حجم اور جسم کے لحاظ سے اعظم المخلوقات عرش ہے عرش سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے وہ سب کو محیط ہے اور درجے اور شان کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں بلند درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ تو آسمان سات ہیں اور سورۃ طلاق میں آتا ہے وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلُهُنَّ "اور زمین میں سے بھی ان کے مثل۔" یعنی زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہیں ہر زمین میں خدا کی مخلوق ہے اور وہ مخلوق بھی ہماری طرح مکلّف ہے مگر سب سے افضل یہ زمین ہے جس پر ہم ہیں کیونکہ اسی زمین پر آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی ہے اور اسی زمین پر آپ ﷺ رہے ہیں اور اسی زمین میں آپ ﷺ مدفون ہیں۔ اس زمین کا درجہ تمام زمینوں سے بلند ہے اور اس زمین کی مخلوق کا درجہ بھی سب سے بلند ہے۔ فرمایا پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونے کے اس کے بارے میں شک کرتے ہو۔ یَدْعُوْكُمْ وہ بلاتا ہے تمہیں لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تاکہ وہ بخش دے تمہارے گناہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دعوت دیتا ہے اپنے پیغمبروں کے ذریعے، کتابوں کے ذریعے کہ آؤ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اور تاکہ وہ تمہیں مہلت دے ایک مدت مقرر تک یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مزید عمر دیگا۔

فضائل صدقہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی صدقہ خیرات کرتا ہے صلہ رحمی کرتا ہے اسکی لمبی عمر ہوتی ہے یہ پہلے سے لکھا ہوتا ہے کہ یہ صدقہ خیرات کریگا اس کی عمر لمبی ہوگی بدلتی نہیں ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ایک حکم ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلاَءَ ''صدقے کی برکت سے تکالیف اور مصائب ٹلتے ہیں۔'' ایک اور روایت میں ہے اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ''صدقہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو ٹھنڈا کرنے والا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ ''صدقے کی وجہ سے انسان بری موت سے بچتا ہے۔'' لیکن اکثر لوگوں کو صدقے کے مفہوم کا علم نہیں ہے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بس کالی سری دیدو تو سات بلائیں ٹل جائیں گی خدا جانے ان کی سات بلائیں کونسی ہیں اور اگر اس سے زیادہ کیا تو گوشت لیکر صدقہ کر دیا یا یہ کرتے ہیں کہ پرندوں کو کوؤں کو ڈال دیتے ہیں، اس سے بڑی چھلانگ لگائی تو بکرا بکری دیدی۔

صدقے کا مفہوم :

یاد رکھنا! یہ کوئی صدقہ نہیں ہے کیونکہ شریعت میں صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اس کو کپڑے بھی چاہئیں، اسکو آٹا بھی چاہیے، بیمار ہے تو دوا چاہیے، جوتا چاہیے، کرائے کا مکان ہے تو کرایہ چاہیے، بچوں کی فیس چاہیے، یہ کالی سری کہاں کہاں پھنسے گی، یہ ایک وقت کا گوشت تم نے لا کر دیا ہے اس کیساتھ کیا بنے گا لہذا بہترین صدقہ نقد پیسے ہیں تاکہ وہ غریب اپنی ضرورت پوری کر سکے باقی یہ جو چیزیں ہیں ان کا ثواب ملے گا میں یہ نہیں کہتا ثواب نہیں ملے گا لیکن صحیح معنٰی میں جو صدقہ ہے اس کے مقابلے میں اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے اور پھر چڑیوں اور کوؤں کے آگے ڈالنا کوئی شئ نہیں

ہے وہ غیر مکلّف مخلوق ہے ان پر حلال حرام کھانے کی کوئی پابندی نہیں ہے ان کو ہر چیز ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بھوکے نہیں رہتے لہذا اچھی طرح سمجھ لیں صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا اور وہ نقد ہے اور پھر اس طریقے کیساتھ ہو کہ دائیں ہاتھ سے دو بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے مگر اس پر ہم راضی نہیں ہے۔

تیجے ساتے کی کوئی حقیقت نہیں ہے :

یاد رکھنا! جو صدقہ خیرات کیلئے تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسواں کرتے ہیں محض لوگوں کو دکھانے کیلئے الا ماشاء اللہ کہ اگر نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے تمہاری ماں مرگئی تم نے کچھ نہیں کیا باپ مرگیا تم نے کچھ نہیں کیا، یہ ریا ہے، دکھلاوا ہے۔ خفیہ طریقے سے دو ثواب چار گنا ہوگا اپنی طرف سے دنوں کی تعیین کرنا بدعت ہے لہذا تیسرے، ساتے، دسویں کا کچھ ثواب نہیں ہے بلکہ عذاب لازم ہے۔ اسی طرح ایک کام یہ بھی کرتے ہیں کہ جب کوئی فوت ہوجاتا ہے تو اس کے گھر جمع ہوکر قرآن پڑھتے ہیں۔ بھئی تم اپنے گھر قرآن پڑھ کر بخش دو کہ اے پروردگار! اس کا ثواب میرے فلاں دوست کو پہنچا دے، مگر ہم میں دکھاوا زیادہ ہے کہ جب تک ہم جائیں نہ اور یہ نہ بتلائیں کہ ہمیں تمہارے ساتھ ہمدردی ہے تو اس وقت تک دل ہی نہیں بھرتا، دل کو تسلی ہی نہیں ہوتی حالانکہ ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے ہر آدمی اپنا فرض سمجھے کہ جب کوئی عزیز، دوست، رشتہ دار، فوت ہو جائے تو خود قرآن شریف پڑھے اور ثواب پہنچائے صدقہ خیرات کرے اور ثواب پہنچائے بڑی بات ہے دکھلاوا نہ ہو۔

تمام پیغمبر بشر تھے :

پیغمبروں کے جواب میں قَالُوْٓا لوگوں نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہو تم

مگر بشر ہمارے جیسے۔ یاد رکھنا کفر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوا ہے اس سے پہلے کفر شرک نہیں تھا اور گناہ تھے پہلی مشرک قوم نوح علیہ السلام کی تھی پیغمبر کی بشریت کا انکار بھی اس زمانے سے شروع ہوا ہے کہ پیغمبر بشر نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو کہا گیا کہ تم ہماری طرح بشر ہو نبی کس طرح بن گئے؟ حضرت ہود علیہ السلام کو بھی کہا گیا کہ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [مومنون:۳۳] ''نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا کھاتا ہے ان چیزوں سے جن سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس میں سے جو تم پیتے ہو۔'' یہ نبی کس طرح بن گیا؟ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق لوگوں نے کہا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ [الفرقان:۷] ''کیا ہے اس رسول کو کہ یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔'' سودا سلف لینے کیلئے بازار بھی جاتا ہے نبی کس طرح ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸ میں فرمایا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ''اور ہم نے نہیں بنایا ان رسولوں کو ایسے اجسام کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔'' پیغمبروں کو بھی بھوک لگتی تھی پیاس بھی لگتی تھی۔ خندق کے موقع پر ایسے بھی صحابہ کرام ﷺ تھے جنہوں نے بھوک کے وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے تاکہ خالی انتڑیاں نہ چھلکیں جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بتایا تو ترمذی شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ تو پیغمبروں کو بھوک بھی لگتی تھی پیاس بھی لگتی تھی گرمی سردی بھی لگتی تھی بیمار اور تندرست بھی ہوتے تھے۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو درد شقیقہ نے اتنا تنگ کیا کہ آپ ﷺ دو دن گھر سے باہر تشریف نہیں لائے اور کمر درد اور گھٹنوں کے درد نے اتنا مجبور کیا کہ بخاری شریف اور مسلم

شریف کی روایت ہے آپ ﷺ بیٹھ کر پیشاب نہ کر سکے کھڑے ہو کر کیا۔ مشرکوں نے آپ ﷺ سے معجزات کا مطالبہ کیا یہ کرو وہ کرو۔ سولہویں پارے میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ''پختہ بات ہے میں بشر ہوں تمہارے جیسا۔'' اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۳ میں ہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ''نہیں ہوں میں مگر ایک بشر رسول۔'' تو تمام پیغمبر بشر تھے آدمی تھے انسان تھے مگر درجہ اور مقام ان کا بہت بلند تھا لیکن نادان لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر کو بندہ نہ کہو۔ بھئی کیوں نہ کہیں؟

قرآن پاک میں معراج شریف کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ''پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو۔'' تو یہاں عبد کا لفظ ہے۔ پھر جب بلند مقام پر پہنچے تو سورۃ النجم میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ''پس رب تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔'' تو وہاں پہنچ کر بھی بندے ہی رہے پھر امت کیلئے نماز کا تحفہ لیکر آئے۔ اس میں ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یہ ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ کوئی نماز قبول نہیں ہوتی جس میں التحیات نہ ہو معاذ اللہ تعالیٰ اگر عبد کے لفظ میں توہین ہے تو پھر ہماری نمازیں آپ کی توہین پر موقوف ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ لہذا عبد کے لفظ میں آپ ﷺ کی کوئی توہین نہیں ہے اور یہ ہمارے ایمان میں شامل ہے ان لوگوں سے غلطی یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھا ہے کہ ہم بندے ہیں اور سر سے لیکر پاؤں تک گناہوں میں بھرے ہوئے ہیں تو خیال کیا کہ پیغمبر ایسے نہیں ہو سکتے پیغمبر بندے نہیں ہو سکتے۔ اپنے آپ کو بندہ سمجھنا یہ غلطی ہے حقیقت یہ ہے کہ ہم بندے نہیں ہیں بندے کا غلاف ہمارے اوپر چڑھا ہوا ہے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ بڑے مرتبے کے بزرگ گذرے ہیں ان کی کتاب ہے مثنوی شریف۔صدیوں سے لوگ پڑھتے چلے آرہے ہیں آج بھی درس میں شامل ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے گیس لیمپ اپنے سر پر رکھا دوپہر کا وقت تھا منڈی میں جا پہنچا۔کہنے لگا کہ میں بندہ تلاش کررہا ہوں لوگوں نے کہا کہ تجھے بندے نظر نہیں آتے منڈی بندوں سے بھری ہوئی ہے۔اس نے کہا......

؎ انچہ می بینم خلاف آدم اند

نیستند آدم غلاف آدم اند

''جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں یہ آدم کے خلاف ہیں آدمی نہیں ہیں آدم کا غلاف ان پر چڑھا ہوا ہے۔'' ان کے اندر تو آدمیت نہیں ہے میں تو وہ تلاش کررہا ہوں جس کے اندر آدمیت ہو بعض علاقے ایسے ہیں کہ جب گائے کا بچہ مرجائے تو وہ اسکی کھال میں توڑی (بھوسہ) بھر کر مصنوعی بچھڑا بناتے ہیں اور گائیں کے آگے رکھتے ہیں تب وہ دودھ دیتی ہے اسکو مورا کہتے ہیں اگر مورا بنا کر نہ رکھیں تو گائے دودھ نہیں دیتی تو اندر توڑی (بھوسہ) ہوتا ہے اوپر بچھڑے کا چمڑا ہوتا ہے۔تو معاف رکھنا ہم مورے ہیں بندے نہیں ہیں اور پیغمبر حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے بندے تھے ہم مورے ہیں بندے نہیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ شکلیں انسانی ہونگی وَقُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ اوران کے دل بھیڑیوں جیسے ہونگے۔یہ ڈاکو، چور، بدمعاش، دہشت گرد، غنڈے، شکلیں انسانوں کی ہیں اور اندر سے بھیڑیئے ہیں۔تو کافروں نے کہا کہ نہیں ہو تم مگر ہمارے جیسے بشر۔تُرِیْدُوْنَ چاہتے ہو تم اَنْ تَصُدُّوْنَا کہ ہمیں روکو عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اس سے جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔تم اس لئے آئے ہو کہ

ہمارے باپ دادا کے معبودوں کو ہم سے چھڑانا چاہتے ہو فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ لاؤتم ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل تا کہ ہم سمجھیں۔اس کا جواب ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

۞ ۞ ۞

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۱۲ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۳ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝۱۴ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۱۵

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ کہا ان لوگوں کو ان کے رسولوں نے اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہیں ہم مگر بشر تمہارے جیسے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَمَا كَانَ لَنَآ اور نہیں ہے ہمارے اختیار میں اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ یہ کہ لائیں ہم تمہارے پاس کوئی دلیل اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی چاہئے کہ توکل کریں مومن وَمَا لَنَآ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ کہ ہم توکل نہ

کریں اللہ تعالیٰ پر وَقَدْ ھَدٰنَا سُبُلَنَا اور تحقیق ہمیں اس نے ہدایت دی ہے
ہمارے راستوں کی وَلَنَصْبِرَنَّ اور البتہ ہم ضرور صبر کریں گے عَلٰی مَآ
اٰذَیْتُمُوْنَا ان تکلیفوں پر جو تم ہمیں دو گے وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ
الْمُتَوَکِّلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی چاہیے کہ توکل کریں توکل کرنے والے
وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے لِرُسُلِھِمْ اپنے رسولوں کو
لَنُخْرِجَنَّکُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تمہیں اپنی زمین سے اَوْ
لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہماری ملت میں فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ پس
وحی بھیجی پیغمبروں کی طرف ان کے رب نے لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ البتہ ہم
ضرور ہلاک کر دیں گے ظالموں کو وَلَنُسْکِنَنَّکُمُ الْاَرْضَ اور البتہ ہم ضرور
بسائیں گے تمہیں زمین میں مِنْ بَعْدِھِمْ ان کے بعد ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ
مَقَامِیْ یہ وعدہ اس شخص کیلئے ہے جو خوف کھاتا ہے میرے سامنے کھڑے ہونے
کا وَخَافَ وَعِیْدِ اور خوف کھاتا ہے میری دھمکی کا وَاسْتَفْتَحُوْا اور انہوں نے
فتح طلب کی وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ اور نامراد ہو گیا ہر جبر کرنے والا ضدی۔

مختلف قوموں کے پاس وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ پیغمبر بھیجتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں
نے پہلے توحید کا سبق دیا پھر اپنی رسالت اور قیامت کا ذکر کیا۔ کافروں نے کہا کہ تم نبوت
اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا "نہیں ہو تم مگر ہمارے جیسے
انسان۔" لہذا تم رسول کس طرح بن گئے؟ ان لوگوں کا خیال تھا کہ بشر نبی نہیں ہونا چاہیے
اگر رب چاہتا تو انسانوں کی ہدایت کیلئے فرشتوں کو نبی بنا کر بھیجتا۔

مسئلہ بشریت :

سورت مومنون آیت نمبر ۲۴ میں ہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اتارتا فرشتوں کو۔ یہ بشر ہو کر نبی بن گیا ہے اور دوسری بات ان لوگوں نے یہ کہی کہ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا تم چاہتے ہو کہ روکو ہمیں ان چیزوں سے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے اور تیسری بات یہ کہی کہ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل پیش کرو کہ ہمیں سمجھ آ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ کہا ان لوگوں کو ان کے رسولوں نے اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہیں ہم مگر بشر تمہارے جیسے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اور لیکن اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے۔ ہم بشر ہیں انسان ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے کہ ہمیں نبوت و رسالت عطا فرمائی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۵ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا "اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلنے بسنے والے تو یقیناً ہم اتارتے ان پر آسمان کی طرف سے فرشتے رسول بنا کر۔" اگر زمینی مخلوق فرشتے ہوتے تو ہم ان کی اصلاح کیلئے فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتے لیکن ہم نے زمین آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حوالے کی ہے تو ان کی اصلاح کیلئے ان ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے اگر کوئی فرشتہ ہوتا تو انسان اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ مثلاً گرمیوں میں جب رمضان آتا ہے تو دن لمبا ہوتا ہے بھوک پیاس لگتی ہے اگر فرشتہ رسول ہوتا تو اسکو بھوک پیاس کا کیا احساس ہوتا وہ یہی کہتا بھوک پیاس برداشت کرو اور روزہ رکھو خود اسکو تو نہ بھوک لگتی ہے نہ پیاس، وہ ہمارا استاد کس طرح بن سکتا تھا اسی طرح فرشتوں میں نہ مذکر

ہے نہ مؤنث، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں وہ ہمیں کس طرح سبق دیتے کہ تم اس طرح جنسی خواہشات کنڑول کرو ان کو نہ گرمی کا پتہ اور نہ سردی کا احساس نہ دکھ سکھ کی خبر تو فرشتے سے انسان کس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ ہاں انسان انسان سے صحیح معنٰی میں فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ اسکو دکھ درد کا پتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اگر فرشتہ نبی ہوتا تو اسکو کیا صدمہ ہوتا؟ انسان کیلئے نمونہ تو وہ بن سکتا ہے جسکو بھوک لگے پیاس لگے گرمی سردی کا احساس ہو پریشانیاں آئیں غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے تو انسان اور فرشتے میں بڑا فرق ہے غیر ملکی اور غیر زبان والے سے آدمی صحیح معنٰی میں فائدہ نہیں اٹھا سکتا چہ جائیکہ غیر جنس سے فائدہ اٹھائے۔ پہلے تم پڑھ چکے ہو وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی پیغمبر مگر اسکی قوم کی زبان میں۔''

ہر علاقہ کی قوم کے الگ الگ رواج ہوتے ہیں :

ہر علاقہ میں قوموں کے علیحدہ علیحدہ رواج ہوتے ہیں کافی عرصہ ہوا ہے ساتھی مجھے ڈیرہ غازی خان لے گئے مجھے تھوڑی سی پیچش کی شکایت تھی میں نے انکو کہا کہ میرے لئے چاول پکانا اور ان پر دہی ڈال کر مجھے دینا انہوں نے میرے سامنے چاول اور دہی لا کر رکھی میں نے دہی چاولوں پر ڈالی وہاں جو بچے تھے بڑے حیران ہوئے کہ چاولوں پر دہی ڈال رہے ہیں وہاں چاولوں پر دہی ڈالنا گالی کے مترادف تھا بچے بچیاں آکر دیکھتے تھے کہ بابا چاولوں پر دہی ڈال کر کھا رہا ہے۔ اسی طرح میں نے وہاں ایک اور بات دیکھی کہ چھوٹے بچوں اور بچیوں کو وہ ابا کہہ کر بلاتے تھے کہ ابا بات سنو! امی بات سنو! میں نے کہا کہ یہ تمہارے بچے ہیں پوتے ہیں تم ان کو ابا امی کہتے ہو؟ کہنے لگے یہ ہمارا رواج ہے۔ میں نے

کہا کہ اسکی کوئی وجہ ہونی چاہئے کہ بیٹی، پوتی اور دُھتی (نواسی) کو اماں کہتے ہو تو کوئی وجہ نہ بتلا سکے میں نے کہا کہ میرے ذہن میں بات آتی ہے وہ یہ کہ میرے خیال میں یہ دعائیہ کلمہ ہے کہ تجھے رب اماں ابا بنائے۔ واللہ اعلم بالصواب ٹھیک ہے یا غلط ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو جہاں بھیجا وہ اس ماحول کو سمجھتے تھے۔ فرشتہ نبی ہوتا تو انسان اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا تو پیغمبروں نے کہا کہ ہم تمہارے جیسے انسان ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے۔ اس پر ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں پیغمبر بنایا رسالت عطا فرمائی باقی تم نے یہ کہا کہ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کہ ہمیں کوئی معجزہ اور کرشمہ دکھاؤ تو اسکے متعلق پیغمبروں نے جواب دیا وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اور نہیں ہے ہمارے اختیار میں یہ کہ لائیں ہم تمہارے پاس کوئی دلیل مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ آپ لوگ ہم سے مطالبہ کرتے ہو کہ معجزہ دکھاؤ یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اگر وہ چاہے تو معجزہ ظاہر ہوتا ہے۔ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو صفا مروہ سونے کی بنا دو آپ کیلئے کوٹھی ہونی چاہئے اور باغ ہو جس میں نہریں جاری ہوں۔ پندرہویں پارے میں ہے رب تعالیٰ نے فرمایا قل آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا پاک ہے پروردگار یہ چیزیں میرے رب کے اختیار میں ہیں میرے اختیار میں نہیں ہیں میں تو بشر ہوں رسول ہوں وہ جب چاہتا ہے معجزہ صادر فرما دیتا ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی چاہئے کہ توکل کریں مومن وَمَا لَنَآ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ کہ ہم توکل نہ کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا اور تحقیق ہمیں اس نے ہدایت دی ہے ہمارے راستوں کی جو ہمارے حق کے راستے

ہیں اللہ تعالیٰ پر ہمیں اعتماد کرنا چاہئے اور سن لو وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا اور البتہ ہم ضرور صبر کریں گے ان تکلیفوں پر جو تم ہمیں دو گے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں :

کیونکہ کافروں نے دھمکیاں دی تھیں کہ ہماری طرف سے تمہیں تکلیف پہنچے گی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کہا کہ تم ہمیں تکلیف دیتے ہو تو تمہاری مرضی ہے ہم صبر کریں گے پھر اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو بڑی بڑی تکلیفیں دی گئیں بعضوں کو آرے کیساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بعضوں کو کنویں میں گرایا گیا بعض وہ تھے جن پر پتھروں کی بارش کی گئی بعضوں کو بھوکا رکھا گیا غرضیکہ طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں مگر پیغمبروں نے صبر کیا۔ آنحضرت سے پوچھا گیا اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً حضرت ارشاد فرمائیں انسانوں میں سے زیادہ تکلیفیں کس کو پیش آئیں قال آپ نے فرمایا اَلْاَنْبِیَاءُ سب سے زیاہ تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو پیش آئیں ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ پھر انکو جو درجے میں انکے قریب تھے پھر انکو جو درجے میں انکے قریب تھے پھر آخر میں فرمایا یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ امتحان لیا جاتا ہے آدمی کا اسکے دین کی مقدار پر جتنا اس میں دین ہوگا اتنی اسکی آزمائش ہوگی اگر دین میں سخت ہوگا آزمائش بھی سخت ہوگی جو دین میں نرم ہوگا اسکا امتحان بھی نرم ہوگا ہم چونکہ اس قابل نہیں ہیں کہ تکلیفیں برداشت کر سکیں اسلئے ہمارا امتحان بھی نہیں ہوتا وہ لوگ دین میں بڑے مضبوط تھے اسلئے ان کے امتحان بھی سخت تھے ان کے سر پر آرا رکھ کر کہا جاتا ایمان چھوڑ دو، وہ دو ٹکڑے ہو جاتا تھا مگر کلمہ نہیں چھوڑتا تھا۔ آج ہم اسکا تصور بھی نہیں کر سکتے آرا تو بڑی بات ہے ہمارے تو سر میں سوئی چبھ جائے تو ہم برداشت نہیں کر سکتے اور ان کا امتحان اتنا مضبوط تھا کہ لوہے کی کنگھیوں کیساتھ ان کے بدن سے گوشت اور رگیں

نوچ لی جاتی تھیں مگر وہ دین کو نہیں چھوڑتے تھے بڑی ہمت والے لوگ تھے۔آج بھی الحمدللہ دنیا میں مجاہدین اسلام موجود ہیں جو دین کیلئے ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے کیلئے تیار ہیں اور کر رہے ہیں ان کے ایمان ہم سے بہت قوی ہیں تو جتنا انسان کا ایمان قوی ہوگا اتنا امتحان سخت ہوگا۔تو پیغمبروں نے کہا کہ ہم تکلیفوں پر صبر کریں گے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی چاہئے کہ توکل کریں توکل کرنے والے۔

توکل کا معنٰی :

کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ توکل کا معنٰی ہے ظاہری اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دو ظاہری اسباب اگر اختیار نہ کئے جائیں تو اسکو تَعَطُّلْ کہتے ہیں اور تعطل گناہ ہے اسباب کو کام میں لانے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔اپنی جان اور مال کے تحفظ کا شریعت نے حکم دیا ہے بیمار ہو جاؤ تو علاج کراؤ،ڈاکو،غنڈے دہشت گرد اور بدمعاش سے اپنے بچاؤ کا انتظام کرو اگر نہیں کریگا تو قرآن کے حکم کی مخالفت کریگا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خُذُوْا حِذْرَكُمْ اپنے بچاؤ کا سامان کرو۔یہ انسان کا بدن رب تعالیٰ کی امانت ہے اگر کوئی شخص گنجائش کے باوجود گرم کپڑے نہیں پہنتا سردی لگ جاتی ہے بیمار ہو جاتا ہے نمونیا ہو جاتا ہے تو تکلیف کیساتھ ساتھ یہ گنہگار بھی ہوگا کہ اس نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت کیوں نہیں کی تو گرمی سردی سے اسکو بچائے اور جتنی ہو سکے اپنے مال کی حفاظت کرے۔بعض لوگ لاپرواہی کرتے ہیں اور نئے جوتے مسجد میں چھوڑ آتے ہیں پھر کوئی اٹھالے تو کہتے ہیں کہ ہمارا جوتا چلا گیا ہے۔اپنے جوتوں کمبلوں کی حفاظت کرو،گھڑیوں کی حفاظت کرو اگر لاپرواہی کی وجہ سے نقصان ہو گیا تو مالی نقصان کے ساتھ ساتھ گنہگار بھی ہو

گے کیونکہ اپنے مال کی حفاظت کرنا شریعت کا حکم ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِرُسُلِهِمْ اپنے رسولوں کو لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تمہیں اپنی زمین سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہماری ملت میں ہمارا عقیدہ اپناؤ اور ہمارا عمل اختیار کرو ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس وحی بھیجی پیغمبروں کی طرف ان کے رب نے کہ تم گھبراؤ نہیں لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ البتہ ہم ضرور ہلاک کر دیں گے ظالموں کو وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ اور البتہ ہم ضرور بسائیں گے تمہیں زمین میں مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد۔ یہ تمہیں نکالنا چاہتے ہیں ہماری قدرت دیکھو ہم انکو تباہ کر دیں گے اور زمین تمہارے حوالے کر دیں گے ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ یہ وعدہ ہے اس شخص کیلئے جو خوف کھاتا ہے میرے سامنے کھڑے ہونے کا کہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونگا اور رب تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے اے بندے بتلا میں نے تجھے صحت دی تھی تو نے صحت میں کیا کیا؟ میں نے تجھے مال دیا تھا کہاں خرچ کیا؟ میں نے تجھے جوانی دی تھی کہاں خرچ کی؟ ایک رتی برابر بھی کسی نے اسراف کیا فضول خرچی کی تو اس کا رب تعالیٰ کی عدالت میں جواب دینا ہے تو اس شخص کیلئے وعدہ ہے کہ اسکی جان کی حفاظت کرے گا اور اس کے مقابلے میں ظالم کو تباہ کریگا فرمایا وعدہ ہر شخص کیساتھ ہے جس نے میرے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا وَخَافَ وَعِيْدِ اور خوف کیا ہے میری دھمکی کا۔ وعید کا معنیٰ دھمکی کہ نافرمانوں کو دوزخ میں بھیجوں گا سخت سزا دونگا ظالموں کو تباہ کرونگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاسْتَفْتَحُوْا فتح کا معنیٰ ہوتا ہے فیصلہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے فتح طلب کی رب تعالیٰ سے مدد مانگی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا "اے ہمارے پروردگار ہمارے اور

ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کردے۔'' ظالموں کے ظلم کی بھی انتہاء ہو چکی ہے اور ہمارے صبر کی بھی انتہاء ہو چکی ہے وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اور نامراد ہو گیا ہر جبر کرنے والا ضدی۔ جو حق کیساتھ عناد رکھتا تھا، دشمنی رکھتا تھا، ضدی تھا، وہ تباہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محفوظ رہے۔

❁ ❁ ❁

مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ

جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۚ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۚ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۚ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع ۳ ۱۵

مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ اسکے آگے جہنم ہے وَيُسْقٰى اور پلایا جائیگا اسکو مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ پیپ والا پانی يَّتَجَرَّعُهٗ اسکو گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ اور نہیں قریب کہ اسکو حلق سے اتار سکے وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ اور آئے گی اس کے پاس موت مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر طرف سے وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور وہ نہیں مریگا وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ اور اسکے آگے عذاب ہوگا سخت مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مثال ان لوگوں کی جو کافر ہیں بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے اَعْمَالُهُمْ ان

کے اعمال کَرَمَادِ ۔اشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ راکھ کی طرح ہیں سخت ہوگئی ہے ان کیساتھ ہوا فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ شدید آندھی کے دن لَا یَقْدِرُوْنَ نہیں قادر ہوں گے وہ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ اس چیز میں سے کسی شے پر جو انہوں نے کمائی ہے ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ یہ گمراہی ہے دور کی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ کیا تو نے نہیں دیکھا بیشک اللہ تعالیٰ نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو حق کیساتھ اِنْ یَّشَاْیُذْھِبْکُمْ اگر وہ چاہے تو لے جائے تم کو وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ اور لے آئے نئی مخلوق وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ اور نہیں ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ جَمِیْعًا اور ظاہر ہونگے اللہ تعالیٰ کے سامنے سب فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا پس کہیں گے کمزور لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا ان لوگوں کو جنہوں نے تکبر کیا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا بیشک ہم تمہارے تابع تھے فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا پس کیا تم کفایت کر سکتے ہو ہم سے مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی قَالُوْا وہ کہیں گے لَوْ ھَدٰنَا اللّٰہُ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا لَھَدَیْنٰکُمْ تو ہم تمہاری راہنمائی کرتے سَوَآءٌ عَلَیْنَآ برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا ہم بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں مَالَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ نہیں ہے ہمارے لئے کوئی چھٹکارا۔

نہ جنت دور ہے نہ دوزخ :

پیچھے والی آیت کا آخری جملہ ہے وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ اور نامراد ہوگیا ہر جبر

کرنے والا ضدی حق کیساتھ عناد کرنے والا۔ دنیا میں تو نامراد ہوگا اور مِنْ وَّرَآئِہٖ جَھَنَّمُ اسکے آگے جہنم ہے۔ یاد رکھنا! نہ جنت دور ہے اور نہ دوزخ دور ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قبر میں جانے کے بعد یا جنت کے ساتھ تعلق ہوگا یا دوزخ کیساتھ وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ اور پلایا جائیگا اسکو پیپ والا پانی یَتَجَرَّعُهٗ اسکو گھونٹ گھونٹ کرکے پئے گا جیسے گرم چائے کو آدمی گھونٹ گھونٹ کرکے پیتا ہے تو وہ پانی اتنا گرم ہوگا کہ لسی اور شربت کی طرح نہیں پی سکے گا بلکہ وہ گرم کڑوا اور بدبودار ہوگا لہذا گرم ہونے کی وجہ سے اور کڑواہٹ اور نفرت کی وجہ سے گھونٹ گھونٹ کرکے پئے گا وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُهٗ اور نہیں قریب کہ اسکو حلق سے اتار سکے لسی اور شربت کی طرح اور کیا پوچھتے ہو وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور آئے گی اسکے پاس موت ہر طرف سے لیکن وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ اور وہ نہیں مریگا اور قبر میں ایسے زہریلے سانپ ڈسیں گے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ سانپ اگر زمین سے باہر ایک سانس لے تو کوئی سبز چیز باقی نہ رہے اور بعض مجرم ایسے ہونگے ننانوے سانپ اسکو ڈسیں گے پھر فرشتے ہتھوڑا ماریں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ ہتھوڑا کسی پہاڑ کو مارا جائے تو خاک ہو جائے۔ پھر اس پر دوزخ کی آگ کے شعلے پڑیں گے تو ہر طرف سے موت ہی موت نظر آئیگی مگر وہ مریگا نہیں۔ اسلئے نہیں مریگا کہ اگر مر گیا تو سزا کون بھگتے گا وہاں تو لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ وہاں مرے گا اور نہ جئے گا۔'' وَمِنْ وَّرَآئِہٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ اور اسکے آگے عذاب ہوگا سخت۔ جوں جوں آگے بڑھتا جائیگا عذاب میں اضافہ ہوتا جائیگا اور مومنوں کیلئے نعمتوں اور خوشی میں اضافہ ہوگا آج کا کھانے کا ذائقہ اور ہوگا اور کل کے کھانے کا ذائقہ اور ہوگا پرسوں کے کھانے کا ذائقہ اور ہوگا اگرچہ شکل ملتی جلتی ہوگی مومنوں کی لذتوں میں اضافہ ہوگا اور کافروں کو حکم ہوگا فَذُوْقُوْا

فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا [سورۃ نبا:۳۰] ''پس چکھوتم اس عذاب کا مزا پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب۔'' دن بدن عذاب میں اضافہ ہوتا چلا جائیگا۔ کافروں کو جب عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ ہم بھی نیکیاں کرتے ہیں پھر بھی تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو کہ دوزخ میں تمہیں پیپ پلائی جائے گی گرم پانی پلایا جائیگا یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو یہ ہمارے نیک اعمال کہاں جائیں گے؟

کافر بھی بڑی بڑی نیکیاں کرتے ہیں :

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کافر بھی نیک کام کرتے ہیں۔ یہ میو ہسپتال، گنگا رام ہسپتال غیر مسلموں کے قائم کیے ہوئے ہیں جن سے ہزار ہا لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مسافر خانے بناتے ہیں، سڑکیں بناتے ہیں، کنویں نکالتے ہیں، نلکے لگواتے ہیں بلکہ سیٹھی محمد یوسف مرحوم آف راہوالی نے مجھے بتایا کہ سندھ میں ہمارے تین قرأت و تجوید کے مدرسے ہندو چلاتے ہیں۔ قاریوں کی تنخواہیں طلبہ کا بیماری تک کا خرچہ وہ برداشت کرتے ہیں اور کسی سے چندہ بھی نہیں مانگتے بلکہ وہ مدارس جن کو مسلمان چلا رہے ہیں ان کی بنسبت وہاں بچوں کو زیادہ سہولتیں ہیں۔ میں نے کہا سیٹھی صاحب ان کو کیا فائدہ؟ کہنے لگے مولانا فائدہ تو مجھے معلوم نہیں۔ تو بہر حال کافر بھی اچھے اچھے کام کرتے ہیں مگر اس کا انہیں آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اسکو اچھی طرح سمجھنا اور یاد رکھنا۔

ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ کہ اسکے احکام کا انکار کیا ہے أَعْمَالُهُمْ انکے اعمال كَرَمَادٍ راکھ کی طرح ہیں اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ سخت ہوگئی ہے ان کیساتھ ہوا شدید

آندھی کے دن انکے اعمال کو راکھ کا ڈھیر سمجھو کہ دیکھنے میں بڑا نظر آتا ہے لیکن راکھ کا وزن نہیں ہوتا اور جب آندھی اور طوفان آتا ہے تو سب اڑ جاتا ہے۔ کافروں کے نیک اعمال کا بھی یہی حال ہے کہ بظاہر بڑے نظر آتے ہیں یہ ہسپتال ہے، یہ سڑک ہے، یہ پل ہے، یہ نلکا ہے، یہ کنواں ہے، یہ مسافر خانہ ہے، یہ غریبوں کیساتھ ہمدردی ہو رہی ہے لیکن کفر کی آندھی شرک کی آندھی ان کو اڑا کر لیجاتی ہے کچھ نہیں بچتا جو آخرت میں ان کے کام آئے۔

اعمال کی قبولیت کیلئے تین شرطیں :

کیونکہ نیک اعمال کو باقی رکھنے والی تین چیزیں ہیں (۱)......ایمان
(۲)......اخلاص (۳)......اتباع سنت

ان کے بغیر نیکیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دیکھو قریش نے بھی یہ بات کہی تھی کہ ہم حاجیوں کو کھانا کھلاتے ہیں پانی پلاتے ہیں مسجد حرام کی خدمت کرتے ہیں صفائی کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بندے کو دیکھو کہ وہ مسجد کی خدمت کر رہا ہے تو تم کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنتی ہے۔ یہ عام مسجد کی بات ہے اور مسجد حرام جو سب مسجدوں کی ماں ہے اسکی کی خدمت کوئی معمولی بات نہیں ہے بڑے بڑے سردار ہاتھ میں جھاڑو پکڑے ہوئے اسکی صفائی کرتے تھے بلکہ بعض ایسے بھی تھے جو لیٹ کر داڑھی کیساتھ صفائی کرتے تھے اور حاجیوں کو پانی پلانا بھی کوئی معمولی نیکی نہیں تھی۔ آج تو الحمد للہ پانی وافر ہے زبیدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی نہروں میں جگہ عطا فرمائے۔ اس نے بڑی کوشش کیساتھ عرفات تک نہر کھدوائی جسکو نہر زبیدہ کہا جاتا تھا اس زمانے میں پانی بڑی مشکل سے ملتا تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک لشکر میں تھے کہ پانی کی ضرورت پیش آئی پانی نہیں تھا آپ ﷺ نے حضرت علی اور ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کی ڈیوٹی لگائی کہ تم دوڑ کر اِدھر اُدھر پانی تلاش کرو۔ یہ بڑے دوڑے بھاگے مگر کہیں پانی نظر نہ آیا ایک عورت اونٹ پر سوار تھی اور پانی کے بڑے بڑے مشکیزے اس نے اونٹ پر لادے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ ہمیں بتاؤ کہ تم پانی کہاں سے لائی ہو؟ اس نے کہا کہ میں کل اس وقت چشمے میں سے پانی بھر کر چلی تھی اب چوبیس گھنٹوں میں یہاں پہنچی ہوں یہ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں بیوہ عورت ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ہمارے دیہات کے لوگ مزدوری کیلئے جاتے ہیں میں ان کو پانی لا کر دیتی ہوں وہ مجھے کچھ ستو اور کھجوریں دے دیتے ہیں جس سے میں اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہوں۔ تو اس زمانے میں پانی بڑی نعمت ہوتا تھا اس زمانے میں حاجیوں کیلئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کیلئے انہوں نے سولہ راستے بنائے ہوئے تھے اور ہر راستے پر مناسب جگہ پر پانی کی مفت سبیلیں لگائی ہوئی تھیں اور ان پر نگران ہوتے تھے اور نگران کے اوپر اور نگران ہوتے تھے کہ آیا صحیح ڈیوٹی دے رہے ہیں یا نہیں۔ تو اس زمانے میں پانی مفت پلانا بھی بڑی نیکی تھی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انکی ان دو نیکیوں کا ذکر کر کے جواب دیا کہ ایمان کے بغیر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ [توبہ:۱۹] ”کیا بنایا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس شخص کی طرح جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں نہیں برابر یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔“ یعنی یہ عمل ایمان کے بغیر قبول نہیں ہے بنیادی چیز ایمان ہے۔ ایمان کے بغیر بڑی سے بڑی اور خوبصورت سے خوبصورت نیکی بھی قبول نہیں ہے چاہے حاجیوں کو پانی

پلاؤ مسجد حرام کی خدمت کرو ابوجہل کی طرح پینسٹھ (۶۵) حج کرو، نمرود کی طرح چار ہزار گائیں کی قربانی ہر سال دو تو ان نیکیوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں ہے اور ایمان ہے تو معمولی سی نیکی بھی نجات کا سبب بن جائیگی۔ تو فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جو رب کے احکام کے منکر ہیں اسکے پیغمبروں کے منکر ہیں کتابوں کے منکر ہیں ان کے اعمال ایسے ہی ہیں جیسے راکھ کا ڈھیر تیز ہوا چلی آندھی والے دن جھکڑ والے دن وہ راکھ ساری اڑی کیونکہ اسکا وزن کوئی نہیں ہے اعمال میں وزن تین چیزوں سے پیدا ہوتا ہے، ایمان، اخلاص، اتباع سنت۔ ایمان جتنا قوی اور مضبوط ہوگا عمل اتنا ہی وزنی اور مقبول ہوگا جتنا اخلاص ہوگا اتنا مقبول ہوگا جتنا سنت کی پیروی میں ہوگا اتنا ہی مقبول ہوگا۔ یقین جانو! ہماری ساری زندگی کی نمازیں کسی صحابی کی ایک نماز کے برابر نہیں ہیں اور ساری امت کی نمازیں آنحضرت ﷺ کی ایک نماز کے برابر نہیں ہیں۔ تو فرمایا تمہارے اعمال راکھ کا ڈھیر ہیں کفر شرک کی آندھی چلتی ہے تو کوئی چیز نہیں بچتی لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ نہیں قادر ہونگے وہ اس چیز میں سے کسی شے پر جو انہوں نے کمائی ہے لہذا محض عمل پر خوش نہ ہو اس کی بنیاد کو پختہ کرو کہ عقیدہ درست کرو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخلاص کیساتھ کرو اور سنت کے مطابق ہو ورنہ عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہے ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ یہ گمراہی ہے دور کی کہ اعمال تم کرتے رہو اور تمہارے کام نہ آئیں اَلَمْ تَرَ اے مخاطب تو نے نہیں دیکھا تو نہیں جانتا اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ بیشک اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو حق کیساتھ۔ آسمان کتنے بڑے ہیں یہ زمین کتنی بڑی ہے اس میں حق ہے یہ کسی خالق نے پیدا کی ہے از خود تو نہیں بنی۔

ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے :

مولانا رومؒ فرماتے ہیں......

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد

ہیچ آھن خود بخود تیغے نہ شد

''کوئی چیز خود بخود چیز نہیں بنتی ،کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بن جاتا جب تک اسکو کوئی بنائے نہ۔''

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم — تا غلام شمس تبریزے نشد

فرماتے ہیں مجھے جو دین کی شد بد حاصل ہوئی ہے از خود تو نہیں ہوئی شمس تبریز کی غلامی کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ اگر رب چاہے تو تمکو لے جائے فنا کر دے ایک آن اور ایک لمحے میں اور لے آئے نئی مخلوق اس کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور نہیں ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا اور ظاہر ہونگے اللہ تعالیٰ کے سامنے سب، ساری کائنات ساری مخلوق اکٹھی ہوگی فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا پس کہیں گے کمزور ان لوگوں کو جنہوں نے تکبر کیا یعنی جنہوں نے ووٹ دیئے اور وہ جن کو ووٹ دیئے گئے تو چھوٹے بڑوں کو کہیں گے، کمزور طاقتوروں کو کہیں گے اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا۔ تَبَعًا تَابِعٌ کی جمع ہے۔ بیشک ہم تمہارے تابع تھے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا پس کیا تم کفایت کر سکتے ہو ہم سے مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی۔ دنیا میں ہم نے تمہارا ساتھ دیا کیا یہاں تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارا دلا سکتے ہو؟ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل بڑی نعمت دی ہے اس کیساتھ سمجھے تو بڑا! کچھ کر سکتا ہے۔

ظالم کیساتھ تعاون کرنے والا بھی اسکے ظلم میں شریک ہے :

اور یاد رکھنا! جو شخص کسی کے ظلم میں اسکا معاون ہوتا ہے وہ بھی اس ظلم میں شریک ہوتا ہے۔ امام محمد بن طاؤسؒ تابعین میں سے تھے اور بڑے پائے کے محدث تھے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے انکو اپنے دربار میں بلایا کہ تم نے میرے خلاف کچھ باتیں کی ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ نے تجھے اقتدار دیا ہے حکومت دی ہے رب تعالیٰ کے احکام جاری کر لوگوں پر ظلم نہ کر، میں نے یہ کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں۔ یہ جس جگہ کھڑے تھے وہاں دوات پڑی تھی منصور نے کہا کہ تم دوات مجھے پکڑا دو۔ فرمایا کہ دوات اٹھا کر نہیں دونگا کیونکہ تو نے اس دوات سے سیاہی لیکر میرے قتل کا حکم لکھنا ہے۔ کیونکہ انکو یقین ہو گیا تھا کہ یہ ضرور مجھے قتل کر دیگا کیونکہ کھری کھری باتیں سننا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اگر دوات اٹھا کر تجھے دونگا تو میں بھی اعانت علی القتل کا مجرم بنوں گا لہذا کسی اور کو کہہ دے وہ اٹھا دے اور تو نے جو فیصلہ کرنا ہے کر۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسی جعفر منصور نے قید بھی کیا تھا اور ستر اور ڈیڑھ سو کوڑے بھی لگوائے۔ جرم کیا تھا؟ امام صاحب کو کہتے تھے کہ چیف جسٹس کا عہدہ قبول کر۔ امام صاحب نے کہا کہ میں قاضی القضاۃ بن کر ظالم حکومت کا معاون نہیں بننا چاہتا کیونکہ حکومت ظالم ہے۔ کپڑے اتار کر امام صاحب کو کوڑے مارے گئے جیل میں بند کر دیا کئی سال جیل میں رہے جو آدمی آپ کو کھانا کھلاتا تھا ایک دن اس نے کہا حضرت میں ملازم ہوں زیادہ بات نہیں کر سکتا بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آج انہوں نے آپ کو زہر پلانی ہے۔ جب وہ پانی کا پیالہ لے کر آئے کہ پیو! تو امام صاحب نے فرمایا کہ مجھے علم ہے تم نے اس میں زہر ملایا ہے۔ جانتے ہوئے پیوں گا تو گنہگار ہونگا۔ پھر انہوں نے امام صاحب کو نیچے گرا کر پکڑ کر زہر پلایا وہیں سجدے

کی حالت میں شہید ہوئے پھر ظالموں نے ان کی میت کو جیل سے باہر نکالا۔ تو بظاہر متکبر ماتحتوں کو کہیں گے قَالُوْا لَوْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہاری راہنمائی کرتے اب اللہ تعالیٰ نے تو پیغمبر بھیجے کتابیں نازل فرمائیں ہر دور میں واعظین بھیجے سمجھانے والے بھیجے اگر ہمیں ہدایت نصیب ہوتی تو ہم تمہاری رہنمائی کرتے سَوَآءٌ عَلَيْنَآ برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَآ ہمزہ استفہام کا ہے کیا ہم جزع فزع کریں گھبراہٹ کا اظہار کریں اَمْ صَبَرْنَا یا ہم صبر کریں، چاہے شور مچائیں چاہے صبر کریں مَالَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ نہیں ہے ہمارے لئے کوئی چھٹکارا۔ یہ سزا تم بھی بھگتو گے اور ہم بھی بھگتیں گے ظالم اور ان کے معاون برابر سزا کھائیں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ ظالموں کا ساتھ دینے سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ (آمین)

۞ ۞ ۞

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ اور کہے گا شیطان لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ جس وقت معاملہ طے کیا جائے گا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ وَعْدَ الْحَقِّ سچا وعدہ وَوَعَدْتُّكُمْ اور میں نے بھی وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ فَاَخْلَفْتُكُمْ پس میں نے خلاف ورزی کی تمہارے ساتھ وَمَا كَانَ لِيَ اور نہیں تھا میرے لئے عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ تمہارے اوپر کوئی جبر اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے قبول کرلیا میری دعوت کو فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم نہ ملامت کرو مجھ کو وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اور ملامت کرو اپنی

جانوں کو مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ میں نہیں چھڑا سکتا تم کو وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو اِنِّیْ كَفَرْتُ بیشک میں انکار کرتا ہوں بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بیشک ظالموں کیلئے عذاب ہے دردناک وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور داخل کئے جائیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے اچھے جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہنے والے ہونگے اس میں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کیساتھ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ملاقات ان کی ہوگی باغات میں سلام کے لفظ کیساتھ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً کیا نہیں دیکھا آپ نے کیسے بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال كَلِمَةً طَیِّبَةً پاک کلمے کی كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ جیسا کہ ایک پاکیزہ درخت ہوتا ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ جڑیں اسکی مضبوط ہیں وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ اور شاخیں اسکی آسمان کی طرف پہنچی ہوئی ہیں تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا لاتا ہے وہ درخت اپنا پھل كُلَّ حِیْنٍ ہر وقت بِاِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم کیساتھ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

پچھلے سبق میں تم نے پڑھا کہ محشر والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں سب لوگ پیش ہونگے اس دن کی ہولناکیاں دیکھ کر کمزور لوگ اپنے لیڈروں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا بیشک ہم تمہارے تابع تھے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ

عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ پس کیا تم ہم سے کفایت کر سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی۔ دنیا میں تم ہمارے پاس آتے تھے ہم تمہاری خدمتیں کرتے تھے تمہاری جھنڈیاں لگاتے تھے تمہارے نعرے مارتے تھے تمہارے جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہوتے تھے اب یہاں ہمارے کچھ کام آسکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر ہم خود ہدایت یافتہ ہوتے تو تمہاری بھی رہنمائی کرتے ہم خود عذاب میں مبتلا ہیں تمہیں کیسے چھڑا سکتے ہیں۔ یہ قوم کے لیڈر اور نمائندے انکار کردیں گے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ وَلٰكِنَّ الْعُرَفَآءَ فِی النَّارِ او کما قال ﷺ ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا لیڈروں کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے لیکن لیڈر جائیں گے دوزخ میں۔ چارہ اس لئے نہیں ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے کاموں کیلئے ان کی ضرورت ہوتی ہے لوگ ان سے جائز ناجائز کام کرواتے ہیں اسی لئے ان کو ووٹ دیتے ہیں آگے لاتے ہیں۔

ایک سبق آموز واقعہ :

۱۹۷۱ء میں اس حلقے میں حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو قومی اسمبلی کیلئے کھڑا کیا گیا اور گوجرانوالہ کے حلقے میں صوبائی اسمبلی کیلئے کھڑا کیا گیا تھا تو ہم ووٹ مانگنے کیلئے دیہاتوں میں گھومے علی پور کی طرف ایک گاؤں تھا اس کا نام ڈائری میں لکھا ہوا ہے زبانی مجھے یاد نہیں صبح سات بجے کے قریب ہم اس گاؤں میں پہنچے لوگوں نے ہمیں چودھری صاحب کا نام بتلایا کہ وہ موثر آدمی ہیں ان سے ملو۔ ہم چودھری صاحب کو ملے وہ بڑے خوش ہوئے کہنے لگا میں تمہارے پاس کبھی کبھی جمعہ پڑھنے کیلئے جاتا ہوں آج تو میرے لئے عید کا دن ہے کہ تم میرے گاؤں تشریف لائے ہو اس نے ہمیں ناشتہ کرایا بڑی خدمت کی انڈے پراٹھے مکھن سے ہماری تواضع کی ہم دس بارہ آدمی تھے۔ ہم

نے کہا چودھری صاحب لوگوں کو اکٹھا کرو ہم نے کچھ بیان کرنا ہے۔ چودھری بڑا موثر آدمی تھا اس نے اعلان کیا کہ کوئی آدمی اپنے کام پر نہ جائے سب میرے ڈیرے پر آجاؤ، بڑا وسیع ڈیرہ تھا لوگ اس میں اکٹھے ہو گئے مولانا نے مجھے اشارہ کیا کہ پروگرام شروع کرو میں نے اٹھ کر ایک حافظ صاحب کو کہا کہ تم تلاوت کرو اس نے تلاوت کی ایک ساتھی نے نظم پڑھی میں نے لوگوں کو کہا کہ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہم نے مولانا عبد الواحد صاحب کو قومی اسمبلی کیلئے کھڑا کیا ہے آپ کے اس حلقے میں ووٹ ہیں تم نے ووٹ ہمیں دینے ہیں چودھری صاحب بڑے کھرے آدمی تھے۔ کھڑا ہو گیا، کہنے لگا علماء کرام اگر ناشتے میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو دوپہر کے کھانے میں پوری کر دیں گے اور ووٹ تمہیں ہم نے ایک بھی نہیں دینا۔ مسکراتے ہوئے اس نے یہ بات کہی کہ ہم آپکو مغالطے میں نہیں رکھتے بات یہ ہے کہ ہم نے چوریاں بھی کرنی ہوتی ہیں ڈاکے بھی ڈالنے ہیں ایک دوسرے کے درخت بھی کاٹنے ہیں، جانور بھی چھیننے ہیں، لڑکیاں بھی اٹھانی ہیں، کیا تم ان کاموں میں ہمارا ساتھ دو گے؟ تھانے ہمارے ساتھ جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ یہ کام تو ہم نہیں کر سکتے۔ کہنے لگا پھر ہم سے ووٹ بھی تم کو نہیں ملیں گے۔ کیونکہ ہمیں تو ایسے نمائندے چاہئیں کہ ہم انہیں جہاں لے جائیں ہمارے ساتھ جائیں ہماری سچی جھوٹی امداد کریں۔

شیطان اپنے یاروں کو ذلیل کرے گا:

اب اسی سلسلہ میں شیطان کا حال بیان کیا ہے جو سب لیڈروں کا لیڈر رہے۔ اس کے پاس پہنچیں گے اور کہیں گے کہ دیکھو ہمیں تو سبز باغ دکھاتا تھا اور کہتا تھا کر لو کوئی بات نہیں رب غفورٌ رّحیمٌ ہے بخش دیگا تو نے ہم سے گناہ کروائے لہذا آج ہمارا کچھ کرو۔ اب سنو کہ وکیلوں کا وکیل اور لیڈروں کا لیڈر اور قائد کیا کہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ

الشَّیْطٰنُ اور کہے گا شیطان لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ جس وقت معاملہ طے کیا جائے گا مجرموں کیلئے عذاب کا اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا سچا وعدہ حق کا وعدہ وَوَعَدْتُّکُمْ فَاَخْلَفْتُکُمْ اور میں نے بھی وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ پس میں نے خلاف ورزی کی تمہارے ساتھ میں وعدہ پورا نہیں کرسکتا۔ میں نے کہا تھا کچھ نہیں ہوتا جو چاہے کرتے پھرو بخشے جاؤ گے جنت مل جائیگی لیکن یہ بات تو بتلاؤ کہ وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اور نہیں تھا میرے لئے تمہارے اوپر کوئی جبر کوئی زور۔ تم جو میرے پاس اکٹھے ہو کر آئے ہو میں نے تم سے کوئی جبراً برائی کرائی ہے اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ پس تم نے قبول کرلیا میری دعوت کو میری بات کو میری بات تم نے مان لی کیوں مانی تھی فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْآ اَنْفُسَکُمْ پس تم نہ ملامت کرو مجھ کو اور ملامت کرو اپنی جانوں کو میری بات نہ ماننے میں نے کون سے تمہارے گلوں میں رسے ڈالے ہوئے تھے میں نے کونسے جبراً گناہ کروائے ہیں اکٹھے ہو کر میرے پاس آئے ہو رب تعالیٰ نے نیکی کی بھی قوت دی ہے اور بدی کی بھی قوت دی ہے پھر ہر آدمی اپنے کسب کا خود مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہونے کے باوجود کسی پر نیکی بدی کیلئے جبر نہیں کرتا۔ تو شیطان کہے گا میرا تیرے اوپر کوئی جبر تو نہیں تھا میں نے تمہیں دعوت دی تم نے قبول کرلی اب مجھے نہ ملامت کرو اپنے نفسوں کو ملامت کرو مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ نہیں چھڑا سکتا تم کو اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو۔ نہ میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں اور نہ تم میری مدد کرسکتے ہو اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ

مِنْ قَبْلُ بیشک میں انکار کرتا ہوں اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے زبردستی۔ میں انکار کرتا ہوں میں رب کا شریک نہیں ہوں۔ کیسا ٹکا کے جواب دیا ہے کہ خواہ مخواہ تم میرے پیچھے دوڑے آرہے ہو کہ کچھ کر میں کیا کر سکتا ہوں؟ اور بعض مفسرینؒ نے اس جملے کا یہ معنیٰ کیا ہے کہ میں کافر ہوا تم نے مجھے رب تعالیٰ کا شریک بنایا میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہو تم مجھے نہ مانتے میری حوصلہ شکنی ہوتی تم نے مجھے مانا میں نے سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ پورا وکیل ہے نا! اللہ تعالیٰ نے یہ سارے واقعات ہمیں سمجھانے کیلئے بتائے ہیں کہ یہ یہ کچھ آگے ہونا ہے اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بیشک ظالموں کیلئے عذاب ہے دردناک۔ نافرمانوں کے ذکر کے بعد فرماں برداروں کا ذکر ہے وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور داخل کیے جائیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل اچھے کیے جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہنے والے ہونگے اس میں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کیساتھ۔ اس ہیشگی کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہم محدود زندگی میں ہیں۔

دنیا کو وجود میں آئے سات ہزار سال ہوئے ہیں :

اس وقت تک دنیا کو تقریباً سات ہزار سال ہوئے ہیں اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ دنیا کو اتنے لاکھ سال ہوئے ہیں اور اتنے کروڑ سال ہوئے ہیں یہ پاگل لوگوں کی باتیں ہیں شریعت کے لحاظ سے ابھی سات ہزار سال بھی پورے نہیں ہوئے۔ تو اس محدود زندگی میں ہم ہمیشہ کی زندگی کو نہیں سمجھ سکتے آگے کا کوئی پتہ نہیں ہے قیامت کب آئے گی اس کے بعد برزخ کا زمانہ ہے پھر محشر ہے پھر جنت دوزخ ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام نے آئندہ کیلئے جو کچھ فرمایا ہے حق ہے سب کچھ ہوگا۔

پیغمبر علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا سچ فرمایا :

دیکھو ہم بڑے حیران ہوتے تھے جب یہ احادیث پڑھتے تھے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے امدادی خراسان اور افغانستان کے لوگ ہونگے ۔ یہ لوگ کیسے امدادی ہونگے ؟ اب وہ سب حالات ظاہر ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت طالبان کو اقتدار دیا ہے یہی لوگ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے امدادی ہونگے اخبارات میں آیا ہے کہ امریکہ کے نجومیوں نے کہا ہے کہ اگلے سال امام مہدی ظاہر ہو جائیں گے امریکہ نے کعبۃ اللہ کے اوپر کیمرہ لگایا ہوا ہے کہ جب وہ ظاہر ہوں اُن کو بم مار کر ختم کر دیا جائے تا کہ آگے ان کا کام نہ چلے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے کب آنا ہے لیکن قرائن اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظہور قریب ہے حالات پیدا ہو رہے ہیں جن جگہوں پر مسلمان کمزور اور نہایت ضعیف تھے وہ بھی کھل کر اسلام کا نام لے رہے ہیں ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے کہ کشمیریوں کے بارے میں مجلس احرار کی تحریک چلی راجہ کے خلاف، تو بڑوں سے سنا ہے کہ کشمیری کہتے ہیں کہ بندوق آپے تپے گی تو ٹھس کریگی یعنی بندوق چلانے سے اتنا ڈرتے تھے کہ کہتے اسکو دھوپ میں رکھو خود چلے گی، کہنے والے مجاہد بنے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ بڑی دلیری کیساتھ لڑ رہے ہیں ۔ تو اسلام کو ترقی ہوگی حالات بن رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے جو کچھ فرمایا ہے حق اور سچ ہے ۔ فرمایا کہ یہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اپنے رب کے حکم کیساتھ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ ملاقات ان کی ہوگی باغات میں لفظ سلام کے کیساتھ ۔ تَحِيَّہ کا معنٰی ہے کہ جب کوئی ملتا ہے تو پنجابی میں کہتا ہے جی آیا نوں اور فارسی والے کہتے ہیں خوش آمدید، پشتو والے کہتے ہیں ہر کلا راشا اور انگریزی والے شاید ویلکم کہتے ہیں ۔ تو بہر حال ان کی جو آپس میں آؤ بھگت ہوگی وہ سلام کے لفظ

کیساتھ ہوگی فرشتے بھی سلام کہیں گے، حوریں بھی سلام کہیں گی، غلمان بھی اور رب تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ہوگا۔

سورۃ یٰسین میں ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ''اور سلام ہوگا کہا ہوا رب رحیم کی طرف سے۔'' آگے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا نہیں دیکھا آپ نے كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کیسے بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال كَلِمَةً طَيِّبَةً کلمہ طیبہ کی۔ وہ کلمہ طیبہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ جیسا کہ ایک پاکیزہ درخت ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کھجور کا درخت ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ جڑیں اسکی مضبوط ہیں اسکا تنا بڑا مضبوط ہوتا ہے وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اور شاخیں اسکی آسمان کی طرف پہنچی ہوئی ہیں تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ لاتا ہے وہ درخت اپنا پھل ہر وقت بِاِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم کیساتھ۔ اسکی جڑیں مضبوط ہیں تنا بڑا طاقتور ہے شاخیں اوپر کو پہنچی ہوئی ہیں پھل ساتھ لگا ہوا ہے اسی طرح کلمہ طیبہ ہے مومن کے دل میں اسکی جڑیں بڑی مضبوط ہیں اور ساتھ پھل لگتے ہیں نماز روزے کے کبھی حج کرتا ہے کبھی عمرہ کرتا ہے کبھی زکوٰۃ دیتا ہے کبھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے کبھی قرآن شریف پڑھتا ہے کبھی درود شریف پڑھتا ہے یہ سب اس درخت کی شاخیں اور پھل ہیں وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں لوگوں کیلئے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ کیونکہ مثال کے ذریعے آدمی بات جلدی سمجھتا ہے۔

۞ ۞ ۞

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ اورمثال گندے کلمے کی کَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ جیسے گندہ پودا ہے اُجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ جو بکھیر دیا گیا ہو زمین کے اوپر مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ نہیں ہے اس کیلئے کوئی ٹھہراو یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ مضبوط بات کیساتھ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ اور بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو وَيَفْعَلُ اللّٰهُ اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ مَا يَشَآءُ جو چاہے اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کو بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ جنہوں نے تبدیل کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو كُفْرًا ناشکری کی شکل میں وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ اور اتارا انہوں نے اپنی قوم کو دَارَ

الْبَوَارِ ہلاکت کے گھر میں جَهَنَّمَ جہنم میں یَصْلَوْنَهَا اس میں داخل ہونگے وَبِئْسَ الْقَرَارُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا اور انہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ تا کہ وہ بہکائیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے قُلْ آپ کہہ دیں تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ پس بیشک تمہارا ٹھکانہ دوزخ کی طرف ہے قُلْ آپ کہہ دیں لِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ میرے ان بندوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کریں وَيُنْفِقُوْا اور خرچ کریں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے سِرًّا مخفی طور پر وَّعَلَانِيَةً اور کھلے طور پر مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ پہلے اس سے کہ آئے يَوْمٌ وہ دن لَّا بَيْعٌ فِيْهِ کہ جس میں کوئی خرید وفرخت نہیں ہوگی وَلَا خِلٰلٌ اور نہ کوئی دوستی ہوگی۔

گذشتہ درس میں آپ نے کلمہ طیبہ کی مثال سنی اب اس کے مقابلہ میں کلمہ خبیثہ کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ اور مثال گندے کلمے کی اس سے مراد کفر کا کلمہ ہے، شرک کا کلمہ ہے، نافرمانی کا کلمہ ہے كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ جیسے گندا پودا ہے۔ درخت اسے کہتے ہیں جس کا تنا ہو اور جو زمین پر بچھا رہے اسکو پودا کہتے ہیں یہاں پر درخت مجازاً بولا ہے اُجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ جو بکھیر دیا گیا ہو زمین کے اوپر۔ حدیث میں آتا ہے کہ وہ حنظلہ ہے جسکو ایلوا اور کوڑتُما کہتے ہیں ویسے تو یہ ہر علاقے میں ہوتا ہے مگر میانوالی کے علاقے میں زیادہ ہوتا ہے اس کی بیلیں زمین پر پھیلی ہوتی ہیں جیسے تربوز کی بیل زمین کے اوپر پھیلی ہوتی ہے۔ اس کا پھل انتہائی کڑوا ہوتا ہے اس میں جتنا میٹھا ملاتے جاؤ

اتنا کڑوا ہوتا جاتا ہے۔اس کا کھانا بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ رکھا ہے۔

کوئی چیز بیکار نہیں قدرت کے کارخانے میں :

طب کی کتابوں میں تصریح ہے کہ بلغمی بیماریوں کیلئے یہ تمّا بڑا بہترین علاج ہے، فالج ہو، لقوہ ہو، درد ہو، قبض ہو حکیم لوگ آج بھی اس کو استعمال کرتے ہیں۔مجھ پر ۶۱ء میں فالج کا حملہ ہوا۔اس وقت میرے پاس دو طالب علم پڑھتے تھے ان کے والد مولانا حکیم جان محمد صاحب سموگڑھی نزد ٹیکسلہ کے رہنے والے تھے یہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے ان کو معلوم ہوا تو وہ دوڑے دوڑے میرے پاس پہنچے میں نے بتایا کہ میرا دائیں طرف والا حصہ سن ہو گیا ہے۔کہنے لگے کوئی علاج تو شروع نہیں کیا؟ میں نے کہا نہیں اور علاج تو کوئی نہیں شروع کیا البتہ کبوتر وغیرہ ہین ان کا گوشت اور شوربا استعمال کر رہا ہوں اور شہد استعمال کرر ہا ہوں۔کہنے لگے ان چیزوں کا کوئی حرج نہیں ہے لیکن کوئی علاج نہ شروع کرنا میں آپ کو ایک نسخہ بتاتا ہوں یہ استعمال کرنا ہے۔انہوں نے مجھے ''اِیَارِجُ فِیقَرَهْ'' ایک یونانی دوا ہے، بتلائی کہ آپ نے اسکو استعمال کرنا ہے (اس کا مکمل نسخہ بیاض کبیر میں موجود ہے۔نواز بلوچ) وہ میں سالہا سال سے کھاتا ہوں اس کے ساتھ اسہال لگتے ہیں اور بلغم وغیرہ بدن سے خارج ہو جاتا ہے یہ بلغم کو رگوں سے کھینچ لاتا ہے بڑا ظالم قسم کا جلاب ہے پہلے تو میں کئی سال تک روزانہ کھاتا رہا ہوں پھر ایک مہینے کے بعد کھاتا تھا پھر دو مہینے کے بعد اب کمزوری کی وجہ سے وہ نہیں کھا سکتا اس کا اہم جز ایلوا ہے۔قبض اور بلغم کے ازالے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس میں شفا رکھی ہے۔تو فرمایا کہ کلمہ خبیثہ کفر شرک کی مثال گندے پودے کی ہے جیسے تمّا، اس کی بیل زمین پر بکھری ہوتی ہے اس کا تنا نہیں ہوتا اور

پھل کڑوا ہوتا ہے مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ نہیں ہے اس کیلئے کوئی ٹھہراؤ کوئی ثبات یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مضبوط بات کیساتھ دنیا کی زندگی میں وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں، قبر میں ایمان کی قوت اور عمل صالح کی برکت سے اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ اسکو مزید نیکیاں کرنے کی توفیق عطا کریں گے۔

قبر میں سوال و جواب کی کیفیت :

اور قبر میں جب فرشتے سوال جواب کیلئے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اسکو ثابت قدم رکھیں گے عام لوگوں کیلئے منکر نکیر آتے ہیں اور مومنوں کیلئے مبشر بشیر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَبِيُّكَ مَا دِيْنُكَ مومن آدمی اعمال صالح کی برکت سے صحیح جواب دیتا ہے۔ رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے میرا نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم تیرے چہرے بُشرے سے سمجھ گئے تھے کہ جواب صحیح دیگا پھر اس کیلئے دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھولی جائے گی وہ کچھ پریشان ہوگا کہ جواب تو میں نے صحیح دیئے ہیں دوزخ کی کھڑکی کا کیا معنٰی؟ اور دیکھ کر توبہ توبہ کریگا۔ فرشتے کہیں گے یہ تیری جگہ نہیں ہے بس تجھے بتلانا ہے کہ رب تعالیٰ نے تجھے اس جگہ سے بچالیا ہے۔ پھر حکم ہوگا کہ جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دو۔ قبر میں جسم اور روح دونوں کیلئے راحت بھی ہے اور تکلیف بھی۔ ایمان اور عمل صالح کی برکت سے اللہ تعالیٰ دین پر قائم رکھتا ہے اور قبر میں اسکو صحیح جواب آتے ہیں ویسے رٹ لے، رٹ لگانے سے کچھ نہیں ہوگا ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ اور بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو۔

ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کا مطلب :

پہلے اسی پارے میں بات گذر چکی ہے کہ بہت سارے سطحی قسم کے لوگ قرآن کریم میں جب پڑھتے ہیں یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَن یَّشَآءُ ''اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' تو کہتے ہیں جب گمراہی اور ہدایت رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر ہمارا کیا قصور ہے ہم کوئی رب تعالیٰ سے طاقتور تو نہیں ہیں کہ رب کے حکم کو ٹال دیں تو میں نے بتلایا تھا کہ ہدایت اور گمراہی کیلئے قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ ہدایت رب تعالیٰ اسکو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ [رعد:۲۷] ''اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع کرتا ہے۔'' اور سورۃ شوریٰ آیت نمبر۱۳ میں ہے وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ''اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع کرتا ہے۔'' اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ ''اور گمراہ کرتا ہے ظالموں کو۔'' اور سورۃ مومن آیت نمبر۷۴ میں ہے کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ الْکٰفِرِیْنَ ''اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کو۔'' جو ظلم اور کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کو گمراہ کرتا ہے زبردستی نہیں بلکہ اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورۃ کہف] ''پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' اپنی مرضی سے جس طرف کوئی چلے گا اسکو اللہ تعالیٰ اسی طرف چلا دیں گے نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی [سورۃ نساء:۱۱۵] ''ہم اسکو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' اور سورۃ صف میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔'' اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ سورۃ عنکبوت آیت نمبر۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ''اور وہ لوگ جو کوشش

کرتے ہیں ہمارے راستے کی ہم ضرور رہنمائی کرتے ہیں ان کی اپنے راستوں کی طرف۔'' تو نہ ایمان لانے کیلئے جبر ہے نہ کفر کیلئے جبر ہے بلکہ اختیار ہے۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا جنہوں نے تبدیل کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر کی شکل میں بدل دیا۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکے والوں کو حرم جیسی جگہ عطا فرمائی جہاں پورا امن ہے کوئی کسی کو چھیڑتا تک نہیں ہے۔ حرم سے باہر لڑائیاں ہوتی تھیں جھگڑے ہوتے تھے ایک دوسرے کو اٹھا کر لے جاتے تھے لیکن حرم میں لڑائی جھگڑے چوری کوئی چیز نہیں ہوتی تھی یہ مزے کیساتھ سوتے تھے وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ''اور انہیں خوف سے امن دیا اور اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ان کو بھوک میں کھانا کھلایا۔'' دور دراز کے علاقوں سے چیزیں وافر مقدار میں پہنچتی تھیں ان کو چاہئے تھا کہ جس گھر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روزی دی ہے امن دیا ہے اس گھر والے کی عبادت کرتے انہوں نے الٹا اس گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھ کر ان کی پوجا شروع کر دی کتنی ناشکری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمت عظمیٰ عطا کی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے ان کو مجنوں کہا مفتری کہا ساحر اور کذاب کہا اور جو ان کی زبان پر آتا تھا وہ کہتے تھے اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر کیساتھ بدل دیا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ اور اتارا انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں۔ وہ ہلاکت کا گھر کونسا ہے؟ جَهَنَّمَ جہنم میں لے گئے سب کو اکٹھا کر کے جماعت کی شکل میں يَصْلَوْنَهَا اس میں داخل ہونگے وَبِئْسَ الْقَرَارُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان مرد عورت کو دوزخ سے بچائے اور

محفوظ رکھے۔

انداد کی تفسیر :

اپنی قوم کوانہوں نے کیسے گمراہ کیا وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا اورانہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک۔وہ گھر جوصرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے قائم کیا گیا تھااسکی بیرونی دیوار پرتین سوساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے۔ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت تھا،حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت تھا،حضرت مریم علیہا السلام کا بت تھااور ہُبَل حضرت ہابیل رحمہ اللہ کا بت تھا جسکو قابیل نے قتل کیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا بیٹا تھا جوشہید ہوا تھا قریش مکہ جب کسی لڑائی میں جاتے تھے تو اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ ۔ہبل زندہ باد ہبل زندہ باد کے نعرے لگاتے تھے کہتے تھے کہ یہ حق کی خاطر شہید ہوا ہے یہ ہماری مدد کرتا ہے۔ان بتوں میں اِیساف اور نائلہ کا بت بھی تھا۔ اِساف مرد کا نام تھااور نائلہ عورت کا نام تھا۔ان کے آپس میں برے تعلقات تھے ان کو بدی کیلئے کوئی جگہ نہ ملی لوگ اس وقت کم ہوتے تھے شام کے بعد لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے تو انہوں نے کعبۃ اللہ کے اندر برائی کی اللہ تعالیٰ نے انکومسخ کر دیا لوگوں نے عبرت کیلئے ان کے مجسمے کھڑے کر دیئے لیکن کچھ عرصہ گذرنے کے بعدان کی پوجا شروع کردی۔ بندے کی جب عقل ماری جائے تو کچھ سوجھ بوجھ نہیں رہتی۔تو فرمایاانہوں نے رب تعالیٰ کے شریک بنائے لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ تاکہ وہ بہکائیں لوگوں کواللہ تعالیٰ کے راستے سے قُلْ آپ کہہ دیں تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو۔کتنا عرصہ کھاؤ پیو گے فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ پس بیشک تمہارا ٹھکانہ دوزخ کی طرف ہے ہمیشہ کی ذلت اور عذاب میں مبتلا رہو گے قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں لِّعِبَادِیَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میرے ان بندوں کو جو

ایمان لائے ہیں صحیح معنیٰ میں بندے یہی ہیں یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وہ نماز قائم کریں۔تمام عبادات میں ایمان کے بعد اہم عبادت نماز ہے جس کی کسی حالت میں معافی نہیں ہے بشرطیکہ ہوش وحواس قائم ہوں حتی کہ اگر کوئی سولی پر کھڑا کر دیا گیا ہے تو اسکو بھی نماز معاف نہیں ہے بار بار قرآن پاک میں اور احادیث میں اس کا ذکر ہے اور تاکید ہے آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے بار بار فرمایا اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ''اپنی نمازوں کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کیساتھ اچھا سلوک کرنا، اپنی نمازوں کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کیساتھ اچھا سلوک کرنا، اپنی نمازوں کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کیساتھ اچھا سلوک کرنا۔'' اس نماز کا آج حشر دیکھو سورج چڑھنے کا وقت ہو گیا ہے مگر کتنے لوگ ہیں جو مزے کیساتھ سوئے ہوئے ہیں نماز کا کوئی خیال نہیں ہے اور ہیں سب مسلمان کہلانے والے۔تو فرمایا میرے بندوں کو کہو نماز قائم کریں وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ اور خرچ کریں اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے مال دیا ہے سِرًّا مخفی طور پر وَّعَلَانِیَۃً اور کھلم کھلا بھی خرچ کریں۔اگر کوئی شخص ریا سے بچا ہوا ہے کہ کھلا صدقہ خیرات کر سکتا ہے اور مخفی دے تو بہت اچھا ہے تا کہ اس میں ریاکاری کا سوال ہی پیدا نہ ہو مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ پہلے اس سے کہ آئے وہ دن لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلٰلٌ کہ جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی اور نہ کوئی دوستی ہوگی۔اور وہ قیامت کا دن ہے اور مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ ''جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔'' دوزخ بھی سامنے ہے اور جنت بھی سامنے ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞۞۞

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو وَاَنْزَلَ اور اس نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَاَخْرَجَ بِهٖ پس نکالا اس نے اس پانی کے ذریعے مِنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں کو رِزْقًا لَّكُمْ رزق تمہارے لئے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ اور تابع کیا تمہارے لئے کشتیوں کو لِتَجْرِیَ تاکہ وہ چلیں فِی الْبَحْرِ سمندر میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کیساتھ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ اور تابع کیا ہے تمہارے لئے نہروں کو وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو دَآئِبَیْنِ لگاتار دونوں چلتے ہیں وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اور تمہارے کام میں لگا دیا رات کو اور دن کو وَاٰتٰىكُمْ اور دی رب نے تمہیں مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ہر وہ چیز جو تم نے اس سے مانگی وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لَا تُحْصُوْهَا تم شمار نہیں کر

سکتے اِنَّ الْاِنْسَانَ بیشک انسان لَظَلُوْمٌ البتہ بڑی ناانصافی کرنے والا کَفَّارٌ ناشکرہ ہے۔

گذشتہ درس میں تھا کہ وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا اور بنائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب کچھ تو میں نے بنایا ہے وہ شریک کس چیز میں ہیں؟ شریک کا کچھ نہ کچھ دخل تو ہوتا ہے ان کا میرے افعال میں کیا دخل ہے۔ فرمایا اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو۔ کیا آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں کسی اور کا حصہ ہے؟ اور یہ کافر بھی مانتے تھے جب ان سے سوال کیا جاتا تھا مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو۔ کہتے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اسی نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی بارش فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ پس نکالے رب تعالیٰ نے اس بارش کے ذریعے پھل رزق تمہارے لئے۔ اس بات کو مشرک بھی تسلیم کرتے تھے جب ان سے پوچھا جاتا تھا بارش کس نے نازل کی؟ کہتے اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے، یہ فصلیں سبزیاں کس نے پیدا کی ہیں؟ کہتے اللہ تعالیٰ نے مَنْ خَلَقَکُمْ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ کہتے رب نے پیدا کیا ہے، تمہارا مالک کون ہے؟ کہتے رب ہے۔ بھئی جب یہ سب کچھ تسلیم کرتے ہو تو پھر دوسروں کیلئے کیا ہے دوسروں کا اس میں کیا دخل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے وَالْاَرْضَ مِثْلَهُنَّ اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں۔ آسمانوں میں بھی مخلوق ہے اور ایک بالشت جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف نہ ہو۔ سات آسمان ہیں، کرسی ہے، عرش ہے ان میں بے شمار مخلوق ہے کہ لَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ [سورۃ مدثر] ''تیرے رب

کے لشکروں کو صرف وہی رب ہی جانتا ہے۔‘‘

ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے :

پیدا کرنے والا بھی وہی ہے رزق دینے والا بھی وہی ہے بارش برسانے والا بھی وہی ہے۔ دیکھو چند ماہ ہوئے ہیں بارش نہیں ہوئی تھی لوگ تڑپ اٹھے تھے اس کیلئے دعائیں ہوئیں نماز استسقاء ادا کی گئی جب اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش برسائی تو لوگوں کو سکون حاصل ہوا تو یہ بارش کہ عالم اسباب میں تم اس کے محتاج ہو یہ کون نازل کرتا ہے؟ پھر اس کے ذریعے پھلوں سے تمہیں رزق دیتا ہے بہت سے علاقے ایسے ہیں کہ وہاں کے لوگ پھل ہی کھاتے ہیں ان کو اور کوئی چیز نہیں ملتی اور بہت سے علاقے ایسے ہیں کہ پھل فروخت کر کے گندم خریدتے ہیں بہرحال یہ تمہاری خوراک کا ذریعہ ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ اور اس نے تابع کیا تمہارے لئے کشتیوں کو لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ تاکہ وہ چلیں سمندر میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کیساتھ۔ کشتیوں کے ذریعے اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا سامان اِدھر لاتے ہیں اور سواریوں کو بھی لے جاتے اور لے آتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بغیر وہ کون ذات ہے جس نے ان کشتیوں کو تمہارے تابع کیا ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ اور تابع کیا ہے تمہارے لئے نہروں کو کہ بڑی نہروں سے چھوٹی نہریں نکالو پھر ان سے کھال نکالو اور آبپاشی کرو ان کے ذریعے اناج اگاؤ، باغات لگاؤ۔ یہ چیزیں کس نے پیدا کی ہیں؟ رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ پھر رب تعالیٰ کے شریک کس طرح بن گئے؟ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اسی نے کام میں لگا دیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو۔ سورج کے فوائد کو ساری دنیا جانتی ہے، اس کی تپش اس کی حرارت کا فصلوں پر اثر ہوتا ہے، انسانوں اور حیوانوں کی صحت پر اس کا اثر ہوتا ہے، باغات کے پھلوں پر اس کا اثر ہے چاند کی مدھم

روشنی کا ساری چیزوں پر اثر ہے تو یہ تمہارے کام میں کس نے لگائے ہیں دَآئِبَیْنِ لگا تار دونوں چلتے ہیں۔

ظہور مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول :

جس وقت سے سورج چلنا شروع ہوا ہے بدستور چل رہا ہے اور جب تک رب تعالیٰ کو منظور ہوگا چلتا رہے گا پھر امام مہدی علیہ السلام کی آمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد اور خروج دجال کے بعد، یاجوج ماجوج کے قتل کے بعد ایک دن سورج نہیں نکلے گا مطلع صاف ہوگا لوگ منتظر ہونگے اور حیران ہونگے کہ معلوم نہیں کہ آج نکلے گا یا نہیں نکلے گا کہ اتنے میں سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا دوپہر تک آئیگا حکم ہوگا واپس چلے جاؤ اسی دن مغرب کے وقت صفا پہاڑی کی چٹان پھٹے گی اس سے دَابَّةُ الْاَرْض نکلے گا وہ بیل کی طرح ایک جانور ہوگا لوگوں کیساتھ گفتگو کریگا اس طرح جس طرح اب میں تمہارے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں اور تم سن رہے ہو سمجھ رہے ہو اس پر لوگ ایمان بھی لائیں گے۔ لوگوں کا جانور کی بات ماننا اور اس پر ایمان لانا یہ اس بات کی علامت ہوگی انسان انسان نہیں رہے شکل انسانوں جیسی ہے لیکن حیوان ہیں انسانوں کی باتیں انہوں نے نہیں مانی حیوان کی بات پر ان کو یقین آ گیا ہے اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ اس سے پہلے جو ایمان لا چکا ہوگا بس اس کا ایمان معتبر ہوگا اور پہلے جو نیکیاں کرتا تھا آئندہ بھی کریگا ان نیکیوں کا اعتبار ہوگا نئی نیکی قبول نہیں ہوگی اور نہ اس کے بعد ایمان لانا قبول ہوگا۔ اس کے بعد احادیث کی روشنی میں تقریباً ایک سو بیس سال گذریں گے پھر اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے۔ تو فرمایا سورج اور چاند کو اس نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے اور تواتر کیساتھ چل رہے ہیں وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور تمہارے کام میں لگا دیا رات کو اور

دن کو۔ رات اس لئے کہ لِتَسْكُنُوْ فِيْهِ تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن اس لئے کہ تم اس میں روزی کماؤ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، نیکیاں کرو، جہاد کرو۔ دن رات کے فوائد سب کے سامنے ہیں کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ رات دن کو پیدا کرنے والا کون ہے وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ اور دی رب نے تمہیں ہر وہ چیز جو تم نے اس سے مانگی عَلٰى حَسْبِ مَصَالِحِكُمْ تمہاری مصلحتوں کے مطابق تھی رب تعالیٰ نے تمہیں دی۔

دعا کی قبولیت کی شکلیں :

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ دعا کوئی بھی رد نہیں ہوتی مگر اسکی قبولیت کی شکلیں ہیں۔ پہلی شکل یہ ہے کہ جو چیز تم نے رب تعالیٰ سے مانگی ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تمہارے لئے مفید ہے ہے تو وہ دیگا اور اگر مفید نہیں ہے تو نہیں دیگا اور اس دعا کی برکت سے کوئی مصیبت ٹل جائیگی جو آنے والی تھی اور تمہیں اس کا علم نہیں تھا تو یہ بھی دعا کی قبولیت ہے اور اگر دنیا میں کچھ نہ ہوا تو اس دعا کا ثواب آخرت میں ملے گا اور دنیا میں نہ دینا بھی خیر خواہی ہے کیونکہ انسان بسا اوقات ایک چیز کو اپنے حق میں اچھا اور مفید سمجھتا ہے مگر وہ شے اس کیلئے مضر ہوتی ہے۔ انسان کی عقل ناقص ہے تو اس وقت وہ چیز اسکو نہ دینا ہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ مثلاً ہیضہ میں مبتلا آدمی پانی مانگتا ہے یا کسی اور بیماری میں مبتلا ہے اور وہ ایسی چیز مانگتا ہے جو اس کے حق میں مفید نہیں ہے گھر کے افراد اسکو وہ چیز نہیں دیتے ڈاکٹر حکیم اسکو وہ چیز نہیں دیتا تو یہ نہ دینا اس کیساتھ دشمنی نہیں ہے بلکہ اس کیساتھ محبت ہے کیونکہ وہ چیز اگر اسکو دی جائے تو اس کو نقصان ہوگا۔ تو تم ایک چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ تمہارے حق میں مفید نہیں ہے تو وہ نہیں دیتا اور اس دعا کی برکت سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے جو آنے والی تھی تو یہ بھی دعا کی قبولیت

ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ الدعاء ھو العبادۃ ''دعا عبادت ہے۔'' جتنی دیر تم دعا کرتے رہو گے یہ سمجھو کہ تم عبادت میں لگے ہوئے ہو۔اور فرمایا کہ تم کیا پوچھتے ہو وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تم شمار نہیں کر سکتے۔اور نعمتیں تو درکنار یہ جو ہم چوبیس گھنٹوں میں سانس لیتے ہیں اس کو کوئی گننا چاہے تو نہیں گن سکتا نبض کو کوئی گننا چاہے تو نہیں گن سکتا رب تعالیٰ نے ہاتھ دیئے ہیں پاؤں دیئے ہیں،آنکھیں دی ہیں،کان دیئے ہیں،دانت موجود ہیں،صحت ہے مال ہے،مکان اور اولاد ہے،اناج ہیں،بیشمار پھل فروٹ ہیں،شکل وصورت ہے،قد ہے اور باطنی نعمتیں ہیں،ایمان ہے،علم ہے،عقل وسمجھ ہے،بصیرت ہے اس کی نعمتوں کو کوئی شمار نہیں کر سکتا بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کا قد اور شکل دیکھ کر آدمی اس سے مرعوب ہو جاتا ہے لیکن جب وہ بات کرتا ہے تو ایسی حماقت کی کہ اس کی بات پر لوگوں کو ہنسی آجاتی ہے۔اور بعض دفعہ آدمی کا قد چھوٹا ہوتا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ یہ بھی آدمی ہے مگر وہ بات ایسی معقول کرتا ہے کہ وہ دوسروں کو لاجواب کر دیتا ہے تو یہ باطن کی نعمتیں ہیں۔حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کا قد چھوٹا سا تھا دوسرے لوگ بیٹھے ہوتے تھے اور یہ کھڑے ہوتے تھے تو برابر لگتے تھے لیکن ساری امت میں پہلے درجے کے مفسر قرآن اور فقیہ تھے۔حضرت عمر ؓ کے دور میں کوفہ اور کزینا کے لوگ آئے کہ ہمارے علاقے میں بڑے بڑے فتنے برپا ہوتے ہیں یہودی،عیسائی،مجوسی اعتراض کرتے ہیں اور ہمیں کوئی تسلی بخش جواب نہیں آتا کوئی آدمی بھیجو جو ان کا منہ توڑ جواب دے۔فرمایا ان شاء اللہ بھیجیں گے۔جب بھیجنے کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کو بلایا وہ وفد بڑا حیران ہوا کہ یہ چھوٹا سا آدمی ہمارے ساتھ بھیج رہے ہیں۔حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ تم اسکو چھوٹا اور معمولی نہ سمجھو مجھے

خود مسائل میں اس کی ضرورت پڑتی ہے مگر اس وقت میں تمہیں ترجیح دیتا ہوں ۔ تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود ﷜ جب گفتگو فرماتے تھے تو معقول ہوتی تھی کہ مجلس والے دنگ رہ جاتے اور دوسروں کو منہ توڑ جواب دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں کچھ ظاہری ہیں اور کچھ باطنی ہیں اور اتنی ہیں کہ تم ان کو شمار نہیں کر سکتے ۔ فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ بیشک انسان بڑی ناانصافی کرنے والا ناشکرا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں ہم بڑے ناشکرے ہیں اور میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ نماز ہے اور نماز ادا کرنے کیلئے جب آؤ تو اچھا صاف ستھرا لباس پہن کر آؤ ۔

کھجور والی ٹوپیوں کا حکم :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ [اعراف:۳۱] ”اختیار کرو اپنی زینت ہر نماز کے وقت ۔“ یہ مساجد میں جو ٹوپیاں پڑی ہوتی ہیں ان کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے پھر مکروہ میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے ۔ مفتی رشید احمد صاحب کا فتویٰ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے ۔ جس نے یہ پہن کر نماز پڑھی ہے اسکی نماز بالکل نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنی پڑے گی ۔ میری اپنی تحقیق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے ۔ مکروہ تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ نماز ہو جائیگی لیکن اتنا ثواب نہیں ملے گا جتنا ملنا چاہئے یعنی ثواب میں کمی آ جائیگی ۔ کیونکہ یہ تیلوں والی ٹوپیاں پہن کر کوئی بازار نہیں جاتا ، یہ پہن کر بارات میں شریک نہیں ہوتا کہ شرم آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے شرم نہیں آتی لہٰذا اچھا صاف ستھرا لباس پہن کر نماز ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو ناشکری نہ کرو ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے بچائے اور ناشکری سے بچائے ۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع ۱۸

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِجْعَلْ بنادے هٰذَا الْبَلَدَ اس شہر کو اٰمِنًا امن والا وَّاجْنُبْنِيْ اور بچا مجھکو وَبَنِيَّ اور میرے بیٹوں کو اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اس بات سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں رَبِّ اے میرے رب اِنَّهُنَّ بیشک انہوں نے اَضْلَلْنَ گمراہ کیا ہے كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بہت سارے لوگوں کو فَمَنْ تَبِعَنِيْ پس وہ شخص جس نے میری پیروی کی فَاِنَّهٗ مِنِّيْ پس بیشک وہ میرا ہے وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری

نافرمانی کی فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بیشک آپ ہی بخشنے والے مہربان ہیں
رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنِّیْٓ بیشک میں نے اَسْکَنْتُ ٹھہرایا ہے مِنْ ذُرِّیَّتِیْ
اپنی اولاد میں سے بعض کو بِوَادٍ ایسے میدان میں غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ جو کھیتی والا نہیں
ہے عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ آپ کے عزت والے گھر کے پاس رَبَّنَا اے
ہمارے رب لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ تاکہ وہ قائم کریں نماز فَاجْعَلْ پس کردے
اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ کچھ لوگوں کے دلوں کو تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ مائل ان کی طرف
وَارْزُقْھُمْ اور رزق دے انکو مِّنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں سے لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ تاکہ
یہ شکرادا کریں رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّکَ بیشک آپ تَعْلَمُ جانتے ہیں مَا
نُخْفِیْ جس چیز کو ہم چھپاتے ہیں وَمَا نُعْلِنُ اور جس چیز کو ہم ظاہر کرتے ہیں
وَمَا یَخْفٰی اور نہیں ہے مخفی عَلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر مِنْ شَیْءٍ کوئی چیز فِی
الْاَرْضِ زمین میں وَلَا فِی السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب
تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں الَّذِیْ وہ رب وَھَبَ لِیْ جس نے مجھے عطا کئے
عَلَی الْکِبَرِ بڑھاپے میں اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق
علیہ السلام اِنَّ رَبِّیْ بیشک میرا رب لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ البتہ دعا سننے والا ہے رَبِّ
اجْعَلْنِیْ اے میرے رب بنا مجھ کو مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ نماز قائم کرنے والا وَمِنْ
ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد میں سے بھی رَبَّنَا اے ہمارے رب وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اور
آپ قبول کریں دعا میری رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ اے ہمارے رب بخش دے مجھ کو

وَلِوَالِدَیَّ اورمیرے ماں باپ کو وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کو یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ جس دن قائم ہوگا حساب۔

اس سے پہلے رکوع میں تم نے پڑھا وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا اور بنائے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک اورشریک بھی اتنے کہ ظالموں نے کعبۃ اللہ کی بیرونی دیوار پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے۔آج اس کا چڑھاوا کل اس کا چڑھاوا سال کا کوئی دن خالی نہیں ہوتا تھا اور پھر اس ساری کاروائی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اور دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی ہے کہ یہ نرا ان پر بہتان ہے۔کیوں؟ فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے رب بنادے اس شہر کو امن والا۔ابتداءً یہاں کوئی مکان نہ تھا پھر قبیلہ بنوجرہم آیا تو آبادی ہوگئی۔اور آب زمزم کا مبارک پانی تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کیلئے امن کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حرم آج تک امن والا چلا آرہا ہے۔آج بھی اگر دوسرے علاقوں سے آئے ہوئے لوگ جھگڑتے ہیں تو وہ کہتے ہیں الحاج حرم الحاج حرم حاجی حرم کا خیال کرو حاجی صاحب یہ حرم ہے اسکا خیال رکھو نہ جھگڑو۔تو اللہ تعالیٰ نے اسکو امن والا بنایا ہے اور اگلا جملہ ہے وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور بچا مجھ کو اور میرے بیٹوں کو اس بات سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی دو بیٹوں کا ذکر اسی رکوع میں آگے آرہا ہے اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام تین بیٹے اور تھے وہ نبی نہیں تھے۔

ایک کا نام حضرت مدین دوسرے کا نام حضرت مدائن اور تیسرے کا نام حضرت قیدار رحمہم اللہ تعالیٰ تھا۔ تو فرمایا مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پوجا سے بچا۔ او ظالمو! وہ تو بتوں کی پوجا سے پناہ مانگ رہے ہیں اور تم بت پرستی کو ان کا دین بتلاتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم جو کام کر رہے ہیں ابراہیم علیہ السلام بھی یہی کام کرتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بین الاقوامی شخصیت تھے اہل اسلام کے عقیدے کے مطابق ساری مخلوق میں سے دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس لئے یہودی عیسائی بھی اپنی کڑی ان کیساتھ ملاتے تھے۔

بدعتیوں کا اپنے آپ کو حنفی کہنا غلط ہے :

تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی اور نہ نصرانی اور مشرک بھی اپنی کڑی ان کیساتھ ملاتے تھے۔ آگے فرمایا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نہ وہ شرک کرنے والوں میں سے تھے حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وہ تو موحّد تھے صرف رب کے سامنے سر جھکانے والے تھے۔ اسکو ایسے سمجھو کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ امت میں بہت بڑی شخصیت ہیں اور تابعین میں سے ہیں ان کی فقہ بڑی مضبوط فقہ ہے اور ان کی شخصیت مُسلّم شخصیت ہے۔ اسلئے یہ ساری بدعات کرنے والے اپنی نسبت ان کی طرف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں حالانکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جتنی شرک و بدعت اور رسومات کی تردید فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ہے رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ بِدْعَۃٌ وَیُخَالِفُ الْاَمْرَ مِنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ ''بلند آواز سے دعا کرنا اور بلند

آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے اور قرآن کے حکم کے خلاف ہے۔'' اور بدعتی یہی کچھ کرتے ہیں اور اسکو ثواب سمجھتے ہیں۔ تو چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت مسلم تھی اس لئے یہ اپنی نسبت ان کی طرف کرتے تھے حالانکہ انہوں نے شرک سے پناہ مانگی اپنے لئے بھی اور اپنے بیٹوں کیلئے بھی۔ فرمایا رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بیشک ان بتوں نے گمراہ کیا ہے بہت سارے لوگوں کو۔ بتوں کے گمراہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سبب بنے ہیں گمراہ تو شیطان نے کیا ہے نفس امارہ نے کیا ہے فَمَنْ تَبِعَنِيْ پس وہ شخص جس نے میری پیروی کی فَاِنَّهٗ مِنِّيْ پس بیشک وہ مجھ سے ہے یعنی میرا ہے وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری نافرمانی کی فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بیشک آپ ہی بخشنے والے مہربان ہیں وہ آپکا معاملہ ہے۔ ظالمو! ابراہیم علیہ السلام تو بت پرستی سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں اور تم بتوں کو اپنا معبود بنائے پھرتے ہو اور ان میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ بھی رکھا تھا لوگوں کی جب عقل ماری جائے تو پھر ان کو سمجھ نہیں آتی رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بیشک میں نے ٹھہرایا ہے بسایا ہے، مِنْ تبعیضیہ ہے، اپنی اولاد میں سے بعض کو بِوَادٍ ایسے میدان میں غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ جو کھیتی والا نہیں ہے عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ آپ کے عزت والے گھر کے پاس۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ کو مکہ لے آنا :

اس وقت بیت اللہ کی تعمیر نہیں ہوئی تھی ٹیلہ سا تھا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کے علاقہ دمشق سے چلے اپنی چھوٹی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ساتھ لیکر بچہ گود میں لیا ہوا ہے پندرہ سو میل کی مسافت تھی رب تعالیٰ جانتا ہے کتنے دنوں میں طے کی سواری کا کوئی ذکر نہیں ہے زم زم کا کنواں نیچے ہے کعبۃ اللہ کے دروازے کے

سامنے نیچے جانے کیلئے سیڑھی ہوتی تھی مردوں کیلئے الگ اور عورتوں کیلئے الگ۔ اب حکومت نے وہ بند کردی ہے تو جہاں زم زم کا کنواں ہے یہاں ایک درخت ہوتا تھا اس کے سائے کے نیچے ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ٹھہرایا اور فرمایا کہ تم اپنے بچے کیساتھ یہاں رہو میں جارہا ہوں۔ کہاں جارہے ہو؟ واپس شام جارہا ہوں اِلٰی مَنْ تَتْرُکُنَا یَااِبْرَاھِیْمُ اے ابراہیم یہاں ہمیں کس کے حوالے کر کے جارہے ہو۔ یہاں نہ کوئی بندہ نہ کوئی مکان ہے۔ آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور جارہے ہیں یہ پیچھے پیچھے جارہی ہیں باہر صفا کی طرف نکلے حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے آواز دی ءَ اللّٰہُ اَمَرَکَ بِھٰذَا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہمیں یہاں چھوڑ دو اور خود چلے جاؤ۔ قَالَ نَعَمْ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہنے لگی اِذًا لَا یُضَیِّعُنَا اس وقت وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا۔ رب تعالیٰ کا حکم سر آنکھوں پر جو وہ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے۔ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے جہاں نہ کوئی مکان ہو نہ کوئی بندہ ہو نہ کوئی چیز کھانے کی ہو اور نہ پینے کی ہو اور عورت ذات رب کا حکم مان کر ٹھہر جائے اور دودھ پیتا بچہ بھی ساتھ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پانی کا مشکیزہ اور تھوڑی سی کھجوریں دے گئے۔ وہ کتنا عرصہ تک چل سکتی تھیں کھجوریں بھی ختم ہوگئیں اور پانی بھی ختم ہوگیا۔

حضرت ہاجرہ کا پریشانی میں بھاگنا :

اس زمانہ میں صفا مروہ کے درمیان نالہ ہوتا ہے یہاں پر مِیْلَیْنِ اَخْضَرَیْنِ کے نشان ہیں اور مرد وہاں سے بھاگ کر گذرتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام صفا کی چوٹی پر چڑھیں کہ کوئی بندہ نظر آئے پھر مروہ کی طرف گئیں اور نالے والی جگہ سے دوڑ کر گذریں مروہ کی چوٹی پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی نظر آئے پھر صفا کی طرف آئیں سات چکر

لگائے پھر واپس آئیں بچہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا بڑی پریشان تھیں غیبی آواز آئی گھبراؤ مت۔ انہوں نے کہا آواز دینے والے ہماری امداد کر بچے کی تو جان نکل رہی ہے۔ جہاں اسماعیل علیہ السلام نے ایڑیاں رگڑیں تھیں وہاں جبرائیل علیہ السلام نے آکر پر مارا تو پانی نکل آیا انہوں نے حوض بنایا اور کہا زم زم ''اے پانی رک جا رک جا۔'' تو پانی رک گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر وہ زمزم نہ کہتیں تو یہاں سے نہر چل پڑتی۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کا انتظام کر دیا ایک دو دن گذرے تو وہاں پانی پر پرندے آنے شروع ہو گئے۔

قبیلہ بنو جُرہم مکہ مکرمہ میں کیسے آباد ہوا :

قبیلہ بنو جُرہم یہ خانہ بدوش قبیلہ تھا جہاں پانی سبزہ مل گیا وہاں ڈیرہ لگا دیا۔ انہوں نے دو آدمی بھیجے کہ پرندے یہاں نیچے بیٹھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پانی ہے۔ انہوں نے واپس جا کر بتایا کہ واقعی وہاں پانی ہے ایک بی بی ہے اور اس کے پاس ایک بچہ ہے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں یہ مرد و خواتین پر مشتمل پورا خاندان تھا انہوں نے آکر کہا بی بی ہمیں یہاں رہنے کی اجازت ہے؟ فرمایا ہاں رہ سکتے ہو مگر پانی پر کنٹرول ہمارا ہو گا انہوں نے تھوڑے سے مکان بنائے ان کو بھی ایک جھگی بنا دی۔ اس کے متعلق فرمایا کہ اس شہر کو امن والا بنا دے پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیاد شروع کی۔ فرمایا رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں اس لئے یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ عقیدے کی درستگی کے بعد تمام پیغمبروں نے نماز کی تاکید کی ہے فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ پس کر دے کچھ لوگوں کے دلوں کو۔ مِن تبعیضیہ ہے تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ مائل کر ان کی طرف جھکا دے ان کی طرف۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مِن کا لفظ زبان سے نہ نکلتا تو سب

لوگ ٹوٹ کر وہاں پہنچ جاتے چونکہ رب تعالیٰ کی طرف سے بعض کا جانا مقدر تھا اس لئے مِنَ کا لفظ ان کی زبان سے نکلا۔ لوگ وہاں آباد ہونے کیلئے بھی جاتے ہیں اور حج اور عمرے کیلئے بھی جاتے ہیں تقریباً پینتیس (۳۵) لاکھ کے قریب حاجی ہوتے ہیں جن میں تقریباً بیس لاکھ بیرونی ہوتے ہیں اور پندرہ لاکھ مقامی ہوتے ہیں وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرٰتِ اور رزق دے انکو پھلوں سے۔ وہ پتھریلی زمین ہے وہاں کوئی چیز کاشت نہیں ہوتی تھی میں جب پہلی دفعہ حج پر گیا تو وہاں کوئی درخت نہیں تھا پھر حکومت نے بیرونی علاقوں سے جہازوں کے ذریعے مٹی منگوائی اور سڑکوں کے کنارے ڈلوائی اب وہاں دھریکھ کے درخت لگے ہوئے ہیں اور کافی رونق ہوگئی ہے اور گھروں کے آگے بھی انہوں نے پودے لگائے ہیں اب جگہ ہری بھری نظر آتی ہے۔ تو فرمایا اے پروردگار! انکو پھلوں سے رزق دے لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ تاکہ یہ شکرادا کریں۔ باوجود اسکے کہ وہاں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی تمہیں وہاں ہر موسم میں ہر پھل ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے کثرت سے پھل پہنچائے ہیں لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہوتے ہیں کھا کھا کر تنگ آجاتے ہیں پھل ختم نہیں ہوتے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّكَ تَعْلَمُ بیشک آپ جانتے ہیں مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ جس چیز کو ہم چھپاتے ہیں اور جس چیز کو ہم ظاہر کرتے ہیں وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اور مخفی نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز ایک ذرہ برابر فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں وہ رب جس نے مجھے عطا کئے بڑھاپے میں اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر تقریباً اسی سال تھی اور جب اسحاق علیہ

السلام پیدا ہوئے اس وقت عمر تقریباً سو سال تھی جس وقت فرشتوں نے اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی تو بڑے حیران ہوئے اور حضرت سارہ اندرسن رہی تھیں کہنے لگی هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا یہ میرا خاوند بوڑھا ہے وَاَنَا عَجُوْزٌ اور میں بڑھیا ہوں[ہود:۷۲] مجھے کہاں سے ملے گا۔اس نے کہا رب تعالیٰ کے سامنے کوئی مشکل نہیں ہے اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ بیشک میرا رب البتہ دعا سننے والا ہے رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ اے میرے رب بنادے مجھ کو نماز قائم کرنے والا وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد کو بھی۔نماز ایک ایسی چیز ہے جسکی کسی کو معافی نہیں ہے رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اے ہمارے رب اور قبول کریں آپ میری دعا۔یہ اصل میں دُعَآئِی تھا 'ی' متکلم کو حذف کر دیا گیا اور کسرہ کو باقی چھوڑ دیا گیا تا کہ ی کی حذفیت پر دلالت کرے رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ اے ہمارے رب بخش دے مجھ کو وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو بھی۔تفسیروں میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ مسلمان تھی اور باپ مسلمان نہیں تھا۔پھر باپ کیلئے دعا کیوں مانگی؟ کیونکہ مشرک کیلئے دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔تو اس کے متعلق گیارہواں پارہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں جواب دیا ہے۔فرمایا وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ''اور نہیں تھا مغفرت مانگنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کیلئے مگر ایک وعدے کی بنا پر جو وعدہ انہوں نے اس کے ساتھ کیا تھا کہ میں تیرے لئے دعا کرونگا۔پھر جب واضح ہوگیا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے باغی ہے حق کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے تو اس سے بیزار ہوگئے پھر دعا نہیں کی۔وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کو بھی بخش دے۔

ایصال ثواب حق ہے :

آج کل کراچی میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو کہتے ہیں کہ ان دعاؤں کا کوئی فائدہ نہیں ہے ایصال ثواب کا کچھ فائدہ نہیں ہے جو کسی نے خود کیا بس اس کا ثواب ملے گا اور اس فرقے والے بڑی کتابیں اور رسالے چھاپ رہے ہیں۔ لہذا اس مسئلہ کو سمجھ لو اور یاد رکھنا! ایک تو ایصال ثواب کیلئے بدعات کرتے ہیں جیسے تیجا، ساتواں، دسواں، چالیسواں، اس کا تو کوئی ثواب نہیں ہے اور ایک ہے ایصال ثواب قاعدے کے مطابق کہ بغیر دنوں کی تعیین کے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے غریبوں کو کھانا کھلاؤ، بغیر اجرت کے قرآن شریف پڑھاؤ، خود پڑھ کر بخشو، نفلی نمازیں پڑھو، نفلی روزے رکھو، نفلی حج عمرہ کرو اور ان چیزوں کا ثواب اپنے عزیز رشتہ داروں کو پہنچاؤ اپنے پیاروں کو پہنچاؤ۔

ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں سبحان اللہ کہو اور نیت کرو اے پروردگار! اس کا ثواب میرے والد کو میری والدہ کو میری دادی کو میرے دادا کو یا جسکو پہنچانا چاہو پہنچے گا چاہے زندہ ہیں چاہے مر گئے ہیں اگر دعا کا فائدہ نہیں ہے تو پھر اس کا ذکر قرآن کریم میں کرنے کا فائدہ؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اٹھائیسواں پارہ سورہ حشر میں مومنوں کی صفت بتلائی ہے کہ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ”بخش دے ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کھوٹ ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اے ہمارے پروردگار بیشک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

تو ایصال ثواب بڑی چیز ہے مگر ہو قاعدے کے مطابق نہ کہ بدعات کے طریقے پر

ہو۔تو فرمایا مومنوں کو بھی بخش دے یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ جس دن حساب قائم ہوگا قیامت قائم ہوگی۔

❁ ❁ ❁

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ۗ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

وَلَا تَحْسَبَنَّ اور ہرگز نہ خیال کرنا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ کے بارے میں غَافِلًا کہ وہ غافل ہے عَمَّا اس کاروائی سے يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ جو ظالم کرتے ہیں اِنَّمَا پختہ بات ہے يُؤَخِّرُهُمْ وہ ان کو مہلت دیتا ہے لِيَوْمٍ اس دن کیلئے تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ کہ جس دن اوپر اٹھی رہیں گی آنکھیں مُهْطِعِيْنَ دوڑنے والے ہونگے مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ سر اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ نہیں لوٹے گی ان کی طرف طَرْفُهُمْ ان کی نگاہ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ اور ان کے دل اڑ رہے ہونگے وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور آپ ڈرائیں لوگوں کو يَوْمَ اس دن سے يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ کہ آئیگا ان کے پاس عذاب فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ پس کہیں گے وہ لوگ ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا رَبَّنَآ اے ہمارے رب

اَخِّرْنَآ ہمیں مہلت دیدے اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ قریب کی میعاد تک نُّجِبْ دَعْوَتَکَ تاکہ ہم قبول کریں تیری دعوت کو وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم پیروی کریں پیغمبروں کی اَوَلَمْ تَکُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ کیا نہیں تھے تم قسمیں اٹھاتے مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ کہ تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہے وَّسَکَنْتُمْ اور ٹھہرے رہے تم فِیْ مَسٰکِنِ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے گھروں میں ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر وَتَبَیَّنَ لَکُمْ اور واضح ہوگیا تمہارے لئے کَیْفَ فَعَلْنَا بِھِمْ کیسا سلوک کیا ہم نے ان کیساتھ وَضَرَبْنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ اور بیان کیں ہم نے تمہارے لئے مثالیں وَقَدْ مَکَرُوْا مَکْرَھُمْ اور تحقیق انہوں نے تدبیر کی اپنی تدبیر وَعِنْدَ اللّٰہِ مَکْرُھُمْ اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ان کی تدبیر وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ اور نہیں تھی ان کی تدبیر لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَالُ کہ ٹل جائیں اس کے ذریعے پہاڑ۔

پچھلے سبق کی آخری آیت تھی رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے پروردگار مجھے بھی بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی حساب والے دن۔ آگے اس حساب والے دن کا ذکر ہے اور ہر سننے والے کو خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ اور اے مخاطب ہرگز نہ خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے بارے میں غَافِلًا کہ وہ غافل ہے عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اس کاروائی سے جو ظالم کرتے ہیں۔ اگر ظالموں کو فوری طور پر سزا نہیں ملتی تو وہ یہ خیال نہ کریں کہ رب ان سے غافل ہے اور یہ چھوٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ظالم کومہلت دیتا ہے مگر جب پکڑتا ہے تو اسکونہیں چھوڑتا :

بخاری شریف میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَیُمْلِیْ الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتَہٗ ''بیشک اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے ظالم کو(تا کہ اس نے جتنا ظلم کرنا ہے کر لے) یہاں تک کہ جب اسکو پکڑتا ہے تو پھر اسکو چھوڑتا نہیں ہے۔'' دنیا میں بھی جلد یا بدیر سزا ملے گی اور آخرت کی سزا تو ہے ہی۔ فرمایا اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ پختہ بات ہے وہ ان کومہلت دیتا ہے لِیَوْمٍ اس دن کیلئے تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ کہ جس دن اوپر اٹھی رہیں گی آنکھیں۔ کھلی کی کھلی رہ جائیں گی آنکھیں جب آدمی کسی شے کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے تو آنکھ جھپکتا نہیں حیرانگی سے آنکھیں کھلی رہتی ہیں اس دن بڑا عجیب قسم کا منظر ہوگا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ [سورۃ عبس] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔''

قیامت والے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا :

اپنے تمام عزیزوں سے بھاگے گا کہ مجھ سے کوئی نیکی نہ مانگ لے حالانکہ دنیا میں بے شمار نظیریں موجود ہیں کہ لوگوں نے باپ کیلئے جان دے دی، بھائی کیلئے جان دیدی، بیوی کیلئے جان دیدی۔ اس دن کوئی نہیں دیگا احادیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی کی پچاس نیکیاں ہونگی اور پچاس برائیاں ہونگی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم ایک نیکی تلاش کر لاؤ کہ تیری نیکیوں کا پلا بھاری ہو جائے۔ پہلے تو وہ آدمی بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کا کیا ہے ابھی لے آتا ہوں اپنے بھائی کے پاس جائے گا کہے گا بھائی ایک نیکی مجھے دیدو۔ وہ انکار کر دے گا کہ نیکی تجھے دیکر میں کہاں جاؤں گا۔ باپ کے پاس جائیگا، دوست کے پاس جائیگا

اعزا کے پاس جائیگا سب انکار کردیں گے آخر میں ماں کے پاس جائیگا اور کہے گا اَتَعرِفُنِیْ کیا تو مجھے پہچانتی ہے۔ میں کون ہوں؟ ماں کہے گی ہاں! میں نے تجھے پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف کیساتھ جنا پھر تجھے پالا۔ کہے گا امی مجھے ایک نیکی دیدو۔ ماں کہے گی اِلَیْکَ عَنِّی دور ہوجا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی۔ کوئی کسی کو ایک نیکی دینے کیلئے تیار نہیں ہو گا۔ تو فرمایا آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی کہ یہ کیا ہورہا ہے مُھْطِعِیْنَ دوڑنے والے ہونگے قبروں سے نکل کر جہاں اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی وہاں تیزی کیساتھ دوڑ کے جائیں گے مُقْنِعِیْ رُءُوْسِھِمْ اپنے سر اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے لَا یَرْتَدُّ اِلَیْھِمْ طَرْفُھُمْ نہیں لوٹے گی ان کی طرف ان کی نگاہ۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حیرانگی کی وجہ سے آنکھیں کھلی رہیں گی پلک کیساتھ پلک لگتی ہے یہ بھی نہیں ہوگا اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ آگے جہاں جانا ہے نگاہ اسی کی طرف ہوگی واپس نہیں لوٹے گی اور نہ اِدھر اُدھر دیکھیں گے اور جائیں گے کہاں؟ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّکُرٍ [قمر:۶] ''جس دن بلانے والا بلائے گا ایک ناگوار چیز کی طرف۔'' اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی سب مشرق مغرب والے وہاں پہنچیں گے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کتنا لمبا راستہ ہوگا جو طے کرنا پڑیگا آج ہم سے ایک میل طے نہیں ہوتا سورج ایک یا دو میل کی مسافت پر ہوگا سائنسدان بتاتے ہیں کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور ہم سے کروڑوں میل دور ہے۔ اس دن میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا اور ملنے کا نام نہیں لے گا گرمی ہوگی پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے اس دن ہر چیز حیرانگی والی ہوگی وَاَفْئِدَتُھُمْ ھَوَآءٌ اور ان کے دل اڑ رہے ہونگے۔ جب آدمی زیادہ پریشان ہوتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میرا دل نکل چلا ہے وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور آپ ڈرائیں لوگوں کو یَوْمَ اس دن سے

يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ کہ آئیگا ان کے پاس عذاب۔ میدان محشر کا عذاب علیحدہ ہے، پل صراط سے گزرنے کا عذاب علیحدہ ہے، جہنم کا عذاب علیحدہ ہے۔ عذاب کی کئی اقسام ہیں۔ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پس کہیں گے وہ لوگ جو ظالم ہیں رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ اے ہمارے رب ہمیں مہلت دیدے قریب کی میعاد تک۔ کیوں مہلت دے؟ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ تاکہ ہم قبول کریں تیری دعوت کو وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم پیروی کریں رسولوں کی۔

مرنے سے پہلے جو کچھ کرنا ہے کرلو :

اس وقت منتیں کریں گے اے پروردگار ابھی دوزخ میں ڈالنے کا فیصلہ نہ کریں ہمیں اتنا موقع دیدے کہ ہم آپ کی دعوت کو قبول کرلیں اور پیغمبروں کی پیروی کریں یہ تو قیامت والے دن کی بات ہے اور سورہ منافقون آیت نمبر ۱۰ میں ہے کہ جس وقت انسان کی جان نکلتی ہے اور فرشتے نکالنے والے سامنے آتے ہیں اس وقت بھی منت سماجت کریگا فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ''پس کہے گا وہ کہ اے پروردگار کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے۔'' وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ''حالانکہ اللہ تعالیٰ ہرگز موخر نہیں کریگا کسی جان سے موت جبکہ اس کا وعدہ آ گیا۔'' ایک سیکنڈ کی اس کو مہلت نہیں ملے گی جان نکالنے والا فرشتہ سامنے ہوگا اٹھارہ فرشتے اس کے پیچھے کھڑے ہونگے نیک ہے تو جنت کا کفن اور خوشبوئیں لیکر اور برا ہے تو ٹاٹ اور بدبوئیں لے کر اور فرشتہ کہے گا جان ہمارے حوالے کرو اللہ تعالیٰ تجھ سے سخت ناراض ہے۔ مجرم اس وقت بڑی منت سماجت کریگا لیکن اس کی شنوائی نہیں ہوگی نہ مرتے وقت اور نہ قیامت

والے دن۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ کیا نہیں تھے تم اس سے پہلے قسمیں اٹھاتے مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ کہ تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہے کہ خدا کی قسم ہماری حکومت برقرار رہے گی ہمارا اقتدار قائم رہے گا ہمارے خزانے بھرے رہیں گے وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور تم ٹھہرے رہے ان لوگوں کے گھروں میں جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔ تم نے قوم عاد اور قوم ثمود کی عالیشان عمارتوں میں رہائش اختیار کی حالانکہ وہ معذب علاقے تھے ان سے پرہیز کرنا چاہئے تھا اور ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے تھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ۹ ھ میں سفر تبوک کیلئے روانہ ہوئے جو مدینہ طیبہ سے پندرہ سولہ دن کی مسلسل مسافت پر ہے اور بعض حضرات نے مہینے کا بھی لکھا ہے۔ بڑی گرمی تھی پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے غربت کا زمانہ تھا راستے میں حجر کی بستیاں آئیں قوم ثمود کا علاقہ آیا پہاڑ تھے چٹانوں میں مکانات تھے بندہ کوئی نہیں تھا آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا یہاں سے روتے ہوئے گذر جاؤ اگر رونا نہیں آتا تو رونے والوں کی شکلیں بنا لو یہ وہ جگہ ہے جہاں رب تعالیٰ نے ظالموں پر عذاب نازل کیا تھا عذاب کی جگہ سے ہنستے کھیلتے ہوئے نہ گزرو۔ اور آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک پر چادر ڈال لی تاکہ وہ جگہ بھی اچھی طرح نظر نہ آئے۔ تو فرمایا تم ان بستیوں میں بستے رہے آباد رہے وَتَبَيَّنَ لَكُمْ اور واضح ہو گیا تمہارے لئے كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ کیسا سلوک کیا ہم نے ان کیساتھ سارے حالات تمہارے سامنے تھے مگر تم نے ان سے عبرت حاصل نہ کی اور اب منتیں کرتے ہو کہ ہمیں مہلت دیدے دنیا میں تمہیں مہلت نہیں ملی تھی؟ وہاں کرنا تھا جو کرنا تھا وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ اور بیان کیں ہم نے تمہارے سامنے مثالیں طرح طرح کی۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے عجیب عجیب قسم کی

مثالیں بیان فرمائی ہیں مثلاً بیسویں پارے کے آخر میں رب تعالیٰ نے شرک کی تردید کیلئے مثال بیان کی ہے فرمایا مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ''مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے اِتَّخَذَتْ بَیْتًا بنایا اس نے اپنا گھر وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ اور بیشک تمام گھروں میں کمزور اور بودا گھر البتہ مکڑی کا ہے'' مکڑی کا جالا ہے اور وہ نہ اسے گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ سردی سے۔ اس بے وقوف مکڑی سے کوئی پوچھے کہ اتنا بڑا مکان تیرے لئے کافی نہیں ہے کہ نیچے تو نے اپنا جالا بنایا ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ رب تعالیٰ کو مانتے ہوئے نیچے اپنے لئے گھونسلے اور جالے تلاش کرتا ہے چھوٹے چھوٹے خدا بناتا ہے جو اسے نہ راحت دے سکتے ہیں اور نہ تکلیف سے بچا سکتے ہیں پھر جسطرح مکڑی اپنے جالے کیلئے باہر سے مواد میٹریل نہیں لاتی بلکہ وہ مکڑی کا اپنا لعاب ہی ہوتا ہے اسی طرح مشرک کے پاس شرک پر کوئی خارج سے دلیل نہیں ہے جو کچھ نکلتا ہے اس کے پیٹ سے نکلتا ہے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ''بڑی ہے وہ بات جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔'' یاد رکھنا شرک کی تردید کرنا فرض ہے کیونکہ توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کی تردید نہیں ہوگی اور ہر باطل کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر وہاں کے لوگوں میں سے کوئی بھی تردید نہ کرے تو سب مجرم ہونگے اگر ایک آدھ آدمی بھی تردید کردے تو باقیوں کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔

غلط بات کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے :

یہ مسئلہ نہ بھولنا کہ باطل کی تردید غلط بات کی تردید فرض کفایہ ہے مردوں پر بھی اور عورتوں پر بھی جیسے نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر چند مسلمان ادا کر دیں تو باقی فارغ ہو

جاتے ہیں تبلیغ فرض کفایہ ہے کچھ حضرات ادا کر دیں تو باقی گناہ سے بچ گئے کوئی بھی نہیں کرتا تو سب مجرم ہیں تو جہاں غلط اور باطل نظریات پھیلائے جارہے ہوں وہاں اگر کوئی بھی تردید نہیں کریگا تو سب مجرم ہونگے تو چونکہ یہاں اس نے باطل نظریات کا پرچار کیا تھا کہ اولیاء اللہ مدد کرتے ہیں اور غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے تو میں نے اس کی تردید کر دی ہے۔ میں نے کہا دیکھو اگر ولیوں کے اختیار میں کچھ ہوتا تو یہ ہمارے پاس مشرقی پنجاب ہے اور ولی تو چھوڑو حضرت مجدد الف ثانیؒ جو دوسرے ہزار سال کے مجدد تھے بہت بڑی شخصیت ہیں اور ان کے علاوہ اور بڑے بڑے ولی یہاں موجود ہیں اگر یہ مدد کر سکتے ہیں تو یہاں مسجدوں پہ ظلم ہوتا رہا عورتوں اور بچوں پر ظلم ہوا ظالموں نے حاملہ عورتوں کے پیٹوں پر تلواریں اور نیزے مار کر حمل ضائع کئے اور عورتوں کو مارا اور قرآن کریم نیچے رکھ کر سیڑھیاں بنا کر اوپر سے گھڑیاں اتاریں اور مساجد میں بدمعاشیاں کیں سرکاری بیان کے مطابق دس لاکھ انسان شہید ہوئے اور غیر سرکاری بیان کے مطابق چوبیس لاکھ شہید ہوئے ملک کی تقسیم کے موقع پر تو ولیوں نے کیوں نہ مدد کی؟ ظالموں کو کیوں نہ روکا؟ مشرک کا جواب سنو! کہنے لگا وہ سب حج پر گئے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ مرنے کے بعد تو کسی پر حج نہیں رہتا اور نہ نماز روزے کے وہ مکلّف ہوتے ہیں اور پھر اس وقت حج کے دن بھی نہیں تھے وہ کون سا حج کرنے گئے ہوئے تھے؟ مگر دنیا میں چپ کوئی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ اور تحقیق ان لوگوں نے تدبیر کی اپنی تدبیر حق کو مٹانے کیلئے وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ان کی تدبیر ان کے حیلے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ اور نہیں تھی ان کی تدبیر کہ ٹل جائیں اس کے ذریعے پہاڑ۔ یہ جو عقائد ہیں یہ پہاڑوں کی طرح ہیں اللہ تعالیٰ نے جو احکام

بتلائے ہیں یہ پہاڑوں کی طرح مضبوط ہیں یہ ان کے مکروں اور حیلوں کے ذریعے نہیں ٹل سکتے، نہ ٹلے ہیں اور نہ ٹلیں گے۔ ان کے حیلے اور مکاریاں تارِ عنکبوت ہیں ان کیساتھ کیسے ٹل سکتے ہیں ان شاء اللہ حق قیامت تک قائم رہے گا۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِىَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع ۱۱ / ۱۹

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ پس آپ ہرگز نہ خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے بارے میں مُخْلِفَ وَعْدِهٖ کہ وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کریگا رُسُلَهٗ اپنے رسولوں کیساتھ اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ غالب ہے ذُو انْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے يَوْمَ جس دن تُبَدَّلُ الْاَرْضُ بدل دی جائے گی زمین غَيْرَ الْاَرْضِ اس زمین کے علاوہ وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان بھی وَبَرَزُوْا اور ظاہر ہونگے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ جو اکیلا ہے زبردست ہے وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ اور دیکھے گا تو مجرموں کو يَوْمَئِذٍ اس دن مُّقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے ہوں گے فِى الْاَصْفَادِ زنجیروں میں سَرَابِيْلُهُمْ کرتے ان کے مِّنْ قَطِرَانٍ گندھک کے ہونگے وَّتَغْشٰى اور چھا جائیگی وُجُوْهَهُمُ ان کے چہروں پر النَّارُ آگ لِيَجْزِىَ اللّٰهُ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ كُلَّ نَفْسٍ ہر نفس کو مَّا كَسَبَتْ جو اس

نے کمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ سَرِیْعُ الْحِسَابِ جلدی حساب لینے والا ہے ھٰذَا بَلٰغٌ یہ پیغام پہنچانا ہے لِلنَّاسِ لوگوں کو وَلِیُنْذَرُوْا بِہٖ اور تاکہ وہ ڈرائے جائیں اس کے ذریعے وَلِیَعْلَمُوْٓا اور تاکہ وہ جان لیں اَنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ بیشک وہ معبود ایک ہی ہے وَّلِیَذَّکَّرَ اور تاکہ نصیحت حاصل کریں اُولُوا الْاَلْبَابِ عقلمند لوگ۔

اکثریت ہمیشہ حق کی مخالف رہی ہے :

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچاتے رہے اکثریت مخالفت کرتی رہی اور پیغمبر فرماتے کہ ان شاء اللہ غلبہ ہمارا ہوگا ظاہری طور پر ان کے پاس نہ کوئی طاقت تھی نہ فوج تھی نہ افرادی قوت تھی اور نہ مالی قوت تھی کہ جن چیزوں کے بل بوتے پر دنیا میں غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اب ظاہری طور پر دونوں باتوں کا جوڑ تو کچھ بھی نہیں کہ طاقت اور قوت بھی نہ ہو، فوج اور لشکر بھی نہ ہو اور غلبے کا دعویٰ بھی ہو تو اس پر لوگ مذاق اڑاتے اور کہتے دیکھو جی یہ غالب آئیں گے اور فتح پائیں گے چنانچہ بدر کے موقع پر جب آنحضرت ﷺ ساتھیوں کیساتھ نکلے تو منافقوں نے کہا اور ان لوگوں نے کہا جن کے دلوں میں کفر کی بیماری تھی غَرَّ ھٰٓؤُلَآءِ دِیْنُھُمْ [الانفال:۴۹] ''دھوکہ دیا ہے ان مسلمانوں کو ان کے دین نے۔'' یہ تھوڑے سے آدمی بے سروسامانی کے عالم میں قریش کا مقابلہ کرنے کیلئے جا رہے ہیں جن کیساتھ ساری دنیائے عرب ہے۔ ظاہراً تو ایسے ہی تھا پھر مذاقاً کہتے یہ بڑے بہادر ہیں انہوں نے ان کے سر اتارنے ہیں ان کو قید کر کے لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ پس اے مخاطب آپ ہرگز نہ خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے بارے میں مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ کہ وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کریگا اپنے رسولوں کیساتھ کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

[مومن:۵۱] ''بیشک ہم البتہ مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے۔'' اور فرمایا حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ [روم:۴۷] ''مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ ہے۔''

آپ ﷺ نے سارے دشمنوں کو معاف کردیا:

اس بات کو لوگوں نے آنکھوں کیساتھ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا شروع کیا تھوڑے سے آدمی آپ کیساتھ ملے مخالفوں نے ایسے حالات پیدا کیے کہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی مکہ مکرمہ میں نہ رہ سکے ہجرت پر مجبور ہو گئے مگر ہجرت کے آٹھویں سال اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرادیا کافر حیران ہو گئے بلکہ ان کے طوطے اڑ گئے کہ ہمارے ساتھ ہوا کیا، نامی گرامی کافر بھاگ گئے کہ اب انہوں نے ہمیں چھوڑنا نہیں ہے اپنا کیا ہوا ان کو یاد تھا اِس وقت صفا مردہ کے درمیان جو لینٹر پڑا ہوا ہے، نہیں تھا یہ اپنی اصلی حالت پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے سفید چادر کو ہلایا۔ یہ سفید چادر کو ہلانا آلارم ہوتا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں جو بھاگ گئے تھے وہ تو بھاگ گئے باقی مرد عورتیں نوجوان آئے کہ دیکھو آج یہ ہمارے ساتھ کیا کریں گے اور کیا کہیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی زیادتی کا ذکر شروع کیا کہ فلاں دن تم نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کیساتھ یہ زیادتی کی۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے تم نے اسکو مار مار کر بے ہوش کردیا۔ یاد ہو گا میرے سوتیلے بیٹے حارث بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ کو تم نے شہید کیا، حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، بلال رضی اللہ عنہ پر تم نے سختی کی، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ پر تم نے یہ یہ سختی کی، فلاں موقع پر تم نے یہ کیا اور فلاں موقع پر تم نے یہ کیا۔ وہ لوگ سن کر حیران ہوئے کہ ہمیں تو اپنے

جرم یاد نہیں اور انہوں نے سارے نوٹ کیئے ہوئے ہیں۔ جوں جوں آپ ﷺ ان کے جرائم شمار کرتے جاتے تھے ان کا خوف بڑھتا جاتا تھا آپ ﷺ نے آخر میں فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے۔ پس جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو ان کے ہوش وحواس اڑ گئے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں وہی کچھ کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو کہا تھا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [یوسف:۹۲] کوئی ملامت نہیں ہے تم پر آج کے دن میں نے سب کو معاف کر دیا۔ کہنے لگے حضرت! کیا صفوان ابن اُمیہ جو ان کو اسلحہ سپلائی کرتا تھا اور مالی امداد کرتا تھا اسکو بھی معاف کر دیا؟ فرمایا ہاں! اسکو بھی معاف کر دیا۔ حضرت! وحشی ابن حرب کو بھی معاف کر دیا جس نے آپ (ﷺ) کے چچا محترم حضرت حمزہ ؓ کو بڑی بے دردی کیساتھ شہید کیا تھا کہ ان کا کلیجہ نکالا، جگر نکالا، کان کاٹے، ناک کاٹا؟ فرمایا اسکو بھی معاف کر دیا۔ حضرت! ہبار بن اسود کو بھی معاف کر دیا؟ جس نے آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اونٹ سے نیچے گرایا تھا تکلیف میں مبتلا ہوئیں پیٹ میں بچہ تھا وہ ضائع ہو گیا فرمایا ہاں! اسکو بھی معاف کر دیا۔ ابوجہل کے بعد قیادت عکرمہ کرتا تھا۔ حضرت! کیا عکرمہ کو بھی معاف کر دیا؟ فرمایا ہاں اسکو بھی معاف کر دیا۔ چند سالوں میں اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ تو فرمایا اے مخاطب ہرگز نہ خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ وہ وعدے کی خلاف ورزی کریگا جو اس نے اپنے رسولوں کیساتھ کیا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے انتقام لینے والا ہے مجرموں سے۔ یہ تو دنیا کا قصہ ہوگا اور پھر يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ جس دن بدل دی جائے گی یہ زمین غَيْرَ الْاَرْضِ اس زمین کے علاوہ اور زمین لائی جائے گی وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان بھی بدل

دیئے جائیں گے۔ نہ یہ زمین رہے گی اور نہ یہ آسمان رہیں گے۔ وہ زمین کیسی ہوگی؟ اس کے متعلق تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک یہ کہ زمین یہی رہے گی اس کی ہیئت اور شکل بدل دی جائیگی فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرَى فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا [طٰہٰ:۱۰۷-۱۰۶] ''پس کر دیا جائے گا اسکو ہموار زمین نہیں دیکھے تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلہ۔'' ایسی ہموار ہوگی جیسے ہتھیلی ہوتی ہے۔ اگر مشرق سے انڈہ لڑھکایا جائے تو مغرب تک کوئی رکاوٹ نہیں آئیگی اور اسی پر میدان حشر برپا ہوگا اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ زمین اور یہ آسمان بدل دیئے جائیں گے اور ہمیشہ کی زمین اور ہمیشہ کے آسمان لائے جائیں گے۔

جب زمین بدلی جائیگی تو لوگ کہاں ہونگے :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ حضرت جب یہ زمین بدلی جائیگی اور دوسری لائی جائے گی تو اَيْنَ النَّاسُ لوگ کہاں ہونگے؟ فرمایا پل صراط پر ہونگے۔ مسلم شریف کی روایت ہے وہ آسمان اور زمین ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے مجرم ہمیشہ دوزخ میں سڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہمیشہ جنت میں خوشیاں مناتے رہیں گے وَبَرَزُوا لِلّٰهِ اور ظاہر ہونگے سامنے ہونگے اللہ تعالیٰ کے۔ دیکھو آج کوئی بڑا جلسہ ہو مجمع ہو تو اس میں آدمی ایک دوسرے کو نہیں ملتا رش کی وجہ سے ایک دوسرے کو نہیں مل سکتے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے رائیونڈ کے اجتماع میں تم نے شرکت کی ہوگی جہاں پندرہ سولہ لاکھ کے قریب قریب آدمی ہوتے ہیں وہاں آدمی ایک دوسرے کو نہیں مل سکتا مگر بڑی تلاش کے بعد اور میدان محشر میں تو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخری انسان تک سب موجود ہونگے اور ابوالجان ابلیس لعین سے لیکر آخری جن تک سارے موجود ہونگے اور خشکی اور تری کے حیوانات بھی سارے ہونگے اور سارے کے سارے فرشتے بھی حاضر ہونگے

اور سب نظر آ رہے ہونگے اور ایک دوسرے کو لوگ نظر آئیں گے ملیں گے اور عجیب قسم کا سماں ہوگا ہر آدمی کو اپنی جان کے لالے پڑے ہونگے نفسانفسی کا عالم ہوگا ہر آدمی کو فکر ہوگی کہ میری جان بچ جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے پیغمبر بھی نفسی نفسی کہیں گے وَاِنَّ رَبِّیْ غَضَبَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ ''اور بیشک میرا رب اتنے جلال اور غصے میں ہوگا کہ اس سے پہلے کبھی اتنے ناراض ہوئے اور نہ اس کے بعد'' اتنے غصے میں ہونگے بڑا مشکل وقت ہوگا ایمان اور عمل صالح کی برکت سے اخلاق حسنہ کی برکت سے بیڑا پار ہو جائیگا ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوگا مکروفریب وہاں نہیں ہوگا اَلْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے زبردست ہے سب پر غالب ہے اس کے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کرسکتا وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ اور اے مخاطب تو دیکھے گا مجرموں کو یَوْمَئِذٍ اس دن مُّقَرَّنِیْنَ جکڑے ہوئے ہوں گے فِی الْاَصْفَادِ. اَصْفَادُ صَفَدٌ کی جمع ہے اور صَفَدٌ کا معنی ہے ہتھکڑیاں جو ہاتھوں میں ڈالی جاتی ہیں اور بیڑیاں جو پاؤں میں ڈالی جاتی ہیں اور طوق جو گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہونگی گلے میں طوق ہونگے ان میں جکڑے ہونگے ہل نہیں سکیں گے سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ سرابیل سِرْبَالٌ کی جمع ہے۔ سربال کا معنی کرتا اور قمیض ہے۔ انکو جو کرتے پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہونگے گندھک کو آگ جلدی لگتی ہے اور ان کو وہاں جلدی جلانا مقصود ہوگا مارنا مقصود ہو تو ایک شعلہ کافی ہے مگر وہاں تو لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی نہ وہاں مریگا اور نہ جیئے گا۔ مرے گا اس لئے نہیں کہ پھر وہاں سزا کون بھگتے گا اور عذاب کی زندگی کیا زندگی ہے۔ خود دعائیں کریں گے کہ ہمیں موت آجائے۔ سورہ الحاقہ آیت نمبر ۲۷ میں ہے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ''کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دے۔'' پھر اکٹھے ہو کر جہنم کے انچارج حضرت

مالک علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور پکاریں گے یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ [زخرف: ۷۷] ''اے مالک چاہئے کہ فیصلہ کردے ہم پر تمہارا پروردگار قَالَ وہ کہے گا اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ بیشک تم رہنے والے ہو۔'' ساتھیو! آج برائیوں سے بچنا آسان ہے اُس وقت سزا بھگتنا بہت مشکل۔ حدیث پاک میں آتا ہے جس عورت نے بین کیا بلند آواز سے روئی مرنے کے بعد اسکو گندھک کا کرتا پہنا کر دوزخ میں ڈالا جائیگا اور جو عورت کا حکم ہے وہی مرد کا حکم ہے۔ اور عورت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عورتوں میں صبر کا مادہ کم ہوتا ہے۔

جو عورتیں زیارت قبور کیلئے جاتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے :

احادیث میں آتا ہے لَعَنَ اللّٰہُ زَوَّرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا السُّرُجَ ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کیلئے جاتی ہیں اور ان پر بھی لعنت ہو جو وہاں چراغ جلاتے ہیں۔'' پوچھا گیا کیوں؟ ترمذی شریف میں ہے لِقِلَّۃِ صَبْرِھِنَّ وَجَزْعِھِنَّ ''ان میں صبر کا مادہ کم ہوتا ہے اور رونے کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔'' تو آواز کیساتھ رونا حرام ہے۔ اگر کسی نے گھر والوں کو نہیں بتلایا اور وہ روئے تو قبر میں اسکی بھی پٹائی ہوگی کیونکہ اس نے مسئلہ واضح نہیں کیا۔ ہاں اگر مسئلہ بیان کر کے اور واضح کر کے مرا تو بچ جائے گا۔ وَتَغْشٰی وُجُوْھَھُمُ النَّارُ اور چھا جائے گی ان کے چہروں پر آگ۔ یہ سزا کیوں ہوگی؟ فرمایا لِیَجْزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ بیشک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہو کے قبر میں پہنچنے کی دیر ہے سوال ہوگا مَنْ رَّبُّکَ مَنْ نَبِیُّکَ مَا دِیْنُکَ لہٰذا ہر وقت موت کو یاد رکھنا چاہئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الموت موت کو کثرت کیساتھ یاد کرو۔ اگر سبق کے طور پر ہم موت کو یاد

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الحجر
سورۃ النحل
سورۃ بنی اسرائیل

(مکمل)

جلد............۱۱

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوڑھا والی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ﴿سورۃ الحجر، نحل، بنی اسرائیل مکمل﴾

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ

کمپوزنگ ---- محمد صفدر بلوچ

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

مطبع ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالہ

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالہ

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

پیش لفظ

نحمدہ تبارک وتعالیٰ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز پاک وہند وبنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار وزوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات۔اس لئے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہند" کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے نئے جذبہ ولگن کیساتھ مصروف عمل ہو گئے۔اس قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا

قرآن کریم کیساتھ فہم وشعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر وضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی بالخصوص پنجاب میں بدعات واوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات ورسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کیلئے جن اربابِ عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم واستقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول وعرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم وبیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کیساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ واجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر

انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن وحدیث کے علوم وتعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسطہ اور منتہی درجہ کے طلبہ کیلئے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چار حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف کے موتی ان کے دامن قلب وذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کیلئے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض دفعہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لئے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آکر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اس لئے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیہ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔ (آمین)

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لئے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کیلئے سالہا سال تک پابندی کیساتھ خدمت سرانجام دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء　　　ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماءِ ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

فہرست مضامین

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا

وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا

مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ

اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ

الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا

مُّنْظَرِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ وَ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ

مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ

قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾

لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ یہ کتاب کی آیتیں ہیں وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ اور

قرآن کی جو کھول کر بیان کرنے والا ہے رُبَمَا بسا اوقات يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

پسند کریں گے وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے

ذَرۡهُمۡ چھوڑ دو ان کو یَاۡکُلُوۡا کھائیں وَیَتَمَتَّعُوۡا اور فائدہ اٹھائیں وَیُلۡهِهِمُ
الۡاَمَلُ اور انکو غفلت میں ڈالے امید فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ پس عنقریب وہ جان لیں
گے وَمَاۤ اَهۡلَکۡنَا اور نہیں ہلاک کی ہم نے مِنۡ قَرۡیَةٍ کوئی بستی اِلَّا وَلَهَا مگر اس
بستی کیلئے کِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ایک نوشتہ لکھا ہوا تھا مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ نہیں آگے
بڑھتی کوئی امت اَجَلَهَا اپنی میعاد سے وَمَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ اور نہ پیچھے ہٹتی ہے
وَقَالُوۡا اور کہا ان لوگوں نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡ اے وہ شخص نُزِّلَ عَلَیۡهِ الذِّکۡرُ اتاری
گئی جس پر نصیحت اِنَّکَ لَمَجۡنُوۡنٌ بیشک البتہ تو دیوانہ ہے۔(معاذ اللہ)
لَوۡمَا تَاۡتِیۡنَا کیوں نہیں لاتے آپ ہمارے پاس بِالۡمَلٰٓئِکَةِ فرشتوں کو اِنۡ کُنۡتَ
مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَةَ ہم نہیں اتارتے
فرشتے اِلَّا بِالۡحَقِّ مگر حق کیساتھ وَمَا کَانُوۡۤا اور نہیں ہونگے وہ اِذًا اس وقت
مُّنۡظَرِیۡنَ مہلت دیئے ہوئے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر
کو وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ اور بیشک ہم ہی اسکی البتہ حفاظت کرنے والے ہیں وَلَقَدۡ
اَرۡسَلۡنَا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے پیغمبر مِنۡ قَبۡلِکَ آپ سے پہلے فِیۡ شِیَعِ
الۡاَوَّلِیۡنَ پہلے گروہوں میں وَمَا یَاۡتِیۡهِمۡ اور نہیں آتا تھا ان کے پاس مِّنۡ رَّسُوۡلٍ
کوئی رسول اِلَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ مگر وہ ان کیساتھ مذاق کرتے تھے
کَذٰلِکَ اسی طرح نَسۡلُکُهٗ ہم چلاتے ہیں اسکو فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ
مجرموں کے دلوں میں لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر

وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اور تحقیق گذر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اور اگر ہم کھول دیں ان پر بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ دروازہ آسمان کا فَظَلُّوْا فِيْهِ پس وہ سارا دن اس میں يَعْرُجُوْنَ چڑھتے رہیں لَقَالُوْٓا البتہ کہہ دیں گے اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا ہماری نظر بندی کردی گئی ہے بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کردیا گیا ہے۔

سورہ حجر کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام حجر ہے۔ حجر عرب میں ایک علاقہ کا نام ہے۔ یہاں قوم ثمود آباد تھی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ چونکہ اس سورۃ میں حجر کے علاقہ اور قوم ثمود کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ الحجر ہے۔ یعنی وہ سورت جس میں حجر کے علاقے کے واقعات بیان ہونگے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس سے پہلے ترپن (۵۳) سورتیں نازل ہوچکی تھیں، اس کے چھ رکوع اور ننانوے آیات ہیں۔

حروف مقطعات کی وضاحت :

الٓر ۔ ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں هِيَ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تعالیٰ. یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اکٹھا الٓر ایک نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ایک حرف ایک ایک نام کی طرف اشارہ ہے۔ 'الف' سے مراد اللہ جل جلالہ اور 'لام' سے مراد لطیف اور 'را' سے مراد رؤف یا رحمٰن یا رحیم ہے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ یہ جو تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیتیں ہیں وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ اور قرآن کی ہیں جو کھول کر بیان کرنے

والا ہے۔

قرآن میں اصول بیان ہوئے ہیں تشریح فرمان نبوی ﷺ میں ہے :

قرآن پاک میں جو اصول بیان ہوئے ہیں وہ بڑے واضح ہیں اور جزئیات وفروعات، تفصیل وتشریح آنحضرت ﷺ کے قول وفعل سے ہے۔ یہ بات میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ قرآن کریم سمجھ نہیں آسکتا جب تک حدیث رسول کو نہ مانا جائے۔ مثلاً قرآن کریم میں آتا ہے اقیموا الصلوٰۃ نماز قائم کرو۔ مگر اس کا طریقہ اور تفصیل قرآن کریم میں نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے اٰتوا الزّکٰوۃ زکوۃ دو۔ مگر اس کی تفصیل کہ کتنی دینی ہے اور کونسے مال کا نصاب ہے اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ یہ تفصیل آنحضرت ﷺ کے قول فعل سے ہے۔ (یہ آیت کریمہ تیرہویں پارے کی ہے آگے چودھواں پارہ شروع ہو رہا ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رُبَمَا یَوَدُّ بسا اوقات پسند کریں گے۔ رُبَمَا کا لفظ قلت کیلئے بھی آتا ہے اور کثرت کیلئے بھی۔ اگر کثرت کیلئے ہو تو پھر اس کا معنیٰ ہوگا بسا اوقات، اکثر اوقات پسند کریں گے۔ اور قلت کیلئے ہو تو پھر معنیٰ ہوگا کسی وقت آرزو کریں گے۔ کیونکہ جب عذاب میں مبتلا ہوں گے تو ہوش وحواس خطا ہو جائیں گے سوچنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ ذرا ہوش آئے گی کسی وقت تو آرزو کریں گے اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔ کافر یہ آرزو کب کریں گے اس کے متعلق بڑی تفصیل ہے۔

ملک الموت کے جان نکالنے کی کیفیت :

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ایک بات یہ بیان فرماتے ہیں کہ ملک الموت جب

جان نکالنے کیلئے آئیگا اور اٹھارہ فرشتے لائن بنا کر اس کے پیچھے کھڑے ہونگے اور بُرے کیلئے جہنم کا ٹاٹ اور بد بو لے کر آئے ہونگے اور مرنے والے کو ملک الموت اور پیچھے کھڑے ہونے والے فرشتے نظر آئیں گے۔ تو جب یہ منظر دیکھے گا تو کہے گا کاش! میں مسلمان ہوتا۔ مگر نزع کی حالت کے بعد ایمان قبول نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس وقت قبر برزخ میں پہنچے گا دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھول دی جائے گی اور فرشتے سزا دیں گے تو ان تکالیف کو دیکھ کر کہے گا کہ کاش! میں مسلمان ہوتا اور یہ بھی تفسیر بیان کی گئی ہے کہ میدانِ حشر برپا ہوگا اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا ہوگا اور پسینے میں ڈوبا ہوگا اور اپنے گناہوں کو سامنے دیکھتا ہوا کہے گا کاش! میں مسلمان ہوتا۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ جب نیکیاں اور بدیاں تُلیں گی۔ اپنی بدیوں کا بوجھ دیکھ کر کہے گا کہ کاش! میں مسلمان ہوتا۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ جب پل صراط سے دوزخ میں گرایا جائیگا، جلے گا، سڑیگا تو کہے گا کاش! کہ میں مسلمان ہوتا۔ آخری بات یہ کہ جنتی جنت میں داخل ہونگے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہونگے پھر سارے گنہگار مومن سزا بھگت کر دوزخ سے نکل آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ اعلان کریگا اے جنت والو! تمہیں ایک تماشہ دِکھاتے ہیں۔ اے دوزخ والو! تمہیں ایک تماشہ دِکھاتے ہیں۔ پھر موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان مینڈھے کی شکل میں پیش کیا جائے گا اور ختم کر دیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ اعلان کریگا خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتٌ آج موت کو ختم کر دیا گیا ہے اب تم نے مرنا نہیں ہے۔ جنتیوں کی خوشی کی کوئی حد نہیں ہوگی اور دوزخیوں کے افسوس کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ اس وقت دوزخی کہیں گے کاش! کہ مسلمان ہوتے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں حالات پہلے بتا دیئے ہیں کہ کچھ کرنا ہے تو ابھی کرلو وہاں کچھ نہیں کرسکو گے۔ ذَرْهُمْ آپ انکو چھوڑ

دیں یَاْکُلُوْا کھائیں وَیَتَمَتَّعُوْا اور فائدہ اٹھائیں وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ اور انکو غفلت میں ڈالے اُمید جوانہوں نے دنیا میں قائم کررکھی ہیں فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سارا نظارہ سامنے آجائے گا۔ جنت بھی سامنے دوزخ بھی سامنے۔ انفرادی قیامت دور نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اور نہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بستی اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مگر اس بستی کیلئے ایک نوشتہ لکھا ہوا تھا۔ یعنی اس بستی کی تباہی کا ایک وقت مقرر تھا مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا نہیں آگے بڑھی کوئی امت اپنی میعاد سے۔ جو دنیا میں رہنے کی ان کیلئے میعاد رکھی گئی تھی اس سے پہلے نہیں وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ اور نہ پیچھے ہٹی ہے۔ اور دنیا میں رہنے کی جو میعاد ان کی ہے اس سے مؤخر بھی نہیں ہوسکتی، ایک لحہ کی تقدیم تاخیر نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا نظام بڑا مضبوط، محکم اور اٹل ہے۔ وَقَالُوْا اور کہا ان کافروں نے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اے وہ شخص! اتاری گئی جس پر نصیحت والی کتاب اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ بیشک البتہ تو دیوانہ ہے۔ (معاذ اللہ) قرآن پاک کا نام قرآن بھی ہے اور قرآن پاک کا نام فرقان بھی ہے۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ [پارہ ۱۸] "بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان اتارا۔" قرآن پاک کا نام ذکر ہے، نصیحت والی کتاب۔ جو باتیں آپ ﷺ فرماتے تھے وہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ میری دعوت کو سارے عرب والے قبول کرلیں گے۔ اس وقت یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی تھی، ایک وقت آئیگا قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ہمارے قدموں کے نیچے ہونگی۔ یہ ملنگ قسم کے لوگ جن کے پاس مال و دولت نہیں ہے یہ قیصر و کسریٰ پر فتح پائیں گے۔ یہ باتیں ان کو کب سمجھ آسکتی تھیں۔ اسلئے کہتے تھے کہ آپ ﷺ

پاگل ہیں معاذ اللہ۔ اگر آپ مجنون نہیں ہیں تو لَوْمَاتَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَةِ کیوں نہیں لاتے آپ ہمارے پاس فرشتوں کو اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے کہ کہتے ہیں کہ میرے اوپر فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو ہمیں بھی دکھادو۔

فرشتے کس کس موقع پر آتے ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ ﷺ ان کو جواب دیں مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ ہم نہیں اتارتے فرشتے مگر حق کیساتھ۔ فرشتے یا تو وحی لے کر آتے ہیں یا جان نکالنے کیلئے یا پھر عذاب لے کر آئیں گے وَمَا کَانُوْآ اِذًا مُّنْظَرِیْنَ اور نہیں ہونگے اس وقت وہ مہلت دیئے ہوئے۔ پھر کہیں گے کہ کاش! کہ فرشتے ہمیں نظر نہ آئیں۔ باقی انہوں نے یہ طعنہ دیا تھا کہ اے وہ شخص! جس پر نصیحت والی کتاب نازل کی گئی ہے آپ پاگل ہیں۔

قرآن کریم نزول سے لیکر آج تک ہر طرح سے محفوظ ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر کو یعنی نصیحت والی کتاب کو اور بیشک ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔ الحمد للہ! قرآن پاک کے نزول سے لے کر آج تک اس کے الفاظ محفوظ ہیں، اس کا رسم الخط محفوظ ہے، اسکا لب ولہجہ محفوظ ہے، اسکا ترجمہ محفوظ ہے، اس کی تفسیر محفوظ ہے۔ یہ اس امت مرحومہ کا اعزاز ہے کہ اس نے قرآن پاک کی حفاظت کیلئے وہ کچھ کیا ہے جو تصور سے بالکل بالاتر ہے آج تک اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوسکی۔ دشمنوں نے بڑے بڑے منصوبے بنائے مگر وہ ناکام ہوئے۔

حفاظتِ قرآن پر ایک واقعہ :

آج سے آٹھ نو سال پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے ایک سر پھرے وکیل جس کا نام چاندمل چوپڑا ہے اور ابھی تک زندہ ہے۔اس نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ میں ایک معزز شہری ہوں اور میرا پیشہ بھی معزز ہے کہ میں وکیل ہوں۔حکومت کا وفادار ٹیکس گزار ہوں میری درخواست ہے کہ قرآن پر پابندی لگائی جائے کیونکہ یہ میرے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔قرآن میں ہے قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ ''مشرکوں کیساتھ لڑو۔'' یہ لڑنے بھڑنے کا سبق دیتا ہے اس لئے میرے جذبات کو نقصان ہوتا ہے لہذا اس پر پابندی لگائی جائے۔جج بے چارہ بڑا گھبرایا کہ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے اس وقت ساری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں زیادہ ہے۔ہندوستان میں ۲۹ کروڑ مسلمان ہیں، اس کے بعد دوسرا نمبر انڈونیشیا کا ہے باوجود اس کے کہ وہ کافروں کے علاقے ہیں پھر بھی مسلمان وہاں ہماری نسبت سے امن میں ہیں۔مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری پرانے علماء میں سے ہیں پچھلے دنوں میری ملاقات کیلئے تشریف لائے تھے۔ میں نے ان سے کہا مولوی صاحب! آپ کافروں کے ملک میں رہتے ہوئے بڑے خوش قسمت ہیں اور ہم مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوئے بڑے بدقسمت ہیں وہ ہنس کر کہنے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا تم کافروں کے ملک میں رہتے ہوئے مسجدوں میں اطمینان سے جاتے ہو، نماز پڑھتے ہو اور ہم بغیر باڈی گارڈ کے مسجد تک نہیں جاسکتے، وعظ کیلئے نہیں جاسکتے، پولیس والے باڈی گارڈ رکھنے پر مجبور کرتے ہیں مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوئے اس غضب میں مبتلا ہیں۔تو خیر میں بات کر رہا تھا کہ چاندمل چوپڑا نے مقدمہ دائر کیا کہ قرآن کریم پر پابندی لگائی جائے کہ اس سے میرے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔کلکتہ ہائیکورٹ کے ججوں نے کہا کہ

قرآن مجید اسلام کی اساسی کتاب ہے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک دنیا کے کسی مہذب ملک میں اس نوعیت کا مقدمہ مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید کے خلاف نہیں کیا گیا۔ فاضل چیف جسٹس کلکتہ ہائیکورٹ نے اپنے فیصلہ میں مزید لکھا کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۹۵ قرآن مجید یا مقدس کتابوں پر لاگو نہیں ہوتی جس کے تحت انہیں ضبط کیا جائے اور قانونی پابندی عائد کی جائے۔ بھارت کی کسی بھی عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے کہ کسی بھی طرح کتب آسمانی کے معاملے میں مداخلت کرے اور ان پر جزوی یا کلی طور پر پابندی عائد کرے۔ اس کی پوری تفصیل دیکھنی ہو تو میری کتاب ''ارشاد الشیعہ'' پڑھ لو اس میں میں نے تفصیل کیساتھ ججوں کے نام بھی نقل کیے ہیں۔ جج ہندو ہیں۔ ہندو جج نے کہا کہ یہ آسمانی مقدس کتاب ہے۔ جج مسلمان ہوتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ جانبداری سے کام لیا ہے۔ بڑی وزنی شہادت ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کی حفاظت اس نے کرنی ہے۔ اور یاد رکھنا! برتن میں جو چیز ہوتی ہے کھانے پینے کی مثلاً دودھ سالن وغیرہ اصل حفاظت تو اسکی مقصود ہوتی ہے مگر برتن کی حفاظت خود بخود ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ جو دینی مدارس ہیں یہ دین کیلئے برتن اور ظرف ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا تو دینی مدارس کی حفاظت اس کے ضمن میں خود بخود آ گئی۔ ہر دور میں حکومتوں نے دینی مدارس کے خلاف ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں کہ یہ بند ہو جائیں زکوٰۃ تک خود وصول کرنی شروع کر دی۔ ان کے مشیروں کا خیال تھا کہ سال دو گزریں گے مولوی ختم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پہلے سے زیادہ اچھے انداز میں مدارس چل رہے ہیں۔ نصرت العلوم میں اس سال بھی اور پچھلے سال بھی تیرہ چودہ سو طلباء اور طالبات تھیں اور یہاں گکھڑ میں بھی ہمارا چھوٹا سا مدرسہ ہے جس

میں دوسو کے قریب طالب علم ہیں۔حکومت نے زکوٰۃ لینے کی پیشکش کی ہم نے انکار کردیا ہماری غیرت گوارہ نہیں کرتی۔ یہ بھی ان کی ایک سازش تھی مدارس پر کنٹرول کرنے کی جو ناکام ہوئی اور وہ رقم نالیوں پر الیکشنوں پر خرچ ہوئی جس کا بوجھ ان کی گردن پر ہے۔نہ قرآن مٹے گا نہ اسلام مٹے گا نہ دینی مدارس ختم ہونگے۔انشاء اللہ تعالیٰ

تو فرمایا کہ اس نصیحت والی کتاب کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو تسلی دینا کہ پیغمبروں کیساتھ مذاق نئی چیز نہیں :

آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے پیغمبر آپ سے پہلے فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ پہلے گروہوں میں۔شِیَعٌ شِیْعَۃٌ کی جمع ہے بمعنی گروہ۔وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں آتا تھا ان کے پاس کوئی رسول اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ مگر وہ ان کیساتھ مذاق کرتے تھے۔اس لئے آج اگر یہ آپ ﷺ کیساتھ مذاق کرتے ہیں تو صبر کریں کوئی نئی بات نہیں ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کشتی تیار کررہے تھے كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ''جب بھی گذرتا تھا ان پر کوئی گروہ ان کی قوم کا ٹھٹھا کرتے تھے۔'' [ہود: ۳۸] کوئی کہتا آپ تو نبی تھے ترکھان کب سے بنے،کوئی کہتا یہ کشتی کہاں چلاؤ گے،دوسرا کہتا ہمارے تالاب میں چلائیں گے اور کہاں چلائیں گے۔جتنے پیغمبر آئے کافروں نے ان کیساتھ مذاق کیا۔كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح چلاتے ہیں ہم اس استہزاء کو مجرموں کے دلوں میں۔جیسے پہلے پیغمبروں کیساتھ مجرموں نے استہزاء کیا آج بھی کریں گے لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن کریم پر وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ

الْاَوَّلِیْنَ اور تحقیق گذر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا۔ جو حشر پہلے لوگوں کا ہوا سو حشر ان کا ہوگا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان کا فَظَلُّوْا پس وہ سارا دن فِیْہِ اس دروازے میں یَعْرُجُوْنَ چڑھتے رہیں۔ اوپر جائیں پھر آئیں پھر جائیں پھر آئیں لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا البتہ کہہ دیں گے پختہ بات ہے ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی نہیں مانیں گے۔ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔ یہ آسمان کا دروازہ نہیں کھلا بلکہ ہمارے اوپر جادو ہوا ہے۔ جب اس حد تک ضد ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ دل کو ایمان کیلئے نہیں پھیرتا ایمان اللہ تعالیٰ اسکو دیتا ہے جو چاہے اور طلب کرے۔

❁❁❁

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِينَ ۝١٦ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ۝١٧ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِينٌ ۝١٨ وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْۢبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ۝١٩ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِينَ ۝٢٠ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝٢١ وَأَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَسْقَيْنٰكُمُوهُ وَمَآ أَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِينَ ۝٢٢ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُونَ ۝٢٣ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝٢٤ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ إِنَّهٗ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝٢٥ ع

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جَعَلْنَا بنائے ہم نے فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا آسمان میں چند برج وَزَيَّنّٰهَا اور مزین کیا ہم نے آسمان کو لِلنّٰظِرِينَ دیکھنے والوں کیلئے وَحَفِظْنٰهَا اور ہم نے حفاظت کی اس کی مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ ہر ایسے شیطان سے رَّجِيمٍ جو مردود ہے إِلَّا مگر مَنِ وہ اسْتَرَقَ السَّمْعَ جس نے چرا لیا سنا ہوا کلمہ فَأَتْبَعَهٗ پس اس کے پیچھے لگتا ہے شِهَابٌ مُّبِينٌ ستارہ روشن وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے وَأَلْقَيْنَا فِيهَا اور ڈال دیئے ہم نے اس زمین میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ وَأَنْۢبَتْنَا فِيهَا اور ہم نے اگایا زمین میں مِنْ كُلِّ

شَیْءٍ ہر شے کو مَّوْزُوْنٍ ایک اندازے سے وَجَعَلْنَا لَكُمْ اور بنائیں ہم نے تمہارے لیئے فِيْهَا اس زمین میں مَعَايِشَ روزیاں وَمَنْ اور ان کیلئے بھی لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ جسکو تم روزی نہیں دے سکتے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اور نہیں ہے کوئی چیز اِلَّا عِنْدَنَا مگر ہمارے پاس ہیں خَزَآئِنُهٗ اس کے خزانے وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اور نہیں اتارتے ہم اسکو اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ مگر ایک معلوم اندازے پر وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ اور ہم نے بھیجیں ہوائیں لَوَاقِحَ جو بادلوں کو پر کرتی ہیں فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ پس اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ پس ہم نے وہ پانی تم کو پلایا وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ اور نہیں ہو تم اسکو جمع کرنے والے وَاِنَّا اور بیشک ہم لَنَحْنُ نُحْيٖ البتہ ہم ہیں زندہ کرنے والے وَنُمِيْتُ اور مارنے والے وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ اور ہم ہی وارث ہیں وَلَقَدْ عَلِمْنَا اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذرے ہیں وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں ان کو جو بعد میں آئیں گے وَاِنَّ رَبَّكَ اور بیشک تیرا رب هُوَ يَحْشُرُهُمْ وہ ان کو اکٹھا کریگا اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ بیشک وہ حکمت والا ہے جاننے والا ہے۔

برج کی حقیقت اور ان کی تفصیل :

پچھلی آیت میں آسمان کا ذکر تھا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان کا۔ اب اس آسمان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا اور البتہ تحقیق بنائے ہم نے آسمان میں چند برج۔ برج کیا

ہے؟اس کے متعلق مفسرین کرامؒ نے بڑی لمبی چوڑی تفصیل یہاں ذکر کی ہے۔

ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔

o......ایک ثَوَابِتْ ہیں جو اپنی اپنی جگہ ٹکے ہوئے ہیں اور حرکت نہیں کرتے۔

o......دوسرے سیارات ہیں جو چلتے ہیں ان کی اللہ تعالیٰ نے منازل مقرر کی ہوئی ہیں۔ کوئی مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے اور مغرب سے مشرق کی طرف چلتا ہے، کوئی شمال سے جنوب کی طرف اور کوئی جنوب سے شمال کی طرف چلتا ہے۔ اور بڑی تیز رفتاری کیساتھ لیکن ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ [یٰسین: ۳۸] ''یہ ہے اندازہ ٹھہرایا ہوا زبردست اور علم والے پروردگار کا۔'' اس لئے کوئی ستارہ کسی کیساتھ ٹکراتا نہیں ہے۔ دنیا میں جہاز جہازوں کیساتھ ٹکرا جاتے ہیں، گاڑیاں گاڑیوں کیساتھ، تانگے تانگوں کیساتھ، سائیکل سائیکلوں کیساتھ، بندے بندوں کیساتھ چلتے ہوئے ٹکرا جاتے ہیں مگر رب تعالیٰ کا ایسا مضبوط نظام ہے کہ کوئی ستارہ کسی کیساتھ نہیں ٹکراتا۔ وہ ستارے جو منازل طے کرتے ہیں وہ ان کے برج ہیں سمجھانے کیلئے میں عرض کرتا ہوں۔ جیسے گاڑی چلتی ہے کراچی سے پشاور کی طرف، پہلے صوبہ سندھ طے کریگی پھر پنجاب، اس کے بعد صوبہ سرحد میں داخل ہو گی۔ یہ اس گاڑی کی منزلیں ہیں اسی طرح وہ ستارے اپنی منزلیں طے کر کے اپنے مقام تک پہنچتے ہیں۔ اور یہ بھی تفسیر کرتے ہیں کہ برج سے مراد قلعے ہیں جو آسمانوں میں فرشتوں کی رہائش گاہیں ہیں فرشتے ان میں ٹھہرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ اُکتاتے ہیں اور نہ سوتے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، ان کی خوراک ہی سبحان اللہ ہے۔ آسمانوں میں کوئی بالشت بھر جگہ ایسی نہیں ہے جہاں فرشتہ نہ ہو۔ رب تعالیٰ کی بیشمار مخلوق ہے۔ کعبۃ اللہ کے عین برابر میں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام

ہے بیت المعمور یہ فرشتوں کی طواف گاہ ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے روزانہ ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور جس نے ایک دفعہ طواف کرلیا اسکو زندگی میں دوبارہ موقع نہیں ملتا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [سورۃ مدثر] ''اور تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔'' تو جن منازل کو سورج چاند طے کرتے ہیں وہ برج ہیں وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ اور مزین کیا ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کیلئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ستارے جڑے ہیں رات کو عجیب قسم کا منظر ہوتا ہے وَحَفِظْنٰهَا اور ہم نے حفاظت کی اس آسمان کی مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ہر ایسے شیطان سے جو مردود ہے اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ مگر وہ جس نے چرالیا سنا ہوا کلمہ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر نیچے اترتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ فلاں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے اور آپ ﷺ نے ایسے انگلیاں کھڑی کیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسے لائن میں کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ شیطان جنات ان کی باتیں سننے کیلئے جاتے ہیں، کوئی مرجاتا ہے، کوئی زخمی ہوجاتا ہے کیونکہ ان پر ستارے شعلے پھینکے جاتے ہیں مگر یہ اپنی مہم کو چھوڑتے نہیں ہیں جیسے کوہ پیما لوگ ہیں پہاڑوں پر چڑھنے والے مرتے بھی ہیں، گرتے بھی ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں مگر اپنی مہم کو نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح شیطان جنات کی لائن لگی ہوتی ہے یہ فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ صحیح بات جو فرشتوں کی سنی ہوئی ہے لاکر کاہن کو جو فال نکالتا ہے، دیتے ہیں اس کے کان میں ڈالتے ہیں وہ اس ایک سچی بات کیساتھ سو جھوٹ ملا کے چلا دیتا ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے۔

جس نے فال کی تصدیق کی وہ کافر ہے :

اور یہ بھی حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص کسی فال نکالنے والے کے پاس گیا اوراس کی تصدیق کی تو فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ ''پس تحقیق اس نے انکار کیا اس چیز کا جو اتاری گئی ہے محمد ﷺ پر۔'' ایسا شخص آنحضرت ﷺ کی شریعت کا منکر اور کافر ہے۔اور جو محض دل لگی کیلئے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے متعلق بتلائیں جی کیا ہے؟ فرمایا ایسا دل لگی کے طور پر فال نکالنے والے سے سوال کرنے والا جو شخص ہے اس کی چالیس دن اور چالیس راتوں کی نمازوں کا اجر ضائع ہو جائے گا۔مگر لوگوں کی عقلیں ماری ہوئی ہیں ان چیزوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔عورتیں آتی ہیں کہ بتاؤ ہمیں کیا ہوا ہے؟ ہمارا حساب لگاؤ،کوئی حساب دیکھو۔ہم انکے کہتے ہیں کہ غیب صرف رب تعالیٰ جانتا ہے اور حکیم اور ڈاکٹر میں نہیں ہوں یہ ڈاکٹروں اور حکیموں سے پوچھو تمہیں کیا ہوا ہے؟ اور کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس میں یہ باتیں لکھی ہوئی ہوں کہ فلاں کو کیا ہوا ہے اور فلاں کو کیا ہوا ہے۔مگر ان بناوٹی عاملوں نے ان کے ذہن بگاڑے ہوئے ہیں بس ہر ایک کو کہہ دیتے ہیں کہ تجھ پر وار ہوا ہے، تجھ پر کسی نے وار کیا ہے، کسی کے شلوار سونگھتے ہیں کسی کا کرتا سونگھتے ہیں یہ تمام خرافات ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ کے کلام میں اثر ہے، پڑھ کر دم کرو شفاء ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ ہوئی تو رب تعالیٰ کا کام ہے بندے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔جیسے دوا کیساتھ شفا ہو بھی جاتی ہے نہیں بھی ہوتی۔شفاء تو رب تعالیٰ نے دینی ہے۔سنت سمجھ کر علاج کراؤ اس سے زیادہ ذہن کو نہ بگاڑو! اکثریت لوگوں کی ایسی ہے کہ خدا پناہ! ان کی باتیں سن کر حیرانگی ہوتی ہے۔ایک زمانے میں کینٹ سے ایک میجر صاحب آئے، کہنے لگے مجھ پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے۔میں نے کہا تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے؟ کہنے لگا میرے

پاخانہ سے بدبو آتی ہے۔ میں نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، پاخانہ زعفران اور کستوری تو نہیں ہوتا۔ یاد رکھنا! جنات کا وجود ہے بعض دفعہ شرارت بھی کرتے ہیں، تکلیف بھی دیتے ہیں مگر ہر آدمی کو جن چمٹا ہوا ہے، یہ بالکل خرافات ہیں۔ اسی طرح جادو کا بھی اثر ہے مگر ہر آدمی پر جادو کیا ہوا ہے یہ بالکل غلط بات ہے۔ اکثر طبعی بیماریاں ہوتی ہیں کوئی سو میں سے ایک دو ایسے ہونگے کہ جن پر آسیب یا جادو کا اثر ہو۔ ہر چیز کی کڑی جن جادو کیساتھ ملانا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی مسلمان کو اتنا کچا عقیدہ رکھنا چاہئے۔ مسلمان کا عقیدہ پتھر اور لوہے کی طرح مضبوط ہونا چاہئے۔ تو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کیلئے جاتے ہیں فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ پس اس کے پیچھے لگتا ہے ستارہ روشن۔ اس کے پیچھے ایسا شعلہ بڑھتا ہے جو روشن ہوتا ہے، نظر آتا ہے وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ اور ڈال دیئے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ رَوَاسِي رَاسِيَةٌ کی جمع ہے۔ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ اور ہم نے اگایا زمین میں ہر شے کو ایک انداز سے۔ ہمارے علم کے مطابق جس علاقے میں جتنی چیز پیدا کرنی ہے اتنی پیدا کر دیتے ہیں وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ مَعِيْشَةٌ کی جمع ہے بمعنی روزی، خوراک۔ اور بنائیں ہم نے تمہارے لئے زمین میں روزیاں۔ یہ سب خالق کا کام ہے وَمَنْ اور ان کیلئے بھی روزی پیدا کی ہے لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ جن کو تم روزی نہیں دے سکتے۔ چرند، پرند، درند ہیں رب تعالیٰ ہی سب کو روزی دیتا ہے۔

لفظِ رب کا معنیٰ سمجھنا شرک سے بچاؤ کا ذریعہ :

اگر کوئی شخص صحیح معنیٰ میں رب کا معنیٰ ہی سمجھ لے تو شرک کے قریب نہیں جائے گا۔ رب تربیت سے ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا۔ تو پالنے کیلئے ہوا کی ضرورت ہے،

پانی کی ضرورت ہے، خوراک کی ضرورت ہے یہ تمام چیزیں رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ جو چیز بھی مخلوق کی تربیت کیلئے تھی وہ سب رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے پاس کیا ہے کہ اس کو رب مانا جائے؟ کیا کوئی ہوا کا خالق ہے، پانی کا خالق ہے، روزی کا خالق ہے؟ کوئی صحت دے سکتا ہے، یہ تمام کام پروردگار کے ہیں مگر ہم نے لفظ رب اور الٰہ کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہمارے پاس ہیں اس کے خزانے۔ مسلم شریف میں حضرت ابوذر غفاری ﷛ کی روایت ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ ''اگر تم اول سے لے کر آخر تک، کیا انسان اور کیا جنات، کیا تری کے رہنے والے اور کیا خشکی کے رہنے والے یہ سب کے سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں جو مانگنا چاہتے ہیں اور میں سب کی منہ مانگی مرادیں پوری کردوں تو میرے خزانے میں اتنی کمی بھی نہیں آئے گی جتنی تم سوئی سمندر میں ڈبو کے نکالو تو اس سے جتنا پانی کم ہوا ہے۔ ساری کائنات کی مرادیں پوری کر دوں میرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اور نہیں اتارتے ہم اسکو مگر ایک معلوم اندازے پر جو ہماری حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے۔ اکبر الٰہ آبادی بڑے طنزیہ نگار شاعر تھے۔ ان کی کلیات پڑھو کلیات اکبر الٰہ آبادی میں انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں......

اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبرؔ
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

نسائی شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ

يَغْضَبُ عَلَيْهِ جو رب سے نہیں مانگتا رب اس پر ناراض ہوتا ہے۔ دوسرا ایک شاعر کہتا ہے

؎ دینا ہے اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے
کیا مانگتا پھرے تیرا سائل جگہ جگہ

دینے والا تو ہی ہے داتا تو ہی ہے، تو ہی دے۔ دیکھو ہمارے گھروں میں بچیاں بچے ہیں، عورتیں ہیں۔ گھر کا جو فرد ہے گھر کے افراد ضرورت اس سے مانگتے ہیں اگر کسی کا بچہ محلے میں جا کر کسی سے کہے کہ مجھے کتاب دیدو، مجھے جوتا لا کر دو، مجھے فلاں چیز لا کر دو تو کوئی غیرت مند گوارہ نہیں کریگا اور اگر کسی کی بیوی جا کر کہے کہ مجھے جوتا لا دو، کنگھی لا دو، سرمہ سلائی لا دو، کوئی غیرت مند گوارا کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ بھائی ہماری بیوی، ہمارے بچے کسی اور سے مانگیں تو ہمیں غصہ آتا ہے تو رب تعالیٰ کی مخلوق ہو کر اس کی محتاج ہو کر کسی اور سے مانگے تو اسے غصہ کیوں نہیں آئیگا۔ تو فرمایا جو رب تعالیٰ سے نہیں مانگتا رب تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مانگتے ہیں۔ وہی مُسْتَعَانُ ہے۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ اور ہم نے بھیجیں اور چلائیں ہوائیں لَوَاقِحَ جو بادلوں کو پُر کرتی ہیں۔ پہلے بادل ہلکے ہوتے ہیں ہواؤں کی وجہ سے اکٹھے ہوتے ہیں ان میں برودت پیدا ہوتی ہے پھر بارش ہوتی ہے فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً پس اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ پس ہم نے وہ پانی تم کو پلایا۔ آج بھی بہت سارے علاقے ایسے ہیں کہ وہاں زمین میں پانی نہیں ہے اور نہریں اور چشمے بھی نہیں ہیں وہاں کے لوگوں کا گزران بارش کے پانی پر ہے وہی ان کے جانور بھی پیتے ہیں وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ اور نہیں ہو تم اسکو جمع کرنے والے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین ایسی بنائی ہے کہ جو اسکو فوراً جذب نہیں کرتی اور ہوائیں اتنی نہیں چلائیں کہ

وہ پانی کو اڑا کر لے جائیں سورج کی تپش سے وہ پانی ختم نہیں ہوتا یہ سب حالات رب نے پیدا کئے ہیں تا کہ تمہاری ضرورت کیلئے پانی جمع رہے اور سن لو وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ اور بیشک ہم البتہ پیدا کرنے والے اور مارنے والے ہیں۔ پیدا کرنا بھی ہمارا کام ہے اور مارنا بھی ہمارا کام ہے وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ اور ہم ہی وارث ہیں سب کے۔ آج تو ہم دعوے کرتے ہیں کہ ہماری حکومت، ہماری سلطنت، ہمارا مکان، ہماری جائیداد، حالانکہ حقیقتاً ہمارا کچھ بھی نہیں ہے سب کچھ رب تعالیٰ کا ہے۔ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [آل عمران: ۱۸۰] ''اور اللہ ہی کیلئے وراثت ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔'' تم دنیا سے خالی ہاتھ جاؤ گے۔ خوش قسمت ہوگا جس کو کفن نصیب ہوگا ایسے لوگ بھی ہیں جن کو کفن تک نصیب نہیں ہوتا۔

اگلے پچھلے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں :

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذرے ہیں وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ اور البتہ تحقیق ہم انکو جانتے ہیں جو بعد میں آئیں گے۔ آج کے دور سے پہلے جو حضرت آدم علیہ السلام تک ہوئے ہیں وہ بھی رب تعالیٰ کے علم میں ہیں اور جو آج کے بعد قیامت تک ہونگے وہ بھی رب تعالیٰ کے علم میں ہیں رب تعالیٰ کے علم سے ایک ذرہ بھی خارج نہیں ہے اور نہ ذرّہ برابر اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے سب اسی کے محتاج ہیں اور وہ صمد ہے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تو وہ پہلوں کو بھی جانتا ہے اور پچھلوں کو بھی جانتا ہے وَاِنَّ رَبَّکَ ھُوَ یَحْشُرُھُمْ اور بیشک تیرا رب وہ ان کو اکٹھا کریگا۔ میدان محشر میں سب جمع ہونگے اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی رتی رتی کا حساب ہوگا۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ''پس جس نے ایک ذرہ

کے برابر نیکی کا کام کیا ہوگا وہ اسکو دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

[سورۃ زلزال: پارہ ۳۰]

''اور جس نے ایک ذرہ کے برابر برائی کا کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا۔'' آدمی کو کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ شاعر کہتا ہے......

؎ از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو از جو

''اے بندے! مکافات کے عمل سے غافل نہ ہو گندم سے گندم پیدا ہوتی ہے جو سے جو۔'' جو بوئے گا سو کاٹے گا۔ آج ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم بوتے کچھ نہیں اور امیدوار ہیں کہ ساری فصلیں کاٹنی ہیں۔ نیکی کوئی بھی نہیں اور اجر و ثواب کے سب دعویدار ہیں۔ فرمایا اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے جاننے والا ہے۔

❁ ❁ ❁

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۙ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۙ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِنْ حَمَاٍ جو گارے سے لی گئی تھی مَّسْنُوْنٍ جو متغیر تھا وَالْجَآنَّ اور جنوں کو خَلَقْنٰهُ پیدا کیا ہم نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ آگ کی لو سے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ اور جب فرمایا تیرے رب نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اِنِّيْ خَالِقٌ بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں بَشَرًا انسان کو مِّنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ جو گارے سے حاصل ہوئی ہے جو متغیر تھا فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ پس جب میں اسکو برابر کردوں وَنَفَخْتُ فِيْهِ اور

پھونک دوں اس میں مِنْ رُّوْحِیْ اپنی طرف سے روح فَقَعُوْا لَهٗ پس گر جانا اس کے سامنے سٰجِدِیْنَ سجدہ کرتے ہوئے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ پس سجدہ کیا فرشتوں نے كُلُّهُمْ سب نے اَجْمَعُوْنَ اکٹھے اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اَبٰٓى انکار کر گیا اَنْ يَّكُوْنَ اس سے کہ وہ ہو مَعَ السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والوں کیساتھ قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے يٰٓاِبْلِيْسُ اے ابلیس مَا لَكَ تجھے کیا ہوا اَلَّا تَكُوْنَ یہ کہ نہ ہوا تو مَعَ السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والوں کیساتھ قَالَ کہا اس نے لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ نہیں تھا میں کہ سجدہ کرتا لِبَشَرٍ کسی بشر کو خَلَقْتَهٗ جس کو تو نے پیدا کیا ہے مِنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِّنْ حَمَاٍ جو حاصل ہوئی ہے گارے سے مَّسْنُوْنٍ جو متغیر تھا قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاخْرُجْ مِنْهَا پس نکل جاؤ یہاں سے فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ پس بیشک تو مردود ہے وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اور بیشک تجھ پر لعنت ہے اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ بدلے کے دن تک قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ اے میرے رب فَاَنْظِرْنِيْٓ مجھے مہلت دیدو اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن لوگوں کو دوبارہ کھڑا کیا جائے گا قَالَ فرمایا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ بیشک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ معلوم دن کے وقت تک۔

اپنی قدرت بتلانے کیلئے اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقے اختیار فرمانا :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت بتلانے کیلئے قرآن پاک میں مختلف طریقے

اختیار کیئے ہیں۔اس سے پہلے رکوع میں آسمان اور زمین کا ذکر تھا پہاڑوں کا ذکر تھا پھر زمین میں اسباب معاش رکھنے کا ذکر تھا بارش کا ذکر تھا اس رکوع میں انسان اور جنات کی تخلیق کا ذکر ہے کہ رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ انسان کو کس چیز سے پیدا کیا ہے اور جنات کو کس چیز سے پیدا کیا ہے۔پھر انسانوں کا کیا کردار ہے اور جنات کا کیا کردار ہے۔

انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ ساری زمین کی سطح سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی۔پہلے وہ مٹی بکھری ہوئی تھی پھر اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اسکو گوندھا اور گارا بنایا گارا بننے کے بعد وہ مٹی خشک ہوگئی۔سورۃ رحمٰن میں آتا ہے مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّار بجنے والی مٹی سے جیسا کہ ٹھیکرہ ہوتا ہے۔آگ کے اوپر پکی ہوئی ٹھیکری کی طرح بجتی تھی۔سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۹ میں ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ پھر اسکو کہا ہو جا پس وہ ہوگیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو یعنی آدم علیہ السلام کو مِنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِنْ حَمَاٍ جو گارے سے حاصل ہوئی تھی مَسْنُوْنٍ جو متغیر تھا۔ سَنَةٌ کے معنی سال کے ہیں۔ مسنون کئی سالوں تک گوندھی ہوئی پڑی رہی خشک ہو کر بجنے لگی اور متغیر ہوگئی۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ اور جنوں کو ہم نے پیدا اس سے پہلے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے جنات کی پیدائش ہوئی اور کس چیز سے ہوئی ؟ فرمایا مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ آگ کی لو سے جو مسامات میں داخل ہو جاتی ہے وہ لو کہ جس میں دھواں نہ ہو۔تو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے زمین پر حکمرانی جنات کی تھی۔آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار سال کی زندگی عطا فرمائی۔آدم علیہ

السلام سے ایک ہزار سال بعد نوح علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ یہ دو ہزار سال کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [بقرة:۲۱۳] ''سب لوگ ایک ہی امت یعنی دین پر تھے۔'' سارے مسلمان تھے کافر نہیں تھے۔ البتہ نافرمانی شروع ہو چکی تھی آدم علیہ السلام کی زندگی میں ھابیل قابیل کا قصہ چل نکلا تھا مگر کافر مشرک کوئی نہیں تھا وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جب فرمایا تیرے رب نے فرشتوں کو اِنِّیْ خَالِقٌۢ بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں بَشَرًا انسان کو مِّنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِّنْ حَمَاٍ جو گارے سے حاصل ہوئی ہے مَّسْنُوْنٍ جس پر کئی سال گزر گئے ہوں گے۔ وہ گارا گوندھا رہے گا پھر وہ خشک ہوگا پھر اس سے آدم علیہ السلام کا وجود بنے گا۔ اے فرشتو! فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ پس جب میں اسکو برابر کر دوں، درست کر دوں، انسانی شکل بنالوں وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح تو تمہارا فریضہ ہوگا فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ پس گر جانا اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا تھا ابلیس کو بھی رب کا حکم تھا جس کا ذکر سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲ میں ہے قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے کس چیز نے روکا تجھ کو کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔'' توجسطرح سجدے کا حکم فرشتوں کو تھا اسی طرح ابلیس کو بھی تھا فرشتوں نے کوئی منطق نہیں لڑائی بغیر قیل وقال کے سجدے میں گر گئے۔ اسی کا ذکر ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا سب فرشتوں نے اکٹھے۔ جس طرح ہم جماعت کی نماز میں رکوع سجود اکٹھے کرتے ہیں۔ کُلُّهُم کا لفظ بتلا رہا ہے کہ فرشتوں میں سے کوئی سجدے سے پیچھے نہیں رہا اور اجمعون کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ سب نے اکٹھا کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اَبٰٓى انکار کر گیا اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ اس سے کہ وہ ہو سجدہ کرنے والوں

کیساتھ۔ کیوں نہیں ہوا؟ قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے یٰٓاِبۡلِیۡسُ مَالَکَ اے ابلیس! تجھے کیا ہوا اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ یہ کہ نہ ہوا تو سجدہ کرنے والوں کیساتھ، سجدہ کیوں نہیں کیا؟ ابلیس کا جواب سنو! قَالَ کہا ابلیس نے لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ نہیں تھا میں کہ سجدہ کرتا کسی بشر کو۔

بشر کو سب سے پہلے ابلیس نے حقیر سمجھا :

سب سے پہلے بشر کو حقیر ابلیس نے سمجھا کہ میں بشر کو سجدہ کروں خَلَقۡتَہٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ جس کو تو نے پیدا کیا بجنے والی مٹی سے جو حاصل ہوئی گارے سے جس پر کئی سال گزرے۔ تو سب سے پہلے بشر کی تحقیر ابلیس نے کی اور عزت کی ہے فرشتوں نے، فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور نور کا درجہ نار سے چار گنا زیادہ ہے فرشتے کہہ سکتے تھے پروردگار! ہم نوری ہیں اور یہ خاکی ہے ہم نوری خاکی کو سجدہ کیوں کریں؟ مگر انہوں نے بغیر قیل وقال کے سجدہ کیا ابلیس اکڑ گیا اور کہا اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ میں بہتر ہوں اس سے خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے وَخَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ اور پیدا کیا اسکو مٹی سے۔ آگ میں روشنی ہے بلندی ہے اور خاک پاؤں کے نیچے کچلی اور روندی جاتی ہے میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کروں؟ اکڑ گیا۔ اور پندرہویں (۱۵) پارہ میں ہے ابلیس نے کہا اَرَءَیۡتَکَ ھٰذَا الَّذِیۡ کَرَّمۡتَ عَلَیَّ ''کیا بھلا بتلائیں یہ شخص ہے جس کو تو نے بزرگی بخشی ہے مجھ پر۔'' رب کو کہہ رہا ہے، رب تعالیٰ سے تکرار کر رہا ہے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی شریف تصوف کی بڑی کتاب ہے جس میں توحید بھی ہے، رسالت بھی ہے، قیامت کا ذکر بھی ہے۔ سمجھانے کا ان کا بڑا عجیب طریقہ ہے۔ پہلے زمانے میں اسکو مرد بھی پڑھتے تھے، عورتیں بھی پڑھتی تھیں۔ آج تو ناولوں، ٹی

وی، وی سی آر وغیرہ نے لوگوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔ان مغربی قوتوں کا اللہ تعالیٰ ناس کرے انہوں نے مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا خُشُّی مشکل بنا کر چھوڑ دیا ہے۔تو مولاناؒ مثنوی شریف میں سلطان محمود غزنویؒ اور ایاز کا واقعہ ذکر کر کے ابلیس کی بے عقلی کو بیان کرتے ہیں۔سلطان محمود غزنویؒ نے جب ہندوستان کو فتح کیا سومنات جو ہندوں کا بہت بڑا مندر تھا اس میں بڑے بڑے ہیرے اور موتی تھے اور بہت کچھ تھا وہ سب کچھ ساتھ لے گئے۔ایک سپاہی کا لڑکا تھا جس کا نام ایاز تھا یہ بڑا سمجھدار لڑکا تھا۔سلطان محمود غزنویؒ اس بچے کو اپنے پاس بٹھاتے تھے کسی برے ارادے سے نہیں محض اس اس لئے کہ یہ دانا لڑکا ہے حکومت کے نظم ونسق کو سمجھ لے آئندہ چل کر قوم کیلئے مفید ثابت ہو۔وزیروں مشیروں کو یہ بات ناگوار تھی کہ سلطان چھوٹے سے بچے کو ساتھ بٹھاتا ہے۔کہا بھی کہ حضرت! یہ بچہ آپ کے پاس بیٹھتا ہے اچھی بات نہیں ہے۔فرمایا الحمدللہ نیت اور دل میرا پاک ہے میں برا نہیں ہوں۔یہ بچہ چونکہ سمجھدار ہے ذہین ہے اس لئے میں اس کو پاس بٹھاتا ہوں۔آنحضرت ﷺ کو جب چھوٹے چھوٹے بچے ملتے تھے سردی کے موسم میں بھی آپ ﷺ ان کے رخساروں پر ہاتھ پھیرتے تھے پیار سے محبت سے چھوٹے چھوٹے بچے آتے تھے۔آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے آپ ﷺ ان سب کے رخساروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔تو کہا کہ یہ لڑکا بڑا سمجھدار ہے اس لئے میں اس کو اپنے پاس بٹھاتا ہوں لیکن وزیروں مشیروں کو یہ بات سمجھ نہ آئی۔ایک دن سلطان محمود غزنویؒ نے اپنے ملازم سے کہا کہ ایک چوڑا سا پتھر سل نما اور ہتھوڑا بھی لا کر رکھ دینا اس نے حکم کی تعمیل کی دونوں چیزیں لا کر رکھ دیں۔سلطان محمود غزنویؒ نے ایک بڑا قیمتی ہیرا نکال کر ایک وزیر کو دیا کہ اسکو پتھر پر رکھ کر توڑ دے۔اس نے کہا بڑا قیمتی ہے میں کیسے توڑ سکتا ہوں، دوسرے کو دیا، تیسرے کو دیا،

چوتھے کو پانچویں کو کہا، مشیروں کو کہا کسی نے نہ توڑا پھر ایاز کو دیا اور کہا کہ اسکو توڑ دے۔ اس نے پتھر پر رکھا ہتھوڑا مارا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بادشاہ نے پوچھا اتنا قیمتی ہیرا کیوں توڑ دیا ہے؟ ایاز نے کہا کہ میرے آقا بیشک یہ ہیرا قیمتی تھا مگر میرے آقا کا حکم اس سے زیادہ قیمتی تھا۔ مولانا روم یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کاش کہ ابلیس کو ایاز والی بات سمجھ آجاتی کہ فرض کرو کہ تیری شان آدم سے زیادہ تھی مگر یہ تو دیکھتا کہ حکم کون دے رہا ہے۔ ابلیس رب تعالیٰ کے حکم کو نہیں سمجھا اور کہا کہ میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کے سامنے جسکو تو نے پیدا کیا بجنے والی مٹی سے جو گارے سے حاصل ہوئی ہے مسنون جو متغیر ہے۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا فَاخْرُجْ مِنْهَا پس نکل جاؤ یہاں سے۔ اس سے پہلے ابلیس فرشتوں کیساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا، عبادت کرتا تھا اور فرشتے سمجھتے تھے کہ یہ ہم سے بھی زیادہ نیک ہے۔ کیوں نکلو؟ فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ پس بیشک تو مردود ہے تجھے رد کر دیا ہے وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَۃَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اور بیشک تیرے اوپر لعنت ہے بدلے کے دن تک۔ دین کا معنی حساب، بدلہ، جزا۔ قیامت کے دن نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ ملے گا اس دن تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اے میرے رب مجھے مہلت دے اس دن تک جس دن لوگوں کو دوبارہ کھڑا کیا جائے گا۔

ہر شے فانی ہے :

ابلیس کا مقصد یہ تھا کہ مجھ پر موت نہ آئے موت کا پیالہ ٹل جائے اور جس دن دوبارہ کھڑا کیا جائے گا میں اس وقت تک زندہ رہوں حالانکہ موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ [آل عمران: ۱۸۵] ''ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔'' کوئی جاندار چیز ایسی نہیں ہے جس پر موت نہ آئے فرشتوں پر بھی فنا آئے گی یہاں

تک کہ جان نکالنے والے فرشتے پر بھی موت آئے گی۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [سورۃ رحمٰن] ''جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ادھوری دعا قبول فرمائی۔ فرمایا تجھے مہلت ہے مگر نفخہ اولیٰ تک۔ نفخہ اولیٰ اور ثانیہ میں بخاری شریف کی روایت کے مطابق چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔

پہلے اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سب جاندار چیزیں فنا ہو جائیں گی پھر خود حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی ختم ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ کریں گے پھر وہ بگل پھونکیں گے ساری کائنات زمین سے نکل آئے گی پھر میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہوگی ذرّے ذرّے کا حساب ہوگا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ [سورۃ زلزال] ''پس جس کسی نے ایک ذرّے کے برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس کسی نے ایک ذرے کے برابر بھی برائی کا کام کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا'' ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے سامنے ہوگا۔ آج ہمارا حافظہ کمزور ہو گیا ہے ہمیں بعض باتیں یاد نہیں رہتی۔ اس وقت حافظہ قوی کر دیا جائے گا ہر نیکی بدی یاد ہوگی اور آج تو کئی لوگ پڑھ نہیں سکتے وہاں ہر آدمی اپنا نامہ اعمال خود پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پڑھ! جب آدمی دو چار صفحے پڑھ لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتلا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ کہے گا نہیں! اور پڑھو پھر پڑھے گا۔ پھر پوچھا جائے گا تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں ہوئی؟ کہے گا نہیں! اور پڑھو! خود پڑھتا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' پھر حیرت اور تعجب کے طور

پر کہے گا مال ھذا الْکِتَاب لَا یُغَادِرُ صغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا [کہف:۴۹]
’’کیا ہے اس کتاب کو کہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے سنبھال رکھا ہے۔‘‘ سب اس میں درج ہیں۔ آنکھ کے اشارے ہاتھ کے اشارے تک۔

قال فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ بیشک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ معلوم دن کے وقت تک۔ یعنی نفخہ اولیٰ تک تجھے مہلت ہے نفخہ ثانیہ تک نہیں۔ موت تو نے بھی چکھنی ہے۔

۞ ۞ ۞

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِىْٓ اَنِّىْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِىْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾

قال کہا شیطان نے رَبِّ اے میرے رب بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کردیا ہے لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ البتہ میں ضرور مزین کروں گا ان کیلئے فِى الْاَرْضِ زمین میں وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اور البتہ میں ضرور ان کو بہکاؤں گا اَجْمَعِيْنَ سب کو اِلَّا عِبَادَكَ مگر تیرے بندے مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ان میں سے جو چنے ہوئے ہیں قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے هٰذَا صِرَاطٌ یہ راستہ ہے عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے اِنَّ عِبَادِىْ بیشک میرے بندے لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ نہیں ہوگا تیرے لئے ان پر کوئی غلبہ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مگر وہ

جس نے پیروی کی تیری مِنَ الْغٰوِیْنَ گمراہوں میں سے وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اور بیشک جہنم البتہ ان کے وعدے کی جگہ ہے اَجْمَعِیْنَ سب کی لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ اس جہنم کے سات دروازے ہیں لِكُلِّ بَابٍ ہر دروازے کیلئے مِّنْهُمْ ان میں سے جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ایک حصہ ہوگا تقسیم کیا ہوا اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ بیشک پرہیزگار فِیْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہونگے وَّعُیُوْنٍ اور چشموں میں اُدْخُلُوْهَا داخل ہو جاؤ اس کے اندر بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ سلامتی کیساتھ امن میں وَنَزَعْنَا اور ہم نکالیں گے مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ جو ان کے سینوں میں ہوگا مِّنْ غِلٍّ کچھ کھوٹ اِخْوَانًا بھائی بھائی ہونگے عَلٰی سُرُرٍ تختوں پر مُّتَقٰبِلِیْنَ آمنے سامنے لَا یَمَسُّهُمْ نہ پہنچے گی ان کو فِیْهَا ان بہشتوں میں نَصَبٌ کوئی تھکاوٹ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا اور نہیں ہونگے وہ اس سے بِمُخْرَجِیْنَ نکالے گئے نَبِّئْ عِبَادِیْٓ خبر دے دیں آپ میرے بندوں کو اَنِّیْٓ بیشک میں اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ میں بخشنے والا ہوں مہربان ہوں وَاَنَّ عَذَابِیْ اور بیشک میرا عذاب هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ وہ عذاب ہے دردناک۔

پچھلے درس میں تم نے پڑھا کہ ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں ناری ہو کر خاکی کو سجدہ کیوں کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو مردود ہے قیامت تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت دیدو جس دن لوگوں کو دوبارہ اٹھایا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے اس وقت تک تو مہلت نہیں مل سکتی ہاں! جس وقت دنیا فنا ہوگی اس وقت تک تجھے مہلت ہے۔ جب

ابلیس کو نفخہ اولیٰ تک مہلت مل گئی تو قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ اے میرے رب بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے۔

غلطی کو غلطی نہ سمجھنا شیطان کا کام ہے:

اندازہ لگاؤ اپنا قصور ماننے کیلئے تیار نہیں ہے حالانکہ رب تعالیٰ نے تو اس کی گمراہی کے بعد فیصلہ کیا کہ تو چونکہ نافرمان ہے اسلئے مردود ہے لیکن یہ الٹا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا رہا ہے۔ زمین میں اب یہی کام شیطانوں کا ہے کہ رب تعالیٰ کی نافرمانیاں بھی کرتے ہیں اور اپنا قصور بھی نہیں مانتے۔ یاد رکھنا! صحیح معنٰی میں انسان وہی ہے جو اپنا قصور مان لے۔ نہ ماننے والا انسان نہیں کہلا سکتا نرا شیطان ہے۔ دیکھو! رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اس درخت کے قریب نہیں جانا تم نے کیوں کھایا ہے؟ آدم علیہ السلام اگر یہاں شیطان کی منطق چلانا چاہتے تو بڑی گنجائش تھی کہ اے پروردگار! شیطان سے پوچھیں اس نے کیوں جھوٹی قسمیں اٹھائیں؟ اس نے ہمیں کیوں ورغلایا، اس نے ہمیں کیوں دھوکہ دیا؟ بڑی باتیں تھیں مگر انہوں نے غیر مشروط طور پر کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [اعراف: ۲۳] ''اے ہمارے رب ہم نے زیادتی کی ہے اپنی جانوں پر اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کریگا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' تو غلطی کا اقرار کرنا انسانوں کا کام ہے اور غلطی پر اکڑ جانا شیطان کا کام ہے۔ تو شیطان نے کہا اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ البتہ میں ضرور مزین کروں گا ان کیلئے گناہوں کو فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اور البتہ ضرور میں ان کو بہکاؤں گا اَجْمَعِيْنَ سب کو۔ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں ان کو گمراہ کروں گا۔ ہاں! اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ مگر

تیرے بندے جوان میں سے چنے ہوئے ہیں ان پر میرا داؤ نہیں چلے گا وہ میرے قابو میں نہیں آئیں گے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ یہ راستہ ہے سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔ وہ کونسا راستہ ہے؟ فرمایا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ بیشک میرے بندے نہیں ہوگا تیرے لئے ان پر کوئی غلبہ۔ میرے بندوں پر تیرا کوئی داؤ نہیں چلے گا۔

شیطان صرف برائیاں مزین کر کے دکھاتا ہے :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں شیطان کسی پر زبردستی تو نہیں کر سکتا اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مگر وہ جو اپنی مرضی سے تیری پیروی کرے مِنَ الْغٰوِیْنَ گمراہوں میں سے۔ شیطان زبردستی نہیں کر سکتا جیسے حکومت لوگوں پر جبر کرتی ہے، تشدد کرتی ہے، ایسے تشدد کا شیطان کو کوئی حق اور اختیار حاصل نہیں ہے وہ صرف گناہوں کو مزین کر کے دکھا سکتا ہے۔ مثلاً کہے گا چلو چوری کرو بڑی جلدی تمہارے پاس پیسے آئیں گے مزے اڑاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ اور بیشک جہنم ان کے وعدے کی جگہ ہے سب کی۔ ان سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے تم بھی جاؤ گے اور وہ بھی جائیں گے۔

شیطان ناری ہے اس کو آگ کی سزا کس طرح ہوگی؟

بعض ملحد قسم کے لوگ یہ ڈھکوسلہ پیش کرتے ہیں کہ شیطان جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں تو آگ کو آگ میں کیا سزا ہوگی، ناری کو نار میں کیا سزا ہوگی؟ لیکن ان نادانوں نے یہ نہ سمجھا کہ جن اور ابلیس دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں اور سزا جہنم کی آگ میں ہو گی جو اس آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ اب تم خود اندازہ لگاؤ کہ جو آگ اس آگ سے انہتر گنا تیز ہے اس میں تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم کے بعض طبقات

نے پروردگار سے شکایت کہ اے پروردگار مجھے یہ طبقہ کھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو سانس لینے کی اجازت دی تو فرمایا یہ سخت ترین گرمی اور سردی ان سانسوں کا نتیجہ ہے یہ اس کی بھاپ ہے اصل گرمی اور اصل سردی کا اندازہ تم خود لگالو۔ اگر کسی ملحد کو یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی تو وہ اتنی بات تو سمجھ لے گا کہ وہاں ایک طبقہ زمہریر کا بھی ہے تو ان ناریوں کو اس ٹھنڈے طبقے میں پھینکا جائے گا عذاب سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے۔ تو فرمایا ان کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ لھا سبعۃ ابواب اس جہنم کے سات دروازے ہیں۔ جہنم اوپر سے نیچے ہے۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ اوپر والا طبقہ گنہگار مسلمانوں کیلئے ہے جن کا عقیدہ تو صحیح ہوگا مگر گنہگار ہونگے تو گناہوں کی وجہ سے ان کو دوزخ میں گرایا جائے گا پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ سب کے سب نکل جائیں گے وہ ساتواں طبقہ خالی ہو جائے گا، اس سے نیچے والے طبقے میں عیسائی ہونگے، اس سے نیچے والے طبقے میں یہودی ہونگے، اس سے نیچے والے طبقے میں صائبین ہونگے، اس سے نیچے والے طبقے میں مجوسی ہونگے، اس سے نیچے والے طبقے میں مشرکین ہونگے اور سب سے نیچے والے طبقے میں منافقین ہونگے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء:۱۴۵] ''بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہونگے ان کی سزا سب سے زیادہ ہوگی کیونکہ وہ اندر سے کچھ تھے اور باہر سے کچھ تھے۔ تو جہنم کے سات دروازے ہونگے اور وضع قطع ایسی ہوگی کہ جنتی دوزخیوں کو سڑتے ہوئے دیکھیں گے واویلا کرتے ہوئے دیکھیں گے اور ایک دوسرے کیساتھ گفتگو بھی کریں گے۔ آٹھویں پارے میں آتا ہے دوزخی جنتیوں کو کھاتے پیتے دیکھیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاپی رہے ہیں تو کہیں گے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ [الاعراف:۵۰] ''بہادو ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی یا جو کچھ

اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزی دی ہے۔'' جنتی جواب دیں گے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ''بیشک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کردیا کافروں پر۔'' ہم نہیں دے سکتے۔ پھر ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے کہ اگر ہم تمہاری نہ مانتے تو یہاں نہ ہوتے۔ یہ واقعات رب تعالیٰ نے دنیا میں بتلا دیئے ہیں تاکہ تم آخرت میں یہ نہ کہو کہ ہمیں کوئی خبر نہ تھی۔ تو اس دوزخ کے سات دروازے ہیں لِکُلِّ بَابٍ مِّنْھُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ہر دروازے کیلئے ان میں سے حصہ ہوگا تقسیم شدہ۔ کسی میں یہودی، کسی میں عیسائی، کسی میں صابی، کسی میں مشرک، کسی میں منافق جیسا کہ پہلے وضاحت کیساتھ میں نے بتا دیا ہے۔ ان کے مقابلے میں اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ بیشک پرہیزگار جو رب تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں وہ باغوں میں ہونگے وَّ عُیُوْنٍ اور چشموں میں ہونگے۔ سلسبیل کا، تسنیم کا، کافور کا، زنجبیل کا، کوثر کا، یہ جنت کے چشمے ہیں اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ داخل ہو جاؤ جنت کے اندر سلامتی کیساتھ، اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو جنت کے دروازوں پر کھڑے ہونگے وہ کہیں گے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ [الزمر:۷۳] ''سلام ہو تم پر خوش رہو داخل ہو جاؤ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے۔'' اٰمِنِیْنَ امن میں۔ کوئی کسی کیساتھ جھگڑا نہیں کریگا کوئی فتنہ اور بری بات نہیں ہوگی امن ہی امن ہوگا یہ دنیا میں جو بدامنی ہے یہ انسانوں کیلئے تباہی ہے۔ آج کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں امن ہو۔

امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے :

احادیث میں آتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی آمد سے پہلے مُلِئَتِ الْاَرْضُ ظُلْمًا وَّجَوْرًا زمین ظلم اور جور سے بھر جائے گی۔ ظلم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پامال کرنا اور جور کہتے ہیں بندوں کے حقوق کو برباد کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ نہ خدا کے حقوق محفوظ

ہونگے اور نہ بندوں کے حقوق محفوظ ہونگے اور یہ سب کچھ اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے مگر یہ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے۔ امریکہ کے نجومیوں نے تو پیش گوئی کردی ہے کہ وہ اگلے سال آجائیں گے۔ کچھ اور نجومیوں نے بھی پیش گوئی کی ہے کہ آنے والا مصلح پیدا ہو چکا ہے۔ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ غیب کا علم صرف رب تعالیٰ کو ہے۔ بہرحال نشانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قریب قریب ہیں۔ فرمایا پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہونگے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور ہم نکالیں گے جوان کے سینوں میں ہوگا کچھ کھوٹ ایک دوسرے کیخلاف غلط فہمی اور مفاد پرستی کی وجہ سے جو بغض، عداوت اور کینہ ہوگا وہ نکال دیا جائے گا دل شیشے کی طرح صاف ہونگے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں بغض، عداوت اور کینہ بہت ہوگا۔ آج سے پچاس سال پہلے جو محبت ہوتی تھی وہ آج نہیں ہے گھروں میں بہن بھائیوں کا آپس میں اتفاق نہیں ہے آپس میں بغض کینے ہیں یہ قیامت کی نشانیاں ہیں کہ ظاہر بھی بگڑا ہوا ہے اور باطن بھی بگڑا ہوا ہے جنت میں یہ چیزیں نہیں ہونگی اِخْوَانًا بھائی بھائی ہونگے صحیح معنیٰ میں عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے وہاں وہی کسی کی پشت کے پیچھے نہیں بیٹھے گا جگہ اتنی وسیع ہوگی کہ پیٹھ کے پیچھے بیٹھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ نہ پہنچے گی ان کو بہشتوں میں کوئی تھکاوٹ۔ جنتیوں کو وہاں کسی قسم کی کوئی تھکاوٹ اور پریشانی نہیں ہوگی وہاں کوئی کام ہی نہیں ہوگا تھکاوٹ کہاں سے آئے گی وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ اور نہیں ہونگے وہ اس سے نکالے گئے۔ جو خوش قسمت اور سعادت مند جنت میں داخل ہو گیا پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ

وہیں رہے گا وہاں سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ خبر دیدو میرے بندوں کو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ میرے بندوں کو بتادو کہ وہ ایسے کام کریں کہ جن کے ذریعے میں ان پر رحمت نازل کروں اور بخش دوں اور یہ بھی سنا دے وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ اور بیشک میرا عذاب دردناک عذاب ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو سخت عذاب میں مبتلا کروں گا۔ یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں بخشنا بھی اور انتقام لینا بھی۔ فرمایا دوزخ بھی میرے پاس ہے اور جنت بھی میرے پاس ہے۔

۞ ۞ ۞

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيْمَ ۝٥١ إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝٥٢ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝٥٣ قَالَ أَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰى أَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝٥٤ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝٥٥ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ إِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝٥٦ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝٥٧ قَالُوْٓا إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝٥٨ إِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۗ إِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ أَجْمَعِيْنَ ۝٥٩ إِلَّا امْرَأَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٦٠ ع

وَنَبِّئْهُمْ اور آپ ان کو خبر دیں عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ داخل ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس فَقَالُوْا سَلٰمًا پس کہا انہوں نے سلام قَالَ فرمایا إِنَّا مِنْكُمْ بیشک ہم تم سے وَجِلُوْنَ خوف زدہ ہیں قَالُوْا مہمانوں نے کہا لَا تَوْجَلْ خوف نہ کر إِنَّا نُبَشِّرُكَ بیشک ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں بِغُلٰمٍ ایک لڑکے کی عَلِيْمٍ جو سمجھدار ہوگا قَالَ فرمایا أَبَشَّرْتُمُوْنِيْ کیا تم مجھے خوشخبری سناتے ہو عَلٰى باوجود اس کے کہ أَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ مجھے پہنچ چکا ہے بڑھاپا فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ پس کس چیز کی تم مجھے خوشخبری سناتے ہو قَالُوْا کہا انہوں نے بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ ہم آپکو خوشخبری سناتے ہیں سچی فَلَا تَكُنْ پس آپ نہ ہوں

مِنَ الْقٰنِطِيْنَ نا امیدوں میں سے قَالَ فرمایا وَمَنْ يَّقْنَطُ اور کون نا امید ہوتا ہے مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اپنے رب کی رحمت سے اِلَّا الضَّآلُّوْنَ مگر وہ جو گمراہ ہیں قَالَ فرمایا فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا ہے تمہاری مہم اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے لوگو قَالُوْۤا کہنے لگے اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ مجرم قوم کی طرف اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھر والے اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ بیشک البتہ ہم ان کو نجات دیں گے اَجْمَعِيْنَ سب کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی قَدَّرْنَاۤ ہم طے کر چکے ہیں اِنَّهَا بیشک وہ عورت لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آبائی علاقہ عراق تھا۔ اس وقت عراق میں کلدانیوں کی حکومت تھی۔ نمرود بن کنعان بھی اسی کلدانی خاندان سے تھا جسکی اس وقت حکومت تھی اور یہ بڑا سخت قسم کا مشرک آدمی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے لیکن سوائے اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے اور کسی نے کلمہ نہیں پڑھا۔ پیغمبر پیدائشی طور پر موحّد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم ہجرت کر کے شام چلے جاؤ اور ان لوگوں کی اصلاح کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دمشق پہنچے اور حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کا علاقہ سپرد کیا گیا۔ وہ اپنی ڈیوٹی ادا کرتے تھے اور یہ اپنا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مکہ مکرمہ چھوڑ آؤ۔

دوسری بیوی حضرت سارہ علیہا السلام پاس تھیں۔ اس کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کے علاقہ میں تھے کہ چند بڑے معزز قسم کے مہمان ان کے پاس آئے۔ تفسیر میں تین کا ذکر بھی آتا ہے چھ، دس اور بارہ کا ذکر بھی آتا ہے اور یہ مہمان حقیقت میں فرشتے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

جس وقت یہ مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کو کہا کہ مہمان معزز اور زیادہ ہیں اگر مرغ ذبح کرتے ہیں تو کفایت نہیں کریگا لہذا بچھڑا ذبح کر کے ان کی مہمانی کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ ''جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' لہذا مہمان نوازی بھی ایمان کا حصہ ہے اور نبی سے بڑھ کر قوی ایمان کس کا ہوگا؟

علم الغیب کی نفی پر ایک دلیل :

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا ذبح کر کے گوشت بنا کر حضرت سارہ علیہ السلام کو دیا کہ اسکو بھون تل دو۔ حَنِيْذ کے لفظ بھی آتے ہیں جس کا معنیٰ ہے بھونا ہوا کہ جس میں شوربا نہ ہو اور اس پر کافی وقت لگتا ہے۔ جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے پرات میں رکھ کر سامنے لا کر رکھا تو مہمان ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا بکھیڑا ہوا ہے انسان ہوتے تو کھا پی لیتے فرشتے تو کھاتے پیتے نہیں اور ابراہیم علیہ السلام اگر غیب دان ہوتے تو کبھی بھول کر بھی ایسا نہ کرتے انہوں نے ان کو انسان سمجھ کر ایسا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو قدرت دی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے دیکھنے والے

یہی سمجھتے کہ یہ کوئی آدمی ہے اور کبھی دحیہ ابن خلیفہ کلبی ﷜ صحابی کی شکل میں تشریف لاتے
اور جنات کو بھی رب تعالیٰ نے قدرت دی ہے کہ وہ جو شکل اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں،
بندہ بن جائیں، بکری بن جائیں، بلی بن جائیں، سانپ بن جائیں، بچھوا بن جائیں۔ تو
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب مہمان آئے اور انہوں نے کھانا نہ کھایا تو اَوْجَسَ
مِنْهُمْ خِيفَةً [ہود: ۷۰] ''اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف اور گھبرائے۔'' اور گھبرائے
اس لئے کہ اس زمانے میں جس کسی کے پاس بُرے ارادے سے جاتے تھے تو اس کے گھر
سے کھانا نہیں کھاتے تھے، کہتے تھے نمک حرامی ہوتی ہے کہ کھانا بھی کھائیں اور چوری
ڈاکہ بھی کریں اور آج کل کے ڈاکو...... توبہ توبہ توبہ، انسانیت کی حدود پھلانگ گئے ہیں شکل
انسانوں والی ہے اور اندر سے بھیڑیئے سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ اور آپ ان کو خبر دیں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے
بارے میں اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ داخل ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس
فَقَالُوْا سَلٰمًا پس کہا انہوں نے سلام۔ آنے والے مہمانوں نے سلام کیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ جو باہر سے آئے وہ سلام کرے لیکن جہاں قرآن اور حدیث کا درس
ہو رہا ہو وہاں سلام کہنا مکروہ ہے جائز نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور کچھ
بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہیں تو بیٹھنے والوں کی نیت کر کے سلام کر لے۔ کیونکہ جو نماز
پڑھ رہا ہے اسکو سلام نہیں کر سکتا۔ قَالَ فرمایا اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ بیشک ہم تم سے خوف زدہ
ہیں۔ یہ پہلے نہیں کہا بلکہ بچھڑا بھون تل کر سامنے رکھنے کے بعد کہا جب فرشتوں نے کھانے
کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے پھر خوف ہوا۔ قرآن میں کسی جگہ اجمال ہوتا ہے اور کسی جگہ
تفصیل ہوتی ہے۔ یہ تفصیل سورۃ ہود میں ہے۔ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ مہمانوں نے کہا خوف نہ

کہ ہم تو فرشتے ہیں اور فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اگر ابراہیم علیہ السلام کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو کبھی اس مغالطے میں نہ آتے ۔ آج لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ پیغمبر ہر چیز جانتے ہیں قرآن کہتا ہے کہ ہر چیز نہیں جانتے جتنی رب بتلاتا ہے اتنی جانتے ہیں اور یہ بات بھی سمجھ لو کہ اگر ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو پتا ہوتا کہ فرشتے میرے سامنے عرش سے نیچے آئے ہیں اور فلاں راستے سے آئے ہیں لیکن کچھ بھی علم نہیں ہے ۔ ایک ہی واقعہ حاضر و ناظر کی بھی نفی کر رہا ہے اور علم غیب کی بھی نفی کر رہا ہے اور باقی واقعات اپنی جگہ اٹل ہیں ۔ تو آنے والے مہمانوں نے کہا خوف نہ کر اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ بیشک ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جو سمجھدار ہوگا ۔ اور سورت ہود میں گزر چکا ہے کہ حضرت سارہؓ پہلے پردے میں تھیں جس وقت انہوں نے کہا کہ ہم فرشتے ہیں تو سامنے آگئیں کیونکہ فرشتوں سے تو کوئی پردہ نہیں ہے وہ معصوم مخلوق ہے اور انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام اسحاق ہوگا وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ اور اسحاق کے بعد یعقوب پوتے کی ۔ یعنی اسحاق علیہ السلام جوان ہونگے ان کی شادی ہوگی ان کا بیٹا ہوگا یعقوب علیہ السلام ۔ تم اپنے بیٹے کو بھی دیکھو گے اور پوتے کو بھی ۔

حضرت سارہ نے حیران ہوکر فَصَکَّتْ وَجْهَهَا [زاریات:۲۹] اپنے ماتھے کو پیٹا اور کہا ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا [ہود:۷۲] کیا میں جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے ۔ میں بچہ جنوں گی میری عمر ننانوے سال ہے اور میرے خاوند کی عمر ایک سو بیس سال ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کہا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے کیا تم مجھے خوشخبری سناتے ہو عَلٰٓی اَنْ مَّسَّنِیَ الْکِبَرُ باوجود

اس کے کہ مجھے پہنچ چکا ہے بڑھاپا، میں بوڑھا ہوں فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ پس کس چیز کی تم مجھے خوشخبری سناتے ہو قَالُوْا فرشتے بولے بَشَّرْنٰکَ بِالْحَقِّ ہم آپکو خوشخبری سناتے ہیں سچی۔ ہم فرشتے ہیں میں جبرائیل ہوں، یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے رب تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے ہم آپ کو سچی خوشخبری سناتے ہیں فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ پس آپ نہ ہوں ناامیدوں میں سے قَالَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖ اور کون ناامید ہوتا ہے اپنے رب کی رحمت سے اِلَّا الضَّآلُّوْنَ مگر وہ لوگ جو گمراہ ہیں۔ رب تعالیٰ کی رحمت سے تو میں ناامید نہیں ہوں مگر ظاہری حالات کے پیش نظر میں کہتا ہوں کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ مجھے اسحاق علیہ السلام دیں گے پھر وہ جوان ہوگا اس کی شادی ہوگی پھر اس کو اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام دیں گے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام کو بھی دیکھا اور پھر یعقوب علیہ السلام کو بھی دیکھا۔ اس سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ چھوڑ آئے تھے ان کی اولاد در اولاد وہاں چلی۔

قومِ لوط علیہ السلام کی تباہی کا ذکر :

اب ابراہیم علیہ السلام نے خیال فرمایا کہ اگر صرف لڑکے کی خوشخبری ہی سنانی تھی تو اس کیلئے ایک فرشتہ ہی کافی تھا اچھی خاصی فرشتوں کی جماعت کی کیا ضرورت تھی؟ ایک روایت کے مطابق پورے درجن فرشتے تھے اس لئے پوچھا قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ پس کیا ہے تمہاری مہم اے بھیجے ہوئے لوگو۔ یہ ساری ٹیم آئی ہے تمہاری اصل مہم اور مقصد کیا ہے قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں مجرم قوم کی طرف۔ مجرم قوم سے مراد حضرت لوط علیہ

السلام کی وہ قوم مراد ہے جو بستی سدوم میں رہتی تھی۔ اس قوم نے حدود کو پھلانگ لیا ہے ان کو تباہ کرنے کیلئے جا رہے ہیں۔ سدوم بہت بڑا شہر تھا اس علاقے کی معروف منڈی تھی دور دراز سے لوگ وہاں خرید و فروخت کیلئے آتے تھے۔ اس مقام پر اجمال ہے بیسویں پارے میں تفصیل ہے فرشتوں نے کہا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ''بیشک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس بستی کے رہنے والوں کو بیشک وہاں کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں۔ قَالَ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا بیشک اس بستی میں لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ہم خوب جانتے ہیں اس کے رہنے والوں کو، ہمیں رب نے بتایا ہے کہ ان کو اور ان کے مومن ساتھیوں کو بچانا ہے۔ ہاں! ان کی بیوی نہیں بچے گی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ لوط علیہ السلام کی تین بیٹیاں تھیں اور بعض میں آتا ہے کہ دو بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا بیٹیاں عقیدے میں والد کیساتھ تھیں۔ ماں کا عقیدہ سدومی قوم والا تھا اس نے اپنے میکے والا عقیدہ نہیں چھوڑا بیٹیوں نے بڑا سمجھایا کہ دیکھ! والد صاحب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں وہ جو فرماتے ہیں صحیح ہے۔ اس نے کہا نکاح میرا ہوا ہے میں پیغمبر نہیں مانتی۔ ضد بہت بری چیز ہے اللہ تعالیٰ ضد سے بچائے۔ تو فرشتوں نے کہا بیشک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھر والے، ان کی بیٹیاں اور کچھ مومن ساتھی پانچ یا سات جتنے بھی تھے اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ بیشک البتہ ہم ان سب کو نجات دیں گے رب ان کو بچائے گا اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر لوط علیہ السلام کی بیوی جس کا نام واعلہ تھا وہ نہیں بچے گی کیونکہ اس نے لوط علیہ السلام کی بات نہیں مانی اور اپنا عقیدہ نہیں چھوڑا۔ دیکھو! ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر پیغمبروں کے اختیار میں ہوتی تو لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو دے

دیتے، حضرت نوح علیہ السلام اپنی بیوی اور بیٹے کنعان کو دے دیتے اور بیٹے کو کافر نہ مرنے دیتے۔ اختیارات سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں پیغمبروں کا کام ہے سمجھانا، انہوں نے سمجھایا ہے اس میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی۔ تو فرمایا بیوی نہیں بچ سکے گی قَدَّرْنَآ ہم طے کر چکے ہیں اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ بیشک وہ عورت پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ سورت ہود آیت نمبر ۸۱-۸۲ میں تفصیل ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو لیکر رات کے حصے میں نکل جائیں اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی مگر تیری بیوی اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ بیشک اس کو پہنچنے والی ہے وہی سزا جوان کو پہنچے گی اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ بیشک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ کیا صبح قریب نہیں ہے؟ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب ہمارا حکم آیا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً کر دیا ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو نیچے اور ہم نے برسائے ان پر پتھر۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی اور ڈراونی آواز آئی اور جبرائیل علیہ السلام نے پَر کے ساتھ سارا علاقہ اٹھا کر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے وہ قادر مطلق ہے وہ آن واحد میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ باقی واقعہ آگے آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

❁ ❁ ❁

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ اَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ قَضَیْنَاۤ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَ جَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَوَ لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۷۱﴾

فَلَمَّا جَآءَ پس جس وقت آئے اٰلَ لُوْطِ لوط علیہ السلام کے گھر میں الْمُرْسَلُوْنَ بھیجے ہوئے فرشتے قَالَ فرمایا اِنَّكُمْ بیشک تم قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ اجنبی قوم ہو قَالُوْا انہوں نے کہا بَلْ جِئْنٰكَ بلکہ ہم لائے ہیں تیرے پاس بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ وہ چیز جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں وَ اَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ اور ہم لائے ہیں آپ کے پاس حق وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بیشک البتہ ہم سچے ہیں فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ پس آپ لے چلیں گھر کے افراد کو بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ رات کے حصے میں وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ اور آپ چلیں ان کے پیچھے پیچھے وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اور نہ مڑ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی وَّ امْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ اور جاؤ تم

جہاں پر تم کو حکم دیا جاتا ہے وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ اور ہم نے فیصلہ سنا دیا اسکو ذٰلِكَ الْاَمْرَ اس معاملے کا اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ بیشک جڑ ان کی مَقْطُوْعٌ کاٹ دی جائے گی مُّصْبِحِيْنَ صبح کے وقت وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ اور آئے شہر والے لوگ يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں مناتے ہوئے قَالَ فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ بیشک یہ میرے مہمان ہیں فَلَا تَفْضَحُوْنِ پس تم مجھے رسوا نہ کرو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَلَا تُخْزُوْنِ اور مجھے پریشان نہ کرو قَالُوْٓا وہ کہنے لگے اَوَلَمْ نَنْهَكَ کیا ہم نے آپ کو منع نہیں کیا تھا عَنِ الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کو مہمان بنانے سے قَالَ فرمایا هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ یہ میری بیٹیاں اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ اگر تم ان کیساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو۔

اس سے پہلے یہ بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے چھ، آٹھ یا دس اور بارہ کی تعداد کا بھی ذکر آتا ہے۔ جن میں خصوصاً حضرت جرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام بھی تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دینے کیلئے۔ انہوں نے بچھڑا بھون تل کر سامنے رکھ دیا کیونکہ انہیں علم نہیں تھا کہ یہ فرشتے ہیں جب انہوں نے خوشخبری سنا دی تو ابراہیم علیہ السلام نے خیال فرمایا کہ خوشخبری سنانے کیلئے تو ایک فرشتہ کافی تھا اتنی جماعت کی کیا ضرورت تھی؟ تو فرمایا فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ تمہاری مہم کیا ہے اے بھیجے ہوئے فرشتو! وہ کہنے لگے کہ ہم لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ اس کا ذکر ہے فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ پس جب آئے لوط علیہ السلام کے گھر

بھیجے ہوئے فرشتے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کہ وہ فرشتے جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے تو چالیس، پچاس، ساٹھ سال کی عمروں میں اور جب لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو بچوں کی عمر میں بارہ، تیرہ، چودہ سال کی عمر میں آئے۔ یہ قوم لونڈے باز تھی بلکہ بوڑھوں کو بھی معاف نہیں کرتی تھی ایسے خبیث قسم کے آدمی تھے۔

علم غیب کی نفی :

وہ فرشتے جس وقت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے قَالَ فرمایا لوط علیہ السلام نے اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ بیشک تم اجنبی قوم ہو۔ میں تمہاری شناخت نہیں کر سکا میں تم کو پہچان نہیں سکا کیونکہ کوئی آدمی ملتا ہے اور اسکو پہچانتا نہیں ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں تجھے پہچان نہیں سکا اگر لوط علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا اور حاضر و ناظر ہوتے تو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں تمہیں پہچان نہیں سکا بلکہ سمجھ جاتے کہ یہ وہی فرشتے ہیں جو پہلے میرے چچا جان ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے ہیں اور انہیں بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سنائی ہے اور اب میری قوم کی بربادی کا پیغام لے کر آئے ہیں لیکن غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ فرمایا کہ اجنبی لوگ محسوس ہوتے ہو قَالُوْا فرشتوں نے کہا بَلْ جِئْنٰکَ بِمَا کَانُوْا فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ بلکہ ہم لائے ہیں تیرے پاس وہ چیز جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں۔ یہ واقعہ بعد کا ہے اس واقعہ کا پہلا حصہ اگلے صفحے پر آ رہا ہے۔ پہلے میں اُس کا ترجمہ کرتا ہوں وہ سن لیں تاکہ بات ترتیب کیساتھ تمہارے ذہن میں آ جائے۔ وَجَآءَ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ اور آئے شہر والے، جس (شہر) کا نام سدوم تھا اور اس کی کافی آبادی تھی اور اسکے ارد گرد بھی کافی آبادیاں تھیں یَسْتَبْشِرُوْنَ خوشی مناتے ہوئے، دیکھا کہ لوط علیہ السلام کے گھر خوبصورت لڑکے آئے ہوئے ہیں ہم اپنی خواہش کی تکمیل کریں گے۔ حضرت لوط علیہ

السلام بڑے پریشان ہوئے جانتے تھے قوم بڑی بدمعاش ہے۔ قَالَ لوط علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ ضَیْفِیْ بیشک یہ میرے مہمان ہیں فَلَا تَفْضَحُوْنِ پس تم مجھے رسوا نہ کرو۔ ان مہمانوں کو تم تکلیف پہنچاؤ گے تو میری رسوائی ہوگی۔ کیونکہ مہمان کی رسوائی میزبان کی رسوائی ہوتی ہے اور مہمان کی قدر کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ ''تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' تو مجھے تم مہمانوں کے سامنے ذلیل نہ کرو وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَلَا تُخْزُوْنِ اور مجھے غمگین نہ کرو۔ قَالُوْا کہنے لگے اَوَلَمْ نَنْھَکَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ کیا ہم نے آپ کو منع نہیں کیا کہ جہان کے لوگوں کو مہمان نہ بنایا کرو۔ آپ لوگوں کو مہمان بناتے ہیں اور مہمانوں کا بہانہ بنا کر ہماری خواہشات میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں قال ھٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْ فرمایا یہ میری بیٹیاں ہیں اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ اگر تم ان کیساتھ نکاح کرنا چاہو۔ یہاں دو تفسیریں منقول ہیں۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی دو یا تین بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا تو یہ پیشکش کی کہ تم میں جو اثر ورسوخ والے ہیں وہ میری بیٹیوں کیساتھ نکاح کریں ایک، ایک کیساتھ، دوسرا دوسری کیساتھ اور تیسرا تیسری کیساتھ اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے لوگوں کو میرے مہمانوں کی بے عزتی سے روک دے۔ بڑی قربانی ہے، بڑی قربانی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ بَنٰتِیْ سے اپنی بیٹیاں مراد نہیں ہیں بلکہ قوم کی بیٹیاں مراد ہیں پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا ہے وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ [سورۃ الاحزاب:۶]

آنحضرت ﷺ شفیق والد سے بھی زیادہ شفیق تھے :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ ''بیشک میں تمہارے لئے ایسا ہی ہوں جیسے والد اپنی اولاد کیلئے۔'' ایک موقع پر یہودیوں نے حضرت سلمان فارسی ﷺ کو گھیر لیا کہ تمہارا نبی بھی خوب ہے تمہیں کہتا ہے استنجا اس طرح کرو، پیشاب پاخانہ کا طریقہ بھی بتلاتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی ﷺ کی عمر اڑھائی سو سال تھی لیکن جسم بڑا مضبوط تھا صحت اچھی تھی دیکھنے والے سمجھتے تھے کہ ان کی عمر ساٹھ ستر کے قریب ہوگی بڑے تجربے کار تھے انہوں نے کہا ہاں! ہمیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس وقت تم پیشاب پاخانہ کیلئے بیٹھو تو قبلے کی طرف منہ نہ کرو، قبلہ کی طرف پیٹھ بھی نہ کرو، قبلہ کا احترام پیغمبر نے بتلایا ہے یہ کون سا بُرا حکم دیا ہے؟ اور ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں، دائیں ہاتھ سے ناک صاف نہ کرو، جوتا نہ پکڑو تو کونسا بُرا حکم بتلایا ہے؟ خیر ان کو خوب جواب دیا اور لتاڑا۔ پھر آنحضرت ﷺ کے پاس پیش ہوئے۔ عرض کیا حضرت آج یہودی میرے ساتھ اُلجھ پڑے تھے لیکن میں نے ان کو خوب منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ ''میری تمہاری مثال ایسی ہی ہے جیسے اولاد کیلئے باپ ہوتا ہے۔'' باپ اپنی اولاد کو چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بتلاتا ہے تو آنحضرت ﷺ امت کے روحانی باپ ہیں اور آپ کی بیویاں روحانی مائیں ہیں۔ آج بھی دیکھو! بڑی عمر والے چھوٹی عمر کی عورتوں کو بیٹی کہتے ہیں اور گکھڑ میں میرے خیال کے مطابق ساٹھ سال سے کم عمر کی جو عورتیں ہیں وہ مجھے ادباً اور احتراماً اباجی! کہتی ہیں اور پیغمبروں کا رتبہ تو بہت بلند ہے۔ تو لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قوم کی بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں ان کیساتھ تم نکاح کرلو اور نکاح کے بعد دوسروں پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرو اور

میرے مہمانوں کو بے عزتی سے بچاؤ۔تو یہ سب کچھ پہلے ہوا اور یہ آیات بعد کے واقعہ کی ہیں وَاَتَیۡنٰکَ بِالۡحَقِّ اور ہم لائے ہیں آپ کے پاس حق وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ اور بیشک البتہ ہم سچے ہیں آپ گھبرائیں نہیں ہم تو فرشتے ہیں یہ ہمارا کیا بگاڑیں گے یہ تو خود ہلاک اور برباد ہونے والے ہیں آپ ایسا کریں فَاَسۡرِ بِاَہۡلِکَ پس آپ لے چلیں گھر کے افراد کو جو مومن ہیں بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ رات کے حصے میں۔رات کے حصے میں اپنی بیٹیوں کو اور جو چند آدمی مومن ہیں ان کو ساتھ لے کر اس علاقے سے نکل جائیں، بیوی ساتھ نہیں گئی وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَہُمۡ اور آپ چلیں ان کے پیچھے کیونکہ بیٹیاں ہیں خیال رہے گا پیچھے مڑ کر دیکھتی رہیں گی کہ امی بھی آتی ہے یا نہیں اور جو مومن ہیں وہ بھی دیکھیں گے کہ ہمارے فلاں فلاں جو ہیں وہ بھی ہمارے پیچھے آتے ہیں یا نہیں اور یہ بھی خیال ہوگا کہ جاؤ ان کو جا کر سمجھاؤ کہ وہ ہمارے ساتھ آجائیں۔فرمایا ان کا آنا مقدر نہیں ہے یہ آگے چلیں اور آپ ان کے پیچھے چلیں تاکہ وَلَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡکُمۡ اَحَدٌ اور نہ مڑ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی وَّامۡضُوۡا حَیۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ اور جاؤ تم جہاں پر تم کو حکم دیا جاتا ہے۔

سدوم علاقہ کی حدود :

سدوم کا علاقہ تقریباً دس میل کا تھا اس علاقے سے جب نکلے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس علاقہ کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دو۔انہوں نے سارے علاقے کو پَروں پر اٹھالیا اور اُلٹا کر کے پھینک دیا۔آج کل اس علاقہ کا نام بحر میت ہے بحیرۂ مردار۔وہاں پانی بھی ہے لیکن رب تعالیٰ کی قدرت کہ اس پانی میں نہ کوئی کیڑا نہ کوئی مچھلی حالانکہ ہمارے ہاں چھوٹے چھوٹے جوہڑوں میں فطری طور پر مچھلیاں اور کیڑے ہو جاتے ہیں لیکن وہ ایسا لعنتی پانی ہے کہ وہاں کچھ نہیں ہے وَقَضَیۡنَاۤ اِلَیۡہِ ذٰلِکَ الۡاَمۡرَ اور

ہم نے فیصلہ سنادیا لوط علیہ السلام کو اس معاملے کا اَنَّ دَابِرَ ھٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ بیشک جڑ ان کی کاٹ دی جائے گی صبح کے وقت۔ سورج طلوع ہو رہا ہوگا اور ہم ان کو الٹا کر دیں گے یہ لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ذکر ہے۔ باقی حصہ آئندہ آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

❁❁❁

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٧٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾

لَعَمْرُکَ آپ کی زندگی کی قسم ہے، اِنَّھُمْ بیشک وہ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ البتہ اپنی مستی میں یَعْمَھُوْنَ سرگردان پھرتے ہیں فَاَخَذَتْھُمُ الصَّیْحَۃُ پس پکڑا انکو آواز نے مُشْرِقِیْنَ سورج کے چمکنے کے وقت فَجَعَلْنَا عَالِیَھَا پس ہم نے کردیا اس کے بالائی حصے کو سَافِلَھَا نیچے والا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ اور برسائے ہم نے ان کے اوپر حِجَارَۃً پتھر مِّنْ سِجِّیْلٍ جو کونے والے تھے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ بہت نشانیاں ہیں لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ غور وفکر کرنے والوں کیلئے وَاِنَّھَا اور بیشک وہ بستیاں لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ البتہ اس راستے پر ہیں جو دائمی ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ البتہ نشانی ہے مومنوں کیلئے وَاِنْ

كَانَ اور بیشک شان یہ ہے کہ اَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ جنگل والے لَظٰلِمِیْنَ البتہ ظالم تھے فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا وَاِنَّهُمَا اور بیشک یہ دونوں بستیاں لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ البتہ ایک واضح راستے پر ہیں وَلَقَدْ كَذَّبَ اور البتہ تحقیق جھٹلایا اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والوں نے الْمُرْسَلِیْنَ پیغمبروں کو وَاٰتَیْنٰهُمْ اور ہم نے دیں ان کو اٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ پس وہ تھے ان نشانیوں سے اعراض کرنے والے وَكَانُوْا یَنْحِتُوْنَ اور وہ تراشتے تھے مِنَ الْجِبَالِ پہاڑوں میں بُیُوْتًا مکان اٰمِنِیْنَ امن میں رہنے کیلئے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ پس پکڑا ان کو آواز نے مُصْبِحِیْنَ صبح کے وقت فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ پس نہ بچایا ان کو مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ اس چیز نے جو وہ کماتے تھے۔

اس سے پہلے لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور بے حیائی میں مبتلا تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کی قربانی بھی پیش کی لیکن ان بے حیاؤں نے کہا مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ [ہود:۷۹] ''ہمیں تیری بیٹیوں میں کوئی رغبت نہیں ہے وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ اور بیشک تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔''

قسم کی تفصیل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَعَمْرُكَ اس کا 'لام' قسم کیلئے ہے۔ عربی زبان میں واؤ قسم کیلئے آتا ہے جیسے وَاللّٰهِ قسم ہے اللہ کی۔ اور 'با' بھی قسم کیلئے آتا ہے بِاللّٰهِ کا معنیٰ ہے اللہ کی قسم۔ 'تا' بھی قسم کیلئے آتا ہے تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ''اللہ کی قسم ہے میں ضرور تدبیر کروں گا تمہارے بتوں کیلئے۔'' تو یہاں 'لام' قسم کیلئے ہے لَعَمْرُكَ قسم ہے آپ کی

زندگی کی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی زندگی کی قسم اُٹھائی ہے۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ نے اور بہت سی چیزوں کی قسم اٹھائی ہے وَالتِّیْنِ قسم ہے تین کی وَالزَّیْتُوْن قسم ہے زیتون کی وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانے کی وَالشَّمْسِ قسم ہے سورج کی وَالْعَادِیَاتِ قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی۔ یہ قسم دعویٰ پر ایک قسم کی دلیل ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے اور اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرتا ہے اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے یہ قسم گواہوں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کو بطور گواہ کے پیش کیا ہے اس بات پر کہ وہ اپنی گمراہی میں مست اور سرگرداں تھے۔

آنحضرت ﷺ کی زندگی بڑی پاکدامن زندگی ہے۔ سورت یونس آیت نمبر ۱۶ میں ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ''پس بیشک میں ٹھہرا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ اس سے پہلے۔'' عموماً ایسا ہوتا ہے جس بچے کے سر پر ماں باپ کا سایہ نہ ہو اور دادے کا سایہ بھی نہ ہو تو ایسا بچہ آوارہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ میں نے نبوت سے پہلے کافی زندگی تمہارے اندر گزاری ہے چالیس سال گذارے ہیں ان چالیس سالوں میں کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دیا حالانکہ اس زمانے میں شراب کی یہ حیثیت ہوتی تھی جیسے ہمارے زمانے میں چائے اور لسی کی حیثیت ہے۔ شراب حرام نہیں تھی لوگ پیتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ نے نبوت سے پہلے بھی ایک قطرہ زبان مبارک پر نہیں لگایا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا۔ جب آپ ﷺ کسی راستے سے گذرتے تھے تو بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں، بچے اشارے کرتے تھے کہ اس جیسا شریف انسان ہم نے نہیں دیکھا۔ پاکدامن زندگی تھی اس زندگی کی رب تعالیٰ قسم

اٹھاتے ہیں لَعَمْرُکَ آپ کی زندگی کی قسم ہے اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ بیشک وہ البتہ اپنی مستی میں سرگردان پھرتے ہیں۔ لوط علیہ السلام کی قوم بدمعاشی اور نفسانی خواہشات کے نشے میں مدہوش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کی قسم بطور گواہ کے اٹھائی ہے مخلوق کیلئے قاعدہ اور ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ "جس نے اللہ کے غیر کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔" اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے مجھے نبی کی قسم ہے، مجھے کعبے کی قسم ہے، مجھے پیر کی قسم ہے دودھ اور بیٹے کی قسم ہے۔ یہ سب شرکیہ قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفات کی قسمیں صحیح ہیں مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم ہے، مجھے رب تعالیٰ کے جلال کی قسم ہے، رب تعالیٰ کی عظمت کی قسم ہے قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے رب تعالیٰ کی صفت ہے کوئی قرآن کی قسم اٹھائے گا تو ہو جائے گی اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ یہ جو ہم الفاظ پڑھتے ہیں یہ حادث ہیں لیکن یہ الفاظ جس مضمون پر دلالت کرتے ہیں وہ کلام نفسی ہے اور رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ تو غیر اللہ کی قسم اٹھانا شرک ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں آتا ہے مَنْ قَالَ بِاللّٰتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "جس نے کہا مجھے لات اور عزیٰ کی قسم ہے پس وہ فوراً کلمہ پڑھے ہمارے لئے غیر اللہ کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ [سورۃ الانبیاء: ۲۳] "نہیں پوچھا جا سکتا اس سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے سوال کیا جائیگا۔"

مسئلہ قسم کی وضاحت :

اور قسم کے متعلق مسئلہ بھی سمجھ لیں۔ اگر کسی نے قسم اٹھائی اور توڑ دی تو ساتویں

بارے میں اس کے کفارے کا ذکر ہے۔ غلام یا لونڈی آزاد کرے اور ہمارے زمانے میں غلام اور لونڈی نہیں پائے جاتے یا دس مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور وہ مسکین کافر نہ ہوں، سید نہ ہوں، ان میں کوئی بیمار نہ ہو، کوئی بوڑھا نہ ہو، بچہ نہ ہو کھانے پینے والے ہوں اور جن مسکینوں کو صبح کھلایا ہے شام کو انہی کو کھلائے اور اگر اس طرح نہیں کیا یعنی شام کو نہیں کھلایا تو اگلی صبح کو کھلا دے۔ گویا دو وقت دس مسکینوں کو پیٹ بھر کر کھلانا ہے، یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے اور کپڑے ایسے جن میں نماز درست ہو جائے مثلاً شلوار کرتا اور ٹوپی، اگر شلوار کی عادت ہے ورنہ چادر، کرتا اور ٹوپی۔ جوتا اس میں شامل نہیں ہے اور اگر غلام آزاد کرنے کی بھی توفیق نہیں ہے اور دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانے کی بھی توفیق نہیں ہے، کپڑا پہنانے کی بھی توفیق نہیں ہے تو مسلسل تین روزے رکھے اور اگر ایک روزہ رکھا، دو روزے رکھے تیسرے دن اسکو کہیں سے رقم مل گئی انعام کے طور پر کسی نے دیدی یا ویسے امداد کے طور پر دیدی اور رقم اتنی ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے تو یہ روزے کسی شمار میں نہیں ہونگے کیونکہ یہ روزوں کے ختم ہونے سے پہلے کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا ہے۔ اور روزے کا کفارہ اس وقت ہے جب کھانا کھلانے پر قدرت نہ ہو اور ویسے جھوٹی قسم کھانا بڑا سنگین جرم ہے۔ کوئی شخص اس طرح کرے کہ چلو قسم اٹھا لیتے ہیں پھر کفارہ دے دیں گے یہ بڑا سنگین جرم ہے، دیدہ دانستہ گناہ ہے۔ تو فرمایا تیری عمر کی قسم ہے وہ اپنی مستی کے نشہ میں سرگرداں تھے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ پس پکڑا انکو چیخ نے مُشْرِقِيْنَ سورج کے چمکنے کے وقت۔

قومِ لوطؑ علیہ السلام پر چار قسم کے عذاب آئے :

اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار قسم کے عذاب آئے۔

۱)..... اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی۔ سورۃ القمر میں ہے فَطَمَسْنَا اَعْیُنَھُمْ پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں۔

۲)..... دوسرا عذاب جس کا یہاں ذکر ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی۔

۳)..... تیسرا عذاب فَجَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا پس ہم نے کر دیا ان کے بالائی حصے کو نچلا۔

۴)..... اور چوتھا عذاب وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً مِّنْ سِجِّیْلٍ اور برسائے ہم نے ان کے اوپر پتھر ایسے پتھر جو کونے والے تھے۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں ختم کیں۔ پھر ڈراؤنی آواز کیساتھ کلیجے پھٹ گئے پھر پتھر برسائے اور ان کے علاقے کو الٹا کر کے پھینک دیا۔ یہ چار قسم کے عذاب ان پر آئے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت نشانیاں ہیں لیکن کن لوگوں کیلئے لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ غور وفکر کرنے والوں کیلئے اور جن لوگوں نے غور نہیں کرنا ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے وَاِنَّھَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ اور بیشک یہ بستیاں البتہ اس راستے پر ہیں جو دائمی ہے۔ لوط علیہ السلام کا جو علاقہ تباہ ہوا وہ دائمی سڑک پر ہے۔ یہ مکہ والے جب شام کے علاقہ میں جاتے تھے تو ان علاقوں کے پاس سے گذر کر جاتے تھے جہاں لوط علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ بیشک اس میں نشانی ہے مومنوں کیلئے۔ نافرمانوں کا کیسا حشر ہوا۔

قوم شعیب علیہ السلام کا ذکر :

وَاِنْ کَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ ایکہ کا معنیٰ جنگل ہے۔ اور اس سے مراد حضرت

شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ شہر کا نام مدین تھا اور قوم بھی مدین تھی۔ مدین شہر بہت بڑی بین الاقوامی منڈی تھا۔ دور دراز سے لوگوں کے قافلے در قافلے آتے تھے اور اس شہر کے حدود اربعہ میں بڑے بڑے جنگلات تھے اسلئے ان کو اصحاب ایکہ جنگل والے کہا جاتا ہے۔ لَظٰلِمِیْنَ یہ جنگل والے بھی ظالم تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو رب تعالیٰ کی توحید بتلائی، نہ مانے۔ اس قوم میں ناپ تول میں کمی بیشی کی بیماری تھی اس سے منع کیا کہ ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو لوگوں کو پورا پورا حق دو، نہ مانے۔ کہنے لگے اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ فرمایا نشانیاں رب تعالیٰ کے پاس ہیں تم کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے جن بتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں وہ بولیں اور تیری باتوں کی تصدیق کریں پھر ہم مانیں گے۔ کتابوں میں آتا ہے کہ وہ بت بولے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور یہ شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ قوم نے کہا کہ اس نے جادو کر دیا ہے ہم نہیں مانتے۔ اب بتاؤ اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟ فرمایا البتہ جنگل والے ظالم تھے فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا بادل کا ٹکڑا آیا سب اس کے نیچے اکٹھے ہو گئے آگ برسی سب ختم ہو گئے وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور بیشک یہ دونوں بستیاں مدین والوں کی اور لوط علیہ السلام کی البتہ ایک واضح راستے پر ہیں۔ امام کا معنٰی پیشوا بھی ہوتا ہے اور امام کا معنٰی سڑک بھی ہے مُبِيْن کھلی سڑک، جو مکہ مکرمہ سے شام کے علاقے کی طرف جاتی تھی۔ آج کل کی طرح پکی سڑک تو نہیں تھی مگر کھلی سڑک تھی بے شمار قافلے اس پر آتے جاتے تھے۔ یہ دونوں بستیاں کھلی سڑک پر واقع ہیں۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ اور البتہ تحقیق جھٹلایا حجر والوں نے پیغمبروں کو۔ حجر کا علاقہ خیبر اور تبوک کے درمیان کا علاقہ ہے ان کے پاس حضرت صالح علیہ السلام آئے۔ ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب

کی تکذیب کو مستلزم ہے وَاٰتَیْنٰھُمْ اٰیٰتِنَا اور ہم نے دیں ان کو اپنی نشانیاں قدرت کی، ان کی منہ مانگی نشانی کہ جس چٹان پر ہاتھ رکھیں گے وہ پھٹ جائے گی اور اس سے اونٹنی نکلے گی اور بعض تفسیروں میں ہے کہ اونٹنی کیساتھ بچہ بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان لوگوں نے جس چٹان پر ہاتھ رکھا وہ چٹان پھٹی اور اونٹنی نکلی آنکھوں کیساتھ دیکھا لیکن کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے ہم نہیں مانتے۔ فرمایا ہم نے ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں دیں فَکَانُوْا عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ وہ تھے ان نشانیوں سے اعراض کرنے والے وَکَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ اور وہ تراشتے تھے پہاڑوں میں بُیُوْتًا گھر اٰمِنِیْنَ امن میں رہنے کیلئے۔ کہتے تھے ہم دیواریں بناتے ہیں زلزلہ آتا ہے تو اینٹ، پتھر، گارا الگ ہو جاتا ہے چھت گر جاتی ہے۔ ہم چٹانوں میں مکان بنائیں گے نہ دیواریں نہ چھت گرے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت جب رب تعالیٰ نے ان پر زلزلے کا عذاب مسلط فرمایا تو سارے لائن میں پڑے تھے رب کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچ سکتی۔ فَاَخَذَتْھُمُ الصَّیْحَۃُ پس پکڑا ان کو آواز نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک آواز نکالی اس سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہوگئی مُصْبِحِیْنَ صبح کے وقت سب کے سب ختم ہوگئے فَمَآ اَغْنٰی عَنْھُمْ پس نہ کفایت کی ان سے اس چیز نے مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ جو وہ کماتے تھے۔ نہ ان کے مکان ان کو بچا سکے اور نہ دولت ان کو بچا سکی نہ جھوٹے خدا ان کو بچا سکے۔ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے تو کوئی شے کسی کو نہیں بچا سکتی۔

۞ ۞ ۞

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ ع

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ وَاِنَّ السَّاعَةَ اور بیشک قیامت لَاٰتِيَةٌ البتہ ضرور آنے والی ہے فَاصْفَحِ پس آپ درگذر کریں اَلصَّفْحَ الْجَمِيْلَ اچھی طرح درگذر کرنا اِنَّ رَبَّكَ بیشک آپ کا رب هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ

اورالبتہ تحقیق دی ہم نے آپ کو سَبْعًا سات آیتیں مِّنَ الْمَثَانِیْ جودھرائی جاتی ہیں وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اور بڑا قرآن دیا لَا تَمُدَّنَّ آپ ہرگز نہ پھیلائیں عَیْنَیْکَ اپنی دونوں آنکھوں کو اِلٰی مَا اس چیز کی طرف مَتَّعْنَا بِہٖ ہم نے فائدہ دیا اس کیساتھ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ ان کافروں میں سے مختلف لوگوں کو وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ اورآپ غم نہ کریں ان پر وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ اورنرم کریں اپنے بازو کو لِلْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کیلئے وَقُلْ اورآپ کہہ دیں اِنِّیْٓ بیشک میں اَنَا النَّذِیْرُ میں ڈرانے والا ہوں الْمُبِیْنُ بات کھول کر کَمَآ اَنْزَلْنَا جیسا کہ ہم نے نازل کیا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ تقسیم کرنے والوں پر اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ جنہوں نے کردیا قرآن پاک کو ٹکڑے ٹکڑے فَوَرَبِّکَ پس قسم ہے آپ کے رب کی لَنَسْئَلَنَّھُمْ البتہ ہم ضرور سوال کریں گے ان سے اَجْمَعِیْنَ سب سے عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اس چیز کے بارے میں جو وہ کرتے رہے فَاصْدَعْ پس آپ کھول کر بیان کریں بِمَا تُؤْمَرُ وہ چیز جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وَاَعْرِضْ اورآپ اعراض کریں عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ شرک کرنے والوں سے اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ بیشک ہم کفایت کرنے والے ہیں آپ کیلئے ٹھٹھا کرنے والوں کے شر سے اَلَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ وہ لوگ جو بناتے ہیں مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ اللہ تعالیٰ کیساتھ اورالٰہ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اورالبتہ تحقیق ہم جانتے ہیں اَنَّکَ بیشک آپ یَضِیْقُ صَدْرُکَ

تنگ ہوتا ہے آپ کا سینہ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی تعریف کی وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ اور ہو جائیں آپ سجدہ کرنے والوں میں سے وَاعْبُدْ رَبَّکَ اور عبادت کر اپنے رب کی حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یہاں تک کہ آ جائے آپ کے پاس یقینی بات۔

اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَیْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ۔ دنیا کی کوئی چیز بے فائدہ اور عبث یعنی فضول نہیں ہے۔ کسی چیز کے متعلق کوئی یہ خیال نہ کرے کہ رب تعالیٰ نے اس کو ویسے ہی بنا دیا ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسکا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا بلکہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے حق کیساتھ پیدا فرمایا ہے۔ ہم یہ چھوٹے چھوٹے مکان بغیر کسی غرض کے نہیں بناتے بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ گرمی سردی سے بچیں، بارش طوفان سے بچیں۔ تو کیا اتنا بڑا آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ نے بے مقصد اور بے فائدہ بنا دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیلیں ہیں اس کو تم اس طرح سمجھو۔ ایک مدرسہ یا اسکول، کالج اور یونیورسٹی ہے کوئی مکتب ہے اس میں تمہارے ذمہ کچھ کام ہیں جو تم نے کرنے ہیں پھر امتحان اور نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے اس کا بھی مقصد ہے کچھ ذمہ داریاں ہیں پھر آگے ان کا نتیجہ نکلنا ہے اس نتیجے کیلئے قیامت برپا ہوگی پھر حساب کتاب ہوگا اور نتیجہ نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ اور بیشک البتہ قیامت ضرور آنے والی ہے۔ یہاں تمہارے ذمہ ایک نصاب ہے کہ توحید پر قائم رہو

شرک نہ کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوۃ دو، نیکی کرو، برائی چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاؤ۔ اس کے بعد تمہارا امتحان ہوگا امتحان گاہ کا نام قیامت ہے۔ جب آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے یہ نصاب پیش کیا توحید بیان کی اور شرک کی تردید کی تو کافروں نے آپ ﷺ کے سامنے کہا سَاحِرٌ کَذَّابٌ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) کوئی کہتا مُفتری ہے جو کچھ کہہ رہا ہے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ رہا ہے، کوئی کہتا مجنون ہے، کوئی کہتا مسحور ہے اس پر جادو کیا ہوا ہے۔ یہ باتیں انسان کو طبعًا ناگوار گزرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ پس آپ درگزر کریں اچھی طرح درگزر کرنا۔ اگر آپ ﷺ بھی جواب میں کہیں کہ تم بھی جھوٹے، تمہارے باپ دادا بھی جھوٹے، تمہارا خاندان جھوٹا پھر تو نتیجہ کچھ اور ہی نکلے گا اور آپ ﷺ بھی ان کی طرح ہو جائیں گے لہذا آپ ﷺ ان کی باتوں سے درگزر کریں اور آپ ﷺ نے درگزر کیا اور یہ بڑے حوصلے کی بات ہے۔ پیغمبروں کو بہت کچھ کہا گیا مگر انہوں نے بات ہنس کر ٹال دی اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ بیشک آپ کا رب وہی ہے پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔ خلاق کا معنی ہے پوری طرح پیدا کرنے والا۔

تصویریں بنانے والوں کو عذاب ہوگا :

آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ ایسے طریقے سے بت بناتے ہیں، تصویریں بناتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے لیکن وہ اس میں روح تو نہیں ڈال سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے شکلیں بھی بنائی ہیں اور ان میں روح بھی ڈالی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے جاندار چیز کی تصویر بنائی بت بنایا اَشَدُّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابًا قیامت والے دن اسکو سخت سزا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس میں جان ڈالو، روح ڈالو

جب تک روح نہیں ڈالو گے سزا ہوتی رہے گی اور روح کے بغیر جسم بیکار ہے روح جب نکل جائے تو سب یہی چاہتے ہیں کہ جلدی سے اس کو زمین کے نیچے دفن کر دیں۔ فرمایا وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ اور البتہ تحقیق ہم نے آپ کو سات آیتیں دی جو دھرائی جاتی ہیں۔

امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنی :

سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور ہر نماز میں پڑھی جاتی ہیں کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں سورۃ فاتحہ نہ ہو۔ ہاں! جماعت کیساتھ نماز ہو تو پھر یہ وظیفہ امام کا ہے مقتدی کا نہیں ہے۔ یعنی نماز با جماعت کی صورت میں امام نے سورۃ فاتحہ پڑھنی ہے مقتدی نے نہیں پڑھنی۔ ایک حدیث آتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی جب تک فاتحہ نہ پڑھو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے مقتدیوں کے بارے میں نہیں ہے (بحوالہ مؤطا امام مالک) اور حضرت جابر ؓ بھی فرماتے ہیں کہ لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَهٗ یہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اس کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی مقتدی کیلئے فاتحہ نہیں ہے قطعاً۔ اور ہر روایت کو ہر نماز پر فٹ کرنا بڑی جہالت ہے۔ مقتدی کا کیا کام ہے؟ اس کے متعلق سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''اور جب قرآن شریف پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو لہٰذا امام کے پیچھے پڑھنے والا سخت گنہگار ہے۔ تو فرمایا ہم نے آپ کو سات آیتیں دی ہیں کہ دھرائی جاتی ہیں وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اور ہم

نے آپ کو قرآن عظیم دیا۔ یہ قرآن عظیم ہے اور نری ہدایت ہے اس کا دیکھنا ثواب، اس کا پڑھنا ثواب، اس پر عمل کرنا ثواب اور نجات کیلئے ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَاتَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ۔ آپ ہرگز نہ پھیلائیں اپنی دونوں آنکھوں کو اِلٰی مَا ان نعمتوں کی طرف مَتَّعْنَا بِہٖ ہم نے فائدہ دیا ہے ان کیساتھ جو فائدے کیلئے ہم نے دی ہیں اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ ان کافروں میں سے مختلف لوگوں کو۔ مختلف طرح کے کافروں کو ہندوؤں کو، سکھوں کو، یہودیوں کو، عیسائیوں کو، بت پرستوں کو جو ہم نے نعمتیں دی ہیں مال و دولت دیا ہے اس کی طرف آپ مت دیکھیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا وَمَا فِیْھَا اور جو کچھ دنیا میں ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت ہوتی تو کافروں کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ یہ تو ہمارے تمہارے نزدیک سونے چاندی کی قدر ہے، رقم کی قدر ہے اور چیزوں کی قدر ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان چیزوں کی کوئی قدر نہیں ہے اگر قدر ہوتی تو سب سے زیادہ پیغمبروں کو نصیب ہوتیں۔ یہ کافر ان چیزوں کو کب تک استعمال کریں گے؟ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے آگے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ فرمایا وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ اور آپ غم نہ کریں ان پر، پریشان نہ ہوں جو کچھ ان کو دیا ہے یہ استدراج ہے کھا پی لیں، کتنا عرصہ کھائیں گے پئیں گے؟ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور نرم کریں اپنے بازوؤں کو، پست رکھیں اپنے بازوؤں کو مومنوں کیلئے یعنی مومنوں کیساتھ نرمی کریں۔ آپ نے چھوٹے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ اگر ان کو کام کہا جائے اور ان کی نیت ہو کرنے کی تو اپنے کندھے سیدھے رکھتا ہے اور اگر کام نہ کرنا ہو تو کندھے کو اوپر اٹھاتا ہے زبان سے کچھ نہیں کہتا یعنی میں نے نہیں کرنا۔ تو فرمایا آپ اپنے ساتھیوں کیساتھ نرمی برتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ

لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ [آل عمران: ۱۵۹] ''پس آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کیلئے نرم مزاج واقع ہوئے ہیں اور اگر آپ سخت مزاج اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے ارد گرد سے بھاگ جاتے۔'' طبعی بات ہے کہ جو آدمی کڑوا ہوتا ہے لوگ اس کے قریب نہیں جاتے اور آپ ﷺ تو مجسمہ اخلاق تھے۔ وَقُلْ اور آپ کہہ دیں اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ بیشک میں ڈرانے والا ہوں بات کھول کر کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا قبر میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہوگا میں کوئی لگی لپٹی بات نہیں کرتا بلکہ واضح کر کے بتاتا ہوں کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ جیسا کہ ہم نے نازل کیا تقسیم کرنے والوں پر اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ جنہوں نے کر دیا قرآن پاک کو ٹکڑے ٹکڑے۔

مقتسمین کی تشریح :

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کافر قرآن پاک کیساتھ اس طرح مذاق کرتے تھے کہ قرآن پاک میں سورۃ البقرۃ بھی ہے، بقرہ کا معنیٰ گائے ہے اور سورۃ النسا بھی ہے نساء کا معنیٰ ہے عورتیں۔ اور سورۃ مائدہ بھی ہے مائدہ کا معنیٰ ہے دستر خوان۔ اور سورۃ الانعام بھی ہے انعام کا معنیٰ ہے مویشی۔ ایک کہتا کہ بقرہ میرے حصے میں رہنے دو، دوسرا کہتا مجھے عورتوں کا بڑا شوق ہے نساء میرے حصے میں رہنے دو، تیسرا کہتا مجھے کھانے پینے کا بڑا شوق ہے مائدہ میرے حصے میں رہنے دو اور کسی کو کہتے کہ تجھے عنکبوت دیں گے عنکبوت کا معنیٰ ہے مکڑی۔ تو اس طرح قرآن پاک کو تقسیم کرتے تھے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ قرآن پاک کو کوئی کہتا یہ ناولوں والی کتاب ہے، کوئی کہتا جادو کی کتاب ہے، کسی نے کہا شاعری ہے اس طرح قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

حالانکہ حاشاوکلّا یہ کتاب ایسی نہیں ہے۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ قرآن کا لغوی معنٰی مراد ہے پڑھی جانے والی کتاب، تو مراد یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ نے ان کتابوں کو جو پڑھی جاتی تھیں زبور، تورات، انجیل ان کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اس طرح کہ اس کے بہت سارے حصے کو مخفی رکھتے تھے اور جو حصہ مفید مطلب ہوتا تھا اسکو بیان کرتے تھے۔ تو مطلب ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پڑھی جانی والی کتابوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ فَوَرَبِّکَ واؤ قسم کا ہے۔ پس قسم ہے آپ کے رب کی لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ البتہ ہم ضرور سوال کریں گے ان سب سے عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کاروائیوں کے بارے میں جو وہ کرتے رہے فَاصْدَعْ. صَدَعْ کا لفظی معنٰی ہے شیشے کا ٹوٹ جانا اور شیشہ ٹوٹ جائے تو بہت کم جڑتا ہے، معنٰی ہے پس آپ کھول کر بیان کریں بِمَا تُؤْمَرُ وہ چیز جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ جس طرح شیشہ ٹوٹ جائے تو نہیں جڑتا اسی طرح حق وباطل کو خلط ملط نہ کریں کھول کر بیان کریں تاکہ حق باطل سے نکھر جائے جدا ہوجائے۔

دین کی بات کھری کرنی چاہیے :

بعض آدمی اس طرح کرتے ہیں کہ کچھ بات اسلام کی اور کچھ اپنی مرضی کی اور کچھ رسموں کی ملی ہوئی بات کرتے ہیں ایسا نہ ہو بلکہ کھری کھری بات ہو۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اور آپ اعراض کریں شرک کرنے والوں سے۔ یہ آپ ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں، مفتری کہتے ہیں، مجنون کہتے ہیں (معاذ اللہ) آپ ﷺ ان کی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ بیشک ہم کفایت کرنے والے ہیں آپ کیلئے ٹھٹھا کرنے والوں کے شر سے۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ کیساتھ استہزاء کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی بُری موت سے مارا کسی پر طاعون مسلط کیا، کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھا وہ بگڑا

اور مر گیا کسی کے گلے میں رسی پڑی اور مر گیا بعض پاگلوں کی طرح بھاگتے رہتے تھے ان کے نام بھی تفسیروں میں آئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کر کے مارا۔ یہ مذاق کون کرتے ہیں؟ فرمایا اَلَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وہ لوگ جو بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ اور الٰہ، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ اوروں کو فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے آخرت کی سزا کو جو دنیا کی سزا سے الگ ہے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بیشک آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے دل تنگ ہوتا ہے بِمَا یَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے خداوند عزیز کیساتھ اور خدا بھی ہیں اس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی کہتے تھے قیامت نہیں ہے اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی قرآن پاک کے بارے میں کہتے کہ یہ شعر و شاعری ہے اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی، آپ ﷺ کی ذات کے متعلق کہتے مجنون ہے، جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ ﷺ کا سینہ تنگ ہوتا ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی تعریف کی سبحان اللّٰہ وبحمدہ سُبحان اللّٰہ العظیم پڑھیں حدیث پاک میں آتا ہے افضل الکلام سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اس کا ورد ہر وقت کرو وضو ہو یا نہ ہو، عورتوں نے نماز پڑھنی ہو یا نہ پڑھنی ہو کثرت کیساتھ اس کی تسبیح پڑھیں وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ اور ہو جائیں آپ سجدہ کرنے والوں میں سے، جماعت کیساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے وَاعْبُدْ رَبَّکَ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یہاں تک کہ آجائے آپ کے پاس یقینی بات۔ یہاں یقین کا معنی موت ہے کہ

وفات تک رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں۔

نماز کسی کو معاف نہیں :

نماز کسی کو معاف نہیں ہے کئی جاہل قسم کے لوگ متاہر یعنی بڑا سا رنگین ڈنڈا لئے پھرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ پہنچا ہوا ہے اس کو نماز روزے معاف ہیں۔ بھئی آنحضرت ﷺ کو وفات تک معاف نہیں ہوئے اور کون ہے جسکو معاف ہوں؟ ہاں! پاگل ہو تو بات علیحدہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ پاگل مرفوع القلم ہوتا ہے اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ جس کا ہوش وحواس ٹھکانے ہے اس کو نہ نماز معاف ہے، نہ روزہ معاف ہے، نہ اور احکام معاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

آج بروز بدھ ۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۴ رفروری ۲۰۱۰ء کو

سورہ حجر مکمل ہوئی۔

والحمد للہ تعالی علی ذلك.

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ النحل

(مکمل)

جلد............١١

سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ مِائَۃٌ   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ ثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّۃَ عَشَرَ رُکُوْعًا

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۱﴾ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴﴾ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَکُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْکُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَکُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۷﴾ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَۃً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ وَعَلَی اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىکُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹﴾ ع

اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا ہے فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ پس تم جلدی نہ کرو اس کیلئے سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰی اور وہ بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ان چیزوں سے جن کو یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ وہ اتارتا ہے فرشتوں کو بِالرُّوْحِ راز کی باتوں کیساتھ مِنْ اَمْرِهٖ اپنے معاملے سے عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ جس پر چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے

اَنْ اَنْذِرُوْٓا یہ کہ تم ڈراؤ لوگوں کو اَنَّهٗ بیشک شان یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا نہیں ہے
کوئی معبود مگر صرف میں فَاتَّقُوْنِ پس تم مجھ سے ڈرو خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے
پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کیساتھ تَعٰلٰی بلند ہے عَمَّا
ان چیزوں سے یُشْرِكُوْنَ جن کو یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں خَلَقَ
الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان کو مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ
پس وہ اچانک جھگڑا کرتا ہے کھلے طور پر وَالْاَنْعَامَ اور مویشیوں کو خَلَقَهَا اس
رب نے پیدا کیا ہے لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ تمہارے لئے اس میں گرمی کا سامان ہے
وَّمَنَافِعُ اور بہت سے فائدے ہیں وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور ان میں سے بعض کو تم
کھاتے ہو وَلَكُمْ فِیْهَا اور تمہارے لئے ان میں جَمَالٌ خوبصورتی ہے حِیْنَ
تُرِیْحُوْنَ جس وقت تم انہیں چراگاہوں سے چرا کر پچھلے پہر لے آتے ہو وَحِیْنَ
تَسْرَحُوْنَ اور جس وقت صبح کے وقت ان کو چرانے کیلئے لے جاتے ہو وَتَحْمِلُ
اَثْقَالَكُمْ اور وہ تمہارا بوجھ اٹھاتے ہیں اِلٰی بَلَدٍ ان شہروں تک لَّمْ تَكُوْنُوْا
بٰلِغِیْهِ کہ تم نہیں پہنچانے والے تھے ان شہروں تک اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ مگر اپنی
جانوں کو مشقت میں ڈال کر اِنَّ رَبَّكُمْ بیشک تمہارا رب لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ البتہ
بڑی شفقت کرنے والا مہربان ہے وَّالْخَیْلَ اور اس نے پیدا کیا گھوڑوں کو
وَالْبِغَالَ اور خچروں کو وَالْحَمِیْرَ اور گدھوں کو لِتَرْكَبُوْهَا تاکہ تم ان پر سوار ہو
وَزِیْنَةً اور زینت ہو وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور رب تعالیٰ پیدا کریگا وہ چیزیں

جن کو تم نہیں جانتے وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے قَصْدُ السَّبِيْلِ سیدھے راستے کا بیان کرنا وَمِنْهَا جَآئِرٌ اور ان راستوں میں سے بعض ٹیڑھے ہیں وَلَوْ شَآءَ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ البتہ ہدایت دیدے تم سب کو۔

گذشتہ سورت کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ بیشک قیامت آنے والی ہے۔ مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے کبھی کہتے مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [یٰسین:۴۸] ''اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔'' اور سورۃ النزعت آیت نمبر ۴۲ میں ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ''یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا ہے۔ آئے گا لیکن یوں سمجھو کہ آچکا ہے۔

اس سورت کا نام نحل رکھنے کی وجہ :

اس سورت کا نام نحل ہے۔ نحل نَحْلَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے شہد کی مکھی۔ اس سورت میں آئندہ شہد اور شہد کی مکھی کا ذکر آئے گا یعنی وہ سورت جس میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا سترواں نمبر ہے۔ انہتر سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے سولہ رکوع اور ایک سو اٹھائیس آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا حکم آچکا ہے قیامت کے بارے میں جس میں تم شک کرتے ہو۔ یوں سمجھو کہ وہ آ گئی ہے فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ پس تم جلدی نہ کرو اس کیلئے کہ کب آئے گی، قیامت آتی کیوں نہیں یوں سمجھو وہ آچکی ہے پس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ ''جو مرا پس

اس کی قیامت قائم ہوگئی۔'' سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور بہت ہی بلند ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ان چیزوں سے جن کو یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سے پاک بھی ہے اور بہت بلند ہے يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ وہ فرشتوں کو نازل کرتا ہے، اتارتا ہے بِالرُّوْحِ راز دیکر۔ وحی کو روح کیساتھ تعبیر کیا ہے۔ جس طرح جاندار چیزوں کی زندگی روح کیساتھ ہے روح ہے حیات ہے روح نکل گئی موت ہے اسی طرح روحانی زندگی روح کیساتھ ہے اگر وحی الٰہی نہیں ہے تو انسان انسان نہیں ہے حیوانوں سے بھی بدتر ہے اس لئے وحی کو روح کیساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ مِنْ اَمْرِهٖ اپنے معاملے سے۔ مثلاً جبرائیل علیہ السلام کو وحی دیکر اپنے حکم کے مطابق بھیجتا ہے۔ کس پر؟ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں پر وحی نازل کرتے ہیں راز کی باتیں، حکمت کی باتیں، دانائی کی باتیں، حلال حرام کی باتیں، جائز اور ناجائز کی باتیں جو کہ انسان کی ضرورت ہیں وہ سب اس میں آتی ہیں۔ اس وحی میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اَنْ اَنْذِرُوْٓا یہ کہ تم ڈراؤ لوگوں کو کہ شرک چھوڑ دو ورنہ خدا کے غضب سے نہیں بچ سکو گے توحید کو قبول کرو اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا بیشک شان یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف میں۔

تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید ہے :

جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں ان کا سب سے پہلا سبق ہی یہی تھا اور ان کی تبلیغ کا آغاز یہاں سے ہوا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [اعراف:۷۳] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور جب اللہ میں

ہوں تو فاتقون پس تم مجھ سے ڈرو اور کسی سے نہ ڈرو۔

انفس آفاق کے حوالے سے توحید کے دلائل :

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔فرمایا خلق السمٰوٰتِ رب تعالیٰ نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کیساتھ۔کوئی چیز دنیا میں بے فائدہ نہیں ہے۔دیکھو! یہ تپائی ہے نہ یہ خود بنی ہے اور نہ بے مقصد ہے بنانے والے نے اس لئے بنائی ہے کہ اس پر قرآن شریف رکھا جائے، حدیث شریف رکھی جائے یا کوئی کتاب رکھی جائے لہٰذا سب چیزیں حق کیساتھ ہیں تعٰلی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ان چیزوں سے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک بناتے ہیں خلق الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اس نے پیدا کیا انسان کو نطفے سے۔سورت دھر آیت نمبر ۲ میں ہے مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ ملے جلے نطفے سے۔مرد اور عورت کا نطفہ ملتا ہے جو معمولی مقدار میں ہوتا ہے پھر جس کا غالب ہو جائے بچے کی شکل اس پر جاتی ہے ماں کا غالب ہو گیا تو بچے کی شکل ماں پر ہو جائیگی اور اگر باپ کا نطفہ غالب ہو گیا تو شکل باپ پر ہو جائے گی۔انسان کا وجود تمام چیزوں سے عجیب تر ہے وہ حقیر قطرہ بدن سے شہوت کیساتھ نکلے تو سارا بدن ناپاک کپڑے پر لگے تو کپڑا ناپاک لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کیسا خوبصورت آدمی پیدا فرمایا۔آنکھیں دیں، ہاتھ دیئے، پاؤں دیئے، ناک بنایا، تمام اعضاء بنائے، اس قطرے کو آدمی **ہاتھ لگانے کیلئے** تیار نہیں ہے لیکن اس سے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو سب چومتے پھرتے ہیں اور وہ فاذا ھو خصیم مبین **پس** وہ اچانک **جھگڑا کرتا** ہے کھلے طور پر۔رب تعالیٰ کے وجود کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے، پیغمبروں کے متعلق جھگڑا کرتا ہے، کتابوں کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے، حق کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے، ختم نبوت کے بارے میں

جھگڑا کرتا ہے اور اپنی حقیقت نہیں سمجھتا کہ میں کیا تھا اور کیا بنا۔

انعاماتِ خداوندی:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا اور مویشیوں کو اس رب نے پیدا کیا ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۳۔۱۴۲ میں ان مویشیوں کا ذکر ہے۔ بھیڑ نر، مادہ، اونٹ نر، مادہ، گائے نر، مادہ۔ یہ رب تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا فرمائے ہیں لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ تمہارے لئے ان جانوروں میں گرمی کا سامان ہے۔ ان کی اون اور پشم سے تم گرم کپڑے بناتے ہو سردی سے بچاؤ کیلئے۔ یہ دیکھو! میں نے اون کا سویٹر پہنا ہوا ہے اس نے اون کی چادر لی ہوئی ہے یہ رب تعالیٰ کی نعمت ہے وَمَنَافِعُ اور بہت سے فائدے ہیں۔ ان کا دودھ بیچتے ہو، ان کی اون بیچتے ہو، دودھ پیتے ہو ان کی نسل بڑھتی ہے تمہاری دولت بڑھتی ہے وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو، ذبح کر کے بھی کھاتے ہو، ان کا گھی بیچ کر بھی کھاتے ہو، دودھ بیچ کر بھی کھاتے ہو وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی ہے حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ جس وقت تم انہیں چراگاہوں سے چرا کر شام کو واپس لاتے ہو وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ اور جس وقت صبح کے وقت ان کو چرانے کیلئے لے جاتے ہو۔ جاتے آتے وقت جانور اچھے اور خوبصورت لگتے ہیں اور جمال کا یہ مطلب بھی ہے کہ لوگ فخر کرتے ہیں میرے پاس اتنی بھینسیں ہیں، میرے پاس اتنے بیل ہیں، اتنی گائیں ہیں، اتنی بکریاں ہیں رب تعالیٰ نے یہ مال تمہیں دیا ہے۔ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اور وہ تمہارا بوجھ اٹھاتے ہیں اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ ان شہروں تک کہ تم نہیں لے جانے والے تھے ان شہروں تک اس سامان کو اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ مگر اپنی جانوں کو مشقت میں ڈال کر۔ دیکھو! من دو من کی بوری گکھڑ سے گوجرانوالہ یا وزیر آباد طاقتور آدمی بھی بڑی مشقت سے

لے جائے گا اور اگر اونٹ، بیل، بھینسے وغیرہ پر رکھ دو، وہ آرام سے لے جائے گا یہ رب تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے سہولت ہے اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ بیشک تمہارا رب البتہ بڑی شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

انسان کو اپنے آپ پر غور کرنا چاہیے :

دیکھو! ایک ملازم کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اس نے اتنے گھنٹے کام کرنا ہے فلاں ٹائم پر آنا ہے اور فلاں ٹائم چھٹی کرنی ہے۔ اگر وہ نہ آئے یا وقت پر نہ آئے اور اپنی ڈیوٹی میں کوتاہی کرے تو برداشت نہیں کرتے اور اسکو تنبیہ کرتے ہیں کہ اگر تو نے ڈیوٹی صحیح نہ دی تو میں تجھے نکال دوں گا معطل کر دوں گا اور اگر وہ باز نہ آئے تو نکال بھی دیتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمہ بھی یہاں ڈیوٹی لگائی ہے بے مقصد پیدا نہیں کیا لہذا ہمیں بھی سوچنا چاہئے کہ ہم اس کی زمین پر رہتے ہیں اس کے آسمان کے نیچے رہتے ہیں اس کی پیدا کردہ روزی کھاتے پیتے ہیں ہوا لے کر زندہ رہتے ہیں ڈیوٹی بھی ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ یقین جانو! یہ اس کی رحمت اور شفقت ہے کہ ہم سرکشی پر ڈٹے ہوئے ہیں وہ انتقام نہیں لیتا فنا نہیں کرتا۔ حالانکہ دنیا میں کوئی ملازم ایک گھنٹہ لیٹ ہو جائے تو اس کو کان پکڑا دیتے ہیں اور ہم کئی کئی سال اور کئی کئی مہینے غفلت میں گذار دیتے ہیں اور ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس نے ہمیں اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور ہمارے ذمہ ڈیوٹیاں لگائی ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں اگر وہ انتقام لینا چاہے اور فنا کرنا چاہے تو ایک لمحہ میں کر سکتا ہے۔ نافرمانی کے باوجود اولاد بھی دیتا ہے، رزق بھی دیتا ہے، مال و دولت بھی دی ہے بڑا حلیم ہے تحمل کرنے والا ہے اس کے تحمل کا نتیجہ ہے کہ فوراً ختم نہیں کرتا۔ وَّالْخَيْلَ اور اس نے پیدا کیا گھوڑوں کو وَالْبِغَالَ اور خچروں کو وَالْحَمِيرَ اور گدھوں کو لِتَرْكَبُوهَا تاکہ تم ان پر سوار ہو

وَزِیْنَۃً اور زینت ہو۔اس زمانے میں یہی سواریاں تھیں ان پر سوار ہو کر لوگ سفر کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ کا گدھا تھا جس کا نام عُفَیر تھا جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی تو وہ دیوانوں کی طرح پھرتا تھا کبھی مسجد نبوی کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا کہ آپ ﷺ یہاں سے باہر تشریف لائیں گے اور میرے اوپر سوار ہونگے اور کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا کبھی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے سامنے اور کبھی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور کبھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر چلا جاتا کہ آپ ﷺ کبھی یہاں سے بھی نکلتے تھے۔جس وقت اس عُفَیر نامی گدھے کو یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ دنیا میں نہیں ہیں تو اونچے ٹیلے پر جا کر اس نے اپنے آپ کو نیچے گرا کر خودکشی کر لی۔چونکہ حیوان تھا اور حیوان پر کوئی مقدمہ نہیں چل سکتا کیونکہ وہ مکلّف نہیں ہے۔انسان اور جن مکلّف ہیں ان کیلئے خودکشی حرام ہے اگر خودکشی جائز سمجھ کر کرے گا تو کافر ہے اس کی کبھی بخشش نہیں ہوگی۔اگر جذبات میں آکر کریگا تو گنہگار ہے اور گنہگار کیلئے استغفار بھی ہے اور صدقہ خیرات بھی ہے۔

قیامت تک آنے والی تمام نئی ایجادات کا اشارہ قرآن میں موجود ہے :

وَیَخْلُقُ مَا لَاتَعْلَمُوْنَ اور رب تعالیٰ پیدا کریگا وہ چیزیں جن کو تم نہیں جانتے۔ آج جو چیزیں ہم دیکھ رہے ہیں یہ چیزیں اس وقت تصور میں بھی نہیں تھیں۔ جہاز ہیں، ریل گاڑیاں ہیں، بسیں اور کاریں ہیں رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سمجھ دی ہے تو انہوں نے بنائیں۔آج سے پچاس سال پہلے اگر کوئی شخص کہتا کہ تمہارے گھر میں ایسا ایندھن آئے گا کہ نہ اس کا دھواں ہوگا اور نہ راکھ ہوگی زمین کے نیچے سے آئے گا تم اس پر روٹیاں

پکاؤ گے، چائے پکاؤ گے تو لوگ اس کو پاگل خانے میں لے جا کر بند کر دیتے لیکن آج گیس گھروں میں آیا ہوا ہے بڑی سہولت ہے مگر جتنی سہولیات ہیں ان سے بڑھ کر نافرمانیاں ہیں۔ چودھری محمد خان مرحوم کہتے تھے میں روزانہ گکھڑ سے پیدل چل کر گوجرانوالہ جاتا اور پڑھ کر واپس آتا تھا اس وقت یہ گاڑیاں بسیں نہیں ہوتی تھیں۔ روزانہ گوجرانوالہ پیدل جا کر پڑھ کر آنا بہت بڑی بات ہے اور آج حال یہ ہے کہ نارمل سکول سے بھی بس آئے تو بچے لٹکتے پھرتے ہیں۔

ایمان اور کفر اختیاری ہے :

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے سیدھے راستے کا بیان کرنا اور اس نے سیدھا راستہ بیان کیا ہے۔ سورت انعام آیت نمبر ۱۵۳ میں ہے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ''اور بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی اتباع کرو۔'' وَمِنْهَا جَآئِرٌ اور ان راستوں میں سے بعض ٹیڑھے ہیں۔ کفر کے راستے یہودیت، عیسائیت اور باطل فرقوں کے مذاہب سب ٹیڑھے راستے ہیں ان پر نہ چلو تم سیدھے راستے پر چلو وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے البتہ ہدایت دیدے تم سب کو جبراً مگر وہ جبراً ہدایت نہیں دیتا اس نے انسانوں کو اور جنوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [نسآء: ۱۱۵] ''پھیر دیں گے ہم جدھر وہ پھرنا چاہے۔'' اس طرف کی ہم توفیق دے دیں گے زبردستی نہ کسی پر کفر مسلط کرتا ہے اور نہ ایمان مسلط کرتا ہے۔ رب تعالیٰ نے عقل اور سمجھ دی ہے پیغمبر بھیجے ہیں، کتابیں نازل فرمائی ہیں، ہر دور میں حق کی آواز بلند کرنے والے بھیجے ہیں لہٰذا اپنی مرضی کیساتھ جس

راستے پر کوئی چلنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس پر چلا دے گا۔ سورت عنکبوت آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ''اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور ان کی راہنمائی کرتے ہیں اپنے راستوں کی۔'' یعنی اپنی طرف آنے کی توفیق دے دیتے ہیں اور سورت صف پارہ ۲۸ میں فرمایا فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' جبر کسی پر نہیں ہے اگر چاہے تو سب کو ہدایت دیدے مگر حکمت کیخلاف ہے اس نے اختیار دیا ہے اپنی مرضی سے کوئی ایمان لائے اور اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَاۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ عَلٰمٰتٍؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

هُوَ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَنْزَلَ جس نے اتارا مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً لَّكُمْ پانی تمہارے لئے مِّنْهُ اس پانی سے شَرَابٌ پینے کیلئے ہے وَّ مِنْهُ اور اس پانی سے شَجَرٌ درخت ہیں فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ اس میں تم جانور چراتے ہو یُنْۢبِتُ لَكُمْ اگاتا ہے تمہارے لئے بِهٖ اس کے ذریعے الزَّرْعَ کھیتیاں وَ الزَّیْتُوْنَ اور زیتون کے درخت وَ النَّخِیْلَ اور کھجوروں کے وَ الْاَعْنَابَ اور انگوروں کے وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل اِنَّ فِیْ

ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیَةً البتہ نشانی ہے لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر
کرتی ہے وَسَخَّرَ لَکُمُ اور اس نے کام میں لگادیا تمہارے لئے الَّیْلَ رات کو
وَالنَّهَارَ اور دن کو وَالشَّمْسَ اور سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو وَالنُّجُوْمُ
مُسَخَّرٰتٌ اور ستارے بھی پابند ہیں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
بیشک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ بہت نشانیاں ہیں لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کیلئے جو سمجھتی
ہے وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ اور وہ چیز جو اس نے پیدا کی ہے تمہارے لئے فِی الْاَرْضِ
زمین میں مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ مختلف ہیں رنگ اس کے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس
میں لَاٰیَةً البتہ نشانی ہے لِقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو نصیحت حاصل کرتی ہے
وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہ ذات ہے سَخَّرَ الْبَحْرَ جس نے تابع کیا سمندر کو
لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ تاکہ تم کھاؤ اس سے لَحْمًا طَرِیًّا تازہ گوشت وَّتَسْتَخْرِجُوْا
مِنْهُ حِلْیَةً اور نکالو تم اس سے زیور تَلْبَسُوْنَهَا جس کو تم پہنتے ہو وَتَرَی الْفُلْکَ
اور اے مخاطب تو دیکھتا ہے کشتیوں کو مَوَاخِرَ فِیْهِ جو چیرتی ہوئی جاتی ہیں اس
میں وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تاکہ تم تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وَلَعَلَّکُمْ
تَشْکُرُوْنَ اور تاکہ تم شکریہ ادا کرو وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ اور ڈالے اللہ تعالیٰ نے
زمین میں رَوَاسِیَ مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ تاکہ زمین تمہارے
ساتھ مضطرب نہ ہو وَاَنْهٰرًا اور نہریں چلائیں وَّسُبُلًا اور راستے بنائے
لَّعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم راہ پاؤ وَعَلٰمٰتٍ اور کئی علامتیں مقرر کیں

وَبِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ اور ستاروں کے ذریعے وہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر :

گذشتہ سبق میں آپ نے پڑھا يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ''وہ اتارتا ہے فرشتوں کو راز کی باتوں کیساتھ اپنے معاملے سے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔'' اس وحی کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا ''یہ کہ ڈراؤ تم اس بات سے کہ میری ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی معبود کیوں نہیں ہے؟ فرمایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اور جانوروں کو۔ گھوڑے، خچر، اونٹ وغیرہ سب رب نے پیدا فرمائے ہیں تو عبادت کا مستحق بھی وہی ہے۔ اسی سلسلے میں مزید نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں هُوَ الَّذِىۡۤ وہی ذات ہے اللہ تعالیٰ کی اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمۡ جس نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی تمہارے لئے مِّنۡهُ شَرَابٌ اس بارش کے پانی سے تم پیتے بھی ہو۔ آج بھی ایسے علاقے موجود ہیں کہ وہاں کے لوگوں کیلئے بارش کا پانی ہے بارش جب ہوتی ہے تو تالابوں میں جمع ہو جاتا ہے خود بھی اس سے پیتے ہیں اور جانور بھی، اسی سے نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں وَّمِنۡهُ شَجَرٌ اور اس بارش کے پانی کی وجہ سے درخت ہوتے ہیں، پودے ہوتے ہیں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں گھاس پیدا ہوتا ہے تمہارے جانور، بھیڑ، بکریاں اور اونٹ چرتے ہیں فِيۡهِ تُسِيۡمُوۡنَ اس میں تم جانور چراتے ہو يُنۡۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ اگاتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس بارش کے پانی کے ذریعے کھیتیاں۔ بارانی علاقوں کا تو دارو مدار ہی بارش پر ہے اور نہری علاقوں میں بھی بارش نہ ہو تو صرف نہری پانی کفایت نہیں کرتا اور بسا اوقات نہریں خشک بھی ہو جاتی ہیں اور جو پیداوار بارشی پانی سے

ہوتی ہے وہ دوسرے سے نہیں ہوتی وَالزَّيْتُوْنَ اور زیتون کے درخت۔ اس سے تیل نکلتا ہے آج کل عام لوگ زیتون کا تیل ہی استعمال کرتے ہیں وَالنَّخِيْلَ اور کھجوروں کے درخت۔ کھجوریں تمہاری خوراک بھی ہیں اور ان کو بیچ کر اپنی ضروریات پوری کرتے ہو وَالْاَعْنَابَ اور انگوروں کے اور کیا پوچھتے ہو وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بیشک البتہ اس میں نشانی ہے لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو غور و فکر کرتی ہے کہ رب تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی ہے اور اس کے ذریعے اس نے فصلیں اور اناج پیدا فرمایا ہے، پھل پیدا فرمائے ہیں اور اس کے سوا یہ کام اور کوئی کرنے والا نہیں ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ اور رب تعالیٰ نے کام میں لگا دیا تمہارے لئے رات کو اور سورت نبأ میں فرمایا وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا اور بنایا ہم نے رات کو لباس تاکہ تم رات کو آرام کرو۔ وَالنَّهَارَ اور دن کو تمہارے کام میں لگا دیا اور سورت نبأ میں ہے وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ہم نے دن کو بنایا ذریعہ معاش تاکہ تم کمائی کرو، نیکیاں کرو، جہاد کرو، تبلیغ کرو، پڑھو وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ اسباب میں سورج کے بغیر بھی کوئی کام نہیں چلتا روشنی کے علاوہ اس کی کرنیں اور تپش سے فصلیں پکتی ہیں پھل پکتے ہیں سورج کی حرارت کا صحت پر اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ نے چاند میں جو روشنی رکھی ہے وہ فصلوں پر اثر ڈالتی ہے کھیتیوں پھلوں پر اثر ڈالتی ہے انسانی اور حیوانی زندگی پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

ستاروں کی اقسام اور ان کی وضاحت :

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ اور ستارے رب کے حکم کے تابع ہیں رب تعالیٰ نے ان کی جو ڈیوٹی لگائی ہے اس میں کمی نہیں کرتے۔

ستاروں کی دو قسمیں ہیں۔

o..... ایک ثوابت اور o..... دوسرے سیارات

ثوابت وہ ہیں جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں حرکت نہیں کرتے اور سیارات وہ ہیں جو چلتے ہیں۔ کوئی مشرق کی طرف چلتا ہے، کوئی مغرب کی طرف، کوئی شمال کی طرف اور کوئی جنوب کی طرف اور ایسے ستارے بھی ہیں جن کا وجود زمین سے بڑا ہے مگر ان کی رفتار کا کوئی حساب نہیں ہے اور کوئی کسی کیساتھ ٹکراتا بھی نہیں ہے کسی نے آج تک سنا ہے کہ ستارہ ستارے کیساتھ ٹکرا گیا اور ایسا ہوا تو قیامت برپا ہو جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محکم نظام ہے اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں بہت نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ اس قوم کیلئے جو عقل سے کام لیتی ہے سمجھتی ہے۔ سورج چاند بھی نظر آرہے ہیں اور ان کی حرکات اور فوائد بھی سامنے ہیں وَمَا ذَرَاَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اور وہ چیزیں جو اس نے پیدا کی ہیں تمہارے لئے زمین میں مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہٗ مختلف ہیں رنگ انکے۔ کوئی سفید ہے، کوئی سیاہ ہے، کوئی سبز ہے، کوئی زرد ہے جانوروں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں پھلوں اور سبزیوں کی بھی یہ سب چیزیں رب تعالیٰ نے پیدا کیں ہیں اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ اس قوم کیلئے جو نصیحت حاصل کرتی ہے۔ جو نصیحت حاصل کرنا چاہے اس کیلئے بہت کچھ ہے۔ باغ میں جا کر دیکھو کیسے کیسے عجیب وغریب قسم کے پھول ہیں رنگ مختلف شکلیں مختلف انسانوں کی شکلیں بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف پیدا فرمائی ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کتنی مخلوق آئی ہے ان میں تمہیں دو آدمی بھی ایسے نہیں ملیں گے جن کی من وعن شکل ملتی ہو کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے جن کے مادے مختلف، شکلیں اور نمونے مختلف۔

فرمایا وَھُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے سَخَّرَ الْبَحْرَ جس نے تابع کر دیا تمہارے سمندر۔ تابع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم غوطے لگاؤ، کشتیاں چلاؤ اس سے کام لو۔ لِتَاْکُلُوْا مِنْہُ لَحْمًا طَرِیًّا تاکہ تم کھاؤ اس سے تازہ گوشت۔ مچھلیاں پکڑو اور کھاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے اور سمندروں پر جھگڑے ہوتے ہیں کہ یہ علاقہ ہمارا ہے وہ تمہارا ہے ایک دوسرے کے علاقے میں جائیں تو مچھیروں کو پکڑ لیتے ہیں۔ اس وقت بھی پاکستان کے کافی مچھیرے ہندوستان کے قبضے میں ہیں۔

مرد سونا وغیرہ استعمال نہیں کر سکتا :

وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْہُ حِلْیَۃً اور نکالو تم اس سے زیور۔ موتی نکالو، ہیرے نکالو یہ موتی وغیرہ کا زیور مرد بھی پہن سکتا ہے اور عورتوں کو بھی اجازت ہے لیکن سونا مرد نہیں پہن سکتے۔ آنحضرت ﷺ نے سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا فرمایا تم دیکھتے ہو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ صحابہ ﷺ کہنے لگے حضرت! سونا معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں واقعی سونا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ میری امت کے مردوں کے لئے حرام فرمایا ہے۔ عورتوں کیلئے حلال ہے۔ مرد سونے کی کوئی چیز استعمال نہیں کر سکتا حتی کہ انگوٹھی بھی نہیں پہن سکتا۔ البتہ سونے کا دانت لگوائے تو اجازت ہے۔ اگر کسی کا ناک کٹ گیا ہے تو سونے کا لگوا سکتا ہے عورتوں پر کوئی پابندی نہیں ہے سونے کا جتنا زیور اٹھا سکتی ہیں اٹھالیں۔ اور دوسرے ہاتھ میں آپ نے ریشم کا ٹکڑا لیا فرمایا دیکھ رہے ہو یہ کیا ہے؟ کہنے لگے حضرت ایسے ہی ہے جیسے ریشم کا ٹکڑا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مردوں کیلئے حرام کر دیا ہے عورتوں کیلئے حلال ہے۔ مگر ریشم سے مراد مصنوعی ریشم نہیں ہے بلکہ وہ جو کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ اصلی ریشم مرد کیلئے حرام ہے عورتوں کیلئے حلال ہے اور چھوٹے بچوں کیلئے بھی۔ فقہاء کرامؒ نے

تصریح فرمائی ہے کہ زیور انگوٹھی وغیرہ ان کو بھی پہنانا جائز نہیں ہے ہاں! لڑکیوں کیلئے جائز ہے۔اور تعویز کا حکم یہ ہے کہ عورتیں سونے چاندی کے بنا کر گلے میں ڈال سکتی ہیں مرد کیلئے سونے چاندی کے تعویذ کی بھی اجازت نہیں ہے چمڑے کا بنوالیں۔موتی اور ہیروں کا زیور وہار بنا کر مرد پہن سکتا ہے اور حجریات (وہ چیزیں جو پتھر سے بنی ہوئی ہیں) پہن سکتا ہے اوران میں زکوۃ بھی نہیں ہے۔ یہ بڑے بڑے شہروں میں جو بڑے بڑے سیٹھ ہیں یہ زکوۃ سے بچنے کیلئے لاکھوں ،کروڑوں اور اربوں روپے کے ہیرے خرید کر رکھ لیتے ہیں لیکن یاد رکھنا! رب تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' یہ کہ تم اس پر کمر باندھ لوتو رب کے حکم کو توڑنے کی اجازت نہیں ہے۔مرد چار ماشے چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَلْبَسُوْنَهَا جن کو تم پہنتے ہو وتری الْفُلْكَ اور اے مخاطب تو دیکھتا ہے کشتیوں کو مَوَاخِرَ فِيْهِ. مَوَاخِرَ ماخِرٌ کی جمع ہے۔ ماخر کا معنیٰ ہے چیرنے والا ہے۔ یہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی جاتی ہیں تا کہ اس طرف کی چیزیں اُس طرف اور اُس طرف کی چیزیں اس طرف پہنچائی جائیں ولتبتغوا مِنْ فَضْلِهِ اور تا کہ تم تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تجارتیں کرو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تا کہ تم خدا کا شکر یہ ادا کرو۔جب تمہیں فائدہ حاصل ہو اور سمندر کی موجوں سے بچ جاؤ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ. رَوَاسِيَ رَاسِيَةٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے مضبوط پہاڑ ،اور ڈالے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ تا کہ زمین تمہارے ساتھ مضطرب نہ ہو، حرکت نہ کرے اور سورت نبا میں ہے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ''پہاڑوں کے کیل ٹھونک دیئے۔'' ورنہ زمین ہلتی اور اس پر بود و باش نہ ہوسکتی۔ آج معمولی سا زلزلہ آجائے تو لوگ گھروں سے باہر نکل آتے ہیں اور ہر سال کسی نہ کسی جگہ

زلزلہ آتا ہی رہتا ہے اور کَثْرَتِ الزَّلَازِلُ زلزلوں کا کثرت سے آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ مضبوط پہاڑ میخیں بنا کر زمین میں ٹھونک دیئے ہیں تاکہ زمین حرکت نہ کرے وَ اَنْھٰرًا اور نہریں چلائیں جنکے ذریعے تم [illegible] حاصل کرتے ہو وَّسُبُلًا اور راستے بنائے لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ تاکہ تم راہ پاؤ اپنے گھر پہنچو۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں وَعَلٰمٰتٍ اور بہت سی علامتیں رب تعالیٰ نے قائم کی ہیں جن سے تم سمجھتے ہو کہ ہم نے ادھر جانا ہے۔ عقل بھی رب نے دی ہے آنکھیں بھی رب نے دی ہیں وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ اور ستاروں کے ذریعے وہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ میں پہاڑی علاقے میں پیدا ہوا ہوں۔ ہمارے بڑے سحری کا وقت ہوتا تھا تو اٹھ کر ستارے دیکھتے تھے گھڑیاں تو نہیں ہوتی تھیں دیکھتے تھے کہ اب یہ ستارہ یہاں آ گیا ہے لہٰذا وقت ہو گیا ہے اور اب گھڑیاں ہیں وقت منضبط ہے لیکن اس کے باوجود سمندری سفر ستاروں کے ذریعے ہوتا ہے اور قبلے کا رخ بھی بعض ستاروں کے ذریعے معلوم ہوتا ہے۔ یہ جو ہمارے علاقے کی مساجد ہیں قبلے سے کوئی ایک ڈگری کوئی دو ڈگری پھری ہوئی ہیں لیکن ڈیڑھ، دو، تین، چار، پانچ ڈگری ہٹ بھی جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں! نئی مسجد جب بناؤ تو کوشش کرو کہ اس کا رخ صحیح ہو۔ پرانے مستریوں کے پاس آلات ہوتے ہیں قبلہ نما کو بھی دیکھتے ہیں جس کے ساتھ رخ صحیح کرتے ہیں (حکومت کا جو محکمہ موسمیات ہے پنجاب میں اس کا ہیڈ آفس لاہور میں ہے۔ ان کا ایک مستقل قبلہ درست کرنے کا شعبہ ہے وہ اپنا آدمی آلات دیکر بھیجتے ہیں اور وہ موقع پر پہنچ کر قبلہ درست کر کے نشان لگا دیتا ہے۔ نواز بلوچ) تو اللہ تعالیٰ نے ستارے پیدا کئے ہیں ہماری راہنمائی کیلئے۔

❁ ❁ ❁

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ کیا پس وہ ذات جو پیدا کرتی ہے كَمَنْ اس کی طرح ہے لَا يَخْلُقُ جو پیدا نہیں کر سکتا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لَا تُحْصُوْهَا تو شمار نہیں کر سکتے اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وہ نہیں پیدا کر

سکتے کسی چیز کو وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ حالانکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اَمْوَاتٌ بے جان ہیں غَیْرُ اَحْیَآءٍ زندہ نہیں ہیں وَمَا یَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں جانتے اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ وہ کب دوبارہ کھڑے کئے جائیں گے اِلٰھُکُمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے فَالَّذِیْنَ پس وہ لوگ لَایُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر قُلُوْبُھُمْ مُّنْکِرَۃٌ ان کے دل منکر ہیں وَّھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرتے ہیں لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا یُسِرُّوْنَ اس چیز کو جس کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جس چیز کو وہ ظاہر کرتے ہیں اِنَّہٗ بیشک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ محبت نہیں کرتا تکبر کرنے والوں سے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اور جس وقت ان سے کہا جاتا ہے مَّا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ کیا کچھ نازل کیا ہے تمہارے رب نے قَالُوْٓا کہتے ہیں اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی کہانیاں لِیَحْمِلُوْٓا تاکہ وہ اٹھائیں اَوْزَارَھُمْ کَامِلَۃً اپنے بوجھ پورے پورے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ اور کچھ ان لوگوں کے بوجھ بھی یُضِلُّوْنَھُمْ جن کو یہ گمراہ کرتے ہیں بِغَیْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر اَلَا سَآءَ خبردار برا ہوگا مَا یَزِرُوْنَ وہ بوجھ جو وہ اٹھارہے ہونگے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ کے لفظ سے مضمون شروع کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پیدا کئے، زمین پیدا کی، انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، گھوڑا، خچر، گدھے پیدا کئے، کھیتیاں پیدا کیں، کھجوریں انگور وغیرہ سب کچھ پیدا کیا وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور بے شمار چیزیں پیدا کریگا جو تمہارے علم میں نہیں ہیں۔

خالق اور غیر خالق میں بڑا فرق ہے :

اب تم خود فیصلہ کرو اَفَمَنْ يَّخْلُقُ کیا پس وہ ذات جو پیدا کرتی ہے كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرسکتا۔ کیا تمہیں خالق اور غیر خالق کا فرق سمجھ نہیں آتا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ آسمان زمین کس نے پیدا کیے ہیں کھیتیاں حیوان کس نے پیدا کی ہیں تمہیں کس نے پیدا کیا اور جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ اتنی بات بھی تمہیں سمجھ نہیں آتی ۔ فرمایا یہ تو ہم نے مختصری نعمتیں ذکر کی ہیں صرف توجہ دلانے کیلئے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو شمار نہیں کر سکتے اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔ یعنی اب بھی تم شرک سے توبہ کرلو تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے اللہ تعالیٰ غفور ہے بڑا مہربان ہے معاف کردے گا ۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا بیان تھا اور اب صفت علم کا بیان ہے ۔ فرمایا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مَا تُسِرُّوْنَ اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے ۔ پیدا کرنا بھی اس کی صفت ہے اور ظاہر باطن کو جاننا بھی اس کی صفت ہے عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر بھی وہی ہے اور تمام اختیارات بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اس کے سوا نہ کوئی عالم الغیب ہے نہ حاضر وناظر ہے نہ کسی کے پاس کوئی اختیار ہے وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جن کو یہ اللہ تعالیٰ سے نیچے پکارتے ہیں لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وہ نہیں پیدا کر سکتے کسی چیز کو ، وہ کسی چیز کے خالق نہیں ہیں ۔ حضرت مریم علیہا السلام کا بڑا بلند مقام ہے مگر ایک رتی کی بھی خالق نہیں ہیں ، جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں مگر ایک ذرے کے بھی خالق نہیں ہیں ، تمام فرشتے ، تمام پیغمبر ، جنات اور اللہ تعالیٰ کے ولی مخلوق

ہیں۔ خالق صرف پروردگار ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ سے ورے جن کو یہ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں ہیں وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ مصیبت کے وقت ان کو پکارنا اے فلاں! اَغِثْنِیْ میری مدد کر، وہ تو مخلوق ہے اس نے کیا مدد کرنی ہے، مدد تو صرف رب تعالیٰ کرنے والا ہے۔ سورت یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ "اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا اس کے سوا اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کیساتھ بھلائی کا تو کوئی نہیں روکنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو۔" اَمْوَاتٌ بے جان ہیں غَيْرُ اَحْيَآءٍ زندہ نہیں ہیں۔ اگر بتوں کو پکارتے ہیں تو ان کا مردہ ہونا تو ظاہر ہے اور اگر اولیاء اللہ اور بزرگوں کو پکارتے ہیں تو کچھ تو فی الحال فوت ہو چکے ہیں اور جو زندہ ہیں انہوں نے بھی ایک دن مرنا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہزار ہا سال سے زندہ ہیں زمین پر اتریں گے ثُمَّ يَمُوْتُ پھر وفات پائیں گے۔ فرشتے ہزار ہا سال سے زندہ ہیں موت ان پر بھی آئے گی حَيٌّ قَيُّوْمٌ صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اسی لئے بزرگان دین کہتے ہیں کہ اللہ جی! نہ کہو کیونکہ دعائیہ جملہ ہے "اللہ تو زندہ رہے۔" یہ وہاں بولا جاتا ہے جہاں پر موت آئے رب تعالیٰ پر تو موت نہیں آسکتی لہذا اسکو زندگی کی دعا دینے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ سورت رحمٰن میں ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ "جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔" نہ اس کی ابتداء نہ انتہاء وہ ازلی ابدی ہے اور باقی کچھ فی الحال مردے ہیں اور کچھ مَآل (انجام) کے اعتبار سے مردے ہیں آخر مریں گے۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ اور وہ نہیں جانتے وہ کب

دوبارہ کھڑے کئے جائیں گے۔

قیامت کا علم کسی کو نہیں :

مسلم شریف میں روایت ہے قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ شَهْرًا آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا غَیْبٌ وَمَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ''یہ غیب ہے اور غیب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' اتنا معلوم ہے کہ قیامت آئے گی لیکن وقت کونسا ہوگا یہ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے جیسے ہر آدمی کو یقین ہے کہ میں نے مرنا ہے لیکن کس وقت مرنا ہے یہ رب تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو بھی عین وقت وفات کا نہیں بتلایا گیا آپ ﷺ نے قرینے سے فرمایا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرا آخری سال ہے۔ پوچھا گیا حضرت! آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے اطلاع آئی ہے؟ فرمایا نہیں موت کی اطلاع رب کسی کو نہیں دیتا میں قرینے سے سمجھا ہوں وہ اس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام میرے ساتھ رمضان میں قرآن کا ایک دور کرتے تھے اور اس رمضان میں دو دفعہ دور کیا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اس قرینے سے میں سمجھا ہوں۔ دو دفعہ دور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں کوئی کمی نہ رہے۔ تو فرمایا ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ دوبارہ کب کھڑے کئے جائیں گے یہ مشکل کشا کس طرح بن گئے؟ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ پس وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ ان کے دل منکر ہیں توحید سے وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرتے ہیں۔

تکبر اور تجمل کا فرق :

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی

تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا کہ حضرت! ہم تو سب تکبر میں مبتلا ہیں کیونکہ ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا اس کا لباس اچھا ہو شَعْرُہٗ حَسَنٌ بال اس کے اچھے ہوں کہ پٹے رکھے ہوئے ہوں، تیل لگایا ہوا ہو کنگھی کی ہوئی ہو اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ نَعْلُہٗ حَسَنٌ کہ اس کا جوتا اچھا ہو۔ آنحضرت نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے یہ توتَجمّل ہے یعنی خوبصورتی اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا لباس پہننا اپنی حیثیت کے مطابق لباس پہننا اس پر تو رب راضی اور خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہونا چاہئے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اچھا لباس دیا ہے۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کپڑے اس کے پھٹے پرانے تھے اور سر کے بال بکھرے ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اتنی توفیق نہیں ہے کہ صابن لے کر کپڑے دھولے سر کے بالوں میں کنگھی کرلے۔ اس نے کہا حضرت میرے پاس اتنے اونٹ ہیں اتنی بھیڑ بکریاں ہیں اتنے نوکر ہیں اتنا میرا کاروبار وسیع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنا کچھ دیا ہے تو اس کی نعمت کا اثر تیرے بدن پر ظاہر ہونا چاہئے۔ تو اچھے لباس کا نام تکبر نہیں ہے تکبر نام ہے بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ حق کی بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ فرمایا لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس چیز کو جس کو وہ چھپاتے ہیں اور جس چیز کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا تکبر کرنے والوں سے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ ''جو تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اللہ تعالیٰ اس کے درجے بلند کرتے ہیں۔'' تواضع کا مطلب یہ ہے کہ

دوسرے کا ادب کرے احترام کرے اپنے سے بہتر سمجھے مَنْ تَجَبَّرَ تَكَبَّرَ ''جس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اس نے تکبر کیا۔'' وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اور جس وقت ان کو کہا جاتا ہے مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ کیا کچھ نازل کیا ہے تمہارے رب نے قَالُوٓا کہتے ہیں أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ اَسَاطِیرُ اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے کہانی۔ ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قصے کہانیاں، ناول کہہ کر ٹھکرا دیا۔ بیشک قرآن میں نیک لوگوں کے قصے بھی ہیں اور برے لوگوں کے قصے بھی ہیں لیکن وہ قصے اس لئے ہیں فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ [اعراف:۱۷۶] ''پس آپ واقعات بیان کریں تاکہ لوگ غور و فکر کریں'' کہ نیکوں کا یہ انجام ہوا اور بروں کا یہ انجام ہوا۔ یہ قصے کہانیاں عبرت حاصل کرنے کیلئے ہیں۔ فرمایا ان کی باتوں کا نتیجہ کیا ہوگا لِيَحْمِلُوٓا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً تاکہ وہ اٹھائیں اپنے بوجھ پورے پورے۔ اَوْزَار وِزْرٌ کی جمع ہے۔ وِزْرٌ کا معنٰی ہے بوجھ۔

ساری مہنگائی بڑے لیڈروں کی وجہ سے ہے :

وزیر کا لفظی معنٰی ہے بوجھ اٹھانے والا، پہلے زمانے میں وزیر کو وزیر اس لئے کہتے تھے کہ وہ قوم کی خدمت کا بوجھ اٹھاتا تھا، قوم کی ہمدردی اور غمخواری کا بوجھ اٹھاتا تھا اور آجکل کے وزیر قوم کی رقموں کا بوجھ اٹھا کر بیرون ممالک میں جمع کراتے ہیں اور دوسرے پیچھے تلاش کرتے پھرتے ہیں کہ کس کس بنک میں جمع کرائے ہیں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ ساری رقوم جو اربوں ڈالر ہیں واپس آجائیں تو نہ بجلی مہنگی ہو اور نہ گیس مہنگی ہو اور ان شاء اللہ ٹیکس لگانے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی حکومت سرمارتی رہے گی اور ہوگا کچھ بھی نہیں ان سے اور نہ آئندہ آنے والوں سے بلکہ اب تو مزید خدشات پیدا ہو گئے ہیں کہ

آئین سے اسلامیہ جمہوریہ کا لفظ نکال دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے مکمل نام تھا اسلامی جمہوریہ پاکستان اور اب ہے جمہوریہ پاکستان۔ ختم نبوت کے منکروں پر پابندی کے لفظ بھی نکال دیئے ہیں اب قادیانی کھلے طور پر تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ملک اسلامی نہیں ہے ہم جو چاہیں کریں، بڑے خطرے کی بات ہے اس سے علماء بڑے پریشان ہیں اب علماء کرام کی ایک میٹنگ ہونے والی ہے اس بات پر کہ مطالبہ کرو کہ ختم نبوۃ کی دفعات کو برقرار رکھا جائے۔ بڑی پریشان کن بات ہے کہ گورنر سندھ نے کہا ہے کہ تم اپنی حفاظت خود کرو حکومت تمہاری حفاظت نہیں کر سکتی اور اسلحہ پر بھی پابندی ہے۔ الٹی منطق سمجھ نہیں آرہی محض کلنٹن کو راضی کرنے کیلئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ تو فرمایا تاکہ وہ اپنے بوجھ اٹھائیں پورے پورے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ اور کچھ ان لوگوں کے بوجھ بھی يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ جن کو یہ گمراہ کرتے ہیں علم کے بغیر ان کا بوجھ بھی ان کے سر پر ہوگا اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ خبردار برا ہے وہ بوجھ جس کو وہ اٹھائیں گے۔ اپنا بوجھ بھی ہوگا اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا بوجھ بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان پر غضب نازل فرمائے گا اور سخت گرفت ہوگی۔

❁ ❁ ❁

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

قَدْ مَكَرَ تحقیق تدبیر کی اَلَّذِیْنَ ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے گذرے ہیں فَاَتَى اللّٰهُ پس حکم آیا اللہ تعالیٰ کا بُنْيَانَهُمْ ان کی عمارت پر مِنَ الْقَوَاعِدِ اس کی بنیادوں سے فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ پس گر پڑی ان پر چھت مِنْ فَوْقِهِمْ ان کے اوپر سے وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ اور آیا ان پر عذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ جہاں سے شعور بھی نہیں رکھتے تھے ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر قیامت والے دن يُخْزِيْهِمْ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا وَيَقُوْلُ اور کہے گا اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ کہاں ہیں میرے وہ شریک كُنْتُمْ کہ تھے تم تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ جھگڑا کرتے ان کے بارے میں قَالَ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو علم دیا گیا اِنَّ الْخِزْيَ بیشک رسوائی الْيَوْمَ آج کے دن وَالسُّوْۗءَ اور برائی عَلَي

الْکٰفِرِیْنَ کفر کرنے والوں پر ہے اَلَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں فَاَلْقَوُا السَّلَمَ پس ڈالیں گے وہ صلح کی بات کہیں گے مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ نہیں تھے ہم کرتے کوئی برائی بَلٰٓی کیوں نہیں اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کرتے تھے فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ پس داخل ہو جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ رہو گے اس میں فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ پس برا ہے ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا۔

کافروں کے منصوبے اللہ تعالیٰ خاک میں ملا دیتے ہیں :

قَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کی ایک تفسیر تفسیروں میں یہ مذکور ہے کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کیخلاف منصوبے کی جو عمارت کھڑی کی پروگرام اور منصوبہ بنایا تھا کہ ہم پیغمبروں کی تعلیم مٹا کر دم لیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ نہ پیغمبروں کا پتہ بگاڑ سکے اور نہ ان کی تعلیم توحید کو مٹا سکے اور نہ اہل حق کو بالکل ختم کر سکے۔ تو اس آیت کریمہ میں جس عمارت کا ذکر ہے اس سے ظاہری عمارت مراد نہیں ہے بلکہ ان کے منصوبوں کی عمارت مراد ہے کہ انہوں نے جو منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو خاک میں ملا دیا۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حقیقتاً عمارت بنائی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ وہ اس طرح کہ بابل شہر تھا عراق میں اور آج بھی ہے جس کا ذکر قرآن

کریم کے پہلے پارے میں ہے بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔اس بابل شہر میں نمرود ابن کنعان نے بہت بڑا محل بنایا تھا کہ اس کے نیچے بے شمار مخلوق آسکتی تھی اس محل کے مختلف حصے تھے کسی جگہ شراب خانہ کسی جگہ ناچ گھر اور کوئی جگہ تاش کھیلنے کیلئے اور کوئی جگہ خواہش کی تکمیل کیلئے کہ اس جگہ بدمعاشیاں ہوتی تھیں کسی جگہ کچھ ہوتا تھا اور کسی جگہ کچھ ہوتا تھا۔تو خیر بہت بڑا محل تھا ایک دن اس محل میں ان کا کوئی خاص پروگرام تھا کہ اس میں بدمعاشیاں ہونی تھیں لوگ جمع ہوئے۔کچھ شراب پی رہے ہیں،کچھ ناچ رہے ہیں،کوئی بدمعاشی کر رہے تھے جس طرح آج کل لوگ بسنت کا تہوار مناتے ہیں جو کہ خالص ہندوؤں کی رسم ہے تو یہ ہندوؤں کی رسمیں بھی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتے ہیں اور پھر اخبارات میں اس کے جواز پر دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ یہ ہماری خوشی کا دن ہے۔بھئی سوال یہ ہے کہ تم خوشی کافروں کے طریقے کے مطابق کیوں مناتے ہو؟ منانی بھی ہے تو مسلمانوں کے طریقے کے مطابق مناؤ یہ جو تم لاکھوں کروڑوں روپے ڈور اور پتنگ پر ضائع کرتے ہو میں کہتا ہوں کہ اس سے تو پانچ سات مدارس قائم ہو سکتے ہیں۔آج وعدہ کرو کہ ہم نہ پتنگ اڑائیں گے اور نہ اڑانے دیں گے بچوں کے شور سے مت گھبراؤ بلکہ ان کی ذہن سازی کرو اور یہ سب سے بڑا فریضہ عورتوں کا ہے اگر عورتیں مضبوط ہو جائیں اور بچوں کے سامنے کمزوری نہ دکھائیں تو ان شاء اللہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ہندوؤں کی رسمیں منا کر تم کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟ یہ فضول خرچی ہے اور فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ''بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔'' پیسے دیکر اولاد کو شیطانوں کا بھائی بناتے ہیں بڑی نادانی کی بات ہے۔تو ایسا ہی ان کا

اجتماعی پروگرام تھا وہ اپنی خوشیوں میں لگے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت مکان گر او ہ سب تباہ ہو گئے اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ تحقیق تدبیر کی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گذرے ہیں تدبیریں کیں حق کے خلاف فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ پس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا ان کی عمارت پر مِنَ الْقَوَاعِدِ بنیادوں سے فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ پس گر پڑی ان پر چھت ان کے اوپر سے۔ ان کو وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ اتنا مضبوط محل کبھی گرے گا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ گرا اور سب کے سب تباہ ہو گئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا مشکل ہے۔ تم پڑھ چکے ہو کہ صالح علیہ السلام کی قوم نے بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر مکان بنائے تا کہ زلزلوں سے تباہ نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلے لوگ زلزلوں سے تباہ ہوئے تھے کہ زلزلہ آتا تھا دیوار الگ اور چھت الگ ہو جاتی تھی اور ہم ایک ہی چٹان میں سب کچھ بنائیں گے تو کیا چرے گا، کیا دراڑیں پڑیں گی اور کیا الگ ہوگا مگر جب رب تعالیٰ کا عذاب آیا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی چیخ ماری اور ساتھ زلزلہ آیا ایک شخص بھی ان میں سے زندہ نہ رہا مکان تو ان کے اب تک کھڑے ہیں مگر مکین کوئی نہیں ہے وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ اور آیا ان پر عذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ جہاں سے شعور بھی نہیں رکھتے تھے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اتنی مضبوط عمارت گرے گی یہ تو دنیا کی سزا تھی ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ پھر قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ قیامت کا عذاب علیحدہ ہے وَيَقُوْلُ اور کہے گا رب تعالیٰ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ کہاں ہیں میرے وہ شریک کہ تھے تم جھگڑا کرتے ان کے بارے میں اہل حق کیساتھ اور کہتے تھے یہ ہمارے کارساز ہیں مشکل کشا ہیں ان کو ذرا میدان میں لاؤ کہ پتہ چلے کہ ان میں الٰہ ہونے کی کونسی صفت ہے؟

مشرک تو خاموش رہیں گے قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کہیں گے وہ لوگ جن کو علم دیا گیا اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ بیشک رسوائی آج کے دن وَالسُّوْٓءَ اور برائی عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر ہے۔ مشرک تو خاموش رہیں گے اہل حق بولیں گے جن میں پیغمبر ہونگے، صحابہؓ ہونگے، اولیاء اللہ ہونگے یہ کہیں گے کہ آج کے دن رسوائی کافروں پر پڑے گی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ دوسروں کو شریک بنایا اور ان سے حاجتیں مانگتے تھے وہ آج ذلیل ہونگے۔ یہ ذلیل ہونے والے کون ہیں؟ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وہ لوگ ہیں جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

فرشتے کے جان نکالنے کا منظر :

جب فرشتے جان نکالنے کیلئے آتے ہیں تو بڑا عجیب منظر ہوتا ہے مرنے والے کو سب کچھ نظر آتا ہے اور کسی کو کچھ نظر نہیں آتا ملک الموت سامنے ہوتا ہے اور اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتوں کی لائن ہوتی ہے یہ کسی کو نظر نہیں آتے، نہ مرنے والے کے والد کو، نہ ماں کو، نہ حکیم کو، نہ ڈاکٹر کو، نہ عزیز رشتہ داروں کو، مرنے والے کو نظر آتے ہیں۔ مرنے والا اگر کافر ہے تو اس کو فرشتہ کہتا ہے اپنی جان ہمارے حوالے کر و رب تعالیٰ تجھ سے ناراض ہے وہ منتیں کرنے لگ جاتا ہے لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [منافقون: ۱۰] ''اے میرے رب کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے۔'' اور قانون یہ ہے وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز مؤخر نہیں کرتا کسی جان کو جب اسکی موت کا وعدہ آگیا'' ایک لحہ کی بھی مہلت نہیں ملتی پھر اس کی روح بدن میں چھپتی ہے اور فرشتے اس کی پٹائی کرکے روح نکالتے ہیں بدبودار ٹاٹ اور کفن ہوتے ہیں ان میں لپیٹتے ہیں اور

اسکوآسمان تک پہنچاتے ہیں تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ [اعراف:۴۰] ''نہیں کھولے جائیں گے ان کیلئے آسمان کے دروازے۔'' آسمان والے فرشتے کہتے ہیں یہ بدبو کہاں سے لائے ہو ان مرداروں کو واپس لے جاؤ۔ پھر ساتویں زمین کے نیچے تجّین ایک مقام ہے وہ دفتر ہے برے لوگوں کا تو وہاں لے جا کر اس کا اندراج کیا جاتا ہے۔ تو فرمایا فرشتے جب جان نکالتے ہیں تو وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں فَاَلْقَوُا السَّلَمَ پس ڈالیں گے وہ صلح کی بات کہتے ہیں مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْءٍ نہیں تھے ہم کرتے کوئی برائی۔ اور سورت انعام آیت نمبر ۲۳ میں ہے مشرک کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ''قسم ہے اللہ کی ہے جو ہمارا پروردگار ہے نہیں ہم شرک کرنے والوں میں سے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ ''دیکھو کیسے جھوٹ بول رہے ہیں اپنی جانوں پر۔''

مشرک سے بڑھ کر کوئی بے حیا نہیں :

مشرک ایسا بے حیا ہے کہ قیامت والے دن سچے رب کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے گا۔ وہ قیامت والا دن کہ جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا جواب ملے گا بَلٰى کیوں نہیں بُرے کام کرتے رہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے تھے۔ ساری زندگی تمہاری برائی میں گزری، گناہوں میں گذری، رب تعالیٰ کی نافرمانی میں گذری اور اب کہتے ہو کہ ہم نے کوئی برائی نہیں کی۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے سامنے ہے اب اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا فَادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ پس داخل ہو جاؤ تم جہنم کے دروازوں میں۔ جس وقت میت کو قبر میں پہنچایا جاتا ہے اور منکر نکیر سوال جواب کرتے ہیں اور اس کا انجام اس کے سامنے

ہوتا ہے تو شور کرتا ہے پھر اس پر فرشتے مسلط کئے جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ فرشتے آنکھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے ہوتے ہیں اور ان کو ایسے ہتھوڑے دیئے جاتے ہیں کہ اگر ایک ہتھوڑا دنیا کے کسی پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے اگر قبر والے کو مارنا مقصود ہو تو ایک ہتھوڑا ہی کافی ہے مگر وہ سزا کون بھگتے گا تو اس ہتھوڑے کیساتھ وہ فرشتے اسکو مارتے ہیں اور اندھے ہوتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ کہاں لگ رہی ہے اور بہرے ہوتے ہیں چیخ پکار بھی نہیں سنتے اور اللہ تعالیٰ بچائے ننانوے ننانوے اژدھا بعض مجرموں کو چمٹے ہونگے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر ایک اژدھا یہاں سانس لے لے تو ساری سبز چیزیں خشک ہو جائیں فرشتوں کی پٹائی علیحدہ ہے۔ خچر کے برابر بچھو ہونگے اگر ایک ڈنگ ماریں تو ساری عمر اس کی جلن ختم نہ ہو۔ آگ کا عذاب علیحدہ ہوگا وہاں واویلا کام نہیں آئے گا اب کرلو جو کچھ کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے سمجھ دی ہے جو کام کرنے والے ہیں کرو اور جو چھوڑنے والے ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ تو کافروں کو حکم ہوگا داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ہمیشہ رہیں گے اس دوزخ میں فَلَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ پس البتہ برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔ جو حق کو ٹھکراتے تھے ان کا یہ ٹھکانہ ہے۔ کل انشاء اللہ مومنوں کی وفات کا ذکر آئے گا۔

❁ ❁ ❁

وَقِيْلَ

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ
تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا
الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾
فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

وَقِيْلَ اور کہا گیا لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو اتَّقَوْا جو رب سے ڈرتے رہے مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ کیا کچھ نازل کیا ہے تمہارے پروردگار نے قَالُوْا خَيْرًا وہ کہتے ہیں خیر نازل کی ہے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے اَحْسَنُوْا جنہوں نے نیکی کی فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا کی زندگی میں حَسَنَةٌ بھلائی ہے وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا گھر خَيْرٌ بہت ہی بہتر ہے وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ اور البتہ اچھا ہے گھر پرہیزگاروں کا جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ باغات ہیں ہمیشہ کے يَدْخُلُوْنَهَا داخل

ہونگے وہ ان میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُوْنَ ان کیلئے ہوگا جنتوں میں جو وہ چاہیں گے کَذٰلِكَ اسی طرح يَجْزِى اللّٰهُ بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ الْمُتَّقِيْنَ پرہیز گاروں کو اَلَّذِيْنَ وہ متقین تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے طَيِّبِيْنَ اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں يَقُوْلُوْنَ وہ فرشتے کہتے ہیں سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ سلام ہو تم پر اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ داخل ہو جاؤ جنت میں بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بسبب اس کے جو تم اچھے عمل کرتے تھے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں انتظار کرتے یہ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ یا آئے تیرے رب کا کوئی حکم كَذٰلِكَ اسی طرح فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے فَاَصَابَهُمْ پس پہنچی ان کو سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وہ برائیاں جو انہوں نے کی تھیں وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لیا ان کو مَّا اس چیز نے كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ تھے وہ جس کیساتھ مذاق کرتے۔

اس سے پہلے رکوع میں تھا کہ جب متکبرین سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ یعنی جب کوئی سورتیں اور آیات نازل ہوتیں اور یہ سنتے اور پھر ان سے پوچھا جاتا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ تو کہتے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کی کہانیاں نازل کی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی قدر و منزلت گھٹانے کیلئے کہتے تھے پہلے

لوگوں کی کہانیاں ہیں قصے ہیں اور کیا ہے۔

متقیوں کا اعتقاد قرآن کے بارے میں :

ان کے مقابلے میں جب متقیوں سے یہی سوال کیا جاتا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں، اس کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقِیْلَ اور کہا گیا لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ان لوگوں سے جو رب سے ڈرتے ہیں ان سے پوچھا گیا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے قَالُوْا خَیْرًا وہ کہتے ہیں خیر نازل کی ہے۔ جو نازل کیا ہے وہ بہت ہی بہتر ہے۔ متکبرین نے تو کہا کہ قصے کہانیاں ہیں اور اللہ کے بندوں نے کہا بہت بہتر نازل کیا ہے۔ فرمایا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ اس دنیا کی زندگی میں بھلائی ہوگی یعنی ان کی دنیا کی زندگی ایسی پاکیزہ ہوگی کہ نیکیاں کریں گے گناہوں سے بچیں گے ان کا جتنا وقت گذرے گا اللہ تعالیٰ کے احکامات کرنے میں گذرے گا نیکی کریں گے مزید نیکی کی توفیق ملے گی تو دنیا کی زندگی پاکیزہ اور صاف ہوگی وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ اور البتہ آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ اور البتہ اچھا ہے گھر پرہیزگاروں کا وہ گھر کونسا ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ باغات ہیں ہمیشہ کے لئے۔

جنت کی موجیں :

دنیا کے باغوں میں موسم کے مطابق پھل ہوتے ہیں موسم گیا پھل بھی گیا لیکن جنت کے باغوں کے پھل ہمیشہ ہونگے جونہی کوئی پھل توڑے گا دوسرا فوراً لگ جائے گا تو وہ پھل کبھی ختم نہیں ہوگا اور دنیا کے پھلوں کی لوگ حفاظت کرتے ہیں نگرانی کرتے ہیں روکتے ہیں وہاں کسی کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سورت واقعہ میں ہے لَا مَقْطُوْعَةٍ

وَلَا مَمْنُوْعَةٍ ''نہ وہ ختم ہونگے اور نہ کوئی رکاوٹ ہوگی۔'' نہ وہاں گرمی ہوگی نہ سردی ہو گی، نہ مکھی نہ مچھر، نہ کوئی دکھ نہ تکلیف......

؎ بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد
کسے را باکسے کارے نہ باشد

''جنت وہ جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور کسی کو کسی کیساتھ کوئی کام نہیں ہوگا۔'' کوئی کسی کا محتاج نہیں ہوگا دلوں کو رب شیشے کی طرح صاف کر دے گا کہ کسی کیخلاف بُرا جذبہ نہیں ہوگا۔ آج تو حال یہ ہے کہ والدین کے خلاف، اولاد کیخلاف، بہن بھائیوں کیخلاف بُرے جذبات ہیں بغض کینہ ہے وہاں کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں ہوگا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا [واقعہ:۲۵] ''نہیں سنیں گے اس میں کوئی بیہودہ بات اور نہ کوئی گناہ کی بات۔'' يَدْخُلُوْنَهَا داخل ہونگے وہ ان باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ جنتیوں کیلئے ہوگا ان جنتوں میں جو کچھ وہ چاہیں گے بس ارادہ اور تصور کرنے کی دیر ہوگی اور وہ چیز سامنے آ جائے گی۔ احادیث میں موجود ہے اور قرآن پاک بھی اس کی شہادت دیتا ہے کہ مثلاً ایک درخت ہے بہت بلند اور اس پر پھل لگا ہوا ہے وہ میں نے کھانا ہے تو بس یہ ارادہ کرے گا اور وہ ٹہنی فوراً جھک جائے گی قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ [سورۃ الحاقہ] کھڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں پیش آئے گی نہ درخت پر چڑھنے کی ضرورت پیش آئے گی اور اگر لیٹا ہوا ہے تو اٹھ کر بیٹھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی بلکہ پھل سامنے آ جائے گا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ جنت کیا ہوگی؟ یوں سمجھو کہ ایک چھوٹی خدائی ہوگی جیسے رب تعالیٰ کسی شے کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ فوراً ہو جاتا ہے اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ

یَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ''بیشک حکم اس کا جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں تو کہتا ہے اس کو ہو جا بس وہ چیز ہو جاتی ہے۔'' [یٰسین:۸۲]

اور جنتیوں کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ جو چاہیں گے ملے گا۔ پرندے اڑتے ہوئے نظر آئیں گے یہ خیال کریگا کہ یہ میری خوراک بن جائیں اسی وقت بھنے ہوئے پلیٹ میں سامنے ہونگے اگر اڑنے کا ارادہ کریگا فوراً اُڑ پڑے گا اگر کسی دوست کو ملنے کا ارادہ کرے گا فوراً اسکے پاس پہنچ جائے گا اور اگر یہ چاہے گا کہ وہ میرے پاس آجائے تو وہ آناً فاناً آجائیگا جو چاہیں گے ملے گا كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ اسی طرح بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو۔ پرہیزگاروں کی شان یہ ہے الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وہ پرہیزگار جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے طَيِّبِيْنَ وہ مرنے والے بڑے خوش ہوتے ہیں يَقُوْلُوْنَ فرشتے کہتے ہیں سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ سلام ہو تم پر۔

فرشتے مرنے والے کو نظر آتے ہیں :

یہاں پر ابو سعود وغیرہ تفسیروں میں لکھا ہے کہ ملک الموت جب آتا ہے تو مرنے والے کو نظر آتا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کی جنت والی کوٹھی اس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے اب یہاں جانا ہے وہاں کی راحت، آرام اور آسائش دیکھ کر وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی وہاں پہنچاؤ۔ اسی لئے احادیث میں آتا ہے کہ جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کے دفن کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ اگر نیک آدمی ہے تو راحتوں سے فائدہ اٹھائے گا اور اگر دوسری قسم کا ہے تو فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ ایک بلا ہے اسکو اپنی گردنوں سے اتارو۔ اس بلا سے تمہاری جان چھوٹ جائے۔ اور بخاری شریف کی روایت میں ہے نیک میت جب چارپائی پر پڑی ہوتی ہے تو کہتی ہے قَدِّمُوْنِيْ قَدِّمُوْنِيْ مجھے جلدی پہنچاؤ مجھے

جلدی پہنچاؤ اسکی اس بات کو ہم تم نہیں سنتے کیونکہ ہمارا ایمان، ایمان بالغیب ہے۔ اور اگر دوسری قسم کا ہے تو شور مچاتا ہے کہتا ہے اَیْنَ تَذْهَبُوْنِیْ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟

تو ملک الموت نیک آدمی کو سلام کرتا ہے اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے اور جنت کی کوٹھی دکھاتا ہے کہ یہاں تو نے جانا ہے۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ داخل ہو جاؤ جنت میں بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس لئے کہ تم نے اچھے عمل کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا :

اعمال جنت میں داخل ہونے کا سبب ہیں اور علت اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایات ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کے زور پر جنت میں نہیں جاسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل نہ ہو۔ مولانا شبیر احمد عثمانی جنہوں نے مغربی پاکستان میں جھنڈا لہرایا تھا سمجھانے کیلئے فرماتے ہیں کہ گاڑی کا انجن ہوتا ہے اس پر ڈرائیور اور دو تین اس کے معاونین ہوتے ہیں لیکن اختیار سارا ڈرائیور کے پاس ہوتا ہے وہی چلاتا ہے وہی روکتا ہے مگر ڈرائیور گاڑی اس وقت تک نہیں چلا سکتا جب تک گارڈ سبز جھنڈی نہ لہرائے۔ فرماتے ہیں عمل انجن ہے مگر جب تک رب تعالیٰ کے فضل و کرم کی رحمت کی جھنڈی نہیں لہرائی جائے گی گاڑی نہیں چلے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہوگا تو بات بنے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضرت! ہمارے اعمال تو کچھ نہیں، کیا آپ بھی اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں نہیں جائیں گے اور بارہا سن چکے ہو کہ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ امت کے سب اعمال ایک طرف اور آپ کا ایک عمل ایک طرف مقابلہ نہیں کرسکتے آپ کے اعمال بھاری ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ

بِفَضْلٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٍ میں بھی اپنے اعمال کی بنا پر نہیں جاسکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ کرلے جائے گا۔ تو اعمال سبب ہیں علت اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ تو آدمی کو جب قبر میں اتار دیا جاتا ہے تو فرشتے سوال کرتے ہیں نیک بندہ جب صحیح جواب دے دیتا ہے تو اس کے پاس ایک بڑا خوبصورت آدمی آجاتا ہے اس کے کپڑوں اور بدن سے خوشبو آرہی ہوتی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے تیرے جیسا آدمی نہیں دیکھا تم کون ہو کہاں سے آگئے ہو؟ وہ ہنس کر کہتا ہے اَمَا تَعْرِفُنِیْ کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ یہ کہتا ہے نہیں! میں نے تیرے جیسا خوبصورت کہ جس کے کپڑوں اور بدن سے خوشبو آتی ہو نہیں دیکھا۔ وہ کہتا ہے اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ میں تیرا نیک عمل ہوں اور میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ اور اگر برا آدمی ہے تو کَرِیْهُ الْمَنْظَرْ بڑا بدصورت بدبودار لباس والا آجاتا ہے اس کو دیکھ کر اسے تکلیف ہوتی ہے اور کہتا ہے تم کہاں سے آگئے ہو میں تو پہلے ہی تکلیف میں ہوں تیری وجہ سے تکلیف اور زیادہ ہوگئی ہے۔ وہ کہتا ہے تم مجھے نہیں پہچانتے میں تیرا برا عمل ہوں اور تیرے ساتھ رہوں گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بتا دیا ہے کہ کیا ہونے والا ہے آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب کچھ سامنے آجائے گا آج وقت ہے تیاری کرلو کل کچھ نہیں کرسکو گے اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ یَنْظُرُوْنَ نہیں انتظار کرتے یہ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے عذاب لے کر اَوْ یَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّكَ یا آئے تیرے رب کا کوئی حکم قیامت برپا ہوجائے یا اس سے پہلے عذاب کی کوئی اور صورت ہو حق کی بات ہم نے واضح کردی ہے اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو اور یہی ضد ہے اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔

انہوں نے بھی ضد کی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے مرضی کے معجزے مانگے ان کی منہ مانگی مرادیں سامنے آئیں مگر پھر بھی تسلیم نہ کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی بیماریاں :

حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے یہ مدین والوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے یہ بڑا مشہور شہر اور بین الاقوامی منڈی تھی ہزار ہا میل سے لوگ یہاں آتے تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی توحید سمجھائی ناپ تول میں کمی سے منع کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کو اس وقت مانیں گے کہ یہ ہمارے بت بول کر کہیں کہ شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جو کچھ بیان کرتے ہیں حق ہے رب تعالیٰ نے ان بتوں کو بلوایا اور بتوں نے کہا کہ حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ اپنے بتوں کیخلاف ہوگئے کہ تم بھی شعیب (علیہ السلام) کیساتھ مل گئے ہو۔ اب اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟ تو فرمایا اسی طرح انہوں نے بھی ضد کی جو ان سے پہلے تھے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے، ان پر عذاب نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کیساتھ کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ وہ ان کی کاروائیوں کے بدلے میں آیا ہے فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا پس پہنچی ان کو وہ برائیاں جو انہوں نے کی تھیں۔ کسی پر پتھر برسائے، کسی پر زلزلہ آیا، کسی کو پانی میں ڈبویا، کسی پر کوئی اور کسی پر کوئی عذاب آیا۔ یہ ان کے وہی عمل تھے جو انہوں نے کئے تھے وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لیا ان کو مَّا اس چیز نے كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ تھے وہ جس کیساتھ مذاق کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر دھمکی دیتے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو ورنہ تم پر

عذاب آئے گا تو کہتے فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ .

[ہود:۳۲،اعراف:۷۰]

''پس لاؤ ہمارے سامنے جس چیز کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر ہو تم سچے۔'' پھر وہی عذاب ان پر آیا اور دنیا میں بھی برباد ہوئے اور آخرت میں بھی برباد۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے اور گناہوں سے بھی بچائے اور نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے اَشْرَكُوْا جنہوں نے شرک کیا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا عَبَدْنَا ہم نہ عبادت کرتے مِنْ دُوْنِهٖ اس کے علاوہ مِنْ شَيْءٍ کسی چیز کی نَحْنُ ہم بھی وَلَآ اٰبَآؤُنَا اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا اور نہ ہم حرام کرتے مِنْ دُوْنِهٖ اس کے علاوہ مِنْ شَيْءٍ کسی چیز کو كَذٰلِكَ اسی طرح فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے

تھے فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ پس نہیں ہے رسولوں کے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ مگر بات پہنچانا ہے کھول کر وَلَقَدْ بَعَثْنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا ہر امت میں رسول اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ یہ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ اور بچو تم طاغوت سے فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ پس ان میں سے وہ بھی تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ اور ان میں سے وہ بھی تھے جن پر گمراہی لازم ہو چکی فَسِيْرُوْا پس سیر کرو فِي الْاَرْضِ زمین میں فَانْظُرُوْا پس دیکھو كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ کیسے انجام ہوا ان لوگوں کا جو جھٹلانے والے تھے اِنْ تَحْرِصْ اگر آپ حرص کریں عَلٰى هُدٰىهُمْ ان کی ہدایت پر فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا مَنْ يُّضِلُّ جس کو گمراہ کرتا ہے وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے ان کیلئے کوئی مددگار وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں بِاللّٰهِ اللہ کے نام کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی مضبوط قسمیں لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نہیں کھڑا کریگا مَنْ يَّمُوْتُ اسکو جو مر گیا بَلٰى کیوں نہیں کھڑا کرے گا وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وعدہ ہے رب کے ذمے سچا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے لِيُبَيِّنَ تاکہ بیان کرے لَهُمُ ان کیلئے الَّذِيْ وہ چیز يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ کہ بیشک وہ جھوٹے تھے اِنَّمَا پختہ بات ہے

قَوْلُنَا ہماری بات لِشَیْءٍ کسی چیز کے بارے میں اِذَآ اَرَدْنٰہُ جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس کا اَنْ نَّقُوْلَ یہ کہ ہم کہتے ہیں لَہٗ اس کو کُنْ ہو جا فَیَکُوْنُ پس وہ ہو جاتی ہے۔

شرک کے جواز پر مشرکین کا شوشہ :

مشرکوں نے اپنے شرک کے جواز پر یہ شوشہ چھوڑا وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے شرک کیا لَوْشَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم نہ عبادت کرتے اس کے علاوہ کسی چیز کی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں اس سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے روکا کیوں نہیں ہے اور اس کا نہ روکنا اس کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح مشرکوں نے بعض جانوروں کو اپنی مرضی سے حلال اور بعض کو حرام کر رکھا تھا جس کی تردید اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارے میں فرمائی ہے مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ ''نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ۔'' بخاری شریف میں رئیس التابعین حضرت سعید بن مسیب بحیرہ کی تعریف کرتے ہیں کہ بحیرہ اس مادہ جانور کو کہتے ہیں کہ مشرکین جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے کہ اس کا دودھ کوئی شخص استعمال نہیں کر سکتا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا اور سَآئِبَہ اس جانور کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے۔ جیسے گوجرانوالہ میں ایسی گائیں پھرتی ہیں جن کا کوئی مالک نہیں ہے۔ وہ مشرک قسم کے لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں اور جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ ان کو مت چھیڑو نقصان ہوگا۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام پر تقرب کیلئے کوئی بھی کام کرنا حرام ہے۔ اور وَصِیْلَۃ، یہ بھی مشرکین کی اپنی اختراع تھی۔ وَصِیْلَۃ

اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مسلسل مادہ بچے جنے اور درمیان میں کوئی نر بچہ نہ جنا ہو اس کو لات منات یا کسی بڑے بت کے نام پر وقف کر دیتے تھے پھر نہ اس کا دودھ پیتے تھے اور نہ کوئی اور کام اس سے لیتے تھے۔ اور حام اس نر کو کہتے تھے جس نے چند مرتبہ جفتی کر لی ہو بس وہ بھی غیر اللہ کے نام پر وقف ہو جاتا تھا۔ یہ سب کافروں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہوا تھا تو کہتے تھے کہ اگر یہ ناجائز ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں روکتا کیوں نہیں یہ ان کا شوشہ تھا۔ اب بات سمجھیں۔

منع کے دو طریقے :

روکنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے برائی کی طاقت سلب کر لیتے جیسے معصوم فرشتے ہیں کہ ان میں برائی کی طاقت ہی نہیں ہے تو پھر وہ انسان تو نہ ہوتے فرشتے ہوتے کیونکہ انسان اور جنات میں اللہ تعالیٰ نے نیکی بدی کی دونوں قوتیں رکھی ہیں فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا [سورۃ الشمس] "پس الہام کر دیا اس نفس کو اس کی نیکی اور بدی کا۔" اور دونوں راستے بھی بتا دیئے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ [سورۃ البلد] "اور ہم نے راہنمائی کر دی انسان کو دونوں راستوں کی" کہ یہ راستہ خیر کا ہے اور یہ راستہ شر کا ہے جس پر تم چلو گے اس پر چلنے کی ہم تمہیں توفیق دے دیں گے۔ اب جس راستے پر کوئی چلنا چاہے چلے اس کے مطابق انجام ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح نہیں روکا۔ اور روکنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پیغمبروں کو بھیجتا اور وہ منع کرتے کہ غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے اور اپنی مرضی سے کسی شے کو حلال اور حرام ٹھہرانا جائز نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور ان کے ذریعے ان کو شرک سے روکا برائی سے روکا پھر یہ کس طرح کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے اعلان

کروایا اُعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود مشکل کشا نہیں ہے۔'' تو کہتے ہیں نَحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا ہم بھی اور نہ ہمارے باپ دادا غیر اللہ کی عبادت کرتے وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ اور نہ ہم حرام کرتے اس کے حکم کے علاوہ کسی شے کو، وہ خود کراتا ہے اور ہم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے اجمالی جواب دیا کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ وہ بھی کہتے تھے کہ ہم شرک اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کرتے ہیں اگر رب چاہتا تو نہ کرتے۔ آگے تفصیل ہے۔ فرمایا فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ پس نہیں ہے رسولوں کے ذمے مگر بات پہنچانا کھول کر۔ اگر رب راضی ہوتا تو پیغمبر کیوں بھیجتا؟ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ تم شرک نہ کرو کفر نہ کرو برائی نہ کرو رب تعالیٰ نے تو پیغمبر بھیج کر منع کیا ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول۔ ان رسولوں کا سبق یہاں سے شروع ہوا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ یہ کہ تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور طاغوت سے بچو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تو منع کیا ہے پیغمبر بھیجے کتابیں نازل کیں عقل سلیم عطا فرمائی مگر دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا باطل سے باطل چیز کیلئے بھی کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک مشہور کہاوت ہے کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔ پدّی چھوٹا سا جانور ہے چڑی کی طرح، یہ روڑی پر بیٹھا اس کی ٹانگ دھاگوں کیساتھ الجھ گئی، اُڑتی پھڑ پھڑا کر گر جاتی بڑا زور لگایا لیکن خلاصی نہ ہوئی دھاگہ مضبوط تھا اور نیچے کی مضبوط شے کیساتھ اڑا ہوا تھا وہ نہ ٹوٹا۔ کوے نے پوچھا خالہ کیا بات ہے مقصد یہ تھا کہ کہے گی میں پھنسی ہوئی ہوں میں دھاگے کاٹ کے چھڑا دونگا، مگر پدی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں۔ بھئی ٹانگ تو دھاگے سے چھڑا نہیں سکتی زمین کیسے تول رہی ہے؟ مگر

دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا اپنی غلط سے غلط بات پر بھی کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے تو تمہیں پیغمبروں کے ذریعے کفر شرک سے منع کیا ہے، جادو ٹونے سے منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ شیطان کی بات نہ مانو، برائیاں نہ کرو، شراب نہ پیو، بدمعاشی نہ کرو فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللّٰهُ پس ان میں سے وہ بھی تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ ہدایت کن کو دی؟ تم تیرہویں پارے میں پڑھ چکے ہو وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ اور ان میں سے وہ بھی تھے جن پر گمراہی لازم ہو چکی اور گمراہی کن پر لازم کرتا ہے؟ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ [مومن: ۷۴] "گمراہ کرتا ہے کافروں کو جو کفر پر ضد کرتے ہیں۔" فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ پس سیر کرو تم زمین میں فَانْظُرُوْا پس دیکھو كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ کیسے انجام ہوا ان لوگوں کا جو جھٹلانے والے تھے رب کی توحید کو، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو، کیا حشر ہوا ان کا۔ سیر و سیاحت اس ارادے سے کرنی ہے کہ مجرم قوموں کے حالات دیکھنے ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں کہ رب نے پہاڑ کیسے پیدا فرمائے، دریا پیدا کئے، نہریں چلائیں، درخت کیسے کیسے پیدا فرمائے۔ اس ارادے سے سیاحت کرو گے تو جو خرچ کرو گے اس پر ثواب ملے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں۔

طالب حق اور غیر طالب حق کا حال :

آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰهُمْ اگر آپ حرص کریں ان کی ہدایت پر فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ پس بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور گمراہ اس کو کرتا ہے جو کفر پر مصر ہو، اڑا ہوا ہو اور ہدایت کا طالب نہ ہو۔ میں نے بات سمجھانے کیلئے کئی دفعہ عرض کیا ہے کہ ٹونٹی ہے، اگر

برتن کا منہ پانی کی طرف کریگا تو اس میں پانی پڑے گا چھوٹا برتن جلدی بھر جائے گا بڑا دیر کیساتھ بھر جائے گا۔ اگر کوئی شخص جگ گلاس مٹکا کوئی بھی برتن نلکے ٹونٹی کے نیچے الٹا کر کے رکھ دے تو وہ سارا دن بھی چلتا رہے تو برتن میں پانی نہیں آئے گا۔ یہی حال حق کو طلب کرنے والے اور نہ طلب کرنے والے کا ہے۔ جس کے دل میں طلب نہیں ہے اس نے اپنا برتن الٹا کیا ہوا ہے اس پر ٹیوب ویل بھی چلتا رہے تو اس کو کچھ حاصل نہیں ہوگا اور طلب نہ ہو تو رب زبردستی ہدایت کسی کو نہیں دیتا وَمَا لَهُمْ مِنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے ان کیلئے کوئی مددگار۔ آگے ان مشرکوں کا ذکر ہے جو قیامت کے منکر تھے ایسے مشرک بھی تھے جو قیامت کے قائل تھے باوجود کافر ہونے کے۔

منکرین قیامت :

مشرکین عرب کی اکثریت قیامت کی منکر تھی بلکہ دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرتے تھے۔ سورت ق آیت نمبر ۳ میں ہے فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ "پس کہا کافروں۔ نے هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ عجیب شے ہے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔" اور سورۃ مومنون آیت نمبر ۲۶ میں ہے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ "بعید ہے یہ بات بعید ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔" پھر کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین:۷۸] "کون زندہ کریگا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہونگی۔" اس طرح کے شوشے چھوڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ کے نام کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی مضبوط قسمیں، زوردار الفاظ کیساتھ قسمیں اٹھاتے تھے لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ اللہ تعالیٰ نہیں کھڑا کریگا اسکو جو مر گیا یعنی دوبارہ زندہ نہیں کریگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان

کی بات کا رد فرمایا بلیٰ کیوں نہیں کھڑا کرے گا وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وعدہ ہے رب کے ذمے سچا۔ تم کہتے ہو جو مر گیا دوبارہ نہیں اٹھایا جائیگا غلط کہتے ہو رب کا وعدہ ہے قیامت ضرور آئے گی جو ریزہ ریزہ ہو چکے ہونگے ان میں بھی جان پڑے گی اور جسطرح اب ہے اسی طرح دوبارہ انسان بنا کر کھڑا کر دیگا۔ بخاری وغیرہ میں روایت ہے ایک بندہ گنہگار کلمہ پڑھنے والا مرتے وقت اس کے دل میں خیال آیا میں بڑا گنہگار رہوں زندگی میں کوئی نیکی تو کی نہیں ہے۔ انسانی شکل میں رب کے سامنے پیش ہوا تو رب تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ اولاد کو اکٹھا کیا اور کہا کہ پہلے قسم اٹھاؤ کہ اس پر عمل کرو گے پھر بات بتلاؤں گا۔ انہوں نے کہا ابا جی! آپ بات کریں کہا نہیں! پہلے قسم اٹھاؤ پھر بات بتلاؤں گا، سب سے قسم لی اس کے بعد کہنے لگا کہ میں جب مر جاؤں تو بہت سارا ایندھن اکٹھا کر کے مجھے جلا دینا اور میری کچھ راکھ کو اڑا دینا اور کچھ کو سمندر میں پھینک دینا۔ بیٹے ایک دوسرے کے منہ کو دیکھنے لگے کہ والد صاحب نے ہمیں کس مصیبت میں ڈال دیا ہے مثلاً دیکھو ہمارے علاقے میں جلانے کی تو عادت نہیں ہے ہندو سکھ جلاتے ہیں مسلمان تو نہیں جلاتے اس لئے بیٹے پریشان ہوئے۔ خیر وہ فوت ہو گیا اولاد نے باپ کی وصیت پر عمل کیا راکھ کو پیس کر کچھ ہوا میں اڑا دی اور کچھ سمندر میں ڈال دی اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو، سمندر کو حکم دیا کہ ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اس کی راکھ کو اکٹھا کر کے انسان بنایا اور فرمایا کہ اے میرے بندے! تو نے یہ کاروائی کیوں کی؟ حالانکہ رب تعالیٰ کو تو سارا علم تھا۔ اس نے کہا اے پروردگار! میں نے انسانوں والا کام تو کوئی کیا نہیں تھا میں نے یہ تیرے ڈر کی وجہ سے کیا کہ رب کے سامنے انسان ہو کر نہ پیش ہوں شاید رب مجھے معاف کر دے۔ فرمایا جاؤ میں نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی کام مشکل نہیں

ہے۔تو فرمایا بَلٰی کیوں نہیں دوبارہ کھڑا کروں گا رب کا وعدہ سچا ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثریت لوگوں کی نہیں جانتی۔

وقوع قیامت کی وجہ :

اب سوال یہ ہے کہ قیامت کیوں قائم ہوگی، دوبارہ کیوں اٹھائے جائیں گے؟ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں لِیُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ تاکہ بیان کرے ان کے سامنے وہ چیز جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔دنیا میں بہت سی چیزوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں عملی طور پر حق و باطل واضح نہیں ہوتا دلائل کے اعتبار سے اگرچہ حق واضح ہے۔تو قیامت والے دن عملی طور پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ توحید کا انجام کیا ہے؟ اور شرک کا انجام کیا ہے؟ اگر قیامت نہ ہو تو پھر حق اور باطل خلط ملط رہیں گے اور کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا اس لئے قیامت کا قائم ہونا ضروری ہے وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جو کافر ہیں اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰذِبِیْنَ کہ بیشک وہ جھوٹے تھے۔اگر قیامت قائم نہ ہو تو عملی طور پر جھوٹے سچے کا پتہ نہ چلا۔فرمایا اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ بیشک ہماری بات کسی چیز کے بارے میں اِذَآ اَرَدْنٰهُ جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس کا اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ یہ کہ ہم اسکو کہتے ہیں ہوجا فَیَکُوْنُ پس وہ ہوجاتی ہے۔لہذا ہمارے لئے قیامت برپا کرنا کونسی مشکل بات ہے۔لہٰذا قیامت ضرور آئے گی اور نیکی بدی کا بدلہ ضرور ملے گا۔

❁ ❁ ❁

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ هَاجَرُوْا جنہوں نے ہجرت کی فِي اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور ٹھکانہ دیں گے ان کو فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً دنیا میں اچھا وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اور آخرت کا اجر اَكْبَرُ بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں وَمَاۤ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مردوں کو نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ ہم وحی بھیجتے رہے ان کی طرف

فَسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ پس پوچھو تم اہل علم سے اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم نہیں جانتے بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ واضح دلائل کیساتھ اور صحیفوں کیساتھ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ اور نازل کی ہم نے آپ کی طرف نصیحت والی کتاب لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ تاکہ آپ بیان کریں لوگوں کیلئے مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ جو ان کی طرف نازل کی گئی وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ اور تاکہ وہ غور و فکر کریں اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ کیا پس امن میں ہیں وہ لوگ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ جو تدبیر کرتے ہیں برائیوں کی اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ یہ کہ دھنسا دے انکو اللہ تعالیٰ اَلْاَرْضَ زمین میں اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ یا آئے ان پر عذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ جہاں سے شعور بھی نہ رکھتے ہوں اَوْ يَاْخُذَهُمْ یا پکڑے ان کو اللہ تعالیٰ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ چلنے پھرنے میں فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ پس نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے اَوْ يَاْخُذَهُمْ یا پکڑے ان کو عَلٰى تَخَوُّفٍ ڈراتے ہوئے فَاِنَّ رَبَّكُمْ پس بیشک تمہارا رب لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ البتہ بڑی شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے رکوع میں کافروں کا ذکر تھا۔ اور تکبر کیا حق کو ٹھکرایا اور حق والوں پر ظلم کیا۔ اب مظلوموں کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی فِي اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً البتہ ہم ضرور ٹھکانہ دیں گے ان کو دنیا میں اچھا وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے۔ مکی زندگی میں کافروں نے مسلمانوں پر بہت

ظلم کیا زیادتی کی یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے پھر حبشہ سے مدینہ منورہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان مظلوموں کیساتھ وعدہ کیا کہ وہ ضرور ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دے گا۔ چنانچہ ان مظلوموں کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں ٹھکانہ دیا۔ اِس وقت بھی دنیا میں تین کروڑ کے قریب مہاجر موجود ہیں جو اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور ان میں زیادہ تر مسلمان ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں افغانی پاکستان میں موجود ہیں جو روس کے مظالم سے تنگ ہو کر آئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے تکالیف برداشت کرتا ہے رب تعالیٰ اس کی محنت کو ضائع نہیں کرتا لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ جان لیں کہ جو رب تعالیٰ کی رضا کیلئے تکلیفیں اٹھاتا ہے اس کیلئے آخرت میں ہمیشہ کیلئے راحت ہے اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا کافروں کے ظلم پر اور ایمان پر ڈٹے رہے، تکلیفیں برداشت کیں اور حق کو نہ چھوڑا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں کہ ان کا اعتماد صرف رب تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

توکل کا معنٰی :

توکل کا معنٰی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ظاہری اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ رب پر چھوڑ دینے کا نام توکل ہے۔ اور ظاہری اسباب کو اختیار نہ کرنے کا نام تَعَطُّلْ ہے۔ حقیقتاً تو ہر کام رب تعالیٰ نے کرنا ہے لیکن ظاہری اسباب کو اختیار کرنے کا بھی حکم ہے۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ مہمان سے پوچھتے تھے تو کس کا مہمان ہے؟ چنانچہ آپ ﷺ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے اپنا نام بتلایا اور یہ کہ میں فلاں جگہ سے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کس کا مہمان ہے؟ اس نے کہا کہ میں آپ کا مہمان ہوں۔ فرمایا اکیلے ہو یا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ کہنے لگا میں اکیلا

ہوں۔ سوار ہو یا پیدل ہو؟ کہنے لگا میں اونٹنی پر سوار ہو کر آیا ہوں۔ فرمایا تیری اونٹنی کہاں ہے؟ کہنے لگا اس کو میں نے رب کے توکل پر چھوڑ دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قَیِّدْهَا وَتَوَکَّلْ ''اس کے پاؤں باندھو پھر توکل کرو۔'' مولانا رومؒ فرماتے ہیں

برتوکل زانوئے اُشتر بہ بند

گفت پیغمبر بآواز بلند

''آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا (تاکہ سب حاضرین سن لیں) کہ اپنی اونٹنی کے پاؤں باندھ پھر رب پر بھروسہ کر۔''

پیغمبر کے مرد ہونے کی حکمتیں :

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مگر مردوں کو ہم وحی بھیجتے رہے ان کی طرف۔ حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تک جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سب مرد تھے عورت کوئی نبی نہیں بنی۔ حکمت کا تقاضا ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ پیغمبر نے ہر نیک اور بد کے پاس جانا ہے، رات کو بھی جانا ہے دن کو بھی۔ عورت کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ہر نیک اور بد کے پاس جائے رات کو پہنچے دن کو پہنچے عورت کے جسم کی رب نے ساخت ایسی بنائی ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتی پھر جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں وہ اپنی اپنی قوموں میں چنے ہوئے لوگ تھے حسن و جمال کے لحاظ سے ڈول ڈیل کے اعتبار سے، اگر عورت نبی بنتی تو وہ بھی چنی ہوئی ہوتی تو پھر غلط کار لوگ اس وجہ سے اس کے پیچھے پڑ جاتے نبی کی صداقت تو ظاہر نہ ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں مرد ہی بھیجے ہیں۔ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ پس تم سوال کرو پوچھ لو اہل علم سے اگر تم خود نہیں جانتے۔

دیکھو قرآن پاک کی یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اگر آدمی کو خود علم نہ ہو کسی چیز کا تو دوسرے سے پوچھ لے۔ اگر خود بھی علم نہ ہو اور دوسرے سے بھی نہ پوچھے تو کیا کرے؟

مولانا نذیر حسین مرحوم کی تردید تقلید اور اسکی شرعی حیثیت :

غیر مقلدین حضرات کے ایک بزرگ گزرے ہیں مولانا نذیر حسین صاحب مرحوم انہوں نے کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے معیار حق۔ اپنے خیال کے مطابق انہوں نے اس میں تقلید کی تردید کی ہے لیکن پھر بھی اس آیت کریمہ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ جب آدمی کو خود علم نہ ہو تو وہ شرعی طور پر پابند ہے کہ پوچھے اور اس کا مکلف نہیں کہ سب علماء سے پوچھے ایک عالم سے پوچھ لے تو فریضہ ادا ہو جاتا ہے اور میں نے اپنی کتاب ''الکلام المفید'' میں لکھا ہے کہ اسی کا نام تو تقلید شخصی ہے۔ تقلید شخصی کا معنٰی ہے ایک کی بات پر اعتماد کر کے اس کو تسلیم کر لے۔ اس سلسلے میں آج کل اس فرقے نے بڑا غلو کیا ہوا ہے حالانکہ تقلید سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ تقلید کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت نہیں ہے تو ایسے مسئلہ میں ائمہ کرام میں سے کسی امام کی بات کو تسلیم کر لینا تقلید ہے اور اماموں کا علم بھی زیادہ ہے اور تقویٰ اور ورع بھی زیادہ ہے اور اس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے کیونکہ بے علم نے صاحب علم سے ہی پوچھنا ہے اور یہاں ایک ضروری بات بھی سمجھ لیں وہ یہ کہ یہ حضرات عوام کو مغالطے میں ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے امام کو نبی کی گدی پر بٹھا دیا ہے یہ بالکل غلط بیانی کرتے ہیں کوئی مُقلِّد بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ جبکہ نبی معصوم ہوتا ہے نبی کی گدی پر تو تب بٹھائیں کہ ہم امام کو معصوم سمجھیں۔ حاشا وکلا حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی کوئی بھی اپنے امام کو معصوم نہیں سمجھتا مجتہد سمجھتے ہیں اور مجتہد سے خطا بھی ہو جائے تو حدیث صحیح میں ہے کہ اس پر کوئی

گرفت نہیں ہے۔تو غیر منصوص مسائل میں تقلید کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے قرآن کریم کا حکم ہے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔ اور سب علماء سے پوچھنے کا کوئی پابند نہیں ہے کہ پاکستان، ہندوستان، عرب، غیر عرب کے تمام علماء سے پوچھے اس کی ضرورت نہیں ہے بس ایک عالم سے پوچھ لے کافی ہے اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔ قیامت والے دن دوخیوں سے پوچھا جائے گا تم دوزخ میں کیوں آئے ہو؟ تو وہ کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ [الملک: ۱۰] ''اگر ہم سنتے یا ہم سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔'' اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں......

''دوزخ سے چھٹکارے کیلئے دو سبب ہیں ایک تقلید اور ایک تحقیق۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔''

تو دوزخی کہیں گے ہمیں خود بھی تحقیق نہیں تھی اور دوسروں کی بات بھی تسلیم نہیں کی۔ لہذا بندہ اگر خود نہیں جانتا تو وہ اس بات کا مکلف ہے کہ کسی عالم سے پوچھے تو فرمایا ہم نے پیغمبر بھیجے بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ واضح دلائل اور معجزات کیساتھ اور صحیفوں کیساتھ۔ زُبُرْ زَبُوْرٌ کی جمع ہے۔ زبور کا معنٰی ہے کتاب اور جسطرح ہم نے پہلے پیغمبروں کو کتابیں اور صحیفے اور واضح دلائل دیئے۔

تعلیم و تعلّم کی ضرورت :

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ اور نازل کی ہم نے آپ کی طرف نصیحت والی کتاب لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ تاکہ آپ بیان کریں لوگوں کیلئے مَا وہ چیز نُزِّلَ اِلَيْهِمْ جو نازل کی گئی ان کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک جو ہم نے آپ پر نازل کیا اس سے آپ لوگوں کو

سمجھائیں۔ صحابہ کرامؓ باوجودیکہ عربی تھے اور قرآن کریم بھی عربی زبان میں تھا۔ پھر بھی بعض آیات کا مفہوم سمجھنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ قرآن پاک کی ایک آیت کا حصہ ہے مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ [النساء: ۱۲۳] ''جو شخص برا عمل کرے گا اس کو بدلہ دیا جائے گا۔'' اس آیت کا مطلب حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی نہ سمجھے حالانکہ وہ تمام صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ تو ہم میں سے کون معصوم ہے، کوئی نہ کوئی خطا تو ہم سے ہوتی رہتی ہے پھر تو کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ انہوں نے یُجْزَ بِہٖ کا مفہوم یہ سمجھا کہ قبر میں عذاب ہوگا، دوزخ میں عذاب ہوگا۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم یہ سمجھے ہو کہ قبر کا عذاب ہوگا، دوزخ کا عذاب ہوگا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ آدمی کو جو بدنی تکلیفیں ہوتی رہتی ہیں یہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں مثلاً سر درد ہو گیا، پیٹ درد ہو گیا، کمر درد ہو گیا، گھٹنے کا درد ہو گیا، ٹخنوں میں درد ہو گیا کوئی بھی تکلیف ہو مومن کیلئے وہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ جو دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے فرماتے ہیں اَلْحَرُّ وَالْقَرُّ یُکَفِّرَانِ الذُّنُوْبَ ''یہ گرمی سردی بھی گناہوں کا کفارہ ہیں۔'' تو باوجود عربی ہونے کے ان کو سمجھانے کی ضرورت تھی۔ آج غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ قرآن میں سمجھا ہوں۔ ساری زندگی انگریز کے جوتے چاٹتا رہا یہ قرآن سمجھا ہے۔ جس نے نہ کسی سے پڑھا نہ سمجھا۔ یاد رکھنا! قرآن کریم آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا آپ سے صحابہؓ نے سمجھا ان سے تابعین ائمہ مجتہدین نے سمجھا، محدثین اور مفسرین نے سمجھا رحمہم اللہ تعالیٰ، از خود قرآن کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی تاکہ آپ لوگوں کیلئے بیان کریں وَلَعَلَّھُمْ

يَتَفَكَّرُوْنَ. اور تا کہ وہ غور و فکر کریں اور اس کی مراد اور مطلب کو سمجھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے اور ایک آدمی قرآن کریم کی ایک آیت کا صحیح ترجمہ سیکھتا ہے۔ ترجمہ سیکھنے والے کا ثوب زیادہ ہے۔ آج کل تو لوگوں کو فضولیات سے فرصت نہیں ہے گھروں میں ٹی وی ہیں، وی، سی، آر (وی، سی، ڈی۔ ڈی، وی، ڈی پلیئر) جیسی خرافات ہیں۔ بچو یاد رکھنا! تمہارے گھر میں بہشتی زیور ہونا چاہیے، تعلیم الاسلام ہونی چاہیے، گلدستہ توحید ہونی چاہیے تا کہ کم از کم عقائد تو صحیح ہوں۔ رات کے وقت کوئی سمجھدار عورت سب کو اکٹھا کر کے ایک دو مسئلے بتلا دیا کرے تا کہ بچوں کا ذہن بن جائے۔ آج آٹھ نو سال کے بچے بچیاں تعویذات کیلئے آتی ہیں میں پوچھتا ہوں بیٹی نماز پڑھتی ہو؟ کہتی ہے جی مجھے آتی نہیں۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو اور حکم تب ہی ہوگا کہ نماز پہلے آتی ہو ورنہ کیا پڑھے گا؟ ہم سب مسلمان ہیں مگر مسلمانوں والا کام کوئی نہیں ہے۔ فرمایا تا کہ فکر کریں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ کیا پس امن میں ہیں وہ لوگ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ جو تدبیر کرتے ہیں برائیوں کی، کیا بُرے کام کرنے والے امن میں ہیں اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ یہ کہ دھنسا دے انکو اللہ تعالیٰ زمین میں اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ یا آئے ان پر عذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ جہاں سے انکو شعور بھی نہ ہو۔ یہ لوگ جو قومی رقمیں لوٹ کر بیرون ملک بینکوں میں جمع کراتے رہے ہیں اور آج قید کاٹ رہے ہیں ان کے وہم میں بھی نہیں تھا کہ ہمارے ساتھ یہ ہوگا۔ یہ بہت جھوٹے لوگ ہیں ووٹ مانگتے وقت وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے پھر اسلام سے سرکشی کرتے ہیں آج رب کے عذاب میں مبتلا ہیں اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ یا پکڑے ان کو اللہ تعالیٰ چلنے پھرنے میں وہ قادر مطلق ہے فَمَا

هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ پس نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ یا پکڑے ان کو اللہ تعالیٰ ڈراتے ہوئے تھوڑا زلزلہ آیا پھر زیادہ آیا پھر اور زیادہ آیا اور تباہ ہو گئے۔ یہ سب واقعات ہم دنیا میں دیکھتے سنتے ہیں مگر عبرت حاصل نہیں کرتے فَاِنَّ رَبَّكُمْ پس بیشک تمہارا رب لَرَءُوْفٌ بڑی شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اگر وہ ہمارے گناہوں کو سامنے رکھے تو ایک قطرہ پانی کا اور ایک جھونکا ہوا کا نہ دے مگر وہ مہربان ہمارے سب گناہ اور شرارتیں برداشت کرتا ہے اور اپنی رحمت سے سب کو نوازتا ہے۔

❁❁❁

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝۴۸ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۴۹ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۵۰ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝۵۱ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝۵۲ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔــرُوْنَ ۝۵۳ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۵۵

اَوَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اِلٰی مَا ان چیزوں کی طرف خَلَقَ اللّٰہُ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں مِنْ شَیْءٍ کوئی بھی چیز ہو یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ مائل ہوتا ہے سایہ اس کو عَنِ الْیَمِیْنِ دائیں طرف وَالشَّمَآئِلِ اور بائیں طرف سُجَّدًا لِّلّٰہِ سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو وَھُمْ دٰخِرُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں مَافِی السَّمٰوٰتِ وہ جو آسمانوں میں ہیں وَمَافِی الْاَرْضِ اور وہ جو زمین میں ہیں مِنْ دَآبَّۃٍ کوئی بھی جاندار وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ اور وہ تکبر نہیں کرتے یَخَافُوْنَ

رَبَّھُمْ وہ خوف کھاتے ہیں اپنے رب سے مِنْ فَوْقِھِمْ اپنے اوپر سے وَیَفْعَلُوْنَ اور کرتے ہیں مَا یُؤْمَرُوْنَ جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے وَقَالَ اللّٰہُ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تَتَّخِذُوْٓا نہ بناؤ اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ دو الٰہ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے کہ وہ ایک ہی الٰہ ہے فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ پس تم خاص مجھ سے ڈرو وَلَہٗ اور اسی کیلئے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور زمین میں وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اور اسی کیلئے ہے دین ہمیشہ کا اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ کیا پس تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے ڈرتے ہو وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ اور جو کچھ تمہارے پاس نعمت ہے فَمِنَ اللّٰہِ پس وہ اللہ کی طرف سے ہے ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ پھر جس وقت تمہیں پہنچتی ہے کوئی تکلیف فَاِلَیْہِ تَجْئَرُوْنَ پس اسی کے سامنے تم گڑگڑاتے ہو ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنْکُمْ پھر جس وقت دور کر دیتا ہے تکلیف کو تم سے اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ اچانک ایک گروہ تم میں سے بِرَبِّھِمْ یُشْرِکُوْنَ اپنے رب کیساتھ شرک کرنے لگ جاتا ہے لِیَکْفُرُوْا تاکہ ناشکری کریں بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ اس چیز کی جو ہم نے ان کو دی ہے فَتَمَتَّعُوْا پس تم فائدہ اٹھا لو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے۔

دلائل قدرت :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کیلئے مختلف چیزوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ان چیزوں کی پیدائش پر غور وفکر کرو گے اور ان کے محکم نظام کو دیکھو گے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت سمجھ آئے گی۔ اسی نوع میں ارشاد ہے اَوَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں

دیکھا انہوں نے اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ان چیزوں کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں کوئی بھی چیز ہو۔ انسان اپنی ہی تخلیق کو دیکھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، ٹانگیں بنائیں سیدھی قامت کا، خوبصورت شکل بنائی اور اس کے ظاہر و باطن کا کیسا نظام بنایا؟ اگر انسان صرف اپنے اوپر ہی غور کرے تو سب کچھ سمجھ سکتا ہے لیکن انسان سرکش ہے یہ جو تھوڑی بہت تکلیف اس کو ہوتی ہے مالی پریشانی، بدنی پریشانی اگر یہ بھی نہ ہو تو خدا بالکل ہی بھول جائے یہ تکلیفیں اسی لئے آتی ہیں تا کہ انسان انسان رہے۔ مولانا جلال الدین رومؒ فرماتے ہیں......

؎ نفس ما کمتر از فرعون نیست

لیک او را عونُ مارا عون نیست

"ہمارا نفس فرعون سے کم نہیں ہے اُس کے پاس قوت تھی اور ہمارے پاس قوت نہیں ہے۔" اس نفس لمّارہ کو قابو کرنا بہت ضروری ہے۔ ایک صوفی شاعر کہتے ہیں......

؎ علاج نفس ظالم زود ہنگام جوانی کن

کہ ایں پیر سیاہ چوں مار گردد اژدھا گرد

"اس ظالم نفس کا علاج جوانی میں ہی جلدی کر لو۔ یہ چھوٹا سانپ ہے اب آسانی سے مر جائے گا جب یہ بڑا سانپ بن کر اژدھا بن گیا تو علاج مشکل ہو جائے گا۔" چھوٹا سانپ لاٹھی جوتے سے بھی مر جاتا ہے اور جب اژدھا بن جائے گاؤں والے اکٹھے ہو کر بھی نہیں مار سکتے۔ نفس کی اصلاح کیلئے بزرگان دین نے ریاضتیں بتلائی ہیں، چلے بتلائے ہیں تا کہ انسان اپنے نفس پر قابو پا لے۔ فرمایا ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے یَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ان کے سائے مائل ہوتے ہیں، ڈھلتے ہیں عَنِ الْيَمِيْنِ

وَالشَّمَآئِلِ دائیں اور بائیں طرف۔ مکہ مکرمہ کے علاقے میں گرمیوں میں سایہ دائیں طرف ہوتا ہے اور سردیوں میں بائیں طرف ہوتا ہے۔ دائیں طرف کا سایہ ذرا کم ہوتا ہے اور بائیں طرف ذرا لمبا ہوتا ہے۔ جس جگہ جو بھی چیز ہے اس کا سایہ دائیں بائیں ہوتا رہتا ہے اور عین دوپہر کے وقت سایہ بالکل برائے نام رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انسان باغی سجدہ نہ کرے اس کا سایہ سجدہ کرتا ہے اور ہر چیز کا سایہ سجدہ کرتا ہے سُجَّدًا لِّلّٰہِ سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو وَھُمْ دٰخِرُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں۔ سائے والا سرکش ہے مگر سایہ عاجزی کرتا ہے۔

مخلوق خدا کا سربسجود ہونا :

فرمایا کیا پوچھتے ہو وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مِنْ دَآبَّۃٍ کوئی بھی جاندار ہو سب رب کو سجدہ کرتے ہیں۔ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی مخلوق ہوگی جو ہمارے علم میں نہیں ہے اور زمین میں تو بے شمار چیزیں ہیں سمندر کی تہہ میں بہت کچھ ہے اور سب میں اتنا ادراک وشعور ہے کہ ہمارا کوئی خالق ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بارشیں رک گئیں، قحط پڑ گیا لوگ بڑے پریشان ہوئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ تمام لوگ فلاں جگہ اکٹھے ہوں صلوٰۃ استسقاء پڑھنی ہے تاکہ بارش نازل ہو۔ لوگ پہنچے حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لے جارہے تھے کہ دیکھا کہ ایک چیونٹی ٹانگیں آسمان کی طرف کئے ہوئی ہے اور دعا کر رہی ہے پروردگار! میں بھی تیری مخلوق ہوں اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوں اور بھی مخلوق پریشان ہے۔ اے پروردگار! اپنے فضل وکرم سے بارش برسا۔ حضرت

سلیمان علیہ السلام نے ساتھیوں کو فرمایا جلدی جلدی اپنے گھروں کو پہنچ جاؤ بھیگ جاؤ گے بڑی زور کی بارش آئے گی اُسْتُجِیْبُ الدَّعْوَۃُ مِنْ اَجْلِ نَمْلَۃٍ ''چیونٹی کی وجہ سے رب تعالیٰ نے دعا قبول کر لی ہے۔'' پاؤں کا اٹھانا بمنزلہ ہاتھ اٹھانے کے تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن آدمی اخلاص کیساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھائے تو اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھ خالی لوٹائے۔

دعا قبول ہونے کی شرطیں :

مگر یاد رکھنا! دعا کی قبولیت کیلئے کچھ شرائط ہیں اور ہم میں ان میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی الا ماشاء اللہ۔

☆)......پہلی شرط یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد دعا کرنے کے وقت تک اس کے ذمہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی کوئی فریضہ نہ ہو سب فرائض ادا کر چکا ہو۔ یہ بنیادی شرط ہے کہ بالغ ہونے کے بعد فرائض واجبات میں سے اس کے ذمہ کوئی شے نہ ہو۔

تو ہم میں تو یہ پہلی شرط ہی نہیں پائی جاتی۔ نمازیں ہمارے ذمہ ہیں، روزے ہمارے ذمہ ہیں، قربانیاں ہمارے ذمہ ہیں، فطرانے اور حج ہمارے ذمہ ہیں۔

☆)......دوسری شرط یہ ہے کہ اس نے کبھی حرام نہ کھایا ہو۔ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے آدمی چالیس دن تک دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ سو میں سے ایک آدمی ہوگا جس کی کمائی حلال کی ہوگی۔ حرام صرف چوری، ڈکیتی اور رشوت ہی کا نام نہیں ہے بلکہ حرام کی بڑی قسمیں ہیں۔

اگر کوئی آدمی ملازم ہے اور ملازمت کا جو وقت طے شدہ ہے اگر وہ دیانتداری کیساتھ پورا وقت نہیں دیتا تو اس کی تنخواہ بھی حلال کی نہیں ہے اور اخبارات میں تم پڑھتے

رہتے ہو فلاں اسکول کے ماسٹر حاضری لگا کر چلے جاتے ہیں۔ نماز کی اذان ہو جانے کے بعد دوکاندار کا سامان بیچنا حلال نہیں ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرمائے تو وہ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے۔ ورنہ ہم میں تو دعاؤں کے قبول ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے باقی ہم نے مانگنا تو اسی سے ہے اور تو کوئی دروازہ ہی نہیں ہے۔

ایک نیک آدمی کا سبق آموز واقعہ :

ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ تھا دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہتا تھا اس سے تھوڑی سی کوتاہی ہوئی۔ سحری کے وقت وضو کیا نماز شروع کی غیب سے آواز آئی تیری کوئی عبادت قبول نہیں ہے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈال لیکن وہ عبادت میں لگا رہا۔ دوسری رات آواز آئی، تیسری رات آواز آئی وہ بدستور اپنی عبادت میں لگا رہا۔ مریدوں نے ساتھیوں نے کہا کہ حضرت! جب آپ کی عبادت قبول نہیں ہو رہی تو اپنے آپ کو مشقت میں کیوں ڈالتے ہو؟ تو وہ رو کر کہنے لگا کہ رب کے دروازے کے سوا اور کونسا دروازہ ہے جہاں میں جاؤں۔ دنیا کے سائل کو ایک دروازے سے نہیں ملتا دوسرے پر چلا جاتا ہے دوسرے پر نہیں ملتا تیسرے پر چلا جاتا ہے میں یہ دروازہ چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ آزمائش تھی جب پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور عبادت قبول کر لی۔

تو فرمایا آسمان وزمین کی ساری جاندار چیزیں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں وَّالْمَلٰئِكَةُ اور فرشتے بھی وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا بڑے گناہ کی بات ہے۔ حق کی بات کو ٹھکرا دینا بڑے گناہ کی بات ہے۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا اور ہم تکبر

کے بھڑ و لے بنے ہوئے ہیں۔فرمایا تکبر یہ ہے کہ بَطَرُ الْحَقِ وَغَمطُ النَّاسِ حق کوٹھکرا دینا اورلوگوں کو حقیر سمجھنا۔فرمایا یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ وہ فرشتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں مِّنْ فَوْقِهِمْ جوان کے اوپر ہے وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ اور کرتے ہیں جو کچھ انکو حکم دیا جاتا ہے۔

سجدہ تلاوت کا طریقہ :

یہ آیت کریمہ سجدے والی ہے جن مرد عورتوں اور بچوں نے سنی ہے ان پر سجدہ واجب ہوگیا ہے اور یہ سجدہ صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب تک بھی کیا جاسکتا ہے،عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک بھی کیا جاسکتا ہے ان اوقات میں قضا نمازیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں،نماز جنازہ بھی پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ وہ فرض کفایہ ہے البتہ نفلی نمازیں نہیں پڑھی جاسکتیں ان اوقات میں اور سجدہ تلاوت کیلئے ہاتھ نہیں اٹھانے صرف اللہ اکبر کہہ کے سجدہ کرنا ہے اور اللہ اکبر کہہ کر اٹھ جانا ہے،نہ اس میں التحیات ،نہ سلام ہے لیکن نماز کی باقی شرائط اس کیلئے ضروری ہیں۔وہ یہ کہ کپڑے پاک ہوں،باوضو ہو،جگہ پاک ہو۔

غیر اللہ کی نفی :

وَقَالَ اللّٰهُ اورفرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تَتَّخِذُوْآ اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ نہ بناؤ دو معبود،دو حاجت روا،مشکل کشا،فریادرس اِنَّمَا هُوَاِلٰهٌ وَّاحِدٌ بیشک وہ معبود ایک ہی ہے،حاجت روا،مشکل کشا،فریادرس،دستگیر صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَوَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ [یونس:۱۰۷] ’’اور اگر اللہ تعالیٰ پہنچائے آپ کو کوئی تکلیف پس کوئی نہیں کھولنے والا اس کے سوا اور اگر وہ ارادہ کرے بھلائی کا آپ کیساتھ پس نہیں رد کرنے والا اس کے

فضل کو۔'' ساری کائنات مل کر بھی اسکو نہیں روک سکتی۔ دعا ہے اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ ''اے اللہ! جو آپ کسی کو دینا چاہیں اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس چیز کو آپ روک لیں کوئی دے نہیں سکتا۔'' لہٰذا اسی ذات سے مانگنا چاہئے۔ فرمایا فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ پس تم خاص مجھ ہی سے ڈرو وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کیلئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اور اسی کیلئے ہے دین ہمیشہ کا۔ یہ نہیں کہ کسی وقت اس کا دین ہو اور کسی وقت کسی اور کا ہو۔ نہیں! بلکہ ہمیشہ دین اسی کا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جو دین اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے بس دین وہی ہے اس کے علاوہ باقی سب بے دینی ہے۔ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ کیا پس تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو۔ غیر اللہ کا ڈر ایمان کے خلاف ہے وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ اور جو کچھ تمہارے پاس نعمت ہے جتنی نعمتیں تمہیں حاصل ہیں فَمِنَ اللّٰهِ پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں ظاہری ہوں یا باطنی جسمانی ہوں یا روحانی حسی ہوں یا معنوی، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت چھین لیں تو پھر اس کی قدر کا پتہ چلتا ہے ہر نعمت اس نے ہر ایک کو نہیں دی۔

دنیا میں اکثریت پاگلوں کی ہے :

عقل ایک نعمت ہے لیکن ہر آدمی کو حاصل نہیں ہے۔ بسا اوقات ایک آدمی آتا ہے اس کی شکل وصورت بڑی اچھی ہوتی ہے قد بڑا ہوتا ہے، عمدہ لباس پہنے ہوئے ہے جب بات کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پاگل ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کو دماغی امراض کے ماہر کے پاس لے جاؤ۔ صحیح عقل والے لوگ بہت کم ہیں۔ مردوں میں بھی اور عورتوں میں پاگل زیادہ ہیں اور یاد رکھنا! پاگلوں کو سینگ نہیں لگے ہوتے۔ بے موقع اور بے ڈھنگی بات کرنا

پاگلوں کا کام ہے اور ضرورت سے زیادہ بات کرنا یہ بھی پاگلوں کا کام ہے، قصہ چھیڑ دینا اور اس کو ختم نہ کرنا بھی پاگل پن ہے۔ کئی عورتیں تعویز لینے کیلئے آتی ہیں سر درد کا اور قصہ چھیڑ دیتی ہیں آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر اب تک کا۔ میں کہتا ہوں بی بی! میں مصروف آدمی ہوں میرا وقت ضائع نہ کر تو نے تعویز لینا ہے لے اور جا۔ نہیں جی! میری بات سنو! یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے؟ حدیث پاک میں آتا ہے خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ "بہتر کلام وہ ہے جو مختصر ہو اور مطلب کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے فَاِلَیْهِ تَجْئَرُوْنَ پس اسی کے سامنے تم گڑگڑاتے ہو، عاجزی کرتے ہو، اے پروردگار! میری تکلیف کو دور فرمادے ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنْکُمْ پھر جب وہ دور کر دیتا ہے تکلیف کو تم سے اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ اچانک ایک فریق تم میں سے بِرَبِّهِمْ یُشْرِکُوْنَ اپنے رب کیساتھ شرک کرنے لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے نظر ہٹا کر کہتا ہے کہ میرے بڑے پیسے خرچ ہوئے ہیں میں نے علاج پر بڑی محنت کی ہے لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰهُمْ تاکہ ناشکری کریں اس چیز کی جو ہم نے ان کو دی ہے فَتَمَتَّعُوْا پس تم فائدہ اٹھالو کتنی دیر اٹھاؤ گے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب کچھ سامنے آجائے گا۔

❁ ❁ ❁

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ

نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾

وَیَجْعَلُوْنَ اور بناتے ہیں لِمَا اس مخلوق کیلئے لَا یَعْلَمُوْنَ جس کو نہیں جانتے نَصِیْبًا حصہ مِّمَّا رَزَقْنٰھُمْ اس چیز سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے تَاللّٰہِ اللہ کی قسم ہے لَتُسْئَلُنَّ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا عَمَّا اس چیز کے بارے میں کُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ جو تم افترا باندھتے تھے وَیَجْعَلُوْنَ اور بناتے ہیں لِلّٰہِ الْبَنٰتِ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں سُبْحٰنَہٗ پاک ہے اس کی ذات وَلَھُمْ مَّا یَشْتَھُوْنَ اور اپنے لئے وہ کچھ جو وہ چاہتے ہیں وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ اور جب خوشخبری دی جائے ان میں سے کسی ایک کو بِالْاُنْثٰی بیٹی کی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا ہو جاتا ہے چہرہ اس کا سیاہ وَّھُوَ کَظِیْمٌ اور اسکا دم گھٹنے لگتا ہے یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ چھپتا پھرتا ہے قوم سے مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ اس بری خبر سے جس کی

اس کو خوشخبری دی گئی ہے اَیُمۡسِکُهٗ عَلٰی هُوۡنٍ کیا اس کو روکے ذلت اٹھاتے ہوئے اَمۡ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ یا اس کو دفن کر دے مٹی میں اَلَا سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ خبردار برا ہے فیصلہ جو وہ کرتے ہیں لِلَّذِیۡنَ ان لوگوں کیلئے لَا یُؤۡمِنُوۡنَ جو ایمان نہیں لاتے بِالۡاٰخِرَةِ آخرت پر مَثَلُ السَّوۡءِ بری مثال ہے وَلِلّٰهِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی اور اللہ تعالیٰ کی مثال بلند ہے وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

مشرکین کی ناانصافی :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلی آیت کریمہ میں مشرکوں کی ناانصافی اور شرک کا ذکر کیا ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ غیر اللہ کے تقرب کیلئے دیتے ہیں۔ اس مقام پر اجمال ہے اور سورت انعام آیت نمبر ۱۳۶ میں تفصیل ہے وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا ''اور ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے اس چیز میں سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے کھیتی اور جانوروں میں سے حصہ فَقَالُوۡا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعۡمِهِمۡ وَهٰذَا لِشُرَکَآئِنَا پھر کہا انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال کے مطابق اور یہ ہمارے شریکوں کیلئے فَمَا کَانَ لِشُرَکَآئِهِمۡ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰهِ پس وہ نہیں مل سکتا اللہ تعالیٰ کے حصے میں وَمَا کَانَ لِلّٰهِ اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے فَهُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَآئِهِمۡ پس وہ مل جاتا ہے ان کے شریکوں کے حصے کیساتھ۔'' مثلاً گیارہ من چیز پیدا ہوئی اس میں سے ایک من اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے اور ایک من غیروں کے نام کا، لات، منات، عزیٰ وغیرہ کیلئے۔ اب ایک ڈھیر اللہ تعالیٰ کا ہے

اور ایک غیر اللہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ڈھیر سے کچھ دانے اگر غیر اللہ کے ڈھیر کیساتھ مل جاتے تو کہتے کوئی حرج نہیں ہے رب تو بے پرواہ ہے اور یہ محتاج ہیں اور اگر غیر اللہ کے ڈھیر سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کے ڈھیر میں مل جاتے تو فوراً نکال لیتے کہ یہ محتاج ہیں اور مانتے بھی تھے کہ یہ محتاج ہیں اور رب تعالیٰ محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ پیدا تو رب کرے اور حصہ اوروں کا کیوں؟ یا تو کسی غیر نے بھی کوئی چیز پیدا کی ہو پھر تو بات ہے جب ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کھیتیاں پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ان کے تھنوں میں دودھ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تو کتنا ناانصافی کا فیصلہ ہے کہ حصے اوروں کے مقرر کئے جائیں۔ رب تعالیٰ اس چیز کا شکوہ کرتے ہیں فرمایا وَیَجْعَلُوْنَ اور بناتے ہیں لِمَا اس مخلوق کیلئے لَا یَعْلَمُوْنَ جن کے بارے میں ان کو کچھ علم نہیں ہے نَصِیْبًا حصہ مقرر کرتے ہیں مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ اس چیز سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے تَاللّٰہِ اللہ کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم اٹھاتے ہیں لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا اس چیز کے بارے میں جو تم افترا باندھتے ہو کہ ہم جو اس طرح کرتے ہیں یہ حصے رب نے مقرر کئے ہیں اور یہ کار ثواب ہے اور نیکی ہے یہ تم سے پوچھا جائے گا کہ یہ حق تمہیں کس نے دیا تھا اس طرح تقسیم کرنے کا۔ پیدا تو ہر چیز کو رب کرے اور پکنے اور تیار ہونے پر دوسرے بھی حصہ دار بن جائیں۔

کفار کے غلط نظریات :

ان کے اور غلط نظریات سنو! اور ان سے پہلے یہود و نصاریٰ کے بھی ایسے ہی غلط نظریات تھے۔ سورت توبہ آیت نمبر ۳۰ میں ہے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ''اور کہا یہود نے عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور

نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' مشرکین عرب اور دنیا کے مختلف علاقوں کے مشرک بھی کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰـهِ الْبَنٰتِ اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور رب اپنی بیٹیوں کی موڑتا نہیں ہے اس وجہ سے پھر یہ فرشتوں کی پوجا کرتے تھے اور ان کو پکارتے تھے یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل اور آج بھی مشرک قسم کے لوگ تعویذوں پر باقاعدہ یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں بناتے ہیں سُبْحٰـنَـهٗ پاک ہے اس کی ذات وَلَهُـمْ مَّـا يَشْتَهُوْنَ اور اپنے لئے جو وہ چاہتے ہیں۔ اپنے لئے لڑکے پسند کرتے ہیں اگر رب تعالیٰ کی شان کے لائق لڑکے لڑکیاں ہوتیں تو دو چار نہ ہوتے بے شمار ہوتے۔

انگریز دور کا واقعہ ہے کہ امریکہ کی ریاست جارجیا کا رہنے والا ایک انگریز جو بڑا شاطر اور زبان دراز پادری تھا شاہی مسجد دھلی کی سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر تقریر کر رہا تھا اور ثابت کر رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور ہمارے مُـنَـجِّـیْ ہیں۔ کالے رنگ کا ایک بھٹیارہ دانے بھون رہا تھا دانے بھی بھونتا رہا اور تقریر بھی سنتا رہا کافی لوگ جمع ہو گئے بھٹیارے کو اس کی تقریر پر غصہ آیا اور جا کر کہنے لگا مجھے یہ بتلاؤ کہ رب کے کتنے بیٹے ہیں۔ فانڈر کہنے لگا ایک ہی ہے۔ بھٹیارے نے کہا دیکھ میں غریب آدمی ہوں دانے بھون کر گزارہ کرتا ہوں میرے چودہ (۱۴) بیٹے ہیں اور رب اتنی بڑی ذات ہے اس کا ایک ہی بیٹا ہے؟ کچھ عقل سے کام لے رب مجھ سے بھی رہ گیا ہے۔ یہ بات کر کے وہ چلا گیا۔

دیکھو! رب تعالیٰ کی صفت کمال ہے تو پھر اس کی اولاد سب سے زیادہ ہونی چاہئے اور اگر صفت نقصان ہے تو پھر ایک بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی صفت ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ

یُوْلَدْ ''نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔'' یہود بھی جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ بھی جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور مشرکین بھی جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں سُبْحٰنَهٗ رب کی ذات پاک ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں بناتے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى اور جب خوشخبری دی جائے ان میں سے کسی ایک کو بیٹی کی۔ مجلس میں بیٹھا ہو اور کوئی آ کر آہستہ سے کان میں کہے تیرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور اسکا دم گھٹنے لگتا ہے يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ چھپتا پھرتا ہے قوم سے مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اس بری خبر سے جو اس کو خوشخبری دی گئی ہے پھر سوچتا ہے اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ کیا اس کو روکے ذلت اٹھاتے ہوئے یعنی زندہ چھوڑ دے اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ یا اس کو دفن کر دے مٹی میں۔ خود تو تمہارا یہ حال ہے کہ لڑکی کی خبر سنتے ہو تو تمہارے چہرے بگڑ جاتے ہیں اور رب تعالیٰ کی طرف تم لڑکیوں کی نسبت کرتے ہو۔

تاریخ کے جھروکے: عربوں کا بیٹی کی پیدائش کو باعثِ عار سمجھنا :

تاریخ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک سردار تھا جس کی کنیت ابوحمزہ تھی۔ امیر آدمی تھا ہر وقت اس کی مجلس ساتھیوں سے بھری رہتی تھی۔ ایک دن اپنے دوستوں میں بیٹھا تھا کہ لونڈی نے آ کر آہستہ سا اس کے کان میں کہا کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا مجلس سے اٹھ کر کہیں چلا گیا پھر ساری زندگی واپس گھر نہیں آیا اس پر اس کی بیوی نے دردمندانہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے '' کہ میرے خاوند ابوحمزہ کو کیا ہو گیا ہے اس لئے نہیں آتا کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے میرا کیا اختیار ہے پیدا کرنے والا تو

رب ہے۔'' اگر ہمارے اختیار میں ہوتو ہم اپنی مرضی کی اولاد پیدا کریں۔ اب مسلمانوں کا بھی یہ حال ہے کہ لڑکا پیدا ہوتو خوشی کرتے ہیں اور اگر لڑکی پیدا ہوتو بگڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہائے ہائے کیا ہوگیا۔ حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے جس نے دو بچیوں کی تربیت کی اپنی بیوی سے ہوں یا غیر کی بیوی سے ہوں کَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّار وہ دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنیں گی۔ اپنی بچیاں ہیں، بھتیجیاں ہیں، بھانجیاں ہیں یا اور کسی کی ہیں ان کی تربیت کی، جوان ہوئیں شادی کر دی دوزخ سے چھٹکارا مل گیا بشرطیکہ مومن ہو۔ سارے مکے والے بچیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے۔ کچھ تھے جو زندہ درگور کرتے تھے اور مارتے نہیں تھے کہتے تھے گناہ ہوتا ہے۔ بھئی وہ قبر میں کتنی دیر زندہ رہے گی؟ پانچ منٹ، دس منٹ، بیس منٹ۔

بیٹی کو زندہ درگور کرنے کا واقعہ :

تاریخ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کے ہاں بڑی خوبصورت لڑکی پیدا ہوئی۔ بیوی بڑی پریشان کہ اسکو انہوں نے چھوڑنا نہیں ہے۔ خاوند نے فوراً کہیں تجارت کیلئے جانا تھا بیوی نے کہا کہ اگر مجھے تم اجازت دیدو تو میں اس کو زندہ دفن کر دوں اس نے کہا ہاں اجازت ہے۔ خاوند سفر پر چلا گیا اس عورت نے اپنی بیٹی اپنی کسی سہیلی کے پاس بھیج دی وہ بچی وہیں نشو ونما پاتی رہی۔ خاوند کچھ عرصہ کے بعد آیا پوچھا بچی کہاں ہے؟ بیوی نے کہا دفن کر دیا ہے۔ یہ پھر سفر پر چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ میں تین ماہ بعد آؤں گا۔ بیوی نے سُنا کہ اس نے تین ماہ بعد آنا ہے اس نے بچی منگوالی کہ اتنی دیر بچی میرے پاس رہے گی۔ اتفاقاً اس کو جلدی آنا پڑ گیا دیکھا گھر میں بچی پھر رہی ہے پوچھا یہ کس کی بچی ہے؟ عورت پہلے تو گھبرائی، تھتھلائی، بعد میں بتلایا کہ یہ ہماری بچی ہے۔ خاوند نے کہا تو نے کہا تھا کہ میں نے

اس کو دفن کر دیا ہے۔ کہنے لگی بس مجھ سے غلطی ہوئی۔ خاوند نے کہا کہ میرے لئے یہ بڑی ذلت ہے کہ یہ زندہ پھرے۔ وہاں کوئی میلہ لگتا تھا بیوی کو اعتماد میں لیا کہ میں نے اس کو میلے پر لے جانا ہے۔ بچی چلتی پھرتی باتیں کرتی تھی لے جا کر قبر کھودنی شروع کی تو مٹی اس کی داڑھی پر پڑتی وہ بچی صاف کرتی حالانکہ وہ اس کے لئے قبر کھود رہا تھا۔ اس نے قبر کھودی بچی کو اس میں ڈالا بچی نے کہا ابا جی! مجھے یہاں ڈال رہے ہو مجھے ساتھ لے جاؤ میلا دکھاؤ وہ عاجزی اور زاری کرتی رہی اور اس نے اس کو زندہ دفن کر دیا۔

سورۃ تکویر میں ہے وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ''اور جب زندہ درگور کی گئی بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ انہیں کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا۔'' تو یاد رکھنا! بچیوں کی تربیت نجات کا ذریعہ ہے اگر ثواب سمجھ کر کرے۔ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ خبردار برا ہے وہ جو فیصلہ کرتے ہیں کہ رب کیلئے بیٹیاں اور اپنے لئے بیٹے لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْ مِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ان لوگوں کیلئے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے مَثَلُ السَّوْءِ بری مثال ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور رب کے باغی ہیں وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی اور اللہ تعالیٰ کی مثال بلند ہے۔ اس کی صفت بہت بلند ہے۔ وہ کیا ہے؟ لا الہ الا اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے احد اس کی صفت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ''تمام اذکار میں افضل ترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔'' لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے سب کچھ اسی کے پاس ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۵/۱۴

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ پکڑے النَّاسَ لوگوں کو بِظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کی وجہ سے مَا تَرَكَ عَلَيْهَا نہ چھوڑے اس زمین پر مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے والا وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اور لیکن ان کو مہلت دیتا ہے اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت آئے گی ان کی میعاد لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً نہیں مؤخر ہونگے ایک گھڑی وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہوں گے وَيَجْعَلُوْنَ اور یہ بناتے ہیں لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کیلئے مَا يَكْرَهُوْنَ وہ چیز جو خود پسند نہیں کرتے وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ اور بیان کرتی ہیں ان کی زبانیں الْكَذِبَ جھوٹ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى بیشک ان کیلئے بھلائی ہے لَا جَرَمَ

ضرور بالضرور اَنَّ لَهُمُ النَّارَ بیشک ان کیلئے آگ ہے وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ اور بیشک وہ اس میں دھکیلے جائیں گے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَآ البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ان امتوں کی طرف جو آپ سے پہلے تھیں فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ پس مزین کیا ان کیلئے شیطان نے اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال کو فَهُوَ پس وہی شیطان وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ آج ان کا ساتھی ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اور نہیں نازل کی ہم نے آپ پر کتاب اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ مگر یہ کہ آپ بیان کریں ان کے سامنے الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وہ چیزیں جن میں انہوں نے اختلاف کیا ہے وَهُدًى اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةً اور رحمت ہے لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا ہے آسمان کی طرف سے پانی فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ اس قوم کیلئے جو سنتی ہے۔

گرفتِ خداوندی :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ اور اگر اللہ تعالیٰ پکڑے لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے، کفر، شرک، بدکاری، گناہوں کی وجہ سے تو نہ چھوڑے اس زمین پر کسی دابہ کو۔ دابہ کا معنیٰ ہے زمین پر چلنے پھرنے والا۔ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے دابہ انسان پر بھی بولا جاتا ہے چونکہ یہ بھی

زمین پر چلتا پھرتا ہے۔ تو معنٰی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اگر انسانوں کو ان کے ظلم اور زیادتیوں کی وجہ سے پکڑے تو زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہ رہے۔

قانونِ استدراج :

وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اور لیکن ان کو مہلت دیتا ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک جو رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اور دابّــہ کا معنٰی چوپایہ بھی ہوتا ہے، چار ٹانگوں والا۔ تو پھر معنٰی ہوگا اور اگر پکڑے اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے نہ چھوڑے زمین پر کوئی چار ٹانگوں والا۔ تو پھر اس تفسیر پر اعتراض ہوگا کہ گناہ انسان کریں مارا جائے چار ٹانگوں والا اس کا کیا مطلب ہے؟ وہ تو غیر مکلف ہیں ان کو کیوں تباہ کرنا ہے؟ اس کے جواب میں امام رازیؒ اور دیگر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو تباہ اس لئے نہیں کرنا کہ انہوں نے کوئی ظلم زیادتی کی ہے بلکہ ان کو تباہ اس لئے کریں گے کہ یہ انسان کے فائدے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں جب انسان کو ہی ختم کردیا جائے گا تو ان کو باقی رکھنے کا کیا فائدہ؟ گائے، بھینس، گھوڑا، گدھا وغیرہ کو تو انسان کیلئے پیدا کیا ہے جب انسان ہی نہیں تو پھر یہ کس کام کے؟ جیسے لباس، پگڑی، جوتا وغیرہ انسانؑ کیلئے ہیں جب انسان ہی نہیں تو ان کی کیا ضرورت ہے؟ تو ان کو اس لئے ختم کردیا جائے گا کہ ان کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ قانون استدراج کے ذریعے مہلت دیتا ہے مدت مقرر تک فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت ان کی میعاد آجائے گی لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً نہیں مؤخر ہونگے ایک گھڑی۔ موت کا جو وقت مقرر ہے اس سے ایک لمحہ بھی پیچھے نہیں ہوگی وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہوں گے ایک لمحہ بھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وقت مقرر ہے وہ پورا ہوکر رہے گا۔

مکروہ چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف :

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ اور یہ بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے وہ چیز جو خود پسند نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرتے ہیں جن کو خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے مثلاً اپنے لئے جائیداد میں شریک پسند نہیں کرتے کہ کوئی حصہ وصول کرے اور رب کے شریک بناتے ہیں۔ اس سے پہلے رکوع میں تم پڑھ چکے ہو کہ اپنے لئے لڑکیاں پسند نہیں کرتے اگر کسی کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جائے تو اسکا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف لڑکیوں کی نسبت کرتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ان کا کوئی قاصد، سفیر اور نمائندہ ہو اس کی توہین کی جائے تو گوارہ نہیں کرتے اور یہ ظالم رب تعالیٰ کے سفیر پیغمبروں کی توہین کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرتے ہیں جن کو یہ خود پسند نہیں کرتے وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اور بیان کرتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى بیشک ان کیلئے بھلائی ہے۔ مکے والے کافر اولاً تو قیامت کے قائل نہیں تھے اور کہتے تھے فرض کرو اگر قیامت ہوئی اور دوبارہ اٹھایا گیا تو وہاں بھی ہمارے لئے بھلائی ہوگی۔ چنانچہ سورت سجدہ آیت نمبر ۵۰ میں ہے وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّىْٓ اِنَّ لِىْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى "اور اگر میں لوٹا دیا گیا اپنے رب کے پاس تو بیشک میرے لئے اس کے پاس بھلائی ہوگی۔" قیاس یہ کرتے تھے کہ اگر رب ہم سے ناراض ہوتا تو دنیا میں ہمیں مال اولاد کیوں دیتا، یہ دنیا کی خوشیاں ہمیں کیوں نصیب ہوتیں۔ تو جس نے یہاں سب کچھ دیا ہے وہاں بھی دے گا یہ ان کا قیاس باطل ہے کیونکہ دنیا کا مسئلہ علیحدہ ہے اور آخرت کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی قدر اگر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ دیتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کا مال اگر اللہ تعالیٰ کی خوشی کا سبب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں سے بڑھ کر کس سے راضی ہے اور پھر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر کوئی مقبول ترین ہستی ہے ہی نہیں، نہ ہوئی ہے، نہ ہوگی۔ اور آپ ﷺ کو جو مکان ملا آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس میں چراغ ہی نہیں تھا، جو کی روٹی کبھی سیر ہو کر نہیں ملی، اچھی قسم کی کھجوریں مسلسل دو دن بھی نہیں ملیں، بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے، اپنے کپڑوں کو پیوند خود لگاتے تھے، اپنا جوتا خود گانٹھتے تھے تو کیا معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ ان سے ناراض تھا؟ اور اگر قیامت نہ ہو تو نیکوں کو تو دنیا میں نیکی کا صحیح معنیٰ میں بدلہ نہیں ملا اور بروں کو برائی کی سزا بھی نہیں ملی تو کیا خدائی حکومت معاذ اللہ تعالیٰ اندھیر نگری ہے؟ دنیا میں ایسے مجرم بھی گزرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں کہ انہوں نے دنیا میں کوئی غمی نہیں دیکھی خوشیاں ہی خوشیاں ہیں، قیامت نہ آئے تو ایسے باغی، مشرک اور نافرمانوں کو تو بدلہ نہ ملا۔ حالانکہ رب تعالیٰ تو اَحْكَمُ الْحَاكِمِين ہے لہٰذا قیامت ماننی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّ لَهُمُ النَّارَ بیشک ان کیلئے آگ ہے وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ اور بیشک وہ دوزخ میں دھکیلے جائیں گے۔ فرشتے ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہنا کر کے دوزخ کے کنارے مجرموں کو پہنچائیں گے تو وہ اپنی مرضی سے تو دوزخ میں داخل نہیں ہونگے تو فرشتے دھکے دیکر دوزخ میں گرادیں گے۔ اسکو اس طرح سمجھو کہ سزائے موت والے کو جب پھانسی کیلئے لے جاتے ہیں تو کم ایسے ہوتے ہیں جو خود چل کر جاتے ہیں ورنہ کئی تو راستے میں ہی چل بستے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پولیس دھکے دے کر لے جاتی ہے پھر اپنی کاروائی کرتے ہیں۔ تو مفرطون کو دھکے دیکر جہنم میں گرایا جائے گا۔

تسلی رسول ﷺ :

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہیں تَاللّٰہِ تا حرف قسم ہے، اللہ کی قسم ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول ان امتوں کی طرف جو آپ سے پہلے تھیں فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ پس مزین کیا ان کیلئے شیطان نے ان کے اعمال کو۔ چوری کو مزین کیا، شراب نوشی کو مزین کیا، بدمعاشی اور ہر بُرے کام کو مزین کیا فَھُوَ وَلِیُّھُمُ الْیَوْمَ پس وہی شیطان آج ان کا ساتھی ہے۔ پہلے لوگوں کو بھی شیطان نے بہکایا اور گمراہ کیا آج بھی وہی شیطان ان کا ساتھی ہے اور بُرے کام مزین کر کے دکھا رہا ہے۔ اس لئے آپ پریشان نہ ہوں پہلے بھی نیکیاں بدیاں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہوتی رہیں گی آپ پریشان نہ ہوں اور اپنا کام کرتے رہیں۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک، سب مجرموں کیلئے۔

مقصدِ قرآن :

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اور نہیں نازل کی ہم نے آپ پر کتاب اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ مگر یہ کہ آپ بیان کریں ان کے سامنے الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وہ چیزیں جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ سمجھے بغیر دین سمجھ نہیں آسکتا۔ بیشک قرآن پاک کا پڑھنا بھی ثواب ہے لیکن اصل مقصد قرآن کا سمجھنا ہے۔ اگر کوئی شخص مرد عورت قرآن کریم کا لفظی ترجمہ ہی سمجھ لے تو کبھی کفر شرک اور برائی میں مبتلا نہ ہو۔ قرآن صرف علماء کیلئے نازل نہیں ہوا سب کیلئے نازل ہوا ہے مردوں کیلئے، عورتوں کیلئے، ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ چلو رمضان شریف آئیگا تو زیادہ سے زیادہ تلاوت کرلیں گے اور ثواب اکٹھا کریں گے مگر اس طرف توجہ بہت کم ہے کہ قرآن کریم کا سمجھنا ہر مسلمان کیلئے

نہایت ضروری ہے۔اس کتاب کا ترجمہ سمجھیں ،مفہوم ومطلب سمجھیں تو پتا چلے گا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیا کہتے ہیں ۔ یاد رکھنا! قرآن حکیم کو سمجھنا بہت بڑی عبادت ہے۔سورۃ فرقان آیت نمبر۵۲ میں ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ''اور جہاد کریں اس قرآن پاک کے ذریعے بڑا جہاد۔''محاذ پر لڑنا بیشک جہاد ہے مگر قرآن کے سمجھنے کے مقابلے میں چھوٹا جہاد ہے۔قرآن کریم کا سمجھنا سمجھانا بڑا جہاد ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑا جہاد فرمایا ہے۔وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا اس سے مراد قرآن کریم کا سمجھنا سمجھانا ہے۔ وَهُدًى اور ہدایت ہے، یہ قرآن پاک نری ہدایت ہے وَّرَحْمَةً اور رحمت محض ہے لیکن کن کیلئے؟ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لائے اور تسلیم کرے۔آگے اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل شروع کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ یہ سب نعمتیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔

دلائلِ توحید :

ارشاد ربانی ہے وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا ہے آسمان کی طرف سے پانی۔ یہ بارش اللہ تعالیٰ کے سوا کون برساتا ہے؟اسی حصر کیلئے لفظ اللہ کو مقدم لائیں ہیں اور اگر حصر مقصود نہ ہوتا تو اس طرح ہوتا وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اور معنٰی ہوتا ''اور نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف سے پانی۔''اور جب لفظ اللہ کو مقدم کیا تو معنٰی ہے'' اللہ تعالیٰ ہی نازل کرتا ہے اور کوئی نہیں نازل کرتا آسمان کی طرف سے پانی۔'' فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو اس کے مرنے کے بعد کہ درخت اگائے ،سبزیاں اگائیں ،کھیتیاں اگائیں جو انسانوں کیلئے خوراک ہیں،

حیوانوں کیلئے خوراک ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اس کی وحدانیت کی کھلی دلیل ہے لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم کیلئے جو سنتی ہے تسلیم کرتی ہے۔سننا، ماننے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ کہتے ہیں فلاں میری بات سنتا نہیں ہے یعنی مانتا نہیں ہے۔لہذا جو قوم مان لے ان کیلئے بارش کے برسانے میں رب کی قدرت کی نشانی ہے۔باقی دلائل آگے آئیں گے۔انشاءاللہ تعالیٰ

❁ ❁ ❁

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآىٕغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۷۰﴾

وَاِنَّ لَكُمْ اور بیشک تمہارے لئے فِی الْاَنْعَامِ مویشیوں میں لَعِبْرَةً البتہ عبرت ہے نُسْقِیْكُمْ ہم پلاتے ہیں تمکو مِمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ اس سے جوان کے پیٹ میں ہے مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ گوبر اور خون کے درمیان سے لَبَنًا خَالِصًا دودھ خالص سَآئِغًا آسانی سے حلق سے اترنے والا لِلشّٰرِبِیْنَ پینے والوں کیلئے وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ اور کھجوروں کے پھلوں سے وَالْاَعْنَابِ اور انگوروں کے پھلوں سے تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ بناتے ہو تم اس سے سَكَرًا میٹھی چیزیں وَرِزْقًا حَسَنًا اور اچھا رزق اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بیشک اس میں لَاٰیَةً البتہ نشانی ہے

لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کیلئے جو سمجھتی ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اور الہام کیا آپ کے رب نے اِلَی النَّحْلِ شہد کی مکھیوں کو اَنِ اتَّخِذِیْ کہ بناؤ تم مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا پہاڑوں میں گھر وَّمِنَ الشَّجَرِ اور درختوں پر وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ اور ان جگہوں میں جو لوگ چھپر باندھتے ہیں ثُمَّ کُلِیْ پھر کھاؤ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھلوں سے فَاسْلُکِیْ پس چلو سُبُلَ رَبِّکِ اپنے رب کے راستوں پر ذُلُلاً جو ہموار کئے ہوئے ہیں یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِھَا نکلتا ہے شہد مکھیوں کے پیٹ سے شَرَابٌ ایک پینے کی چیز مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ جسکی رنگت مختلف ہوتی ہے فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس میں شفا ہے لوگوں کیلئے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمْ پھر تم کو وفات دیگا وَمِنْکُمْ اور تم میں سے بعض مَّنْ وہ ہیں یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ جو لوٹائے جاتے ہیں نکمی عمر کی طرف لِکَیْ لَا یَعْلَمَ تاکہ نہ جانے بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا جاننے کے بعد کچھ بھی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا قدرت والا ہے۔

انعاماتِ خداوندی کا ذکر

اللہ تعالیٰ اپنی کچھ نشانیوں اور نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں جو اس نے اپنی مخلوق پر کی ہیں۔ فرمایا وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں البتہ عبرت ہے خدا کی قدرت سمجھنے کیلئے اور مویشیوں سے مراد گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹنی ہیں نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ ہم پلاتے ہیں تمکو اس سے جو ان کے پیٹ میں ہے مِنْ

بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ گوبر اور خون کے درمیان سے لَّبَنًا خَالِصًا دودھ خالص۔ گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جانور کے پیٹ میں ایک طرف گوبر ہوتا ہے اور دوسری طرف خون ہوتا ہے اور درمیان میں دودھ ہوتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جانور جو چارہ کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے معدہ اس کو ہضم کرتا ہے تو کچھ تو فضلہ گوبر مینگنیاں بن جاتا ہے کچھ پیشاب بن جاتا ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خون بن جاتا ہے پھر خدا کی قدرت کہ کچھ خون تو بدن کی قوت کیلئے سب اعضاء میں پھیل جاتا ہے اور کچھ خون کو اللہ تعالیٰ دودھ کی شکل دے دیتے ہیں۔ خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہو۔ وہ چارہ تم بیل، بھینسے کو ڈالو تو دودھ نہیں بنے گا، گائے اور بھینس کو ڈالو تو دودھ بنتا ہے خالص سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ آسانی سے حلق سے اترنے والا پینے والوں کیلئے، بڑا لذیذ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ بچوں کی خوراک ہی یہی ہے اور بیماروں کیلئے بھی اسے خوراک بنایا ہے وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ اور کھجوروں کے پھلوں سے وَالْاَعْنَابِ اور انگوروں کے پھلوں سے بھی تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا بناتے ہو تم اس سے میٹھی چیزیں۔ کھجور سے جو چینی بنتی ہے وہ سب سے زیادہ میٹھی ہوتی ہے، پھر کماد کی اور پھر شکر قندی کی۔ بعض بیچارے سادھے لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں دوکاندار نے ٹھگ لیا ہے میٹھی چینی نہیں دی اس میں کوئی چیز ملا دی ہے حالانکہ دوکاندار کا کوئی قصور نہیں ہے وہ چینی شکر قندی کی ہوتی ہے اور اس میں مٹھاس کم ہوتا ہے۔ کھجوروں سے اور بہت ساری میٹھی چیزیں بنتی ہیں حلوہ وغیرہ اور کھجور ویسے بھی دیر تک رہتی ہے۔ انگور خشک ہوکر منقہ بنتا ہے، سوگی (کشمش) بنتی ہے اور دیر تک رہتی ہے اور اس سے چینی بھی بناتے ہیں، شیرے اور شربت بھی بناتے ہیں وَّرِزْقًا حَسَنًا اور اچھا رزق اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بیشک اس

میں لَاٰیَۃً البتہ نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کیلئے جو سمجھتی ہے اور عقل سے کام لیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کھجوریں پیدا فرمائی ہیں انگور پیدا فرمایا ہے جو ہمارے لئے رزق ہے۔ وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ یہاں وحی کا معنیٰ ہے الہام کرنا۔ اور الہام کیا آپ کے رب نے شہد کی مکھیوں کو اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا کہ بناؤ پہاڑوں میں اپنے گھر وَّمِنَ الشَّجَرِ اور درختوں پر اپنے چھتے بناؤ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ اور ان جگہوں میں جو چھپر باندھتے ہیں لوگ۔

شہد کی مکھیوں کا عجیب نظام :

شہد کی مکھیوں کا بھی عجیب نظام ہے۔ ان کا ایک بادشاہ ہوتا ہے جسکا نام یَعْسوب ہے وہ جسم میں دوسری مکھیوں سے بڑا ہوتا ہے اس کا سر بھی بڑا ہوتا ہے اگر کسی وقت کوئی اور بادشاہی کا دعویٰ کردے تو اسکو قتل کر دیتی ہیں تاکہ فساد پیدا نہ ہو۔ سب مکھیاں بادشاہ کے تابع ہوتی ہیں۔ سفر میں سردار آگے آگے ہوتا ہے اور باقی مکھیاں پیچھے ہوتی ہیں اور چھتوں کے دروازے پر مکھیوں کا باقاعدہ پہرہ ہوتا ہے مجال نہیں کہ دوسرے چھتے کی مکھی یہاں آجائے پہریدار نہیں چھوڑتے کیونکہ ان کو شناخت ہوتی ہے اپنے چھتے کی مکھیوں کی اور جو مکھی شہد لینے کیلئے گئی ہے اگر دیر سے آئے گی تو باقاعدہ اس سے بازپرس ہوتی ہے کہ تو دیر سے کیوں آئی ہے۔ بتیس (۳۲) میل فی گھنٹہ سفر کرسکتی ہے۔ ہم کبھی نیا مکان بنائیں تو بھول بھی جاتے ہیں مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ادراک دیا ہے کہ یہ نہیں بھولتی۔ عجیب قسم کا نظام ہے۔ تو فرمایا ہم نے مکھی کو الہام کیا کہ بنائے پہاڑوں میں مکان اور درختوں پر اور چھپروں پر۔ پہاڑی علاقوں میں لوگوں نے دیواروں میں جالے بنائے ہوئے ہیں جن میں مکھیاں رہتی ہیں ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ پھر کھاؤ ہر قسم کے پھلوں سے۔ تجربہ کار لوگ بتاتے

ہیں کہ بیری کے پھولوں سے حاصل کردہ شہد بہت عمدہ ہوتا ہے عرب حضرات اس کو زیادہ پسند کرتے ہیں باقی خدا کی شان ہے کہ پھول کھٹا ہو، پھیکا ہو یا کڑوا ہو لیکن وہ جب مکھی کے پیٹ سے گذر کر آتا ہے تو میٹھا ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ فرمایا فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا پس چلو اپنے رب کے راستوں پر جو ہموار کئے ہوئے ہیں۔ بڑی آسانی کیساتھ جاتی ہے اور واپس سیدھی اپنے چھتے میں آکر داخل ہو جاتی ہے یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ نکلتا ہے شہد مکھیوں کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ جسکی رنگت مختلف ہوتی ہے۔ کوئی بالکل سفید ہے کوئی سرخی مائل ہوتا ہے کوئی کسی اور رنگ کا ہوتا ہے۔ اس میں ایک تو موسم اور پھلوں کا اثر ہوتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ بوڑھی مکھی کے شہد کا رنگ اور ہوتا ہے اور جوان مکھی کے شہد کا رنگ اور ہوتا ہے۔

شہد علاج بھی اور ذریعہ شفا بھی :

فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس شہد میں شفا ہے لوگوں کیلئے جو رب تعالیٰ نے اس میں رکھی ہے۔ جتنی سرد بیماریاں ہیں مثلاً فالج ہے، لقوہ ہے، گنٹھیا ہے، بدن میں درد ہے، ان سب کیلئے شفا ہے، مفرداً بھی اور دوسری دوائیوں کیساتھ ملا کر بھی۔ باقی طریقہ استعمال اور کتنا استعمال کرنا ہے یہ تو کوئی سمجھدار ہی بتا سکتا ہے۔ پھر یہ کہ جوانی میں کتنا استعمال کرنا ہے اور بڑھاپے میں کتنا استعمال کرنا ہے ان سب چیزوں کا تعلق حکمت کیساتھ ہے۔ پھر جوانی میں زیادہ فائدہ دیتا ہے بڑھاپے میں کم فائدہ دیتا ہے۔ جس میں جتنی قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی اس کو اتنا فائدہ دیگا۔ پہلے حکیم دواؤں کو محفوظ رکھنے کیلئے شہد استعمال کرتے تھے کہ دوائی میں شہد ڈال کر رکھ دو تو وہ خراب نہیں ہوتی جسطرح آج کل ڈاکٹر حضرات الکحل استعمال کرتے ہیں دواؤں کو محفوظ کرنے کیلئے اور الکحل کا حکم شراب کا نہیں ہے۔ جس

وقت میں دار العلوم سے فارغ ہو کر گکھڑ پہنچا تو مجھ پر ٹی۔بی کا حملہ ہوا۔ڈاکٹروں نے جو دوائی تجویز کی اس میں تیرہ (۱۳) فیصد الکحل تھا میں الکحل کو شراب سمجھتا تھا میں وہ دوائی استعمال نہ کی اور مجھے کوئی کتاب بھی نہ ملی کہ خود مسئلہ دیکھ لو۔کیونکہ اس وقت یہاں کتابیں بہت کم تھیں۔مفتی اعظم ہندوستان حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ زندہ تھے میں نے ان کو خط لکھا کہ میرے لئے ڈاکٹروں نے جو دوائی تجویز کی ہے اس میں تیرہ (۱۳) فیصد الکحل ہے اس دوائی کو استعمال کرنے کا کیا حکم ہے۔مفتی صاحب نے اپنے ہاتھ مبارک سے لکھا کہ الکحل کا حکم شراب والا نہیں ہے۔اس کے بعد پھر مجھے بھی شامی، درمختار اور امداد الفتاویٰ وغیرہ ساری کتابیں مل گئیں جن میں میں نے خود بھی مسئلہ دیکھ لیا۔اس وقت میرے خسر صاحب میاں محمد اکبر صاحب مرحوم زاہد الراشدی کے نانا جان زندہ تھے وہ مجھے سول ہسپتال گوجرانوالہ لے گئے ڈاکٹروں کا بورڈ بیٹھا اور میرا پیشاب، خون اور تھوک ٹیسٹ کیا، رپورٹ آئی تو بڑے ڈاکٹر صاحب نے کہا تم مشکل سے چھ ماہ زندہ رہو گے۔میاں جی مرحوم پریشان ہوئے اور میں ہنس پڑا۔ڈاکٹر بڑے حیران ہوئے کہ ہم نے اس کو موت کی خبر دی ہے اور یہ ہنس پڑا ہے۔مجھے کہنے لگے کہ آپ ہنسے کیوں ہیں؟ میں نے کہا میرا رب پر ایمان ہے اور رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ موت کی خبر کسی کو نہیں ہے۔تم کس طرح کہتے ہو کہ میں چھ ماہ بعد مر جاؤں گا اس لئے مجھے ہنسی آئی ہے۔اس وقت سے لیکر اب تک اکاون (۵۱) سال گذر گئے ہیں میں زندہ ہوں۔

تو خیر شہد کے متعلق بتا رہا تھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے سرد بیماریوں کیلئے شفا رکھی ہے۔اور یاد رکھنا! اگر کوئی صفراوی مزاج والا یا پتلے دبلے بدن والا استعمال کرنا چاہے تو زیادہ مقدار استعمال نہ کرے مقدار سے زیادہ استعمال فائدے کی بجائے نقصان دیتا ہے۔

شہد کی خوراک دو تولے سے لے کر چار تولے تک ہے۔ بحسب عمر اور چھوٹے بچوں کیلئے مقدار اور بھی کم ہوتی ہے۔ عورتیں عموماً کہتی ہیں کہ ڈوا ہو گیا ہے۔ یہ ڈوا کیا ہے؟ معدے میں بلغم جمع ہو جاتی ہے جس سے چھاتی بولتی رہتی ہے۔ اس کا آسان علاج یہ ہے کہ بچے کو کسٹر آئیل پلا دو معدہ بھی صاف ہو جائے گا اور چھاتی بھی صاف ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کھانسی بھی ختم ہو جائے گی۔ کسی ڈاکٹر حکیم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پہلے سمجھدار عورتیں اسی طرح کرتی تھیں کہ پندرہ دن کے بعد بچوں کو کسٹر یل پلا دیتی تھیں پہلے حکیم معدے کی صفائی سے علاج کرتے تھے پھر تحلیہ ہوتا تھا آج تمام ڈاکٹر جلاب کے مخالف ہیں حالانکہ جلاب میں بڑا فائدہ ہے۔ اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب تک معدے کی صفائی نہ ہو تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ معدہ صاف ہو جائے اور اس سے مواد فاسدہ خارج ہو جائیں پھر آگے علاج ہوگا۔ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے بڑا فائدہ رکھا ہے ان میں سے ایک جلاب فرمایا۔ لہٰذا جلاب بڑے بھی لیں اور چھوٹے بھی لیں اس سے معدہ صاف ہو جائے گا چھاتی صاف ہو جائے گی عروق سے مواد فاسدہ خارج ہو جائیں گے اور بڑا فائدہ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہد میں شفا ہے لوگوں کیلئے مگر شرط ہے کہ خالص ہو۔ اگر خالص نہ ہوا تو اس کا نقصان بھی زیادہ ہوگا اور چھوٹی مکھی کا شہد زیادہ مفید ہوتا ہے بنسبت بڑی مکھی کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے کہ حیوان ہیں اور ان کا کیا مستقل نظام ہے۔ باقاعدہ ان کا بادشاہ ہے اور اس کی اطاعت کرتی ہیں اس کے حکم سے جاتی ہیں اور آتی ہیں اگر کوئی لیٹ ہو جائے تو اس سے باز پرس ہوتی ہے شہد غلط لیکر آئے تو سزا ہوتی ہے۔ اپنے مکان

میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتیں۔ یہ شعور ان کو کس نے دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے دیا۔ فرمایا
وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ پھر وہ تم کو وفات دیگا
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ نکمی
عمر کی طرف۔ ایسی نکمی عمر کہ نہ آنکھیں ساتھ دیتی ہیں، نہ کان ساتھ دیتے ہیں، نہ منہ ساتھ
دیتا ہے کہ اس میں دانت نہیں ہیں لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا تاکہ نہ جانے جاننے
کے بعد کچھ بھی۔ اپنے پوتوں، پڑپوتوں کے نام بھی یاد نہیں رکھ سکتا۔ آئیں تو پوچھتا ہے تم
کون ہو اور تم کون ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا بڑھاپا کہ جس میں ہوش وحواس قائم
ہوں ٹھیک ہے اور ایسا بڑھاپا کہ جس میں ہوش وحواس قائم نہ رہیں تو سب دعا کرتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ بابے کی سختی سے معاف کردے یعنی ہمارا پیچھا چھوڑ دے کبھی ایسا بڑھاپا انسان
کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ
جاننے والا قدرت والا ہے۔ مگر کوئی غور وفکر کرنے والا ہوتو۔

۞ ۞ ۞

وَاللّٰهُ
فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

وَاللّٰهُ فَضَّلَ اور اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ تم میں سے بعض کو بعض پر فِى الرِّزْقِ رزق میں فَمَا پس نہیں ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ فُضِّلُوْا جن کو فضیلت دی گئی بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ لوٹانے والے اپنے رزق کو عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ان پر جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تاکہ وہ ہو جائیں اس میں برابر اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے جَعَلَ لَكُمْ بنائے تمہارے لئے مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں سے اَزْوَاجًا جوڑے وَّجَعَلَ لَكُمْ اور بنائے تمہارے لئے مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویوں سے بَنِيْنَ بیٹے وَحَفَدَةً

اور پوتے وَّرَزَقَكُمْ اور رزق دیا تم کو مِّنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں میں سے اَفَبِالْبَاطِلِ کیا پس باطل پر يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور یہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے مَالَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا نہیں مالک ان کیلئے روزی کے مِّنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے شَيْئًا کچھ بھی وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہیں طاقت رکھتے فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ پس نہ بیان کرو تم اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے۔

غلام کی مثال اور مسئلہ توحید :

قرآن پاک کے نزول کے وقت سرزمین عرب میں بہت سارے غلام اور لونڈیاں تھیں۔ غلام کی حیثیت جانور کی ہوتی تھی جس طرح جانوروں کی منڈیاں ہوتی ہیں اسی طرح غلاموں کی بھی منڈیاں ہوتی تھیں بیچے اور خریدے جاتے تھے۔ مختلف ممالک کے غلام ہوتے تھے حبشی رومی وغیرہ۔ غلام بالکل بے اختیار ہوتا ہے اپنی مرضی سے نہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور نہ شادی کر سکتا ہے جب تک مالک اجازت نہ دے اور جب تک مالک اس کو آزاد نہ کرے اس نے غلام ہی رہنا ہے۔ غلام اپنی استعداد کے مطابق مالک کا کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے غلام کی مثال دے کر مسئلہ توحید سمجھایا ہے اور شرک کی تردید فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم جو میری مخلوق کو میرا شریک ٹھہراتے ہو فرشتوں کو، پیغمبروں کو، ولیوں کو کہ ان کے پاس بھی خدائی اختیارات ہیں اور یہ رب والے کام کر سکتے

ہیں تم یہ بتلاؤ کہ رب تعالیٰ نے جو تمہیں مال و دولت اور جائیداد دی ہے کیا تم یہ گوارا کرتے ہو کہ اپنے غلاموں اور باندیوں کو اس میں اپنا برابر کا شریک بنا لو کہ تمہارے غلام اور لونڈیاں تمہارے مال اور جائیداد میں برابر کے شریک ہیں حالانکہ غلام اور لونڈیاں بھی انسان ہیں اور ان کی تمام ضروریات وہی ہیں جو آقا کی ہیں صرف مجازاً یہ مالک ہے اور وہ مملوک ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی بھی یہ گوارا نہیں کرتا تو رب تعالیٰ اپنی مخلوق کو کس طرح اپنا شریک بنا سکتا ہے؟ او ظالمو! تم نے رب کی مخلوق کو رب کا شریک کس طرح بنا دیا ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان تو کوئی نسبت بھی نہیں ہے تو وہ رب کے شریک کس طرح بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور اللہ تعالیٰ نے ہی فضیلت دی ہے تم میں سے بعض کو بعض پر فِي الرِّزْقِ رزق میں۔ کسی کو زیادہ دیا ہے کسی کو کم دیا ہے ظاہر بات ہے فَمَا الَّذِيْنَ پس نہیں ہیں وہ لوگ فُضِّلُوْا جن کو فضیلت دی گئی ہے بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ لوٹانے والے اپنے رزق کو عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ان پر جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ یعنی اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو وہ ایسے طریقے سے رزق دینے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ پس وہ ہو جائیں اس میں برابر۔ ایسا نہیں کریں گے، یہاں رزق سے مراد کھانا، پینا، لباس مراد نہیں ہے یہ تو مالک نے دینا ہی ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد مال اور جائیداد ہے کہ اپنے مال، جائیداد، کارخانہ، مل، زمین میں غلاموں کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتے کہ وہ تمہارے برابر کے ہو جائیں، رب تعالیٰ کس طرح گوارا کرتا ہے کہ مخلوق اس کے برابر ہو جائے اور خدائی اختیارات وہ اپنی مخلوق کو دیدے اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ کیا پس تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو کہ نہ اپنے لئے شریک گوارا کرتے ہو اور نہ لڑکیاں گوارا کرتے

ہو اور اللہ تعالیٰ کیلئے شریک اور بیٹیاں بناتے ہو، اپنے قاصد اور سفیر کی توہین برداشت نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی توہین کرتے ہو۔ روس کے ایک پروفیسر نے کتاب لکھی ہے جس میں قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ ملکیت میں سب لوگ برابر ہیں لیکن لوگ دوسروں کو دیتے نہیں ہیں۔ لہٰذا بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اس کا استدلال صحیح نہیں ہے ھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ کے جملہ پر فا داخل ہے فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ پس وہ اس میں برابر ہو جائیں۔ اور واو ہوتی تو اس کا استدلال کرنا صحیح ہوتا، پھر معنیٰ ہوتا کہ یہ ان کو رزق نہیں دیتے حالانکہ وہ اس میں برابر ہیں۔ تو واو اور فا کا اتنا فرق ہے۔ وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا اور اللہ تعالیٰ نے بنائے تمہاری جانوں سے تمہارے جوڑے مرد بھی پیدا کئے عورتیں بھی پیدا کیں وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً اور بنائے تمہارے لئے بیویوں سے بیٹے اور پوتے حَفَدَۃٌ حَفِیْدٌ کی جمع ہے، پوتے بھی بنائے یعنی نسل چلائی۔ رزق دینے والا، اولاد دینے والا، مرد اور عورتوں کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ وَّرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے، اللہ تعالیٰ نے مغز تمہیں دیا اور چھلکا اور بھوسہ جانوروں کو دیا اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ کیا پس تم باطل پر ایمان لاتے ہو وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ ھُمْ یَکْفُرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وہ انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ تم شمار نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں شمار کر سکتے۔'' سانس اللہ کی نعمت ہے کہ جس کے ذریعے انسان زندہ رہتا ہے اسی کو شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کہ چوبیس گھنٹوں میں کتنا سانس لیتا ہے باقی نعمتیں تو درکنار رہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے بھی اس چیز کا شکوہ کیا ہے

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ [الانعام:۹۱] ''اور نہیں قدر کی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔'' دیکھو! اگر کوئی ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور مسئلہ بھی آنحضرت نے فرمایا مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ ''جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔'' چاپلوسی بُری بات ہے لیکن شکریہ ادا کرنا صحیح ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ کسی نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے تو کہو جزاک اللہ اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے۔ تو تم بندوں کا شکریہ ادا کرتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے انکار کرتے ہو وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور یہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے مَا اس مخلوق کی لَا یَمْلِکُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا نہیں مالک وہ ان کیلئے روزی کے آسمانوں سے اور نہ زمین سے کچھ بھی۔ رزق نہ فرشتوں کے پاس ہے نہ انسانوں کے پاس ہے نہ جنوں کے پاس ہے رزق صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ جن کی پوجا کرتے ہیں وہ رزق کے مالک نہیں ہیں۔ رزق دینا تو درکنار وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اور نہیں وہ طاقت رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی ایک دانہ بھی نہیں اُگا سکتا یہ سب نعمتیں رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور وہی دیتا ہے لیکن تم رب کی نعمتیں استعمال کرتے ہو اور پھر سرکشی کرتے ہو۔

مشرکین کے ڈھکوسلے :

آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ڈھکوسلوں کا رد فرمایا ہے۔ مشرک رب تعالیٰ کی ذات کا منکر نہیں ہوتا بلکہ ظاہراً رب کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کو بڑی بلند ذات مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری رسائی اللہ تعالیٰ تک نہیں ہے کیونکہ وہ بہت بلند ذات ہے اور ہم گنہگار لوگ ہیں ہماری خدا تک رسائی نہیں ہے اور یہ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں

ان کی اللہ تعالیٰ تک پہنچ ہے اس لئے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔ سورۃ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں۔'' پھر اس پر مثالیں دیتے تھے کہ مکان پر چڑھنے کیلئے سیڑھیوں کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے اس تک پہنچنے کیلئے یہ بزرگ سیڑھیاں ہیں۔ پھر کہتے بادشاہ کو ملنے کیلئے وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ، ڈی سی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے براہ راست کون مل سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے براہ راست اس کو کون مل سکتا ہے، یہ ولی پیغمبر اللہ تعالیٰ تک رسائی کیلئے وسیلے ہیں اس لئے ہم ان کی پوجا کرتے ہیں، ان کو سجدے کرتے ہیں اور ان کے نام کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے کام نکلواتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ پس نہ بیان کرو تم اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں اس طرح کی اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ دیکھو! بادشاہ کو ملنے کیلئے وسیلے کی ضرورت دو وجہ سے ہوتی ہے۔

۱)..... ایک تو اس لئے کہ بادشاہ کو خطرہ ہوتا ہے کہ آنے والا معلوم نہیں کون ہے کہیں مجھے گولی ہی نہ مار دے اس لئے تسلی کیلئے وہ واسطے سے ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ وہ تسلی کیلئے واسطے بنائے اور مقرر کرے۔

۲)..... اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بادشاہ نہ عالم الغیب ہے اور نہ علیم کل ہے کہ اس کو اپنی رعایا کے حالات کا علم ہو۔ تو ملنے والا وسیلہ تلاش کرتا ہے کہ میں جا کر صحیح حالات سے آگاہ کروں اور اللہ تعالیٰ کو اس وجہ سے بھی وسیلوں کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور علیم کل ہے، وہ ظاہر باطن کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ رہی مثال مکان پر

چڑھنے کیلئے سیڑھیوں کی تو سورۃ ق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''اور ہم زیادہ قریب ہیں اس کے شہ رگ سے۔'' تو رب تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے یہاں کونسی سیڑھی لگاؤ گے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مت بیان کرو مثالیں اللہ تعالیٰ کیلئے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ لہذا ایسی مثالوں اور ڈھکوسلوں کی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ لہذا اس کیلئے کسی وسیلے کی ضرورت نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

ضَرَبَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے مَثَلًا مثال عَبْدًا ایک غلام ہے مَّمْلُوْكًا کسی کی ملک میں لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ نہیں وہ قدرت رکھتا کسی شے پر وَّمَنْ اور ایک وہ شخص ہے رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا جس کو ہم نے رزق دیا اپنی طرف سے اچھا رزق فَهُوَ يُنْفِقُ پس وہ خرچ کرتا ہے مِنْهُ اس سے سِرًّا پوشیدہ بھی وَّجَهْرًا اور ظاہر بھی هَلْ يَسْتَوٗنَ کیا یہ دونوں برابر ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال رَّجُلَيْنِ دو آدمی ہیں اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ ان میں سے ایک گونگا ہے لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ نہیں قدرت

رکھتا کسی شے پر وَّهُوَ كَلٌّ اور وہ بوجھ ہے عَلٰي مَوْلٰهُ اپنے آقا پر اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ جدھر بھی اس کا آقا اس کو متوجہ کرتا ہے لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ وہ نہیں لاتا خیر هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ کیا برابر ہے وہ وَمَنْ اور وہ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ جو حکم کرتا ہے انصاف کا وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور وہ سیدھے راستے پر ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے آسمانوں کا غیب وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ مگر جیسے آنکھ کا جھپکنا اَوْ هُوَ اَقْرَبُ یا اس سے بھی زیادہ قریب ہے اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر قادر ہے۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے سبق میں آپ نے یہ بات پڑھی کہ کوئی آدمی اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کا غلام اس کے مال اور جائیداد، کارخانے میں، سونے چاندی میں برابر کا شریک ہو جائے اور اس مال جائیداد میں اس کا بھی اسی طرح کا حق ہو جسطرح کا تمہارا حق ہے۔ تم اپنے غلاموں کو اپنے ساتھ برابر کا حقدار بنانا پسند نہیں کرتے حالانکہ وہ بھی انسان ہیں اور جو ضروریات تمہاری ہیں ان کی بھی وہی ہیں اور رب تعالیٰ کی مخلوق کو رب تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ اسی سلسلے میں یعنی مشرک اور شرک کے رد میں اللہ تعالیٰ دو مثالیں اور بیان فرماتے ہیں۔

شرک کی تردید بطریق امثال :

فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے عَبْدًا مَّمْلُوْكًا عبد کا

لفظ بندے پر بولا جاتا ہے وہ آزاد بھی ہوسکتا ہے اور غلام بھی، اور عبد ہونا بڑی صفت ہے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی پہلی صفت عبد بیان فرمائی ہے عَبْدُہٗ پھر فرمایا
وَرَسُوْلُہٗ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور رسالت کا درجہ بہت بلند ہے اور
عبدیت کا بھی ایک مقام ہے۔ کیونکہ عبدیت کہتے ہیں اس تعلق کو جو بندے کا رب کیساتھ
ہوتا ہے اور رسالت وہ تعلق ہے جو بندے کا مخلوق کیساتھ ہوتا ہے۔ رسالت کا معنٰی ہے
پیغام پہنچانا اور رسول کا معنٰی ہے پیغام پہنچانے والا، اللہ کی مخلوق تک اللہ تعالیٰ کے احکام
پہنچانے والا۔ اور وہ حق جو بندے کا اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے اس کیلئے عَبْدُہٗ ہے اللہ تعالیٰ
کیساتھ تعلق استوار کرنے کے بعد رَسُوْلُہٗ ہے کہ رب کے احکام پہنچاتے ہیں۔
آنحضرت ﷺ کے معراج کا ذکر پندرھویں پارے میں ہے اس میں بھی عبد کا لفظ فرمایا ہے
سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات
لے گئی۔'' اور ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش عظیم کے پاس پہنچ کر رب تعالیٰ کیساتھ ہم کلام
ہوئے، اس کا ذکر فرمایا تو لفظ عبد کے ساتھ ہی فرمایا ہے فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی
''پس وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔'' [نجم: ۱۰]
واپس تشریف لائے تو اَلتَّحِیَّات کا تحفہ لے کر آئے۔ اس میں بھی عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ہے۔
یعنی عبد کا وصف اس میں بھی موجود ہے۔ زمین پر تھے تو عبد تھے عرش پر پہنچے تو بھی عبد رہے
اور واپس تشریف لائے تو بھی عبد ہی، لہٰذا عبد کا مقام بہت بلند ہے اور مملوک کا معنٰی غلام۔
تو عبد آزاد بھی ہوتا ہے اور غلام بھی۔ اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے کہ ایک غلام ہے جو کسی
کی ملک میں ہے ایک بندہ ہے غلام لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ نہیں وہ قدرت رکھتا کسی شے
پر۔ غلام نہ کوئی شے خرید سکتا ہے نہ بیچ سکتا ہے نہ اپنی مرضی سے شادی کر سکتا ہے۔ ایک شخص

یہ ہے وَمَنْ اور ایک وہ ہے رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا جس کو ہم نے رزق دیا ہے اپنی طرف سے بڑا اچھا رزق، وافر، حلال اور طیب فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا پس وہ اس سے خرچ کرتا ہے اس میں سے پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی۔ تو ایک غلام ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا بے اختیار ہے اور دوسرا اپنے مال کا مالک ہے جسطرح چاہے اپنے مال میں تصرف کرے هَلْ يَسْتَوٗنَ کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے اپنے ملک میں جو چاہے کرے اور مخلوق مملوک ہے چاہے کوئی کتنی اونچی شان والا کیوں نہ ہو وہ خدا کے دیئے ہوئے اختیار سے زیادہ کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اس مخلوق میں نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا یہ ایمان کی بنیاد ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [اعراف:۱۸۸] ''اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں میں نہیں مالک اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نہ نقصان کا۔'' اور سورۃ جن آیت نمبر ۲۱ میں ہے قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ''اے پیغمبر آپ کہہ دیں نہیں مالک میں تمہارے لئے نقصان کا اور نہ نفع کا۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے یہ اعلان اس لئے کروایا کہ آپ ﷺ کے بلند و بالا درجے کو دیکھ کر کوئی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے تو جب آپ ﷺ کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ اپنے نفع نقصان کے مالک ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کون مالک ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہے سو کرے اور جسطرح چاہے کرے کسی کو کچھ دے، نہ دے۔ اور مخلوق ساری مملوک ہے وہ کیا کرسکتی ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مثال دے کر سمجھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک قید خانے میں بہت سارے قیدی ہوں۔ ایک قیدی دوسرے قیدی کو کہے کہ تو مجھے چھڑا دے تو کیا وہ

اس کو چھڑا سکتا ہے وہ تو خود قیدی ہے تجھے کیا چھڑائے گا؟ ساری مخلوق رب تعالیٰ کے احکام میں قیدی ہے رب کے احکام سب پر نافذ ہیں وہ خدائی اختیارات میں سے تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ ہاں! دعا کر سکتے ہیں کہ اے پروردگار! یہ بندہ عاجز ہے اسکی امداد کر۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم نے بات سمجھادی ہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ قادر اور عبدالقادر برابر نہیں ہوسکتے، مالک اور مملوک برابر نہیں ہوسکتے بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے نہیں سمجھتے۔

دوسری مثال :

دوسری مثال وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا اور بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال رَّجُلَیْنِ دو آدمی ہیں اَحَدُھُمَآ اَبْکَمُ ان دو میں سے ایک گونگا ہے اس کی زبان نہیں چلتی لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ نہیں قدرت رکھتا کسی شے پر۔ نہ بات کر سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے اور جو بات نہ سمجھے تو اس پر بڑا غصہ آتا ہے کہ میری بات کیوں نہیں سمجھتا وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہُ اور وہ بوجھ ہے اپنے آقا پر، اپنے مالک پر جس کے پاس بھی ہوگا اس پر بوجھ ہوگا چاہے باپ اور بھائی کے پاس بھی ہو اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُّ جدھر بھی اس کا آقا اس کو بھیجتا ہے متوجہ کرتا ہے لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ وہ نہیں لاتا خیر۔ کام بگاڑ کر آتا ہے سنوار کر نہیں آتا ایک تو یہ ہے ھَلْ یَسْتَوِیْ ھُوَ کیا برابر ہوسکتا ہے وہ وَمَنْ اور وہ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ جو حکم کرتا ہے انصاف کا، عدل کا زبان اس کی چلتی ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہی حال ہے کافر اور مومن کا۔ کافروں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حقیقتاً بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ نہیں! بلکہ کان ہیں مگر حق کی بات سنتے نہیں ہیں، زبانیں ہیں مگر حق بات کہنے کیلئے تیار نہیں

ہیں ، آنکھیں ہیں مگر حق کی نشانیاں نہیں دیکھتے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اَنْ تَریٰ صُمًّا بُکْمًا مُلُوْکَ الْاَرْضِ یہ کہ تو دیکھے گا بہرے اور گونگوں کو بادشاہ زمین کا۔

آج سے تقریباً پینسٹھ، ستر (۶۵، ۷۰) سال پہلے کی بات ہے کہ ہم نے جب یہ حدیث پڑھی نوعمری تھی استاذ محترم مولانا عبدالقدیر صاحبؒ یہاں بھی تشریف لاتے رہتے تھے اب فوت ہو گئے ہیں ان کی نماز جنازہ بھی میں نے پڑھائی تھی۔ ان سے ہم نے پوچھا کہ حضرت! اس وقت آنکھوں والے نہیں ہونگے ، کان اور زبان والے نہیں ہونگے کہ لوگ بہروں گونگوں کو بادشاہ بنائیں گے؟ تو حضرت نے فرمایا میاں! آنکھیں ہونگی ، زبانیں بھی ہونگی ، کان بھی ہونگے لیکن حق کی بات نہیں سنیں گے حق بات زبان سے نکالیں گے نہیں حق کی نشانیاں نہیں دیکھیں گے۔ اس وقت جتنے حکمران ہیں سب بہرے ، گونگے اور اندھے ہیں۔ بیچارے طالبان کے پاس تھوڑا سا رقبہ ہے سب مغربی دنیا ان کے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ یہ انسانی حقوق ضائع کرتے ہیں عورتوں کو سزا دیتے ہیں یعنی قرآن پاک پر عمل کرنا ان کے نزدیک حق تلفی ہے اور خود جو ظلم کرتے ہیں ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ ان پر تو اتنا افسوس نہیں کیونکہ وہ ہیں ہی کافر افسوس تو ان پر ہے جو مسلمان کہلاتے ہیں کہ کم از کم طالبان کی تائید تو کھل کر کرو کہ یہ کوئی ظلم نہیں کر رہے کوئی حق تلفی نہیں کر رہے اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کر رہے ہیں۔ واحد ملک ہے جس میں قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کا حکم نافذ ہے اور ان کو تنگ کرنے کی بھی یہی وجہ ہے۔ کیونکہ کافر یہ بات کب برداشت کر سکتا ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں مکمل اسلامی قانون نافذ ہو۔ تو مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور وہ سیدھے راستے پر ہے۔ مومن عدل وانصاف کرتا ہے زبان اس کی

چلتی ہے حق پر ہے اور کافر گونگا ہے اور باطل پر ہے کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

غیب کا معنٰی اور مفہوم :

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ غیب کا یہ معنٰی نہیں ہے کہ جو چیز رب تعالیٰ سے غیب ہے بلکہ اس کا معنٰی ہے کہ مخلوق سے جو چیز غائب ہے اس کو بھی رب جانتا ہے اور جو چیز مخلوق کے سامنے ہے اس کو بھی رب جانتا ہے عالم الغیب و الشھادۃ رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ کوئی ذرہ، کوئی قطرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ رات کو چلنے والا، دن کو چلنے والا، روشنی میں چلنے والا، اندھیرے میں چلنے والا اس کے سامنے سب برابر ہیں اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کا غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہاں! غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بتلائی ہیں اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو بتلائی ہیں۔ فرمایا وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا مگر جیسے آنکھ کا جھپکنا۔ آنکھ کے جھپکنے کی دیر میں قیامت قائم ہو جائے گی اَوْ هُوَ اَقْرَبُ یا اس سے بھی زیادہ قریب ہے، قیامت دور نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو مرا اس قیامت قائم ہو گئی۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے اگلا سارا جہان سامنے ہے بلکہ آنکھیں بند ہونے سے پہلے جان نکالنے والے فرشتے نظر آتے ہیں اور ان کیساتھ گفتگو ہوتی ہے۔ اور نیک ہے تو کہتا ہے قَدِّمُوْنِىْ قَدِّمُوْنِىْ مجھے جلدی لے چلو مجھے جلدی لے چلو اور برا ہے تو کہتا ہے اَيْنَ تَذْهَبُوْنِىْ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ یہ سب کچھ صحیح ہے مگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا مکلف بنایا ہے۔ تو قیامت آنکھ جھپکنے کی دیر میں برپا ہو گی یا اس سے بھی

زیادہ قریب میں اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۷

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو نکالا مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا تم نہیں جانتے تھے کچھ بھی وَّجَعَلَ لَكُمُ اور بنائے تمہارے لئے السَّمْعَ کان وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تا کہ تم شکر ادا کرو اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا

انہوں نے اِلَى الطَّيْرِ پرندوں کی طرف مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ جو مسخر ہیں آسمان کی فضا میں مَا يُمْسِكُهُنَّ نہیں روکتا ان کو اِلَّا اللّٰهُ مگر اللہ تعالیٰ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک البتہ اس میں نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے لئے مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا تمہارے گھر سکونت کیلئے وَّجَعَلَ لَكُمْ اور بنائے تمہارے لئے مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ جانوروں کے چمڑوں سے بُيُوْتًا گھر تَسْتَخِفُّوْنَهَا جن کو تم ہلکا سمجھتے ہو يَوْمَ ظَعْنِكُمْ جس دن تم کوچ کرتے ہو وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ اور جس دن تم ٹھہرتے ہو وَمِنْ اَصْوَافِهَا اور ان کی اون سے وَاَوْبَارِهَا اور ان کی پشم سے وَاَشْعَارِهَآ اور ان کے بالوں سے اَثَاثًا سامان بناتے ہو وَّمَتَاعًا اور نفع کی چیزیں اِلٰى حِيْنٍ ایک مدت تک وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے لئے مِّمَّا خَلَقَ اس چیز سے جو پیدا کی ہے ظِلٰلًا سائے وَّجَعَلَ لَكُمْ اور بنائے ہیں تمہارے لئے مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا پہاڑوں سے غار وَّجَعَلَ لَكُمْ اور بنائے ہیں تمہارے لئے سَرَابِيْلَ قمیصیں تَقِيْكُمُ الْحَرَّ جو بچاتی ہیں تمہیں گرمی سے وَسَرَابِيْلَ اور قمیصیں تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ جو بچاتی ہیں تمہیں میدان جنگ میں كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ اسی طرح مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو عَلَيْكُمْ تم پر لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ تاکہ تم فرمانبردار ہو جاؤ فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ اعراض کریں فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

آپ کے ذمہ ہے بات کو پہنچادینا بات کو کھول کر یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ پہچانتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا پھر انکار کرتے ہیں اس نعمت کا وَاَکْثَرُھُمُ الْکٰفِرُوْنَ اور اکثر ان کے نافرمان ہیں۔

دو تین رکوعوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت کے دلائل کا ذکر چلا آرہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات وصفات سے وحدہ لاشریک لۂ ہے۔ نہ انسانوں میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ فرشتوں میں، نہ جنوں میں، نہ پیغمبروں میں، نہ ولیوں میں اس کا کوئی شریک ہے۔ خدائی اختیارات میں اللہ تعالیٰ ہی تمہارا خالق ہے اور وہی تمہارا مالک ہے اور وہی تمہارا رازق ہے اس سلسلے کے بعض دلائل کا ذکر ہے۔

توحید کے بعض دلائل :

فرمایا وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو نکالا مِنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا تم نہیں جانتے تھے کچھ بھی۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کو کوئی شُد بُد نہیں ہوتی، کسی شے کا کوئی علم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ میں نے اپنی خوراک ماں کی چھاتی سے حاصل کرنی ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں رکھی ہے کہ پیدا ہوتے ہی ماں کے پستان تلاش کرتا ہے اور چوستا ہے یہ اس کی فطرت ہے اور اس کے اختیار میں بھی نہیں ہے۔ یہ اس کو کس نے پڑھایا ہے کہ تیری خوراک تیری ماں کی چھاتی میں ہے اور تو نے چوس کر حاصل کرنی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں رکھا ہے۔ سورۃ البلد پارہ ۳۰ میں ہے وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ”اور ہم نے ہدایت کردی دونوں راستوں کی۔“ کہ تو دایاں پستان بھی چوس اور بایاں پستان بھی چوس پھر خدا کی شان ہے کہ اگر خوراک کی وجہ سے ماں کے دودھ میں خرابی پیدا ہو جائے تو بچہ دودھ نہیں پیتا۔ اس

وقت فوراً دودھ ٹیسٹ کروانا چاہئے ضروری نہیں کہ یہ خرابی ہمیشہ کیلئے ہو بسا اوقات عورتیں ایسی خوراک کھا لیتی ہیں کہ عارضی طور پر دودھ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے یہ سب فطرتی باتیں ہیں کہ اس وقت بچہ دودھ نہیں پیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ اور اللہ تعالیٰ نے بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل۔ کانوں کیساتھ سنتے ہو، آنکھوں کیساتھ دیکھتے ہو، دل کیساتھ سمجھتے اور غور کرتے ہو۔ یہ نعمتیں کیوں دیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو۔ مگر انسان جیسا کہ آگے آئے گا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور اکثریت ان کی ناشکری کرنے والی ہے۔ اور سورۃ السبا آیت نمبر ۱۳ میں ہے وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ''اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جَو یعنی فضا کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اِلَى الطَّيْرِ پرندوں کی طرف مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ جو مسخر ہیں آسمان کی فضا میں۔ زمین و آسمان کے درمیان فضا میں کافی وزنی وزنی پرندے پھرتے ہیں ان کو پر کس نے دیئے ہیں اور ہوا میں اڑنے کا طریقہ کس نے بتلایا؟ کون ہے جو وزنی وزنی پرندوں کو فضا میں اڑاتا ہے مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ نہیں روکتا ان کو مگر اللہ تعالیٰ۔ پیدا بھی اسی نے کیا، پر بھی اسی نے دیئے اور اڑنے کا طریقہ بھی اسی نے بتلایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ کتنے وزنی وزنی پرندے اڑتے ہیں بلندی پر جاتے ہیں اور اترتے ہیں اور بعضے کئی کئی گھنٹے فضا میں رہتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے تمہارے لئے مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا تمہارے گھر سکونت کیلئے۔ جن میں تم رہتے ہو گرمی اور سردی سے بچتے ہو، بارش اور

طوفان سے بچتے ہو، جن میں تمہاری جانیں اور مال محفوظ ہیں۔ یہ مکان تمہیں کس نے دیئے ہیں؟ یہ رب تعالیٰ کی نعمت نہیں ہے؟ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا اور بنائے تمہارے لئے جانوروں کے چمڑوں سے گھر۔ عرب میں اُس وقت بھی خانہ بدوش لوگ ہوتے تھے اور اب بھی ہیں۔ سادہ زمانہ تھا وہ لوگ دو دو، تین تین چمڑے جوڑ کر سائبان بناتے تھے خیمے بناتے تھے جہاں ٹھہرتے تھے خیمہ لگا لیتے تو یہ چمڑے کس نے پیدا فرمائے ہیں جن سے تم مکان بناتے ہو تَسْتَخِفُّوْنَهَا جن کو تم ہلکا سمجھتے ہو يَوْمَ ظَعْنِكُمْ جس دن تم کوچ کرتے ہو وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ اور جس دن تم اقامت کرتے ہو۔ خانہ بدوش لوگ جہاں پانی، سبزہ، درخت دیکھتے تھے وہاں ڈیرہ لگا لیتے تھے کچھ مدت وہاں ٹھہرے پھر آگے چل پڑے آگے جا کر ڈیرہ لگا لیا۔ ظاہر بات ہے کہ اینٹ، پتھر، گارے کے مکان تو ساتھ نہیں لے جا سکتے اور چمڑے کے خیمے ہلکے پھلکے ساتھ اٹھائے پھرتے، یہ کس نے تمہارے لئے بنائے ہیں؟ وَمِنْ اَصْوَافِهَا اور ان جانوروں کی اون سے وَاَوْبَارِهَا اور ان جانوروں کی پشم سے وَاَشْعَارِهَآ اور ان کے بالوں سے اَثَاثًا سامان بناتے ہو۔ اَصْوَاف صَوْف کی جمع ہے بھیڑوں کی اون۔ اس سے سردی سے بچاؤ کے کپڑے بنتے ہیں۔ اَوْبَارُ وَبَرٌ کی جمع ہے معنٰی ہے اونٹ کی پشم۔ اور اونٹ کی پشم سے کمبل وغیرہ بنتے ہیں اور اَشْعَار شَعْرٌ کی جمع ہے بکریوں کے بال۔ اور بکریوں کے بالوں سے بوریاں بنتی ہیں اور سامان بنتے ہیں قالین بناتے ہو، یہ سب چیزیں کس نے پیدا فرمائی ہیں؟ وَمَتَاعًا اور سامان اور نفع کی چیزیں ان سے بناتے ہو اِلٰى حِيْنٍ ایک مدت تک وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے لئے مِمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا اس چیز سے جو اس نے پیدا کی ہے سائے۔ گرمی کے زمانے میں درختوں کا سایہ اللہ تعالیٰ کی نعمت

ہے۔ ہمارے علاقے قدرے معتدل ہیں اور عرب کا علاقہ بڑا گرم ہے تو ان کو سائے کی قدر بھی زیادہ ہے وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا اور بنائے ہیں تمہارے لئے پہاڑوں سے غار۔ اَكْنَانَ كِنٌّ کی جمع ہے اور كِنٌّ کا معنی ہے غار۔ تمہارے چھپنے کیلئے پہاڑوں میں یہ غاریں کس نے بنائی ہیں؟

طالبان کی کامیابی :

افغانستان میں طالبان کو حقیقتاً تو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی ہے لیکن ظاہری اسباب میں وہاں کے بڑے بڑے پہاڑ ہیں ان کی غاروں میں ان کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا کہ نہ جہاز ان کا کچھ بگاڑ سکے نہ ٹینک کچھ کر سکے نہ توپیں اور بم ان کا کچھ بگاڑ سکے۔ یہ قدرتی پہاڑ ان کے دفاع کا سامان تھا اگر میدانی علاقہ ہوتا جیسے ہمارا علاقہ ہے تو روس جیسی طاغوتی طاقت کے آگے ٹھہرنا عالم اسباب میں بہت مشکل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے چھپنے کیلئے۔ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ سَرَابِيلَ سِرْبَالٌ کی جمع ہے اور بنائیں تمہارے لئے قمیصیں تَقِيكُمُ الْحَرَّ جو بچاتی ہیں گرمی سے، سردی سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں ابھی تم نے اون اور ریشم کا ذکر سنا ہے وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ اور قمیصیں جو تمہیں میدان جنگ میں بچاتے ہیں۔ جنکو زرہ کہتے ہیں۔ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ [سبا:۱۰] ''اور ہم نے نرم کردے ان کیلئے لوہے کو'' کہ لوہا ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ بناتے تھے اور میدان جنگ میں پہنتے تھے جس سے نہ تلوار اثر کرتی تھی اور نہ نیزہ اور تیر اثر کرتا تھا، یہ چیزیں کس نے پیدا فرمائی ہیں؟ اور نزول قرآن کے وقت یہی چیزیں اہم نعمتیں تھیں اور اب تو ان کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ اسی طرح

مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو عَلَیْکُمْ تم پر لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ تا کہ تم فرمانبردار ہو جاؤ۔ نعمتوں کی قدر کرنا یہ انسانیت کا جذبہ ہے اور ناشکری کرنا ابلیس لعین کی صفت ہے۔ اور شکریہ کا بہترین عمل نماز ہے۔ نماز میں ہاتھ بھی نیچے لگیں گے، گھٹنے اور پاؤں بھی، ناک اور پیشانی بھی اور عاجزی کیساتھ کہے گا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ رب کی نعمتیں کھا کر الحمد للہ کہہ دیں بس شکریہ ادا ہو گیا۔ بیشک لفظ الحمد للہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ ہے مگر اسی میں بند سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ نعمتوں سے فائدہ تو سر سے لے کر پاؤں تک سارا بدن اٹھائے گا اور شکریہ کیلئے صرف دو تولے کی زبان سے الحمد للہ کہنا کافی سمجھا جائے۔ لہٰذا یاد رکھنا! کامل شکریہ نماز پڑھنا ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ اعراض کریں ساری نعمتیں سن کر اور دیکھ کر بھی توجہ نہ کریں تو فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ پس پختہ بات ہے اے نبی کریم ﷺ! آپ کے ذمہ ہے بات کو کھول کر پہنچا دینا منوانا اور تسلیم کرانا آپ کا فریضہ نہیں ہے۔ ہدایت پیش کرنا پیغمبر کا کام اور فریضہ ہے اور دینا رب تعالیٰ کا کام ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کیساتھ آپ کی محبت ہے اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔''

ہادی کا مفہوم :

آپ ﷺ ہادی ہیں بایں معنیٰ آپ ﷺ ہدایت پیش کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے بغیر ہدایت کوئی نہیں دے سکتا۔ تو فرمایا آپ کے ذمہ ہے بات کو کھول کر پہنچا دینا آگے ان کی مرضی ہے تسلیم کریں یا نہ کریں یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں کہ زمین اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، آسمان اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، چاند، سورج،

ستارے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، خوراک، لباس، آنکھیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، کان، ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ وغیرہ بے شمار اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا [ابراہیم:۳۴] "اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو گے۔" ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا پھر انکار کرتے ہیں ان کا کہ شکر ادا نہیں کرتے جیسا کہ شکر ادا کرنا چاہیے وَاَکْثَرُھُمُ الْکٰفِرُوْنَ اور اکثر ان کے نافرمان ہیں ناشکرے ہیں۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے شکر ادا نہیں کرتے جو کہ انسان کے فریضے میں شامل ہے۔

❁ ❁ ❁

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

وَيَوْمَ اور جس دن نَبْعَثُ ہم کھڑا کریں گے مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ ہر امت سے شَهِيدًا ایک گواہ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ پھر نہیں اجازت دی جائے گی لِلَّذِينَ كَفَرُوا ان لوگوں کو جو کافر ہیں وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ اور نہ ان سے توبہ وصول کی جائے گی وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا اور جس وقت دیکھیں وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا الْعَذَابَ عذاب کو فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ پس ہلکا نہیں کیا جائے گا ان سے وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا اور جس وقت دیکھیں

گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا شُرَکَآءَ هُمْ اپنے شریکوں کو قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا اے ہمارے رب یہ ہمارے شریک ہیں الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا وہ جن کو ہم پکارتے تھے مِنْ دُوْنِكَ آپ سے نیچے نیچے فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ پس وہ ڈالیں گے ان کی طرف بات (اور کہیں گے) اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ بیشک تم البتہ جھوٹے ہو وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ اور ڈالیں گے اللہ کی طرف اس دن السَّلَمَ صلح کی بات وَضَلَّ عَنْهُمْ اور غائب ہو جائے گی ان سے مَّا وہ چیز كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جو افترا باندھتے تھے اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا اللہ تعالیٰ کے راستے سے زِدْنٰهُمْ عَذَابًا ہم زیادہ کریں گے ان کیلئے عذاب فَوْقَ الْعَذَابِ عذاب پر بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ فساد کرتے تھے وَيَوْمَ نَبْعَثُ اور جس دن ہم کھڑا کریں گے فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ہر امت میں سے ایک گواہ عَلَيْهِمْ ان پر مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ان کی جانوں میں سے وَجِئْنَا بِكَ اور ہم لائیں گے آپ کو شَهِيْدًا گواہ بنا کر عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ان لوگوں پر وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ جو کھول کر بیان کرتی ہے ہر چیز کو وَّهُدًى اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةً اور رحمت ہے وَّبُشْرٰى اور خوشخبری ہے لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کیلئے۔

عقیدہ توحید :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ توحید ہے اور توحید سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کا مفہوم سمجھ نہ آئے۔ جس طرح دن کا مفہوم رات کے مفہوم کے بغیر نہیں سمجھ آسکتا۔ ضد کیساتھ چیز سمجھ آتی ہے۔ گذشتہ گیارہ رکوعوں میں توحید کا اثبات اور شرک کا رد تھا۔

مسئلہ قیامت :

اب آگے مسئلہ قیامت کا بیان ہے اور قیامت بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ فرمایا وَيَوْمَ نَبْعَثُ اور جس دن ہم اٹھائیں گے کھڑا کریں گے مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ہر امت میں سے ایک گواہ اور وہ پیغمبر ہوگا۔ اس کی تفصیل یوں آتی ہے کہ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو اللہ تعالیٰ اپنی عدالت میں بلائیں گے اور ان کا حساب ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے هَلْ بَلَّغْتَ أُمَّتَكَ میں نے آپ کو ان لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا آپ نے ان کو تبلیغ کی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام دعویٰ کریں گے کہ میں نے ان کو تبلیغ کی ہے۔ قوم سے پوچھا جائے گا هَلْ بَلَّغَكُمْ نُوحٌ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے یہ ہمارے پاس کب آئے ہیں ہمیں پتہ ہی نہیں ہے۔ اب دیکھو ڈھیٹ قوم ایسی ہوتی ہے کہ قیامت کا دن ہے اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہے اور جھوٹ سے باز نہیں آئیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی تبلیغ کیلئے آیا ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ آپ کی قوم کہتی ہے کہ آپ نے تبلیغ نہیں کی اور آپ دعویٰ کر رہے ہیں کہ میں نے ان کو تبلیغ کی ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ کہ جو کسی شے کا

دعویٰ کرے گواہ اس نے پیش کرنے ہوتے ہیں اور اگر یہ گواہ نہ پیش کر سکے تو منکر پر قسم آتی ہے۔ یعنی گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور اگر یہ گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے تیرے اس دعوے پر مَنْ يَّشْهَدُ لَکَ گواہ کون ہیں تیرے لئے۔ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میری گواہ حضرت محمد ﷺ کی امت ہے۔ (اگر وہ لوگ یہ سوال کریں گے کہ یہ گواہ تو ہمارے زمانے میں موجود نہ تھے لہذا یہ گواہ کیسے ہوئے تو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جواب دے گی کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے جس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا فرمایا تھا۔ جب خدا تعالیٰ اور اس کا رسول برحق یہ فرماتے ہیں کہ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی تو ہم برحق اور سچی گواہی دیتے ہیں۔ آپ نے قرآن میں فرمایا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [اعراف: ۵۹] ''البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر ان کی قوم کی طرف پس کہا انہوں نے اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' قرآن پاک میں آتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے پچاس کم ہزار سال تبلیغ کی اور تبلیغ بھی رات دن ایک کر کے کی، بلند آواز سے بھی کی اور آہستہ بھی کی [سورۃ نوح] اے پروردگار! اگر آپ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں اور تیری کتاب سچی ہے اور یقیناً سچی ہے اور تیرے آخری پیغمبر سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو ہم بھی سچے ہے۔) جب آپ ﷺ کی امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی شہادت اور گوائی کی صفائی اور تصدیق کرینگے گویا کہ آپ ﷺ کی حیثیت سرکاری گواہ کی ہو

گی ۔اور دوسری بات یہ ہے کہ گواہی کیلئے گواہوں کا موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہاں! یقین ہو جائے کہ یہ وقوعہ اس طرح ہوا ہے تو گواہی دے سکتے ہیں ۔فقہاء کرامؒ نے اس کی بہت ساری مثالیں دی ہیں مثلاً یہ گواہی دینا کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے یا فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے یا فلاں کا فلانی کیساتھ نکاح ہو گیا ہے، موقع پر موجود نہ ہونے کے باوجود ان چیزوں کی گواہی دے سکتا ہے۔ اگر حالات، واقعات اور کثرت کیساتھ سننے سے یقین حاصل ہو گیا ہو کیونکہ پیدائش کے وقت دایہ کے سوا وہاں کوئی نہیں ہوتا تو اَلشَّهَادَةُ عَلَى السَّامِعِ سنی ہوئی باتوں پر جب یقین ہو جائے تو گواہی دی جاسکتی ہے۔

تزکیۃ الشہود کا مطلب :

البتہ جو اہم مقدمات ہیں ان میں صرف گواہوں کی گواہی پر ہی فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ وہاں تَزْكِيَةُ الشُّهُوْد بھی ضروری ہے اور تَزْكِيَةُ الشُّهُوْد کا مطلب یہ ہے کہ قاضی اور جج گواہوں کے متعلق خفیہ تحقیق کرائے کہ یہ گواہ جھوٹے تو نہیں ہیں پیشہ ور تو نہیں ہیں گواہوں کو اس آدمی کیساتھ دشمنی تو نہیں ہے کوئی لین دین اور ذاتی عناد تو نہیں ہے اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہوئی تو ان کی گواہی پر فیصلہ ہوگا ورنہ نہیں ۔اور اہم مقدمات سے مراد مثلاً زنا ہے، قتل ہے، چوری ہے،۔تو زنا کے متعلق قرآن کا حکم ہے کہ چار آدمی گواہی دیں جنہوں نے عین موقع پر اپنی آنکھوں سے ملزمان کو بدی کرتے دیکھا ہو۔پھر جج قاضی تحقیق کریگا کہ یہ گواہ جھوٹے تو نہیں ہیں ان کی ان کیساتھ کوئی عداوت تو نہیں ہے۔جس وقت اچھی طرح تسلی ہو جائے گی تو پھر فیصلہ کرے گا۔اور قتل کے متعلق دو آدمی گواہی دیں گے پھر قاضی اور جج گواہوں کا تزکیہ کریں گے اس کے بعد فیصلہ ہوگا۔اسی طرح چوری کے کیس میں دو آدمیوں کی گواہی پر فوراً ہاتھ نہیں کاٹ دیا جائے گا بلکہ جج اور قاضی گواہوں کی

تحقیق کریگا کہ یہ جھوٹے اور پیشہ ور تو نہیں ہیں اور ان کی ان کیساتھ ذاتی عداوت تو نہیں ہے پھر فیصلہ کریگا اسلام نے سزائیں بھی سخت رکھی ہیں اور ان کے ثبوت کیلئے ضابطے بھی بڑے سخت رکھے ہیں۔ تو فرمایا ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں سے ایک گواہ ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ پھر اجازت نہیں دی جائے گی لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ان لوگوں کو جو کافر ہیں وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان سے توبہ قبول کی جائے گی۔ اتمام حجت کے بعد کچھ بھی نہیں ہوگا وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا اور جس وقت دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا الْعَذَابَ عذاب کو۔ ابھی میدان حشر میں ہونگے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کو نظر آئے گا دوزخ نظر آئے گی فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ پس نہ ان سے تخفیف کی جائے گی عذاب سے وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ مثلاً فیصلہ ہوگا کہ بارہ بج کر ایک منٹ پر دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو کیا مجال ہے کہ ایک منٹ کی بجائے دو منٹ ہو جائیں بغیر مہلت کے ان کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا بڑا واویلا کریں گے اُدْعُوْا رَبَّکُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ [مومن:۴۹] جہنمی داروغہ جہنم کو کہیں گے ''دعا کرو اپنے پروردگار سے وہ تخفیف کر دے ہم سے ایک دن ہی عذاب سے۔'' ہم سانس لے لیں، کوئی شنوائی نہیں ہوگی نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا شُرَکَآءَ هُمْ اپنے شریکوں کو جن کو انہوں نے رب کا شریک بنایا تھا قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا اے ہمارے رب یہ ہمارے شریک ہیں الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ وہ جن کو ہم پکارتے تھے آپ کے علاوہ مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر، فریادرس سمجھ کر فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ پس وہ شریک ڈالیں گے ان کی طرف بات اور کہیں گے اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ بیشک تم البتہ جھوٹے ہو۔ یہ

کیسے کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو؟ ان کی تفصیل ہے مثال کے طور پر لوگوں نے عزیر علیہ السلام کی پوجا کی تھی، مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کی پوجا کی تھی ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی بھی پوجا کی گئی ہے حالانکہ ان میں سے کسی کی بھی پوجا جائز نہیں تھی اور نہ ہی ان میں سے کسی نے کہا ہے کہ تم ہمیں مشکل کشا، حاجت روا سمجھو۔

فتوح الغیب کی تعلیمات :

سیدنا عبد القادر جیلانی ؒ کی بہت سی کتابیں ہیں ان میں سے ایک کتاب ''فتوح الغیب'' ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر کسی اور سے مانگتا ہے اس کا نہ ایمان ہے اور نہ رب پر اس کا کوئی یقین ہے۔ اس کے باوجود لوگ آج بھی کہتے ہیں

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

دیکھو ان کا تو سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے جو مانگتا ہے اس کا کوئی ایمان نہیں ہے رب تعالیٰ کی ذات پر۔ اسی طرح کسی پیغمبر اور فرشتے نے نہیں کہا کہ ہم حاجت روا ہیں، مشکل کشا ہیں اور نہ کسی ولی نے کہا ہے کہ ہمیں سجدہ کرو اور ہماری نذریں دو اور ہمارے چڑھاوے چڑھاؤ، یہاں آکر تیل جلاؤ اور چادریں چڑھاؤ اور جاہل لوگ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ کہہ دیں گے کہ تم جھوٹے ہو ہم بالکل خدا کے شریک نہیں ہے۔ تم اپنی خواہشات پر عمل کرتے رہے ہو اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ یہ تو بات ہے نیک لوگوں کی کہ وہ تو واقعتاً اس گناہ سے بَری تھے۔ اور اگر وہ بُرے تھے جن کی پوجا کی گئی جیسے شیطان اور اس کے چیلے، تو وہ جان چھڑانے کیلئے کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو ایک دوسرے پر بات

ڈالیں گے [سورۃ انعام آیت نمبر ۲۲] پھر مشرک یہ بھی کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ''اللہ کی قسم ہے جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے۔ اُو ساری زندگی تمہاری شرک میں گزری اور اب کہتے ہو شرک نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَلْقَوْا اِلَی اللّٰہِ یَوْمَئِذِ نِالسَّلَمَ اور ڈالیں گے اللہ کی طرف اس دن صلح کی بات۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ صلح کی باتیں کریں گے کہ اے اللہ! تیری قسم ہے، ہم نے شرک نہیں کیا وَضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ اور غائب ہو جائے گی ان سے وہ چیز جو افترا باندھتے تھے اور کہتے تھے ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰہِ [یونس:۱۸] ''جن کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔'' فرمایا ان میں سے کوئی بھی ان کے قریب نہیں آئیگا اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکتے ہیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے قولاً اور فعلاً زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ ہم زیادہ کریں گے ان کیلئے عذاب پر عذاب۔ یعنی پہلے دن سے دوسرے دن زیادہ عذاب ہوگا اور تیسرے دن اور زیادہ ہوگا اور چوتھے دن اور زیادہ ہوگا جیسے جیسے دوزخ میں وقت گزرتا جائے گا عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا ادھر جنتیوں کی نعمتوں میں لذت بڑھتی جائے گی۔ آج جو خوراک ملی ہے کل والی خوراک کا مزا اس سے زیادہ ہوگا روزانہ مزا بڑھتا جائے گا اور کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ فساد کرتے تھے۔ شرک سے زیادہ فساد اور کونسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کی پوجا کی جائے۔ ہم میں سے کوئی آدمی یہ گوارا کرتا ہے کہ ہمارا ملازم جس کو تنخواہ ہم دیں اور اس کی خوراک اور لباس کا انتظام ہم کریں، رہائش کیلئے کمرہ ہم دیں اور وہ خدمت ہمارے علاوہ کسی اور کی کرے۔ جب ہم یہ گوارہ نہیں کرتے تو رب کب گوارہ کرتا ہے کہ بندہ

اسکا ہو اس کی دھرتی پر رہے رب تعالیٰ کی پیدا کردہ روزی کھائے اور پانی پئے اور ہوا لے اور پیشانی اوروں کے سامنے جھکائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰهَ یَغْضَبْ عَلَیْهِ "جو رب سے نہیں مانگتا رب اس سے سخت ناراض ہوتا ہے۔" وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا اور جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں سے ایک گواہ عَلَیْهِمْ ان پر مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ان میں سے وَجِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ اور ہم لائیں گے آپ کو گواہ بنا کر ان لوگوں پر۔ جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ جس وقت یہ امت پہلے نبیوں کے حق میں گواہی دیدے گی تو اللہ تعالیٰ اس امت کی صفائی کیلئے کہ یہ امت گواہی کے قابل ہے یا نہیں آپ ﷺ کو طلب فرمائیں گے اور آپ ﷺ گواہی دیں گے کہ میری امت عادل ہے تو آپ ﷺ کی تصدیق کیساتھ قیامت والے دن قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا۔ فرمایا وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب قرآن مجید تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ جو کھول کر بیان کرتی ہے ہر چیز کو۔ قرآن پاک میں اصول اور ضابطے بڑے واضح ہیں اور جن جن چیزوں کی وضاحت اور صراحت منظور تھی ان کی پوری پوری تشریح کی ہے وَّهُدًی اور نری ہدایت ہے وَّرَحْمَةً اور نری رحمت ہے وَّبُشْرٰی اور خوشخبری ہے مگر کن لوگوں کیلئے لِلْمُسْلِمِیْنَ مسلمانوں کیلئے۔ جو مانتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں ان کیلئے ہدایت ہے، رحمت ہے، خوشخبری ہے اور جو نہیں مانتے ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۹۰ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۹۱ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۲ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳

اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ حکم دیتا ہے انصاف کا وَالْاِحْسَانِ اور اچھا سلوک کرنے کا وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا وَيَنْهٰى اور منع کرتا ہے عَنِ الْفَحْشَآءِ بے حیائی سے وَالْمُنْكَرِ اور برائی سے وَالْبَغْيِ اور سرکشی سے يَعِظُكُمْ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اور پورا کرو اللہ تعالیٰ کے وعدے کو اِذَا عٰهَدْتُّمْ جب تم وعدہ کر چکے ہو وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ اور نہ توڑو تم قسموں کو بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا ان کو پختہ کرنے کے بعد وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ اور تحقیق بنایا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اپنے اوپر ضامن اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا

ہے مَا تَفْعَلُوْنَ جوتم کرتے ہو وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ تم كَالَّتِيْ اس عورت کی طرح نَقَضَتْ غَزْلَهَا جو اُدھیڑ دیتی ہے اپنے کاتے ہوئے سوت کو مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ مضبوطی کے بعد اَنْكَاثًا دھاگہ دھاگہ کر کے تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ بناتے ہو تم اپنی قسموں کو دَخَلًا مکاری کا ذریعہ بَيْنَكُمْ آپس میں اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اس واسطے کہ ہوتا ہے ایک گروہ هِيَ اَرْبٰى بڑھا ہوا مِنْ اُمَّةٍ ایک گروہ سے اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لیتے ہیں اس کے ذریعے وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ اور البتہ ضرور بیان کریگا تمہارے سامنے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اس چیز کو جس میں تم اختلاف کرتے رہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَعَلَكُمْ البتہ کردے تمہیں اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ اور لیکن وہ بہکاتا ہے جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَلَتُسْئَلُنَّ اور البتہ ضرور تم سے سوال کیا جائے گا عَمَّا ان کاموں کے بارے میں كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے۔

زندگی کے بہترین اصول :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے بہترین اصول بیان فرمائے ہیں۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جمعہ کے خطبہ میں اس آیت کو شامل کیا تھا اور اس وقت بھی الحمد للہ اکثر مساجد میں جمعہ کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہے اور اپنا معمول بھی یہی ہے۔ کیونکہ اس میں بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں لہذا یاد کرانے کیلئے خطبہ میں پڑھی

جاتی ہے۔

اکثم بن صیفی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے ملاقات کی آپ ﷺ سے پوچھا کہ تم کیا پروگرام رکھتے ہو تو آنحضرت ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔ عربی تھا مفہوم سمجھتا تھا، مطلب جانتا تھا مسلمان ہو گیا اور فوراً اپنی قوم کے پاس پہنچا ابوداؤد شریف کی روایت ہے قوم کو کہا کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ آیت سنی ہے اس میں بہترین اصول ہیں مسلمان ہو جاؤ اور ان کو اپناؤ، سر بنو دم نہ بنو۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام میں پہل کرو پیچھے نہ رہو۔ اس کی ساری قوم مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب بھی یہی آیت کریمہ ہے۔ آپ ﷺ کے پاس آئے یہ آیت کریمہ سنی تو کہنے لگے بہترین سبق ہے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔

عدل وانصاف کا حکم :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف کا، اعتدال کا۔ عقیدے میں اعتدال ہو افراط وتفریط نہ ہو مخلوق کیساتھ بھی عدل ہو کس پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہونی چاہئے ہر ایک کیساتھ ہر معاملے میں عدل وانصاف کو سامنے رکھو چاہے سامنے تمہارا دشمن ہو یا قریبی رشتہ دار ہو۔ سورت مائدہ آیت نمبر ۸ میں ہے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ ''اور نہ آمادہ کرے تمہیں کسی قوم کی دشمنی کہ انصاف کرنا چھوڑ دو انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔'' آنحضرت ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو خیبر کا محصل بنا کر بھیجا کہ وہاں کی زمین پر جو ٹیکس ہے جزیہ ہے وصول کر کے لاؤ۔ مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ یہ جس وقت وہاں پہنچے تو یہودیوں نے ان کے

سامنے سونے چاندی اور قیمتی ہیروں کے ڈھیر لگا دیئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ ﷛ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہودی کہنے لگے کہ آپ چونکہ ہمارے افسر ہیں یہ آپ کیلئے ہماری طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہے۔ آپ اس طرح کریں کہ ہمارے اوپر جو ٹیکس ہے اس میں سے کچھ کمی کر دیں اس پر صحابی رسول ﷺ نے فرمایا۔ اس رب کی قسم ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تم میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک اور حضرت عزیر علیہ السلام کو رب کا بیٹا بنایا اور مسیح علیہ السلام کے تم دشمن ہوئے اور اب تم اسلام کے دشمن ہو۔ لیکن تمہاری یہ عداوت اور دشمنی مجھے اس پر آمادہ نہیں کرتی کہ میں تم پر ایک رتی برابر بھی ظلم کروں یہ تمام چیزیں یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ، یہ حرام ہے میں لینے کیلئے تیار نہیں ہوں جو ٹیکس اور جزیہ تم نے تسلیم کیا ہے وہ تمہیں دینا پڑے گا اور میں وہی لوں گا۔ اور سورۃ انعام آیت نمبر ۱۵۲ میں ہے وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ''اور جب تم بات کرو تو انصاف کی کرو اگرچہ قرابتداری ہی کیوں نہ ہو۔'' اور سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۵ میں ہے'' اے ایمان والو! ہو جاؤ قائم رہنے والے انصاف پر گواہی دینے والے ہو اللہ تعالیٰ کیلئے اگرچہ تمہارے نفسوں کیخلاف یا ماں باپ اور قرابتداروں کیخلاف ہو۔'' تو عدل بڑی چیز ہے۔

دوسرا اصول، احسان :

دوسری چیز...... وَالْإِحْسَانِ اور اچھا سلوک کرنے کا۔ احسان کا معنیٰ حدیث میں آتا ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔'' یہ رب تعالیٰ کیساتھ احسان ہے اور مخلوق کیساتھ احسان یہ ہے کہ بولو تو نرمی کیساتھ، لینا ہے تو نرمی کیساتھ لو، دینا ہے تو نرمی کیساتھ دو۔ کسی کو تم سے قولاً فعلاً دکھ نہ

پہنچے۔

تیسرا اصول، قریبی رشتہ داروں کا خیال :

تیسری چیز...... فرمایا وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا۔ قریبی رشتہ داروں کی مالی امداد کرو۔ اگر وہ زکوۃ کا مصرف ہیں تو زکوۃ، فطرانہ اور عشر میں سے دیدو نہیں تو ویسے مالی امداد کردو بہرحال اپنے قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھو۔

بے حیائی اور برائی کا صحیح مفہوم :

وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ اور منع کرتا ہے بے حیائی سے وَالْمُنْکَرِ اور برائی سے۔ بے حیائی اور برائی میں کیا فرق ہے؟ بعض مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ بے حیائی وہ ہے کہ آدمی اکیلا نہ کرسکے دوسرے کیساتھ مل کر کرے جیسے زنا ہے لواطت ہے۔ اور منکر وہ ہے کہ اکیلا بھی کرسکتا ہے جیسے شراب کا پینا کہ اس کیلئے ضروری نہیں ہے کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے پئے۔ اور دوسرا فرق یہ بیان کرتے ہیں کہ فَحْشَاء کا تعلق فعل کیساتھ ہے اور منکر کا تعلق قول کیساتھ ہے۔ مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ فحشا وہ گناہ ہے جو اعلانیہ کیا جائے اور منکر وہ ہے جو چھپ کے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے حیائی سے بھی بچو اور برائی سے بھی بچو۔ وَالْبَغْیِ اور سرکشی سے روکتا ہے کسی پر کوئی زیادتی نہ کرو نہ قولاً نہ فعلاً۔ یہ زندگی کے بڑے اہم اصول ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمائے ہیں یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ وہ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

تحریفِ معنوی :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کیسے سنہری اصول بیان فرمائے ہیں لیکن شیعوں کے خبث باطن کا اندازہ لگاؤ کہ انہوں نے کیسی تحریف معنوی کی ہے۔شیعہ کا ترجمہ جسکا نام ہے''ترجمہ مقبول''ان کا کوئی مولوی ہے مقبول احمد دھلوی ، رافضی شیعہ تھا۔اس نے ترجمہ کیا ہے تاج کمپنی اور دیگر مطابع نے اسے شائع کیا ہے۔اس نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فحشآء سے مراد ابوبکر ہیں اور مُنکِر سے مراد عمر ہیں اور بَغیٍ سے مراد عثمان ہیں کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان میں یکطرفہ کاروائی ہوتی ہے۔یہ اس قدر خیانت کا مظاہرہ کریں مگر ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے اور ہم لوگ جب کہتے ہیں کہ دیکھو پاکستان میں ۹۷ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے اور ۳ فیصد رافضی ہیں وہ ہماری دل آزاری کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کی اس گندگی سے ہمارے دل نہیں دکھتے ۔ ہمارے ماں باپ کو کوئی گالی دے تو ہم آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور ہمارے ان بزرگوں کو کوئی بُرا بھلا کہے جو ہمارے ایمان کا مدار ہیں اور ان کو ایسے الفاظ کیساتھ پکارا جائے تو ہمیں غصہ نہیں آئے گا،تو ہمیں کہتے ہیں کہ تم فرقہ واریت پھیلاتے ہو کتنے ظلم کی بات ہے ۔ دوستو،نوجوانو،یاد رکھنا! لڑنا جھگڑنا بری بات ہے مگر اپنے عقیدے کو محفوظ رکھنا تمہارا حق ہے اور غلط بات کو غلط کہنا بھی حق ہے۔

ایفائے عہد :

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اور پورا کرو اللہ تعالیٰ کے وعدے کو اِذَا عٰهَدْتُّمْ جب تم وعدہ کر چکے ہو۔ازل میں جب اللہ تعالیٰ نے کہا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰى [اعراف:۱۷۲] انہوں نے کہا کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔اب

تم رب کورب مانو اس کے علاوہ کو کیوں رب مانتے ہو؟ اور جب ایمان مجمل اور مفصّل کی باری آتی ہے تو منہ بھر کر کہتے ہو وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ میں نے رب کے تمام احکام قبول کیے۔ تو یہ وعدہ پورا کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا اور نہ توڑو تم قسموں کو ان کو پختہ کرنے کے بعد۔ اگر کسی اچھے کام پر قسم اٹھائی ہے کہ میں کروں گا تو اسکو نہ توڑو وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اور تحقیق بنایا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن۔ رب تعالیٰ کا نام لے کر تم نے قسم اٹھائی ہے اب تم اپنے مفاد کی خاطر قسم توڑو تو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ مثال کے ذریعے یہی بات سمجھاتے ہیں وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا اور نہ ہو جاؤ تم اس عورت کی طرح جو اُدھیڑ دیتی ہے اپنے کاتے ہوئے سوت کو مضبوطی کے بعد دھاگہ دھاگہ کر کے۔

مکہ مکرمہ میں رَيْطَةُ بنت سعد قرشی نامی ایک عورت تھی رَيْطَةُ اس کا نام تھا سعد اس کے باپ کا نام تھا قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھی۔ اس بی بی کے دماغ میں فطور تھا کسی کو پتھر مارتی، کسی کو گالیاں دیتی، کسی نہ کسی سے جھگڑا کرتی رہتی تھی اس کے گھر والے بھی اس سے تنگ تھے اور اس زمانے میں پاگل خانہ تو نہیں تھا کہ اس کو پاگل خانے میں داخل کر دیتے۔ اس نے گھر میں چرخہ دیکھ لیا اور کاتنا شروع کر دیا اور جس عورت کا چرخہ تھا اس کو بھی قریب نہ لگنے دیا گھر والے بھی خوش ہو گئے کہ چلو کام میں لگ گئی ہے کسی سے لڑتی جھگڑتی نہیں ہے اس کو روئی دیدی وہ سارا دن سوت کاتتی اور شام کے بعد کاتے ہوئے سوت کا دھاگہ دھاگہ کر کے ادھیڑ دیتی تھی۔ روزانہ اس کا یہی کسب تھا اسی دھیان (فکر)

میں لگی رہتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ وہ عورت کاتے ہوئے سوت کو دھاگہ دھاگہ کر کے ادھیڑ دیتی تھی تم اس طرح نہ ہو جاؤ کہ اپنی قسموں کو پختہ کر کے توڑ دو اَنْکَاثًا اَنکٰث کی جمع ہے اس کا معنی ہے دھاگہ۔ فرمایا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلاً بَیْنَکُمْ بناتے ہو تم اپنی قسموں کو مکاری کا ذریعہ آپس میں اَنْ تَکُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ اس واسطے کہ ہوتا ہے ایک گروہ بڑھا ہوا دوسرے گروہ سے۔ اب لوگوں کا حال تمہارے سامنے ہے کہ جو سیاسی پارٹی بڑھ جاتی ہے لوگ اس میں چھلانگ لگا دیتے ہیں وعدہ کسی کیساتھ ووٹ کسی کو دے رہے ہیں۔ پھر جب آگے چل کر دیکھا کہ فلاں پارٹی اس سے طاقتور ہے اور میرا فائدہ اس کیساتھ ملنے میں ہے تو اس کیساتھ ہو گئے۔ ہمیشہ سے دنیا دار اسی طرح کرتے آئے ہیں مالی مفادات کو سامنے رکھتے ہیں۔

آزمائش خداوندی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰهُ بِهٖ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لیتے ہیں اس کے ذریعے کہ کون اپنی بات پر پختہ رہتا ہے اور کون غلبہ دیکھ کر دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ بھئی یہ مشاہدے کی بات ہے۔ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ اور البتہ اللہ تعالیٰ ضرور بیان فرمائیں گے تمہارے سامنے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن مَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اس چیز کو جس میں تم اختلاف کرتے رہے اور اس کا بدلہ دیگا پوچھے گا یہ کام تم نے کیا ہے یا نہیں؟ مشرک پہلے انکار کریں گے اور کہیں گے مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ [الانعام :۲۳] ''نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' پھر اللہ تعالیٰ زبانوں پر مہر لگا دیں گے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ [یٰسین :٦٥] ''آج ہم مہر لگا دیں گے ان مونہوں پر اور کلام کریں گے

ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔'' بلکہ آنکھیں بولیں گی، گھٹنے بولے گے، چڑے بولیں گے بلکہ ہر ہر عضو بولے گا۔ سورۃ سجدہ آیت نمبر ۲۰ میں ہے شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''گواہی دیں گے ان پر ان کے کان انکی آنکھیں اور ان کی کھالیں اس چیز کی جو کچھ وہ کرتے تھے۔ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا اور وہ کہیں گے اپنی کھالوں سے کہ تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف یہ اعضاء کہیں گے ہماری کیا مجال ہے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىْ اَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ ہمیں بلایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلایا ہے اس کیساتھ تو ہمارا کوئی مقابلہ نہیں ہے اور تمام مجرموں کا یہی حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو البتہ کردے تمہیں ایک گروہ۔ سب کو مومن بنادے قادر ہے اگر چاہے تو سب کو کافر بنادے معاذ اللہ تعالیٰ۔ مگر اس نے بندے کو اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی کیساتھ ایمان لائے اور اپنی مرضی کیساتھ کفر اختیار کرے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف:۲۹] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' اور پہلے تم یہ بھی پڑھ چکے ہو يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ [سورۃ مومن] ''کہ وہ ان کو بہکاتا ہے جو کفر پر مصر ہیں'' يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ [سورۃ ابراہیم] ''اللہ تعالیٰ ظالموں کو بہکاتا ہے۔'' جو ظلم چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے اپنے ظلم اور کفر پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس کا ضابطہ ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [سورۃ صف] ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کردیا۔'' زبردستی نہیں کرتا اس کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [نساء:۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' جبراً نہ کسی کو ہدایت ہے اور نہ

کسی کو گمراہ کرتا ہے۔ وَّلٰکِنۡ یُّضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ اور لیکن بہکاتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے ضابطے کے مطابق وَیَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ضابطے کے مطابق۔ اور یہ تم سورۃ رعد آیت نمبر ۲۷ میں پڑھ چکے ہو وَیَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ اَنَابَ ''اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔'' وَلَتُسۡـَٔلُنَّ عَمَّا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اور البتہ ضرور سوال کیا جائے گا تم سے ان کاموں کے بارے میں جو تم کرتے تھے۔ کوئی چیز رب تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور سب کچھ سامنے آ جائے گا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا
اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا
السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾
وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ
هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳/۱۹

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اور نہ بناؤ اَيْمَانَكُمْ اپنی قسموں کو دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ مکاری کا
ذریعہ آپس میں فَتَزِلَّ قَدَمٌ پس پھسل جائیں گے قدم بَعْدَ ثُبُوْتِهَا پختہ ہونے
کے بعد وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ اور چکھو گے تم سزا بِمَا صَدَدْتُّمْ اس وجہ سے کہ تم
نے روکا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے سے وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور
تمہارے لئے عذاب ہوگا بڑا وَلَا تَشْتَرُوْا اور نہ خریدو بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے

عہد کیساتھ ثَمَنًا قَلِيلًا تھوڑی قیمت اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ بیشک جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ جو چیز تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گی وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بَاقٍ باقی رہنے والی ہے وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو صَبَرُوْآ جنہوں نے صبر کیا اَجْرَهُمْ ان کا اجر بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے اچھا ہوگا جو وہ عمل کرتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے اچھا عمل کیا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مرد ہو یا عورت وَهُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو فَلَنُحْيِيَنَّهٗ پس ہم اسکو ضرور دیں گے زندگی حَيٰوةً طَيِّبَةً پاکیزہ زندگی وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اور ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے اَجْرَهُمْ ان کے اجر کا بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے اچھا ہوگا جو وہ عمل کرتے رہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ پس جب تو قرآن شریف پڑھے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ پس تو پناہ لے اللہ تعالیٰ کی مِنَ الشَّيْطٰنِ شیطان سے الرَّجِيْمِ جو مردود ہے اِنَّهٗ بیشک شان یہ ہے لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ نہیں ہے اس شیطان کیلئے کوئی زور عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ پختہ بات ہے کہ اس شیطان کا زور عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر ہے يَتَوَلَّوْنَهٗ جو اس کیساتھ دوستی رکھتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں پر ہے هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ جو اس کی وجہ سے شرک کرتے ہیں۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور البتہ ضرور سوال کیا جائے گا تم سے ان کاموں کے بارے میں جو تم کرتے تھے۔ لہٰذا اسی کے ساتھ بدعہدی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ جو عہد کئے ہیں وہ بھی پورے کرو۔

قسموں کو آپس میں مکاری کا ذریعہ نہ بناؤ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اور نہ بناؤ اپنی قسموں کو مکاری کا ذریعہ آپس میں۔ پہلے قسم اٹھا کر معاملہ کر لیا پھر اس کی خلاف ورزی کی یہ بڑی معیوب بات ہے اگر ایسا کرو گے تو فَتَزِلَّ قَدَمٌ پس پھسل جائیں گے قدم بَعْدَ ثُبُوْتِهَا مضبوط ہونے کے بعد۔ اگر تم بدعہدی کرو گے تو کوئی تم پر اعتماد نہیں کریگا اور لوگوں کو دین سے بیزار کرنے کا ذریعہ بنو گے اور اگر بدعہدی نہیں کرو گے تو ساری دنیا اسلام کی برتری کی قائل ہو جائے گی اور تمہارے دین کو سچا مذہب تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گی اور بدعہدی کا نتیجہ یہ بھی ہوگا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ اور چکھو گے تم سزا بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اس وجہ سے کہ تم نے روکا اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کا سبب بنے وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور تمہارے لئے عذاب ہوگا بڑا۔ یعنی تم بڑے عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔ دنیا میں بھی ناکامی ہوگی اور آخرت میں بھی سخت سزا سے دوچار ہو گے۔ لہٰذا ازل کے دن اللہ تعالیٰ کیساتھ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں قَالُوْا بَلٰى کہہ کر جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرو اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ پڑھ کر وعدہ کیا پھر وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ کہہ کر وعدہ کیا کہ میں نے تمام احکام کو قبول

کیااور وہ وعدے جو تم نے لوگوں کیساتھ کئے ہیں جائز وہ بھی پورے کرو وَلَا تَشْتَرُوْا اور نہ خریدو تم بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے عہد کیساتھ، عہد کے بدلے ثَمَنًا قَلِيْلًا تھوڑی قیمت۔ کہ مالی مفاد کی خاطر تم عہد اور وعدے کو چھوڑ دو پورا نہ کرو ایسا نہ کرو۔ ثمن قلیل فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زیادہ قیمت مل جائے تو تم بدل جاؤ۔ ترمذی شریف، مسند احمد وغیرہ کتب حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قدر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ دیتا۔ یہ تو ہمارے نزدیک سونا، چاندی، ہیرے وغیرہ دنیا کی چیزیں قیمتی ہیں رب تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں ہے اور یہ سب کے سب ثمن قلیل میں شامل ہیں اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ جو چیز تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گی کسی نہ کسی وقت وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی رہنے والی ہے وہ ختم ہونے والی نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اور قرآن کریم میں سورۃ واقعہ میں بھی ہے جس وقت کوئی جنت میں پھل کا دانہ توڑے گا فوراً وہاں دوسرا لگ جائے گا اور کوئی روکے گا بھی نہیں۔ دنیا کے پھل موسم میں آتے ہیں۔ بعض پھل ہیں جو سال میں دو بار لگتے ہیں لیکن وہاں سدا بہار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ ختم ہونے والی نہیں ہیں لہٰذا تم ان کے بدلے ختم ہونے والی چیزیں نہ خریدو وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو صَبَرُوْٓا جنہوں نے مصائب پر صبر کیا اَجْرَهُمْ ان کا اجر بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے اچھا ہوگا جو وہ عمل کرتے ہیں۔ وہ

اچھا بدلہ کیسے ہوگا؟ سورۃ انعام آیت نمبر ۱۶۰ میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جو شخص لایا نیکی اس کیلئے دس گنا اجر ہے۔'' یہ ادنیٰ ترین ہے۔

اجر کی تین شرائط :

لیکن اجر ملنے کیلئے تین بنیادی شرطیں ہیں اگر وہ ہونگی تو دس گنا اجر ملے گا ورنہ نہیں۔

☆......پہلی شرط یہ ہے کہ ایمان و اعتقاد صحیح ہو اگر ایمان نہیں ہے تو کسی چیز کا اجر نہیں ملیگا

☆......دوسری شرط، اخلاص ہو ریا کاری نہ ہو۔ جو کرے رب کی ذات کیلئے کرے اور......

☆......تیسری شرط اتباع سنت ہے۔ جو کام کرے سنت کی پیروی میں کرے۔

یہ تین بنیادی چیزیں ہونے کے بعد جس نے نیکی کی اس کو دس گنا اجر ملے گا عام حالات میں اور فی سبیل اللہ کی مد میں ادنیٰ ترین نیکی کا بدلہ سات سو ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اللہ تعالیٰ بڑھادے جس کیلئے چاہے۔'' مثلاً صبح جب تم گھروں سے چلے تو ارادہ کیا کہ ہم نماز کے بعد درس قرآن سنیں گے تو اب تمہارا اچل کے آنا فی سبیل اللہ کی مد میں ہے ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی کیونکہ علم دین حاصل کرنا، دین کی تبلیغ کرنا، کافروں کے مقابلے میں جہاد کیلئے نکلنا یہ فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ تو آتے جاتے ہوئے ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی اور اگر کوئی کرایہ خرچ کر کے گاڑی پر آتا ہے تو ایک ایک روپے کے بدلے سات سات سو نیکیاں ملیں گی اور یہ ادنیٰ ترین ہے۔ اللہ تعالیٰ جتنا چاہے بڑھادے ہزار گنا یا اس سے بھی زیادہ کردے اس کی مرضی ہے۔ تو فرمایا جنھوں نے صبر کیا ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے اچھا اس سے جو انہوں نے کام کیے ہیں۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے اچھا عمل کیا مِّنْ ذَكَرٍ مرد ہے اَوْ اُنْثٰى یا عورت ہے وَهُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ کیونکہ دین جیسے مردوں کیلئے ہے ایسے ہی عورتوں

کیلئے ہے۔ جنت دوزخ مردوں کیلئے بھی ہے اور عورتوں کیلئے بھی ہے۔

حیاتِ طیبہ کی تفسیر :

اللہ تعالیٰ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً پس ہم اسکو ضرور دیں گے پاکیزہ زندگی۔

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ دنیا میں جب تک رہے گا نمازیں پڑھتا رہے گا، روزے رکھتا رہے گا، پاکیزہ اور صاف رہے گا، اچھے معاملات، اچھے اخلاق، اچھی زبان اور جنت کی زندگی تو ہے ہی پاکیزہ اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے جس کے ختم ہونے کا تصور ہی نہیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے دل لگی کے طور پر کہا ہے......

؎ تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ اور ہم ان مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی ضرور دیں گے بدلہ ان کے اجر کا بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے اچھا ہوگا جو وہ عمل کرتے ہیں۔ دس گنا ہوگا یا سات سو گنا ہوگا یا اس سے بھی زیادہ ہوگا جتنا رب چاہے گا۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے السلام علیکم اس کو دس نیکیاں مل گئیں۔ دوسرا کہتا ہے وعلیکم السلام اس کو دس نیکیاں مل گئیں اور اگر کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تو بیس نیکیاں مل گئیں اور ساتھ بَرَكَاتُهٗ کہا تو تیس نیکیاں مل گئیں اور مَغْفُوْرٌ کہا تو چالیس نیکیاں مل گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سفر بازار :

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آخری عمر میں کمزور ہو گئے تھے چلنے کیلئے سہارے کی ضرورت پڑتی تھی۔ ایک خادم سے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو بازار سے سودا لینا

ہے اس وقت مدینہ منورہ کا بازار بڑا لمبا ہوتا تھا خادم ساتھ گیا کہ یہ بوڑھے اور کمزور ہیں میں سامان اٹھالاؤں گا۔ یہ جاتے ہوئے بازار کے دائیں طرف کے لوگوں کو سلام کرتے گئے آخر تک واپسی پر بائیں طرف کے لوگوں کو سلام کرتے آئے اور گھر پہنچ گئے۔ خادم نے پوچھا حضرت آپ نے سودا تو نہیں لیا؟ فرمایا جھلیا سودا تو لے لیا ہے کتنے آدمیوں کو جاتے آتے سلام کیا ہے اور السلام علیکم کے بدلے میں دس نیکیاں ہیں تو کتنا سودا لے کر آیا ہوں تو نے سمجھا تھا شاید گٹھڑی اٹھانی ہے۔ اس وقت ہر ایک کو سلام کیا جاتا تھا اور اب تو صرف اسکو سلام کرتے ہیں جس کیساتھ تعلق ہو پہچان ہو۔ اور مسلمان کا کام ہے کہ جس کو پہچانتا ہے اس کو بھی سلام کرے اور جس کو نہیں پہچانتا اسکو بھی سلام کرے اللہ تعالیٰ بہتر اور اچھا اجر دیں گے۔

آدابِ قرآن :

پہلے ذکر تھا کہ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ "اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب جو کھول کر بیان کرتی ہے ہر چیز کو۔" اب رب تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے کے آداب میں سے ایک ادب بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ پس جس وقت تو قرآن پڑھے یعنی قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ تو پناہ لے تو اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب آدمی قرآن کریم پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ اعوذ باللہ پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھنے سے بڑا ثواب اکٹھا ہو جاتا ہے کہ اس کو باوضو ہاتھ لگانا ثواب ہے بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے اس کو دیکھنا ثواب، اسکا پڑھنا ثواب، سمجھنا ثواب، تو کتنے ثواب

اکٹھے ہو گئے اور یہ شیطان گوارہ نہیں کرتا کہ اللہ کا بندہ اتنے ثواب حاصل کرے لہذا وہ ضرور کوئی شیطانی کرے گا۔ کہے گا تیرا فلاں کام رہ گیا ہے تو نے فلاں کام کرنا ہے کبھی نیند غالب کر دے گا اور وہ نظر آتا نہیں ہے اس لئے قرآن کریم پڑھنے سے پہلے اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم پڑھ لو۔ تا کہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ۔ جب اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جائیں گے تو اس کی شیطانی سے محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ مردود ہے رب تعالیٰ نے اس کو رد کیا ہے۔ اور اس مردود کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَجۡرِیۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مَجۡرَی الدَّمِ "جہاں تک انسان کے بدن میں خون کی گردش ہوتی ہے شیطان کے اثر کی گردش بھی وہاں تک ہوتی ہے۔" اور شیطان سے مراد صرف ابلیس نہیں ہے ابلیس نے تو اپنا تخت سمندر پر بچھایا ہوا ہے اور اپنے شتونگڑے بھیجتا رہتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ شتونگڑوں کی ڈیوٹیاں لگاتا ہے۔ رات کے شیطانوں کی الگ اور دن کے شیطانوں کی الگ ڈیوٹی ہوتی ہے اور پھر وہ واپس آ کر اپنی کارگذاری سناتے ہیں کہ میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا۔ ان کو بٹھاتا جاتا ہے۔ ایک چھوٹے قد والا شیطان آتا ہے وہ کہتا ہے لَمۡ اَزَلۡ بِهٖ حَتّٰی اَشۡرَکَ میں فلاں آدمی کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اس سے شرک کرا کر آیا ہوں ابلیس لعین اپنے تخت سے اٹھ کر اس کو گلے لگا کر کہتا ہے نِعۡمَ الۡوَلَدُ اَنۡتَ زندہ باد میرا اصل بیٹا تو ہے کہ ایک انسان کو تو نے میرا ہمیشہ کا دوست بنا دیا ہے۔ کیونکہ مشرک نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے اور کفر شرک کے علاوہ جتنے گناہ ہیں ان کی سزا بھگت کر ایک نہ ایک دن نکل آئیں گے اور مشرک اصل دوست ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ دل کے دائیں کونے پر فرشتہ ہے اور بائیں طرف شیطان ہے۔ جب کسی اچھی بات کا خیال اور تصور آئے تو وہ

فرشتے کی طرف سے القا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف بیان کرو اور لیٹ نہ کرو اور اگر برا خیال آئے تو بائیں طرف تھوک دو کہ یہ شیطان کی طرف سے وسوسہ ہے۔ جب تھوکو گے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو گے اعوذ باللہ پڑھو گے تو شیطان شرمندہ ہو جائے گا پھر اس کو ہمت نہیں ہوگی وسوسہ ڈالنے کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ بیشک شان یہ ہے کہ نہیں ہے اس شیطان کیلئے کوئی زور عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور کس پر ہے؟ فرمایا اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ پختہ بات ہے کہ اس شیطان کا زور ان لوگوں پر ہے جو اس کیساتھ دوستی رکھتے ہیں اس کی اطاعت کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ اور ان لوگوں پر ہے جو اس کی وجہ سے شرک کرتے ہیں۔ مشرک شیطان کا گہرا دوست ہے اس پر اس کا تسلط ہے اور مومن پر شیطان کا کوئی اثر اور تسلط نہیں ہے لہذا جب بھی قرآن کریم پڑھو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کرو اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے فائدہ اٹھاؤ۔

۞ ۞ ۞

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اور جس وقت ہم تبدیل کردیں اٰيَةً کسی آیت کو مَّكَانَ اٰيَةٍ دوسری آیت کی جگہ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا يُنَزِّلُ جس کو وہ اتارتا ہے قَالُوْٓا یہ کہتے ہیں اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بیشک تو افترا باندھنے والا ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں بلکہ اکثر ان میں سے نہیں جانتے قُلْ آپ کہہ دیں نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ اتارا ہے اس قرآن کو پاکیزہ روح نے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے بِالْحَقِّ حق کیساتھ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ تاکہ ثابت رکھے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَهُدًى اور ہدایت ہے وَّبُشْرٰى اور خوشخبری ہے لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کیلئے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں اَنَّهُمْ بیشک وہ يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ پختہ بات ہے سکھاتا ہے اس کو

ایک انسان لِسَانُ الَّذِیْ اس شخص کی زبان یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اَعْجَمِیٌّ عجمی ہے وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ اور یہ عربی زبان ہے بالکل واضح اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ جو نہیں ایمان لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر لَا یَھْدِیْھِمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ان کیلئے عذاب ہے دردناک اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ پختہ بات ہے افترا باندھتے ہیں جھوٹ کا الَّذِیْنَ وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

ماقبل سے ربط اور مخالفین کے اعتراض کا جواب :

اس سے قبل قرآن کریم پڑھنے کا ادب بیان فرمایا کہ جب آپ قرآن کریم پڑھنا چاہیں تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیں۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔ قرآن پاک میں بعض احکام پہلے تھے پھر منسوخ ہو گئے۔ مثلاً پہلے شراب حلال تھی ۳ ھ میں حرام ہوئی۔ پہلے کافر عورت کیساتھ مسلمان مرد کا نکاح جائز ۳ ہجری میں حرمت کا حکم نازل ہوا، پہلے ایک مسلمان پر دس کافروں کا مقابلہ کرنا فرض تھا اور اب ایک مسلمان پر دو کافروں کا مقابلہ کرنا لازم ہے، پہلے کچھ عرصہ قبلہ کعبۃ اللہ رہا پھر مسجد اقصیٰ قبلہ بنی پھر کچھ عرصہ بعد کعبۃ اللہ بن گیا یہ جو احکام بدلتے رہے اس کو ناسخ و منسوخ کہتے ہیں۔ اس پر کافروں نے اعتراض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ کل وہ حکم تھا اور آج یہ حکم آگیا ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو اپنا حکم بدلنے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے معلوم

نہیں تھا کہ کون سا حکم مخلوق کیلئے بہتر ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ اس کو خوب معلوم ہے کہ اس نے کون سا حکم کب نازل کرنا ہے۔ یہ احکامات کا بدلنا اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مخلوق کی حکمت کے لحاظ سے ہے کہ مخلوق کیلئے پہلے کون سا حکم بہتر تھا اور اب کون سا حکم بہتر ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی مریض کو کسی وقت میں کسی دوا کی ضرورت ہوتی ہے پھر کچھ وقت کے بعد اس کی حالت کے مطابق دوا تبدیل کرنا پڑتی ہے۔ مریض کے مرض کے مطابق طبیب دوا تبدیل کرتا رہتا ہے۔ کون نادان ہوگا جو ڈاکٹر حکیم پر یہ اعتراض کرے کہ یہ ڈاکٹر حکیم بڑا بے وقوف ہے حکیم بڑا نادان ہے کہ کل اس نے یہ دوا دی تھی اور آج یہ دیتا ہے۔ یہ اعتراض کرنے والے کی غلطی اور نادانی ہوگی حکیم ڈاکٹر تو اس فن کے ماہر ہیں وہ جانتے ہیں کہ کل اس کیلئے یہ دوا مفید تھی اور آج اس کیلئے یہ دوا مفید ہے اور وہ مریض کی حالت کے مطابق خوراک بھی بدلتے رہتے ہیں کہ پہلے یہ کھاؤ پھر جب چند دن کے بعد معدہ قوی ہو جائے گا تو یہ خوراک استعمال کرنا۔ یہ دوا اور خوراک کی تبدیلی ڈاکٹر حکیم کی نادانی نہیں ہے بلکہ دانائی ہے اور جس طرح جسمانی بیماریوں کا علاج ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔ موسم کے بدلنے سے کپڑے بدلتے ہیں چند دن پہلے تم نے گرم کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اب گرمی شروع ہوگئی ہے تو وہ تم نے اتار دیئے ہیں، بیماری کے بدلنے سے دوا اور خوراک بدلتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حکیم و دانا ہے اس نے روحانی بیماریوں کے مطابق علاج فرمایا ہے۔ ضرورت کے مطابق ایک حکم نازل فرمایا جب اس کی ضرورت نہ رہی تو اس کی جگہ دوسرا حکم نازل فرما دیا۔ پہلے مسلمانوں کا ایمان جتنا مضبوط تھا بعد والوں کا اتنا نہیں تھا پہلے والوں کو حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے اور بعد والوں کو فرمایا کہ ایک مسلمان دو کافروں کا مقابلہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے جو

احکام منسوخ کیے ہیں حکمت کے مطابق کیے ہیں یہ اعتراض والی کونسی بات ہے۔

تنسیخ احکام کی حکمت :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً اور جس وقت ہم تبدیل کردیں کسی آیت کو، حکم کو مَّكَانَ اٰيَةٍ دوسری آیت کی جگہ کہ پہلے وہ حکم تھا اور اب یہ حکم ہے وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ اتارتا ہے۔ وہ حکیم علی الاطلاق ہے ضروریات کو بہتر جانتا ہے۔ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں کہ پہلے وہ حکم تھا اور اب یہ حکم ہے تو قَالُوْٓا یہ کہتے ہیں اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بیشک اے نبی کریم ﷺ! آپ افترا باندھنے والے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یہ الزام غلط ہے بلکہ اکثر ان میں سے نہیں جانتے کہ رب تعالیٰ نے جو حکم نازل فرمایا ہے یہ عین ان کی بیماری کے مطابق ہے قُلْ آپ کہہ دیں نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ اتارا ہے اس قرآن کو پاکیزہ روح نے۔ روح القدس جرائیل علیہ السلام کا لقب ہے جبرائیل علیہ السلام اس کتاب کو لے کر آئے مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ آپ کے رب کی طرف سے حق کیساتھ۔ لہذا یہ سچی کتاب ہے رب تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے میں مفتری نہیں ہوں لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ ثابت رکھے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ قرآن کریم مومنوں کیلئے ثابت قدمی کیلئے بڑی دلیل ہے وَهُدًى اور نری ہدایت ہے اول سے لے کر آخر تک وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور خوشخبری ہے مسلمانوں کیلئے۔ ان کیلئے ہدایت اور نجات کا ذریعہ ہے۔

حضور ﷺ کی غریب پروری :

آنحضرت ﷺ غریبوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے مکان کے قریب ایک رومی غلام رہتا تھا نسطاس، جبر یعیش اور بلعام بتاتے ہیں۔ مختلف نام نقل کئے

گئے ہیں ۔ وہ بیچارہ بیمار ہو گیا اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کی تیمارداری کیلئے تشریف لے جاتے اس کو پانی لا دیتے اور حسب توفیق اس کی ضرورت پوری کرتے اور بیمار پرسی کرنا بھی بڑی عبادت ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جو شخص کسی کی بیمار پرسی کیلئے جاتا ہے ستر ہزار فرشتے رات تک اس کیلئے دعائیں کرتے ہیں پھر خصوصاً کوئی اپنا عزیز ہو تو اور زیادہ ثواب ہے والد ہو، والدہ ہو، بھائی ہو ان کا زیادہ حق ہے۔ تو آپ اس کی تیمارداری کیلئے جاتے تھے تو کافر مشرک دیکھتے تھے تو ان شریروں نے اس کیساتھ یہ کڑی ملائی کہ یہ اس سے قرآن سیکھتا ہے وہ اس کو قرآن سکھاتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں اَنَّهُمْ يَقُولُونَ بیشک یہ کہتے ہیں اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ پختہ بات ہے سکھاتا ہے اس کو ایک انسان۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں عجمی ہے عربی نہیں ہے وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ اور یہ قرآن پاک عربی زبان ہے بالکل واضح۔ وہ بیچارہ ٹوٹی پھوٹی عربی نہیں بول سکتا تھا سوائے روزمرہ کی ضرورت کے الفاظ وہ قرآن پاک جیسی فصیح بلیغ عبارت کہاں سے لائے گا اتنی موٹی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ مگر اعتراض کرنے والوں کو اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی ان کا کام ہے شوشہ چھوڑنا وہ چھوڑ دیتے ہیں چاہے صادق آئے یا نہ آئے۔

قرآن پاک کا چیلنج :

قرآن پاک تو ایسی فصیح بلیغ کتاب ہے کہ آج تک اس کا کوئی فصیح بلیغ مقابلہ نہیں کر سکا اور قرآن پاک نے اس بات کا دنیا کو چیلنج دیا ہے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ [بقرہ: ۲۳] ''پس لاؤ تم کوئی چھوٹی سی سورت اس کی طرح وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ

دُوْنِ اللّٰهِ اور بلالو اپنے امدادیوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا پھر اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔'' آج تک صدیاں گزر گئیں ہیں قرآن پاک کے اس چیلنج کو کسی نے قبول نہیں کیا۔ حالانکہ وہ لوگ زبان کے اعتبار سے بڑے فصیح بلیغ تھے یہاں تک کہ آج کا کوئی بڑا ماہر پروفیسر جس نے ساری زندگی عربی زبان میں گذاری ہو اس وقت کے جو جاہل شاعر تھے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ مرد تو درکنار عورتیں اور لڑکیاں جو شعر کہتی تھیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا باقی اعتراض کر دیتا کہ نسطاس رومی اس کو پڑھاتا ہے فرمایا یہ غلط کہتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ بیشک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ ہدایت دیتا ہے مَنْ يُّنِيْبُ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ برتن کو الٹا کر کے رکھ دو ٹیوب ویل کے نیچے تو بھی اس میں پانی نہیں آئے گا سیدھا رکھو گے تو بھرے گا یہی طلب اور عدم طلب کی مثال ہے اگر تمہارے اندر ہدایت کی طلب نہیں ہوگی تو زبردستی نہیں دے گا اور اگر اعتراض کرو گے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک۔ مرنے کے بعد پتہ چل جائے گا کہ قرآن کے انکار کا کیا نتیجہ ہے۔ فرمایا اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ پختہ بات ہے افترا باندھتے ہیں جھوٹ کا وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر۔ کہتے ہیں یہ جادو ہے، کبھی کہتے ہیں کہانت ہے کبھی کہتے ہیں شعر و شاعری ہے، کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں یہ جھوٹے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں شوشے چھوڑتے ہیں۔ کافروں نے کہا تو افترا باندھنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے جواب دے دیا کہ یہ افترا نہیں باندھتا یہ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہے اس کی سچی زبان ہے پوری زندگی میں ان کی زبان سے

خلاف حقیقت بات نہیں نکلی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں الزام لگانے والے لوگ جھوٹے ہیں سچوں کو جھوٹا کہتے ہیں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے کہ لوگ حقیقت کے برعکس باتیں کرتے ہیں جن کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔

❁❁❁

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۴ / ۱۰ / ۲۰

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ جس آدمی نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کیساتھ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اس پر ایمان لانے کے بعد اِلَّا مگر مَنْ اُكْرِهَ وہ شخص جو مجبور کیا گیا وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کیساتھ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ اور لیکن وہ شخص جس نے کھولا بِالْكُفْرِ صَدْرًا کفر کیلئے سینہ فَعَلَيْهِمْ پس ان پر غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ غضب ہوگا اللہ تعالیٰ کا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہوگا ذٰلِكَ یہ کیوں بِاَنَّهُمْ اس وجہ سے کہ انہوں نے اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پسند کیا دنیا کی زندگی کو عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو اُولٰٓىٕكَ

الَّذِیْنَ یہی وہ لوگ ہیں طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَسَمْعِھِمْ اوران کے کانوں پر وَاَبْصَارِھِمْ اوران کی آنکھوں پر وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ اور یہی لوگ غافل ہیں لَاجَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ بیشک وہ آخرت میں ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہ نقصان اٹھانے والے ہیں ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ پھر بیشک آپ کا رب لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کیلئے ھَاجَرُوْا جنہوں نے ہجرت کی مِنْ ۢبَعْدِمَافُتِنُوْا بعد اس کے کہ وہ فتنے میں مبتلا کئے گئے ثُمَّ جٰھَدُوْا پھرانہوں نے جہاد کیا وَصَبَرُوْٓا اور صبر کیا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ ۢبَعْدِھَا بیشک تیرا رب اس کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مرتد کی سزا :

ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرنا بڑا گناہ ہے۔ مرتد کی سزا قتل ہے۔ اگر کوئی آدمی مرتد ہو تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی تاکہ وہ اپنے شکوک وشبہات پیش کرے اور ان کا ازالہ کیا جائے اگر نہ سمجھے تو تین دن کے بعد اس کو قتل کیا جائے گا۔ حدیث پاک میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ آنحضرت نے فرمایا فَاقْتُلُوْا پس تم اس کو قتل کردو۔ مرتد کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اس کا ذبیحہ جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا جنازہ جائز ہے اسکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کیا جائے گا مسلمان سے اس کو وراثت بھی نہیں ملے گی ہاں اگر کسی نے مجبوراً کلمہ کفر کہا ہے تو اس کا مسئلہ علیحدہ ہے۔

اکراہ کا مسئلہ اور چند تاریخی واقعات :

اس مقام پر اکراہ کا مسئلہ ہی بیان کیا گیا ہے۔ تاریخی واقعات ہیں کہ حضرت عمارؓ

اور انکے والد حضرت یاسر ؓ اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کافروں نے بڑے ظلم کیئے۔ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں کافروں نے ان تینوں کو گھیر لیا اور کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا۔ حضرت یاسر ؓ کے متعلق آتا ہے کہ آگ جل رہی تھی اور اس میں لوہے کی سلاخیں رکھی تھیں۔ گرم سلاخ ان کی آنکھ کے قریب کی کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ یہ گرم سلاخ تیری آنکھ میں پھیر دیں گے۔ ان کا ایمان بڑا قوی اور مضبوط تھا انکار کر دیا۔ انہوں نے آنکھ میں سلاخ پھیری وہ پھٹ گئی۔ کہنے لگے اب دوسری آنکھ کو بچالے کلمہ چھوڑ دے کہنے لگے کلمہ نہیں چھوڑوں گا دوسری آنکھ میں بھی انہوں نے سلاخ پھیر دی نابینا ہو گئے اور تڑپتے تھے اسی حالت میں انہوں نے شہید کر دیا۔ حضرت یاسر ؓ اول شہید الاسلام ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جبر کیا کہ کلمہ چھوڑ دے انہوں نے انکار کیا تو ظالموں نے ان کی ایک ٹانگ ایک اونٹ کیساتھ باندھ دی اور دوسری دوسرے اونٹ کیساتھ باندھ دی اور مخالف سمت دوڑا دیئے اس حالت میں ظالم ابو جہل نے ان کے نازک مقام پر برچھی ماری وہ چر کر دو ٹکڑے ہو گئیں اور جان دے دی۔ اسلام میں پہلی شہید ہونے والی عورت حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عمار ؓ کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا والد اور والدہ کا منظر سامنے تھا گھبرا گئے اور جان بچانے کیلئے انہوں نے کلمہ کفر کہہ دیا لیکن بہت زیادہ پریشان ہو گئے کہ میں نے جان بچانے کیلئے کلمہ کفر کیوں کہا۔ روتے روتے آنحضرت ﷺ کے پاس گئے ماں باپ کا سارا قصہ سنایا اور کہا کہ وہ مجھے بھی ظلم کیساتھ قتل کرنا چاہتے تھے مگر میں نے کلمہ کفر کہہ کر جان بچالی ہے۔ اب میرے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا دل کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا دل مطمئن بالایمان ہے۔ فرمایا تیرا ایمان برقرار ہے۔ تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ جس آدمی نے

انکار کیا اللہ تعالیٰ کیساتھ یعنی اس کے احکام کا انکار کیا مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ مگر وہ جو مجبور کیا گیا وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کیساتھ تو اس کا ایمان برقرار ہے۔ اکراہ کی تعریف فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں۔ فقہاء کرام نے دین کی بڑی خدمت کی ہے یہ لوگ دین کی روح کو سمجھتے ہیں، محدثین عظامؒ نے دین کی بڑی خدمت کی ہے، مفسرین کرامؒ نے دین کی بڑی خدمت کی ہے عالم اسباب میں ہم سب ان کے محتاج ہیں۔ تو فقہاء کرامؒ اکراہ کی تعریف فرماتے ہیں کہ ایسا شخص یا ایسی جماعت جس کے پاس اتنی قوت ہو کہ وہ اپنی بات کو پورا کر کے دکھا سکتی ہو وہ کسی پر جبر کرے اور کہے کہ تم کلمہ کفر زبان سے نکالو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے یا تیرا عضو مثلاً ٹانگ کاٹ دیں گے یا بازو کاٹ دیں گے آنکھ نکال دیں گے یا جوڑ علیحدہ کر دیں گے اور وہ کر بھی سکتے ہوں تو ایسی حالت میں اگر دل مطمئن بالایمان ہے تو آدمی کو کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے۔ اور اگر ضرب کی دھمکی دیں یا قید کی دھمکی دیں کہ کلمہ کفر کہہ ورنہ تجھے قید کر دیں گے تو کلمہ کفر زبان سے نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر مال چھین لینے کی دھمکی دیں تو بھی کلمہ کفر کہنے کی اجازت نہیں ہے چاہے سارا مال چھین لیں اور قتل کی دھمکی پر کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے اور اگر ڈٹ جائے نہ کہے تو عزیمت ہے اور عزیمت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

حضرت خبیب بن عدیؓ کی شہادت :

حضرت خبیب بن عدیؓ کافروں کے ہاتھ آ گئے ان سے مکہ والوں نے ان کو قتل کرنے کیلئے خرید لیا۔ کیونکہ انہوں نے ان کا ایک بڑا آدمی قتل کیا تھا۔ پہلے ان پر بڑا زور لگایا کہ کلمہ چھوڑ دو انہوں نے فرمایا کہ نہیں چھوڑوں گا ان کو قتل کرنے کیلئے حرم سے باہر تنعیم

کی طرف لے گئے جہاں مسجد عائشہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ حرم سے باہر ہے عرفات بھی حرم سے باہر ہے جعرانہ بھی حرم سے باہر ہے حرم کا وہ بھی احترام کرتے تھے اس لئے حرم سے باہر لے گئے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان سب اکٹھے ہوئے ان کا قتل دیکھنے کیلئے عجیب منظر تھا۔ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے اور تاریخ کی دیگر کتابوں میں بھی ہے۔ ابوسفیان اس وقت رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے خبیب بن عدی کے پاس آئے کہنے لگے برخوردار مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ فرمانے لگے ہاں! چچا جان آپ ابوسفیان ہیں (اور ابوجہل کے مرنے کے بعد قیادت ان کے ہاتھ میں تھی۔ اس کے بعد جتنی جنگیں ہوئی ہیں احد، خندق وغیرہ ان میں یہی پیش پیش تھے۔) ابوسفیان نے کہا کہ تم ایک لفظ کہہ دو میں تمہاری رہائی کا ذمہ دار ہوں کہ میرے بدلے محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے تو کیا ہی اچھا ہے۔ فرمایا چچا جان! آپ نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے دوبارہ وہی لفظ دہرائے کہ یہ کہہ دو کہ میری جگہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے تو کیا ہی اچھا ہے۔ فرمایا چچا جان سنو! یہ لفظ تو درکنار والذی نفسی بیدہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں یہ لفظ بھی کہنے کیلئے تیار نہیں کہ میری سولی کے بدلے شَوْکَۃٌ یُشَاکُ فِیْ رِجْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ آپؐ کے پاؤں میں کوئی کانٹا چبھے، یہ بھی گوارہ نہیں ہے۔ حالانکہ یہ کہنے کی انہیں اجازت تھی۔ شہید ہو گئے عزیمت پر عمل کیا شہادت کے وقت انہوں نے دردناک اشعار کہے جو بخاری شریف وغیرہ میں موجود ہیں......

؎ وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

"مجھے کوئی پرواہ نہیں جب میں حالت اسلام میں قتل کیا جاؤں کسی بھی پہلو پر میرا گرنا ہو۔"

مسیلمہ کذاب اور ختم نبوت کے دیوانے:

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے۔ایک ہیں حضرت خُبیب بن عدی وہ اور صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔اور ایک ہیں حبیب بن زید وہ اور ہیں رضی اللہ عنہ۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی یمامہ کا مقام تھا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کمانڈر تھے۔ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑائی تھی تین دنوں میں سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے اور جو حافظ نہیں تھے ان کی تعداد چودہ سو (۱۴۰۰) تھی۔ یہ سب حضرات ختم نبوت کی خاطر شہید ہوئے۔ کچھ مسلمان قید ہو گئے۔ان میں حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے بڑے خوبصورت نوجوان تھے قیدیوں کو مسیلمہ کذاب کے سامنے پیش کیا گیا مسیلمہ کذاب نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور کیوں لڑنے کیلئے آئے ہو ہمارے خلاف کیوں لڑنے کیلئے آئے ہو؟ فرمایا تو نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے کہا کہ میں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا بھی قائل ہوں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے بعد مجھے نبوت ملی ہے۔فرمایا میں تیری یہ بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ مسیلمہ نے کہا پہلی سن لی ہے اور یہ نہیں سنتا۔فرمایا پہلی ایمان کا حصہ تھی سن لی یہ نہیں سنتا۔مسیلمہ نے کہا اُقَطِّعُکَ اِرْبًا اِرْبًا اگر تم یہ نہیں مانو گے تو میں تیرا ایک ایک جوڑا الگ کردوں گا۔فرمانے لگے اَنْتَ وَذَاکَ جو تیرے دل میں آتا ہے کر۔ یہاں سے ان کا ہاتھ کاٹا، یہاں سے کاٹا، یہاں سے کاٹا (حضرت شیخؒ نے اپنے بازو اور پاؤں کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا۔) پھر ٹانگ یہاں سے کاٹی، یہاں سے کاٹی، یہاں سے کاٹی۔ بالآخر سینے میں برچھا مار کر شہید کر دیا مگر انہوں نے کفر نہیں اختیار کیا۔

عبداللہ بن حذیفہ سہمی ؓ کی عزیمت :

حضرت عبداللہ بن حذیفہ سہمی ؓ رومیوں کے مقابلے میں لڑتے ہوئے گرفتار ہو گئے ۔ بڑے صحتمند، خوبصورت، فصیح اللسان تھے۔ ان کو ہرقل روم کے سامنے پیش کیا گیا اور قیدیوں کیساتھ دیکھا بڑا خوبصورت صحت مند جوان ہے اور گفتگو بڑی معقول کرتا ہے۔ ہرقل روم نے کہا اُشْرِکُکَ فِیْ مُلْکِیْ وَاُزَوِّجُکَ اِبْنَتِیْ تو عیسائی بن جا میں تجھے حکومت میں بڑا عہدہ دونگا اور اپنی لڑکی کا تجھے رشتہ دونگا۔" کتنی بڑی پیشکش ہے۔ اس وقت دو ہی حکومتیں ہوتی تھیں ایک کسریٰ کی جو آتش پرست تھا دوسری رومیوں کی۔ فرمایا یہ بات دوبارہ کہو اس نے وہ الفاظ دہرائے اور عجیب بات یہ ہے کہ قیدی ہیں اور نہیں مانتے۔ کڑاہ کے اندر تیل ڈال کر گرم کیا گیا جو مسلمان کلمہ نہیں چھوڑتا تھا اس کو اس میں ڈال کر تل دیتے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن حذیفہ سہمی ؓ کی باری آئی تو رونے لگے ہرقل روم نے کہا کیا بات ہے کیوں روتے ہو؟ فرمایا اس لئے روتا ہوں کہ میری ایک جان ہے اور رب تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں کاش کہ میرے بدن پر جتنے بال ہیں اتنی جانیں ہوتیں اور میں ایک ایک کر کے قربان کر دیتا۔ آگے روایات مختلف ہیں ایک یہ ہے کہ ان کو بھی کڑاہ میں ڈال کر تل دیا گیا جان دے دی مگر کلمہ کفر نہیں کہا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بادشاہ نے کہا کہ میرے ماتھے کو بوسا دیدے تو تجھے چھوڑ دیتا ہوں۔ فرمایا نہیں! بلکہ جو میرے ساتھی بچ گئے ہیں ان کو بھی رہا کر تو بوسا دے دیتا ہوں۔ اس نے یہ مطالبہ مان لیا انہوں نے اس کے ماتھے کو بوسا دیا اور ساتھی رہا کرا کے واپس لے آئے۔

تو اگر مجبور ہو کر کوئی کلمہ کفر کہے تو اجازت ہے جبکہ دل ایمان کیساتھ مطمئن ہو اور اگر ڈٹ جائیگا تو عزیمت ہے۔ فرمایا وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا اور لیکن وہ شخص

جس نے کھولا کفر کیلئے سینہ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ پس ان پر رب کا غضب ہوگا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہوگا۔ کیوں؟ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے پسند کیا دنیا کی زندگی کو عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو جبراً۔ ہدایت اس کو ملے گی جو اس کی طرف رجوع کریگا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں کافر طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَسَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھوں پر وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ اور یہی لوگ غافل ہیں رب تعالیٰ سے لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بیشک یہی لوگ آخرت میں هُمُ الْخٰسِرُوْنَ گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔ دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں ایک خواب کی حیثیت بھی نہیں رکھتی اور وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اسکو سوچ کر ہمارے دماغ خراب ہو جائیں۔ اقبال مرحوم نے کہا ہے......

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ پھر بیشک آپ کا رب لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت کی رب تعالیٰ کی رضا کیلئے مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا بعد اس کے کہ ان کو فتنے میں مبتلا کیا گیا ثُمَّ جٰهَدُوْا پھر انہوں نے جہاد کیا وَصَبَرُوْٓا اور صبر کیا تکالیف پر اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا بیشک آپ کا رب ان کاموں کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ بندے کی نجات کے اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔

❁ ❁ ❁

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

يَوْمَ اس دن تَاْتِيْ آئے گا كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس تُجَادِلُ جھگڑا کرے گا عَنْ نَّفْسِهَا اپنے نفس کی طرف سے وَتُوَفّٰى اور پورا پورا دیا جائے گا كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس کو مَا عَمِلَتْ جو اس نے کیا ہے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے قَرْيَةً ایک بستی کی كَانَتْ اٰمِنَةً جو امن والی تھی مُطْمَئِنَّةً اطمینان والی تھی يَاْتِيْهَا آتا تھا اس بستی میں رِزْقُهَا اس کا رزق رَغَدًا کشادہ مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر طرف سے فَكَفَرَتْ پس اس بستی والوں نے کفر کیا بِاَنْعُمِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ پس چکھایا اس کو اللہ تعالیٰ نے لِبَاسَ الْجُوْعِ بھوک کا لباس

وَالْخَوْفِ اورخوف کا بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ بسبب اس کاروائی کے جووہ کرتے تھے وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ اورالبتہ تحقیق آیاان کے پاس رسول مِّنْهُمْ ان میں سے فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا اسکو فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ پس پکڑاان کوعذاب نے وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ اوروہ ظالم تھے فَكُلُوْا پس کھاؤتم مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ اس چیز سے جواللہ نے تمہیں رزق دیا ہے حَلٰلًا طَيِّبًا حلال پاکیزہ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اورشکرادا کرواللہ تعالیٰ کی نعمت کا اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگرہوتم خاص اسی کی عبادت کرتے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تم پر مردار کو وَالدَّمَ اورخون وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اورخنزیر کا گوشت وَمَآ اُهِلَّ اوروہ جونامزد کیا گیا ہو لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر فَمَنِ اضْطُرَّ پس جوشخص مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ وہ لذت تلاش کرنے والانہیں وَّلَا عَادٍ اورنہ تجاوز کرنے والا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والامہربان ہے۔

ماقبل سے ربط اورذکرآخرت :

پیچھے ذکرتھا لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ضرور بالضرور پختہ بات ہے وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔آگے اسی آخرت کے دن کا ذکر ہے۔ فرمایا يَوْمَ تَاْتِىْ كُلُّ نَفْسٍ جس دن آئیگا ہرنفس تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا جھگڑا کریگادفاع کرے گا اپنے نفس کی طرف سے۔قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی ساری کائنات اکٹھی ہوگی کسی کوکسی کی فکرنہیں ہوگی صرف اپنی جان کی فکرہوگی يَوْمَ يَفِرُّ

اَلْـمَـرْءُ مِـنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ [عبس: پارہ۳۰] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔'' کہ یہ کہیں مجھ سے نیکی نہ مانگ لیں۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ ایک بندے کی ایک نیکی کم ہوگی یوں سمجھو کہ پچاس اس کی نیکیاں اور پچاس برائیاں ہونگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ایک نیکی تلاش کر کے لاؤ تا کہ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے۔ پہلے تو یہ آدمی بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کا کیا ہے میں ابھی لے آتا ہوں۔ اپنے لنگوٹیئے یاروں کے پاس جائے گا جن کیساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا، کھاتا پیتا تھا، گپیں مارتا تھا کہ بھئی مجھے ایک نیکی دیدو میرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ کہیں گے اِلَيْکَ عَنِّیْ پیچھے ہٹ! میں تجھے ایک نیکی دینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا، اپنے باپ کے پاس جائے گا، عزیز رشتہ داروں کے پاس جائے گا سب یہی جواب دیں گے آخر میں اپنی والدہ کے پاس جائے گا ماں سے کہے گا اَتَـعْرِفِيْنِیْ کیا تو مجھے پہچانتی ہے میں کون ہوں؟ کہے گی ہاں! میں نے تجھے پیٹ میں اٹھایا پھر تجھے جنا پھر دودھ پلایا۔ کہے گا ماں مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے۔ ماں کہے گی میرے سے دور ہو جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی مجھے خود ضرورت ہے۔ غرضیکہ وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ جس دن دفاع کرے گا ہر نفس اپنی جان سے وَتُوَفّٰی كُلُّ نَفْسٍ اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو مَّا عَمِلَتْ جو اس نے کیا ہر نیکی بدی کا صلہ ملے گا وَهُـمْ لَا يُظْـلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا نیکیوں میں کمی نہیں کی جائے گی اور برائی نہیں کی اور اس کے نامہ اعمال میں درج کر دی جائے ایسا نہیں ہوگا۔

قریۃ مطمئنۃ :

آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً اور بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے مثال قَرْیَۃً ایک بستی کی کَانَتْ اٰمِنَۃً وہ بستی امن والی تھی مُطْمَئِنَّۃً اطمینان والی تھی یَّاْتِیْھَا رِزْقُھَا رَغَدًا آتا تھا اس بستی میں اس کا رزق کشادہ مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ ہر طرف سے فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰہِ پس بستی والوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی فَاَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ پس چکھایا اس کو اللہ تعالیٰ نے بھوک کا لباس اور خوف کا بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ بسبب اس کاروائی کے جو وہ کرتے تھے۔

قریہ کا مصداق :

یہ بستی کونسی ہے؟ اس کے متعلق بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کوئی خاص بستی نہیں ہے بلکہ دنیا میں بہت سی بستیاں ایسی ہوئی ہیں جو آیت کریمہ کا مصداق بنتی ہیں اور اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ حرم کعبہ ہونے کی وجہ سے وہ بڑے امن کی جگہ ہے۔ حرم سے باہر چوریاں ہوتی تھیں، ڈاکے پڑتے تھے، قتل ہوتے تھے کسی کی جان محفوظ نہیں تھی کوئی رات کو اطمینان کیساتھ نہیں سو سکتا تھا جیسے ہمارے ملکی حالات ہیں اور حرم والے بڑے مزے سے سوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جہاں کچھ نہیں ہوتا نہ پھل نہ فصلیں کوئی پیداوار نہیں ہوتی وہاں ہر طرف سے رزق آتا ہے وافر مقدار میں اور ہر چیز اتنی وافر مقدار میں پہنچتی ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ اس دفعہ حج پر تقریباً اٹھائیس (۲۸) لاکھ بندے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ تمہیں کھانے پینے میں دشواری ہوئی ہو؟ کہنے لگے اتنی وافر مقدار میں چیزیں تھیں کہ کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ یہاں ہم ایک آم لینا چاہیں مل جائے گا، ایک رکنو، مالٹا مل جائے گا لیکن وہاں کلو کے حساب سے دیتے ہیں کم

دینے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے اگر کوئی تھوڑی مقدار میں چیز مانگے تو کہتے ہیں یَلاَّ دوڑ جاؤ۔ اتنی وافر مقدار میں چیزیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔

بعثتِ نبوی ﷺ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ اور البتہ تحقیق آیا ان کے پاس رسول ان میں سے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو تمام پیغمبروں کے امام اور ساری کائنات کے سردار ہیں فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا اسکو۔ ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ آج تو نے اس کی تقریر کی تردید کرنی ہے اور کل میں نے کرنی ہے۔ جب آپ ﷺ بیان فرماتے تو بڑے شریفانہ انداز میں بیٹھے رہتے جس وقت آپ ﷺ کا وعظ ختم ہو جاتا تو کھڑے ہو کر تردید کر دیتے۔ مثلاً ابولہب کھڑے ہو کر کہتا اَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! میرا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے اور ابولہب میری کنیت ہے یہ میرا بھتیجا ہے صَابِئٌ كَذَّابٌ یہ صابی اور جھوٹا ہے۔ جسطرح آج کل حق والوں کو وہابی کہتے ہیں اس وقت صابی کہتے تھے۔ تو کہتا یہ صابی ہے جھوٹا ہے اس کے پھندے میں نہ آنا اسی طرح کسی مقام پر ابوجہل کھڑا ہو جاتا اور صاف لفظوں میں کہتا کہ یہ جھوٹا ہے اس کے پھندے میں نہ آنا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی تکذیب کی صاف لفظوں میں۔ کبھی کہتے سٰحِرٌ كَذَّابٌ معاذ اللہ تعالیٰ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے، کبھی کہتے مجنوں ہے، کبھی کہتے مفتری ہے خود بنا کر لاتا ہے، جو منہ میں آتا کہتے فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ پس پکڑا ان کو عذاب نے۔ بخاری شریف وغیرہ کتب میں روایت ہے کہ جب آپ ﷺ ان کی باتوں سے کافی پریشان ہوئے تو عرض کیا اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط کر جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی کے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مکے والوں پر قحط سالی مسلط

فرمائی بارشیں رک گئیں، اناج ختم ہو گیا حتّٰی اَکَلُوْا الْجُلُوْدَ وَالْعِظَامَ وَالْمَیْتَۃَ یہاںتک کہ انہوں نے چمڑے کھائے، ہڈیاں کھائیں اور مردار جانور کھائے۔ ہڈیاں پیس کر کھاتے تھے، چمڑے پانی میں بھگو کر نرم کر کے بھون کر کھاتے تھے اٹھتے تھے تو آنکھوں کے آگے اندھیرا ہوتا تھا بھوک کی وجہ سے گر پڑتے تھے۔ ابو سفیان اس وقت کافر تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا آپ ﷺ کی ساری قوم بھوک میں مبتلا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جان! حق کا ساتھ دیں کلمہ پڑھ لیں اور کفر کا ساتھ چھوڑ دیں پھر دیکھو کیسے رب کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ کہنے لگا نہ نہ یہ بات نہ کریں ویسے ہی دعا کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط کے سات سال مسلط فرمائے اسی کا ذکر ہے کہ پکڑا ان کو عذاب نے وَھُمْ ظٰلِمُوْنَ اور وہ ظالم تھے۔ یہ بھوک کا لباس تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ پہنچایا اور مسلمانوں میں کچھ قوت آ گئی اور بدر کی لڑائی ہوئی اس کے بعد پھر کافر مسلمانوں سے ڈرتے رہتے تھے کہ مسلمان ہم پر حملہ کر دیں گے تو خوف بھی ان پر مسلط کیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلایا پھر سات سال کے بعد ان کی مصیبت ٹلی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا فرمان :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس بستی سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ مدینہ طیبہ میں بڑا سکھ چین تھا آرام تھا زرخیز علاقہ تھا فصلیں اور کھجوریں ہوتی تھیں بڑا کچھ ہوتا تھا۔ حضرت عثمان ؓ کو جب شہید کیا گیا تو اس کے کافی عرصہ کے بعد تک مدینے والوں کو پھر سکھ نصیب نہیں ہوا۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے تھے کیونکہ مظلوم کو شہید کیا تھا۔ سب تفسیریں صحیح ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ

اللّٰہُ پس کھاؤ تم اس چیز سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے حَلٰلًا طَیِّبًا حلال پاکیزہ۔
حلال کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے اس کے استعمال کی اجازت دی ہے جیسے، اونٹ، بکری، مرغی، گائے، بھینس وغیرہ اور طیب کا مطلب یہ ہے کہ غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق نہ ہو مثلاً بکری حلال ہے لیکن اگر چوری کر کے لائے گا چھین کے لائے گا اور ذبح کرے گا تو طیب نہیں ہوگی مرغی چوری کر کے ذبح کرے طیب نہیں ہے، گندم حلال ہے مگر چوری کی ہوگی تو طیب نہیں ہے۔ تو کھانے کیلئے دو قیدیں ہیں ایک حلال ہونا دوسرا طیب ہونا۔ کسی کے حق میں تصرف کرنا بڑا سخت جرم ہے وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہو تم خاص اسی کی عبادت کرتے۔ اور سورۃ مومن آیت نمبر ۵۱ میں ہے "اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔" حلال چیز سے رکنا بغیر کسی شرعی عذر کے اچھی بات نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی بیمار ہے اس کو کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تو وہ بات علیحدہ ہے بغیر کسی عذر کے حلال چیزوں کو چھوڑنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو کہ نماز پڑھو کیونکہ اس میں تمام اعضاء رب تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں۔

محرمات کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے بعض حرام چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تم پر مردار کو۔ جو جانور شرعی طریقے سے ذبح نہیں کیا گیا وہ حرام ہے چاہے گائے ہے، بکری ہے، بیل ہے البتہ اس کا چمڑا اتارنے کی اجازت ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ لوگ ایک موٹی تازی بکری جو مردار ہوگئی تھی کو کھینچ کر لے جا رہے تھے دور پھینکنے کیلئے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا ھَلَّا اَخَذْتُمْ اِھَابَھَا تم نے اس کی کھال کیوں نہیں اتاری؟ کہنے لگے حضرت! مردار ہے فرمایا یہ تو نظر آرہی ہے لیکن اس کی کھال اتار کر دباغت دے کر فائدہ اٹھا سکتے ہو وَالدَّمَ اور خون حرام ہے۔ ذبح کرتے ہوئے جو خون شرّاٹے مار کر نکلتا ہے دم مسفوح، وہ حرام ہے۔ یہ اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی کسی طرح بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا یہ حرام قطعی ہے۔ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اور خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ گوشت اس لئے کہا کہ اوپر کھانے والی چیزوں کا ذکر ہے باقی خنزیر کی کھال، اس کی ہڈیاں، اس کے بال سب حرام ہیں وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور وہ جو نامزد کیا گیا ہو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر یہ بھی حرام ہے۔ غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے نامزد کیا گیا ہو مثلاً جانور فلاں کے نامزد کرتا ہوں میرے کاروبار میں برکت ہوگی نہ دیا تو نقصان ہوگا یہ نیتِ تقرب ہے اس نیت کیساتھ کوئی شخص جانور کو تکبیر پڑھ کر بھی ذبح کرے تو حلال نہیں ہوگا۔

تکبیر کا مسئلہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ کا فتویٰ :

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ؒ تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تکبیر پڑھ کے کتے کو ذبح کرے تو کتا حلال نہیں ہوگا کوئی شخص خنزیر کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو خنزیر حلال نہیں ہوگا یہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر تقرب کی نیت سے نامزد ہوا ہے حرام ہو گیا ہے بسم اللہ اللہ اکبر کہنے سے بھی حلال نہیں ہوگا اور صرف جانور ہی کی بات نہیں ہے فرماتے ہیں کہ جملہ ماکولات و مشروبات وملبوسات ہمیں حکم دارند تمام کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔ آج عموماً جاہل قسم کے لوگ قبروں پر دیگیں پکاتے اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور بکرے وقف کرتے ہیں یہ سب حرام کی مد ہیں ایصالِ ثواب کی مد علیحدہ ہے۔ وہ اس طرح کہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کوئی چیز دو اور اس کا

ثواب کسی بزرگ کو پہنچاؤ یہ ٹھیک ہے اور یہ بات بھی غور سے سمجھ لیں کہ ایک ہے ولیمے کا بکرا عقیقے کا بکرا، قربانی کا بکرا یہ شریعت کا حکم ہے اور یہ سارے جاتے اللہ تعالیٰ کے نام پر ہیں یا کسی شخص کی ملک ہو تو کہا جاتا ہے یہ زید کا بکرا ہے، یہ عمرو کا بیل ہے، یہ فلانے کی گائے ہے یہ جائز ہے۔ اگرچہ حقیقی مالک تو رب ہے لیکن عالم اسباب میں بندے بھی مالک ہوتے ہیں تو یہ مِلک کی نسبت کرنا صحیح ہے اور غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے نامزد کرنا حرام ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ وہ لذت تلاش کرنے والا نہیں ہے وَّلَا عَادٍ اور نہ تجاوز کرنے والا ضرورت سے۔ مثلاً کسی آدمی کو بھوک کی وجہ سے جان کا خطرہ ہے اور مردار اور خنزیر کے علاوہ کوئی چیز وہاں نہیں ہے اگر نہیں کھاتا تو جان خطرے میں ہے تو اس کو اتنا مردار اور خنزیر کھانے کی اجازت ہے کہ جتنا کھا کر جان بچا سکتا ہے اگر زیادہ کھائے گا تو جائز نہیں ہے۔ ایک آدمی ایسی پیاس میں مبتلا ہے اگر کچھ نہیں پیتا تو جان خطرے میں ہے اور اس کے پاس شراب کے سوا کوئی چیز نہیں تو اس کیلئے اتنی شراب پینا ضروری ہے کہ جس سے جان بچ جائے حالانکہ شراب قطعی حرام ہے۔ اگر ایسے موقع پر خنزیر نہیں کھائے گا اور شراب نہیں پئے گا تو گنہگار موت مرے گا کیونکہ رب نے اجازت دی ہے اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتا لیکن کھائے ضرورت کے مطابق۔ لذت تلاش کرنے والا بھی نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ بھی نہ کھائے اگر ایک چھٹانک کھانے سے جان بچتی ہے تو چھٹانک نہیں کھا سکتا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

❁ ❁ ❁

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ

اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع ۱۵ ۲۱

وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَا اس چیز کے بارے میں تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں الْكَذِبَ جھوٹ هٰذَا حَلٰلٌ یہ حلال ہے وَّهٰذَا حَرَامٌ اور یہ حرام ہے لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ تاکہ باندھو تم اللہ تعالیٰ پر افترا الْكَذِبَ جھوٹ کا اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ جو افترا باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر الْكَذِبَ جھوٹ کا لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے مَتَاعٌ قَلِيْلٌ فائدہ ہے تھوڑا سا وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک وَعَلَى الَّذِيْنَ اور ان لوگوں پر هَادُوْا جو یہودی ہیں حَرَّمْنَا ہم نے حرام کیں مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ وہ چیزیں جو ہم نے بیان کی ہیں آپ پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اور لیکن تھے وہ اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ پھر بیشک آپ کا

رب لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے عَمِلُوا السُّوْٓءَ جنہوں نے عمل کئے بُرے بِجَهَالَةٍ جہالت کی وجہ سے ثُمَّ تَابُوْا پھر توبہ کی مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد وَاَصْلَحُوْٓا اور اصلاح کی اِنَّ رَبَّکَ بیشک آپ کا رب مِنْ بَعْدِهَا اس کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حلال وحرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

کسی چیز کو حلال کرنا اور حرام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی کسی شی کو از خود نہ حلال کر سکتا ہے اور نہ حرام کر سکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب ’’حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه‘‘ میں فرماتے ہیں کہ حلال کرنا اور حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس میں اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہے لیکن حلال وحرام کرنے کا اختیار آپ ﷺ کو بھی نہیں تھا یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے خانگی معاملات درست رکھنے کیلئے صرف اپنی ذات کیلئے شہد حرام کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات گوارہ نہ ہوئی اور پوری سورت تحریم نازل فرمائی يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ’’اے نبی کریم ﷺ! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال ٹھہرائی ہے اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہوئے۔ آگے فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَکُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِکُمْ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے فرض کیا ہے تمہاری قسموں کا توڑنا۔‘‘ اب ظاہر بات ہے جب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی صرف اپنی ذات کیلئے شہد کو حرام نہیں کر سکتی تو اور کون ہے جس کو حلال وحرام کا اختیار حاصل ہو۔ آنحضرت ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت علی ؓ نے ابوجہل کی لڑکی کیساتھ نکاح کا ارادہ کیا ہے تو

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ میں نے ایسی خبر سنی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ کہنے لگے حضرت! جیسے آپ نے سنی ہے ایسے ہی ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے فرمایا سن لو لَسْتُ اُحِلُّ حَرَامًا وَلاَ اُحَرِّمُ حَلاَلاً ''میں نہ کسی حرام کو حلال کر سکتا ہوں اور نہ حلال کو حرام کر سکتا ہوں۔'' اس کا رشتہ تیرے لئے حلال ہے میں نہیں کہتا کہ حرام ہے لیکن باپ ہونے کی حیثیت سے میں سمجھتا ہوں کہ میری بیٹی کا مزاج اور ہے اور ابو جہل کے خاندان کا مزاج اور ہے لہذا دونوں کا گزارہ نہیں ہو سکتا اس لئے اگر تم اس کیساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹی کو طلاق دیدو۔ جسطرح آج کل کھانے کیساتھ پیاز، مولی، گاجر وغیرہ کا سلاد رکھتے ہیں اس زمانے میں عموماً لہسن رکھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ دل کی بیماریوں کیلئے لہسن بہت مفید چیز ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی خاصیت رکھی ہے۔ تو ایک دفعہ کچا لہسن کھانے میں سلاد کے طور پر رکھا گیا آپ ﷺ نے باقی چیزیں کھائیں مگر لہسن نہ کھایا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت! یہ حرام ہے فرمایا لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلاَلاً حلال چیز کو حرام کرنا میرا کام نہیں ہے۔ لہسن حلال ہے لیکن میں نے اس لئے نہیں کھایا کہ اس سے بدبو آتی ہے فَاِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَّمْ تُنَاجُوْا میں ان کیساتھ گفتگو کرتا ہوں جن کیساتھ تم نہیں کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ میں فرشتوں کیساتھ گفتگو کرتا ہوں اور فرشتوں کو بدبو سے سخت نفرت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ نہ کوئی کسی چیز کو حلال کر سکتا ہے اور نہ حرام کر سکتا ہے اسی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلاَ تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَا اس چیز کے بارے میں تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں جھوٹ۔ کیا نہ کہو ھٰذَا حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے لِتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ تاکہ باندھو تم

اللہ تعالیٰ پر افترا جھوٹ کا۔ حلال حرام ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے تم از خود کسی چیز کو حلال حرام نہیں کہہ سکتے۔ یہ صفت اور خوبی رب نے تمہیں نہیں دی۔ اسی چیز کو حلال کہو جو رب نے حلال کی ہے اور اسی چیز کو حرام کہو جو رب نے حرام کی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ بیشک وہ لوگ جو افترا باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے مَتَاعٌ قَلِيْلٌ فائدہ ہے تھوڑا سا۔ کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے دس سال، بیس سال، تیس سال، پچاس سال، سو سال، پھر وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں۔

یہود کی وجہ تسمیہ :

یہودیوں کو یہودی کیوں کہتے ہیں؟ اس کے متعلق مفسرین کرامؒ نے مختلف باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ان کے بڑوں نے جب غلطی کی کہ چند دن بچھڑے کی پوجا کی تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ اس موقع پر انہوں نے کہا اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ ''ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف۔'' [اعراف:۱۵۶] ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ تو انہوں نے توبہ میں هُدْنَا کا لفظ کہا تو اس سے ان کو یہودی کہا گیا یعنی وہ فرقہ جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ اور یہ بات بھی فرمائی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یہودا تھا تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ تَهَوَّدَ کا معنیٰ ہے حرکت کرنا، یہ تورات پڑھتے ہوئے حرکت کرتے تھے یعنی ہلتے تھے جس طرح قرآن کریم پڑھتے ہوئے بچے ہلتے ہیں تو اس وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا بہت بلند مقام ہے مگر اس

وقت آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے تحریفات ہو چکی ہیں خود پادری صاحبان کو اقرار ہے کہ ہماری کتابوں میں تحریفات ہو چکی ہیں۔ میں نے اپنی کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' میں بہت سے حوالے دیئے ہیں۔

یہود پر حرام کردہ اشیاء :

تو فرمایا ان لوگوں پر جو یہودی ہیں حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ حرام کیں ہم نے وہ چیزیں جو ہم نے بیان کیں آپ پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے کیا حرام کیا تھا۔ اس کا ذکر سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۶ میں ہے وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا اور ان لوگوں پر جو یہودی تھے حرام کر دیا ہم نے كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ہر ناخن والا جانور جس کے ناخن پھٹے ہوئے نہیں تھے جیسے اونٹ، شترمرغ، بطخ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ اور گائے اور بھیڑوں میں سے حرام کر دی ہم نے ان پر شُحُوْمَهُمَا ان کی چربی یعنی گائے حلال ہے مگر اس کی چربی حرام ہے، بھیڑ بکری حلال ہے مگر اس کی چربی حرام ہے اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا مگر وہ جو لگی ہوئی ہو ان کی پشتوں کیساتھ وہ حلال تھی اَوِ الْحَوَايَا یا آنتوں کیساتھ لگی ہوئی ہو وہ بھی حلال تھی اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا وہ جو ہڈی کیساتھ ملی ہوئی ہو وہ بھی حلال ہے۔ حرام کون سی تھی؟ چکی کی چربی اور معدے کی جو چربی ہوتی ہے یہ ہم نے حرام قرار دی تھی۔ کیوں ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ یہ ہم نے ان کو سزا دی ان کی سرکشی کی وجہ سے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ویسے تو چند آدمیوں کا اکٹھا ہونا کوئی جرم نہیں ہے لیکن حکومت کو جب خدشہ ہو کہ یہ کوئی فتنہ کھڑا کر دیں گے تو وہ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دیتی ہے کہ چند آدمی اکٹھے کھڑے نہیں ہو سکتے تو یہ حکم عارضی طور پر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ چیزیں فی نفسہ حلال تھیں مگر ان کی سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر دیں۔ اس کا

حوالہ رب تعالیٰ دیتے ہیں۔ فرمایا وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے۔ یہ بڑی باغی قوم تھی۔

یہودیوں کی اسلام دشمنی :

اس وقت یہودی بڑی قوت میں ہیں بھارت نے بھی یہود کیساتھ فوجی معاہدہ کیا ہے اپنے فوجی وہاں بھیجے ہیں ٹریننگ کیلئے اور یہودیوں کے افسر ہندوستان میں آ کر ان کی تربیت کرتے ہیں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ مسلمانوں کیخلاف جہاں بھی شورش سنتے ہیں وہاں پہنچتے ہیں۔ اب چیچنیا اور فلپائن میں مسلمانوں کیخلاف لڑنے کیلئے پہنچے ہوئے ہیں جہاں کہیں بھی مسلمانوں کیخلاف لڑائی ہو رہی ہوتی ہے وہاں پہنچتے ہیں بہت خبیث قوم ہے۔ آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے ہم مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کے پاس مشکوۃ شریف پڑھتے تھے۔ حضرت یہاں بھی کئی سال آتے رہے ہیں ان کا علاقہ مومن پور چھچھ ہے ان کی خواہش اور وصیت کے مطابق ان کا جنازہ بھی میں نے پڑھایا تھا۔ مشکوۃ شریف میں جب یہ حدیث آئی تُقَاتِلُوْنَكُمُ الْيَهُوْدُ مسلمانوں یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے وَتُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ اور تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے تو ہم نے پوچھا حضرت! ہمارے آگے یہودیوں کی کیا پوزیشن ہے کہ وہ ہمارے ساتھ لڑیں گے۔ اُس وقت فلسطین کے علاقے میں تقریباً چھ سات ہزار یہودی تھے اور حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے کہ یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے اور تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے۔ آج سے ساٹھ سال پہلے یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی۔ پھر یہودی فلسطین میں اکٹھے ہونے شروع ہوئے اِس وقت فلسطین میں نوے لاکھ یہودی ہے۔ اسرائیل کی آبادی اس وقت نوے لاکھ ہے اور یاد رکھنا! اس میں فلسطینیوں کی اپنی غلطی ہے اور انہوں نے بڑی

غلطی کی۔ یہودی تاجر قسم کے لوگ ہے پیسے ان کے پاس بڑے ہیں امریکہ، روس کے کارخانے اور تجارت ان کے پنجے میں ہے۔ انہوں نے فلسطین میں آکر بڑی رقمیں دے کر جگہیں خریدنی چاہیں کہ ہم نے مکان بنانے ہیں۔ اگر جگہ کی قیمت دس ہزار ہے تو ہم تمہیں چالیس ہزار دیتے ہیں فلسطینی لالچ میں آگئے جبکہ فلسطین کے مفتیوں نے ان کو منع بھی کیا کہ یہ حرکت نہ کرو مگر لالچ بری بلا ہے۔ ان کے آگے زمینیں بیچتے رہے آج وہ ایک قوت بن چکے ہیں پھر تمام کافر حکومتوں نے ان کیساتھ تعاون کیا امریکہ، افریقہ، برطانیہ، فرانس، ڈنمارک، بیلجئم کے یہودی وہاں اکٹھے ہو گئے اور فلسطینیوں کی تباہی کا سبب بن گئے۔

وعدۂ آخرت :

سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا "پس جب آئے گا آخرت کا وعدہ تو ہم لے آئیں گے تم سب کو سمیٹ کر۔" یعنی جب قیامت کا وعدہ قریب آئے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر دیں گے۔ حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب قیامت قریب آئے گی تو رب تعالیٰ ان یہودیوں کو اکٹھا کر دیں گے پھر ان کی تباہی ہوگی۔ تو ہمارے استاذ محترم فرماتے تھے کہ میاں جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کو پَر لگ جاتے ہیں ان کی جب موت آئے گی تو ان کو پر لگ جائیں گے۔ تو اب ان کو پَر لگے ہوئے ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ مسلمان ان کو ایسی ماردیں گے کہ پتھرؔ کے پیچھے یہودی چھپا ہوگا تو پتھر بول کر کہے گا اللہ کے بندے خَلْفِيْ يهودي میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ اگر درخت کے پیچھے چھپے گا تو درخت بول کر کہے گا کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ مسلم شریف میں آتا ہے

اِلَّا الْغَرْقَدْ غرقد ایک جھاڑی ہے وہ نہیں بولے گی اس کا تعلق یہود کیساتھ ہوگا۔ ان چیزوں کا بھی تعلق ہوتا ہے اور انس ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو یہ چھپکلی دور سے پھونک مار رہی تھی آگ کو تیز کرتی تھی۔ اس کو کوئی پوچھتا کہ تیرے پھونک مارنے سے کیا ہوتا ہے آگ کے شعلے تو پہلے ہی آسمان کیساتھ لگ رہے ہیں مگر وہ اپنا خبث باطن ظاہر کر رہی تھی۔ تو بعض چیزیں کفر کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ تو یہود کیساتھ لڑائی کا وقت قریب آچکا ہے آج شروع ہوئی یا کل، کہ یہود تمہارے ساتھ لڑیں گے اور تم یہود کیساتھ لڑو گے اور کنز العمال کی حدیث ہے کہ اِدھر وہ قصہ ہوگا اور اُدھر انڈیا کیساتھ تمہاری لڑائی ہوگی اب یہ سب کڑیاں آپس میں مل رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ پھر بیشک آپ کا رب ان لوگوں کیلئے عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ جنہوں نے عمل کیے بُرے جہالت میں مبتلا ہو کر ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ پھر توبہ کر لی اس کے بعد وَاَصْلَحُوْٓا اور اپنی حالت درست کی یعنی صرف زبانی توبہ نہیں کی بلکہ عملی لحاظ سے بھی اصلاح کی اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِهَا بیشک آپ کا رب اس توبہ کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

❁ ❁ ❁

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ؕ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ بیشک ابراہیم علیہ السلام كَانَ اُمَّةً تھے پیشوا قَانِتًا فرمانبردار تھے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حَنِيْفًا ایک طرف ہونے والے وَلَمْ يَكُ اور وہ نہیں تھے مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شرک کرنے والوں میں سے شَاكِرًا شکریہ ادا کرنے والے تھے لِّاَنْعُمِهٖ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا اِجْتَبٰىهُ اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا وَهَدٰىهُ اور ان کی راہنمائی کی اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً اور دی ہم نے ان کو دنیا میں بھلائی وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ اور بیشک وہ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ البتہ نیک لوگوں میں سے تھے ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ پھر ہم نے وحی کی آپ کی طرف اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ یہ کہ پیروی کر ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی حَنِيْفًا جو ایک طرف ہونے والے تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے اِنَّمَا پختہ بات ہے جُعِلَ السَّبْتُ مقرر کیا گیا ہفتے کا دن عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ

جنھوں نے اس میں اختلاف کیا وَاِنَّ رَبَّکَ اور بیشک آپ کا رب لَیَحْکُمُ بَیْنَھُمْ البتہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا ابراہیمی ہونے کا جھوٹا دعویٰ :

حق تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑی شان اور بلند مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی آپ ﷺ کے درجے اور مقام کا کوئی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، بڑی شان والے تھے اور بڑی تکالیف برداشت کی ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت بڑی قابل قدر اور مسلم شخصیت تھی اس لئے ساری قومیں اپنے آپ کو انکی طرف منسوب کرتی تھیں یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ صابی ایک فرقہ تھا ان کا باطل خیال یہ تھا کہ وہ ہمارے ہیں اور مشرکین عرب کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی ہمارے ہیں اور کعبہ بھی ہمارا ہے ہم ان کی نسل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۷ میں ان سب کی تردید فرمائی اور فرمایا مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ”نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی نہ نصرانی اور لیکن تھے وہ ایک طرف ہو کر رہنے والے اور مسلمان اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔“ اور اس کے متعلق موٹی سی علامت بتلائی۔ فرمایا وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰۃُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِہٖ [آل عمران: ۶۵] ”حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد۔“ یہودیوں کا مذہب تورات تھا اور انجیل پر چلنے والے عیسائی کہلاتے ہیں اور

تورات اور انجیل تو ابراہیم علیہ السلام سے بہت بعد نازل ہوئی ہیں۔ تقریباً دو ہزار سال بعد تورات نازل ہوئی ہے اور تقریباً ساڑھے چار ہزار سال بعد انجیل نازل ہوئی ہے تو تورات اور انجیل کا مذہب رکھنے والے تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تم اپنی کڑی ان کے ساتھ کیسے ملاتے ہو اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے وہ تو موحد تھے تم تین سو ساٹھ بتوں کے پجاری ابراہیمی کیسے بن گئے۔ فرمایا اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ بیشک ابراہیم علیہ السلام كَانَ اُمَّةً تھے پیشوا۔ قرآن پاک میں لفظ امت کے تین معانی آئے ہیں۔ ایک معنیٰ گروہ، طائفہ، طبقہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ [سورہ آل عمران: ۱۱۰] ''تم سب سے بہتر امت ہو۔'' اور امت کا معنیٰ وقت بھی آتا ہے۔ سورت یوسف میں ہے وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ ایک زمانے کے بعد ان کو یاد آیا اور امت کا معنیٰ پیشوا اور مقتدا بھی ہے جس کی لوگ پیری کرتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے معنیٰ بنے گا بیشک ابراہیم علیہ السلام پیشوا تھے اور یہ تفسیر بھی موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو گروہ کہا گیا ہے یعنی اکیلے ابراہیم علیہ السلام نے ایک جماعت اور گروہ کا کام کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بعض افراد کو یہ خوبی عطا فرماتے ہیں کہ اچھی خاصی جماعت مل جل کر وہ کام نہیں کر سکتی جتنا کام اس اکیلا اکیلے سے لے لیتا ہے۔ (اکیلے اکیلے، یہ الفاظ مکرر ہیں کمپوزر کی غلطی نہیں۔) تو ابراہیم علیہ السلام نے پوری امت جتنا کام کیا ہے قَانِتًا لِّلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ملک چھوڑ دے، ملک چھوڑ دیا، رب تعالیٰ نے فرمایا بیوی بچے کو لے کر جنگل بیابان میں چھوڑ آ جہاں کوئی آدمی نہیں، چھوڑ آئے۔ بچہ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوا فرمایا اس کو ذبح کر دو، ذبح کیلئے تیار ہو گئے۔ غرضیکہ کسی حکم سے انکار نہیں کیا حَنِيْفًا حنیف کا معنیٰ ہے ایک طرف ہونے والا، جو ایک طرف ہونے والے تھے سب مذاہب اور ادیان کو ٹھکرا کر۔ پھر اس کا معنیٰ مفسرین موحد

کرتے ہیں۔صرف ایک رب کی توحید کے قائل تھے کسی اور طرف جانے والے نہیں تھے۔
مشرکو! تم بھی سن لو کان کھول کر وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور وہ شرک کرنے والوں
میں سے نہیں تھے۔ظالمو! تم نے بیت اللہ کی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے ہیں
جن میں ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ بھی ہے اور اسماعیل علیہ السلام کا بھی،عیسیٰ علیہ السلام اور
مریم علیہا السلام کا بھی،اور بھی بزرگوں کے بت تھے۔ظالمو! جو گھر انہوں نے صرف اللہ
تعالیٰ کی عبادت کیلئے بنایا تھا وہاں اوروں کی پوجا ہو رہی ہے اور کڑی تم ابراہیم علیہ السلام
کیساتھ ملاتے ہو کہ ہم ابراہیمی ہیں۔

شکر گذاری اور ناشکری کی مثال :

شَاكِرًا لِاَنْعُمِهٖ اَنْعُمْ نِعْمَةٌ کی جمع ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا
کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کو گوارا نہیں کرتے تھے۔بخاری وغیرہ میں
روایت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ بنو جُرہُم کی ایک عورت سے نکاح کیا
حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کے علاقہ میں رہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ملاقات کیلئے
آئے حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر نہیں تھے بہو پہلے نہیں دیکھی تھی پوچھا تمہارا خاوند کہاں
ہے؟ بتایا کہ شکار کرنے گئے ہوئے ہیں کبھی ایک دن بعد کبھی دو تین دن بعد آتے ہیں
شکار کا گوشت ہم کھاتے ہیں اور زمزم کا پانی پیتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا
بی بی! تمہاری گھریلو حالت کیسی ہے کس طرح کا گزران ہوتا ہے؟ کہنے لگی نَحْنُ بِشَرٍّ
وَخَيْبَةٍ "ہم تو مر گئے ہمارا تو کچھ بھی نہیں رہا۔"صرف گوشت کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں
اور کوئی چیز نہیں ملتی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ الفاظ سنے تو گوارا نہ کئے کہ پرندوں،
خرگوشوں اور ہرنوں کا گوشت کھاتی ہے اور زمزم پیتی ہے اور ہے بھی خوب پہلوان اور رب

کی ناشکری کرتی ہے۔ فرمایا جس وقت خاوند آئے تو اس کو کہنا وہ پیغام دے گئے ہیں غَیِّرْ عَتَبَۃَ بَابِ ''اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زیادہ دیر ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی واپس چلے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر آئے ملک شام کے تحفے تحائف دیکھے۔ فرمانے لگے یہ کون لایا ہے تو بی بی بولی ایک باباجی بزرگ آئے تھے یہ ان کا حلیہ تھا اور ٹھہرے نہیں اور زیادہ باتیں بھی نہیں کیں بس اتنی بات ہوئی کہ مجھ سے پوچھا تھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو میں نے کہا کہ ہم بڑے برے حال میں ہیں۔ تو اس پر انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے فرمایا غَیِّرْ عَتَبَۃَ بَابِ ''دروازے کی چوکھٹ بدل دینا۔'' فرمایا وہ میرے والد ابراہیم علیہ السلام تھے اور یہ جو تو نے ناشکری کے الفاظ کہے ہیں یہ ان کو پسند نہیں آئے انہوں نے کہا ہے کہ میں تجھے طلاق دیدوں ایسی ناشکری بیوی کو گھر میں رکھنا صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ اس کو طلاق دے دی ایک اور عورت کیساتھ نکاح کیا پھر ایک عرصے کے بعد ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت بھی اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے بیوی بڑی بااخلاق تھی عزت کیساتھ بٹھایا کھانے پینے کے متعلق پوچھا فرمایا مجھے ضرورت نہیں ہے تمہارا گذران کیسا ہے؟ کہنے لگی الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے شکار کا گوشت کھاتے ہیں زمزم کا پانی پیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ فرمایا جس وقت تمہارا خاوند آئے تو اس کو کہنا اَثْبِتْ عَتَبَۃَ بَابِ ''دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھنا۔'' ناشکری بڑے گناہوں میں سے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے دوزخ میں زیادہ عورتیں جلتی ہوئی دیکھی ہیں۔ کیوں یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ ناقدری کرتی ہیں خاوند کی ساری عمر مرضی کے مطابق چیز ملتی رہے اگر ایک آدھ مرتبہ نہ ملے تو کہتی ہے میں نے اس گھر میں کیا دیکھا ہے۔ یہی لفظ اس کو دوزخ میں لے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو ناشکری پسند نہیں آئی۔ فرمایا طلاق دیدو حالانکہ طلاق بڑی نامناسب چیز ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ ''حلال چیزوں میں سے بری چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ہے۔'' تو فرمایا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے والے تھے اِجْتَبٰـهُ اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا وَهَـدٰهُ اِلٰـی صِـرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کی صراط مستقیم کی طرف وَاٰتَيْـنٰـهُ فِي الـدُّنْيَـا حَسَـنَةً اور دی ہم نے ان کو دنیا میں بھلائی۔ ساری قومیں ان کو عقیدت کیساتھ دیکھتی ہیں احترام کیساتھ نام لیتی ہیں اور سب اپنی کڑیاں ان کیساتھ ملاتے ہیں وَاِنَّـهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور بیشک وہ آخرت میں البتہ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

درجاتِ انبیاءؑ :

اگر آنحضرت ﷺ کے فضائل الگ نہ ہوتے تو ان آیات سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا درجہ سب سے بلند ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور آپ ﷺ کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا نمبر ہے اور تیسرے نمبر پر موسیٰ علیہ السلام کا نمبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ پھر ہم نے وحی کی آپ کی طرف اے محمد رسول اللہ ﷺ! اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ یہ کہ پیروی کر ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی۔ مطلب یہ ہے کہ توحید پر قائم رہیں اور رب تعالیٰ نے جو احکام نازل کئے ہیں ان پر قائم رہیں حَنِيْفًا جو ایک طرف ہونے والے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف ان کا دھیان نہ تھا اور اے مشرکو! سن لو وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے اور تم سر سے پاؤں تک شرک میں مبتلا ہو اور کہتے ہو ہم ابراہیمی ہیں لہذا تمہارا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ گستاخی معاف! اس کو ایسے ہی سمجھو جیسے آج

کل اہل بدعت اپنے آپ کو حنفی اور سنی کہتے ہیں حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ میں پورے وثوق کیساتھ کہتا ہوں کہ بدعات کی تردید جتنی فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے اور جتنی رسومات ہندوؤں اور سکھوں کی ہیں وہ ساری ان میں پائی جاتی ہیں یہ سنی حنفی کیسے بن گئے؟ حاشاوکلا یہ نہ سنی ہیں نہ حنفی ہیں حنفیت ایسی چیزوں کی سختی کیساتھ رد کرتی ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت اس امت میں بڑی شخصیت ہے اس لئے یہ اپنی کڑی ان کیساتھ ملاتے ہیں۔ اسی طرح سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی بڑی شخصیت اور اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے لہذا ان کیساتھ بھی اپنی کڑی ملاتے ہیں حالانکہ وہ حنبلی مسلک کے تھے رفع یدین کرتے تھے آمین بلند آواز سے کہتے تھے اگر آج وہ ان کی مساجد میں آجائیں تو ان کو مار مار کر مسجدوں سے باہر نکال دیں جن کی یہ گیارہویں دیتے ہیں اور وہ آج کل کے غیر مقلدوں کی طرح حنبلی نہیں تھے کہ دوسروں کو مسلمان ہی نہ سمجھتے ہوں حاشاوکلا اتنا غلو بھی نہیں ہونا چاہیئے اختلافی مسائل میں برداشت ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب حق پر ہیں غلو بری شے ہے کہ یہ کہنا صرف میری نماز ہی ہوتی ہے اور کسی کی نہیں ہوتی۔

یہود کی نافرمانی اور اس کی سزا:

فرمایا اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ سَبْت کا معنٰی ہفتے کا دن۔ پختہ بات ہے مقرر کیا گیا ہفتے کا دن عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ان لوگوں پر جنہوں نے اس میں اختلاف کیا اکثر نے مچھلیوں کا شکار کیا۔ رب تعالیٰ کی نافرمانی کی یہودیوں کیلئے ہفتے کے دن چوبیس گھنٹے یعنی جمعہ کے دن سورج غروب ہونے سے لے کر ہفتے کے دن سورج غروب ہونے تک۔ سوائے عبادت کے ہر کام ناجائز تھا صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہے لیکن انہوں نے

اس میں اختلاف کیا مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کردیا چونکہ بحر قلزم کے کنارے سے بستی ایلہ میں رہتے تھے۔ جس کو یہودی آج کل ایلات کہتے ہیں اور یہ اسرائیل کی بندرگاہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ہفتے والے دن مچھلیاں بالکل پانی کے اوپر نظر آتی تھیں اور آگے پیچھے نظر نہیں آتی تھیں۔ ان لوگوں نے حیلہ کیا باہر بڑے بڑے حوض بنائے اور سمندر سے نالیاں نکالیں حوضوں میں پانی چھوڑتے مچھلیاں حوضوں میں چلی جاتی پیچھے سے بند کردیتے دوسرے دنوں میں پکڑتے رہتے۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶۰ میں ہے وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ ''اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر۔'' جوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر کی شکل میں تبدیل کیا یہ تین دن رہے تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ سب ختم کر دیئے۔ آج کل جو بندر اور خنزیر ہیں یہ حیوانات کی نسل ہیں اُن کی نسل نہیں رہی تھی۔

یہ اتنی بڑی سزا ان کو ہفتے کے دن کی تعظیم نہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کے نتیجے میں ہوئی۔ اُن کیلئے تو یہ حکم چوبیں گھنٹوں کیلئے تھا اور ہمارے لئے تو تقریباً دو گھنٹوں کیلئے یہ حکم ہے۔ جمعہ کی پہلی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک ہر وہ کام حرام ہے جس کا تعلق جمعہ کیساتھ نہیں ہے۔ وضو کر سکتے ہو، غسل کر سکتے ہو، کپڑے تبدیل کر سکتے ہو، خوشبو لگا سکتے ہو کیونکہ یہ تمام جمعہ کے لوازمات ہیں ان کے علاوہ کوئی بھی کام کرو گے تو حرام ہے۔ حتیٰ کہ احکام القرآن وغیرہ کتابوں میں تصریح ہے کہ اذان ہو جانے کے بعد نکاح بھی نہیں ہوتا دوبارہ پڑھانا پڑے گا اگر کسی نے پڑھایا ہے تو۔ حالانکہ نکاح کے بارے میں آتا ہے کہ نصف دین ہے لیکن جمعہ کیساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لہذا پہلی اذان کے بعد نماز کے اختتام تک کوئی کام کرنا خریدنا، بیچنا، لکھنا، پڑھنا سب حرام ہے دوکاندار حضرات سمجھ لیں کہ پہلی اذان کے بعد نہ کوئی چیز بیچیں نہ خریدیں۔ یہ حرام کی

خوراک ہم پر اثر کرتی ہے۔ایک لقمہ حرام کا کھا لیا تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ بندہ چالیس دن اور چالیس راتیں دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہمارا میلان نیکی کی طرف کیوں نہیں ہوتا اس لئے کہ ہماری خوراک حرام ہے۔اب رہا یہ سوال کہ کسی مسجد میں اذان جلدی ہو جاتی ہے اور کسی میں دیر سے؟ تو جس مسجد میں تم جمعہ پڑھتے ہو اس کی اذان کا اعتبار ہوگا۔تو ہمارے لئے تو دو گھنٹوں کی پابندی ہے اور ان کیلئے چوبیس گھنٹوں کی پابندی تھی اور نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں یہ سزا دی وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَحۡکُمُ بَیۡنَھُمۡ اور بیشک تیرا رب البتہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ قیامت کے دن فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ان چیزوں میں جن میں یہ اختلاف کرتے تھے۔دنیا میں تو ان پر عذاب آیا لیکن صحیح فیصلہ قیامت والے دن ہوگا جب دوزخ میں جلیں گے تو پتہ چلے گا کہ رب تعالیٰ کی نافرمانی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ
رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۞ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ۞ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ۞ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۞ ع

اُدْعُ آپ دعوت دیں اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ اپنے رب کے راستے کی طرف بِالْحِکْمَةِ دانائی کیساتھ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور اچھی نصیحت کیساتھ وَجَادِلْهُمْ اور جھگڑا کریں ان کیساتھ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ایسے طریقے کیساتھ جو بہت اچھا ہو اِنَّ رَبَّکَ بیشک تیرا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ اس کو جو گمراہ ہوا اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو وَاِنْ عَاقَبْتُمْ اور اگر تم بدلہ لو فَعَاقِبُوْا پس بدلہ لو بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ اس کے مثل جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ اور اگر تم صبر کرو لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ البتہ صبر بہت ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کیلئے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے آپ کا صبر کرنا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ اور آپ غم نہ

کریں ان پر وَلَا تَکُ فِیۡ ضَیۡقٍ اور نہ ہوں آپ تنگی میں مِّمَّا یَمۡکُرُوۡنَ اس چیز سے جو وہ تدبیر کرتے ہیں اِنَّ اللّٰـہَ بیشک اللہ تعالیٰ مَعَ الَّـذِیۡنَ ان لوگوں کیساتھ ہے اتَّقَوۡا جو ڈرتے ہیں وَّالَّذِیۡنَ اور ان لوگوں کیساتھ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ جو نیکی کرنے والے ہیں۔

بلند ترین منصب، منصب رسالت ونبوت ہے :

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے سب سے بلند درجہ اور مقام نبوت و رسالت کا ہے۔ جس طرح ملک میں کوئی وزیر اعلیٰ ہوتا ہے کوئی وزیر خارجہ ہوتا ہے کوئی وزیر داخلہ ہوتا ہے مگر ملکی اصطلاح میں سب سے بڑا عہدہ اور منصب صدارت کا ہے۔ رسول اللہ تعالیٰ سے پیغام لیتا ہے اور مخلوق خدا کو پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کا یہ درجہ پیغمبروں کو عطا فرمایا اگر تبلیغ یعنی دعوت الی اللہ سے بہتر کوئی کام ہوتا تو عہدے کے مطابق اللہ تعالیٰ وہ ان کے سپرد کرتا لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ان کو دعوت الی اللہ کی ہی ڈیوٹی سونپی گئی۔ اس کیلئے انہوں نے ماریں کھائی، وطن چھوڑا، تکلیفیں برداشت کیں، بہت کچھ ہوا لیکن انہوں نے کام اور مشن کو نہیں چھوڑا۔

حضور اکرم ﷺ بحیثیت داعی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ [سجدہ: ۳۳] ''اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو گی جو بلاتا ہے اللہ کی طرف اور نیک عمل کرتا ہے اور کہتا ہے بیشک میں فرمانبرداروں میں

سے ہوں۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ اے نبی کریم ﷺ! آپ دعوت دیں لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا بِالْحِکْمَۃِ بڑی دانائی کیساتھ کہ پہلے قرآن پاک کا حوالہ دیا جائے کہ بھئی دیکھو قرآن پاک میں یہ ہے کیونکہ قرآن کریم کی عزت و احترام سب مسلمانوں کے دل میں ہے پھر اپنے دعوے پر حدیث شریف کا حوالہ دیا جائے پھر بزرگان دین کا حوالہ دیا جائے کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے اور مبلغ کا لہجہ ایسا ہو کہ جس میں لوگوں کی حقارت نہ ہو مثلاً یہ نہ کہے کہ او جاہلو! او بیوقوفو! میری بات سنو! اس طرح تو کوئی بھی نہیں سنے گا وہ بے چارے جاہل اور ناواقف ہیں ان کیساتھ نہایت پیار کی بات کرنی چاہئے جسطرح جسمانی مریض کا مزاج بیماری کی وجہ سے چڑچڑا ہو جاتا ہے کڑوی دوائی دو تو حکیم ڈاکٹر کیساتھ بھی لڑتا ہے اور گھر کے افراد کیساتھ بھی کہ مجھے یہ دوا نہ کھلاؤ نہ پلاؤ لیکن ڈاکٹر حکیم نہایت نرمی کیساتھ کہتے ہیں بیٹا بھائی یہ تیرے لئے مفید ہے سختی نہیں کریں گے اور جیسے جسمانی بیماریوں سے مزاج بگڑ جاتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر روحانی بیماریوں میں بگڑ جاتا ہے۔ جب سچی بات ہوگی تو چڑے گا لہذا لہجہ اور انداز نرم ہونا چاہئے۔ موقف میں نرمی نہیں ہونی چاہئے اور بات دلائل کیساتھ کرنی چاہئے تاکہ لوگ سمجھیں وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ اور اچھی نصیحت کیساتھ، ان کی خیر خواہی کے ساتھ۔

ایک موقع پر خرقوس بن زہیر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی دیہات کے رہنے والے تھے۔ نماز کے بعد دعا مانگی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا ﷺ وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا ''اے اللہ اپنی رحمت مجھ پر نازل فرما اور محمد ﷺ پر اور کسی پر نازل نہ فرما۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو نے رب تعالیٰ کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت تو سب کیلئے ہے۔ دعا کر

کے جس وقت اٹھا تو مسجد میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام ﷺ اٹھے اور کہا او، او..... کیا کر رہے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہ روکو کرنے دو۔ نہ روکنے کی ایک وجہ محدثین کرامؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اب تو مسجد کا ایک کونہ پلید ہوگا دوڑے گا تو ساری مسجد کو ناپاک کرے گا۔

اور دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کو پیشاب کی کوئی تکلیف تھی اس لئے مجبوراً اس نے کیا تھا روکو گے تو تکلیف زیادہ ہوگی۔ جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو بلایا اور نہایت نرمی کیساتھ فرمایا بھو بھئی! یہ مسجدیں نماز کیلئے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے ہیں یہ پیشاب پاخانے کیلئے نہیں ہیں اور جو صحابہ کرام سختی اور مارنے کیلئے اٹھے تھے ان کو آپ نے فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلاَ مُعَسِّرِيْنَ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں نرمی کیلئے اٹھایا ہے سختی کرنے کیلئے نہیں بھیجا۔'' اندازہ لگاؤ مسجد نبوی میں پیشاب کر رہا تھا آپ ﷺ نے وہاں بھی فرمایا نرمی کرو۔ آپ ﷺ جس وقت مبلغین کو باہر بھیجتے تھے تو فرماتے يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا نرمی کرنا سختی نہ کرنا۔ تو فرمایا دانائی کیساتھ، پیار کیساتھ اور خیر خواہی کیساتھ ان کو سمجھاؤ۔ اور تیسرا درجہ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اور جھگڑا کریں ان کیساتھ ایسے طریقے کیساتھ جو بہت اچھا ہو۔ کیونکہ سچی بات ہر آدمی کو تو موافق نہیں آتی کسی وقت جھگڑا بھی ہو جاتا ہے تو جھگڑا بہتر طریقے کیساتھ کرنا چاہئے۔

حضرت امام اہلسنت ؒ کے سمجھانے کا انداز :

اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس انداز میں وہ بات کر رہا ہے اس کو اسی انداز میں جواب دو۔ میں سمجھاتے کیلئے اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ گکھڑ کالج میں میں نے الحمد للہ چالیس سال درس دیا ہے۔ کافی کلاسیں ہوتی تھیں اوسطاً پانچ چھ سو آدمی ہوتا تھا میرے

ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به کا شان نزول :

اگلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ احد کے مقام پر آپ ﷺ کے چچا محترم حضرت حمزہ ؓ کو بڑی بے دردی کیساتھ شہید کیا گیا۔ آپ ﷺ کے صرف دو چچا مسلمان ہوئے تھے ایک حضرت حمزہ اور دوسرے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، تو حضرت حمزہ ؓ کو بڑی بے دردی کیساتھ شہید کیا گیا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا گیا، کان کاٹے گئے، ناک کاٹا گیا، شکل بگاڑ دی گئی اس کو عربی میں مُثلہ کہتے ہیں کہ میت کی شکل بگاڑ دی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے نَهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ ۔ تمہارا مقصد اللہ تعالیٰ کے دشمن کی جان نکالنا ہے پس قتل کر دو شکل نہ بگاڑو۔ تو حضرت حمزہ ؓ کیساتھ بڑی زیادتی کی جب آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا تو طبعاً آپ ﷺ کو تکلیف ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم بھی ان کیساتھ ایسا ہی کریں گے ان کی شکلیں بگاڑیں گے تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ اور اگر تم بدلہ لو فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ پس بدلہ لو اس کے مثل جتنی تکلیف تمہیں پہنچائی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ اس طرح نہیں بلکہ جتنی تکلیف تمہیں دی گئی ہے اتنی ہی تم دے سکتے ہو لیکن بعد میں مثلہ کرنے سے بھی منع کر دیا گیا کہ انسان چاہے کسی درجے کا ہو بحیثیت انسان ہونے کے اس کا احترام ہے اسی لئے حکم ہے کہ انسان کے اعضاء کی حفاظت کرو اگر انسان کا احترام ختم ہو جائے تو لوگ اس کی کھال اتار کر جوتیاں بنائیں گے اور اعضاء بیچے جائیں گے۔ اور اس وقت دنیا میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ فلاں علاقے میں مردوں کو اٹھا کر بیچ دیتے ہیں رب جانے ان کا کیا کرتے ہونگے۔

خیال کے مطابق چالیس سال میں بیس بائیس ہزار آدمی وہاں سے قرآن پڑھ کر گئے ہیں۔
ایک دفعہ داڑھی کا مسئلہ آیا پرنسپل صاحب کی موجودگی میں میں نے بڑے احسن طریقے کیساتھ بتایا کہ لوگ داڑھی کو سنت سمجھتے ہیں یہ سنت نہیں واجب ہے اور واجب عملی طور پر فرض ہوتا ہے۔ عملی لحاظ سے واجب اور فرض میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس پر میں نے کچھ احادیث بھی بیان کیں اور ترغیب دی۔ ایک صاحب کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ آپ نے داڑھی کے متعلق بڑی ترغیب دی ہے مگر یہ تو فطرت کے خلاف ہے۔ میں نے کہا داڑھی فطرت کے خلاف کیسے ہے وہ صاحب کہنے لگے بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی داڑھی نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ داڑھی فطرت کے خلاف ہے۔ یہ اس کا جدال اور جھگڑا تھا۔ میں نے کہا جی بھائی اگر آپ کی منطق تسلیم کرلیں تو دانت بھی توڑ دیں کیونکہ پیدائش کے وقت دانت نہیں تھے اور یہ کپڑے جو پہنے ہوئے ہیں یہ بھی اتار پھینکیں کیونکہ پیدائش کے وقت کونسے کپڑے تھے۔ دو دو روٹیاں کھانا بھی فطرت کیخلاف ہے کیونکہ اس وقت ماں کا پستان چوستے تھے، بولنا بھی فطرت کیخلاف ہے، پیدائش کے وقت تو رُوں رُوں کرتے تھے تم رُوں رُوں کرو، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے چلنا پھرنا بھی فطرت کے خلاف ہے اس وقت کب چل سکتے تھے؟ اس پر سب ہنس پڑے۔ تو یہ ہے احسن جدال کہ جس انداز کیساتھ کوئی بات کرے اسی انداز میں اس کو سمجھاؤ۔ بعض دفعہ اس کو اسی کی بولی میں سمجھانا پڑتا ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ بیشک تیرا رب هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِه وہ خوب جانتا ہے اس کو جو گمراہ ہوا ہے اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ گمراہ اور نہ ہدایت یافتہ۔

(ایک نمازی نے سوال کیا کہ آنکھوں کا عطیہ دینا کیسا ہے؟ فرمایا یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔)

یہ تو مثلہ ہو گیا بلکہ ایک حدیث کے مطابق مردے کی ہڈی توڑنا اس کے اعضاء کو بدلنا سخت منع ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تم بدلہ لینا چاہو تو بدلہ لو اتنا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ اور اگر تم صبر کرو بدلہ نہ لو لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ البتہ یہ صبر بہت ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کیلئے۔ آگے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں۔ کیونکہ تمام انسانوں کا معاملہ اور ہے اور آپ ﷺ کا اور ہے۔ اگر معاذ اللہ تعالیٰ آپ بھی ایسا کرنے لگ جائیں تو آپ میں اور عوام میں کیا فرق ہو گا؟ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے آپ کا صبر کرنا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ۔ آنحضرت ﷺ بڑے صابر تھے کیونکہ ایسے بد بخت بھی تھے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ بڑا جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے، مجنوں کہتے تھے کہ پاگل ہے، مفتری کہتے تھے کہ افترا باندھنے والا ہے۔ اندازہ لگائیں یہ کتنے سنگین الفاظ ہیں؟ اور یہ سارے الفاظ قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ جواب نہیں دیتے تھے اور توحید کا بیان جاری رکھتے تھے۔ نوح علیہ السلام کو کہا گیا كَذَّابٌ اَشِرٌ بڑا جھوٹا اور شرارتی ہے۔ کتنے سنگین الفاظ ہے؟ لیکن کسی پیغمبر نے کوئی جواب نہیں دیا سارا قرآن پڑھ لو۔ ان کی جگہ ہم ہوتے تو کہتے تمہارا باپ جھوٹا تمہارا دادا جھوٹا تمہارا خاندان جھوٹا لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بہت بلند لوگ ہوتے ہیں اور اولوالعزم ہوتے ہیں۔ دیکھو وہ جھوٹا کہہ رہے ہیں، پاگل کہہ رہے ہیں، شرارتی کہہ رہے ہیں اور یہ فرماتے ہیں يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔

اصحاب الرس کی تفسیر :

قرآن پاک میں دوجگہ اَصۡحٰبُ الرَّسِّ کا ذکر آیا ہے، کھوہ والے۔ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یمن کا علاقہ تھا، حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی عَبۡدٌ اَسۡوَدُ حَبۡشِیٌّ صرف ایک کالے رنگ کا غلام مسلمان ہوا اور کسی نے کلمہ نہیں پڑھا۔ لوگوں نے ان کی تبلیغ سے تنگ آکر میٹنگ کی کہ ان کو کسی کنویں میں پھینک دیں اور اوپر چٹان رکھدیں خود بخود مر جائے گا چنانچہ شہر سے باہر دور افتادہ ایک پرانا کنواں تھا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو اس میں پھینک دیا اور اوپر بھاری چٹان رکھ دی اس کو کوئی ہلا نہیں سکتا تھا۔ وہ کالے رنگ کا غلام رات کو جاتا اور روٹی سوراخ سے نیچے گرا دیتا تھا اور کہتا کہ اگر مجھے حکم ہو تو میں بھی کسی کنویں میں چھلانگ لگا دوں؟ وہ فرماتے نہیں! میں نے خود تو چھلانگ نہیں لگائی ظالموں نے مجھے ڈالا ہے۔

کافی دنوں کے بعد لوگ گئے چٹان ہٹائی اور تمسخر کیا کَیۡفَ بِکَ یَاحَنۡظَلَۃُ حنظلہ تمہارا کیا حال ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس گہرے کنویں میں کہا یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمۡ مِنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الہ نہیں ہے، اس کے سوا تمہاری عبادت کے لائق اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس حال میں بھی مشن کو نہیں چھوڑا لوگوں نے کہا کہ بڑا سخت جان ہے نہ مرتا ہے نہ بات چھوڑتا ہے۔ پھر انہوں نے کنویں میں ریت، مٹی اور پتھر ڈال کر پیغمبر کو زندہ دفن کر دیا۔ تو فرمایا آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ ہوگا وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡھِمۡ اور آپ غم نہ کریں ان پر وَلَا تَکُ فِیۡ ضَیۡقٍ مِّمَّا یَمۡکُرُوۡنَ اور نہ ہوں آپ تنگی میں اس چیز سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں ان کی تدابیر سے پریشان نہ ہوں کیوں؟ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیساتھ ہے جوڈرتے ہیں رب تعالیٰ سے وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ اور ان لوگوں کیساتھ جونیکی کرنے والے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتو کوئی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

آج بروز سوموار ۲ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۷ رمئی ۲۰۱۰ء کو

سورہ نحل مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰه على ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ، گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ بنی اسرآئیل

(مکمل)

جلد.............۱۱

سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ مِائَۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیْہَا اثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ② ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ③

سُبْحٰنَ پاک ہے الَّذِیْٓ وہ ذات اَسْرٰی جو لے گئی بِعَبْدِہٖ اپنے بندے کو لَیْلًا ایک ہی رات میں مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد اقصیٰ تک الَّذِیْ وہ مسجد اقصیٰ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ برکت رکھی ہے ہم نے اس کے اردگرد لِنُرِیَہٗ تاکہ ہم دکھائیں اس بندے کو مِنْ اٰیٰتِنَا اپنی نشانیوں میں سے کچھ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بیشک وہ ذات سننے والی ہے دیکھنے والی ہے وَاٰتَیْنَا اور دی ہم نے مُوْسَی الْکِتٰبَ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب وَجَعَلْنٰہُ ہُدًی اور ہم نے بنایا اس کو ہدایت لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کیلئے اَلَّا تَتَّخِذُوْا یہ کہ نہ بناؤ تم مِنْ دُوْنِیْ میرے سوا وَکِیْلًا کسی کو کارساز ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اے اولاد ان لوگوں کی جن کو سوار کیا ہم نے نوح علیہ السلام کیساتھ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے۔

سورہ بنی اسرائیل کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام بنی اسرائیل ہے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا ان کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ ان بارہ بیٹوں میں سے ایک یوسف علیہ السلام بھی تھے جن کے پورے حالات سورت یوسف میں مذکور ہیں۔ ان بارہ بیٹوں کی آگے نسل در نسل چلی اور بہت صدیوں تک اقتدار انہی کے پاس رہا۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر بھیجے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انہی کی طرف آئے تھے۔ سوۃ آلِ عمران آیت نمبر ۴۹ میں ہے وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ. کسی قوم میں ایک نبی بھیجا جائے تو وہ قوم بڑی شان والی ہو جاتی ہے اور ان میں تو چار ہزار پیغمبر آئے ہیں لیکن انہوں نے ناشکری کی وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے حق کہنے کی پاداش میں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے کچھ حالات :

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق تاریخ بتلاتی ہے کہ اس وقت ایک نوجوان بادشاہ تھا باوجود اس کے کہ اس کی بیویاں بھی تھیں اور لونڈیاں بھی تھیں اس نے اپنی سگی بھانجی کیساتھ نکاح کا ارادہ کیا حالانکہ ان کی شریعت میں یہ حرام تھا جسطرح ہماری شریعت میں حرام ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سنا کہ بادشاہ اس طرح کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر نے خیال فرمایا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہا تو رب تعالیٰ کی طرف سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کو روکا کیوں نہیں؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کیساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنی حقیقی بھانجی کیساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو اس کی تحقیق کرنے کیلئے آیا ہوں۔ کہنے لگا تمہیں اس سے کیا

ہے میں کروں یا نہ کروں؟ یحیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں میرا فرض ہے حق بات سے آگاہ کرنا یحیٰ علیہ السلام نے نہایت نرمی کیساتھ سمجھانے کی کوشش کی مگر اس پر بھانجی کا عشق سوار تھا اس ظالم نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا، زکریا علیہ السلام کو بھی لوگوں نے شہید کیا۔ ایک موقع پر ان ظالموں نے تینتالیس (۴۳) پیغمبر ایک دن میں شہید کیے تو یہ ایسی ظالم قوم ہے۔ دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں بنی اسرائیل ہے۔ اس سورت میں ان کا ذکر ہے اس لئے اس سورت کا نام بنی اسرائیل ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے انچاس سورتیں نازل ہو چکی تھیں پچاسواں نمبر اس کا ہے۔ اس کے بارہ رکوع اور ایک سو گیارہ آیات ہیں۔ پہلی آیت کریمہ میں اسراء کا ذکر ہے۔ نہایت مختصر طریقے سے میں بات عرض کرتا ہوں غور سے سنیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اسباب کے تحت بھی کام کرتا ہے اور مافوق الاسباب بھی کام کرتا ہے۔ دیکھو! عام بچے ماں باپ کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں مگر آدم علیہ السلام کی نہ ماں ہے نہ باپ ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہے والد کوئی نہیں ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے خرق عادت اور خلاف عادت کے طور پر پیدا کیا ہے اور دنیا میں اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو خلاف عادت ہیں ایسی خلاف عادت چیزیں اگر کسی پیغمبر کے ہاتھ سے صادر ہوں تو ان کو معجزہ کہتے ہیں اور اگر ولی کے ہاتھ سے صادر ہوں تو ان کو کرامت کہتے ہیں۔ معجزہ بھی حق ہے اور کرامت بھی حق ہے۔ قرآن اور احادیث متواترہ سے اس کا ثبوت ہے اور اجماع امت بھی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے تین بڑے معجزے:

آنحضرت ﷺ کے بے شمار معجزات تھے مگر تین معجزے بڑے اہم تھے اور تینوں

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کیساتھ سامنے موجود ہیں۔ایک معجزہ قرآن کریم ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے کافروں کو چیلنج کیا کہ اگر یہ رب تعالیٰ کی کتاب نہیں ہے اور مخلوق میں سے کسی نے بنائی ہے تو تم سب انسان اور جن مل کر اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت لے آؤ۔تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔

۱)......سورۃ العصر، تین آیات ہیں (۲)......سورۃ الکوثر، تین آیات ہیں

(۳)اور......سورۃ النصر، تین آیات ہیں۔

فرمایا اگر نہ کرسکو اور یقیناً نہیں کرسکو گے تو عذاب الٰہی سے بچو۔آج تک الحمدللہ! قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی سورت کے مثل بھی کوئی نہیں لا سکا۔دوسرا اہم اور بڑا معجزہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے۔جس کا ذکر سورۃ القمر ستائیسویں پارے میں موجود ہے۔ چودھویں رات کا چاند تھا بڑے بڑے اہم کافر مشرک اکٹھے ہوکر آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم آپ کو تسلیم کرلیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ معجزے رب تعالیٰ کی قدرت کیساتھ ہوتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید اور تصدیق کیلئے ایسا کردے تو تسلیم کرلو گے؟ کہنے لگے ہاں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی تائید کیلئے چاند کو دو ٹکڑے کردیا ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف، سب نے آنکھوں سے دیکھا اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں، تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں وہ کہتا ہاں! دور جا کر دیکھا دو ٹکڑے ہی نظر آتے تھے وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''اور کہنے لگے یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔''ایک نے بھی تسلیم نہ کیا۔اور تیسرا اہم معجزہ معراج شریف کا ہے جس کا ذکر یہاں ہے۔

واقعہ معراج اختصار کیساتھ :

معراج شریف کا قصہ مختصراً یہ ہے کہ نبوت کے ملنے کے دس سال بعد ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے آنحضرت ﷺ ام ہانی کے گھر تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی ہمشیرہ تھیں فاختہ نام تھا ہجرت کے آٹھویں سال مسلمان ہوئی ہیں ان کا گھر حجر اسود سے جنوب مشرق کی طرف تقریباً ایک سو قدم کے فاصلے پر تھا آج وہاں بہت بڑا دروازہ ہے جس کے اندر بھی لکھا ہوا ہے ''باب ام ہانی'' اور باہر بھی جلی حروف کیساتھ لکھا ہوا ہے ''باب ام ہانی'' اس وقت وہ گھر مسجد حرام میں آ گیا ہے۔ رات کا وقت تھا آپ ﷺ کے دائیں طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے اور بائیں طرف حضرت عقیل رضی اللہ عنہ تھے اور نیچے سوئے ہوئے تھے۔ آج بھی عرب عموماً زمین پر سوتے ہیں چار پائی پر بھی سوتے ہیں لیکن بہت کم۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام آئے اور فرشتے بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے آپس میں گفتگو کی ایک نے کہا کہ ہمارا مطلوب ان میں سے کون ہے؟ دوسرے نے کہا اوسطؒ جو درمیان میں ہے اس کو ہم نے لے جانا ہے۔ چنانچہ چھت پھاڑی گئی اور آنحضرت ﷺ کو اٹھا لیا اور حطیم کعبہ میں لے جا کر آپ ﷺ کو بٹھایا۔ حطیم بیت اللہ کا وہ حصہ ہے جس پر چھت نہیں ڈالی گئی۔ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور اس میں عالم بالا کیلئے استعداد رکھی گئی اور جو حکمت مطلوب تھی اور پھر اس کو سی دیا گیا اور ایک جانور لایا گیا جو خچر سے ذرا ہلکا تھا اور گدھے سے ذرا بھاری تھا نام اس کا براق تھا۔ بُراق برق سے مشتق ہے اور برق کا معنٰی بجلی ہے۔ انسان کی ایجاد کی ہوئی بجلی جس سے یہ ٹیوبیں اور پنکھے وغیرہ چلتے ہیں اس کے متعلق سائنسدان کہتے ہیں کہ یہ ایک منٹ میں زمین کے ارد گرد پانچ سو دفعہ چکر لگا سکتی ہے اور جو رب تعالیٰ کی بنائی ہوئی بجلی ہے اس کی رفتار کا کوئی اندازہ لگا

سکتا ہے؟ آنحضرت ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام دونوں آناً فاناً مسجد اقصیٰ جا پہنچے جس پر آج یہود کا قبضہ ہے۔ پہلے بھی ایک دور میں اس پر قبضہ ہوا تھا مگر اس وقت یہ مسلمان بڑے باغیرت مسلمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین ایوبی جیسی شخصیت کو کھڑا کیا اس نے عیسائی کافروں کے پنجے سے آزاد کرایا۔ آج عوام میں غیرت ہے مگر بادشاہ سب کے سب بے غیرت ہیں الا ماشاء اللہ۔ اس وقت مسلمانوں کے چھپن (۵۶) ملک ہیں سوائے طالبان کے کسی ملک کے سربراہ میں غیرت نہیں ہے۔ ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے قبضہ کیا اور ابھی تک اس کی آزادی کا کوئی انتظام نہیں ہوا ہے۔ آج مسجد اقصیٰ مسلمانوں کو پکار رہی ہے کہ ہے کوئی مجھے رہا اور آزاد کرانے والا؟ مسجد اقصیٰ کی ابتدائی بنیاد حضرت یعقوب علیہ السلام نے رکھی تھی اس وقت چھوٹی سی اور سادہ تھی جب لوگ بڑھ گئے تو اس میں توسیع کی گئی پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں پہلے سے زیادہ توسیع کی گئی پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بڑے ٹھاٹھ باٹھ کیساتھ تعمیر کرائی۔ تو خیر آپ ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ پہنچے۔ اکثر مفسرین کرام اور محدثین عظامؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے جاتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کرائی ہے اسی لئے آپ ﷺ کا لقب امام الانبیاء بھی ہے۔ اگر آپ امامت نہ کراتے تو امام الانبیاء کا لفظ بے معنٰی ہو کر رہ جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم مبارک کیساتھ زندہ موجود تھے اور باقی پیغمبروں کی ارواح کو ان کی شکلوں میں لایا گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو اصلی اجساد کیساتھ آپ ﷺ کے اعزاز کیلئے لایا ہو۔ بہر حال آپ ﷺ نے جاتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی ہے اور یہ فجر کی نماز تھی۔ بہر حال اس پر سب کا اتفاق

ہے اور احادیث میں بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی ہے۔ نماز کے بعد فرشتہ آپ ﷺ کو پہلے آسمان پر لے گیا دروازہ کھٹکھٹایا، دربانوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا میں جبرائیل علیہ السلام ہوں مَنْ مَّعَکَ آپ کیساتھ کون ہے؟ بتایا کہ میرے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتوں نے کہا مرحباً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے آپ ﷺ کا نام سنا ہوا تھا دیکھا نہیں تھا۔ پہلے آسمان پر ایک بوڑھے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے دائیں طرف کچھ نشانات تھے جن کو دیکھ کر وہ خوش ہوتے تھے۔ بائیں طرف بھی کچھ نشانات تھے ان کو دیکھ کر رو پڑتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اور ہنستے کیوں ہیں اور روتے کیوں ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں (یہ ان کی مثالی شکل تھی) ان کو جا کر سلام کرو۔ آپ ﷺ نے ان کو جا کر سلام کیا۔ وہ دائیں طرف والے اصحاب الیمین تھے جن کو قیامت والے دن پرچہ دائیں ہاتھ میں ملے گا اور بائیں طرف والے اصحاب الشمال تھے جن کو پرچہ بائیں ہاتھ میں ملے گا۔ اہل ایمان کو دیکھ کر آدم علیہ السلام خوش ہوتے تھے اور کافروں اور نافرمانوں کو دیکھ کر پریشان ہوتے تھے اور روتے تھے آخر پدری شفقت تھی۔

پھر دوسرے آسمان پر پہنچے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے، چوتھے، پانچویں آسمان پر پہنچے۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے پھر اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور براہِ راست کلام ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ ﷺ کیلئے تین تحائف :

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں کا تحفہ ملا۔ ایک پچاس نمازوں کا تحفہ اور سورت

بقرہ کی آخری آیات اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لیکر آخر تک اور تیسری یہ بشارت کہ آپ ﷺ کا جو امتی اس حال میں مرا کہ اس نے میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں اس کو بخش دونگا۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا تحفہ لے کر آئے ہو؟ فرمایا چوبیس گھنٹوں میں پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے تجربہ سے فائدہ اٹھاؤ کہ بنی اسرائیل پر چوبیس گھنٹوں میں صرف دو نمازیں تھیں وہ ان کی پابندی نہیں کر سکے آپ کی امت چوبیس گھنٹوں میں پچاس کیسے پڑھے گی لہذا ابھی وقت ہے اللہ تعالیٰ سے تخفیف کرالو۔ تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ ایک اپیل میں پانچ نمازیں کم ہوئیں آپ ﷺ نے نو چکر لگائے تو پینتالیس (۴۵) نمازیں معاف ہوگئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایک چکر اور لگاؤ۔ فرمایا اِنِّیْ اِسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَّبِّیْ اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ تحفے میں سے کچھ نہ لے کر جاؤں سب معاف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پچاس بھی ہیں اور پانچ بھی ہیں۔ پچاس کیسے ہیں؟ فرمایا پڑھو گے پانچ ثواب پچاس کا دونگا۔ ہر ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا [انعام:۱۶۰] ''جو شخص لایا ایک نیکی اس کیلئے دس گنا اجر ہے۔'' تو عمل کے لحاظ سے پانچ اور درجے کے لحاظ سے پچاس۔ یہ معراج جسمانی تھی روحانی نہیں تھی کہ یہ سب کچھ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا ہو بلکہ آپؐ نے بیداری کی حالت میں اِسی جسد خاکی کیساتھ سیر اور معراج کیا۔ اس رات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ انہوں نے آکر آہستہ سے دروازہ کھولا اس کمرے کا جس میں آپ ﷺ رہتے تھے اور آپ کی چارپائی پر ہاتھ مار کر دیکھا آپ نہیں تھے۔ آنحضرت ﷺ جب معراج سے واپس آئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت اِلْتَمَسْتُکَ عَلٰی فِرَاشِکَ فَلَمْ

اَجِــدْکَ میں نے آپ ﷺ کو چارپائی پر دیکھا آپ نہیں تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا میں معراج پر گیا ہوا تھا۔اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو آپ ﷺ چارپائی پر ہوتے کیونکہ خواب دیکھنے والے کا جسم تو غائب نہیں ہوتا۔پھر آپ ﷺ نے اختصاراً بتلایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آیا تھا اور مجھے لے گیا تھا عرش تک مجھے سیر کرائی ہے اور نمازوں کا تحفہ ملا ہے اور یہ یہ تحفہ ملا ہے۔حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بلاقیل وقال کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر میرا ایمان ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں۔ابوبکر صدیق ؓ نے یہ واقعہ جب لوگوں کو سنایا اور لوگوں نے ایک دوسرے کو سنایا تو کہنے لگے ابوبکر کا دماغ پھر گیا ہے، عقل ماری گئی ہے، عجیب عجیب باتیں کرتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک گئے ہیں اور پھر آسمانوں پر بھی گئے ہیں ہم دو مہینوں میں مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اونٹوں پر پہنچتے ہیں اور دو مہینوں میں واپس آتے ہیں چار ماہ لگ جاتے ہیں اور آپ ﷺ ایک رات میں ہو آئے ہیں سمجھ کی بات نہیں ہے۔چنانچہ پھر یہ لوگ براہ راست آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ابوبکرؓ اس طرح کہہ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر ٹھیک کہہ رہے ہیں۔مکہ والوں نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں دیکھ رکھی تھیں کیونکہ تاجر لوگ تھے وہاں آتے جاتے رہتے تھے اور حافظے ان لوگوں کے بڑے مضبوط ہوتے تھے انہوں نے آپ ﷺ سے کچھ نشانیاں پوچھی۔حدیث میں آتا ہے لَمْ اُثْبِتْــهُ میں نے ان نشانیوں کی طرف توجہ نہیں کی۔مثلاً دیکھو اس مسجد کا سنگ بنیاد میں نے اپنے ان گنہگار ہاتھوں سے رکھا ہے اور سالہا سال سے میں اس میں آ جا رہا ہوں۔اگر تم مجھ سے پوچھو کہ اس کے دروازے کتنے ہیں، کھڑکیاں کتنی ہیں اور روشندان کتنے ہیں؟ تو میں تمہیں نہیں بتا سکتا کیونکہ مسجد میں آنا دروازے، کھڑکیاں، روشن دان گننے کی غرض سے تو

نہیں ہے نماز پڑھنے کیلئے آنا ہے درس دینے کیلئے آنا ہے۔ تو آپ ﷺ وہاں یہ چیزیں گننے کیلئے تو نہیں گئے تھے تو کافروں نے جب یہ چیزیں پوچھیں تو آپؐ پریشان ہو گئے اور کافروں نے بغلیں بجائیں کہ ابو بکرؓ جیسے بھولے کو منا سکتا ہے ہم سے منوائے۔ ان کو بات کرنے کا بہانہ مل گیا جب آنا تو کہنا اے محمد (ﷺ)! ہمیں بتاؤ کہ سنگ مرمر کے کتنے ستون ہیں اور سنگ بشب کے کتنے ہیں اور سنگ عقیق کے کتنے ہیں، چھوٹے منارے کتنے ہیں اور بڑے کتنے ہیں، برج کتنے ہیں وغیرہ وغیرہ سوال کرتے۔ ایک سارے اکٹھے ہو کر آئے آپ ﷺ نے فرمایا فَجَلَّی اللّٰهُ لِیْ الْبَیْتَ المقدس پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا وہ پوچھتے جاتے تھے اور میں ان کو بتلاتا جاتا تھا۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے کہ ٹھیک کہتے ہیں لیکن کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ اس واقعہ کو اسراء کہتے ہیں۔ مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے آگے جو اوپر کا سفر ہے جس کا ذکر سورۃ النجم میں اور احادیث متواترہ میں موجود ہے اس کو معراج کہتے ہیں۔ واقعہ معراج کے متعلق جو عقلی و نقلی شبہات ہیں ان سب کے جوابات میں نے اپنی کتاب ''چراغ کی روشنی'' جس کا عربی نام ''ضوء السراج فی تحقیق المعراج'' ہے، اس میں دیئے ہیں۔ اور معراج کے متعلق میں نے تقریباً پینتالیس (۴۵) صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کی ہیں اور اس پر مرزا غلام احمد قادیانی اور دیگر ملحدین کے اعتراضات بھی نقل کئے ہیں اور ان کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ اس کا ذکر ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ پاک ہے وہ ذات اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ جو رات کو لے گئی اپنے بندے کو لَیْلًا صرف ایک رات میں۔ یہ جو قصے بنے ہوئے ہیں کہ اٹھارہ ہزار سال کی رات تھی اور یہ تھا اور وہ تھا نری خرافات ہیں۔ اگر وہ سردی کی رات تھی تو لمبی ہوگی اور گرمی کی تھی تو چھوٹی ہوگی۔ صرف ایک رات میں مِنَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ وہ مسجد اقصیٰ برکت رکھی ہے ہم نے اس کے اردگرد۔ظاہری برکت بھی ہے کہ بڑا زرخیز علاقہ ہے، باغات ہیں، کھیت ہیں، درخت ہیں، پانی کے چشمے ہیں اور روحانی برکت بھی ہے کہ بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام اس علاقے میں تشریف لائے اور وہاں ان کی قبریں ہیں لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا تاکہ ہم دکھائیں اس بندے کو اپنی نشانیوں میں سے کچھ، اسی لئے اس کو اوپر لے گئے تاکہ اپنی کچھ نشانیاں اس کو دکھائیں۔آپ ﷺ نے جنت بھی دیکھی دوزخ بھی، پہلا آسمان، دوسرا آسمان بے شمار نشانیاں دیکھیں۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ بیشک وہ ذات سننے والی ہے دیکھنے والی ہے سب کچھ اس کے علم میں ہے وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تو راۃ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى اور بنایا ہم نے اس کتاب کو ہدایت لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کیلئے۔لیکن انہوں نے اس سے روشنی حاصل نہیں کی۔اس کتاب میں بنیادی سبق کیا تھا؟ فرمایا اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا یہ کہ نہ بناؤ تم میرے سوا کسی کو کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر، یہ سب میری صفات ہیں ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اے اولاد ان لوگوں کی جن کو ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کیساتھ کشتی میں اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے۔لہٰذا تم کیوں ناشکری کرتے ہو؟ اپنے باپ دادا کی اچھی صفات اختیار کرو، ان کو چھوڑو مت۔

❁ ❁ ❁

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ
اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿۵﴾ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿۶﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿۷﴾ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾

وَقَضَيْنَآ اور ہم نے فیصلہ سنادیا اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو فِى الْكِتٰبِ کتاب کے ذریعے۔ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ البتہ ضرور تم فساد کروگے زمین میں مَرَّتَيْنِ دو مرتبہ وَلَتَعْلُنَّ اور ضرور تم سرکشی کروگے عُلُوًّا كَبِيْرًا سرکشی بڑی فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا پس جب آیا وعدہ ان کی پہلی سرکشی کا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ مسلط کئے ہم نے تم پر عِبَادًا لَّنَآ اپنے بندے اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ جو سخت پکڑ والے تھے فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ پس وہ گھس گئے گھروں کے درمیان وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا اور تھا وعدہ طے شدہ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ پھر ہم نے لوٹائی تمہارے لئے باری عَلَيْهِمْ ان کے خلاف وَاَمْدَدْنٰكُمْ اور ہم نے تمہاری

مدد کی بِاَمْوَالٍ مالوں کیساتھ وَّبَنِیْنَ اور بیٹوں کیساتھ وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا اور بنایا ہم نے تمہیں زیادہ تعداد میں اِنْ اَحْسَنْتُمْ اور ہم نے کہا اگر تم نیکی کرو گے اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ نیکی کرو گے اپنی جانوں کیلئے وَاِنْ اَسَاْتُمْ اور اگر تم برائی کرو گے فَلَهَا ان جانوں کیلئے ہوگی فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پس جب آیا وعدہ دوسری سرکشی کا لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَکُمْ تا کہ وہ بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ اور تا کہ وہ داخل ہو جائیں مسجد میں کَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ داخل ہوئے پہلی مرتبہ وَّلِیُتَبِّرُوْا اور تا کہ ہلاک کر دیں مَا اس چیز کو عَلَوْا جس پر غالب آ گئے تَتْبِیْرًا ہلاک کر دینا عَسٰی رَبُّکُمْ قریب ہے کہ تمہارا رب اَنْ یَّرْحَمَکُمْ یہ کہ رحم کرے تم پر وَاِنْ عُدْتُّمْ اور اگر تم لوٹو گے شرارتوں کی طرف عُدْنَا ہم لوٹیں گے سزا دینے کی طرف وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ اور ہم نے بنائی ہے جہنم لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا کافروں کیلئے قید خانہ۔

بنی اسرائیل پر ظاہری و باطنی انعامات :

اپنے دور اور اپنے زمانے میں بنی اسرائیل پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی رحمتیں نازل فرمائیں، ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ باطنی نعمتوں میں چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں سے تھے اور چار مشہور آسمانی کتابوں میں سے تین کتابیں تورات، زبور، انجیل ان کو ملی۔ اور ظاہری نعمتیں تو بہت عنایت فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور تھا وادی تیہ جس کو آج کل وادی سینائی کہتے ہیں اس کے کچھ حصہ پر مصر کا قبضہ ہے اور وہ حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے وہ اس وقت بھی یہودیوں کے پاس ہے۔ یہ چھتیس میل لمبا اور چوبیس میل چوڑا

میدان ہے۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ بنی اسرائیل فرعون سے نجات پانے کے بعد جب اس وادی میں پہنچے تو نہ کھانے کا کوئی انتظام اور نہ پینے کا کوئی انتظام، نہ دھوپ سے بچنے کیلئے سائے کا کوئی انتظام۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے کھانے کا انتظام یہ کیا کہ عین کھانے کے وقت پر ایک پلیٹ میں بھونے ہوئے بٹیرے آ جاتے اور ایک میں کھیر آ جاتی، سائے کیلئے جونہی سورج چڑھتا تھا ان پر بادل مسلط کر دیئے جاتے اور جب غروب ہوتا تو بادل چھٹ جاتے اور پانی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک پتھر پر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ بارہ خاندان تھے موسیٰ علیہ السلام نے ہر خاندان کیلئے الگ الگ چشمہ متعین فرما دیا کہ یہ یہودیوں کیلئے ہے جو کہ یہودا کی اولاد تھی اور یہ روبیلیوں کا ہے، یہ یوسفیوں کا ہے اور یہ بنیامینیوں کا ہے تاکہ آپس میں جھگڑا نہ کریں اور یہ انعامات کوئی ایک دو دن کیلئے نہیں تھے بلکہ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً چالیس سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کوئی قدر نہیں کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عمالقہ قوم کیساتھ جہاد کرنا ہے۔ یہ عملیق کی اولاد میں سے تھے بڑے قد آور اور لڑاکے۔ ان کھیر کھانے والوں نے کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ [مائدہ:۲۴] ''پس آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور دونوں جا کر لڑو بیشک ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں'' کھیر کھانے کیلئے۔ کتنا گستاخانہ جواب ہے؟ اسی ناشکری کی وجہ سے ان پر بڑے بڑے عذاب آئے وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ [مائدہ:۶۰] ''اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔'' اور یہ بندر اور خنزیر تین دن کے بعد ختم ہو گئے۔ چونکہ ان پر انعامات زیادہ تھے اس لئے رب تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت تھی۔ عقلی بات یہ ہے کہ انسان جتنی بلندی سے گرتا ہے اسے اتنا

ہی زیادہ نقصان ہوتا ہے تھوڑی بلندی سے گرے گا تو چوٹ کم لگے گی۔ نعمتیں بڑی تھیں اس لئے سزا بھی بڑی سخت دی۔ بڑی نافرمان اور سرکش قوم تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیخلاف بھی انہی لوگوں نے کاروائیاں کیں۔

بنی اسرائیل کے مولویوں اور پیروں نے دین کا نقشہ بدل دیا :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنا لیا۔ چنانچہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۱ میں ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ''بنالیا انہوں نے اپنے عالموں اور پیروں کو رب اللہ تعالیٰ کے سوا'' اور ان کے مولویوں اور پیروں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا جیسے آج کل اہل بدعت نے دین کا بالکل نقشہ بدل دیا ہے۔ بدعات کو دین اور دین، نا دین بنا دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی اصلاح کی کوشش کی اور فرمایا کہ یہ چیزیں جو تم کر رہے ہو دین کیخلاف ہیں تو یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کیخلاف جلوس نکالنے اور جلسے کرنے شروع کر دیے۔ رومیوں کی حکومت تھی جب احتجاج نے زور پکڑا تو گورنر نے مرکز کو خط لکھا کہ ایک آدمی کی وجہ سے بڑی گڑ بڑ ہے میں کیا کروں؟ مرکز نے کہا کہ اگر ایک آدمی کو سولی پر لٹکانے سے امن قائم ہوتا ہے تو اس کو سولی پر لٹکا دو۔ شمعون قرینی ایک منافق آدمی تھا اور اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف زندہ اٹھا لیا سورۃ نساء آیت نمبر ۱۵۸ میں بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔'' اور حکومت نے شمعون قرینی کو پکڑ کر سولی پر لٹکا دیا۔

من وسلویٰ کے متعلق کہا کہ لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ [بقرہ:۶۱] ''ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک قسم کے کھانے پر۔''

بنی اسرائیل کے معذّب ہونے کی وجہ :

تو یہ ایسی نافرمان قوم ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں **کو قتل کیا**، خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اس جگہ ان کے متعلق دو واقعات کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے **ان کو** بذریعہ تورات پہلے بتادیا تھا کہ تم نافرمانی کرو گے، پیغمبروں کو شہید کرنا۔ رب تعالیٰ کے دین میں رخنہ ڈالنا، فسادات کرنا یہ تمام اسی مد میں آتا ہے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم پر دشمن مسلط کرے گا چنانچہ ایران کے بادشاہ بُخت نصر کے پاس بڑی فوجیں تھیں اس نے حملہ کر کے فوجیں شام کے علاقہ میں داخل کر دیں۔ اس وقت فلسطین، کنعان، اردن شام میں داخل تھے انگریز خبیث نے اپنے مفاد کی خاطر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اب فلسطین جدا ہے، اسرائیل جدا ہے، اردن جدا ہے، شام جدا ہے۔ اور انگریزوں نے ان کے ایسے ذہن بنا دیئے ہیں کہ یہ کافروں کیساتھ مل سکتے ہیں آپس میں اکٹھے نہیں ہو سکتے اور سب امریکہ کے پٹھو ہیں کیا سعودیہ اور کیا دوسرے، اس کے علاوہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر صدام نے سر اٹھایا تھا تو اس کا ساتھ دیتے اس سے بھی تھوڑی بے وقوفی ہوئی بلکہ امریکہ نے طارق عزیز جو اس کا وزیر اعظم تھا اب نائب وزیر اعظم ہے اور وہ عیسائی ہے اس کے ذریعے اس کو (صدام کو) کویت کیخلاف ابھارا۔ یہ سب امریکہ کی سازش تھی کہ یہ کویت کیخلاف حملہ کریگا عرب سارے اس کے مخالف ہو جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ یہ بڑی خبیث قومیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی نہیں فرمایا **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ** [مائدہ:۵۱] ''اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود و نصاری کو دوست۔'' اسی نکتے کو لیا ہے اسامہ بن لادن نے اور وہ بے چارہ ساری دنیا میں معتوب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ امریکہ کو کیا حق ہے کہ ہمارے علاقے میں فوج رکھے اور اس کا سارا

خرچہ سعود یہ برداشت کرے۔اس میں ان کی شراب وغیرہ ساری بدمعاشیاں شامل ہیں۔ اس حق گوئی کی وجہ سے اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔اب امریکہ کے جاسوس قبائلی علاقے میں آئے ہوئے ہیں اس کو ڈھونڈنے کیلئے۔اللہ تعالیٰ ان کو ناکام کرے۔تو یہ یہود و نصاریٰ بڑی خبیث قومیں ہیں۔پہلی مرتبہ انہوں نے نافرمانی کی تو بخت نَصَر نے ان پر حملہ کر دیا ان کے گھروں میں داخل ہوگئے،مکان تباہ کیے،مردوں کو قتل کیا،عورتوں کی بے عزتی کی اور ایسے موقع پر جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کچھ کیا،اس کا ذکر ہے۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اور ہم نے فیصلہ سنا دیا بنی اسرائیل کو فِى الْكِتٰبِ کتاب تورات کے ذریعے۔قبل از وقت فیصلہ سنا دیا تھا لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ البتہ تم ضرور فساد کرو گے زمین میں مَرَّتَيْنِ دو مرتبہ۔اللہ تعالیٰ کے صریح احکام کو توڑنا اور اپنی من مانی کرنا یہ سب فساد فی الارض ہے وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا اور ضرور تم سرکشی کرو گے بڑی سرکشی فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا پس جب آیا وعدہ ان سرکشیوں میں پہلی سرکشی کا یعنی پہلی سرکشی کا وقت آ گیا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ ہم نے مسلط کیے تم پر عِبَادًا لَّنَآ اپنے بندے۔

لفظِ عباد پر امیر شریعت رحمہ اللہ کی وضاحت :

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اس کا مطلب اس طرح بیان کرتے تھے کہ ہم نے ان پر اپنے کمی مسلط کیے۔پھر مثال دے کر سمجھاتے تھے کہ اگر کسی کا بیٹا نافرمان ہو جائے اور بار بار سمجھانے پر بھی نہ سمجھے تو پھر باپ اپنے ملازم اور نوکر کو کہتا ہے کہ میرے سامنے اس کو جوتے لگاؤ تو کمی ملازموں کے ذریعے اس کو جوتے لگواتا ہے اسی طرح جب انہوں نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے کافر کمی کے ذریعے ان کو جوتے لگوائے۔عبادا کا لفظی معنی ہے بندے،لیکن شاہ صاحب اس کا ترجمہ کمی کا کرتے

تھے۔تو ایسا ہوتا ہے کہ جب قومیں نافرمانی کرتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ذریعے کہ جن کی دینی حیثیت کچھ نہیں ہوتی مرمت کرواتے ہیں، یہ ایرانی مجوسی تھے۔

تو فرمایا ہم نے اپنے بندے بھیجے اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ جو سخت پکڑ والے تھے فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ پس وہ گھس گئے گھروں کے درمیان۔تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے اتنی قتل و غارت کی کہ بیت المقدس شہر کی گلیوں کا خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک آتا تھا۔ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا اور تھا یہ وعدہ طے شدہ کہ تم نافرمانی کرو گے اور ہم اپنے کمیوں کے ذریعے تمہاری مرمت کروائیں گے۔چنانچہ خوب ان کی ٹھکائی ہوئی ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّۃَ عَلَیْھِمْ پھر ہم نے لوٹائی تمہارے لئے باری ان کے خلاف۔ان کی نئی پود آئی اس نے توبہ استغفار کیا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اس پر کچھ صدیاں گذریں وَاَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ اور ہم نے تمہاری مدد کی مال کے ذریعے اور بیٹوں کیساتھ وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا نفری کا معنیٰ تعداد۔اور بنایا ہم نے تمہیں زیادہ تعداد میں۔صدیاں گزرنے کے بعد ایک وقت آیا کہ ان کا مال بھی بڑھا اور تعداد بھی بڑھی کافی ساری، ہم نے اس وقت تمہیں کہہ دیا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اگر تم نیکی کرو گے اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ نیکی کرو گے اپنی جانوں کیلئے۔اپنے لئے کرو گے تمہاری نیکیوں سے خدا کی شان میں زیادتی نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ تمہاری نیکیوں کا محتاج ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر سارے لوگ بدبخت اور نافرمان ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک رتی برابر بھی فرق نہیں پڑے گا اور اگر سب کے سب نیک ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔تو یہ تمہاری نیکیاں تمہارے لئے ہیں وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَھَا اور اگر تم برائی کرو گے ان جانوں کیلئے ہوگی۔ اس کا وبال تمہاری جانوں پر پڑے گا۔چنانچہ دوسری دفعہ انہوں نے نافرمانی کی اور یہ وہ

زمانہ تھا جب ان ظالموں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت شعیا علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ اس دور کے قریب قریب کا واقعہ ہے طیطس رومی بعضے طیطاؤس بھی لکھتے ہیں طوطے والی 'طا' کیساتھ۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ عیسائی تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ مشرک تھا اکثر عیسائی کہتے ہیں، اس کی فوجیں آئیں۔ فرمایا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پس جب آیا وعدہ دوسری سرکشی کا اور اس کی سزا کا لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ تاکہ وہ بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو۔ جب انہوں نے اس کی فوجیں دیکھی تو ان کے چہرے فق ہو گئے کہ ہمارے ساتھ کیا بنا وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ اور تاکہ وہ داخل ہو جائیں مسجد میں۔ اس وقت مسجد اقصیٰ بڑی وسیع تھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی ٹھاٹھ باٹھ کیساتھ بنائی تھی۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر میں داخل ہو گئے تاکہ ہماری جانیں بچ جائیں مگر انہوں نے مسجد میں بھی کسی کو نہیں چھوڑا كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ داخل ہوئے پہلی مرتبہ اور کسی کو نہیں چھوڑا تھا اب بھی نہیں چھوڑا وَّلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا اور تاکہ وہ ہلاک کر دیں اس چیز کو جس پر وہ غالب آ گئے ہلاک کرنا۔ نہ آدمی چھوڑے، نہ جانور چھوڑے، نہ مکان چھوڑے، سب کچھ تباہ و برباد کر دیا۔ یہ تمہاری نافرمانی کا نتیجہ تمہیں دنیا میں ملا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ قریب ہے کہ تمہارا رب یہ کہ تم پر رحم کرے۔ اگر تم صحیح معنیٰ میں انسان بن جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تم پر نازل ہونے کیلئے تیار اور بے تاب ہیں اور اگر نافرمانی کرو گے تو یہی کچھ ہوگا اور یاد رکھو! وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا اور اگر تم لوٹو گے شرارتوں کی طرف ہم لوٹیں گے سزا دیں گے تمہیں۔ یہ تو دنیا کی سزائیں ہیں اور یاد رکھو! وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا اور ہم نے بنائی ہے جہنم کافروں کیلئے قید خانہ۔ حَصِیْر کا معنیٰ جیل، قید خانہ۔ یہ روکنے والا ہے یہ سب کو وہاں

روکے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم کیساتھ نافرمانیوں سے بچائے دنیا اور
آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائیں۔

❁❁❁

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۰﴾ ع وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّھَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَۃَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَۃَ النَّھَارِ مُبْصِرَۃً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَکُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰہُ تَفْصِیْلًا ﴿۱۲﴾

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ بیشک یہ قرآن کریم یَھْدِیْ راہنمائی کرتا ہے لِلَّتِیْ اس راستے کی ھِیَ اَقْوَمُ جو سب سے زیادہ درست ہے وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور خوشخبری دیتا ہے مومنوں کو الَّذِیْنَ وہ مومن یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل کرتے ہیں اچھے اَنَّ لَھُمْ بیشک ان کیلئے اَجْرًا کَبِیْرًا اجر ہے بہت بڑا وَّاَنَّ الَّذِیْنَ اور بیشک وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَۃِ آخرت پر اَعْتَدْنَا لَھُمْ ہم نے تیار کیا ہے ان کیلئے عَذَابًا اَلِیْمًا دردناک عذاب وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ اور انسان مانگتا ہے بِالشَّرِّ برائی دُعَآءَہٗ جیسے مانگتا ہے بِالْخَیْرِ بھلائی وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا اور ہے انسان جلد باز وَجَعَلْنَا الَّیْلَ اور بنائی ہم نے رات وَالنَّھَارَ اور دن اٰیَتَیْنِ دو نشانیاں فَمَحَوْنَآ اٰیَۃَ الَّیْلِ پس ہم نے

مٰثائی نشانی رات کی وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ اور بنائی ہم نے دن کی نشانی مُبْصِرَةً روشن لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ فضل کو اپنے رب کی طرف سے وَلِتَعْلَمُوْا اور تاکہ تم جان لو عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ سالوں کی گنتی اور حساب وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز کو فَصَّلْنٰهُ ہم نے تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے تَفْصِيْلاً تفصیل کیساتھ بیان کرنا۔

ماقبل سے ربط :

گذشتہ سبق میں تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ''اور دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور بنایا اس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت۔'' تو تورات صرف بنی اسرائیل کیلئے ہدایت تھی، زبور بھی صرف بنی اسرائیل کیلئے تھی۔

عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ان کے متعلق سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹ میں ہے وَرَسُوْلاً اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ''اور اللہ تعالیٰ اس کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔'' تو عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کیلئے رسول تھے۔ اور انجیل متی میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں اور صحابیوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ ایک عورت نے آکر کہا کہ میں آپ سے کچھ خیر لینا چاہتی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تیرا تعلق کس خاندان کیساتھ ہے؟ اس نے کہا میں کنعانی خاندان کیساتھ تعلق رکھتی ہوں۔ فرمایا تیرے لئے میرا فیض نہیں ہے۔ اتنے لفظ کہہ کر اپنا بیان شروع کر

دیا۔ وہ عورت بار بار کہتی تھی میں آپ سے فیض لینا چاہتی ہوں، مجھے بھی فیض دو۔ اس کے بار بار کہنے پر شاگردوں نے کہا حضرت! اس کو کچھ دیں۔ تو فرمایا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کیلئے نہیں بھیجا گیا۔ تو تورات، انجیل، زبور صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے آئی تھیں۔

قرآن تمام جن وانس کیلئے کتابِ ہدایت :

اب اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ بیشک یہ قرآن کریم راہنمائی کرتا ہے لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ اس راستے کی جو سب سے زیادہ درست ہے۔ اور کن کی راہنمائی کرتا ہے؟ ھُدًی لِّلنَّاس [بقرہ:۱۸۵] "تمام انسانوں کیلئے ہدایت ہے۔" اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو فرمایا قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا [اعراف:۱۵۸] "اے پیغمبر آپ کہہ دیں اے انسانو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔" اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ سورۃ فرقان میں ہے تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا "بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا۔" تو عالمین کے لفظ میں جنات بھی شامل ہیں اور حدیث پاک میں آتا ہے بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ وَاِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ او کما قال "اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کالے اور سرخ کی طرف جنوں اور انسانوں کی طرف۔" تو پہلے پیغمبر آتے رہے خاص خاص قوموں کی ہدایت کیلئے۔ ان پر جو کتابیں نازل ہوئیں وہ بھی خاص قوموں کی ہدایت کیلئے تھیں اور قرآن کریم تمام انسانوں اور جنات کی ہدایت کیلئے ہے۔ فرمایا بیشک یہ قرآن راہنمائی کرتا ہے اس راستے کی جو سب سے زیادہ درست ہے۔ وہ راستہ مستقیم

ہے۔ ہر نماز میں ہم پڑھتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم. تو قرآن کریم صراط مستقیم کی راہنمائی کرتا ہے۔ اور کیا کرتا ہے؟ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور خوشخبری دیتا ہے مومنوں کو۔ کونسے مومن؟ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ وہ مومن جو عمل کرتے ہیں اچھے۔ ایک ہیں زبانی مومن، زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کہہ کر نہ بلکہ ساتھ اچھے عمل بھی کرتے ہیں یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ کی قید بھی ہے۔ کیا بشارت سناتا ہے اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا بیشک ان کیلئے اجر ہے بہت بڑا اور سب سے بڑی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور جنت کی خوشی، راحت اور آرام کا دنیا میں صحیح معنٰی میں تصور بھی نہیں کر سکتے اور جو سعادت مند نیک بخت جنت میں داخل ہو گیا وہ کبھی جنت سے نکلے گا نہیں ایسی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے کہ سوچتے سوچتے ہمارے دماغ فیل ہو جائیں۔ اور قرآن پاک کیا کہتا ہے؟ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اور بیشک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ہم نے تیار کیا ہے ان کیلئے دردناک عذاب۔ مومنوں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں اور نافرمانوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرانا یہ قرآن پاک کے دو اصول ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ انسان کی تلون مزاجی کا ذکر کرتے ہیں کہ انسان بہت جلد بدل جاتا ہے۔ فرمایا وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ اور مانگتا ہے انسان برائی دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ اَیْ كَدُعَاءِهٖ بِالْخَیْرِ جیسے مانگتا ہے بھلائی یعنی انسان جسطرح راحت مانگتا ہے کبھی تنگ آ کر اپنی برائی بھی مانگ لیتا ہے کہ میں مر جاؤں، اولاد سے تنگ آ کر کہتا ہے اولاد مر جائے، کبھی مال سے پریشان ہو کر مال کیلئے بددعا کرتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کیلئے بددعا نہ کرو اور نہ اپنے مال کیلئے بددعا کرو ہو سکتا ہے وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو۔ بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ

دعا جلدی قبول کر لیتے ہیں اگر قبول ہوگئی تو بعد میں خود پریشان ہوگا وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا اور ہے انسان جلد باز، بڑی جلدی فیصلے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں :

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بتلاتے ہیں۔ فرمایا وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ اور بنائی ہم نے رات اور دن دو نشانیاں اپنی قدرت کی فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ پس ہم نے مٹائی رات کی نشانی وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً اور بنائی ہم نے دن کی نشانی روشن۔ رات تاریک ہے اور دن روشن ہے ان کو روشن کیوں بنایا؟ لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ تاکہ تم تلاش کرو اپنے رب کے فضل کو۔ روزی کماؤ، روزی کمانا بھی عبادت کا حصہ ہے جسطرح اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم امر کیساتھ دیا ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور زکوٰۃ کا حکم امر کیساتھ دیا ہے اٰتُوا الزَّكٰوةَ اسی طرح روزی کمانے کا حکم بھی امر کیساتھ دیا ہے فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ [سورہ جمعہ] "پس جب فارغ ہو جاؤ جمعہ کی نماز سے تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کا فضل۔" یعنی روزی کماؤ تو وَابْتَغُوْا امر کا صیغہ ہے۔

تن آسانی حرام ہے :

اور مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ "آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے کافی ہے کہ وہ ضائع کرے ان کو جن کی روزی کا یہ ذمہ دار ہے۔" تو جو شخص تن آسانی کی وجہ سے کماتا نہیں ہے حرام ہے اور گھر کے افراد تنگ ہیں دال روٹی کو ترستے ہیں تو یہ بھی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الشَّابَّ الصَّحِيْحَ الْفَارِغَ اَوْ كَمَا قَالَ "

بیشک اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے ایسے نوجوان سے جو تندرست ہے اور فارغ رہتا ہے۔“ تو حلال کمائی بھی عبادت کا حصہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دن بنایا تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل رزق حاصل کرو۔

ایک آدمی کا حیرت ناک وعبرت ناک خواب دیکھنا :

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ میں جنگل کے ایک میدان میں اکیلا جا رہا ہوں اور کوئی ہتھیار بھی میرے پاس نہیں ہے میں نے اچانک دیکھا تو میرے پیچھے ایک موٹا تازہ شیر دوڑتا ہوا آ رہا ہے میں بڑا گھبرایا کہ اکیلا ہوں اور میرے ہاتھ میں تلوار وغیرہ کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے اور شیر بڑا موٹا تازہ ہے۔ بھاگنا شروع کر دیا دیکھا تو ایک کنواں ہے جس میں درخت کی دو ٹہنیاں لٹک رہی ہیں میں نے سوچا کہ ٹہنیوں کو پکڑ کر نیچے لٹک جاتا ہوں جب شیر چلا جائے گا تو ٹہنیاں پکڑ کر باہر آ جاؤں گا۔ ٹہنیاں بڑی مضبوط تھیں لٹک کر نیچے دیکھا تو بہت بڑا اژدھا ہے جس کا منہ کھلا ہوا ہے پھر دیکھا تو ایک سیاہ رنگ کا چوہا ہے اور ایک سفید رنگ کا جو ٹہنیوں کو کاٹ رہے ہیں میں بڑا خوفزدہ ہوا کہ اوپر شیر ہے نیچے اژدھا ہے اور ٹہنیوں کو چوہے کاٹ رہے ہیں۔ اوپر جاتا ہوں شیر کا خطرہ ہے ٹہنیاں کٹیں گی تو اژدھا کے منہ میں جاؤں گا اللہ تعالیٰ ہی بچانے والا ہے۔ میں اسی کیفیت میں تھا کہ مجھے جاگ آ گئی ہے۔ الحمدللہ! پڑھا کہ خواب تھا میرا وہ غم اور خوف ٹل گیا اس سخت پریشانی سے نجات ملی۔ صبح کو مُعَبِّر کے پاس پہنچا کہ خواب کی تعبیر پوچھوں۔ خواب سنایا تو اس نے تعبیر بتلائی کہ وہ شیر موت ہے جو تیرے پیچھے لگی ہوئی ہے ملک الموت فرشتہ ہے جس نے تیری جان نکالنی ہے اور وہ اژدھا قبر ہے جس کے منہ میں تو نے جانا ہے اور وہ ٹہنیاں جو تو نے پکڑیں ہیں وہ زندگی کی دو ٹہنیاں ہیں اور کالے اور سفید رنگ

کے چوہے رات اور دن ہیں جو تمہاری زندگی کو ختم کر رہے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم رات کی نشانی کو مٹاتے ہیں اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا رزق تلاش کرو وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ اور تاکہ تم جان لو سالوں کی گنتی اور حساب۔ یہ رات دن، چاند، سورج، مہینے اور سالوں کی گنتی کیلئے بھی ہیں اور فرمایا وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا اور ہر چیز کو ہم نے تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے تفصیل کیساتھ بیان کرنا۔ یعنی جو اصول اور قواعد ہیں، کلیات دین ہیں ان کو ہم نے تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے۔ باقی جزئیات ہیں وہ آنحضرت ﷺ نے قولاً اور فعلاً بیان فرمائی ہیں وہ قرآن پاک کی تفصیل ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ؕ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ وَاِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اور ہر انسان اَلْزَمْنٰهُ ہم نے لازم کردیا ہے اس پر طٰٓئِرَهٗ اس کا اعمالنامہ فِیْ عُنُقِهٖ اس کی گردن میں وَنُخْرِجُ لَهٗ اور ہم نکالیں گے اس کو يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن كِتٰبًا ایک نوشتہ يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ملے گا اس کو کھلا ہوا اور اس سے کہا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ پڑھ اپنی کتاب کو كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ کافی ہے تیرے نفس کیلئے آج کے دن عَلَيْكَ حَسِيْبًا تجھ پر محاسبہ کرنے والا

مَنِ اهْتَدٰى جس نے ہدایت حاصل کی فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ اس نے ہدایت حاصل کی اپنی ذات کیلئے وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے یَضِلُّ عَلَیْهَا وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے ہی نقصان میں وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا وَازِرَةٌ کوئی اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰى دوسرے کا بوجھ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ اور ہم نہیں سزا دیتے حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یہاں تک کہ ہم رسول بھیجتے ہیں وَاِذَآ اَرَدْنَآ اور جس وقت ہم ارادہ کرتے ہیں اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً یہ کہ ہلاک کر دیں کسی بستی کو اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا حکم دیتے ہیں ہم اس بستی کے آسودہ حال لوگوں کو فَفَسَقُوْا فِیْهَا پس وہ نافرمانی کرتے ہیں اس بستی میں فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ پس لازم ہو جاتا ہے اس پر قول فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا پس ہم اس کو ہلاک کر دیتے ہیں ہلاک کرنا وَكَمْ اَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک کی ہیں مِنَ الْقُرُوْنِ کتنی ہی جماعتیں مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کے بعد وَكَفٰى بِرَبِّكَ اور کافی ہے آپ کا رب بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ اپنے بندوں کے گناہوں کو خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا خبر رکھنے والا دیکھنے والا مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا عَجَّلْنَا لَهٗ ہم اس کیلئے جلدی کر دیتے ہیں فِیْهَا دنیا میں مَا نَشَآءُ جو ہم چاہتے ہیں لِمَنْ نُّرِیْدُ جس کیلئے چاہتے ہیں ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ پھر ہم بناتے ہیں اس کیلئے جہنم یَصْلٰىهَا اس میں داخل ہوگا مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا مَّدْحُوْرًا پھٹکارا ہوا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور جو شخص ارادہ کریگا آخرت کا وَسَعٰى لَهَا

سَعْیَهَا اور اس کیلئے کوشش کرتا ہے کوشش کرنا وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا پس یہی لوگ ہیں ان کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

انسان جو کچھ کرتا یا بولتا ہے اس کا ریکارڈ محفوظ ہے :

ہم جو کچھ کرتے ہیں یا بولتے ہیں ان سب چیزوں کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ جیسے یہ ٹیپ ریکارڈر ہے کہ میں جو بولتا ہوں اور جس انداز میں بولتا ہوں اس میں محفوظ ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جو لفظ زبان سے نکالتا ہے اور جو عمل کرتا ہے وہ درج ہوتا جاتا ہے اور قیامت والے دن وہ کھلی کتاب سامنے آجائے گی۔ جیسے تم نے دیکھا ہوگا کہ ایک کاغذ پر پورا قرآن لکھا ہوا ہے مگر حفاظ کے بغیر اور خوردبین کے بغیر پڑھا نہیں جاسکتا لیکن بسم اللہ سے لے کر والناس تک مکمل قرآن کریم ایک کاغذ پر لکھا ہوا ہے اور سارا سامنے نظر آتا ہے۔ تو اسی طرح اعمال نامہ بھی سارا نظر آئے گا۔ ایک فرشتہ ہمارے دائیں طرف بیٹھا ہوا ہے اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ سورت ق آیت نمبر ۱۷ میں ہے اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ جب لیتے ہیں دو لینے والے دائیں اور بائیں طرف سے جو بیٹھے ہوئے ہیں۔" اور آیت نمبر ۱۸ میں ہے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ "نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار۔" جو بھی لفظ زبان سے نکلتا ہے وہ اس کو نوٹ کرتے ہیں۔ دائیں طرف والا نیکیاں لکھنے والا ہے اور یہ افسر ہے اور بائیں طرف والا گناہ لکھتا ہے اور یہ ماتحت ہے دائیں طرف والے کا۔ جب کوئی اچھی بات منہ سے نکلتی ہے تو اس کو تو فرشتہ فوراً نوٹ کر لیتا ہے اور جب کوئی بری بات منہ سے نکلتی ہے اور فرشتہ لکھنے کی تیاری کرتا ہے تو اسکو افسر حکم دیتا ہے کہ ذرا ٹھہر جا لَعَلَّهٗ یَتُوْبُ

اَوْ یَسْتَغْفِرُہٗ ''ہوسکتا ہے کہ یہ شخص توبہ کر لے یا معافی مانگ لے۔'' جب کچھ وقفے تک وہ توبہ نہیں کرتا تو پھر وہ افسر فرشتہ حکم دیتا ہے اُکْتُبْ اب لکھ لو۔ تو تمام چیزوں کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ اس کا ذکر ہے وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَہٗ اور ہر انسان پر ہم نے لازم کر دیا ہے اس کا اعمال نامہ، پروانہ فِیْ عُنُقِهٖ اس کی گردن میں۔ جب قبر سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جائے گا تو وہ اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹکا ہوا ہوگا۔ فرمایا وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور ہم نکالیں گے اس کو قیامت کے دن کِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ایک نوشتہ ہے ملے گا اس کو کھلا ہوا۔ وہ کتاب اس کے سامنے آ جائے گی۔ دنیا میں کتنے لوگ ان پڑھ ہیں جو خود نہیں پڑھ سکتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اتنا ادراک اور بصیرت دے گا کہ وہ اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ پڑھ تو اپنی کتاب اعمال نامے کو كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا کافی ہے تیرے نفس کیلئے آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔ آج دنیا میں ہمارے حافظے کمزور ہیں بہت سی چیزیں ہم کر کے بھول جاتے ہیں قیامت کے دن کی خصوصیت ہوگی کہ حافظے اتنے تیز کر دیئے جائیں گے کہ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ [آل عمران: ۳۰] ''جس دن حاضر پائے گا اپنے سامنے ہر نفس جو کچھ اس نے عمل کیا ہے نیکی سے اور جو اس نے برائی کی ہے۔'' نیکی بدی جو بھی اس نے کی ہے سب ذہن میں آ جائے گی۔

تفسیروں میں آتا ہے اور روایات میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! اپنا پرچہ پڑھ۔ صفحہ دو صفحے یا اس سے کم و بیش پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَهْلًا ذرا ٹھہر جا هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِیْ میری طرف سے جو فرشتے لکھنے والے تھے

انہوں نے کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں! حکم ہو گا اور پڑھو۔ مزید چند صفحے پڑھے گا اللہ تعالیٰ پھر سوال کریں گے اب بتلاؤ میرے فرشتوں نے کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ بندہ کہے گا نہیں جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے، اپنا سارا پروانہ پڑھے گا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا [کہف:۴۹] ''کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی یہ کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس کے کہ اس کو سنبھال رکھا ہے اور وہ پائیں گے جو بھی انہوں نے عمل کئے ہیں موجود اور نہیں زیادتی کرے گا تیرا رب کسی پر۔'' تو تمام نیکیوں اور برائیوں کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنِ اهْتَدٰى جس نے ہدایت حاصل کی فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے وہ ہدایت حاصل کرے گا اپنی ذات کیلئے وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا پس پختہ بات ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے ہی نقصان میں اس کی گمراہی اس کے نفس پر ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى اور نہیں اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔ یہودی کہتے ہیں ہمارے گناہ حضرت عزیر علیہ السلام نے اٹھا لئے، عیسائی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں وہ ہمارے منجی ہیں ہم چاہے جتنے گناہ کریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹک کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ عجیب منطق ہے کہ گناہ کرو تم اور سولی پر لٹکیں وہ اور تم گناہ کرو دو ہزار سال بعد اور وہ سولی پر لٹک جائیں دو ہزار سال پہلے۔ بھئی یہ کونسا انصاف ہے؟ سب باطل نظریات ہیں نہ کوئی کسی کا بوجھ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی کے گناہوں کا کفارہ ہو گا حاشا وکلا ان باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے بعد سزا دیتے ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ اور ہم نہیں سزا دیتے کسی کو حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یہاںتک کہ ہم رسول بھیجتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تک اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر کونے میں ہر قوم کی طرف پیغمبر بھیجے اور بھیجے بھی ان کی زبان میں تاکہ قوم یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں ان کی زبان سمجھ نہیں آئی، معجزات دکھائے، کتابیں سنائیں، پیغمبروں نے سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمیں حق اور باطل سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ لیکن جب قوموں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور حق ماننے کی بجائے حق کو مٹانے پر آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج کر مجرموں کا صفایا کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ آخری پیغمبر ہیں :

اور یہ مسئلہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد اب قیامت تک دنیا میں کوئی نبی رسول پیدا نہیں ہو سکتا اور دین کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر کی امت پر ڈالی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس امت نے دین کو محفوظ رکھا ہے اور قیامت تک رہے گا باطل قوتیں اس دین کو مٹانے کی کوشش کرتی رہی ہیں اور کر رہی ہیں اور کرتی رہیں گی لیکن جتنا مرضی زور لگا لیں دین حق کوئی نہیں مٹا سکتا۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ ''میری امت کے علماء حق ایسے ہیں کہ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء۔'' جیسے انہوں نے دین کی حفاظت کی تھی، انہوں نے بھی دین کی حفاظت کی جانوں کی قربانی دے کر حق کو محفوظ اور باقی رکھا۔ یہ علماء پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ یہ دنیائے کفر یہ خیال کرتی ہے کہ اسلام مٹ جائے گا

حاشا وکلّا یہ نہیں مٹے گا اس کو جتنا دباؤ گے انشاء اللہ یہ اتنا ہی ابھرے گا۔ یہ دین آج تک اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے اگرچہ اہل بدعت نے بدعت کو دین بنایا ہوا ہے لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ! دنیا کے کونے کونے میں توحید وسنت بھی برقرار اور موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا نہیں دیتے جب تک پیغمبر پہنچ کر اتمام حجت نہ کردیں۔

ظالم کیسے ہلاک ہوتے ہیں :

آگے فرمایا وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا اور جس وقت ہم ارادہ کرتے ہیں یہ کہ ہلاک کردیں کسی بستی کو تو حکم دیتے ہیں اس بستی کے آسودہ حال لوگوں کو۔ قرآن پاک کے امت میں اول نمبر کے مفسر حضرت عبداللہ بن مسعود اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ جس وقت ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کردیں تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں کو مال اور زیادہ دے دیتے ہیں اور جب مال زیادہ مل جائے تو پھر فَفَسَقُوْا فِيْهَا پس وہ نافرمانی کرتے ہیں اس بستی میں۔ اس مال کے بل بوتے پر جب مال چار گنا ہوگا تو نافرمانیاں بھی چار گنا ہوں گی فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ پس لازم ہوجاتا ہے اس بستی پر قول اللہ تعالیٰ کے عذاب کا۔ سورت شوریٰ آیت نمبر ۲۷ میں ہے لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ "اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کردے اپنے بندوں کا رزق تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین میں۔" یعنی سب باغی ہوجائیں۔ عموماً پیسے کا یہ اثر ہے کہ جس کے پاس آجاتا ہے وہ دین پر اس طرح کاربند نہیں رہتا جسطرح غریب رہتا ہے۔ پھر وہ شراب پئے گا، شادیوں پر بے جا خرچ کرے گا، ٹھاہ ٹھاہ کرے گا، بدمعاشی کرے گا ہزار میں سے کوئی ایک ہو جو بچ جائے کہ ہو بھی مالدار اور شریعت کے تقاضے بھی پورے کرے ورنہ اکثریت کا برا ہے۔ تو فرمایا پھر رب کے عذاب کا قول لازم ہوجاتا ہے فَدَمَّرْنٰهَا

تَدْمِیْرًا پس ہم اس کو ہلاک کر دیتے ہیں ہلاک کر دینا۔ تو زیادہ مال ہلاکت کا پیش خیمہ ہے کھا کر ہضم کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ اِلَی الْغُرَبَآءِ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ ''فرمایا اسلام کی ابتداء بھی غریبوں میں ہوئی ہے اور رہے گا بھی غریبوں میں اے غریبو! میری طرف سے تمہیں مبارکباد ہو۔'' فرمایا وَکَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ اور کتنی ہلاک کیں ہم نے جماعتیں مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کے بعد۔ قوم ہود تباہ ہوئی، قوم ثمود تباہ ہوئی، قوم لوط تباہ ہوئی، قوم شعیب تباہ ہوئی مدین والی اور بے شمار قومیں تباہ ہوئیں وَكَفٰى بِرَبِّكَ اور کافی ہے آپ کا رب بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے والا دیکھنے والا۔ ظاہر باطن قول فعل سب اس کے سامنے ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ ہم اس کیلئے جلدی کر دیتے ہیں دنیا میں جو ہم چاہتے ہیں لِمَنْ نُّرِیْدُ جس کیلئے چاہتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ جو دنیا حاصل کرنے کیلئے کوشش کرتا ہے اس کو مل جائے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے جتنی چاہتا ہے اس کو اتنی مل جاتی ہے۔ لیکن یاد رکھو! ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ پھر ہم بناتے ہیں اس کیلئے جہنم۔ مطلب یہ ہے کہ نہ ایمان ہے نہ آخرت کی فکر نہ دین ہے صرف دنیا ہی دنیا ہے دنیا کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے لیکن وہ بھی اس کو اتنی نہیں ملتی جتنی وہ چاہتا ہے بلکہ اتنی ملتی ہے جتنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ پھر یَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا داخل ہوگا دوزخ میں مذمت کیا ہوا پھٹکارا ہوا۔ اور اس کے برعکس وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور جو شخص ارادہ کرتا ہے آخرت کا وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا اور اس کیلئے کوشش کرتا ہے کوشش کرنا۔ اگلے دو رکوعوں میں آخرت کی کوشش کا ذکر آئیگا کہ آخرت

کیلئے یہ کام کرنے ہیں۔تو فرمایا جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کیلئے کوشش بھی کی جس طرح کوشش کرنے کا حق ہے وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور بشرطیکہ وہ مومن ہو پھر اس کیلئے آخرت ہے کیونکہ آخرت کا سارا دارومدار ایمان پر ہے۔

ہر عمل کی قبولیت کیلئے تین شرطیں :

بات اچھی طرح سمجھ لیں اور دماغ میں بٹھالیں کہ ہر عمل کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں۔

o...... پہلی شرط ایمان ہے۔

o...... دوسری شرط اخلاص ہے کہ عمل صرف رب کی رضا کیلئے ہو۔

o...... اور تیسری شرط اتباع سنت ہے کہ عمل سنت کی پیروی میں ہو۔

اگر یہ تینوں چیزیں حاصل ہیں تو پھر خوشی ہونی چاہئے کہ آخرت میں سرخرو ہوگا اور اگر ایمان بھی نہیں اور اخلاص بھی نہیں ریا کاری ہے، ناک ہے اور اس میں اچھلتا پھر رہا ہے اور سنت کے مطابق بھی نہیں پھر مشقت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔اس کی ساری محنت رائیگاں جائے گی اور اگر ایمان، اخلاص، اتباع سنت ہے فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا پس یہی لوگ ہیں ان کی کوشش کی قدر کی جائے گی رائیگاں نہیں جائے گی ان کو ضرور صلہ ملے گا۔

❁ ❁ ❁

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ

وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ؕ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

كُلًّا سب کو نُمِدُّ ہم امداد دیتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ ان کو بھی وَهٰٓؤُلَآءِ اور ان کو بھی مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ یہ تیرے رب کا عطیہ ہے وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ اور نہیں ہے تیرے رب کا عطیہ مَحْظُوْرًا روکا ہوا اُنْظُرْ دیکھ كَيْفَ فَضَّلْنَا کیسے ہم نے فضیلت دی ہے بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ان میں سے بعض کو بعض پر وَلَلْاٰخِرَةُ اور البتہ آخرت اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ بہت بڑی ہے درجات کے لحاظ سے

وَّاَكْبَرُ تَفْضِيلاً اور بہت بڑی ہے فضیلت کے اعتبار سے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ
اِلٰهًا اٰخَرَ نہ بنائیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود فَتَقْعُدَ پس بیٹھا رہے گا
مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا مَّخْذُوْلاً رسوا کیا ہوا وَقَضٰى رَبُّكَ اور آپ کے رب
نے حکم دیا ہے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اسی کی
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کیساتھ اچھا سلوک کرو اِمَّا يَبْلُغَنَّ اگر پہنچ
جائیں عِنْدَكَ تمہارے پاس اَلْكِبَرَ بڑھاپے کو اَحَدُهُمَآ ان میں سے ایک
اَوْ كِلٰهُمَا یا دونوں فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ پس نہ کہو تم ان کو اُف وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا
اور نہ ان کو جھڑک وَقُلْ لَّهُمَا اور کہو ان دونوں کو قَوْلاً كَرِيْمًا بات شریفانہ
وَاخْفِضْ لَهُمَا اور پست رکھو ان کیلئے جَنَاحَ الذُّلِّ نرمی کا بازو مِنَ الرَّحْمَةِ
شفقت کرتے ہوئے وَقُلْ اور کہو رَّبِّ اے میرے رب ارْحَمْهُمَا ان پر رحمت
نازل فرما كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی ہے بچپن میں
رَبُّكُمْ اَعْلَمُ تمہارا رب خوب جانتا ہے بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ جو تمہارے دلوں میں
ہے اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ اگر ہو گے تم نیکی کرنے والے فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ
غَفُوْرًا پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہے رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا وَاٰتِ ذَا
الْقُرْبٰى حَقَّهٗ اور دو قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق وَالْمِسْكِيْنَ اور مسکین کو وَابْنَ
السَّبِيْلِ اور مسافر کو وَلَا تُبَذِّرْ اور مت اڑاؤ مال کو بے جا تَبْذِيْرًا بے جا اڑانا اِنَّ
الْمُبَذِّرِيْنَ بیشک فضول خرچی کرنے والے كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ہیں

شیطانوں کے بھائی وَكَانَ الشَّيْطٰنُ اور ہے شیطان لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا اپنے رب کا سخت نافرمان۔

پچھلے سبق میں تم نے پڑھا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ جو شخص چاہتا ہے صرف دنیا ہم جلدی کرتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو ہم چاہیں اور جس کیلئے چاہیں۔ نہ ہر ایک کو دیتے ہیں اور نہ اس کی مرضی کے مطابق دیتے ہیں لیکن اس کی آخرت برباد ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور جو آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور وہ اس کیلئے کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن ہے تو اس کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔ باقی رہا معاملہ خوراک، لباس اور صحت وغیرہ کا تو كُلًّا نُّمِدُّ ہر ایک کو ہم دیتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ ان کو بھی جو دنیا کے طالب ہیں وَهٰٓؤُلَآءِ اور ان کو بھی جو آخرت کے طالب ہیں۔ بقدر ضرورت رزق سب کو ملے گا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ''کوئی جاندار چیز نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔'' رزق کا دروازہ رب تعالیٰ کسی پر بند نہیں کرتے۔ باقی کسی کو زیادہ دینا یا تھوڑا دینا وہ الگ بات ہے۔ رزق کسی کا وہ بند نہیں کرتا چاہے کوئی اسے گالیاں دے یا جھوٹا کہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت خدا کو گالی دینا ہے :

حدیث قدسی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں يَسُبُّنِيْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ ''ابن آدم مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اسے گالیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے وَيُكَذِّبُنِيْ ابْنُ آدم وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے اس کا بھی اسے حق نہیں پہنچتا۔ گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْلِيْ وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔'' رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا رب کو گالی دینا ہے۔ جیسے ہماری ثابت النسب اولاد کے بارے میں کوئی ہمیں کہے یہ تمہاری نہیں ہے یہ ہمارے حق میں گالی ہے

۔اسی طرح رب تعالیٰ کیلئے اولاد ثابت کرنا اس کیلئے گالی ہے۔اور جھٹلاتا کس طرح ہے؟ کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی۔میں کہتا ہوں قیامت ضرور برپا ہوگی تو یہ کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، یہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا ہے۔تو یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں اور جھٹلاتے ہیں رزق،خوراک،صحت وغیرہ ان کو بھی دیتا ہے۔فرمایا مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ یہ تیرے رب کا عطیہ ہے سب کیلئے وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا اور نہیں ہے تیرے رب کا عطیہ روکا ہوا۔خوراک،صحت کا عطیہ کسی سے روکا ہوا نہیں ہے چاہے کوئی فرماں بردار ہے یا نافرمان ہے۔ اُنْظُرْ دیکھو اے مخاطب! کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ کیسے ہم نے فضیلت دی ہے ان میں سے بعض کو بعض پر۔کسی کو شکل میں فضیلت دی،کسی کو قد میں،کسی کو مال میں،کسی کو علم میں فضیلت دی،کسی کو کسی چیز میں اور کسی کو کسی چیز میں۔فرمایا یہ دنیا کی فضیلتیں کیا ہیں؟ کچھ بھی نہیں ہیں وَلَلْاٰخِرَةُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ اور البتہ آخرت بہت بڑی ہے درجات کے لحاظ سے۔یہ کوشش کرو کہ آخرت کے درجوں میں کمی نہ آئے دنیا کا کیا اعتبار ہے؟ اب ہے ایک لمحے کے بعد نہیں ہے،صبح ہے شام کو نہیں ہے،آج ہے کل نہیں ہے، یہ بالکل بے وفا زندگی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلًا اور بہت بڑی ہے فضیلت کے اعتبار سے اور آخرت کیلئے کرنا کیا ہے؟

مشرک ذلیل وخوار ہوگا :

سب سے بڑی چیز فرمایا لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ نہ بنائیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود،مشکل کشا،حاجت روا،کوئی فریاد رس،کوئی دستگیر،کوئی قانون بنانے والا،کوئی رزق دینے والا،کوئی اولاد دینے والا،کوئی صحت دینے والا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔اے مخاطب!اگر تو نے رب تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا

مَخۡذُوۡلاً پس بیٹھا رہے گا مذمت کیا ہوا رسوا کیا ہوا۔ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہو گے اور ساری کائنات مذمت اور رسوا کرے گی لہذا آج وقت ہے دنیا میں ہی سمجھ جاؤ اور رب تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ تعالیٰ کو ذات میں بھی وحدہ لاشریک سمجھو اور صفات میں بھی وحدہ لاشریک سمجھو۔

والدین کے ساتھ حسن وسلوک کا حکم :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَضٰی رَبُّکَ اور حکم دیا ہے آپ کے رب نے اَلاَّ تَعۡبُدُوۡآ اِلاَّ اِیَّاہُ یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اسی رب کی۔ عبادت صرف رب تعالیٰ کی ہے چاہے بدنی ہو یا زبانی ہو یا مالی ہو ہر قسم کی عبادت صرف رب کیلئے ہے۔ رب کا اور کیا حکم ہے؟ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا اور والدین کیساتھ اچھا سلوک کرو۔ ماں باپ مسلمان ہوں تو ان کا حق تو بہت زیادہ ہے اور اگر کافر ہیں تو اللہ تعالیٰ کے معاملات میں تو ان کی بات نہیں ماننی یعنی اگر وہ کوئی ایسی بات کریں جو اللہ اور رسول اللہ کے خلاف ہو تو نہیں ماننی اور دنیاوی لحاظ سے ان کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھنی۔ سورت لقمان آیت نمبر ۱۵ میں ہے وَاِنۡ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنۡ تُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ فَلاَ تُطِعۡھُمَا وَصَاحِبۡھُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ''اور اگر وہ تجھے مجبور کریں اس بات پر کہ تم میرے ساتھ شریک کرو اس چیز کو جس کا تمہیں علم نہیں ہے پس ان کی بات نہ مانو اور رفاقت اختیار کرو ان کیساتھ دستور کے مطابق۔'' کفر شرک پر آمادہ کریں تو ان کی بات نہیں ماننی لَا طَاعَۃَ لِمَخۡلُوۡقٍ فِیۡ مَعۡصِیَۃِ الۡخَالِقِ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں، رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں مخلوق میں سے کسی کی بات نہیں ماننی۔ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اگر پہنچ جائیں تمہارے پاس وہ بڑھاپے کو اَحَدُھُمَآ ان میں سے ایک۔ تم جوان ہو ان میں سے

کوئی ایک بوڑھا ہے مطلب یہ ہے کہ رشتہ بے جوڑ ہوا ہے رشتے کے وقت کسی کی عمر زیادہ تھی۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ مرد زیادہ عمر کا ہوتا ہے اور بیوی کم عمر کی اَوْ كِلٰهُمَا یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ پس نہ کہو تم ان کو اُف۔ بڑھاپے میں عموماً انسان دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اٹھنے بیٹھنے میں وضو کرنے میں اور بسا اوقات ان کی کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہیں اُف کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اف کا معنٰی ہے ہوں، ہاں۔ ماں باپ کیسامنے ہوں ہاں کی بھی اجازت نہیں ہے کیونکہ ان الفاظ میں تلخی ہے۔ اگر ماں باپ بلائیں تو نہایت عاجزی کیساتھ جی کہے، لہجہ ایسا ہو کہ اس میں سختی کی بو بھی نہ ہو۔ اسی آیت کی تفسیر میں رئیس التابعین حضرت سعید ابن میسبؒ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے ایسے انداز سے گفتگو کرے جیسے سخت آقا کے سامنے غلام نرمی سے بات کرتا ہے۔ لیکن اب تم اپنا ماحول بھی دیکھ لو۔ فرمایا وَّلَا تَنْهَرْهُمَا اور نہ ان کو جھڑک۔ بیچارے ان پڑھ تھے ان سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، مالی نقصان ہوگیا ہے تو ان کو جھڑکو نہ تاکہ تمہارا دین محفوظ رہے۔ اگر پیسوں کی خاطر جھڑکو گے تو تمہارا دین برباد ہو جائے گا آخرت برباد ہو جائے گی وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور کہو ان دونوں کو بات شریفانہ، نرمی کیساتھ بات کرو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ بھی نافرمانی کی قسم میں شامل ہے کہ بیٹا آگے چلے اور باپ پیچھے ہو۔ ہاں! اگر باپ خود بیٹے کو آگے بھیجے تو بات علیحدہ ہے۔ خود بلند جگہ پہ بیٹھے اور باپ پست جگہ پر بیٹھے یہ بھی گستاخی ہے، ماں باپ کے سامنے اونچی آواز سے بولنا بھی گناہ ہے اور یہی حکم چچے تائے کا ہے۔ جو بھی اپنے سے بڑا ہے اس کا یہی حکم ہے۔ آج ہمارا معاشرہ اتنا گندہ ہو چکا ہے کہ خدا کی پناہ! کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہماری شکلیں انسانوں والی ہیں باطن میں ہم انسانیت سے محروم ہیں۔ مسلمان بننا تو بڑی مشکل بات ہے اللہ

کرے ہم انسان بن جائیں تو یہ بھی ہمارے لئے بڑی بات ہے۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ اور پست رکھوان کیلئے نرمی کا بازو مِنَ الرَّحْمَةِ شفقت کرتے ہوئے۔ تم نے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ جب ان کو کوئی کام کہے بیٹا، برخوردار، عزیز! یہ کام کرو۔ اگر انہوں نے کرنا ہو تو کندھا برابر رہتا ہے اور اگر نہ کرنا ہو تو کندھا مارتے ہیں کہ میں نے نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے کندھا پست رکھنا ہے یہ اونچا نہیں کرنا اس حرکت میں بھی گستاخی اور نافرمانی ہے وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا اور کہو اے میرے رب ان پر رحمت نازل فرما كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی ہے بچپن میں جب کہ میں چھوٹا تھا انہوں نے مجھے پالا تھا۔ آج اس بات کو کون سمجھتا ہے۔ آج تو یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے ہم اب ہیں اسی طرح پیدا ہوئے ہیں آج سو میں سے کوئی ایک ہوگا ماں باپ کی قدر کرنیوالا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے خیالات اور وساوس سب رب تعالیٰ کے علم میں ہیں اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ اگر تم نیک ہوگے فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا پس بیشک ہے وہ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا۔ اَوَّابٌ کہتے ہیں جو رب کی طرف کثرت سے رجوع کرے۔ سوائے پیغمبروں کے انسان معصوم نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کی برکت سے معاف کرتے رہتے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنا حق بتایا پھر والدین کا اس کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں ان کا ذکر ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ اے مخاطب! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دے۔ تیرے ذمہ رشتہ داروں کا حق بھی ہے۔ وہ حق مالی بھی ہے اور بدنی بھی ہے اگر وہ مالی طور پر کمزور ہیں تو ان کی مالی مدد کرو اور اگر بدنی طور پر کمزور ہیں تو ان کی امداد کرو مگر آج ہم نے یہ باتیں سمجھی ہی نہیں ہیں وَالْمِسْكِيْنَ اور مسکین کو اس کا حق دو۔ مسکین وہ ہے جو صاحب

نصاب نہیں ہے۔اس کی بھی امداد کرنی ہے مالی بھی اور قولی بھی وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر کو بھی اس کا حق دو اس کی مالی امداد کرو۔اور اے مخاطب! وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اور مت اڑاؤ مال کو بے جا، بے جا اڑانا۔

اسراف اور تبذیر کی تعریف :

ایک ہے اسراف اور ایک ہے تبذیر۔اسراف کہتے ہیں جہاں خرچ کرنا جائز ہو مگر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے۔اور تبذیر کہتے ہیں جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے وہاں خرچ کیا جائے۔یہ شادیوں کے موقع پر ٹھاہ ٹھاہ کرتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں، مرچیں لگاتے ہیں یہ تمام شیطانی کام ہیں سب گناہ ہیں۔

مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی بھی گناہ ہے :

فقہاء کرامؒ نے مسئلہ لکھا ہے کہ مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی بھی گناہ ہے۔عام طور پر لوگ شب قدر اور شب برأت کے موقع پر ایسا کرتے ہیں رب تعالیٰ کی طرف سے پکڑ ہوگی اور یاد رکھو! گھروں میں جتنی ضرورت ہے اتنی روشنی کرو اور جو ٹیوبیں، بلب ضرورت سے زائد ہیں ان کو بجھا دو بند کر دو یہ اسراف کی مد میں آئے گا۔شریعت نے نہ اسراف کی اجازت دی ہے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دی ہے۔

بے جا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں :

فرمایا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔اپنی طرف سے خرچ کر کے شیطانوں کے بھائی بنتے ہیں کیسے بھائی بنتے ہیں شیطان جن ہے؟ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ [کہف: ۵۰] ''پس نافرمانی کی

اس نے اپنے رب کی۔'' جنات میں بھی اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کی قوت رکھی ہے اپنی مرضی کیساتھ نیکی بدی کرسکتا ہے۔ تو شیطان نے اپنی قوت شر میں خرچ کی اور تم نے بھی رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے پیسے بُرے کاموں میں لگادیئے تو شیطان کے بھائی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مال دولت دی تھی اچھے کاموں میں لگانے کیلئے تم نے برے کاموں میں لگادی۔ عموماً مشاہدے میں آیا ہے دیکھنے میں آیا ہے لوگ منگنی شادی کی رسموں میں وہ کچھ کرتے ہیں کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے اور اگر ان سے کہا جائے کہ تمہارے ہاں دینی مدارس ہیں جن میں لڑکے بھی پڑھتے ہیں لڑکیاں بھی پڑھتی ہیں ان کی امداد کرو مدرسے کا کوئی کمرہ بنادو مسجد بنادو تو ان کے منہ کا عجیب ماڈل بن جاتا ہے ان پر موت طاری ہو جاتی ہے اور شرارتوں اور جنایتوں میں رقم اڑاتے پھرتے ہیں یہ شیطانوں کے بھائی ہیں وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا اور ہے شیطان اپنے رب کا سخت نافرمان۔ نافرمانی چھوڑ دو اور فرمانبرداری کرو اور وہ کام کرو جو آخرت میں کام آئیں۔

❁ ● ❁

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــــُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ اور اگر آپ اعراض کریں عَنْهُمُ ان سے اِبْتِغَآءَ تلاش کرتے ہوئے رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ اپنے رب کی رحمت تَرْجُوْهَا جس کی آپ امید رکھتے ہیں فَقُلْ لَّهُمْ پس آپ ان سے کہیں قَوْلًا مَّيْسُوْرًا نرم بات وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ اور نہ کریں اپنا ہاتھ مَغْلُوْلَةً باندھا ہوا اِلٰى عُنُقِكَ اپنی گردن کی طرف وَلَا تَبْسُطْهَا اور نہ پھیلا دیں اپنے ہاتھ کو كُلَّ الْبَسْطِ پوری طرح

پھیلا دینا فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا پھر آپ بیٹھ جائیں ملامت کیا ہوا اور تھکا ہارا ہوا اِنَّ رَبَّکَ بیشک آپ کا رب یَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ یَّشَآءُ جس کیلئے چاہے وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ بیشک وہ ہے اپنے بندوں سے خَبِیْرًا بَصِیْرًا خبردار اور دیکھنے والا وَلَا تَقْتُلُوْآ اَوْلَادَکُمْ اور نہ قتل کرو تم اپنی اولاد کو خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ فقر کے خوف سے نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ ہم ان کو رزق دینگے وَاِیَّاکُمْ اور تمہیں بھی دیتے ہیں اِنَّ قَتْلَھُمْ بیشک ان کا قتل کرنا کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا ہے گناہ بہت بڑا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اور نہ قریب جاؤ زنا کے اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً بیشک یہ بے حیائی ہے وَسَآءَ سَبِیْلًا اور برا راستہ ہے وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ اور نہ قتل کرو اس نفس کو حَرَّمَ اللّٰہُ کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا اور جو شخص قتل کیا گیا مظلوم فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ پس تحقیق ہم نے بنایا اس کے وارثوں کیلئے سُلْطٰنًا غلبہ فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ پس وہ اسراف نہ کریں قتل میں اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا بیشک اس کی مدد کی جائے گی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے اِلَّا بِالَّتِیْ مگر ایسے طریقے کیساتھ ھِیَ اَحْسَنُ جو بہت ہی اچھا ہو حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ یہانتک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوت اور جوانی کو وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اور پورا کرو عہد کو اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا بیشک وعدے کے متعلق سوال ہوگا وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اور پورا کرو ماپ کو اِذَا کِلْتُمْ جس وقت تم ماپو وَزِنُوْا اور تولو

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ایسے ترازو کیساتھ جو بالکل درست ہو ذٰلِكَ خَيْرٌ یہ بہتر ہے وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا اور اچھا ہے انجام کے اعتبار سے۔

کامیابی آخرت کا انحصار درج ذیل کاموں پر ہے :

جن کاموں سے آخرت بنتی ہے اور آخرت کی کامیابی ان پر موقوف ہے ان کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ فَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ''پس نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی اور الہ۔''

☆ دوسرا حکم تھا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی۔

☆ تیسرا حکم والدین کیساتھ اچھا سلوک۔

☆ چوتھا حکم قریبی رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔

☆ پانچواں حکم مسکینوں اور مسافروں کی مالی امداد کرو۔

☆ چھٹا حکم یہ تھا کہ فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

ضرورت مند کو احسن طریقہ سے جواب دو :

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی مالی امداد کی امید لے کر آتا ہے لیکن جن کے پاس آتا ہے اس کے حالات سازگار نہیں ہوتے کہ ملازم ہے تو ابھی تنخواہ نہیں ملی ، زراعت پیشہ ہے تو ابھی فصل گھر نہیں آئی ، تاجر ہے تو وصولی کسی وجہ سے نہیں ہوسکی۔اور بھی بہت سی صورتیں پیش آسکتی ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی مالی معاونت نہیں کرسکتا۔تو اس کا ذکر ہے کہ اگر ان میں سے کوئی تمہارے پاس آئے اے مخاطب! وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ اور اگر آپ ان سے اعراض کریں اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تلاش کرتے ہوئے اپنے رب کی

رحمت تَرْجُوْهَا جس کی آپ امید رکھتے ہیں کہ مجھے تنخواہ ملے گی ابھی نہیں ملی، فصل میری پکے گی پھر میں کچھ کرسکوں گا، رقم میری پھنسی ہوئی ہے ملے گی تو تمہاری امداد کروں گا۔ یہ وجوہات بیان کرو تا کہ وہ محسوس نہ کرے کہ مجھے ٹرخا دیا ہے اور اس کو سمجھ آجائے کہ واقعی بات ٹھیک کہتا ہے کیونکہ اگر تم خالی کہو گے کہ میرے پاس نہیں ہیں میں معذرت خواہ ہوں تو اس کے دل میں رنجش پیدا ہوگی لہذا وجہ بیان کرو کہ اس وجہ سے میں تیری مدد نہیں کرسکتا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا پس آپ ان سے کہیں نرم بات۔ نرمی کیساتھ بتلا دو کہ میں تمہاری اس وقت مدد نہیں کرسکتا کہ یہ مجبوری ہے۔ اور یہ حکم بھی سن لیں وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ اور نہ کریں اپنا ہاتھ باندھا ہوا اپنی گردن کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ پیسے ہوتے ہوئے گھر کے افراد پر خرچ کرنے میں تنگی نہ کرو ہاتھ نہ روکو یہ بھی گناہ ہے۔ جو آدمی عرف کے مطابق مناسب خرچہ گھر کے افراد پر نہیں کرتا بخل سے کام لیتا ہے تو یہ گناہ ہے۔ اور ایسا بھی نہ کرو وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور نہ پھیلا دیں آپ اپنے ہاتھ کو پوری طرح پھیلانا کہ ہاتھ کو کھلا چھوڑ دو کہ جو آیا اڑا دیا، جو آیا اڑا دیا، جو آیا اڑا دیا، کیونکہ تم اگر ایسا کرو گے فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا پس آپ بیٹھ جائیں گے ملامت کیا ہوا تھکا ہارا ہوا۔ آخر انسان ہے اس کو غمی بھی پیش آتی ہے خوشی بھی۔ اگر تم سارا پیسہ اڑا دو گے تو ایسے موقع پر کیا کرو گے پھر یہی رشتہ دار تمہیں ملامت کریں گے کہ تمہارا ہمارے ساتھ برتاؤ اچھا نہیں ہے اور تم تھکے ہارے ہو گے لہذا افراط و تفریط دونوں جائز نہیں ہیں کہ رقم پاس ہو تو بخل سے بھی کام نہیں لینا چاہئے اور سارا اڑا بھی نہیں دینا چاہئے تا کہ ضرورت کے وقت کام آئے۔

نیوندرہ حرام ہے :

مسئلہ یاد رکھنا! کہ شادی کے موقع پر سلامی اور نیوندرہ (نیوتا) کے طور پر جو امداد کی جاتی ہے یہ بالکل حرام ہے ہاں اس کی ایک صورت جائز ہے کہ واپس لینے کی نیت سے نہ دے اور اگر اس نیت سے دیتا ہے کہ میرے لڑکے لڑکی کی شادی ہوگی تو یہ مجھے اس سے زیادہ دے گا یہ بالکل حرام ہے۔ یہ مسئلہ نہ بھولنا ویسے غریب ساتھی یا غریب رشتہ دار سمجھ کر مدد کرتا ہے اور غریب نہ بھی ہو تو تحفہ دینا جائز ہے۔ عورتیں بھی بیٹھی ہوئی ہیں وہ بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ بیشک آپ کا رب رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہے وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے جس کیلئے چاہے۔ رزق کا کشادہ اور تنگ کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے اِنَّـهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا بیشک وہ ہے اپنے بندوں سے خبر دار اور دیکھنے والا۔

فقر کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو :

اور حکم سنو! وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ اور نہ قتل کرو تم اپنی اولاد کو خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ فقر کے خوف سے۔ زمانہ جاہلیت میں بیچاری لڑکیوں کو تو زندہ درگور کر دیتے تھے کہ ان کے اخراجات کون برداشت کریگا ان کے رشتے کون کرے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے دو لڑکیوں کی نگرانی کی تربیت کی اس کی اپنی ہوں یا غیر کی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگئیں تو وہ بچیاں ان کے درمیان اور دوزخ کے درمیان دیوار بن جائیں گی۔ اور جب لڑکے زیادہ ہو جاتے تھے تو ان کو اس لئے قتل کر دیتے تھے کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے؟ بھئی آج سے پچاس سال پہلے مخلوق کم تھی پیداوار کے ذرائع بھی کم تھے لوگ زمین کاشت

کرتے تھے پیداوار کم ہوتی تھی جیسے جیسے مخلوق بڑھتی جا رہی ہے اللہ تعالیٰ رزق بھی بڑھاتے جا رہے ہیں لہذا تمہیں رزق کا فکر نہیں ہونا چاہئے۔اور فقر کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ ہم ان کو رزق دینگے وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی دیتے ہیں اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا بیشک ان کا قتل کرنا ہے گناہ بہت بڑا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اور نہ قریب جاؤ زنا کے۔زنا کرنا تو درکنار اس کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی ایسے اسباب (ذرائع) اختیار نہ کرو جن کا نتیجہ زنا ہو اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً بیشک یہ بے حیائی ہے وَسَآءَ سَبِيْلًا اور برا راستہ ہے۔اس سے بچو گے تو پھر آخرت بنے گی۔آج اخبارات پڑھ کر آدمی حیران ہوتا ہے کہ انسان کہاں چلا گیا ہے کوئی شرم نہیں کوئی حیا نہیں بے حیائی حد سے بڑھ گئی ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس عورت نے غیر کا نطفہ اپنے خاوند کے نسب کیساتھ ملایا اس پر جنت حرام ہے کیونکہ اس سلسلے میں دنیا کے مسائل بھی ہیں اور آخرت کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے دنیا کے مسائل تو یہ کہ اس کا خرچہ کون اٹھائے گا تربیت کون کرے گا؟ وراثت کے مسائل ہیں۔نطفہ کسی کا ہے وارث کسی کا بنے گا اور آخرت کا مسئلہ یہ ہے کہ اس عورت نے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔شریعت حرام اور حلال کی بڑی تمیز کرتی ہے اسی لئے عدت کی پابندی ہے کہ طلاق اور وفات کے بعد عورت کوئی حرکت نہ کرے تاکہ نسب میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔نسب کی حفاظت کا شریعت نے بڑا انتظام کیا ہے۔وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اور نہ قتل کرو اس نفس کو کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کا قتل کرنا مگر حق کیساتھ۔

قتل حق کی تین صورتیں :

قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔پہلی صورت یہ ہے کہ العیاذ باللہ کوئی شخص مرتد ہو گیا

اسلام چھوڑ گیا اس کو تین دن تک سمجھایا جائے گا اس کے شکوک وشبہات دور کیے جائیں گے۔ اگر تین دن تک بھی اس کو سمجھ نہ آئی تو پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا۔لیکن عزیزو، برخوردارو! مسئلہ یاد رکھنا یہ قتل حکومت کرے گی ہم تم اس کے مجاز نہیں ہیں۔ چور کی سزا قرآن نے ہاتھ کاٹنا بیان فرمائی ہے مگر ہاتھ حکومت نے کاٹنا ہے ہم تم نے نہیں کاٹنا۔اسی طرح زانی غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہیں اور شادی شدہ کی سزا رجم ہے تو یہ سزائیں حکومت نے دینی اور جاری کرنی ہیں ہم اس کے مُجاز نہیں ہیں۔

قتل حق کی دوسری صورت......شادی شدہ مرد عورت زنا کا ارتکاب کریں جس کے ثبوت کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ خود اقرار کریں یا شرعاً چار گواہ گواہی دیں تو ان کو قتل کیا جائے گا۔ یہ قتل کرنا بالحق ہے۔اس حکم پر صرف طالبان کے علاقے میں عمل ہو رہا ہے اور خدا کی خدائی میں کسی جگہ عمل نہیں ہو رہا۔

اور قتل حق کی تیسری صورت کسی کو ناحق قتل کرنا ہے تو قاتل کو قصاص میں قتل کرنا بھی قتل حق ہے۔اس حکم پر بھی اس وقت صرف طالبان کے علاقے میں عمل ہو رہا ہے اور کسی جگہ پر نہیں ہے۔

ان تین صورتوں کے علاوہ قتل حق کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔نہ کوئی مسلمان کو قتل کر سکتا ہے نہ کافر کو۔ کافر کو کافر کہو کیونکہ اگر تم کافر کو کافر نہیں کہو گے تو تم خود مسلمان نہیں رہو گے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کافر کو کافر کہو اور پھر اس کو کاٹنا شروع کر دو۔ یہ جو دہشت گردی کی فضا ایران سے نکلی اور اٹھی ہے۔سنیوں کو قتل کرنے کی ابتداء ایران نے کی ہے وہ دہشت گردی کا مبدأ ہے۔ پہلے انہوں نے ابتدا کی پھر یہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔اس قتل وغارت کی شریعت قائل نہیں ہے۔ پہلے یہاں سارے ہوتے تھے عیسائی بھی، پارسی

بھی، یہودی بھی یہ سب کافر ہیں اکٹھے رہتے تھے کوئی ان کے ساتھ لڑتا تھا؟ نہیں!

مگر دہشت گردی کی لہر جب ایران سے اٹھی تو پھر یہ سارا کچھ ہوا۔ شریعت قاعدے کے مطابق قتل کی قائل ہے۔ فرمایا وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا اور جو شخص قتل کیا گیا مظلوم فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا پس تحقیق ہم نے بنایا اس کے وارثوں کیلئے غلبہ۔ وہ اس طرح کہ قانون مقتول کے وارثوں کا ساتھ دے گا اور ظاہر بات ہے کہ جب قانون ساتھ دے گا تو غلبہ ہوگا اور خود بخود سارا مسئلہ حل ہو جائے گا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ پس وہ اسراف نہ کریں قتل میں۔ اسراف یہ ہے کہ قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کر دیا جائے کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی کو قتل کر دیا تو اس کے رشتہ دار جذبات میں آ کر قاتل کو بھی اور اس کے باپ کو بھی اور اس کے بھائیوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ گنہگار ایک ہے دوسروں کا کیا گناہ ہے، اس کے باپ کا کیا قصور ہے، اس کے بھائیوں کا کیا قصور ہے، بیٹے کا کیا قصور ہے اور قتل کرنے کے بھی تم مجاز نہیں ہو یہ کام اور ذمہ داری حکومت کی ہے اور شرعی احکامات پر عمل کرنے میں امن ہے۔

ذمیوں کی حفاظت فرض ہے :

جتنا امن قرآن نے بتلایا ہے، اسلام نے بتلایا ہے اور کسی نے نہیں بتلایا۔ اور حدیث پاک میں ہے جو ذمی کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آرہی ہوگی۔ ذمی ان کافروں کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کی حکومت میں رعایا کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ تو اقلیت کی حفاظت جس طرح اسلام نے کی ہے اور کسی مذہب نے نہیں کی مگر افسوس کہ یہ تمام چیزیں کتابوں میں ہیں عمل میں کچھ بھی نہیں ہے۔

تو فرمایا قتل میں اسراف نہ کرو اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا بیشک اس کی مدد کی جائے گی۔
اور کیا کام کرنا ہے وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ مگر اس طریقے کیساتھ جو بہت ہی اچھا ہو حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یہانتک کہ وہ پہنچ جائے قوت اور جوانی کو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ اور معاف کرنا! ہم سارے ہی کھا کر آتے ہیں تیجے میں، ساتے میں، دسویں اور چالیسویں میں۔ کیونکہ مال ابھی تک وارثوں میں شرعی طور پر تقسیم نہیں ہوا ہوتا مشترک کھاتہ ہوتا ہے اور وراثوں میں یتیم بچے بھی ہوتے ہیں جن کی اجازت کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ تو ایسے مال میں سے کھانا بالکل حرام ہے۔ ایک ہے ان رسموں کا بدعات ہونا وہ الگ بات ہے ایک ہے ان رسموں میں یتیم کا مال کھانا، یہ بالکل حرام ہے۔ مگر ہم ان رسموں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اور کیا کرنا ہے؟ فرمایا وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اور پورا کرو عہد کو۔ جو وعدہ تم نے کسی کے ساتھ کیا ہے اس کو پورا کرو اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا بیشک وعدے کے متعلق سوال ہوگا وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ اور پورا کرو ماپ کو جس وقت تم ماپو وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ اور تولو ایسے ترازو کیساتھ جو بالکل درست ہو ذٰلِكَ خَيْرٌ یہ چیزیں جو بتلائی گئی ہیں بہتر ہیں وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا اور ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ یہ آخرت کے کام ہیں جن سے آخرت بنتی ہے۔ کچھ کل تم نے پڑھے ہیں اور کچھ آج پڑھے ہیں اور زندگی رہی تو کچھ اگلے حصے میں آئیں گے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾

وَلَا تَقْفُ اور نہ پیچھے پڑو مَا اس چیز کے لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ جس کا تمہیں علم نہیں ہے اِنَّ السَّمْعَ بیشک کان وَالْبَصَرَ اور آنکھ وَالْفُؤَادَ اور دل کُلُّ اُولٰٓئِکَ ان سب چیزوں کے بارے میں کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا سوال کیا جائے گا وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اور نہ چلو زمین میں اکڑتے ہوئے اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ بیشک تم زمین کو نہیں پھاڑ سکتے وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور نہیں پہنچ سکتے پہاڑوں کی بلندی تک کُلُّ ذٰلِکَ یہ سب چیزیں کَانَ

سَیِّئُہٗ ہے ان کی برائی عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا تیرے رب کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ذٰلِکَ یہ چیزیں مِمَّآ اس میں ہیں اَوْحٰی اِلَیْکَ رَبُّکَ جو وحی کی ہیں آپ کی طرف آپ کے رب نے مِنَ الْحِکْمَةِ دانائی کی باتیں وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ اِلٰـھًا اٰخَرَ کسی دوسرے کو معبود فَتُلْقٰی پھر تم ڈالے جاؤ گے فِیْ جَھَنَّمَ جہنم میں مَلُوْمًا ملامت کیے ہوئے مَدْحُوْرًا دھکیلے ہوئے اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ کیا چن لیا ہے تمہیں تمہارے پروردگار نے بِالْبَنِیْنَ بیٹوں کیساتھ وَاتَّخَذَ اور اللہ نے بنالیں مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ اِنَاثًا فرشتوں سے لڑکیاں اِنَّکُمْ بیشک تم لَتَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہو قَوْلًا عَظِیْمًا بات بہت بڑی وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن پاک میں لِیَذَّکَّرُوْا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وَمَا یَزِیْدُھُمْ اور نہیں زیادہ کیا ان کیلئے اِلَّا نُفُوْرًا مگر نفرت قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ کَانَ مَعَهٗٓ اٰلِھَةٌ اگر ہوتے اللہ تعالیٰ کیساتھ اور الٰہ کَمَا یَقُوْلُوْنَ جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں اِذًا لَّابْتَغَوْا اس وقت البتہ وہ ضرور تلاش کرتے اِلٰی ذِی الْعَرْشِ عرش والے کی طرف سَبِیْلًا راستہ سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰی اور بلند ہے عَمَّا یَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں عُلُوًّا کَبِیْرًا بہت بڑی بلند ذات۔

وہ چیزیں جن سے آخرت بنتی ہے ان کا ذکر تھا کہ رب تعالیٰ کیساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، والدین کیساتھ اچھا سلوک کرو، قریبی رشتہ داروں کو، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو، فضول خرچی نہ کرو، عزیز رشتہ داروں کو کسی وقت دینے

کی توفیق نہ ہو تو تسلی کیساتھ جواب دو۔ پھر فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو بالکل روکو بھی نہ اور زیادہ خرچ بھی نہ کرو اور فقر کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو، وعدہ کرو تو پورا کرو، ماپو تو پورا ماپو اور تولو تو پورا تولو۔

بغیر تحقیق کے کوئی بات نہیں کرنی چاہئے :

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَاتَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اور نہ پیچھے پڑو اس چیز کے اے مخاطب! جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ جس چیز کی تحقیق نہیں ہے اس کو بیان ہی نہ کرو۔ یہ ایک ایسا اہم اصول ہے کہ اگر ہم اس پر عمل کریں تو گھروں کی برادریوں اور جماعتوں کی اکثر لڑائیاں ہی ختم ہو جائیں۔ بات سنتے ہیں اور اس کو بغیر تحقیق کے پلے باندھ لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے کہ یہ بات ہے بھی یا نہیں، کہی ہے یا نہیں اور اگر کہی ہے تو کس انداز میں کہی ہے۔ کیونکہ بیان کرنے والے نے تو اپنی سمجھ کے مطابق بیان کرنی ہے لہٰذا جس بات کی تحقیق نہ ہو وہ نہیں کرنی چاہئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ "آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے کافی ہے کہ وہ بیان کرے ہر سنی ہوئی بات کو۔" یعنی وہ بڑا جھوٹا آدمی ہے جو ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرتا ہے۔ بات وہ بیان کرنی چاہئے جس کا ثبوت ہو بغیر ثبوت کے بات نہیں کرنی چاہئے۔ برائی کے اسباب میں آج اخبارات بھی شامل ہیں کہ ہر قسم کی بات شائع کر دیتے ہیں۔ نوجوان طبقہ اس کو اخذ کرتا ہے اور برائیاں شروع کر دیتا ہے۔ اخبارات والے اس کے ذمہ دار ہیں۔ تو فرمایا ایسی چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا علم نہیں ہے کیوں؟ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ بیشک کان اور آنکھ اور دل کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا ان سب چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اے بندے میں نے تجھے کان دیئے تھے کہاں استعمال کئے، میں نے

تجھے آنکھیں دیں کہاں استعمال کیں، تجھے دل دیا تھا اس دل کیساتھ کیا کچھ غور کیا فکر کیا ایک ایک چیز کے بارے میں سوال ہوگا وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا اور نہ چلو زمین میں اکڑ کر اس لئے کہ اے انسان اکڑ کر چلنے سے اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ بیشک تم زمین کو نہیں پھاڑ سکتے چاہے جتنا زور سے پاؤں زمین پر مارو وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا اور نہیں پہنچ سکتے پہاڑ کی بلندی تک چاہے گردن کو جتنا مرضی اکڑاؤ۔ ان دو رکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ بھی بیان فرمائے ہیں اور حقوق العباد بھی، عقیدہ بھی بیان فرمایا اور اخلاق اور اعمال بھی بیان فرمائے جن پر عمل کرنے سے آخرت بنتی ہے كُلُّ ذٰلِكَ یہ تمام چیزیں جو اوپر بیان ہوئی ہیں تکبر وغیرہ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ہے ان کی برائی تیرے رب کے نزدیک بہت ناپسندیدہ۔ یتیم کا مال کھانا، زنا کرنا، وعدہ خلافی کرنا، بے پر کی اڑانا، سنی سنائی بات آگے چلا دینا، اکڑ کر چلنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اپنے عزیزوں کو تنگ کرنا، یہ تمام باتیں رب تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ یہ چیزیں اس میں ہیں جو وحی کی ہیں آپ کے رب نے آپ کی طرف یعنی آپ کو وحی کے ذریعے بتلائی ہیں مِنَ الْحِكْمَةِ دانائی کی باتیں ہیں ان پر غور کرو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو دوبارہ پھر دہرایا ہے۔

ردِ شرک :

یہ مضمون یہاں سے شروع ہوا تھا کہ شرک نہ کرنا۔ فرمایا وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی دوسرے کو معبود، مشکل کشا، حاجت روا نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ کوئی مسجود ہے، نہ کوئی فریادرس ہے نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے، نہ کوئی کسی سے کوئی چیز لے سکتا ہے اور نہ کوئی کسی کو فوق الاسباب دے سکتا ہے۔ یہ

ساری خوبیاں اور کمالات صرف رب تعالیٰ کے پاس ہیں وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ [آل عمران:۲۶] "اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی۔" یہ سب کچھ تم آنکھوں کیساتھ دیکھتے ہو اور کانوں کیساتھ سنتے ہو کہ سب کام رب تعالیٰ کرتا ہے۔ اے مخاطب! اگر تم اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ گے فَتُلْقٰی فِیْ جَهَنَّمَ پھر تم ڈالے جاؤ گے جہنم میں مَلُوْمًا ملامت کئے ہوئے مَّدْحُوْرًا دھکیلے ہوئے، لہذا شرک کے قریب نہ جانا۔

آگے بھی شرک کی تردید ہے۔ عرب میں بھی ایسے لوگ موجود تھے اور دوسرے علاقوں میں بھی جو فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۵۷ میں ہے وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں اور پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ اگر ان میں سے کسی کو یہ خوشخبری سنائی جائے کہ تمہارے ہاں لڑکی ہوئی ہے تو ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ہو جاتا ہے چہرہ اس کا سیاہ اور بڑا پریشان ہو جاتا ہے اور لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ اخبارات میں تم پڑھتے ہو گے کئی ایسے بے وقوف لوگ بھی ہیں پاکستان میں رہنے والے کلمہ پڑھنے والے کہ لڑکی پیدا ہوئی تو بیوی کو طلاق دیدی، یکے بعد دیگرے دو تین لڑکیاں ہوئیں تو بیوی کو طلاق دے دی کہ تم لڑکیاں کیوں جنتی ہو؟ بھئی کیا یہ اس کے اختیار میں ہے؟ یہ تو رب تعالیٰ کا کام ہے تم رب تعالیٰ کیساتھ مقابلہ کرتے ہو مگر جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ فرمایا اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ کیا چن لیا ہے تمہیں تمہارے پروردگار نے بیٹوں کیساتھ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اور اس اللہ نے بنا لیں اپنے لئے فرشتے بیٹیاں۔ تمہیں بیٹے دے اور اپنے لئے بیٹیاں؟ اگر اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد مناسب ہوتی تو سارے بیٹے ہوتے ایک بھی بیٹی نہ ہوتی۔

ردِ عیسائیت پر ایک اہم اور دلچسپ واقعہ :

ہندوستان میں ایک پادری تھا جارجیا کے علاقے کا جو کہ امریکہ کی ایک ریاست ہے۔ فانڈر اس کا نام تھا بتیس (۳۲) زبانیں وہ جانتا تھا۔ اس وقت ہمارے پاکستان میں بتیس زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یہ بڑا ذہین اور زبان آور آدمی تھا اور للکارتا پھرتا تھا کہ کوئی اپنے اسلام کو سچا ثابت کرے، قرآن کو سچا ثابت کرے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے اس نے اس کی سرکوبی کیلئے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور مولانا وزیر خانؒ اور مولانا ابوالمنصورؒ جیسی شخصیات کو کھڑا کیا۔ انہوں نے اس کیساتھ مناظرے کئے اور ہندوستان سے بھگایا۔ ایک دفعہ اس نے شاہی مسجد دھلی کی سیڑھیوں میں کھڑے ہوکر تقریر شروع کی اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب کے بیٹے ہیں اور ہمارے منجی ہیں۔ پاس ہی ایک کالے رنگ کا بھٹیارا کرتا اتارے ہوئے دانے بھون رہا تھا پادری کے سامنے بڑا مجمع تھا جس میں ہندو، مسلمان اور سکھ بھی تھے۔ اس پادری نے جب زوردار آواز میں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اس کو رب کا بیٹا مانو اور ہمارے منجی ہیں اسے تسلیم کرو۔ وہ مومن بھٹیارا ہاتھ میں درانتی پکڑے ہوئے آ کھڑا ہوا کہنے لگا پادری صاحب! میری بھٹی گرم ہے نقصان نہ ہو جائے مجھے یہ بتلاؤ کہ رب کا ایک بیٹا ہے یا زیادہ ہیں؟ فانڈر نے کہا ایک ہی بیٹا ہے۔ بھٹیارے نے کہا کہ پھر تو تمہارا رب مجھ سے بھی پیچھے رہ گیا میں روٹی کا محتاج ہوں اور میرے چوداں بیٹے ہیں اور رب کا ایک بیٹا ہے۔ پادری سے اس کا جواب نہ بن آیا تو اس نے جاکر پھر بھٹی گرم کر لی اور دانے بھوننے لگ گیا۔

تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہے اِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلاً عَظِيْمًا بیشک تم البتہ کہتے ہو بات بہت بڑی اور بہت بری۔ اس سے پہلے قرآن پاک کے

متعلق فرمایا تھا اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ ''بیشک یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے اس راستے کی طرف جو بہت درست اور سیدھا ہے۔'' اب رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا اس قرآن پاک میں مختلف مثالوں کیساتھ اور مختلف انداز کیساتھ۔ کیوں؟ لِیَذَّکَّرُوْا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ کبھی عقلی دلائل کیساتھ بیان کیا کبھی نقلی دلائل کیساتھ، کبھی آسمان کی طرف توجہ دلائی، کبھی زمین کی طرف، کبھی فضا کی طرف اور کبھی فرمایا وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [ذاریات:۲۱] ''اور تمہارے نفسوں میں نشانیاں کیا تم سوچتے نہیں۔'' تو ہمیں مختلف انداز میں سمجھایا۔

وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا کی تفسیر :

وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا اور نہیں زیادہ کیا ان کیلئے مگر نفرت۔ قرآن پاک تو بڑی عظمت اور برکت والی کتاب ہے اس کیساتھ نفرت کیسے بڑھی اور پھیلی؟ اس بات کا جواب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ نے بڑے پیارے انداز میں سمجھایا ہے۔ شیخ سعدیؒ بڑے اکابر بزرگوں میں سے تھے۔ ان کی کتابیں ہیں ''گلستان، بوستان، کریما وغیرہ'' جو آج تک درسیات میں شامل ہیں۔ ان میں توحید وسنت، اخلاقیات، زبان بہت کچھ ہے۔ وہ گلستان صفحہ نمبر ۴۹ میں فرماتے ہیں......

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

''بارش کہ اس کے پاکیزہ ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ باغ میں گل لالہ اُگاتی ہے اور خراب زمین میں کانٹے دار گھاس۔'' بارش سے زرخیز زمین میں اچھی چیزیں پیدا ہوتی

ہیں۔سبزیاں ،اناج، پھل پھول اور شورزدہ زمین میں نکمی اور بری چیزیں کانٹے دار گھاس وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ بارش تو وہی ہے بارش کا تو کوئی قصور نہیں ہے قصور تو جگہ کا ہے زمین کا ہے۔اسی طرح قرآن پاک تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہے اس کے قطرے تو بالکل صاف ہیں جس کا دل پاک صاف ہے وہاں اچھے اخلاق پیدا ہونگے اور جس کا دل گندگی اور نجاست سے بھرا ہوا ہے اس سے بدبو پھیلے گی سچے دین کیخلاف نفرت بڑھے گی۔ بارش کے قطرے وہی ہیں۔

ایک الٰہ ہونے کی دلیل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں لَوْ کَانَ مَعَهٗ اٰلِهَةٌ اگر ہوتے اللہ تعالیٰ کیساتھ اور الٰہ کَمَا یَقُوْلُوْنَ جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں اور بہت سارے الٰہ بنائے ہوئے ہیں اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا اس وقت البتہ وہ ضرور تلاش کرتے عرش والے کی طرف راستہ۔دنیا میں متعدد بادشاہ ہوتے ہیں کسی نہ کسی وقت ان کا آپس میں ٹکراؤ بھی ہو جاتا ہے۔ یہ آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ دنیا کے بادشاہ آپس میں کبھی نہیں ٹکرائے آپس میں کبھی نہیں لڑے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اور الٰہ ہوتے تو سب مل جل کر عرش والے کے خلاف چڑھائی کرتے مگر رب تعالیٰ کے مقابلے میں کون ہے؟ کوئی بھی نہیں ۔تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے اگر ہوتے تو عرش والے کے خلاف ایکا کر کے چڑھائی کرتے جیسے اس وقت مسلمانوں کے خلاف ساری کفریہ حکومتیں اندر سے ایک ہو چکی ہیں کیا امریکہ، کیا برطانیہ، کیا فرانس، کیا جرمنی یہ جتنے خبیث ہیں انہوں نے مسلمانوں کیخلاف ایکا کیا ہے۔ کیونکہ یہ ڈرتے ہیں کہ کہیں اسلام نہ نافذ ہو جائے ان کو پسو پڑے ہوئے ہیں ،کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں کبھی کوئی

شوشہ چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمان قوم کو سمجھ عطا فرمائے اور یہ حق کو حق سمجھیں اور باطل کو باطل سمجھیں۔ مسلم ممالک میں ان کے آلہ کار افسر موجود ہیں جن کے ذریعے وہ مداخلت کرتے ہیں۔

دین کے متعلق سازشیں :

آج کل اخبارات میں یہ باتیں آ رہی ہیں تم پڑھتے ہوگے دینی مدارس پر حکومت کنٹرول کرنا چاہتی ہے کہ اپنا نصاب ان میں داخل کرے اور جہاد کے متعلق مضامین نصاب سے نکال دیں۔ محکمہ تعلیم آزاد کشمیر نے کہا ہے کہ سورت توبہ مشکل ہے بچوں کو سمجھ نہیں آتی اور نہ پڑھانے والوں کو سمجھ آتی ہے لہذا اس کو نصاب سے نکال دیں۔ حالانکہ یہ سورت کوئی مشکل نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ اس میں جہاد کے احکام ہیں بچے پڑھیں گے ان کا ذہن جہادی بنے گا اور کشمیر انڈیا کے ساتھ ملتا ہے کل پرسو ہمارے لئے مشکلات پیدا ہونگی نہ پڑھیں، نہ جہادی ذہن بنے اور نہ ہمارے لئے مشکلات پیدا کریں۔ یہ ہے ذہن ان بے ایمانوں کا۔ ہمارا حکمران طبقہ بھی پکا بے دین ہے ان کے نام اسلامی ہیں اندر سے سارے گنڈا سنگھ ہیں۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی اور الٰہ ہوتے تو ضرور عرش والے کے خلاف چڑھائی کرتے سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا يَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو یہ کرتے ہیں کہ رب کے شریک ہیں رب کا بیٹا ہے بیٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بہت بلند ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اسکا کوئی بیٹا ہے نہ رب کی کوئی بیٹی ہے عُلُوًّا كَبِيْرًا بہت بڑی بلند ذات ہے۔ اس کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنی اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے اور اپنی زندگی برباد کرنی ہے رب تعالیٰ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ ۧ

تُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتے ہیں لَهُ اللہ تعالیٰ کیلئے السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ سات آسمان وَالْاَرْضُ اور زمین وَمَنْ اور وہ مخلوق فِيْهِنَّ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اور نہیں ہے کوئی بھی چیز اِلَّا يُسَبِّحُ مگر پاکیزگی بیان کرتی ہے بِحَمْدِهٖ اللہ تعالیٰ کی تعریف کیساتھ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اور لیکن تم نہیں سمجھتے ان کی تسبیح کو اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ ہے حَلِيْمًا غَفُوْرًا تحمل کرنے والا بخشنے والا وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ اور جس وقت آپ پڑھتے ہیں قرآن کو جَعَلْنَا ہم ڈال دیتے ہیں بَيْنَكَ آپ کے درمیان وَبَيْنَ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں کے درمیان لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں لاتے

آخرت پر حِجَابًا پردہ مَّسْتُوْرًا لٹکا ہوا وَّجَعَلْنَا اور کر دیتے ہیں ہم عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر اَكِنَّةً پردے اَنْ يَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ قرآن کو سمجھیں وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ اور جس وقت آپ یاد کرتے ہیں اپنے رب کو فِي الْقُرْاٰنِ قرآن میں وَحْدَهٗ اکیلے رب کو وَلَّوْا پھرتے ہیں عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ اپنی پشتوں پر نُفُوْرًا نفرت کرتے ہوئے نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا ... کو يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ سنتے ہیں وہ جس کی وجہ سے اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ جس وقت وہ کان لگاتے ہیں آپ کی طرف وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اور جس وقت وہ سرگوشیاں کرتے ہیں اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ جس وقت کہتے ہیں وہ ظالم اِنْ تَتَّبِعُوْنَ نہیں پیروی کرتے تم اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو ہوا ہے اُنْظُرْ دیکھو كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ کیسے بیان کرتے ہیں آپ کیلئے مثالیں فَضَلُّوْا پس وہ گمراہ ہوئے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا پس وہ نہیں طاقت رکھتے راستے کی۔

تسبیح کا معنی اور اس کے طریقے :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ پاکیزگی بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی سات آسمان۔ تسبیح کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیبوں اور کمیوں (کوتاہیوں) اور کمزوریوں سے پاک ہے وَالْاَرْضُ اور زمین بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ آسمان اور زمین زبان حال سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں وَمَنْ فِيْهِنَّ

اور وہ مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے وہ بھی تسبیح پڑھتے ہیں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں جن کا کام ہی تسبیح پڑھنا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمانوں پر ہتھیلی کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ نہ کھڑا ہو اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کی تسبیح نہ پڑھ رہا ہو۔ دن رات، نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں کھانے پینے اور سونے سے وہ مستغنی ہیں، وہ ہر وقت تسبیح میں ہیں۔ اور فرمایا وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر پاکیزگی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی تعریف کیساتھ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ اور لیکن تم نہیں سمجھتے ان کی تسبیح کو۔ ایک ایک ذرہ ایک ایک پتا اس کی تسبیح کرتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے مگر تم نہیں سمجھتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح۔ بڑی بات ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں ایک سُبْحَانَ اللّٰہِ دوسرا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تیسرا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور چوتھا اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور تسبیح آہستہ آہستہ پڑھنی چاہیے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ فرماتے ہیں ہم آنحضرت ﷺ کیساتھ سفر میں تھے ہم آہستہ آہستہ ذکر کرتے تھے اور کچھ لوگ اونچی اونچی بھی ذکر کرتے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ''اپنی جانوں پر نرمی کرو بیشک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔'' تو بلند آواز سے ذکر کرنا ممنوع ہے۔ ہاں اگر کوئی آدمی اکیلا ہے کسی کی نیند، کسی کے آرام اور کسی کے مطالعہ اور نماز میں خلل پیدا نہیں ہوتا تو بلند آواز سے کر سکتا ہے ورنہ بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے۔ کئی دیوانے قسم کے لوگ بلند آواز سے ذکر کر کے اپنا شوق پورا کرتے ہیں اور بجائے ثواب کے گناہ حاصل کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی

العظیم. آپ ﷺ نے الفاظ نہیں سنے فرمایا ابو موسیٰ میں تجھے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتلاؤں۔ عرض کی حضرت! ضرور۔ فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم. تو سب مل کر تیسرا کلمہ بن گیا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. یہ کم از کم دن میں دوسو مرتبہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کے پڑھنے کیلئے وضو شرط نہیں ہے بیٹھنا بھی شرط نہیں ہے چلتے پھرتے بھی پڑھ سکتے ہیں اور عورتیں ان دنوں میں بھی پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں انہوں نے نماز نہیں پڑھنی ہوتی۔ ہماری کوتاہی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ کی تشریح:

اور بخاری شریف کی آخری حدیث ہے کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ’’دو کلمے ہیں جو رحمان کو بہت پیارے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں ترازو میں بڑے وزنی ہیں قیامت والے دن جب ترازو پر تولے جائیں گے تو بڑے وزنی ہونگے۔ ایک کلمہ ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور دوسرا کلمہ ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ. اور نماز والا درود شریف درود ابراہیمی اگر ایک دفعہ پڑھو گے اور دوسرا درود دس دفعہ پڑھو گے تو پھر بھی درود ابراہیمی کا ثواب زیادہ ہے۔ بعض لوگ اس کے لمبا ہونے سے گھبراتے ہیں مختصر الفاظ والے درود شریف پڑھتے ہیں سب جائز ہیں ناجائز کوئی بھی نہیں ہے لیکن ثواب کا اتنا فرق ہے۔ کیونکہ درود ابراہیمی کا ایک ایک لفظ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔ اگرچہ باقی درود بھی اپنی جگہ ثابت ہیں۔ اور کثرت کیساتھ استغفار پڑھا کرو

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ۔ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْم کی بڑی فضیلت آئی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی سلبی اور ایجابی دونوں صفتیں آجاتی ہیں۔

سلبی اور ایجابی صفات کی وضاحت :

سلبی سے مراد وہ صفتیں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ سے نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا باپ نہیں ، ماں نہیں ، بیوی نہیں ہے، اس کا بیٹا بیٹی نہیں ہے، وہ کھاتا نہیں پیتا نہیں سوتا نہیں ،تو ''نہیں نہیں'' کیساتھ جتنی صفتیں ہیں یہ سلبی ہیں۔ جب کہا سبحان اللہ تو یہ ساری صفتیں اس میں آگئی۔ ویسے الگ الگ آدمی کتنی دیر بیان کرتا رہے گا۔

اور ایجابی سے مراد وہ صفتیں ہیں جو رب تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں کہ اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناضر ہے، خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، بادشاہ بناتا ہے، گدا بناتا ہے، بیمار کرتا ہے، شفا دیتا ہے، یہ ''ہے ہے'' کے ساتھ جتنی صفتیں ہیں کوئی کتنی بیان کرے گا۔ایک دفعہ کہا وَبِحَمْدِهٖ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا تو یہ ساری اس میں آگئی۔ان کو اپنا ورد بنالو مرد بھی اور عورتیں بھی۔ جتنی چیزیں میں نے بیان کی ہیں تیسرا کلمہ، درود شریف، استغفار اور سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

فرمایا اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا بیشک اللہ تعالیٰ تحمل کرنے والا ہے بخشنے والا ہے وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ اور جس وقت آپ پڑھتے ہیں قرآن کو جَعَلْنَا ڈال دیتے ہیں ہم بَیْنَكَ آپ کے درمیان وَبَیْنَ الَّذِیْنَ اور ان لوگوں کے درمیان لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر حِجَابًا پردہ مَّسْتُوْرًا لٹکا ہوا وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور کردیتے ہیں ہم ان کے دلوں پر اَكِنَّةً پردہ اَنْ یَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ اس قرآن کو

سمجھیں وَفِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا اوران کے کانوں میں ڈاٹ ڈال دیتے ہیں قرآن کونہیں سمجھ سکیں گے۔

ایک اشکال اوراس کا جواب :

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان دلوں پر پردے ڈال دیئے ، کانوں میں ڈاٹ چڑھا دیئے تو پھران کا کیا قصور ہے؟ لہٰذا بات کواچھی طرح سمجھنا ہے کیونکہ جب کوئی قرآن پاک کوسطحی طور پر پڑھتا ہےتواس طرح کے اشکالات اس کے ذہن میں آتے ہیں۔قرآن آسان بھی ہےاورمشکل بھی ہے۔اس طرح کے مضمون کی آیات جب کوئی آدمی پڑھتاہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، مہرلگادی اللہ تعالیٰ نے دلوں پراور کانوں پہ ڈاٹے چڑھا دیئے اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئےتو پریشان ہوجاتا ہے کہ پھراس میں بندے کا کیادخل اوراختیار ہے۔یاتو معاذ اللہ تعالیٰ بندہ اللہ تعالیٰ سے طاقتور ہوکہ اللہ تعالیٰ کے ڈالے ہوئے پردے اتار دے۔تواس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبراً اور پیدائش کیساتھ ہی کسی پر پردے نہیں ڈال دیتا بندہ جب خودان چیزوں کواختیار کرلیتا ہےاورراضی ہوجاتا ہےتو پھراللہ تعالیٰ اس کواس کیفیت پرپکا کردیتا ہے۔چوبیسواں پارہ سورۃ سجدہ نکالوآیت نمبر۵ ہےوَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ ’’اورکہاانہوں نے بطورفخر کے ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو،قرآن پاک سننے کیلئے وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگائے ہوئے ہیں وَمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے،ہم نے پردہ لٹکایا ہوا ہے فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ پس آپ اپنا عمل کریں ہم اپنا عمل کررہے ہیں۔‘‘ جب انہوں نے اس چیز کواپنے لئے پسند کرلیا کہ ہم

نے حق کو سمجھنا نہیں سننا نہیں اہل حق کو دیکھنا نہیں اور کفر شرک پر ہی جم کر رہنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی [نساء: ۱۱۵] "ہم پھیر دیں گے اس کو اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔" آدمی جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اسی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ پہلے دن سے اللہ تعالیٰ نے کسی کے دل پر پردہ نہیں ڈالا نہ کان میں ڈاٹ چڑھایا ہے نہ کسی کی آنکھ پر پردہ ڈالا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب انہوں نے اپنی مرضی سے ان چیزوں کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ویسا ہی کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جس راستے پر کوئی چلتا ہے اسی راستے پر چلا دیتے ہیں۔ صورۂ صف میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ "پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔" تو ان کا اپنا جرم اور قصور ہے۔ تو فرمایا ہم نے کر دیئے ان کے دلوں پر پردے کہ قرآن سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ۔ وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ اور جب آپ ذکر کرتے ہیں اپنے رب کا قرآن میں وَحْدَہٗ اکیلے رب کا وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا پھرتے ہیں اپنی پیٹھوں پر نفرت کرتے ہوئے۔ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں نفرت سے۔ اور سورۃ صفت میں ہے اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ "بیشک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں ہے تو تکبر کرتے ہیں، اچھلتے کودتے ہیں اور کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا [ص: ۵] "کیا بنا دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود۔" باقی کوئی الٰہ نہیں، مشکل کشا کوئی نہیں، حاجت روا کوئی نہیں، فریادرس کوئی نہیں، دستگیر کوئی نہیں، ایک ہی رہ گیا ہے۔ مشرک کیلئے رب کی وحدانیت بڑی مشکل ہے۔ کسی نہ کسی طرح دوسروں کیلئے کونے تلاش کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ جب آپ قرآن میں یاد کرتے ہیں اپنے رب کی وحدانیت کو تو

یہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور ان میں سے کچھ سنتے بھی ہیں نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِہٖٓ ہم خوب جانتے ہیں اس چیز کو سنتے ہیں وہ جس کی وجہ سے قرآن کریم کو اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ جس وقت وہ کان لگاتے ہیں آپ کی طرف وَاِذْھُمْ نَجْوٰٓی اور جس وقت وہ سرگوشیاں کرتے ہیں جا کر اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ جس وقت کہتے ہیں وہ ظالم اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا نہیں پیروی کرتے تم مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو ہوا ہے۔ پاگل کے پیچھے کیوں چلتے ہو؟ استغفر اللہ تعالیٰ۔ وہ قرآن اس لئے سنتے تھے کہ ہمیں کوئی اعتراض کا نکتہ مل جائے۔ اس لئے نہیں سنتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

چنانچہ سورۃ عنکبوت آیت نمبر ۴۲ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی مثال بیان فرمائی ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ''مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز ایسے ہی ہے جیسے مکڑی اِتَّخَذَتْ بَیْتًا اس نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ اور بیشک تمام گھروں میں کمزور گھر البتہ مکڑی کا گھر ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر دوسروں کا جو سہارا تلاش کرتا ہے وہ مکڑی کے جالے میں رہتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ قادر مطلق کو چھوڑ کر دوسری جگہ پناہ لیتے ہو تو یوں سمجھو کہ مکڑی کے جالے میں رہتے ہو جو نہ سردی سے بچا سکتا ہے اور نہ گرمی سے۔ ذرا تنکا لگنے سے جالا اڑ جاتا ہے۔ اور سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ''جن کو تم پکارتے ہو مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں۔'' اسی طرح کی آیات سننے کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ خدا کا کلام ہے؟ جس میں کہیں مکھی کا ذکر

ہے اور کہیں مکڑی کا ذکر ہے اور کہیں مچھر کا ذکر ہے۔ تو وہ قرآن اعتراض کرنے کیلئے سنتے تھے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے نہیں سنتے تھے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ فرمایا اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ دیکھو کیسے بیان کرتے ہیں آپ کیلئے مثالیں۔ کبھی مسحور، کبھی ساحر، کبھی مجنون، کبھی کاہن، کبھی مفتری، کبھی کذاب کہتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ، کسی ایک بات پر بھی نہیں ٹھہرتے کیونکہ یہ ساری باتیں ہی غلط ہیں۔ فَضَلُّوْا نتیجہ یہ ہوا کہ پس وہ گمراہ ہوئے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا پس وہ نہیں طاقت رکھتے راستے کی کہ حق پر آجائیں جب اتنی ضد ان میں ہے تو رب تعالیٰ بھی جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔

❁ ❁ ❁

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع ۵

وَقَالُوْٓا اور کہا کافروں نے ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور ریزہ ریزہ ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا بیشک ہم کھڑے کیے جائیں گے خَلْقًا جَدِيْدًا نئی مخلوق بنا کر قُلْ آپ کہہ دیں كُوْنُوْا حِجَارَةً تم ہو جاؤ پتھر اَوْ حَدِيْدًا یا لوہا اَوْ خَلْقًا یا کوئی اور مخلوق مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ جو بڑی نظر آتی ہو تمہارے دلوں میں فَسَيَقُوْلُوْنَ پس تاکید وہ کہیں گے مَنْ يُّعِيْدُنَا کون ہمیں لوٹائے گا قُلِ آپ کہہ دیں الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے تمہیں پیدا کیا پہلی دفعہ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ پس تاکید وہ ہلائیں گے آپ کی طرف رُءُوْسَهُمْ اپنے سروں کو وَيَقُوْلُوْنَ اور کہیں گے مَتٰى هُوَ کہ وہ کب ہے قُلْ آپ کہہ دیں عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ممکن ہے یہ کہ وہ قریب ہو يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ جس دن وہ بلائے گا تمہیں فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ پس تم اللہ کے حکم کو قبول کرو گے اس کی تعریف کرتے ہوئے وَتَظُنُّوْنَ اور تم یقین کرو گے

اِنْ لَّبِثْتُمْ کہ تم نہیں ٹھہرے دنیا میں اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑا۔

بنیادی چیز توحید ہے :

قرآن کریم میں جن چیزوں پر زور دیا گیا ہے ان میں سے پہلی چیز توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور وہ اپنے افعال میں بھی وحدہ لاشریک ہے۔ اور دوسری چیز جس پر زور دیا گیا ہے وہ شرک کا رد ہے۔ عقلی اور نقلی دلائل کیساتھ شرک کی تردید کی گئی ہے۔ ایک مسئلہ رسالت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے پیغمبر بھیجے ہیں اور چوتھا مسئلہ قیامت کا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے انہوں نے مختلف الفاظ میں قیامت کا انکار کیا ہے کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے اور قرآن پاک نے اس کو ثابت کیا ہے کہ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ یہ بنیادی مسائل ہیں یہ سمجھ آجائیں تو باقی فرعی مسائل ہیں ان کے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں ان میں سے چھیاسی (۸۶) سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں جن میں انہی مسائل پر زور دیا گیا ہے۔

بعث بعد الموت کا مسئلہ :

قیامت کے متعلق کافروں کے الفاظ یہ ہیں وَقَالُوْآ اور کہا کافروں نے ء اِذَا کُنَّا عِظَامًا کیا جس وقت ہم ہو جائیں گے ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور چورا چورا، ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ء اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا کیا بیشک ہم کھڑے کئے جائیں گے نئی مخلوق بنا کر۔ ہڈیاں گل کر چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گی کون دوبارہ زندہ کرے گا۔ عرب کے مشرک مردوں کو جلاتے نہیں تھے نہ یہودی اور عیسائی جلاتے تھے نہ صابی اور مجوسی جلاتے تھے یہ سارے دفن کرتے تھے۔ یہ جلانے کی رسم ہندوؤں کی ہے اور سکھوں کی ہے۔

تفسیروں میں ابوجہل کا نام بھی آتا ہے اور عقبہ بن ابی معیط کا نام بھی آتا ہے، عاص ابن وائل اور امیہ بن خلف کا نام بھی آتا ہے کہ اس کو کسی پرانی قبر سے کھوپڑی مل گئی۔ وہ ایسی بھربھری تھی کہ ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہوتی تھی وہ اس کھوپڑی کو رومال میں ڈال کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا ستانے کیلئے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں ہمیشہ تھوڑے بہت آدمی رہتے تھے جن میں اپنے بھی ہوتے تھے اور مسخرے کیلئے آنے والے بھی ہوتے تھے۔ سب نے دیکھا کہ کپڑے میں کوئی چیز لپٹی ہوئی ہے۔ ساتھیوں نے نگرانی کی کہ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ خیر جب اس نے کپڑا ہٹایا تو وہ پرانی سی کھوپڑی نکلی۔ کہنے لگا یا محمد (ﷺ) اس کو ذرا ہاتھ لگاؤ۔ آپ ﷺ نے جس وقت ہاتھ لگایا تو وہ ریزہ ریزہ ہونے لگی کیونکہ پرانی بوسیدہ ہڈی تھی تو ابوجہل ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسا اور کہنے لگا مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہونگی۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کے چار جواب دیئے جو سورت یٰسین کے آخری رکوع میں مذکور ہیں۔

پہلا جواب.... اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ''کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا ہے ایک پانی کے قطرے سے پس اچانک وہ جھگڑے والا ہے۔'' کیا جس نے اس کو حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے وہ دوبارہ اس کھوپڑی کو بندہ نہیں بنا سکتا۔

دوسرا جواب.... قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ''آپ کہہ دیں زندہ کرے گا ان کو وہ جس نے پیدا کیا ہے ان کو پہلی مرتبہ۔''

تیسرا جواب...... الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا ''وہ پیدا کرے گا جس نے بنائی تمہارے لئے سبز درخت سے آگ۔''

عرب میں تین قسم کے درخت ہوتے تھے۔ایک کا نام تھا مَرَخْ، دوسرے کا نام تھا کَلَخْ ،اور تیسرے کا نام تھا عَفَارْ۔ان کی ٹہنیاں آپس میں رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی تھی۔ یہ لوگ جب سفر پر جاتے تھے تو ان درختوں کی ٹہنیاں کپڑوں میں لپیٹ کر ساتھ لے جاتے تھے جہاں ضرورت پیش آتی تھی ٹہنیاں رگڑ کر آگ نکال لیتے تھے اور استعمال کرتے تھے جیسے آجکل لوگ ماچس کی ڈبی جیب میں رکھتے ہیں۔تو فرمایا وہ زندہ کرے گا جو سبز درختوں سے آگ کے شعلے نکالتا ہے۔

چوتھا جواب...... اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ''کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو اس بات پر قادر کہ پیدا کر دے ان جیسے۔''

تو فرمایا یہ کہتے ہیں کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور چورا چورا کیا ہم کھڑے کیے جائیں گے نئی مخلوق بنا کر قُلْ آپ ان سے کہہ دیں كُوْنُوْا حِجَارَةً ہو جاؤ تم پتھر اَوْ حَدِيْدًا یا لوہا۔ یہ تو بوسیدہ ہڈی ہے تم پتھر اور لوہا بن جاؤ رب اس میں بھی جان ڈال دے گا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِىْ صُدُوْرِكُمْ یا کوئی اور مخلوق جو بڑی نظر آتی ہو تمہارے دلوں میں بڑی سخت اور مشکل نظر آتی ہو پھر بھی تم ضرور کھڑے کیے جاؤ گے۔ پتھر لوہا تو سخت ہونے کے باوجود گھس جاتے ہیں ہیرا ان سے زیادہ سخت ہے وہ گھستا نہیں ہے گھڑیوں کی جو لیں ہیرے کی ہوتی ہیں تو ایسی کوئی سخت چیز بن جاؤ پھر بھی وہ تمہیں کھڑا کرے گا۔ پتھروں کی مختلف خاصیتیں ہوتی ہیں۔ افغانستان میں ایک پہاڑ ہے اس میں لَاجْ وَرْد پتھر پیدا ہوتا ہے اس کی خاصیت ہے کہ اس پر کسی بھی درجے کی زہر ڈالی جائے تو وہ تڑتڑ کر کے بتلا دیتا ہے کہ میرے اوپر زہر رکھا گیا ہے۔لوگ اس پتھر کے پیالے بناتے ہیں۔ پہلے زمانے میں

وہ پیالے بادشاہ رکھتے تھے۔ گلاس بھی بناتے ہیں، پلیٹیں بھی بناتے ہیں ان میں اگر کوئی زہریلی چیز ڈالی جائے تو وہ تڑ تڑ کرتے ہیں۔ تو بادشاہ لاجْ وَرْد کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے تاکہ کسی دشمن یا خانسامے نے زہر ملایا ہے تو پتہ چل جائے۔ آجکل تو ڈاکٹر ٹیسٹ کرتے ہیں۔ یہ پتھر صرف افغانستان میں ہوتا ہے اور کسی علاقے میں نہیں ہے۔ تو فرمایا تم پتھر بن جاؤ، لوہا بن جاؤ یا اور کوئی سخت چیز بن جاؤ پھر بھی رب تعالیٰ تمہیں دوبارہ کھڑا کرے گا۔ پھر اس سیڑھی سے اتر کر دوسری سیڑھی پر چڑھ گئے فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُّعِيْدُنَا پس بتا کیدوہ کہیں گے کون ہمیں لوٹائے گا دوبارہ ہمیں کون انسان بنائے گا قُلِ آپ کہہ دیں الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے پیدا کیا ہے تمہیں پہلی مرتبہ۔ جس ذات نے پہلی مرتبہ تمہارے اندر جان ڈالی ہے، زندگی دی ہے وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ جن قوموں میں آخرت کی فکر نہیں ہے وہ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں نیکی بدی کی ان میں کوئی تمیز نہیں ہوتی کیونکہ ان کو انجام کا فکر ہی نہیں ہے۔ اور جس آدمی کو یقین ہو قیامت آئے گی حساب کتاب ہوگا اور اعمال کے نتائج سامنے آنے والے ہیں تو اس سے اولاً تو کوئی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا اور اگر ہو بھی جائے تو فوراً پچھتائے گا اور توبہ کرے گا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ "لذتوں کو توڑنے والی کا ذکر کثرت سے کیا کرو" یعنی موت کو ہر وقت یاد رکھو۔

مردوں کو قبرستان جانے کی اجازت دینے کی وجہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ مشرک قبر پرستی کرتے تھے۔ قبر دیکھی سجدے میں گر گئے، طواف شروع کر دیا جیسے آج کل قبر پرست لوگ کرتے ہیں۔ تو فرمایا میں نے تمہیں پہلے منع

کیا تھا قبرستان جانے سے، بخاری اور مسلم کی روایت ہے، اب تمہیں اجازت دیتا ہوں قبرستان جانے کی (کیونکہ اب ذہن پختہ ہو گئے تھے۔) لیکن کس نظریے کے تحت جانا ہے؟ تاکہ تمہیں قبر دیکھ کر موت یاد آ جائے قبر دیکھ کر آخرت یاد آ جائے۔ اور یہ اجازت بھی مردوں کیلئے ہے عورتوں کو اجازت نہیں ہے۔ صحاح ستہ کی چھ کتابوں میں سے چار کے اندر یہ روایت موجود ہے ابوداؤد، ترمذی شریف، ابن ماجہ اور نسائی لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ زَوَّرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا سُرُجَ ''آنحضرت نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کی زیارتوں کیلئے جاتی ہیں اور ان لوگوں پر بھی رب کی لعنت ہے جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔'' اندازہ لگاؤ جس کام پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے وہ کام ہم اچھل اچھل کر کرتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ ہم ایصال ثواب کیلئے جاتے ہیں تو ایصال ثواب ہر جگہ سے ہو سکتا ہے۔ جہاں کوئی چاہے ثواب پہنچائے۔ قبر پر کھڑے ہو کر کوئی قبر والے کی جھولی اور جیب میں تو نہیں ڈال سکتا۔ رب ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ سے ثواب رب تعالیٰ نے ہی پہنچانا ہے۔ ایصال ثواب اچھی چیز ہے۔ قرآن پڑھ کر بخشو نفل پڑھ کر بخشو، نفلی روزے رکھ کر بخشو، صدقہ خیرات کر کے بخشو۔ تو خیر آخرت سے بے فکر لوگ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھنے والے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور موت یاد ہو تو آدمی کا مزاج صحیح رہتا ہے۔

موت کے متعلق ایک واقعہ :

ایران کا ایک بادشاہ تھا وہ دن بدن موٹا ہوتا جاتا تھا حکیموں نے بہت علاج کئے پرہیز بتلائے مگر اس کا بدن بڑھتا ہی گیا۔ بعض بلغمی مزاج ہوتے ہیں چاہے تھوڑا ہی کھائیں بدن ان کا پھولتا جاتا ہے اور بعض صفراوی مزاج ہوتے ہیں چاہے زیادہ کھائیں

ان کا بدن نہیں پھولتا۔ تو وہ دن بدن موٹا ہوتا گیا وہاں سے سارے حکیم عاجز آ گئے۔ دور بستی میں کوئی حکیم رہتا تھا اس کی شہرت سنی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو بلاؤ۔ حکیم نے آ کر کہا کہ پہلے میں تمہارا ستارہ دیکھوں گا پھر علاج شروع کروں گا کیونکہ وہ ستارہ پرست تھے تو اس نے بادشاہ کے اطمینان کیلئے کہا کہ میں پہلے ستارے کے ذریعے تمہاری بیماری کی تشخیص کرونگا۔ بادشاہ نے کہا بہت اچھا۔ ایک دو دن کے حساب کے بعد حکیم نے کہا کہ میں نے حساب لگایا ہے کہ تم نے چالیس دن کے بعد مر جانا ہے اگر تم چالیس دن کے بعد نہ مرے تو مجھے سولی پر لٹکا دینا میں نے ستارہ دیکھ لیا ہے تمہاری موت مقدر ہے۔ جوں ہی اس نے موت سنی تو سارے کام شروع کر دیئے کھیل وغیرہ ختم ہو گئے، روٹی کم کر دی، غم میں مبتلا ہو گیا وہ چالیس دنوں میں دبلا پتلا ہو گیا مگر مرا نہیں۔ کہنے لگا حکیم کو بلاؤ وہ کہتا تھا تو چالیس دنوں کے بعد مر جائے گا میں مرا تو نہیں ہوں۔ حکیم آیا اور مسکرا کر کہنے لگا بادشاہ سلامت یہ تو میں نے آپ کا علاج کیا ہے مرنا تو آپ نے اپنے وقت پر ہے۔

آج اگر ہمیں بھی پتہ چل جائے کہ اس سال کے بعد ہم نے مر جانا ہے تو ہم ابھی سے کمزور ہونا شروع ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ موت کا راز اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔

؎ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

اگر اللہ تعالیٰ سب کو علم دے دیتا کہ فلاں نے فلاں وقت فلاں جگہ مرنا ہے تو نظام زندگی معطل ہو جاتا اس لئے اس نے یہ راز اپنے پاس رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کب مرنا ہے۔

مشرکوں کی تیسری سیڑھی فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ پس بتاکید وہ ہلائیں

گے آپ کی طرف اپنے سروں کو مسخرہ کرتے ہوئے وَيَقُوْلُوْنَ اور کہیں گے مَتٰى هُوَ وہ کب ہے ہمارا اٹھنا، ہمیں کون اٹھائے گا اور کب اٹھیں گے۔ جس نے بات نہ ماننی ہو وہ کج بحثی کرتا ہے۔ لیکن کج بحثی سے حق تو نہیں ٹلتا قیامت ضرور آ کر رہے گی قُلْ آپ ان سے کہہ دیں عَسٰى ممکن ہے اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا یہ کہ وہ قریب ہو۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت سب کے آگے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ ''جو مرا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔''

مومن اور کافر کی موت کا نقشہ :

موت کے وقت دو فرشتوں کو آگے دیکھے گا اور اٹھارہ فرشتوں کی لائن ان کے پیچھے ہو گی۔ ملک الموت سامنے ہو گا مرنے والے کو نظر آ رہے ہونگے۔ حکیم ڈاکٹر ماں باپ، عزیز رشتہ دار جو وہاں ہونگے ان کو نظر نہیں آئیں گے۔ مومن ہے تو اس کو کہیں گے تجھ پر رب کی رحمتیں اور سلامتی ہو یہ تیرا جنت کا نقشہ یہ کوٹھی ہے جہاں تو نے جانا ہے اور خوشخبریاں سنائیں گے بڑی خوشی اور چاہت کیساتھ اس کی جان نکلے گی اور اگر برا ہے تو کہیں گے اے خبیث روح رب تجھ سے ناراض ہے روح بدن سے نکلنے کا نام نہیں لے گی فرشتے کھینچ کر نکالیں گے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ''قسم ہے اُن فرشتوں کی جو غوطہ لگا کر جان کو کھینچنے والے ہیں۔'' مومن کیلئے جنت کی خوشبوؤں والا کفن ہو گا جس میں روح کو رکھ کر لے جائیں گے اور جہنمی کیلئے جہنم کے بدبودار ٹاٹ ہونگے جس میں اس کی روح کو رکھ کر لے جائیں گے۔ تو فرمایا آپ کہہ دیں ممکن ہے قریب ہو يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ جس دن وہ اللہ تعالیٰ بلائے گا تمہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہو گا بگل پھونکنے کا جس جگہ وہ بگل پھونکیں گے مشرق، مغرب، شمال جنوب والے سارے وہاں اکٹھے ہو جائیں گے۔ قبروں سے سارے

ننگ دھڑنگ نکلیں گے پھر ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق لباس پہنایا جائے گا، کسی کو چار قدم کے بعد کسی کو دس قدم کے بعد۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا نمبر اس لئے ہوگا کہ ان کو جب ظالموں نے آگ کے بھٹے میں ڈالا تھا تو کپڑے اتار کر برہنہ کر کے ڈالا تھا۔ اس کے بدلے میں ان کو اللہ تعالیٰ پہلے لباس دیں گے۔ تو فرمایا جس دن رب تعالیٰ تمہیں بلائیں گے فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهٖ پس تم اللہ کے حکم کو قبول کرو گے اس کی تعریف کرتے ہوئے۔ ہر ایک کی زبان پر ہوگا سبحان اللہ، سبحان اللہ مگر کافر کے سبحان اللہ کہنے کا کوئی اعتبار اور حیثیت نہیں ہوگی کیونکہ وہ دار العمل نہیں ہے دار الجزاء ہے۔ وہاں کی نیکی کا کوئی بدلہ نہیں ہے اِس جہان میں جو نیکی کرے گا اس کا بدلہ ملے گا وَتَظُنُّونَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا اور تم یقین کرو گے کہ ہم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر بہت تھوڑا سا۔ وہ آخرت جو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اس کے مقابلے میں دنیا کے دس بیس، پچاس، سو سال، ہزار سال کچھ بھی نہیں ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً چودہ سو سال تھی۔ وفات کے وقت کسی نے پوچھا حضرت تم نے بڑا لمبا عرصہ حیات پائی ہے دنیا کو کیسا دیکھا؟ فرمایا یوں سمجھو کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں ایک سے داخل ہوا ہوں دوسرے سے نکل کر جا رہا ہوں۔ لیکن ہم نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ ہم نے زندگی کے پٹے لکھوائے ہوئے ہیں۔ ساتھیو! موت کو، آخرت کو، قبر کو کبھی نہ بھولو ہر وقت یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

❁ ❁ ❁

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ

هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

وَقُلْ اور آپ کہہ دیں لِعِبَادِیْ میرے بندوں کو یَقُوْلُوْا کہ وہ کہیں الَّتِیْ ایسی بات هِیَ اَحْسَنُ جو بہت اچھی ہو اِنَّ الشَّیْطٰنَ بیشک شیطان یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ پھوٹ ڈالتا ہے ان کے درمیان اِنَّ الشَّیْطٰنَ بیشک شیطان كَانَ لِلْاِنْسَانِ ہے انسان کیلئے عَدُوًّا مُّبِیْنًا دشمن کھلا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ تمہارا رب خوب جانتا ہے بِكُمْ تم کو اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ یا اگر چاہے تو تم کو سزا دے وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو عَلَیْهِمْ ان پر وَكِیْلًا وکیل بنا کر وَرَبُّكَ اَعْلَمُ اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے بِمَنْ ان کو فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں

ہیں وَلَقَدْ فَضَّلْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بَعْضَ النَّبِيّنَ بعض انبیاء کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور عطا کی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ آپ کہہ دیں پکارو تم ان کو زَعَمْتُمْ جن کے بارے میں تم خیال کرتے ہو مِّنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَلَا يَمْلِكُوْنَ پس وہ نہیں ہیں مالک كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ تکلیف کو دور کرنے کے تم سے وَلَا تَحْوِيْلًا اور نہ کسی اور پر ڈالنے کے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ لوگ ہیں يَدْعُوْنَ جن کو یہ پکارتے ہیں يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمْ تلاش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف الْوَسِيْلَةَ وسیلہ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ کون ان میں سے زیادہ قریب ہو وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ اور امید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اور ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ بیشک تیرے رب کا عذاب كَانَ مَحْذُوْرًا ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

مومنوں کیلئے سبق :

کافروں کی کج بحثی تم نے سنی کہ کہتے تھے کہ اس پر جادو ہوا ہے اور کہتے کہ یہ ہڈیاں جب چورا چور ہو جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ اٹھائیں جائیں گے۔ تو ان کی ایسی لایعنی باتوں سے مومنوں کو طبعاً صدمہ ہوتا تھا، تکلیف ہوتی تھی، رنج پہنچتا تھا تو ایسے موقع پر آدمی سخت بات بھی کہہ سکتا ہے اور کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سبق دیا۔ فرمایا وَقُلْ لِّعِبَادِيْ اور اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں میرے بندوں کو يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ وہ کہیں ایسی بات جو بہت اچھی ہو۔ یہ جاہل بے وقوف احمق ہیں جو ایسی نازیبا باتیں کرتے ہیں اگر تم

بھی جواب میں ایسی باتیں شروع کر دو گے تو معاملہ طول پکڑ جائے گا لہذا مومنوں کو اچھی بات کہنی چاہیے۔ اچھی بات کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سوالوں کے جواب معقول انداز میں دو، لہجہ پیار محبت والا ہو اور ان کی بات کو رد کرو کیونکہ یہ تمہارا فریضہ ہے۔ لیکن ایسے انداز کو شریعت پسند نہیں کرتی جس سے فتنہ فساد برپا ہو اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ بیشک شیطان پھوٹ ڈالتا ہے ان کے درمیان۔ اختلاف کی باتیں ان میں پیدا کرتا ہے۔ شیطان کہے گا کہ دیکھو جی تمہاری موجودگی میں تمہارے نبی کو مجنون کہا گیا ہے جھوٹا اور مفتری کہا گیا ہے تم بھی ان کو کہو۔ طبعًا یہ باتیں ذہن میں آتی ہیں شیطان اور ابھارے گا اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا بیشک شیطان ہے انسان کا دشمن کھلا۔ شیطان سے کبھی خیر کی توقع نہیں رکھنی چاہیے اگر بظاہر کوئی چیز خیر کی نظر بھی آئے گی تو اس میں شیطان کا فائدہ ہوگا۔

شیطان سے کبھی خیر کی توقع نہیں رکھنی چاہیے، ایک حکایت :

ایک مشہور کہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا جو شیطان کی بات نہیں مانتا تھا۔ گرمی کے موسم میں وہ ایک دیوار کے سائے کے نیچے لیٹ گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَيْلُوْلَةُ مِنْ دَابِ الصّٰلِحِيْنَ ''دوپہر کے وقت تھوڑا سا سونا نیک لوگوں کی عادت ہے۔'' کیونکہ وہ دوپہر کو سوئیں گے تو رات کو تہجد کیلئے آسانی سے اٹھیں گے۔ دوپہر کا سونا گویا رات کے جاگنے کی تمہید ہے۔ تو وہ دیوار کے سائے میں سوئے تھے شیطان نے کہا جلدی سے اٹھ جاؤ دیوار گرنے والی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ وہ اٹھ کر ایک دو قدم چلے تو دیوار گر گئی۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو میرے لئے فرشتہ رحمت ثابت ہوئے ہو؟ اس نے کہا تمہارا مقصد حاصل ہو گیا ہے کہ تمہاری جان بچ گئی اگلی بات چھوڑو۔ انہوں نے کہا نہیں

مجھے تم ضرور بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں ابلیس ہوں۔ اس نیک بندے نے پڑھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میں نے تو کبھی ابلیس کا ساتھ نہیں دیا تم نے میرے ساتھ ہمدردی کیوں کی ہے۔ ابلیس نے کہا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص دیوار کے نیچے آکر مر جائے، مکان کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہوتا ہے تو میں اپنے دشمن کو شہید ہونے کا موقع کیوں دیتا؟ تو شیطان کی ہمدردی میں بھی دشمنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بلا وجہ نہیں فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ تمہارا رب خوب جانتا ہے تمہیں اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے رحمت نازل فرمائے۔ رحمت کے مستحق ہونے کے اس نے طریقے بھی بتلائے ہیں کہ توحید کو تسلیم کرو اس کی عبادت کرو اس کے احکام مانو گے تو رحمت نازل ہوگی۔ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ یا اگر چاہے تو تمہیں سزا دے۔ اس کے پیغمبروں کیساتھ عداوت کرو گے نافرمانی کرو گے تو رب تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو تسلی دینا کہ پریشان نہ ہوں آپ ﷺ کے ذمہ پہنچانا ہے ہدایت دینا نہیں:

آنحضرت ﷺ جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتے اور لوگ نہ مانتے تو آپ ﷺ کو تکلیف اور بڑا صدمہ ہوتا تھا کوفت ہوتی تھی کہ میں ان کی زبان اور بولی میں بغیر کسی لالچ اور طمع کے ان کی خیر خواہی کرتا ہوں یہ الٹا مجھے دیوانہ اور کذاب کہتے ہیں کبھی جادوگر کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر وکیل بنا کر۔ آپ مبلغ ہیں يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ [مائدہ: ٦٧] اے

رسولؐ آپ حق کو پہنچا دیں سنا دیں اگر یہ منکر ہو کر جہنم میں جاتے ہیں تو لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ [بقرۃ:۱۱۹] ''آپ سے دوزخیوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا'' کہ یہ جہنم میں کیوں گئے ہیں۔ یہ سوال اس وقت ہو سکتا تھا اگر آپ ﷺ کوتاہی کرتے اور اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پیغمبر تبلیغ میں کوتاہی کرے۔ پیغمبروں نے جانیں دے دیں لیکن تبلیغ میں کوتاہی نہیں کی۔ یا آپ ﷺ سے سوال کی دوسری صورت یہ ہو سکتی تھی کہ آپ ﷺ کو ہدایت دینے کا اختیار ہوتا تو پھر سوال ہوتا کہ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت کیوں نہیں دی اور یہ بات بھی صاف ہے کہ ہدایت کا اختیار آپ کو نہیں ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' آپ ﷺ کا کام ہے ہدایت پیش کرنا ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر دینا آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو اپنے چچا ابو طالب عبد مناف کو کبھی دوزخ میں نہ جانے دیتے۔ اس نے آپ کی پچاس سال خدمت کی ہے اور خدمت بھی ایسی کہ دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی کہ کسی چچا نے بھتیجے کی ایسی خدمت کی ہو۔ مگر دھڑا دھڑا ہوتا ہے اس نے آخر دم تک کفر کا دھڑا نہیں چھوڑا دوزخ میں گیا اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا کہ آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ ایسے اُبلے گا جیسے تیز آگ پر ہنڈیاں کا پانی کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ فرمائے۔ تو فرمایا ہم نے آپ کو ان پر وکیل بنا کر نہیں بھیجا۔ وَرَبُّکَ اَعْلَمُ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ان کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ ساتوں آسمانوں میں فرشتے ہیں جن کی تعداد رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وَمَا یَعْلَمُ

جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلاَّ ھُوَ [سورہ مدثر] ''اور تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔''
ایک ایک انسان اور جن کیساتھ چوبیں فرشتے ہیں اور زمین کی مخلوق کو بھی رب ہی
جانتا ہے۔ زمین میں انسان ہیں جنات ہیں کیڑے مکوڑے ہیں نہ معلوم کیا کیا مخلوق ہے
تمام مخلوقات کا علم رب تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ اور البتہ
تحقیق ہم نے فضیلت دی بعض انبیاء کو عَلٰی بَعْضٍ بعض پر۔ ایمان کے سلسلے میں مومن کا
فریضہ ہے کہ سب پیغمبروں پر ایمان لائے اور یہ کہے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ
[بقرۃ: ۲۸۵] ''ہم نہیں تفریق کرتے کسی میں اس کے رسولوں میں سے۔'' ہمارا سب پر
ایمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اور اپنے اپنے زمانہ میں ہدایت کا بہترین نمونہ تھے۔
جبکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے تھے بلکہ نبی ماننا تو درکنار معاذ اللہ کہتے تھے
حلال زادہ ہی نہیں ہے، اتنے بے ایمان تھے۔ پھر عیسائی ضد میں آکر کہتے تھے ہم تمہارے
نبی موسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ تو انہوں نے تفریق شروع کی ہوئی تھی۔ عرب کے مشرک
کہتے تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ کسی کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کہا
قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ کہو ہم ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ نازل کیا گیا ہے ہماری
طرف اور جو اتارا گیا ہے ابراہیم علیہ السلام پر، اسماعیل علیہ السلام پر، اسحاق علیہ السلام پر،
یعقوب علیہ السلام پر اور ان کی اولاد پر اور جو دیا گیا موسیٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو
اور جو دیا گیا دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ''ہم
ان میں سے کسی ایک کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔'' باقی درجے کے لحاظ سے ان میں
فرق ہے جس کا ثبوت تیسرے پارے کی پہلی آیت کریمہ میں تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا
بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ''یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی

ہے۔''تمام پیغمبروں کے امام سردار خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔آپ کی ذات گرامی کے بعد دوسرا نمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے اور تیسرا نمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ہے۔تو فرمایا ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر۔ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور عطا کی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔

خصوصیت کیساتھ زبور کے ذکر کرنے کی وجہ :

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زبور کے ذکر کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں آخری دور کے نبی اور آپ کی امت کی خلافت ارضی کا ذکر ہے وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ''ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ بات لکھ دی کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہونگے۔''اور نیک بندوں کی تشریح میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لوگ آتے ہیں۔آج بھی زبور،انجیل،تورات کوئی بھی آسمانی کتاب قرآن کریم کے علاوہ صحیح شکل میں موجود نہیں ہے ان میں بڑی تحریفات ہو چکی ہیں۔پھر بھی کچھ چیزیں آج ملتی ہیں جن کا تعلق آخری پیغمبر اور آخری امت کیساتھ ہے۔چنانچہ انجیل داؤد کا سینتیسواں (۳۷) باب آیت نمبر ۹-۱۰ میں ایسا مضمون موجود ہے جس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا ذکر موجود ہے۔انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو کہا میں جاتا ہوں دنیا کا سردار آئے گا اس کا مجھ میں کچھ نہیں ہے۔یعنی جو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہیں وہ مجھے حاصل نہیں ہیں۔یہ آیت آج بھی انجیل یوحنا میں موجود ہے لیکن پادری بے ایمان کہتے ہیں کہ اس سے مراد ابلیس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جاتا ہوں ابلیس آئے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی عیسائی پادریوں سے گفتگو :

سردیوں کا موسم تھا میں نصرت العلوم سے اسباق پڑھا کر گھر پہنچا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے بچوں کو کہا جا کر دیکھو کون ہے؟ بچہ واپس دوڑتا ہوا آیا کہ کوٹ پتلون والے دو آدمی ہیں۔ میں نے کہا بیٹھک میں بٹھا کر چائے پلاؤ میں آتا ہوں۔ میں گیا ملاقات کی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ ایک نے کہا کہ میرا نام پطرس گل ہے اور میں پادری ہوں دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں ڈائری کے اندر لکھا ہوا ہے۔ کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے انار کلی لاہور والے گرجے سے، یہ اسکا انچارج ہے اور میں اس کا معاون ہوں۔ میں حیران ہوا کہ یہ پادری کا میرے ساتھ کوئی جوڑ ہے؟ کوئی مولوی ملنے آتا، کوئی حافظ، قاری، طالب علم آتا تو سمجھ میں آسکتا تھا پادریوں کا میرے ساتھ کیا جوڑ ہے؟ یہ میرے دل میں سوچ تھی میں نے کہا کیسے آئے ہو؟ کہنے لگا ہم نے آپ کی کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' پڑھی ہے اس کے حوالے سے بات کرنے آئے ہیں آپ نے اس میں انجیل یوحنا کا حوالہ دیا ہے اور اس کا مصداق اپنے پیغمبر کو بنایا ہے یہ آپ نے غلط لکھا ہے۔ میں نے کہا دنیا کے سردار سے مراد تمہارے نزدیک کیا ہے؟ کہنے لگے اس سے مراد شیطان ہے۔ میں نے کہا پادری صاحب بڑی عجیب بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابلیس کو دنیا کا سردار کہہ رہے ہیں اور کیا ابلیس پہلے نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہیں کہ میں جا رہا ہوں اور ابلیس صاحب آئیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جنت سے کس نے نکالا تھا؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کو دنیا کا سردار کیسے کہا؟ پھر وہ پہلے سے موجود تھا تو اس کے آنے کی خوشخبری دینے کا کیا مطلب ہوا؟ میں نے کہا پادری صاحب کوئی ایسی تاویل کرو جو کم از کم بندے کے ذہن میں آئے یہ تو نکمی اور بودی تاویل

تم نے کی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ انجیل متی میں ہے جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیطان کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں یا اس کو جوتیاں مارتے ہیں؟ کچھ تو سوچو۔ آج بھی اگر یہ لوگ ضد چھوڑ دیں تو تورات انجیل اور زبور میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کے متعلق اشارے موجود ہیں مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تو فرمایا ہم نے فضیلت دی بعض پیغمبروں کو بعض پر اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور دی۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی شے کا اختیار نہیں ہے :

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ آپ کہہ دیں پکارو تم ان کو جن کے متعلق تم خیال کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ تفسیروں میں اس آیت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ اور طائف' کے درمیان وجہ نامی ایک جنگل تھا وہاں جنات بکثرت رہتے تھے اور متبادل راستہ کوئی نہیں تھا۔ یہ لوگ جب جاتے تو وہاں دھائی دیتے کہ ہمیں کچھ نہ کہنا یہ کھجوریں اور مکھن اور ستو ہم رکھ جاتے ہیں کھاؤ پیو اور ہمیں کچھ نہ کہو۔ جنات بڑے خوش ہوئے کہ مفت میں یہ چیزیں ملتی ہیں۔ جنات بھی ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔ بعد میں وجہ جنگل کے سارے جنات مسلمان ہو گئے تھے مگر ان لوگوں نے ان کی پوجا پھر بھی نہ چھوڑی۔ تو فرمایا آپ ان کو کہہ دیں پکارو تم انکو جن کے بارے میں تم خیال کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا پس وہ نہیں ہیں مالک تکلیف کو دور کرنے کے تم سے اور نہ کسی اور پر ڈالنے کے کہ تمہارے اوپر سے اتار کر کسی اور پر ڈال دیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں ہے۔

سورت یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ ''اور اگر اللہ تعالیٰ پہنچائے آپ کو کوئی تکلیف تو اس کے سوا اس تکلیف کو کوئی دور نہیں کر سکتا وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِہٖ اور اگر ارادہ کرے آپ کیساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں روک سکتا اس کے فضل کو۔'' اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ وہ لوگ جن کو پکارتے ہیں یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ تلاش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ عبادت اور اطاعت کے ذریعے اَیُّھُمْ اَقْرَبُ کون ان میں سے زیادہ قریب ہو۔ وہ خود رب کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ اور امید رکھتے ہیں رب کی رحمت کی وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ اور ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ ان کی اپنی یہ کیفیت ہے کہ پہلے وہ باغی تھے لیکن اب وہ رب پرست بن گئے ہیں یہ پھر بھی ان کی پوجا نہیں چھوڑتے۔ مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق ہیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا بیشک تیرے رب کا عذاب ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے کسی وقت بھی رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر قسم کے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

❁ ❁ ❁

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور نہیں ہے کوئی بستی اِلَّا مگر نَحْنُ ہم مُهْلِكُوْهَا ہلاک کر دیں گے اس کو قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن سے پہلے اَوْ مُعَذِّبُوْهَا یا اس کو سزا دینے والے ہیں عَذَابًا شَدِيْدًا بڑی سخت سزا كَانَ ذٰلِكَ ہے یہ بات فِي الْكِتٰبِ لوح محفوظ میں مَسْطُوْرًا لکھی ہوئی وَمَا مَنَعَنَآ اور نہیں روکا ہمیں اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ کہ ہم بھیجیں نشانیاں اِلَّآ اَنْ مگر اس بات نے كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ کہ جھٹلایا ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے وَاٰتَيْنَا اور دی ہم نے ثَمُوْدَ قوم ثمود کو النَّاقَةَ اونٹنی مُبْصِرَةً روشن فَظَلَمُوْا بِهَا پس انہوں نے زیادتی کی اونٹنی کیساتھ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اور ہم نہیں بھیجتے نشانیاں اِلَّا تَخْوِيْفًا مگر ڈرانے کیلئے وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اور جس وقت ہم نے کہا آپ کو اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ بیشک آپ کا رب احاطہ کرنے والا ہے لوگوں کا وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا اور

نہیں بنایا ہم نے وہ دکھاوا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ جو ہم نے آپ کو دکھایا اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ مگر لوگوں کیلئے آزمائش وَالشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ اور درخت جو ملعون ہے فِی الْقُرْاٰنِ قرآن میں وَنُخَوِّفُھُمْ اور ہم ان کو ڈراتے ہیں فَمَا یَزِیْدُھُمْ پس نہیں زیادہ کرتا اِلَّا طُغْیَانًا کَبِیْرًا مگر سرکشی بڑی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اور نہیں ہے کوئی بستی اِلَّا نَحْنُ مُھْلِکُوْھَا مگر ہم اسکو ہلاک کر دیں گے قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن سے پہلے اَوْ مُعَذِّبُوْھَا عَذَابًا شَدِیْدًا یا ہم اس کو سزا دیں بڑی سخت سزا۔

اسبابِ ہلاکت :

ہر چیز کا ایک ظاہری سبب ہوتا ہے اور ایک باطنی سبب ہوتا ہے۔ ہلاکت کا ظاہری سبب یہ ہے کہ حکومتوں کی آپس میں لڑائیاں ہونگی اور مہلک ہتھیار استعمال ہوں گے بستیوں کی بستیاں تباہ ہو جائیں گی اجڑ جائیں گی کوئی بستی نہیں رہے گی۔ اور باطنی سبب یہ ہے کہ انسانوں کے گناہ زیادہ ہو جائیں گے یہ گناہوں کا بڑھنا ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔ ہر بستی گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہوگی حکومتوں کے آپس میں اختلافات ہونگے۔ آج نہ سہی کل سہی یہ تباہی دنیا میں پھیلے گی۔ قرآن کریم کے اردو تراجم میں پہلے نمبر کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو بیٹے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے۔ شاہ صاحب کے چار بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں۔ تفسیر عزیزی، فتاویٰ عزیزیہ مشہور ہیں۔ یہ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور قوم انگریز کیخلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ انگریز نے اس زمانے میں ستر ہزار علماء کو سولی پر لٹکایا۔

انگریز کیخلاف جہاد میں علماء دیوبند کی شرکت :

انگریز کے خلاف جہاد میں ہمارے بزرگ بھی شامل تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا حافظ ضامنؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، ان حضرات نے شاملی کے مقام پر انگریز کیخلاف جنگ لڑی اور حافظ ضامن صاحب شہید ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ہندوستان میں علمی لحاظ سے، سیاسی لحاظ سے، اخلاقی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے بڑی شخصیت گزری ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام شاہ عبدالقادرؒ ہے جنہوں نے قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ کیا۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے تھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ الہامی ترجمہ ہے اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ فرماتے تھے کہ قرآن اگر ہندوستان میں نازل ہوتا تو شاہ عبدالقادرؒ کی زبان میں نازل ہوتا۔ یعنی صحیح ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ انہوں نے چالیس سال کے عرصہ میں کیا ہے۔ تو قرآن پاک کا سب سے پہلے اردو میں ترجمہ عبدالقادر صاحبؒ نے کیا ہے۔ تیسرے بیٹے شاہ رفیع الدینؒ ہیں ان کا ترجمہ دوسرے نمبر پر ہے۔ یہ طبع شدہ تراجم ہیں۔ چوتھے بیٹے شاہ عبدالغنیؒ ہیں جنکے بیٹے ہیں شاہ اسماعیل شہیدؒ۔ بالاکوٹ میں سکھوں کیساتھ لڑے اور شہید ہوئے۔ یہ سارا خاندان ہی انقلابی خاندان تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں......

''یعنی تقدیر میں لکھ چکے ہر شہر کے لوگ بزرگ کو پوجتے ہیں کہ ہم اس کی رعیت ہیں اور اس کی پناہ میں ہیں سو وقت آئے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔''

مطلب یہ ہے کہ ہر بستی کے بزرگوں کو یہ سمجھا ہوا ہے کہ وہ اس شہر کا نگران ہے اس نے اس شہر کو پناہ دی ہوئی ہے۔ کہیں عبداللہ شاہؒ اور کہیں دولے شاہؒ ہے، کہیں علی ہجویریؒ

ہیں۔ شادیاں کریں گے تو وہاں جا کر سلامیاں دیں گے اور کوئی بھی کام کریں گے تو وہاں جا کر چادریں چڑھائیں گے۔ قیامت سے پہلے رب تعالیٰ ان سب کو تباہ کرے گا اور بتلائے گا کہ رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے بچانے والا۔ ان بزرگوں کا تو کوئی گناہ نہیں ہے یہ تو سارے بڑے نیک اور پارسا تھے لوگوں کا قصور ہے جنہوں نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ یہ ہمارے پناہ دہندہ ہیں۔ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ہے یہ بات لکھی ہوئی لوح محفوظ میں اور جو بات لوح محفوظ میں درج ہو چکی ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ لوگ آنحضرت ﷺ سے فرمائشی معجزے مانگتے تھے۔ اسی سورت میں آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کہتے تھے اگر آپ پیغمبر ہیں تو آپ کی کوٹھی سونے کی ہونی چاہیے، آپ کیلئے باغ ہونے چاہییں جن میں ہر قسم کے پھل ہوں اگر آپ پیغمبر ہیں تو صفا مروہ کو سونا بنا دیں، یہ پہاڑ یہاں سے دور کر کے ہموار میدان بنا دیں تا کہ ہم کاشت کر سکیں، آپ اڑ کر آسمانوں پر جائیں اور اوپر سے ہمارے سامنے کتاب لائیں پھر ہم مانیں گے۔

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے :

ان تمام باتوں کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا "نہیں ہوں میں مگر بشر ہوں رسول ہوں۔" اور جو فرمائشیں تم کر رہے ہو یہ خدائی کام ہیں اور خدائی اختیارات میرے پاس نہیں ہیں۔ اور سورۃ انعام آیت نمبر ۵۸ میں ہے قُل آپ کہہ دیں لَوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ "اگر ہو میرے پاس وہ چیز جس کی تم جلدی کرتے ہو تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا تمہارے اور ہمارے درمیان۔" یعنی اگر خدائی اختیارات میرے پاس ہوتے تو جس دن تم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا تھا اور میری رسالت کا انکار کیا تھا اور قیامت کا انکار کیا

تھا اسی دن میں تمہارا بیڑا غرق کر دیتا مگر خدائی اختیارات خدا کے پاس ہیں ۔ہاں! اگر مخلوق میں سے کسی کو ملتے تو آنحضرت ﷺ سے بڑی شخصیت کوئی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے صاف اعلان کروایا قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ الجن] ''بیشک میں نہیں ہوں مالک تمہارے نقصان اور نہ نفع کا۔'' اور سورۃ یونس آیت نمبر ۴۹ میں اپنے متعلق فرمایا لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ''نہیں ہوں میں مالک اپنے لئے نقصان اور نفع کا۔'' اختیارات سارے رب تعالیٰ کے پاس ہیں وہی ہوتا ہے جو رب کرتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا فرمایا وَمَا مَنَعَنَآ اور نہیں روکا ہمیں اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ کہ ہم بھیجیں نشانیاں اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ مگر اس بات نے کہ جھٹلایا ان نشانیوں کو پہلوں نے۔ فرمائشی معجزے طلب کیے مگر مانا نہیں تو پکڑے گئے کیونکہ فرمائشی معجزہ ملنے کے بعد اگر نہ مانیں تو گرفت میں آجاتے ہیں اس لئے ہم فرمائشی معجزے نہیں ظاہر کر رہے کہ تم عذاب سے بچ جاؤ۔ چنانچہ آگے اس کے متعلق ایک واقعہ بیان فرمایا وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ اور دی ہم نے ثمود قوم کو اونٹنی مُبْصِرَةً روشن، سب کو نظر آتی تھی۔ حجر کے علاقہ میں ثمود قوم آباد تھی ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ان لوگوں نے چٹانوں میں مکان بنائے تھے تاکہ زلزلے سے گریں نہ۔ کیونکہ اینٹوں اور گارے کے مکان زلزلے سے گر جاتے تھے ایک ہی چٹان ہوگی اس کا کیا بگڑے گا۔ ایک چٹان میں پورا محل تیار کرتے اس میں مختلف کمرے بناتے، یہ بیڈ روم ہے، یہ مہمان خانہ ہے، یہ ناچنے کا کمرہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ خدا کی قدرت جس عذاب سے ڈرتے تھے ان پر وہی عذاب آیا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۷۸ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ''پس پکڑا ان کو زلزلے نے۔'' تو اس قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا اگر

آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں اس سے اونٹنی نکل آئے اور بعض تفسیروں میں بچے کا بھی ذکر ہے کہ اونٹنی کیساتھ بچہ بھی ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا معجزے اور نشانیاں ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے آگے دعا کر سکتے ہیں درخواست کر سکتے ہیں کہ اے پروردگار! قوم کا یہ مطالبہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ یہ جو کہتے ہیں ہم کر دیں گے چنانچہ دن مقرر ہوا کہ فلاں دن تم آ جاؤ جس چٹان پر ہاتھ رکھو گے اللہ تعالیٰ اس سے اونٹنی نکال دیں گے۔ سب لوگ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے ٹولیوں کی شکل میں ایک دوسرے کیساتھ مذاق کرتے ہوئے آئے کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔ ایک چٹان پر انہوں نے ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت چٹان پھٹی اور اونٹنی باہر آ گئی۔ فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ [سورۃ ہود] ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے اونٹنی ہے۔'' لیکن یقین جانو اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے باوجود ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا۔ کہنے لگے جادو ہوا ہے۔ اب بتاؤ اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے۔ فرمایا فَظَلَمُوْا بِهَا پس انہوں نے زیادتی کی اونٹنی کیساتھ کہ اس کی ٹانگیں کاٹ دی۔ اونٹنی چونکہ خرق عادت کے طور پر تھی کنویں پر جاتی تو سارا پانی پی جاتی۔ قوم نے شکایت کی تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا باری مقرر کر لو ایک دن تمہارے جانور پانی پئیں اور ایک دن یہ اونٹنی، لیکن یہ بھی ان کو برداشت نہ ہوا اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ اونٹنی نے آواز نکالی بڑبڑائی حضرت صالح علیہ السلام دوڑتے ہوئے آئے اور فرمایا او ظالمو! تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں تین دن کی مہلت ہے ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ [ہود: ۶۵] یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔'' تین دن کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی اور ساتھ زلزلہ آیا جہاں جہاں تھے وہیں وہیں ان کے کلیجے پھٹ

گئے اور ڈھیر ہو گئے۔ وہ مکان ان کے آج بھی موجود ہیں مگر وہاں کوئی بستا رہتا نہیں ہے۔

ہمارے ایک شاگرد مولوی محمد عقیل صاحب نصرۃ العلوم کے فارغ تھے۔ مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے درخواست دی کہ ہم قوم ثمود کا علاقہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑا دور علاقہ ہے اور راستے کچے ہیں جب ہم قریب پہنچے تو وہاں کچھ چرواہے بکریاں اونٹ چرا رہے تھے انہوں نے ہمارے سے پوچھا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم قوم ثمود کی بستیاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا لَا تَذْهَبُوْا هِنَا ادھر مت جاؤ هِنَا عذابُ اللّٰه وہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے۔ کہتے ہیں ہم گئے سو کے قریب ہم نے چٹانیں دیکھیں۔ مکان ہیں ان کے اندر کمرے بنے ہوئے ہیں لیکن وہاں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔

تو فرمایا انہوں نے اونٹنی پر ظلم کیا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اور نہیں بھیجتے ہم نشانیاں اِلَّا تَخْوِیْفًا مگر ڈرانے کیلئے۔ جو ڈرے گا اس کو اللہ تعالیٰ بچالیں گے وَاِذْ قُلْنَا لَکَ اور جس وقت ہم نے آپ کو کہا اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ آپ کا رب لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے علماً بھی اور قدرتاً بھی، رب تعالیٰ کے علم اور قدرت سے کوئی باہر نہیں ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ اور نہیں بنایا ہم نے وہ دکھاوا جو ہم نے آپ کو دکھایا مگر آزمائش لوگوں کیلئے۔ اس سورت کی ابتدا میں سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کی تفسیر میں تم سن چکے ہو کہ دکھاوے سے مراد معراج کی رات۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلا آسمان، دوسرا آسمان، تیسرا اور چوتھا آسمان اور عرش تک جو کچھ دکھایا وہ آزمائش ہے۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مجھے معراج کرایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر کے کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ. کافر

کہنے لگے یہ جھلا سادہ آدمی ہے اس کی ہر بات مان لیتا ہے ہمیں منا کر دکھائے۔ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یہ بتلاؤ کہ مسجد اقصیٰ کے بڑے مینار کتنے ہیں اور چھوٹے کتنے ہیں اور اس میں سنگ بشپ کے ستون کتنے ہیں اور سنگ مرمر کے کتنے ہیں اور عقیق کے کتنے ہیں؟ فلاں جگہ کیسی ہے اور فلاں جگہ کیسی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ میں لَمْ اُثْبِتْہُ ''میں کوئی ان کو گننے تو نہیں گیا تھا۔'' ایک دن سارے شریر اکٹھے ہو کر آئے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جب آپ نے ان کو دیکھا تو گھبرائے کیونکہ وہ شرارت کیلئے آئے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا گھبرائیں نہیں۔ فرمایا فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ ''اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔'' وہ جو پوچھتے تھے میں بتاتا جاتا تھا مگر مانے پھر نہیں۔

جہنم کے درختوں کا بیان :

وَالشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ فِی الْقُرْاٰنِ اور جو درخت ملعون ہے قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ شَجَرَۃَ الزَّقُّوْمِ تھوہر کا درخت اور غسلین کا درخت اور ضریع کا درخت، یہ دوزخ میں پیدا ہوتے ہیں۔ کافروں نے کہا کہ عجیب قسم کی منطق ہے۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں درخت پیدا ہوتے ہیں۔ ان کیلئے تو یہ بات بڑی نرالی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ مشہور تفسیر مدارک اور دوسری تفسیروں میں بھی ہے کہ ترکی کے علاقے میں ایک جانور ہے جس کا نام سمندل ہے یہ بھیڑ بکری کی طرح ہوتا ہے اس کی اون کے لوگ کپڑے بناتے ہیں وہ کپڑے جب میلے ہوتے ہیں تو ان کو آگ میں ڈالتے ہیں جس سے میل جل جاتی ہے کپڑا نہیں جلتا۔ صراح لغت کی کتاب

ہے اس میں تصریح ہے کہ ہندوستان میں ایک جانور ہے جس کا نام سمندل ہے وہ آگ میں ایسے خوش ہوتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جنہوں نے مغربی پاکستان کا جھنڈا لہرایا تھا اور مشرقی پاکستان کا جھنڈا مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے لہرایا تھا اور قرارداد مقاصد ان کی کوشش سے پاس ہوئی تھی مگر ترپن (۵۳) سال گذر چکے ہیں اس پر عمل کچھ بھی نہیں ہوا۔ اگر اس پر عمل ہو جاتا تو مشرقی پاکستان ہم سے جدا نہ ہوتا اور یہاں بے دینی نہ ہوتی لیکن افسوس کہ اس پر کسی حاکم نے عمل نہیں کیا جو آتا ہے ایک سے ایک بڑھ کر آتا ہے۔ تمام امریکہ کے بیٹے ہیں سارے باپ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ سہارن پور کمپنی باغ میں ایک درخت ہے جس کی پرورش آگ سے ہوتی ہے۔ یہ بہت بڑا باغ ہے اس میں جمعیت علماء ہند کا جلسہ تھا حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی صدارت تھی ہم اس جلسے میں شریک تھے لیکن وہ درخت آنکھوں سے نہیں دیکھ سکے۔ بہر حال دنیا میں اس کی نظیریں موجود ہیں اور آخرت کا تو مسئلہ ہی جدا ہے وہ ہمیں یہاں کیا سمجھ آئے گی۔ اس میں سانپ بھی ہونگے جو دوزخیوں کو ڈنگ ماریں گے۔ درد ساری زندگی نہیں جائے گا اور خچر کے برابر بچھو ہونگے ایک دفعہ ڈسیں گے ساری زندگی اس کی جلن ختم نہیں ہوگی لیکن یہ چیزیں ہمیں یہاں سمجھ نہیں آسکتیں کہ آگ بھی ہو، سانپ اور بچھو بھی ہوں اور درخت بھی ہوں مگر سب کچھ صحیح ہے، قرآن میں ہے، حدیث میں ہے۔ فرمایا وَنُخَوِّفُهُمْ اور ہم ان کو ڈراتے ہیں نشانیوں کے ذریعے فَمَا يَزِيدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا پس یہ قرآن نہیں زیادہ کرتا ان کیلئے مگر سرکشی بڑی۔

❁ ❁ ❁

وَاِذْ قُلْنَا

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

وَ اِذْ قُلْنَا اور جس وقت کہا ہم نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اُسْجُدُوا سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو فَسَجَدُوْٓا پس سجدہ کیا انہوں نے اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے قَالَ ابلیس نے کہا ءَ اَسْجُدُ کیا میں سجدہ کروں لِمَنْ اس کو خَلَقْتَ طِيْنًا جس کو تو نے پیدا کیا ہے گارے سے قَالَ کہا ابلیس نے اَرَءَ يْتَكَ آپ بتلائیں مجھے هٰذَا الَّذِيْ یہ وہ ہے كَرَّمْتَ عَلَيَّ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اگر تو مجھے مہلت دے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ البتہ ضرور میں قابو کروں گا اس کی اولاد کو اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے اِذْهَبْ جاؤ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ پس جو پیروی کرے گا ان میں سے تیری فَاِنَّ جَهَنَّمَ پس بیشک جہنم جَزَآؤُكُمْ تمہارا

بدلہ ہوگا جَزَآءً مَّوْفُوْرًا بدلہ پورا وَاسْتَفْزِزْ اور ملالو تم مَنِ اسْتَطَعْتَ جس پر تم طاقت رکھتے ہو مِنْهُمْ ان میں سے بِصَوْتِكَ اپنی آواز کیساتھ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ اور کھینچ لاؤان پر بِخَيْلِكَ اپنے سوار وَرَجِلِكَ اور پیدل وَشَارِكْهُمْ اور شریک ہوان کیساتھ فِي الْاَمْوَالِ مالوں میں وَالْاَوْلَادِ اور اولاد میں وَعِدْهُمْ اوران کووعدے دو وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اور نہیں وعدہ دیتا شیطان ان کو اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا اِنَّ عِبَادِيْ بیشک میرے بندے لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ نہیں ہوگا تیرے لئے ان پر کوئی زور وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا اور کافی ہے آپ کا رب کارساز۔

سارے کافر شیطان کے چیلے ہیں :

مسلسل کئی رکوعوں سے یہ مضمون چلا آرہا ہے کہ کافر دلائل سن کراور دیکھ کر ایمان نہیں لائے اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو نہیں چھوڑا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ سب شیطان کے چیلے ہیں اور شیطان رب تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ ارشاد ربانی ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جس وقت کہا ہم نے فرشتوں کو۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ ''فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں'' اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا فرمایا ہے اور انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ تو فرشتے ایک نورانی مخلوق ہیں مگر نور سے وہ نور نہ سمجھنا جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام نور بھی ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس نور سے کوئی چیز نہیں نکلی اور ایک نور مخلوق ہے جس طرح آگ مخلوق ہے، پانی مخلوق

ہے، مٹی مخلوق ہے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخلوق نور سے پیدا فرمایا ہے۔ فرشتے جنسی خواہشات سے پاک ہیں۔ نہ مرد، نہ عورت، نہ بیٹا، نہ بیٹی کوئی چیز نہیں ہے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول رہتے ہیں وہ چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

انسان کا درجہ فرشتوں سے زیادہ کیوں؟

لیکن انسان کا درجہ عبادت میں ان سے چار گنا زیادہ ہے۔ اس لئے کہ فرشتوں کی عبادت کرنے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے نہ ان کیساتھ جنسی خواہشات ہیں نہ ان کے پیٹ ہیں کہ روٹی کی فکر ہو اور نہ ان پر نیند کا غلبہ ہے یہ ساری چیزیں انسان کیساتھ ہیں۔ یہ ان تمام چیزوں پر قابو پا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، کھانے میں حلال حرام کی تمیز کرے، مشکلات کے باوجود نیند پر قابو پا کر رب کو یاد کرے تو اس کا درجہ چار گنا زیادہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا میں جو مومنوں کی بیویاں ہیں جنت میں ان کا درجہ حوروں سے زیادہ ہوگا وہ حوریں ان سے گفتگو کریں گی کہ ہم زعفران سے پیدا ہوئی ہیں کافور سے پیدا ہوئی ہیں کوئی عنبر اور کستوری سے پیدا ہوئی ہوگی حوروں کا مادہ خاکی نہیں ہے اور تم خاکی ہو کر درجے میں ہم سے بڑھ گئی ہو؟ یہ دنیا والی بیویاں جواب دیں گی، یہ اس لئے کہ ہم نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، تکالیف اٹھائیں، بچوں کی تربیت کی، تم نے جنت میں کوئی تکلیف اٹھائی ہے؟ ہم نے یہ ساری تکالیف برداشت کر کے اپنے دین کو قائم رکھا اس لئے ہمارا درجہ زیادہ ہے۔ اسی طرح انسان کا درجہ فرشتوں سے زیادہ ہے مگر ہر ہر فرد کا نہیں کہ ہر انسان کا درجہ ہر فرشتے سے زیادہ ہو بلکہ مجموعی اعتبار سے ہے۔ چونکہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ہیں ان کی وجہ سے ان کا پلہ بھاری ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں جس وقت ہم نے کہا فرشتوں سے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو۔ سجدے سے مراد یہی سجدہ ہے جو ہم نماز میں کرتے ہیں اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی ناجائز ہے :

پہلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز ہوتا تھا ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔ قیس ابن اسعد بڑے اونچے درجے کے صحابی ہیں آپ کے زمانے میں جو مختصر سی پولیس تھی اس کے یہ افسر تھے یوں سمجھو کہ اس زمانے میں یہ آئی۔ جی پولیس تھے۔ یہ عراق کے علاقے میں گئے وہاں دیکھا کہ لوگ اپنے سرداروں کو، چودھریوں کو، راجوں کو سجدہ تعظیمی کرتے ہیں۔ آ کر کہنے لگے حضرت! میں نے دیکھا ہے کہ عراق کے علاقے میں لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ یَّسْجُدَ لَکَ ''آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر میری وفات ہو جائے اور قبر میں دفن کر دیا جاؤں اور تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو قبر کو سجدہ کرو گے؟ کہنے لگے نہیں۔ فرمایا جیسے قبر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح زندگی میں بھی سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ دونوں مسئلے حل کر دیئے کہ نہ قبر کو سجدہ کرنا درست ہے اور نہ زندہ کو۔ فرمایا میری شریعت میں اگر کسی کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس کے بڑے حقوق ہیں۔ تو فرمایا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فَسَجَدُوْٓا پس سجدہ کیا انہوں نے اور سورت حجر آیت نمبر ۳۰ میں ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ تمام فرشتوں نے اکٹھا سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے نہیں کیا۔ ظاہراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدے کا حکم تو فرشتوں کو تھا ابلیس تو فرشتہ نہیں تھا؟ اسی پارے میں آگے آئے گا انشاء اللہ

تعالیٰ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ''ابلیس جنات میں سے تھا پس نافرمانی کی اس نے اپنے پروردگار کی۔'' یہ جنات کا بابا تو ناری مخلوق میں سے تھا اور سجدے کا حکم نوری مخلوق کا تھا پھر اس پر عتاب کیوں ہوا؟ تو یاد رکھنا! جس طرح فرشتوں کو سجدے کا حکم تھا اس کو بھی حکم تھا۔ چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲ میں ہے مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ ''کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔'' یہ آیت بتلا رہی ہے کہ جس طرح فرشتوں کو حکم تھا اسی طرح ابلیس کو بھی حکم تھا اس نے نہ کیا۔ آگے ابلیسی منطق سنو قَالَ کہنے لگا ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا کیا میں سجدہ کروں اس کو جس کو تو نے پیدا کیا ہے گارے سے اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲ میں ہے کہنے لگا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ''میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے، آگ میں روشنی اور بلندی ہوتی ہے، اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔'' میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کروں؟ پھر آگے رب کے آگے طعنے پیش کرتا ہے۔ قَالَ کہا ابلیس نے اَرَءَیْتَکَ آپ بتلائیں مجھے ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ یہ وہ ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ یہ رب تعالیٰ کیساتھ گفتگو ہو رہی ہے۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اگر تو مجھے مہلت دے گا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن تک لَاَحْتَنِکَنَّ البتہ ضرور میں قابو کروں گا ذُرِّیَّتَہٗ اس کی اولاد کو اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑے۔

اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے۔ اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب بتلاتے ہیں ان میں ایک ارب اور کچھ اوپر کلمہ پڑھنے والے مسلمان ہیں پھر ان مسلمانوں میں باطل فرقے بنے ہیں رافضی، قادیانی، ذکری، بابی، بہائی، تو مخلص کلمہ پڑھنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ جس ایمان کو قرآن نے ایمان کہا ہے، آنحضرت ﷺ نے ایمان کہا ہے،

صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین نے ایمان کہا ہے، ائمہ مجتہدین نے ،فقہاء کرام اور محدثین بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایمان کہا ہے اس معیار پر پورا اترنے والے تو بہت تھوڑے مومن ہیں۔ قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے اِذْهَبْ جاؤ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ پس جس نے پیروی کی تیری ان میں سے فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا پس بیشک جہنم تمہارا بدلہ ہوگا پورا پورا بدلہ۔ تمہارے لئے دوزخ ہے۔

شیطان ناری کو نار میں کیسے عذاب ہوگا :

ملحد قسم کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جہنم نار ہے اور ابلیس بھی ناری ہے تو آگ کو آگ میں کیا تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے علماء کرام ؒ کو وہ فرماتے ہیں کہ شیطان دنیا کی آگ سے پیدا ہوا ہے اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور بخاری، مسلم کی حدیث میں ہے کہ دوزخ کے بعض طبقات نے دوسرے بعض طبقات کا شکوہ کیا کہ اے پروردگار! مجھے اس سے تکلیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طبقے کو اجازت دی کہ ایک سانس لے لو۔ یہ جو گرمی ہے یہ دوزخ کا سانس ہے اور ایک طبقہ زمہریر کا ہے سردی کا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو تم سخت سردی محسوس کرتے ہو یہ جہنم کے اس طبقے کا ایک سانس ہے۔ تو جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے اس میں جائے گا تو تکلیف ہوگی۔ اس آگ میں کسی کو مارنا مقصود ہو تو ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [سورہ اعلیٰ] ''وہاں نہ مرے گا نہ جئے گا۔'' اگر مر جائے تو سزا کون بھگتے اور عذاب کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔ کافر خود آرزو کریں گے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ''کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔'' [سورہ الحاقہ] اور سب جل کر جہنم کے انچارج فرشتے مالک کو کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''اے مالک

علیہ السلام چاہئے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تیرا پروردگار۔'' ہمیں مار ہی دے لیکن موت بھی نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ اور ملا لو تم جس پر تم طاقت رکھتے ہو مِنْهُمْ ان انسانوں میں سے بِصَوْتِكَ اپنی آواز کیساتھ۔ یہ گانوں کی جو آوازیں ہیں یہ تمام اس مد میں آتی ہیں۔

جو شخص گانے سن کر خوش ہو وہ کافر ہے :

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف سات جلدوں میں ہیں۔ ان میں ان کا فتویٰ ہے کہ جو شخص گانے سن کر خوش ہو وہ کافر ہے مسلمان نہیں رہتا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گانے کو پسند کرے خوشی منائے اور لذت محسوس کرے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ آج تو ہمارے سب گھرانے اس سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایک ساتھی مجھے بتا رہے تھے کہ اب ایک تار آگئی ہے معلوم نہیں اس کو کیا کہتے ہیں کیبل سسٹم یا کچھ اور بلا ہے۔ مسلمان دن بدن ابتری کی طرف جا رہے ہیں۔ آج تم عہد کرو کہ اگر ہم طاقتور ہوئے تو نہیں لگانے دیں گے۔ آدمی کھڑا ہو جائے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ دھکے کیساتھ تو کوئی کچھ نہیں کرا سکتا۔ آدھے شیطان تو ہم ہیں ہم نے خود خود چن چن کر خرابیاں کرنی ہیں۔ یاد رکھنا تم تو الحمد للہ! کچھ نمازیں بھی پڑھتے ہو روزے بھی رکھتے ہو نئی نسل کی فکر کرو اگر یہی حالت رہی تو آنے والی نسل کلمے سے بھی محروم ہو جائے گی اور ذمہ دار تم ہو گے کیونکہ تم نے اس قسم کے حالات پیدا کیے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے قیامت کے قریب کچھ لوگ رات کو اکٹھے ہو کر گانے سنیں گے صبح کو اللہ تعالیٰ ان میں سے جو بوڑھے ہونگے ان کو خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیں گے اور جوانوں کو بندروں کی شکل میں۔ پوچھا گیا حضرت! وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہونگے؟ مسند احمد کی روایت ہے کہ کلمہ کہتے ہو یُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ

وَيَحُجُّوْنَ نمازیں بھی پڑھتے ہونگے ، روزے بھی رکھتے ہونگے ، حاجی بھی ہونگے ۔ نری نمازوں پر خوش نہ ہو۔ نمازوں کی حفاظت بھی کرو کہ برائی سے بچو اور اپنی اولاد کے کلمے کی فکر کرو اگر یہی حالات رہے تو وہ کلمے سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ اور کھینچ لاؤ ان پر اپنے سوار اپنے لشکروں کیساتھ ، ان پر حملہ آور ہو وَرَجِلِكَ اور پیدل لشکروں کیساتھ ۔ قرآن پاک کے نزول کے وقت سوار لشکر ہوتا تھا یا پیدل ہوتا تھا فضائی نہیں ہوتا تھا۔ فرمایا تم اپنے سوار لشکر بھی تیار کر لو اور پیدل بھی جتنا کر سکتے ہو کر لو وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور شریک ہو ان کیساتھ مالوں میں اور اولاد میں ۔ آج حلال حرام کی تمیز کرنے والے لوگ بہت کم ہیں اکثریت کا حال یہ ہے کہ دیکھتے ہیں کہ زیادہ کمائی کہاں سے آتی ہے ۔ حلال حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے جائز نا جائز کی کوئی پرواہ نہیں کرتے یہ سب شیطانی اثرات ہیں وَعِدْهُمْ اور ان کیساتھ وعدے کرتے رہو وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا اور نہیں وعدہ دیتا ان کو شیطان مگر دھوکے کا ۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ہی فرما دیا تھا اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ بیشک میرے بندوں پر نہیں ہوگا تیرے لئے کوئی زور کوئی تسلط نہیں ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں وہ شیطان کے چیلے نہیں بنتے ، وہ پہلے بھی تھے اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے گو تھوڑے ہی سہی ۔ وہ شیطانی کارروائیوں سے گریز کریں گے اور شیطان کی اطاعت نہیں کریں گے۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا اور کافی ہے آپ کا رب کارساز ۔ اب غریبوں کا کام رب خود کرتا ہے کرتا رہے گا تھوڑا کھائیں گے مگر حلال کا کھائیں گے آخرت برباد نہیں ہوگی ۔ آج اکثریت زیادہ کی فکر میں ہے ۔ کہتے ہیں صبح اٹھتے ہی امیر بنے ہوئے ہوں ۔ یہ منشیات وغیرہ سب برے کام ہیں ۔ بھئی زیادہ اکٹھا کر کے کتنا عرصہ کھا لو گے؟ یہ چند دن

کھا کے ہمیشہ کی زندگی برباد کرلو گے۔ آخرت کو نہ بھولو، قبر کو نہ بھولو، حلال حرام کی تمیز کرو، شیطان کے چیلے نہ بنو رحمٰن کی اطاعت کرو۔

❁❁❁

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۙ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ ع

رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار اَلَّذِىْ وہ ہے يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتیاں فِى الْبَحْرِ سمندر میں لِتَبْتَغُوْا تاکہ تلاش کرو تم مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل کو اِنَّهٗ بیشک وہ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ہے تمہارے ساتھ بڑا مہربان وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ اور جس وقت پہنچتی ہے تمہیں تکلیف فِى الْبَحْرِ سمندر میں ضَلَّ غائب ہو جاتے ہیں مَنْ وہ تَدْعُوْنَ جن کو تم پکارتے ہو اِلَّاۤ اِيَّاهُ مگر اسی اللہ تعالیٰ کی ذات فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ پس جس وقت وہ تمہیں نجات دیتا ہے اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف اَعْرَضْتُمْ تو تم اعراض کرتے ہو وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا اور

ہے انسان ناشکری کرنے والا اَفَاَمِنْتُمْ کیا پس تم امن میں ہو اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اس سے کہ تمہیں زمین میں دھنسادے خشکی کے کنارے اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا یا بھیجے تم پر سنگریزے اور پتھر ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے وَکِیْلًا کسی کو وکیل اَمْ اَمِنْتُمْ کیا تم امن میں ہو اَنْ یُّعِیْدَکُمْ یہ کہ لوٹادے تمہیں فِیْهِ اسی سمندر میں تَارَةً اُخْرٰی ایک مرتبہ اور فَیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ پھر چھوڑ دے تم پر قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ توڑ پھوڑ کرنے والی ہوا فَیُغْرِقَکُمْ پس وہ غرق کردے تمہیں بِمَا کَفَرْتُمْ تمہارے کفر کرنے کی وجہ سے ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے عَلَیْنَا ہمارے مقابلے میں بِهٖ تَبِیْعًا اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا اور البتہ ہم نے عزت دی بَنِیْٓ اٰدَمَ اولادِ آدم کو وَحَمَلْنٰهُمْ اور ہم نے سوار کیا ان کو فِی الْبَرِّ خشکی میں وَالْبَحْرِ اور سمندر میں وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے روزی دی ان کو مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں سے وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو فضیلت دی عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا بہت سی مخلوق پر جو ہم نے پیدا کی تَفْضِیْلًا فضیلت دینا۔

اللہ تعالیٰ کے بے حد و بے شمار احسانات اور انعامات ہیں۔ ان میں کچھ ظاہری اور حسی ہیں اور کچھ باطنی اور معنوی ہیں۔ ظاہری نعمتیں، انسان کا بدن ہے، شکل وصورت ہے، زمین آسمان ہیں، دولت جائیداد وغیرہ ہیں اور باطنی نعمتیں، ایمان ہے، علم ہے، سمجھ اور عقل ہے۔ سمجھ اور عقل بڑی نعمتیں ہیں۔ بسا اوقات ایک آدمی دیکھنے میں بڑا لگتا ہے اس کی قد و قامت لباس دیکھ کر آدمی حیران ہوتا ہے کہ اتنا قد کاٹھ، صحت مند، خوبصورت، مگر جب وہ

بات کرتا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ اس کا خاموش رہنا ہی بہتر تھا، عقل نہیں ہوتی۔ تو عقل رب تعالیٰ کی بڑی نعمت اور دولت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جا بجا فرمایا ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رَبُّکُمُ الَّذِیْ تمہارا رب وہ ہے یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتیاں فِی الْبَحْرِ سمندر میں لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔ پہلے زمانے میں صرف کشتیاں ہوتی تھیں جہاز بعد کی ایجاد ہے۔ کشتیوں کے ذریعے ہی ایک علاقے سے سامان دوسرے علاقے میں لے جاتے تھے تجارت کرتے تھے۔ اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا سامان اِدھر لاتے تھے۔ کشتیاں ہوا کیساتھ چلتی تھیں بڑے بڑے ٹاٹ لگا لیتے تھے ہوائیں ان کو دھکیلتی تھیں اور یہ منزل مقصود پر پہنچتے تھے۔ ہوا مرضی کے مطابق ہوتی تو بڑے خوش ہوتے تھے مسافت بھی جلدی طے ہوتی اور خطرہ بھی نہ ہوتا۔ تو فرمایا تمہارا رب وہ ہے جو کشتیاں چلاتا ہے سمندر میں تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو تجارت کرو نفع کماؤ آمدن حاصل کرو اِنَّہٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا بیشک وہ ہے تمہارے ساتھ بڑا مہربان شفقت کرنے والا۔

انتہائی مشکل میں مشرک بھی صرف رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں :

وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ اور جس وقت پہنچتی ہے تمہیں تکلیف فِی الْبَحْرِ سمندر میں ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاہُ غائب ہو جاتے ہیں وہ جن کو تم پکارتے ہو مگر اسی اللہ تعالیٰ کی ذات۔ اس وقت پروردگار کے سوا تمہیں کوئی یاد نہیں آتا۔ اور سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۵ میں ہے فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ’’پس جب یہ سوار ہو

تے ہیں اور ہر طرف سے موجیں آتی ہیں اور خطرے کا الارم بج جاتا ہے تو اس وقت صرف رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ بتاتے ہیں کہ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو وہ نامی گرامی لوگ جنہوں نے اسلام کا مقابلہ کیا تھا اور مسلمانوں پر ظلم ڈھائے تھے سب بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں میں صفوان بن امیہ بھی تھا۔ یہ بڑا مالدار آدمی تھا اور کافروں کو سارا اسلحہ یہ سپلائی کرتا تھا بعد میں مسلمان ہو گیا ؓ۔ ہبار بن اسود بھی بھاگ گیا جس نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ٹانگ سے پکڑ کر اونٹ سے نیچے گرایا تھا وہ حاملہ تھیں ایسی چوٹ لگی کہ بیمار ہو گئیں اور فوت ہو گئیں وحشی بن حرب بھی بھاگ گیا جس نے حضرت حمزہ ؓ کو شہید کیا تھا اور عکرمہ ابو جہل کا بیٹا بھی بھاگ گیا۔ اُس وقت جدہ کوئی معروف شہر نہ تھا برائے نام چند جھونپڑیاں تھیں کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے سے سمندر تیس میل کی مسافت پر تھا۔ جدہ مکہ مکرمہ سے پینتالیس میل کی مسافت پر ہے پندرہ میل کا فرق ہے۔ اس زمانے میں بیت اللہ کے دروازے بالمقابل سمندر کے کنارے چند جھونپڑیاں تھیں دودھ، کھجوریں، ستو وغیرہ قسم کی چیزیں ان کے پاس ہوتی تھیں جو مسافر خریدتے تھے وہیں کشتیاں آتی تھیں لوگ ان پر سوار ہو کر حبشہ یا دوسرے علاقوں کی طرف جاتے تھے۔ یہ عکرمہ جب وہاں پہنچا تو اتفاق کی بات ہے کہ حبشہ کی کشتی آگئی عکرمہ بھی اس میں سوار ہو گیا کشتی چند میل چلی تو بڑے بڑے طوفان اٹھے کشتی کو خطرہ لاحق ہوا لوگوں نے یَا لَاتُ اَغِثْنِیْ "اے لات میری مدد کر" کہنا شروع کیا یَا عُزّٰی اَغِثْنِیْ "اے عزیٰ میری مدد کر" ملاحوں نے کہا یہاں رب تعالیٰ کو پکارو فَاِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِیْ هٰهُنَا شَیْئًا "بیشک تمہارے خدا یہاں کچھ کفایت نہیں کر سکتے۔" جس

کو تم پکارتے ہو یہاں ان کی ٹانگ نہیں اڑتی حالانکہ ملاح بھی مشرک تھے مگر کہہ رہے ہیں کہ یہاں صرف رب کو پکارو یہاں کسی اور کا بس نہیں چلتا۔عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے الٰہ یہاں کام نہیں آسکتے اور کہاں کام آئیں گے میں عہد کرتا ہوں کہ اگر مجھے نجات مل گئی تو جس کلمے سے میں بھاگتا پھرتا تھا وہ پڑھ کر رہوں گا۔کشتی واپس آگئی آگے نہ جاسکی۔عکرمہ نے دیکھا کہ کنارے پر اس کی بیوی ام حکیم کھڑی ہے اور کوئی چیز بغل میں لئے ہوئے ہے۔دیکھ کر خیال کیا کہ انہوں نے بہت زیادتی کی ہے کہ عورتوں کو بھی گھروں میں نہیں رہنے دیا۔پوچھا ام حکیم تم کیسے آئی ہو خیریت ہے؟ اس نے کہا بالکل خیریت ہے کوئی بات نہیں ہے۔پھر کیسے آئی ہو؟ کہنے لگی میں تمہارے لئے خیر کا پیغام لے کر آئی ہوں اس وقت تک ام حکیم بھی مسلمان نہیں ہوئی تھی بعد میں مسلمان ہوئی۔

کہنے لگی آنحضرت ﷺ نے صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر مکے والوں کو خطاب کیا ان کے جرائم شمار کر کے بتلائے کہ فلاں نے فلاں موقع پر یہ زیادتی کی،فلاں نے فلاں موقع پر یہ زیادتی کی،تم نے میرے ساتھ یہ کیا اور میرے ساتھیوں کیساتھ یہ سلوک کیا،میرے فلاں ساتھی کو تم نے شہید کیا،فلاں بی بی کو تم نے شہید کیا،فلاں کو تم نے انگاروں پر لٹایا، فلاں کو ریت پر لٹایا،جرائم شمار کرنے کے بعد فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اب تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے؟ سب کے طوطے اڑ گئے لیکن آپ ﷺ **لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ** "میں نے تم سب کو معاف کیا" کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔میں نے کہا میرے خاوند عکرمہ کو بھی معاف کیا؟ فرمایا ہاں معاف کر دیا۔میں نے کہا وہ وہمی سا آدمی ہے وہ ایسے نہیں آئے گا کوئی نشانی ہونی چاہئے۔اس موقع پر آپ ﷺ نے کالی پگڑی باندھی ہوئی تھی وہ اتار کر بطور نشانی کے دے دی کہ یہ میری پگڑی لے جاؤ اس کو کہو نہ ڈرے اس کیلئے امان ہے یہ میری بغل

میں وہ پگڑی ہے، (عکرمہ) واپس آکر مسلمان ہوگیا۔ تو مشرکین مکہ جب انتہائی مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے تو صرف رب کو پکارتے تھے حالانکہ وہ سکے بند مشرک تھے اور آج کے مشرک کا کیا حال ہے، یہ کہتا ہے......

؎ بگرداب بلا افتاد کشتی

مدد کن یا معین الدین چشتی

''ہماری کشتی سخت پھنسی ہوئی ہے معین الدین ہماری مدد کریں۔'' وہ سکہ بند مشرک انتہائی مصیبت میں غیروں کو چھوڑ کر صرف رب کو پکارتے تھے اور آج کا کلمہ گو مشرک یہ انتہائی مصیبت میں بھی غیروں کو پکارتا ہے۔

؎ یا بہاءالحق بیڑا دھک

بڑا فرق ہے اُس میں اور اِس میں۔ بزرگان دین کا کوئی قصور نہیں ہے ان کی بڑی خدمات ہیں یہ ان لوگوں کی خرافات ہیں۔ سید علی ہجویریؒ جن کو داتا گنج بخش کہتے ہیں ان کے ہاتھ پر چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ اور معین الدین چشتیؒ کے ہاتھ پر نوے ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ ان لوگوں کی بڑی خدمات ہیں آج لوگوں نے ان کو الٰہ بنایا ہوا ہے۔ اسلم بیگ چیف کمانڈر تھے ان کی بیوی علی گڑھ کی پڑھی ہوئی تھی۔ جس وقت حضرت علی ہجویریؒ کی قبر کو چالیس من دودھ کیساتھ غسل دیا گیا تو اس نے اعتراض کیا کہ قبر کو دودھ سے دھونے کا کیا فائدہ یہ دودھ غریبوں کو دیدو۔ تو بدعتی مولوی ان کے پیچھے پڑ گئے کہنے لگے تمہارا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ اسلم بیگ صاحب تمہاری بیوی وہابن ہوگئی ہے۔ آج تک ہمارے نظریات نہیں بدلے۔ تو فرمایا جس وقت تمہیں تکلیف پہنچتی ہے سمندر میں تو سارے غائب ہو جاتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ پس جس وقت

اللہ تعالیٰ تمہیں نجات دیتا ہے خشکی کی طرف تو اَعْرَضْتُمْ تم اعراض کرتے ہو رب تعالیٰ کی وحدانیت سے وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا اور ہے انسان بڑا ناشکرا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا موت سمندر میں ہی ہے؟ اَفَاَمِنْتُمْ کیا پس تم امن میں ہو اَنْ اس سے يَّخْسِفَ بِكُمْ کہ تمہیں دھنسا دے زمین میں جَانِبَ الْبَرِّ خشکی کے کنارے پر۔ جب تم سمندر سے نکل کر خشکی پر پہنچو تو کیا اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ قارون جو موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا باغی تھا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [قصص:۸۱] "پھر ہم نے دھنسا دیا قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔" قارون کی بڑی کوٹھی تھی اس میں اس نے بڑے کمرے بنائے ہوئے تھے، ملازموں کیلئے الگ، مہمانوں کیلئے الگ، اللہ تعالیٰ نے اس کو کوٹھی سمیت زمین میں دھنسا دیا اب معلوم نہیں کہاں گیا ہے۔

قیامت کی کچھ نشانیوں کا تذکرہ :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے قحط سالی بھی ہے، دجال لعین کا نکلنا بھی ہے اور خروج دجال سے پہلے قحط سالی عام ہوگی اور فرمایا تین علاقے زمین میں دھنس جائیں گے خَسْفٌ فِي الْمَشْرِقِ ایک مشرق کے علاقے میں کئی دیہات زمین میں دھنس جائیں گے خَسْفٌ فِي الْمَغْرِبِ اور مغرب کے علاقے میں کئی دیہات زمین میں دھنس جائیں گے وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ اور عرب کے جزیرے میں بھی خسف ہوگا۔ زمین لوگوں کو کھا جائے گی امید ہے یہ وہی جگہ ہوگی جہاں امریکی فوجیں بیٹھی ہیں۔ پاک سرزمین پر ان کی بدمعاشیاں، شراب نوشی جوان کی گھٹی میں ہے ان کو لے ڈوبے گی۔ موت صرف سمندر میں ہی نہیں چاہے تو خشکی پر پاؤں رکھو تو تمہیں

زمین میں دھنسا دے اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا یا بھیجے تم پر سنگریزے اور پتھر۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر رب تعالیٰ نے پتھر برسائے تو کیا تم پر نہیں آسکتے؟ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلاً پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے کوئی وکیل جو تمہاری حمایت کرے اَمْ اَمِنْتُمْ کیا تم امن میں ہو اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْہِ تَارَۃً اُخْرٰی کہ لوٹا دے تمہیں اسی سمندر میں ایک مرتبہ اور۔ تمہیں کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ تم مجبور ہو جاؤ سمندر کا سفر کرنے پر فَیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ پھر چھوڑ دے تم پر توڑ پھوڑ کرنے والی ہوا۔ کشتی کے تختے ہی ٹوٹ جائیں ٹاٹ اڑ جائیں فَیُغْرِقَکُمْ پس وہ غرق کر دے تمہیں اور یہ کیوں ہوگا؟ بِمَا کَفَرْتُمْ بوجہ تمہارے کفر کرنے کرنے کے۔ وہ تمہیں سمندر میں بھی ہلاک کر سکتا ہے، خشکی میں بھی اور پتھر برسا کے بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ اس کی قدرت بڑی وسیع ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِہٖ تَبِیْعًا پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے ہمارے مقابلے میں اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا۔ کوئی ہمیں پوچھ نہیں سکتا کہ اے پروردگار! یہ تو نے کیوں کیا ہے؟ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ اور البتہ تحقیق ہم نے عزت دی اولاد آدم کو وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور ہم نے ان کو سوار کیا خشکی میں اور سمندر میں وَرَزَقْنٰھُمْ اور ہم نے ان کو روزی دی مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں سے وَفَضَّلْنٰھُمْ اور ہم نے ان کو فضیلت دی عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلاً بہت سی مخلوق پر جو ہم نے پیدا کی فضیلت دینا۔ مجموعی حیثیت سے انسان سب پر فضیلت رکھتا ہے۔

انسان کی فرشتوں پر فضیلت کی وضاحت :

اہل حق اہل سنت والجماعت ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مجموعی حیثیت سے انسان کی فضیلت فرشتوں سے بھی زیادہ ہے جنات سے تو بہر صورت زیادہ ہے۔ مجموعی حیثیت کا

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں پیغمبر بھیجے ان پیغمبروں کی وجہ سے اس نوع کا پلہ بھاری ہو گیا اور تمام پیغمبر تمام فرشتوں سے افضل ہیں ان کی برکت اور وسیلے کی وجہ سے اس نوع کی فضیلت فرشتوں سے زیادہ ہوگئی۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر ہر آدمی ہر ہر فرشتے سے اعلیٰ ہے۔ شرابی کبابی، بدمعاش غنڈے تو فرشتوں سے اعلیٰ اور افضل نہیں ہیں۔ ہاں! جو صحیح معنیٰ میں انسان ہیں وہ فرشتوں سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁ ❁ ❁

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۷۱ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۷۲ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝۷۳ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ۝۷۴ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝۷۵ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۷۶ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝۷۷ ع

يَوْمَ اُس دن نَدْعُوْا بلائیں گے ہم كُلَّ اُنَاسٍ ہر گروہ کو بِاِمَامِهِمْ ان کے امام کے نام کیساتھ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ پس جس کو دیا گیا اس کا پرچہ بِيَمِيْنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ پڑھیں گے اپنے پرچے وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر دھاگے کے برابر بھی وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى اور جو شخص ہے اس دنیا میں اندھا فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى پس وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا وَاَضَلُّ سَبِيْلًا اور وہ بہت بھکا ہوا ہے راستے کے لحاظ سے وَاِنْ كَادُوْا اور بیشک شان یہ ہے کہ قریب تھا

لَیَفْتِنُوْنَکَ کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈالدیں عَنِ الَّذِیْۤ اس چیز سے اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وحی کی ہم نے آپ کی طرف لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا تاکہ تم افترا باندھو ہم پر غَیْرَہٗ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا وَاِذًا اور اس وقت لَّا تَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا البتہ وہ بنالیں آپ کو دوست وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے لَقَدْ کِدْتَّ البتہ قریب تھا تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ آپ مائل ہو جاتے ان کی طرف شَیْئًا قَلِیْلًا کچھ تھوڑا سا اِذًا لَّاَ ذَقْنٰکَ اس وقت ہم آپ کو چکھاتے ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ دوگنی سزا دنیا کی زندگی میں وَضِعْفَ الْمَمَاتِ اور دوگنی سزا مرنے کے بعد ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ پھر آپ نہ پاتے اپنے لئے عَلَیْنَا نَصِیْرًا ہمارے خلاف کوئی مددگار وَاِنْ کَادُوْا اور بیشک شان یہ ہے کہ قریب تھا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ کہ یہ لوگ آپ کے قدم ہلادیں مِنَ الْاَرْضِ زمین سے لِیُخْرِجُوْکَ مِنْهَا تاکہ وہ آپ کو نکال دیں اس زمین سے وَاِذًا اور اس وقت لَّا یَلْبَثُوْنَ نہیں ٹھہریں گے خِلٰفَکَ آپ کے بعد اِلَّا قَلِیْلًا مگر تھوڑا سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا طریقہ ہے ان کا جن کو ہم نے بھیجا قَبْلَکَ آپ سے پہلے مِنْ رُّسُلِنَا اپنے رسولوں سے وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا اور نہیں پائیں گے آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی۔

آخری امت کا حساب سب سے پہلے ہوگا :

قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی۔ تمام امتوں سے پہلے اس

امت کا حساب ہوگا حالانکہ قاعدے کے مطابق اس امت کا حساب آخر میں ہونا چاہیے کیونکہ دنیا میں آنے کے اعتبار سے یہ سب سے آخر میں آئی ہے لیکن آنحضرت ﷺ کے وسیلہ جلیلہ کی برکت سے اس امت کا حساب سب سے پہلے ہوگا اور پل صراط بھی سب سے پہلے یہ امت عبور کرے گی اور جنت میں بھی سب سے پہلے یہ امت داخل ہوگی۔ جنت میں سب سے پہلا قدم آنحضرت ﷺ کا پڑے گا دوسرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اور تیسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور چوتھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اور پانچواں قدم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پڑے گا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر تشریف لائے سب کی امتوں کو ان کے پیغمبروں کے نام سے بلایا جائے گا مثلاً اعلان ہوگا کہ نوح علیہ السلام اور ان کی امت حساب کیلئے آجائے۔ اس کا ذکر ہے یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ اُس دن ہم بلائیں گے ہر گروہ اور ٹولے کو ان کے امام کے نام کیساتھ۔

یہ امت پہلے پیغمبروں کیلئے گواہ ہوگی :

سب آجائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے۔ اے نوح! هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ ''کیا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی۔'' حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میں نے قوم کو تبلیغ کی تھی۔ قوم سے پوچھا جائے گا هَلْ بَلَّغَکُمْ نُوْحٌ ''کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی۔'' قوم کہے گی ہمیں کب تبلیغ کی ہے ہمارے پاس تو کوئی آیا ہی نہیں ہے۔ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں۔ یعنی جس نے دعویٰ کیا ہے وہ اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے اور قسم منکر پر آتی ہے۔ یعنی اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ تو اس ضابطے کے تحت اللہ تعالیٰ نوح

علیہ السلام کو فرمائیں گے مَنْ یَّشْهَدُ لَکَ آپ کے پاس گواہ ہیں؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے ہاں اے پروردگار! میرے پاس گواہ ہیں۔ کون گواہ ہیں؟ نوح علیہ السلام کہیں گے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ اس امت کو بلایا جائے گا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی؟ یہ امت کہے گی ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی۔ وہ لوگ اعتراض کریں گے کہ یہ تو موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں کیونکہ یہ تو ہمارے سے ہزار ہا سال بعد میں آئے ہیں۔ انہوں نے نہ تو ہمیں دیکھا ہے نہ ہمارا زمانہ پایا ہے اور نہ ہی نوح علیہ السلام کو تبلیغ کرتے دیکھا ہے نہ ہمیں سنتے دیکھا ہے ان کی گواہی کا کیا اعتبار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت سے کہیں گے سنتے ہو دوسرا فریق کیا کہتا ہے۔ یہ امت کہے گی اے پروردگار! ہم نے ان کی بات سن لی ہے لیکن بیشک ہم ان کے دور میں نہیں تھے اور نہ ہی ہم نے نوح علیہ السلام کو تبلیغ کرتے دیکھا ہے اور ان کو سنتے ہوئے بھی نہیں دیکھا مگر اے پروردگار! اگر آپ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ کیونکہ پروردگار آپ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [الاعراف:۵۹] "اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف پس کہا انہوں نے اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی الٰہ نہیں ہے۔" اور اے پروردگار! اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے لَقَدْ بَلَّغَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ "پکی بات ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔" جو اہم مقدمات ہوتے ہیں ان میں گواہوں کی صفائی کا مسئلہ بھی ہوتا ہے۔ مثلاً چوری کا مقدمہ ہے دو

آدمیوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس کو چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے تو اس کی گواہی پر فوراً اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ ان گواہوں کے متعلق قاضی، جج تحقیق کرے گا کہ گواہوں کی ملزم کیساتھ دشمنی تو نہیں ہے لاگت بازی تو نہیں ہے یہ لالچی تو نہیں ہیں کہ پیسے لے کر گواہی دے رہے ہوں۔ اس کو تزکیۃ الشہداء کہتے ہیں مخفی طور پر گواہوں کی صفائی۔ جب قاضی اور جج کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ واقعتاً یہ گواہ بالکل ٹھیک ہیں تو پھر وہ فیصلہ کرے گا۔ اسی طرح زنا کا مقدمہ ہے اور چار گواہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے برا کام کرتے ہوئے تو ملزم کو فوراً سزا نہیں دی جائے گی بلکہ قاضی اور جج تحقیق کریں گے کہ گواہ پیشہ ور تو نہیں ہیں، لالچی تو نہیں ہیں، ملزم کیساتھ کوئی دشمنی تو نہیں ہے۔ جب گواہوں کی صفائی ہو جائے گی تو پھر فیصلہ سنائے گا۔ اسلام نے جرائم کیلئے سزائیں سخت رکھی ہیں تو ان کے ثبوت کیلئے بھی شرائط رکھی ہیں۔ تو جس وقت یہ امت گواہی دے گی تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی صفائی پیش کریں گے کہ میری امت نے گواہی بالکل صحیح دی ہے لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا '' تاکہ تم تمام لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔'' سورہ حج آیت نمبر ۷۸ میں ہے لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ '' تاکہ ہو رسول گواہ تم پر اور تم گواہ ہو لوگوں پر۔'' تو اس امت کی جب صفائی ہو جائے گی تو پھر پہلی امتوں کا فیصلہ ہوگا۔ پھر نوح علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی تک تمام امتوں کو ان کے پیغمبروں کیساتھ بلایا جائے گا۔ فَمَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِينِهِ پس جس کو دیا گیا اس کا پرچہ دائیں ہاتھ میں فَأُولٰٓئِكَ يَقْرَءُونَ كِتٰبَهُمْ پس وہ لوگ پڑھیں گے اپنے پرچے کو وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر دھاگے کے برابر۔ کھجور کی گٹھلی میں ایک

نالی ہوتی ہے اس نالی میں ایک باریک سا دھاگہ ہوتا ہے عربی میں اس دھاگے کو فتیل کہتے ہیں۔ عربی لوگ جب کسی چیز کی قلت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے یہ تو فتیل بھی نہیں ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس تو تنکا بھی نہیں ہے۔ اس گٹھلی کی پچھلی طرف ایک نقطہ ہوتا ہے اس کو نقیر کہتے ہیں فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا [نساء:۵۳] نباتات والے بتاتے ہیں کہ جب گٹھلی پھوٹتی ہے تو اسی جگہ سے پھوٹتی ہے اور اس گٹھلی پر ایک چھلکا ہوتا ہے اس کو قطمیر کہتے ہیں مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ [فاطر:۱۳] ''وہ مالک نہیں ہیں گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی۔'' مراد ان سب سے قلت ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بظاہر یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کو پرچہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا بس وہی پڑھیں گے دوسرے نہیں پڑھیں گے۔ مگر ایسی بات نہیں ہے تم اس کی تفصیل اسی پارے میں پہلے پڑھ چکے ہو وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ''ہر آدمی کا پروانہ اس کے گلے میں لٹکا دیں گے۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اور ہم نکالیں گے اس کے سامنے قیامت والے دن جسے پائے گا وہ کھلا ہوا اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا اے بندے اپنا پرچہ پڑھ کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تیرے اوپر حساب دان۔'' تو ہر بندہ اپنا اعمال نامہ پڑھے گا چاہے دنیا میں پڑھنا جانتا تھا یا نہیں جانتا تھا اور اُسی مقام پر تم یہ حدیث بھی سن چکے ہو کہ جب وہ دو صفحے پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے بتلا میرے لکھنے والوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں۔

اندھا ہونے کا معنیٰ :

فرمایا وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے فَهُوَ فِی

الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی پس وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔وَاَضَلُّ سَبِیْلاً اور وہ بہت بہکا ہوا ہے راستے کے لحاظ سے۔ دنیا میں اندھا ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی ظاہری آنکھیں نہیں ہیں۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ "وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔"تو سارے کافر تو بہرے گونگے اور اندھے نہیں ہیں۔ بہرے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حق بات نہیں سنتے ،حق بات کہتے نہیں ہیں ،حق کی نشانیاں نہیں دیکھتے ،لہذا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنکھیں نہیں ہونگی رب سب کو آنکھیں دے گا ہر چیز ان کے سامنے ہوگی جنت بھی ،دوزخ بھی ،خوشیاں بھی سامنے اور غمیاں بھی سامنے۔ایک حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے اَنْ تَرَی الصُّمَّ الْبُکْمَ الْعُمْیَ مُلُوْکَ الْاَرْضِ "کہ تم بہروں، گونگوں ،اندھوں کو زمین کے بادشاہ دیکھوگے۔"ہم نے یہ حدیث ابتدائی دور میں پڑھی تو استاذ محترم مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے کہا حضرت! عجیب بات ہے لوگ اندھوں، بہروں، گونگوں کو بادشاہ بنائیں گے آنکھوں، کانوں والے، زبان والے کوئی نہیں ہونگے۔حضرت مرحوم کا تکیہ کلام تھا میاں۔فرمایا میاں! آنکھیں ہونگی، کان بھی ہونگے ،زبان بھی ہوگی لیکن حق کی بات کہیں گے نہیں ،حق کی بات سنیں گے نہیں ،حق کی نشانیاں نہیں دیکھیں گے۔آج سارا قصہ وہی ہے اوروں پر تو کوئی گلہ نہیں ہے اور نہ افسوس ہے لیکن جو مسلمان کہلانے والے بادشاہ ہیں وہ کافروں سے بھی اس وقت بُرے ہیں۔ کافر پھر بھی کسی وقت دل کی بات کہہ دیتے ہیں اور یہ منافق اپنی جگہ سے ملنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔وہ بے چارے طالبان جنہوں نے تھوڑا بہت دین نافذ کیا ہے سارے ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

دین کے معاملے میں کوئی نرمی نہیں ہے :

آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ طائف کے پاس ایک علاقہ تھا وہاں کے لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کلمہ پڑھنا چاہتے ہیں مگر ہماری کچھ شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لَا نُعْشَرُ ہم عشر نہیں دیں گے۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ ہمیں جہاد کیلئے نہیں بلایا جائے گا اور چوتھی شرط یہ ہے کہ ہمارے علاقے کو حرم کا درجہ دے دیں جیسا کہ بیت اللہ کے اردگرد کا علاقہ حرم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خیال فرمایا کہ کلمہ پڑھنے کا تو کہہ رہے ہیں اگر فی الحال نمازیں نہیں پڑھیں گے تو کلمہ کا اثر ہوگا نمازیں پڑھیں گے عشر بھی دیں گے جہاد بھی کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اتنی نرمی بھی پسند نہ آئی بڑے سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی۔ فرمایا وَاِنْ کَادُوْا اور بیشک قریب تھا لَیَفْتِنُوْنَکَ البتہ آپ کو فتنے میں ڈالدیں عَنِ الَّذِیْٓ اس چیز کے بارے میں اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے۔ وحی یہ کی کہ نماز ضروری ہے، عشر ضروری ہے، جہاد ضروری ہے۔ اور کوئی شخص کسی جگہ کو اپنی طرف سے حرم نہیں بنا سکتا۔ یہ تو رب کا کام ہے انہوں نے کوشش کی ہے کہ آپ کو فتنے میں ڈال دیں اور لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ تاکہ تم افترا باندھو ہم پر اس کے علاوہ کسی اور چیز کا۔ ایسا دین ان کو بتلائیں کہ اس میں نہ نماز ہو نہ عشر ہو نہ اس میں جہاد ہو وَاِذًا لَّا تَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا اور اس وقت وہ بنالیں آپ کو دوست۔ فرمایا وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْھِمْ قریب تھا کہ آپ ان کی طرف جھک جاتے شَیْئًا قَلِیْلًا کچھ تھوڑا سا۔ آپ کے دل میں تو خیال آیا کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ نمازیں بھی پڑھیں گے، روزے بھی رکھیں گے، جہاد بھی کریں گے مگر ہم نے آپ کو ثابت قدم رکھا اگر

آپ ایسا کرتے تو اِذًا اس وقت لَاَذَقْنٰکَ ہم آپ کو چکھاتے ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ دوگنی سزا دنیا کی زندگی میں بھی اور دوگنی سزا مرنے کے بعد بھی۔ جتنا کسی کا مقام بلند ہوتا ہے سزا بھی اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے بارے میں فرمایا اگر تم بے حیائی کروگی تو یُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ "تو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔" ازواج مطہرات ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ اگر ان میں سے کوئی گناہ کرے تو ڈبل عذاب کیونکہ مقام بہت بلند ہے مقام بلند ہونے کی وجہ سے سزا ڈبل ہے اور آنحضرت ﷺ کا مقام تو خدا کی تمام مخلوق میں سب سے بلند ہے۔ تو فرمایا اگر آپ ان کی اطاعت کرتے تو ہم آپ کو ڈبل سزا دیتے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا پھر آپ نہ پاتے اپنے لئے ہمارے خلاف کوئی مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے کہ رب تعالیٰ کے احکام میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہونی چاہیے۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ اور بیشک شان یہ ہے کہ قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کے قدم ہلا دیں اکھاڑ دیں مِنَ الْاَرْضِ زمین سے۔ انہوں نے ایسے حالات پیدا کئے ہیں کہ آپ مکہ میں نہ رہ سکیں چنانچہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کا انہوں نے منصوبہ بنایا رات متعین ہوگئی آدمی متعین ہو گئے اور آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا شہید کرنے کا وقت آیا لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا تاکہ وہ آپ کو نکال دیں اس زمین سے وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا اور اس وقت وہ نہیں ٹھہریں گے آپ کے بعد مگر بہت تھوڑا۔ اس واقعہ کے پونے دو سال بعد بلکہ پونے دو سال بھی نہیں گذرے تھے کہ آپ ﷺ کے نکالنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر بڑا ذلیل و رسوا کیا کہ ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگنے کیلئے راستہ نہ ملا۔ لہٰذا رب تعالیٰ کے حکم میں کسی قسم کی

قیل وقال نہیں ہونی چاہئے۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا طریقہ ہے ان کا جن کو ہم نے بھیجا ہے آپ سے پہلے اپنے رسولوں سے کہ ان کو لوگوں نے مجبور کیا ہجرت کرنے پر اور جنہوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی ان کو رب تعالیٰ نے سزا دی وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلاً اور نہیں پائیں گے آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی۔ یہ اس بات پر خوش نہ ہوں کہ آپ کو نکال کر یہ سکھ کا سانس لیں گے سکھ کا سانس ان کو نصیب نہیں ہوگا۔

❁❁❁

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ
الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ
مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ
رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ
اَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾
وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ
نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى
شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع

اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم کریں آپ نماز کو لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سورج کے ڈھلنے کے بعد اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ رات کی تاریکی تک وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور فجر کی نماز کے وقت قرآن پڑھو اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ بیشک فجر کا قرآن پڑھنا كَانَ مَشْهُوْدًا ہوتا ہے روبرو وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو فَتَهَجَّدْ بِهٖ پس آپ تہجد پڑھیں اس قرآن کیساتھ نَافِلَةً لَّكَ یہ زائد ہے آپ کیلئے عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ قریب ہے کہ آپ کو کھڑا کرے گا آپ کا رب مَقَامًا مَّحْمُوْدًا مقام محمود میں وَقُلْ اور کہو رَّبِّ اے میرے رب اَدْخِلْنِىْ مجھے داخل کریں مُدْخَلَ

صِدْقٍ سچائی کا داخل کرنا وَّاَخْرِجْنِیْ اور مجھے نکالیں مُخْرَجَ صِدْقٍ سچائی کا نکالنا وَّاجْعَلْ لِّیْ اور بنائیں آپ میرے لئے مِنْ لَّدُنْکَ اپنی طرف سے سُلْطٰنًا غلبہ نَّصِیْرًا مدد کیا ہوا وَقُلْ اور کہو جَآءَ الْحَقُّ حق آگیا ہے وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اور باطل چلا گیا ہے اِنَّ الْبَاطِلَ بیشک باطل کَانَ زَهُوْقًا ہے باطل بھاگنے والا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور ہم اتارتے ہیں قرآن کریم سے مَا وہ چیز هُوَ شِفَآءٌ جو شفا ہے وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اور رحمت ہے مومنوں کیلئے وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اور نہیں زیادہ کرتا قرآن کریم ظالموں کیلئے اِلَّا خَسَارًا مگر نقصان وَاِذَآ اَنْعَمْنَا اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر اَعْرَضَ اعراض کرتا ہے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور اپنے پہلو کو بچاتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ اور جس وقت اس کو پہنچتی ہے تکلیف کَانَ یَئُوْسًا ہو جاتا ہے ناامید قُلْ آپ کہہ دیں کُلٌّ یَّعْمَلُ ہر ایک عمل کرتا ہے عَلٰى شَاكِلَتِهٖ اپنے طریقے پر فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ پس تمہارا رب خوب جانتا ہے بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا اس کو جو زیادہ ہدایت یافتہ ہے راستے کے لحاظ سے۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے سبق میں تم نے پڑھا کہ طائف کے نزدیک رہنے والے لوگوں نے ایمان قبول کرنے کیلئے چند مطالبات پیش کئے کہ ہمارے یہ مطالبات مان لو تو ہم کلمہ پڑھ لیں گے۔ ان کے مطالبات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے ان کیساتھ نرمی کرنا چاہی کہ یہ کلمہ پڑھ لیں گے تو پھر خود ہی نماز بھی پڑھیں گے اور

باقی ارکان پر بھی عمل کریں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے سختی کیساتھ منع فرمایا تو آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا لَاخَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَا رَکُوْعَ فِیْهِ ''اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہیں ہے۔''

اجمالی طور پر پانچ نمازوں کا ذکر :

اب نماز ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَقِمِ الصَّلٰوۃَ قائم کریں آپ نماز لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ سورج کے ڈھلنے کے بعد، زوال کے بعد۔ آج کل زوال کا ٹائم بارہ بجے کے قریب ہوتا ہے۔ سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے رہو اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ رات کی تاریکی اور اندھیرے تک۔ اس میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور فجر کی نماز کے وقت قرآن پڑھو زیادہ۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے تاکہ لوگ نماز میں مل جائیں۔ اور ظہر کی نماز میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی جیسی سورتیں پڑھتے تھے اور عصر اور مغرب کی نماز سے چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے جیسے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ اور لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ہوگئی۔ عشاء کی نماز میں درمیانی سورتیں پڑھتے تھے لمبی سورتیں پسند نہیں کرتے تھے۔

نماز فجر اور نماز عصر کی تاکید کی وجہ :

اور نمازوں میں سے زیادہ قرات فجر کی نماز میں ہوتی تھی۔ کیوں؟ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا بیشک فجر کی نماز کے وقت جو قرآن پڑھا جاتا ہے اس وقت فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے۔ جو اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ جب صبح کی نماز کھڑی ہوتی ہے تو فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے دن کے فرشتے

رات والے فرشتوں سے چارج لے لیتے ہیں اور رات والے فرشتے چلے جاتے ہیں یہ عصر کی نماز تک رہتے ہیں۔ عصر کی نماز کے وقت پھر ڈیوٹی بدلتی ہے رات والے فرشتے ان سے چارج لے لیتے ہیں اور دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ فرشتے قرآن پاک بڑے ذوق کیساتھ سنتے ہیں کیونکہ ان کو رب تعالیٰ کیساتھ طبعاً محبت ہے ان کا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں چونکہ سارے ہی تہجد خوان ہوتے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ صبح صادق ہوتے ہی فوراً فجر کی نماز پڑھا دیتے تھے۔ اور امت کیلئے حکم ہے اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ ''صبح کو خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ اس میں اجر زیادہ ہے۔'' کیونکہ نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے ہر ایک کے ثواب میں زیادتی ہوتی جائے گی۔ یعنی جماعت کی نماز میں جتنے آدمی ہوتے ہیں ہر ایک آدمی کی نماز کا ثواب ہر ایک کو ملتا ہے اپنی نماز کے علاوہ۔ تو جتنے آدمی زیادہ ہونگے اتنا ثواب بڑھ جائے گا۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ اور رات کو پس آپ تہجد پڑھیں اس قرآن کیساتھ۔ تہجد کی نماز میں بھی قرآن کریم پڑھو نَافِلَةً لَّكَ یہ زائد ہے آپ کیلئے۔ بعض مفسرین کرامؒ اس کا یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ پانچ نمازیں تو فرض ہیں ہر ایک کیلئے اور اے نبی کریم ﷺ! آپ کے حق میں تہجد مزید فرض ہے۔ لیکن جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ تہجد کی نماز آپ ﷺ کیلئے پہلے سال فرض رہی ہے بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی تھی۔ البتہ نفل نمازیں جتنی ہیں ان میں تہجد کی نماز کا بہت بڑا درجہ ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سحری کے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتی ہے اور اللہ تعالیٰ آواز دیتے ہیں هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ لَهٗ ''ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا کہ میں اس کو بخش دوں هَلْ مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزِقُهٗ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دوں''

هَلْ مِنْ كَذَا هَلْ مِنْ كَذَا مختلف چیزوں کے متعلق اعلان ہوتا ہے۔ صبح صادق تک رب تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا آتی رہتی ہے اور رب تعالیٰ کی ذات سے سچی ذات اور کوئی نہیں ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رب بلائے اور پھر دے نہ۔ تو نفل نمازوں میں تہجد کا درجہ بڑا بلند ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تہجد کے دو نفل بھی پڑھے ہیں، چار رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور چھ بھی اور آٹھ بھی اور بارہ رکعات بھی پڑھی ہیں۔

آپ ﷺ کے تہجد پڑھنے کی کیفیت :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت کی رات کی نماز کے متعلق ہمیں بتلائیں۔ فرمایا يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ''آپ ﷺ چار رکعتیں پڑھتے تھے نہ پوچھو ان کی خوبصورتی اور لمبائی کے بارے میں۔'' یعنی چار رکعتیں پڑھتے تھے اور بڑی سنوار کر لمبی پڑھتے تھے پھر چار پڑھتے تھے ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا پھر تین وتر پڑھتے تھے پھر دو رکعت نفل پڑھتے تھے وتروں کے بعد۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ''چھ مرتبہ دو دو رکعتیں پڑھیں۔'' تو اس طرح بارہ رکعتیں ہو گئیں۔ پھر تین وتر پڑھتے اور اس کے بعد دو نفل پڑھتے۔ تو آٹھ بھی صحابہ سے ثابت ہیں اور بارہ بھی ثابت ہیں۔ میرا اپنا معمول یہ ہے کہ عام سال میں آٹھ رکعات تہجد پڑھتا ہوں اور رمضان المبارک میں بارہ رکعات پڑھتا ہوں کیونکہ رمضان میں ثواب زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ باقی لوگوں نے اپنی طرف سے کچھ مسائل گھڑے ہوئے ہیں کہ مثلاً تہجد کی پہلی رکعت میں اتنی دفعہ قل شریف پڑھو اور دوسری میں اتنی دفعہ اور تیسری

میں اتنی دفعہ پڑھو۔ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے قطعاً۔ جتنا قرآن تمہیں یاد ہے اتنا پڑھ لو۔ عام بے چاروں کو صرف قل ھو اللہ احد یاد ہوتی ہے، پڑھتے ہیں اس میں کوئی تعیین نہیں ہے کہ اتنی دفعہ پڑھو یا اتنی دفعہ پڑھو یہ لوگوں کی خانہ ساز باتیں ہیں۔ اسی طرح عام لوگ بڑے فضائل کی احادیث سناتے رہتے ہیں ان میں اکثر بے سند ہوتی ہیں یا عملیات والوں کی گھڑی ہوئی سندیں پیش کی ہیں صحیح بہت کم ہوتی ہیں۔ سارا قرآن شریف پڑھو اس میں ساری ضروریات پوری ہو جاتی ہیں اور تہجد کی نماز سحری کے وقت پڑھو صبح سے پہلے بعد میں نہیں پڑھ سکتے۔

مقامِ محمود کی تشریح :

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا قریب ہے کہ کھڑا کرے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ جیسے جلسہ ہوتا ہے تو عام لوگوں کیلئے جلسہ گاہ میں دریاں بچھاتے ہیں یا پرالی وغیرہ ڈالتے ہیں اور لیڈروں کیلئے سٹیج ہوتا ہے۔ اسی طرح میدان محشر میں پیغمبروں کیلئے مخصوص جگہ ہوگی عام لوگ میدان میں ہونگے۔ اس مخصوص جگہ میں پھر ایک خاص جگہ ہوگی اس کا نام مقام محمود ہے وہاں آنحضرت ﷺ جلوہ افروز ہونگے لواء الحمد حمد کا جھنڈا۔ یہ آپ ﷺ کے جھنڈے کا نام ہے یہ لہرا رہا ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ سارے پیغمبر میرے جھنڈے کے نیچے ہو نگے۔ فرمایا انا سید ولد آدم ''میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں۔'' اس مقام محمود میں آپ ﷺ سجدہ ریز ہوں گے پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا سورج میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے نفسی نفسی پکار رہے ہونگے۔ بخاری شریف کی روایت ہے ایک ہفتے یا پندرہ دن کا لمبا سجدہ ہوگا۔ فرمایا یُلۡھِمُنِیۡ

بِمَحَامِدِ لَمْ تَحْضُرْنِیْ اَلْآنَ ''اللہ تعالیٰ مجھے سجدے میں ایسے کلمات الہام فرمائیں گے جو آج مجھے معلوم نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یَا مُحَمَّدُ ﷺ اِرْفَعْ رَأسَکَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ ''اے محمد ﷺ! سر اٹھاؤ سفارش کرو آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔'' اسی کا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ یہ تمام مخلوق کیلئے ہوگی کہ حساب کتاب جلدی شروع ہو جائے یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

فرمایا وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ اور کہوا ے میرے رب مجھے داخل کریں سچائی کا داخل کرنا۔ مکہ والوں نے آپ ﷺ کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ ﷺ اپنے ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر غار ثور میں روپوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی تھی کہ وہ سارا دن مکہ میں رہتے لوگوں کی باتیں سنتے کہ آپ ﷺ کیخلاف کیا باتیں کرتے ہیں اور رات کی تاریکی میں جا کر بتلاتے تھے اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ دودھ غار میں پہنچاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن اور تین راتیں غار ثور میں چھپے رہے۔ تین دن کے بعد عبد اللّٰہ ابن اُرَیْقِطْ کی رہبری میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس موقع پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہوا ے پروردگار! داخل کریں مجھے سچائی کا داخل کرنا وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور مکے سے نکال مجھ کو سچائی کا نکالنا۔ سچائی لے کر جاؤں اور سچائی کے ساتھ داخل ہوں، سچ پر قائم رہو۔ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا اور بنائیں آپ میرے لئے اپنی طرف سے غلبہ مدد کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور صرف آٹھ سال کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ آٹھ سال قوموں کیلئے کوئی چیز نہیں ہوتے۔ کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر چاروں طرف تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت تھا،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بت تھا اور سب سے بڑا بت ہُبل کا تھا حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا۔ یہ کعبۃ اللہ کے مجاوروں نے اپنے کھانے کے ڈھنگ بنائے ہوئے تھے۔ آج اس کے نام کا چڑھاوا کل اس کے نام کا چڑھاوا پرسوں اس کے نام کا چڑھاوا۔ سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں کوئی دن خالی نہیں ہوتا تھا۔ جس دن مکہ فتح ہوا آنحضرت ﷺ نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جا کر بت گراؤ کیونکہ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں کعبہ کے قریب جاؤں جبکہ بت بھی وہاں موجود ہوں۔ پھر خود خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ہمت عطا فرمائی ہے میں خود کیوں نہ جاؤں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی ایک ایک بت کو مارتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا مٹ گیا۔ اس موقع پر فرمایا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اور آپ کہیں حق آ گیا ہے اور باطل چلا گیا ہے اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا بیشک باطل بھاگنے والا، دوڑنے والا اور اڑنے والی چیز ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور ہم اتارتے ہیں قرآن کریم سے مَا وہ چیز هُوَ شِفَآءٌ جو شفا ہے۔ قرآن کریم روحانی بیماریوں کیلئے تو شفا ہے ہی جسمانی بیماریوں کیلئے بھی شفا ہے اگر ہمیں شفا حاصل نہیں ہوتی تو اس میں ہمارے اندر کمی ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے ''اعمال قرآنی'' اور دوسرے بزرگوں نے بھی لکھی ہیں۔ اعمال قرآنی چھوٹا سا رسالہ ہے اس میں انہوں نے بتلایا ہے کہ یہ پڑھو گے تو اس بیماری سے شفا ہوگی، یہ پڑھو گے تو اس سے شفا ہوگی، یہ پڑھو گے تو فلاں تکلیف دور ہوگی۔ لیکن یاد رکھنا! دم جھاڑ کیلئے نیک ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی گناہ کرے، جھوٹ بولے، غیبت کرے اور حرام کھائے تو پھر اثر کم ہوتا ہے۔ قرآن میں اثر ضرور ہے ہماری زبان اور ہمارے عمل میں کوئی اثر نہیں ہے۔ تو قرآن شفاء ہے وَرَحْمَةٌ

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور رحمت ہے مومنوں کیلئے وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کیلئے قرآن مگر نقصان۔ جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا ہے وہ انکار کرتے ہیں ، انکار کرتے ہیں ، انکار کرتے ہیں ، کفر بڑھتا ہے خسارا بڑھتا ہے ان کو نقصان ہی نقصان ہے۔

انسان کی ناشکری کا بیان :

آگے اللہ تعالیٰ نے انسان کی تلوّن مزاجی اور ناشکری کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں انسان پر تو اعراض کرتا ہے ہمیں یاد نہیں کرتا۔ مال و دولت دیتے ہیں ، اولاد دیتے ہیں ، عزت دیتے ہیں وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور پہلو تہی کرتا ہے ، ہماری یاد سے گریز کرتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ اور جس وقت اس کو پہنچتی ہے تکلیف كَانَ يَئُوْسًا ناامید ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا گناہ ہے اور رب تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا بھی گناہ ہے۔ اَلْاِيْمَانُ بَيْنَ الرَّجَآءِ وَالْخَوْفِ '' ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔'' اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھو۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر انعام کرے تو وہ رب تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرے ناشکری نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ترقی دی ہے مال اولاد میں کشادگی پیدا فرمائی ہے۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ [شوریٰ:۲۷] '' اور اگر اللہ تعالیٰ کشادگی پیدا کردے رزق میں اپنے بندوں کیلئے تو سرکشی کرتے ہیں زمین میں۔'' کہ مال کو فضول خرچی میں اڑاتے ہیں۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنے طریقے پر ، مومن اپنی جگہ اور کافر اپنی جگہ۔ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا پس تمہارا

رب خوب جانتا ہے اس کو جو زیادہ ہدایت یافتہ ہے راستے کے لحاظ سے۔ وہ گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتوں کو بھی جانتا ہے۔

❁❁❁

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ

الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

وَيَسْئَلُوْنَكَ اور سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے عَنِ الرُّوْحِ روح کے بارے میں قُلِ آپ کہہ دیں الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ روح میرے رب کے امر سے ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ اور نہیں دیئے گئے تم مِّنَ الْعِلْمِ علم سے اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑا وَلَئِنْ شِئْنَا اور البتہ اگر ہم چاہیں لَنَذْهَبَنَّ البتہ ہم لے جائیں بِالَّذِيْٓ وہ چیز اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ جو وحی کی ہم نے آپ کی طرف ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ پھر آپ نہیں پائیں گے اپنے لئے بِهٖ اس کی وجہ سے عَلَيْنَا ہمارے خلاف وَكِيْلًا کوئی وکیل اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ مگر رحمت ہے تیرے رب کی طرف سے اِنَّ فَضْلَهٗ بیشک اللہ تعالیٰ کا فضل كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ہے آپ پر بڑا قُلْ آپ کہہ دیں لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ البتہ اگر جمع ہو جائیں سارے انسان وَالْجِنُّ اور جن عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا اس بات پر کہ لائیں بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس

قرآن کے مثل لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ نہیں لا سکتے اس کی مثل وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ اور اگر چہ ہوں ان کے بعض لِبَعْضٍ بعض کیلئے ظَهِيْرًا مددگار وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن کریم میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی مثالیں فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ پس انکار کیا اکثر لوگوں نے اِلَّا كُفُوْرًا مگر نہ ماننے کا۔

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے تین خاندان :

مدینہ طیبہ میں یہودی کافی تعداد میں تھے۔ ان کے تین خاندان تھے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریضہ۔ یہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ تجارت پر ان کا قبضہ تھا تعلیم ان کے ہاتھ میں تھی اور سیاست ان کے پاس تھی۔ ان کے علاوہ وہاں دو قبیلے اوس وخزرج کے تھے۔ یہ لوگ ان پڑھ اور یہود سے مرعوب تھے۔ یہود کا ان پر اتنا اثر ورسوخ تھا کہ اگر اوس وخزرج کے کسی آدمی نے اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنی ہوتی تھی رشتہ کرنا ہوتا تھا تو اس محلے کے بڑے یہودی سے مشورے کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ اسکو پوچھنا پڑتا تھا کہ میں اپنی لڑکی کا رشتہ فلاں جگہ کرنا چاہتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟ اجازت ہے یا نہیں۔ اس سے تم اندازہ لگاؤ کہ یہود کا ان پر کتنا اثر ورسوخ تھا۔ باوجودیکہ ان کا عقیدہ علیحدہ تھا اور یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ یہودی پاس سے گزریں اور یہ سلوٹ نہ ماریں۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو لوگوں نے اصل علم دیکھا، اخلاق دیکھے، کردار سامنے آیا تو آنکھیں کھل گئیں۔ معلوم ہوا کہ یہود کے پاس تو شعبدہ بازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ یہودی کے پاس سے گذرے تو وہ انتظار کرتا کہ یہ مجھے سلام کرے گا لیکن وہ نہیں کرتا تھا۔ اس پر یہودی بڑے کڑھتے تھے کہ یہ لوگ تو ہمیں سلوٹ کیے بغیر نہیں گزرتے تھے اور

اب ہمیں پوچھتا بھی کوئی نہیں ہے۔ کہنے لگے یہ ساری وجہ آنحضرت ﷺ کی ہے کہ ان کے آنے سے ہمارے حالات تبدیل ہوئے ہیں۔ تو پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ پر مختلف قسم کے الزامات لگانے شروع کیے جو دشمن کا طریقہ ہوتا ہے۔ جیسے اس وقت دشمنوں نے طالبان حکومت کیخلاف پروپیگنڈا شروع کیا ہوا ہے کیونکہ اس وقت وہ دنیا میں واحد اسلامی امارت ہے جس میں مکمل دین نافذ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کے بعد یہ طالبان کی پہلی حکومت ہے جس میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ ہے۔ درمیان میں نیک دل بادشاہ بہت ہوئے ہیں جیسے سلطان الپ ارسلان سلجوقیؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، محمود غزنویؒ، غوریؒ بڑے نیک دل بادشاہ گزرے ہیں مگر من وعن اسلام نافذ نہیں کر سکے حالات ایسے نہیں تھے۔ تو عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کے بعد اس وقت پوری دنیا میں اگر خلافت راشدہ کا نظام ہے تو وہ صرف افغانستان میں ہے۔ مگر دشمن ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا ہوا ہے اور پروپیگنڈا ایسا کرتے ہیں کہ جس سے لوگوں کے ذہن خراب ہوتے ہیں۔ تو خیر یہودیوں نے منصوبہ بنایا کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کر کے ان کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرو۔ یعنی سوال ایسے کرو کہ جن کا یہ جواب نہ دے سکیں پھر لوگوں کو کہو کہ تم لوگ اس کے علم کے بڑے گن گاتے ہو اس کو تو کچھ پتا ہی نہیں ہے۔

یہودیوں کے تین سوالوں کا ذکر :

ایک موقع پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کیے۔

- ......ایک یہ کہ ہمیں روح کی حقیقت بتلاؤ کیا ہے؟
- ......دوسرا یہ بتلاؤ کہ اصحاب کہف کون بزرگ تھے، ان کے کیا کارنامے ہیں؟
- ......اور تیسرا سوال ذوالقرنین کے متعلق کہ کون بزرگ تھے، ان کے حالات کیا تھے؟

یہ تین سوال یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کل بتا دوں گا زبان سے ان شاء اللہ نہ کہہ سکے۔ اس بات کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ کے دل میں یہ خیال ہو کہ رب کی مشیت کے بغیر میں یہ کر لوں گا۔ یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بس زبان سے نہ کہہ سکے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ کسی کا پابند نہیں ہے وہ ہر ایک سے پوچھ سکتا ہے چاہے کتنی بڑی سے بڑی ہستی کیوں نہ ہو۔ ایک دن گزرا تو وہ آئے کہ ہمارے سوالوں کا جواب نہیں آیا ہمارے سوالوں کا جواب دو فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ پندرہ دن وحی نہ آئی۔ یہودیوں نے بغلیں بجانا شروع کیں روزانہ آکر سوال کرتے، تنگ کرتے، ستاتے، جواب دو۔ پندرہ دن کے بعد وحی آئی وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ [کہف:۲۳] ''اور نہ کہیں آپ کسی چیز کے بارے میں کہ میں اس کو کرنے والا ہوں کل مگر یہ کہ ساتھ ان شاء اللہ کہو۔'' مگر یہ اللہ چاہے گا تو ہوگا۔ اس مقام پر روح کے متعلق ذکر ہے اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں سورہ کہف میں قدرے تفصیل آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَیَسْـَٔلُوْنَکَ اور سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے عَنِ الرُّوْحِ روح کے بارے میں کہ روح کیا چیز ہے؟ قُلِ آپ کہہ دیں الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ روح میرے رب کا ایک امر ہے۔ جب تک جاندار کے جسم میں روح ہے وہ حیات ہے روح نکلی تو ممات ہے۔ پھر محض دھڑ ہے اور اس کی حقیقت تم نہیں جان سکتے۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا اور نہیں دیئے گئے تم علم سے مگر بہت تھوڑا۔ روح کی حقیقت کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ بس اس بدن میں جب تک روح ہے زندگی ہے جب نکل جائے تو لاشئ ہے۔ جس طرح اس جسم کی زندگی روح کیساتھ ہے اسی طرح

روحانی حیات قرآن پاک کے ذریعے ہے۔اس وقت آسمانی کتابوں میں سے صرف قرآن کریم ہے جس کیساتھ تمام اقوام عالم کی زندگی وابستہ ہے۔اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَئِنْ شِئْنَا اوراگرالبتہ ہم چاہیں لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ البتہ ہم لے جائیں سلب کرلیں وہ چیز جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلاً پھر آپ نہیں پائیں گے اپنے لئے اس کی وجہ سے ہمارے خلاف کوئی وکیل۔

کرنا اور چیز ہے اور کرسکنا اور چیز ہے :

یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے واپس نہیں لیا چھینا نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قدرت بتلائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔تو کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔اہل حق کا یہی مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے باقی بالفعل کسی چیز کا کرنا یا نہ کرنا وہ الگ بات ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو دوزخی کہا ہے اور جائے گا بھی دوزخ میں رب تعالیٰ اس کے خلاف نہیں کرے گا لیکن اگر اس کیخلاف کرنا چاہے کہ اس کو جنت میں بھیج دے تو کرسکتا ہے قدرت حاصل ہے۔

معتزلہ،رافضی،خارجی،بریلوی یہ چار طبقے کہتے ہیں کہ رب اس کیخلاف کر ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ فرما چکا ہے لہذا کر ہی نہیں سکتا۔اہل حق کہتے ہیں کہ کرے گا نہیں لیکن اگر کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔اب دیکھو انہی آیات پر غور کرو کہ قرآن کریم رب تعالیٰ نے آپ ﷺ سے چھینا تو نہیں ہے لیکن قدرت بتلائی ہے وَلَئِنْ شِئْنَا اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں آپ سے وہ وحی جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے۔قدرت اللہ اور ہے اور سنت اللہ اور ہے،کرنا اور ہے اور کرسکنا اور ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا جواب :

ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ بہت بڑی شخصیت گذرے ہیں ان کی وجہ سے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے۔ اکبر نے بے دینی پھیلائی۔ جیسے ہمارے حکمران بے دین ہیں وہ بھی ایسا ہی تھا اور اس بے دینی کو دین کی شکل دے دی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو انہوں نے اکبری دین کا خوب مقابلہ کیا اور لوگوں کے ذہن صاف کئے۔ حکمران طبقے نے ہمیشہ یہ چاہا ہے کہ اتنا اسلام رہے کہ جس سے ہماری کرسی محفوظ رہے۔ اس سے زیادہ کی ان کو ضرورت نہیں ہے۔ حضرت کے مکتوبات بڑی بڑی جلدوں میں ہیں جن میں توحید، رسالت، قیامت، تصوف کے علوم سے بھرے ہوئے ہیں دفتر کے دفتر ہیں۔ مکتوبات شریف میں ہے کہ ایک سائل نے سوال کیا کہ حضرت یہ بتلاؤ کہ ایک آدمی نیک متقی پرہیزگار ہے اللہ تعالیٰ نے اس کیساتھ جنت کا وعدہ کیا ہے کیا رب اس کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت مجدد الف ثانیؒ چونکہ حضرت عمرؓ کی نسل میں سے تھے فاروقی تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا خاندان بھی فاروقی ہے۔ وہ آبائی اثرات سب میں موجود ہیں کہ اَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ دین کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں۔ تو دین کے معاملے میں سختی سب میں موجود ہے۔ تو حضرت نے پوچھنے والے کو جواب دیا کہ ایک نیک کے متعلق پوچھتے ہو ''اگر ہمہ را دوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست۔'' تمام نیکوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں پھینک دے تو اس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا ہے۔ مگر ایسا کرے گا نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن چھینا نہیں ہے لیکن قدرت بتلائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو لے جائیں وہ وحی جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے۔ ہمیں قدرت ہے پھر آپ اپنے لئے ہمارے خلاف

کسی کو وکیل بھی نہیں پائیں گے لیکن کرتے نہیں۔ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّکَ مگر رحمت ہے تیرے رب کی طرف سے جو قرآن کو باقی رکھا ہے آپ کے سینے میں اِنَّ فَضۡلَهٗ کَانَ عَلَيۡکَ کَبِيۡرًا بیشک اللہ تعالیٰ کا فضل ہے آپ پر بڑا۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے سب سے بلند اور اونچی آپ ﷺ کی شان ہے۔ آپ ﷺ کی شان کو نہ عرش پہنچ سکتا ہے نہ کرسی، نہ لوح، نہ قلم، کوئی چیز اس درجے کو نہیں پہنچ سکتی نہ اس جہان میں اور نہ آخرت میں۔ مگر اس رتبے اور درجے کے باوجود آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابند ہیں۔ خدائی اختیارات خدا کے پاس ہیں آپ ﷺ کے پاس نہیں ہیں۔

قرآن کریم کے سچے ہونے کی دلیل :

آگے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے متعلق فرمایا ہے قُلۡ آپ کہہ دیں لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ اگر جمع ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن عَلٰۤى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ اس بات پر کہ لائیں اس قرآن کے مثل۔ اس قرآن جیسی کتاب بنا کر لائیں لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ نہیں لا سکتے اس کتاب کی مثل وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا اور اگرچہ ہوں ان کے بعض بعض کے مددگار۔ پوری طاقت کیساتھ ایک دوسرے کی مدد کریں پھر بھی نہیں لا سکتے۔ سالہا سال اس چیلنج پر گذر گئے ہیں آج تک اس چیلنج کو کوئی قبول نہیں کر سکا نہ آج تک کوئی لا سکا ہے اور نہ قیامت تک لا سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چھوٹ دی قرآن پاک جیسی دس سورتیں لے آؤ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَيٰتٍ [ہود:۱۳] "لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی۔" اگر تم کہتے ہو کہ یہ گھڑ کے لایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس کو تم بلا سکتے ہو بلا لو، جنات، انسان، فرشتے۔ پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ

مِثْلِہٖ [بقرہ:۲۳] ''اور اگر ہو تم شک میں اس چیز کے متعلق جو ہم نے نازل کی ہے اپنے بندے پر پس لے آؤ تم ایک سورت چھوٹی سی اس جیسی۔'' قرآن پاک کی تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔

○......ایک سورۃ العصر ○......دوسری سورۃ الکوثر ○......اور تیسری سورۃ النصر۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر سب انسانوں، فرشتوں اور جنات کو ساتھ ملا لو تم قرآن پاک کی چھوٹی سی سورت کے مثل نہیں لا سکتے۔ بڑی کوشش کی گئی ہے مگر آج تک کوئی نہیں لا سکا اور نہ قیامت تک لا سکے گا۔ مسیلمہ کذاب نے ایک قرآن بنایا تھا جو معمولی سی بھی عربی جانتا ہے اس کو پڑھ کر ہنسے گا کہ یہ کیا خرافات ہیں اس کو پڑھتے ہی شرم آتی ہے۔ تو فرمایا اس قرآن جیسا قرآن نہیں لا سکتے چاہے ایک دوسرے کی مدد کریں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ اس قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں۔ کبھی نقلی دلائل بیان کیے کبھی عقلی دلائل بیان کیے، کبھی آسمان کی طرف توجہ دلائی، کبھی زمین کی طرف توجہ دلائی، کبھی پہاڑوں کی طرف، کبھی انسان کو اپنے وجود کی طرف توجہ دلائی کہ اے انسان! تم اپنی حقیقت کو دیکھو تم کیا تھے۔ سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی مثال بیان فرمائی ہے۔

فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر نہ ماننے کا۔ ہمیشہ اکثریت انکار پر ہی رہی ہے۔ آج بھی اور قیامت تک رہے گی۔ حق کو ماننے والے ہمیشہ بہت تھوڑے رہے ہیں اس لئے قلت سے نہ گھبراؤ۔ اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب بتلاتے ہیں جن میں سوا ارب مسلمان ہیں جو کلمہ پڑھنے والے ہیں مگر اس میں بھی سارے حقیقتاً کلمہ پڑھنے والے نہیں ہیں کہ ان میں رافضی بھی ہیں، ذکری، بابی اور قادیانی بھی ہیں،

منکرین حدیث بھی ہیں باطل فرقوں کیساتھ مردم شماری کی ہے۔لیکن صحیح معنٰی میں مسلمان کتنے ہیں۔حقوق اللہ ادا کرنے والے اور حقوق العباد ادا کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔

بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو ایمان پر قائم رکھے۔(آمین)

❀❀❀

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع

وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر حَتّٰى یہاں تک کہ تَفْجُرَ لَنَا بہادیں آپ ہمارے لئے مِنَ الْاَرْضِ زمین سے يَنْۢبُوْعًا چشمے اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ یا ہو آپ کیلئے باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کا وَّعِنَبٍ اور انگوروں کا فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ پس چلائیں آپ نہریں خِلٰلَهَا اس باغ کے درمیان تَفْجِيْرًا چلادینا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا آپ گرادیں آسمان کو كَمَا زَعَمْتَ جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں عَلَيْنَا ہمارے اوپر كِسَفًا ٹکڑے کر کے اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ یا آپ لے آئیں اللہ تعالیٰ کو وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں کو قَبِيْلًا سامنے اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ یا ہو آپ کیلئے مکان مِّنْ زُخْرُفٍ سنہری اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ یا آپ چڑھ جائیں آسمان کی طرف وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ اور ہم ہرگز تصدیق نہیں کریں گے آپ کے چڑھ

جانے کی حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا یہاں تک کہ آپ اتار لائیں ہم پر کِتٰبًا کتاب نَّقْرَؤُهٗ جس کو ہم پڑھیں قُلْ آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ پاک ہے میرا رب هَلْ كُنْتُ نہیں ہوں میں اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا مگر بشر ہوں رسول ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیغمبروں کی تصدیق کیلئے بہت سے معجزات ان کے ہاتھ پر صادر فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کیلئے بھی بہت سارے معجزات صادر فرمائے۔ یہ قرآن پاک جس کے متعلق کل گذر چکا ہے کہ اس جیسی کوئی چھوٹی سی سورت نہیں لاسکتا چاہے ساری دنیا اکٹھی ہو جائے اور آپ کا یہ معجزہ قیامت تک رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے چاند کو دو ٹکڑے کیا سب نے آنکھوں سے دیکھا اور اسی سورت میں تم پڑھ چکے ہو کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معراج جسمانی کرایا یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔ ضد عناد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

کافروں کے مطالبات کا تذکرہ :

اس مقام پر کافروں کے ان مطالبات کا ذکر ہے جن کی ان لوگوں نے فرمائش کی تھی کہ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو ان چیزوں کو صادر فرمائیں پھر ہم مانیں گے۔ وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا یہاں تک کہ آپ بہادیں چلادیں ہمارے لئے مِنَ الْاَرْضِ زمین سے يَنْبُوْعًا چشمے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں صرف زمزم کا چشمہ ہوتا تھا قریب کوئی جگہ تھی جہاں پانی کے کچھ چھوٹے چھوٹے چشمے ہوتے تھے۔ پہاڑی علاقہ ہے پانی کی بڑی قلت ہوتی تھی۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پانی کی بڑی سہولت ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے زبیدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو کہ سب چشموں کا پانی جمع کر کے مکہ مکرمہ پہنچایا۔ نہر

زبیدہ کی وجہ سے مکہ والے خوشحال ہیں اسی کا پانی پیتے ہیں۔(اب یہ نہر بند ہو چکی ہے اس کے نشانات موجود ہیں اور کہیں کہیں پانی کھڑا بھی نظر آتا ہے لیکن نہر چالو نہیں ہے۔لیکن 24 اگست 2010 بروز منگل کو شاہ عبداللہ نے اعلان کیا ہے کہ میں نہر زبیدہ کو مکہ والوں کیلئے وقف کرتا ہوں۔چنانچہ اب یہ نہر دوبارہ جاری کردی جائے گی۔بلوچ)

تو کافروں نے کہا کہ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ بہا دیں ہمارے لئے چشمے۔پتا چلے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور یہ قدرت اور طاقت آپ کو حاصل ہے۔ اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّةٌ یا ہو آپ کیلئے باغ مِّنْ نَّخِیْلٍ کھجوروں کا وَّعِنَبٍ اور انگوروں کا۔ہمیں نہ دینا آپ کا ہی ہو ہم یہ دیکھیں کہ پیغمبر کا باغ ہے فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا پس چلائیں آپ نہریں اس باغ کے درمیان میں چلانا۔تا کہ ہم پیغمبر کی خصوصیت تو سمجھیں۔اب حال یہ ہے کہ ہمیں تو سیر ہو کر روٹی ملتی ہے آپ کو تو سیر ہو کر کھانا بھی نہیں ملتا۔احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دو دن تین دن مسلسل گندم کی روٹی سیر ہو کر نصیب نہیں ہوئی۔سالن کیساتھ جو کی روٹی کسی وقت ملی اور کسی وقت نہیں ملی۔کبھی ستو کھا لئے،کبھی کھجوریں اور کبھی دودھ پر گزارہ کیا۔تو اگر آپ خدا کے پیغمبر ہیں تو تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہئے درمیان میں نہریں بہتی ہوں تا کہ معلوم ہو کہ خدا کا پیغمبر ہے۔آپ لوگوں کو ڈراتے ہیں کہ اگر میری بات نہیں مانو گے رب تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو تم پر آسمان سے پتھر برسیں گے جیسا کہ لوط علیہ السلام کی قوم پر برسے تھے اور ہو سکتا ہے کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تم پر گر پڑے۔اس کا ذکر ہے اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا آپ گرا دیں آسمان کو کَمَا زَعَمْتَ جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں عَلَیْنَا ہمارے اوپر کِسَفًا ٹکڑے کر کے۔کِسْفَةٌ کی جمع ہے،آسمان کے

ٹکڑے ہم پر گرادیں۔ہم مرجائیں گے اور میدان آپ کیلئے صاف ہوجائے گا۔خوشی نہیں دکھاسکتے تو اس طرح کرو۔اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا یا ایسا کرو کہ لے آؤ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو سامنے۔قَبِیْلًا کا معنی ہوتا ہے بالکل سامنے۔آگے اللہ تعالیٰ کھڑے ہوں اور پیچھے فرشتے کھڑے ہوں اور کہیں کہ یہ میرا پیغمبر ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی تائید کریں کہ ہاں واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں پھر ہم مانیں گے اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ یا آپ کیلئے مکان ہو سنہری۔دیواریں سونے کی، چھت سونے کی، دروازے کھڑکیاں سونے کی، پلنگ کرسیاں سونے کی، ہمیں پتا تو چلے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے ہمیں نہ دینا آپ کیلئے ہی ہوتا کہ نبی غیر نبی کا فرق ہمیں معلوم ہو۔اور صورت حال یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کے پاس رہائش کیلئے مکان نہیں تھا۔جس مکان میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے اس پر آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا قبضہ تھا۔پھر اس کے بڑے بیٹے طالب نے اس پر قبضہ کر کے سارا مکان بیچ دیا اور اپنے باقی تین بھائیوں کو بھی حصہ نہ دیا۔ باقی تینوں بھائی مسلمان ہو کر فوت ہوئے ہیں۔حضرت عقیل ؓ، حضرت جعفر ؓ، حضرت علی ؓ اور ایک ہمشیرہ تھی اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔فاختہ اس کا نام تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔آج اس کے نام پر حرم کا ایک دروازہ ہے "باب اُمّ ہانی" اندر بھی بڑے جلی حروف میں لکھا ہوا ہے اور باہر بھی۔تو طالب نے وہ مکان بیچ کر رقم ساری خورد برد کر دی۔ ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا حضرت! اب آپ اپنے مکان میں ٹھہریں گے جو آپ کا آبائی تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا وہ مکان ہمارے لئے کہاں چھوڑا ہے طالب نے اور عقیل نے وہ مکان تو ختم ہو گیا۔فرمایا خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے۔یہ ایک جگہ تھی اوپر چھپر (شہتیر) پڑا ہوا تھا اور مشرک یہاں

اکٹھے ہو کر گپیں مارتے تھے ۔ جہاں کافروں نے ہمارے خلاف سازش کی تھی اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ. کہ وہ مسلمانوں کیساتھ نہ نکاح کریں گے اور نہ خرید وفروخت کریں گے ۔ اور رب تعالیٰ کی قدرت بتلائی کہ جس جگہ تم نے ہمارے خلاف کاروائی پر اتفاق کیا تھا آج وہاں ہمارا جھنڈا لہرا رہا ہے ۔ تو آپ ﷺ کے پاس تو سادہ مکان بھی نہیں تھا چہ جائیکہ سونے کی کھڑکی ہوتی ۔ پھر جب حضرت خدیجہ الکبریٰ کیساتھ نکاح ہوا تو ان کے اپنے ذاتی مکان تھے ان میں آپ ﷺ رہتے تھے ۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ یا آپ چڑھ جائیں آسمان کی طرف وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ اور ہم ہرگز تصدیق نہیں کریں گے آپ کے چڑھ جانے کی حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ یہاں تک کہ آپ اتار لائیں ہم پر کتاب جس کو ہم پڑھیں ۔ ہمارے سامنے آپ آسمان کی طرف جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو کتاب دے ہم دیکھ رہے ہوں وہ کتاب آپ لے کر آئیں اس کو ہم پڑھیں اس میں لکھا ہوا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں پھر ہم مانیں گے ۔

آنحضرتؐ بشر تھے اور آپؐ کے پاس خدائی اختیارات نہیں تھے :

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ان مطالبات کے جواب میں آنحضرت ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان پر اپنی حیثیت خود واضح فرمادیں اور ان کو بتادیں کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں میں خدا نہیں ہوں اور نہ ہی خدائی اختیارات میرے پاس ہیں ۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ پاک ہے میرا رب ہر عیب، نقص اور کمزوری سے ۔ وہ جس طرح چاہے اور جو چاہے کرسکتا ہے هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا نہیں ہوں میں مگر بشر ہوں رسول ہوں ۔ میں نے خدائی کا دعویٰ کب کیا ہے کہ تم خدائی افعال کا مجھ سے مطالبہ کرتے ہو ۔ میں تو انسان ہوں دوسرے انسانوں کی طرح اور دوسرے رسولوں کی طرح رسول

ہوں۔ اور انبیاء کے بس میں یہ نہ تھا کہ وہ اپنے اختیار سے معجزات صادر کریں۔ اس سے صراحت کیساتھ معلوم ہوا اگر جناب نبی کریم ﷺ کے اختیار اور بس میں یہ ہوتا کہ وہ معجزات کو ظاہر کر سکتے تو اس سے بڑھ کر مناسب موقع اور کیا ہو سکتا تھا جس میں مشرکین نے از روئے تعنت وعناد اور از روئے فرمائش اور امتحان آپ ﷺ سے یہ معجزات طلب کئے تھے اور آپ ﷺ ان کے ایمان لانے کے حریص بھی تھے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب ارشاد ہوا کہ آپ صاف لفظوں میں فرما دیں کہ جیسے پہلے پیغمبر آئے اور وہ بشر اور آدمی تھے کسی پیغمبر کو خدائی اختیارات حاصل نہیں تھے ان کا تو صرف یہ کام تھا کہ جو حق تعالیٰ کی طرف سے ملا وہ انہوں نے بلا کم وکاست پہنچا دیا اور اپنے ہر کام کو خدائے واحد کے سپرد کیا کہ میں اپنا فریضہ رسالت ادا کر رہا ہوں۔ فرمائشی معجزے دکھانا نہ دکھانا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو دکھائے اور چاہے تو نہ دکھائے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ مومن آیت نمبر ۷۸ میں ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ''کسی نبی یا رسول کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ از خود کوئی نشانی یا معجزہ پیش کرے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔'' اور یہ بھی بتا دیا کہ میں انسان ہوں فرشتہ اور نوری مخلوق نہیں۔ اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں وہ سارے کے سارے انسان تھے بشر تھے آدم علیہ السلام کی اولاد تھے۔ سب سے پہلے بشر کو حقیر سمجھنے والا ابلیس ہے۔ چودھویں پارے میں ہے لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [حجر: ۳۳] ''میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں بشر کو جس کو تو نے پیدا کیا ہے گارے سے۔'' ناری ہو کر خاکی مخلوق کو سجدہ کروں۔ اور سب سے پہلے بشر کی تعظیم فرشتوں نے کی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سجدہ تعظیمی کر کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّيْ پاک

ہے میرا رب ہر عیب سے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا نہیں ہوں میں مگر بشر ہوں رسول ہوں۔ خدائی اختیارات میرے پاس نہیں ہیں یہ جو کام تم کہتے ہو کہ یہ کرو اور یہ کرو اور یہ کرو یہ بندے کے بس میں نہیں ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں اور اللہ ہونے کا دعویٰ میں نہیں کرتا میں تو بشر ہوں رسول ہوں۔

❁❁❁

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اور نہیں روکا لوگوں کو اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اس بات سے کہ وہ ایمان لائیں اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى جس وقت آ گئی ان کے پاس ہدایت اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا اَبَعَثَ اللّٰهُ کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے بَشَرًا رَّسُوْلًا بشر رسول بنا کر قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ اگر ہوتے

زمین میں مَلٰٓئِکَۃٌ فرشتے یَّمْشُوْنَ چلتے پھرتے مُطْمَئِنِّیْنَ بسنے والے لَنَزَّلْنَا
عَلَیْهِمْ البتہ ہم نازل کرتے ان پر مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَلَکًا رَّسُوْلًا
فرشتے کو رسول بنا کر قُلْ آپ کہہ دیں کَفٰی بِاللّٰهِ کافی ہے اللہ تعالیٰ شَهِیْدًا
گواہ بَیْنِیْ میرے درمیان وَبَیْنَكُمْ اور تمہارے درمیان اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ ہے
بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کے بارے میں خَبِیْرًا خبردار بَصِیْرًا دیکھنے والا وَمَنْ یَّهْدِ
اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَهُوَ الْمُهْتَدِ پس وہی ہدایت پانے والا
ہے وَمَنْ یُّضْلِلْ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ پس ہرگز نہ
پائیں گے آپ ان کیلئے اَوْلِیَآءَ کوئی کارساز مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ کے سوا
وَنَحْشُرُهُمْ اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن عَلٰی
وُجُوْهِهِمْ چہروں کے بل عُمْیًا اندھے ہونگے وَّبُكْمًا اور گونگے ہونگے
وَّصُمًّا اور بہرے ہونگے مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ٹھکانہ ان کا جہنم ہوگا كُلَّمَا خَبَتْ
جس وقت وہ بجھنے لگے گی زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ہم زیادہ کردیں گے اس کے شعلوں کو
ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ یہ ان کا بدلہ ہوگا بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا اس لئے کہ انہوں نے انکار
کیا بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کا وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا کیا جس
وقت ہم ہوجائیں گے ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور چوراچورا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا بیشک
البتہ ہم کھڑے کیے جائیں گے خَلْقًا جَدِیْدًا نئی مخلوق بنا کر اَوَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں
دیکھا ان لوگوں نے اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ بیشک اللہ تعالیٰ وہ ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو قَادِرٌ قادر ہے عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ اس پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسوں کو وَجَعَلَ لَھُمْ اَجَلًا اور بنائی اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے میعاد لَّا رَیْبَ فِیْہِ جس میں کوئی شک نہیں ہے فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ پس انکار کیا ظالموں نے اِلَّا کُفُوْرًا مگر انکار کرنا قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ اگر ہوتے تم مالک خَزَآئِنَ رَحْمَۃِ رَبِّیْٓ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ اس وقت البتہ تم روک لیتے خَشْیَۃَ الْاِنْفَاقِ ختم ہونے کے خوف سے وَکَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا اور ہے انسان تھوڑ دل والا بخیل۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً [بقرہ:۲۱۳] ''سب لوگ ایک ہی دین پر تھے۔'' اور گناہ ہوتے تھے لیکن کفر شرک نہیں تھا دنیا میں مشرک قوم کی طرف جو پہلے پیغمبر مبعوث ہوئے وہ نوح علیہ السلام تھے۔ ان کی قوم شرک میں ڈوبی ہوئی تھی۔ پانچ بزرگوں کی پوجا کرتی تھی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ وَدّ حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار ان کے نیک اور بزرگ بیٹے تھے۔ ان پانچ بزرگوں کے انہوں نے مجسمے بنائے ہوئے تھے اصل پوجا ان بزرگوں کی ہوتی تھی۔

سب سے پہلے قومِ نوحؑ نے بشریتِ پیغمبر کا انکار کیا :

حضرت نوح علیہ السلام نے جب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا ہے تو اس قوم نے کہا کہ تم تو بشر ہو بشر پیغمبر کس طرح بن گیا؟ تو یہ پہلی قوم تھی جنہوں نے پیغمبر کی بشریت کا انکار کیا۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی

کہامَاھٰذَآاِلَّابَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ''نہیں ہے یہ مگرایک بشر تمہاری طرح کا (یہ پیغمبر کس طرح بن گیا) یَاْکُلُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [مومنون:۳۳] یہ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔'' نبی کیسے بن گیا؟ یہ عقیدہ کافروں کا بدستور آنحضرت ﷺ کے دور تک رہا ہے کہ پیغمبر کو بشر نہیں ہونا چاہئے اور جو بشر ہے وہ پیغمبر نہیں ہے۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اور نہیں روکا لوگوں کو اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اس بات سے کہ وہ ایمان لائیں اِذْجَآءَ هُمُ الْهُدٰٓی جس وقت آگئی ان کے پاس ہدایت اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر۔ اس نظریے نے ان کو ایمان سے روکا کہ بشر ہو کر نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ بشریت اور نبوت کو آپس میں ضد سمجھتے تھے۔ جیسے آگ اور پانی جمع نہیں ہو سکتے مشرکوں کے نزدیک بشر پیغمبر نہیں ہو سکتا، بشر ہے تو نبی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَةٌ اگر ہوتے زمین میں فرشتے یَّمْشُوْنَ چلتے پھرتے مُطْمَئِنِّیْنَ بسنے والے۔ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے اور زمین کی خلافت فرشتوں کو دی ہوتی لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا البتہ ہم نازل کرتے ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر۔ لیکن خلافت ارضی چونکہ انسان کو دی ہے لہذا ان کی ہدایت کیلئے بشر ہی رسول ہوگا۔ آدم علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے زمین پر جنات کا اقتدار تھا لیکن ان میں اتنی استعداد اور صلاحیت نہیں تھی کہ نبوت کے عہدے پر فائز ہوں۔ علماء اسلام نے یہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض [illegible]نسانوں کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ جنات کو بتلاتے تھے [illegible] کام کرنا ہے اور یہ کام نہیں کرنا۔

کیونکہ نبوت ورسالت اعلیٰ عہدہ ہے اس کے سنبھالنے کی ان میں لیاقت نہیں تھی ۔ جنات زمین میں فتنہ فساد، قتل وغارت کرتے تھے جوانسان کرتے ہیں ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین کی خلافت انسانوں کے حوالے کی ۔ فرمایا اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَہ ''بیشک میں بنانے والا ہوں زمین میں خلیفہ ۔'' تو زمین میں انسان کو آباد کیا اوراس کی اصلاح کیلئے بشر ہی چاہیے تھا۔

فرشتہ انسانوں کیلئے نمونہ نہیں بن سکتا :

بڑی واضح بات ہے کیونکہ فرشتہ انسان کیلئے نمونہ نہیں بن سکتا تھا ۔ مثلاً جبرائیل علیہ السلام جیسی شخصیت نبی ہوتی تو انسانوں کا اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا کہ اس کو بھوک کا پتا اور نہ پیاس کا احساس ۔ بس وہ فرماتے کہ تم روزے رکھو نہ کھانا ہے نہ پینا ۔ وہ نہیں جانتے کہ بھوک کیا بلا ہے اور پیاس کیا چیز ہوتی ہے ؟ گرمی کے روزوں کا ان کو کیا احساس ہوتا کہ گرمی میں روزہ رکھنا کیسا ہوتا ہے ۔ بس اس نے تو آڈر ہی جاری کرنا تھا ان چیزوں کا احساس تو اس کو ہوسکتا ہے کہ جس کو خود بھوک لگے اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے اور پیاس لگے تو پانی کو تلاش کرے ۔ بیٹے کے فوت ہونے کے صدمے کا فرشتے کو کیا معلوم ، ماں باپ ، عزیز رشتہ داروں کے فوت ہونے کی تکلیف کا فرشتے کو کیا پتا ۔ جس کا نہ باپ ، نہ ماں ، نہ بیٹا ، نہ بیٹی ، نہ بہن ، نہ بھائی ، اگر ان میں سے کوئی فوت ہوتا تو فرشتہ محض تلقین کرتا کہ رونا نہیں صبر کرنا ہے ۔ کوئی کہتا کہ میرے سر میں درد ہے تو فرشتے کو سر درد کا کیا احساس ہوتا ؟ نمونہ وہ بن سکتا تھا جس کو ان تمام چیزوں کا احساس ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ [الاحزاب:۲۱] ''البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے ۔'' اگر کوئی باپ ہے تو باپ بن کر دکھایا ہے ، خاوند

ہے تو خاوند بن کر دکھایا ہے، استاد بن کے دکھایا ہے شاگردوں کیساتھ برتاؤ بتلایا ہے۔ غمی خوشی، بھوک پیاس، دکھ درد ہر حال میں نمونہ ہیں۔ تو انسانوں کیلئے نمونہ انسان ہی بن سکتا ہے جو کھائے بھی پئے بھی اس کو دکھ درد کا احساس بھی ہو۔ سورۃ فرقان آیت نمبر ۷ میں ہے کافروں نے کہا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ''کیا ہے اس رسول کو کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں اور پھر کہتا ہے میں نبی ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸ میں دیا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ''ہم نے رسولوں کو ایسے جسم نہیں دیئے کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔'' وہ بشر ہیں اور بشری تقاضے سارے ان کے ساتھ ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے حکمت بتلائی کہ ہم نے فرشتے کو پیغمبر بنا کر اس لئے نہیں بھیجا کہ زمین کی خلافت ہم نے انسان کو دی ہے لہذا انسانوں کی رہنمائی کیلئے انہی میں سے نبی ہونا چاہیئے۔

قُلْ آپ کہہ دیں كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے اور تمہارے درمیان۔ اللہ تعالیٰ نے کیسی گواہی دی ہے اور بات کو کیسی تحقیق کیساتھ بیان کیا ہے اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا بیشک اللہ تعالیٰ ہے اپنے بندوں کے بارے میں خبردار دیکھنے والا۔

اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کا مطلب :

بات یہ ہے کہ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے پس وہی ہدایت پانے والا ہے۔ اور یہ بات تم تیرہویں پارے میں پڑھ چکے ہو کہ رب تعالیٰ ہدایت اس کو دیتا ہے اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جو رجوع ہی نہیں کرتا تو جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ

مِنْ دُوْنِہٖ اور جس کو گمراہ کر دے پس آپ ہرگز نہیں پائیں گے ان کیلئے کوئی کارساز اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اور گمراہ کن کو کرتا ہے؟ یُضِلُّ اللّٰہُ الْکٰفِرِیْنَ [مومن:۷۴] ''گمراہ کرتا ہے کافروں کو۔'' جو کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ [صف:۵] ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' جب کوئی غلط راستے پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف چلا دیتا ہے۔ اور کوئی رب کی طرف آنا چاہے تو اس کی اپنے راستوں کی طرف راہنمائی فرما دیتا ہے۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ''اور جو کوشش کرتے ہیں ہمارے لئے ہم ضرور راہنمائی کرتے ہیں ان کی اپنے راستوں کی طرف۔'' ہم مزید آنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔ ہدایت اور گمراہی دونوں چیزیں اختیاری ہیں فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورہ کہف] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' جبر کسی بات پر نہیں ہے۔ وَنَحْشُرُھُمْ اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن عَلٰی وُجُوْھِھِمْ ان کے چہروں کے بل۔ ٹانگیں اوپر اور سر نیچے ہونگے۔ جب قبروں سے نکلیں گے تو سر کے بل چلیں گے۔ عُمْیًا اندھے ہونگے وَّبُکْمًا اور گونگے ہونگے وَّصُمًّا اور بہرے ہونگے۔ یہ تھوڑا سا عرصہ ایسے رہیں گے پھر ان کی آنکھیں بھی لوٹا دی جائیں گی اور سنیں گے بھی اور زبان سے بولیں گے بھی واویلا کریں گے لیکن اس وقت ان کو واویلے کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت وہ سر کے بل کیسے چلیں گے تو فرمایا جس رب نے پاؤں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ان کی کھوپڑیاں الٹی تھیں۔ دنیا میں ان کی چال الٹی تھی اور جن کی چال سیدھی تھی وہ سیدھے پاؤں پر کھڑے ہو

نگے۔اور جن کی چال الٹی تھی مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ٹھکانہ ان کا دوزخ ہوگا کُلَّمَا خَبَتْ جس وقت وہ بجھنے لگے گی اس کے شعلے مدہم ہونگے زِدْنٰھُمْ سَعِیْرًا ہم زیادہ کردیں گے اس کے شعلوں کو، اور تیز کردیں گے۔ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا [سورہ نبا: ۳۰] ''پس عذاب کا مزہ چکھو پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب۔'' دن بدن عذاب میں اضافہ ہوگا جیسے جنتیوں کی نعمتوں اور خوشیوں میں اضافہ ہوگا۔ آج کے کھانے کی لذت اور ہوگی اور کل کے کھانے کی لذت اور ہوگی شکل اگرچہ ملتی جلتی ہوگی۔ ان کی لذتوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

ذٰلِکَ جَزَآؤُھُمْ یہ ان کا بدلہ ہوگا۔ کیوں؟ بِاَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا اس لئے کہ انہوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا ءَ اِذَا کُنَّا عِظَامًا کیا جس وقت ہم ہوجائیں گے ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور چوراچورا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا کیا ہم بیشک کھڑے کئے جائیں گے نئی مخلوق بنا کر۔ وہ کہتے تھے کہ جب ہم ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، خاک ہوجائیں گے تو پھر دوبارہ انسان بنائیں جائیں گے یہ چیز ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَرَوْا کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بیشک اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ قادر ہے وہ اس پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسوں کو۔ جس رب نے زمین آسمان پیدا کیے ہیں اور ابتداءً پیدا کیا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ دوبارہ پیدا کرے وَجَعَلَ لَھُمْ اَجَلًا اور بنائی اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے میعاد لَّا رَیْبَ فِیْہِ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہر آدمی کی موت کا ایک وقت مقرر ہے مگر رب تعالیٰ نے کسی کو بتلایا نہیں ہے اگر بتلا دے تو دنیا کا نظام ہی معطل ہوجائے۔ کسی کو علم نہیں ہے چاہے اس نے

آج ہی مرنا ہو اور اگر آج کسی کو بتلا دیا جائے کہ مثال کے طور پر تم نے دس سال بعد مرنا ہے تو وہ آج سے ہی سوکھنا شروع ہو جائے گا اور دنیا کا کوئی کام اس سے نہیں ہو سکے گا۔ یہ رب تعالیٰ کا راز ہے اس نے کسی کو نہیں بتلایا۔ فَاَبٰی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا پس انکار کیا ظالموں نے مگر انکار کرنا۔ انکار ہی کرتے ہیں مانتے نہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْ اگر ہوتے تم مالک میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے کہ تمہاری مرضی سے کسی کو نبوت ملتی، رسالت ملتی، عہدہ ملتا، ترقی ہوتی تو اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ اس وقت البتہ تم روک لیتے خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ختم ہونے کے خوف سے کہ یہ ختم نہ ہو جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ اَوْ كَمَا قَالَ ﷺ۔ ''اگر ابن آدم کے پاس دو میدان ہوں بھرے ہوئے سونے کے تو وہ اس پر مطمئن نہیں ہوگا تیسرا میدان بھی تلاش کریگا اور فرمایا ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔'' قبر کی مٹی ہی اس کو بھرے گی اور کوئی چیز اس کو نہیں بھر سکتی۔ فرمایا اور کیا پوچھتے ہو وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا اور ہے انسان تھوڑے دل والا بخیل اور کنجوس۔ اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے کوئی ہزار میں سے ایک آدھ نکل آئے بڑے دل والا سخی تو علیحدہ بات ہے ورنہ مال کے سلسلے میں سب ایسے ہی ہیں الا ماشاء اللہ۔ بہر حال جو رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔

۞ ۞ ۞

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ
بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ
اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ
اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ
مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ
مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا
الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى اور البتہ تحقیق دیں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تِسْعَ اٰيٰتٍ نو نشانیاں بَيِّنٰتٍ بڑی واضح فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ پس آپ پوچھ لیں بنی اسرائیل سے اِذْ جَآءَهُمْ جس وقت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ پس کہا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى بیشک میں آپ کے بارے میں خیال کرتا ہوں اے موسیٰ مَسْحُوْرًا تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق تو جانتا ہے مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ نہیں نازل کیں یہ نشانیاں اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مگر آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے بَصَآئِرَ بصیرت کیلئے وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ اور بیشک میں البتہ یقین کرتا ہوں تیرے بارے میں يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اے فرعون تو ہلاک کر دیا جائے گا فَاَرَادَ پس ارادہ کیا فرعون نے اَنْ

یَسْتَفِزَّهُمْ کہ اکھاڑ دے قدم ان کے مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے فَاَغْرَقْنٰهُ پس ہم نے غرق کیا فرعون کو وَمَنْ مَّعَهٗ اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے جَمِیْعًا سارے وَّقُلْنَا مِنْ ۢبَعْدِهٖ اور کہا ہم نے اس کے غرق ہونے کے بعد لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کو اسْكُنُوا الْاَرْضَ رہو تم زمین میں فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پس جس وقت آئے گا وعدہ آخرت کا جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا تو ہم لے آئیں گے تم سب کو سمیٹ کر۔

عرب میں مختلف فرقوں کی آبادی کی نسبت :

سرزمین عرب میں مشرکوں کے بعد یہود کی کافی تعداد تھی۔ مردم شماری کے لحاظ سے ان کا دوسرا نمبر تھا تیسرے نمبر پر عیسائی تھے۔ خیبر سارا یہود کا تھا۔ مدینہ طیبہ میں ان کے بڑے بڑے کاروبار تھے اور مدینہ طیبہ کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی ان کے کاروبار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر انعام بھی فرمائے اور عذاب بھی بڑے نازل فرمائے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں وادی سینائی میں ان پر اللہ تعالیٰ نے بادلوں کا سایہ مسلسل چالیس سال رکھا، عین وقت پر من وسلویٰ آجاتا نمکین اور میٹھی غذا۔ پتھر سے اللہ تعالیٰ نے پانی کے بارہ چشمے جاری فرمائے۔ لیکن بڑی ضدی، نافرمان اور مجرم قوم تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل اور فرعون کی طرف مبعوث فرمایا۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، نام الگ ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید ابن مصعب بن ریان تھا۔ بڑا شاطر، چالاک اور ہوشیار قسم کا آدمی تھا جیسے اس وقت ہمارے لیڈر ہیں باتوں میں کسی کے قابو نہیں آتے۔

موسیٰ علیہ السلام کی نونشانیاں کا بیان :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ اور البتہ تحقیق دیں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نونشانیاں۔

○......ایک نشانی؛ عصا کا سانپ بن جانا۔

○......دوسری نشانی؛ ہاتھ کا گریبان میں ڈال کر نکالنا اور اس کا سورج کی طرح چمکنا۔

○......تیسری نشانی؛ فرعونیوں کو قحط سالی میں مبتلا کرنا۔ قاضی بیضاویؒ اور حضرت تھانویؒ کے مطابق قحط سالی تیسری نشانی تھی اور پھلوں کی کمی جدا نشانی تھی یعنی چوتھی نشانی تھی۔ جبکہ دوسرے حضرات قحط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک ہی نشانی شمار کرتے ہیں۔

○......تو پھر ان حضرات کے نزدیک چوتھی ان پر طوفان کا بھیجنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون مسلط کیا۔

○......پانچویں نشانی؛ مکڑیوں کے لشکر بھیجے۔

○......چھٹی نشانی؛ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدنوں میں جوئیں پیدا فرمادیں۔

○......ساتویں نشانی؛ مینڈکوں کی کثرت۔

○......اور آٹھویں نشانی خون کہ ان کا کھانا پانی خون کی شکل اختیار کر جاتا تھا۔ آٹھ نشانیوں کا ذکر سورۃ الاعراف میں ہے۔

○......اور نویں نشانی کا ذکر سورت یونس میں رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ ''اے ہمارے پروردگار! مٹادے ان کے مالوں کو۔'' [آیت نمبر ۸۸]

جب فرعونیوں نے اپنی دولت پر گھمنڈ کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا مقابلہ کیا حق کا مقابلہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے بدعا کی ۔ اے پروردگار! یہ جن

مالوں پر گھمنڈ کرتے ہیں ان کے مالوں کو مٹا دے۔ چنانچہ ان کے ہیرے موتی، سونا چاندی کے جو سکے تھے خدا کی قدرت کہ سب پتھر بن گئے، ٹھیکرے بن گئے ان کی کوئی قیمت نہ رہی۔ تو یہ نو نشانیاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیں۔ بَيِّنٰتٍ بڑی واضح فَسْئَلْ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اے نبی کریم ﷺ! آپ پوچھ لیں بنی اسرائیل سے اِذْ جَآءَهُمْ جس وقت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ پس کہا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا بیشک میں آپ کے بارے میں گمان کرتا ہوں کہ تجھ پر جادو کیا گیا ہے۔ بدحواسی کی باتیں کرتے ہو معاذ اللہ تعالیٰ تمہارا دماغ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے منہ پر فرعون نے کہا۔

نبی کریم ﷺ پر جادو کے اثرات کا ذکر :

جادو کا اثر پہلے بھی ہوتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے تو آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر لبید بن اعصم یہودی نے جادو کیا تھا اس جادو کے اثر سے آپ ﷺ پریشان، اداس اور مغموم رہتے تھے۔ دینی معاملات میں تو اس کا کوئی اثر نہ ہوا البتہ دنیاوی معاملات میں اس کا اثر تھا۔ مثلاً پانی پیا پھر خیال ہوا کہ پتا نہیں پیا ہے یا نہیں پیا، کھانا کھایا پھر خیال ہوا کہ معلوم نہیں کھایا ہے یا نہیں کھایا، تقریباً ایک سال آپ ﷺ ایسے رہے۔ تو جادو بھی حق ہے لیکن یاد رکھنا! وہمی نہ بننا بہت ساری بیماریاں طبعی ہوتی ہیں اور لگتا یوں ہے کہ کسی نے جادو کر دیا ہے ضروری نہیں کہ ہر آدمی پر جادو ہو اور یہ سمجھنا کہ ہر بیمار پر جادو ہوا ہے یہ بات بھی صحیح نہیں ہے۔ کاروبار میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ضروری نہیں کہ کسی نے جادو کر دیا ہے۔ عموماً لوگ دم تعویذ کیلئے آتے ہیں ان میں سے نوے فیصد کا یہی غلط خیال ہوتا ہے کہ ہمارے اوپر کسی نے جادو کر دیا ہے، ہمارا کسی نے کاروبار بند کر دیا ہے، ہمارے گھر سے

بیماری نہیں جاتی۔ مسلمان کو اتنا وہمی نہیں ہونا چاہئے۔کوئی دو چار واقعی ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر جادو کے اثرات ہوتے ہیں لیکن ہر کام میں جادو کو شامل کرنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ خصوصاً عورتیں تو توبہ توبہ۔ان کی باتوں سے تو حیرانگی ہوتی ہے۔ مسلمان کا عقیدہ اتنا کچا نہیں ہونا چاہئے۔تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ میرے خیال میں آپ پر جادو کیا گیا ہے۔

قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق تو جانتا ہے مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نہیں نازل کیں یہ نشانیاں مگر اس پروردگار نے جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔کیوں نازل کی ہیں؟ بَصَآئِرَ بصیرت کیلئے۔ بَصَائِر بَصِيْرَةٌ کی جمع ہے۔بصیرت کا معنیٰ ہے دل کی روشنی۔اور بصارت کہتے ہیں آنکھ کی روشنی کو۔دلوں میں روشنی پیدا کرنے کیلئے رب تعالیٰ نے یہ نشانیاں نازل فرمائی ہیں تاکہ لوگ سمجھیں میرے اوپر کوئی جادو نہیں ہوا وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اور بیشک البتہ میں یقین کرتا ہوں تیرے بارے میں اے فرعون تو ہلاک کردیا جائے گا۔تم بڑے اکھڑ خان بنے ہوئے ہو تکبر کررہے ہو رب تعالیٰ کے نافرمان ہو یوں سمجھو کہ ہلاک ہوگئے ہو فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ پس ارادہ کیا فرعون نے کہ اکھاڑ دے ان کے قدم زمین سے کہ ایسے حالات پیدا کردیئے کہ موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھی علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور راتوں رات وہاں سے ہجرت کر کے نکلے۔ شام فلسطین کے علاقے میں جانا چاہتے تھے فرعون کو پتا چلا کہ جن کی وجہ سے ہمارا ملک آباد تھا وہ تو نکل چکے ہیں یہ ہی ہمارے مزدور اور کمی تھے کھیتی باڑی کرتے تھے، باغوں کے مالی تھے، ہمارے دھوبی تھے اب ملک کا کیا بنے گا کیونکہ مزدور نہ ہوں تو ملک ترقی نہیں کرسکتا۔

رب تعالیٰ نے نظام ایسا بنایا ہے کہ ایک کو پیسے دیئے ہیں اور دوسرے کو بدنی قوت دی ہے مل جل کر کام پورا ہوتا ہے۔ فقط پیسے ہوں کام کرنے والا کوئی نہ ہو تو پھر بھی نظام نہیں چل سکتا اور کام کرنے والے ہوں اور پیسے نہ ہوں تو بھی دنیا کا نظام نہیں چل سکتا۔ خدا کی شان ہے کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے، کوئی مالک ہے کوئی مزدور ہے، کوئی آجر ہے کوئی اجیر ہے۔ تو فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا ان کا تعاقب کیا فَاَغْرَقْنٰهُ پس ہم نے غرق کر دیا فرعون کو وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا اور ان کو جوان کے ساتھ تھے سارے۔ سورج چڑھ چکا تھا فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ [شعراء: ۶۰] "پھر وہ پیچھے آئے ان کے سورج نکلنے کے وقت۔" ہامان فرعون کا وزیر اعظم تھا اور اسی انداز کا تھا جیسے فرعون تھا۔ فرعون نے اپنے وزیر اعظم کو کہا کہ تم آگے ہو اور میں پیچھے ہوں گا اور درمیان میں فوج ہوگی۔

آگے بحر قلزم تھا پیچھے فرعونی، موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی گھبرائے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے میرے پیغمبر گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔ بس لاٹھی کا اشارہ ہی کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پانی روک دیا كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ "ایک بڑے پہاڑ کی طرح۔" [سورۃ الشعراء] درمیان میں خشک راستے بن گئے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی پار چلے گئے۔ آگے ہامان، پیچھے فوجیں، پیچھے فرعون، جب سارے سمندر میں داخل ہو گئے تو رب تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ چل پڑو۔ یہ سیدھے وہاں سے جہنم رسید ہوئے۔ غرق ہوتے وقت فرعون نے بڑا واویلا کیا۔ سورت یونس آیت نمبر ۹۰ میں ہے قَالَ کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ "ایمان لایا ہوں میں بیشک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" بڑا عجیب موقع تھا فرعون بڑی

عاجزی کیساتھ رو رہا تھا۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دریا کی تہہ سے گارا نکال کر اس کے منہ میں ٹھونستا تھا کہ اس بے ایمان کی آواز ہی نہ نکلے کہ اس پر رب کو رحم نہ آجائے۔ اس نے بڑے ظلم کئے ہیں اس کو سزا ملنی چاہیے۔ سارے غرق ہو گئے ان میں سے ایک بھی نہ بچا البتہ فرعون کا وجود اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ سورت یونس میں ہے فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تیرے جسم کو تاکہ ہو جائے تو ان لوگوں کیلئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی۔'' تاکہ آنے والے دیکھیں کہ یہ وہ تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا آج اس کے منہ اور ناک سے پانی بہہ رہا ہے اور رب جانے کہاں کہاں سے بہہ رہا تھا۔ ایسے پڑا تھا جیسے مشک ہوتی ہے پانی سے بھری ہوئی۔ آج تک مصر کے عجائب گھر میں اس کا مجسمہ موجود ہے عبرت کیلئے۔ وَقُلْنَا مِنْ ۢبَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور کہا ہم نے اس کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کو اسْكُنُوا الْاَرْضَ رہو تم زمین میں فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پس جس وقت آئے گا وعدہ آخرت کا جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا تو ہم لے آئیں گے تم سب کو سمیٹ کر۔

قیامت سے پہلے یہودی ایک جگہ جمع ہونگے :

اکثر مفسرین کرامؒ اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ قیامت والے دن تم سب کو اکٹھا کریں گے حساب کیلئے جزا کیلئے۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ جو بڑے چوٹی کے بزرگ بھی ہیں، مفسر اور مؤرخ بھی ہیں اور محدث بھی ہیں۔ وہ اور کچھ دوسرے حضرات اس کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ اب تم دنیا میں جہاں چاہو رہو اور جب قیامت قریب ہو گی تو ہم تم سب کو اکٹھا کریں گے۔ آج سے تقریباً ساٹھ پینسٹھ سال پہلے کی بات ہے جب ہم استاذ مولانا

عبدالقدیر صاحبؒ کے پاس مشکوٰۃ پڑھتے تھے۔تو حدیث پڑھی تُقَاتِلُوْنَکُمُ الْیَھُوْدَ کہ یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے۔تو ہم بڑے حیران ہوئے کہ یہودی ہمارے ساتھ کیسے لڑیں گے؟ کیونکہ اس وقت یہودیوں کی تعداد چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔تو یہ چھ سات ہزار یتیم مسلمانوں کیساتھ کیا لڑیں گے؟اور روایت بخاری شریف اور مسلم کی ہے کہ یہود تمہارے ساتھ لڑیں گے وَتُقَاتِلُوْنَ الْیَھُوْدَ اور تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے۔تو ہم نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت! یہ چھ سات ہزار یتیم بے چارے مسلمانوں کیساتھ کیا لڑیں گے؟ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبران کے مقابلے میں ہونگے مقابلے میں کوئی بندہ تو ہونا چاہیے ان یتیموں کیساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لڑنا تو ان کی توہین ہے۔

تو حضرت نے اتنے لفظ فرمائے کہ چیونٹی جب مرنے پہ آتی ہے تو اس کو پَر لگ جاتے ہیں جب ان کی ہلاکت کا وقت آئے گا تو اس وقت یہ خاصی قوت والے بن جائیں گے۔اس وقت یہود کی آبادا سّی لاکھ ہے اور اخبارات میں تم نے پڑھا ہوگا کہ روس سے مزید دس لاکھ یہودی اسرائیل بھیجے جارہے ہیں۔دس لاکھ یہودیوں نے کہا ہے کہ ہم آنا چاہتے ہیں اور انہوں نے منظوری دیدی ہے۔تو افرادی اعتبار سے ایک کروڑ کے قریب یہودی ہو چکے ہیں اور اسلحہ کے لحاظ سے دوسرے تیسرے نمبر پر ہیں اور ان کے آس پاس تیرہ کروڑ مسلمان ہیں ان کو وہ کچھ نہیں سمجھتے کہ یہ بھی کوئی چیز ہیں۔بس وہ وقت بالکل قریب آگیا ہے یوں سمجھو کہ سر پر آگیا ہے۔

پھر حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ جب تم یہود کیساتھ لڑو گے اور یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپیں گے تو وہ بھی ان کو پناہ نہیں دیں گے بول کر کہیں گے کہ ہمارے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔پتھر بولیں گے اے غازی! خَلْفِی الْیَھُوْدِیُّ میرے

پیچھے یہودی ہے۔ درخت بولے گا خَلْفِی الْیَهُوْدِیُ میرے پیچھے یہودی ہے۔ ایک درخت نہیں بولے گا جسکا نام ہے غَرْقَدْ. فَاِنَّهَا مِنْ شَجَرِ الْیَهُوْد مسلم شریف کی روایت ہے اور مسلمان یہودیوں کو چن چن کر ماریں گے اور ختم کریں گے۔ وہ وقت بالکل قریب آرہا ہے۔

❁❁❁

وَبِالْحَقِّ

اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

وَبِالْحَقِّ اور حق کیساتھ اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اتارا ہے اس قرآن کو وَبِالْحَقِّ نَزَلَ اور حق کیساتھ ہی نازل ہوا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا مُبَشِّرًا مگر خوشخبری سنانے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈر سنانے والا وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ اور قرآن کو ہم نے تفریق کیساتھ اتارا ہے لِتَقْرَاَهٗ تاکہ آپ پڑھیں اسکو عَلَى النَّاسِ لوگوں کے سامنے عَلٰى مُكْثٍ ٹھہر ٹھہر کر وَّنَزَّلْنٰهُ اور ہم نے اتارا ہے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے تَنْزِيْلًا تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا قُلْ آپ کہہ دیں

اٰمِنُوْا بِہٖٓ تم ایمان لاؤ اس قرآن پر اَوْلَا تُؤْمِنُوْا یا تم ایمان نہ لاؤ اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو دیا گیا علم مِنْ قَبْلِہٖٓ اس سے پہلے اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ جس وقت پڑھا جاتا ہے ان کے پاس قرآن یَخِرُّوْنَ گر پڑتے ہیں لِلْاَذْقَانِ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سُبْحٰنَ رَبِّنَآ پاک ہے ہمارے رب کی ذات اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا کیا ہوا ہے وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ اور گرتے ہیں اپنی ٹھوڑیوں کے بل یَبْکُوْنَ روتے ہیں وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا اور یہ قرآن زیادہ کرتا ہے ان کیلئے عاجزی کو قُلْ آپ کہہ دیں ادْعُوا اللّٰہَ پکارو تم اللہ کو اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ یا پکارو رحمٰن کو اَیًّامَّا تَدْعُوْا جس نام سے بھی پکارو گے فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی پس اسی کیلئے ہیں سب اچھے نام وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ اور نہ جہر کریں آپ اپنی نماز میں وَلَا تُخَافِتْ بِھَا اور نہ آپ آہستہ پڑھیں وَابْتَغِ اور تلاش کریں بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اس کے درمیان راستہ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اور آپ کہہ دیں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا جس نے نہیں ٹھہرائی اولاد وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی شریک ملک میں وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی حمایتی مِّنَ الذُّلِّ جو کمزوری سے بچائے وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا اور آپ بڑائی بیان کریں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا۔

آنحضرت ﷺ کا منصب اور ماننے والوں کی فضیلت کا ذکر :

پچھلے سبق میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور نشانیوں کا ذکر تھا اور آج کے درس میں قرآن پاک کی حقانیت، آنحضرت ﷺ کا منصب اور قرآن پاک کے ماننے والوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ اور حق کیساتھ اتارا ہے ہم نے اس قرآن پاک کو وَبِالْحَقِّ نَزَلَ اور حق کیساتھ ہی نازل ہوا ہے۔ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے بیت العزت وہاں تک سارے کا سارا قرآن کریم لیلۃ القدر کو نازل ہوا پھر آسمان دنیا کے اس مقام سے آنحضرت کی ذات گرامی پر تیئیس (۲۳) سالوں میں نازل ہوا۔ سب سے پہلے سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ سے لے کر عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ تک۔ اس وقت آپ ﷺ جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں تشریف فرما تھے۔ پہلی تاریخ کی کتابوں میں اور تورات وغیرہ میں جبل نور کا نام فاران ہے اب اس کو جبل نور کہتے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے تقریباً اڑھائی میل دور ہے۔ تو یہ پانچ آیات وہاں نازل ہوئی ہیں اور قرآن پاک کا آخری حصہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [مائدہ:۳] عرفات کے میدان میں ہجرت کے دسویں سال نو ذوالحجہ جمعہ کے دن عصر کے وقت نازل ہوا۔ اس کے بعد پھر آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل نہیں ہوا ویسے وحی آتی رہی ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے رہے ہیں لیکن قرآن پاک نازل نہیں ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو حق کیساتھ نازل کیا اور قرآن حق کیساتھ نازل ہوا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا۔ جو ایمان لائے ہیں ان کو آپ اس بات کی خوشخبری سنا دیں کہ رب تم سے

راضی ہے اور وہ تمہیں جنت میں پہنچائے گا اور عذاب سے بچائے گا اور جو رب تعالیٰ کی توحید کو اور آپ ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے ،قرآن کریم کے اور قیامت کے منکر ہیں ان کو بتادیں کہ ان پر دنیا میں بھی عذاب آسکتا ہے اور آخرت کا عذاب تو یقینی ہے۔ ہر پیغمبر کا یہی منصب تھا ،بشیر اور نذیر۔ منوانا پیغمبروں کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵٦] ''اے نبی کریم ﷺ! آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کیساتھ آپ کی محبت ہو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے۔'' نبی ہدایت پیش کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے نجماً نجماً نازل ہونے کی وجہ :

فرمایا وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ اور ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے تفریق کیساتھ قرآن پاک کو اتارا ہے۔ اکٹھا کیوں نہیں اتارا لِتَقْرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ تاکہ آپ پڑھیں اسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا اور ہم نے اسکو اتارا ہے تھوڑا تھوڑا ، تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال ہوا کہ پہلی کتابیں (تورات ،انجیل ،زبور) اکٹھی نازل ہوئی ہیں اور قرآن پاک تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔ فرمایا جس دور میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اس دور میں سارے گناہ کفر شرک ،چوری ،ڈاکہ ،زنا ، قتل عروج پر تھے بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ اس زمانے میں اس آدمی کو رشتہ کوئی نہیں دیتا تھا جس نے چوری ڈاکہ قتل نہیں کیا ہوتا تھا۔ جہاں رشتے کا پیغام لے جاتے وہ پوچھتے تمہارے لڑکے نے چوری کتنی دفعہ کی ہے، کتنے ڈاکے ڈالے ہیں، کتنے آدمی قتل کئے ہیں؟

اگر جواب ملتا کہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تو کہتے ہم نے اس کو رشتہ نہیں دینا یہ ہماری لڑکی کو کیسے سنبھالے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر سارے احکام اکٹھے نازل ہوتے تو ایسی سخت قوم کا ماننا مشکل تھا کہ تم توحید بھی مانو، قیامت بھی تسلیم کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو۔ اس لئے قرآن آہستہ آہستہ نازل ہوا تقریباً چھیاسی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں جن میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، شرک کا رد ہے، قیامت کا اثبات ہے، نبوت کا اثبات ہے، قرآن کریم کی حقانیت کا بیان ہے۔ جس وقت ذہن بن گیا پھر احکام نازل ہوئے اور کسی نے ماننے میں تامل نہیں کیا اور نہ کوئی قیل وقال ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے اس نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ پڑھیں لوگوں کے سامنے، پہلا سبق یاد کرلیں اور اس پر عمل ہوجائے۔ اور آہستہ آہستہ نازل ہوتا رہا آپ ﷺ پڑھتے ساتھی یاد کرتے رہے اور عمل کرتے رہے۔ دفعتاً سارا اتارا جاتا تو اس قوم کا ماننا بہت مشکل تھا۔ لوگوں کے ذہن خراب تھے ہر گناہ عروج پر تھا سیدھی بات کرنے والے کو الٹا جواب ملتا تھا کچھ اچھے آدمی بھی تھے مگر آٹے میں نمک کے برابر، ہزار میں ایک دو، سارا ماحول ہی گندہ تھا۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا تم ایمان لاؤ اس قرآن پر یا نہ لاؤ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ بیشک وہ لوگ جن کو علم دیا گیا مِنْ قَبْلِهٖٓ اس قرآن کریم سے پہلے اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ جس وقت قرآن پاک پڑھا جاتا ہے ان کے پاس یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا گر پڑتے ہیں وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے۔ ذَقَن ٹھوڑی کو کہتے ہیں۔ سجدہ اس پر تو نہیں ہوتا سجدہ تو ناک اور پیشانی پر ہوتا ہے۔ یہ کمال مبالغہ ہے کہ وہ گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل۔ فقط پیشانی ٹیکنے سے سجدہ نہیں ہوتا جب تک ساتھ ناک نہیں لگے گا۔

نماز کے کچھ ضروری مسائل :

حدیث پاک میں آتا ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا یَمَسُّ اَنْفُ الْاَرْضَ ''سجدے میں جس کا ناک زمین پر نہیں لگا اس کی نماز نہیں ہوگی۔'' اگر ناک کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور اسی طرح اگر فقط ناک لگایا اور پیشانی نہ لگائی تو بھی نماز نہیں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھو کہ ناک، پیشانی، گھٹنے اور ہاتھ اور پاؤں زمین پر لگیں۔ اگر کسی نے سجدے میں دونوں پاؤں اٹھالئے تو نماز باطل ہو جائے گی نماز نہیں ہوگی۔ اگر ایک پاؤں اٹھایا اور ایک پاؤں زمین سے نہیں اٹھایا تو نماز مکروہ ہے اور سجدے میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں۔ اگر پاؤں کی کوئی انگلی دکھتی ہے اور قبلہ رخ نہیں ہو سکتی تو معذوری ہے۔ اور ہاتھ چہرے کے برابر ہوں نہ آگے ہوں اور نہ پیچھے ہوں۔ اور ہاتھوں کی انگلیاں بھی قبلہ رخ ہوں اور التحیات میں بیٹھے ہوئے بھی ہاتھ رانوں پر رکھیں اور ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں۔ بعض حضرات ہاتھوں کی انگلیوں کو گھٹنوں پر لٹکا دیتے ہیں اس سے نماز میں خلل پیدا ہوگا لہذا ہاتھوں کو اوپر رکھیں۔ تو فرمایا جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں وَیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سُبْحٰنَ رَبِّنَآ پاک ہے ہمارے رب کی ذات اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلاً بیشک ہمارے رب کا وعدہ طے شدہ ہے پورا کیا ہوا ہے۔ اس نے جو فرمایا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ اور گر پڑتے ہیں اپنی ٹھوڑیوں کے بل یَبْکُوْنَ روتے ہیں وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا اور یہ قرآن زیادہ کرتا ہے ان کیلئے عاجزی کو۔

اہل کتاب میں کچھ لوگ تھے جو قرآن کریم سنتے ہی ایمان لے آئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام ؓ، حضرت بنیامین ؓ، حضرت اسد ؓ، حضرت اسید ؓ، یہ حضرات

پہلے یہودی تھے اور بڑے نیک دل لوگ تھے۔ اور تمیم داری ﷛، حضرت عدی بن حاتم ﷛ اور حضرت عدی بن بدّاء ﷛، حضرت سلمان فارسی ﷛، یہ حضرات پہلے عیسائی تھے جب ان کے سامنے قرآن پیش کیا گیا تو بغیر کسی قیل و قال کے انہوں نے مانا اور اقرار کیا۔ تو فرمایا تم نہیں مانتے تو نہ مانو ماننے والے موجود ہیں۔ یہ آیت سجدہ ہے اور آیت سجدہ کا حکم یہ ہے کہ پڑھنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً اب یہ آیت میں نے پڑھی اور تم مردوں نے بھی اور عورتوں نے بھی سنی ہے تو میرے اوپر بھی سجدہ واجب ہے اور تمہارے اوپر بھی۔ اس سجدے کا وقت وہ ہے جو نماز کا وقت ہوتا ہے یعنی جن اوقات میں نماز جائز نہیں ہے ان اوقات میں یہ سجدہ بھی جائز نہیں ہے۔ اب سورج طلوع ہونے سے پہلے تم سجدہ کر سکتے ہو اور سورج طلوع ہوتے وقت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سجدے کیلئے وہی شرائط ہیں جو نماز کیلئے ہیں۔ بدن کا پاک ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، قبلہ رخ ہونا، نماز کا وقت ہونا۔ اور سجدہ تلاوت فی الفور لازم نہیں ہے یہ اس کے ذمے ہے فوری کرے تو بہت اچھی بات ہے دیر سے کرے تو اس کے ذمہ قرض ہے اور سجدہ تلاوت میں صرف نیت کرنی ہے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے بس نیت کر کے اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے تین یا پانچ یا سات دفعہ یا نو دفعہ تسبیحات پڑھے اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھا لے۔ ایک ہی سجدہ ہے اور اس میں التحیات بھی نہیں ہے اور سلام بھی نہیں ہے۔

قرآن پاک میں چودہ پندرہ آیات سجدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ آپ فرما دیں پکارو تم اللہ تعالیٰ کو یا پکارو تم رحمٰن کو۔ آنحضرت ﷺ کبھی فرماتے یا اللہ، یا کبھی یا رحمٰن، یا رحیم فرماتے تھے۔ اس پر کافروں نے کہا کہ ہمیں کہتا ہے ایک کو پکارو اور خود کبھی اللہ کو کبھی رحمٰن کو اور کبھی رحیم کو، اس کیلئے دروازے کھلے ہیں۔ تو اس کا

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ کہہ دیں لفظ اللہ کیساتھ پکارو یا رحمٰن کیساتھ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا جس نام کیساتھ بھی پکارو گے فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى پس اسی کیلئے ہیں سب اچھے نام۔ اس کا ذاتی نام ایک ہی ہے اللہ! باقی سب صفاتی نام ہیں وہ رحمٰن بھی ہے رحیم بھی، قہار بھی ہے، ستار بھی ہے، اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور ہیں ویسے پانچ ہزار نام ہیں۔

کچھ وظائف کا بیان :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص یہ ننانوے نام پڑھے گا اور ان کے مطابق عمل کرے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کو جس نام کیساتھ بھی پکارو صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے نام ہی اچھے ہیں اور اس کے ہر نام میں برکت ہے۔ رزق میں کمی ہو تو یَا رَزَّاقُ اور یَا بَاسِطُ کہہ کر پکارو۔ باسط کا معنی ہے رزق کشادہ کرنے والا۔ رشتے یا کاروبار میں رکاوٹ ہو تو یَا لَطِیْفُ کثرت کیساتھ پڑھو۔ آپس میں الفت و محبت پیدا کرنے کیلئے یَا وَدُوْدُ کا ورد کرو۔ ودود کا معنی محبت کرنے والا۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ سمجھایا ہے کہ اللہ جی! کہنا جائز نہیں ہے۔ لوگ جہالت کی وجہ سے محبت میں آ کر کہتے ہیں اللہ جی! کیوں کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے زندہ رہنے کی دعا ہے یہ وہاں بولا جاتا ہے جس پر موت آئے۔ مثلاً ابا جی، اماں جی، حافظ جی، قاری جی، مولوی جی، منشی جی کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ ان سب نے مرنا ہے اور رب پر موت نہیں آسکتی۔ لہذا اللہ جی! کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس کو خطرہ کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی ہے اے اللہ! آپ پر سلامتی ہو۔ وہ خود سلام ہے سلامتی دینے والا ہے۔ لوگ محبت کی وجہ سے کہتے ہیں مگر محبت وہ جائز ہے جو شریعت بتلائے۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا اور نہ جہر کریں آپ اپنی نماز میں اور نہ آپ آہستہ پڑھیں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جہری نمازوں میں قرأت ذرا اونچی پڑھتے تھے تاکہ قریب کے لوگ قرآن سن کر متاثر ہوں لیکن کافر لوگ گالیاں نکالتے تھے آپ ﷺ کو بھی اور جبرائیل علیہ السلام کو بھی۔ تو آپ ﷺ نے آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے وہ بے چارے بھی نہیں سن سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ اتنا جہر بھی نہ کرو کہ لوگ سن کر گالیاں دیں اور اتنا آہستہ بھی نہ پڑھو کہ پیچھے مقتدی بھی نہ سن سکیں۔ فقہاء کرامؒ دین میں بڑے محتاط ہوتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام کو بس اتنی آواز بلند کرنی چاہئے کہ پیچھے جو مقتدی کھڑے ہیں وہ سارے سنیں۔ آہستہ آواز نکالے کہ سب تک نہ پہنچے تو گنہگار ہوگا اور اتنی بلند آواز سے قرأت کرے کہ مقتدیوں سے باہر جائے تو یہ بُرا کام ہے فقہ میں اَسَاءَ کا لفظ آیا ہے۔ آج کل ایسے دیوانے ہیں کہ رمضان المبارک میں آگے پیچھے سپیکر لگا کر سناتے ہیں یہ سخت گناہ ہے۔ ثواب کمانے کی بجائے الٹا گناہ کماتے ہیں۔ کسی کی نیند میں خلل ڈالنا، کسی کی عبادت میں خلل ڈالنا، بیمار کے آرام میں خلل ڈالنا سب گناہ ہے اور فساد فی الارض کی مد میں ہے۔ اسلام بڑا امن والا مذہب ہے۔ حتی کہ تفسیر مظہری میں تصریح ہے کہ اگر مسجد میں ایک آدمی بھی نماز پڑھ رہا ہے تو بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن آہستہ پڑھو، ذکر آہستہ کرو دوسروں کے امن اور سکون کو تباہ نہ کرو۔ تو فرمایا اتنی آواز بلند نہ کرو کہ دور کے لوگ سنیں اور اتنا آہستہ بھی نہ ہو کہ آواز مقتدیوں تک نہ جائے۔ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا اور تلاش کریں اس کے درمیان راستہ کہ آپ کے پیچھے جو مقتدی ہیں وہ سن لیں اور دور تک آواز نہ جائے۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور آپ فرمادیں سب تعریفیں اللہ

تعالیٰ کیلئے ہیں الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا جس نے نہیں ٹھہرائی اور بنائی اپنے لئے اولاد۔ یہودی کہتے تھے عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔اور عیسائی کہتے تھے مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔اور عرب اور دوسرے علاقوں کے جاہل کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنَاتِ اللہ تعالیٰ نے سب کی تردید فرمائی ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ''نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔'' وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی شریک ملک میں۔ نہ پیغمبروں میں سے اس کا کوئی شریک ہے، نہ فرشتوں میں سے، نہ انسانوں میں سے، نہ جنات میں سے وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی حمایتی جو کمزوری سے بچائے۔رب تو قادر مطلق ہے حمایت کی ضرورت تو اس کو ہوتی ہے، جو کمزور ہو اس کا تو نام ہی قوی ہے اس کو حمایت کی کیا ضرورت ہے۔ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا اور آپ بڑائی بیان کریں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا کثرت کیساتھ پڑھو، درود شریف کثرت کیساتھ پڑھو، استغفار کرو۔ مسلمان کو رب تعالیٰ کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔

آج بروز ہفتہ ۲۷ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۰ر جولائی ۲۰۱۰ء کو

سورت بنی اسرائیل مکمل ہوئی

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ